مرزا غلام احمد کی تصانیف کو ملاحظہ کریکا انہیں موقع ملا اور سچے دھرم کی عظمت کو ظاہر کرنیکے جوش نے انہیں مرزا صاحب سے وہ خط وکتابت کرنیکے لئے مجبور کیا جو کہ تکذیب براہین احمدیہ کی جلد اول کے خاتمہ پر درج ہے اسکے بعد جس طرح پر کہ پنڈت لیکھرام نے مرزا صاحب کو تقولیکہ۔

"دروغ گو را تا بدروازہ باید رسانید"

عاجز کرکے اُنکی قلعی کھولی وہ پنڈت جی کی کتب کے ناظرین کو بخوبی معلوم ہے اسی عرصہ میں پنڈت لیکھرام جی نے نسخہ خبط احمدیہ کو طیار کیا جسکی نسبت بعض مسلمان صاحبان کی رائے میں نے یہ سُنی ہے کہ اُسکے مقابلہ کی کتاب پنڈت لیکھرام نے اُس کے بعد کوئی نہیں لکھی بلکہ جس "حجت الاسلام" کی طیاری کے وقت محمدی دنیا نے بے اختیار ہو کر پنڈت لیکھرام کو قتل کی دھمکیاں دینی شروع کر دی تھیں اُس پر بھی احمدیہ خبط کے نسخہ کو بعض بھائی اتنک ترجیح دیتے ہیں تکذیب براہین احمدیہ کے ہر دو جلدوں کی سوانح عمری اُنکے اندر ہی صاف طور پر درج ہے۔ تکذیب جلد دوم جس بے ترتیب حالت میں مجھے ملی تھی اور جن مسکلات کا مقابلہ اُسکی چھپوائی میں مجھے کرنا پڑا اُنکا ذکر اُسی کتاب کے دیباچہ میں درج کر دیا گیا ہے تاریخ دنیا اور ثبوت تناسخ کی تیاری میں جسقدر محنت پنڈت لیکھرام جی نے کی اُس سے میں بخوبی واقف ہوں۔ ان کتابوں کے پڑھنے والے یہ سُنکر حیران ہونگے کہ پنڈت لیکھرام انگریزی زبان کا ایک لفظ نہیں جانتے تھے اور باوجود اسکے جس خوبی سے انہوں نے جگہ بجگہ انگریزی کتابوں کے حوالہ جات ان دونوں نسخوں میں دئے ہیں ایسے ایک ناواقف شخص سوائے اسکے اور کوئی نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ زبان انگریزی کے بھی وہ استاد تھے۔ لیکن پنڈت لیکھرام کا کام کرنیکا ڈھنگ ہندوستان کے موجودہ سُست الوجود باشندوں سے بالکل نرالا تھا۔ انگریزی تعلیم یافتہ لائق اصحاب سے گفتگو میں برابر اُن مسئلوں پر بات چیت کیا کرتے تھے جنکی نسبت کہ انہیں روئے زمین کے عالموں کی رائے کی تلاش ہوا کرتی تھی اور جہاں کسی انگریز یا یورپین مصنف کی رائے کا اُس مضمون کی نسبت پتہ لگا فوراً اُس کتاب کی تلاش میں مصروف ہوئے اور پھر اُسے ڈھونڈھ کر تین چار مختلف گریجویٹوں سے ترجمہ کرا کر بعد مقابلہ کے اُسے درج کتاب کر دیا اس قسم کی تفتیش کے لئے جس صبر اور استقلال کی ضرورت ہے وہ بار یک بین اصحاب سے چھپی ہوئی ہے لیکن پنڈت لیکھرام جی جہاں بولنے کے وقت تڑپتے سے بے صبر نظر آتے تھے وہاں تحقیقات کے وقت ایسے صبر سے کام لیتے تھے کہ دیکھنے والے حیران ہو جاتے تھے۔ باہر سے چکر لگا کر جب وہ مطبع ست دھرم پرچارک جالندھر میں پہنچتے تو پہلا حکم یہ ہوتا تھا کہ گذشتہ ماہ کے کل اخبار اور رسالے پیش کرو۔ان اخباروں اور رسالوں کا سامنے آنا ہی تھا کہ بھوکھ پیاس سب دور ہو جاتی تھی اور جب تک اُن کے ایک ایک لفظ کو نہ پڑھ لیں اور اُنمیں سے خاص خاص مطلب کی باتیں نہ نکال لیں تب تک انہیں چین نہیں آتا تھا۔ اکثر اوقات پنڈت جی کی اس غیر معمولی محنت کا نتیجہ میں یہ دیکھا کرتا تھا کہ جن مضامین پر میں نے محض سرسری نظر ڈالی تھی پنڈت لیکھرام جی نے اُنکی وقعت کو ظاہر کرکے مجھے شرمندہ کیا اور اپنے عمل سے سکھایا کہ دنیا میں کوئی چھوٹا سے چھوٹا واقع ایسا نہیں ہے جس سے کہ کچھ نہ کچھ سبق حاصل نہ کیا جا سکے +

جسقدر کتابیں اس کلیات کے اندر درج کی گئیں ہیں۔ ایک آدمی کی زندگی کے لئے اُنکا لکھا جانا ہی اُسکی ہمت اور لیاقت کا کافی ثبوت ہو سکتا ہے لیکن پنڈت لیکھرام نے ان سب نسخوں کو طیار کرتے ہوئے بھی ساتھ ساتھ اپنے سچے رہبر سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج کے جیون چرتر کا مطالعہ اکٹھا کرنیکے لئے ہندوستان کے ہر ایک حصہ کی مسافت کی اور آخر کار نہ صرف مصالحہ ہی جمع کیا بلکہ تقریباً پانچ سو بڑے صفحوں کا مضمون اپنے سامنے کاتب کے ہاتھ میں دے گئے۔ لیکن اُنکی کوششوں کا یہاں ہی خاتمہ نہ تھا بلکہ انہوں نے اپنے خیال میں ابھی تحریر کے کام کا آغاز ہی کیا تھا چنانچہ اپنی موت کے بہت عرصہ پہلے سے وہ ہندوستان کی ایک مستند تواریخ کے لئے مصالحہ جمع کر رہے تھے جسکا حال میں نے اُنکے قتل کے بعد ۲۲ راپریل ۱۸۹۷ء کے اخبار "ست دھرم پرچارک" میں حسب ذیل لکھا تھا۔

"جب کبھی کسی ہندوستانی کے کسی یورپین علمی سوسائٹی کا ممبر ہونیکی خبر سننے میں آتی ہے۔ اُسی وقت یہ سوال قدرتی طور پر پیدا ہوتا ہے کہ کیا اتنک فیلسوفی غور کا مادہ آریہ سنتان میں موجود ہے۔ حتی تک کہ ڈاکٹر جوگیندر چندر بوس کی برقی معلومات سے آگاہی نہ ہوئی تھی کون کہہ سکتا تھا کہ آریہ سنتان پدارتھ ودیا کی ماہیت سمجھنے کے لئے دماغ رکھتی ہے۔ اسی طرح پر اور چھوٹے بڑے علمی تحقیقاتوں کے میدان ہیں جن میں کہ جبتک کوئی ہندوستانی قدم نہیں رکھتا تب تک یقین نہیں آتا کہ ابھی رشیوں کی سنتان میں تحقیقات اور ذہانت کا مادہ باقی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہماری اس ظاہری ناقابلیت کا باعث صرف ہم ہی نہیں ہیں بلکہ ہماری مفتوح حالت اور ہمارے حکمرانوں کے برتاؤ کا بڑا بھاری حصہ بھی اس میں کام کرتا ہے لیکن پھر بھی بہت کچھ ہمارے اختیار میں ہے۔ بھارت ورش ایک آدرش دیش اس لئے ہے کہ تمام روئے زمین کے موسم۔ آب وہوا۔ نباتات۔ چرند۔ پرند اور انسان اس میں پائے جاتے ہیں۔ ایسے وسیع ملک ہیں جس کو ایک علیحدہ براعظم کہہ سکتے ہیں اور جسکی تاریخ کا سلسلہ صرف پندرہ بیس یا پچیس صدیوں تک ہی ختم نہیں ہوتا بلکہ جس ملک میں دُنیا میں پہلی کتاب میراث میں ملنے کا فخر ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ایسے وسیع ملک میں جسقدر وسیع تحقیقات کی گنجایش ہے وہ کس آدمی کے خیال کی حد میں آسکتی ہے! لیکن افسوس اسقدر نادر موقعہ ہاتھ میں رکھتے ہوئے بھی ہم لوگوں کی طبیعتیں سچائی کی تحقیقات کی طرف راغب نہیں ہوتیں۔ اگر ہمالہ کی بے معلوم گپھاؤں اور گوری شنکر کی چوٹیوں کا پتہ لگانا چاہتے ہو تو اُسکے لئے کمپنی ولایت سے بلا آتی ہے اگر جالندھر کی تاریخ دیکھنے کی ضرورت ہے تو بر سر صاحب کی رپورٹ بندوبست کی طرف رجوع لانا پڑتا ہے کیا یہ شرم کی بات نہیں ہے کہ اپنی رسومات کی تحقیقات کے لئے بھی ہمیں بدیشیوں کی ہی شرن لینی پڑتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ باوجود انگریزوں کی قابل تعریف اور حیرت انگیز تحقیقاتوں کے اب تک ہمارے ملک کی مستند تاریخ کوئی بھی موجود نہیں ہے اس میں شبہ نہیں کہ ہمیں اُن پردیسیوں (اپنی حاکم قوم) کا شکر ادا کرنا چاہئے جنہوں نے کہ اپنے اتہاس کے لئے ہماری آنکھیں کھولدیں لیکن کیا کوئی آدمی کہہ سکتا ہے کہ ہمارے دیش کی کوئی مستند تواریخ ایسی موجود ہے جس پر اعتبار کیا جا سکے؟ اور جو گذشتہ صحیح حالات بتلاتی ہوئی ہماری طبیعتوں کو ہمارے گذشتہ عروج سے آگاہ کرکے سچی ترقی کی طرف ہمیں مایل کر دیوے۔ بدیشیوں نے جسقدر اتہاس لکھے اُن میں اُنکے اپنے خیالات اپنے توہمات اور اپنے تعصبات شامل تھے ان سب میں سے ہمیں کرنل ٹاڈ صاحب کا نام بڑے تشکر سے لینا چاہئے جنہوں نے کہ پریم بھری تحقیقات سے راجپوت جسن کی بہادری کو سارے عالم میں مشہور کر دیا۔ لیکن کیا راجپوتانہ کے کرنل ٹاڈ کا دوسرا ساتھی پیدا ہوا؟ ہرگز نہیں۔ ہم نہایت افسوس سے دیکھتے ہیں کہ ہمارے ملک کے اُمرا کے لڑکے اسطرف بالکل متوجہ نہیں ہوتے۔ اور محققوں کی قدر دانی کا خیال اب تک ہمارے سودیش نواسیوں میں پیدا نہیں ہوا۔ یورپین لکھ

اپنی گورمنٹوں اور اپنے دیگر ہمقوم بھائیوں کی مدد سے کیا کچھ نہیں کر دکھاتے بد قسمتی سے گورنمنٹ ملک سے ہمیں مدد کی امید نہیں اور اپنے بھائیوں کو ایسی قیقاتوں کا مذاق نہیں ۔

یہ بڑی بھاری مشکلات ہیں جنکا مقابلہ ایک معمولی آدمی کر نہیں سکتا لیکن پھر بھی ع ہمت مرداں مدد خدا ۔ پورشارتھ کے مقابل کونسی مشکل ٹھہر سکتی ہے ۔

ہماری نظروں میں بہت کم ہندوستانی ایسے گذرے ہیں جنمیں راستی کی تحقیقات کا وہ جوش کام کرتا ہو جو پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کی طبیعت کو حرکت دیتا تھا ۔ پنڈت لیکھرام نے بھارت ورش کی مسلسل لیکن مستند تاریخ کی ضرورت کو بڑے زور سے محسوس کیا تھا اور اُنکا ارادہ تھا کہ مہرشی دیانند کا جیون چرتر طیار کر نیکے بعد اس مجوزہ تاریخ کے لئے حالات دریافت کرنیکے لئے نکلیں ۔ اس بڑے ضخیم کام کے لئے اُنہوں نے ہندوستان کی کل تواریخ جمع کرنی شروع کر دی تھیں افسوس کہ متعصب اور بیرحم قاتل نے ان سب خیالات کا خونخوار خنجر سے خاتمہ کر دیا ۔ لیکن کیا ہمارے لئے یہ بھی آریہ مسافر کی ایک آخری وصیت نہیں ہے ۔ ہمارے دھرم کی بنیاد چونکہ سرسٹی کے آغاز میں رکھی گئی تھی اور چونکہ ویدوں کا گمبھیر ناد پہلے پہل ہمالئے کی چوٹی پر سے اُتر کر آریہ ورت میں ہی پھیلا تھا اسلئے آریہ ورت کی مکمل اور مستند تاریخ طیار کرنا آریہ پرشوں کا ہی فرض ہونا چاہیئے ۔ اسوقت آریہ سماج میں سینکڑوں گریجویٹ موجود ہیں ۔ انمیں سے بیسیوں سنسکرت زبان میں اعلےٰ درجہ کی مہارت پیدا کر سکتے ہیں اور شاید دو چار ایسے بھی ہوں جنہیں روزی کا زیادہ فکر نہیں ہے ۔ کچھ ایسے تجربہ کار عالم بھی ہیں جو روزی سے بیفکر ہونیکے علاوہ کافی وقت اور روپیہ اس کام پر خرچ کر سکتے ہیں کیا انمیں سے ایک بھی آریہ مسافر کی اس وصیت کو پورا کر نیکے لئے کھڑا نہ ہوگا ؟ اس میں شبہ نہیں کہ اس کام کیلئے صبر ۔ استقلال اور ہمت کی ضرورت ہوگی اس میں سندیہ نہیں کہ برسوں تک ایسے محقق کو گوشۂ تنہائی اور کس مپرسی کی حالت میں پڑے رہنا ہوگا ۔ لیکن اگر یہ کام پورا ہو گیا تو آریہ ورت کی مکمل تاریخ شایع کرنیوالا اپنے بھائیوں کے لئے ایک بے بہا خزانہ چھوڑ جائیگا اور جس وقت کہ رشی سنتان اپنی پورانی عظمت سے واقف ہو کر اپنی موجودہ حالت پر غور کریگی اور پھر مرض کی تشخیص کر کے اپنی حالت کو درست کرنا شروع کریگی اُسوقت کیا ایسے بہادر کا مشن پورا نہ ہوگا ؟ ہم ایشور سے پرارتھنا کرتے ہیں کہ کسی یوگیہ پرش کے ہردے کو وہ پریرت کرے تا کہ ویدک دھرم کی اسی میں ایک بڑی مشکل منزل طے ہو جاوے " ۔

اس پرارتھنا کو اپنے اندر سے نکالے ہوئے سات برس پورے ہونے کو آئے ہیں ۔ دیالو پرماتما ایسے شبھ کاموں کی پریرنا بھی برابر کرتے رہتے ہیں ۔ لیکن آجتک اس مشکل میدان میں قدم رکھنے کے لئے ایک بھی آریہ ویر آگے نہ بڑھا ۔ پھر ایسی حالت میں اگر دھرم ویر لیکھرام آریہ مسافر کو کسی قدر بیقراری کے ساتھ یاد کیا جاوے تو کون سخت دل ہوگا جو اس میں شریک نہ ہو ۔

آریہ مسافر کی تصانیف کو اسقدر ارزاں قیمت پر صرف اسی خیال سے شایع کیا گیا ہے کہ ہر ایک دھرم کے پیاسے کے ہاتھ میں اسکی ایک جلد ضرور پہنچ جاوے جن کو اسپر بھی کتاب خرید کرنیکا مقدور نہیں ہے اُن تک اس کتاب کی علم فہم تعلیم کا پہنچانا صاحب ثروت ویدک دھرمیوں کا کام ہے جو لوگ آریہ سنتان کو محمدی اور عیسائی وغیرہ متوں کے پھندوں سے چھڑا کر اُنہیں ہمیشہ کے لئے محفوظ کرنا چاہتے ہیں اُن کا فرض ہے کہ اس کی سینکڑوں جلدیں خرید کر مفت تقسیم کریں ۔

شری پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کا مختصر جیون برتانت

دنیا کی ترقی کی تاریخ ہمیشہ بڑے آدمیوں کی زندگیوں کے خون سے طیار ہوتی رہی ہے اور اُنمیں سے بھی جن بہادر نیر مردوں نے کہ دھرم کے میدان میں کام کیا ہے اور اپنے مانے ہوئے دھارمک سدھانتوں پر اپنی پیاری جان تک نیوچھاور کرنے میں دریغ نہیں کیا ۔ اُنکی دھرم پرائنتا نے اُنکے خیالات کے پھیلانیمیں مقناطیسی طاقت کا کام دیا ہے یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ایک جماعت کی زندگی کا اندازہ صرف اُن قربانیوں سے ہی ہو سکتا ہے جو کہ اُس جماعت کے ممبر اپنے عقیدوں کی حفاظت میں کرنے کے لئے طیار رہوں ہر ایک زندہ سماج یا جماعت اپنی زندگی کا اظہار اس قسم کی قربانیوں سے کرتی رہی ہے اور جسقدر زیادہ متعصب صعوبتیں کہ کسی سچائی کے ہادی کو مخالفین کے ہاتھوں سے برداشت کرنی پڑی ہیں دوسرے الفاظ میں جسقدر زبردست شہادت کہ کسی سچے دھرم تسکنک نے کسی خاص سچائی پر دی ہے اُسیقدر زیادہ اشاعت اُس سچائی کی دنیا میں ہوتی رہی ہے ۔ اس لئے وہ جماعت مبارک ہے جسکے رہبروں کو کہ اپنے لہو کی شہادت سے اپنی مانی ہوئی سچائیوں کو ثابت کرنیکا موقع ملے ۔ ابھی پورے پچیس برس نہیں گذرے کہ آریہ سماج ویدک سچائی کی مشعل ہاتھ میں لیکر بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے مستعد ہوا ۔ سوامی دیانند کی گمبھیر آواز نے کمبھ کرن کی نیند سوئی ہوئی بھارت سنتان کو جگا دیا ۔ آلس کی جگہ پرشارتھ کا ظہور ہوا ۔ سچے دھرم کی پیاس ہر ایک دل میں بھڑک اٹھی ۔ ویدک روشنی نے اندھیرے کو کاٹنا شروع کیا ۔ دیش میں زبردست حرکت پھیل گئی ۔ مخالف سخت سے سخت حملوں کو شانتی اور مستقل مزاجی سے برداشت کرتے ہوئے سوامی دیانند نے اپنے عقیدوں کا پرچار کیا ۔ لیکن محدود انسان کے کام آخر محدود ہوتے ہیں ۔ اگر آخری شہادت سوامی دیانند اپنی زندگی سے نہ دیتے تو وہ ہل چل جو اُن کے بعد بھارت ورش میں مچ گئی دکھائی نہ دیتی ۔ ایک موت نے ہزاروں کیا لاکھوں زندگیوں کا کام کیا اور ویدک دھرم کی اگنی زیادہ سے زیادہ پرچنڈ ہوتی گئی ۔

جہاں ہر ایک سچی تحریک کو ایک بڑے آدمی کی شہادت سے زبردست حرکت پہنچتی ہے وہاں اُس زبردست حرکت کے راستے میں چھوٹی بڑی روکاوٹیں بھی موجود ہوتی ہیں جنہیں دور کرنے کے لئے کہ دیگر دھرم ہیرو کی شہادت کی ضرورت ہوتی ہے ۔ آریہ سماج کی تحریک کے راستے میں بھی اس قسم کی رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں اور پرماتما کے انتظام اور ہمارے کرموں کے مطابق اُن روکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے تازہ شہادتوں کی ضرورت پڑتی رہی ۔ اسی قسم کی ضرورت کو پورا کرنیکے لئے گورودت ودیارتھی نے ویدک دھرم کی عظمت پر اپنے جسم کو سوامی دیانند کی شہادت کے ٹھیک چھ سال بعد اپنچ کر کے سواہا کر دیا ۔ چھ سالوں کا عرصہ اور گذر گیا ۔ اس عرصے میں اور رکاوٹیں جمع ہوتی گئیں ان سب کو کاٹنے کے لئے لیکھرام آریہ مسافر نے ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کی شام کو سچ سچ لہو کے لفظوں میں ویدک دھرم کی بزرگی کی شہادت دی ۔

پنڈت لیکھرام کا شمار گو اُس جماعت میں نہیں ہو سکتا جسمیں کہ بُدھ اور شنکر نانک اور دیانند وغیرہ اپنے چندر روپ سے سنسار کو روشن کرتے ہوئے شانتی کی ورشا کر رہے ہیں ۔ لیکن اس میں سندیہ نہیں کہ وہ اُن چمکتے ہوئے ستاروں میں سے ایک تھے جو کہ ایسے چندر ماؤں کی شوبھا کو دوبالا کر رہے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ پنڈت لیکھرام کا مختصر جیون برتانت ناظرین کتاب کے روبرو پیش کیا جاوے تا کہ جہاں ایکطرف وے مصنف سے ایک قسم کی ذاتی واقفیت حاصل کر سکیں وہاں دوسری طرف اُس سپرٹ سے بھی واقفیت کر سکیں جو کہ اُنکی تصانیف کی محرک تھی ۔

تحصیل چکوال ضلع جہلم کے ایک گمنام موضع میں جس کا نام کہ سید پور ہے ۸ چیت
سمت ۱۹۱۵ بکرمی سکروار کے دن ایک موہیال براہمن کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا اُس
وقت کون کہہ سکتا تھا کہ اُس متحرک چھوٹے سے جاندار کے اندر کس کس قسم کی شکتیاں
موجود ہیں۔ پانچویں سال فارسی مدرسہ میں پڑھنے کے لیئے یہ لڑکا بٹھایا گیا۔ ماں
باپ نے اس کا نام لیکھرام رکھا۔ پندرہ برس کی عمر تک سوائے اس کے اور لڑکوں سے
کوئی تمیز نہ تھی کہ لیکھرام نہایت ہوشیار اور ہونہار طالب العلم تھا ہاں ایک خصوصیت
ایسی تھی جس پر کہ اُس وقت کے بزرگ بھی حیران تھے۔ لیکھرام کی طبیعت میں ایک
خاص مستقل مزاجی تھی جو ہٹھ کی حد تک پہنچی ہوئی سمجھی جاتی تھی۔ ایک مرتبہ
سات آٹھ برس کی عمر میں مکتب میں پیاس لگی۔ گھر جانے کی رخصت مانگی معلم نے کہا
کہ یہیں پانی پی لو۔ لیکھرام نے پانی نہ پیا یہاں تک کہ گھر پہنچ لیا۔ سترہ سال کی عمر
کے بعد پنڈت لیکھرام اپنے چچا گنڈا رام جی کے پاس پولیس کا کام سیکھنے کے لیئے
چلے گئے (گنڈا رام جی اس وقت ضلع پشاور میں ڈپٹی انسپکٹر پولیس ہیں) اسی عرصے
میں ایک بڈھے بھائی سکھ کی صحبت میں جو کہ اُن کے چچا کا ماتحت تھا پراتہ کال
اُٹھ سنان کر کے گورمکھی اکشروں میں گیتا کا پاٹھ کیا کرتے۔ اُس سکھ سادھ کی صحبت میں
اُنہوں نے سمادھی لگانی شروع کر دی۔ ایک دن کا ذکر کرتے ہوئے اُنکے چچا فرماتے
ہیں کہ سمادھی کی حالت میں ایسے محو ہو گئے کہ چارپائی سے گر پڑے اور حرکت نہ کی۔
سنہ ۱۸۷۶ء کے قریب پولیس میں نوکر ہو کر رفتہ رفتہ اول سارجنٹ ہو گئے
دھرم کے لئے پیاس شروع سے ہی محسوس کیا کرتے تھے۔ چنانچہ پشاور میں سنہ ۱۸۸ء
کے لگ بھگ انہوں نے کاشی سے گیتا ٹیک منگائی تھی اور اُس کو پڑھنا اور
شلوکوں کے ارتھوں کا وچار کرنا اپنا دستور العمل ٹھیرا لیا ہوا تھا۔ روٹی ایک وقت
اپنے ہاتھ سے بنا کر کھاتے اور کرشن۔ کرشن کا جاپ کیا کرتے اسی سنہ میں جبکہ
اُنکی عمر ۲۰ یا ۲۲ سال کی تھی۔ ماتا پتا نے بیاہ کے لئے زور دیا۔ سمبندھ پہلے سے ہو چکا
تھا لیکن پنڈت لیکھرام کی دُھن کسی اور طرف لگی ہوئی تھی۔ بیاہ کا ذکر درمیان
آتے ہی نوکری ترک کر کے متھرا۔ بندرابن کی طرف جانیکے لئے طیار ہو گئے۔ خطوط کے ذریعہ
رشتہ داروں نے بہتیرا سمجھایا لیکن آتش اشتیاق موکش زیادہ بڑھتی گئی۔ آخرکار پنڈت
لیکھرام کے چچا اپنے کھانے سے زبانی سمجھانے کے لئے آئے۔ اُنہیں وہ درشٹانت
ابتک یاد ہے جو پنڈت لیکھرام نے اُنہیں سنایا تھا۔ درشٹانت حسب ذیل تھا جو اکثر
یوگ کی تصانیف میں مشہور ہے۔ ایک راجہ کے پاس نٹ تماشہ کرنے آئے راجہ نے
حکم دیا کہ یوگی کی نقل اتارو۔ یا نصد روپیہ انعام لیگا۔ نٹ نے ہوبہو یوگی بن کر دکھا دیا
لیکن جسوقت سمادھی چھوڑی فوراً با امید انعام ہاتھ پسارا۔ یہ درشٹانت سنا کر پنڈت
لیکھرام نے کہا کہ گرہستہ میں پھنس کر میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اُنکی درڑھتا
کے آگے گھر والوں کو سر جھکانا پڑا اور اُن کی منسوبہ کو اُنکے چھوٹے بھائی سے بیاہ دیا *
اس واقعہ کے تھوڑے عرصہ بعد ہی کنہیا لعل الکھ دھاری کی کتابوں کا شوق ہوا
اندمن مرادآبادی کی تصانیف سے پہلے واقفیت رکھتے تھے اور محمدی مسلمانوں کے
ساتھ بحث مباحثہ شروع کر چکے تھے۔ الکھ دھاری کے ایک رسالے میں سوامی دیانند
سرسوتی کی تعریف دیکھکر دیگر اخبار و کتب معرفت اُنکی تحریر کی تصدیق کی اور اُسیوقت
سوامی جی کی تصانیف منگوا کر مطالعہ کرنی شروع کیں۔ جیُوں جیُوں دھرم کو مرم
زیادہ معلوم ہونے لگے تیُوں تیُوں سری سوامی جی مہاراج کے درشنوں کیلئے دل بے
قابو ہوتا گیا۔ آخرکار سنہ ۱۸۸۱ء میں آریہ سماج پشاور قائم کر کے بحصول رخصت
ایکماہ سوامی جی مہاراج کی ملاقات کیلئے چل دئیے اور لاہور۔ امرتسر۔ میرٹھ وغیرہ آریہ
سماجوں میں ہوتے ہوئے اجمیر پہنچے جہاں کہ سوامی دیانند جی سے بات چیت کر کے انہوں
نے اپنے کل شبہے نوارن کر لیئے واپس آتے ہی رسالہ دھرم اپدیش ویدک دھرم کی
سچائیوں کو پھیلانیکے لئے جاری کیا اور آریہ سماج پشاور کی ترقی کیلئے تن من دھن
سے کوشش کرنے لگے ایام ملازمت میں بھی اپنی صاف گوئی کے لئے مشہور تھے اور
مذہبی مباحثہ جات میں کسی شخص کا بھی پوچھ اُس کے عہدے یا دنیاوی عزت کے
لحاظ نہیں کرتے تھے شراب کی برائیوں کو روکنے کے لئے بڑا عالیشان جلسہ بلایا جس
میں سب حکام ضلع معہ کمانڈنگ افسر فوج شریک ہوئے پنڈت لیکھرام کی تقریر اس
جلسہ میں سب کو حیرت میں ڈالنے والی تھی۔ اس تقریر کا فوجیوں پر بہت اچھا اثر پڑا تھا
پنڈت لیکھرام کی طبیعت شروع سے ہی حد درجہ کی آزاد تھی اور اسی لئے متعصب
افسراں سے اُن کی نہیں بنتی تھی سنہ ۱۸۸۲ء کے شروع میں اُنکی تبدیلی پشاور سے مقام [illegible]
ہو گئی۔ لیکن تاہم مضامین بھیجکر رسالہ دھرم اپدیش کو پھر بھی جاری رکھا۔ [illegible]
آریہ سماج نے رسالہ مذکور کے اخراجات کا بوجھ اٹھانیکی طاقت نہ دیکھ کر اُسے بند
کرنیکی تجویز کی۔ اس کے متعلق جو خط کہ پنڈت لیکھرام جی نے ۱۲۔ مارچ سنہ ۱۸۸۳ء کو
اپنے چچا کے نام لکھا اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود قلیل آمدنی کے پنڈت لیکھرام
جی کسی قدر مالی مدد کے لئے بھی طیار تھے۔ آخرکار اُسی سال رسالہ بند کرنا پڑا۔
سنہ ۱۸۸۴ء کے شروع میں ہی دھرم کی روشنی نے پنڈت لیکھرام کے ہردے کو
زیادہ تر منور کر دیا تھا اور ملازمت سے اُنہیں سخت نفرت ہو گئی تھی۔ رشتہ داروں دوستوں
اور سرکاری افسروں نے ہرچند سمجھایا لیکن پنڈت جی اپنے ارادہ پر ڈٹے رہے اور جولائی
سنہ ۱۸۸۴ء میں استعفیٰ دیکر انسانوں کی تابعداری سے آزادی حاصل کی +
لاہور آریہ سماج میں پہنچکر کچھ عرصہ تک سنسکرت ویاکرن میں پرشرم کرتے رہے جسکے
بعد آریہ گزٹ فیروزپور کے ایڈیٹر ہو گئے اُردو کا اُسوقت یہی ایک ہفتہ وار اخبار تھا جس کو
سے پنڈت لیکھرام نے اسکو چلایا اُسوقت کے فایل اُنکی لیاقت کے شاہد ہیں اُنکی قلم سچائی
کی تائید میں اُسی وقت سے کام کرنے لگ گئی تھی جبکہ وے آریہ سماج کے ممبر تھے
چنانچہ نوید ہوگان سنہ ۱۸۸۳ء کے پیشتر لکھ چکے تھے۔ اُس وقت سے تحریر کا کام برابر
جاری رکھا سب سے پہلی تصنیف جسنے کہ پنڈت لیکھرام کو کل آریہ ورت میں مشہور کر دیا اور
آریہ سنتان کے مرجھائے ہوئے دلوں کو تازگی بخشی وہ تکذیب براہین احمدیہ تھی
جس میں کہ پنڈت جی نے مرزا غلام احمد قادیانی کے بیہودہ دعاوی کی تردید کرتے ہوئے مقابلہ
میں ویدک دھرم کی بزرگی کو بھارت نواسیوں کے دلوں پر نقش کر دیا اسکے بعد نسخہ خبط احمدیہ
کرسچن مت درپن۔ ثبوت تناسخ وغیرہ بڑی بڑی ضخیم کتابیں شائع کرنے کے علاوہ
بیسیوں رسالے لکھے جن میں عیسائی۔ محمدی۔ پورانی وغیرہ ہر ایک معترض کے اعتراضوں کا
دنداں شکن جواب دیا۔ لیکن اس عرصے میں کیا پنڈت لیکھرام کہیں جمکر بیٹھے ہوئے کسی
کتبخانہ کی مدد سے تصنیف کا کام کرتے رہے تھے؟ ہرگز نہیں بلکہ مدت سے مسافر بنے ہوئے آریہ
ورت کے شہروں۔ قصبوں اور بعض اوقات جنگلوں میں سوامی دیانند کے جیون چرتر کی تحقیقات
کرتے پھرتے تھے اور اسی لئے انہوں نے اپنا نام آریہ مسافر رکھ چھوڑا تھا غرضیکہ کتب اور
ضروری سامانوں سے دور گھومتے ہوئے بھی آریہ مسافر نے وہ کام کر دکھایا جو کہ بڑے بڑے سامان
والوں سے نہ بن پڑا + تحقیقات کا شوق پنڈت لیکھرام کو اُس وقت سے ہی تھا جب سے کہ
انہوں نے ہوش سنبھالا چنانچہ یہی وجہ تھی کہ جب مہرشی دیانند کے جیون چرتر کے

* اپنی عمر کے چوبیسویں سال میں پنڈت جی نے شریمتی لکشمی دیوی جی کے ساتھ
وواہ کیا جن کی زندگی کی عظمت علیحدہ دکھلائی گئی ہے (دیکھو مضمون "استری کا
جیون کیا سکشا دیتا ہے"؟)

مواقعات کے جمع کرنیکی ضرورت پڑی تو سوائے پنڈت لیکھرام کے اور کوئی شخص اس کام کے لائق نہ سمجھا گیا اُسوقت سے برابر دیش دیشانتروں میں ویدک دھرم کا پرچار کرتے ہوئے آریہ مسافر نے وہ شہرت حاصل کی جو شاید ہی کسی موجودہ مذہبی واعظ کے نصیب ہوئی ہوگی ویدک دھرم کی سچائیوں کو گرہن کرنیکے بعد پنڈت لیکھرام جی کی زندگی ایک پبلک زندگی ہو گئی تھی اور اس لئے ان کی اس زمانے کی سوانح عمری اس مختصر سے مضمون میں کہنا ممکن نہیں ہے ہمیں اسجگہ صرف یہ دکھلانا مقصود ہے کہ پنڈت لیکھرام کا جیون اس قسم کا تھا کہ ہر ایک مذہب و ملت کے طالبانِ حق اور بے تعصب آدمیوں کو انکی نہ صرف عزت ہی کرنی چاہیئے۔ بلکہ اُن کے جیون سے خاص سبق بھی لینا چاہیئے ٭

مذہب محمدی اسلام کی تحقیقات آریہ مسافر نے خاص طور پر کی تھی اور اسی لئے انکی تصانیف بیشتر اسی مذہب کے متعلق موجود ہیں پنڈت لیکھرام کی کوئی تحریر بھی بذات خود کسی مذہب یا ملت پر کوئی خاص حملہ نہیں ہے۔ اُن کی ہر ایک تصنیف مخالفوں کے سخت سے سخت بیجا حملوں کے جواب میں لکھی گئی ہے اور اس لئے کوئی اہل انصاف بھی تعصب کا الزام نہیں لگا سکتا لیکن بعض محمدی واعظان نے یا عموماً اور مرزا غلام احمد قادیانی خصوصاً پنڈت جی کی زبردست تحریروں سے گھبرا کر اپنے جاہل بھائیوں کو انکے برخلاف اُکسانا اور خود محمدی بیچ سے انہیں دھمکانا شروع کیا پنڈت لیکھرام کی قلم کو ہر طریقے پر غرضیکہ عدالت تک پہنچکر روکنے کی کوشش کیگئی۔ آخرکار جب یہ سب کوششیں بے سود ثابت ہوئیں تو ایک موذی۔ دھوکہ باز مسلمان کے ہاتھ سے انہیں چھرا کھا کر جان دینی پڑی اور اس طرح پرم آتما کو مادا کے ذریعہ سے دبانے کی کوشش کیگئی۔ ہاں۔ جسم سرد ہو گیا اور وہ ہاتھ جنہوں نے کہ دلائل کی زبردست چوٹوں سے متعصبوں کے دل چھلنی کر دیئے تھے ہمیشہ کے لئے مادی قلم پکڑنے سے لاچار ہو گئے۔ لیکن سچائی کے چلے ہوئے تیر کو روکنے کی کس کو مجال ہے۔

پنڈت لیکھرام کمال جفاکش تھے جس کا ثبوت اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتا ہے کہ قریباً بارہ برس کے عرصہ میں علاوہ متواتر پرچار کرنے اور سوامی دیانند کے جیون چرتر کے متعلق ۲ یا ۳ ہزار صفحوں سے زیادہ کا مصالحہ اکٹھا کرنیکے اُنہوں نے بہت سی کتابیں چھپوائیں جو کل ملا کر ۲۰۰۰ صفحوں کے قریب ہونگی اور انکے علاوہ آٹھ یا نو سو صفحوں کے قریب لکھ کر چھوڑ گئے۔ دھن میں لگے ہوئے دن رات ایک کر دیتے تھے اُن کی آزادیٔ طبع کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ لیکن باوجود دھرم ونشہ میں کمال سخت مزاج رکھنے کے اُنکا دل بڑا ہی نرم تھا کسی بھائی کی تکلیف بھی ملاحظہ کئے دیکھ نہیں سکتے تھے جگہ تنگ اور لکھنا بہت کچھ ہے۔ پنڈت لیکھرام کے کیریکٹر کا پورا خاکہ پیش کرنے کے لئے اُنکی کمزوریوں کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے اور ساتھ اس کے اُن کا ہر ایک ظاہر وصف بھی تفصیل کے ساتھ بیان کرنا لازمی ہے اُنکی دلیری۔ انکے اندر بہ دمن۔ اُن کے سچے وشواس علمی لیاقت اور سچی تحقیقات کے ساتھ ساتھ ویدک دھرم کے ساتھ حقیقی پریم نے انہیں ویدک دھرم کے حق میں کسقدر متعصب بنا دیا تھا اور ایسے وقت میں وے دوسروں کی کمزوری کے لئے انہیں معاف کرنیکے قابل نہیں رہتے تھے اور ویدک مسئلوں کی تعریف سنکر وے خاموش نہیں رہ سکتے تھے بلکہ بلا لحاظ اُسکے رتبہ وغیرہ کے فریق مخالف پر بعض اوقات سخت سے سخت حملے کر دیا کرتے تھے۔ اسی لئے لالہ کاشی رام صاحب برھمو نے جو کہ پنڈت جی کے دوست اور عزت کرنے والے بھی ہیں پنڈت جی کو آریہ سماج کے علی کا خطاب دے رکھا تھا۔ لیکن یہ کمزوری پنڈت جی کی تحریر و میں ظاہر نہیں ہوتی۔ اِس کا خاتمہ تقریر کے ساتھ ہی ہو جاتا تھا ٭

وید۔ ویدک سماج۔ وید سدھانت اور وید آچاریہ مہرشی دیانند کی جانب اُن کے دل میں اس قدر عزت تھی جسے کہ لوگ پاگلپن کی حد تک پہنچا ہوا بتلاتے تھے لیکن دھرم کے راستے میں اگر کام کیا ہے تو دیوانوں نے! اس لئے یہ دیوانگی مبارک تھی!۔

۶ مارچ ۱۸۹۷ء کی شام کو ایک شقی القلب مسلمان جو شدھی کے بہانہ کر کے آیا تھا اُنکی جائے رہائش میں دھوکے سے چھری اُن کے پیٹ میں گھسیڑ کر بھاگ گیا۔ ۷ بجے رات کے باوجود عمدہ سے عمدہ علاج کے گایتری منتر کا جاپ کرتے ہوئے اس فانی جسم کو چھوڑ کر اپنے پیچھے دیش کو پدھار گئے اور چلتے ہوئے آریہ سماج کے ممبروں کو وصیت کر گئے کہ **تحریر کا کام بند نہ ہونے پاوے** ٭

آریہ پرشو! ویدک دھرم کے مخالف حملوں سے حفاظت کرنیکا بوجھ اب ہم سب کی گردنوں پر ہے۔ پرمیشور سے پرارتھنا ہے کہ ہمیں بل اور اتساہ پردان کریں تاکہ ہم اس بڑی ذمہ واری کو دھرم انوسار ادا کر سکیں ٭

ستی کا جیون کیا شکشا دیتا ہے؟

دیوی لکشمی کا بہو تک ستر یاب کہاں ہے؟ ۲۴ جولائی ۱۹۰۲ء کے پرچارک سے ناظرین معلوم کر چکے ہونگے کہ دھرم ویر پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کی دھرم پتنی لکشمی دیوی جی دیہانت ۳ جولائی ۱۹۰۲ء کے دن کو جالندھر شہر میں ہو گیا۔ گویا دھرم ویر کے ساتھ میرا آخری ظاہری سمبندھ دور ہو گیا جالندھر سے خبر آئی ہے کہ دیوی کی ارتھی کے ساتھ آریہ پرشوں کا بڑا بھاری ہجوم تھا۔ جالندھر کے آریہ پرشوں نے انتیشٹی سنسکار میں ہی شریک ہو کر جسقدر کرتویہ پالن کی طرف رچی ظاہر کی ہے۔ اسکے لئے بھی میں پرماتما کا دھنیہ واد کرتا ہوں۔

لکشمی دیوی کا جیون سُور ویر کا جیون نہ تھا۔ ایسی عورتیں موجود ہیں جنہوں نے سنسار کے اندر بہت کچھ سُورمیا رکھا ہے اور ایسی عورتیں بھی موجود ہیں جنکو محض نمائشی آدمیوں نے ہی مشہور کر رکھا ہے۔ اس قسم کی ستریوں نے اب تک سنساری بھلائی میں کچھ دیرپا کام نہیں کیا۔ لیکن اسی دیش کے اندر اِس قسم کی ستی ستریئیں ہو چکی ہیں اور باوجود سخت گری حالت کے اسوقت بھی کبھی کبھی ایسا چمتکار دکھلا جاتی ہیں۔ جنکے جیون ہی دیش کو رساتل میں جانے سے بچا رہے ہیں۔ ایسی ستی ستریوں میں سے لکشمی دیوی کو سمجھتا ہوں ٭

ایک سرشیشٹھ ستی

لکشمی دیوی کب اور کہاں پیدا ہوئیں؟ اُن کے والدین کے نام کیا تھے؟ انہوں نے بچپن میں کس طرح پرورش پائی؟ وغیرہ وغیرہ سوالات ہیں جن کے جواب ڈھونڈھنے سے ہمیں کچھ بھی فائدہ نہیں ہو سکتا گو اسقدر معلوم ہے کہ اُن کا جنم کوہ مری کی جانب ایک پہاڑی گاؤں میں ہوا تھا اور گو انکے والدین اور بھائیوں کے نام بھی دریافت کر کے درج کئے جا سکتے ہیں تاہم اُس سے صرف یہی معلوم ہوگا کہ ہماری عزت کے قابل دیوی دیہاتی براہمنوں کے یہاں مثل دیگر لڑکیوں کے پلتی رہی۔ دھرم ویر کے جیون ورتانت سے جن سجنوں کو کچھ بھی واقفیت ہے انہیں معلوم ہے کہ اس دیوی کا وواہ اُسوقت ہوا جبکہ اُسکی عمر تقریباً ۱۷ برس کی تھی۔ اپنے وواہ سے شاید دو یا تین سال کے بعد ہی پنڈت لیکھرام جی نے جالندھر میں اپنی دھرم پتنی کو لے آنا شروع کیا تھا اور جو سمبندھ سُورگباشی پنڈت جی کا میرے ساتھ تھا اُسکے باعث اُسی وقت سے میں لکشمی دیوی کے سوبھاؤ تتھا آچرنوں کو جانتا ہوں یہ شروع سے ہی بہت کم گو تھیں سوبھاؤ میں شیل حد درجہ کا تھا اُنکی تکلیف کو دوسرا معلوم کر کے اُسکا علاج کر دے تو خیر۔ ورنہ خود شکایت کر کے کسی کو تکلیف دینیکا نام نہیں جانتی تھیں دوا

کے سمے سے ہی آریہ مسافر نے اپنے منتویہ کو عمل میں لانا شروع کر دیا یعنی جس جوش کیساتھ کہ وہ بانی ستری شکشا کا وچار کرتے تھے اُسی جوش کیساتھ انہوں نے اپنی دھرم پتنی جی کو پڑھانا شروع کیا۔ جالندھر میں ستری سماج اور آریہ سماج کے سپتاہک و دیگر کل جلسوں میں لکشمی دیوی ہمیشہ شریک ہوا کرتی تھیں۔ سوُرگباشی آریہ مسافر اپنی دھرم پتنی کو ستری جاتی کی سیوا کے لئے اسطرح پر طیار کرنا چاہتے تھے جسطرح پر کہ خود پرش جاتی کی سیوا کیلئے اُدیت تھے۔ مجھ سے دھرم ویر نے بارہا ایسا آئندہ جیون کا سوچا ہوا پروگرام بیان کیا تھا۔ جسمیں لکشمی دیوی کا ذکر اکثر آتا تھا۔ ودیادان پر سبھ کا خیال تھا۔ تو اُس میں بھی لکشمی دیوی کے کام کا ذکر ہوا کرتا تھا۔ دھرم ویر لکشمی دیوی کو کیا بنانا چاہتے تھے وہ اُس تقسیم اوقات کے کاغذ سے ظاہر ہوتا ہے جو کہ ملفوظات آریہ مسافر کے سلسلے کے اندر اُس ضمیمہ کے نمبر ۳ میں شایع تھا جو کہ آریہ مسافر کے نام سے ست دھرم پرچارک کے ساتھ نکلا کرتا تھا۔ اُسمیں پراتہ کال کے کاریوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے "اگنی ہوتر کو لکشمی [illegible] "اگر [illegible]" یہ پہنی کی رکشا کا کام گرہ پتی کے سپرد کر کے انہیں آریا پد کی ادھکارنی سمجھنا تھا۔ تیسرے نمبر پر حسب ذیل عبارت درج ہے "۱ بجے سے ۲ بجے تک بھوجن۔ آرام۔ امور خانہ داری وغیرہ اور پیاری لکشمی کو پڑھایا جاوے"۔ جالندھر میں ہی سریمتی لکشمی دیوی کی گود ہری بھری ہوئی اور اُسی جگہ اُنکو اپنے پیارے پُتر کے ویوگ کا دُکھ ملا۔ دیوی کا پُتر بھی اُس طیاری میں بیمار ہوا جو کہ وہ پرچارکا کیلئے کر رہی تھیں۔ لکشمی دیوی کی مزاج میں اسقدر مسکینی تھی کہ وہ سوائے اُن ایک دو عورتوں کے جن کے اُنکی طبیعت ملی ہوئی تھی اجنبی عورتوں سے عموماً شرمایا کرتی تھیں۔ پنڈت لیکھرام جی چاہتے تھے کہ اُنکی دھرم پتنی اُس سے دھرم رکشک طیاری میں مدد لیکر اپنی بہنوں اور ہم نشینوں کی طبیعتوں کو ویدک دھرم کی طرف پریرت کیا کرے۔ انہوں نے مجھ سے صلاح پوچھی کہ کس طرح پر لکشمی دیوی کا حوصلہ بڑھایا جاوے۔ میں نے صلاح دی تھی کہ آریہ سماجوں کے سالانہ جلسوں پر اُنکو پنڈت جی ساتھ لیجایا کریں۔ چنانچہ اِسی صلاح پر عمل کر کے وہ پتنی جی کو انبالہ چھاؤنی اور متھرا آریہ سماج کے سالانہ جلسوں پر لیگئے۔ جہاں سے سخت بیماری کی حالت میں لڑکے کو واپس لانا پڑا۔ یہ شاید ۱۸۹۶ء موسم برسات کا ذکر ہے اسکے بعد چونکہ رشی دیانند کے جیون چرتر کی چھپائی کا کام شروع ہونیوالا تھا اسلئے لکشمی دیوی کو اپنے پتی کے ہمراہ لاہور جانا پڑا۔ ایک صدمہ سے ابھی تک پورا چھٹکارا نہیں ہوا تھا اور پیارے پُتر کی یاد ابھی بھولی نہیں تھی کہ دیوی کے دیکھتے دیکھتے ایک شیطان نے بہانہ اُنکے پیارے پتی کے پیٹ میں چھُری بھونک کر چلنے لگا کس بہادری سے ویرانگنا نے قاتل کے ہاتھ سے چھُری چھیننے کی کوشش کی اور کس طرح سے ہاتھوں پر زخم کھایا۔ یہ واقعات ہیں جنہیں وے سجن بخوبی جانتے ہیں جو مارچ ۱۸۹۷ء کا پرجوش اخباری لٹریچر پڑھتے رہے ہیں۔ پُتر اور پتی دونوں کو ویدک دھرم کی سیوا کی بھینٹ چڑھا دینے کے بعد لکشمی دیوی اپنی ساس کے ہمراہ گھر کو چلی گئیں جہاں سے کچھ عرصہ کے بعد دونوں [illegible] جالندھر میرے مکان پر آئیں۔ اُسوقت اہل اسلام کے مفسد حصہ کے اندر مخالفت کی آگ بہت بھڑک رہی تھی اور آریہ سماجیوں کو عموماً ایسے برگزیدہ آدمیوں کی جانوں کا خوف رہتا تھا۔ چونکہ جالندھر آریہ سماج کے ممبر بارُعب سمجھے جاتے تھے اور اس شہر کے مسلمانوں کے اندر تعصب کا نام و نشان نہ تھا۔ اسلئے میں نے دھرم ویر کی ماتا جی کو صلاح دی تھی کہ اپنی پُتر بدھو کے ساتھ ملکر جالندھر میں ہی بود و باش اختیار کریں لیکن ماتا جی کو اُن کے سمبندھیوں کا پریم راولپنڈی کی طرف کھینچتا تھا اور لکشمی دیوی اکیلی رہنا مناسب نہیں سمجھتی تھی اسلئے دونو دیویاں پھر رخصت ہو کر چلی گئیں راولپنڈی میں پہنچتے ہی دیوی کی سادیرگ [illegible] شروع ہوئی۔ معمولی پتی کا سدا کے لئے

ویوگ معمولی عورتوں تک کو غم والم کے سمندر میں ڈبو دیتا ہے پھر ایک غیر معمولی محسوس کرنیوالی طبیعت کے اندر ایسے غیر معمولی بہادر پتی کی موت کا اثر کیا ہوا ہوگا۔ بڑی آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے دن رات کا رنج کھانے پینے کے قابل انسان کو نہیں چھوڑتا نتیجہ یہ ہوا کہ ہاضمہ کی طاقت بالکل جاتی رہی شریر کمزور ہو چلا اور دن بدن حالت بگڑتی گئی مجھے اس تبدیلی کی بالکل خبر نہ ہوئی۔ لیکن جب گوروکل کے لئے بھکشا مانگتا ہوا ۱۸۹۹ء میں راولپنڈی پہنچا تو دیوی کے درشن کرتے ہی مجھ پر سخت صدمہ ہوا۔ بدن سوکھ کر کانٹا ہو گیا تھا۔ اور معمولی سامان رہایش میں بھی صفائی کا خیال تک نہیں رہا تھا معلوم ہوتا تھا کہ سوا غم اور فکر کے انکا کوئی بھی ساتھی نہیں اُسوقت میں نے پھر زور دیا کہ ماتا جی ان کو لیکر جالندھر میں آجاویں پنڈت لیکھرام جی کے خاندان میں سب سے بڑھکر عزت میں اُن کے چچا پنڈت گنڈا رام جی کی کرتا ہوں جو کہ پشاور کے ضلع میں ڈپٹی انسپکٹر پولیس ہیں جب انہیں دنوں پشاور جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں سے گنڈا رام جی نے مجھ سے ملکر ایسی باتیں کیں جن سے [illegible] کہ اُنکی عزت میری نظروں میں دوبالا کر دی انہوں نے مجھے پریرت کیا کہ میں [illegible] دیوی کو جالندھر لیجاؤں اور وہاں کنیا ودیالے میں اُنکے پڑھنے کا انتظام کردوں [illegible] لیکن ساتھ ہی کہا کہ اگر لکشمی دیوی اپنا سب کچھ آریہ سماج کے اَرپن کر دیوے تو وہ خوش ہونگے کیونکہ ایشور نے اُنکو سب کچھ دے رکھا ہے۔ راولپنڈی آریہ سماج کا سالانہ جلسہ ۱۷-۱۸ دسمبر ۱۸۹۹ء کا مقرر تھا اس موقعہ پر میں پھر راولپنڈی گیا اور ماتا جی کو پریرت کیا اسوقت شاید پہلے سے گنڈا رام جی کام کر چکے تھے اور اس لئے ماتا جی نے خود سمبندھیوں کے پریم کے باعث راولپنڈی چھوڑنے سے انکار کرتے ہوئے بی بی لکشمی جی کو جالندھر میں جاکر رہنے کی آگیا دی اُسی جلسہ کے موقعہ پر سکندرآباد کی جو بھجن منڈلی آئی ہوئی تھی اُسنے دھرم ویر کی مرتیو کی بابت سخت پرجوش بھجن گائے۔ ان بھجنوں کے سنانے کے لئے وے لکشمی دیوی کے مکان کے پاس گئے اور گلی میں ایسے پرجوش ویر رس میں [illegible] گلی کے مردوں اور عورتوں تک کو آٹھ آٹھ آنسو رلایا پیچھے معلوم ہوا کہ اس بھجن کو سنکر دیوی لکشمی بیہوش ہو گئیں۔ مجھے افسوس ہے کہ جو کام دیوی کی خوشنودی سمجھکر آریہ پرش کرتے رہے اُسنے دیوی کی بیماری کو اور بھی زیادہ بڑھایا آریہ مسافر کی موت کے دن سے ہی برابر ایسے پرجوش بھجن اُن جلسوں میں گائے جاتے رہے ہیں جسمیں دیوی لکشمی شریک ہوتی رہیں ہر ایک میں وہ بیہوش ہو جایا کرتی تھیں مجھے پہلے یہ راز تب معلوم ہوا جبکہ ۶ مارچ ۱۹۰۱ء کے دن جالندھر کے خاص جلسہ میں دھرم ویر کے جیون کے متعلق پُرسوز تقریروں کو سنکر اُنپر غشی کی حالت طاری ہو گئی تھی اس وقت سے میں ہمیشہ کوشش کرتا تھا کہ اُنکی موجودگی میں آریہ مسافر کے قتل کی بابت کوئی نظم [illegible] لاہور آریہ سماج کے سالانہ جلسہ پر جو نومبر ۱۹۰۱ء کو ہوا تھا۔ دیوی پھر بیہوش ہو گئی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب گوروکل کے افتتاحی جلسہ پر کچھ بھائیوں نے دھرم ویر کے بلیدان کی نسبت بھجن سُننے کی فرمایش کی تھی تو میں نے اُسی وقت منع کر دیا تھا۔ کیونکہ دیوی لکشمی جی اُس جگہ موجود تھیں۔ ہاں میں راولپنڈی آریہ سماج کے سالانہ جلسہ کا ذکر کر رہا تھا۔ آخری دن جب وید پرچار فنڈ کے لئے اپیل ہوئی تو لکچرار نے بڑی رقت سے بھرے ہوئے الفاظ میں وید پرچار پر آریہ مسافر کے جان دینے کا ذکر کیا۔ اُسی وقت لکشمی دیوی نے اپنے کان سے سونے کی بالیاں اُتار کر وید پرچار فنڈ کے لئے دان کر دیں۔ اس دان پر دیوی کے سمبندھیوں نے اُسوقت بڑا شور مچایا تھا۔ اور انہیں سخت تکلیف دی تھی۔ لیکن دیوی نے اپنے [illegible] تول کر

اُس کشٹ کو سہن کیا۔ ایسے وقت میں جبکہ اس دان کی وجہ سے ساس کی طرف سے بھی سختی ہوئی امید نہیں ہو سکتی تھی کہ لکشمی دیوی کی طبیعت اُس سے متنفر نہ ہو گئی ہو۔ لیکن میں نے جب اُس وقت بھی آ رہا یا تو عملاً انہیں ایسی تنگ دلی سے بالکل بری پایا۔ لکشمی جی کی جالندھر آنیکی طیاری پر ضروری ہوا کہ جو گذارہ دونوں کے لئے اکٹھا دیا جاتا تھا اُسکی تقسیم کا خیال شریمتی آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کو پیدا ہوا۔ چنانچہ انترنگ سبھا کے ممبروں نے مجھے اسکام کے لئے نیت کیا کہ میں آریہ مسافر کی ماتا اور بدھوا دونوں کے گذارہ کا تناسب مقرر کروں۔ سبھا کے ممبر جانتے تھے کہ گذارہ کا حق دھرم ویر کی بیوہ کا ہی تھا۔ لیکن چونکہ اُنکی ماتا ساتھ تھیں اسلئے اُنکا بھی گذارہ اس میں سے ملنا مناسب سمجھا گیا تھا۔ سبھا کے ممبروں کا خیال تھا کہ لکشمی دیوی شاید اپنی ساس کیلئے پانچ روپیہ ماہوار سے زیادہ منظور نہ کرینگی اور اس لئے مجھے ہدایت ہوئی تھی کہ میں انہیں اپنی ساس کے لئے آٹھ روپیہ ماہوار منظور کرنے کے لئے پریرت کروں لیکن ہم سب کیسے حیران ہوئے جبکہ دیوی نے خود بخود ماتا کے لئے دس روپیہ ماہوار منظور کر لئے میں پھر سفر میں رہا اور سفر سے ہی شریمتی جی کو جلد جالندھر جانے کے لئے پریرت کرتا رہا۔ آخر کار جب گورو کل کے لئے بھکشا کا کام پورا کر کے میں جالندھر اپنے گھر ۸۔ اپریل سنہ ۱۹۰۰ء کو واپس آیا تو لکشمی دیوی پہلے سے ہی اُس جگہ پہنچی ہوئی تھیں۔ لالہ نگینا مل کے مکان میں اُن کے لئے جگہ دلائی گئی۔ اور کنیا مہا ودیالہ میں انہوں نے باقاعدہ پڑھائی شروع کر دی۔ اسوقت سے لکشمی دیوی نے پڑھنے کا درڑھ ارادہ کر لیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اچھی اُنتی کی۔ لیکن بیماری پھر اُنکی پڑھائی میں ہارج ہوتی رہی۔ اندنوں میری بھرجائی اور میری لڑکیاں اکثر بی بی لکشمی جی کو اپنے ہمراہ سیر کے لئے لیجاتی رہیں اور اس طرح اُنکی قوت ہاضمہ اور طاقت جسمانی کے درست کرنے کی کوشش کرتی رہیں۔ لیکن چونکہ اکیلی ہونے کے باعث بعض اوقات وہ ایک وقت روٹی بنا کر ہی دونوں وقت کھاتی رہیں اس لئے طبیعت بالکل درست نہ ہوئی۔ تقریباً ہر ہفتہ سخت درد پیٹ ہو کر نفخ ہو جاتا اور بعض اوقات بغیر پچکاری کے طبیعت صاف نہ ہوتی۔ لیکن اس حالت میں بھی علاوہ رگوید آدی بھاشیہ بھومکا اور ستیارتھ پرکاش کے کچھ حصوں کے پڑھنے کے لکشمی دیوی نے حساب اور عام پڑھائی کے ساتھ چکتسا کی پڑھائی بھی جاری رکھی چکتسا دیوی نے اس خاص جماعت میں پڑھی تھی۔ جو کنیا مہا ودیالہ کے متعلق پنڈت وستو ماتھ سے لالہ دیوراج جی نے کھلوائی تھی۔ جسقدر پڑھنے والی تھیں اُن میں سے اگر کچھ لابھ اٹھایا تھا تو بی بی لکشمی دیوی نے۔ نبض دیکھنا انہیں اچھی طرح آ گیا تھا اور اکثر اوشدھیوں کے گن بھی جان گئی تھیں لیکن پھر بھی پڑھائی میں بڑا وگھن پڑتا تھا۔ روزمرہ کی بیماری کچھ کرنے نہیں دیتی تھی۔ صحت کی ایسی حالت دیکھکر میں نے اپنی لڑکیوں کے ساتھ بی بی لکشمی دیوی جی کو اپنے گھر میں رہنے کے لئے جگہ دی میری بڑی لڑکی سنرمتی ویدکماری دیوی کے ساتھ اِن کا بڑا پریم تھا تب مجھے معلوم ہوا کہ لکشمی دیوی کے خیالات بڑے اعلےٰ ہیں میں نے بھی اُنکے خیالات کو ترقی دی اور اُن کا باقاعدہ علاج ڈاکٹر گنگا رام جی سے شروع کرایا۔ اب صحت دن بدن درست ہونی شروع ہوئی اور لکشمی دیوی نے میری لڑکیوں کے ساتھ ہی ستیارتھ پرکاش کے مشکل مضامین مجھ سے پڑھنے شروع کئے۔ سنسکرت بھی شروع کر دی اور پاٹھ اویکا رک کو ختم کر کے رجو پاٹھ کے ساتھ لگو کومدی شروع کرنیکا ارادہ کر لیا۔ لیکن ایک طرف میں پنڈت گوپی ناتھ والے مقدمہ میں مبتلا ہوا اور دوسری طرف میری لڑکی کے وواہ کا انتظام شروع ہوا۔ ان سب سے مجھے کم فرصت ملتی تھی۔ لیکن دیوی نے پھر بھی اُنتی جاری رکھی۔ نومبر سنہ ۱۹۰۱ء میں اُنکی صحت بہت اچھی ہو گئی تھی۔ اور اثنائے

گفتگو میں انہوں نے مجھ سے ایسے ہردئے کا بھاو پرگٹ کیا تھا کہ اگر دو برس تک سنسکرت ویاکرن اور دھرم گرنتھوں کی پڑھائی جاری رہی تو وہ کنیا آشرم جالندھر کا چارج لینے کے علاوہ کنیا مہا ودیالہ میں پڑھانے کا کام کرنے کے لئے بھی طیار ہو جاوینگی لیکن اسی مہینہ میں مجھے گرو کل کی خدمات سپرد ہوئیں اور مجھے قبل از وقت اُسے کنیا آشرم کی سیوا کیلئے اپیل کرنی پڑی۔ بغیر چیل و حجت کے دیوی نے میری درخواست کو قبول کیا اور کنیا آشرم کا کام کرنا دسمبر سنہ ۱۹۰۱ء کے درمیانی حصہ میں ہی شروع کر دیا۔ کنیا آشرم میں اُنکے انتظامی مادّہ سے مجھے واقفیت ہوئی۔ مجھے امید نہ تھی کہ لکشمی دیوی سی چپ چاپ ستری کے اندر کبھی لڑکیوں پر دباؤ رکھکر اُنسے پریم کرنیکی ایسی طاقت موجود ہے لیکن تب باقاعدہ کام کرتے ہوئے اُنکا کام کا آغاز میرے روبرو ہی ہو گیا تھا۔ ۷ جنوری سنہ ۱۹۰۲ء کو میں جالندھر سے چلا آیا۔ اسوقت سے دیوی لکشمی لالہ سومناتھ جی مینیجر کنیا آشرم کے ساتھ آشرم کا کام کرتی رہیں سومناتھ جی کو بخوبی معلوم نہ تھا۔ کیا اپنی بیماری کا حال لکشمی دیوی بتلایا ہی نہیں کرتیں جب جنوری کے خاتمہ پر میں پھر جالندھر گیا تو مجھے لکشمی جی کی بیماری کا حال معلوم ہوا۔ میں نے سومناتھ جی کو توجہ دلائی اور اُسدن سے لالہ سومناتھ جی اور اُنکی دھرم پتنی نے خبر لینی شروع کی۔ جس پریم اور سردھا سے ان دونوں نے لکشمی کی سیوا کی ہے آریہ پبلک کو اُسکے لئے انکا مشکور ہونا چاہیئے۔ لالہ سومناتھ جی نے سیوا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ لیکن بیماری بڑھتی گئی اب یہانتک نوبت پہنچی کہ بعض اوقات دن میں تین تین مرتبہ بیہوش ہو جاتیں۔ فروری کے اخیر میں گھر میں گیا تھا۔ اُسوقت انہیں اور بھی کمزور پایا۔ لیکن اُسوقت تک کچھ نہ کچھ پڑھنے کا شغل جاری تھا اسکے بعد باوجود کمزوری کے دیوی نے گرو کل کے افتتاحی جلسہ پر شامل ہونیکا ارادہ مصمم کر لیا۔ اس سے پہلے جب میں فروری کے خاتمہ پر گیا تھا تو انہوں نے اپنی رائے ظاہر کی تھی کہ منجملہ تین ہزار روپیوں کے جو اُن کے پاس جمع تھے وہ دو ہزار روپیہ دھرم ارتھ دینا چاہتی ہیں۔ گرو کل بھومی میں وہ میری چھوٹی لڑکی ساتھ لیکر آئی تھیں آتے ہی کنکھل میں بیمار ہو گئیں اُسجگہ پہنچکر گنگا سنان سے انہیں فائدہ ہوا بخار جاتا رہا۔ لیکن وہی پرانا درد سخت شروع ہوا جب ڈاکٹری دوا نے فائدہ نہ کیا۔ تو شریمان پنڈت گنگا دت جی کی دوائی دی گئی۔ اُس دوا نے دو دن میں ہی اچھا فائدہ کیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ گنگا جل اور اوشدھی سیون سے شاید اُنکی طبیعت ٹھیک ہو جاوے اسجگہ اُسوقت بالکل بے سروسامانی تھی۔ سب کا خیموں میں ڈیرہ تھا لیکن باوجود اسکے بی بی لکشمی کی صحت کے لئے میں نے اُن سے رہنے کی درخواست کی۔ بی بی لکشمی جی کو خود بڑا فائدہ معلوم ہوتا تھا اور اُن کو یقین تھا کہ اس اوشدھی سے اُنکا روگ کم ہو جاویگا۔ لیکن ساتھ ہی گرو کل کے کام اور میری مشکلات کا خیال آیا اور باوجود ہماری درخواستوں کے انہوں نے یہاں سے جانا ہی مناسب سمجھا۔ میں اُنکے اُس وقت کے اعلےٰ بھاؤ کو نہیں بھول سکتا اُنکے الفاظ تقریباً یہ تھے۔ "بھائی جی! ایشور کو مجھے راضی کرنا اور مجھے اپنی بہنوں کی سیوا کے لئے سامان منظور ہے تو وہاں بھی اپنے کرموں کے پھل بھوگ کے بعد راضی ہو جاؤنگی۔ لیکن آپکا سارا دھیان جو اسوقت گرو کل کی اُنتی میں لگنا چاہیئے بٹ جاویگا۔"

اسی جلسہ پر شریمتی جی نے دو ہزار روپیہ ایک وظیفہ کے لئے گرو کل میں دان دیا جب اس دان کا ذکر لکشمی دیوی نے مجھ سے کیا تو میں نے انہیں پھر سوچنے کے لئے پریرنا کی اور ساتھ ہی یہ جتلایا کہ شاید لوگ یہ کہیں کہ چونکہ آپ جالندھر میں رہتی تھیں اسلئے میں نے اس امر کا فائدہ اٹھا کر دو ہزار روپیہ اُس انسٹیٹیوشن کے لئے دان کرا لیا جس کے ساتھ کہ میرا تعلق ہے دیوی نے ایک نہ مانی میں نے پھر پنڈت رام بھجدت جی پردھان آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب سے جو اُس جلسہ میں شریک تھے ذکر کیا۔ انہوں نے بھی مجھے صلاح دی کہ میں پھر شریمتی جی کو دوبارہ غور کرنے کے لئے پریرت کروں۔ میرے دوبارہ تکرار پر شریمتی جی نے کہا "بھراتا جی! زندگی کا

بھروسہ نہیں۔ نہ معلوم کب پران نکل جائیں۔ یدی دنیا کے کہنے کا خیال کیا جاوے تو کوئی کام ہی نہ ہو سکے" اس دان کو پبلک پر ظاہر کرتے ہوئے پنڈت رام بھجدت جی نے وعدہ کیا تھا کہ وہ شرومنی آریہ پرتی ندھی سبھا کو پریرت کریں گے کہ دو ہزار روپیہ میں ہی ایک دائمی وظیفہ آریہ مسافر کے نام کا گروکل میں دیا جاوے۔

گروکل کے افتتاحی جلسہ سے واپس ہو کر جب لکشمی جی جالندھر آئیں تو یہاں طاعون چمک اٹھا تھا۔ دوسرے دن ہی لاہور کو چلی گئیں اور وہاں سے سیدھی راولپنڈی کو روانہ ہوئیں۔ اس جگہ جا کر طبیعت بہت زیادہ بگڑ گئی ایک طرف بیماری کا زور اور دوسری طرف سمبندھیوں کی طرف سے دو ہزار کے دان پر طعنوں کی بوچھاڑ۔ دن بدن حالت خراب ہو چلی۔ دست اور بخار نے گھیر لیا۔ لکشمی جی جانتی تھیں کہ میں گروکل کے کام میں مصروف ہوں اسلئے مجھے تو اپنی حالت سے مطلع نہ کیا۔ لیکن لالہ سوم ناتھ جی کو لکھ بھیجا کہ اگر آپکی زندگی بچانا منظور ہے تو انہیں راولپنڈی سے منگا لیویں اس جگہ ایک اور مشکل پیش آئی سوم ناتھ جی کیا آشرم سے علیحدگی اختیار کر کے روپڑ کو چلے تھے انہوں نے لکھ بھیجا کہ اگر لکشمی جی روپڑ اُن کے ساتھ جانا منظور کریں تو جنم بھر اُسجگہ اُنکی سیوا ہو سکیگی لکشمی جی نے اس بات کو منظور کیا اور لالہ لبھو رام اسسٹنٹ مینیجر ستیہ دھرم پرچارک پریس کو بلوایا تاکہ اُنکے ہمراہ جالندھر چلی آویں۔ میں یہ لکھنا بھول گیا ہوں کہ پنڈت لیکھرام جی کی زندگی سے ہی لالہ لبھو رام کے خاندان پر پنڈت جی تھا لکشمی جی کو بڑا وشواس تھا اسی عرصہ میں لاہور جاتے ہوئے جون کو لالہ لبھو رام مجھے جالندھر کے ریلوے سٹیشن پر ملے اور میرے ساتھ لاہور تک سفر کر کے راولپنڈی چلے گئے ۹۔ جون کو میں لاہور سے جالندھر آیا تو بی بی لکشمی جی اسجگہ پہنچی ہوئی تھیں۔ میں پہنچتے ہی درشن کے لئے اندر گیا۔ کمزوری کو دیکھ کر بھچک گیا چہرہ پر تپ دق کے آثار صاف نمایاں تھے اسی وقت ڈاکٹر گنگا رام جی کو بلوایا۔ علاج باقاعدہ شروع ہوا ۱۵۔ جون کو لالہ سوم ناتھ جی پریوار سمیت روپڑ کے لئے طیار تھے۔ لیکن ڈاکٹر کی رائے میں لکشمی دیوی سفر کی تکالیف برداشت کرنیکے قابل نہ تھیں۔ ڈاکٹر گنگا رام جی نے سٹیتھوسکوپ سے مشاہدہ کر کے شک ظاہر کیا کہ شاید پھیپھڑے برابر پہنچ چکا ہے۔ سیر ڈاکٹر سمتھ صاحب سول سرجن کو بلایا گیا انہوں نے ہر طرح سے دیکھ بھال کر جگر کی سخت بیماری بتلائی اور امید کی جگہ یاس کا راجیہ قائم کر گئے ڈاکٹر سمتھ کی صلاح کے مطابق جگر کے موقعہ پر لیپ وغیرہ کئے گئے اور ادویات اور غذایات کا استعمال شروع ہوا۔ لیکن زندگی کے دن قریب الاختتام تھے جب جیون ختم ہو چکا تھا تو انسانی تدابیر کیا کر سکتی تھیں۔ مجھے گو فوراً گروکل بھومی میں واپس آنا چاہئے تھا لیکن جہاں دیگر بواعث مجھے روک رہے تھے وہاں اُن میں سے ایک بی بی لکشمی جی کی بیماری تھی۔ انہیں مجھ پر بہت وشواس تھا اور اُنکا خیال تھا کہ میری موجودگی میں ہی اُن کا علاج ٹھیک ہو سکیگا میں نے بھی اُنکی خدمت کو اپنا دھرم سمجھا ہوا تھا۔ کیونکہ علاوہ پنڈت لیکھرام کی بدھوا ہونے کے اُنکا پروپکار کا بھاؤ اور اُن کے اعلےٰ خیالات اُنکی سوتنتر عزت میرے ہردے میں پیدا کر چکے تھے۔ تس پر دن بدن کمزور ہو گیا۔ آخر کار مجھے بھی ادھر آنے کی اشد ضرورت تھی۔ علاج اسلئے لالہ ورپرچند جی کے سپرد کر کے میں نے ۲۶ کی رات کو ادھر کی طیاری کی لیکن جب میں ریلوے سٹیشن پر جانیکو طیار ہونے لگا تو لکشمی دیوی کی طبیعت سخت بگڑی میں فوراً اندر گیا اور اسی وقت طیاری ملتوی کر دی۔ طبیعت رات کو کچھ ٹھیر گئی تھی اور اس لئے صبح میں پھر طیار ہوا۔ پاس والوں نے رائے دی کہ میں اُنکو ملکر نہ جاؤں مبادا اُن کو صدمہ پہنچے۔ لیکن پھر رائے ہوئی کہ ملکر جانا اچھا ہے۔ چنانچہ آخری وقت رخصت کے لئے گیا۔ نمستے کا جواب دیکر قبل اس کے کہ میں کچھ بولوں دیوی نے پوچھا کہ میں گروکل کو کب جاؤنگا میں نے جواب دیا کہ طیار ہوں۔ لیکن اگر میری ضرورت ہو تو ٹھہر جاؤں دیوی نے جواب دیا "آپکی وہاں بہت ضرورت ہے آپ جائیے۔ آج ہی جائیے" میں آخری نمستے لیکر رخصت ہوا۔

میرے چلے آنے کے بعد دن بدن طبیعت بگڑتی گئی پہلے تو لکشمی جی کو اپنے راضی ہونے کی کچھ امید تھی کیونکہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ جب ڈاکٹر گنگا رام جی نے دوائی سے کچھ فائدہ نہ سمجھ کر دوائی بند کرا دی تو ڈاکٹر کے لئے کہا اور یہ بھی کہا کہ "اگر بابو جی موجود ہوتے تو ضرور بڑے ڈاکٹر کو بلا دیتے" لیکن ۳ جولائی کو انہیں بھی یقین ہو گیا کہ اب آخری دم ہے چنانچہ لالہ لبھو رام کو بلا کر چیدہ بھدر پرشوں کے روبرو اپنی جائداد کی نسبت وصیت کی جو حرف بحرف بالوامر سنگھ بی۔ اے وکیل نے لکھ لی۔ اس وصیت کے مطابق دو ہزار تو پہلے ہی گروکل کو دیدینا بیان کیا اپنے کل زیور جو قیمت میں تقریباً سات آٹھ سو روپے کے ہونگے معہ چار سو روپیہ نقد اپنی ساس کو دیا جو کہ پہلے سے ہی یہاں پہنچ گئی تھیں ایک بکس جس میں بہت سے ریشمی پارچات اور للعہ روپیہ کے دو کرنسی نوٹ اور آٹھ روپیہ نقد برامد ہوئے ایک اناتھ لڑکی کے لئے ارپن کر دئے جس کا وواہ ہونیوالا تھا اور باقی کل روپیہ جو سرتی آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کے پاس جمع تھا اور جو شاید چھ سو کے قریب ہوگا لیکھرام میموریل فنڈ کو دیدیا اس وصیت کے بعد دوسرے دن زبان بند ہو گئی اور ۳ جولائی کی دوپہر کو پران نکل گئے۔ آریہ پرشوں نے انتیشٹی ویدک ریتی سے کر دیا اور لکشمی دیوی کا شریر بھسمی بھوت ہو گیا۔ لکشمی دیوی کا جیون سچ مچ ستی کا جیون تھا اپنے ہردے کے اندر ہی محدود رکھتے ہوئے جسقدر کشٹ اس دیوی نے برداشت کئے اُنکا آریہ مسافر کے پڑھنے والے پرش کیا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ستی نے اپنا کام پورا کیا اور جلدی۔ ہمارے افسوس اور ہمدردی کی اُسکو کیا پرواہ ہے۔ اس میں سندیہ نہیں کہ لکشمی دیوی پورن مکت اوستھا کو نہیں پہنچ سکیں لیکن اس میں کس کو سندیہ ہے کہ وہ آئندہ جنم میں گزشتہ اُتم سنسکاروں کے لئے اعلےٰ جنم دھارن کریگی۔ اور جو کام ادھورا چھوڑ گئی ہیں اُسے پورن کرنیکا یتن کریں گی۔

دیوی! تمہارے سب سنکلپ تو ایسے نہ تھے کہ پورن نہ ہوتے۔ لیکن اس ابھاگی دیش کے کرم ایسے کب تھے کہ تمہاری سہایتا اُسے پہنچ سکتی۔ ہریہ پاٹھک گن! ستی کا جیون چرتر آجکل کی بھڑک دار سوانح عمریوں کی طرح جوش اور خروش پیدا کرنیوالا نہیں ہے۔ لیکن کیا اس سے تمہیں کچھ شکشا نہیں مل سکتی؟ کیا تم نہیں سوچ سکتے کہ اس دیش کی سماجک دشا بہت ہی خراب ہوگی جسکے اندر پر وپکار کا زبردست بھاؤ اپنے اندر رکھتے ہوئے بھی ایک دیوی اپنی شبھ اچھیا کو پورن نہ کر سکی۔ سچی ہمدردی اس دیش میں کہاں ہے باوجود ویدک دھرم کی برتری کا ڈنکا بجانے کے بھی ہم سے پتت آریہ جیو کے اندر ویدک دھرم کے گورو کو انوبھو کرنیکا بھاؤ کہاں ہے۔ اس سماجک اوستھا میں کون کام کرنیکا ساہس کر سکتا ہے اور کون ویر پرش ہے جو کہ ساری دنیا کے طعن و تشنیع کو برداشت کرتے ہوئے دھرم پالن پر درڑھ رہ سکتا ہے؟ اس سارے اندھکار کے اندر مجھے صرف ایک ہی پرکاش کا چمتکار نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ لکشمی دیوی سی ستیوں کی سہن شیلتا کا پربھاؤ اُن کے ساتھ ہی ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ ایسا اثر آنے والی نسلوں پر چھوڑ جاتا ہے جسے دیانند کی یہی بیماری کی اچھیا پورن ہو سکتی ہے اور اس دیش کے دُشکرموں کا ڈنڈا اسے کافی مل چکا ہے تو پرماتما کو ایسی اوستھا میں پیدا کرے کہ وہ اس جنم سے جوگی طیاری کر کے اپنے ادیشیہ کو پورن کر سکے ۔

منشی رام

(مالک مطبع ست دھرم پرچارک)

حِصّہ اول

تاریخ دُنیا

جلد اوّل

ضرورت آریہ ورت کے اندر یا دیگر ممالک میں اکثر رسالے جاری ہیں۔ مگر کسی میں سناتن رشیوں کی عظمت اور ان کی تحقیقات حقہ کی فضیلت یا قدیم علوم کی صداقت کا حقہ شایع نہیں ہوتی۔ علم جوتش میں جس کا تمام تر علم تاریخ کو سہارا ہے عرصہ سے ایک اور شاخ بھی پھوٹ نکلی ہے۔ جس کا نام پھلت ہے۔ گویا اب عام لوگ دو چیزوں کے مجموعے کو جیوتش جانتے ہیں۔ ایک گنت دوم پھلت ۔

جس طرح دو اور دو کا چار ہونا ہر طرح صحیح اور مسلم ہے۔ اسی طرح گنیت کو بھی جو کہ اصل جیوتش ہے۔ سب تسلیم کرتے ہیں۔ کسی کو اس کی صداقت سے انکار نہیں۔ مگر پھلت سے سوائے خود غرضوں کے اور سب کو انکار ہے۔ یورپ اور امریکہ کے تمام مشہور نامی گرامی۔ جیوتسی (اسٹرانومر) پھلت سے انکاری ہیں۔ آریہ ورت کے فاضل اجل جیوتشی سری باپودیو شاستری جی پھلت سے انکاری ہیں۔ پرانے زمانہ کے جیوتشی پھلت سے انکاری تھے۔ جس طرح باوجود کہیں نہ ہونے پارس پتھر۔ موہنی منتر۔ پنتامن مُہرہ۔ ہما کے پھر بھی لاکھوں گھر بار برباد کر اُن کی تلاش میں مصروف ہیں۔ اسی طرح پر پھلت کے ماننے والوں کا حال ہے۔ یہ لوگ رتاروں کی طرح بڑے چالاک ہوتے اور عیار۔ سامدریک وغیرہ کی میں میکو کر سادہ لوحوں کو سبز باغ دکھا دیتے ہیں۔ جوا کھیلنے۔ فتنہ کرانے چوری کرنے۔ زنا کرنے۔ شراب پینے۔ ذبح کرنے وغیرہ جس چیز کا مہورت چاہو۔ موجودہ پھلت والوں سے پوچھ لو:۔ جب دوربین (دبیہ کا بیتو یا دور درشی ستن) خوردبین (سوکشم درشک یتر) کے معاملات میں یورپین فضلا روز افزوں ترقی کر رہے ہیں۔ تو کیا ایسے زمانہ میں صرف انگلیوں پر گن گنانے اور سارے بھارت ورش کو کوئی وِتا بکنے والے مہرنتا۔ ابھیا۔ وحشی پن کا ڈنگ بجنے والے بغیر مت وِدیا کے غور کرنے کے کچھ اُنتی کر سکتے ہیں! ہرگز نہیں ۔

کہاں وہ پُرانے زمانہ کے آریہ پرشاؤں کی علمی تحقیقاتیں؟ اور کہاں موجودہ زمانہ کی توہمات بھری باتیں سہ چہ نسبت خاک را بعالم پاک ورونق ۔ چہ ماند گلیم سیہ و بنفشہائے سلطانی ۔

پھلت کے ماننے والوں نے ترقی وتحقیقات کا راستہ بند کر دیا۔ اور یہی سبب ہے کہ خود بھی محروم ہو گئے ۔ موجودہ دنیا کب سے ہے؟ کتنے برس ہوئے اس کا حساب کس طرح پر ہے۔ اور کب تک قایم رہیگی۔ اس کے کیا کیا ثبوت ہیں۔ وید مقدس کا اس بارہ میں کیا ارشاد ہے؟ فاضل رشیوں کو علمی تحقیقات سے کہاں تک اعتقاد ہے۔ غیر مذاہب والوں نے اس پر کیا کیا اعتراض کئے ہیں۔ اور ان اعتراضوں کا جواب فضلاء یورپ کی تحقیقات ابھی کہاں تک پہنچی ہے؟ اس ضمن میں ہم تمام موجودہ سمتوں کی ماہیت بھی عرض کرینگے۔ اس واسطے ہم چاہتے ہیں۔ کہ ایک تاریخی تحقیقات شروع کریں۔ اک جو ماحضر ہے اس کو بھائیوں کے روبرو دھروں ۔

تاریخی تحقیقات۔ حصہ اول۔ ہر ایک ملک میں جُدا جُدا سموت (سنہ) جاری ہیں۔ اور اُن کی وجہ تسمیہ یا سبب اجراء بھی ہر جگہ مختلف ہیں۔ اس وقت سب سے زیادہ مشہور سموت حسب ذیل ہیں ۔

(۱) آریہ سموت (۲) کل جگ وِدّیا یا کلی جُگی سموت (۳) یدھشٹر سموت یا پانڈوابد (۴) بُدھ سموت (۵) بکرم سموت (۶) شالباہن سموت (۷) عیسوی سموت (۸) چینی سموت (۹) خطائی سموت (۱۰) کالدیا سموت (۱۱) فارسی سموت (۱۲) مصری سموت (۱۳) خیبری سموت (۱۴) ابراہیمی سموت (۱۵) اسپارٹا سموت (۱۶) موسوی سموت (۱۷) داؤدی سموت (۱۸) یونانی سموت (۱۹) رومی سموت (۲۰) نابو صاری سموت (۲۱) سکندری سموت (۲۲) محمدی سموت ۔

ہم سلسلہ وار تاریخی طور پر ہر ایک سموت کی بابت تحقیقات کرنا چاہتے ہیں

(۱) آریہ سموت۔ حکمائے آریہ ورت جس طرح پر ہر ایک علمی فضیلت میں برابر سرگرم رہے۔ اسی طرح سموت کے مقرر کرنے اور تاریخی واقعات کی پڑتال میں بھی سب سے زیادہ قدر و منزلت کے لایق ہیں۔ اُن کی ساری تحقیقاتیں بہ سبب علمی اصولوں پر قایم ہونے کے پتھر کی لکیر ہوا کرتی تھیں۔ جن کی سچائی سے کسی عقلمند کو انکار کی گنجایش نہ تھی۔ اس تمام فضیلت کی بنیاد ان کے پاس ایک فضل کا چشمہ تھا۔ جس سے اُن کے دل کی زراعت ہمیشہ سرسبز و سیراب رہا کرتی تھی۔ اور اس مقدس فضیلت کے چشمہ کا نام وید تھا ۔

وید مقدس میں جگت کرتا پرمیشور نے اس بات کو باحسن الوجوہ فرمایا ہے۔ کہ میں بموجب انصاف قدیم کے اس دُنیا کو بار بار پیدا کرتا ہوں اور اپنی لاتغیر شکتی سے مادی سرشٹی رچتا ہوں۔ سوریہ۔ چندر۔ ستارے۔ سیارے۔ سمندر۔ تیگھ وغیرہ سب میں نے پر کرنی سے بنائے ہیں۔ اور اپنے تام وکمال سے آکرشن شکتی (قوت کشش) سے معلق ٹھیرائے ہیں۔ اس زمانہ کا نام (جب تک کہ دنیا قایم رہتی ہے) ایک کلپ ہے جس کی دوسری سنگیا سرشٹی سموت مارگ ہے۔ اور وہ چار ارب بتیس کروڑ سال کا ہوتا ہے۔ چنانچہ پرماتما کا وہ مبارک ارشاد یہ ہے (دیکھو اتھروید پرپاٹھک ۱۰۔ انوواک ا منتر ۲۱)

शतंतेऽयुतंहायना न्द्वेयुगे त्रीणि चत्वारि कृण्मः अथर्व
का० ८ अनु० १ मं० २१ ॥

ترجمہ۔ اس سے پہلے سرشٹی اُتپتی کا ذکر کرتے ہوئے پربرہم ہدایت دیتے ہیں کہ سرشٹی قیام کا حساب لکھنے کے واسطے اس طرح جانو۔ کہ دو برس۔ دس ہزار سیکڑہ یعنی دس لاکھ تک شونیہ دینے کے بعد ۲-۳-۴ جوڑنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ (۴۳۲۰۰۰۰۰۰۰) اس سے صاف ثابت ہے کہ دنیا (سرشٹی) چار ارب بتیس کروڑ سال تک قایم رہیگی جب وید نے یہ بتلایا۔ تب وید کے مفسر رشیوں نے اس کو اس طرح پر عمل کیا۔ اور اس پر عملدرآمد جاری ہوا چنانچہ سوریہ سدھانت میں یہ لکھا ہے کہ

۶۰۰۰ - کالتن صاحب بہادر (نوح کے طوفان کی نسبت) فرماتے ہیں کہ علم جیالوجی سے معلوم ہوتا ہے کہ چھ ہزار برس سے اب تک کل طوفان کا ہونا ناممکن ہے +

۷۸۰۰ - ایک لایق محقق نجومی نے علم اسٹرانومی سے ثبوت دیکر کہا ہے کہ مصر کا سب سے اول مینار پیرامڈ سات ہزار آٹھ سو سال گذرے کہ بنا تھا +
(دیکھو سیکرٹ ڈاکٹرن جلد دوم مطبوعہ لنڈن صفحہ ۴۳۲)

۱۰۰۰۰ - مسٹر السٹیڈ مشہور نجومی لکھتا ہے کہ دس ہزار سال پہلے گری ہیں ریسیپ اور جاڑے میں دور رہتا تھا (دیکھو تھیوسوفسٹ ۱۸۸۷ء صفحہ ۵۲)

۱۲۰۰۰ - سر چارلس لایل صاحب بہادر کی رائے کے موافق ۱۲ ہزار سال کے اندر اٹنا کے جنگلی منقطع پر کوئی غارتگر طوفان واقع نہیں ہوا جیسا کہ بقول بائیبل کے نوح کا اور آدرنی کے کوہ آتش فشاں کی مخروطی ساختیں جن کی راکھ میں معدوم جانوروں کے استخوان ہیں اور جو کوہ اٹنا جیسی کامل حد ظاہر کرتی ہیں اور بھی اس سے پہلے کی ہیں +

۱۲۳۱۷ - مصر کے لئے ایک ایسی قدامت کا بیان کرنا زمانہ حال کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یونان کا نامور اور مشہور حکیم افلاطون جو مسیح سے ۴۲۷ سال پہلے گزرا ہے وہ اپنے عہد میں باشندگان مصر کا حال اس طرح بیان کرتا ہے کہ "مصر میں مصوری و سنگ تراشی عرصہ دس ہزار سال گذرے کہ عمدہ رونق پر تھی"

۱۱۵۹۴ - کرنیل الکاٹ صاحب بہادر امریکن فرماتے ہیں کہ بائیبل کے لکھے جانے یہودیوں کی جاتی اتپن ہونے بسجین کی بنیاد پڑنے مصر کے سمادھی استھان اور مہا استمبہ یعنی عالیشان مینار کے بننے - بلکہ اس سمت نے ۷۰۰۰ سال پہلے (جبکہ عیسائی لوگ سرشٹی کا آغاز بتلاتے ہیں) آریہ لوگ اعلیٰ ترقی (یعنی تہذیب) پر تھے اور اپنی بھاشا اور ویاکرن کو ایسا سدھارے ہوئے تھے - کہ ان کی مانند آج تک ایسا کوئی نہیں ہے (دیکھو بھارت کال وشا انگریزی صفحہ ۶۷ سے ۸۱ تک مطبوعہ مدراس ۱۸۸۳ء)

۱۸۰۰۰ - فوہی کے بعد بعض مورخوں کا بیان ہے کہ ۱۰ بادشاہ تخت نشین ہوئے اور زمانہ سیہ کی ریاستوں کا قریب اٹھارہ ہزار سال کے تھا (دیکھو تاریخ چین جلد دوم کلکتہ صفحہ ۱۱ ۱۸۵۳ء)

۲۴۰۰۰ - مورخ ناٹ اینڈ گلڈن صاحب بہادر فرماتے ہیں اس مسئلہ کی تشریح (کہ حضرت آدم سے بہت مدت پہلے انسان کا کھوج لگایا جا سکتا ہے) کے واسطے ہم اپنے ناظرین کو مرحوم بیرن بنسن صاحب کی کرونالوجی کا حوالہ دیتے ہیں صاحب موصوف انسان کی ہستی - دنیا میں قبل از ۲۲ ہزار سال فرض کرنے کے بعد اور ریلو تک کا امتحان کرنے کے بعد مفصلہ ذیل تاریخیں مقرر کرتا ہے - وہ زمانہ جب کہ مصر میں سلطنت جمہوری رہی - مسیح سے پہلے دس ہزار سال - بانی منسٹر جو کہ پہلا پریسٹ کنگ کا تھا - اسکی تخت نشینی مسیح سے پہلے ۹۰۸۵ سال منتخب کئے ہوئے بادشاہ مصر میں مسیح سے پہلے ۱۰۴۳ سال (دیکھو انڈین و جنس الیسز کا صفحہ ۵۸۷)

۲۷۵۲۰ - منیتھان نامی مصر کے مقدس دفتروں کے محافظ اور یونانی فنون کے نہایت ماہر نے ٹولیمیفلیڈلفس کے عہد میں جو تاریخ لکھی ہے - اس میں درج ہے کہ اول دیوتوں پیتے فاضلوں بعد اس کے دلاوروں نے ۲۰ ہزار سال تک سلسلہ وار مصر میں حکومت کی - دلاوروں کے بعد اور آدمی مصر کے حاکم ہوئے جن کی منیتھان مورخ نے ۳۰ پشتیں بیان کی ہیں مرکیوریس کی تحریریں اور تمام قدیم تاریخیں جو مصر کے قدیم مندروں کے مقدس دفتروں میں موجود تھیں اس تاریخ کی ماخذ ہیں - اگر ان تیس پشتوں کو مسلسل مانا جائے تو ان سے لیکر سکندر اعظم کے عہد تک پانچ ہزار تین سو برس کا ہوتا ہے (تاریخ مصر صفحہ ۲۰ سے ۵۷ تک)

۲۰۰۰۰ - ایک فاضل ہیئت دان نے نہایت فاضلانہ دلایل سے چھ ہزار سال سے دنیا کی پیدایش ماننے والوں کی تردید میں علم جیالوجی و اسٹرانومی سے بہت عمدہ معتبر مستند دلیلیں پیش کرکے اور سلسلہ تحقیقات ۲۰ ہزار سال تک پہنچا کر سب کو چیلنج کیا ہے کہ اگر کوئی ان کی تردید کردے تو میں اور ثبوت دونگا (دیکھو رسالہ تھیوسافسٹ ماہ اگست ۱۸۸۱ء سے فروری ۱۸۸۲ء صفحہ ۱۲۵ سے ۱۲۷ تک)

۱۵۰۰۰۰ - اہل کالدیا ادعا کرتے ہیں کہ ہمارے پاس ڈیڑھ لاکھ سال سے آگے کا نوشتہ موجود ہے (تاریخ بدیع ہندوستان صفحہ ۷)

۱۵۰۰۰۰ - قدامت کی بابت صرف ہندو ہی نہیں دم بھرتے بلکہ قدیم قوموں میں سے ایتھنز شہر کے باشندے بھی یہی کہتے تھے - اور بابل والے قصدی ڈیڑھ لاکھ برس پیشتر تک اپنی تواریخی وارداتوں کا نشان دیتے ہیں - چین والے بھی اسی قدامت کا ادعا کرتے ہیں (دیکھو تواریخ ہندوستان ۱۸۵۲ء - کلکتہ صفحہ ۲)

۱۵۸۰۰۰ - نیو آیرلینڈ زمین جو کھدایاں چھ فٹ گہری ہوئی ہیں اور نیلے رکس کی جو کھدایاں ہوئی ہیں اور لوزیانہ کے حصص میں جو امتحانات ہوئے ہیں - جہاں پر نیو آیرلینڈ کی نسبت پانی کا گہراؤ زیادہ ہے - کم از کم دس عدد سرو جنگل جو ایک دوسرے سے آبی پودوں کے ستون سے منقسم ہیں دریافت ہوئے ہیں - جو ایک دوسرے کے اوپر سمت الراس پر واقع ہیں - ان سے اور دیگر شہادتوں سے جناب ڈاکٹر ڈاؤلر صاحب بہادر نے یہ اندازہ کیا ہے کہ اس ڈیلٹا کی عمر کم از کم ایک لاکھ اٹھاون ہزار سال کی ہے اور مذکورہ بالا کھدائیوں میں انسانی ہڈیاں جنگل کی سطح سے نیچے پائی گئی ہیں - جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسی سپی دریا کے ڈیلٹا میں ۵۷۰۰۰ سال سے زیادہ عرصہ گزرا کہ یہاں نسل انسانی زندہ تھی (دیکھو کتاب ٹائپس صفحہ ۳۳۶ سے ۳۶۹ تک)

۲۴۰۰۰۰ - علم جیالوجی کے ماہر پروفیسر ڈریپر صاحب فرماتے ہیں کہ سکاٹلنڈ پرانے برفانی ڈھیروں میں انسان کی ہڈی معہ ہاتھی کے فاضل ملتی ہیں - جن کی نسبت عمدہ سے عمدہ حساب سے ان کی موجودگی کا زمانہ دو لاکھ چالیس ہزار سال قائم ہوتا ہے - جو کہ سب سے کم زمانہ انسانی نسل کا ہم قائم کر سکتے ہیں +
(رسالہ تھیوسافسٹ اکتوبر ۱۸۸۱ء صفحہ ۹ کالم ۱)

۳۰۰۰۰۰۰ - جب ہم اس زمانہ کا حساب لگاتے ہیں جس میں زمین کے بڑے بڑے طبقے بنے ہیں - اور اس میں جن جن حیوانات اور نباتات کے آثار پائے جاتے ہیں اور آگے پیچھے پیدا ہو کر نیست و نابود ہوتے رہتے ہیں اور پھر اس زمانہ میں اپنے دور کا زمانہ بھی شامل کرتے ہیں تو ہم کو لامحالہ اقرار کرنا پڑتا ہے - کہ دنیا کو کم از کم تیس لاکھ برس کا عرصہ گذرا ہوگا (رسالہ باغبان پنجاب جنوری ۱۸۸۱ء صفحہ ۳۲)

۴۰۰۰۰۰۰ - بہت کم اشخاص ہیں جو کہ اس بات کا دعوے کرتے ہیں کہ کل پیدایش چھ ہزار برس گذرے کہ ہوئی تھی - اگر یہ سچ ہو کہ خدا نے سب کو چھ دن میں بنایا اور آدمی کو چھٹے دن - تو دنیا آدم سے پانچ دن بڑی ہوئی یہ بیان کرنا کہ دنیا کو چھ ہزار برس ہوگئے کہ بنایا تھا بالکل لغو ہے - جبکہ یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ صرف زمینی چٹانوں کے بنانے کے لئے چالیس لاکھ برس کا عرصہ چاہیئے"

۱۵۰۰۰۰۰۰ - اور ایک کروڑ پچاس لاکھ سال دنیا کی قدامت کے لئے بطور تخمینہ بیان کئے گئے ہیں - ہندوستان کے بڑے بڑے دریاؤں کے ڈیلٹے انسان کی قدامت کے لئے بڑے عمدہ ثبوت ہیں مصر میں دریائے نیل کا ڈیلٹا جو کہ مادہ کے اکٹھے ہونے سے ایک بڑی مقدار میں بن گیا ہے جو کہ اسی طرح سے اب تک بھی جاتا ہے - اور جمع بھی ہو جاتا ہے کہ پچھلے تین ہزار برس میں ذرا بھی بڑھا ہوا نہیں معلوم ہوتا

فیروز شاہ کے زمانہ میں اُس ڈیلٹے پر جیسا کہ اب ہو رہا ہے بڑے بڑے قدیمی شہر کثرت آبادی کے ساتھ آباد تھے جن کی تہذیب کے لئے اُس تاریخ سے اسقدر زمانہ چاہئے جو کہ حضرت نوح کے طوفان کو یا دنیا کی پیدائش کو منسوب کیا گیا ہے (دیکھو ٹائپیس آف مین کائینڈ مولفہ مسٹر گلیڈسٹون صاحب صفحہ ۳۲۵)

...... ۱ - پروفیسر ایس نیوکومب صاحب فرماتے ہیں کہ جب زمین سرد ہو کر نباتات کے اُگنے کے قابل ہوئی - اُس زمانہ سے اب تک ایک کروڑ سال گذرے ہونگے - (دیکھو پاپولر اسٹرانومی صفحہ ۵۰۹) +

...... ۲ - پروفیسر ہل نار صاحب فرماتے ہیں کہ جب سے زمین سرد ہو کر نباتات کے قابل ہوئی - اب تک دو کروڑ سال گذرے ہونگے - (دیکھو سیکرٹ ڈاکٹرن جلد دوم صفحہ ۶۹۴)

...... ۷ - پروفیسر کرال صاحب فرماتے ہیں - کہ زمین کے سرد ہونے سے اس حالت تک پہنچنے کے واسطے ۷ کروڑ سال ہونے چاہئیں (دیکھو کلائمٹ ان ٹایم صفحہ ۳۳۵)

۹۰۲۳۹۶۰۰ - اہل چین خیال کرتے ہیں کہ دنیا کے پہلے بادشاہ سے حکیم کنفوشس ان کے مقنن تک جو مسیح سے پانچسو سال پیشتر گذرا ہے ۹ کروڑ ۶۰ لاکھ سال گذرے ہونگے (ویدلیج ہندوستان صفحہ ۷ سے ۱۲ تک)

۸۸۸۴۰۰۶۰ تاریخ خطائی سر آغاز گیہان آفرینش بر سازند و بزعم ایشاں تا امسال ہشت ہزار و ہشت صد و ہشتاد و چہار روز و شصت سال سپری شد و ہر روزے دہ ہزار سال پندارند - پایندگی عالم صد ہزار روز بود (آئین اکبری صفحہ ۲۷۲ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۶۷ء و ویدلیج ہندوستان صفحہ ۷ سے ۱۲ تک)

...... اسر ولیم ٹامس صاحب فرماتے ہیں کہ زمین کے سرد ہو کر نباتات کے قابل ہونے اور اس وقت سے اب تک دس کروڑ سال گذرے ہونگے (سیکرٹ ڈاکٹرن جلد ۲ صفحہ ۶۹۴)

...... ۳۰ - ایک اور لایق مؤرخ فرماتے ہیں کہ ابتداء سے جبتک کہ نباتات وغیرہ بنتی رہیں اور اس وقت سے آدمیوں کے پیدا ہونے تک ۳۰ کروڑ سال ہونے چاہئیں (سیکرٹ ڈاکٹرن ۱۸۸۸ء مطبوعہ لندن صفحہ ۶۹)

...... ۳۵ - پروفیسر بشاف صاحب فرماتے ہیں کہ زمین کو دو ہزار ڈگری کی گرمی سے دو سو ڈگری کی گرمی تک پہنچنے کے واسطے پینتیس کروڑ سال گذرے ہونگے - اس سے کم میں نہیں ہو سکتا (سیکرٹ ڈاکٹرن مطبوعہ لندن جلد ۲ صفحہ ۶۹۴ سطر ۲۲)

...... ۵ - پروفیسر ریڈ صاحب فرماتے ہیں - کہ ۵۰ کروڑ سال گذرے ہونگے جب سے یورپ میں نباتات وغیرہ پیدا ہونا شروع ہوگی (دیکھو مسٹر ریڈ صاحب کا لیکچر جو انہوں نے ۱۸۷۶ء میں جیولوجیکل سوسائیٹی میں دیا تھا)

...... ۱ - پروفیسر ہکسلی صاحب بہادر مشہور و معروف جیالوجسٹ نے آخر کار نہایت عمدہ تحقیقات سے یہ امر بپایہ ثبوت پہنچایا ہے کہ جب سے دنیا میں نباتات اُگنی شروع ہوئیں اُس سے آج تک ایک ارب برس گذرے ہونگے +

(دیکھو ورلڈ لایف صفحہ ۱۸۰)

مورخ آنریبل الفنسٹن صاحب بہادر سابق گورنر بمبئی فرماتے ہیں - "جو مدت ایک دن برہما کی قرار دی گئی ہے یہ علم ہیئت کے اصول پر قایم ہوئی ہے نوڈز اور ایپسائڈز کی کامل گردش جو بحساب علم ہیئت ہنود کے ۴ ارب ۳۲ کروڑ سال میں پوری ہوتی ہے ایک دن برہما کا ہے (یعنے برہم دن ہے) نوڈز طریق الشمس کے دایرے کے ان نقطوں یا مقاموں کو کہتے ہیں جہاں کسی سیارہ کی گردش کا محیط تقاطع کرتا ہے - یعنی راس و ذنب - ایپسائڈز شیا کے ان دو مقاموں کو کہتے ہیں کہ جو قدیم زمانہ میں نہایت قریب اور نہایت بعید سمجھے جاتے تھے اور آفتاب سے نہایت قریب اور نہایت بعید سمجھے جاتے ہیں - یعنے اوج و حضیض +
(تاریخ ہندوستان صفحہ ۲۵۶ - باب تیسرا ۱۸۶۶ء مطبوعہ علیگڑھ)

مورخ ابو القاسم فرشتہ لکھتا ہے "مانند کفار خطا و ختن و چین - کفار ہند نیز میگویند کہ طوفان بہلاکت ما نرسید - بلکہ بطوفان نوح در اصل اعتقاد ندارند"
(تاریخ فرشتہ مقدمہ صفحہ ۹ ۱۲۸۱ھ نول کشور)

پھر وہی مورخ لکھتا ہے "در یکے از کتب معتبرہ مسطور در آمدہ کہ شخصے از صحابہ سادنی ما مادون العرش و فوق العرش پرسید کہ یا امیر المومنین! پیشیں از آدم بسہ ہزار سال کہ بود آں حضرت جواب دادند کہ آدم چوں ایں معنے سہ مرتبہ تکرار یافت آں شخص ساکت شد سر پیش افگند - شاہ ولایت پناہ بر زبان مبارک آوردند - اگر سی ہزار بار مے پرسیدی کہ پیش از آدم کہ بود میگفتم آدم - اینجا بیر گنجی عالم استنباط میتواں کرد و اقوال ہندیاں را محض ترہات نمیتواں شمرد" (تاریخ فرشتہ جلد اول مقدمہ صفحہ ۵ ۱۸۶۲ء)

ڈاکٹر بینٹ ڈار صاحب فرماتے ہیں - کہ جو انسانی ہڈیاں سنٹاڈ کے پاس برازیل کے کنارے پر اور جھیل لیگو اسنٹا کے کنارے پر کپتان ایلیٹ صاحب بہادر اور ڈاکٹر لنڈ صاحب بہادر نے پائی ہیں - وہ ایک سخت پتھر کے ساتھ مخلوط ہیں اور ہر ایک ان میں سے پتھر بن گئی ہیں - اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ امریکہ میں انسان مسیسپی کے ڈیلٹا سے پہلے تھا - اور اُن انسانوں کی بھی تاریخیں تھیں - کیونکہ بیشمار نسلیں حیوانی انسان کے امریکہ میں پیدا ہونے سے پہلے معدوم ہو چکی ہیں (دیکھو ٹائپیس صفحہ ۳۵۰ سے ۳۵۷ تک)

یدھشٹر ہی سمبت اس کو پانڈوابد بھی کہتے ہیں اسکی بابت مورخوں کی مختلف رائیں ہیں - انگلینڈ کے پرانے جوتشی بنٹ لی صاحب نے اپنے خیال سے لکھا ہے کہ عیسے مسیح کے جنم سے ۱۱۷۹ سال پہلے یہ شروع ہوا ہے اور ایسا ہی کرنل ٹاڈ صاحب بہادر نے اپنی تاریخ راجستھان میں درج کیا ہے (۱۸۹۰+۴+۱۱۷۹=۳۰۷۳)

(۲) آنریبل الفنسٹن صاحب بہادر تاریخ ہندوستان میں ایکہزار چار سو پچاس سال سنہ عیسوی سے پہلے یدھشٹر کا ہونا بتلاتے ہیں (۱۴۵۰+۱۸۹۰=۳۳۴۰)

(۳) مورخ راج ترنگنی لکھتا ہے کہ جب کلجگ کے ۶۵۳ سال گذر گئے - اُس وقت کورو پانڈو کی باہمی لڑائی ہوئی تھی - یہ گرنتھ کلہن پنڈت نے بعہد راجہ جے سنگھ سمت شالباہن مطابق سنہ ۹۹۴ء میں تالیف کیا (۴۹۹۰-۶۵۳=۴۳۳۷) ڈاکٹر ہنٹر صاحب یدھشٹر کا ہونا مسیح سے ۱۲۰۰ سال پہلے قرار دیتے ہیں - (۱۹۹۰ + ۱۲۰۰) = ۳۱۹۰ +

مگر ان سب کی باہمی بہت مخالفت ہے کیونکہ سنہ ۳۰۷۳ و سنہ ۳۳۴۰ و سنہ ۴۳۳۷ و سنہ ۳۱۹۰ ان کے مقابلہ سے ۱۲۶۴ سالوں کا فرق ہوتا ہے - پس ہم کسی کو بھی ترجیح دینا نہیں چاہتے بلکہ ہماری رائے میں چاروں صاحبان غلطی پر ہیں - کیونکہ ہم بہت مضبوط اسناد سے کہتے ہیں - کہ اس وقت یدھشٹر کا سمت ۴۹۹۰ ہے +

سند اول اکبر بادشاہ کے وقت (جبکہ ہر طرح کے علماء و فضلاء جمع رہتے تھے اور خصوصاً سنسکرت کے پنڈتوں کی بہت زیادہ قدر ہوتی تھی) جو نتیجہ کہ سنسکرت کے بڑے بڑے ودوانوں اور مستند سدھانتوں سے تحقیقات ہو کر لکھا گیا ہے اور جس کا لکھنے والا خود بھی ایک عظیم الشان سلطنت کا وزیر اعظم تھا - وہ یہ ہے - "در سر آغاز ایں کلجگ راجہ یدھشٹر ہمگی جہاں را بر کشادہ بسر آیائے تا تاریخ فرارسید فرمانروائے خویش را سر آغاز گردانید و در سال چہلم الٰہی چہار ہزار و ششصد و نود و شش سال ازو گذشتہ و سہ ہزار و چہل و چہار سال روائے داشت بس بکرماجیت از اورنگ نشینی خویش برگرفت و ز سختی بر مردم آسان ساختہ و در ایں سال ہزار و ششصد و پنجاہ و دو سال سپری شد (دیکھو آئین اکبری مطبوعہ کلکتہ ۱۸۶۷ء صفحہ ۲۶۹
(۴۶۹۶ + ۱۹۴ = ۴۸۹۰) یا (۳۰۴۴+۱۶۵۲ - ۴۶۹۶ + ۲۹۴ = ۴۹۹۰) یا (۳۰۴۴+۱۹۴۶ = ۴۹۹۰)

سند دوم راجاولی گرنتھ میں بشدت مادھو اچاریہ جی جوتشی کی فاضلانہ تحقیقات سے رجونت ۱۸۰۹ میں تصنیف ہوا ہے درج ہے کہ کلی جگ کے آغاز سے بکرم تک ۳۰۴۴ سال ہوتے ہیں۔ کلی جگی سموت ۳۰۴۴ میں بکرم کا رائج ہوا اور سمت ۳۱۷۹ میں شالباہن کا رائج آغاز ہوا (دیکھو ہرپشچندر کا اگست ۱۸۷۳ء صفحہ ۸۷ سے ۹۰ تک) (۱۹۴۷+۳۰۴۴= ۴۹۹۰) اسی کتاب مصنف نے مفصل اسوار فہرست سب بادشاہوں کی لکھی دی ہے۔

سند سوم سورت کے مندر میں دو دیگر آچاریوں کے درمیان وہی مباحثہ ہوا۔ جس کی اثناء میں دوارکا کے مندر سے ایک تانبے کا پتر پیش کیا گیا۔ جس کی تاریخ سموت ۲۶۶۳ یدھشٹری تھی یہ پتر مسیح سے ۴۳۷ سال پہلے تحریر ہوا۔ جس کا زمانہ سکندر کی یورش ہند کچھ پیشتر ہوتا ہے یعنے ۱۱۰ سال پیشتر (۲۶۶۳+۴۳۷+۱۸۹۰ = ۴۹۹۰)

سند چہارم سر ولیم میور صاحب نے جو ریاست بوندی کے قصبہ سورتھ باستور میں پرانے پتھروں کے کتبوں کی نسبت تحقیقات کرائی ہے تو اس سے بھی یہی سمت ثابت ہوا ہے (دیکھو رسالہ دہلی سوسیٹی جلد ا نمبر ۳ ۱۸۷۳ء صفحہ ۲۸ و ۲۹)

سند پنجم دراہی مہر نے برہت سنگھتا میں لکھا ہے۔ دیکھو ادھیاء ۱۳ اشلوک ۳،

आसन्म घासन्नुनयःशासति पृथ्वीं युधिष्ठिरे नृपतौ।
षड्द्विक पञ्च द्वियुतःशककालस्तस्य राज्ञश्च॥

ترجمہ مہاراج یدھشٹر جی کا جب پرتھوی پر راج ہو رہا تھا اس وقت سپت رشی مگھا میں تھے اور ۲۵۲۶ سال ہوتے ہیں۔ اس کو یعنے راجہ یدھشٹر کو شاک منی بدھ کی سمت تک شاک بودھ مسیح سے ۶۲۳ برس پہلے پیدا ہوا اور ۵۴۳ برس پہلے فوت ہوا لیکن بدھ کا سمت اس کی ۵۰ برس کی عمر سے شروع ہوتا ہے (۲۵۲۶+۱۸۹۰+۵۷۴ = ۴۹۹۰)

سند ششم بدانکہ پیشتر در ہندیاں سمت راجہ یدھشٹر رواج داشت راجہ مذکور نزد ایشاں را در آغاز کلجگ حال بودہ و تمام جہاں را برکشادہ۔ تا این زماں از سمت ایالت او چہار ہزار و نہ صد و بست و ہشت سال شمسی گذشتہ (غیاث اللغات ردیف ف صفحہ ۳۲۵ ۱۸۷۱ء)

(۴۹۲۸+۶۲ = ۴۹۹۰)

بودھ سموت۔ اس سموت کی بابت بھی لوگوں کا اختلاف ہے۔ جن میں سے چند کی رائیں ہم بتلاتے ہیں +

(۱) گوتم عرف بدھ ۶۲۳ برس قبل عیسٰے کے پیدا ہوا اور بدھ بعمر ۸۰ سالہ ۵۴۳ برس قبل عیسے کے درخت انجیر کے نیچے مر گیا (دیکھو مصباح التواریخ ہنٹر حصہ اول باب پنجم صفحہ ۲۲ و ۲۳ ۱۸۸۶ء)

(۲) تاریخ ہندوستان میں لکھا ہے کہ شاک منی بودھ حضرت عیسے سے قریب ۵۰۰ برس پہلے ہوا ہے (دیکھو تاریخ ہندوستان میں صفحہ ۲۶)

(۳) بدھ کی پیدائش کی تاریخ صحیح نہیں ہے (دیکھو صفحہ ۴۲ مصباح التواریخ) مگر صحیح بات یہ ہے۔ کہ بدھ کا جنم شالباہن کے سال سے ۱۰۷ سال پہلے ہوا تھا۔ ۸۰ سال کی اوستھا میں ان کا دیہانت ہوا۔ جس کو آج ۲۳۰۴ سال ہوتے ہیں لیکن سمت ان کی عمر کے پچاسویں برس سے شروع ہوا تھا۔ جو اس وقت ۲۴۷۶ ہے +

بکرمی سموت تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے حالا حالت تحریر ایں سطور کہ سن خمس عشرہ بعد الف است از ہجرت بحساب ہنود ششصد و شصت و سہ سال سپری شد۔ (صفحہ ۱۴ مقالہ اول ۱۶۶۳+۲۸۴ = ۱۹۴۷ یا ۱۶۶۳+۲۹۲ = ۱۹۵۵ - ۸ = ۱۹۴۷)

کرنل ٹاڈ صاحب فرماتے ہیں کہ سومنات میں ایک پتھر پر سمت ۱۳۲۰ بکرم لکھا ہوا ہے جو مطابق ہے ۶۶۲ ہ کے پس اس سے مطابقت وقت اچھی طرح ہو سکتی ہے۔ (راجستھان ٹاڈ حصہ سوم صفحہ ۱۸۷۳ء بار اول ۱۳۰۷ - ۶۶۲ = ۶۴۵ - اور ۱۳۲۰ + ۶۴۵ = ۱۹۶۵ - ۱۸ = ۱۹۴۷ +

تاریخ عالم میں لکھا ہے کہ بکرم مسیح سے ۵۶ سال پہلے ہوا (دیکھو صفحہ ۱۵۹ ۱۸۹۰ء حصہ اول) مورخ الفنسٹن صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ مالوہ کے راجہ بکرماجیت کا سن آغاز ۵۶ برس قبل مسیح سے ہوا اور تمام خاص ہندوستان میں اس کا رواج آج تک برابر ہے + (تاریخ ہندوستان باب ۳ صفحہ ۲۷۲ ۱۸۶۶ء)

پس بکرم سموت اس وقت ۱۹۴۷ ہے اور یہ چیت شدی پڑوا سے شروع ہوتا ہے اگرچہ سال اس کا قمری ہے لیکن تیسرے سال ایک مہینہ لوند کا اضافہ ہو کر سال شمسی سے مطابق ہوتا ہے +

شالواہن سموت راجہ شالواہن کا سنہ جو ۷۸ء سے شروع ہوا تمام دکھن میں مروج ہے (دیکھو تاریخ ہندوستان صفحہ ۲۷ ۱۸۶۶ء) (۱۸۹۰ - ۷۸ = ۱۸۱۲) پس شالواہن کا سمت اس وقت ۱۸۱۲ ہے +

سنہ عیسوی عیسٰے کے تولد سے ۴ برس بعد شروع ہوا (دیکھو بائبل مطبوعہ مرزاپور ۱۸۷۰ء) تاریخ عیسوی کو ڈیونیس اکسیلس اطالوی نے باستصواب پانڈروس راہب مصری کے ۵۳۲ء میں حسب اقوال مختلفہ وضع کیا اور مبداء تاریخ بعد ۴ برس ولادت حضرت عیسے سے قرار دیا۔ مقدار سال کی موافق ارصاد ازمنہ مختلفہ کے مختلف رہی۔ جیسا کہ نقشہ ذیل سے ظاہر ہے

نقشہ دریافت مقدار یوم سال موافق رصد حکماء مختلف

نمبر شمار	نام حکیم	یوم	ساعت	دقیقہ	ثانیہ	ثالثہ
۱	طیمو خارس	۳۶۵	۵	۵۰	۰	۰
۲	حکیم ابرخس	۳۶۵	۵	۵۰	۰	۰
۳	حکیم جیرنوسن قیصر	۳۶۵	۵	۵۰	۰	۰
۴	خواجہ نصیر الدین طوسی	۳۶۵	۵	۴۹	۰	۰
۵	حکیم کاسی کی ۳ ارصدوں کے موافق	۳۶۵	۵	۴۸	۵۲	۰
۶	حکیم دیلی لنڈ	۳۶۵	۵	۴۸	۴۸	۳۹
۷	حکیم ولس	۳۶۵	۵	۴۸	۴۸	۳۹
۸	حکماء مصر	۳۶۵	کسور کو گرا دیتے تھے			

جولیس قیصر نے باستصواب حکیم سوسی جنیس ۴۵ سنہ قبل مسیح میں اس لئے کہ دائرہ موسمیات فصول کا سال کے ہر مہینے میں رفع ہو جائے اور نوروز ایک ہی تاریخ ایک ہی مہینہ میں مشہور رومیہ واقع ہو بعوض سال قمری کے سال شمسی کو رائج کیا اور یہ قرار دیا کہ ہمیشہ تین سال تک پیہم ہر سال ۳۶۵ دن کا لیا جاوے اور ہر چوتھے سال آخر ماہ فروری میں ایک روز کبیسہ کا زیادہ کر کے وہ سال ۳۶۶ یوم پر تمام کیا جاوے چونکہ مقدار کسر ہر سال میں ۶ ساعتوں سے کم تھی اور جولیس قیصر نے پوری چھ ساعتیں لیکر ایک دن چوتھے برس بڑھایا تھا۔ لہذا بسبب جمع ہونے کسور زائدہ کے ۱۵۵۵ء میں گیارھویں مارچ کو تحویل آفتاب حمل میں ہوئی۔ تب تیرھویں پوپ گریگری نے سنہ مذکور میں دس روز اس سال کی تقویم سے خارج کر دئے اور گیارھویں مارچ کو اکیسویں تاریخ قرار دیکر اس سال کو ۳۵۵ پر ختم کیا اور آئندہ کیواسطے یہ معین کیا کہ ہر سنکڑے کے سال آخر کو جو کہ جب قاعدہ جولیوسی سال کبیسہ ہے تین سو برس تک ۳۶۵ دل کا لیں اور ہر چوتھے سیکڑے کے سال آخر میں تین کم کر دا دینے کا حکم کیا۔ اس لئے اس قاعدہ کی عملدرآمد کے خیال سے ہر سال لیپ کا جو صدی کے اخیر میں اور چار سو پر پورا

تقسیم نہ ہو سکے سال لیپ نہ ہوگا مثلاً ۱۷۰۰ - ۱۸۰۰ - ۱۹۰۰ - اور نہ ان میں ماہ فروری ۲۹ کا ہوگا۔ مگر ۱۶۰۰ - ۲۰۰۰ - ۲۴۰۰ - ۲۸۰۰ - ۳۲۰۰ لیپ کے سال حسب قاعدہ مقرر کئے ہوئے اور ان میں فروری ۲۹ روز کا ہوگا۔ مختلف ملکوں کے عیسائیوں میں اس کے ماننے میں تکرار رہی۔ جرمنی اور سوئٹزرلینڈ کے کیتھولک نے ۱۵۸۴ء میں قبول کیا دیگر کیتھولک نے جلد قبول کیا مگر پروٹسٹنٹوں نے ۱۶۹۹ء تک قبول نہ کیا سویڈن میں ۱۷۵۳ء میں رواج پایا اور ۱۷۵۲ء میں انگلینڈ میں روس اور پیروان گریک چرچ نے ابھی تک قبول نہیں کیا

چینی سموت چین کے پہلے بادشاہ سے حکیم کنفیوشس ان کے مقنن تک جو مسیح سے پانچ سو سال پہلے ہوا ہے ۹ کروڑ ساٹھ لاکھ برس گذرے ہیں (تاریخ بذریع ہندوستان صفحہ ۹ سنہ ء) ۹۶۰۰۰۰۰۰ + ۱۸۹۰ + ۵۰۰ = ۹۶۰۰۲۲۹۰ سال ہوئے۔

خطائی سموت ابتدائی انسانی سرشٹی سے سال ۱۵۷۲ء تک آٹھ ہزار آٹھ سو اسی دن اور نو ہزار ساٹھ سو تیرے سال ہوئے اور مدت دن کی دس ہزار سال ہے + (قابس القنون و تاریخ خطائی و آئین اکبری صفحہ ۲۷۲۔ کلکتہ سنہ ء و بذریع ہندوستان صفحہ ۱۰ سنہ ء) (۸۸۸۳ × ۱۰۰۰۰ = ۸۸۸۳۰۰۰۰ + ۹۷۹۰ + ۵۷۲ = ۸۸۸۴۰۳۶۲ سال ہوئے +

کالڈیا سموت وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے مورث اعلیٰ سے مسیح تک ڈیڑھ لاکھ برس ہوتے ہیں۔ بذریع ہندوستان صفحہ ۹ (۱۸۹۰ + ۱۵۰۰۰۰۰ = ۱۵۰۱۸۹۰ سال ہوئے)

عبرانی سموت۔ بقول ان کے دنیا کی پیدائش سے مسیح ۴۰۰۴ سال بعد ہوئے ہیں) پس آج تک ۴۰۰۴ + ۱۸۹۰ = ۵۸۹۴ سال ہوئے۔

فارسی سموت فارس والے اپنے پہلے بادشاہ سے زردشت تک جو مسیح سے ۳۰۰ سال پہلے ہوا۔ ایک لاکھ چوراسی ہزار نو سو ستر بتلاتے ہیں۔ پس آج تک ۱۸۴۹۷۰ + ۳۰۰ + ۱۸۹۰ = ۱۸۹۸۶۰ سال ہوئے +

سپارٹا کی تاریخ یہ سموت شہر سپارٹا کی بنیاد سے شروع ہوتی ہے جو مسیح سے ۱۷۰۴ سال پہلے ہوا پس ۱۷۰۴ + ۱۸۹۰ = ۳۵۹۴ سال ہوئے +

یونانی سموت یہ اولمپیا کے اکھاڑے کے پہلے تماشے سے شروع ہوا۔ یہ تماشا مسیح سے ۷۷۶ سال پہلے شروع ہوا پس ۷۷۶ + ۱۸۹۰ = ۲۶۶۶ سال ہوئے +

رومی سموت شہر روما کی بنیاد سے جو مسیح سے ۷۵۳ سال پہلے آباد ہوا ہے پس ۷۵۳ + ۱۸۹۰ = ۲۶۴۳ سال ہوئے +

نابونصاری سموت یہ بابل کے پہلے بادشاہ کے جلوس سے جو مسیح سے ۷۴۷ سال پہلے ہوا شروع ہوتا ہے ۷۴۷ + ۱۸۹۰ = ۲۶۳۷ سال ہوئے +

سکندری سموت پیدائش سکندر سے شروع ہوتا ہے سکندر مسیح سے ۳۵۴ سال پہلے جولائی میں تولد ہوا تھا۔ پس کل آج تک ۳۵۴ + ۱۸۹۰ = ۲۲۴۴ سال ہوئے

مصری سموت اس کا آغاز مینس بادشاہ اول مصر سے شروع کرتے ہیں جس کو سکندر اعظم کے وقت تک ۲۵۳۰۰ سال ہوتے ہیں۔ پس ۲۵۳۰۰ + ۲۲۴۴ = ۲۷۵۴۴ سال ہوتے ہیں +

موسوی سموت۔ اس کو عیسائی و موسائی و محمدی پیغمبر مانتے ہیں عیسیٰ سے ۱۵۷۳ سال پہلے پیدا ہوا۔ پس اس کے ۱۵۷۳ + ۱۸۹۰ = ۳۴۶۳ سال ہوتے ہیں۔ (دیکھو دسنے کی کتاب سفر دوسرا خروج کا ہیئرلس)

داؤدی سموت یہ بادشاہ بھی عیسائی و موسائی و محمدی صاحبان کا پیغمبر ہے اس کا سال جلوس مسیح سے ۱۰۳۵ سال پہلے ہوا پس ۱۰۳۵ + ۱۸۹۰ = ۲۹۲۵ سال ہوئے

ابراہیمی سموت۔ ابراہیم مسیح ۱۹۲۱ سال پہلے پیدا ہوا۔ دیکھو توریت پیدائش باب ۱۲ آئیں ۱۹۲۱ + ۱۸۹۰ = ۳۸۱۱ سال ہوئے +

نقشہ ترتیب وار کل سمبتوں کا

نمبر شمار	نام سموت	کب سے جاری ہے	تعداد سموت کہ اس وقت کتنا ہے
۱	آریہ سموت	سرشٹی آدی سے	۱۹۶۰۸۵۲۹۹۰
۲	چینی سموت	چین کے پہلے بادشاہ سے	۹۶۰۰۲۲۹۰
۳	خطائی سموت	خطا کے پہلے آباد کنندہ سے	۸۸۸۴۰۳۶۲
۴	پارسی سموت	ایران کے پہلے بادشاہ سے	۱۸۹۸۶۰
۵	کالڈیا سموت	مورث اعلیٰ سے	۱۵۰۱۸۹۰
۶	مصری سموت	مینس بادشاہ سے	۲۷۵۴۴
۷	عبرانی سموت	آدم اور دنیا کی پیدائش سے	۵۸۹۴
۸	کل یگی سموت	زمانہ کل یگ کے آد سے	۴۹۹۰
۹	یدھشٹری سموت	جلوس راجہ یدھشٹری سے	۴۹۹۰
۱۰	نوح کا سموت	نوح کے وقت سے	۴۹۹۰
۱۱	ابراہیمی سموت	ابراہیم سے	۳۸۱۱
۱۲	سپارٹا کا سموت	شہر سپارٹا کی بنیاد سے	۳۵۹۴
۱۳	موسوی سموت	موسیٰ کے وقت سے	۳۴۶۳
۱۴	داؤدی سموت	داؤد کے وقت سے	۲۹۲۵
۱۵	یونانی سموت	اولمپیا کے اکھاڑے سے	۲۶۶۶
۱۶	رومی سموت	شہر روم کی بنیاد سے	۲۶۴۳
۱۷	نابونصری سموت	بابل کے پہلے بادشاہ سے	۲۶۳۷
۱۸	بدھ شاکی منی کا سموت	بدھ کے پچاسویں سال سے	۲۴۶۴
۱۹	سکندری سموت	سلطان سکندر سے	۲۲۴۴
۲۰	بکرمی سموت	بکرم کے جلوس سے	۱۹۴۷
۲۱	عیسوی سموت	عیسیٰ کی پیدائش سے ۴ برس بعد	۱۸۹۰
۲۲	شالباہن سموت	راجہ شالباہن سے	۱۸۱۲
۲۳	محمدی سموت	جب مکہ سے مدینے کو گئے تب سے	۱۳۰۸

لوند کا مہینہ دریافت کرنے کا قاعدہ

جس قدر اعداد سموت کے ہوں ان پر چار اعداد ایزاد کرے اور انیس پر طرح دیکر جو عدد خارج قسمت رہے اس پر کر بہ تفصیل لوند کا مہینہ معلوم کر لیں یعنی اگر ۲ باقی رہیں یا تو کنوار اگر ۳ باقی رہیں تو جیٹ اگر ۵ باقی رہیں تو ساون اور اگر ۸ باقی رہیں تو جیٹھ۔ اگر ۱۰ باقی رہیں تو بیساکھ۔ اگر ۱۳ باقی رہیں تو کبھا دون اور اگر ۱۶ باقی رہیں تو اساڑھ لوند کا مہینہ ہوگا۔ اگر کوئی عدد خارج قسمت نہ ہو یا مندرجہ بالا کے سوا ہو تو جاننا چاہیئے کہ اس سال میں لوند کا مہینہ نہیں ہوگا۔ مثلاً سموت ۱۹۴۷ + ۴ = ۱۹۵۱ ÷ ۱۹ خارج قسمت ۱۳ رہے تو اس سموت میں لوند کا مہینہ بھادوں ہوگا۔

یکم جنوری کا دن معلوم کرنے کی ریت

کسی بیاشا کے کوی کا وچن

(چوپائی) جو لاگے بیلے کو سموت + تا تے کا ڑھو ایہ انمو مت
اشٹ دس اور ان پچاسا + شیش سیکھ اور داکو داسا
تا پوری چوتھائی تا میں + جوڑ دین دو جوڑ ادا میں

کنسٹ سات سو رہے جو سیتا لکھوتا ہیں انگلش برستبا

مثلاً سنہ ۱۹۰۰ء سال ہے اس کا دن لکالنا ہو تو ۱۹۰۰-۱۸۴۹=۵۱ ۱۰۰-۴۱=۵۱+۲

=۵۳÷۷=۴ یعنی چوتھا روز ہفتہ میں بدھ ہے اور یہی یکم جنوری کا روز ہے۔

نوٹ۔ ابتدائی انگریزی مورخوں نے اکثر تحقیقات میں غلطیاں کی ہیں خصوصاً جبکہ ذ کسی پرانی کتاب یا کتب کی بابت رائے دینے لگے وجہ سب سے زیادہ اس غلطی کی یہ ہوئی کہ وہ اکثر اس باطل خیال کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے کہ دنیا مسیح سے چار ہزار چار سو سال پہلے ہوئی چنانچہ اس کا خود غیر متعصب فاضلوں نے اقبال کیا ہے +

ٹام کاریٹ نے ایل ڈکر کو چٹھی میں لکھا ہے (بابت فیروز شاہ کی لاٹھ کی) "میں ایسے شہر دہلی میں ہوں جہاں کہ سکندر اعظم کی ہندوستان کے راجہ پورس سے لڑائی ہوئی اور اس کی فوج نے جہاں اسے شکست دی۔ سکندر نے یہاں اس فتح کی یادگار میں ایک پیتل کا ستون بنایا۔ جو اب تک یادگار ہے (ارکیالوجیکل سروے آف انڈیا جلد ۱ صفحہ ۱۶۲) اسی حوالہ کو لیکر ایک پادری ایڈورڈ ٹری صاحب کہتے ہیں "مجھ کو ٹام کاریٹ نے بتلایا ہے جس نے شہر دہلی کے خاص حالات لکھے ہیں کہ میں نے بحالت قیام دہلی میں سنگ مرمر کا ایک بھاری ستون دیکھا جس کے اوپر یونانی زبان میں ایک کتبہ کندہ تھا جس کو زمانہ نے بوسیدہ کر دیا تھا"۔

اسی کاریٹ کی غلط رائے کو ابتدائی انگریزی مسافروں نے اختیار کیا تھا جیسا کہ پرچن بیان کرتا ہے کہ "یہ کتبہ یونانی و عربی زبان میں ہے اور بعض یہ تصدیق کرتے ہیں کہ اس کو سکندر اعظم نے تعمیر کرایا"۔

یہی خیال جیمس پرنسپ کا تھا اور اسی قسم کی غلطی بشپ ہیبر سے ہوئی ہے جو اس کو دہلی کا ایک کالا ستون بیان کرتا ہے کاریٹ کی غلطی کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ پالی زبان کے حروف تھا۔ چھا۔ تا۔ گا۔ را۔ یا۔ جا۔ آتی۔ آن کو یونانی کا خیال کیا۔ (دیکھو صفحہ ۱۶۴)

آخر کو لکھا ہے کہ یہ رائے تھورا کی لاٹھ سے اور اگر یہ ڈھلی ہوئی۔ ہوتی تو مسلمان فاتح کب کے اس کو گرا جاتے۔ صرف لوہے کی ڈھلی ہونے سے مسلمانوں نے اس کو نہیں توڑا مورخ لکھتا ہے کہ میں نے اس کے ایک ٹکڑے کا ٹکڑا ڈاکٹر میری ٹامسن کے پاس رڑکی بھیجا جس نے مجھ کو اطلاع دی کہ وہ ملیبل لوہے کی ہے۔ جس کی ثقالت ۷۶۶ درجہ کی ہے یعنی پانی سے اتنے گنا بھاری ہے (ارکیالوجیکل سروے آف انڈیا صفحہ ۱۷۰ جلد ۱)

حصہ دوم

آریہ گرنتھوں کی بابت تحقیقات

عرصہ تک اودیا اندھکار پھیلنے کے سبب ست ودیا کا پرچار بہت کم ہو چلا تھا۔ آرش گرنتھوں کی جگہ پرانوں نے سنبھال لی تھی۔ گھر گھر میں پورانوں کے اپدیش پرچلت ہو چکے تھے۔ آریہ ورت اور برہم آورت کے اندر انیک مت متانتر پھیل گئے تھے علمی مسایل کی منزلت فسانوں کو مل چکی تھی ایک جگت کرتا کو چھوڑ انیک پرمیشور مانے گئے تھے۔ معقولیت سے نفرت اور منقولیت سے الفت ہو چکی تھی۔ ہر ایک سے بغض و کینہ میں بھر ہوئے۔ دلوں میں کھوٹ ظاہرداری میں مکارپن کی ادت ہو رہی تھی۔ خود غرضوں بوالہوسوں نے اپنی مطلب سدھی کے واسطے فرضی و بناوٹی شلوک بنا جاہلوں کو سبز باغ دکھلا قید کر رکھا تھا۔ جس طرف سے موقع ملتا لوگ است کے پھیلانے میں دلدادہ تھے۔ بھارت کے یدھ اور مہاراجہ یدھشٹر کی وفات کے بعد جس کو ابھی صرف ۵۰۰۰ سال ہوئے ہیں سیکڑوں اور ہزاروں گرنتھ بنا شاعری کی چاشنی چکھا سارے آریہ

کو دام تزویر میں پھنسا لیا۔ اپنی غرض نفسانی کے واسطے بزرگوں۔ رشیوں کے نام سے شلوک بنا بنا کر مہا اتم سرشٹھ دھرم کو ادھوگتی میں گرا دیا۔ ویدوں اور ست شاستروں کے سوا کوئی ایسا گرنتھ نہیں دیکھ پڑتا۔ جن میں پوپ لیلا کے آثار موجود نہ ہوں۔ علم عقل کے خلاف فساد و بے سروپا اور بے ٹھکانہ باتیں اس قدر بھری ہیں۔ کہ جن کا حد حساب نہیں۔ ہائے غضب! اس قدر خاموشی کا برتاؤ کیا گیا۔ کہ دس ہزار یا چوبیس ہزار شلوک کے بدلے ایک لاکھ شلوک بنائے گئے اور مصنف کی صداقت پر انصاف کے دشمنوں نے خاک ڈالی۔

"ہم دور کیوں جائیں اور کیوں ناظرین کو طول طویل تحصیل لاحاصل میں پھنسائیں ابھی سمت ۱۶۸۰ کی بات ہے کہ گسائیں تلسی داس جی نے بھاشا رامائن بنائی۔ وہ روز بروز بڑھتے بڑھتے یہاں تک بڑھ گئی۔ کہ تین سو سال کے اندر صدہا چوپائیوں کا فرق ہو گیا مگر اب اصل پستک نکل آنے پر بخوبی ثابت ہو گیا ہے۔ کہ اصل مصنف کیا کہتا ہے۔ اور موجودہ مطبوعہ رامائن کیا گا رہی ہے +

مہابھارت کے کوئی دو نسخے آریہ ورت کے اندر ایسے نہیں ملتے جن میں صدہا شلوکوں کا تفاوت نہ ہو۔ جب یہاں تک نوبت پہنچنے لگی تو آخر کار خود پنڈتوں کو دست حسرت مل کر کہنا پڑا کہ بھارت میں ضرور گڑبڑ ہو گئی ہے۔

پس اے ناظرین! یہی حال اور گرنتھوں کا ہے منوسمرتی میں بھی تخمیناً دو ہزار شلوک کے قریب نابود کئے گئے ہیں۔ اس کے بھی دو پرانے منق نسخے نہیں ملتے۔ اور یہی حال بالمیکی رامائن کا ہے۔ اس جگہ ہم صرف تاریخی تحقیقات کر کے گرنتھوں کا زمانہ تصنیف قایم کرتے ہیں اور اسی طرح آئندہ بھی کرینگے کیونکہ ہم چاہتے ہیں۔ کہ آریوں کے علمی خزانہ کے گرد جتنے خس و خاشاک ہیں ان کو یک لخت صاف کر دیں +

منوسمرتی۔ ڈاکٹر ہنٹر صاحب فرماتے ہیں۔ پانچ سو برس قبل عیسے کے منو نے ایک شاستر شمالی ہند کے برہمنوں کی رسم و قواعد کے لئے بنایا" (صفحہ ۱۹۔ مصباح التواریخ ہنٹر سنہ ۱۸۸۶ء)

اور اکثر یورپین فاضل کہتے ہیں۔ کہ "یہ کتاب ۹ سو برس قبل مسیح کے لکھی گئی ہے" (دیکھو تحقیقات ایشیا جلد ۲ صفحہ ۱۱۶) آنریبل الفنسٹن صاحب بہادر سابق گورنر بمبئی فرماتے ہیں۔ اس مجموعہ کا مصنف نو سو برس قبل مسیح ہوا ہوگا (تاریخ ہندوستان مترجمہ صفحہ ۲۵ سنہ ۱۸۶۶ء) تردید ڈاکٹر ہنٹر صاحب منو کو مسیح سے پانچ سو برس پہلے بتلاتے ہیں۔ لیکن مہابھارت کی بابت فرماتے ہیں کہ بیاس جنہوں نے بھارت چوبیس ہزار شلوکوں میں ختم کیا مسیح سے ۱۲۰۰ برس پہلے ہوئے ہیں (مختصر تاریخ ہند حصہ اول صفحہ ۹۰ سنہ ۱۸۷۶ء) اور بیاس جی خود بھارت میں لکھتے ہیں کہ

पुराणं मानवो धर्मः साङ्गो वेदश्चिकित्सितम् ॥ आज्ञासिद्धानि चत्वारि न हन्तव्यानि हेतुभिः ॥ महाभा

ترجمہ۔ پران برہمن گرنتھ۔ منوسمرتی۔ وید مع ویدانگ آیوروید ان چاروں کی آگیا (فرمان) ہی چاہئے کبھی ان کے ارشاد سے انکار نہ کرے" اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ بھارت کو بنے ۵۰۰۰ سال ہو چکے ہیں مگر صرف بھارت پر ہی کیا موقوف ہے چھاندوگ برہمن میں بھی منو کا ذکر ہے +

मनुर्वै यत्किंचिदवदत्तद्भेषजं भेषजताया ॥

ترجمہ جو کچھ منو نے کہا ہے وہ اوشدھیوں کی بھی اوشدھ ہے۔ اس پر ضرور عمل کرنا چاہئے مہاتما برہسپتی جی نے کہا ہے۔

वेदार्थोपनिबन्धृत्वात्प्राधान्यं हि मनोः स्मृतम् मन्वर्थविपरीता तु या स्मृतिः सा न शस्यते ॥ तावच्छास्त्राणि

घोभं तेतकं व्याकरणानि च । धर्मौ यमो सोपदेशं मनुं पांवलटप्रयते ॥

ترجمہ وید کل ہونے سے منوسمرتی ہی سمرتیوں میں پردھان ہے ۔ پس جو سمرتی منو کے خلاف ہے وہ خود بنا دی گئی +

اُس وقت دیل کے تاسیترا ور ویاکرن کے گرنتھ شوبھائمان ہوتے رہے جب تک کہ دھرم اور موکش کا اُپدیس کرنے والا منو نظر نہیں آتا ۔

پرا شرسیے یورپین فاضل مورخ قدیم زمانہ کا اول ہیئت دان جانتے ہیں اور جسکا ہونا مسیح سے پہلے (۲۸) اور ۱۳۹۱ سال قرار دیتے ہیں ۔ وہ بھی اپنی سمرتی میں منو کا ذکر کرتے ہیں ۔ اور اُسے اپنے قدیم بہت بتلاتا ہے +

اب یہ دیکھنا چاہئے ۔ کہ سب گرنتھ اس کی بابت قدیم ہونے کے قابل ہیں تو خود منو میں اس کی بابت ذکر کیا ہے ۔ اور خود منو میں کس بات کا حوالہ پایا جاتا ہے +

واضح ہو کہ جہاں تک منوسمرتی کو دیکھا گیا ہے ۔ ویدوں کے سوا اور کسی گرنتھ کا نام و نشان اس میں نہیں ہے ۔ اور اگر کہیں کسی کا نشان پایا جاتا ہے تو صرف برہمن اور اُپ نسد اور وید انگ ہیں +

جہاں منو نے کسی کا حوالہ دیا ہے وہ بہت زیادہ تو خود وید ستھا ہے ۔ ورنہ باقی انہیں رشی کرشنوں اُنے گرنتھوں کا شاذ و نادر حوالہ ہے ۔ رام ۔ کرشن ۔ دیوی وغیرہ کا نام و نشان نہیں + اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ منو نے اپنی تاریخ تصنیف کی بابت کیا ذکر کیا ہے ۔ آیا خاموشی کا برتاؤ ہے ۔ یا صاف الفاظ میں کہا ہے ۔ چنانچہ منو ادھیاء ۱ ۔ شلوک ۶۱ و ۶۲ و ۶۳ میں لکھا ہے +

स्वायम्भुवस्यास्य मनोः षड्वंश्या मनवोऽपरे । सृष्टवन्तः प्रजाः स्वाः स्वा महात्मानो महौजसः ॥ ६१ ॥ स्वारोचिषश्चोत्तमश्च तामसो रैवतस्तथा । चाक्षुषश्च महातेजा विवस्वत्सुत एव च ॥ ६२ ॥ स्वायम्भुवाद्याः सप्तैते मनवो भूरितेजसः । स्वे स्वेऽन्तरे सर्वमिदमुत्पाद्यापुश्चराचरम् ॥ ६३ ॥

ترجمہ سوائمبھو منو سے آدیکر چھ منو تر اس سے پہلے ہو چکے ہیں ۔ اور ان کے دور میں بھی سرشٹی جُدا جُدا سبھاؤ کے مطابق پیدا ہوئی +

جو منونتر گذر چکے ہیں ۔ اُن کے نام یہ ہیں سوائمبھو ۔ سوآروچس ۔ اُتم ۔ تامس ریوت ۔ چاکشش ۔ اب موجودہ منونتر ویوسوت ہے ۔

"سوائمبھو سے لیکر اب جو ساتواں ہے ان سب منونتروں میں چراچر جگت مختلف سبھاؤ والا ایشوری قانون کے مطابق پیدا ہوتا ہے"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس وقت چھ منونتر گذر چکے تھے ۔ ساتویں ویوسوت منونتر میں انہوں نے سمرتی بنائی جس کے آگے کی تشریح شلوک ذیل سے ظاہر ہوتی ہے

अब्दानां दशकं सहस्रदशकं यातं च सत्ययुगे भाग्ये मातेकृतामपाहि नेनुनां ब्रह्माज्ञया पूर्णमासन्यः

ترجمہ ۔ ویوسوت منونتر کے پہلے ست جگ کے دس ہزار دس سال گذر جانے پر کیادوں بسمے تیپے کی دادیبی پورنماشی کو یہ گرنتھ ختم دسماپت ہوا +

چونکہ منونتر ۱۴ ہوتے ہیں ۔ اور منو نے ان باقیوں کا نام بھی نہیں لیا ۔ اس لئے صاف ظاہر ہے کہ صرف اپنے بنانے کی تاریخ لکھی ۔ پس اس کی کل میزان ۔ ہوئی ۔ جو

نقشہ ذیل سے ظاہر ہے +

۲۷ چترجگی جو گذر چکی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۱۶۶۴۰۰۰۰

۲۸ ویں کے تین جگ گذر گئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۸۸۸۰۰۰

کلی جگ جو گذر رہا ہے ۔ اس کے ۔ ۔ ۔ ۴۹۹۰

میزان ۔ ۔ ۔ ۱۲۰۵۳۲۹۹۰

اور ۱۲۰۵۳۲۹۹۰ - ۱۰۰۱۰ = ۱۲۰۵۲۲۹۸ یہ کل سال منوسمرتی کی تصنیف کو گذرے ۔

"مورخ الفنسٹن صاحب فرماتے ہیں کہ" منو کے قوانین کی تاریخ کو جو اصل میں نو سو برس قبل مسیح کے لکھے گئے ہیں ۔ تاریخی واقعات کے لکھنے والے ہندو ان چار جگوں میں سے گذر کر قریب سات منونتروں کے پہلے قرار دیتے ہیں ۔ جو کہ ایک ایسی مدت ہے کہ ۴۳۲۰۰۰۰ کو ۷۱ چترجگی سے ضرب کرنے سے حاصل ہوتی ہے"

(دیکھو تاریخ ہندوستان صفحہ ۲۵۷ سنہ ۱۸۶۶ء)

تردید ۔ یہ بالکل غلط ہے ۔ ایسا نہیں ہے ۔ یہ سمرتی سوائمبھو منونتر میں نہیں ہوئی ۔ بلکہ ساتویں موجودہ ویوسوت منونتر میں تصنیف ہوئی ہے ۔ جیسا کہ اوپر ثابت کیا گیا ہے ۔ پس منوسمرتی کو بنے ہوئے ۱۲۰۵۲۹۸۰ سال گذرے ہیں جیسا کہ شلوک ہائے مندرجہ بالا سے ثابت کیا گیا +

منو کے قانون سے موسیٰ کے دس احکام نقل کئے گئے (دیکھو موسیٰ کے دس احکام ۔ سر ولیم جونس صاحب کہتے ہیں ۔ کہ یہ منوسمرتی کسی وقت میں یونان اور مصر دبتس تک بھی رائج تھی ۔ اور اسی پر عملدرآمد ہوتا تھا (دیکھو منوسمرتی انگریزی کا دیباچہ) منو کا قانون موسیٰ کے قانون سے بہت پہلے کا ہے (دیکھو بائیبل ان انڈیا مطبوعہ نیو یارک)

اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے ۔ کہ باقی سات منونتروں کے نام بھی ناظرین کو بتلا دیں ۔ کیونکہ اکثر لوگ پوچھا کرتے ہیں ۔ سو واضح ہو کہ چھ منونتر جو گذر چکے ہیں اُن کے نام اور ساتواں جو گذر رہا ہے ۔ اُس کا نام ہم لکھ چکے ہیں ۔ اب آئندہ آنیوالے منونتروں کے یہ نام ہیں +

सावर्णिर्दक्षसावर्णिर्ब्रह्मसावर्णिकस्ततः धर्मसावर्णिको रुद्रपुत्रो रोच्यश्च भौत्यकः ॥

ترجمہ ۔ ساورنیہ ۔ دکش ساورنیہ ۔ براہم ساورنیہ ۔ دھرم ساورنیہ ۔ ردر پتر ۔ روچیہ ۔ اور بھوتک +

سوریہ سدھانت ۔ اس کتاب کی بابت یورپین مورخ بائیبل کے زمانہ کے پابند ہو کر بے سر و پا ہانکتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں ۔ کہ سوریہ سدھانت سنہ ۶ء میں لکھی گئی ہے (تاریخ ہندوستان صفحہ ۲۵۷ سنہ ۱۸۶۶ء)

پھر ایک اور مورخ فرماتے ہیں "مورخ سوریہ سدھانت یا پانچویں یا چھٹی صدی کے ایک بڑے ہیئت داں کی کتاب ہے (تحقیقات حالات ایشیا جلد ۹ صفحہ ۳۲۹ و جلد ۲ صفحہ ۹۲) **پھر لکھا ہے** " علم ریاضی کی اور شاخوں میں جو ترقی آریوں نے کی ہے وہ علم ہیئت کی نسبت اور بھی زیادہ بیان کرنے کے قابل ہے چنانچہ سوریہ سدھانت میں علم مثلث کا بیان ایسا پایا جاتا ہے کہ اس سے ان کا یہ علم بہ نسبت یونانیوں کے بہت زیادہ ہی ثابت نہیں ہوتا ۔ بلکہ اسمیں ایسے ایسے سوالات پائے جاتے ہیں جن کا علم کہ یورپ والوں کو سولھویں صدی تک نہیں ہوا تھا (کتاب تحقیقات حالات ایشیا جلد ۴ صفحہ ۱۷۰)

پروفیسر والش صاحب فرماتے ہیں کہ "سوریہ سدھانت کے لکھے جانے کے ایک مدت پہلے سے علم ہندسہ سے لوگ ماہر ہو گئے۔ اس میں دائروں کی مقدار معلوم کرنے کا الساعدہ قاعدہ موجود ہے جس کا استعمال پہلے پہل برگز صاحب نے سترھویں صدی میں کیا" (دیکھو برٹش انڈیا جلد ۳ ۴)

"محیط اور قطر کی متناسبت کا بیان بھی سوریہ سدھانت میں ہے (دیکھو تحقیقات حالات ایشیا جلد ۲ صفحہ ۲۵۹)

اب ہم یہ بتلاتے ہیں کہ آریوں کے علم ہیئت وغیرہ کی بابت خصوصاً یورپ والوں کی کیا رائے ہے)

پادری بنٹلی صاحب بھی جو آریوں کے دعوے کے بالکل خلاف اپنی آخری چھاپی ہوئی کتاب میں لکھتا ہے "آریوں نے جو طریق الشمس کو ۲۷ منازل قمر (نچھتر) میں تقسیم کیا ہے جس سے وہ اس زمانہ میں بہت بڑے عالم علم کے معلوم ہوتے ہیں وہ تقسیم مسیح سے ۱۴۴۲ سال پہلے ہوئی تھی" (تاریخ ہندوستان صفحہ ۲۴۴ سنہ ۶۶ء و تحقیقات ایشیا جلد ۲ صفحہ ۱۵۲)

کالسبنی بیلی بلیہ بڑ صاحبان کا قول ہے کہ آریوں کی کتابوں میں ایسی تحقیقیں جو حضرت عیسٰی سے تین ہزار برس پہلے ہوئی تھیں۔ اب بھی موجود ہیں اور ان سے بہت بڑی ترقی جو اس زمانہ سے پہلے ہو چکی تھی ثابت ہوتی ہے"

(تاریخ ہندوستان باب پہلا حصہ تیسرا صفحہ ۲۳۹)

اور اس سے ایک بہت عمدہ دلیل اس بات کی نکالی گئی ہے۔ کہ زمانہ قدیم میں ہی نہایت عمدہ عمدہ تحقیقات ہو چکی ہونگی (تاریخ ہندوستان صفحہ ۲۴۴)

تمام ہیئت دان آریوں کی تحقیقوں کے نہایت قدیم ہونے کو تسلیم کرتے ہیں اور اس بات میں کچھ حجت نہیں معلوم ہوتی ہے۔ کہ انہوں نے جو ٹھیک اور صحیح حرکت وسطی سورج اور چاند کی قرار دی ہے۔ وہ ان کو قدیم زمانہ کی تحقیقوں کے ساتھ ان تحقیقوں کا مقابلہ کرنے سے ہوئی ہوگی۔ جو اس زمانہ کے لوگوں کی ہے"۔ (دیکھو پونڈ صاحب کی ایپلیس والی کتاب انتظام دنیا)

"اور جس قاعدہ پر بیترا اساب ہے (جس کا ذکر وید میں موجود ہے) اس کے لکھے جانے کا زمانہ حضرت مسیح سے چند سو برس پہلے قرار دیا گیا ہے" (دیکھو تحقیقات حالات ایشیا صفحہ ۴۹۳ جلد ۲ و صفحہ ۲۸۳ جلد ۷)

بنٹلی صاحب نے جس طرح یہ غلطی کی ہے۔ اسی طرح سدھانت شرومنی کا زمانہ قایم کرنے میں بھی کی ہے۔ کیونکہ وہ اپنی آخری کتاب میں ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ بھاسکراچاریہ نے اکبر کی سلطنت میں ۱۵۶۹ء میں سدھانت شرومنی تصنیف کی۔ دیکھئے ناظرین! یہ کتنی بڑی بھاری غلطی ہے۔ اسیواسطے مورخ الفنسٹن صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اس مصنف "بھاسکراچاریہ" کی ایک کتاب کے واسطے اصلی متن کے لکھے جانے کی تاریخ ایک مشہور شخص فیضی نے اپنے فارسی ترجمہ میں جو اس نے مرتب کرکے اکبر کے حضور میں پیش کیا تھا۔ بیان کر دی ہے۔ اسی طرح سے اور بہت سے مصنفو نے جو اکبر سے پہلے گذرے ہیں۔ بھاسکراچاریہ کا حوالہ اپنی تصنیفوں میں دیا ہے جن کی صداقت کا بنٹلی صاحب کو انکار کرنا پڑا ہے (تاریخ ہندوستان صفحہ ۲۴۶ سنہ ۶۶ء)

پس یہ قایم کردہ تاریخیں جو بائیبل نے زمانہ کے پابند ہوکر صداقت کے چہرہ پر نقاب ڈال رہی ہیں اعتبار کے لایق نہیں۔ یہاں پر ہم چاہتے ہیں کہ آریوں کے علم ہندسہ اور ہیئت کی بابت کچھ اور شہادت پیش کریں۔

پروفیسر آلس صاحب نے لکھا "ہیئت کی تحقیقوں اور علم ہندسہ کے ثبوتوں میں جبر و مقابلہ کا استعمال جو انہوں نے کیا ہے وہ بھی ان کی ہی ایجاد ہے اور جس طریق سے وہ اب بھی یہ کام کرتے ہیں۔ تعریف کے قابل ہے" (کالبروک کا انڈین الجبرا صفحہ ۸۰ و ۸۴ و اڈنبرا ریویو جلد ۲۹ صفحہ ۱۵۸)

علم حساب میں آریہ کسور عشاریہ کی ایجاد کے باعث (جس کا موجد سب انہی کو تسلیم کرتے ہیں) مستند اور ممتاز ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اسی تحقیق کے موجد ہونے کے سبب سے علم حساب میں آریہ یونانیوں پر بہت بڑا فخر اور فوق رکھتے تھے (تاریخ ہندوستان صفحہ ۲۴۶)

جبر و مقابلہ میں اہل عرب کا دعوےٰ آریوں کے مقابلہ میں پیش کیا گیا ہے۔ لیکن کالبروک صاحب نے بخوبی اس بات کو ثابت کیا ہے کہ اہل عرب کو جبر و مقابلہ کا علم حاصل ہونے اور ان میں دقیق علموں کی ابتدا سے پہلے ہندوستان میں یہ علم کمال کو پہنچ چکا تھا (اڈنبرا ریویو صفحہ ۱۵ و تاریخ ہندوستان صفحہ ۲۴۲ و ۲۵۱ سنہ ۶۶ء)

پھر وہی مورخ فرماتے ہیں "آریوں کی ترقی کے زمانہ کی ابتدا میں تمام اور قوموں سے بھی زیادہ حال تھیں۔ اور بادہ تری کے زمانہ میں جبکہ غالباً یہ بات ممکن تھی کہ وہ کسی غیر سے کچھ حاصل کرتے تو اس کا حال یہ ہے کہ اس زمانہ میں جو طریق علمی تحقیقاتوں وغیرہ میں آریوں کا تھا وہ صرف ان کی ذات پر مخصوص اور منحصر ہی نہیں تھا۔ بلکہ وہ ایسے اصولوں پر مبنی ہے جس سے اور کوئی قدیم قوم مطلق واقف نہ تھی اور اس سے ایسی تحقیق کا علم ظاہر ہوتا ہے جس سے اب سے دو سو برس پہلے تک اہل یورپ بھی واقف نہ تھے

الغرض ان کی ہیئت کے بیچ جس قدر مذکورہ تحقیقوں پر حصر رکھتے ہیں۔ ان کی نسبت اسی قدر صاف عیاں ہے کہ ان کا کسی غیر قوم سے حاصل کرنا ممکن نہ تھا اور ان نتیجوں کی نسبت بھی تحقیقوں پر منحصر نہیں ہے انصاف سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جن لوگوں میں ایسا کچھ استعداد اور فہم اور فراست کا مادہ ہو ان کو اور غیر قوموں سے سہارا لینے کی حاجت پڑی ہو" (تاریخ ہندوستان صفحہ ۲۴۹ سنہ ۶۶ء)

اور آخرکار یہی آنریبل الفنسٹن صاحب فرماتے ہیں "ہندوستان کے علم ہیئت کی قدامت اور اصلیت نہایت دلچسپ مضمون ہے ان میں سے قدامت پر یورپ کے نہایت بڑے درجہ کے ہیئت دانوں نے گفتگو کی ہے تس پر بھی اب تک اس کا تصفیہ نہیں ہوا" (تاریخ ہندوستان صفحہ ۲۴۵ سنہ ۶۶ء)

جب سوریہ سدھانت کی بات ہم خیال کرتے ہیں تو بہت صفائی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس کا مصنف سوائے ویدا ادک سناتن شاستروں کے اور گرنتھوں کے حوالے نہیں دیتا اور یہی قابل بحث ہے۔ اور خود اپنی کتاب کی تصنیف کا زمانہ مندرجہ ذیل شلوک میں بتلاتا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کب ہوا۔ اور کس وقت میں اس نے یہ مستند گرنتھ بنایا۔ چنانچہ لکھا ہے (دیکھو سوریہ سدھانت ادھیاے ۱ شلوک ۲۲ و ۲۳)

कल्पादस्मान्मनवः षड्व्यतीताः ससन्धयः वैव-
स्वतस्य च त्रयी युगानां त्रिघनो गतः ॥ २२ ॥
अष्टाविंशद्युगादस्माद्यातमेकं कृतं युगम्। अतः
कालं प्रसंख्यामेकत्र पिण्डयेत ॥ २३ ॥

ترجمہ۔ اس کلپ کے پر آرنبھ سے چھ منونتر گذر چکے ہیں۔ موسندھیا کے اور جو ساتواں ویوسوت منونتر ہے اس کے مہایگ ستائیس گذر گئے ہیں اور اب جو اٹھائیسواں چترنگی ہے اس کا ستیگ گذر گیا ہے۔ پس یہ گرنتھ بیچ اس وقت بنایا اس سب کال کو گن کر

"تاریخ آفرینش سمجھ لو"

ترتیا یگ پورا گذرا	۱۲۹۶۰۰۰
دواپر پورا گذرا	۸۶۴۰۰۰
کل یگ کے اس وقت تک سال گذرے	۴۹۹۰
میزان کل سالوں کی جو سوریہ سدھانت کے ہوئے	۲۱۶۴۹۹۰

ویدانت شاستر - ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ویاس جی کو ہوئے ۴۹۹۰ سال گذرتے ہیں کیونکہ وہ کلی یگ کے آد میں موجود تھے اور انہوں نے یہ گرنتھ بنایا۔ پس اُس کو بنے بھی آج تک ۴۹۹۰ سال ہوتے ہیں۔ اس سے کم کسی حالت میں نہیں۔ ویاس جی نے اس کے علاوہ جیمنی منی کرت مہابھاشیہ پر وہ کھیا بنائی۔ پتنجلی منی کرت یوگ سوتر بھاشیہ بنایا۔ اور مہابھارت گرنتھ بنایا ۔

اشٹا دھیائی - لکھا ہے "۲۰۰۰ برس قبل مسیح کے زبان سنسکرت کی اور مہابھاشیہ تواعد پانینی برہمن نے بنائے جو اب تک رائج ہیں پیشتر عام لوگ پراکرت یعنے بھاشا بولتے تھے۔ مگر برہمن (وددان) ہمیشہ سنسکرت بولتے اور لکھتے تھے (صفحہ ۱۸ مفتاح التواریخ ہنٹر)

سنسکرت زبان کی نسبت سر ولیم جونس صاحب بہادر لکھتے ہیں کہ سنسکرت زبان یونانی زبان سے زیادہ کامل اور رومی سے زیادہ وسیع اور دونوں سے زیادہ فصیح اور بلیغ ہے (کتاب تحقیقات حالات ایشیا جلد ا صفحہ ۴۲۲)

اور آنریبل الفنسٹن صاحب بہادر سابق گورنر بمبئی فرماتے ہیں " اس زبان کی صرف نحو ایسی کامل ہو گئی ہے کہ انسان کی کلام کے اصول تمام دنیا میں اگر عام بھی ہو گئے ہیں۔ تو ان سے زیادہ نہیں ہوئے" (تاریخ ہندوستان پانچواں باب صفحہ ۱۷۷ مطبوعہ)

اب ہم اس کے متعلق جو محالفوں کے اعتراض ہیں وہ لکھ کر اُن پر غور کرتے ہیں ۔

رایہ رتیشور پرساد جی - سی - ایس - آئی - تاریخ اپنی میں لکھتے ہیں۔ "کاتیائن کی پتنجلی نے ٹیکا لکھی اور پتنجلی کی ویاس نے - اب ہیم چندر اپنے کوش میں لکھتا ہے کہ کاتیائن کا نام وررچی ہے اور کشمیر کا سوم دیو بھٹ اپنے کتھا سرت ساگر میں لکھتا ہے - کہ کاتیائن وررچی کو شامبی میں پیدا ہؤا ۔

پانینی نے اُس سے ویاکرن میں شاستر ارتھ کیا اور راجہ نند کا منتری ہؤا مدا راکھشس وغیرہ بہت سے گرنتھوں سے ثابت ہے کہ نند کے بعد ہی چندر گپت راج سنگھاسن پر بیٹھا۔ اور چندر گپت کا زمانہ ظاہر ہے اب کہو کہ تم پانینی کا زمانہ اڑھائی ہزار برس کے ادھر نہیں یا آٹھویں برس سے ادھر پتنجلی چندر گپت کے پیچھے ہؤا۔ اُس میں کسی طرح کا سندیہ نہیں - کیونکہ اس نے اپنے بھاشیہ میں سبھا راجہ منش پوروا اس سوتر پر چندر گپت سبھا ایسا اُداہرن دیا ہے (دیکھو اتہاس تمرناشک حصہ سوم صفحہ ۱۹ آ ...)

تردید - واضح ہو کہ سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ آیا مہابھاشیہ میں یہ اُداہرن ہے یا نہیں ہم نے اس کے واسطے بہت سی تلاش کی اور اکثر مستند کاپیوں کو دیکھا جہاں تک ہماری تحقیقات سے ظاہر ہؤا وہ یہی ہے کہ اُداہرن مہابھاشیہ میں نہیں اور ہم صرف اپنی تحقیقات پر ہی خاتمہ نہیں کرتے بلکہ دکھن کالج کے پرنسپل مسٹر کیل ہارن صاحب نے جو کامل تحقیقات کے بعد مہابھاشیہ چھپوایا ہے وہ بھی لکھتے ہیں کہ صحیح نسخوں میں چندر گپت سبھا یہ پاٹھ نہیں ہے - چنانچہ وہاں کی اصل عبارت یہ ہے دیکھو مہابھاشیہ ویاکرن پہلا ادھیائے پاد کے ۱۹ سوتر کے ضمن میں بھگوان پتنجلی جی مہاراج فرماتے ہیں

सभाराजा मनुष्य पूर्वा। निन्ययाँ य वचन स्यैयराजा।
द्यर्थम् ॥ ७ जिन्नि दे घः क तैव्यः ततोव ऋव्य पाँय
वचन स्यैव ग्रहणंभ वकि प्रयोजनम ॥

राजा पर्यन ॥ इन सभम ॥ ईश्वर सभम ॥ त स्येव नभवति ॥ राज सभा तद्विशेषणानाश्च नभवति पुष्प मित्र सभम ॥

ترجمہ - جب سبھا لفظ کا اُشتل اور راجہ پد کو چھوڑ کر اور کے ساتھ سماس ہو تو ایسی صورت ہو گی جیسے ईन सभम داں سبھا اور ईश्वर सभम (ایشور سبھم) لیکن راجہ کے ساتھ سمبندھ ہو جیسے یہ صورت نہیں ہو گی مثلاً راج سبھا اور جو لفظ اُن کی صفت واقع ہوتے ہیں وہاں بھی سبھا کو سبھم نہیں ہوتا مثلاً राज सभा (پشپ متر سبھا) पुष्पमित्रसभा

(دیکھو مہابھاشیہ مطبوعہ سنہ۔۔ بمبئی صفحہ ۱۷۷ سطر ۱۰)

اب بتلائیے کہ چندر گپت سبھا کہاں لکھا ہے اور فرمائیے کہ اس جیسی سبھا بنانے کا کہاں حکم ہے اس موقع پر ہم ایسے غلط اعتراضوں کی وجہ بھی بتلاتے ہیں۔ دیکھو اسی مہابھاشیہ کے چھپوانے والے مسٹر کیل ہارن صاحب پرنسپل اورنٹیل کالج دکھن فرماتے ہیں کہ "پستک میں چندر گپت سبھا یہ پاٹھ بھی ہے۔ لیکن اس پستک میں مہابھاشیہ کا مول چھٹے ادھیائے کی آدی تک ہے اس پستک کے دو بھاگ ہیں پہلا تقریباً ۱۲۰ برس کا پرانا ہے اور دوسرا ۸۰ برس یا ۹۰ برس تک کا ہو گا - پہلا بھاگ ۲ ورق سے ۱۲۰ ورق کا ہے اور مول پہلی جلد کے ایڈ کے ۱۳ سے لیکر ۱۹۶ صفحہ تک کا ہے دوسرا ۱۲۱ سے لیکر ۴۲۹ ورق تک کا اور مول پہلی جلد کا ۱۹۶ صفحہ سطر ۲۰ تک کا - یہ پستک سارے کا سارا ہی بڑی بے پروائی سے لکھا ہؤا ہے - اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اکثر اس میں حذف ہو جاتے ہیں - دوسرے حصہ میں صفحات ذیل خالی ہیں ۱۲۶ - الف ۱۸ سے لیکر ۲۲۱ - الف تک ایڈیشن - پہلا صفحہ ۴۶۲ - ۱ سے لیکر ۴۶۴ سطر ۲۶ تک ۲۴۶ الف ۴۲ سے لیکر ۲۴۷ - الف تک ایڈیشن - دوسرا صفحہ ۱۶ - ۱۲ سے لیکر صفحہ ۱۶ - ۱۰ تک علٰے ہذا القیاس میں یقین کرتا ہوں کہ یہ دونوں کاپیاں کسی اور کاپی سے نقل کی گئی ہیں اور وہ اصل کاپی پوری محفوظ حالت میں ہے جبکہ کاپی ہنرک کی نقل ہوئی تھی بہت کچھ خراب اور معیوب ہو گئی - یہ کشمیر کی کاپی ہے - اس کاپی کے بعض اوقات صفحوں کے صفحے چھوڑ دئے ہیں - دل میں یاد رکھ کر کہ کاپی کا اکثر غلط ہے - پاٹھ کا اختلاف یا بالکل نہ ہونا کئی حالتوں میں حادثاً سمجھا جا سکتا ہے اور ہماری اُمید ہے کہ انڈیا میں کوئی اور اصل زیادہ مستند مل سکے"

(دیکھو دیباچہ صفحہ ۹ سے ۱۱ تک)

پھر وہی صاحب فرماتے ہیں کہ "میں اپنی کتاب کے ۱۷۷ صفحہ کی ۱۰ سطر میں صرف پشپ متر سبھا کو چھاپتا ہوں - اور چندر گپت سبھا کو جو پشپ متر سبھا کے بعد دو کاپیوں میں درج ہے نہیں چھاپتا میری دلیل محض پشپ متر سبھا کے چھاپنے کی یہ ہے کہ اصلی معتبر کاپیاں جی - ڈی اور اے میں جن کا پاٹھ اور سب کاپیوں پر افضل ہے صرف یہی لفظ ہے (دیکھو دوسری جلد کے دیباچہ کا صفحہ ۹ سطر ۔۔ تم آگے)

پس یہ تو بالکل باطل ہو گیا - کہ پتنجلی ہی چندر گپت کے بعد ہو یا مہابھاشیہ میں اُن کا نام ہے - باقی جو آپ نے پرمان دئے ہیں وہ کتھا سرت ساگر اور مدرا راکھشس کی ہیں - جن میں سے کوئی بھی مستند نہیں ہے - جیسا کہ الف لیلہ و فسانہ عجائب اور الہ دین اور عجیب و غریب چراغ یا امیر حمزہ کی داستان بھلا ان کتابوں کا تاریخ یا مذاہب یا صحیح واقعات سے کیا تعلق ہے کیونکہ یہ سب فرضی قصوں کی کتابیں ہیں اور بہت ہی جدید - یہ تو قصوں کی ہی کتابیں ہیں - لیکن ان کے علاوہ بعض مذہبی کتابیں بھی تاریخی واقعات کو شائد بتلاتی ہیں - جیسے یوگ وسشٹ برہمی وید

تاریخ دنیا

ہمارے سے بہت پہلے ہوئے بتلاتے ہیں +

درجہ چہارم - پارسیوں کی مذہبی کتاب دساتیر سکندر یونانی کے حالات میں ذکر ان کا پیغمبر گذرا ہے لکھا ہے کہ جب وہ ہندوستان میں آیا تو اس وقت تنکر آچاریہ نامی ایک سادھو آریہ مت اپدیشک سوامی (اپنی مذہبی وعظ میں سرگرم تھا اور سکندر کا زمانہ پیدائش بعد الظہر مسیح سے ہے

درجہ پنجم - امرسورت میں دو شنکر آچاریوں کے درمیان دینی مباحثہ ہوا - جس کی اشاعت میں دوارکا کے مندر سے ایک تانبے کا پرپتر پیش کیا گیا - جس کی تاریخ سمت ۲۶۶۳ کلی یگی تھی - یعنی یہ شرح مسیح سے ۴۴۳ برس پہلے تحریر ہوا جس کا زمانہ سکندر کے یورش ہند کے زمانہ سے کچھ پیشتر ہوتا ہے (امرکیش کی نورات اں اخبار صفحہ ۹ کالم ۴ مورخہ ۸ مئی ۱۸۹۸ء)

۱۸۹۴+۴۴۳=۲۳۳۷ سال - ۳۰۹۸-۲۶۶۳=۱۳۳۲ -

درجہ ششم - شنکر آچاریہ کے زمانہ کو ان کے ایک شاگرد رشید نے اس طرح پر شلوکوں میں لکھا ہے

ऋषि वीरा स्त्र धा भू मि में स्वां च्यौ वा म मे लानात्।
एक त्वे नल भे दे क स्त्रा श्रा च स्त्रदि व स्र्र:॥ १॥
वि श्व जि न्त्र पि ता य स्य वि र या त श्र न्वि दं व रे।
त स्य भा यौं वि का दे वी शं क रे लो क श क रं॥ २॥
प्र स्र ता स्र वै लो क स्य ता र गा य जग द्गु रुं॥

ترجمہ ۱۵۷ سمت یودھشٹری میں وشوجیت اور امبکا دیوی ماتا کے گھر دیا کے کلسال دیپے والے شنکر سوامی پیدا ہوئے جو کہ بعد ازاں جگت گورو کہلائے -

چونکہ اس وقت یودھشٹری سمت ۳۲۳۱ ہے اس سے ۱۵۷ منہا کرنے سے ۲۱۲۷ باقی رہتے ہیں پس شنکر آچاریہ سمت ۲۱۵ میں پیدا ہوئے اور ۳۲ برس زندہ رہ کر سمت ۱۹۸ میں فوت ہوئے

اسی کے مطابق زمانہ حال کے مشہور محقق سوامی دیانند جی سرسوتی فرماتے ہیں "بائیس برس ہوئے کہ ایک شنکر آچاریہ دراوڑ دیش میں برہمن برہمچریہ سے ویاکرن آدی ست شاستروں کو پڑھ کر سوچنے لگے (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۸۸)

پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں - "شنکر آچاریہ کے تین سو برس کے پشچات اجین نگری میں وکرم آدیتیہ راجا کچھ پرتاپی ہوا جس نے سب راجاؤں کے درمیان پرتشٹھا ہوئی - راجا نے کو مثال کر شاستی سنھاپن کی - - مہاراجہ وکرم آدتیہ سے لیکر سیدوں کا بل بڑھتا آیا لوگوں نے شنکر آچاریہ کو شیو کا اوتار ٹھیرا لیا (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۸)

یاد رکھنے کے لایق نکتہ - شنکر آچاریہ کے چار مٹھ قائم کرنے کے بعد جو ان گدیوں پر بیٹھا وہ بھی شنکر آچاریہ کہلایا - اور یہی سبب ہے کہ اسی سلسلہ سے اب بھی شنکر آچاریہ موجود ہیں - جس طرح بابا نانک کے گدی نشین آج تک اپنے بہیجوں میں نانک جی کا نام ڈالتے رہے - ایسا ہی گرنتھ مرتب جانتے ہیں کہ کوئی ایسا نانک جی کہا اور ان کے بعد جانشین نکلا - اسی طرح آدی شنکر آچاریہ کے بعد جو گدی نشین ہوا وہ شنکر آچاریہ کہلایا - ان سجادہ نشینوں میں سے مختلف زمانہ میں مختلف شنکر آچاریہ بودھ مذہب کے خلاف کام کرتے رہے - اور آخری وہ ہوا جس نے مسلمانوں کے آنے سے ایک سو برس پہلے بدھ مذہب والوں کو بالکل ہندوستان سے خارج کر دیا - ہم ناظرین کے یاد رکھنے کے واسطے عرض کرتے ہیں کہ پہلا شنکر آچاریہ مسیح سے تقریباً تین سو برس پہلے ہوا - یعنے بکرم سے ۲۴۴ برس پہلے -

دوسرا شنکر آچاریہ مسیح سے ۵۰ سال پہلے ہوا - جس کو چلایم تری ہری تھا یعنی برادر بکرم آدتیہ مصنف تین شتک (ویراگ - شنگار - اور نیتی) اور یہ بکرم آدتیہ کے سمت ۲۲ تک زندہ رہا -

تیسرا شنکر آچاریہ سمت ۵۰۰ بکرم میں ہوا یعنی ۴۰۰ عیسوی میں

چوتھا شنکر آچاریہ سمت ۵۲۵ بکرم میں ہوا یہ مطابق ۴۶۸ء کے جو ۸۸۸ بکری مطابق ۸۳۲ء میں فوت ہوا -

غلطی کی اصلاح - تاریخ دنیا حصہ اول میں یودھشٹری سمت کی تحقیقات کے متعلق ہم سے ایک غلطی ہوئی - یعنی ہم نے کلی یگ کے سمت کو ہی یودھشٹر کا زمانہ تسلیم کر لیا مگر ایسا نہیں ہے - پنڈت کلہن مصنف راج ترنگنی وغیرہ سنسکرت کے لائق مورخوں نے لکھا ہے کہ کلی یگ ۶۵۳ برس گذر چکے تھے - تب یودھشٹر جی گدی نشین ہوئے اور اس وقت سپت رشی مگھا نکھشتر میں تھے - پس ۴۹۹۴-۶۶۳=۴۳۳۱ سمت اس وقت یودھشٹری سمت ہے - اور یودھشٹر کے ۲۱۵۷ - اور کلی یگ کے ۲۸۲۰ میں شنکر آچاریہ ہوئے -

درجہ ہفتم - مشہور فاضل سمتھ صاحب اپنی کامل تحقیقات کے بعد فرماتے ہیں کہ شنکر آچاریہ سوامی - گوتم بدھ کی موت کے ساٹھ برس بعد انڈیا (آریہ ورت) میں پیدا ہوئے

(اے بی سی - تت صاحب کی الیسو مترک ہند ہزم صفحہ ۱۴۹)

بدھ مذہب مسیح سے ۵۴۰ سال پہلے ۶۰=۴۸۰=۶۰=۴۲۰+۱۸۹۴=۲۳۱۵

مہاراجہ وکرم آدیتہ کے سموت کی تحقیقات

مہاراجہ بکرم یا وکرم آدیتہ یا بکرماجیت ایک مشہور و معروف شہنشاہ آریہ ورت میں ہوا جس کی دارالسلطنت اوجین نگری اور چھوٹے چھوٹے راجہ اور رئیس جس کے ماتحت تھے وہ درحقیقت سارے ہندوستان کا مہاراجہ اور اعلیٰ درجہ کا کریم النفس اور عادل تھا اور اسی واسطے بہت مشہور تھا - اس نے ایک وقت سب قرضداروں کے قرض ادا کر کے اپنا سموت جاری کیا - جو اس وقت ۱۹۵۲ ہے - وہ باوجود اتنا بڑا شہنشاہ ہونے کے چٹائی پر سوتا اور مٹی سے اپنے واسطے خود جل بھرتا تھا - شاہی خزانے سے اپنے عیش و عشرت کے لئے ایک کوڑی بھی نہ لیتا اور شب و روز رعایا پروری اور مظلوموں کی دادرسی میں مصروف رہتا تھا +

آج کل کے بعض مورخ اپنی اوکھی تحقیقات سے اس کی ہستی اور سموت دونو سے انکاری ہیں - اور کہتے ہیں کہ چھ سو برس گذرنے کے بعد کسی نے یونہی یہ سموت جاری کر دیا - اور ایک کی بجائے ... لکھنا شروع کر دیا -

بعض کہتے ہیں کہ بھوج ہی راجہ بکرم تھا جو سمت ۱۰۴۸ میں ہوا - اور اس کا جھوٹ موٹ سمت کو ۱۰۴۸ سال پہلے لکھنا آرنبھ کر دیا

بعض کہتے ہیں کہ کالیداس کی نظم کی طرز تحریر کا زمانہ چھٹا سنہ عیسوی سے پہلے کا نہیں ہے - ان لوگوں کے تہادہ کے موجب بکرماجیت نے جس کے زیر سایہ کالیداس اور ترشنکر جیسے علامہ لوگ ہوئے تھے چھٹی صدی عیسوی میں عروج پایا - مسٹر رومیش چندر دت بھی ان لوگوں کے پیرو ہیں - کیونکہ وہ بھی کہتے ہیں کہ بکرماجیت کا سمت ۵۴۴ میں رائج ہوا

مگر سری دیوکرت وکرم چرت میں لکھا ہے - کہ وکرم آدتیہ تیر تھنکر وردمان کے مرنے سے ۴۷۰ برس پیچھے اجین میں راج کرتے تھے - اور انہوں نے ہی سموت استھاپن کیا -

پروفیسر گرفتھ صاحب کہتے ہیں "مسیح سے ستاون سال پیشتر بکرم کے سمت کا آغاز ہوا" (دیکھو دیباچہ رامائن)

مورخ الفنسٹن صاحب فرماتے ہیں - بکرماجیت کا سمت جس کا آغاز مسیح سے ستاون سال پیشتر ہے - ہندوستان میں اب تک بھی بہت دور دور تک مروج ہے -

(تاریخ ہند صفحہ ۱۴۰) مورخ مارش میں لکھتے ہیں کہ راجہ بکرم والی اجین کا سمت مسیح سے ۵۷ سال پہلے آغاز ہوا (مارش مین ہسٹری صفحہ ۲۰)

آنریبل ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر صاحب لکھتے ہیں - "بکرماجیت اجین کا راجہ جو ملک مالوہ میں واقع ہے - بہت مشہور و معروف ہے - اور اس کی فتوحات کی یادگار میں ہندی تاریخ شمار کرنے کا

طریقہ قائم ہوا جس کو سمت کہتے ہیں اور سنہ عیسوی سے ستاون سال قبل شروع ہوتا ہے۔ (صفحہ ۱۲) اب ہم اپنی تازہ تحقیقات بھی ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ یہ کہنا سراپا باطل ہے کہ بکرماجیت کا سمت چار یا پانچ سو برس مقررہ تاریخ سے بعد جاری ہوا۔

ثبوت اول۔ کالیداس مشہور جوتشی اپنے گرنتھ جیوتر ودابھرن میں لکھتا ہے۔ ادھیاء ۲۲ شلوک ۲۱ مطبوعہ بنارس

वर्षेसिन्धुरदर्शनाम्बरगुणौ यातेकलौ संमित। मासे माधव संमितेऽत्र विहितो ग्रन्थक्रियोपक्रमः ॥

یعنی کلی یگ کی ۳۰۶۸ میں بہمد راجہ بکرما دتیہ میں نے یہ گرنتھ تصنیف کیا اور اُسی کتاب کے دیگر مقام سے ظاہر ہے کہ اُس وقت بکرم کا سمت ۲۴ تھا اور ۴۹۹۵ سے ۳۰۶۸ منفی کرنے پر ۱۹۲۷ رہ جاتے ہیں اور آج تک اتنے سال اس کی تصنیف کو ہوتے ہیں

پنڈت تارا ناتھ ترک واچسپتی نے بھی لکھا ہے کہ کل یگی ۳۰۴۴ میں بکرم کا سمت شروع ہوا اور اس کتاب کی تصنیف کو آج تک ۱۹۲۷ سال ہوتے ہیں ٭

ثبوت دوم۔ متصل جوناگڑھ ملک کاٹھیاوار میں ایک پرانے تالاب کی کھدائی میں ایک کتبہ ملا ہے۔ جس کو راجہ رُودر دمانے سودرشن نام تالاب کی تقریب پر لگایا تھا اس کتبہ میں سمت ۷۲ بکرمی کھدا ہوا ہے یہ کتبہ چھاؤنی راجکوٹ کے میوزیم (عجائب گھر) میں موجود ہے)

ثبوت سوم۔ اسی بکرم نے روم کے قدیم بادشاہ اغوسطس کو ایک دوستانہ مراسلہ لکھا تھا۔ جس کا مضمون کہ " اگرچہ میں چھ سو صوبوں کا شہنشاہ ہوں پر یہ تمنا ہے۔ کہ آپ سے ملاقات حاصل کروں۔ آپ کوئی جگہ مقرر کیجئے۔ تو میں ملاقات سے مستفیض ہوں اور جو کام جس میں میری سعی مفید ہو ارشاد فرماویں۔ تاکہ بجا لاؤں۔ لفافہ پر اپنا نام پروس شہنشاہ ہندوستان لکھا ہوا ہے "

دی اینول مورخ لکھتا ہے کہ یہ چٹھی یونانی حروف میں لکھی ہوئی تھی ان کو اُس دستی نے اُس چٹھی کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ اُس میں مہاراجہ موصوف کے تخت گاہ کا نام درینا لکھا ہوا ہے جو اجین کا معرب ہے اور بالفرور بکرم کے ماتحت ۶ سو راجے تھے اور لفظ پروش اُس کی قوم پنوار یا پرمارا یا پورس یا پورالیس کا یونانی بنایا ہوا ہے اور سال کی مطابقت بھی ہے کیونکہ اغوسطس اگسٹس ۵۷ سنہ ع میں حکمران تھا (از سیر المتقدمین و جہل جواب تاریخی صفحہ ۹۲)

اور ایسا ہی کالیداس کے جیوتر ودابھرن میں لکھا ہے (دیکھو ادھیاء ۲۲ شلوک ۱۸)

योमूमदेशाधिपतिं शकेश्वरं जित्वा गृहीत्वोज्जयिनी समायां। सर्वप्रजामंगलसौख्य संपद्बभूव सर्वत्र च वेदकर्म ॥

یعنی جو روم دیس کے شکون کے راجہ کو جیت کر سندر اُجین پوری کا مالک تھا سب پرجا کو منگل اور سکھ اور خوشحالی تھی۔ اور سب جگہ ویدک کرم ہوتا تھا۔ اور بکرم آدتیہ کا دوسرا نام شک اری بھی مشہور ہے۔ یعنی شکون کا دشمن

ثبوت چہارم۔ ایک اور پتھر گوندا نام گاؤں متصل کھمالیا راج جام نگر ملک کاٹھیاوار سے نکلا ہے۔ جس کو راجہ رودرسنگھ نے ایک تالاب کے بنانے کی تقریب پر لگایا تھا۔ اُس میں سمت ۱۰۲ بکرمی کھدا ہوا ہے

ثبوت پنجم۔ اسی طرح ایک اور پتھر جس رن گاؤں علاقہ راج کوٹ میں سے نکلا ہے یہ کاٹھیاوار کا گاؤں ہے سے دو کوس دور ایک دھاہے اس پر ایک بڑی شلا پڑی ہے جو ایک تالاب یا چاہ کی تقریب پر کھدائی گئی تھی۔ اُس میں لکھا ہے کہ بھدراجا رُودرسین سمت ۱۲۶ بکرم میں کھدوایا تھا۔

ثبوت ششم۔ خاص دوارکا میں لائبریری کے پاس ایک پتھر کی سِلا ہے جس پر سمت ۲۰۰ بکرمی اور نام راجہ رودرسین کا کندہ ہے۔ یہ بھی کسی ایسی ہی تقریب پر کھدائی گئی ہے۔

ثبوت ہفتم۔ راجہ بکرم سے ۳۰۰ برس بعد شالباہن ہوا جس نے اپنا سک چلایا۔

ثبوت ہشتم۔ موضع باکوڑی ریاست جام نگر کے پاس سے ایک اور پتھر کی شلا کھدی ہوئی نکلی ہے۔ جس پر سمت ۳۴۱ بکرمی کندہ ہے۔ یہ کتبہ بھی کسی دھرمارتھ کام کے واسطے لیا گیا تھا۔ یہ تمام کتبے۔ اور ان کے اصلی پتھر مقام راجکوٹ چھاؤنی ملک کاٹھیاوار گجرات کی سرکاری لائبریری میں موجود ہیں۔ جس کا جی چاہے تحقیقات کر لے۔

ثبوت نہم۔ ایک اور کتبہ ہے سر ولیم جونس اپنے ورکس جلد ۶ مطبوعہ لندن ۱۸۰۷ء صفحہ ۲۵۰ میں نقل کرتے ہیں۔ اور جو دہلی کی لاٹھ پر لکھا ہوا موجود ہے۔ اُسے ہم یہاں بعینہٖ نقل کرتے ہیں۔

आविंध्यादाहिमाद्रेर्विरचितविजयस्तीर्थयात्राप्रसंगा द्‌ग्रीवेषु प्रहर्त्ता नृपतिषु विनमत्कन्धरेषु प्रसन्नः ।

(printed as:) आविंध्यादहिमाद्रि र्वि प्रविन विजय श्रा यावत्त यथार्थं पुनरपिकृतवा ष्टतिं संप्रतिं वाहमान तिलकः शाकं ग्र स्माभिकरदं व्यथा यिद्विमवद्व श्रासंवत श्रीविक्रमादित्या २२ वैशाख सुदि त्र- मायमहामंत्रीराजपुत्र श्रीसलक्ष ।

یہ بساکہ شدی سمت ۱۲۲۳ بکرمی کا ہے۔ محقق کہتے ہیں کہ یہ کتبہ راجہ وستال دیو اور راجہ امل دیو شاہ کمبری کے راجہ کا ہے جو وساکھ شکل پکش تحتی کو لکھا گیا۔

ترجمہ۔ ونڈھیا اور ہمادری تک۔ وہ مشہوروں میں کم نہیں تھا۔ آریہ ورت کو پھر ویسا ہی اس نے بنایا۔ جیسا کہ اُس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد پرتھی راج تک شاہ کمبری کا راجہ ہے۔ ہم سے ہمادت اور بندھیا کا علاقہ راجگذار مانا گیا ہے۔ اور شری وکرم آدتیہ سمت میں وساکھ کی شکل پکش میں مہامنتری راج پتر شری سلک

ثبوت دہم۔ شاہجہاں پور سے ۵ میل پر قصبہ ماتس کھیڑا میں ایک کسان کو اُس کے کھیت میں ایک تانبے کی تختی ملی ہے جس پر سنسکرت حروف میں ایک مہر لگی ہوئی ہے۔ جو مہاراجہ ہرشوردھن (جس کی راجدھانی تھانیسر تھی) کی عطا کردہ ہے جس نے سمت ۶۶۱ بکرمی سے ۶۹۷ بکرمی تک راج کیا۔ اس تختی پر سند عطائے جاگیر رام نگر جو قریب آنولہ علاقہ روہیلکھنڈ میں واقع ہے نام دو عالم برہمنوں کے اپنے مرنے سے دو سو برس پہلے یعنی سمت ۶۹۵ بکرمی میں لکھی ہوئی ہے

پنڈت جوالا سہائے صاحب ایم۔ اے ضلع لدھیانہ علاقہ پنجاب نے جو مضمون ۱۸۹۱ء کے نویں کانگرس میں بمقام لنڈن ارسال کیا تھا۔ بعنوان سمت۔ اُس میں بھی انہوں نے اُس کو نہایت عمدگی سے پایۂ ثبوت تک پہنچایا ہے۔ اور مخالفوں کے دعاوی کی بڑی عمدگی سے تردید کی ہے۔ بنا برآں ہم وہ مضمون بجنسہٖ ترجمہ کرتے ہیں

اول کانگرس مذکور کے سیکرٹری اُس مضمون پر اپنی طرف سے ایک ریمارک دیتے ہیں۔ " دو کاغذ جو مشرقی زباندانوں کی قوموں کی نویں کانگرس میں جو بمقام لنڈن ۱۸۹۱ء میں ہوئی پڑھے گئے

(۱) اصل سمت مرتبہ پنڈت جوالا سہائے ساکن لدھیانہ۔ (۲) بھارت ناٹک شاستر یعنی انڈین ڈراماٹکس مصنفہ پنڈت ایچ ایچ دہرو ساکن بڑودا۔

یہ دو کاغذ جو ہندوستان کے مشہور فاضلوں کی قلم سے نکلے ہیں۔ ہندوستان کے تاریخی معاملات کے بارہ میں ایک اور زمانہ بتلاتے ہیں۔ اور بر خلاف یورپ والوں کے کلام کا اس امر کا ثبوت دیتے ہیں۔ کہ جو تاریخیں ہندوستان کی علمی تاریخ کی بابت یورپ کے دانشمندوں کے مطابق قائم کی گئی ہیں۔ دوبارہ غور کرنے کے قابل ہیں۔

٭ تاریخ دنیا

علاوہ بریں تھوڑا عرصہ گذرا کہ مجھ کو کسی لکھی ہوئی ایک سنسکرت کی کتاب جسکا نام گورجر دیش بھوپالی ہے ملی ہے جس کے مضامین اس قسم کے شلوک فیح کرنے کے گورجر دیش بھوپالی
بہت مدد دیتے ہیں اس کتاب میں ایک سو شلوک ہیں اور سمت ۱۸۶۷ میں ایک جینی رنگ وجے نام نے اس کو تحریر کیا تھا۔

سنسکرت زبان کا اس قدر کم خزانہ ہمارے تک پہنچا ہے کہ ایک چھوٹا سا تواریخی ریکارڈ کی تحقیقات کرنے والوں کے لئے ایک بڑی بھاری نعمت ہے۔

اس کتاب کا مصنف گجرات دیش کے بادشاہوں کا مہابیر جین مت کے گورو کی وفات سے لیکر ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے زوال تک سب تفصیل وار حال بیان کرتا ہے۔

جو کچھ وہ ہندو راجاؤں کی بابت تحریر کرتا اس کا مختصر خاکہ میں یہاں درج کرتا ہوں جس رات کو مہابیر تیرتھنکر نے انتقال کیا۔ اسی رات پالک تخت پر بیٹھا اور ساٹھ برس تک راج لیا۔ اس کے جانشیں نوسدے ہوئے جن کی حکومت ۱۵۰ برس تک رہی اس کے بعد چندر گپت کے موریہ خاندان کا دور شروع ہوا۔ جس کے قبضہ میں گجرات کا تخت ۱۰۸ برس۔ اس کے بعد پشپ متر۔ بال متر۔ بھانو متر کے نام پائے جاتے ہیں جن کا زمانہ سلطنت تقریباً ۱۳۰ برس کا ہوتا ہے۔

گرد بھیل جس نے صرف ۱۳ برس تک راج کیا تھا جاری سرسوتی کی سازش سے راج کھو دینے والا ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ملک ۴ برس تک شکن (شاک لوگوں) کے قبضہ میں رہا جن کو بعد ازاں بکرماجیت والے اُجین نے وہاں سے نکال کر خود مہابیر کی موت سے ۴۷۰ برس بعد تخت نشین ہوا۔ اُس کی آزادی اور سخاوت کی بہت ہی تعریف کی گئی ہے اُس نے ایک نیا سمت جاری کیا اور ۶۰ برس سلطنت کی۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا جانشین ہوا۔ مگر اس کے سمت کے ۱۳۵ برس بعد ایک اور راجہ شالباہن نامی نے زور پکڑا اور نیا سمت جاری کیا۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ جو کچھ مصنف کی رائے بکرماجیت اور شالباہن کی بابت ہے اُس کو یہاں درج کر دوں

वीरमोता च्चमसत्यायुतेवर्षचंतु:शते। व्यतीविक्रमा
दित्यडज्ञयिन्यामभूदितः॥ सत्वसित:॥ सत्वसिध्य
ग्निवेताल प्रमुखानेकदेवना। विद्यासि ज्ञोमंत्रसिद्धः सौ
वर्णा पुरुषः॥ थैर्यादि गुणविख्यातः स्थाने स्थानेनरा
परे। परीक्षक च्चपा षाण निघ्र एसत्वकोञ्चनः॥
ससन्मावाइहश्रीयाम्दानायन्त्रणमखिलाम्॥
कृत्वामम्वत्सराणांसः आसीत् कर्तामहीतले॥
षडशीतिमितमराज्यम् वर्षाणाम् तस्यभूपते।
विक्रमादित्य पुत्रस्य नत्तो राज्यम् प्रवर्त्तिमम्॥
पंचत्रिंशद्युतेभूपा द्वत्सराणाम्शतेगते।
शालिवाहनभूपोभूद्वत्सरेशककारक:॥

شالباہن کے عہد حکومت کے ۵۰ برس بعد بال متر یا رسا تخت نشین ہوا اور ایک سو برس تک راج کیا سمت ۲۸۵ سے مصنف بادشاہ ہری متر۔ بریہ متر۔ بھانو متر کا نام لکھتا ہے۔ جنہوں نے سمت ۳۵۰ تک راج کیا۔ اس کے بعد آما بیچوتیا کا دور دورہ رہا اور اُن کے بعد پانچ اور جنہوں نے ۲۴۵ برس حکومت کی۔ چور خاندان میں سے بن راج پہلا شخص ہے جو گجرات پر ساٹھ برس تک حکمران رہا ہے۔ جس اثناء میں اُس نے بٹن شہر آباد کیا۔ چور خاندان کے باقی راجہ مفصلہ ذیل ہوئے ہیں۔

یوگیہ راج ۲۵ سال۔ کھیم راج ۲۶ سال۔ بھادو راج ۲۹ سال۔ سجید سنگھ راجہ ۲ سال رتن آدیتہ راجہ ۱۵ سال۔ سامنت سنگھ ۷ سال۔

چور کے خاندان نے ۱۹۶ سال حکومت کی۔

اب اس کے بعد سمت ۹۹۸ میں آتے ہی جبکہ مولراج نے گجرات کا راج لیا اور ۵۵ برس تک حکمرانی کی وہ بلاشبہ چالک خاندان میں سے پہلا بادشاہ تھا اس کے بعد اسی خاندان کا عہد حکومت رہا۔ اس خاندان نے کل ۲۴۵ سال تک حکومت کی۔

اس خاندان میں بہت سا مشہور راجا کمار پال تھا جو سمت ۱۱۹۹ سے ۱۲۳۰ تک گدی پر رہا اس کے ہوشیار وزیر واہر نے بھرگو پور میں میناتی کا مندر بنایا سمت ۱۲۹۸ میں ورہہ پول تخت پر بیٹھا اور دس برس بعد مر گیا۔ اس کے بعد چار راجوں نے گجرات پر ۶۳ برس حکومت کی ان میں سب سے آخری کرن دیو تھا جس نے سمت ۱۳۶۱-۶۲ تک راج کیا اس کا جانشین خضر خاں خلجی ہوا۔ اس وقت سے گجرات مسلمان بادشاہوں کے قبضہ میں آگیا اور پھر مصنف مغلیہ بادشاہ شاہ عالم کے زمانہ تک پہنچتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے کل واقعات تواریخ سے منتخب کر کے تحریر کئے ہیں۔ اگرچہ برہمنوں کی کتابوں میں بہت تھوڑا علم تواریخ باقی رہ گیا ہے تاہم چند سال کی کوششوں سے معلوم ہوا ہے کہ جین لائبریری میں بہت کچھ پرانی تاریخ موجود ہے۔ موجودہ تحقیقات کرنیوالوں نے یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ بدھ مذہب اور جین مذہب کے شروع ہونے کا زمانہ بھی ایک ہی ہے اور جین اور بدھ مذہب دونو بذات خود علاحدہ علاحدہ ایک ستر کبیرانہ طریق سے جاری رہے اور یہ فقیرانہ طریق مسیح سے چھ سو برس پہلے تھا۔

گورجر دیش بھوپالی کے مطابق مہابیر ۲۴ واں سیرتھ نگر جین مذہب کا مسیح سے ۵۲۷ برس پہلے ہوا تھا۔ مجھ کو جین دھرم کے ایک گورو نے جتلایا تھا کہ مہابیر کی موت بدھ مذہب کے بانی سے ۱۶ برس بعد وقوع میں آئی۔ اگر بدھ مذہب کی اس تاریخ کا جو اس وقت بھی بدھ مذہب والوں میں رائج ہے کچھ اعتبار کیا جاوے تو بدھ مذہب کے بانی کو مرے ہوئے ۲۴۴۲ برس گذرے ہیں۔

پالک راجا جس کا اس کتاب میں ذکر ہے غالباً وہی راجہ ہے کہ جسکا ذکر شودرک کے تحقیقات نامی ڈراما میں ہے یہ مسیح سے ۴۷۶ برس پہلے مرا تھا نندوں نے مسیح سے ۳۲۴ برس پہلے حکومت کی۔ گجرات موریا خاندان کے قبضہ میں مسیح سے پیشتر ۲۱۲ سے ۳۴۵ تک رہا۔ اس کے بعد پشپ متر کا عہد حکومت شروع ہوا اور غالباً وہ یہی ہے کہ جس کا ذکر پتنجلی رشی کے بھاشیہ میں ہے اس کے کچھ عرصہ بعد بکرماجیت راجہ کے باپ کا پتہ ملتا ہے جس مہاراجہ کے قبضہ میں کہ ملک ۴ برس رہا۔ جبکہ بکرماجیت (جس کو اس وقت شک آری۔ یعنی شکون کا دشمن بھی کہتے ہیں) اُس کو نکال کر مالوہ اور اُس کے گرد و نواح بمعہ گجرات ملک کے تخت پر بیٹھا۔ غالباً اس بڑی فتح کی یادگار میں ہوگا۔ کہ اس نے اپنی تخت نشینی کے دن سے نیا سمت جاری کیا۔ بکرماجیت کے تخت پر بیٹھنے کے سمت سے ۱۳۵ برس بعد شالباہن ایک زبردست حکمران ہوا۔ اپنا نیا شک جاری کیا۔

یہ نوٹ کرنے کے لائق واقعہ ہے کہ سمت اور شاکا دونو سنہ جیسا یعنی شکوں کے بکرما اور شالباہن کے ہاتھوں سے شکست کھانے کے سلسلہ میں جاری کئے گئے۔

گورجر دیش بھوپالی کے مصنف نے ایسا مفصل اور زترتیب وار حال ہندو بادشاہوں کا جنہوں نے بکرماجیت سے پہلے اور بعد حکومت کی بیان کیا ہے کہ ناظرین ضرور اسکو قابل

[1] یہاں غلطی ہے۔ یہ پتنجلی کے بھاشیہ دالا ہیں ہے کیونکہ مہابھاشیہ بھارت سے پہلے کتاب ہے (مفصل دیکھو تاریخ دنیا جلد اول)

اعتبار خیال فرماتے تھے اگر ڈاکٹر فرگیوسن کی رائے کے مطابق مان لیا جاوے کہ بکرماجیت سنہ عیسوی کی چھٹی صدی میں ہوا ہے تو وہ بادشاہ کہاں سے آ نکلے جنہوں نے مسیح سے ۵۷ برس پیشتر سے لیکر ۷۰ سال تک راج کیا اور شکوں پر ایک بڑی بھاری فتح حاصل کی۔ بعض مورخ فرض کر لیوینگے کہ شاید ایک سے زیادہ بکرماجیت ہوئے ہوں اور زبردست حکمران بھی ہوئے ہوں۔ مگر اس دستی لکھی ہوئی کتاب میں صرف ایک ہی بکرماجیت جس کا دوسرا نام شک اری تھا پایا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی اس پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ شالباہن کا شک سنہ ۷۸ عیسوی میں شروع ہوا۔ اور رانگا وجیا بیان کرتا ہے کہ بکرماجیت کے سمت سے ۱۳۵ برس بعد شروع ہوا یہ واقع صرف اس دستی لکھی ہوئی کتاب سے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ بلکہ ان چند پرانی سطروں سے بھی جو کہ ہر ایک جیوتش کی کتاب میں پائی جاتی ہیں اور سنسکرت جنتریوں کے شروع میں عموماً درج ہوتی ہیں۔ ثابت ہوتا ہے میں اس جیوتش کی رو سے سمت اور شاکا کے متعلق جس کی حیثیوں کے گرنتھ سے بھی تائید ہوتی ہے۔ در گذر کرنے کے لیئے کوئی وجہ نہیں دیکھتا +

سماشٹ کے لیئے کرسٹ کا آغاز بھی گرنگورین اور جولیس سمت کے مطابق ہوا ہے۔ کوئی شہوت ہندوستان کی پرانی تاریخوں میں نہیں ملتا اور یہ صرف ایک زبانی دعوے ہے اس کے علاوہ اس کا مصنف آنا۔ بجے وجیا اور پانچ بادشاہوں کا جنہوں نے سمت ۵۴ سے ۲۰۸ تک حکومت کی ذکر کرتا ہے۔ اگر آنا کے عہد حکومت کو ۱۰ برس بھی فرض کر لیا جاوے تو بھوج جانشرو سمت ۲۴۲ میں تخت نشین ہوا ہوگا اور یہ تاریخ بھوج کے تخت نشین ہونے سے بیں مطابق ہے جو ایک اور ہندو مورخ بیان کرتا ہے۔ جس کا دعوے ہے کہ بھوج بکرماجیت سے ۲۴۲ برس بعد ہوا ہے یہ ہندو مورخ جس کا اوپر ذکر ہوا ہے ضرور اسی بھوج کا ذکر کرتا ہے کہ جس نے چھٹی صدی کے شروع میں راج کیا اور مسیح سے ۵۷ برس پیشتر سے لیکر اس وقت ۶۴۲ برس گنتا ہے +

آخر الامر ان مندرجہ بالا واقعات کی موجودگی میں جرات سے کہہ سکتا ہوں کہ بکرماجیت کے ثبوت کرنے کے واسطے کسی سکہ یا پتھر کی ضرورت نہیں مگر اتنا ذکر کر دیتا ہوں کہ ڈاکٹر دہیٹی صفحہ ۳۱ سے ۹۳ تک ایک ایسے کتبے کا ذکر کرتا ہے کہ جس میں کہ سمت بالمقابل ۵۶ مسیح سے پیشتر درج ہے پھر ایک اور واقعہ لکھتا ہے کہ اجین بہت پرانا شہر ہے۔ شاستر میں اس کا نام اجینی اور انتی لکھا ہے یہ مقام سمندر سے اکنز ارسات سو ہٹ اونچا ۲۳ درجہ ۱۱ دقیقہ عرض اور ۷۶ درجہ ۴۳ دقیقہ طول کے سپرا ندی کے داہنے کنارے پر ۲۰ میل گوسہ جنوب مغرب کی طرف دکھن کو جھکتا ہوا بسا ہے وہاں کی زمین کھودنے سے دور دور تک اگلے زمانہ کی آبادی کے نشان ملتے ہیں یہ شہر مہاراجہ بکرم کے وقت نہایت رونق پر تھا۔ پنڈت جوتش شاستر کے مطابق اپنی طول کا حساب اسی شہر سے کرتے ہیں ایک مکان یہاں راجہ بھرتری کا گوشہ عبادت مشہور ہے وہ کسی پرانی حویلی کا ایک حصہ جو مٹی کے تلے دب گئی تھی معلوم ہوتا ہے دیا کال مہادیو کا مندر یہاں بہت نامی اور مشہور ہے لیکن جو مندر مہاراجہ بکرماجیت کے وقت کا بنا تھا وہ سلطان شمس الدین التمش نے جو سنہ ۱۲۳۵ء میں تخت پر بیٹھا تھا توڑ ڈالا سکندر یہ سنہ عیسوی سے ۶۵ برس پیشتر پر مرا یعنی یہ اسی سال میں اجین کے تخت پر بیٹھا تھا (جام جہاں نما جلد ۲ صفحہ ۲۸۲ و ۲۸۳ سنہ ۱۸۶۱ء لاہور)

چونکہ شنکر آچاریہ شیو کے اوتار اور شیو مت پر بہت مشہور ہوئے بار آں اں کے زمانہ سے شیو مت کا آغاز ہو کر روز بروز بڑھنا شروع ہوا اس کے زمانے سے راما نج کے سمت تک تھوڑا شیو مت کا زور رہا اور جو راجہ ہوئے وہ بھی اسی مت کے حامی تھے مہاراجہ بکرم اور ان کے بڑے بھائی بھرتری بھی اسی مت کے حامی تھے بلکہ یہ ایک مشہور بات ہے کہ شنکر آچاریہ کے کسی شش سے بھرتری نے اپدیش لیا اور سنیاسی ہو گئے چونکہ انہوں نے بدھ مت کو ایک زبردست دھکا لگایا۔ بنا بر اں لوگوں نے انہیں شنکر کا اوتار ٹھیرایا بھرتری جی کے شلوکوں سے بھی یہ بات قدرے جھلک رہی ہے

بعض لوگ علم سنسکرت سے ناواقف کہتے ہیں کہ بھرتری سنہ ۵۶ میں فوت ہوئے اس لیے بکرماجیت بھی سنہ ۵۶ عیسوی کے بعد ہوئے۔ مگر یہ مغالطہ ہے جیسے کہ کوئی گوتم نیایا شاستر کے مصنف کو گوتم بدھ فرض کرے اور دھوکا کھاوے۔ بعینہ یہ حال اس کے مطابق ہے۔ کیونکہ جو بھرتری سنہ ۶۵۰ء میں فوت ہوئے وہ بدھ مت کے ماننے والے ناستک تھے اور اول الذکر وید کے ماننے والے آستک پس درمیان ہر دو میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

नत्वा नेह स्पृज्ञ यिन्यां श्री मान ह र्ष प गंभि थ: एक
च्छत्रचक्रवर्ती विक्रमादित्यइत्यभूत् ।
म्लेच्छो च्छेदा यव सुधां हरेस्वतरिष्य त: ।
शका न् विनाश्य येना दी कार्यभारो लघु: कृत

ترجمہ۔ وہاں اجینی نگری میں ترہمان خوشی کے دینے والے ایک صاحب چتر لا ثانی عالمگیر راجہ چکرورتی بکرمادیتہ تھا۔

ملیچھوں کے نشٹ کرنے کے واسطے گویا اوتار دھارن کرکے جس نے شروع میں شکوں کو ناش کر کے پرتھوی پر جو حقا کار راجاؤں کے سبب خراج کا بوجھ ہوتا ہے اسے ہلکا کیا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ کشمیر کی ریاست پر بکرمادیتہ نے اپنے شری آنکاکت ماترگپت کو گدی نشین کیا

پستکوں کی بابت تحقیقات

ویدوں کی بابت

وید چار ہیں جیسے رگ۔ یجر۔ سام اور اتھرو کہتے ہیں جیسے بیج۔ درخت۔ پھول اور پھل یا کرم۔ اپاسنا گیان۔ وگیان۔ بیج اور گیان کی چار منزلیں ہیں۔ جیسے شریعت۔ طریقت۔ حقیقت اور معرفت یا برہمچریہ۔ گرہست۔ بان پرست اور سنیاس۔ انسانیت کے مدارج کی چار حدیں ہیں۔ اسی طرح وید چار ہیں بلحاظ گیان کے تو وید ایک ہے۔ یعنی چاروں کا نام صرف وید ہے مگر بہ اہتمام مراتب کی ترتیب کے خیال سے ایک وید کے چار بھاگ ہیں وید دنیا میں سب سے پرانی کتاب ہے کیا بلحاظ گیان اور کیا بلحاظ تحریر۔ ویدوں سے پرانی کتاب دنیا میں نہیں اور یہی وید آریوں کی مذہبی کتابوں میں اور یہی مذہب (دھرم) دنیا کے تمام مذاہب سے قایم اور معقول ہے۔ سب میں سے اس مذہب کو خاص محبت ہے بالاتفاق تمام مورخوں کا بیان ہے کہ آریہ لوگ قدیم سے فلاسفی کے شوقین رہے ہیں۔ اور طبعیات فلاسفی اور الہیات کے استاد اول یہی ہیں۔

وید میں ایشور کی توحید کی بابت نہایت ہی اعلٰے بیان ہے۔ بت پرستی یا مخلوق پرستی۔ یا عناصر پرستی کا مطلق اس میں ذکر نہیں۔ مگر یہ میں اعلٰے درجہ کے اخلاق کی ہدایت ہے۔ وید کی ہدایت سب دنیا کے واسطے مساوی اثر رکھتی ہے اوتار یا دیوتا کے پوجنے کا وید میں کوئی اشارہ نہیں۔ رام۔ کرشن۔ باون۔ پرسرام۔ ویاس۔ نرسنگھ یا کسی اور اوتار یا دیوتا کی پرستش کی کوئی کہانی وید میں نہیں پائی جاتی۔ ہمہ اوست یعنی نوین ویدانت یا جیو برہم کی ایکتا کا مسئلہ بھی وید کے مخالف ہے ستی ہونے کے بھی وہ مخالف ہیں۔ مانس۔ شراب وبیچار اور قمار بازی کو ویدوں نے ایک بیبا گناہ تبلایا ہے سوام مارگ بھی وید میت ورتیدھ ہیں۔ برہما۔ وشنو اور مہادیو کو وید نے تین دیوتا نہیں تسلیم کیا۔ بلکہ صاف لکھا ہے کہ یہ تینوں ایک پرماتما کے بلحاظ گن کے تین نام ہیں۔ برہم یعنی سب سے بڑا۔ وشنو یعنی سرو ویاپک

مہادیو یعنی سب کا مالک ایسے ہی پرماتما کے اور ہزاروں نام ہیں ۔

آریہ لوگ ۔ ویدوں کو الہامی یا ایشوری گیان مانتے ہیں ۔ جو انسانی سرشٹی کے آغاز میں چار رشیوں (اگنی ۔ وایو ۔ آدتیہ ۔ انگرا) کے دلوں میں الہام دیا گیا ۔ بیاس ۔ جیمنی گوتم ۔ کناد ۔ پاتنجل ۔ کپل جیسے بڑے مشہور فلاسفروں نے جو چھ مختلف وقتوں میں ظہور پذیر ہوئے ویدوں کو الہامی مانا ہے ۔ اور اس پر بڑی مدلل بحث کی ہے ۔ منو ۔ پاتنجل شنکر سوامی ۔ کرشن ۔ رام ۔ بالمیک وغیرہ تمامی رشی منیوں نے ویدوں کو الہامی مانا ہے وید خود بھی الہام کے مدعی ہیں ۔ اُپ نشدوں کے گمنامی مصنفوں نے بھی ویدوں کو ایشوری ودیا مانا ہے

یعنی سب سے بڑا مالک کل جو پرماتما ہے

اُسی سے چاروں ویدوں کا الہام ہوا ۔ اور چاروں ویدوں کا اصلی مطلب برہم کی پراپتی ہے +

مؤرخ مارشمین صاحب فرماتے ہیں " ویدوں کا خاص مسئلہ خدا کی وحدانیت ہے اور عناصر اور مجموعے دیوتاؤں کو صرف بطور استعارہ کے خدا کی قدرت کے ظہور کے واسطے ملایا ہے ۔ تو سچ ہے کہ دیوتاؤں کے نام اس میں ہیں ۔ لیکن کسی دیوتا کو صفات نہیں دی گئی ۔ اور کبھی یہ بھی نہیں کہا گیا کہ اُس کی تم پوجا کرو ۔ کرشن اور شیو کی کہانیوں کا اُس میں کہیں پتہ نہیں لگتا ہے ۔ درحقیقت اُس شروع زمانہ میں نہ کوئی مورتی معلوم ہوتی ہے اور نہ کوئی ایسی چیز یا مندر ہے جس سے وہ پوجا کریں (یعنی مورتی پوجا کسی طرح کی بھی بالکل نہیں تھی) اگرچہ یہ کہا جاتا ہے کہ ہندو اپنی رسومات اور اطوار کو بہت کم بدلتے ہیں تو بھی بڑی تعجب کی بات ہے کہ اس ملک میں جو ویدوں کو بڑی عزت سے مذہب کا چشمہ مانتے ہیں ۔ اُن کی بھی بدرسمیں اس قدر دور ہو گئی ہیں ۔ کہ اگر کوئی ویدوکت طریقہ سے بھگتی کرنا چاہے تو وہ آج کل کے لوگوں کے مطابق ایک کافر خیال کیا جاویگا (ہسٹری مارشمین حصہ ا صفحہ ۔ ۱۸۶۳ء)

محقق کولبروک صاحب فرماتے ہیں ۔ اُن شجاع اور دلاور لوگوں میں سے جن کا ویدوں میں ذکر نہیں مگر آج کل کے ہندوؤں کے دیوتاؤں میں بڑا رتبہ حاصل ہے شیو ۔ راما اور کرشنا وغیرہ کسی کو مطلق دیوتا (وید میں) بیان نہیں کیا گیا ۔ بلکہ اُن دیوتاؤں کا بھی جن کے یہ اوتار ہیں کہیں ذکر نہیں پایا جاتا ہے (کتاب تحقیقات حالات ایشیا جلد ۸ صفحہ ۴۹۳)

پروفیسر ولسن صاحب فرماتے ہیں ۔ ویدوں سے بتوں کا رواج اور پرستش کی بیرونی تدبیر آئین اور عبادات کا ثابت نہیں ہوتا ہے (دیکھو ان کا لیکچر مطبوعہ آکسفورڈ صفحہ ۱۰)

اسی طرح آنریبل الفنسٹن صاحب فرماتے ہیں اور مولوی ذکاء اللہ صاحب نے بھی اپنی اپنی تواریخوں میں اس کا ذکر کیا ہے ۔ اور تمام برائیاں جن کی اس وقت آریہ سماج تردید کرتا ہے وہ سب کے سامنے محقق بیان کر چکے ہیں کہ وید میں ہرگز نہیں چاروں وید چھندوں میں ہیں جو نہایت موثر طور پر گائے جا سکتے ہیں وید کی سنسکرت نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے کسی رشی کی تصنیف اُن کا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتی ہے ۔ سام وید خاص کر راگ ودیا کی کان ہے ۔ ویدوں میں مختلف علوم و فنون کا بھی ذکر ہے ۔ اصول کے بیان ہے تمام فاضل رشی تمام علوم کا منبع وید کو مانتے ہیں ویدوں کی تقسیم بلحاظ منڈلوں یا ادھیاؤں کانڈوں کی اس طرح پر ہے +

رگ وید

نمبر شمار منڈل		انوواک	سکت	منتر
۱		۲۴	۱۹۱	۱۹۶۶
۲		۴	۴۳	۴۲۹
۳		۵	۶۲	۶۱۷
۴		۹	۵۸	۵۸۹
۵		۶	۸۷	۷۲۶
۶		۶	۵	۷۶۵
۷		۶	۱۰۴	۸۴۱
۸		۱۰	۱۰۳	۱۷۲۳
۹		۷	۱۱۴	۱۱۰۸
۱۰		۸۵	۱۰۱	۱۰۵۱۱

دوسری تقسیم

نمبر اشٹک	ادھیا	ورگ	منتر
۱	۸	۲۶۵	۱۳۰۵
۲	۸	۲۲۱	۱۱۷۲
۳	۸	۲۲۵	۱۲۰۵
۴		۲۵	۱۲۸۸
۵	۸	۲۳۸	۱۲۶۳
۶	۸	۳۳۱	۱۷۴۴
۷	۸	۲۴۸	۱۲۵۶
۸	۸	۲۴۶	۱۲۸۱
میزان کل ۸۰	۶۴	۲۰۲۴	۱۰۵۱۸

رگ وید میں کل دس منڈل ۔ آٹھ اشٹک ۔ چونسٹھ ادھیائے ۔ پچاسی انوواک ایک ہزار اٹھائیس سوکت ۔ دو ہزار چوبیس ورگ ۔ دس ہزار پانچ سو ۱۱ منتر ایک لاکھ تریپن ہزار سات سو بانوے شبد اور چار لاکھ بتیس ہزار اکشر ہیں ۔

اس کے علاوہ رگ وید میں چھندوں کی تقسیم حسب ذیل ہے

نمبر	چھند	منتر	نمبر	چھند	منتر
۱	تریس ٹپ	۴۳۰۳	۱۲	شنک دری	۲۶
۲	گاسری	۲۵۰۱	۱۳	اتی جگتی	۱۷
۳	جگتی	۱۳۶۳	۱۴	دویدا	۱۷
۴	انس ٹپ	۸۵۵	۱۵	ازدبقت	۸
۵	اُشنک	۳۴۱	۱۶	اتی شنک دری	۸
۶	پنگتی	۳۱۲	۱۷	ایک پدا	۶
۷	مہاد بار ہت	۲۵۱	۱۸	اشٹی	۶
۸	پرگا تھند مارن	۱۹۴	۱۹	دھرتی	۲
۹	برہتی	۱۸۱	۲۰	اتی دھرتی	۲
۱۰	اتی اسٹی	۸۴	میزان کل قسم چھند		۲۰
۱۱	کاکوبھا	۵۵	میزان کل منتر		۱۰۵۲۳

نوٹ۔ یہ چھندوں کی گنتی ابھی غور طلب ہے۔ تاریخ دنیا نمبر ۳ میں ہم اس کی بابت کافی ثبوت عرض کریں گے +

یجروید

ادھیا	منتر	ادھیاء	منتر	ادھیاء	منتر	ادھیاء	منتر
۱	۳۱	۱۱	۸۳	۲۱	۶۱	۳۱	۲۲
۲	۳۴	۱۲	۱۱۷	۲۲	۳۴	۳۲	۱۴
۳	۶۳	۱۳	۵۸	۲۳	۶۵	۳۳	۹۷
۴	۳۷	۱۴	۳۱	۲۴	۴۰	۳۴	۵۸
۵	۴۳	۱۵	۶۵	۲۵	۴۷	۳۵	۲۲
۶	۳۷	۱۶	۶۶	۲۶	۲۶	۳۶	۲۴
۷	۴۸	۱۷	۹۹	۲۷	۴۵	۳۷	۲۱
۸	۶۳	۱۸	۷۷	۲۸	۴۶	۳۸	۲۸
۹	۴۰	۱۹	۹۵	۲۹	۶۰	۳۹	۱۳
۱۰	۳۴	۲۰	۹۰	۳۰	۲۲	۴۰	۱۷
میزان	۴۳۰	میزان	۷۸۱	میزان	۴۴۶	میزان	۳۱۸

یجروید میں کل ادھیائے چالیس۔ کانڈ ۱۴۔ منتر ۱۹۷۵ جن میں ۹۰۵۲۵ شبد ۳۰۱۲ گونگ ہیں۔

सन्मूलोयजुराख्यवेदविटपीजी यात्समाध्यान्दिनिः
शाखा पत्र युगेदकाण्ड१४ सहिता पत्राप्ति स संहि
ता। यत्राध्या ४०ल ताविभान्ति शरशीला ङ्के ङ्ग
१९७५
ऋग्दलैपञ्चा द्वीषुनभो ङ्क वर्णा मध्युपैरवा ऽन्य
कं गुङ्गम्बिते:१२३० ॥

سام وید

پورب آرچک

ادھیا	سام	منتر	ادھیا	سام	منتر
۱	۱۲	۱۱۴	۵	۱۱	۱۱۹
۲	۱۲	۱۱۸	۶	۵	۵۵
۳	۱۲	۱۱۹	میزان کل ۶	۶۴	۶۴۰
۴	۱۲	۱۱۵			

سام وید

اُتّر آرچک

ادھیا	سام	منتر	ادھیا	سام	منتر
۱	۱	۱۰	میزان ۲۳	۲۳	۴۲۴
۲۲	۲۲	۴۱۴			

میزان کل ۲۹ ادھیاء ۸۷ سام۔ منتر ۱۰۶۴۔

पूर्वोत्तरौ विभजन्ते ऽखिलसामभागौ सामानि यच्च न
गनाग ८७ मितानि सन्ति । अध्यायकाववकरा २९
अनुसागायकास्ते गायन्ति वेदरस यङ्क १०६४ मिता
असमनताव ॥

ترجمہ سام وید کے پورب آرچک اور اُتّر آرچک کر کے اول دو بھاگ ہیں جن میں [illegible]
ہیں اور جس میں ۲۹ ادھیاء ہیں اور منتر ۱۰۶۴ ہیں۔

اتھروید کے منتروں کی فہرست

نمبر کانڈ	پرپاٹھک	انوواک	ورگ	منتر
۱	۲	۶	۳۵	۱۵۳
۲	۲	۶	۳۶	۲۰۷
۳	۲	۶	۳۱	۲۳۱
۴	۳	۸	۴۰	۳۲۲
۵	۲	۶	۳۱	۳۷۶
۶	۳	۱۳	۱۴۲	۴۵۴
۷	۲	۱۰	۱۱۸	۲۸۶
۸	۲	۵	۱۰	۲۵۹
۹	۲	۵	۶	۳۰۳
۱۰	۲	۵	۱۰	۳۵۰
۱۱	۲	۵	۱۰	۳۱۳
۱۲	۲	۵	۵	۳۰۴
۱۳	۱	۴	۴	۱۸۸
۱۴	۱	۲	۲	۱۳۹
۱۵	۱	۲	۱۸	۱۴۱
۱۶	۱	۲	۹	۹۳
۱۷	۱	۱	۱	۳۰
۱۸	۲	۴	۴	۲۸۳
۱۹	۰	۷	۷۲	۴۵۶
۲۰	۰	۹	۱۴۳	۹۶۰
میزان کل ۲۰	۳۴	۱۱۱	۷۳۱	۵۸۴۷

अथनख२०मितकाण्डे राजते वेसंदयुगगुणा ४३
वितताः आप्राडकाश्चानुवाकाः ॥ अथनि विधुधर
णायोपी ११ भूगुणागास्त ७३१ व गौनगयुग वसुवा
णा ५८४७ स्तन्त्र मन्त्रानमन्त्रते ॥

ترجمہ اتھروید کے بیس کانڈ یعنی ستون چونتیس پرپاٹھک یعنی فاصل ہیں۔
ایک سو گیارہ انوواک یعنی دھارائیں سات سو اکتیس ورگ یعنی حصوں میں [illegible]
منتروں کا جمع کرتے ہیں۔

کل چاروں ویدوں کے منتروں کا مجموعہ

رگوید جو اگنی رشی پر الہام ہوا۔ اس کے ۱۰۵۱۸ منتر ہیں۔

یجر وید جو وایورشی پر الہام ہوا اس کے	۱۹۷۵	منتر ہیں۔
سام وید جو آدیتہ رشی پر الہام ہوا اس کے	۱۰۶۴	منتر ہیں۔
اتھروید جو انگرہ رشی پر الہام ہوا اس کے	۵۸۴۷	منتر ہیں۔
میزان کل	۱۹۴۰۴	

وید صرف منتر سنگھتا کا نام ہے اور کسی گرنتھ کا نام نہیں سنسکرت میں وید کے مترادف یہ الفاظ ہیں شرتی۔ منتر۔ ایشوری گیان۔ چھند۔ رچا۔ نگم۔ یجو۔ سام۔ اتھرو۔ برہم۔ آگم۔ آمنائے۔ ترے ودیا۔ شاستر*

ویدوں کو شروع دنیا سے آریہ لوگ کنٹھستھ یعنی حفظ یاد رکھتے رہے اور ایسے حفاظ وید کو سنسکرت میں شروتری۔ وید پاٹھی کہتے ہیں۔ ہر زمانہ میں ایسے لوگ لاکھوں ہوتے ہیں اور ہوتے رہینگے۔ اسی لحاظ سے وید ہر قسم کے تغیر و تبدل و تحریف سے محفوظ ہیں۔ جیسے آدک زمانوں میں ایسے لوگوں کی بڑی عزت و توقیر ہوتی ہے اور انکی آجیوکا کے واسطے سناتن سے دکشنا کا مبارک قاعدہ جاری ہے۔ سولہ سنسکار جو ہر ایک آریہ ودیج کو خصوصاً اور بعضے شودر تک کو بھی عموماً کرنے پڑتے ہیں ان میں ایسے پودوان حافظان وید کی نہایت ضرورت ہوتی ہے۔ گر بھادان سے مرتک تک ہنوز سولہ سنسکار ودھی نام مشہور پستک میں مندرج ہیں جس پر ودوان لوگ خصوصاً عمل درآمد کرتے ہیں*

آریہ ورت میں لکھنا کب چلا

یہ ایک علمی اور تاریخی سوال ہے اور جہاں تک ہمیں معلوم ہوا اس سوال کے کرنیوالے پروفیسر میکس مولر صاحب ہیں وہ ایشیاٹک ریسرچیز میں فرماتے ہیں "ویدک زمانہ میں کوئی لکھنا نہیں جانتا تھا۔ بلکہ پانتی کے زمانہ میں بھی لوگ اس ودیا سے محروم تھے"۔ انہوں نے اس زمانہ یعنی ویدک سمے کو چار حصوں پر تقسیم کیا ہے* -

(اول) ویدوں کی رچاؤں کے رچنے کا زمانہ یعنی چھند ویگ

(دوم) رچاؤں کے باقاعدہ منتر سوروپ میں ظاہر ہونے کا زمانہ یعنی منتر یگ

(سوم) برہمنوں کا یعنی ویدکی ٹیکا روپ برہمن گرنتھ رچنے کا زمانہ یعنی براہمن یگ۔

(چہارم) کاتیاین وغیرہ رشیوں کے سوتر رچنے کا زمانہ یعنی سوتر یگ۔ پھر وہ فرماتے ہیں پرانی بائیبل کی تصنیف کے وقت یہودیوں میں لکھنے کا علم رائج تھا"۔

اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ پروفیسر صاحب موصوف کا فرمانا کہاں تک صحیح ہے اور انکی تحقیقات کہاں تک حق پر ہے۔

واضح ہو کہ پانتی کا زمانہ صحیح سے ۵۰۰ سال پہلے پروفیسر صاحب مانتے ہیں مگر ایسا نہیں ہے بلکہ اس سے بہت پہلے ہے کیونکہ پانتی نے اشٹا دھیائی بنائی جس پر پتنجلی نے مہابھاشیہ تصنیف کیا اور رانسی مہاتما نے یوگ شاستر بنایا جس پر ویاس جی نے یوگ بھاشیہ لکھا۔ پس پانتی ضرور ویاس سے بہت پہلے ہوئے۔

ہم نے صحیح اور مفصل تحقیقات سے تاریخ دنیا جلد اول اور صدق الاصول و تعلیم آریہ سماج نمبر ایک میں اس کو ثابت کر دیا ہے۔ کہ پانتی اور پتنجلی ویاس جی سے بہت پہلے ہوئے اور ویاس جی یدھشٹر کے ہمعصر تھے۔ جنہوں نے ویدانت شاستر اور بھارت بنایا۔ جس کو آجتک ۵۰۰۰ سال ہوتے ہیں۔ ویاس جی کے وقت لکھنے کے طریق سے لوگ واقف تھے۔ اسکا عام رواج تھا۔ پاٹھ شالائیں جاری تھیں شاہی درباروں میں عرائض اور احکام لکھے جاتے تھے۔ بادشاہوں کے نام باہمی تعلقات قایم رکھنے اور محبت بڑھانیکے واسطے خطوط و مراسلات کا رواج تھا۔ کتبہ وغیرہ کھدائے جاتے تھے۔ جب ان سب باتوں کے ثبوت ملتے ہیں تو کون کہہ سکتا ہے کہ لکھت ودیا یا لکھنا لوگ نہیں جانتے تھے۔ مہابھارت کے شروع میں ہی لکھا ہے۔ کہ جب ویاس جی بھارت تصنیف کرنے لگے تو انہوں نے ایک خوشخط اور صحیح جلد لکھنے والے کی تلاش کی۔ چنانچہ گنیش نامی ایک برہمن ملا۔ جو اس صفت سے موصوف تھا۔ ویاس جی شلوک فرماتے جاتے تھے اور وہ لکھتا جاتا تھا۔ چنانچہ وہ اصل شلوک یہ ہیں۔

काव्यस्यलेखनार्थाय गणेशः स्मर्यतां मुने ।
एवमाभाष्य तं ब्रह्मा जगाम स्वं निवेशनम् ॥ ७४ ॥
ततः स स्मार हेरम्बं व्यासः सत्यवतीसुतः ।
स्मृतमात्रो गणेशानो भक्तचिन्तितपूरकः ॥ ७५ ॥
तत्राजगाम विघ्नेशो वेदव्यासो यतः स्थितः ।
पूजितश्चोपविष्टश्च व्यासेनोक्तस्तदानघ ॥ ७६ ॥
लेखको भारतस्यास्य भव त्वं गणनायक ।
मयैव प्रोच्यमानस्य मनसा कल्पितस्य च ॥ ७७ ॥
श्रुत्वैतत्प्राह विघ्नेशो यदि मे लेखनी क्षणम् ।
लिखतो नावतिष्ठेत तदा स्यां लेखको ह्यहम् ॥ ७८ ॥
व्यासोऽप्युवाच तं देवमबुद्ध्वा मा लिख क्वचित् ।
ओमित्युक्त्वा गणेशोऽपि बभूव किल लेखकः ॥
७९ ॥ ग्रन्थग्रन्थिं तदा चक्रे मुनिर्गूढं कुतूहलात् यस्मिन् प्रतिज्ञया प्राह मुनिर्द्वैपायनस्त्विदम् ॥
८ ॥ आदिपर्व अध्याय १ ॥

اس کے سوا بھارت میں اور بھی صدہا مقام پر لکھت ودیا کا پریوگ ہوتا ہے۔ پس صاف ثابت ہے کہ ویاس جی کے وقت لوگ لکھنا جانتے تھے اور اسکا عام پرچار تھا کاتیاین مہاتما کے سمے میں بھی لکھنے کا رواج تھا چنانچہ وہ فرماتے ہیں*

यत्र पवत्वम पत्रो लेखकः सहस्राद्विभिः

ترجمہ جہاں لکھنے والا مع گواہوں کے مر گیا ہو۔

پانتی جی مہاراج اپنے دھاتو پاٹھ میں صاف طور پر فرماتے ہیں۔

लिख अक्षर विन्यासे ॥ लिप उपदेहे ॥
कृते ग्रन्थे ॥ अष्टाध्यायी अ० ४ पाद ३ सू २१६

اسی طرح اشٹادھیائی ۳ پاد ۳ سوتر ۵۰ میں یونانیوں کے اکھشروں اور لکھنے کا بیان کیا ہے لیکن میکس مولر صاحب کو جب ۴۔ ادھیائے ۴ پاد ۳ سوتر ۱۱۶ کے رو سے صاف نتیجہ ہو گیا کہ پانتی کے زمانہ میں لکھنے کا علم سدھ ہوتا ہے تو کیسی کمزور دلیل دیتے ہیں کہ یہ سوتر ہی پانتی کا نہیں ہے مگر ان کو یہ معلوم نہیں کہ اس سے انکار کرنا گویا پانتی اور پتنجلی کے وجود سے انکار کرنا ہے وجہ یہ کہ پتنجلی مہاراج نے اپنے بھاشیہ میں اس سوتر پر وارتک اور بھاشیہ لکھا ہے۔ پھر سلسلہ تواتر میں جتنے آج تک ویاکرن سمبدھی لکھنے والے ہوئے ہیں سب نے یہ سوتر تسلیم کیا ہے۔ اس کے نہ ہونے سے اس کا آگے کا سمبندھ بھی ٹوٹ جاتا ہے اور جب سوائے میکس میولر صاحب کے اور سب کا اتفاق ہے تو ہم ان کی رائے کی کوئی وقعت نہیں مان سکتے اور پھر پتنجلی کے مقابلہ میں؟

پانتی ویاکرن میں ایک اور بھی سوتر ہے प्रासन्नकर्षस्य ह्निः
جس کا ارتھ یہ ہے کہ پچھلے پرکار دونوں یعنی اکھشروں کی سمیپتا۔ یعنی نزدیکی یا ملاپ

جس میں جو اس کو سنگتا کہتے ہیں اور جب تک ورن یعنی حروف لکھے نہ جاویں۔ وہ
نہ تو ملتے اور سنگتی کہا سکتے ہیں۔

न धातुलोप आर्धधातुके ॥ अ० अ० १ पा० १ सू० ४
अदर्शनं लोपः अ० अ० १ पा० १ सू० ६०
सिद्धश्लोऽग्न्यात्ले मे हुला थे ॥

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ لوپ ہونا نظر نہ آنے کا نام ہے کہ رد سے جانے کا۔ اور
دونوں کا ورن نام بھی اسی واسطے ہے کہ وہ نظر آتے ہیں اور گرنتھ کے خاتمہ رسید شد
ایسا لکھو کیونکہ یہ مشکل ہے۔

منوسمرتی میں لکھا ہے

बलाद्दत्तं बलाद्भुक्तं बलाद्यच्चापि लेखनम् । सर्वान्बलकृतानर्थानकृतान्मनुरब्रवीत् ॥ म० अ० ८ श्लो० १६८

ترجمہ جبراً دیا گیا جبراً کھلایا گیا اور جبراً لکھایا گیا ہو تو ایسے سب جبراً کئے ہوئے
کام عملدرآمد کے لائق نہیں۔ اس کے لفظ लेखनम् [illegible]
فرماتے ہیں۔

پھر لکھا ہے

वल्लेरिवतचक हरि पत्रादिषु हे
अज्ञेभ्यो ग्रन्थिनः श्रेष्ठा ग्रन्थिभ्यो धारिणो वराः । धारिभ्यो ज्ञानिनः श्रेष्ठा ज्ञानिभ्यो व्यवसायिनः ॥ म० अ० १२ श्लो० १०३

ترجمہ۔ جاہل سے کتابوں کا رٹنے والا اچھا ہے اور اس سے تعلیم پانے والا
اچھا ہے اور اس سے تعلیم پا کر سمجھنے والا سریشٹ ہے اور سمجھ بوجھ والے سے نہ بھولنے والا
افضل ہے۔ کلوک نے بھی ایسا ہی لکھا ہے اور دھاتمار سبھتی جی نے لکھنے کا علم ایجاد
ہونے کا سبب یہی بتلایا ہے

षाण्मासिके तु समये भ्रान्तिः संजायते यतः । धात्राक्षराणि सृष्टानि पत्रारूढान्यतः पुरा ॥

ترجمہ چھ مہینے میں ہی پہلی باتیں بخوبی یاد نہیں رہتی ہیں اس کا خیال کر کے برہما
نے درختوں پر حروف لکھنے کے طریقہ کو ایجاد کیا
بالمیکی رامائن میں بھی لکھنے کا ذکر موجود ہے۔

ये लिखन्तीह च नरास्ते यान्ति शिवपदम् ।
रा० यु० सं० १३० श्लो० १२०

یعنی جو اس کو پڑھتا ہے اور جو سنتا ہے اور جو لکھتا ہے ان سب کی اچھی گتی ہوتی ہے
یعنی عمدہ نصیحتوں اور اتہاسوں کے سننے سے ان کا چال چلن ٹھیک ہو جاتا ہے اور چال
چلن کے سدھارنے سے پرماتما اچھا پھل دیتا ہے۔ مہاتما یاگولک کے گرنتھ میں لکھنے کا ذکر ہے

प्रमाणं लिखितं भुक्तिः साक्षिणश्चेति कीर्तितम् । एषामन्यतमाभावे दिव्यान्यतममुच्यते ॥ या० व्य० २

ترجمہ لکھت۔ بھوگ۔ ساکشی یہ تین پرمان ہیں ان تینوں میں سے اگر ایک کا بھی ابھاو ہو
تو قسم کھانا بھی پرمان ہے۔ بدھ کے زمانہ میں بھی لوگ لکھنا جانتے تھے چنانچہ للت وستر میں لکھا
ہے کہ بدھ دیو نے چندن کی قلم سے آچاریہ کے اپدیش کے مطابق۔۔۔ آکھشر (حروف) تہجی (ورن مالا)
لکھنا شروع کیا تھا۔

فاضل پنڈت شام جی کرشن ورما ایم اے بیرسٹر ایٹ لا نے بھی ایک فاضلانہ لیکچر اسی مضمون
پر ولایت میں دیا تھا جو ۱۸۸۰ء میں بمقام لیڈن طبع ہوا اور ہر طرح قابل دید ہے اس میں وید
کے بھی کئی پرمان پیش کئے گئے ہیں کہ جن میں لکھنے کی ہدایت ہے۔

رق ع جلد رقیق کہ کتب بر آن نویسند (قاموس) رق بالفتح پوست آہو کہ بر وے نویسند (از منتخب
وغیاث)

ورق ع بفتحتین برگ درخت و کاغذ برید۔ (از غیاث)

وراق ع۔ سبزی زمین کی بسبب گھاس اور نباتات کے (از کریم اللغات)

قرطاس و کاغذ بھی اسی معنی میں آئے ہیں۔ اعمالی میں کاغذ اور ورق کو پاتری کہتے
ہیں اور درخت کے پتے کو بھی پاتری کہتے ہیں۔

ولایتی نوٹوں کا کاغذ بھی بڑا ہی مضبوط ہوتا ہے یہ تازی ردی اور تیسی (السی) کی
چھال سے بنتا ہے۔ یدی اس کے پورے تختہ کو تان کر کوئی آدمی کتنے سمیت اس پر
بیٹھ جائے تو بھی نہ پھٹے (از ہندوستانی ۷ ستمبر ۱۹۱۲ء)

سفید کپڑے پر موم روغن سرخ یا کسی اور رنگ کا چڑھا کر پیپرس نے رسالہ میں کتابیں
لکھی جاتی تھیں ہونے کے واسطے ابھی تک بیکانیر کے پترے اسی پر لکھے جاتے ہیں۔
فل یمر کتا ہیں۔ برٹش میوزیم انگلستان کے کتب خانہ میں اس وقت انبسٹوں
کچریلوں۔ کچھوے کی کھال۔ ہڈیوں۔ چپٹے پتھروں۔ درختوں کی چھال۔ پتوں۔ ہاتھی
دانت۔ چمڑے۔ تیلی۔ بھوج پتر۔ جست۔ لوہے۔ تانبے کے پتروں اور لکڑی کے تختوں
پر لکھے ہوئے موجود ہیں۔ یہاں تک نسخہ بائبل کے ماربل کے پتوں پر لکھے ہوئے موجود
ہیں (پیسہ اخبار یکم جون ۱۹۱۲ء)

قدیم زمانہ میں مصریوں نے کتابت کے واسطے پیپرس کا کاغذ ایجاد کیا تھا۔ اصل میں اس
کاغذ کو جو ایک درخت کے پتوں سے بنایا جاتا تھا۔ پاپرس کہتے تھے۔ وہیں سے اہل یونان
نے پیپروس کہنا شروع کیا۔

عربی زبان میں اسے گوعی کہتے تھے۔ شاید یہ لفظ قبطی زبان سے لیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ
لوگ کتاب کی جلد کو کرم کہتے ہیں اور عربی جدید میں اس کا نام بردی ہے۔ پہلے تمام
ممالک میں اسی کاغذ پر کتابیں لکھی جاتی تھیں۔ مگر جب یومینوس دوسرے مصر کے
بادشاہ نے پیپرس کا کاغذ غیر ملک کو جانا بند کر دیا۔ تب شہر پرگموس متعلق ایشیائے کوچک
میں چمڑے کا کاغذ بنانا شروع ہوا اور اسی شہر کے نام سے معروف ہوا۔

اسی پرگموس کو بگاڑ کر انگریزی میں پارچمنٹ کہتے ہیں۔ سنہ عیسوی سے ایک صدی
پیشتر اس چمڑے کے کاغذ کا خوب رواج ہو گیا تھا۔

ہیروڈوٹس نے اپنے زمانہ میں چمڑے کے کاغذ کی کتابوں کا ذکر کیا ہے یہ مورخ تو حضرت
عیسیٰ سے پانچ سو برس پیشتر ہوا ہے مگر پلینی نے اس کے ایجاد کی تاریخ ۱۹۱ سال قبل مسیح
لکھی ہے۔ (صفحہ ۱۹۳ تہذیب جلد ۸ نمبر ۴ ۱۲۹۲ھ)

علم تحریر کے لحاظ سے بھی وید سب سے پرانی کتاب ہے۔ جن دنوں کہ یونان۔ ایران۔
عرب۔ روم۔ مصر۔ چین۔ ملک سارا یورپ اور امریکہ کو الف عالم سے بالکل ناواقف اور
محض جاہل تھا۔ ان دنوں آفتاب علم یہاں اپنا جلوہ نورانی دکھلا رہا تھا گویا نصف النہار
پر تھا عبرانیوں میں کوئی کتاب بائیبل سے قدیم نہیں ہے مگر وہ موسےٰ اور یسوع کے
زمانہ میں لکھی گئی۔ یعنی مسیح سے ۱۴۰۰ برس یا ایک ہزار برس پہلے۔ مگر اس وقت پوری
بائیبل نہیں بلکہ صرف دس احکام بموجب قول خود بائیبل کے کوہ طور پر لکھے گئے۔ قلم یا
برے سے نہیں اور نہ سیاہی سے محض خدا کی انگلیوں سے پتھر کی تختیوں پر۔ جن کو ایک بار
موسےٰ نے بھی توڑ دیا۔ دوبارہ خدا نے پھر اپنی انگلیوں سے اسی طرح پتھر کی لوحوں پر
لکھا۔ اس کے بعد ہرن یا بکری کے چمڑوں پر لکھنے کا ذکر کہیں کہیں پایا جاتا ہے۔ مگر کاغذ
کا کہیں ذکر نہیں۔ دانیل نبی کی کتاب جو مسیح سے ۶۰۰ برس پہلے لکھی گئی۔ اس میں بھی
لکھنے کا ذکر پایا جاتا ہے۔ غالباً وہی چمڑے یا دیوار پر۔

انجیل میں بھی لکھنے کا ذکر ملتا ہے مگر کسی خاص قسم کے کاغذ کا ذکر نہیں پایا جاتا۔

غالباً انہی چمڑے وغیرہ پر (دیکھو مرقس کی انجیل کا کاغذ اور یوحنا کی انجیل کا ۱۲) عبرانی یونانی و مصری پیپرس درخت کی چھال پر لکھا کرتے تھے پھر اسی درخت کے پتوں اور چھال سے کاغذ بنا جس کو اب تک اسی کے نام سے پیپرس کہتے ہیں۔ مصر کے میناروں پر بھی پرانے حروف میں کچھ لکھا ہوا ہے اور یہ تو ثابت ہو چکا ہے کہ یہ مینار بن مسیح کے سمت سے چار یا چھ ہزار برس بھی پہلے کی ہیں +

کرنل الکاٹ صاحب نے اپنے مشہور لیکچر دن مل راصح دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ مصر کے آباد کرنیوالے لوگ آریہ ورت سے جا کر وہاں آباد ہوئے تھے۔

انگریزی میں پیپر۔ پارچ منٹ۔ شیٹ۔ بورڈ۔ بک۔ لیٹر۔ رائٹ۔ پین۔ اینک نام ان معنوں میں آئے ہیں۔ مگر ان سب کے معنے وہی درختوں کی چھال۔ ہرنوں کی چھال۔ لکڑی کے تختے ہیں۔ چنانچہ ہر ایک کی بابت ہم مفصل تحقیقات کر کے نذر ناظرین کرتے ہیں

پیپر۔ فرنچ پیپر انگلو زبان میں پپے پیرو۔ لاطینی میں پپے پیرس برابر ہے۔ یونانی کے پپے پروس کے معنی ایک مصری درخت جس کے چھلکے سے ایک قسم کے لکھنے کا کاغذ بنایا جاتا تھا۔ ہندی میں پیرا کے معنے ہو گئے ہیں ایک شی جو بار یک تختوں بن بنی ہے جس پر حروف اور مدد لکھے جاتے ہیں یا چھاپے جاتے ہیں۔ پیپر کا ٹکڑا بھی پیپر کہلاتا ہے کوئی تختہ چھپا ہوا یا لکھا ہوا۔ کوئی لکھی ہوئی چیز۔ کمروں کی دیواروں کو ڈھانکنے کی چیز یعنی پیپر۔ بلکتا۔ شٹر کا ارڈ ڈکشنری بنسف چال آگل دی۔ ایل۔ ایل ڈی صفحہ ۴۹۳ (مطبوعہ لنڈن)

پارچ منٹ یہ لاطینی لفظ پر کے مساجد کر پرگمیس مقام ترِدم کے نام سے کہا جاتا ہے کہ وہاں پر اس کی ایجاد ہوئی۔ بھیڑی یا بکری کا چمڑا وساف کیا ہوا۔ طیار کیا ہوا اور لکھنے کے قابل کیا ہوا (صفحہ ۴۹۵)

پارچ بالکل خشک کر دینا۔ جلا دینا۔ سکڑ جانا پورا خشک ہو جانا۔ اس کا مادہ سنسکرت لفظ پری شُشک سے نکلا ہے جس کے معنی بہت خشک پری کے معنے گرد کے ہیں لیکن اس کے ساتھ عبارت میں بہت کے معنی آتا ہے اور شُشک ہی لفظ ہے جو کہ لاطینی میں شِشک ہے جس کے معنے بھی خشک ہیں اور اس کا مادہ بھی سُس ہے جس کے معنے خشک ہونا (صفحہ ۴۱۴)

شیٹ یہ پہلے سکسن زبان میں سیٹ سے نکلا ہے جس کے معنے ڈھکنے کے ہیں پھر یہ سایٹ ہو گیا۔ سویڈن والوں نے اس کو اسکوٹ کر لیا اور ڈینش لوگوں نے اس کو اسکیاڈ بنایا ہے۔ اور آئیس لینڈ والوں نے اسکات بنا لیا۔ بابل میں اسکالش جس کے معنے کنارہ کے ہیں سنسکرت میں اسکے معنے ڈھکنے کے ہیں۔ یعنی پھیلی ہوئی لطور ڈھکنے کے چوڑا لمبا ٹکڑا روئی کے کپڑے کا جو کہ بستر پر پھیلایا جاتا ہے یعنی چادر اور جوڑا میر کا تختہ اور دستکاروں کے ہاں سے آتا ہے۔ کاغذ کا ٹکڑا چھپا ہوا۔ تہ کیا ہوا۔ بندھا ہوا یا کتاب کی شکل میں بنا ہوا۔ کتاب۔ پمفلٹ۔ چوڑی پتلی چیز (صفحہ ۶۳۸)

بورڈ سکسن میں بورڈ پھر بادہ ہو گیا جس کے معنی چوڑائی یا منبر جیسے کہ چوڑی ہو یا پتلی ہوئی ایک لکڑی کا چوڑا یا پتلا ٹکڑا۔ میز مور اک۔ ضیافت۔ لوگ میز کے گرد بیٹھے ہوئے کونسل کورٹ۔ جہاز کا تختہ پھیلانا۔ تختوں سے ڈھکنا (صفحہ ۶۰)

بک۔ اس کا مادہ سکسن زبان میں بک ہے جو فالبا بوکیں سے نکلا ہے۔ جس کے معنے بیچ کے درخت کے ہیں جو کہ قدیم زمانہ میں بھیڑ کی یا بکری کے چمڑے کے ورق بنا کر لکھنے تھے کوئی چھپی ہوئی یا لکھی ہوئی قلمی کتابوں یا ورقوں کا مجموعہ ایک جلد حصہ جلد یا کتاب کا لکڑی کے تختوں کی جلد (صفحہ ۶)

لیٹر۔ فرنچ لیٹر۔ لیٹن لیٹرا اس سے نکلا ہے۔ لیترا در لیتم جس کے معنی ہیں نقش کرنا۔ مٹانا

چونکہ پرانے زمانہ میں لکھنے کا قاعدہ حرفوں کو پیپر پر موم لگا کر کے تھا۔ سنسکرت میں لیپ کہتے ہیں جس کے معنے ہیں ملنا۔ ایک نشان لکھا ہوا۔ چھپا ہوا لکھا ہوا یا تصویر کی طرح کھچا ہوا اگر انسانی کلام کے ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ لکھی ہوئی یا چھپی ہوئی چیز۔ ٹائپ ہاتھی دانت یا لکڑی کے نشانات جو کتابوں وغیرہ کے چھاپنے میں کام آتے ہیں صفحہ ۴۱۲

رائیٹ یہ لفظ اصل میں سکسن میں ریٹن تھا۔ گاتھک میں ریتِس نفاد خط کے معنے سنسکرت میں یہ بھی کاٹنا یا کھودنا۔ قلم سے کاغذ پر یا دوسری چیزوں پر بنانا یا لکڑی یا پتھر پر کھودنا حرفوں یا لفظوں کا کاغذ یا پتھر پر بنا کر ظاہر کرنا۔ پیدا کرنا۔ لکھنا بطور مصنف کے نقل کرنا صفحہ ۸۱۲

پین سکسن پن ڈچ پن ٹ سی۔ آئیس لینڈ پنی۔ اسلئے برابر ہے۔ لیٹن پینا کے جس کی پرانی شکل ہے پٹینا۔ یونانی میں پیرو لے سنسکرت میں پتر بھی اڑتا ادر بھی پارو کے ہوا میں) اصل میں معنی ہیں پر۔ بازو۔ ایک پر یا کوئیل لکھنے کے واسطے اوزار کے بنائے جاتے ہیں۔ لوہے یا سونے کے بھی ہے ہوئے ہیں (صفحہ ۵۰۴)

اِنک ڈچ لوگوں میں اِنکٹ۔ جرمن لوگوں میں کا ٹنٹ پرانے جرمنوں میں اسپین والوں میں کانٹا لیٹن کی زبان میں تنٹا سے بنا ہوا ہے۔ جو نکلا ہے ٹنگو سے جس کے معنے رنگنے کے ہیں۔ جس سے ٹنگوچرا ٹنکچر نکلے ہیں۔ کالا عرق یا پتلی رس جو لکھنے یا چھاپنے کے کام آتی ہے اول صرف کالی کے معنے تھے اب دوسری قسم کی سیاہی کو بھی کہتے ہیں (صفحہ ۳۷۰) چین کے ملک میں کاغذ روئی سے بنتا ہے بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ کاغذ سب سے پہلے چین ہی میں رائج ہوا۔ چمڑے کا کاغذ پانچ چھ سو برس تک رہ سکتا ہے۔

عربی میں رق۔ ورق۔ اوراق۔ قرطاس۔ کتاب۔ کتب۔ مکتوب۔ لوح۔ اساطیر۔ سطر۔ رقم۔ تحریر۔ خط۔ جلد۔ صحیفہ انہیں معنوں میں آتے ہیں۔ فارسی میں تہ۔ کاغذ۔ نامہ۔ دستا نبر۔ پوست۔ چرم بھی انہیں معنوں کے واسطے وضع کئے گئے ہیں۔

اب ہم آریہ ورت کی بابت تحقیقات کرتے ہیں یہاں کے لوگ شروع الہام وید سے یا اس کے کئی سال بعد لکھنے پڑھنے کو جانتے تھے مگر جب دیکھا جاتا ہے تو یہاں بھی اسی قسم کی چیزوں پر لکھنے کا آغاز ہوا ... ملک کی نسبت یہاں قدرتی سامان بہت عمدہ موجود تھے۔

بھوج پتر۔ تاڑپتر۔ پید۔ پرن۔ پتر۔ ورک۔ پلاش۔ چھدن۔ دل۔ پرن۔ پلو۔ کسل۔ دستار۔ دلٹ یہ سب نام پتر اور شاخ اور چھال کے ہیں اور کپتی کے پر کا بھی نام ہے (دیکھو میدنی کوش اور ہیم چندر کوش، ورامر کوش کانڈ ۲ شلوک ۱۴)

تامپر پتر شِلا لیکھ۔ کرگل۔ چرم۔ کرپاس۔ وستر۔ پستک۔ گرنتھ۔ یہ سب نام مختلف اشیاء کے ہیں جن پر لکھا جاتا ہے

کتھال۔ سن۔ السی۔ توت کی چھال۔ ریشم۔ سوت۔ پرانے کپڑوں کے چیتھڑے۔ ٹاٹ یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن سے کاغذ قدیم زمانہ سے اس دیش میں بنتے ہیں۔

سیالکوٹی کشمیری کاغذ تو مشہور ہی ہیں ان کے سوا اسے ہندوستان کے اور بھی بہت شہروں میں قدیم زمانہ سے کاغذ بنتا ہے جن میں سیالکوٹی۔ کشمیری۔ کشتواڑی کاغذ بہت ہی دیرپا ہوتے ہیں جو آج تک بھوج پتر اور تاڑ پتر پر لکھی ہوئی پستکیں ملتی ہیں +

لفظ ورک رگوید کی تقسیم میں موجود ہے اسی ورک سے فارسی میں برگ بنا اور چونکہ پرانی فارسی میں ک اور گ کی ایک ہی شکل ہے اسواسطے اسی ورگ یا برگ سے عربی کا ورق ہو گیا ہے جب کہ رتی پتروں سے کاغذ بنایا گیا تب اسکا نام قرطاس ہوا یہ لفظ سنسکرت کرپاس یا کرپاس سے بنا ہوا ہے سنسکرت میں کاغذ کو کرگل کہتے ہیں اسی سے فارسی کا کاغذ بنا فارسی کے دستہ اور دستاویز سے عربی کا تسطیر اور اساطیر بنا اور اسی کے ساتھ فارسی کی بھی اوستا بھی سنسکرت کی اوستھا اور پستک سے بن گئے جزو ترے کے معنے ہیں سنسکرت کی گنتھا۔ کوتا۔ گتھت کوتی سے مصر کی قبطی اور عربی کا کتب بنا ہوا صاف معلوم ہوتا ہے +

راماین کسکندہا کانڈ سرگ ۴۳ اشلوک ۲۲ میں قلم اور دوات۔ جو تدھری کے کیفیت کا بیان آیا اور کورش میں लेखनी कलम द्वावात लکھا ہے اس پر گرنٹ ہے کہ قلم لکھنے کی چیز کا نام سنسکرت میں ہے اور دوات چیزوں کے ساتھ جوندھری کا بھی ہوتا ہے علاوہ برا اس سے یہ بھی صاف ثابت ہوتا ہے کہ نارد کے سواے کاغذ پر بھی اُس سمہ لکھتے تھے +

ہم اس موقع پر بائیبل کے ایک خاص فقرہ کی طرف بھی ناظرین کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ لکھا ہے کہ جب آدم اور حوا کو عقل آئی کہ ہم ننگے ہیں اور برہنگی سے شرمائے تو انہوں نے انجیر کے پتوں کو سیکے اپنے لئے لنگیاں بنائیں (پیدایش ۳-۷) آجکل کے تعلیم یافتہ آدمی یہ سنکر ہنسینگے کہ انجیر کے پتوں کی لنگیاں مگر بہاشہ آغاز میں درختوں کے پتے سے ایجاد ہوئی اور اب بھی کیرڈ وسکی کھو یا درختوں کے پتوں سے لنگیاں بنتی ہیں +

ویدک زمانہ کی تحقیقات

ایک ہزار برس | مہاتما جو بیراگیوں کے آو گرو ہیں وہ جیت شدھی و سمت ۱ بکرمی میں پیدا ہوئے اور انہوں نے وید اور شاستر کو جس وقت کے طریقہ تھا سوامی گورو سے پڑھا اور پھر اُپنشد گیتا اور ویدانت درشن پر ٹیکا کی اپنی تصنیفات میں جابجا ویدوں کا پرمان دیا جیسے وید ایکہزار برس سے پرانے ہیں +

دو ہزار برس | مہاراجہ بکرمادیتہ ویدک دھرم کے ماننے والے تھے۔ اُنکے زمانہ کی بہت کورس ویدمنتروں کا حالہ موجود ہے بلکہ اُس وقت آپ ایسا یعنی چرک وید شاستر کے گرنتھ بھی موجود تھے جیوتش ودیا بھی جو ویدوں کا انگ ہے رونق پر تھی جنکو ہوئے دو ہزار برس کے قریب گذرے ہیں۔ اُن کا سمت ۱۹۵۱ اب چل رہا ہے +

راجہ شالباہن کا شاکا جو اس وقت ۱۸۱۵ ہے اُن کے عہد میں بھی ویدوں کا خوب پرچار تھا وہ خود ویدک دھرم کے پیرو تھے۔

راجہ چندرگپت اور اُن کے وزیر چانک رشی ویدوں کے ماننے والے تھے جن کو ہوئے آج ۲۲۰۰ برس ہوتے ہیں (مفصل دیکھو چانک نیتی)

تین ہزار برس | بُدھ جو مسیح سے ۶۰۰ برس پہلے پیدا ہوا اُس نے بھی اپنے سوتروں میں ویدوں کا ذکر کیا ہے (دیکھو بودھ سوتر ادھیاے اول)

اُس وقت وام مارگ یعنی ماس۔ شراب۔ بیبچار شروع ہو گیا تھا لوگ دیوتاؤں پر بقول شخصے جیسے روح ویسے فرشتے۔ ان اشیاء کو چڑھاتے اور ان کے ذریعہ خود ان ممنوعات کے مرتکب ہوتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے

بدھ نے جب براہمنوں کو پشوؤں کے ماس سے ہون کرتے دیکھا تب کہا کہ تم یہ دُشٹ کام کیوں کرتے ہو اسے چھوڑ دو براہمنوں نے کہا ہمارے بڑے کرتے تھے اور شاستر میں لکھا ہے تب بدھ نے فرمایا کہ ویدوں میں جیو ہنسا کی ممانعت ہے پرانے آریہ برہمن کشتری وغیرہ لوگ ماس نہیں کھاتے تھے جب سے چھتری راجہ لوگ عیاش ہو گئے تب سے ماس کھانا اور ماس کا ہون کرنا رائج ہوا (دیکھو بدھ کی لایف انگریزی)

راجہ دھاوا ایک مشہور ویدوں کا پیرو گذرا ہے جو سلطنت دھرم کا اور اگنی ہوتری تھا اس نے مسیح سے ۹۵ سال پہلے لوہے کا ایک ستون ڈھالکر بطور کیرتی ستمبھ کے کھڑا کیا تھا جو راکھشوں کے تیغ واقعہ دہلی میں موجود ہے (دیکھو بنگال ایشیاٹک جرنل نمبر ۷ صفحہ ۶۳۰)

راجہ کنشک بھی جو بدھ سے ۵-۶ سو برس پہلے ہوا (یعنی بکرم آدیتہ کے بھائی بھرتری جی سے ایکہزار سال پہلے) ویدوں کو الہامی مانتا تھا اور ویدک دھرم کا پیرو تھا۔

سوتر (جس کو بقول جونس صاحب کے ۲۹۰۰ سال ہوتے ہیں) کے عہد میں بھی وید مقدس پڑھے جاتے اُن کا عملدرآمد جاری تھا۔

موسٰے نبی سے پہلے ہندوستان میں ویدک دھرم موجود تھا اور لوگ اُس پر عملدرآمد کرتے تھے (دیکھو منوسمرتی کا انگریزی دیباچہ)

چہار ہزار برس | ژند اوستا میں جو پارسیوں کی چار ہزار برس سے پرانی کتاب ہے حسب ذیل ویدوں کا ذکر موجود ہے +

ہوم یشت کے باب میں اتھروید کا نام آیا ہے اور ایسا ہی بہت جگہ انگرہ رشی کا چنانچہ اُس کا اصل ترجمہ یہ ہے کہ کرسانو نے حکومت کے غرور میں اتھروید جس کے شروع کا منتر

शन्नोदेवीरभिष्टय आपोभवन्तु पीतये शंयोरभिस्रवन्तु नः ॥

ہے اپنے راج میں بند کر دیا اس واسطے ہوم یشت نے اُس کو تخت سے اُتار دیا (دیکھو ژند اوستا ہوم یشت کی ۱۸ آیت)

اس پر پروفیسر ہاگ صاحب نے بھی وید کی تصدیق کر کے لکھا ہے کہ کرسانو کا ایسا ہی بیان ہندوستان کی پرانی کتابوں میں آیا ہے (دیکھو ایتری برہمن ۳-۲۶) اور ایتری برہمن کی بابت مارٹن ہاگ کہتا ہے کہ وہ غالباً قبل از مسیح ۲۰۰۰-اور ۲۴۰۰ سالوں کے درمیان موجود تھا (دیکھو میڈم بلیوٹسکی صاحبہ کی تحقیقات غار جنگل ہندوستان صفحہ ۲۱۴)

ویاس اور جیمنی بھی جن کو ہوئے کسی طرح بھی چار ہزار برس سے کم عرصہ نہیں گذرا (بلکہ زیادہ) اپنے شاستروں میں ویدوں کے الہام کے قائل ہیں۔ چنانچہ ویاس جی اپنے ویدانت کے سوتر میں فرماتے ہیں کہ ویدوں کا آدی کارن ہونا بھی برہم کی ہستی کا ثبوت ہے کیونکہ ایسا جامع علوم باطنی و ظاہری گیان کسی انسان سے نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ الہامیہ ہے اس پر تفسیر کرتے ہوئے عرصہ ۲۴۰۰ برس کا گذرا ہے کہ شنکر آچاریہ جی فرماتے ہیں "جو انیک ودیا کے مخزن اور پرکاش یکت سب ارتھوں کے پرکاش کرنیوالے سرگیہ ایشور کے گیان رگ یجر ساما اور اتھرو وید ہیں۔ اُن کا کارن برہم ہے کیونکہ ایسے سرب گنوں (جامع جمیع صفات کاملہ) سے یکت ویدوں کا بغیر سروگیہ (عقل کل ایشور) کے اور کسی سے ہونا ناممکن ہے کیونکہ وید سب پدارتھوں کو آفتاب کی طرح ظاہر کرتے ہیں اور سب ودیاؤں کا مول ہیں"

بھارت میں بھی ویدوں اور راماین اور منوسمرتی کا ذکر ہے لیکن منو اور راماین اور ویدوں میں بھارت کا ذکر نہیں اور نہ منو میں راماین کا (دیکھو بھارت آدی پرب ادھیاے ۱ اشلوک ۹۹) راماین جو مہابھارت سے بہت پہلے کی کتاب ہے اُس میں بھی ویدوں کا ذکر ہے (بال کانڈ سرگ پہلا اشلوک ۱۴)

ہم واضح شہادتوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ وہ آٹھ لاکھ برس سے پرانی ہے۔ پس وید راماین سے بہت ہی پرانی ہے (بال کانڈ سرگ ۵ اشلوک ۲)

منوسمرتی (جو راماین سے بہت ہی پرانی ہے کیونکہ منو کا راماین میں ذکر ہے) (دیکھو کسکندھا کانڈ سرگ ۱۸) میں ویدوں کے سوائے کسی گرنتھ کا ذکر نہیں ہے

ایک دو جگہ کیا بلکہ تمام منوسمرتی اُسی سے بھری ہوئی ہے اور منو کا زمانہ ہم تاریخ دنیا حصہ اول میں ثابت کر چکے ہیں۔ پس وید منو سے پرانے ہیں۔

اور سوریہ سدھانت میں منو کا نام ہے اور نہ راماین وغیرہ کا نہ کسی اور کا اپنا سموت اُس نے لکھا ہے لیکن ویدوں کو سوریہ سدھانت نے بہت قدیم مانا ہے یہاں تک تو ہم نے کتابی شہادتیں دیں کہ وید کیا بلحاظ تحریر اور کیا بلحاظ تعلیم اور مذہب کے سب سے پرانے ہیں اور جہاں تک شہادت مل سکتی ہے اُس سے پرانی ہے۔

یادداشت

وراہ مہر ورا ہی سنگتا میں اور کالی داس چیند تمدور بھرن میں اور کلہن راج ترنگنی میں

ہیں ہمیں اپنے خیال سے معلوم ہوتا ہے کہ وے نہایت ہی پُرانے زمانہ کی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسے کہ ممبئی شہر کے کسی گھر میں ہم گھسے ویسے ہی ہم اُن میں گھستے ہیں۔ گو بہت سے رنگ اب تک بھی تازہ معلوم ہوتے ہیں اور ایسا بربادی کا نشان ہم کو کوئی بھی نظر نہیں آتا جو اُس زمانہ کو یاد دلائے۔ لیکن ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو وے ہمارے عہد کے ہیں اور نہ ہمارے باپ داداؤں کے عہد کے۔ بلکہ ہمارے اور ہمارے قدما یعنی رامائن کے درمیان زمانوں کا سمندر یعنی نہایت ہی بیشمار زمانہ پڑا ہوا ہے (دیباچہ رامائن انگریزی)

اشٹادھیائی

یہ ویاکرن کا گرنتھ ایک مشہور و معروف فاضل پانی منی کی تصنیف ہے۔ یہ تمام تر سوتروں میں ہے اس کا زمانہ بہت پرانا ہے۔ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ کہ وہ آٹھ ادھیاؤں میں منقسم ہے +

	ادھیائے اول		ادھیائے دوم		ادھیائے سوم		ادھیائے چہارم		ادھیائے پنجم		ادھیائے ششم		ادھیائے ہفتم		ادھیائے ہشتم	
	پاد	سوتر	پاد	سوتر	پاد	سوتر	پاد	سوتر	پاد	سوتر	پاد	سوتر	پاد	سوتر	پاد	سوتر
	۱	۹۸	۱	۷۲	۱	۱۵۰	۱	۱۷۸	۱	۱۳۶	۱	۲۲۳	۱	۱۰۳	۱	۷۴
	۲	۷۴	۲	۳۸	۲	۱۸۸	۲	۱۴۵	۲	۱۴۰	۲	۱۹۹	۲	۱۱۸	۲	۱۰۸
	۳	۹۳	۳	۷۳	۳	۱۷۶	۳	۱۶۸	۳	۱۱۹	۳	۱۳۹	۳	۱۲۰	۳	۱۱۹
	۴	۱۱۰	۴	۸۵	۴	۱۱۷	۴	۱۴۴	۴	۱۶۰	۴	۱۷۵	۴	۹۷	۴	۶۸
میزان	۴	۳۵۲	۴	۲۶۸	۴	۶۳۱	۴	۶۳۵	۴	۵۵۵	۴	۷۳۶	۴	۴۳۸	۴	۳۶۹

اشٹادھیائی میں ادھیاء ۸۔ پاد ۳۲ سوتر ۳۹۹۶ ہیں

तीणि सू त्र सह स्त्र णि तथा नव श तानि च।
षण्णव तिसू त्राणि पा णि तिः कृतवान्स्वयं॥

ترجمہ یعنی تین ہزار اور ۹ سو ۹۶ سوتر پانی نے خود بنائے ہیں (دیکھو بوہٹلنگ کی پانی ایڈیشن جلد ۲ صفحہ ۱۹)

لیتھبرج صاحب فرماتے ہیں۔ "پانی جو علم سنسکرت کے صرف و نحو میں ایک نہایت عالم و فاضل گذرا ہے اُس کا ویاکرن بڑا مشہور ہے۔ اور یہ خیال کرتے ہیں کہ پانی بدھ مذہب کے بانی بدھ سے کچھ پیشتر گذرا ہے (مختصر تاریخ ہند صفحہ ۲۳۷)

اسکی تردید ہم تاریخ دنیا جلد اول میں کرچکے ہیں یہ اعتراض سراپا لغو ہے +

حکیم بھاسکر آچاریہ کا زمانہ

اس مشہور فاضل حکیم کی بنائی ہوئی کُتب حسب ذیل ہیں:۔

سدھانت شرومنی۔ گول آدھیائی۔ بیج گنت۔ کرن کتوہل۔ لیلاوتی۔ یہ نامور حکیم ۱۰۳۶ شالباہن کے قریب ملک دکھن کے بیدر شہر میں بخانہ مہیشر برہمن کے متولد ہوا۔ اس کی بابت لیتھبرج صاحب فرماتے ہیں۔ "نجوم کے علم میں ایک اور مصنف "بھاسکر آچاریہ" نام ۱۱۱۴ء کے قریب مقام بیدر علاقہ دکھن میں پیدا ہوا کہتے ہیں کہ اس نے علم ریاضی کا ایک مسئلہ دریافت کیا تھا جو زمانہ حال کے ریاضی دانانِ یورپ کے مسئلہ جزئیات سے بہت مشابہ ہے" (تتمہ اول صفحہ ۲۳۴)

اس کی بنائی ہوئی کتاب لیلاوتی کا ترجمہ مشہور فاضل فیضی نے بعہد اکبر بادشاہ کے کیا ہے جس کے دیباچہ میں وہ لکھتا ہے "مولف ایں کتاب حکیم نامور بھاسکر آچاریہ است کہ در حکمت ریاضی بنظیر عہد خود بود و مولد و موطنش شہر بیدر است از بلاد دکن اگرچہ تاریخ تالیف ایں کتاب معلوم نیست اما کتابے دیگر دارد۔ در اعمال استخراج تقویم و حقائق اسرار تنجیم موسوم بہ کرن کتوہل

करणकुतूहल

و آنجا تاریخ تالیف او نوشتہ کہ یکہزار و یک صد و پنج سال بود از تاریخ شالباہن کہ در ہندوستان متعارف بود از آں سال تا امسال کہ سی و دوم سال از تاریخ الٰہی ست موافق یکسال نہ صد و نود و پنجم از تاریخ قمری سہ صد و ہفتاد و سہ سال گذشتہ بود" (دیباچہ لیلاوتی صفحہ ۳ موجودہ لائبریری آریہ سماج مظفر گڑھ)

महेश्वरोत्तमः

کرن کتوہل میں بھاسکر آچاریہ جی نے اپنے پتا کا نام لکھا ہے اور سال تصنیف سمت ۱۱۰۵ شالباہن مندرج ہے۔ لیلاوتی نام گرنتھ اُس نے اپنی پیاری بیٹی کے نام پر تصنیف کیا اور بعضوں کا خیال ہے کہ خود اُسکی بیٹی نے تصنیف کیا +

پنچ تنتر وہت اُپدیش یہ گرنتھ راج نیت کا ہے اس میں ارجامند (جس کا وزیر وررُچی تھا) کا ذکر ہے۔ (دیکھو تنتر ۲۔ کتھا ۲ صفحہ ۹۲ مطبوعہ کلکتہ)

۲ مارا جہ چندر گپت اور چانک رشی کی نیتی کا بھی اکیں ذکر ہے (دیکھو کتھا کا آغاز صفحہ ۵) نند اور چندر گپت اور چانک کا زمانہ ظاہر ہے پس یہ گرنتھ اُن کے بعد بنایا گیا بکرم کا اس میں بالکل ذکر نہیں اور نہ اُس کے کسی فاضل نورتن کا۔ بنا بر آں معلوم ہوتا ہے کہ بکرم سے پہلے بنایا گیا +

نوشیرواں (کسریٰ) بادشاہ ایران کے حکم سے ۵۳۱ء و ۵۹۹ء مطابق ۵۸۸ و ۶۵۶ بکرمی میں برزویہ حکیم نے اس کا ترجمہ پہلوی میں کیا اور پھر دنیا کی تمام مشہور زبانوں میں ترجمہ ہوگیا

اس کے مصنف کا نام وشنو شرما ہے جو بعہد راجہ امرشکتی المعروف سُدرشن کے گذرا ہے یہ مہلاپور نام نگر کا متعلقہ علاقہ دکھن کا راجہ تھا اسی کا خلاصہ ہت اُپدیش ہے شاہنامہ میں بھی فردوسی نے اس کا ذکر کیا ہے۔

مدرا راکھشش ناٹک۔ اس میں اُس انقلابِ سلطنت کا ذکر ہے جس میں مگدھ کے خاندان نند کی جگہ چندر گپت وہاں کا راجہ ہوگیا۔ پہلے وزیر کو جو نند کے ساتھ سازش کرکے خود راجہ بننا چاہتا تھا۔ پنڈت چانک جی کی حکمت عملیوں سے شکست فاش ملی اور چندر گپت گدی پر بیٹھا۔ مشہور فاضل بیاکھ دت نے چانک جی کی خاطر کیواسطے اسے تصنیف کیا۔ اس کا زمانہ تصنیف مسیح سے تین سو برس پہلے ہے غرضیکہ چندر گپت کی سلطنت کا آغاز اور اس کی تصنیف کا زمانہ ایک ہی ہے (دیکھو تاریخ ہند صفحہ ۲۲ تتمہ اول) +

چندر گپت نے چوبیس برس یعنی ۳۱۵ سے ۲۹۱ برس قبل مسیح تک بڑی شان و شوکت سے سلطنت کی (مختصر تاریخ ہند صفحہ ۲۳۶)

"گرہ لاگھو" یہ گرنتھ جیوتش کے متعلق ہے

ह्युयक्षन्नानि त

۱۴۴۲ شالباہن میں یہ گرنتھ بنا ہے۔

शाकेशहस्कल

"تاجک" یہ گرنتھ پنڈت نیل کنٹھ جی جیوتشی کا مصنفہ ہے اور تہلت کے متعلق ہے اس کا سال تصنیف سمت ۱۵۰۹ شالباہن ہے +

"مہورت چنتامنی" یہ گرنتھ اور اسی کے مصنف پنڈت گنیش دیوجی کی اُجبت جاتک النکار وجاتک بھرن باہمی قریب زمانے کے ہیں اس کا مصنف پنڈت نیل کنٹھ کا چھوٹا بھائی تھا مہورت چنتامنی سمت ۱۵۲۲ شالباہن میں۔ اور جاتک النکار سمت ۱۵۳۵ شالباہن میں تصنیف ہوئے +

دن اور رات کا اندازہ جاننے کا صحیح قاعدہ

جس سمہ سورج طلوع ہو۔ اُس کو اگر دُگنا کیا جاوے تو حاصل ضرب راتری کا

پرمان ہے اور جس سمے سورج غروب ہو اُس کو اگر دُگنا کیا جاوے تو دن کا پرمان ہے مثلاً اگر سورج ۵ بجے طلوع ہو تو رات کا اندازہ دس گھنٹہ ہوگا اور اگر سورج ۶½ بجے غروب ہو تو دن کا پرمان ۱۳ گھنٹہ ہوگا *

پوران کس نے بنائے

ہمارے بھولے بھالے ہندو یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ اٹھارہ پوران اور اٹھارہ اُپ پوران ویاس جی نے بنائے ہیں جو پراشر کے فرزند اور مہاراج یدھشٹر کے وقت میں موجود تھے جن کو آجتک ۴۳۲۱ سال ہوتے ہیں اس میں وہ پرمان دیا کرتے ہیں کہ

अष्टादश पुराणानां कर्त्ता सत्यवतीसुतः

یعنی اٹھارہ پورانوں کے مصنف ستوتی کے بیٹے ویاس جی ہیں مگر پورانوں کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ نہ یہ خیال ان کا درست ہے اور نہ ہی یہ سنسکرت واک۔

یہ خیال درست کرنے کے واسطے ہم اپنی برسوں کے تحقیقات کردہ ذخیرہ سے مندرجہ ذیل ثبوت پیش کرتے ہیں امید ہے کہ دھرم کے متلاشی اور تاریخ کے شایق پکشپات چھوڑ کر اسے مطالعہ فرماوینگے *

ثبوت اول - سارے ودوانوں کی اس بارے میں ایک رائے ہے کہ اٹھارہ پوران مہابھارت سے پیچھے تصنیف ہوئے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ شکدیو جی نے بھاگوت راجا پریکشت کو سنایا تھا اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ کیرو اور پانڈو کے یدھ کے بعد جناب مہاراجہ یدھشٹر تخت نشین ہوئے انہوں نے ۳۶ سال اور ۲۵ دن راج کیا یدھشٹر کے وفات پانے پر راجہ پریکشت گدی نشین ہوئے۔ جنہوں نے ۶۰ برس راج کیا بھاگوت میں لکھا ہے کہ راجہ پریکشت کے آخری دنوں میں جب اُسے سانپ نے کاٹا تب اُسے شکدیو نے بھاگوت سنایا۔ (دیکھو بھاگوت)

مگر مہابھارت کے شانتی پرب ادھیائے ۳۲۲ اور ۳۲۳ سے ثابت ہے کہ جب لڑائی ختم ہوئی اور بھیشم جی کے انت سمے یدھشٹر اُن سے اُپدیش سننے گئے۔ تب انہوں نے شکدیو جی کا اس طرح ذکر کیا کہ بہت برس گذرے شکدیو جی مر گئے وہ یوگی پرش اور ویاس جی کے فرزند تھے اُن کے مرنے پر ویاس جی کا غمناک ہونا بھی لکھا ہے

یدھشٹر اس طرح پوچھتے ہیں کہ گویا انہوں نے دیکھا بھی نہیں اور اُس وقت راجہ پریکشت حمل میں تھا اب جائے غور ہے کہ جب پریکشت کے جنم سے پہلے ہی شکدیو جی مر گئے تو ان کا ۹۶ سال بعد آنکر بھاگوت سنانا کس قدر صریح جھوٹ ہے۔ اس جگہ دیوی بھاگوت مترجم کا لکھنا بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے کہ اصل میں یہ بھاگوت بوپ دیو برادر جے دیو نے بنائی ہے (دیکھو دیباچہ دیوی بھاگوت)

پس صاف ظاہر ہے کہ نہ پریکشت نے سنی اور نہ شکدیو نے سنائی اور نہ ویاس اس کے مصنف ہیں *

اور بوپ دیو مہاراجہ بھوج کے عہد میں یعنی سمت ۱۱۴۰ بکرمی میں ہوا جن آدمیوں نے بوپ دیو کرت مگدھ بودھ ویاکرن کا مطالعہ کیا ہے وہ صاف شہادت دیتے ہیں کہ مگدھ بودھ اور بھاگوت کا کرتا ایک ہی ہے *

اٹھارہ پورانوں کے نام - مارکنڈے پوران - بھوشت پوران - بھاگوت پوران - برہم ویورت پوران - برہمانڈ پوران - شیو پوران - وشنو پوران - وراہ پوران - لنگ پوران - پدم پوران - نارد پوران - کورم پوران - اگنی پوران - متسیہ پوران - برہم پوران - وامن پوران - سکند پوران - گرڑ پوران

اُپ پورانوں کے نام - سنت کمار - نرسنگھ - وایو - شیو دھرم - دُرواسا - کپل - نارد - نند کیشور - شکر - اوشن - ورن - سانبو - کالکا - مہیشر - پدم - دیو - پراشر - مریچ - بھاسکر *

ثبوت دوم - اٹھارہ پورانوں میں بُدھ کو وشنو کا اوتار قبول کیا ہوا ہے اور جن عبارات میں یہ ذکر ہے اُس میں جیسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مستقل اور جو بُدھ کے اوضاع و اطوار بیان کئے ہیں - وہ زمانہ بُدھ کے حالات سے ٹھیک ملتے ہیں *

(دیکھو شیو پوران پورب آردھ - کھنڈ پانچواں - ادھیائے ۲ سے ۹ تک اور بھاگوت) اور آرسی دت صاحب اپنی ہسٹری میں لکھتے ہیں "وشنو پوران کے تیسرے حصہ کے آخری ادھیایوں میں بُدھوں اور جینیوں کے مذہب کی تردید ہے" (جلد ۲ صفحہ ۲۹۶)

اور پدم پوران میں بھی بُدھ مذہب کا ذکر ہے *

दैत्यानां नाशनार्थाय विष्णुना बुद्धरूपिणा।
बौद्धशास्त्रमसत्प्रोक्तं नग्ननीलपटादिकम्॥

مگر مورخوں نے پرانے نشانات - یادگاروں - میناروں - بُدھ مندروں کے کتبے اور آثار قدیمہ - لنکا - برہما - چین - تبت کی کتابوں عجائب گھر کے بتوں سے ثابت کیا ہے کہ بُدھ بکرماجیت سے ۴۱۶ برس پہلے ہوا اور ۶۰ برس زندہ رہکر مر گیا جس کو آجتک دو ہزار پانچ سو برس ہوئے اور ویاس جی کو پانچ ہزار تین سو برس - اس حساب سے بُدھ ویاس جی سے تقریباً دو ہزار برس پیچھے ہوئے - پتا ہے ویاس پورانوں کے مصنف نہیں ہیں

ثبوت سوم - سوامی شنکر آچاریہ مشہور دکھنی برہمن رامانج سے بہت پہلے گذر چکے ہیں کیونکہ رامانج نے شنکر بھاشیہ اور شنکر مت کا اچھی طرح کھنڈن کیا ہے - اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اُن کو گذرے بہت کچھ مدت ہو چکی ہے اور اُن کا مت ادویت واد رواج وستور سے پیدا ہوا ہے اور ہم اسی کتاب میں ثابت کر چکے ہیں کہ شنکر آچاریہ کو ہوئے دو ہزار دو سو برس کے قریب گذرے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عموماً ہندو شنکر آچاریہ کو مہادیو کا اوتار مانتے ہیں اور اُن کا ہونا بُدھ مت سے کسی طرح بھی پہلے نہیں - کیونکہ اُنھوں نے بُدھ مت کا کھنڈن کیا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ شنکر آچاریہ کے مت میں سارا جگت مایا اور وہ اپنے آپ کو برہم کہتے تھے - اب پدم پوران میں پاربتی کو مہادیو کہتے ہیں۔ (دیکھو سانکھیہ شاستر ٹیکا وگیان بھکشو کی بھومکا صفحہ ۷ و ۸)

मायावादमसच्छास्त्रं प्रच्छन्नं बौद्धमेव च। मयैव कथितं देवि कलौ ब्राह्मणरूपिणा॥ अपार्थं श्रुतिवाक्यानां दर्शयंल्लोकगर्हितम्। कर्मस्वरूपत्याज्यत्वमत्र च प्रतिपाद्यते॥ सर्वकर्मपरिभ्रंशान्नैष्कर्म्यं तत्र चोच्यते। परात्मजीवयोरैक्यं मयात्र प्रतिपाद्यते॥ ब्रह्मणोऽस्य परं रूपं निर्गुणं दर्शितं मया। सर्वस्य जगतोऽप्यस्य नाशनार्थं कलौ युगे॥ वेदार्थवन्महाशास्त्रं मायावादमवैदिकम्। मयैव कथितं देवि जगतां नाशकारणात्॥ पद्म० अ० २०१

ترجمہ جس میں مایا کا خاص مذکور ہے - ایسا جھوٹا شاستر در پردہ بُدھ ہے وہ میں نے خود ہی کلجگ میں برہمن کا روپ دھار کر لکھا ہے جس میں ویدک شرتیوں کا اُلٹا ارتھ کیا گیا ہے تاکہ دنیا کی نندا ہو اور جس میں کرموں کو بالکل چھوڑ دینے کا ذکر ہے اور جس میں سب کرموں سے رہت کو جانش کرم کہا ہے اور ساتھ پرماتما اور جیو کی ایکتا بھی کر دی جس میں پربرہم کو بالکل گنوں سے رہت کہا ہے - وہ میں نے خود جگت کے ناش کے واسطے کلیگ میں ویدارتھ کی طرح پر ظاہر ہو - اس بھی غرض کو پورا کرنے کے واسطے (مگر اصل میں ویدک نہیں) اسے دیوی رچا ہے -

شہادت دیتی ہے۔ کہ پورانوں کے تصنیف کرنے والے بدعت کے ماننے والے تھے۔ کہ مہاتما ویاس جی نے سمرتی میں لکھا ہے۔

यो ऽनधीत्य द्विजो वेदमन्यत्र कुरुते श्रमम् । स जीवन्नेव शूद्रत्वमाशु गच्छति सान्वयः ॥ मं० अ० २ श्लो० १६८

ترجمہ۔ جو برہمن کشتری۔ ویشیہ۔ ویدوں کو نہیں پڑھتا بلکہ دیگر گرنتھوں کی تعلیم میں مصروف رہتا ہے۔ وہ زندگی میں ہی قبیلہ سمیت جلدی شودر ہو جاتا ہے اور جب بدھوں نے پوران بنائے اور ابھی تک ہندوؤں نے انہیں اپنے مذہبی پستک نہیں تسلیم کیا تھا تب اتری نے سمرتی میں ان میں لکھا ہے +

वेदैर्विहीनाश्च पठन्ति शास्त्रं शास्त्रेण हीनाश्च पुराणपाठाः । पुराणहीनाः कृषिणो भवन्ति भ्रष्टास्ततो भागवता भवन्ति ॥ अत्रिस्मृतिः ३८२

ترجمہ۔ وید سے رہت لوگ شاستر پڑھتے ہیں اور شاستر سے رہت پوران پڑھتے ہیں پر ان سے ناواقف ہل جوتتے ہیں اور سب سے بھرشٹ بھاگوت پڑھتے ہیں +

اس کے ساتھ ہی پورانوں کا سبب تصنیف بھی ہمیں ہدایت دیتا ہے کہ ہم پورانوں کی تعلیم سے پرہیز کریں +

स्त्रीशूद्रद्विजबन्धूनां त्रयी न श्रुतिगोचरा । कर्मश्रेयसि मूढानां श्रेय एवं भवेदिह । इति भारतमाख्यानं कृपया मुनिना कृतम् ॥
भागवत स्कंध १ अ० ४ श्लो० २५

ترجمہ۔ استری۔ شودر اور دوجبندھوں کے نوکروں کو ویدوں کا ادھیکار نہیں۔ سو ان کے واسطے پوران بنائے گئے ہیں +

پورانوں کی بابت دیگر فضلا کی جو آرا ہے ہم یہاں درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں پوران میں خود غرضوں کی طرف سے یہاں تک تحریف ہوئی ہے کہ وہ کسی طرح قابل اعتبار نہیں ہے چنانچہ بھوشٹ پوران کے آٹھویں ادھیائے پورب بھاگ کے شلوک ۲۲، ۲۳ میں نانک جی کا اوتار ہونا بھی لکھ مارا ہے جو راجہ رنجیت سنگھ جی کے وقت کی کارستانی ہے +

مورخ مارش مین اپنی ہسٹری میں لکھتے ہیں کہ ۳۳ کروڑ دیوتا بدھ مذہب کے خارج ہو جانے کے بعد پروہتوں کے حکم کے موجب ہندوؤں کی پرستش میں داخل ہوئے اور ان پورانوں میں ملائے گئے جو ایک ہزار برس اور نئے سے نئے ساڑھے چار سو برس کے ہیں (صفحہ ۲۳ سنہ ۱۸۶۳ء)

چونکہ پورانوں میں مسلمانوں کی فتح کے بعد بہت ساری تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ اس لئے وہ اسلامی فتح سے پہلے ہندوؤں کی زندگی اور رسوم کی تصویر کے لئے ایک غیر محفوظ اور ناقابل اعتبار ہیں (اینشنٹ ہسٹری آف انڈیا جلد ۳ صفحہ ۲۰۰)

پھر وہی مورخ پورانوں اور اپ پورانوں کا ذکر کر کے نہایت افسوس سے لکھتا ہے کہ ان شخصوں کی داستان جو کہ ویدوں کی رچاؤں کو گاتے تھے اور اپنشدوں کے حق اور سنجیدہ اور اعلیٰ تحقیقات کے موجد تھے۔ اس وقت ایسی بیہودہ کہانیوں میں اعتبار کرتے ہیں۔ اور ایسی مہمل رسومات کو ادا کرتے ہیں (جلد ۳ صفحہ ۳۰۵)

بادشاہوں اور راجاؤں کے کئی ایک کے حالات پہلے موجود تھے جن کو اتہاس پوران کہتے تھے اگر یہ گرنتھوں کے علاوہ تھے تو وہ کھوئے گئے ہیں۔ غالباً یہ لوگوں کی تقلیدوں میں موجود رہے اور ان میں بہت سی تبدیلیاں کی گئیں اور رفتہ رفتہ ان کے ساتھ جھوٹے قصے ملا دئے گئے اور غالباً دو ہزار برس کے پیچھے ان کی اخیر میں شکل ہوئی جن میں کہ ہم اب ان کو پاتے ہیں یعنی نویں پوران کیونکہ یہ اب تحقیق ہو چکی ہے کہ وہ پوران جو اب موجود ہیں یہ پرانک زمانہ

میں بنائے گئے ہیں۔ اور مسلمانوں کے ہندوستان فتح کرنے کے بعد کئی تحریریں ان میں تبدیلیاں کی گئیں اور زیادتیاں بھی کی گئی ہیں (جلد ۳ صفحہ ۲۰۳)

پھر وہی مورخ اول پوران اور تنتروں کا ذکر کر کے لکھتا ہے کہ بیوقوفی ایک بات پر اعتبار کو لیتی ہے۔ اور کمزوری طاقت کی خواہش کرتی ہے اور جب ایک غیر قوم کی صدیوں کے ماتحتی نے ایسی جہالت اور کمزوری پیدا کر دی تھی۔ تب آدمیوں نے خراب اور اپوتر (ناپاک) طریقوں سے اس طاقت کو حاصل کرنا چاہا جو موزوں ایشوریہ نیموں کے مطابق صرف ہماری اخلاقی عقلی اور جسمانی طاقتوں کے آزادانہ کھلے طور اور صحیح استعمال سے حاصل ہو سکتی تھی۔ مورخ کے واسطے تنتروں کا لٹریچر مستغنیاں کی کچھ بھی خاص شکل ظاہر نہیں کرتا۔ بلکہ انسانی دل کی ایک مریض حالت بیان کرتا ہے۔ جو کہ صرف ایسے وقت ممکن ہے جبکہ قومی زندگی کوچ کر چکی ہو اور سیاسی پولٹیکل خیال گم ہو چکا ہو۔ اور علم کا چراغ گل ہو گیا ہو + (جلد ۳ صفحہ ۳۰۶)

"سب سے پہلے مورخ ابوریحان جیسی (البیرونی) نے جو محمود کے وقت ۱۰۳۰ء میں آریہ ورت میں آیا۔ اس نے اپنی کتاب میں ۱۸ پورانوں کا ذکر کیا ہے۔ (آر سی دت کی ہسٹری آف اینشنٹ انڈیا)

پرتھوی راج راسہ کے پنجابی مصنف و مورخ و کوی چاند بردائی نے (چاند بردائی) جو ۱۱۹۳ء میں ہوا ہے۔ ابھی ۱۸ پورانوں کا نام لکھا ہے۔

بابا نانک نے بھی ۱۸ پورانوں کا ذکر کیا ہے جو ۱۵۲۶ء میں بعہد بابر بادشاہ کے گذرے ہیں۔

پس صاف ظاہر ہے کہ موجودہ پوران کم و بیش کسی نہ کسی شکل میں ۱۰۳۰ء مطابق سمت ۱۰۸۷ بکرمی سے پہلے موجود تھے۔ ایشیاٹک سوسائٹی کی فہرست میں ویدانت گرنتھوں میں ایک آتم پوران بھی لکھا ہے جس کا کرتا شنکر آچاریہ مدرسی ہے (صفحہ ۱۰۵) مگر یہ ۱۹ پورانوں میں شمار نہیں ہوتا

منشی اندرمن صاحب مرحوم مراد آبادی بھی اٹھارہ پورانوں کا مصنف ویاس کو نہیں تسلیم کرتے تھے بلکہ بہت سے لوگوں کی تصنیف بتاتے تھے چنانچہ چار پانچ کے نام بھی درج کئے ہیں راجہ بھوج جو سمت ۱۱۱۵ بکرمی میں ایک بڑا نامور اور سنسکرت کا قدرداں راجہ گذرا ہے (ایسا سنسکرت کا قدرداں اس کے بعد کوئی نہیں ہوا) اس نے پنڈتوں کو ایک ایک شلوک پر لاکھ لاکھ روپے دئے ہیں۔ بہت سی پوتھیاں اس کے وقت کی بنائی ہوئی اب تک موجود ہیں۔ ان کی قلمرو السلطنت دیہات و شہروں میں ایسے لوگ بہت کم تھے جو سنسکرت زبان نہ جانتے ہوں۔ (دیکھو جام جہاں نما جلد ۳ ۱۸۵۲ء صفحہ ۹۸)

اسی راجہ بھوج کے عہد کے بنے ہوئے سنجیونی گرنتھ میں لکھا ہے کہ راجہ بھوج کے راج میں ویاس جی کے نام سے کسی نے مارکنڈے اور شیو پران بنایا تھا۔ جس کا سماچار راجہ بھوج کو معلوم ہونے سے ان پنڈتوں کو ہاتھ کٹوا دینے (قطع ید) کی سزا دیا۔ اور ان سے کہا جو کوئی کاویہ آدی گرنتھ بناوے تو اپنے نام سے بناوے۔ رشی منیوں کے نام سے نہیں۔ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۹)

اصل میں اس دکی ایسی قدردانی کے سبب سے جعلساز لوگوں نے جھوٹے گرنتھ بنا کر رشی منیوں کے نام سے پیش کئے جیسا کہ پوران جس میں صرف خود غرض و عیاش پنڈتوں کا قصور ہے راجہ صاحب کا نہیں +

ثبوت تناسخ

ओ३म्

नतस्य कार्य्यं करणं च विद्यते न तत् सम श्चा-
भ्याधिक श्च दृश्यते । परास्य शक्ति विविधैव
श्रूयते स्वाभाविकी ज्ञान बल क्रिया च ॥

اے نام تو آرائش عنوان کلام	وے یاد تو آسائش ہر بے آرام
در حیز امکان نتصور ہرگز	بے نام تو آغاز دگیرد انجام

جگت آدھار سوامی! آپ کی قدرت کاملہ و حکمت بالغہ کی توصیف انسانی طاقت سے بہت ہی بالاتر ہیں آپ کا اٹل نیاۓ اور لاتعبیر الصاف آپ کی ذات مقدس کی طرح ادیم اور بے نظیر ہے۔ نظام عالم کا سلسلہ اور ترتیب کونین کا مرحلہ قدم قدم پر زبان حال سے پکار رہا ہے۔ بقول شخصے ؎

ہمہ ذرات از ماہ تا ماہی	وحدانیتش دادہ گواہی
ہمہ اجزائے کون از مغز تا پوست	چو وا بینی دلیل وحدت اوست

بڑے بڑے لائق حکماء اور مشہور فضلاء فلسفہ کی باریک تحقیقات اور سائنس کے اعلیٰ خیالات سے جس منزل پر پہنچے ہیں وہ تیری نام کا پہلا زینہ ہے زمین اور آسمان کے قلابے ملانے والے مہندس اور منجم بھی جتنا زیادہ غور کرتے ہیں تیری قدرت کی باریکیاں اتنا ہی زیادہ لطیف نظر آتی ہیں۔ اسی واسطے فلسفہ کے پہلے معلم یعنی آریہ ورت کے رشیوں نے اپنی یادداشت کے دائرہ میں آپ کی معرفت کی بابت لکھا ہے سو کشمیا سوکشم ورشمی ऽ sूक्ष्मया सूक्ष्मतराभि۔ سمندر کی لہروں۔ پہاڑ کی گپھاؤں۔ ہوا کے جھونکوں اور سیاسوں کی گردشوں میں جدھر ہم نگاہ کرتے ہیں تیری پاک صنعت کی خوبصورتی من موہی ہو کر مفتون کر لیتی ہے ہم حیران ہیں کہ کس کس چیز کا بیان کریں۔ حق بات یہ ہے کہ حیران ہی ہوں۔ چاہئے کیونکہ محدود غیر محدود کا اندازہ اپنے بہ وکیہ کا خیال۔ پران دھاری جیو پاربرہم اور مہدیش کا وچار اپنی بساط سے زیادہ کیا کر سکتا ہے۔

جائے غور ہے کہ سورج ہماری زمین سے کروڑوں درجہ بڑا اور صرف ایک سورج ہی نہیں بلکہ موجودہ علم اور قدیمی ہدایت نامہ وید سے ثابت ہے رگ ۹/۱۱-۴-۳ کہ سورج بہت ہیں۔ वहु दो सूर्याः پس اتنا بڑا جہان اور اس میں ہزاروں نظام شمسی اور قمری پھر لاکھوں طرح کے ستر پران دھاری جیو اور ان کے گرتیبہ میلوں گہرے سمندر اور کوسوں اونچے پہاڑ اور سب کا مالک اور صانع حقیقی آپ کی مقدس اور پوتر ذات وید کے عالم رشیوں نے جب مراقبہ اور سمادھی میں مشغول یوگ کی زبردست دھارنا سے آپ کا دھیان کیا تو لاریب ان کے اندر سے ان کی آتما نے آواز دی तमीश्वराणां परमं महेश्वरं तं देवतानां परमं च दैवतम् । पतिं पतीनां परमं परस्तात् विदाम देवं جن کے بڑے بڑے سورج و چاند وغیرہ کرّے دن رات چکر کھاتے ہوئے آپ کا انت نہیں پا سکتے جب بحر الکاہل جیسے سمندر آپ کی صنعت کے آگے ایک قطرہ سے کم ہیں جب ہمالہ جیسے پہاڑ سب کے عالم میں کھڑے ہیں کپل اور کناد جیسے رشی منیوں نے بھی تیرہ و گت ہو رہے گئے سو جب کوئی بابت منتدی توریت وچیہ ... آپ کی صفت کو بیان کریں گے۔

اے کور گشاۓ ہر چہ بستند	نام تو کلید ہر چہ بستند
اے ہیچ خطے نگشتہ اول	بے حجت نام تو مستدل
اے محرم عالم تحیر	عالم ز تو ہم تہی و ہم پُر
اے مقصد ہمت بلنداں	مقصود دل نیاز منداں
اے سرمہ کش بلند بیناں	در بارگہ درون نشیناں
صاحب تو نہ آں دگر کدامند	سلطان تو ئی آں دگر غلامند
ماد تو سو ردیر اسے	از شرک و شریک ہر دو خالی
در راہ تو ہر کہ راہ جو دست	مشغول پرستش وجود است
اے واہب عقل و صاحب جاں	حکم تو در جہاں ست یکساں
حرفے بہ غلط رہا نہ کردی	یک نقطہ درو خطا نہ کردی
در عالم عالم آفریدن	بہ زیں نتواں قلم کشیدن
اے عقل مرا کفایت از تو	جستن ز من و ہدایت از تو
وانگہ کہ نفس بہ آخر آید	ہم خطبۂ نام تو سر آید
آں لحظہ کہ مرگ را بسیجم	ہم با نم تو در حنوط پیچم
چوں گرد شود وجود پستم	ہر جا کہ روم ترا پرستم
از ظلمت خود رہائیم دہ	با نور خود آشنائیم دہ
بے یاد توام نفس نیاید	با یاد تو یاد کس نیاید

پرنہوا ہم بار بار آپ سے یہی استدعا کرتے ہیں کہ ہماری آتما است سے ست اور اگیان سے گیان اور ظلمت سے نور کی طرف متوجہ ہو۔ اور جھکا سے نکلکر حق کے چمتکار کو دیکھے اور آپ کے پوتر وید مارگ پر درڑھتا اور استقامت جیکر شانتی دھام کی بھاگی ہو۔ پرنہوا ہماری آنکھیں آپ کی قدرت کے مطالعہ کو اور ہمارے کان آپ کے نام کی مہما کی دھنونی کو اور ہماری زبان آپ کے پوتر یش اور قدرت کے رازوں سے بھرے ہوئے انادی علمی خزانہ کی حصول معرفت کو ہمارا من آپ کے ست سناتن دھرم کے مس میں مصروف رہکر پرم آنند کے اُپیوگی ہوں تاکہ ہم آپ کے ست دھرم کے پرچار میں تت پر ہو سکیں۔

جگت سوامی! ہم جو کچھ مانگیں گے وہ آپ ہی سے طلب کریں گے۔ کون ہے اس تمام برہمانڈ میں جس سے ہم آپ کے سوائے پرارتھنا کر سکیں۔

ایک میوا دوتیم برہم۔

एकमेवाद्वितीयं ब्रह्म آپ ہی ہیں۔ اور یہی سبب ہے کہ ہم سب کو چھوڑ کر آپ کا آشرا لیتے ہیں۔ اوم شم۔ شانتی شانتی شانتی +

سبب تصنیف

دنیا کا تغیر و تبدل۔ سمندروں کا مدوجزر۔ درختوں کا نشوونما۔ ستاروں کی گردشیں رات اور دن کا آنا اور جانا۔ شمس و قمر کا طلوع و غروب زمین کا دورہ۔ بخارات کا صعود و نزول دیکھ کر جب ہم انسانی حالت پر غور کرتے ہیں تو یہ عالم صغیر کا نقشہ بھی اپنی تار و پود کے ساتھ وہی کیفیتیں عالم کبیر کی دکھلاتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کی ایک صورت دوسری سے نرالی اور تیسری چوتھی سے جدا ہے اس کی رگ رگ میں خون کی گردش کی طرح کمی بیشی یا ترقی و تنزل کا چکر

لگ رہا ہے۔ اس کے من کی کیفیت اور دل کی حالت گرگٹ کی طرح دمبدم بدل رہی ہے۔ نظامی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

گروندہ رہیست ویں دیں براہ — گہ بر سپید یخیف و گہ بر جاہ
گہ بسرشتم تو گر چو انم — رہ مختلف سبب ویس بمانم
از حال بحال اگر بگردم — ہم بر ورق اولین نبود دم
این مرگ نہ باغ بوستانست — ویں راہ سرائے دوستانست
گر بگرم آنچہ باید ایست — آن مرگ نہ مرگ نقل جائیست
از خورد گہے بخواب گاہے — در خواب گہے نہ برم شباہے

جب اس حال دیکھا تو طبیعت کو دہن لگی اور دماغ میں یہ خیال سمایا کہ ست داست کی تحقیقات کی جائے۔ فارسی تعلیم کے سبب مدت تک یہی مسئلہ صحیح معلوم ہوتا رہا۔ کہ انجار قطعی ہو۔ بالحقیقت بہ گرییت کے جوش و فکر سے اس میں بہت ہی خرابیاں معلوم ہوئیں اور خرابیاں بھی اس قسم کی جن سے بچنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ طبیعت ورطۂ حیرانی میں پھنسی رہی۔ اور انہی ایام میں مت پرستی کی سوجھی۔ برسوں کرشن جی اور مہادیو کی پوجا سے سروکار رہا اور انہیں کو اپنا مالک اور پروردگار جان کر جبہ سائی ہوتی رہی۔ بیماری کے دنوں میں کئی مار خانقاہوں سے مرادیں مانگنی پڑیں اور بار بار دیوتاؤں سے ملتجی ہوا مگر وہاں سنتا کون۔ کسی مرسی کے عالم میں دعائے سریانی کا بھی ورد کیا۔ اور کئی آیات قرآنی کا بھی جاپ کرتا رہا مگر طبیعت کو شانتی کہاں۔ حسن اتفاق سے انہیں ایام میں بائبل کی زیارت ہوئی اور اول سے اخیر تک سیر کی۔ ایشور سے دعا بھی مانگتا رہا کہ جو راہ حق ہو اس پہ استقامت بخش۔ مگر یہ ناممکن ہے کہ کہیں سے بھی تسلی نہ ہوئی۔ ناستک پن سے جی گھبراتا تھا اور لوبی و ملامت سے دل کو نفرت ہو گئی تھی۔ آخر بقول جوئندہ یابندہ تلاش کرتے کرتے ایک دن رسالہ ودیا پرکاشک کے ذریعہ معلوم ہوا کہ ایک مہاتما سنیاسی سوامی دیانند نامی ست دھرم کا اپدیش کر رہے ہیں اور وہ مذہبی مسائل کو علمی اور عقلی دلائل سے ستدہ کر ذہن نشین کراتے ہیں۔ پس تو طبیعت بے چین ہو گئی۔ انہیں خط لکھا اور ان کی کل تصانیف منگائیں۔ اور ساتھ ہی رسالہ مذکور کی خریداری شروع کی۔ بس پھر کیا تھا۔ ان کی کتابوں کے مطالعہ اور نیز بہت دلائل کے حوالے سے اندھا کٹ من میں اجالا آگیا۔ توہمات باطل دور ہو گئے۔ گھر ہیٹ مٹ گئی۔ ست مارگ سوجھ پڑا اور ان کی سب کتابوں کے مطالعہ سے ان کے مبارک اپدیش یعنی ویدک دھرم کو خیر مقدم کہا۔ ۱۱۔ اپریل ۱۸۸۱ء ہے۔ آج کا دن کو طبیعت بیخبر بھی ان کی توہمات میں نہ یعنی اور نہ پنت وہ دھرم سے ڈانواڈول ہوئی۔ جون ۱۸۸۱ء میں سوامی جی مہاراج کے اجمیر جا کر درشن کئے۔ ایک ہفتہ ان کی خدمت میں بھی رہا۔ اور شکوک رفع کئے۔ بعد ازاں دل ہمیشہ یہی چاہتا رہا کہ ست دھرم کا منڈن اور اَست دھرم کا کھنڈن جہاں تک ہو سکے کرتا رہوں۔ اور تادم زیست ست کا اپدیش کروں۔ مسئلہ تناسخ یا آواگون۔ ان مشہور مسائل میں سے ہے جن میں آریہ سماج کا عدید مذاہب سے اختلاف ہے۔

جس قدر کتابیں آج تک اس مسئلہ کی تردید میں تصنیف ہوئی ہیں وہ ساری کی ساری جہاں تک مل سکیں مطالعہ کیں اور جن کتابوں کو غیر زبان ہونے کے سبب خود نہ پڑھ سکا انہیں دیگر بھائیوں سے امداد لے کر ترجمہ کیں۔ مگر حاشا کہ

باوجود اس قدر زور شور کے کسی صاحب نے اس مشہور و معروف مسئلہ پر ایسا زبردست اعتراض کیا ہو۔ جس کا کوئی معقول جواب نہ ہو سکے اور مخالف کو لاجواب نہ ہونا پڑے۔

ہمارے ہندو آریہ بھائی غفلت کی نیند میں ایک عرصہ دراز سے سو جانے کے سبب مخالف و مباحث کی تمیز بھول گئے۔ دھرم اور ادھرم کی تفریق چھوڑ بیٹھے۔ اور ایسی گئی گذری حالت میں ہو گئے کہ اپنے پر تردیدوں کا آشرا اور انہیں درس و تدریس میں مطالعہ کرتے رہنا اور ان سے ہدایت حاصل کرنا یک لخت ترک کر دیا۔ مخالف ایک بیہودہ اعتراض گھڑ کر ان کی اولاد کو ست دھرم سے برگشت کرتے ہیں اور کرتے جاتے ہیں۔ مگر یہ گویا بڑ کو دان دینے کے عادی اپنی بربادی کو آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی مون بسادھے بیٹھے ہیں۔ اور ذرا آنکھیں نہیں کھولتے اور نہ دماغ کو کام میں لاتے ہیں۔ بایں لحاظ فروری ۱۸۸۸ء میں ہم نے آریہ گزٹ میں اشتہار دیا۔ بدیں مضمون

عیسائیوں۔ محمدیوں اور براہمو بھائیوں سے التماس

ہمارا مصمم ارادہ مسئلہ تناسخ پر ایک کتاب تحریر کرنے کا ہے جس میں حصہ جات ہوں گے۔ دیباچہ۔ تشریح تناسخ۔ عیسائیوں کے تمام اعتراضوں کا جواب محمدیوں کے تمام اعتراضوں کا جواب۔ براہموؤں کے تمام اعتراضوں کا جواب۔ دیگر اہل مذاہب کی تناسخ پر رائے۔ حکمائے و فضلائے کی رائے۔ ویدوں اور شاستروں کی رائے۔ جتنے اعتراض آپ لوگوں نے آج تک متفرق طور پر کئے ہیں وہ سب ہم نے جمع کر لئے۔ کسی اور صاحب کے دل میں ارمان نہ رہ جائے۔ بدیں منشاء یہ اشتہار جاری کیا جاتا ہے کہ آخر جولائی ۱۸۸۸ء تک جن اصحاب کو جس قدر اعتراض اس مسئلہ پر ہوں وہ خوش خط صاف تحریر میں لا کر ٹکٹ لگا۔ یا بیرنگ حسب توفیق ہمارے پاس ارسال فرماویں۔ معمولی محصول سے انکار نہ ہوگا تمام ہمعصروں سے گذارش ہے کہ وہ بھی ایک ایک بار اس اشتہار کو اپنے اخبار میں لفظ بلفظ اندراج فرماویں۔

المشتہر پنڈت لیکھرام ایڈیٹر آریہ گزٹ فیروزپور۔

ان دنوں نامہ نگار آریہ گزٹ کا ایڈیٹر تھا۔ اس واسطے گزٹ مذکور میں تو یہ کئی مہینوں تک شائع ہوتا رہا۔ اور کئی ہمعصروں نے بھی بہ نظر مہربانی اس کی اشاعت فرمائی تو بھی بہت کم صاحبوں نے اپنی پرشکوک ارسال کر کے اعتبار بخشا۔ بعد ازیں کچھ مدت تک ہمیں اس کتاب کے لئے بالکل فرصت نہ ملی مگر تو بھی ارادہ وہی رہا۔ اس میں کسی طرح کی کمی نہیں ہوئی آخر الکریم اذا وعد وفا کے موجب ہم نے ماہ جنوری ۱۸۹۲ء سے تھوڑی تھوڑی فرصت اس کے واسطے نکالنی شروع کی۔ پس یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ہم یہ کتاب آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

ثبوت تناسخ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول مخالفین کے اعتراضوں کے جواب جس کے تین باب ہیں۔

باب اول۔ تحقیق روح اور اس کا جسم سے تعلق۔
باب دوم۔ عیسائیوں کے اعتراضوں کا جواب۔
باب سوم۔ مسلمانوں کے اعتراضوں کا جواب۔
باب چہارم۔ برہمو سماجیوں کے اعتراضوں کا جواب۔
حصہ دوم۔ مسئلہ تناسخ کی بابت ایک وسیع تحقیقات اس میں دو باب ہیں۔

باب اول۔ مکتی اور وید شاستروں سے تناسخ کا ثبوت۔ باب دوم۔ پارسی مذہب اور تناسخ۔ باب سوم۔ بدھ مذہب اور تناسخ۔ باب چہارم مختلف ممالک کے حکما کی رائے۔ باب پنجم۔ بائیبل سے تناسخ کا ثبوت۔ باب ششم قرآن سے تناسخ کا ثبوت۔ باب ہفتم۔ دیگر علمائے اسلام کی رائے باب ہشتم کبیر صاحب بانی کبیر پنتھ اور نانک صاحب بانی سکھی مذہب کی رائے۔ باب نہم شری سوامی دیانند جی کی رائے۔

اس کے علاوہ دو مقدمہ اور ایک خاتمہ پر مضمون کو ختم کیا گیا ہے ست دھرم کے متلاشیوں سے اُمید ہے کہ وہ اس کے مطالعہ سے ضرور ہی ست دھرم پر قائم ہوں گے اور ناواقفوں کے سمجھانے پر دل و جان سے کوشش کریں گے۔ کیونکہ اسی پاک مسئلہ کی نافہمی کے سبب لوگوں نے پرمیشور پر بے شمار الزام لگائے اور اسی مسئلہ سے ناواقفی کے کارن ناستک لوگ گناہ کرنے پر زیادہ دلیر ہو گئے اگر انصافانہ طریقہ پر ذرا زیادہ توجہ کر کے سوچیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ خدا کی ہستی کے ثبوت میں تناسخ بھی ایک برہان قاطع ہے۔ ہماری رائے میں تناسخ سے انکار دوسرے پہلو میں پرماتما کی ذات اقدس سے انکار ہے یا اُس کی ذات کو تمام ذمائم کا انبار ماننے کے برابر ہے۔ العاقل تکفیہ الاشارۃ والغافل لاینفعہ الف عبارۃ۔

لیکھرام آریہ مسافر
ازمقام جالندھر شہر (آریہ سماج)

حصہ اول

ایہا الناظرین! علم حکمت اور فلسفہ ہمیں بتلاتا ہے کہ دنیا میں اعلیٰ اوسط اور ادنےٰ کی ترتیب سے انسانی حالت تین طرح پر ہے سب سے اعلیٰ تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے بشریت کا جامہ پہن حق و باطل کی تمیز پر کمر باندھی اور دل و جان سے صداقت کے متلاشی رہے جب کبھی اپنی کوئی رائے اُن کو غلط معلوم ہوئی فی الفور اُسے تیاگ دیا ہمیشہ لوگوں کے توہمات باطلہ کے ترک کرانے پر کوشاں رہے۔ جس بات کو اُنہوں نے صحیح سمجھا ہزار تکلیف کے آنے پر بھی اُس کو نہ چھوڑا۔ صداقت کو اغراض کا مطیع و منقاد نہ ہونے دیا۔ بلکہ اغراض کو صداقت کا غلام بنایا۔ اُنہوں نے دنیاوی عزت و رفعت کی بمقابلہ صداقت ذرا پرواہ نہ کی۔ پروپکار کے سوائے سنسار سے کسی ذاتی عوض کے پورا ہونے کی اُمید نہ رکھی۔ جہاں تک ہو سکا جگت کو سدھارا۔ اور توہمات کے پردوں کو اُٹھایا۔ علم و عقل کا پرچار کیا۔ اور راستی کا اظہار۔ ایسے آدمی اگرچہ بہت زیادہ نہیں ہوتے مگر تاہم چلتے ہوئے ہیں حقانیت کے آکاش میں اُن کے نام نامی ہمیشہ چمکتے۔ اور حق پسندوں کے دلوں اور کتب الٰہیات کے مطالعہ کرنے والوں کی آنکھوں کے سامنے تازہ اور خوشبودار پھولوں کی طرح مہکتے رہیں گے۔

دوسرے قبیل میں وہ لوگ ہیں جو صداقت کا اُپدیش سن کر اپنے توہمات باطلہ کو مٹا کر حق پر مستعد ہو جاتے ہیں اُن کا اصول ہوتا ہے کہ ست کے اختیار کرنے اور جھوٹ کے چھوڑنے میں ہمیشہ طیار رہنا چاہئے۔ وہ کسی کی اندھا دھند تقلید نہیں کرتے اور نہ بعید از قیاس باتوں پر وشواش دھرتے ہیں علم معقول سے سوچتے اور دلایل سے غور کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کو سچے وشواسی ستیہ مانی کہہ سکتے ہیں اور جس دھرم میں ایسے لوگ کثرت سے ہوں وہی عزت کے لایق ہیں۔

تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو در حقیقت مُقلد کہلاتے ہیں جنہیں بدیا نیک کی تمیز نہیں یا کرنی نہیں چاہتے۔ وہ کسی بات کے ماننے سے پہلے ہی علم و عقل و تمیز کے سارے سرمایہ کو فروخت یا نیلام بلکہ خیرات کر کے من دھن گورو و مُرشد کے ارپن اور دل و دماغ کو علم و عقل یا سوچ سمجھ سے بالکل خالی کر دیتے ہیں۔ ان کا یہ ہے۔ خطائے بزرگاں گرفتن خطا ست۔ وہ اس کے اگلے مصرعہ کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں ولیکن بوقت ضرورت روا ست۔ مُرشد کی خرابی کو عمدگی۔ اُس کی بدچلنی کو نیک چلنی اُس کی بدعادت کو نیک عادت۔ اس کی گنہگاری کو پرہیزگاری خیال کرتے ہیں۔ وہ اُسے زنا کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اور اُسے شراب وغیرہ منشی چیزوں میں متوالا پاتے ہیں وہ اُس کے منہ سے بدبو بھی سونگھتے ہیں۔ مگر اسے ہرگز مجرم نہیں جانتے بلکہ اپنی آنکھ۔ ناک۔ کان کی غلطی یا قصور گردان کر اسے بالکل پاک سمجھتے جاتے ہیں۔ بیہودہ وشواس کرانے اور اعتقاد جمانے اور فانی المرشد ہو جانے سے اُن کے حواس خمسہ اپنے کاموں سے بالکل معطل ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ جب کسی معقول پسند کے اعتراض سنتے ہیں تو جواب دیا کرتے ہیں۔

سامرتھ کو نہیں دوش گسائیں   روی۔ پاوک سرسری کی مائیں

مگر ان اندھے مقلدوں سے بھی زیادہ گمراہی میں وہ ہیں جو اُن کے لیڈر ہوئی ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ہم صداقت پر نہیں۔ انہیں خبر ہے کہ وہ راستی سے دور ہیں۔ وہ آگاہ ہیں کہ جو بات ہم کہہ رہے ہیں وہ سچی نہیں۔ مگر حکمت عملی یا مکاری سے پھر بھی سچ کو باطل اور باطل کو حق بتلا رہے ہیں وہ لوگوں کے خیالات کو سن کر اور داناؤں کی کتب کو مطالعہ فرما کر کتابیں لکھتے ہیں۔ مگر باایں ہمہ نادانی الہام کا دعوےٰ ہے۔ اُن کے اندر ارادہ کی مضبوطی تو ہے مگر جہالت کے پکشپات سے وہ سوائے دنیا کو بگاڑنے کے کسی طرح کا سدھار نہیں کر سکتے۔ راہ راست کو جانتے ہیں مگر نہ خود چلتے اور نہ اپنے دوستوں کو چلنے دیتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے نزدیک تو ناراستی میں ہی ہے ایسے لوگ ہر زمانہ میں ہوتے رہے اور آیندہ بھی جب تک جہالت موجود ہی ہوتے رہیں گے۔ اس وقت بھی دنیا اُن کے وجود سے خالی نہیں۔ ایسے لوگ اب بھی موجود ہیں جو خود دل میں کئی مسایل مذہبی کو نہیں مانتے مگر اندھے مقلدوں کو اُس کی تلقین کرتے ہیں تاکہ اُن کی ماتاتی رہے وہ دوسروں کا سوانگ اُتارتے ہیں۔ سیاپے کی نائن کا حال لوگوں نے دیکھا ہو گا کہ اُس کے دل میں نہ رحم ہے نہ درد۔ مگر پیٹتی اور بٹواتی ہے۔ خود نہیں روتی مگر لوگوں کو رولاتی ہے اسی طرح اکثر شہروں میں محرم کے دنوں میں اجرتاً ایسے لوگ مل جاتے ہیں جو مزدوری لیکر پیٹتے اور لوگوں کو رولاتے ہیں۔ ایسے لوگ مالک کے سوانگ سے بڑھ کر نہ کوئی وقعت رکھتے اور نہ رکھنے کے لایق ہیں۔

پیارے دوستو! جو لوگ اپنے خانگی امورات اور کیول کلپت الفاظ کو الہام ایزدی کہہ کر جاہلوں کو بہکاتے اور ایسا کام سدھ کر لیتے ہیں۔ کیا ایسے ناستک دہریہ نہیں ہیں اور کیا ایسے لوگ ایشور کو کلنک نہیں لگاتے۔ لوگوں کو ترک دنیا و لذات دنیا کا اُپدیش دیتے ہیں اور خود آئے دن شادی پر شادی کراتے اور بنک و صنادیق میں مبلغ علیہ السلام جمع کرتے جاتے ہیں۔

ترک دنیا بمردم آموزند   خویشتن سیم و غلہ اندوزند

پس بیہودہ تقلید پرستی سے باز آ کر اور جہالت کے تاریک گڑھے سے نکل کر صداقت و تحقیقات کے میدان میں قدم رکھئے۔ حق کی تلاش کیجئے۔ ضرور بضرور آپ نجات المرام

ہوں گے۔ کتب الہیات کا مطالعہ کیجئے۔ اور اس ہماری کتاب کو سرسری نظر سے نہیں بلکہ تعمق و تفکر کی توجہ سے مطالعہ میں لائیے شروع سے اخیر تک پڑھئے جو حوالے ہم نے دیئے ہیں انہیں مقابلہ کیجئے۔ اپنے کانشنس سے ذرا ایکانت بیٹھکر تناسخ کا سوال کیجئے۔ اپنی روزمرہ کی حالت کو مدنظر رکھ کر مسئلہ آواگون پر خیال کیجئے کسی سے دل کو ساجے کی ہٹ کو دل سے ترک کر محققین کی رائے کی پڑتال کیجئے۔ اور ذرا گہری نگاہ سے روح کی اصلیت و مادہ کے استحالہ پر قواعد منطق استعمال کیجئے۔ اور کچھ قدرتی اشیاء کا مطالعہ کرتے رہیئے۔ پھر دیکھئے کہ آیا آپ کا محقق مزاج دل اور راستی پسند طبیعت اس پوتر اور پاک مگر معقول مسئلہ آواگون کو قبول کرتی ہے یا نہیں۔

ہر گناہ زنگیست بر مرآت دل ‍ ‍ دل شود زیں زنگ ہا خوار و خجل
چوں زیادت گشت دل را تیرگی ‍ ‍ نفس دوں را بیش گردد خیرگی

باب اول

تحقیق روح اور اس کا جسم سے تعلق

روح ایک غیر مادی۔ مجرد جیتن ہے اور ایک دیسی پریتی اچھیا شکھ دکھ کا گیان رکھنے والی دستو ہے ہم دوسرے الفاظ میں مدرک بالذات و متصرف بالآلات کہہ سکتے ہیں جسم میں ان میں سے ایک گن بھی نہیں۔ بلکہ برخلاف اس کے مادی۔ مرکب اور طول و عرض و عمق رکھنے والا۔ روح کو سنسکرت میں جیو اور انگریزی میں سول کہتے ہیں مگر لفظ جیو وغیرہ کے معنے ہر جگہ صحیح نہیں دیتا کیونکہ جسمانی حکیموں نے اسے بالکل نہیں سمجھا۔ اسی واسطے اس کے معنے ویسے ہی لالیعنی بیان کر دئے اور یہی سبب ہے کہ وہ روح کی ہستی سے ہی منکر ہو گئے۔

فارسی اور عربی لغات میں روح سے راحت کا مرہ و شراب و آرام اور خوشی و تازگی و خنکی نسیم و بوئے خوش و رحمت مراد ہے۔ اور اس روح سے بھی مراد ہے جس سے جسم انسان و حیوان زندہ رہتے اور کام کرتے ہیں۔ رواں۔ جاں اور نفس بھی جیو کے معنوں میں اکثر آتے ہیں جس کی تحقیق اس رسالہ میں کرتے ہیں وہ اولین اشیاء میں سے نہیں ہے اور نہ ان سے اس کا تعلق ہے بلکہ ہماری مراد لفظ روح سے جان۔ رواں اور جیو ہے جس کی تعریف میں مہاتما کرشن چندر جی نے دیا ہے کہ اس کو آگ نہیں جلا سکتی اور نہ اسلاح کاٹ سکتے ہیں نہ ہوا خشک کر سکتی ہے اور نہ پانی گلا سکتا ہے وہ پیدا نہیں ہوا۔ قدیم اور ہمیشہ رہنے والی چیز ہے۔ جسم کے ٹکڑے ہونے سے اس کے ٹکڑے نہیں ہو سکتے۔ جس[1] طرح انسان پرانے کپڑے اتار کر نئے کپڑے پہن لیتا ہے اسی طرح یہ جیو پرانا جسم ترک کر کے نیا قالب اختیار کر لیتا ہے۔

یجروید کے کٹھ اوپنشد میں دا ک ۳۔۱۲ تک روح و جسم کی جدائی کو اس طرح رشیوں نے بیان کیا ہے:-

۱۔ آتما سوار ہے۔ جسم رتھ ہے۔ بدھی کوچواں ہے اور من عناں یا باگ ڈور ہے۔

۲۔ اندریاں یعنی حواس عشرہ یا خمسہ اس کے گھوڑے اور اندریوں کے وشے گھوڑوں کی چال یا رفتار ہے اگر آتما اور اندریہ بدھی اور من باہم موافق ہیں تو کامنہ سے سوار ہو کر جاتے اور سکھ پاتے ہیں۔

۳۔ اگر بدھی وگیان رہت ہوئی تو من یعنی عناں کو اپنے قبضہ میں نہ رکھے گی۔ پس گھوڑوں کی سرکشی سے رتھ ایک سخت گڑھے میں گر یگا اور مع سوار کے چکنا چور یا تحلیل ہو جائے گا۔

۴۔ اگر وگیان والی بدھی ہوئی تو من یعنی باگوں کو اپنے قبضہ میں رکھیگی جس سے گھوڑوں کی سرکشی بھی شدھ ہو جائیگی اور سب آنند پائیں گے۔

۵۔ یہ ظاہر ہی ہے کہ اگر من ہمیشہ قبضہ میں رہے تو سنسار کے دکھ سے انسان ترجاتا ہے

۶۔ اور ایسا ہی انسان پرم پدیعنی موکش کو پراپت ہوتا ہے۔

۷۔ جس کا من اور کوچواں عمدہ ہے وہی عمدہ سواری کریگا۔ اور مصائب سفر سے بھی اسے آرام ہوگا۔ اور سرب ویاپک پرماتما کے آنند میں مگن ہوگا۔

۸۔ اندریوں میں خواہش لطیف ہے۔ اور خواہشوں سے من لطیف ہے مگر من سے بدھی سوکھشم اور بدھی سے جیو لطیف ہے۔

۹۔ جیو سے اویکت اور اویکت سے پرماتما لطیف ہے۔ مگر پرماتما سے لطیف یا پرے کوئی نہیں۔ وہی سب کا آشرا کھنٹ اور سب کو سوامی ہے۔

۱۰۔ جس طرح یہ سب ایک دوسرے سے لطیف یا ایک کا جاننا دوسرے سے کٹھن ہے اسی طرح ان کے وچار کرنے سے حسب مراتب سب سے سوکھشم اور پرے جو پرماتما ہے وہاں تک آتمک بدھی پہنچتی ہے اور یہی جاننا سب کی اصل ہے +

دعوے۔ روح جسم سے جدا غیر مادی اور قائم بذات خود ایک ہستی ہے وہ عناصر کا خلاصہ یا عطر نہیں اور نہ عنصروں کی ملاوٹ سے پیدا شدہ چیز ہے +

پہلی دلیل

منش جب کبھی شراب وغیرہ وحشی چیزوں کو استعمال کرتا ہے پیتے وقت بھی جانتا ہے کہ میں نے یہ نشہ پیا۔ اور جب مست اور مدہوش ہو کر متوالا ہو جاتا ہے تو بھی گو اپنی بنا

---

[1] مولانا رومی اپنی مثنوی میں لکھتے ہیں۔ ورمیاں آمد تن روح را چوں لباسیست وایں دست آستین دست روح است وایں پائے موزہ پائے روح (از دفتر سوم صفحہ ۲۰۵)

روح را توحید اللہ خوشترست	رو بحو او پس لباسے البیس	تا بدانی کر تن آمد چوں لبیس
آں حقیقت داں مدیں ازکرب	وست دیا در خلع معنی اختلاف	غیر ظاہر دست و پائے دیگرست
روح دارد بے بدن بس کار و بار	پس منزہ از جہاں تنزل شدن	آں تو ئی کہ بے بدن داری بدن
تا بہ مینی ہست چرخ ادر بدون	ماتش تا مرغ از قفس آید بروں	مرغ باشد در قفس بس بے قرار

بقیہ حاشیہ۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔ دل بعدم گر شود لباس تن ۔ صاحب آں لباس چہ غم ۔ آنریبل سر سید احمد خاں صاحب فرماتے ہیں۔ اگرچہ اس چیز (روح) کو انسان کے بدن سے کچھ علاقہ ہے۔ مگر جب غور سے دیکھو تو باوجود اس علاقہ کے یہ محض بے علاقہ ہے آدمی کبھی ایسا محو ہوتا ہے کہ سب چیز کو بھول جاتا ہے مگر اپنے آپ کو نہیں بھولتا۔ اسی خیال سے ہو سکتا ہے کہ گو انسان کا یہ ظاہری بدن نیست ہو جاوے مگر وہ چیز حواس میں ہے جیسی ہے ویسی ہی رہیگی۔

پھر اگر وہ چیز چند روزہ ہے اور آخر کو نیست ہونے والی ہے تو دل قبول نہیں کرتا کہ اس ذات پاک دایم الوجود خدا نے یہ تمام تجاشات ایک ایسی فانی اور ناپائیدار چیز کے لئے بنائے ہوں؟ پس کچھ عجب نہیں کہ وہ چیز بھی دایم الوجود ہے نیست ہونیوالی نہیں۔

(تصانیف احمدیہ حصہ اول تبیین الکلام صفحہ ۱۵ ۱۸۶۲ء)

ہے کہ مجھ کو نشہ ہو رہا ہے۔ حالانکہ نشہ کا اثر اُس کے شریر کو ہوتا ہے۔ اگر روح مستی ہوتا۔ تو وہ بے ہوش ہو جاتا اور جب ایسا ہوتا۔ تو نہ کوئی پھر نشہ کی شہادت دیتا اور نہ سمجھ سکتا۔ کہ مجھ کو نشہ ہو رہا ہے۔ پس وہ چیز جو سمجھتی ہے کہ مجھ کو نشہ ہو رہا ہے بلکہ نشہ ہونے کی شہادت دیتی ہے وہ روح ہے۔

ہاں اس پر ایک اعتراض ہو سکتا ہے کہ اگر وہ روح ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ کہتی ہے کہ مجھ کو نشہ ہوا۔ حالانکہ نشہ روح کو نہیں ہوتا۔ بلکہ جسم کو ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ روح نے بہ سبب اگیان اور زیادہ سمبندھ اور محبت جسمانی کے اپنے کو جسم جان لیا ہے ورنہ اصل میں وہ جسم نہیں بلکہ جسم سے جدا ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے زیادہ تعلق کے سبب آدمی کہتا ہے میرا گھوڑا گم ہو گیا۔ میرا دوست بھاگ گیا ہے میرا کتا پاگل ہو گیا۔ میرا بوٹ پھٹ گیا۔ میری لاٹھی ٹوٹ گئی۔ اسی طرح کہتا ہے کہ میرا ہاتھ کٹ گیا۔ میری آنکھ دکھتی ہے میرا کان درد کرتا ہے۔ میرا پاؤں شل ہو گیا۔ میرے ناخن بڑھ گئے۔ ورنہ اصل میں وہ آلات خود یعنی جسم کی بابت کہتا ہے نہ کہ اپنی ذات کی بابت۔

ابھی چند ماہ کا ذکر ہے کہ ایک کانٹے والا جمعدار انجن کے نیچے آکر ناف کے پاس سے اُس کا نیچے کا حصہ بالکل جدا ہو کر ۰۰ اگز کے فاصلہ پر جا پڑا وہ بے ہوش ہو گیا لوگ بھی پہنچ گئے۔ جب اُس کو ذرا ہوش آیا تو لوگ اسے زندہ دیکھ کر اُسے تسلی دینے لگے اُس نے کہا کہ اور تو خیر مگر میرے پاؤں شل ہو رہے ہیں انہیں گرم کرو لوگ تسلی دیتے رہے۔ اتنے میں جب اُس نے ہاتھ لمبا کر کے خود دیکھا تو معلوم ہوا کہ ٹانگیں ندارد ہیں۔ فی الفور آہ سرد بھری اور فوت ہو گیا۔

یہ بات زیادہ غور کرنے سے اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔ کہ وے اشخاص جنہوں نے سمجھا ہوا ہے کہ ہم جسم نہیں ہیں بلکہ روح ہیں۔ تو اُن کو خواہ کس قدر نشہ پلایا جاوے اُن سے کوئی ناشایستہ حرکت یا نامناسب فعل صادر نہیں ہوتا۔ بلکہ جب اُن کے جسم کے اعصاب پر نشہ کا زیادہ غلبہ ہو جاتا ہے تو وہ خاموش ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے پرماتما کا دھیان دل میں دھار لیتے اور من میں یقین رکھتے بلکہ سمجھتے ہیں کہ اُن کا شریر نشہ کی وجہ سے لاچار ہونے کا رہے کام نہیں دے سکتا وہ بات کرنی چاہتے ہیں مگر زبان کام نہیں دیتی۔ اسی واسطے نہیں بولتے اُٹھ کر بھی اسی واسطے نہیں چلتے ایسا نہ ہو گر پڑیں۔ اور لوگ ہنسیں یا چوٹ لگے اور علاج کرنا پڑے سا برآں وہ چیز جو نشہ کی حالت میں بھی اپنی حالت پر قائم رہتی اور نشئی نہیں ہوتی بلکہ نشہ کے سب اثروں سے پاک رہ کر بدستور سابق سوچتی اور بچارتی اور دیکھتی ہے جس کا ذاتی اور اصلی کام غور و فکر اور گیان کسی حالت میں اور کبھی کسی وقت اور کسی طرح بھی معطل یا بے کار نہیں ہوتا۔ اُسی کو ہم لوگ روح یا جیو کہتے ہیں +

دوسری دلیل

ایسے آدمی دیکھے گئے ہیں۔ جن کے کسی مرض کی وجہ سے یا حکماً دونوں پاؤں کاٹے گئے اور بلکہ ایسے بھی جن کی پوری ٹانگیں جدا ہو گئیں مگر پھر بھی وہ برابر زندہ اور اُن کی جگہ لکڑی کے قایم مقام بنا کر کام کرتے ہیں۔ اور جس طرح اُن کی موجودگی میں اُن سے کام لیتے تھے۔ اُسی طرح اُن جگہ والی لکڑیوں سے کام لیتے ہیں۔ اور جس طرح بحالت موجودگی اصلی ٹانگوں کے اُن کے سو جانے یا شل ہو جانے کی حالت میں اُن کو جانتا اور اُن کو جگانے کی کوشش کرتا یا علاج کرتا تھا۔ اور ایک علاج کی ناکامی میں دوسرے کی تجویز سوچتا تھا۔ ویسا ہی اُن کے کٹ جانے کی حالت میں بھی تجویز سوچتا اور اُن قائم مقام پاؤں یعنی لکڑی یا لوہے کے پاؤں کے ٹوٹ جانے یا ہلکا بھاری ہو جانے کی صورت میں اُن کی درستی کی تجویز کرتا ہے اور جو پاؤں کہ کٹ گیا ہے وہ نہ جسم کے باقی حصہ کو جانتا اور نہ اُس کو جسم کا قطع شدہ حصہ جانتا ہے جانتا تو درکنار اُس کو گیان ہی نہیں کہ میں کہاں تھا اور کہاں آ گیا۔ نہ اپنے اصل کو جانتا اور نہ کسی دوسری چیز کو بلکہ محض لاعلمی و جڑھتا کی حالت میں رہ کر خاک میں مل جاتا ہے آدمی اپنے دوسرے اعضائے جسم سے کام لیتا اور بدستور سابق کام کرتا بلکہ اُس قایم مقام سے کام کرواتا ہے اور جو مطلب اُس کا ہوتا ہے اُس کے حاصل کرنے کے واسطے کوشش کرتا اور کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس مثال سے یہ بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے **مثال** ایک آدمی سفر کرتا ہے چلتے چلتے جب خود تھک جاتا ہے تو رات کو مقوی اشیاء و دودھ وغیرہ سے پرورش پاتا اور اُسی طرح ایک مزدور بلا کر اپنے جسم کو مالش کراتا ہے اور اُسے کچھ دیتا ہے۔ آگے چل کر جہاں کہیں اس کو مزدور نہیں ملتا بالکل تھک جاتا ہے تو وہاں سے ایک گھوڑا مول لیتا ہے۔ پھر اُس پر سوار ہو کر سفر کرتا ہے۔ تمام دن چلتے چلتے وہ بھی تھک جاتا ہے منزل پر آن کر اُس کو دانہ دیتا اور بہاری کھلاتا اور مالش کراتا ہے کہ اس کا تکان دور ہو۔ اسی طرح اگر آہنی گھوڑے پر سوار ہوتا ہے تو اُس کو سوچ سمجھ کر چلاتا۔ اور جہاں وہ گر پڑتا اور ٹوٹ جاتا ہے وہاں اُٹھاتا۔ مرمت کراتا۔ درست کر پھر سوار ہوتا ہے جس طرح کہ آہنی گھوڑے سے اُس کا سوار جدا۔ اور جس طرح اصلی گھوڑے سے اُس کا سوار دوسرا ہے۔ گھوڑا سوار کی مرضی کے مطابق چلتا اور اپنی مرضی کے مطابق سوار اُس کو چلاتا ہے اُس کے تھک یا ٹوٹ جانے سے سوار سفر نہیں کر سکتا۔ بلکہ لاچار ہو کر بیٹھ جاتا ہے بعینہ یہی حال جسم اور روح کا ہے۔ روح بمنزلہ راکب اور جسم بمنزلہ مرکب ہے؟ جس طرح گھوڑا اور آہنی گھوڑا دونوں ہم سے جدا ہیں اسی طرح یہ جسمی گھوڑا بھی ہمارے اصلی سوار یعنی روح سے جدا ہے۔ بہ سبب ممتا اور ابھمان کے اصلی ٹوٹنے یا مجروح ہونے یا مستی ہونے سے روح آسیب مانتا ہے۔ لیکن اگر بدیدہ غور دیکھا جاوے تو صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ روح جسم سے جدا اور جسم روح سے جدا ہے۔ جس طرح سوار گھوڑے سے کام لیتا ہے یا جس طرح ڈرائیور یا گارڈ ریلوے کو چلاتا ہے اُسی طرح روح اس جسم کو چلاتا ہے ریلوے کو ڈرائیور یا گارڈ کا علم نہیں مگر اُن کو ضرور ریلوے کا گیان ہے۔ بنا براں اس جسمانی ٹرین کا جو اصلی ڈرائیور ہے وہی روح ہے +

تیسری دلیل

منش جب کسی باریک بات کو سوچنے لگتا ہے اور سوچتا سوچتا اس میں زیادہ مصروف ہو جاتا ہے تو باوجود آنکھوں کے کھلا رہنے اور گوش وا ہونے کے نہ دیکھتا ہے۔ نہ سنتا ہے۔ علیٰ ہذالقیاس اُس کے اور حواس بھی باوجود موجودگی کے کچھ احساس نہیں کرتے دنیا میں ہر ایک آدمی کچھ نہ کچھ اس کی شہادت دے سکتا ہے اور خصوصاً زیادہ سوچنے والے آدمیوں پر ایسے واقعات بیشتر وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ مہاتما گوتم آچاریہ جی ایسے منطقی مسائل میں یہاں تک مصروف رہتے تھے کہ بیسیوں واقعات بیرونی کے ہو جانے پر بھی خبردار نہ ہوتے تھے۔ ایک دفعہ ایسے فلسفی مسایل کو سوچتے سوچتے راستہ طے کرتے ہوئے کوئیں میں گر پڑے اور اہل محلہ نے گرنے کی آواز سن کر نکالا۔ ایک اور مہاتما کی بابت ذکر ہے

کہ کسی مہاراجہ کا تو پ خانہ پریڈ کرنے گیا تھا راستہ میں عین سڑک پر اُن کا مکان تھا مگر وہ کسی مسایل مذہبی کے حل میں لگے ہوئے تھے چاند ماری ہوتے ہی قواعد ہوئی۔ توپیں چلتی رہیں شام کو کسی نے اُن سے پوچھا تب لاعلمی ظاہر کی ۔

مہاتما نیوٹن کی بابت ذکر ہے کہ جب وہ علم طبعی کے مسائل حل کیا کرتے یہاں تک یکسوئی ہو جاتی تھی کہ اُن کی لڑکی اُن کو کھانا کھلاتی اور وہ چیز دار یہ ہوتے قطع نظر اس سب کے اتنا تو ہر ایک جانتا ہے کہ بعضے وقت جب یکطرفہ خیال ہوتا ہے سامنے سے دیوار یا درخت یا آدمی سے ٹھوکر جا لگتی ہے۔ تب دھیان بٹتا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حواس ظاہری صرف آلات کے طور پر ہیں ان کی معرفت یا ان کے راستہ سے انسان دیکھنا۔ سنتا۔ سونگھتا۔ پکڑتا ہے ورنہ ان بیچاروں کو بذاتہ قوت سنوائی یا بینائی وغیرہ نہیں ہے اگر یہ خود بخود دیکھنے اور سننے والے ہوتے تو بحالت غور و فکر کرنے کے بھی انسان شکلوں کو دیکھتا۔ آوازوں کو سنتا۔ خوشبو کو سونگھتا۔ کیونکہ ان کو کسی نے نہیں روکا تھا۔ نہ تو کان میں کسی نے روئی ڈالی تھی۔ نہ آنکھ پر پردہ۔ نہ ناک میں بتی چڑھائی تھی اور نہ زبان پر مہر لگا دی تھی یہ تو سارے کے سارے اعتدال کی حالت میں بغیر کسی روگ کے موجود تھے۔ پھر انسان نے دیکھنے کے لائق چیزوں کو کیوں نہ دیکھا۔ سننے کے لائق آوازوں کو کیوں نہ سنا۔ سونگھنے کے لائق بو کو کیوں نہ سونگھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس جسم میں کوئی چیز ایسی موجود ہے جس کو ان حواسوں کے علاوہ بالذات یہ قوا حاصل ہیں۔ یہ گُن حواس کے نہیں بلکہ اس کے اپنے ہیں اگر حواس کے گن ہوتے تو اُس کے یہ محتاج نہ ہوتے۔ میں نے کئی ایک جنم کے اندھے دیکھے ہیں جن کے سامنے جب کوئی تصویر یا عمدہ دیکھنے کے لائق چیز اور لوگوں کو دکھلائی گئی تو وہ بے تحاشا اٹھ کھڑے ہوئے اور آنکھ کھولنے لگے اور چاہتے تھے کہ دیکھیں پلکیں لکھاڑتے اور آنکھیں پھاڑتے تھے ۔

بیچارنے سے واضح ہے کہ اُن کے اندر کوئی چیز ایسی موجود ہے جو دیکھنے کی خواہش کرتی ہے اور باوجود نہ موجود ہونے حواس کے بھی اُس میں دیکھنے کی خواہش موجود ہے اسی طرح بغیر موجودگی ان حواس کے بھی وہ قوا اس کے اندر موجود ہیں۔

جنم کے بہروں پر جب اس بات کا امتحان کیا گیا کہ سننا صرف کان کا گن ہے یا کسی اور چیز کا۔ تب باوجود نہ ہونے کان کے اُن کے منہ میں جب گھڑی رکھی گئی۔ فی الفور ہنس پڑے۔ آواز سن لی اور چاقو وغیرہ کوئی سخت چیز دینے سے بھی یہی حالت ہوتی ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ سننے والا سونگھنے والا۔ دیکھنے والا روح ہے۔ نہ کہ جسم +

چوتھی دلیل

دماغ جس کو تمام جسم میں فضیلت حاصل ہے۔ اُس کی حالت بھی بچپن۔ جوانی۔ بڑھاپے میں جدا جدا ہوتی ہے۔ اور بدن کے ضعف و نحافت میں علی القدر ضعیف اور نحیف ہو جاتا ہے مگر اس پر بھی روح کی حالت خراب نہیں ہوتی۔ اُس کا علم اور خواہشیں کم نہیں ہوتیں۔ کثرت جماع وغیرہ سے جب دماغ کمزور ہو جاتا ہے تب بھی روحانی حالت وہی رہتی ہے۔ بعض مرضوں میں جب جسم بہت ہی دبلا ہو جاتا ہے۔ بستر سے بھی اُٹھ نہیں سکتا۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اب اس کے تمام اعضا کمزور ہو گئے اور دماغ بھی اُس حیثیت سے کمزور ہو گیا۔ کیونکہ وہ بھی اسی جسم کا ایک حصہ ہے بیمار کو مہیب آواز تو درکنار معمولی اونچی آواز بھی ناگوار معلوم ہوتی ہے جس سے کسی عقلمند حکیم کو انکار نہیں۔ لیکن ان سب حالتوں میں بھی مریض کا علم اور گیان کم نہیں ہوتا۔ اور نہ ضعف پکڑتا ہے پس یہ بات بدرجہ حق الیقین ہے کہ جس کو علم و گیان اور سب کی کمزوری کا ابھان ہے وہ روح ہے۔

اس پر ذرا زیادہ غور کرو کہ جب پڑھتے پڑھتے یا سوچتے سوچتے دماغ تھک جاتا ہے بلکہ گھومنے لگتا ہے تو آدمی کتاب رکھ دیتا اور سوچنا چھوڑ دیتا ہے کہتا ہے کہ میرا دماغ تھک گیا۔ سر چکراتا ہے۔ اب زیادہ محنت نہیں کر سکتا اور نہیں پڑھ سکتا بلکہ کہتا ہے کہ ہر چند میں چاہتا ہوں کہ اور پڑھوں۔ ہر چند کہ اس مضمون پر سوچنا چاہتا ہوں مگر دماغ تھک گیا اس وقت نہیں سوچ سکتا۔ حالانکہ ایسے عمدہ مضمون کے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ لیکن بوجہ تھک جانے دماغ اور گھومنے سر کے اس وقت کتاب رکھ دیتا ہوں۔ پس وہ چیز جو اس قدر پڑھنے سے نہیں گھبراتی اس قدر سوچنے سے نہیں رکتی ہے جس کے اندر ابھی تک شوق موجود ہے۔ جو دماغ کے تھکنے جو سر کے پھرنے اور آنکھوں کے کمزور ہو جانے کی شکایت کر رہا ہے۔ مگر خود ویسا ہی تندرست صحیح و سالم موجود ہے وہ روح ہے اگر دماغ مدرک ہوتا تو جس چیز کے دیکھنے سے اسے صدمہ پہنچا تھا۔ کبھی اُس کے دیکھنے کی خواہش نہ کرتا۔

اگر سر بہ حیثیت مجموعی مدرک ہوتا تو بھی وہ جس سے پھر رہا تھا انکار کر رہا تھا کبھی اس کا شائق نہ ہوتا۔

مگر تکان رفع ہونے کے بعد اور درد دور ہونے کے پیچھے جب آرام کرنے سے وہ بحال ہو جاتا ہے تو پھر اُس سے وہی کام شروع کرایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی پیاس ابھی تک نہیں بجھی۔ بدستور سابق شوق سے اس کام کو شروع کر دیتا ہے جب تک وہ شوق یا خواہش یا مطلب پورا نہ ہو۔ اس مثال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے

آدمی لکھتا ہے۔ اگر قلم درست نہ ہو یا سیاہی اور کاغذ خراب ہو۔ تو اُس کے درست کرنے کے واسطے کوشش کرتا درست بناتا ہے۔ اگر قلم ٹوٹ جائے۔ یا مرضی کے مطابق نہ ہو۔ تو حسب مرضی بنائی جاتی بعد ازاں اُس سے لکھا جاتا اور لکھتے لکھتے جب ہاتھ تھک جاتا ہے تو آدمی اس کی مالش کراتا ہے تاکہ اُس کا تکان دور ہو اور کام کرے۔ جب اس کا تکان دور ہو جاتا ہے پھر وہی کام لیا جاتا ہے حتیٰ کہ کام کرتے ہوئے اور زیادہ کام کرتے ہوئے ہاتھ بالکل بے کار ہو جاتا ہے۔ قایم نہیں رہتا جس کا ڈاکٹروں سے علاج کراتا ہے۔ بعضوں کا رعشی اور بعضوں کا بالکل معطل ہو جاتا ہے۔ ہاتھ کی اس قدر سختیاں اُٹھانے سے لکھنے کی طاقت کم نہیں ہوئی اور نہ وہ شوق کم ہوا۔

اس کو اس مثال سے اور زیادہ سمجھو۔

ایک ٹھگ تھا گورنمنٹ کے راج میں جعلسازی کے نوٹ بنایا کرتا تھا۔ آخرکار پکڑا گیا۔ گورنمنٹ نے اس کا دائیاں ہاتھ کاٹ ڈالا۔ اب اُس نے بائیں سے مشق شروع کی اس سے بھی آخر کار وہی کمال حاصل کیا۔ اور کئی مدت تک بناتا رہا اس سے بھی ایک بار پکڑا گیا گورنمنٹ نے اُس کا بائیاں ہاتھ بھی کاٹ ڈالا ۔

وہ اس پر بھی نہ سمجھا اور پاؤں کی انگلیوں سے مشق شروع کی یہاں تک کہ اس میں بھی وہی ملکہ حاصل کیا۔ اور کئی مدت تک اُسی بُرے کام سے روپیہ کما کر خود ہی چھوڑ دیا۔ اب قابل غور ہے کہ وہ چیز جو اس قدر سزا پانے کے بعد بھی ہاتھوں اور پاؤں سے کام کراتی ہے اور جو یکے بعد دیگرے ان اعضاؤں کی معطلی یعنی فنا ہونے کے بعد بھی قائم رہتی ہے اُسی کا نام روح ہے +

ایڈنبرگ کے مدرسہ فنون میں ایک ایسا طالب علم جس کا نام الگزینڈر ہے جو ماں کے پیٹ سے بے دست پیدا ہوا تھا۔ نقشہ کشی اور مصوری میں دوسرے درجہ کا امتحان پاس کر چکا ہے۔ جس میں اس نے انعام حاصل کیا۔ اس نے ۱۸۹۲ء اور ۱۸۹۴ء کی نمائش گاہ میں اپنا کام دکھلایا تھا۔ یہ نقشہ کشی اور روغن کاری پاؤں سے کرتا ہے۔

ایک اور مثال بھی اپنی چشم دیدہ عرض کر دیتا ہوں۔ ایک ہمارے دوست اور ہم جماعی تھے۔ ایک دن لکھتے لکھتے اُن کے دائیں ہاتھ کی انگلیوں پر ایسی سخت چوٹ لگی کہ وہ ہاتھ لکھنے کے کام کا نہ رہا۔ چند مدت تک علاج کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اُن کو علم کا شوق اور ماں باپ کا اصرار بھی تھا۔ بدستور پڑھا۔ اور بائیں ہاتھ سے لکھنے کا ابھیاس کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ بائیں ہاتھ سے بھی نہایت عمدہ بدستور سابق لکھنے لگا۔ بس جو سب سے کام کرانے والا اور سب کو حکم میں چلانے والا سب کے تھک جانے سے نہ تھکنے والا ہے۔ وہی روح ہے +

پانچویں دلیل

آدمی جب ریلوے میں سوار ہوتا یا ہنڈولے میں بیٹھتا یا چلاحن کو گھماتا یا خود گھومتا ہے تو قوت باصرہ کے قائم نہ رہنے کے سبب اُسے جہان گھومتا نظر آتا ہے یا مرہٹی سے جب آگ گھمانے یا مرہٹی پھرتی ہے تو آگ کا ایک دائرہ بن جاتا ہے۔ آنکھیں جن پر دیکھنے کا تمام دارومدار ہے وہ فتوے دیتی ہیں کہ درحقیقت آگ کا دائرہ ہے۔ دنیا گھوم رہی ہے۔ مگر ایک اور چیز ایسا فیصلہ کرتی ہے کہ ایسا ہرگز نہیں یہ آنکھ کا قصور پاؤں کا قصور دماغ کا قصور ہے اصل میں وہ اشیاء گھوم رہی ہیں جن پر جسم سوار ہے یا جو جسم کے ہاتھ میں ہیں۔ ایسا ہی اور بھی صدہا مرتبہ جو غلطیاں دماغ۔ آنکھ۔ کان۔ ناک۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ زبان وغیرہ کی معلومات سے ہوتی ہیں جو اُن کو سمجھتا اور اُن کے برخلاف کو بھی جانتا اور جاننے کے بعد اُن کی صحت پر حکم کرتا ہے وہ روح ہے۔

مثلاً بخار کی بیماری میں میٹھا پانی پھیکا معلوم دیتا ہے۔ احول ایک شے کو دو دیکھتا ہے۔ ہزار بین سے ایک چیز کو ہزار دیکھتا ہے۔ مختلف رنگ کی عینک سے ایک ہی چیز سفید۔ سرخ۔ سبز۔ سیاہ۔ زرد۔ نیلی وغیرہ رنگوں کی معلوم ہوتی ہے خوردبین سے چھوٹی چیز بڑی اور معکوس کرنے سے بڑی چیز چھوٹی نظر آتی ہے مگر وہ جانتا ہے کہ فی الاصل شے مرئی کی کیا حقیقت ہے اور بوجہ نقص فلاں چیز یا عکس یا فلاں سبب کے دو یا ہزار دکھلائی دیتی ہے۔ یا دور و نزدیک نظر آتی ہے وہ حواس نہیں ہے۔ کیونکہ اُن کی غلطی پر حکم کرتا ہے۔ اور پھر اصلاح بھی کرتا اور عمدہ راستہ بتلاتا ہے۔ صحت اور غلطی میں امتیاز کرتا ہے۔ وہ روح ہے +

چھٹی دلیل

ہر ملک کے حکما نے دماغ کو جسے انگریزی میں برین اور سنسکرت میں کھشیج اور ہندی میں بھیجا کہتے ہیں۔ تین حصوں پر تقسیم کیا ہے اول سریبرم یعنے دماغ کلاں دوئم سریبلم یعنی دماغ خورد۔ سوئم میڈولا ابلانگیٹا یا سپائنل کارڈ یعنی مغز حرام۔ ان میں سے بہ ہیئت مجموعی اور جدا جدا تینوں کی حالت اوروں کو حکمائے حاذق نے اپنی تصنیفات میں مفصل بیان کیا ہے۔ اعصاب یعنی پٹھے جو ایک سفید رنگ کی باریک ڈوریاں تمام جسم میں پھیلی ہوئی ہیں وہ بھی تین قسم کی ہو کر اُنہیں تین میں ملی ہوئی ہیں۔ اگرچہ ماہران علوم روحانی نے دماغ کو روح سے جدا اچھی طرح ثابت کر دیا ہے لیکن بفرض محال اگر کوئی دماغ کو ہی روح مانے تو وہ بھی غلطی پر ہے کیونکہ غم و سرور (آسد) آشا اور پیار اور خیال اور وچار و حیا و شرم۔ عزت اور بے عزتی۔ جوش اور بزدلی کے الفاظ جس منشا اور آشا کو پرگٹ کرتے ہیں ہم نہیں سمجھ سکتے کہ کوئی محض اگیانی آدمی بھی یہ کہہ دے کہ ان شبدوں کا مفہوم کوئی ایسی چیز ہے جو مادی یا جسمانی ہو۔ لیکن یہ بالکل ہویدا ہے کہ اُن کا اثر جسم پر بہت ہوتا ہے یہاں تک کہ دن رات کے رنج و فکر سے توانا آدمی لاغر ہو جاتے اور بعض آدمی مر بھی جاتے ہیں اور یہی حالت دوسرے پہلو میں بے حد خوشی سے ہوتی ہے جس کا نام شادی مرگ مشہور ہے اور شرم یا لحیا کے مارے انسان کے چہرہ کا رنگ فق ہو جاتا ہے اور جوش و غیرت سے آنکھوں میں خون اتر آنا یا پسینہ پسینہ ہو جانا یا قبا کے بند ٹوٹ جانا یا کسی خوف میں آکر زہرہ آب ہو جانا۔ خون خشک ہو جانا۔ بخار وغیرہ کا ورود ہو جانا بے ہوشی یا سکتہ کی حالت کا واقعہ ہو جانا یا پران نکل جانا تو اکثر دیکھا گیا ہے اور ہزاروں لاکھوں اس کے شاہد ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ جسم انسان میں کوئی اور شے غیر مادی موجود ہے جس کی وجہ سے یہ سب الفاظ جسم پر ایسے ماثور ہوتے ہیں اور جن کی تاثیر سے تمام نشہ کافور ہو جاتے ہیں نہ صرف انسان بلکہ حیوان پر بھی بکری کو اگر شیر کے سامنے کھڑا کر دیا جاوے تو اُس کے دیکھتے ہی اُس کا خون خشک ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وزن کر دیکھا گیا تو وزن کم نکلا۔ پس معلوم کرنا چاہیئے کہ یہ وزن کا کم ہو جانا محض ڈر یا خیال سے کیسے واقع ہوا۔ کسی محض مادی چیز پر ہرگز ان الفاظ کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ انجن یا جو جرہ ثقیل کو اگر ہاتھی کے سامنے رکھ دیں تو ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ اور یہی حالت جسم مردہ کی ہے +

بنابراں ان سب کی جس پر تاثیر ہوتی ہے اور جو ان سب سے موثر ہو کر جسم پر بھی اثر ڈالتا ہے حالانکہ جسم جڑھ ہے اُسی کا نام روح ہے یہ کام دماغ کا ہرگز نہیں ہے۔ اصل میں اگر غور کی جاوے تو دماغ بمنزلہ ٹیلیگراف آفس کے ہے اور روح بمنزلہ ٹیلیگراف کلرک کے۔ اعصاب بمنزلہ تار برقیوں اور باقی تمام اعضاء بمنزلہ تار کے کھمبوں یا ستونوں کے ہیں خود دماغ مدرک بالذات اور ارادہ رکھنے والی چیز نہیں ہے ان صفات سے موصوف صرف روح ہے جو دماغ بلکہ سارے جسم پر حاکم ہے اور دماغ معہ تمام اعضاؤں کے اُس کا محکوم +

اس کو ایک اور طرح بھی سمجھو فرض کرو کہ ایک جگہ من بھر بوجھ پڑا ہوا ہے ایک افسر نے اپنے ملازم کو اُس کے اٹھانے کا حکم دیا۔ جس پر وہ اُسے ہاتھ سے اُٹھانا چاہتا ہے اور اُٹھا لیا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کہا زبان نے اور سنا کان نے مگر تعمیل کے واسطے ہاتھ کیوں ہلا۔ جس سے اُس نے بوجھ اُٹھایا۔ آپ جواب دینگے کہ پٹھوں کے سکڑنے کے باعث ہاتھ ہلا۔ پھر سوال ہے کہ پٹھے کیسے سکڑے اور کیونکر سکڑ گئے اس کا جواب یہ دوگے کہ دماغ سے بجلی گئی اُس نے سکڑا دیئے اس پر پھر سوال ہے کہ بجلی کو وہاں کس نے بھیجا اور کیوں بھیجا۔ اس کا جواب کوئی روح کا منکر نہیں دیسکتا۔ اور درحقیقت اس کا کوئی جواب نہیں سوائے اس کے کہ روح کی مرضی نے جو اس جسم سے جدا دماغ کی اندر گُفا میں موجود ہے +

ساتویں دلیل

اگر علیم یا چینتا یا مدرک بالذات ہوتا دماغ یا قوت حافظہ یا باصرہ کا کام ہوتا تو

توجا ہیئے تھا کہ ایک عرصہ کے بعد بالکل نہ رہتا حالانکہ ایسا نہیں ٭
کیونکہ علم حکمت سے صاف طور پر ثابت ہے کہ ۷ برس میں خصوصاً تمام جسمانی
حصہ بدل جاتا ہے اور پھر ایک پرمانو یا ذرہ کی جگہ دوسرے پرمانو آجاتے ہیں گویا
اسی برس کی عمر تک گیارہ دفعہ جسم بدل گیا۔ پس وہ اجزا جن کو یادتھا تحلیل
ہوگئے ایک دفعہ نہیں بلکہ گیارہ مرتبہ تو بتلائیے کہ کس طرح اور کس کو یاد رہا اور
جب یاد رکھنے کا ظرف ہی نہ رہا تو مظروف کیسے رہ سکتا ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ جو
حالت محل کی ہوتی ہے وہی حالت حال کی جب محل ہی نہ رہا تو حال کا رہنا امر
محال ہے چہ جائیکہ دماغ اور قوت حافظہ کیونکہ یہاں اس سے بھی زیادہ تعلق ہے
مگر ایسا نہیں ہوتا اور عام تجربہ اس کے خلاف ہے یعنی جس آدمی نے ۱۵ برس کی عمر
میں یا اس سے بھی کم ۷۰۰ برس کی عمر میں جس آدمی اور مکان کو دیکھا ہو اور پھر
دور دراز مسافرت کے بعد عمر کا ایک بڑا حصہ گذار کر ۶۰-۷۰ سال کی اوستھا میں آکر
اُن چیزوں کو پہچان لیتا ہے۔ ذرات کے اس قدر بار بار تغیر و تبدیل پر کس چیز نے
یاد رکھا ہے اگر کہو پرمانو اپنا اثر دوسرے پرمانوؤں کے سپرد کرتے رہتے تو یہ کہنا کئی
وجہ سے باطل ہے اول تو پرمانو بے جان ہیں وہ اثر سپرد نہیں کر سکتے۔ دوم
اگر بفرض محال ایسا ہم ایک سیکنڈ کے واسطے مان بھی لیں تو پھر کسی بیمار کو کبھی
تندرست نہ رہنا چاہیئے اور نہ کسی جاہل کو عالم حالانکہ یہ مشاہدہ روزمرہ کے رو سے
غلط ہے۔

اگر کہو دماغ میں عکس رہتا ہے تو بھی باطل ہے کیونکہ جب آلات سرجری
سے چیر پھاڑ کر دیکھا گیا تو کسی عکس کا کوئی نشان نہ ملا حالانکہ منکر روح کے عقاید
کے مطابق ملنا چاہیئے۔ کئی اور وجوہ سے بھی اس کا بطلان ظاہر ہے۔ نیز صفات
نہ تو پرمانوؤں کی ہیں اور نہ دماغ کی کیونکہ یہ بالکل بیجان اور جڑھ ہیں ان کا صفات
مذکورہ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ تو سب صفات روح کے ہیں ٭

آٹھویں دلیل

اگر اس جسم کے اندر کوئی چیتن روح کام کرانے والا نہ ہوتا مادہ ہی مادہ کو کام
کراتا تو بحالت ہونے اعتدال کے اندریاں اپنے کام سے معطل نہ ہوتیں جس طرح
ایک کل چلتے چلتے اُس وقت تک نہیں رک سکتی جب تک کہ اُس کی بھاپ وغیرہ
کی طاقت گھٹ نہ جائے یا کوئی آدمی روکنے والا نہ ہو یا نہ بگڑے۔ اسی طرح انسان
کے جسم میں اندریاں ہمیشہ کام کرتی رہتیں کبھی نہ رکتیں اور اگر رک جاتیں
پھر چل نہ سکتیں۔ کیونکہ مادہ میں ترتیب و انتظام نہیں اور پھر ظاہر ہے کہ آدمی
کا خیال ایسا نہ ہوتا۔ اس کی مثال ریلوے کا انجن ہے اگر انجن کو کسی طرح کی
رکاوٹ نہ ہو تو کبھی نہیں رک سکتا بشرطیکہ اُس کے اندر بھاپ کی طاقت اور
سٹرک موجود ہو۔ اور جب رکے گا پھر چلنے کا نہیں۔ لیکن وہ ڈرائیور کے ماتحت ہے
جو اُسے جب چاہتا ہے چلاتا ہے جہاں چاہتا ہے اور کھڑا کر دیتا ہے اگر ارادہ ہو
کہ تیز چلاوے تو اُسی طرح چلاتا ہے اور اگر آہستہ چلانا مقصود ہو تو بھی حسب المراد
چلاتا ہے انجن اُس سے انکار نہیں کرتا اور نہ کرنے کی اُسے طاقت ہے۔ کیونکہ
وہ چیتن نہیں۔ جس طرح چڑھائی یا اترائی میں آہستہ اور تیز چلانا انجن کا ڈرائیور
کے اختیار ہے۔ اور ٹھیک وقت پر منزل مقصود پہنچانا بھی اُسی کے علم و عقل
کے متعلق ہے۔ جس منٹ پر ڈرائیور نے ٹھیک اسٹیشن پر پہنچنا ہوتا ہے اُس
کو اسے مدنظر رکھ کر انجن کو تیز چلا اُس سے کام نکالتا ہے۔ اس کو ان باتوں سے
سروکار نہیں۔ ڈرائیور ہی اس کا مختار ہے۔ بعینہ یہی حال جسم اور روح کا ہے یعنی
کو جب منزل مقصود پر پہنچنے کا خیال ہوتا ہے۔ جسم سست ہو کر وہ بیمار
ہو اس کے شکست ریخت کی پرواہ نہ کر روح اُسے کشاں کشاں لیجاتا ہے
اور اپنے ارادہ دلی و حسب منشا اس سے کام کراتا ہے۔ لیکن اس میں نہ منشا
ہے نہ ارادہ بنا بریں ایسا زبردست اور جسم سے کام کرانے والا مادہ نہیں ہے
بلکہ روح ہے ٭

نویں دلیل

بعض ناستک خیال کے حکیم کہتے ہیں کہ خون جسے عربی میں دم انگریزی میں بلڈ
اور سنسکرت میں روہر اور ہندی میں لہو کہتے ہیں وہی روح ہے اور اُسی لہو کی جسم
میں حکومت ہے۔ مگر یہ کہنا بھی سخت غلطی پر مبنی ہے کیونکہ اگر خون روح ہوتا یعنی
چیتن تو جب آدمی کو زخم لگتا اور خون باہر نکل جاتا ہے تو اتنا روح کم ہو جانا چاہیئے
بعضے آدمی خصوصاً کابل۔ پشاور۔ ایران۔ عرب۔ افریقہ کے رہنے والے برابر ہر سال
بلکہ بعض سال میں دو تین مرتبہ فصد کھلواتے ہیں اور ایسے آدمی تو نامہ نگار نے بچشم
خود دیکھے ہیں جو دو دو سیر تک خون نکلوا دیتے ہیں تو خون کو روح ماننے والوں کے خیال
کے مطابق کیا اتنا روح کم ہو گیا۔ اور روح کے نکل جانے کے ساتھ ہی چیتنتا۔ عقل
علم بھی رہنا چاہیئے۔ حالانکہ یہ باطل ہے۔

بلکہ ایک چیز پھر بھی اندر سے حکم دیتی ہے کہ میرا اور خون نکلوایا اتنا خون کم ہو گیا
خون نہیں کہتا بلکہ کوئی اور چیز کہہ رہی ہے کہ میرا خون نکل گیا۔ جس طرح میری آنکھ
میرا ہاتھ اُسی طرح میرا خون استعمال کرتا ہے۔ اور مشاہدہ بھی ہمیں بتلاتا ہے کہ خون
اُسی کا ہے۔ اور وہ اُس سے کام لیتا ہے پس خون روح نہیں ہے۔

خون دوائیوں سے اور خاص خاص امراض میں بڑھ جاتا ہے۔ لیکن چیتنتا
نہیں بڑھتی بعض آدمی انسان کا اور بعض جانوروں کا خون دو تین سیر تک پی
جاتے ہیں۔ جیسے وام مارگی یا اگھوری یا حبشی یا اور وحشی لوگ مگر اُن کی چیتنتا
عقل یا علم زیادہ نہیں ہوتا۔

بعض بیراگی یا ننگے فقیر اپنے ہاتھوں کو کھڑا رکھ کر سکھا دیتے ہیں۔ جس سے
وہ مطلق حرکت کے لائق نہیں رہتے مگر اُن کی چیتنتا میں فرق نہیں آتا۔

کسی مرض میں خون خراب ہو کر انسان سخت بیمار ہو جاتا ہے مگر اس پر بھی
چیتنتا برابر بنی رہتی ہے۔ انسان کے مرجانے کے ۲۰ گھنٹے بعد تک بھی تازہ خون
شریان سے نکلتا ہے۔ علاوہ برآں خون ایک مادی اور گیان سے رہت چیز ہے
ہرگز روح نہیں۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کے وقت میں جو ایک دکھنی یوگی کا واقعہ ہوا اُس سے
بھی ظاہر ہے کہ خون روح نہیں ہے ٭

ایک سادھو کا عجیب و غریب حال

(جو چالیس روز تک زمین میں دفن رہا۔)

اس سادھو کا عجیب و غریب ماجرا جس کو بہت سے یورپ و امریکہ کے مصنفوں
نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ ذیل کی چٹھی سے جو بابو حوالا پرشاد صاحب سابق
کلرک کرنیل واڈ صاحب پولیٹکل ایجنٹ دربار مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب بہادر

حال پنشن یافتہ نے بنام لالہ برج لال صاحب کے لاہور روانہ کی تھی اور جس کا ترجمہ رسالہ تھیوسافسٹ میں درج ہو چکا ہے وہو ہذا :-

میرے پیارے دوست لالہ برج لال صاحب۔ جس سادھو کا حال آپ نے دریافت فرمایا وہ دکھن سے معہ اپنے مریدوں کے لاہور آیا تھا اور سمادھی لگانے میں کامل تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اُس کو آزمانا چاہا۔ اول اس کو ایک لکڑی کے صندوق میں کہ جو پنجابی روش کا بنا ہوا تھا۔ بخوبی بند کر دیا۔ اور اس میں قفل لگا کر اس کو سردار کولا سنگھ بھورانیا والے باغ کی بارہ دری میں (جو دریائے راوی کے کنارے پر واقعہ ہے) رکھ دیا اور اُس بارہ دری کے دروازے پختہ اینٹوں سے بند کر دیئے گئے۔ اور تا اختتام میعاد معینہ ایک رسالہ باڈی گارڈ چھت اور بند دروازوں کی حفاظت کے لئے تعین کیا گیا۔ یہ اقرار ہو گیا تھا کہ چالیسویں روز اس کو نکالا جائیگا۔ جبکہ یہ میعاد ختم ہونے کو ہوئی کرنیل واڈ صاحب پولیٹکل ایجنٹ معہ ڈاکٹر مرے و ڈاکٹر میگ گریگر و دیگر صاحبان ارکین کے بمقام لاہور تشریف فرما ہوئے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے زبانی فقیر عزیز الدین صاحب کے کہ جو مہاراجہ صاحب کے درباریوں میں سے تھے کرنیل صاحب کو کہلا بھیجا کہ ایک جوگی کہ جو ۴۰ روز سے سمادھی چڑھائے ہوئے زمین میں دفن ہے کل صبح کو نکالا جائیگا۔ اگر آپ بھی معہ ڈاکٹر صاحبان و دیگر اہل یورپ کے بر سر موقعہ تشریف لاویں تو عین مصلحت ہے۔ چنانچہ دوسرے روز کرنیل واڈ صاحب معہ دیگر ارکین بر سر موقعہ تشریف لائے اور چند منٹ بعد مہاراجہ صاحب بھی معہ راجہ شام سنگھ و راجہ ہیرا سنگھ و دیگر صاحبان تشریف فرما ہوئے مہاراجہ صاحب نے مصر بیلی رام خزانچی کو حکم واسطے لانے کنجیاں بند مکانات کے اور اُن کو کھولنے کے دیا۔ دروازہ سے اینٹیں اکھاڑ دی گئیں۔ تب مہاراجہ صاحب نے اُس لکڑی کے صندوق کو کھولنے کا حکم دیا صندوق کھولا گیا۔ تب اُس سادھو کے شاگردوں نے اُسے صندوق سے باہر نکالا اور بارہ دری کے دروازے کے سامنے رکھ دیا۔ سادھو کو دیکھا بھگوے رنگ کے کپڑے میں کہ جو چاروں طرف سے اُس کے گرد مثل تھیلہ کے سلا ہوا تھا لپٹا ہوا ہے۔ جس وقت کہ کپڑا اوتارا گیا مہاراجہ صاحب نے کرنیل واڈ صاحب سے کہہ کر ڈاکٹر سے اُس کے جسم کا امتحان کرایا چنانچہ ڈاکٹر نے اس کی نبض دیکھی اور کہا کہ نبض بالکل بند ہے اور جسم میں جان کا نشان تک نہیں۔ اُسی وقت سادھو کے شاگردوں نے سادھو کا منہ کان نتھنے اور آنکھیں کھولیں کہ جن میں روئی اور موم کی ڈاٹیں لگا دی گئی تھیں۔ اور اُن میں روغن بادام ملا ہوا تھا اس کے بعد سادھو کی آنکھیں کھل گئیں اور اُس نے بڑے زور سے چلا کر سانس لیا۔ اور مثل ایک بڑے سیاہ سانپ کے آواز کے ہس ہس پایا اس کے بعد سادھو کے جسم میں جان آ گئی اور اُس نے خود اپنے آپ گنگا جل میں اسنان کیا کہ جو اس کے شاگردوں نے لا رکھا تھا۔ تب مہاراجہ صاحب نے اُس کو کچھ دودھ پینے کو دیا اور بعد ازاں ایک خلعت قیمتی دو ہزار روپیہ سے سرفراز فرمایا۔ پھر سب لوگ اپنے اپنے دولتخانوں کو تشریف لے گئے۔ یہ سادھو بمقام لاہور اُس زمانہ میں آیا تھا جب کنور نونہال سنگھ کی شادی تھی۔ وہ کہتا تھا کہ میں ایک سال کی سمادھی چڑھا سکتا ہوں اگر انگریز لوگ آزمانا چاہیں تو آزماویں مگر بصورت کامیابی میری محنت کے صلہ میں مجھ کو شہر کلکتہ بخشنا پڑے گا۔ اب جو کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا عرض کر دیا۔ آپ مہربانی کر کے یہ چٹھی کرنیل الکاٹ صاحب کو میری طرف سے سنا دیجئے +

من مقام لدھیانہ ۱۰ ر نومبر ۱۸۸۰ء۔ آپ کا دوست جوالا پرساد پنشن یافتہ

(از آریہ درپن فروری ۱۸۸۱ء صفحہ ۴۸)۔

اسی طرح چکاگو کی نمائش میں ایک آدمی کا حبس دم اور کھیتی جانے کا واقعہ اور حال میں بمقام انبالہ ایک یوگی کی حالت اور ڈاکٹروں کا تعجب اور حرکت کا بند ہو جانا جیسا کہ رائے بشمبر ناتھ سی۔ ای۔ اپنے گلدستہ خیال کے صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں۔

"حال میں ایک سادھو انبالہ چھاؤنی میں آیا تھا وہ آدھ گھنٹہ تک بالکل مردہ کی مانند بے حس و حرکت ہو جاتا تھا۔ سانس بھی بند کر لیتا تھا۔ دل کی حرکت بھی بالکل محسوس نہیں ہوتی تھی نبض بالکل نہیں چلتی تھی۔ یورپین ڈاکٹروں نے بھی اس کا ملاحظہ کیا مگر ان کی بھی سمجھ میں نہیں کہ یہ شخص کس طرح ایسا کر سکتا ہے یوگیوں کو سانس اور ناڑیوں کے قاعدے ایسے ایسے معلوم ہیں کہ ابھی تک میڈیکل سائنس نے معلوم نہیں کئے ہیں ان دنوں پیسہ اخبار میں بھی لکھا تھا۔ "انبالہ میں ایک جوگی آیا ہے جو سمادھ لگا کر بالکل مردہ ہو جاتا ہے۔ انگریز ڈاکٹروں نے تجربہ کیا وہ حیران ہیں کچھ پتہ نہیں لگا اس کے چیلے پسلیوں میں مالش کر کے ہوش میں لاتے ہیں۔ حیرت کی گئی ہے کہ کیا اسرار ہے" (۲۹ ر دسمبر ۱۸۹۳ء) +

پس خون روح نہیں بلکہ خون کے کم ہو جانے وغیرہ سب حالتوں میں چیتن اور مدرک بالذات ہے وہی روح ہے +

دسویں دلیل

انسان جب بدی کرنے پر متوجہ ہوتا ہے یا جھوٹھ بولنے کا ارادہ کرتا ہے یا اور کسی قسم کی برائی پر مائل ہوتا ہے تو ایک چیز اُس کو اندر سے بدی سے باز رہنے کی نصیحت کرتی ہے اور سادھارن آدمی کو نہیں بلکہ بڑے بڑے ڈاکو اور لٹیروں کو بھی (مفصل پڑھو ہسٹری آف دی ٹھگز) نہ کرنے تک تو سمجھاتی رہتی ہے۔ کہ ایسا مت کر اور جب برا فعل کر لیتا ہے تب ندامت و ملامت و پشیمانی دلاتی ہے اور خلاف اس کے اچھا کام کرنے پر جوش اور آنند بڑھاتی اور پھلت کرتی ہے خواہ اُس میں تکلیف کتنی بھی اٹھانی پڑے جس کا دوسرا نام کانشس یا ضمیر یا ابھو ہے۔ آپ سوچ لیں اور غور کر لیں کہ کانشس یا ابھو کسی مادے کی آواز نہیں ہے۔ بلکہ چیتن کی ہے اور وہی روح ہے +

گیارھویں دلیل

ہزاروں باریک مسائل اور سوکھشم باتیں انسان اپنے فکر اور عقل سے حل کرتا ہے بلکہ تھوڑا سا علم پڑھ کر نئی نئی چیزیں ایجاد کرتا ہے مگر یہ ساری باتیں تب ہوتی ہیں جب دنیاوی تفکرات سے کنارہ کش ہو ایکانت ستھان میں بیٹھ اپنے من میں بچارتا ہے ورنہ نہیں۔ دنیا کے تمام فضلاء و موجدان ماہران علوم و فنون کی مثالیں اس کی گواہ ہیں اگر یہ دماغ یا جسم کا کام ہوتا تو چونکہ وہ مادی ہیں گوشہ تنہائی کی ضرورت نہ ہوتی کیونکہ مادی کو مادی سے جنس کا تعلق ہے مگر مادہ پرست نہ تو زیادہ نکتہ دان ہوتا ہے اور اسی طرح دن رات بیہودہ ضائع کرنے اور ایکانت بیٹھ کر نہ سوچنے والا آدمی علم و عقل سے محروم رہتا ہے چہ جائیکہ غور و فکر کی دولت سے مالا مال ہو

ارادہ۔ وچار۔ علم و عقل۔ ایکانت میں بیٹھ کر سوچنے اور بچارنے سے ترقی پاتے ہیں اور ایسا ہی کرنے والا آدمی تمام باریک و دقیق نکات بھی دریافت کر لیتا ہے حالانکہ اُس وقت کوئی معلم پاس نہیں ہوتا پس مادہ سے جدا ہو کر سوچنے والا اور مادی لطیف اشیاء کو سوچنے والا مادہ نہیں ہے بلکہ روح ہے +

بارھویں دلیل

حیوانی ذوات تغیر سورج۔ چاند۔ آگ۔ بجلی۔ سیارہ۔ دستارہ کی روشنی کے کچھ کام نہیں کرسکتے اور کریں کس طرح سکتے ہیں۔ وہ ان کی کشش سے وابستہ اور اُس کی حرکت سے متحرک ہیں۔ لیکن ایک اور چیز انسان کے اندر معلوم ہوتی ہے جو صرف اپنی ہی روشنی سے روشن اور ایسے ہی گیان سے گیانی ان سب کی امداد کے بغیر بذاتہٖ قائم ہے اُس کے قیام سے جسم کا قیام اور اُس کی تحریک سے جسمانی حرکت ہے ہاتھی کا جسم جسے مرنے کے بعد تین چار آدمی بمشکل سے کھینچتے ہیں اور ہاتھی بھی جیسے زندگی کی حالت کی طرح کھڑا نہیں کرسکتے اور اسی طرح اور بڑے اجسام جن کی طاقت سے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے حرکت کرتے اور اپنے جسم کے سوائے صدہا من بوجھ اٹھا کر دور دراز ملکوں میں لے جاتے ہیں۔ نہ تو جسم ہے اور نہ جسمانی طاقت بلکہ اس سے بالکل جدا اور روشن رکھنے والی ہے۔ اسی کو حکماء ہند جیو اور فضلاء یونان روح کہتے ہیں +

تیرھویں دلیل

جب انسان کبھی اچانک سویا ہوا جگایا جاتا ہے تو سراسیمگی کی حالت اُس پر طاری ہو جاتی ہے۔ وہ حیرت زدہ ہو کر ادھر ادھر دیکھتا اور جگانے والے کے منہ کی طرف تاکتا اور پہچاننے کی کوشش کرتا ہے کہ یہ کون ہے اور مجھے کیا ہوا۔ اگر وہ کچھ پوچھتا ہے تو یہ دیکھا ہوا کچھ نہیں بولتا۔ اور اگر بولتا ہے تو محض بڑبڑاتا ہے جواب نہیں بن آتا اور اکثر محض بچے کی سی ہر بات کو نا سمجھتا ہے اُس وقت بہت سے سوال اُس کے دل میں پیدا ہوتے ہیں وہ ماں خود ہمیشہ دیکھنے کے بھی جگانے والے کو نہیں پہچانتا۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ مگر جب کامل ہوش میں آجاتا ہے جواب دیتا اور اُس کو صحیح پہچانتا ہے یہ جو مشہور ہے کہ نیند موت کی بہن ہے۔ بیشک صحیح ہے چونکہ خواب میں روح اپنی قوا کو اپنی ذات میں محو کر لیا کرتا ہے۔ مادی حواس جن کے وہ حواس نہیں سمجھتے وہ نرے خواص رہ جاتے ہیں جن میں لحاظ اپنے افعال پر توانا نہیں ہوتے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ خواص در اصل روح کے ہیں نہ کہ شریر کے اور یہی سبب ہے کہ جب روح بوجہ حکم اپنے مالک کے اس مکان کو چھوڑ جاتی ہے اور اپنے خواص یعنی قوا کو بھی ساتھ لے جاتی ہے تو سب حواس کی قوتیں عاری ہو جاتی ہیں یہ ساری اندریاں جو عادتی طور پر اُس کی مالک نظر آتی تھیں۔ اصلی مالک مکان کی رحلت یعنی کوچ کر جانے سے محض معطل خالی رہ جاتی ہیں جو حالت مکین کے انتقال سے مکان کی ہوتی ہے بعینہ ویسی ہی نوبت اس چند روزہ مکان کی ہو جاتی ہے۔ آنکھ۔ کان۔ ناک۔ زبان وغیرہ دریچے کھلے یا مسدود رہ جاتے ہیں اور کسی کام نہیں آتے نہ کان سنتے۔ نہ زبان بولتی۔ نہ ناک سونگھتا اور نہ ہاتھ پکڑتے اور نہ پاؤں چلتے ہیں۔ بلکہ یہ سارے روح کے نکلتے ہی سڑنے شروع ہو جاتے ہیں اور ان میں بدبو آنے لگتی ہے۔ پس جن کے سبب سے یہ سارے کام جاری اور جس کے چلے جانے سے سب اُن خواص سے عاری ہو جاتے ہیں وہی روح ہے +

چودھویں دلیل

سب چیزیں جو پرمانوں (ذرات) سے مل کر بنی ہیں وہ جسمانی ہیں اور ہر ایک جسمانی سے طول عرض عمق و مقدار رکھتی ہے مگر گیان کا جوہر جو آدمی کے اندر ہے اُس کا طول و عرض و عمق و مقدار نہیں۔ پس وہ کسی حالت میں مادی نہیں۔ اگرچہ سب مادی مرکبات جدا جدا اور منقسم ہو سکتے ہیں مگر گیان کی تقسیم نہیں ہو سکتی۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ وہ مادی نہیں ورنہ اس کے بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔ اگر کوئی غیر مادی چیز آدمی کے اندر نہیں تو غیر مادی علم بھی نہیں ہونا چاہئے۔ مگر یہ ضرور ہے پس وہ چیز جسے غیر مادی علم ہے بلکہ مجسم علم ہے یعنی چیتن وہ روح ہے۔

اور جب وہ اس سے جدا ہے اور مسافر یہ ایں ہیں وار دی ہر اسپر حکم رکھتا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اس کے نہ ہونے پر بھی وہ موجود رہے گا۔ اور جب علم سائنس اور مذہبی فلاسفی نے یہاں تک ثابت کر دیا ہے اور دنیا کے علماء نے مان لیا کہ مادہ جسمانی کو کلی فنا نہیں بلکہ اُس کا بھی صرف استحالہ ہی ہے تو کسی طرح بھی ممکن نہیں کہ جسم کے افتراق پر روح کو فنا ہو یا جسم کے نہ ہونے پر روح نہ ہو نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ روح ازلی و ابدی ہے اور جسم آغاز و انجام والا یعنی روح باقی ہے اور جسم فانی +

پندرھویں دلیل

اگر کوئی غور سے دیکھے تو اُسے ظاہر ہوگا کہ فنا کسی مادی شے میں بھی نہیں پائی جاتی البتہ یہ تو سچ ہے کہ سرشٹی کی مادی اشیا یعنی مرکبات مثلاً پہاڑ۔ درخت اور تمام اجسام عناصروں میں بدل جاتے ہیں۔ لیکن عناصر ہر حال میں ہمیشہ باقی رہتے ہیں۔ بلکہ وہ اُسی کام کے پورا کرنے کے لئے ویسے ہی موجود رہتے ہیں جس کو وہ آگے سماپت کر چکے۔ اصل یہ ہے کہ سرشٹی کی کوئی ایک طاقت بھی فنا یا معدوم نہیں ہوتی جس شے کو ہمارے ناخواندہ یا علم معقول سے ناآشنا بھائی فنا یا معدوم یا دوسرے لفظوں میں عدم خانہ یا نیست آباد کہتے ہیں اگر علم کی آنکھوں سے دیکھا جاوے تو محض باطل ہے۔ کیونکہ ہر ایک جسم کے استحالہ کے بعد اُس کے پرماتو یعنی ذرے نئے نہایت زیادہ عمدہ اور خوبصورت سفید اجناس میں مجسم ہو کر نباتات کے اجسام میں آجاتے ہیں۔ پس جب کہ مادہ ہی کو فنا نہیں اور نہ ہو سکتی ہے اور نہ کسی کوئی چیز ہے تو پھر اس جسم کے اندر جو چیز مدرک بالذات و متصرف بالآلات ہے جس کا نام شاستر کاروں نے روح رکھا ہے اور جو در حقیقت جیو یعنی ہمیشہ زندہ ہے وہ کیا کبھی نیست ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ ثابت کیا گیا ہے کہ ناممکن ہے تو صاف ظاہر ہے کہ وہ جسم سے ماقبل و مابعد موجود اور ہمیشہ رہیگی +

سولھویں دلیل

جب ہم کسی ذی عقل اور فہیم انسان کو دیکھتے ہیں تو ہمارے دل میں یہ خیال ہرگز پیدا نہیں ہوتا کہ یہ آدمی اب اپنی ترقی کے معراج پر پہنچ گیا یا اس نے اب زندگی کا مقصد پورا حاصل کر لیا۔ اور اس سے اعلیٰ خیالات و خواہشات کو وہ نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ نسیار کا سارا معاملہ اس کے برعکس ہے ہم روزمرہ کے تجربے اور گذشتہ حکماء کی تحریروں کو پڑھ کر معلوم کرتے ہیں کہ جہاں تک انسان اپنے معلومات اور خیالات کو جاتا ہے وہاں تک ہی اُس کی طاقتوں کا پر جوش چشمہ زیادہ جوش مارتا جاتا ہے اور اُس کا ہر ایک قدم میدان صداقت میں زیادہ بڑھتا جاتا ہے۔ سقراط نے علوم میں ترقی کرتے کرتے فلاسفر ہو کر بھی جب وچار کیا تو ہار کر یہی کہا کہ ابھی میرا علم اُس سمندر ناپیدا کنار کے مقابلہ میں ایک قطرہ ہے +

جب اُس پر بے گناہ موت کا فتویٰ جاری ہوا تو پھانسی کے عوض عام زہر قبول کیا۔ اور اُس پر نہایت ناک موقعہ پر جب کہ بڑے بڑے پہلوانوں کے زہرہ پانی ہو جاتے ہیں نہایت ہی استقلال و انشراح سے مرتے دم تک نصیحت کرتا اور

ٹہلتا رہا۔ ذرا نہیں گھبراتا کیا روح کے سوا کوئی مادّی چیز یہ فیصلہ یا ہمت کر سکتی ہے اسی طرح لاکھوں کروڑوں مہاتما لوگ گذرے ہیں جنہوں نے سچائی اور فرائض انسانی کے کما حقہ پورا کرنے میں بے شمار دنیاوی تکالیف کو اٹھایا مگر ایشور بھکتی اور پرپکار کی طرف سے اپنی ثابت قدمی کو ذرا بھی کم نہ ہونے دیا۔ جانوں کو خطرہ میں ڈالا ملکہ مصیبت کا استقلال سے مقابلہ کیا نہ تو لالچ سے ست دھرم کو چھوڑا اور نہ جھوٹے دوستوں کی جھوٹی محبت کی پرواہ کی۔ اس کے برخلاف لاکھوں طرح کے طوفان نے تیزی اٹھائے گئے مگر وہ کوہ ہمالہ کی طرح ست پر قائم رہے جنبش نہ کھائی یہاں تک کہ یا تو کامیاب ہوئے اور زندہ رہے ورنہ جان عزیز کو دیدیا۔ مارے گئے۔ مگر نیائے کے پتھ سے وہ دھیر پرش چلایمان نہ ہوئے۔ کیا کوئی موٹی عقل والا بھی کہہ سکتا ہے کہ اُن کی جو جانیں ختم ہو گئیں اُن کے خیالات رُک گئے اور انہوں نے اس مادّی جسم کے واسطے تمام حیرانی و سرگردانی اُٹھائی یا اُن کا خاتمہ ہو گیا۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں!! اُن کے خیال کا خاتمہ نہیں ہوا اور نہ اُن کی کوششیں ختم ہو گئیں بلکہ وہ آئندہ کو بار بار انہیں معلومات اور خیالات کے جسمانی چکروں میں گھومتے ہوئے ترقی یا تنزل کرتے رہینگے پس جس میں اس قدر استقلال و ہمت ہے وہ رُوح ہے نہ کہ بیجان مادہ +

سترھویں دلیل

مادّی اشیاء کے اندر کوئی خواہش نہیں اور نہ کچھ ذاتی مطلب ہے۔ نہ اپنے نیست و نابود ہونے یعنی تبدیل ہو جانے کا کوئی اندیشہ ہے اور نہ رہنے کی کوئی توقع یا تمنا کیونکہ اُن کے اندر وہ قوا نہیں۔ غلطیوں۔ تجربوں۔ تکلیفوں سے سبق لینا بھی غیر مادّی کا کام ہے۔ غیر مادّی کی مرضی کی حکومت حال پر اور حال کی استقبال پر ہوتی ہے نہ صرف مرضی بلکہ دور اندیشی اور مآل کے خیال کے باعث اُس کے حال کے سارے کاموں کی بنیاد موسم پر تخم بونے اور آئندہ حفاظت کرنے اور مقررہ میعاد اور پک جانے کے بعد یا جب ضرورت ہو اُسے کاٹ کر فائدہ اٹھانے سے ہوتی ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ اُس کو اپنی ہستی ازبس عزیز ہے اور صرف عزیز ہی نہیں بلکہ اُس کے بچاؤ کے لئے وہ مقابلہ کرنے کو طیار ہے مگر یہ بات مادّی اشیاء میں نہیں ہے وہ صرف جیون کے فائدہ اور بہتری بلکہ بھگتن کے لئے بنائے گئے ہیں نہ اپنی ذات کے لئے اور نہ رہنے کے لئے نہ اپنے ضائع ہونے کا اُسے رنج ہے نہ درد۔ اُس کا اگر کوئی دردمند بھی ہے تو وہ بھی غیر مادّی یعنی چیتن ہے نہ کہ جڑھ۔ انسان سے لیکر چیونٹی تک سب میں اس کی شہادت ہے :-

مور گرد آورد بتابستاں تا فراغت بود زمستانش
میازار موری کہ دانہ کش ست کہ جان دارد و جان شیرین خوش ست

تربیت و تعلیم کا قبول کرنا بھی غیر مادّی کا ہی کام ہے نہ کہ مادّہ کا اس سے صاف پرثابت ہوتا ہے کہ غیر مادّی جس قدر اپنے مالک کی مرضی کے مطابق چلتی ہے وہ اُسی قدر اپنے مسلسل اور لگاتار، علے ہستی اور زندگی کی خواہشمند ہے اور اُس کی مرضی کے خلاف چلنے سے وہ اُسی طرح لے ہستی کی طرف راجع معلوم ہوتی ہے۔ پس یہ صریح ثبوت مادّہ اور روح کی جدائی کا ہے +

اٹھارھویں دلیل

ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مادّی چیز تحلیل ہو کر دوسری چیزیں بن جاتی ہیں مثلاً سبزی مٹی میں تحلیل ہو جاتی ہے۔ پانی بخارات بن کر ہوا میں چلا جاتا ہے برف پانی اور پانی برف بن جاتی ہے۔ درخت زمین میں اور اسی طرح انسانی جسم میں جسم انسانی مادّہ حیوانی اور مادّہ حیوانی انسانی میں تحلیل ہو جاتا ہے مگر ایک آدمی کا تجربہ۔ واقفیت تاریخ۔ علم۔ فہم۔ توجہ۔ افعال۔ حرکات۔ اشارات۔ محبت۔ اخلاق۔ شجاعت۔ ہمت۔ استقلال۔ خوف۔ شہوت۔ غضب۔ نخوت۔ تکبر۔ نیکی۔ صداقت وغیرہ اوصاف دوسرے میں نہیں بدل سکتے۔ گو سیکھ کر لوگ حاصل کر لیتے ہیں مگر ایسا نہیں ہو سکتا۔ کہ بعد دینے کے اُس میں بالکل نہ رہیں۔ اور اسی واسطے شاستر کاروں نے لکھا ہے کہ ودیا اور سچائی ایک ایسا دھن ہے کہ جتنا اس کو خرچ کرو اتنا بڑھتا ہے۔ برخلاف مادّی چیزوں کے کہ وہ خرچ کرنے سے کم ہوتی ہیں۔ پس یہ جس چیز کے گن ہیں وہ ہرگز مادی نہیں ہے بلکہ غیر مادّی روح ہے +

انیسویں دلیل

انسان نیکی کیوں کرتا ہے اس واسطے کہ میرا بھلا ہو اور اسی طرح گناہ کیوں کرتا ہے صرف اس واسطے کہ وہ اپنے مطلب میں کامیاب ہو۔ غرضمند آدمی محسوس ہو کر بھلائی اور برائی کو نہیں دیکھتا مگر مادّے میں یہ صفت نہیں جتنی چیزیں غیر مادّی ہیں اور جہاں جہاں روح کا تعلق ہے وہاں وہاں امید زیست آئندہ برابر لگی ہوئی ہے چیونٹی مچھر کھٹمل مکھی سے لیکر سانپ۔ بچھو۔ چھپکلی۔ نیول۔ بیل۔ مگرمچھ۔ شترمرغ۔ فیل مع کتا۔ بلی۔ شیر۔ بھیڑیا۔ گینڈا۔ ارنہ بھیل۔ گونڈ۔ سانسی اور مہذب انسان اور رشی دیوتا تک برابر سلسلہ وار اس کی شہادت ملتی ہے۔ گناہ سے نفرت یا گناہ کو برا جاننا ایک قدرتی بات ہے سگ کو بھی جب خوشی اور اپنے ہاتھ سے روٹی دی جاوے تو آرام سے لیتا اور بے فکر ہو کر کھاتا ہے مگر جب گھر والوں کی غیر حاضری اور مالک مکان کی عدم موجودگی میں وہ روٹی اٹھا لیجاتا ہے تو اول لیکر بھاگتا اور اگر کوئی دیکھ لے تو دور لیجا کر کہیں بھوسہ یا مٹی میں دفن کر دیتا ہے خود چور بھی حالانکہ وہ چوری کرتا ہے مگر جب اُس کے گھر سے کوئی چور لیجاوے تو اُسے ناراضگی ہو جاتی ہے۔ گائے۔ بکری وغیرہ پر بھی یہی حالت طاری ہوتی ہے۔ پس گناہ سے دلی نفرت یہ گن مادّی اشیا کے سوا کسی اور کا ہے جس کا نام روح ہے +

بیسویں دلیل

اگر کوئی کہے کہ جیسے چند چیزوں کے ملاپ سے نشہ اُتپن ہو گیا ویسے ہی اس شریر میں چاروں عنصروں کے سنیوگ سے جیوآتما اُتپن ہوتا اور اُن کی جدائی سے نشٹ ہو جاتا ہے کیونکہ مرے پیچھے کوئی بھی جیو پرتیکش نہیں ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ پرتھوی یعنی زمین وغیرہ چار عنصر جڑھ اور غیر مدرک ہیں اُن سے چیتن جیو کی اُتپتی کبھی نہیں ہو سکتی۔ یہ تو دعناصر جڑھ ہیں خود اس ترتیب و انتظام و خوبی سے مل نہیں سکتے بغیر کرتار پرماتما کے گیان اور وچار کے۔

نشہ کی مانند روح کی اُتپتی اور فنا نہیں ہوتا کیونکہ نشہ یا خمار خود شراب کو نہیں ہوتا اور نہ کسی اور جڑھ کو بلکہ اُس کا اثر جو کچھ ہوتا ہے صرف چیتن کو۔ کثیف اشیائے لطیف ہو کر غیر محسوس ہو جاتی ہیں مگر عدم کسی کے واسطے نہیں چہ جائیکہ اس سے لطیف جیو کے واسطے جو نہ تو سنجوگ جن ہے اور نہ دھاتوں سے اُتپن ہوتا ہے کیونکہ دھاتوں میں گیان ہی نہیں اور جو جس میں نہیں ہوتا اُس سے اُتپن بھی نہیں ہو سکتا۔

جب جیو جسم دھارتا ہے تبھی اُس کا ظہور ہوتا ہے ورنہ نظر نہیں ہوتا لیکن اس کی ہستی جسم سے پہلے اور پیچھے ضرور رہتی ہے۔ جب شریر کو جیو چھوڑ جاتا ہے تب وہ شریر

جس سے جیو نکل گیا حساب عدہ اور کام کرنا ابھی جو کہا ہم نہیں سنا یہی بات یا گوتم منی نے بھی بیان کی ہے کہ آتما یعنی جیو فنا سے رہت ہے جس کی موجودگی سے شریر جیشٹا کرتا ہے اور جس کی عدم موجودگی سے شریر میں گیان نہ جیشٹا رہتی ہے وہ آتما ہے جیسے آنکھ بت کو دیکھتی ہے پر تو ایسے کو ہمیں اسی پرکار پریکش کا کرنے والا آپ کو اندر پریکش نہیں کر سکتا۔ جیسے اپنی آنکھ سے سب مادی اشیا کو دیکھتا ہے ویسے ہی آنکھ کو ایسے گیان سے دیکھتا ہے درشٹا یعنی دیکھنے والا ہے وہ دیکھنے والا رہتا ہے دیشہ اور وہ چیز جس کو دیکھا جائے نہیں ہو سکتا۔ جیسے بنا آدھار کے آدھے۔ کارن کے بنا کاریہ اپوی کریا دیوا اور کرتا کے بنا کرم نہیں ہو سکتے ویسے ہی کرتا کے سا پریکش کیسی ہو سکتا ہے۔

اکیسویں دلیل

انت لا تغفل عن ذاتک ابداً وما من جزء من اجزاء بدنک الا منساه احیاناً ولا یدرک الکل الا اجزاء فلو کنت انت هذه الجملة ما کان تستمر شعورک بذاتک مع نسیانها فانت وراء هذا البدن واجزاءه۔

ترجمہ۔ تو اپنی ذات سے کسی وقت میں بھی غافل نہیں ہوتا ہے اور کوئی جزو تیرے بدن کے اجزا سے ایسا نہیں ہے کہ تو کسی وقت اُس سے غافل نہ ہووے اور جب کل معلوم ہو تو تمام اجزا بھی معلوم نہیں ہوتے ہیں پس ثابت ہوا کہ تو اس تن اور اُس کے اجزا سے جدا ہے۔

بائیسویں دلیل

بل بدنک ابداً فی التحلل والسیلان وذاتک الباقیة بعینها فان له تحلل من بدنک العتیق عند ذی وجود الجدید بدنک بعظمہ بدنک جدا ولو کنت انت هذا البدن او جزء منه لما بقیت انت کل حین ولما دام احد منک مدرک منک فانت لا بدنک انتہٰی۔

ترجمہ۔ تیرا بدن ہمیشہ بسبب تصرف حرارت عزیزیہ وغیرہ کے مدنی رطوبات میں تغیر و تبدل ہوتا ہے کیونکہ اگر ماوجود واردہونے نئی چیز کے اگر کوئی چیز پہلے بدن سے تحلیل نہ ہووے تو لازم آویگا کہ بدن بے نہایت فربہ اور بزرگ ہو جاوے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ بعد وارد ہوتے غذا کے کوئی چیز بدن کے اجزا میں سے تحلیل ہو جاتی ہے اگر تو یہ بدل ہووے تو لازم آوے کہ ذات وہستی تیری بدن کے تبدیل ہونے سے بدل جاوے حالانکہ ایسا نہیں۔ پس متحقق ہوا کہ تو اپنے بدن سے غیر اور جدا ہے۔ (نمبر ۲ سے الاشراقین نے صیاکل میں لکھی ہیں)

تیئیسویں دلیل

سمع المشائین نے مطارح میں فرمایا ہے۔ ان القوی القائمة بالابدان تکل بتکرار الافاعیل لاسیما القویة وخصوصاً اذا انبعثت فعلا علی الفعود وکان الضعیف فی مثل تلک الحالة غیر مشعور بہ کالرائحة الضعیفة بعد القویة فانہ القوۃ العاقلة تکون کثیر بخلاف ما وصف

ترجمہ۔ تمام قوتیں بدن کی کثرت اور بار بار کام کرنے سے سست اور نفرت کرنے والی ہوتی ہیں اور خصوصاً جیسی مشرح نص ناطقہ ایسے فعل سے کہ سب کا جانا ہے ہر گز سست نہیں ہوتا ہے بلکہ قوت پاتا ہے پس ثابت ہوا کہ روح جسمانی قوتوں میں سے نہیں ہے بلکہ مجرد ہے۔

چوبیسویں دلیل

شیخ المشائین نے اشارات کے نمط سابع میں فرمایا ہے بل کثیر اما یکون القوی

الحسیة والحرکیة فی طریق الانحلال والقوۃ العقلیة اما ثابتة واما فی طریق النمو والازدیاد انتہٰی کلامہ۔

ترجمہ۔ بدنی قوتیں بڑھاپے میں حل ہو جاتی ہیں اور قوت عقل یعنی روح انسانی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ معلومات میں زیادہ عالم ہو جاتا اور تجربہ جمع کرتا ہے۔

پچیسویں دلیل

اکثر سے نفوس کاملہ بریاضت شاقہ کہ موجب خلال بلکہ فنائے قوائے جسمانی ست تعالم علوی پیوندند و اشیائیکہ ہزار با فرسخ دور ست بینند و شنوند حالانکہ بدن شان ہمانجاست۔

ترجمہ۔ اکثر یوگی لوگ جو تپ اور یوگ میں کامل ہو جاتے ہیں حن میں اُن کی جسمانی طاقتیں بالکل کمزور ہو جاتی ہیں جب اُن کی ارواح بلند مراتب پر پہنچتی ہے تو اُن چیزوں کو جو ہزاروں کوسوں پر ہوتی ہیں دیکھتے اور سنتے ہیں حالانکہ بدن اُن کا اسی جگہ ہے۔

چھبیسویں دلیل

کوکین ہائیڈروکلوراس نامی ایک انگریزی دوائی ہے جس سے اکثر آنکھ کا علاج کرتے ہیں اور آنکھ کو بے حس کر کے اُس کے اندر نشتر مار کر تیسرے چھوٹے مردہ سے موتیا بند یا جالا نکالتے ہیں۔ اسی طرح دوائی کا اثر زبان چمڑا وغیرہ ہر ایک اعضا پر ہوتا ہے کہ جس مقام پر لگے اُس کو بے حس کر دیتی ہے۔ اُس کا اثر زائل ہونے کے بعد پھر اندریاں اپنی لذات کو محسوس کرتی ہیں ورنہ نہیں۔ پس صاف ظاہر ہے کہ شیئوں کو جاننا اور حسوں کو محسوس کرنا اندریوں کا کام نہیں بلکہ روح ہے جو ہمیشہ مدرک بالذات ہے۔ پس وہ کسی طرح جسم کا حصہ یا مادی نہیں ہے۔ بلکہ اس سے جدا اور الگ شے ہے۔

انسان کے سوا اور جانوروں میں بھی روح ہے

تمام منطق والے اس بات پر متفق البیان ہیں کہ انسان بھی ایک حیوان ہے مگر تحصیل علم الٰہی و مسائل فلسفہ کی آگاہی کے سبب سے اسے زیادہ عزت دیتے اور اشرف المخلوقات بیان کرتے ہیں۔ سنسکرت کی نیتی جاننے والے لکھتے ہیں۔ کہ کھانا پینا۔ سونا۔ جاگنا۔ خوف و رجا۔ مجامعت یہ باتیں انسان و حیوان میں برابر ہیں۔ صرف دھرم ہی ہے جو اس میں زیادہ ہے جس انسان میں دھرم بھاؤ نہیں وہ پشو حیوان مطلق ہے۔ (چانک)

ایک اور حکیم حاذق فرماتا ہے۔ جیسے گدھے پر چندن لادنے سے وہ صرف بوجھ کو جانتا ہے نہ کہ چندن کو ایسے ہی کتابیں زیادہ پڑھ لینے سے جب تک عامل نہ ہو وہ کتابوں کا حمال ہے۔ (دھنونتر وید)

راج رشی۔ بھرتری جی فرماتے ہیں "جو آدمی علم اخلاق۔ موسیقی۔ اور کلا کوشل سے محروم ہے۔ وہ محض حیوان ہے اُس میں اور حیوان میں دُم سینگ کا فرق ہے اور نہ وہ گھاس کھاتا ہے"۔

پھر ایک اور رشی کا قول ہے جس کے پاس ودیا۔ دھرم۔ تپ۔ دان۔ اخلاق اور نہ کوئی ان کے علاوہ گن ہے وہ محض زمین کا بوجھ ہے وہ آدمی کی شکل کا پشو ہے"۔

مصنف قرآن بھی ایسے آدمیوں کو اولئک کالانعام بتلاتا ہے کہ وہ ماسد چوپاؤں کے ہیں اُن سے سوائے حرکات حیوانی کے کوئی اچھا فعل صادر نہیں ہوتا۔

ایران کے شاعر سعدی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

زنان باردار اے مرد ہشیار | اگر وقت ولادت مار زایند
ازان بہتر بنزدیک خردمند | کہ فرزندان ناہموار زایند

بسلطن آدمی بہتر ست ازدواب　　دواب از تو بہ گر نہ گوئی صواب

جب یہ حال ہے یعنی انسان کو چند باتوں کے سبب ہی حیوانوں سے شرف ہے ورنہ خواہ مخواہ اُسے کوئی شرف حاصل نہیں جس کے روح کے گن جسم انسان میں ظاہر ہیں اسی طرح قالب حیوانی میں بھی نمودار ہیں۔ سب شاستروں میں عموماً جیو کے یہ گن بیان کئے گئے ہیں دھرم۔ سچائی۔ ہتر تار۔ پیار۔ تیجا۔ غیرت۔ بریرتا۔ ویراگ۔ پرسوارتھ۔ بیرتا۔ درڑھتا (استقلال) دیا۔ دھارن کرنا۔ کھشما۔ دم۔ استی۔ شوچ۔ دھیر جیگیتا۔ عقد خواہش۔ ودیش نفرت۔ کوشش۔ سکھ۔ دکھ ان میں سے اگر بنظر غور دیکھا جائے تو یہ سارے کے سارے کم و بیش حیوانات میں پائے جاتے ہیں۔

بیل اور کتے کی وفاداری۔ متر تا۔ پیار۔ نمک حلالی۔ حفاظت۔ قناعت شہد کی مکھی کا انتظام و تمیز بندر کی پردہ داری۔ عقلمندی۔ الو۔ زاغ۔ کرگس۔ چیل و سدروں کا اتفاق اور اولاد سے محبت۔ شیر۔ گینڈا۔ گرڑ۔ ارنا بھینسا۔ سور فیل کی بھاری حکومت۔ غرور۔ محبت اولاد۔ استغنا۔ رعب اور انتظام حفاظت۔ کلنگ زنبور جیونٹی کی دوراندیشی۔ قواعد دانی۔ تمیز و توقف انتخاب وغیرہ غور کے لائق ہیں۔

شکاری لوگ جب جانوروں کا شکار کرتے ہیں تو جس قدر مکاری سے کام لیتے اور دام فریب بچھاتے ہیں۔ اگر وہ سب آپ سنیں تو بے اختیار آپ کے منہ سے نکلے الانسان خبر الماکرین یعنی آدمی بڑا مکار ہے مچھلی پکڑنے کی غرض سے لوہے کی ٹیڑھی سیخ کے ساتھ آٹا لگانا کیچوے یا صدف کے کیڑے پھنسانا اور جال بچھانا رات کو چراغ جلا کر پکڑنا پھٹنے والا گولا پانی میں پھینکنا اور طوفان برپا کر مابرقی جال بنا کر اپنی عقل کی روشنی دکھانا۔ پانی میں آگ جلانا اور جال کو پانی میں ڈال اُس میں تار کے ذریعہ برقی روشنی پہنچانا اور مچھلیوں کا اس انوکھی روشنی کو دیکھ جال کے اندر آنا اور پھنس جانا۔ علی ہذالقیاس جن حیلوں حوالوں سے انسان خشکی و تری و ہوا کے جانوروں کو پکڑتا ہے روباہ کی مکاری اور گربہ کی عیاری اس کے سامنے بالکل ہیچ ہے اور ہم کو ایسی حالتوں میں صاف طور پر کہنا پڑتا ہے کہ جو جانور حضرت انسان کی اس قدر عظیم الشان علمی شرارتوں سے بچ جاتے ہیں بلکہ شیر بھیڑیا۔ چیتا۔ تیندوا۔ مگرمچھ اور دیل مچھلی کی طرح اس بڑے مکار کی تمام پالیسیوں پر غلبہ پا کر الٹا اسے شکار کر لیتے ہیں یا بعض رحمدل لیکن دوراندیش جانور صرف اسے مار ڈالتے ہیں مگر کھاتے نہیں جیسے ریچھ اور بن مانس چیپانزی قسم کے بندر وغیرہ اُن میں ضرور بالضرور ہی روح ہے جیسی کہ انسان میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں۔ (دیکھو ڈابیل صاحب کا مضمون ایشیاٹک ریسرچیز جلد ۱۵)

جرمنی کے مشہور عالم پاپ صاحب فرماتے ہیں کہ "جملہ خراب و فاسد خیالات کہ جن کی وجہ سے آدمی کے دل میں غصہ کی آگ بھڑک جاتی ہے اور جو اُس کو اقسام اقسام کے بیہودہ مسخرافات کاموں کی طرف رجوع کر دیتے ہیں کہ جن کی وجہ سے بہت سے امراض ظاہری اور باطنی انسان کی تندرستی میں حارج ہوتے ہیں صرف جانوروں کے گوشت پر زندگی بسر کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا وحشت انگیز اور مکروہ بات ہو سکتی ہے کہ ہم لوگوں کے باورچی خانے جانوروں کے خون سے تر بتر ہوتے رہتے ہیں۔ ایک طرف جانوروں کے کٹے ہوئے اعضاء بکھرے ہوئے پڑے ہیں دیواروں پر لٹک رہے ہیں دوسری طرف بیچارے جانور تڑپ تڑپ کر پاؤں مار رہے ہیں! گویا ان کے دیکھنے سے ہم کو وہ عجیب و غریب فسانجات یاد آ جاتے ہیں کہ جن میں دیو اور جنوں کے حالات لکھے ہوئے ہیں کہ وہاں ہر چہار طرف اُن جانوروں کے جو اُن کی بے رحمی اور ظلم کے نشانہ ہوتے تھے اعضاء ہی اعضاء بکھرے ہوئے پڑے رہتے تھے اور کہیں اُن کے سروں کے ڈھیر لگے رہتے تھے۔

اے بی کیلی صاحب تمام دنیا کے گناہوں کو جانوروں کے شکار اور ذبح کرنے کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ صاحب موصوف کا بیان ہے "کہ دیکھو دعا مار تو ہم پالسی لگانے اور جال پھیلانے سے ہو جاتے ہیں اور جانوروں کے شکار اور اُن کو ذبح کرنے سے ہم بے درجہ کے بیرحم ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ اکثر بے گناہوں کا خون دیدہ و دانستہ اپنے ہاتھوں سے کر بیٹھتے ہیں جو شخص کسی بے گناہ جانور مثل بھیڑ بکری۔ گائے وغیرہ کو ہلاک کرتا ہے گویا وہ اپنے ہمسایہ کے خون میں اپنے ہاتھ رنگتا ہے" (ارآریہ درپن ماہ جنوری ۱۸۸۸ء)

اب ہم چند بڑے جانوروں کی عقلمندی کی کچھ واقعات سناتے ہیں

۱۔ گھوڑے کی عقلمندی رستم پہلوان زابلستان کے گھوڑے رخش نام کی بابت شاہنامہ میں بہت سے عجیب و غریب حالات لکھے ہیں ہفت خوان کی منزل میں اُس نے شیر کا شکار کیا۔ اور رستم کو زخمی ہونے سے بچایا۔ اور وہ رستم کے بغیر کسی کو اپنے پر سوار نہیں ہونے دیتا تھا" اور محمد امین خان برادر امیر شیر علی خان قندھار کے قریب زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑے تو گھوڑے نے اُس کے گرد چکر باندھ دیا جس سے کوئی اُس کے قریب نہ آسکا" سوار کے زخمی ہو جانے کی حالت میں دانا گھوڑے عموماً ایسا ہی کرتے ہیں۔ بلکہ بعضے گھوڑے مالک کے مر جانے پر زار زار آنسو بہاتے اور کئی روز تک دانہ گھاس نہیں کھاتے صدہا بزرگ گھوڑے رکھنے کے عادی اس بات کی شہادت دیتے ہیں۔

"۸ مارچ ۱۸۹۲ء دوپہر کے وقت لفٹننٹ رابرٹس صاحب رائل انجینیر گلستان علاقہ بلوچستان سے چمن کو گھوڑے پر سوار جا رہا تھے راستہ میں اُن کو ایک افغان نعمت ۱۷ رسالہ گھوڑے پر سوار ملا وہ بھی چمن کی طرف چل پڑا۔ صاحب کی راستہ چلتے ہوئے اس سے بات چیت ہوئی۔ اور اُس نے فوراً پیچھے ہٹ کر تلوار کھینچ لی اور صاحب کو گردن پر زخمی کیا۔ اور نیز بائیں ہاتھ کو بھی۔ جب صاحب بہادر زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے تو گھوڑے نے اُس افغان پر حملہ کیا"۔

رسالہ کے عمدہ گھوڑے اور خصوصاً عرب کے گھوڑے اپنی محبت اور پیار سے صاف بتلاتے ہیں کہ وہ ایک زندہ روح رکھتے ہیں۔

۲۔ ہاتھی کی عقلمندی اخبار صبح صادق مدراس نمبر ۱۳ مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۸۹۵ء میں لکھا ہے کہ مابین حیدرآباد اور کرنول کے ایک مقام فرخ نگر ہے سنا گیا کہ وہاں ایک فیل ہے جو آدمی کی طرح باتیں کرتا ہے جب جا کر دیکھا گیا تو وہ ایک بچہ کی طرح حیات حیات پکارتا ہے۔ اسی حالت میں ایک شخص آیا اور اُسے کہا کہ کیوں پکارتا ہے ہاتھی نے کہا کہ پولا ڈال دے۔ چنانچہ اُس نے پولا ڈالا میں نے دریافت کیا کہ تم کون ہو اور یہ ہاتھی حیات حیات کیا کہتا تھا۔ اُس نے کہا کہ میں فیلبان ہوں اور حیات میرا نام ہے مجھے پکارتا تھا پھر میں نے اُس سے دریافت کیا کہ اس گفتگو کے سوا یہ ہاتھی اور بھی باتیں کرتا ہے یا نہیں۔ اُس نے کہا کہ اکثر ضروری باتیں جو ہم کہتے ہیں اُس کو یہ سمجھتا ہے اور بخوبی اس کا جواب دیتا ہے اور یہ خیال کر بیٹھا ہے کہ باتیں بے محل بھی کرتا ہو بلکہ حسب موقعہ بمضمون مناسب گفتگو کرتا ہے اسی پر صاحب مہتمم اخبار صبح صادق تحریر فرماتے ہیں کہ مہاراجہ ٹوونکور والئے ملک ملیبار علاقہ احاطہ مدراس کی سرکار میں ایک ہاتھی ہے جو حکم مہاراجہ صاحب کی مہر و دستخط سے لکھا ہوا۔ اُس ہاتھی کے نام جاتا ہے وہ بموجب اس کے بہمہ وجوہ تعمیل کرتا ہے اور یہاں تک اس کو ادراک اور عقل ہے کہ ایک مرتبہ ایک مہر اور دستخط جعلی بشکل مہر

دو دستخط مہاراجہ کے ایک کاغذ پر کرکے ایک حکمنامہ اُس ہاتھی کے نام لکھا۔ اور اُس نے اس پر مطلق عمل نہ کیا۔ اور جان لیا کہ یہ فریب اور دھوکھا ہے۔

ایک دن مہاراجہ صاحب کے گورو نے ایک لٹھے بڑے درخت کا پہاڑ سے کٹوایا اور کسی ہاتھی سے نہ ہو سکا کہ اُسے نیچے اوتارے ناچار گوروجی نے التجا مہاراجہ صاحب کے حضور میں کی کہ آپ اُس ہاتھی کے نام حکم صادر فرماویں۔ کیونکہ وہ اُس لٹھے کو نیچے اوتار سکتا ہے۔ بموجب اس استدعا کے مہاراجہ صاحب نے حکمنامہ تحریری اس کے نام جاری کیا اُس کا مضمون یہ تھا کہ لٹھہ پہاڑ سے نیچے اوتار دے جب ہاتھی کو وہاں لے گئے اُس نے اُس لٹھے کو نیچے اوتار دیا بعد ازاں گوروجی اور دیگر آدمیوں نے اُس کی طاقت عقل کی بہت تعریف کرکے کہا کہ اُس کو تھوڑی اور پیجل اُس نے پچاس وٹ لیجا کر رکھ دیا۔ جب مکان تک لیجانے کے واسطے کہا تو اُس نے عمل نہ کیا۔ اور مہاراجہ صاحب کے در دولت پر جاکر کھڑا ہو گیا۔ مہاراجہ صاحب نے قرینہ سے سمجھ لیا کہ یہ فریاد کرنے کو آیا ہے اور گوروجی نے کہا کہ جس قدر حکم تھا اُس نے اُس کی بخوبی تعمیل کی اب زیادہ ہرگز نہیں کر سکتا۔ اس بات میں ہاتھی کا کچھ قصور نہیں۔ تمہارا قصور ہے۔ اللہ تعالےٰ جل شانہٗ نے اپنی قدرت کاملہ سے حیوانات کو انسان کی گفتگو سمجھنے کا ادراک عطا کیا ہے مگر انسان کو عموماً حیوانات کی گفتگو سمجھنے کا فہم نہیں عطا کیا ہے مثلاً بندر۔ لنگور۔ ریچھ۔ طوطا۔ مینا۔ شاہین۔ جُرہ۔ وغیرہ بہ نسبت اور حیوانات کے زیادہ تر سمجھتے ہیں۔ اغلب ہے کہ اگر ڈاکٹران انگریزی متعلق صیغہ تحقیقات حیوانات اس طرف توجہ کریں تو وہ حیوانات کی اکثر گفتگو کو سمجھ لیں۔ (پنجاب اخبار لاہور یکم دسمبر ۱۸۶۵ء جلد ا نمبر ۴۷ صفحہ ۳۸۴ و ۳۸۵) + ابھی چند سال ہوئے بحالت گرفتاری شاہ تھیبا والئے برہما ایک سفید ہاتھی گورنمنٹ کے قبضہ میں آیا مگر جب سے گرفتار ہوا ہاتھی کو اس قید کا اتنا رنج ہوا کہ اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا آخر اسی صدمہ سے مر گیا۔ سیکھے ہوئے دانا گھوڑے اور سیانے بیل مالک کی آواز سننے پر خود بخود گاڑی بگھی۔ ٹہلی۔ ہل کے نیچے گردن رکھ دیتے ہیں اور جس طرح وہ گاڑیاں ہانکتے اور بوجھ اٹھاتے ہیں اسی طرح حضرت انسان بھی ٹم ٹم کو چلاتے اور بار اٹھاتے بلکہ حیوانوں کا بوجھ بٹاتے یا دوسرے لفظوں میں اُنکے بھائی بند کہلاتے ہیں +

کتے کی عقلمندی + ایک انگریز سیر کو نکلا کتا ہمراہ تھا جب واپس آیا تو کتے کو نہ پایا۔ کپڑے اوتارے تو جیب سے کچھ کاغذ کم تھے۔ وہ نہایت ضروری تھے اُن کی تلاش کی مگر نہ ملے۔ دوسرے یا تیسرے روز پھر اُسی راہ سے اتفاق پڑا دیکھا کہ کتا مردہ پڑا ہے جب اُس کی لاش اٹھائی تو کاغذات اس کے نیچے پائے گئے گویا مالک کے کاغذات کے واسطے کتے نے جان عزیز دے دی +

سید نادر علی شاہ سیفی مالک و مہتمم اخبار رہبر ہند لاہور لکھتے ہیں۔ ہمارے محلہ میں بوچا نام کتا تھا اُس میں اتنے وصف تھے کہ ہم کو ایک نظم لکھنی پڑی تھی وہ تمام محلے کی نگہبانی کرتا تھا۔ محلے کے حیوانوں کو باہر جانے سے روکتا اور باہر کے حیوانوں کو اندر نہ آنے دیتا وہ نہایت بارعب جرنیل تھا۔ اور خود لنگڑا تھا اُس کے ایک آواز پر تمام کتے جمع ہو جاتے تھے اور ہر ایک مہم خواہ کتنی ہی کچھ سنگین کیوں نہ ہو بغیر کسی انسان کی مدد کے سر ہو جاتی تھی۔ اُس نے ایک دفعہ روز روشن دغا کھائی۔ ایک شخص غیر حاضر تھا اُس کا بیل ایک چور کھول کر لے گیا۔ بوچا رات کو پہرے پر ہوتا تھا تاہم اس نے اُس وقت چور کو دیکھا جب محلے سے گذر جانے والا تھا لاچار اُس کا تعاقب کیا اور ضلع سیالکوٹ میں اُس کا گھر دیکھ کر آیا۔ اور بیل کے مالک کو تقاضا کرکے ہمراہ لے گیا۔ اور بیل کے پاس پہنچا دیا۔ بوچا ہر جنازے کے ہمراہ جاتا تھا وغیرہ وغیرہ۔

بے شبہ حیوانوں میں عجیب عجیب خاصیتیں پائی جاتی ہیں۔ اور کیا ایسا ہے کہ انسان کو سترما دیتا ہے۔ کتے میں وفاداری ہے۔ اور شب بیداری اور نگہبانی۔ کتے میں قناعت ہے اور محبت و جاں نثاری۔ انسان کو سو برس ملازم رکھو ہمیشہ تنخواہ ادا کرو اور ایک مہینے کی تنخواہ کسی مجبوری سے رُک جائے۔ جھٹ عدالت خفیفہ کی راہ لیتا ہے۔ لیکن کتا نیم نان بلکہ استخوان پر قناعت کرتا ہے کسی دن نہ دو تب بھی مالک کی چوکھٹ نہ چھوڑے گا کتا مالک کے رقیب پر حملہ کریگا۔ گو وہ مسلح ہو۔ انسان اکثر فرار ہو جاتا ہے۔ ایک آدمی کو نوکر رکھو اور روز سمجھاؤ۔ کہ رات کو بیدار رہے اور گھر کی حفاظت کرتے۔ وہ ضرور سوئے گا اور غافل ہو جائیگا۔ کتے کو ٹکڑا دو۔ بس وہ خود بخود بیدار رہے گا اور پاسبانی کریگا اکثر انسان خودکشی کرتے ہیں۔ کوئی زر کے ضائع ہو جانے سے اور کوئی عورت کی بدکاری سے اور کوئی کسی بے عزتی سے لیکن وہ خودکشیاں فضول ہیں۔ البتہ اگر آدمی کتے سے سترما کر دم بخود ہو کر مر جائے تو ہم اس انسان کے فہم اور غیرت کی تعریف کریں گے +

بوچے کی ایک عادت یہ تھی کہ میلا پوش پر بہت حملہ کرتا تھا۔ شاید صفائی اُسے پسند ہوگی۔ نیز پولس کے کانسٹبلوں پر نہایت سختی سے حملہ آور ہوتا تھا۔ اس کی بنیاد غالباً یہ ہوگی کہ اِن کو اُس نے پہرہ کی حالت میں خواب میں دیکھا ہوگا یا چوروں سے اُن کی سازش ہوئی ہوگی۔ اور عجب نہیں کہ خود کانسٹیبل کو چوری کے گناہ میں مبتلا پایا ہوگا۔ (از رہبر ہند ۱۴ اپریل ۱۸۹۲ء)

ضلع راولپنڈی کی تحصیل کھوٹہ کے علاقہ میں ایک فقیر تھا اُسکے پاس ایک کتا تھا بڑا بہادر اُس فقیر نے ایک شخص کے کچھ مبلغان دینے تھے اُسکو وہ کتا بدلے میں دیدیا۔ چنانچہ کتا اُس کے ہاں رہتا رہا۔ ایک دن اُس کے چوری ہوئی مجرموں نے جہاں مال لیجا کر گاڑا کتا دور سے دیکھتا رہا۔ اور نشان کرکے چلا آیا۔ آکر مالک کو اطلاع دی اور اُس کا دامن کشاں کشاں وہاں لے گیا۔ اور مال نکال دیا۔ جس پر اس نے خوشنود ہو کر اُس کے گلے میں پٹہ آزادی لکھکر ڈال دیا اور اُسے آزاد کر دیا۔ چنانچہ کتا واپس اپنے اصلی مالک فقیر کے پاس آیا فقیر نے جب دیکھا کہ کتا واپس آیا ہے بہت خفا ہوا اور غصہ میں آکر اسے مار ڈالا مگر جب کتا مر گیا تو اُس کے گلے میں ایک کاغذ دیکھا کھولکر پڑھا تو نہایت رنج ہوا اور اُس مظلوم شہید کی قبر بنادی اور اپنی نادانی پر افسوس کرتا رہا +

کتے مشعل لیکر چلتے ہیں۔ گیند دریا سے پکڑ لاتے ہیں۔ شکار کھیلتے ہیں قواعد کرتے ہیں چوری ہونے سے بچاتے اور مالک کی جان کی حفاظت کرتے مالک کو پہچانتے اور اُس کے بال بچوں کی رکھوالی کرتے راستہ پہچانتے غمی و شادی رضامندگی اور ناراضگی کو جانتے مالک سے پیار کرتے ہیں۔ افسوس کہ باوجود ان صفات کے ناداں لوگ اُسے ناپاک کہتے ہیں اور حرام خور زناکار۔ غافل۔ رشوت خور۔ مالک کو نہ پہچاننے والے اور محسن کش انسان کو پاک جانتے ہیں۔ الحذر

ناطق حیوان + ونزل بیان کرتا ہے کہ بوریا کا ایک کتا اس بات کو سخت ناپسند کرتا تھا کہ کوئی شخص کمرے کے اندر ٹوپی پہنکر آئے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب ایک آدمی ٹوپی پہنے ہوئے اندر آیا تو اُس نے اچھل کر اُس کی ٹوپی کو اوتار ڈالا۔ وہ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ ایک کتا تھا جسے اُس کا آقا گوشت خریدنے کے لئے بھیجا کرتا

تھا۔ چنانچہ وہ قصاب کی دوکان پر جاتا اور جس قسم کا ٹکڑا اسے خریدنا ہوتا اس کے سامنے جا کھڑا ہوتا۔ اور جتنے پونڈ گوشت اسے لینا ہوتا اتنی دفعہ بھونکتا۔

(از پیسہ اخبار مورخہ ۲۹۔ دسمبر ۱۸۹۳ء) ✚

ٹریر کتا اور ٹرین پولینڈ کے ایک کاریگر کے پاس جو روم میں رہتا تھا ایک نہایت وفادار ٹیریر کتا تھا چونکہ ایک مرتبہ وہ سفر کرنے کے لئے مجبور ہوا۔ اس لئے وہ اپنے کتے کو اپنے ایک دوست کے پاس جس سے وہ محبت رکھتا تھا چھوڑ گیا۔ رات دن میں جب کبھی ٹرین آتی تھی کتا سٹیشن پر جایا کرتا تھا۔ اور ٹرینوں کی آمد کا وقت نہایت ہوشیاری سے یاد رکھتا تھا۔ گو وہ روز وہاں جاتا تھا لیکن کسی دن ایسا نہیں ہوا کہ وہ دیر میں پہنچا ہو۔ اور ٹرین چلی گئی ہو۔ مالک کی تلاش کی۔ اسی اُدھیڑبن میں وہ اس قدر افسردہ خاطر ہو گیا کہ اُس نے کھانا چھوڑ دیا۔ اور اگر مالک کے پاس یکبارگی چلے آنے کا تار نہ بھیجا جاتا تو وہ فاقہ کشی کر کے مر جاتا"۔

۴۔ وفادار گائے کے حالات ✚ اخبار سود و دہ سند ہو۔ کھنڈوا راوی ہے کہ ضلع نرسنگپور کے نزدیک گاؤں میں ایک سادھو کے ہاں ایک عجیب وفادار گائے ہے جس کی گردن میں ہر روز سادھو مہاراج اپنی بھیکھ مانگنے کی جھولی باندھ دیتے ہیں اور وہ بیچاری برہمنوں کے گھر جا کر بھیک مانگ لاتی ہے اور دیگر قوم کے یہاں نہیں جاتی جبکہ گائے کی جھولی پر ہو جاتی ہے تب وہ اپنے مکان کو واپس آ کر اپنے مالک کو دیتی ہے۔ واہ کیا ہی یہ مالک کی وفادار ہے۔ (وزیر ہند جلد ۱۱ نمبر ۲) ✚

فردوسی نے شاہنامہ میں بذکر فریدوں ایک گاؤ پُر مایہ کا حال لکھا ہے۔

دانا نے ضحاک سے کہا۔

یکے گاؤ پُر مایہ خواہد بدن جہاں جوی را دایہ خواہد بدن
تبہ گردد آں ہم بدست تو بر بریں کیں کشد گرزہ گاؤ سر

فریدوں کی پرورش کی حالت۔

ہماں گاؤ کش نام پُرمایہ بود ز گاواں و بارتریں پایہ بود
کہ کس در جہاں گاؤ چوماں ندید نہ از پیر سرکار داناں شنید
چہ سالش پدر وار زاں گاؤ شیر ہمی داد ہشیار زنہار گیر
بسے سیر ضحاک زاں جستجو سد از گاؤ گیتی پر از گفتگو

فریدوں کی والدہ کے سدا قصہ اس طرح بیان کیا:۔

سرانجام از مغز پرداختند ہماں اژدہا را خورش ساختند
سرانجام رفتم سوے بیشہ کہ کس را بہ ہیچ اندیشہ
یکے گاؤ دیدم چو خورم بہار سراپائے نیرنگ و رنگ و نگار
نگہبان او پاے کردہ بکش نشستہ بہ پیش اندروں شاہ وش
بپروداست روزگار دراز ببر برہمے پروریدت بناز
ز پستان آں گاؤ طاؤس رنگ برافراختی چوں دلاور نہنگ
سرانجام زاں گاؤ و آں مرغزار خبر شد یکایک بر شہریار
ز بیشہ ببردم ترا ناگہاں بریدم ز ایران و از خانماں
بیامد بکشت آں گرامایہ را چناں بے زباں مہرباں دایہ را

خود فریدون بادشاہ نے شاہ جمشید کی لڑکیوں سے کہا:۔

ہماں گاؤ پُر مایہ کم دایہ بود ز پیکر تنش ہمچو پیرایہ بود
ز خون چناں بے زباں چارپائے چہ آمد براں مرد ناپاک رائے
کمر بستہ ام لاجرم جنگ جوئے از ایراں بکیں اندر آوردہ روئے

سرش را بکیں گرزہ گاؤ چہر بکوبم نہ بخشائیش آرم نہ مہر

(دیکھو شاہنامہ مطبع نول کشور کلاں صفحہ ۱۳ جلد اول)۔

پرندوں کی شادی ✚ مسٹر اپوکس لکھتے ہیں کہ جانوروں کی نفس کشی۔ فرائض کا خیال

الف۔ خدمت اور محبت کی شہادتیں موجود ہیں اور خودکشی کی قابل اعتبار مثالیں پائی جاتی ہیں بہت سے جانور اور چڑیاں یا وہ ایک ہی شادی کی پابندی کرتے ہیں۔

چوپائیوں میں آدمی کی طرح نر کی نسبت مادہ میں حسن سلوک کا درجہ بہت بڑھا ہوا ہے ان میں کثیر الازدواجی کو حرم تصور کرتے ہیں۔

جنگلی اور پہاڑی کوے سارس یا تعلق اور فلیمنگو (ایک قسم کی سرخ چڑیاں) عدالتیں قائم کر کے اپنے مجرموں کو سزا دیتے ہیں۔

جزائر شٹلینڈ کے کوّے اوقات مقررہ پر اور عموماً ایک ہی جگہ پر باقاعدہ وحداری کی عدالتیں قائم کرتے ہیں۔ اور بعض اوقات ایک ہی مقدمہ کی تحقیقات میں ایک ہفتہ سے زیادہ صرف ہو جاتا ہے۔ جب عدالت برخاست ہوتی ہے تو ملزم کو اسی جگہ پر مار ڈالتے ہیں۔

تعلق کے بارے میں بہت سی وہ مثالیں پائی جاتی ہیں جن میں مادہ اپنی بے عصمتی کے باعث چڑوس کی کل تعلقوں کے ایک بڑے جلسے میں مار ڈالی گئی ہے جس طرح اکثر عورتیں اپنے عاشق کو اپنے شوہر کے قتل کر ڈالنے کی رغبت دلاتی ہیں۔ اسی طرح مادہ تعلق بھی ایسے جوان چاہنے والے کو اپنے نر کے مار ڈالنے پر آمادہ کرتی ہے۔ کئی مثالوں میں یہ پایا گیا ہے کہ مرغ اُن مرغیوں کو مار ڈالتے ہیں جو کبوتر یا مرغابی کے انڈوں کو سیتی ہیں لیکن یہ بات یقیناً بہت شاذ و نادر ہوتی ہے"۔

(جلد ۶ نمبر ۲۵۱۶۔ اپریل ۱۸۹۲ء)۔

پروفیسر ای۔ بی ایونز نے حال میں ایک لیکچر اسی مضمون پر دیا ہے اُس میں انہوں نے ایک طوطے کی نسبت بیان کیا ہے۔ جو سانوبرگ کے گرجا کے پادری کے پاس تھا اور بعض وقت عام بول چال میں شریک ہوا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اُس نے ایک پادری کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ حضور بے ادبی معاف میں نے سمجھا تھا کہ کوئی جانور آیا۔ یہ عام گیت گایا کرتا تھا بلکہ یہاں تک کہ طلاؤ کی ماتمی مرثیہ کے سُر میں گایا کرتا تھا۔ حال میں مسٹر میکالین پیرس کے علم موجودات کی انجمن کے ممبر کے پاس ایک بھوسلی رنگت اور سُرخ دُم والا طوطا ہے اُس کی عمر پچاس برس کی ہے اور ۱۸۷۰ء میں پیرس کے محاصرہ سے بچنے کے لئے اُسے دیہات میں بھیجا جہاں اُس نے بہت اہلی اور جنگلی حیوانوں کی بولیاں بولنا سیکھ لیں۔ وہ ایک جانور کی جسے پچیس سال ہوئے اُس نے ذبح ہوتے دیکھا تھا۔ ایسی ہو بہو نقل اوتارتا ہے کہ جو آدمی اُسے بولتا سنتے ہیں ٹھہر جاتے ہیں بات چیت ہو رہی ہو تو کان لگا کر سنتا رہتا ہے۔ اور وقت بوقت آواز کرتا جاتا ہے اور ہنسنے کے موقعہ پر ہنستا ہے صرف گیت ہی نہیں گاتا۔ بلکہ ایسی سُریں نکالتا ہے کہ مطربوں پر سبقت لیجاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے علم موسیقی میں کسی قدر دسترس ہے۔

(از پیسہ اخبار ۲۹ دسمبر ۱۸۹۳ء)۔

بھینسوں کا چروال کی آواز پہچاننا اور اُس کے پیچھے چلنا آواز کا جواب دینا۔ نام پر بولنا یا کھڑا ہونا اور شیرنیاں کا بالاتفاق مقابلہ کرنا اور بسا اوقات اُسے مار ڈالنا یا بھگا دینا اظہر من الشمس ہے۔ (دیکھو سیر المتاخرین جلد اول)۔

تمام سائنس دان بندر اور انسان میں بہت ہی تھوڑا فرق مانتے ہیں۔ ڈارون جیسے محققوں کی کتابیں پڑھنے والے حیوانوں میں روح کے منکر کبھی ہو

نہیں سکتے حال میں پروفیسر گارنر صاحب جو عرصہ ۲ ماہ کا ہوا کہ بندروں کی زبان سیکھنے گئے تھے کامیاب ہو کر واپس آ گئے ہیں۔ اُن کا بیان ہے کہ بندروں کی ایک باقاعدہ زبان ہے جسے مطالعہ کرنے سے انسان سیکھ سکتا ہے۔ پروفیسر صاحب اپنے ہمراہ دو بن مانس (جنگلی آدمی) لائے ہیں جو آواز کے ذریعہ پروفیسر صاحب کو اپنی خواہش اور خیالات سے آگاہ کر سکتے ہیں" علامہ شیرازی نے شرح حکمتہ الاشراق میں لکھا ہے کہ بندر شطرنج کھیلتا ہے۔ میں نے بندر کو بچشم خود شطرنج کھیلتے دیکھا ہے۔

امریکہ کے ایک صاحب نے دو ویل مچھلیوں کو ایسی تعلیم دی کہ جس وقت وہ چاہتے اُس کے آواز دینے پر وہ سمندر سے نکل آتی ہیں اُن کے گلے میں دو لوہے کے حلقے ڈالے ہوئے ہیں یہ تین کشتیوں کو مضبوط باندھ دیتا ہے اور ایک ایک مچھلی اُن کشتیوں کی ایک ایک طرف باندھ دیتا ہے پھر یہ آواز دیتا ہے اور وہ لیجاتی ہیں۔ اور بہت تیز کشتیوں کو لیجاتی ہیں۔ اُس کی دو بیٹیاں بھی اس کے ساتھ کام کرتی ہیں مچھلیاں اُس سے پیار کرتی ہیں اور وہ مچھلیوں سے۔ اسی طرح تماشا کر کے اپنا گذارہ کرتا ہے اور بعد تماشا کے مچھلیوں سے پیار کر کے اور انہیں خوراک کھلا کر چھوڑ دیتا ہے"۔

سرکس کے تماشوں میں گھوڑوں۔ ریچھوں۔ بندروں۔ فیلوں شیروں کے کرتب جن لوگوں نے دیکھے ہیں وہ کبھی اور کسی طرح بھی حیوانوں میں روح کے منکر نہیں ہو سکتے۔

ایک صاحب اپنے سفر کے حالات میں لکھتے ہیں کہ بحالت سفر ہمارا گذر ایک جنگل میں ہوا۔ اکیلی جان کوئی ساتھی نہ تھا۔ اتفاقاً بندروں کا ایک گروہ آیا اور ایک جگہ پنچایت لگا کر بیٹھا۔ ہم اس کا تماشہ دیکھنے کے واسطے اُن سے ذرا دور ٹھہر گئے۔ جو جنگلی پھل وہ لائے تھے اُن سب کو کوٹ کر اُنھوں نے لڈو بنائے اور سب بندروں کو چار چار لڈو بانٹے۔ بعد ازاں اُن میں سے حسب اجازت ایک بڑے بندر کے سدر ہم لڈو ہمارے پاس لایا ہم نے لے لئے جب کھائے تو وہ ایسے لذیذ اور مزے دار معلوم ہوئے کہ شہروں کی عمدہ مٹھائی بھی ایسی لذیذ نہیں ہوتی"۔

اسی طرح ایک جگہ بندروں کے مارنے کے لئے نخود بریاں پر زہر لگا کر ڈالے گئے مگر جو بندر آتا اُنہیں سونگھ کر چھوڑ جاتا مگر نہ کھاتا سب کے بعد ایک بڑا بندر آیا اور اُس نے بھی سونگھا اور سونگھ کر سب کو واپس لے گیا۔ سب جنگل سے گھاس توڑ لائے اور آتے ہی گھاس کو چنوں پر مل کر کھا گئے۔ زہر نے کوئی اثر نہ کیا۔ بعد التحقیق معلوم ہوا کہ وہ گھاس فی الحقیقت زہر کے دفع کرنے والی تھی۔

نیولا (راسو) جانور جب سانپ سے جنگ کرتا ہے تو اتفاقاً اگر کہیں سانپ کے دانت اُسے لگ جائیں تو فی الفور سداب نام گھاس جو قاطع زہر مار ہے کھا کر راضی ہو جاتا ہے اور عموماً نیولا رہتا بھی ایسی جگہ ہے جہاں سداب موجود ہو"۔

مرغی۔ بطخ۔ چڑیا کا بچوں کے ساتھ ہوتے ہوئے حملہ کی حالت میں چیل یا کتا یا سانپ سے مقابلہ کرنا تو سب لوگ عموماً جانتے ہیں۔

جس طرح انسانوں کی تربیت ہوتی اور وہ اُس سے سدھر جاتے ہیں اور بُری صحبت سے بگڑ جاتے بعینہٖ یہی حال حیوانوں کا ہے۔ چابک سوار گھوڑوں کو درست کرتے اور چالیں سکھاتے اور اسی طرح لنگڑا بھی دیتے ہیں اور یہی حال فیلوں اور اونٹوں وغیرہ کا ہے جس طرح شریر لڑکوں اور بڑے انسانوں کو اُستاد سزا دیتے الذین تنبیہ کرتے یا حکام جیل میں بھیجتے ہیں۔ اور وہ کچھ مدت اس طرح کی زجر و توبیخ سے درست ہو جاتے یا بُرے چلنوں سے باز آ جاتے ہیں۔ اسی طریق پر شریر جانوروں کو مارنے کوٹنے۔ باندھنے کم خوراک دینے سے سُدھارتے ہیں۔ جو بیماریاں آدمیوں کو ہوتی ہیں حیوانوں کے بھی وہی عارض حال ہیں۔ اور جس طرح انسان دوائی سے صحت پاتے اور تندرست ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح حیوانوں کے بھی علاج کئے جاتے اور انہیں دوائی کھلاتے ہیں۔ جس طرح شریر انسان باوجود پاؤں میں جولاں ہونے کے جیل خانوں سے بھاگ جاتے ہیں۔ اور جرائم عمل میں لاتے ہیں اسی طرح شریر جانور بھی باوجود باندھنے اور زنجیر ڈالنے کے بھی نکل جاتے اور بار بار سزا پاتے ہیں۔ سعدی نے اس موقعہ پر حیوانوں اور انسانوں کو برابر گنا ہے۔

چو از قومے یکے بے دانشی کرد — نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

نہ بینی کہ گاوے در علف زار — بیالاید ہمہ گاواں دہ را

جس طرح بعض انسان حلیم۔ کوئی شریر اور ظالم کوئی سادہ لوح ہوتے ہیں اسی طرح بعض حیوان ملنسار نہ دکھ دینے والے کوئی شریر کاٹنے سینگ مارنے والے۔ اور کئی بھولے ہر ایک کے ساتھ ہل مل جاتے ہیں۔ جس طرح گھوڑا کتا مالک کی زیر حفاظت رہ کر بہادر ہوتا اور شیر سے مقابلہ کرتا ہوا نہیں ڈرتا۔ اسی طرح انسان بھی ایسے مالک پرمیشور کی تابعداری کرنے سے سخت ترین مقابلہ کرتے اور کامیاب ہوتے ہیں۔ کبھی نہیں گھبراتے۔ المختصر تمام باتیں بدیا یک جو انسان کرتا یا کر سکتا ہے وہی حیوان کرتے اور کر سکتے ہیں۔ بندر۔ اونٹ اور ہاتھی حقہ پیتے اور چرس کا دم لگاتے تو کئی بار دیکھے گئے ہیں۔ کتوں اور گھوڑوں نے بارہا آدمیوں کی جان بچائی جس طرح گوشت خور حیوان ضرورت پر اپنے بچے مار ڈالتے اور کھا جاتے ہیں اسی طرح گوشت خور انسان بھی دختر کُشی کرتے اور قحط کے دنوں میں برابر اپنے بچے مار کر کھا جاتے ہیں۔

حیوانات کے حال تو آپ نے سن لئے اب ذرا ایک خدا رسیدہ اور حق پرست اشرف المخلوقات پادری صاحب کا بھی حال سُن لیجئے +

ایک پروٹسٹنٹ پادری +

آٹھویں دسمبر ۱۸۹۳ء کو منسٹر کی عدالت سمن سے پادری جارج گریسہ صاحب پر سزائے موت کا فیصلہ دیا گیا۔

ریورنڈ جارج گریسہ پروٹسٹنٹ پادری تھا اس کو روپیہ کی تنگی تھی۔ ایک روز اُس نے اپنی ماں کو گولی سے مار ڈالا اور اُس کا روپیہ لیکر فرار ہو گیا۔ چلتا ہوا خادمہ سے یہ کہا کہ تیری مالکہ دل کی مرض سے فوت ہو گئی۔ لیکن دوسرے دن پولیس نے گرفتار کیا عدالت کے روبرو مجرم نے اپنے جرم سے انکار کیا اور کہا کہ آپ کے اور خدا کے روبرو قسمیہ اقرار کرتا ہوں کہ میں نے اپنی ماں کو ہرگز عمداً قتل نہیں کیا۔ ۹ جنوری ۱۸۹۴ء کو قاتل کو پھانسی دی گئی۔ (از تاسیم الاخبار)۔

اورنگ زیب نے باپ کو جیل میں ڈال دیا۔ اور کنس نے اگرسین کو حضرت لوط کے حالات سے آپ واقف ہیں خلیفہ ہارون رشید کا واقعہ تاریخ خلفاء میں مطالعہ فرمائیے حضرت یوسف کو اُس کے بھائیوں نے چاہ میں ڈالا۔ اور امام حسن و امام حسین کو ایماندار یزید نے قتل کیا اور شمس تبریز و منصور و سرمد و زکریا و دارا شکوہ و مسیح و یوحنا کو مذہبی ملاؤں نے اور دیندار یہودیوں نے قتل کیا ان سب باتوں کو مدنظر رکھکر آپ سوچیں کہ حیوانوں میں روح ہے یا نہیں۔ اس کے سوائے حضرت انسان کو ہزاروں خلاف فطرت جرائم کا مرتکب ہوتا خیال کر کے فرمائیے کہ حیوانوں میں روح ہے یا نہیں +

باب دوم

عیسائیوں کے اعتراضوں کے جواب

پادری کا پہلا اعتراض :- آواگون پرتکش پرمانوں کی ورودھ ہے یعنی کرم جو آواگون کا مول ہے تیسو ہارک پدارتھ ٹھیرا تب آواگون تو آو تیسی ہی بیوپارک ہوگا آواگون اور کرم کا کچھ پرتکش پرمان نہیں ہے یعنی کوئی کہے کہ دیکھو لنگڑا ہے وہ کوڑھی ہے وہ گونگا اور بہرہ ہے یہی کرم کا پرتکش پرمان ہے۔ تو ہم اتر دے سکتے ہیں کہ یہ کرم کا پرتکش پرمان نہیں۔ کنتو انومان پرمان ہو سکتا ہے۔ کرم کے پھل کا آدھار ن ز دگ ہو سکے گا پرنتو۔ کرم کچھ پرتکش پدارتھ ہے۔ آواگون نہیں تو انگریز۔ عرب۔ آدک لوگ اس کو مانتے تم کرم اور آواگون کا انومان پرمان لیتے ہو پرنتو ہم آدھنیا کا پرتکش پرمان مانے چکے ہیں۔ کیونکہ کسی سے پوچھو کہ تم سو ہارک ریتی سے اپنے کونسا آدھیں جانتے ہو تو کہیگا۔ ہاں پرتکش پرمان کے ورودھ کوئی نہیں انومان پرمان گرہن کریگا۔ اس کارن سو ہارک ریتی سے آواگون کا ہونا اسمبھو ہے ؎

جواب :- آپ نے یہ کیسے فرض کر لیا۔ کہ آواگون پرتکش پرمانوں کی ورودھ ہے۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ جہاں تک خیال ہو سکتا ہے اور عقل کام کرتی ہے۔ آواگون پرتکش پرمان کے خلاف تو کیا بلکہ مطابق ہے پرتکش کی نیاد منطق) شاستر میں یہ تعریف کی گئی ہے ؎

इन्द्रियार्थ सन्निकर्षोत्पन्नं ज्ञानमव्यभिचारिव्यव-
सायात्मकं प्रत्यक्षम्॥ न्याय० अ०१ सू०४ ॥

ترجمہ۔ حواسوں سے بغیر کسی طرح کے بھرم اور وہم اور خبط کے جو گیان حاصل ہو۔ وہ پرتکش ہے ؎

کرم یعنی فعل وہ ہے جو کیا جاوے جسکے دو بھید ہیں شاریرک و مانسک (ظاہری و باطنی) کرم کے سمجھنے کے واسطے کرتا یعنی فاعل کے لئے کسی انومان کی ضرورت نہیں ہے ہر طرح ہویدا ہے اور نہ کسی دوسرے کے واسطے مانسک کرموں کے سوائے شاریرک کے سمجھانے کی ضرورت ہے۔ جیش کرم کرنے میں سو آدھین ہے۔ اسمیں ہمارا اور آپ کا اتفاق ہے۔ مگر پھل بھوگنے میں آزاد نہیں۔ بلکہ ایشور آدھین ہے ورنہ کوئی دکھ میں مبتلا نہ ہوتا۔ جس طرح کرم نیک وبد ہوتے ہیں۔ اسی طرح روگ۔ دکھ سنتوش بھی بھوگنے پڑتے ہیں۔ کیا مہذب اور کیا وحشی اسے سب مانتے ہیں۔ اور نیکی وبدی کا پھل راحت و دکھ جانتے ہیں۔ شاریرک کرموں کا پھل شریر سمبندھی اور مانسک کا مرد آتمک طریقے سے ملتا ہے۔ ظاہری حکیموں کو جسمانی راحت اور عیش حق پرستوں کو روحانی مسرت ملیگی۔ اگر کوئی علم حکمت وحق پرستی دونوں سے آراستہ ہے تو اسے دونوں عطا ہوتے ہیں۔ اور معرفت الٰہی یعنی پرماتما کے گیان کا درجہ اُن سب سے اعلے و برتر ہے جس کا پھل نجات یعنی موکش ہے۔ اور اسی طرح روحانی و جسمانی بیماری انسان حسب اعمال بُرے نتائج بھوگنے کے بغیر نہیں رہ سکتا ؎

پس کرم پرتکش ہے۔ اور دکھ سکھ بھی۔ جسکا دوسرا نام آواگون ہے یا آواگون کی پہلی منزل جس طرح قدرت کو دیکھکر قادر کا اور عمل کو دیکھکر اور دکھ اور دکھ حکما نزد

ماده کا اور جسطرح ہوا اور ابر کو دیکھکر بارش کا انومان کرتے ہیں۔ اسی طرح پیدائشی بیماریوں سے دانا لوگ آواگون کا انومان کرلیتے ہیں اور یہ آواگون کی دوسری منزل ہے۔ ورنہ ذات باری کے عدل وانصاف پر دھبہ لگتا ہے۔ یا اُس کی ذات سے ہی منکر ہونا پڑتا ہے ؎

باقی رہا انگریز اور عرب لوگوں کا اُسے نہ ماننا۔ یہ بھی آپکی ناواقفی کی شہادت ہے عرب لوگ قبل از اسلام اسے مانتے تھے اور محمدی ہوئے پر بھی اسلام کے کئی فرقے اسے ایمانا مانتے ہیں۔ انگریزی عیسائی ہونے سے پہلے بالعموم اس مبارک مسئلہ پر یقین رکھتے تھے اور اب بھی جنہوں نے عیسائی دین کو باطل سمجھ کر چھوڑ دیا ہے۔ وہ تمام انگریز اس بوبر اور صحیح مسئلہ پر وشواس رکھتے ہیں۔ یورپ کے تمام ممالک میں خصوصاً فضلا و فلسفہ دانوں میں یہ مسئلہ پھیل رہا ہے۔ سویڈن اور روس سے جرمنی اور اٹلی تک آج کل اس کا چرچا ہے حال ہی میں ہی مشہور فاضل میکس میولر صاحب نے اسے گرہن کیا ہے (دیکھو رسالہ انڈیا انگریزی مطبوعہ لنڈن بابت ۹۴ء)
تھیوسافیکل سوسائٹی کے ممبران عموماً اس کے قائل ہیں پس بیوہارک ریتی سے آواگون ہر طرح سدھ ہے۔ جیسے کہ فعل اور اُس کا نتیجہ جس سے کسی طرح انکار نہیں ہو سکتا۔

اعتراض دوسرا پادری پرمارتھک ریتی سے بھی وہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کیول برہم کو چھوڑ کر اور کچھ بھی پرمارتھ نہیں ہے۔ اسکارن کرم پراتی بھاسک ریتی سے ہے اور تحقیقات جو اس کو مانتا ہے سو مانو۔ (گویا) رجو دیکھکر سانپ کے بھرم سے بھاگتا ہے ؎

جواب یہ مثال آپکی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ شُبھ کرم ہی پارتھ کے سادھن ہیں۔ اور انہیں کا نتیجہ گیان اور مکتی ہے اعمال حسنہ کے بغیر کوئی آدمی نجات نہیں پا سکتا پس کرم میتھیا رتھ چیز ہے نہ کہ پراتی بھاسک یعنی وہم و خیال وہ پرمارتھ کے حصول کے وسائل ہیں جو سب کے باطل خیال سے اس یعنی اور صحیح اعمال و افعال کا کوئی تعلق نہیں آپ بائبل نے ہار الف معلوم ہوتے ہیں وہاں صاف لکھا ہے۔ ہر ایک کو وہی پھل ملتا ہے جو اُس نے کمایا یاد رکھو کہ خدا ٹھٹھوں میں نہیں اُڑایا جاتا۔ پس کرم پیچھے کرنا۔ اصل میں خدا کی ہستی سے منکر ہونا ہے۔ کیونکہ اگر وہ کرم کا پھل داتا نہیں اور نہ اُس نے نیک و بد کی آگیا دی ہے۔ تو پھر معلوم نہیں۔ کہ ہمارا اُس سے کیا تعلق ہے اور کسطرح ہم اُسکی معرفت حاصل کر سکتے ہیں ؎

اعتراض تیسرا پادری۔ تمہارے شاستر برہم نہیں ہیں اس کارن وے بھی پاپتک نہیں ہیں کنتو بیوہارک ماتر ہیں۔ ان شاستروں کو تو ہم بے ٹھکانا اور نرمان ٹھیرا سکتے ہیں۔ کیونکہ اُن کی سکھیا و دیا۔ ستیاتہاس اور یتی شاستر کے ورودھ ہے جسکو سندیہ ہو وہ مت پریکشا اور ست مت نردین گرنتھوں کو دیکھے کہ اس واسطے تمہارے شاستر کا پرمان نہیں۔ ہاں ست شاستر بائبل کا پرمان ہو سکتا ہے ؎

جواب وید اور ست شاستر پرمارتھ کا رستہ دکھلانے والے کمارگ سے بچانے والے سچائی کے ہادی ہیں۔ وہ برہم گیان کے وسائل اور ایشور پراپتی کے مکھ سادھن بلکہ ایشوری گیان ہیں جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے

باغاز جہاں از لطف کرتار	ہوئے پیدا یہ چاروں نیک کردار
شری اگنی و وایو سب کے سرتاج	شری آدیتہ شری انگرہ مہاراج
ہوئے چاروں سے ظاہر مثل خورشید	اتھرون سام رگ وید یجر وید
گئے عالم میں چاروں وید ظاہر	کیا ہر وید سے عالم کو ماہر

ف یہ اعتراض کتاب آواگون و چار مسیوعہ نارتھ انڈیا سوسائٹی سے نقل کئے گئے ہیں جو الہ آباد مشن پریس میں ۱۸۹۰ء میں شائع ہوئی (دیکھو صفحہ ۱۸ سے ۲۲ تک)

کیا اُس نے کس و ناکس کو تلقین | دکھی تھے لوز عریاں سے یہ دین
لگایا سب کو راہ نیکی پر | کئے افعال بد دنیا سے باہر
دل و جان و جگر سے سب یکبار | ہوئے معبود مطلق کے پرستار

یہ تو وید مقدس کا حال ہے باقی رہا بائیبل کا قصہ۔ وہ ہم کئی بار سنا چکے ہیں۔ اور دس گیارہ کتابیں اُسکے رد میں چھپوا چکے ہیں۔ جن کا آج تک پادری صاحبان سے جواب بن سکا۔ انہیں میں سے ایک کتاب سچے دہرم کی شہادت ہے جس میں ست مت (وید) کی اچھی طرح فضیلت ظاہر کی گئی ہے یورپ کے محقق لگاتار بائیبل کی غلطیاں دکھلاتے ہیں اور اس وقت تک دو سو کے قریب کتابیں بائیبل کی بداخلاقی اور غلط واقعات سے بھری ہوئی تعلیم کی بابت انگلستان میں شائع ہو چکی ہیں اور انہیں کا نتیجہ ہے کہ ایک چھوٹے سے ملک فرانس میں ۷۶۸۴۹۰۶ آدمی ۱۸۸۱ء کی مردم شماری میں بائیبل کی تعلیم سے ہاتھ دھو۔ لامذہب ہو گئے۔ دیکھو مسٹر گلیڈسٹون صاحب بہادر کی (صدیوں کا مضبوط چٹان صفحہ ۲۱) ایک اور کتاب میں کیوں بائیبل کو نہیں مانتا۔ نامی تو غالباً آپنے ضرور مطالعہ کی ہوگی آپ اگر انصاف کو کام فرماویں تو ضرور آپ کو یقین ہو جاویگا۔ کہ دنیا میں صرف وید مقدس ہی ہے جو ست وِدیا اور علم معقول کے انوکول ہے۔ اور یہی آریہ سماج کا تیسرا اصول ہے

اعتراض چوتھا۔ پادری۔ سمرن کے انوسار اس کی کچھ ساکھشی نہیں ہے۔ اس لوک میں جو کچھ سکھ دُکھ کسی کو ہوتا ہے۔ تو یہی لوگ کہتے ہیں کہ وہ پورب جنم کے کرم پھل ہے پر تو کیا تم کو پورب جنم کا سمرن ہے یدی سمرن نہیں ہے۔ تو اس کو پرمان کہنا اسمبھو ہے اور جب تک اس کا پرمان تم نہیں دے سکتے اُس کو سدھ کہنا تم کو اتینت انوچت ہے۔

جواب یہ دلیل نہایت ہی کمزور ہے۔ نو ماہ حمل میں رہنے کا حال کسی کو یاد نہیں تو کیا کوئی انسان اُس تاریک حجرہ میں نہیں رہا؟ یا پانچ برس کی عمر تک کا حال بڑھاپے میں یاد نہیں رہتا۔ تو کوئی طفولیت میں گذرا ہی نہیں؟

زیادہ شراب پی کر انسان کو جورو اور دختر کی تمیز نہیں رہتی۔ کیا اس سے انکار کرنا ٹھیک ہے۔ کلوروفارم کے سونگھنے سے سب ہوش و حواس کافور ہو جاتے ہیں کیا آپ کو اعتبار نہیں۔ لسیان وغیرہ کئی ایسے امراض ہیں جن سے انسان بیہوش ہو جاتا ہے اور اُسے کچھ یاد نہیں رہتا جس طرح چھوٹی عمر کی باتوں کی یادداشت جوانی اور پیری میں نہیں رہتی۔ اسی طرح پورب جنم کے واقعات کی یادداشت اس جنم میں نہیں رہتی بنا بریں یادداشت (سمرن) کے نہ ہونے سے بھی یہ معقول مسئلہ رد نہیں ہو سکتا۔

پادری یہ سدھانت پرمیشور کی نندا ہے کیونکہ انیائی ہے۔ اور اسمبھو ہے کہ وہ کسی کے پاپ کا ڈنڈ کسی دوسرے پر۔ جو اس کو نہیں بھگتنے چاہتا ہے لگاوے یدی وہ ایسا کرتا ہے تو اُس کا نیائے سنگھاسن سون ہو جاتا ہے۔ جس کو پورب جنم کی وستاؤں اور کریاؤں کا سمرن نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے اُس کو ڈنڈ دینا اتی انیائی ہے۔

جواب اس سدھانت کے ماننے سے پرمیشور کی نندا نہیں ہوتی۔ اور نہ اُس کے عدل و انصاف پر بٹہ لگتا ہے۔ بلکہ نہ ماننے سے۔ کیونکہ ہم نے کوئی پاپ تو نہیں کیا مگر وہ سزا دیتا ہے۔ ہم نے چوری تو نہیں کی۔ لیکن قید کرتا ہے۔ ہم بلا قصور مضروب ہوتے ہیں۔ اور بلا وجہ آنکھوں سے معذور۔ ہاں تناسخ کے مانتے ہی ان سب اعتراضات کا خود بخود سوجھ جاتا ہے۔ اور ہر ایک روح شانتی پاتا ہے۔ ورنہ جو لوگ تناسخ سے انکاری ہیں۔ ان کی زبان خدا کی نندا پر جاری ہے۔ کیونکہ نندا کسی کے پاپ کا ڈنڈ کسی دوسرے کو جو بھگتنا نہیں چاہتا دینا ہے یا بلا وجہ موجب کے بد دن کے بدلے نیکوں کو شکنجوں میں کستا ہے۔ جیسے آدم کے گناہوں کے عوض سارے انسانوں کو جو بھگتنے سے ناراض ہیں گنہگار بنا دیا اور اس بے بنیاد کفارہ کی عمارت کھڑی کی۔ یا اسرائیلی نبی مسیح پر جو چھپا پھرا۔ اور روتا روتا مرا اور آخری وقت یعنی نزع روان کی حالت میں بھی ایسے خدا کی غفلت و لاپرواہی کی شکایت کرتے ہوئے۔ ایلی ایلی لما سبقتنی۔ اے خدا۔ اے خدا۔ تو نے مجھے کیوں بھلا دیا یا چھوڑ دیا۔ نہایت بےکسی میں جان دی جو بار بار یہی کہتا تھا کہ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹال دے۔ اگر بائیبل سچ ہے۔ تو ایسے خدا کو جس نے لوگوں کے گناہوں کے بدلے بیگناہ مسیح کو پھانسی دی۔ بقول آپ کے عدالت کی کرسی یعنی نیائے سنگھاسن سے اُتار دینا چاہئے۔ کیونکہ اُن کو آدم کے گناہوں کا نہ سمرن ہے۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ اُسکی گناہ آلودہ حالت کا خیال ہے پس ان کو بلا سبب ڈنڈ دینا یا آدم کے بدلے ڈنڈ دینا مسیح کو اُن کے بدلے ڈنڈ دینا اور مجرم و گنہگار ٹھیرانا سراپا ظلم ہے۔

پادری یہ نیتی شاستر کی ورودھ ہے اس سدھانت کے انوسار جو پاپ دھارن کرتا ہے وے دونوں ایک جیسے ہیں۔ ہائے ہائے یہ آواگون سنتوں کا نہیں۔ کنتوں دُشٹوں کا مت ہے۔

جواب۔ افسوس کہ آپ حق کو چھپا ناحق کو ہویدا کرنا چاہتے ہیں۔ نیتی شاستر یہ کہتا ہے کہ جو کرے وہی بھرے۔ کہ گناہ تو کردی و بیدرد۔ قتل گاہ رسید۔ پس یہ نیتی شاستر اور اُس پر پورا عملدرآمد صرف تناسخ کے ماننے سے ہی ہو سکتا ہے ورنہ ہرگز نہیں۔ نیتی شاستر کے خلاف تعلیم بائیبل کی ہے۔ جس نے بلا سبب اور بلا وجہ تمام دنیا کو گنہگار ٹھیرایا۔ اور بلا ضرورت غریب مسیح کو صلیب پر چڑھایا۔ کرے موسےٰ اور مارا جاوے ابراہیم۔ زنا کرے داؤد اور قتل کیا جاوے عاجز اور معصوم بچہ جوری کرے بنی اسرائیل اور طوفان میں برباد ہوں مصر کے باشندے جہاں خدا کے ہاں بھی دھوکا اور فریب چل سکتا ہے (دیکھو عیسو کا قصہ) وہاں عدالت کا کیا ٹھکانا ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ انجیلی تعلیم کے سبب دنیا میں گناہ کی روز افزوں ترقی ہو رہی ہے۔ خواہ کتنا ہی بدچلن ہو صرف مسیح پر وشواس لانے سے بہشت کا سارٹیفکیٹ مل جاتا ہے (اور اپنے آپکو ناجی یقین کر لیتا ہے۔ کیونکہ اُس کو پٹی پڑھائی جاتی ہے۔ کہ تمہارے گناہوں کے بدلے وہ (مسیح) قربانی ہو گیا۔ نجات اعمال سے نہیں۔ بلکہ کفارہ سے ہے ہائے ہائے ایسا اندھیر اور ظلم جسکے ماننے سے سادہ اور چور ایک ہی لاٹھی ہانکے جاتے ہیں جسکے ماننے سے سنت اور دشٹ میں کوئی تمیز نہیں رہتی نیک و بد ایک ہی صلیب پر لٹکائے جاتے ہیں بقول آپکے سنتوں کا نہیں کنتوں دُشٹوں کا مت ہے۔

پادری یدی جنم مرن شوک آنند سکھ دکھ سب کرم سے ہیں تو کیا کرم انادی ہیں اتھوا اسکا کبھی آرمبھ ہوا پہلے دُشٹ کا کیا ورتن ملتا ہے۔ کچھ بھی نہیں سو آواگون سرو تھا مول رہت اور بے ٹھکانا ٹھیرتا ہے۔

جواب جنم مرن اور شوک وغیرہ بیشک کرم سے ہیں اور کرم سروپ سے انادی نہیں ہے بلکہ پرواہ سے انادی ہے۔ کیونکہ انادی جیو روح کا کام ہے اور جب کرم پرواہ سے انادی ہے تو آواگون نرمول نہ رہا نہایت مضبوط اور پختہ بنیاد کا مسئلہ ہو گیا۔ اب ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ کسی کو شوک ہونا یا خوشی سُکھ ہونا یا دکھ اگر یہ کرم سے نہیں تو کیا اتفاقاً اور بلا سبب ہیں الٰہی انصاف کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اور سزا و جزا میں خدا کا کوئی واسطہ ہے۔ اور کیا اس بیہودہ مسئلہ پر آپکا اعتقاد ہے کہ ایک آدم کے گناہ سے سب دنیا گنہگار ہو گئی یا شیطان کے بہکانے سے اہل عالم بلا میں مبتلا ہوئے جبا

پادری ۔ جب اس بے بنیاد اعتقاد سے ایک تو کفر و الحاد کی بو آتی ہے ۔ دوم خدا کے رحم و ظلم کا الزام عائد ہوتا ہے ۔ سوم گناہ سے نفرت پیدا نہیں ہوتی اور نہ مورد گناہ کا کوئی علاج ملتا ہے بجز اسکے کہ دلیر ہو کر گناہ کریں اور عاقبت کا خوف دل سے بھلا دیں ۔ پس ایسی عقیل اور بے ٹھکانا بات پر کون عقلمند اعتبار کر سکتا ہے ؟

پادری ۔ وہ دویا کے درود ہے ۔ جب دیکھتے ہیں کہ فلاں آدمی کوڑھی ہے ۔ دوسرا لنگڑا ہے تب ہندو لوگ کہتے ہیں کہ پورب جنم اور آواگون کی سدھانت کے بنا اسکا کوئی کارن نہیں اور یہ تت ودیا کی بھی وردھ ہے ۔ تم نے آتما کو جڑ پدارتھوں میں ملا دیا ۔

جواب ۔ جناب پادری صاحب ہم نے آتما کو جڑ پدارتھوں میں نہیں ملایا ۔ ہمارے اعتقاد کا پودا آپ نے لگایا ہے اور غالباً بائبل کی نیکی و بدی کے وہمی درخت سے پھل کھایا ۔ آپ کوئی اپادی آتما نہیں مانتے اور نہ تین ہم جنس اور ہم پلہ خداؤں کے سوا کسی اور چیز کو موجود جانتے ہیں ۔ میں بھول گیا ۔ ایک چوتھا شیطان بھی ساتھ رقیب یا حریف گردانتے ہو اور آپسے ایک خدا کا ہمراہ اور دوسروں کا استاد پہچانتے ہو گویا تمام نیکی و بدی کا منبع و مخرج انہیں چار خداؤں کو یقین کرکے اور ہر قسم کی شفاعت کا جوا انہیں چار جانوں کی گردن پر دھرتے ہو ۔ آپ لوگ نطفہ سے روح کی پیدائش مانتے ہیں یعنی روح کو خاک وغیرہ عناصر سے پیدا شدہ جانتے ہیں ۔ جیسے اینٹ ۔ پتھر مٹکا وغیرہ یا جیسے پتھر سے سلاجیت ۔ بائبل نے روح کو جڑ پدارتھوں میں ملا دیا ۔ بلکہ اس نے لوطا کی جورو نمک کو کھمبا بنا دیا ۔ یہ بائبل کی علمی غلطی ہے ۔ آپ لوگ تت ودیا کو کیسا جانیں جبکہ آپکو جڑ و چیتن کی تمیز نہیں ۔ آپ لوگ بتعصب اپنے دین کے سبب انسان کے سوا کسی میں روح نہیں مانتے ۔ سب کو بے روح یقین کرتے ہیں اور یہی باعث ہے کہ سب کو قتل کر ظالم پیٹ کے مطبخ میں جھونکتے ہو ۔ اور آپ میں سے جو زیادہ حلیم ہیں ۔ وہ یوروپین عیسائیوں کے سوا غریب نیٹووں میں بھی روح کے قائل نہیں یہی سبب ہے کہ آئے دن صدہا ہندوستانی سکیس یورپین صاحب لوگوں کے ہاتھ سے مارے جاتے ہیں اور کسی کو سزا نہیں ملتی مطلب ہم جانتے ہیں جیسا کہ مسیح خود کہتا ہے کہ آدمیوں کے موتی سوروں کے آگے مت ڈال یہاں آدمیوں سے مراد صرف یوروپین ہیں باقی تمام دنیا کے انسان بعض وحشی تصور کئے گئے ہیں پس بائیبل کی تعلیم تت ودیا اور ست ودیا دونوں کے مخالف ہے اندھا وغیرہ ہونا بیشک پورب جنم کا باعث ہے نہ کہ اندھا و بہرا اتفاقیہ نواعت اور ایسی پرمیشور کی ذات عادل ثابت ہوتی ہے نہ کہ خود کشی کرے یا پھانسی پلجانے سے جس کا عدل سے تعلق ہے نہ کہ رحم سے بلکہ سراسر ظلم ہے ۔

پادری یہ سدھانت سب سے پراچین شاستروں کے وردھ ہے وہ ویدوں کے سنگھتا کے مت کے وپریت ہے ۔ یہ کیول ویشو اور ناستکوں کا مت ہے اور آریہ لوگوں کی پنتھا کو اس سے سمبندھ رکھنا تعجب کی بات ہے ۔

جواب ویدک سنگھتاؤں کے یہ سدھانت مخالف نہیں بلکہ وید مقدس کے ارشاد کے مطابق ہی اسے پراچین شاستروں میں صاف لکھا ہے کہ بار بار جیو کا جنم کرم انوسار ہوتا ہے مفصل دیکھو اس کتاب میں (باب وید و شاستر سے تناسخ کا ثبوت) آپکے پادری سمتھ صاحب و پادری لیوپولٹ صاحب نے جو کتاب ست مت پریکشا لکھی ہے اس میں یہی وید کا ایک منتر دیا ہے ۔

कर्मणा ब्रह्म लोकत्स्याना वृ तौ

یعنی کرم کر کے جو برہم لوک کو گیا اس کا پھر آنا (آواگون) نہیں ہوتا (دیکھو فصل ۵ صفحہ ۹۶ سنہ) اس سے صاف ظاہر ہے کہ نجات کے سوا باقی حالت میں آواگون ضرور ہے پس انکا کہنا باطل ہے کہ ناستکوں اور ویشیوں کا مت نہیں بلکہ پرم آستکوں کا مت ہے جو ناستکوں کا مت ہے تین خدا اور چوتھا شیطان ماننا ۔ ناستکوں کا مت ہے آدمی کی قربانی کرنا ۔ ناستکوں کا مت ہے آدمی کو خدا ماننا اور خدا کو بری باتوں سے کلنکت کرنا جیسا کہ عیسائی کرتے ہیں اور ایسے ہی لوگوں کو شاستر میں دسیو کہا ہے (مفصل دیکھو کرسچن مت درپن کا باب عیسائی دین دنیا میں کسطرح پھیلا)

پادری کرم کر جسکے پھل کی اپیکشیا اس مت میں ہے ۔ سو بالکل نرمول اور بریتھا ہے کہ اچیت مدی (شرابی) مرے تو سوکر کا جنم لیگا ۔ یہ کیسا مذہب ہے کہ منش کو لجا اور چینتا سے کچھ سمبندھ ۔ بلکہ کہ اس کا سورت پورن ہوگا ۔ اس پرکار چوراسی لاکھوں کا جنم بس نہ ہوگا کیونکہ سب گتی نیچی ہوتی ہوگی ۔ اور کچھ آنند پانے کی آشا نہ ہوگی ۔

جواب افسوس آپنے بائیبل کو کبھی نہیں پڑھا وہاں صاف طور پر برے آدمیوں کو کتے اور سوروں سے نسبت دی ہے اور شرابیوں کے واسطے کا ہمیت کا جنم لکھا ہے شرابی کی حالت آپ جانتے ہیں ایک نقل ہے مگر بالکل صحیح کہ ایک شرابی شراب پی چور رات کے وقت ایک گندی نالی میں پڑا ہوا طپش اندرونی سے پانی مانگ رہا تھا اتنے میں ایک کتے نے ٹانگ اٹھا کر اسکے منہ میں موت دیا ۔ شرابی بولا واہ یار واہ ۔ گرم پانی پلایا ٹھنڈا چاہئے تھا ۔ اسنے اپنے خمار میں ایسا سمجھا کہ اس کا کوئی دوست اس کے واسطے پانی لایا ہے ۔ جسنے پیشاب اور آب اور شراب کی تمیز نہیں کی ایسے آدمی اگر مرنے کے بعد کتا یا سور کا جنم لیں تو ان پر کوئی ظلم نہیں بلکہ عین عدل ہے ۔ جنہوں نے انسانی جامہ پہن کر خدا کی یاد نہیں کی اسکے حکموں پر عمل نہ کیا نیک اعمال نہ کئے ۔ دن رات بدچلنی ۔ زنا شراب نوشی ۔ گوشت خوری ۔ اعلام ۔ چوری قتل وغیرہ جرائم میں مبتلا رہا ۔ وہ ضرور بالضرور ادنیٰ جونوں میں جائیگا ۔ بائیبل نے بھی ان کے واسطے ابدی جہنم تجویز کیا ہے ۔ ذرا خدا کیواسطے انصاف کیجئے کہ ابدی جہنم سے تو چوراسی لاکھ جونیں زیادہ سخت نہیں وہاں سے کبھی چھٹکارا نہیں اور یہاں سزا بھگتنے کے بعد جسطرح مجرم جیل سے رہا ہوتا ہے ۔ اسی طرح بدلوں کی سزا بھگتنے کے بعد بری جونوں سے خلاصی ملتی ہے اور روح انسانی قالب میں آکر نجات کے معراج پر جانیکے واسطے تیار ہو جاتی ہے ۔

پادری وہ شرادھوں کی ریتی کے خلاف ہے اگر تناسخ ست ہے تو شرادھ متھیا ہے اور اگر شرادھ ست ہیں تو وہ متھیا ہے ۔

جواب مردوں کا شرادھ متھیا ہے اور تناسخ ست ہے ۔ شرادھوں کے متھیا ہونے کی بابت صدہا دلائل ہیں ۔ اصل مرتک شرادھ پرانک زمانہ میں چلا ہے ۔ ویدک زمانہ میں بالکل نہ تھا ۔ شاستر کے مطابق زندہ ماتا پتا کی خدمت و سیوا کا نام شرادھ ہے اور یہ صحیح ہے ۔ زندوں کی جگہ غلطی یا بادانی سے مردوں کا رواج ہو گیا ۔ جس طرح تعلیم پانے اور ست سنگ اور ست شاستر پڑھنے کا نام تیرتھ ہے آج کل پتھروں اور ندیوں کا نام تیرتھ ہو گیا ۔ اسیطرح یہ غلط رواج چل گیا ہے کسی نے سچ کہا ہے کیا شرادھ مردوں کا اگیان چھائیوں مردوں کو کھلا کس نے بھوجن جمالو ہر تک شرادھ راجہ کرن کیوقت سے چلے ہیں خود لفظ کناگت (کرن آگت) اس کا شاہد ہے

پادری لیوپولٹ صاحب و پادری سمتھ صاحب کے اعتراضوں کا جواب

از کتاب تحقیق دین حق فصل پنجم صفحہ ۹۵ و ۹۶

پادری ۔ ہندو تناسخ کے سبب سے اپنے پڑوسی کے دکھ درد بیماری رنج و آفت کو دیکھ کر دل سخت کرتے ہیں بلکہ وہ بچاتے ہیں آپ بھی جانتے ہیں کہ ہماری ایسی حالت

اگلے جنم کے گناہ کے سبب ہوئی اسلئے نا امید ہو کر اپنے اوپر اور دوسرے پر کرم اور دیوتاؤں پر لعنت بھیجتے ہیں ؟

جواب - یہ بالکل غلط ہے آپ نے جان بوجھکر یہ بہتان ہی کی کارروائی کی کہ اگر مرے جھوٹ کے سبب خدا کی سچائی اسکے جلال کے لئے زیادہ ہوئی تو ہم کیوں برائی نہ کریں تاکہ بھلائی نکلے ؟

آریہ لوگ تناسخ ماننے کے سبب ہی زیادہ رحمدل دیا دان ہوتے ہیں - ایک مہاتما کا قول ہی ہے دیا دھرم کا مول ہے نرک مول ابھیمان تلسی دیا نہ چھوڑئے جب تک گھٹ میں پران آریہ لوگ جتنا ہمسائیوں - غریبوں بیکسوں کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں اور مذہب والے کیا مقابلہ کرینگے ؟ آریوں نے اسی کام کیواسطے سدا برت لگائے ہیں جہاں بلاتمیز مذہب سب آدمیوں کو روٹی - پیسہ - کمبل بستر آٹا - دال وغیرہ دھرم اتھ ملتا ہے صدہا جگہ مسلاً بعد نسلاً یہ طریقہ خیرات کا جاری ہے - ہزاروں دوکان دھرمسالہ سرائے ایسے ہی دکھی لوگوں کے واسطے بنوائی ہیں پنجاب کی ایک مثال ہے ہمسائے ماں پیو جائے یعنی ہمسایوں سے سگے بھائیوں کے برابر محبت ہوتی ہے ہزاروں ویدک جاننے والے حکیم حاجتمندوں کا مفت علاج کرتے ہیں ہندو راجاؤں کے ہاں عموماً مفت دوائی تقسیم ہوتی ہے اور اشد بالہ جاری ہیں ان شکستہ کہ جو کچھ ملتا ہے اُسے ہر ایک اپنے اعمال کا پھل جانتا ہے کوئی اور بیہودہ ....

..... باعث نہیں

کشیر آباد اور ہر ایک ویدک دھرم کا پیرو گناہ سے نفرت اور آئندہ گناہ سے بچنے کی نیت سے اور رحم وغیرہ عمدہ صفات کے حاصل کرنے کے خیال سے دان دیتا اور لوگوں پر رحم کرتا ہے عیسائیوں کی طرح عیسائی بنانے کے واسطے نہیں اور نہ کسی پولیٹکل مصلحت سے ورنہ عیسائی سلطنتیں اپنی ہمسایہ بادشاہتوں سے جو سلوک کرتی ہیں وہ کس پر مخفی ہے - اور ایسا کون عیسائی ہے - جو اپنے ہمسایہ ہنودوں سے رحم یا دیا یا دان کرتا ہے یا کسی طرح کی مدد کرتا ہے اگر کوئی ہے تو آپ نشان دیں ورنہ اتنا تو سچ ہے کہ یہ حکم بائبل میں موجود ہے مگر عملدرآمد اس کا آج تک کسی عیسائی نے کیا اور آگے امید باقی رہا دیوتاؤں پر ہندوؤں کا لعنت کرنا یہ بھی عیسائیوں کا ہی شیوہ ہے ہندو غریب اس سے بری ہیں مسیح کے شاگرد مقدس آسمانی کلیسیا مالک بلکہ خزانچی یہودا اسکریوطی کا قصہ آپکو یاد ہوگا - جس نے مسیح پر لعنت بھیجی اور اسے ملعون ٹھہرایا - انجیل بھی اپنے دیوتا یعنی خدا مسیح کو لعنتی بتلاتی ہے اور تمام دنیا آدم کے سبب لعنتی ہوئی اور آدم نافرمانی کے سبب لعنتی ہوا لعنت کی تعلیم بائبل میں بھری ہے ہندو شاستر اس سے بری ہے ؟

پادری مگر یہ بات انکے دلمیں ہرگز نہیں سماتی کہ توبہ کریں اور خدا سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہیں - کہ وہ اُن کی سنے اور ان پر رحم کرکے اُن کی بہتری کرے اسکو تو وے بے فائدہ سمجھتے ہیں ؟ جواب : بیشک توبہ کرنیکی ہندو لوگ بہت پرواہ نہیں کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس سے کچھ فائدہ نہیں گناہ کی سزا ضرور ملیگی کسی طرح ایک شوشہ نہیں ٹلیگا پس نیکی پر رغبت اور بدی سے نفرت کرنی چاہئے عیسائیوں کی توبہ سے خدا کی پناہ ہے زہیں توبہ ہزار توبہ - کروڑوں عیسائی شرابی اور زناکار ہیں - مگر گرجاؤں میں برابر توبہ میں مشغول ہیں گویا گناہ سے توبہ نہیں بلکہ زبان حال سے خدا سے توبہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں سے از عدل تو صد ہزار توبہ - ور رحم تو بار بار توبہ بخشش روز گناہ کنیم و عصیاں زر حمت تو زار زار توبہ اس توبہ کی تعلیم نے لوگوں کو گناہ پر بہت دلیر بنا دیا - یاد رہے کہ توبہ سے گناہ ہرگز معاف نہیں ہوتا ہے - سراسر دھوکا ہے ؟

پادری کیونکہ کرم اور بار بار جنم لینے کے معتقد ہو کر خیال کرتے ہیں کہ جو کچھ آگے کیا اب کا بھگتنا ضرور ہے اور جو کچھ اب کرتے ہیں سو اسکے موافق دوسرے جنم میں بھگتنا ہوگا پس کرم اور بار بار جنم لینے کی بات میں ایسے پھنسے کہ اس سے آزاد ہونے کی امید چھوڑ کر شیطان کے ہاتھ بک گئے - اور جو کچھ دل میں آتا جھٹ کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارا کیا اختیار ہے ؟ جو کچھ کرم میں لکھا وہی ہونا ضرور ہے - جس کی ایسی سمجھ ہے وہ گناہ سے بھلا کب بچ سکتا اور کیونکر پاک ہو کر خدا کے حضور جا سکتا ہے ؟

جواب کرم اور بار بار جنم حق ہے مگر یہ الزام سراپا باطل ہے کہ وہ اس سے آزاد ہونے کی امید چھوڑ کر شیطان کے ہاتھ بک گئے - شیطان کے ہاتھ بک گئے خداوند مسیح جنہیں یہودا نے تیس کے عوض پکڑوایا یا جنہوں نے چالیس روز تک اُسکی شاگردی کی یا اُس کے ماننے والے لوگ ہندو بیچارے تو شیطان کے وجود سے ہی انکاری ہیں - وہ شیطان یا اُسکے کسی بھائی بند کو نہیں پہچانتے اور نہ اُن سے کوئی غرض رکھتے ہیں انہوں نے تو اس کا نام بھی ہولی بائبل اور قرآن شریف کے سوا کہیں نہیں پڑھا شیطان کے حامی و مددگار جو کچھ ہیں دونوں قومیں ہیں جو توریت ایوب وغیرہ کی کتابیں کروڑوں چھپوا کر مفت بانٹتے ہیں گویا شیطان کا راج یا تسلیط چاہتے ہیں ایشور جانتا ہے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے آنے سے پہلے کبھی ہندو نے شیطان کا نام بھی نہ سنا تھا اور نہ کسی سنسکرت لغات میں - عزازیل ابلیس شیطان معلم الملکوت حارث وغیرہ ناموں سے کوئی نام ہے پس یہ ساری خرابی ان دونوں حضرات کی تعلیم کا نتیجہ ہے انہیں کی جد امجد بابا آدم کو شیطان نے بہکا کر بہشت سے نکلوا دیا - یہ سارے آدم کی اولاد اسی خاندانی کے سبب پشت در پشت مرض عصیان میں مبتلا ہو گئے اور یہاں ابھی موروثی گناہ یعنی تقدیر کے قائل ہیں کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہو کر بھی اپنے آپکو مجرم نہیں مانتے بلکہ شیطان کو ہاضمہ کی گولی سمجھ اور توبہ کو سوڈا واٹر کی بوتل جان پی کے نوش کر جاتے ہیں اور یقین کر لیتے ہیں کہ گناہوں کی حوالات ختم ہو گئی اور عیسائی تو گناہ کی گرد اپنے دامن پر پڑنے ہی نہیں دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کے بیٹے نے ہمارے لئے قربانی ہو کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا - اور اب خدا نے تمام اختیار بیٹے کے سپرد کر دیا ہے اور آپ گوشہ نشین ہے گناہ کی سیاہی کالے لوگوں پر اثر کرتی ہے ہم ولایتی تیرا تے صاف کر دینگے بلکہ کر چکے ہیں اور یہی حال مسلمانوں کا ہے وہ تو گناہ کرکے سزا بھوگ کر دلکو اسطرح تسلی دیا کرتے ہیں سے شکوہ بیجا ہے نہ شکایت رقیب سے جو کچھ کیا خدا نے کیا یا نصیب نے ؟ پادری اگلی پران میں لکھا ہے کہ جس نے آدمی کے جنم سے خارج ہو کر اور کمنونی چیزوں میں جنم لیا تو وہ آٹھ لاکھ جنم پانے کے بعد آدمی کا جنم پا سکتا ہے - افسوس صد ہزار افسوس ایسی باتوں سے آدمی کب پاک ہو سکتا ہے بلکہ اور بھی گندہ اور ناپاک ہو جاتا ہے ؟

جواب یہ بات اگرچہ پرانوں کی ہے اور پران مذہبی کتب نہیں اور نہ ٹھیک ٹھیک یا ست دھرم کی اشاعت کی غرض سے تصنیف ہوئیں مگر مسئلہ تناسخ میں ان کا وہی مت ہے جو وید و شاستر کا ہے - بنا بران اس معقول مسئلہ میں ہمارا پرانوں سے کوئی اختلاف نہیں بلکہ اتفاق ہے آپ ایسے الزام لگانے سے پہلے کیا اچھا ہوتا اگر بائبل کو پڑھ لیتے تب امید تھی کہ ایسا ہرگز نہ کہتے سنئے بائبل میں لکھا ہے - کہ چند آدمیوں میں بھوت گھس گئی تھیں جس سے وہ پاگل ہو رہے تھے - تب مسیح نے ان بدروحوں کو وہاں سے نکالنا چاہا - بدروحوں نے کہا کہ اگر تو ہم کو یہاں سے نکالتا ہے - تو سؤروں کے غول میں جانے دے - چنانچہ بموجب کہنے مسیح کے وہ بدارواح وہاں سے نکلکر سؤروں میں گئے اور دو ہزار کے قریب سؤر ان بھوتوں کے سبب دریا میں ڈوب کر مر گئے - اب ہم بقول آپ کے کہہ سکتے ہیں کہ افسوس صد ہزار افسوس ایسی باتوں سے جو سراسر عقل کے مخالف ہیں مسیح نے اُن بدروحوں کو کیا خاک پاک کیا - بلکہ اور بھی گندہ اور ناپاک کر دیا - بائبل کے دائمی جہنم اور ابدی دوزخ تو آٹھ لاکھ جہنم پا کر پھر انسان بننا بہرا

قریب الفصات ہے۔ اور روحوں کو پاک بننے اور ترقی کرنے کا بار بار عمدہ موقعہ ملتا ہے ؛

پادری پی سی اویل صاحب کے اعتراضوں کا جواب

اعتراض اول ہم کو ... سے پوچھتے ہیں ؟ بھائی تو بتا کر تو برہمن کیوں بنا اور تیرے کون سے کاموں کا پھل تجھ کو ملا تو اپنے پچھلے جنم کی خبر دے سکتا ہے ؟ وہ کچھ جواب نہیں دے سکتا۔

جواب یہ سوال آپ کا یادداشت کی بابت ہے اور یاد رکھنا قوت حافظہ کا کام ہے جو مرض نسیان میں برباد ہو جاتی ہے۔ پس یہ اعتراض کسی طرح صحیح نہیں۔ انسان تو انسان ہے خود خدا کو بھی آدم کو بناتے ہوئے اس کے گناہ کا خیال نہ تھا۔ اسی واسطے پچھتایا اور دلگیر ہوا اور اقرار کیا کہ پھر ایسا کام نہ کرونگا (دیکھو توریت پیدائش)

پہلے خدا کا تو یہ حال ہے اب دوسرے کا سنئے آپ سے یہود اسکریوطی کو شاگرد بناتے وقت یہ یاد نہ رہا کہ شیطان اسکے اندر گھسا ہوا ہے مسمریزم اور کلوروفارم میں تمام باتیں بھولجاتی ہیں۔ پس یہ اعتراض سراپا باطل ہے ؛

اعتراض دوم۔ اگر نیکو مرکر برہمن یا چھتری یا کوئی پاکیزہ جانور بنا تو جزا کی غرض پوری نہیں ہوتی۔ کیونکہ تجربہ سے معلوم ہے کہ برہمن اور چھتری اور لوگوں کی نسبت نیکی اور پاکیزگی میں زیادہ ترقی نہیں کرتے۔ بلکہ کبھی کبھی دیکھا گیا ہے کہ بہتر لوگ زیادہ خدا ترس اور عاجز اور فروتن ہوتے ہیں ؛

جواب :۔ نیکو مرکر کبھی پاکیزہ جانور نہیں بنتا بلکہ وہ پھر نیک لوگوں کے ہاں جنم لے کر اعمال حسنہ بجا لاتا۔ اور مکمل ڈگری پا لینے پر نجات پاتا ہے۔ افسوس کہ آپ نے برہمن اور چھتری لفظ کے معنے نہیں جانے اور اپنی عیسائیت کے مطابق مغالطہ کیا۔ ہم ورن یوستھا جنم سے نہیں مانتے بلکہ کرم سے۔ اور یہی سبب ہے کہ برہمن اور چھتری بننا ہم نہایت مشکل اور دشوار جانتے ہیں۔ برہمن اور چھتری بننا لاریب پورا ایک مرد اور اعلےٰ درجہ کا پاکیزہ خیال ہونا ہے۔ اور ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اُن سے کوئی بھی بکر پاکیزہ خیالات اور ذہنی کمالات رکھنے والا آدمی نہیں ہو سکتا۔ بہتر تو بہتر ہیں بڑے بڑے ریورنڈ اور پادری صاحبان بھی اس مراتب کو نہیں پہنچ سکتے اور اگر انصاف کیا جاوے تو اُن میں سے بعضوں کے اعمال نہایت ہی ہیچ ہیں جیسا کہ اخبار لور پول کریر مظہر ہے کہ وہاں کے رومن کیتھلک جماعت کے ایک بڑے نامی گرامی پادری نے ایک بہت بڑے فریب کا ارتکاب کیا اور ایک کم سن لڑکی کو لیکر بھاگ گیا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ بدقسمتی سے یہ خبر صحیح بھی ہے۔ بیان کیا گیا کہ اس پادری نے لیب اسربلی سے ایک چک صلعہ پونڈ کی جو ایک بنک کے نام ہنڈی لکھوائی اور اس کا روپیہ بنک مذکور سے جاکر وصول کیا۔ مگر بالعوض اسکے کہ وہ روپیہ خیر کے کاموں میں جسکے واسطے چک لکھی گئی تھی صرف کیا جاتا۔ اسکو لیکر پادری مفرور ہو گیا اور جو عورت پادری کیساتھ بھاگ نکلی ہے۔ اس کا سن صرف اٹھارہ برس کا ہے۔ اور پادری کی عمر ۵۴ سال کی پادری کی گرفتاری کے لیے وارنٹ جاری ہوا ہے۔ اس کا اسم شریف ریورنڈ جان بکنیس ہے (دیکھو انجمن پنجاب جلد ۱۴ نمبر ۸۲۔ مورخہ ۲۷۔ اکتوبر ۱۸۸۳ء صفحہ ۱ کالم ۱)

جس آدمی میں کوئی اچھے گن ہیں اُسے ضرور اُسکے مطابق جزا ملے گی۔ اور جسطرح بھیجے کو دیس بیرا کوئی بری نہیں۔ پس یہ آپ کا اعتراض بے بنیاد ہے ؛

اعتراض سوم۔ تناسخ سے کبھی رہائی نہیں اور اس تسلسل کا آخر نہیں کیونکہ تجربہ ہم کو قائل کرتا ہے۔ کہ کوئی انسان گناہ سے خالی نہیں۔ یا یوں کہیں کہ جب انسان پیدا ہوا۔ تو ضرور گناہ کرے گا۔ پس لازمی دلیل ہے کہ یہ تناسخ کا تسلسل تا ابد جاری رہے گا۔ ورنہ قانون ٹوٹتا ہے ؛

تردید جسطرح روح کبھی جڑ نہیں۔ جسطرح روح کبھی خدا کے قبضہ قدرت سے باہر نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ایشوری قانون سے خارج ہو سکتی ہے۔ اس سے وہ کبھی نیست و نابود بھی نہیں ہوتی۔ نہ تناسخ سے رہائی ہوتی ہے۔ اور اس کا نام مکتی ہے۔ مگر ایشور کی نظم سے وہ قدم باہر نہیں دھر سکتی۔ کیونکہ جس طرح کا خزانہ خدائی کا اخیر نہیں جسطرح قدرت ایزدی کا خاتمہ نہیں اسیطرح ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ کہ خدا کی صفات میں تعطل لازم آئے اور وہ عنان سلطنت بیٹے کے سپرد کر کے خود بہشت خوار ہو جائے ؛

یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ کل انسان گناہ سے خالی نہیں۔ مگر یہ صحیح ہے کہ تھوڑے ہیں جو گناہ سے خالی ہیں اس کو آپ کس طرح غور کریں کہ دنیا کی ڈیڑھ ارب آبادی میں کروڑوں آدمی گناہ صغیرہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور لاکھوں صرف صغیرہ کے اور ہزاروں آدمی ایسے ہیں جو شاذ و نادر کبھی گناہ صغیرہ کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ ورنہ نہیں اور اُن سے آگے چلکر صدہا اہل حق اور عابد اور یوگی رشی ایسے ہیں جو دن رات عبادت الٰہی اور تصور ذات باری ہی میں لگے رہتے ہیں۔ وہ ہرگز گناہ نہیں کرتے اور نہ گناہ اُن کے آئینہ دل پر کچھ اثر ڈال سکتے ہیں اور ایسے ہی لوگ اس دنیا میں جیون مکت اور مرکر نجات پا لیتے ہیں۔ البتہ ابدی جہنم کا مسئلہ بائبل کے گناہ کی تعلیم کی برکت سے خوب پھیلتا ہے کیونکہ انسان تو انسان رہا ابن آدم یعنی مسیح بھی گناہ سے خالی نہیں پس لازمی دلیل ہے کہ یہ تناسخ کا سلسلہ تا ابد جاری رہے ورنہ قانون ٹوٹتا ہے۔ بھائی صاحب اگر یہ سچ ہے تو تناسخ کے مسئلہ پر تو کوئی شک نہ رہا کیونکہ وہ قانون الٰہی کے مطابق ہے اور جب وہ قانون ایزدی کے مطابق ہے تو اس سے انکار الٰہی عدول حکمی ہے۔ جس سے معافی تو نہیں مگر دوگنی سزا کا شک ضرور پڑتا ہے۔ غالباً اسی تناسخ سے ڈر کر عیسائیوں نے ہمیشہ کے دور تسلسل کے بدلے ابدی جہنم پسند کیا ہے۔ پادری صاحب! ابدی جہنم کوئی نہیں۔ جب تک نیکی نہ کرو۔ نیک نہیں بن سکتے۔ یہی قانون الٰہی ہے خواہ اس جہنم میں یا دوسرے جہنم میں اگر مانو گے تو بھی جزا اور سزا ملے گی۔ اور اگر نہ مانو گے تو بھی سزا و جزا سے رہائی نہیں۔ لیکن دل میں غور کرو کہ انجیل کے احکام ماننے سے الٰہی قانون ٹوٹتا ہے۔ پس وہی طریقہ صحیح ہے۔ جس سے نہ قانون ٹوٹے اور نہ دھوکا ہو۔ جس کا نام ویدک اصطلاح میں آواگون ہے ؛

اعتراض چہارم۔ جب اس تسلسل کا شروع اور اخیر نہیں اور سرشٹی انادی ہے تو پرمیشور یعنی خدا کون ہے۔ خالق اور خلقت اور مخلوق کیا چیزیں ہیں مخلوق کا تو شروع ہوتا ہے۔ اور اس سرشٹی کا شروع نہیں۔ پس یہ مخلوق نہیں پھر خالق کون اور اس کی ضرورت کہاں؟ جب مخلوق نہیں ویدوں سے تو خالق کی نیستی پائی گئی۔ پس کوئی خدا نہیں ؛

جواب یہ غلط ہے کہ سرشٹی کا اول و آخر نہیں اول و آخر ضرور ہے۔ اور اسی واسطے ہم علم ہیئت کے رو سے سرشٹی سموت بتلاتے ہیں کہ ایک ارب ۹۶ کروڑ برس سے یہ موجودہ سرشٹی ہے۔ کل ۴ ارب برس گذر لینے پر اس کا اخیر ہوگا۔ پس پرمیشور اس کا کرتا اور بنانے والا ہے دنیا مخلوق ہے اور خدا کی صنعت۔ اس کے واسطے اس صانع حقیقی و مالک تحقیقی ایک سچدانند پاربرہم کی ضرورت ہے اور یہی مقدس ویدوں کا ارشاد ہے۔ کہ وہ تمام خلقت کا پیدا کرنے والا اور تمام بھوتوں کا مالک اور نیتا ہے۔ اور وہی آپا سنا کے لائق ہے (دیکھو رگوید منڈل ۱۰) پس یہ اعتراض آپ کا سراپا بے بنیاد ہے ؛

پادری سی سنرجی ایڈیٹر سوفیا ماہواری انگریزی رسالہ حیدرآباد سندھ

(جو پہلی ہندو پھر برہمو سماجی پھر رومن کیتھولک عیسائی ہوئی ہیں) کے اعتراضوں کا جواب

(یہ اعتراض انہوں نے اپنے رسالہ میں شائع کئے اور بمقام لاہور بماہ نومبر سنہ ۱۸۹۳ء عام پبلک کے سامنے آریوں اور ہندوؤں پر کئے جنکے جواب آریہ سماج کی طرف سے لالہ درگا پرشاد صاحب پردہان آریہ سماج لاہور و ایڈیٹر آریہ گزٹ ہلتیہ نے مندر آریہ سماج میں بابو صاحب موصوف اور عام پبلک کو سنائے)

اعتراض اول جانوروں کی جون میں انسان کی روح کا جانا جو پاپوں کے بدلے مانا جاتا ہے یہ غلط ہے کیونکہ جانور اپنی اپنی جون میں خوش ہیں۔ پس سزا کے طور پر اس جون کا ملنا صحیح نہیں۔ یہی اعتراض پی سی آدیل صاحب نے کیا تھا

جواب جانوروں کا خوشی سے زندگی گذارنا یا خوش رہنا ایشور کے رحم کا تقاضا ہے تاکہ زندگی مرگ نہ ہو۔ بلکہ زندگی ہو دنیا کے بادشاہ بھی قیدیوں پر تشدد کرنا جائز نہیں جانتے۔ اور نہ مہذب قانون کے ماننے والے اور اسی واسطے ایکٹ تشدد جاری کیا گیا۔ مشہور امریکن ریفارمر بار کرنے غلاموں کی آزادی کے واسطے کتنا زور لگایا اور کسقدر سعی و روپیہ نثار گوارا فرمایا۔ مگر غلاموں کو اپنی آزادی کا ذرہ بھی دھیان آیا اور نہ ان کے دل میں کوئی خیال سمایا۔ خدا بزنس سے جبار قومیں انہیں گرفتار کرتی اور خدمات جبر و قہر لیتی رہیں حتیٰ کہ الہامی (توریت و انجیل و قرآن) کتابیں سارہی کی سارہی غلامی کی ہدایات سے بھری پڑی ہیں۔ سوائے وید مقدس کے جو کہ کرم انوسار بیوستھار رکھنے کی ہدایت دینا اور جنم سے نہیں بلکہ کرم سے ورن قائم کرتا ہے۔

ہزاروں کتابیں موجود ہیں جنکے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ غلام وطن برداری میں خوش ہیں اور لونڈیاں خدمت گذاری ہیں۔ عادت طبیعت ثانی ہو جاتی ہے اور پیدائش سے ہی غلاموں کی ماں جنم لیتا آزادی کا خیال پیدا ہی نہیں ہونے دیتا۔ دیکھئے کہ قاہرہ میں ایک غلاموں کا سوداگر پکڑا گیا۔ اسکے پاس ایک لونڈی تھی جو آزاد نہیں ہونا چاہتی تھی۔ بلکہ وہ کہتی تھی کہ میری آرزو ہے کہ میں مصر کے کسی دولتمند پاشا کی لونڈی ہوں" (کوہ نور ۲ نومبر سنہ) ابھی تھوڑے دنوں کا ذکر ہے کہ گورنمنٹ نے بیگار موقوف کی اور اجرا علی لیسے کا ارشاد فرمایا۔ مگر بیگار اور غلامی کی عادی قومیں ناراض ہیں وہ نوکری کو خراب اور بیگار کو صواب جانتے ہیں۔ جو قیدی مدت سے جزیرہ انڈمان میں رہتے اور جشن جوبلی پر آزاد ہو کر آئے۔ وہ عادی قید ہو جانے کے سبب ہندوستان کی سیر کر کے پھر واپس انڈمان میں چلے گئے۔ آزاد مرغ قفس میں آجانے سے گھبراتا ہے مگر عادی ہو جانے سے خوش گذران ہو جاتا۔ بلکہ لوگوں کی خوشی کا موجب کہلاتا ہے۔

جانوروں کو سزا صرف یہ ہے کہ وہ ترقی کے مدارج دنیا زلی سے گرائے جاتے ہیں وہ روحانی آنند و سرور کو حاصل نہیں کرسکتے اور ذکر کرنے کے انہیں سادھن و سامان دئے گئے۔ پاگل یا گلخانہ میں خوب راگ گاتا اور اچھلتا کودتا اور جن ماننے کا کام کرتا ہے مگر تندرست ہو جانے پر اسے وہ سب باتیں بھول جاتی ہیں۔ اس کے اور بے انت یادداشت حقیقی سے روح جس بھی قسم کی سزا پاتی ہیں اور مدارج سے گرائی جاتی ہیں۔ تاکہ سزا کی سزا اور سدہار کی سدہار ہوتا رہے۔ تناسخ کے ذریعہ سے مجرم کا سدہار اس طرح سے ہوتا ہے کہ وہ مجبوراً گذرا عمالوں کے مطابق سدہار کی نیت سے درجہ ترقی سے ہٹا ایک یاد نہ رہنے والے قالب میں ڈالا جاتا ہے اور وہاں اس کو وہ چیز نہیں دی جاتی جس سے پہلے بگڑا تھا ایک قالب گذر جانے یا کئی قالب گذر جانے کے بعد جب وہ پھر انسانی قالب میں آتا ہے۔ تو پہلے ان گذشتہ قالبوں کی یاد نہیں رہتی۔ اور جس وجہ سے گرانا شروع ہوا تھا۔ اسی پر قائم کیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ پھر اپنا سدہار کرے۔ غور سے سوچئے اس سے بڑھکر عادل حقیقی کی طرف سے اور کیا وسائل ہو سکتے ہیں۔

اعتراض دوم دکھ سکھ جو پہلے جنموں کے کرموں کا پھل مانا جاتا ہے۔ یہ غلط ہے کیونکہ پہلے جنموں کے کرموں کی کوئی یادداشت نہیں رہتی۔ جبکہ روح جسم سے الگ علیحدہ ہے اور چند سال میں جسم کے اجزا بالکل تبدیل ہو جاتے ہیں۔ گویا ایک نیا جسم مل جاتا ہے۔ اور اس سے پہلے جسم کے بدلجانے کی حالت میں بھی پہلے کئے ہوئے اعمال یاد رہتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ پچھلا جنم اگر تھا تو ہم کو یاد نہیں رہتا۔

جواب یہ اعتراض مسئلہ یادداشت پر ہے کہ پچھلے جنم کی یادداشت کیوں نہیں رہتی۔ اس کا جواب ہم کئی بار دے چکے ہیں۔ اکر بچہ کی باتیں پیدا ہوتے ہی بھول جاتی ہیں اور پیدا ہونے کے زمانہ سے تین چار سال تک کی باتیں بھول جاتی ہیں۔ اور اسیطرح عالم جوانی کی ہزاروں ہزار باتیں تمام دنیا لگاتار بھول رہی ہے۔ باوجود اس قدر غلطیاں نسیاں کے آپ پھر سوال کرتے ہیں۔ کہ پچھلا جنم اگر تھا تو ہم کو یاد کیوں نہیں رہتا؟

یادی صاحب یاد نہیں رہتا مرض نسیان کے باعث۔ یاد نہیں رہتا دماغ کے پرانا تو بدلجانے کے سبب۔ نہ صرف ملکہ یاد نہیں رہتا دماغ اور کل جسم کے دوسرے جسم میں تبدیل ہو جانے کے وجہ سے مگر یاد نہ رہنے سے کوئی واقعہ غلط نہیں ہوا کرتا ہے اور نہ سزائیں کم ہوا کرتی ہیں۔ دیکھئے آدم کو خدا کی ممانعت بابت پھل کھانے نیکی و بدی کی پہچان کے درخت کی یاد نہ رہی۔ مگر پھل کھا کے خود بھی لعنتی ہوئے اور تمام زمین کو اپنے فعل سے لعنتی بنایا۔

اب ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ اگر خداوند تعالے نے فی الحقیقت آدم کو منع کردیا تھا تو اسے یاد کیوں نہ رہا۔ جس طرح آدم کو خدا کی ممانعت یاد نہ رہی۔ حالانکہ اسی جنم کی بات تھی۔ اسی طرح دوسرے جنم کی بات بھی یاد نہیں رہتی۔

اعتراض سوم یہ جو کہا جاتا ہے کہ کرموں کے بنا کوئی سکھ دکھ نہیں ملتا۔ پس اگر یہ سچ ہے تو انسان کو کسی قسم کا پرا دیکار کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

جواب یہ اعتراض تب صحیح ہوتا ہے جب آپ پہلے یہ بتلادیتے ہیں کہ فلاں سکھ یا دکھ کرم کے بنا ہوا ہے اور ہم کرم نہ بتلا سکتے۔ بنیادی بات اگر صحیح ہے یعنی کرموں کے بنا کوئی پھل نہیں ملتا تو کسی کی بیہودہ دلیل یا بے بنیاد اعتراض یا نتایا لط کارگر نہیں ہو سکتا۔ بے شک کرم کے بغیر سکھ دکھ نہیں ملتا۔ اور اس میں مصنف انجیل بھی اکثر جگہ وید کے احکام کا نقلنویس ہے دیکھو متی کی انجیل میں لکھا ہے۔

ابن آدم اپنے باپ کے جلال میں اپنے فرشتوں کے ساتھ آوے گا۔ تب ہر ایک کو اسکے اعمال کے موافق بدلا دے گا (۱۶/۲۷)

تم دھوکے میں۔ پڑو خدا ٹھٹھوں میں نہیں اڑایا جاتا۔ کیونکہ آدمی جو کچھ بوتا ہے وہ کاٹے گا (نامہ گلتیوں ۶/۷) کیونکہ تو اپنی باتوں ہی سے بے گناہ اور اپنی باتوں ہی سے گنہگار ٹھیرایا جاویگا (متی ۱۲/۳۷)

وہ ہر ایک کو اسکے کاموں کے موافق بدلا دے گا (رومیوں کا خط باب ۲/۶) کیونکہ خدا کے حضور کسی کی طرفداری نہیں ہوتی (رومیوں کا خط ۲/۱۱)

پھر آپ نے کہا کہ ہوشیار رہو کہ تم کیا سنتے ہو۔ جس ماپ سے تم ماپتے ہو۔ اُسی سے تمہارے لئے ماپا جاویگا (متی ۴-۲۴)

باقی رہا پروپکار کرنا یہ ایک نیا فعل ہے۔ اور اس کا پھل ایشور عنایت کریگا ایشور کی سزا کو تو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ البتہ اُسکے احکام کی تعمیل کو تاکہ مجرم جلدی نجات پاوے اور ہمارا دل بھی سزا سے خوف کھائے اور دیا وان ہو جائے سعادت قلبی سے رحمت کی طرف رجوع لائے۔ پروپکار کرنا ضروری ہے۔ اور اسی واسطے وید کہ جو سب سے پراچین اور نہایت معقول دھرم ہے فرماتا ہے

परोपकाराय सताद्विभूतय کہ ست پرشوں کی زندگی کی ساری لچھمی (سرمایہ) پروپکار ہی ہے۔ عیسائیوں کی طرح خود غرضی یا عیسائی بنانے کے واسطے پروپکار نہیں کیا جاتا بلکہ ایشوری حکم کی تعمیل اور ست گن گرہن کی غرض سے اور یہی سبب ہے کہ آریہ ورت میں بمقابلہ تمام دنیا کے رحم دلی اور دان پن زیادہ ہے اور راجہ بکرماجیت جیسے پرسوارتھی بھی اسی دیش کے چھتری راجا تھے۔ اور مہاراجا ہرشچند جیسے آریہ قوم کے ماہتاب بھی اس دیش کے نور تھے جسطرح وید نے سیلف ہیلپ یعنی کرم کی فلاسفی کو پرچار کیا۔ اُسی طرح اُسنے اپنی عالم الغیب طاقت سے آئندہ ترقی کا راستہ ویدپکار کے طریقہ سے بتلایا اور ساتھ ہی ناستک پن کی مہلک مرض سے بچنے کیواسطے ایشور پرماتما کی مقدس ہدایت سے پرارتھنا اور اُپاسنا کی تعلیم دی پس کسیطرح بھی باہمی مخالفت نہیں معاف کیجئے آپکی سمجھ کو مغالطہ ہے۔

اعتراض چہارم۔ پچھلے گناہوں کے عوض میں ایک معصوم بچہ کو بخار وغیرہ کی سزا دینا بعید از انصاف ہے بلکہ ظلم ہے۔

جواب اگر پچھلے گناہوں کے بدلے معصوم بچہ کو بخار وغیرہ کی سزا دینا بعید از انصاف ہے تو کیا آدم کے معمولی گناہ کے بدلے تمام دنیا کو لعنتی بنانا اور نادانستہ گنہگار اور شہوت کاملہ کے مجرم بتلانا انصاف ہے

اگر پچھلے گناہوں کے بدلے معصوم بچہ کو بخار وغیرہ کی سزا دینا بعید از انصاف ہے، تو کیا مذہب اُسکو اندھا لولا لنگڑا بنانا ظلم و انصاف ہے

اگر ایک معصوم بچہ کو بخار کی سزا دینا ظلم ہے تو کیا اُسے چیچک و خسرہ وغیرہ میں مبتلا کرنا اور قتل کے برابر تکلیف دینا عدل ہے؟

اگر بخار وغیرہ کی سزا بعید از انصاف ہے تو شاید آپ [illegible]۔ آتشک کی سزا مطابق قانون کے ہوگی

مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے کس دانش اور دانائی کو مد نظر رکھکر ایسا اعتراض کیا

ریورنڈ ڈاکٹر ہوپر صاحب کے اعتراضوں کا جواب

(جو انہوں نے ۱۵ فروری شکروار جشن کو [illegible] لاہور میں آپنے لیکچر میں کئے)

(۱) اول پادری صاحب نے تناسخ پر یقین کرنیکے فوائد بتلائے۔

پہلا فائدہ۔ یہ مسئلہ مذہب نیچری یا مادہ پرستی یا دہریت کے اچھی طرح خلاف ہے۔ جو اسمیں یقین کرتے ہیں وہ کبھی ناستک یا نیچری نہیں ہو سکتے وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جسم ہی جسم ہے۔ آتما کچھ چیز نہیں۔ اہل ہنود کا ہم عیسائی شکریہ ادا کرتے ہیں اور یہ دیکھکر خوش ہوتے ہیں۔ کیونکہ دنیا سے یہ عقیدہ یعنی مذہب نیچری کو دور کرنے میں وہ ہمارے بڑے معین ہیں۔

دوسرا فائدہ۔ جیسا ہم عیسائی مانتے ہیں کہ ضرور آتما ایک جسم دھارن کرکے خوشی یا دکھ حاصل کریگا۔ ویسا ہی اس مسئلہ کے ماننے والے بھی کہتے ہیں۔ کہ آتما ایک زندگی کے کئے ہوئے پاپ پن کا پھل دوسرے کسی جسم میں ضرور کوئی شریر دھارن کرکے پاویگا۔

تیسرا فائدہ۔ یہ مسئلہ اس مسئلہ پر مبنی ہے کہ انصاف کا سارے دنیا میں راج ہے گو بظاہر بہت بے انصافی معلوم ہوتی ہے۔ مگر اصل میں یہ بے انصافی ظاہری ہے۔

نوٹ از طرف مولف ناظرین ناستکتا یا دہریت سے بچانا پاپ پن کے پھل بھوگنے کا نشچے دلانا اور ہمیشہ نیک بننے کی تحریک دینا اور ایشور کی پوتر ذات کو نیاکاری سروانتریامی نشچے کرانا۔ جس مسئلہ کے ایسے مسلمہ فوائد ہیں جسے پادری صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں تو آپ سوچ لیں کہ اس سے عمدہ مسئلہ دنیا میں اور کیا ہو سکتا ہے۔

اب ہم پادری صاحب کے وہ اعتراض لکھتے ہیں جو کہ انہوں نے ہنود کے تناسخ پر کئے۔

اعتراض اول حالانکہ اہل ہنود یہ بھی مانتے ہیں کہ سب سنسار صرف ایک ہی آتما کا مختلف طور پر اظہار ہے اور یہ جتنے اختلاف ہمیں روحوں میں یا اور چیزوں میں معلوم ہوتے ہیں یہ سب اگیان کے سبب سے ہیں۔ جب گیان ہوتا ہے تو ایک ہی آتما معلوم ہوتا ہے۔ دیگر کوئی شے نہیں دراصل ہم سب یکساں ہیں نہ کوئی پاپ کرنیوالا آتما ہے نہ کوئی پن کرنے والا۔ یہ صرف ہمارے خیالات ہیں۔ اسلئے ویدانت کے ماننے والے تناسخ کیونکر مان سکتے ہیں۔ یہ بڑا اعتراض اہل ہنود پر ہے۔ گو یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تناسخ کا مسئلہ تب ہی سکھایا جاتا ہے۔ جب سیکھنے والا ابھی مبتدی ہو مگر ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اگر اس شخص کو ساتھ ہی یہ بھی بتایا جاوے۔ کہ اصل میں کوئی پاپ کرتا ہے۔ نہ پن تو وہ تناسخ میں یقین کیونکر رکھسکتا ہے۔

جواب یہ آپ کا اعتراض ویدانت شاستر پر نہیں بلکہ نویں ویدانتیوں یعنی ہمہ اوست کے ماننے والوں پر ہے حالانکہ شاستر یا اپنشدوں کا یہ مذہب نہیں ہے یہ مسئلہ وید و شاستر کے خلاف ہے کوئی شاستر ایسا نہیں مانتا۔ البتہ یہی اعتراض عیسائی دین پر عائد ہے کیونکہ یوحنا کی انجیل میں لکھا ہے "ابتدا میں کلام تھا۔ کلام خدا کے ساتھ تھا کلام خدا تھا کوئی چیز نہیں جو بغیر اُسکے موجود ہوئی (باب ۱-۱۰)

اور یہی سبب ہے کہ ایسا گناہ عظیم جسکے ارتکاب سے تمام زمین لعنتی ہوئی آپنے اُسکے واسطے ایک گنہگار انسان جبراً مصلوب کو کفارہ مان لیا۔ اور اب جو ۱۸۹۹ سالسے بزعم آنصاحباں کا تمام دنیا کے گناہ کے بدلے خون بہایا گیا۔ تو اب گویا گناہ دنیا میں رہا ہی نہیں اور بھلائی کیونکہ حساب تو فیصلہ ہو گیا۔ افسوس کہ باوجود یہی مان لینے کے گناہ پر اسقدر دلیری!!

دوسرا اعتراض۔ اہل ہنود مانتے ہیں کہ اگر چند رسومات ایک شخص کی موت کے بعد کیجاویں تو وہ پتری لوک पित्रलोक میں جاتا ہے اسپر یہ اعتراض ہے کہ جو ہندو تناسخ بھی مانتے ہیں اور ساتھ ہی اپنے والد کی وفات پر کریا کرم بھی کرتے ہیں اُن سے یہ پوچھنا چاہئے۔ کہ تم تو مانتے ہو کہ ایک آتما کا دوسرے کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔ صرف ہمارا چند روزہ تعلق ہے غرضیکہ تناسخ کے ماننے سے کریا کرم فضول ہو جاتے ہیں۔

جواب۔ بیشک کریا کرم فضول ہیں۔ اور اسی طرح مُردوں کا شرادھ اور ترپن بھی یہ راجا کرن والئے کرنواس ضلع بلند شہر کے زمانہ کی اختراع ہیں۔ اور اسیواسطے شرادھ کے ایام کو کناگت (کرن آگت) کہتے ہیں۔ ست شاستروں میں اسکا کوئی ذکر نہیں۔ پس یہ اعتراض بھی نہایت کمزور ہے۔ جو ناواقف ہندو [illegible] کریا کرم

کرتے یا شرادھ کی رسوم بجا لاتے ہیں۔ وہ بھی دل میں یقین کرتے ہیں کہ اسطرح پتروں کے بہانہ سے اینا یں ہوتا ہے۔

تیسرا اعتراض ذات کے ماننے والے یہ بات مانتے ہیں کہ انسان اپنے والدین سے صفات نیک و بد حاصل کرتا ہے۔ گویا یہ بھی ایک طرح کی وراثت ہے۔ تو پھر پرم آتما کا آتما باپ کے آتما سے استقدر مختلف نہ ہوا۔ جسقدر کہ مسئلہ تناسخ کے مطابق ہونا لازم ہے۔ مگر ذات کے مطابق جسم کی روح پر فضیلت ہے۔

جواب۔ ہندوؤں کی ذات کا مسئلہ تمام تر جسمانی ہے۔ روحانی نہیں۔ مگر ست شاستر کے مطابق ذات کا مسئلہ گن کرم انوسار ہے۔ جنم انوسار نہیں۔ گیتا میں مہاتما کرشن جی نے بھی ایسا ہی مانا ہے کہ چاروں ورن پیدا کئے گئے ہیں۔ گن کرم کے مطابق جو جس گن کو حاصل کرتا ہے وہ اسی ورن میں گنا جاتا ہے۔ بجز سوچی [illegible] سے ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ پرانے زمانہ میں کبھی بھی جنم سے نہیں مانا گیا صرف اودیا کے زمانہ میں لوگوں نے ایسا ماننا شروع کر دیا۔ پس یہ اعتراض قابل قدر نہیں۔

پادری صاحب کے مسئلہ تناسخ پر اعتراض

اعتراض اول۔ ہمارا کچھ علم نہیں کہ پچھلے جنم میں کون سے پن پاپ کئے تھے جنکے بدلے سکھ یا دکھ ہم پا رہے ہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ چونکہ ہمیں پہلے جنم کے کرموں کا علم نہیں۔ اسلئے یہ مسئلہ غلط ہے۔ مگر یہ کہ چونکہ دیگر کوئی بات اس مسئلہ کے حق میں نہیں ہے۔ اسلئے یہ بھی ایک نقص اس مسئلہ میں ہے۔

جواب۔ اس معمولی نقص کا ہم نے بارہا جواب دیدیا ہے۔ یہاں ہم صرف دو باتیں ذکر کرتے ہیں۔ جو اس مسئلہ کے حق میں ہیں۔

اول دنیا میں دکھ سکھ ہے اور وہ بلا وجہ نہیں بلکہ کرم کے اٹل اور صحیح سدھانت کے مطابق ہے۔

دوم دنیا کا انتظام اندھا دھند نہیں بلکہ ایک زبردست حکیم اور منصف خدا کے قاعدہ قدرت کے انوسار ہے۔

سوم۔ انتظام عالم میں ہمیں کوئی چیز بھی نہیں معلوم نہیں ہوتی۔ اور بے مستی کوئی چیز ہے۔

چہارم۔ جیو یا روح فانی چیز نہیں اور نہ حادث یعنی نوپید ہے۔ بلکہ پرمانو کی طرح انادی وستو ہے۔

پس ان امور پر غور کرنے سے صاف واضح ہوتا ہے کہ کوئی خواہ کتنے ہی ہٹ پاؤں مارے تناسخ کے مضبوط سلسلہ سے انکار کرنا سراپا محال ہے اور انصاف کی بات یہ ہے کہ عملی طور پر اس سے انکار کرنا ہی ناممکن ہے۔

اعتراض دوم اس مسئلہ کے مطابق روح اور جسم میں جھوٹا تعلق مانا جاتا ہے۔ کیونکہ اس مسئلہ والے یہ مانتے ہیں کہ لو ۸۴ لاکھ مختلف قسم کے جسم ہیں اور روح ہر زندگی میں ان میں سے کوئی جسم چن لیتا ہے گویا روح پھرتی رہتی ہے۔ اور جسم ۸۴ لاکھ متفرق ہیں ان کی تعداد اتنی ہی ہے کم نہیں ہو سکتی اور نہ زیادہ ہو سکتی ہے۔ مگر سائنس کے علما کہتے ہیں کہ ہمارا جسم تبدیل ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ جو ذرے ہمارے جسم میں ہیں۔ ان میں سے سات سال کے بعد کوئی بھی نہ رہے گا۔ گویا جسم برابر تبدیل ہوتا جا رہا ہے۔

جواب کون نہیں جانتا کہ جسم اور روح میں ایک عارضی تعلق ہے۔ خود سائنس اور ڈاکٹر کی شہادت سے آپ بھی مانتے ہیں کہ سات برس میں سارا جسم بدلجاتا ہے تو کیا اب بھی آپکو عارضی اور چند روزہ تعلق میں شک باقی ہے؟ متغیر کا لا تغیر سے سچا تعلق ہو ہی نہیں سکتا۔ پس روح کا ایک جسم سے دائمی تعلق کیسے ہو سکتا ہے۔ جس طرح کہ ایک پرندہ درخت کی ایک شاخ سے دوسری شاخ پر اڑجاتا ہے۔ اور اس سے تیسری پر اسی طرح جیو اس جسم سے پرواز کر اور جسم میں قاعدہ قدرت کے مطابق چلا جاتا ہے جیسا کہ ایک مہاتما نے کہا ہے۔ اس عرصے میں آسے جیکا بیٹھ کر خدا کی طرف دل لگانا چاہئے اور اپنے روح کے نکلنے کو ایسا سمجھنا چاہئے۔ جیسے کہ ایک پرندہ کسی درخت پر سے اپنی خوشی اڑجاتا ہے۔"

جن محلف قالبوں میں روحوں کا گذر کرم انوسار ہوتا ہے۔ پرانے آریہ محققوں نے ان کی تعداد ۸۴ لاکھ بتلائی ہے اور یہ انکی تحقیقات علمی کی اعلےٰ شہادت ہے۔ خشکی کے جانوروں کے اقسام۔ پانی کے جانوروں کے اقسام۔ ہوا کے جانوروں کے اقسام کل کی میزان ۸۴ لاکھ ہے۔ مگر روح ان سے کوئی قالب خود نہیں چن سکتا۔ بلکہ اس کے کرم انوسار ایشور پرماتما اسے جون میں بھیجتا ہے۔ اور یہ عین علم و عقل کے مطابق ہے کہ جو جیسا کرم کرے ویسا ہی پھل پاوے۔ سب کو چوراسی میں جانا ضروری نہیں۔

اعتراض سوم اس مسئلہ کی رغبت انسان کے اخلاقی خیالات کو بگاڑنے کیطرف ہے وجہ یہ ہے کہ مسئلہ تناسخ میں لاعلمی سے کئے ہوئے کاموں کا اجر نیک و بد ملنا ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسا سوچ سمجھ کر کئے ہوئے کرموں کا۔ یہانتک کہ کھانا یا ہضم کرنا وغیرہ جو بجود بخود بغیر ہماری مرضی کے ہو رہا ہے۔ وہ بھی مسئلہ تناسخ میں ایسے کام ہیں جیسے دیگر اخلاقی کام۔

جواب۔ اگر ایک نادان بچہ بھی قانون قدرت کے خلاف کرنیسے سزا پاتا ہے تو نہیں معلوم کہ ایسا اعتراض کیوں کیا گیا۔ ہمارے خیال میں تو یہ نہایت ضروری ہے کہ تمام کرموں کا پھل ملے آپ شاید گورنمنٹ کے اس قانون کو پسند کرتے ہونگے جو تین چار سال کی میعاد تک اسٹام نہ بدلا دے تو قرضخواہ کو کوڑی بھی عدالت نہیں دلاتی یا کچھ سال تک اگر مقروض انگریزی راج سے باہر چلا جاوے تو قرضہ خورد برد ہو گیا۔ پادری صاحب کرم ہرگز ضائع نہیں ہوتا۔ اور نہ پھل دینے کے بغیر رہ سکتا ہے دھوکے میں نہ پڑو خدا شخصوں میں نہیں اٹھایا جاتا ہے وہ ہر ایک کو اسکے اعمال کا پھل دے گا۔ اگر کھانا فعل ہے اور ہضم کرنا فعل ہے تو بد پرہیزی یا خراب اشیا کے کھانے کا پورا پھل کیوں نہ ہوگا۔ کیا کھانا ہی تمام تندرستی کی جان نہیں اگر ہے تو اس میں خرابی آنا سب خرابیوں کی بنیاد کیوں نہیں آپ کے اس بیان پر تو تمام ڈاکٹر حیران ہیں۔ کیونکہ ڈاکٹری کی کل بنیاد حفظ صحت اور خوراک اور اس کی پڑتال پر ہے جس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔

اعتراض چہارم۔ انسانوں میں یہ مسئلہ رحم کو قطع کرتا ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ ہنود رحم دل نہیں۔ مگر یہ ہے کہ یہ مسئلہ رحم کو خارج کرتا ہے۔ چنانچہ اسکی مثالیں ہیں تو ایک جذامیوں اور دوسرے دکھیوں کا ان کی ہنود ان کو بہت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اسکو پچھلے جنم کے گناہوں بلکہ گھور پاپ کا سبب بتلاتے ہیں جس نے ان کو ایسے دوزخ میں ڈالا ہے۔

جواب جب ہنود باوجود ماننے تناسخ کے دنیا کی تمام اقوام سے رحمدل ہیں اور بیرحمی سے نفرت کرنے والے تو یہ کہنا کہ تناسخ پر ایمان رکھنا رحم کو خارج کرتا ہے سراپا غلط ہے لاکھوں ہندو آریہ حکیم ہزاروں امراض کی دوائی مفت تقسیم کرتے ہیں اور اسی طرح بیشمار آریہ بید اور سنیاسی ایشور اسکے درد دوائی دیتے اور امراض کو کھوتے ہیں۔ جذامیوں اور دیگر متعدی امراض کے بیماروں سے نفرت کرنا اصول حکمت کے مطابق

ہے۔ اور تمام ڈاکٹر اس سے نفرت کرتے ہیں۔

مجھے افسوس ہے کہ آپ لوگ دنیا کی تمام تکالیف اور جذام جیسے روگ کو بھی شاید اپنی عقل کے مطابق خدا کی رحمت ہی مانتے ہیں ہم اس حکیم مطلق کا کوئی فعل بھی حکمت سے خالی نہیں جانتے اور نہ اسے ظلم گردانتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ اسے عادل و منصف یقین کر صدق دل سے تناسخ کو مانتے ہیں۔

بیوگان کے پنر ویواہ کی شاستر میں اجازت ہے اور صدہا شادیاں شاستر ریتی سے ہو چکی ہیں۔ مگر یہ پرانوں کی بری تعلیم کا قصور ہے۔ مسئلہ تناسخ کا اس سے کوئی تعلق نہیں اس مسئلہ کے جواز میں لو بیوہ بیوگان بدھوا پنرواہ۔ مسئلہ نیوگ بدھوا بواہ۔ بیوستھا وغیرہ بہت سے ٹریکٹ پستک شائع ہو چکی ہیں جنمیں شاستر کے حوالوں سے بخوبی ثابت کیا گیا ہے کہ یہ جائز ہے۔

اعتراض پنجم۔ یہ مسئلہ انسان کو بالکل دنیادار بناتا ہے۔ بڑی سی بڑی خواہش جو تناسخ ماننے والوں کی ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اسکو اندر کی پدوی ملے۔ جو بالکل نفسانی خواہشوں کے بھوگنے والا ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ ہندو زیادہ دنیاوی خواہشوں والے ہوتے ہیں۔ مگر صرف یہ کہ اس پر یقین رکھنے سے رغبت اس طرف ہوتی ہے۔

جواب جیسا کہ آپ خود مانتے ہیں کہ ہندو زیادہ دنیاوی خواہشوں والے نہیں ہوتے بلکہ زیادہ ویراگ وان اور پرمیشور پرائن ہوتے ہیں تو پھر آپ کا وہ خیال کیسے صحیح ہو سکتا ہے آپکو شاید یہ معلوم نہیں کہ اہل ہنود باوجود ماننے پرانوں کے بھی اندر وغیرہ کے مدارج سے اوپر برہم لوک مانتے ہیں۔ مگر وہ ایسا برہم لوک نہیں مانتے جہاں پر کوئی عورت یا مرد سے جدائی اور جنت کو بہشتی ہو (یوحنا ۱۴) آریہ لوگ جسے برہم لوک مانتے ہیں وہاں سوائے برہم گیانی کے میل کرنے کے کوئی نہیں جا سکتا۔ اور دنیا کی خواہش کا بہشت ہے دنیاداری سب سے زیادہ عیسائیوں میں ہے اور اس کا باعث بھی یہ جانتے ہیں کیونکہ انکو یقین ہے کہ ایک بار مسیح کے جینے کا کفارہ ہو گیا اب وہ موج کرتے اور عیش اڑاتے ہیں یورپ کا حال اس کا شاہد ہے۔

لیکچر کے اخیر میں پادری صاحب نے فرمایا اگر عیسائی تناسخ کے قائل ہو جاتے تو اسے اپنے دین میں پاتے ہیں اور وہ اعتراض بھی نہیں واقع ہوتے ہیں جو تناسخ پر عائد ہوتے ہیں عیسائی لوگ اپنی عقل کو ایسے سوالوں سے حیران نہیں کرتے وہ کہتے ہیں کہ اگر ہمیں کوئی تکلیف دی ہے تو اسمیں پرمیشور کی بڑائی ہے۔

آریہ عیسائی دین کی جیسی مہذب حالت ہے اس سے ایک دنیا آگاہ ہے اور جتنے اعتراض مذہب پر ہوتے ہیں وہ سارے کے سارے لاجواب ہیں عیسائی لوگ تثلیث و کفارہ و تناسخ غرضیکہ کسی مشکل سوال کے حل کرنے میں عقل کو حیران نہیں کرتے تو میں نہیں جانتا کہ اندھی تقلید کے کیا معنے ہیں۔ اگر ایشور کی بڑائی مخلوقات کو دکھ دینے سے ہے۔ تو اس کو ظلم سکھ دینے پر ہوگا۔ سچ ہے شان کی باتیں بڑے ہی جانتے ہیں۔

مسئلہ تثلیث پر اگر آپ عیسائی فاضلوں کی مفصل رائے دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ کرسچن مت درپن کا مطالعہ فرمائیے۔

باب سوم

مسلمانوں کے اعتراضوں کا جواب

مولوی نورالدین کے رسالہ ردتناسخ کا جواب

مولوی جہاں تک تناسخ کے ماننے والوں سے دریافت کیا۔ اور ان کے رسائل میں دیکھا۔ اثبات تناسخ میں ان کی یہ ایک دلیل سر دفتران کی دلائل کا ہے جو ہم دیکھتے ہیں کہ کئی آدمی جنم کے اندھے لنگڑے لولے۔ کانے۔ بہرے کنگال ہوتے ہیں۔ اور کئی راجہ، ہشکر دولتمند۔ امیر جو یہ کہو کہ پرمیشور کی مرضی ہے تو کیا پرمیشور منصف و عادل نہیں جو بلا قصور ایک دوسرے میں فرق کرتا ہے۔ پس بجز نتیجہ سابقہ جنم کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کیونکہ خدا ایسی طرفداری و نامنصفی نہیں کر سکتا۔

پہلا جواب۔ قائلین تناسخ کی اس دلیل سے صاف واضح ہے کہ تناسخ ماننے کا کوئی ثبوت تناسخ ماننے والوں کے پاس نہیں بلکہ صرف اسلئے کہ کسی آسودہ اور آرام والے کے سکھ آسودگی اور آرام کی وجہ اور دکھی بیمار رنج والے کے دکھ بیماری رنج کی وجہ اور ان لوگوں کے باہمی تفرقہ کے اسباب تناسخ ماننے والوں کو معلوم نہیں ہوئے۔ اس واسطے ان لوگوں نے یقین کر لیا کہ سابقہ اعمال ہی اس تفرقہ کا باعث ہیں پر شکریہ اس رب العالمین کا جس نے اسلامیوں کو ایسے دلائل سے بچنے کے واسطے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔ ولا تقف ما لیس لک به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئك كان عنه مسئولا (سورہ بنی اسرائیل)۔

ترجمہ اور جس چیز کا تجھے علم نہیں اسکے پیچھے مت لگ کیونکہ کان آنکھ دل سب سے سوال کیا جائیگا۔

آریہ۔ رد جواب اول۔ تناسخ ماننے والوں کے پاس اس مسئلہ کے ثبوت میں اتنے دلائل ہیں کہ جنکے سامنے کسی عاقل بالغ کو انکار کی گنجائش نہیں۔ یہ دلیل بھی ان دلائل میں سے ایک ہے۔ مگر وہ ساری کی ساری ہی ہمارے جواب میں جو مفصل طور پر اس کتاب میں موجود ہیں۔ مگر یہاں ہم صرف آپکے جواب پر غور کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس دلیل سے صاف واضح ہے کہ تناسخ ماننے کا کوئی ثبوت تناسخ ماننے والوں کے پاس نہیں۔ مولوی صاحب! آپکی اس تحریر سے تو ہمیں ایک اور بات ظاہر ہو گئی۔ کہ آپ ثبوت کے معنے بھی نہیں جانتے یا تجاہل عارفانہ سے حق بات کو چھپاتے ہیں پہلے ہم آپ کو سمجھاتے ہیں۔

ایک شخص ایک مجلس میں آیا جسکے منہ میں شراب کی بو آتی ہے۔ اہل مجلس نے بو سونگھتے ہی جان لیا۔ کہ اس نے شراب پی ہے۔ حالانکہ ان کے سامنے نہیں پی۔ اور وہ خود بھی انکاری ہے۔

اسی طرح ایک دوسرا شخص آیا جسکو باد فرنگ کی مرض ہے اور مکھیاں اڑاتا ہے جسکی ٹہنی ہاتھ میں ہے۔ حکیم آنکھ سے یاد رکھتا یہ مصیبت کیسے آئی ہوگی۔ ثابت ہوگا تیر اور سیب کی ٹہنی ہوگی۔ انہوں نے فی الفور جان لیا کہ اس نے کسی طوائف سے بدفعلی کی ہے۔

اسی طرح ایک تیسرا شخص آیا جس کا آواز بیٹھا ہوا کھانسی جاری اور کھانسنے وقت خون بھی آتا ہے۔ انہوں نے اس کی آواز سن کر حالت کو سمجھ لیا۔ کہ اس کو تپ دق ہے۔ حالانکہ ان کے سامنے اس نے نہ پی نہ زنا کیا اور نہ کسی قسم کی بدپرہیزی کی۔ حکیم جی! کیا جنہوں نے ان تینوں کی نسبت رائے قائم کی وہ بلا ثبوت ہے یا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ سوائے ان مرضوں کے۔ حضرت منہ سے بو آنا۔ اور پاؤں میں استقلال نہ ہونا علامت ہے شراب کا

قرآنی جو دیل میں ہے کہتے ہیں۔ کوئی علمی دلیل لاؤ۔ ڈھکونسلوں اور گمانوں سے کام نہ لو کیونکہ سچ ہے جس میں کہا ہے قل ھل عندکم من علم فتخرجوہ لنا الآیۃ
ترجمہ کہ تمہارے پاس کوئی علم ہے تو ہمارے پاس نکال لاؤ۔ تم تو ظن کی پیروی کرتے ہو اور اٹکلیں دوڑاتے ہو (سورۃ انعام)

آریہ رد جواب چہارم۔ یہ تو ایسا شک ہے جیسے کوئی کہے کہ ممکن ہے اس دنیا کا بنانے والا خدا کے سوا کوئی اور ہو کیونکہ اس کو ایسے وسوسوں سے کیا کام جو حیران و سرگردان ہو وہ تو لطیف و قدوس ہے مولوی صاحب یہ تو نہایت ہی بادہوائی کا جواب ہے ہم لوگ تو دلائل عقلی سے اعمال و جزا و سزا کا نقشہ آنکھوں کے سامنے رکھ کر عدل خداوندی کے محکم مسئلہ پر ثبوت دیتے ہیں اور بتلاتے ہیں۔ کہ اس کا یہی سبب ہے اور کوئی نہیں یہ کہنا آپ کا ایسا ہے جیسے کسی کو مرض جنون ہو۔ عام جاہل اور خصوصاً محمدی لوگ یہ کہیں کہ اسکو جن یا دیو ہے اور اُن کے ملا لوگ ایک اعرابیت سے سورۃ جن پڑھ پڑھ کر اسپر پھونکیں اور کوئی ڈاکٹری یا بید یونانی طبیب اگر اسکا دوائی سے علاج کرے اور وہ شفایاب ہو جاوے تب ناواقف لوگ یا کوئی آپ جیسا راجہ شاہی حکیم کہے جا رہے کہ جنکے سوا اور وجہ ہو شاید تھا وہ ہو شرتیز نظر لگ گئی ہو یا کسی ڈائن نے کلیجہ نکال لیا ہو۔ اور ساتھ ہی یہ کہیں کہ ڈاکٹر صاحب کوئی ایسی عقلی دلیل لاؤ جس سے ثابت ہو جائے کہ ایسی حالت مرض کے سوا جن بھوت جادو سحر اور ڈائن چھلاوا کی پکڑ سے نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ تعمیل ارشاد قرآنی جلاب اور فصد سے کام لو اور نہ علم حکمت کو دخل دو۔ کیونکہ قرآن سچ (دیکھو سورۃ بقرہ سورۃ جن وغیرہ) مولوی صاحب۔ ہم اٹکلوں اور گمانوں سے کام نہیں لیتے بلکہ دلائل و اثبات سے اٹکلیں تو آپ دوڑاتے ہیں جبکہ فرماتے ہیں۔ جائز ہے اعمال کے سوا کسی اور وجہ سے ہو لیں یا یہ احتمال پیش کرتے ہیں یہ تفرقہ بیوجہ و بحکمت نہ ہوگا۔ مگر یہ کیا ضروری ہے کہ اس غیر محدود کی کل باریک حکمتیں اور بیشمار تدبیریں ایسی ہوں کہ انسانی محدود عقل اور سمجھ انپر حاوی ہو جاوے۔ اسلامیوں کو ایسی دلائل سے بچنے کا ارشاد فرمایا۔ پس یہ قرآنی آیت آپ جیسے شکی لوگوں کیواسطے ہے اہل حق اور پیرانِ وید کیواسطے نہیں ہے کیونکہ ہم نہ ظن کرتے ہیں اور نہ شک بلکہ دلیل لاتے ہیں اور ثبوت پہنچاتے ہیں جس طرح خدا کی ہستی کا ثبوت۔

مولوی پانچواں جواب۔ اگر آریہ اس پر انہ راہ عنایت انصاف کریں تو کبھی قدر لطیف اور داد کے قابل ہے موجودہ اشیا میں اس تفرقہ سے بڑھکر ایک بڑا تفرقہ ہم دیکھتے ہیں۔ اور اُس بڑے تفرقہ کا باعث پہلے جنم کی جزا و سزا نہیں اور اس امر کو آریہ صاحبان آپ بھی تسلیم کریں گے یعنی ایک ارواح یعنی جیو اور دوسرے یعنی عالم ہوشیار چیز ہے اور پرکرتی بلکہ پرماتو یعنی اجسام صغیرہ اور نہایت باریک ذرات جنکو عربی علوم طبیہ کے عالم اجسام ذیمقراطیسی کہتے ہیں۔ ایک جڑھ اور غیر ذی شعور چیز ہے اور باری تعالیٰ علیم و خبیر عزیز و غالب القدوس السلام ایک تیسری چیز ہے جو ان دونوں اول الذکر ارواح و اجسام بلکہ کل یعنی زمانہ پر حکمران ہے۔

آریہ صاحبان! بلکہ تناسخ کے ماننے والو! ان تین اشیا موجودہ میں اول جیو جنم سے کیا ازل سے بقول آریہ اللہ تعالیٰ کے ماتحت اور اُسکی صفت عدل کے باعث جزا و سزا میں گرفتار ہیں اور بقول تناسخ ماننے والوں کے بلکہ آریہ کے ابدالآباد تک اسی طرح گرفتار رہیں گی اگر مہان پرلے کے وقت یا اُس سے کبھی قید پہلے اور پیچھے اجسام سے الگ ارواح آرام و راحت میں بھی رہے تو اس وقت بھی تخم کی طرح برائی ان میں رہتی ہے۔ جس کے باعث ارواح کو پھر جنم لینا پڑتا ہے اور دوم پرمانو بیچارے تو ازل سے ابد تک کبھی بقول آریہ کے محروم ہی رہیں گے۔ اور سوم اللہ تعالیٰ ازل سے ابد تک ہمیشہ اسپر حکمران رہا اور ہمیشہ انپر حکمران رہے گا۔

اب ہم تناسخ ماننے والوں کی دلیل کی طرف توجہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم دیکھتے ہیں ان تین میں بعض اشیا جنم سے کیا ہمیشہ سے لنگڑے اور بعض اشیا جنم سے کیا ہمیشہ سے سزا و جزا میں گرفتار اور ایک الغنی اور ایک ان دونوں پر حکمران جل شانہ۔ اب آپ کی دلیل تناسخ کو بعینہ لیکر کہتے ہیں دیکھو اثبات تناسخ بحث کی ابتدا میں جو کہو کہ پرمیشر کی مرضی تو کیا وہ عادل نہیں پس بجز نتیجہ سابقہ جنم کے اور کیا کہ سکتے ہو۔ لیکن تم آریہ اور تمام قومیں اللہ تعالیٰ کو ماننے والی اللہ تعالیٰ اور پرمانوں میں تو جنم کے قایل نہیں۔ بس ظاہر ہوا۔ کہ تفرقہ کا باعث فقط اعمال ہی نہیں۔ جو ہم تناسخ کے قایل ہو جاویں بلکہ تفرقہ کے اور اسباب بھی ہوتے ہیں۔ بلکہ ایزدی مخلوق میں ہم دیکھتے ہیں۔ کوئی چیز پتھر کہلاتی ہے اور کوئی پانی کچھ روشنی کی کرنیں اور الکٹرسٹی کے ذرات اور کچھ پہلے درجہ کی کثیف اشیاء کاربن وغیرہ بتاؤ! کیا اس تفرقہ کا باعث پرمانو جنم کے اعمال ہیں انکے کس کام کی جزا و سزا؟ معلوم ہوا کہ تفرقہ کا باعث فقط اعمال ہی نہیں بلکہ اس قدوس کی باریک حکمتیں ہیں جیسے ہم کو بتایا اور خبر دی لقد خلقکم اطوارا و خلق لکم ما فی السموات و ما فی الارض جمیعا۔ ترجمہ یقیناً اس نے تم کو مختلف طور پر بنایا اور آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب تمہارے لئے پیدا کیا۔ اور سب اشیا ہماری ہیں۔

آریہ رد جواب پنجم۔ آپکے اس جواب سے تو درحقیقت تسلی ہوگئی اور کیوں نہ ہو جب آپ خود ہی اسے لطیف اور قابل داد بتلاتے ہیں دریں چہ شک مگر مولوی صاحب اپنی تعریف عقلا کو پسند نہیں بقول صائب ع تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد۔ کیا اچھا ہو کہ مسلمان اور خصوصاً پیروان مسیح موعود آپ کو معلم اول کا خطاب دیدیں کیونکہ حواریان مسیح میں ایسی لطیف اور قابل داد جواب دینے کی کسے طاقت ہے۔

جناب آپ روح مادہ اور خدا ان تینوں کے بلاتناسخ و بے اعمال تفرقہ کو پیش کر اُس سے تناسخ جیسے معقول مسئلہ پر اعتراض لاتے اور شک دوڑاتے ہیں مگر اصل بات یہ ہے کہ آپ نے تناسخ یا اعمال یا سزا و جزا کو بالکل نہیں سمجھا اور یہی وجہ ہے کہ ایسے وسواس باطل پیدا کر یا وجو بنیاد فاسد علی فاسد کے اُس کو لطیف اور قابل داد سمجھے بیٹھے ہو آپ کو سمجھاتے ہیں غور کرو اول سزا و جزا کسی کی ہستی پر نہیں بلکہ گیان فعل اور روح پر ہے۔ چونکہ گیان و تمیز ارادہ وغیرہ پرمانوؤں میں بالکل نہیں بنابراں سزا و جزا سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ باقی رہا خدا چونکہ اپنی غرض نفسانی کیواسطے وہ کوئی کام نہیں کرتا۔ چونکہ وہ بغیر حواس کام کرتا ہے چونکہ اسکا جسم نہیں علیم کل سرو بیاپک ہے۔ اسمیں احتیاج و اگیان نہیں بنابراں نہ سزا دیتا ہے نہ پھل بھوگتا ہے نہ تناسخ میں آتا اور نہ آسکتا اور نہ سزا و جزا کا مستحق ہے مگر

روحیں مدرک بالذات اور متصرف بالآلات ہیں۔ بدیں سبب وہ عمل کرتی اور پھل کی خواہشمند ہیں احتیاج و اگیان و الپگتا وغیرہ صفات سے موصوف ہیں پس وہ نیک یا بد پھل کی مستحق اور تناسخ میں آنیکے یوگ ہیں۔

آپ کے یہ الفاظ کہ پرمانو بیچارے تو ازل سے ابد تک کبھی بقول آریہ کے محروم ہی رہیں گے۔ "بعض اشیا جنم سے کیا ہمیشہ لنگڑے" اور پرمانو میں تو جنم کے قایل ہی نہیں، "کوئی چیز پتھر کہلاتی ہے اور کوئی پانی کچھ روشنی کی کرنیں وغیرہ کیا اس تفرقہ کا باعث پرمانو جنم کے اعمال ہیں! اُن کے کسی کام کی سزا و جزا؟"

اسلام میں فرماتے ہیں ؎

فلسفی کو منکر حق می نہد نا بینا بود ۔ گرچہ مکیں ما شد و یا بو علی سینا بود

اور آپ اس چھٹے جواب میں فلاسفی پر چلے ۔ مولوی صاحب قرآن اور فلاسفی مذہب معقول اور فلاسفی کا خیال ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ۔ تمہارا رومی علم طبعی کے حامی اور دلیل کرنے والوں سے کہتا ہے ؎

پائے استدلالیان چوبیں بود ۔ پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود
گر باستدلال کار دیں بدے ۔ فخر رازی راز دار دیں بدے
اول آنکس کہ قیاسک ہا نمود ۔ نزد انوار خدا ابلیس بود

علم طبعی سے استدلال کرنا اور سائنس کا حوالہ دینا اہل وید یعنی پیروان وید کا کام ہے نہ کہ اعرابیوں اور مسلمانوں کا ؎

اہل قرآن را بہ طبعی دم کجا ۔ زانکہ دخل عقل در دیں نارو
چون نہم بر قول قرآن اعتبار ۔ دیدش جبر و پیشش ذوالفقار
اہل قرآن را بہ دانش کار نے ۔ مرد امی را بہ حکمت بار نے

علم سائنس اور طبعی کا تو اہل آریہ کو افتخار ہے جنکا وید ابر نیساں کیطرح گہر بار ہے یہ ہمارا ہی احتمال نہیں بلکہ آج کل کے علما یورپ اور سائنس کے ماہروں کا بھی یہی خیال ہے ۔ مورخ لیتھبرج صاحب فرماتے ہیں ؛

آریہ لوگ قدیم سے فلاسفی کے شوقین رہے فلسفہ اور ہندسہ اور طبعیات کے استاد اول یہی ہیں ۔ چھ مختلف وقتوں میں چھ فلاسفی ان کے ہاں تصنیف ہوئی ہیں +

مگر شکر ہے کہ آپ سائنس کی طرف چلے اور اعرابیت سے تہذیب کی طرف ڈھلے جو تفرقہ اور تبائین سائنس والوں نے جمادات اور نباتات و حیوانات کے درمیان بتلایا ہے ۔ اسکو بھی آج سے لاکھوں برس پہلے وید مقدس نے حل فرمایا ہے ۔ وہ تفرقہ ہمیں منظور ہے ۔ اور اس تبائین سے ہم ناواقف نہیں ہم جمادات اور نباتات کو جڑھ غیر مدرک مانتے ہیں اور انمیں روح کا پرویش جائز نہیں جانتے ۔ حیوانات نباتات جمادات کو باہمی سخت متبائین گردانتے ہیں کیونکہ انمیں جڑھ چیتن کا فرق ہے سائنس والے تو مادہ اور روح کے انادی ہونے کے قائل ہیں وہ کسی چیز کو سوائے مرکبات کے جدید نہیں جانتے وہ تو بند سے بطور تناسخ یا ہمشکل تناسخ انسان کے پیدائش مانتے ہیں جو بہت کچھ ہمارے مطابق ہے پس سائنس اور آریہ دہرم یعنی علم اور وید اور وید توام یا یک جان دو قالب ہیں علت و معلول کے سلسلہ پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ ضرور انسان ناقص اعمال سے حیوان اور حیوان بعد بھگتنے سزا کے انسان بنتے ہیں ہر ایک سلیم مزاج آدمی جسے منطق سے ذرا بھی مس ہے وہ جانتا ہے کہ انسان اور حیوان میں عقل ہی کا فرق ہے ورنہ لفظ حیوان دونوں پر صادق ہے اگر انسان عقل سے در گذر یا محروم رہ کر حیوانی کام کرتا ہے تو لابد ہے کہ وہ حیوان جو انسان ہو کر معاذاللہ گدھیوں کتیوں ۔ گھوڑیوں یا بھیڑ بکریوں سے خلاف وضع فطری کے مرتکب ہوتے ہیں کیا وہ درجہ انسانیت سے گرے ہوئے نہیں ہوتے ؟

جو انسان ہو کر مانبس سے زنا کرے خلاف وضع فطرت کا مرتکب ہو فرقہ اسماعیل کی طرح یا مسئلہ آرک کی طرح ۔ کیا وہ حیوانی قالب میں نہیں جائیگا ۔ بالضرور جائیگا ۔ اور بعد ضرور جائیگا +

انسان ایسے برے کاموں سے تمام متحرک بالارادہ قالبوں میں جاتا ہے ۔ مگر کبھی وہ ان قالبوں میں تناسخ نہیں ہوتا ۔ جہاں ارادہ بالکل نہیں وید مقدس اسکے خلاف ہے مسئلہ تناسخ اسکے خلاف ہے روح کی ہستی اسکے خلاف ہے پس آپکا جواب سراپا ناصواب ہے +

مولوی کا ساتواں جواب ۔ تناسخ کے ماننے میں سچے علم طب کا وہ بڑا بھاری خزانہ جسکی نسبت کو ہم رات دن بچشم خود دیکھتے ہیں لغو ہوگا ۔ حالانکہ بداہت مشاہدہ اسکو لغو نہیں ٹھیرا سکتا ۔ اور کیوں لغو ٹھیرا سکے خالق فطرت اور بیچر کا پیدا کرنے والا جو فرماتا ہے یخلق لکم ما فی الارض جمیعا ۔ سب جو زمین پر ہے تمہارے لئے پیدا کیا ۔ تناسخ ماننے میں علم طب کا بیہودہ ہونا ۔ اسلئے ثابت ہوتا ہے کہ جب ہم نے مانا کہ تمام بیماریاں جو انسان اور حیوان کو لاحق ہوتی ہیں ۔ وہ سب بیماریوں کے سابقہ اعمال کا نتیجہ اور ثمرہ ہے اور بد اعمالی کی سزا ہے ۔ تو طبیب اور نیچرل فلاسفی جاننے والے نیچرل اسباب کو کیوں ڈھونڈھنے لگے ۔ اور جب حسب الاعتقاد تناسخ کے مانا گیا ۔ کہ سزاؤں کا بھگتنا ضروری ہے ۔ اور کسیطرح بھی ممکن نہیں ۔ کہ اللہ تعالے کی عدالت سے وہ سزا ٹلجاوے تو علاج سے کیا فائدہ اور اسکے باعث کو بجز فضل اور کرم الٰہی ہم لوگ الٰہی عدل سے چھڑا سکتا ہے ۔ اور اسباب الامراض اور معالجۃ الامراض سے کیا نفع ہوگا ؛

آریہ ساتواں جواب کا ۔ تو ۔ مولوی صاحب آپکو ایسی نئی قسم کی باتیں کیوں اور کہاں سے الہام ہوتی ہیں ۔ کیا اسی روح القدس سے جو فاحتہ بنکر کسیوقت آسمان سے اترتی تھی یا اس سے جو کبوتری بنکر چار تور پر اڑے دے گئی تھی کسی گنوار آدمی کو آپ ایسا مغالطہ دیں تو شاید وہ آپکے دام تزویر میں آجائے ۔ مگر ہم لوگوں کو ہادی حق نے ایسے وسوسات باطلہ سے خبردار کر دیا ہے ۔ سنئے ہم آپکو ڈنکے کی چوٹ سے بتاتے ہیں علم طب یعنی آیوروید تو یجر وید مقدس کا اپ وید ہے جسمیں یجروید کے ان منتروں کی جنمیں علم طب کا ارشاد ہے رشیوں نے تفسیر کی ہے ۔ پس اسپر عمل کرنا خالق نیچر یعنی واضع قانون قدرت کی تعمیل ارشاد ہے اسمیں ہمارا اور آپکا اتحاد ہے ۔

جس طرح بد پرہیزی یا بد استعمال سے روگ ضرور ہوتا ہے ۔ اسی طرح دوائی کے کھانے سے روگ دور ہوتا ہے ۔ بد پرہیزی برا کام ہے اسکا پھل دکھ السیور دیتا ہے ۔ اسیطرح دوائیوں میں ایشور نے ایسی دیا لتا سے روگ دور کرنے کی تاثیر رکھی ہے اور وید میں انکی کھانیکا ارشاد کیا ہے ۔ پس بہ تعمیل حکم ربانی دوائی کا کھانا اچھا کام ہے اسکا پھل شکھ ہوتا ہے اور روگ کو کھوتا ہے ۔ جب سب دوائیوں میں تاثیر ایشور کیطرف سے ہے ان کا تلاش کرنا اسکے حکم کی تعمیل ہے پس ضرور ہے کہ فائدہ حاصل ہو ۔ اگر بد پرہیزی کرنا فعل ہے تو دوائی کھانا فعل نہیں ؟ جو اس کا پھل نہ ملے ضرور ہر ایک کام کا پھل ہے ع کرد ہ خویش آمد پیش ۔ ہر کہ کرد ہست کرے آید پیش ۔

ہم آپ کو ایک نکتہ اور بھی سمجھائے دیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب تک دکھ کی میعاد پوری نہیں ہوتی ۔ دکھ دور نہیں ہوتا ہے یسلطان سکندر کیسا تھ ارسطو و افلاطون جیسے معلم حکمت موجود تھے ۔ مگر جب شراب نے جگر جلا دیا ۔ کوئی علاج کارگر نہ ہوا ۔ خود محمد صاحب کو جب یہودیوں نے زہر دیا ۔ ایک سال تک اسکے سبب رنجور رہے ۔ جبرائیل جیسے خدائی حکیم موجود تھے شفا نہ ملی اور نہ ٹوٹتے ہوئے دانت پھر پیدا ہوئے ۔

موسیٰ پیغمبر کی زبان میں لکنت تھی ۔ لوگوں کو ہرا رہا معجزے بقول بائیبل کے بتلاتے رہے مگر اپنی زبان بھی درست نہ کر سکے کسی نے سچ کہا ہے ع رنگریز پرتیں خود ماندہ ابھی تھوڑے دن ہوئے شاہ جرمنی بیمار ہوئے کوئی حکمت کارگر نہ ہوئی ۔ حالانکہ حکمائے حاذق و نامی ڈاکٹر موجود تھے ۔ اگر سچا علم طب جسکی صداقت کو آپ جیسے آریہ راندن بچشم خود دیکھتے ہیں در حقیقت سچا ہے ۔ تو آپکے مولانا و مرشدنا حضرت نبی قادیان کے فرزند ارجمند کیوں مر گئے ۔ حالانکہ جبرئیل نے بھی پیشگوئی کی تھی ۔ آپکے باطل خیال کی تردید میں سعدی نے اچھا کہا ہے ؎ چون گہہ شد اعتدال مزاج ۔ نہ عزیمت اثر کند نہ علاج

تناسخ کے ماننے سے ہی علم طب کی طرف زیادہ توجہ ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے آریوں نے اس علم میں علمیت حاصل کیا انہی لوں اگرچہ ویدک علاج یعنی حکمت

اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ٹھیرا۔ اور یہ روح ازلی اور ابدی ہوئی چاہیئے کہ روح اپنی بقا میں اللہ تعالیٰ کی محتاج نہ ہو۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جیسے ہمارا بدن کھانے پینے پہننے وغیرہ کا محتاج ہے روح بھی بدن سے کم محتاج نہیں۔ اور احتیاجوں سے قطع نظر کر کے اس امر کا خیال کرو۔ کہ روح علوم کے حاصل کرنے میں کتنی محتاج ہے اسی دلیل کی طرف قرآن کریم کا اشارہ ہے یا ایہا الناس انتم الفقراء الی اللہ واللہ ہو الغنی الحمید واللہ الغنی وانتم الفقراء۔ ترجمہ لوگو تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ غنی حمد کیا گیا ہے اور اللہ غنی ہے اور تم محتاج ہو۔

آریہ نویں جواب کا رد:۔ اس آپ کے طول طویل اور تکرار الفاظ کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ روح چونکہ محتاج ہیں اور قطع النظر اور احتیاجوں کے علوم کے کسقدر محتاج ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ وہ مخلوق اور تناسخ باطل ہے۔

یہ دلیل آپ کی طبعزاد نہیں ہے۔ بلکہ نبی قادیانی کے اس ارشاد کی نقل ہے۔ جو انہوں نے سرمہ چشم کے صفحہ ۱۱۹ میں مجملہ دلائل کے درج فرمائی ہے۔ اور جس کا رد ہم مستند حوالوں اور دلائل سے نسخہ خبط احمدیہ کے باب دوم صفحہ ۱۵۱ - ۱۴۰ میں کر چکے ہیں اور ثابت کر چکے ہیں کہ روح اپنی بقا میں محتاج نہیں ہے بلکہ وہ انادی ستنتر ہے مگر قرآن و حدیث کے رو سے خدا بھی اپنی بقا میں محتاج نظر آتا ہے دیکھو لکھا ہے عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب اللہ مقادیر الخلائق قبل ان یخلق السموات والارض بخمسین الف سنۃ قال وکان عرشہ علی الماء۔ ترجمہ گفت عبد اللہ بن عمر کہ گفت پیغمبر خدا نوشت خدا تعالیٰ اندازہ احکام خلق را پیش از پیدا کردن آسمانہا و زمینہا بہ مدت پنجاہ ہزار سال۔ گفت آنحضرت و بود عرش وے سبحانہ بر آب (مشکوٰۃ جلد اول باب الایمان بالقدر صفحہ ۹۵) اسکے ساتھ ہی دیکھو قرآن + وھو الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام وکان عرشہ علی الماء و شیخ ابن حجر گفتہ کہ مراد از آب دریا نیست بلکہ ایں آبے است زیر عرش چنانکہ خواستہ است حق سبحانہ تعالیٰ و تحمل کرد مراد از آب دریا است یعنی آنکہ حاملان عرش در دریا اند' صفحہ ۹۵

پس صاف ظاہر ہے کہ خدا عرش (یعنی تخت)، اور حاملان عرش اور دریا کا محتاج ہے۔ (مفصل دیکھو نسخہ خبط احمدیہ یعنی رد سرمہ چشم آریہ باب دوم صفحہ ۱۴۴ سے تک) باقی رہی قرآن کی آیت۔ یہ کوئی نئی ہدایت نہیں اور نہ خرائیلی روایت ہے بلکہ وید میں الہامی اور اس سے ہزار درجہ بڑھ کر ہدایتیں موجود ہیں دیکھو

सर्वमूय स्थाथिति। प्रजापते न त्वदे तान्यन्यो विश्वारू
ता निषरिताबभूव ॥

یعنی سب چراچر جگت اسکے آدھار ماتحت ہیں۔ وہی سب دنیا کا پالن کرنیوالا اور پتی ہے۔ مگر اس سے روحوں کے احداث کا کوئی تعلق نہیں۔

مولوی کا دسواں جواب:۔ اگر ارواح الٰہی مخلوق نہیں تو ہم پوچھتے ہیں بدی اور بدکاری ارواح کا ذاتی تقاضا اور جبلی منشا ہے۔ تو ظاہر ہے۔ کہ ذاتی تقاضوں اور جبلی منشاؤں کے پورا ہونے کا نام راحت و آرام ہے۔ نہ رنج و تکلیف اور اگر بدی اور بدکاری کوئی عارضی امر ہے جو ارواح کو لاحق ہوا کیا اسے کبھی وہ عرض دور ہو جاوے۔ جب عرض دور ہو گئی تو روح پاک اور پوتر ہو کر آئندہ ہمیشہ اعمال نیک کی طرف متوجہ رہے۔ بلکہ یقین ہے کہ وہ اب ہی کرے کیونکہ روح کو آریہ نے چیتن اور سمجھدار مانا ہے۔ آریہ صاحبان اگر اتنے تجربہ پر روح نے اب تک نہیں سمجھا۔ تو وہ چیتن نہیں یا کسی زبردست الہامی کو الہاماً پتہ لگ جاوے کہ الٰہی ارادہ بعض کے حق میں اس عرض کے دوام لحوق کا ہو چکا ہے۔

آریہ دسویں جواب کا رد:۔ اس جواب میں بھی آپ کا ارادہ ہمکو مغالطہ دینے کا ہے جو اہل حق کا ہرگز کام نہیں خیر حق میں اندیشہ دراز است تما ہم۔ حضرت آپ نے آج تک روح کو نہیں سمجھا اور سمجھیں کس طرح جب کہ قرآن ہی قاصر البیان ہے اور وہی اعتراضیت کا خون آپکے رگ و ریشہ میں دوڑ رہا ہے مہربان من بمقتضائے دہر من سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں اور حق یہ ہے کہ صرف آپکی خاطر اتنی بڑی ضخیم کتاب لکھنے کے واسطے اس نیازمند کو ہمت دی۔ آپ کی دعا نے تاثیر مجھ پر کی یعنی

اللّٰھم ایدہ بروح القدس

جناب مولوی صاحب بدی روح کا فطری تقاضا نہیں ہے یہ عارضی ذاتی جو فطری صفات تو صرف چیتنا ہے مگر وہ چونکہ الپگیہ ہے۔ اس واسطے اسکو ایک وقت میں دو گیان نہیں ہو سکتے۔ مشاہدہ و تجربہ سے ظاہر ہے۔ کہ ہر ایک روح سکھ چاہتا ہے۔ راحت کا طالب ہے۔ نہ کہ رنج و تکلیف کا۔ بلکہ روح ان سے گھبراتا ہے۔ ان کے دفع کرنے کا حتی الوسع علاج سوچتا ہے۔ پس صاف ظاہر ہے۔ کہ دکھ روح کا فطری تقاضا اور ذاتی منشا نہیں ہے۔ یہ عارضی، اور یہی سبب ہے کہ وہ نجات میں دور ہو جاتا ہے۔ اگر ذاتی ہوتا۔ تو کبھی دور نہ ہوتا۔

بیشک آریہ نے بتعمیل حکم وید عقل معقول پسند کے روح کو چیتن اور سمجھدار مانا ہے اور اسی واسطے اس کو بدی و نیکی کرنے پر آزاد جانا ہے۔ مگر آپ کو معلوم نہیں۔ ع

آنرا کہ عقل نیست ہمہ رد رگار نیست

البتہ قرآن نے اسے جڑ اور بے سمجھ پتھر کی طرح مانا ہے۔ بلکہ بالکل مجبور و معذور گردانا ہے۔ ورنہ کوئی سمجھدار و چیتن چیز فطرتاً مجبور نہیں ہو سکتی ہے۔

روح کا اتنے تجربہ پر نہ سمجھنا اس کی الپگتا کی دلیل ہے اگر روح بار بار جسم لیتا تو بھی اکثر ایسے حادثات ہونے ممکن ہیں جنکے سبب اسے گیان نہ ہو۔ تجربہ بھول جانے کیونکہ ہم اسی جسم میں دیکھتے ہیں کہ باوجود تجربہ علم کے حمل کی باتیں بچپن میں اور بچپن کی جوانی میں اور جوانی کی پیرانہ سالی میں اور ساری کی ساری مرض نسیان میں بھول جاتی ہیں ہم آپکو مشکوٰۃ کے مطالعہ کی سفارش کرتے ہیں کہ باوجود اتنے دنگل اور خدا جیسے زبردست جج کی موجودگی کے بھی آدم کو داؤد کے ساتھ کا اقرار بھول گیا۔ ملک الموت نے یاد کرایا تو بھی یاد نہ آیا۔ اسی کے حق میں محمد صاحب نے فرمایا ہے الانسان مرکب من الخطاء والنسیان (دیکھو مشکوٰۃ جلد اول کتاب القدر فصل ۳ صفحہ ۱۰۹) جہاں صاف لکھا ہے "پس آں گاہ کہ گذشت عمر آدم مگر چہل سال کہ باقی ماند و عمر آدم در آنچہ مشہور است ہزار سال بود آمد آدم را ملک الموت تا روح پاک او را قبض کند۔ پس گفت آدم آیا باقی نماند است از عمر من چہل سال۔ پس گفت ملک الموت آدم را آیا ندادی تو آں چہل سال را کہ بقیہ عمر تست پسر خود را کہ داؤد است۔ پس منکر شد آدم۔ پس منکر شدند اولاد او و چوں انکار کرد آدم ایشاں نیز انکار کردند و فراموش کرد آدم نہی اللہ تعالیٰ مراد را از اکل شجرہ۔ پس خورد از آں شجرہ پس فراموش کردند اولاد او و پیدا شد در ایشاں نیز فراموشی و خطا کرد آدم و خطا کردند ذریت او" (رواہ الترمذی)۔ پس یہ آپ کا جواب سراسر ناصواب ہے۔

الٰہی ارادہ بعض کے حق میں اس عرض دوام کے لحوق کا ہو چکا بھی خدا کے ذمہ ظلم و جبر کا الزام ہے۔ عادل خدا کا کوئی ارادہ ہمارے حق میں بلا سبب نہیں اور اعمال کے

سوا کوئی اسباب نہیں۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ کہ جس کے ماننے سے اُس ایک ذات پاک کلنک نہ ہو۔ بس یہی راہ صواب اور مسئلہ لاجواب ہے۔

مولوی گیارہواں جواب لڑکوں کی پرورش کیجاتی ہے اور اُن کو تعلیم کے واسطے تکلیف اور سرزنش کیجاتی ہے۔ اس تکلیف کو سزا یا جزا نہیں کہا جاتا۔ بلکہ اس کا نام تربیت رکھتے ہیں۔ پس ایسی ہی وہ تکالیف جو دنیا میں عارضی ہوتی ہیں اُن کی نسبت کیوں نہیں کہا جاتا کہ وہ تربیت الٰہی میں داخل ہیں۔ نہ سزا اور جزا میں ہمارے لئے نہ یہی مجموعہ عالم کے واسطے ہی اس جواب کو بارہواں جواب اور واضح کرتا ہے +

آریہ گیارہویں جواب کا رد۔ پرورش کرنا یہ بھی اعمالوں کے متعلق ہے ورنہ بہت سے ایسے لڑکے بھی پیدا ہوتے ہیں جن کی پرورش نہیں ہوتی۔ یا اگر ہوتی ہے تو نہایت بُری حالت میں رہتے ہیں۔ بعضے پیدا ہوتے ہی تکلیف پانے لگتے ہیں ؏

"چو زاہد مبتلا نامد چو میرد مبتلا میرد + بدرد و رنج و غم زاید بماند و بلا میرد"۔

تعلیم کے واسطے سرزنش یا تکلیف سزا تو ہے۔ مگر آپ نے تناسخ کے مسئلے کو آپنے تعصب چھوڑ کر کبھی نہیں سوچا۔ ورنہ آپ کو ضرور معلوم ہوتا کہ سارے کام پچھلے جنم کے متعلق نہیں ہیں۔ بلکہ بہت سے نئے ہوتے ہیں۔ اور ان کی سزا و جزا آئندہ ملتی ہے۔ جو لوگ سکولوں کے ماسٹر ہیں وہ جانتے ہیں۔ کہ شریر لڑکوں کو سکولوں میں سزا ملا کرتی ہے اور یہ سزا شرارت کی ہے۔ بغیر شرارت و قصور کے وہاں سزا نہیں ملتی۔ وہاں بہت سے لڑکے ایسے ہیں جن کے پوربلی جنم کے سنسکار عمدہ ہوتے ہیں۔ اور وہ ایک تو شوق سے پڑھتے اور دوم ذہن رسا رکھتے ہیں۔ سوم شرارت نہیں کرتے۔ چہارم عمدہ پادر کرشیے سے اُستاد اُن پر بنظر مہربانی کرتے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ بعض کودن کندہ ناتراش بھی ایسے ہوتے ہیں کہ ساری عمر مدرسے کی خاک چھان چھان اور استادوں کی زجر و تنبیہ اُٹھا اُٹھا یہ بھی نہیں جانتے کہ زلیخا زن بود یا مرد۔

میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ چھ چھ سات سات برس تک سکولوں اور مدرسوں میں پڑھتے رہے مگر جب نکلے ویسے ہی جاہل مطلق نکلے۔ ؏

تربیت نااہل را چوں گردگاں بر گنبد ست۔ آپ تو اس کے جواب میں خدا کے ذمہ الزام لگائیں گے۔ قضا و قدر کو ملزم ٹھہرائیں گے۔ تقدیر کو کانٹ بتائیں گے یا اگر ناستک ہوں گے تو معاملہ اتفاقیہ بتائیں گے۔ لیکن یہ ساری باتیں باطل ہیں۔ اصل سبب یہی ہے کہ تربیت یکساں مت و طبائع بسبب اعمال سابقہ مختلف۔ افسوس کہ لوگ خدا کو کلنک لگاتے ہیں مگر تناسخ جیسے معقول مسئلہ سے جی چراتے ہیں۔ پس تکالیف دنیاوی ضرور سابقہ اعمالوں کا پھل ہے۔ نہ کہ الٰہی تربیت ورنہ بوجہ سزا و جزا کا ماننا خدا کو جابر و ظالم یا مجرم گردانتا ہے۔ معلوم نہیں ایسا مذہب جس سے خدا کی ہتک ہے آپ نے کیوں جان سے زیادہ عزیز کر رکھا ہے۔ جس کے رو سے کسی مسئلہ کا معقول جواب آپ لوگ نہیں دے سکتے۔

مولوی کا بارہواں جواب۔ حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کے ہاتھ پر جب ایک جنم کا اندھا اچھا ہوا تو حضور علیہ السلام کے حواریوں نے عرض کیا۔ یہ لڑکا کیوں نابینا تھا۔ کیا اپنے گناہ کے باعث یا اپنے ماں باپ کے گناہ کے باعث ہوا۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے جواب دیا۔ نہ اپنے گناہ کے باعث نہ اپنے ماں باپ کے گناہ کے باعث بلکہ یہ لڑکا اس لئے نابینا تھا کہ الٰہی جلال ظاہر ہو۔ کیا معنے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول اور نبی اسرائیل کے گھرانے کے خاتم الانبیا نبی حضرت مسیح کی بزرگی اور صداقت ظاہر ہو۔ میرا اس قصہ کے بیان سے غرض۔ مطلب کہ دکھ درد سکھ کے اعمال کی جزا و سزا کے ماسوا اور بھی بہت اسباب ہیں۔ آواگون ماننے والوں کے پاس کیا دلیل ہے۔ کہ پوربلی جنم کے اعمال ہی اس کا باعث ہیں؟

آریہ بارہویں جواب کا رد۔ آپ نے اس انجیلی بے بنیاد قصہ کو بھی بلا ثبوت و قرینہ کے لکھ دیا یہ نہ سوچا کہ حضرت مسیح اس معجزہ کے لکھنے سے محمد صاحب سے بڑھ جائیں گے۔ کیونکہ اُن کے پاس تو بروئے قرآن ایک آدھ معجزہ بھی نہیں ہے۔ خیر ہم اس سے قطع نظر کر اس کا بھی رد آپ کو انجیل سے بتلاتے ہیں۔ اس بے بنیاد واقعہ کو بھی ہم نہیں بلکہ انجیل ہی رد کرتی ہے۔

مرقس حواری لکھتا ہے اُس برتیمائی نام اندھے نے اُس سے کہا کہ اے ربی میں چاہتا ہوں کہ اپنی آنکھیں پاؤں۔ یسوع نے اُسے کہا کہ جا تیرے ایمان نے تجھے بچایا اور وُہ اُسی دم وہیں آنکھیں پائیں۔ (مرقس باب ۱۰ آیت ۵۱ و ۵۲)

مگر یوحنا اس تحریر کے بالکل برخلاف بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یسوع نے زمین پر تھوکا۔ اور تھوک سے مٹی گوندھی اور وہ مٹی اندھے کی آنکھوں پر لیپ کی اور اُس سے کہا کہ جا اور سلوام کے حوض پر نہا تب وہ جا کے نہایا اور بینا ہو کے آیا۔ (یوحنا ۹ باب ۶ و ۷ آیت)

علاوہ بریں خود انجیل یوحنا سے ثابت ہے کہ ان دنوں وہاں ایک حوض میں ایسی ہی تاثیر موجود تھی۔ یعنی اس کے نہانے سے بہت سی بیماریاں دور ہوتی تھیں (دیکھو یوحنا ۵-۱-۹)

پس یہ کسی طرح معجزہ نہیں۔ ہاں ہزاروں فریب اسی قسم کے آج کل ہوتے ہیں ہم نے تکذیب براہین احمدیہ میں مفصل حال ایسے فریبوں کا لکھا ہے (دیکھو باب معجزات)

پس خدا کے پیارے رسول و نبی اسرائیل کے گھرانے کے خاتم الانبیا کی کوئی بزرگی ظاہر نہ ہوئی بلکہ ایک اور اعتراض واقع ہو گیا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ ایسی ہی حکمت عملیوں سے بھرے ہوئے مسیح کے معجزہ تھے اصل بات یہی ہے۔ جو یوحنا نے لکھی۔ غالباً معلوم ہوتا ہے کہ اس کی آنکھیں دکھتی ہوں گی مسیح نے مٹی میں دوائی ملا کر اور تھوک میں گوندھ کر لگائی جس سے وہ شخص کم ہو گئی۔ اور علاوہ بریں کچھ تاثیر حوض نے کی۔ غرض معجزہ ہر طرح باطل ہے۔ لیکن اس سے یہ صاف ثابت ہے کہ اُس وقت تمام لوگ تناسخ کو مانتے تھے اور ایسے دکھوں کو سامنت اعمال گذشتہ جانتے تھے۔ اور یہی حق ہے مسیح سے اس کا کوئی جواب نہ بن آیا۔ بلکہ عام لوگوں ناواقفوں کی طرح خدا کو ملزم ٹھہرایا۔ سچ ہے ایسے ہی لوگوں کے حق میں کسی نے کہا ہے ؏ کہ ہماری جان گئی آپ کی ادا ٹھہری۔ آپ کا باوجود ان مغالطوں کے بھی کامیاب نہ ہونا پچھلے اعمالوں کا ہی سبب ہے۔

مولوی کا تیرھواں جواب قانون قدرت اور اللہ تعالیٰ کے بے نہایت کارخانہ میں ہزاروں ہزار اسباب ہیں۔ مثلاً غور کر ان اسباب پر جو علم طب میں بیان ہوتے ہیں۔ اور اُن علامات و معالجات پر جن کے ذریعہ ہم اسباب کا پتہ لگاتے ہیں اور ان کے دفعیہ کی صائب تدبیر کر سکتے ہیں۔ بیماریوں کے اسباب جاننے سے ہم افلاس اور غریبی، دولتمندی اور حکومت کے ا

کا اجمالی علم حاصل کر سکتے ہیں۔

اس مختصر تمہید کے بعد گذارش ہے۔ اس تقریر کا باعث جس سے ایک لڑکا بیمار اور دوسرا تندرست ہے۔ نامالیثم عناصر ہیں اس لئے کہ انسانی اور حیوانی روح یا تو عناصر کا خلاصہ ہے یا فرض کر لیجئے کہ روح کو عناصر کے ساتھ تعلق ہے۔ پہلی صورت میں ظاہر ہے کہ جیسے عناصر ہونگے ویسی ہی روح ہوگی اور دوسری صورت میں جیسے عناصر کے ساتھ روح کا تعلق ہوگا ویسے تندرستی اور بیماری کے ثمرات روح کو لیسے پڑیں گے۔ اور جیسی جگہ ارواح جمع ہونگے۔ ویسا ہی سکھ دکھ بھوگیں گے۔ پہلی صورت میں روح کا وجود کیسی عناصر سے ہوا جزا و سزا سابقہ جنم کی کہاں؟ اور دوسری صورت پر اگر کوئی اعتراض کرے کہ ارواح نے ایسی جگہ کیوں تعلق پیدا کیا۔ جہاں انکو آخر تکلیف اٹھانی پڑی۔ تو اس کا جواب بالکل ظاہر ہے کیونکہ روح بقول آپ کے خود مختار اور آزاد ہے۔ ارواح کو کوئی روک نہیں اور یہ بھی ہے کہ ایسی روح کو جب ملا یا دوسری کی راہ کھول دی گئی تو اس پر کوئی ظلم نہ ہوا بلکہ اس پر رحم ہوا۔ اور یہ بھی ہے کہ اگرچہ آج روح کو بظاہر تکلیف معلوم ہوتی ہے کہ ناقص اور دکھی قالب سے اسکا تعلق ہے۔ مگر ایسی عنصری قالب میں اُسے بڑی بڑی نیکیاں کرنے کا موقع دیا گیا ہے۔ اسلئے اس پر رحم ہے ظلم نہیں۔ ہاں ایسے موقع ملتے ہیں۔ اگر روح نافرمانی کرے۔ تو فرد سزا کا مستحق ہے اللہ تعالیٰ رحیم کریم اور عادل ہے چاہے پکڑے چاہے عفو کرے اور وہ نے فرمایا ہے۔

آریہ تیرہویں جواب کا رد۔ آپ نے جو علم طب کا حوالہ دیا کہ اس میں مرض کے واسطے اسباب قائم کئے ہیں۔ یہ خود ہی ذرا غور کرنے سے تناسخ کا ثبوت نظر آتا ہے۔ بیشک ہر مرض کے کوئی نہ کوئی اسباب ضرور ہیں۔ کیونکہ بغیر سبب کے مرض نہیں ہوتی۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ امراض آدمی کی بد پرہیزی اور بد استعمال سے واقع ہوتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ محتاط آدمی مرض کا شکار کم ہوتا ہے۔ پرہیز یا بد پرہیزی ہمارے ہی اعمال ہیں نہ کسی دوسرے کے۔ اسطرح یہاں عالم ظاہری میں جو کہ عالم اسباب ہے۔ ہمارے بد اعمالوں سے آتشک وغیرہ بیماریاں یا سزائیں ہوتی ہیں جس سے نادان شخص کے سوا کسی کو بھی انکار نہیں۔ اسیطرح جنم سے اندھے۔ لولے۔ لنگڑے۔ امیر غریب وغیرہ ہونا بھی ہمارے ہی اعمال سے ہے۔ چونکہ اس کا سبب ہمیں یاد نہیں۔ یا یوں سمجھئے کہ ہمیں بھول گیا جیسا کہ آدم کو اپنا اقرار بھول گیا۔ پس وہ گذشتہ جنم کے کرم ہیں۔

آگے اس کے آپ دو حصے کرتے ہیں اول تو یہ کہ انسانی اور حیوانی روح یا تو عناصر کا خلاصہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اگر روح عناصر کا خلاصہ ہے تو روح حیس نہیں ہو سکتی۔ بلکہ آپ کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ روح حادث ہے۔ اگر روح کا وجود ہی عناصر سے ہوا جیسے کہ آپ مانتے ہیں تو پھر جزا و سزا کہاں بہشت و دوزخ کہاں قیامت کہاں پلصراط کہاں۔ اور کیسی میزان کیسی شفاعت اور کسکا ایمان مولوی صاحب خلاصہ اصل کے خلاف نہیں ہوتا اور نہ ہو سکتا ہے شراب کا خلاصہ خمار ہے۔ جیسے وہ جز ویسے وہ جزو کل ہے اور کل جزو کے خلاف نہیں ہو سکتا ہے آپ نے ہمارے مباحثہ میں اور ناواقف ہو کر بلکہ کفر کا راستہ اختیار کیا۔ کہ خود قرآن اور ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے سچ ہے معمولی دین والوں کا معقول بندوں کے سامنے یہی حال ہوا ہو مولوی صاحب کیا سوچ کر مسلمانوں کی امداد کرنے لگے تھے۔ کیا ان کو بھی ناسکوں کی طرح روح کو عناصر سے ساختہ اور تفریق عناصر کے بعد فنا ہونے والا منوا کر ناستک بنانا چاہتے ہو مبارک باد

مرگ نو با شنا دت

دوم آپ فرض کر لیتے ہیں کہ روح کو عناصر کے ساتھ تعلق ہے۔ یہ فرض آپ کا بفرض محال ہے۔ کیونکہ اس کا بھی سارا کارخانہ دہریت پر دال ہے۔ جیسے روح کا عناصر کیساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ ایشور کے ازلی قاعدہ یا قانون کے مطابق اس کا تعلق ہے ہم کئی نمبر سکیر چکے ہیں کہ روح جہل مرکب میں مشتر نہیں بلکہ بر عکس ہے اور اس کے ہزاروں بد ثبوت ہیں ہے کونگے۔ بولے۔ بہرے۔ کوڑھی وغیرہ بلا امراض کے مریض کو کونسی مصلحت لینے کا موقع تجویز کس بیہودگی اور شامت سے بے رحمی تجویز سے خدا کی پناہ۔ ایسے دکھیوں کو خدا کی رحمت

ماننا قرآن اور آپ کی عقلمندی کی دلیل ہے۔ جزاک اللہ۔ بیشک ایسا ہی رحم ہے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں لکھا ہے کہ مرد کافر را گنہگاران مومن عذاب کنند گویا مسلماں در آتش دوزخ درمد گرم بود۔ و این بیوپا یعنی را صدی ؟ دسے بآتش نرسانند" در باب الحساب فصل اول صفحہ ۹ و سیصد و ہم مطبوعہ نولکشور۔

اور اسطرح ارحم یعنی تناسخ سے چشم پوشی کر آپ نے بھی اس کا اقبال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحیم کریم اور عادل ہے چاہے پکڑے چاہے عفو کرے اور وہ میرے امر پر غالب ہے۔ اگر در حقیقت یہ تحریر پوشے صدق رکھی ہے تو ہمیں معلوم کہ ظالم کے اور کیا معنے ہوں گے۔ پس یہ ساری چال بازیاں ہیں اور ناحق کی کار سازیاں۔ اصل یہی ہے کہ روحیں بموجب حکم الٰہی اپنے اعمالوں کے مطابق عنصری جسموں سے تعلق پیدا کرتی ہیں اور کرما نوسار پھل پاتی ہیں۔ اگر بقول آپ کے بس بالنعامی و ظلم پر مجبور روح بھی جزو سزا کی مستحق ہے۔ تب تو ہر ایک روح ایسی ظالم نہیں نہیں قرآنی وسی قانونی کے محاورہ کے مطابق رحیم کریم اور عادل کو کہہ سکتے ہیں کہ ؎

در میان قعر دریا تختہ بندم کردہ ۔۔۔ بازمیگوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

مولوی چودہواں جواب۔ مختلف ملکوں کی آب و ہوا سے ارواح کی مختلف صفات ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔ ملکہ مختلف بستیوں مختلف قسم کے مکانوں جن میں روشنی اور ہوا کی آمد و رفت اور صفائی کے لحاظ سے اختلاف ہو۔ مختلف اشیاء کے کھانے اور مختلف چیزوں کے پہننے اور استعمال میں لانے سے اور انواع اقسام کی عادت سے روح کے حالات۔ صفات۔ اور معاملات میں اختلاف نظر آتا ہے پھر ہم دیکھتے ہیں کہ بگڑے ہوئے حالات کی اصلاح اُن مختلف تدابیر سے ہو جاتی ہے۔ جن کو اطبا طب میں اور طبعی حکما علوم طبعیات میں بیان کرتے ہیں۔

جن لوگوں کے لڑکے ہمیشہ بیمار ہوتے ہیں۔ ان کے علاج و معالجہ و حفظ صحت تبدیلی آب و ہوا و کچھ مدت کے ترک حمل وغیرہ سے تندرست بچوں کا پیدا ہونا بگڑی اور خراب کلوں کی اُس حالت کا جس سے تکلیف ہو تبدیل اسباب سے درست ہو جانا وغیرہ وغیرہ ہم پر ظاہر کرتا ہے کہ یا تو ارواح انہیں عناصر کا لطیف جوہر ہے یا ان عناصر سے ارواح کا تعلق ہے مختلف اسباب سے جن میں بعض خاص حالتوں میں ہم اعمال کو داخل کر سکتے ہیں۔ مگر یہ نہیں کہنے کہ پورے پہلی جنم کے اعمال ہوں کیونکہ اس دعوے کی دلیل کوئی نہیں اور دعوے بلا دلیل عقلا کا کام نہیں۔

آریہ چودھویں جواب کا رد جتنے اختلافات اور حالات آپ نے بیان کئے ہیں اور ایسے ہی ہزاروں یہاں جہاں تک جنم یعنی حیوانات کا تعلق ہے۔ تمام تناسخ والوں پر مضر ہیں بلکہ اعمالوں ہی کے ہیں کیونکہ ارواح کا تعلق مختلف عناصر کے قالبوں میں جن مختلف اقسام و اسباب سے ہے۔ وہ سب کے سارے ایک عقل کل و سرب بیاپک سرو گیہ و عادل کامل کی طرف سے ہیں۔ پس کہیں بھی اعمال سے لاتعلق ہونا ممکن نہیں۔ یہ کوئی بیوقوف سے بیوقوف بھی تناسخ ماننے والا نہیں کہتا کہ سارے کام پورے جنم سے ہیں۔ نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں بلکہ بہت سے کرم انسان نئے بھی کرتا ہے اور ان نئے کرموں کا پھل بھی ملتا ہے۔ ثمرات تو ایسی ہیں ہے کہ کونسا پھل اس جنم کے کرموں کا ہے اور کونسا سابقہ جنموں کے کرموں کا اور یہ عقدہ اس طرح حل ہوتا ہے کہ جو کرم اور اس کا پھل دونو ظاہر ہیں یعنی جس معاول کی علت ظاہر ہے وہ اس جنم کا اور جس معاول کی علت ظاہر نہیں۔ مخفی ہے وہ پچھلے جنموں کا اور یہ ایسا صاف علمی و عقلی میدان ہے جس میں کوئی اندیشہ یا خدشہ باقی نہیں رہتا اس کا بحث سارا وہم تیرہویں نمبر میں کر چکے ہیں۔ مگر اتنا یہاں بھی کہہ ہیں کہ جانا کرے گا۔ جسطرح خاص حالتوں میں آپ نے اعمال کو داخل کیا ہے ویسے ہی عام حالتوں میں بھی منظور کرو گے۔ کیونکہ خدا نے علم دیا ہے۔ لیکن ہم افسوس کہ ہزاروں معقول باتیں دن ہی بالکل بحران لیتے ہو۔ مگر تناسخ جیسے مدلل مسئلہ کے ماننے سے جزبز ہو مولوی صاحب ایسا ہٹ آپ بیٹھے ناکو یہ

مولوی پندرہواں جواب پہلے جنم کے اعمال ہرگز ہرگز اس تفرقہ کا باعث نہیں جس تفرقہ کو دیکھ کر تناسخ کے ماننے والوں نے تناسخ پر اعتقاد کیا کیونکہ ہم قدسی سطاردین کے معتقد

آپ جنتی بہشت اور ابدی سورگ بھوگ سکتے ہیں خدا کے واسطے غور کیجئے۔

مولوی اٹھارہواں جواب۔ آریہ کے نزدیک آواگون ہی ایک جہنم اور یہی سورگ دنیا کے اس آبادی کے جس میں روح جسم سے الگ رہے گی۔ بہشت رہنے والا کوئی بہشت نہ نرگ۔ جہنم اور نرک۔ اور تمام ارواح ازل سے ابد تک ہمیشہ گرفتار رہے اور ہمیشہ گرفتار رہیں گے پس ہم کو سخت حیرانی ہے کہ اگر تمام ارواح ہمیشہ ایسے گرفتار رہے یا انہیں آریہ مانتے ہیں۔ کہ ارواح اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں اور نہ اس کے پرتی سب یعنی ظل ہیں۔ پس آریہ صاحبان تبلائے ایسی سخت گیری کسی رحیم یا عادل کا کام ہے۔ قرآن کریم کیسے لطف سے فرماتا ہے ولا یظلم ربک احدًا۔

ترجمہ۔ تیرا رب تو کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

آریہ اٹھارہویں جواب کا رد۔ ایسی فضول باتوں سے کوئی حق بات پوشیدہ نہیں ہو سکتی۔ سنئے ہم آپ کو اس کا الزامی و تحقیقی دو طرح کا جواب سناتے ہیں۔

اول تحقیقی۔ آواگون ایک بڑا وسیع لفظ ہے جس میں تمام طرح کی سزائیں اور تمام طرح کی جزائیں شامل ہیں پس ہم نرگ اور سورگ کو ضرور مانتے ہیں سورگ کے معنے سکھہ و تنعم کے اور نرک کے معنے دکھہ و تشویش کے ہیں۔ اور اسی کے حسب حال کسی ایماندار کا قول ہے۔ ع

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد ۔ کسے را با کسے کارے نباشد

ہندوستان جنت نشان اور کشمیر جنت بطور مشہور ہے۔ مگر عربستان دوزخ نشان اور افریقہ کا صحرائے کلاں جہنم مکان ہے اور قرآنی بہشت کی بابت خود قرآن کی زبان سے ایک دانا نے کہا ہے۔ ؎

گویند بہشت حوص و کوثر باشد	جا بجا جوئے شراب و شہد و شکر باشد
پُر کن قدح زبادہ و بردستم نہ	نقدے ز ہزار نسیہ بہتر باشد

دوسرا تحقیقی جواب۔ بغیر جسم کے سزا و جزا انسان بھوگ نہیں سکتا۔ پس جہاں و جس جگہ جا کر انسان اپنے کرموں کو سارا سکھہ دکھہ پاتا ہے وہی دوزخ و جنت ہے کسی خاص مکان کا نام سورگ و نرک نہیں۔

تیسرا الزامی جواب۔ بہشت میں چھوٹے بڑے مدارج ہیں۔ دنیا دی لوگوں کی طرح رشک اور بغض ہے۔ لوگ جماع کرتے ہیں ماس نہیں کھاتے ہیں۔ شراب پیتے ہیں بایں لحاظ ست صاحب نے سچ کہا ہے۔ کہ اس بہشت سے تو ہمارے خرابات ہزار درجہ بہتر ہیں۔

چوتھا الزامی جواب۔ ایک مولوی ایماندار کا قول ہے۔ ؎

کب حق پرست زاہد جنت پرست ہے ۔ حوروں پہ مر رہا ہے یہ شہوت پرست ہے

ہم نے اس مضمون پر ایک جدا رسالہ رہ نجات لکھا ہے جس میں قرآن اور وید کی نجات کا مقابلہ بڑے واضح طور پر کیا ہے۔ قرآن نے بہشت کا نام ہی شداد کی کہانی سے سنا اور اس کی اصلی بہشت کے مقابلہ میں ایک خیالی بہشت کا نقشہ بنایا قرآنی نجات یا بہشت و آنی کی بابت ایماندار محمدیوں نے خود بھی ایسا ہی اندازہ لگایا ہے۔

ساقی بہشت انہمہ مشتاقی چیست	جنت جی و ساقی بود باقی چیست
اینجاست جنے و ساقی آنجاست ہمیں	پس در فردوس انجمن و ساقی چیست
ساقی تو ہم چو کہ انگار این خاک سرشت	خط بر سر از مستی و عشق تو نوشت
میسور بود شاہد و می بادہ جہان	موعود بود بکوثر و حور بہشت۔

پانچواں جواب۔ قرآن کی جنت و دوزخ صرف بیم و رجا ہے۔ ورنہ اصل میں باطل ہے کیونکہ وحی الف لیلا کی کہانیوں کی طرح دودھ کی نہریں شراب کی نہریں شہد کی نہریں خود بخود منہ میں آجانے والے پھل ساری کی ساری عجائب کی کہانیاں

ہیں۔ (دیکھو طوطی اور عجوکی کا قصہ پس ایسے مشتوں اور دوزخوں کو ہم پاکھنڈ عقل نہیں مانتے جس میں سونے چاندی کی شراب کو فور کی شراب۔ انگور کی شراب ہی نہ بقیہ بیئر۔ رم۔ برانڈی وسکی۔ اکتیا نمبر او غیرہ وغیرہ موجود ہیں۔

پس ایسی جنت سے سو میں باز آیا محض سے اُٹھالو پاندان اپنا اب۔ انا معتدہ خیمہ اور دل اُنکے شُنو۔

مولوی صاحب چونکہ روح ہمیشہ کام کرتے ہیں۔ اور وہ کام مدیا نمک ہوتے ہیں جن کے عوض ان کو جزا و سزا بدستور دیتا ہے۔ ساشو معطل ہے اور نہ معزول۔ پھر دائمی دوزخ سے انکار معقول ہے۔ مگر یہ ساڑا کا سارا الزام قرآنی خدا پر آتا ہے وہ ظلم کرتا ہے۔ مگر کتاب ہے کہ تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ یہ بات ایسی ہے جیسے رب الملکہ کو سرد یا ایک مار مارا۔ اور کعبہ کو سجدہ کر رہا یہ اس شرابی کی مثال ہے جو شراب پی کر کہتا ہے کہ میں نے کوئی شراب میں پی میرے منہ سے بو تو نہیں آتی قرآنی خدا یا تو لوگوں سے تمسخر کرتا ہے جعفر زٹلی کی طرح یا آوارہ یار کی طرح ورنہ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ فی الحقیقت ظالم و جبار و قہار۔ بلکہ خیر الماکرین یعنی مکار ہے۔

مولوی انیسواں جواب۔ بر تقدیر تسلیم اعتقاد آواگون کے وہ رحیم و کریم محسن یعنی دیالو کرپالو بھی نہیں کیونکہ اس کے ہزارہا احسان کے بدلے میں آریہ لوگ کہہ دیں گے کہ ان کو اپنے اعمال کی مزدوری مل رہی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا کوئی فضل انسان پر نہیں۔ مگر سچ ہے وہی کتاب جس میں لکھا ہے۔ نجات اس کے فضل سے ہوگی اور بچاؤ ان کو دوزخ کے عذاب سے یہ فضل ہوا تیرے رب کا۔ (سورۃ دخان)

آریہ انیسویں جواب کا رد۔ اس میں آپ نے چند باتوں میں وہی مضمون ١٨ نمبر جواب کو دُہرایا ہے۔ اگر نجات اعمال سے ہے تو فضل فضول اگر فضل سے ہے تو اعمال معمول ہیں۔ اس قرآنی آیت کا جواب ہم قرآن سے ہی دیتے ہیں۔ قرآن سورۃ جاثیہ۔ وخلق اللہ السموات والارض بالحق ولتجزی کل نفس بما کسبت وھم لا یظلمون۔

ترجمہ حسینی۔ و بیافرید خدا آسمانہا و زمینہا براستی و عدل و مقتضائے عدالت آنست کہ میان محسن و مسی و موحد و مشرک تفاوت باشد و دیگر برائے آنکہ پاداش داده شود ہر نفس آنچہ کسب کردہ از خیر و شر وایشان یعنی عمل کنندگان ستم دیده نشوند یعنی نقص ثواب ابرار و در دیار عقاب اشرار وقوع نیابد بلکہ ہر کس را ورا خود عمل او جزا خواہد داد (جلد دوم صفحہ ۔۔)

پس صاف ظاہر ہے کہ یہ آیت قرآنی وید مقدس کے ارشاد کی نقل ہے بیشک عدل کے مطابق دُسار ہی گئی۔ عدل کیا جاوے گا۔ سب کو اعمال کا پھل ملے گا۔ سزا و جزا اُنہی اعمالوں کے مطابق ہوگی زیادہ کچھ نہیں ہوگا۔

ہر آنکہ تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت	دماغ بیہودہ پخت و خیال باطل بست
ہر کو عمل نکرد و عنایت امید داشت	دانہ نکرد ابلہ و دخل انتظار کرد
مار و ہیچ گنج میسر نے شود ۔	مزد آں گرفت جان برادر کہ کار کرد

ایک حکیم کا قول ہے سلطان بلا عدل کنہر بلا ماء ع یعنی بادشاہ بغیر عدل کے ایسا ہے جیسے نہر بے پانی کے۔

مولوی بیسواں جواب۔ آریہ صاحبان باری تعالیٰ کو فضل و کرم سے کس نے روکا اس پر کون غالب اس پر کون حکمران۔ اس لئے کب خدا نہیں بلکہ و بار کر دیا ہے کہ کسی پر محض فضل نہ کرے گا وہ ہم تو کہتے ہیں۔ اگر ایسا سمجھنا ذرا رادا بھی ہے تو بھی وہ نجات دیتا ہے کیونکہ وہ ہر طرح کے عیوب سے پاک جانتا ہے کہ وعدوں کے خلاف کا نام اگر کذب ہے تو وعید کا خلاف کذب نہیں۔ بلکہ کرم اور فضل ہے لایسأل عما یفعل وھم یسألون ترجمہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے اس پر کسی کو نکتہ چینی اور سوال کرنے

نہیں۔ اور جو کچھ لوگ کرتے ہیں۔ اُس پر تو نکتہ چینی اور سوال ہو سکتا ہے۔

آریہ بیسویں جواب کا رد۔ جواب آپ کا باطل ناصواب ہے کیا اسی منطق دانی پر تناسخ جیسے اہم مسئلہ کا رد لکھنے بیٹھے تھے۔ یہ آپ کی لیاقت سے سب بڑھ کر ہے اس سے ایک اور بات بھی ہم پر منکشف ہو گئی کہ آپ نے اپنے زعم فاسد میں ایک فرضی اور موہومی حاتم کے حمام باد گرد والے بادشاہ جیسا خدا مانا ہوا ہے۔ تبھی جو چاہتے ہیں عیب اور کلنک اُس کے دم لگا دیتے ہیں۔ خدا کبھی ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔ جس کو اپنی سچائی کا پاس نہیں۔ جو حق پر قائم نہیں۔ سفارشوں اور شفاعتوں یا رشوتوں کے لالچ سے جس کے انصاف کے ترازو کو دُنیا میں قاضی ردی راضی آئی کی طرح، جدھر چاہا ہو دیا اُس مکار بیوی کے چوہوں کی طرح پانسے کا پلڑا، جھکا دیتے ہیں۔ تو ایسا آدمی ہرگز ہرگز خدائی کے لائق نہ ہے نہ ہو سکتا ہے۔

اگر خدا کی غلطی پر نکتہ چینی نہیں ہو سکتی تو محمد صاحب نے کعبہ کے بُت بر ستون سے کیوں گروائے و مقاتلے کئے۔

اگر خدا کی باتوں پر نکتہ چینی نہیں ہو سکتی تو محمد صاحب نے مسیح کے ابن اللہ ہونے پر کیوں جہاد کر عیسائیوں کو قتل کیا۔

اگر خدا کی باتوں پر سوال یا نکتہ چینی نہیں ہو سکتی تو تم لوگ یا تمام خدا پرست کیوں کرشن اور رام کے خدا ماننے سے انکاری ہو۔

اگر خدا جو چاہے کر سکتا ہے تو سب صفات حسنہ کا خاتمہ گناہ کی ترقی اور بدچلنوں کا گرم بازار ہو کر خود ایسے خدا ہی کی جان پر وبال آئیگا۔

نہ سگ دامن کاروانے درید ک دہقانِ ناداں کہ سگ پرورید

آپ نے سُنا نہیں شاید۔ خطائے بزرگان گرفتن خطاست + ولیکن بجائے مناسب روایت آپ نے وعدے اور وعید دونوں کے معنے نہیں سمجھے۔ یا جان بوجھ کر لوگوں کو گنہگار بنانے کا ٹھیکہ لیا ہے۔ **وعدہ** ہے اقرار کرنا نیکی کرنے کا **وعید** بد و عدہ سزا دینے کا وعدہ۔ یہ دونوں باہمی لازم و ملزوم ہیں۔ ایک جگہ آپ نے خدا جانے کس طرح حق بات کو لکھ دیا ہے "بعض اوقات چشم پوشی۔ صبر درگذر نقصان عظیم کا موجب ہوتے ہیں۔ چور ماعی اور راستہ لوٹنے والے کو اگر سزا نہ دی جاوے اور صرف رحم ہی اس پر کیا جاوے تو کتنا نقصان ہوتا ہے" (تصدیق صفحہ ۳) پس دونوں کے خلاف کا نام کذب ہے۔ اور ان کا مرتکب کاذب۔ اس کا ارشاد ڈراوا نہیں ہے بلکہ یقینی ہے اور ضرور ہونے والا ہے۔ ہاں نوانی دوزخ اور بہشت کی باتیں البتہ ڈراوا اور بہلاوا ہیں۔ طفل تسلی کے درجے سے کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھ سکتی ہیں جیسے عام بولی میں ہاؤ۔ کہہ سکتے ہیں۔ اسی واسطے ایسی باتیں معتبر اور مستند نہیں ہیں کیونکہ ان کی بنیاد صداقت پر نہیں۔ بلکہ ڈراوے اور بہلاوے پر ہے۔ تبھی غالب نے لکھا ہے

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن + دل کے بہلانے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

مولوی اکیسواں جواب۔ تناسخ کا مسئلہ جیسے توحید کے خلاف ہے۔ ویسے شرک کا باعث ویسے ہی اخلاق اور مادل فلاسفی کا خطرناک دشمن ہے توحید کے خلاف تو اس لئے ہے کہ تناسخ ماننے والوں پر لازم ہے جیسے دیانندیوں کا اعتقاد ہے۔ کہ ارواح اللہ تعالٰے کے بنائے ہوئے نہیں۔ پرمانو اس کے مخلوق نہیں۔ زمانہ اس کے کرت نہیں۔ جس طرح اللہ تعالٰے غیر مخلوق ہے۔ ارواح اور میٹر بھی غیر مخلوق ہے یہ لوگ وحدت وجود کے بھی قایل نہیں جیسے ان کے ویدانتیوں کا خیال ہے لیکن کیا جانے کہ اصل واحد کے معتقد ہو کر توحید کے مدعی ہیں۔

ــ اخلاق۔ مادل فلاسفی کا اس واسطے دشمن ہے۔ کہ بشرط اعتقاد مسئلہ تناسخ

کوئی شخص اپنے کسی محسن خیرخواہ۔ آپی محبت۔ انسانی ہمدردی کی نسبت اعتقاد و یقین نہیں کر سکتا کہ اُس شخص نے مجھ پر احسان کیا۔ یا رحم کھایا بلکہ تناسخ کا معتقد محسن کے ہر ایک احسان کے بدلے میں کہہ سکتا ہے کہ اس محسن نے کوئی احسان نہیں کیا۔ ممکن ہے کہ اس نے ہمارے پہلے احسانوں کا بدلہ دیا ہو۔

مجھے یاد ہے کہ ایک راجہ کو بچھو نے کاٹا۔ شدید درد میں ایک منتر ابتر کرنیوالے نے جن کو اُس مُلک کی زبان میں منتر جھاڑنے والا کہتے ہیں۔ جھاڑا کیا۔ جب اس عصبی المزاج راجہ کو آرام ہوا اور جھاڑا کرنے والے کو انعام دیا۔ اُس کا پہرہ معاف کیا۔ تو تناسخ والے خوش اعتقاد بول اُٹھے۔ دیکھو کس طرح اس بچھوے سپاہی کا قرض اتارا

آریہ اکیسویں جواب کا رد۔ نہ تو تناسخ توحید کے خلاف اور نہ شرک کا باعث نہ اخلاق اور مادل فلاسفی کا خطرناک دشمن ہے جو بات ظاہر ہیں چونکہ تناسخ سے اس بات کا پورا ثبوت ہوتا ہے۔ کہ سب دنیا کو کرم انوسار پھل دینے والا ایک وہی ایشور ماتما ہے۔ وہ ایک ہی پرماتما ہے۔ جس نے اپنی انادی سار انوسار مختلف طرح کی سرشٹی پیدا کی ہے اسی ایک پرماتما پر کامل یقین یہی اصل توحید ہے۔ ورنہ ان چیزوں کے بنانے یعنی خدا کے احسنہ نیستی سے ہستی میں لانے سے تو خدا قائم نہیں رہتا بلکہ معدوم ثابت ہوتا ہے۔

شرک اس واسطے نہیں کہ کسی اور سے مُراد مانگنا کسی اور کا ورد کرنا۔ کسی اور پر بھروسہ کرنا۔ تسبیح المدبیس جاننا کسی کی خاطر کیواسطے دُنیا کا پیدا ہونا ماننا جیسے کہ مسلمان کلمہ میں بھی محمد صاحب کو شریک کرتے ہیں۔ اس کی شفاعت بغیر نجات محال جانتے ہیں اسکو باعث ایجاد عالم مانتے ہیں۔ حدیث قدسی میں ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک وما ارسلناک الا رحمۃ اللعالمین۔ ترجمہ یعنی اے محمد اگر تو نہ ہوتا تو زمین و آسمان کو میں پیدا نہ کرتا۔ اور تو نہیں بھیجا گیا۔ مگر دُنیا میں رحمت کے واسطے۔ یہ باتیں صریحا شرک ہیں۔ محمدی مسلمان بھی ایسی باتوں کے قایل ہیں۔ پس وہ مشرک ہیں۔

جبرائیل و میکائیل و عزرائیل وغیرہ سب خدا کے شریک ہیں۔ اور خدا اُن کا محتاج اور عرش پر سکن کرسی اور سب سے بڑا شریک اور سچ پوچھو تو بقول قرآن باعث ایجاد عالم حضرت عزازیل علیہ السلام ہے **خدا کا گھر** ملتے ہیں جیسے بیت اللہ کعبہ خدا کے دیدار کو حضرت براق پر سوار ہو کر یہ لگا تب معراج کو آسمانوں پر گئے۔ یہ باتیں صاف کفر و شرک کے پھیلانے والی اور صداقت و توحید کے مٹانے والی ہیں۔ اور بُت پرستی کے پھیلانے والی ہیں۔ آریہ لوگ یا تناسخ کے ماننے والے لوگ سب سے زیادہ اخلاق کے حامی ہیں۔ کیونکہ اِن کا مدار تمام نیک کرموں پر ہے۔ یہ غلط ہے کہ کسی احسان کے بدلے وہ یہ کہیں کہ اس نے ہمارے پہلے احسانوں کا بدلہ دیا ہو۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ نئے کام بھی واقع ہوتے ہیں۔ اور یہی سبب ہے کہ سب سے زیادہ اخلاق انہیں لوگوں میں ہے۔ آپ نے جو کسی مہاراجہ کی کہانی سُنائی وہ آپ کی فلسفہ دانی کا ثبوت ہے۔ حضرت راجا لوگ بھولے ہوتے ہیں۔ ان کو آپ جیسے راجہ شاہی حکیموں نے جنتر منتر تعویذ گنڈے قبروں پر یقین کرا دیا ہوا ہے وہ تمام بھوت پریت کے قایل اور جن و پری کے گھایل ہیں۔ یہ سارا قصور آپ جیسے سورۂ جن پڑھنے والے مُلانوں کا ہے ورنہ تمام عقلا و فضلا اور خصوصاً آریہ لوگ ایسے فضول اور نامعقول باتوں پر ہرگز یقین نہیں لاتے اور نہ بھوت لوگ راجاؤں کو ایسی باتیں سُناتے ہیں ایسی ہی بے بنیاد کہانیاں ہیں جیسے کہ حضرت محمد صاحب کی پیغمبری پر گوہ گدھے۔ ہرنی شتر نے گواہی دی اور آپ جیسے مقلدوں نے کہا سبحان اللہ۔

البتہ یہی حکایت موسٰی نبی کے حسب حال ہے۔ لکھا ہے کہ موسٰی علیہ السلام ایک چشمہ پر پہونچے جو کُن کوہ میں جاری تھا۔ وضو کیا اور نماز پڑھی۔ تھوڑی دیر تک ٹھہرے

ناگاہ ایک سوار آیا۔ اور پانی پیا اور چلا گیا۔ اُس کا کیسہ زر رہ گیا بعد اس کے ایک چرواہا آیا اُس نے وہ کیسہ اُٹھا لیا۔ اور چلا گیا۔ بعد اس کے ایک پیر مرد آیا نہایت عاجز اور ضعیف جس پر گٹھا لکڑیوں کا لادے ہوئے اس نے گٹھا رکھ دیا اور پانی پی کے اس چشمہ پر لیٹ رہا۔ ناگاہ وہی سوار اپنا کیسہ ڈھونڈتا ہوا آیا پیر مرد سے دیکھا تھا کہ اس سے لیا ہوگا۔ اُس سے مانگا پیر مرد نے انکار کیا سوار نے اُسے ایسا مارا کہ وہ مر گیا۔ موسٰی متحیر ہوئے اور کہا یا الٰہی اس میں کیا حکمت ہے۔ اور یہ کیا عدل ہے۔ حکم ہوا کہ یہ پیر مرد اس سوار کے باپ کا قاتل تھا اور چرواہے کے باپ کا اسی قدر قرض سوار کے باپ کے ذمہ تھا۔ اس وقت حکم ہمارا قصاص اور ادائے دین پر ہوا ہے۔ اے موسٰی میں حکیم عادل ہوں۔"

مولوی بائیسواں جواب۔ تناسخ کا مسئلہ ماننے سے ثابت ہوتا ہے کہ باری تعالےٰ سخت خود غرض ہے۔ کہ بے مزدوری کسی پر رحم۔ احسان اور فضل نہیں فرماتے۔

آریہ بائیسویں جواب کا رد۔ ایسا ہرگز مت کہو اس مبارک مسئلہ کی تسلیم سے ہی اُس مالک کی سچی تعظیم ہوتی ہے۔ وہ خود غرض ثابت نہیں ہوتے بلکہ عادل منصف حق غیر متعصب۔ مایہ الاحتفاظ یعنی رشوت سے نفرت کرنیوالے شفاعت کے نہ سننے والے۔ مالک اور پرم نیائکاری ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ بے مزدوری بغیر فعل نیک یا اچھے اعمالوں کے کسی کو جزا اور بلا بد افعالی کے سزا نہیں دیتے مگر بوجوہ ذیل خدائے قرآنی خود غرض پایا جاتا ہے۔

وجہ اوّل۔ بلا ہمارے افعال کے ہم کو مختلف طور پر بنایا۔ عاجز اور محتاج کیا اور دکھ دیا۔ جیسا قرآن میں لکھا ہے۔ لقد خلقکم اطوارا ترجمہ یقیناً اس نے تمکو مختلف طور پر بنایا۔ پس خدا یا تو خود غرض ہے یا پاگل یا ظالم۔

وجہ دوم۔ بعضوں کو افریقہ کے جنگل میں پیدا کیا۔ جن کو کسی طرح کا آرام نہیں گرمی کے مارے جل بھن کر کباب ہو رہے ہیں۔ اور بعضوں کو کشمیر جنت نظیر و کابل سنت تقابل میں جو عمدہ عمدہ میوہ کھاتے اور لطف اُٹھاتے ہیں۔ اگر یہ سب بلا سبب ہے جیسا قرآن میں لکھا ہے۔ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون ترجمہ جو کچھ اللہ تعالےٰ کرتا ہے۔ اس پر کسی کو نکتہ چینی اور سوال نہیں مگر لوگوں کے پر نکتہ چینی اور سوال ہو سکتا ہے۔ تو درحقیقت وہ خود غرض اور نادان ہے اور اس کے علاوہ قرآن ایک اور اندھا مغالطہ دیتا ہے۔ جب باوجود اس اندھیر کے کہتا ہے خلق لکم ما فی الارض جمیعا یعنی جو زمین میں ہے تمہارے لئے پیدا کیا۔

وجہ سوئم۔ جب کوئی اعمال نہیں۔ کوئی وجہ نہیں۔ اور نہ کوئی معقول سبب ہے اور پھر بھی قرآنی خدا نے کسی کو نیک بخت و بدبخت یعنی بہشتی اور دوزخی بنا دیا۔ جیسا کہ قرآن میں لکھا ہے منھم شقی و سعید یعنی ان میں سے کوئی سعید ہے کوئی شقی ہے۔ یہ سراسر ظلم اور اندھیر ہے۔ اور خود غرضی میں تو کسی کو انکار نہیں۔ پس مصنف قرآن ضرور ظالم اور خود غرض ہے۔

وجہ چہارم۔ بہ خیال خود تمہاری اور تمہارے بھائی ہندوں حواریوں بلکہ تمام محمدیوں کی جان کا وبال ہے۔ کیونکہ قرآن میں لکھا ہے یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم من قبلکم لعلکم تتقون ط ترجمہ اے لوگو فرماں بردار بنے رہو اپنے اس رب کے جس نے تمکو اور تم سے پہلوں کو بنایا اور فرماں برداری کا یہ فائدہ ہوگا۔ کہ تم دکھوں سے بچے رہو گے اور دوسری جگہ قرآن میں لکھا ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی جن اور انس اس واسطے پیدا کئے گئے کہ خدا کے فرمان بردار ہیں

اب یہاں اپنا وہ فقرہ پھر پڑھیو کہ باری تعالیٰ سخت خود غرض ہے کہ بے مزدوری کسی

پر رحم احسان و فضل نہیں فرماتے "

وجہ پنجم۔ قرآن کہتا ہے ختم اللہ علیٰ قلوبھم و علیٰ سمعھم و علیٰ ابصارھم غشاوۃ و لھم عذاب عظیم سورۃ بقر قرآن کی ایسی ایسی تعلیموں سے شیطان اور رحمٰن میں کوئی بھید نہیں معلوم ہوتا۔ (مفصل دیکھو نسخہ خبط احمدیہ صفحہ ۱۰۲ سے ۲۰۵) مگر آپ نے خود بھی اس کا اقبال کیا ہے وقتیہ میں یعنی دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ (صفحہ ۱۹ جواب ۱۹) پس یہ صاف خود غرضی اور ظلم اور جہل ہے۔ جس سے انصاف کا سر بسر خون ہوتا ہے۔

مولوی تئیسواں جواب۔ ہم لوگ بعض وقت بے وجہ احسان کرتے اور پھر دوسرے وقت احسان کے خلاف کرتے یا احسان نہیں کرتے۔ اس دو قسم کی مختلف کارروائی سے معلوم ہوتا ہے کہ احسان کرنا ہمارا ذاتی اور خانہ زاد وصف نہیں۔ جبکہ بالعرض ہم کو یہ صفت لاحق ہوتی ہے۔ اور بالعرض کے واسطے ما بالذات ضرور ہے۔ پس لازم آیا کسی جگہ احسان بالذات موجود ہے۔ تو کیوں آریو اس جگہ کا نام باری تعالےٰ کی پاک ذات نہیں جانتے؟

آریہ تئیسویں جواب کا رد۔ بے شک یہ تمہید آپ کی قلم سے صحیح نکلی۔ لیکن تعصب اندرونی کے سبب اس کا بھی آپ نے نتیجہ غلط نکالا یا نتیجہ نکالنا نہیں آتا۔ سُننے بے شک ہمارے میں احسان عارضی موجود ہے اور ہم اُس کے مخالف بھی کرتے ہیں لہٰذا اسی واسطے احسان بالذات ایشور میں موجود ہے۔ مگر احسان بالعرض و بالذات دونوں کے معنے آپ نے نہیں سمجھے۔

احسان کے معنے نیکی یا کام بے عوض کرنے کے ہیں۔ پس خدا نے ہمارے واسطے زمین چاند سورج۔ ستارے۔ سیارے۔ ہوا۔ آگ۔ پانی۔ وید وغیرہ چیزیں دیں ہم نے اس کا معاوضہ ایشور کو کچھ نہیں دیا۔ اور نہ دے سکتے ہیں۔ اور نہ ہمارے اعمالوں سے اُنکا تعلق ہے۔ مگر سلسلہ اعمال اور چیز ہے۔ اُس سے احسان اور رحم کا واسطہ نہیں بلکہ عدل و انصاف کا شمس تبریز فرماتے ہیں۔

درحت و کشت برآید زخاک آں گوئند ❊ کہ خواجہ ہر چہ بکاری ترا ہماں رو بند

جس طرح اب بُرے کرم کرنے کا نتیجہ سب مذاہب والے آئندہ جنم یاد کہہ مانتے ہیں۔ اسی طرح موجودہ جنم یا دکھ کن کرموں کا نتیجہ ہے؟ الحذر لئے تیغ ماداں الحذر۔

مولوی چوبیسواں جواب۔ تناسخ کے اعتقاد پر ضرور ہے کہ کسی شخص کو جناب باری تعالیٰ کی پاک ذات سے محبت نہ رہے۔ حالانکہ نص سے اور آپ مانتے ہیں والذین امنوا اشد حبا للہ یعنی ایمان لانے والے تو اللہ تعالیٰ سے بڑی محبت رکھا کرتے ہیں اور یہ بات کہ تناسخ کے ماننے پر باری تعالیٰ سے محبت نہیں رہ سکتی۔ اس لئے ہے کہ جس طرح کی نسبت مجرم کو اعتقاد ہو جاوے کہ ممکن نہیں کہ میرے خلاف ورزی قانون اور جرم کے بعد یہ حاکم مجھ قصوروار پر رحم کرے گا تو حاکم مجرم کو کیوں پیارا ہونے لگا۔ ہاں جس مجرم کا یہ ایمان ہو۔ کہ شاید حاکم سے درگذر ہو جائے۔ آج نہ سہی کل البتہ وہاں محبت ممکن ہے۔

آریہ چوبیسویں جواب کا رد۔ یہ جواب آپ کا ایک اعلیٰ درجہ کی مغالطہ دہی پر مبنی ہے کیونکہ جس قسم کی رضامندی یا محبت آپ خدا سے چاہتے ہیں۔ اسی قسم کی رشوت دینے والے لوگ رشوت خور حاکموں سے چاہتے ہیں۔ اور موجودہ سرکاری قانون کے مطابق دونو مجرم ہیں (دیکھو دفعہ ۱۶۱ تعزیرات ہند) اور قرآنی اعتقاد کے مطابق قرآنی خدا رشوت خور حاکم سے کسی طرح کم نہیں۔ پس بموجب اعتقاد وید مقدس دیدک خدا سرو دیا یک۔ پرماتما یعنی احکم الحاکمین کے روبرو محمدیوں اور خدا

دونوں کی تمامت ہے جس طرح قرآنی اعتقاد کے مطابق بت اور بُت پرست دونوں جہنم میں جاویں گے۔ بس احسان کرو۔ ایسے منقول اور نامعقول اعتقاد سے مجرم برخلاف مدد ہی جاوین اور توبہ جرم کے بعد رحم کیا ہے تاکہ اُس کی اصلاح کے واسطے اُسے کافی سزا دیا افسوس کہ قرآنی خدا کو سعدی علیہ الرحمۃ جیسی بھی عقل نہیں ؎

نکوئی با بدان کردن چنانست + کہ بد کردن بجائے نیکمرداں

آپ کا خدا ایسے بیہودہ امید میں رکھا دُنیا کو گمراہی کی رغبت اور تعلیم دُنیا ہے عاقل سمجھتے اور کانوں سے پنبہ غفلت نکالئے اور یاد رکھئے کہ جرم کا خیال جرم کو کافی سزا دلائے نہ کہ رہائی۔ آنکھوں سے غفلت کی پٹی اوتارو اور دل سے ایسے باطل خیالات کو دور کرو۔ کیونکہ ؎

اے بسا کردہ و بدیہا کردہ + در حق لطف و جود نما کردہ۔

ہشدار کہ ایں وہم تو ہرگز بود + ناکردہ چو کردہ و کردہ ناکردہ

اصل میں ایماندار لوگ اس حق کو پسند کرتے ہیں۔ اور اُسی سے محبت رکھتے ہیں جو عادل اور مست ہوا اور بدمعاش لوگ اُس سے جوتے ہیں۔ جو سفارش اور رشوت خور ہو۔ مصنف قرآن نے جہاں عقل سے کام لیا یا دیر اِن عادل کا خیال آگیا وہاں صاف لکھا ہے اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ۔ عدل کہ عدل نزدیک تر است بہ پرہیزگاری۔ اِس پر مولوی حسین واعظ نے کیا اچھا کہا ہے کہ ؎

عدل کن زانکہ در ولایت دل + در پیغمبری زند عادل۔ عدل مشاطہ است ملک آرائے۔ دین و دولت زعدل ماند بجائے (صحیفہ ۱۳ سورۃ مائدہ) مولوی صاحب آپ کا لکھنا کہ جس جرم کا بیان ہو کر تا مد حاکم سے درگذر ہو جاوے۔ آج سب ہی کل سب اللہ وہاں محض ممکن ہے نہایت ہی افسوس ٹپکنے والا ہے۔ جلا ہے درگذر خدا کا آج نہ سہی کل یہ ملوخی اور سستی اور کاہلی انسان سے ہے نہ کہ ذوالجلال رب سے۔ یا کاہی الشعور سے مار کے سبب سے ہی دہر یا ما لوگ محبت رکھتے ہیں۔ اور حق محض کا عدل ہی سب سے بڑا باعث ہے۔ ورنہ جہاں اندھیرے وہاں انصاف ومحبت کا کیا کام۔ دیکھئے صحیفہ قدرت ہمیں کیا تلاتا ہے۔

शं नो मित्रः शं वरुणः शं नो भवत्वर्यमा। शं न इन्द्रो बृहस्पतिः शं नो विष्णुरुरुक्रमः। ऋग्वेद

اس منتر میں پرمیشور کا نام ہی محبوب یعنی متر اور اسی کا پیارا نام اریما یعنی عادل ہے وہی دس یعنی رحیم اور اندر یعنی سب سے سخی ہے۔ اسی کا نام سبھاپتی یعنی مالک کل اور دشنو یعنی سرو دیا سک ہے۔ مولوی صاحب ایمان سے کہنا کیا قرآن میں ایسی مثال موجود ہے؟ قرآنی ایمان جس کا آپ نے حوالہ دیا۔ والذین آمنوا اشد حبا للہ اس کی وجہ وہی قرآنی حور وغلمان اور اُن کے انارپستان اور چاہ زنخدان ہیں۔ یا سیب رضواں اور انگور جیسا اسی کے حسب حال ایک اہماما محمدی نے کیا عمدہ کہا ہے کہ ؎

تلاش حور کی ہے بھیس پارسائی کا + بنا ہوا ہے یہ زاہد بھی اک خدائی کا

اور یہی سوال آپ نے اٹھائیسویں جواب میں لکھا ہے۔ پس یہ ہماری تردید اُس سے بھی تعلق رکھتی ہے۔

مولوی کچیسواں جواب۔ حسب الاعتقاد اسے عدل ابدی کے جس میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم عطا اور احسان کی امید نہ رہی۔ بدکار کو اِس کی جناب میں دعا بیزار رہا لعو اور بیہودہ ہو جاوے گی معاذ اللہ تکر کیا یا را کلمہ قرآن مجید میں موجود ہے لا تقنطو من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔ وغیرہ

سنہ مجیسویں جواب کا رد۔ مولوی صاحب عدل اور رحم مخالف نہیں ہیں رحم اُس کا سورج چاند وغیرہ کے پیدا کرنے اور ہدایت دینے یعنی وید مقدس کے برکاش کرنے سے ہے جیسا کہ وید میں آیا ہے۔

तस्माद्यज्ञात्सर्वहुत ऋचः सामानि जज्ञिरे। छन्दांसि जज्ञिरे तस्माद्यजुस्तस्मादजायत॥

یہ ماتما سروانتریامی اور دیا لک نے تمام خلقت پر مہربانی کر کے سنسار کی بھلائی کے لئے ویدوں کا پرکاش کیا تاکہ انسان سے نکل کر گیان کی طرف متوجہ ہوں اور نور سرفت سے دل کی آنکھیں منور کریں۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند + تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار + شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

ہاں قرآن کے اِس کلمہ سے جو آپ نے شرح کیا یعنی لا تقنطو من رحمۃ اللہ یعنی خبردار اللہ کی رحمت سے کبھی نا امید نہ ہو اللہ تعالیٰ تو تمام گناہوں کو عفو کرتا ہے مولوی صاحب میں حیران ہوں کہ آپ کیسے اعتنا و رکھتے ہیں کہ یہ آیت خدا کی طرف سے ہے کیونکہ جب آپ مانتے ہیں کہ خدا نیاکاری ہے۔ نیا یعنی عدل اُسی کو کہتے ہیں کہ جو جیسا اور جتنا کرے اُس کو ویسا اور اتنا ہی پھل دینا تو پھر معافی کیسی۔ حضرت معافی اور سفارش اور رشوت ایسے عقاید ہیں کہ جن سے رب العالمین و سو میبر پر ہا تا پرایا دیعنی ظالم کا عیب لگتا ہے اور یہی تعلیم آیت قرآنی دنیا میں گناہوں کے بڑھانے والی اور برہم زن اخلاق ہے +

غور سے پڑھئے۔ سورۃ الزمر سیپارہ ۲۴ میں قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم درمعالم مذکور است کہ قومے از اہل شرک ارتکاب قتل و زنا بسیار نمودہ بودند و ابواب معاصی و ملاہی بکلید ہوائے نفس برروے روزگار خود کشودہ بحضرت رسالت پناہ عرض کردند کہ آنچہ ما را بداں دعوت میکنی نیکوست و بالبسط قبول میکنیم کہ ما را خبر دہی کفارۂ آں معاصی بگوئید۔ ایں آیت فرود آمدہ کہ بگواے محمد اے بندگان من آناں کہ اسراف کردند برنفسہای خود یعنی افراط نمودند در گناہاں وا رحمت بروردگار نومید مشوید از بخشش خداے بدرستیکہ خدائے بیامرزد گناہاں مے آمرزد کہ او آمرزندہ گناہ است مہربان +

درمعالم از ابن مسعود نقل میکنند کہ عباس بمسجد در آمد دید کہ واعظے ذکر آتش دوزخ و سلاسل و اغلال تن میکند فرمود کہ لئے نا امید میکند کہ حق تعالیٰ بندگان را کہ فرمود قل یعبادی الآیۃ و خبر کہ گفت دوست نمیدارم کہ دنیا و آنچہ دراں باشد بعوض ایں آیت از وبنا و ہرچہ در دنیا باشد بہتر است (تفسیر حسینی صفحہ ۲۴۴ اور معالم جلد ۴ صفحہ ۱۲۱) اسی کے حسب حال سید اسمٰعیل کہتا ہے +

میل بہ رحمت او دامن آلودہ میکرد + گن ہے اک وشم شتے آیہ لا تقنطوا کرد

حاشیہ۔ اسے در بائے رحمت او سہا رہ طالب کند گار ست پس ہر گناہ ہے کہ بجز لطف تو نبود میکنم چرا کہ ظہور شان غفاری موقوف بر ان ست ایضا (صفحہ ۱۰۷) +

ایک اور فاضل مولوی کہتا ہے +

اے آنکہ بدیدہ گشتم از قدرت تو + پروردہ شدم بنا ز نعمت تو

صد سال با متحان گناہ خواہم کرد + یا جرم من است بیش یا رحمت تو

ایک اور فاضل فرماتے ہیں +

خواہ از شراب خانہ خود را تباہ کن + خواہ از زنا نامۂ خود را سیاہ کن

دردی کن و فساد و فریب و دغا باز + اے طالب بہشت خدا را گواہ کن

کن قتل خلق عالم و غدر از صلوٰۃ و صوم — ز مداشرزی و میش صنم سجدہ گاہ کن
گر استعار بست کہ جون گشتہ اند مباح — مصحف بجوان مدور ز دل آشیاں کن
آور دہ است مژدہ لا تقنطوا شفیع — من حنا منم ہر آنچہ توانی گناہ کن

مولوی حسین واعظ کہتے ہیں +

چون تو دادی مژدہ لا تقنطوا — من چرا ترسم زعصیاں و عتوا
چون تو ہر شکستہ را سازی درست — پس خطا ہا برامید عفو تست

قرآن سورۃ الفطار یا ایہا الانسان ما غرک لے آدمی چہ چیز ترا بفریفت تا کافر شدی و عاصی شدی در خدائی و دلیر گشتی در نافرمانی شیخ معصوم فرمودہ کہ اگر حملے از من این سوال کند گویم غرنی کرمک در رسالہ آوردہ کہ گوید بندہ فریفتہ شدم بکرمی تو (۵۲۴ جلد ثانی تفسیر حسینی) +

ایک اور مولوی فرماتے ہیں +

ماتیم بر گناہ تو در پائے رحمتی — جائیکہ فضل تست چہ باشد گناہ ما
گناہِ من از ما مدے در شمار — ترا نام کے بودے آمرزگار

ناسخ کہتا ہے +

بخشش کی ہے امید علی کبیر سے — ہوتا ہوں مرتکب جو گناہ کبیر کا

حافظ

قدم دریغ مدار از جنازۂ حافظ — اگرچہ غرق گناہ است می رود بہشت

اے قادیانی پیغمبر کے حواریو اور محمدی مسلمانوں بس ایسا اعتقاد سراسر مبع فساد الحاد ہے اور یہی سبب ہے کہ عرب روم ایران افغانستان و بلوچستان میں جہاں جہاں مسلمانوں کی زیادہ آبادی اور قرآن کا چرچا ہے کثرت ازدواج امرد بازی قبر پرستی پیر پرستی قتل جانور کشی جہالت تعصب بردہ فروشی کا بھی زیادہ رواج ہے۔ مولوی صاحب جہاں عدل سے آباد ہو ذکر قبول الحکام سے۔ ذرا مہربانی کر کے شاہ نامہ میں ذکر عدل نوشیروان مطالعہ فرمایئے +

جہاں چون بہشتے شد آراستہ — ز داد و ز خوبی و ز ر خواستہ
بر آسود گیتی ز آویختن — بہر جائے بیداد خوں ریختن
جہاں نوشد از فرۂ ایزدی — ببستند گیتی دو دست بدی
ندانست کس غارت و تاختن — دگر دست سوئی بدی آختن
جہانے بفرمان شاہ آمدند — ز کشوری و تازی براہ آمدند
کسے کو برہ بر درم ریختے — ازاں خواستہ دزد بگریختے

اور قرآنی خدا کے حق میں سعدی کہتا ہے +

ہر آنگہ کہ بروز در رحمت کشی — بماندی خودکار داں مبتدی

مولوی چھبیسواں جواب بدکاری اور نافرمانی کے بعد تناسخ ماننے والے کو نافرمانی سے نکلنے کے واسطے تناسخ کا اعتقاد پر چاہیئے۔ کوئی مددگار نہ رہے۔ اِس لئے کہ جناب باری تعالیٰ سے کسی عطیہ کی امید نہیں اس واسطے کہ عدالت سے سزا ہی سزا بھگتنے کا فتویٰ لگ چکا۔ وہاں سے عفو کی امید نہیں۔ مگر کیسی لطیف بشارت ہے۔ اُس کتاب میں جس میں آیا ہے۔ امن یجیب المضطر اذا دعاہ و یکشف السوٓء +

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرا کون ہے جو مضطر کے اضطراب کیوقت اُسکی دعا پر قبولیت عطا کرے اور دکھی کے دکھ کو دور کرے +

آریہ چھبیسویں جواب کا رد۔ آپکا یہ خیال بھی بالکل لائق ابطال ہے جس طرح ایک مجرم کو حاکم عادل کے انصاف پر بھروسہ ہے سزا کے بعد یا جیل بھگتنے کے بعد آزاد ہے اور اُسکے عدل پر کامل اعتقاد ہے کہ وہ بیگناہ پھر عذاب میں نہ ڈالیگا نیک چلنی کا مادہ بھی یہی اصول ہے نہ کہ وہ آپکا ڈسواس فضول۔ پس آنرا کہ حساب پاک ست از محاسبہ

چہ بک۔ ہاں قرآن سے سوائے تمدن کے کوئی بہتری کا سامان نہیں ملتا ہے۔ اگر ملتا ہے تو بچوں کے بہلانے سے زیادہ قابل اطمینان نہیں یعنی دو دونی بہتری شہد کی نہیں اور شکے کے برابر بیر۔ اس میں یا تو لکھا ہے میں نے بہتوں کو جن اور آدمیوں ہی واسطے جہنم کے پیدا کیا ہے اور میں نے اُن سے دوزخ بھر دینے ہیں دیکھو سورۃ اعراف ولقد ذرانا لجہنم کثیراً من الجن والانس ترجمہ بدرستیکہ آفریدیم برائے دوزخ بسیارے از دیوان و آدمیان حکم ازلی بشقاوت ایشاں صادر شدہ و بر علم قدیم با اسرار ایشاں بکفر و موت ایشاں برآں پیوستہ نیست۔ (تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۲۲۲) مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ ان اللہ خلق آدم ثم مسح ظہرہ بیمینہ فاستخرج منہ ذریۃ فقال خلقت ہؤلاء للجنۃ و بعمل اہل الجنۃ یعملون ثم مسح ظہرہ فاستخرج منہ ذریۃ فقال خلقت ہؤلاء للنار و بعمل اہل النار یعملون فقال رجل ففیم العمل یا رسول اللہ فقال رسول اللہ ان اللہ اذا خلق العبد للجنۃ استعملہ بعمل اہل الجنۃ حتی یموت علی عمل من اعمال اہل الجنۃ فیدخلہ بہ الجنۃ و اذا خلق العبد للنار استعملہ بعمل اہل النار حتی یموت علی عمل من اعمال اہل النار فیدخلہ بہ النار

ترجمہ۔ بدرستیکہ خدا تعالیٰ پیدا کرد آدم را پس ترالبد وے والی پشت آدم را بدست راست خود پس بیروں آورد حق تعالیٰ ازپشت آدم بروجے کہ گفتہ شد ذریتے را پس گفت خدا تعالیٰ در شان ایشاں پیدا کردم ایں جمع را برائے بہشت و بعمل اہل جنت عمل میکنند پس باز بمالید پشت آدم را پس بیروں آورد ازاں جماعۂ دیگر را از ذریت پس گفت پیدا کردم ایں ہا را برائے آتش و بعمل اہل آتش عمل میکنند پس گفت مردی از صحابہ۔ پس بجہت چیست عمل و تکلیف بداں دو درچہ چیز فائدہ میکند عمل پس گفت پیغمبر خدا۔ بدرستیکہ خدائے تعالیٰ چوں پیدا کند بندہ را برائے بہشت در کار میدارد او را بکار بہشتیاں تا آنکہ میمیرد او بر کارے از کارہائے بہشتیاں۔ پس می آرد آں بندہ را بآں عمل در بہشت و چوں پیدا کند بندہ را برائے آتش در کار میدارد او را بکار دوزخیاں تا آنکہ میمیرد بر کارے از کارہائے دوزخیاں پس می در آرد خدائے آں بندہ را بآں عمل در دوزخ (صفحہ ۱۰۷ جلد اول) +

اور حدیث میں ہے کہ اگر شما گناہ نکنید حق تعالیٰ طائفہ دیگر بیار د بندہ کہ گناہ کند۔ تا رحمت بے علت او در مراۃ عفو تجلی نماید (اخلاق جلالی صفحہ ۹۰) +

پھر اِسی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت گھر سے نکلے اور اُنکے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں پوچھنے پر کہا کہ یہ جو میرے داہنے ہاتھ میں ہے اس میں تمام اہل جنت کے نام لکھے ہیں اور یہ جو میرے بائیں ہاتھ میں ہے اِس میں اہل دوزخ کے نام ہیں مع ولدیت و قومیت کے اسکے بعد لکھا ہے وان صاحب الجنۃ یختم لہٗ بعمل اہل الجنۃ وان صاحب النار یختم لہ بعمل اہل النار وان عمل ای عمل ثم قال رسول اللہ بیدیہ فنبذہما ثم قال فرغ ربکم من العباد فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر ترجمہ پس بدرستی کہ بہشتی ختم کردہ میشود مر او را بعمل بہشتیاں اگرچہ عمل کند در مدت عمر ہر عملی کہ باشد نیک یا بد آخر ختم کار او بعمل نیک بود و دوزخی ختم کردہ میشود مر او را بعمل دوزخیاں اگرچہ عمل کند ہر عمل کہ باشد پستر اشارت کرد پیغمبر خدا بہر دو دست خود۔ پس انداخت ہر دو کتاب را از ہر دو دست پس پشت خود۔ پستر گفت آنحضرت پرداخت پروردگار شما از کار بندگان یعنی تمام کرد حکم ایشاں یک گروہے در بہشت و گروہے در دوزخ (مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۱۰۹) (رواہ الترمذی)

مولوی کا انتیسواں اور تیسواں جواب محسن مربی۔ مخدوم۔ مصلح ہادی مکرم کو بُرا کہنا فطرت کی گواہی ہے کہ بہت بڑا ظلم ہے۔ مگر تناسخ ماننے والے اپنے

نوٹ۔ مولوی صاحب کے ستائیسویں جواب کا رد ہم رسالہ حجۃ احمدیہ صفحہ ۲۸۲ میں کر چکے ہیں۔ اور اٹھائیسویں جواب کا رد چھبیسویں میں ہو چکا ہے کیونکہ یہ دونوں ایک ہیں +

محسنوں کو بدکار اور برا جانتے ہیں بلکہ ان پر سوار ہوتے اور ان سے زنا و لواطت کے واقع ہونیکے مجوز ہیں کیونکہ اگر انکے محسن برائیوں کے مرتکب نہ ہوا تو وہ آواگون (جنم مرن) ہیں کیونکر آویں مگر جنم مرن میں آنا تو ضرور ہے اسلیئے ثابت ہوا کہ وہ بدی کے مرتکب ہوا کرتے ہیں +

ہم دیانندی آریہ سے پوچھتے ہیں انکے بزرگ مہاتما نیک خستہ کردار تھے اور ہیں یا پاپی اور بدکار؟ اگر نیک اور بھلے تھے اور ہیں برائی اُن میں نہیں تو چاہیئے وہ ابدی نجات پا جاویں اور آیندہ آواگون میں جو جہنم اور سزا کا گھر ہے نہ آویں پھر اور لوگ آپکے محسن بنیں۔ اور بزرگ بن جاویں اور وہ بھی اس طرح نجات پالیں یہانتک کہ محدود ارواح کا سلسلہ آخر محدود زمانہ میں ختم ہو جاوے پھر سرشٹی کے پیدا ہونیکا سامان ہی جدا کے یہاں نہ رہے معاذ اللہ اور بصورت ثانیہ اگر نیک نہیں اور بھلے نہیں تو اُن میں کوئی بھی قابل اعتبار نہ رہے بھلا بدکار کا اعتبار کیا مسلمان انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمت کے قایل ہیں اور جو اعتراض عیسائیوں یہودیوں کی تاریخ سے اہل اسلام پر کیئے جاتے ہیں اُن میں معترضوں کا دھوکا ہے یا وہ دھوکا دیا چاہتے ہیں یہی اعتراض مولوی فیروز الدین نے صفحہ ۲۸۰ و ۲۸۱ پر کیا ہے +

آریہ ردجواب ۲۹ و ۳۰۔ افسوس کہ آپکو باوجود اتنے بیہودہ الفاظ کی بھرمار کے نہ جواب دینے کا طریقہ آتا ہے اور نہ عمر وقت کا خیال ہے یہ دو تو جواب ایک ہی ہیں پس دو نمبر ہیں۔ بلکہ ایک ہے مگر ہم سمجھ گئے کہ آپنے اتنے نمبر کیوں دیئے؟ صرف اس واسطے کہ حواریان مسیح قادیانی میں نام ہو اور ناواقف مسلمانوں میں شہرت عام مگر یہ سودائے خام ہے ہم آپکے جواب کے تین حصے کر کے تینوں کا جواب دیتے ہیں +

حصہ اوّل ہمارے بزرگوں کی نسبت اعتراضوں کا جواب۔ ہمارے بزرگ وہی ہیں جنہوں نے وید دھرم انوسار جگت کرتار پرماتما کی اُپاسنا کی۔ جگت کے اودھار اور پراوپکار کے لئے کمر ہمت باندھی۔ جنہوں نے جامہ انسانی حاصل کر انسانیت میں کمالیت کی داد دی جنکے اخلاق حسنہ دنیا میں اب تک ضرب المثل ہیں ان کی پیروی سے ہمارے چال چلن سدھر سکتے ہیں اور اخلاق بھی درست ہو سکتے ہیں مگر یہ ضرور نہیں کہ نجات ابدی ہو۔ کیونکہ ابدی راحت اور سرور سوائے پرماتما کے اور کسی کے یوگ نہیں۔ ہر ایک روح اپنے کرم او سار پھل پاتا اور رنج و راحت اُٹھاتا ہے؟

کردۂ خویش مثل است کہ نے آید پیش

میں اس موقع پر اپنے دو بزرگوں کے قول اُن کی زبانی درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں رامچندر جی راماین آرنیہ کانڈ سرگ ۶۳ شلوک ۴ و ۵ میں فرماتے ہیں +

نمبر ۴ (ترجمہ) لکشمن سے رام جی کہتے ہیں کہ پورب جنم میں مجھے بار بار میرے سے ایسے پاپ ہوئے کہ جنکے کارن آج میں دکھ میں گرا +

نمبر ۵ راج سے بھرشٹ ہوا اشٹ متروں سے بے چھک ہوا پتا کا ناش ہوا ماتا سے ویوگ ہوا اے لچھمن یہ سب شوک ہم کو پورب جنم کے پاپوں کے پھل سے پراپت ہوئے ہیں" اور کرشن جی مہاراج نے لکھا ہے گیتا میں۔ اے ارجن میرے اور تیرے ایک جنم ہو چکے ہیں۔ میں یوگ کے سبب ان کو جانتا ہوں مگر تو نہیں جانتا ضرور ہی انسان کو اپنے شبھ اشبھ کرموں کا پھل بھوگنا پڑتا ہے +

حصہ دوم محمدی مذہب کے بزرگوں کی بابت۔ چور کی داڑھی میں تنکا کی مثال کو مدنظر رکھکر جواب دیتے وقت آپ کو اپنے گھر کی خرابی و تباہی کا خیال آ گیا خیر ہم بتلاتے ہیں کہ وہ کیسے لوگ تھے۔ بقول +

گر تو کہیگا ایک تو ہم اب کہینگے سو ہر چند اہل ضبط ہیں پر بے زبان نہیں

۱۔ آدم۔ دیکھو توریت پیدایش باب ۳۔ آیت ۹۔ ۱۷ +

۲۔ قابیل وہابیل فرزندان آدم۔ دیکھو توریت باب ۴۔ آیت ۱ سے ۱۶ +

۳۔ نوح نبی۔ توریت ۹ باب۔ آیت ۲۱ سے ۲۷ +

۴۔ لوط نبی۔ توریت پیدایش باب ۱۹۔ آیت ۳۰ سے ۳۸ تک +

۵۔ ابراہیم خلیل اللہ۔ توریت باب ۱۲۔ آیت ۱۳۔ ۱۹ تک و ۲۰۔ آیت ۲ سے ۱۲ تک مشکواۃ باب شفاعت +

۶۔ اسحاق نبی۔ توریت۔ پیدایش باب ۲۶۔ آیت ۶ و ۷ و ۹ +

۷۔ یعقوب نبی۔ توریت پیدایش باب ۲۷۔ آیت ۱ سے ۲۳ تک +

۸۔ موسیٰ نبی۔ توریت۔ خروج باب ۲۲۔ آیت ۱۹ و ۲۶ سے ۳۱ تک و گنتی باب ۳۱۔ آیت ۷ سے ۱۸ تک و ۳۵۔ استثنا باب ۲۱۔ آیت ۱ سے ۱۴ تک مشکواۃ باب شفاعت و قرآن +

۹۔ ہارون نبی۔ توریت خروج باب ۲۲۔ آیت ۱ سے ۶ و ۲۴ تک +

۱۰۔ داؤد نبی۔ سموئیل ۲۔ باب ۱۱۔ آیت ۲۔ ۲۶ و باب ۱۲ آیت ۱ سے ۲۳ تک و قرآن سورہ ص

۱۱۔ سلیمان نبی۔ سلاطین ۱۔ باب ۱۱۔ آیت ۱ سے ۱۱ تک +

۱۲۔ آمنون۔ فرزند داؤد نبی۔ سموئیل ۲۔ باب ۱۳۔ آیت ۱ سے ۱۸ تک +

۱۳۔ عیسیٰ نبی۔ متی باب ۱۰۔ آیت ۳۴ و ۳۵ و یوحنا باب ۷۔ آیت ۵۔ ۱۱۔ و متی باب ۱۲۔ آیت ۴۸ و ۱۵ و $\frac{16}{20}$ و مرقس $\frac{14}{25}$ و متی $\frac{26}{29}$ و $\frac{12}{46}$ و $\frac{21}{19}$ و یوحنا $\frac{11}{20}$ و $\frac{12}{14}$ و لوقا ۱۲ +

۱۴۔ محمد صاحب قرآن سورۂ احزاب و انفال و انعام و نجم و حج و مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۲۸۳ سورۂ نسا و کیمیائے سعادت صفحہ ۲۸۷ و شفا قاضی عیاض صفحہ ۲۱۱ عربی و روضۃ الاحباب مقصد اول باب دوم و تکذیب براہین احمدیہ صفحہ ۲۷۷ سے ۲۹۵ تک +

مسلمانوں نے انبیا کا حال توریت و زبور و انجیل و تواریخ یہود سے لیا اور یہ کتابیں قرآن کے رو سے الہامی ہیں ہر ایک مومن انکے الہامی ہونے پر ایمان رکھتا ہے پس انکی شہادت جو قبل از محمد ہو چکے ہیں اور جن سے محمد نے نقل کیا قرآن سے ہزار درجہ بڑھکر لائق اعتبار ہے جبتک محمدی ان نبیوں کی کوئی تواریخ پرانے وقت کی بنی ہوئی ان کتابوں کے علاوہ میں نہ کریں یا کوئی آیت ایسی توریت و انجیل سے پیدا نہ کریں کہ وہ یہ چال چلن نہ تھے تبتک انکے نبی اور بزرگ پاپی ہونے سے بچ نہیں سکتے مولوی صاحب آپ مسلمانوں کو دھوکا مت دیجئے منہ سے عصمت کا قایل ہونا امر دیگر ہے اور چال چلن دکھانا امر دیگر +

حصہ سوئم تناسخ والے اپنے تمام محسنوں کو بدکار اور برا جانتے ہیں الخ۔ یہ سرتاپا غلط ہے اور آپکی دھوکا دہی ہم ایسا ہرگز نہیں مانتے۔ بلکہ اس کے خلاف جانتے ہیں۔ سنو اور کان کھولکر سنو +

روح اور جسم کا قاعدہ قدرت اور شکل و صورت خاص سے ماں باپ ہونا اور اُن سے اولاد ہونا اسکے معنے اُلاد و والد کے ہیں۔ بدن کے نیک اور نیکوں کے بد بھی دنیا میں ہوتے ہیں۔ سچے پرماتما نے انصاف کے آگے نخواہند پر سید پدرت کیست بلکہ خواہند پرسید کہ اعمالت چیست۔ روح اور جسم کی جدائی کے بعد یہ سارے تعلق ٹوٹ جاتے ہیں۔ روح کے ساتھ رشتہ داری نہیں جاتی۔ بلکہ اعمال جاتے ہیں۔ ہم آپ کو سمجھاتے ہیں کہ روح ہمارا ماں باپ کے نطفہ سے پیدا نہیں ہوا پس ہمارے ماں باپ روح کے ماں باپ نہیں ہیں۔ ان کا جسم ہی ہمارا ماں باپ ہے جب جسم یہاں جل گیا یا خاک در خاک ہوا۔ تو وہ سلسلہ بھی ٹوٹ گیا +

کیا جب آپکے بڑے مر گئے اور وہ گور میں خاک در خاک ہو گئے اور مدت کے بعد گورستان کھیت ہو گئے اُنکے جسم کے ذرات کھیت کے ڈھیلے بن گئے اور آپ اس سے استنجا کرنے لگے تو بتلائیے آپنے اپنے بزرگوں اور محسنوں کیساتھ کیسی بے حرمتی کی۔

چوں رفت تن و رواں پاک من و تو ۔ خشتے دو نہند بر سر خاک من و تو
وانگہ ز برائے خشت گور دگران ۔ در کالبدے کشند خاک من و تو
پیش از من و تو لیل و نہارے بودہ است ۔ گردندہ فلک ز بہر کارے بودہ است
زنہار قدم بخاک آہستہ نہی ۔ کاں مردمک چشم نگارے بودہ است

آپ جس خاک پر ہر روز بول و براز کرتے ہیں وہ وہی تمہارے بزرگوں کی خاک ہی یا تمہارے بزرگ ہیں کیونکہ ان کا جسم اسی خاک میں ہے یا یہی خاک ہے گو زمیں ان کی خاک کو کیڑے اور بچھو کھاتے ہیں اور خلق عالم جوتے پہنے انکے سر پر سے گذرتی ہے اور اصحاب کہف کا ساتواں دوست جو قبر سے سلوک کرتا ہے تو کسی سے مخفی نہیں ؎

بقہر خدا ہر کسے اوفتاد ۔ ہمہ عالمش پائے بر سر نہند

ہمارے بزرگوں کا جسم خاک ہوا۔ اس سے کھیت میں غلہ ہوا اور غلہ کیا ہے اصل میں خاک ہے وہ خاک تم نے کھائی۔ اور اس سے پاخانہ گئے وہ سوروں نے کھایا یا کتے نے پس تمہارے بزرگوں نے کتوں کے قالبوں میں حلول کیا +

لواطت لوط علیہ السلام کی اُمت کا دستور ہے علت المشائخ یعنی شیخوں کی بیماری اسکا نام حکمت میں ہے اور یہ خاصکر سب سے زیادہ مولویوں ملانوں شیخوں مسجد نشینوں تائبوں کو ہوتی ہے اور اس کے مرتکب بھی ملانے اور مولوی ہوتے ہیں کیونکہ فاعل مفعول دونوں کی گردان انہیں ازبر ہوتی ہے۔ فاعلاتن مفاعلن فعلن۔ مولوی امام الدین احمد صاحب کیوریٹر میوزیم آگرہ میڈیکل سکول نے لکھا ہے ملانوں میں یہ مرض اس وجہ سے کہ ان کو عورت تو نصیب نہیں ہوتی یا ظاہرا پارسائی کی وجہ سے اندیشہ تولد کی طرح عورتوں سے ارتباط نہیں رکھتے۔ اور فقہ کا سبق الامرد کالنساء خوب یاد ہی ہوتا ہے نفس امارہ کے اتباع اور جوش شہوت سے مغلوب ہو کر لڑکوں (یعنی مسجد کے طالب علموں) سے کاربراری کرتے ہیں" (دیکھو رسالہ اعمال جریان صفحہ ۳۰)

اور اسلامی ملکوں اور اسلامی سلطنتوں میں اسکا بہت زیادہ رواج ہے یہانتک کہ عورتوں سے بھی اغلام و لواطت رائج ہے اور قول قرآن کو سند پکڑتے ہیں +

بخارا شریف۔ ایران شریف۔ افغانستان۔ کابل شریف و بلوچستان روم۔ لکھنؤ شریف۔ اور اس کا فرنگی محل حیدرآباد دکن۔ بھوپال۔ بہاولپور۔ جہاں جہاں ان کا قدم مبارک ہے وہاں وہاں اس شرمناک فعل کی منڈی گرم ہے۔ بخارا شریف میں تو یہاں تک سنا گیا ہے کہ وہاں کے لوگ اپنی اولاد خوبصورت کو درشنی ہنڈی چاکر چلاتے ہیں۔ غلام اور غلمان اور اغلام ایک ہی مصدر سے نکلے ہیں اور وہ بہشت میں بھی موجود ہیں اب اس فقرہ کا جواب کہ محدود ارواح نجات پا کر ارواح کا سلسلہ آخر محدود زمانہ میں ختم ہو جاوے اور پھر سرشٹی کے پیدا کرنیکا سامان ہی خدا کے پاس نہ رہیگا۔ واضح ہو کہ ہم ارواح کو محدود نہیں جانتے ہاں خدا اپنے محدود علم سے ان کو جانتا ہے نہ کبھی روح کا خاتمہ اور نہ مادہ کا خاتمہ اور نہ سامان کا خاتمہ ہوگا۔ اور نہ سلسلہ ختم ہوگا۔ ہمیشہ اسی طرح انادی پرماتما انادی رعیت کا راجہ اور مالک رہیگا۔ مگر یہ سارا اعتراض قرآنی خدا پر عاید ہے۔ کیونکہ اسکی بساط محدود ہے آدم سے پہلے سرشٹی کے پیدا ہونیکا سامان ازل سے غریب خدا کے پاس نہ تھا ہاتھ پر ہاتھ بے بضاعت بنیا کی طرح بیٹھے اور تول رکھے ہوئے بیٹھا ہوا تھا حیران تھا کہ کیا کروں بڑی مشکل سے غریب نے خودکشی کی۔ اور اپنے ٹکڑے کر کے پھیلا دیئے سب ہمہ اوست یا ہمہ از دوست ہو گیا تب خدا کہلانے لگا۔ افسوس ایسا بے بضاعت خدا چھٹے پونجیا خدا ؎

چونکہ بجگہی آئینہ ہم اوست ۔ نہ تنہا گنج دل گنجینہ ہم اوست

قیامت کے بعد بھی وہ سامان نہ رہیگا۔ روحیں ختم ہو جاوینگی مادہ ختم ہو جاویگا خدائی کارخانہ درہم برہم ہو جاویگا کیونکہ کل شیئ ھالک الا وجہ اللہ بہشت و دوزخ اور سب نبیوں اور ولیوں اور فرشتوں کی روح سروں اور پھلوں کی روح سب فنا ہو جاوینگی تب غریب اور بے بضاعت خدا عرش کے بالاخانہ پر ہنوز چشمانش نگران ہست کہ ملک عش باوگران ہست کی طرح اوساں باختہ بیٹھا رہیگا معاذ اللہ چند دنوں سے غریب اور بے بضاعت خدا نقش موہوم و مخیل کی طرح مداری بن اپنے پیٹ سے انتڑیاں نکال تماشا دکھلا خدا بن بیٹھا مگر جونہی تماشے کا ہاتھی آیا تو مع نتانادریا ماندی پرستیاں بادری۔ گدھا بنا سور بنا کتا۔ غرض سیاپا خانہ خدا کو خود بننا پڑا۔ کیونکہ ہمہ اوست یا ہمہ از دوست کے سوا غریب کا چھٹکارا نہیں تھا معاذ اللہ مولوی صاحب یہ داری تماشہ گر چھلیا۔ نقش موہوم۔ بہروپیا بلکہ مخیل کا کیا اعتبار معاذ اللہ

مولوی صاحب اکتیسواں جواب

میں نے اپنے کانوں سے بڑے بڑے راجاؤں مہاراجوں سے سُنا اور یہ تقدیر ماننے مسئلہ تناسخ کے بیچ بھی ہے وہ لوگ کہا کرتے تھے تپسیوں راج اور راجوں نرک کیا معنے تپ یعنی ریاضتوں اور سخت سخت اور مشکل مشکل عباداتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ ریاضت کنندہ ریاضت کے بعد راجا ہو جاتا ہے۔ پھر راج کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ انسان یعنی راجہ دوزخی ہو جاتا ہے اس کلام کا دوسرا جملہ یعنی راجوں نرک اس لئے بھی سچ ہے کہ راجوں اور مہاراجوں سے اکثر ظلم و تعدی ہو جاتی ہے۔ ان سے پورا پورا انصاف محال ہے پھر عیاشی اور فضولی وغیرہ وغیرہ آفات میں مبتلا رہتے ہیں بلکہ میرے جیسا تجربہ کار تو شہادت بھی دے سکتا ہے کہ علی العموم یہ دوسرا جملہ سچ ہے کیونکہ دوزخ کا نمونہ ان میں مجھے دکھائی دیتا ہے۔ جیسے سفلس (آتشک) پہاڑی روگ گرمی باد شہر۔ مبارک کہتے ہیں۔ اہل مصر نے نائیٹریٹ آف سلور کا کیا خوبصورت نام رکھا ہے۔ الحجر الجہنمی۔ میں جب کبھی آتشک کے زخموں پر اس کا استعمال کرتا ہوں۔ اُس وقت اس مصری نام کی خوبی جیسی مجھے معلوم ہوتی ہے شاید ایک ناتجربہ کار یا شرایع سے ناواقف کو ہرگز معلوم نہ ہوتی ہوگی +

آریہ۔ آپکے اس جواب کا ہم کیا رد کریں اسکا ایک ایک لفظ تسلیم کے قابل ہے اور جب ساتھ اسکے آپکا تجربہ بھی شامل ہے کہ ضرور راجاؤں کو ایسا ہوتا ہے کیونکہ آپ راجہ شاہی حکیم تھے۔ الحمد للہ کہ آپکے منہ سے بھی کلمہ حق نکل گیا بیشک۔ راجاؤں اور بادشاہوں کو جو کہ ظالم اور عیاش ہوتے ہیں جہنم ملتا ہے۔ مثلاً راج اور راجوں نرک۔ پس محمود۔ تیمور۔ اورنگ زیب۔ نادر۔ غیاث الدین علاؤ الدین سکندر لودی۔ احمد شاہ ابدالی وغیرہ جیسے ظالموں اور سفاکوں اور عیاشوں کو ضرور نرک (جہنم) ملتا ہے یعنی بُرے کرموں کے بدلے میں اس جنم اور دوسرے جنم میں دُکھ الحجر جہنمی وغیرہ روگوں میں مبتلا ہوتے ہیں مگر جس کو تم آپنے یہ تسلیم کیا اور سمجھ لیا۔ کہ ضرور ظلم و عیاشی کا پھل دُکھ ہے اب انکو راج کیوں ملا صاف ظاہر ہے ؎

زکوۃ نے کرنیکی پسند د خدا ۔ دہد خسروے عادل و نیک رائے

اور اس کے خلاف ؎

چو خواہد کہ ویراں کند عالمے ۔ کند ملک در پنجہ ظالمے

چو قومے بعصیاں شود مبتلا ۔ جفاکار شاہے فرستد خدائے

اور یہ تو صاف ظاہر ہے ؎ شامت اعمال عالم صورت نادر گرفت۔ پس ظالم و عادل بادشاہ دونوں ہی اپنے سابقہ اعمالوں کے سبب بادشاہ ہوتے ہیں مگر چونکہ اختیار ملکر دونوں سُتنتر (آزاد) ہیں اسی واسطے حسب منشائے آزادی کوئی عدل کرتا ہے کوئی ظلم اور اُسکے معاوضہ میں درگاہ الٰہی سے سزایاب ہوتے ہیں پس یہ سارے کے سارے بے تعلق اعمال سابقہ اور تیرے جنم سے ہیں نہ کہ اتفاقیہ یا خودبخود +

مولوی بتیسواں جواب ہم نے مانا آرام و تکلیف اعمال کا ثمرہ ہیں مگر یہ لیل

نہیں کہا جاتا ہے کہ وہ اعمال دنیوی اور اسی جنم کے ہیں ہاں ثمرات کہتے ہیں فائدہ بھی ہے کہ جزا و سزا ہیں باعث انعام اور موجب سزا کا علم اور اسکا یاد ہونا ضرور ہے ثمرات میں علم اور یاد اب ضروری نہیں غایۃ مافی الباب یہیں وہ اسباب موجبات یاد نہ ہوں سو ایسی یادداشت تو تناسخ ماننے والوں کے نزدیک ضرور نہیں رہتی یہ بات کہ بچہ میں ایسے کونسے اعمال ہیں جنکے باعث بچہ نے سزا بھگتی یا جسکا ثمرہ اٹھایا سو اسکے سر دو جواب ہیں +

اول یہ کہ اعمال دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ اعمال ہیں جسکا ثمرہ یا جزا لینے میں عامل اور فاعل یا مرتکب کا عاقل و بالغ اور سمجھدار ہونا جان بوجھ کر قانون قدرت کے خلاف ورزی کا مرتکب ہونا ضرور نہیں مثلاً ایک نادان لڑکا آگ میں ہاتھ ڈالدیے یا زہر یا دودھ پلایا جائے اور ایسی خلاف ورزی میں سزا جزا اور ثمرہ کا اٹھانا ضرور ہے۔ بہت نہ ہو تھوڑا ہی سہی مگر ایسی صورت میں اگر قدرے قلیل دکھ وا تک اور رنج رساں ہو تو انکی تلافی اس اجر عظیم سے ہوجاتی ہے جسے شہادت کا مرتبہ کہتے ہیں +

دوسرے وہ اعمال ہیں جن میں قانون کی خلاف ورزی مرتکب جرایم کا عاقل بالغ جان بوجھکر جرم کا مرتکب ہونا ضروری ہے جیسے قوانین کو قانون شریعت قانون حکما۔ قانون حکام کہتے ہیں۔ پس لڑکے قانون قدرت کی خلاف ورزی میں گرفتار ہیں۔ انہوں نے خود کئے یا ان کے والدین اور مربیوں نے +

دوم۔ لڑکے بھی کہہ سکتے ہیں کہ جان بوجھکر کسی برائی کے مرتکب ہوا کرتے ہیں اور اسی کی سزا میں گرفتار رہتے ہیں یا تو اس لئے کہ برائی کی مرتکب ان کی روح ہے اور ان کی روح جیتن ہشیار اور ان کی کمزوری کیوقت ایسے گن کرم اور سبھاؤ کے ساتھ ہے جیسے جوانی کے وقت +

اور یا اس لئے کہ جسقدر کے وہ لڑکے ہیں اور جسقدر انکے جسم اور عناصر کی استعداد ہے اسقدر کی سمجھ والی انکی روح بھی ہے پھر جیسے چھوٹی سی چیونٹی بھی روح اور سمجھ کا ایک مقدار رکھتی ہے اور سمجھ کے خلاف مرتکب بھی ہوتی ہے اسی طرح وہ لڑکے بھی جنکو ہم دیکھتے ہیں اپنی وسعت اور سمجھ کے موافق کسی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے ہونگے

جب ہم عقلا و حکما اور بڑے بڑے سمجھ والوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ بھی عقل اور سمجھ کے خلاف کرتے ہیں اور اس کی سزا پاتے ہیں بھلا چھوٹی سی عقل کے بچے ایسا کیوں نہ کرتے ہیں بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں۔ لڑکوں کو کچھ بڑی تکلیف نہیں ہوتی اور اسکے والدین مربی اپنے اسی جنم کے اعمال کی سزا بھگتتے ہیں اور جائز ہے کہ ایسے لڑکوں کو آیندہ امداد اور زندگی میں ترقی کا سامان ملجاوے +

آریہ تینتیسویں جواب کا رد۔ اس میں آپنے نہایت صاف الفاظ میں مان لیا کہ "آرام و تکلیف اعمال کے ثمرات ہیں" "پس لڑکے قانون قدرت کے خلاف ورزی میں گرفتار ہیں" "لڑکے بھی ہم کہتے ہیں جان بوجھکر برائی کے مرتکب ہوا کرتے ہیں" "اور اسی کی سزا میں گرفتار ہوتے ہیں" وغیرہ پس آپکے پچھلے سارے انکار آپکو شرمسار کرتے ہیں درحقیقت سلسلہ اعمال اور سزا سے سوائے اقرار کے کوئی چارہ نہیں ہو ثمرہ کہئے جزا کہئے سزا کہئے۔ ہمارا مطلب ہر طرح حاصل ہے کہ یہ سب تفرقہ دکھ اور راحت کے متعلق اعمال سے وابستہ ہے پس اس مسئلہ کو تو آپنے مان لیا۔ اب دیکھئے تناسخ سے کیا انکار ہے +

ہم نے مولوی صاحب کے جواب میں نمبر لگا دیئے تاکہ رد اچھی طرح سے سمجھ میں آسکے اور طول فضول عبارت ہم کو بار بار نہ لکھنی پڑے کیونکہ ہم کو تحقیق حق سے غرض ہے کاغذ سیاہ کرنیکی مرض نہیں +

آپکے اعتراض نمبر ا کا جواب یہ ہے کہ وہ اعمال دنیوی اور اسی جنم کے اسواسطے نہیں کہ وہ اس سے پہلے کے ہیں یہاں صرف اسکا پھل ظاہر ہے بیج ظاہر نہیں بس بیج

اسکا دوسرے جنم کے اعمال ہیں حصہ نمبر ۲ کا یہ رد ہے کہ بچہ نے قبل ازپیدائش حمل میں کس طرح انگلی مار کر اپنی آنکھیں پھوڑ ڈالیں کس طرح اپنے پاؤں توڑ ڈالے کس طرح حمل میں بہرہ اور گونگا ہوگیا۔ کیوں غریب اور کنگال کے گھر میں آیا کیا وہ درحقیقت چاہتا تھا اسکا ثبوت قیامت تک آپ سوائے اقرار تناسخ کے نہیں دیسکتے کیوں جنم سے دکھ میں پڑا۔ اور کیوں سکھ میں آیا۔ یہ سارے اسباب ہیں جسکا سبب قبل از پیدائش بچہ کے لئے حمل میں کوئی فعل ہونا چاہیئے اگر نہیں ہے تو تناسخ بدیہہ دلایل سے ثابت ہے آگ سے یا زہر سے مرے ہوئے بچہ کو آپ شہید سمجھتے ہیں مگر کیا بغیر ارادہ و نیت و خبر کے ثواب یا عذاب ہوسکتا ہے ہرگز نہیں پس وہ کسی طرح نہ عذاب ثواب کے مستحق ہیں اور جو حمل میں مرجاتے ہیں یا اسقاط ہوجاتے ہیں ان کو تو آپ شاید بہشت سے بھی اوپر قرب الٰہی کا درجہ دیتے ہونگے آپکے خیال اور قرآنی آیات کے مطابق اچھا ہوتا ہے جو لڑکے یا زہر سے مرتے ہیں کیونکہ شہید ہوتے ہیں آفرین ہے عقل پر اور تحسین دانائی پر۔ بریں عقل و دانش بباید گریست بیزبان لڑکوں کے جلنے اور زہر کی تکلیف کو آپ قدرے قلیل دکھ وا تک و رنج رساں سمجھتے ہیں کسی نے آپکے حق میں اچھا کہا ہے +

کبھی بید و طاؤس گلستان ذبح کروائے　　بلا سے تیری گر اک بیزباں کی جان پہ بن آئے
تیری تفریح طبع کو عجب اچھا تماشا ہے　　وہ تڑپے ہے تیرے لب پر آہ ہو واہ واہ

جب یہ صاف ثابت ہے کہ لڑکے قانون قدرت یا کسی قانون کی خلاف ورزی میں گرفتار ہیں پس حمل میں یا پیدا ہوتے ہیں خلاف ورزی انہوں نے کیا کی؟ مولوی صاحب! ایمان سے کہنا سوائے تناسخ کے اسکا کوئی جواب ہے +

مولوی تینتیسواں جواب۔ نیکی کا اثر اگرچہ عمدہ ہوتا ہے مگر نیک اپنی نیکی پر کبھی تکبر کرتا یا نیکی کو ریا۔ اور لوگوں کو دکھلانے کے واسطے بجالاتا ہے کمزور لوگوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور بدی کا اثر اگرچہ برا ہونا چاہیئے مگر بدکار اپنی کاری پر تفکر کرتا ہے تو بارگاہ الٰہی میں عجز و انکسار اضطراب شرمندگی ظاہر کرتا اور دعا مغفرت مانگتا ہے اس لئے نیک اپنی نیکی کو تباہ کردیتا ہے اور بدکار بدی کے بعد مقرب بارگاہ الٰہی ہوجاتا ہے تب جسکو ہم اور تم عام نگاہ کے لوگ نیک سمجھتے تھے دکھی دیکھتے ہیں اور بدکار کو سکھی اور اپنے غلط توہمات سے اگر کہدیں کہ یہ تکلیف نیک پر اسکے پورب لی جنم کا پھل ہیں اور یہ آسایش بدکار کو اسکے پورب لی جنم کا پھل ہیں تو ہمارا یہ وہم غلط ہوگا۔ کیونکہ ممکن ہے ہماری تشخیص نے غلطی کھائی ہو +

آریہ تینتیسویں جواب کا رد۔ یہ جو آپنے نیک اور بد کی مثال دی ہم مان لیتے ہیں مگر جو اس میں آپنے مغالطہ دیا ہے اسکا پہلے کھنڈن کرینگے بھائی پورب لی جنم کے کرم نہ سہی سابقہ اعمال سہی جب اس نے نیکی کی اسکے بعد غرور کیا یا پہلے غرور کیا پیچھے نیکی کی انصاف تو یہ ہے کہ غرور کا برا پھل اور نیکی کا نیک پھل ملے ایسے ہی برائی کا برا پھل اور پرارتھنا کا عمدہ پھل ملنا چاہیئے پس اول عمل ہوتے ہیں پیچھے پھل ملتا ہے اسمیں بھی آپنے اپنے منہ سے نہیں قلم سے بلکہ دل سے سابقہ اعمال کو پھل دکھ اور سکھ مان لیا ہے اور یہی اس سے ظاہر ہوتا ہے مگر یہ ممکن ہے کہ اس نے اس جنم میں غرور نہ کیا ہو۔ اور نہ اس نے اس جنم میں پرارتھنا۔ پس اس جنم سے تعلق نہ ہونیکا سبب ضرور اعمال جنم سابقہ اسکا باعث ہیں کیونکہ ممکن ہے کہ آپنے تشخیص میں غلطی کھائی ہو جیسا کہ اکثر کیا کرتے ہیں۔ الانسان مرکب من الخطا والنسیان +

مولوی چونتیسواں جواب نیکیوں کے بہت اقسام ہیں چنانچہ جیسے نیکیوں کے انواع و اقسام تھیں ایسی ہی نیکیوں کے ثمرات اور نتایج کے بھی اقسام ہیں اکثر لوگ

کی حالت یہ ہے ایک قسم یا سو ہزار قسم کی نیکی کرتے ہیں اور جس جس قسم کی نیکی کرتے ہیں اسکو انواع واقسام کی برکات وثمرات کو حاصل کرتے ہیں مگر وہی نیک ایک قسم کی نیکی کرنیوالے اور طرح کی بدی بھی کرتے ہیں اور ان بدیوں کی سزا بھگتتے ہیں پھر یہ بھی ہے کہ بعض نیکیاں اس قسم کی ہیں کہ جلد اپنا پھل دیتی ہیں اور بعض نیکیاں اپنا ثمرہ مدت کے بعد ظاہر کرتی ہیں ایسی حالت میں نظارہ کنندہ کبھی غلطی میں پھنسکر کسی قسم کی بدی کے مرتکب کو مطلق نیک اور کسی قسم کی نیکی کرنیوالے کو بدکار کہہ بیٹھتا ہے اس جواب کو بہ قصد واضح کرتا ہے +

خاکسار ایکبار مجلس میں انا المعمر مرسلنا والذین آمنوا فی الحیاۃ الدنیا پر احباب کو کچھ سنا رہا تھا ایک شخص نے اس میں دریافت کیا کہ جب تمام آرام ایمان سے حاصل ہو سکتے ہیں اور انواع واقسام آلام کفر و نافرمانی سے تو انگریز کیوں حیوٰۃ الدنیا میں منصور و دولتمند ہیں تب خاکسار نے اسکے روبرو تمام اہل مجلس سے عرض کیا کہ ایمان کے ادنیٰ ترین شعبوں میں سے اماطتہ الاذیٰ عن الطریق ہے یعنی رستوں کو صاف کرنا رستوں میں سے دکھ دینے والی اشیاء کو دور کرنا اور مومنوں کی تعریف میں آیا ہے وامرھم شوریٰ بینھم مومن ہیں جنکی حکومت جنکے کام مشورہ سے ہوں اور مومنوں کو کہا گیا ہے۔ وان لیس للانسان الا ما سعیٰ وان سعیہ سوف یریٰ ترجمہ آدمی کو اپنی سعی وکوشش کا نتیجہ ملا کرتا ہے اور اپنی کوشش کے نتائج کو دیکھیگا +

میرے پیارے مخاطبو! ان چند ایمانی احکام پر انگریزوں نے عمل کیا اور تم نے ان احکام پر عملدرآمد سے منہ موڑا جن لوگوں نے ان احکام اسلام کو لیا وہ ان احکام کے پھل بھی اٹھا رہے ہیں تم نے نافرمانی کی اسکا بدلہ بھی بھگت رہے ہو۔ یہ تو امر کی تمثیل ہے ایسا ہی الٰہی نواہی پر نظر کرو۔ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم ترجمہ آپس میں مت جھگڑا کرو باہمی اختلافات سے بودے ہو جاؤگے اور تمہاری عزت وہوا اکھڑ جاویگی۔ آیت شریف بالا میں تم کو حکم ہے باہمی جنگ وجدل چھوڑدو۔ والا بودے ہو جاؤگے تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی۔ اس نہی کی تم نے پرواہ نہ کی اللہ کے فضل سے تم بھائی بھائی بنے مگر باہم اعدا ہو گئے غرض تم لوگ اپنی خرابیوں کے وبالوں میں گرفتار ہو۔ ہاں نمازیں پڑھتے ہو روزے رکھتے ہو زکوٰتیں دیتے ہو۔ حج ادا کرتے ہو۔ اور ان سب سے مقدم توحید پر ایمان لائے ہو اور انگریز شاید ان احکام کے منکر ہیں تو ان اعمال کے ثمرات تم ہی اٹھاؤ گے انگریز انکا پھل نہ پائینگے غرض جو شخص جس قسم کا بیج بوئیگا اسی قسم کا پھل اٹھائیگا۔ لعلکم تتفکرون فی الدنیا والآخرۃ ترجمہ تاکہ تم دنیا اور آخرت میں فکر کرو۔ کہ صد اصحابہ کرام اور انکا اتباع عظام نے دین اور دنیا دونوں حسنات کا بیج بویا تھا۔ دونوں کا پھل اٹھایا +

آریہ چونتیسویں جواب کا رد۔ میں حیران ہوں کہ آپنے اس آخری جواب کو تناسخ کے رسالہ میں کیوں لکھا۔ اور آخر میں اگر وہ سارے پچھلے فضول جواب آپ کیوں بھول گئے۔ اسکے جواب میں کرموں کا پھل ملنا تو آپنے ضرور مان لیا۔ وہ فیصل کا ڈھونگ ڈھکوسلا آپکا کہاں گیا؟ بیشک نیکی اور بدی کا بالضرور اور یقینی طور پر پھل ملتا ہے آپنے جو قصہ لکھا وہ بھی درحقیقت ع سلام روستائی بیغرض نیست۔ کی مثال ہے۔ ہم آپکو بتلاتے ہیں کہ اس میں آپنے کہاں کہاں غلطی کی۔ اماطۃ الاذیٰ عن الطریق کی آیت پر کبھی اسلام والوں نے عمل نہیں کیا۔ خود خدا کے گھر میں یعنی عرب میں عمل نہیں ہوتا تھا۔ جیسا عرب کا نام محمد صاحب سے پہلے قطاع الطریق اور غازی یعنی لوٹیرا تھا ویسا ہی اب بھی ہے اور جب تک ویدک دھرم پر نہ آویں ایسا ہی رہیگا بتلائیے اس آیت پر عمل ہوتا ہے یا صرف زبانی جمع خرچ سے ہی کام نکال لیتے ہو +

افغانستان۔ روم۔ ایران۔ بلوچستان۔ تاتار۔ مصر وغیرہ جہاں جہاں اسلامیوں کا راج ہے یا تھا۔ کبھی اس آیت کے ان معنوں پر عمل نہیں ہوا۔ پھر فضول اسلام کی بے میاد تعریفوں سے کیا فائدہ۔ دوسری آیت بھی آپکے بے فائدہ درج کی کیونکہ اس پر کبھی عمل نہیں ہوا یعنی وامرھم شوریٰ بینھم۔ اگر اسلامی بادشاہ مشورہ کرنے تو استقدر ظلم وستم دنیا میں کبھی ہوتے یا اتنی خونریزی ہوتی ہرگز نہیں اور تو اور خود حضرت ہی کے جہاد اسکے شاہد ہیں بھلا عقل کو اسلام سے کیا نسبت۔ تیسری آیت اور بھی بیفائدہ ہے یعنی ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم یعنی آپس میں مت جھگڑو باہمی اختلاف سے بودے ہو جاؤگے اور تمہاری عزت اٹھ جائیگی حضرت کے مرجانے پر کتنا جھگڑا ہوا۔ خلافت کی بابت کیا کچھ گل کھلے حضرت علی اور معاویہ اور عائشہ اور طلحہ و زبیر و عثمان وغیرہ صحابیوں نے اس آیت پر کتنا عمل کیا۔ کیا اُن کو آپ جیسی عقل نہ تھی مولوی صاحب ؎

شیر قالین دگر و شیر نیستان دگر است۔ جو دو آیات آپنے درج کی ہیں وہ عین تناسخ اور مسئلہ اعمال کی مددگار و حامی ہیں یعنی وان لیس للانسان الا ما سعیٰ وان سعیہ سوف یریٰ ترجمہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو کمایا اور اپنی کوشش کے ہی نتائج کو دیکھیگا۔ لعلکم تتفکرون فی الدنیا والآخرۃ۔ تاکہ دنیا اور آخرت کا فکر کرو۔ جبکہ آدمی کو اپنی کوشش اور سعی کا نتیجہ ملتا ہے اور آیندہ بھی ایسا ہی دیکھیگا۔ اور جیسا کسی نے بیج بویا تھا ویسا ہی پھل اٹھایا۔ پس جنم کے دکھ سکھ یا ملاسب دکھ سکھ ضرور بالضرور اعمال جنم سابقہ کی سزا وجزا ہے +

مولوی پینتیسواں جواب۔ نیک شخص کے دو پہلو ہیں ایک جہت میں وہ اللہ تعالیٰ کا محب اور ایک جہت میں بباعث اپنی نیکیوں کے اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے نیک پر تکالیف کا آنا ممکن ہے کہ محبت کی جہت سے ہو۔ نہ محبوبیت کی جہت سے اور انعامات محبوبیت کی جہت سے ہوں نہ محب ہونیکی وجہ سے +

آریہ پینتیسویں جواب کا رد۔ خدا کسی کو نہیں آزماتا۔ کیونکہ آزمانا جاہل ناواقف کا کام ہے عالم الغیب کا نہیں۔ پس نیک یا بد کو جو تکالیف ورنج ہوتے ہیں وہ برائی کے سبب سے اور جو آرام و راحت ملتی ہے وہ بھلائی کے سبب سے اگرچہ اس جواب کا تناسخ سے کوئی تعلق نہیں مگر آپکا فرضی ممکن درحقیقت ناممکن ہے ہم اسی قاعدہ سے فرض کر سکتے ہیں۔ کہ شیطان پر لعنت اور رحم محبت کی جہت سے ہو نہ کہ عداوت اور کفر کی وجہ سے اور نبیوں کو بہشت گناہ کے سبب سے ہو نہ کہ محبت اور پیار کی وجہ سے کیونکہ دونوں باتیں اسی کی رضا اور خوشنودی میں معلوم ہوتی ہیں۔ ابن عباس فرمودہ کہ امر یعنی اجبار است یعنی ہر کہ را خواہد ایمان آرد ہر آئینہ ایمان آرد و ہر کہ را خواہد کافر شود و شک کافر گردد۔ ما تشاؤن الا ان یشاء اللہ۔ آنچہ مشیت ازلی بداں متعلق شدہ از سمت تغیر مبرا و از صفت تبدیل معرا ست ؎

ہر کرا خواہی بداں دہ ہر کرا خواہی بخواں حکم حکم تست و کس را چارہ جز تسلیم نیست

(دیکھو تفسیر حسینی سورۃ کہف صفحہ ۹ سنہ ۱۸۷۶ء نولکشور) +

جس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآنی اعتقاد کے مطابق ان تمام شرارتوں بے ایمانیوں وکفر و شرک کا موحد بلکہ بانی مبانی خدائے قرآنی ہے ع زینہار از قرین بد زنہار +

شیخ عبیداللہ مصنف تحفۃ الہند کا اعتراض صفحہ ۱۴۵ و ۱۴۶

مولوی۔ ہندوؤں کے دین میں قیامت کا ہونا کہیں نہیں لکھا +

آریہ۔ قیامت کا مسئلہ جس طرح قرآن میں لکھا ہے اور جو آپکا منشا ہے بیشک ہنود اسکے قائل نہیں اور نہ وہ تسلیم کے قابل ہے قیامت کے روز خدا تعالیٰ کا حساب کتاب کرنا اور ایسی عقل یا علم کل سے نہیں بلکہ منکر نکیر و کراماً کاتبین کے عرض معروض کرنیکے مطابق اسکے ہر فیصلہ عادل و حاکم و منصف ہونیکی صفات کا ابطال ہے اور اسکے کسی گن کا کسی وقت معطل ماننا صریحاً اُس کی ذات سے انکار ہے پس قیامت کے روز حساب و کتاب خدا کا اجلاس تخت خداوندی پر پیغمبر صاحب کا پیشی کرنا ملائک کا فوجی سلامی

اُتارنا از فرجنٹ آرمس) اور بعد از آن رب العرش کا آٹھ فرشتوں کے سر پر رکھی ہوئی پالکی پر سوار یا تخت رواں یا بوڑھے بادشاہوں کی طرح پھر کر سب کے پاس سے گزرنا۔ علیٰ ہٰذا القیاس محض باطل اور سراپا غلط ہے +

مولوی کہتے ہیں کہ جب کوئی گنہگار مرتا ہے تو یم راج جسکو ہنود دہرم رائے بھی کہتے ہیں اُسکے برقنداز گنہگار کی روح یم راج کے پاس لیجاتے ہیں اور وہ جیسے لائق ہوتا ہے اُس کو ویسا ہی جسم دیتا ہے اِس جسم میں اپنے اعمال کی سزا پاکر اِس جسم سے نکلکر پھر کسی اور جسم میں داخل کیا جاتا ہے (از سوط اللہ الجبار جلد ا صفحہ ۱۴) +

آریہ آپنے اسکا کوئی ثبوت نہیں دیا صرف عوام کے کہنے سے اعتبار کر لیا مگر اصل میں ایسا نہیں بلکہ سرو ویاپک پرماتما کو کسی برقنداز یا چپڑاسی یا اردلی کی ضرورت نہیں البتہ عزرائیل و میکائیل و جبرائیل وغیرہ برقندازوں کا صوبہ دار قرآنی خدا ہے اور وہی بالائے سبع سموات کبھی عرش کبھی کرسی پر جلوہ فرما ہے۔ سچی پرماتما کا نام دہرم راج دہرم رائے اور یمراج یا جمراج ہے اور یم و وایو کا بھی نام ہے پس وایو منڈل کے ذریعہ روح دوسرے قالب میں جاتا ہے اور وایو کو اُس احکم الحاکمین کا برقنداز (بطور) استعارہ کہیں تو کوئی ہرج نہیں وہی پرماتما ہر جا موجود ہونیکے سبب سب کا ہمیشہ ہر جگہ انصاف کرتا ہے ہر ایک روح کے حق میں بموجب اعمال وہی دہرم رائے یا دہرم راج (حاکم عادل) ہے وہی باپ یعنی انتریامی سب کا پرابھ (دلوں کا مالک اور عالم) ہے مہرشی منو نے بھی کاشف القلوب اور محرم اسرار نہانی سے پرماتما کو انہیں ناموں سے پکارا ہے اور اُسکے شارح کلوک نے بھی ایسا ہی لکھا ہے (منو ادہیاء شلوک ۹۲) پرماتما کے انصاف میں کسی شفیع یا وکیل یا سفارشی کی رسائی نہیں اور نہ کسی نبی یا ولی یا رشی مہرشی کو طاقت گویائی +

سرگشتہ بود خواہ نبی خواہ ولی۔ در وادیٔ ما اوری یا بعقل علی

مولوی۔ اسی طرح لکھہا جنم لیتا ہے یہانتک کہ مکھی اور مچھر اور چیونٹی سور کتا وغیرہ ہر طرح کے حیوان بلکہ درخت اور گھاس بوٹی بھی اور بعضو نکے نزدیک پتھر بھی ہو جاتا ہے اور بہت سے جنم لیکر جب گناہوں سے صاف ہوتا ہے تو اُسکی مکت یعنی نجات ہو جاتی ہے یعنی نیست و نابود ہو کر خدا کی ذات میں ملجاتا ہے +

آریہ۔ بیشک ہر ایک کرم انوسار سزا و جزا پاتا ہے اور دکھ و سکھ راحت و آرام بھوگنے کو مختلف قالبوں میں جاتا ہے مگر ہر ایک کیواسطے خواہ مخواہ لاکھوں جنم بغیر کرم کے ضروری نہیں ویدک دہرم کی تمام بنیاد انسانی اعمال اور انصاف ذو الجلال پر ہے کسی بیہودہ خیال پر نہیں مگر دین اسلام اِس نیک اصول کو قبول نہیں کرتا اور کہتا ہے ؎

بآب زمزم و کوثر سفید نتواں کرد ۔ گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ

مختلف جونوں میں جانا ہرج کی بات نہیں اور نہ علم معقول کے خلاف ہے سارے جسم ایک ہی قسم کے عناصر کم و بیش سے مرکب ہیں اور سب روحیں بھی غیر مادی مدرک بالذات ہیں مکھی۔ مچھر۔ چیونٹی۔ سور۔ کتا۔ سب کو جان عزیز اور سکھ دکھ کی تمیز ہے اپنی اولاد سے محبت۔ دشمن سے نفرت۔ رزق کی ضرورت۔ شہوت غالب اور انسان کی طرح حرص طالب ہے۔ شہد کی مکھی کے حالات یا خود مشاہدہ کرو ورنہ نگارستان دانش کو مطالعہ کرو تاکہ عقل آوے اور کام کرنا سیکھو اور ایسا ہی دوسری مکھی کی دانائی اور ہوشیاری امریکہ کی چیونٹیوں کا شہد جمع کرنا اور سب ملکوں میں سردی کیواسطے غلہ یکجا کرنا کون ہے جسکو انکی واقفی لیاقت سے انکار ہو۔ اندھیرے میں لگاتار کام کرنا اور ایک شاہی شہر بنانا مستقل مزاجی سے بار بار کوشش کرنا اور کامیاب ہونا اِس لائق تو ہے کہ تیمور جیسے شہنشاہ انکی شاگردی کریں لوگ کہتے ہیں کہ چیونٹیاں باتیں کرتی ہیں وہ حفاظت خود اختیاری میں بہت ہوشیار ہیں اور قادری بھی ایسا ہے جس سے آپکا انکار رد ہوگا یعنی قرآن اور محمد صاحب سورۂ نمل میں لکھتا ہے +

قالت نملۃ یا ایہا النمل ادخلوا مساکنکم لا یحطمنکم سلیمٰن وجنودہ وہم لا یشعرون فتبسم ضاحکا من قولہا ترجمہ گفت مورچہ اے مورچگان در آئید بخانہائے خود تا در ہم نشکند شمارا سلیمان و لشکرہائے او و ایشاں نمیدانند پس سلیمان تبسم کنان از گفتار مورچہ +

تفسیر حسینی سے ثابت ہے کہ چیونٹیاں خدا کی عبادت کرتی ہیں نیکبخت دن رات یاد خدا میں مشغول ہیں پس یہ سب جونیں مسلمانوں سے زیادہ نیک عابد ہیں۔ آدمی وفادار بھی نہیں اُس سے چیونٹی اچھی ہے ؎ مور گرد آورد بتابستان تا فراغت بود زمستانش۔ پھر اسی سورت نمل میں لکھا ہے فقال احطت بما لم تحط بہ وجئتک من سبا بنبا یقین ترجمہ پس گفت (ہدہد) جانور در گرفتم بچیزے کہ در نگرفتہ آن را و آوردم ترا از قبیلہ سبا خبرے تحقیق را۔ اور اِس سے پہلے لکھا ہے کہ سلیمان مرغوں جنوں اور آدمیوں کی بولی جانتا تھا

اور قرآن میں لکھا ہے کہ جانور۔ درخت۔ پہاڑ۔ ستارے۔ شمس و قمر سب اُسی کی عبادت اور اُس کو سجدہ کرتے ہیں سورہ حج الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السموات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس ترجمہ۔ آیا نہ دیدی کہ سجدہ میکنند خدا تعالیٰ را آنانکہ در آسمانہا باشند و آنانکہ در زمین اند۔ و آفتاب و ماہ و ستارہا و کوہہا و درختان و چارپایاں و بسیارے از مردمان۔ اِسی کے متعلق ایک فاضل کہتا ہے ؎ واگر تا بینی از عین شہود۔ جملہ ذرات جہاں را در سجود۔ **سعدی** کہتا ہے یاد دارم کہ شبے در کاروانی ہمہ شب رفتہ بودم و سحر در کنار بیشہ خفتہ۔ شوریدۂ کہ در آن سفر ہمراہ ما بود نعرۂ بر آورد و راہ بیابان گرفت و یک نفس آرام نیافت چوں روز شد گفتمش آنچہ حالت بود گفت بلبلان را دیدم کہ بنالش در آمدہ بودند از درخت و کبکان از کوہ و غوکان در آب و بہایم از بیشہ اندیشہ کردم کہ مروت نباشد ہمہ در تسبیح و من در غفلت خفتہ کجا بود باشد +

بیل اور گدھے بھی آدمیوں سے اچھے ہیں۔ گاوان و خران بار بردار بہ از آدمیان مردم آزار +

عموماً درندے اور چارپائے اچھے ہیں بنسبت آدمی بہتر است از دواب و دد از تو بہ گر نگوئی صواب +

فاسق آدمی سے سانپ اچھا ہے۔ انسان ما زیر پائے گر افعی زند کہ تربہ سد سرش را بکوبند بسنگ +

اگرچہ پتھر وغیرہ جونوں میں جانا ہم نہیں مانتے اور نہ انہیں صاحب ادراک جانتے ہیں کیونکہ اول تو انکے قالبوں میں جانا وید مقدس کے خلاف ہے دوم وہ بیجان ہیں سوم جہاں اچھیا۔ دویش۔ پریتن۔ سکھ۔ دکھ۔ تمیز نہیں وہاں روح یا جان کوئی چیز نہیں۔ نباتات ان میں روح کا تناسخ ہونا ہم نہیں مانتے +

مگر کتب اسلامیہ کے رو سے آدمی۔ اونٹ۔ سور۔ بندر۔ گوہ۔ چیونٹی۔ ہدہد گدھا۔ بلی۔ کتا۔ فیل۔ درخت۔ پہاڑ۔ نمک۔ سنگریزہ تک سب جگہ ارواح معلوم ہوتی ہیں وہ سب مسلمانوں کی طرح کلمہ پڑھتے ہیں۔ عربی جانتے اور بولتے۔ نبوت کے قائل سجدہ کرتے۔ گویا سب مسلمان اور مسلمانیاں ہیں مفتی شاہ دین صاحب نے حقیقت روح انسانی میں لکھا ہے شریعت میں حد تواتر کو پہنچگیا ہے کہ درختوں اور پتھروں وغیرہ نے نبیوں کے ساتھ کلام اور اُنکے حکموں کی فرمانبرداری کی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی روح اور شعور رکھتے ہیں۔ (صفحہ ۳۲) +

ہمارا اعتقاد ہے اسکی بنیاد عدل الٰہی اور صداقت پر ہے کہ جہاں جہاں تمیز اور خواہش ہے اُن تمام اجسام میں روح جنم لیتا ہے انکی حالتوں کے اختلاف سے اعمال اعمال سے جسم اور جسمی اختلاف سے خدا کا انصاف ثابت ہوتا ہے ورنہ خدا کی اندھیر

ماننے تناسخ کے نعوذ باللہ ظالم مکار اور دھوکا باز ثابت ہوتی ہے یا پنٹ ناستک ہونا پڑتا ہے جیسا کہ منکران تناسخ کا حال ہے یا سچے الہام وید سے منکر ہوں کا وہم وخیال جس نے تناسخ کی اصلیت کو نہ سمجھا اور نہ روح کی حقیقت کو جانا اُسے منزہ ہی عدل الٰہی سے ناامید ہو کر ہمادستی یا ملحد ہونا پڑیگا +

مولوی - اور یہ مسئلہ تناسخ کا بعضے حکما کی خیال بندی اور قیاس ہے کہ اب تمام ہندوؤں کا مذہب ٹھہر گیا ہے اور محض بے اصل ہے +

آریہ - آپنے صفحہ ۱۴۶ پر تو یہ لکھا ہے کہ بعضے حکما کی خیال بندی اور قیاس ہے۔ اور صفحہ ۱۴۳ پر فرماتے ہیں اکثر حکما کہتے ہیں کہ نفس قدیم ہے اور پھر لکھتے ہیں بعضے حکما تناسخ کے قایل ہیں۔ اور ایسا ہی اشاعت السنۃ جلد دوم صفحہ ۴۸ پر بھی لکھا ہے مگر مولوی صاحب کیا شکر کا مقام نہیں کہ یہ مسئلہ حکما کا قیاس ہے اور حکما ہی اسکے قایل ہیں اور اکثر حکما نفس کو قدیم مانتے ہیں۔ نہ کہ اُمّی اور جہلا لوگ اور ہندوؤں نے بقول آپکے اگر تقلید کی تو بھی علما اور حکما اور فضلا کی نہ کہ جہلا کی۔ مگر یہ مسئلہ اصل میں نہ تو حکما کا ایجاد ہے اور نہ کسی انسان کا طبعزاد۔ بلکہ یہ قدرتی قانون کی جان اور وید مقدس کا ارشاد ہے جن حکما نے ایشوری قانون اور وید کی تعلیم پر غور کی یا رشیوں کا اپدیش سنا وہ اس مبارک مسئلہ کے قایل ہوئے باقی جاہل رہے اور اصل بات یہ ہے۔ کہ روح اور اعمال کو مانکر بغیر تناسخ کے کوئی چارہ نہیں ہو سکتا بشرطیکہ کوئی عقل سلیم سے کام لے محض بے اصل تو پلصراط۔ شفاعت۔ جہاد۔ حور و غلمان اور بہشت اور دوزخ کے مسایل ہیں۔ اور اسی طرح حلالہ۔ متعہ اور تقیہ جو محمدیوں کی خیال بندی اور قیاسی وہمی وسواس کے باعث ہیں نہ کہ ایسا معقول اور علمی مسئلہ جیسا کہ تناسخ ہے۔ ہر آنکس کہ رو از تناسخ بتافت + بہر جا کہ شد ہیچ عزت نیافت + تناسخ زلس براہ عقل وصواب + اگر عاقلی رو از ین در متاب + نجنل است کارے تناسخ براست + کسے کیں شناسد جدا ز اشاعت +

آنریبل سید احمد خان صاحب کے اعتراضوں کا جواب

تہذیب الاخلاق جلد اول نمبر ۶ مورخہ یکم ربیع الثانی ۱۲۸۷ھ صفحہ ۱۱۔۱۲۳ میں سید صاحب نے اگرچہ اپنے ایک مسلمان دوست کی درخواست پر جسکے دل میں تناسخ کی بابت چند شبہات تھے ایک آرٹیکل لکھا ہے اور اپنے خیال میں تمام زور سے اس مسئلہ کی تردید کر دی ہے مگر حاشا کہ کوئی اعتراض بھی وقعت کے قابل نہیں +

قولہ روح کے ایک جسم سے تعلق چھوڑ کر دوسرے جسم سے تعلق کر لینے کو تناسخ کہتے ہیں جو لوگ تناسخ کے قایل ہیں وہ کہتے ہیں کہ جس طرح جونک اپنی دم کو ایک جگہ جا لیتی ہے پھر جونک اپنے منہ کو دوسری جگہ نہ جمانے دم کو نہیں ہٹاتی۔ اور جگہ نہیں چھوڑتی اسی طرح روح جس جسم سے اس کو تعلق ہو گیا ہے جب تک وہ دوسرے جسم سے تعلق نہیں کر لیتی پہلے جسم سے تعلق نہیں چھوڑتی اور جس جسم سے تعلق چھوڑا ہے وہ دم ہی اس جسم کی موت ہے اس سے لازم آتا ہے کہ وہ ایسے جسم سے تعلق کرتی ہے کہ اس سے پہلے کسی اور روح نے اُس جسم سے تعلق نہ کر لیا ہو ورنہ ایک جسم میں دو اور تین اور اس سے بھی زیادہ روحوں کا تعلق ہونا لازم آویگا اور یہ منافی اُس وجہ کی ہے جس کی بنا پر تناسخ کے ماننے والوں نے تناسخ کو مانا ہے +

اقول - یہ تو پرانا ردی اعتراض ہے جس کی صدہا مرتبہ تردید ہو چکی روح کا جسم سے تعلق پیدا کر لینا بارادۂ خود نہیں۔ بلکہ قانون الٰہی کے مطابق ہے اور اسی سزا و پاداش کی بنا پر ورک ہر ایک روح کو کرم انوسار مختلف قالبوں میں سزا و جزا حاصل کرنی ہے

مکر اپنے اختیار سے اور بھی سبب ہے کہ اسلامی سلطنتوں میں جیسے نادر شاہ وغیرہ بہت جبر اور ظلم اپنے جوش جہالت کے فرو کرنیکی غرض سے لاکھوں ہندوؤں کے سر قلم کرا دیں جیسا کہ تعصب کے شعلہ سے بھڑکتا ہوا مولوی رومی قرآنی آیت کا ترجمہ کرتا ہے ؎ لا جرم کفار را خون شد مباح + ہمچو وحشی پیش نشاب ورماح۔ جفت و فرزندان شاں جملہ سبیل + زانکہ بیعقل اند و مطرود و ذلیل + پس ایک سے زیادہ ارواح کا کسی جسم سے تعلق نہیں ہو سکتا +

قولہ - جو لوگ تناسخ کے قایل ہیں وہ ہر جاندار جسم میں روح مانتے ہیں اور اس بیچ انکے دو فرقے ہو گئے ہیں۔ ایک فرقہ وہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ جب روح ایک جسم سے مفارقت کرتی ہے۔ تو دوسرے جسم میں چلی جاتی ہے گو کہ وہ جسم اُس جسم کی نوع ہو جس سے اس نے مفارقت کی ہے یعنی یہ بات ممکن ہے کہ گدھے کی روح جب وہ مرنے لگے۔ انسان کی جون میں چلی آوے۔ اور انسان کی روح جب وہ مرنے لگے۔ گدھے کی جون میں چلی جاوے احمد ابن حابط اور احمد ابن بابویہ جو اس کا شاگرد تھا۔ اور ابو مسلم خراسانی اور محمد ابن زکریا رازی طبیب اور قرامطہ کا یہی مذہب تھا۔ اور ظاہرا یہی مذہب ہندوؤں کا بھی ہے مگر رازی نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ جب جانور مار ڈالے جاتے ہیں تو ان کی روح انسان کی جون میں چلی جاتی ہے +

دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ ایک قسم کی روح دوسرے قسم کے جانور میں نہیں جاتی بلکہ ہم قسم جانوروں میں جاتی ہے یعنی انسان کی انسان میں گدھے کی گدھے میں شیر کی شیر میں وعلیٰ ہذا القیاس +

پس اگر تناسخ کو مانا جاوے تو ایک قسم کی روح کا دوسرے جسم سے اُس وقت تعلق ہوگا۔ جبکہ وہ اپنی ماں کے پیٹ یا انڈے کے اندر یا سڑے ہوئے مادہ میں ہو جس سے حشرات الارض پیدا ہوتے ہیں اور کسی اور روح نے اُس سے تعلق نہ کر لیا ہو

اقول - بیشک قایلین تناسخ ہر جاندار جسم میں روح مانتے ہیں وہ خود غرض مذاہب کی طرح اپنے دین والوں کے سوا غیروں کو واجب القتل و الصلیب نہیں جانتے جنہیں علم معقول سے کبھی مس نہیں۔ اور جو ہمیشہ تقلید پرستی کے سبب جادۂ راستی و تحقیق کیطرف قدم نہیں اُٹھاتے جن کو شروع سے نمک اور کافور کی تمیز نہیں جیسا کہ روضۃ الصفا میں بذکر خلافت عمر لکھا ہے اکثر مورخین گفتہ اند کہ در تاد سیہ و مدین خرد ارباب کافور بدست عوام افتاد و آنرا نمک پنداشتند و ہمت بر مباد و صنعقلح طلا بفایح نقرہ گماشتند۔ روضۃ الاصفا جلد ۲ ۲۰۲ مطبوعہ نولکشور +

ایسے اسلامیوں میں اگر دو فرقہ ہو گئے ہوں تو کچھ شک نہیں اور اگر زیادہ فرقہ ہونا کسی مذہب کے بطلان کی دلیل ہے تو بھی سب سے پہلے اسلام کی سلامتی نہیں مگر دونوں طرح ماننے سے اصول میں کوئی فرق نہ آیا۔ اور نہ تناسخ کے ثبوت میں کوئی دقیقہ باقی رہجاتا ہے قطع نظر اعرابیوں کے دیگر تمام تناسخ ماننے والوں میں کوئی ایسا اختلاف نہیں جس سے اصول میں لغزش ہو جیسا اسلام میں بہشت دوزخ۔ قیامت۔ معراج اور شفاعت کے مسایل جن میں اسلامیوں کا سخت اختلاف ہے

قولہ - یہودی اور عیسائی اور جمہور مسلمان تناسخ سے منکر ہیں اور مسلمان تو ان لوگوں کو جو تناسخ کے قایل ہیں کافر قرار دیتے ہیں +

اقول - مسلمانوں کا کسی کو کافر قرار دینا ایسا لایعنی اور بیہودہ ہے۔ سا کہ اور مذاہب والے مسلمانوں کو کافر کہیں۔ آپ کس منہ سے بجز مسلمانوں کے مددگار ہوتے ہیں جبکہ مسلمانوں نے آپ پر بھی کفر کا فتویٰ دیا ہوا ہے۔ سنی مسلمان شیعوں کو قطعی کافر کہتے ہیں اور اسی طرح شیعہ لوگ سنیوں کو اور یہ دونوں وہابیوں کو ہم مسلمانوں کے کافر کہنے کو فقیر بھلا اشباہ کے ہمسفیر ہیں +

بھلا تینوں کا فر کا فر کہنے سے تو ان ناجی نا بچی کہنے والا ہو۔

محقق نصیر الدین طوسی کو نظام معتزلے کافر کہا۔ اُنہوں نے اِس کے جواب میں یہ شعر تحریر فرمایا +

تنامِ بے نظام ار کافرم خواند — چراغِ کذب را نبود فروغے
مسلماں خوانمش زیرا کہ نبود — سزاوارِ دروغے جز دروغے

تمام عقلمندوں کو اعرابی مسلمان اپنی اعرابیت سے کافر کہتے ہیں اور عقلمند نہیں تازی اعرابی اور بردہ فروش اور طائفہ دردان قرار دیتے ہیں۔ ہم بقول امیر خسرو +

کافر عشقم مسلمانی مرا در کار نیست

قولہ۔ بہر حال جو لوگ تناسخ کے ہونیکا دعوے کرتے ہیں ان پر بار ثبوت ہے تاکہ وہ اپنے اس دعوے کو ثابت کریں۔ اس دعوے کے اثبات کے لئے دو قسم کی دلیلیں ہو سکتی ہیں عقلی و نقلی۔ نقلی دلیلیں تو محض بکار ہیں اس لئے وہ دوسرے مذہب والوں پر حجت نہیں ہو سکتیں بلکہ خود اُس مذہب کے پیرو بھی اِن نقلی دلیلوں پر بحث کر سکتے ہیں کہ آیا اُن سے وہ دعوے ثابت ہوتا ہے یا نہیں +

باقی رہی عقلی دلیل اگر دلیل عقلی یقینی سے ثابت ہو تو بلا تب اُس کو ماننا پڑیگا۔ دلیل عقلی دو چیزوں پر مبنی ہوتی ہے۔ ایک محسوسات محققہ پر مثلاً زید ہمارے سامنے کھڑا ہے تو ہم کو یقین ہے کہ زید موجود ہے دوسری عقلیات پر جو اولیات پر مبنی ہوں اولیات سے ایسے امور مراد ہیں جن میں غور و فکر کی حاجت نہ ہو۔ جیسے ہمارا یہ کہنا کہ دس زیادہ ہیں تین سے یا یہ کہ ہونا اور نہ ہونا یا حادث و قدیم یا موجود و معدوم یا واجب و ممتنع ایک جگہ اور ایک چیز میں جمع نہیں ہو سکتے +

پس تناسخ کے اثبات کے لئے کوئی حسی دلیل تو موجود نہیں ہے جبکہ انسان کے یا حیوان کے کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو کوئی حسی دلیل اس پر نہیں ہوتی۔ کہ اُس میں کسی دوسرے جسم کی روح آگئی ہے وہ پیدا ہونے پر یا چھٹنے میں یا بڑا ہو کر یا مرتے وقت یہ نہیں کہتا اور نہ بتاتا ہے۔ اور نہ یقین دلا سکتا ہے۔ کہ اِس میں دوسرے جسم کی روح آئی تھی۔ اور نہ دیکھنے والے کسی حالت میں جان سکتے ہیں۔ کہ اِس میں دوسرے جسم کی روح تشریف فرما ہوئی ہے +

عقلیات اولیات میں سے بھی کوئی دلیل اِس بات پر کہ اِس آدمی کے یا کسی بچہ میں دوسرے جسم سے روح آئی ہے موجود نہیں ہے پس دلائل عقلی سے تناسخ کا ثابت ہونا غیر ممکن ہے +

اقول۔ بیشک تناسخ کے ماننے والوں پر بار ثبوت ہے اور انکا فرض ہے کہ وہ اس دعوے کو ثابت کریں اور اِس میں بھی شک نہیں کہ نقلی دلیلیں دوسرے مذہب والوں پر حجت نہیں ہو سکتی ہیں مگر گستاخی معاف آپ مغفولی دین سے ڈرے ہوئے ایسی باتیں کہتے ہیں وید مقدس کی ہدایت منقولی دین نہیں ہے بلکہ سراپا معقول ہے اُس میں کوئی ایسی بات ہی نہیں جو کہنے سے مان لینی پڑے بلکہ تمام امور کو دلائل معقول سے سمجھایا اور ذہن نشین کرایا ہے +

ہمیں افسوس ہے کہ ملا سوچے سمجھے معقول دلائل سے نہیں بلکہ بے ثبوت مغالطوں سے دھوکا میں پڑ کر کہدیا کہ دلائل عقلی سے تناسخ کا ثابت ہونا غیر ممکن ہے +

عقلی دلیل کی پہلی بنیاد محسوسات محققہ پر رکھکر آپ کہتے ہیں کہ تناسخ کے اثبات کیلئے کوئی حسی دلیل تو موجود نہیں ہے۔ حضرت! روح کے جسم لینے میں حسی دلیل کا نہ ہونا روح کے غیر مادی ہونیکا ثبوت ہے نہ کہ تناسخ سے انکار کا کیونکہ روح کا جسم میں آنا اور نکلنا دونوں حسی دلیل سے ثابت نہیں ہیں لیکن جسم میں بغیر روح کے کام کرنیکی طاقت نہیں نظر آتی یعنی مردہ جسم علم سے خالی دکھتا ہے اور روح کا فعل یا وصف صرف علم ہے۔ باقی رہا اُسکا نہ بتانا یہ بھی انکار کیلئے کافی دلیل نہیں کیونکہ جب روح دنیا میں آئی تب ہم

اُس میں طاقت گویائی نہیں دیکھتے اور دماغ کیساتھ رہنے سے سب معلومات بھی بھول جاتے ہیں نو مہینہ حمل میں اور دو تین سال بلکہ دس سال طفولیت میں موجودہ جسم کے تعلقات کے سبب رہنے سے خیالات بھی منتشر ہو جاتے ہیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ ہمیشہ اکیلے بیٹھکر اپنے خیالات کو منتشر نہیں ہونے دیتے وہ اپنا پڑھا ہوا کبھی نہیں بھولتے اور جن کے خیال نیا دی خیال سے منتشر رہتے ہیں اُنہیں ایک گھنٹہ کی بات بھی یاد نہیں رہتی دوسرے چونکہ انسان کبھی اِس بات کی کوشش نہیں کرتا کہ ہر ایک جاندار کی نیچر معلوم کرے۔ نہ روح کے جسم میں آنیکے چند روز بعد تک بھی اُسکی عادت سے ٹھیک ٹھیک معلوم ہو سکتا ہے کہ روح فلاں جسم سے آئی ہے +

مثلاً تین آدمی ہیں ایک پہلے امیر تھا۔ اب بھی امیر ہے دوسرا پہلے غریب تھا اب امیر ہے تیسرا پہلے امیر تھا اب غریب ہو گیا ہے اگر وہ تینوں کسی منزل کے سامنے ایک سا لباس پہنکر چلے جائیں وہ اُنکی ظاہری صورت سے تو پہچان نہیں سکتا۔ لیکن جس وقت اُن کی نشست و برخاست اور کلام وغیرہ سے تحقیق کرنا چاہیگا۔ تو بخوبی جان لیگا۔ بشرطیکہ اُس کو اِس بات کا علم ہو۔ حکیم سقراط کا ایک غلام سے اشکال اقلیدس حل کرانا۔ کیا آپنے نہیں پڑھا یا اُس اندھے فقیر کی نقل آپکو معلوم نہیں جس نے بادشاہ و وزیر غلام کو معلوم کرکے بادشاہ کے دریافت کرنے پر کہا تھا کہ حضور آدمی بات سے پہچانا جاتا ہے +

پس حسی دلیل تناسخ پر کیا بلکہ روح کی ہستی اور تمام روحانی قوائے پر نہیں ہے کیونکہ حسی دلیل کا مرکبات کے سوا کسی لطیف چیز کیساتھ تعلق نہیں ہے روحانی قوائے کے علاوہ حرارت کا سب جگہ موجود ہونا۔ قوت مقناطیسی۔ قوت کشش درمیان سورج و زمین وغیرہ پر کوئی حسی دلیل قائم نہیں ہو سکتی اور اہل ہی حسی دلیل تمام الہیات کے ماننے والوں کے سامنے بازیچہ طفلان سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی +

باقی رہے دلائل عقلی وہ سارے کے سارے تناسخ کے حامی ہیں مثلاً عقل سے ثابت ہے کہ جسم میں روح موجود ہے اور کام کر رہی ہے اِس پر مندرجہ ذیل سوال پیدا ہوتے ہیں +

- اول۔ روح جسم کے ساتھ پیدا ہوئی تھی یا اِس سے پہلے تھی +
- دوم۔ جسم سے پہلے ہونے کی حالت میں کہاں تھی +
- سوم۔ روح جسم کے بغیر ہمیشہ رہ سکتی ہے یا کچھ دیر تک +
- چہارم۔ جسم سے روح الگ ہو کر کہاں جاتی ہے +

اگر مان لیا جاوے کہ روح جسم کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اور بے تعلق مادہ کے کبھی پیدا نہیں تھی تو اِس صورت میں وہ خواص مادہ سے ایک خاصہ ہو جاتا ہے۔ اور ایسے روح کا وجود ہی باطل ہو جاتا ہے جس طرح وہ جسم کے پیدا ہونے سے پیدا ہوئی اسی طرح جسم کے فنا ہونے سے فنا ہو جاویگی اور اِس حالت میں جزا و سزا۔ بہشت و دوزخ حور و غلمان ثواب و عذاب و نجات و دیدار الٰہی کے سب گاؤ خورد ہو جاتے ہیں اور عاقبت کے تمام کارخانے دریا برد۔ اور یہ مسئلہ اول درجہ کی گمراہی اور الحاد کا بانی ہے۔ اگر مان لیں کہ روح جسم سے پہلے موجود تھی تو سوال پیدا ہوگا۔ کہ کہاں تھی اور کس حالت میں تھی۔ روح کی موجودہ حالت کا اندازہ لگانے اور اُس کے جسمانی تعلقات پر خیال دوڑانے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جیتی بیکار رہنے والی چیز نہیں ہے اور تمام مادی جگت میں نظر دوڑانے سے جہاں تک عقل کی رسائی ہے پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ بغیر جسم دہارنے کے بُرا یا بھلا کام نہیں کر سکتی۔ اور سادہ پرست اسلام نے تو نجات میں بھی بغیر جسم کے۔ رہنے دیا کیونکہ حور و غلمان وغیرہ تمام جسمانی خوشیوں کو بغیر جسم نہیں ہو سکتی۔ پس ضرور ہے کہ وہ پہلے بھی جسم دھارن کرتی رہی ہو۔ کیونکہ اِس کے بغیر انتظام عالم چلتا ہوا نظر نہیں آتا۔ یا چلنا محال ہے اور اِس صورت میں وہ جسم کے فنا ہونیکے بعد بھی قائم بالذات رہیگی۔ اور روح قدیم ثابت ہو جاوے گی کیونکہ

وہ فانی نہیں اور یہ علمی اور عقلی اصول ماننے ہی منکران تناسخ کے تمام اصول ناکارہ و فضول ہو جاوینگے +

اور ساتھ ہی یہ ثابت ہو جاویگا۔ کہ روح اپنے مالک کی طاقت سے تو کچھ دیر تک بغیر جسم رہ سکتی ہے لیکن ہمیشہ نہیں مثلاً گیند یا توپ کا گولہ یا کوئی اور وزنی چیز بغیر آدھار کے نہیں رہ سکتی۔ اگر آپ گیند کو اوپر کی طرف پھینکیں تو اتنی دیر تک کہ جس قدر پھینکنے والے کی طاقت سے اُسے بل ملا وہ بلا آدھار کے رہی۔ مگر پھر اُسکے بل کے دور ہوتے ہی زمین پر آگریگی۔ اور یہ وقت ہمیشہ طاقت کے فرق سے مختلف ہو سکتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ عارضی طاقت ہمیشہ نہیں رہ سکتی اور نہ روح معطل یا بیکار رہ سکتی ہے۔ ان سب عقلی دلایل پر غور کرنے سے تناسخ صاف طور پر ظاہر ہے۔ اور جب کہ تمام منطق جاننے والے متفق البیان ہیں کہ (۱) انسان حیوان یعنی انسان حیوان ہے جیسی انسان میں روح ہے ویسی تمام حیوانوں میں روح ہے عقل کا فرق یا دماغی قصور امر دیگر ہے جیسے چھوٹا بچہ مجذوب یا شاہ دولہ کے چوہے یا مخبوط الحواس انسان اور ایک حبشی بھیل گونڈ اور پتہ پوش اور عرب کے بدو اور ایک علی گڈھ کا بیچری یا کسی اور ولایت کا مہذب تعلیمیافتہ اسی طرح تمام حیوان علی التدرمراتب انسان کے ساتھ ملتے ہیں اور سب میں کام کرنیوالی روح موجود ہے +

قولہ۔ جو لوگ تناسخ کے قایل ہیں۔ اُن کی اول دلیل یہ ہے کہ روح بے تعلق مادہ کے نہیں رہتی اول تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ روح بے تعلق مادہ کے نہیں رہتی دوسری یہ کہ کبھی روح مادہ سے علیحدہ بھی تھی یا نہیں۔ اگر تھی تو یہ قول کہ روح بے تعلق مادہ کے نہیں رہتی۔ غلط ہو جاتا ہے۔ معہذا کسی جاندار کے مرجانے سے اسکا مادہ کسی حالت میں معدوم نہیں ہوتا۔ پس روح کو اس تا دہ کے چھوڑ دینے کی کوئی وجہ نہیں +

اقول۔ آپنے غلط سمجھا۔ اُن کی دلیل ایسی نہیں بلکہ اس طرح پر ہے کہ روح بے تعلق مادہ کے کام نہیں کرتی۔ یعنی نیک و بد افعال نہیں کر سکتی ہے اور روح کا معطل رہنا عقلاً محال ہے پس ضرور وہ تا حصول نجات مختلف اجسام سے بموجب انصاف خداوندی کے تعلق پیدا کرتی۔ اور سرمایۂ حسنات جمع کرتی رہتی ہے بتلایئے اسکا آپ کیا رد کر سکتے ہیں اور جبکہ آپ مادہ کو کسی حالت میں معدوم نہیں مانتے تو صاف ظاہر ہے۔ کہ قدامت مادہ کے آپ قایل ہیں۔ شکر پرماتما کا کہ آپ نے وید مقدس کا ایک اصول قبول کیا۔ اور ایشور کریگا کہ آہستہ آہستہ تمام مسایل کا اقبال کریں گے +

قولہ۔ دوسری دلیل اُن کی یہ ہے کہ روح غیر متناہی ہے اور عالم بھی غیر متناہی ہے اور اس لیئے روح ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہوتی رہتی ہے +

اس سے زیادہ کوئی پوچ دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ عالم اور روح کے غیر متناہی ہونے سے روح کا ایک جسم سے دوسرے جسم میں جانا لازم نہیں آتا اور بالفرض اگر روح بھی غیر متناہی ہے روح کو ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہونیکی کیا ضرورت ہے اگر یہ کہا جاتا کہ روح متناہی ہے اور عالم غیر متناہی ہے تو روح کے ایک جسم سے دوسرے میں جانیکے لیئے کوئی وجہ ہو سکتی تھی مگر ان لوگوں کو یہ ثابت کرنا کہ روح متناہی ہے۔ اُن کے اصول کے موافق ناممکن ہے +

اقول۔ یہ کسی تناسخ ماننے والے کی دلیل نہیں ہے۔ آپنے گستاخی معاف دھوکا کھایا یا خواہ مخواہ علم روح و تناسخ سے ناواقف ہونے کے سبب مغالطہ دیا +

اُن کی دلیل یہ ہے +

روح کبھی ناش نہیں ہوتی اور نہ عدم سے وجود میں آئی کیونکہ عدم کوئی چیز نہیں اور نیستی سے ہستی ہو سکتی ہے پس روح ہمیشہ رہنے والی چیز ہے اور ساتھ ہی روح معطل یا جڑ نہیں بلکہ چیتن اور کام کرنیوالی ہے اور بغیر جسم کے روح صرف آنند تو بھوگ سکتی ہے مگر کوئی کام نہیں کر سکتی اور چونکہ مادہ بھی قدیم ہے۔ جیسا کہ تمام بدھی مان قایل ہیں اور مادہ کی صفت خالقیت بھی قدیم ہے۔ خدا ہمیشہ پرواہ روپ سے دنیا کو پیدا کرتا اور مہاکلپ تک قایم رکھتا اور پھر اُس کے اصلی کارن یعنی مادہ میں پرلے کر دیتا ہے چونکہ کبھی روح یا پرماتما نیستی سے ہستی میں نہیں آتے پس وہی ارواح (اور وہی پرمانو) بار بار مختلف قالبوں میں تشریف لاتے اور سزا و جزا اُٹھاتے ہیں۔ اب بتلایئے کہ آپ کیا عذر کر سکتے ہیں۔ اور کس طرح تناسخ سے انکار کر سکتے ہیں +

قولہ۔ تیسری دلیل اُن لوگوں کے ثواب و عذاب پر اور انسانوں کے مختلف طبایع پیدا ہونے پر مبنی ہے وہ کہتے کہ انسانوں کی طبایع مختلف ہیں کوئی سلیم الطبع ہے اور کوئی اس کے برخلاف۔ کوئی امراض میں مبتلا ہے۔ اور کوئی صحیح تندرست و خوشحال کوئی مفلس ہے اور نہایت مصیبت میں بسر کرتا ہے اور کوئی متمول ہے اور عیش و آرام سے زندگی کاٹتا ہے۔ اور انسانوں کو بلا کسی وجہ کے ایسی مختلف حالت میں پیدا کیا ہو تو خدا عادل نہیں رہتا۔ اس لیئے وہ یہ کہتے ہیں کہ خدا نے اولاً انسانوں کو ایک حال میں پیدا کیا تھا۔ اور اُن کو اپنے افعال کا اختیار دیا تھا۔ مگر جب اس نے اچھے یا بُرے کام کیئے تو اُسکے افعال کی جزا اور سزا میں اُس کی روح کو دوسری جون میں بدل دیا تاکہ وہ اپنے افعال کی جزا یا سزا پاوے اور دوسری جون میں جیسے وہ افعال کرتا ہے نیک یا بد ان کی جزا یا سزا میں تیسری جون میں بدل دیتا ہے۔ اچھی میں یا بُری میں تاکہ ان افعال کی جزا یا سزا پاوے وہکذا الی غیر النہایت۔ اس بیان سے ان لوگوں کا مذہب جو یہ کہتے ہیں کہ انسان کی روح حیوان میں اور حیوان کی روح انسان کی جون میں آتی ہے بالکل باطل ہو جاتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے تمام حیوانوں کو اُس خصلت پر جو اُن کو دی ہے پیدا کیا ہے۔ نہ وہ کوئی افعال نیک کر سکتے ہیں جو اُن کے نیچر میں نہیں ہیں۔ اور نہ افعال بد کر سکتے ہیں۔ جو اُن کے نیچر میں نہیں ہے اور اس لیئے وہ جزا یا سزا پانیکے قابل نہیں ہیں پھر کوئی وجہ نہیں ہے۔ کہ کسی حیوان کی روح بعوض ثواب اعمال کے انسان کی جون میں آسکے اور اگر کسی انسان کی روح کسی حیوان میں چلی گئی۔ تو ممکن نہیں۔ کہ اُس سے وہی افعال صادر نہ ہوں جو اُس حیوان کے لیئے مخصوص ہیں اور اس لیئے وہ کسی حیوانی جون سے چھٹکارا نہیں پا سکتے اور پھر انسان کی جون میں نہیں آسکتے +

نقل مشہور ہے کہ ایک راجہ کی سلطنت کے قریب ایک بہت بڑا تالاب تھا۔ جب وہ راجہ مرا تو برہمنوں نے اس کے بیٹے سے کہا کہ مہاراج نے مچھلی کی جون میں جنم لیا ہے اور اسی تالاب میں وہ مچھلی رہتی۔ پھر جب تک کہ وہ دوسری جون میں نہ جاویں۔ اس تالاب کی مچھلی کوئی نہ مارے۔ راجہ نے حکم دیا۔ کہ اس تالاب کی مچھلی کوئی نہ مارے ایک شخص نے پنڈت جی سے پوچھا۔ کہ اچھے اور بُرے کاموں کے لحاظ سے جون بدلا جاتا ہے۔ مچھلیاں تو سب ایک ہی سا کام کرتی ہیں نہ بھلا کریں نہ بُرا کریں۔ پھر مہاراج مچھلی کی جون سے دوسری جون میں کیونکر جاوینگے۔ مگر پنڈت جی کے شاستر نے اس کا کچھ جواب نہ دیا +

اب باقی رہی یہ بات کہ انسان کی روح دوسرے انسان کی جون میں جاتی ہے اور بلحاظ اعمال کے مختلف حالتیں انسان کی پیدا ہوتی ہیں تو اول ہم یہ پوچھینگے۔ کہ جو حالتیں انسان کی بلحاظ طبع سلیم اور غیر سلیم ہونیکے ہوتی ہیں اور جس طرح انسان کو مختلف امراض لاحق ہوتی ہیں۔ اور جس طرح کہ کوئی رنج و مصیبت میں اور کوئی عیش و آرام میں رہتا ہے وہی تمام حالتیں حیوانات پر بھی گذرتی ہیں اور جو نیچر حیوانات کے اور روئے خلقت کے ہیں وہ ہمیشہ یکساں رہتے ہیں۔ شیر ہمیشہ انسان کو پھاڑتا رہتا ہے بلی ہمیشہ چوہے کو کھاتی رہتی ہے حیوانات کے اُن افعال میں جو از روئے خلقت کے اُن میں ہیں کچھ تغیر و تبدیل نہیں ہوتی۔ نہ وہ کچھ ثواب کما سکتے

عذاب سے پھر حیوانات کے حالات میں کیوں تغیر ہوتا ہے *

علاوہ اس کے انسان ہو یا حیوان ہو اُس سے جو افعال صادر ہوتے ہیں۔ وہ بمقتضائے اس ترکیب جسمانی کے صادر ہوتے ہیں جس کو صورت نوعی کہتے ہیں اور وہ کسی طرح تبدیل نہیں ہو سکتی۔ قرآن مجید بھی اسی کی گواہی دیتا ہے۔ جہاں خدا نے فرمایا ہے لا تبدیل لخلق اللہ پس بالفرض اگر کسی انسان کی روح کسی دوسرے انسان میں آ بھی گئی ہو تو اس سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ اس سے وہی افعال صادر ہوں گے جو مقتضا اسکے ترکیب اعضا کے ہیں۔ اور افعال کہ انسان سے بمقتضائے اُسکے نیچر یعنی ترکیب اعضا کے صادر ہوتے ہیں اور جنکی تبدیل پر اُس قدرت نہیں رکھی گئی۔ اس پر گناہ و ثواب مرتب نہیں جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا مثلاً عنین شخص سے ارتکاب زنا واقع ہوتا ہے اور نہ زنا کرنے سے اسکو کچھ ثواب ملتا ہے پس یہ ایک محض غلط خیال ہے کہ انسان کا تغیر حال اُس کی پہلی جون کے اعمال کے سبب سے ہوتا ہے *

خدا کا عدل اُس کی تمام مخلوقات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے اس نے اپنی تمام مخلوقات میں بلحاظ اُن حالتوں اور ضرورتوں کے جو اُن میں پیدا کی ہیں سامان مہیا کر دیئے ہیں۔ اگر کوئی شخص ایک ادنیٰ سے ادنیٰ پشہ کو غور کرے یا ایک بڑے سے بڑے جسم مخلوق پر غور کرے یا انسان پر جس کو اشرف المخلوقات کہتے غور کرے تو کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں چیز کی اس میں ضرورت تھی اور اس میں پیدا نہیں کی گئی۔ تغیر حالات انسان کے ہوں یا حیوان کے وہ اس نیچر کے تابع ہیں جس پر خدا نے اس دُنیا کو پیدا کیا ہے۔ ان تغیرات کے سبب خدا کو عادل یا غیر عادل تصور کرنا محض نادانی اور نیچر کے انتظام سے محض تجاہل ہے *

اقول حضرت! تناسخ کے ماننے والے اس طرح نہیں مانتے اور نہ اس عقیدہ کو صحیح جانتے ہیں۔ مسئلہ آواگون کے رو سے دو قسم کے جسم مانے گئے ہیں ایک کرم جونی دوسری بھوگ جونی۔ کرم جونی میں کام کئے جاتے ہیں۔ بھوگ جونی میں کرموں کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ جس جسم میں سمجھنے کی طاقت اور نیک و بد کرم کی تمیز دی گئی ہو وہ کرم جونی اور جس جسم میں نہیں دی گئی۔ وہ بھوگ جونی ہے اس لحاظ سے انسان کرم جونی اور باقی بھوگ جونی ہیں *

چونکہ حیوان بھوگ جونی ہیں وہ نیک یا بد کام نہیں کر سکتے جس طرح جیلخانہ کے قیدی سزا کی میعاد گذرنے کے بعد جیل سے رہائی ہوتی ہے نہ کسی اچھے کرم سے اسی طرح سزا کی میعاد گذرنے کے بعد حیوانی قالب سے رہائی ہو جاتی ہے اور وہ پھر جون جسمانی سے نکل ہوا تھا۔ اسی میں انتقال کیا جاتا ہے حیوانی قالب کے ثواب اعمال سے نہیں *

راجہ کی نقل۔ جاہلوں کی تراشیدہ ہے ورنہ اصل صرف اسی قدر ہے کہ راجہ صاحب نے اپنے والد کی وفات پر شوک (ماتم) میں رہنے کے سبب نیت ثواب ہر طرح کا شکار یعنی ہرن وغیرہ بند کر دیا تھا۔ مہاراجہ کی جون بدلنے کے خیال سے نہیں بلکہ جیو رکشا کے خیال سے پنڈت جی کے شاستروں میں تو صاف لکھا ہے کہ سزا بھگتنے کے بعد پھر روح انسانی قالب میں جنم لیتا ہے مگر افسوس کہ کسی نادان نے آپ کو مغالطہ دیا آگے چلکر آپ فرماتے ہیں کہ حالتیں انسان کی بلحاظ طبع سلیم اور غیر سلیم ہونے کے ہوتی ہیں اور جس طرح انسان کو مختلف امراض لاحق ہوتی ہیں اور جس طرح کہ کوئی رنج و مصیبت میں تو کوئی عیش و آرام میں رہتا ہے وہی تمام حالتیں حیوانات پر بھی گذرتی ہیں اور نیچر حیوانات کے اس قدر مختلف کئے ہیں وہ ہمیشہ یکساں رہتے ہیں وغیرہ۔ جب یہ حال ہے تو معلوم نہیں کہ آپ حیوانات کے روح کے کیوں قائل نہیں پھر آپ جو قرآن کی لا تبدیل لخلق اللہ آیت پیش کرتے کہ بالفرض اگر کسی انسان کی روح کسی دوسرے انسان میں آ بھی گئی ہو تو اس سے کچھ فائدہ نہیں

وغیرہ۔ تو پھر انسان بھی بموجب حیوانات کے نہ ثواب کما سکتے ہیں نہ عذاب اور نہ نیکی کر سکتے ہیں اور سب ہی حالانکہ ہر دو باطل ہیں پس آپکا دعویٰ سراپا باطل ہے *

ترکیب اعضاء کا فاعل کون۔ اور کس نے انسان کو اندھا۔ لولا۔ کوڑھی۔ لنجا مجذوب مخبوط الحواس پیدا کیا اگر ان سب کا پیدا کرنیوالا خدا ہے۔ اور بضرور خدا ہے۔ تو باوجود منصف اور عادل ہونے کے اگر وہ بلا کسی اعمال یا سبب قویہ کے جو افعال ارواح کے سوا اور کوئی نہیں۔ تو وہ عادل ہے اور نہ کبھی کوئی اُسے عادل کہہ سکتا ہے کیا آپ نیچر کو خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا سمجھتے ہیں۔ اگر نیچر خدا کی صفت کا نام ہے۔ تو ہرگز اس الزام سے آپکا نیچری خدا بری نہیں ہو سکتا اور نہ کسی کو سزا و جزا دے سکتا ہے *

بیشک خدا کا عدل اُس کی تمام مخلوقات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے مگر آپکی دلیل سے تو عدل نہیں بلکہ ظلم ثابت ہوتا ہے۔ کیا عنین شخص میں رجولیت کا نہ ہونا کمی نہیں کیا اندھے میں آنکھ کا نہ ہونا کمی نہیں کیا لنگڑے یا لولے یا پیدائشی بیماریوں کے مریضوں میں کوئی کمی نہیں اگر کمی ہے جو کہ بالکل ظاہر ہے تو خود آپکے قول سے ہی ثابت ہے کہ خدا ظالم ہے ورنہ اس کمی کی وجہ ہونی چاہیئے اور وہ پُنر جنم کے سوا جو ہے پیچھے بعد گرے سراپا باطل ہے خدا کی نیچر یعنی عادت خداوندی کہو خدا کی مرضی کہو مشیت ایزدی کہو قضا الٰہی کہو۔ نصیب ازلی کہو کسی طرح ظلم کے الزام سے چھٹکارا نہیں سوائے پُنر جنم کے پس نیچر وغیرہ کے پردہ میں اس ظلم کو چھپانا ناممکن ہے بلکہ ایسے لفظ اُس عادل حقیقی کی نسبت منہ سے نکالنا ہی محض نادانی اور تجاہل ہے *

باب چہارم

براھمو صاحبان کے اعتراضوں کا جواب

براھمو تناسخ کے ماننے والے قبول کرتے ہیں کہ خدا روحوں کا خالق نہیں ہے اور وہ مثل خدا کے قدیم یعنی اناوی اور خود بخود ہیں اور یہ ماننا ان کے لئے اس مسئلہ کی بنا پر ضروری بھی ہے کیونکہ اگر اس جنم میں روح جو کچھ کرتی ہیں اور بھوگتی ہیں وہ پچھلے جنم کا نتیجہ تھا تو اس طور پر دور تسلسل قائم ہو جاتا ہے اور روح کی پیدائش کی ابتدا نہیں رہتی اور وہ خود بخود اناوی یا قدیم ثابت ہوتا ہے *

تردید۔ خالق کے معنی آپنے غلط سمجھے اور یہی سبب ہے کہ دھوکا کھایا۔ روحوں کے حق میں تخلیق کا لفظ کسی طرح عائد نہیں۔ کیونکہ وہ غیر مادی ہیں۔ ناقابل و قدیم یعنی اناوی ضرور ہیں مگر خدا کی خداوندی میں کسی طرح شریک نہیں۔ جس طرح ابدی وجود اور ہمیشہ زندگی رکھنے پر بھی بعد جس خدا کی شریک نہیں جس طرح بالفعل موجود ہونے پر وہ خدا کی شریک نہیں جس طرح دیکھنے سننے سمجھنے اور بوجھنے پر بھی یا کریم و رحیم وغیرہ صفات رکھنے پر

حاشیہ۔ آج تک دو چھوٹے رسالے یعنی رد تناسخ کی اصلیت برہم سماج کی طرف سے شایع ہوئے پہلا سنہ ۱۸۸۵ء اور دوسرا سنہ ۱۸۸۷ء میں چھپے کے مصنف منشی اگنی ہوتری صاحب تھا اور دوسرے کے ایک پنجابی براھمو۔ چونکہ دوسرے نے تمام اعتراض رد تناسخ سے لئے گئے ہیں کوئی نیا اعتراض نہیں کیا مابعد ہم اول کا رد کرتے ہیں کیونکہ دوسرے کا رد اسی میں شامل ہے *

خدا کے شریک نہیں۔ اسی طرح انادی یا قدیم ہونے پر بھی روحیں خدا کی شریک نہیں ہیں ہاں اس کی انادی پرجا ہیں اور وہ انکو انادی مہایا جہ ہے۔ مگر یہ بالکل غلط ہے کہ اس جنم میں جو کچھ روحیں کرتی اور بھوگتی ہیں وہ پچھلے جنم کا نتیجہ ہے کیونکہ اس جنم کے دکھ سکھ یا جسمانی بناوٹ کی متعلقہ رکت یا قدرتی نقایات تیسک پچھلے جنم کا نتیجہ ہے مگر فی الحال جو روح کرتی ہے وہ نئے کرم ہیں۔ پورانے نہیں پس کچھ پورانے کرموں کا اور بہت کچھ نئے کرموں کا پھل ہوگئی ہے مذہبی کتابوں کا محاورہ بھی شاید آپ نہیں جانتے ورنہ ایسا ہرگز نہ لکھتے دیکھو توریت میں لکھا ہے خدا نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا۔ خدا کی صورت پر بنایا خدا نے کہا کہ دیکھو اب ہم میں سے آدم ایک کی مانند ہو گیا۔ حدیث میں ہے ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہٖ مگر پھر بھی کسی طرح آدم خدا کا شریک نہیں ✣

ہیرا تھو۔ جو چیز خود بخود ہو اپنے وجود کے لئے کسی اور چیز کی محتاج نہیں ہوتی اور اسکے لئے اپنی فطرت میں کامل اور قایم بالذات ہونا لازمی ہے جو چیز خود بخود نہیں وہ اپنے وجود کے قیام کیلئے کسی اور کی ہمیشہ محتاج ہے۔ مثلاً زمین کا سورج و چاند وغیرہ سے تعلق ہے اگر وہ نہ ہوں تو زمین قایم نہیں رہ سکتی بادلوں کا وجود بھی پانی اور حرارت وغیرہ سے قایم ہے اسی طرح جاندار چرند میں نباتات کا وجود زمین رطوبت اور ہوا وغیرہ کے موجود ہونے پر موقوف ہے حیوانوں کا وجود زمین۔ نباتات اور ہوا وغیرہ پر موقوف ہے ایک وجود کے قیام کیلئے بعض اور وجودوں کا ساتھ رہنا لازمی ہے اور ان میں سے کوئی وجود بغیر اوروں کے خود بخود نہیں۔ گویا زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک ایک وجود اپنے قیام کیلئے دوسروں کیساتھ بندھا ہوا ہے اور خود بخود اور محض اپنے وجود میں قدیم الوجود نہیں ہے بلکہ اپنے وجود کیلئے کسی اور کا محتاج ہے کہ جس پر اسکا کچھ اختیار نہیں ہے اس طور پر سوائے خدا کے اور کوئی خود بخود اور قایم بالذات نہیں ہے اور خود بخود ہونے سے اس ایک کامل ذات کا نام خدا ہے کیونکہ وہ اپنے وجود کیلئے کسی اور کا محتاج نہیں بلکہ ہر ایک وجود کیلئے جن وجودوں کی ضرورت ہے وہ ان کو اپنی حکمت کے موافق پیدا کرتا ہے اور انہیں اپنی قدرت سے اس ضروری تعلق میں قایم رکھتا ہے اب اگر تمہاری روح مثل خدا کے خود بخود ہو تو وہ خدا کی پیدا کی ہوئی دیگر مخلوق چیزوں کی محتاج کیوں ہو بلکہ مثل خدا کے آزاد کامل اور اپنے وجود میں کسی اور وجود کی طرف سے قطعی غیر محتاج ہوگی اصل حال کیا ہے روح تو آپکی غیر محتاج نہیں بلکہ جیسے جسم آپکا زمین آفتاب ہوا پانی اور نباتات وغیرہ کا محتاج ہے ویسی ہی آپکی روح گیان علم یا معلومات طاقت ہمت وغیرہ کیلئے اوروں کا محتاج۔ پھر فرمائیے وہ خود بخود اور قدیم کیونکر ٹھہر سکتے ہیں ✣

تردید۔ بیشک یہ کہنا آپکا ٹھیک ہے کہ جو چیز خود بخود ہے وہ اپنے وجود کے لئے کسی اور چیز کی محتاج نہیں ہوتی۔ وہ اپنی فطرت میں کامل اور قایم بالذات بھی ہوتی ہیں۔ اور یہی سبب ہے کہ خدا مادہ اور روحیں اپنے وجود کے لئے کسی کی محتاج نہیں اور اسی واسطے انادی ہیں۔ ہاں اوروں کے علم حاصل کرنے یا اوروں کیساتھ تعلق پیدا کرنے کے واسطے وہ بیشک کسی اور کی محتاج ہیں۔ آپنے اس صریح مغالطہ سے نہ معلوم کیوں ناواقفوں کو دھوکا دینا چاہا۔ سنئے تمام ماہران سائنس مشاہدہ و تجربہ بلکہ دلیل عقلی سے ثابت کرتے ہیں کہ مادہ انادی ہے اور وہ اپنی ذات میں کسی کا محتاج نہیں چنانچہ یورپ کے مشہور و معروف فاضل اور علم سائنس کے کامل ماہر پروفیسر ہکسلی صاحب فرماتے ہیں۔ موجودات میں مفرد جسم نہ تو معدوم ہوتے ہیں نہ انکی مقدار بڑھتی ہے۔ مفرد جسم کا وزن تمام حالتوں میں قایم رہتا ہے۔ بدلتا نہیں اس سے ثابت ہے کہ کل مقدار قدرت میں مادہ معدوم نہیں ہو سکتا۔ اسکی مقدار جسقدر ہے نہ اس سے نہ بڑھتی ہے نہ گھٹتی ہے اور صفحہ ۸۲ پر آپنے بھی نہ معلوم کیوں اور کسی بے ... کو لکھ دیا ہے۔ خدا اتنی آپ سے بالکل امید نہیں تھی۔ اس زمانہ میں سائنس کی

ترقی سے جو تحقیقات ہوئی ہے اسکے مواقف ابتدا میں دنیا کے پہلے دو حصوں میں تقسیم کیگئی۔ جماد یا بے جان چیزیں دوم ساخت یافتہ چیزیں حضرت! آنکھیں کھولئے اور سمجھئے کہ یہی ساخت چیزیں انادی ہیں جناب! جب کسی چیز کی ہستی نہیں ہو سکتی بلکہ مرکبات کی صرف شکل تبدیل ہوتی ہے تو یہ کتنا تعجب ہے کہ آپ باوجود دعوی الہام و مسحرات علم سائنس سے قطعی ناواقف ہیں آپکے حق میں سعدی نے سچ کہا ہے۔ تو براوج فلک چہ دانی چیست ✣ چون ندانی کہ در سرائے تو کیست فاضل محقق طوسی نے کیا اچھا کہا ہے کہ چوں صور جسمانی قابل فنائیست جواہر مجردہ از جنس جنس ہیولی مقدس بود از آں باشد و عدم قبول فنا (دیکھو اخلاق ناصری) پس صاف ظاہر ہے کہ روح و مادہ اپنی ذات میں کسی کا محتاج نہیں ہے اور جسم اسواسطے محتاج ہے کہ وہ مرکب ہے اور اسکی ترکیب دینے والا پرماتما ہے اسیواسطے زمین۔ سورج۔ چاند۔ بادل۔ نباتات۔ حیوانات وغیرہ سب محتاج ہیں یا بیشک مادی وجود کیلئے دوسرے وجودوں کی ضرورت ہے مگر روح اور مادہ کیلئے نہیں کیونکہ وہ مرکب نہیں بلکہ مفرد ہیں اور اسی واسطے وہ ترکیب جسمانی سے مبرا ہیں مگر تمام مادی چیزیں اپنے زبردست صانع کی صنعت ہونیکے سبب زنجیر کی کڑیوں کی طرح باہم مل رہی ہیں۔ خدا لفظ اگر اسی معنے کیواسطے ہے جو آپنے سمجھا ہے تو خداوند۔ خاوند اور کدخدا۔ دیہ خدا اور ناخدا کے کیا معنے کرو گے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسانوں نے بہت سے نام خدا کے اپنے خیال کے مطابق رکھ لئے ہیں جیسے جبار۔ قہار۔ خیر الماکرین رب الافواج۔ ویسے ہی خدا۔ اہرمن۔ یزدان۔ گردھاری۔ ماکھن چور۔ چھلیا۔ مراری۔ رام کرشن۔ کرائسٹ مسیح۔ اسکا باعث یہ ہے کہ پورانے ایرانی تناسخ کے قایل تھے انہوں نے جب دیکھا کہ سب رواج کرموں کی مطابق پرمیشور کے حکم سے اس جہان میں آتے ہیں اور پرمیشور خود بخود بغیر کسی کی آگیا کے اپنے اختیار سے آتا ہے کسی کے حکم سے نہیں تو اس خود آیندہ طاقت کا نام خدا ہے اور وہ لوگ خدا میں بھی بعض ویدانتیوں کی طرح آواگون کے قایل تھے یا اوتار مانتے تھے پس یہ مسئلہ آپکا غلط ہے اور جس طرح آپ خدا کو بتلا رہے ہیں تو کسی طرح بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا بغیر ماں باپ کے بیٹا نہیں پیدا کر سکتا۔ پس ماں باپ کا محتاج ہوا۔ خدا بغیر سورج کے زمین اور زمین وغیرہ کے بغیر سورج و چاند اور ہوا و حرارت و پانی کے بغیر بادل نہیں پیدا کر سکتا پس سورج چاند زمین۔ ہوا۔ حرارت سب کا محتاج ہوا۔ ان سب کے سوائے اس دنیا کے تمام میں بھی آپ جیسے سائنس کے ناواقف ہستی سے ہستی ماننے والے پیغمبروں کا محتاج کیونکہ تمام تعلیم یافتوں کو چھوڑ کر آپکو پیغمبر بنایا۔ غرضیکہ ذرا ذرا بات کا محتاج ثابت ہوتا ہے پس وہ بھی خدا نہیں رہتا کیونکہ بموجب مثال آپکے جیسے جسم ہمارا زمین آفتاب ہوا پانی اور نباتات کا اور روح گیان علم یا معلومات۔ ہمہ اوست۔ طاقت و ہمت وغیرہ کا محتاج ہے اسی طرح خدا ذرہ ذرہ کا محتاج۔ زمین و سورج کا محتاج۔ چاند اور ستاروں اور سیاروں کا محتاج۔ خلا اور حرارت کا محتاج۔ پیغمبروں کا محتاج۔ والدین کا محتاج مادہ کا محتاج۔ لیکن یہ احتیاج نہیں۔ نہ خدا اپنی ذات میں اور اپنی ذات کی ہستی میں کسی کا محتاج ہے۔ نہ روح اور نہ مادہ۔ بلکہ خدا اپنی انادی صفات کے مطابق مادہ سے جگت کو پیدا کرتا ہے اور روحوں کے کرموں کا پھل دیتا ہے مادہ اپنی ترتیب اور انتظام نہیں کر سکتا کیونکہ وہ جڑھ ہے۔ روح خدا کو نہیں جان سکتا کیونکہ وہ الپگیہ ہے۔ خدا سب کو جانتا ہے کیونکہ وہ سروگیہ ہے اور اسی واسطے سب کا کل ہونے سے وہ سب کا مالک اور منتظم ہے اور روحوں کو حصول سعادت ابدی کیواسطے اسکی عبادت ضروری ہے بغیر عبادت کے کسی طرح نرباہ نہیں ہو سکتا یعنی وہ اپنی ہستی کیلئے خود بخود اور قدیم ہے نہ کہ بناوٹی اور با آغاز والا اور جب ہر آغاز والی چیز کا انجام ضروری تو پھر بموجب عقیدہ تراشیدہ آپکی حیات ابدی محض بے معنی ہوتی ہے چہ جائیکہ ا...

اعمال و ما فیہا شیراز ہی سے روح کے انادی ہونیکے کیسی اچھی طرح سے بیان کیا ہے ؎
ناجرائے من و معشوق مرا پایاں نیست + آنچہ آغاز ندارد نہ پذیرد انجام۔ اور جب نیستی سے ہستی
ہی جہالت کی تعلیم ثابت ہو چکی ہے اور علم نے ایسی بے بنیاد تعلیم کی دھجیاں اڑا دی ہیں
تو اور بھی مضبوطی سے ثابت ہو گیا کہ روح ضرور انادی اور قدیم ہے نہ کہ مصنوعی و فانی +

براھمو۔ تناسخ کے ماننے سے روح کے لئے ابدالآباد یعنی اسکے کال جہنم میں رہنا
اور ہمیشہ کے لئے پاپ سے مکتی نہ پانا لازم آتا ہے +

آریہ۔ یہ خیال آپکا بالکل غلط ہے۔ تناسخ کے ماننے سے ہی روح کے لئے ترقی و
تنزل کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے تناسخ کے ماننے سے ہی خدا کا انصاف قائم رہتا ہے
تناسخ تمام قوانین قدرت سے ثابت ہے تمام قدرتی کاموں میں تناسخ موجود ہے بادلوں کی حالت
تناسخ کو ثابت کر رہی ہے زمین کی بناوٹ اور بگاڑ سے تناسخ ثابت ہے سمندروں کے مدوجزر
تناسخ کے گواہ ہیں آفتاب کا تغیر و تبدل۔ کرہ چاند کا آباد سے ویران ہونا تناسخ کا شاہد ہے
دنیا کی پیدائش و اموات تناسخ کی زندہ مثال ہے تخم کا بونا اور درخت کا ہونا اور پھر تخم کا
ہونا تناسخ کی تعلیم ہے وہاں سب اشیا کا تناسخ خدا کی ہستی کی دلیل ہے مگر تناسخ کا منکر
مندرجہ ذیل تاریک خیالات سے کبھی نہیں نکل سکتا۔ اول خدا کو اپنی طبیعت کے موافق ظالم [illegible]
نامہربان مانتا ہے دوم خدا کی ہستی کی بابت اسکے پاس کوئی دلیل نہیں سوم وہ نیز اعتقاد
خود اس کے دل کے وسواس کے سوا کوئی تسلی نہیں دیتا۔ قادر کی ساری قدرت اسکے ابطال
پر مبنی ہے چہارم وہ پاپ کا بڑھانیوالا اور نیکی کی بنیاد اکھاڑنیوالا ہے کیونکہ روح کو مادہ
کے وجود سے پیدا ہونا اور مادے کے فنا ہونے سے فانی مانتا ہے کسی طرح کی جزا و سزا
کا قائل نہیں اگر ہے تو علم و عقل کے خلاف مکاری کا بانی ہے کیونکہ صاف ظاہر ہے کہ
جسکا مبدء آغاز ہے اسکے فنا کے بعد وہ فنا ہو جاویگا۔ جب مادہ فنا پذیر ہے تو مادی
ارواح کسی طرح بھی اسکے بعد نہیں رہ سکتے پس کوئی نیا پاپ اور نہ پن کا بھوگنے والا اور نہ
سزا اور جزا کا مستحق ہے وہ علم و عقل کا نادان دوست ہے کیونکہ اس کی سچی تعلیم سے منکر ہے
پنجم نیستی سے ہستی مانتا اور ہستی کو نیستی ششم وہ روحوں کے حق میں ہمیشہ کا جہنم
تجویز کرتا ہے کیونکہ وہ دوبارہ امتحان کا کوئی موقع نہیں بتلاتا چونکہ لوگ دنیا میں گنہگار
مت زیادہ ہیں اور انکا دوبارہ جنم نہ ہوگا۔ اور نہ پاپ یا بدی سے نفرت کریگا کوئی موقع بتلاتا
ہے پس تمام جہان کو کھلم کھلا ابدی جہنم کا راستہ بتلا رہا ہے جیسا کہ خود برہم سماج کی تعلیم
سے ظاہر ہے انسان کو دائمی زندگی دیگئی ہے جس میں سے یہ دنیاوی زندگی ایک جزو اور ابتدا
ہے وہ اپنے افعال کا عقلاً جوابدہ ہے زمانہ حال کے فعلوں کے نتیجہ سے زمانہ آئندہ میں کوئی
بچاؤ نہیں ہے گناہ کی سزا یقینی اور ضروری ہے۔ بس برہم سماج تمام دنیا کو جہنم
پہنچانیکے واسطے ریل بنا رہا ہے اس آپکے باطل خیال سے کہ روح اننت کال تک اپنے جسم
میں ترقی کرتی جاویگی) تو وہ عیسائیوں کا پاپی کیواسطے ابدالآباد جہنم تجویز کرنا پایا جاتا ہے +
آپنے لغو اور وہم کے گھمنڈ میں یہ بیہودہ ہوس پکائی ہے بلکہ ناواقف لوگوں کو اپدیش
دیتے ہیں کہ انسان خواہ بد یا نیک پاپی ہو یا دھرماتما ہمیشہ کی ترقی کرتا رہیگا۔ پھر تو
یہ انکا خیال بھی جینیوں کی ذہنی غلطی کی نقل معلوم ہوتی ہے ہر ایک پاپی گنہگار
مرنیکے بعد بے انتہا ترقی کرتا جائیگا۔ اب اس پر سوال یہ ہے کہ کس میں حیات ظاہر ہے
کہ اسی میں جو اسکے پاس ہے۔ یعنی گناہ میں پس گنہگار کا گناہ میں بے انتہا زمانہ تک
ترقی کرنا کیا ابدالآباد جہنم میں جانا نہیں ہے؟ درحقیقت پورے طور پر برہم دھرم نے کھلم کھلا
گنہگار کیواسطے مسیح والا ابدالآباد کا جہنم تجویز کیا ہے اور ہر ایک [illegible] یعنی
دھرماتما بھی ابدالآباد ترقی کرتے جاوینگے ہم آپسے اس امر کو بھی صحیح کرنا چاہتے ہیں
جناب پیغمبر صاحب خدا ایک کامل مکمل اور پورا ہے یعنی کامل گیان سروپ ہے اب ہر ایک دن

کی روحیں بھی کاملیت اور گیان میں ترقی کرتی جاوینگی آپ سکول میں ماسٹر رہے ہیں ذرا
[illegible] کا قاعدہ استعمال کر دیکھیں عقل آجاویگی کہ روحیں تو لا انتہا زمانہ تک ترقی
کرتی جاوینگی اور خدا ترقی یافتہ ہے پس ایک وقت ایسا ہوگا جب آپکے خیال سے خدا سے لاکھوں درجہ
آگے بڑھ جاوینگی دیکھئے ان باطل اعتقادات اور خوفناک الہامات سے کیسے کیسے کفر کے خیال پیدا
ہوتے ہیں۔ بقول شخصے این خیال است و محال است و جنون جس طرح عیسائی بیچاروں کیواسطے ہمیشہ
کا جہنم صرف خیال سے تجویز کرتے ہیں اسی طرح آپ ہمیشہ گنہگاروں کیواسطے ترقی اور
دھرماتماؤں کیواسطے ترقی بنا کر ایک طرف تو ابدالآباد کا جہنم طیار کر رہے ہیں۔ اور
دوسری طرف ہمہ اوست کی مکروہ تعلیم دیکر دنیا کو تاریک بنا رہے ہیں +

۸ و ۹ براھمو۔ ایک اور دلیل جو تناسخ کی لغویت کو ظاہر کرتی ہے وہ یہ ہے کہ
اس کے ماننے والے کے نزدیک خدا کا کل انتظام خود غرضی پر مبنی ہو جاتا ہے جسکے
موافق ہر ایک کو اپنے کرموں کا پھل یعنی عوض ملتا ہے اسکے سوائے پریم یا اپکار رحم
نہیں ملتا۔ کیونکہ جس صورت میں ہر ایک آدمی اس دنیا میں وہی حاصل کرتا ہے جو اسکا
حق ہے تو پھر اس میں احسان اور پریم کچھ بھی باقی نہیں رہتا چنانچہ میں اگر کسی بھوکے
کو کھانا کھلاؤں اور کسی مفلس کو روپیہ سے مدد دوں اور کسی جاہل کو علم سکھلاؤں تو
وہ اس مسئلہ کے موافق یہ خیال کریگا کہ جو کچھ اسے ملا ہے وہ اسکے پچھلے کرموں کا پھل
یعنی معاوضہ ہے۔ حالانکہ یہ سمجھنا اسکا بالکل لغو ہے۔ کیونکہ پچھلے جنم میں اگر وہ جاہل
تھا تو اس نے مجھے علم نہیں سکھلایا جسکا میں نے اس جنم میں عوض دیا۔ اور اگر یہ کہا جاوے کہ
یہ اسکے کسی اور کام کا عوض ہوسکتا ہے کہ جو اس نے میرے لئے کیا ہو تو پھر عوض ہی رہتا
ہے پریم اپکار اور احسان مندی کا کچھ تعلق نہیں رہتا۔ پس یہ خیال انسان کی اس
روحانی پاک فطرت کی جڑ کاٹتا ہے کہ جسکی جڑ اس خالص ایشوری پریم پر مبنی ہے کہ
جو ہر قسم کی خودی اور معاوضے کے خیال سے مبرا ہے +

آریہ۔ اب ہم آپکی اس دلیل پر بھی غور کرنے اور اس کی اصلیت ظاہر کرتے ہیں کہ
آیا اس دلیل سے تناسخ کا ماننا خود غرضی کی بنیاد ہے یا آپکا مذہبی اعتقاد۔ واضح ہو کہ
اگر روحیں انادی نہیں تو ضرور پیدا شدہ ہیں اور اس صورت میں کبھی نہ کبھی انکی ابتدا
ضرور ہے اس سے پہلے بالکل نہ تھیں پس خدا نے اُن کو پیدا کیا۔ مگر سوال یہ ہے
کہ کیوں اور کس نے اور کس چیز سے پیدا کیا۔ روحوں کی اپنی غرض تو کوئی نہیں تھی۔
کیونکہ خود روحیں ہی نہ تھیں۔ باقی جو کہو گے خدا کی غرض ہو گی۔ قدرت کا
اظہار کہو یا پریم کا اظہار کہو یا شان دکھلانا کہو جو کہو اور جس طرح کہو وہ خود غرضی سے خالی
نہیں ہوسکتا اور خود غرضی سے پیدا کرنا لغویت ہے پس کسی طرح آپکا مذہبی اعتقاد خود غرضی
سے خالی نہیں ہوسکتا اور اس صورت میں آپکا طبعزاد اور [illegible] خدا اور اس کا کل
انتظام خود غرضی پر مبنی ہو جاتا ہے اب فرمائیے ؎ مرا خواندی و خود بدام آمدی نظر پختہ
تر کن کہ خام آمدی۔ ہر ایک کو اپنے کرموں کا پھل یعنی عوض ملتا ہے اور ہر ایک آدمی اس
دنیا میں وہی حاصل کرتا ہے جو اسکا حق ہے اس ایک اعتقاد پر آپ کہتے ہیں کہ اس سے
احسان پریم یا اپکار کچھ بھی باقی نہیں رہتا آپنے تمام دنیا میں سے خدا کو موصوف کر دیا
اور اس سرب شکتیمان اور جمیع صفات [illegible] کی حد باندھ دی اور یہی سبب ہے کہ اودیا کی
خندق میں گر رہے۔ خدا کی صرف پریم اور احسان ہی صفات نہیں ہیں بلکہ عادل اور
مالک۔ دیالو۔ الوہیم۔ سترو آدھار۔ سروانترجامی۔ اجر۔ امر۔ ابھے۔ نت۔ پوتر۔ نراکار۔
سرو شکتیمان وغیرہ بھی اسکی صفات ہیں اور صرف پریم تو غرض کے بغیر ہوسکتا ہی
نہیں۔ جسکے ساتھ پریم کیا جاوے وہ غرض سے خالی نہیں ہوسکتا ہاں یہ دوسرا امر ہے
کہ وہ پریم نیک ہے یا بد۔ مگر غرض سے خالی کوئی نہیں۔ آپنے جب شادی کی تو پریم

سے کی۔ مگر جبر بھی غرض تھی۔ اولاد کی غرض اسکے علاوہ سے دیگر کاروبار دنیادی کی غرض اسکے علاوہ ہے پس اسی طرح خدا میں اگر صرف پریم ہی مانا جاوے تو بھی غرض سے خالی نہیں۔ اور ہاں مخبوط الحواس اور نوین ویدانتیوں یا صوفیوں کی طرح اگر یہ کہ سے لوئلے دلبری باخویش مساحت۔ خمار عاشقی باخویشتن میباخت۔ تو محض باطل ہے کیونکہ اُنہیں کا خیال ہے۔ چونیکو بنگری آئینہ ہمہ اوست۔ نہ تنہا گنج بل گنجینہ ہمہ اوست من تو درمیاں کا ہمے نداریم۔ بجز بیہودہ پنداری نداریم۔ اِس صورت میں ہمہ اوست کا مکروہ مسئلہ آپکو ماننا پڑیگا۔ پس ایسا بیہودہ پریم آپکو ہی مبارک رہے علاوہ بریں جو چیز کچھ نہیں ہے اس پر پریم محض بیہودگی ہے چونکہ سرشٹی پہلے نہیں تھی صرف مرکبات کا جوہر تنا یا۔ اور اُسسے ساتھ پریم کیا۔ باقی کا فانی کیساتھ اور قدیم کا حادث کیساتھ پریم اور احسان سراپا جہالت وبطالت ہے کیونکہ شما ز نا اہل دین ایں سخن راراست۔ کہ کج باکج گرایدراست باراست اور یہی حال احسان کا ہے مگر جب نیستی سے ہستی کرنا (جو علم و عقل کے خلاف جہالت کے زمانہ کا مسئلہ ہے) آپکا مذہبی اصول ہے تو احسان خود فضول ہے کیونکہ احسان کس پر؟ نیست پر جو خود نفی کا حکم رکھتا ہے۔ مگر یہ دونوں الفاظ ایک طرح یعنی آپکے طریقہ مسلہ کے مطابق سراپا غلط ہیں کیونکہ دنیا کی مخاصمت حالت سے دُکھی زیادہ سکھی کم بیچ میں زیادہ راحت میں تھوڑے بلکہ بالکل راحت میں بہت ہی کم پائے جاتے ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ۔ پریم ہے نہ احسان ہے بلکہ ظلم اور اندھیر اور تناسخ کو نہ مانکر نہایت ہی کمینہ پن بلکہ سفاکی اور بیباکی کیونکہ بلا وجہ بلا قصور بلا جرم بعضوں کو جنم کا اندھا کوڑھی گنگا اور لُنجا اور گنجا بنا دیا بعضوں کو افریقہ کے صحرا میں پیدا کر دیا اور بعضوں کو ہندوستان جنت نشان میں پس ایسے تمام حالات پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ پریم اور احسان نہیں۔ بلکہ سرجی۔ بیدردی۔ سفاکی اور جانبداری ہے ہاں ع دیگر صفات کا ہر جگہ ظہور ہے مثلاً سب دنیا جانتی ہے کہ ہر ایک کو یہاں اسکے کرموں کا پھل ملتا ہے اور اپنے کئے کا بدلہ پاتا ہے ہر ایک اس دنیا میں وہی حاصل کرتا ہے جو بوتا ہے۔ الیدرم کرتا ہے جس نے کھیت نہیں بویا اُس نے فصل کبھی نہیں کاٹا جس نے شراب نہیں پی اُس کو نشہ نہیں ہوا جس نے ریاضت نہیں کیا اسکو (راج دنڈ) نہیں ہوتا جس نے جرم نہیں کیا وہ جیلخانہ میں نہیں جاتا ہے اور جس نے عبادت نہیں کی اسکا دل صاف نہیں ہوا۔ جو نہیں نہایا اُسکی ان سے بدبو دور نہیں ہوئی اور جس نے تعلیم نہیں پائی وہ عالم نہیں ہوا غرضیکہ جس نے اپنی عورت سے جماع نہیں کیا اولاد سے محروم رہا۔ پس ظاہر ہے کہ ہر ایک کو کرموں کا پھل ملتا ہے جب تک اسکے خلاف مثال نہ ملے۔ تب تک یہ ڈھکوسلا اور جاہلانہ مسئلہ کہ بغیر کرموں کے پھل۔ بغیر محنت کے اجر۔ بغیر تخم کے کھیت ہو گیا۔ کوئی عقلمند کبھی اور کسی طرح قبول نہیں کرسکتا۔ ہاں ان لوگوں کا جنکے دل و دماغ میں قشاہ و ولہ کے چوہوں کی طرح علم و عقل نہیں اضیاء ہے کہ ایسے بے بنیاد مسئلہ مانیں۔ ورنہ سب مذاہب کے علما کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ

(۱) "انسان اپنے افعال کا عملاً جوابدہ ہے۔ زمانہ حال کے فعلوں کے نتیجہ سے زمانہ آیندہ میں کوئی بچاؤ نہیں ہے گناہ کی سزا یقینی اور ضروری ہے" (از رسالہ برہم سماج)۔

+ (۲) وان لیس للانسان الا ما سعیٰ ترجمہ اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے۔ جو کمایا۔ (از قرآن)۔

+ (۳) انما تجزون ما کنتم تعملون وہی بدلہ پاؤ گے جو کرتے تھے (از قرآن)

+ (۴) عرب کا عام عقیدہ محمد صاحب کے پہلے ہی تھا۔ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ یعنی دنیا کھیتی ہے آخرت کی۔

+ (۵) سعدی کہتا ہے۔ ہر آنکہ تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت + دماغ بیہودہ پخت و خیال باطل بست + برگ عیشے بگور خویش فرست + کس نیارد ز پس تو پیش فرست۔

(۶) اورنگزیب جیسا ظالم بادشاہ بھی اعتقاد رکھتا تھا۔ "گندم از گندم بروید جو ز جو

از مکافات عمل ایمن مشو" (از رقعات عالمگیری) +

+ (۷) انجیل متی میں ہے "کیونکہ ابن آدم اپنے باپ کے جلال میں اپنے فرشتوں کیساتھ آویگا۔ تب ہر ایک کو اُس کے اعمال کے موافق بدلا دیگا" (متی $\frac{16}{27}$) تم دوسرے جنم میں پھر دسخد انشٹیوں میں نہیں اُڑایا جاتا کیونکہ آدمی جو کچھ بوتا ہے وہی کاٹیگا (گلتیوں $\frac{6}{7}$)

- (۸) بابا نانک جی فرماتے ہیں۔ جیتی سرشٹ اُپائی ویکھاں۔ بن کرماں کے ملے نہیں +

- ایک بات آپکی اور مغالطہ پر مبنی ہے جس کو آپنے اتنی مدت برہمن رہے اور برہمنوں کے گھر جنم لینے پر بھی نہ جانا۔ افسوس اگر بھوکے کو کوئی کھانا کھلائے اور کسی مفلس کو روپیہ سے مدد دے یا کسی جاہل کو علم سکھلائے تو یہ سب پرپکار اور عمدہ بات ہے اور یہ پچھلے کرموں کا پھل نہیں۔ بلکہ نیا کرم ہے۔ بس اس کا پھل پرپکار کرنے والے کو پرمیشر دیگا۔ اِس کا یہ خیال جہالت ہے کہ یہ اس کے پچھلے کرموں کا معاوضہ ہے۔ مگر افسوس کہ آپ ناواقفی سے یا دھوکہ دہی سے کرم اور پھل یا فعل اور نتیجہ کو خلط ملط کر دیتے ہیں یہ فہم کا قصور ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ آپکے ایسے خیال اور اعتقاد نے روحانی پاک فطرت کی جڑھ آپکے دل سے کاٹ دی ہے۔ اور آپ علم و عقل کے مخالف ہو کر لوگوں کو تعلیم سے روک کر جاہل بنا رہے ہو۔ اور آریہ سماج ڈنکے کی چوٹ سے علم کا نقارہ بجا رہا ہے اور درحقیقت علم کی زیادہ اشاعت آریہ دھرم کی اشاعت ہے اور آریہ سماج کا اصول ہی ہے کہ ودیا کا پرکاش اور اودیا کا ناش کرنا چاہیئے +

برا مہوت تناسخ کے اعتقاد سے جو ایشر پریم مئے نہیں رہتے اور یہ جھوٹا خیال ہی خود غرضی کی بنا پر قایم ہے کیا ہم جو سچ بولتے ہیں۔ یا جھوٹ اور چوری وغیرہ کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اس سے کچھ خدا کا ذاتی بھلا ہوتا ہے کہ جسکے عوض میں وہ ہمارے اِن نیکی کے کاموں کے عوض بقول تناسخ کے سبب کہ بیوالوں کے ہم کو اس دنیا میں دولتمند بنا دیتا ہے یا کسی دنیوی بڑے منصب پر پہنچا دیتا ہے۔ یا جائداد اور سواریاں نذر کرتا ہے۔ ہرگز نہیں +

ہم شراب کے پینے سے اور زنا کے نہ کرنے اور چوری اور جھوٹ وغیرہ گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں خدا کی کسی ذاتی ضرورت کو پورا نہیں کرتے کہ جس کے عوض وہ ہم کو گھوڑے اور سواریاں دے یا روپیہ اور اسباب بطور معاوضہ یا شکرانہ کے ہماری نذر کرے پس ان لوگوں کا یہ ماننا کہ ہم جو کچھ اچھے کرم کرتے ہیں اُنکا پھل یعنی عوض خدا سے خیال کرتے ہیں ایک ایسا لغو خیال ہے جو ایشر کو مثل ایک خود غرض دوکاندار کے بنا دیتا ہے حالانکہ خدا ایسا نہیں ہے +

آریہ۔ ایشور صرف پریم مئے نہیں ہے بلکہ نیاکاری بھی ہے اور سچ یہی ہے کہ اچھے نوکر پر مالک کا پریم ہوتا ہے اور وہ اصل میں اسکے اچھے اعمال کا نتیجہ ہے ورنہ "نکوئی با بداں کردن چنانست + کہ بد کردن بجائے نیک مرداں" اگر ایشور صرف پریم مئے ہوتا۔ تو سنسار میں دُکھ۔ درد۔ رنج و مصیبت کا نام نشان تک نہ ہو کیونکہ کون پتا۔ باپ چاہتا ہے کہ میری اولاد دکھی ہو۔ پس یہ مسئلہ سراپا بیہودہ ہے کہ ایشر صرف پریم مئے ہے اور کوئی صفات اس میں نہیں۔ آپکا اسقدر قول تو سچ ہے کہ ہمارے اچھے کرموں سے خدا کا کوئی ذاتی بھلا نہیں ہوتا۔ یہ تو عین آریہ دھرم کا اصول ہے۔ مگر یہ محض ناسک پن کا خیال ہے کہ خدا ہمارے نیک کاموں کا پھل نہیں دیتا۔ اور اگر دیتا ہے تو خود غرض ہے۔ بھائی اگر نیک کو نہیں دیتا تو بُرے کو بھی کیا دینے لگا۔ کیونکہ وہ دوس ہے۔ یونہی ہے۔ تو نیک و بد دونوں کام کرنیکے ہاں سے

ہاتھ دھو بیٹھئے - دنیا صرف پھل لگنے کے خیال سے ہی نیکی کرتی ہے ورنہ اگر انجام نیکی
و بدی کا برابر ہے تو فعل عبث ٹھہرتا ہے پس اس کا یعنی آپ کے مذہب کا نتیجہ صاف ہے
کہ خدا نہ نیکی کرنیکی ہدایت کرتا ہے اور نہ بدی سے نفرت کرنیکا ارشاد فرماتا ہے اب بتلائیے
خدا کیا رہا ایک وہی جینیوں کا معطل محض ہو گیا - اور یہی ناستکوں کا اعتقاد نہیں اور کیا
اس اعتقاد کے رکھنے سے آپ ناستک نہ ہوئے ؟ پنڈت جی نہیں نہیں پیغمبر جی آپ
بتلائیے کہ ایسے ایشور سے جو نہ بدی کی سزا اور نہ نیکی کی جزا دیتا ہے اور نہ دیتا ہے کسی کو
کیا فائدہ اور کیا تعلق پس اس معطل اور بیکار ہی اور فرضی خدا سے جس کو آپ پریمی یا جانی
فرض کر رکھا ہے - کون پریم کر سکتا ہے ہمارا تو صاف یہ اعتقاد ہے کہ پرمیشور ہمارا حاکم
اور مالک ہمیں برے کاموں کی سزا اور تمام نیک کاموں کی جزا دیتا ہے اگر یہ پھل دینے والا نہیں تو
کیا کوئی دنیا میں نیکی پسند کرتا ہے ؟ اگر نہیں کرتا تو برے کاموں کی سزا کیوں ملتی ہے
افسوس کہ آپ جان بوجھ کر حق بات سے روپوشی کرتے ہیں +

برہمو - پہلے بہت سے بھگت لوگ جو ایشور کو پریم مانتے بالکل ان سے پریم کرتے رہے
ہیں - وہ آنجہانی سماج کے موافق اس مسئلہ کا اقرار کرتے رہے ہیں مگر ان کی اصلیت پر
توجہ کرنیکا انہیں موقع نہیں ملا ورنہ ممکن تھا کہ اس کی لغویت اُن پر ظاہر ہو جاتی +

آریہ - جانی صاحب ! تناسخ کے ماننے سے ہی ایشور کے ساتھ سچا پریم ہو سکتا
ہے ورنہ بالکل نہیں - اور یہی سبب تھا کہ شروع دنیا سے لیکر آج تک تمام جگت جن
اس مبارک اور پوتر مسئلہ کو مانتے اور اسکا اپدیش کرتے رہے اگنی - وایو - برہما -
نارد - شک - سنندن - یعنی سنکادک - جیادیو - جنک - کپل - بیاس - گوتم - کنا - دیاس -
سکھدیو - رام چندر - کرشن - اور زرتشت وغیرہ - پرانے زمانے کی کسی اور بھگت
اس کل جگ کے فیثاغورث و افلاطون و سقراط اور خاص آریہ ورت کے رامانند
رام راج شنکر - کبیر - داود - نانک - چیتن - سدنا - تلسی - چتو - میراں بائی - انگد
امرداس - رام داس - ارجن داس - تیغ بہادر - گوبند سنگھ -
بندا سنگھ - مولوی رومی - فریدالدین عطار - شمس تبریز - منصور - وغیرہ سب اس مسئلہ
مبارک کو مانتے - سوچتے - اور مانتے اور اپدیش کرتے رہے ان سب کو موقع نہیں ملا
یہ سب رواج کے موافق اقرار کرتے رہے مگر آپ پر اس کی لغویت ظاہر ہو گئی - کیوں
کیوں نہ ہو کیا کہ ہم کو پیغمبری کے الہامی فرشتہ نے کان میں علم اور عقل کے حالات پھونک
دیا - کیونکہ تم سنسکرت نہیں جانتے صرف اردو اور کچھ تھوڑی انگریزی پڑھ کر انجیل
کی تعلیم پائی ہے - پس مسیح کی تعلیم کے مطابق تناسخ غلط تھا لیکن افسوس کہ فرشتہ کو یاد
نہ رہا کہ جب خود خدا کو بقول انجیل کے انسان بن گناہ کے بدلے صلیب دی گئی -
تو ناحق کی کیا گتی - جب خدا تناسخ میں آیا گناہ کے صلیب دیا گیا - تو پیغمبروں کی
کیا حالت - جناب پیغمبر صاحب ! اساس کے بھگت اپنی بھگتی بہا دیں ہے تھے اور اسکی
اصل بنیاد وہی تناسخ کی پاک تعلیم تھی مگر آپکی تعلیم کا قصور ہے وہ لوگ رواج کے
موافق اقرار نہیں کرتے رہے بلکہ دل سے اقرار کرتے رہے یہاں تک کہ ان میں سے بعض
کو کمال بھگتی سے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ وہ پچھلے جنم کے کون تھے مگر ضد کی دوا کیا ہے

برہمو - اگر خدا پریم نہ رہے - تو اس سے آدمی کا درجہ کہیں بڑھ کر ہے کیونکہ اس کی جانب
میں ایسے لوگ بستے ہیں - کہ جن میں پریم پالنے کا خاصہ پایا جاتا ہے +

آریہ - یوں تو ہم بھی کہتے ہیں - کہ اگر مہاشا و کاری یعنی عادل نہیں تو ایسے خدا
سے انسان کہیں درجہ بہتر ہے - کیونکہ نوشیروان - یدہشٹر - ہریش چندر - بکرماجیت وغیرہ
مہاراجہ جتنے عادل مشہور ہیں - اگر بقول آپکے صرف پریمی ہی خدا ہے - تو نہایت
افسوس ہے کہ اس صفت کا تو دنیا میں کوئی ثبوت نہیں +

+ کیا کروڑوں آدمی جو ہیضہ سے مرتے ہیں یہ خدا کا پریم ہے +
کیا لاکھوں جو تپ دق وغیرہ سے مرجاتے ہیں یہ خدا کا پریم ہے +
+ کیا لاکھوں جنم کے اندھے لولے لنگڑے پیدا کرتا ہے یہ خدا کا پریم ہے +
کیا ملکوں کے ملک رنج و تکلیف میں مبتلا ہیں یہ خدا کا پریم ہے +
+ کیا طوائفوں کے گھر میں لڑکیاں پیدا کرنا خدا کا پریم ہے +
لاکھوں چور بدمعاش - زناکار - حرامزادے - غریبوں کو تاراج کر رہے ہیں
کیا یہ خدا کا پریم +
لاکھوں بدمعاش بگلے بھگت فقیرانہ لباس میں شریف آدمیوں کی عصمت بگاڑ
رہے - کیا یہ خدا کا پریم ہے +
+ موسیٰ - داود - سلیمان - نوح - جنہوں نے لاکھوں آدمی اور عورتیں اور بچے
تباہ کرائے - کیا یہ خدا کا پریم ہے +
+ محمد صاحب اور انکے جانشینوں نے جو دنیا میں تیغ کے طوفان برپا کئے - لاکھوں
کے سر تن سے جدا کئے کیا یہ خدا کا پریم ہے +
چنگیز خان - ہلاکو خان - تیمور - محمود - اورنگ زیب - احمد شاہ - نادر شاہ -
سکندر وغیرہ کو قتل عام کی طاقت دی کیا یہ خدا کا پریم ہے +
علاوہ اس کے آپ اسی پریمی خدا کے پیغمبر ادراگنے دن تمام دنیا کو گالیاں اور
خصوصاً آریہ سماج کے لوگوں کو بدزبانی سے یاد کر رہے ہیں کیا یہ خدا کا پریم
ہے - بھائی ایسے محض پریمی خدا و منگل و بد خدا کا دنیا میں تو کہیں پتہ نہیں - اگر
آپکے پاس یا کسی اور کے پاس کوئی ثبوت ہو تو پیش کیجئے +

برہمو - معلوم ہوتا ہے کہ تناسخ کا مسئلہ اس وقت نکلا ہو گا - جبکہ لوگوں پر ایشور
کے پریم مئے ہونیکی خوبی کا معراج اچھی طرح یا بالکل ظاہر نہ ہوا ہو گا - ہاں یہ اسی زمانہ
کا بیہودہ ڈھکوسلہ ہے جبکہ ہمارے بزرگ ایشور کو صرف سچدانند جانکر اور صرف
یعنی جوگ اور سمادھی کے ذریعہ انکے آنند کو حاصل کرنیکی کوشش کرتے تھے اور اپنے اپنے
جسم اور خارجی دنیا کا صرف بننے والا نہ کہ پیدا کرنیوالا یا خالق خیال کرتے اور جسوقت کہ بھگتی
اور پرانوں کا زمانہ نہیں آیا تھا - اور جبکہ یہ ایک جوگ یا سمادھی کے طریق میں ایشور کو
دیا مئے یا پریم مئے جان پرارتھنا کرنیکا بھاؤ مروج نہیں ہوا تھا - ہاں اس وقت بھی
یوگ اور سمادھی کے پیرو ایشور کو مثل بھگتوں کے دیا مئے یا پریم مئے نہیں مانتے - اور
شاید جوگ و سمادھی میں پرارتھنا کے اصول کی پیروی کرتے ہیں +

آریہ - یہ آپکا خیال سراپا باطل اور ست شاستروں سے ناواقفی کا باعث ہے -
ورنہ ایشور کی تمام صفات کا خیال اور یقین جیسا ویدک زمانہ سے شاستری زمانہ تک
تھا - ویسا پورانک زمانہ میں بالکل نہیں - اور نہ پورانوں میں ایشور کی صفات کاملہ
موجود ہیں - ذرا آنکھیں کھولکر دیکھئے - یجروید ادھیائے ۴۰ +

मं०८ स पर्यगाच्छुक्रमकायमव्रणमस्नाविरं शुद्धमपापविद्धम् । कविर्मनीषी परिभूः स्वयम्भूर्याथातथ्यतोऽर्थान्व्यदधाच्छाश्वतीभ्यः समाभ्यः ॥ २ ॥ यजु० अ० ४० । ८ । मं० पा० तेजोऽसि तेजो मयि धेहि । वीर्यमसि वीर्यं मयि धेहि । बलमसि बलं मयि धेहि । ओजोऽस्योजो मयि धेहि । मन्युरसि मन्युं मयि धेहि । सहोऽसि सहो मयि धेहि ॥ यजु० अ० १९ । मं० ९

اور شاستروں میں سے خاصکر یوگ شاستر جس میں تناسخ کے مسئلہ پر بہت سے
مستند ثبوت دئے ہیں اس میں اُپاسنا پرارتھنا کو بڑا واضح بیان کیا ہے [illegible]
یعنی برہم یگ میں کس خوبی سے پرارتھنا میں بھگتی اور پرارتھنا کا بیان ہے (دیکھو سنسکار ودھی)

نمبر ۲- پس یوگ اور سمادہی کو تو جانے دو سنسکرت ودیا سے محض ناواقف ہونے پر بھی بیہودہ گپ ہانکنا آپکے ناقص خیالات کا اندھا غبار ہے بیشک تمام سابق بھگت جو بیشک سنسکرت پڑھے ہوئے تھے۔ وہ ایشور کو اپنے جسم اور خارجی دنیا کا صرف رچنے والا جانتے تھے۔ کیونکہ وہ ویدک فلاسفی سے واقف تھے۔ آپکی طرح علم وعقل اور موجودہ سائنس سے بھی امی نہیں تھے۔ اور نہ گالی گلوچ سے کام نکالتے تھے +

آپ بہ سبب ناواقفی سنسکرت زبان کے پرانوں سے بھی ناواقف ہیں۔ اور یہی سبب ہے کہ جھوٹی تعریف سے لوگوں کو گمراہ کرتے۔ اور اپنا دام تزویر پھیلا کر نیا ناستک بدھ مذہب پھیلانا چاہتے ہو۔ آپ جیسے دام ریا بچھانیوالے فقیروں کے حق میں سعدی کہتا ہے۔ ترک دنیا بمردم آموزند + خویشتن سیم وغلہ اندوزند +

پرانوں کے پریم نے ایشور کو مچھ کچھ۔ دیراہ۔ نرسنگ۔ گھوڑا۔ کتا۔ بھینس وغیرہ اوتار دھارن کرائے +

پرانوں کے پریم نے گوپیوں کے ساتھ کرشن کو کلول کرائے۔ پرانوں کے پریم نے خدا کو موہنی روپ دھارن کرا شیوجی کی بیعزتی کروائی۔ پرانوں کے پریم نے برہماجی پر زناکاری کے الزام لگائے۔ پرانوں کے پریم نے کبجا کی کہانی سنا کرشن جی کو کلنک لگائے۔ پرانوں کے پریم نے باون اوتار دھر جھوٹ بولوایا چھل اور فریب کرایا۔ اور سارے جہان کو بت پرست اور جاہل بنایا۔ کوئی بدمعاشی کوئی خرابی کوئی بدچلنی ایسی نہیں جو پرانوں کی خاطر انکے اور آپکے پریمی خدا نے نہیں کی۔ ایسا بہادر ست یگ وغیرہ میں نہ مروج ہوا۔ اور نہ اب ہوگا۔ ہاں آپکا طبیعت ادا اور سانگ پریمی بھائی غزالش میں یا اکبر کے مینا بازار میں یا ناچ گھر میں یا راس لیلا میں ہوتا ہے یا کسی وقت لکھنؤ کے فرنگی محل یا واجد علی شاہ کے موتی باغ میں ہوتا تھا۔ یا کبھی کبھی محمد شاہ رنگیلے کے عہد میں ہوتا تھا۔ یا گوکلیا گوسائیوں کے ہاں یا بہت زیادہ پریم اور وہ آپکا پریمی بہادر بام مارگیوں میں بہت ہوتا ہے۔ ایسی پرارتھنا۔ ایسی بھگتی ایسے پریم سے ہم کو اور تمام اہل حق کو نفرت ہے +

براہمو۔ ایسی صورت میں تو گنہگار کو ایسے خدا سے ادھار کے لئے کبھی قسم کی امید نہیں رہ سکتی +

آریہ۔ عادل جج سے بعد ثبوت جرم کے مجرم کو کیا امید رہ سکتی ہے صرف یہی کہ کافی سزا پاوے نہ کہ رہائی۔ ہاں رشوت خور۔ ظالم۔ خود غرض۔ آنکھ کے اندھے سے رہائی کی امید رکھ سکتے ہیں۔ مجرم کی اصلاح اور جرم کی سزا دونوں مدنظر رکھنا جج کا فرض ہے۔ مگر پاپی اور گنہگار کو سزا نہ دینا معاف صاف اوروں کو گناہ کے واسطے دلیر بنانا ہے چنانچہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ بے سیاست بادشاہ کے راج میں واردات بہت بڑھ جاتی ہے داناؤں کا قول ہے۔ ہر آنکہ کہ بر دزد رحمت کنی + بہ بازوئے خود کاروان میزنی + نکوئی با بداں کردن چنانست + کہ بد کردن بجائے نیکمرداں + ندانست آنکہ کہ رحمت کرد بر ماسگاں جورست بر فرزند آدم۔ گنہگار یہ بدکار رہ زناکار ہو کر خدا سے ادھار کی امید رکھنا ایک بام مارگی کی مثال کے حسب حال ہے +

مثال۔ ایک دام مارگی برہمن سے کسی نے پوچھا۔ کہ کیوں صاحب۔ مدہ (شراب) مانس (گوشت) مین (مچھلی) مدرا۔ میتھن (زنا) ان پانچ مکاروں سے کبھی مکتی ہوسکتی ہے کیونکہ یہ بدچلنی کی بنیاد ہیں۔ پھر یہ مت کیا سچا مذہب ہوسکتا ہے جواب دیا۔ کہ خدا کو بدچلنوں شرابیوں زناکاروں کی نجات منظور ہے۔ بھلا ان کی مکتی کا کوئی سامان نہ ہونا چاہیئے تھا۔ صرف ان کی مکتی کے واسطے یہ مذہب ایجاد ہوا ہے کہ مدہی سے نرم مانس۔ گرہن کریں اور نجات پاویں۔ حضرت گنہگاروں کا ایسے عادل خدا سے ادھار بغیر سزا بھگتنے کے نہیں ہوسکتا۔ خدا تو خدا ہی ہے اسکے عمل اور دنیا میں تو کوئی

شفاعت یا سفارش یا رشوت کارگر نہیں ہوسکتی۔ آپ بادفرنگ (آتشک) بواسیر وغیرہ کے مریض کو دوائی کے بغیر دعا یعنی رو رو کر پرارتھنا کرنے سے شفا تو دلائیے تا کہ کسی کو ذرا یقین ہو ورنہ یوں بیہودہ بکواس اور سیاپے کی نائن بن لوگوں کو رولانے اور خود عیش و آرام کرنے سے کیا حاصل۔ یاد رکھو دکھوے میں نہ پڑو۔ خدا ٹھٹھوں میں نہیں اُڑایا جاویگا۔ کیونکہ آدمی جو کچھ بوتا ہے۔ وہی کاٹیگا +

براہمو۔ جب خدا سے کسی مدد کی امید نہ ہو تو اُس سے کسی مدد کے لئے پرارتھنا کرنا یعنی دعا مانگنا واقعی ایک ناجائز حرکت ہے اور جو لوگ جان بوجھکر پریم کھلاوے کے لئے اوپاسنا یا پرارتھنا کرتے ہیں۔ وہ شریر اور مکار ہیں اور خدا کی توہین کرتے ہیں +

آریہ۔ پرماتما سے ہر انسان اور خصوصاً سچے اُپاسک کو بہت امیدیں ہیں۔ مگر ناامیدی صرف مکاروں کے واسطے ہے جب ہم اندریوں سے کام کرنے اور من سے سچے پرماتما کی اُپاسنا و پرارتھنا کرتے ہیں۔ تو ضرور کامیاب ہوتے ہیں۔ دل کو شانتی ملتی ہے۔ گیان کی پراپتی ہوتی ہے۔ اہنکار کم ہوتا ہے۔ ست دہرم میں وشواش اور ایشور میں پریتی ہوتی ہے۔ ہاں جھوٹھی پرارتھنا۔ ریاکاری کی اُپاسنا اور مکاری کی دعا مانگنے والوں کی باتیں ضرور ناجائز حرکت سے نسبت رکھتی ہیں۔ جو لوگ سیاپے کی نائن کی طرح لوگوں کو رولاتے اور خود مزہ اُڑاتے ہیں۔ کیا وہ مکار اور شریر نہیں +

جو لوگ اس روشنی کے زمانہ میں پیغمبر بن سادہ لوح چھوکروں کو گمراہ کر رہے ہیں کیا وہ مکار اور شریر نہیں +

جو لوگ گزشتہ بزرگوں کی کتابوں سے اچھی باتوں کا انتخاب کر اس سے اپنے الہام کا ثبوت دے اور سچے خدا اور ایشور کے بھگتوں کو گالیاں دے رہے ہیں کیا وہ مکار اور شریر نہیں +

جنکے ہوشیار اور دانا مگر غلطی سے اُنکے جال میں پھنسے ہوئے چیلے خود یا کسی عقلمند کے سمجھانے سے اُنکے جال سے نکلکر آریہ سماج میں شامل ہو گئے۔ اور پھر اُن کی اچھی طرح قلعی کھولتے ہیں۔ کیا وہ مکار اور شریر نہیں +

جو لوگ اور لوگوں کے سادہ لوح لڑکوں کو تعلیم سے نفرت دلا کر فقیر بناتے اور اپنے بچوں کو بدستور کالجوں میں پڑھاتے ہیں۔ کیا وہ مکار اور شریر نہیں +

جو لوگ غیروں کے بچوں سے بھیک منگواتے اور خود بنکوں میں روپیہ جمع کراتے اور مزہ اُڑاتے ہیں۔ اور اُنکے چیلے بھیک مانگ کر لاتے اور خود گورو سنکر چین کرتے ہیں۔ کیا وہ مکار اور شریر نہیں +

جو لوگ ایک وقت منہ پھاڑ پھاڑ کر بھگوے کپڑے کی بُرائی کرتے تھے! اور آخر جب بغیر اسکے کام نہیں چل سکا تو خود پہننے لگے کیا وہ مکار اور شریر نہیں ہیں +

جو لوگ پہلے گورو ہیں کے خلاف آخر کار خود گورو بن بیٹھے اور بیوقوف سادہ لوگوں کو اپنے پانو کا ناپاک دہوون پلاتے ہیں۔ کیا وہ ناپاک و شریر نہیں۔ جو ہندوؤں کو جال میں پھنسانے کے واسطے جینو پہنتے چوٹی رکھنے اور اکادشی کو چاول بانٹتے ہیں۔ کیا وہ مکار اور شریر نہیں +

حضرت یاد رکھئے۔ کہ لوگوں کو دکھلاوے کے واسطے اوپاسنا میں رونا بیٹھنا سراپا مکاری اور شرارت ہے کلید در دوزخ آن نماز + کہ بر روئے عالم گذاری دراز اور یہی سبب ہے کہ اِس اُنیسویں صدی میں آپکو نئے الہام اور نئے مذہب اور نیا پیغمبر بننے اور برہمو سماج چھوڑ کر دیو سماج بنانے کی ضرورت پڑی یا ترکیب سوجھی۔ افسوس کہ سنیاسی کہلا کر آپ کو گیان پراپت نہ ہوا۔ اور سچے علم سے آپ آج ہی تک انجان ہی +

براہمو۔ جب ایشر پریم سے نہیں اور سوائے ہمارے کرموں کے پھل کے اپنی

طرف سے کچھ نہیں دے سکتے۔ تو پھر تناسخ کے ذریل جوگیا نہیں تو وہ جب ہوتے ہیں وہ لوایسے ایشور کو سخت نفرت کرتے ہونگے +

آریہ - تناسخ کے ماننے والے کبھی خدا کو برا نہیں کہتے اور نہ اس سے نفرت کرتے ہیں کیونکہ وہ خدا کو منصف عادل تیاکاری مانتے ہیں۔ ہاں تناسخ کو نہ ماننے کی حالت ضرور ہوتی ہے نمونہ کے واسطے (دیکھو تناسخ۔ ماننے کی حالت میں مولوی لوگوں کے اقوال) اور اسی سے برہموؤں اور عیسائیوں کا حال قیاس کر لو۔ اور یہی سبب ہے کہ منصف اور عادل سے کوئی ناراض نہیں ہوتا۔ ہاں جس طرح گورنمنٹ انگلشیہ کے عدل کے زمانہ میں جب کوئی خون کرتا ہے تو پکڑے جانے اور پھانسی ملنے کے خوف سے گورنمنٹ کو عادل نہ بموجب آپکے خیال کے ضرور برا کہتا ہوگا۔ کہ کاش کے انگریزی راج نہ ہوتا تو خوب ہوتا۔ مگر یاد رکھئے کہ اگر دعائے طفلان مستجاب بودی۔ یک معلم در عالم زندہ نماندے بیدل کے ساتھ رحم مزہ کرتا ہے بغیر بدل کے رحم سراپا ظلم اور اندھیر ہے آپ نے سنا نہیں۔ آں براشہ راکہ سر دمد زیر خاک + خاکش چناں بخورد کزو استخواں نماند وہ ہست نام فرخ نوشیرواں بعدل + گرچہ بسے گذشت کہ نوشیرواں نماند +

براہمو - ۲۶ - علمی تحقیقات کے موافق جس حالت میں صرف آدمی کے جسم میں روح ہے۔ اور ایں کا حیوانات اور نباتات کے جسم میں کہیں نام ونشان تک نہیں۔ تو پھر تناسخ کو مانکر یہ کہنا کہ آدمی کی روح اپنے برے کرموں کے پھل سے گئو۔ بیل۔ گدھے۔ گھوڑے اور سور اور گھاس اور پودوں اور درختوں کے جسم میں داخل ہوتی ہے۔ ایک ایسا خیال ہے کہ جو واقعات اور تجربہ اور حقیقت کے بالکل برخلاف ہے۔ اس لئے جھوٹا اور بیہودہ ہے +

آریہ - آپکی اس تحریر سے تو ہم کو آپکی رہی سہی علمیت کا حال بھی معلوم ہوگیا آپنے صرف تناسخ سے ہی اختلاف نہیں کیا۔ بلکہ علم سائنس سے بھی انکار کر دیا اور علاوہ بر آں تناسخ کی سچی تعلیم سے بھی ناواقفی آپ کی ظاہر ہے علمی تحقیقات کے موافق صرف آدمی کے جسم میں روح نہیں بلکہ حیوانوں میں بھی روح ہے۔ شاید انگریزی سائنس کے موجد یا معلم سامل ڈارون کا نام بھی آپنے نہ سنا ہوگا۔ وہ صاف طور پر آدمی کے تمام مشابہت بندر کے ساتھ بتلاتے ہیں۔ اور ایسے ہی اور تمام محقق بھی۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ علم کے بغیر آدمی بیدم کا بندہ ہے ہم نے حصہ اول میں یہ مضمون انسان کے اور حیوانوں میں بھی روح ہے بتلا دیا ہے کہ حیوانوں میں روح نہ ماننا کمال غلطی ہے +

منطق کے مطابق روح کی یہ تعریف ہے۔ اچھیا۔ دویش۔ پرتین۔ سکھ۔ دکھ۔ گیان۔ یہ ساری تعریف انسان اور حیوان دونوں پر صادق ہے۔ بلکہ آدمی سے زاید حیوان اچھے ہیں منطق نے صاف بتلا دیا ہے۔ کہ انسان حیوان ناطق ہے اور دیگر حیوان مطلق۔ مگر حیوان دونوں ہیں۔ پس روح اپنے برے کرموں کے مطابق جانوروں کے قالب میں سرو جاتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ مگر جہاں روح کا ثبوت نہیں وہاں تناسخ کا تعلق نہیں (دیکھو باب اول) کیونکہ یہ بات علم عقل۔ تجربہ اور حقیقت اور سچے دہرم وید کے بالکل خلاف ہے (محقق ڈارون نے جب یہ راز ظاہر کیا تب عام لوگوں نے اپنے بندر کی اولاد کہنا شروع کیا۔ مگر وہ صل زمانہ گھبرایا تھا۔) پس آپکا خیال نہ تو سائنس نہ منطق نہ فلاسفی کے مطابق ہے اس لئے یہ جھوٹا اور بیہودہ ہے +

براہمو - سچ مچ آدمی کے لئے اپنے بزرگوں اور ہمجنسوں کو واقعات اور تجربہ کے خلاف برا لنے اور جھوٹے وہمیا وسی خیال کی بنا پر کتا اور بلی گدھا اور گھوڑا اور سانپ وغیرہ قرار دیا۔ اور ان پر سوار ہونا۔ سر کھینچنا نہایت شرمناک حرکت ہے

آریہ - یہ اعتراض آپ کا علم سے نہیں بلکہ جہالت سے ہے لیکن ہم آپ کو پھر بھی سمجھانیکی کوشش کرتے ہیں +

سنئے - انسان کی پیدایش روح سے ہے یا جسم سے تمام دنیا کے علما کا اس پر اعتقاد ہے کہ مرد عورت کے ملاپ سے نطفہ رحم عورت میں جاتا ہے۔ اور وہاں خون حیض کی آلایش پر پرورش پاتا ہے۔ اور روح اس میں داخل ہوتا ہے اور یہی سبب ہے کہ جاع کے بعد مرد کا جسم کمزور ہوتا ہے نہ کہ روح۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ اصل میں وہ چیز جس سے انسان پیدا ہوتا ہے۔ وہ مرد عورت کا جسم ہے نہ کہ روح ہاں ترکیب اس عمل کا بموجب قانون قدرت کے روح اور آلات کا جسم پس جس جسم سے پیدایش تھی۔ وہ تو یہاں جلایا گیا۔ اسکا گدھا گھوڑا بننا اور مارا جانا سراپا باطل ہے اور یہ تو تمام عقلا کا مسلمہ ہے کہ روح میں تذکیر اور تانیث بالکل نہیں ہے یہ خاصہ جسم کا ہے پس روح اور جسم کی ترکیب ہر ایک جسم میں اسکا نام بزرگ ہے۔ ترکیب کے ٹوٹ جانے سے وہ نام بھی ٹوٹ گیا۔ وہ پوران جنکو آپ بھگتی کی کان مانتے ہیں انکا بھی یہی اصول ہے مگر آپ فضول طرف جاتے ہیں پس بزرگوں پر کوئی سوار ہوتا نہ انکا کوئی سر کھینچتا ہے ہاں یہ سارے اعتراض آپکے دہرم پر عاید ہیں۔ سنئے نہایت شرمناک حرکت یہ ہے کہ ماں کا خون پیتے ہو۔ کیونکہ بموجب آپکے اصول کے دودھ اصل میں خون ہے۔ دوم شرمناک حرکت یہ ہے کہ ماں باپ اور بزرگوں کے سر پر موتتے ہو کیونکہ یہ زمین کے عناصر تمام بزرگوں کے جسم ہیں بلکہ بموجب آپکے مذہب کے وہی ہیں۔ کیونکہ آپکے مذہب کے مطابق روح انہیں مادی چیزوں کا عطر ہے +

سوم شرمناک حرکت یہ ہے۔ کہ ماں باپ اور بزرگوں کے سر پر جوتے پہنکر چلتے ہو +

چہارم شرمناک حرکت یہ ہے کہ انکے چمڑے کے جوتے پہنتے ہو۔ کیونکہ حیوانوں نے سبزی کھائی۔ اور وہ اصل میں آپکے بزرگوں کی خاک ہے۔ اور اس سے چمڑا بنا اور اس کے آپنے جوتے پہنے +

پنجم۔ اسی مادہ سے تمام بڑے لوگوں اور عورتوں کے جسم بنے اور اسی مادہ سے سور اور سوری اور کتے وغیرہ کا جسم بنا۔ پس بتلاؤ کہ یہ کیسی شرمناک حرکت کرتے ہو جبتک بید کا راستہ وید مقدس کا اختیار نہ کروگے۔ اس گرداب سے آپ کی خلاصی ہرگز نہیں ہوسکتی ہے۔ اسی پر مولوی نظامی نے کہا ہے۔

کہ داند کہ ایں خاک انگیختہ + بخون چہ دلہاست آمیختہ

ایک دفعہ بحالت سفر جب میں نے زمین کا سورج کے گرد پھرنے کا ذکر کیا۔ تو ایک مولوی صاحب برانگیختہ ہو کر اول تو مجھے گالی دینے لگے کہ یہ کافر ہے۔ قرآن کے خلاف تعلیم دیتا ہے۔ آخر کار جب میں نے ان کو دلایل سے ثابت کیا تب دل میں تو قایل ہوگئے۔ مگر قرآن کی تعلیم کے سبب حق کے قبول کرنے سے جھجکتے رہے وہی حال برہمو لوگوں کا ہے۔ یہ لوگ اگر ذرا سائنس یا فلاسفی یا منطق سے غور کریں۔ تو حق کو حاصل کرلیں یہ لوگ اپنے باطل اور من مانے خیال کے خلاف کسی علمی تحقیقات کے قایل نہیں ہوتے۔ یہی سبب ہے کہ علم پڑھنے سے جاہلوں کو روکتے ہیں۔ تناسخ کو نہ مانکر اور برہمو یا دید دھرم کو مانکر موجود دسحت خرابیوں کا منہ دیکھنا اور شرمناک حرکت کا مرتکب ہونا پڑتا ہے +

اول تو روح حادث اور فانی چیز ماننی پڑتی ہے۔ کیونکہ جس کا آدے اس کا انت بھی ضرور ہے +

دوم۔ ہمیشہ کی زندگی اور نجات سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ بلکہ نیکی کوئی چیز ہی نہیں رہتی

سوم - خدا کو ایک رشوت خور یا بھولا بھالا دیو یا بنانا پڑتا ہے +

چہارم - اسکی سخت بیعزتی بھی کرنی پڑتی ہے یعنی اُسے عادل اور نیاء کاری نہ ماننا مگر صرف ظالم اور جاہل ماننا پڑتا ہے کیونکہ وہ کسی کو اسکے کرموں کا پھل نہیں دیتا +

پنجم - تمام بزرگوں کی بیعزتی کرنی پڑتی ہے - بلکہ ان کو خاک سمجھکر اور نباتات کی طرح کھا ہی نہیں - بلکہ ان کیساتھ تمام خرابیوں کا مرتکب ہونا پڑتا ہے جو نہایت شرمناک حرکت ہے +

ششم - خدا کو ہی جواب دینا پڑتا ہے - کیونکہ اس کو عدم کا حد الیکہ معدوم خدا اور چند روزہ خدا یا وہمی اور خیالی خدا ماننا پڑتا ہے - جب وہم دور ہوا خدا بھی دور ہوا +

ہفتم - سائنس اور سچا فلسفہ اور علم و عقل اور منطق کے خلاف ہو کر جہالت کا آسرا لینا پڑتا ہے +

ہشتم - وہ سچا اخلاق جو مسئلہ سیلف ہلپ سے حاصل ہوتا ہے اس کا خون کرنا پڑتا ہے +

نہم - جانوروں میں روح نہ ماننے کر ان بیگناہوں کے سر پر قصابوں اور جلادوں کی طرح چھری چلانی پڑتی ہے +

دہم - سب سے زیادہ یہ ہے کہ گناہ اور خرابی اور بے ایمانی اور بدچلنی کو ناچیز جانکر اسکے ارتکاب پر مخلوق کو دلیر بنانا ہے +

پس ایسے علم اور معقولیت کے خلاف مذہب کے بانی اور اس کے پیرو بلکہ گناہ کرنے پر دلیری دینے والے ہادی اور انکی تعلیم بتلائیے - دنیا کو کتنا سخت نقصان پہنچا رہی ہے - ایسے لوگوں کی تعلیم سے جس قدر جلد کوئی نفرت کرتا ہے اتنا ہی نہایت ضروری ہے - اے پرماتما تو ایسے لوگوں کے دام تزویر سے انکے بھولے بھالے ناواقف چیلوں کو جلد نکال اور ست دہرم کے انصاف گستر اور شانتی دایک سایہ میں ان نونہالوں کی پرورش فرما تو ہی ست کا محافظ ہے تو ہی حق کا حافظ +

اوم شانتی - شانتی - شانتی -

براہمو مذہب کے ایک پرانے واقفکار کی رائے

تناسخ کا مسئلہ بہت پرانا ہے قدیم ہنود و قدیم مصری اور قدیم یونانی اسکو مانتے تھے لیکن اس وقت کے بڑے مذہب اس مسئلہ سے بچے ہوئے ہیں - ہنود اور بدھ اسکو مانتے ہیں اور عیسائی اور مسلمان نہیں تو بھی دنیا کی آبادی کا بڑا حصہ اب بھی اُس کے موافق ہے اُسکے ماننے والوں کا یہ خیال ہے کہ روح غیر فانی ہے اور اپنے ایک جسم چھوڑنے کے بعد اپنے نیک یا بد اعمال کے موافق اچھا یا بُرا جسم اختیار کرتی ہے اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے جبتک کہ مکتی یا نجات نملے موجودہ مذاہب میں سے پہلے پہل عیسوی مذہب نے اسکو ترک کیا اور اچھی سزا و جزا کیواسطے ابدی دوزخ و بہشت بنائے پھر اسلام نے بھی اس امر میں عیسائی مذہب کی پیروی کی - لیکن ابدی دوزخ کا مسئلہ ایسا خوفناک ہے کہ دنیا میں روشن ضمیر آدمی اسکو تسلیم نہیں کر سکتی تا اور اس لیئے انکو تناسخ ایک نئی شکل میں تسلیم کرنا پڑیگا یورپ کے پیر خوالسٹ لوگوں نے اپنے لیئے اور اپنے خیالات کے موافق اسکی ایک نئی شکل بنائی ہے یہاں برہم سماج کے لوگ بھی ابدی جہنم سے گھبراتے ہیں اور حیوانی جسموں میں جانے سے بھی ڈرتے ہیں - وہ کیا مانتے ہیں؟ یہ ہمیں ٹھیک معلوم نہیں ہو سکا - جہانتک پتہ مل سکا ہے - انکا خیال یہ ہے کہ مرنیکے بعد روح بغیر جسم کے رہتی ہے لیکن اس خیال میں کوئی خاص سفارش نہیں کیونکہ اُسکا جسم کے ساتھ رہنا زیادہ نہیں تو کم سے کم ویسا ہی معقول ہے جیسا جسم کے بغیر رہنا (اخبار نامک جیتر صفحہ ۳ مئی ۲ سے ۲۲ ء)

حصہ دوم

مسئلہ تناسخ کی بابت وسیع تحقیقات

مقدمہ اول

درویدۂ تنگ مور نورست از تو — دریائے ضعیف تشنہ زور ہست از تو
ذات تو سزاست مر خداوندی را — ہر وصف کہ ناسزاست دور ست از تو

تواریخ حکمت او فلسفہ الہیات کے مطالعہ سے بخوبی ہویدا ہے کہ مسئلہ تناسخ یا پنر جنم جسے آواگون بھی کہتے ہیں نہایت ہی قدیم مسئلہ اور ہر طرح کے لا ینحل اسرار قدرتی کے حل کرنیوالا ہے آریہ ورت کے رشی منیوں سے یونان اور مصر کے فلاسفروں تک جتنے پرانے دانا لوگ ان قوائے فطری کی طرف غور فرماتے تھے جو حواس خمسہ کی حد سے باہر ہیں بغیر اعتراض کئے اور سمجھی کیے یا تناسخ کی عادت تھی جنہیں لبل و نہار یہی ہن لگ رہی تھی کہ ہم جو کچھ دیکھتے ہیں وہ کیا ہے؟ اور کیوں ہے؟ तत्त्वदर्शी جن کا خطاب اور صداقت کی تلاش جن کی زندگی کا لب لباب تھا +

آریہ ورت کے سب سے پرانے مقنن نے جنکی دہارمک تعریف ان الفاظ میں کی ہے - منو ۱۲/۱۰۶ +

आर्षं धर्मोपदेशञ्च वेदशास्त्राविरोधिना। यस्तर्केणानुसन्धत्ते स धर्मं वेद नेतरः॥

جن کی تمام تر بناوٹ یہ تھی کہ جگت میں جو کچھ انقلاب دن رات دکھائی دیتے ہیں - انکا سدھانت کیا ہے - یہ کیوں پیدا ہوتے ہیں اور انکا پھل کیا ہے اور صرف یہی نہیں - بلکہ ان سب کے اس واسطہ مشترکہ کا سبب اول (نمت کارن) کون ہے اور صرف آدمی مول نہیں بلکہ اُس کا ہم سے کیا سمبندھ ہے اور وہ کہاں ہے اور ہم اُسے کیسے پراپت کر سکتے ہیں آدی صحیفہ قدرت (وید) کے مطالعہ سے وہ سارے اس بارہ میں متفق تھے کہ ایک ذات باری ساری دنیا کی منتظم و نیاء کاری ہے سبکو بل اور پرکاش اسی نے دیا ہے - اور وہ سرو دیاپک اور گیان کے سروشکتی مان اور اجنما اکال ہے سچدانند سروپ - اجر - امر - لا یختاف - بے عیب نروکار اور پروردگار ہے جسے کوئی اوم - برہم - کوئی یزدان اور ایزد - کوئی اللہ اور رب کوئی گاڈ - ایلی اور جہوداکے نام سے پکارتے تھے وہ اس مسئلہ پر بھی ایک سمتی کہتے تھے کہ روح جسم مادی سے کوئی جدا اور بالاتر ہستی ہے وہ قائم بالذات یعنی فی الحقیقت مشخص ہستی ہے محض کوئی صفت یا کیفیت یا نسبت نہیں - اور یہی سبب ہے کہ وہ فنا پذیر نہیں - اور نہ حادث ہے یہ اُس اعلیٰ ہستی (پرماتما) کے خلاف الپ شکتی ہونے کے باعث کرموں کو کرتی اور نتائج کو بھوگتی - اور سیکڑوں رنگ بدلتی - ہزاروں نئے تعلق پیدا کرتی ہوئی لاکھوں منزل کی سیر کرتی ہے وہ کبھی اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج پر پہنچتی - اور کبھی تنزل بر تنزل کی سزا بھوگتی ہوئی اسفل السافلین کو چلی جاتی ہے - کیونکہ وہ الپگیہ اور اگیانی ہونے کے سبب سے

گہے بر طارم اعلیٰ نشیند — گہے بر پشت پائے خود نبیند

ان سارے چکروں اور مدارج کا جن میں ارواح کو کرم انوسار گذرنا پڑتا ہے یعنی ایک سرائے سے انتقال کر دوسری منزل پر ڈیرہ جمانا ہوتا ہے - اُسے اُن سب حکماء کی اصطلاح میں آواگون یا آمد و شد کہتے تھے ان سب باتوں کو وہ کلیات

ہستی سمجھتے تھے۔ جزئیات میں کہیں کہیں کم و بیش فرق تھا۔ مگر وہ ایسا نہ تھا جو اصول پر کمزوری ڈالے وہ دلائل اور طریق استدلال کا ڈھنگ تھا۔ اور بدیں لحاظ نفس اصول سے محض بے تعلق تھا +

حکمائے آریہ ورت۔ یونان۔ فنیشیا۔ روم۔ اجپٹ (مصر) فارس چلیڈین کارتھیز وغیرہ اس معاملہ میں بجزوی تحقیقات کر کے اپنے اپنے دماغی سیر اور عقلی سفر کے بعد سب نے ایک ہی منزل پر مقام کیا تھا +

فیثاغورث ٹیس وغیرہ فضلا ویشیشک شاستر سے متفق تھے۔ اپی کیورس کے مسایل ویدانت شاستر کیساتھ ملتے تھے۔ کنفوشس وغیرہ مہاتما بدھ اور مہاتما کے ہم خیال تھے فیثاغورث کی تحقیقات حقہ سانکھیہ شاستر سے متعلق تھی۔ سقراط۔ افلاطون۔ ارسطو وغیرہ کی رائیں بیا ئے شاستروں سے میل کھاتی تھیں۔ گو کسی جزوی بات میں انکا قدیمے اختلاف بھی ہو تو بھی تناسخ ارواح کی نسبت جیا تک مخو کو دخل ہے۔ ان سب فلاسفروں کا قول ایک ہی تھا زمانوں زنگوں تک یہی عقیدہ دلوں کو نورانی کرتا رہا۔ اس وقت لوگ زمانہ گرہست کے سوا دنیا میں ایسے مبتلا نہ ہوتے تھے انکا قول تھا

چندیں غم ما بحسرت بیا چیست	ہرگز دیدی کسے کہ جاوید بزیست
این یک نفسے کہ در تنت عاریت است	باعاریتے عاریتے باید زیست

اعمال اور اُس کا اٹل نتیجہ ایسا زبردست تھیم تھا۔ کہ جس سے انکار کرنیکی دنیا میں کوئی عقل جرأت نہ کر سکا۔ اور نہ انحقیقت کر سکتا بھی نہیں تھا۔ کیونکہ

अवश्य मेव भोक्तव्यं कृतं कर्म शुभाशुभं

کی لاتغیر اور لازوال تاثیر سے باوجود ناتور ہونیکے کس کی طاقت ہے کہ انکار کرے یہی تو وجہ تھی کہ خدا پرست تو خدا پرست ملحد و مرتد تک بھی اس کی حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے تھے اور گو اسکے نتیجہ پر پہنچنے کیواسطے انکا طریق استدلال رشیوں اور منیوں کی طرز سے مختلف تھا۔ اور انکے تعارفات میں کہیں کہیں صریح غلطی بھی تھی مگر تاہم اُنکا نتیجہ بالکل صحیح تھا کیونکہ کسی ناقص یا بیجا تعارف کا اثر اس تک نہ پہنچتا تھا وجہ یہ کہ اگر وہ پرمیشور کے قائل نہ تھے اور کسی شے یا امر کے وجود کو اس پر منحصر سمجھتے تھے تو اسکو بجائے قدیم نہیں تو غیر محدود (وجود بے اصل و وجود ذات باری کے نتیجے ہیں) کا سہارا لینا پڑا تھا غرضیکہ تناسخ ارواح کی حقیقت سب پر روشن تھی۔ کوئی اسے ایک ضرورت کا مقتضی سمجھتا تھا کوئی دس کا کسی کے نزدیک اس معلول کی علت ایک امر خاص تھا اور کسی کے نزدیک کوئی دوسرا امر +

آج سے ڈھائی ہزار برس تک تمام دنیا میں فلسفہ کی ہوا چل رہی تھی اور زمانہ کے رُخ کا وہ رنگ تھا۔ جسے حکما تعمیم کہتے ہیں۔ اُس وقت تک مسئلہ تناسخ ارواح ایسا مسلّم امر تھا۔ جیسا پیدا ہونیکے بعد مرنا +

اسکے بعد تاریک زمانہ آیا۔ علم معقولات نے کوچ کیا۔ معقولات کے معانی پر غور کرنا موقوف ہوا۔ تقلید بجا اور بیجا دونوں کا نام ایک ساتھ دینداری رکھا گیا اور عجائب پرستی کی ابتداء ہوئی۔ عقل معزول ہوئی۔ نقل و جہل کو سلطنت ملی۔ قصے کہانیاں متبرک کتابیں سمجھی ہوئیں خدا کی الوہیت انسان میں آملی۔ ایک پرمیشور سے ہزار پرمیشور بن بیٹھے۔ خدا کی اولاد ہونے لگی۔ خدا نے مخلوقات سے آشنائی پیدا کی اور مشورہ کا محتاج ہوا۔ خود خدا خدائی کا کام کرتے کرتے تھک گیا۔ اُسے آرام کرنے اور اپنا کام دوسروں کو سپرد کرنیکی ضرورت پڑی۔ خدا بوڑھا ہو گیا اور اُس کی بصارت میں فرق آگیا وہ اپنے بندوں کی نیکی کو خود نہ دیکھ سکا۔ وہ اوروں کی شفاعت کے بغیر اعمال حسنہ کی جزا و افعال قبیحہ کی سزا دینے میں قاصر رہا۔ خدا کی عادت و صورت ٹھیک آدمی کی سی ہو گئی۔ وہ کبھی راجہ بکرماجیت اور راجہ بھوج اور کہیں علاؤالدین غوری اور محمود غزنوی کی شکل کا نظر آیا اور کہیں اُس کی روحانیت کبوتر کی صورت میں اُڑتی دکھائی دی۔ خدا کیواسطے مکان بنائے گئے۔ اور اُس پر چڑھنے کیواسطے زینہ لگائے گئے وہ عادل نہ رہا۔ بلکہ رشوت خور ہو گیا۔ اور شاید بوڑھا ہونیکے سبب اُس کی کمر دبانے لگی اُسے شنوایا اور بخشی کی ضرورت ہوئی۔ گناہ سے بچنے اور نجات پانیکے واسطے انسان قربان ہونے لگے تناسخ کو خیرباد کہا تو بہ اور قربانی نے آلایش گناہ کی صفائی کا ٹھیکہ لے لیا نجات میں بھی حقیقی آنند اور راحت کامل کی ضرورت نہ رہی بلکہ وہاں بھی شراب و کباب کی دیگیں دکھلی گئیں اکبر و شداد کے مینا بازار کی طرح وہاں بھی حور و غلمان رہنے لگے معقول مسایل سے نفرت اور منقول فسانوں سے الفت ہو گئی۔ فلسفہ کا چراغ گل ہونے کے قریب ہو گیا۔ مذہب کی عقل سے دشمنی ہو گئی۔ کافور کے انبار نمک کے بھاؤ فروخت ہونے لگے۔ زمانہ روز نئی کروٹیں بدلنے لگا۔ اور ایسے ایسے رنگ بدلے کہ چشم حیرت دیکھنے کی تاب نہ لا سکی۔ ڈاکٹروں نے جب چیر پھاڑ کر دیکھا۔ اور جسم انسانی یا حیوانی میں کوئی روح پرندہ نہ ملا۔ تو جھٹ روح کی ہستی سے انکار کر دیا۔ انسان صرف ایک اسطوانہ گوشت کا نام رہ گیا۔ پرمیشور کی ہستی۔ روح کا وجود۔ اور پرلوک تو جہالت میں داخل ہوئے اور اگر کسی نے ان حقایق کو مانا بھی تو صرف برائے نام انکے صفات سے آنکھ بند کی ان کے تعلقات کو مطلق نہ سوچا۔ پڑھتے ہیں تو پیٹ کے دھندے کو اور تنہائی میں بیٹھکر سوچتے ہیں تو آرایش بستر و تکلفات خواب کو حقیقت یہ ہے کہ اس صورت میں ہم انسانیت سے حیوانیت کی طرف نزول کرتے آتے ہیں۔ اور روحانیت کی بجائے صرف جسمانیت پکڑنا چاہتے ہیں۔ پس یہ وہ ہماری حقیقت کو بگاڑنیوالا۔ ہمارے شرافت کو مٹانے والا اور ہماری زندگی کو خواب سے بدتر بنانیوالا ہے۔ اگر اس کا کچھ علاج ہو سکتا ہے تو یہ ہے کہ ہم اپنی روح کو جو غنودگی کی حالت میں ہے۔ جگانے کی کوشش کریں اور اس کوشش کے اسباب یہ ہیں کہ اُن ہستیوں اور اُن حقایق کو جو ہمارے حواسوں کی رسائی سے باہر ہیں اپنی طبیعت پر ایسا منکشف کریں۔ جیسے سفیدی اور سیاہی کا علم ہماری آنکھوں پر ظاہر ہے۔ ایسے ہی ارادہ والے حکیم کہلاتے ہیں اور اسی قسم کی کوشش کرنیوالے کبھی نہ کبھی گرتے پڑتے اُس راستہ پر پہنچ جاتے ہیں جو شاہی خزانہ کی سڑک سے ملا ہوا ہے امن کی سلطنت کے بغیر لوگ ایسے دقیق مسایل پر غور نہیں کر سکتے کیونکہ جن دنوں جان کے ہی لالے پڑ رہے ہوں۔ ان دنوں علمی مسایل پر کون بچار سکتا ہے اور یہی سبب ہوا۔ کہ اس مبارک صدی میں کچھ دانا لوگوں نے سائنس اور الہیات کیطرف توجہ شروع کی۔ حکیم لوئی فگوئیر باشندہ مُلک فرانس نے ایک ضخیم کتاب ڈی آف ٹر ڈیتھ یعنی حیات بعد الموت یا معراج الارواح نام سے

(۱) تناسخ لفظ عربی کا ہے انگریزی میں اسے ٹرنس میگریشن آف سول کہتے ہیں عربی میں اور بھی کئی لفظ اسی [illegible] کو ظاہر کرتے ہیں اسی واسطے ہم ان کے معانی یہاں درج کر دیتے ہیں۔ تناسخ معنی آں [illegible] در ایل شدن روح از قالبے بود۔ آمدن آں بقالبے دیگر (از منتخب۔ غیاث) مسلح ایک صورت سے دوسری صورت [illegible] دوسری صورت [illegible] صورت مولود (دیکھو اللغات) تماسخ برگردیدن صورت کسے بصورت دیگرے [illegible] صورت [illegible] (از غیاث) مسخ کردہ معنی برگرداندن صورت [illegible] (از غیاث) خلع [illegible] علم [illegible] گیاں [illegible] (از غیاث) [illegible] (از غیاث) +

مسئلہ تناسخ ارواح پر اسی صدی میں شائع کی جس سے مغربی دنیا میں الم فتح الحق دہر تھیاسوفیکل سوسائٹی نے امریکہ سے اس کی اشاعت شروع کی۔ اِس ملک آریہ ورت میں سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج نے ویدک دھرم کے پرچار کے ذریعہ آواگون کی بابت تمام مذہب کے علماؤں کو چیلنج دیا۔ دہریت کے بدن پر لرزہ طاری ہوگیا۔ اور منقولیت بھیس بدل رہی ہے اُس کے خرق عادات خرقہ پارینہ کی طرح پرزہ پرزہ ہو رہے ہیں۔ سائنس جدا منقولیت کی اصلیت ظاہر کر رہی ہے۔ خود غرضی دور ہو رہی ہے۔ تمام مذاہب کے لوگ جیواتوں میں روح کے قائل ہو رہے ہیں عنقریب زمانہ آنیوالا ہے بلکہ علمی طور پر آچکا۔ کہ تناسخ کا مسئلہ پھر بدستور سابق عالمگیر ہو اور وہی مذہب علماء و فضلاء اختیار کریں جس میں علمی نور کا ظہور ہو +

غرضیکہ جس حق طبیعت نے اپنا دل و دماغ خرچ کر کے حتی المقدور تحقیقات میں صرف کیکر ذرا بھی علم و عقل سے کام لیا اُسے فی الفور کچھ نہ کچھ صداقت اِس مبارک مسئلہ کی معلوم ہوگئی اور اگر کسی نے عقل کل پرماتما کی ہدایت وید مقدس کے ذریعہ سوچا تو پھر کسی حالت میں بھی منزل مقصود پر پہنچنے سے باز نہیں رہ سکا۔ جن رشیوں نے وید مقدس کی ہدایت کو سکر سوچا اور جنہوں نے دلی توجہ سے علم معقول کی کتابیں پڑھکر گوشہ تنہائی اور فرصت کے اوقات میں اکثر اپنی آخری سفری ضرورت پر غور کی یا جنکے دل دنیا کی آلایش سے زیادہ آلودہ نہیں ہوئے اُنکی صدہا مثالیں آریہ قوم میں موجود ہیں کہ ایسے ست پرشوں نے مرنے سے کئی برس یا مہینہ یا دن پہلے بتلا دیا ہے کہ ہم فلانے سال یا دن مر جائینگے اور اس خوبی سے اُنکے روح اِس قالب عنصری سے پرواز کی کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے جس طرح ایک پرندہ کسی درخت پر سے اپنی خوشی اُڑ جاتا ہے بعینہٖ وہی حال اُنکے روح کا ہوا کسی قسم کی تکلیف جسمانی سے اُنہوں نے اُف تک نہیں کی

(۱) مہاتما بھیشم پتامہ جی چھ ماہ تک سورج دکھشائن ہونے کے خیال سے زخمی یوگ ابھیاس کرتے ہوئے میدان جنگ میں پڑے رہے اور جب سورج اترائن ہوا۔ تب پران تیاگ دئے +

(۲) اُدے پور کے مشہور بہادر راجہ پرتاب کی بابت ذکر ہے کہ جبتک اُسکی تسلی نہ ہوئی۔ کہ اُس کا بیٹا دشمنوں سے بدلا لیگا تب تک اُس کی روح نہ نکلی

(۳) سوامی دیانند جی مہاراج نے بہت سے لوگوں کے سامنے ایک مہاتما بھگی کے پوچھنے پر سمت ۱۹۳۰ میں ہردوار کے کنبھ پر جواب دیا تھا۔ کہ میں اگلے کنبھ یعنی سمت ۱۹۴۰ کو نہیں دیکھونگا اور پھر ۱۸۷۹ء میں بمقام میرٹھ کرنیل الکاٹ صاحب کو کئی آدمیوں کے روبرو بیان کیا تھا۔ کہ میں ۱۸۸۴ء نہیں دیکھونگا۔ چنانچہ کرنیل صاحب نے اِس بات کو اپنے رسالہ تھیوسافسٹ میں اس طرح تحریر کیا ہے +

کہ سوامی جی یوگی پرش تھے۔ ہمیں اُن کے یوگی ہونے میں ذرا بھی شک نہیں اُنہوں نے اپنی وفات سے کئی سال پہلے بمقام میرٹھ ہمیں کہا تھا۔ کہ میں ۱۸۸۴ء ہرگز نہیں دیکھونگا +

(۴) سری گوبند پور ضلع گورداسپور کے ایک معزز آریہ نے ہم سے بیان کیا۔ کہ اُس کے بھائی نے اُسے کئی گھنٹہ پہلے بتلایا تھا۔ کہ آفتاب غروب ہوتے وقت مر جاؤنگا۔ اور جب دو گھنٹہ باقی رہے تب بھی سب گھر والوں کو کہہ دیا۔ کہ ابھی دو گھنٹہ باقی ہیں۔ اس کی تھوڑی دیر بعد زمین صاف کرا کشا بچھا آسن لگا۔ ایشور کے دھیان میں مگن ہوا۔ اور ہم کو کہا کہ تم شور و شر مت کرو۔ چنانچہ جب دو سوانس باقی رہے تب آنکھ کھولی۔ اور کہا۔ کہ اب میرے دو سوانس باقی ہیں تم میرے پیچھے مت رونا۔ یہ کہا اور دو سوانس لئے اور روح پرواز کر گئی۔ بعد ازاں ہم نے اُسے چت لٹا دیا +

ایسے واقعات ایک جگہ نہیں۔ بلکہ کئی مقامات پر ہوئے ہیں۔ اور ہزاروں آدمی دیکھنے والوں کی شہادت ہے۔ پس روح اور اُس کی اصلیت اُس کی ہستی اور جسم سے تعلق کرم۔ جیو اور ایشور کا سمبند و سروپ سارے کے سارے سوچنے کے لایق مسایل ہیں۔ اور جس طرح اِن کا صحیح اور تیار کردہ حل ہوتا ہے۔ یا معقول جواب ملتا ہے وہ مسئلہ تناسخ سے آتا ہے۔ کہ ناظرین اسکے سمجھنے میں دل و جان سے کوشش کر کے پرمانند کے حصول میں مصروف ہو گئے +

چند واضح دلایل سے تناسخ کا ثبوت

دلیل اول۔ آواگون دنیا کی تمام چیزوں میں فطرتی ہے کیونکہ تمام چیزیں آواگون کے چکر میں ہیں۔ اور یہ قاعدہ قدرتی ہے۔ پس روح قانون قدرت سے باہر نہیں ہو سکتی +

دلیل دوم۔ ہزاروں جاتے ہیں۔ اور ہزاروں آتے ہیں۔ اگر ایک دفعہ پیدا ہوتا۔ اور مرنا ہوتا تو ہر ایک روح عالم انسانی میں بقول قیامت ماننے والوں کے قیامت تک موجود رہتی۔ مگر ایسا نہیں اور اگر تناسخ نہ مانیں تو اور مخلوق آئندہ پیدا ہونی چاہیئے۔ جو کہتے ہیں کہ نئے ارواح آتے ہیں تو یہ علم و عقل و تجربہ کے خلاف ہے۔ بوجوہات ذیل +

(۱) جتنے جسم بنے ہیں۔ اسی مادہ سے بنتے ہیں۔ جو زمین پر پہلے موجود ہے کوئی نیا مادہ نہیں آتا +

(۲) جتنی بارش ہوتی ہے۔ اُنہیں بخارات سے جو زمین سے اُٹھتے ہیں جو قبل ازیں خود پانی تھے۔ کہیں سے نئی پیدا نہیں ہوتی +

(۳) جتنے درخت پیدا ہوتے ہیں۔ اُسی موجودہ مادہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ نیستی سے ہستی میں نہیں آتے +

(۴) جتنے دریا بنتے ہیں اُسی پانی سے جو پہلے دریا سے سمندر میں گیا۔ کہیں عدم سے وجود پذیر نہیں ہوتے +

(۵) جتنے مکان بنتے ہیں وہ سب اُسی مٹی اور اُسی اینٹ اُسی پتھر سے جو پہلے زمین پر کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں۔ کن کہنے سے پیدا نہیں ہوتے +

جب تمام جسم اُسی مادہ سے بنتے ہیں جس سے پہلے ہزاروں بن چکے ہیں پس صاف ظاہر ہے کہ روح بھی وہی آتی ہے جو پہلے کسی جسم سے قطع تعلق کر چکی ہے جس طرح خدا اور نیا مادہ نہیں بناتا (بقول قائلین احداث) بلکہ اُسی قدیم مادہ سے مقرر بناتا ہے۔ اسی طرح وہی قدیم ارواح بار بار آتے ہیں۔ نہ نئے پیدا ہوتے ہیں۔ اور نہ ایک ہی بار آتے ہیں +

دلیل سوم۔ جس طرح چاند۔ سورج۔ سیارے۔ راس۔ ذنب مختلف بُرجوں میں ہوتے ہوئے۔ بار بار چکر کھانے آواگون کر رہے ہیں کبھی غروب ہونے کبھی طلوع کوئی ۲۴ گھنٹے کوئی ۱۵ دن کوئی مہینہ کوئی چھ مہینہ کوئی سال کوئی ڈھائی سال کوئی ۱۲ سال کوئی ہزار سال کوئی لاکھ سال کے بعد نظر آتے ہیں نادان جانتے کہ یہ نئے آتے ہیں۔ مگر حکما بالغ نظر کے علم و عقل کے بموجب وہی سیارے بار بار آتے ہیں۔ ایسا ہی حال روحوں کا ہے۔ وہ بھی تناسخ میں بار بار آتے ہیں۔ مگر علم سائنس سے محروم لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ ارواح نئے آتے ہیں +

دلیل چہارم۔ جو چیز انادی ہے۔ اُس کے گن کرم سوبھاؤ بھی انادی ہیں۔ روح

جیتن ہونے کے سبب جڑ۔ معطل نہیں۔ بلکہ کرم کرنیکا سوبھاؤ رکھتے ہیں اور جسم دھارن کرنا بھی اُن کی عادت ہے۔ بنا براں صاف ظاہر ہے کہ روح اور جسم کا ملاپ اور جدائی یعنی تناسخ بھی اُس کے واسطے ضروری ہے +

دلیل پنجم۔ روحوں کا جسم میں آکر مختلف قسم کے سُکھوں اور دُکھوں کا بھوگنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ اُنکے ہی مختلف کرموں کا نتیجہ ہے ورنہ سب روحوں کو ایک قسم کے نتائج ملتے۔ کیونکہ پرمیشور منصف ہے جو بے سبب اور بیوجہ کسی کو سُکھ دُکھ نہیں دیتا۔ ایک لڑکے کا تندرست پیدا ہونا اور دوسرے کا اندھا۔ لولا۔ لنگڑا۔ کوڑھی پیدا ہونا تناسخ کو ثابت کرتا ہے +

دلیل ششم۔ تناسخ سے منکر مذاہب والے یہ مانتے ہیں کہ اس جنم کے کرموں کے مطابق ہی بہشت و دوزخ ملجاویگا۔

مگر یہ بڑی بھاری غلطی ہے۔ کیونکہ پرمیشور نیاوکاری ہے متعدد فعلوں کے لئے ہمیشہ کا دوزخ و بہشت دیدینا اُسکے عدل و انصاف کے خلاف ہے کیونکہ انصاف یہ کہتا ہے کہ محدود کرموں کا پھل محدود ہونا چاہیئے پس جبتک پنر جنم۔ مانا جاوے۔ خدا کے ذمہ سے یہ الزام دور نہیں ہو سکتا۔ اور ظالم یعنی محدود کرموں کے بدلے ہمیشہ کے جہنم میں ڈالنے والا کبھی خدائی کے سزاوار نہیں +

دلیل ہفتم۔ جبتک گنہگار کو موقعہ نہ دیا جاوے۔ کہ وہ پھر اچھے کام کرے تب تک ایشور کی اُپکار و دیالتا کا ظہور نہیں ہو سکتا۔ ایک بار جنم ماننے سے اُسکی ذات صفات رحم و فضل سے شون ہو جاتی ہے۔ پنر جنم مانتے ہی یہ الزام اُٹھجاتا ہے۔ اور انسان کو ہمیشہ نیک بننے کا موقع دیا جاتا ہے +

دلیل ہشتم۔ تناسخ نہ ماننے سے ایک الزام خدا پر یہ آتا ہے کہ اگر روح کو اعمال کے بدلے نہیں تو پھر کیوں دیا گیا۔ جو اس کا جواب دیتے ہیں۔ کہ روح کے آزمانے کیواسطے وہ ایک اور الزام خدا پر لگاتے ہیں کیونکہ آزمانا وہ ہے جو جاہل ہو جسے معلوم نہ ہو جو انتریامی نہ ہو مگر خدا تو سرو دگیہ ہے۔ پس آزمانا سراپا غلط ہے اِس الزام سے برّیت سوائے تسلیم تناسخ ناممکن ہے +

دلیل نہم۔ تمام ارواح مرنے (یعنی قطع تعلق جسم) سے ڈرتے ہیں۔ انسان سے حشرات الارض تک اِس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ پہلے اُنہوں نے کبھی موت یعنی جسم سے جدائی حاصل کی ہے ورنہ جس سے تعلق نہ رہا ہو۔ اُس سے انسان نہیں ڈرتا +

دلیل دہم۔ روح اب جسم میں آئی۔ اُس کا آنا خواہ اعمال سے مانو یا یوں ہی اندھا دھند خدا کے حکم سے جانو جس طرح مانو اِس پر سوال ہوتا ہے کہ جس خدا نے اب اُس کو جسم سے ملحق کیا کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ کہ اِس جسم سے پہلے اور پیچھے اُس کا حکم ایسا لفاذ پذیر نہ ہو سکے۔ حالانکہ تمام قاعدہ قدرت اِس کا مددگار ہے پس تناسخ سے انکار گویا انتظام نیچر سے انکار ہے +

دلیل یازدہم۔ دنیا کے دُکھ سُکھ اور رنج و آرام کے نقشہ کو آنکھوں کے سامنے رکھ کر (جس سے حق پرست تو درکنار ناستک بھی انکار نہیں کر سکتا)۔ نہایت مشکل نظر آتا ہے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ خدا کی مرضی یا ارادہ یا مصلحت یا اتفاق یا حکومت طلبی یا جبر یا قہر یا بیخبری سے ایسا ہو گیا یا بعضی ناحق پسندوں کی طرح اسے خدا کا رحم ہی کہدیں مگر طبیعت کسی طرح شانتی نہیں پاتی۔ اور نہ سوال کرنیوالے اتما کو تسلی بخش جواب ملتا ہے مگر یہ سارے جھگڑے اور شکوک سلسلہ اعمال کے ماننے سے خود بخود فیصل و رفع ہو جاتے ہیں۔ غرضیکہ تناسخ کی تعلیم کئے بغیر کوئی صراط المستقیم نہیں +

دلیل دوازدہم۔ ارواح کو جسم میں ڈالنا خدا کی صفات میں سے ہے اور یہ بھی مسلمات میں سے ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات قدیم ہیں اور جب قدیم ہیں تو کسی صورت میں ممکن نہیں کہ صفات خداوندی اتفاقیہ کبھی جوش زن ہوں جس سے ناشک پن ظاہر ہو۔ پس نہ تو اتفاقی بات ہے اور نہ بلا وجہ ہے بلکہ قدرتی منشا کے مطابق کرموں کے سلسلہ سے اپنی قدیم صفات سے خدا روحوں کو بذریعہ اجسام جزا و سزا دیتا ہے +

دلیل سیزدہم۔ بد اور نیک ارواح جسم ترک کرنے کے بعد تا ہونے قیامت ایک جگہ رکھے جائیں گے۔ یا حسب اعمال مختلف مقاموں یا اجسام ہیں۔ اگر مطابق اعمال جُدا جُدا رہتے ہیں تو پھل مل چکا قیامت کی ضرورت نہیں۔ اگر ایک ہی کھانہ میں بھرے جاتے ہیں تو کمال ظلم اندھیر نگری چوپٹ راجا اور ایسا ہی اندھیر قیامت میں ہوگا۔ پس یہ سیدھا طریقہ ہے کہ اُن کو اعمالوں کے مطابق پھل ملیگا۔ قیامت کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ خدا کے کوئی صفات کبھی معطل نہیں حالانکہ قیامت کے ماننے سے خدا کے صفت عدل و رحم دونوں اس وقت ناکارہ ثابت ہوتے ہیں۔ پس تناسخ ہی ایسا مضبوط اور صحیح اور سچا راستہ ہے کہ جسکے ماننے سے اُس کی ذات تمام نقائص سے بری ہو جاتی ہے۔ وھذا طریق الصواب ومسئلہ لاجواب +

باب اوّل

ویدوشاستر سے تناسخ کا ثبوت

ویدوں کا مقدم مسئلہ یہ ہے کہ پرماتما یا برہم ایک اور یکتا لاشریک ہے اور وہی تمام مادی جگت کا صانع اور غیر مادی کا انادی سوامی ہے نیک و بد کی ذات جیو ہیں اور وہ کرم کرنے میں آزاد و پرماتما جگت کا نیاوکاری مہاراجہ اور روحیں اُسکی پرجا ہیں بنا براں وہ سلسلۂ اعمال کے مطابق ہر ایک روح کو نیک و بد پھل دیتا اور جزا و سزا پہنچاتا ہے چونکہ کرم کا سلسلہ جسم کیساتھ ہی منقطع نہیں ہو جاتا بلکہ اُس کا محرک روح ہے اور روح فانی نہیں بلکہ جاودانی ہے۔ پس وہ اِس جسم کے برباد ہو جانے پر الٰہی معدلت کے مطابق دوسرے جسم سے تعلق پیدا کرتا۔ اور سزا و جزا کو بھوگتا اور نئے افعال کا مرتکب ہوتا ہوا مختلف ستاروں و سیاروں میں انتظام مشیت ایزدی کے مطابق سیر کرتا رہتا ہے گویا اُسے نیک بننے اور عمل کمانیکا بار بار بلکہ لاکھوں بار موقع دیا جاتا ہے جب ہمہ تن نیک ہو گیا اُسے نجات یعنی موکش ملجاتی ہے اور پرم آنند پراپت ہو کر ایشور یہ نیم کے مطابق پرانت کال یعنی ۳۶۰۰۰ × ۴۳۲۰۰۰۰۰۰۰ = ۱۵۵۵۲۰۰۰۰۰۰۰۰۰ سال تک موکش میں وہ پرم آنند کو بھوگتا ہے اور اسی کا نام آواگون یا تناسخ ہے +

ویدک محاورہ میں اِس تمام جہان کو ایک چرخ دولاب سے نسبت دی ہے اِس دولاب کا منتظم و مالک پرمیشور ہے ہر ایک دولاب۔ یعنی لوٹا مختلف اجسام

ہیں اور اُن کے اندر پانی بمنزلہ ارواح کے ہے دولاب کی ریسمان یا زنجیر بمنزلہ سلسلہ اعمال اور چاہ بمنزلہ سنسار کے ہے جس طرح دولاب حالی ہوتے اور پھر بھرے جاتے ہیں۔ اسی طرح روحیں ایک جسم کو چھوڑتی اور پھر دوسرا جسم اختیار کرتی جاتی ہے اور چرخ ایشوری نیم کے مطابق گھوم رہا ہے جس طرح کوئی دولاب بسبب ٹوٹ جانے ریسمان کے یا قطع تعلق ہو جانے کے چاہ میں گر پڑتی ہے اور جب تک پھر مالک چاہ کو ضرورت نہ پڑے یا چاہ کو صاف کرنا منظور خاطر نہ ہو تب تک لوٹا اُس کے اندر پڑا رہتا ہے مگر مالک چاہ کی مرضی ہونے کے سبب وہ پھر چاہ سے نکالا جا سکتا ہے اور اسی سلسلہ میں جہاں مالک کی مرضی ہو باندھا جاتا ہے۔ اسی طرح ارواح اعمال سے لاتعلق ہو کر بہت بڑی میعاد تک آلہی نیم کے مطابق پریم ہیں پکڑ آواگون سے چھوٹ کر موکش دھام میں برہمانند لوگتے ہیں۔ اور پرانت کال کے بعد پھر سنسار میں آنے۔ اور ایشور آگیا انوسار جگت کے کاروبار میں تتپر ہو جاتی ہیں +

رگوید منڈل ا۔ سکت ۱۶۴ منتر ۲۰ +

द्वा सुपर्णा सयुजा सखाया समानं वृक्षं परिषस्वजाते। तयोरन्यः पिप्पलं स्वाद्वत्त्यनश्नन्नन्यो अभिचाकशीति॥

ترجمہ۔ برہم جیو اور پرکرتی تین انادی پدارتھ ہیں پرکرتی۔ ان میں سے جو جڑ ہے۔ اس انادی پرکرتی سے پرماتما تمام مادی دنیا کو بناتا ہے اور پھر اسی میں پرلی کر دیتا ہے جیو اس باغ دنیا میں پاپ پن روپ پھلوں کو اچھی پرکار کھاتا ہے تیسرا پرماتما کرموں کے پھلوں کو نہ بھوگتا اور نہ پھنستا نہ دنیا کو گرہن کرتا سرو تر پرکاش مان ہو رہا ہے جیو سے برہم اور برہم سے جیو اور دونوں سے پرکرتی قطعی جدا ہے نہ کبھی ایک تھے اور نہ ہیں نہ ہونگے۔ تینوں سروپ سے انادی ہیں +

اسی منتر پر شویتا شوتراپ نشد کے رشی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں +

अजामेकां लोहितशुक्लकृष्णां बह्वीः प्रजाः सृजमानां सरूपाः। अजो ह्येको जुषमाणोऽनुशेते जहात्येनां भुक्तभोगामजोऽन्यः। अ० ४ श्लो० ५ — ६

ترجمہ۔ ایک انادی اور پیدا نہ ہونیوالی جڑ چیز پرکرتی ہے جس میں سے تمام رنگ اور شکلیں اور سروپ ظاہر ہوتے ہیں +

دوسرا انادی اور پرکرتی کے پدارتھوں کو بھوگنے والا جیو ہے اور وہی اُسے بھوگتا ہوا اس کے جال میں پھنستا ہوا جنم مرن کے چکر میں آتا ہے +

تیسرا انادی پرماتما ہے وہ نہ پرکرتی کے جال میں پھنستا اور نہ اُسکا بھوگیہ کرم کرتا ہے بلکہ تمام جیوؤں کے کرموں کا پھل داتا۔ اور سب کا سوامی اور مالک ہے +

بھارت کے ۱۳ پرب کے ادھیائے ، ۱۲ میں بیاس جی نے بھی ایسا ہی مانا ہے +

اتھرووید کانڈ ۵۔ انوواک ۱ ورگ ۱۔ منتر ۲ +

आ यो धर्माणि प्रथमः ससाद ततो वपूंषि कृणुषे पुरूणि। धास्युर्योनिं प्रथम आ विवेशा यो वाचमनुदितां चिकेत॥ अ० ५—१—२॥

ترجمہ۔ جو جیو پورب جنموں میں جیسے دھرم کاریوں کو کرتا ہے وہ اُنکے پھل سے اپنے آتم شریروں کو جنم جنمانتر میں دھار رہا ہے۔ اور ادھرما تما منشیہ پشو آدی کے شریر کو دھارن کرتا اور دُکھوں کو بھوگتا ہے۔ جو پورب جنم کے کئے ہوئے پھلوں کو بھوگ کرنیکا سوبھاؤ رکھنے والا جیو آتا ہے وہ پورب شریر کو چھوڑ دایو کے ساتھ گمن کرتے پاپ سے جاتا ہے جو جیو پھلی پر کار دیدک دھرم شریر تیاگتا ہے وہ پھر منش شریر کو دھارکر اچرن کرتا ہے اور دُوراچاری ہے وہ دُکھی جسموں میں پردیش ہو کر ادھوگتی کو پراپت ہوتا جاتا ہے۔ اور اپنیک دُکھوں کو بھوگتا ہے +

ں قدرت کے طریقہ
ں کو نہ پہونچا ہوا
دھرم کرتا ہے اور جاو دھرم

یجروید ادھیائے ۱۲ منتر ۳۶ +

अप्स्वग्ने सधिष्टव सौषधीरनु रुध्यसे। गर्भे सञ्जायसे पुनः॥ यजुर्वेद अ० १२ मं० ३६

ترجمہ۔ جو جیو شریر کو چھوڑتے ہیں وہ دایو اور اوشدھیوں کے دوارا گربھ آشی کو پراپت ہو کر شریر دھارن کر پھر جنم لیتے ہیں +

یجروید ادھیائے ۱۹ منتر ۴۷ +

द्वे सृती अशृणवं पितॄणामहं देवानामुत मर्त्यानाम्। ताभ्यामिदं विश्वमेजत्समेति यदन्तरा पितरं मातरं च॥ य० अ० १९ मं० ४७ ॥

ترجمہ۔ اس سنسار میں پاپ پن بھوگنے کے واسطے دو مارگ ہیں ایک پتری گیانی ودوانوں کا دوسرا دگیان اور ودیا رہت منشیوں یعنی آدمیوں وغیرہ کا ایک سے موکش ہو جاتا ہے اور دوسرے سے بار بار جنم مرن کے چکر میں آتا ہے۔ ان دو مارگوں میں تمام سنسار کا چکر گھوم رہا ہے۔ اور آگمن یعنی آواگون ہو رہا ہے +

رگوید اشٹک ۸۔ ۱۔ ۱۹۔ ۴۔ ۵۔ اور اسی طرح رگوید اشٹک ۸۔ ۱۔ ۲۱۔ ۳۔ ۴۲ +

असुनीते पुनरस्मासु चक्षुः पुनः प्राणमिह नो धेहि भोगम्। ज्योक् पश्येम सूर्यमुच्चरन्तमनुमते मृडया नः स्वस्ति॥

ترجمہ۔ ہے سکھ دایک پرمیشور! آپ کرپا کر کے پُنر جنم میں ہمارے لئے اوتم نیتری آدی اندریاں استھاپن کیجئے اور اسی طرح اچھے پران دیکے شریر پردان کیجئے اس جنم میں اور پُنر جنم میں ہم لوگ اوتم اوتم بھوگیہ پدارتھوں کو پراپت ہوں اور سوریہ لوک اور پران اور آپکی مہان کو دگیان یعنی شاستر دوارا اور پریم بھاؤ سے ہمیشہ دیکھتے رہیں ہے سب کا مان دینے ہمارے یعنی انتریامی جاننے والے اس جنم اور جنمانتر میں ہم کو سکھی رکھئے جس سے ہم لوگ کلیان کو پراپت ہوں +

رگوید اشٹک ۸۔ ۱۔ ۲۳۔ ۷ +

पुनर्नो असुं पृथिवी ददातु पुनर्द्यौर्देवी पुनरन्तरिक्षम्। पुनर्नः सोमस्तन्वं ददातु पुनः पूषा पथ्यां या स्वस्तिः॥ ऋ० ८—१—२२—७

ترجمہ۔ ہے سرو شکتی مان آپکی انوگرہ سے پرتھوی پران کو۔ پرکاش چکشو اور انترکش (خلا) کو دیتے ہیں ویسا ہم جنم میں سوم یعنی اوشدھیوں کا رس ہم کو اُتم شریر دیتے ہیں اور کول سے اور ہمارے بل کو ترقی کرنیوالا ہو سے ہے پرمیشور کرپا کر کے سب جنموں میں ہمکو سب دکھ نوارن کرنیوالی شبھ روپ سوستی یعنی کلیان عنایت کیجئے +

یجروید ادھیائے ۴ منتر ۱۵ +

पुनर्मनः पुनरायुर्म आगन् पुनः प्राणः पुनरात्मा म आगन् पुनश्चक्षुः पुनः श्रोत्रं म आगन्। वैश्वानरो अदब्धस्तनूपा अग्निर्नः पातु दुरितादवद्यात्॥ यजु० ४—१५

ترجمہ۔ ہے جگدیشور! آپکی انوگرہ سے ودیا آدی سرشٹ گن یکت من اور آیو مجھ کو اگلے جنم میں پراپت ہوں۔ پُنر جنم میں میرا آتما وچار سے شدھ آتما کو پراپت ہو اور آتم دیکھنے کی طاقت اور سننے کی طاقتیں حاصل ہوں۔ آپ ہی ہم کو ہمارے کرموں انوسار اپنی

کرتے ہیں کہ اپنے کیے ہوئے افعال جو لازوال اور لاتبدل ہیں اور پورب جنم میں کیے ہیں اور جنکا نام قسمت یا پرارَبدہ ہے اور جو اس جیو کو جنم میں ڈالتے ہیں اسکا پھل ہر اور یہاں کا آگے ہوگا۔ پھل سے بیج اور بیج سے پھل پراپت ہوگیا اور یہ دلیل کہ جھ دہاتوں سے گریہ جسم ہوتا ہے اور جنم کے معنے ہیں روح اور جسم کے سنیوگ کے اور سنیوگ بیں کرم ہوتا ہے اسواسطے مگر یہ جسم بغیر فاعل اور وسایل کے ملاپ کے نہیں ہوسکتا یعنی جنم دینے والا پرمیشور اور جنم میں آنیوالا روح اور جس میں جنم دھارن کرے وہ مادہ ہے کریا سے کیے ہوئے کرم کا پھل ہوتا ہے اور نہ کیے ہوئے کا نہیں ہوتا انکو بغیر بیج کے نہیں ہوسکتا۔ اس لیے پھل کرم سدرش ہیں۔ کیونکہ ایک بیج سے اور قسم کا درخت نہیں ہوسکتا۔ یہ دلیل ہے اس واسطے اِن چار پرمانوں سے ثبوت کرکے رشیوں نے دہرم کے دروازہ پر پیر جنم لکھدیا۔ اور اِسی لیے دہرم کی پراپتی کے لیے گورو کی خدمت کرنی وِدیا پڑھنی۔ برہم چاری ہونا۔ بیاہ کرنا۔ سنتان اُتپتی۔ لواحقین کی پرورش۔ مہمان نوازی۔ دان۔ اوروں کی چیزوں کا خیال بھی نہ کرنا۔ ریاضت۔ حسد جسم۔ من۔ اور بانی سے اچھے کرم کرنے یعنی افعال۔ اقوال۔ خیال شدہ رکھنے جسم من وشے۔ بُدھی۔ جیو پرتیکشا۔ اور پرانایام۔ سمادہی۔ نیز اور کرم بھی جن کو ویدوں نے تندرست نہیں کیا۔ سُکھ دایک اور سب کو نروگ رکھنے والے ہیں اُن کو بھی کرے۔ ایسا کرتے ہوئے یہاں ایس ملتا ہے اور مرکر سورگ ملتا ہے +

ستیارتھ پرکاش ۱۱۔ ادہیا +

نیائے شاستر کے مُصنّف گوتم مہامنی کی رائے +

पुनरुत्पत्ति प्रेत्यभावः ॥ न्या० अ १ सू० १ ४

ترجمہ۔ جو اُتپن ہوتا یعنی کسی جسم کو دہارن کرتا ہے وہ مرن اِرتقاعات ترک قالب کے بعد پھر اُتپن یعنی دوسرے بدن کو بھی اوشیہ (ضرور) پراپت ہوتا ہے اس پرکار کے پھر جنم لینے کو پریت بھاؤ کہتے ہیں۔ اِس پر منی واتسایں جی بھاشیہ یعنی تفسیر کرتے ہیں +

उत्पन्नस्य क्वचित् सत्त्वनिकाये मृत्वा या पुनरुत्पत्तिः स प्रेत्यभावः। उत्पन्नस्य सम्बद्धस्य सम्बद्धस्तु देहेन्द्रियमनोबुद्धिवेदनाभिः पुनरुत्पत्तिः पुनर्देहादिभिः सम्बन्धः पुनरित्यभ्यासाभिधानम्। यत्र क्वचित् प्राणिनिकाये वर्तमानः पूर्वोपात्तान् देहादीन् जहाति तत् प्रैति यत्र तत्रान्यत्र वा देहादीनन्यानुपादत्ते तद्भवति प्रेत्यभावो मृत्वा पुनर्जन्म सोऽयं जन्ममरणप्रबन्धाभ्यासोऽनादिरपवर्गान्तः प्रेत्यभावो वेदितव्य इति॥

ترجمہ۔ اُتپن جو سمبندھ ہے اِسکا کسی وقت الگ ہوکر پھر سمبندھ ہونیکو پریت بھاؤ کہتے ہیں۔ اُتپن سمبندھ کس کا ہے یعنی جیو آتما کا جسم حواس۔ دل۔ اور عقل کیساتھ سمبندھ ٹوٹنے کو پریت کہتے ہیں اور اسکے پھر سمبندھ ہونے کا نام پریت بھاؤ کہلاتا ہے سو یہ پریت بھاؤ انادی جنم سے لیکر موکش تک ہر ایک جیو کے لیے لازمی ہے +

प्रेत्याहाराभ्यासकृतात् स्तन्याभिलाषात् ॥ ३-१-२२

ترجمہ۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تب ہی بھوک مٹانیکے واسطے گئو کے پستان پینے لگتا ہے جس سے پہلے جنم کا ابھیاس معلوم ہوتا ہے اسکا دودھ پینے کی خواہش کرنا گذشتہ جنموں کی عادت سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ آتما ہر ایک شریر میں جن جن سے اسکا گذر ہوتا ہے ایک ہی تھا اور وہ جن کرموں کو ہر ایک جسم میں یکساں پاتا ہے وہ اسکی عادت ہوجاتی ہے۔ اور جو فعل ہر ایک جسم میں علیحدہ علیحدہ ہیں وہ اسکو سیکھنے پڑتے ہیں +

आत्मनित्यत्वे प्रेत्यभावसिद्धिः ४।१-१०

ترجمہ آتما کے نت یعنی انادی ہونے اور قایم رہنے والا ہونیسے پریت بھاؤ یعنی پھر جنم کی سدہی ہوتی ہے کیونکہ یہ آتما جو ہمیشہ رہنے والا ہے جب پہلے شریر کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ شریر مردہ ہوجاتا ہے اور دوسرے شریر کے ہونیکے بعد وہ دوسرے جنم کو حاصل کرتا ہے۔ اور اسکا یہ شریر کا چھوڑنا اور گرہن کرنا پریت بھاؤ ہے یا تناسخ کہلاتا ہے وہ آتما کے خلاف ہونیسے نہی ہوسکتا ہے +

مہاتما پتنجلی بھی اپنے یوگ شاستر میں فرماتے ہیں +

स्वरसवाही विदुषोऽपि तथारूढोऽभिनिवेशः। योग दर्शन पा० २ सू० ९ ॥

ترجمہ۔ تمام جانداروں کی یہ خواہش ہمیشہ دیکھنے میں آتی ہے کہ میں سدا سکھی بنا رہوں مروں نہیں۔ یہ تمنا کوئی بھی نہیں کرتا کہ میں نہ ہوؤں۔ ایسی اچھا پورب جنم کے ابھاؤ سے کبھی نہیں ہوسکتی یہ ابھی نویش کلیش کہلاتا ہے جو کہ چیونٹی تک کو مرن کا خوف برابر ہوتا ہے یہ بیوہار (طریقہ) پورب جنم کی سدہی کو جتاتا ہے +

اس پر پراشر رسی کے فرزند مہاتما بیاس جی تفسیر کرتے ہیں +

सर्वस्य प्राणिन इयमात्माशीर्नित्या भवति मा न भूवम् भूयासमिति न चाननुभूतमरणधर्मकस्यैषा भवत्यात्माशीः एतया च पूर्वजन्मानुभवः प्रतीयते स चायमभिनिवेशः क्लेशः स्वरसवाही कृमेरपि जातमात्रस्य प्रत्यक्षानुमानागमैरसम्भावितो मरणत्रास उच्छेददृष्ट्यात्मकः पूर्वजन्मानुभूतं मरणदुःखमनुमापयति। यथा चायमत्यन्तमूढेषु दृश्यते क्लेशस्तथा विदुषोऽपि

ترجمہ۔ سب پرانیوں کو اسکا انبھو ہوتا ہے کہ آتما انیا ستی ہے پورب جنم کی موت کا دکھ خیال کرنے سے جیوآتما موت سے ڈرتا ہے یہ جو پرتیت ہوتا ہے اسی کا نام ابھی نویش ہے چھوٹے سے چھوٹے کیڑے یا ہر ایک جنم دہاری کو پرتیکش انومان اور شاستروں سے بتلائی جو موت ہے اسکا ڈر دیکھنے سے آتما کا پورب جنم میں بھوگا ہوا موت کا دکھ اور یہ کلیش نہایت بیوقوف اور اعلیٰ درجے عقلمندوں میں برابر پایا جاتا ہے اسواسطے دانا اور بیوقوف کو ہو شبوالاموت کا دکھ اور خوف پورب باشنا کو جتلاتا ہی

क्लेशमूलः कर्माशयो दृष्टादृष्टजन्मवेदनीयः॥
योग पा० २ सू० १२

ترجمہ۔ مع تفسیر۔ دہان پن۔ پاپ روپ کرموں کا ذخیرہ کام۔ لوبھ۔ موہ۔ کرودھ سے اُتپن ہوا۔ موجودہ یا گذشتہ جنم سے جاننا چاہیئے زبردست کرم کے پھل ابھی پیدا ہیں تپ سمادہی وغیرہ کرنے سے۔ ایشور کی اُپاسنا۔ دیوتا۔ رہرشی آدک مہان انوبھاؤں کی سنگت سے اُتپن ہوا ہوں یا پن کرم کے پھل کو جدا کرتا ہے اور گنا و کبیرہ بینا کرتے ہوئے کنجوس شوت گیاتی یا تپسوی مہا انوبھاؤں کے نقصان کرنے سے اُس سے پاپ کرموں کا پھل اُتپن ہوتا ہے جیسے مند بشر کا وشش پن سے یونا ہوگیا اسلیے وہاں نرک میں جانیوالوں کا اور دکھوں سے رہت ان جیودوں کا کرم آشی پورب جنم سے جاننا +

सति मूले तद्विपाको जात्यायुर्भोगाः ॥ योग: पा० २ सू० १२
ते ह्लादपरितापफलाः पुण्यापुण्यहेतुत्वात् ॥ पा० १४

ترجمہ مع تفسیر مول کے ہونے سے اُسکے وپاک یعنی پھل ہوتا ہے سنسار میں جاتی یعنی زیست آیو یعنی عمر۔ بھوگ یعنی اُن سکھ دکھوں کا بھوگنا جنکا یہاں کوئی کارن نہ پایا جائے ان پھلوں کے دیکھنے سے اسکی اصل یعنی کرموں کا انومان ہوتا ہے اور کرم شریر پاپ کرن

विज्ञा ए पवा पर्य वा स्थितं । अ ... ज्ञा । स्म ... प्रा ... इ स्वानुभवादियं वा सवेति ॥

سے ہوتے ہیں۔ اس سے بوتلے تمیز کا الومان ہوتا ہے +

وہ پُن اور پاپ کرم (اعمال) یعنی خوشی اور رنج یا یعنی غم کے پھل کے دینے والے ہوتے ہیں کیونکہ وہ پُن اور پاپ دو کارنوں سے اُتپن ہوتے ہیں یعنی وہ جنم آیو اور بھوگ پُن کرموں کے پھل سے سُکھ دینے والی اور پاپ کرموں کے پھل سے دُکھ دینے والی ہوتی ہے جیسے دُکھ کے مخالف شُو سکھ کیونکہ وقت بھی دو ان ہوگی اسکو آتما کی پیتی کیول (قیالت) دکھر ہی ہیں

اُپنشدوں کے مصنفوں کی رائیں +

شویتا شوتر اُپنشد +

वालाग्रशतभागस्य शतधा कल्पितस्य च। भागो जीवः स विज्ञेयः स चानन्त्याय कल्पते॥ अ-५ श-९ नैव स्त्री न पुमानेष न चैवायं नपुंसकः। यद्यच्छरीरमादत्ते तेन तेन स युज्यते ॥१०

ترجمہ۔ سر کے بال کا سوواں حصہ کریں اور پھر اس سوویں حصہ کا سوواں حصہ کریں یہ جیو کا اندازہ ہے ایسے جیو انت ہیں۔ جیو نہ عورت ہے نہ مرد ہے اور نہ مخنث ہے اپنے کرموں سے جیسے جیسے اجسام کو پراپت ہوتا ہے ویسا ہی معلوم ہوتا ہے +

کٹھ اُپنشد میں ہے ادھیا اول حصہ دوم +

न जायते म्रियते वा विपश्चिन्नायं कुतश्चिन्न बभूव कश्चित्। अजो नित्यः शाश्वतोऽयं पुराणो न हन्यते हन्यमाने शरीरे ॥१८॥

ترجمہ۔ جیو نہ پیدا ہوتا ہے نہ مرتا ہے اور نہ وہ کسی چیز سے پیدا ہوا ہے وہ جنم رہت اور ہمیشہ تھا اور ہمیشہ تک رہیگا۔ کیونکہ وہ شریر کے ٹکڑے ہونے سے ٹکڑے نہیں ہوتا

منو جی۔ پُنرجنم کے بارہ میں ایسا کہتے ہیں +

(۱) یہ جیو جیسا اچھے یا برے کام کو من سے کرتا ہے اُسکے پھل کو اُسی طرح من بھوگتا ہے زبان سے کئے ہوئے کا پھل زبان سے اور شریر سے کئے ہوئے کا پھل شریر سے

(۲) جو آدمی چوری زنا نیک لوگوں کا قتل وغیرہ بُرے کرم کرتا ہے وہ ستھاور یعنی چیز وبرچھ ہو جاتا ہے بانی سے کئے کاموں کے بدلے پرندوں اور ہرن وغیرہ میں اور من سے کئے فعلوں کا پھل چنڈال وغیرہ میں جنم دھارن کرکے بھوگتا ہے +

(۳) جو گُن اُن جیوں کے جسم میں زیادہ بڑھتا ہے وہ گُن جیو کو اپنے جیسا کر دیتا ہے

(۴) اس کا فیصلہ اس طرح کرنا چاہئے کہ جب آتما میں پرسنتا اور شانتی معلوم ہو تب ستوگن پردھان اور رجو اور تموگن اپردھان ہے +

(۵) سب آتما اور من دکھی رنجیدہ اور وشیوں میں اِدھر اُدھر ڈولتا ہے تب سمجھنا کہ رجوگن پردھان اور تمو وستو اپردھان ہے +

(۶) جب دنیا دی وشیا میں آتما پھنسا ہوا ہو اور کچھ بھلائی اور بُرائی کا بچار نہ ہو حق و باطل کی تمیز نہ کرے تب بالیقین سمجھنا کہ تموگن پردھان رجو اور ستوگن اپردھان ہے +

(۷) اب تینوں گنوں کا اعلیٰ اوسط اور ادنیٰ نتیجہ لکھتے ہیں +

(۸) جو ویدوں کا ابھیاس دھرم کی طرف توجہ گیان کی ترقی پاکیزگی خواہش حواسوں کا روکنا دھرم کریا اور آتما کا چنتن کرنا ہے یہ ستوگن کا لکشن ہے +

(۹) جب رجوگن کا ظہور اور ستو اور تموگن بالقوہ ہوتے ہیں تب آغاز میں بیچ کا تیاگنا چھوٹے کرموں میں مصروف ہونا اور دل سے بچار کی سبدا میں پرتیتی ہوتی ہے تب سمجھنا کہ رجوگن زور سے ورت رہا ہے +

(۱۰) جب تموگن کا بالفعل اور باقی دونوں مخفی ہوتے ہیں تب زیادہ لالچ یعنی سب پاپوں کا مول بڑھتا اور نہایت سستی اور سونا اور استقلال کا نہ ہونا اور ڈرنا کا ہونا نا سکتا

یعنی وید اور ایشور میں تردد کا نہ رہنا دل کا ایک طرف نہ لگنا اور خاص خاص کاموں میں مبتلا ہونا تب تموگن کا ظہور جاننا۔ یعنی جب بُرے کاموں کرنے سے شرم خوف اور احتراز پیدا نہ ہو تب سمجھنا کہ تموگن کا مجھ پر بڑا زور غلبہ ہے +

اب بتلاتے ہیں کہ کس کس گن سے کون کون گتی (حالت) کو پراپت ہوتا ہے +

نمبر ۱۔ جو منش ساتوک ہیں وہ دیوتا جو رجوگن والے ہوتے ہیں وہ منش اور جو تموگن والے ہوتے ہیں وہ نیچ گتی کو پراپت ہوتے ہیں +

نمبر ۲۔ جو نہایت تموگن والے ہوتے ہیں وہ درختوں کے متعلق جاندار کیڑوں اور دوسرے کیڑوں اور چیونٹیوں اور مچھلیوں سانپ کچھوا مرگ کے جنم کو پراپت ہوتے ہیں +

نمبر ۳۔ جو متوسط تموگن والے ہوتے ہیں۔ وہ ہاتھی گھوڑا۔ گرگ۔ شیر۔ مور۔ اور جنگلی جنم میں جاتے ہیں +

نمبر ۴۔ جو اعلیٰ تموگن والے ہیں وہ خوبصورت پرندے اکھشش ہنسک پشاچ۔ چارن اور ٹھگ ہوتے ہیں +

نمبر ۵۔ جو نہایت رجوگن والے ہیں وہ کانیں کھودنے والے ملاح۔ نٹ اور ہتھیار بنانے والے قاصد وکیل اور بہادروں کا جنم پاتے ہیں +

نمبر ۶۔ راجہ کھتری اور راجہ کا پروہت جھگڑا اور مباحثہ کرنے والے پُرشکل حالوں میں ہوشیار یہ متوسط رجوگن والے ہیں +

نمبر ۷۔ گندھرب۔ گانیوالے باجہ بجانیوالے عالموں کی خدمت کرنیوالے وغیرہ یہ اعلیٰ رجوگن والے ہیں +

نمبر ۸۔ تپسوی۔ جتی۔ سنیاسی۔ وید پاٹھی۔ اور بانوں کے موجد اور بنانیوالے جوتشی اور جسمانی حکیم یہ ادنےٰ ستوگن کے کرموں کا پھل ہے +

نمبر ۹۔ یگیہ کرتا ویدوں کے ارتھوں کے جاننے والا ودوان ویدوں اور دیگر عمدہ علوم کے ناستر کال ودیا کے جاننے والے رکھشک گیانی اور کلام سند کرنیکے لائق اوپدیشک یہ متوسط ستوگن کی نشانی ہے +

نمبر ۱۰۔ سب ویدوں کے جاننے والے برہما سب علوم کے عالم اور مختلف فنوں کے موجد اور مختلف کلا کوشل بنانیوالے دھارمک سر اتم بدھی گیت اور مہا تما رشی اتم ستوگن والے پیچ جانک۔ رشی فرماتے ہیں +

($\frac{۶}{۲۱}$) جیسے پھول میں بو۔ کنجد میں تیل۔ لکڑی میں آگ۔ دودھ میں گھی۔ گنے میں مصری۔ ایسے ہی سو کشم طور پر جسم میں روح رہتی ہے +

($\frac{۵}{۱۳}$) منش جنم مرن کے بندھن میں آتا ہے۔ شبھ اشبھ کرموں کا پھل بھوگتا ہے۔ نرک (دکھ) میں پڑتا ہے اور موکھش پاتا ہے +

($\frac{۶}{۹}$) آتما (جیو) آپ ہی کرم کرتا ہے آپ ہی اسکا پھل بھوگتا ہے خود ہی دنیا میں بھٹکتا ہے اور وہی کرموں کے اُتم پھل سے جگت سے مکت ہو جاتا ہے یعنی یہ سب باتیں جیو پر ہی موقوف ہوتی ہیں +

($\frac{۱۳}{۱۴}$) آیو کرم۔ دھن۔ ودیا۔ نردھن۔ یہ پانچ گربھ میں ہی مقرر ہو جاتی ہیں +

($\frac{۱۴}{۱۹}$) دان ودیا۔ تپ کا بہت جنموں میں ابھیاس کرنے سے آدمی پورا دانی پورن ودوان اور پورن تپی ہوتا ہے +

سنسکرت کے اور اتہاس کے گرنتھوں سے تناسخ کی بابت تحقیقات مہابھارت کے چودھویں پرب کے ادھیا ۱۶ میں لکھا ہے +

पुनः पुनश्च मरणं जन्म चैव पुनः पुनः। आहारा विविधा भुक्ताः पीता नानाविधाः स्तनाः॥ ३२॥ मातरो विविधा दृष्टाः

पितरश्चथ विधाः। सुखानि च विचित्राणि दुःखानि च मयानघ ॥ ३३ ॥

ترجمہ۔ بار بار مرنا اور بار بار جنم لینا اور بہت قسم کے آہار کھانا اور بہت ماؤں کے پستانوں سے دودھ پینا۔ بہت قسم کی باتوں کو دیکھنا اور جدا جدا ماں باپ کا پیدا ہونا اور چتر سکھوں کا بھوگنا اور اسی طرح دکھوں کا بھی یہ سب کرموں کا پھل ہے۔

कर्मणैव समुत्पत्तिः सर्वेषां नात्र संशयः। अनादि निधना जीवाः कर्मबीज समुद्भवाः ॥

स्कन्ध ४ अध्याय ४२ ॥

ترجمہ۔ کرموں کر کے تمام جیووں کی اُتپتی ہوتی ہے۔ بیج روپی کرم اَنادی وابدی جیو کو شریر میں لاتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں۔

नानायोनिषु जायन्ते म्रियन्ते च पुनः पुनः। कर्मणा रहितो देह संयोगो न कदाचन ॥ ५ ॥

ترجمہ۔ مختلف جونیوں یعنے قالبوں میں پیدا ہوتے اور مرتے ہیں۔ کرموں کے بغیر جیو کسی شریر میں نہیں جاتا۔

शुभाशुभैस्तथा मिश्रैः कर्मभिर्वेष्टितं त्विदम्। त्रिविधानि हि नान्यानि बुधास्तत्त्वविदश्च ये ॥ ६ ॥

ترجمہ۔ اچھے اور بُرے اور ملے ہوئے اعمالوں سے یہ تمام تین طرح کے انرج۔ جیسے سورج کے ستوگن رجوگن تموگن کر کے یکت شریردھاری ہوتے ہیں۔ ایسا ہی مہاتماؤں کا اعتقاد ہے۔

संचितानि भवव्यापी प्रारब्धानि तथा पुनः। वर्तमानानि देहेऽस्मिंस्त्रैविध्यं कर्मणां किल ॥ ७ ॥

ترجمہ۔ جو گزشتہ جنموں میں اعمال کئے ہیں جن کا نام سنچت و پراربدھ ہے اور جو آگے کرینگے۔ اور جو اب کر رہے ہیں تین طرح پر کرموں کی تقسیم یا حساب ہے۔

ब्रह्मादीनां च सर्वेषां तद्वशत्वं नराधिप। सुख दुःख जरा मृत्यु हर्ष शोकादयस्तथा ॥ ८ ॥

ترجمہ۔ برہما سے آدے لیکر تمام جیو اپنے کرموں کے بس میں ہیں اور کرموں ہی کے سبب سے سکھ دکھ۔ جرا۔ مرتیو۔ ہرش یعنے شادی اور غمی کو پراپت ہوتے ہیں۔

कामक्रोधौ च लोभश्च सर्वे देहगता गुणाः। देवादीनां च सर्वेषां प्रभवन्ति नराधिप ॥ ९ ॥

ترجمہ۔ کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ جو دیہہ شرکت گُن ہیں کرموں کے مطابق ایشور کے حکم سے دیوتا سب کو ملتے ہیں۔

रागद्वेषादयो भावाः स्वर्गेऽपि भवन्ति हि। देवानां मानवानां च तिरश्चां च तथा पुनः ॥ १० ॥

ترجمہ۔ راگ دویش وغیرہ کا ظہور بہت سکھوں کے وقت میں بھی ہوتا ہے بڑے بڑے ودوان اور معمولی انسان اور اُن کے علاوہ اور تریگ دھاریوں میں بھی۔

कपाली च तथा रुद्रः कर्मणैव न संशयः। अनादिनिधनं चैव तत्कारणं कर्म संभवे ॥ १३ ॥

ترجمہ۔ بلاشک کپالی۔ یا مہادیو وغیرہ بندہ اِن بھی کرموں سے جیوؤں کرتے ہیں۔ یہ سب ازلی و ابدی زمانہ سے کرموں اور سار کی چلی آئی ہے۔

तेनेह शाश्वतं सर्वं जगत्स्थावरजङ्गमम्। नित्यानि-

त्यविचारेऽत्र निमग्ना मुनयः सदा ॥ १४ ॥

ترجمہ۔ اِس سلسلہ پر جگت دور بکار کا یعنے متحرک و غیر متحرک یا جڑھ و چیتن پرواہ سے اِنادی ہے۔ منی لوگ اِن نت یعنے جیو اور برہم اور انت یعنے سنسار کے بچار میں لگے رہتے ہیں۔

न जानन्ति किमेतद्धि नित्यं वाऽनित्यमेव च। मायान्वि विमानाया जगन्नित्यं प्रतीयते ॥ १५ ॥

ترجمہ۔ آدمی کو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جگت ہمیشہ رہیگا۔ پس اس کی بحث سے کنارہ کر کے نت اور انت کو جاننا چاہیئے۔ یعنے پرکرتی کو نتیہ اور جگت کو انتیہ ماننا چاہیئے۔

कृतकर्मविपाकेन प्राप्नुवन्ति सुखासुखे। अवश्यमेव भोक्तव्यं कृतं कर्म शुभाशुभम् ॥ ३४ ॥

ترجمہ۔ جیو کرم کے وپاک سے ہی سکھ اور دکھ کو پاتا ہے اور ضرور پاتا ہے۔ اُن کرموں کا پھل جو شبھ یا اشبھ ہوں۔

तपसा दानयज्ञैश्च मानवश्चेन्द्रतां व्रजेत्। क्षीणे पुण्येऽथ शक्रोऽपि पतत्येव न संशयः ॥ ३५ ॥

ترجمہ۔ تپ۔ دان۔ اور یگیہ سے انسان راجا وغیرہ یا شہنشاہ وغیرہ درجہ کو پا سکتا ہے اور اسی طرح بڑے بڑے راجہ بھی پُن کے ناش ہونے سے پست ہو جاتے ہیں۔

پچھلے جنم کی یاد۔ سمت ۱۹۳۳ میں گرام کندھا میں موہن لال ٹھاکر بندوق سے مارا گیا۔ اور اُسی سال موضع غریب پورہ میں جو کندھا سے ۲ کوس ہے کاشی رام کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا جب دو تین برس کا ہوا۔ ایک دن بندوق کی آواز سُنکر رونے لگا۔ اور بہت ڈرا عند الاستفسار کہا کہ میں تو موہن کندھا والا ہوں۔ مجھ کو ہر ملبہ نے مارا تھا۔ جب یہ بات حاکم ضلع تک پہنچی تب اُس کے اظہار لئے گئے اُس نے ہر ملبہ کو پہچان لیا۔ اور جب فروری سنہ ۱۸۸۱ء میں مقدمہ گوالیار میں آیا تو وہاں بھی یہی لکھوایا۔ اور موہن کے بھائی کو دیکھکر کہا کہ یہ میرا بھائی ہے اور کہا کہ میں سب کچھ پہچانتا ہوں۔ اب مقدمہ کی تحقیقات ہو رہی ہے۔

(آریہ درپن اپریل سنہ ۱۸۸۱ء جلد ۴ نمبر ۲۰)

آواگون کا ایک عجیب نظارہ

فلاسفیکل اِن کوائرر میں جس کی ہر ایک کاپی میں مذہب عام۔ تصوّف اور عقلی باتوں پر بہت سے آرٹیکل درج ہوتے ہیں۔ ایک عجیب واقعہ جو پہلے پیل سینٹ پیٹرز برگ ویکلی میڈیکل جرنل میں شائع ہوا تھا درج ہے اورن برگ یوروپی روس کا ایک شہر ہے جو کہ حد ایشیا کے نزدیک کوہ یورال پر واقع ہے۔ قریبًا ایک سال کا عرصہ گذرا ہے کہ ابراہیم چارہ کو ایک دولتمند یہودی اُس شہر کا باشندہ برنیں بخار سخت بیمار تھا۔ ۲۲۔ ستمبر آدھی رات کو اُسے ایک وحشتناک خیال معلوم ہوا۔ اُس آدمی کو سخت تکلیف ہوئی اور وہ اُس وقت بڑی جد و جہد کرتا تھا اور اُس کے حکیموں نے اُس کی حالت کو نزع رواں سے منسوب کیا چند یہودی بلائے گئے۔ دعائیں کی گئیں۔ بتیاں جلائی گئیں اور دیکھو وہ مریض جو پہلے قریب المرگ معلوم ہوتا تھا اب اچھی طرح سے سانس لینے لگا۔ اور اُس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور تعجب سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ پھر وہ آدمی جلدی سو گیا۔ اِس پر ڈاکٹر نے کہا کہ اِس کا سونا صحت کے واسطے اچھا ہے۔ صبح کے وقت جاگا۔ اپنے بال بچوں کو ارد گرد دیکھا۔ جو کہ کچھ افسوس اور کچھ خوشی میں اُس کے

جاگنے کی انتظاری کر رہے تھے۔ اُس کی عورت نے نہایت خوشی سے بڑھکر اُسے گلے لگا لیا چاہا لیکن اُس شخص نے اشاروں سے اُسے ہٹا دیا۔ اور ایک ایسی زبان میں چند چیزیں طلب کیں جس کو وہاں کسی نے نہ سمجھا۔ یہاں یہ بات بیان کر دینی چاہئے کہ ابراہیم چار کو سیاہ رنگ لمبا اور کوز پشت اور لمبی اور سیاہ داڑھی اور سیاہ آنکھیں اور لمبی ناک رکھتا تھا۔ اور اپنی بیماری کے پیشتر وہ سوائے عبرانی کے اور تھوڑی سی روسی زبان کے کچھ نہ جانتا تھا جو کہ ان کم خواندہ یہودیوں کی زبان ہے۔ اب وہ آدمی ایسی زبان میں بولنے لگا جس کو اُس کے گرد و نواح کا کوئی آدمی نہ سمجھ سکا۔ ڈاکٹر بھی جو بلایا گیا تھا وہ اُس زبان کو نہ سمجھ سکا۔ جب کبھی اُس کی عورت اور بچے اُس کے پاس آنے کی کوشش کرتے وہ حقارت سے اُنہیں دھکیل دیتا۔ ڈاکٹر نے یہ رائے دی کہ باعث بخار کے سخت ہونے کے یہ آدمی پاگل ہو گیا ہے خاندان کی نا امیدی بہت دنوں تک رہی۔ اسی اثنا میں اُس کی عورت نے اپنے ماں باپ کو بلایا لیکن اُن کے آنے پر ابراہیم نے اُن کو نہ پہچانا اور نہ اُن کی زبان کو سمجھا۔ اور اس بات پر غصہ بھی ہوتا تھا کہ میری زبان کو کوئی کیوں نہیں سمجھتا۔ ایک ہفتہ کے بعد وہ بستر سے اُٹھا اور اُس کی عورت نے اُسے پہننے کے لئے وہ کپڑے دئے جو وہ بیماری سے پہلے پہنا کرتا تھا۔ جو کہ روسیوں کی معمولی عادت تھی وہ اُن کو دیکھ کر اور اچھی طرح پڑتال کرنے کے بعد بہت ہنسا اور باہر دوڑنا چاہتا تھا لیکن لوگ جلدی سے دروازہ بند کر دیتے تھے تاکہ اُسے سردی نہ لگ جائے وہ کمرے میں چلتا لیکن قدم بڑا آہستہ آہستہ سوچتا ہوا رکھتا تھا۔ ایک آئینہ کے پاس پہنچکر اُس نے اپنی شکل دیکھی اور وہاں ٹھہر گیا اور بڑا حیران ہوا اپنی بڑی ناک اور لمبی داڑھی کو چھوتا تھا اور یکایک ہنس پڑتا تھا اور اچانک ایک گہری سوچ میں پڑ جاتا تھا لوگ اس بات سے نہایت سخت تعجب کرتے تھے اُس کی عورت اور والدین جنہوں نے یہ عجیب واقعہ دیکھا تھا ایک دوسرے کو تعجب سے دیکھتے تھے اور وہ خیال کرتے تھے کہ اب یہ آدمی ابراہیم چار کو نہیں ہے۔ بلکہ ایک اجنبی شخص ہے۔ لیکن ابراہیم کے ماتھے پر دو کالی لکیریں تھیں۔ جن کے ساتھ وہ پیدا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر جو کہ دو ماہ تک اُس کا معالجہ کرتا رہا۔ اس خیال پر ہنس پڑتا تھا۔ ابراہیم چار کو اکثر دریچے سے دیکھتا تھا اور یاد کر کے اکثر بڑا تعجب کرتا تھا ایک دن اُس نے باہر بھاگ جانے کی بڑی کوشش کی۔ اُس کے خاندان نے گورنمنٹ ڈاکٹر اور دیگر ڈاکٹروں کو بلانے کی صلاح کی جنہوں نے بڑے امتحان کے بعد بیان کیا کہ یہی شخص ہے اگرچہ اُنہوں نے وہ زبان نہ سمجھی جس میں وہ بولتا تھا۔ لیکن وہ ڈاکٹر وغیرہ اس کو ایک باقاعدہ زبان جانتے تھے اُنہوں نے یہ خیال کر کے کہ یہ شخص ہم کو لکھنے میں سمجھا دیگا۔ ابراہیم نے کاغذ کے ٹکڑے پر چند سطور لکھے جنکو ڈاکٹر نے پڑھا لیکن اُن کے معنے نہ سمجھے خط صاف عمدہ تھا بحروف لیٹن لیکن زبان ناقابل فہم تھی اور کوئی بیان نہیں کر سکتا تھا کہ کس طرح ابراہیم نے ان لاطینی حروف کو سیکھا۔ اسی طریقہ پر کچھ مدت گذر گئی حتے کہ وہ ابراہیم کو سینٹ پیٹرزبرگ کی میڈیکل یونیورسٹی میں لے جانے کے لئے متفق ہوئے تاکہ وہاں کے لائق ڈاکٹر کی رائے معلوم کریں جونہیں کہ پروفیسر آرلو نے ابراہیم کی زبان کو سنا اُس نے پہچان لیا کہ یہ انگریزی ہے ابراہیم نے بہت خوشی ظاہر کی کہ اس ڈاکٹر نے میری زبان سمجھ لی اور کچھ گفتگو کے بعد پروفیسر آرلو نے کہا کہ ابراہیم ایک بڑا ذہین انگلش مین ہے۔ لیکن اُس کی عورت نے کہا کہ ہائے خدا کس طرح میرا خاوند انگریز ہو گیا۔ اور کس طرح اُس نے اپنی زبان بھلا دی۔ ابراہیم کی زندگی کی کہانی کو پروفیسر نے نہایت تعجب سے سنا۔ اور یقین نہ کیا کہ وہ ایک عام اَن پڑھ روسی یہودی ہے۔ اُس نے ابراہیم سے انگریزی میں پوچھا کہ تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے اُس نے مفصلہ ذیل جواب دیا

میں برٹش کولمبیا سے جو شمالی امریکہ میں ہے آیا ہوں اور میرا اصلی وطن نیو ویسٹ منسٹر ہے میری ایک عورت اور ایک لڑکا زندہ ہے۔ لیکن یہ بھید خدا جانتا ہے کہ میں کس طرح اس عورت کے پاس آ گیا۔ پروفیسر نے فرانکلین کو دھوکا باز بیان کیا اور یہ کہا کہ تم یہ آدمی دغا سے لائے ہو اُس نے گورنمنٹ کو اس امر کے دریافت کرنے کے لئے توجہ دلائی اور ابراہیم کے خاندان کا ڈاکٹر اور اُس کے پڑوسی ہمسائے وغیرہ لوگوں سے سرکاری طور پر دریافت کیا گیا اور یہ دریافت ہفتوں تک جاری رہی لیکن اس امتحان سے کچھ معلوم نہ ہوا اور وہ معاملہ اُسی طرح مخفی کا مخفی رہا۔ ڈاکٹروں نے بیان کیا کہ یہ ایک سائی کالوجیکل حیرت ہے اور انسانی روح کا الہام ہے جو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ابراہیم نے کہا کہ اگرچہ میرا نام ابراہیم ہے۔ مگر میرا نام ابراہیم چار کو نہیں بلکہ ابراہیم درہم ہے اور میری یہی خواہش ہے کہ میں خاندان کو جاؤں صبح جب اُس کی عورت اُٹھی تو اُس نے اُس کی جگہ کو خالی پایا وہ غائب ہو گیا تھا مگر یہ عجیب واقعہ آخر کار شاہ روس کے کانوں تک پہنچا جس نے اچھی طرح اُس کے دریافت کا حکم دیا۔ لیکن یہ سب بے فائدہ تھا وہ آدمی کسی طرح نہ مل سکا اور آخر کار یہ یقین کیا گیا کہ چونکہ وہ آدمی پاگل تھا۔ بنا بر آں بحالت پاگل پن دریائے نیوا میں ڈوب مرا +

۱۸۵۵ء کے موسم بہار میں سینٹ پیٹرزبرگ کے پروفیسر آرلو نے اپنی گورنمنٹ کے حکم پر فلاڈلفیا کا ملاحظہ کیا ایک دن جبکہ وہ اخبار پڑھ رہا تھا تو اس ایک مفصلہ ذیل واقعہ نے اُس کی توجہ کھینچی در نیو ویسٹ منسٹر میں ایک ایسا واقعہ ہوا ہے جس نے برٹش کولمبیا کی تمام حدود میں ہلچل ڈال دی ہے۔ ۲۲ ستمبر ۱۸۵۸ء کے دن اُس شہر کا مشہور تاجر سخت بخار کے سبب قریب المرگ حالت میں تھا اور کسی شخص کو اُس کے بچنے کی امید نہ تھی حتے کہ ڈاکٹر کو بھی نہ تھی تاہم مریض بچ گیا اور اچھی طرح صحت یاب ہو گیا۔ لیکن یہ معاملہ حیرت انگیز ہے کہ مریض نے جو کہ ایک فی الحقیقت انگریز تھا۔ اپنی مادری زبان بھلا دی اور ایسی زبان بولتا تھا جس کو کوئی شخص نہ سمجھ سکتا تھا۔ آخر کار اُس شہر کے ایک جج نے کہا کہ یہ ایک یہودیوں کی گنواری زبان ہے وہ مریض جو بیماری سے پیشتر ایک مضبوط آدمی تھا۔ اب بہت پتلا اور کبڑا ہو گیا ہے اور ساتھ ہی اپنی عورت اور بچہ کو شناخت سے انکار کرتا ہے۔ لیکن یہ ضد کرتا ہے کہ میری ایک عورت اور چند لڑکے کسی اور جگہ ہیں۔ اُس آدمی کو پاگل خیال کیا جاتا ہے۔ پھر اتفاقاً عرصہ کے بعد ایک یہودی مسافر آیا جس کا چہرہ ٹھیک عبرانیوں کی طرح معلوم ہوتا ہے کہتا ہے کہ اس سمجھنے والی عورت کا خاوند نہیں ہوں وہ اس عورت سے اُس زبان میں بولتا تھا جس میں کہ اُس کا خاوند اُس سے بولا کرتا تھا لیکن اُس مرد کے والدین جو کہ اُسی شہر میں رہتے ہیں اُسے نہیں پہچانتے لیکن وہ بار بار یہی ذکر کرتا ہے کہ میں اس عورت کا خاوند اور انہیں والدین کا بیٹا ہوں وہ بیچاری عورت ایک سخت خطرہ میں ہے کہ میں کیا کروں وہ بار بار یہی پوچھتی ہے کہ یہ کون ہے اور یہ کس طرح میرا خاوند ہونے کا دعوے کرتا ہے جبکہ وہ اُسے بولتا سنتی ہے۔ لیکن اُس کی شکل نہیں دیکھتی ہے کہ یہ یہودی چہرہ والا میرا خاوند نہیں ہو سکتا۔ لیکن وہ آدمی باوجود اس کے برابر دعویدار ہے۔ اور ایسی اُس کی پوشیدہ باتیں کہتا ہے۔ جو صرف خاوند اور عورت کو معلوم ہوتی ہیں ×

پروفیسر آرلو نے تمام اگلے واقعہ کو یاد کیا اور اس سائی کالوجیکل تھیوری کو حل کرنے کے لئے اُس نے نیو ویسٹ منسٹر میں جانیکا ارادہ کیا۔ وہ بڑا حیران ہوا جبکہ اُس نے وہاں جا کر در حقیقت وہی سیاہ رنگ کا ابراہیم پایا جس کو اُس نے چھ ماہ گذرے کہ سینٹ پیٹرزبرگ میں دیکھا تھا۔ اُس نے اُس سمور کے تاجر سے روسی زبان میں پوچھا کہ تو کہاں سے آیا ہے اُس نے جواب دیا کہ میں اصل برگ سے آیا ہوں۔ اور جبکہ اُس نے اُس کی عورت کا نام لیا جس نے اُسے اپنا خاوند کہا تھا جو کہ اس وقت سینٹ پیٹرزبرگ میں تھی۔ تب اُس نے اُس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے اُس نے جواب دیا کہ یہ لوگ میرا نام ابراہیم درہم کہتے ہیں لیکن اصلی میرا نام ابراہیم چار کو ہے۔

پروفیسر آرلو اس عجیب خیال سے حیران ہو گیا اُس نے دلیل کی اور سوچا کہ جسم تو نہیں ملتا ہے کیونکہ ایک تو چھوٹا اور مضبوط ہے اور دوسرا اپتلا لمبا اور کالے رنگ کا ہے اور پھر شیو وسٹ منسٹر اور جن برگ سے دو ہزار میل کے فاصلہ پر ہے۔ اُس نے کہا کہ ضرور تناسخ ہوا۔ روحیں بدل گئیں یعنے (مے ٹم سائی کاس) واقعہ ہوا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ۲۲۔ستمبر ۱۸۷۴ء کو آدھی رات کے وقت دونوں زندگی اور موت کے درمیان تھے ایک آدمی کا روح ضرور دوسرے آدمی کے جسم میں پرواز کر گیا۔ اور اسی طرح ایک پورا تناسخ واقعہ ہوا۔ اور یہ دونوں شہر ایک دوسرے کے ٹھیک مقابل ہیں۔ اگر ایک میخ زمین میں ٹھوکی جاوے تو وہ ٹھیک وسٹ منسٹر میں نکلے گی اور دونوں شہروں کے درمیان ٹھیک ہی ۱۲ بجے کا وقت ہے۔ اور جبکہ اوران برگ میں آدھی رات کے ۱۲ بجے ہیں تو نیو وسٹ منسٹر میں دن کے ۱۲ بجتے ہیں۔

(آریہ میگزین ماہ اکتوبر ۱۸۸۴ء صفحہ ۱۵۹ سے ۱۶۲ تک جلد ۲ نمبر ۸)

مشاہدات تناسخ

برین سوال قصبہ مکند برہمن جاری ہست کہ تا امروز ذکر او بزبان ہندوان و برہمنان آن شہر (پریاگ) جاری است وچون این قصہ عجیب و غریب ست وخالی از لطف نیست بنا بر غرابت درین مقام نوشتہ می شود + نقلے ست کہ برہمن مکند برہمہ جاری در ایام سلطنت ہمایون بادشاہ بطریق مذہب خود مدتے بریاضت وقناعت اشتغال داشت در اواخر سال یکہزار و پانصد و نود و ہشت سمت (۱۵۹۸) راجہ بکرماجیت کہ مطابق سال نہصد و چہل و ہشت ہجری بود در شہر پریاگ کہ حالا مشہور بالہ آباد است وارد گشتہ بر کنار تربینی یعنے در مقامیکہ دریائے گنگ یا دریائے جمن ملحق شدہ ست۔ آتشے افروختہ موافق دین و آئین خود تمام اندام خود را پارہ پارہ بریدہ در آن آتش افگند۔ بعد از ان خود را نیز در آتش زدہ خاکستر شد۔ باین نیت کہ تا نیاز او بدرگاہ قادر بیچون مدرجہ قبول رسیدہ بار دیگر درین جہان بقالب انسان پیدا شود و بادشاہی ہفت اقلیم یابد۔ چنانچہ از اشلوکے کہ دران وقت خود بزبان سنسکرت گفتہ بر ورق مس کندانیدہ گذاشتہ بود حالا آن اشلوک اکثر مردمان آن شہر را یاد ست مستفاد میگردد و آن اشلوک این ست +

वस्तु इन्द्रे बाणे चन्द्रे तीर्थ राजे प्रयागे। तपस फूल
पदे द्वादशी पूर्वयामे सगल तन्त्र ज हो मय सर्व भू
माधपति सगल इन्धधारी ब्रह्मचारी मुकन्द॥
۱-۵-۹-۸

بسورا اندریان چندرے تیرتھ راجے پریاگے۔ تپس پھول پکشے دوادشی پورب یامے سگل تنتر جو ہو سبہ سرب بھوم ادہپتی۔ سگل ورگدا دہاری برہم چاری مکندہ۔

درین اشلوک کہ تاریخ است معنے اش این است کہ در سمت یکہزار و پانصد و نود و ہشت در شہر پریاگ کہ از بزرگ معبدہا است بتاریخ دوازدہم از نصف آخر ماہ ماگھ در اول پاس از روز تمام اندام خود را ہوم کردم۔ یعنے قربانی نمودم بہ نیت بادشاہی مافق بر تمام روئے زمین من مکند برہم چاری کہ مدام شیر مے نوشیدم۔

وچون جلال الدین محمد اکبر شاہ ہمان ایام متولد شدہ بود۔ میگویند بلکہ بعضے را اعتقاد ہست کہ ہمین برہمن مکند برہم چاری در قالب اکبر بادشاہ نقل کردہ بار دیگر بجہان آمدہ بود موافق نیت خود بادشاہی ہندوستان یافتہ۔ راقم الحروف از روئے حساب دریافت نمودہ کہ روزیکہ آن برہمن خود را ہوم ساختہ آن روز مطابق بود با تاریخ بست و ہفتم ماہ جنوری ۱۵۴۲ء موافق دہم ماہ شوال ۹۴۸ ہجری و ولادت اکبر شاہ کہ بتاریخ پنجم ماہ رجب ۹۴۹ ہجری بوقوع آمدہ است ہشت ماہ و بست و شش روز بعد از ان واقعہ روئے دادہ پس اگر ہندوان کہ بہ نقل ارواح معتقد اند این واقعہ را راست پندارند جائے تعجب نیست۔ زیرا کہ طفل در رحم مادر نہ ماہ ملکہ گاہے کمتر از ان نیز مے ماند و این مدت چار روز کم از مدت معہودہ است واللہ اعلم بالصواب"

(مفتاح التواریخ باب یازدہم صفحہ ۱۹۷ و ۱۹۸)

جس لفظ کے معنے ہفت اقلیم کیا گیا ہے وہ لفظ سرب بھوم یعنے تمام زمین ہے مگر ایسے زمانہ میں جو کہ اسلامی سلطنت کا زمانہ تھا ایسے نقشہ اور جغرافیہ نہیں تھے بلکہ سفر و سیاحت کم ہوتی تھی۔ اور مدت کی پورانک تعلیم نے خیالات بھی محدود کر دئے تھے۔ اور جبکہ اٹک کے پار جانے کو یا جہاز پر چڑھنے کو لوگ بُرا سمجھتے تھے ایک برہم چاری برہمن خصوصاً ممالک مغربی وشمالی کا رہنے والا ہفت اقلیم کی آرزو نہیں کر سکتا تھا پس سرب بھوم مراد صرف ہندوستان سے ہے نہ کہ ہفت اقلیم سے۔

(اِس کا ایک صریح اثر یہ ہوا کہ اکبر دین اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ نماز کو چھوڑ سندھیا گائتری کرنے لگا۔ محمد اکبر نام کی جگہ مہابلی نام رکھا گیا۔ گاؤکشی کی ممانعت گوشت خوری سے نفرت ہو گئی۔ ڈاڑھی کے ساتھ اسلام کو سلام کر دیا۔ تناسخ کا قائل ہوا۔ جگیوپوت پہن لیا۔ پیشانی پر چندن کا ٹیکا لگایا۔ جزیہ بند کر دیا۔ جو ہندو مسلمان ہو گئے تھے۔ اگر وہ واپس آنا چاہتے تو پرائسچت اور واپسی کا دروازہ کھول دیا حکم دیا کہ ببر اور سور بہادر جانور ہیں۔ ان کا گوشت بھی شجاعت بخشتا ہے۔ شراب اتنی پیو کہ بدمست نہ کر دے۔ والدہ کی ماتمت پر پندرہ ہزار اہل دربار سمیت بھدر کرایا (دیکھو دبستان مذاہب صفحہ ۳۲۵-۳۲۸ تعلیم دہم نولکشور و قصص الہند حصہ دوم لاہور۔ ذکر اکبر بادشاہ) +

در موضع بکسر راوت ٹیکا نام مقدم بود شخصے کہ با او عداوت داشت قابو یافتہ زخمے بر پشت و زخمے دیگر بر بناگوش او زد و بہمان زخمہا راوت مذکور قالب تہی کرد بعد چندگاہ رام داس خویش او را پسرے بوجود آمد کہ بر پشت و بناگوش او نشان ہمان زخمہا بود۔ شہرت شد کہ راوت ٹیکا از زخمہا مُردہ بود باز بطریق تناسخ درین عالم بوجود آمد و آن پسر چون بعد رسیدن بحد و شعور میگفت کہ من راوت ٹیکا ام۔ و نشانہائے صحیح مے داد و چون این سانحہ غریبہ بعرض اکبر رسید او را بحضور خود طلبیدہ باحوال او وقوف یافت و گویند تصدیق اظہار او نمود" (سیر المتاخرین مصنفہ سید غلام حسین صاحب جلد اول ذکر اکبر صفحہ ۱۸۷ نولکشور) +

آدمی کا طوطا اور طوطے کا آدمی

ہزار بار خم وکوزہ کردہ اند مرا + ہنوز تلخ مزاجم ز مرگ شیرین کام

مسمی پیارے لال ساکن موئی ضلع بریلی جس کا چچا ۱۸۵۷ء میں مارا گیا۔ جب چند روز گذرے تو اُس نے طوطے کا جنم لیا اور شیوہ اختیار کیا کہ ہر شام کو اپنے گھر آتا اور ایک پنجرہ آہنی میں جو اُس کے گھر رکھا ہوا تھا بسیرا لیتا اور صبح کو اُڑ جاتا چندے یہی کیفیت رہی۔ غرضیکہ ایک دن جو وہ طوطا گیا تو پھر نہ آیا۔ لوگوں کو اُس کا بڑا خیال رہا۔ اُن دنوں کا ذکر سُننے کہ ایک گوسائیں کی عورت ساکن موضع سدھوں اپنے کام کو کسی

گانوں میں جاتی تھی۔ راستہ میں بوجہ غلبۂ تشنگی موضع موئی میں اپنے کسی جان پہچان کے گھر آئی۔ اس کا طفل بچھیالہ پتے رام کے گھر آیا اور مستورات سے کہا کہ فلاں فلاں کہاں ہیں کہا کہ فلاں مر گئے اور فلاں کام کو فلاں جگہ گئے ہیں۔ پھر لڑکے نے بیان کیا کہ پہلا میرا نام پیارے لال ہے اور یہ گھر میرا ہے یہاں ایک نیب کا درخت تھا۔ وہ کیا ہوا۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم نے کاٹ ڈالا پھر اُس لڑکے نے اپنے مارے جانے اور مر کر طوطا بننے اور پھر ایک صیاد کے پنجہ میں پھنسکر مرنے اور پھر گرسیا کے گھر میں پیدا ہونے کا ماجرا بیان کیا اور اپنے ماں باپ نانی چچی کو پہچان کر اپنی ڈبی اور کتابیں مانگی اُس کی والدہ سابقہ نے عذر کیا کہ یہ اشیا تمہارے بھتیجے کے استعمال میں آ گئیں۔ ہم تم کو اور دینگے حاضرین اُس لڑکے کی ایسی باتوں پر کمال تعجب ہوا بعدہٗ وہ اپنی والدہ جدیدہ کے ساتھ چلا گیا + صاحب خبر فرماتے ہیں کہ وہ لڑکا اب موضع لبسندھری میں بخانہ گوسائیں موجود ہے جسکو اس کے معائنہ کا شوق ہو موضع لبسندھری میں جا کر دیکھے (لارنس گزٹ و پنجابی اخبار نمبر ۱۶ جلد دوم ۲۳-۲۰ اپریل سنہ ۱۸۶۹ء صفحہ ۲۴۵ و ۲۴۶) +

کیڑوں میں تناسخ کا ایک اور نظارہ

ریشم کا کیڑا۔ اُن کیڑوں سے ہے جو تین دفعہ اپنا جسم بدلتے ہیں۔ اس کے انڈے رائی کے دانے سے بھی چھوٹے ہوتے ہیں ہر ایک انڈے میں سے ایک چھوٹا سا کرم نکلتا ہے پہلے کوئی پاؤ انچ سے زیادہ نہیں ہوتا مگر کھاتا بہت ہے اور جلدی جلدی بڑھ جاتا ہے تھوڑے عرصہ میں اتنا ہو جاتا ہے کہ پوست میں نہیں سماتا اُسے سر کی طرف سے چیرتا ہے۔ اور کیچلی کی طرح اوتار کر پھینک دیتا ہے نیا پوست اول اول خوب ڈھیلا ڈھالا اور نرم نرم ہوتا ہے اس میں جلدی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح چار پانچ پوست اوتارتا ہے جب پورا قد نکال چکتا ہے تو لمبائی میں کوئی ۳ انچ کا ہو جاتا ہے۔ زردی لئے خاکستری رنگ ہوتا ہے جسم کے گرد بارہ چھلے دونوں کروٹوں میں نو نو چھید جن سے دم لیتا ہے۔ سولہ ٹانگیں۔ دونوں کنپٹیوں میں سات سات آنکھیں دو پتلی پتلی نلیاں جسم سے دور تک پھیلی ہوئی۔ نلیوں کے منہ ٹھیک جبڑے کے نیچے اُن میں ایک لیسدار چیز۔ ریشم انہیں نلیوں سے بناتا ہے اسے اکثر شہتوت کے پتے کھلایا کرتے ہیں کہ یہ اور درختوں کے پتوں سے زیادہ موافق ہیں۔ جتنا بڑھنا ہوتا ہے کوئی چھ ہفتے میں بڑھ چکتا ہے اب کھانا چھوڑ دیتا ہے اور ریشم نکالنا شروع کر دیتا ہے بیٹھا بیٹھا اِدھر اُدھر سر کو موڑتا ہے یہاں تک کہ ریشم کا کویا اپنے اوپر بنا لیتا ہے اس ریشم کا ہر تار دوہرا ہوتا ہے کیونکہ انہی دو چھوٹی چھوٹی نلیوں سے نکلتا ہے۔ اور یہ تار لمبا بھی بہت ہوتا ہے +

یہ کویا تین چار دن میں بنتا ہے کبھی پانچ دن میں بھی۔ یہ اتنا بڑا ہوتا ہے جتنا کبوتر کا انڈا اور رنگ میں ہلکا سنہری۔ ان دنوں میں یہ گھٹتے گھٹتے پہلے سے آدھا رہ جاتا ہے اس لئے کہ ریشم اپنے اوپر بنتا ہے اور کھانا بالکل چھوڑ دیتا ہے۔ اب ایک پوست پھر اوتارتا ہے اس وقت وہ مردہ سا ہو جاتا ہے چکنا چکنا پوست ہوتا ہے بھورا رنگ۔ ایک طرف سے نکیلا جسم۔ جب کوئی کیڑا اس حالت میں ہوتا ہے تو انگریزی میں اُسے کرسلس کہتے ہیں دو تین ہفتے تک کویے کے اندر یہ اسی طرح پڑا رہتا ہے اور اس عرصہ میں اندر ہی اندر پر نکالکر پروانہ بنجاتا ہے۔ پہلے تو پوست کو پھاڑتا ہے پھر کویے سے نکلنے کی یہ ترکیب کرتا ہے کہ اُس کی تاروں کو جو بیچ سے جکڑی ہوتی ہیں منہ کے لعاب سے تر کرتا ہے

اور انہیں ہٹا کر باہر آنے کا رستہ اپنے لئے بنا لیتا ہے۔ اُنمیں سے جب بعض پروانے بنکر نکلتے ہیں تو اُڑ جانے کا ارادہ نہیں کرتے وہیں پڑے رہتے ہیں۔ اور مادہ وہیں انڈے دیتی ہیں پروانے اِس حالت میں کچھ کھاتے نہیں چند روز میں مر جاتے ہیں +

تخمیناً کوئی ۱۲ ہزار قسم کے پروانے اور تیتریاں ہیں۔ سب ریشم کے کیڑے کی طرح تبدیل ہوتی ہیں مکھیاں پودوں پر انڈے دیتی ہیں پودوں والے کرم جڑوں پتوں اور کھاد وغیرہ کو نقصان خراب کرتے ہیں بڑے ہوتے ہیں تو اکثر اپنی خوراک چھوڑ دیتے ہیں اور زمین پر گر پڑتے ہیں کبھی زمین کے اندر بیٹھ جاتے ہیں کبھی اپنے بچاؤ کی جگہ ڈھونڈ لیتے ہیں۔ وہاں ناپوست اوتارتے ہیں اب اور ہی شکل بن جاتے ہیں۔ گول مول اور لمبوترے اور نکیلے سے دونوں طرف سے ہیں۔ سر۔ دھڑ۔ پاؤں ذرا معلوم نہیں ہوتا۔ اِس حالت میں نہ کھاتے پیتے ہیں کچھ حرکت کرتے ہیں۔ تھوڑے عرصہ بعد اندر ہی اندر مکھی بنجاتے ہیں۔ پوست پھاڑ کر نکل آتے ہیں اور اُڑتے پھرتے ہیں۔ اور یہی حال مچھر کا ہے + مینڈک۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ وہ مینڈک کی صورت میں پیدا نہیں ہوتا۔ انڈے سے مچھلی کی صورت نکلتا ہے۔ مینڈکی انڈے دیتی ہے تو ایک رم نرم لعابدار شفاف چیز میں لپٹے ہوتے ہیں۔ پانی کی تہ میں کہیں رُککر جلی جاتی ہے۔ چند روز کے بعد بچے نکل آتے ہیں مگر اُن کی ٹانگیں نہیں ہوتیں۔ بڑا سر پتلی سی دُم معلوم ہوتی ہے گلپھڑا ہوتا ہے جس سے دم لیتے ہیں۔ جب تک یہ اِن کی شکل رہتی ہے پانی سے نہیں نکلتے اِس صورت کے جانور ہر تالاب میں ہوتے ہیں۔ پانی کے کنارے پر اکثر دیکھا ہوگا کہ تمہارے آتے ہی چھوٹی چھوٹی سیاہ رنگ کی مچھلیاں جھلک دکھا کر پانی کی طرف جاتی ہیں وہ اصل میں مینڈکوں کے بچے ہوتے ہیں۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد اُن کی شکل بدلنے لگتی ہے پہلے تو اُن کا دھڑ موٹا ہوتا جاتا ہے پھر آہستہ آہستہ پچھلی ٹانگیں نظر آنے لگتی ہیں اگلی چمڑے کے نیچے سے بنجاتی ہیں پہلے پہل وہ ایسے ہوتے ہیں کہ مینڈک انہیں باہر نہیں نکال سکتا اور نہ وہ [illegible] کر سکتا ہے۔ جب آہستہ آہستہ بڑھتے ہوتے ہیں تو خاصے مینڈک بنجاتے ہیں دُم گھٹتے گھٹتے بالکل غائب ہو جاتی ہے۔ اب گلپھڑے کی جگہ پھیپھڑا ہو جاتا ہے۔ مینڈک اُسی سے دم لیتا ہے۔ یہ تمام اِس قسم کے حالات اور واقعات ہیں جنہیں صدہا آدمیوں نے دیکھا اور تصدیق کی ہے مشہور شہر لاسا کے لامہ گورو کا بھی یہی حال ہے۔ کئی انگریز ڈاکٹروں نے بطور سیاحت وہاں جا کر اُس سے ملاقات کر کے اُس کے بیان کردہ واقعات کی تصدیق کی +

باب دوم

پارسی مذہب اور تناسخ۔ اِس مذہب کو مہرشی ویاس کی زندگی میں بمقام بلخ زردشت پیغمبر نے جاری کیا۔ یہ لوگ بھی ویدک دھرم والوں کی طرح چار وید مانتے۔ پارسی گئو رکشا کرتے۔ گوشت کھانے کو گناہ جانتے خدا کی ہستی کے قائل اگنی ہوتر کے فوائد سے آگاہ اور کو انادی مانتے اور تناسخ کے قائل ہیں۔ (دیکھو دساتیر فرازآباد دخشور آیت ۱۲۶ و ۱۳) صدہا مسلمان بھی زردشت کو نبی جانتے اور اُس کے معجزات کے قائل ہیں +

اِن کا پیغمبر ساسان اوّل اپنے نامہ کی آیت ۱۹ میں فرماتا ہے "روان از تنے بتنے است" یعنے روح ایک جسم سے دوسرے جسم میں جانیوالا ہے۔ اس کی شرح میں ساسان پنجم نے بہت شدت سے اِس عقیدہ کا ثبوت دیا ہے۔ اور نامہ اوّل آیت ۷۰ و ۷۲ میں بھی اِس کا ذکر ہے کہ اِس عالم میں انسان اپنے پہلے بدن کے اعمال کا نتیجہ شادی و رنج و خوشی رکھتا ہے + و ساتیر فرزآباد دخشور آیت ۷۶ و ۷۸ میں ہے۔ ہست روان گوہر ہستی سیاہک کاموس وجنباتند و اور امردم نامند و من و تو از اخواسند و ان فرشتہ اپنیہ ستی

ان کو مت مارو۔ اگر کوئی آدمی جان بوجھ کر بے آزار جانوروں کو مارے اور اس وقت سزا نہ پاوے تو ضرور خدا عالم الغیب سے دوبارہ جنم لیکر سزا پاویگا۔

۷۶ - کشتن زندبار برابر کشتن مرد بے آزار است یعنی بے آزار جیوان غیر موذی سر آنحضرت قرار است

۷۷ - وامید کہ کشندہ زندبار بارکش ستم یزدان والا گرفتار آید زیرا کہ خلاف فرمائش کرد۔

۷۸ - بترسید از خشم خدائے والا کہ گرفتش سخت است۔ ترجمہ۔ مارنا غیر موذی جانور کا مثلاً گائے گھوڑا گدھا۔ اونٹ بکری وغیرہ گویا انسان کا قتل ہے۔ مطلب یہ کہ اسکی سزا سخت مقرر ہے۔ اچھی طرح جانو کہ اس کے مارنے والا خدا کے غضب میں گرفتار ہے۔ کیونکہ اس نے خدا کے حکم کے برخلاف کیا ڈرو خدا تعالی کے غضب سے کیونکہ دیر گیر و سخت گیر و برتر ہے۔

۷۹ - بنام یزدان اگر تند بار کہ جانور جاندار آزار و جاندار کشندہ است۔ زندبار را کشد سزائے کشتہ شدہ کیفر کردار خون ریختہ و پاداش کنش بیجان کشتہ باشد چہ تندباران برائے سزا و کیفر داول اندلئے قتل حیوانات موذیہ نسبت جانداران بے آزار نتیجہ اعمال مقتولان است کہ ایزد تعالی تندباران را بہر سزا دادن ایشان آفریدہ۔ ترجمہ۔ اگر موذی جانور غیر موذی جانور کو مار ڈالے تو یہ غیر موذی کے اعمال کی سزا ہے کیونکہ تمام درندہ جانور صرف ان کے اعمالوں کی سزا کے واسطے مقرر کئے گئے ہیں۔

۸۰ - کشتن تندباران را شائستہ و ستودہ و درخواست چہ آنہا باز رفتہ و گذشتہ خون ریز و کشندہ بودہ اند و بے گناہاں را مے کشند سزا بندہ آنہا را بہرہ باشد۔ ساسان پنجم از خود سرحش می فزاید و میگوید چہ سزا دادن با آنہا یکی کردن و بیرہاں والا نہ داں رہ سپردن است این دانستہ شد و پرہال داد تا تندباران را بکشند چہ سزائے تندباران ست کہ اورا بکشند یعنے حصول قتل سباع رفیہ از بہر آنست کہ ایزد تعالی بفعل شان فرماں دادہ پس ہر کس کہ سباع را بکشد بفرمان خدا کار کردہ باشد

ترجمہ۔ تندباروں یعنے موذیوں کو مارنا اچھی بات ہے۔ کیونکہ وہ پچھلے جنم میں بے گناہوں کو مارتے تھے۔ ان کے سزا دینے والے کو پن ہوگا۔ اس آیت کی تشریح ساسان پنجم کرتا ہے کہ ان کو سزا دینا گویا خدا کے حکم کی تعمیل کرنا۔ (وخشوران وخشور فرازآباد آیت ۷۶ سے ۸۰ تک)

۸۱ - وروان ہمیدہ ستودہ پایندگان تنانی برائے آنکہ ایشان جز تن و تنانی نے یابند وروان نہ تن است و نہ تنانی۔ یعنے نفس ناطقہ جو قوت باصرہ سے دیکھا نہیں جاتا۔ اس کا یہ سبب ہے کہ جسمانی چیزوں کو دیکھنے والی طاقت و توانائی نہیں رکھتے۔ سوائے دیکھنے جسم کے اور جسمانی چیزوں کے لیکن روح نہ جسم ہے اور نہ جسمانی پس اس کو نہیں دیکھ سکتے ہیں۔

وبر وارش رواں بسیا نجی از آنہا روشن است چہ در یابد پایندگان و جنبایدہ بدرگ و پے مانند و دختو ہزار آگو بدبہرام یعنے فرشتہ موکل بامن گفت۔

۱۹ - رواں از تنے بہ تنے روندہ است از ہمہ چیز آزادان خداوند را نگر بدوزین فرو ترال

با آسمانہا مانند وزین زیر دستان از تنے بہ تنے آخشیجانی روند بتوضیح این فقرہ برآید۔ پس وخشور ہزدیرا گوید کہ خوشی دریافت پسندست و درد دریافت ناپسند یعنے خوشی۔ کہ بعربی آن را سرور گویند عبارت است از ادراک ملایم و مناسب و درد کہ الم گویند ادراک نامرضی و ناپسندیدہ۔

ترجمہ۔ روح کا حال خدا پر بالکل ظاہر ہے کیونکہ وہ تمام حالات کو جانتا ہے پیغمبر کہتا ہے مجھے بہرام فرشتہ نے کہا کہ روح ایک تن سے دوسرے تن میں تناسخ ہوتا ہے۔ دورے تیاگی لوگ یعنے سنیاسی لوگ ایشور کا درشن پاتے ہیں اور اس سے نیچے درجہ کے لوگ آسمانی کردوں میں رہتے ہیں اور ان سے نیچے کے درجہ والے مختلف قالبوں میں کرم کے موافق جنم لیتے ہیں۔ اور پسند کے مطابق چیز کا حاصل ہونا خوشی ہے اور دکھ مرضی کے مطابق چیز کا نہ پراپت ہونا۔

و دریافت گوہرانہ فرزدہ ہائے روانی ہست و ادراک بذات خود از صفات نفسانی است دیگر قوائے جسمانی را در آن مداخلت نیست۔ پس پس جدائے تن خوشی و درد و فراہم تواند شد زیرا کہ نفس ناطقہ نمے میر و بذات خود ادراک پسندیدہ و ناپسندیدہ مے کند پس اگر پسندیدہ رامے دریافت

اور اسرور حاصل مے شود و رنہ الم و دسیاں شدن و تباہ گشتن قوائے جسمانی ادراک نفس را ضرر نمے رساند زیرا کہ ادراک نفس بذات خود است نہ بوساطت قوائے جسمانی چنانکہ پیش ازین مرقوم شد۔ تن و یزدہائے او اگرچہ دریافت بودنا تاں باز دلیتے درون مہادیان گرفت۔ دبیرا فراز نگار اند با این پایا پیدار نباشند۔ یعنے جسم و قوائے جسمانی اگرچہ در ادراک محسوسات و جزئیات و تسمیہ کلیات واسطہ شدن ارہبر نفس درکار اند لیکن پائدار نمے باشند و خوشی و درد بخشی استوار باشد از خوشی و درد و تنانی بویژہ پس از کشودہ شدن پیوند زیرا کہ چندا استوار تر دریافت ساتر بود و گوہر روان از بیر دہائے تنانی استوار تر است پس دریافت او از دریافت تنانی استوار تر بود چہ تیر دہائے تنانی جز بیرون و پیدا نہ بینند و نداسند و تیر وئے خردی فرو رود در درون و پنہانہائے اونیز از پنہانہائے ستر سائی رسا تر باشد یعنے مدرکات و دریافت کردہ ہائے عقل کامل تر باشند از مدرکات حواس۔ چہ یافتہائے خرد سے آراران از چون بہادیان و خرداں و یزدان و یافتہائے یابندگان تن چون رنگہائے و برتو ہا و بوئیہا و در تراشدہ است کہ آزادگان ستودہ تر اند چون دانستہ گشت کہ دریافتہ و ہم دریافتن و ہم دریابند۔ دریافتہائے خرد سے رساتر باید کہ خوشی روانی۔ ساتر از خوشی تنانی بود و این خوشی را مانند بخوشی تنانی را نتواند کرد۔ چہ ستر سائیہا را چہ خوشی باز دہائے بویژہ با پروسیعنے محسوسات را نسبتے نیست با مجردات خصوصاً بذات یزدان پاک۔ پس گروہے کہ بر وزیر پیدا نیزان اند کہ در گفتار و کردار بپایۂ رسائی رسیدہ باشند ہر آئینہ بیگتی شیداں رسند۔ و زین فروتر گروہے نیک بخت کار حکمت کے آنچہ بیرون آمدہ باشند و بکشادگاہ مجائے آزادان نرسیدہ بودند۔ بہر یک از آسمانہا کہ خورش پیدا کردہ باشند پیوند نمند و خوشی بیکر شیکو و ریزہائے نسندیدہ کہ در روان سپہر است ہے یابند و آگر تندان منش برون نیامدہ اند و نیکی ایشان فرودن ست از تنے بہ تنے ہے روند۔ براہ فرائیش تا بر فرو رستگاری بند و این گردش را فرسنگسار گویند۔ و ار بدی در تن جانوران ناگویا در خور خوئے دآیند و آن را ننگسار گویند" (نامہ مشت ساسان نخست آیت ۸۰ و ۱۹ اسفرنگ وساتیر سنہ ۱۲۸۰ ہجری) +

ترجمہ۔ روحانیات کا جاننا اور اپنے آپ کا جاننا روح کا کام ہے اور کسی قوت جسمانی کو اس میں دخل نہیں۔ پس بعد جدائی تن کے خوشی اور درد جمع ہوتے ہیں کیونکہ نفس ناطقہ نہیں مرتا قدرت خود اچھی اور بری باتوں کو جانتا ہے۔ پس اگر وہ اچھی باتوں کو جانتا ہے اس کو ضرور حاصل ہوتا نہیں تو رنج جسمانی طاقتوں کے مخفی یا گم ہو جانے سے نفس کے علم کو ضرر نہیں پہنچتا زیرا کہ ادراک نفس کو خود بخود ہے۔ نہ کہ قوائے جسمانی کے ذریعہ سے جیسا کہ پہلے ظاہر کیا گیا۔ اور تن اور بدنی قوتیں اگرچہ روح کو محسوسات کے جاننے کے لئے واسطہ ہیں۔ لیکن پائدار نہیں رہتے۔ اور عقل کے مدرکات خود زیادہ کامل ہوتے ہیں حواس کے مدرکات سے۔ اور محسوسات کو کوئی نسبت نہیں ہے تمام مجردات کے ساتھ اور خاص کر خدائے تعالے کے ساتھ پس وہ گروہ کہ جو سب سے اعلے تر ہے وہ ضرور موکش پا جاتے ہیں۔ اور اس سے نچلے گروہ جو جسمانی آلائشوں سے بری ہو گئے ہیں وہ دیوتا ہوتے ہیں اور جو جسم کے میلخانے سے نہیں نکلے ہیں اور نیکی کرتے ہیں وہ ایک انسانی قالب سے دوسرے انسانی قالب میں جاتے ہیں تاکہ نجات پا جاویں اس کا نام فرسنگسار ہے۔ اور جو بدی کرتے ہیں وہ حیوان مطلق کے بدن میں جنم لیتے ہیں اس کا نام ننگسار ہے"۔ حکیم الٰہی جمشید فرماتے ہیں۔ رواں پایندہ و پاستانی ست نا نوشدہ یعنے نا آفریدہ چہ پرو دہ شدہ او بیشتر مایہ ہمی باشد پس اگر رواں پاستانی نہ بود و ساکی (مادی) ہے مانند حکیم الٰہی حی ازام فارسی فرماتے ہیں پایندہ در فرودین جہان رواں است۔ دیگر چیز از دم نگرد یعنے روح ہمیشہ رہنے والی اور قدیم ہے جدید یا نوپید نہیں ہے۔ کیونکہ ہر نوپید چیز پیدا ہونے سے پیشتر مادہ ہوتا ہے۔ پس اگر روح قدیم نہ ہو تو مادی ہوگی نہ کہ جوہر مجرد +

ہمیشہ رہنے والی جہان میں روح ہے۔ اور سب چیزیں درہم برہم ہو جاتی ہیں +

فاضل عبد الکریم شہرستانی لکھتا ہے بذکر فرقہ مجوس منہم ... [illegible]

فی الاجساد والانتقال من شخص الی شخص و ما یلقی من الراحة والتعب والاعتد
والنصب فمرتب علی ما سلف قبل و هو فی بدن آخر جزاء علی ذالک والانسان
ابدا فی احد امرین و مانی فعل اما فی جزاء وما هو فیه واما مکافاة علی عمل
قدمه واما ینتظر والمکافاة علیه والجنة والنار فی هذه الابدان واعلی علیین
درجة النبوة واسفل السافلین درجة الجنة فلا وجود اعلیٰ من درجة الرسالة
ولا وجود اسفل من درجة الجنة ومنهم من یقول المدارج الاعلیٰ درجة
الملئکة واسفل درکة الشیطانة و یخالفون بهذا المذهب سائر الثنویة
(یعنی قائلین ظلمت و نور) فانهم یعنون بایام الخلاص رجوع اجزاء النور
الی عالم الشریف الحمید و بقاء اجزاء الظلام فی عالم الخسیس الذمیم (از ملل
والنحل عربی) + ترجمہ - (ذکر کرتا ہے فرقہ مجوس کا) اُن میں سے تناسخ ارواح کو جسموں
میں اور انتقال ایک وجود سے طرف دوسرے وجود کے مانتے ہیں - اور جو اس کو ملتا ہے
خوشی اور رنج سے اور مراتب کا انحصار ہے اوپر پہلے افعال کے اور وہی ہے مابعد کے
بدن پر اور اسی طرح انسان ہمیشہ اُن اعمال کی کیفیت پر ہے نہ افعال ہیں بلکہ جزائیں
اور اس کا جسم نہیں ہے الا اپنے کرموں کے بدلے بھگتنے کے واسطے لیکن کرم منتظر
بدلے کا - بہشت و دوزخ انہیں اجسام میں ہے - اور سب سے بڑا درجہ نبوۃ کا ہے اور سب سے
نیچا درجہ جنوں کا ہے - پس نہیں ہے وجود درجہ رسالت سے اعلیٰ اور نہ کوئی درجہ ہے
اسفل درجہ جنی سے - اور اُن میں سے ایک فرقہ کہتا ہے کہ سب سے بڑا درجہ ملائکہ ہے اور سب سے
نیچا درجہ شیطانوں کا ہے - اور مخالفت کرتے ہیں اس فرقہ کے تمام ثنویہ لوگ - اور
وہ اس طرح خیال کرتے ہیں کہ نجات کیا ہے - کہ رجوع ہے طرف بڑے عالم نور کے
اور پیچھے چھوٹ جانا اجزا کا طرف اندھیرے عالم کے +

باب سوم

بُدھ مذہب اور تناسخ - یہ مذہب مسیح سے ۶۲۰ برس پہلے آریہ ورت
میں جاری ہوا - اس کے بانی مبانی ساکھی سنگھ گوتم بُدھ قوم راجپوت تھے
اس قوم کے نشانات افریقہ - ایشیا - یوروپ و امریکہ بلکہ جزائر میں بھی ملتے ہیں
فی الحال چین - جاپان - برہما - سیام - انام - تبت لنکا - چینی تاتار وغیرہ جگہوں میں
اس مذہب کا بڑا زور شور ہے - تقریباً ۔ کروڑ لوگ اس مذہب کے پیرو اور بُدھ کہلاتے
ہیں اِن کا اعتقاد ہے کہ کرم کے مارے بار بار جنم لینا پڑتا ہے جو جیو آتما کہلاتا ہے
سو کوش خزانہ میں نہیں کیونکہ پانچ سکندھ میں رہتا ہے اُن کے یہ نام ہیں - روپ
ویدنا - سنگیا - سنسکار - وگیان - مرتیو کے سمے یہ سب سکندھ نشٹ ہو جاتے
ہیں " (آواگون وچار صفحہ ۷) +
بُدھ مذہب کے مقلدوں کا بڑا مقصد یہ ہے کہ نروان (مکتی) حاصل کریں یعنے فنا
ہو جاویں کیونکہ بُدھ کی تعلیم کے بموجب انسان نفسانی شہوتوں اور محنتوں اور آتما
دائمی آواگون یعنے تناسخ سے اسی طرح نجات پا سکتا ہے (صفحہ ۹۰ مختصر تاریخ ہند تصنیف جسٹس
مور) اس نے یہ تعلیم دی کہ انسان کی موجودہ اور گذشتہ اور آئندہ جنموں کی کیفیت نتیجہ
اُنہی کے اعمال (کرم) کا نتیجہ ہے - انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا - اور چونکہ ہر بدی کی
سزا اور ہر عمل نیک کی جزا لابد ہے - لہٰذا جس فعل کے لئے جو نتیجہ لازم ہے وہ تو پوجا پاٹ
اور نذر دیوتے وغیرہ کے روک سکتے ہیں - راحت و رنج جو اس دنیا میں لاحق ہوتے ہیں اُن کو

ہمارے گذشتہ جنم کے اعمال کا نتیجہ لازمی تصور کرنا چاہئے - اور اس جنم کے اعمال پر ہمارے
آئندہ کے جنم کی راحت و رنج منحصر ہو گی جب کوئی ذی حیات فوت ہوتا ہے تو اپنے
اعمال کے موافق ادنےٰ یا اعلیٰ حالت حیات آئندہ میں پھر جنم لیتا ہے اور اُس کا واجب
الجزا اور واجب التعزیر ہونا اُن افعال کی میزان کُل پر جو اُس سے پہلے جنموں میں سرزد
ہوئی موقوف ہے " (صفحہ ۱۰۱ مختصر تاریخ ڈاکٹر ڈبلیو ہنٹر صاحب ۱۸۹۷ء) +
یہ قدرتی بات ہے کہ دل ہمارا اُن مسائل کی تردید کا مقابلہ دیر تک کریگا جن سے عقدہ
مالاینحل حل ہو جاتے ہیں - مسئلہ تناسخ خواہ بروئے عقائد برہمنان مانیں خواہ بروئے
مسائل مذہب بُدھ - یہ کسی طرح قابل تردید نہیں ہے - بلکہ اس کمی بیشی رنج و راحت کی
جو دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں اُس کا پُورا تسلی بخش جواب ہمیں اس مسئلہ سے مل جاتا ہے
مثلاً ایک بچہ اندھا ہے یہ اس کا اندھا پن پچھلے جنم میں آنکھ کے بُرے استعمال کا نتیجہ ہے
مگر وہی اندھا جو طاقت شنوائی اعلیٰ درجہ کی رکھتا ہے اُس کا یہ سبب ہے کہ وہ
پچھلے جنم میں دھرم شاستر کے سُننے کا بہت شوق رکھتا تھا - اسی طرح ہر ایک
کی وجہ قوی اور تسلی بخش مل سکتی ہے - اِن واقعات کے تسلی بخش جواب کی کوئی تردید
نہیں کر سکتا - کیونکہ اُن امور کی دریافت انسانی طاقت سے باہر ہے +
(بُدھ مذہب مصنفہ ٹی - ڈبلیو - ڈیوڈ صاحب صفحہ ۹۹) +
مذہب دوم - مردم چین را شکیا - (یعنے ساکرہ شک منی) وا منوت مے نامند
وایں مذہب از ملک ہندوستان آوردند کہ اکنوں آں را ہندوستان مے نامند و مردم چین
بہ پنج عنصر قایل اند اہل مذہب شکیا مے گویند کہ جمیع موالید عالم سفلی ازیں عنصر مرکب اند
و عالم ہائے بسیار اند و بر تناسخ قایل اند - و مطلقاً گوشت خوردن جائز ندارند نفس
را لا یموت مید انند - (از تاریخ چین فارسی صفحہ ۹۰ و ۹۱) +

باب چہارم

مختلف ممالک کے حکما اور فلسفہ دانوں کی رائیں طالیس الملیطی یونان کے سب سے پہلے فیلسوف کا اعتقاد

قال من الروح ان الارواح غیر فانیة بل هی ازلیة - ابدیة - جمع الاسرار
المخفیة لا تخفی علی الائمة علیهم - وکان اول الیونانیین الذین عرفوا علم
الطبیعة وعلم الهیئة وکان یزعم ان الماء هو الاصل الاول - وان جمیع الا
شیاء تتغیر دائما من حالة الی حالة الی ان یؤول امرها الی رجوعها ماء و
ان سائر ما فی الکون لا یخلو من احساس ما فانه مملوء مما لا یدرکه الطرف
من المخلوقات وکلها متحرکة ذات ارواح وان الارض فی وسط العالم تتحرک
علی مرکزها الاصلی - (تاریخ الفلاسفه صفحه ۶ و ۷) +
ترجمہ - ارواح غیر فانی اور ازلی و ابدی ہیں - اور کوئی اسرار پوشیدہ اس سے مخفی
نہیں ہیں - یونانیوں سے یہ پہلا تھا - جنہوں نے علم طبیعیات و الہیات کو جانا ہے
اور وہ خیال کرتا ہے کہ اصل اول جو ہے وہ پانی ہے - اور تمام چیزیں ایک حالت سے
دوسری حالت میں بدلتی رہتی ہیں - اور آخر رجوع کرتی ہیں طرف پانی کی اور وہ تمام

من غير فرق كما انها اذا خرجت من جسم اي حيوان تدخل في جسم
انسان او في جسم حيوان فلذلك كان فيثاغورث يشدد في منع اكل
الحيوانات وكان يزعم ايضاً ان ذنب من يقتل الذبابة او الزنبور او غير
هما من الهوام مثل ذنب الذي يقتل انساناً حيث ان سائر الارواح واحدة
متنقلة في جميع الحيوانات واراد فيثاغورث ان يثبت الجماعة مذهبه
في تناسخ الارواح فاخبرهم انه كان سابقاً في جسد اسمه اثاليدس
وادعى كان ابن عطارد من الهة اليونان - وكان عطارد يقول له
ان ذاك يسلني ما تحب تعطه ما عدا البقاء والدوام حي. ثم عرضك في
مقصودك فطلب منه ان يعطيه قوة تذكر جميع اشياء التي تحصل له في
الدنيا في حياته وبعد مماته ومن ذالك الوقت صار يعلم بجميع ما يقع
في الدنيا واخبرهم ايضاً بانه لما خرج من جسم اثاليدس انتقل الى جسم
اوفوربه وكان حاضراً في حصار هيلينة بزادة وجرحه شخص يسمى
منيلاس جرحاً شديداً وبعد ذلك خرج الى جسم هرموتيموس
وفي هذا الزمن اراد ان يثبت للناس بما وهبه له عطارد فذهب
الى بلاد البرانجيدس ودخل هيكل ابولون واذا هنا بترس دروعه البالية
التي كان سلبها منيلاس حين جرحه وبذرها الى ذالك الهيكل للا
على نعرتد ثم انتقل الى جسم صياد يسمى پوروس ثم الى ذالك الجسم الذى
هو فيثاغورث وانه لم بعد انتقاله الى جسم ديك كذا او طاؤوس كذا او غير
ذالك وقال انه حين سفر الى اودية جهنم رأى روح الشاعر
هزيودس مسلسلة في الاغلال ومصلوبة وعمود ويقاسي الشدائد
جداً - ورأى ايضاً روح هومرس معلقة في شجرة واختلطت بها الافاعي
من كل جانب وذلك عقاب له على اكاذيبه التي كان ينسبها للالهة ورأى
ارواح الرجال الذين كانوا لا يحسنون العشرة مع نسائهم ويسيئون
في غاية العذاب في تلك الاودية والقفرات فيثاغورث بنى له تحت
الارض حجرة صغيرة وعند ما اراد النزول فيها اوصى امه ان تكتب مع
التحقيق سائر ما يحصل في مدة غيبته وسجن نفسه فيها سنة كاملة
ثم خرج منها نحيفاً اشعث اغبر في صورة مهولة وجمع الناس واخبرهم
انه كان في جهنم ولاجل ان يحملهم على تصديقه في ذالك شرع يذكر لهم
ما حصل في مدة غيبته فظنوا انه فوق سائر البشر وزادوا في حاله و
بكوا وتضرع الرجال اليه ان يعلم نساءهم - كان يقول ان الالهة
تكره القربان من ذوي الارواح وانها تغضب على من يزعم تشريفها بالقربان

ترجمہ - یہ خیال کرتا ہے کہ حیوان کے روح ہے اور ادراک - اور اس روح کے لئے لمبا دورہ ہے - یہ حیوان کی روح تمام آدمیوں اور حیوانات کی روح کو گھیرا کرتی ہے یا شامل ہے - اور وہ کہتا ہے کہ روحیں کم و بیش یعنی فنا نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ وہ اکثر میں پھرتی ہیں - ایک طرف سے دوسری طرف اور جس وقت کوئی جسم ملتا ہے پس اس میں داخل ہو جاتی ہیں مثلاً جس وقت ایک روح انسان کے جسم سے نکلتی ہے - اور اس کا اتفاق پڑے گھوڑے اور بھیڑ گدھے - موش یا پرند اور ماہی وغیرہ حیوانات کے جسم سے جیسا کہ ہو - پس وہ داخل ہوتی ہے - ایسا ہی انسان کے جسم میں بغیر کسی فرق کے جیسا کہ نکلتی ہے کسی اور حیوان کے جسم سے اور داخل ہوتی ہے - انسان کے جسم میں یا کسی حیوان کے جسم میں - پس اسی واسطے فیثاغورث حیوانات کے کھانے کی ممانعت میں سختی کرتا تھا - وہ خیال کرتا تھا کہ ایسا ہی گناہ ہے مکھی - زنبور اور ایسے اور گزندہ کے مارنے کا جیسا کہ انسان کے قتل کا - اس لئے کہ تمام روحیں ایک جیسی ہیں - انتقال کرنے والے تمام حیوانوں میں اور ارادہ کیا ہے فیثاغورث نے ایک جماعت کے روبرو - روحوں کے تناسخ کے ثابت کرنے کا - اور اس نے ان کو خبر دی ہے کہ میں پہلے اثیالیدس کے جسم میں تھا - جو ابن عطارد کے نام سے یونان کے دیوتاؤں میں موسوم ہے - اس سے میں نے دعا مانگی - عطارد نے میرے لئے کہا تھا کہ تو مانگ جو کچھ کہ مانگتا ہے - تاکہ میں تجھے دوں - جو کہ تیرے لئے لازوال زندگی کو مہیا کرے - یہاں تک کہ تیری غرض اور مقصود پوری ہو دے - پس میں نے مانگا کہ وہ دیوے قوت یادداشت تمام ان اشیاء کی جو حاصل ہوں گی مجھ کو دنیا میں میری زندگی میں اور بعد موت کے اور اس وقت سے مجھے تمام چیزوں کی سرگذشت یاد ہے اور پھر بتلایا کہ ایسا ہی جب اثیالیدس کے جسم سے انتقال کر آوفوربہ کے جسم میں آیا اور وہ ایک شہر کے قلعہ میں بحالت محاصرہ تھا اور مجھے زخم پہنچا تھا ایک آدمی سے جس کا نام منیلاس تھا - یہ زخم بڑا سخت تھا - پھر وہاں سے نکل کر ہرموتیموس کے جسم میں گیا اور اس زمانہ میں یہ ارادہ کیا کہ میں لوگوں پر ثابت کروں کہ جو کچھ کہ مجھے عطارد نے بخشا تھا - پس گیا میں طرف شہر برانجیدس کے اور داخل ہوا اپولو کے عبادت خانہ میں اور پھر جا کر ان کو دکھلائے وہ پرانے پھٹے ہوئے کپڑے جو بحالت زخمی ہونے منیلاس کے چھینے گئے تھے - اور بعد ازاں اسی عبادت خانہ کی نذر کر دیئے بطور اعتقاد کے پھر میں نے انتقال کیا طرف جسم صیاد کے جس کا نام پوروس بعد ازاں یہ جسم لیا جس کا نام فیثاغورث ہے اور تحقیق اس کے سوائے میں نے خروس اور طاؤس کے جسم میں بھی دھارے تھے ؎

اور بیان کیا گیا کہ جس وقت میں سفر کرتا تھا دکھ کے مقاموں کا - دیکھا میں نے ہزیودس شاعر کی روح کہ وہاں زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی - اور ستونوں کے بیچ میں تھا - اور سخت تکالیف جھیل رہا تھا - اور پھر میں نے دیکھا ہومر کی روح کو کہ وہ درخت سے لٹکا ہوا تھا - اور اس کے گرد اگرد سانپ تھے - یہ عذاب اس کو ان بطلانوں کے بدلے میں تھا - جو اس نے دیوتاؤں کے بدلے میں بولا تھا - پھر اس نے دیکھا ان آدمیوں کی روحوں کو جو اپنی عورتوں سے خوش گذران نہیں کرتے اور ان کو سخت تکالیف دیتے ہیں - انہیں دکھ کے مقامات ہیں ؎

پھر اتفاق ہوا فیثاغورث کے واسطے کہ اس نے بنایا زمین کے نیچے ایک چھوٹا سا حجرہ اور جس وقت وہ اس میں اترنے لگا تب اپنے پیروؤں کو کہا کہ جو کچھ ان کو حاصل ہووے اس کے غیب میں اسے بالتحقیق لکھیں اور خود حجرہ میں ایک برس بند رہا - بعد ازاں اس میں سے نکلا - نحیف البدن - پراگندہ موئے - غبار آلودہ - خوفناک صورت میں اور سب کو اکٹھا کیا - اور کہا کہ میں دوزخ میں تھا - اور ان کو اپنا تصدیق کرنے کے لئے اپنے بیانات مذہب کے لئے اس نے ان کو سال بھر کی غیب کی باتیں دس سے جتنے انہوں نے یقین کر لیا کہ وہ سب آدمیوں سے بڑا ہے - اور اس کے حال پر گریہ وزاری کی - یہاں تک کہ ان کی عورتوں نے جان لیا کہ وہ کہتا تھا کہ دیوتے جانوروں کی قربانیوں سے کراہت کرتے ہیں - اور جو قربانی سے ان تک پہنچایا چاہتے ہیں ان پر غضب کرتے ہیں (از تاریخ الفلاسفہ)

ایڈورڈ ٹیلر صاحب ڈی - سی - ایل - ایل - ڈی - کہتے ہیں - کہ جسم روح کے رہنے کی جگہ ہے - جو کہ مرے پر نکل جاتی ہے - جیسے کہ آدمی چلتے ہوئے گھر کو چھوڑ دیتا ہے - ترقی کے زینہ پر ایک روح بہت اجسام میں جا سکتی ہے

یعنے ایک کے بعد دوسرے میں - نروفٹ سے آئیسٹر میں - اور اُس سے ٹڈے میں
اور اُس سے عقاب میں - اور پھر اُس سے مگر مچھ میں - اور اُس سے کُتّے میں حتّٰی
کہ آدمی میں آجاتی ہے اور پھر انسان سے بڑھکر برا تسول یا فرشتوں میں جو عالم بالا
میں رہتے ہیں اور اُس سے اعلٰی حالت میں جس کے اصل ارادوں کو مسٹر ڈوچی اور
سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا - کیونکہ ہماری تحقیقات کے قرائن بیان تک بس ہو جاتے
ہیں - سب سے بڑھکر آدمی کی آخری جگہ سوریج لوک ہے - پاک روحیں جو اِس کے
نورانی گیسوں کا مجموعہ ہیں - وہی نظام شمس کے قیام کا باعث ہیں - (دیکھو ڈاکٹر جلد ۲ صفحہ ۱۶)
زمانہ حال کے جرمن فلاسفر جی - ای - لیسنگ صاحب روح کی بابت لکھتے ہیں کہ
روح مفرد ہے اور بیحد خیالات کو رکھ سکتی ہے - لیکن چونکہ وہ خود حد والا ہے تو
اِس واسطے ایک ہی وقت بیحد خیالات رکھنے کے ناقابل ہے - اگر مان بھی لیا جاے
کہ وہ آہستہ آہستہ اُن خیالات کو حاصل کرتا ہے تو ضرور ہے کہ اِن خیالات
کے حاصل کرنے کے واسطے ایک ترتیب وار سلسلہ ہو - تا حال روح پانچ حواس رکھتا ہے
لیکن نہ تو کوئی ایسی دلیل ہے کہ جس سے ہم مانیں کہ وہ پانچ حواس کے ساتھ پیدا ہوا
اور نہ یہ کہ وہ پانچ ہی کے ساتھ ختم ہو جاویگا - مگر چونکہ قدرت چھلانگیں نہیں مارتی
کہا - اور چونکہ بڑے درجوں سے قدر کر اُس حالت میں جا پہنچا ہے - جس کو حواس محسوس
اس واسطے روح تمام چھوٹے درجوں سے گذر کر اُس حالت میں جا پہنچا ہے - جس کو حواس محسوس
قدرت میں بہت سے مادّے اور طاقتیں اِس قسم کی موجود ہیں - جن کو حواس محسوس
نہیں کر سکتے - اسواسطے یہ ضرور مان لینا چاہئے - کہ قدرت میں آئندہ ایسے
مدارج ہونگے جن میں کہ روح اِس قسم کے حواس پیدا کریگا - جو قدرت کی طاقتوں
کے مطابق ہوں - (چیمبرس ان سائیکلوپیڈیا) +

حکیم سقراط کا مذہب - یہ حکیم عام طور پر تناسخ کی تعلیم دیتا اور باربار دنیا میں
اِس مسئلہ کی وعظ کرتا تھا - یہ یونان کے نامی حکیم افلاطون کا اُستاد تھا وہ روح
کے انادی اور غیر فانی ہونے کا قائل اور بڑے مضبوط دلائل سے اُس کے وجود پر
بحث کیا کرتا تھا - چنانچہ لکھا ہے کہ سقراط سے اُس کا شاگرد سی بیز سوال کرتا ہے
کہ اے سقراط اگر علاوہ اِس کے تمہارا یہ اصول جس کے بیان کرنے کے تم اکثر
مشتاق ہو - کہ ہمارا علم صرف ایک یادداشت کے طور پر ہے سچ ہو تو میں خیال
کرتا ہوں کہ ہم اِس کو جس کو کہ اب ہم اپنی یادداشت میں لے آتے ہیں کسی پہلے
وقت میں پڑھ چکے ہونگے - اور یہ ناممکن ہے کہ سوائے اُس حالت کے کہ ہماری
روحیں پیشتر اِس سے کہ وہ اِس انسانی جسم میں آئیں موجود رہ چکی ہوں - اِس
طرح یہ روح کو انادی ماننے کے لئے اور ایک دلیل ہو سکتی ہے -
اِس پر سمّیس دوسرے شاگرد نے کہا کہ اے سی بی از اِس کا کیا ثبوت
ہے مجھ کو یاد دلا - کیونکہ اس وقت وہ مجھ کو صاف طور پر یاد نہیں ہیں
وہ دلائل مجھ کو یاد دلا - کیونکہ اس وقت وہ مجھ کو صاف طور پر یاد نہیں ہیں
سی بی از نے جواب دیا کہ ایک دلیل اور جو کہ وہ سب سے زبردست ہے -
یہ ہے کہ اگر تم آدمیوں کو سیدھی طرح سے کسی بات کی بابت سوال کرو
تو وہ تم کو صحیح صحیح خود بخود جواب دینگے - لیکن وہ اس کے جواب دینے کے قابل
نہ ہوتے اگر اُن میں علم اور سچی عقل نہ ہوتی - اِس کے علاوہ تم اُن کو ایسی چیزیں
جیسی اقلیدس کی شکلیں دکھلاؤ - تب اِس مسئلہ کا ثبوت تم کو پورا پورا مل جائیگا

سنہ ۱۸ اِس پر مصنف نوٹ دیتا ہے - کہ اس کی مثال کے لئے صفحہ ۸۲ - الف کا صفحہ جہاں
کہ اِس جگہ کی طرح سقراط دوبارہ یاد آجانے کے مسئلہ کو ثبوت کرتا ہے اور وہ ایک غلام کو
جبکہ اقلیدس کا بالکل ناواقف تھا - اقلیدس کی بابت معقول سوال کرنے سے روح کے
انادی ہونے کو ثابت کرتا ہے اور شکلوں کی مدد سے اس سے ٹھیک جواب حاصل کرتا ہے "

(دیکھو ٹرائیل اینڈ ڈیتھ آف ساقراطیز مترجمہ چرچ صاحب ایم - اے سنہ ۱۸۹۰ء
صفحہ ۱۰۰ اور وہ بحث ہے جو روح کے انادی
صفحہ ۱۳۲) اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۰ اور وہ بحث ہے جو روح کے انادی
ہونے پر ہے اور میموریبلیا آف ساقراطیز میں ایسا ہی ہے - (مصنفہ زینوفن

مترجمہ ایڈورڈ پی - سی) +

جب سقراط نے اپنی آیندہ زندگی اور فلاسفروں کا موت پر خوشحالی کا ذکر کیا - کہ وہ
موت سے ناراض نہیں ہوتے بلکہ خوش ہوتے ہیں - تب سی بی از نے پوچھا کہ اے سقراط
جو تو کہتا ہے اُس کا بہت سا حصہ ٹھیک ہے - لیکن بعض اشخاص روح کے
بیان پر جو تم نے کیا ہے اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ بدن سے نکلنے کے
بعد نہیں رہتی بلکہ موت کے دن ہی تباہ و برباد ہو جاتی ہے - وہ خیال کرتے ہیں
کہ اُسی لحظہ جب کہ وہ بدن سے جدا کی جاتی ہے وہ سانس یا دھواں کی طرح
پراگندہ ہو جائیگی اور اِس لئے وہ نابود ہو جاتی ہے - اگر وہ جسمانی بُرائیوں سے
کسی خاص جگہ پر رہتی تو بیشک ہم مان لیتے کہ جو کچھ تم نے کہا ہے وہ ٹھیک ہے
لیکن اِس بات کے واسطے کافی وجوہات اور دلائل ہونی چاہئیں کہ وہ موت
کے بعد رہتی ہے - اور اُس وقت عقل و دانائی کی طاقت رہتی ہے - سقراط نے کہا
کہ اے سی بی از یہ ٹھیک ہے - لیکن کیا اب تمہاری مرضی ہے کہ ہم اِن مسائل
پر گفتگو کریں اور پھر دیکھیں کہ آیا جو کچھ میں کہتا ہوں ممکن ہے +
سی بی از نے کہا کہ میں بیشک اِن مسائل پر آپ کی مفصل رائے یعنی بحث خوشی
سے سُنونگا - سقراط نے کہا کہ پس اگر تم چاہتے ہو تو آؤ ہم اِس سوال کی پڑتال
کریں - ہمیں یہ بات کہ آیا آدمیوں کی روحیں موت کے بعد دوسری دُنیا میں رہتی
ہیں یا نہیں - اِس طرح سوچنا چاہئے - یہ ایک پُرانا اعتقاد ہے جو کہ ہم بھی جانتے
ہیں - کہ روحیں اِس دُنیا کو چھوڑنے کے بعد وہاں دوسری دُنیا میں رہتی
ہیں - اور پھر مُردوں سے
اور یہ بھی کہ وہ یہاں پر یعنے اِس دُنیا میں واپس آتی ہیں - تو یہ ضروری ہے
پیدا ہوتی ہیں - یعنی پُنر جنم لیتی ہیں +
لیکن اگر یہ ٹھیک ہے - زندہ مُردوں سے پیدا ہوتے ہیں - تو یہ ضروری ہے
کہ ہماری روحیں وہ دوسری دُنیا میں رہیں - کیونکہ بغیر اِس کے وہ پُنر جنم نہیں
لے سکتیں - یہ ایک کافی ثبوت ہوگا - اور ٹھیک ہے کہ اگر ہم صحیح یہ ثابت
کر دیں کہ زندہ صرف مُردوں سے ہی پیدا ہوتے ہیں - لیکن اگر ایسا نہ ہو تو پھر
ہمیں ضرور کوئی دلیل ڈھونڈھنی پڑیگی +
سی بی از نے کہا کہ بیشک اِسی طرح ہے - سقراط نے کہا کہ سب سے آسان طریق
اِس سوال کے جواب دینے کا یہ ہوگا کہ ہم نہ صرف آدمی کی بابت سوچیں بلکہ تمام
حیوانات اور پودوں بلکہ تمام چیزوں کی بابت جو پیدا ہوتی ہیں - کیا ہر ایک چیز جس کا
کوئی متضاد ہے صرف اپنے متضاد سے ہی پیدا ہوتی ہے ؟ ضدین سے میری مُراد
یہ ہے - شریف اور کمینہ - انصاف اور ظلم اور اسی طرح اور ہزاروں مثالیں ہیں +
ہمیں اب دیکھنا چاہئے کہ کیا ہر ایک چیز کے واسطے کہ جس کا کوئی متضاد ہے ضروری
ہے کہ وہ صرف اپنے متضاد سے پیدا ہو - مثلاً جب کوئی چیز کسی دوسرے سے
بڑی ہوتی ہے تو میرا خیال ہے کہ وہ پہلے ضرور چھوٹی ہوگی - تب پھر بڑی ہوگی
سی بی از نے کہا کہ ہاں -
سقراط - اور اگر کوئی چیز چھوٹی ہوتی ہے تو ضرور وہ پہلے بڑی ہوگی - اور پھر
بعد ازاں چھوٹی ہوئی ہوگی +
سی بی از بیشک ایسا ہی ہے -

ثبوت تناسخ

سقراط۔ اور پھر کمزور چیز طاقتور سے پیدا ہوتی ہے اور طاقتور کمزور سے۔
سی بی از۔ بے شک۔
سقراط۔ اور بدتر پیدا ہوتا ہے۔ خوب تر سے اور زیادہ منصف زیادہ ظالم سے
سی بی از۔ بے شک
سقراط۔ تو اب کافی طور پر ہم کو ظاہر ہو گیا کہ تمام چیزیں اسی طرح پیدا ہوتی ہیں۔ یعنے متضاد چیز اپنے متضاد کو پیدا کرتی ہے۔ سی بی از۔ ایسا ہی ہے +
سقراط۔ اور کیا متضاد کی ہر ایک جوڑی میں جوڑی کی دو چیزوں کے درمیان دو تبدیلیں نہیں رہتیں۔ یعنے ایک سے دوسرے میں اور پھر دوسرے سے پہلے میں بڑی اور چھوٹی کے درمیان بڑھنا اور کم ہوتا۔ اور کیا ہم یہ نہیں کہتے ہیں۔ ایک بڑھتا ہے تو دوسرا کم ہوتا ہے + سی بی از۔ ہاں۔
سقراط۔ پھر اسی طرح جدائی ہے۔ اور ملاپ ہے۔ اور سردی ہے اور گرمی وغیرہ کیا یہ عام قاعدہ نہیں ہے۔ اگرچہ ہم اس کو ہمیشہ انتے الفاظ میں نہیں بیان کرتے کہ متضاد ہمیشہ ایک دوسرے کو پیدا کرتے ہیں اور یہ کہ اُن کے درمیان ایک شے کے دوسرے میں تبدیل ہونے کا عمل ہے۔
سی بی از۔ ضرور یہ ہے۔
سقراط۔ تو اچھا بتاؤ کہ زندگی کا کوئی متضاد ہے؟ اسیطرح کہ جسطرح نیند جاگنے کی متضاد ہے
سی بی از۔ بے شک ہے۔
سقراط۔ وہ کیا چیز ہے
سی بی از۔ نے کہا کہ موت۔
سقراط۔ تو اگر زندگی اور موت متضاد ہیں تو کیا وہ ایک دوسرے سے پیدا ہوتی ہیں۔ وہ دو ہیں اور اُن کی دو تبدیلیاں ہیں۔ کیا یہ ایسا نہیں؟
سی بی از۔ بے شک۔
سقراط۔ نے کہا کہ اب میں تم سے ان دو باہمی متضاد جوڑوں میں سے جنکا ابھی ذکر ہوا ہے۔ ایک کا ذکر کرونگا۔ اور دوسرے کا بیان تم نے کرنا۔ نیند جاگنے کی متضاد ہے۔ نیند سے جاگنے کی حالت پیدا ہوتی ہے اور جاگنے کی حالت سے نیند پیدا ہوتی ہے۔ ان کی دو تبدیلیاں پہلے سونا ہے اور دوسری جاگنا۔ کیا یہ ظاہر ہے۔
سی بی از۔ ہاں یہ بالکل ظاہر ہے۔
سقراط۔ اور تم مجھے اب زندگی اور موت کی بابت بتلاؤ۔ کیا موت زندگی کی متضاد ہے یا نہیں
سی بی از نے کہا کہ ہاں یہ باہمی ضدیں ہیں +
سقراط۔ نے کہا کہ کیا یہ ایک دوسرے سے پیدا ہوتی ہیں یا نہیں +
سی بی از نے کہا کہ ہاں پیدا ہوتی ہیں +
سقراط نے کہا تو پھر وہ کیا چیز ہے جو زندہ سے پیدا ہوتی ہے اُس نے جواب دیا کہ موت اور مُردوں سے کیا پیدا ہوتی ہے اُس نے کہا کہ مجھے کہنا چاہئے کہ زندہ۔ تو پھر اے سی بی از زندہ چیزیں اور زندہ آدمی مُردوں سے پیدا ہوتے ہیں اُس نے کہا کہ یہ تو صاف ظاہر ہے۔
پھر سقراط نے کہا کہ ہماری روحیں اگلی دُنیا میں رہتی ہیں۔ سی بی از نے کہا کہ یہ تو صاف ظاہر ہے
سقراط۔ اب ان دو تبدیلیوں میں سے ایک تو بالکل ٹھیک ہے۔ یعنے میں خیال کرتا ہوں کہ موت ٹھیک ہے۔ کیا ایسا نہیں ہے۔ سی بی از بولا کہ ہاں بالکل ایسا ہی ہے +
سقراط۔ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے کیا ہمیں اس کے مخالف ایک اور تبدیلی نہیں ماننی چاہئے؟ کیا قدرت اس جگہ پر نامکمل ہے؟ کیا یہ ضرور نہیں کہ ہمیں مرنے کے بعد بھی کوئی مخالف تبدیلی ماننی چاہئے +

سی بی از بولا کہ میں بیشک ایسا ہی خیال کرتا ہوں +
سقراط۔ اور وہ کیا ہونا چاہئے۔
سی بی از۔ دوبارہ جنم لینا۔
سقراط۔ اور اگر پھر زندگی میں واپس آنا ٹھیک ہو تو یہ ایک تبدیلی مُردوں سے زندہ میں نہیں ہوگی۔
سی بی از۔ ہاں یہ ضرور ہوگی۔
سقراط۔ تب ہمارا اس بات پر اتفاق ہے کہ زندہ مُردوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اُسی طرح جیسے کہ مُردہ زندوں سے۔ لیکن ہم نے یہ بھی مانا تھا کہ اگر یہ ایسا ہو تو یہ کافی وجہ ہوگی۔ اس بات کے ثبوت کے واسطے کہ مُردوں کی روحیں ضرور کسی نہ کسی جگہ رہتی ہیں۔ جہاں سے کہ وہ دُنیا میں آکر جنم لیتے ہیں +
سی بی از بولا۔ اے سقراط میں خیال کرتا ہوں کہ ہماری بحث کا یہ ضروری نتیجہ ہے۔
سقراط بولا۔ اے سی بی از میں خیال کرتا ہوں کہ ہمارا یہ نتیجہ غلط نہیں۔ کیونکہ اگر متضاد ہمیشہ متضاد کی مطابقت نہ کریں جیسا کہ وہ پیدا ہوتے ہیں اور اس طرح جیسا ایک دائرہ میں پھرتے ہوئے اور اگر یہ تبدیلیں صرف خط مستقیم میں ہوں یعنی صرف ایک متضاد سے بغیر دوسرے متضاد میں واپس آنے کے۔ تب تم جانتے ہو کہ آخرکار تمام چیزیں ایک ہی شکل اور ایک ہی حالت میں آجاویگی۔ اور پیدا ہونی بالکل بند ہو جاویگی +
سی بی از نے پوچھا کہ تمہاری مراد کیا ہے۔
سقراط۔ نے جواب دیا کہ میری مراد سمجھنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ اگر ایک ہی متضاد ہوتا۔ مثلاً سونا بغیر دوسرے متضاد یعنے جاگنے کے جو کہ پہلے سے پیدا ہوتا ہے۔ تو تمام قدرت آخرکار انڈی می اَن کے قصہ کو بے معنے کر دیگی۔ اور پھر وہ بالکل مشہور نہ ہوگا۔ کیونکہ اور ہر ایک دوسری چیز بھی اُسی نیند کی حالت میں ہوگی جس میں کہ وہ تھا۔ اور اگر تمام چیزیں آپس میں ایک ہوتیں اور کبھی جُدا نہ ہوتیں تو انکسا غورث کا قیاس جلد سمجھ میں آجاویگا۔ اسی طرح اے میرے پیارے سی بی از اگرچہ تمام چیزیں کہ جن میں زندگی ہے مریں اور پھر مرنے کے بعد اُسی حالت میں رہیں۔ اور پھر زندگی میں نہ آویں تو ایک ضروری اور لابدی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہر ایک شے آخرکار مر جائیگی۔ اور کوئی چیز زندہ نہ رہیگی۔ کیونکہ اگر زندہ چیزیں موت کے سوا کسی اور ولادت سے پیدا ہوں اور پھر مر جائیں تو یہ نتیجہ لابدی ہے کہ تمام چیزیں مر جائینگی کیا یہ ایسا نہیں ہے
سی بی از نے اے سقراط میں خیال کرتا ہوں کہ جو کچھ تم کہتے ہو بالکل ٹھیک ہے +
سقراط۔ ہاں سی بی از میں خیال کرتا ہوں کہ یہ سچ مچ ایسا ہی ہے اور ہم نے اس نتیجہ پر پہنچنے میں کوئی غلطی نہیں کی۔ مرے ہوئے پھر جنم لیتے ہیں۔ اور زندہ مردوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور مردوں کی روحیں باقی رہتی ہیں۔ جن میں سے نیک آدمیوں کی روحوں کی حالت اچھی اور بد آدمیوں کی روحوں کی حالت بُری +
سی بی از نے کہا کہ اے سقراط اِس کے علاوہ اگر وہ مسئلہ جو کہ تم اکثر بیان کرتے ہو کہ ہمارا علم صرف یادداشت کا عمل ہے ٹھیک ہو تب میں خیال کرتا ہوں کہ یہ ضروری ہے کہ وہ چیز جو اب ہم یاد کرتے ہیں ضرور کسی پہلے وقت سیکھی ہوگی۔ اور یہ ناممکن ہوگا۔ جب تک کہ ہماری روحیں پیشتر اس کے کہ وہ انسانی قالب میں آویں موجود ہوں۔ پس یہ ایک اور دلیل ہے اس بات کے ماننے کے لئے کہ روح انادی ہے لیکن درمیان میں سمّیس بولا اے سی بی از اس دعوے کا ثبوت کیا ہے۔ مجھے یاد دلا اِس وقت مجھے پورے طور پر یاد نہیں +
سقراط۔ نے کہا اے سمّیس اگر یہ دلیل تمہیں قائل نہیں کرتی تو اس پر

ایک اور طرح سے غور کرو۔ اور پھر دیکھو کہ تم ہم اتفاق کرتے ہو یا نہیں۔ میں جانتا ہوں۔ تمہارے شکوک یہ ہیں۔ کہ کس طرح وہ جسے ہم علم کہتے ہیں یادداشت ہو سکتی ہے

سمم لیس۔ نے جواب دیا کہ نہیں میں شک نہیں کرتا۔ لیکن یادداشت کے بارے میں دلیل کو پھر یاد کرنا چاہتا ہوں۔ جس بات کی سی بی از نے تشریح کرنے کا ذمہ لیا تھا وہ تمہارے مسئلہ کے قریباً مطابق ہے۔ اور مجھے قائل کر دیا ہے لیکن تاہم میں سننے کے لئے تیار ہوں۔ کہ تم اسے کس طرح بیان فرماتے ہو +

سقراط نے کہا کہ اس طرح۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ہم اس بات میں متفق ہیں کہ اگر کوئی آدمی ایک بات یاد کرتا ہے تو یہ ضرور ہے کہ وہ بات اُس نے کسی پہلے وقت میں سیکھی

سمم لیس نے کہا بے شک۔

سقراط۔ اور کیا ہم اس باب پر بھی متفق ہیں کہ جو کوئی علم مفصلہ ذیل طریقہ پر آتا ہے تو ہم اُسے یادداشت کہتے ہیں۔ جب ایک آدمی کوئی چیز دیکھتا یا سنتا ہے یا کسی اور حس سے محسوس کرتا ہے تب نہ صرف اُس چیز کو جانتا ہے بلکہ اپنے دل میں کسی اور چیز کا بھی خیال رکھتا ہے۔ جس کا علم اُس سے بالکل مختلف ہے کیا ہم اس بات کے کہنے میں ٹھیک نہیں ہیں۔ کہ وہ اُس چیز کو یاد کرتا ہے جس کا کہ خیال اُس کے دل میں موجود تھا +

سمم لیس۔ تمہاری مراد کیا ہے۔

سقراط۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ایک انسان کا علم ایک سارنگی کے علم سے علیحدہ ہے کیا یہ نہیں؟ سمم لیس بے شک۔

سقراط۔ اور تم جانتے ہو کہ جب عاشق ایک سارنگی یا ایک کپڑا یا کسی اور چیز کو جس کو کہ ان کے معشوق دیکھنے کے عادی ہیں تو اُس وقت اُن کے دل میں اُس معشوق کی تصویر نقش ہو جاتی ہے جس کی کہ وہ سارنگی ہے۔ یہ یادداشت ہے۔ مثلاً کوئی شخص سمم لیس کو دیکھ کر اکثر سی بی از کا خیال کر لیتا ہے۔ اور اس بات کی بے شمار مثالیں ہیں۔

سمم لیس نے کہا کہ بیشک ہیں۔

سقراط نے کہا کہ کیا یہ ایک قسم کی یادداشت نہیں اور خاصکر ایک آدمی جب یہ خیال اُن اشیاء کی بابت کرتا ہے جسکو زمانے اور عدم توجہی نے بھلا دیا ہے

سمم لیس نے جواب دیا کہ بیشک اسی طرح ہے۔

سقراط۔ اچھا کیا یہ ممکن ہے ایک آدمی کو یاد کرنا ایک گھوڑے کی تصویر یا ایک سارنگی کی تصویر کے دیکھنے سے یا سی بی از کی تصویر دیکھکر سمم لیس کو یاد کرنا

سمم لیس۔ بے شک ممکن ہے۔

سقراط۔ اور کیا یہ بھی ممکن ہے کہ خود سمم لیس کو یاد کرنا سمم لیس کی تصویر دیکھنے سے

سمم لیس۔ بے شک۔

سقراط۔ تب ان تمام حالتوں میں یادداشت متشابہ اشیاء اور غیر متشابہ اشیاء سے بھی پیدا ہوتی ہے +

سمم لیس۔ ہاں پیدا ہوتی ہے۔

سقراط۔ لیکن جبکہ ایک آدمی ایک متشابہ چیزوں سے پیدا شدہ یادداشت رکھتا ہے۔ کیا اُس کو اس سے آگے اور خیال نہ آئیگا اور نہ سوچیگا کہ آیا وہ مشابہت جو کہ اُسے یاد ہے کسی طرح سے ناکمل ہے یا نہیں؟

سمم لیس۔ ہاں وہ سوچیگا +

سقراط۔ اب دیکھو کیا یہ ٹھیک ہے کہ ہم برابری کی ہستی کو نہیں مانتے

(میری مراد لکڑی کے ٹکڑوں یا پتھروں کی برابری سے نہیں ہے بلکہ اس سے زیادہ یعنی خاص صفت مساوات کو۔ کیا ہم کہیں کہ ایسی چیز کوئی ہے یا نہیں +

سمم لیس۔ ہاں بے شک ہم کو ضرور ماننا پڑیگا۔

سقراط۔ اور کیا ہم جانتے ہیں کہ یہ مساوات کیا ہے۔

سمم لیس۔ بیشک ہم جانتے ہیں۔

سقراط۔ ہم نے اس کا علم کہاں سے حاصل کیا۔ کیا یہ لکڑی کے ٹکڑوں و پتھروں اور دیگر اشیاء (جن کا ہم ابھی ذکر کر رہے تھے) کے دیکھنے سے تمہیں حاصل ہوتی۔ کیا ہم نے اس صفت برابری کا خیال اُن چیزوں سے حاصل نہیں کیا جو کہ اُس سے مختلف ہیں اور کیا تم اختلاف کرتے ہو کہ یہ مختلف نہیں۔

اس سوال کو اس پہلو سے سوچو کیا ہم لکڑی اور پتھر کے برابر ٹکڑے بعض وقت برابر اور بعض وقت نابرابر معلوم ہوتے ہیں حالانکہ وہ ہمیشہ ویسے ہی ہوتے ہیں۔

سمم لیس۔ ہاں بیشک ایسا ہی ہے۔

سقراط۔ لیکن کیا مطلق برابری تمہیں کبھی نابرابر معلوم ہوئی ہیں یا مطلق برابری کبھی نابرابری معلوم ہوتی۔

سمم لیس۔ نہیں کبھی نہیں اے سقراط۔

سقراط۔ لیکن یہ ان چیزوں سے ہی تھا جو مطلق برابری سے مختلف ہیں کہ تم نے مطلق برابری کا علم یا گیان پایا۔

سمم لیس نے جواب دیا کہ یہ بالکل ٹھیک ہے۔

سقراط۔ اور یہ بھی کہ یہ اُن کے متشابہ ہیں یا غیر متشابہ۔

سمم لیس۔ بے شک۔

سقراط۔ لیکن اس سے کچھ فرق نہیں ہوتا جب تک کہ ایک چیز کا دیکھنا ایک دوسری چیز کو تمہارے دل میں لاتا ہے ضرور ہے کہ وہاں یادداشت ہو۔ خواہ وہ دونوں چیزیں متشابہ ہوں یا نہ ہوں۔

سمم لیس نے کہا یہ ایسا ہی ہے۔

سقراط۔ اچھا کیا لکڑی کے ٹکڑے اور اسی طرح اور برابر چیزیں جن کا ہم ابھی ذکر کر رہے تھے۔ ہم پر اسی طرح تاثیر کرتے ہیں۔ کیا وہ ہمیں اسی طرح برابر معلوم ہوتے ہیں۔ جس طرح کہ مطلق برابری برابر معلوم ہوتے ہیں۔ کیا وہ مطلق برابری سے کچھ کم ہوتے ہیں یا نہیں۔ اور کیا ہمارا اس بات پر اتفاق ہے۔ ایک آدمی ایک چیز دیکھتا ہے اور اپنے دل میں کہتا ہے یہ چیزیں جو میں دیکھتا ہوں ایک دوسری چیز کے متشابہ معلوم ہوتی ہیں لیکن یہ اُس سے کچھ ناکمل ہے اور اُس چیز کے متشابہ نہیں ہو سکتی۔ بلکہ کم ہے۔ کیا یہ ضرور نہیں کہ وہ آدمی جو کہ یہ خیال کرتا ہے اس چیز کو کسی پہلے وقت میں جانتا ہو جسکو کہ وہ کہتا ہے کہ یہ متشابہ ہے اور جس سے کہ یہ کم ہے +

سمم لیس۔ ہاں یہ ضرور ہے۔

سقراط کیا برابر چیزوں کے بارے میں بھی اور مطلق برابری کے بارے میں ہمارا خیال اسی طرح تھا +

سمم لیس۔ ہاں بے شک۔

سقراط۔ تب یہ ضروری ہے کہ برابری کا علم ہمارے پاس پہلے موجود تھا۔ پیشتر اس کے کہ ہم نے اول دفعہ برابر چیزوں کو دیکھا اور معلوم کر لیا کہ وہ تمام برابری کے متشابہ ہونے کے کوئی کام کرتی ہیں اور تمام اُس سے ادنٰی ہیں +

سیمیس - یہ لاپرواہی ہے -

سقراط - اور اس پر بھی ہم متفق ہیں - کہ ہم نے برابری کا خیال حاصل کیا - اور نہ کر سکتے تھے بغیر قوت باصرہ اور لمس کرنے کے دیگر حسوں کا بھی یہی حال ہے -

سیمیس - ہاں اے سقراط دلیل کے واسطے یہ ایسا ہی ہے -

سقراط - خواہ کسی طرح ہو یہ حسوں کا ہی ذریعہ ہے کہ ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ تمام محسوسات مطلق برابری کے متشابہ ہونے کی کوشش کرتے ہیں - اور اس سے نکمی ہیں یعنے برابر نہیں بلکہ کم ہیں کیا یہ ایسا نہیں -

سیمیس - ہاں اسی طرح ہے -

سقراط - تب پیشتر اسکے کہ ہم نے دیکھنا سُننا اور دیگر حواسوں کا استعمال کرنا شروع کیا - ضروری ہے کہ ہم نے حقیقی اور مطلق برابری کا گیان حاصل کیا ہوگا - ورنہ یہ ممکن نہ تھا کہ ہم برابر محسوس چیزوں کو مطلق برابری کے ساتھ مقابلہ کر سکتے اور نہ یہ دیکھ سکتے کہ اول الذکر یعنے محسوس اشیاء تمام حالتوں میں مؤخر الذکر کے ساتھ متشابہ کی کوشش کرتے ہیں اگرچہ وہ ہمیشہ اس سے ادنےٰ ہی ہیں -

سیمیس - اے سقراط جو کچھ کہ ہم کہہ چکے ہیں یہ اُس کا لازمی نتیجہ ہے -

سقراط - کیا ہم نہ دیکھتے اور نہ سنتے اور نہ دیگر حواسوں کو رکھتے تھے جب ہم پیدا ہوئے -

سیمیس - ہاں بے شک یعنے ضرور رکھتے تھے -

سقراط - اور یہ ضرور ہے کہ ہمنے مطلق برابری کا گیان پیشتر ان حواسوں کو حاصل کرنیکے پایا ہوگا

سیمیس - ہاں بے شک

سقراط - تو پھر یہ ظاہر ہے کہ ہمنے وہ گیان پیشتر پیدا ہونے کے پایا ہے -

سیمیس - ہاں پہلے ہی پایا ہوگا -

سقراط - اب اگر ہمنے اس گیان کو پیدایش کے پہلے حاصل کیا اور اس گیان کو رکھتے ہوئے پیدا ہوئے تو ہم پیدایش سے پہلے اور پیدایش کے وقت نہ صرف برابر بڑے اور کم کو جانتے تھے - بلکہ اس قسم کی ہر چیز کو جانتے تھے - کیا یہ ایسا نہیں ہے اور ہماری یہ دلیل نہ صرف برابری ہی کے واسطے ہے - بلکہ اسی طرح مطلق نیکی اور مطلق خوبصورتی اور مطلق انصاف اور مطلق پاکیزگی کے واسطے بھی ہے - ماحصل کلام میں پھر دوبارہ کہتا ہوں کہ یہ دلیل ہر ایک چیز پر عاید ہو سکتی ہے - جس کو ہم اپنے مباحثہ کے سوال و جواب میں حقیقی کے نام سے نامزد کرتے ہیں - پس یہ ضرور ہے کہ ہم نے اپنا تمام حقیقی چیزوں کا گیان پیدایش سے پہلے حاصل کیا ہو -

سیمیس - یہ ایسا ہی ہے -

سقراط - اور یہ بھی ضروری ہے کہ ہم ہمیشہ اس گیان کے ساتھ ہی پیدا ہوں - اور ضرور ہے کہ اپنی ساری زندگی میں ہمیشہ اس گیان کو ساتھ رکھیں [illegible] کو ہر وقت جانتے رہنے کے یہ معنے نہیں ہیں کہ [illegible] حاصل کرنا اور اُسے رکھنا ہے - نہ رکھنے کھو دینا - اے سیمیس کیا [illegible] کسی چیز کو بھول جانے سے اس گیان کو کھو دینا نہیں ہے -

سیمیس - اے سقراط بے شک -

سقراط - لیکن میں خیال کرتا ہوں اگر یہ ایسا ہو کہ ہم نے پیدایش کے وقت [illegible] کو کھو دیا جو کہ پیدایش سے پہلے حاصل کیا تھا - اور پھر بعد اس کے اپنے حواسوں کو محسوسات پر استعمال کرنے سے اس گیان کو جو ہمارے پاس پہلے تھا پھر حاصل کیا - تو علم اُس گیان کا حاصل کرنا ہے جو پہلے ہی ہمارا ہے تو کیا اُسے ہم یادداشت کہیں تو یہ ٹھیک نہیں -

سیمیس - ہاں یہ ٹھیک ہے -

سقراط - کیونکہ ہم اُسے ممکن ثابت کر چکے ہیں کہ ایک چیز کو قوت باصرہ یا سامعہ یا کسی اور حواس سے معلوم کرنا اور پھر اُس سے کسی اور متشابہ یا غیر متشابہ چیز کا خیال کرنا جو کہ ہمیں بھول گئی تھی لیکن جس چیز سے یہ چیز متعلق تھی اور اس لئے میں کہتا ہوں کہ دو باتوں سے ایک بات ٹھیک ہونی چاہئے -

(۱) یا تو ہم تمام گیان کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں - اور اپنی تمام زندگی میں اُسے ہمراہ رکھتے ہیں - (۲) یا پیدائش کے بعد وہ شخص کہ جن کو ہم کہتے ہیں کہ سیکھتے ہیں - صرف یاد کرتے ہیں اور ہمارا گیان صرف یادداشت ہے -

سیمیس - اے سقراط یہ بلاشبہ ٹھیک ہے -

سقراط - اے سیمیس - ان دونوں میں سے تم کسے پسند کرتے ہو - کیا ہم پیدائش کے ساتھ ہی پیدا ہوتے ہیں - یا اُن چیزوں کو ہم یاد کرتے ہیں - جن کا گیان ہم نے پیدائش کے پہلے حاصل کیا ہے -

سیمیس - اے سقراط میں فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا -

سقراط - کیا اس سوال کی بابت میں تمہاری کچھ رائے نہیں ہے کیا ایک آدمی جو کچھ جانتا ہے اُس کا جو کچھ کہ وہ جانتا ہے کچھ حال بیان کر سکتا ہے یا نہیں - تمہاری اس کی بابت کیا رائے ہے - اور تمہارا اس پر کیا خیال ہے -

سیمیس - اے سقراط البتہ وہ اُس کا بیان کر سکتا ہے -

سقراط - اور کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہر ایک شخص ان خیالات کا جن کا کہ ہم ذکر کر رہے ہیں بیان کر سکتا ہے -

سیمیس نے کہا کہ بیشک میں چاہتا ہوں کہ وہ کر سکتا لیکن میں بہت ڈرتا ہوں کہ کل اس وقت کوئی ایسا آدمی موجود نہ ہوگا - جو کہ ایسا مباحثہ کر سکے جیسا کہ ہونا چاہئے -

سقراط - اے سیمیس کیا تم یہ نہیں خیال کرتے کہ ہر ایک آدمی ان باتوں کو جانتا ہے -

سیمیس - ہر ایک نہیں جانتا -

سقراط - تو کیا وہ یاد کرتے ہیں جو کچھ کہ اُنہوں نے پہلے سیکھا -

سیمیس - بے شک ضروری ہے -

سقراط - اور ہماری روحوں نے اس گیان کو کب حاصل کیا - یہ ہماری شکل انسانی میں پیدا ہونے کے بعد نہیں ہو سکتا -

سیمیس - بے شک نہیں ہو سکتا -

سقراط - تو کیا یہ پیشتر تھا -

سیمیس - ہاں -

سقراط - تو اے سیمیس ہماری روحیں پہلے موجود تھیں ہمارے جسموں سے [illegible] پیشتر اس کے کہ وہ انسانی قالب میں آئیں وہ عقل رکھتی تھیں -

سیمیس - اے سقراط جب تک کہ ہم اس گیان کو پیدائش کے وقت حاصل کریں وہ وقت تب تک باقی رہتا ہے -

سقراط - اچھا اے میرے دوست اور وہ کونسا دوسرا وقت ہے جبکہ ہم اُسے کھوتے ہیں - ہم نے ابھی اتفاق کیا تھا کہ ہم اس کے ساتھ نہیں پیدا ہوئے کیا ہم اُسی وقت وہ کھو دیتے ہیں - جس وقت کہ ہم اُسے حاصل کرتے ہیں

یا تم کوئی اور وقت بتلا سکتے ہو۔
سمیس۔ اے سقراط میں نہیں بتلا سکتا مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں فضول بول رہا ہوں۔
سقراط۔ نے کہا کہ اے سمیس تو کیا سچائی یہہ نہیں ہے؟ اگر جیسا کہ ہم بار بار کہتے ہیں۔ خوبصورتی اور نیکی اور دوسرے خیالات حقیقت میں موجود ہیں۔ اور اگر تمام محسوس چیزوں کو ان خیالات سے نسبت دیں جو کہ پہلے ہمارے تھے اور اب تک ہمارے ہیں اور محسوس چیزوں کا ان سے مقابلہ کریں۔ تو ٹھیک اُسی طرح جس طرح کہ وہ موجود ہیں۔ ضرور ہے کہ ہماری روحیں موجود تھیں۔ پیشتر اس کے کہ ہم کبھی پیدا ہوتے۔ لیکن اگر وہ موجود نہیں تو ہماری دلیل ردّی ہو جائیگی کیا یہہ ایسا ہے؟ اگر یہ خیالات موجود ہیں تو کیا اُس سے یہ واجب نہیں ہوتا کہ ہماری روحیں موجود تھیں پیشتر اس کے کہ ہم کبھی پیدا ہوتے اور اگر وہ موجود نہیں تو پھر ہماری روحیں بھی موجود نہیں۔
سمیس نے کہا کہ اے سقراط تو نے اِسے بہت ہی عمدہ طرح پر ادا کیا ہے میں خیال کرتا ہوں کہ ضرورت ایک کے لئے بھی ویسی ہی ہے جیسی کہ دوسرے کے لئے (یعنے خیالات کے لئے اور روحوں کے لئے) ہماری روحوں کی ہستی پیشتر اس کے کہ ہم پیدا ہوتے اور ان خیالات کی ہستی کہ جن کا آپ نے ذکر کیا۔ اِن کے تمام ثبوت کی دلیلیں اب ایک محفوظ جگہ میں پہنچ گئی ہیں۔ مجھ کو اس سے زیادہ اور کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی کہ خوبصورتی اور نیکی اور دیگر خیالات کہ جن کا تو نے ابھی ذکر کیا ہے۔
سقراط۔ بولا لیکن سی بی از کا کیا حال ہے۔ ضروری ہے کہ میں اُسے بھی قائل کر لوں
سمیس نے کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ اُس کی پوری تسلی ہو گئی ہے۔ اگرچہ وہ دلیل میں سب سے زیادہ متشکی آدمی ہے۔ لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ وہ اِس بات کا پورا قائل ہو گیا ہے کہ ہماری روحیں موجود تھیں پیشتر اس کے کہ ہم پیدا ہوتے۔ لیکن اے سقراط میں خود بھی نہیں خیال کرتا کہ تم نے ثابت کر دیا ہے کہ روح زندہ رہیگی۔ جبکہ ہم مر جائینگے۔ عام خطرہ جس کا کہ سی بی از نے ذکر کیا یعنے یہ کہ روح موت کے وقت ہوا میں تتر بتر ہو جاوے اور موت اُس کی ہستی کا خاتمہ کر دے ابھی تک دور نہیں ہوا۔ یہہ فرض کر کے کہ روح چند دیگر مفردات سے پہنچی اور زندہ رہتی ہے۔ پیشتر اس کے کہ وہ انسانی قالب میں آوے۔ تو کیوں یہہ ممکن نہیں ہے کہ اُس کا خاتمہ ہو جاوے اور وہ فنا ہو جائے بعد اس کے کہ وہ جسم میں داخل ہووے۔ جبکہ وہ اس جسم سے آزادی پا جاوے۔
سی بی از نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو میں خیال کرتا ہوں کہ ابھی صرف آدھا ثبوت ہی دیا گیا ہے یہہ بتلایا گیا ہے کہ ہماری روحیں ہمارے پیدا ہونے سے پیشتر موجود تھیں۔ لیکن یہہ بھی بتلایا جانا چاہئے۔ کہ ہماری روحیں ہمارے مر جانے کے بعد موجود رہینگی۔ اُسی طرح کہ جس طرح وہ ہماری پیدائش سے پہلے موجود تھیں تا کہ ثبوت مکمل ہو جاوے۔
سقراط۔ نے کہا کہ اے سمیس اور سی بی از یہہ بتلایا جا چکا ہے۔ کہ اگر تم اِس دلیل کو ہمارے پہلے نتیجہ (یعنے تمام زندگی موت سے پیدا ہوتی ہے) کے ساتھ ملاؤ گے۔ کیونکہ اگر روح اس سے پہلے کسی حالت میں موجود تھی۔ جس حالت سے وہ قالب انسانی میں آئی تو وہ صرف موت سے ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ اور اگر موت کی حالت سے ہی پیدا ہوتی ہے تو کیا یہہ ضروری نہیں۔ کہ وہ موت کے بعد بھی زندہ رہے کیونکہ اُس نے پھر جنم لینا ہے۔ پس وہ امر جس کا تم ذکر کرتے ہو۔

وہ پہلے ہی ثابت کیا جا چکا ہے۔ تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ تم دونوں اس سوال پر مباحثہ کرنا چاہتے ہو۔ تم بچوں کی طرح ڈرتے ہو۔ کہ سچ مچ ہوا روح کو اُڑا دیگی اور تتر بتر کر دیگی۔ جب وہ قالب سے جُدا ہو گئی اور خاص کر اُس حالت میں جب کہ آدمی کسی طوفان وغیرہ میں مرے۔
سی بی از ہنس پڑا۔ اور کہا کہ اے سقراط کوشش کرو اور ہمیں قائل کرو اگر ہم سچ مچ ڈرتے ہیں ورنہ یہہ خیال نہ کرو۔ کہ ہم ڈرتے ہیں۔ شاید ہمارے اندر ایک بچہ ہے۔ جس کو یہہ ڈر ہے۔ ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ اور اُسے ترغیب دینی چاہئے۔ کہ موت سے نہ ڈرے جس طرح کہ بچے ہوتے سے ڈرتے ہیں۔
سقراط۔ نے کہا کہ تمہیں اُس پر روز منتر مارنا چاہئے۔ یہاں تک کہ اُس کا خوف بالکل دور ہو جاوے۔
سی بی از نے کہا اے سقراط اے ہم ایسا اچھا منتری کہاں پائینگے۔ جب کہ تم بھی ہم سے جُدا ہونے لگے ہو۔
سقراط۔ نے جواب دیا کہ ہیلاس ایک بڑا بھاری ملک ہے اور عموماً بہت سے اچھے آدمی اُس میں پائے جا سکتے ہیں۔ اور وحشیوں کی قومیں بہت ساری ہیں (یہاں وحشیوں سے مراد یونانیوں کے سوا غیر ملک کے باشندوں سے ہے) تمہیں ایسے منتری کو ان تمام جگہوں میں کوشش سے تلاش کرنا چاہئے۔ خواہ کتنی ہی محنت یا روپیہ خرچ ہو کیونکہ ایسی اور کوئی چیز مفید نہیں جس پر تم روپیہ خرچ کر سکو اور تمہیں اُس کو اپنے آپ میں بھی ڈھونڈھنا چاہئے۔ کیونکہ تم اپنے آپ سے اچھا منتری مشکل سے پا سکو گے۔
سی بی از نے کہا کہ خیر وہ دیکھا جاویگا لیکن اب اگر تمہاری مرضی ہو تو ہم پھر مضمون مباحثہ کو آگے سے شروع کریں۔
سقراط۔ ہاں بیشک کیوں نہیں۔ ہمیں اپنے آپ کو یہہ سوال پوچھنا چاہئے وہ کس قسم کی شے ہے۔ جو کہ تتر بتر ہونے کے قابل ہے اور کس قسم کی شے سے ہمیں تتر بتر ہو جانے کے خطرہ میں رہنا چاہئے۔ تب پھر ہمیں دیکھنا چاہئے۔ کہ آیا روح اُس قسم سے ہے یا نہیں اور پھر اُس کے مطابق اپنے ارواح کے واسطے متفکر یا متیقن ہونا چاہئے۔
سی بی از نے جواب دیا کہ یہہ ٹھیک ہے۔
سقراط نے کہا کیا وہ مرکب اور مصنوعی نہیں ہے جو کہ قدرتاً تتر بتر ہو جانے کے قابل ہے اُسی طرح کہ اُسکو ترکیب دی گئی تھی اور کیا وہ غیر مرکب نہیں ہے۔ جو کہ صرف تتر بتر ہو جانے کے قابل نہیں اگر کوئی چیز ایسی ہے۔
سی بی از نے کہا میں خیال کرتا ہوں ایسی ہی ہے۔
سقراط نے کہا اور وہ چیز جو ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہتی ہے۔ اور لاتبدیل ہے بسا اغلب ہے کہ غیر مرکب یعنی مفرد ہو اور وہ جو ہمیشہ بدلتی رہتی ہے۔ اور ایک جیسی کبھی نہیں رہتی بسا اغلب ہے کہ مرکب ہو۔
سی بی از۔ ہاں میں ایسا ہی خیال کرتا ہوں۔
سقراط۔ نے کہا کہ اب ہم اپنے پہلے مضمون پر پھر واپس آویں کیا وہ موجودہ چیز جس کو ہم اپنی بحث میں ہستی مطلق کہتے آئے ہیں۔ ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہتی ہے۔ یا بدل جاتی ہے۔ کیا مطلق برابری مطلق خوبصورتی اور علاوہ اس کے دوسری مطلق ہستی پر کیا یہہ تبدیلی آ سکتی ہے یا کیا مطلق ہستی ہر ایک حالت بالکل ایک ہی اوستھا میں رہتی ہے اور تبدیل نہیں ہوتی۔ اور کبھی کسی حالت میں کسی قسم کی تبدیلی اُس پر حاید ہوتی ہے۔

سی بی از نے کہا اے سقراط ضرور ہے کہ وہ تبدیلی سے رہت ایک جیسی رہے۔
سقراط نے کہا اور خوبصورت چیزوں مثلاً آدمی۔ گھوڑے۔ کپڑے وغیرہ اور تمام چیزوں کی جو کہ کسی خیال کے نام سے نامزد ہیں خواہ برابر ہوں یا خوبصورت وغیرہ کی بابت کیا رائے ہے کیا وہ کبھی ایک جیسی نہیں رہتی ہیں خواہ اپنے آپ میں خواہ اپنے رشتوں میں
سی بی از۔ یہ چیزیں کبھی ایک جیسی نہیں رہتی ہیں۔
سقراط۔ تم انہیں چھو سکتے ہو۔ دیکھ سکتے اور دیگر حواسوں سے معلوم کر سکتے ہو۔ مگر لاتبدیل چیزوں کو تم صرف دلیل اور ادراک سے ہی جان سکتے ہو۔ یہ مؤخر الذکر دکھائی نہیں دیتی ہیں۔ کیا یہ ایسا نہیں ہے
سی بی از نے کہا یہ بالکل ٹھیک ہے۔
سقراط۔ نے کہا اگر تمہاری مرضی ہو تو ہم فرض کر لیں کہ موجودات کی ہستی دو قسم کی ہے ایک قابل دید۔ دوسری ناقابل دید۔
سی بی از نے کہا اچھا۔
سقراط نے کہا اور ناقابل دید چیزیں لاتبدیل ہوتی ہیں۔ مگر قابل دید چیزیں ہمیشہ تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔
سی بی از نے کہا اچھا۔
سقراط۔ کیا ہم انسان جسم اور روح کے بنے ہوئے نہیں ہیں۔
سی بی از نے کہا کہ ہم ان کے علاوہ اور کچھ نہیں۔
سقراط۔ ان دو ہستیوں میں بلحاظ غلبہ جسم کس میں سے ہے۔
سی بی از نے جواب دیا یہ تو صاف ظاہر ہے کہ قابل دید ہے۔
سقراط۔ اور ارواح کس میں سے کیا وہ قابل دید یا ناقابل دید۔
سی بی از۔ اے سقراط روح تو انسان کو دکھائی نہیں دیتا۔
سقراط۔ لیکن ہماری مراد بھی تو قابل دید اور ناقابل دید سے وہی ہے۔ جو انسان کے قابل دید اور ناقابل دید ہو۔ کیا یہ نہیں۔
سی بی از۔ بے شک ہماری یہ مراد ہے۔
سقراط۔ تو ہم روح کی بابت کیا کہیں آیا قابل دید ہے یا ناقابل دید۔
سی بی از۔ یہ قابل دید تو نہیں ہے۔
سقراط۔ تو پھر کیا یہ ناقابل دید ہے۔
سی بی از۔ ہاں۔
سقراط۔ تو روح جسم کی نسبت زیادہ ناقابل دید ہے اور جسم قابل دید ہے۔
سی بی از۔ اے سقراط بالضرور ایسا ہی ہے۔
سقراط۔ کیا ہم نے یہ نہیں کہا کہ جب روح جسم کو اُس کی کسی تحقیق یا تشخیص کے واسطے کام میں لاتی ہے اور قوت باصرہ۔ سامعہ یا کسی اور حواس کو استعمال کرتی ہے۔ کیونکہ جسم کے ساتھ کسی چیز کی تحقیقات کرنے سے حواسوں کی تحقیقات سے مراد ہے۔ اس تحقیقات سے وہ ان چیزوں کی طرف سے کھینچی جاتی ہے جو کبھی ایک حالت میں نہیں رہتی۔ اور اندھوں کی طرح اِدھر اُدھر پھرتی ہے اور تبدیل ہونے والی چیزوں کے ساتھ تعلق رکھنے سے وہ شرابی کی طرح گڑبڑا جاتی ہے اور مخبوط الحواس ہو جاتی ہے۔
سی بی از۔ بے شک۔
سقراط۔ لیکن جب وہ خود بخود کسی سوال کی تحقیقات کرتی ہے تو وہ پاک اور ابدی اور لافانی اور لاتبدیل کے پاس جاتی ہے۔ جن کے ساتھ وہ تعلق رکھتی

وہ ان کے ساتھ اس طرح رہتی جیسے کہ اپنے ساتھ۔ اور تب وہ اپنی آوارہ گردی سے آرام پاتی ہے اور اُس میں لاتبدیل طور پر رہتی ہے۔ کیونکہ اُس وقت اُس کا تعلق لاتبدیل سے ہوتا ہے اور کیا روح کی اس حالت کا نام ہی عقل نہیں ہے۔
سی بی از۔ اے سقراط بیشک تم سچ اور خوب کہتے ہو۔
سقراط۔ ہماری پہلی اور حال کی دلائل سے تم کیا خیال کرتے ہو کہ روح کس قسم کی ہستی کے متشابہ اور متعلق ہے۔
سی بی از۔ اے سقراط میں خیال کرتا ہوں کہ اس تحقیقات کے بعد ایک بیوقوف سے بیوقوف آدمی بھی مانیگا کہ روح تبدیل کی نسبت لاتبدیل سے بہت ہی متشابہ ہے۔
سقراط۔ اور جسم کس کی مانند ہے۔
سی بی از۔ وہ تبدیل ہونے والوں کی قسم میں سے ہے۔
سقراط۔ خیر اب اس کو ایک اور پہلو سے سوچو۔ جب روح اور جسم ملائے جاتے ہیں تو قدرت ایک کو غلام اور محکوم اور دوسرے کو مالک اور حاکم بناتی ہے۔ تو تم مجھے پھر بتلاؤ کہ ان میں سے کونسی چیز الٰہی کی مانند اور کونسی فانی کی مانند ہے اور کیا تم نہیں خیال کرتے کہ الٰہی شے قدرتاً حکم کرتی اور اختیار رکھتی ہے۔ اور فانی شے قدرتاً محکوم اور غلام ہوتی ہے۔
سی بی از۔ اے سقراط یہ صاف ظاہر ہے کہ روح الٰہی کی مانند ہے جسم فانی کی مانند۔
سقراط۔ اے سی بی از اب بتلاؤ کہ کیا اُس تمام کا جو کچھ کہ ہم نے کہا یہ نتیجہ ہے کہ روح الٰہی کی مانند ہے اور لافانی اور ذہین اور مجرد اور لاتبدیل اور لاتغیر ہستی۔ اور جسم انسانی ہے۔ فانی۔ انجان اور تبدیل اور ترکیب رکھنے والا۔ اے میرے بھائی سی بی از کیا ہمارے پاس کوئی دلیل ہے۔ جس سے ہم ثابت کریں کہ یہ ایسا نہیں ہے
سی بی از۔ بیشک ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں۔
سقراط۔ اگر یہ ایسا ہی ہے۔ تو کیا جسم کی خاصیت فوراً جدائی اور تتر بتر ہو جانا نہیں ہے۔ اور روح[1] خلاف اُس کے لاتغیر اور تتر بتر ہونے سے رہت ہے اور تم جانتے ہو کہ آدمی کے مر جانے کے بعد اُس کا قابل دید حصہ یعنی اُس کا جسم جو کہ اس قابل دید دنیا میں ہوتا ہے اور جس کو کہ ہم مُردہ کہتے ہیں اور جو کہ تتر بتر ہو جانے اور سڑ جانے والا اُسی وقت تتر بتر نہیں ہو جاتا۔ اور نہ اُسی وقت سڑ جاتا ہے بلکہ یہ ایک معقول عرصہ تک اُسی طرح رہتا ہے۔ جس طرح کہ ہوتا ہے۔ اور بہت دیر تک بھی اگر کوئی عمدہ صحت میں اور عالم شباب میں مرے اور جب کہ جسم رکھا جاتا ہے اور مصالح اُس کو لگائے جاتے ہیں مصر کی ممی کی طرح۔ تو یہ ایک بہت ہی دیر تک قریباً ویسا کا ویسا ہی رہتا ہے۔ اور اگر سڑ بھی جائے تو اس کے بعض حصے مثلاً ہڈیاں اور پٹھے عموماً دیر تک رہنے والے کہے جا سکتے ہیں کیا یہ ایسا نہیں +
سی بی از۔ ہاں۔
سقراط۔ اور کیا ہم یہ مان سکتے ہیں کہ روح جو ناقابل دید ہے۔ اور جو یہاں سے ایک ایسی جگہ پر جاتی ہے نیک اور دانا خدا کے پاس رہنے کے لئے جو کہ اُس کی مانند پاک ناقابل دید اور جلال والی ہے یعنے ہیڈیز کو جس کا

[1] بشپ بٹلر صاحب کی اینالوجی حصہ اول باب اول کا اس سے مقابلہ کرو جہاں پر کہ ایسی ہی دلیل کا استعمال کیا گیا ہے کہ روح لاتغیر ہونیکے باعث لافانی ہے اور روح کی الٰہی خاصیت رکھنے کی دلیل التستونامہ حال کی بھی دی جاتی ہے مثلاً دیکھو لارڈ ٹنی سن کی کتاب ان میموریم صفحہ ۵۴-۵۶ تک +

تام اُس دیکھی دُنیا کہا ہے - جہاں پر اگر خدا کی مرضی ہو تو میری روح بھی تھوڑی دیر کے بعد جاویگی کیا ہم مان سکتے ہیں کہ روح جس کا سوبھاؤ پُر جلال - پاک اور خود ناقابل دید ہے - وہ ہواؤں سے تتر بتر اور تباہ ہو جاتی ہے - جیوں ہی کہ وہ جسم سے علیحدہ ہوتی ہے - جیسا کہ لوگ کہتے ہیں؟ نہیں پیارے سی بی از و سم بس یہ ایسا نہیں ہے - میں تمہیں بتلاؤنگا کہ اُس روح کا کیا حال ہوتا ہے - جو کہ اس جسم سے جُدائی کے وقت پاک ہوتی ہے اور جس نے اپنی زندگی میں بھی جسم سے کوئی ایسا گہرا تعلق نہیں رکھا - جس سے کہ وہ بچ سکتی تھی - اور جب کہ وہ جسم کو چھوڑتی ہے تو بھی جسم کا کوئی داغ اُس پر نہیں لگ جاتا - یا وہ اُس کے داغ سے داغدار نہیں ہوتی - بلکہ اُس سے علیحدہ رہتی ہے - اور اپنے آپ کو اپنے آپ میں جمع کیا ہے - کیونکہ یہی اُس کا دائمی مطالعہ رہا ہے اور اِس کے صرف یہ معنے ہیں کہ اُس نے دانائی کو ٹھیک طور پر پیار کیا ہے اور اِس بات پر پورا عمل کیا ہے - کہ کس طرح مرنا چاہئیے کیا یہ موت کا عمل نہیں ہے -

سی بی از - ہاں بے شک -

سقراط - تو کیا پھر وہ روح جو کہ اِس حالت میں ہے ناقابل دید میں جو کہ اُس کی مانند الٰہی دانا اور لافانی ہے نہیں جاتی جہاں کہ وہ خطا - بیوقوفی - خطرہ - اور تُند شہوتوں سے بری کی جاتی ہے - اور اُن تمام بُرائیوں سے جو کہ انسان پر عائد ہوتی ہیں - اور خوش ہے اور باقی وقت کے لئے سچ مچ دیوتاؤں کے ساتھ رہتی ہے - اے سی بی از کیا ہم اس بات کو مان لیں؟

سی بی از - ہاں بے شک -

سقراط - لیکن اگر جسم کو چھوڑتے پر اُس کے ساتھ ہمیشہ رہنے سے اور اُس کی خدمت کرنے اور پیار کرنے سے اُس سے اور اُس کی خواہشوں - اور خوشیوں سے ناپاک اور گندی ہو جائے یہاں تک کہ وہ کسی بات کو سچ نہیں مانتی سوائے اِس کے جو جسمانی ہے اور محسوس اور کھایا پیا جا سکتا ہے اور انسانی شہوتوں کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے - اگر اُس نے اِس بات سے جو کہ آنکھ کے واسطے ناقابل دید اور اندھیرے میں ہے اور صرف فلاسفی سے ہی جانی جا سکتی ہے - حقارت کرنا اور ڈرنا اور دور بھاگنا سیکھا ہے - تو کیا تم خیال کرتے ہو کہ ایک ایسی روح موت یا جسم سے جُدائی کے وقت پاک اور صفا ہوگی

سی بی از - نہیں -

سقراط - میں خیال کرتا ہوں کہ وہ جسمانیت اُس میں گھس جاتی ہے جو کہ جسم کے دائمی تعلق اور گہری دوستی وغیرہ سے اُس کے سوبھاؤ میں ہی داخل ہو جاتی ہے +

سی بی از - ہاں -

سقراط - اور اے میرے عزیز دوست! یہ ضرور ہے کہ جسمانی بوجھل دُنیاوی اور قابل دید ہو - اور یہ اسی کا ذریعہ ہے کہ روح اِس قابل دید دُنیا میں پھر کر لائی جاتی ہے - کیونکہ وہ ہیڈیز کی ناقابل دید دُنیا سے ڈرتی ہے - اور یہ سب لوگ کہتے ہیں - کہ وہ قبروں اور مزاروں پر پھرتی رہتی ہیں - جہاں پر کہ روحیں دیکھی گئی ہیں - اور جو کہ اُن روحوں کے سایہ میں جو جسم سے جُدائی کے وقت ناپاک تھیں - اور اب تک قابل دید دُنیا میں پھر رہی ہیں اور یہی باعث ہے کہ دکھائی دیتی ہیں -

سی بی از - نے کہا کہ اے سقراط یہ اغلب ہے -

سقراط - اے سی بی از یہ نیک آدمیوں کی روحیں نہیں ہیں بلکہ بُرے اور بدچلن آدمیوں کی اور جو کہ ایسی جگہ پر پھرنے کے لئے مجبور کی جاتی ہیں اپنی بُرائی اور شر انگیز زندگیوں کی سزائیں اور وہ اسی طرح پھرتی رہتی ہیں جب تک کہ وہ اِس جسمانی خواہش کے سبب پھر کسی قالب میں قید نہ کی جاویں اور وہ اغلباً اُن حیوانات کے قالبوں میں قید کی جاتی ہیں - جن کے عادات اِن آدمیوں کی اپنی زندگی کے عادات سے متشابہ ہوتے ہیں -

سی بی از - اے سقراط اِس سے تمہاری کیا مُراد ہے -

سقراط - میری یہ مراد ہے کہ وہ آدمی جو بیحد حرص اور کاہلی اور نشہ بازی میں رہے ہیں وہ اغلباً گدھوں اور ایسے ہی حیوانوں کے اجسام میں داخل ہوتے ہیں تمہارا اِس سے اتفاق

سی بی از - بے شک یہ ممکن ہے -

سقراط - اور وہ جو اپنی زندگی میں ظالم - بے انصاف اور چور وغیرہ رہے ہیں وہ بھیڑیوں - بازوں - چیلوں کے جسموں میں داخل ہوتے ہیں - اِس کے علاوہ اور ہم کس جگہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسی روحیں جاتی ہیں -

سی بی از نے کہا کہ وہ ایسی ہی حیوانوں کے جسموں میں داخل ہوتی ہیں -

سقراط - نے کہا حاصل کلام یہ ہے کہ ہر ایک روح کہاں جاتی ہے صاف ظاہر کہ اُن حیوانوں کے قالب میں داخل ہوتی ہے جن کی عادات کہ اُس کے اپنے مطابق ہوتی ہیں -

سی بی از - نے جواب دیا کہ سچ مچ ایسا ہی ہے -

سقراط - اور اُن میں سب سے خوش جو کہ سب سے عمدہ جگہ پر جاتی ہیں وہ ہیں جنہوں نے کہ مجلسی اخلاقی اور ہر دلعزیزی کے صفات کو اپنا پیشوا بنایا تھا اور وہ صفات پرہیزگاری اور انصاف وغیرہ ہیں - اور یہ صرف عادات اور مشق سے حاصل ہوتے ہیں - بغیر کسی دلیل یا فلاسفی کے -

سی بی از نے کہا اور وہ روحیں سب سے زیادہ خوش کیوں ہیں -

سقراط - نے کہا کیونکہ یہ غالب ہے کہ وہ ایک حلیم اور سوشیل طبیعت میں جو کہ اُن کی اپنی طبیعت کے موافق ہوتی ہیں - مثلاً شہد کی مکھی یا بھڑوں یا چیونٹیوں کے قالبوں میں واپس آتی ہیں - یا آدمیوں کے اجسام میں واپس آتی ہیں اور یہ وہی ہیں جو کہ یہاں اگر لائق اور معزز باشندے بنتے ہیں -

سی بی از نے کہا یہ عموماً صحیح ہے اور یقین ہے کہ ایسا ہی ہو -

سقراط لیکن صرف فلاسفر یا علم کے عاشق جو کہ اِس دُنیا سے جاتے وقت بالکل پاک ہوتے ہیں - دیوتاؤں کے گروہ میں جا سکتے ہیں - اور اِس واسطے اے میرے دوستان سی بی از و سمیس ایک سچا فلاسفر پرہیزگار ہوتا ہے اور تمام جسمانی خوشیوں سے دور رہتا ہے اور نہ اپنے آپ کو اُن کا مغلوب بناتا ہے - وہ اپنی حیثیت کے خراب ہو جانے اور مفلسی سے نہیں ڈرتا - جیسا کہ عام لوگ اور خصوصاً دولت کے بندے کرتے ہیں اور نہ وہ بدمعاشی کی ذلت اور بے شرمی - اور بے حیائی کا خوف کھاتا ہے جیسا کہ طاقت اور عزت کے پیارے کرتے ہیں - وہ اِن باعث کے سبب پرہیزگار نہیں ہوتے - (ٹرائل اینڈ ڈیتھ آف سقراطیس صفحہ ۱۲۷-۱۵۱ تک مترجمہ چرچ صاحب) +

حکیم افلاطون کا مذہب - قد دون ما حسبه من تلامذة من تلامذ [illegible] الفلاسفة فتبع هرقليطس في الطبيعات والمحسوسات وبه فتلمذ فيما وراء الطبيعات وفي العاقليات - وتبع سقراط في النواميس والادب وفضله على الانسان فاقتدى به وجعل كلاف ذلك ذكر بوطرخيس المقالة الاولى من كتابه المسمى آراء الفلاسفة في الفصل الثالث ان افلاطون

قال بتلاتہ اصول الالہ والمادۃ والادراک فالالسیشیا عقل العقول والمادۃ تشتیہ السبب الاول للتولد والفساد والادراک کجوھر روحانی قائم بذات الالہ نعم عرف ان العالم خلقۃ اللہ ولکنہ لم یعن انہ مخلوق من عدم محض بل عنی ان الالہ انما نظم من تلک المادۃ القدیمۃ ھذا العالم وشکلہ بالاشکال التنوعۃ بمعنی ان الالہ اخرج المادۃ من حیز العمی الی حیز الظہور و میز بعضہا من بعضہا حتی صارت ھذا العالم الشبیہ بما یصوّر البیت بالالات الخاصۃ کالحجر وغیرہا"۔ صفحہ ۷۸ تاریخ الفلاسفہ۔ کان افلاطون یعلم بتناسخ الارواح بالطریقۃ التی تعلمہا من فیثاغورث ثم اتخذ ذلک طریقہ لہ وسلکہ فیہا مع الاختلاف بہ غیر متوال فیثاغورث کما یوجد فی محاطبات دومع طرافتہ بمخاطبۃ المتعلقۃ ببقاء الروح"۔ صفحہ ۸۸ تاریخ الفلاسفہ

ترجمہ قادروں نے فلسفہ کے طریقوں کے تین نوع بیان کئے ہیں۔ اس نے ہرقلیدس کی طبعیات اور محسوسات میں پیروی کی ہے۔ اور فیثاغورث کی مابعد الطبیعات اور عقلیات میں اور سقراط کے قوانین اور آداب میں اور اس پر زیادہ کیا ڈیلس اپنے ایک خیال کا۔ لوطراقس نے اپنی کتاب آرا الفلاسفہ کے مقالہ اول کی فصل تیسری میں بیان کیا ہے کہ افلاطون تین چیزوں کو انادی مانتا ہے۔ خدا۔ پرکرتی۔ روح۔ پس خدا بطور عقل العقول یعنے نمت کارن کے ہے۔ اور مادہ بطور اپادان کارن کے ہے۔ اور ادراک جوہر روحانی ہے۔ قائم بالذات اور یہ بات بہت عمدہ ہے کہ خدا عالم کا صانع ہے۔ لیکن یہ بات بہت پوچ ہے کہ خدا نے عدم محض سے دنیا کو مخلوق کیا ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خدا نے پرکرتی کی صورت سے اس قدیم پرکرتی سے اس عالم کو نظام دیا اور رنگارنگ کی شکلوں میں مختلف قسم کے متشکل کیا۔ اس طرح پر کہ خدا احاطہ اور شبیہ سے اس پرکرتی کو احاطہ ظہور میں لایا ہے۔ اور اس کے بعض سے اس کو تمیز دی یہاں تک کہ اس دنیا کو معمار کی طرح جو گھر کو موجودہ مصالح پتھر وغیرہ سے بناتا ہے۔ افلاطون تناسخ ارواح کو اس طرح جانتا ہے۔ جس طرح پر کہ اس نے فیثاغورث سے سیکھا۔ پھر اس نے اسے اپنا طریقہ بنایا اور پیچھے قاعدے بھی داخل کئے۔ فیثاغورث کے طریقوں کے سوا جیسا کہ اس کے مخاطبات میں پائے جاتے ہیں۔ باب بقائے روح میں حکما متقدمین مثل افلاطون الٰہی نفس ناطقہ را قدیم می شمارند کہ علت تامہ وجود نفس ناطقہ اگر قبل از بدن موجود نباشد۔ لامحالہ نفس قبل از بدن موجود خواہد بود و اگر قبل از بدن موجود نباشد بلکہ بدن ہم شرط یا جز علت تامہ نفس باشد۔ پس وجود نفس موقوف خواہد شد بر وجود بدن۔ و وجود بدن از شرائط و علل وجود نفس خواہد بود۔ لیکن امیدانم کہ وجود بدن از شرائط و علل نفس ناطقہ نیست چہ بدن فاسد و منفسخ میگردد و نفس ناطقہ تا ابد باقی مے ماند۔ پس اگر بدن از شرائط و علل نفس ناطقہ باشد فساد بدن موجب فساد نفس شود حالانکہ چنین نیست پس ثابت شد کہ نفس موجود قبل از بدن است نہ حادث بحدوث بدن بنابر این بدن شرط وجود نفس نمے تواند بود بلکہ شرط تصرف او خواہد بود و این عقیدہ موافق است با حکمائے ہند کہ نفس را قدیم مے شمارند" (تحقیق التناسخ صفحہ ۲۷)۔

ارسطاطالیس کا مذہب

ولیم آلفیلڈ ایل ایل ڈی لکھتے ہیں۔ کہ ارسطو کی تحریرات یا کتابوں میں کوئی ایسی قسم کا نوشتہ نہیں ہے جس سے یہ کامل طور پر اخذ کیا جاوے کہ روح کو فانی مانتا تھا۔ یا غیر فانی لیکن پہلا یعنے فانی ہونا اغلب ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ روح کی بابت اس کا یہ خیال تھا کہ اس کو ایک ہمیشہ رہنے والی چیتن طاقت نے انسان کے جسم میں ڈالا ہے۔

تمام چیزیں اس سے پیدا ہوتی ہیں۔ جس کا وجود قدرت میں ہے۔ یعنے فسٹ میٹر سے نہ کہ اس سے کہ جس کا ظاہر میں وجود ہے اور نہ نیستی سے مادہ نہ تو پیدا کیا گیا اور نہ نیست کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ وہ پہلی غیر محدود چیز ہے جس سے تمام چیزیں بنائی گئی ہیں کہ جس میں وہ سب آخر مل جائینگی ہر ایک چیز کی شکل اس کی طبیعت اور جوہر ہے۔ یا وہ جو کہ بناتی ہے اس کو جو کچھ کہ وہ ہے۔ مادہ علیحدہ نہیں کیا جا سکتا شکل اور اصل وجود سے"۔

"خدا اس طرح کام کرتا ہے بالائی گردن میں ان کو حرکت دینے کے لئے جس طرح انسان کی روح انسان کے بدن میں کام کرتی ہے"۔

یہ تحقیق ہے کہ جب اس پیوسی پس اپنے چچا فلاطون کی رحلت پر دار العلوم میں اس کا جانشین ہوا تب ارسطو اس بات سے اتنا ناخوش ہوا کہ وہ اتھینس چھوڑ کر چلا گیا۔ اور پھر جب مدت کے بعد ارسطو اتھینس میں واپس آیا اور معلوم کیا کہ وہ دار العلوم جس میں اسے گدی نشین ہونے کی ہوس یا خواہش تھی۔ اس میں زنی کری ٹیز گدی نشین ہے۔ تب اس نے فلاسفی کا پیشوا ہونے کا ارادہ کیا۔ اور اسی ارادہ سے ایک نئے فرقہ کی بنیاد ڈالی یہ فرقہ اس دار العلوم کا مخالف تھا اور ایسے علوم کی تعلیم دیتا تھا کہ جو فلاطون کی مخالف تھی اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنے آپ کو تمام فلاسفروں سے زیادہ مشہور کرنے کی خواہش نے ارسطو کو اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ وہ ایک فرقہ کی بنیاد ڈالے۔ یعنے ایک نئے فرقہ کا بانی ہو۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے۔ کہ اپنے اصول کو زیادہ رونق دینے کے واسطے اس نے حتے الوسع ہر ایک طرح کی کوششیں کیں۔ کہ دوسروں کے اصول کی وقعت کم کرے اس کا مقصد یہ تھا کہ اپنا عالیشان مکان دوسروں کے مکان تباہ کر کے بناوے۔ چنانچہ لارڈ بیکن نے اس بات کو اچھی طرح ظاہر کیا ہے"۔ "روم کے ایک ظالم بادشاہ کے اس نے خیال کیا کہ وہ امن سے حکومت نہیں کر سکتا کہ جب تک اس کے تمام خویش و اقارب نہ مارے جائیں۔

آلسمس کی لی پس بیان کرتا ہے کہ جب سکندر نے ارسطو سے شکایت کی کہ اس نے اپنی تحریرات میں ظاہر کر دیا ہے اپنے دقیق پوشیدہ اصول کو۔ تب ارسطو نے جواب دیا کہ یہ اصول عوام پر ظاہر کر دئے گئے اور نہیں بھی ظاہر کئے گئے۔ کیونکہ جو کچھ میں نے ان مضامین پر لکھا ہے۔ اسے صرف وہی اشخاص سمجھ سکتے ہیں۔ جنہوں نے کہ مجھے لیکچر دیتے سنتا ہے"۔

ارسطو اپنی تصنیف کردہ کتابیں اور اپنا کتب خانہ مرتے وقت اپنے جانشین تھیوفرسٹس کو دے گیا جو کہ بلاشبہ ان کی قدر جانتا تھا۔ اس نے

فارابی سے ہے۔ جس نے لکھا ہے۔ کہ نفوس جس وقت اپنے بدن سے الگ ہو گئے وہ متعلق دوسرے اجسام سے ہو جاتی ہیں۔"

اعمال و تناسخ

انگریزی عملداری کے اوائل میں کرسچانٹی ہند میں پھیلی۔ جس میں ہر طرح کے وہمی خیالات ملے ہوئے تھے۔ اور یہی سب باتیں ہر ایک اشیاء میں جو کہ انگلستان سے آئیں معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن ہمارے اکثر ہم وطنوں کی آنکھیں اس چمکتی جھکا چوند سے ایسی بے نور ہو گئیں کہ جس سے وہ لوگ ہند کے رواج کو سراسر تعصب کہنے لگے۔ لیکن جب کہ ہند کے لوگوں نے اس جھوٹی جھلک سے باہر آنے کا موقع پایا۔ اور خود قابل استعمال اپنی قوت مدرکہ کے ہوئے۔ تب سے اپنی ہند کی چیزیں اُن کو ٹھیک اور مناسب اور اصلی حالت میں ظاہر ہونے لگیں۔ ترقی تعلیم سے خیالات بالکل تبدیل ہو گئے اب تعلیم یافتہ لوگوں نے اسی طرح کرسچن لوگوں کے جہل و تعصب کو ثابت کر دیا ہے۔ جس طرح قبل از تعلیم کرسچن ہندوؤں کی نسبت کہتے تھے۔ یہ دھوکہ اب بالکل رفع کر دیا گیا ہے۔ مغربی مذہب اب ہمارے روبرو اپنی بد شکل حالت میں اسی طرح دکھائی دیتا ہے۔ جیسا کہ ہے۔ پادری لوگ ہند کے مذہب کی اُن باتوں کو جن کو وہ ناممکن جانتے ہیں۔ اور نیز ایسی باتوں کے اظہار میں جو قابل اظہار نہیں ہیں نہایت کوشش کرتے ہیں اور اپنے دلائل کے استحکام کے واسطے اُن کو ہمارے روبرو پیش کرتے ہیں وہ لوگ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہند کے لوگوں میں چند مراسم کس قدر خلاف ہیں بھی۔ لوہا۔ تانبا۔ پتھر یا عمدہ دھاتوں کی مورت کے آگے پرستش کرنا کس قدر مخالف منطق اور عام فہم کے خلاف ہے۔ ایسے مذہبی کاموں اور مراسم کا بجا لانا برخلاف حال کی تربیت کے کس قدر نادانی اور ناسمجھی کا کام ہے ہم ایسی حقارت آمیز باتیں پادریوں سے سنکر اپنے مذہب سے برگشتہ ہوتے جاتے ہیں۔ لیکن آدمی صرف ان باتوں کے انکار سے تسلی نہیں پاتا ہے ہم لوگوں نے بے فائدہ مذہبی امور میں ایسے لوگوں سے مدد لینی چاہی جن لوگوں نے اپنے ہی یہاں کے ایک عیسائی شاعر کی صلاح کا فائدہ اٹھایا جس کا قول یہ ہے۔ کہ "اوروں کو وہی تعلیم دے سکتا ہے جو اُن سے فائق ہو" نتیجہ جس کا یہ ہوا کہ آسمان سے گر کے کھجور میں اٹکے۔ بڑی خوش قسمتی کی بات ہے کہ ہم بہ سبب اس خداشناس سوسائٹی کے اس زبردست گرداب سے محفوظ ہوئے۔ اس مفید انجمن کے اثر سے ہمارے ہموطن لوگ جو چند روز سے بہکے ہوئے تھے۔ پھر اپنی اصلی اور عمدہ حالت پر آ گئے۔ اور اپنی پرانی راہ راست (آریہ دھرم) پر آتے جاتے ہیں۔ جس کو اب تک وہ نظر حقارت سے بہ سبب پادریوں کے دھوکہ دہی کے دیکھتے تھے۔ اب ہمارے لوگوں کو ان کی مشکلات کے حل کرنے کا طریقہ ہاتھ آ گیا ہے۔ اب اُن کو تحقیق ہو گیا ہے کہ آریوں کا مذہب صداقت سے بھرا ہوا ہے سچ ہے کہ بیان تناسخ اور اعمال کا بالکل حکمت منطق اور بڑے بڑے علوم پر مبنی ہے بہ نسبت پادریوں کے اُس مسئلہ دوزخ و بہشت جس کا وعظ وہ دیا کرتے ہیں اس مقام پر عمدہ ترین الفاظ مسٹر سنٹ کے درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں اور وہ الفاظ یہ ہیں

"یہ عام خیال کرسچن لوگوں کا مبنی بر غلطی ہے۔ کہ انسان کی زندگی دو حصوں پر منقسم ہے۔ اول دنیوی دوم روحانی۔ اول یعنی دنیوی فقط ساٹھ یا ستر برس تک قائم رہتی ہے۔ اور دوم یعنے روحانی ہمیشہ۔ اور یہ بیان اور بھی ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ جب کہ یہی کرسچن لوگو کا بیان ہے کہ ہماری روحانی زندگی جو غیر محدود ہے۔ ہمارے اس ساٹھ ستر برس کے محدود اعمال کے موافق ہوگی۔ اور یہ کہنا کرسچن لوگوں کا کچھ کم بیجا نہیں ہے کہ ایک دفعہ مر جانے کے بعد پھر تغیر و ترقی کے قانون قدرت کا عمل نہ ہوگا"

مسئلہ اعمال سے خواہ اعتقاد تناسخ میں ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ جو ناممکنات سے نہیں ہے۔ ایک بڑی بھاری مثال قاعدہ علت و معلول کی ہے اور اسی بڑے قاعدہ علت و معلول کو جس طرح جان اسٹوارٹ مل صاحب نے بیان کیا ہے۔ اُس سے یہ بالکل قیاس میں آتا ہے۔ اسی قاعدہ پر زمانہ حال کے بڑے علوم مبنی ہیں۔ اور بغیر اس قاعدہ کے کسی بات کی اصلیت قیاس میں نہیں آ سکتی۔ بڑے بڑے علماء کا اسی قاعدہ پر دارومدار ہے۔ اب اگر ہم اُن شہادت کی جانچ کریں۔ جن پہ یہ قاعدہ مبنی ہے۔ تو ہم دیکھتے ہیں کہ خاص ثبوت اُس کا یہی ہے کہ اسی قاعدہ پر سب کا عمل درآمد ہے۔ قاعدہ علت و معلول کا اچھی طرح قیاس میں آ سکتا ہے۔ اور اس قاعدے سے مستثنے کوئی بات اس وقت تک انسان کے تجربہ میں نہیں آئی ہے۔ اگر مستثنے ہوتی تو ضرور انسان کے تجربہ میں آتی۔ پس یہ قاعدہ درست مانا جاوے گا۔ یہ ایک ایسا قاعدہ ہے۔ کہ آدمی کے تجربہ کے ساتھ ساتھ قدم بقدم چلتا ہے۔ اگر یہ قاعدہ اس دنیا میں سب پر حاوی ہے۔ تو کیا ہم ایک قدم اور آگے بڑھنے کے مجاز نہیں ہیں جو بالکل جائز ہے۔ بموجب اُس تناسب اور تشابہ اور تطابق کے جو ایک شے دوسری شے سے رکھتی ہے۔ تب اس لئے کہ انسان اُس عملی ترین قوت یعنے گیان اور روشن ضمیری کو حاصل کرے۔ جس کے ذریعہ سے روحانی اصلیت نہایت صداقت کے ساتھ بدیہی طور سے دریافت ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی قاعدہ انسان کے سمجھنے کے لئے ہے۔ تو یہی ہے۔ لائق حکیموں (فلاسفروں) کی رائے ہے کہ قانون علت و معلول کا ایک امر بدیہی ہے۔ جس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے اور ہم لوگ اس قانون کے جان لینے کے واسطے اپنی خلقی قوت متخیلہ کے قاعدہ سے مجبور ہیں۔ اگر یہ رائے حکماء کی عالم مادی میں صحیح مان لی جاوے تو دیگر لطیف تر عالموں میں ہمارا رہنما بجز ایسے قدرتی قانون علت و معلول کے جو ہماری خلقت میں داخل ہے اور کوئی نہیں ہو سکتا ہے *

میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے بموجب اصول فلاسفی کے کافی بیان کیا ہے۔ اس بات کے ثبوت کے لئے کہ قاعدہ علت و معلول کا کچھ قدرتی مادی اشیاء پر محدود نہیں ہے۔ ایک اور بھی وجہ ہے۔ کہ جس سے اس سوال کے حل کرنے میں ہم کوشش کر سکتے ہیں *

کوئی قوت زائل نہیں ہوتی۔ بلکہ یا تو وہ فوراً کسی نہ کسی قوت کی شکل میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یا وہ خود بجنسہ دائم رہ کر اپنے موقع پر اُس قوت کو ظاہر کرتی ہے۔ کسی چھت یا دیوار پر ڈھیلہ پھینکنے میں جو قوت صرف کی جاتی ہے وہ ضائع نہیں۔ بلکہ ڈھیلے میں اپنی اصلی حالت میں رہتی ہے۔ اور اُس چھت یا دیوار سے جب ڈھیلہ علیحدہ ہو جاتا ہے تو فوراً اُس کا ظاہر ہوتا ہے۔ جو قوت کہ ایک شیشہ ظرف میں برق ڈالنے کے وقت صرف کی جاتی ہے وہ اپنی اصلی حالت میں

رہتی ہے۔ لیکن وہ برق شعلہ بن کر اُس وقت نکل جاتی ہے۔ جب اُس ظرف کا بیرونی و اندرونی حصہ اُس آلہ سے جس کے ذریعہ سے برق نکل جاتی ہے لگایا جاتا ہے۔ جبکہ ایسی حالت ہے۔ تو کیا یہ بات صحیح نہیں ہے کہ جو قوت ہماری عادات اور خیالات و حرکات سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ زائل نہیں ہوتی ہے جب ہم یہ جانتے ہیں کہ یہ قوانین اپنا اثر ضرور پیدا کرینگے تو پھر ہم کو مسئلہ تناسخ بھی ضرور ماننا پڑیگا۔ اور ان ظاہری قوتوں کے ظہور کیلئے ظاہری عالم کا ہونا بھی ضرور ہے تناسخ کا مسئلہ جس سے پادری لوگ مخالفت کرتے ہیں۔ علم حکمت کے رو سے نہایت ضروری پایا جاتا ہے۔ اب تک میں نے علم حکمت کے رو سے بیان کیا اب ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ علم مابعد الطبیعات کی رو سے بھی مسئلہ اعمال اور تناسخ کا جس سے ابھی تک اہل یورپ ناواقف تھے بخوبی حل ہو گیا۔ میرا اشارہ ان مختلف حالتوں سے ہے۔ جن میں کہ لوگ پیدا ہوتے ہیں اور وہ مختلف قوتیں اور باتیں جو اُن میں خلقی ہوتی ہیں۔ ہر ایک شخص نے اپنی پہلی زندگی میں چند باتیں اور چند قوتیں حاصل کیں۔ جو کہ اُس کے روح کے ساتھ بطور جزو لاتجزی کے بحیثیت خود موجود ہیں۔ اور جبکہ روح پھر جسم میں آتی ہے تو وہ قوتیں پھر آسانی کے ساتھ کام کر سکتی ہیں۔ یہ ایک ایسا مسئلہ بہت مسئلوں میں سے ہے۔ جس سے کہ اُن امور کا ثبوت جو کہ ہم دیکھتے ہیں بہت عمدہ طور سے ملتا ہے۔ اس لئے میں یہ خیال کرتا ہوں اور اصول حکمت سے بھی درست ہے کہ ہم کو اور کسی مسئلہ پر فی الحال خیال نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ اسی مسئلہ پر مضبوط رہنا چاہیئے۔ اور جبتک پورا اور اگیان اس کا ہم کو نہ ہو لیوے۔ اُس وقت تک اور کسی طرف نہ بھٹکنا چاہیئے۔

اب اخلاقی مسئلہ پر نظر کریں تو ہم کو معلوم ہوگا کہ اخلاق کا مسئلہ علم مابعد الطبیعات والٰہیات سے بھی مفید ہے۔ جسقدر لوگوں کے اخلاق ترقی پاتے جاوینگے۔ اُسیقدر اُن کے مذہب کے بھی ترقی ہوتی جاویگی۔ انسان کے لئے سوائے مسئلہ علت و معلول اور کوئی مسئلہ نہیں ہے کہ اُس کو تھوڑا یا بہت اس قابل کرے کہ اُس میں جرأت پیدا ہو اور اپنی آپ مدد کرنی اور اپنی کوشش پر بھروسہ کرنے کی ہمت بندھے۔ جب انسان چاروں طرف سے مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے اُس وقت وہ نہایت مایوسی کے ساتھ یہ خیال کرتا ہے۔ کہ یہ سب مصیبتیں نتائج ہیں میرے گذشتہ جنم کے اعمال بد کے گو وہ اپنے اُن گذشتہ اعمال سے واقف نہیں ہوتا ہے اور ایسی حالت میں اُس کو اور کسی بات سے تسلی نہیں ہو سکتی ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ یقین کرے کہ اُس کی زندگی آئندہ کی عمدگی اُسی کے اس جنم کی عمدہ کوشش اور نیک اعمال اور نیک چلن پر منحصر ہے ہند کے لوگ کبھی ایسی حالت میں نہ ہوتے اگر وہ اپنے دل کے نگین پر اس بات کو بخوبی ہمیشہ نقش رکھتے کہ اُن کی حالت کا اچھا و بُرا ہونا خود اُنہیں کے اختیار میں ہے یعنے ہم اگر نیک اعمال کرینگے تو اچھی حالت اور اگر بد اعمال کرینگے تو خراب حالت میں رہینگے۔ ہر گونہ ترقی ہند کی اُسی حالت میں ہو سکتی ہے۔ جب اہل ہند اس سچے اور پاک مسئلہ کی دل و جان سے پوری پوری قدر کریں۔ اور پورے پورے اعتماد کے ساتھ ہمہ تن اُس پر کاربند ہو کر تجربہ کریں" (از رسالہ تھیوسافسٹ ماہ مئی ۱۸۸۵ء)

امارٹیلیٹی آف دی سول (بقائے روح) میں فلاسفر ہیوم صاحب فرماتے ہیں "نیچر کے عام قاعدہ کے موافق اگر دلیل کیجائے اور سبب اعلےٰ کے کوئی نئے دخل فرض کر لیئے بغیر جس کو فلسفہ سے ہمیشہ علیحدہ کرنا چاہیئے تو جو کچھ بگڑ نہیں سکتا ہے وہ ضرور ناقابل پیدا ہونیکے ہے اسلئے اگر روح غیر فانی ہے تو ضرور ہماری پیدائش کے پہلے بھی موجود ہوگی۔ اور اگر پہلی زندگانی سے ہمارا کچھ سمبندھ نہیں ہے تو پچھلی سے بھی کچھ نہ ہوگا۔ اس لئے

پنر جنم (تناسخ) ہی ایک ایسا طریقہ ہے جس کی طرف فلسفہ توجہ کر سکتا ہے"

پروفیسر میکس مولر صاحب نے لنڈن میں ۱۰ اگست ۱۸۹۴ء کو ایک لیکچر دیا جس میں بیان کیا کہ کرم کا مسئلہ دھرم کو مذہب اور فلسفہ کی پکی بنیاد پر قائم کرتا ہے ہم اس اصول کی بابت چاہے جو کچھ خیال کریں مگر اس نے آدمیوں کے حال چلن پر نہایت ہی عجیب اثر ڈالا ہے۔ اگر ایک آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ جو کچھ کہ وہ اپنی اس زندگی میں مصیبت (بغیر قصور کے) بھوگتا ہے یہ تمام اُس کے پہلے جنم کے بُرے کاموں کا نتیجہ ہے۔ تو وہ اپنے مصائب کو بڑے صبر و استقلال سے برداشت کرتا ہے جس طرح کہ ایک مقروض اپنے پہلے قرض کو ادا کرتا ہے۔ ماسوائے اس کے اگر وہ یہ بھی جانتا ہے کہ وہ اس زندگی میں نہ صرف پرانا قرض ادا کرنے کے لئے مصیبت بھوگتا ہے بلکہ علاوہ براں وہ اخلاقی سرمایہ آیندہ کے واسطے بھی جمع کرتا ہے۔ اور اس میں اس کا نیک ارادہ ہے۔ جو کہ اگر غور کیا جاوے تو خود غرضی پر مبنی نہیں ہے۔ جیسا کہ چاہیئے۔ یہ اعتقاد کہ کوئی کام خواہ وہ نیک ہو یا بد فنا نہیں ہو سکتا۔ مذہبی دنیا کا یہ اصول کہ کرم کا ناش نہیں ہوتا علمی دنیا کے اس اصول کے برابر ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں کہ طاقت کا ناش نہیں ہوتا۔ یعنے کوئی چیز دنیا میں معدوم نہیں ہو سکتی۔ یہ آخری دلیل یورپین سائنس دانوں کے واسطے ایک پُر زور اپیل ہے جن کی تازہ دریافتیں (ڈسکوریز) یہ ثابت کرتی ہیں۔ کہ دنیا میں طاقت ہمیشہ قائم رہتی ہے ۔

ان لیکچروں میں یہ ایسے الفاظ ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آواگون کا مسئلہ ایسا ہے جس پر مغرب کے بہت سے لوگوں کا اعتقاد ہے۔ جبکہ یہ کہا جاتا ہے کہ آدمیوں کو وہ باتیں یاد نہیں جو کہ انہوں نے پہلے جنم میں کی تھیں۔ تو پروفیسر صاحب موصوف اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہم کس طرح سے اپنی پہلی زندگی کے کاموں کو یاد رکھیں جبکہ ہم موجودہ زندگی میں دو تین یا چار برس کے پہلے زندگی کی باتیں یاد نہیں رکھ سکتے"

ورڈس ورتھ۔ انگلستان کے بڑے مشہور شاعر نے (جو ۱۷۷۰ء سے ۱۸۵۰ء میں ہوا ہے) اس اعتقاد کو اس طرح بیان کیا ہے کہ "ہماری روح کے ستارہ کا جو اب یہاں طلوع ہوا ہے۔ اس کا کسی اور جگہ پر پہلے غروب ہو چکا ہے جس کی شعاعیں بہت دور سے یہاں آرہی ہیں" اس زمانہ تک یہ عام اعتقاد ہے۔ لیکن یہ اعتقاد جو کہ اس مبنی ہے کہ ہمارا اس زندگی کا ستارہ جو ہم نے پہلے زندگی میں بنایا تھا بہت سے کانوں میں یہ الفاظ عجیب سنائی دیتے ہیں۔ لیکن انگلستان میں مسئلہ تناسخ کی سچائی کے پھیل جانیکے امکان کو دیکھنا چاہیئے۔ مگر ابھی تک کرم کے فلسفہ کی تشریح اُن کو اچھی طرح سے معلوم نہیں" ویدانت فلاسفی پر لیکچر صفحہ ۱۶۵ رسالہ انڈیا لنڈن) ۔

(از انڈین امرت بازار پتر کا) کرم کے مسئلہ پر یہ رائے فاضل پروفیسر کی ہے ان دو مسئلوں یعنے کرم اور تناسخ کو ایک بڑے فاضل نے ایک پکی بنیاد پر قائم کیا ہے ہندوستان کے باشندوں کے لئے ایک نہایت ہی تسلی بخش ہے" (امرت بازار پتر کا ۱۹ اگست ۱۸۹۴ء کلکتہ) ۔

"سیون پرنسپل آف مین" میں مسز اینی بیسنٹ صاحبہ فرماتی ہیں "یہاں سے پھر تناسخ یعنے بار بار جنم لینے یعنے جسم انسانی اختیار کرنے کے ذریعہ سے کمال کو پہنچنے کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے اور انسان کا پہلا جنم اس موقع سے شروع ہو کر تیسرے چکر کو طے کر کے جب چوتھے چکر کے وسط میں پہنچتا ہے تو اس عرصہ میں درجات لانے سے جتنے جیو انسان بن سکتے ہیں بنجاتے ہیں اس کے بعد انسان کی تعداد زیادہ نہیں ہوتی اور یہاں تک جسقدر انسان بن چکتے ہیں۔ انہیں میں آواگون یعنے آنے جانے کا سلسلہ جاری رہکر بار بار انسان کے جسم میں داخل ہو کر انسان مکمل بنتا ہے جب سے جیو جسم انسان میں داخل ہوتا ہے۔ تب سے اُس کی ترقی کا طریق بدل جاتا ہے یعنے اُس کی آیندہ کی ترقی اپنے اپنے اعمال کے موافق بار بار جنم لینے سے ہوتی ہے۔ اور یہ طریق اس کے پہلے کے درجات سے ادنے

میں جیو کے مجموعی بہاؤ کے ذریعہ سے ہوتا پیدا ہوتا ہے وہ طریق ختم ہو جاتا ہے"
صحیفہ ساقی کے رو سے انسان اب پانچویں چکر میں پہنچا ہے اور چونکہ ہر ایک چکر کے سات سات حصے ہوتے ہیں اس لئے جو نسل انسان اس کرہ زمین پر موجود ہیں انہوں نے ان سات حصوں میں چار حصے طے کر لئے ہیں اور اب پانچویں میں ہیں جب پانچواں چکر پورا ہو جائیگا تو پھر اسی طرح چھٹا اور ساتواں بھی پورا کرنا پڑیگا تب انسان مکمل ہوگا۔ چنانچہ جب انسان نسل اس کرہ پر نمودار ہوئی ہے۔ تب سے بار بار جنم لینے والی روحوں کی تعداد میں کچھ بیشی نہیں ہوئی۔ اور اسی تعداد مقررہ میں سے کسی خاص وقت کسی قدر جامہ انسانی میں موجود ہوتے ہیں کہ جو دنیا کی آبادی کہلاتی ہے اور باقی روحیں حالت روحانی میں رہتی ہیں۔ اسی طرح کچھ حالت روحانی سے جسمانی میں اور کچھ حالت جسمانی سے حالت روحانی میں آتی جاتی ہیں جو باعث کمی بیشی آبادی کا دنیا میں ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی خاص سبب سے کسی جگہ تعداد اموات کی کثرت غیر معمولی ہوتی ہے تو وہاں بعد میں پیدائش کی کثرت ہوا کرتی ہے اس لئے گو بظاہر کسی جگہ دنیا کی آبادی بڑھتی ہوئی نظر آتی ہو تو اسکا سبب یہ نہیں ہے کہ نئی نئی روحیں پیدا ہوتی ہیں بلکہ سبب یہ ہے کہ کسی وقت کسی خاص مقام پر زیادہ روحیں حالت روحانی سے حالت جسمانی میں لوٹ کر آتی ہیں" (۶۸ - ۷ تک) +

حکیم مولوی قلندر علی صاحب پانی پتی مرحوم اپنی کتاب اخلاق دلپذیر میں لکھتے ہیں کہ واحد حقیقی اُس کو کہتے ہیں کہ جو ہرگز کسی وجہ سے قسمت نہ ہو سکے۔ اور نفس ناطقہ واحد حقیقی کو تصور کرتا ہے اور معنے اس واحد کا اُس میں منتقش ہوتا ہے۔ پس اگر نفس ناطقہ جسم ہووے جسم قابل قسمت کے ہے۔ اور ہر دانا کو ظاہر ہے کہ محل کا تقسیم ہونا سبب ہے حال کی تقسیم ہونے کا یعنے جب محل منقسم ہوا جو چیز کہ اس محل میں ہے وہ بھی منقسم ہوگی۔ پس اگر نفس ناطقہ جسم ہووے قابل قسمت کے ہوگا۔ اُسکے انقسام سے لازم آتا ہے کہ جو چیز اُس میں منقش و حلول کی ہوئی ہے بھی منقسم ہووے اور ناطقہ میں معنے واحد حقیقی کا منتقش ہوتا ہے۔ واحد حقیقی اُس کو کہتے ہیں کہ جو کسی وجہ سے قابل قسمت نہ ہووے۔ پس جسمیت نفس ناطقہ کی چاہتی ہے قسمت کو اور قسمت نفس ناطقہ کی چاہتی ہے قسمت معنے واحد حقیقی کو اور یہ بالکل باطل ہے ورنہ واحد حقیقی نہ ہوگا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ نفس ناطقہ ہرگز جسم نہیں ہو سکتا"

تفسیر کبیر میں ہے کہ خاصہ جسم کا یہ ہے کہ جو صورت اُس کو بالفعل حاصل ہے یہ صورت جبتک زائل نہ ہو دوسری صورت اُس میں حاصل نہیں ہوگی۔ مثلاً ایک جسم کی شکل مثلث ہے جبتک کہ شکل مثلث اُس سے زائل نہ ہوگی دوسری شکل کہ مربع و کروی و اسطوانہ و مخروطی وغیرہ ہیں ہرگز ہرگز اُس میں حاصل نہیں ہو سکتی۔ ایک ٹکڑا موم کا اگر اول اُس کو مربع یا کروی شکل بنا دیں جب تک اُس میں یہ شکل خاص ہے۔ دوسری شکل مثلث و اسطوانہ و مخروطی ہرگز اُس میں حاصل نہیں ہو سکتی اور ایسا ہی ہم نے اس پارہ موم پر مہر زید کی لگادی جب تک نام زید کا اس پارہ موم میں منقش ہے۔ دوسرا نام خالد و ولید کا اُس میں منقش نہیں ہو سکتا۔ جب نام اول زید کا اُس سے زائل ہووے تب دوسرا نام خالد کا اُس میں منقش ہووے۔ اور ہر جسم کا ایسا ہی خاصہ ہے۔ خاصہ نفس ناطقہ کا اس جسم کے خاصہ سے برخلاف ہے۔ اور اُس میں یکبارگی صورتیں بہت منتقش ہوتی ہیں۔ جس وقت ایک لشکر کو دیکھا صورتیں اشخاص لشکر کی اُس میں مرتسم ہوئیں اور جس وقت شب کو آسمان کی طرف دیکھا صورتیں ستاروں کی جیسے ستارے ہیں اُس میں مرتسم ہوئیں۔ بلکہ زیادتی صورت علمیہ کی نفس ناطقہ میں مدد دیتی ہے۔ اُس کو اور صورتیں حاصل ہونے پر۔ پس خاصہ نفس ناطقہ کا برخلاف خاصہ جسم کے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نفس ناطقہ جسم نہیں ہے"

حکیم ارسطو طالیس نے نمبر چہارم کتاب اثولوجیا میں لکھا ہے۔ من تقدر علی خلع بدنہ والصعود الی العالم العقلی فانہ ھو یُعلی ان تعرف نور العقل وان تعرف نور الاول۔ ترجمہ۔ جس نفس ناطقہ کو یہ قدرت ہے کہ اپنے بدن کو ترک کر کے عالم مجردات و اقلیم ملکوت کی سیر کرے۔ تحقیق اُس میں طاقت ہے کہ ملائکہ کے نور کو دیکھے۔ بلکہ پروردگار کو دیکھتے۔

حکیم افلاطون الٰہی نے فرمایا ہے کہ اگر علت تامہ وجود نفس کی قبل بدن موجود ہوگی تو نفس ناطقہ بھی ضرور قبل بدن کے موجود ہوگا۔ اس واسطے کہ مختلف و جدائی معلول کی علت تامہ سے محال ہے۔ و اگر علت تامہ نفس ناطقہ کی قبل بدن کے موجود ہووے بلکہ علت ناقصہ قبل بدن کے موجود ہووے اور علت تامہ اُسکے بعد بدن کی ہوتی ہے تو اب بدن بھی نفس کی علت ناقصہ ہوگا۔ یا جزو علت تامہ کا ہوگا۔ یا شرط اُس کی اور ظاہر ہے کہ جس چیز کا وجود کسی چیز کے وجود پر موقوف ہے تو اُس چیز کے عدم سے اُس کا عدم ضرور لازم آتا ہے۔ پس جب وجود نفس ناطقہ کا وجود بدن پر موقوف ہوا تو لازم آتا ہے کہ فساد و ہلاکت جسم سے نفس ناطقہ بھی فساد و فنا ہووے اور اس کا کوئی قائل نہیں سب کا اتفاق ہے کہ نفس ناطقہ فساد و فنا بدن سے ہرگز فاسد نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ بدن فاسد و ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور نفس ناطقہ ہمیشہ باقی رہتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ نفس ناطقہ حادث بحدوث بدن نہیں۔ بدن سے نفس پیشتر ہے اور قدیم ہے۔ البتہ نفس ناطقہ حادث بالذات ہے یعنے اپنی علت سے اُس کو فقط تاخر عقلی ہے۔ حادث بالزمان ہرگز نہیں +

اور بعض حکماء نے نفس ناطقہ کے ازلی ہونے پر یہ دلیل لکھی ہے کہ اگر نفس ناطقہ حادث زمانی ہووے۔ ہرگز مجرد نہ ہوگا۔ بلکہ وہ صرف مادی ہوگا۔ اس واسطے کہ جملہ حکماء اس کے قائل ہیں کہ حادث زمانی کا وجود موقوف ہے مادہ پر اور مدت پر" پس نفس ناطقہ بھی قدیم اور ازلی ہے البتہ بدن انسانی شرط و علت ناقصہ تعلق نفس ناطقہ کی ہے ساتھ بدن کے نہ شرط وجود نفس ناطقہ کی۔ یہ فرق دقیق و تمیز ہیں۔ اکثر فضلا کو جو شتبہ رہے اس غلطی سے وہ قائل اس کے ہوئے۔ کہ نفس ناطقہ حادث ہے بحدوث بدن۔ یہ سب غلط ہے۔ نفس ناطقہ قدیم ہے البتہ تعلق بدنی اُس کا حادث بحدوث بدن ہے۔ اس طائفہ نے وجود تعلق میں فرق نہ کیا۔ اس واسطے یہ خبط و غلط اُن سے صادر ہوا"

علمائے متاخرین سے جو اس کے قائل ہیں۔ کہ نفس ناطقہ حادث ہے بحدوث بدن اپنے اس دعوے پر انہوں نے چند دلائل واہیات قائم کی ہیں۔ درست تر اُن سب دلائل سے یہ دلیل ہے۔ اگر نفوس ناطقہ قبل ابدان کے موجود ہوویں یا یہ سب نفوس ایک ہونگے۔ یا بہت۔ اور یہ ہر دو قسم باطل ہیں۔ اور بطلان ثانی کا دلیل ہے بطلان مقدم کی جیسا کہ کتب منطقیہ میں مذکور ہے۔ نفوس ناطقہ قبل بدن کے اس وجہ سے واحد نہیں ہو سکتے۔ اگر جملہ نفوس قبل از تعلق با بدان واحد عدد نہیں ہو سکتے۔ اس واسطے کہ عالم و مدرک نفس ناطقہ ہے جب نفس ناطقہ زید و بکر و خالد کا ایک ہی ہو لازم آتا ہے کہ جس قدر علم زید کو ہے وہی علم سب کو ہوتے پس اشخاص انسانیہ جملہ برابر ہوں علم میں نہ کوئی اُستاد ہوا اور نہ کوئی شاگرد۔ اور نہ کوئی ذکی ہوا اور نہ کوئی غبی اور یہ امر بدیہہ باطل ہے۔ و اگر قبل از تعلق با بدان نفوس انسانیہ کثیر ہوویں۔ بالضرور متمایز ہونگے یعنے ایک دوسرے سے جدا ہوگا۔ تمام لوازم کثرت سے ہے۔ اور یہ تمایز نفوس کا از تعلق با بدان بالماہیتہ ہے یا بلوازم ماہیتہ ہے۔ یا بعوارض مادہ کے ہے۔ اور یہ ہر سہ شقوق باطل ہیں۔ تمایز اُن کا بماہیتہ اس واسطے نہیں ہو سکتا۔ کہ جملہ نفوس انسانیہ ایک نوع حقیقی یعنے جملہ نفوس انسانیہ کا ماہیت ایک ہے۔ جب ان سب کی ماہیتہ

ایک ہوئی۔ اب تمایز اُن میں بہ سبب ماہیت کے نہیں ہوسکتا۔ اور اسی وجہ سے تمایز اُن میں بہ سبب لوازم ماہیت کے بھی نہیں ہو سکتا۔ اور تمایز اُن میں قبل از تعلق بابدان بہ سبب عوارض محل کے اس واسطے نہیں ہو سکتا کہ نفوس ناطقہ مجرد و بسیط ہیں۔ پاک ہیں محل سے اور مادہ سے اور قبل از تعلق بابدان کسی طرح سے مادہ اُن کے واسطے نہیں متصور ہو سکتا؟ یہ دلیل اُن کی جملہ دلیلوں سے بہتر ہے

اس میں چند وجوہ نظر ہے

اوّل یہ کہ علامہ شیرازی نے شرح حکمت اشراق میں لکھا ہے کہ قول مستدل کا اگر نفس ناطقہ زید و بکر و خالد کا ایک ہووے لازم آوے کہ جس جس چیز کو زید ادراک کرے بکر و خالد وغیرہ بھی اُن سب چیزوں کو ادراک کریں ہم تسلیم نہیں کرتے۔ کہ اگر مراد ادراکات سے وہ ہے جو ادراکات موقوف ہیں آلات پر اس واسطے کہ ادراکات موقوفہ بالآلات مشروط ہیں۔ ساتھ انہیں آلات کے پس وہ نہیں معلوم ہو سکتے۔ مگر ساتھ انہیں آلات کے اور اگر مراد وہ ادراکات ہیں۔ جو غیر موقوف ہیں آلات پر پس جملہ نفوس انسانیہ کا اُن میں نہ مشترک ہونا ہم تسلیم نہیں کرتے آیا نہیں دیکھتا ہے تو کہ جملہ نفوس انسانیہ مشترک ہیں اس میں کہ اپنی ذات کو بلا واسطہ جانتے ہیں۔ یعنی اُن کو اپنی ذات کا علم حضوری ہے +

دویم۔ یہ قول اُس کا کہ جملہ نفوس انسانیہ ایک نوع حقیقی ہیں۔ ہم تسلیم نہیں کرتے۔ ایک گروہ قدمائے الٰہی سے یہ کہتے ہیں کہ نفوس ناطقہ انسانیہ تین نوع ہیں نوع اوّل وہ ہے جو نہایت درجہ کے ذکی و سعید۔ نوع ثانی وا وسط وہ نفوس ہیں کہ جو اوسط درجہ کے ذکی و سعید ہیں۔ گاہ گاہ اُن کے فکر میں خطا واقع ہوتی ہے اور گاہ گاہ اُن سے کوئی امر قبیح بھی ظہور میں آتے ہیں۔ نوع سوم وہ ادنےٰ درجہ کے نفوس ہیں۔ جو غبی محض و شقی مطلق ہیں۔ ہرگز ہرگز علم و حکمت کے کلام نہیں سمجھتے اور اعمال صالحہ اُن سے کبھی صادر نہیں ہوتے ہیں +

نفوس انسانیہ جملہ ان ہر سہ انواع میں منحصر ہیں۔ انسان نوع واحد حقیقی نہیں اور اُس کی وحدت حقیقی پر کوئی برہان قوی ہنوز قائم نہیں ہوئی۔ کلام ربانی بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔ کہا خدا تعالےٰ نے فمن ھم ظالم لنفسہ ومن ھم مقتصد ومن ھم سابق بالخیرات۔ معنے اس آیہ شریفہ کے یہ ہیں۔ کہ نفوس انسانیہ میں قسم ہیں ایک قسم وہ ہیں کہ بہ سبب جہل و بدکاری کے اپنی ذات پر آپ ظلم کرتے ہیں۔ دوسری قسم وہ ہیں کہ اُن سے اعمال صالحہ و قبیحہ ہر دو صادر ہوتے ہیں۔ تیسری قسم وہ ہیں کہ اُن سے سراسر نیکی و بہتری ظاہر ہوتی ہے +

وجہ سوم۔ یہ کہ جملہ متاخرین ملائکہ کے تجرد کے قائل ہیں۔ اور اس کے بھی قائل ہیں۔ کہ ملائکہ کثیر ہیں۔ اور اس دلیل سے لازم آتا ہے کہ وہ کثیر نہ ہوویں۔ اس واسطے کہ ہم کہتے ہیں کہ کثرت ملائکہ کو تمایز ضرور ہے۔ اور یہ تمایز بالماہیہ ہے یا بلوازم ماہیۃ یا بالعوارض مادی ہے۔ نوع ملائکہ کی واحد حقیقی ہے تمایز بماہیۃ ولوازم ماہیۃ نہیں ہو سکتا۔ اور ملائکہ مجرد ہیں۔ پاک ہیں۔ مادہ سے پس بعوارض مادی بھی تمایز نہ ہوئی۔ اس سے لازم آیا کہ ملائکہ ہرگز کثیر نہ ہوویں۔ حالانکہ جملہ حکما و انبیا علیہم السلام ملائکہ کی کثرت کے قائل ہیں۔ حکمائے فارس کا بھی یہی ایمان ہے۔ حکیم الٰہی پارسی فرزآباد کہ جس کو پارسی لوگ پیغمبر اول کہتے ہیں۔ اور اُس کی کتاب کو آسمانی

وہ کہتا ہے کہ سروشان بسیار اند و شمارہ آنہا را یزدان پاک داند؟

وجہ چہارم۔ یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ نفوس انسانیہ کو ہم نے نوع واحد حقیقی تسلیم کیا اور یہ جملہ قبل از تعلق بابدان عالم بالا میں موجود تھے۔ تمایز اُس کا بہ سبب علوم و صفات کے تھا۔ جیسا کہ ملائکہ مجردات میں تمایز بہ سبب ادراکات و صفات نفسانیہ کے ہے

وجہ پنجم۔ یہ کہ جملہ علمائے متاخرین اس کے قائل ہیں کہ نفس ناطقہ بہ سبب فساد بدنی کے فاسد نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمیشہ باقی رہتا ہے۔ اب اس میں ان سے سوال کرتا ہوں کہ جن نفوس ناطقہ نے بدن کو ترک کیا اُن میں تمایز کس طرح سے ہے۔ یا بماہیۃ یا بلوازم ماہیۃ یا بعوارض مادیہ:۔

ماہیۃ نفوس انسانیہ کی واحد ہے۔ تمایز بماہیۃ و بلوازم ماہیۃ نہیں ہو سکتا۔ اور بعد ترک بدن نفوس عوارض مادیہ سے بھی پاک ہیں۔ بہ سبب عوارض مادیہ کے بھی بعد مفارقت بدن کے تمایز ممکن نہیں۔ پس اس سے لازم آتا ہے کہ نفوس ناطقہ کثیرہ بعد مفارقت ابدان کے متحد ہو جاویں۔ اور یہ امر شرعاً و عقلاً بالکل باطل ہے البتہ جو قوم تناسخ کی قائل ہیں اُن پر یہ اعتراض وارد نہیں وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو نفس ایک بدن خاص کو ترک کرتا ہے۔ بعد اُس کے دوسرے بدن کے متعلق ہو جاتا ہے تمایز ان نفوس میں بسبب عوارض مادیہ بدنیہ کے ہے اور یہ علمائے متاخرین ہرگز تناسخ کے قائل نہیں۔ ان پر یہ اعتراض سخت وارد ہوتا ہے۔ ہرگز دفع نہیں ہو سکتا یعنی علمائے متاخرین کہ جن کو علم حکمت سے نصیب کامل اور فن فلسفہ سے بہرہ وافر حاصل نہیں۔ کہتے ہیں کہ حکمائے اشراقین کا یہ مذہب ہے کہ نفس ناطقہ انسانی ازلی و ابدی ہے۔ اور حکمائے مشائین کا یہ مسلک ہے کہ نفس ناطقہ انسانی ابدی ہے۔ ازلی نہیں۔ بحدوث بدن نفس ناطقہ حادث ہو جاتا ہے؟

میں یہ کہتا ہوں کہ یہ قول ان کا سراسر افترا و بہتان ہے۔ استاد جملہ مشائین کا حکیم ارسطو طالیس ہے۔ اُس نے کسی اپنی کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ نفس ناطقہ حادث ہے بحدوث بدن بلکہ اُس نے یہ لکھا ہے کہ نفس ناطقہ قبل از تعلق بیدن عالم اعلےٰ ملکوت میں موجود تھا۔ اُس نے میمر یخ اثولوجیا میں لکھا ہے۔ ان الانفس کانت وھی فی عالمھا قبل تخطان الکون حساسۃ الا ان حسا کان حسا عقلیًا فلما حدث فی الکون ومع الاجسام حادث ھی الیکنس حسا جسمیا۔ ترجمہ۔ نفوس ناطقہ ما قبل از تعلق بابدان عالم اعلےٰ میں موجود تھے۔ اور اُس عالم میں بھی اُن کو حواس تھے۔ مگر وہاں حواس اُن کے عقلیہ تھے۔ جب یہ نفوس اس عالم دُنیا میں متعلق باجسام ہوئے۔ یہاں بھی اُن کے ساتھ حواس ہیں۔ ان کے حواس سے حس جسمی اُن کو ہوتی ہے؟ اس سے صاف معلوم ہوا کہ ارسطو اس کا قائل ہے کہ نفس ناطقہ قبل از تعلق بہ بدن عالم اعلےٰ میں موجود تھا۔ وجود اس کا قبل وجود بدن کے ہے۔ کوئی حکمائے مشائین و اشراقین سے حدوث زمانی نفس ناطقہ کا قائل نہیں (از کتاب اخلاق دلپذیر) +

ڈاکٹر لوئیس فگینر صاحب فرانسیسی اُن لوگوں سے یہ سوالات پوچھتے ہیں۔ جو کہ پُنر جنم کو نہیں مانتے +

۱۔ ہم دُنیا میں کیوں آئے۔ ہم نے یہاں آنے کی کوئی درخواست نہیں کی تھی ہے پیدا ہونے کی خواہش نہیں کی تھی۔ اگر ہم سے پوچھا جاتا تو ہم دُنیا میں آنے سے انکار کرتے۔ یا کسی اور زمانہ میں پیدا ہونے کی خواہش کرتے۔ ہم اس زمین کے سوا کسی اور سیارہ میں زندگی بسر کرنے کی اجازت مانگتے۔ ہماری زمین فی الحقیقت رہنے کے لئے خراب ہے۔ ہمیں یہ اچھی نہیں لگتی۔ زمین کی محوری حرکت سے موسموں

کی نسیم خوش گوار نہیں ہے۔ اگر ہم اپنے آپ کو گرم کپڑوں سے نہ ڈھانپیں تو ہم سردی سے مرجائیں یا ہم کو سخت گرمی جلا دے۔ اخلاق کے لحاظ سے بھی انسانوں کی حالت بہت خراب رہی ہے۔ دُنیا میں بدی زیادہ ہے۔ بدی کی ہر جگہ عزت ہوتی ہے نیکی کی ہر جگہ اس قدر بدسلوکی ہوتی ہے کہ اگر کوئی آدمی دیانت دار بنکر رہنا چاہے تو اُس پر ضرور مصیبت پڑنے کی امید ہے۔ ہماری محبت سے غم اور رنج پیدا ہوتا ہے اگر کچھ زمانہ کے واسطے باپ ہونے کی خوشی اور محبت کی خوشی اور دوستی کی خوشی کو بھوگتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ محبت کی چیزیں موت کے باعث ہم سے جُدا ہو جاتی ہیں۔ یا بُری زندگی کے حادثوں کے سبب وہ ہم سے الگ ہو جاتی ہیں۔ جو اعضا کہ ہم کو اپنی زندگی میں کام کے لئے دئے جاتے ہیں۔ وہ بھاری بیڈھنگے۔ اور بیماریوں کے تابع ہوتے ہیں۔ ہم زمیں میں گڑے ہوئے ہیں۔ اور ہمارا بڑا بھاری جنجال بڑی تھکاوٹ کے بعد ہل سکتا ہے۔ اگر بڑے اچھے جسم والے آدمی ہیں جن کو اچھی صحت بخشی گئی ہے تو دُنیا میں ایسے کتنے ہیں جو کہ بالکل کمزور مخبوط الحواس۔ گنگے اور بہرے اور اپنی زندگی سے اندھے دیوانے اور [illegible]۔ میرا بھائی بہت خوبصورت جوان ہے۔ میں بدصورت کمزور نحیف البدن اور کوزپشت ہوں اور پھر ہم ایک ہی ماں کے لڑکے ہیں۔ بعضے بڑی دولتمندی کی حالت میں پیدا ہوتے ہیں اور بعضے نہایت مفلسی کی حالت میں ناشکری اور سرکش زمین پر ایک غریب مزدور کی بجائے میں جلیل القدر شہزادہ اور لارڈ کیوں نہیں ہوں۔ میں یورپ یا فرانس میں کیوں پیدا ہوا ہوں۔ جہاں کہ حرفت۔ تہذیب سے زندگی آرام سے کٹتی ہے اور دیر تک رہتی ہے۔ اور منطقہ حارہ کے جلتے ہوئے آسمان کے نیچے کیوں میں پیدا ہوا جہاں کہ میرا حیوانوں کا سا منہ۔ کالا اور روغنی چمڑا۔ اور پشم کی طرح بال ہوتے اور میں بڑی سخت آب و ہوا اور سوسائٹی کے وحشیانہ سلوک کی سخت تکالیف میں بُری زندگی گذارتا۔ افریقہ کا کوئی بدبخت حبشی میری جگہ کیوں پیدا نہیں ہوا۔ جو کہ اچھی طرح زندگی گذارتا اور خوش گذران ہوتا۔ ہم نے ایسی کوئی بات نہیں کی کہ جس سے ہم دونوں کو زمین پر مختلف جگہ ملتی۔ میرا کوئی حق نہیں ہے کہ مجھ سے رعایت کی جاتی۔ اور نہ اُس کا کچھ گناہ کہ اُسے بُری حالت میں رکھا گیا۔ ان سب ہولناک بدیوں کی کم و بیش تقسیم کا کیا باعث ہے۔ جو کسی پر مصیبت ہیں اور کسی پر خوشی۔ جو کہ اچھے ملکوں میں رہتے ہیں۔ وہ اس رعایت کے کیوں مستحق ہوئے جبکہ اُن کے اور بھائی دُنیا کے اور حصص پر گریہ وزاری کر رہے ہیں۔ بعضوں کی عقل بڑی تیز ہے اور انہیں ہر قسم کی عقل بخشی گئی ہے اور بعض برخلاف اِس کے ہیں عقل سمجھ اور قوت حافظہ سے بالکل بے بہرہ ہیں زندگی کے مشکل سفروں میں وہ قدم قدم پر گرتے ہیں اُن کی تنگ ظرفی اُن کے ناقص قوا اُن پر ہر قسم کی مصیبت اور دُکھ لاتے ہیں۔ وہ کسی چیز میں کامیاب نہیں ہوتے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قسمت اُنکو اپنے بڑے زبردست صدمات کی برداشت کے واسطے منتخب کرتی ہے۔ ایسے بھی جیو ہیں جن کی ساری زندگی پیدا ہونے سے موت تک دُکھوں اور مایوسیوں کی ایک لمبی اور دردانگیز کہانی ہے اُنہوں نے کیا گناہ کیا ہے۔ وہ سطح زمین پر کیوں ہیں۔ اُنہوں نے پیدا ہونے کی درخواست نہیں کی۔ اور اگر وہ آزاد ہوتے تو وہ التجا کرتے۔ یہ کڑوا پیالہ اُن کے منہ سے ہٹایا جاتا وہ یہاں اپنے ارادہ کے خلاف جبر کے نیچے پڑے ہوئے ہیں۔ اتنا تو ٹھیک ہے کہ بعض سخت مایوسی کے عالم میں اپنی رشتہ حیات کو قطع کر ڈالتے ہیں وہ اپنے ہاتھوں سے اُس زندگی کو برباد کر دیتے ہیں۔ جس کو کہ سخت تکلیفوں نے اُن کے لئے ناقابل برداشت بنا چھوڑا ہے +

ان جیوؤں کو (جنہوں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس کے وہ مستحق ہیں) اور جنہوں نے اِن کی خواہش نہیں کی۔ خدا کا بے گناہ سخت تکلیف دینے والی زندگی دینا بے انصافی اور شرارت ہے۔ لیکن خدا نہ بے انصاف ہے اور نہ شریر ہے۔ اور اِس کے بالکل برخلاف صفات اِس کے ہیں۔ یعنے عادل وغیرہ بنا بریں آدمی کی زمین کے مختلف حصوں میں موجودگی اور زمین پر بدی کی کمی بیشی کی تقسیم کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا ہے۔ اگر میرے ناظرین میں سے کوئی بھی ایسا مسئلہ یا ایسا فلسفہ یا ایسا مذہب جس سے کہ یہ تمام دقتیں رفع ہو سکیں بتا سکتا ہے تو میں اِس کتاب کو پھاڑ ڈالونگا۔ کہ میں مغلوب ہو گیا +

اگر برخلاف اِس کے آپ آدمیوں کی بہت سی زندگیاں اور بار بار جنم کو یعنے ایک ہی روح کا بہت سے قالبوں میں آواگون مانیں تو ہر ایک چیز بڑی خوبی اور صفائی سے بیان ہو سکتی ہے۔ اور ہمارے جنم کا دُنیا کے خاص خاص حصوں میں ہونا اندھا دھند قسمت یا اتفاق کا نتیجہ نہیں ہے۔ یہ صرف اُس بڑے سفر کا ایک سٹیشن ہے جو کہ ہم دُنیا میں کر رہے ہیں (از کتاب دی آف ڈیتھ باب ۱۵ صفحہ ۲۰۲ سے ۲۰۵ تک) +

پھر وہی ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔ "اگر بار بار جنم لینا نہیں ہے۔ اگر ہماری زندگی الگ تھلگ واقعہ ہے جو پھر دوبارہ نہیں ہوگا جیسا کہ زمانہ حال کی فلاسفی اور معمولی مذاہب کا اعتقاد ہے تو اِس سے نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ جب جسم بنتا ہے اُسکے ساتھ ہی روح بنتا ہے۔ اور ہر ایک آدمی کے پیدا ہونے پر اُس کے جسم کو رونق دینے کے لئے ایک روح کا بننا ضروری ہے۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ یہ سب روحیں ایک ہی قسم کی کیوں نہیں اور جب کہ انسان کے جسم یکساں ہیں تو روحوں میں اس قدر کیوں فرق ہے یعنے قوائے عقلیہ و اخلاقیہ میں ہم پوچھتے ہیں کہ قدرتی جھکاؤ ایسے کیوں مختلف اور زبردست ہیں کہ بہت دفعہ تعلیم۔ تہذیب اور ضبط کی کوششوں کو کامیاب نہیں ہونے دیتے۔ بچوں میں جو بھاؤ نیکی بدی کے ہیں وہ کہاں سے آتے ہیں۔ اور وہ بھاؤ غرور اور کمینگی کے جو اُن کے خاندان اور سوسائٹی کے درجہ کے مطابق نہیں ہیں۔ کس طرح پیدا ہو جاتے ہیں بعض لڑکے تکلیف کی یاد سے کیوں خوش ہوتے ہیں۔ اور حیوانوں کو دُکھ دیکر کیوں خوش ہوتے ہیں۔ جبکہ اوروں کو دوسرے حیوانوں کی تکلیف دیکھتے ہی پہلے درجہ کا رحم آجاتا ہے اور زرد رنگ ہو جاتا ہے۔ اور کانپنے لگ جاتے ہیں۔ اگر سب آدمیوں کا روح اُس ایک ہی ڈھانچہ کا ڈھلا ہوا ہو تو تعلیم اُن پر وہی بنا یکساں اثر کیوں نہیں کرتی۔ دو بھائی ایک ہی کلاس اور ایک ہی سکول میں پڑھتے ہیں۔ اُن کے ایک ہی اُستاد ہیں۔ اور اُن کے سامنے ایک ہی سی مثالیں ہیں۔ باوجود اِس کے اُن سبقوں سے ایک کو اعلےٰ فائدہ پہنچتا ہے اور وہ حرکات و تعلیم و چال چلن میں لاثانی بن جاتا ہے اِسکے برخلاف اِس کا بھائی کودن محض اور اکھڑ رہ جاتا ہے۔ اگر ان دونوں زمینوں میں وہی بیج بوئے جانے پر مختلف پھل پیدا ہوتا ہے کیا اِس کا یہ باعث نہیں ہے کہ وہ زمین جس میں کہ بیج بویا گیا یعنے روح ہر ایک اپنی حالت میں جُدا جُدا ہے۔ قدرتی طبیعتیں اور بھاؤ اپنے آپ کو ابتدائے عمر سے ہی ظاہر کر دیتے ہیں۔ قدرتی بھاؤ میں یہ اختلاف نہ ہوتا۔ اگر روحوں کی ایک ہی بناوٹ ہوتی۔ حیوانوں کے جسم آدمیوں کے جسم اور درختوں کے پتے ایک ہی طرز پر بنائے جاتے ہیں۔ کیونکہ ہم کو ان میں بہت ہی کم فرق معلوم ہوتے ہیں ایک آدمی کا پنجر ہمیشہ دوسرے آدمی کے پنجر کی طرح ہوتا ہے۔ دل معدہ۔ پسلیاں اور انتڑیاں ہر ایک آدمی میں ویسی ہی ہوتی ہیں۔ روحوں میں اور ہی بات ہے اُن کا ہر ایک آدمی میں بڑا اختلاف ہے۔ ہم روزمرہ سنتے ہیں کہ فلانے لڑکے کی حساب کی طرف طبیعت راغب ہے۔ فلانے کی راگ کی طرف۔ اور فلانے کی نقشہ کشی کی طرف اور بعض میں بدی ظلم اور جرائم کرنے کے مادے بہت زبردست ہوتے ہیں اور یہ بھاؤ ابتدائی زندگی میں ظاہر ہونے لگتے ہیں

باب پنجم

بائیبل سے تناسخ کا ثبوت

نمبر ۱۔ بی بی لوط کی عورت کا ذکر۔ وزنش بعقب خود نگریسته ستونے از نمک شد۔ ترجمہ اور جورو اس کی نے پیچھے پھر کر دیکھا جس سے وہ نمک کا کھمبا بن گئی۔ (مفصل دیکھو توریت پیدائش فصل ۱۹۔ آیت ۲۶۔ اور اس کے ماقبل و مابعد کی آیات)

نمبر ۲۔ سو گدھی نے پرمیشور کے دوت کو اپنے ہاتھ میں تلوار کھینچے ہوئے مارگ میں کھڑا دیکھا۔ تب گدھی مارگ سے الگ کھیت میں پھر گئی۔ اُس مارگ سے پھیرنے کے لئے بلعام نے گدھی کو لاٹھی سے مارا۔ تب پرمیشور نے گدھی کا منہ کھولا اور اُس نے بلعام سے کہا کہ میں نے تیرا کیا کیا ہے کہ تو نے مجھے اب تین بار مارا۔ (توریت گنتی کی کتاب۔ باب ۲۲۔ آیت ۲۳ سے ۳۰) +

نمبر ۳۔ خداوند تعالیٰ نے سانپ شیطان اور عورت حوا کی نسل کے درمیان دشمنی ڈالی (پیدائش توریت باب ۳۔ آیت ۱۴ اور ۱۵) +

نمبر ۴۔ طوفان نوح کا ذکر کرتے ہوئے ایک فاضل عیسائی لکھتے ہیں کہ علمائے یہود یہ بات کہتے ہیں کہ اُس زمانے کے حیوانات بھی بدکار تھے۔ یعنی اپنی غیر جنس کے ساتھ نر و مادہ کی طرح رہتے تھے اس لئے خدا نے اُن پر عذاب کیا۔ (تفسیر الہامی بر کتاب پیدائش صفحہ ۴۹۴) +

بادشاہ بنوکد نضر کے واقعات میں لکھا ہے کہ ”این ہمہ بر بنوکد نضر ملک رسید و بعد از انقضائے دوازدہ ماہ در قصر مملکت بابل گردش می‌نمود۔ ملک متکلم شدہ گفت کہ آیا این بزرگ نیست بابل کہ آن را من بقوت اقتدار خود جہت قصر مملکت و جاہ و عزت خود بنا نمودم۔ ہنوز کہ این سخن در دہان ملک بود آوازے از آسمان نازل گردید کہ اے بنوکد نضر ملک برائت گفتہ شدہ است کہ مملکت از تو رفت و ترا از انسانیاں راندہ خواہند گردانید و مسکنت با حیوانات صحرا خواہد بود و ترا مثل گاوان علف خواہند چرانید و ہفت زمان از تو خواہد گذشت تا بدانی کہ متعال بر ممالک انسانیاں مسلط است و آن را بہر کس کہ میخواہد میدہد۔ ہمان ساعت این حادثہ بر بنوکد نضر واقع شد و از انسانیاں راندہ شد علف را مانند گاوان میخورد و جسدش بہ شبنم آسمان تر میگردید تا وقتے کہ مویہایش مثل پرہائے عقاب روئید و ناخن ہایش مانند چنگال مرغان گردید۔ و بعد از انقضائے آن روزہا منکہ بنوکد نضرم چشمان خود را بآسمان برداشتم و عقل من عود نمود و متعال را تبارک نمودم و آنکہ ابدا حی است تسبیح و تمجید نمودم کہ سلطنتش سلطنت ابدی است و مملکتش دور بدور است۔“ (کتاب دانیال فصل چہارم از آیہ ۲۸ تا ۳۴ مطبوعہ لندن [illegible])

اردو ترجمہ۔ یہ سارا حادثہ بادشاہ بنوکد نضر پر پڑا۔ جب ایک برس گذر گیا تو وہ بابل کی مملکت کے قصر میں ٹہلتا تھا۔ بادشاہ نے فرمایا اور کہا کیا یہ وہ بڑی بابل نہیں جسے میں نے اپنی توانائی کی شدت سے بنایا تھا تاکہ وہ دار السلطنت ہو اور اُس سے میری شان و شوکت جلوہ گر ہووے۔ بادشاہ کے منہ سے جیوں یہ کلام نکلا آسمان سے ایک آواز آئی کہ اے بادشاہ بنوکد نضر تجھے کہا جاتا ہے کہ سلطنت تجھ سے جاتی رہی اور تجھے آدمیوں میں سے ہانک کے نکال دینگے۔ اور میدان کے حیوانوں کے ساتھ تیری سکونت ہوگی اور تجھے بیل کی طرح گھاس کھلاوینگے اور سات دور تجھ پر گذرینگے تا کہ تو جانے کہ خدا تعالیٰ آدمیوں کی مملکت میں حکمرانی کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے اُسے بخشتا ہے۔ اُسی گھڑی بنوکد نضر بادشاہ پر یہ بات انجام کو پہنچی اور وہ آدمیوں میں سے نکالا گیا۔ اور بیلوں کی طرح گھاس کھاتا رہا اور اُس کا بدن آسمان کی شبنم سے تر تھا یہاں تک کہ اُس کے بال عقابوں کے پروں کی مانند اور اُس کے ناخن پرندوں کے چنگل کے سے بڑھے۔ اور ان ایام کے گذرنے کے بعد میں بنوکد نضر نے آسمان کی طرف اپنی آنکھیں اُٹھائیں۔ اور میری عقل پھر مجھ میں آئی۔ اور میں نے حق تعالیٰ کا شکر کیا اور اُس کی حمد و ثنا کی جس کی حیات ابدی ہے اور اُس کی سلطنت ابدی سلطنت ہے اور اُس کی مملکت پشت در پشت“ اسی طرح زبور نمبر ۱۲۱ میں ہے

عربی۔ الرب یحفظ خروجک و دخولک من الآن الی الدہر (از کتاب المقدس عربی مطبوعہ نیویارک) +

فارسی۔ خداوند خروج و دخول ترا از حال تا ابد الآباد حراست خواہد کرد (از زبور مطبوعہ ۱۸۳۰ع کلکتہ مشن پریس صفحہ ۲۰۰) +

دوسرا فارسی ترجمہ۔ خداوند خروج و دخولت را از حال تا ابد الآباد در نگاہ خواہد داشت (از کتاب المقدس فارسی ۱۸۴۵ع مطبوعہ اڈنبرا جلد اول صفحہ ۱۶۹) +

اردو۔ خداوند تیرے جانے آنے میں اس وقت سے لیکے ابد تک تیرا حافظ رہیگا۔ (از زبور ۱۸۶۷ع مطبوعہ مرزاپور صفحہ ۷۶۴) +

حنوک یعنی ایلیاہ تسبی کا کئی بار دنیا میں آنا۔ بار اول۔ بقالب حنوک۔ ”حنوک کی عمر تین سو پینسٹھ برس کی ہوئی اور حنوک خدا کے ساتھ ساتھ چلتا تھا اور غائب ہو گیا۔ اس لئے کہ خدا نے اُسے لے لیا“ (پیدائش توریت ۵/۲۳ و ۲۴) مسیح سے ۳۳۱۷ سال پیشتر +

بار دوم۔ قالب ایلیاہ تسبی۔ ”تب ایلیاہ تسبی نے جو جلعاد کے باشندوں میں سے تھا اخی اب سے کہا کہ خداوند اسرائیل کا خدا جس کے سامنے میں کھڑا ہوں۔ زندہ ہے ان برسوں میں نہ اوس پڑیگی نہ مینہ برسیگا۔ مگر میرے کلام کے مطابق“ (۱ سلاطین باب ۱۷۔ آیت ۱) مسیح سے ۹۱۰ سال پیشتر +

بار سوم۔ اُس دم خدا کے فرشتہ نے تسبی ایلیاہ کو حکم کیا کہ اُٹھ اور شاہ سمرون کے قاصد سے ملنے جا۔ پھر اُسی سال ایک رتھ اور آتشی گھوڑے نے درمیان آکر (الیسع اور ایلیاہ) ان دونوں کو جدا کر دیا اور ایلیاہ بگولے میں ہو کے آسمان پر جاتا رہا۔ (۲ سلاطین ۱/۱۱) مسیح سے ۸۹۶ سال پیشتر +

بار چہارم۔ بقالب یحییٰ نبی المعروف یوحنا ابن ذکریا کے پیدا ہونا۔ دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجونگا۔ (ملاکی کتاب ۴/۵) مسیح سے پیشتر ۴۱۷ سال +

مسیح کہتا ہے ایلیاس (ایلیاہ) جو آنے والا تھا یہی ہے (یوحنا) چاہو تو قبول کرو جس کے کان سننے کے ہوں سنے۔ (متی ۱۱/۱۴) +

تب اُس کے شاگردوں نے اُس سے پوچھا پھر فقیہ کیوں کہتے ہیں کہ پہلے ایلیاہ کا آنا فرض ہے یسوع نے انہیں جواب دیا کہ ایلیاہ البتہ پہلے آویگا۔ اور سب چیزوں کا بندوبست کریگا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آ چکا۔ لیکن اُنہوں نے اُس کو نہیں پہچانا۔ بلکہ جو چاہا اُس کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابن آدم بھی دکھ اُٹھاویگا تب شاگرد دل میں سمجھے۔ اُس نے اُن سے یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت کہا“ (متی ۱۷/۱۰-۱۳) اور بھی [illegible] انسان تو انسان ہی ہے اُسے تناسخ سے کب گریز ہے جبکہ خود خدا کو بھی تناسخ کے چکر میں آنا پڑا +

یسوع نے ناصرت گلیل سے آکر یردن میں یوحنا کے ہاتھ سے بپتسمہ پایا اور جونہیں وہ پانی سے باہر آیا اُس نے آسمان کو کھلا اور روح کو کبوتر کی مانند اپنے اوپر اترتے دیکھا۔

مرقس ۱/۱۰ + یوحنا نے یہ کہہ کے گواہی دی کہ میں نے روح کو کبوتر کی طرح آسمان سے اُترتے دیکھا اور وہ اُس پر ٹھہری (یوحنا ۱/۳۲) اور ایسا ہوا کہ جب سب لوگ بپتسما پا چکے اور یسوع بھی بپتسما پا کر دعا مانگ رہا تھا۔ آسمان کھل گیا اور روح القدس جسم کی صورت میں کبوتر کی طرح اُس پر اُتری۔ (لوقا ۳/۲۲)۔ ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا اور یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ سب چیزیں اُس سے موجود ہوئیں۔ (یوحنا ۱/۱-۳)۔ عیسائی کہتے ہیں کہ کلام سے مراد یہاں خداوند یسوع مسیح ہے۔ کلام مجسم ہوا اور وہ فضل اور راستی سے بھرپور ہو کے ہمارے درمیان رہا اور ہم نے اُس کا ایسا جلال دیکھا جیسا کہ باپ کے اکلوتے کا جلال۔ یوحنا نے اُس کی بابت گواہی دی (یوحنا ۱/۱۴) + عیسائی دلی اعتقاد ہے باپ بیٹا اور روح القدس کو جُدا جُدا اور واحد خدا سمجھتے ہیں یعنی اُن کا اعتقاد ہے باپ قادر مطلق۔ بیٹا قادر مطلق۔ روح القدس قادر مطلق اُن کے مسئلہ تثلیث کے یہ تین اقنوم ہیں۔ دوسرا خدا یعنی مسیح جو ازل سے خدا کے ساتھ تھا بلکہ خدا تھا گنہگاروں کی نجات دینے کے واسطے پاک مالک مریم زوجہ یوسف کے حمل میں آیا اور پورے نو ماہ حمل میں رہ کر پیدا ہوا۔ اور ۳۳ سال کی عمر میں وعظ کرتا ہوا اپنے اعمال کے مطابق یا یہودیوں کے ظلم کے سبب یا شمس تبریز و منصور کی طرح دعوے خدائی کرتا ہوا صلیب پر لٹکایا گیا۔ جیسا مفصل اناجیل اربعہ میں مذکور ہے پس عیسائی اور یہودی عملی طور پر تناسخ ارواح کے قائل ہیں۔ بلکہ عیسائیوں اور مسلمانوں کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ مسیح ایک دفعہ پھر دنیا میں آویگا اور وعظ کریگا۔ کئی آدمی اصلی مسیح یا مثیل مسیح بننے کے دعویدار ہیں اور ہو چکے ہیں۔ پس جتنے آدمی اس مسئلہ کو اس طرح مانا خواہ لفظی ہو وہ صدق دل سے مسئلہ تناسخ کی صداقت کا قائل ہے اور جیسے ایسی بے بنیاد اور بے ثبوت مذہبی روایات کو مانتے ہیں تو پھر وہ اُس مقدس مسئلہ سے جس سے خدا کے عدل و انصاف کی زبردست شہادت ملتی ہے کسی طرح اور کبھی انکار نہیں کر سکتے +

مورخ ایڈورڈ گبن صاحب بیان فرماتے ہیں جیسے فلسفہ یونان یا کالدیان نے رواج پایا تھا یہودیوں نے روح کے تناسخ اور غیر فانی اور پہلے سے موجودگی کے مسئلہ کو تسلیم کر لیا (تاریخ روم کی بابت)

باب ششم
قرآن سے تناسخ کا ثبوت

اب ہم اس مضمون کی قرآن سے تحقیقات کرتے ہیں۔ نمبر ۱۔ قرآن سورۃ بقر۔ ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت فقلنا لہم کونوا قردۃ خاسئین
ترجمہ۔ وہر آئینہ دانستہ آید آں کساں را کہ از حد در گذشتند از شما در شنبہ پس گفتیم ایشاں را بوزنہ شوید خوار شدہ
تفسیر۔ وہر آئینہ بیکو دانستہ آمد شما آنرا کہ در زمان داؤد از حد فرمان گذشتند از قوم شما در شہر ایلیا و در حکم روز شنبہ کہ منع کردہ بود ایشاں را از صید ماہی و ایشاں مخالفت نمودہ در آں روز بحیلہ ماہی را مے گرفتند پس گفتیم ما مر ایشاں را کہ چوں خلاف امر کردید بباشید بوزنگاں خوار شدگان (از تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۱۲ نولکشور) ایسی کا مفصل ذکر تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے (صفحہ ۹۵ جلد اول نولکشور)
نمبر ۲۔ قرآن سورۃ اعراف۔ فلما عتوا عن ما نہوا عنہ قلنا لہم کونوا قردۃ خاسئین
ترجمہ۔ پس چونکہ تکبر کردند از ترک آنچہ منع کردہ شد ایشاں را از آں گفتیم ایشاں را کہ شوید بوزنگاں خوار شدہ
تفسیر۔ پس آں ہنگام کہ گردن کشیدند از آں چیزے کہ نہی کردہ شدہ بودند از آں یعنے صید ماہی گفتیم مر ایشاں را کہ گردید بوزنگاں دور شدگاں و ناامیداں از رحمت آمدہ اند کہ ناامیداں بعد از آنکہ رسیدند بد ایشاں ناامید شدند ترک اکل نمودہ میان خانہائے خود ایشاں دیوارے کشیدند دوری مجلس نشاندہ راہ آمد و شد بساکن ایشاں در بستند روزے از محلہ خود بیروں آمدند و کسے از محلہ ایشاں بیروں نیامدہ بود در تفحص ایشاں آمدند ہمہ را دیدند بوزنہ شدہ۔ وہر بوزنہ گرد کساں خود گریستن گرفت و روئے در جامہ ایشاں میمالید۔ سہ روز زندہ بودند و در روز چہارم مردند آں دہ ایلیہ بودہ است میان مدین و طور بر ساحل بحر قلزم گفتہ اند۔ نام آں دیہہ مقنا بودہ در میان مدین و عینونا و بر ہر تقدیر مردم آں دیہہ متشرع بہ شریعت توریت بودند۔ (صفحہ ۲۲۴ جلد اول) حاشیہ پر عبدالقادر دہلوی فرماتے ہیں (حضرت محمد صاحب نے یہ احوال اس اُمت کو سنایا ہے کہ یہ سب ان پر بھی ہوگا۔ حدیث میں فرمایا ہے کہ اس اُمت میں بھی بعضے بندر اور سور ہو جاوینگے۔ اللہ گمراہی سے بچاوے) (صفحہ ۲۰۷ نولکشور) +

تفسیر علامہ ابی السعود عمادی میں بھی ایسا ہی لکھا ہے اور زیادہ صرف یہ ہے کہ وہ کل آدمی ۷ ہزار تھے جس میں سے تیسرا حصہ بندر اور سور ہو گئے۔ دیکھو صفحہ ۵۸ مطبوعہ قسطنطنیہ اور تفسیر کبیر میں امام فخرالدین رازی صاحب فرماتے ہیں و نقل عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان شباب القوم صاروا قردۃ والشیوخ خنازیر (صفحہ ۳۶۸ جلد ۴) اور معالم التنزیل جلد ۲ صفحہ ۲۳ میں بھی ایسا ہی درج ہے +

نمبر ۳۔ سورۃ مائدہ۔ قل ہل انبئکم بشر من ذلک مثوبۃ عند اللہ من لعنہ اللہ وغضب علیہ وجعل منہم القردۃ والخنازیر وعبد الطاغوت اولئک شر مکانا واضل عن سواء السبیل۔ ترجمہ۔ کہہ کیا خبر دوں میں تمکو ساتھ بدتر اس سے جزا میں نزدیک اللہ کے وہ لوگ کہ لعنت کی خدا نے اُن پر اور غضب کیا اوپر اُنکے اور کئے ان میں بندر اور سور اور جنہوں نے پوجا طاغوت (بت یا دیو یا شیطان) کو یہ لوگ بدتر ہیں جگہ میں اور بہت بہکے ہوئے ہیں راہ سیدھے سے + تفسیر حسینی۔ بگوئے محمد آیا خبر دہیم شما را بدتر از آنچہ گمان میکنید کہ دین شما بدترین ادیان است اہل این دین کہ بہرہ ترانند یعنی شما را آگاہ گردانیم و خبر دہیم از دین قومے کہ بدتر اند از جہت جزا کہ ثابت است ایشاں را نزدیک خدائے پس بیان میکند کہ بدترین آنکہ لعنت کردہ خدا و روے خشم گرفت خدائے بروے و آں یہود اند کہ خدائے تعالیٰ ایشاں را از رحمت خود دور ساخت و مستوجب غضب خود گردانید و ساخت از ایشاں بوزنگان یعنی مسخ کرد ایشاں را بداں چنانچہ اصحاب السبت را و خوکان چنانچہ منکران مائدہ عیسیٰ را و آنکس کہ پرستید طاغوت را یا آنرا کہ در معصیت فرمانبرداری او کردند آں گروہ ایشاں بدتر اند از جہت منصرف و جز از روز قیامت یعنی بازگشت ایشاں بہ بدترین مکانے باشد و گمراہ تر اند از میان راہ راست (صفحہ ۱۵۱ جلد اول) ایسا ہی معالم التنزیل صفحہ ۲۰ جلد اول میں ہے۔ مولوی محمد طاہر صاحب لکھتے ہیں (ذکر عیسیٰ) حق تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ میں اُنکا انکار اور کفران نعمت پر موجب اعتقاد کے عذاب نازل کرتا ہوں۔ حضرت عیسیٰ نے ان لوگوں کو خبر دی کہ صبح کو جو اپنے بچھونوں سے اُٹھے تو چار سو یا سات سو آدمی سور کی شکل ہو گئے اور گلی کوچوں میں مارے مارے پھرتے تھے اور گو کھاتے تھے حضرت عیسیٰ کے روبرو آن کر سر زمین پر رکھتے تھے اور آنسو آنکھوں سے بہاتے تھے لیکن وقت علاج گذر چکا تھا اس پشیمانی نے فائدہ نہ دیا اور تین دن کے بعد جہنم کی راہ لی نعوذ باللہ من غضب اللہ (صفحہ ۱۰۴ روضۃ الاصفیا سنہ ۱۸۹۰ء) +

دوسری جگہ تفسیر حسینی میں بھی اس آیت پر قال عیسی ابن مریم اللہم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاولنا وآخرنا وآیۃ منک وارزقنا وانت خیر الرازقین۔ قال اللہ تعالیٰ انی منزلہا علیکم فمن یکفر بعد منکم فانی اعذبہ عذابا لا اعذبہ احدا من العالمین۔ پس حواریان از تشدید ربانی ترسان شدہ از آں مائدہ نخوردند و عیسیٰ فرمود تا درویشان و بیماران و معلولان را طلبیدند و گفت بخورید کہ شما را عطا است و دیگران را ابتلا است ہزار و سہ صد تن از آں طعام بخوردند و ہیچ چیز از خوان آنچہ بود کم نشد ہیچ فقیرے از آں طعام نخورد الا کہ توانگر شد و ہیچ بیمارے نخورد الا کہ شفا یافت پس مائدہ بآسمان رفت دیگر روز در چاشت گاہ باز آمد و اغنیا و فقرا ہم آں را تناول نمودند [illegible] غائب شد روزی مے آمد و روزے نمے آمد [illegible]

پس وحی آمد کہ اے عیسےٰ مائدہ را فقراد ہ نہ باغنیاں توانگراں ازیں حکم مضطرب شدہ در مائدہ شک آوردند و آنرا برجا در سے حمل کردند ہشتاد و تن و بقول صاحب معالم سی صد و سی تن مسخ شدند بصورت خوک بعد از سہ روز بمردند۔ (صفحہ ۱۶۳ تفسیر حسینی) +

تفسیر بیضاوی میں ہے۔ وانھماکم فی المعاصی بعد وضوح الآیات ومسخ بعضھم قردۃ وھم اصحاب السبت وبعضھم خنازیر وھم کفار اھل مائدۃ عیسےٰ علیہ السلام وقیل کلا المسخین فی اصحاب السبت مسخت شبانھم قردۃ ومشایخھم خنازیر صفحہ ۲۳۲ ۱۸۸۲ء جلد ا + اسی تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں۔ انہ جعل منھم القردۃ والخنازیر عبد الطاغوت قال اھل التفسیر عنی بالقردۃ اصحاب السبت وبالخنازیر کفار مائدۃ عیسٰی وروی ان المسخین کانا فی اصحاب السبت لان شبانھم مسخوا قردۃ ومشایخھم مسخوا خنازیر۔ (جلد ۳ صفحہ ۶۲۶)

تاریخ طبری[1] میں ہے بدانکہ خدائے تبارک تعالیٰ دو گروہ را از خلق مسخ گردانید از بنی اسرائیل یکے اصحاب المائدہ را کہ ایشانرا خوکاں گردانید دگر وہے بیشتر از ایشان از قوم داؤد علیہ السلام بود کہ پیش از سلیمان علیہ السلام قومے مردم اندر دیہ روز شنبہ ماہی گرفتند و حق روز شنبہ نگاہ نداشتند خدائے عزوجل ایشانرا مسخ کرد۔"

نمبر ۴۔ سورۃ اعراف۔ واذ اخذ ربك من بنی ادم من ظھورھم ذریتھم واشھدھم علیٰ انفسھم الست بربکم قالوا بلیٰ شھدنا ان یقولوا یوم القیٰمۃ انا کنا عن ھذا غٰفلین۔ اُن کی گواہ کیا اُن کو اوپر جانوں اُن کی کے۔ کیا نہیں ہوں میں رب تمہارا۔ کہا انہوں نے البتہ تو ہے شاہد ہوتے ہم۔ ایسا نہ ہو کہ تم دن قیامت کے تحقیق تھے ہم اس سے غافل + تفسیر میں ہے۔ و یاد کن اے محمد چوں فرا گرفت از فرزنداں آدم از پشتہائے ایشاں فرزندِ ایشاں را و گواہ گردانید ایشانرا بہ نفسہائے ایشاں باقرارے کہ کردند یعنی بعضے را بر بعضے گواہ ساخت و گفت آیا نیستم پروردگار شما حق سبحانہ تعالےٰ ذریت آدم را بیروں آوردہ بعضے از اصلاب بعضے بہ حوالی تو الد انبیاء از آبا و ذکر آدم نکرد چہ ہمہ کس را معلوم است کہ پدر البشر اوست و ہمہ از صلب او بیرون آمدند۔ حاکم ابو عبداللہ در صحیح خود از ابن عباس نقل میکند کہ حضرت رسالت پناہ فرمود کہ خدائے فرا گرفت میثاق از ذریت آدم بہ نعمان و آن وادی ہست نزدیک عرفات و آنرا نعمان سحاب گویند و بقولے بطن نعمان خوانند۔ در لباب آمدہ کہ از میثاق در سرندیپ بودہ و آن زمینے ست در ولایت ہند و بعد از خروج آدم بود از بہشت و در مدارک میگوید کہ جمہور مفسران برانند کہ بعد از خلق آدم و قبل از دخول جنت بودہ بر فضائیکہ بر در بہشت است و عرض آن سی ہزار سالہ راہ است۔ حق تعالےٰ ذریت آدم را از صلب او بیروں آورد بر مثال مورچہائے خرد و زرد و بعضے میگویند کہ سفید با سرخ و گروہے برانند کہ از جانب راست مورچہ سفید و از جانب چپ مورچہ سیاہ و بعضے برانند کہ تو الد و تناسل از پشت آدم یکبارگی بودہ نہ بر وجہ تو الد و تناسل پس ایشانرا وجود و حیات و عقل و نطق دادہ ایشان را بیافرید و ربوبیت خود را بر ایشاں عرض کرد و ایشاں قبول کردہ گفتند گواہ شدیم ما بر اقرار خود و گفتہ اند چوں ذریت آدم بلےٰ گفتند حق سبحانہ تعالیٰ از خود و فرشتگان خبر میدہد کہ بر اقرار ذریت آدم گواہ شدیم۔" (تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۲۲۶) +

از حسین بن منصور قدس سرہ منقول است کہ فرمودہ اند نہایت از حقائق سوال الست چگونہ جواب دہد پس سر مخاطب مجیب نہایت نازک ست۔ بیت تو در میان ہیچ نہ ہر چہ ہست تو است۔ ہمہ خود الست گوید و خود بلےٰ کند۔" (تفسیر حسینی ۲۲۶) +

اور حدیث میں لکھا ہے۔ وعن ابی الدرداء عن النبی قال خلق اللہ آدم حین خلقہ فضرب کتفہ الیمنیٰ فاخرج ذریۃ بیضاء کانھم الذر وضرب کتفہ الیسریٰ فاخرج ذریۃ سوداء کانھم الحمم فقال للذی فی یمینہ الی الجنۃ ولا ابالی وقال للذی فی الیسریٰ الی النار ولا ابالی۔ ترجمہ۔ روایت است از ابی الدرداء از پیغمبر گفت آں حضرت پیدا کرد خدا تعالےٰ آدم را ہنگامیکہ پیدا کرد او را پس زد حق تعالیٰ بدست قدرت خود یا امر کرد فرشتہ را کہ بزند شانہ راست آدم را پس بیروں آورد ذریت سفید را گویا کہ ایشان مورچہائے خورد اند و زد شانہ چپ او را پس بیروں آورد ذریت سیاہ گویا کہ ایشان انگشتان اند در سیاہی پس گفت مر آن گروہ را کہ در جانب راست بودند بروید بسوئے بہشت و باک ندارم کہ ایشانرا حکم جنت کردہ ام پیش از صدور عمل۔ مالک متصرف مطلق ام ہر چہ میخواہم میکنم و گفت مر آن گروہ را کہ در جانب چپ بودند بسوئے آتش دوزخ و ہیچ باک ندارم از آنکہ ایشاں را حکم دوزخ کردم پیش از صدور عمل مالک و متصرف مطلق ام ہر چہ میخواہم میکنم پروردگار تعالیٰ بے نیاز است و قادر مطلق ہر چہ خواہد میکند و گفتہ مے در آرم در بہشت ہر کہ را خواہم و مے افگنم در دوزخ ہر کہ را خواہم و باک ندارم ہیچکس را نمی رسد کہ بگوید کہ چرا کردی۔" مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۱۱۹

ابن عباس رضؓ نے پیغمبرؐ سے روایت کی ہے۔ اخذ اللہ المیثاق من ظھر آدم بنعمان فاخرج من صلبہ کل ذریۃ ذراھا فنثرھم بین یدیہ کالذر ثم کلمھم قبلا قال الست بربکم قالوا بلیٰ شھدنا وھو علیٰ کل شیء قدیر +

ترجمہ۔ گرفت خدا تعالےٰ عہد را از ذریت کہ بیروں آورد از پشت آدم بنعمان پس بیروں آورد حق تعالےٰ از استخوان پشت آدم ہر ذریتی را کہ پیدا کرد آں را پس پراگندہ کرد ایشاں را در پیش آدم مانند مورچہائے خورد۔ پستر کلام کرد با ایشاں رو برو گفت پروردگار تعالیٰ آیا نیستم پروردگار شما گفتند آرے ہستی تو پروردگار ما گواہی دادیم بر ربوبیت تو و این سخن کردن و این بدان کہ اصل سخن کردن بلا سلمان ہست و او بر ہمہ چیز توانا است (صفحہ ۱۲ جلد اول) —

مولوی محمد طاہر صاحب اپنی کتاب روضۃ الاصفیا میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت آدمؑ بہشت کعبے کو واسطے حج کے جایا کرتے تھے۔ ایکبار کوہ عرفات پر سوئے اور اللہ تعالےٰ نے اُن کی پشت سے تمام اولاد کو جو روز قیامت تک پیدا ہوگی نیک بختوں کو سیدھی طرف اور بدبختوں کو اُلٹی طرف کیا اور ان سب کو حکم الٰہی ہؤا الست بربکم آیا میں ہوں پروردگار تمہارا قالوا بلیٰ کہا سب نے ہاں تو رب ہمارا ہے۔ حق تعالیٰ نے اُن کے اقرار پر گواہی فرشتوں سے لکھوا کر حجر الاسود میں امانت رکھی اسی واسطے حضرت مرتضیٰ سے روایت ہے کہ جو کوئی حج کریگا تو حجر الاسود اُس کی گواہی دیگا۔" (مطبوعہ مصطفائی لاہور ۱۸۹۰ء) اسی طرح اخذ میثاق کا مسئلہ تفسیر ملا ابی مسعود میں بھی لکھا ہے۔ اور امام فخر الدین رازی نے بھی اپنی تفسیر کبیر میں ایسا ہی لکھا ہے۔ (جلد ۴ صفحہ ۱۶۴) +

نمبر ۵۔ سورۃ واقعہ۔ ما نحن بمسبوقین علیٰ ان نبدل امثالکم وننشئکم فی ما لا تعلمون ولقد علمتم النشاۃ الاولیٰ فلولا تذکرون۔ ترجمہ۔ اور ہم اس بات سے عاجز نہیں کہ بدل دیں تم کو مانند تمہارے اور پیدا کریں تم کو دوبارہ اس صورت اور شکل میں کہ جس کو اس وقت نہیں جانتے ہو۔ اور تحقیق جان لی تم نے پیدائش پہلی۔ پس کیوں نصیحت نہیں پکڑتے۔ تفسیر حسینی میں ہے۔ و نیستم ما پیشی گرفتہ یعنی کسی بر ما پیشی نتواند گرفت برائے آنکہ تبدیل کنیم از شما کساں را کہ مانند شما اند یعنی شما را بمیرانیم و دیگراں را بیافرینیم و بیافرینیم دیگر بار شما را در صورتے و ہیأتے کہ نمیدانید امروز یعنی کافراں را در زشت ترین صورتے مومناں را در بہترین ہیأتے و بدرستیکہ دانستہ آید شما آفرینش پس چرا یاد نمے کنید۔" (صفحہ ۴۷۳ جلد ثانی) +

محمد صاحب نے اپنی ایک حدیث میں جو تفسیر عزیزی میں درج ہے۔ ہمیشہ کے تناسخ کا اقرار کیا ہے۔ انکم خلقتم للابد وانکم تنتقلون من دار الیٰ دار +

[1] تاریخ طبری صفحہ ۲۸۵ جلد دوم ۱۲۹۲ھ ولکشور۔

ترجمہ۔ تحقیق تم انشا کئے گئے ہو واسطے ہمیشگی کے اور تحقیق تم انتقال یعنے کوچ کرتے ہو ایک دنیا سے دوسری دنیا کی طرف یعنے ہمیشہ تم اسی حالت میں رہو گے اور کوچ کیا کرو گے +

نمبر ۸۔ سورۃ النساء۔ ان الذین کفروا بآیاتنا سوف نصلیھم نارا کلما نضجت جلودھم بدلناھم جلودا غیرھا لیذوقوا العذاب ان اللہ کان عزیزا حکیما
ترجمہ۔ جنہوں نے کفر کیا ہماری آیتوں سے اُن کو ہم آگ میں ڈالینگے اور وہاں پر جس وقت گل جاوینگے بدن اُن کے۔ ہم اُنکے جسموں کے بدلے میں دوسرے بدن اُن کو دینگے تاکہ چکھتے رہیں عذاب تحقیق خدا عزیز اور حکیم ہے +
تفسیر حسینی میں ہے۔ چہ ہستیکہ آن کسانیکہ حق را پوشیدند و نگرویدند۔ بدلائل و حدیثیا آیات قرآن یا معجزات پیغمبر زود باشد کہ در آریم ایشان را در آتشی و چہ آتشی ہرگاہ پختہ شود یا بسوزد پوستہائے بآتش بدل کنیم برایشان بجائے ایشان پوستہائے غیر آنکہ پختہ و سوختہ شدہ و این تبدیل ہر ساعتے صد بار باشد و از حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ منقول است کہ در شبانروزے ہفتاد ہزار بار تبدیل جلود باید" (صفحہ ۱۱۱) +

نمبر ۷۔ سورۃ انعام۔ وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم ما فرطنا فی الکتاب من شیء ثم الی ربھم یحشرون۔ ترجمہ۔ اور نہیں کوئی چلنے والا بیچ زمین کے اور نہ کوئی پرند کہ اڑتا ہے ساتھ دو بازوؤں اپنے کے اگر امتیں تھیں مانند تمہارے نہیں کم کیا ہم نے بیچ کتاب کے کچھ چیز پھر طرف پروردگار اپنے کے اکٹھے جاوینگے +
تفسیر حسینی میں ہے کہ نیست ہیچ جنندہ و پرندہ الا کہ ایشان استاند مثل شما در آفرینش بمردن و زندہ شدن یا در اداے تنائے الٰہی چہ ہمہ بکدام از تسبیح حق سبحانہ تعالیٰ غافل و ذاہل نیست و ان من شیٔ الا یسبح بحمدہ فروگذاشتیم در لوح محفوظ ہیچ چیزے را بلکہ اندر شمل است بر دلائل و دقائق امور علوی و سفلی پس بسوئے پروردگار خود حشر کردہ خواہد شد این امم تا انصاف بعضے از بعضے بستانند +
اس سے اگلی آیت میں متوسرتی کے مطابق صاف لکھا ہے کہ جو امتیں حق سے منہ چھپاتی تھیں اور جو قومیں بہت بعید ہے فائز ہیں اصراط المستقیم پر نہیں آئیں اُن کو ہم نے اس طرح یعنے مختلف قالبوں میں الکرظلمت یعنے اندھیرے میں رکھا ہے وہ آیت یہ ہے۔
والذین کذبوا بآیاتنا صم وبکم فی الظلمات من یشاء اللہ یضللہ ومن یشاء یجعلہ علیٰ صراط المستقیم (ترجمہ۔ اور جن لوگوں نے ہماری نشانیوں کو جھوٹا سمجھا وہ بہرے اور گونگے ہیں اور جہل کی تاریکی میں ہیں۔ خدا جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے راہ راست بتلاتا ہے
تفسیر کبیر میں اول تو امام فخر الدین نے بحوالہ اکثر تفاسیر و احادیث کے یہ بتلانے کی کوشش کی ہے کہ حیوانات خدا کی معرفت اور تسبیح اور حمد میں اسی طرح مشغول رہتے ہیں جس طرح انسان۔ یعنے وہ بخوبی وحدانیت الٰہی کے قائل ہیں اُس کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور قیامت کے دن اُن کو بھی اعمال کا بدلہ ملیگا۔ انسانوں کی طرح ان کا حشر ہوگا اُن کی طرف بھی رسول بھیجے گئے ہیں۔ جیسے انسانوں کی طرف پس وہ رسولوں کی اُمتیں ہیں۔ انسانوں کی طرح پھر طاؤس خنزیر و بہرا اور چیونٹی وغیرہ کی بہت سی مثالیں دی ہیں" (جلد ۴ صفحہ ۔ دیکھو تفسیر کبیر مطبوعہ قسطنطنیہ ۱۳۰۷ھ) +
اور تفسیر حسینی میں سورۃ الدنیا وکلا آیتنا پر ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ مومن موقن باید کہ اعتقاد بر این رجہ کرد کہ اومرغان بموافقت داؤد بر وجہے تسبیح می کنند کہ ہمہ سامعان را ترکیب حروف وکلمات آن مفہوم می شد و این معنے از قدرت الٰہی غریب نیست (جلد ۲ صفحہ ۵۸) +
نمبر ۸۔ سورۃ اعراف۔ فاخرج انک من الصاغرین (ترجمہ پس باہر جا بیشک تو خواروں سے ہے تفسیر حسینی میں ہے کہ بیرون رو از صورت فرشتگی و میان فرشتگان پس حق تعالیٰ تبدیل کرد صورت او را بزشت ترین صور تہا (صفحہ ۹ جلد ۱) بجلنہ

رجلا ہر آئینہ متمثل گردانیدیم جبرئیل را بصورت آدمی یعنی بصورت دحیہ الکلبی متمثل میسازم (انعام صفحہ ۱۶۵) + تفسیر کبیر میں ہے۔ ان رسول اللہ کان یری جبرائیل فی صورۃ دحیہ الکلبی وکان یری الابلیس فی صورۃ الشیخ نجدی (جلد ۳ صفحہ
ترجمہ۔ رسول ہے کہ جبرئیل کو دحیہ الکلبی کی شکل میں اور شیطان کو شیخ نجدی کی شکل میں دیکھا
نمبر ۹۔ سورۃ کہف۔ ویقولون سبعۃ وثامنھم کلبھم اور کہیں گے وہ سات ہیں۔ اور آٹھواں اُن کا کتا ہے۔ اس پر مترجم قرآن سعدی کہتا ہے۔

سگ اصحاب کہف روزے چند | پئے نیکان گرفت مردم شد

اس پر فاضل مولوی محمد ہادی علی صاحب فرماتے ہیں ہفت تن اصحاب کہف و ہشتم سگ بخوف دقیانوس بادشاہ گریختہ در غارے پنہان شدند۔ حق تعالیٰ روز قیامت سگ را از پیروی ایشان در بہشت بشکل بلعم باعور (کہ قربان ہستے مرد کامل بود و بسبب شرارت نفسانی خود آخر کافر و مرتد شد) در بہشت خواہد برد و بلعم را بقالب سگ در دوزخ (حاشیہ گلستان صفحہ ۱۸۸ مطبوعہ ۱۲۸۶ھ) +
سورت اعراف کی آیت میں مصنف قرآن نے بھی بلعم باعور کو فمثلہ کمثل الکلب کہہ کر کی مثال مانند کتے کے ہے۔ لکھا ہے۔ مفصل دیکھو تفسیر حسینی صفحہ ۲۲۷ جلد اول) +
نمبر ۱۰۔ سورۃ بقرہ۔ علی الملکین ببابل ہاروت وماروت تفسیر حسینی میں ہے نام دو فرشتہ است ایشان بر آدمیان گنہگار طعنہ مے زدند حق تعالیٰ فرمود کہ اگر ایشان بستہ نفس و ہوا بودے و شمارا نیز ہمان حالت کہ ایشان راہست بودے صدور گناہانے بد از افعال ایشان از شما امکان داشتے ایشان استبعاد کردند و حق تعالیٰ نفس بشری را بہ ایشان داد و برائے حکومت خلق بر زمین فرستاد و ایشان بر زمین آمدہ بر زنے زہرہ نام عاشق شدند و بسبب شرب خمر بہ قتل ناحق و سجدہ صنم اقدام نمودند و حق تعالیٰ ایشان را از صعود آسمان منع کرد و عذاب بر ایشان در بن جہان مقرر شدہ و حالا در چاہ بابل بسوئے سر آویختہ معذب اند (صفحہ ۱۷) اس پر مولوی رومی لکھتا ہے:۔

چون تنے از کار بد شد روئے تند | مسخ کرد او خدا او زہرہ کرد
عورتے را زہرہ کردن مسخ بود | خاک گل گشتن چہ باشد اے عنود

نمبر ۱۱۔ سورۃ بقرہ۔ کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون (ترجمہ کس طرح کافر ہو لیسے خدا سے جس نے حالانکہ تم مرے ہوئے تھے پھر زندہ کیا تم کو پھر ماریگا تم کو پھر زندہ کریگا۔ پھر اُسکی طرف پھر لئے جاؤگے
اس سے ظاہر ہے کہ اول زندہ تھے پھر موت آئی پھر دوبارہ خدا نے زندہ کیا یعنے روح کو قالب میں ڈالا۔ پھر ماریگا اور پھر زندہ کریگا۔ یہاں تک کہ اُس کی طرف پھر لئے جاؤگے یعنے مکتی پاؤگے اس سے بسبیل سلسلہ جنم مرن تناسخ صاف ثابت ہے +
نمبر ۱۲۔ سورۃ بقرہ۔ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما (ترجمہ صفا اور مروہ نشان ہیں خدا کے جو کوئی حج کرے خدا کے گھر کا یا زیارت کرے تو اُس کو گناہ نہیں ان دونوں کے طواف میں تاریخ انبیا میں ہے۔ منجملہ بتان کعبہ کے ایک بت نایلہ اور دوسرا اساف تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اساف بن عمر ایک مرد تھا قبیلہ جرہم سے اور بنت سہیل ایک عورت تھی اسی قبیلہ کی اُن ہر دو فریب خوردہ شیطان نے خانہ کعبہ میں زنا کیا تھا۔ اور خداوند کا دریں فعل نے انکو اس گناہ کے بدلے پتھر کے بتوں سے بدلکر بے حس و حرکت بنا دیا تھا۔ (تاریخ انبیا صفحہ ۲۰)
وکشف اللغات میں ہے۔ میگویند کہ ایشان ہر دو در کعبہ زنا کردہ بودند۔ حق تعالیٰ ایشان را مسخ کرد (صفحہ ۵۷۵) + اور ملل و نحل شہرستانی صفحہ ۱۱ میں بھی ایسا ہی بیان ہے + معتبر روایتوں میں آیا ہے کہ یہ دونوں بت قریش کے دو برگزیدہ شخص تھے۔ ایک کا نام اساف

بن عمرو دوسرے کا نام نائلہ بنت سہیل تھا۔ جب اُنھوں نے کعبہ میں زنا کیا تو پتھر بن گئے عمرو بن اسحاق نے اُن کو اُٹھا کر صفا پر رکھدیا تھا۔ (از حاشیہ بیضاوی) +

اعظم التفاسیر میں ہے ابن کثیر بن اسحاق سے ذکر کرتے ہیں کہ اساف و نائلہ دو آدمی تھے۔ جنہوں نے کعبہ کے اندر زنا کیا بعضوں نے کہا ہے کہ عین طواف میں زنا کا ارادہ کیا تھا۔ اور جب سے اُن کی صورتیں مسخ ہو کر پتھر بن گئی تھیں۔ قریش نے اِن دونوں کو وہاں سے اُٹھا کر کعبہ کے سامنے لوگوں کی عبرت کے لئے رکھ دیا تھا۔ رفتہ رفتہ ایک عرصہ کے بعد لوگ انہیں معبود سمجھ کر پوجنے لگے اور اُس مقام سے اُٹھا کر صفا و مروہ پر لیجا کر رکھ دیا اب جو کوئی حج کے موسم میں حج یا عمرہ کا طواف کرتا اُن کا بھی استلام[1] ضرور کرتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر) +

نمبر ۱۳۔ سورۃ عمران میں ہے۔ لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً ترجمہ۔ مت گمان کر اُن کو مرا ہوا جو کہ خدا کے راستہ میں قتل ہوئے ہیں +

تفسیر حسینی میں ہے۔ حضرت رسالت پناہ صحابہ را گفت چون برادران شما در روز احد شہید شدند حق سبحانہٗ جانہائے ایشان را در اجواف[2] مرغان سبز بال جائے داد کہ در ہوائے بہشت طواف کنند و بر شاخہائے طوبیٰ آشیانہ سازند و از جویبار فردوس آب خورند و بوقت استراحت خوابگاہ ایشان قنادیل زرین در ساۂ پایۂ عرش آویختہ (جلد اوّل صفحہ ۸۹)

نمبر ۱۴۔ سورۃ الدہر۔ نحن خلقنٰھم و شددنا اسرھم واذا شئنا بدلنا امثالھم تبدیلا۔ ترجمہ۔ ہم نے پیدا کیا اُن کو اور محکم کیا اُن کی پیدایش کو اور جب چاہیں بدل کریں اُن کو اُن کی مانند تبدیلی + تفسیر حسینی میں ہے۔ یعنی ایشان را بمیرانیم و در نشاۂ ثانیہ با ما نندہمیں صورت و ہیئات باز آریم (صفحہ ۲۴۴) +

در جلد اول روضۃ الصفا مرقوم است کہ الیاس اور یس بودہ است کہ صورت شخصیہ او در سابق ایام از نظر خلائق غائب شد و حقیقت روحیہ او بر آسمان رفت نوبت دیگر درین اوقات بجہت تکمیل ناقصاں بصورت شخصیہ الیاس معاودت کرد۔ تا غافلان بدانند کہ اگر فساد بصورت حسیہ او میباید موجب فنائے حقیقی نمے شود و حقیقت روحیہ کہ تکلیف معرفت و طاعت بر آنست ہمچنان باقی می ماند خدا تعالیٰ قادر است کہ آن حقیقت روحیہ را کسوت دیگر پوشانیدہ بار دیگر بمیان خلق فرستد۔ (از تحفہ صفحہ ۲۶) +

نمبر ۱۵۔ سورۃ النبا۔ یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجاً۔ ترجمہ جس روز پھونکا جائیگا نرسنگا۔ پس آؤ فوج فوج +

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی نے بحوالہ تفسیر کشاف کے بیان کیا ہے۔

عن معاذ انہ سال رسول اللہ عنہ فقال علیہ السلام یا معاذ سالت عن امر عظیم من امور ثم ارسل عینیہ وقال تحشر عشرۃ اصناف من امتی بعضھم علیٰ صورۃ القردۃ وبعضھم علیٰ صورۃ الخنازیر ومنکسون ارجلھم فوق وجوھم یسحبون علیھا وبعضھم عمی وبعضھم صم بکم وبعضھم یمضغون السنتھم وھی مدلاۃ علیٰ صدورھم یسیل القیح من افواھھم یتقذرھم اھل الجمع وبعضھم مقطعۃ ایدیھم وارجلھم وبعضھم مصلبون علیٰ جذوع من نار وبعضھم اشد نتنا من الجیف وبعضھم ملبسون جبابا سابغۃ من قطران لازقۃ بجلودھم فاما الذین علیٰ صورۃ القردۃ فالقتات من الناس واما الذین علیٰ صورۃ الخنازیر فاھل السحت واما المنکسون علیٰ وجوھم فاکلۃ الربا و اما العمی فالذین یجورون فی الحکم واما الصم والبکم فالمعجبون باعمالھم واما الذین یمضغون السنتھم فی العلماء والقصاص الذین یخالف قولھم واما الذین قطعت ایدیھم وارجلھم فھم الذین یوذون الجیران واما المصلبون علیٰ الجذوع فی النار فالسعاۃ بالناس الی السلطان واما الذین ھم اشد نتنا من الجیف فالذین یتبعون الشھوات واللذات ومنعوا حق اللہ تعالیٰ من اموالھم واما الذین یلبسون الجباب فاھل الکبر والفخر والخیلاء۔ (صفحہ ۴۳۴ جلد ۸ تفسیر کبیر ۱۳۰۷ھ قسطنطنیہ) +

امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ آوردہ کہ حضرت پناہ را از افواج پرسیدند فرمود کہ حشر کردہ شوند دہ صنف از امت من اوّل بر صفت بوزنگان دوّیم بر ہیئات خوکان و سوم نگون سار ان کہ ایشان را بر روئے دوزخ مے کشند۔ و چہارم نابینایان متحیر کردان و گنگان و ششم مجانید[1] زبانہائے خود را و آن بر سینہائے ایشان افتادہ باشد و ریم از دہنہائے ایشان سیلان میکند و اہل محشر را از ان کراہیت باشد۔ و ہفتم دست و پا بریدہ باشند و ہشتم از دارہائے آتشین آویختہ و نہم را متنی تمام باشد بدتر از مردار و دہم را جبہائے آتشین بوئے[2] باشد و از قطران[3] جسیدہ بپوستہائے ایشان اما بوزنگان سخن چینان باشند و خوکان حرام خوران و نگون ساران خورندگان ربوا و کوران جور کنندگان در حکم و گنگان و کران آنہا کہ با عمل خود معجب بودہ اند و زبان خایندگان علما کہ گفتار ایشان مخالف کردار ایشان بودہ است و دست بریدگان رنجانندگان ہمسائیگان بغیر حق۔ و آویختگان بر دار غمازان و سعایت کنندگان بسلاطین و حکام و آنہا کہ نتن عظیم دارند تابعان شہوات و باز دارندگان حق خدائے و پوشندگان بلباس قطران اہل تکبیر و ناز ش[4] (صفحہ ۵۴۴ جلد ثانی تفسیر حسینی) +

مشکوٰۃ میں ہے۔ فقال ابن عمر فانی سمعت رسول اللہ علیہ وسلم۔ یقول یکون فی امتی او فی ھذہ الامۃ خسف و مسخ او قذف فی اھل القدر۔ پس گفت ابن عمر پس بتحقیق شنیدہ ام پیغمبر خدا را مے گفت میباشد در امت من یا گفت میباشد درین امت خسف یعنے بزمین فرو بردن و مسخ یعنے تبدیل صورت کردن یا قذف یعنے سنگ از آسمان باریدن۔ در اہل قدر یعنے آنہا کہ منکر اند۔ آن را ‘‘ (رواہ الترمذی و ابو داؤد و ابن ماجہ۔ مشکوٰۃ جلد اول فصل ۲ صفحہ ۱۱۷) +

زواجر ہندی میں بحوالہ کتاب الحدیث لکھا ہے کہ محمد صاحب نے فرمایا ہے جو شخص لڑکے سے لواطت کریگا۔ قبر میں خنزیر بن جائیگا۔ (صفحہ ۸۴ مطبوعہ علوی بمبئی) +

حدیث جامع ترمذی میں ہے۔ ابن مالک ابی عامر اشعری سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میری امت سے ایک قوم حلال کریگی۔ فرجیں عورتوں کی۔ یعنے زنا اور ریشمی کپڑے اور شراب یعنی اس طرح استعمال کریگی۔ جیسے حلال اور اترینگے۔ ان میں سے کچھ قومیں نزدیک ایک علم کے شام کو آئیگا اُنکے پاس کوئی آنیوالا کسی حاجت کو۔ وہ کہینگے آج لوٹ جا کل ہمارے پاس آنا۔ پھر مسخ کردیگا۔ اللہ تعالیٰ اُن میں سے کچھ لوگوں کو سؤر اور بندر۔‘‘ مطبوعہ مرتضوی دہلی صفحہ ۱۴۷)

و در احادیث دیگر آمدہ کہ فرمود ہمیشہ بود خدا تعالیٰ کہ نقل میکرد مرا از اصلاب طیبہ بارحام طاہرہ مصفا مہذب و منشعب نمی شد دو شعبہ مگر آنکہ بودم من در بہترین دو شعبہ و گفت ابن عباس رض در تفسیر قولہٗ سبحانہٗ و تقلبک فی الساجدین یعنی من نبی الیٰ نبی و ہمیشہ بود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ تقلیب کرد در اصلاب انبیا تا آنکہ برآمید۔ از امادر وے ‘‘ (مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۳ سنہ ۱۲۸۱) اور روضۃ الاحباب +

[1] استلام ہاتھ یا منہ سے چومنا پتھر کا۔ (از کریم اللغات) +
[2] اجواف شکم خالی مراد قالب مرغان است +

[1] خائیدن یعنے چبانا۔ [2] بد بو۔ [3] قطران روغن بد بو۔ در حسب عرب مثل بنے جسیرہ۔ [4] سجادہ تکبر، کرنا +

بتصداول میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ نقلت من اصلاب طیبۃ لطار حام طاہرۃ
ترجمہ محمد صاحب فرماتے ہیں کہ میں پاک مردوں کی پشتوں سے پاک عورتوں کے پیٹوں میں پڑتا ہوا چلا آیا ہوں
اور مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ باب الحشر۔ وعن ابی ہریرۃ عن النبی قال یلقی ابراہیم
اباہ آزر یوم القیمۃ۔ گفت آنحضرت کہ پیش مے آید ابراہیم پدر خود را کہ نام آزر ست
روز قیامت حال آنکہ بر روئے آزر سیاہی و غبار است پس میگوید ابراہیم مر آزر را۔ آیا نگفتیم مر ترا
بے فرمانی مکن مرا و را اطاعت کن مرا و را آنچہ از جانب حق گویم و خبر دہم پس میگوید مر ابراہیم را پدر وے کہ
آزر ست پس امروز بے فرمانی نمے کنم ترا شفاعت کنی مرا پس میگوید ابراہیم اے پروردگار من بدرستیکہ
تو وعدہ کردہ مرا و اجابت کردہ دعائے مرا کہ رسوا نگردانی مرا روزیکہ برانگیختہ شوند مردم و حشر کردہ شوند
پس کدام رسوائے سخت تر و افزون تر از رسوائی پدر من کہ ہالک ست و دور تر است از رحمت تو پس
میگوید حق تعالیٰ بدرستیکہ من حرام گردانیدہ ام بہشت را بر کافران و دعائے کامروز حق وے کنی
والتماس کرد مغفرت وے داری سود مند نیفتد۔ پس گفتہ مے شود مر ابراہیم را نگاہ کن کہ چہ
چیز است در زیر ہر دو پائے تو ببین پس نگاہ میکند ابراہیم زیر پائے خود پس نگاہ وے ناگاہ
مقرون است۔ بذبح یعنی کفتار نر کہ حیوانیست آلودہ بگل و سرگین۔ پس گرفتہ مے شود
و کشیدہ مے شود بپائے آن ذبح را پس انداختہ مے شود در آتش دوزخ و این آزر ست کہ مسخ
گردانیدہ و خوار ساختہ شدہ در چشم ابراہیم چون مسخ شدہ دید نا امید شد و تبرا ی از وے نمود“
(جلد رابع صفحہ ۳۹۱ لکھنؤ فارسی) *

باب ہفتم

تناسخ کی بابت اولیا و علمائے اسلام کی رائیں

ابی الفتح الامام محمد بن عبدالکریم الشہرستانی اپنی کتاب الملل والنحل میں اسلام کے مختلف
فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ فرقہ کیسانیہ۔ اصحاب کیسان مولیٰ امیرالمومنین علی رض
وقیل تلمیذ السید محمد بن حنفیہ وحمل بعضہم علی القول بالتناسخ والحلول
والرجعۃ بعد الموت (صفحہ ۸۳) * ترجمہ۔ یہ کیسان حضرت علیؓ کا غلام تھا۔
اور بعض کہتے ہیں کہ یہ محمد بن حنفیہ کا شاگرد تھا۔ اس کے شاگرد کہتے تھے کہ وہ تناسخ و
حلول و رجعت بعد موت مانتا تھا۔ فرقہ ہاشمیہ۔ اتباع ابی ہاشم بن محمد ابن الحنفیہ وکان
من مذہب عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ جعفر بن ابی طالب۔ ان الارواح
تناسخ من شخص الی شخص ان الثواب والعقاب فی ہذہ الاشخاص اما اشخاص
بنی آدم واما اشخاص الحیوانات وقال روح اللہ تناسخت حتی وصلت اللہ
وصلت فیہ وکفروا بالقیامۃ لاعتقادہم ان التناسخ یکون فی الدنیا والثواب
العقاب فی ہذہ الاشخاص وتاول قولہ لیس علی الذین امنوا وعملوا الصالحات
جناح فیما طعموا الآیہ (صفحہ ۸۵ و ۸۶) * ترجمہ۔ اس فرقہ والے ابی ہاشم بن محمد
ابن الحنفیہ کے تابع ہیں جو عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ جعفر بن ابی طالب کے مذہب کے تابع ہیں
کا اعتقاد ہے کہ روحیں ایک جسم سے دوسرے جسم کی طرف منتاسخ ہوتی ہیں۔ اور سزا اور جزا ان
اجسام کے بیچ ہے۔ چاہے آدمیوں کے جسموں میں یا حیوانات کے جسموں میں اور کہتا ہے کہ
خدا کی روح بھی منتقل ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ [illegible] ہے۔ اور انہوں نے انکار کیا ہے
قیامت کے اعتقاد کا بہ سبب اپنے اعتقاد کے مسئلہ تناسخ پر کیونکہ یہ دنیا میں ہوتا ہے یعنی

ثواب و عذاب کے ان جسموں میں اس مذہب والے قرآن کی اس کلام الٰہی سے بھی اپنے قول
کی تاویل کرتے ہیں لیس علی الذین امنوا وعملوا الصلحت جناح فیما طعموا الآیۃ
فرقہ البیانیۃ۔ اتباع بیان سمعان الہندی ثم ادعی بیان انہ قد انتقل
الیہ الجزء الالٰہی بنوع من التناسخ“ (صفحہ ۸۶) *
فرقۃ الرزامیۃ“ وقالوا بتناسخ الارواح۔ (صفحہ ۸۷)
الغلاۃ۔ علی اصنافہا کلہم متفقون علی التناسخ والحلول لقد کان التناسخ
مقالۃ تفرقت فی کل امۃ تلقوہا من المجوس والمزدکیۃ والہند والبراہمۃ ومن
الفلاسفۃ والصابئۃ ومذہبہم ان اللہ تعالیٰ قائم بکل مکان ناطق بکل لسان
ظاہر فی شخص من اشخاص البشر وذلک معنی الحلول قد یکون الحلول بجزء
وقد یکون اما الحلول بجزء ہو کاشراق الشمس فی کوۃ او کاشراقہا علی البلور
واما الحلول بالکل فہو کظہور ملک بشخص او کشیطان بحیوان ومراتب التناسخ
اربعۃ النسخ والمسخ والفسخ والرسخ وسیاتی شرح ذلک عند ذکر فرقہم من
المجوس علی التفصیل واعلی المراتب مرتبۃ الملکیۃ او النبوۃ واسفل المراتب الشیطانیۃ
او الجنیۃ وہذا ابو کامل کان یقول بالتناسخ ظاہرا من غیر تفصیل مذہبہم الخ
ترجمہ۔ غلاۃ کے تمام فرقہ تناسخ و حلول پر متفق ہیں۔ تناسخ اس کے ہر ایک مت میں تعریف
رکھتا ہے۔ یہ تناسخ ان کو ملا ہے۔ مجوس سے مزدکیہ سے۔ ہندوستان اور برہمنوں سے اور
فیلسوفوں سے اور صابئین سے ان کا مذہب ہے کہ خدا ہر مکان میں رہتا ہے اور ہر ایک
زبان میں بولتا ہے اور ہر ایک انسانی جسم میں ظاہر ہے اور یہی معنے حلول کے ہیں۔ ہوتا ہے
حلول خدا کی جزو سے جیسا شمس کا طلوع جھروکہ میں یا ماسوا اس کے چمکنے کے بلور میں لیکن
اس کا کامل ظہور ایسا ہے جیسا کہ ظہور فرشتہ کا جسم میں یا شیطان کا حیوان میں مراتب
تناسخ کے چار ہیں۔ نسخ۔ مسخ۔ فسخ۔ رسخ۔ ان تمام کی تفصیل مجوس کے بیان میں ہوگی۔ ان کے
مذہب میں اعلیٰ مرتبہ فرشتہ کا نبوت کا ہے اور سب سے نیچا درجہ شیطان اور جنوں کا۔
”بغیر کسی تفصیل کے ہم نے یہاں تناسخ کے متعلق بات ظاہر کر دی ہے۔“
فرقۃ الکاملیۃ“ وکان یقول الامامیۃ نور یتناسخ فی شخص الی شخص وذلک
النور فی شخص یکون نبوۃ وفی شخص یکون امامۃ وربما یتناسخ الامامۃ
الا نبوۃ وقال بتناسخ الارواح وقت الموت“
تحفہ اثنا عشریہ میں غلات کا حال اس طرح لکھا ہے۔ فرقہ پنجم از غلات کاملیہ اند اصحاب
کامل میگویند کہ ارواح تناسخ مے شود یعنے انتقال میکنند از بدنے بہ بدنے و روح الٰہی اول
در بدن آدم بس از ان در شیث در آمد و ہم چنیں گشیدہ در سائر انبیا و ائمہ نقل نمود
ارواح بنی آدم نیز در میان خود ہا تناسخ میکنند“ (صفحہ ۱) اور ایسا ہی فرقہ ہفتم کا حال [illegible]
فرقۃ السبابیہ اصحاب عبداللہ ابن سبا و قالت بتناسخ الجزء الالٰہی فی الائمۃ بعد
علی“ (۱۰۱) * فرقۃ الغالیہ۔ وبدع الغلاۃ محصورۃ فی اربع التشبیہ والبداء
والرجعۃ والتناسخ ولہم القاب بکل بلد لقب یقال لہم باصفہان الخرمیۃ والکوذیۃ
وبالری المزدکیۃ والسنبادیۃ وبأذربیجان الذقولیۃ وبموضع المحمرۃ وبماوراء النہر
المبیضۃ“ (صفحہ ۱۰۰) مفصل دیکھو صفحہ ۸۰ سے ۱۰۱ تک جزو اول مطبوعہ ۱۲۶۳ء
اصحاب التناسخ قد ذکرنا مذاہب التناسخیۃ وما من ملۃ من الملل الا
وللتناسخ فیہا قدم راسخ وانما تختلف طرقہم فی تقریرہا فاما تناسخیۃ الہند
اعتقاداتی ذلک۔ (الملل والنحل جزو ثانی صفحہ ۱۱۸ موجودہ لائبریری جے پور)
ملا محمد علی مشہدی نے شرح باب البدایہ النہایہ میں اور سید عبدالاول حاشیہ شرح
حکمۃ العین میں اور فاضل صدر الدین شیرازی شواہد ربوبیہ میں لکھتے ہیں۔ ما من مذہب

الا ولتناسخ منه قدیم واسخ یعنے تناسخ در ہر مذہب قدیم محکم افسردہ اسیت" + شیخ الاشراقیین در حکمۃ الاشراق و نیز علامہ شیرازی بشرح آن میگوید تمسک بعض الاسلامیین لصحۃ التناسخ بآیات من الوحی الی آخرہ۔ یعنے بعض اسلامیین بصحت تناسخ تمسک بآیات وحی نمودہ و قایل شدند۔ (تحقیق التناسخ صفحہ ۵۲) +

قاضی عضد الدین جو اہل سنت جماعت میں سے مغرب فاضل گذرا ہے۔ اپنی کتاب مواقف میں تناسخ کے برخلاف دلایل لکھکر کہتا ہے۔ ولیس شیٔ منہا بالتعویل۔ یعنے ہیچ دلیل از دلایل بطلان تناسخ قابل اعتماد نیست"۔ (صفحہ ۴۴ تحقیق التناسخ) +

تحفہ اثنا عشریہ میں مولوی عبد العزیز صاحب دہلوی فرماتے ہیں کہ اکثر فرقہ اہل شیعہ امامیہ وکاملیہ و منصوریہ ہمیریہ باطنیہ وغیرہ گویند کہ بدن را معاد نیست نہ روح را غیر این عالم مقر نیست بلکہ در ہمیں عالم متناسخ میشود و انتقال میکند از بدنے بہ بدنے دیگر۔ و آخر ہمان کتاب منسوب بہ جماعہ امامیہ دیگر اہل تشیع قایل رجعت بودہ اند و آن ام تناسخ است + تناسخیہ گویند۔ چون جان از قالب بر آید روا است کہ در قالبد دیگرے در آید۔ (غیاث اللغات ردیف ت صفحہ ۵۰۰) + میر سید شریف شرح مواقف در مبطلین تناسخ میگوید کہ از بعضے اسحاب مردیست کہ میگفت کہ من یاد دارم زمانہ را کہ در بدن شتر بودم و محتی آن گفتہ کہ آن شخص شیخ مبارکشاہ سلجوقی بود کہ میگفت گفتے بود کہ من در بدن شتر بودم" (تحقیق التناسخ صفحہ ۵۰) +

علامہ اثیر الدین نے زبدۃ الاسرار میں لکھا ہے۔ ان النفس الانسانیہ ان لم تستکمل و بقیت محتاجۃ الی بدن فان لم تکن ھیئۃ ردیۃ یحتمل ان تبقی قائمۃ بنفسہا بعد البدن و یحصل لہا الخلاص عن العذاب ھو الجہل بما یجب ان یعلم و یحتمل ان یعذ بہا العاقبۃ الی الکمال الی التعلق ببدن آخر انسانی وان کان فیہا ھیئات ردیۃ یحتمل ان تبقی معذبۃ بتلک الہیأت دائما و یحتمل ان یعذ بہا تلک الہیات الی التعلق ببدن آخر حیوانی"

ترجمہ روح انسانی کامل نہیں ہوا اور محتاج رہتی ہے بدن کی اگر وہ ردی حالت میں ہو تو بذاتہ قائم رہتی ہے ترک بدن کے بعد اور حاصل ہو جاتی ہے اسے خلاصی عذاب سے وہ محض لاعلمی ہے تا کہنا واجب ہووے علم ذکرنا اور احتمال کہ اس روح کو کھینچے آخر طرف کمال کے واسطے دوسرے قالب انسانی کے اور اگر ہو دے اس میں حیات ردیہ پس اٹھاتینگے عذاب اسی طرح ہمیشہ کے لئے روہ عذاب یا دینگی تعلق میں دوسرے حیوانوں کے +

مفتاح التواریخ میں ہے "در نفحات از مولوی رومی نقل کردہ کہ او در کلام خود فرمودہ کہ نور شود بعد از صد و پنجاہ سال بروح فرید الدین عطار تجلی کردہ مربی او گشت" (باب ہفتم صفحہ ۵ ذکر سنہ ۶۶۲ ہ) + ہمیں طریق در نیر و شاعرے بود متخلص بہ زلالی شیروی۔ و ملت این تحلص آن بود کہ مذہب تناسخ داشت و خود را شیخ نظامی گنجوی می پنداشت و این خیال را در عالم قال آوردہ چنین گفتہ بیت

در گنجہ فرو شدم بہ پئے دید + از یزد بر آمدم چو خورشید

ہر کس کہ چو مہر بر سر آید + ہر چند فرو رود بر آید

وفات او در سنہ ۱۰۱۷ھ یکہزار و ہفدہ ہجری واقعہ شدہ شیخ فرید الدین عطار می فرماید

ہفتصد ہفتاد قالب دیدہ ام + ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

(از مفتاح التواریخ باب یازدہم صفحہ ۱۹۸) +

حضرت محمد بن ملک داد ملقب بہ شیخ شمس الدین تبریزی المشہور شمس تبریزی مادر زاد جو ۶۴۵ ہجری میں فوت ہوئے تناسخ کے قایل ہیں۔ اور ایسا ہی ان کے دوست مولانا جلال الدین رومی بھی اسی مذہب کے تھے۔ (از دیوان شمس تبریز) +

ردیف الف
ردیف دال

روزے محمد یکشود روزے پلنگ و سگ شود
فروشدن چو بینی بر آمدن بنگر
ترا غروب نماید ولے شروق بود
کدام دانہ فرو رفت در زمین کہ نرست
کدام دلو فرو شد کہ آب در نا مد
دہان چو بستی ازین سو بدان طرف بکشا
// آن سبز قبائے کہ چو مہ یار بر آمد
وان ترک کہ می روز میغانش پذیری
آن بادہ ہمانست کزان شیشہ دگر شد
آن شمع بصورت مثل مشعلہ گشد
گر شمس فرو شد بغروب او نہ فرو شد

گر اشتر بدرگ شود گر نفی جمال الدین قمر را
غروب شمس و قمر را چرا زیان باشد
لحد مضیق نماید خلاص جان باشد
چرا بہ دانہ انسانت این گمان باشد
ز چاہ یوسف جان را چرا زیان باشد
کہ ہائے وہوئے تو در جہاں لامکان باشد
امروز درین خرقہ گلنار بر آمد
آنست کہ امروز درین دار بر آمد
بنگر کہ چہ خوش بر سر اغیار بر آمد
وان مشعلہ زین روزن اسرار بر آمد
از برج دگر آن سر انوار بر آمد

ز آنسو کہ مرکب شادی و ہندوی غم رسد
زان راہ ناپدید ہما کہ بوئے برد
// شب مردو زندہ گشت حیوانست بود مرگ
پیش ازین کاندر جہاں باغ و مے انگور بود
پیش از آنکہ نقش ما بر آب و گل معمار بود
ما بہ بغداد فنالات انا الحق مے زدیم
شمس تبریز از خبر داری بگو ان عہد را

آمد شد نیست دائم در راہست نا پدید
آن گز شراب عشق او زان بخورد یا چشید
اے غم مکش مرا کہ جسم تو نی بدید
از شراب لایزالی جان ما مخمور بود
در خرابات حقایق جان ما مسرور بود
پیش از ان کین دار و گیر نکتہ منصور بود
آن زمان کان شمس دین در دور ملک مشہور بود

ولیک چون وقح از نتیجہ روح است
گہے گہے اگر آئی شوم بالا نر + + +
// تشنہ جان بیکے شو کہ ہر کہ راست ظفر
ہزار ان قرن بیاید کہ این دولت پیش آید
ردیف میم
درین سر بود عشق تو مقدم
سہ این تن بود نہ این دل نہ این نفس
چون ماہ پے آفتاب رفتم
بارے گر از چاہ سوئے جاہ رسیدم

کر امن و خوف ندارد درخت و سنگ و جماد
رنیش جبل بہ پستی کہ ہر چہ بادا باد
کہ دار ہم رکشاکش شوم خوش بقاد
کجا یابم دگر بارش اگر این بار بگریزم
کہ نہ آدم بد و آگاہ و نہ عالم
کہ بودم حامل از عشقت چو مریم
گہہ کاستم و گہے فزودم
در غربت اجسام باللہ رسیدم

من از برائے مصلحت در حبس دنیا ماندہ ام
شکل نبات اندر زمین ز آب گند دارم غذا
چند آنکہ خواہی در نگر در من کہ شناسی مرا
مانند طفل اندر شکم من پرورش دارم بخون
من طرفہ مرغم کز چمن با اجتہاد خویشتن
ایر اقصص با دوستان بہتر ز باغ و بوستان
پر زخم او زاری مکن دعوئے بیماری مکن

من از کجا سخن از کجا مال کراوزد بادہ ام
یک بارے بالد گیاہ من بارہا بالیدہ ام
بد تر از آن کم دیدہ من صد صفت گردیدہ ام
یک بار زاید آدمی من بارہا زائیدہ ام
بے دام و بے گیر ندۂ اندر قفس غریدہ ام
بہر خلاصی یوسفے در چاہ آرامیدہ ام
صد جان شیرین دادہ ام تا این بلا بخریدہ ام

ہر کجا باشیم و ہر جا کہ رویم
آزمودم زندگانی بیشمار
گر نہ چو عیسے جبلگی گشتم زبان
آنکہ از عیسے و مریم فوت شد

حاضران کاسہ خون تو ایم
در بقا و در فنا شگفتیم +
گاہ لب ماسوتش چو مریم شدم
گر مرا باور کنی آن ہم شدم

باز آمدم باز آمدم از پیش آن یار آمدم

در من نگر در من نگر بہر تو غمخوار آمدم

امام حنیف نے اُس کو تیر مارا اور مار کر آگ میں جلا دیا ✤

پیر شاہ مخدوم جہانیاں - اپنے مناقب میں فرماتے ہیں - کہ میں حج کے ارادہ سے جہاز پر سوار ہوا - راستہ میں جہاز بہ سبب طوفان کے ٹوٹ گیا - اور میں ایک تختہ پر بیٹھا ہوا رہ گیا - وہ تختہ بہتا ہوا ایک جگہ خشکی پر جا لگا - تب میں اُتر کر خشکی پر پہنچا - وہ مجھے دھوپ لگی - تو میں ریتا میں ایک گڑھا کھود کر اُس میں بیٹھ رہا - وہاں جنگل سے ایک ہاتھی آیا - اور میرے سے ایک تیر کے فاصلہ پر خشکی میں لید کی - لید کرنے کے بعد وہ پانی پینے چلا گیا - پیچھے اُس لید سے ایک آدمی پیدا ہوا - اور اپنا بدن جھاڑنے - اور رونے لگا بعدازاں ہاتھی آیا اور اُس کو پیچھے سے پکڑ کر اُس کا بند بند جُدا کرنے لگا - وہ آہ و زاری کرتا ہوا روتا ہوا بعد مارنے کے ہاتھی اُسے اُٹھا کر چلا گیا - ایسا ہی چالیس روز تک میں برابر دیکھتا رہا - کہ ہر روز ہاتھی آتا اور اسی طرح کرتا - اور مار کر اُٹھا لے جاتا - آخرکار چالیسویں روز میں نے اُس سے سوال کیا - اُس نے کہا کہ میں بدبخت یزید ہوں - مجھے یہہ عذاب قیامت کے روز تک ہوتا رہیگا - (صفحہ ۲۱۷ - ۲۱۸) ✤

قصص الانبیا و معارج النبوۃ میں لکھا ہے روح پُر فتوح حضرت **محمد صاحب** کا ہزار برس تک بصورت طاؤس رحمت کے دریا میں غریق رہا ✤

روایت ہے کہ صورت سانپ کی ایسی پاکیزہ اور مطبوع تھی کہ کوئی جانور بہشت میں ایسا نہ تھا - حق تعالےٰ نے اس گناہ کے سبب اُس کی صورت کو مسخ کیا - اور خاک اُس کی خوراک ٹھیرائی اور پیٹ اور سینہ کے بل زمین کو رگڑتا اور چھاتی کو چھیلتا رہے - اور صورت طاؤس کی بھی بدل گئی - چنانچہ پاؤں اُس کے بدصورتی میں ضرب المثل ہیں " (روضۃ الاصفیا و قصص الانبیا صفحہ ۷ ذکر آدم مطبوعہ مصطفائی لاہور ۱۸۹۰ء) ✤

غیاث اللغات میں لکھا ہے - مسخ بالفتح و خاے منجمہ بہ گردانیدن صورت بصورت دیگر کہ بدتر از صورت نخستین باشد و سیزدہ چیز است کہ حق تعالےٰ بہ سبب افعال بد ممسوخ گردانیدہ - اول فیل کہ مرد لوطی بود - دوم خرس کہ کودکان را صحبت مے کرد - سوم خرگوش کہ زنے بود از حیض غسل نہ کردی - چہارم کژدم کہ غماز بود - پنجم سوسمار کہ غارتگر - ششم خوک کہ خلاف امر پیغمبر کارہائے کردے - ہفتم روباہ کہ دزد بود - ہشتم فاختہ کہ زانی بود - نہم ذرنح کہ متکبر بود - دہم فاختہ کہ سوگند دروغ خوردی - یازدہم کنجشک کہ مال حرام مے خورد - دوازدہم کہ موش کہ زنے بود باجرت نوحہ کردی - سیزدہم بوم کہ تغیر مذہب خود کردہ و بعضے بست و دو نوشتہ " (از غیاث و منتخب ردیف میم صفحہ ۳۴۵) ✤

اب ہم آخیر میں اسلامیوں کے کتب احادیث سے چند واقعات (ناظرین کی تفریح طبع کے واسطے) جن کی صحت میں کسی مسلمان کو انکار نہیں - درج کرتے ہیں -

مدارج النبوۃ و معارج الفتوۃ - میں ہے کہ ایک گوہ نے حضرت کی پیغمبری پر گواہی دی اور کہا لبیک و سعدیک - حضرت نے فرمایا تو کس کی بندگی کرتی ہے بولی کہ اُس اللہ کی بندگی کرتی ہوں کہ جس کا عرش ہے آسمان میں اور اُس کی حکومت ہے زمین میں - اور بہشت میں اُس کی رحمت ہے - اور دوزخ میں اُس کا عذاب ہے حضرت نے فرمایا میں کون ہوں - بولی تو رسول ہے رب العالمین کا اور خاتم ہے پیغمبروں کا - جو کوئی تجھ پر ایمان لاوے - نجات پاوے - اور جو کوئی تجھ کو جھٹلاوے دوزخ میں مبتلا ہو - (حجتہ الہند صفحہ ۱۱۲) ✤ معلوم ہوتا ہے کہ گوہ پچھلے جنم میں کوئی مسلمانی تھی - جو شامت اعمال سے اُس قالب میں آئی ✤

روضۃ الاحباب میں ہے زبانی عقیل کی کہ ایک مقام پر پہنچے ناگاہ ایک اونٹ دوڑتا ہوا آیا - اور حضرت کے آگے دوزانو ہو کر کہنے لگا - کہ الامان الامان اور اُس کے پیچھے ایک اعرابی تلوار کھینچے ہوئے آیا - حضرت نے فرمایا - اے اعرابی تو اس سے کیا چاہتا ہے - عرض کیا کہ اے خدا کے رسول میں نے اس اونٹ کو اس لئے خریدا ہے کہ میرا کام کرے اور مجھ کو اس سے نفع ہو اب یہ نافرمانی کرتا ہے میں نے یہہ قصد کیا ہے کہ اس کو ذبح کر کے اس کے گوشت سے نفع پکڑوں - حضرت نے اونٹ سے فرمایا تو کیوں باغی ہوا - اونٹ نے عرض کیا کہ اے رسول خدا میں اس واسطے اس سے نافرمانی نہیں کرتا کہ اس کا کام نہ کروں - بلکہ میں نے سُنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی عشاء کی نماز نہ پڑھے اللہ کا اُس کو عذاب پہنچے گا - اور یہ اعرابی اپنی قوم کے ساتھ عشا کی نماز نہیں پڑھتے ہیں - میں اس واسطے بھاگتا ہوں کہ مبادا ان کی شامت سے مجھے بھی عذاب پہونچے - آپ نے اُس کو نماز کی تاکید کی پھر اونٹ اسکا فرمانبردار ہوا - (حجتہ الہند ۱۲۴) اس سے صاف ظاہر ہے کہ اونٹ یا تو پچھلے جنم کا کوئی مولوی اور یا کوئی اعرابی مسلمان ہے جو کہ نماز کا اتنا مددگار ہے اور بہشت قرانی کا خواستگار ✤

یعفور نام ایک گدھا تھا جس پر حضرت اکثر سوار ہوا کرتے تھے - وہ گدھا بھی عربی بولتا تھا - اور سوال و جواب کیا کرتا تھا - اور جب حضرت سواری کی نیت سے گدھے کے پاس آتے تو وہ السلام علیکم بولتا تھا - (دیکھو کشف اللغات) معلوم ہوتا ہے کہ یعفور کبھی مسلمان ہو چکا تھا اور دین اسلام سے اُسے اُلفت تھی ✤

روضۃ الاحباب و معارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ عقیل نے بیان کیا کہ میں ایک سفر میں حضرت کے ساتھ تھا - حضرت سے میں نے اپنی پیاس کا حال عرض کیا - آپ نے فرمایا کہ جا اور اس پہاڑ سے کہہ کہ رسول خدا کہتا ہے کہ مجھ کو پانی دے - میں نے بموجب فرمانے حضرت کے عمل کیا - پہاڑ مجھ سے باتیں کرنے لگا اور کہا کہ حضرت کی خدمت میں عرض کر کہ مجھ کو جب سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ڈرو اور بچو دوزخ کی آگ سے جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اسقدر رویا ہوں کہ مجھ میں پانی باقی نہیں رہا (حجتہ الہند صفحہ ۱۲۳) ✤

معارج النبوۃ میں بریدہ سے روایت ہے کہ ایک درخت حضرت کے پاس آیا

باب ہشتم

مسئلہ تناسخ پر کبیر صاحب و بابا نانک جی کی رائے

پیدائش سنہ ۱۴۶۹ء - وفات سنہ ۱۵۳۹ء

بابا نانک جی بعہد بہلول لودی پنجاب میں پیدا ہوئے۔ اور دور دراز دیسوں میں جا کر ہندو و مسلمان دونوں کو ویدک دھرم کا اُپدیش دیا اور اکثر مسلمانوں کو اپنے توحید بھرے اُپدیس سے راہ راست دکھایا اور توہمات سے ہٹایا۔ اور مسئلہ پنر جنم کا قائل کرایا۔ ہندوستان کے سواوہ عرب دیش میں فقیرانہ لباس میں گئے۔ علی مردان ایک جنم کا مسلمان (جو باباجی کے اُپدیش سے ہندو دھرم کا ولی قایل تھا) بھی اُس سفر میں ہمراہ تھا۔ مکہ کی سیر کرنے کے بعد وہ مدینہ میں تشریف لے گئے۔ جہاں کہ محمد صاحب کا مزار ہے۔ وہاں اُنہوں نے علی مردان کو جسے وہ پنجابی محاورے کے مطابق مردانہ کہا کرتے تھے۔ یہ اُپدیش دیا۔

جیا دانیا۔ اجے محدوت جنم آوِیا ہے۔ تجرگیا وچ آہے ترگیا وجوں نکلیا نائیں اُس پھیر ہندو دے گھر جنم آوناہی۔ پندرہ سو برس اُسکی بہشت وچ اربلاہے پندرہ سے ورہا پورا ہوسی تا پھر ادہ ہندو دے گھر جنم کیسی پرشو دروے گھر اُس تائیں پورن ستگور پرلوکی ملے گا تا اُس دا جنم مرن رہت ہووے گا۔ اُس وچ جرات بہت آہی اک جنم اُسدا رہندا ہے" (دیکھو جنم ساکھی نانک صفحہ ۱۹۲ ساکھی نمبر ۹۴ مطبوعہ سلطانی لاہور حسب فرمائش چراغدین کتب فروش گورمکھی باہتمام منشی قادر بخش۔

بابا نانک کی بابت دبستان مذاہب میں لکھا ہے۔ نانک قایل بتوحید باری بود و بہ تناسخ نیز ایمان داشت و خمر و گوشت و خوک را حرام شمردہ ترک حیوانی کردہ باجتناب آزار حیوان امر میفرمود و گوشت خوردن بعد از دور مریدانش شہرت یافت وارجن مل کہ از خلفائے بواسطہ اوست چوں قبح آن را دریافت مردم را از اکل حیوانی مانع آمد و گفت این عمل مرضی نانک نیست (دبستان مذاہب تعلیم دوم صفحہ ۲۲۳۔ مطبوعہ نولکشور)۔

بابا نانک کی تناسخ کی بابت رائے۔

نمبر ۱۔ آپے بیج آپے ہی کہا۔ نانک حکمی آوے جاؤ۔ (جپ جی)

نمبر ۲۔ کٹیاں اندر کیٹ کر دوسیں دوس دھرے۔ نانک نرگن گس کرے گن دتیاں گن دے۔ (جپ جی)

نمبر ۳۔ تیرتھ نہاواں جے تس بہاواں بن بہانے کے ماہیں کرے جتنے سرستیٹ اوپائے دیکھاں بن کرماں کے ملنے نہیں۔ (جپ جی)۔

نمبر ۴۔ جے دڑا آپ جانے آپ آپ۔ نانک نذریں کرمی دات (جپ جی)

نمبر ۵۔ چنگیاں برائیاں واچے دھرم حضور۔ کرمی آپو آپنی کیا نیڑے کیا دور ″

نمبر ۶۔ گورمکھ جو کے آوں جاؤ۔ نانک پائی درگاہ ماں۔ (سدہ گوسٹ)۔

نمبر ۷۔ جن ہر ہر نام نہ جپیو۔ سوا وگس آوے جائے (راگ سری محلہ پہلا)۔

نمبر ۸۔ آواگون مٹی گور سبدین آپے کرنے بخش لیا۔ (سدہ گوشٹ)

نمبر ۹۔ بن گور پھرے آوے جاوے۔ بن گور گھال نہ پاوے تہائے (″ نمبر ۳)

نمبر ۱۰۔ ٹوٹتے سندھین تنہم مل ساہدر لیو سکھ پائے۔ نانک موتہ دسرے گن گوبند رائے۔ (باون اکھری سلوک ۳۶)۔

نمبر ۱۱۔ الکھین آنند جیسہ رس ناہیں رہے نہ اکرم تاما۔ گن اسٹر ناہیں کیوں سکھ پاوے۔ سن آون جانا ماسری۔ (راگ محلہ پہلا)

نمبر ۱۲۔ جیوں مچھی پھاتی جم جال۔ بن گور ورتے مکت نہ بھال۔ پھر پھر آوے پھر پھر جائے ایک رنگ راچے رہے لولائے (دکھنی آونکار)

نمبر ۱۳۔ جو آوے سے جو جانے مرین آکے گئے پچتائے۔ لکھ چوراسی میدنی سوڈ دوتا نائیں (دکھنی اونکار)۔

نمبر ۱۴۔ ہوہیں ایچھے بتدرہ پھیر پھیر جونیں پائیں (آسا دی وار)۔

نمبر ۱۵۔ سبہو سوتک بھرم ہے۔ دوجے لگے نہ آوے۔ جمن مرن حکم ہے بہانے آوے جائے (آسا دی وار)۔

نمبر ۱۶۔ جس کے اندر لج ابھمان۔ سو رک پاتے ہوتے سوان۔ جو جانے میں جوبن ونت۔ سو ہووے وشٹا کا جنت۔ آپس کو کرم ونت کھاوے۔ جنم جونی بھوں بھرماوے (سکھمنی محلہ ۵)

نمبر ۱۷۔ ایہہ جنم نہیں پھر مت ہاریو۔ استھر مت نہیں پائے مانس دیہہ پائے بدہر بیج نانک باپ نتائے (محلہ ۹ راگ سورٹھ)۔

نمبر ۱۸۔ کئی جنم بھی کیٹ پتنگا۔ کئی جنم گج مین کرنگا۔ کئی جنم پنکھی سرپ ہیو کئی جنم ہیور برکھ جیو۔ مل جگدیس ملن کی بریا۔ چرنگ کال ایہہ دیہہ سنجریا۔ (راگ سورٹھ محلہ ۹)۔

نمبر ۱۹۔ کئی جنم میل گر کریا کئی جنم گرب ہے رہیا۔ کئی جنم ساکھ کرایا۔ لکھ چوراسی جون بھرمایا۔ سادہ سنگ بھو جنم پرائے۔ کر سیو بھج ہر ہر گورمت۔

نمبر ۲۰۔ تدبن سدھی کنے نہ پایاں۔ کرمی ملیں نہیں۔ ٹھاک رہایاں (رامدہ محلہ پہلا)

نمبر ۲۱۔ تدہ ڈٹھیاں سچے بادشاہ مل جنم جنم دی کٹئے۔

نمبر ۲۲۔ پھرت پھرت میں ہاریو پھریو پوشرنائی۔ نانک کی بینتی اپنی بھگتی لائی

ترجمہ نمبر ۱۔ انسان خود اعمالوں کا تخم بوتا ہے اور خود ہی اس کا پھل کھاتا ہے ایشر کے حکم کے اندر اُس کا مختلف جونوں (قالبوں) میں تناسخ ہوتا ہے۔

″ نمبر ۲۔ بُرے اعمال جو ہیں وہ چیونٹی کے پیٹ میں چیونٹے بناتے ہیں خطا کاروں سے اور خطا کار کر دیتے ہیں اور اسی طرح اچھے اعمال نرگن سے گن والا اور گن والوں کو زیادہ گن والا کر دیتے ہیں۔

″ نمبر ۳۔ جو تیرتھ اللہ کے حکم اور منشا کے مطابق ہیں ایسے تیرتھ میں غسل کرنا چاہیے۔ کیونکہ اچھے اور بُرے کرموں کا ہی پھل ملتا ہے۔ جتنی مخلوقات نظر آتی ہے سب کو اعمال کے مطابق پھل مل رہا ہے۔

″ نمبر ۴۔ ایشور کی مہان یا عظمت کا پورا حال وہ خود ہی جانتا ہے مگر نانک اتنا جانتا ہے کہ اُس کی عنایت اور انعام کرموں پر ہوتا ہے۔

″ نمبر ۵۔ اعمال حسنہ اور افعال قبیحہ اُس دھرم رائے پرمیشور کے آگے ظاہر ہیں اس لوک میں سبکو اپنے ہی اعمالونکا پھل ملتا ہے اور کا نہیں۔

″ نمبر ۶۔ جو پرمیشور کے مقبول ہوتے ہیں وہ آواگون سے رہت ہو کر اُس کے پرم پد میں موکش پاتے ہیں۔

″ نمبر ۷۔ جو پرماتما کی بھگتی نہیں کرتے اور اُس کا ورد نہیں کرتے وہ پاپی ضرور مبتلائے تناسخ رہا کرتے ہیں۔

″ نمبر ۸۔ اوم جو گور پرمیشور کا سبد ہے اُس کی دھارنا سے انسان آواگون

سے رہائی پاتا ہے۔

ترجمہ نمبر ۹۔ جو لوگ ایشور سے ہٹ کر اور سے مراد مانگتے ہیں اور رسید تھے ایشور ہی آگیا کو پالن نہیں کرتے ہیں ایسے لوگ صراط المستقیم سے پھرے ہوئے ہیں۔ ایسے ہی لوگ آواگون میں آتے ہیں۔ اُن کو دار بقا یعنی مکتی نہیں ملتی ہے کیونکہ سچائی کو انہوں نے بھلایا اور گمراہ ہوگئے ہیں۔

نمبر ۱۰۔ سادھو جنوں یعنی مہاتماؤں کی صحبت سے جو کہ اُتم کرم ہے۔ اُس کے سبب سے جنم مرن یعنی آواگون کی زنجیر ٹوٹتی ہے وہ فیض صحبت کیا ہے۔ ایشور کا بھجن پس ایسا عمدہ بھجن کبھی دل سے فراموش نہ کرنا چاہئے۔

نمبر ۱۱۔ اگیانی آدمی کی حالت بیان کرتے ہیں یعنی قریب المرگ ہے۔ آنکھ بے بصارت ہوگئی۔ زبان لذت سے رہت ہوگئی تو بھی مکھ یعنی دل کا علام النسیان گرہست کے دھندے کر رہا ہے۔ ایسے آدمی کا جنم مرن چھوٹنا بہت مشکل ہے ایسا آدمی مکتی کیسے پا سکتا ہے۔ کیونکہ اعمال حسنہ کا کوئی گُن اُس کے پاس نہیں۔

نمبر ۱۲۔ جس طرح مچھلی صیاد کے دام میں پھنس کر گرفتار ہوجاتی ہے اس طرح بد انسان بھی لوبھ کے بندھن میں پھنسا ہوا آواگون کے جال میں آجاتا ہے۔ جب تک مرشد کامل نہیں ملتا۔ خلاصی محال ہے ایک جال یعنی قالب سے نکلتا ہے دوسرے قالب میں پڑ جاتا ہے۔ اے انسان اگر تو نجات کا طالب ہے تو ایک پرمیشور کے رنگ سے رنگین ہو تب خلاصی پاوے گا۔

نمبر ۱۳۔ آواگون میں روحیں آتی ہیں اور جاتی ہیں۔ بار بار مر کر بھی وہ دکھ سے نہیں چھوٹتیں۔ یہاں تک کہ لاکھ جونوں یعنی قالبوں کے اقسام ہیں۔ اُن میں وہ پھرتی رہتی ہیں۔

نمبر ۱۴۔ اہنکار بہت بری بلا ہے دنیاوی کاموں اور چیزوں پر مغرور آدمی آواگون کے بندھن سے نہیں چھوٹتے یہاں بار بار جنم لیویں گے۔

نمبر ۱۵۔ سوتک کا ماننا بالکل بھرم یعنی خیال باطل ہے۔ کیونکہ وہ سوتک کوئی چیز نہیں۔ جو ایک آدمی سے دوسرے پر اثر کرسکے۔ البتہ پیدا ہونا اور مرنا ایشور کا حکم ہے۔ اور اسی مبارک ارشاد سے آواگون جیووں کو ہوتا ہے۔ اس سے کوئی بری نہیں کسی کے مرنے یا پیدا ہونے سے سوتک نہ کرنا چاہئے۔

نمبر ۱۶۔ جو لوگ راج اور سلطنت پر مغرور ہوتے ہیں وہ کتے کے قالب میں جنم لیں گے۔ اور اس نرک کو بھوگیں گے۔ جو حسن پر غرور کرے وہ پھر جنم میں [illegible] کا کیڑا بنے گا۔ جو دکھلاوے کے واسطے آؤ دنیا میں جھوٹی مشہوری چاہتا ہے وہ اور بہت جونوں میں جاتا ہے۔

نمبر ۱۷۔ انیک جونوں میں پھرتے ہوئے میں تھک گیا مگر مجھ کو عقل جب سے مجھے کامل یقین ہو جانے نہ ملی۔ انسانی قالب پاکر ایشور کی بھگتی کر یہ بات مہاراج تیغ بہادر کہتے ہیں کہ مجھے نانک جی کے اپدیش سے معلوم ہوئی۔

نمبر ۱۸۔ کئی جنم میں ہم چیونٹی اور پتنگوں کے شریروں میں گئے۔ کئی جنموں میں ہاتھی مچھلی اور گھوڑے ہوئے اور کئی جنم پرندوں اور سرپوں میں پڑے اور کئی جنموں میں بناسپتی کے جیووں کے قالب میں گئے اب ایشور کی کرپا سے مدت مدید کے بعد انسانی قالب ملا ہے۔

نمبر ۱۹۔ کئی جنم ہم کو پتھر وغیرہ دھاتوں کے قالب میں جانا پڑا اور کئی دفعہ ہمارا استقرار حمل ہی سے اسقاط ہوگیا یا اندر ہی حمل سوکھ گیا۔ کئی دفعہ درختوں کے قالب میں آنا پڑا۔ اسی طرح ہم چوراسی لاکھ جونوں میں پھرتے رہے۔ مگر اب اس انسانی قالب میں سادھوؤں کی سنگت حاصل ہوئی اب گورو نے یہ مت دی۔ کہ سنتوں کی سیوا کرو اور ایشور کا بھجن کرو۔

ترجمہ نمبر ۲۰۔ طاقت اور فضیلت جس کو تو دیتا ہے ملتی ہے اور اسکو بھی تو اعمال کے مطابق دیتا ہے۔ انصاف کے رو سے نہ کہ بے وجہ۔ جب تک انسان تحلل جنموں میں اچھے کام نہ کرے تب تک [illegible] کا گھر نہیں۔

نمبر ۲۱۔ اے بادشاہ حقیقی پرماتما جب گیان نیتروں سے آپ کا دیدار ہوتا ہے۔ تب جنم جنم کی میل کٹ جاتی ہے۔

نمبر ۲۲۔ اے پرماتما جنموں میں پھرتا ہوا میں ہار گیا اب آخر لاچار ہوکر تیری پناہ میں آیا ہوں۔ نانک کی اے ایشور پرارتھنا ہے کہ آپ کی عبادت کے سوائے میرا من کہیں نہ جائے۔

نانک جی ترکے مصنف نے لکھا ہے کہ گورو نانک صاحب نے تناسخ کا مسئلہ بتلایا ہے۔ کہ برے کرم کرنے اور برہم کو نہ سمجھنے سے آواگون ہوتا ہے اس آواگون سے چھوٹ جانا اور پرمیشور سے مل جانا مکتی یا نجات ہے۔ اور اس کا ذریعہ ایشور کی بھگتی اور گورو کی سیوا ہے اُن کی تعلیم کے موافق جس نے جنم لیا وہ مریض ہے اور اس کو اگیان اور خودی کی مرض دکھ دیتی ہے۔ اس مرض سے وہ شخص بچ سکتا ہے۔ جس پر ایشور کی مہربانی ایسی ہو کہ وہ گورو کی خدمت کرکے اس پرمیشور کے نام کا آب حیات حاصل کرسکے۔ باہر کے اڈمبر جاپ کرنے اور کوئی ہوں نجات نہیں دے سکتے۔ بلکہ الٹے خود بندھن بن جاتے ہیں۔ جو شخص گورو کو ملکر ایشور کی رضا میں رہے۔ سب کچھ اسی کا تصور کرے اور اُس کو اپنا تن من نذر کردے۔ وہ جنم مرن سے چھوٹ جاویگا۔ اور رلجاویگا۔

گورو نانک صاحب کے تناسخ اور مکتی کا اسلام کے ساتھ دور سے دور کا تعلق بھی نہ تھا۔ تناسخ کے مسئلہ ماننے کا نتیجہ یہ ہوا کہ سکھ مذہب کا علم الٰہی وہی رہا۔ جو ہندو مذہب کا تھا۔ (صفحہ ۲۲۲)

کبیر صاحب بانی کبیر پنتھ کی رائے

کبیر جی کا اصلی نام عبدالکبیر اور باپ کا نام نورا یا نور علی تھا کبیر جی [illegible] سمت ۱۵۰۵ بکرمی میں پرلوک سدھارے۔ یہ مشہور سادھو رامانند جی کے چیلے ہوئے اور دین اسلام سے تائب ہوکر وشنو مت سویکار کیا۔ انہوں نے مورتی پوجا کی تردید کی اور [illegible] مذہب کا بھی اچھی طرح سے خاکہ اڑایا اپنا مذہب ہندو اور مسلمان دو کو بتلایا اور قرآن اور محمدی مسائل کی سختی تردید کی۔ یہ بنارس میں پیدا ہوئے اور مگہر میں پران تیاگے ان کے مرنے پر بھی ہندو مسلمانوں میں جھگڑا ہوا۔ لاش کسی طرح غائب کردی گئی راجہ بیر سنگھ نے بنارس میں ان کی سمادھی بنائی۔ اور علی خان پٹھان نے مگہر میں قبر تیار کی۔ اور اس زیارت پر منصور علی خاں نے جاگیر لگادی جس کی نصف آمدنی بنارس کے کبیر چورے والے بانٹ لیتے ہیں۔

کبیر جی نے جس طرح دین اسلام سے تائب ہوکر ویدک دھرم یعنی وشنو مت قبول کیا۔ اسی طرح مسئلہ تناسخ کو بھی سویکار کیا اور یہی حال تمام کبیر پنتھیوں کا ہے وہ کہتے ہیں کہ جیو مطابق اپنے اعمال کے جسم پاتا اور یہ سلسلہ برابر لگا رہتا ہے تاوقتیکہ شبھ کرم انوسار اپنے آتما کی شدھی نہ کرے اور پرماتما کو جانکر پاپ سے نہ بچے آواگون سے بری نہیں ہوسکتا وہ ہندوؤں کے سورگ اور نرک اور مسلمانوں کے بہشت

ودوزخ کو دھوکھے کی ٹٹی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس دنیا میں جو راحت و آرام ہے یہی سورگ اور جو تکلیف و رنج ہے یہ نرک ہے وہ گوشت خوری اور جاندار کے قتل کو گناہ عظیم جانتے ہیں اور مسئلہ حلال و حرام کو انسانی ایجاد اور اُس پر تر ذات پر الزام مانتے ہیں۔ ہندوؤں کی اعلیٰ ذاتوں میں بنیئے سوائے ویش اور کایستھوں کے اور لوگ اُن کے پیرو نہیں اس مت نے اپنے کام کا میدان زیادہ تر شودر قوموں میں رکھا ہے اور یہی سبب ہے کہ لاکھوں کوری چھیپے چمار۔ دھنے۔ بادھے لوہار۔ بڑھئی۔ سائیس۔ گھسیارے وغیرہ محنت کرنے والے گرویدہ اور ماننے والے ہیں اور یہ بھی نہیں کہ صرف ہندو بلکہ ہزاروں مسلمان صاحبان بھی محمدی طریقہ کی عبادت ترک کر کبیر جی کی مالا پھیرتے اور اُن کا وِرد کرتے ہیں۔

اب ہم چند بچن اُن کے معہ ترجمہ نذر ناظرین کرتے ہیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ تناسخ کے قایل تھے۔ نمبر ۱۸۔ لکھ چوراسی دھار میں تہاں جیو یا باسا چودہ یم رکھوار دیا نہ وید شواس۔ ترجمہ چوراسی لاکھ کی لہر میں جیو کا واس ہے چودہ یم کی حفاظت میں اور چار ویدوں پر وشواس کرنے سے اسکا نستارا ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ نمبر ۱۹۔ آپ آپ سکھ سب مے ایک انڈ کے ماہیں۔ آپتی پرے دکھ سکھ پھر آویں پھر جائیں ترجمہ سب جانور اپنے آرام میں مصروف ہیں اس ایک نظام شمسی کے اندر پیدائش اور موت کے دکھ اور سکھ میں بارہا پیدا ہوکر جسم دھارتے ہیں اور پھر مر جاتے ہیں نمبر ۲۴۔ گھر گھر ہم سب سوں کہی شبد نہ سنو ہمار۔ تے بھو ساگر ڈوبتے ہیں لاکھ چوراسی دھار۔ ترجمہ ہم نے سب لوگوں سے دھرم کا اپدیش کیا گھر گھر جا کر پر انہوں نے ہماری بات نہ سنی پس یہ سب لوگ دنیا کے سمندر کی چوراسی لاکھ لہروں اور موجوں میں ڈوب کر ہمیشہ تک کبھی ظاہر ہوتے اور کبھی غایب ہو جائیں گے نمبر گورو دروہی اور من آتی ماری پرش بیا نے تر چوراسی پھرے ہیں جب تک شستی دن کار۔ ترجمہ اُستاد کے ساتھ دھوکا کرنیوالا اور من کے پیچھے چلنے والا اور بیگانی استری یا بیگانے مرد سے دل لگانیوالا جو انسان ہے وہ جب تک سورج چاند ہیں وہ چوراسی کے چکر میں مبتلا رہیگا۔ لکھ چوراسی یونی جیو بہ بھٹکے بھٹک بھٹک دکھ پانے۔ کہہ کبیر جو رام جانے سو موہے پیکی بھاوے۔ ترجمہ۔ چوراسی لاکھ قسم کی جونیوں میں یہ جیو سرگردان اور پھرتا رہتا ہے ان میں سے جو سب میں ایک پرمیشور کا بھجن کرتا ہے وہ مجھ کبیر کو اچھا لگتا ہے۔ فقط

پادری غلام مسیح صاحب ہیڈ مدرسہ علم الٰہی سہارنپور کے رسالہ تناسخ کی تنقیح

انہوں نے رسالہ مذکورہ کو تین فصل میں تقسیم کر کے خداوند کا جلال ظاہر کرنیکی ہوس سے نہ ہم خود تثلیت کی مشکل حل کر دی تا ہمیں دو تین بار اس کے مطالعہ سے سوائے اس کے اور کچھ معلوم نہ ہوا کہ انہوں نے مولوی نور دین صاحب کی تصدیق اور رد تناسخ اور مرزا صاحب کے سرمہ چشم آریہ و براہین اور پادری ٹامس صاحب کے رسالہ سوتی سے اور زیادہ حصہ پنڈت شیو رام کے رسالہ سے ماخوذ کر کے ایک نئی ترتیب سے بھرتی کر دی ہے جن سب کا جواب ہم مفصل طور پر عرض کر چکے اس پر بس ہم آپ کی کسی قدر حجامت کرنے سے باز نہیں رہ سکتے۔ پادری۔ جو چیز تغیر پذیر ہے وہ قدیم نہیں اور چونکہ دنیا اور اجسام انسانی متغیر ہوتے ہیں جیسا کہ ہمارے آریہ بھائی بھی مانتے ہیں کہ دنیا ہزاروں لاکھوں دفعہ بنائی گئی اور بگاڑی گئی اور جسم انسانی پیدا ہوتے اور پھر مٹ جاتے ہیں پس ہر چیز قدیم نہیں اُس کا شروع بھی کسی وقت ہوا ہوگا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ ہر شئے سے جس میں ترکیب پائی جاتی ہے اُس کے اجزا کا جن سے اس چیز نے ترکیب پائی ہے وجود مقدم ہے دنیا اور اجسام انسانی ترکیب شدہ چیزیں ہیں پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ جسم انسانی سے پہلے اور دنیا کی ترکیب موجودہ سے پہلے جسم اور دنیا کا مادہ مقدم ہے لہذا اجسام انسانی اور دنیا موجود ہوئی اور جس سلسلہ کا ہر جز اپنی ابتدا اور انتہا میں متناہی ہے تو وہ سلسلہ بھی غیر متناہی نہیں ہو سکتا پس جب خدا نے دنیا کو ابتدا میں پیدا کیا تو انسانوں کے کون سے اعمال تھے جن سے اُن کو خلق کیا۔ آریہ۔ بیشک یہ دنیا لاکھوں دفعہ بنائی گئی۔ اور اسی طرح بگاڑی گئی اور یہی سبب ہے کہ اُس کا آغاز و انجام ہے اور اسی کا نام آریہ سمبت یا سرشٹی سمبت ہے اور اسی کو برہم دن کہلاتے ہیں مگر اُن کی تخلیق کے پہلے آغاز اور انجام ہیں وہ پرکرتی یا مادہ موجود رہتا ہے جس سے وہ خلق ہوتے ہیں ورنہ اُن کا بننا ناممکن ہے اور وہ مادہ صرف مقدم ہی نہیں بلکہ انادی بھی ضرور ہے کیونکہ وہ پیدا شدہ چیز نہیں ہے اور یہ صرف ہمارا ہی خیال نہیں بلکہ تمام دنیا کے علمائے سائنس داں ویدک دھرم کے اس علمی اصول کی تائید کرتے ہوئے اس کی صداقت کے شاہد ہیں مگر ایسا ماننا عیسائی دین سے بسا بعید ہے کیونکہ علمی باتوں سے اُسے نفرت ہے دیکھو کانفلکٹ بٹوین ریلیجن ان سائنس) آپ نے باوجود ہندو اور محمدی مذہب کا تجربہ ہونے سے آج تک یہ بھی نہیں سمجھا کہ مادہ کیا چیز ہے کیونکہ آپ اُسے آب و آتش و خاک سمجھ رہے ہیں جیسا کہ صفحہ ۲۱ سے ظاہر ہے مگر یہ بالکل غلط ہے آپ مادہ کی تعریف علم طبعی کی کتابوں میں مطالعہ فرمائیے یا ستیارتھ پرکاش کے حصہ سرشٹی اتپتی پر دل لگائیے ورنہ سمجھنا دشوار ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ یہ سوال کرتے وقت انادی کے معنے بھول گئے یا تجاہل عارفانہ کو کام میں لائے ورنہ ایشر جیو اور مادہ کو سروپ سے اور سرشٹی کو پرواہ سے انادی مانتے ہوئے یہ سوال پیدا ہی نہیں ہو سکتا یہ اعتراض اس قبیل سے ہے جیسے کوئی متوازی کے معنے جانتے ہوئے بھی سوال کرے کہ دو خط متوازی کبھی ضرور ملنے چاہئیں ایسے اعتراض وہی کرتے ہیں جو ایک طرف خدا کو احمق مانتے ہیں اور دوسری طرف قادر مطلق کے بیٹے یہ جانتے ہوئے اُسکا مریم کے حمل میں آکر اوتار لینا مسلم جانتے براہ مہربانی آپ لفظ انادی اور پرواہ روپ سے انادی کے معنے کوش میں مطالعہ فرمائیے اور پھر اعتراض کے لئے میدان میں آئیے انادی کی تعریف ایک فاضل نے اچھی کی ہے

سہ اول او اول بے ابتداست - آخر او آخر بے انتہاست

دوری انسانی طاقت کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکالنا کہ خدا بھی بغیر مادہ کے کچھ نہیں بنا سکتا غلط منطق و فلسفہ پر مبنی ہے آریہ ہم نے انسان کی طاقت نہیں بلکہ خدا کی طاقت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کیونکہ پرماتما بھی تمام دنیا کو مادہ سے بناتا ہے اور اُس کا ازل سے ابد تک یہی قاعدہ ہے بغیر مادہ کے اُس نے نہ آج تک کچھ بنایا اور نہ آیندہ امید ہے اور صرف یہی نہیں کہ یہ آپکی تجربہ ہے بلکہ عیسائی دین کے دوسرے خدا نے بھی بغیر مادہ کے کچھ بنا کر نہ بتلایا کہ اس طرح میرا آسمانی باپ بغیر مادہ کے بناتا ہے بلکہ یوں سمجھیے کہ اُس غریب میں یہ مادہ ہی نہیں تھا وہ ساری عمر تک گو کہ بہت تھوڑا جیا تو بھی مادہ کے مرکبات ہوا پانی اور روٹی اور شراب اور گوشت سے زندگی کے دن بتیت کرتا رہا پھر ہم کسی اور کی شہادت پر کس طرح اعتبار کریں جب آپ کے خدا صاحب کنی یوسف کے نطفہ سے اُس کی شادی شدہ بیوی مریم کے حمل میں ٹھہر کر ساڑھے خون حیض نوش جان کرتے ہوئے پیدا ہوئے تو پھر ہم کس طرح تسلیم کریں کہ دنیا خدا نے بے مادہ پیدا کی اپنے خداوند کے واسطے کوئی ثبوت پیش کیجئے ہیں ۔ سی ایک

ہی سہی اور اگر بودا سہی ادھورا ہی سہی ہم ماننے کو تیار ہیں ۔

۴۸۔ پادری ۔ بہ از روئے علم جیالوجی خلقت حیوان انسان سے قبل مخلوق ہوئی یا اگر قبل بہ مانو تو بنا تیری سیاتھ یا تو تحریر حال ہیں کہ از روئے انصاف خدا کسی کو جاوداں کسی کو ذی عقل انسان نہیں بنا سکتا کیونکہ جانور انسان کی بہ نسبت بہت دکھ و تکلیف کی حالت میں رہتے ہیں تو تا وقتیکہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں برس انسان گناہ کرتے کرتے نہ گذر گئے ہوں حیوانات کی خلقت وہ پیدا نہیں کر سکتا یا تو علم جیالوجی باطل ہے یا مسئلہ تناسخ۔ پھر عورتیں جو از روئے شاستر وید وغیرہ کے بہ نسبت مرد کے کمتر درجہ کی ہیں تو اُن کی خلقت بھی مرد کے بعد ہونا ضروری ہے کیونکہ عورت پیدا ہونا بھی تو ایک طرح کی سزا ہے ۔

آریہ۔ یہ اعتراض بھی اگرچہ پورا ماہیہ ہے اور اُس کا بھی کئی بار جواب دیا جا چکا ہے مگر آپ نے اُس کو نئے پیرایہ میں بیان کیا ہے بنا بریں ہم اس کا جواب عرض کرتے ہیں شکر ہے کہ آپ جیالوجی کی طرف متوجہ ہوئے شاید آپ کو معلوم نہیں کہ جیالوجی سے دین عیسوی کو کتنا صدمہ پہنچا اس علم نے بائیبل کی ساری تاریخ تاریکی میں ڈال دی۔ آدم کی ہستی سے انکار کر دیا اور اُس کے تمام نسب نامہ کی دھجیاں اڑا دیں اسی علم نے ثابت کیا ہے کہ ابھی آدم و نوح کتم عدم میں پڑے رہے تھے کہ لاکھوں کروڑوں برس پہلے دنیا میں انسان زندہ موجود تھے (مفصل دیکھو پرائس واردی فیوچر مصنفہ ایس لنگ صاحب) جیالوجی سے سب سے بڑا خطرہ عیسائی مذہب کو ہے ہمیں ذرا بھی نہیں بلکہ وہ تو بہ ہمہ وجوہ ہماری مدد ہے سرشٹی کو پرواہ روپ اناوی ماننے سے یہ تمام عقدے حل ہو جاتے ہیں مگر بشرطیکہ کوئی اناوی کے معنے جانتا ہو اور سائنس بھی یہ سمجھتا ہو کہ لاکھوں نظام شمسی ہیں صرف یہی ایک دنیا نہیں جس کے واسطے خدا کا اکلوتا بیٹا مصلوب ہو گا مہاپرلے بہت ہیں یہ ویدوں میں بار بار ارشاد ہے اور سائنس پکار رہی ہے کہ سورجوں کی بےشمار تعداد ہے مگر بائیبل اس بات سے قطعی محروم ہے اور اس علم کا اس میں نشان تک بھی معدوم ہے اور سچ پوچھئے تو تین حواریوں میں سے کسی کو بھی یہ بات معلوم نہیں تھی ورنہ ضرور لکھ دیتے بس سرشٹیوں کے بےشمار اور سلسلہ پیدائش عالم کے بار بار ہونے سے وہی حیوانی اجسام کی روحیں نئے قالبوں میں آتی ہیں اور یکے بعد دیگرے پر جنم کو پراپت ہو کر اعلیٰ و ادنیٰ مراتب کو حاصل کرتی جاتی ہیں اور یہ سلسلہ ہمیشہ غیر متناہی رہتا ہے کبھی متناہی نہیں ہوتا اور نہ ہو سکتا ہے جیالوجی کے خلاف ہے۔ نوح کا عالمگیر طوفان اور آدم کا نسب نامہ۔ اور اُس کی ایجی سیدائیں اور میڈیکل سائنس کے خلاف ہے حوا کی آدم کی پسلی سے پیدائش اور مسیح کا بے باپ پیدا ہونا اور علم ہیئت کے خلاف ہے مسیح کے ستارہ کا نکلنا اور آگے آگے چلنا اور یسوع کے سورج و چاند کا دن بھر کھڑا رہنا اور پچھم کی طرف نہ ڈوبنا اور کنسس ثقل کے خلاف ہے حنوک اور مسیح کا معراج آسمانی اور خود آسمانوں کا وجود۔ پس اب بتلائیے کہ ہم ان علوم کو غلط سمجھیں یا اُس کتاب کو جس میں علوم کے خلاف ان واقعات کا ذکر ہے ہم از روئے وید شاستر عورتوں کا درجہ کمتر نہیں سمجھتے بلکہ شاستروں میں باپ سے زیادہ ماں کی تعظیم کرنے کا حکم ہے۔ ہاں بائیبل عورتوں کی بے عزتی کرتی ہے (دیکھو استثنا باب ۱۰ آیت ۱۰ سے ۱۹ تک) اور اسی طرح حوا کا آدم کو گنہگار بنانا وغیرہ ۔

باب نہم

شری سوامی دیانند جی کے مسئلہ تناسخ پر مباحثے

پیدائش ۱۸۸۱ بکرمی　　وفات ۱۹۴۰ بکرمی

مباحثہ اول مولوی احمد حسن سے بمقام جالندھر

مولوی۔ وجود کا بغیر صورت حال کے ممکن نہیں۔ جب وجود صورت کا حادث ہے تو ضرور مادہ بھی حادث ہونا چاہیئے کیونکہ مادہ کو وجود بذریعہ صورت ملا۔ ذریعہ شے کا مقدم ہوتا ہے ۔ تب سے۔ تو اب قائل تناسخ پر لازم آتا ہے۔ کہ عالم حادث ہو حالانکہ اُنہوں نے مانا تھا کہ قدیم ہے۔

سوامی۔ صورت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک گیان سے گرہن ہوتی ہے ایک آنکھ آدی (وغیرہ) سے سو کارن میں صورت ہے۔ پرنتو وہ اندریوں سے یعنی حواس سے گرہن نہیں ہوتی کیونکہ جو سوکشم (مادیک چیز) ہوتی ہے۔ وہ جو دیکھ نہیں دکھائی دیتی تو اس کی صورت کیا دکھائی دیگی۔ اور جو اس کارن کی کسی طرح صورت نہ ہو تو کارج میں نہیں آسکتی۔ کیونکہ جو کارن کے گن ہیں وہی کارج میں آتے ہیں جیسے ایک تل کے دانہ میں تیل ہوتا ہے۔ وہ کروڑ دانہ میں بھی برابر ہوتا ہے۔ لوہے کے ایک ذرہ میں تیل نہیں ہے تو تمام ڈھیر میں بھی نہیں ہوتا۔ جو چیز نت یعنے قدیم ہیں سانس کے گن بھی نت ہیں۔ کارن کا ہونا نہ ہونا نہیں کہا جاتا ہے۔ وہ تو قدیم ہے۔ اور جو چیز قدیم ہے جیسے صورت اُس کی کارن کی حالت میں قدیم ہے۔ صورت بغیر شے کے الگ نہیں رہ سکتی۔ وہ صورت اُسی شے کی ہے اس سے ثابت ہے کہ کارن سانس یعنی قدیم ہے ۔

مولوی۔ یہ نہیں جو چیز بدوں کسی چیز کے پائی جاوے تو اُس کا عین یعنی وہی ہے مثلاً حرکت ہاتھ اور چابی کی۔ حرکت چابی کی بغیر حرکت ہاتھ کے نہیں پائی جاتی بلکہ جب حرکت جاتی کی ہوگی۔ یعنی ان دونوں حرکتوں میں کوئی زمانہ کسی کے واسطے مقدم یا موخر نہیں نکلتا۔ اور بالیقین عقل سلیم جانتی ہے کہ کنجی کی حرکت بغیر ہاتھ کے نہیں۔ یعنے حرکت کنجی کلید کی محتاج ہے۔ حرکت ہاتھ کی اگرچہ زمانہ موجودہ میں اکٹھی ہے۔ ایسی ہی مادہ عالم اور اُس کی صورت اگرچہ زمانہ میں اتحاد ہو۔ مگر عقل جانتی ہے اس بات کو مادہ مقدم ہے۔ اُس کی صورت سے کیونکہ موصوف اور قائل مقدم ہوتا ہے۔ وصف اور مقبول سے وجود مادہ کا تشخص اور تعین یعنے محسوس اور دکھائی دینا وہ کسی چیز کے لگنے سے ہوتا ہوگا یا تو شکل کے لگنے سے ہوتا ہوگا۔ یا کسی اور چیز کے لگنے سے بہر صورت جبکہ وہ شے جس کے لگنے سے وہ مادہ موجود عالم ہوا اس طرح کے ساتھ کہ

؛ یہ مباحثہ مابین سوامی دیانند جی سرسوتی و مولوی احمد حسن صاحب عرف ولی محمد تیاری کے ۲۴ ستمبر ۱۸۷۷ء بروقت ۸ بجے صبح کے سردار بکرماں سنگھ صاحب بہادر اہلوالیہ کی کوٹھی پر شہر جالندھر میں ہوا اور اُسی وقت مولوی مرزا محمد عبداللہ بیگ نے لکھ کر حسب الارشاد سردار صاحب موصوف ماہ دسمبر ۱۸۷۷ء میں مطبع پنجابی اخبار میں طبع کرایا اُس رسالہ کے صفحہ ۹ سے ۱۶ تک یہ درج ہے ۔

محسوس اور دکھائی دے وہ کسی امر سے ہوا جو بعد اُس مادہ کو عارضی ہوا۔ اور یہ جو جواب میں لکھا گیا کہ کارن کا ہونا نہیں کہا جاتا ہے عجیب وہ شے ہے کہ جس کی علت مادے میں ہونا یا نہ ہونا نہیں کہہ سکتے۔ وہ شے کہ جس کی علت مادی ایسی ہو۔ اُس کو ہونا کس طرح ہو سکتا ہے۔ یعنی شے موجود معدوم سے نہیں بن سکتی۔ اور اگر اُس کے قدیم ہونے سے کوئی شخص یہ کہے کہ وہ موجود ہی ہوگا تو یہ غلط ہے کس واسطے کہ عدم شے خاص کا مثلاً زید کا ہر مذہب کے موافق قدم ہے یعنی زید کے مادہ کو ایک شکل خاص اور وہ ہیئت خاص اپنی ہیئت سے پہلے کبھی موجود نہ تھی۔ لہٰذا اُس کو یعنی اُس کے عدم کو قدیم کہا جاوے گا۔ صورت یعنی روپ کے جو دو قسم کئے۔ ایک وہ جس کو شکل کہتے ہیں۔ اور ایک ماسوائے اِس کے معلوم ہوا کہ صورت غیر مادہ ہے۔

سوامی۔ سبھاوک (ذاتی) گن روپ یعنی شے کے پیچھے کبھی نہیں ہونے اور جو پیچھے ہوں اُسے سبھاؤ نہیں کہتے۔ جیسے اگنی کے پرمانوں کا سبھاوک اگنی اندری روپ یعنی آنکھ سے محسوس سبھاوک سب دن اُس کے ساتھ ہے۔ جب نمت کارن کے سنجوگ کرنے سے استھول کارج (بڑا) ہونے سے اُس کا اندریہ گراہیہ یعنی محسوس بحواس ظاہر ہوا۔ جیسے جل کے پرمانوں آکاش میں اُڑ کر ٹھہرتے ہیں اور جب تک بادل نہیں ہوتے تب تک نہیں دیکھ پڑتے ہمارا مطلب یہ نہیں کہ وہ مادی نہیں ہے یا مادہ کے سبھاوک گن مثلاً جیسا لڑکے کا ہونا اور لڑکے کا نہیں ہونا۔ جیسا کارج میں یہ ہونا یا نہ ہونا گن ہے ایسا ہی کارن میں نہیں ہے۔ جو کارن اور کارن کے سبھاوک گن ہیں وہ انادی یعنے قدیم۔ کارج جو ہے اُس کا سنیوگ سے ہونا اور ویوگ سے پیچھے نہ رہنا وہ ایک تشکل یعنی صورت سنیوگ جن جو ہے وہ کارج کی صورت کہاتی ہے۔ اُس کا پرواہ یعنی دور تسلسل سے انادی پن ہے۔ سروپ سے نہیں۔ اور ایشور کے رچو کہ سروگیہ ہے اور اُس کا نمت کارن (یعنی بنانے والا ہے) گیان میں سدا ہے اور رہیگی۔ (آخر کے فقرہ کا جواب اوپر آگیا)۔

مولوی۔ تقدم یعنی اول ہونا دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک ذاتی اور ایک زمانی مقدم ذاتی جیسا پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔ جیسا کہ حرکت ہاتھ کی اور چابی کی۔ اور ایسا ہی تقدم ذات کا اپنی صفات اصلیہ پر مثلاً تقدم ذات پانی کا اپنی برودت پر عقل سلیم مانتی ہے کہ برودت کا قیام پانی کے ساتھ ہے اس تقدم کو تقدیم ذاتی کہا جاوے گا۔ الغرض تقدم ذات کا اُن صفات پر جو اُس کے صفات ذاتی ہے۔ کیونکہ موصوف اپنے صفات پر بالضرور مقدم ہوتا ہے۔ اور شبہات تب وارد ہوں جب تقدم زمانی ہو اور دوسرا تقدم زمانی جیسا کہ باپ کا تقدم اپنے بیٹے پر اب ذات کا خالی ہونا اپنے صفات اصلیہ سے لازم آتا ہے اگر زمانی متقدم ہو۔ الغرض مادہ کا تقدم اپنی صورت پر وہ تقدم ذاتی ہے۔ کیونکہ قابل مقدم ہونا چاہیئے مقبول پر۔

سوامی۔ درب اُس کو کہتے ہیں کہ جس میں گُن۔ کریا۔ سنیوگ۔ ویوگ ہونے کا سبھاؤ ہے۔ پرنتو جو درب پرپچیس یعنی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اُن کا یہ لکھنا ہے جو وبھو یا وباپک درب ہیں وے سنیوگ ویوگ سبھاؤ سے علیحدہ رہتے ہیں۔ اور کسی ویاپک میں گُن ہی رہتے ہیں کریا نہیں۔ جیسے کہ پرمیشور اُس میں سنیوگ ویوگ ہوتا نہیں۔ پرنتو کریا اور گن ہیں اور آکاش۔ دشا کال۔ یہ ویاپک ہیں۔ پرنتو ان میں کریا نہیں گُن تو ہیں۔

مولوی۔ الغرض یہ جواب پہلے سوال سے کچھ نسبت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس جواب کے درمیان ذاتی اور زمانی فرق نہیں کیا گیا صورت علمیہ کی بسبب عدم خاص زید یعنی اُس کے جسم معین پر جو ایک زمانہ تعین حادث ہوا تھا وہ اُس کے جسم سے وجود سے پہلے وہ عدم قدیم تھا۔ اور یہ جو خیال کیا گیا کہ وہ عدم تقدم اس جسم خاص کا نہیں ہے۔ اُس کی صورت علمیہ علم واجب میں موجود ہے یہ محض غلط ہے۔ کیونکہ خدا کے علم میں یہ جسم خاص موجود نہیں ہے جس کا طول تین ہاتھ کا ہے قدامت شے سے وجود سے کا نہیں لازم آتا۔ باقی رہا صورت علمیہ کا خیال تو خدا کا علم صورت علمیہ کے ساتھ نہیں ہے کیونکہ صورت علمیہ وہ ہوتی ہے جو حاصل ہوتی ہے عالم کو شے خارج سے۔ جب کہ ہیئت خاص اور شکل خاص کو قدیم نہیں مانا جاتا۔ تو اب خدا کے درمیان صورت علمیہ کہاں سے حاصل ہوئی۔ اگر قدیم تھا تو موافق مذہب آپ کے مادہ قدیم تھا۔ اور جو چیز کہ ممکنات سے محسوس ہو۔ جیسے کہ آپ مادہ اور صورت کے قائل ہیں۔ کہ پہلے شکل عارض کے محسوس تھا۔ تو اُس کا علم کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ طریقہ علم ہونے کا یہی ہے کہ بذریعہ کسی حس کے حس مشترک اور قاسمہ مدرکہ میں اس کی شکل حاصل ہو۔ اور اسی کو صورت علمیہ کہا جاتا ہے اور باقی رہا حال ذرات پانی کا تحلیل ہو کر بخارین جانا ہے۔ گو وہ اُس کو مبصر نہیں ہے تو کسی نہ کسی حس کے ساتھ وہ مدرک ہے بہر صورت وہ اور صورت جو اُس قسم کی مانی گئی کہ مدرک بحواس نہیں ہے تو اس کا وجود بھی نہیں ہے۔ جب قدامت باطل ہوئی۔ باقی تناسخ کی کیا صورت ہے اگر یوں کہا جاتا ہے کہ علت ایک بدن کو چھوڑ کر دوسرے بدن سے متعلق ہونے کی اُس کے افعال ہیں۔ جو بدن اول میں حاصل کئے تھے تو یہ ظاہر ہے کہ افعال حرکت سے صادر ہوتے ہیں اور حرکت مطلق زمانہ پر ہے۔ اور زمانہ کا اول و آخر اور اوسط جمع نہیں رہ سکتا۔ تو علیٰ ہٰذا القیاس افعال جو بذریعہ زمانہ کے صادر ہوتے ہیں۔ وہ کبھی معدوم ہوتے۔ یا تعلق بدن ثانی سے کسی مرجح کی جانب سے نہ ہوگا۔ جب نسبت نفس اول کی نسبت اجسام سے مساوی ہے تو اب تعلق خاص سے ترجیح بلا مرجح لازم آوے گی۔ نیز اس تعلق سے نقصان بہت پیدا ہوں گے۔ کیونکہ پہلے کمالات جو بدن میں حاصل کئے تھے۔ وہ دور ہو گئے۔ اور دوسرا تعلق فرض کرو کہ اگر مثلاً گدھے سے یا کتے سے ہوا تو اُس بدن گئے اور گدھے میں وہ کمال نہیں حاصل کر سکتا۔ جو بدن انسان میں حاصل کر سکتا تھا۔ اب آپ کو لازم ہے اول طریقہ حاصل کرنے علوم کا معین کیجیئے۔ بعد اُس کے پھر علت تعلق کی قائم کی جائے۔ تو اُس پر پھر اعتراض کیا جائے۔

سوامی۔ دس اندریاں یعنی دس حواس سے مولوی صاحب کا وریان درست نہیں۔ چنانچہ جیو آتما یعنی روح کسی اندری سے نہیں دیکھا جاتا۔ مگر وجود اُس کا ہے جو مولوی صاحب نے کہا کہ انادی وستو باطل ہے۔ یہ کس نے کہا۔ کیا یہ آپ نے اپنے دل سے جوڑ لی ہے۔ کیونکہ جب میں لکھوا چکا کہ پرمیشور جگت کا کارن اور جیو یہ تین سناتن ہیں۔ اس سے قدامت ثابت ہے اور ابھاو سے بھاؤ کبھی نہیں ہوتا اور جو کوئی کہے اُس کا کہنا پرمان رہت ہے۔ جو گدھے کے بدن میں منش کا جیو جانے سے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ بڑا نقصان ہوتا ہے۔ کیونکہ سب کمائی کی ہوئی چلی جاتی ہے۔ جو مولوی صاحب ایسا مانتے تو مولوی صاحب کو سونا کبھی نہ چاہیئے۔ کیونکہ نیند میں جاگرت کی کمائی سب بھول جاتی ہے۔ جو مولوی صاحب کہیں کہ پھر جاگنے سے وہ علم آ جاتا ہے تو سنئے۔

گدھے کے شریر (جسم) میں پاپ کا پھل بھوگ کے جب پاپ پن برابر ہوگا تب پھر بھی منش کے شریر میں آجائے گا۔ اور پھر علم حاصل کر سکتا ہے۔ جیسے کہ آدمی سوگئے جاگ کر۔ اس سے میں جانتا ہوں کہ مولوی صاحب کی تقریر اور میری بدھی مان لوگ آپ ہی دیکھ لیں گے۔ پرنتو میری سمجھ میں ایک جنم ان باتوں سے سدھ نہیں ہوتا۔ کیونکہ پنر جنم (تناسخ دوبارہ جنم لینا) سدھ (ثابت) ہے ✦

مباحثہ دوم۔ درمیان پادری جی ٹی اسکاٹ صاحب و سوامی دیانند جی کے بمقام کتب خانہ بریلی۔

واقعہ ۲۵ اگست سنہ ۱۸۷۹ء

ثبوت آواگون منجانب سوامی دیانند جی سرسوتی۔

جیو۔ جیو کے سبھاوک گن کرم اور سبھاؤ انادی ہیں۔ اور پرمیشور کے نیائے کرنا آدی گن بھی انادی ہیں جو کوئی ایسا نہیں مانتا کہ جیو کے اور اُس کے گن آدی کی اتپتی ہوتی ہے۔ اُس کو اس کا ناش (نانا) بھی اوشیہ ہوگا اور اتپتی کے کارن آدی کا بھی نتیجہ ماننا ہوگا۔ کیونکہ کارن کے بنا کاریہ کی اتپتی سرودھا اسمبھو ہے۔ جو جیو کے پاپ پن آدی کرم پرواہ سے انادی چلے آتے ہیں ان کا ٹھیک ٹھیک پھل پہنچانا ایشور کا کام ہے۔ کیونکہ جیووں کا بنا استھول سوکشم اور کارن شریر کے سکھ دکھ کا بھوگنا اسمبھو ہے جب یہ بات ہوئی تب بار بار شریر کا دھارن کرنا بھی جیو کو اوشیہ ہے۔ کیونکہ ہر یہاں کرم نئے نئے کرتا جاتا ہے ان کا سنچت اور پراربدھ بھی نیا نیا ہوتا چلا جاتا ہے۔ جب اس سرشٹی میں ودیا کی آنکھ سے ستّ دیکھیں تو سرشٹی نیم (قانون قدرت) اور پرتیکش آدی پرمانوں سے ٹھیک ٹھیک سدھ ہوتا ہے کہ دیکھو جو آج سو موا ہے وہی پھر بھی آتا ہے۔ ہمیشہ رات دن آدی پھیر پھیر (پھیر پھیر) آتے ہیں۔ اور گیہوں کا بیج بونے سے پھر وہی گیہوں آتے ہیں

(دستخط دیانند سرسوتی)

اعتراض منجانب پادری ٹی جی اسکاٹ صاحب۔

اس آواگون کے بارہ میں صرف حق کے واسطے جستجو کرنا چاہیئے۔ ہار جیت کا معاملہ نہیں ہے۔ یہ تعلیم پرانی تو ہے لیکن دنیا میں نئے ملی جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسی روحیں ہیں ہمیشہ جنم لیتی رہتی ہیں۔ کبھی انسان کے بدن میں کبھی بیل کے بدن میں۔ کبھی بندر کے کبھی کیڑے مکوڑے کے بدن میں پیدا ہوتی ہے لیکن یہ ایسی تعلیم ہے کہ تعلیم یافتہ قومیں اس کو چھوڑتی جاتی ہیں۔ قدیم مصریوں نے اس کو مان لیا۔ پھر چھوڑ دیا۔ ہمارے پرانے اسی طرح پر یونانی اور رومیوں نے اور انگریزوں نے بھی چھوڑ دیا۔ ہمارے پرانے ڈروڈ لوگ جو ہمارے گورو تھے یہی سکھلاتے تھے۔ اور ہم لوگ سب کے سب مانتے تھے۔ لیکن روشنی کے پھیلنے اور تعلیم حاصل کرنے سے اس پرانی اور بے بنیاد تعلیم کو چھوڑ دیا سو ہمارا سوال پنڈت جی سے یہ ہے کہ آیا اس مسئلہ کے لئے کونسی دلیلیں ہیں۔ جب کچھ خاص ثبوت دیا جاوے تو ہم اُن کے رد کے لئے اعتراض کریں گے۔ بالفعل میرے دو چار سوالات یہاں پر ہیں۔

۱۔ آیا علاوہ ایشور کی روح کے اور ارواح اناد سے یعنی ازل سے ہیں یا نہیں۔

۲۔ اس جنم لینے سے کبھی فراغت ہوگی یا نہیں۔

۳۔ آپ کا یہ دعوےٰ کہ کل تکلیف جو دنیا میں ہوتی ہے سزا کے واسطے ہے پنر جنم فقط سزا کے واسطے ہے یا اور کوئی سبب ہے۔

۴۔ یہ بھی ایک سوال ہے کہ آیا پرمیشور ہر وقت سگن ہے یا کبھی نرگن بھی ہوتا ہے۔

۵۔ یہ جنم لینا اسی کی خاص قدرت سے ہر دم ہوتا ہے یا کسی قدرتی قانون سے ہوتا ہے۔ جیسے بیج کا اُگنا۔ پھل کا پکنا۔ پانی کا برسنا۔ وغیرہ

(دستخط ٹی۔ جی اسکاٹ)

سوامی دیانند سرسوتی جی۔

تین پدارتھ انادی ہیں۔ ایک ایشور۔ ایک کارن اور سب جیو۔ جنم سے کبھی فراغت نہ ہوگی۔ پنر جنم فقط سزا جزا دونوں کے لئے ہے۔ پرمیشور سگن اور نرگن ہمیشہ رہتا ہے۔ قدرتی قانون اُس کا یہ ہے کہ جیسا جس نے پاپ پن کیا۔ اس کو ایسا ہی اپنے ستّ نیائے سے پھل دیتا ہے اب پادری صاحب نے جو کہا تھا کہ پرانی تعلیم بھی پنر جنم کی ہمارے بیچ میں بھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ سب ولایتوں میں پرتھم پنر جنم مانا جاتا تھا اور یہ جو کہا کہ جو قوم سدھرتی جاتی ہے وہ اس مسئلہ کو چھوڑتی جاتی ہے اب اس میں یہ ایک سوال ہے کہ پرانی باتیں سب جھوٹھی یا کچھ سچی بھی ہوتی ہیں۔ اور نئی تعلیم سب سچی یا اس میں کچھ جھوٹھ بالکل جھوٹھ یا کچھ سچی بھی ہوتی ہیں۔ جو پادری صاحب کہیں کہ پرانی ماننے کے لائق نہیں تو توریت۔ زبور۔ اور انجیل کی تعلیم آج ہی کی اپیکشا سے پرانی ہے یہ بھی نہ ماننی چاہیئے۔ یہ کوئی بات ہوتی نہیں کہ پہلے مانتے تھے۔ اب نہیں مانتے۔ اس لئے سچی یا جھوٹھی ہے۔ یا پہلے نہیں مانتے تھے اور اب مانتے ہیں اس لئے جھوٹھی یا سچی ہے۔

اب پادری صاحب نے کہا کہ کچھ ثبوت ہو تو ہم اس پر کچھ اعتراض کریں اُس کے ثبوت کے لئے میں نے پرتھم لکھ دیا کہ جیو کے کرم آدی انادی اور ایشور کا نیاؤ آدی بھی انادی ہیں جو کرم کی بات نہ مانی جائے تو سرشٹی میں بدھ وان۔ نربدھی۔ دردر اور راجہ اور کنگال کی اوستھا ایشور کس طرح سے کر سکے۔ کیونکہ اس میں طرفداری آتی ہے۔ اور پکش پات سے اُس کا نیاؤ ہی نشٹ ہو جاتا ہے۔ جب کرم کے پھل ہیں تو پرمیشور برابر نیاکاری رہتا ہے۔ انیتھا نہیں اور ایشور انیائے کبھی نہیں کرتا۔

(دستخط دیانند سرسوتی)

پادری اسکاٹ صاحب۔

پنڈت جی کے کہنے سے تمام جیو یعنی ارواح ازل سے ہیں تو اس حساب سے ہماری اور اُس کی ازلیت میں کچھ فرق نہیں یعنی دونو ازل سے ہیں۔ ایک طرح سے دو پرمیشور ہوئے۔ میرا یہ اعتراض ہے کہ توریت اور زبور اور انجیل کے بالکل خلاف یہ ہے اور میں دریافت کرتا ہوں کہ کس تعلیم میں زیادہ تسلی ہے۔ یعنی ہمارے روح ہمیشہ تک حیرانی میں پھرتے رہیں گے۔ کبھی بیل کے بدن میں۔ کبھی بندر کے بدن میں۔ کبھی کیڑے مکوڑے کے بدن میں اور کبھی کسی اچھی دیہہ میں۔ یا توریت زبور انجیل کی تعلیم میں زیادہ تسلی ہے۔ کہ ایک ابدی دور میں آخر کار جو لوگ نیکی کے لئے کوشش کرتے ہیں اور نیک بنتے ہیں ایک ابدی آرامگاہ میں پہنچیں گے کہ پھر جنم لینا نہ ہوگا۔ نہ کسی طرح کی تکلیف ہوگی۔ غور کیجئے کہ کس کتاب کی تعلیم میں زیادہ تسلی ہے۔ علاوہ اس کے پرمیشور کس طرح نرگن اور سگن دونو ہو سکتا ہے کہ اس میں صفت بھی ہے اور وہ بلا صفت بھی ہے وہ کیا شے ہے کہ جس میں کوئی صفت نہیں ہے۔ کہئے اُس میں نیاری کی صفت نہیں تو نیا کیونکر کرے اور پنر جنم کے راہ سے لوگوں کو سزا کیونکر دیوے۔ ایسے بے بنیاد خیالات کے سبب سے تعلیم یافتہ قومیں اس مسئلہ کو چھوڑتی ہیں۔ علاوہ اس کے اگر پنر جنم سزا کے واسطے ہے تو اس میں کیا سزا ہوئی۔ مثلاً جب بندر جانا ہی

نہیں کہ میں نے کیا قصور کیا یا کوئی پادری صاحب یا پنڈت صاحب مثلاً مکوڑا کیڑا کے بدل میں پیدا ہوئے تو اُن کو سزا کیسے ہوئی وہ جانتے ہی نہیں کہ ہم نے کیا قصور کیا۔ آیا کبھی کسی کو یاد ہے کہ میں فلاں زمانہ میں بندر تھا یا میں کسی زمانہ میں گیدڑ تھا۔ اور جب کُل دُنیا میں کسی کو یاد نہیں ہے تو ایسے پنر جنم میں کسی کو کیا سزا ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ تکلیف کبھی کبھی سزا کے واسطے ہوتی ہے اور کبھی نہیں بھی۔

(دستخط ٹی۔ جی۔ اسکاٹ)

سوامی دیانند سرسوتی جی جیو۔ دونوں انادی ہونے سے برابر نہیں ہوتے۔ کہ جب تک اُن کے سب گن برابر نہ ہوں پرمیشور اننت جیو سانت پرمیشور سروگیہ جیو الپگیہ۔ پرمیشور سدا پوتر اور مکت۔ تتھا جیو کبھی بدھ کبھی مکت اس لئے دو برابر نہیں ہو سکتے۔

توریت۔ انجیل۔ زبور کے خلاف ہونے سے سچی بات جھوٹھ نہیں ہو سکتی کیونکہ توریت آدی میں بھی بھرم سے سچ کو جھوٹھ جھوٹھ کو سچ بہت جگہ لکھا ہے۔ سچی تو اُس کتاب کی بات ہو سکتی ہے کہ جس میں شروع سے اخیر تک ایک بھی جھوٹھ نہ ہو ایسی کتاب سوائے ویدوں کے بھوگول میں الیشور کرت کتاب کوئی بھی نہیں کیونکہ الیشور کے گن کرم سوبھاؤ کے انوکول وید ہی پستک ہے دوسری نہیں سوائے وید کے ایدیش کے کسی کتاب میں ٹھیک ٹھیک سب باتوں کا نتیجے نہیں نظر آتا اس لئے سب سے اُتّم ویدک تعلیم ہے۔ دوسرے کی نہیں۔

پرمیشور اپنے گنوں سے سگن ہے یعنی سروگیہ آدی گنوں سے اور کاس کے جڑتا آدی گن اور جنو کے اگیان۔ جنم۔ مرن۔ بھرم آدی گنوں سے رہت ہونے سے پرماتما نرگن ہے اس لئے یہ نتیجہ جاننا چاہیئے کہ کوئی پدارتھ اس ریت سے سگنتا اور نرگنتا سے رہت نہیں۔

جب جیو کا پاپ زیادہ اور پن کم ہوتا ہے۔ تب بندر وغیرہ کا شریر لینا پڑتا ہے اور جب پاپ پن برابر ہوتے ہیں تب آدمی اور پن ادھک اور پاپ کم ہوتا ہے تب دوان وغیرہ کے شریر پاتا ہے۔

(دستخط دیانند سرسوتی)

پادری اسکاٹ صاحب۔ سب پورانی تعلیم جھوٹی نہیں اور نہ سب نئی تعلیم سچی ہے۔ لیکن جب تعلیم یافتہ قومیں سوچتے سوچتے کسی بات کو باطل ٹھہرا دیں۔ تو قومی دلیل ہے کہ وہ باطل تو ہے اور ایک ہی دفعہ جنم لینے کے بارہ میں سوچ لیجئے کہ یہ نئی نہیں ہے یہ بہت پرانی ہے توریت وید سے نئی نہیں ہے اُس میں پنر جنم مطلق نہیں۔ توریت اور انجیل کے جھوٹھے ہونے کے بارہ میں اب مقدمہ نہیں ہے نہیں تو اس فضول دعوے کو رد کرتے کہ یہ جھوٹھی نہیں وید کے بارہ میں کچھ نہیں کہتا اُس کا بھی مقدمہ نہیں ہے۔ لیکن اس بات پر غور کیجئے کہ تعلیم یافتہ قومیں توریت اور انجیل پر قائم رہتی ہیں۔ لیکن ہندو لوگ خود جو تعلیمیافتہ ہیں اور جس قدر تعلیمیافتہ ہیں اور جس قدر تعلیمیافتہ ہوتے جاتے ہیں وید کو چھوڑتے جاتے ہیں ضرورت ہو تو سو دلیلیں دے سکتا ہوں۔ اور یہ کہنا کہ کرم ازل سے ہیں۔ اس لئے پنر جنم ہوتا ہے تو پرمیشور کو بھی پنر جنم لینا چاہیئے اور اگر کوئی کہے کہ اُس کے کرم سب اچھے ہیں تو کیا مشکل ہے کہ اُس کے کرم و فضل سے ہم بھی ایسے پکّے ہو جاویں کہ پھر بندر یا گیدڑ بننا نہ پڑے جیسے ہماری کتاب مقدس میں لکھا ہے ایک دفعہ انسان کے لئے مرنا ہے بعد اُس کے نیاو۔

نرگن سگن کے بارہ میں سوامی جی کے ارتھ کو میں نہیں مانتا۔ نرگن کے معنے یہ نہیں ہیں کہ کچھ گن نہ ہو جب اُس میں گن نہیں ہے سگن تو اُس وقت جسم لینے کا بندوبست کون کرتا ہے اب پھر میں پوچھتا ہوں کہ اگر سزا کے واسطے جسم لینا ہے تو یہ بھی چاہیئے۔ سزا میں کہ سزا اٹھانے والا یاد کرے کہ مجھے سزا کیوں ملتی ہے۔ نہیں تو یہ سزا عبث ہے میں پھر پوچھتا ہوں کہ کسی کو یاد کیوں نہیں رہتا کہ ہم بندر گیدڑ پچھلے جنم میں تھے۔

(دستخط اسکاٹ صاحب)

سوامی دیانند سرسوتی جی۔ پہلے برش کے وشئے میں نر جیو الپگیہ ہے اس لئے پورب جنم کی بات کو یاد نہیں رکھ سکتا ہے۔ پادری صاحب کو غور کرنا چاہیئے کہ ایسی بات کیوں پوچھتے ہیں۔ کیونکہ اسی جسم میں جنم سے پانچ برس تک کی بات کیوں یاد نہیں رہتی اور ستوپتی اوستھا بہت نیند میں جب سو جاتا ہے۔ تب جاگرت کی بات ایک بھی یاد نہیں رہتی ہے اور کارج کارن کے انومان سے اوستھات کارج کو دیکھ کارن کا نشچے کر لینا سب ودوان لوگ مانتے ہیں۔ جب پاپ پن کا پھل سکھ دکھ نیچ اونچ جگت میں دیکھتا ہے تو کارن جو پورب جنم کا کرم ہے سو کیوں نہیں۔ پورانی نئی تعلیم درشٹانت کے لئے کافی نہیں۔ کیونکہ بالکل سچ نہیں۔ اور جن کو تعلیم یافتہ مانتے ہیں۔ اُن قوموں میں کوئی آدمی اوستھات فلاسفر بندر سے انسان کا جنم ہونا مانتا ہے۔ کیا یہ بالکل جھوٹھ ہے۔ یہ وید کی باتیں ہیں کہ بیدی کا بنانا کہ ابراہیم کو خدا نے کہا کہ اس سے میں خوش ہوتا ہوں۔ تم جگ کیا کرو۔ اتیادی وید کی بات بائیبل میں موجود ہے اور عیسیٰ نے بھی شاگشی دی ہے کہ اُس کا لفظ بھی جھوٹھ نہیں ہے اس لئے اور دوسری دلیل دیتا ہوں کہ آج کل میکس مولر آدمی لیکچرار اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ رگ وید سے پہلے کی کتاب بھوگول میں کوئی نہیں اب میں سینکڑوں گواہی دے سکتا ہوں کہ میل ان انڈیا کے بنانے والے وغیرہ اور آج کل کے فلاسفر سیکڑوں کی زبان سے میں نے سنا ہے کہ ہم بیبل اور انجیل کو نہیں مانتے۔ اور کرنیل الکاٹ وغیرہ نے بھی بیبل کی ہدایت کو بالکل چھوڑ دیا ہے۔ اور ہمارے آریہ لوگ ایل۔ اے۔ بی۔ اے۔ ایم۔ اے۔ ایل ایل ڈی وغیرہ لاکھوں لوگ بیبل کو نہیں مانتے اور تعلیمیافتہ ہیں۔ سو یہ نظیر پادری صاحب کی کافی نہیں۔ پرم الیشور کا پنر جنم نہیں ہوتا کیونکہ اننت اور سرب بیاپک ہے شریر میں نہیں آنے کا اور ست مکت ہے بدھن کا کام کبھی نہیں کرتا۔

(دستخط دیانند سرسوتی)

پادری اسکاٹ صاحب پنڈت جی کا دعوےٰ کہ بچہ کی مثال سے کہ وہ کسی بات کو یاد نہیں کرتا۔ جو لڑکپن میں ہوئی سو یہاں باطل ٹھہرتی ہے۔ کس واسطے کہ بچے کچھ تو یاد بھی کرتے ہیں اور یہ سوال لازم آتا ہے کہ جب ہماری ارواح ازل سے ہیں تو اب تک سچہ میں چاہیئے کہ کچھ بڑھ گئے ہوں تو اس جنم کی کوئی بات کیوں یاد نہیں رہتی۔ اس دلیل پر غور فرمایئے۔ ممکن معلوم نہیں ہوتا ہے کہ ہم ازل سے چلے آتے ہیں اور جنم میں آکر سب بات بھول گئے۔ اور پھر جنم لینے کی سزا کا کچھ مطلب بھی نہ نکلا اور نیند کا جو ذکر ہوا سو جواب سے ثابت ہوتا ہے کہ نیند کی بات بھی یاد رہتی ہے۔ بعض آدمی نیند کے وقت بڑے خیالات نکالتے ہیں۔ یہاں پر ایک سخت اعتراض کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اس تعلیم سے دنیا میں گناہ کا بہت سہارا ہوتا ہے کیونکہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ جو چاہیں

سوکریں بھوگیں گے پھر کسی وقت میں اچھا جنم بھی ہوگا۔
یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ دور ہمیشہ رہے گا۔ کیا کریں ہم مانتے ہیں کہ جو تکلیف وغیرہ دنیا میں ہیں اُن کا کوئی سبب ضرور ہوگا۔ کبھی سزا کے واسطے کبھی نیکوں کو کہ اُن کو تعلیم طرح طرح کی ملی ہے۔
کہانی ہے کہ بادشاہ کا لڑکا تھا۔ پنڈت کے ہاں تعلیم کے لئے رکھا۔ پنڈت نے اُس کو سب طرح ہوشیار کیا پھر بادشاہ کے پاس لایا اور اُس سے کہا کہ فقط ایک ہی کام باقی ہے۔ اُس نے پوچھا کہ اُس نے کچھ قصور کیا۔ کہا کہ نہیں۔ کہا کہ مجھے چابک دینا اور خود سوار ہو کر لڑکے سے کہا کہ دوڑو اور اُس کو خوب مارتا گیا۔ پھر بادشاہ کے پاس لے آیا۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ کیوں کیا۔ پنڈت نے کہا کہ اوروں کی ہمدردی کو سیکھے رحم دل ہو جائے۔ سو ممکن ہے کہ نیکوں کو بھی تکلیف ملے کسی اچھے مطلب کے واسطے کچھ ضرورت نہیں کہ پرانے جنم کے سبب سے۔ ڈارون صاحب آواگون نہیں مانتے صرف یہی کہتے ہیں کہ دنیا میں مغل نسل نیچ جانور اونچ نسل میں ہو گئے۔ یہ مطلب نہیں کہ کوئی جانور اب اور پیشتر بھی تھا۔ کرنیل الکاٹ صاحب کا ذکر ہوا۔ سو اُس کا دعوے سن لیجئے تو معلوم ہوگا کہ کیسے آدمی ہیں۔

(دستخط دیانند سرستی)

سوامی دیانند سرسوتی جی۔ لڑکے کی نظیر سے میرا یہ مطلب کہ وہ جو جو سکھ دکھ بھوگتا ہے اُس کی یادگیری اُس کو ایسے سے نہیں ہوتی۔ کہیں کسی کے کہنے سے ہوتی ہے اور جیو کا سبھاوک گن ایک سار تھا ہے لیکن مِتک گن گھٹتے بڑھتے ہیں۔ اس لئے جیو ایک سا ہے۔ لیکن اس کے گیان کی سامگری پنچیات پانچ برس کے بڑھتی جاتی ہے۔ اب پادری صاحب یا مجھ کو کوئی پوچھے کہ دس برس کے پہلے کسی سے ایک دن پھر بات چیت کی برابر ہوا کمشنروں سے یاد ہے تو یہی کہنا پڑے گا کہ ٹھیک ٹھیک نہیں۔ جب سدا سے جیو نہیں آتے تو کہاں سے ہوئے جیلخانہ کے قیدیوں کے گناہوں کو سب لوگ ٹھیک ٹھیک گن کے نہیں جانتے۔ لیکن انومان کرتے ہیں کہ کسی گناہ کے کرنے سے جیلخانہ میں پڑا ہے اس سے میں کبھی گناہ نہ کروں ورنہ میرا بھی یہی حال ہوگا۔ پادری صاحب میرے مطلب کو نہیں سمجھے وہ خواب کی بات نہیں ہے وہ سشوپتی کی ہے کہ جس نیند میں کچھ بھی یاد نہیں رہتا۔ اُس نیند میں ایک بھی خیال کوئی نہیں کر سکتا ہے۔ جو سزا جنم نہیں مانتے اُن کی تعلیم سے دنیا میں پاپ بہت بڑھتے ہیں کیونکہ آگے جنم لینا ہی نہیں ہے۔ جو دل میں آوے سو وہ کرتے رہو اور بے فائدہ دورہ سپرد ہوا یعنی آج مرا اور قیامت تک ویسا ہی حوالات میں پڑا رہا اور کچہری کا دروازہ بند اور خدا بیکار بیٹھا ہے۔ اور جو گیا دوزخ میں وہ وہاں کا ہی ہوا۔ اور جنت میں گیا وہ وہاں ہی کا ہوا۔ کرم تو حد والے کئے جاتے ہیں اور اُس کا نتیجہ بے حد ملتا ہے۔ افسوس یہ بہت انیائے آتا ہے اور امیدواری کی خوشی کے بغیر آدمی درست نہیں ہو سکتے۔ کیول رنج سے تکلیف کا کونسا سبب ہے اور جو نصیحت کے واسطے تکلیف ملتی ہے وہ سدا رہنے کے لئے ہے لیکن اُس کا پھل دو یا آدمیں۔ اور پادری صاحب نے کہا تھا کہ ایک مکان میں ہمیشہ سکھ بھوگیں گے وہ مکان کونسا ہے اور کہاں۔

(دستخط دیانند سرسوتی)

پادری اسکاٹ صاحب۔ کرنیل الکاٹ صاحب کا ایک کاغذ میرے پاس موجود ہے کہ جس میں عیسائیوں اور پادریوں کی اور دین عیسوی کے بارہ میں ایسی فضول اور سخت کلامی ہے کہ میں کسی بازاری بدمعاش کے حق میں نہ کہنا۔ کہتے ہیں کہ یہ سخت دل بے رحم ہیں۔ دنیا میں یہ ساری خرابی کا بانی اور یہ دین عیسوی کی بُرائی کی جڑ ہے۔ علاوہ اُس کے اور طرح کی بھی سخت کلامی ہے غور کیجئے کہ اس شخص کا دل اور عقل کیسی ہوگی۔ خود غور کیجئے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ وید توریت سے پورانا ہے اس واسطے کہ توریت میں قربانی کا ذکر ہے ہم دعوے کر سکتے ہیں کہ اول اُس میں ہوا۔ ویدوالوں نے توریت سے لے لیا۔ دونوں بات کا دونوں میں ذکر ہے۔ تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کس میں اول ہوا۔
اور یہ کہنا کہ بعض صفتیں قائم ہیں اور بعض نہیں ہیں اسلئے جنم کی نہیں یاد نہیں رہتی۔ بعض صفت تو قائم رہتی ہے اور چاہئے یہ بھی کہ کوئی بات یاد ہو پہلے جنم کی اگر ہماری اوسپٹ جی کی گفتگو دس برس ہوئے کہن ہوئی ہو بعض بات تو ضرور یاد رہتی ہیں۔ نیند کی مثال تو درست نہیں۔ کیونکہ اگر کبھی نیند میں بات یاد نہیں رہتی ہے تب بھی اکثر بات یاد رہتی ہے۔ سو پرانے جنم کی کوئی بات کیوں یاد نہیں رہتی ہے۔ جیلخانہ کی مثال ہے سو وہ بھی پوری نہیں۔ کیونکہ سزا کا فقط ایک مطلب اس میں ظاہر ہوا۔ سزا میں دو مطلب ہیں ایک تو سزا یافتہ کے سدھارنے کے واسطے دوسرا مطلب دیکھنے والوں کو نصیحت لیکن پنرجنم میں صرف دیکھنے والوں کو نصیحت ہے۔ یہ نہیں کہ اُس شخص کو سزا کا حال معلوم ہو کہ یہ سزا مجھے کیوں ملی۔ رہا یہ سوال کہ روحیں کہاں سے آتی ہیں تعلیم یافتہ قوموں میں آج کل یہ دعوے ہے کہ جیسا بیج سے درخت سے درخت پیدا ہوتا ہے اور کوئی نہیں کہتا ہے کہ یہ درخت پیشتر ہوا اس طرح روح سے روح۔ بدن سے بدن پیدا ہوتا ہے تاہم یہ بات عقل سے بعید ہے کہ خاص کر بدن کس طرح پیدا ہوتا ہے اور روح کس طرح پیدا ہوتا ہے لیکن یہ نہیں کہ یہ روح جواب موجود ہے سو پیشتر کسی بدن میں تھی۔ ابھی پیدا ہوئی اور جب یہاں سے جاوے اس کا نیا ٹھیک ٹھیک کرم اوپر ہوا تو پرمیشور یا نئی نہیں اس سے بھی پرمیشور کا یا ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ کہ ہمیشہ روح کہاں رہتی ہے ہم دعوے نہیں کرتے ہیں کہ ہم عالم الغیب میں سکھ کی جگہ بتلا دیں کہ وہ کہاں ہے سرو شکتیمان خدا روح کو جگہ سکھ کی دے سکتا ہے۔ ہمارا جاننا نہ جاننا کیا ہوا۔

(دستخط اسکاٹ صاحب)

سوامی دیانند سرسوتی۔ جو کرنیل الکاٹ صاحب کے بارہ میں پادری صاحب نے کہا کہ وہ اچھا پرش نہیں یہ تو میں ٹھیک ٹھیک نہیں مان سکتا کیونکہ جس سے بُرا وہ ہوتا ہے وہ دونوں پرسپر کے وشے میں الٹا سودا کہتے ہیں سو وید توریت سے بہت پورانا ہے۔ کیونکہ جس کی بات پوری سے ادھوری دوسرے میں لکھی ہو وہ اُس سے پہلے ہوتا ہے۔ لڑکپن میں مِتک گیان کم ہوتا ہے اور سبھاوک برابر سب وقت رہتا ہے اس بات کو پادری صاحب ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھتے جو کہ آگ کے سنیوگ سے جل میں گرمی آتی ہے وہ نیمتک اور جو آگ میں گرمی ہے سو سو بھاوک ہے جو جو جیو کے سبھاوک گن ہیں وہ کم و بیش نہیں ہوتے۔ کسنو میتک کم و بیش ہوتے ہیں اور جو پادری صاحب نے کہا کہ جیلخانہ کے قیدیوں کو دیکھ کر دیکھنے والوں کو خوف ہوتا ہے کہ میں ایسا کرم نہ کروں لیکن جس کو سزا پیر جنم کے کرم سے ملتی ہے اسکو یاد ہی نہیں جیسے اور لوگ کارج سے کارن کو مانتے ہیں کیا وہ جانیگا ایک حکیم کو سنا آیا اور ایک جاہل کو دید۔ طبیب علم سے اُس کی کارن جان لیا کہ فلاں سبب سے سچ کو بچا ہے لیکن اُس گنوار نے نہیں جانا پر دونوں کی تکلیف دونوں کے علم میں۔ مگر گنوار یہ جانتا ہے کہ کسی بد پرہیزی سے مجھ کو بخار آیا ہے اسلئے اُسکو سزا ہی سدا پھل برابر ہوتا ہے کہ جو میں بُرا کام کروں تو بُرا پھل ملے جیسا

کہ اُس کو ہے وہ مجھ کو ملیگا۔ جب حو سے جیو اور تستر ریسے ستر ہویدا ہوتے ہیں تو آپ کا بنانے والا پرمیشور نہیں۔ اس لئے آپکا قول ٹھیک نہیں رہا اور پرتھم پرتھم آپ کے قول کے موافق جو جو جیو ہوئے وے کن کن جیودں اور شریردں سے ہوتے۔ جو کہیں کہ پرمیشور سے تو پرمیشور بھی آدمی گھوڑے اور درخت اور پتھر کے موافق ہوا۔ کیونکہ جس کا کارج جیسا ہوتا ہے اُس کا کارن ویسا ہی ہوتا ہے اور درمیاں میں دورہ سپرد کرنا بہت دن تک کہ جو سرا سے بھی بھاری ہے پھر اس کو سرگ یا نرگ کن کرموں سے مل سکتا ہے۔ کوئی بھی نہیں۔ جب آپ سروگیہ نہیں تو کیوں دعوے کرتے ہیں کہ پنر جنم نہیں اس سے آپ کا ایک جنم سدہ نہیں ہوتا۔ اور پنر جنم سدہ ہوگیا۔ (دستخط دیانند سرسوتی جیو)

تیسرا مباحثہ۔ بمقام چاندا پور ضلع شاہجہانپور

بتاریخ ۲ مارچ ۱۸۷۷ء

پادری ٹی جی اسکاٹ صاحب معہ دو پادری صاحبوں کے ۲۰ مارچ ۱۸۷۷ء کی شب کو سوامی جی کے ڈیرہ پر تشریف لائے۔ سوامی صاحب (سائباں) کے نیچے کرسیاں بچھوا کر بڑی خاطر داری سے پادری صاحبوں کو بٹھلایا اور آپ بھی بیٹھ گئے پھر آپس میں بات چیت ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ مسئلہ تناسخ یعنے آواگون کی نسبت پادری صاحبان نے پوچھا کہ آواگون سچا ہے یا جھوٹھا۔ اور اس کا کیا ثبوت ہے:

سوامی جی نے فرمایا آواگون سچا ہے اور جیسے کرم کرتا ہے ویسا ہی شریر پاتا ہے اگر عمدہ کرم کرتا ہے تو آدمی کا جسم پاتا ہے اور خراب کرم کرنے سے جانور وغیرہ کا جسم ہوتا ہے اور جو سب اچھے کرم کرتا ہے تو وہ دیوتا یعنی ودوان (وِدوان) ہوتا ہے دیکھو جب بچہ پیدا ہوتا ہے تب اسی وقت اپنی ماں کا دودھ پینے لگتا ہے سبب یہ ہے کہ اس کو پہلے جنم کا ابھیاس بنا رہتا ہے یہ بھی ایک ثبوت تناسخ کا ہے۔ نیک بخت اور بد بخت اور قسم قسم کے درجہ و مرتبہ اور سکھ دکھ دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے اور جیو انادی ہے کہ جس کا آدا (ابتدا) نہیں اور جس جون سے جیو جنم لیتا ہے اُس جون کا کسی قدر سبھاؤ یعنی عادت وغیرہ بھی بنی رہتی ہے۔ اسی سبب سے انسان وغیرہ مختلف طبیعتوں اور عادتوں وغیرہ کے ہوتے ہیں یہ بھی ایک ثبوت آواگون کا ہے اور اور بہت سے ثبوت آواگون کے ہیں۔ لیکن ایک بار ہی روح کا پیدا ہونا اور پھر کبھی نہ پیدا ہونا اس کا ثبوت نہیں ہوسکتا کیونکہ جو جس نے جہان کیا اُس کے برخلاف ہونا چاہیئے سو ایسا ہونا غیر ممکن ہے۔ اور پھر یہ بات کہ مرا اور حوالات ہوئے یعنے جب قیامت ہوگی تب اُس کا حساب کتاب ہوگا۔ جب تک بیچارہ حوالات میں رہا ایسی ہیوستھا ماننا اچھا نہیں۔ بعد ازاں پادری صاحب تشریف لے گئے۔ (دیکھو صفحہ ۷۳ و ۷۴ مباحثہ مذکور اردو مطبوعہ لاہور)۔

منقول از ستیارتھ پرکاش

پرشن۔ جنم ایک ہے وا انیک۔

اتر۔ انیک۔

پرشن۔ جو انیک ہوں تو پہلے جنم اور موت کی باتوں کا "سمرن" یاد کیوں نہیں؟

اتر۔ جیو الپگیہ ہے ترکال درشی نہیں اسلئے سمرن نہیں رہتا۔ اور جس من سے دھیان کرتا ہے وہ بھی ایک سمے میں دو گیان نہیں کرسکتا۔ بھلا پورب جنم کی بات تو اور رہنے دیجئے اسی دیہہ میں جب گربھ میں جیو تھا شریر بنا پسچات جنما۔ پانچویں برس سے پہلے تک جو جو باتیں ہوئی ہیں اُن کا سمرن کیوں نہیں کرسکتا؟ اور جاگرت و سوپن میں بہت سا بیوہار پرتیکش میں کرکے جب سوشوپت ارتھات گاڑھ ندرا ہوتی ہے تب جاگرت آدمی بیوہار کا سمرن کیوں نہیں کرسکتا؟ اور تم سے کوئی پوچھے کہ بارہ برس کے بعد تیرھویں برس کے پانچویں مہینے کے نویں دن دس بجے پر پہلے منٹ پر تم نے کیا کیا تھا تمہارا مکھ ہاتھ کان نیتر شریر کس کس پرکار کا تھا؟ اور من میں کیا وچار تھا؟ جب اسی شریر میں ایسا ہے تو پورب جنم کی باتوں کے سمرن میں اعتراض کرنا مطلق لڑکپن کی بات ہے اور جو سمرن نہیں ہوتا ہے اسی سے جیو سکھی ہے نہیں تو سب جنموں کے دکھوں کو دیکھ دیکھ دکھت ہو کر مر جاتا۔ جو کوئی پورب اور پیچھے جنم کے ورتمان کو جاننا چاہے تو بھی نہیں جان سکتا۔ کیونکہ جیو کا گیان اور سروپ الپ ہے یہ بات ایشور کے جاننے یوگیہ ہے جیو کے نہیں۔

پرشن۔ جب جیو کو پورب جنم کا گیان نہیں اور ایشور اسکو ڈنڈ (سزا) دیتا ہے تو جیو کا سدھار نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جب اُس کا گیان ہو کہ ہم نے فلاں کام کیا تھا۔ اُسی کا یہ پھل ہے۔ تبھی وے پاپ کرموں سے بچ سکیں؟

اتر۔ تم گیان کتنے پرکار کا مانتے ہو؟

پرشن۔ پرتیکش آدی پرمانوں سے آٹھ پرکار کا۔

اتر۔ تو پھر تم جنم سے لیکر سمے سمے میں راج۔ دھن۔ بدھ۔ ودیا۔ دلدر۔ نربدھ۔ مورکھتا آدی سب دکھ سنسار میں دیکھکر پورب جنم کا گیان کیوں نہیں کرتے۔ جیسے ایک حکیم اور ایک مورکھ کو کوئی روگ ہو اس کا ندان (علت یا سبب) یعنی کارن حکیم جان لیتا ہے۔ اور مورکھ نہیں جان سکتا۔ اُس نے علم حکمت کو پڑھا ہے۔ اور دوسرے نے نہیں۔ لیکن بخار وغیرہ مرض کے ہونے سے مورکھ بھی اتنا جان سکتا ہے کہ مجھ سے کچھ بد پرہیزی ہوگئی (کو پتھ ہوگیا) جس سے مجھے یہ روگ ہوا ویسے ہی جگت میں وچتر (عجیب) سکھ دکھ آدی کی گھٹتی بڑھتی دیکھ کے پورب جنم کا انومان کیوں نہیں جان لیتے؟ اور جو پورب جنم کو نہ مانوگے تو پرمیشور پکشپاتی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بنا پاپ کے دلدر آدی دکھ اور بنا پورب سنچت (پہلے جنم) اپنی نیکیوں کے راج دھنادھیہ اور نربدھتا اُس کو کیوں دی؟ اور پورب جنم کے پاپ پن کے انوسار دکھ سکھ کے دینے سے پرمیشور نیا کاری یتھاوت رہتا ہے۔

پرشن۔ ایک جنم ہونے سے بھی پرمیشور نیا کاری ہو سکتا ہے جیسے سرودری راجا (شہنشاہ) جو کرے سو عدل۔ جیسے مالی اُپ بن (باغیچہ) میں چھوٹے اور بڑے برکھش لگاتا کسی کو کاٹتا کسی کو لگاتا اور کسی کو رکھیا کرتا بڑھاتا ہے جس کی جو وستو ہے اُس کو وہ چاہے جیسے رکھے اُس کے اوپر کوئی بھی دوسرا نیاؤ کرنے والا نہیں جو اُس کو ڈنڈ دے سکے یا ایسور کسی سے ڈرے۔

اتر۔ پرماتما جو نکہ نیا (عدل) چاہتا۔ کرتا۔ انیا (ظلم) کبھی نہیں کرتا اس لئے وہ پوجنے یوگیہ اور بڑا ہے جو نیا یعنی انصاف کے برخلاف کرے وہ ایشور ہی نہیں جیسے مالی بکیں کے بنا مارگ (راستہ) و سنھاں میں برکھش لگانے نہ کٹانے یوگ کو کاٹنے۔ ایوگ کو بڑھانے۔ یوگ کو نہ بڑھانے سے دوکھت ہوتا ہے اسی پرکار بنا کارن کے کرنے سے ایشر کو دوش لگے پرمیشور کو اوپر نیا یکت کام کرنا اوتیہ ہے۔ کیونکہ وہ سوبھاؤ سے پوتر اور نیا کاری (عادل) ہے۔ جو انمت (پاگل) کیطرح کام کرے تو جگت کے سریسٹ نیا آدمیں سے بھی کم اور بے عزت ہووے کیا اس جگت میں بنا یوگتا کے ادھم کام کئے پرتشٹھا اور وشٹ کام کئے بنا ڈنڈ (سزا) دینے والا نندینہ (مطعون) اور بے عزت نہیں ہوتا اس لئے ایسور ظلم نہیں کرتا۔ اسی لئے کسی سے نہیں ڈرتا۔ **پرشن**۔ پرماتما نے پرتھم ہی سے جس کے لئے جتنا دینا

وچار ہے اتنا دیتا۔ اور جتنا کام کرتا ہے اتنا کرتا ہے۔ **اُتر** ساں کا وچار جیووں کے کرم انوسار ہوتا ہے پرخلاف نہیں۔ جو الٹا ہو تو وہی ایرادہی انیا کاری ہووے۔

پرشن۔ بڑے چھوٹوں کو ایک سا ہی دُکھ سکھ ہے بڑوں کو بڑی چینتا اور چھوٹوں کو چھوٹی۔ جیسے کسی ساہوکار کا مقدمہ راج گھر میں لاکھ روپیہ کا ہو تو وہ اپنے گھر سے پالکی میں بیٹھ کر کچہری میں گرمی کے موسم میں جاتا ہو۔ بازار میں ہو کر اُسے جاتا دیکھ کر اگیانی لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو پن پاپ کا پھل ایک پالکی میں آنند پوروک بیٹھا ہے اور دوسرے بنا جوتی پہنے اوپر نیچے سے چلتے ہوئے پالکی کو اُٹھا کر لیجاتے ہیں۔ پرنتو بدھی مان لوگ اس میں یہ جانتے ہیں کہ جیسے جیسے کچہری نزدیک آتی جاتی ہے ویسے ویسے ساہوکار کو بڑا شوک اور سندیہہ بڑھتا جاتا ہے اور کہاروں کو آنند ہوتا جاتا ہے جب کچہری میں پہنچتے ہیں۔ تب سیٹھ جی ادھر ادھر جانے کا وچار کرتے ہیں کہ وکیل کے پاس جاؤں و سرشتہ دار کے پاس۔ آج ہارونگا یا جیتونگا۔ جانے کیا ہوگا اور کہار لوگ تمباکو پیتے پرسپر باتیں کرتے ہوئے پرسن ہو کر آنند میں سو جاتے ہیں۔ جو وہ جیت جائے تو کچھ سکھ اور ہار جائے تو سیٹھ جی دُکھ ساگر میں ڈوب جائیں اور وے کہار جیسے کے ویسے ہی ہیں۔ اسی پرکار جب راجا سندر کومل بچھونے میں سوتا ہے تو بھی جلدی نیند نہیں آتی اور مزدور کنکر پتھر اور مٹی اونچے نیچے ستھل پر سوتا ہے اُس کو جھٹ ہی نیند آتی ہے ایسے سرتر سمجھو۔

اُتر یہ سمجھ اگیانیوں کی ہے کیا کسی ساہوکار سے کہیں کہ تو کہار بن جا اور کہار سے کہیں کہ تو ساہوکار بن جا۔ تو ساہوکار کبھی کہار بنتا نہیں اور کہار ساہوکار بننا چاہتا ہے۔ جو سکھ دُکھ برابر ہوتا تو اپنی اپنی اوستھا چھوڑ کر نیچ سے اونچ بننا نہ چاہتے۔ دیکھو ایک جیو ودوان (عالم) پن آتما (کریم النفس) اشریمان راجا کی رانی کے گربھ میں آتا۔ اور دوسرا مہادلدر گھسیاری کے گربھ میں آتا ہے ایک کو گربھ سے لیکر سرب تھا (ہر طرح) سکھ اور دوسرے کو سرب پرکار دُکھ ملتا ہے۔

ایک جب جنمتا ہے تب سندر سوگندہ یکت جل آدی سے سنان یکتی سے ناڑے چھیدن دُگدھ پان آدی یتھا یوگیہ پراپت ہوتے ہیں جب وہ دودھ پینا چاہتا ہے تو اُس کے ساتھ مصری آدی ملا کر مرضی کے مطابق ملتا ہے اُس کو پرسن رکھنے کے لئے نوکر چاکر کھلونا سواری اوتم ستھانوں میں لاڈ سے آنند ہوتا ہے دوسرے کا جنم جنگل میں ہوتا ہے۔ سنان کے لئے جل بھی نہیں ملتا جب دودھ پینا چاہتا تب دودھ کے بدلے میں گھونسا۔ تھپیڑ آدی سے پیٹا جاتا ہے۔ نہایت عاجزانہ و بیکسانہ آواز سے روتا ہے۔ مگر کوئی نہیں پوچھتا۔ ایسے ہی جیوؤں کو ساپن پاپ کے سکھ دکھ ہونے سے پرمیشور پر دوش آتا ہے۔

دوسرا۔ اگر بنا کئے کرموں کے سکھ دکھ ملتے ہیں تو آگے نرگ سورگ بھی نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ جیسے پرمیشور نے اس جگہ بنا کرموں کے سکھ دکھ دیا ہے۔ ویسے ہی مرے پیچھے بھی جس کو چاہے گا اُس کو سورگ میں اور جس کو چاہے گا نرک میں بھیج دیگا۔ پھر جب جیو ادھرم یکت ہو جاویں گے دھرم کیوں کریں۔

کیونکہ دھرم کا پھل ملنے میں سندیہہ ہے پرمیشور کے ہاتھ ہے جیسی اُس کی مرضی ہوگی ویسا کریگا تو پاپ کرموں میں بھی (رجوع) ہو کر سنسار میں پاپ کی ترقی دھرم کی کمی یا معدومیت ہو جاویگی اس لئے پہلے جنم کے کئے ہوئے پن پاپ کے انوسار موجودہ جنم اور موجودہ اور پہلے کرموں انوسار آئندہ جنم ہوتے ہیں۔

پرشن۔ منش (آدمی) اور دیگر پشو آدی (حیوانوں وغیرہ) کے جسم میں جیو ایک سا ہے یا جدا جدا قسم کے؟

اُتر۔ جیو ایک ہی طرح کے ہیں۔ الا پاپ پن کے یوگیہ سے ملین اور پوتر ہوتے ہیں۔

پرشن۔ منش کا جیو پشو آدی (حیوان۔ چرند۔ پرند۔ حشرات الارض۔ مچھلی) میں اور پشو آدی کا منش کے شریر میں اور استری کا پرش کے اور پرش کا استری کے شریر میں آتا جاتا ہے یا نہیں؟

اُتر۔ ہاں جاتا آتا ہے کیونکہ جب پاپ بڑھ جاتا ہے اور پن کم ہو جاتا ہے تب منش کا جیو پشو آدی نیچ شریر میں اور جب دھرم ادھک تھا ادھرم نیون ہوتا ہے تب دیو یعنی وِدوانوں کا شریر ملتا ہے اور جب پن پاپ برابر ہوتا ہے تب سادھارن (معمولی) انسانی جنم ملتا ہے اس میں بھی پن پاپ کے اعلیٰ۔ اوسط۔ ادنیٰ ہونے سے انسانوں وغیرہ میں اعلیٰ۔ درمیانہ ادنیٰ استری وغیرہ سامگری والے ہوتے ہیں اور جب زیادہ پاپ کا پھل پشو آدی کے شریر میں بھوگ لیا تب پھر پاپ پن کے برابر رہنے سے منش کے شریر میں آتا ہے جب شریر سے نکلتا ہے اُس کا نام موت اور شریر کے ساتھ پراپت ہونیکا نام جنم ہے۔ جب شریر چھوڑتا ہے تب یم آلہ یعنی آکاش استتھ وایو میں رہتا ہے کیونکہ یمین وایو ندوید میں لکھا ہے کہ یم نام وایو کا ہے۔ گرڑ پوران کا فرضی یم نہیں پھر دھرم راج یعنی پرمیشور اُس جیو کے پاپ پن انوسار جنم دیتا ہے وہ وایو۔ ان۔ جل یا شریر کے چھدر کے راستے دوسرے کے شریر میں ایشور کے حکم (پریرنا) سے داخل ہوتا ہے اور داخل کر باقاعدہ ویریہ میں استتھ ہو کر شریر دھارن کر باہر آتا ہے جو استری کے شریر دھارن کرنے یوگ کرم ہوں تو استری اور پرش کے شریر دھارن کرنے یوگ کرم ہوں تو منش کے شریر میں پرویش کرتا ہے اور نپنسک گربھ کی ستھتی سمے استری پرش کے شریر میں سمبندھ کرکے رج ویریہ کے برابر ہونے سے ہوتا ہے۔ اسی پرکار نانا پرکار کے جنم مرن میں تب تک جیو پڑا رہتا ہے کہ جب تک اوتم کرم اُپاسنا۔ گیان کرکے مکتی کو نہیں پاتا کیونکہ اوتم کرم آدی کرنے سے منشوں میں اُتم جنم اور مکتی میں مہاکلپ پریینت جنم مرن دُکھوں سے رہت ہو کر آنند میں رہتا ہے۔

پرشن۔ مکتی ایک جنم میں ہوتی ہے۔ وا ایک جنموں میں۔

اُتر۔ انیک جنموں میں کیونکہ منڈک اُپنشد میں لکھا ہے۔

بھدیتے ہردے گرنتھی چھدینتے سروسنشیا
کشی ینتے چاسیہ کرمانی تسمن درشٹے پراورے

(منڈ ۲ کھنڈ ۲ منتر ۸)

ترجمہ۔ جب اس جیو کے ہردے کی اودیا اگیان کی عقد (گانٹھ) کٹ جاتی سب سنشے (بھرم) چھن بھن یعنی قطعی دور ہوتے اور برے کرم کشے (زوال) کو پراپت ہوتے ہیں تب اُس پرماتما میں (جو اس روح کو ہمیشہ اندر اور باہر محیط ہو رہا ہے یعنی ویاپت ہے) نواس کرتا ہے۔

پرشن۔ مکتی میں جیو پرمیشور میں ملجاتا ہے یا جدا رہتا ہے۔

اُتر۔ جدا رہتا ہے کیونکہ اگر ملجائے تو مکتی کا سکھ کون بھوگے اور مکتی کے جتنے سادھن ہیں وے سب نشپھل ہو جائیں وہ مکت تو نہیں کنتو جیو کا پرلے جاننی چاہئے جو جیو پرمیشور کی آگیا پالن اتم کرم ست سنگ یوگ ابھیاس عیرہ سب سادھن کرتا ہے وہی مکتی کو پاتا ہے۔

سیتم گیانم اننتم برہم یو وید نہتم گوہایام پرمے ویومن
سواشنتے سروان۔ کامان سہ۔ برہمنا۔ وپشچتے

(تیتریہ آنند ولی۔ انوواک ۱-۱)

ترجمہ۔ جو جیوآتما اپنی بدھی اور آتما میں استتھ ست گیان اور اننت آنند سروپ پرماتما کو جانتا ہے وہ اُس ویاپک برہم میں استتھ ہو کے اُس اننت ودیایکت

برہم کے ساتھ سب کاموں کو پراپت ہوتا ہے۔ ارتھات جس جس آنند کی کامنا کرتا ہے اُس اُس آنند کو پراپت ہوتا ہے یہی مکتی کہاتی ہے۔

پرشن:۔ جیسے شریر کے بنا سنسارک سُکھ نہیں بھوگ سکتا ویسے مکتی میں بنا شریر کیسے بھوگ سکیگا؟

اُتر: اس کا جواب مفصل ہم پہلے لکھ آئے ہیں مگر علاوہ بریں کچھ خلاصہ یہاں بھی لکھتے ہیں۔ جیسے سنسارک سُکھ شریر کے آدہار سے بھوگتا ہے ویسے پرمیشور کے آدہار مکتی کے آنند کو جیو آتما بھوگتا ہے وہ مکت جیو آنند دیا پک برہم میں حسب مرضی جہاں گھومتا شدہ گیان سے سب سرشٹی کو دیکھتا اور مکتوں کے ساتھ ملتا ہے سرشٹی ودیا کو باقاعدہ دیکھتا ہوا سب لوک لوکانتروں میں (ارتھات جسے یہ کرتے دیکھتے ہیں اور جو نہیں بھی دیکھتے) ان سب میں گھومتا ہے وہ سب پدارتھوں کو جو اُس کے گیان کے آگے ہیں دیکھتا ہے جتنا گیان ادہک ہوتا ہے اُس کو اتنا ہی آنند ادہک ہوتا ہے۔ مکتی میں جیو آتما نرمل ہونے سے پورن گیانی ہو کر اُس کو سب چیزوں کا گیان (علم) یتھارتھ ہوتا ہے یہی (افضل راحت) یعنی سکھ وشیش یا راحت کامل ہے۔ اسی کا نام سورگ ہے اور دوشے ترشنا میں پھنس کر دکھ وشیش بھوگ کرنا نرک کہاتا ہے۔

سورگ لفظ اس طرح ویاکرن کی ریتی سے بنتا ہے (یعنی) سُوا سُکھ کا نام ہے۔

سوا سُکھم گچھتی یسمن س سورگا اتو وپریتو دُکھ بھوگو نرک اتی	جو دنیاوی سُکھ ہیں اُن کا بھوگنا معمولی سورگ ہے اور جو پرمیشور کی پراپتی سے آنند ہے وہ سب سے

اعلےٰ و افضل ہونے سے وشیش سورگ کہاتا ہے سب جیو عادتاً سُکھ پراپتی کے اچھا اور دکھ کا ویوگ ہونا چاہتے ہیں لیکن جب تک دہرم نہیں کرتے اور پاپ نہیں چھوڑتے۔ تب تک اُن کو سُکھ کا ملنا اور دکھ کا چھوٹنا نہ ہوگا جس کا کارن ارتھات مول ہوتا ہے وہ نشٹ کبھی نہیں ہوتا جیسے

چھنّے مولے برکشو نشیتی تتھا پاپے کشیتے ہی دُکھم نشیتی

جسطرح مول کٹ جانے سے ورکش نشٹ ہوتا ہے ویسے ہی پاپ کر چھوڑنے سے دکھ نشٹ ہوتا ہے (ستیارتھ پرکاش مطبوعہ بار دوم صفحہ ۲۴۶ سے ۲۵۱ تک سمولاس ۹ ۱۸۸۶ء پریاگ)

منقول از وید بھاشیہ بھومکا

پرشن۔ ایک مستی ایسا پرشن کرتے ہیں کہ جو پورب جنم ہوتا ہے تو ہم کو اُس کا گیان اس جنم میں کیوں نہیں ہوتا۔

اُتر: عقل کی آنکھ کھول کر دیکھو کہ جب اسی جنم میں جو جو سکھ دکھ تم نے بال اوستھا میں یعنی جنم سے پانچ برس تک بھوگے ہیں۔ ان کا گیان نہیں رہتا۔ اتھوا جو کہ روز بیٹھ پاٹھن (درس تدریس) اور ویوہار کرتے ہیں ان میں سے کتنی ہی باتیں بھول جاتی ہیں۔ تتھا نند (یعنی خواب) میں بھی یہی حال ہو جاتا ہے کہ اب کے کئے ہوئے کا بھی گیان نہیں رہتا جب اس جنم کے ویوہاروں کو اسی شریر میں بھول جاتے ہیں تو پورب شریر (جسم سابقہ) کے ویوہاروں کا کب گیان رہ سکتا ہے۔

پرشن: جب ہم کو پورب جنم کے پاپ پن کا گیان نہیں ہوتا اور ایشور ان کا پھل سُکھ دُکھ دیتا ہے۔ اس سے ایشور کا نیائے (عدل) واجیووں کا سدہار کبھی نہیں ہو سکتا۔

اُتر: گیان دو پرکار کا ہوتا ہے ایک پرتیکش۔ دوسرا انومان آدی سے۔ جیسے ایک وید (حکیم) اور دوسرا اوید (حکمت سے محروم) ان دونوں کو جور (بخار) آنے سے وید تو اسکا پہلا ندان جان لیتا ہے اور دوسرا نہیں جان سکتا لیکن اُس پہلی بدپرہیزی کا نتیجہ جو بخار ہے وہ دونوں کو پرتیکش ہونے سے وے جان لیتے ہیں کہ کسی بدپرہیزی سے یہ بخار

ہوا ہے انتھا یعنی اس کے سوا نہیں۔ اس میں اتنا زیادہ ہے کہ ودوان (باعلم) ٹھیک ٹھیک روگ کے کارن اور کاریہ کو نسچے کر کے جانتا ہے پرنتو کارن میں اُس کو جیسا چاہئے پورا نسچے نہیں ہوتا۔ ویسے ہی ایشور نیائے کاری ہونے سے کسی کو بنا کارن کے سکھ یا دکھ کبھی نہیں دیتا۔ جب ہم کو پن پاپ کا کاریہ سُکھ اور دکھ پرتیکش ہے تب ہم کو ٹھیک نسچے ہوتا ہے کہ پورب جنم کے پاپ و پنوں کے سوا یعنی گناہ و صواب کے بغیر اُتم۔ مدہم اور نیچ شریر تتھا بدہی آدی مدارتھ کبھی نہیں مل سکتے اس سے ہم لوگ نسچے کر کے جانتے ہیں کہ ایشور کا نیائے (عدل) اور ہمارا سدہار یہ دونو کام یتھاوت (ٹھیک طور پر) بنتے ہیں (راز صفحہ ۲۰۸ و ۲۰۹)۔

خاتمہ

تناسخ کا مسئلہ بہت قدیم ہے اور ایک وقت ساری آباد دنیا اس کو مانتی تھی تمام مہذب ممالک کے فضلا اور علما اس کے قائل تھے۔ یونان۔ مصر۔ روم۔ آریہ ورت۔ ایران۔ چین۔ میکسیکو اور پیرو کے دانشمند لوگ جس طرح اس کے پیرو تھے۔ اسی طرح عرب۔ تاتار۔ روس آسٹریلیا۔ حبش اور شمالی امریکہ کے باشندے بھی اس کے گرویدہ تھے۔ دنیا کی کوئی انسانی آبادی ایسی نہیں تھی جسے اس علمی مسئلہ سے کسی نہ کسی طرح گہرا تعلق نہ ہو۔ تمام پرانی تواریخ متفق البیان ہیں۔ کہ جس وقت دنیا میں سچائی۔ شانتی اور امن کا راج تھا تمام دنیا میں ایک ہی ویدک دہرم پھیل رہا تھا اُس وقت بھی یہ مبارک مسئلہ سب پیاسے دلوں کی پیاس بجھانے والا تھا کتاب **الملل والنحل** شہرستانی میں ہے ومن العرب من یعتقد التناسخ صفحہ ۱۰۹ جلد دوم یعنی اہل عرب تناسخ پر اعتقاد رکھتے تھے۔

پادری۔ ڈی۔ جی اسکاٹ صاحب فرماتے ہیں۔ قدیم مصریوں نے اس کو مانا اسی طرح پر یونانیوں نے رومیوں نے اور انگریزوں نے ہمارے پرانے ڈرؤڈ لوگ جو ہمارے گورو تھے یہی سکھلاتے تھے اور ہم لوگ سب کے سب مانتے تھے (مباحثہ بریلی صفحہ ۴)۔

بشپ واربرٹن صاحب لکھتے ہیں پہلی زندگی کے خیالات بہت سے داناؤں اور عالموں سے ہر ایک زمانہ میں ظاہر کئے گئے ہیں۔ ہماری کئی قسم کی تکالیف کے دور کرنے کے واسطے کالیر صاحب کہتے ہیں۔ قدیم مصری یونانی۔ رومی اور انگریز تناسخ یعنی آواگون کو مانتے تھے۔ (تاریخ انگلستان صفحہ ۱۱)۔

کیا ایشیا کے ایرانی آریہ چینی۔ جاپانی اور ترک لوگ اور کیا یورپ کے یونانی ڈرؤڈ رومی اور جرمنی والے اور کیا افریقہ کے قبطی۔ یانٹر اور راج خاندان کے بزرگ اور کیا امریکہ کے تانبے رنگ والے ہیلی یعنی سورج منشی۔ پیرو۔ میکسیکو کے پروہت اور آچاریہ اور پارسیوں کے خاندان کے پیشوا سارے کے سارے دلایل و فروعات میں قدرے اختلاف اور جزوی تفریق ہونے پر بھی اعتقاد اور اصول میں سب بالاتفاق اس امر کے قائل تھے۔ کہ ارواح انادی ہیں ایسا وقت یا سمے کبھی نہیں تھا کہ وہ موجود نہ ہوں اور نہ وہ نیست یا معدوم ہو سکتی ہیں ہر ایک کو اُسکے اعمال کا بدلہ ملتا ہے اور الٰہی عدالت میں یہ اٹل قانون ہے جیسے کوئی درمیانی ٹلنے والا نہیں عرب کے ملک میں عام اعرابیوں سے ذرا مہذب اور قدرے پڑھے لکھے صابئین[1] لوگ تھے۔ جنکا اعتقاد تھا کہ تناسخ ارواح ضروری ہے اور جسم بعد کل جانے

[1] اس مذہب کی بابت بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ نام عبرانی لفظ سبا یا صبا سے جسکے معنے ستارہ کے ہیں مشتق ہے اور اس دین کی اصلیت کو اسیریا کے گڈریوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ مذہب صابی بسپر سیث پیغمبر کا نکالا ہوا ہے جو اُنکے خیال میں اپنے بھائی ابوبک اور باپ سمیت مصر کے میناروں میں مدفون ہے بعض لوگ اس دین کا مخرج اس سے ملتے تر ایک اور چشمہ سے بتلاتے اور بڑی پختہ سند سے دعوے کرتے ہیں کہ طوفان نوح سے پہلے تمام دنیا کا یہی مذہب تھا اُنکا بیان ہے کہ یہ مذہب طوفان کے بعد بھی رہا اور اجداد الاقوام یعنی تمام قوموں کے بزرگ

ثبوت تناسخ

م اسی مذہب کے پیرو تھے ابراہیم بھی اسکا تقلید کرتے رہے اُنکی اولاد بنی اسرائیل نے بھی یہی مذہب اختیار کیا او

روح کے اپنے اصل مادہ میں جو قدیم ہے مل جاتا ہے اور پھر اُسی مادۂ ہیولائی سے بذریعہ خوراک بموجب مشیت ایزدی دوسرا جسم طیار ہوتا ہے۔

قرآن سورۃ جاثیہ میں عرب کے اُس فرقہ کا ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے وقالوا ما ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا۔ ترجمہ۔ گفتند منکران بعث یعنی قیامت نیست زندگانی مگر زندگانی دنیا کہ مادر اوایم مے میریم و زندہ مے شویم اس پر ملا حسین واعظ تفسیر کرتے ہیں۔ احتمال دارد کہ قائلان این سخن مذہب تناسخ داشتہ باشند و نزدیک ایشان آنست کہ ہر کہ مے میرد روح او با جسم دیگرے تعلق گیرد وہم در دنیا ظہور کند تا دیگر بار بمیرد و بار دیگر با دیگرے مے آید شاکر برعم ایشان پیغمبر است نقل کردہ اند کہ میگفت من خودرا

بقیہ حاشیہ۔ اور موسیٰ کو جو احکام ملے تھے وہ بھی اسکی تصدیق و تقدیس کرتے تھے ابتدا میں یہ مذہب بالکل صاف اور محض روحانی تھا اسکی تعلیم یہ تھی کہ خدا کی وحدانیت کو ماننا اور تناسخ ارواح یعنی پنر جنم کا قایل ہونا کوئی خاص شہوت پرستی کا ماوا و ملجا بہشت نہیں اور نہ کوئی ابدی جہنم ہے بلکہ پنر جنم میں ہی دوزخ و بہشت یعنی سرگ و نرک ہے۔ حیات ابدی یعنی نجات کے لئے نیک کردار ہو کر بے لوث زندگی کی ضرورت جانتے تھے۔ اگنی ہوتر کے قایل اور سفر بحری اور بری کے بجوم کی ضرورت جانتے تھے اور قمری طریقہ کے مطابق اپنے برسوں کا حساب شمار کرتے تھے۔

مگر جب ہم زیادہ غور سے سوچتے ہیں تو یہ نام سنسکرت زبان کا **شیالو** معلوم ہوتا ہے یعنے پیروان شیو یا دوسرے معنوں میں پرماتما پاربرہم کو ماننے والے اور جب ہم توریت کو دیکھتے ہیں تو اُس میں صاف پایا جاتا ہے کہ پرانے نبی ایک پتھر کھڑا کر کے اُس پر تیل ڈالتے اور قربانگاہ بناتے اور اُس کے گرد طواف کرتے اور منت مانتے تھے (دیکھو توریت پیدایش باب ۲۸ آیت ۱۸ و ۱۹۔ اور پیدایش توریت باب ۳۱۔ آیت ۱۳ و ۴۵ و باب ۳۵۔ آیت ۱۴۔ احبار باب ۸ آیت ۱۰ و ۱۱ و ۱۲۔ اور اُسی توریت کے باب ۲۸۔ آیت ۲۲ میں لکھا ہے تب خداوند میرا خدا ہوگا اور یہ پتھر جو میں نے ستون کھڑا کیا۔ خدا کا گھر ہوگا" اور دبستان مذاہب میں موسیٰ و عیسیٰ و محمد صاحبان کی ستارہ پرستی کا ذکر موجود ہے (دیکھو تعلیم وہم صفحہ ۳۲۹)۔

اسی کے مطابق آنریبل سید احمد خان صاحب فرماتے ہیں۔ حضرت ابراہیم خدا کے لئے ایک پتھر کھڑا کر لیتے تھے۔ اور جو عبادت یا نماز ہوتی تھی وہ اس کے گرد ہوتی تھی۔ اسی لئے حضرت ابراہیم کے زمانہ میں کوئی خاص سمت قبلہ کا ہونا بغیر اُس نشان کے جس کو وہ قایم کر لیتے تھے اور کچھ نہیں پایا جاتا۔ پھر فرماتے ہیں ایسی لوگ خیال کرتے ہیں کہ اولاً پتھر کا پوجنا بنی اسمٰعیل میں اسی طرح شروع ہوا کہ جب اُن میں سے کوئی مکہ سے جاتا تو حرم کے پتھروں سے ایک پتھر اٹھا لیتا تھا اور مکہ و کعبہ کے شوق میں جہاں اُترتے تو اُس پتھر کو رکھ لیتے اور اُسکے گرد مثل کعبہ کے طواف کرتے" (تفسیر احمدی جلد ا صفحہ ۱۸۶ و ۱۸۷)۔

شیو کی بابت تمام پرانے ہندوؤں کا اعتقاد ہے کہ مختلف جگہ شیو کی پوجا مختلف نام سے ہوتی تھی مکہ میں جو شیو کی مورتی تھی اُس کا نام مکیشر مہادیو تھا اور وہاں ایک اور تیرتھ مہادیو کی تھی جس کا نام مہا ناتھ (منات) تھا۔ اور اس بات کی مسلمان مورخ بھی شہادت دیتے ہیں۔ چنانچہ ابوالقاسم فرشتہ لکھتا ہے کہ "راجہ ہندوستان پیش از ظہور اسلام جہت زیارت بتان کعبہ و پرستش اصنام ہمیشہ آمد و شد مے کردند و آں موضع را بہترین معابد مے دانستند" (مطبع بمبئی صفحہ ۳۱ سنہ ۱۸۸۰ء تاریخ فرشتہ) اور پھر تذکرہ فتح سومنات لکھا ہے۔ "در تواریخ نوشتہ شد کہ در زمان بعثت ختمی پناہ بتی بزرگ را کہ سومنات نام داشت از خانہ کعبہ بر آوردہ و بدانجا یعنے در سومنات گجرات) آوردہ بنام آوان شہر را سنا کردند" (مقالہ اول جلد ا صفحہ ۳۲)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مکہ مہادیو جی کا مندر تھا اور یہی سبب ہوا کہ سومنات میں کرر اُسیکے سومنی رنگ لوگوں نے قایم کیا اور پھر بدستور وہی پیروان شیو اُس کے دیدار کی بنے تعداد میں آں و دبستان مذاہب میں لکھا ہے کہ مکہ مکیشر ماہ۔ کہ سے یعنی مہادیو کی جگہ یعنی جس مقام میں

دو ہزار و ہفت صد قالب دیدہ ام" (تفسیر حسینی جلد ثانی صفحہ ۲۳۱)

جب تک یورپ میں جہالت رہی تب تک عیسائی دین خوب زور سے پھیلتا رہا۔ علم کے دشمن پادریوں نے علم معقول کے علماء کو پھانسی دی شکنجہ میں کھینچا۔ قتل کیا۔ بیل کے تیز نکڑوں سے اُن کا تمام گوشت نچوا دیا۔ تیشوں سے اُن کا بیل چھیلا۔ کاٹا اور ٹکڑے کیا۔ کولہو میں پڑوا دیا اور مٹی کے تیل وغیرہ سے جلایا۔ اور بڑی بڑی اذیتوں سے مارا اور برباد کیا۔ (مفصل دیکھو فروٹ آف کرسچانٹی)۔

لیکن جب آفتاب علم کی روشنی یورپ میں پھیلنے لگی تو عیسائی دین میں تنزل شروع ہوا۔ لوگوں نے اُن کے بے بنیاد مسائل جیسے تثلیث فی التوحید۔ کفارہ۔ الوہیت مسیح۔ معجزات مسیح۔ بلکہ مسیح کی لائف سے ہی انکار کر دیا۔ سب سے زیادہ خوفناک صدمہ جو عیسائی دین کو پہنچا وہ بشپ کولنسو صاحب کا کرسچن مذہب ترک کرنا تھا۔ یہ بزرگ کئی گرجاؤں کا مالک اور صدہا پادریوں کا گورو و رہنما تھا جب اس نے اچھی طرح تسلیم کر لیا کہ عیسائی دین باطل ہے تو اُس نے کئی کتابیں اس کی تردید میں شایع کیں۔ ہادی حقیقت ایک برہمو اخبار میں لکھتا ہے کہ چنانچہ بشپ کولنسو صاحب مذہب عیسائی کے برخلاف تھے۔ اس سبب سے ملکہ معظمہ نے باوجود سفارش جوڈیشل کمیٹی اور پریوی کونسل کے اُن کی جاگیر متعلقہ گرجا سال سے محروم رکھا" (جلد اول نمبر ۱۳۔ یکم اکتوبر ۱۸۷۳ء) اور یوں ہی علم پھیلنے لگا۔ محقق لوگوں نے عیسائی دین سے نفرت شروع کر دی چنانچہ اُسی اخبار میں لکھا ہے کہ یورپ کے ملک میں عیسائی لوگوں میں سے اسی لاکھ عیسیٰ کو خدا نہیں مانتے اور ملک یونائیٹڈ سٹیٹ کے باشندوں کا ایک ثلث بھی عیسیٰ کی الوہیت کا قایل نہیں (جلد ا نمبر ۱۳ صفحہ ۳ یکم اکتوبر ۱۸۷۳ء)۔

اور صرف یہی نہیں بلکہ مسٹر ہوٹ صاحب اپنی کتاب مطبوعہ ۱۸۷۴ء میں لکھتے ہیں کہ قریب تمام جرمن۔ بوہیمیا۔ ہنگری کے مدارس میں ناستک پن غالب ہو گیا ہے۔ فلاسفہ نے ان ملکوں میں دین عیسوی کے بازو توڑ ڈالے۔ عہد عتیق و جدید کی کرامتی باتوں کو لوگوں نے قصہ و کہانیاں جان لیا۔ طالب علموں کے گروہ سے بارہ آدمی بھی ایسے نہ نکلیں گے جو پکے ملحد نہ ہوں۔ جن کو شبہ ہووے وہ آپ جائے اور دیکھ لیوے عیسائی دین کے آدمی اُن کو دیکھ کر رد دیتے ہیں اور پادری کمیک صاحب نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ ملک فرانس اور اُس کے متعلقات کی بابت آندری دون لکھا ہے کہ ہر سیلح کو معلوم ہے کہ زمانہ حال میں ملک فرانس کے اندر بیس ملحدوں کے مقابلہ میں ایک ایماندار پایا جانا دشوار ہے یہاں کے پادریوں نے خود اس الحاد کو پھیلایا ہے"۔

اور اسی طرح مسٹر گلیڈسٹون صاحب وزیر اعظم انگلستان اپنی کتاب صدیوں کے مقصود ہستان میں بڑے افسوس کے ساتھ لکھتے ہیں کہ فرانس میں ۸۶۸۴۹۰۶ آدمی ہیں جنہوں نے ۱۸۰۰ء کی مردم شماری میں اپنا کوئی مذہب نہیں بتلایا (صفحہ ۱۲۱)

اور پروشیا کی بابت گگ صاحب فرماتے ہیں کہ "ساری سلطنت پروشیا میں سالہا سال سے اب تک بائیبل کا مذہب نہیں رہا۔ سب لوگ ملحد ہیں اور الہام اور انبیا کی باتوں کو کہانیاں سمجھ کر ہنسا کرتے ہیں"۔

خاص ملک انگلینڈ کا حال دین کے بارے میں اور بھی غور کے قابل ہے اس ملک میں جب لارڈ ہربرٹ اور مسٹر بانڈ نٹ اور ہوبس اور اول تناف لستیٹ ری اور

بقیہ حاشیہ۔ یاد کا بت ہے اور بت وقت جاند و بادیو کے تناسب پر مانتے ہیں اور مولوی ذکاء اللہ صاحب نے سومنات کے بیان میں اس کی تصدیق کی ہے کہ وہ فی الحقیقت مہادیو جی کا لنگ تھا۔ پس اس میں ذرا شک نہیں کہ یہ تعجب ہیں کہ صابئین شیو کے پوجاری اور آگ پوجا زمانہ بت پرستی سے قبل یعنی آریہ قوم سے تھے اور ویدک دھرم کے ماننے والے تھے۔

وولٹئیر جو بڑے عہدوں پر تھے پہلے پہل عیسائی دین سے منکر ہو گئے تو انہوں نے بہت کتابیں کرسچن مت کے خلاف تصنیف کیں اخبار موسومہ ٹائمیٹ ماہ اکتوبر سنہ ۱۸۵۳ء میں لکھا ہے۔ کہ خاص انگلینڈ میں اسّی مدرسہ ہیں جن میں عیسائی دین کے خلاف تعلیم ہوتی ہے۔ اور تین لاکھ آدمی ایسے ہیں جو کچھ مذہب نہیں رکھتے اور روز بروز الحاد ترقی پر ہے"۔

کفارہ مسیح نے علم لوگوں کو گناہ پر حد سے زیادہ دلیر بنا دیا اُن کی طبیعتیں اسی سے منحرف ہو کر شراب خوری۔ زنا۔ قمار بازی۔ دنیا پرستی۔ جھوٹھ۔ فریب۔ دہریت کی طرف کلیتاً راغب ہو گئیں اخبار مہر ہند لاہور یکم فروری سنہ ۱۸۷۳ء میں لکھا ہے۔ تیرہ کروڑ ساٹھ ہزار پونڈ ہر سال سلطنت برطانیہ میں شراب کشی اور شراب نوسی میں خرچ ہوتا ہے۔ اور خاص لنڈن میں شاید منجملہ تیس لاکھ آدمیوں کی آبادی کے دس ہزار ہونگے۔ جو شرابی نہ ہوں ورنہ سب مرد و عورت خوشی اور آزادی سے شراب پیتے اور پلاتے ہیں۔ اہل لنڈن کا کوئی ایسا جلسہ اور سوسائٹی اور محفل نہیں ہے کہ جس میں سب سے پہلے برانڈی اور شیری اور لال کا انتظام نہ کیا جاتا ہو۔ ہر ایک جلسہ کا جزو اعظم شراب کو قرار دیا جاتا ہے اور طرفہ برآں یہ کہ لنڈن کے بڑے بڑے کشیش اور پادری صاحبان بھی باوجود دیندار کہلانے کے مے نوشی میں اول درجہ کے ہوتے ہیں"۔ اور شراب نوشی کے طفیل اور برکت سے لنڈن میں اس قدر خودکشی کی وارداتیں واقعہ ہوتی رہتی ہیں کہ ہر ایک سال ان کا ایک مہلک وبا پڑتا ہے۔ زنا کاری و بدنظری شیر مادر سمجھی گئی۔ قمار بازی کی از حد ترقی ہو گئی" المختصر۔

اور یہی حال محمدی دین کا ہے۔ اس میں سوائے اُن لوگوں کے جو عابد و زاہد و خدا پرست گذرے ہیں۔ جو تمام ہی تناسخ ارواح کے قایل تھے۔ باقی عموماً خونخوار خلاف فطرت کے مرتکب۔ مردم کش۔ غازی و جہادی۔ کوڑی مرغی اور چہارم بکر مارنے و کلے یا مردہ دوزخ میں جائے یا بہشت میں اپنے حلوے مانڈے سے غرض رکھنے والے جو سوالنے راج نامہ سنانے یا سنگ اسود چومنے یا ٹخنے سے اوپر پاجامہ پہلنے یا ختنے کے پیسے وصول کر لیے گئے اور کوئی روحانی بات نہیں جانتے۔ گور پرستی جن کا شیوہ اور مردہ پرستی جن کا وتیرہ ہے۔ دن رات قبروں سے مراد مانگ مانگ کر اُن کے آتما مردہ ہو گئے وہ اگر روحانی علوم یا الٰہیات روح کے مسایل پر غور کرنا نہیں جانتے تو اس میں ان کا کیا قصور ہے۔ جن کا خدا قتل خلایق سے شاد اور جن کے بہشت میں جانیکا مشہور مسئلہ جہاد ہے۔ عرب ایران۔ روم۔ افغانستان۔ تاتار۔ بلوچستان۔ مصر ہر ملک میں جہاں جاؤ دین کی بڑی حالت بدچلنی کا سور ستور مردہ پرستی کی گنگھور گھٹا چاروں طرف سے امنڈتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ عرب کے بدو محمدؐ صاحب کے وجود سے پہلے جیسے ڈکیت تھے ویسے ہی اب مردم کش اور غارت گر ہیں۔ اور یہی حال تاتاری اور افغانوں کا ہے۔ بس ایسے آدمی تناسخ جیسے لطیف مسایل کے سمجھنے سے معذور ہیں اور کچھ تعصب اسلامیہ کے سبب وہ غیرہ مذہب کی بات پر تامل کرنا جایز بھی نہیں جانتے۔ مگر ایشور کی کرپا اور سائنس اور فلاسفی کی برکت سے یورپ و امریکہ میں اب کچھ روحانیت کا چرچا شروع ہے۔ ایک طرف تھیوسافیکل سوسائٹی کے محقق مزنو مسئلہ تناسخ ارواح کا پرچار کر رہے ہیں۔ دوسری طرف سوامی شنکر اچاریہ کی فلاسفی لوگوں کو اپنے چرنوں میں جھکا رہی ہے۔ تیسری طرف عیسائی دین کی زبردست اور تیبیدہ زنجیر سے لوگوں نے پاؤں کو باہر نکال کر تحقیقات حقہ کے میدان

میں قدم رکھا ہے اور اب سائنس اور مادہ کی قدامت مانتے ہوئے کسی ادنے طاقت کا بھی زایل ہونا سہو نتیجت ہو کر فاضل لوگ کثرت سے اسی قسم کے مبارک مسائل کی طرف جھک رہے ہیں (۱) پرکرتی کا انادی ہونا سائنس نے ملحدوں سے بھی منوا دیا اور بعیر ہماری کوشش کے خود علماء سائنس داں اُس کے ثبوت میں لاکھوں جلد چھپوا کر ممالک میں تسلیم کر رہے ہیں۔ بلکہ تمام کالجوں اور سکولوں میں اس کی ابتدائیہ تعلیم جاری ہے۔ مادے کے انادی ہونے سے انکار کرنے والا خواہ وہ کوئی ہو جاہل شمار ہوتا ہے۔

(۲) مردوں کو جلانا جو آریوں کا آخری سنسکار ہے اور جس کی ہدایت وید مقدس میں موجود ہے تمام طور پر بُدھی مانوں اور عالموں میں پرچار ہوتا جاتا ہے۔ بڑے بڑے فاضل ڈاکٹر اور سائنس داں بعوض دفن کرنے کے مردوں کو جلانے کی تحریر کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نعش کے گلنے سے اس میں ایک قسم کی ہوا پیدا ہو جاتی ہے جو کہ پانی کو خراب کرتی ہے اور موجب کئی ایک متعدی امراض کا ہوتی ہے"۔ اور کئی ایک انجمن مقرر ہو رہی ہیں جن کا منشا ہے کہ بجائے دفن کرنے مردوں کے اُن کے جلانے کی رسم یورپ میں عام رائج کی جاوے۔ لوگ خوشی خوشی وصیت نامہ لکھ کر ممبر ہوتے ہیں۔ کہ بعد مرنے کے میری نعش گاڑی نہ جاوے بلکہ جلائی جاوے۔ یورپ کے پڑھے لکھے لوگ تو رفتہ رفتہ بُرائی کی بات چھوڑ کر جو بات عقل کے نزدیک بہتر ہے اُس کے پیرو ہوتے جاتے ہیں۔ مگر متعصب پادری صاحبان اس بات سے بڑے ناراض ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے باعث سے آدمیوں کے دلوں سے قیامت کے روز اٹھنے کا عقیدہ جاتا رہیگا اس پر اخبار ہادی حقیقت کہتا ہے کہ حقیقت میں پادری اور مُلّا نے ہر ایک نیک میں ترقی کے مانع ہوتے ہیں"۔ (جلد ۲ نمبر ۱۷ صفحہ ۶۵)۔

(۳) تناسخ کا مسئلہ اور کرموں کا انوسار ارواح کا دوبارہ قالب میں آنا ہر ایک زمانہ میں حکماء اسے مانتے رہے اور جہلا انکار کرتے رہے۔ چنانچہ اب بھی علماء کے گروہ در گروہ اس کی تصدیق پر کمر بستہ ہیں۔

(۴)۔ زمین کا گول ہونا اور سورج کے گرد گھومنا جو سوائے وید مقدس کے کسی مذہبی کتاب میں مذکور نہیں اُن پر تمام بُدھی مان متفق ہیں۔

(۵) آسمان باطل ہے وہ خلا کے سوا کچھ نہیں یہ کس نے سکھلایا اور کس نے اس کا پرچار کیا۔ کہ نہ آسمان کے دروازے ہیں اور نہ وہاں برج اور قلعے ہیں اور نہ اُن پر کوئی محافظ ہیں اور صاف ظاہر ہے کہ آسمان کے باطل ہونے سے ہی آسمانی خدا۔ آسمانی فرشتے اور آسمانی تخت بھی باقی نہیں رہتا

(۶) دنیا کا بار بار پیدا کرنا اور بگاڑنا اور خدا کا ہمیشہ سے اس کا مالک اور صانع ہونا اور اس نظام شمسی کی پرلے یعنی قیامت کی میعاد کس مذہب نے بتلائی۔ قرآن سورت اعراف۔ و ذاریات۔ و نازعات۔ و احزاب میں یہ سوال کہ قیامت یا اس دنیا کا خاتمہ یا جزا کا دن یا جزا کی گھڑی کب۔ اور کتنی مدت کے بعد ہوگی۔ اس کا جواب باوجود سایلوں کے بار بار پوچھنے کے یہی دیا گیا کہ اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے + اسی طرح خدا کے اکلوتے بیٹے یا دوسرے لفظوں میں خود خدا مسیح سے جب لوگوں نے یہی سوال کیا۔ تو مسیح جواب دیتے ہیں کہ اُس دن اور اُس گھڑی کی بابت سوا باپ کے نہ تو فرشتے جو آسمان پر ہیں اور نہ بیٹا۔ کوئی نہیں جانتا ہے (مرقس ۱۳ / ۳۲)۔

دوسری جگہ خود مسیح کہتا ہے لیکن اُس دن اور اُس گھڑی [illegible] کے

سوا آسمان کے فرشتوں تک کوئی نہیں جانتا متی ۲۴-۳۶- اور یہی حال توریت کا ہے۔
(۷) ہزاروں سورج ہیں اور نظام شمسی بھی ہزاروں ہیں ایک دو نہیں اور سب جگہ جاندار رہتے ہیں اور ایشور کی بہرشتی موجود ہے جو خدا ایک دنیا ہی بنا کر تھک گیا گھبرا گیا۔ اور آرام کرنے لگا۔ اور ایک دنیا کا ہی نہ اُسے پورا علم اور رہ گیان ہے جس عرب نے ایک ہی آدم پیدا کیا اور وہ بھی گنہگار نکلا اور جس خدا کو اُس ایک کے ہی سدھارنے کے واسطے خودکشی کرنی پڑی یا ظالم لوگوں جباروں نے مصلوب کر دیا اُسے ہزاروں نظام شمسیوں کا کب اور کس طرح علم ہو سکتا ہے۔
(۸) ایک مرد کے بیاہ کے لئے ایک عورت اور ایک عورت کے واسطے ایک مرد اور عورت کو اردھنگی یعنی آدھا جسم کس نے ارشاد فرمایا۔
(۹) گوشت خوری وحشی اور جنگلی لوگوں سے چلی اور آہستہ آہستہ جوں جوں دنیا سے ادویاد دور ہوتی گئی اُس کا بھی رواج مردم خوری سے حرام و حلال پڑا اور پھر خاص خاص دنوں کو نہ کھانا وغیرہ وغیرہ طریقوں سے کم ہوتی رہی اب یورپ کے فاضل ڈاکٹروں نے دلائل قاطع سے ثابت کر دیا ہے کہ یہ انسان کی خوراک نہیں ہے۔
(۱۰) برہم چریہ آشرم یعنے سب سے پہلے علم اور پیچھے شادی سومبر کے طریقہ پر بالغ ہو کر کونسی مذہبی کتاب بتاتی ہے۔ اور اسی طرح چار آشرموں کی تقسیم اور انسان کی زندگی کا دھاک کسی فاضل نے پہلے بتلایا ہے۔ جس کی طرف اب یورپ والے متوجہ ہو رہے ہیں۔
(۱۱) سب دنیا کے انسان ایک آدم کی اولاد ہیں۔ یہ کس نے بتایا۔ جس کی سائنس نے ایسی زبردست دلایل سے دھجیاں اُڑا دیں۔
(۱۲) گربھ ہونے کی حالت میں اور جب تک بچہ گربھ میں رہے تب تک مرد اور استری کو برہم چریہ رکھنے اور بعد پیدا ہونے کے جب تک کہ بچہ کے دانت نہ نکلیں۔ یعنی دودھ پیتا رہے۔ جو کہ نہایت ضروری مسئلہ تھا اس کی بابت کس نے ارشاد فرمایا اور سنسکاروں کی مبارک ہدایت کس مذہب میں ہے۔

اسی طرح توحید کا پہلا معلم یا ہادی دنیا میں سوائے وید مقدس کے کون ہے اور آریہ دھرم کے سوائے کونسا مذہب ہے جو معقولیت کی کسوٹی پر رکھا جا سکتا ہے۔ جب خود خدا ہی کی کتابوں میں یہ نسخ و رد و بدل و تحریف کا ہاتھ صاف ہو تو ایسے ادیان کب کسی محقق کی تسلی کر سکتے ہیں۔ اور یہی سبب ہے۔ کہ پادری صاحبان اناجیل کو ہاتھ میں لے کر سائنس اور فلاسفی کے بطلان کے واسطے دعا مانگ رہے ہیں مگر تو بھی مسیح کے پیدا ہونے پر جس ستارہ کے نکلنے کی خبر انجیل متی باب ۲ میں ہے اور جو مجوسیوں کے آگے چل رہا تھا اُس کا علم ہیئت سے کچھ پتہ نہیں لگتا۔ اور نہ مسیح کا اوپر اٹھایا جانا علم سے سدھ ہوتا ہے اور نہ یہ بات سچ معلوم ہوتی ہے کہ "اور بھی بہت کام ہیں جو یسوع نے کئے اور اگر وے جدا جدا لکھے جاتے تو میں گمان کرتا ہوں کہ کتابیں جو لکھی جاتیں تو دنیا میں نہ سما سکتیں"۔ یوحنا $\frac{21}{25}$ - تین سالہ زندگانی کے لئے اتنے کام۔ مبالغہ کی بھی کوئی حد ہونی چاہئے۔
اور اب مولوی صاحبان تو منطق کی کتابوں سے استنجا کرنا جائز جانتے ہیں۔ باقی رہا حال کے علماء تو صاف کہتے ہیں۔ کہ تناسخ کا مسئلہ حکماء کا ہے روح اور مادہ کے مسایل اور اسی طرح زمین چاند و سورج کے مسئلوں کو اسلام سے کیا تعلق ہے۔ منطق اور حجت کو دین سے کیا واسطہ۔ ایک دانا مولوی جس کے برابر فاضل اسلام میں اس وقت کوئی نہیں یعنی مولوی رومی صاحب فرماتے ہیں کہ کوہ قاف اپنی رگ ہلاتا ہے اُس سے تمام دنیا کے پہاڑوں میں جہاں اُس کی مرضی ہو زلزلہ ہوتا ہے اور جن کی عقل اس علم لدنی سے محروم ہے وہ جاہل ہیں۔ اور ایسے ہی جاہل کہتے ہیں کہ ؎

زلزلہ ہست از بخارات زمین

ایک اور عقل کا دوست مولوی فرماتا ہے ؎

یہ ہیں مذہب حکمائے ناپاک نہیں ہے التیام و خرق افلاک

اسی طرح آج کل کا ایک الہامی نبی کہتا ہے ؎

فلسفی را چشم حق بیں سخت نابینا بود گرچہ بیکن باشد و یا بوعلی سینا بود

جب یہ حال ہے تو ان سے کبھی بہتری کی امید رکھنا اور کسی معقول و علمی مسئلے کے حل کرنے کی کوشش کرنا سراپا فعل عبث ہے۔ ایسے لوگ ہمیشہ دعا مانگتے ہیں۔ یا اُن کو ایسی خوابیں ہی آیا کرتی ہیں کہ فلاں ڈپٹی صاحب مر جائیں گے یا فلاں صاحب کے مر جانے پر اُن کی بیوی الہام ربانی کی برکت سے میرے نکاح میں آوے گی۔ یا ایک دوسرا کافر جو ہمارے باطل حالات کی تردید کر رہا ہے۔ اُس پر قہر الٰہی نازل ہوگا۔ ایسے ہی جب چاہتے ہیں اور جیسا موقعہ جیسے مناسب سمجھتے ہیں طلاق دیدیتے ہیں۔ اور جو ماں باپ اُنہیں عاق کر دیتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ عام جاہل و نادان لوگ تعزیروں کے قابو میں آتے اور دانا نکتہ بین ایسے ہتھکنڈوں سے پہلے ہی اپنی عقل خداداد کی برکت اور الٰہی روشنی کی ہدایت سے ایسے فریبوں میں نہیں پھنستے ایسے نبی ہمیشہ یہی دعا کرتے ہیں اور یہی وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں۔

عقلمنداں بمیرند و جاہلاں جائے ایشاں بگیرند

کسی نے سچ کہا ہے ؎

تو وقت کنی خود را بگور یکے مرد من وقت کسی باشم کو جان جہاں دارد

پس ہم نے ایسی ابلہ فریبیوں سے لوگوں کو بچانے اور ست ویدک دھرم کا راہ راست دکھلانے کے لئے یہ کتاب **ثبوت تناسخ** طیار کر کے محقق مزاجوں کی خدمت میں پیش کی ہے۔ کیونکہ دنیا میں سبز باغ دکھلانے والے ہزاروں ہیں۔ اور صراط المستقیم (ست مارگ) بتلانے والے بہت تھوڑے ہیں اور اُس پر بھی خود غرضی کے خالی نصیحت گو تلخ دار و معلوم ہوتی ہے مگر حق بات یہ ہے کہ وہ ہی دفعیہ امراض کے حق میں اکسیر ہے۔ آریہ سماج کا مبارک نیم ہے کہ سچ کو اختیار کرنے اور جھوٹھ کو چھوڑنے میں ہمیشہ تیار رہنا چاہئے اسی کو مدنظر رکھ کر ہم نے برسوں اس مسئلہ پر غور کی اور جو کچھ راست معلوم ہوا اُسے بے کم و کاست ناظرین کی خدمت والا میں پیش کر دیا۔ اب اس پر وچار کرنا اور حق بات کی پرکھنا کہ باطل کو تیاگنا آپ صاحبان کا فرض ہے۔

آپ کا پنڈت لیکھرام آریہ مسافر

سماپت

سری کرشن جی کا جیون چرتر

دنیا کی مذہبی تاریخ پر غور کرنے والے محقق اور مشہور کارناموں پر بچار کرنیوالے مورخ ایسے بزرگ کے نام کو کبھی نہیں بھول سکتے۔ خاص، آریہ ورت کے اتہاس ویتا تو کسی طرح ممکن نہیں کہ انہیں بھول جائیں۔ بھارت کا انقلاب عظیم خاص آپکی بدولت ہوا مہابھارت کی مشہور تاریخ میں شاید کوئی پرب آپ کے نام سے خالی ہو۔ ورنہ اصل میں سچ پوچھیے تو بھارت کے ہیرو آپ ہی ہیں۔ جیلخانہ کی ذلت میں پیدا ہونا۔ تباہی کرنا۔ کرم انوسار ہیتر سے گوال کہلانا۔ اور پھر اُس ولیش پن سے نکلکر کشتری بنجانا اور تمام عمدہ صفات موصوف ہونا مظلوم کی امداد اور بانی فساد کو سزا دینا بلکہ برباد کرڈالنا۔ کھشتریوں کے دھرم کا ہر طرح پورا پالن کرنا۔ وعدہ کا پکا اقرار کا پورا ہونا۔ باوجود موجودگی سلطنت کے بیوفائی نہ کرنا۔ ماباپ کو قید سے چھوڑانا۔ بہادری میں بیمثیل ہونا۔ انسانیت کا کامل دکھلانا یہ تمام اعلےٰ صفات ہیں جن کے سبب سے ہم اس نیک انسان فرشتہ خصلت اور شجاعت مجسم کی سوانح عمری کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ہم اس بزرگ کی سوانح عمری مورخانہ طور پر ناظرین کرینگے اور بتلائینگے کہ ان کی پاک اور شستہ زندگی سے انسان کیا کیا سبق سیکھ سکتا ہے۔ اُپ نشد۔ مہابھارت۔ گیتا۔ بھاگوت۔ کرشن جنم کھنڈ وکمی فنگل۔ پریم ساگر وغیرہ سنسکرت گرنتھ اور کرنل ٹاڈ صاحب وغیرہ انگریزی مورخوں کی تحقیقات ہماری تحقیقات کے سامان ہونگے ✚

انگریزی مورخ کہتے ہیں کہ آریہ ورت کی تاریخ پر ایک ایسا تاریک پردہ پڑا ہوا ہے کہ کوئی حال صحیح طور پر معلوم نہیں ہوتا۔ اور نہ سنسکرت دان پنڈت متوجہ ہو کر اصلیت نکالنے کا خیال کرتے ہیں۔ توہمات اور تخیلات کی بھرمار جہاں تک مبالغہ سے ہوسکتا ہے وہ تو سب کچھ موجود ہے۔ لیکن صداقت شعاری اور لایق انسان کا صحیح فوٹو جیسے کہ ہونا چاہئے ہرگز نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے آدمیوں کو پر لگا کر ہوا میں اڑایا۔ بعضوں نے ان کی ہستی کو ہی موہوم و معدوم کر دیا۔ کسی نے جہاں تک ان سے بن پڑا تمام خوبیوں سے مبرّا کر دیا۔ اور بعض شپترو مزاجوں کو کسی کی روشنی پسند نہ آئی انہوں نے سب کو کلنک لگا سیاہی پھیر دی۔ سچی تاریخیں اگر ہیں تو وہ بہت ہی تھوڑی ہیں اور مبالغہ پسند طبیعتیں انہیں پڑھ کر ہرگز تسلی نہیں ہوتیں۔ پروفیسر ملی صاحب ایک مضمون میں فرماتے ہیں مجھے ڈر ہے کہ کوئی آدمی زندہ نہیں جس کی شہادت قبول کی جائے۔ اگر پہلی شرط یہ ہو۔ کہ اُس نے کوئی کہانی نہیں بنائی اور نہ مشہور کی۔ ہم سب کے دلوں میں چھوٹی جگہیں ایسی موجود ہیں جیسا کہ ایک چٹان پر چھوٹے داغ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ چھوٹی سبز گھاس پیدا ہوتی ہے۔ جہاں اگر کوئی کہانی کا تخم پڑ جاوے۔ وہاں نہ کچھ نہ کچھ یقیناً پھل لادیگا۔ بغیر اس بات کے کہ ہماری صفائی یا سچائی کو اور معاملات میں کچھ بھی تاثیر کرے۔ سر والٹر سکاٹ کو معلوم تھا کہ وہ ایک قصہ کو بیان نہیں کرسکتا تھا۔ بغیر اس کے جیسا کہ اس نے خود کہا کہ جب تک میں اُن کو نئی ٹوپی اور نئی سوٹی نہ دیدوں۔ ہم سے بہتوں کا سر والٹر سے یہ فرق ہے کہ ہم واقف نہیں ہیں کہ یہ کہانی بنانیوالی طاقت بغیر ہمارے ساتھ کے اپنا اثر ظاہر کر دیتی ہے۔ مگر یہ بھی سچ ہے۔ کہ یہ قصہ۔ کہانی بنانے والی طاقت ہر ایک شخص میں برابر تیز نہیں ہوتی۔ نہ ایک ہی دل کی ہر حالت میں اور ہر ایک حصوں میں ✚

ڈیوڈ ہوم درحقیقت اِس قصہ بنانیوالی طاقت کا اِس قدر مغلوب نہ تھا جس قدر کہ دوسرے مل ہیڈ یا کے چند ایک نئے مورخ جن کا نام لیا جاتا ہے۔ (رسالہ نائینٹینتھ سینچری فروری ۱۸۸۵ء صفحہ ۱۷۱ سے ۱۸۷ تک) بھی نہیں۔ بلکہ اس سے کچھ بڑھ کر حال اپنے دیشی مورخوں کا ہوا۔ افسوس کہ ہم ایسے ناقص اور جاہلانہ لقب مورخ کو ایسے لوگوں کے حق میں موزوں کرتے ہیں مگر کیا کریں۔

باہمیں مردماں بباید ساخت ۔ چہ تواں کرد مرد ماں ایں اند

سنسکرت میں ایک مثال ہے۔ ॥ अन्धेनैव नीयमाना: यथान्धा: ॥ "جیسے اندھے کے پیچھے دوسرا اندھا بغیر تحقیق کے چلتا ہے" اسیطرح بعضے لوگ حق بات خصوصاً تاریخ جیسے معزز کام میں بھی کارروائی کرتے ہیں۔ کیا اندھا اندھے کو راہ دکھا سکتا ہے۔ کیا وے دونو گڑھے میں نہ گرینگے؟

ناظرین! جب مورخوں اور محققوں کا یہ حال ہو تو مقلدوں کی کیا وقعت ہوگی یہی بڑا زبردست باعث ہے کہ جس کے سبب سے کئی صدیوں سے آریہ ورت کی صحیح تاریخ پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اکیلا چنا بھاڑ کو نہیں پھوڑ سکتا۔ پس ہم اکیلے ہی آریہ ورت کی مکمل اور صحیح تاریخ کس طرح جمع کرسکتے ہیں۔ ہاں یہ عظیم کام بہت سے ودوانوں کا ہے مگر ہمارے ودوان بالکل غافل اور بے پرواہ ہیں۔ وہ سراپا اُمید کے خرمن کو آگ لگا رہے ہیں۔ اُن کے دل سے دیش کی ہتیشنا۔ دھرم کی ہتیشنا۔ قوم کی ہمدردی بالکل معدوم ہوگئی ہے۔ کاش کہ ہمارے دیش کے فاضل اور عالم لوگ دھیان دیتے اور ست کی سہایتا پر مستقل مزاجی سے کمر باندھتے!

پہلا باب

نسب نامہ اور پیدایش کے حالات میں

کرشن جی مہاراج مشہور و معروف شاہی خاندان چندربنسی میں سے تھے۔ اُن کا نسب نامہ حسب ذیل ہے:۔

چندر۔ بدھ۔ پرورَبا۔ ایو۔ نہوش۔ ججات۔ جدو۔ کروشٹ۔ برجوان۔ سواہ۔ ادرسیک۔ چتررتھ۔ ششبند۔ پرتھوشروا۔ مرو چک۔ جیامگھ۔ ودربھ۔ کرتھ۔ کنت۔ دھرشت۔ نربرت۔ دشارہ۔ بیوم۔ جیموت۔ بکرت۔ بھیم رتھ۔ نورتھ۔ دشرتھ۔ کرنبھ۔ دیورت۔ دیوکشتر۔ مدہو۔ انو۔ پرہوتر۔ ایو۔ ساتوت۔ پرشن۔ چترتھ۔ بدورتھ۔ شورسین۔ بسدیو۔ کرشن ✚

یعنی چندر سے پرتھوشروا تک چودہ پشت اور مروچک سے دشرتھ تک چودہ پشت اور کرنبھ سے کرشن تک چودہ پشت۔

اِس نسب نامہ کو بجنسہ درج کرکے اب اُن کی پیدایش کا حال لکھا جاتا ہے۔ متھرا جو لب دریائے جمن ایک مشہور شہر ہے اُس میں پانچ ہزار سال گذرے کہ راجہ اُگرسین جی راج کرتے تھے۔ علم و ہنر میں شہرۂ آفاق تھے اور نیکی سخاوت میں بھی بہت بڑھے ہوئے تھے۔ جہاں تک اُس زمانہ کے حالات کتابوں سے معلوم ہوتے ہیں۔ رعیت آباد اور دلشاد تھی گویا گلشن دہر کو باد خزاں کی یاد نہ تھی۔ عرصہ تک سلطنت میں امن رہا۔ مگر جب سے اُن کی رانی پون ریکھ کے حمل سے کنس دیو نام فرزند تولد ہوا۔ تب سے خرابی کے آثار نظر آنے لگے۔ راجہ نے ہرچند

اُس کی تعلیم و تدریس کے واسطے کوشش کی۔ مگر وہ خرابی اور شرارت میں دلیر ہوتا گیا بد چلن اور بے دھرم سرداروں کی صلاح سے اُس نے پوری جوانی میں پہنچ کر اپنے باپ کو قید کر لیا۔ اور خود جور و ظلم سے سلطنت کرنے لگا اس نے راجہ بردوان کے ساتھ مگدھ دیس سے جا کر جنگ کی اور اس کو شکست دیکر اس کی دو بیٹیوں سے بیاہ کر لیا مگر بیاہ کے بعد اُس کا راج اُسے واپس دیدیا اور خود متھرا کو چلا آیا اس کے ظلم و ستم کا شہرہ روز افزوں ہوتا رہا کسی اپنا چار کرنے میں اس نے کسر نہ چھوڑی۔ اسی اثنا میں اس کی ایک حسین بہن قابل شادی ہو گئی جس کا نام کہ دیوکی تھا۔ اُس کی شادی کا فکر ہوا۔ آخرش بعد تلاش بسیار راجہ سورسین جن کی راجدھانی پہلے ہی برباد کر چکا تھا۔ ان میں جو نامی گرامی خاندان تھا اُس جستجو کی راہ سے سورسین اس وقت ضعیف ہو چکے تھے صرف اُن کا ایک نوجوان لڑکا بسدیو نامی موجود تھا۔ چونکہ لڑکی بھی ۱۶ سال کی اوستھا میں پہنچ گئی تھی۔ اور بسدیو کی عمر ۲۵ سے اوپر تھی۔ اس سے بڑھ کر شادی کا سماں اور کیا ہو سکتا ہے ❊

آخرکار ایک شبھ لگن مقرر کرکے بسدیو اور دیوکی کا ویدوکت طریقہ سے پانی گرہن سنسکار کیا گیا۔ اور جہیز میں بہت سا زر و مال دیا گیا۔ ایک شاعر نے اُس موقع کے حسب حال کیا اچھا کہا ہے۔ ؎

بہن تھی جو اُس دیو کی دیوکی ۔ ہوئی بیاہے ہم عقد بسدیو کی

کہتے ہیں کہ جب برات رخصت ہونے لگی تو آکاش بانی ہوئی۔ بقول شاعر ؎

عیاں قدرت آسمانی ہوئی ۔ پئے کنس آکاش بانی ہوئی
تنا ہشتم اولادِ خواہر کرے ۔ سب اسرار مخفی کو ظاہر کرے
کرے یکقلم تاخت و تاراج راج ۔ تیرا دم عدم سر ہو محتاج تاج

کنس نے اُس ہمشیرہ کے قتل کا ارادہ کیا مگر اُمرا و وزرا کے سمجھانے سے اپنے اس ارادے سے تو باز آیا۔ لیکن دونو کو جیلخانہ شاہی میں قید کر دیا۔ آکاش بانی کا ہونا کچھ مہمل سا معلوم ہوتا ہے مگر بہت کتابوں میں اس کا ذکر پایا جاتا ہے۔ شاہ فریدوں کے طاق گرتے وقت آکاش بانی ہوئی تھی۔ مسیح کی تلاش کے واسطے ایران سے جوتشی یعنی پارسی نجومی گئے تھے۔ مسیح کی تلاش کے واسطے کئی مرتبہ آکاس بانی ہوئی۔ کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے۔ ہیروڈیس بادشاہ پر بھی جب اُس نے لڑکے مروانے کا حکم دیا تھا ایسی ہی آکاش بانی ہوئی تھی۔ ہم نے مصر کی تاریخ میں بھی ایک جگہ ایسی ہی آکاش بانی کا ذکر پڑھا ہے سمرو نرم والے بھی ایسی ہی آکاس بانی بذریعہ باجے وغیرہ کے کرتے ہیں جن کی بہت سی اصلیت مدراس کے ایک انگریزی اخبار نے ظاہر کی تھی۔ یہ سب فریب ہے۔ مسلمانوں کی کتابوں میں بھی ایسی بہت سی ندائے غیبی کا ذکر پایا جاتا ہے باعث اس کا سب جگہ ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔ یعنی کسی آدمی کو شہرت دینے کے واسطے ایک عجیب طریقہ اختیار کیا جاتا تھا۔ اور شاید کنس دیو کے اندر کے آکاش سے ہی یہ نمو سے نکلا ہو۔ غرض کچھ ہی ہو۔ کنس کو خیال گزرا کہ ایسا نہ ہو یہ بسدیو ہی۔ جس کے باپ کا میں نے راج بگاڑا ہے میری خرابی کا کارن ہو۔ ایسا کچھ سوچ کر اُس نے انہیں بند کر دیا اور لوگوں کے وزنا ذرہ کون کو مروانے کا حکم دیدیا ❊ ناظرین! جب ہم سوچتے ہیں۔ یہ نامراد انسان اپنے ہی منصوبے باندھا کرتا ہے۔ مگر کیا ہوتا ہے۔ قدرت سے تو بچنا سراسر محال ہے۔ کیونکہ کال سے سوائے اکال پرماتما کے کسی کی رہائی نہیں ہے۔ مسیح کی پیدائش کے وقت بھی انجیل میں لکھا ہے کہ ہیروڈیس نے ہزاروں لڑکے قتل کرائے۔ اگرچہ اس کا کسی تاریخ معتبرہ میں پتہ نہیں لگتا۔ اور نہ ہیروڈیس کے زمانہ کے کسی مورخ کی شہادت ملتی ہے۔ مگر انجیل میں ضرور لکھا ہے۔ اور عیسائی پادری ضرور بصدق دل مانتے ہیں۔ اسی طرح شاہنامہ میں لکھا ہے کہ فریدوں کے پیدا ہوتے وقت ضحاک نے بہت لڑکے مروا دیئے تھے۔ اور ایسا ہی موسےٰ کی پیدائش کے وقت بھی ہوا۔ القصہ کئی سال تک بسدیو اور دیوکی قید خانہ میں رہے۔ اور اُسی قید خانہ کے اندر آٹھ لڑکے پیدا ہوئے۔ اول کے چھ لڑکے کنس نے اپنے ہاتھ سے مار ڈالے۔ اور ساتواں حمل پیدا ہونے کی خبر ظاہر ہونے سے پہلے ہی روہنی کے پہنچایا گیا۔ جو جدو بنسی خاندان کی ایک عفیفہ پارسا عورت کنس کے تشدد سے بھاگ کر گوکل میں بخانہ نند کے رہا کرتی تھی۔ اُس نے اُسے پالا اُس کا نام بل رام تھا اور وہاں یہ مشہور کیا گیا کہ حمل سوکھ گیا یا اسقاط ہو گیا۔ آٹھویں حمل میں مہاراج کرشن جی کی اُتپتی ہوئی جس کو ایک نازک مزاج شاعر ان الفاظ میں ادا کرتا ہے۔ ؎

شمیم تقدم گل سے یکبار ۔ ہوئے مادر و پدر شاداب و سرشار
بروز اشٹمی و چار شنبہ ۔ بماہ نیک بھادوں سال زیبا
بوقت نیم شب سوئے روشن ۔ ہوا وہ غیرت مہ جلوہ افگن

ایک دوسرا شاعر اسی مطلب کو ان الفاظ میں ادا کرتا ہے۔

چلی باد ہشتم جو باد بہار ۔ تو پھر نخل امید میں آیا بار
عجب ماہ بھادوں کی تاریک شب ۔ عیاں جلوہ برق تاباں غضب
وہ تاریخ ہشتم وہ ابر بہار ۔ وہ کیفیت موسم خوشگوار
گئی تا کمر زلف لیلائے شب ۔ ہوئے کرشن جی رونق افزائے شب

اُن کا چہرۂ زیبا اور روئے بینا دیکھ کر ماں باپ دل و جان سے فدا ہوئے اور اپنی تکلیف جیلخانہ کو بھول کر اُن کے بچانے کی تدبیر سوچنے لگے۔ آخر یہی ٹھیری کہ جمنا سے پار گوکل میں جا کر نند جی کے سپرد کریں۔ لڑکے نے بھی زبان حال سے اسی کی تائید کی۔

ستوے گوکل مجھے لے چل شتابی ۔ نہ دے کچھ اپنے دل کو پیچ و تابی

جس کو پرمیشور بچاتا ہے ہزاروں سامان اُس کے واسطے مہیا ہو جاتے ہیں۔ خوبی قسمت سے محافظ و دربان سو گئے اور بسدیو جی لڑکے کو لیکر روانہ ہوئے جمنا سے پار ہو کر نند جی کے گھر میں پہنچے۔ اتفاقاً اُسی رات نند جی کی رانی یشودھا کے بھی لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ بسدیو جی لڑکے کو اُس کی گود میں ڈال کر لڑکی کو لیکر متھرا میں پہنچ گئے۔ اُن کے واپس آنے پر جب لڑکی روئی۔ تب دربانوں کی آنکھ کھلی اور کنس راجہ کو خبر کی گئی ❊

دربانوں کے سونے اور بسدیو کے جیلخانہ سے نکل جانے اور جمنا سے پار ہو جانے پر بہت سے لکھنے والوں نے معجزات کی رنگینیں چڑھا کر لکھا ہے کہ کرشن جی کی پابوسی کے واسطے دریائے جمن بڑھا اور ان کے قدموں کو چوم کر بے عجب پایاب ہو گیا۔ بقول شخصے ؎

جو چوما آب نے پائے گرامی ۔ ہوا پایاب وہ دریا تمامی

مگر یہ صرف ہمارے ہی لکھنے والوں کا قصور نہیں بلکہ ہر ملک میں بزرگوں کے حالات لکھنے والوں کا دستور ہے محمد صاحب کی شب معراج کی کہانی۔ موسےٰ کے دریائے قلزم والی معجز بیانی۔ کیخسرو بادشاہ کا دریائے عمان سے پار گذر جانا۔ مہاراج رنجیت سنگھ کا اٹک سے پار ہونا۔ عیسےٰ کی پیدائش کے وقت کی خوارق عادات ابراہیم۔ بدھ شٹ اور عیسیٰ لوگوں کے حالات سارے کے سارے ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں کس نے کس کی جو ہم اپنے تاریخ نویسوں کو برا کہیں۔ نانک صاحب اور کبیر صاحب کے حالات دیکھی لوگوں نے ایسے ہی مبالغہ چڑھائے ہیں۔ اور یہی نند سنیاسی کے مت والوں نے بھی ایسے ہی کراماتی طوفان باندھے ہیں۔ جب کنس دیو کو خبر ہوئی تو ظالم جلاد نے اس پر بھی رحم نہ کیا۔ اور اُس معصوم بیکس کو پتھر کی سیلا پر اپنے ہاتھ سے پٹخا

اور مار ڈالا۔ اُدھر نند اور یشودھا کرشن دیو کی پرورش میں مصروف ہوئے۔ اِدھر آئندہ اولاد نہ پیدا ہونے کے خیال سے یا یا یوسی کا سامنا دیکھ کر کنس دیو نے ہر دو کو جیلخانہ یعنی کارا گار سے خلاص کر دیا +

اُدھر بلرام اور کرشن جی ابکم کے چاند کی طرح بڑھنے لگے۔ اُن کے جمال ظاہری و کمال باطنی میں روز افزوں ترقی ہوتی گئی۔ کبھی کبھی بسدیو اور دیوکی بھی پوشیدہ طور پر آکر آنکھوں کو ٹھنڈا کر لیتے تھے۔ مگر یہ بات مدت تک نہ چھپ سکی۔ کنس کو بھی لوگوں نے اِس کی خبر دینی شروع کی۔ جس پر اس نے چند شریر النفس عورتیں اور مرد ایسے پیدا کئے جو کسی حیلہ سے جا کر کرشن جی کا کام تمام کر دیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ پوتنا۔ بچھاسُر۔ تکاسُر۔ اگھاسُر۔ ترکیپ۔ کیشی۔ بوماسُر۔ دو بدمعاش گمنام سرتیدھر براہمن۔ کاگاسُر۔ ترنا ورت۔ بلسا۔ دہینک۔ سکٹ چوڑ۔ ان پندرہ میں سے صرف ایک عورت ہے اور چودہ مرد۔ جن کو مختلف اوقات میں راجہ کنس نے کرشن مہاراج کے قتل کے واسطے بھیجا۔ جو سب کے سب اعمال بد کی سزا پاتے رہے +

اگرچہ اِن سب کو راکھشش یا دیت لکھا ہے۔ مگر یہ سارے نہ تو راکھشش تھے اور دیت بلکہ انسان تھے اور انہیں چار ورنوں (یعنی براہمن۔ کھشتری۔ ویش اور شودر) میں سے تھے صرف بُرے اعمالوں کے سبب سے لوگ انہیں راکھشش اور دیت پکارتے ہیں۔ راجہ کنس اصل میں کرشن دیو کا ماموں کا تھا۔ اُسے بھی دیت لکھا ہے عقلمند بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ راکھشش یا دیوتا سے کیا مراد ہے۔ راکھشش وہی ہے جو بھلے لوگوں کو تکلیف دے۔ گوشت خوری کرے۔ شراب پئے۔ بدچلن ہو۔ دیوتا وہی ہے جو بھلے لوگوں کو سہایتا (مدد) کرے۔ ماس نہ کھاتا ہو۔ شراب نہ پیتا ہو۔ اور چال چلن اچھا رکھتا ہو۔

सत्येन पन्था दिनतो देव यान:

"دیوتے سچے سیدھے راستے پر چلا کرتے ہیں"

منو ۱۲ میں یگ یعنی اگنی ہوتر کرنے والوں کا نام دیوتا لکھا ہے اور دوسرے لوگوں کا اُسر۔ مہابھاشیہ میں وِدوان (عالم) کا نام دیوتا لکھا ہے۔

देवाइति परीडता इत्यर्थ

کرشن جی کی اُن کہانیوں کے ساتھ بھی وہی دیت شکتی کا ذکر کیا گیا ہے ہمیں اِس میں انکار نہیں کہ وہ ایک غیر معمولی آدمی تھے۔ وہ یادو بنش کے چاند کیا سورج تھے۔ وہ اپنے وقت کے بیشک دیوتا تھے۔ راج رِشی تھے۔ لیکن یہ کہانیاں صداقت سے بہت دور ہیں۔ ضرور اُنہوں نے اپنے دشمنوں کو مار ڈالا اور بلرام جی نے بہتوں کو پچھاڑا۔ مگر صرف عقل و زور سے نہ کہ غیر معمولی کرامات سے +

کرشن جی کے گوکل اور بندرابن کے واقعات سے سمبندھ رکھنے والے امور بہت مشہور صرف تین ہیں۔ پس ضرور ہے کہ ہم اُن کا صاف صاف بیان کریں +

اول۔ گوپیوں کے ساتھ بھبچار (زِنا) اور راس بلاس اور مکھن چرانا

کتاب مہابھارت (جو آریہ ورت باشیوں کی ایک معتبر تاریخ ہے) کے اٹھارہ[۱۸] پربوں میں جہاں تک ہم نے خود دیکھا اور لائق کتھا سُنانے والے وِدوان پنڈتوں سے پوچھا۔ کہیں بھی ان باتوں کا نام و نشان نہیں ہے اور نہ سُراغ ملتا ہے۔ بلکہ اس کے خلاف جتنی چاہیں شہادتیں مل سکتی ہیں۔ یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ خوردسالی میں بدچلن کرنے والے لوگ بہت جلدی کمزور ہو جاتے ہیں اور بہادر مشہور نہیں ہوتے ہیں۔ وہ جنگ کے لائق ہرگز نہیں رہتے۔ اور نہ بہادر کہلا سکتے ہیں۔ اور چھوٹی عمر سے بھبچار میں پھنس جانے والے آدمی نہ یوگ جانتے اور نہ کر سکتے ہیں۔ مگر کرشن جی کی مشہور

کتاب گیتا میں بیسیوں جگہ اِس کی شہادت ملتی ہے۔ جو ویاس جی فرماتے ہیں اور ایک لائق فاضل بیان کرتا ہے۔

यत्र योगेश्वर: कृष्णो यत्र पार्थो धनुर्धर: ॥

गीता

اور سب سے بڑھ کر ایک اور شہادت ہے۔ یعنی اُپنشدوں کی معتبری کا اسناد کرنے کے واسطے بڑے عالم کی ضرورت ہے +

معلوم ہوتا ہے کہ یہ اُپنشد کرشن جی کے زمانہ میں اختتام کو پہنچے۔ جن میں نہایت عمدہ طور سے اُنکے برہمچریہ کی مثال دی ہے وہ اصل عبارت اُپنشد کی یہ ہے۔

तद्धैतद्घोर आङ्गिरस: कृष्णायदेवकी पुत्राय प्रोक्त्वोवाचापिपास एव स बभूव ॥

(دیکھو چھاندوگیہ اُپنشد)

ترجمہ وہ گھور انگرس کی نسل کا رِشی۔ کرشن دیوکی کے بیٹے کو یہ ودیا پڑھاتا ہوا جس سے انہوں نے برہمچریہ آشرم پورا کر کے کامل اور فاضل ہو کر شانتی حاصل کی یعنی تحصیل علم سے فراغت پائی۔ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے برہمچریہ میں ودیا حاصل کی تھی +

پھر ہم صرف برج بلاس کے کہنے پر کس طرح اعتبار کر لیں۔ کہ وہ ضرور اِن باتوں کے مرتکب ہوتے تھے۔ برج بلاس صفحہ ۵۰۲ سے آگے راس لیلا اور مہا راس لیلا کا آغاز ہے۔ جس میں اخلاق۔ تہذیب اور وید مریادا کے خلاف بہت سی باتیں لکھی ہیں مگر یہ صرف مہاتما لوگوں کو کلنک لگانے کی نیت سے لکھی گئی ہیں۔ جب لوگوں کا دل بھبچار کو چاہتا ہے۔ تو بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں۔ برج بلاس سمت ۱۸۲۷ ماگھ سُدی پنچمی بروز دو شنبہ بننی شروع ہوئی۔ جیسے کہ اُس میں خود لکھا ہے +

سمت ستدھ یراں ست جانو تا پر اور تیکہتر آنو

یعنی اٹھارہ سو ستائیس میں یہ کتاب تصنیف ہونی شروع ہوئی۔ اِس کا حال کچھ بھاگوت مال کے اکیاسی ادھیائے میں بھی لکھا ہے۔ اصل نام نربرداس تھا۔ ایسے ہی خیالات پریم ساگر میں ہیں۔ مگر وہ بھی پایہ اعتبار سے ساقط ہیں۔ کیونکہ بیتی مارگ کے چلنے کے بعد بہت سے ایسے کلنک مہاراج جی کی ذات پر لگائے گئے ہیں +

ڈاکٹر ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر صاحب لکھتے ہیں۔ "چیتنیہ کی وفات کے بعد وشن کی روحانی پرستش کا زوال شروع ہوا۔ تخمیناً ۱۵۲۰ء میں بلبھ سوامی نے شمالی ہند میں درس دیا کہ رُوح کی آزادی جسم کی ایذا دہی پر موقوف نہیں ہے۔ اور خدا کی تلاش رہنگی۔ فاقہ کشی اور تنہائی میں نہیں بلکہ اس زندگی کی عیش و عشرت میں کرنی چاہئیے ایک دولتمند فرقہ قدیم زمانہ سے کرشن اور رادھا اُس کی زوجہ کی پرستش کا گرویدہ تھا کرشن اور رادھا کے عشق مجازی کو حقیقت کے راز سے منسوب کرتے ہیں" (مختصر تاریخ ہند صفحہ ۱۶۵) پھر کہتے ہیں "بلبھ سوامی گو وشن کے عیش و عشرت کے دین کا پیشوا سمجھا چاہئیے وہ وشن کی پرستش خاصکر کرشن کے اوتار میں کرتا تھا۔ جبکہ اُس نے ایک نورانی اور حسین جوان کا روپ لیا اور جنگل اور دیہات میں عیش و آرام سے زندگی بسر کی۔ اُس کی پرستش کے ساتھ سایہ دار کنج اور نازنین عورتیں اور عمدہ کھانے غرض ہر شئے جو گرم ملکوں کے رہنے والوں کی مرغوب الطبع ہوتی ہے۔ شامل ہے (صفحہ ۱۶۶)

بھاگوت مال میں بھی ایسی ہی بہت سی کہانیاں بھری پڑی ہیں عرصہ تین سو سال کا ہوا کہ اس کتاب کو نابھاجی نے تالیف کیا تھا (دیکھو مختصر تاریخ ہند صفحہ ۱۶۲)

یہ بھی ایک یاد رکھنے کی بات ہے کہ کرشن جی کا کنھیا نام بھاگوت میں نہیں۔ اور نہ رادھا کا اُس میں ذکر ہے۔ مگر ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ بھاگوت میں اُن تمام کہانیوں کا

فکر ہے۔ جو ان کتابوں میں تفصیل سے لکھی گئی ہیں۔ مگر بھاگوت نہ تو بیاس جی کی بنائی کتاب ہے۔ اور نہ اسی پرانی ہے جیسی کہ لوگ فرض کرتے ہیں۔ ہم نے جہاں تک تحقیقات کی ہے۔ سنتہ ہو سے پہلی کتابوں میں اُس کا پتہ نہیں ملتا ہے۔ اور چودہ سو برس سے یعنی راجہ بھوج کے زمانہ سے پہلے کسی پران کا نام و نشان نہیں ملتا۔ خود دیوی بھاگوت سنسکرت کے دیباچہ میں لائق ٹیکا کار نے ہر دو دلایل سے ثابت کیا ہے۔ کہ کرشن بھاگوت بوپ دیو کا بنایا ہوا ہے۔ جس کے بھائی جیدیو نے گیت گوبند بنایا۔ پس اس میں کوئی شک نہیں کہ بھاگوت کے بعد یعنی ایکہزار برس سے ادھر یہ سب کہانیاں کرشن جی کی نسبت گھڑی گئیں۔ اور راس لیلا کھیلنے والے لوگوں یعنی کتھک لوگوں کی معرفت اِن اخلاق کی بگاڑنے والی کہانیوں سے زیادہ رواج و فروغ پایا۔ جو اب تمہید کی صورت بگڑ گئی ہیں۔ ہم کو مہابھارت۔ گیتا اور اُپ نشدوں سے کرشن جی کی زندگی ایک یوگیشر۔ مہاتما یا اولعزم شہزادہ کی زندگی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن پریم ساگر بھاگوت۔ برج بلاس اور سور ساگر بالکل اُن تمام مذکورہ بالا کتابوں کے مخالف ہیں۔ ہمیں اخلاقی شہادت اور روحانی چیز سکھلاتا ہے۔ کہ بھارت اور گیتا اور اُپ نشدوں کی قدر کریں۔ جیسا کہ خود ایک فاضل نے لکھا ہے۔

सर्वोप निषदो गावो दोग्धा गोपाल नन्दनः ।
पार्थो वत्सः सुधीर्भोक्ता दुग्धं गीतामृतं महत् ॥

یعنی سب اُپنشدوں کو غور کر کے اور مطالعہ کر کے کرشن جی نے گیتا کو بنایا ہے۔ اُپنشد گائے ہیں۔ کرشن جی گوال ہیں۔ اور ارجن بچھڑا ہے۔ گیتا دودھ ہے۔

پھر ہم گیتا کے ایسے اچھے ارشاد کو چھوڑ کر کس طرح بے تحقیق ساتروں کے قول پر اعتبار کر کے ایک بزرگ کی ذات پر کلنک لگا دیں۔ حق تو یہ ہے۔ کہ کرشن جی کی زندگی کا جتنوں جتنوں زمانہ گزرتا گیا۔ لوگوں نے نہایت خراب خاکے اتارنے شروع کر دئے۔ بنابراں ہر ایک آدمی خیر خواہ قوم اور ملک کا فرض ہے کہ ان کی زندگی پر جو خرافات اور فضول کتھاؤں کے ذریعہ یا بیہودہ فسانوں کے حوالوں سے کلنک لگائے گئے ہیں اُن کو دور کر کے اُن کی اصل اور عمدہ زندگی جیسی کہ در حقیقت اُن کے کلام اور اُنکے ہمعصروں کے کلام سے ظاہر ہوتی ہے۔ پبلک کے سامنے پیش کریں۔ ہماری موجودہ تحقیقات سے جو ہمیں برسوں کرشن مت میں رہکر اور وید اور ویدانت کے مہاواک پڑھ کر اور گیتا کے پاٹھ کرنے سے ظاہر ہوا ہے وہ یہی ہے کہ مہاتما کرشن چندر سے اُس چال چلن کا ذرا بھی تعلق نہیں ہے جو کہ بھاگوت وغیرہ میں لکھا ہے اور نہ پریم ساگر سے اُن کا کچھ سمبندھ ہے۔ مؤرخ آنریبل موٹ اسٹوارٹ الفنسٹن صاحب بہادر سابق گورنر بمبئی اپنی تاریخ ہندوستان میں لکھتے ہیں " سرمتھرا کے راج بنس میں کرشن پیدا ہوئے۔ لیکن ایک گوالے نے جو اُسی شہر کے نواح میں رہتا تھا۔ ایک ظالم راجہ کنس کے پنجہ ظلم سے بچا کر ان کی پرورش کی " (تاریخ ہندوستان چھٹا باب موجودہ مذاہب صفحہ ۱۴۱ سنہ ء) اور یہی ذکر کرنیل ٹاڈ صاحب نے اپنی کتاب راجستھان کی جلد اول صفحہ [illegible] میں لکھا ہے۔

پھر سر جونس صاحب اپنی ایشیا کے حالات کی کتاب جلد ایک میں لکھتے ہیں " کرشن کے اس زمانہ یعنی بچپن کے وقت کا ہندوؤں کی طبیعتوں پر نہایت درجہ کا اثر ہوا ہے وہ کرشن کے بچپن کی حرکات و شکایات مثل دودھ چرانے اور ساتھیوں کے مارنے کے ہموار رچانے سے کبھی سیر نہیں ہوتے ہیں اور ہندوؤں میں ایک بہت بڑا فرقہ کرشن کو خالق مطلق سمجھ کر بالکے پن کی صورت میں ان کی پرستش کرتا ہے۔ اسی طرح کرشن کی جوانی کا عالم جو انہوں نے گوپیوں کے ساتھ ناچ رنگ کھیل کود بانسری بجانے میں بسر کیا۔ اُن کی پرستش کرنے والی عورتوں میں ایک جوش و خروش پیدا کرتا ہے کرشن پر کچھ گوالنیں ہی فریفتہ نہ تھیں۔ بلکہ تمام ہندوستان کی امیر زادیاں اور ریانیاں جو اُن کا حسن و جمال دیکھتی تھیں۔ مایل اور شیفتہ ہو جاتی تھیں " (دیکھو صفحہ ۲۵۹) اسی طرح جلد ۳ صفحہ ۱۸۵ میں بھی جو جیدیو کے راگ کے ترجمہ کے متعلق ہے۔ اسی قسم کے ذکر ہیں۔ اور تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۲۷۱ پر اسی کا ذکر موجود ہے۔

گیت گوبند مصنفہ جیدیو کو اور اسی قسم کی اور نظموں کو یورپین مورخ اور فاضل سنسکرت دان دیہاتی نظم کے نام سے نامزد کرتے ہیں چنانچہ اسکی بابت کتاب تحقیقات حالات ایشیا میں لکھا ہے۔ " دیہاتی نظم گوبند یا جیدیو کے گیت دیہاتی نظم کا وہ خالص نمونہ ہیں جن سے ہم واقف ہوں۔ اِن گیتوں میں اعلے درجہ کی کیفیت اور مزا کثر پائی جاتی ہے۔ مگر طبیعت کا زور اور جوش معلوم نہیں ہوتا۔ جو ہندو شاعروں کے عیب و ہنر سمجھے جاتے ہیں۔ اِن گیتوں میں چٹکلے اور لطیفے بھی ہیں۔ اُنکا مصنف چودہویں صدی عیسوی میں گزرا ہے۔ اِس لئے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ لطیفہ آمیز کلام کرنا مسلمانوں سے حاصل کیا ہوگا " (جلد ۳ صفحہ ۱۸۵) (تاریخ ہندوستان صفحہ ۹۵ جلد اول)

مؤرخ لتھبرج صاحب فرماتے ہیں " گیت گوبند ایک ایسی نظم ہے۔ جو کسی قدر ناٹک کی قسم میں سے ہے۔ اِس میں کرشن۔ رگو اور رادھکا اُس کی گوالن کے عشق کا قصہ ہے جو جیدیو نے بارھویں صدی میں تصنیف کیا تھا۔ اِس شاعری نظم نہایت رسیلی ہے " (صفحہ ۲۲ تاریخ ہند) بھاگوت بقول مترجم دیوی بھاگوت کے۔ اور نیز اُس کی طرز شاعری کے بوپ دیو جی کی تصنیف مسلم ہو چکی ہے۔ اور جیدیو اور بوپ دیو دونو حقیقی بھائی تھے۔ مگر گیت گوبند کا بننا چند سال پیچھے معلوم ہوتا ہے۔

غرضیکہ ایسی اگر اسی باتیں کسی طرح بھی اُن کے شایاں نہیں ہیں۔ بقول بھاگوت کے اُنکی عمر جب تک کہ وہ گوکل اور بندرابن میں رہے۔ صرف آٹھ یا دس سال کی معلوم ہوتی ہے۔ کسی طرح اس اندازہ سے زیادہ نہیں پائی جاتی۔ پس ایسی حالت میں لڑکوں کے ساتھ کھیلنا پھرنا۔ ہنسنا تو ممکن ہے۔ مگر ایسے اندھیر اور ظلمت کی پھیلانے والی باتیں کرنا سراپا ناممکن ہے۔ علاوہ براں بدچاری کا تو کسی طرح بھی خیال نہیں آسکتا۔ پھر ایسے دور از قیاس فسانے کبھی قبول کرنے کے لائق نہیں ہیں۔ بنابراں ہم کو ان کے ماننے میں تامل ہی نہیں بلکہ سخت انکار ہے۔ پروفیسر ولسن صاحب کی تحریر بھی ہمارے مُدعا کی شاہد ہے۔ جنہوں نے اچھی طرح غور اور تجربہ کر کے لکھا ہے کہ ایسے خیالات اور ایسے شہوت انگیز مسامحات عیاش لوگوں کے خوش کرنے کے واسطے لکھے گئے ہیں (کرشن کی پوجا کرنے والوں کے فرقہ کی بابت) " اس فرقہ میں تمام دولتمند اور عیاش اور قریباً سب کی سب عورتوں کے اور ہر درجہ کے بہت سے آدمی شامل ہیں " (تحقیقات ایشیا جلد ۱۲ صفحہ ۶۵ و ۶۶) (تاریخ ہندوستان صفحہ ۱۷۵)

دوسرا باب

سری کرشن جی مہاراج کی برہمچرج اوستھا کا حال بہت سا ہم باب اول میں بیان کر چکے ہیں۔ علاوہ براں اُن کی اخلاقی دلیری کا بھی یہاں ذکر ضروری ہے اُس وقت کے اکثر لوگ بارش کا دیوتا راجہ اندر کو سمجھتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ بغیر اُسکی مہربانی کے بارش نہیں ہوتی۔ اِسی خیال کے مطابق گوالوں میں (جنھیں ہمیشہ گھاس و چارہ کا زیادہ فکر رہتا تھا) بسبب کاشتکاری راجہ اندر کے نام پر کئی طرح کی پوجا ہوتی تھی۔ خواہ اُس کے نام پر برہمنوں کو کھلاتے تھے۔ خواہ گنگوؤں کو کھلاتے تھے۔ اگرچہ

اُس سے دھرم کی کبھی بردھی نہیں ہو سکتی +

خلایق بہت گوکل کی تمامی ۔ ہوئی راہی بسوے کو وہ تامی
تمامی عورتیں اتر انند وارزل ۔ کوئی چنڈول میں اور کوئی پیدل
چنے ہر طشت میں میوہ تر و خشک ۔ کہ جن پر ذرہ ذرہ جن کی نکہت مشک
سپاری ناریل برگ و تنبول ۔ لئے سب تھالیوں میں قول رغول
اگر تو بان اگر گوگل و عود ۔ شکر کافور و ہانسی لیلئے زود
شہ گوکل ہوئے اسوار رتھ پر ۔ بٹھائے گود میں پور ۔ و لادر
جسودھا پالکی میں تھی بصد شاں ۔ پرستاریں لئے پوجا کا ساماں

بمقام گوبردھن جا کر سری کرشن چندر جی مہاراج نے مع بلرام جی کے ہون کنڈ بنایا اور ایک عظیم الشان ہون یگیہ رچا۔ تمام گوکل و برندابن کے لوگ جو یگیہ کی سامگری لائے تھے۔ اُس سے ہون کیا گیا۔ سب لوگوں نے باری باری آہوتیاں ڈالیں۔ تمام علاقہ اُس ہون کی خوشبو سے معطر ہو گیا۔ برہمنوں۔ سادھوؤں اور بھکتوں کے واسطے مخصوص بھوجن تیار کیا گیا۔ اور ان کی ہر طرح خاطر تواضع ہوئی۔ عالم بالا میں بحارات نے اپنا احتجاج کیا اور نہایت زور و شور سے بارش ہوئی۔ کرشن جی کی اس عمدہ اور نیک تجویز سے اندر کی پوجا گوکل سے بند ہو کر ویدوکت پوجا شروع ہوئی برج بلاس میں ایک بات لکھی ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ وہ تو ناظرین خود سمجھ لینگے۔ ہم اُس کو کسی نتیجہ کے بغیر درج کرتے ہیں +

لطیفہ ۔ ۱

یہ باتیں درمیان نند جی اور کرشن جی کے گزری ہیں۔

گروستان نند گرہ آئے ۔ پوجا ہت جمنا جل لائے
تلسی دل اور کمل پوبینا ۔ پربھو نمت آئے ات پربتا
پانے دھوئے پربھو مندر آئے ۔ کرت ڈنڈوت پریم بڑھائے
استھل لیپ پانے سب دھوئے ۔ پوجا کو سب ساج سنجوئے
چھاپ تلک سب انگ سنواری ۔ پربھو پوجا بدھ کرت سنبھاری
ٹھکور کا یہہ کھیلت تہاں آئے ۔ دیکھت پوجا بدھ چت لائے
بدھ وِدھ نند دیو انہوائے ۔ چندن تلسی پھول چڑھائے
بھوگ۔ لسن انگیکرت لیپے ۔ دھوپ دیپ ات ہت کر دینے
پیٹ استر دے بھوگ لگا لو ۔ آرت کر چرنن سر نا لو
تب ہی سیام بھن ہنس بولے ۔ کہت تات سوں بچن اَمولے
بابا تم جو بھوگ لگایو ۔ سو تو دیو کچھو نہیں کھایو
سن ہر بچن سر دن سکھ دائی ۔ چتے رہے تکھ ہنس نند رائی

دوہا

کہت نند سکھ پائیکے یوں کہئے نہیں بات
دیون کو کر جوڑیے کشل رہے جہ گات

لطیفہ ۲

دیکھت جلی تہاں دو ر ٹھاڑہی ۔ تمس برسم اس آنند باڑہی
بیٹھے نند سمادھ ۔ لگائی ۔ تب یہ لیلا رچی کنہائی
سالگ رام میل مکھ ماہیں ۔ بیٹھ رہے ہر۔ بولت ناہیں
دھیان بسرجن کر نند جاگے ۔ سالگ رام ۔ دیکھے آگے
کھوجت چکیت چت ۔ نند رائی ۔ اِستٹ دیو کِن لئے چورائی
اِت اُت کھوجت پاوت ناہیں ۔ بھیو بڑو اچرج من ماہیں
دیکھت ہر کے مکھ ہیں جانے ۔ دیکھیت مُہر مُہر مسکانے
سنو تات جنی بل جائی ۔ اوگلو سالگ رام کنہائی
مکھ تے تب ہیں کاڈھ ہر ج ناتھا ۔ دیو دیوتا نند کے ہاتھا

(برج بلاس صفحہ ۸۰ و ۸۱ نول کشور سمت ۱۹۲۳ بکرم)

اسی طرح اچھے اچھے اُپدیش گوکل و برندابن والوں کو سری کرشن جی فرماتے رہے۔ اُن کے اُپدیشوں سے بڑا لابھ پہنچا۔ اور لوگوں کو اُن سے کمال محبت ہو گئی جب یہ چرائی کی اوستھا کو پہنچے۔ تو والدین کے دُکھ کا بدلہ لینے پر کمر باندھی۔ اتنے میں کنس نے صلاح کی کہ کسی بہانہ سے کرشن کو یہاں متھرا میں طلب کر کے قتل کرا دوں۔ چنانچہ اس کے واسطے ایک آدمی جو بڑا عقلمند اور فاضل تھا جس کی نند سے بھی کچھ رسائی تھی۔ اُس کو اپنے چار گھوڑوں کا رتھ دیکر گوکل کو روانہ کیا۔ کہ متھرا میں یگیہ ہے۔ نند راؤ جی کو مع کرشن اور بلدیو کے اس بہانہ سے متھرا میں لے آؤ۔ اکرور اس راز سے ماہر تھا کہ وہاں ان کو مروا ڈالیگا۔ بنابراں وہ افسوس کرتا ہوا گوکل میں گیا۔ اور ایک یا دو دن ٹھیر کر سب کو متھرا جانے پر راضی کیا۔ متھرا اُس وقت بڑی شان و شوکت پر تھی اُس کی آبادی۔ اُس کی دولت۔ اُس کی حشمت اور اُس کی عمارتیں آنکھوں کو حیران کرتی تھیں۔ گولڈن انڈیا یعنی سنہری ہندوستان کے لوٹنے کے لالچ پر اسکندر آیا۔ دارا کو اِسی سنہری ہندوستان کے ایک صوبہ پنجاب کے چند اضلاعوں نے شہنشاہ دارا بنا دیا۔ محمود کے وقت جو متھرا کا حال تھا۔ اُس کا اندازہ ہم اسلامی تاریخوں کے سوا اور کسی طرح صحیح نہیں لگا سکتے۔ محمود نے متھرا سے حاکم غزنی کو ایک شقہ لکھا تھا۔ کہ یہاں بیشمار مندروں کے سوا اور بھی ہزاروں عمارتیں ہیں۔ جو کہ اسلام کے موافق مضبوط بنی ہیں۔ جن میں اکثر سنگ مرمر کی ہیں۔ بیشمار ہزاروں دینار خرچ ہو کر تیار ہوا ہوگا۔ ایسا شہر دو سو برس سے کم میں نہیں بن سکتا ہے (تاریخ ہند سنہ ۱۸۵۲ء صفحہ ۱۱۱) لوٹ میں پانچ سونے کی مورتیں آئیں جن کی آنکھیں لعل کی تھیں۔ ایک اور مورت میں بیش بہا یاقوت تھا۔ اِس کے سوا ایک سو مورتیں چاندی کی لوٹ میں آئیں جو کہ ایک سو اونٹوں پر لادی گئیں (تاریخ ہند صفحہ ۱۱۲ کلکتہ) "۲۰-۲۶ روز محمود متھرا میں رہکر اس کو تباہ کرتا رہا۔ اور مورتوں کو تُڑوا کے مندروں میں بُرا بُرا کام کیا۔ ایک سو اونٹ نرے ٹوٹے ہوئی چاندی کی مورتوں سے بھر کے لے گیا۔ پانچ خالی سونے کی تھیں۔ اُن میں سے ایک کا وزن ہمارے اب کے ۱۲ من سے اوپر تھا" (اتہاس تمر ناسک حصہ اول صفحہ ۱۲ ۱۸۸۳ء)

ناظرین! ہم آپ کو کہاں تک سنائیں۔ سومنات وغیرہ کی لوٹ کا حال اور

---

[1] گوبردھن لفظ دو شبدوں سے مرکب ہے گو بردھن۔ گوکل کے تمام زمیندار لوگ اُس ڈھیری پر گوبر کے ڈھیر لگایا کرتے تھے۔ تاکہ بوقت ضرورت کام آوے۔ اسی اُس ڈھیری کا نام گوبردھن ہوا۔ ورنہ اصل میں گوبردھن کوئی پربت نہیں ہے اور نہ جغرافیہ میں کہیں اسکا ذکر ہے یہ ایک ٹیلہ گوکل کے متصل ہے۔ جہاں آج کل بھی میلہ ہوتا ہے مگر یہ بہت تھوڑے سالوں سے رائج ہوا (مولف)

دہلی کی لوٹ اور کانگڑہ کی تباہی اور قنوج کا حال پڑھ کر آپ سمجھ سکتے ہیں کہ آریہ ورت عموماً اور متھرا خصوصاً اُس وقت کس عروج پر ہوگی۔ سری کرشن جی نے بڑے شوق سے متھرا کو دیکھا اور تمام بازار میں سیر کرتے ہوئے سنہری قلعہ راجہ کنس کے دروازہ پر پہنچے۔ گرداگرد اُس قلعہ کے ایک گہری خندق تھی۔ جب اُس سے پار ہوئے۔ اوّل ایک پُر زور کمان راستہ میں اُن کو دی گئی۔ جس پر بہت لوگ زور کرتے تھے۔ مگر توڑ نہیں سکتے تھے سری کرشن جی نے جو نہایت پُر زور اور طاقتور جوانمرد تھے۔ اُس کمان کو توڑا اور سب پہلوانوں کو شرمندہ کیا۔ راجہ کنس نے جب کمان کا حال سُنا تو پُر ملال ہؤا۔ پھر کنس نے سل۔ وتسل۔ چانڑور۔ مشٹک چار نامی پہلوانوں کو کشتی کے واسطے بھیجا۔ جس احاطے کے اندر یہ پہلوان کشتی کے لئے موجود تھے اُس کے دروازہ پر ایک مست ہاتھی بھی اُن کے مقابلہ کو چھوڑ رکھا تھا۔ ان بہادروں نے مثل سام و نریمان اُس کا بھی کام تمام کیا۔ اور اُس کے خوبصورت دانت اکھاڑ کر آگے چلے۔ جب پہلوانوں کے اکھاڑے میں پہنچے۔ تو اُن میں سے دو نامی گرامی یودھے مشٹک و چانڑور اِن دونو کے مقابل ہوئے۔ سری کرشن جی سے چانڑور کی کشتی ہوئی۔ اور بلدیو جی سے مشٹک مقابل ہؤا۔ آخر کار دونو نے دونو کو مارا اور اکھاڑے میں پچھاڑا۔ سل اور وتسل نے جب یہ حال اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ موت کے مقابلہ سے بھاگے بقول شاعر ؎

اکھاڑا چھوڑ کے بے دین بھاگے ۔ دلیر و مرد کشتی گیر بھاگے
رہے اُس جا فقط دونو برادر ۔ نہ آیا سامنے کوئی دلاور

بعد ازاں راجہ کنس نے دیکھا کہ اب اِن سے مقابلہ کرنیوالا کوئی نہیں رہا۔ خود شمشیر لیکر اُٹھا۔ مگر کچھ نہ کر سکا۔ اُن کا رُعب اُس پر غالب ہوگیا۔ وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ سری کرشن جی نے اس کی تلوار چھین لی۔ اور اُس کی چھاتی پر چڑھ کر اُسے مار ڈالا۔ شہر میں کہرام مچ گیا۔ محلوں میں گریہ وزاری کا شور بلند ہؤا۔ راجہ کنس کی لاش لبِ جمنا جلائی گئی۔ اور سری کرشن جی نے سب اُس کے متعلقین کو تشفی دی۔ بعد ازاں جیلخانہ میں ماں باپ کے دیدار کو گئے۔ بقول شاعر ؎

عدو کو فتح کرکے کرشن بلدیو ۔ وہاں آئے جہاں تھے قید بستہ لو
جو دیکھا باپ نے اپنے فرزند ۔ ہوئے جان حزیں دونو کی خرسند
نظر آئے جو دونو نورِ دیدے ۔ ہوئے دیدار سے مسرور دیدے
کیا یکبار دونو کو ہم آغوش ۔ غمِ زنداں کیا دل سے فراموش
نکل کر خانہ زنداں سے فی الحال ۔ سوئے کاشانہ آئے فارغ البال
شبستان بدیں شاد و خوشتر ۔ ہوئے رونق فزا دونو برادر

نئے سرے سے خوشی کے ترانے اور مسرت کے شادیانے متھرا میں بجنے لگے۔ گھر گھر میں آنند اور بشاشت کا ظہور ہؤا۔ ظالم کا دَور دُور ہؤا۔ انصاف کا زمانہ آیا۔ اور گلستان متھرا نے اپنا پُرانا باغبان پایا۔ یعنی کرشن جی و بلرام جی نے دوسرے دن راجہ اُگرسین کی تلاش کی۔ معلوم ہؤا۔ کہ وہ ایک تاریک زندان میں قید ہے اور اپنی زیست سے نا امید ہے۔ دونو بھائی وہاں تشریف لے گئے۔ اور اپنے ہاتھ سے ان کے بند توڑ کر سر تخت شہنشاہی رونق افروز کرایا۔ اور تاجِ سلطنت اُن کے سر پر رکھا۔ اُن کے نام کی منادی ہوئی۔ گھر گھر میں آنند و شادی ہوئی۔ اسیران بلا ستم کی قید سے آزاد ہوئے۔ سب بدکاروں کو سزا ملی۔ اور سب کرداروں کو جزا ملی۔ ملک میں امن قایم ہؤا۔ نند جی گوکل کو تشریف لے گئے۔ وہاں ایک اور فاضل پنڈت سندیپن جی سے دونوں بھائی مختلف علوم کی تعلیم پاتے رہے۔ اور کئی سال تک تعلیم پاکر شہرۂ آفاق ہوئے۔ جو کامیابی سری کرشن جی و بلدیو جی کو کنس کے مقابلہ اور پہلوانان جری سے جنگ کرنے میں ہوئی۔ اُس سے بعض لوگوں کا یہ خیال ہے۔ کہ یہ بات سوائے کرامات کے کیسے ہو سکتی ہے۔ اِس لئے ہم اُن کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ کہ وہ مہربانی کرکے رُستم۔ زرو۔ سُہراب۔ فریبرز۔ اسفندیار۔ سام و نریمان کے واقعات کو پڑھیں۔ شاہ نپولین بوناپارٹ کی تاریخیں دیکھیں۔ سکندر اعظم کی کامیابی کا مطالعہ کریں۔ تب ہرگز ایسا باطل خیال اُن کے دل میں نہ آویگا۔ اِس میں کوئی شک نہیں۔ کہ وہ بڑے نامی گرامی ونکے ویرمن جودھا تھے۔ دودھ مکھن جو سب سے عمدہ اور مقوّی غذا ہے وہ اُنہوں نے افراط سے کھایا۔ اور مردانہ ورزشیں کیں۔ شب و روز سوائے کھیل کود کے جو برہم چریہ کے واسطے لازمی ہے۔ اُن کا کوئی کام نہ تھا۔ ۴۸ برس تک اُنہوں نے پورا برہم چریہ کیا۔ اور سوائے تعلیم دھرم اور سیر آزادی کے فضولیات سے قطعی متنفر و مجتنب رہے۔ یہی سب سے اعلےٰ کارن اُن کی شہزوری اور بہادری کا ہے۔ ۲۴-۲۵ برس کی اوستھا میں وہ متھرا پہنچے۔ اور اس کے بعد مگدھ کے راجہ جراسندھ سے اٹھارہ مرتبہ جنگ ہؤا۔ جس میں کہ کسی حالت میں بھی ۲۲ سال سے کم نہیں گزرے ہونگے۔ اُپنشد سے معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم باب اول میں ثابت کرچکے ہیں۔ کہ وہ پورے برہم چاری رہے۔ پس ضرور ۴۸ برس تک اُنہوں نے برہم چریہ کیا۔

حصہ اول

شری کرشن جی کا جیون چرتر سماپت ہؤا

نیاز مند

لیکھرام آریہ مسافر

ستری شکشا

یعنی

تعلیم النسوان

تمہید

شعر

نمسکار کرتا ہوں جگدیش کو ۔ نراکار داتا مہان ایش کو
پڑھو منہ باتوں سے چت کو ہٹا ۔ کہوں ستری شکشا کی پستک سنا

ہیں۔ کہ منوجی کی اس واک کا ذکر عورتوں کے نام پسندیدہ اور مرغوب طبع اسمع اور دل کے لبھانے والے رکھنے چاہئیں۔ کیا مطلب ہے +

چونکہ ستریوں کی خوب صورتی اور نزاکت پر عمدہ نام ایک اور بہار ہے اس لئے آریہ دھرم کا منوجی کا یہ مقولہ اس بات پر صاف دلالت کرتا ہے کہ وہ عورتوں پر نامہربان نہیں ہے۔ بلکہ صرف غلط رحم کرنے والا کا قصور ہے۔ ورنہ ایسے بزرگ سے بے انصافی صداقت سے دور ہے۔ منوجی نے جس قدر تعلیم نسوان اور پاس ادب عورتوں کے واسطے ہدایتیں کی ہیں۔ وہ بالکل اس کو عورتوں کا پورا دردخواہ ثابت کر رہے ہیں۔ جو ادب اور لحاظ منوجی نے والدین اور بوڑھوں اور فاضلوں اور نیک چلن اور عالموں اور تپسوی لوگوں کا مقرر کیا ہے۔ وہی پاس عورتوں کے واسطے بھی مرقوم ہے۔ ایک جگہ منوجی نے فرمایا ہے۔ کہ جس گھر میں عورت خاوند کی مرضی پر اور خاوند عورت کی مرضی پر اور عورت خاوند کی صلاح اور خاوند عورت کا صلاح کار رہے وہ گھر ہمیشہ آباد اور پایدار ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ کہ جب راستہ میں سے کوئی گاڑی یا لوتے رتھ کا بوڑھا یا بیمار۔ یا بوجھ دار۔ یا عورت یا برہمن یا راجہ یا دولھا آتا ہو تو ہٹ کر کنارہ ہو جانا چاہئے۔

اگلے زمانہ میں آریہ ورت کی عورتیں ہر جگہ آ جا سکتی تھیں۔ اور اُن کی حفاظت کے واسطے اُن کی شرم اور اُن کے ہم وطنوں کا پاس ادب کافی ہوتا تھا۔ چنانچہ دھرم شاستروں میں درج ہے کہ جو باپ پندرہ برسوں سے پہلے اپنی دختر کی شادی کر دے۔ یا جو خاوند وقت مقررہ پر اپنی ستری کے پاس نہ جاوے۔ یا جو بیٹا اپنے باپ کی وفات کے بعد اپنی ماں کی حفاظت اور خدمت گذاری پر پرورش نہ کرے وہ پھٹکار کے لائق ہے۔ اور بیٹی کے عوض روپیہ لینے کی بھی سخت ممانعت ہے۔ منوجی فرماتے ہیں۔ کہ جو کوئی اپنے داماد سے ایک کوڑی بھی بطمع بیٹی کے لیتا ہے گویا وہ بیٹی کو بیچتا ہے۔ جملہ امورات خانگی و مذہبی میں خاوند اور بی بی یعنی بھرتا اور ستری کو دل و یکجاں رہنا چاہئے۔ یہ سچ ہے کہ عورت کو صرف اپنے مکان پر بیٹھ کر پرمیشور کا بھجن کرنا۔ اور خاوند کی خدمت کرنے میں مستعد رہنا۔ اور اولاد کی پرورش اور ان کو تعلیم دینا فرض ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے یہ بھی لکھا ہے کہ ٹھاکر دواروں۔ دھرم شالوں وغیرہ معبدوں میں نہیں جانا چاہئے۔ اور نہ دامن میں جیبی ڈال کر سیتلا ماتا کے واہن گدھے کی پوجا کرنی چاہئے۔ دل بہلانے کی باتیں مثلاً دستکاری و مطالعہ کتب وغیرہ مباح ہیں۔ جن میں کسی طرح کا گناہ نہیں۔ ایسی باتوں میں خاوند کو بھی اپنی بی بی سے تعرض نہ کرنا چاہئے۔ منو کے شاستر میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ آدمی سختی سے عورت کو باز نہیں رکھ سکتا۔ اس لئے اس کو چاہئے۔ کہ بیوی کو امور خانگی۔ انتظام اور آمد و خرچ کے اہتمام اور اسباب دھیان میں مصروف رکھے۔ منو کے چند قول جو درج ہیں۔ وہ اس امر کے شاہد حال ہیں۔ کہ اگلے زمانہ میں ہندوؤں کے ہاں عورتوں کا بڑا پاس اور لحاظ تھا (نمبرا) اگر بیاہی ہوئی عورتوں کے باپ اور بھائی اور خاوند اپنا بھلا چاہیں۔ تو اُن کی زینت و عزت و علمیت کا خیال رکھیں (نمبر ۲) جہاں عورتوں کی توقیر ہوتی ہے وہاں سامان خوشنودی مہیا رہتے ہیں۔ اور جہاں ان کی بے عزتی ہوتی ہے وہاں سارے صواب کے کام اکارت جاتے ہیں (نمبر ۳) جو شخص اپنی رشتہ دار عورتوں کو تکلیف میں رکھتا ہے۔ اُس کا سارا خاندان اس طرح تباہ ہو جاتا ہے۔ لیکن جس گھر میں عورتیں ناخوش نہیں رہتیں وہ خاندان ہمیشہ ترقی کرتا ہے (نمبر ۴) پس جو لوگ دولت کے خواہاں ہیں۔ ان کو چاہئے۔ کہ اپنی عورتوں کو حسب الوسع خوراک و پوشاک اور زیور سے خوش رکھیں۔ لیکن عورت کو بھی چاہئے کہ خاوند کو اس معاملہ میں تنگ کر کے قرضدار نہ کر دیوے۔ اور جیسی چادر دیکھے ویسے پاؤں پھیلاوے۔ یقیناً اگر بیوی کی پوشاک اچھی نہ ہوگی تو خاوند کا دل اُس سے خوش نہ ہوگا۔ اور جب دل ہی خوش نہ ہوگا۔ تو اولاد کب ہوگی۔ ان اقوال سے ثابت ہے۔ کہ ایسی ذلت اور سیاہ بختی کی حالت میں ہندوؤں کی عورتوں کو لوگ سمجھتے ہیں۔ ایسا ان کا حال نہیں ہے۔ جہاں باپ اپنی بیٹی کو نہایت عزیز سمجھتا ہو۔ اور اس کا پسندیدہ نام رکھنے کی اُس کو تاکید ہو۔ اور اُس کی تعلیم دینے کی اس کے واسطے از روئے دھرم شاستر خاص اجازت ہو جہاں عورت کے ساتھ نہت اخلاق سے گفتگو اور بڑھاپے اور دولت اور فضل کے برابر اُس کی توقیر کرنے کا حکم ہو۔ جہاں بغیر خوشی رضا کے اچھے خاوند کے ساتھ اُس کی شادی کرنی پڑتی ہو اور مباح مشغلوں میں اُس پر کچھ تعدی نہ کی جائے۔ جہاں یہ بات نہ ہو کہ خاوند بیوی کو اپنا جزو بدن سمجھے اور ہمیشہ اُس کو زیور اور خوراک و پوشاک سے حتے الوسع خوش رکھے اور آمد و خرچ کے بندوبست اور گھر کے انتظام میں اُسے مصروف رکھ کر محبت کے ساتھ پیش آوے۔ اور اُس پر اعتبار کر کے کاروبار میں اُس سے مشورہ لے۔ جہاں یہ بات ہو۔ کہ عورت کا مال خاوند کے مال سے الگ گنا جاوے اور کسی رشتہ دار کو اُس پر تصرف نہ پہنچے وہاں عورت کی عزت ایسی ہی سمجھی چاہئے جیسے اگلے زمانہ میں بوجب جہالت آریہ ورت کے روما اور یونان کی شائستہ قوموں میں تھی۔ یا آج کل تہذیب یافتہ قوموں میں ہوتی ہے۔ جو پاس اور لحاظ ہندوؤں کے ہاں عورتوں کا ہوتا ہے۔ وہ کسی راجپوت سے پوچھنا چاہئے۔ راجپوت کے نزدیک عورت اور تلوار اور گھوڑے سے عزیز چیز اور زیادہ دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ جتنی عزت عورتوں کی راجپوتوں میں ہے۔ اُسی ایشیا کی کسی قوم میں نہیں راجپوت کو اپنی عورت سے ایسی الفت ہوتی ہے کہ وہ اُس کی محبت کی ایک نظر کو بادشاہت سے بہتر سمجھتا ہے۔ ہند کی عورتوں کی پہلی اور حال کی حالت میں ایک بڑا فرق ہے۔ جس کو لوگ خیال نہیں کرتے۔ بچپن میں عورت کی شادی نہ کرنا کئی عورتیں نہیں کرنا۔ بیوہ کا دوسرا ودواہ نہ کرنا۔ ستی ہونا۔ عورت کا جاہل رکھنا اور اس کو گھر سے باہر نہ نکلنے دینا اور سادھوؤں اور پوجاریوں اور بھائیوں کی خدمت کی ہدایت کرنا۔ یہ ساری باتیں ہیں کہ پہلے زمانہ میں ان میں سے ایک بھی نہ تھی۔ بہت سی عقل عورتوں کے احوال سے جن کا بیان آگے آئیگا۔ ثابت ہوتا ہے کہ اگلے زمانہ کی عورتیں بہت سی پڑھی لکھی گذری ہیں۔ اُس دور میں لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد تین برس تک شادی کا انتظار کرنا پڑتا تھا۔ اس کے بعد اپنا خاوند پسند کرتی تھی۔ اُس زمانہ میں عورتوں کو یہ بھی اجازت تھی۔ کہ اپنے خواستگاروں کی جماعت سے جس کو چاہیں پسند کر لیں۔ چنانچہ راماین میں سیتا کا سوئمبر۔ مہابھارت میں دروپدی کا سوئمبر رگھو بنس کالیدا اس میں اندومتی کا سوئمبر۔ ارین نامی ایک یونان کا مورخ اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ قدیم آریہ لوگ اپنی بیٹیاں اُن لوگوں کو دیتے تھے کہ جو زور اور قوت کی آزمائش میں پورے اُترتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹی عمر کی شادی کا رواج اُن گرم ملکوں میں ہے۔ جہاں لڑکیاں جلد بالغ ہو جاتی ہیں۔ مگر نہ ایسا جیسا کہ ہندوستان میں ہے۔ کہ ابھی لڑکی گڑیاں کھیلنا بھی نہیں چھوڑتی۔ کہ اُسکی شادی ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جن لڑکیوں نے اپنے خاوندوں کو آپ پسند کیا۔ وہ حد بلوغت کو پہنچ گئی ہونگی۔ جب دیویانی نے کنچو کے آگے چند شلوک پڑھے۔ اور کنچو نے

اُس کو اگلے زمانہ کے قصے اور اشعار سنائے تو ضرور ہے کہ ہر دو سن بلوغت کو پہنچ چکے تھے۔ سیتا نے جب رامچندر جی کو سوئمبر میں پسند کیا۔ اور گلے میں پھولوں کی مالا ڈالی تو صاف ظاہر ہے کہ سات آٹھ برس کی نہ تھی۔ دروپدی کو جب ارجن نے سوئمبر میں جیتا اور مالائے گل زیب گلو ہوئی۔ تو دولہا کی خوب صورتی اور جوانی بہار پر تھی رکمنی نے جب کرشن جی کو اشتیاق نامہ کے ذریعہ سے اپنا حال جتلایا تھا۔ اور شستپال کے وصال سے گریزاں تھی۔ تو بہ واضح ہے۔ کہ دونو بالغ تھے۔ دمینتی کے باپ نے جب اُس کے سوئمبر کا ارادہ کیا تھا۔ تو وہ جوان تھی۔ بجبالے جب اپنے باپ پر وواہ کی خواہش ظاہر کی تھی۔ تو وہ عالم شباب میں تھی۔ آریوں میں کئی بیبیاں کرنے کا بھی اگلے زمانہ میں رواج نہ تھا۔ خاوند اور بی بی کو اس بات کی سخت تاکید تھی۔ کہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت کریں اور غیر کے ساتھ محبت نہ کریں۔ اور نہ نگاہ ڈالیں۔ بعض صورتوں میں جو خاوند کو دوسری شادی کرنے کی اجازت ہے وہ اُنہیں صورتوں میں ہے۔ جو واسطے امر مجبوری کے مخصوص ہیں۔ مقدس ویدوں اور قدیم سمرتیوں میں بیوگان کے واسطے بھی مکرر شادی کی اجازت ہے۔ منوجی کے دھرم شاستر میں بھی بیوہ کو مکرر شادی کرنے کی قطعی ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ منوسمرتی میں ستی ہونے کا نام و نشان نہیں اور نہ بالپن کے وواہ کا نام و گمان اُس کو ہرگز خیال ہی نہ تھا۔ کہ آیندہ لوگ ایسی قبیح رسومات میں مقید ہو جاوینگے۔ اس امر کا تحقیق کرنا مشکل ہے۔ کہ اس وحشیانہ خیال و جہالت خصال رسم کا آغاز کب اور کیونکر ہوا۔ اس بات میں سب سے پہلی تحریر آرسٹوبیوس کی ہے وہ لکھتا ہے کہ یہ رسم راجہ ٹکسلا کی عملداری میں جاری تھی اور ایک مورخ بھی اس قسم کی واردات کا ذکر لکھتا ہے۔ جس کو دو ہزار ایک سو چھیاسی برس ہو چکے ہیں جو یومینیس کی فوج میں ہوئی تھی۔ یہ مصنف جس کا نام ڈاؤڈورس ہے۔ اس رسم کے رواج پانے کا سبب بیوہ کی خستہ حالی خیال کرتا ہے۔ جس میں اُسے اپنی تمام عمر بسر کرنی پڑتی ہے۔ ایک مہاتما کا واک ہے۔ کہ ستی کی رسم انسان کے مکروہ خیالات سے پیدا ہوئی۔ خود غرضی سے اُس کا نشو و نما اور جھوٹ سے اس کا فروغ اور بے رحمی پر اُس کا خاتمہ ہوا۔ جہالت جس سے ایسے مکروہ خیالات پیدا ہوئے۔ جب تک کہ عورتوں سے بالکل دور نہ کی جاوے۔ تب تک ناممکن ہے کہ ہندوستانی بچے مہذب کہلا سکیں۔ ودیا وہ گوہر بے بہا اور علم وہ لطف غذا ہے جس کے کھانے اور کھلانے کو ہر ایک نوع انسان متجسس و محتاج ہے سوائے حصول ودیا انسان حیوان مطلق کے برابر ہے۔ نیکی اور بدی کی پوری تمیز سے آگاہ نہیں۔ اگرچہ روزانہ تجربہ سے کچھ کچھ کر سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی یہ کرنا اُس کا نسبت فہمی کے نہ کرنے کے مساوی ہو رہا ہے۔ اگلے زمانہ کی ساری تاریخیں یا اتہاس مردوں ہی کے نام سے نامزد ہیں۔ عورتیں بیچاری علم سے عاری اس بات سے بے نصیب ہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ہندوستان کی بہت سی عورتیں لائق گذری ہیں یونانیوں کی ساری تاریخ میں پانچ چھ مشہور عورتوں سے زیادہ کا ذکر نہیں ہے۔ اہل روما کی کتابوں میں جن کا عروج پندرہ سو برس تک رہا۔ صرف پانچ ہی عورتوں کا ذکر آیا ہے۔ فرانس میں دو تین عورتوں کا ذکر زبان زد خلائق ہے۔ برٹش کی عورتوں کے نام انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ آریہ قوم کی پرانی تواریخوں کے ملاحظہ سے علاوہ مردوں کی لیاقت علمی کے بہت سی ایسی عورتوں کے حالات درج ہیں جو کہ حصول ودیا سے جہالت کے کلنک کا ٹیکا مٹا کر کمالات ظاہری و باطنی میں آراستہ ہوئیں اور انہیں مہذب مادروں کے شکم سے تہذیب یافتہ بچے آریہ پیدا ہو کر ملک کو علم و حکمت کی کان بنانے اور یونان وغیرہ کو خوشہ چین کرایا

بعض نادان بابت تعلیم نسواں فرماتے ہیں کہ ہم کو کچھ زیادہ فایدہ یا بہبودی قوم عورتوں کے پڑھانے میں نظر نہیں آتی۔ اُن سودواسوں کے واسطے بھی سرمہ سلیمانی کافی ہے۔ کہ اگر عورتوں کو جاہل رکھنا ہی منظور ہے۔ اور جنگلی کا خطاب بھی بجز لازم لنگور ہے۔ ایک آنکھ میں سرمہ ڈالنا اور دوسری میں سفید لگانا شایان شان عقلمندان نہیں ہے۔ اگر در خانہ کس است یک حرف بس است ۔

دوسرا ادھیا

وِدوان عورتوں کے حالات میں

باوجودیکہ قدیم زمانہ کے حالات قلمبند کرنے کی طرف عرصہ سے آریہ لوگ لاپرواہ رہے۔ مگر اُن کی مشہور عورتوں کے نام یورپ کے کسی ملک کی مشہور عورتوں کے نام سے کم نہیں ہے۔ میترئی۔ گارگی۔ تارا۔ مندودری۔ سیتا۔ کنتی۔ دروپدی گاندھاری۔ شکنتلا۔ علےٰ ہذا القیاس ان کے سوا اور بہت سی عورتیں ایسی ہیں۔ جن کے نام یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ بعد امتیاز سچ اور جھوٹ کے ہر ایک کے حالات درج ہیں ۔

نمبر ۱ حال میترئی

یہ عورت یاگولک رشی کے ساتھ بیاہی ہوئی تھی۔ ویدوں کی ایک اُپنشد میں اِس کا حال یوں لکھا ہے کہ جب اُس نے دنیا چھوڑنے کا ارادہ کیا تو اول اپنی بی بی سے صلاح پوچھی اور کہا کہ اگر تم اجازت دو تو میں فقیر ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اور جس قدر میرا مال و اسباب ہے وہ تم اور میری دوسری بی بی کاتیائنی آپس میں تقسیم کر لو۔ میترئی نے کہا کہ اگر ساری زمین اور اُس کی دولت میرے قبضہ میں آجاوے تو کیا میں امر ہو سکتی ہوں۔ خاوند نے کہا کہ دولت سے زندگی البتہ بسر ہو سکتی ہے مگر وہ حیات ابدی کا ذریعہ نہیں۔ میترئی نے کہا کہ ایسی دولت مجھے نہیں چاہئے مجھے وہ راستہ بتاؤ جس سے ہمیشہ کی زندگی اور عمر جاودانی حاصل ہو ۔

یاگولک۔ عورت کا یہ استفسار دیکھ کر بڑا متعجب ہوا۔ اور اُس کو سامنے بٹھلا کر نجات کا راستہ اس طرح بتلانے لگا کہ انسان ہمیشہ کی زندگی اُس وقت حاصل کر سکتا ہے جس وقت سب چیزوں سے اپنا دل ہٹا کر پرماتما الدینہ کا دھیان دھرے۔ خوشی اور رنج جو کچھ انسان پر گزرتا ہے۔ سب روح کے علاقہ سے ہے اِس لئے چیزوں کو نہیں روح ہی کا دھیان کرنا چاہئے۔ کیونکہ جس ایک نے سب چیزیں پیدا کی ہیں۔ انجام کو سب کا خاتمہ اُسی کی عبادت پر ہے اور نجات اُسی کو ہوگی۔ جو پرماتما کو ایک جانے اور مانے۔ اپنے انتر پرماتما کا دھیان کرے۔ برہم کی معرفت اور گیان کے واسطے برہم ودیا وید میں شامل کیا ہے۔ کہ بعد اسی طرح کے اُپدیش کے وہ رشی مع عورت کے بن کو واسطے عبادت کے چلا گیا۔ اور دونو ایسے مہان رشی ہوئے کہ اُس وقت رشیوں میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ اس فاضلہ عصر نے کئی دفعہ پاکھنڈی پنڈتوں سے مباحثہ کر کے اُن کو پاکھنڈ سے بچنے کی ہدایت کی اور ہزاروں کو راہ راست پر لائے۔ ایک دفعہ پنڈتوں کا مباحثہ راجہ جنک کے حضور میں ہو رہا تھا اور وہاں میترئی بھی مردانہ ہمت سے اُن کے ہمراہ مباحثہ کر رہی تھی۔ یکایک یاگولک جی آگئے۔ میترئی اُن کو دیکھ کر خاموش ہو گئی۔ راجہ جنک نے پوچھا کہ اتنے مردوں کے سامنے خاموش نہ ہوئی۔ لیکن افسوس کہ ایک رشی کے آنے سے تیری زبان بند ہو گئی۔ میترئی نے کہا کہ اے راجہ میدان معرفت کے مرد یہی ہیں۔ تو اور تیرے پنڈت واچک اور راہ راستی میں نامرد ہیں ۔

نتیجہ

یہ حکایت ایک ایسی عالی حوصلہ عورت کی ہے جو ایک بڑے رشی کی بی بی اور اسکی بی بی ہونے کے لائق بھی اور اس بات کی نظیر ہے کہ اگلے زمانہ میں ایسی بیبیوں کی بڑی خاطر منظور تھی اور بغیر ان کے صلاح و مشورہ کے کسی بڑے کام کرنیکا ارادہ نہ کرتے تھے۔ اور حقیقتاً اُن کی دُنیوی بہبودی مدنظر نہ ہوتی تھی۔ بلکہ آخرت کا فکر بھی ہوتا تھا +

نمبر ۲ - حال گارگی

اس مشہور عورت نے اپنے علم و فضل اور ذکا کے سبب سے بہت بڑی شہرت پائی۔ ویدوں کے ایک اُپنشد میں اُس کے اور یاگو لک کے مباحثہ کا ذکر اس طرح لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ راجہ جنک فرمانروائے ودیہاس کے ہاں بڑا یگیہ ہوا۔ اور کورو اور پنچال دیس کے بڑے بڑے مشہور اور فاضل پنڈت وہاں جمع ہوئے۔ راجہ نے اس خیال سے کہ دیکھیں اس مجلس میں کون سا برہمن بڑا فصیح اور علم والا ہے۔ ہزار گائیں خریدا کر اور اُن کے سینگوں پر سونے کے خول چڑھوا کر برہمنوں سے کہا۔ کہ تم میں سے جو شخص شاستر میں اعلےٰ لیاقت دکھاوے یہ دان انعام پاوے۔ یاگو لک کے سوائے اور کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی۔ کہ ان کو ہاتھ لگا دے۔ البتہ ان کے کہنے سے اُس کا ایک چیلا سب گائیں ہانک کر اُس کے گھر لے گیا۔ اِس بات پر تمام برہمن برہم ہوئے۔ اور راجہ کے پروہت نے اُس سے کہا کہ تم بغیر ثبوت لیاقت و فضل اسے کے کس طرح اِس دان کے مستحق ہو سکتے ہو۔ یاگو لک نے اس مجلس کے تمام فاضلوں کو ڈنڈوت کر کے کہا۔ کہ میں اپنے ہی کو لے جانیکا مستحق سمجھتا ہوں جس کو کچھ دعوےٰ ہو مجھ سے بحث کر لے۔ اُس وقت مجلس میں چھ آدمی جن میں گارگی بھی تھی مباحثہ کے لئے مستعد ہوئے۔ پانچ برہمن تو تھوڑی دیر کے بعد ساقط ہو کر ہٹ گئے۔ اور گارگی بھی اگرچہ آخر کار ہار گئی۔ مگر اُس نے بڑی دیر تک ایسی فصاحت اور متانت سے گفتگو کی کہ اہل مجلس عش عش کرنے لگے اور مباحثہ ختم ہوا +

نتیجہ

گارگی کے مباحثہ سے اگلے ہندوؤں کے اطوار کی نسبت کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں اول یہ کہ جس زمانہ میں ہندوؤں کے ہاں مویشی ہی بڑی دولت سمجھی جاتی تھی۔ اُس وقت میں بھی عورتیں پڑھی لکھی ہوتی تھیں (دوم) یہ کہ اگلے دنوں میں پردہ نہ تھا۔ اور عورتیں مکان کی چار دیواری کے اندر بیٹھی نہ رہتی تھیں۔ بلکہ مجلسوں اور مباحثوں میں شریک ہوتی تھیں (سوم) یہ کہ جس طرح اس وقت لوگ اپنی رایوں کو اخباروں اور کتابوں میں چھاپ کر مشتہر کرتے ہیں۔ یا کسی مجلس میں کھڑے ہو کر سناتے ہیں اُس زمانہ میں یہ دستور تھا۔ اُن دنوں میں جو بات کسی کو لوگوں کے دلوں میں جمانی ہوتی تھی۔ وہ مباحثہ کی انجمن میں پیش کرتا تھا۔ اور ایسی انجمن کسی یگیہ یا تہوار کے موقع پر ہوتی تھی۔ ان انجمنوں میں برہمن اپنے کرتب دکھاتے تھے۔ اور اہل مجلس سے اپنی لیاقت کی داد پاتے تھے۔ اُسی کے قریب قریب یونان میں بھی دستور تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ اُس ملک کے مشہور و معروف مورخ ہیروڈوٹس نے اولمپیا کے اکھاڑے میں اپنی تاریخیں پڑھی تھیں۔ برہمنوں میں اب بھی دستور ہے کہ جو ودیارتھی اور پنڈتوں پر اپنا فضل ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ تو وہ کسی عمدہ موقع پر اپنا کمال جوہر دکھاتا اور سب سے زیادہ دان لے جاتا ہے +

نمبر ۳ - حال تارا رانی

اس کا ذکر بالمیکی رامائن میں ہے۔ یہ ملک مال کے راجہ کی بیٹی تھی اور کرناٹک میں مہاں ملی پور کے راجہ بالی سے اُس کی شادی ہوئی تھی اور اُس کے حسن و لیاقت علمی اور خوبیوں کی تعریف اس قدر ہے کہ جس قدر ایک عقلمند دانا رانی عاقلہ میں چاہئے چنانچہ مفصل حال اس کا رامائن میں درج ہے۔ راجہ بالی اور راجہ رام چندر جی کی لڑائی کا حال جو رامائن میں لکھا ہے۔ اُس سے یہ صاف پایا جاتا ہے۔ کہ راجہ بالی کے گھر تارا کے سوائے دوسری ساہتا سوئی کوئی نہ تھی۔ جب راجہ بالی اس لڑائی میں مارا گیا تو تارا رانی اپنی سہیلیوں کے ساتھ اُس کی لاش پر آئی اور ایسے درد و غم کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ کہ دیکھنے والوں کو افسوس آتا تھا۔ اُس نے بموجب قاعدہ دھرم شاستر کے اُس کی لاش کو جلوا دیا۔ بالی کی وفات کے بعد رام چندر جی نے اپنے وعدہ کے موافق اُس کے بھائی سگریو کو راجہ بنایا اور سگریو نے فقط اپنے بھائی کا تخت ہی نہ پایا بلکہ موافق اُس دستور کے جو اب بھی اُڑیسہ میں جاری ہے۔ بموجب ہدایت رام چندر جی کے تارا سے مکرر شادی کر کے اُسے اپنی رانی بنایا +

نمبر ۴ - حال مندودری

یہ عورت شاید ملک تامل کے راجہ کی بیٹی تھی اور اُسکا بیاہ لنکا کے راجہ راون سے ہوا تھا یہ لنکا ملک آریہ ورت کی دکن کی طرف سمندر کا ایک ٹاپو ہے اور اسی کو سراندیپ بھی کہتے سوائے حسن اور جمال ظاہری کے بہت سی لیاقتیں اور خوبیاں اس میں پائی جاتی تھیں۔ جن کا ہونا عاقل اور سنجیدہ آدمی اپنی بیویوں میں بدل چاہتے ہیں۔ یہ جو لکھا ہے۔ کہ راون کے گھر کئی ہزار رانیاں تھیں۔ یہ اگلے شاعروں کی گھڑت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس ملک کے کبیشروں کا قاعدہ ہے۔ کہ جب کسی راجہ کی بڑائی اور مہماں شروع کرتے ہیں۔ تو پہلے اُس کی رانیوں کی کثرت بیان کرتے ہیں۔ کہ اگر مان لیا جاوے کہ راون کی بہت سی عورتیں تھیں۔ تو بھی اس میں کلام نہیں کہ مندودری سب میں پٹرانی تھی۔ اور اُس کے بطن سے راون کے ہاں کئی بہادر بیٹے پیدا ہوئے۔ جب راون نے سیتا کو جبر اور دغا سے لے جا کر اسوک بن میں قید کیا تھا۔ تو مندودری نے کئی بار اُس کی رہائی کی شفاعت کی تھی۔ مگر راون نے ایک نہ سنی۔ عورت کو عورت پر اکثر رحم آجاتا ہے۔ اور اس رحم کا آ جانا داخل آدمیت ہے شطرنج کا مشہور کھیل جو کئی صدیوں سے چلا آتا ہے۔ اور دُنیا بھر میں اُس کا اکثر رواج ہے۔ یہ بھی مندودری ہی کی عقل خداداد کا ثمرہ ہے۔ اِس کھیل کے نکالنے کا سبب یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ راون کو جنگ اور خونریزی کا بہت شوق تھا۔ اس لئے مندودری نے اپنی طبعیت سے شطرنج کا کھیل نکالا۔ مطلب یہ تھا کہ خاوند اُس کا اس کھیل میں شطرنج کے مہروں کی لڑائی سے اپنا دل بہلا کر خلق خدا کو تباہ نہ کرے۔ شطرنج کی ایجاد کا دعوےٰ بہت سی قومیں کرتی ہیں۔ مگر سر ولیم جونس اِس کا موجد ہندوؤں کو مانتے ہیں۔ اور ہندو اس کو مندودری سے منسوب ٹھہراتے ہیں سنسکرت میں اس کھیل کو چترنگ کہتے ہیں اور شطرنج اس لفظ سے بگڑا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ بعضے اِسکی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں کہ سنسکرت میں شترو دشمن کو کہتے ہیں اور شترون اُسکی جمع ہے۔ جب اُس کے ساتھ ہی لفظ جے آیا۔ تو اس کے معنی دشمنوں پر فتح پانے والے ہو گئے۔ چترنگ۔ فوج کے چار حصّوں رتھ۔ ہاتھی۔ سوار۔ پیادہ کو کہتے ہیں۔ پہلے اِس کھیل کے مہرے اِن چار ناموں سے موسوم تھے۔ پیچھے رتھ کی جگہ کشتی مقرر ہو گئی۔ چنانچہ ہندوؤں کے ہاں رُخ کو نوکا کہتے ہیں۔ سر ولیم جونس صاحب لکھتے ہیں کہ گھوڑوں اور ہاتھیوں اور پیادوں کے ساتھ رُخ کا ہونا بے میل سا معلوم ہوتا ہے۔ مگر اصل بات یہ ہے۔ کہ کشتیوں سے یہاں بحری فوج مراد ہے اور رتھوں سے کشتیوں کا بدلنا اس بات

بردلالت کرتا ہے۔ کہ پچھلے زمانہ میں ہندو راجاؤں کے وقت حفاظت ملک کے لئے فوج بحری کا رکھنا بھی ضروری ہو گیا تھا۔ سمندر دوری اسے جاوید اور ٹیوں کے مارے جانے کے بعد باجازت وفرمودہ رامچندر جی کے اسے دلور بھیشن سے منعقد ہوئی۔ کیونکہ رامچندر جی نے نصفہ خیر خواہی خودراون کے مرنے کے بعد ملک لنکا اُس کے بھائی بھیشن کو دے دیا تھا ٭

نتیجہ

جس طرح ملک پنجاب میں جاہل عورات عموماً سوانگ کا رواج رکھتی ہیں۔ اور اُس سے دلی مسرت بھی ہوتا ہے۔ کہ خاوند در دور رنج جسمانی دبلائے ناگہانی سے محفوظ رہے۔ اگر ان کو ذرا بھی تمیز ہوتی تو مثل مسدوری جی کے ایسے نادانی برت سے بری ہو کر خاوند کو غم والم سے سبکدوش کرنے کے واسطے دستکاری وغیرہ ایجاد سے مددگاری کریں ٭

نمبر ۵۔ حال رانی سیتا جی کا

جو شہرت آریوں میں رامچندر جی کی رانی سیتا نے پائی وہ کسی عورت کو نصیب نہیں ہوئی۔ طرح طرح کی مصیبتوں کا جھیلنا۔ اور عجیب عجیب قسم کے پیتوں کا دیکھنا خاندان ومرتبہ کی شرافت بیش خداداد کی لطافت اور خصایل کی خوبی یہ ساری باتیں ایسی ہیں جن کے سبب سے ہر فریق اور ہر قوم کے ہندو اُس کے نام کو محبت سے یاد کرتے ہیں۔ ہندو سیتا کی ایسی تعظیم کرتے ہیں۔ جیسے عیسائی بی بی مریم کی اور مسلمان بی بی فاطمہ کی۔ سیتا کے باپ کا نام جنک تھا اور متھلا دیس کا جس کو آجکل ترہٹ کہتے ہیں۔ راجہ تھا۔ اس لڑکی کے سوائے اُس کے گھر اولاد نہ تھی۔ اس لئے بڑی محنت اور آرام سے اسے پالا تھا حسن وجمال میں اس عورت کا اس وقت کوئی نظیر نہ تھا۔ اور خصائل برگزیدہ وصفات حمیدہ نے اُسے اور بھی چمکا رکھا تھا۔ ایک عقلمند آدمی کا قول ہے۔ کہ بہادر مرد کے سوا حسین عورت کا کوئی مستحق نہیں ہے۔ بموجب اس قول کے اُس کے باپ نے یہ عہد کر لیا۔ کہ جو کوئی ایک سخت کمان کو جو اس کے ہاں رکھی ہوئی تھی حلہ چڑھائیگا وہی سیتا کو پائیگا۔ اُس زمانہ میں بہادری سی لطافت سمجھی جاتی تھی۔ تمام سرداران اور چھتری ایسی سٹیاں انہیں لوگوں کو دے بھے جو لڑائی کے کرتبوں میں سبقت لے جاتے تھے۔ یہ کمان کوئی آسمانی کمان نہ تھی اور نہ کوئی کرامات رکھتی تھی۔ بلکہ بڑی بھاری اور ایسی کڑی تھی کہ اُس کا کھینچنا دشوار تھا۔ ایرین نامی ایک مؤرخ تحریر فرماتا ہے کہ ہند کے لوگ کمانوں کو پاؤں سے کھینچتے تھے۔ اور ان کا تیر چھ فٹ لمبا ہوتا تھا۔ ایسی کمان اب بھی پہاڑی قوموں میں پائی جاتی ہے پس راجہ جنک کے پاس ایسی کمان کا ہونا تعجب سے نہیں ہے۔ جب سیتا کے حسن وجمال اور اُس کے باپ کے دولت واقبال کا شہرہ آریہ ورت میں پھیل گیا۔ تو نزدیک ودور کے بہت سے راجے جنک کے دربار میں آنے لگے۔ اُس وقت رامچندر جی کی جوانی کا آغاز تھا۔ اور فن تیراندازی میں انہوں نے بڑا کمال پیدا کیا ہوا تھا۔ کوئی راجہ رامچندر کے سوائے اُس کمان کو نہ کھینچ سکا۔ اور انہوں نے فقط کھینچا ہی نہیں بلکہ دو ٹکڑے بھی کر دئے۔ اُن کی یہ شہزوری دیکھ کر سیتا کے باپ نے اُن سے اُس کی شادی کر دی اور وہ اُس کو لیکر اپنی اجودھیا میں جہاں اُن کے باپ کی دارالحکومت تھی چلے آئے۔ یہاں رہتے ہوئے رامچندر جی کو تھوڑے دن گذرے تھے۔ کہ ان کے پتا راجہ دسرتھ نے اپنی ایک چہیتی رانی کے بہکانے سے رامچندر کو چودہ برس کا بن باس دیدیا۔ رامچندر جی سیتا اور لچھمن کو ہمراہ لیکر وہاں سے روانہ ہوئے۔ الہ آباد سے ہوتے ہوئے چترکوٹ پہاڑ پر پہنچے۔ اور کئی برس تک اِدھر اُدھر پھر کر آخر پنچوٹی پر جو گوداوری ندی کے منبع کے قریب ہے مقام کیا جلاوطنی کے باقی دن وہاں گذارے۔ اُنکے چلنے کے بعد راجہ دسرتھ کو اس قدر رنج وپشیمانی ہوئی۔ کہ وہ جانبر نہ ہوسکا۔ اُسکی وفات کے بعد رامچندر کے لینے کے واسطے بھرت جی اُن کے پاس آیا۔ مگر انہوں نے بموجب اقرار کے تا انقضائے میعاد واپس جانے سے انکار کیا۔ حاصل یہ کہ رامچندر جی معہ عورت اور بھائی کے پنچوٹی میں رہتے اور جنگل کے پھل پھلاری سے اپنی گذر اوقات کرتے تھے۔ اس عالم مسافرت میں جس خاطر اور تسلی کے ساتھ رامچندر لچھمن اور سیتا کے ساتھ پیش آتے تھے اور جس محبت سے اُسکی خبرگیری کرتے تھے۔ اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندو اپنی عورتوں سے بہت اُنس رکھتے تھے۔ رام اور لچھمن اور سیتا کو کبھی اکیلا نہ چھوڑتے تھے۔ ایک دن اتفاقاً ہرن کا ایک خوب صورت بچہ اُس راستہ سے گذرا سیتا کا دل اُس کی الفت میں مائل ہو کر رامچندر جی سے مستدعی ہوئی۔ کہ مہاراج اگر یہ زندہ مل جاوے۔ تو اس بن باس میں ایک گونہ دل تسلی پائے۔ رامچندر جی اُس کے تعاقب میں گئے اور بچہ کے زندہ پکڑنے کے بہت دیر کی۔ لچھمن جی واسطے خبرگیری کے گئے۔ فیصلہ الہی کا راجہ راون میدان خالی پا کر سیتا کو زبردستی سے لیگیا۔ باعث لے جانیکا صرف یہی تھا کہ سروپ نکھا ہمشیرہ راون رامچندر جی سے شادی کرنا چاہتی تھی۔ وہ بولے۔ کہ میں اپنی عورت ہمراہ لایا ہوں۔ لچھمن نہیں لایا اُس سے کہو۔ جب اس کے پاس گئے۔ تو وہ انکاری ہوا۔ لیکن سروپ نکھا جب بطور زبر آ کر سیتا کو ڈرایا کرتی تھی۔ لچھمن نے اُس کی حرکات ناشایستہ سے تنگ ہو کر اُس کا ناک کاٹ ڈالا۔ ناچار مجبوری راون واسطے مدد کے آیا اور غیر حاضری میں سیتا کو لے گیا۔ لنکا میں لے جا کر ہر چند لفتار کی راہ سے بہتیرے جال ڈالے۔ بلکہ سیتا کو قید بھی کر دیا۔ مگر سیتا کی عصمت اور پاکدامنی کے آگے اُس کی ایک پیش نہ گئی۔ رام اور لچھمن نے جب واپس آ کر سیتا کو گھر میں نہ پایا۔ نہایت بیقرار ہوئے۔ اور جنگل میں جا بجا تلاش کرنے لگے۔ آخر کو جب پتہ اُس کا مل گیا۔ تو کرناٹک کے راجہ بالی کے بھائی سگریو سے مل کر سیتا کو قید سے نکالنے اور راون سے لڑائی کی تیاریاں شروع کیں۔ لڑنے سے پہلے سگریو کے سپہ سالار اور وزیر اعظم ہنومان کو ایلچی بنا کر راون کو سمجھانے کو بھیجا مگر اُس نے نہ مانا۔ ہنومان سیتا کو تسلی دیکر واپس آگیا اور رام چندر جی ہمراہی سگریو بہار کی کھاری پر پل باندھ کر لنکا پر چڑھ گئے۔ جو معرکہ آرائیاں اور خونریزیاں اس موقع پر ہوئیں۔ اُس کے بیان میں بالمیک نے نہایت مفصل بیان کیا ہے۔ آخر رام اور راون کا مقابلہ ہوا۔ اور رام نے راون کو مار لیا۔ راون کے ہلاک ہونے کے بعد رامچندر جی سیتا کو قید سے چھوڑا کر بسبب پورا ہوتے میعاد بن باس وطن کو پھرے الا قبل از روانگی سیتا کو ثبوت عصمت کے لئے آگ میں گرنا پڑا۔ اُس زمانہ میں دستور تھا کہ جس عورت پر زنا کا الزام لگایا جاتا تھا۔ اُس کو اپنی عصمت ثابت کرنے کے لئے جلتے کوئلوں اور لوہے کے لال لال ٹکڑوں پر ننگے پاؤں چلنا پڑتا تھا۔ اگر عورت کو اس آزمائش سے کچھ ایذا نہ پہنچتی تھی۔ تو وہ بیگناہ سمجھی جاتی تھی۔ ورنہ آگ میں جل کر اپنی بدکرداری کی سزا پاتی تھی۔ سیتا کو آزمائش کے بعد سب اجودھیا کو واپس آئے۔ اور راجہ رامچندر جی سیتا کے ساتھ بڑی خوشی سے زندگی بسر کرنے لگے وہ جس قدر اپنے حسن وجمال سے اُن کے دل کو اپنی طرف کھینچتی تھی۔ وہ اُس قدر اپنی فرمانبرداری اور نیک اطواری سے اپنی محبت کا بیج اُس کے دل میں بوتے تھے۔ ان دونوں کی محبت کا حال جو بالمیک وغیرہ شاعروں نے لکھا ہے۔ وہ نری شاعری نہیں ہے۔ بلکہ عورت اور بیوی کی محبت کی ایک مثل ہے۔ سیتا کا دل اکثر لذات دنیاوی سے برداشتہ رہتا تھا۔ آخر چند سال کے بعد تنہائی کی اجازت مانگی۔ اجودھیا کے پاس جہاں ایک سنسان جنگل ہے۔ حسب خواہش سیتا۔ لچھمن جی وہاں اُس کو چھوڑ آئے۔ اجودھیا سے روانہ ہونے سے پہلے سیتا کو ایک دو ماہ کا حمل تھا۔ لیکن ناتجربہ کاری خیال نہ کیا اور جنگل میں پہنچے

کے ساتھ آٹھ ماہ بعد لَو اور کُش تو ام دو لڑکے پیدا ہوئے۔ بالمیک مُنی جو اُس وقت کے رشیوں میں نہایت دھرماتما تھے ایسی حالت میں بسبب قریب ہونے کے سیتا اُن کی جھونپڑی میں چلی گئی۔ علیٰ ہذا القیاس بارہ برس تک اس عالم تنہائی میں لڑکوں کی پرورش اور رشی کی خدمت اور پرماتما کی عبادت میں مصروف رہی۔ جس وقت رامچندر جی نے اپنے ہاں ایک بڑا اشومیدھ یگ کیا۔ تو اُس وقت تک بالمیک جی رامائن تصنیف کر چکے تھے۔ اور لَو اور کُش کو حفظ کرا ئی تھی۔ اِس یگ میں بہت سے رشی منی اور دونوں لڑکوں کے ساتھ بالمیک جی بھی اجودھیا کو آئے۔ اور لڑکوں نے کل رامائن ایسی خوش آوازی سے رامچندر کو سنائی۔ کہ اُس عالیشان جلسہ میں سب کو سیتا کی جدائی ناگوار گذری ہنومان وغیرہ سپہ سالاروں کو بھیج کر سیتا کو اجودھیا میں طلب کیا۔ جو مدت سے تکلیفیں اُٹھاتی اٹھاتی نہایت نحیف اور کمزور ہو گئی تھی۔ اجودھیا میں پہنچتے ہی غش کھا کر گر پڑی۔ ہر چند اُس کو ہوش میں لانے کی تدبیریں کی گئیں۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہؤا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس کی جان نکل گئی۔ رامچندر جی کو اُس کے مرنے کا اس قدر رنج ہؤا۔ کہ انہوں نے اپنے تئیں دریائے سرجو کے حوالہ کیا۔ بعد رامچندر جی کی وفات کے چند روز ماتم کر کے لَو راجہ گدی نشین ہؤا +

نتیجہ

سیتا کی داستان سے مطالب ذیل برآمد ہوتے ہیں:۔

اوّل۔ یہ کہ لڑکی کی شادی دیکھ بھال کر کرنی چاہیئے۔ دوم جوانی کی عمر میں جبکہ پوری زوجیت کے حقوق و فرائض سے آگاہی ہو۔ سوم جوانمرد کے ساتھ نہ کہ بطمع زیور۔ پیسہ نو سال کے ہاتھ بیچنا۔ چہارم۔ صبر اور استقلال اور اطاعت اور فرمانبرداری سے خاوند کی مصیبتوں میں شریک ہونا۔ پنجم مصیبت اور قید میں بھی خاوند کی اطاعت اور فرمانبرداری کو یاد سے نہ بھولنا۔ ششم تعلیم یافتہ ہونا چاہیئے۔ حمل کے قیام وغیرہ حالات سے آگاہی ہو۔ بلکہ ان معاملات کی جیسا کہ نیسرے ادھیاء میں ذکر ہوگا۔ عورت کو تعلیم یافتہ ہونا چاہیئے۔ ہفتم۔ ایک ادنےٰ چیز پر مبتلا نہ ہونا چاہیئے جس سے خاوند کی جان مصیبت میں پڑ جائے۔ اور خود بھی پشیمانی اٹھائے +

نمبر ۲۔ حال شکنتلا

یہ عورت ہندوستان میں ایسی ہوئی ہے۔ جس کے احوال سے کالیداس ایک مشہور شاعر نے اپنے ناٹک کو زینت دی ہے۔ شکنتلا جی ایک رشی کنو نام کی بیٹی تھی یہ رشی ہردوار کے قریب ایک چھوٹی ندی مالنی کے کنارے ایک ایکانت ستھان میں بود و باش رکھتا تھا۔ اُس کی جھونپڑی کے گرد سرو و صنوبر اور قسم قسم کے خود رو پھولوں کے درخت تھے۔ کنو کے اولاد یہی ایک بیٹی تھی۔ اس لئے بڑے ناز و نعمت سے پالا تھا اور جو باتیں علم و اخلاق کی عورتوں کو سکھلانی چاہئیں وہ سب اُسے تعلیم کی تھیں۔ جانوروں کی ٹہل کرنی اور پودوں کو پانی دینا اس لڑکی کا شغل تھا۔ جب وہ جوان ہوئی تو اتفاق سے ایک روز راجہ دشینت شکار کرتا ہؤا اُدھر آ نکلا۔ کنو اُس وقت جھونپڑی میں نہ تھا۔ دستور کے موافق شکنتلا نے اُس کا استقبال کیا نظروں کا چار ہونا تھا۔ کہ دونو کا کام عشق کی شمشیر نے تمام کیا اور نگاہوں ہی میں ایک دوسرے کا راز سمجھ لیا۔ اُسی وقت راجہ نے اپنا حسب و نسب بتا کر اُس کے ساتھ گندھرب بیواہ کر لیا۔ یہ بیواہ طرفین کی رضامندی سے ہو جاتا ہے۔ اور کسی رسم و آئین کا اُس میں دخل نہیں ہے۔ اس طرح کی شادی اگلے زمانہ میں گرد ممالک کے نزدیک ایک پسندیدہ قوم گندھرب میں رائج تھی۔ منو نے بھی شادی کے اقسام میں اُس کا ذکر لکھا ہے۔ مگر اُس کو پسند نہیں کیا۔ بیاہ کے بعد راجہ دو چار دن

وہاں رہا۔ اور پھر اپنے دارالخلافہ کو روانہ ہؤا۔ چلتے وقت شکنتلا کو انگوٹھی دیکر یہ کہا۔ کہ چند روز میں تجھ کو اپنے پاس بلا لونگا۔ تھوڑے عرصے کے بعد شکنتلا کو حمل کے آثار نمودار ہوئے۔ تو اپنے خاوند کی طرف ہستناپور کو روانہ ہوئی۔ مگر راستہ میں جو ایک تالاب کے اندر اُسے نہانے کا اتفاق ہؤا تو وہ انگوٹھی اُس میں گر پڑی۔ مگر جب وہ اپنے خاوند کے پاس پہنچی اور اُس نے اپنی نشانی نہ دیکھی۔ تو اُس کی بات کو نہ مانا۔ اور جنگل میں جو قول و قرار کئے تھے سب دل سے بھلا دئے۔ یہاں ناظرین کو ایک بات جتلانی ضرور ہے۔ ایک زمانہ میں آریہ ورت میں دستور تھا کہ سردار کو مہارشی کہتے تھے اور حکومت اور سلطنت کی باگ بھی اُسی کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ پچھلے راجاؤں نے لڑنے اور ملک گیری کا کام تو اپنے ہاتھ میں رکھا اور عبادت اور رہنمائی کا کام برہموں کے حوالہ کیا۔ اس زمانہ میں جب برہمن چھتریوں کے ہاتھ تکنے والے بنے تو چھتریوں کے دل سے اُن کی قدر و منزلت جاتی رہی بلکہ اُن سے رشتہ کرنا بھی بے عزتی سمجھنے لگے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ دشینت راجہ بھی اُسی زمانہ میں گذرا ہے اور شکنتلا کو جب اُس نے غریب برہمن کی بیٹی دیکھا۔ تو اُس کو اپنے گھر میں رکھنا عار سمجھا۔ غرض کہ جب شکنتلا کو راجہ نے قبول نہ کیا۔ تو اُس کی ماں آ کر اُس کو اپنے ساتھ جنگل میں لے گئی۔ یہاں پہنچ کر شکنتلا کا ایک لڑکا پیدا ہؤا۔ اور بھرت اُس کا نام رکھا۔ اِس لڑکے کی جرأت کا یہ حال لکھا ہے۔ کہ وہ جنگل میں شیر سے نہ ڈرتا تھا۔ اور اُس کے سامنے اُس کے بچوں سے کھیلا کرتا تھا۔ آخر جب وہ انگوٹھی جو شکنتلا کے ہاتھ سے گر پڑی تھی کسی طرح راجہ کے پاس پہنچی۔ اور بھرت کی جوانمردی و بہادری کا شہرہ بھی اُس نے سنا۔ تو واسطے تفتیش حال کے جنگل میں آیا۔ اور اُس کو مع ماں کے شکنتلا کے ہمراہ لایا۔ اور پٹ رانی بنایا۔ چنانچہ بھرت بڑا بہادر اور جنگجو ہؤا۔ اور ہندوستان کے بہت سے علاقہ اُس نے فتح کئے۔ اور اِسی بھرت کے نام سے آج تک ہندوستان بھارت ورش کہلاتا ہے +

نتیجہ

(نمبر ۱) لڑکیوں کو تعلیم دیکر جوہر علم سے آراستہ کرنا چاہیئے۔ تاکہ زیور نہ ہونے یا پیسے کا دھکا دل سے دور ہو کر اپنی اخلاقی و روحی و راستی سے مسرور رہیں

(نمبر ۲) اپنے مساوی شخص سے شادی کرنی چاہیئے جو علم و اخلاق میں مساوی ہو

(نمبر ۳) راجہ دشینت کی مانند عہد شکن نہ ہونا چاہیئے۔ کہ آخر کو پچھتانا پڑے کیونکہ حسن اخلاق حسن اتفاق سے ہوتا ہے +

نمبر ۳۔ کنتی کا حال

کنتی کا نام آریوں کی تاریخ میں ایسا ہی مشہور عام ہے جیسا اہل روما کی تاریخ میں کورنیلیا کا۔ اس کورنیلیا کی بابت ذکر ہے۔ کہ اِس کے دو بڑے بیٹے جوانمرد اور بہادر اور محب وطن تھے۔ اور یہ خود نہایت نیک اور پارسا تھی۔ یہ عورت مسیح سے ۲۰۰ برس پہلے گذری ہے +

نقل ہے کہ ایک بار ایک عورت اپنا تمام زیور زیب بدن کر کے اُس کے پاس آئی اور اپنا زیور اُسے دکھا کر کہنے لگی۔ کہ تو بھی اپنا زیور مجھے دکھا۔ اُس نے اپنے دونوں بیٹوں کو اُس کے سامنے کھڑا کر دیا۔ اور کہا کہ ان دونوں زیوروں کے سوا میرے پاس اور کچھ نہیں ہے۔ مگر کنتی کو ان کے سبب سے کمال فخر ہے۔ کنتی راجہ سور کی بیٹی تھی۔ جو متھرا کا راجہ تھا۔ ان دنوں متھرا کی سلطنت بڑی سلطنتوں میں شمار ہوتی تھی۔ اِس لئے پانڈو جیسے راجہ کا جو چندر بنسی خاندان میں

آفتاب تھا۔ متھرا کے راجہ کی بیٹی سے بیاہ کرنا دولو کے عمر کا باعث تھا۔ راجہ پانڈو کے ہاں دو رانیاں تھیں۔ ایک کنتی دوسری مادری۔ کنتی سے یدھشٹر۔ بھیم اور ارجن تین بیٹے اور مادری سے نکل اور سہدیو دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ان پانچوں کو قدیمی تواریخ میں پانڈو کہتے ہیں۔ پانڈو زبردست راجہ تھا۔ کئی برس تک اُس نے بڑی شان و شوکت سے حکومت کی۔ لیکن انجام کار راج کاج چھوڑ کر کوہ ہمالیہ کو چلا گیا۔ کہ باقی عمر بیویوں اور بچوں کے ساتھ وہاں گوشۂ تنہائی میں بسر کرے۔ اور پہاڑ کی سیر سے اپنا دل بہلائے جب پانڈو نے انتقال کیا۔ تو کنتی پانچوں لڑکوں کو لیکر ہستناپور کو ان کے چچا دھرتراشٹ کے پاس چلی گئی۔ راجہ دھرتراشٹ بڑی خاطرداری سے پیش آیا۔ محل میں اپنی بی بی گندھاری کے پاس اُسے رہنے کو جگہ دی۔ اور اُس کے بچوں کو اپنے بیٹوں کی طرح پرورش کرنے لگا۔ اور سب کو تعلیم کے لئے درونا چاریہ کے سپرد کیا۔ اِس میں کچھ شک نہیں کہ ان یتیم بچوں کو درونا چاریہ اُستاد کامل ملا تھا۔ مگر ماں کی تعلیم بھی اُن کے حق میں اُستاد کی تعلیم سے کم مفید نہ ہوئی۔ جب پانڈو اول مرتبہ جلاوطن ہوئے۔ تو کنتی اُن کے ہمراہ جنگلوں اور بنوں میں پھرتی رہی۔ بنوں سے نکلنے کے بعد سب کے سب ورن وت یعنی الہ آباد میں پہنچے۔ یہاں اُن کے دشمنوں نے اُن کے مارنے کی ولسی تدبیر کی تھی۔ کہ وہ سب جل کر راکھ ہو جاتے۔ مگر اُن کا بال بیکا نہ ہؤا۔ اور وہاں سے شہر آرہ میں پہنچے۔ اور کچھ دن تک ایک برہمن کے مکان میں چھپے رہے۔ ایک دن انہوں نے اُس گھر میں آہ و زاری کا شور سُنا۔ جب دریافت کیا تو معلوم ہؤا۔ کہ اس شہر کے قریب ایک نام مردم خور وحشی رہتا ہے۔ اُسکا معمول ہے کہ ہر روز ایک آدمی کھا کر اپنا پیٹ بھرتا ہے۔ اور نوبت بنوبت اس شہر سے ایک آدمی اور کچھ کھانے کا اسباب اُس کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ آج اُس کی معمولی خوراک اور آدمی بھیجنا ہمارا ذمہ ہے۔ اِس پر کنتی نے کہا کہ تم کچھ فکر نہ کرو۔ کہ میں اپنے ایک بیٹے کو بھیج دوں گی۔ جو وہ اُس آدم خور کو مار ڈالیگا۔ چنانچہ بھیم سین اس کام کے لئے متعین ہؤا۔ اور بڑ کے درخت کے نیچے ہیں جہاں وہ مردم خور آدمی کو آ کر کھاتا تھا۔ جا بیٹھا۔ جس وقت وہ مردم خور آیا۔ اور چاہا کہ اُس کا لقمہ کرے۔ یہ اُس کے مقابل ہو گیا۔ اور بڑی دیر تک دونوں میں سخت لڑائی رہی۔ آخر بھیم اُس پر غالب آیا اور اُس کا کام تمام کیا۔ الغرض آرہ سے نکل کر پانڈو پنچال کی سلطنت کمپلا کی طرف اِس غرض سے روانہ ہوئے۔ کہ وہاں کے راجہ کی بیٹی دروپدی کے سوئمبر میں شامل ہوں اور اپنی ماں کو اُس برہمن کے ہاں چھوڑ گئے۔ جب دروپدی اُنکے سوئمبر میں ہاتھ آئی۔ تو پانچوں بھائی معہ اپنی ماں کے چند روز کمپلا میں رہے۔ اِس کے بعد راجہ دھرتراشٹ نے ہستناپور میں اُنہیں بلوایا۔ جب پانڈو دوسری مرتبہ جلاوطن ہوئے تو کنتی اُس وقت بہت ضعیف ہو گئی تھی۔ اور جنگل جنگل ساتھ پھرنے کی طاقت اُس میں باقی نہ رہی تھی۔ اِس لئے اُس کو اپنے چچا ودر کے پاس چھوڑ گئے۔ اِس جلاوطنی کے ختم المیعاد کرنے کے بعد پانڈو نے کرشن کو کوروں کے پاس بھیجا۔ کہ صلح اور آشتی سے اُن کا راج اُن کو مل جائے۔ اور فساد تک نوبت نہ آئے جب کرشن ہستناپور میں پہنچے تو کنتی کو نہایت حیران اور پریشان پایا۔ اُنہوں نے اُس کی تشفی کی اور کہا کہ تھوڑے روز صبر کر۔ پانڈو کا راج عنقریب اُن کو مل جاتا ہے۔ اِس وقت جو پیغام کنتی نے اُن کے ہاتھ اپنے بیٹوں کو بھیجا۔ وہ سننے کے قابل ہے۔ اور اُس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آریہ ورت کی عورتیں کس بلا کے دل و دماغ رکھتی تھیں +

پیغام مندرجہ ذیل پڑھئے۔ اے بیٹو! موقع کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہئے۔ تم کو لازم ہے کہ اپنے باپ کی میراث پر لڑنے میں ذرا تساہل نہ کرو۔ دشمن کی جمعیت اور اس کی فوج کی کثرت کا کچھ خوف دل میں نہ لاؤ۔ اور فوراً اُس سے راج چھین لو۔ جان لو کہ تم چھتری ہو۔ بنئے کی طرح بیوپار یا ہل جوتنے یا بھیک مانگنے کے لئے پیدا نہیں ہوئے۔ ہتھیار باندھنا اور مرنا یا مارنا تمہارا کام ہے۔ بے عزتی کے ساتھ جینے سے مرنا لاکھ درجہ بہتر ہے۔ یہی وقت ہے کہ تم اپنے کو پانڈو کی اولاد کر دکھاؤ۔ اور لوگوں پر ثابت کر دو کہ کنتی بہادر و شریف بیٹوں کی ماں ہے تمہارے دشمنوں کے سبب سے جو مصیبتیں تمہارے خاندان پر پڑیں وہ کچھ کم نہیں ہیں۔ جب میں اس بات کا خیال کرتی ہوں۔ کہ تمہاری بی بی دروپدی کے بال پکڑ کر انہوں نے کس طرح گھسیٹا۔ تو سب مصیبتیں اس بے عزتی کے آگے ہیچ معلوم ہوتی ہیں۔ اگر تم نے کوروں سے اِس بے عزتی کا انتقام نہ لیا تو دنیا میں تمہارا جینا عبث ہے تم کو لازم تھا کہ جس روز یہ ہتک ہوئی تھی۔ اُسی روز اُس کا بدلا لیتے۔ یا وہیں مر کر ڈھیر ہو جاتے اب جو وقت ہاتھ سے نکل گیا۔ اِس لئے اب اس میں تندہی کرنی زیادہ ضرور ہے اِس پیغام کے سنتے ہی ہمیں سپارٹا کی عورتوں کا وہ مقولہ یاد پڑتا ہے کہ جب اُن کے لڑکے لڑائی پر جاتے تھے۔ تو اُن سے کہہ دیتی تھیں کہ یا ڈھال لیکر آنا یا ڈھال کے اوپر آنا اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگلے زمانہ میں آریہ قوم کی سب عورتیں ایک ہی سی طبیعت رکھتی تھیں۔ خلاصہ یہ کہ مہابھارت کی لڑائی میں پانڈو فتحیاب ہوئے۔ اور کنتی اپنے بیٹوں سمیت پھر راج کی مالک ہوئی۔ اور پرمیشور نے اُس کو وہ راج اور اقبال دیا کہ اُس کے بیٹے اسومیدھ یگ کرنے کے قابل ہوئے۔ جب اُنکی ساری مرادیں پوری ہو گئیں تو وہ دھرتراشٹ اور گندھاری کے ساتھ ہستناپور سے چلی گئی۔ اور گنگا کے کنارے ایک مقام تنہا میں رہنے لگی۔ جب عمر کے دن پورے ہونے کو تھے تو ناگہاں اُس بن میں آگ لگ گئی اور کنتی اور گندھاری اور دھرتراشٹ سب جل کر خاک ہو گئے +

نتیجہ

(اوّل) عورت کو نیک اولاد اور بہادر فرزندوں پر ناز کرنا چاہئے۔ نہ کہ زیورات پر۔
(دوم) ماں کا تعلیم یافتہ ہونا بیٹوں کے واسطے حکم اکسیر اعظم ہے۔
(سوم) سوائے خانگی معاملات کے معاملہ ملکی میں بھی عورات صلاحکار ہوتی تھیں
(چہارم) عورات میں بزدلی کے جذبات ہونے سے اولاد میں ڈرپوک عادت ہو جاتی ہے

نمبر ۸ حال گاندھاری

گاندھاری بڑی عقلمند اور نیک عورت تھی۔ یہ مہاراجہ قندھار کی بیٹی اور راجہ دھرتراشٹ والی ہستناپور کی رانی تھی۔ باوجودیکہ اس کا خاوند نابینا تھا۔ مگر اُس نے اُس کی تعظیم و توقیر میں کبھی قصور نہیں کیا۔ گاندھاری سے راجہ دھرتراشٹ کے ہاں دو بیٹے دریودھن اور دُشاسن اور ایک لڑکی دوشیلا پیدا ہوئی۔ اسکی عصمت اور پارسائی کا یہاں تک شہرہ تھا کہ تمثیلاً آج تک بھی اس کا لوگ ذکر کرتے ہیں۔ جب دریودھن کا پانڈو کے ساتھ بگاڑ ہؤا تو صرف اسی عورت کی عقلمندی کے سبب مہاراج نے اُس کو دربار میں دریودھن کے سمجھانے کے واسطے بلوایا تھا۔ مگر اُس ڈھیٹ نے جس طرح اور بزرگوں کی نصیحت کو نہ مانا۔ اِس کی بات پر بھی کان نہ دھرا۔ آخر نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ کورکھشتر کے میدان میں دونوں کی لڑائی ہوئی۔ اور تمام کورو اس لڑائی میں مارے گئے۔ اِس واقعہ کے بعد جب پانڈو کو دھرتراشٹ و گاندھاری کے قلق اور اُنکی بیزاری کا حال معلوم ہؤا تو اول انہوں نے اُن کی تشفی کے لئے کرشن جی کو ان کے پاس بھیجا۔ جب یہ وہاں پہنچا۔ تو اول انہوں نے رسم تعزیت

ادا کر کے مہاراج کی تسلی کی۔ اُس کے بعد جلد ہی نکلے کہ محل میں جا کر رانی کو خبر لائیں۔ مگر اُن کا آنا سنکر اُس سے رہا نہ گیا اور وہ ماتمی تصویر بنائے ہوئے وہیں آ گئی اور کرشن کو دیکھتے ہی غش کھا کر گر پڑی۔ کرشن یہ حال دیکھ کر بہت گھبرا گئے۔ اور یہ سمجھ کر کہ گاندھاری مر گئی بے اختیار رونے لگے۔ پھر کیوڑا و گلاب منگا کر اُس کے چہرہ پر چھڑکا دھرتراشٹ بھی جہاں وہ بیہوش پڑی تھی۔ آیا اور اُس کا سر اُٹھا کر اپنے زانو پر رکھ لیا بڑی دیر کے بعد جب اُس کو ہوش آیا۔ تو کرشن نے اسکی بہت تشفی کی۔ اِس عورت کو جس قدر اپنی اولاد کے مارے جانے کا غم تھا۔ اُسی قدر اپنے ضعیف اور شکستہ خاطر خاوند کا بھی فکر تھا۔ مہابھارت میں جس جگہ میدان جنگ میں عورتوں کے بیٹوں اور بیٹوں اور بھائیوں اور خاوندوں کی لاش کو دیکھ کر رونے اور آخری رسم کے ادا کرنے کا حال ہے وہ ایسا پُر تاثیر ہے کہ پتھر دل بھی اُس مقام پر پانی ہو کر موم ہو جاتا ہے جیسا یہ مقام مہابھارت میں درد انگیز ہے۔ شاید تمام مہابھارت میں دو چار ہی اور مقام ہونگے ✦

خلاصہ یہ کہ گاندھاری نے اپنی عقل اور دانش کے سبب زندگی بڑے صبر اور استقلال کے ساتھ کاٹی اور آخری عمر میں اپنے خاوند کے ساتھ گنگا کے کنارے پر جا بسی اور وہاں جنگل میں آگ لگ جانے کے سبب وہ اور سب ساتھی معہ کنتی کے جل کر مر گئیں ✦

نتیجہ

اس حکایت سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اگلے زمانہ میں دریائے اٹک سے اِس پار آنا (جیسا کہ اب حسب قول اکثر گوبر گنیش لوگوں کے پاپ ہوتا ہے) گناہ نہیں گنا جاتا تھا۔ بلکہ لوگ نہایت خورمی اور خوشی سے اِس طرف شادی کرتے تھے۔ سنسکرت میں قندھار شہر کا نام گندھار لکھا ہے۔ اور اِس داستان سے فرمانبرداری پتی کی سخت تمثیل اور ضروری معلوم ہوتی ہے ✦

نمبر ۹۔ دروپدی کا حال پُر ملال

دروپدی کی داستان لکھتے ہوئے زبانِ قلم میں آبلہ پڑتے ہیں۔ یہ راجہ پنچال کی لڑکی اور اُس وقت دروپد کی ہمشیرہ تھی جس ظاہری و باطنی سے آراستہ اور جوہر علمی و خلقی سے پیراستہ ہو کر جس قدر توصیف ایک نیک و بزرگ بی بی میں چاہئے۔ اِس میں سب موجود تھیں۔ یہ عالم شباب کو پہنچ کر اُس کی اچھیا کے بموجب شادی کی تیاری کا آرمبھ ہونے لگا۔ سنسکرت کا عالم پنڈت دروپدی کے اسم مبارک کو سن کر جو ذرا اُس کی ترکیب پر توجہ کرتا ہے۔ تو اُس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ دروپدی کس پایہ کی عورت تھی۔ متحمل و باحیا اور نخوت و غرور سے مبرا تھی۔ جس طرح سیتا کا سوئمبر دھوم دھام سے ہوا دروپدی کا سوئمبر اُس سے کچھ کم سرانجام میں نہ تھا۔ الغرض دروپدی کے سوئمبر کی خبر چار دانگ آریہ ورت میں پھیلی۔ بڑے بڑے راجا اور مہاراجہ اور ٹھاکر راجپوت سوئمبر میں رونق افروز ہوئے۔ یودھشٹر بھیم۔ ارجن۔ نکل۔ سہدیو پانڈو بحالت جلاوطنی اُن دنوں شہر آرید میں ایک برہمن کے گھر مخفی طور پر مسکین تھے۔ سوئمبر کی خبر سنکر پانڈو شہر کمپلا دار السلطنت شہر پنچال میں پہنچے اور بروز سوئمبر واسطے ادائے شرط کے بہ مصلحت برادران ارجن جی آگے بڑھے۔ شرط سوئمبر کی یہ تھی۔ کہ ایک سونے کی مچھلی بنا کر لٹکائی گئی تھی۔ اور گرد اُس مچھلی کے ایک چکر نہایت تیز گردش کرتا تھا۔ جس پر نظر پڑتی مشکل سے ٹھہرتی تھی۔ ادائے شرط اس طرح پر تھی کہ جس شخص کا تیر چکر میں سے گذر کر مچھلی کی آنکھ میں لگے وہی جوان مستحق بیاہنے دروپدی کا ہے۔ خلاصہ یہ کہ دروپدی لباس مکلف پہنے ہوئے جلسہ سوئمبر میں آموجود ہوئی اور جب چند آدمی ناکامیاب ہو کر بیٹھ گئے۔ تو ارجن جی نے بڑھکر اور پرمیشور کو یاد کر تیر و کمان اُٹھایا۔ ایسا تاک کر نشانہ لگایا کہ تیر نے چکر سے گذر کر مچھلی کو اڑا دیا دروپدی نے اُسی وقت مالا سے گل کو زیب گلوئے ارجن فرمایا۔ راجہ نے نہایت جاہ و شان سے دروپدی کو بیاہا۔ اور کوئی دقیقہ کسی طرح کا نہ بھلایا اور وہاں کمپلا میں رہنے لگے جب راجہ دھرتراشٹ کو یہ حال معلوم ہوا کہ دروپدی کا سوئمبر بھی پانڈوں نے جیتا ہے تو اُس نے اُن کو ہستناپور میں بلوایا۔ ہستناپور میں پہنچ کر پھر وہی آتش نفاق کوروں بھڑکنے لگی۔ جب بلیت قمار میں دربار پانڈوان نے اپنے مال و متاع و جان و مکان کو کھیل دیا اور رسوم جہالت میں پابند ہو کر اس مظلوم بیگناہ دروپدی پر بھی داؤ لگایا تو خود غرضی کا وہ پودا جس کے باردار ہونے سے تباہی ملک متصور تھی جہالت کے دام میں پھنسکر ثمر بخش ہو گیا۔ اور تہیدست ہو کر جلاوطنی پر مستعد ہوگئے۔ حسب اشارہ دریودھن کے دساسن بدباطن واسطے حاضری دروپدی کے محلوں میں گیا۔ اور اُس کے واویلا پر دھیان دیکر بالوں سے گھسیٹتا ہوا دربار میں لایا اور نہایت سخت جور ناگفتہ و ظلم ناشنفتہ یعنی دربار میں برہنہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اگرچہ اُس وقت ہر پانچ برادر موجود تھے۔ لیکن نہیں معلوم کہ کس مصلحت سے جو دھشٹر جیسے صف شکن اور ارجن جیسے پہلوان خاموشی کی پالیسی پر چلے۔ آخر بھیم سے نہ رہا گیا اور نہایت جوش میں آ کر دساسن کے ہاتھ سے اُس کو چھین لیا۔ اور ایسے سخت کلمے زبان سے کہے جو قریب تھا کہ جن کے نالے بہ جاتے ہیں۔ اور سیکڑوں گرداب فنا میں پھرتے نظر آتے ہیں۔ مگر دریودھن و دساسن معہ اہل دربار کے بالکل حواس باختہ ہو گئے۔ اور ایک حرف بھی زبان سے نہ نکلا۔ آخرش پانڈو معہ دروپدی کے جلاوطنی کو بموجب شرط کے روانہ ہوئے۔ اور بعد گذارنے ایام بن باس کے ہمراہ کوروں کے نوبت بہ جنگ و جدل پہنچ کر مقام تھانیسر جو متصل علاقہ ہردوار کے ہے محاربہ عظیم واقعہ ہوا۔ اور پانڈو فتحیاب اور کورو گرداب اجل میں غرقاب ہوئے۔ پھر دروپدی کا ستارہ اقبال چمکا۔ اور سلطنت ہستناپور پانڈو کو ملی۔ دروپدی سے ارجن کے ہاں بھی بیٹا پیدا ہوا۔ دروپدی دستکاری میں عمدہ مہارت رکھتی تھی۔ بہنگام جلاوطنی ایسے ایسے جوہر دکھلائے کہ کل مصائب سفر اُنکے دل سے بھلائے۔ آخرش شاد و خرم زندگی کے روز اختتام کو پہنچائے ✦

نتیجہ

اکثر عورات جو بروز دیوالی جوا کھیلتی ہیں۔ یا جن کے خاوند اِس علت بد کے عادی ہیں۔ اُن کو واجب بلکہ فرض ہے۔ کہ اِس عادت بری سے پرہیز کریں۔ ورنہ دروپدی کی مثال رنج و ملال میں دن گذارنے پڑینگے ✦

نمبر ۱۰۔ رانی سنگیتا کا حال

رانی سنگیتا قنوج کے مہاراجہ جے چندر کی بیٹی پرم سندری اور روپ وتی تھی۔ اور اِس کے ساتھ گن وتی بھی بہت بڑھ کر تھی۔ اُن دنوں راٹھوروں کا راجہ جے چندر اور چوہانوں کا پرتھوی راج تھا۔ اُن دونوں اقوام راجپوت میں مدت سے بغض و حسد چلا آتا تھا۔ جب پرتھوی راج نے دھوم دھام سے ایک یگیہ کیا تو جے چندر کو اور بھی آتش حسد نے بھڑکایا۔ اُس نے اپنے دشمن سے زیادہ ناموری کی خواہش کرکے راجسو یگیہ کی تیاری کی۔ نہایت عمدہ تزک و احتشام سے یگیہ کا سرانجام ہونے لگا۔ بھارت ورش کے کل راجہ سوائے راجہ پرتھوی راج اور چتوڑ کے سوم راجی کے یگیہ شالا میں سوشوبھت تھے۔ کیونکہ اُن کو اُس سے بغض و حسد تھا۔ چونکہ ایسے موقع یگیہ پر سب کام راجاؤں کو کرنا پڑتا ہے۔ اس واسطے جے چند نے اُنکی

تحقیر کرنے کے واسطے اُن کی رر کی تصویریں بنا کر ایک کو دربان ایک کو جھوٹے برتن مانجنے پر مقرر کر دیا۔ یگیہ سماپت ہونے پر جے چند رجی نے راج کماری سُنکیتا کا سوئمبر کرنے کا وچار کیا۔ راج کنیاں جے مال ہاتھ میں لیکر یگیہ ستھان میں آئی۔ یعنی ان مہاراجوں سے جس کو پسند کرے۔ اپنا پتی دھارن کرے۔ لیکن اُس نے جب سے پرتھوی راج کی بہادری و دلاوری سُن رکھی تھی۔ کسی پر اُسکی نظر نہیں پڑتی تھی۔ اور اُس نے بھی ارادہ ٹھان لیا تھا۔ کہ سوائے پرتھوی راج کے اور سے شادی نہ کرونگی۔ باپ کے بغض وحسد کا کچھ خیال نہ کر کے بلا خوف سب کے سامنے پرتھوی راج کی مورتی کے گلے میں جیمال ڈالدی۔ پرتھوی راج نے یہ سماچار سُنکر وچار کیا۔ کہ کسی وسیلہ یا حیلہ سے اُس پیاری کو اُس کے پتا کے گھر سے لانا چاہیئے۔ ایک دن اتفاقاً سب سوار و عہدہ دار فوج کے ہمراہ لیکر قنوج کے راج محلوں میں گھس کر سب کے سب دیکھتے ہوئے پرتھوی راج اُسے نکال کر روانہ ہؤا۔ راستہ میں پانچ روز تک جنگ ہوتا رہا۔ راجہ کے بہت سردار و بہادر مارے گئے۔ لیکن اُس کی بہادری میں کسی طرح کا فرق نہ آیا۔ اور سُنکیتا کو دہلی میں لایا۔ جب پرتھوی راج سُنکیتا کو لیکر دہلی آیا۔ تب سے اُسے راج کاج کی کچھ پرواہ نہ رہی۔ عیش و عشرت میں مصروف ہوگیا۔ ایک برس کے بعد راجدوتوں نے آکر خبر دی۔ کہ مہاراج! مسلمانوں کی فوجیں چڑھتی آتی ہیں۔ یہ سُنکر مہارانی صورت حال بدلکر اُپدیش کرنے لگی ہے پریتم! اُٹھیئے اب یہ بھوگ بلاس کا وقت نہیں۔ آپ کھشتری ہیں۔ استر شستر پہن لیجیئے۔ سنگرام کی تیاری کیجیئے۔ کھشتریوں کے لیئے اپنے ملک دیش اور ناموری کے واسطے پران دے دینا مرگ نہیں ہے۔ پس اُٹھیئے اور شستروں کا سنگار کیجیئے۔ یہ فوج شہاب الدین غوری کی تھی۔ پہلے وُہ تلوار کے میدان میں اِسی راجہ سے ہار کھا کر چلا گیا تھا۔ اب فوج دوبارہ سنبھالکر ہندوستان پر چڑھ آیا اُدھر پرتھوی راج بھی کمر باندھ کر تیار ہوگیا۔ لیکن افسوس تھا۔ کہ جتنے بڑے بڑے بہادر سردار تھے۔ سب قنوج کی جنگ میں فوت ہو چکے تھے۔ سب متفق اور قریبی راجاؤں کو جمع کر جنگ پر مستعد ہؤا۔ جب پرتھوی راج اپنی پیاری رانی سُنکیتا سے ملنے آیا۔ دونوں میں بولنے کی طاقت نہ رہی۔ آخر بہزار ضبط دم رانی سے جُدا ہو کر میدان میں آیا۔ اگرچہ اِس جنگ میں راجپوتوں نے بہت جوہر دکھلائے۔ لیکن بہ سبب ناتجربہ کاری فوج کے پرتھوی راج مارا گیا۔ اور فوج کو شکست ہوئی۔ رانی سُنکیتا اکیلی میدان میں پاس شہاب الدین کے گئی اور کہا کہ میرے راجہ کا سر دیدو میں ستی ہوتی ہوں۔ اُس نے اول بہت سمجھایا۔ لیکن جب اس کو مستعد پایا۔ تو سر راجہ کا حوالہ فرمایا۔ اُس کو لیکر رانی سُنکیتا ستی ہوگئی۔ پرانی دہلی کے کھنڈروں میں اب تک سُنکیتا کے محلوں کے نشان پائے جاتے ہیں۔ شہاب الدین سُنکیتا کی دلیری و بہادری پر نہایت ہی دلدادہ ہو کر بہت مدت تک افسوس کرتا رہا۔ اِس کی جبلّی لیاقت و ذاتی جوہر کا ذکر جس قدر شاعر (کوی) چند نے اپنی ہندی کویتا میں لکھا ہے سنگدلوں کو بھی موم کرتا ہے +

تیسرا ادھیا

در باب پرورش اطفال و چند ضروری امورات متعلقہ حمل جن سے آگاہ ہونا استریوں کو لابدی ہے

جوہر عقل کے نہ ہونے سے زنِ نسوان کو ایام حمل و ہنگام ولادت میں جس قدر تکالیف عاید حال ہوتی ہیں۔ اُن کا مفصل بیان کرنا طاقت قلم سے باہر ہے۔ اِس جگہ چند علامات درج کرنے واجب ہیں۔ جن سے بخوبی انقیام حمل کا حال معلوم ہو۔ اول معمولی وقت پر حیض کا نہ آنا۔ دوم صبح کے وقت جی کا متلانا۔ سوم کاہل وجود ہو کر سستی کا آجانا اور کام کرنے کو دل رغبت نہ پانا۔ چہارم قبض ہو کر تھوک زیادہ آنا۔ بےچینی اور بے خوابی میں نہ سونا۔ پنجم چہرہ پر زردگی کے آثار۔ غذا سے نفرت [illegible]۔ ششم شروع حمل میں چھاتیوں کے چوگرد ایک سیاہ حلقہ پڑجاتا ہے۔ اور شکم بھی چپٹا جاتا ہے۔ اور تیسرے مہینے اُس کی اونچائی معلوم ہوتی ہے۔ اور پستان بھی دوسرے مہینے بڑھنے لگتے ہیں۔ اور تیسرے چوتھے مہینے دودھ کی مانند رطوبت نکلتی ہے۔ اور ترش اشیاء کے کھانے پر دل اکثر متوجہ رہتا ہے۔ غلیظ مزاج عورتوں کے دل اکثر ایام حمل میں مٹی کھانے یا کوئلہ چبانے پر بھٹکتے ہیں۔ اور جُہلا کہتے ہیں کہ بچہ کا دل مٹی کھانے کو چاہتا ہے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ بلکہ اصل یہ ہے۔ کہ عورتوں کی منجملہ اشتہا کوئی خواہش ایام حمل میں حد اعتدال سے بڑھ جاتی ہے اگرچہ زیادہ ترشی کھانا بھی اچھا نہیں۔ لیکن مٹی کھانا بہت ہی برا ہے۔ اور کوئلہ چبانا سب سے بدتر۔ عمدہ یہ ہے۔ کہ معمولی غذا جو طبیعت کے موافق ہو اُسے کھانا اور گھر کے کام دھندے میں مشغول رہنا چاہیئے۔ جس وقت کسی عورت کو ایسے میں یہ علامات معلوم ہوں تو اُس کو غالب گمان گربھ کا کرنا چاہیئے اور اُس وقت مندرجہ ذیل احتیاط کرنی چاہیئے۔ اول ایسے دنوں میں غم و غصہ و رنج و فکر کرنا دوم وزنی یا گراں چیز اُٹھانا۔ سوم سخت محنت کرنا۔ چہارم پیادہ پا چلنا۔ پنجم سخت بیمار کی عیادت کو جانا۔ ششم وحشت انگیز اور خوفناک و بھیانک عورتوں و تصاویر کو دیکھنا۔ ہفتم مسّی چیز کا کھانا۔ ہشتم کسی عورت کے وضع حمل کے وقت جانا۔ نہم تیز جلاب کا لینا۔ دہم فصد کھلوانا۔ یازدہم بخار کے لئے زیادہ مقدار میں کونین یا کوئی اور گرم خشک دوائی کھانا۔ دوازدہم کمر کو کس کر باندھنا۔ اِن بارہ امور کا کرنا ایام حمل میں منع ہے۔ اور ساتھ ہی بالکل بیٹھا رہنا یا کام کاج کو ہاتھ نہ لگانا بھی معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اور واضح ہووے۔ کہ جن ایام میں عورتوں کو خون حیض آتا ہے۔ اُس کا ذکر کرنا بھی اِس موقع پر ضروری جانا گیا +

حیض کیا ہے۔ ایک سُرخ سیاہی مائل پتلی رطوبت جو بالغ و تندرست و قوی عورتوں میں دو چھٹانک سے پانچ چھٹانک تک ہر مہینے بچہ دان سے خارج ہوتی ہے۔ گرم ملکوں میں ۱۰-۱۲ برس کی عمر میں اور سرد ملکوں میں ۱۸-۱۹ برس میں یہ سیاہی آنی شروع ہوتی ہے۔ جو لوگ اسکو خون سمجھتے ہیں۔ وہ غلطی پر ہیں۔ کیونکہ اگر یہ خون ہوتا تو بعد لعود کرنے کے جم جاتا۔ اور یہ منجمد نہیں ہوتا۔ اسی سے پایا جاتا ہے۔ کہ وہ خون نہیں ہے۔ اگر حیض نہ ہووے تو اولاد بھی نہیں ہوتی۔ کمزور عورتوں کو شروع حیض میں بخار آجایا کرتا ہے۔ اور اس کا زیادہ مدت تک آنا قوت پر منحصر ہے۔ غایت درجہ حد اس کی ۴۰ سے ۴۵ برس کی عمر تک ہے۔ کم سے کم تین روز اور زیادہ سے زیادہ ۶ روز میں عورت فارغ ہو جاتی ہے۔ اور اگر اِس سے زیادہ روز ہوتا رہے تو مرض سمجھی جاتی ہے۔ ایام حیض میں سردی سے اپنے آپ کو بچانا چاہیئے۔ اور حتے الوسع ٹھنڈے پانی میں پاؤں نہ بھگونا چاہیئے اور نہ ہولناک آواز یا تصویر یا گفتگو کا اثر دل پر پڑنا چاہیئے۔ ورنہ حیض کے یک لخت بند ہو جانے سے اندیشہ مرض ہولناک کا ہے۔ حیض ایسا ہے جیسا کہ درختوں میں پھول ہوتے ہیں۔ ایام حمل میں دانت اکھاڑنا نہایت بُرا ہے۔ کیونکہ اِس سے اندیشہ اسقاط حمل کا ہے۔ اور وقت درد زہ کے کسی ہوشیار دائی

سے کام کرانا چاہیئے۔ اور شہید دل کے جھاڑو یا داجی کے جنتر منتر یا امرنا کی بھبوت لگانا عبث بے فائدہ اور جہالت کی نشانی ہے۔ اکثر بچے بے وقوفی اور جہالت سے ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کے ماں باپ کف افسوس ملکر روتے ہیں۔ چنانچہ ذکر ہے کہ ایک امیر کے گھر لڑکا پیدا ہوا۔ دائی ناتجربہ کار تھی۔ اُس نے جب جھلی میں لڑکے کا روپ رنگ نہ دیکھا۔ تو اُسکو مُردہ قرار دیا۔ اور گھر والوں نے جو قوم سے ہندو تھے۔ سادی چھوت چھات کی پابندی کر کے اُس کو ہاتھ نہ لگایا۔ دایہ نے لڑکے کو لے جا کر کہیں باہر دفن کر دیا۔ پرماتما رکھشا کرے تو مارے کون۔ اتفاقاً دوسرے روز کوئی راہرو اُس طرف سے گذرا۔ اور لڑکے کے رونے کی آواز سُنی۔ جب آہستہ آہستہ اُس جگہ کو کھودا۔ تو لڑکا صحیح وسلامت موجود پایا۔ اُٹھا کر اُس کے والدین کے گھر لایا۔ نادان دائیوں کی جہالت سے اکثر ہندوستانی بچے اسی طرح ضائع ہو جاتے ہیں۔ اب اُن ضروری باتوں کا ذکر ہے۔ جو بچوں کے پالنے میں کام آویں ۔

جب لڑکا پیدا ہووے۔ جس قدر زیادہ سووے۔ اُسی قدر صحت بخش اور عمدہ ہے۔ کیونکہ پہلے دوسرے تیسرے مہینے میں پورا تندرست ہے۔ تو جلد جلد سو جایا کریگا۔ صرف اُس وقت جاگیگا۔ جس وقت اُس کو بھوک ہوگی۔ جتنی اوستھا بڑھتی جائیگی۔ اُسی قدر جاگنے کی اِچھا ہوتی جائیگی۔ اگر رات کو بچہ کو نیند نہ آوے۔ تو اُس کا علاج یہ ہے۔ کہ دن میں اُسے جگائے رکھیں۔ بعد دودھ پلانے کے اُسے فوراً نہ سُلائیں۔ کیونکہ ایسے سونے سے بعض وقت ہاتھ پاؤں کا اینٹھنا اور سُستی وغیرہ رہ جاتی ہے۔ اے اولاد والی عورتو! اگر تم بچہ کو جان سے عزیز جانتی ہو۔ تو اپنے یا کسی بچہ کو پوست یا افیون یا کوئی نشی چیز نہ دو ۔

افسوس کس طرح تمہارا ہاتھ جاتا ہے۔ جبکہ تم ایسی خراب کرنے والی دوا بچہ کو دیتی ہو۔ تم یقین جانو۔ کہ اپنے پیارے بچہ کو دوائیں پلاتی ہو۔ بلکہ زہر کھلاتی ہو۔ اور غارت ملک موت کا شربت پلاتی ہو۔ تم ظاہر جانتی ہو کہ بچہ ہمارا خاموش ہو گیا۔ لیکن اگر غور سے دیکھو۔ تو موت سے زیادہ کوئی خاموشی نہیں۔ اِس ہمارے آریہ ورت دیش میں ہزاروں بچے اس تمہاری خاموش کرنے والی دواؤں سے نامراد و ناشاد چلے گئے۔ پھر تمہاری حالت اب تک خاموش نہ ہوئی۔ مجھے غالب گمان ہے کہ اگر تم کو یہ اعتبار ہو کہ اِس سے بچے مر جاتے ہیں۔ تو اُن کو کبھی زہریلی گھٹیوں کا استعمال نہ کراؤ۔ مگر یہ تمہارا اعتبار لانا سوائے تعلیم پانے کے نہیں ہو سکتا۔ جب کبھی تم اپنے بچوں کو زیادہ سُلانا بذریعہ سونے والے نشوں کے چاہو۔ تو یہ ذرا سی بات یاد کر لیا کرو۔ کہ شاید تمہارا بچہ ایسا سوئے۔ کہ پھر نہ اُٹھے۔ بچوں کا مرنا یا قتل ہونا بذریعہ نشوں کے بہت کچھ ہوا اور ہوتا جاتا ہے۔ بہت سے لڑکے ان نشوں سے ضائع ہوتے ہیں۔ لیکن تمہارے دلوں سے یہ خیالات ضائع نہیں ہوتے۔ بہ سبب اِس کے وہ لڑکے خون آلودہ زبان کے یہ جگت ماتا پر قربان ہوں۔ یا بچہ خوار جانور رکھا جاوے۔ یا نذرانہ دست کے طور پر گنگا کے دریا میں بلدان کریں۔ یا دھوکا و غلطی میں آئی ہوئی غریب مائیں اِس مصنوعی نیند کو بہت مبارک سمجھتی ہیں۔ لیکن یہ نشے جو علامت مغز کے خراب کرنے کے ہیں۔ اے نیک بخت عورتو! ان افیونی قطروں کو قطرہ زہر ہلاہل جانو اور صدق دل سے مانو کہ بچہ مر جاویگا۔ جگن ناتھ کی رتھ یا مورتی سے بچہ مانگنا۔ اور پھر اُس پر قربان کرنا یا گنگا مائی کی بھینٹ دینا کمال جہالت کی نشانی اور پورے اول درجہ کی نادانی ہے۔ ہمارے ہندوستان میں ایک فرقہ نسواں جن کو جہلا لوگ چوڑیلاں و ڈائناں کہتے ہیں۔ بخیال عورتوں کے موجود رہتی ہیں۔ سُنا جاتا ہے۔ کہ اُن کے پاس ڈھائی اکھر ہوتے ہیں۔ وہ پڑھ کر بچوں کے کلیجے نکال کر کھا جاتی ہیں۔ چونکہ یہ پُستک موسوم بہ استری سکشا ہے۔ اس واسطے مناسب جانا گیا۔ کہ یہاں اُن کی پوری پوری تشریح کروں اور ایسا اٹل منتر بتا دوں۔ تاکہ آئندہ جو کوئی اس کتاب کو اپنے گھر رکھے۔ اور جو عورت اس کو من چت لگا کر پڑھے۔ اُس کے گھر بلکہ خاندان میں دخل نہ ہووے۔ واضح ہووے۔ کہ عام طور پر ڈائن و چڑیل کی اصطلاحی مراد عورت مہیب شکل سے ہے۔ چھوٹے و سیدھے بچے جب کسی مہیب و خوفناک صورت یا تصویر کو دیکھتے ہیں۔ تو دل میں مخوف ہو کر ڈر جاتے ہیں۔ اور خیالی وہم کی مورت اُن کے دل میں راستی کی صورت دکھائی دیتی ہیں۔ جس کے باعث رنگ زرد بدن لاغر۔ آنکھیں سمٹی ہوئی رہتی ہیں۔ لوگ سایہ۔ جن و پری کا یا درشٹ جوگنوں کی۔ نظر ڈائن و چڑیل کی سان کر لیتے ہیں۔ اور اُسی کے [illegible] میں مصروف رہ کر بسبب نہ ہونے علاج مرض کے بچے بہت مر جاتے ہیں۔ جاہل بچوں کے مرض سے بے خبر رہ کر اُن کی بیماری کو بیچاری چڑیلوں کی مکاری خیال کرتے ہیں ۔

حکیم حاذق دھنتر وید بھی فرماتے ہیں۔ کہ وہم کی بیماری کا علاج میرے پاس نہیں ہے۔ لیکن میرے خیال میں خیالی وہم ۔ ریلوں کے بھرم۔ چڑیلوں کے غلط گمان۔ ڈائنوں کے جھوٹے نشان سوائے معجون علم کے رفع ہونے محال و ناممکن ہیں۔ جیسے آفتاب کے نکلنے سے اندھیرا دور ہو جاتا ہے۔ اور رات کا نور۔ ویسے سورج ودیا کے سامنے اودیا کے غلط گمان بھی یک لخت دور ہو جاتے ہیں۔ اے بچہ والی عورتو! تم کو واجب ہے۔ کہ اپنے نونہال فرزند کسی بے اولاد ڈائن کی گود میں مت دو اور نہ اُس کا دودھ پلاؤ۔ ورنہ ڈھائی اکھر جن کا زخم وِش یعنی زہر ہے۔ ملا کر تمہاری گود خالی کر دیگی۔ اگر بچہ تمہاری گود میں ہو اور دور سے کوئی لاکھ جھُو چھا کرے بالکل بیمار یا بیقرار نہ ہوگا۔ تمہاری تسلی کے واسطے ایک مثال بطور نصیحت کے لکھتا ہوں خوب غور سے سمجھو۔ کہ سوائے ہندوستان کے کسی ملک میں شُکر ستارے کا بھرم نہیں ہے۔ تو پھر بچارنا چاہیئے۔ کہ وہاں عورتوں کو کیوں تکلیف نہیں ہوتی۔ ہم نے کبھی اخبارات میں نہیں دیکھا کہ فلاں عورت کو ستارہ سامنے تھا۔ اِس باعث سے جہاز غرق ہو گیا۔ اگر شراب شراب ہے۔ تو جاہل و نادان دونو کو نشہ ہوگا۔ ورنہ بمنزلہ آب ہے۔ اِسی سے تمہاری سب تکلیفیں دور ہو جاویگی۔ اٹل منتر یہ ہے۔ اِس کو ہر صبح منہ ہاتھ دھو کر بچے کے کان میں پھونک دیا کرو۔ اگر تمہارا بچہ نہ سووے بے چین ہووے۔ ضد کرے رووے۔ غالباً دودھ ہضم نہ ہونے کے سبب پیٹ میں درد ہوگا۔ کیونکہ بچے بغیر کسی سبب کے نہیں روتے۔ جبکہ بچہ بے چین ہو۔ تو ایک گھنٹہ یا دو گھنٹہ کے بعد ایک چمچہ چاء کا یا دو چمچہ ڈل واٹر کے دو۔ یا شام کے وقت تھوڑے پانی میں کولنگ پوڈر ایک دوائی ہے

جو ہسپتال میں ملتی ہے) تو یہ معدہ کی کل تکلیف و ہر دو غذا کو ہضم کردیگا
اور بہ نسبت اُن قطرات حماب کے زیادہ نیند لاویگا۔ جب مائیں دودھ
پلائیں۔ تو اُس وقت کسی حالت میں کسی قسم کی نشئی یا لال مرچ وغیرہ
استعمال نہ کریں۔ کیونکہ اس سے بچہ کا خون گرم ہو جائیگا۔ اور جوش کھا
جاویگا۔ جس سے بچہ کو مسوڑوں کا درد یا بیماری دندان یا اور بہت
قسم کی تکلیف ہوا کریگی۔ یہ امر تصدیق ہو چکا ہے۔ کہ دو چند بچے ضائع
ہوتے ہیں۔ جبکہ وہ دائی کو دیئے جاتے ہیں۔ بہ نسبت اِس کے۔ کہ
اُن کو خود دودھ پلاوے یا اپنے ہاتھ سے پرورش کرے۔ ہمیشہ بچوں
کو بہت جلد جبکہ ماں اپنی تکلیف اور محنت سے جننے سے ہوش و حواس
میں آوے۔ تو بچے کو دودھ پلانا شروع کرے۔ یہ شروع کا دودھ بچہ
کو بہت صاف کریگا۔ بہ نسبت کسی دوا کے یہ قدرتی جُلاب ہے۔ علاوہ
اِس کے شروع کے پلانے سے اور دودھ کی صورت درجہ بدرجہ قایم کرنے
سے پھٹنیوں کے زخموں اور زیادہ تکلیف سے بچیگی۔ غالباً سوزش اور
سینہ کی بیماری سے جو اکثر پہلے زچا میں ہوا کرتی ہے۔ بری رہیگی۔ دودھ
قدرتی غذا بچوں کے واسطے ہے۔ اِس لئے جب تک اُس کے دانت
نہ نکلیں سوائے چھاتیوں کے دودھ پلانے کے اور خوراک نہ دی جاوے
کیونکہ ایسی اور چیز میں اِس قدر پرورش نہیں۔ بچہ کے منہ میں جب تک
دانت نہ نکلیں اُس کو کوئی غذا ملایم دینا اصلی غذا سے محروم رکھنا ہے۔
اگر اُس کا معدہ نرم غذا سے بھر جائیگا تو پھر دودھ کے لئے کوئی جگہ نہیں
رہیگی۔ ہرچند کہ عقلمند سمجھاتے رہتے ہیں۔ لیکن اِس پر بھی اکثر جو بعض مائیں
بچوں کو اور کھانا کھلا دیتی ہیں۔ اِس بات سے نہ ڈرو کہ تمہارا بچہ صرف دودھ
پینے کی وجہ سے بھوکا مریگا۔ دیکھو کس طرح سے جانوروں کے بچے پرورش
پاتے اور موٹے تازے ہوتے جاتے ہیں۔ اگر تم کو عقل ہو تو سمجھو۔ کہ
دودھ کل پرورش کنندہ اور قوت بخش چیزوں کا عطر ہے۔ [illegible]
تسکین ماں کا دل سے دھنواد کرو۔ اُسکی کیا عمدہ شکتی ہے۔ کہ جملہ کھانوں
سے جو ماں اُس کی کھاتی ہے۔ جن میں سے وہ سفید عطر جن کا نام مادر
شیر ہے پستان میں آتا ہے۔ جو ہر بچہ کے بڑھنے کی خواہش کے
لئے کافی ہوتا ہے۔ گویا تا نکلنے دانتوں کے بعوض بچہ کے مائیں کھاتی
ہیں۔ ہر روز بروقت شروع دودھ پلانے کے سر پستان دھو ڈالنا واجب
ہیں۔ اگر ماں کے کافی تیز نہ ہووے یا وہ بیماری ناطاقتی کے سبب سے
بچہ کو دودھ نہ پلا سکتی ہو۔ تو اُس کا عمدہ عوض تندرست گائے کا
دودھ ہوگا۔ جس میں تیسرا حصہ گرم پانی ملا ہووے۔ اور کچھ سفید شکر
بھی واسطے میٹھا کرنے کی ہو۔ اور یہ دودھ بچہ کو بذریعہ بوتل کے پلانا
چاہیئے۔ جس کی چاروں طرف ایک سفید چمڑی کی چوسنی بنی ہووے۔ بچہ
کی خوراک ایسی تازہ ہونی چاہیئے۔ جیسا کہ سینہ کا دودھ ہے۔ کھٹا اور
باسا دودھ بچہ کے حق میں مضر ہے۔ ننھے بچے کو شروع ایام میں دو تین
گھنٹہ کے بعد بار بار دودھ پلانا چاہیئے۔ اور رات میں قریب تین دفعہ
کے۔ لیکن چند ہفتہ گزرنے کے بعد صرف تمام روز میں تین مرتبہ دودھ
دینا واجب ہے۔ یعنی چار چار گھنٹے کے بعد۔ اور رات کو بالکل دودھ نہ
دینا چاہیئے۔ کیونکہ پچھر رات کو دودھ پلانے سے کئی طرح کی بیماریاں بچے کو ہو جاتی

ہیں۔ اوّل معدہ میں فساد۔ دوم بدہضمی۔ سوم دردِ شکم۔ چہارم قے آنا۔ جس
سے ماں باپ کا آرام بالکل دور ہو جاتا ہے اور بچہ بھی سخت تکلیف اٹھاتا
ہے۔ ہم بخوبی یقین کرو۔ کہ بچہ کو سوائے دودھ بہ تشریح بالا کے اور کسی
قسم کی خوراک کی ضرورت نہیں۔ چونکہ بچہ کو پورا مادہ قوت ناطقہ کا نہیں
ہوتا۔ اس واسطے اگر کوئی ماں یہ جاننا چاہے۔ کہ بچہ کی بدہضمی کی کیا علامات
ہیں۔ اور وہ کس طرح پہچانی جاتی ہیں۔ کہ بچہ کو غذا ہضم نہیں ہوتی۔ تو ہم
صرف اتنا بیان کر سکتے ہیں۔ کہ سوتے سوتے ایکدم جاگنا۔ ہلانا۔ چلانا۔
رات کو ڈرنا۔ ہاتھ پاؤں کا اینٹھنا۔ دفعتہً پسینہ پسینہ ہو جانا۔ چونکہ اُس
کی علامات ہیں۔ اِس کے واسطے سہل اور آسان علاج یہ ہے۔ کہ ماں کو
چاہیئے۔ کہ پہلے روز بچہ کو [illegible] کھلاوے۔ کہ جس سے وہ تکلیف اٹھائے
ہر وقت جبکہ بچہ روئے تو اُسے دودھ نہ پلاوے۔ کیونکہ دودھ کا پلانا ہی
اُس کے ضدی ہونے کا سبب جانا گیا ہے۔ چھوٹے بچوں کو جب دودھ
زیادہ پلا دیا جاتا ہے۔ تو وہ معدہ میں جا کر اکٹھا ہو جاتا ہے۔ بچوں کی
بیماریاں اکثر بہ سبب بھر جانے معدے کے ہوتی ہیں۔ اگر بچہ بالکل تندرست
ہوگا۔ تو ہر چوبیس گھنٹے یعنی رات دن دو سے چار مرتبہ دست جائیگا۔ اور
اس کا عام پاخانہ رقیق یا ہلکے زرد رنگ کا ہوگا۔ اور اُس میں کھٹی قسم
کی بو نہ ہوگی۔ اگر پاخانہ دہی جیسا یا پھٹکی دار ہووے۔ تو بیماری کی
علامات ہیں ۔

بچے کے نہلانے کا بیان

بچہ کو صحت اور صحت سے رکھنے کے لئے دن میں دو مرتبہ غسل کرانا چاہیئے
ہر صبح کے وقت ملائم اسفنج سے سر اور گردن و چہرہ اور بول و براز کی جگہ
کو اور ہر رات کو کل بدن دھونا چاہیئے۔ صابون کا لگانا بچہ کے کل جسم پر
منع ہے۔ یعنی اُس سے اُس کے جسم میں خشکی ہو جاتی ہے۔ البتہ ہاتھوں
کو صابون سے دھو ڈالنا چاہیئے۔ پانی نہلانے کے واسطے نیم گرم ہو۔ بعد
نہلانے کے کسی ملائم کپڑا سے بچہ کو خشک کرنا یعنی پونچھنا چاہیئے۔ اور اُس
کی بغلوں اور گدی پر روغن بادام۔ یا روغن گاؤ کا ذرہ گرم کر کے آہستہ سے
لگانا چاہیئے۔ اور بہت تھوڑا سا نہ کہ زیادہ۔ اگر یہ باتیں نہ کروگے تو جوڑوں
میں خراش یا زخم ہو جاوینگے۔ اور عورتیں [illegible] سستی اور غفلت شعار [illegible]
غرضیکہ بچہ کی حفظِ صحت کا خیال رکھنے سے بچہ کی زندگی کا بڑا [illegible]
ہوتا ہے۔ اور عمر طبعی کو بڑے آرام سے پہنچتا ہے ؎

دانت نکلنے کا بیان

دانتوں کے نکلنے کا وقت معمولی عام طور پر سات ماہ سے بارہ مہینے تک کا ہے
اور اُن کا بہت مدار بچہ کی تندرستی پر منحصر ہے۔ علامات حسب ذیل ہیں:۔ اوّل
دانت کے نمودار ہونے سے پہلے [illegible] ماہ سے شروع ہونا چاہیئے۔ اور ان
دنوں بچہ کے لئے بجائے صرف دودھ کے سادی روٹی دودھ میں دینا چاہیئے
کیونکہ یہ بہت ہی پرورش کنندہ اور قوت بخش غذا ہے۔ واجب ہے۔ کہ
جن بچوں کے دانت نکلتے ہوں۔ اُن کو روٹی اور دودھ کی خوراک دو۔
جو لڑکے کہ اِس خوراک کو کھاتے ہیں۔ خوب موٹے اور تازے ہوتے جاتے ہیں
اور ایک نمونہ بچپن کی طاقت اور خوبصورتی کا بتلاتے ہیں۔ اور بچپن کی بیماریوں
سے نجات پاتے ہیں۔ بچوں کو طاقت ور گوشت اور وہ خوراک کہ جس سے

چون حوش کھا جاوے۔ کھانے سے خسرہ یعنی سوڑھ کی بیماری ہو جاتی ہے
تم اپنے بچوں کو بھوری روئی دودھ میں آمیزش کر کے دو۔ سفید روئی
میں اکثر پھٹکڑی ملی ہوئی ہوتی ہے۔ اور یہ پھٹکڑی اس مادہ کو جس سے
ہڈی بنتی ہے دُور کر دیتی ہے۔ اگر بچہ کو بھوری روئی کھلاؤ گے۔ تو اس
کی ہڈیاں مضبوط اور ٹانگیں خوبصورت ہونگی۔ جب مسوڑھوں کے
دانت نکلتے ہیں۔ تو شہد میں ذرا سا نمک ملا کر بچہ مارد ہن میں مسوڑھوں
پر ملنا چاہیئے ۔

کپڑوں کے بیان میں

بچوں کے کپڑوں میں مضبوط بندمت لگاؤ۔ کیونکہ اس سے بچہ کا آدھا دم
رُک جاتا ہے۔ ہر ایک کپڑا کشادہ اور ڈھیلا اور آسان پوش ہو۔ یہ
بات یاد رکھو۔ کہ نئے بچوں کی ہڈیاں شروع میں حربی اور جھلّی کے موافق
ہوتی ہیں۔ اور وہ کسی شکل میں ڈھل سکتی ہیں۔ بہت سے بچے عمر بھر سینہ
کی بیماریوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ یا اُن کی پسلیاں دب جاتی ہیں۔ وجہ اس
کی یہ ہے۔ کہ وہ شروع سے کپڑوں میں کسے جاتے ہیں۔ بچوں کو کپڑے
پہنانے میں یہ یاد رکھنے کے قابل بات ہے۔ کہ بارہ مہینے میں بچہ کو سردی
و کھانسی نہ ہو۔ ایک حکیم کا قول ہے۔ کہ بچوں اور بڈھوں کو فالین کپڑے
کے برابر پہننے چاہیئے ۔

ٹیکا لگانے کے فائدے

یہ قول ایک حکیم حاذق کا ہے۔ کہ جب جنوبی ہوا کثرت سے چلتی ہے۔ اس
کے بعد چیچک کی پیدائش ہوتی ہے۔ غذاؤں میں بھی ایسی چیزیں ہیں۔
جن کے کھانے سے چیچک جلد پیدا ہوتی ہے۔ خصوصاً ایسی غذائیں۔ کہ
جن کے کھانے کی عادت نہ ہو۔ اور اُن کے اوپر گرم غذائیں یا دوا میں
کھائی جاویں۔ جیسے اونٹنی یا گھوڑی کا دودھ اول بکثرت پیا جاوے۔ اور
بعد ازاں شراب یا اور کسی گرم چیز کا استعمال ہو۔ تو چیچک نکلیگی۔ چیچک
کی بیماری گویا ایک مواد حار جبیہ ہے۔ یہ اکثر بچوں کو ہوتی ہے۔ اور جوان
اور بوڑھوں کو کم۔ جس بدن میں رطوبت زیادہ ہو۔ اُس میں چیچک بہت
نکلتی ہے۔ اور جس بدن میں خشکی بہت ہو اُس میں بہت کم۔ زمانہ فلاسفہ
یعنی ست جُگ۔ دواپر و تریتا میں اس مرض سے بہت کم بچے مرتے تھے۔
اور زمانہ جہالت یعنی کلجگ میں جبکہ وید مقدس و شاستر ہائے متبرک کی
تعلیم چھوٹ گئی۔ تو اکثر جہلا عورتوں نے اس مرض کو سیتلا مائی دیوی کے
نام سے تعبیر کیا۔ نتیجہ۔ افسوس ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ
لاکھوں بچے ہماری قوم کے اس مرض دیوی کے بھینٹ ہوتے ہیں۔ لیکن
پھر بھی علاج کرانا پاک ناگناہ سمجھ رہے ہیں۔ تجربات روزمرہ سے بخوبی ثابت
ہو چکا ہے کہ جن لوگوں کو ٹیکا لگایا جاتا ہے۔ وہ بہ نسبت اُن کے جن کو
ٹیکا نہیں لگایا گیا بہت کم مرتے ہیں مثلاً
۔ ایک سو بچہ ایک محلہ میں ہے۔ جن کو ٹیکا لگایا گیا۔ اور دوسرے محلے کی
بھولی مادروں نے جہالت کی مہربانی میں آکر ایسے ایک سو بچوں کو ٹیکا لگانے
کے وقت چھپا دیا۔ تو میں اقرار کرتا ہوں کہ نمبر ا میں سے ۷۰ کو چیچک نکلیگی
اور ۳۰ صحتیاب ہونگے اور ۶۰ کو بالکل نہ نکلیگی۔ اور نمبر ۲ میں ۱۰۰ کو نکلیگی
۵۰ مر جائینگے اور ۲۰ اندھے کانے لُولے اور بدشکل ہو جائینگے۔ اور ۳۰

بفرض محال صحت یاب ہونگے۔ یہ مثال صرف من گھڑت نہیں۔ بلکہ تجربات
سالانہ حکماء سے اثبات ہے۔ سفید رنگ کی چیچک سب سے بہتر ہے۔ اور
خصوصاً چند دانے بڑے نکل آویں۔ اے عورتو! اگر تمہاری یہ خواہش ہو
کہ ہمارے بچے خوبصورت ہوں۔ عمر طبعی بھوگیں۔ اندھے۔ کانے۔ لُولے
کمزور نہ ہوں۔ تو راستی سے کہتا ہوں۔

شفا بایدت دارو‌ئے تلخ نوش

نمبر ا۔ ترجمہ۔ صحت گر چاہیئے تجھے تو کڑوا دارو نوش کر
عافیت درکار ہو۔ تو یہ نصیحت گوش کر ۔ ۔ ۔ ۔

نمبر ۲۔ ہے اگر اولاد سے الفت تمہیں اور پیار کچھ
بچوں کو ٹیکا لگاؤ سمجھ کر اور ہوش کر ۔ ۔

نمبر ۳۔ جس طرح نکلا کرے ہیں پھنسیاں ہر ایک کو
اِس طرح چیچک نکلتی ہے موادی جوش کر ۔

نمبر ۴۔ یہ نہیں ماتا نہ دیوی اور نہ ہے سیتلا
مرض ہے بیماری ہے روگ ہے جہالت یوش کر

نمبر ۵۔ سرد ملکوں میں بہت کم مرض چیچک ہو ظہور
تم بھی اے عورات بھارت سمجھو اس کو گوش کر

جب لڑکا ۲ برس کا ہو جاوے۔ تو اُس کا دودھ چھوڑانے کی تجویز
واجب ہے۔ آہستہ آہستہ دودھ چھوڑانا چاہیئے۔ یہاں پہلے دن میں ۵
دفعہ دودھ پلایا جاتا تھا۔ پھر تین دفعہ پھر دو دفعہ پھر ایک مرتبہ۔ پھر بالکل
بند۔ آخر الامر اس تدبیر سے بلا دقت بچہ دودھ چھوڑ دیگا۔ اور نہ کوئی عارضہ
ہوگا۔ لیکن احتیاط بہتر ہے۔ اور اُس وقت بہ سبب دودھ نہ نکلنے کے
ماں کو تکلیف ہوگی۔ سو یہ علاج کرنا چاہیئے۔ کہ چھ ماشہ کھریا مٹی اور چار رتی
کافور پانی میں گھسکر پستان پر لگانی چاہیئے۔ اور غذا معمولی کو کم کر دینا
واجب ہے۔ جس سے تکلیف رفع ہو جاویگی ۔

جس قدر تمہاری تعلیم بچوں کو فائدہ بخش ہوتی ہے۔ اور کسی گرو یا مرشد
یا معلم یا اُستاد یا ماسٹر کا اُپدیش وغیرہ اسی قدر مفید نہیں پڑتا۔ وہ جاہل مائیں
جو بچوں کو دُشنام دہی وغیرہ بد اخلاقی سکھلاتی ہیں وہ گویا یہ کوشش کر رہی
ہیں کہ ہماری اولاد شجر آدمیت سے برخوردار نہ ہو۔ اول تم کو واجب ہے کہ
تم خود تعلیم یافتہ ہو کر بچوں کو جب سے کہ وہ بات چیت کرنا شروع کریں۔ اُن
کو ہر ایک بات ایسی سکھلاؤ۔ جس سے وہ گلزار ہستی میں ایک نمونہ دکھلائی دیں یا
دُشنام دہی تانا مار اڑھی پکڑنے کی عادت سکھانا۔ بگھڑے الفاظ یاد کرانا۔
جن۔ بھوت۔ شیطان۔ ہوا۔ چڑیل۔ ڈائن۔ بلا سے ڈرانا۔ یا ایسی مہیب
صورتوں کے نقش دکھانا۔ اولاد کو شروع ہی سے نادانی کا سبق پڑھانا ہے
تم کو واجب بلکہ فرض ہے۔ کہ آغاز بات چیت میں بچہ کو ایشور کے نام یاد کراؤ
اُس کو پرماتما کے اوصاف بتلاؤ۔ اُس کا حاضر و ناظر ہونا اچھی طرح اُن کے
ذہن میں بٹھاؤ۔ ساتھ ہی ماتا پتا بزرگوں کی رواجی تعظیم اُسے بتاؤ۔ آگ
میں ہاتھ ڈالنے سے اُسے ڈراؤ۔ اور نہ اُسے گہنے پہناؤ۔ بلکہ صاف کپڑے
کشادہ وضع کے استعمال کراؤ۔ اور ساتھ ہی قریبی رشتہ داروں کے نام سکھاؤ
گویا ۵ برس کی عمر تک اُسے حرفوں کو شناخت ہو جائے۔ اور ہونہار کہلائے
اُس کے بعد اُسے سنسکرت کی تعلیم باقاعدہ سکھلانی چاہیئے۔ یہ نہیں کہ اُسے

مار مار کر گھوڑا چکر - یا چند شلوک یاد کرایا جاتے - یا جس رستو تو طوطے کی طرح سکھلایا جاتے - بلکہ طرز تعلیم ایسا ہونا چاہیئے - جس سے قوت حافظہ پر بوجھ نہ پڑے - اور اچھی اچھی فایدہ مند باتیں ذہن نشین ہو جائیں - سندھیا اور یا ستا مندر ترجمہ وغیرہ بھی سکھلانے چاہیئیں - اور ضروری مسایل متعلق خوبی دھرم اُن سے اچھی طرح سمجھانے چاہیئیں - تاکہ ایسا نہ ہو کہ گرگان روبہ لباس پہنے واعظان غیر مذہب تمہارے صاف دل لڑکے کو بناوٹی دام حوران زاہد فریب میں پھنسا کر گمراہ کریں - اور تم کو کف افسوس ملنا پڑے - میری یہ مراد نہیں - کہ تمہارے بچے راستی پسند نہ ہوں - بلکہ وہ مثال نہ ہو - کہ ایک کوہستانی آدمی قدر ایک من شکرہ ہائے یاقوت و مرجان کوہستان سے لایا اور ایک بقال کو کہا - کہ ہمارے گھر میں نمک نہیں ہے - اگر ان پتھروں کے عوض کچھ نمک دیویں - تو کمال مہربانی ہے - اُس نے پانچ چھ سیر نمک دیدیا - اور وہ خوشی سے گھر لے گیا - لیکن بعد ازاں جب اُس کو کسی جوہری کی زبانی اُن کی قیمت معلوم ہوئی - تب یاقوت و مرجان ضایع کی - اور جوہری نے کہا - کہ اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت - باقی خود سمجھ لو - اگر تمہارا لڑکا وید مقدس سے پورا پورا واقف ہوگا - تو بخوبی نتیجہ رکھو کہ منزل راستی سے کبھی نہ پھسلے گا - بلکہ فلاسفر و پنڈت یا بہادر صف شکن کہلا کر قوم کے علاج تمہارے کاج سنواریگا ؏

چوتھا ادھیاء

متعلقہ انتظام و امور خانگی

ایک مہاتما رشی کا واک ہے - کہ کھانا طریقے سے اور پہننا بھی طریقے سے چاہیئے امور خانگی دکاروبار دنیاوی بھی بلکہ جیسے طریقے سے کرنے چاہیئیں - کیونکہ گرہست آشرم کی تکلیف کے سوائے انتظام کے سرانجام نہیں ہو سکتی - سب اب دیکھنا چاہیئے - کہ سوائے ودیا کے عورات ان امورات کو کیسے نبھاتی ہیں - نہ پکانے کا سلیقہ اور نہ کھانے کا شعور - ڈیڑھ پہر دن چڑھے سوتے سوتے بیدار ہوئیں - جی میں آیا - تو ایک آدھ چھینٹا پانی کا منہ پر ڈال لیا نہیں تو یوں ہی مکھیاں بھنک رہی ہیں - ہاتھوں سے آنکھوں کی غلاظت پونچھ پانچھ - چلے دل دو ٹکڑ پکا ڈال بال حوالہ کردئے - دال پکائی تو ادھ کچی - دانہ الگ پانی الگ - کھانے والے کو بالکل رغبت نہ آئی - چاول پکا تو نیم پخت - مطلب کہ دلی توجہ سے بات پر نہیں - ہر کام کو سر سے ٹالنا ہی مطلب سمجھا - خاوند بیچارے نے کسی بات سے ذرا ٹوکا تو قہر آگیا - جھٹ سقراط کی بیوی کی مثال دھوون برتنوں کا اُس کے سر پر ڈالا - حرکت بیجے جھگڑا اُس کے پیچھے پڑ گئی - روس کر گھر کا کام کاج ترک کر دیا - وہ زن مرید جب روٹی کھانے سے لاچار و بیقرار ہوا - تو ناچار اُسے منتوں ترلوں سے منایا - بلکہ اُس کے نخوت و غرور کو اور بڑھایا - تمام دن کھاتے رہنا - یا ہمیشہ منہ ہاتھ دھوتے رہنا - اگر عمدہ کپڑا پہنا تو اُس کو سنبھالنے کا حج نہیں ایک دو دن میں گندہ کر دیا - ساس سے جھگڑا - سسرے سے لڑائی - دن رات جھگڑے کی تیاری - جونہی بیاہی ہوئی آئی - خاوند سے اول ہی یہ شرط ٹھیری - کہ اگر ماں باپ سے علیحدہ رہو گے تو میں رہوں گی - ورنہ مجھ سے کسی کے طعن و تشنیع نہیں اٹھائے جاتے - میں کسی کے برتن مانجھنے کو نہیں آئی - مجھے لوگوں کے سامنے کھایا پیا ہضم نہیں ہوتا - اُن کے زیور ہو اور مجھے نہ ہو - یہ ظلم میرے سے سہا نہیں جاتا - تمام عمر میرا تمہارا گذارہ ہے - ماں باپ سے ہر کوئی الگ ہوتا آیا ہے - واجب ہے کہ الگ ہو جاؤ - گویا اُن کا جھوٹ کے اُن کو ایسا دنیا بال بچا دیا - کہ زن شد و بندہ کی لی اور نہ منگل کی لی - جنگل ٹھہر سے راہ جنگل کی لی - جب ماں باپ کو معلوم ہوا کہ بیٹا ہاتھ سے جاتا ہے - تو انہوں نے بھی فی الفور جایداد منقولہ و غیر منقولہ تقسیم کر اُس کو علیحدہ مکان تیار کر دیا - بھلا نفاق کا بیج بویا ہوا کیا زمین میں جل جاویگا - جو نتیجہ ہوگا وہ اظہر من الشمس ہے - امورات خانگی میں سے اول نمبر اصراف بیجا ہے - جس کی بدولت سینکڑوں گھرانے ویران ہو گئے - قرضداری جو تپ دق کی بیماری سے بھی زیادہ مضر ہے - اسی اصراف بیجا کی برکت ہے - ایک دانا آدمی کا قول ہے - کہ

باندازۂ بود باید نمود — خجالت نبرد آنکہ بنمود بود

مطلب یہ کہ جتنی چادر دیکھے اتنا پاؤں پسارے - ورنہ شرمندہ و بدنام و قرضدار ہونا پڑیگا اور سارے خوشامدی بینے کے یار ہیں - آن ہونے کوئی مددگار نہیں -

امورات خانگی کے انتظام کے لئے اگر عورات اس دستور العمل پر عملدرآمد کریں اور کراویں تو یقین واثق ہے کہ دنیا میں اول درجہ کی نیک عورتوں کا خطاب پاویں ؏

روپیہ کے مزدور سے لیکر راجے مہاراجے تک دولت ہر ایک کو عزیز ہے کیونکہ امور دنیاوی میں یہ ایک بہت کارآمد چیز ہے - مگر یہ جاننا واجب ہے - کہ جب تم اسکی واجبی حالات پر دھیان دو گے یہ ہر دلعزیز چیز کوڑیوں کی مول بکتی رہ جاتی زر کی اصل قدر قیمت اور واجبی حالت یہ ہے - اول کمانا - دوم بچانا - سوم خرچ - یہ تین باتیں ایسی ضروری اور لازمی ہیں - کہ اگر ان میں سے کسی کی کمی ہو تو تمہارے حق میں متفرق خرابیوں کا باعث ہوگا - یعنی اگر بچاؤ اور خرچ نہ کرو - تو ممسک اور شوم کہلاؤ گے - اور یگانہ بیگانہ اہل محلہ ہمسایہ سے ناپاک خطاب اور پھٹکار کا تمغہ پاؤ گے - رات دن حرص و ہوس کی مردار خواہشیں تمہارے دل کو بہکاتی رہینگی - اور کنجوس مکھی چوس طمع زر میں سراپا محروم تمنائیں تمہیں ترساتی پھریگی - اور تمہاری کمائی میں ذرا بھی برکت نہ ہوگی - کیونکہ جو فایدہ چلتا پُرزہ پہنچا سکتا ہے - وہ گڑے ہوئے خزانہ سے غیر ممکن ہے - کمانے کے ساتھ خرچنا ملزوم ہے اور بچانا لازم - جس طرح پڑی ہوئی غیر مستعمل تلوار کو مورچہ کھا جاتا ہے - اسی طرح ممسک کی جان کو فاقہ مستی و زر پرستی کا گھن لگ جاتا ہے - لہذا اگر تم کماؤ اور خرچ بھی لیکن باقی بچاؤ نہیں تو کسی نہ کسی وقت دھوکا کھاؤ گے - ممکن ہے - کہ کسی دن ایسے بواعث میں مبتلا ہو جاؤ - کہ کمائی کے دروازہ تک نہ پہنچ سکو - اُس وقت اگر تم کچھ مال گرہ میں نہ رکھو گے - تو تمہاری حاجت براری کی امید بالکل مفقود ہو جاویگی اور لوگوں کے ہاتھ تکتے رہ جاؤ گے - یا یہ کہ بچاؤ اور خرچ تو بھی تمہارے حق میں بھلائی نہیں ہے - کیونکہ بکرے کی ماں کب تک خیر منائیگی - آخر ایک دن گلا اور چھری ہوگی - ادھر کمانے سے ہاتھ اور پاؤں تھکے ہوئے - ادھر آبائی کوڑیوں کا دیوالا نکلا - تو پھر نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے - اُس وقت ذلت و خواری کے سوا کچھ میسر نہیں ہوتا - بڑی دقتوں سے زندگی کے دن

گھٹتے ہونگے۔ ایک تجربہ کار ہوشیار فرماتے ہیں۔ کہ جس نے امور خانگی میں متذکرہ تجاویز کا لحاظ نہ رکھا۔ وہ ایک دن خطرہ میں پڑنے والا ہے۔ کیوں نہ ہو۔ بنظر انصاف اگر دیکھا جاوے۔ تو بڑے دور کے نکتے ہیں۔ ان تین باتوں میں ہی مبارک عادتوں کا سبق ملتا ہے (اول) کمانے میں محنت (دوم) بچانے میں دور اندیشی (سوم) خرچنے میں کفایت شعاری۔ یہ تین عادتیں ایسی ہیں۔ کہ اگر کوئی ان کا پابند ہووے۔ تو تمام دنیاوی کوششیں اُس کی ہمیشہ عُمدہ پھل لاتی رہینگی۔ اور اُس کی اُمیدوں کے پودے خوشی و فارغ البالی سے بارآور ہوا کرینگے۔ کیونکہ نو نہال پودے جب تک باد صرصر لاپرواہی سے بچائے نہ جاویں۔ ممکن نہیں کہ گلزار ہستی میں خوشرنگی کے نمونے بنیں۔ اور اپنے بوجھ کو خود اٹھاویں۔ ایسے غلط و گمراہ کرنے والے اور سستی کا سبق پڑھانے اور فقیری کا اُپدیش پھونکنے والے فقرے۔ بابا اٹل پکی پکائی گھل۔ یا اُن پورنا بھورنا اور ریتی سے ہی ہمارے ہندوستانی حصہ میں فقیری دو ٹکڑے شکمی کی کثرت ہو گئی۔ اور برہمنوں نے ہمدردی کو ترک کر سترادھوں کا بہت بڑا حصہ اپنی شکم پوری کے واسطے مقرر فرمایا۔ جو شخص محنت دور اندیشی و کفایت شعاری کو مدنظر رکھتا ہے۔ وہ دُنیا میں ایک ٹھوکر بھی کھاتا ہے۔ تو بھی تندرست نکلتا ہے۔ یہ تینوں منتر ایسی ہی ہیں۔ کہ زندگی کا راہرو خُوش و خُرم دُنیا میں چلتا پھر نظر آویگا۔ ایک اور مہاتما کا قول ہے۔ کہ محنت و دور اندیشی و کفایت شعاری وہ بیش بہا تدبیریں ہیں۔ کہ مشکل وقتوں میں کام آتی ہیں۔ اور زمانہ کی جگر خراش مصیبتوں سے بچاتی ہیں۔ جو شخص ان تدابیر پر عملدرآمد کرتا ہے۔ اُس کو دُنیا میں کوئی مصیبتیں جھیلنی نہیں پڑتی ہیں۔ وہ ایک تنگ و تاریک جھونپڑی میں رہ کر اپنا ایسا مناسب بندوبست کر سکتا ہے۔ جس کو شاید بڑے بڑے عقلا نہیں کر سکتے۔ جاننا چاہیئے۔ کہ اگر سنسار میں سلامت روی و فارغبالی چاہتے ہو۔ تو اوّل اودم یعنے محنت۔ دوم بچار یعنی دور اندیشی۔ سوم بگت یعنے کفایت شعاری ہے پر تو سستی ایسی بُری بلا یا زحمت ہے۔ جو محنت جیسے مجرّب و قوت بخش غذا سے نکما و محروم کر دیتی ہے۔ سوائے چند ٹکڑے بہن نا نکے سادھو ان کے تمام جانداروں کی امید و تن کا دار و مدار اسی پر منحصر ہے۔ بلا محنت کے کمانا بدرجہا غیر ممکن ہے۔ جانور و انسان سب اپنے چل پھر کر اور محنت سے پیٹ بھرتے ہیں۔ جو لوگ صرف پر سید پر سنا کر رہتے ہیں۔ اور محنت سے علیحدگی رکھتے ہیں۔ میری رائے میں ان کی زندگی کا جینا مثل حباب کے ہے۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے۔ کہ دُنیا میں کسی نے بلا محنت کے بھی عروج پایا ہے۔ تو اس کا جواب سوائے نفی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ گر تم چاہتے ہو۔ کہ روپیہ جمع کرو تو کماؤ۔ اور اگر کمانا چاہتے ہو۔ تو محنت کرو۔

امورات دُنیا میں گرہستی یا دنیا دار آدمی کو بہت بہت رکاوٹیں پیش آتی ہیں۔ اگر عورت ہوشیار اور ودیا وان ہو۔ تو ان رکاوٹوں کو رفع کرنا کچھ مشکل نہیں پڑتا۔ مثل مشہور ہے۔ کہ اگر مرد ناتجربہ کار اور عورت واقف کار ہو۔ تو کاروبار خانہ داری میں خلل نہیں پڑتا۔ ولیکن اگر معاملہ برعکس ہو۔ تو تین کانے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ عورت سوزش سے خانہ برباد کر سکتی ہیں۔ اور مرد بیلچہ سے بھی خراب نہیں کر سکتا۔ کُل امورات خانگی کی تجاویز عورتوں کے ہاتھ میں ہیں۔ بشرطیکہ عقلمند ہوں۔ قدرت کے مدارج پر غور کرنے سے پایا جاتا ہے۔ کہ ستریوں کی درستی و تعلیم اولاد انسانی کے واسطے کمالیت روحانی و جسمانی کا سبق ہے۔ ایک دانا آدمی کا قول ہے۔

زنان باردار اے مرد ہشیار — اگر وقت ولادت مار زایند
ازاں بہتر بنزدیک خردمند — کہ فرزندان ناہموار زایند

ترجمہ

بے علم عورات جو بچہ جنتی ہیں ناخلف — اُس سے ہوگی کیا بھلا دنیا کی اندر بہتری
ایسے لڑکوں سے تو اچھا ہے اگر کچھ غور ہو — وقت جننے کے شکم میں سانپ لاوے استری

ہمارے ملک کی عورات کو جس قدر گہنے پہننے کا شوق اور ٹھٹھنیاں اور سیاپا کرنے دوق ہے۔ اُس سے بڑھ کر اور کسی چیز کی تمنا نہیں۔ مردوں نے عورتوں کی نسبت کلمہ ناقص العقل کا ایسا مشہور کیا کہ اُنہیں خود اس بات کا معترف ہونا پڑا اور اس اقرار نے اُن کی زبان بالکل بند کر دی۔ افسوس اے اودیا چڑیل تیرا ستیاناش ہو۔ تو نے کیسی کیسی غلط رسومات و توہمات ان بھولی بھالی ودیا سے رہت ستریوں کے ہردے میں بطور زیور ہولدلی کے پہنا دی۔ جس کے باعث انہیں اپنے مدارج پر غور کرنا۔ اور باوجود مادہ قدرتی ہونے کے اُس کی ماہیت سے انکاری و بیخبر رہنا۔ بدھیا تانی کی تقریر و قلم قدرتی کی تحریر سمجھ بیٹھے ہیں۔ اے ودیا دیوی جلد تشریف لا۔ اور اس چڑیل کے جادو سے ہمیں بچا۔

پانچواں ادھیاء

در باب طریقہ عبادت متعلقہ زنان

عبادت یا بھگتی وہ پاک جوہر ہے۔ کہ جن کے استعمال سے مثل بناوٹی ملمع جا کو توڑ کر سچی شانتی کو پراپت ہوتا ہے۔ اِس پاک جوہر کو ہمارے گوبر گنیشوں نے اول تو صرف برہمنوں کے واسطے۔ دوم ہزار مشکل سے صرف مرد کو ادھکاری سمجھ کر رکھا ہے۔ ستری کو ودیا کا گرہن داخل عیب سمجھ رہے ہیں۔ چونکہ آجکل وہ زمانہ نہیں رہا۔ کہ خود غرضی کے پودے پھل لاتے۔ اور اندھا دھند کاشتی مرنات مکتی پر لوگ جہالت کی پٹی باندھ کر جگر پر جان گذر تے تھے۔ زمانہ نے بہت کروٹیں بدلیں۔ خود غرضیوں کے پودے چلے نہیں تو کملائے ضرور ہیں علے ہذا القیاس تعلیم نے ہماری آنکھیں کھول کر ہمیں بخوبی ذہن نشین کر دیا تھا۔ کہ بعلم نتواں خدا را شناخت۔ یعنے بنا ودیا ایشور نہیں جانے۔ کہ ودیا نیسر اپنتر ہے۔ اور بغیر حصول ودیا عبادت یا بھگتی ناممکن بلکہ وہم و خیال ہے۔ کنبھ کے سنان کو گنگا کو جانا۔ یا علے الصباح دھرم سالوں میں جا کر کوڑا اٹھانا۔ مہادیو جی پر جل چڑھانا۔ سالگرام پر تلسی ڈھال لانا۔ موہن بھوگ ٹھاکروں کا کانا۔ سنتوں کے چرنوں کو پرس کرانا یا اُن کی ٹہل کمانا۔ مندر کے گرد اگرد سات سات پھیر دکشنا پھرانا۔ گھنٹہ گھڑیال بجانا۔ تلک چھاپ لگانا۔ بلند بلند آواز سے سیتا رام۔ رادھے کرشن۔ شیو مکتی ادا فرمانا وغیرہ جیسا امورات کا عبادت میں کچھ ٹھکانا نہیں ہے۔ عبادت صرف دلکی صفائی و صداقت کی کارروائی پر منحصر ہے۔ ورنہ عبادت با جماعت چہ تعلق۔ جس چیز کو مہاتما رکھنترول نے طریقہ عبادت قرار دیا ہے۔ وہ مندرجہ باتوں سے

ستری سکتا

ستری سکھشا

پر پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کا مضمون

لیکھرام درڑھ وتو ایسی پوتسا بھی لیکھرام ان پرسوں میں تھا جو ستری شکھشا کے مہت کو سمجھتے ہیں۔ اور جو اس کام کے لئے جہاں تک اُن سے بن پڑا ہے کام کرتے ہیں اُس وقت جبکہ آریہ سماجوں میں سب پرکار سے شانتی تھی۔ جبکہ بادی کا لفظ خوش قسمتی سے سماج کے ممبران نے ابھی تک نہیں سیکھا تھا اور جبکہ ہر ایک آریہ کیول دہرم بھاؤ سے پریرا جاکر مضمون اور کتابیں لکھتا تھا اُس وقت جسے رچنا تک ہمیں معلوم ہے (قریباً دس سال ہوئے) پہلا رسالہ جو ستری شکھشا پر سماجوں میں نکلا پنڈت لیکھرام کی قلم سے نکلا اور شائع ہوا۔ اس رسالہ کا نام "کماری بھوسن" ہے اس میں پنڈت جی نے یکتی اور پرمان سے ثابت کیا ہے کہ ستری شکھشا نہایت ضروری ہے۔ وید اس کی آگیا دیتا ہے شاستروں کی اس کے لئے ہدایت ہے اور بدھی مان لوگ اس کے لئے سخت تاکید کرتے ہیں۔

پنڈت لیکھرام پہلا شخص تھا جس نے سماج کو ایک پراچین ریتی کا یہ پرمان سُنایا کہ یگیوپویت سنسکار کا ادھیکار جیسا بالکوں کو ہے ویسا ہی کنیاؤں کو ہے۔ اور مرحوم آریہ مسافر کی دلی خواہش تھی کہ کنیائیں بھی یگیوپویت سنسکار کریں۔ کیونکہ وہ یہ جانتے تھے کہ جس طرح سے پراچین سمے میں یگیوپویت اور ویدآدھین سنسکار رسی متر اور رشی کنیاؤں میں رائج تھا۔ اسی طرح سے اب بھی ستریوں میں ان سنسکاروں کا رواج دینا اُچت ہے۔

لکچروں میں ذکر۔ ایسی زبردست تحریر کے سوائے پنڈت جی کے آریہ سماجوں میں ستری شکھشا پر بہت لکچر ہوئے ہیں۔ اور پنڈت جی کمارل آچاریہ کی اس گفتگو کو جو راج مندر میں بیٹھی ہوئی راج کنیا نے کی تھی۔ اکثر لکچروں میں ذکر کیا کرتے تھے بھٹ کمارل آچاریہ کا ورتانت یہ ہے۔ جبکہ ہندوستان میں ویدک دہرم لوپ ہو گیا تھا شاستروں کا پڑھنا پڑھانا چھوٹ گیا۔ اور سب لوگ ناستک ہوتے جاتے تھے۔ تو بھٹ کمارل آچاریہ ایک دن پھرتے پھرتے ایک راج مندر کے نیچے سے گزرے۔ ایک کنیا اوپر بیٹھی ہوئی ورلاپ کر رہی تھی۔

"ویدوں کا دھرم لوپ ہو گیا۔ ناستک پن پھیل رہا ہے۔ شاستروں کا تراد رہو رہا ہے ہائے کیا کوئی اس کی رکھشا کرنے والا نہیں"۔ رشی نے نیچے سے سُنا۔ جھٹ کھڑے ہو گئے اور راج کنیا کی طرف مخاطب ہو کر بولے۔ "مت روائے کیا مت رو۔ میں ابھی جیتا ہوں میں ویدوں کی رکھشا کروں گا"۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پنڈت جی ستری جاتی کے کہاں تک مشکور تھے اور ان کے دل میں کہاں تک خیال تھا کہ بھارت ورش میں ایسی ستریاں ہو گذری ہیں جو دہرم ناؤ کو ڈوبتے ہوئے دیکھ کر ورلاپ کیا کرتی تھیں۔ اور رشی ان سے پریرے جا کر دھرم دہجا کو پھر سے اُڑانے کے لئے اُدیت ہوتے تھے۔

ستریوں کا سنسکار۔ مجھے اچھی طرح سے ایک دفعہ کی بات یاد ہے جبکہ ایک دھاؤنہ پرش ایک ستری کی نسبت سخت سست الفاظ کہہ رہا تھا۔ تو پنڈت جی ان شبدوں کو سہہ نہ سکے اور اس پرش کو بہت سرمیدہ کیا کہ تمہیں شرم نہیں آتی۔ تم اپنے آپ کو آریہ کہتے ہو۔ کیا تمہیں ویدوں کا بھی کچھ خیال نہیں تم آریہ کہلانے کے مستحق نہیں اگر تم آریہ ہوتے تو ستریوں کے لئے ایسے سخت لفظ کبھی استعمال نہ کرتے۔

جالندھر میں جن لوگوں کو پنڈت جی کے گھر آنے جانے کا موقعہ ملتا تھا۔ وہ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ پنڈت جی سب ستریوں کو ماتا۔ مائی۔ دیوی جیسے پاک لفظوں سے پکارا کرتے تھے اپنی دہرم پتنی سے اُنکا بہت پریت تھا۔ اکثر جلسوں پر وہ اپنی دہرم پتنی کو ساتھ لیجاتے تھے۔ اور پیتل بچیوں سے اسی سوشیلا بہار یا سے بات چیت کیا کرتے۔ گو ان کو ودیت نہیں تھا۔ تاہم سری متی لکشمی جی ستری سماج میں جانے لگیں۔

پنڈت جی اُن آدمیوں میں سے نہ تھے جو ستریوں کو اسی حالت پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اور گرہست کی ضروریات کو لاپرواہی سے دیکھتے ہیں وہ ہمیشہ ہر ایک ضروری چیز کو موقعہ پر بہم پہنچاتے اور دھرم پتنی کی اچھیا کو پریستا سے پالن کرتے تھے در حقیقت یہ جوڑا خوشی سے زندگی کاٹ رہا تھا۔

اپنی دہرم پتنی کے ساتھ وایو سیاول یعنی ہوا خوری۔ بہت سے لوگوں کو شاید یہ بات نئی معلوم ہوگی۔ کہ لیکھرام جی اپنی دہرم پتنی کی صحت درست رکھنے کے لئے اُن کو شام کے وقت سورج غروب ہونے کے قریب۔ کھلے کھیتوں میں وایو سیول (ہوا خوری) کے لئے لیجاتے تھے۔

کنیا آشرم کی کنیاؤں کے ساتھ باہر جاتے ہوئے میں نے کئی بار اُن کو اپنی دہرم پتنی لکشمی جی کے ساتھ جاتے دیکھا۔ اور کئی بار اُس خوش نصیب جوڑے کو کسی کھیت کے کنارے پر بیٹھے اپنے پسر کو کھلاتے ہوئے ملاحظہ کیا۔

کنیا مہاودیالہ کے ساتھ پریم۔ پنڈت جی مہاودیالہ کے بڑے حامی تھے۔ جالندھر جب وہ آتے مہاودیالہ کی کشل کھیم اوشیہ پوچھتے اور اس کی ترقی کے وسائل پر غور کرتے۔ اپنے دوستوں سے جالندھر جانے اور مہاودیالہ کا معائنہ کرنے کی پریرنا کیا کرتے تھے۔ اُن کا آخری خط جو مہاودیالہ کے پربندھ کرتا کے نام آیا تھا۔ قتل ہونے سے کچھ دن پہلے کا تھا اس میں انہوں نے لکھا تھا "لالہ بارو مل رئیس جگادھری۔ جو کہ آریہ سماج کو دل سے چاہتے ہیں گو ممبر نہیں ہیں۔ وہ کسی کام کے لئے لاہور آئے تھے آج مجھے ملے۔ اُنکا منشاء مہاودیالہ دیکھنے کا ہے وہ پرسوں وہاں آوینگے۔ آشا ہے کہ آپ اُن کے واسطے دوپہر کی گاڑی میں اگر آدمی یا گاڑی بھجوا دیں۔ تو مہربانی ہوگی انہیں اپنے مکان پر ٹھہراویں اور ودیالہ دکھلا دیجئے۔ نتیجہ نیک نکلیگا۔

لیکھرام از لاہور۔ ۴ فروری سنہ ۱۸۹۷ء

انعامی مضمون۔ جس مضمون کی یہ بھومکا ہے اسکا اتہاس یہ ہے کہ اگست سنہ ۱۸۹۴ء میں کنیا مہاودیالہ کی ترقی کے لئے ایک چاندی کا تمغہ انعامی مضمون کے لئے رکھا گیا تھا۔ تمغہ پر "ستری شکھشا" یہ الفاظ کھدے ہوئے تھے۔ مضامین کی جانچ پڑتال کے لئے تین صاحبان کی ایک کمیٹی نیت ہوئی تھی۔ مضمون میں حسب ذیل وشئوں پر وچار کرنا تھا:۔

اوّل۔ کیا ستریوں کو اعلےٰ تعلیم کا ادھیکار ہے؟ یکتی اور پرمان سے۔

دوم۔ کیا ستریوں کو اعلےٰ تعلیم کی ضرورت ہے؟

سوم۔ پرشوں کو ستری شکشا کی طرف رُچی دلانے کے کیا کیا اپاؤ ہیں؟

چہارم۔ ستری شکشا کو ترقی دینے کے کیا کیا وسائل ہیں؟

پنجم۔ ستریوں کو پورن ودوشی بنانے یعنی ان میں اعلےٰ تعلیم پھیلانے کے کیا کیا اپائے ہیں؟

اور گو مضمون لالہ جمنا داس بی۔ اے کو پرائز ہوا۔ مگر پنڈت جی کا مضمون ایسا ہے جس سے پبلک بہت لابھ اٹھا سکتی ہے۔ اور جو ستری شکشا کے رچارک اور سہائکوں کو بہت مفید ہوگا۔

مضمون پر ایک سرسری نظر — پنڈت جی ٹیکتی اور پرماں سے ثابت کرتے ہیں کہ ودیا کا ادھیکار ستریوں کو ہے۔

سب سے پہلے ودیا کا ستریوں کو ادھکار ہے۔ — وہ یہاں تک زور دیتے ہیں۔ "علاوہ ازیں ودیا خود ستری لنگ ہے اور اس کی دیوی سرسوتی بھی ستری ہے ودیا کے واسطے کوئی پُلنگ شبد نہیں۔ پس سب سے پہلے عورتوں کو ودیا کا ادھیکار ہے بعد ازاں مردوں کو۔ افسوس اگر ماتا یعنی سرسوتی کی جائداد سے بیٹیاں محروم ہوں"۔

ستریوں کو اعلےٰ تعلیم کی بہت ضرورت ہے — کیونکہ جیسا کہ پنڈت جی کہتے ہیں۔ "اگر ستریوں کو بھتیا۔ سوشیلتا۔ کوملتا شکشا۔ دھرم اور موکش کی ضرورت ہے تو بے شک انہیں ودیا کی ضرورت ہے اور چونکہ یہ چیزیں بغیر اعلےٰ تعلیم کے نہیں آسکتیں۔ اس لئے ستریوں کو اعلےٰ تعلیم کی زیادہ ضرورت ہے"۔

ستری شکشا پر اپدیش — پنڈت جی سفارش کرتے ہیں۔ کہ اس مضمون کی اشاعت اور پرشوں کی رچی اس طرف بڑھانے کے لئے اور اُپایوں کے ساتھ لیکچر ایسے بھی ہونے چاہئیں۔ جو ملک میں اس وشے پر اپدیش کریں" انیسو کریں کہ پنڈت جی کی اس سفارش پر ہمارے وہ بھائی جو اُپدیش دیسکتے ہیں۔ ذرہ دیر دینے میں غور کریں۔ اور بھارت ورش میں ستری شکشا کی ضرورت کا نادیجائیں۔ یہاں تک اور اس زور سے کہ بہرے ہیں جن کے کان وہ بھی سُنیں۔ اور سُننے کے لئے مجبور ہوں۔

ستریوں کو شکشا کی طرف رچی دلانے کے لئے وقت لگاؤ — ستری شکشا کے حامیاں کو پنڈت جی کے یہ الفاظ کبھی نہ بھولانے چاہئیں۔ کہ ان پر عمل کرنا چاہئیے۔ کہ کنیا پاٹشالاؤں میں اپنی لڑکیاں داخل کریں اور ایسی ستریوں کو تعلیم دینے کے لئے گھر میں وقت نکالیں۔ تاکہ تعلیم حاصل کرکے آگے ستریاں ودیا کی قدردان ہونگی۔ اور پھر وہ ستریاں اولاد کو بے وقوف رکھنا ہرگز ہرگز گوارا نہ کرسکینگی۔

پرشو! ہمت کرو اور ہمت کرو۔ — پنڈت جی سماپتی پر پرشوں کو اس کام کیلئے اور پوسارہ ترستی مس۔ دہیں تک لٹنے کی پیرینا کرتے ہیں وہ کہتے ہیں۔ "ستریوں کو پورن ودوشی بنانے کے لئے ستری سنکشا کی ضرورت جلسے وتتے پرش ڈاکٹروں کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ ہمہ تن۔ مصروف ہو کر اس مرض کے ناس کرنے کے لئے یتن کریں۔ بڑی ہمت اور یتن کرنے کی اوشکتا ہے۔ ایسے موقعہ پر حاذق حکیموں کی ضرورت ہے۔ جو جاہلوں کے طعن و تشنیع کی پرواہ نہ کر کے ہمہ تن وہمہ جاں اس کے واسطے معروف ہو جائیں"۔

ودیالہ قائم کرو۔ — "اور سب مریضوں کو ایک شفاخانہ میں داخل کریں جسکا نام مہا ودیالہ ہوگا"۔

سک عورتوں کی۔ ملکی مہا ودیکھیالہ۔ — پنڈت جی کی تجویز نہایت عمدہ [illegible]

شکر اور خوشی کا مقام ہے کہ کنیا مہا ودیالہ جالندھر اس تجویز کو عمل میں لارہا ہے یعنی سب کنیاؤں کو وہاں میں جمع کرکے پربندھ کرتا اور بڑتا لڑکوں کے جیون جریتر پر دیاکھیان دیتا ہے۔ اور ادھیاپک ادھیاپکائیں۔ کنیاؤں کو اچھی اچھی اور نیک ستری یا کنیاؤں کی کتھائیں یاد کراتی ہیں۔ ان پر رُچی دلاتی ہیں۔ اور کنیاؤں کو شکھشا دیتی ہیں۔ کہ تم بھی ایسی ہی بنو" اسی تجویز سے وہ نیک عورتوں کی لائف پر سکول کے ماسٹر عورت ہو یا مرد۔ وہاں دیاکھیان دیا کریں۔ اور دوسرا اپایا ہے کہ انعام کسی اچھے موقعہ پر۔ لڑکیوں کو اُن کے ماباپ یا برادری کے لوگوں کے سامنے دیا جاوے"۔

دیوراج

ستری شکھشا پر مضمون

بحوالہ اشتہار ست دھرم پرچارک ۴۔ اگست ۱۸۹۶ء

(۱) کیا ستریوں کو اعلےٰ تعلیم کا ادھکار ہے۔ ٹیکتی اور پرماں سے؟

زمانہ کے انقلاب اور ست دھرم کی ناؤ کے گرداب میں آنے کے کارن ایسے ایسے سوال بھی آریہ ستان سے ہو یکا سمہ آگیا۔ وہ لوگ کہ جن کی صداقت اور حق پسندی چار دانگ عالم میں مشہور تھی آج ودیا کے بردست دھکہ سے ایسے گر گئے کہ انہیں ہنوز سچائی سے انصاف کا ذرا خیال نہ رہا۔ بیہودہ توہمات میں پھنس کر دید کے پورکش کو یک لخت ترک کر بیٹھے ہائے رے کال تیری لیلا کا جاننا سراسر محال ہے۔ او تیرہی ستریوں کو اعلےٰ تعلیم کا ادھیکار ہے۔ اور یہ بات تمام دنیا کے ودوانوں کی سمتی اور انوسار سویکار کرنے کے لوگ ہر جس ملک اور قوم میں ستری جاتی کے سدھار کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ وہ روز بروز ادھوگتی کو جھکتی جاتی ہے۔ موجودہ زمانہ میں ہم لوگ ستریوں کی تعلیم میں سب مہذب قوموں سے پیچھے ہیں۔ بلکہ بلکہ بھی دنیا کی قوموں سے گئے گذرے نہیں ہیں۔ بنگال۔ مدراس۔ بمبئی کی بعض اقوام میں تعلیم نسواں کا بہت چرچہ ہے۔ راجپوت کا قصہ۔ کشمیری۔ اور سکھ بھی تعلیم کو ترقی دے رہے ہیں۔ اُن میں جاہل عورتیں بمقابلہ اور قوموں کے کم ہیں۔ ادھکار کا خیال بہت پورانا نہیں بلکہ نو ہیں ایک تھوڑی مدت کا ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ اسکو ست شاستروں میں کہیں پتہ نہیں ملتا۔ چنانچہ ادھکار اور اس ادھکار کے محقق اور پورے فیصلہ کرنے والے مہرشی جیمنی جی نے فرمایا ہے۔ کہ ست شاستروں یعنی ویدوں کا سب مطلب ماتر کو ادھکار ہے کسی کو ان اوہکار نہیں۔ جب سب کو ادھکار ہے تو کیا ستری جاتی سب میں نہیں یا وہ انسانی فہرست سے خارج ہے۔ اگر اس شاستر کے واکیہ سے سب کو ادھکار ہے تو پھر ویدوں سے بڑھکر کون مشکل پستک ہے اور کونسی اعلےٰ تعلیم ہے۔ جس کا انہیں حق نہیں اور جب وید ست ودیاؤں کا پستک ہے۔ تو ست ودیاؤں کی تحصیل کرنا تو نہیں پڑھ سکے کسی کے واسطے رکاوٹ نہیں شاستر میں سے کرم کانڈ کا۔ زیادہ تعلق ہے۔ اور دوسرے کو ادھکار بتلایا ہے اسکا کرم کانڈ بھی وید اور شاستر سے جواب ستسمتی اور ویدوں کی برہم وِدیا کو

چہارم - ستری شکشا کو ترقی دینے کے کیا کیا وسائل ہیں؟
پنجم - ستریوں کو پورن ودوشی بنانے یعنی ان میں اعلےٰ تعلیم کیا اپاؤ ہیں؟

اور گو تمغہ لالہ جمنا داس بی۔ اے کو پراپت ہوا۔ مگر پنڈت جی کا مضمون ایسا ہے۔ جس سے پبلک بہت لابھ اُٹھا سکتی ہے۔ اور جو ستری سماج اور سبھاؤں کو بہت مفید ہوگا۔

مضمون پر ایک سرسری نظر - پنڈت جی یکتی اور پرمان سے ثابت کرتے ہیں کہ وِدیا کا ادہکار ستریوں کو ہے۔

سب سے پہلے ودیا کا ستریوں کو ادھکار ہے۔ - وہ یہاں تک زور دیتے ہیں۔ "علاوہ ازیں وِدیا خود ستری لنگ ہے اور اس کی دیوی سرسوتی بھی ستری ہے وِدیا کے واسطے کوئی پُلنگ شبد نہیں۔ پس سب سے پہلے عورتوں کو ودیا کا ادہکار ہے۔ بعد ازاں مردوں کو۔ افسوس ! کہ ماتا یعنی سرسوتی کی جائداد سے بیٹیاں محروم ہوں"۔

ستریوں کو اعلےٰ تعلیم کی بہت ضرورت ہے - کیونکہ جیسا کہ پنڈت جی کہتے ہیں۔ "اگر ستریوں کو سبھیا۔ سوشیلتا۔ کوملتا۔ سُکھ۔ دہرم اور موکھش کی ضرورت ہے تو لے شک انہیں ودیا کی ضرورت ہے اور چونکہ یہ چیزیں بغیر اعلےٰ تعلیم کے نہیں آسکتیں۔ اس لئے ستریوں کو اعلےٰ تعلیم کی زیادہ ضرورت ہے۔

ستری شکھشا پر اُپدیش - پنڈت جی سفارش کرتے ہیں۔ کہ اس مضمون کی اشاعت اور رشیوں کی رُچی اس طرف بڑھانے کے لئے اور اُپاؤں کے ساتھ "کچھ لکچرار ایسے بھی ہونے چاہئیں۔ جو ملک میں اس وشے پر اپدیش کریں" ایشور کریں کہ پنڈت جی کی اس سفارش پر ہمارے وہ بھائی جو اُپدیش دے سکتے ہیں۔ زور دینے میں غور کریں۔ اور بھارت ورش میں ستری شکھشا کی ضرورت کا نا دیجائیں۔ یہاں تک اور اس زور سے کہ بہرے ہیں جن کے کان وہ بھی سُنیں۔ اور سُننے کے لئے مجبور ہوں۔

ستریوں کو شکھشا کی طرف رُچی دلانے کے لئے وقت نکالو۔ - ستری شکھشا کے حامیاں کو پنڈت جی کے یہ الفاظ کبھی نہ بھولانے چاہئیں۔ بلکہ ان پر عمل کرنا چاہئے۔ کہ کنیا پاٹھشالاؤں میں اپنی لڑکیاں داخل کریں اور اپنی ستریوں کو تعلیم دینے کے لئے گھر میں وقت نکالیں۔ تاکہ تعلیم حاصل کرکے آپکی ستریاں ودیا کی قدردان ہونگی۔ اور پھر وہ ستریاں اولاد کو بے وقوف رکھنا ہرگز ہرگز گوارا نہ کرسکیںگی۔

پرشو! ہمت کرو۔ ہمت کرو اور ہمت کرو۔ - پنڈت جی سماپتی پر پرشوں کو اس کام کام کیلئے اور پورتسا رتہ سو تن من۔ دہن لگا دینے کی پریرنا کرتے ہیں وہ کہتے ہیں۔ "ستریوں کو پورن ودوشی بنانے کے لئے ستری شکھشا کی ضرورت جاننے والے پرش ڈاکٹروں کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ ہمہ تن۔ مصروف ہوکر اس مرض کے ناس کرنے کے لئے یتن کریں۔ بڑی ہمت اور یتن کرنے کی اوشکتا ہے۔ ایسے موقعہ پر حاذق حکیموں کی ضرورت ہے۔ جو جاہلوں کے طعن و تشنیع کی پرواہ نہ کرکے ہمہ تن و ہمہ جان اس کے واسطے معروف ہو جائیں"۔

ودیالہ قایم کرو۔ - "اور سب مریضوں کو ایک شفاخانہ میں داخل کریں جسکا نام مہا ودیالہ ہوگا"۔

سکھ عورتوں کی زندگی برباد یا کُھلاں۔ - سردار جی کی تجویز یہ ہے عمدہ ... [illegible]

صلاح کی جاوے۔ اور بجز لگاتار ہمت سے کام نہ کیا جاوے۔ ایسے موقعہ پر حاذق حکیموں کی ضرورت ہے۔ جو جاہلوں کے طعن و تشنیع کی پرواہ نہ کر ہمہ تن و ہمہ جان اس کے واسطے مصروف ہو جائیں۔ اور جب مریضوں کو ایک شفاخانہ میں داخل کر دیں۔ جن کا نام مہا ودیالہ ہوگا۔

مہا ودیالہ کی نگرانی کرنے والے ایسے پرش ہوں جو اعلےٰ منتظم ہونے کے علاوہ نہایت ہی نیک چال چلن ہوں۔ کیونکہ لوگوں کے ننگ و ناموس کا اس سے زیادہ تعلق ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی غلطی سے کلنکت ہو کر ساری محنت کو برباد کر دیں۔ اور پھر ہم کو مایوس ہونا پڑے۔

آپ خیال رکھیں کہ رایابائی کے عیسائی ہو جانے سے تعلیم نسواں کو بہت سخت صدمہ پہنچا ہے اس قسم کی نیاری خرابیوں کو جڑ سے روک دیا جاوے البتہ تشخیص کی سب سے زیادہ ضرورت ہے اور اس کے لئے کتب تعلیم اور قاعدہ تعلیم کی اصلاح کرنا ہے ہمارے منتظموں کو چاہیئے کہ وہ دیگر مہا ودیالوں کی نگرانی کرنے والے فاضلوں سے صلاح لیں۔ شاستروں کے مطابق ۱۶ سے ۲۴ تک کنیا کے بواہ کا سمہ ہے اور ودیا ادھیہ کا سمہ پندرہ برس سے ۲۴ تک۔ ۸ برس۔ ۶ سے ۱۶ تک ۱۱ برس اور ۸ سے ۱۶ تک ۸ اور ۱۴ تک ۱۶ برس ہوتے ہیں۔ اگر طریقہ تعلیم آسان ہو اور تاریخ و جغرافیہ و حساب کو بھی آسان کیا جاوے تو پڑھائی میں آسانی ہو سکتی ہے۔ اور کالیداس کا بیہ اگر منفی کئے جاویں اور ان کے بدلے بالمیکی یا مسو سمرتی کے ادھیائے رکھے جاویں۔ تو کم سے کم برائیہ اور زیادہ سے زیادہ شاستری کے واسطے سمہ کافی ہے۔ اقلیدس عورتوں کو سنسکاری میں زیادہ مدد دیگی اور میرے خیال میں وہ ان کی طبیعت کے زیادہ انکول ہے ویدک (طب) کی کتابیں شروع سے آخیر تک پڑھائی میں کسی نہ کسی طرح شامل رکھنی چاہئیں۔ اور تجربہ کار لیڈی ڈاکٹر کبھی کبھی امتحان لیا کرے۔ علاوہ ازاں نیک عورتوں کی لایف پر کبھی کبھی سکول کے ماسٹر عورت ہو یا مرد وہاں ویاکھیان دیا کریں۔ اور دوسرا اپاؤ یہ ہے کہ انعام یا کسی اچھے موقعہ پر لڑکیوں کو ان کے ماں باپ یا برادری کے لوگوں کے سامنے عزت دیجاوے۔

۳ ستمبر ۱۸۹۳ء لیکھرام آریہ مسافر از شہر جالندھر

آریہ ہندو اور نمستے کی تحقیقات

زمانہ کا انقلاب اس حد تک آپہنچا ہے۔ اور اودیا نے وہ دن دکھلایا جبکہ لوگوں کو اپنے صحیح نام وغیرہ کہلانے کی تمیز نہیں رہی۔ عالمگیر عمدہ اور مہذب و حقیقی نام بھلا کر ایک گمنام۔ فرضی غیر مہذب اور ناموزون کلنک لئے ہمارے بھائیوں کو الفت اور محبت ہو گئی۔ اور سچے و اصلی نام کی عزت اور واقفیت دور ہو کر اسکا جاننا و ماننا بھی ہٹ گیا۔ اور یہاں تک اودیا کا پھیرا ہوا۔ کہ سچے آریہ کے ہندو اور بجائے آریہ ورت کے ہندوستان کہلوانے اور کہنے لگے۔ افسوس صد ہزار افسوس!!!

نظر براں مناسب معلوم ہوا کہ نہایت مفصل طور پر ان کی تشریح کر کے حق و باطل کا پورا اظہار کیا جائے۔ تاکہ اہل خلاف کو موقعہ لاف و گزاف کا نہ رہے۔

واضح ہو کہ ہم آریہ لوگ اس ہندوستان اور ہندو نام کو کئی وجہ سے برا سمجھتے ہیں۔ وہو ہذا۔

نمبر ۱۔ ہماری قوم کا ہندو نام کسی سنسکرت پستک میں درج نہیں ویدوں سے شاستروں بلکہ پرانوں سے لیکر ست نارائن کی کتھا (جو بہت تھوڑے عرصہ کی تصنیف ہے) تک بھی کہیں اس نام کا نشان نہیں ملتا۔ اس واسطے ہمارا نام ہندو نہیں۔

نمبر ۲۔ کبھی کسی یادداشت (روزنامچہ۔ بہی یتر رور نامچہ بہی جنم پتری ٹیوا) وغیرہ میں بھی ہندو یا ہندنی یا ہندوستان وغیرہ نام نہیں لکھے گئے جس سے بخوبی ثابت ہے کہ ہم ہندو نہیں ہیں۔

نمبر ۳۔ ہمارے ہاں کی بھاشا کتابوں میں بھی جو زمانہ اسلام سے پہلے کی تصنیف ہیں۔ بلکہ زمانہ اسلام کی مصنفہ پستکوں میں بھی یہ الفاظ استعمال نہیں ہوئے۔ حتےٰ کہ کسی مذہبی یا قومی رسومات کے ادا کرتے وقت تاہنوز بھی ہندو وغیرہ مستعمل نہیں ہیں۔ پس کسی طرح قابل قبول نہیں۔ کہ ہندو ہمارا نام ہو۔

پادری ٹامس ھاول (اپنی تشریح اسمائے ہنود آریہ میں) فرماتے ہیں کہ یہ ہندو لفظ اس دریا کے نام سے بنا ہے جو سندھ کہلاتا ہے۔ کیونکہ اکثر الفاظ جو زبان سنسکرت سے زبان فارسی میں آگئے ہیں وہ اس طرح سے تبدیل شدہ پائے جاتے ہیں۔ مثلاً سپتم سے ہفتم۔ دسم سے دہم۔ سہسر سے ہزار۔ اسی طرح سندھ ہو ہندو ہو گیا ہو ا معلوم ہوتا ہے۔ جس سے مراد ہے دریائے سندھ کے کنارے کے باشندے۔

جواب۔ پادری صاحب اتنا تو مانتے ہیں کہ یہ لفظ فارسی کا ہے مگر سنسکرت سے آیا ہوا۔ یعنی سنسکرت کے سندھ سے ہندو بنا ہے ایسا فرمانے میں واضح ہووے کہ یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ یونانی لوگ براہ روم۔ ایران۔ اور افغانستان کو آریہ ورت میں آئے۔ اور راستہ میں جیسا کسی ملک کا نام سنا وہی استعمال کیا۔ حرف س کا ہ سے بدل جانا ہم نے مانا۔ مگر فارسی میں سنسکرت کسی طرح نہیں۔ ہاں سنسکرت میں سندھ ہو اور سندھو ہوا (دیکھو نگھنٹو ا۔ ۱۳۔ اونادی کوش ا۔ ۱۱) دونوں ندی کو کہتے ہیں۔ مگر سندھو کبھی باشندگان آریہ ورت کی نسبت استعمال نہیں ہوا۔ اور نہ شایان ہے۔ لیکن فارسی لغات کے رو سے جو اس لفظ کے معنے ہیں وہ البتہ مذمت معلوم ہوتے ہیں۔

سند۔ در فارسی بکسر سین بمعنے حرام زادہ و بد و شریر و قافیہ معیوب۔ کشف و شراح۔ منتخب و غیاث و برہان و لطایف اللغات۔

چونکہ سرحد کے لوگ غیر ملک والوں کو لوٹ لیا کرتے تھے اسلئے ان کا نام غیر ملک والوں نے سند ہو یا ہندو رکھا۔ اور دونوں لفظ فارسی زبان سے مترادف ہیں اور اس ملک کے محاورہ میں بھی لقب کو سیندہ کہتے ہیں۔ اور افغانی زبان میں دریا کو سین کہتے ہیں جس سے نقب زن کا نام ہے۔ یہ سیند ہو یا ہندو تا ہوتا ہے۔ کسی بھلے مانس کا نہیں۔ چہ جائیکہ آریوں کا۔ پس آپ کا یہ قول بھی ہر طرح ناجائز ہے۔

پادری۔ ممکن ہے کہ یہ ہندو نام سنسکرت کے لفظوں سے بنا ہو یعنی ہیں اور دوش سے جن کے معنے بے نقص کے ہیں اور ممکن ہے کہ کثرت استعمال کے سبب ان میں سے چند الفاظ چھوٹ بھی گئے ہوں۔ جیسا کہ ہندو استھان کی بجائے ہندوستان بولا جاتا ہے اور عقل بھی قبول کرتی ہے کہ ہندوان کے بزرگوں نے

ہو بلکہ اس وقت دنیا کی کوئی سلطنت بھی امن و امان اور وسعت میں ہماری سے مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یکمتی نمبر ۸ ست نارائن کتھا گنیش کی جو تھ واسنت کتھا۔ گورگیتا۔ اندھے کی وہ بھائی نالو وغیرہ کی دور از قیاس تامیں سنا کر آج کل جو ٹھگ لوگ ستریوں کے تن من دھن ہر لیتے ہیں۔ یہ خرابی ان کے تعلیمیافتہ ہونے سے نہ رہے گی کیونکہ وہ ودیا پڑھکر ایسی کتھائیں بلکہ ان سے عمدہ عمدہ خود سنا سکیں گی اور ان فضولیات کی تردید بھی کر سکیں گی۔

یکمتی نمبر ۔ مالوں۔ جوتشیوں۔ ڈکوتوں۔ کیمیاگروں۔ فال گیروں۔ گوربنسوں مسانٹروں۔ سڑبیوں۔ مسافروں کی رونق کم ہو جائے گی (عورتوں کی تعلیم سے آزردہ ہو جانے کے لائق ہے) بلکہ ہمارے تعلیمیافتہ ہمدرد بھائیوں یا آریہ بھائیوں کو۔

یکمتی نمبر ۸۔ ستریوں کی بدچلنی کے ۷ اسباب ہیں۔ کوئی شاعر کہتا ہے۔ اکیلے باغوں کی سیر کرنا۔ شراب پینا۔ رات کو دوسرے کے گھر جانا اور وہاں رہنا۔ فحش گیت گانا۔ غیر مردوں کے سامنے بیحیائی سے ناچنا اور بدمستی ٹھٹھا کرنا چلنا۔ زیادہ لالچ۔ زیادہ آرام طلب ہونا۔ زیادہ دکھی ہونا۔ اکیلے دیہات میں سفر کرنا۔ ناولوں کا سننا۔ خاوند کا بدمعاش ہو جانا۔ خوردسالی میں شادی اور پھر ماں باپ کے گھر ہمیشہ رہنا۔ خودرائی اور خودپسندی۔ اور مندروں میں جا کر جھگڑا کرنا یہ سولہ نالائق سے کیسی نیک اور خاندانی عورت ہو بیت ہو جاتی ہے۔ اور یہ ساری خرابیاں بغیر تعلیم کے کسی طرح دور نہیں ہو سکتی ہیں۔ ہمارا ان تعلیم کا انہیں دھتکار از ضروری دھکا ہے۔

۲۔ کیا ستریوں کو اعلیٰ تعلیم کی ضرورت ہے۔

جن کو قدرت نے دل و دماغ دیا ہے انہیں اعلیٰ تعلیم کی ضرورت ہے۔ اگر ستریوں کے پاس دل و دماغ زبان و آنکھ موجود ہیں تو ان کو ان چیزوں کی ضرورت ہے۔ جو ان اعضاء کے ساتھ ستمدہ رکھنے والی ہیں۔ اگر سرمایاں کے پیٹ سے پڑھی لکھی پیدا ہوتی ہیں تو انہیں کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن جب یہ معاملہ برعکس ہے۔ اور عرصہ سے فردوں کی تعلیم کا زیادہ بر چار ہونے کے کارن اور خود مردوں کی خودغرضی اور شرارت سے ستریوں کی حالت زیادہ گر گئی ہے۔ تو نہایت ہی زیادہ ضروری ہے کہ ان کی تعلیم کا بندوبست کیا جاوے۔ اور پھر آہستہ آہستہ اعلیٰ درجہ تک ان کو تعلیم دی جاوے۔ انگریزی قاعدہ کے مطابق نہیں بلکہ سناتنی رشیوں منیوں کے قاعدہ کے مطابق لیے سب سے زیادہ انہیں اخلاق۔ خانگی امورات۔ دھرم۔ صحت وغیرہ مضامین پر اعلیٰ تعلیم ہونی چاہیئے۔

ودیا کا کام ہے شدھار کرنا۔ جو زیادہ بگڑا ہوا ہے اس کو ہی زیادہ سدھار کی ضرورت ہے۔ زیادہ بیمار کو زیادہ اوسدھی کی ضرورت ہے نہ کہ تندرست کو امورات خانہ داری کا زیادہ تعلق عورتوں سے ہے۔ اس واسطے زیادہ ضرورت ودیا کی خاص ان کے واسطے ہے۔ اگر ستریوں کو نمرتا۔ سبھیتا۔ سوشیلتا۔ کوملتا سکھ دھرم اور موکش کی ضرورت ہے۔ تو بے شک انہیں ودیا کی بھی ضرورت ہے۔ اور چونکہ یہ چیزیں بغیر اعلیٰ تعلیم کے حاصل نہیں ہو سکتیں۔ لہذا ستریوں کو اعلیٰ تعلیم کی زیادہ ضرورت ہے۔

بالمیکی رامائن اجودھیا کانڈ سرگ ۱۲ اشلوک ۵ میں لکھا ہے۔ کہ رامچندر جی جب کوشلیا سے ملنے گئے تو اس وقت وہ سب ریشمی بستر دھارن کئے پرماتما کے برت میں لگی ہوئی منتر پڑھ پڑھ کر اگنی ہوتر میں آہوتی دے رہی تھی۔ اور سیتا بھی دھرم شاستر وغیرہ پڑھی ہوئی تھی۔ (دیکھو سیتا اور راون کا مباحثہ) کتب سے اعلیٰ تعلیم ویدک ہے۔ اور ویدوں پر فاضل قدیم زمانہ کی عورتوں کے مباحثے موجود ہیں۔ جنہیں آجکل کے شاستری اور آیم۔ اے مشکل سے سمجھ سکتے ہیں اور آجکل عورتوں کی بہت درگت ہو رہی ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہم ان کی خبر لیں (دیکھو نیتی شتک شلوک نمبر ۱۴) لیکن اگر ہم چاہتے ہیں کہ عورتیں پشوؤں سے نکلکر تہذیب کے میدان میں آئیں۔ اور ہمارے گرہست درحقیقت آرہ گھر بنتے ہیں تو انہیں اعلیٰ تعلیم کی بیشک ضرورت ہے۔

۳۔ پرشوں کو ستری شکھشا کی طرف راغب کرنے کے کیا کیا اپاؤ ہیں۔

پہلا اپاؤ۔ چھوٹے ٹریکٹ عورتوں کی تعلیم کے متعلق فاضلوں کی قلم سے لکھوا کر ان کو اس دیش میں پھیلایا جاوے۔

دوسرا اپاؤ۔ عام اخباروں میں ہر دو آرٹیکل عورتوں کی اعلیٰ تعلیم کی ضرورت کے بارے میں دئیے جاویں اور بغیر عورتوں کی تعلیم کے ہندوستان کی بری حالت کا خاکہ کھینچا جاوے۔

تیسرا اپاؤ۔ پڑھی ہوئی منتظم اور لائق ستریوں کی سوانح عمریاں شائع کیجائیں۔

چوتھا اپاؤ۔ کچھ لکچرار بھی ایسے ہوں جو ملک میں اس مسئلہ پر اپدیش کریں۔

پانچواں اپاؤ۔ جس بات پر بطور نقص کے عام خاص کو اعتراض ہو اسے حتے الوسع رفع کیا جاوے۔ اور جہاں تک ہو سکے لڑکیوں کی پاٹ شالا کے واسطے نیک چلن عورتیں (شادی شدہ) ملازم رکھی جاویں۔ اور بورڈنگ ہوس میں بھی ایسا ہی انتظام کیا جاوے۔

۴۔ ستریوں کو شکھشا کی طرف راغب کرنے کے وسائل کیا ہو سکتے ہیں۔

وسیلہ اول۔ جو لوگ تعلیم نسواں کے حامی ہیں انہیں چاہیئے کہ اپنی لڑکیاں پاٹھ شالا میں داخل کریں۔ اور اپنی ستریوں کو پڑھانے کے واسطے گھر میں وقت نکالیں۔ جب وہ ودیا کی قدرداں ہوگی تو اولاد کا بیوقوف رکھنا انہیں ہرگز گوارا نہ ہوگا۔

وسیلہ دوم۔ جو عورت سکول کی معلمہ ہوں چاہیئے کہ وہ لڑکیوں کے سنگہ ترسجائے منٹ کے کام کریں۔

وسیلہ سوم۔ بڑے بڑے رئیسوں کی ستریاں لڑکیوں کو مختلف موقعوں پر انعام دیا کریں۔ اور کبھی کبھی دیسی اعلیٰ افسروں کی ستریاں بھی ایسا کریں۔

وسیلہ چہارم۔ لڑکیوں کو ماں باپ کی تعلیم اور عزت کرنا عملی سکھلایا جاوے۔ اور ان کا وقت زیادہ دستکاری میں خرچ کیا جاوے۔ تاکہ شادی ہونے پر وہ خاوند کا ہاتھ بٹانے والی ہو جاویں۔

وسیلہ پنجم۔ جب لڑکی کا بیاہ ہو تو پاٹھ شالا کی طرف سے کوئی عمدہ چیز بطور انعام دیجاوے۔

۵۔ استریوں کی پورن ودوسی بنانے کے کیا کیا اپاؤ ہیں۔

جس طرح بیمار کو تندرست بنانے کے لئے دوائی اور ڈاکٹر اور پرہیز کی ضرورت ہے اسی طرح ستریوں کو پورن ودوشی بنانے کے لئے ستری شکھشا کی ضرورت جاننے والے پرش ڈاکٹروں کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ ہمہ تن مصروف ہو کر اس مرض کے ناش کرنے کے لئے یتن کریں۔ ایک معمولی روگ کے ناش کے لئے بڑی ہمت اور یتن کرنے کی ضرورت ہوتی ہے چہ جائیکہ ایک راج روگ کو دور کرنے کی

صلاح کی جاوے۔ اور بھر لگانا ہمت سے کام نہ کیا جاوے۔ ایسے موقعہ پر حاذق حکیموں کی ضرورت ہے۔ جو جاہلوں کے طعن و تشنیع کی پرواہ نہ کر ہمہ تن و ہمہ جان اس کے واسطے مصروف ہو جائیں۔ اور جب مریضوں کو ایک شفاخانہ میں داخل کر دیں۔ جن کا نام مہا ودیالہ ہوگا۔

مہا ودیالہ کی نگرانی کرنے والے ایسے پرش ہوں جو اعلےٰ منتظم ہونے کے علاوہ نہایت ہی نیک چال چلن ہوں۔ کیونکہ لوگوں کے ننگ و ناموس کا اس سے زیادہ تعلق ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی غلطی سے کلنکت ہو کر ساری محنت کو برباد کر دیں۔ اور پھر ہم کو مایوس ہونا پڑے۔

آپ خیال رکھیں کہ رایا بائی کے عیسائی ہو جانے سے تعلیم نسواں کو بہت سخت صدمہ پہنچا ہے اس قسم کی ساری خرابیوں کو حتے الوسع روک دیا جاوے البتہ تشخیص کی نسبت سے زیادہ ضرورت ہے اور اس کا اپاؤ کتب تعلیم اور قاعدہ تعلیم کی اصلاح کرنا ہے۔ ہمارے منتظموں کو چاہیئے کہ وہ دیگر مہا ودیالہ کی نگرانی کرنیوالے فاضلوں سے صلاح لیں۔ شاستر ریتی کے مطابق ۱۶ سے ۲۴ تک کنیا کے وواہ کا سمے ہے اور ودیا آرمبھ کا سمے ہشٹ ہانے ۶ سے ۱۴ تک۔ ۸ آرش۔ ۶ سے ۱۶ تک ۱۰ ارش اور ۸ سے ۱۶ تک ۸ اور ۱۴ تک ۶ ارش ہوتے ہیں۔ اگر طریقہ تعلیم آسان ہو اور تاریخ و جغرافیہ و حساب کو بھی آسان کیا جاوے تو پڑھائی میں آسانی ہو سکتی ہے۔ اور کالیداس کا بیہ اگر منفی کئے جاویں اور ان کے بدلے بالمیکی یا منوسمرتی کے ادھیائے رکھے جاویں۔ تو کم سے کم ۲ یا ۳ گرنتھ اور زیادہ سے زیادہ شاستری کے واسطے سمے کافی ہے اقلیدس عود تو لکو سنکاری میں زیادہ مدد دیگی اور میرے خیال میں وہ ان کی طبیعت کے زیادہ انوکول ہے ویدک (طب) کی کتابیں شروع سے آخیر تک پڑھائی میں کسی نہ کسی طرح شامل رکھنی چاہیئیں۔ اور تجربہ کار لیڈی ڈاکٹر کبھی کبھی امتحان لیا کریں۔ علاوہ بریں نیک عورتوں کی لائف پر کبھی کبھی سکول کے ماسٹر عورت ہو یا مرد وہان یا کھیان دیا کریں۔ اور دوسرا اپاؤ یہ ہے کہ انعام یا کسی اچھے موقعہ پر لڑکیوں کو ان کے ماں باپ یا برادری کے لوگوں کے سامنے عزت دیجاوے۔

۳۰ ستمبر ۱۸۹۳ء — لیکھرام آریہ مسافر از دستہر جالندھر

آریہ ہندو اور نمستے کی تحقیقات

زمانہ کا انقلاب اس حد تک آپہنچا ہے۔ اور اودیا نے وہ دن دکھلایا ہے کہ لوگوں کو اپنے صحیح نام وغیرہ کہلانے کی تمیز نہیں رہی۔ عالمگیر عمدہ اور مہذب و حقیقی نام بھلا کر ایک گمنام۔ فرضی غیر مہذب اور ناموزون کلنک سے ہمارے بھائیوں کو الفت اور محبت ہو گئی۔ اور سچے و اصلی نام کی عزت اور واقفیت دور ہو کر اس کا جاننا و ماننا بھی ہٹ گیا۔ اور یہاں تک اودیا کا تسلط ہوا کہ بجائے آریہ کے ہندو اور بجائے آریہ ورت کے ہندوستان کہلوانے اور کہنے لگے۔ افسوس صد ہزار افسوس!!!

نظر بران مناسب معلوم ہوا کہ نہایت مفصل طور پر ان کی تشریح کر کے حق و باطل کا پورا اظہار کیا جائے۔ تاکہ اہل خلاف کو موقعہ لاف و گزاف کا نہ رہے۔

واضح ہو کہ ہم آریہ لوگ اس ہندوستان اور ہندو نام کو کئی وجہ سے برا سمجھتے ہیں۔ وہ یہ ہیں:

نمبر ۱۔ ہماری قوم کا ہندو نام کسی سنسکرت پستک میں درج نہیں ویدوں سے شاستروں بلکہ پرانوں سے لیکر ست نارائن کی کتھا (جو بہت تھوڑے عرصہ کی تصنیف ہے) تک بھی کہیں اس نام کا نشان نہیں ملتا۔ اس واسطے ہمارا نام ہندو نہیں۔

نمبر ۲۔ کبھی کسی یادداشت روزمرہ۔ جنتری یا جنم پتری یا ٹیوا وغیرہ میں بھی ہندو یا ہندی یا ہندوستان وغیرہ نام نہیں لکھے گئے۔ جس سے بخوبی ثابت ہے کہ ہم ہندو نہیں ہیں۔

نمبر ۳۔ ہمارے ہاں کی بھاشا کتابوں میں بھی جو زمانہ اسلام سے پہلے کی تصنیف ہیں۔ بلکہ زمانہ اسلام کی مصنفہ پستکوں میں بھی یہ الفاظ استعمال نہیں ہوئے۔ حتے کہ کسی مذہبی یا قومی رسوم کے ادا کرتے وقت تا ہنوز بھی ہندو وغیرہ مستعمل نہیں ہیں۔ پس کسی طرح قابل قبول نہیں۔ کہ ہندو ہمارا نام ہو۔

پادری ٹامس ہادل (اپنی تشریح اسمائے ہنود آریہ میں) فرماتے ہیں کہ یہ ہندو لفظ اس دریا کے نام سے بنا ہے جو سندھ کہلاتا ہے۔ کیونکہ اکثر الفاظ جو زبان سنسکرت سے زبان فارسی میں آگئے ہیں وہ اس طرح سے تبدیل شدہ پائے جاتے ہیں۔ مثلاً سپتاہ سے ہفتہ۔ دسم سے دہم۔ سہسر سے ہزار۔ اسی طرح سندھ ہو ہندو ہو گیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ جس سے مراد ہے دریائے سندھ کے کنارے کے باشندے۔

جواب۔ پادری صاحب اتنا تو مانتے ہیں کہ یہ لفظ فارسی کا ہے مگر سنسکرت سے آیا ہوا۔ یعنی سنسکرت کے سندھو سے ہندو بنا ہے ایسا فرمانے میں واضح ہووے کہ یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ یونانی لوگ براہ روم۔ ایران۔ اور افغانستان کے آریہ ورت میں آئے۔ اور راستہ میں جیسا کسی ملک کا نام سنا ویسا ہی استعمال کیا۔ حرف س کا ہ سے بدل جانا ہم نے مانا۔ مگر فارسی میں سنسکرت کسی طرح نہیں۔ ہاں سنسکرت میں سند ہو اور سندہو (دیکھو نگھنٹو ۱۔ ۱۳۔ اونادی کوش ۱۔ ۱۱) دونوں ندی کو کہتے ہیں۔ مگر سندھو کبھی باشندگان آریہ ورت کی نسبت استعمال نہیں ہوا۔ اور نہ شایاں ہے۔ لیکن فارسی لغات کے رو سے جو اس لفظ کے معنے ہیں وہ البتہ صحیح معلوم ہوتے ہیں۔

سند: در فارسی بکسر سین بمعنے حرامزادہ و بندہ و شریر و قافیہ معیوب از کشف و شراح مستحث و غیاث و برہان و لطایف اللغات۔

چونکہ سرحد کے لوگ غیر ملک والوں کو لوٹ لیا کرتے تھے اس لئے ان کا نام غیر ملک والوں نے سند ہو یا ہندو رکھا۔ اور دونوں لفظ فارسی زبان سے مترادف ہیں اور اس ملک کے محاورہ میں بھی نقب کو سیندہ کہتے ہیں۔ اور افغانی زبان میں دریا کو عین کہتے ہیں جس کے معنے نقب زن کا نام ہے۔ یہ سیندھو یا ہندو نام تو ہوتا ہے۔ کسی بھلے مانس کا نہیں۔ چہ جائیکہ آریوں کا۔ پس آپ کا یہ قول بھی ہر طرح ناجائز ہے۔

پادری۔ ممکن ہے کہ یہ ہندو نام سنسکرت کے لفظوں سے بنا ہو یعنی ہین اور دوش سے جن کے معنے بے نقص کے ہیں اور ممکن ہے کہ کثرت استعمال کے سبب ان میں سے چند الفاظ چھوٹ بھی گئے ہوں۔ جیسا کہ ہندوا ستھان کی بجائے ہندوستان بولا جاتا ہے اور عقل بھی قبول کرتی ہے کہ ہندوان کے بزرگوں نے

پادری۔ جیسے کہ اس پنجاب میں بھی کھیتی کرنیوالے آرائیں کہلاتے ہیں۔

جواب۔ جناب آرائیں لفظ سنسکرت کا نہیں بلکہ پنجابی ہے۔ جہاں تک بطور تعمق و غور کیجاتی ہے۔ آرائیں نام والی قوم مسلمان ہی ہے۔ ہندو کوئی نہیں۔ جس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ نام الکاعربی کے راعی سے بگڑا ہوا ہے۔ اور بہت تھوڑے تغیر میں ہے جو زبان کی طاقت میں بولنے کی دقت کے سبب سے راعی کا رائیں یا آرائیں بولنا زیادہ بھی دشوار نہیں۔ راعی۔ شبان۔ نگہبان یعنی چرانندہ چارپایاں (رعایا) اور یہی آپ کا منشا ہے۔ پس یہ لفظ بھی عربی کے راعی سے بنا ہے۔ سنسکرت کا نہیں۔

پادری۔ اگر اس ملک کے لوگ جانوروں خصوصاً بیلوں پر ظلم کیا کرتے ہیں اور شریر جانوروں کو اپنی چھڑی سے جس کے سر پر ایک لوہے کی نوکدار کیل لگی ہوئی ہوتی ہے۔ چبھو چبھو کر ہانکا کرتے ہیں اور اسی سبب سے وہ نوکدار کیل آر کہلاتی ہے۔

جواب۔ حضرت یہ ان بیرحم جاہلوں کا کمال ظلم ہے اور دھرم شاستر کے رو سے ایسے لوگ سزا پانے کے مستحق ہیں۔ چنانچہ علاقہ مہاراجہ جموں و کشمیر و علاقہ نابھہ جیند پٹیالہ و غیرہ میں کوئی اسکا استعمال نہیں کرتا۔ اور کرنیوالا سزا پاتا ہے (دیکھو رنبیر دنڈ وغیرہ) اور بٹالہ میں بھی چند ہندو مسلمان عیسائی صاحبان کی کوشش سے انجمن ہمدردی حیوانات بنی ہوئی ہے اور قانون سرکاری بھی ایسے لوگوں کی تنبیہ کے واسطے جاری ہے (دیکھو ایکٹ ۵ سنہ ۱۸۶۹ء دفعہ ۴ ۱۴) اور لفظ بھی سنسکرت کا نہیں بلکہ فارسی کا ہے۔ چنانچہ ازرہ کابل و افغانستان و پشاور میں لکڑی چیرنے۔ جوتی سینے والے آہنی آلہ کو کہتے ہیں۔ غالباً فارسی کے ان الفاظ سے ہی یہ ان بیرحم جاہلوں نے لفظ آر سا کر رائج کیا ہو تو تعجب نہیں بلکہ یقینی ہے۔

پادری۔ پس جب آپ کی قوم نے رفتہ رفتہ علم و ہنر سوداگری میں ترقی کی تو آریہ نام کو جو صرف کھیتی کرنیوالے کو مخصوص تھا چھوڑ دیا اور بہ نسبت اس آریہ نام کے (اعلیٰ) ہیں۔ دوسری کو جو رفتہ رفتہ ہندو ہو گیا ہے۔ اپنی قوم پر عاید کر لیا ہے اور یہ ہندو نہ نسبت آریہ نام کے اس قوم میں زیادہ رواج پا گیا۔

جواب۔ آپ کا یہ الزام بھی بالکل خام ہے کبھی کسی فاضل سنسکرت یا پراکرت نے یہ نام (ہندو) اپنی قوم کی نسبت عاید نہیں کیا۔ مگر المحسوری و معدوری حکم حاکم مرگ مفاجات جانکر مسلمانوں کے وقت سے فارسی کا رواج ہو جانے سے دفتروں میں یہ نام تحریر ہونے لگا۔ اور آخر کار تمام ملک مسلمانوں کا ہندو (غلام) ہو گیا۔ آپ کا یہ فرمانا کہ جب اس قوم نے رفتہ رفتہ علم و ہنر سوداگری میں ترقی کی تو آریہ نام کو چھوڑ دیا بالکل فضول اور لغو ہے بلکہ دھوکا دہی ہے جب تک علم و ہنر و سوداگری وغیرہ میں ترقی رہی تب تک آریہ نام رہا۔ اور جب سے سستی اور کاہلی اور آرام طلبی نے گھر کر لیا۔ علم و ہنر و سوداگری و سفر و سیاحت سے دستکش ہو گئے۔ ہندو۔ کافر۔ غلام۔ نیم وحشی بن گئے۔ چنانچہ تواریخ بھی بتلاتی ہے۔ کہ آریہ لوگ ہمیشہ سے فلاسفی کے شوقین رہے اور ہندسہ اور طبعیات کے استاد اول یہی ہیں۔ اسی سبب سے وہ آریہ یعنی سر لیسٹ کہلاتے تھے۔ ایران کا دارا بادشاہ بھی آریہ ہونیکا اقراری تھا کہ میں آریہ ہوں اور آریوں کی اولاد سے ہوں کیونکہ اس کے پردادا کا نام اریارمنیا تھا (دیکھو سائنس آف لنگویج مصنفہ میکس مولر صفحہ ۲۸۰)

پادری۔ جو کہتے ہیں کہ یہ نام ہماری قوم کا ہمارے دشمنوں یعنے محمدیوں نے رکھا ہے۔ وہ محض غلط نہیں بلکہ دہوکا ہے۔

جواب۔ چونکہ یہ نام ہماری کسی مذہبی پستک یا تواریخی یا علمی کتب میں کسی جگہ مذکور نہیں ہے اور مخالفوں اور غیر ملک والوں کی کتابوں میں صدہا مقام پر موجود ہے۔ جس سے نمونہ کے واسطے چند مقام ہم نے پیش کر دیئے۔ پس اسی حالت میں انکار محض کو سوائے تجاہل عارفانہ کے ہم اور کیا کہیں۔ مگر غرض یہ تا کہ ہندو بھائیوں کو سنت ویدک دھرم سے محروم ترکھ کر خوشامدانہ چاپلوسی کر کے عیسائی بنا لیا کریں اور ان کو آریہ نام سے نفرت ہو جائے۔ پادری صاحب نے ایک دام تزویر بچھا کر ان کو گمراہ کرنا چاہا۔ ورنہ اور کچھ نہیں۔

پس ہر ایک دانا جان سکتا ہے۔ کہ یہ نام جب ہمارے مخالفوں کی کتابوں میں (خواہ وہ ایرانی ہوں یا افغانی یا یونانی یا اعرابی یا رومی) موجود ہے۔ تو ان کا دعوے کسی قدر دروغ بے فروغ ہے جس پر ہمیں کہنا پڑا کہ پادری نے دہوکا بازی کو کام فرمایا اور حق سے منہ چھپایا ہے۔ ہم ان کو چیلنج کرتے ہیں۔ کہ وہ یا انکا کوئی اور الہامی یار غار یا فضیلہ خوار (مرزا غلام احمد وغیرہ) ہندو نام کسی سنسکرت کی کتاب میں بتلا دے اور ثبوت کرا دے۔ ورنہ یہ دہوکا بازی کا طوق مثل یہودا اسکریوطی یا پریدکے قیامت تک دغاباز کے گلے میں رہیگا۔

پادری۔ کیونکہ یہ نام ان کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ جو محمد صاحب کی پیدائش سے بہت پہلے لکھی گئی تھیں (مثلاً استر کی کتاب جو حضرت محمد صاحب کی پیدائش سے ایکہزار برس پیشتر لکھی گئی تھی) اس کے پہلے باب کی پہلی آیت میں ہندوستان ہے اور اسی طرح فلادیس جوسفر یہودی مورخ بھی اپنی کتاب میں ہندوستان کا نام لکھتا ہے جو محمد صاحب کی پیدائش سے ۶۰۰ برس پیشتر ہوا ہے۔ (دیکھو اس کتاب کی حصہ ۸ باب ۶) پس ظاہر ہے کہ محمد صاحب کی پیدائش سے بہت پہلے یہ ملک ہندوستان کے نام سے نامزد اور مشہور معروف تھا اور اعلیٰ اسکی باشندے ہندو کہلاتے تھے۔

جواب۔ یہ ثبوت بھی آپ کے وسواس کی مضبوطی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ہمارا دعوے یہ ہے۔ کہ ہماری کتابوں میں ہندو نام نہیں ہے اور نہ سنسکرت کا لفظ ہے۔ باقی رہا استر میں یا تواریخ یہودیہ میں ہونا۔ اول کتاب سکندر کے قریبی زمانہ کی ہی ہوئی ہے (دیکھو استر کی کتاب عبرانی بائیبل صفحہ ۱۱۸۷ مطبوعہ ۱۸۷۹ء لنڈن مسیح سے ۴۲۱ برس پہلے) اور دوسری مسیح کے بعد کی ہے۔ اور جہاں تک تحقیق ہو چکی ہے۔ غالباً یہی زمانہ ہے جب سے یہ برا نام ہمارے اور ملک کے واسطے غیر ملک والوں نے استعمال کرنا شروع کیا۔ چونکہ آپ کے بیان سے بھی ہمارے دعوے کا ثبوت ہے۔ اور آپکے حق میں مضر۔ کیونکہ ہمارے ہاں مشہور ہے کہ یہ نام یوں لوگوں نے موضوع کیا۔

عام اعتراض۔ ہندو نام اندو سے بنا ہے اور اندو کہتے ہیں چندرماں کو یعنی چندر بنسی۔

جواب۔ ہم مانتے ہیں کہ اندو چندرماں کو کہتے ہیں۔ مگر سنسکرت میں یہ کس طرح بن گیا۔ اور علاوہ براں کیا تمام ہندو چندر بنسی یا سورج بنسی ہیں۔ برہمن۔ ویش۔ شودر نہیں ہیں۔ اور اندو صرف چندرماں کو کہتے ہیں۔ بنسی کہاں سے آ گیا۔ اور کس کے معنے ہوئے اور کیوں یہ نام اس دہاتو سے بھی کسی سنسکرت پستک میں آج تک مندرج نہیں ہے۔ اور کیا سوائے چندر بنسی کے اور لوگ اپنے آپ کو ہندو نہیں کہلاتے یا سورج بنسی سے کوئی اور نام نکلا ہے اور کیا آپکے سوائے دنیا بھر میں کسی کو یہ امر معلوم نہیں۔ جبکہ ان مندرجہ بالا باتوں سے کوئی بھی ٹھیک نہیں ہو سکتی ہے۔ لہذا یہ دعوے بھی محض بے بنیاد ہے۔ کیونکہ اب تک چندر بنسی سورج بنسی وغیرہ صدہا گوتروں کی قومیں آریہ ورت میں موجود ہیں۔ مگر ہندو کا نام و نشان ندارد۔

اب کچھ تھوڑا سا اس امر کا بھی ثبوت دیا جاتا ہے کہ ہمارا آریہ نام کن کن پستکوں میں مندرج ہے۔ زیادہ اثبات کے خیال سے اصل عبارت معہ حوالجات کے تحریر ہوگی۔

زام سے تمام ناظرین خاص و عام آگاہ ہو گئے اور بہتوں کی آنکھیں ان کی اصلیت ماہیت کے دریافت کی منتظر ہو گئی کہ یہ کتابیں کہاں تک درست ہیں۔ واضح رہے کہ باوجودیکہ تمام تعلیم یافتہ ان کی حقیقت سے منکر ہیں۔ اور علامات ان باتوں کو مکر و فریب جانتے ہیں بلکہ صدق دل سے مانتے ہیں کہ محض چالبازیاں اور دھوکے بازیاں ہیں۔ لایح ان کا وجود ہے اور خود غرضی ان کا بانی۔ مگر دوسرا گروہ جو علوم تعلیم اور غیر تجربہ کے سبب پرتال و پرکھنا کے درجہ سے گرا ہوا ہے۔ وہ برخلاف ردوالوں عالموں کے ہر ایک فرضی و اختراعی بات کو خواہ کس قدر دروغ بےفروغ ہو) نور ایمان جانتا۔ اور انکار کرنیکو کفر و شرک سمجھتا ہے۔ تا وقت اس کے نہ اول درجہ کا ضعیف الاعتقاد ہے اور دنیا میں کثرت سے آباد۔ دنیا کے پردہ میں ایسا کوئی ملک نہیں۔ جہاں ان کا بسیرا نہ ہو۔ تمام کیابات کے مخزن یہی لوگ کہلاتے ہیں۔ اور کوئی پیر نہیں اور نہ تے۔ مگر ایسے ہی مرید اور ملتے ہیں فیصدی ایک سو ان میں سے جاہل ہوتے ہیں۔ اور خواہ کیسی ہی دور از قیاس بات ہو۔ اس کو یہ معتبر جانتے ہیں۔ میرے اقوال کی تصدیق **مولانا دھونکل علیہ الرحمۃ** فرماویں گے **بانگاٹھے** والے پیر خانہ سے ہم شہادت لاویں گے۔ ساتھ ہی اس کے تمام دنیا کے جال پھیلانے والوں کا قاعدہ ہے کہ ہمیشہ تاک میں لگے رہتے ہیں اور کمین گاہیں خیال رکھتے ہیں۔ جہاں موقعہ پاتے شکار کھیلے دانہ پھینکنے دام بچھانے سے تساہل نہیں کرتے۔ بیوقوفوں کے پھنسانے کے واسطے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا عجیب و غریب سوانگ دکھا کر سادہ لوحوں کو لوٹنا۔ دم جھانسے دینا انکی زندگی کا بڑا بھاری مقصد ہو لیے۔ شروع میں ان لوگوں کے بڑے طول طویل دعوے ہوتے اور نہایت شد و مد سے شرطیں لگاتے ہیں۔ کئی شاگرد اور دلال ہمیشہ بھی ان کے مددگار ہو کر ان احمقوں و سادہ لوحوں کو پھسلاتے اور مرشد جی سے اتا خدمہ ٹھہر کر ان کو عیش و عشرت کراتے اور خود بھی مزہ اڑاتے ہیں۔ مال مفت و دل بیرحم جان کر قصابوں کی طرح بکری کی جان پر ذرہ رحم نہیں فرماتے۔ ہم اس مقام پر چند معجزاتی لوگوں کے حالات لکھنے ضروری خیال کرتے ہیں۔ تا کہ فریبیوں کا پول کھلنا معلوم کیا جاوے۔

منقول از گیان پرکاش مصنفہ منشی کنہیالال صاحب الکھ دھاری صفحہ ۱۹ سال ۱۸۷۳

سید کے مردم بھی اب پرست ہیں تو کوئی معجزہ اور کرامات دکھا۔ تب تیری عظمت ان کے دل پر اثر کرے۔ اور تیرا قول انکو باور ہو جائے۔ تب چند نادان تیرے فضل و کمال پر گواہی دیویں گے۔ تمام شعبدہ باز جی پیر جی کہنے لگیں گے شراب کو دودھ بنانا اور پارہ سے چاندی اور تانبے سے سونا۔ اور بھوت اور چڑیل جن اور دیوی کو جنتر منتر تعویذ گنڈا سے اتارنا تو خوب جانتا ہے دہ عام کو بتا دے۔ اور دل کی منا ساتے کی ترکیب اور اندھے آنکھیں اور بہرے کو قوت سماعت دینے کی ترکیب بیشک میرے مجرب لکھدے نامہ نگار نے جواب دیا کہ میں اس قسم کی واہیات کا قایل نہیں ہوں۔ اور یہ بتا ہوں کہ عوام اپنے مبارز کے فریب میں نہ آویں۔ بجز چند باتیں دغابازوں کی میں جانتا ہوں اگر لکھوں تو دغابازی کا بازار سرد ہو جاوے۔ لیکن آپ جو زبانی تم نے دو قسم کہ دیتا گا۔

(۱) اس نے کہا کہ ایک شہر میں ایک بہت مشہور و معروف مہا پرش تھا۔ اور ہر قوم کی گمان میں بہ صفت موصوف تھا۔ علم غیب اگرچہ پیشتر سے تھا مگر یہ سن ہزار سال پیشتر اس علم سے نہاں خانہ عدم میں موجود ہوا تھا۔ جو طالب کسی چیز کا اس کے حضور میں حاضر ہوتا۔ نہ یہ صورت کو دیکھ اس کے دل کی بات بتا دیتا تھا۔ پس وہ تن من اور دھن ایکے قربان کرتا تھا۔ اور جو کچھ اس پر گذرتا تھا۔ ان مہاپرش کی زبان کی تاثیر سے لقمہ کرتا تھا۔ وہ کمال ان صاحب کمال کو اس دست غیب وچہل کاف سے حاصل ہوا تھا کہ انہوں نے ایک مکان بنا رکھا تھا۔ اس میں آٹھ دروازے آٹھ کراماتوں کے لگا رکھے تھے۔

(۱) دروازے سے بیٹا ملتا تھا۔ (۲) دروازہ سے بیاہ ہوتا تھا

(۳) دروازے سے نوکری ملتی تھی (۴) دروازہ سے دولت ملتی تھی

(۵) دروازہ سے بیماری اچھی ہوتی تھی (۶) دروازے سے قید اور مصیبت سے رہائی ہوتی تھی (۷) دروازے سے مہم مقدمہ یا اپیل وغیرہ فتح ہوتی تھی (۸) دروازے سے مفقود الخبر کی خبر ملتی تھی۔ اور ہر احاطہ کے دروازہ پر ایک چیلہ حاضر رہتا تھا۔ جب کوئی طالب کسی چیز کا آتا تھا چیلا بحکمت عملی اس کے دل کی بات دریافت کر لیتا پھر اس کو کہہ دیتا۔ کہ باواجی سے تو اپنا بھید نہ کہنا۔ باواجی خود تیرے من کی بات بتا دیں گے۔ اگر من کی بات بتا دیں تو تو جاننا۔ کہ تیرا کاج سدھ ہو گیا۔ وہ الغرض حسب وعدہ چیلے کی ہمراہ اس مکان میں جاتا چیلہ اسکو اس دروازے سے لیجاتا۔ جو جس مراد کے واسطے مقرر کر لیا تھا۔ باواجی فوراً پکارنے لگتے کہ تو بیٹا چاہتا ہے یا مفقود الخبر کا حال دریافت کرتا ہے۔ وہ کوتاہ عقل ان کو عالم الغیب تصور کر کے جو کچھ اپنے پاس نقد و جنس رکھتا ہے نذر کرتا ہے۔ ہونے کو جو اس کی قسمت میں ہوتا۔ وہی ہوتا۔ غرضیکہ ایسے ہزاروں روپیہ ان حضرت نے کمائے۔ اور آخر لوٹ لاٹ کر رفوچکر ہوئے۔ (۲) ایک صاحب کمال چار یار ہمراہ لے دوسرے ولایت میں گئے۔ وہ بھی ایک مسجد میں بے پرواہ بن کے بیٹھے رہے۔ ایک چیلے نے اندھے کا سوانگ بھرا۔ اور شہر کے ایک سمت میں رہا دوسرے چیلے نے بہرہ کا سوانگ بنایا۔ اور دوسری سمت میں رہا۔ تیسرا لنگڑا بنا۔ چوتھا یاروں کو کھانے پینے کا سامان مکانوں پر پہنچاتا گیا۔ ایک برس تک اس آئین سے عمل کیا کہ اس نقل کو اصل پر فوقیت دیا۔ اور ہر ایک رئیس شہر نے فقیر کو لا پرواہ اور لنگڑے کو لنگڑا۔ اور اندھے کو اندھا۔ اور بہرہ کو بہرہ یقین کر لیا۔ ایک روز فقیر صاحب واسطے زیارت کسی خانقاہی مرد کے جاتے تھے۔ لنگڑے نے حضرت کا پاؤں پکڑ لیا۔ اور کہا کہ مجھے شب کو خواب ہوا۔ کہ تم میرے لنگ کو دور کرو گے۔ بس مجھ پر رحم کرو اور دعا کرو کہ مجھے صحت ہو۔ شاہ صاحب بہت خفا ہوئے۔ اور سخت گوئی کرنے لگے۔ اور ماجرا چھپانے لگے۔ لنگڑے نے ایک بات پر خیال نہ کیا۔ اور ان کے پاؤں کو نہ چھوڑا فقیر صاحب نے خفا ہو کر لات ماری۔ اور کہا کہ خدا کرے تیری دوسری ٹانگ بھی ٹوٹے بمجرد لات کے لگنے کے وہ لنگڑا تندرستی پانے لگا۔ یہ معجزہ صاحب کمال کا جب بازاریوں نے دیکھا ہر ایک شخص پروانہ ہو گیا۔ اس ہی قدر مسجد تک پہنچتے پہنچتے ہزار ہا روپیاں کی نذر چڑھ گئے۔ شاہ صاحب نے لاپرواہی سے اس ہی فقیروں کو دلا دیئے۔ چند روز میں تمام شہر میں غل ہو گیا کہ آسمان سے فرشتہ اتر آیا ہے یہ خبر سن اندھا اور بہرہ بھی آیا۔ اور اپنی مراد کو پہنچا۔ اور فقیر صاحب کا کمال زیادہ ہوا۔ یہ سب اصحاب جمع ہو گئے۔ ہزاروں مرید بھی ہوئے اور لاکھوں روپے کمائے جب خاطر خواہ آسودہ ہو گئے۔ ایک شب بغیر اطلاع چلد یئے۔

(۳) اسی طرح ایک فقیر جو کچھ کسی سے نقد پاتا تھا۔ اس کو گلا چاندی کا کوئی ڈلی بنا محتاجوں کو دیتا تھا۔ چند روز میں مشہور ہو گیا۔ کہ یہ کیمیا ساز ہے۔ ہر ایک اس کی خاطر اور عزت کرنے لگا۔

اے کھیا لال جب تک ایسے باکمال آدمی پیدا نہ کریں صاحب کمال کیونکر ہووے میں نے جواب دیا کہ جب تک ایسی حکایتوں سے آدمی واقف نہ ہووے۔ یہ ذاتوں کے قریب سے بھی نہیں رہتا۔

(۴) ضلع راولپنڈی میں ایک حافظ صاحب کراماتی مشہور ہوئے اور قریب و دور سے پانچ چار چیلے بھی اکٹھے ہو گئے۔ وظائف قرآن ورد زبان۔ اور رومال سے منہ ڈھانک رکھتے تھے۔ دعویٰ یہ تھا کہ جو جتنے روپے خدا کے نام کے دیوے۔ بعد ایک میعاد مقرر کے اس سے دو چند لیوے۔ صدہا پڑھے لکھے ہندو مسلمان ڈپٹی تحصیلدار وغیرہ تک اس پر ایمان لائے۔ بہت سے لوگ فائز المرام بھی ہوئے۔ اور دو گنے چار گنے روپیہ تک لئے۔ اور عرصہ تک اس کا دور دورہ رہا۔ حتیٰ کہ اچھے سررشتہ دار وغیرہ بھی ملازم ہو گئے۔ ہزاروں کا خزانہ جمع رہنے لگا۔ آخر الامر گورنمنٹ نے تحقیقات شروع کی تو تمام راز فاش ہو گیا۔ اور ثابت ہوا کہ ھذا دجل المستمر ہے۔ ایک لاکھ کے قریب یا کچھ زیادہ لوگوں کے روپے اس کے ذمہ نکلے۔ آخر الامر چند سال قید کا سزایاب ہوا۔ اور کوئی وظیفہ یا کلام بچا نہ سکی۔ مسل اس کی محافظ خانہ راولپنڈی میں موجود ہے۔ اور ایک عالم پر ظاہر و مشہور ہے۔ بلکہ ابتک بہت سے آدمی لوگ اس کے مرید ہیں اور اسکی تیغ معجزہ کے شہید۔

(۵) یہ واقعہ میرے لائق آریہ برادر لالہ ھیرا نند صاحب ڈاکٹر شفاخانہ ڈسکہ کا چشم دید ہے۔ اور گذشتہ کراماتوں کی شہادت مزید۔ کہ ایک سید کراماتی دعوے سے اُن کے پاس آیا۔ اور اثنائے گفتگو میں اظہار فرمایا۔ کہ اسلامی دین کی برکات و محمدی مذہب کی تجلیات اس حد تک ہیں کہ باوجود گذر جانے تیرہ سو سال کے اب بھی ان کے نام مبارک کی تاثیرات تیر بہدف ہیں۔ اور خاص بندوں پر جو کہ صدق دل سے نماز و تلاوت قرآن میں سرگردان رہتے ہیں) اُن خاص کرامات کا ظہور و حلول ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔ کہ اگر کچھ صداقت موجود ہو تو بتلا دیں ورنہ لاف زنی نہ فرما دیں۔ سید صاحب نے فرمایا کہ میں جو ایک احقر بندہ رب العالمین ہوں بطفیل و برکت مولانا و سیدنا پیغمبر صاحب کے مجھ پر بہت سی برکات کا ظہور ہے از انجملہ ایک میں اب بھی بتلا سکتا ہوں اور وہ یہ ہے۔ کہ جو بات کسی قسم کی کسی زبان میں آپ اندر پوشیدہ جا کر اس مقدس قلم سے جس پر کلام کندہ ہے تحریر کریں اور وہ کاغذ بھی آپ اپنے پاس رکھیں۔ میں ہو بہو وہی بات بتلا دونگا۔ مگر کچھ عرصہ مجھے اکیلا بیٹھنا پڑیگا۔ تمام حاضرین متعجب ہوئے کہ یہ تو علانیہ کرامات ہے۔ آخر الامر سب نے دیکھنے پر اصرار کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے سید صاحب کی کتاب کی جلد پر رکھ کر ایک کاغذ پر ان کی قلم سے پوشیدہ جا کر کچھ حرف لکھے اور کاغذ اپنے پاس رکھ لیا۔ سید صاحب نے تھوڑے کنارہ بیٹھ کر سوچ کر بعد درود و وظائف کے فرمایا۔ کہ کرم چند اپنے نام تحریر کیا تھا۔ جب اصل کھولا گیا تو وہی نام تھا۔ سب حیران ہوئے۔ کہ مولوی صاحب نے معجزہ دکھلایا۔ مگر دانا و کل کے آگے فریب چلنا دشوار ہے۔ یار تاڑ گئے یہ کوئی مزدور فریب ہے۔ آخر الامر سوچتے سوچتے معلوم کیا۔ کہ اس جلد کے اندر کی طرف ایک کاغذ سیاہ موجود ہے۔ جوں ہی کوئی جلد کے باہر کی طرف سے کسی کاغذ پر کسی زبان میں کوئی حرف تحریر کرتا ہے اُس کا زور اُس سیاہ کاغذ پر پڑتا ہے۔ اس کے روبرو ایک کاغذ سفید ہے اس کی حرکت و زور کے مطابق اس سیاہ کا نشان اس سفید کاغذ پر پہنچتا ہے۔ جب کنارہ میں لیجا کر دیکھتے ہیں تو اس سفید کو نکال کر یہ فریب کرتے ہیں۔ جب سید صاحب کو اس حال سے آگاہ کیا گیا کہ یہ تمہارا فریب ہے جس کو تم کرامات جتلاتے ہو۔ تب وہ خود بھی اقبالی ہوئے اور منت سماجت سے خلاصی نصیب ہوئی۔ یہ بات ڈاکخانوں کے رسید بک کے کاغذ سے ہر ایک آ سمجھ سکتا ہے زیادہ تشریح کی حاجت نہیں۔

اب مرزا غلام احمد کے الہاموں کی تردید کرتا ہوں

اور ان کو پوست کندہ کر کے ناظرین کے روبرو دھرتا ہوں۔ اور قرآن نے محمد صاحب کا معجزات دکھلانے سے انکار بھی اس کے ذیل میں ہوگا۔ تا کہ اس قادیانی رسول کی نابیت ظاہر ہووے۔

اول۔ ایک سال کا عرصہ ہوا کہ مسمی جان محمد کشمیری جو مرزا صاحب کی مسجد کا امام ہے اس کا لڑکا جس کی عمر اس وقت قریباً پانچ سال ہوگی عارضہ بخار سے بیمار ہوا۔ اور بڑھتے بڑھتے مرض اس قدر بڑھ گئی کہ بخار کے ساتھ ہی اسہال آنے شروع ہو گئے۔ اور لڑکے کا خورد و نوش بالکل بند ہو گیا۔ اور ایسا کمزور نحیف اور ضعیف البدن ہو گیا کہ استخوان ہی استخوان معلوم ہوتے تھے۔ غرض ایک روز لڑکا عین نزع کی حالت میں تھا اور اس وقت اُس کی حالت کو دیکھ کر مجہول سے مجہول بھی یہی کہتا تھا کہ لڑکا کوئی دم کا مہمان ہے۔ غرض اس اضطرابی اور بیقراری کی حالت میں جان محمد مذکور مرزا صاحب کی خدمت میں گئے اور مرزا صاحب اس لڑکے کو دیکھ بھی چکے تھے۔ خیر امام صاحب نے کل احوال عرض کیا اور کہا کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں۔ اس لڑکے کے لئے دعا کیجئے۔ . . . . مرزا صاحب کو اس لڑکے کی طرف پہلے ہی خیال تھا۔ کیونکہ ان کی مسجد کا امام زادہ تھا۔ فرمایا کہ جان محمد آپ کے آنے سے اول ہی مجھ کو الہام ہوا ہے کہ اس لڑکے کے لئے قبر کھودو۔ مرزا صاحب کے منہ سے یہ کلمہ نکلنا تھا کہ امام صاحب کے ہوش باختہ ہو گئے۔ اوسان خطا کیوں نہ ہوتے اور ہاتھ کے طوطے کیوں نہ اڑتے۔ کیونکہ اس کا یہی ایک بیٹا تھا وہ بھی پچھلی عمر کا۔ غرض امام صاحب اُسی یاس اور مایوسی کی صورت میں اپنے گھر کو واپس آئے۔ تو الہام کا اثر برعکس ظہور میں آیا۔ اور بجائے رونے الٹا شگوفہ دکھایا۔ یعنے لڑکے کے آثار و صحت دیکھے مرزا صاحب کا الہام تو یہی تھا کہ خداوند کریم کی قدرت کا تماشا دیکھئے۔ لڑکے کو دمبدم آرام ہونا شروع ہوا۔ اور ایک ہی ہفتہ میں لڑکا تندرست ہو گیا۔ اب مرزا صاحب اپنی دروغ بیانی و کذب لسانی و غلطی الہام کی یہ تاویل فرماتے ہیں۔ کہ ہمارا الہام تو ہرگز غلط نہیں ضرور کسی نہ کسی وقت پورا ہو جاویگا۔ ہم کہتے ہیں کہ کسی وقت بلکہ عنقریب ہی آپ کے واسطے قبر کھودینگے۔ الا اے منکران مکذب جری کی کوشش خرد بست فعل قبیح۔

دوم۔ واقعہ ۲۔ دسمبر ۱۸۸۵ء کو مرزا غلام احمد نے مسمی بشنداس ساکن قادیان کو بلا کر کہا کہ مجھے تمہاری نسبت الہام ہوا ہے جبکہ میں انبالہ کے سفر میں تھا۔ کہ تو لڑکے پڑھاتا ہے۔ اور نام تیرا عزیز الدین ہے نتیجہ یہ ہے کہ تو ایک سال تک مسلمان ہو جاویگا۔ ورنہ مرجاویگا۔ چنانچہ اس نے پوچھا کہ اگر

یہ ضروریات ہو یوالی ہے تو میرا کیا چارہ ہے۔ مگر میں آپ سے صلاح پوچھتا ہوں
کہ میرا مرنا اچھا ہے یا مسلمان ہونا۔ مرزا صاحب نے زبان الہام ترجمان سے
فرمایا کہ مسلمان ہونا۔ پھر پنڈت اس نے ایک دو روز بعد دریافت کیا تو کہا کہ مجھے
خواب آئی تھی الہام نہ تھا۔ مگر میری خواب بھی الہام ہوتی ہے۔ اور اکثر الہام
خوابوں میں ہوتا ہے۔ اور خواب نامہ بھی نکال کر دکھلایا کہ نتیجہ اس خواب کا
لکھا تھا کہ زود بمیرد یا مسلمان شود۔ تم اپنا بندوبست کرو میری خواب ضرور
سچی ہوگی۔ اگرچہ وہ پنڈت اس سادہ لوح تھا بہت گھبرایا۔ مگر اس تاریخ نامہ نگار
بھی وہاں تھا جب اس کو کامل طور پر سمجھایا گیا۔ کہ یہ صرف فریب بازی اور
چالاکی ہے۔ اور آریہ سماج کے اصول اس کو سمجھائے جس کو وہ سمجھ کر ممبر
آریہ سماج ہوگیا۔ اس مبارک سوسائٹی کی برکت سے تمام کمزوریاں اس
کے دل کی دور ہوگئیں۔ تب وہ علانیہ طور پر مرزا غلام احمد سے مقابلہ کرنے
لگا۔ پھر مرزا صاحب ہاتھ ملتے رہ گئے۔ اور وہ سونے کا مرغ ان کے ہاتھ
سے نکل گیا۔ چونکہ اس عرصہ ایک سال کا گذر گیا ہے اور وہ بات بالکل واہیات
اور مزخرفات سے بھی کمتر ثابت ہوئی جھوٹے کی پیشانی پر سیاہی کا داغ قائم
رہا اور تا قیامت قائم رہیگا۔ انہیں دنوں میں مرزا صاحب کے کئی سجادہ روں
اور خوشخوروں یا مریدوں سے گمنام خط بھی بنام پنڈت اس بطور خیر خواہی
کے ارسال کئے اور وہ تمام خطوط پنڈت اس نے نامہ نگار کے پاس بھیجدیئے
افسوس کہ مرزا صاحب دھوکہ دینے سے باز نہیں آتے اور ایسا نہ چالاکیوں سے
نہیں ہٹتے حالانکہ بار بار زک اٹھاتے ہیں ÷

سوم ڈھائی سال کا عرصہ گذرا کہ مرزا صاحب کو الہام ہوا تھا کہ ان کے
گھر میں سے عنقریب ایک احمد مرجاویگا۔ کیونکہ تثلیث قائم ہوتی ہے۔
مرزا صاحب کا نام غلام احمد ہے بڑے بیٹے کا نام سلطان احمد
چھوٹے کا نام فضل احمد ہے۔ اور سادہ لوحی سے یہ بات مشہور بھی کردی
مگر آج تک باوجود گذرنے دو ڈھائی سال کے ایک احمد بھی نہ مرا اور
بدستور زندہ ہیں ÷ سد

دروغ آدمی را کند شرمسار۔ مگر جسکو ہو روسیاہی سے عار

چہارم وو محرم سنہ ۱۲۹۹ھ میں مرزا صاحب کو خواب میں خدا نے کہا۔ کہ کسی نے
تحفے کتاب کے واسطے صہ روپیہ روانہ کئے ہیں۔ اور ایک آریہ صاحب
نے بھی وہی خواب دیکھا کہ ہزار روپیہ آیا ہے۔ چنانچہ جوناگڈھ سے مرزا
صاحب کو صہ روپیہ لگ گیا۔ اور ہندو کی خواب میں ۱۹ حصہ جھوٹھ نکلا کیونکہ
وہ دین اسلام سے خارج تھا۔ کئی لوگ اور کئی آریہ گواہ ہیں" افسوس کہ مرزا صاحب
نے اس دعوے بے معنی کی تصدیق کے واسطے کسی آریہ کا نام نہ لکھا۔ اور لکھتے
کس طرح جب وجود ہی مفقود تھا۔ کئی آریہ لوگ تو ان دنوں قادیاں میں
موجود نہ تھے۔ اور یہ ان کئی آریوں کے نام ہیں۔ پس ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب
نے صرف جعلسازی کی اور پہلے اندرونی طور پر بالفرض سچ ہونے کے مرزا صاحب
کو خط آچکا تھا۔ چونکہ روپیہ کمانے کے لئے یہ سب چالاکیاں ہوتی ہیں۔
اس لئے خواب میں بھی اگر دیکھا تو کیا عجب ہے۔ مصداق اس قول کے ع

گشتہ آب و نخواہد نہ رسگ استخواں بیند بخواب

پنجم وو ایک مرتبہ خدا نے ایک راجہ کے مرجانے کی خبر دی۔ اور ہم نے
ایک ہندو کو بتلائی جب وہ خبر پوری ہو گئی تو ہندو نے کہا کہ کھلم کھلا عالم غیب
حال کہیں کیونکر معلوم ہوگیا" واہ رے قادیانی الہامی ہم تیری چالاکی کی کیا تعریف کریں
نہ تو اس راجہ کا نام لکھا اور نہ اس ہندو کا۔ پس ہمیں کسی طرح اعتبار نہیں۔ اور
علاوہ براں ایک گواہی مدعی کی تباہی ہے بلکہ روسیاہی ہے (دیکھیے سورۃ نور فرقان)

ششم۔ ایک مرتبہ ایک وکیل صاحب نے امتحان دیا۔ اور لوگوں نے
بھی امتحان دیا۔ وہ پاس ہوگئے ساتھی اس ضلع سے کوئی پاس نہ ہوا۔ ہم نے
ان کو پہلے کہہ دیا تھا۔ اور سنہ ۱۸۶۸ء میں اس وکیل نے اطلاع دی کہ میں پاس
ہوگیا" اے ناظرین یہ نمبر ۵ سے بھی زیادہ فریب ہے۔ چالاک آدمی بہت سی ایسی
باتیں کر کے اکثر لوگوں کو گرویدہ کرتے ہیں" افسوس کہ مرزا صاحب نے وکیل
کا نام نہ لکھا۔ اور ساتھ ہی کوئی گواہ بھی نہ بتلائے۔ مرزا صاحب کے بڑے
بھائی ضلع کے سررشتہ دار تھے۔ اور مرزا صاحب خود بھی عرصہ تک ملازم
سرکار رہے اور تجربہ کار ہوگئے۔ آج کل یہ بات تو کرامات نہیں کہلاتی بلکہ
چالاکی اور واقفیت چاہتی ہے۔ لاہور میں بیسوں آدمی ایسے ہیں جو اس قسم کی
پیشگوئی تیر بہدف کرتے ہیں اور خطا نہیں ہوتی۔ پس یہ امر کسی طرح پیشگوئی کہلانے
کے لائق نہیں بلکہ یاوہ گوئی ہے ÷

ہفتم۔ ایک مجمل بات لکھی ہے کہ ہم نے ایک آریہ کو ایک پیشگوئی بتلائی۔ اور
اس نے تعجب کیا۔ مگر ہم اس پیشگوئی کی اس جگہ تصریح نہیں کرتے" مرزا صاحب خدا
کے چور کیوں بنتے ہو اور ظاہر نہیں کرتے۔ ذرہ محمد صاحب کے واسطے آریہ کا نام اور
پیشگوئی کا الہام ظاہر کرو ÷

ہشتم وو ۱۲ برس کا عرصہ ہوا کہ ایک ہندو آریہ ممبر آریہ سماج قادیاں معجزات
محمدیہ سے منکر تھا۔ اتفاقاً اس کا ایک عزیز قید ہوگیا۔ ایک ہندو اور بھی اس کے
ہمراہ قید ہوا۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔ کہ اس مقدمہ کا کیا نتیجہ ہوگا۔ میں نے کہا
کہ غیب خدا کے پاس ہے اس کے اصرار کرنے پر میں نے دعا کی اور خواب میں مجھے
خدا نے ظاہر کیا۔ کہ وہ نصف قید تخفیف ہو کر بعد بھگتنے نصف باقی کے رہا ہوگا
اس میں پنڈت دیانند سرسوتی کے پیرو کی گواہی ہے" اسی طرح ہوا" اے
چالاک نبی کیوں راست بیانی سے روگردانی کرتا ہے نہ تو اس ہندو کا نام لکھا
اور نہ اس آریہ کا پتہ بتلایا۔ جن دنوں نامہ نگار قادیاں گیا تھا اس کی
تحقیقات بھی کی۔ مگر کوئی گواہ اس قسم کا نہ ملا۔ جو آپ کی تائید کرتا ہو۔ البتہ
یہ الہام کتاب میں درج پایا گیا۔ جو ہندو قید سے چھوٹا تھا وہ اس کی اصلیت
سے انکاری ہے۔ پس یہ بھی آپ کی مکاری ہے۔ پنڈت صاحب کے کسی پیرو
کا آپ نے نام نہ لکھا۔ اور نہ وہ آپ کے الہام کا مصداق ہے۔ وہ تو کوئی
گمنام ہوگا۔ میں علانیہ معجزات محمدیہ و عیسویہ و غلام احمد کا انکاری ہوں۔ اور
لاکھوں آریہ اور صدہا مسلمان بھی میرے شریک ہیں۔ یہ مقدمہ باتیں کیا
نشانیاں ہیں اور دلالوں کی دست گردانیاں۔ وکیل خصوصاً ان معاملوں میں چالاک
ہوتے ہیں اور اس قسم کی پیشگوئیوں میں بیباک،

نہم وو سردار محمد حیات خاں صاحب معطل ہوئے۔ تو ہم کو خواب میں خبر
ملی۔ کہ کچھ خوف نہ کرو۔ خدا قادر ہے۔ وہ تمہیں نجات دیگا۔ چنانچہ حیات خاں
بری ہوگئے۔ ساٹھ ستر آدمی گواہ ہیں جن سے دس بارہ آریہ ہندو ممبران آریہ
سماج بھی ہیں"

جن دنوں سردار محمد حیات خاں صاحب معطل ہوئے تھے۔ ان
کے بہام خیر خواہ دیر بیت جاتے تھے۔ اور اکثر دست بدعا رہتے تھے۔ جن میں ہزاروں

تو اس کے بیچ نہریں چلا کر یا گرا دے آسمان ہم پر جیسا کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے یا لے آ اللہ کو اور فرشتوں کو ضامن۔ یا ہو جاوے تیرے واسطے ایک گھر سنہرا یا چڑھ جاوے تو آسمان میں اور ہم یقین نہ کریں گے تیرا چڑھنا۔ جب تک نہ اتار لاوے ہم پر ایک لکھا جو ہم پڑھ لیں۔ تو کہہ سبحان اللہ میں کون ہوں مگر ایک آدمی بھیجا ہوا" (افسوس کہ باوجود اس قدر اس قدر اقراروں اور شرطوں اور وعدوں کے محمد صاحب نے معجزوں سے انکار کر کے لاچاری ظاہر کی کہ میں صرف آدمی بھیجا ہوا ہوں نہ کہ کراماتی یا معجزہ نما۔ تم میرے سے کیوں معجزے مانگتے ہو۔ میرے پاس معجزہ نہیں ہیں)

(۳) سورۃ انعام

واقسموا باللہ جھد ایمانھم لئن جاءتھم ایۃ لیومنن بھا قل انما الایات عند اللہ وما یشعرکم انھا اذا جاءت لا یومنون یعنے قسم کھائی ہے انہوں نے (کافروں نے) ساتھ سخت قسم اللہ کے کہ اگر کوئی معجزہ دیکھیں تو ایمان لاویں گے۔ کہہ اے محمد کہ معجزات خدا کے پاس ہیں۔ اور تم نہیں جانتے ہو اگر معجزہ ہوگا تب بھی ایمان نہ لاویں گے" (اے مومنو! انصاف سے غور کرو کہ یہ کیسا صاف معجزہ دکھلانے سے حیلہ بنایا گیا ہے ورنہ کافروں کا خدا کی قسم کھانا صریح تصدیق کرتا ہے کہ وہ ضرور ایمان لاتے)

(۴) سورہ انعام میں ہے۔

ما عندی ما تستعجلون بہ ان الحکم الا للہ یقص الحق وھو خیر الفاصلین

قل لو ان عندی ما تستعجلون بہ لقضی الامر بینی وبینکم یعنے کہہ اے محمد وہ چیز یعنے معجزہ جس کے لئے تم جلدی کرتے ہو نہیں میرے پاس۔ کیونکہ خدا کی طرف سے ہے وہی حق کو ظاہر کر دیگا۔ اور وہ سب حاکموں سے بہتر اور برتر ہے۔ کہہ اے محمد وہ چیز یعنے معجزہ جسے تم چاہتے ہو کہ جلد ظہور میں آجائے سو اگر میرے پاس ہوتا تو میرا تمہارا جھگڑا فیصل ہو جاتا" (یہاں سے صاف فیصلہ ہو گیا کہ حضرت کے پاس معجزے نہیں تھے بلکہ یہاں پر نہ ہونے معجزہ کا صاف اقبال کیا)۔

(۵) سورہ آل عمران

الذین قالوا ان اللہ عھد الینا الا نومن لرسول حتی یاتینا بقربان تاکلہ النار قل قد جاءکم رسل من قبلی بالبینت وبالذی قلتم فلم قتلتموھم ان کنتم صادقین (جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہمکو کہہ رکھا ہے کہ ہم یقین نہ کریں کسی رسول کا۔ جب تک نہ لاوے ہم پر ایک نیاز جس کو کھا جاوے آگ۔ تو کہہ تم میں آچکے کتنے رسول مجھ سے پہلے نشانیاں لیکر۔ اور یہ بھی جو تم نے کہا۔ پھر رسول قتل کیا تم نے ان کو اگر تم سچے ہو۔ (معجزہ کے لغوی معنے ناحق کرتے ہیں) افسوس کہ خدا نے محمد صاحب کو کوئی معجزہ نہ دیا۔ ورنہ اس قدر قتل عام اور ظلم و جور کی ضرورت نہ ہوتی۔ یہودیوں کا نبیوں کو محمد صاحب سے پہلے معجزہ دیکھ کر سوال کرنا اور لوگوں کا قتل کر دینا ایک تماشہ معلوم ہوتا ہے)۔

(۶) سورۃ انعام۔

وان کان کبر علیک اعراضھم فان استطعت ان تبتغی نفقا فی الارض او سلما فی السماء فتاتیھم بایۃ ولو شاء اللہ لجمعھم علی الھدی

اور اگر بھاری ہے ان کا تغافل کرنا۔ تو اگر تو سکے کہ ڈھونڈ نکالے کوئی سرنگ زمین میں کوئی سیڑھی آسمان میں پھر لا دے ان کو ایک نشانی اور اگر

اللہ چاہتا جمع کر لاتا سبکو راہ پر (افسوس کہ محمد صاحب معجزہ دکھانے سے گھبرا کر غاریں تلاش کرتے ہیں تاکہ بھاگ جاویں۔ یا آسمان پر زینہ لگاویں اور چڑھ جاویں۔ تاکہ معجزہ کے طالبوں کے ہاتھ سے نجات پاویں۔ جب جا کے معجزہ دکھلاویں یا مومنین! ؎

نہیں معجزہ حق کو منظور ہے ٭ زمیں سخت اور آسماں دور ہے)

(۷) سورۃ رعد میں ہے۔

یقول الذین کفروا لولا انزل علیہ ایۃ من ربہ قل ان اللہ یضل من یشاء ویھدی الیہ من اناب کہتے ہیں منکر کیوں نہ اترے اس پر (محمد صاحب پر) کوئی نشانی اس کے رب سے تو کہہ اللہ گمراہ کرتا ہے جسکو چاہے اور راہ دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع ہوا۔ (اس جگہ معجزہ دکھلانے سے متنفر ہو کر گالیاں نکالنی شروع کر دیں کہ وہ گمراہ ہیں۔ کیا ہی معجزہ نمائی ہے) ٭

(۸) پھر سورۃ رعد میں ہے۔

لولا انزل علیہ ایۃ انما انت منذر ولکل قوم ھاد کہتے ہیں لوگ کیوں نہ اتری اس پر کوئی نشانی اس کے رب سے (کہہ اے محمد) تو تو ڈر سنانے والا ہے۔ اور قوم کو ہولے ہے راہ بتانے والا (یہاں پر معجزوں سے قطعی انکار بلکہ صرف ڈرانا ہی اپنا فرض کہہ کر مانند عام ہمراہ نماؤں کے بن گئے سچ ہے معجزہ دکھانا خالہ جی کا گھر نہیں ہے)۔

(۹) سورہ عنکبوت میں ہے

وقالوا لولا انزل علیہ ایات من ربہ قل انما الایات عند اللہ وانما انا نذیر مبین اور کہتے ہیں (کافر) کیوں نہ اترے اس پر یہ آیات اس کے رب سے تو کہہ نشانیاں تو ہیں اختیار میں اللہ کے۔ اور میں تو ڈر (با قرآن) سنانے والا ہوں کھول کر۔

اے ناظرین صداقت قرین! آپ مندرجہ بالا آیتوں سے بطور حق الیقین کے جان سکتے ہیں۔ کہ محمد صاحب کو معجزہ کا اختیار نہ تھا۔ اور جو لوگ معجزہ بیان کرتے ہیں۔ وہ اپنی طبعزاد عبارتوں میں مضمون باندھتے ہیں۔ ورنہ قرآن میں کوئی ثبوت اس امر کا نہیں۔ کہ محمد صاحب نے معجزہ دکھلائے بلکہ یہ تو شہادتیں مندرجہ بالا نفی میں موجود ہیں جن سے کوئی محمدی انکار نہیں کر سکتا پس بعوض چار گواہوں کے ہم نے ۹ گواہ اس امر کے پیش کئے کہ محمد صاحب بے معجزہ تھے۔ اور درحقیقت تمام فارسی جانے والے مولوی فاضل لوگ علانیہ انکاری ہیں کہ قرآن میں معجزہ نہیں ہیں۔ اب اس وقت تک کہ کوئی ان ۹ شہادتوں کو رد کر کے ۹ شہادتیں اور ثبوت معجزہ کی قرآن سے نہ نکالے تب تک ہمارا دعوے بدستور موجود رہیگا ٭

جب خدا نے محمد صاحب کو معجزہ نہیں دیا۔ اور نہ انہوں نے کوئی دکھایا اور نہ دعوے کیا تو غلام احمد کا دعوے نبوت و معجزہ و الہامات و کرامات وغیرہ کا علانیہ کرنا کس قدر قرآن کے خلاف اور لاف گزاف ہے بلکہ اگر راست پوچھو تو دور از انصاف ہے۔ اور اگر سچ پوچھو تو یہ تمام چالاکیاں مرزا صاحب کی حضرت دجال علیھا اللعنہ کے واسطے ہیں نہ کوئی کرامات ہے نہ خوارق عادات ہے نہ الہامات ہیں۔ نہ آسمانی نشانات۔ بلکہ کسی طرح کا عجوبہ دنیا بھی ان کے پاس نہیں ٭

ہیں تو بھی رگ وید میں اکثر ایسے ایسے منتر ہیں کہ جن کے معنے معلوم نہیں ہوتے۔ اگرچہ اس امر کا کہنا کہ جس کو میں بار ہا کہہ چکا ہوں۔ کچھ ضرورت نہیں کہ رگوید کے ایک منتر کا بھی ترجمہ کرنا غیر ممکن ہے۔ تا وقتیکہ ساین آچاریہ کا ترجمہ مع تمام اپتنگ۔ نرکت۔ برہمن اور سوتر وغیرہ اور بہت سے سنسکرت کے علم عروض واصول فلسفہ اور قانون وغیرہ کی کتابوں کو نہایت غور کے ساتھ نہ پڑھے۔ اور ڈاکٹر ولسن صاحب کا بھی قول ہے کہ ساین آچاریہ کا ترجمہ انگریزی میں بخوبی نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسی زبان کا ترجمہ ہے کہ جس میں نیز اصل شرح کے بہت سے لفظوں اور دھاتوں کا ترجمہ کامل ہونا ناممکن ہے۔ آج کل ملک یورپ میں سنسکرت کا ایسا شوق اور اس قدر ترقی ہے۔ کہ یقیناً پچاس برس کے اندر لوگ میرے ترجمہ کو بالکل بھول جاویں گے۔ جس کی برائیوں اور غلطیوں سے جس قدر میں واقف ہوں اور کوئی واقف نہیں ہو سکتا۔ البتہ اپنے ترجمہ کی نسبت اس قدر میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ یہ ان شخصوں کی ترقی کے کہ جو مبرے بعد علم سنسکرت کے شایق ہوں اوپر جانے کے واسطے ایک چھوٹی سی سیڑھی ہو سکتی ہے اس کے ذریعہ سے وہ شخص ہمارے آبا و اجداد کے خیالات کو ان کی اسی زبان میں جن کی زبان ہماری زبان میں اب تک موجود ہے اور جنکی تصنیفات ہمارے واسطے اب تک محفوظ رکھی ہوئی ہیں۔ بخوبی دریافت کر سکیں گے۔

اسی طرح اس ترجمہ اردو کے دیباچہ میں بھی ماسٹر لچھمن داس صاحب صفحہ نمبر ۶ لکھتے ہیں۔ اس حصہ میں بعض بعض رچائیں ایسی ہیں جن کے معنے بخوبی سمجھ میں نہیں آتے۔ ان کے ملاحظہ سے ناظرین یہ تصور نہ فرماویں۔ کہ قصور مترجم کا ہے بلکہ ان کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اس زمانہ میں بعض بعض خیالات ایسے بھی تھے جو بخوبی سمجھ میں نہیں آسکتے۔

پھر صفحہ ۸ میں کہتا ہے۔ اور نیز منتروں کے مصنفوں کے نام اور دیوتا جنکی مہما میں یہ منتر ہیں وید میں درج نہیں ہیں۔ یہ حال بہت کچھ اور پستکوں سے معلوم ہوتا ہے۔ جو وید سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتیں۔

پھر صفحہ ۹ میں تحریر کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ نکالنا کچھ دشوار نہیں ہے بلکہ اب تک ہم قطعی نتیجہ نکالنے یعنے اپنی رائے لکھنے کے مستحق نہیں ہیں۔

پھر صفحہ ۱۱ میں تحریر کرتا ہے۔ بہت سے وید کے فقرے ہنوز بغیر شارح کی مدد کے سمجھ میں نہیں آتے۔

پھر صفحہ ۱۳ میں تحریر کرتا ہے۔ کہ قدیم منتر اور قواعد مذہبی جمع کرنے میں اور ان کے ملحوظ رکھنے میں جو غرض ظاہر کی گئی ہے عجیب تر ہے کیونکہ جس قدر کہ ہم اب تک تمیز کر سکتے ہیں۔ یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ ان میں مذہبی اور مجلسی قوانین کا کچھ بھی ذکر نہیں ہے۔ جو بلاشبہ ویدوں کے ترتیب کے زمانہ میں بخوبی مکمل ہو گئے تھے شاید ہم اب تک کوئی قطعی اقرار درباب مذہبی عقیدے اور طریقہ رواج کے جو رگوید میں پایا جاتا ہے اور مجلسی حالت کی نسبت جو ان منتروں کی تصنیف کے وقت تھے نہیں کر سکتے۔ اور یہ سراسر بیجا ہو۔ اگر ہم یہ کہیں کہ رگوید میں برہمنوں کے عقیدوں کی بڑی بڑی علامتوں کی منظوری نہیں پائی جاتی جب تک ہم سارے رگوید کا مطالعہ نہ کریں۔ اور بخوبی تحقیق نہ کر لیں۔ کہ ایسی باتوں کا رگوید میں کچھ بھی ذکر نہیں ہے۔ لہذا یہ بات سمجھنی چاہئے۔ کہ ان معاملات میں رائے دینے میں جو کچھ چال ہمیں معلوم ہوا ہے وہ بذریعہ رگوید کی اول کتاب کے ہوا ہے جس کا اس ترجمہ میں ذکر ہے اور کوئی بات ہم کو آئندہ معلوم ہو۔ اور وہ اس کے خلاف ہو تو اس سے ہماری رائے بدل سکتی ہے۔ اور اگر موافق ہو تو نہیں۔"

صفحہ ۲۷ میں تحریر کرتا ہے۔ لیکن غالب یہ ہے کہ وید میں لفظ گیارہ میں کے کچھ اور معنی ہوں اور اس کو کوئی نہیں جانتا ہو۔

صفحہ ۲۷ میں تحریر کرتا ہے۔ اور ہم یہ بات نہیں خیال کر سکتے۔ کہ وہ ان دیوتاؤں کے ایسے معتقد تھے تاکہ وہ لوگ صرف ظاہری عناصر کی پرستش ان کو کچھ اور تصور کر کے کرتے ہوں۔ سوائے اس کے کہ یہ عناصر پیدا کنندہ کی طاقت کی نشانیاں ہیں۔ گو ان دیوتاؤں کی توصیفوں میں کسی قدر مبالغہ ہو لیکن ہم یہ خیال کر سکتے کہ ان کے مصنفوں نے یہ الفاظ بالیقین منہ سے نکالے ہوں۔ خصوصاً جبکہ ہم یہ بات دیکھتے ہیں کہ یہ منتر ان لوگوں کی تصنیف سے ہیں جن کی لیاقت اور غور میں کچھ کلام نہیں ہو سکتا۔ اور جن کو علمی استعداد اور تیزی ادراک حاصل تھی۔

صفحہ ۴۳ میں لکھا ہے۔ کیونکہ اگرچہ سایانے جو معنے لگائے ہیں ان میں کہیں کہیں اعتراض ہو سکتا ہے۔ تاہم بلاشبہ کوئی فرنگستانی عالم ایسا نہ ہوگا جو اس کی لیاقت کو پہنچ سکے۔

مندرجہ بالا رائوں کا نتیجہ

جب مترجم خود ہی صفحہ ۶۔ میں تحریر کرتا ہے کہ اس حصہ میں بہت سی رچائیں ایسی ہیں جنکا مطلب بخوبی معلوم نہیں ہو سکتا"۔ جن رچاؤں کے مطلب مترجم نہیں جانتا گیا وہ کسی طرح ممکن ہے کہ اس مترجم کا خوشہ چیں اس کے مطلب کو جان سکے۔ پس یقیناً معلوم ہوا کہ وید منتروں کے الفاظوں کا مطلب خود مترجم نے بہت مقاموں پر بالکل نہیں سمجھا اور نہ رچاؤں کے ٹھیک معنے سمجھ سکا۔ پس اس کی خوشہ چینی اور اس کی نقل نویسی اور اسکے ترجمے یعنے نتیوں سے راستی کی امید ناپدید ہے

اے ناظرین پروفیسر ولسن کہتے ہیں صفحہ ۹ پر۔ کہ وہ ہم ابھی اس ترجمہ کی نسبت کسی طرح کا نتیجہ نکالنے یا رائے دینے کے مستحق نہیں ہیں صاحب اس کا راہنما انگریز مترجم خود ہی نتیجہ نکالنے کا مستحق نہیں اور نہ رائے دینے کا مجاز ہے تو پھر مرزا صاحب کا اس ترجمہ مشکوک پر رائے دینا کس قدر جہالت کو ثابت کر رہا ہے۔ جبکہ وہ ترجمہ خود مترجم کے خیال میں بھی اعتبار کے درجہ سے منزلوں دور ہے۔

اے مطالعہ کرنے والے بچار کرو کہ صفحہ ۱۱ میں مترجم نے جب خود ہی کہہ دیا کہ بہت سے وید کے فقرے ہنوز بغیر شارح کی مدد کے سمجھ میں نہیں آتے"۔ تو پہلے مترجم کا نہ سمجھنا دوسرے کا غلطی کھانا۔ تیسرے کا دھوکا سے یا دھوکہ دینے کے خیال سے اس غلطی کو صحیح مان کر حق سے چشم پوشی کر لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنا کس قدر ایمانداری ہے۔ بیشک سچ ہے کہ بہت سے فقرے وید کے بغیر فاضل سنسکرت کے امی محض کی سمجھ میں نہیں آتے اس واسطے مرزا صاحب کا اس غلط ترجمہ پر اندھا دھند تقلید پرستی کرنا سراپا فریب بازی اور جعلسازی ہے۔

صفحہ ۱۴ میں مترجم لوگوں کی ان رایوں پر سخت تعجب کرتا ہے۔ کہ یہ وید علم کے

زمانہ کے برخلاف ہیں۔ مذہبی مجلسی قوانین ویدوں کے زمانہ میں کامل ہو چکے تھے۔ مگر آج کل کے ترجموں سے ہمیں وہ مطلب نہیں ملتا۔ اسی واسطے ہم ابھی تک کوئی اقرار قطعی درباب مذہبی عقیدہ کے اور مجلسی قوانین کے جو ویدمیں ہے نہیں کر سکتے ہیں"۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ "یہ سراسر بیجا ہو۔ اگر ہم یہ کہیں کہ رگوید میں برہمنوں کے مذہب کے عقیدوں کے بڑی بڑی علامتوں کی منظوری نہیں پائی جاتی۔ جب تک کہ ہم کل وید کو مطالعہ نہ کریں"۔ آگے ناظرین خدا کے واسطے فرمایئے کہ جس نے ترجمہ کرنے کے وقت چار وید پڑھے ہی نہیں بلکہ ایک رگوید بھی نہیں پڑھا۔ یا مطالعہ نہیں کیا۔ کیا وہ ترجمہ کرنے کی لیاقت رکھ سکتا ہے۔؟ کیا وید ایسی چیز ہے کہ معمولی سنسکرت کی چند کتابوں کا مطالعہ والا اس کا ترجمہ کرے؟ ہمیں نہایت افسوس ہے ان لوگوں کی عقل پر جو اس کو سنسکرت کا بروفیسر یا کوئی اور خطاب دلویں اور اس کے فرضی ترجمہ کو (جو سنسکرت سے انگریزی اور انگریزی سے اردو میں کیا گیا ہے) قابل قدر جانیں جو بالکل غلط اور نامکمل اور غیر قابل اعتبار ہے۔ بلکہ وہ خود ہی بیان کرتے ہیں کہ "ہمکو کوئی بات آئندہ معلوم ہو اور وہ اس کے خلاف ہو۔ تو ہماری رائے بدل سکتی ہے"۔ اب تو ان کے ترجموں کی علانیہ طور پر تردید ہو گئی ہے اور تمام دنیا میں نوٹس دیئے گئے ہیں جس سے غالباً پروفیسر کی رائے بھی بدل گئی ہو گی۔ علاوہ بریں ان کی رائے بدلوانے کے واسطے ہمیں انگلینڈ سے خط و کتابت کرنی پڑتی ہے جو آریہ سماج لنڈن کے سکرٹری کا ذمہ ہے۔ مگر مرزا صاحب اگر حق پسند ہیں تو ان کے واسطے ہمیں قادیان سے رائے بدلوانی آسان ہے۔ کسی طرح دشوار نہیں اور سب سے زیادہ عمدگی یہ ہے کہ وہ سنسکرت سے محض ناآشنا ہیں اگرچہ اس حالت میں ان کی رائے کی پہلے ہی کچھ وقعت نہیں۔ مگر پھر بھی خدا کرے کہ اس غلط بنیادی کی پیروی سے مرزا صاحب اپنی غلط و بدگمان رائے کو واپس لے لیں اور راہ راست پر آویں۔

صفحہ ۷ میں لکھا ہے کہ "حالت یہ ہے کہ وید میں لفظ کیا روں سے کچھ اور معنی ہوں گے اور وہ اب کوئی نہ جانتا ہو"۔ خوب جب وید کے کسی لفظ کے معنے اور ہیں جو کوئی نہ جانتا ہو۔ تو لغات اور نرکت اور برہمن گرنتھ کس کام کے ہیں۔ وید میں ایسا لفظ کوئی نہیں جس کے معنے نرکت وغیرہ سے دریافت نہ ہو سکتے ہوں۔ جو بڑی بھاری یہ ہے کہ وید میں مہمل یا غیر معنی لفظ کوئی نہیں۔ فاضلان لغات وید نے نہایت عمدگی سے اس خدمت کو سرانجام کیا ہے۔ مگر بعیر لیاقت اور لغات وغیرہ دیکھنے کے حاصل ہونا محال ہے۔ ہاں اگر یہ خیال ہے کہ جس بات کو مترجم نہ سمجھے اسکے معنے کون جانتا ہو گا۔ بیشک یہ صرف دعوے تو ہے۔ مگر اسے کوئی آدمی باتفاق رائے نہیں کر سکتا۔ بلکہ یاوہ گوئی کا ایک ثبوت ہے۔

صفحہ ۷ میں لکھا ہے "لیکن ہم یہ نہیں خیال کر سکتے کہ ان کے مصنفوں نے یہ الفاظ بالیقین منہ سے نکالے ہوں"۔ حضرت جب انہوں نے بالیقین منہ سے نہیں نکالے ہیں تو آپکا ترجمہ کرنا اور مرزا غلام احمد صاحب کا ان کے دیکھا اور لوگوں ناواقفوں کو دھوکا دینا کس قدر ودیا کا نشان ہے۔

صفحہ ۱۲ میں لکھا ہے کہ "سائنا چارج نے جو معنے لگائے ہیں ان میں کہیں کہیں اعتراض ہو سکتا ہے تاہم ملاشبہ کوئی فرنگستانی عالم ایسا نہ ہو گا جو اس کی لیاقت کو پہنچ سکے"۔ جب سائنا چارج کے معنے پر بھی مترجم کو خود اعتراض ہے تو مترجم کے ترجمہ پر کس قدر اعتراض کی گنجائش ہے۔ اس حالت میں صریحاً غلطی نہیں ہے تو کیا ہے۔ اگر ہم یا کوئی اور حق پسند تو بھی کبھی اس پر اعتبار نہیں کرسکتے۔ جب سائنا کے ترجمہ پر اعتراض ہیں تو اول فرنگستانی عالموں کے ترجمہ میں جن میں سے کوئی بھی اس کی لیاقت کو نہیں پہنچ سکتا ہے، کس قدر اعتراض و اغلاط کے ہونے کا یقین ہے اسواسطے سائنا چارج کے ترجمہ کے ہوتے سے فرنگستانی عالموں کا ترجمہ مکرر غلط سمجھتے ہیں غلط ہو گیا۔ اور ان ترجموں سے ماسٹر لچھمنداس کا ترجمہ مکرر غلط ہو کر مرزا غلام احمد کے اعتراض جو بنا فاسد بر فاسد و سقف فاسد و تعمیر فاسد کا حکم رکھتے ہیں وہ کسی طرح قابل اعتبار نہیں اور نہ وقار کے لائق ہیں اور نہ ہی ثابت کرنا ہمارا فرض تھا۔ جو بعنایہ کامل طور پر ادا ہوا۔

براہین الاحمدیہ صفحہ ۳۹۹ سے ۴۰۱ تک حاشیہ نمبر ۲

رگ وید ستھا اشٹک اول سکت ۶۱ کی بہ شرتی جس میں لکھا ہے۔ اے اندر در ترا پر اپنا بجر چلا اور اسے ایسا ٹکڑے ٹکڑے کر جیسے بوچڑ گائے کے ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے۔ ایک تو یہ تشبیہ غیر موزوں ہے اور ایک بزرگ کو بوچڑ سے تشبیہ دینا گویا اس کی ہجو ملیح کرنا ہے جو درجہ بلاغت اور شائستگی کلام سے بعید اور ایک طرح کی بے ادبی ہے وغیرہ

جواب نامہ نگار نے معترض کی صداقت کا متلاشی ہو کر کل اشٹک اول سکت ۶۱ پڑتال کیا مگر اس بات کا کہیں نام و نشان نہ پایا نہیں معلوم کہ حضرت کو یہ بات کہاں سے سوجھی لیکن ساتھ ہی جب دیلی الاترجمہ اردو ملاحظہ کیا گیا تو الہامی کی لیاقت ظاہر ہو گئی ناظرین بیشک اس ترجمہ سے جس کی بابت ہم پہلے لکھ چکے ہیں مرزا جی کو بڑا دھوکا ہوا اسی نمبر ۱۲ کی نسبت جس کی مرزا صاحب نے نقل کی ہے۔ شارح حاشیہ پر نمبر ۲ کا نشان لگا کر تحریر کرتا ہے "وید کی رچا میں صرف اس قدر عبارت ہے در ترا کے عضو گو کی مانند جدا جدا کر ڈالو (باقی عبارت شارح اپنی طرف سے زیادہ کرتا ہے) جیسے دنیا دار آدمی گوشت کاٹنے والے حیوانوں کے اعضا الگ الگ کرتے ہیں۔ یہ بیان واجب الملاحظہ ہے۔ تو پوشیدہ نہ ہو کہ شارح جو لفظ لکھتا ہے یعنے وکا یتا کاٹنے والے بابت اس کے کیا معنے ہیں شاید یہ لفظ وکرتر ا ہو۔ جس کے معنے گوشت بیچنے والوں یا قصابوں کے ہیں۔ کچھ ہی ہو۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ٹکڑے گوشت گائے سے زمانہ سلف کے ہندو متنفر نہ تھے"۔

مفسر نے اس جگہ جتنا زہر اگلا ہے اور جتنا جھوٹ کہا ہے وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے اور اسی طرح عقل کے اندھے مرزا صاحب نے اس کی تقلید کی۔ اپنی عقل کو ذرا بھی دخل نہ دیا کہ آیا یہ بات کس قدر بنا دی اور غلط ہے۔ غرضیکہ حق و باطل کی تمیز کے واسطے ہم منتر مذکور کا معہ ٹھیک ترجمہ کے تحریر کرتے ہیں تاکہ معترض کی اور غلطیوں کی بھی اسی سے اصلیت واضح ہو جاوے۔ اور آئندہ لکھے دھوکے میں کوئی نہ آوے۔

अस्मा इदु प्र भरा तूतुजानो वृत्राय वज्रमीशानः
कियेधाः गोर्न पर्व विरदा तिरश्चेष्यन्नर्णांस्यपां
चरध्यै। ऋ० अ० १ अ० ४ स० ६१ م० १२

(واضح سکت ۶۱ کے کل ۱۶ منتر ہیں اور یہ تمام سکت متعلق راج دھرم و منتر و دیا کے ہے دیہ بار ہواں منتر بھی سبھاپتی کے متعلق ہے
... جنتا دیکھنے لگئے کتنے کنوؤں کو دھارن کرنیوالے [illegible]

مکت (تو تو جاناہ) سیگھر کرتے ہارے آپ جیسے سورج (ایام) جلوں کے سندھ سے (اراسنی) جلوں کے پرداہوں کو (وجر ددہی) بہانے کے ارتھ (ورترای) بادل کے واسطے درتتا ہے۔ ویسے (اسمی) اس شترو کیو واسطے (ترسیا جرم) ٹھری گتی والے ستستر کو (پربھر) اچھے پرکار دھارن کرو۔

(گورن) بانڑیوں کے دبھاگ کے مانند (پیرد) اس کے حصہ جدا کر کے (کہیں) اچھیا کرتا ہوا (اور) ایسے ہی (دیرد) اینگ پرکار پہن کیجئے۔

تشریح

اس منتر میں پرمیشر نے سبھا دہکش کے واسطے عمدہ ہدایتیں اپدیش کی ہیں (۱) سبھا دہکش گیوان ادر ایشور پر ڈالا اور تیجسوی ہو۔ (۲) شستر ودیا سے بھی اچھی طرح ماہر ہو اور موقع استعمال سے جس دعمن آگاہ ہو۔ (۳) نشیب وفراز جو انیک پرکار کے معاملات سلطنت میں ہوتے ہیں ان سے بھی واقف رہنا سبھا دہکش کے واسطے ایک فرض اعلےٰ ہے (۴) ظالموں کو کیفر کردار کی جلدی سزا دینا عقلمند بکر یا اور امن و امان کے قایم کرنے پر مستعد رہنا جو سلطنت کا اصل منشا ہے (۵) جیسے سورج کی کرنیں جلوں کے سندھ سے بارش کی پرواہ کو رواں کرنے کے واسطے بادل سے درتتی ہیں (۶) جیسے بانڑیوں کے دبھاگ کو مختلف سبھاؤں میں اس کے چھن بھن کرنے کی اچھیا کرتے ہیں (۷) ویسے ہی شترؤں کے مقابلہ میں باقاعدہ فوج کو عمدہ شستروں سے مسلح کر کے نشیب و فراز سفر و میدان جنگ سے آگاہی حاصل کر کے کامیابی کرے۔

خلاصہ

ہے سبھانی جیسے معاملات ودیا میں پران وایو سے تا وادی ستھانوں میں زبان کو تاڑن کر بھن بھن اکھشر یا پدوں کے دبھاگ کرتے ہو ویسے شستروں کے بل کو اپنی سینا کی باقاعدہ لڑائی سے چھن بھن کرو۔

ریمارک

جبکہ بقول ولسن صاحب کے ویدیں صرف یہی عبارت ہے کہ "ورترا کے عضو گؤ کی مانند جدا جدا کر ڈالو" ورترا میگھ یعنے بادل کو کہتے ہیں۔ اور گو نام بانڑی کا ہے یعنے بادل کے عضو کو بانڑی کی مانند جدا جدا کر ڈالو۔ افسوس کہ لوگ بغیر کسی قسم کی لیاقت کے بڑے بڑے دعوے کرنے پر مستعد ہو جاتے ہیں۔ سایرج لکھتا ہے کہ دکاتیا کاٹنے والے کو کہتے ہیں۔ ہم جہاں تک وید مقدس کی اس شرتی کے حرف حرف پر نگاہ دوڑاتے ہیں دکاتیا لفظ بالکل نہیں ملتا۔ جس سے ولسن صاحب اور سایانا۔ قصائی اور گوشت کاٹنے والے کے معنے نکالتے ہیں۔ اور ہمارے الہامی دوست بغض باطنی وکدورت روحانی سے بوچڑ کے معنے لگاتے ہیں۔ جب یہ لفظ ہی اس منتر میں نہیں ہے۔ پس اعتراض بھی محض جھوٹھ اور بے بنیاد ہو گیا۔ ہم یہاں پر ولسن صاحب اور مرزا صاحب یا کسی اور ان کے خیر خواہ ملکہ الہام لانے والے کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ یا تو وید مقدس کی اس شرتی سے جو ہمنے اوپر درج کی ہے دکاتیا لفظ نکالکر بتلادیں اور قصائی یا بوچڑ معنے کی تصدیق کرادیں۔ ورنہ اس خونخواری اور بدکاری کا علاج فرماکر اس کی تکذیب چھپوا کر شایع فرمادیں۔ اور آیندہ ان اوباشانہ عادات سے باز آویں (ہم دوبارہ پھر اس بات کو دوہراتے ہیں اور ناظرین کو جتلاتے ہیں کہ اس کا ہوت۔ جواب کوئی (ہم کسی طرح نہایہ تے تک نہیں دے سکیگا کیونکہ نیستی سے ہستی کسی طرح نہیں ہو سکتی اسی طرح جو ویدوں میں نہیں ہے

اس کا ان سے نکالنا بھی محال بلکہ ناممکن ہے۔ مرزا صاحب کے تمام غلط دعادی اور ترجمہ اردو کی نسبت یہ ہماری طرف سے اتمام حجت ہے جو انکے ایسے ہی تمام ہواس کے عواتے اہناس کے ستیاناس کرنے کے واسطے ھل من معارض کی التماس ہے۔

براہین الاحمدیہ صفحہ ۴۴۴ حاشیہ ۳ **قولہٗ** ایک جگہ بھی یہ نہ کہوکر وید نے بیان نہیں کیا کہ مخلوق پرستی سے باز آجاؤ۔ آگ وغیرہ کی پوجا مت کرو۔ بجز خدا کے اور کسی سے مرادیں مت مانگو۔

اقول۔ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم۔ چشمہ آفتاب را چہ گناہ۔ مرزا صاحب آیئے اور ان پوتر منتروں کو آنکھیں کھول کر مطالعہ فرمایئے جو وید مقدس مخلوق پرستی کی بڑی سخت تردید کر رہے ہیں۔

(۱) یہ منتر سام وید کا ہے

तत्वा यग्न्योदि व्यो न पार्थि वो न ज्ञा तो न ज्ञ जनि ष्यते ग्र स्वाय न्तोम च वन्नि न्द्र वा जि नो ग व्य न्तु त्वा हवा म हे। सा॰ उ॰ प्रप॰ प्र १ ग्र १ मं॰ १९॥

ہے مترا ایشور تجھ کے بالک سب کے جیون مول پرماتما آپ جیسا دو لوک یا پرتھوی تینوں کالوں میں نہ کوئی پیدا ہوا۔ اور نہ ہو گا۔ اور نہ ہے۔ آپ تمام چیزوں کی آمیزش سے پوتر ہو۔ ہم گھوڑے وغیرہ اراتیں کے سامان بل کے بڑھانے والے آتمک اور شریرک کلیان اور ضروریات کی خواہش رکھنے والے آپ ہی کی شرن میں آتے ہیں آپ کے سوا ہمارا مالک کوئی نہیں ۔

(۲) یہ رگ وید کا منتر ہے

य ग्रात्मदा वलदा यस्य विश्व उपासते प्रशिषं यस्य देवाः यस्य च्छायामृतं यस्य मृत्युः कस्मै देवाय हविषा विधेम।
ऋ॰ ग्र॰ ८ ग्र॰ ७ व॰ ३ मं॰ २

جو جگدیشور اپنی کرپا سے ہی اپنے آتما کا وگیان دینے والا ہے۔ جو سب ودیا اور سب سکھوں کی پراپتی کا ہیتو ہے۔ جس کی اوپاسنا سب ودوان لوگ کرتے آئے ہیں۔ اور جس کے اوشاسن کو سب اتم لوگ کرتے ہیں جس کا آشرا کرنا ہی موکھش سکھ کا کارن ہے۔ اور جس سے غفلت میں رہنا ہی جنم مرن روپ دکھوں کا دینے والا ہے۔ جس کی آگیا کا پالن ہی سب سکھوں کا مول ہے جو سب سار کا ہی ہے اسی پرمیشور کی ہم اوپاسنا کریں۔

(۳) یہ یجروید کا منتر ہے۔

ग्रन्धन्तमः प्रविशन्ति येऽसम्भूतिमुपासते ततो भूय इव ते तमो य उ सम्भूत्यां रताः। यजुर्वेद। ग्र॰ ४० मं॰ ९।

جو (اسمبھوتی) یعنی پرکرتی کی برہم کے ستھان میں اپاسنا کرتے ہیں وے اندھکار یعنے اگیان اور دکھ ساگر میں ڈوبتے ہیں اور جو سمبھوتی یعنے پرکرتی آدی کریوں اور پاشان اور درخت اور انسان وغیرہ کے شریروں کی اوپاسنا برہم کے ستھان میں کرتے ہیں وے اس اندھکار سے بھی زیادہ دکھ میں پڑتے ہیں

(۴) ایضاً

भयादस्याग्निस्तपति भयात्तपति सूर्यः भयादिन्द्रश्च वायुश्च मृत्युर्धावति पञ्चमः। य॰ क॰ ग्र॰ २ व॰ ६ मं॰ ३।

اس مرلید ۲۱ جلد اول

پرماتما کی ربوبیت کے جلال سے ہی سورج چمکتا ہے اور اسی کے فیضان سے آگ جلتی ہے۔ اس کی برکت سے وایو چلتی ہے اور اسی کی کرپا سے بارش برف وغیرہ اپنے کام کرتے ہیں۔ مرتو بھی کال اسکے کال گیان اور ارشاد سے تمام جگت کی فنا میں مصروف ہے ❖

(۵) یہ بھی یجروید کا منتر ہے

तदेजति तन्नैजति तद्दूरे तद्वन्तिके । तदन्तरस्य सर्वस्य तदु सर्वस्यास्य बाह्यतः ।
यजु॰ अ॰ ४० मं॰ ५

پرمیشور سب جگت کو جیسا لوگ اپنی اپنی چال پر چلا رہا ہے مگر آپ نہیں چلتا۔ ایک رس سرب بیاپک ہے ادھرم سے وہ بہت دور اور دھرم سے بہت ہی قریب ہے یعنے ادھرم سے اس کا جاننا ناممکن ہے اور دھرم سے اس کی پراپتی سہل ہے (وہ سب کا انتریامی یعنے ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے۔ اسی کے جاننے سے کلیان ہوتی ہے نہ کسی اور سے۔ وغیرہ صدہا منتر ویدوں میں پرماتما کی وحدانیت کے موجود ہیں ❖

اب مرزا صاحب خود ہی انصاف فرماویں کہ ویدوں نے مخلوق پرستی سے کس قدر ممانعت کی ہے۔ تمام وید ہائے مقدس میں ہی فانی یا مخلوق چیز کی عبادت یا پرستش کا حکم نہیں ہے سوائے ادوتی پرمیشور کے۔ اور نہ کوئی آریہ کسی قسم کی مخلوق پرستی کرتا ہے ❖

براہین الاحمدیہ صفحہ ۱۴۴ سے ۱۴۶ تک حاشیہ در حاشیہ

(معترض نے ۸ ورقوں کے حاشیہ نمبر ۳ میں اسی غلط ترجمہ اردو دہلی والے سے جس کا ہم مفصل حال پہلے بیان کر آئے ہیں) اگنی۔ سورج۔ چاند۔ منتر۔ ورن۔ اندر وغیرہ کو کریوں کا پرمیشور جان کر یا دیوتا کر کے اعتراض کئے ہیں کہ یہ مخلوق پرستی ہے۔ اس قدر شرتوں سے جن کا ایک ذخیرہ کلاں بیان لکھ کر کئی صفحے ہم نے سیاہ کئے ہیں۔ کیا کچھ خدا کا بھی پتہ ملتا ہے۔

جواب باصواب

معترض نے اپنی تمام کتاب میں ہر جگہ بلا دلیل زبان درازی کی ہے۔ اور کہیں بھی ٹھیک حوالہ و پتہ نہیں بتلایا اس کو واجب تھا کہ اول وید منتر لکھتا۔ بعدہ اس کا ترجمہ کرتا اور مفصل حوالہ دیتا۔ تاکہ اس کی زبان درازی کی ماہیت معلوم ہوتی۔ اور اگر یہ لیاقت نہیں تھی اور نہ ہے تو عبث خامہ فرسائی کی۔ مگر خیال کیا ہوگا۔ کہ ان دنوں جو آفتاب وید اظہر من الافق ہو کر تمام دنیا پر روشنی پھیلا رہا ہے۔ اور ہر جگہ آریہ سماجیں ہوتی جاتی ہیں۔ جہاں پر اہل اسلام بدنام کنندہ نکو نامے چند ہو کر شکست دکھا دکھا مباحثے سے بھاگ رہے ہیں۔ مرزا صاحب نے ایسے وقت میں مجبوراً ضروری جانا اور وضعداری سے بھی ضروریات کا مست دکھانا شروع کیا۔ ایسے موقع پر قرآنی خدا کو لیے تلوار ہی دین کے بچاؤ کی فرشتوں سے مشورت کرنی پڑی کا اور اسی حالت میں مرزا نے سوچا کہ ہم بھی کچھ ہاتھ پاؤں ہلاویں۔ اور غیبیات و انبیات و کرشمات بعید از انسانات کو گھر بیٹھے منادی کرا دیں۔ تاکہ مشہور ہو وے کہ یاروں میں ہم بھی ہیں یا نچویں سواروں میں ہیں۔ امام مناظرہ۔ مجدد وقت۔ ملہم کلام ربانی مسیح ثانی۔ مجذوبوں کی زبان پر ہمارا نام بھی ورد ہو جاوے اور بیٹھے بٹھائے ایسے کو ابھیج میں عقل کے اندھوں اور نا عقلمندوں سے کچھ دو پیسہ بھی ہاتھ میں آوے نقول

سہ چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار
یکے حمایت قوم و دگر حصول معاش

وید مقدس میں کسی مخلوق یا ممکن چیز کی پرستش قطعی بہتر ہے۔ اور نہ کسی مصنوعی یا اختراعی کی ایجاد درج ہے۔ بلکہ صاف و انکشاف طور پر معقولات و کمالیت کے ساتھ اس کی پرستش کی ممانعت موجود ہے۔ مگر کیا کیا جاوے آنکھ والے کو آدمی دکھلا سکتا ہے اندھے کو دلیل کہاں سے لا سکتا ہے۔ جس کے دونوں نہیں وہ معذور ہے ❖

توانم آنکہ نیازارم اندرون کسے
حسود را چہ کنم کو زخود برنج درست
بمیر تابرہی اے حسود کیں رنجیست
کہ از مشقت آں جز بمرگ نتواں رست

جیسا کہ ظاہری آنکھ والے کو کروڑوں آدمی موجود ہیں۔ مگر ان میں بہت سے ایسے ہیں جن کی آنکھیں تعصب نے اندھی کر دیں اور جن کے دل مثل دھرتی کی گرمی سے بھرے ہوئے ہیں ان کے واسطے ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ وہی حال مرزا صاحب کا ہے کہ حسد نے گرفتار کیا اس کی حرف شناسی سے بھی محض ہی ہیں۔ وید مقدس کی آج تک نہ صورت جانتے شکل بھی نہیں دیکھی آریہ سماج کی کتابیں مطالعہ فرمانے سے مطلقاً نفرت ہے۔ کبھی آریہ کی ملاقات کر لیتا اور اس کا اپدیش سننے سے وہ بالکل محروم ہیں۔ پس ایسی حالت میں ہر ایک شخص ہی جان سکتا ہے کہ ان کے خیالی اعتراضات کس قدر ذریعہ جہالت سے کیے ہوئے ہیں۔ اگر وہ کسی واقف کار ممبر آریہ سماج سے ایک گھنٹہ بھی گفتگو کرے۔ تو ان کے وسوسات باطلہ و توہمات عاطلہ یک لخت دور ہو جاتے مگر یہ بھی انہوں نے نہیں کیا اس واسطے سب محروم رہے سنسکرت اور دیگ ودیا سے مرزا صاحب ناآشنا ہیں اور کسی آریہ کے اپدیش نہ سننے یا حالات نہ معلوم ہونے سے مرزا صاحب بہرہ ہیں ورنہ ایسے سدھ اور ریوز دھرم اور عقائد کی نسبت ایسے منتکی اور پلید خیال دل سے نہ نکالتے جناب مرزا صاحب وید مقدس میں اگنی ہوا وایو پانی وغیرہ جیسے دیوتا اور معدنیات وغیرہ جیسے اوپکار لینا تو ضروری لکھا ہے جس سے ترقی انسانی کا درج کرنا۔ اور کلاؤں و حکمت و صنعت وغیرہ کی ایجادات کو عمل میں لانا مراد ہے۔ مگر ان فانی اور غیر مدرک چیزوں کو پرمیشور ماننے کی کہیں بھی آگیا نہیں ہے الفاظ سورج۔ چاند۔ آگ۔ پانی۔ دھرتی۔ منتر۔ اندر۔ باسو۔ اسوتوں وغیرہ جن کو وید نے ہزاروں جگہ مخلوق بیان کیا ہے۔ اے معترض کبھی جمیل جاہل مسلمانوں کے اعتراض کر کے فخر حاصل کر رہا ہے۔ مگر آریہ کا حساب مانند از محی سبت چہ باک۔ ہم کو آپ کے اعتراضات سے کسی طرح کا خوف نہیں ہے اگر خطرہ ہے تو تلوار کے دینداروں کو جن کے قرآن میں ہو بہو یہی اعتراضات موجود ہیں جن کو ہم آگے اسی کتاب میں مشرح لکھیں گے۔ اور اپنے دعاوی کے آیات قرآنی سے شہادت لاوینگے آپ کی طرح مکرر اعطی کر ماسیمار اخیال میں اور نہ فرضی اور غیر مسلمہ باتوں پر قیل و قال۔ جس بات کا وید مخالف ہے لیں اس بات کی اس سے شہادت دلاتے ہیں۔ اور ثبوت کے واسطے طرف زبانی حدیثوں سے کام چلاتے ہیں ❖

سہ اگر کوشش کنی تا حشر اے جاں
نیابی زیں سخن ہرگز نشانے

نان یعنے سوقعہ براگنی وغیرہ نام پرمیشور کے بھی ہیں۔ جس کی تشریح دیدک کتب لغات میں مفصل موجود ہے۔ بلکہ خود وید مقدس میں اس کا فیصلہ کر دیا ہے۔ تاکہ بت پرستی یا آفتاب پرستی یا آتش پرستی وغیرہ کی طرف انسانوں کا رجحان

پرمیشور سوائے سچدانند کے کسی کو اپنا معبود نہ جانیں۔ جتنے ہر ایک طالب حق کے لئے تحقیق ہو جائے۔ اور کسی طور کا شک نہ آنے پائے

علی الخصوص شری مان سوامی جی مہاراج نے ان باتوں کی اس قدر عمدہ طور سے تحقیق کر دی ہے کہ اب ادنے سے ادنے اسنسکرت دان بھی انصاف طور پر دیکھنے سے سمجھ سکتا ہے۔ چنانچہ ان وہموں یعنے مغالطوں کو دور کرنے کے واسطے سوامی جی نے ایک پستک علیحدہ بنام انتی تو ناشن نام بنایا ہے جس سے ایک گمراہ عالم کو راہ راست دکھایا ہے۔ چنانچہ چند منتر یہاں بھی تمہارے پیش کرتا ہوں تاکہ حق و باطل کا کامل اظہار ہو وے۔

इन्द्रं मित्रं वरुणमग्निमाहुरथो दिव्यः स सुपर्णो गरुत्मान्। एकं सद्विप्रा बहुधा वदन्त्यग्निं यमं मातरिश्वानमाहुः॥ ऋ० मं० १ सू० १६४ मं० ४६॥

یہ رگ وید کا منتر ہے۔ وہ جو ایک ادوتی (لاشریک) ست برہم ہے اسی کے اندر۔ متر۔ ورن۔ اگنی۔ دویا۔ سپرنا۔ گورتمان۔ ماترشوا۔ یم نام بھی ہیں۔

منو جی بھی ادھیائے ۱۲ کے شلوک ۱۲۳ میں کہتے ہیں۔

एतमेके वदन्त्यग्निं मनुमन्ये प्रजापतिम्। इन्द्रमेके परे प्राणमपरे ब्रह्म शाश्वतम्॥ म० अ० १२ श्लो० १२३

پرماتما جو سب کا برماتما ہے۔ اسی کے اگنی۔ منو۔ اندر۔ پران۔ پرجاپتی۔ برہم بھی نام ہیں۔

اور اسی طرح یجروید و سام وید و اتھروید سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اگنی وغیرہ نام بعض جگہوں پر ایشور کے بھی ہیں۔ مگر یہ بھوتک اگنی اور سورج وغیرہ ایشور نہیں ہیں بلکہ اسکی مخلوق ہیں۔

اگنی لفظ جو رگ وید میں اکثر جگہ آیا ہے اوس سے کم فہم اور کم علم آدمیوں کو مغالطہ ہوتا ہے۔ اول تو خود ان لوگوں کو اتنا مادہ کہاں ہے کہ اس لفظ کے اصلی اور حقیقی معانی کو پورا پورا دریافت کر سکیں۔ اگرچہ رگ وید کے منتر اور منوسمرتی کے قول سے بھی ثابت کیا گیا ہے کہ اگنی وغیرہ پرمیشور کے نام ہیں جس سے غالب یقین ہے کہ کسی حق پسند کو کلام نہیں ہے مگر وہ لوگ کہ جن کی چشم تمیز کو زمانہ موجودہ کے شعاع شمس العلم نے ایسا خیرہ کر دیا ہے کہ جہالت کے تاریک گوشہ کو اپنا مامن خیال کرتے ہیں انہیں سچ کے قبول کرنے میں شرم معلوم ہوتی ہے اگر کبھی ڈھونڈھ کر سر اٹھاتے ہیں۔ تو برقعہ تعصب چہرہ حق پسندی پر ڈال لیتے ہیں پھر فرمائیے کہ وہ شاہد مراد جو نصف النہار آفتاب عقل حق بین کے آئینہ حقیقت سے نظر آسکتا ہے۔ وہ ان کے دل میں یا آنکھوں میں کیسے جلوہ گر ہو۔ ہم ناظرین کی خدمت میں لفظ اگنی کے معنے بطور التماس پیش کرتے ہیں کہ عنان انصاف کو ہاتھ سے مت دیں اور نتیجہ نیک استخراج فرماویں

अञ्चति प्राप्नोति गच्छति याति सर्वत्र वा वेदादिभिः स त्वं शाश्वते विद्धि सोऽग्नि॥

دھیان دینا چاہئے کہ اگنی لفظ ماخوذ ہے اور وید آدک ست شاستروں کے رو سے ودوان لوگ جس کا مستک رکھتے ہیں۔ اور گیان سروت اور عرب جاپک ہے وہ اگنی ہے اس کے علاوہ ست پتھ برہمن کے مندرجہ ذیل حوالوں سے بہ اثبات اور بھی زیادہ صاف ہوتا ہے کہ اگنی کا اطلاق ایشور کی طرح

کی ناویل بھی ہے بلکہ واقعی ہے اور پچھلے تمام رشیوں نے ایسا ہی مانا ہے اور وید آدی ست شاستروں میں ایسا ہی ارشاد ہے جو بالکل ٹھیک اور نہایت درست اور صرف نحو اور لغات کے مطابق اور ہر طرح معقول ہے اس کو زیادہ واضح کرنیکے واسطے اصلی حوالوں کو نقل کرتے ہیں

ब्रह्माग्निः। श० १-४-२-११ आत्मा वा अग्निः। श० १-२-६-२
अयं वा अग्निः प्रजाश्च प्रजापतिश्च। श० ९-१-२४-२

تحقیق برہم آتما۔ پرجاپتی۔ اور آگ لفظ کے معانی و مفہوم میں داخل ہیں الغرض مندرجہ صدر حوالوں سے یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ اگنی لفظ کثیر المعانی ہے اور اس کے بہت سے معانی میں منجملہ ایشور۔ آتما۔ پرجاپتی کے بھوتک اگنی یعنے آتش ہے۔ اگر اس قسم کے ثبوت موجود نہ ہوتے اور روئے مقدس میں خود ہی اس کا کامل تصفیہ نہ ہوتا۔ اور رشتیاں نہ ملتیں اور قطع النظر اس کے محض اصول علم معانی و بیان مد نظر رکھ کر اگنی شبد کا مفہوم بہ ما نما بیان کیا جاتا ہے تو بے شک کوئی دانشمند معترض نہ ہوتا۔ عموماً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص اپنی میزان واقفیت میں دوسروں کے معلومات کو تولتا ہے۔ اور خواص حیوانیہ کے غلبہ سے اس کو یہی منظور ہوتا ہے کہ میرا ہی پلہ وزنی رہے۔ ایسے مہاتما بہت تھوڑے ہوتے ہیں کہ خواص حیوانیہ کو مغلوب کر ہر بات کو صداقت یا علمیت سے نیاو کی کسوٹی پر جانچنے اور ٹھیک اور درست نکل آنے پر گو اس کے پہلے خیال کے کتنا ہی یا بالکل خلاف ہو بخوشی خاطر قبول کر لیتے ہیں۔ مرزا جی آفتاب خاک اوڑانے سے کچھ نہیں چھپتا۔ اور ماہتاب شب تاریک میں بھی چمکتا ہے۔ اسی طرح تاویلات اور توجیہات اور اعتراضات سے اصلی معانی مخفی نہیں رہ سکتے۔ چونکہ زر کامل عیار محک امتحان سے زیادہ پایہ اعتبار کو پہنچتی ہے اس لئے اگنی وغیرہ لفظوں کی بابت ہم نے اوپر مسرح لکھ دیا۔ ایشور کے بہت ناموں میں سے تقریباً ایک سو کا ارتھ واضح طور پر ستیارتھ پرکاش میں موجود ہے جو بالکل ویاکرن یعنے گرامر کے مطابق سنسکرت و بھاشا دونوں میں درج ہے۔ جس سے کسی بدھی مان کو ذرہ اعتراض بھی نہیں ہو سکتا۔ الا مندرجہ بالا منتروں کے ترجمہ دیکھنے سے ہر ایک حق بینا صداقت کی داد دے سکتا ہے اور اگر آتش پرستی ہون یگ کا کرنا ہے۔ تو یہ محض انصاف او علمیت اور فلاسفی کے گلے پر چھری دھرنا ہے۔ پرانے نبیوں کا آگ کو جلا کر بارش کا کرنا قربانی کا جلانا۔ اور خدا کا خوشنود ہونا دیکھو توریت اور نبیوں کے صحیفوں میں درج ہے، اور براق پر چڑھ کر آسمانوں کی سیر کو جانا۔ گنہگار زانیوں قاتلوں۔ سفاکوں۔ ڈاکوؤں کا صرف شفاعت سے بخشا جانا (جو قرآن اور تفسیر اور حدیث میں ہے) تو مرزا صاحب ضرور مانتے ہیں۔ اور ان کا ایمان باعث نجات جانتے ہیں۔ مگر ہون سے بارش اور صحت کا ہونا معلوم دکھائی پڑتا ہے۔ اور اس کو بزعم باطل۔ مخلوق پرستی گمان کیا جاتا ہے۔ بڑی بھاری وجہ اس تعصب اور حق پوشی کی یہ ہے کہ وہ باتیں تھا پشت سے مانتے چلے آتے ہیں اور مفصلاً قرآن میں ہیں۔ بس انکار کرنے سے دنیا کے لعن و طعن کا اندیشہ ہے خیر کچھ ہو ہم اس بارہ میں تھوڑا سا تحریر کرنا مناسب جانتے ہیں۔ اگر مرزا صاحب ہمارے اس بیان کو فلسفہ مجددیت سے رد کر دیویں تو اس وقت ہمیں اور دلیل دینے کی حاجت پڑیگی۔ مگر انشاء اللہ تعالیٰ اسی سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی علیحدہ ہو جاویگا اور زیادہ امتحان کی ضرورت نہ رہیگی۔

तिपर्जन्यो यज्ञकर्मसमुद्भव· कर्म ब्रह्मोद्भवं विद्धि ब्रह्माक्षरसमुद्भवम् तस्मात्सर्वगतं ब्रह्म नित्यं यज्ञे प्रतिष्ठितम् - ॥

ترجمہ:- کہ جسم خوراک سے بنتا ہے اور خوراک بارش سے ہوتی ہے ہون سے بارش ہوتی ہے۔ اور آہوتی وغیرہ کرم سے ہون ہوتا ہے سو ید منتروں سے آہوتی دینے کرم پیدا ہوتا ہے۔ اور وید منتر برہم پرماتما سے پرکاشت ہوتے ہیں اس واسطے سب کا مالک برہم ہے اور اس کی آگیا یالن کرنیکا نام ہون ہے۔ ایشور کو اپنا مالک اور ہون کو اس کا حکم اور جگت اوپکار کا سبب جان کر روز یگ کرنا چاہئے"۔ ان تمام مندرجہ بالا اثبات سے ہر ایک دانا جان سکتا ہے کہ جس طرح کوئیں کھانا کوئین پرستی نہیں۔ آگ سے روٹی پکانا اور اس میں عمدہ خوشبودار چیزوں کا جلانا آتش پرستی نہیں۔ بلکہ صحت جسمانی کا سبب۔ درستی ہوا کا کارن اور بارش وغیرہ صدہا سکھدائک باتوں کا ذریعہ ہے۔ پس کوئی وید کا پیرو آتش پرست یا مخلوق پرست نہیں ہے۔ بلکہ ایشور بھگت اور برہم پرست ہیں۔

مجھ کو مصنف براہین الاحمدیہ کے ایسے خیالات پر کہ جن کی تائید کسی فلسفہ سے نہیں ہو سکتی۔ سخت تعجب و افسوس آتا ہے کہ وہ کیوں اس گرداب بلا سے خلاصی کی کوشش نہیں کرتے۔ بلکہ هل من مزید کا دم بھرتے ہیں۔ حجر الاسود کی بت پرستی اور مکہ کے یاترا یا تیرتھ پرستی سے گناہوں کا دور ہونا اور کعبہ کو مکان خدا یعنے بیت اللہ سمجھنا۔ اور اس کے حج سے ثواب آخرت اور نکو نامی جاوید ماننا۔ یہ دو تو حاشا ایسے امر ہیں جن کے مانے سے عقل و علم دونو رخصت ہوتے ہیں۔ بقول ایک فاضل کے۔ ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر ست ✤ از ہزاراں کعبہ یکدل بہتر ست
کعبہ بن گاہ خلیل آزر ست ✤ دل گذرگاہ جلیل اکبر ست

بلکہ میں خیال کرتا ہوں کہ جب مرزا صاحب کے ایسے خام خیالات ہیں تو ان کو آریہ لوگوں کی نسبت کسی طرح کا حرف بھی زبان سے نہ نکالنا چاہئے کیونکہ دانا بس کا قول ہے "اپنے سر پر صد من بوجھ نہ دیکھنا۔ اور دوسروں کے بال بھر بار کو باربرداری سمجھنا"

تو بر اوج فلک چہ دانی چیست
چوں ندانی کہ در سرائے تو کیست

میں یقیناً بیان کر سکتا ہوں کہ آریہ لوگ کبھی کسی نامعقول بات کو پسند نہ کریں گے خواہ آپ لوگ اپنے تعصبانہ خیال سے جان سے عزیز اور مقبول خیال کریں ✤

اگر وید میں مخلوق پرستی یا بت پرستی ہوتی تو صدہا پنڈت جن کا سوامی جی سے مقابلہ ہوا کوئی شرتی پیش کرتے۔ یا الحکل اپنے دعوی کا ثبوت دیتے۔ اور روز بروز کثرت سے آریہ سماجوں میں داخل نہ ہوتے۔ مزید براں واضح ہووے کہ ایک سیٹھ صاحب ساکن شہر بمبئی نے عرصہ چھ سال سے ایک اشتہار دیا ہوا ہے کہ جو پنڈت صاحب بمقابلہ آریوں کے وید سے بت پرستی یا مخلوق یا کسی قسم کی شرک پرستی کا نشان دیوے۔ بشرط ثبوت وہ پانچ ہزار روپیہ کا انعام پاوے۔ مگر آج تک باوجود ہونے لاکھوں ہزاروں ناستیوں کے (جو ابھی تک کسی خاص سبب سے) آریہ سماج میں شامل نہیں ہوئے) کوئی بھی اس بات کا ثبوت نہ کر سکا۔ اور وہی راستی کا بول بالا ہوتا رہا اور ہوتا رہیگا۔ انہیں دنوں میں جب وہ اشتہار طبع ہوا تھا اخبار آفتاب پنجاب لاہور وغیرہ اخباروں میں بھی اس کی اشاعت ہوئی تھی ✤

اخبار وکٹوریہ پیپر سیالکوٹ مطبوعہ ہفتہ دوم جولائی ۱۸۸۲ء حصہ ۲ صفحہ بعنوان "بمبئی جاتے چڑیوں کا دودھ" (میں یہ مضمون طبع ہوا تھا) "بقول آفتاب پنجاب لاہور بمبئی کے ایک متمول بھائی نے پانچ ہزار روپیہ اس پنڈت کو دینے کئے ہیں جو یہ ثابت کرے کہ وید و شاستر بت پرستی کی اجازت دیتا ہے وکٹوریہ پیپر رائے دیتا ہے کہ بس ڈنکہ کی چوٹ سے کہتا ہوں کہ شاستر وید خدا پرستی کی اجازت دیتے ہیں نہ کہ بت پرستی کی۔ پنڈت جی کیوں جھگڑتے ہیں۔ مار آجا دیں بیجا اصرار سے۔

"سائنا اور مہیدھر وغیرہ کے ترجمہ برخلاف لغات (نگھنٹو) اور برہمن نسکیل کے وارد ہونے سے قابل پرمان نہیں ہیں اور انہیں کی شاگردی کرنے سے میکس مولر اور مونیر ولیم اور ولسن صاحبان کے ترجمہ بھی حق سے برگران ہیں اور انہیں ترجموں کو آپ نے (مرزا صاحب) آیت و حدیث مانا ہے جو بالکل غلطی اور جہالت کی بات ہے کیونکہ وید کا ترجمہ وہی صحیح اور درست ہے جو نِتّیہ سِدھ۔ ایتریہ۔ گوپتھ۔ سام ودھان۔ برہمنوں اور نروکت اور نگھنٹو لغات کے انوسار یعنے موافق ہو۔ اور انہیں کے رو سے اس کی پوری تائید ہو سکے۔ مہاراج سوامی دیانند جی نے عظیم الشان علمی عمارات سنسکرت کے ویرانہ میں مدتوں سرگردان اور پریشان رہکر یہ خزاین اور دفاین دریافت کئے تھے۔ اور انہیں ساتن تفسیروں کے انوسار گلزار وحدت نگار وید کے ترجمہ میں وہ وہ توحید بیانی اور گلفشانی کی ہے جن کے خیالات حقانی اور فہمید سمانی اور عالی بروانی کی مخالفان دھرم بھی داد دیتے ہیں۔ جب کہ آپ سنسکرت جانتے ہی نہیں تو مذاق سنسکرت سے آپ کا آگاہ ہونا معلوم۔ بھلا آپ کے ایسے اعتراضوں سے جن کی بنیاد ہی غلطی پر ہے۔ ہمارا کیا بگڑ سکتا ہے بقول شخصے کہ "چینا اگر کودیگا تو کیا بھاڑ گرا دیگا"۔ مرزا صاحب آپ کی تحقیق کی سیڑھی درجہ صداقت سے چھوٹی ہونے کے سوائے نادرست اور کمزور بھی ہے۔ یہی سبب ہے کہ ہر ایک مقام سے پرے پرے ہو کر ٹوٹ رہی ہے اور آپ کو منزل راستی سے بھرا کر سرگردان وادیہ جہالت کر رہی ہے۔

ہاں اگر کسی آریہ کی زبانی سنتے اور وہ مقابلہ میں ان کو یا ان میں سے کسی کو لائق پرستش کہتا یا حوالہ دیتا۔ تب جائے اعتراض ہوتی۔ آپ سے بڑھکر ہم اور ہمارے بھائی اس قسم کی روایت کی تردید کر رہے ہیں اور ہندو مسلمانوں کو بت پرستی۔ قبور پرستی۔ کعبہ پرستی۔ پیر پرستی سے ہٹا رہے ہیں جو خدا کے فضل سے روز بروز کامیابی ہے۔ آپ نے سخت دھوکہ کھایا اور بیفائدہ کاغذ سیاہ کئے۔ کسی نے کیا سچ کہا ہے

گوسالۂ ما پیر شد و گاو نشد

کیا آپ کو پہلے کسی نے صلاح نہ دی تھی کہ اے عاقل جس منزل کا راستہ نہیں جانتے جس سفر کے واسطے تمہارے پاس خرچ نہیں۔ جس کام سے امید حصول ہوا سکی بات نہ لاؤ وگذاف مت مارو اور نہ اس کے دعویدار ہو ورنہ اول دوم میں حیرانی و نادانی اور سوم میں پشیمانی و سرگردانی ہوگی ✤

واہل جنت را خفتن و مردن نیست و مقبول بموت خود میرد و علامات قیامت مثل دجال وغیرہ ہیچ نیست۔ میمونیہ گویند ایمان بالغیب باطل ہست۔ تحکمیہ گویند حق تعالیٰ را بر خلق حکم نیست۔ نبراحیہ گویند کہ احوال بیشینیاں نہ حجت ست و انکار کردن بر آں واجب۔ اخنسیہ گویند کسے رسید حجت لسے عمل واجب نمیشود ۔

| بیان فرقہ ہائے جبریہ وعقاید ایشاں | مضطریہ گویند کہ خیر و شر ہمہ از خدا است و نیست بندہ را دراں سر و اختیار۔ افعالیہ گویند برائے بندہ فعل ست ولیکن بدون قدرت و اختیار۔ معیہ گویند برائے بندہ فعل و قدرت ہست بغیر طاقت داون خدا تعالیٰ۔ تارکیہ گویند کہ بندہ از ایمان چیزے دیگر در نہ نسبت بخیلیہ گویند ہر کہ ہست نصیب خود مے خورد نیس چیزے داون لکسے را امر ضرور نیست۔ متمنیہ گویند کہ شیر آن چیز ست کہ نفس بداں تسلی یابد۔ کسانیہ گویند ثواب و عقاب بر بادہ منیت و نعمل۔ حبیہ گویند کہ دوست ہرگز عذاب نکند دوست خود را۔ خوفیہ گویند کہ دوست ہرگز نترسانید دوست را۔ فکریہ گویند کہ فکر در معرفت حق از عبادت بہتر ہست۔ حسبیہ گویند کہ در عالم قسمت نیست۔ حجتیہ گویند کہ چوں کارہا بہ تقدیر خدا است بر بندہ ہیچ حجت نیست کہ بداں گرفتار شود

| بیان فرقہ ہائے قدریہ وعقائد اوشاں | احدیہ گویند کہ ما را لیفرض اقرار ہست بہ سنت انکار۔ ثنویہ گویند کہ نیکی از یزداں ست و بدی از اہرمن۔ کیسانیہ گویند کہ افعال ما مخلوق ہست یا نہ۔ شیطانیہ گویند کہ شیطان را وجود نیست۔ شریکیہ گویند ایمان غیر مخلوق ست گاہ باشد و گاہ نباشد۔ وہمیہ گویند کہ فعلہائے ما را امکان نیست۔ رویدیہ گویند دنیا فانی نیست۔ ناکثیہ گویند خروج بر امام جایز ہست۔ تبرئیہ گویند کہ توبہ گنہگار مقبول نیست۔ قاسطیہ گویند کہ کسب علم و مال و حکمت در یافتن فرض ست۔ نظامیہ گویند کہ حق تعالیٰ را شے گفتن روا است۔ متولفیہ گویند خیر از کسبِ مقدر ست یا نہ۔

| بیان فرقہ ہائے جہمیہ وعقائد اوشاں | ایں دوازدہ فرقہ متفق اند بر اینکہ ایمان بالقلب ست نہ بزبان و منکر عذاب قبر و سوال منکر و نکیر و حوض کوثر و ملک الموت و کلام حق بودنے اند اختلاف دارند میان خود ہا۔ معطلیہ گویند کہ اسمائے حق تعالیٰ و صفات او مخلوق اند۔ متراخیہ گویند علم و قدرت و مشیت مخلوق اند و خلق غیر مخلوق ست۔ متراقبیہ گویند کہ حق تعالیٰ در مکان ہست۔ واردیہ گویند ہر کہ در دوزخ رود باز بر نیاید و مومن در دوزخ نخواہد رفت۔ حرقیہ گویند کہ اہل دوزخ چناں سوزند کہ از ایشاں یک اثر در دوزخ نماند۔ مخلوقیہ گویند کہ قرآن و توریت و انجیل و زبور مخلوق اند۔ عبریہ گویند کہ محمد رسول اللہ مردے بود عاقل و حکیم نہ رسول۔ فانیہ گویند کہ جنت و دوزخ ہر دو فنا خواہند شد۔ زنادقیہ گویند بود معراج بر روح نہ بر تن۔ و حق تعالیٰ مرئی نیست در دنیا۔ عالم را قدیم و قیامت را منکر اند۔ لفظیہ گویند قرآن کلام قاری ہست نہ کلام الٰہی مگر معنے کلام الٰہی ست۔ قبریہ عذاب قبر اند۔ واقفیہ گویند کہ در مخلوقیت قرآن ما را توقف ست۔

| بیان فرقہ ہائے مرجیہ وعقائد اوشاں | ہمہ ایں متفق اند کہ پیغمبراں برائے نظام کار عالم خوف و رجا مے نمایند و کہ نہ حق تعالیٰ را سزاوار ست از عداوت کردن بر بندگان۔ تارکیہ گویند ہیچ چیز دیگر بعد ایمان فرض نیست۔ شائیہ گویند ہر کہ لا الٰہ الا اللہ بگوید ہر چہ خواہد بکند ہیچ عذاب نشود۔ راجیہ گویند بندہ را طاعت مقبول

بعصیت عاصی نمیکردد۔ شاکیہ شک دار بود در ایمان خود۔ گویند کہ ایمان علم ہست ہر کہ نداند جمیع اوامر و نواہی پس آن کافر ست۔ عملیہ گویند ایمان علم ہست ہر کہ داند جمیع اوامر و نواہی پس آں کافر ست۔ عملیہ گویند کہ ایمان عمل ہست۔ منقوصیہ گویند ایمان گاہے زیادہ میشود گاہے کم۔ مستثنیہ گویند ما مومنان ہستیم انشاء اللہ تعالیٰ۔ اثریہ گویند قیاس باطل ست و عمل ہست دلیل نزارد۔ بدعیہ گویند احداث امر واجب ہست اگر چہ لیر کند معصیت۔ مشبہیہ گویند حق تعالیٰ آدم را بر صورت خود آفریدہ ست۔ حشویہ گویند واجب و سنت و مستحب ہمہ واحد اند" و ابوالقاسم رازی ہفت فرقہ دیگر ہم از ایشاں بر آوردہ۔ کرامیہ۔ دہریہ۔ حالیہ۔ باطنیہ۔ اباحیہ۔ براحیہ۔ اشعریہ و اسماءے بعضے از ایشاں سوفسطائیہ و فلاسفہ و سمیہ و مجسمہ ہم یافتہ شدہ ۔

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی اپنی تصنیفوں میں فرماتے ہیں کہ بنیاد ان ستر فرقوں کی چھ مذہب میں تشبیہ و تعطیل و جبر و قدر و روافض و نصب ۔

عمدہ المتقدمین شہاب الحق فضل اللہ بن یوسف السوری نے لکھا ہے کہ تشبیہات خدا کو لائق صفتوں سے منسوب کرتے ہیں اور جوہر اور عرض سے نسبت کرتے ہیں۔ اور تعطیلیہ خدا کے منکر ہو گئے اور اس کی صفتوں کا نفی کر دیا۔ کہ اس میں خدائی کی کوئی صفت نہیں ہے بلکہ اصلی یہ ہے کہ اس جہان کا کوئی صانع نہیں ہے یہ ہمیشہ سے ایسا ہی ہے جیسا کہ اب ہے اور بعضے بزرگ ان سے فلاسفی کے اس عقیدہ کے معتقد ہیں کہ خدا تعالیٰ تمام دنیا کی چیزوں کی علت ہے اور مادہ عالم ہمیشہ اسکے قبضہ میں ہے ۔

جبریہ تمام کاموں کا جو انسانوں سے صادر ہوتے ہیں فاعل خدا کو بتلاتے ہیں اور خود فاعل ہونے سے انکاری ہیں۔ قدریہ تمام کاموں کے فاعل خود کہلاتے ہیں اور خالق اعمال خدا کو نہیں جانتے اور روافض علیؓ کی محبت میں بڑھ گئے ہیں۔ اور عثمان اور ابوبکر اور عمر کی نسبت بہت بری باتیں استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں جو بعد محمد کے علیؓ پر بیعت نہیں کرتا وہ مومن نہیں ہے اور نواصب وہ دوسروں کی محبت میں بڑھ کر علیؓ کو برا کہتے ہیں اور اس کے پیروؤں کو دایرہ ایمان سے خارج جانتے ہیں ۔

| اموریہ دیڑیہ فرقوں کا حال | مشرق کے پہاڑوں میں ایک مشہور سرزمین ہے جس کو سکونت کہتے ہیں۔ حاکم اس ملک کا معاویہ بن ابی سفیان کی اولاد سے کہلاتا ہے اس سرزمین کے لوگ بہادر و جنگجو اور نماز گذار نہیں۔ اور یزید کی ثبوت کے قایل۔ اور معاویہ کی خلافت اور امامت کے پیرو۔ علیؓ کے حق میں لعنت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ خدائی کا دعوے کرتا تھا اور اپنی خدائی کی بابت لوگوں کو دعوت کرتا تھا۔ اور خطبۃ البیان سے شہادت لاتے ہیں کہ وہ خدائی کا دعوے دار ہے ۔

انا اللہ وانا الرحمٰن وانا الرحیم وانا العلی وانا الخالق وانا الرزاق وانا الحنان وانا المنان وانا مصور النطفۃ فی الارحام

ترجمہ علیؓ کہتا ہے میں اللہ ہوں اور میں رحمٰن ہوں اور میں رحیم ہوں اور میں علی ہوں اور میں خالق ہوں اور میں رزاق ہوں اور میں حنان ہوں اور میں منان ہوں اور میں پیٹوں میں نطفہ کا مصور ہوں۔ اور ایسے بہت ہی دعوے اس کے ہیں۔ ایسے ہی دعاوی فرعون اور نمرود کے تھے۔ اسی سبب

وہ خونریز اور بے رحم اور بہرحال کتھا محمد صاحب سے اکثر بے انصافی سلوک کیا کرتا۔ اور یہہ آیت قرآن (سورہ نصر) کی علی کے حق میں ہے ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا ویشہد اللہ علی ما فی قلبہ وہو الد الخصام مترجمہ اور آدمیوں سے کوئی ہے جو تعجب دلاتا ہے تجھے قول اس کا درباب زندگانی دنیا کے اور گواہ دلاتا ہے خدا کو اوپر جو اس کے دل میں ہے اور کہتے ہیں کہ حسن اور حسین رسول کی آل سے نہیں ہیں بموجب اس آیت (سورہ احزاب) کے ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین مترجمہ ومحمد کسی آدمی کا باپ نہیں مگر رسول ہے خدا کا اور مہر ہے اگلے پیغمبروں کی "اور کہتے ہیں کہ حسین بن علی تسخیر ملک کے واسطے عراق میں آیا تھا جس سبب سے یزید کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور وہ لوگ محرم کی دسویں کو سوار ہو کر بڑے میدان میں نکلتے اور حسین کی صورت میں بنا کر ان پر گھوڑے دوڑاتے ہیں اور اس دن کو مبارک اور فتحمندی کا روز جانتے ہیں اور عیدین سے شادی زیادہ کرتے ہیں کیونکہ اسی روز یزید علیہ السلام نے باغی پر غلبہ پایا تھا اور ان میں ایک گروہ کے لوگ شمشیر کشیدہ اس روز دوڑتے ہیں اور علی اور اولاد اس کی کو نفرین کرتے ہیں۔ اور اسی طور سے روزی جمع کرتے ہیں اور ان کو سیاح کہتے ہیں ان کا اعتقاد ہے کہ پیغمبر ہمارا مارنے اور جلانے پر قادر تھا اور جو کچھ چاہتا تھا کرتا تھا لیکن وہ امر اس کے پیروؤں پر جائز نہیں۔ مثلاً محمد صاحب حیوانوں کو مارتے تھے کیونکہ وہ جلانے پر قادر تھے اور ہم کو نہیں چاہیئے کہ کسی جاندار کو بیجان کریں کیونکہ ہم اس کو زندہ نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہمارے واسطے پیدا ہوا۔ اور اسی طرح پیغمبر صاحب جس کی جورو چاہتے تھے لے لیتے تھے کیونکہ جہان انکے واسطے ہے۔ لیکن ہمکو واجب نہیں ہے کہ کسی کی جورو لیں۔ اسی واسطے شکوہ میں جاندار کو نہیں مارتے ہیں۔ سبزیات کے کھانے پر گذارہ کرتے ہیں اور شہد اور روغن اور ایسی مقوی چیزیں کھا کر عیش سے زندگی گذارتے ہیں۔ اور خونخواری نہیں کرتے ۔

مذہب اہل شیعہ شیعہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مذہب مستقیم وہ ہے جو توحید اور عدل اور نبوت اور امامت اور معاد پر ایمان رکھے۔ اور پانچوں کی تصدیق کرے محمد نے علی کو چن لیا۔ اور وصی اور خلیفہ اپنا بنایا محمد کے بعد علی تمام پیغمبروں اور اولیاؤں سے بہتر ہے۔ اور ابوبکر اور عثمان وغیرہ کو بیگناہ اماموں کا حق غصب کرنے والا جانتے ہیں اور ان کو لعنتیں کہتے ہیں اور بہت سے ان میں یقین رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عثمان نے بعضی صورتیں جو علی اور اس کی آل کی بزرگی میں تھیں قرآن سے نکال دیں۔ اور ان سورتوں میں سے ایک یہہ سورۃ ہے جو عثمان نے قرآن میں درج نہیں کی ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا ایہا الذین امنوا امنوا بالنورین انزلناہما یتلوان علیکم ایاتی ویحذرانکم عذاب یوم عظیم نوران بعضہما من بعض وانا السمیع العلیم ان الذین یوفون بعہد اللہ ورسولہ فی ایات لہم جنات نعیم والذین کفروا من بعد ما امنوا بنقضہم میثاقہم وما عاہدہم الرسول علیہ یقذفون فی الجحیم ظلموا انفسہم وعصوا الوصی الرسول اولئک یسقون من حمیم ان اللہ الذی نور السموات والارض بما شاء واصطفی من الملائکۃ والرسل وجعل من المومنین اولئک خلق یفعل اللہ ما یشاء لا الہ الا ہو الرحمن الرحیم قد مکر الذین من قبلہم برسلہم فاخذتہم بمکرہم ان اخذی شدید الیم ان اللہ قد اہلک عاداً وثمود بما کسبوا وجعلہم لکم تذکرۃ فلا تتقون وفرعون بما طغی علی موسی واخیہ ہارون اغرقناہ ومن تبعہ اجمعین لیکون لکم ایتہ وان اکثرکم فاسقون ان اللہ یجمعہم فی یوم الحشر فلا یستطیعون الجواب حین یسئلون ان الجحیم ماویہم وان اللہ علیم حکیم یا ایہا الرسول بلغ انذاری فسوف یعلمون قد خسر الذین کانوا عن ایاتی وحکمی معرضون مثل الذین یوفون بعہدک انی جزیتہم جنات النعیم ان اللہ لذو مغفرۃ واجر عظیم وان علیا من المتقین وانا لنوفیہ حقہ یوم الدین ما نحن عن ظلمہ بغافلین وکرمناہ علی اہلک اجمعین فانہ وذریتہ لصابرون وان عدوہم امام المجرمین قل للذین کفروا بعد ما امنوا طلبتم زینۃ الحیوۃ الدنیا واستعجلتم بہا ونسیتم ما وعدکم اللہ ورسولہ ونقضتم العہود من بعد توکیدہا وقد ضربنا لکم الامثال لعلکم تہتدون یا ایہا الرسول قد انزلنا الیک ایات بینات فیہا من یتوفیہ مومنا ومن یتولہ من بعدک یظہرون فاعرض عنہم انہم معرضون انا لہم محضرون فی یوم لا یغنی عنہم شیء ولا ہم یرحمون ان لہم فی جہنم مقاما عنہ لا یعدلون فسبح باسم ربک وکن من الساجدین ولقد ارسلنا موسی وہارون بما استخلف فبغوا ہارون فصبر جمیل فجعلنا منہم القردۃ والخنازیر ولعناہم الی یوم یبعثون فاصبر فسوف یبصرون ولقد اتینا لک الحکم کالذین من قبلک من المرسلین وجعلنا لک منہم وصیا لعلہم یرجعون ومن یتول عن امری فانی مرجعہ فلیتمتعوا بکفرہم قلیلا فلا تسئل عن الناکثین یا ایہا الرسول قد جعلنا فی اعناق الذین امنوا عہدا فخذہ وکن من الشاکرین ان علیا قانتا باللیل ساجدا یحذر الاخرۃ ویرجوا ثواب ربہ قل ہل یستوی الذین ظلموا وہم بعذابی یعلمون سنجعل الاغلال فی اعناقہم وہم علی اعمالہم یندمون انا بشرناک بذریتہ الصالحین وانہم لامرنا لا یخلفون فعلیہم منی صلوۃ ورحمۃ احیاء وامواتا یوم یبعثون وعلی الذین یبغون علیہم من بعدک غضبی انہم قوم سوء خاسرین وعلی الذین سلکوا مسلکہم منی رحمۃ وہم فی الغرفات امنون والحمد للہ رب العالمین ۔ اسی طرح اور بھی چند باتوں میں ان کا اختلاف ہے۔

علی الہیان کا حال کوہستان مشرق میں ختا کے نزدیک ایک

نام ملک ہے اور اسے ارمال بھی کہتے ہیں اس ملک کے باشندوں کا اعتقاد ہے کہ جب کوئی دائی ماہیت کو نہیں جانتا اس واسطے خدا کو ضروری تھا کہ مجسم ہو کر لوگوں کو اپنے حکم کی تعمیل کراوے۔ اور اپنے مذہب چلادے اور یہہ بات کسی طرح غیر ممکن نہیں۔ اس واسطے خدا جسمانی ہو سکتا ہے تاکہ دنیا کا انتظام چلتا رہے اور کفر غلبہ نہ کرے۔ اسی واسطے اس حکیم مطلق کی حکمت نے اقتضا کیا کہ اپنے آپ کو انسانوں میں ظاہر کرے۔ چنانچہ اس زمانہ میں وہ خورشید سپہر کمال سوائے علی کے اور کہیں ظاہر نہیں ہوا۔ بلکہ تحقیقاً امی پیغمبر ہمارے نے علی کے مبارک وجود کو چند بیں توانا سببوں کے برابر گنا۔ اور تمام انبیاؤں کی صفات اس کے مبارک وجود میں وجود دیکھیں۔ اور یہی سبب ہے کہ بزرگ لوگ اس ابوالبشر کی تصویر کو دیکھتے ہیں۔ اور اسی کو نوح کی کشتی کا بچانے والا اور اسی کو ابراہیم کے لباس میں آگ سے کھیلنے والا اور اسی کو موسے کے قالب میں کلیم اللہ جانتے ہیں اور حدیث ان اللہ خلق آدم علی صورتہ بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ آدم اولیاؤں کا اور ابوالبشر اصفیاؤں کا سوائے علی مرتضے کے اور کوئی نہیں ہے ایک سوا ایک نام علی مرتضے کا ہمیشہ صبح جاپ کرتے ہیں۔ اور ساقات سانی فی صورتہ امر کی حدیث کا بھی مشار الیہ علی مرتضے کو جانتے ہیں اور باواز بلند سناتے ہیں۔ بیت

عرض زبت شکنی ماجز این نبود ہے را
کہ دوش خود ملک پاے سرکشے برساند

اور خانہ کعبہ کو اسی سبب سجود جانتے ہیں اور تناسخ نور حق کے بھی آدم سے علی تک قائل ہیں۔ اور عموماً وردیا علی اللہ کہتے ہیں اور محمد کو پیغمبر اور بھیجا ہوا علی اللہ یقین کرتے ہیں۔ یعنے جبکہ خدا نے دیکھا کہ میرے پیغمبر سے نام میں چلتا خود تشریف اندازی کی۔ اور غالب علی اللہ میں ظہور پذیر ہوا۔ اور کہتے ہیں کہ یہہ موجودہ قرآن عمل کے لائق نہیں کیونکہ یہ وہ قرآن نہیں جو علی اللہ نے محمد کو دیا تھا۔ بلکہ یہ ابوبکر و عمر و عثمان کی تصنیف ہے۔ بعضے ان سے اس قرآن کو ناکامل جانکر علی اللہ کی نظم و نثر کو بھی اس مصحف میں مکمل کرتے ہیں بلکہ اس کو قرآن پر بہت ترجیح دیتے ہیں کیونکہ وہ بذریعہ محمد کے آیا اور یہ بلا ذریعہ کی خود علی اللہ سے حاصل ہوا اور ان میں ایک فرقہ ہے جسکو علویہ کہتے ہیں۔ جو اپنے کو علی کی اولاد سے بتلاتے ہیں اور موجودہ قرآن کو عثمان کا بنا ہوا یقین کرتے ہیں جس جگہ قرآن پاتے ہیں میزان غضب چلاتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ علی اللہ کا جسم آفتاب سے مل گیا اس واسطے اب آفتاب بجائے اس کے معبود اور نگار ہے اور بیان کرتے ہیں کہ علی کے حکم سے آفتاب غروب ہو کر پھر واپس چلا آیا تھا اور اس کو عین شمس کہتے ہیں اور شمس کو علی اللہ جانتے ہیں اور بڑے بڑے الہام و کرامات و معجزوں کے قایل ہیں اور گوشت نہیں کھاتے بموجب علی اللہ کے اس ارشاد کے لا تجعلوا بطونکم مقابر الحیوانات یعنے مت بناؤ شکموں کو حیوانوں کی قبریں۔ اور جو قرآن میں بعض حیوانات کا کھانا لکھا ہے وہ گوشت ابوبکر و عمر و عثمان اور ان کے پیروؤں کا ہے۔ اور یہہ ضرور کھانا چاہئے کیونکہ علی اللہ کے مخالف ہیں۔ اور بیت اللہ کی بجائے عورت کو سجدہ کرنا جانتے ہیں اور تناسخ کے قائل ہیں

اور ممالک ہوشیہ کے باشندگان بھی اسی مذہب کے ہیں اور علی کو اللہ جانتے ہیں ؎

فرقہ صادقیہ کا حال

یہ لوگ محمد اور مسیلمہ دونوں کو نبی جانتے ہیں اور اپنے کو رحمانیہ مانتے ہیں کیونکہ رحمن مسیلمہ کا نام ہے۔ اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کا یہی حاصل کلام ہے یعنے مسیلمہ کا خدا رحیم ہے وہ کہتے ہیں کہ ہر مومن پر فرض ہے کہ مسیلمہ کو نبی جانے ورنہ اس کا اسلام مشتبہ ہے۔ اور اکثر آیات فرقانی و فاروقی کو گویا بتلاتے ہیں کہ مسیلمہ ضرور نبی ہے۔ اور محمد کا شریک۔ بلکہ برہان قاطع سے بتلاتے ہیں کہ شاید دو چند ہے یا اس سے زیادہ کیونکہ الہام در رسالت جیسا امر خطیر جس قدر مضبوط شہادتوں سے مزین ہووے بہتر ہے اور اس کے فضایل و معجزات بھی مثل محمدیاں کے حد سے زیادہ بیان کرتے ہیں بلکہ محمدی بھی اس کے معجزات کے قایل ہیں چنانچہ مصنف روضۃ الاحباب لکھتا ہے "و از خوارق عجیبہ کہ برعکس معجزات نبویہ بود حق تعالے بر دست او ظاہر میگردانید برائے استدراج وے و باعث سحر و شعوذ،، یہاں تک کو بھی اس نے بمثل محمد صاحب کے بلایا اور گویا منھ جھلایا۔ اور اس کے معجزوں کے مفصل حالات مدارج النبوۃ رکن چہارم کے صفحہ ۲۲۰ و ۲۲۱ میں درج ہیں اور صادقیہ ہزاروں لاکھوں اس کے گواہ ہیں اور فصاحت و بلاغت اس کی اس حد تک تھی کہ تمام فصحاے عرب کی زبان اس کے مقابلہ سے بند تھی خدا نے اس پر کتاب بھیجی جس کا فاروق ہے اور وہ بھی دعوے فصاحت فاروق کا ابتدائے زمانہ نبوت سے جس کو ۱۳۰۰ برس کا عرصہ ہوا ہے، کرتے ہیں اور فاتوا بسورۃ من مثلہ ان کنتم صادقین کو نہایت جوش و خروش سے پڑھتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو ایسی سورہ بناؤ اور میدان میں آؤ مگر آج تک کوئی بھی نہ بنا سکا۔ صادقیہ کہتے ہیں کہ قرآن اور فاروق کو یعنے محمد اور مسیلمہ کے کوئی نہیں سمجھتا ہے۔ صدہا اس کے حافظ موجود ہیں۔ بعد وفات محمد کے خدا نے مسیلمہ پر ایک اور کتاب یعنے فاروق ثانی ارسال کی۔ اور یہی سبب ہے کہ بعضی باتیں صادقیہ اور محمدیہ کے برخلاف ہیں کیونکہ چند امور خدا نے بعد وفات محمد کے منسوخ کردئے جیسا کہ محمد کے وقت میں بھی بہت سی آیات فرقان سے منسوخ ہو گئیں اور کہتے ہیں کہ خدا ہاتھ منہ وغیرہ سب اعضا رکھتا ہے مگر نہ مثل مخلوقات کے۔ اور خدا کے دیدار کے بروز قیامت قایل ہیں اور مثل محمدیہ کے وہ بھی عقل کو فاروق کی بعضی باتوں میں دخل دینا کفر جانتے ہیں اور فاروق ثانی میں لکھا ہے کہ قبلہ کی طرف نماز کرنیوالی آیت منسوخ ہو گئی ہے۔ اب جس طرف چاہو سجدہ کرو جیسے کہ محمد کی زندگانی میں بیت المقدس والی آیت منسوخ

* فرقان یعنے جدا کنندہ حق از باطل و این کتابیست کہ محمدیان اورا کلام اللہ گویند و مشہور است او قرآن ست و تسلیم کنند کہ نازل شدہ است بر محمد کہ نبی شان بود۔
* فاروق یعنے فرق کنندہ میان حق و باطل و این مثل بر حضرت فاروق اول و فاروق ثانی کتابیست کہ صادقیہ اورا کلام اللہ دانند و تسلیم میکنند کہ نازل شدہ است بر مسیلمہ صلے اللہ علیہ وسلم کہ نبی ایشان بود۔

مرضی ہو کس نے ارشاد فرمایا؟ قرآن نے۔ عورتوں کو حیوان مطلق سے کم قدر کس کے کیا؟ قرآن نے۔ خدا کو غافل کس نے بنایا قرآن نے۔ پیر پرستی و ما ایک پرستی میں کہ ورود کی منتر کس نے بنایا؟ قرآن نے۔

تناسخ کا قرآن سے ثبوت

براہین احمدیہ جلد نمبر ۴ صفحہ ۳۹۲ حاشیہ نمبر ۱۱

قولہ۔ جو آریہ ہیں وہ خدا کو خالق نہیں سمجھتے۔ اور اپنے روحوں کا اس کو رب قرار نہیں دیتے۔

اقول۔ جھوٹھ کہتے ہو تمام آریہ ایشور کو سب سنسار کا خالق جانتے ہیں اور اپنی روحوں کا رب بھی مانتے ہیں بلکہ تمام جہان کی روحوں کا رب وہی ہے اس کے سوا ہمارا سوامی اور معبود کوئی نہیں ہے خدا سے ڈرو اور جھوٹھ بکنے سے پرہیز کرو۔

قولہ۔ اور جو ان میں بت پرست ہیں وہ صفت ربوبیت کو رب العالمین سے* نہیں سمجھتے اور تینتیس کروڑ دیوتا ربوبیت کے کاروبار میں خدا تعالیٰ کے شریک ٹھیراتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں۔

اقول۔ اگر تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو خدا سمجھے ہیں۔ تب تو آپکی جانب اعتراض ہے ورنہ کسی بت پرست کا درجہ حاجی وغیرہ مومنوں سے کم نہیں ہے۔ وہ جبرئیل و میکائیل و عزرائیل وغیرہ فرشتوں کو ربوبیت کے کاروبار میں خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ اور ان کا نام رب النوع تبلاتے ہیں یعنی ایک ایک قسم کا رب اور اسی طرح کروڑ ہا مسلمان پیر پرستی۔ غوث الاعظم پرستی سخی سرور پرستی۔ مدینہ پرستی۔ خاک نجف پرستی۔ علی پرستی۔ شمس پرستی۔ قبور پرستی۔ کعبہ پرستی تابوت سکینہ پرستی میں سرگرداں اور جو روزعا ان کے متوالے ہو رہے ہیں اور یا محمد یا علی یا غوث الاعظم یا جبرئیل کا وظیفہ کرتے ہیں پس ان سے وہ غریب بت پرست کسی طرح برے نہیں ہیں۔

قولہ۔ اور یہ ہر دو فریق خدا تعالےٰ کی رحمانیت کے بھی انکاری ہیں اور اپنے وید کے رو سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ رحمانیت کی صفت ہرگز خدا تعالیٰ میں نہیں پائی جاتی۔

اقول۔ جھوٹھ بکتے ہو خدا تمہیں ان کا ذبانہ حملوں کا عوض دیوے اور اس برے اعتقاد سے بچا کر سچائی کی طرف رجوع کرے۔ لعنت اللہ علی الکاذبین پر ہاں ادیان سے دیا لو کر پا ندہان ہے اور ضرور رہے ہاں اگر رحمانیت سے مراد طرفداری و ظلم اور انصاف کا خون کرنا ہے تو آپ کا اختیار ہے ہمارا کیا بلکہ سب عقلمندوں کا بھی۔ انکار ہے۔

قولہ۔ جو کچھ دنیا کے لئے حوالے بنایا ہے۔ وہ خود دنیا کے نیک عملوں کی وجہ خدا کو بنانا پڑا ورنہ پرمیشور خود اپنے ارادہ سے کسی سے نیکی نہیں کر سکتا اور نہ کبھی کی۔ اسی طرح۔ راقعانے کو کامل رحیم نہیں سمجھتے۔ کیونکہ ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ کوئی گنہگار خواہ کیسے ہی سچی دل سے توبہ کرے اور خواہ وہ سالہا سال تفرع وزاری اور اعمال صالحہ میں مشغول رہے خدا اس کے گناہوں کو جو اس سے صادر ہو چکے ہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ جبتک وہ کئی لاکھ جونوں کو بھگت کر اپنی سزا نہ پاوے۔

اقول۔ افسوس ہم مرزا کی غلطیوں کو کہاں تک تحریر کریں۔ دھوکہ دینا اس کا روحانی مشن ہے۔ اور گویا کہ اس کا اعلےٰ فن۔ زانی کو نجات دے دینا ظلم کی نشانی ہے اور نیکوکار کے حق میں قربانی شکلہ الصدف رائی۔ بس بدکار کو سزا دینا اور نیکوکار کو جزا دینا عین انصاف و عدل ہے اس سے منہ موڑنا خدا کی نسبت الزام جوڑنا ہے۔ اس واسطے جو جیسے اعمال کماتا ویسے ہی سزا پاتا ہے۔ مالک و حاکم خدا ہے جس کے قبضہ قدرت میں سزا و جزا ہے۔ ہر ایک دانا جانتا ہے کہ جو مجرم ہو اسے خواہ مخواہ رستگاری ہے اور یہی عدالت ایزدی یا انصاف باری ہے ظالم و زانی کو بموجب قانون خداوندی کے نرک دوزخ میں جانا پڑا اور عابد یا گیانی کو سورگ (سکھ) میں آنند پایا پرمیشور کا خاص ارادہ سے کسی سے نیکی کرنا محال بلکہ مہمل بات ہے۔ اگر کوئی سبب نہیں تو سراپا تعصب و طرفداری ہے جو ذات باری کے حق میں الزام بھاری ہے۔ کسی خاص سبب سے ہمیں بھی انکار نہیں بشرطیکہ عدالت پر نقصان عاید نہ ہو۔ ہم رحیم تو مانتے ہیں مگر وہ رحم جو انصاف کی تردید یا ترمیم کرے ہم کسی طرح تسلیم نہیں اور نہ معقول طور سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ قبس سرتا پا لالی اور بیہودہ ہوس لگائی ہے۔ جس کا نتیجہ دین و دنیا میں سوائے پشیمانی اٹھانے کے اور کچھ نہیں۔ توبہ کا قبول ہونا بالکل فضول اور نامعقول امر ہے ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں۔

تو بہ حاصلے دارد خاک بر سر طاعت ۔ این نماز و این روزہ ہیچ کتخدا نیہاست

جتنا اس توبہ کے مسئلے نے دنیا میں گناہ پھیلایا ہے شاید اتنا کسی اور مسئلہ سے ظہور میں نہ آیا۔ جسطرح مصری مصری کہنے سے منہ میٹھا نہیں ہوتا مگر کھانے سے۔ اور پانی پانی کہنے سے جسم کی صفائی نہیں ہوتی مگر نہانے سے۔ اسی طرح۔

تو بہ تو بہ اگر بگوئی صد سال ۔ از گفتن توبہ نیستی فارغ بال

سالہا سال کی تفرع و زاری اور اعمال حسنہ میں مشغول رہنا ضرور باعث نجات ہے مگر گناہوں کے دور ہو جانے سے۔ ورنہ جبتک آلائش گناہ ساتھ ہے تبتک نجات ایک موہومی بات ہے۔

ہر آنکہ تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت ۔ دماغ بیہودہ پخت و خیال باطل بست

از مکافات عمل غافل مشو ۔ گندم از گندم بروید جو ز جو

باقی رہا کئی لاکھ جونوں کا بھگتنا یہ ہر ایک کے واسطے ضروری نہیں بلکہ ہر ایک اپنے گناہوں کے موافق سزا پائیگا۔ اور بعد بھگتنے کے پھر کردار کے میدان (انسان) میں آئیگا اور عمل کمائیگا یہی قاعدہ اگر غور کرو تو مطابق انصاف ہے اور ذرا بھی متعلق ظلم یا عقل کے خلاف نہیں۔ الا یہی الزام آپ کے قرآن پر عاید حال

---

* رب مالک۔ تستدبا خداوند سوامی پروردگار پالنے والا اصلاح کرنے دیکی طرف ہدایت کرنیوالا روایت لے غیاث اللغات صفحہ ۱۲۱۔
رب النوع فرشتہ کہ حق تعالیٰ برائے پرورش و حفاظت ہر یک نوع از انواع حیوانات و جمادات مقرر فرمودہ چنانکہ ہر یک بر ہر نوع فرشتہ علیحدہ است (غیاث اللغات ردیف را)
اس یا تیکم التابوت فیہ سکینہ دیکھو سورۃ بقرہ یعنی کہ تمہارے پاس تابوت آئے جس کے تسکین ہے پروردگار تمہارے سے۔ تفسیر حسینی والا کہتا ہے۔ آنست کہ بیاید بشما تابوت سکینہ در آں صندوق بود صورت ہمہ انبیاء اور منقوش بود ؛ از نزدیک پروردگار شما آئینہ چیزے تسکین خاطر شما در آں باشد

ہے اور اس کے مطالعہ سے تمام مفسرین کی زبانیں گنگ و لال یعنے قرآن کے رو سے جہنم میں جانا سب نیک و بد کے واسطے لابدی ہے۔ اور ان کے خوش عقیدے میں فرمان سرمدی سورۂ مریم وان منکم الا واردھا کان علی ربک حتماً مقضیاً۔ ترجمہ اور کوئی آدمی نہیں جو دوزخ میں نہ جاوے۔ پس یہ بات بھی ایک اس قرآنی آیت کے حق میں موزوں ہے جسکے حرف حرف سے انصاف و رحم کا خون ہو تو یہ استغفار و شفاعت کے عدم تسلیم کی زحمول ہے اور اسی سبب سے جملہ علمائے محمدیہ مفسرین قرآنیہ اسکے جواب میں سرنگون و شرمسار ہیں بلکہ نہ زدنی نہ روئے ماندن کے مخمصہ میں گرفتار۔ البتہ جونوں کا ہوگا ہر طرح قابل پذیرائی ہے اور ہر ایک سلیم العقل کو اس کا تسلیم کرنا موجب دانائی۔ ہم قطع النظر اور عقلی دلایل کے قرآن سے اثبات کے لئے بھی اور حقانیت اس مسئلہ کی جتاتے دیکھ

(۱) سورۂ بقر ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت فقلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین ترجمہ۔ اور البتہ تحقیق جانتے تھے تم ان لوگوں کو جو حد سے نکل گئے تم میں سے بیچ سبت کے۔ پس کہا ہم نے انکو ہو جاؤ بندر ذلیل

یہ قصہ ایک قوم کی بابت ہے جو بقول محمدیاں کے داؤد کے زمانہ میں شہر ایلیا کے رہنے والے تھے انہوں نے شنبہ کے روز برخلاف حکم خدا کے مچھلی کا شکار کیا۔ اس پاپ کے بدلے خدا نے اس قوم کو بندروں کی جونوں میں ڈالدیا

(۲) سورۂ انعام وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم ما فرطنا فی الکتاب من شیء ثم الی ربہم یحشرون ترجمہ اور نہیں کوئی چلنے والا بیچ زمین کے اور نہ کوئی پرندہ کہ اوڑے ساتھ دو بازوؤں اپنے کے مگر امتیں ہیں مانند تمہاری نہیں کم کیا ہم نے بیچ کتاب کے کچھ چیز پھر طرف پروردگار اپنے کے اکٹھے کی جاویں گی۔

مصنف قرآن فرماتا ہے کہ جس قدر جاندار زمین پر اور زمین کے بیچ چلنے والے ہیں (مثل حشرات الارض و ماہی و سانپ وغیرہ اور انسان و حیوان درندہ و چرندہ وغیرہ) اور جس قدر پرندہ ہوا پر بازوؤں سے اڑنے والے ہیں وے سب مسلمانوں کی طرح اگلے پیغمبروں وغیرہ کی امتیں تھیں جو گناہوں کے سبب تناسخ کے سلسلہ میں عدالت خداوندی سے مختلف قالبوں میں آگئی ہیں۔ بعد ازاں دعوے کرتا ہے کہ یہ سب پھر خدا کی طرف یعنے انسانی قالبوں میں اگر عبادت کی طرف اکٹھے کئے جاویں گے۔ اور ایسے کوئی بات قرآن میں درج کرنے سے نہیں چھوڑی۔

(۳) سورۂ اعراف واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم ذریتہم واشہدہم علی انفسہم الست بربکم قالوا بلی شہدنا ان تقولوا یوم القیامۃ انا کنا عن ہذا غافلین۔ او تقولوا انما اشرک آباؤنا من قبل وکنا ذریۃ من بعدہم افتہلکنا بما فعل المبطلون ترجمہ اور جب لیا پروردگار تیرے نے بیٹوں آدم کے سے پیٹھوں ان کے سے اولاد ان کی کو اور گواہ کیا ان کو اوپر جانوں ان کی کے کیا نہیں ہوں میں تمہارا رب کہا انہوں نے البتہ تو ہے۔ شاہد ہوئے ہم ایسا نہو کہ کہو تم دن قیامت کے تحقیق تھے ہم اس سے غافل یا کہو سوائے اس کے نہیں کہ شرک کیا تھا ہمارے باپوں نے پہلے اس کے اور تھے ہم اولاد پیچھے ان کے سے کیا پس ہلاک کرتا ہے تو ہمکو ساتھ اس چیز کے کہ کیا جھوٹوں نے"

تفسیر حسینی میں لکھا ہے کہ حق تعالی فرزندان نسل آدم را از صلب وے بیرون آورد بمثال مورچہ ہائے خرد و زرد۔ بعضے گویند سفید یا سرخ و گروہے بر آنند کہ از جانب راست مورچہ سفید و از جانب چپ مورچہ سیاہ۔ و بعضے بر آنند کہ بطریق توالد و تناسل از پشت آدم یکبارگی بودہ۔ ہر وجہ توالد و تناسل روئے نمودہ حیات و عقل و نطق در ایشان بیافریدہ و ربوبیت خود را بر ایشاں عرض کرد و ایشاں قبول کردہ گفتند گواہ شدیم ما بر اقرار خود گفتہ اند چوں ذریت آدم بلے گفتند حق سبحانہ ملائکہ را گفت گواہ باشید ملائکہ گفتند شہدنا۔ اور معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ کے رکن اول کے باب ۴ کی فصل دوم میں بھی اسکا مفصل بیان موجود ہے اور زیادتی یہہ ہے کہ یہ تمام اقرار و شہادتیں حجر الاسود کو درمیان رکھکر لی گئی ہیں اور قیامت کے روز وہ گواہی دیگا اس وقت زبان اس کی بند ہے۔ پس اے ناظرین ایک تو جیونٹیوں کی قالب جو انکو پہلے ملے تھے دوسرے اب انسانوں کے تیسرے قیامت کے روز ملیں گے بموجب قواعد کے دو سے زیادہ جمع ہوتی ہے۔ اس سے بھی تین جونیں ثابت ہیں ایک بار جنم لینا کسی طرح ثابت نہیں۔ اور اس سے محمدیوں کا وہ اعتراض بھی بالکل بے بنیاد ہوگیا جو بطور وسواس باطلہ کے پیش کیا کرتے ہیں کہ اگر تناسخ ہے تو یاد کیوں نہیں رہتا۔ حالانکہ بموجب قرآن یہہ تمام بنی آدم کا ذکر بالکل ثابت ہے اور قیامت کے روز اس کی بازپرس بھی ہوگی۔ مگر وہ جیونٹیوں کی جونیں کسی محمدی کو یا کسی انسان کو یاد نہیں ہیں اور ان کے ہونے سے انکار کرنا انکار ہوتا ہے۔

(۴) سورۂ المائدہ قل ہل انبئکم بشر من ذلک مثوبۃ عند اللہ من لعنہ اللہ وغضب علیہ وجعل منہم القردۃ والخنازیر وعبد الطاغوت اولئک شر مکانا واضل عن سواء السبیل ترجمہ کہہ کیا خبر دوں میں تم کو ساتھ بدتر کے اس سے جزا میں نزدیک اللہ کے۔ وہ لوگ کہ لعنت کی خدا نے ان پر اور غضب کیا اوپر انکے اور کئے ان میں بندر اور سور اور جنہوں نے پوجا طاغوت (بت یا دیو یا شیطان) کو یہہ لوگ بدتر ہیں جگہ میں اور بہت بہکے ہوئے ہیں راہ سیدھی سے ✤

مفسر لکھتے ہیں کہ یہہ قوم یہودی تھی جن کو بسبب گناہوں کے خدا نے بندروں اور سوروں کی جونوں میں ڈالدیا تھا۔ کیونکہ مصنف قرآن اس آیت سے پہلے لکھتا ہے و ان اکثرکم فاسقون یعنی تم بہت بدکار ہو سو اسلئے بدکاری کی سزا یہہ ہے کہ بندروں اور سوروں کی جونوں میں جاؤگے بدکاری سے پرہیز کرو۔ چنانچہ آخر میں یہہ بھی بتلادیا کہ جو لوگ بت پرستی یا جن بھوت پرستی یا نفس و شیطان پرستی وغیرہ میں مصروف ہیں وے اُن سے بدتر جونوں میں جگہہ پاویں گے کیونکہ وہ بہت ہی راہ راست سے گمراہ ہیں۔ افسوس کہ آجکل کروڑوں مسلمان پیر پرستی و قبور پرستی و نفس پرستی میں غرق ہیں۔

(۵) سورۂ الواقعہ میں ہے۔ وما نحن بمسبوقین علی ان نبدل امثالکم وننشئکم فی ما لا تعلمون ولقد علمتم النشاۃ الاولی فلولا تذکرون ○ ترجمہ اور ہم اس بات سے عاجز نہیں کہ بدل دیں تم کو مانند تمہارے اور پیدا کریں تمکو دوبارہ اس صورت اور شکل میں جس کو اسوقت نہیں جانتے ہو اور تحقیق جان لی تمنے پیدائش پہلی پس کیوں نصیحت نہیں پکڑتے"

مصنف قرآن کہتا ہے یعنے خدائے محمدیاں کہ میں اس بات سے عاجز نہیں ہوں یعنے اس بات کی طاقت مجھ میں ہے کہ تمہیں دوسری جونوں میں اور اور ایسی جگہ اور صورت اور شکل میں پیدا کروں جسکو تم نہیں جانتے اور جس سے بالکل غافل ہو اور کیا تم نے اے لوگو پیدائش پہلی جان لی ہے کہ پہلے اس سے تم کس جیون میں تھے اگر جانتے ہو اور عقل رکھتے ہو پس کیوں نصیحت نہیں پکڑتے

(۶) سورۂ نساء قرآن میں ہے ان الذین کفروا بایاتنا سوف نصلیہم

✤ فٹ نوٹ دیکھو قرآن مترجمہ مولوی عبد القادر دہلوی کے صفحہ [illegible] مطبوعہ [illegible] حاشیہ پر لکھا ہے محمد صاحب نے حدیث میں فرمایا ہے کہ اس میری بھی بعضے بندر اور سور ہو جاوینگے۔

کما نضجت جلودھم بدلنا ھم جلودا غیرھا - ترجمہ یعنی جنہوں نے کفر کیا ہماری آیتوں سے انکو ہم آگ میں ڈالیں گے۔ وہاں پر جس وقت گل جاوینگے بدن انکے ہم انکے بدلے میں دوسرے بدن انکو دیتے ہیں۔

مصنف قرآن لوگوں کو ڈراتا ہے کہ جنہوں نے ہماری آیتیں نہیں مانی۔ وہ گنہگار دوزخ میں ڈالے جاوینگے اور جلانے والے دوکھوں میں مبتلا ہونگے۔ اور وہاں پر دوکھ بھوگ بھوگ کر ایک قالب کو چھوڑنے کے بعد دوسرے قالب پاتے رہینگے۔ اور بار بار مختلف قالبوں میں سزایاب ہونگے۔ تاکہ چکھتے رہیں عذاب۔

(۷) توریت پیدائش۔ باب ۱۹۔ آیت ۲۶ "مگر اسکی جورو نے اسکے پیچھے پھر کے دیکھا اور وہ نمک کا کھمبا بن گئی" یہ لوط پیغمبر کی جورو کی بابت ہے جو گناہ کرنے کے سبب پتھر کی جون میں متناسخ کی گئی تھی۔ اس سے قطع النظر اور جونوں کے پتھر وغیرہ تک متمثل القالب ہونا بھی صحیح اور ہر ایک مسلمان کو قبول کرنے کے لایق ہے۔ اور کلام الہی سے منکر ہونا کسی طرح واجب نہیں۔

(۸) تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ روح شہدا فی سبیل اللہ یعنے جہادی لوگوں کی روحیں بہشتی جانوروں کے قالب میں۔ چنانچہ محمد صاحب نے بحالت معراج انکو جنت الماوی کے مرغزار میں دیکھا۔

(۹) حدیث مشارق الانوار میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم کا باپ آذر اور نارہ روز جزا کو ایک بون جانور کے قالب جسم یا جون میں ڈالے جائیں گے۔

(۱۰) حدیث میں لکھا ہے نقلت من اصلاب طیبہ الی ارحام طاہرہ (یہ حدیث روضۃ الاحباب کے مقصد اول میں مذکور ہے) محمد صاحب فرماتے ہیں کہ میں پاک مردوں کی پشتوں سے پاک عورتوں کے پیٹوں (شکموں) میں پڑتا ہوا چلا آیا ہوں۔ اور قصص الانبیا و معارج النبوۃ میں ہے کہ "روح پرفتوح حضرت محمد صاحب کا بصورت طاؤس کے ہزار برس رحمت کے دریا میں غریق رہا" غور کرو۔

(۱۱) اور تحفہ اثنا عشریہ میں مولوی عبد العزیز صاحب کہتے ہیں کہ "اکثر فریق اہل تشیع از امیہ و کاملیہ و منصوریہ و ہمیریہ و باطنیہ وغیرہ گویند کہ بدن کا معاد نیست و روح راجز این عالم مقر نیست بلکہ در ہمین عالم متناسخ میشود و انتقال میکند از بدنے بہ بدنے دیگر" یعنے اکثر فرقہ شیعوں کے امیہ اور کاملیہ او منصوریہ او ہمیریہ اور باطنیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ جسم کو عالم آخرت میں جانا نہیں ہے اور نہ روح کیلئے بغیر اس عالم کے کوئی ٹھہرنے کی جگہ ہے بلکہ اسی جہان میں پھر جسم (آواگون) میں آتا ہے اور ایک بدن سے دوسرے بدن میں جاتا ہے۔

ان مندرجہ بالا آیات قرانی و احادیث محمدی و تفاسیر وغیرہ کی شہادتوں سے ہر ایک جان سکتا ہے کہ قرآن کے رو سے تناسخ ہر طرح قابل یقین ہے اور محمدیوں کو اسکا ماننا ایمانیات المسلمین اور ارکان دین ہے اور انکار کرنا موجب کفر و باعث سزا لازمی۔

قولہ جب کسی نے ایک گناہ کیا۔ پھر نہ وہاں توبہ کام آتی ہے اور نہ بندگی نہ خوف الہی نہ عشق الہی اور نہ کوئی عمل صالح گویا وہ جیتے جی ہی مرگیا اور خدا تعالی کی رحمت سے بکلی ناامید ہوگیا

اقول جھوٹھ بکتے ہو۔ مارے غضب میں ہلو گے البتہ باستثنائے اور باتوں کے اکی توقیع سو کچھ کی مٹی ہے جس کی آڑ میں لوگوں کو گمراہ کر رہے ہو اور گناہ سے نہیں ڈرتے خدا کی رحمت سے کوئی ناامید نہیں مگر فریب اور چاپلوسی نہیں اور نہ رحمت ہے بندگی خوف الہی اور عمل صالح کا پھل نجات ہے مگر گناہ کا پھل دوکھ نیر دوکھ کے بھگتنے کے بعد سکھ کی باری ہے اور یہی عدالت الہی کا فرمان جاری مرزا صاحب رشوت و سفارش و شفاعت کی وہاں گنجایش نہیں اور نہ تو وہ چاپلوسی

کی فہمایش ہے بار آوان تو بہانے بے معنے ہے۔

قولہ علی ہذا القیاس یہ لوگ یوم جزا پر جس کے رو سے خدا تعالی مالک یوم الدین کہلاتا ہے صحیح طور پر ایمان نہیں رکھتے اور جن طریقوں متذکرہ بالا سے انسان اپنی سعادت عظمی تک پہنچتا ہے یا شقاوت عظمی میں پڑتا ہے اس کامل سعادت یا شقاوت کے ظہورات انکاری ہیں اور جہان آخری کو صرف ایک خیالی اور وہمی طور پر سمجھ رہے ہیں۔

اقول یوم جزا بالکل ایک بناوٹی افترا ہے خدا ہر وقت منصف و عادل و رحیم ہے اور ہمیشہ مالک و رازق و کریم۔ ہم تمہاری طرح اس وقت اس کو غافل ظالم کاہل جاہل نہیں مانتے اور نہ اس وقت کسی اور کو عادل و منصف و رحیم کریم جانتے ہیں۔ آپ اس غلط ایمان سے باز آئیے۔ اور خدا کے ہمیشہ موصوف الصفات کامل ہونے پر ایمان لائیے۔ حور و غلمان کے شہوی گمان سے بچکر راستی و صداقت کے گیان کیطرف توجہ فرمائیے۔ تاکہ نجات حاصل ہو۔ ورنہ حوروں کی تمنا پر دم لگانا شہوت پرستی کا ڈھانا ہے جو سراپا وہم و گمان و خیال و جنجال ہے۔ مولانا غالب مرحوم فرماتے ہیں

خوب معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

قولہ بلکہ وہ نجات ابدی کے قایل ہی نہیں اور انکا مقولہ ہے کہ انسان کو ہمیشہ کے لئے نہ اس جگہ آرام ہے اور اس جگہ۔ اور نیز انکے زعم باطل میں دنیا بھی آخرت کی طرح ایک کامل دار الجزا ہے جس کو دنیا میں بہت سی دولت دی گئی وہ اس کے نیک عملوں کے عوض میں جو کسی جنم میں اسنے کئے ہونگے دیگئی ہے اور وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اسی دنیا میں اپنی نفس امارہ کی خواہشوں کے پورا کرنے میں اس دولت کو خرچ کرے لیکن ظاہر ہے کہ اس جہان میں خدا تعالی کا کسی کو اس غرض سے دولت دینا کہ وہ اس وقت کو فی الحقیقت اپنے اعمال کی جزا سمجھ کر کھانے پینے اور ہر طرح کی عیاشی کیلئے آلہ بنا لیوے ایک ایسا ناجائز فعل ہے کہ جس کو خدا تعالے کی نسبت کرنا نہایت درجہ کی بیادبی ہے کہ گویا مستحقوں کا بہی منشا آپ ہی لوگوں کو بدفعلی اور پلیدی میں ڈالنا چاہتا ہے اور قبل اسکے جو اسکا نفس پاک ہو۔ نفسانی لذات کے وسیع دروازے ان پر کھولتا ہے اور پہلے جنم کے نیک عملوں کا اجر انکو یہ دیتا ہے کہ پچھلے جنم میں وہ ہر طرح کے اسباب تنعم اور نفس امارہ کے پورے پورے تابع بنکر پھر تحت الثری میں جا پڑیں۔

اقول مرزا صاحب آپ دھوکہ میں پھنسکر اوروں کو گمراہ نہ کیجئے کوئی آریہ وغیرہ آپکے دام تزویر میں نہ پھنسے گا۔ محدود اعمالوں اور محدود نیکیوں کے عوض میں غیر محدود نجات اور بے عدد نیکوں کا غیر منتہی زمانہ تک بھوگنا ایک ناممکن امر ہے جیسے محدود خوراک کھانے سے محدود زمانہ تک بھوک بند ہوتی ہے نہ غیر محدود زمانہ تک حد والے کاموں کا پھل غیر محدود ملنا کوئی سلیم العقل تسلیم نہ کریگا جیسے محدود کی کشش محدود ہوتی ہے۔ ویسے ہی محدود روح کے اعمال محدود ہیں۔ اور محدود اعمالوں کا نتیجہ غیر محدود نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے نجات ابدی روح حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ابدی دوکھ بھوگ سکتا ہے بموجب اعمالوں کے عدالت خداوندی سے سکھ دوکھ کی سزا و جزا پاتا رہتا ہے اور نیک و بد کرم کرنے میں فعل مختار ہے۔ اور قرآن بھی اسی ویدک اصول کی تائید کرتا ہے مگر خدا جانے کہ صاف کہنے سے کیوں ڈرتا ہے۔

سورہ ھود۔ واما الذین سعدوا ففی الجنۃ خلدین فیھا ما دامت السموات والارض الا ما شاء ربک عطاء غیر مجذوذ۔ ترجمہ اور جو لوگ کہ نیکبخت کئے گئے ہیں پس بہشت کے بیچ ہمیشہ رہنے والے بیچ اسکے جبتک کہ رہیں آسمان و زمین مگر جو چاہے پروردگار تیرا بخشش بے نہایت والا ہے۔

اور اسی صفحہ میں ہے فاما الذین شقوا ففی النار لھم فیھا زفیر و شھیق خٰلدین فیھا ما دامت السمٰوٰت والارض الا ما شاء ربک ان ربک فعال لما یرید۔

ترجمہ۔ پس جو لوگ کہ بدبخت ہوتے۔ پس بیچ آگ کے ہیں واسطے اُن کے بیچ اُس کے چلّانا ہے۔ آواز بانیکت اور ہمیشہ رہنے والے بیچ اس کے جبتک کہ رہیں آسمان اور زمین مگر جو چاہے پروردگار تیرا۔ تحقیق پروردگار تیرا کرنیوالا ہے جو ارادہ کرتا ہے۔

اس مندرجہ بالا آیت سے اگر کوئی ذرا بھی غور سے دیکھے اور سچارے توصاف وضح ہوتا ہے کہ لوگ بہشت اور دوزخ میں اتنا عرصہ رہیں گے جبتک آسمان و زمین قایم ہیں اور اس سے کوئی مسلمان انکاری نہیں کہ آسمان اور زمین ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ پس ضرور بہشت و دوزخ اور حور و غلمان فانی ہیں۔ ان فانی مکانوں میں جاودانی نجات والے کسی طرح نہیں رہ سکتے۔ اس لئے ضرور واپس آنا ہوگا۔ ان ہم آسمان اور زمین کی معیاد سے کئی ہزار گنا زیادہ عرصہ نجات کیواسطے تسلیم کرتے ہیں جس کو مہا کلپ پکارتے ہیں۔ آپ نے بالکل جھوٹ بولا اور خواہ مخواہ نامۂ اعمال سیاہ کیا۔ ہم ایسا ہرگز نہیں مانتے اور نہ دنیا کو کامل دار الجزا جانتے ہیں۔ البتہ نجات کے سوائے باقی تمام سزاؤں اور جزاؤں کیواسطے دار الجزا مانتے ہیں جو ہر طرح مسلّم عقلا ہے اور اعتراضات سے منزّا و مبرّا۔ حق حقدار کو دینا کسی طرح ناواجب و نامناسب نہیں۔ ہاں خدا کسی سے برے کام نہیں کراتا۔ اور نہ شیطان کو کسی کے گمراہ کرنے کیواسطے مقرر فرماتا ہے۔ جیسا قرآن میں لکھا ہے۔

سورۂ اعراف۔ من یھد اللہ فھو المھتدی ومن یضلل فاولٰئک ھم الخٰسرون

ترجمہ۔ جسکو راہ دکھاوے اللہ پس وہ راہ پانیوالا ہے اور جس کو گمراہ کرے۔ پس وہ لوگ ٹوٹا پانے والے ہیں۔

سورۂ مریم۔ الم تر انا ارسلنا الشیٰطین علی الکٰفرین تؤزھم ازا۔ ترجمہ کیا نہیں دیکھا تو نے یہ کہ بھیجا ہم نے شیطان کو بھیجا اوپر کافروں کے بہکاتے ہیں انکو بہکانے کر۔

جو چیز جسکی ہے وہ اس کے خرچ میں فعل مختار ہے۔ مجبور و گرفتار نہیں۔ ہاں ہر ایک انسان کو ضروری ہے کہ بدیوں سے اجتناب کرے اور ثابت قدمی راہ صواب انسان اسی فعل مختاری کے سبب تو سزا و جزا کا حقدار ہے اور اس کے بھوگنے میں مجبور ولاچار۔ ورنہ اگر بالفرض و بالفرض کہ مقولہ پر (بقول آپکے) اعمال بد ہوتے تو موجودہ دولت وغیرہ کو برباد کرے۔ اور مفاد آئندہ کھووے اور آئندہ ہاتھ دھووے۔ ہندوؤں کا پرمیشور عادل و منصف حقدار کو حق پہنچانے والا ہے۔ آپکے خیر الماکرین کی طرح ظالم و جابر و غافل وغیرہ غرض نہیں ہے جو خواہ مخواہ لوگوں کو بدفعلی اور پلیدی کا رہنما اور معاذ اللہ بدچلنی اور فعل شنیعہ کا مدد ہے یا ایسی باتیں کہی حق پرست کیطرف سے خدا کے حق میں ہر طرح بُری اور ناسزا ہیں اور کسیطرح واجب اور روا نہیں۔

قولہ۔ اور ظاہر ہے کہ جس شخص کے خیال میں یہ جما ہوا ہے کہ میرے ہاتھ میں جس قدر دولت اور مال اور حشمت اور حکومت ہیں یہ میرے ہی اعمال سابقہ کا بدلا ہے۔ وہ کیا کچھ نفس امارہ کی پیروی نہ کریگا۔ لیکن اگر وہ یہ سمجھتا کہ دنیا دار الجزا نہیں ہے بلکہ دار الابتلا ہے اور جو کچھ مجھ کو دیا گیا ہے وہ بطور ابتلا اور آزمائش کے دیا گیا ہے تا یہ ظاہر کیا جاوے کہ میں کس طور پر اس میں تصرف کرتا ہوں۔ کوئی ایسی شے نہیں ہے جو میری ملکیت اور میرا حق ہو۔ تو ایسا سمجھنے سے وہ دینی نجات اس بات میں دیکھتا کہ اپنا مال نیک مصارف میں خرچ کرے اور نیز وہ غایت درجہ کا شکر بھی کرتا۔ کیونکہ وہی شخص دلی اخلاص اور محبت سے شکر کرسکتا ہے کہ جو سمجھتا ہے کہ جس نے مفت پایا۔ اور بغیر کسی استحقاق کے مجھے کو ملا ہے۔ غرض آریہ لوگوں کے نزدیک خدا تعالیٰ نہ رب العالمین ہے۔ نہ رحمان نہ رحیم۔ اور نہ ابدی اور دائمی اور کامل جزا دینے پر قادر ہے (صفحہ ۳۹۶ تک حاشیہ نمبر ۱)۔

اقول۔ کسی شخص کا نفس امارہ کی پیروی کرنا خود اس کا مجرم ہونا ہے۔ نہ کہ کبھی اُس کا نیکی کا پھل سکھ ضرور ہونا چاہئے۔ مگر جو بدی کی جاوے۔ اس کا پھل دکھ کے سوائے اور کچھ ہے۔ آزمائش جاہل اور نادان کرتے ہیں۔ نہ کہ عالم الغیب پرمیشور۔ دنیا کا صرف دار الابتلا ہونا کوئی بے وقوف سے بیوقوف بھی تسلیم نہ کریگا۔ ورنہ گناہوں کے بارے دکھ اور نیکیوں کے بدلے سکھ اس جگہ نہ ہونا چاہئے۔ حالانکہ ہوتا ہے۔ جس شخص کو یہ خیال ہو کہ جو کچھ مجھ کو دیا گیا ہے وہ نہ تو میرا حق ہے۔ اور نہ کوئی سبب خاص بلکہ اتفاقاً غلطی سے میرے قبضہ میں دیا گیا ہے خواہ میں ہزار نیکیاں کروں یا ہزار بدیاں۔ جو کچھ ہونا ہے وہی ہوگا۔ میں مجبور محض ہوں یہ

روز تو جام سے گذرتی ہے ✤ شب دلآرام سے گذرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے ✤ اب تو آرام سے گذرتی ہے

خدا جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا۔ پس اعمال نیک معنی و بال ہیں۔ بقول سعدی "ستیدم کہ در روز امید و بیم ✤ بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم" "بر عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست" البتہ ایسا شخص ضرور نیکی سے پرہیز کریگا۔ اور کفر و ضلالت کی غار عمیق میں مدہوش مریگا۔ لیکن برخلاف اس کے جو یہ جانتے گا کہ جو کچھ مجھے ملا ہے یہ میرے ہی اعمال کا بدلہ پرماتما نے عدالت خداوندی سے دیا ہے۔ اگر میں اس سے زیادہ نیکی کرونگا۔ تو زیادہ پھل پاؤنگا۔ اور اگر گمراہی و بدکاری کیطرف بڑھونگا۔ تو اس کا معاوضہ دکھ بھرونگا۔ ایسا شخص ضرور نیکی کریگا۔ اور بدیوں سے مجتنب ہوگا۔ یہی باعث ہے کہ اہل ہنود یعنی آریہ صاحبان نیکی۔ رحم۔ محبت میں لاثانی ہیں۔ اور حقانیت و عبودیت کے بانی ہیں۔ اس کے آپ کے مسلمان صاحبان "معت راحیہ امنت" مان کر جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ اور خدا کا خوف دل میں نہیں دھرتے۔ افغانستان کے مسلمان (جو نماز روزہ و قرآن اور اصول مسلمانی سے بہ نسبت ہندوستانی لوگوں کے ہزار درجہ آگاہ ہیں) ان کا ارشاد ہے اور پختہ اعتقاد۔ کہ "موزکو اولاد و وفا توبہ لوئے کور دے" یعنی نماز کرو۔ اور نہ استغفار و توبہ کا گھر ٹوٹا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے مفتی دین سید المرسلین محی الدین اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نمازی کو ان کے والد بزرگوار نے جبکہ وہ قید شاہ میں فرزند دین پسند کے ہاتھوں اسیر تھے۔ یہ شعر لکھے ہے ؎

آفرین باد ہندواں ہمہ را ✤ مردہ را میدہند آب
اے پسر تو عجب مسلمانی ✤ زندہ جانم بآب ترسانی

پس ثابت ہوا کہ آریہ سماج ہر طرح پرماتما کو کامل الصفات و منبع البرکات مانتے ہیں مگر مسلمان لوگ خصوصاً مرزا صاحب کے نزدیک خدا تعالیٰ رب العالمین ہے اور نہ عادل اجد الصفات کنندہ ہے۔ نہ ابدی اور نہ ازلی۔ نہ اس کی رحمت عام ہے اور نہ رحمانیت۔ نہ وہ سب کا رزاق ہے۔ اور نہ مالک۔ بلکہ معاذ اللہ وہ گمراہ کرنیوالا۔ بہکانے والا۔ شیطان بھیجنے والا۔ ظلم پر کاربند۔ بیانت پسند۔ گناہ کرانیوالا۔ بیرحم۔ ایک بار ہے۔ بادشاہ کا مددگار ہے۔ اور برخلاف قادر ہونے کے عاجز اور برخلاف عالم الغیب ہونیکے نا واقف اور آزمانیوالا ہے۔ حالانکہ آزمائش امر مجہول کا معلوم کرنا ہے۔ جو انسان ہیچمدان کا کام ہے نہ کہ خدائے ہمہ دان کا۔ آپ لوگوں کے اعتقاد سے صاف ظاہر ہے۔ کہ خدا نے منعم اور ... کو نعمت و راحت وغیرہ بلا نتیجہ اعمال کے بخشی ہے۔ پس ہر ایک عقل والے انسان کے نزدیک بھی اسپر مندرجہ ذیل اعتراض شدید وارد ہوتے ہیں۔

(۱) جب خدا نے اپنے دریائے بخشش کو جاری کیا۔ تو ایک جماعت کثیر کو اس سے تشنہ لب یعنی مفلس کیوں رکھا؟ جس سے اس کی رحمت عامہ نہ رہی اور صفت لغتا فیہ بھی معطل ... بہت تھوڑے آدمیوں کو دنیا اور کثیر التعداد کو نہ دنیا نہ لا وہ تعصت و طرفداری ہے لوگوں کو گناہ کرنے ... ہو وہ ضرور محسوب ہونا چاہیئے۔ مگر گناہ کبیرہ کے مرتکب ہونگے اقول سچی۔ خداوندی کی بیشتر مستقل۔ پیر اگر ندی

ناک کان والا تخت پر بیٹھا ہوا- چراغ کی مثال روشن- ساق سیمیں والا- رشوت لینے والا- مکان آسمان میں رہنے والا- دوست و دشمن والا- وکالت سفارش والا- آدمی کی شکل والا- بالاخانے پر بیٹھنے والا- جمعہ کے روز مسجدوں میں آنیوالا- ایکطرف والا- فریب کھیلنے والا- شیطان سے ڈرنیوالا- مانتے ہیں- کیونکہ نہ ہو غیر فانی جو ہوئے- گناہ کرنے پر مجبور جو ہوئے- خدا کے شاہو کار جو ہوئے -

قولہ- اور اگر کسی کے دل میں یہ وہم پیدا ہو کہ خدا نے ایک بولی پر کیوں نہ کفایت کی- یہ وہم بھی قلت تدبر سے ناشی ہے- اگر کوئی دانا اقالیم مختلفہ کے اوضاع متفاوتہ اور طبائع متفرقہ پر نظر کرے- تو بہ یقین کامل اس کو معلوم ہو گا کہ ایک ہی بولی ان سب کے مناسب حال نہ تھی (پھر مرزا صاحب نے چند سطروں کے بعد لکھا ہے) کہ کیا مناسب تھا کہ وہ جدا جدا طبیعتوں کے لوگوں کو ایک ہی بولی کے تنگ پنجرہ قید کر دیتا"-

اقول- اس کچے خبط اور بے بنیاد ستنراد کا ہم توریت سے مقابلہ کرتے ہیں اور اس اختلاف السنہ کے مسئلہ کو ناظرین کے آگے دھرتے ہیں- **توریت پیدائش** باب ۱۱ آیت ۳ سے ۹ تک- اور آپس میں کہا- آؤ ہم اینٹیں بناویں اور آگ میں پکاویں سو ان کو پتھر کی جگہ اینٹ اور گچ کی جگہ گارا تھا- اور انہوں نے کہا کہ آؤ ہم اپنے واسطے ایک شہر بناویں- اور ایک برج جسکی چوٹی آسمان تک پہنچے اور یہاں اپنا نام کریں ایسا نہ ہو کہ تمام روئے زمین پر پریشان ہو جاویں- اور خداوند اس شہر اور برج کو جسے بنی آدم بناتے تھے- دیکھنے اترا- اور خداوند نے کہا دیکھو لوگ ہیں اور ان سب کی ایک ہی بولی ہے اب وے یہ کرنے لگے- سو وے جس کا ارادہ رکھیں گے- اس سے نہ رک سکیں گے- آؤ ہم اتریں اور ان کی بولی میں اختلاف ڈالیں- تاکہ وے ایک دوسرے کی بات نہ سمجھیں- تب خداوند نے ان کو وہاں سے تمام روئے زمین پر پراگندہ کیا- سو وے اس شہر کے بنانے سے باز رہے- اس لئے اس کا نام بابل ہوا- کیونکہ خداوند نے وہاں ساری زمین کی زبانوں میں اختلاف ڈالا- اور وہاں سے خداوند نے ان کو تمام روئے زمین پر پراگندہ کیا-

اس کے برخلاف قرآن میں دیکھئے- وہاں لکھا ہے- سورۃ الروم ومن ایتہ خلق السموات والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذلک لایت للعلمین ہ- اور نشانیوں اس کی سے ہے پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا اور اختلاف بولیوں تمہاری کا- اور رنگوں تمہارے کا تحقیق بیچ اس کے نشانیاں ہیں واسطے لوگوں کے"-

محمدی لوگ توریت اور قرآن دونوں کو خدا کی زبان مانتے ہیں- مگر افسوس کہ ان میں اسقدر اختلاف ہے- توریت سے ظاہر ہے کہ اس وقت لوگوں کا بڑا اتفاق تھا- اور نفاق سے نفرت تھی- اور نہایت محبت و پیار سے گذران کرتے تھے- سو ان کی حالت پر رشک آیا اور ان کا اتفاق اس آسمانی باپ کو نہ بھایا- نفاق کا نشان جمایا- اور غصہ کے مارے برج کو گرایا- تاکہ اتفاق نہ کر سکیں اور باہم میل ملاپ سے رک جائیں- اور برخلاف اس کے قرآن بیان طراز ہے کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا جیسا نشان ہے ویسا ہی بولیوں اور رنگوں کا اختلاف بھی ایک نشان ہے مگر ہر ایک سمجھ آنا اور اہل علم جانتا ہے کہ آسمان صرف ایک وہم و گمان ہے اور حد نظر کا نشان نہ کہ کوئی سقف اور مکان ان کی ساتوں تقسیم ہر ایک بدھی مان کو نہ تسلیم ہے اور زمانہ جہالت کی تعلیم جسطرح آسمان کوئی چیز نہیں اسطرح اس کو نشان سمجھنا بھی ایک صریح بطلان ہے بیشک زمین کا پیدا کرنا خدا کا نشان ہے اور اس سے کوئی حق بیان منکر نہیں بولیوں کا بیشک خدا سے ماننا اسکو یہ تا نفاق پسند گردانتا ہے اور آدمی کو مجبور محض جاننا اور اعتقاد ان لوگوں کا ہے جو کہ کہتے ہیں:

ع خود پیمبر شد و بہ الہام آورد * گشت خود کافر و بنمود انکار

یہ اعتقاد وحدت الوجودیوں کا ہے جو ہمہ اوست کو مانتے ہیں- ہمارا یہ اعتقاد نہیں اور ہم ان کو دلائل ذیل سے رد کرتے ہیں-

(۱) اگر سب بولیوں کا موجد خدا ہے تو سائیسوں کی بولی جس سے وہ لوگوں کو لوٹتے اور قتل کرتے ہیں- دلالوں کی بولی جس سے وہ خریداروں کے گلے پر چھری پھیرتے ہیں- زرگروں کی بولی جس سے وہ لوگوں کے زر چراتے ہیں- طوائفوں اور کنجروں کی بولی جس سے وہ فعل شنیعہ کیواسطے داؤ پیچ کرتے ہیں بھی خدا کیطرف سے ماننی پڑینگی جس سے خدا چوروں رہزنوں اور طوائفوں و کنجروں کا ہادی و معلم بھی تسلیم کرنا پڑیگا- جو بالکل نا سزا ہے-

(۲) ہر ایک صحیح العقل و سلیم الفکر پر روشن ہے کہ پرمیشور اپنی ذات و صفات و افعال میں یا دوئی (لاثانی) ہے پس جس کو ودیا اور شکتیوں میں سے سب زیادہ اور بے نظیر مانتے ہیں اس کی شکتیوں کے پرکاش کو بے چون و بے چرا جاننا ضروری ہے غور کرنیکا مقام ہے کہ گیان کی قدر و منزلت گیانی کی لیاقت و بزرگی کا شہادت ہے ناواقف اور ناداں بچہ کا گیان اس گیان ئے پرمیشور سے جو صداقت کا چشمہ ہے او علمیت کا منبع کسی طرح مقابلہ نہیں کیا سکتا جیسے ہو گیان اور ودیا میں کامل اور علمی اور عقلی طاقتوں میں افضل ہے اس کے فیض اور گیان کی کمالیت و معقولیت اور فضیلت بھی سب سے زیادہ تر ہونی چاہئے- جب یہ بخوبی وجہ ثابت کیا گیا ہے کہ ابتداء میں قادر مطلق کی طرف سے گیان کا پرکاش بذریعہ وید مقدس ہوا اور جو زبان دیگئی وہ سنسکرت تھی پس انسان کی علمی طاقتیں خدا کی علمی طاقتوں سے ہرگز برابری نہیں کر سکتی ہیں- اور جو دنیا میں اعلیٰ اور ادنیٰ- فاضل اور جاہل- قوی اور ضعیف سرگیہ اور الپگیہ کا تفاوت ہوتا ہے وہی فرق سنسکرت و غیر زبان اور دیگر کتابوں اور وید میں ظاہر ہے- پس یہ غیر زبانیں اور غیر کتابیں اس کامل گیان ئے اور ودیا ئے سے نہیں ہیں بلکہ اسی کے فیض کامل سے انہیں بھی قدرے زباندانی اور علمیت ملی ہے- اور ان کا موجد حسب ضروریات کے انسان ہے نہ کہ وہ سرب گیان ئے سرب شکتیمان پرماتما-

باقی رہا رنگوں کا اختلاف- یہ آب و ہوا و سردی و گرمی موسم و ملک کے متعلق ہے ہاں ان کا مدار انتظام قدرت پر ہے اقالیم مختلفہ کے اوضاع اور انسانوں کے متفرق طبائع مختلف ملکوں کی آب و ہوا سے بہت سے متغیر نظر آتے ہیں- مگر آغاز دنیا میں ایسے نہ تھے اور نہ ان دنوں تعلیم تھی- قدرت کیطرف سے ترقی و انصرام ضروریات کے سامان دئے گئے جس پر انسانوں نے موقعہ بموقعہ کارروائی کی- ایک ہی بولی ابتداء میں سب کے حسب حال تھی اور اگر رہتی تو کچھ حرج بھی نہیں تھا- مگر خیر ہم کسی بولی کو برا بھی نہیں کہتے لیکن اس پاک و کامل و شدھ زبان کے مقابل میں قدر و منزلت کے لائق نہیں جانتے اور اس پر ہر ایک فاضل غیر متعصب خیال کر سکتا ہے-

مرزا صاحب سنسکرت زبان ایک تنگ پنجرہ نہیں ہے بلکہ ایک وسیع بحر اعظم یا عظیم الشان اور ناپیدا کنار سمندر ہے جس میں بود و باش اور شناوری کرنے سے کسی طرح کی رکاوٹ نہیں ہے- تنگ پنجرہ تو عربی زبان ہے- جس کے اندر بضرب شمشیر و ظلم عاجز مرغیوں کو ذبح کے خوف سے بند کیا گیا ہے اور اب ان کی نسلیں العادت طبیعت ثانی کی پابند ہو کر اس کو (بمثل مرزا صاحب کے) اپنی زبان یا وطن مالوف یا الہامی جان رہی ہیں غالب یقین ہے کہ جس دن حق و باطل کی تمیز یا صداقت کی تحقیقات عز بہ ہوئی- تعصب کو ناچیز جان کر سب دنیا کا گرہن کریں گے- اور وہ اس آرزو کو بمراد سے تعبیر ہی گے- پرمیشور کرے کہ وہ دن جلد آوے-

نمبر	سورۃ	مضمون
"	"	کوئی تفسیر والا اس کا جواب معقول نہیں دیتا ہے۔
۲۶	شعراء	حضرت موسیٰ اور فرعون کا ذکر۔ اسیطرح نوح کے طوفان کا بیان اور کچھ شاعروں کی بابت گفتگو۔ اور خدا تعالیٰ کا ایک پہاڑ کو اٹھا کر لوگوں کیواسطے سائبان بنانا۔
۲۷	نمل	حضرت موسیٰ اور سلیمان اور داؤد کے قصے اور حضرت سلیمان اور سبا کی عورت ملکہ بلقیس کا عشق آمیز فسانہ اور سلیمان کا مراسلہ بنام ملکہ سبا اور مورچگان کے واقعات۔
۲۸	قصص	مجموعہ و خلاصہ قصہ جات موسیٰ و فرعون کا ہے۔
۲۹	عنکبوت	عنکبوت یعنی مکڑی کا قصہ اور کچھ نصیحت اور معجزہ سے انکار اور بہشت کا ذکر
۳۰	روم	قوم روم کے مغلوب ہونے کا قصہ۔ اور خدا کا لوگوں کی دلوں میں حق کیطرف سے پھر سکنے واسطے مہر لگانا اور ابراہیم کی پیروی کرنیکا حکم
۳۱	لقمان	حکیم لقمان کا قصہ اور آسمانوں کو خدا تعالیٰ کا بغیر ستونوں کے کھڑا کرنا اور لقمان کا نصیحت نامہ بیان کرنا اپنے بیٹے کو۔
۳۲	سجدہ	منکرین کو سجدہ کا اور باقی عذاب و ثواب اور بہشت و دوزخ کے حالات۔ خدا آسمان سے اتر کر زمین پر کام کرتا ہے اور پھر چڑھ جاتا ہے اور بھول جانا خدا کا۔
۳۳	احزاب	ان عورتوں کا حال جو نفس اپنا پیغمبر کو بخشدیں اور اس کی تشریح اور کفار کے لشکر سے عہد و پیمان کا بیان اور نوح موسیٰ ابراہیم وغیرہ کے قصہ جات۔
۳۴	سبا	خدا کا پاکٹ بک میں لوگوں کا حساب لکھنا۔ اور پہاڑوں کا باتیں کرنا داؤد کے ساتھ اور گیت گانا۔
۳۵	فاطر	کچھ ہدایت ہے اور فرشتوں کی دو دو تین تین اور چار چار پر کا بیان اور سورج اور چاند کا دن رات میں چلنے کا حال۔
۳۶	یٰسین	اسرافیل فرشتہ کا ذکر۔ اور اسکو کرنا (نرسنگا) پھونکنے کا حال جو قیامت کے روز پھونکیگا اور خدا کا قرآن کی قسم کھانا اور بہشت دوزخ کا بیان
۳۷	صافات	خدا کا فرشتوں کی قسم کھانا اور لوگوں کا قرآن کو کلام الٰہی نہ جاننے کا حال و الیاس پیغمبر کا قصہ۔ اور شیطان کا لوح محفوظ کی باتوں کے دیکھنے کیواسطے جانا اور خدا کا شہاب ثاقب مارنا۔
۳۸	ص	خدا کا قرآن کی قسم کھانا اور داؤد اور سلیمان کا ذکر۔ اور آدم و شیطان کی حکایت۔ اور خدا کا دونوں ہاتھوں سے آدم کا بنانا۔
۳۹	زمر	جو قرآن کو نہ مانے اور دلیل مانگے اس کیواسطے عذاب و سزا کا بیان یعنی گالی گلوچ۔ اور خدا کا جسکو چاہنا گمراہ کرنا۔ اور جسکو چاہنا راہ دکھانا اور بہشت کی زمین کا بیان۔
۴۰	مؤمن	مسلمانوں کی بابت عذاب دوزخ سے خوف اور خدا کے تخت کو فرشتوں کا اٹھانا اور خدا کا جلد حساب کرنا۔
۴۱	حم السجدۃ	خدا کا قرآن عربی میں ارسال کرنا واسطے ان کی جو عربی جانتے ہیں اور قوم ثمود کا ذکر اور موسیٰ اور محمد کی مدہتیں۔ اور خدا کے نزدیک کان اور ہاتھ اور آنکھ کا گواہی دینا۔
۴۲	شوریٰ	آسمانوں کا پھٹنے کا زمانہ قریب ہے اور قرآن عربی کا آنا اس واسطے ہے تاکہ لوگ محمد کی باتوں کو سمجھ سکیں اور فرشتے لوگوں کو قیامت سے خوف دیں
"	"	اور خدا کا پردہ کے پیچھے باتیں کرنا۔ اور محمد صاحب کا چالیس سال تک ایمان کا نہ جاننا کہا گیا ہے۔
۴۳	زخرف	قرآن عربی میں اسواسطے ہوا تاکہ جبکی بولی ہے وہ سمجھیں اور موسیٰ اور عیسیٰ کے قصوں کا خلاصہ اور خدا کا لوگوں کے ساتھ۔۔۔ بیجا ل بہشت۔۔۔ ہوں۔
۴۴	دخان	قیامت کے روز آسمان دھواں بن جاویگا۔ اس کا ذکر اور بنی اسرائیل اور فرعون کا ذکر۔
۴۵	جاثیہ	قیامت کے روز کی کارروائی کا ذکر اور اعمالناموں کا ملاحظہ کرنا اور فریقین کا پیش ہونا۔ بنی اسرائیل کا قصہ شارت اور حرف وحی کا ذکر۔
۴۶	احقاف	قوم عاد کا ذکر اور کچھ ماں باپ کی بابت نصیحتیں۔ عرب کے ڈاکوؤں ظالموں کیواسطے عربی قرآن کا نازل ہونا۔
۴۷	محمد	بہشت کا نقشہ اور حلیہ اور محمد صاحب کا حال اور انکی بابت (بقول محمدیاں) خدا تعالیٰ کا شہادت دینا۔
۴۸	فتح	محمد صاحب کی گناہ گاری کا حال اور جنگ کی فتح اور لوٹ کے مال کی تقسیم اور عرب قوموں کیساتھ بیعت کا بیان اور خواب کا جو خدا نے بتلائی تھی محمد کو وہ جھوٹی ہوئی۔ اور آیت اتری۔
۴۹	حجرات	محمد صاحب کی عزت کرنیکا بیان اور اسی طرح اور عزت والوں کا اور جہاد کرنیوالوں کی تعریف اور مبارکبادی۔
۵۰	ق	خدا قرآن کی قسم کھاتا ہے اور محمد کی پیغمبری کی قسم کھاتا ہے کہ میں نے دنیا کو چھ دن میں پیدا کیا ہے اور خدا نے یادداشت کیواسطے کتاب لکھی ہے تاکہ بھول نہ جاوے۔
۵۱	ذاریات	خدا ہواؤں کی قسم کھاتا ہے اور راہوں والے آسمان کی قسم کھاتا ہے اور ابراہیم کے مہمانوں کی کیفیت اور فرعون اور موسیٰ کی حکایت۔
۵۲	طور	خدا اس سورۃ میں کوہ طور کی اور کتاب قرآن کی اور کعبہ کی اور دریا کی قسم کھاتا ہے اور بہشت کا ذکر۔
۵۳	نجم	اس میں محمد صاحب کا (بسواری براق) آسمانوں پر جانیکا ذکر ہے اور خدا اسپر گواہی دیتا ہے تاکہ کسی طرح لوگ یقین کریں اور موسیٰ اور ثمود اور عاد کے قصہ جات ہیں۔
۵۴	قمر	چاند کی دو ٹکڑے ہونیکی سے معجزہ بازی اور حضرت لوط علیہ السلام کے اہل خانہ کی حکایت۔
۵۵	رحمٰن	اس میں جنات کا بیان اور بہشت کی دو باغوں کی توصیف اور یاقوت اور مرجان کی حوروں کا دلفریب اور ہوشربا واقعہ۔
۵۶	واقعہ	اس میں بہشت کی نہروں و میووں و مکانوں کا ذکر کیا گیا ہے اور اصلی قرآن کا کسی اور کتاب میں پوشیدہ ہونیکا بیان اور زمین اور پہاڑ ہلائے اور اڑائے جائیں گے۔
۵۷	حدید	نوح اور ابراہیم کے قصہ جات اور بہشت اور دوزخ میں کافروں اور مومنوں کی تقسیم درجات۔
۵۸	مجادلہ	حضرت محمد صاحب اور ایک عورت کا باہمی شکایت نامہ۔
۵۹	حشر	قیامت کے دن سے ڈرانا۔ اور مسلمانوں کو جنگ کیواسطے دلیری دینا۔
۶۰	ممتحنہ	کچھ مسلمان دین سے منکر کافروں (یعنی اپنے اصلی ایمان) کیطرف

مکتبہ ۔۔۔ تبلیغ ۔۔۔

نمبر	نام سورۃ	مضمون
"	"	چلے گئے تھے ان کو ڈرانے اور باقیوں کو آزمانے کی بابت
۶۱	صف	عیسیٰ اور موسیٰ کے واقعات کو مختصراً بیان کر کے صف بستہ اتفاق کی بابت تاکہ نفاق نہ ہو جائے۔
۶۲	جمعہ	یہودیوں سے موت مانگنے کا قصہ اور امیوں کے پاس امی پیغمبر کا آنا اور جمعہ کے دن کی بزرگی۔
۶۳	منافقون	منافق لوگوں کی بابت ہدایت اور ترغیب۔
۶۴	تغابن	روز غبن (یعنی قیامت) کا ذکر کر کے بہشت کی تحریص اور قدرت، نصیحت اور خدا کا لوگوں سے بذریعہ محمد صاحب کے قرض مانگنا۔ اور دگنا دینے کا قرار۔
۶۵	طلاق	عورتوں کی بابت طلاق دیدینے کا بیان اور سات زمینوں اور سات آسمانوں کا پیدا کرنا اور بہشت کا بیان۔
۶۶	تحریم	خاص محمد صاحب کی عورتوں کی بابت ہدایتیں اور انتظام۔ حضرت نے شہد اپنے پر حرام کر دیا تھا (جب نہ رہ سکے) یہ آیت پڑھی کہ کیوں حرام کرتا ہے جو اللہ نے حلال کیا۔
۶۷	ملک	سات آسمان اور جہنم اور جہنمیوں کا ذکر کر کے قدرت کی نصیحت اور خدا کا آسمانوں میں ہونا۔ اور شیطانوں کو شہاب ثاقب مارنا جو [illegible] سنتے ہیں۔
۶۸	قلم	خدا قلم کی قسم کھاتا ہے اور ایک باغ والے کا قصہ اور خدا کا اپنی پنڈلی قیامت کے روز دکھانا اور مکر کرنا۔
۶۹	حاقہ	خدا کا تخت فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے اور اس پر خدا براجمان ہے اور قیامت کا ذکر اور دوزخ کا ڈراؤ۔
۷۰	معارج	قیامت کا ذکر اور اس کی میعاد کہ پچاس ہزار سال تک رہیگی خدا کا زینہ لگانا اور فرشتوں کا اوپر سے نیچے اترنا۔
۷۱	نوح	نوح کا قصہ ہے۔
۷۲	جن	محمد صاحب کا قرآن پڑھنا اور جنوں بھوتوں کا فریفتہ اور مسلمان ہو جانا اور خدا کا قرآن کی آیتوں کو دو کی کے ساتھ بحفاظت چوکیداران کے ارسال کرنا۔
۷۳	مزمل	قرآن کے پڑھنے کی بابت ہدایات اور دوزخ اور قیامت کا ذکر بحوالہ ذکر فرعون کے۔
۷۴	مدثر	ذکر انیس فرشتوں کا جو دوزخ کے موکل ہیں۔
۷۵	قیامت	خدا قیامت کی قسم کھاتا ہے۔
۷۶	دھر	زمانہ اور ایک آدمی کی حالت کا ذکر اور قرآن خوانی اور بہشت کا ذکر۔
۷۷	مرسلات	خدا ان ہواؤں کی قسم کھاتا ہے جو بھیجی گئی ہیں۔
۷۸	النبا	اس میں بھی ذکر زمین اور آسمان کا کر کے علم لدنی سے بیان کیا جاتا ہے کہ زمین بچھونا ہے اور پہاڑ میخیں ہیں اور سات آسمان اور ان کے دروازوں کا بیان ہے۔
۷۹	نازعات	فرشتوں کے باہمی جھگڑے اور عروج کا ذکر ہے اور موسیٰ اور جنگل طویٰ کا ذکر ہے۔
۸۰	عبس	نابینا جو محمد صاحب کے پاس آیا اور انہوں نے اسے مکروہ سمجھا اسکا قصہ ہے۔
۸۱	تکویر	یہاں بہشتوں کا [illegible] طوفان اٹھانا ہے۔

نمبر	نام سورۃ	مضمون
۸۲	انفطار	آسمان کے پھٹنے کی بابت اور قیامت کے ظہور کا ذکر اور کراماً کاتبین دو فرشتوں کا مقرر ہونا آدمی کے اعمال لکھنے کیواسطے۔
۸۳	تطفیف	کم تولنے کی بابت ذکر ہے اور بہشت میں شراب نوشی کی بابت خوشخبری اور باغ کا بیان۔
۸۴	انشقاق	اسمیں بھی آسمان کے پھٹنے اور فرشتوں کا زور و شور سے بیان ہے۔
۸۵	بروج	اس میں خدا آسمان کے برجوں کی قسم کھاتا ہے۔
۸۶	طارق	زمین کی قسم اور آدمی کی پیدائش باپ کی پشت سے بیان کی ہے اور خدا کا مکر کرنا۔
۸۷	اعلیٰ	پرانے صحیفوں کا حوالہ دیکر خدا کی بزرگی کا ذکر ہے۔
۸۸	غاشیہ	اس میں قیامت کا ذکر ہے۔ اور بہشت تخت ہیں۔
۸۹	فجر	خدا فجر کے وقت کی قسم کھاتا ہے اور جفت و طاق کی بھی قسم کھاتا ہے اور خدا کا آنا فرشتوں کی صف باندھکر اور فرعون و ثمود کا قصہ۔
۹۰	بلد	خدا بلد یعنی شہر مکہ کی قسم کھاتا ہے۔
۹۱	شمس	خدا سورج اور چاند اور دن کی قسم کھاتا ہے۔
۹۲	لیل	خدا رات کی قسم کھاتا ہے۔
۹۳	ضحیٰ	خدا دن چڑھے وقت کی قسم کھاتا ہے۔
۹۴	انشراح	خدا محمد صاحب کو حوصلہ دیتا ہے تاکہ گھبرا دے نہیں۔
۹۵	تین	خدا انجیر کے درخت اور زیتون کے درخت کی اور طور اور سینا پہاڑوں کی قسمیں کھاتا ہے۔
۹۶	علق	خدا بیان کرتا ہے کہ آدمی کی پیدائش خون سے ہے اور اکثر مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ یہ سورۃ سب سے پہلے خدا نے آسمان سے نازل کی ہے۔
۹۷	قدر	شب قدر کی رات کا ذکر ہے کہ اس رات کو فرشتے اور روح اترتے ہیں۔
۹۸	بینہ	قرآن و نماز و زکوۃ کی بابت ذکر ہے۔
۹۹	الزلزال	زلزلہ کی بابت اور زمین کا باتیں کرنا۔
۱۰۰	عدیات	خدا گھوڑوں کی قسم کھاتا ہے۔
۱۰۱	قارعہ	قیامت کی بابت۔
۱۰۲	تکاثر	طمع کی بابت نصیحت ہے۔
۱۰۳	عصر	خدا زمانہ کی قسم اٹھاتا ہے۔
۱۰۴	ہمزہ	عیب پکڑنے کی ممانعت ہے تاکہ کوئی الحطمہ میں نہ گرے۔
۱۰۵	فیل	فیلوں اور ابابیلوں کا قصہ درج ہے۔
۱۰۶	قریش	خاص قوم قریش کی بابت (جسمیں کہ محمد صاحب پیدا ہوئے تھے) ذکر ہے۔
۱۰۷	ماعون	برتنے کی چیزوں کا استعمال کرنیکا بیان۔
۱۰۸	کوثر	حوض کوثر کی بابت ہے (یہ حوض کہتے ہیں کہ آسمانوں کے اوپر جنت میں ہے) اس حوض میں بیٹھ کر محمد صاحب شہیدوں کو پانی پلائیں گے۔
۱۰۹	کافرون	کافروں کا سوال و جواب جنہوں نے ابھی پیغمبری پر ایمان نہ لایا۔
۱۱۰	نصر	مسلمانوں کی دل دہی [illegible] کا ذکر۔
۱۱۱	لہب	مسمی ابی لہب (جو کہ محمد صاحب کا بڑا سخت مخالف تھا) کی بابت خدا صاحب اور محمد صاحب کا بددعا اور گالیاں دینا۔
۱۱۲	اخلاص	خدا کی تعریف ہے۔
۱۱۳	فلق	دعا ہے اور شرارت سے پناہ مانگی ہے۔
۱۱۴	الناس	آدمی دعا اور شیطان سے بچنے کیواسطے خدا سے پناہ مانگی گئی ہے۔

خلاصہ تعلیم قرآن

نمبر شمار	تعداد سورۃ	قسم مضمون وقصہ جات	تعداد آیت
۱	۴۰	قصہ جات گذشتہ پیغمبروں و بادشاہوں کی بابت	۱۰۰۰
۲	۱۶	لوٹ گھسوٹ ڈاکہ زنی جنگ و جہاد و جانور کشی وغیرہ	۱۱۵۰
۳	۲۰	بد دعاؤں اور دوزخ اور قیامت کی بابت اور کعبہ پرستی وغیرہ۔	۲۰۶۶
۴	۱۵	بابت قسموں سوگندوں کی جو خدائے محمدیان بار بار کھاتا ہے وغیرہ۔	۲۰۰
۵	۱۴	بابت عورتوں کی اور حضرت محمد صاحب کی خانگی امورات	۵۰۰
۶	۵	بابت بہشت اور حوروں اور غلمانوں اور نہروں اور مکانوں کے وعدے جو پیغمبر اور جہادی مومنوں سے کئے گئے ہیں۔	۱۶۵۰
۷	۴ ۱/۲	بابت دعا اور عبادت الٰہی کے۔	۱۰۰
		میزان	۶۶۶۶

ایسی فوٹوگراف کو ہم انصاف کی نگاہ سے مطالعہ میں لاوینگے پھر شک نہیں کہ وہی اسکی اصلیت کو پاوینگے۔ اب تھوڑا سا اسکی قسموں کی لیچڑ چھاڑ کا بھی اظہار کرتا ہوں کہ ان سے کس قدر معقولیت آشکارا ہو رہی ہے۔

سورۃ الفجر۔ والفجر ولیال عشر والشفع والوتر والیل اذا یسر هل فی ذالک قسم لذی حجر ٥

سورۃ البلد۔ لا اقسم بهذا البلد وانت حل بهذا البلد ووالد وما ولد ٥ لقد خلقنا الانسان فی کبد ٥

سورۃ الشمس۔ والشمس وضحها والقمر اذا تلها والنهار اذا جلها والیل اذا یغشها والسماء وما بنها والارض وما طحها ونفس وما سوها فالهمها فجورها وتقوها۔

سورۃ الیل۔ والیل اذا یغشی والنهار اذا تجلی وما خلق الذکر والانثی ٥ ان سعیکم لشتی ٥

سورۃ الضحی۔ والضحی والیل اذا سجی ٥ ما ودعک ربک وما قلی ٥ وللاخرة خیر لک من الاولی ولسوف یعطیک ربک فترضی الم یجدک یتیما فاوی ووجدک ضالا فهدی ووجدک عائلا فاغنی فاما الیتیم فلا تقهر واما السائل فلا تنهر ٥

سورۃ التین والتین والزیتون وطور سینین ٥ وهذا البلد الامین ٥ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ثم رددنه اسفل سافلین ٥

سورۃ الطور۔ والطور وکتب مسطور فی رق منشور ٥ والبیت المعمور ٥ والسقف المرفوع ٥ والبحر المسجور ٥ ان عذاب ربک لواقع ٥

سورۃ العدیت۔ والعدیت ضبحا فالموریت قدحا ٥ فالمغیرات صبحا ٥ فاثرن به نقعا۔ فوسطن به جمعا ٥ ان الانسان لربه لکنود ٥ وانه علی ذالک لشهید ٥ وانه لحب الخیر لشدید ٥ افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور ٥ وحصل ما فی الصدور ٥ ان ربهم بهم یومئذ لخبیر ٥

سورۃ القریش۔ لایلف قریش ٥ الفهم رحلة الشتاء والصیف فلیعبدوا رب هذا البیت ٥ الذی اطعمهم من جوع وامنهم من خوف ٥

سورۃ الکوثر۔ انا اعطینک الکوثر فصل لربک وانحر ٥ ان شانئک هو الابتر ٥

سورۃ الکفرون قل یایها الکفرون ٥ لا اعبد ما تعبدون ٥ ولا انتم عبدون ما اعبد ٥ ولا انا عابد ما عبدتم ٥ ولا انتم عبدون ما اعبد ٥ لکم دینکم ولی دین ٥

سورۃ اللهب۔ تبت یدا ابی لهب وتب ٥ وما اغنی عنه ماله وما کسب ٥ سیصلی نارا ذات لهب ٥ وامراته حمالة الحطب ٥ فی جیدها حبل من مسد ٥

سورۃ المرسلت۔ والمرسلات عرفا ٥ فالعصفت عصفا۔ والنشرات نشرا۔ فالفرقت فرقا۔ فالملقیت ذکرا ٥ عذرا او نذرا ٥ انما توعدون لواقع ٥

ترجمہ بموجب حضرت شاہ ولی اللہ

سورۃ الفجر۔ قسم ہے مجھ کو صبح اور دہ گانہ راتوں کی۔ اور قسم ہے مجھ کو جفت اور طاق کی اور قسم ہے رات کی جب روانہ ہووے آیا اس مقدمہ میں گواہی معتبر ہے عقلمند کو۔

سورۃ البلد۔ میں قسم کھاتا ہوں شہر مکہ کی۔ اور تو حلال ہو جاویگا اس شہر میں۔ اور قسم کھاتا ہوں جننے والی کی اور جو جنا ہے۔ اسکی تحقیق پیدا کیا ہے آدمی کو بیچ مشقت میں۔

سورۃ الشمس۔ قسم ہے آفتاب کی اور اسکی روشنی کی اور قسم ہے اس چاند کی جو بعد آفتاب کے نکلتا ہے اور قسم اس دن کی ہے جب آفتاب کو ظاہر کرتا ہے اور قسم رات کی جو آفتاب کو چھپاتی ہے۔ اور قسم آسمان اور اس کے بنانیوالے کی اور قسم زمین کی اور خدا کی اس کی درستی کرنیکی۔ اور قسم آدمی کے نفس کی اور خدا کے درست کرنیکی۔ اور قسم اس کے دل میں تقویٰ اور گناہ ڈالنے کی۔

سورۃ الیل قسم رات کی جو چھپاتی ہے۔ اور قسم دن کی جو ظاہر کرتا ہے۔ اور خدا جس نے نر و مادہ کو پیدا کیا۔ اس وجہ سے کہ تمہاری سعی مختلف ہے۔

سورۃ الضحیٰ۔ قسم روز چڑھے کہ کہانیکے وقت کی اور قسم ہے رات کی جو چھپاتی ہے تجھکو نہ چھوڑا تیرے پروردگار نے اور تیری آخرت تحقیقاً دنیا سے بہتر ہوگی اور البتہ نعمت دیویگا تیرا پروردگار۔ تو خوشنود ہو جاویگا۔ تجھ کو یتیم دیکھا جگہ دی اور گمراہ دیکھا رستہ دکھلایا۔ تنگدست دیکھا تونگر کیا۔ پس جو یتیم ہو پس مت قہر کر اور جو مانگنے والا ہو پس مت ڈانٹے۔

سورۃ التین۔ قسم ہے انجیر کے درخت اور زیتون کے درخت کی اور قسم ہے سینا کی پہاڑ کی اور قسم ہے اس شہر (مکہ) امن والے کی۔ ہر آئینہ بیچ آدمی کو پیدا کیا ہے اچھی صورت میں۔

سورۃ الطور قسم ہے کوہ طور کی۔ اور قسم کتاب لکھی ہوئی کی کشادہ کاغذ میں اور قسم ہے بنے ہوئے گھر کی۔ اور قسم بلند چھت کی۔ اور قسم بھری ہوئی دریا کی تحقیقاً تیرے پروردگار کا عذاب ہونے والا ہے

حاشیہ۔ غیاث اللغات سوئے ق۔ قرآن بالضم و مد الف (باعتقاد محمدیان) کلام اللہ است و آن صد و چہاردہ سورۃ و شش ہزار و شش صد و شصت و شش آیت و یانصد و پنجاہ رکوع و منجملہ آیات مذکورہ بموجب آیت جار اللہ زمخشری صاحب کشاف یکہزار آیت قصص است و یکہزار امثال و دو عدہ یکہزار و وعید یکہزار و درم یکہزار و وعدہ نہی یکہزار و لعدہ پانصد حلال و حرمت (حرام) ایکصد عبادات و شصت و شش ناسخ و منسوخ و لفظ قرآن مصدر است بمعنے خواندن کہ مستعمل شدہ بمعنے مفعول۔

کے کہاں سے نفرت کرتے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ خدا کے پیدا کئے ہوئے اور خدائے آسمانی کو ان چیزوں کے بنانے سے کیوں بکراہیت نہ آئی۔ ایسی ہی بہت سی باتیں جو برخلاف عقل و حکمت و شائستگی کے ہیں لوگ غلط سمجھ کر خود بخود چھوڑتے جاتے ہیں۔ دیکھو ختنہ یعنی سنت کا مسئلہ ابراہیم نے قائم کیا۔ عیسائی لوگ جو ابراہیم کی نبوت کے قائل ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ ختنہ کا حکم ابراہیم کو خدا سے ملا تھا اور احکام ایزدی کے تنسیخ کے بھی قائل نہیں ہیں مگر تاہم انہوں نے بمقتضائے ننگ و عار انسانیت کے اس مسئلہ کو چھوڑ دیا اور دیکھو دیوں کا خط باب ۲ آیت ۲۶ سے ۲۹ اور باب ۳ کی پہلی آیت۔ لیکن عرب کے جنگلی لوگوں میں یہ تو ہر قائم ہے یہاں تک کہ عورتوں کا بھی ختنہ کرتے ہیں اور اسکو سنت سارہ بتلاتے ہیں۔ معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ (مطبوعہ مطبع نولکشور ۱۸۷۵ء کے صفحہ ۱۳۱ سطر ۲ تا ۱۰ رکن اول باب فصل ۱۱ میں اسطرح مذکور ہے (سارہ) از غایت قلق و اضطراب سوگند یاد کرد کہ عضوے از اعضائے ہاجرہ را قطع کند و تغیر خلق او نماید۔ ہاجرہ یعنی راوستہ از سارہ بگریخت و در زاویہ متواری شد۔ ابراہیم از سارہ شفاعت نمودہ التماس کرد کہ تا خاطر از کدورت او صافی کند و برائے تحلۃ القسم نرمہائے گوش ہاجرہ را سوراخ کند و از اندام نہانی او چیزے قطع نماید و سارہ بقول ابراہیم عمل نمود و ایں سنت در میان زنان باقی گذاشت۔ اور لغات میں لکھا ہے۔

ختان بالکسر سر فرج بریدن در وقت ختنہ کردن از کشف ردیف خ صفحہ ۳۰۷ ختانہ سر فرج بریدن آنقدر کہ سنت باشد (از کشف ردیف خ صفحہ ۳۷۵)

اے ناظرین! دیکھنا چاہیئے کہ کتنی شرم کی بات ہے اور اسمیں کس قدر خرافات بھرا ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے اگرچہ طوعاً و کرہاً مردوں کا ختنہ جور و ستم سے مان لیا ہے مگر عورتوں کے ختنہ کو مارے شرم کے تاہنوز نہیں مانا اور مانتے کس طرح کیونکہ ایک عربی کی مثال ہے **الحیاء من الایمان** حیاداری ایمان ہے حیا کے چلے جانے سے ایمان بھی کوچ کر جاتا ہے۔ ہمارے ایک فاضل مہربان نے ہمیں اطلاع دی۔ کہ ملتان اور بہاولپور کی طرف ختنہ زنان بدستور جاری ہے اور علی العموم شب زفاف کو اس سنت کی باری ہے یعنی مومنات ختنہ پاتی ہیں۔ اور مقابل مختنوں کے خاتون بنائی جاتی ہیں۔

خطبات مرزا

مرزا کیوں مبتلا ہے قرآں کا — تجھ کو سودا ہوا ہے قرآں کا
تو اسی پر گھمنڈ کرتا تھا — دیکھ تو لکھا ہے قرآں کا
مکر کرتا ہے اور فریب و دغا — خوب جعلی ہے خدا قرآں کا
خادع و ماکر و مضل نازل — واہ کیا کبریا ہے قرآں کا
آسمان سقف دکوہ میخ زمیں — فلسفہ کھل گیا ہے قرآں کا
فانی اشیاء کی کھائی ہیں قسمیں — اعتبار اٹھ گیا ہے قرآں کا
آدم و کعبہ سجدہ گاہ کئے — شرک یہ برملا ہے قرآں کا
ہیم جاں۔ طمع مال غارت کی — یہی دام بلا ہے قرآں کا
پھنس گئے اسمیں وحشیان عرب — سخت جور و جفا ہے قرآں کا
چھن گئی قتل عام کی تلوار — زور مارا گیا ہے قرآں کا
اب تو ہے عدل و امن قیصر ہند — ترک کرنا روا ہے قرآں کا
دین گبر و یہود سے ابلیس — خالق خیر بنا ہے قرآں کا
خوف شر سے اسی کے خالق خیر — عرش پر جا بسا ہے قرآں کا
اس کے حملوں پہ روز تیر شہاب — وہ خدا مارتا ہے قرآں کا
دیکھو خناس کی شرارت پر — خاتمہ کر دیا ہے قرآں کا

وہم سے نکل اے غلام احمد — کیوں بھروسا رکھا ہے قرآں کا
اب قرآں کوئی دم کا مہماں ہے — خاتمہ ہو چلا ہے قرآں کا

سوامی جی کی نسبت مرزا صاحب کے اعتراضوں کا جواب وغیرہ

براہین احمدیہ صفحہ ۵۳۱ سے ۵۳۷ تک

قولہ۔ میں ڈرتا ہوں کہ آپ لوگوں کا ایسا انجام نہ ہو جیسا کہ پنڈت دیانند آریوں کے سرگروہ کا انجام ہوا۔ کیونکہ اس احقر نے انکو ان کی وفات سے ایک مدت پہلے راہ راست کی طرف دعوت کی اور آخرت کی رسوائی یاد دلائی۔ اور ان کے مذہب اور اعتقاد کا سراسر باطل ہونا براہین قطعیہ سے ان پر ظاہر کیا۔ اور نہایت عمدہ اور کامل دلائل سے بادب تمام ان پر ثابت کیا گیا کہ دہریوں سے بعد تمام دنیا میں آریوں سے بدتر اور کوئی مذہب نہیں۔

اقول۔ جیسا سوامی جی کا انجام ہوا وہ ایک عالم پر روشن ہے۔ ہزاروں لاکھوں کو مسلمان عیسائی ہونے سے بچایا اور وید کا بھاش کرکے ایک عالم کو راہ راست دکھلایا بت پرستی و مخلوق پرستی و پیر پرستی و کعبہ پرستی کی مہلک بیماریوں سے بذریعہ ادویئے اپدیش وگیان مریضان آریہ ورت کو شفا دی۔ یوگان کی آہ وزاری کو وید کی تسلی بخش ہدایت سے دور کرکے ست دھرم کا پرکاش کیا۔ نفاق پسند ہندوستان کو اتفاق سے آریہ ورت بنایا۔ قرآنی کرانی مذہبوں کے سفارشی ڈھکوسلوں سے آریہ ورت کی روحوں کو بچایا۔ ع

گل سنت سوامی در چشم دشمنان خار ست

مرزا صاحب! جب آپ خود گمراہ ہیں تو اور لوگوں خصوصاً سوامی جی کو جو ابر رحمت یزدان اور دریائے علم و عرفان تھے۔ کیا ہدایت کر سکتے تھے۔ ع ایں گزاف ست با خورشید لاف

یوم شوم۔ آخرت والے فقرے کا جواب میرے پاس اور کچھ نہیں۔ مگر صرف یہ کہ جھوٹھ بولنے کے عوض تم خود رسوا ہو گئے۔ ان کے مقابلہ سے دُم دبائے رہے روبرو آنے سے بلحم میں منہ چھپاتے رہے اور اب باتیں بناتے ہو خدا سے شرماؤ اور جھوٹھ کہنے سے باز آؤ۔ آپ کا قرآنی خدا خود دہریہ ہے جو سورۃ العصر میں زمانہ کے تصدق جاتا اور اس کی قسمیں کھاتا ہے۔ حدیث مشکات و بخاری میں محمد صاحب کی زبانی منقول ہے **ولا تقولوا اخیبۃ الدھر فان اللہ ھو الدھر۔ ترجمہ** "اور نہ کہو نا امیدی زمانہ کی اس لئے کہ تحقیق اللہ وہی ہے زمانہ" حدیث نبوی اور قرآن دونوں سے ہر طرح ظاہر ہے کہ دہریوں اور محمدیوں میں ذرہ تفاوت نہیں بلکہ روحانی رفاقت کیونکہ زمانہ ہی انکا خدا ہے اور دہریہ ہی انکا کبریا۔ پس دہریت اور اسلام باہمی توام ہیں جسمیں کسی کو کلام نہیں۔

آریوں سے زیادہ خیر خواہ آپکا نا معلوم ہے کہ خدا جانے آپکے سینہ پر کینہ میں غم و الم کا کیوں ہجوم ہے۔ حضرت اقطع النظر منبع علیہ الرحمۃ و برکتہ کہ ہم آپکے مخالف نہیں بلکہ آپ کی بہتری کے طالب ہیں۔ تاکہ آپ سیدھی راہ پر آویں اور جہالت سے نجات پاویں۔ دہریہ تو عدم ثبوت کے سبب لاچار ہیں۔ مگر آپ مانکر بھی جہالت میں گرفتار ہیں۔ خدا کو عرش پر محدود مانتے ہو اور ہر جگہ اسے موجود نہیں جانتے۔ قتل و خونریزی کو زینت ایمان گردانا ہے اور سفارش و شفاعت کو اس کے حضور جائز جانا ہے جہان کو گمراہ کرنیوالا اسے ٹھہرایا ہے اور ضلالت کا بانی جانی اسے بنایا۔ پس دہریوں سے تمہیں کوئی فضیلت نہیں بلکہ ہر طرح رذیلت ہے ان کا نہ سمجھنے کے سبب انکار ہے اور آپ سمجھ کر جہالت میں گرفتار ہو ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

قولہ۔ کیونکہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی سخت درجہ تحقیر کرتے ہیں کہ اس کو خالق و رب العالمین نہیں سمجھتے اور تمام عالم کو یہاں تک کہ ذرہ ذرہ کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ اور صفت قدامت اور ہستی حقیقی میں اس کے برابر سمجھتے ہیں۔

اقول - خداتعالیٰ کی تحقیر تو قرآن کرتا ہے جو کہتا ہے - سورۃ **آل عمران** میں مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین ترجمہ مکر کیا انہوں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ بڑا مکار ہے - سورۃ **انفال** میں ہے - یمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین - ترجمہ - مکر کرتے تھے وہ اور مکر کرتا تھا اللہ اور اللہ بڑا مکر کرنے والا ہے سورۃ **بقر** میں ہے - اللہ یستہزئ بہم ویمدہم فی طغیانہم - ترجمہ اللہ ہنسی کرتا ہے اُن سے اور بڑھاتا ہے اُن کو سرکشی میں - سورۃ **الدہر** میں ہے وانا نخاف من ربنا یوما عبوسا ترجمہ - ڈرتے ہیں ہم پروردگار اپنے سے اُس دن کہ جس دن مُنہ بنانے والا ہوگا - سورۃ **اعراف** میں ہے افامنوا مکر اللہ ترجمہ پس بخوف ہو گئے خدا کے مکر سے سورۃ **ابراہیم** میں ہے فللہ المکر جمیعا - ترجمہ - واسطے اللہ کے ہے مکر تمام سورۃ **اعراف** میں ہے واملی لہم ان کیدی متین ترجمہ - فرصت دونگا اُن کو بلاشبہ میرا مکر مضبوط ہے - سورۃ **یونس** میں ہے اللہ اسرع مکرا ترجمہ - اللہ بہت جلد مکر کرنے والا ہے سورۃ **بقر** میں ہے یخادعون اللہ والذین آمنوا ترجمہ فریب دیتے ہیں اللہ کو اور لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں سورۃ **یوسف** میں ہے کذالک کدنا لیوسف - ترجمہ اسی طرح ہم نے مکر کیا یوسف کے لئے -

مرزا صاحب! ہم تو اُس کو سب خداوندی کی صفتوں سے موصوف اور قدیم مانتے ہیں تمام دنیا کا خالق ورب العالمین جانتے ہیں - مگر قرآن کی طرح بہت سے خالق نہیں بھانتے اور نہ خدا کو احسن الخالقین یعنے خالقوں میں سے اچھا گردانتے ہیں - ہم ذرہ ذرہ کو اُس کے تابع فرمان سمجھتے ہیں اور کسی چیز کو اُس کے حکم سے باہر (جیسا کہ قرآن شیطان کو جانتا ہے) یا روگردان یا اُس کے قبضہ قدرت سے دور نہیں ٹھہراتے اور قدیم زمانہ سے سب چیزوں کو احاطہ قدرت قدیم میں بتلاتے ہیں اور دلائل معقول سے شہادت لاتے ہیں -

قولہ - اگر اُن کو کہو کیا تمہارا پرمیشور کوئی روح پیدا کر سکتا ہے - یا کوئی ذرہ جسم کا وجود میں لاسکتا ہے - یا ایسا ہی کوئی اور زمین و آسمان بھی بنا سکتا ہے یا کسی اپنے عاشق صادق کو نجات ابدی دے سکتا ہے - اور بار بار کی تناسخ کی بلا سے بچا سکتا ہے یا کسی اپنے محب خالص کی توجہ قبول کر سکتا ہے - تو ان سب کا یہی جواب ہے کہ ہرگز نہیں -

اقول - روح اور ذرہ کی پیدائش کی بابت ہم شروع میں جواب دے چکے ہیں مگر صرف یک فقرہ یہاں لکھتے ہیں کہ نیا پیدا کرنا ایک تو خدا کے گھر میں کمی کا الزام ہے دوم وہ محتاج ثابت ہوتا ہے جس طرح وہ جاہل نہیں ہو سکتا - بندہ نہیں بن سکتا - بھولتا نہیں وغیرہ اسی طرح اُس کے گھر میں نیستی وناداری نہیں ہے اور نہ روحوں اور ذروں کی کمی ہے - پس موجودگی میں پیدا کرنا یا پیدا کرنے کی خواہش فعل عبث سے زیادہ نہیں ہے - ہاں پیدا کرنے کے معنے اگر یہ لو کر ظاہر کرنا تو بیشک - روحوں اور ذروں کو جو اُس کے پاس موجود ہیں انادی زمانہ سے مختلف قالبوں میں ظاہر کرتا ہے اور کر سکتا ہے - اور آسمان وزمین کا پیدا کرنا یہ آسمان لفظ تو فضول ہے مگر زمین کا پیدا کرنا اگر حاجت پڑے تو پیدا کر سکتا ہے مگر حاجت معدوم ہاں سلسلہ انادی سے جیوؤں کی حاجت کے مطابق سرشٹی ناتا سے پیدا کرتا ہے - خدا کوئی محل نشین معشوقہ نہیں ہے جس کے لوگ عاشق ہوں اور نہ اسماء پر ملاقات کرنے کو زینہ لگا کر جاویں - البتہ وہ سب کا مالک وسوامی ہے - اُس کی عبادت ضروری ہے - اُس کے بھگت اُس سے ناواجبی درخواست نہیں کرتے اور نہ بیہودہ عذر دھرتے ہیں - بھگتوں سنتوں - رشیوں کو پرماتما کی شرنا گت ہونے سے بُری جونوں میں نہیں جانا پڑتا - مگر زانیوں - بدچلنوں - بدمعاشوں - گوشت خوروں - شرابیوں وغیرہ گنہگاروں کو ان بُری جونوں میں جانا چاہئے نہ کہ مہاتماؤں کو - تو یہ صرف دھوکہ دہی ہے پس آپ کا تمام اعتراض والزام صرف وسواس خام ہے -

قولہ - مگر افسوس کہ پنڈت صاحب نے اِس نہایت ذلیل اعتقاد سے دست کشی اختیار نہ کی اور اپنے تمام بزرگوں اور اوتاروں وغیرہ کی اہانت اور ذلت جائز رکھی مگر اس ناپاک اعتقاد کو نہ چھوڑا اور مرتے دم تک اُن کا یہی ظن رہا - کہ گو کیسا ہی اوتار ہو رام چندر ہو کرشن ہو یا خود وہی ہو جس پر وید نازل ہوا تھا - پرمیشور کو ہرگز منظور ہی نہیں کہ اُس پر دائمی فضل کرے بلکہ وہ اوتار بنا کر پھر بھی اُنہیں کو کیڑے مکوڑے بناتا ہی رہے گا -

اقول - میں آپ کے نہایت ہی ذلیل اعتقاد اور اہانت وذلت اور ناپاک بنیاد کا کچھ جواب نہیں دیتا - ناظرین خود ہی آپ کی اصالت جان لیں گے - پرماتما دانائے کل ہے اُس کا کوئی کام گیان وکاملیت سے خالی نہیں - اُس کی کوئی صفت دوسری صفت کی متضاد نہیں - اور سب صفتوں کا باہمی کامل تعلق ہے عدالت وصداقت کے حضور سفارش وخود غرضی کا آنا سراپا محال ہے اور کوئی منصف مزاج منظور نہیں کر سکتا - مگر رشوت خور - پس بیفائدہ فضل یا بلا سبب رحمت یا بے اندازہ عدالت یا اسیطرح قہر ورحمت وظلم غرضیکہ یہ تمام کام سوائے کسی نافہم ومحفوظ الحواس کے صحیح العقل سے ظہور پذیر نہیں ہو سکتے کرشن جی مہاراج خود فرماتے ہیں -

बहूनि मे व्यतीतानि जन्मानि तव चार्जुन ।
तान्यहं वेद सर्वाणि न त्वं वेत्थ परंतप ॥ अ० ४।५

"اے ارجن میرے اور تیرے جنم بہت سے گزر چکے ہیں - مگر ان سب جنموں کی کیفیت کی مجھ کو یادداشت (بہ سبب یوگی ہونے کے) ہے - لیکن تجھ کو نہیں ہے" ایسے ہی خود رامچندر جی مہاراج بالمیکی رامائن وغیرہ میں بھی جنموں کے پانے کا اقبال کرتے ہیں پس وہ مہاتما تھے اور ہمیشہ ایسے مہاتما جگت اپکار کے واسطے جنم لیتے ہیں - بُری جونوں میں نہیں جاتے یہ آپکا وسواس شیطانی سراپا نادانی ہے - ہاں یہی اعتراض اسلامی بزرگوں کی نسبت عاید ہے شیخ سعدی کہتا ہے ؎

پسر نوح بابدان بنشست	خاندان نبوتش گم شد -
بابداں یار گشت ہمسر لوط	خاندان نبوتش گم شد -
سگ اصحاب کہف روزے چند	پے نیکاں گرفت مردم شد -

مُفصل حال اِس کا قرآن اور توریت میں موجود ہے اور ہر ایک غیر متعصب کے لئے باعث نصیحت - آپ جھوٹ بولنے سے اجتناب فرماویں - کسی آریہ کا آپ کے مطابق اعتقاد نہیں ہے - مگر بموجب فرمان وید مقدس کے -

قولہ - وہ ایسا سخت دل ہے کہ عشق اور محبت کا اُس کو ذرا پاس نہیں اور ایسا ضعیف ہے کہ اُسمیں خود بخود بنانے کی ذرا طاقت نہیں یہ پنڈت صاحب کا خوش عقیدہ تھا -

اقول - مرزا صاحب آپکا خدا بیشک ایسا ہی تھا ہے اور اسی طرح کا جبار وہ ایسا ہی سخت دل ہے - اور مخلوق کا قاتل - دیکھو قرآن کی سورۃ لہب تمام - اور سورۃ توبہ کی یہ آیت یا ایہا الذین آمنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظۃ ترجمہ اے مسلمانو لڑو وقتال کرو اُن لوگوں سے کہ پاس تمہارے ہیں کافروں میں سے اور چاہئیے کہ پاویں بیچ تمہارے سختی - اور سورۃ **انفال** کی یہ آیت یا ایہا النبی حرض المؤمنین علی القتال ترجمہ یعنی اے نبی شوق دلا مسلمانوں کو قتال کا - اور سورۃ توبہ کی یہ آیتیں - واللہ لا یہدی القوم الکفرین - واللہ لا یہدی القوم الفسقین - ترجمہ - اور خدا نہیں ہدایت دیتا کافروں کی قوم کو - اور اللہ نہیں دیتا فاسقوں کی قوم کو -

بیشک مسلمانوں کے خدا کو عشق اور محبت کا ذرا پاس نہیں - ایوب کا خانہ خراب کیا شیطان کے اغوا سے - ذکریا کے سر پر آرہ چلایا - ابلیس کے ارشاد سے - محمد صاحب کے دو دانت شہید کر کے سلو خاک میں دفنائے خواجہ حارث کے ورغلانے سے - غرضیکہ

توجہ نہ کی۔ یہاں تک کہ جس دنیا سے انہوں نے پیار کیا۔ اور ربط بڑھایا۔ آخر بصد حسرت اُس کو چھوڑ کر اور تمام موہوم دینار سے بہ مجبوری جدا ہو کر اس دار الفنا سے کوچ کر گئے۔ اور بہت سے غفلت اور ضلالت اور کفر کے پہاڑ اپنے سر پر لے گئے۔

اقول۔ وہ تو فقیر تھے اُن کی نسبت تو ان باتوں سے ایک بھی مورد نہیں ہو سکتی اور نہ ہی دنیا سے اُن کا پیار تھا اور نہ درم و دینار سے۔ وہ تو لوگوں کو غفلت اور ظلمت اور ضلالت اور کفر سے نکال کر صداقت۔ حقیقت۔ وحدانیت۔ معقولیت کی طرف رجوع کرا گئے اور صدہا احمدیوں کو تعصب و خونریزی۔ شرک و جہالت سے بچا گئے۔ باقی گالیوں کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔

قولہ۔ اور اُن کے سفر آخرت کی خبر بھی کہ جو اُس کو تیس اکتوبر ۱۸۸۳ء میں پیش آیا تخمیناً تین ماہ پہلے خداوند کریم نے اس عاجز کو دیدی تھی۔ چنانچہ یہ خبر بعض آریہ کو بھی بتلائی گئی تھی۔ خیر یہ سفر تو ہر ایک کو درپیش ہی ہے اور کوئی آگے اور کوئی پیچھے۔ اس مسافر خانہ کو چھوڑنے والا ہے۔ مگر یہ افسوس ایک بڑا افسوس ہے کہ پنڈت صاحب کو خدا نے ایسا موقعہ ہدایت پانے کا دیا کہ اس عاجز کو اُن کے زمانہ میں پیدا کیا۔ مگر وہ باوصف ہر طور کے اعلام کے ہدایت پانے سے بے نصیب گئے۔ روشنی کی طرف اُن کو بلایا گیا۔ مگر انہوں نے کم بخت دنیا کی محبت سے اس روشنی کو قبول نہ کیا اور سر سے پاؤں تک تاریکی میں پھنسے رہے۔ ایک بندۂ خدا نے بارہا اُن کو اُن کی بھلائی کے لئے اپنی طرف بلایا مگر انہوں نے اس طرف قدم بھی نہ اٹھایا۔ اور یوں ہی عمر کو بیجا التعصبوں اور نخوتوں میں ضائع کر کے حباب کی طرح ناپدید ہو گئے۔ حالانکہ اس عاجز کے دس ہزار روپیہ کے اشتہار کے اول نشانہ وہی تھے۔ اور اسی وجہ سے ایک مرتبہ رسالہ براہین میں بھی اُن کے لئے اعلان چھپوایا گیا۔ مگر اُن کی طرف سے کبھی صدا نہ اٹھی۔ یہاں تک کہ خاک میں یا راکھ میں جا ملے۔ سو اے بھائیو انہیں پنڈت صاحب کے حال سے نصیحت پکڑو۔

اقول۔ اگر آپکی وفات کی خبر رب العرش نے قادیان میں آنکر آپ کو دی تھی تو آپنے کیوں تین ماہ کے اندر یا اُس کے بعد اشتہار طبع نہ کرائے۔ کیوں عام بازاروں میں منادی نہ کرائی۔ تا کہ ہزاروں لوگ آپ کی (معاذ اللہ و اعوذ باللہ) صداقت سے آریہ دھرم کو چھوڑ دیتے اور حجت قائم ہو جاتی۔ اور کیوں خیانت مجرمانہ کر کے سال ۱۸۸۴ء میں یہ چالاکی کی کہ اسے درج کیا؟ کیوں لاہور یا امرتسر کے آریہ سماج میں خط نہ لکھا؟ اور کیوں اس جلسہ سالانہ ۱۸۸۳ء میں بھی کسی آریہ کا نام نہ لکھا؟ اور کس واسطے سوامی جی کو رجسٹری شدہ چٹھی نہ ارسال کی؟ اور کیوں اُن کی رسید نہ منگوائی؟ چونکہ ان باتوں سے آپنے کوئی کارروائی نہیں کی۔ اس واسطے آپکا معجزہ بالکل باطل ہو گیا۔ اور ہمیں کہنا پڑا۔ مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلۂ خود باید زد۔ پنڈت جی کی ہدایت کا حال آفتاب تمثال ایک دنیا پر روشن ہو گیا۔ مگر آپ کی بابت بڑا ہی افسوس ہے کہ جس طرح آپ کے چند بھائی حق پر آ گئے ہیں اگر آپ بھی کفر و ضلالت سے نکل کر خدا کو مکر اور فریبی کہنے سے کہ بیت الحرام کی پرستش چھوڑ کر حجر الاسود پرستی و [illegible] کے ہرگز اقرار کرنے اور خدا کو رشتی و متعصب ماننا ترک کر حقانیت و وحدانیت ویددھرم کیطرف رجوع ہو جاتے تو کس قدر دنیا کو فائدہ پہونچتا۔ اور آپ کا بھلا ہوتا۔ اگرچہ وہ [illegible] برحق تشریف فرما ہو گئے۔ مگر

ہنوز آں ابر رحمت دُر فشان است ۔ و صداقت راہہاں ذکر و بیان است

آیئے۔ تسلی فرمایئے۔ ہم آپ کے خرچ و خوراک کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ زر پرستی چھوڑیئے اور قمار بازی سے منہ موڑیئے۔ آپکے پاس وہی شب معراج والی روشنی ہے۔ اگر آپ اور یہ روشنی آجکل تاریک تا بسر ہو گئی ہے اور اس روشنی سے جہاں میں خونخوار طوفان بے تمیزی پھیل گیا ہے۔

آپکی روشنی دوات کی روشنائی ہے اور کسی سے تو نہیں کیا نام کا نور کی مثال اسی کے حسب حال ہے۔ آپ خدا کے بندے نہیں ہیں "غلام احمد" محمد صاحب کے بندہ ہیں اور بقول مولوی عبید اللہ کے۔ ؎

یار دوزخ کے اڑے بن گئے ۔ جو کوئی بندوں کے بندے بن گئے

دوزخ کے بندے ہیں" اگر آپ خدا کے بندے ہوتے تو خداوند تعالیٰ پر اس قدر الزام نہ لگاتے اور اتنے اتہام نہ پھیلاتے۔ بلکہ تاریکی سے نکلنے کی کوشش فرماتے۔ مگر آپنے کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر ہم آپ کو خدا کا بندہ کس طرح جانیں۔ آپ تو نفس پرست۔ اور نفس کے بندے ہیں اور روپیوں اور لوٹوں کے جمع کرنے کے لئے ہر طرف پھندے لگا رہے ہیں۔ مولوی رومی آپکے حق میں کہتا ہے۔ "**اہل دنیا کافران مطلق اند**"

دس ہزار روپیہ کا اشتہار۔ آپ کا سراپا جھوٹ اور فریب اور جعل ہے۔ آپکی منقولہ اور غیر منقولہ کسی قسم کی جائداد اس قیمت کی نہیں ہے۔ تمام قصبہ قادیان کے ہندو مسلمان آریہ وغیرہ میرے گواہ ہیں۔ بلکہ تمام ضلع گورداسپور کے لوگ آپ کی قلاشی اور وجہ معاش سے آگاہ۔ براہین کا رسالہ سوامی جی کے مطالعہ میں نہیں آیا تھا۔ کیونکہ وہ فارسی اردو نہیں جانتے تھے۔ اور پنڈت شیو نرائن براہین کا اڈیٹر سنسکرت نہیں جانتا۔ پس وہ اشتہار محض بے سود و مردود تھا۔ ہاں اگر بھارت متر اخبار کلکتہ یا کسی اور اخبار ناگری میں چھپواتے تو بھی ایک بات تھی۔ مگر اُن میں نہیں چھپوایا۔ تعجب یہ ہے کہ آپ کو خدائے تعالیٰ نے جیسا کہ جس وقت عربی میں الہام ارسال کیا تھا۔ سنسکرت میں کیوں الہام نہ بھیجا تا کہ سوامی جی سے سنسکرت میں مباحثہ کر کے فتحیاب ہوتے۔ اور اُن کے مرنے کے بعد اس قدر نہ روتے۔ اور نہ بیہودہ غم و غصہ میں زندگی کھوتے۔ مگر ایک خیال گزرتا ہے کہ سوامی جی کے اپدیشوں سے جب بہت سے محمدیوں نے نہایت ذلیل اعتقاد سے دست کشی کی۔ تو ایسی ایسی باتیں سن کر مرزا صاحب نے جو چلہ کشی کر رہے تھے رحمن العرش کے حضور درخواست کی ہو گی کہ تو ہمارے بزرگوں کے نام کی شرم رکھ ہمارا تلوار کی خزانہ مفت میں برباد ہو رہا ہے۔ کچھ لا یعنی خرافات اور بیہودہ اعتراضات لکھ کر اس کے روکنے کا بندوبست کر۔ اور اس کو کسی طرح ممانعت فرما۔ تا کہ غلاموں سے ہم محروم نہ رہیں۔ مگر آفتاب صداقت اُن دنوں نصف النہار پر تھا جس نے تھوکا اُس کے منہ پر گرا۔ اور جو مقابلہ میں آیا منہ کی کھائی۔ اور وید دھرم پر ایمان لایا۔ خدائے محمدیاں نے اپنی پاکٹ بک یعنی لوح محفوظ میں دیکھا ہو گا اور عرش پر گھبرایا ہو گا اور اپنے معشوق کی امت برباد ہوتی دیکھ کر رمل ڈلوایا ہو گا کہ اس مہاتما کی میعاد زندگی کس قدر باقی ہے۔ سوامی جی کے انتردھیان ہونے کے بعد رب المسلمین و رب العرش و رب الملکہ و رب القادیان کو اُن کی موت کی خبر ملی ہو گی تو جھٹ فاختہ یا کبوتر بن کر وہاں پر اترا ہو گا۔ اور سلام علیکم کہہ کر حال بتلایا ہو گا۔ سوائے اس بات کے ہم مرزا صاحب کے دعویٰ کو [illegible] سے زیادہ وقعت نہیں دے سکتے۔ خدا انہیں ہدایت دیوے۔ اور وید کے دھرم کی طرف رجوع کرے۔

اب ہم محمد صاحب اور سوامی دیانند صاحب کی زندگی کا مقابلہ دکھلاتے ہیں اور اُن کے چال چلن اور خدا شناسی کے بارہ میں عقلاء اسلام کی شہادتیں لاتے ہیں۔ خدا کرے کہ ناظرین حق و باطل میں تمیز فرما دیں۔

محمد صاحب اور سوامی صاحب کی زندگی کا مقابلہ

محمد صاحب	سوامی صاحب
اُن کے والدین بت پرست تھے۔ اور	آپکا سال پیدائش ۱۸۸۱ بکرم اور جنم بھومی

محمد صاحب

مکہ کے مندر کے پوجاری۔ قرآن میں لکھا ہے۔ سورۃ والضحیٰ ووجدک ضالا فہدیٰ۔ "اے محمد تو گمراہ تھا پس تجھے ہدایت دی"۔ ۲۵ سال کی عمر میں۔ خدیجۃ الکبریٰ ایک مالدار بیوہ عورت سے مبلغ قرض لے کر گماشتے بنکر ملک شام میں سفر و تجارت کے واسطے گئے اور جب وہاں سے واپس آئے تو اسی خدیجہ عورت سے جس کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔ حضرت نے شادی کی اور مالدار ہو گئے جب تک وہ زندہ رہی دوسری شادی نہیں کی ۲۵ سال تک یہی ایک عورت رہی کیونکہ دولت مند تھی۔ جب وہ مرگئی تو ۵۰ سال کی عمر میں جو پیغمبری کا دسواں سال تھا۔ اول سودہؓ۔ دوم عائشہؓ۔ سوم زینب۔ چہارم ام سلمہ۔ پنجم زینب بنت جحش۔ ششم جویریہ۔ ہفتم ام حبیبہ۔ ہشتم صفیہ۔ نہم حفصہ۔ دہم میمونہ کو تصرف میں لائے۔ مع خدیجہ کے کل گیارہ (۱۱) ہوئیں۔ بعضے مصنف ان سے زیادہ بتلاتے ہیں۔ معارج النبوۃ کے صفحہ ۲۰۸ رکن چہارم میں لکھا ہے کہ عائشہ بوقت شادی ۹ سالہ بود۔ اور خدا نے ایک فرشتہ کے ذریعہ دو مرتبہ عائشہ کی تصویر حریر میں نقش کروا کر محمد صاحب کو خواب میں دکھلائی تھی۔ قبل شادی کے اور نسبی روز عائشہ سے زفاف (ہم بستری) کی۔ یہ تمام حال معارج النبوۃ کے صفحہ مذکور میں درج ہے۔

حضرت امام غزالی صاحب کیمیائے سعادت صفحہ ۲۴۴ فرماتے ہیں "رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہر شبے نزدیک زنے بودے و عائشہ را دوست تر داشتے و گفتے بارخدایا اینچہ بدست من است جہد میکنم اما دل بدست من نیست و اگر کسے را زنے پیر شدہ باشد و نخواہد کہ پیش وے رود باید کہ اورا طلاق دہد و رنجہ ندارد۔ کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم سودہ را طلاق خواست دادن کہ بزرگ شدہ گفت من نوبت خود بہ عائشہ دادم مرا طلاق مدہ تا روز قیامت از جملہ زنان تو باشم

سوامی صاحب

علاقہ راجہ موروی کاٹھیا واڑ ہے۔ آپ کے والدین مورتی پوجک اودیچ گوت کے برہمن خوش خاندان تھے۔ سن تمیز سے برہم چرج آشرم یعنے حصول ودیا میں مصروف ہوئے ابتداء میں چند منتر آپ کے والد آپ کو بھی شوالہ میں لے گئے۔ مگر ہمیشہ سے ان کو اعتراض پیدا ہوا کرتے تھے غرضیکہ ایک رات شوراتری کو ان کے والد نے ان کو بھی برت رکھایا۔ اور جب رات کو شب زندہ داری کے لئے بیٹھے انہوں نے بتا سے شکوک رفع کرنے شروع کئے۔ مگر وہ شکوک ایسے نہ تھے جو مترفع ہوتے ہیں۔ منجملہ اول یہ تھا کہ شیو کیا چیز ہے؟ اور کہاں رہتا ہے؟ شک دوم یہ تھا کہ اس کی پوجا سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا۔ انکے والد شریف نے کوئی جواب معقول نہ دیا۔ البتہ یہ کہا۔ کہ یہی مورتی آواہن کرنے سے چیتن ہو جاتی ہے۔ اور موہن بھوگ وغیرہ کو کھاتی ہے آدھی رات کو جب اس مورتی پر چوہے دوڑنے لگے اور مورتی نے کچھ حرکت یا شکست نہ دکھلائی تو آپکی طبیعت بت پرستی سے قطعی بیزار ہو گئی اور مورتی پوجا سے اسی دن کنارہ کش ہو گئے۔ ان بحثوں سے لاجواب ہو کر والد نے بھی انکو ودیا پڑھنے کیطرف آزاد چھوڑ دیا۔ اس ودیا کی تحصیل کے ایام میں انکی والدہ محترمہ انکی بدگمانی کیا کرتی چنانچہ ۱۵-۱۶ سال کی اوستھا تک۔ یہ معمولی طور سنسکرت کی کتابیں پڑھتے رہے۔ اسی اثنا میں آپکے چچا اور ہمشیرہ صاحبہ فوت ہو گئے۔ (جسسے سوامی جی کو زیادہ الفت تھی)۔ انکے وفات پانے سے ان کے دل پر زمانہ کی بے ثباتی بہ نوع ثابت ہو گئی۔ اور دنیا فانی سے دل اوچاٹ گیا ہمیشہ طبیعت اداس رہنے لگی۔ اسی تقریب پر والدین نے انکی شادی کا بندوبست کرنا شروع کیا مگر انہوں نے اول تو اس خیال سے کہ ابھی برہم چرج آشرم پورا نہیں ہوا شادی کرنی مناسب نہیں دوم تحصیل علم کا شوق بدستور روز بروز ترقی پر

محمد صاحب

اورا طلاق مدہ۔ و دو شب نزد عائشہ بودے و نزد دیگراں یک شبا" اے صاحبان اس مقام پر قرآن کی سورۃ طلاق کو ذرہ غور سے پڑھو جہاں لکھا ہے۔

واتقوا اللہ ربکم لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ وتلک حدود اللہ ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ۔ ترجمہ۔ ڈرو اللہ پروردگار اپنے سے مت نکالو عورتوں کو انکے گھروں سے اور نکل جاویں وہ مگر یہ کہ کریں بے حیائی ظاہر۔ یہ ہیں حدیں اللہ کی۔ اور جو کوئی نکل جاوے اللہ کی حدوں سے پس تحقیق ظلم کیا اسنے جان اپنی کو (افسوس کہ محمد صاحب نے اس خدائی حد کو توڑ ڈالا)

کیمیائے سعادت کے صفحہ ۲۷۸ سطر ۱۲ میں لکھا ہے۔ "در غریب الاخبار است کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گفت در خود ضعف دیدم جبرئیل علیہ السلام مرا ہریسہ خوردن فرمود و سبب آں دگر آنکہ زن داشت و ایشاں بر ہمہ عالم حرام شدہ بودند و ہمہ ایشاں از ہمہ تا زنستہ" ترجمہ غرائب اللغات میں لکھا ہے کہ رسول نے کہا میں نے اپنے میں ضعف شہوت کا دیکھا اور جبرئیل سے ذکر کیا مجھے علاج پوچھا جبرئیل نے کہا کہ ہریسہ کھایا کر۔ حضرت کے ضعف شہوت کا سبب تھا کہ حضرت کی ۹ عورتیں تھیں اور وہ اور لوگوں پر حرام ہو گئی تھیں اور انکی امید سب جہان سے ٹوٹ گئی یعنے وہ اور کسی کے نکاح میں نہیں آ سکتی تھیں۔ یہی ذکر حدیث میں ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے اور زیادہ صرف یہی عبارت ہے کہ ہریسہ میں چالیس آدمی کی قوت ہے صفحہ ۲۸۳ جلد دوم معارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ ایک عورت مسمات ممونہ بنت الحارث اونٹ پر چڑھی ہوئی جارہی تھی اس پر حضرت کا دل مفتون

سوامی صاحب

تھا۔ سوم پابندی عیال و اطفال سے انکی مزاج میں ویراگ آگیا تھا۔ الحاصل ۲۱ سال کی عمر کے بعد بارادہ تحصیل علم گھر سے نکلے۔ رستے میں ایک فقیر نے ان سے زیور و لوٹہ وغیرہ ٹھگ لیا۔ غرضیکہ شیوراتری کی بات سے (جس میں آریہ ورت کی ترقی و بہبودی کا مبارک بودہ بویا گیا تھا) دن بدن اپنے گوہر مقصود کی تلاش میں غواص کی مانند پھر رہے تھے ان کے والد نے خبر پاکر ایک دفعہ ان کو گرفتار کر کے بھی لیا تھا مگر وہاں سے بھی بھاگ گئے اور جا بجا ملک بہ ملک اور شہر بہ شہر پھر کر حق و ودیا کی تلاش میں سرگرم رہے۔ کہیں کسی مہاتما سے نیاے دیشک منطق سیکھا کہیں کسی ست پرش سے ماکرن یعنے صرف و نحو میں کمال حاصل کیا۔ کسی سے سانکھیہ کسی سے ویدانت اور کسی سے جوتش کسی سے یوگ ابھیاس اور کسی سے پنیشد کی تحصیل کی۔ ہمالہ کے غاروں اور نربدا کے آشرموں کی کیفیت میں رشیوں منیوں سے ملکر تمام عقدے حل کئے اور پاتنجل کے گیان دھیان میں بھی خوب ملکہ حاصل کیا اس سے رغبت پاکر ویدوں کی حضوری حاصل کرنے کو مہرشی اورست وادی ویدوں کا فاضل اجل سوامی ویرجانند سرسوتی جی کی خدمت میں بمقام متھرا نیاز حاصل کیا۔ جو سوامی ویرجانند کے ٹھیک ٹھیک بات انہوں نے بھی ان کی شاگردی کو آریہ ورت کے سدھار کا ذریعہ سمجھا۔ انہوں نے بھی تن من کی محنت سے چند سالوں میں ہی ویدوں میں عبور حاصل کیا۔ جب تعلیم سے فارغ ہو چکے۔ تو مہرشی فاضل نے ان سے گرو دکشنا مانگی انہوں نے عرض کی کہ جو میرے پاس ہے تن من دھن سے دینے کو حاضر ہوں انہوں نے فرمایا کہ ہم صرف یہ مانگتے ہیں کہ ملک کا بھلا کرو۔ اور دنیا کو شاستر وید ودیا کو پھیلاؤ۔ مخلوق پرستی سے خلقت کو بچاؤ۔ انہوں نے معمولی عذر و معذرت کے بعد بسر و چشم منظور کیا فاضل ہادی نے جسقدر ودیا کا سرمایہ علم موجود تھا وہ بھی ان کے سپرد کیا۔ آخری رخصت کا سمت ۱۹۲۰ کے بعد ہے۔ یعنی

محمد صاحب

وارن کا اور حاجتمند مسلمانوں کا اور بعد حضرت کے خرچ ہونے میں سردار کو بعد غنیمت میں چار حصے ہیں سو لشکر کو تقسیم کرنا سوار کو دو حصے اور پیادہ کو ایک اور جو مال صلح سے لیا وہ سارا خرچ مسلمانوں کا" افسوس اے
اگر تیغ جنگ سے تیر زنا را تو کیا ماڑا۔
نہ مارا نفس امارہ کو گر مارا تو کیا مارا
اگرچہ خون کا کھانا پینا قرآن میں حرام ہے مگر جنگ احد میں جب حضرت کا خون جاری ہوا تو مالک ابن سنان نے جو ابو سعید خدری کا باپ ہے اُنکے زخم پر مُنہ لگا کر خون نوش جان کیا اور محمد صاحب نے فرمایا یہ آدمی بہشتی ہے اور اکثر جاہل لوگوں کو اپنی تھوک پلایا کرتے تھے (دیکھو شفاء قاضی عربی صفحہ ۲۱۲ سطر ۱۴ و ۱۵)
مدارج النبوۃ کے باب اول میں بطرح مذکور ہے کہ اُم ایمن لونڈی نے حضرت کا پیشاب پی لیا اور حضرت نے اُسکو نالایق حرکت سے منع نہ کیا بلکہ ہنسکر کہا کہ اب تیرے شکم میں کبھی درد نہ ہوگا۔ اور منہ دھونے یا کُلی کرنے کا بھی حکم نہ دیا۔
دوسری بار ایک عورت برکہ نے اُنکا پیشاب نوش کر لیا اُسکو بھی حضرت نے خوش ہو کر نوید دی بتلا دیا کہ تو کبھی بیمار نہ ہوگی۔ اور ایک مرد نے بھی ایک بار حضرت کا پیشاب پیا تھا (دیکھو شفاء قاضی عربی صفحہ ۲۱۲ سطر ۲۰)
ایک محمدی حجام نے حضرت کا خون بیماری کا نکلا ہوا پیا تھا حضرت نے اُسے ارشاد فرمایا کہ اب تو کبھی بیمار نہ ہوگا۔ حالانکہ خود اسی مُغضد نوں سے بیمار تھے۔
اسی طرح کسی مرض کے سبب حضرت نے پھر خون نکلوایا تھا اُسکو عبداللہ ابن زبیر پی گیا محمد صاحب نے فرمایا کہ اے عبداللہ اب تو دوزخ میں نہ جاویگا (دیکھو شفاء قاضی عربی صفحہ ۲۱۲ سطر ۱۵)
حضرت نے ایک پیالہ پانی کے پیا اور اُس میں ہاتھ اور مُنہ دھویا اور اُس پانی میں کُلی کا اور بیمار ونکو پینے کے واسطے دیا جسکو بلال اور ابو موسیٰ نے اور اُم سلمہ زوجہ آنحضرت نے بھی پیا۔
مدارج النبوۃ اور شواہد النبوۃ میں ہے کہ حضرت کا پاخانہ زمین نگل جایا کرتی تھی۔ جب بی بی عائشہ نے پوچھا فرمایا کہ نبیوں اور رسولوں کا پاخانہ زمین نگل جایا کرتی ہے!!!

سوامی صاحب

سکھاتا تھا۔ ہم بے مانگی علم سے بات نہیں کر سکتے تھے۔ وہ ہمیں بولنا سکھاتا تھا۔
ہم ایک دلدل عظیم میں پھنسے ہوئے تھے وہ ہمیں اُسمیں سے نکالتا تھا اور خشک زمینی پر لاتا تھا۔ ہم رسومات کی بیڑیاں پیروں میں اور تعصب کی ہتھکڑیاں ہاتھوں میں ڈالے ہوئے تھے وہ ہم کو ان سے نجات دیتا تھا۔ ہم اپنے بھائیوں سے حقارت کرتے تھے وہ ہم کو رفاقت سکھاتا تھا۔ ہم اپنی آنکھوں پر پردے اور دلوں پر مہریں رکھتے تھے وہ ان کو اُٹھاتا تھا ہم اپنے تئیں ہمہ تن سمجھے ہوئے تھے۔ وہ ہمیں بتلاتا تھا کہ ست دھرم کے واسطے ظاہری جہان فضول ہے۔ ہم اس غلط امتیاز کو روا جانتے تھے اُس نے اُس کو عیب ثابت کر دیا۔ ہم نے ریا ننگ و ناموس گروا دیا تھا۔ وہ ہمیں یہ دلوانا چاہتا تھا اے خدا ہم تجھ سے بہت دور ہٹ گئے تھے۔
لیکن اے خدا تو ہی جانے تیرے دل میں کیا آئی کہ تو نے اُسکو ہم سے اتنی جلدی جدا کر دیا تیری باتیں تو ہی جانے۔

مولوی محمد مراد علی صاحب اڈیٹر

رحیم نانہ گوٹ کی رائے۔ منقول از اخبار کوہ نور لاہور مطبوعہ نومبر ۱۸۸۳ء صفحہ ۹۴۰
جناب اڈیٹر صاحب اخبار کوہ نور تسلیم۔ آپکا اخبار صداقت شعار کوہ نور مورخہ ۱۰ نومبر ۱۸۸۳ء میرے روبرو رکھا ہوا ہے جس میں آپ نے کمال دانائی اور دور اندیشی کے ساتھ سری سوامی دیانند سرستی جی مہاراج بیکنٹھ باشی کی یادگار کے بارہ میں کروڑ روپیہ کی رائے ظاہر فرمائی ہے۔ سچ ہے مجھے بھی اُسی روز سے جس روز آں سوامی جی مہاراج نے ہمارے شہر میں انتقال فرمایا۔ یہیں بات کی بہت بڑی فکر ہے اور بار ہا میں تردد میں بھی تھا کچھ لکھنے کو لئے قلم اُٹھایا۔ لیکن پھر اسی خیال سے کہ پہلے اہل الرائے علی الخصوص یہ بھائی

محمد صاحب

(دیکھو شفاء قاضی مطبوعہ نولکشور ۱۲۹۲ء فصل اول باب ثانی فصل ثالث صفحہ ۴۲ سطر ۹)
قاضی عیاض نے شفاء میں لکھا ہے کہ اہل علم کی ایک جماعت قائل ہوئی ہے محمد صاحب کے پاخانہ اور پیشاب کے پاک ہونے پر اور یہ قول علمائے شافعیہ کا ہے کہ حضرت محمد صاحب کا پاخانہ اور پیشاب دونو پاک تھے مثل مشک مانند طیب اور ظاہر تھے اور جناب مولوی محمد علی صاحب فارسی امرتسری نے بھی اپنی کتاب میں جو بشفاء میں نواب بہاولپور کے طبع کرائی ہے۔ اِس بات کی اچھی طرح تصدیق کی ہے۔ آفرین! اِسی سے عرب کی جہالت اور اصحاب کی عقلمندی کو جان لینا چاہیئے۔
مذاق العارفین جلد یازدہم صفحہ ۹۱۹ میں لکھا ہے کہ محمد صاحب جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے ہر روز تمام بیبیوں کی باری ایک ایک بیوی کے گھر تھی آخر قرار پایا کہ حضرت کو بی بی عائشہ سے زیادہ رغبت ہے۔ ان کی باری اُس ہی کے گھر میں رہے اور ایک روز حضرت نے دونوں ۹ بیبیوں سے مباشرت کی اور اسی کتاب کے صفحہ ۸۱ میں لکھا ہے اور یہی ذکر مدارج النبوۃ میں بھی ہے اور کتاب بہار صفحہ ۸۴ تتمہ از فضائل عائشہ دیگر آنکہ وحی الٰہی جل و علا در بستر وے نازل می شد یعنی محمد صاحب کے پاس وحی تب ہی آتی تھی جبکہ حضرت بی بی عائشہ کے لحاف میں سوتے تھے۔ اور ایسا ہی تاریخ حبیب السیر میں بھی رقم ہے۔ پس سچ ہے کیوں نہ ہو یہ انجمن نبوت ہے۔ اور تاریخ حبیب السیر کے صفحہ ۱۰ فصل ۳۔ مطبوعہ نولکشور ۱۲۷۱ء میں لکھا ہے کہ مرنے کے وقت روح نہیں نکلتی تھی بہت گھبراتے تھے آخر الامر بی بی عائشہ کی چوسی مسواک اُنکے منہ میں ڈالی گئی تب روح نکلا۔ اور یہی ذکر مدارج النبوۃ فی مدارج النبوۃ رکن چہارم باب سیزدہم صفحہ ۲۲ میں لکھا ہے۔
بصحت پیوستہ کہ صدیقہ رضی اللہ عنہا گفت در حالت نزع سر مبارک آنسرور در کنار من بود عبد الرحمن بن ابی بکر در آمد و دردست او مسواکی بود تر چوب اراک بود حضرت رسالت ﷺ بدان نظر کرد چنانکہ من

سوامی صاحب

جناب ممدوح کی یادگار کے لئے چندہ جمع کرنیکی تجویز کرتے ہیں یا نہیں اور جو کرتے ہیں تو اس چندہ سے کیا یادگار قائم کرنیکی تجویز کرتے ہیں چونکہ سب سے پہلے اس بارہ میں آپ نے عمدہ اور صحیح رائے ظاہر فرمائی ہے جسکو میں بھی ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ یہ تو سب پر ظاہر ہے کہ سوامی جی ممدوح ایسے بزرگ کی کوئی نہ کوئی یادگار قائم ہونی ضرور چاہیئے کیونکہ سوامی جی مرحوم جیسے بزرگ بار بار اس سنسار میں پیدا نہیں ہوتے اگرچہ ہم لوگ اُن کی یادگار قائم کرنے میں دل و جان سے کوشش کر رہے ہیں اور کریں گے۔ مگر پھر بھی آپ خوب یاد رکھیں کہ اگر سوامی جی مرحوم کی یادگار اُن کے پیرو کار نہ بھی قائم کریں تب بھی سوامی جی ایسے نہ تھے کہ اُن کی یادگار اس دنیا کے رہنے والوں کے دلوں سے فراموش ہو جائے۔ بلکہ میرا خیال ہے جسکو میں نہایت صحیح سمجھتا ہوں کہ سوامی جی مہاراج کی یادگار نہ صرف آریہ سماج کے لوگوں میں رہے گی بلکہ انگریزوں ہندوؤں مسلمانوں وغیرہ کے خود اُن کی تصنیف کی کتابوں اور دلوں میں بھی سوامی جی کی یادگار ہزاروں برس رہے کہ قیامت تک رہیگی جو اُن سے اس دنیا میں جھگڑتے رہے ہیں۔ اور ہمیشہ اُن کی مخالفت میں سعی کرتے رہے ہیں وجہ یہ کہ مسلمانوں کی تیرھویں صدی اور انگریزی کی اٹھارھویں اور اُنیسویں صدی میں ہندوؤں کے مت کا کوئی عالم فاضل ایسا نہیں گزرا جیسا کہ سوامی دیانند جی مہاراج تھے بلکہ اگر میرا خیال صحیح ہے تو سوامی تلسی داس جی مہاراج مشہور ہندی شاعر اور سوامی بلبھ اچاریہ کے بعد سوامی دیانند سرستی ہی ایک وید مقدس کے عالم مشتہر گذرے ہیں۔ جن کو واقعی تلسی داس اور بلبھ داس پر بھی ترجیح دیں تو جائز ہے۔ کیونکہ جو کام سوامی دیانند جی مہاراج کی ذات بابرکات سے ظہور میں آئے۔ وہ اُن دونوں بزرگوں کے خواب و خیال میں بھی نہیں آئے اگر ہم سوامی دیانند جی مہاراج کو تعلقات دنیاوی سے بالکل جدا نہیں بتلا سکتے تو یہ بھی نہیں

تحریک ماتمی احمدیہ جلالی

محمد صاحب

دانستم کہ آں مسواک را میخواہد۔ پرسیدم کہ یا رسول اللہ مسواک میخواہی بسر مبارک اشارت فرمود کہ آرے مسواک از دست برادر خود برگرفتم و بآب دہن شکستم و نرم ساختم و باں حضرت دادم استند و بتعجیل مسواک کرد پیچاں کہ روئے بر سینہ من بود نظر بر سقف خانہ می انداخت بروح مطہرش بدار القرار رحلت کرد۔" روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ ایک یہودن کے گھر روٹی کھانے کو گئے آپ نے کھانے میں زہر دیا۔ اسی زہر کی تاثیر سے بہت عرصہ بیمار رہ کر فوت ہوئے بابت گدی نشینی کے آخری وقت کچھ کہنا چاہتے تھے۔ قلم دوات مانگی عمر نے کہا اس وقت پیغمبر کے ہوش ٹھکانے نہیں کچھ کا کچھ کہہ رہا ہے۔ اس کے قول پر اعتبار نہیں ہے۔ موت کے درد و غم میں ہیں پس خلاصہ یہ کہ خلافت کی بابت کوئی بندوبست نہ کر سکے مرنے سے پیشتر سخت بخار آیا اور درد سر پیدا ہوا۔ آخر بی بی عائشہ کے زانو پر سر رکھ کر انتقال فرمایا۔ عمر ۶۳ یا ۶۵ سال کی تھی مدینہ میں دفن ہوئے ؛

روضۃ الاحباب میں عادت آں حضرت (بارہا) کی بابت لکھا ہے۔ مے گفت خیرکم خیرکم لاہلہ وانا خیرکم لاہلی و بایشاں در غایت مدارا بود و اگر التماس امرے بیگانہ از یکے از ایشاں واقع شدے و دراں معذوری نبودے آں منظور داشتے و در نبوت پیوستہ کہ گاہے عائشہ صدیقہ از کوزہ آب خوردے حضرت آں کوزہ را از وے بگرفتے و از موضعے کہ آں آب خوردہ بود آب خوردے و چوں از استخواں بدندان باز گرفتے حضرت استخواں را ازوے بستدے۔ و از موضع دہان وے گوشت بخوردے و در حالیکہ عائشہ حائض بودے سر در کنار او نہادہ گاہے بروے تکیہ زدہ قرآن خواندے و در سفر دو نوبت باہم کشتی و بدیدان مطابقت نمودہ بار اول عائشہ از وے در گزشتے نوبت دوم ثمالیتہ فربہ شدہ بود آں حضرت از عائشہ در گزشت۔ پس فرمود ہذا بذاک یعنی ایں سبقت در مقابل آں سبقت واقع شد کہ تو برگرفتہ بودی۔ گاہ بودے کہ در حضور مجمع ازواج دست بر کسے از نساء نہادے و مزاح فرمودے

سوامی صاحب

کہ وہ لوبھ یا موہ کے بس میں تھے پس جسقدر لوبھ یا توہ دنیاوی معاملات سے اُن کو تھا۔ وہ اسی لئے تھا کہ خلق اللہ خصوصاً اہل ہنود اپنے جوہر علمی سے فائدہ پہونچاویں۔ اگر سوامی دیانند جی مہاراج سنیاس لے کر دنیا کو ترک کر کے اب بھی وہ تارک الدنیا تھے) کر بیٹھتے۔ اور مثل بعض مہاتماؤں کے کسی سے واسطہ نہ رکھتے۔ تو آج کے روز یہ فوائد جو کروڑہا ہنود کو پہونچ رہے ہیں۔ کہاں سے پہونچتے۔ پس یہی وجہ ہے کہ دیانند جی مہاراج نے دنیا کو ایسا تیاگ نہیں کیا کہ اس سے بالکل جدا ہو بیٹھتے۔ اور ان کا فضل و کمال یوں ہی پوشیدہ رہ کر ہرگز انہیں کے آتماؤں کو نفع پہونچاتا۔ ہمارے نزدیک اس قسم کے سنیاس سے ایسی یہ سنیاس جیسیں سوامی جی مہاراج نے اپنی عمر کو بدئیت کردیا ہزار درجہ بہتر ہے اہل کمال کی پوری قدردانی اُنکے مرنے کے بعد ہوا کرتی ہے۔ پس اب دیکھنا ہے کہ سوامی دیانند جی کے فیض کو جس سے ہزاروں آدمی آئے دن سیر ہوتے تھے۔ انصاف پسند اور دانا لوگ یاد کر کے روئیں حضرت ہمارا دل تو سوامی جی کے لئے اس قدر روتا ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ ایسے باکمال بار بار کہاں پیدا ہوتے ہیں ؛

پس اگرچہ اُنکی زندگی کے اوقات ہماری یادگار کے محتاج نہیں۔ تو بھی آریہ بھائیوں پر فرض ہے کہ اس معاملہ میں دانی درمے سخنے سے بہت جلد کوشش کریں تاکہ ہمارا کسی سمجھے باشندے اور آئندہ آنیوالی نسلیں بھی سمجھ لیں کہ ہمارے بزرگ اپنے اہل کمال ہرسندوں اور ریفارمروں کی کسقدر خاطر و عزت کرتے تھے۔ اور کیسے دل و جان سے معتقد تھے۔ ایسے کاموں میں ہمت اور قومی اتفاق کے ثبوت کے علاوہ دینی گرمجوشی کا بھی پورا اظہار ہوتا ہے۔ اب یہی یہ بات کہ سوامی دیانند جی مہاراج کی

محمد صاحب

و بسیار بود کہ در یک شب با ذریک روز بر مجموعہ حرم ہائے نہ گانہ طواف فرمودے و اکتفا بیک غسل نمودے دو گاہ بر ہمہ طواف کردے و در عقب ہر مجامعتے غسل نمودے باوے گفتند چرا تراکے ہمہ بیک غسل نمے کنی فرمود ایں طریقہ از کی و اطہر و اطیب است۔ ام سلمہ گوید رسول صلے اللہ علیہ وسلم باز نے از زناں خویش صحبت داشتے چشم مبارک برہم نہادے و جامہ بر سر پوشانیدے و باں زن بگفتے تملیک بالسکینۃ والوقار و بصحبت پیوستہ کہ آنحضرت را در جماع قوت سی مرد از فیاوہ دادہ بودند لا جرم او در حلال بود کہ ہر چند زن خواہد نکاح کند یا زیادہ بر نہ ہیچ مود حبب الی من دنیاکم النساء و الطیب و جعل قرۃ عینی فی الصلوٰۃ۔

روضۃ الاحباب مقصد اول باب ۲ میں لکھا ہے "روایت از عائشہ آنکہ گفت ہیچ من ندیدم ہیچ احدے راکہ مرض برو صعب تر بودے از پیغمبر۔ رسول اللہ در مرض موت بسیار اضطراب مے نمود و در فرش خویش منقلب مے شد"

روضۃ الاحباب مقصد اول باب ۳۔ فصل اول۔ از میمونہ بنت الحارث روایت کنند کہ گفت من و رسول خدا ہر دو جنب بودیم من آب از ظرف بردا شتم و غسل نمودم مقدارے آب از آں ظرف بماند رسول از آں بقیہ آب غسل نمود گفتم من ازیں آب غسل کردہ بودم۔ فرمود لیس علی الماء جنابۃ

روضۃ الاحباب مقصد اول باب ۲۔ از وصیت نامہ روز پنجشنبہ کہ مرض پیغمبر اشتداد یافت۔ با یاراں فرمود بیائید بنزد من تا برائے شما نوشتہ بنویسم کہ بعد از من گمراہ نشوید۔ پس میان اصحابہ اختلاف واقع شدہ و با دیگر منازعت کردند بعضے از اصحاب گفتند شان آنحضرت دو در چہ حال است آیا ایں سخن از وے مثل ایں سخنان است کہ مردم در حین آشفتہ را مے گویند عمر خطاب گفت وجع بر پیغمبر غلبہ کردہ و قرآن در میان شما ہست حسبنا کتاب اللہ۔ پس خصومت

سوامی صاحب

یادگار کس قسم کی ہونی چاہیئے اس امر میں آپکی رائے سے مجھے کلی اتفاق ہے۔ سوامی جی کی وہی یادگار اُنکی موت کے بعد قائم کرنی لازم ہے جسکو زندگی میں وہ دل و جان سے پیار کرتے تھے۔ اور نہ صرف پیار بلکہ اُسکے پورا کرنے میں اپنی تمام طاقت کو صرف کر رہے تھے وہ کیا ہے؟ وید کا ترجمہ اور تفسیر جسکو سوائے سوامی جی کے چاروں وید متن آج تک کسی عالم نے نہیں کیا۔ کرنا تو کیا ارادہ بھی نہیں ہوا۔ ہوتا کیونکر؟ یہ کام کچھ ایسا ویسا تو تھا ہی نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس یادگار سے تمام آریہ لوگوں کو فائدہ عظیم قیامت تک پہونچتا رہیگا۔ اور آریہ دھرم کے علاوہ تمام قومیں اسی چشمہ فیض سے ابدالآباد تک سیراب ہوتی رہیں گی۔ اور جب ان تفسیروں کو اپنے رو برو دیکھیں گے تو وہی لطف حاصل ہوگا جو سوامی جی مہاراج کے گفتگو کرنے اور اُنکے وعظ مبارک سننے میں حاصل ہوتا تھا۔ اب فرمائیے کہ اسکول یا اور یادگار بنانے میں یہ لطف کب مل سکتا ہے۔

راقم محمد مراد علی بیمار از اجمیر۔

آنریبل مولوی سید احمد خاں صاحب علی گڑھ کالج کے مہتمم کی رائے۔

منقول از اخبار کوہ نور لاہور مطبوعہ ۱۸۸۳ء سال ۱۲۶۵ صفحہ ۱۱

نہایت افسوس کی بات ہے کہ سوامی دیانند سرستی صاحب نے جو زبان سنسکرت کے بہت بڑے عالم اور وید کے بہت بڑے محقق تھے ۳۰ اکتوبر ۱۸۸۳ء کو چھ بجے شام کے اجمیر میں انتقال کیا علاوہ علم و فضل کے نہایت نیک اور درویش صفت آدمی تھے۔ اُنکے معتقد اُن کو دیوتا جانتے تھے۔ اور بے شبہ اسی لائق تھے وہ عرف جوتی سروپ نرنکار کے سوائے دوسرے کی پوجا جائز نہیں رکھتے تھے ہم سے اور سوامی دیانند مرحوم سے بہت ملاقات تھی ہم ہمیشہ اُن کا نہایت ادب کرتے تھے کیونکہ ایسے عالم اور عمدہ شخص تھے کہ ہر مذہب والے کو اُن کا ادب لازم تھا۔ شاید ہماری سمجھ کی غلطی ہو۔ مگر ہم کو خیال ہے کہ سوامی صاحب میٹر یعنی مادی کو جیسے وہ

کلیات آریہ مسافر

محمد صاحب

سنارعت نمودند - چوں نعوذ اختلاف از حد
گزرانیدند فرمود برخیزید از پیش من کہ سزاوار
نیست نزد ہیچ پیغمبرے با آنکہ فرمود نزدمن
مرویست کہ عبداللہ بن عباس گفت بدستیکہ
بزرگ آں بود کہ نگذاشتند کہ رسول صلے
اللہ علیہ وسلم وصیت نامہ بنویسد۔"
مرتے وقت فرقت عائشہ سے گریاں تھے
اور اُس کے حسن خوبصورتی پر نگران خدا نے
اُسکا بُت بنا کر جنت میں دکھلایا تب دل
بیچین کو قرار آیا۔
چنانچہ مدارج النبوۃ میں ہے رسول خدا
فرمود بہ تحقیق آسان کردہ شد برمن موت
زیرا کہ دیدم بیاض کف دست عائشہ را در
بہشت و معلوم شدہ است کہ محبت عائشہ
مرآنحضرت را در غایت مرتبہ کمال بود تا کہ صبر
تو انست کرد از وے پس متمثل ساختہ شد
عائشہ برائے وے در جنت تا آسان شود
بروے موت بجہت آں - زیرا کہ زندگانی خویش
در اجتماع محباں است ❊
جس طرح کے جور و ظلم سے دین چلایا - اُن سے
اگرچہ کوئی عقلمند بھی ناواقف نہیں مگر پھر بھی
ایک خاص واقعہ کیطرف توجہ دلاتا ہوں ؎
شنیدم کہ طے در زمان رسول ❊ نکردند منشور ایمان قبول
فرستاد لشکر بشیر و نذیر ❊ گرفتند ازاں قوم چندے اسیر
بفرمود کشتن بشمشیر کین ❊ کہ ناپاک بودند و ناپاک دین
زنے گفت من دختر حاتمم ❊ بخواہند ازیں نامور حاکمم
کرم کن بجائے من اے محترم ❊ کہ مولائے من بود از اہل کرم
بفرمان پیغمبر پاک رائے ❊ گشادند بندش ز دست و پائے
دراں قوم باقی نہادند تیغ ❊ کہ راند سیلاب خوں بیدریغ
(بوستاں باب ۲)
غرضیکہ اسی طرح صد سالہ خونریزی اور لشکر کشی
سے عرب - شام - روم - ایران و مصر کی ولایت
نے بسیار عرب سے مغلوب ہو کر جبراً دین محمدی قبول کیا
(دیکھو سیرت الرسل اور تاریخ ابو الفدا کتاب
خامس)
اے ناظرین انصاف قرین خدا کیواسطے
حق و باطل میں تمیز کر کے جھوٹ کو چھوڑ دو ❊

سوامی صاحب

ایسے تعبیر کرتے تھے قدیم ازلی مانتے تھے
اگر انکا یہ خیال نہ ہوتا تو نسبت ذات
باری کے انکا اور مسلمانوں کا عقیدہ بالکل متحد تھا
بہرحال ایسے شخص تھے جنکا مثل اسوقت
ہندوستان میں موجود نہیں ہے اور ہر شخص کو
اُن کی وفات کا غم کرنا لازم ہے کہ ایسا نظیر
شخص اُنکے درمیان سے جاتا رہا۔

تاریخ وفات سوامی صاحب طبعزاد مولوی عبدالرحیم صاحب مدرس مدرسہ فیروال

منقول از اخبار آریہ میتر امرتسر مطبوعہ ۳ جنوری سنہ ۱۸۸۴ء نمبر ۳ جلد ۱

بگو عبدالرحیم ایں سانحہ پُر درد و غم افزا
کہ ایں آشوب محشر زا جہاں اُفتاد و دُنیا
بماہ کاتک و روز دیوالی شنی اکتوبر
غبار تیرہ شد از سمت اجمیر ایں چناں پیدا
کہ شد یوم اضحی لیل الدجے در دیدہ مردم
مگر گوئی کہ گردید آفتاب از چرخ ناپیدا
ز ہر جانب صدائے گریہ آہستہ برخیزاں
بلند از ہر طرف افسوس آہ و دردا و ویلا
بدل گفتم مگر محشر بپا شد ہے ہاتف گفت
کہ نشنیدی سفر کرد از جہاں آں زینت حکما
مہارشی سوامی دیانند آں فخر اشراقیں
کہ از رہی شاہیں شد ہدایت بخش در دُنیا
بہندوستاں چو شمع آریہ مذہب منور کرد
چراغ مشعل ہدایت ہم افروخت در دُنیا
شدم اندوہ گیں زیں خبر وحشت اثر غم پرور
شدم در فکر تاریخ وفات آں مقدس را
چہ ترسیم زباں لقدس عیسٰی سمت بکرم
سن بکرم از ہشت صد و ہشتاد و سہ گشتہ
نگفتمش تاریخ سن عیسوی گفتے
مگر از سمت بکرم دگر تاریخ ہم فرما
بخندہ گفت سن عیسی ہست از ظاہر ترین طہر
ز اعداد حروفش سمت بکرم شود پیدا
بریں صنعت کہ از یک مادہ دو تاریخ حاصل شد
تعلی بر چشم انصاف است از اہل ہنر ما را۔

تکذیب براہین الاحمدیہ کا خاتمہ بالخیر

اے ناظرین صداقت قرین! جس قدر مرزا صاحب نے اپنے الہامی اور قرآنی خزانہ سے یعنی از
خیالی اعتراض کئے تھے اُن کے جواب باصواب اول مرتبہ یکم اکتوبر ۱۸۸۴ء کو روبرو ایک جماعت
کثیرہ کے آریہ سماج گورداسپور میں سنائے گئے تھے (باعث اس کا صرف یہی تھا کہ شاید کتاب
دیر سے طبع ہووے جہاں پر باوجود فاصلہ قریب کے اشتہار ارسال کرنے پر بھی مرزا صاحب
مباحثہ کیواسطے تشریف نہ لائے۔
دوسری مرتبہ قادیاں میں جا کر تمام باشندگان قادیان کو جواب براہین الاحمدیہ کا اول مرزا
صاحب کی کتاب سے اعتراض پھر اپنی کتاب سے اور زبانی جواب سنائے گئے۔ جس سبب سے اس
گرد و نواح کا بچہ بچہ انکی مکاری و عیاری سے خبردار ہو گیا - قادیان جانیکے وجوہات ذیل ہیں۔
اوّل - مرزا صاحب نے اشتہار دیا تھا کہ جو آریہ ہمارے پاس آوے اور ایکسال رہے۔ اگر اس عرصہ
کے اندر خوارق عادات و کرامات و صداقت دین اسلام سے مشرف نہووے تو ہم اُس کو دو
سو ماہوار کے حساب سے ہرجانہ یا جرمانہ دوینگے۔
دوم - وہاں آریہ سماج بھی نہیں تھا - اُس کا قیام بھی اُس نواح میں ضروری جانا گیا چونکہ
مرزا صاحب نے جواب معقول دینے سے انکار کیا - اس واسطے نامہ نگار سفر دور و دراز کی تکالیف
اٹھا کر قادیاں ہی گیا - اور کامل دو ماہ وہاں رہا - اُنہیں دنوں میں پرماتما کی کرپا سے آریہ سماج
بھی قایم ہو گیا - ہر روز وید مقدس کا اُپدیش ہوتا رہا - مرزا صاحب کو کسی شرط پر قایم کرانیکے
واسطے تین مرتبہ الہامی کوٹھے (مرزا جی کے بالاخانہ) پر بھی گیا - مگر مرزا صاحب کسی شرط
پر نہ ٹھہرے - ایکدن سے لیکر دو سال تک رہنے کی شرائط کو بھی منظور کیا مگر مرزا صاحب کسی
اقرار پر نہ جمے - اگر کچھ کرامات کا نام و نشان بھی ہوتا تو ٹھہرتے بلکہ وہاں تو آسمانی نشان کا نام
و نشان نہ رہا ہے - ہاں! خدا کے فضل سے اتنا ضرور ہوا کہ انکی آمدنی کے تمام ناجائز
وسائل بند ہو گئے - یکوں میں بیٹھ کر دور دراز شہروں سے مشہور دنگا پیر صاحب کی زیارت
کو آنا اور نذرین چڑھانا قطعی مسدود ہوا - آخر نوبت بایں جا رسید کہ تمام جمع کئے ہوئے سرمایہ کو
کھا چکے اور کچھ روپیہ قرض لے کر انبالہ کی طرف ہجرت کر گئے ؎

ہاں یہاں سے نکالی بُت قرآنی نے ❊ نہ جیں ہیں سے آثار ستم کے بانی نے
ہزاروں چوچلے کر تار ہا قسم کے ساتھ ❊ نہ ایک بھی پورا کیا منکر زمانی نے
دکھلا کے ناز کرشمہ جہاں کو بھلایا ❊ بہت ستایا ہے لوگوں کو قادیانی نے
سبھوں کو دیتا تھا بیٹے پر اسکی قسمت ❊ نہ چھوڑا اُس کو صحیح حمل کی گرانی نے
بتج سمی لوگوں کو بتلاتا تھا فلک کے حال ❊ بلا میں ڈالا اُسے قہر آسمانی نے

بڑا جو بول ہے ہر ایک کو گراتا ہے
رُلایا مرزا کو بھی اُسکی لن ترانی نے

افسوس! کہ باوجود اس قدر دعاوی کے مرزا صاحب نے کسی کو بھی بپایہ صداقت
نہ پہنچایا - اور ہمیشہ عندالاستفسار مکر و فریب کو کام فرمایا - قادیان کے بچے بچے سے
بوڑھے تک سبھی اُنکی حیلہ پردازیوں اور روبہ بازیوں سے آگاہ ہو کر میری اس تحریر کے
گواہ ہیں جس قدر معترض نے آریہ دھرم پر اعتراض کئے تھے اُن کے جواب باصواب
معہ حوالہ جات وید و قرآن کے تحریر کر دئے گئے سبب وعظ و اپدیش آریہ دھرم اور سفر
دور دراز کے کتابوں کا ساتھ رہنا مشکل ہے - اس سبب سے بھی تاخیر ہوئی دستہ
کب کی طبع ہو جاتی مگر پھر بھی لغتبول - دیر گیرد سخت گیرد مر ترا - در آید درست
آید - پر عمل ہو کر مفصل حوالہ جات تحریر کئے گئے ❊
بہت سے مسلمان بھائیوں کو بھی اس کے مطالعہ سے فائدہ پہنچا - اور قلبی

کتاب کی نقلیں بھی دور دور چلی گئی ہیں۔ یہ **تکذیب** براہین الاحمدیہ کے پرچہار حصوں کے جواب میں **حصہ اول** ہے۔ جو ہر طرح عقلی و نقلی شہادتوں سے مکمل ہے۔ اگر مرزا صاحب کچھ آوارلیں گے۔ دہم بھی قرآن کی باقی ماندہ قلعی کھولیں گے۔ ورنہ اہل حق کے واسطے یہ کافی ہے۔ بلکہ اگر سچ پوچھو تو آئینہ قرآن ہے۔ ہر ایک محمدی بھائی سے گذارش ہے کہ مطالعہ فرمانے سے پہلے بغض و کینہ کو خزینہ سینہ سے کنارہ کر دیں۔ اور حق کی قبولیت کے واسطے ایشور سے پرارتھنا کریں۔ تب یقین کامل ہے کہ آخر مراد حاصل کریں گے ؎

گر نباید بگوش رغبت کس — بر رسولاں بلاغ باشد و بس

التماس

اے محمدی بھائیو اور ہمارے بچھڑے ہوئے دوستو! آریہ ستان کے ٹکڑو اور بھارت کے لخت جگرو!! ہندوستان کے پیارو!! ایشور نے آپ کو اور ہم کو ایک ہی قسم کے عناصر خمسہ سے پیدا کیا۔ ایک ہی دانہ پانی ہمارے لئے مستعمل ہے۔ ایک ہی ہوا ہماری گذران ہے ایک ہی زمین ہماری استراحت گاہ ہے مگر باوجود اس کے ہم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔ بھائیوں کو قصائیوں سے بدتر خیال کرتے ہیں۔ باوجود قدرتی تعلقات کے ہم بعد المشرقین کی مسافت میں پڑے ہوئے ہیں اس گذارش سے جو میرا مدعا ہے اسے غور سے پڑھو۔ سوچو بچارو۔ سوچو۔ مطالعہ کرو۔ دل میں جگہ دو۔ بعد ازاں جو چاہو سو کہو۔ تخمیناً سات سو سال کا عرصہ گذرا کہ ہم دونو قومیں ایک ہی تھیں۔ ہمارا دھرم ایک تھا۔ ہمارے کرم ایک تھے۔ ہمارے باپ دادا ایک ہی سلسلہ میں تھے۔ ہماری خوراک ایک ہی تھی اور ہماری پوشاک بھی ایک ہی تھی۔ ہمارے خون ایک ہی تھے۔ اور ہماری سرگتیں بھی ایک ہی۔ اس وقت آپ جانتے ہیں کہ ہماری اور آپ کی تفریق نہ تھی۔ اور نہ کسی طرح قومی نفاق تھا۔ جب مغرب کی طرف سے تیغ کا طوفان آیا۔ اور جبر و اکراہ سے تلوار چلانے اور جور و ظلم کمانے لگے۔ ایسے وقت میں فاتح اور مفتوح کی جو حالت ہوتی ہے وہ کسی تواریخ دان انصاف پسند سے مخفی نہیں ہے۔ پس اس بادشاہ گردی کے زمانہ میں جب کہ جسکی لاٹھی اسی کی بھینس کی نوبت تھی اور ہر ایک کو جان و مال کی حفاظت کی تشویش پڑ رہی تھی۔ باپ بیٹے کے اور بھائی بھائی کے خبر گیراں بلکہ خیر خواہی کے خواہاں کم ہوئے۔ محمود غزنوی کے جور و ظلم۔ اورنگ زیب کے کشت و خون۔ محمد شاہ اور نادر شاہ کے زمانہ کی قتل عام۔ احمد شاہ ابدالی اور تیمور وغیرہ کی خونریزیاں جنکے ہاتھوں سے اتہاس یعنے تواریخ خون رو رہی ہے۔ وہی زمانے تھے جن سے آپکی اور ہماری جدائی کی نامبارک بنیاد رکھی گئی۔ وہی دور تھے جبکہ نفاق کی برائی کا بیج بویا گیا۔ وہی وقت تھے جبکہ پھوٹ کے پودے بوئے جا رہے تھے آخر ہمارا پست ہمت اور بزدل اولاد جنہوں نے جان پیاری کی طمع نفسانی کے داؤ پیچ میں شہوت جوانی کے سبب ہمت ہاری۔ وہی لوگ خواہ زور یا جابر طور سے دین مسلمانی پر مجبور ہوئے۔

مختصر قوم آریہ حقیقت ہائیے کی داستان جس قدر قابل افسوس اور حسرتناک ہے اس سے کوئی مسلمان بھائی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اور جس قدر ظلم اس طفل رستم دل کی جان لی گئی۔ اہل درد و منصف مزاجوں کے دل اس کے واسطے تا ہنوز آنسو بہاتے ہیں۔ غرضیکہ اس قسم کے جور و جفاؤں اور ظلم اور دباؤں سے آپ کے بزرگوں کو دین اسلام قبول کرایا گیا۔ اور ہزاروں لاکھوں بزرگ اس طفل معصوم کی طرح ان (حملہ آوروں) کے ہاتھوں اور تلواروں سے شہید ہوئے۔ مگر تھوڑے عرصہ کے بعد وہ جوش ذوالفقاری پر زوال آیا اور سلطنت نے پلٹا کھایا۔ داناؤں نے سچ کہا ہے ؎

جو کہ ظالم ہے وہ ہرگز پھولتا پھلتا نہیں
سبز ہوتے کھیت دیکھا ہے کبھو شمشیر کا

پرمیشور نے ان کے قہر سلطانی سے بچانے کے لئے کمپنی کو تجارت ہند کے لئے مستعد بنایا جس نے ان ظالموں کے پنجوں سے علم اور تدبیر سے اور عقل اور شمشیر سے ہندوستان کے اسیروں کو چھوڑایا۔ لوگ امن و چین سے زندگی گذارنے لگے اور بیقرار دلوں کو قرار آیا۔ بعد ازاں جب کمپنی کے ٹھیکہ کی میعاد منقضی ہوئی تو جناب **ملکہ معظمہ قیصر ہند و انگلینڈ** دام سلطنتہا نے عنان حکومت خود میں لاکر علم و عقل کا پھیلانا شروع کیا۔ جسکی برکت و اقبال سے ہر طرف سے امن و امان ہو کر چوروں کے ظلم اور راہ زنوں کے تشدد کی تباہی رفع ہوئی۔ لٹیروں سے اہل ملک نے نجات پائی اور سبھی اپنی اپنی حالتوں کو سنبھالنے لگے۔ جب علم نے آنکھیں کھولیں اور ظلم کی تلوار ٹکڑے ہو گئی۔ تب بہت سے دلوں اور بزرگوں کے خون پیدا ہوئیوالوں نے پرائشچت کی تجویز کی۔ مگر ہمارے برہمن بھائی خوف و رعب گذشتہ سے واپس کرنے پر راضی نہ ہوئے۔ چنانچہ وہ اس وقت غلطی یا کسی خاص مصلحت سے شدھ نہ کئے گئے۔ مثل مشہور ہے کہ "سو برس کے بعد کوڑھی کی بھی سنتا ہے" ہندوستان کی بری حالت نے بھی پلٹا کھایا اور آفتاب صداقت و دھرم نے طلوع فرمایا یعنے جب زمان نحوست اور ایام برائی منقطع ہوئے تو شری مان پرم ہنس سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج وید افروز ہوئے۔ جو اور لوگوں سے طمع اور تلوار سے نہ ہو سکا وہ دلائل و براہین اور نصیحت و اپدیش سے کر دکھلایا۔ اسوقت تک قریباً ڈیڑھ ہزار ۱۵۰۰ کے مسلمان و عیسائی شدھ ہند و بھائی بعد پرائشچت وست اپدیش کے آریہ دھرم میں واپس کئے گئے۔ اور صد قدل سے انہوں نے بھی ضلالت سے نکلکر وید مقدس پر ایمان لایا۔ اور نہایت محبت و پریم سے ہمارے برہمن بھائیوں نے بھی انہیں بھائی سمجھ برادری میں شریک فرمایا اور گذشتہ قصوات معاف فرمائے۔ کیونکہ وہ غلطی اور ظلم پر مبنی تھے۔ تمام آریہ ورت کے فاضل پنڈت اس مہاتما کے شکر گذار ہو کر دھنواد دے رہے ہیں۔ بنارس۔ جموں۔ امرتسر۔ لاہور کے مہاتما پنڈتوں نے اس مبارک کام میں فتوی دیدیئے۔ جوق در جوق لوگ شدھ ہو رہے ہیں اور عربی کی یہ مثال ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاً "اور دیکھے تو لوگوں کو داخل ہوتے ہیں پرماتما کے سچے دھرم میں گروہ گروہ" یعنے کثرت سے سچا دھرم پھیل رہا ہے اور لوگ بھولے ہوئے پرائشچت کرا رہے ہیں۔ آپ میں اگر بزرگوں کے خون کا ذرہ نشان باقی ہے۔ اگر ان پرکھوں کے تسلسل قومی کا کچھ اثر ہے۔ اگر ملکی و قومی ہمدردی نام تک موجود ہے۔ اگر زندگی کی سچائی کی کچھ تاثیر رکھتے ہو۔ اگر پرماتما سے محبت کی حقیقی التجا ہے۔ اگر علمی خزانوں سے مستفیض ہونا چاہتے ہو۔ اگر اس پاک زبان کے مخفی جوہروں کی چمک سے دل منور کرنا چاہتے ہو۔ اگر ظلم و ستم اور ہٹ کے عادی نہیں ہوئے۔ اگر تواریخ سے کچھ بھی سبق سیکھا ہے۔ اگر اخلاق و محبت کا دماغی اثر رکھتے ہو تو اے پیارو عزیزو بھائیو! آؤ ملو! پریم سے سوچو بچارو!!! جسکو غلط سمجھو چھوڑ دو۔ حقیقی جوش سے چھوڑ دو۔ سچی زندگی کے لئے چھوڑ دو۔ دلی ایمان سے چھوڑ دو۔ خدا کے واسطے چھوڑ دو۔ کفر کو دل میں مت رکھو۔ ہٹ دھرمی کو مت چھپاؤ۔ بغض و تعصب کے نزدیک مت جاؤ۔ کس نے ڈھونڈھا جسے نہ ملا۔ اور کس نے چاہا جسے نہ دکھائی دیا صداقت اور پیار سے اس کو مطالعہ کرو۔ تاکہ نفاق دور ہو کر ہم اور آپ بھائی بنیں۔ خدا آپ کو توفیق دیوے۔ اے پرماتما ہماری التماس ہمارے محمدی بھائیوں کے دلوں میں عموماً اور مرزا صاحب کے دل میں خصوصاً جاگزین کر تاکہ نفاق کا ستیاناس ہو اور دھرم کا پرکاش۔

الملتمس خیر خواہ ملک و قوم آریہ مسافر لیکھرام

ضمیمہ کتاب ہذا متعلق خطوط و اشتہارات

خط و کتابت

نمبر ۱

جناب مرزا صاحب ہادی اسلام خدا ہدایت دیوے۔ بعد آداب دوستانہ کے گذارش ہے۔ آپ کا خط مطبوعہ مطبع مرتضائی لاہور ملا تاریخ آج میرے مطالعہ سے گزرا۔ خدا آگاہ ہے کہ جب سے آپ نے براہین احمدیہ کا ابتدائی اشتہار سفیر ہند اخبار میں طبع کرایا تھا اُس روز سے آج تک جس قدر آپنے خامہ فرسائی کی ہے سب کو بغور ملاحظہ کرتا رہا اور ہمیشہ اشتیاق ملاقات کا رہا۔ خط کے مضمون کو کما ینبغی پڑھا۔ یہ خط جس کے لکھنے کی آپ کو بقول آپ کے مضمون خدا کی طرف سے اجازت ہوئی ہے۔ کہ ہم آریہ لوگوں اور غیر مذہب والوں کو بھی آپ دین اسلام کی طرف مدعو کریں۔ اور جو کوئی ہم میں سے اس منشاء سے بشرط آپ کے پاس ایک سال تک رہنے کے اگر وہ کوئی نشان آسمانی یا کرامات صداقت دین اسلام و قرآن کو نہ دیکھے اور تسلی پاکر مسلمان نہ ہووے۔ تو آپ اُسکو دو سو روپیہ ہرجانہ یا جرمانہ ماہوار کے حساب سے دینا منظور کرتے ہیں۔ پس آریہ سماج کے مبارک اصول نمبر ۴ کے بموجب جس کا مطلب یہ ہے کہ سچ کے اختیار کرنے اور جھوٹھ کے چھوڑنے میں ہمیشہ مستعد رہنا چاہیئے۔ راقم الحروف آپ کی خدمت میں بنابر دریافت نشان آسمانی و معجزات و صداقت دین اسلام کے حاضر ہونیکو بموجب آپکے دعوے کے مستعد ہے۔ مگر بایں شرط کہ آپ اول بحساب دو سو روپیہ ماہوار کے کل ۲۴۰۰ روپیہ ایک سال کا داخل خزانہ سرکار فرما دیویں اور اقرارنامہ تحریر کر دیویں کہ اگر ایک سال تک آپ کی ہدایت اور آسمانی نشانات و معجزات وغیرہ سے تسلی نہ پاکر آپ کے دین کو قبول نہ کروں تو وہ ۲۴۰۰ روپیہ بطور ہرجانہ کے بلا عذر و حیلہ خزانہ سرکار سے مجھکو ملجاوے۔ اور وہ روپیہ تا انقضائے میعاد ایک سال کے خزانہ سرکار میں مقفول رہے اسکے واپس لینے کا آپکو اختیار نہوگا۔ جواب اس عریضہ نیاز کا اندر میعاد ایک ہفتہ کے بمقام آریہ سماج لاہور میرے پاس ارسال فرماویں۔ اگر حسب شرائط مطبوعہ جناب کے بشرائط آپ قبول یا منظور نفرماویں گے۔ تو سمجھا جاویگا کہ آپنے بہ تحریص لغو بتلا کر اپنے خلاف دعوی کو ثابت کرنا چاہا ہے اور ایسی آپکو دعوی کی تکذیب بھی لازم آویگی اور عام و خاص میں مشتہر کیا جاویگی۔ اگر آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں تو مندرجہ بالا تحریر کو منظور فرما کر بندوبست کریں۔ مجھے ایک سال تک آپکی شاگردی بھی دل سے منظور ہے۔ بروقت آنے کامل جواب کے ورود اخل ہو جانے مبلغان ہرجانہ کے اور تجویز ہو جانے شرائط اقرارنامہ کے بندہ بلا عذر حاضر خدمت ہو جاویگا۔ ۳ اپریل ۱۸۸۵ء

پنڈت لیکھرام پردھان آریہ سماج پشاور فی مقام امرتسر

نمبر ۲ جواب۔ از عاید باللہ الصمد غلام احمد بطرف پنڈت لیکھرام صاحب۔ بعد ما وجب آپکا خط ملا آپ لکھتے ہیں کہ خط مطبوعہ مطبع مرتضائی لاہور میرے مطالعہ سے گزرا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ابھی تک یہ خط آپنے مطالعہ نہیں کیا۔ کیونکہ تحریر آپ کی شرائط مندرجہ خط مذکورہ بالا سے بکلی برعکس ہے اول اس عاجز نے اپنے خط مطبوعہ کے مخاطب وہ لوگ ٹھہرائے ہیں کہ جو اپنی قوم میں معزز علماء اور مشہور اور مقتدا ہیں۔ جنکا ہدایت پانا ایک گروہ کثیر پر موثر ہو سکتا ہے مگر آپ اس حیثیت اور مرتبہ کے آدمی نہیں ہیں۔ اور اگر میں نے اس بارے میں غلطی کی ہے۔ اور آپ فی الحقیقت مقتداء و پیشوائے قوم ہیں۔ تو بہت خوب میں زیادہ تر آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہتا صرف اتنا کریں کہ پانچ آریہ سماج میں آریہ سماج قادیان۔ آریہ سماج لاہور۔ آریہ سماج پشاور۔ آریہ سماج امرتسر۔ آریہ سماج لودھیانہ میں جسقدر ممبر ہیں سب کی طرف سے ایک اقرارنامہ حلفاً اس مضمون کا پیش کریں کہ جو پنڈت لیکھرام صاحب ہم سب لوگوں کے مقتدا اور پیشوا ہیں اگر اس مقابلہ میں مغلوب ہو جاویں گے اور کوئی نشان آسمانی دیکھ لیں گے تو ہم سب لوگ بلا توقف شرف اسلام سے مشرف ہو جائیں گے۔ پس اگر آپ مقتدائے قوم ہیں تو ایسا اقرارنامہ پیش کرنا آپ پر کچھ مشکل نہیں ہوگا۔ بلکہ تمام لوگ آپ کا نام سنتے ہی اقرارنامہ پر دستخط کر دینگے۔ کیونکہ آپ پیشوائے قوم جو ہوئے لیکن اگر آپ اپنا مقتدائے قوم ہونا ثابت نہ کر سکیں اور ایسا اقرارنامہ مرتب کر کے دو ہفتہ تک میرے پاس نہ بھیجدیں تو آپ ایک شخص عوام الناس سے سمجھے جائینگے جو قابل خطاب نہیں یہ بات آپ پر واضح رہے کہ ہمارا ملا میں خط مطبوعہ میں شرط یہی درج ہے کہ مقتدائے قوم ہو دیکھو سطر دہم خط مطبوعہ۔ اب مقتدا ہونا بجز مقتدیوں کے اقرار کے کیونکر ثابت ہو۔ اور یہ بات کہ ہم نے اپنے خط میں یہ شرط لازمی کیوں رکھی کہ شخص ممتحن مقتدائے قوم ہو عوام الناس سے نہ ہو اس شرط کی وجہ یہ ہے کہ عوام الناس میں سے کسیکو مغلوب اور قائل کرنا دوسروں پر موثر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایسے شخص کے تجربہ کے خواص لوگ سادہ لوحی اور عدم بصیرتی پر حمل کرتے ہیں اور بجائے اسکے کہ کوئی گروہ اُسکا اتباع کر کے راہ راست پر آوے۔ حق کی ہدایت پانی کو کسی غرض نفسانی پر مبنی سمجھ لیتے ہیں۔ ماسوا اسکے ان خطوط مطبوعہ کے بھیجنے سے میری غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک قسم پر حجت پوری ہو کر حصہ پنجم میں اس اتمام حجت کا حال درج کیا جائے۔ لیکن ایک عامی آدمی کے قائل و مسلمان ہو جانے سے قوم پر کیونکر حجت پوری ہو جائیگی۔ عامی کا عدم وجود قوم کے نزدیک برابر ہے کیا اس جگہ کے بعض آریہ سماج کے ممبر نکلی شہادت سے جنہوں نے بچشم خود بعض نشانوں کو دیکھا ہے آپ لوگ مسلمان ہو سکتے ہیں؟ پھر کیونکر امید رکھیں کہ آپ کی شہادت قوم پر موثر ہوگی۔ حالانکہ آپ قادیان کے بعض آریوں سے جنہوں نے بعض نشانوں کو مشاہدہ کیا ہے حیثیت اور عزت اور لیاقت میں زیادہ نہیں ہیں۔ بہرحال ہمکو اس خط مطبوعہ پر عمل کرنا لازم ہے جسکو آپ بنظر سرسری دیکھ چکے ہیں۔ اگر قوم کے مقتدا مخاطب ہونیکے لئے مخصوص نہوں تو یہ سلسلہ قیامت تک ختم نہوگا مناسب ہے کہ آپ بہت جلد اسکا جواب لکھیں کیونکہ اگر آپ مقتدا قوم کے قرار پا گئے تو دوسرے مراتب اسکے بعد طے ہونگے۔ اور جو مبلغ دو سو روپیہ ماہواری کے حساب سے دینا قرار رکھا تو مبلغ چار سو روپیہ بالا بصورت مغلوبیت دینا تجویز کیا ہے۔ یہ بھی اسی لحاظ سے مقتدائے قوم کیوجہ سے قرار پایا ہے۔ خواہ وہ مقتدا تمام روپیہ آپ رکھیں یا قوم جو اقرار نامہ پر دستخط کرینگے لینے اپنے حصہ بطور الیس اب خلاصہ کلام آپ یہ یاد رکھیں کہ ہم نے تین ماہ تک حصہ پنجم کا چھپنا ملتوی کر کے ہر ایک قوم کے سرگروہ کو خطوط مطبوعہ بصیغہ رجسٹری بھیجے ہیں۔ کیونکہ قوم کے سرگروہ کل قوم کا حکم رکھتے ہیں عوام الناس سے ہم کو کچھ سروکار نہیں اور نہ اس طور سے بحث کا سلسلہ کبھی ختم ہو سکتا ہے۔

جو شخص ہمارے مقابل پر آنا چاہے (آپ ہوں یا کوئی اور ہو) اول اُس کو یہ ثبوت دینا چاہیئے کہ درحقیقت وہ مقتدائے قوم ہے۔ اور اُس کی قوم کے لوگ اس بات پر مستعد ہیں کہ اس کے قائل اور اقراری ہو جانے سے بلا حجت و حیلہ دین اسلام میں داخل ہو جائینگے سو مناسب ہے کہ آپ سعی اور کوشش کر کے پانچوں آریہ سماج کے جسقدر ممبر ہوں اُنسے حلفاً اقرارنامہ لیلیں اور نام بنام اُن سے دستخط کرائیں اور اس اقرارنامہ پر دس بیس معتبر مسلمانوں اور بعض ہندؤں کے دستخط بھی ہوں تا کہ وہ اقرارنامہ مع آپکے اقرار اور ہمارے اقرار کے چند اخباروں میں چھپوایا جاوے۔ لیکن جب تک آپ اس طور سے اپنا سرگروہ ہونا ثابت نہ کریں تب تک آپ عوام الناس میں سے محسوب ہونگے ہمارے خط کو غور سے دیکھو اور اُس کے منشا کے مطابق قدم رکھو۔ ان خطوط سے اصل مطلب تو ہمارا یہی تھا کہ قوموں کے سرگروہوں کو قائل بالا جواب کر کے

* فٹ نوٹ خطوط منسلکہ ضمیمہ ہذا سوائے خط نمبر ۵ کے اخبار کوہ نور و آفتاب پنجاب و خیر خواہ کشمیر میں شائع ہو چکے ہیں۔

کل قوموں پر روشن ہو جاوے کہ جو لوگ مرتد ہو کر ہندو یا عیسائی ہو جاتے ہیں وہ مرتد ہی ہیں ہمارے قابل سننے سے ہمارا مطلب کیونکر پورا ہو۔ اور پنچم کے چھپنے کی نسبت یہی اور اگر خدا توفیق دیوے تو اپنے بھائیوں کی شہادت کو ہی کافی سمجھو کیونکہ وہ بھی آخر تمہارے ہی بھائی ہیں۔ والسلام۔ راقم خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۔اپریل ۱۸۸۵ء

۳۔ (جواب الجواب) مرزا صاحب آپکا خط مع اشتہار نیاز نامہ کے آج ۹۔ اپریل ۱۸۸۵ء کو وصول ہوا۔ اسکے پڑھنے سے اور ہی کیفیت نظر آئی۔ سچ ہے کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔ میرا خیال تھا۔ کہ آپ موجب مضمون خط کے وعدہ کے بھی ویسے ہی پکے ہونگے۔ مگر وہ غلط نکلا۔ بیشک آپ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن شریف و نبال والی مرفت مگر آریہ سماج والوں کا اعتقاد بالکل اسکے مخالف ہے۔ آریہ سماج والے لکیر کے فقیر نہیں ہیں اور نہ کسی بشیر و نذیر کے دام میں اس پیرایہ میں پھنسنے والے ہیں۔ عقل و درستی حواس و صفائی باطن آریہ سماج کا ممبر ہے۔ اور وید مقدس کا پیرو ہے کسی شان کے شیدا نہیں ہیں اور نہ کسی مردہ یا زندہ کے گرویدہ کا۔ ہماری پاک سوسائٹی کا اصول یہ ہے کہ نادرست کے ارادہ تھن گنے۔ جو کوئی ہندو کے بیچ کہنگے۔ آپ لغول سمجھے۔ آپ خدا و موزوں پاکشیدہ پر عمل کرتے ہیں۔ مگر قبل از مرگ واویلا خوب نہیں ہے۔ خدانخواستہ بالفرض محال کسی آریہ کا دین اسلام قبول کرنا وید مقدس اور دھرم متبرک پر کسی طرح کا حرف نہیں لا سکتا۔ مہاشے تلوار کے دین اور پیار کے دین جہاد کے دین اور اتہاد کے دین طمع کے ایمان اور صداقت کے ایمان میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے۔ ایک معززکے ایمان لانے سے جاہل قوم مائل ہو جاتی ہے۔ مگر عاقل اور مہذب قوم ایسی اندھا دھند کارروائی سے ترساتی ہے۔ عقلا اس بھیڑیا چال سے دور ہیں۔ اور جہالت سے نفور۔

گاہ باشد کہ کودکے ناداں | بغلط بر ہدف زند تیرے
وقتے از حکیم روشن رائے | بر نیاید درست تدبیرے

آپکا یہ تحریر فرمانا کہ آریہ سماج قادیان۔ آریہ سماج لاہور۔ آریہ سماج پشاور۔ آریہ سماج امرتسر آریہ سماج لودہیانہ میں جس قدر ممبر ہیں سب کیطرف سے ایک اقرار نامہ حلفا اس مضمون کا پیش کریں۔ جو پنڈت لیکھرام صاحب جو ہم سب لوگوں کے مقتدا اور پیشوا ہیں۔ اگر اس مقابلہ میں مغلوب ہو جائینگے۔ اور کوئی نشان آسمانی دیکھ لینگے تو ہم سب لوگ بلا توقف شرف اسلام سے مشرف ہو جاوینگے الخ اس بات کو تصدیق کرتا ہے کہ سب جو را بہانہ بسیار ہیں اوپر تحریر کر چکا ہوں۔ کہ ہم آریہ دہرم والے صداقت کے مرید ہیں۔ طمع کے شہید نہیں کیا آپ مندرجہ ذیل معزز و محقق مسلمانوں کے آریہ ہو جانے سے ویدک دھرم کو گرہن کرنے کے لئے مجبور ہو سکتے ہیں۔ نام ان بزرگوں کے یہ ہیں جنہوں نے لیاقت علمی و صداقت باطنی و روشنی روحی سے تحقیقات کامل کر کے آریہ دھرم کو اختیار کیا ہے اگرچہ وہ تعداد میں کئی ہیں مگر چند بھائیوں کے نام درج کرتا ہوں۔ مولوی محمد عمر صاحب۔ مولوی عبد اللہ صاحب۔ مولوی غلام شاہ صاحب۔ قاضی نظام الدین صاحب۔ حافظ غلام مصطفےٰ صاحب وغیرہ۔ پس یہاں پر اگر آپکا قول درج کر دوں۔ تو عین مناسب ہے۔ کہ اگر خدا آپکو توفیق دیوے تو اپنے مسلمان بھائیوں کی شہادت کو کافی سمجھو۔ کیونکہ آخر وہ بھی تمہارے بھائی ہیں۔ الخ۔

مرزا صاحب اپنے گھر میں کچھ کا کچھ سمجھ لینا شایانِ شان عقلمندی نہیں ہے۔ بالفرض محال اگر آپ آریہ ہو جاویں۔ تو کیا آپکے بھائی رشتہ دار وغیرہ موضع قادیان کے رہنے والے اہل اسلام آریہ دھرم کو قبول کرینگے۔ کبھی نہیں۔ پر اس معاملہ میں زیادہ تحریر واجب نہیں جانتا ہوں۔ مگر صرف اتنا لکھنا ضروری ہے ۔ باندازہ بود باید نمود ۔ خجالت بزد آنکہ بنمود و بود ۔ مرزا صاحب ادعائے بیمعنی سے سوائے خجالت کے

اور کچھ فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ جیسے کہ آپ حد کمال تک حقیقت کے مدعی ہوتے ہیں۔ ویسے آریہ دھرم کی صداقت کو بھی ثبوت ہے۔ ویسے ہی ایک میرے جیسے کا مدعی ثبوت ... ہونا۔ دین اسلام کی خوارق عادات کا ایک بہتر و برتر معجزہ ہوگا۔ یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ قادیان کے مسلموں سے آپکے کرامات یا پیرکی قلعی کھل چکی ہے۔ پس آریہ سماج ... جمل بست ... وہاں کوئی ایسی سماج بھی نہیں ہے۔ صرف دو تین ... سماج والے رہتے ہیں۔ آپکا یہ تحریر فرمانا کہ خواہ وہ متفقا تمام ... قوم جو اقرار نامہ پر دستخط کریں۔ اپنے اپنے ... [illegible]

یہ درحقیقت آپکی جوش ... ورنہ آریہ سماج والوں کا یہ اعتقاد و خواہش نہیں۔ ہم بس آپ آخری خدا سے عرض ہے کہ آپکا یہ تحریر کرنا کہ پانچ سماجوں کے ممبروں کا اقرار نامہ ملفا تحریر کروا کر ارسال کریں۔ محض مثال او حیلہ پروری و بہانہ بازی معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ جس سماج سے چاہیں آپ۔ اور جہاں چاہیں آپ معرفت و عدہ طور پر تسلی کر سکتے ہیں۔ میں اس طمع نفسانی سے پاک ہوں۔ آپ کے کرشمہ قدرت کے قائل کرینگی کسی طرح کی تمنا ہے صرف تحقیق حق منظور ہے مگر افسوس کہ آپ بالکل پہلوتہی فرما رہے ہیں۔ ہاں یہ تو میں خود بھی لکھتا ہوں۔ کہ عوام آریہ سے نہیں ہوں بلکہ خاص سے ہوں پس مصرعہ جو اس پر بھی ۔ سمجھے پھر لو اس بت سے خدا سمجھے۔

اگر جواب کامل اس کا ایک ہفتہ تک نہ آیا تو مفصل حال آپکے کو ہونی کا اخبارون میں طبع کیا جاویگا۔ ۵۔ اپریل ۱۸۸۵ء

نیازمند لیکھرام پردھان آریہ سماج پشاور۔ از مقام لاہور۔

۴۔ رد جواب۔ مشفق پنڈت لیکھرام صاحب۔ بعد ما وجب آپکا مرقومہ ۹ اپریل ۱۸۸۵ء مجھ کو ملا۔ آپنے بجائے اسکے کہ میرے جواب پر انصاف اور معقول سے غور کرتے۔ ایسے الفاظ دور از تہذیب و ادب اپنے خط میں لکھے ہیں جن سے خیال نہیں کر سکتا کہ کوئی مہذب آدمی کسی سے خط و کتابت کر کے ایسے الفاظ لکھنا روا رکھے پھر آپنے اُسی اپنے خط میں ہنسی اور مسخرا اور ہنسی کی راہ سے دین اسلام کی نسبت توہین اور ہتک کے کلمات تحریر کئے ہیں اور بغیر سوچنے سمجھنے کے ہجو ملیح کی طرح مکروہ اور نفرتی باتوں کو پیش کیا ہے اگرچہ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ اس قدر طالب حق ہیں۔ لیکن پھر بھی میں نے مناسب سمجھا کہ آپکی سخت اور بیہودہ باتوں پر صبر کر کے دوبارہ آپکو اپنی منشاء سے مطلع کروں۔ کیونکہ یہ بھی خیال گزرتا ہے کہ شاید آپنے میرے پہلے خط کو غور سے نہیں پڑھا۔ صاحب میں نے جو پہلے خط میں لکھا تھا اُس کا خلاصہ مطلب یہی ہے۔ جواب میں گذارش کرتا ہوں یعنی اُن دنوں میں اتمام حجت کی غرض سے میں نے مناسب سمجھا کہ سات سو خط چھپوا کر اُن مخالفین مذہب کیطرف روانہ کروں جو اپنی اپنی قوم کے سرگروہ اور میر مجلس ہیں اور یہ قرار پایا کہ چونکہ ہر ایک قوم میں اوسط اور ادنیٰ درجہ کے آدمی ہزارہا بلکہ لکھوکھا ہوا کرتے ہیں اسلئے یہ مناسب ہے کہ یہ خطوط مطبوعہ اُن چیدہ چیدہ اور اعلیٰ درجہ کے لوگوں کیطرف روانہ کئے جائیں۔ کہ جو خواص اور قلیل الوجود ہیں۔ پھر ساتھ ہی یہ بھی سوچا گیا کہ ایسے لوگ اگر قادیان میں ایک برس تک ٹھیرنے کیلئے بلائے جائیں تو اُن کی دینوی عزت اور آمدنی کے لحاظ سے کچھ روپیہ ماہواری اُن کے لئے شرط مقرر کرنا مناسب ہوگا۔ کیونکہ یہ خیال کیا گیا کہ وہ لوگ جس قدر اپنے اپنے مکانات میں بذریعہ نوکری یا تجارت وغیرہ وجوہ معاش حاصل کرتے ہیں۔ وہ غالباً اسی اندازہ کے قریب قریب ہوگا۔ غرض جو ہار روپیہ کی رقم تجویز کی گئی وہ بنظر اندازہ وجوہ معاش اُن اعلیٰ درجہ کے سرگروہوں کی مقرر ہوئی تا وہ لوگ یہ عذر پیش نہ کریں۔ کہ قادیان میں ٹھہرنے سے ہمارا مالی روپیہ ہرج منصور ہے اور اسی غرض سے خطوط مطبوعہ میں یہی شرائط

مانا کہ اگر ۱۱ روپیہ ماہوار بھی کسی صاحب کی حیثیت دنیوی سے کم ہو تو جہاں تک ممکن ہو ان کو ۱۱ روپیہ سے کچھ زیادہ دیا جائیگا۔ اب آپ جو تحریر فرماتے ہیں کہ وہ ۱۱ روپیہ کہ جو اعلیٰ درجہ کے لوگوں کے لئے بلحاظ حیثیت دنیوی اُنکے خطوط مطبوعہ میں اندراج پایا ہے اسقدر روپیہ ملنے کی شرط سے میں قادیان میں آتا ہوں بعد آپ خود انصاف فرما لیویں کہ آپ کیونکر اسقدر روپیہ پانے کی شرط کر سکتے ہیں۔ ہاں اگر آپ کسی جگہ ۱۱ روپیہ ماہواری پا لیں تو پھر اس صورت میں مجھ کو کسی طور سے عذر نہیں ہے تب مجھے یہ ثابت کر دیں کہ آپ اسی حیثیت کا آدمی ہوں۔ اور اگر ایسا ثابت نہ کریں۔ تو پھر آپ کے لئے یہ منظور کرتا ہوں کہ جس قدر آپ نوکری کی حالت میں تنخواہ پاتے رہے ہیں وہی تنخواہ حسب شرائط متذکرہ خطوط مطبوعہ آپ کو دونگا۔ لیکن آپ خود انصاف کر لیویں کہ جو تنخواہ اعلیٰ درجہ لوگوں کے لئے ۱۱ روپیہ ماہواری آمدنی کے لحاظ سے اُنکے ہرجہ کثیرہ کے خیال سے خطوط مطبوعہ میں لکھی گئی ہے وہ کیونکر ان لوگوں کو دیا جائے جو اس درجہ کے آدمی نہیں ہیں۔ اور اگر ہر ایک دنی و اعلیٰ کے لئے ۱۱ روپیہ ماہواری دینا تجویز کروں تو اسقدر روپیہ کہاں سے لاؤں۔ آپ تحکم کی راہ سے کلام نہ کریں اور جو میں نے خطوط کے چھاپنے کے وقت انتظام کیا ہے اُسکو خوب سوچ لیں۔ اور میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ آپ دو تین روز کے لئے قادیان میں آ جاویں اور بالمواجہ گفتگو کرکے اس بات کا تصفیہ کریں۔ مجھے یہ بھی منظور ہے کہ دو تین شرفاء اور معزز آریہ جیسے منشی جیوند اس لاہوری ہیں وہ مجھ سے ملاقات کرکے جو اس بارہ میں تصفیہ کریں وہی قرار پا جاوے۔ میں ناحق کی ضد کرنا نہیں چاہتا۔ نہ کوئی حیلہ بہانہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ غور سے میرے خط کو پڑھیں اور یہ جو آپ نے اپنے خط کے آخر پر لکھ دیا ہے کہ قادیان کے آریہ لوگوں سے آپ کی کراماتی مایہ کی قلعی کھل چکی ہے۔ یہ الفاظ بھی منصفین کے سامنے پیش کرنے کے لائق ہیں جس حالت میں قادیان کے بعض آریہ جو میرے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں اب تک زندہ موجود ہیں اور اس عاجز کے نشانوں اور خوارق کے قائل اور مقر ہیں۔ تو پھر نہ معلوم کہ آپ نے کہاں سے اور کس سے سُن لیا کہ وہ لوگ منکر ہیں۔ اگر آپ راستی کے طالب تھے تو مناسب تھا کہ آپ قادیان میں آ کر میرے روبرو اُن موجودین اُن لوگوں سے دریافت کرتے۔ سو جو امر حق ہے آپ پر واضح ہو جاتا۔ مگر یہ بات کس قدر دیانت اور انصاف سے بعید ہے کہ آپ دور بیٹھے قادیان کے آریوں پر یہ تہمت لگاتے ہیں۔ ذرا آپ سوچیں کہ جس حالت میں میں نے اُنہیں آریوں کا نام حصہ سوم و چہارم میں لکھ کر ان کا مشاہد خوارق ہونا حصص مذکورہ میں درج کرکے لاکھوں آدمیوں میں اسکی اشاعت کی ہے۔ تو پھر اگر یہ باتیں دروغ بے فروغ ہوں تو کیونکر وہ لوگ اب تک خاموش بیٹھے بلکہ ضرور تھا کہ اس صریح جھوٹ کے رد کرنے کے لئے کسی اخبار میں اصل کیفیت چھپواتے اور مجھ کو ایک دنیا میں رسوا اور شرمندہ کرتے۔ سو منصف آدمی سمجھ سکتا ہے کہ وہ لوگ باوجود شدت مخالفت اور عناد کے اسی وجہ سے خاموش اور لاجواب ہیں۔ کہ جو کچھ شہادتیں انکی نسبت لکھی ہیں وہ حق محض تھا۔ اور آپ پر لازم ہے کہ آپ اس ظن فاسد سے مخلصی حاصل کرنے کے لئے قادیان میں آ کر اس بات کی تصدیق کر جائیں۔ تا سیہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد۔ جواب سے جلد تر مطلع کریں۔ والدعا۔

راقم مرزا غلام احمد از قادیان ۱۹ اپریل ۱۸۸۵ء

(۵) رد جواب۔ مہربانم مرزا غلام احمد صاحب تسلیم۔ آپ کا خط مورخہ ۱۹ اپریل ۱۸۸۵ء بہت انتظار کے بعد ۲۳ اپریل ۱۸۸۵ء کو مجھے پشاور میں ملا۔ چونکہ پشاور آریہ سماج کا چوتھا سالانہ جلسہ ۲۵ و ۲۶ اپریل ۱۸۸۵ء کو تھا اس واسطے مجھ کو لاہور سے ۱۸ اپریل ۱۸۸۵ء کی گاڑی میں پشاور آنا پڑا۔ ۲۵ و ۲۶ روز کثرت کاروبار کے سبب فرصت نہ تھی آج عند الفرصت جواب بجناب نامہ کا تحریر خدمت کرتا ہوں۔ اس قدر دیری کو معاف فرمائیے۔ یہ خط آپکا بھی میں نے غور سے پڑھا اور تامل سے سمجھا اور ساتھ ہی اپنے خط نمبر ۲ کو حرف بحرف مکرر مطالعہ کیا۔ مگر کوئی حرف یا کلمہ دور از تہذیب و ادب اُسمیں نہیں دیکھا۔ نہیں معلوم کہ آپ نے اُس خط سے اسقدر باتیں کہاں سے نکال لیں۔ ہاں اگر جواب معمولی سے بھی مزاج مبارک برافروختہ ہوتا ہے۔ تو تحقیق حق و باطل و تصدیق صدق و کذب سراپا محال ہے۔ افسوس کہ اپنے خط نمبر ۲ کی تادیب و تہذیب پر دھیان نہیں دیتے ہو۔ اور میرے صاف خط کو بھی مہذبانہ نہیں بتلاتے۔ اگر اس سے اسلامی تحکم جتلانا مراد ہے تو الگ امر ہے ورنہ اسمیں کوئی امر خلاف اخلاق نہیں ہے جسطرح آپ نے اتمام حجت کی غرض سے خطوط ارسال کئے ہیں۔ اسیطرح میں نے بھی تردید حجت پر کمر باندھی ہے۔ آپکے پہلے خط مطبوعہ کا مطلب اور ہے اور خط مورخہ ۱۳ اپریل ۱۸۸۵ء سے کچھ اور ہی ظاہر ہوتا تھا اور آخر خط محررہ ۱۶ اپریل ۱۸۸۵ء سے کچھ اور ہی نتیجہ نکلتا ہے۔

الحمد للہ آپ اپنی تحریرات سے کیوں پلٹے جاتے ہیں۔ خط مطبوعہ کے برخلاف یا اُسکی اندرونی امید کیواسطے بہت باتیں آپ نے دل ہی دل میں پوشیدہ رکھیں اور غالباً اب بھی بہت باتیں مطلب برآری کیواسطے پوشیدہ ہونگی۔ آپکا خیال نہیں ہے کہ

نہ ماند بہ مخالفت دل اندر راستان باہم۔ کہ گفتار قلم باشد ز رفتار قلم پیدا

جو نتیجے آپکی مختلف تحریروں سے برآمد ہوتے ہیں وہ کسی عاقل کے نزدیک کبھی تسلیم کے لائق نہیں ہیں۔ اور نہ کوئی اُنہیں عزت کی نگاہ سے دیکھیگا۔

ماہ ستمبر ۱۸۸۴ء میں بتقریب جلسہ آریہ سماج امرتسر کے گورداسپور گیا تھا اور وہاں پر اس امر کی نسبت کہ آپ نے جو دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا ہے۔ درحقیقت کس حیثیت کے آدمی ہیں دریافت کیگئی تو ایک معزز آدمی کی زبانی جو آپکا پہلا واقف تھا معلوم ہوا کہ آپ اسقدر جائداد بھی نہیں رکھتے ہیں بلکہ مقروض ہیں۔ اب اس کی تصدیق آپکی ہی تحریر سے ہو گئی کہ اگر ہر ایک کے لئے ۱۱ روپیہ ماہواری دینا تجویز کروں تو اس قدر روپیہ کہاں سے لاؤں۔

مرزا صاحب! اُس سے لاؤ جس نے آپکو بقول آپکے نبی ناصری اسرائیلی کی طرز پر اصلاح خلق کے لئے مامور کیا ہے۔ قادیان کے آریہ بھائیوں کی نسبت میں نے تہمت نہیں لگائی اور اپنے دعویٰ کا نہایت قوی اور مدلل ثبوت رکھتا ہوں۔ جو براہین الاحمدیہ کے جواب تکذیب براہین الاحمدیہ میں درج ہو کر عنقریب چھپنے والا ہے اور وہ اُنکی خط و کتابت ہے اُن کو تہمت آپ نے لگائی ہے۔ کہ اُنکو میں نے کرامتیں بتلائی ہیں جو بالکل صداقت سے خارج امر ہے۔ میں آپکے روبرو بھی آنے کو مستعد تھا مگر ایک لائق آریہ برادر کی زبانی جو آپکی ملاقات کر گیا تھا معلوم ہوا کہ آپ زود رنج اور غصہ ور آدمی ہیں تو خیال گزرا کہ شاید ان کی اسقدر مہربانیوں کو میں برداشت نہ کر سکوں۔ اس واسطے ارادہ ملتوی کیا۔ لالہ شرمپت نے شاید آپ کے دعویٰ کی تکذیب بھی [illegible] بابو دیا رام [illegible] کی تھی مگر افسوس کہ مجھے اس وقت اچھی طرح یاد نہیں ہے اور اسمیں میرے مہربان بھائی بابو نراین سنگھ جی نے بھی ودیا پرکاشک میں بہت مشرح لکھا ہے۔

العاقل تکفیہ الاشارہ۔

اور جو باتیں آپنے پہلے خطوں میں تحریر کر چکا ہوں یا جو شہادتیں مذہبی یا عقلی بیان کی گئی ہیں سب کے ثبوت سلسلہ وار میرے پاس موجود ہیں۔ ایک مولوی صاحب ساکن لاہور جو علم دینی و دنیوی و طب میں عمدہ دستگاہ رکھتے ہیں۔ اُنہوں نے بھی آپ کی کراماتوں کی مفصل فہرست پیش کی تھی کہ آپ جاہلوں کے آگے بہت کچھ دسترس رکھتے ہیں چونکہ مجھے تحقیق حق منظور ہے۔ اور بفضل ایزدی چاہتا ہوں کہ اُن لوگوں کو جو راہ راست سے بے خبر ہیں صراط المستقیم یعنے ہدایت وید مقدس کی تعلیم دوں۔

قرآن و انجیل و توریت و ژند وغیرہ کتب ادیان مختلف کو بخوبی مطالعہ کیا ہے اور دلائل عقلی و نقلی سے ان کی بابت بحث کرنے کو موجود ہوں۔ اور میرے اکثر دوست مسلمان جو آپکی براہین احمدیہ کے خریدار ہیں یا جنکو آپنے تبرکاً یا کسی اور طور پر کتاب دیتے ہیں۔ یہ سب منکر از کرامات ہونے کے وہی لوگ مجھے آپکی عنایتوں کا مشکور کرتے رہتے ہیں۔ مگر زیادہ طول دینا مجھے پسند نہیں ہے۔ صرف آخری گذارش ہے کہ اگر در حقیقت دعوے اپکے سچے اور حق کے محقق اور راستی کے طالب اور اصلاح خلق کے لئے مامور ہو رہے ہیں۔ تو بموجب مضمون میرے پہلے خط کے بحساب ۲۰۰ روپیہ کے کل دو ہزار چار سو روپیہ ایک سال کا داخل خزانہ سرکار فرماویں۔ اور اقرارنامہ تحریر کر دویں کہ اگر ایکسال تک آپ کی ہدایت اور آسمانی نشانات و معجزات و عجزات سے تسلی نہ پاکر آپکے دین کو قبول نہ کروں تو وہ مبلغان مجھکو ملجاویں اور وہ روپیہ تا انقضائے میعاد ایک سال کے خزانہ سرکاری میں محفوظ رہے۔ اس کے واپس لینے کا آپکو اختیار نہ ہوگا۔ اگر آپ حضرت قادر مطلق جلشانہ کی طرف سے بقول اپنے مامور ہوئے ہیں تو اس اقرارنامہ و خالی روپیہ سے گریز کیوں فرماتے ہیں۔ جب تسلی آپکو آپکی نہیں اور آپکو اپنے کرامات کی سکہ پر امید ہے کہ قلب نہیں ہے لا کل عقد و مقدرت و حیلہ جوئی بیکار ہے۔ جب خدا نے پیشنگوئی فرمائی۔ اور علاوہ بریں آپ نے کبھی مرتبہ آزمائی تو ہم کو لاجواب مغلوب بھی ہونا پڑیگا۔ خدا نے وعدہ آپ سے فرمایا۔ اور آپ ایسی وعدہ پورا کرنے سے پہلو تہی فرما رہے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے خطوط سے ظاہر ہے آپ کس طرح مانا جاوے کہ جسمیں تخلف کا امکان نہیں ہے جبکہ آپکو ہی اسکا کامل امتحان نہیں۔ دعویٰ کرنا اتمام حجت کا اشتہار دینا کہ جس روز آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا تبلیغان ادا کرونگا۔ آپ جیسے عقلمندی کو یہ لگا رہتے ہے نسبت اپنی ایسے تخلف وعدہ کے کوئی آریہ بھائی آپکے پاس آنا نہیں چاہتا۔ مکرر بسہ کرر تحریر کرتا ہوں۔ کہ کرامات کے آزمانے کے واسطے اپنی طبع کو محک امتحان بنانا چاہتا ہوں اور ایکسال تک آپکی شاگردی اور وہاں کی حاضر باشی صدق دل سے منظور کرتا ہوں۔ اگر اس دفعہ بھی وہی طول طویل عبارت اور مطلب حیلہ حوالے رہا تو زیادہ خط و کتابت بیفائدہ ہوگی۔ زیادہ نمستے۔

۲ اپریل ۱۸۸۵ء راقم پنڈت لیکھرام پردھان آریہ سماج پشاور

(ب) خط مرزا صاحب بجواب خط نمبر ۵ مشفقی پنڈت لیکھرام صاحب۔ بعد ما وجب۔ اگرچہ اس خاکسار نے آپکے ان خطوط کے جواب میں جنمیں آپنے قادیان میں ایک سال ٹھہرنے کی درخواست کی تھی یہ لکھا تھا کہ چوبیس سو روپیہ لینے کی شرط پر آپکا ایسی درخواست کرنا آپکی عزت اور حیثیت عرفی کے برخلاف ہے لیکن چونکہ آپ اب تک اسی بات پر اصرار کئے جاتے ہیں کہ میں آریہ سماج کے گروہ میں ایک بڑا عزت دار آدمی ہوں اور بزرگوار اور عالی مرتبت ہونے کی وجہ سے تمام آریہ سماجوں میں مشہور و معروف ہوں بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپنے اپنے اسی دعوی کو بعض اخبار وغیرہ میں چھپوا کر جابجا مجھے بدنام کرنا چاہا ہے اور یہ لکھا ہے کہ جس حالت میں میں ایسا عزت دار آدمی ہوں اور پھر طالب حق تو پھر کیوں مجھے آسمانی نشان کے دکھلانے اور اسلام کی حقیقت مشاہدہ کرانے سے محروم رکھا جاتا ہے اور کیوں چوبیس سو روپیہ دینے کی شرط پر مجھ کو قادیان میں ایک سال تک ٹھہر کر آسمانی نشانوں کے آزمانے کے لئے اجازت نہیں دیجاتی۔ سو آپ پر واضح ہو کہ ہم نے جو آج تک آپکی درخواست منظور کرنے میں توقف کیا تو اس کی یہی وجہ تھی کہ ہم اپنے خط مطبوعہ میں یہ شرط درج کر چکے ہیں کہ ہمارا مقابلہ عوام الناس سے نہیں ہے بلکہ ہر قوم کے چیدہ و منتخب اور صاحب عزت لوگوں سے ہے اور ہر چند ہم نے کوشش کی مگر ہم پر یہ ثابت نہیں ہوا کہ آپ ان معزز اور ذی مرتبت لوگوں میں سے ہیں۔ جو بوجہ حیثیت عرفی اپنی کے دو سو روپیہ ماہواری خرچہ پانے کے مستحق ہیں مگر چونکہ آپ کا اصرار اپنے اس دعوی پر غایت درجہ تک پہونچ گیا ہے کہ فی الحقیقت میں ایسا ہی عزت دار ہوں اور پشاور سے بمبئی تک جس قدر آریہ سماج ہیں وہ سب مجھ کو معزز اور قوم میں سے ایک بزرگ اور سرگروہ سمجھتے ہیں۔ اس لئے آپ کی طرف لکھا جاتا ہے کہ اگر آپ سچ مچ ایسے ہی عزت دار ہیں تو ہم آپکی درخواست منظور کر لیتے ہیں۔ اور جہاں چاہو چوبیس سو روپیہ جمع کرا لینے کو بھی ہم مستعد۔ لیکن جیسا کہ آپ شرائط مندرجہ خطوط سے تجاوز کر کے اپنی پوری تسلی کر لینے کے لئے مجھ سے چوبیس سو روپیہ نقد کسی دوکان یا بنک سرکار میں جمع کرانا چاہتے ہیں تو اس صورت میں مجھے بھی حق پہونچتا ہے کہ میں بھی آپ کے اس اقرار کو جو بعد دیکھنے کسی آسمانی نشان کے بلا توقف قادیان میں ہی مسلمان ہو جاؤنگا آپ ہی کے اعتبار پر چھوڑوں بلکہ جیسے آپ روپیہ وصول کرنے کے باب میں اپنی پوری پوری تسلی کرینگے۔ ایسا ہی میں بھی آپ کے مسلمان ہونے کے لئے کوئی ایسی تدبیر کر لوں۔ جس سے مجھے بھی پورا پورا یقین اور کامل تسلی ہو جائے کہ آپ بھی درحالت انکار اسلام اپنی عہد شکنی کے ضرر سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔ سو عدالت کی بات جسمیں میں اور آپ برابر ہیں یہ ہے کہ ایک طرف یہ خاکسار ۲۴ سو روپیہ حسب منشا آپ کے کسی جگہ جمع کرا دے اور ایک طرف آپ بھی اسیقدر روپیہ حسب منشا میری اس غرض کے لئے جمع کرا دیں کہ اگر آپ بعد دیکھنے کسی نشان کے انکار اسلام کریں تو وہ روپیہ جن کی تو دوکان پر رکھوا دیں گے تا جسکو خدا تعالیٰ فتح بخشے اس کے لئے یہ روپیہ فتح کی ایک یادگار رہے۔ یہ تجویز کسی فریق پر ظلم نہیں بلکہ فریقین کے لئے موجب تسلی و سراسر انصاف ہے۔ کیونکر جیسے آپکو یہ اندیشہ ہے کہ آپ بصورت مغلوب ہونے اس عاجز کے چوبیس سو روپیہ جبراً وصول نہیں کر سکتے۔ علیٰ ہذا القیاس مجھے بھی یہ فکر ہے کہ میں بھی بعد مغلوب ہونے آپ کے آپکو جبراً مسلمان نہیں کر سکتا۔ سو یہ انتظام حقیقت میں نہایت عمدہ اور مستحسن ہے کہ ایک طرف آپ وصول روپیہ کے لئے اپنی تسلی کر لیں اور ایک طرف میں بھی ایسا بندوبست کر لوں کہ درحالت عدم قبول اسلام آپ بھی شکست کے اثر سے خالی نہ جانے پاویں۔ اگر آپ اسلام کے قبول کرنے میں صادق النیت ہیں تو آپکو روپیہ جمع کرنے میں کچھ نقصان اور اندیشہ نہیں کیونکہ جب آپ بصورت مغلوب ہونے کے مسلمان ہو جائینگے تو ہم کو آپ کے روپیہ سے کچھ سروکار نہیں ہوگا بلکہ یہ روپیہ تو صرف اس حالت میں بطور تاوان آپ سے لیا جاویگا۔ کہ جب آپ عہد شکنی کر کے اسلام کے قبول کرنے سے گریز یا روپوشی اختیار کریں گے۔ سو یہ روپیہ بطور ضمانت آپکی طرف سے جمع ہوگا۔ اور صرف عہد شکنی کی صورت میں ضبط ہوگا۔ نہ اور کسی حالت میں۔ رہا یہ امر کہ آپ اسقدر روپیہ کہاں سے لاینگے تو اسکا فیصلہ تو آپ ہی کے اقرار سے ہو گیا جبکہ آپنے اقرار کر لیا کہ میں بڑا عزت دار آدمی اور قوم میں مشہور و معروف ہوں۔ کیونکہ جس حالت میں آپ ایسے بڑے عزت دار ہیں تو اول یہ روپیہ آپ کے آگے کچھ چیز ہی نہیں بلکہ اس سے بہت زیادہ آپکے دولتخانہ میں جمع ہوگا۔ اور اگر کسی اتفاق سے آپ پر افلاس طاری ہے تو قوم کے لوگ ایسے معزز اور سرگروہ سے امداد وغیرہ کے بارے میں کب دریغ کرینگے بلکہ وہ تو سنتے ہی ہزار ہا روپیہ آپکے قدموں پر رکھ دینگے۔ اور صرف آپ کی ایک زبان کے اشارہ سے روپیوں کا ڈھیر جمع ہو جائیگا۔ خدا نخواستہ ایسا کیوں ہونے لگا۔ کہ آریہ سماج کے دولتمند اور ذی مقدرت لوگ آپ کو چند روز کے لئے بطور امانت روپیہ دینے سے انکار کریں اور آپ کی دیانت داری اور امانت گذاری میں ان کو کلام ہو کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ادنےٰ ادنےٰ آدمی جیسے چوہڑے چمار یا جولاہے بھی اپنی قوم میں کچھ تھوڑا سا اعتبار رکھتے ہیں وہ بھی اپنی برادری میں اس قدر مسلم العزت ہوتے ہیں کہ قوم کے ذی مقدرت لوگ کسی مشکل کے وقت صد ہا روپیہ سے بطور قرضہ وغیرہ ان کی امداد کرتے ہیں اور آپ تو بقول آپ کے بڑے ذی عزت آدمی ہیں جنکی عزت سارے آریہ سماج اور

یہ کہ اپنی کتاب براہین احمدیہ کے سرورق پر اپنے اسم مبارک کے القاب میں میں اعظم قادیان دام اقبالہ لکھ دیا۔ مزید برآں طرہ یہ کہ جو کوئی اُس کا رد لکھیگا دس ہزار روپیہ انعام پاویگا۔ خیال کرنا چاہیئے کہ اس قدر مال کے وسیع سے سو دو سو اشخاص بھی مدا لگا۔ رد لکھینگے تو لکھہا روپیہ چاہیئے۔ دفعہ ۳۔ جبکہ آپ ایک ایسے گنج قارون کے مالک ہیں تو اپنی کتاب کی اشاعت کے واسطے ہندوان مسلمانان سے بھیکھ کیوں مانگتے ہیں۔ اور طرفہ تر یہ ہے کہ باوجود روزہ گری پانچ سالہ الطباع کتاب کا حرج بھی بہم نہ پہنچا سکے۔ دفعہ ۴۔ سچ تو یہ ہے کہ آپنے اس لاف زنی سے ایک ذریعہ معاش کا پیدا کرلیا۔ جیسا کہ پنجابی کی مثال ہے کہ زدی ٹوکھائیے تنکرے دنیا کھائیے مکرے " نظر بحالت مذکورہ جو میری طرف سے درخواست پیشگی زر معہود کی ہوئی۔ تو کچھ بیجا نہیں ہے۔ اور نہ کوئی منصف مزاج بیجا کہیگا۔ دفعہ ۵۔ آپکا گمان غلط تھا۔ کہ بسبب سختی شرائط کے آپکے پاس ایک گاؤں میں درمیان ہتقان و مجہولان کے ایک سال تک قید بے زنجیر رہنا کوئی آدمی قبول نہ کریگا۔ توبصورت خاموشی معترضان کے آپکا دعوےٰ بطور ڈگری یکطرفہ ثابت ہوجا دیگا۔ مگر جبکہ آپ کے ابطال دعوےٰ پر بندہ استادہ ہوگیا اور بوجوہ شرط صدرِ زر معہودہ پیشگی امانت کہا جاتا تو آپنے برخلاف اشتہار کے ایک نیا حیلہ اختراع کیا یعنی مجھ سے بھی بالمقابل اعلیٰ امانت زر لُونگا۔ بندہ نے اپنے ارادہ پر ثابت قدمی کرکے اسی حیلہ جدید کی رُو سے بھی آپ کو بھاگ جانیکی فرصت نہ دی۔ یعنی اعلیٰ امانت زر جمع کرانا منظور کرلیا۔ پس جبکہ زر مشروط طرفین سے مساوی جمع ہوگا۔ تو شرائط بھی مقبول و مساوی طرفین ہونی واجب ہوئیں۔ نظر برآں آپکے اس دعویٰ پر کہ نشان آسمانی خوارق عادات مشاہدہ کراونگے۔ میری طرف سے نہایت مناسب یہ سوال پیش ہوا۔ کہ آسمانی نشان قدرتی تین قسم کے موجود و مشہور ہیں۔ سورج۔ چاند۔ ستارے۔ اُنکی نسبت خرق عادت یعنی خلاف قانون قدرت کوئی معجزہ مشاہدہ کرا دیجیئے۔ اور معجزہ نمائی کا کوئی وقت تجویز کرکے مشتہر کیجئے اسکے جواب میں جو عذرات آپنے لکھے ہیں بمقابلہ ہر ایک عذر کے تردید لکھتا ہوں **عذر اول** تاخیر ہم آپ اسی قسم کے نشانوں کو قبول کرسکتے ہیں کہ ستاروں آفتاب و مہتاب کے تغیر و تبدل وغیرہ پر مشتمل ہو۔ تردید۔ حضرت آپنے اشتہار میں صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ اس عاجز کی صحبت میں ایک سال تک رہکر آسمانی نشانوں کو بچشم خود مشاہدہ کرلیں تو اگر چاند۔ سورج۔ ستارے۔ موجودہ نشانوں میں خرق عادت نہیں دکھا دینگے۔ یا علاوہ انکے دوسرا سورج یا دوسرا چاند یا اعادہ معجزہ شق القمر نہیں دکھا دینگے۔ تو پھر آسمانی نشان چہ معنی دارد۔ کیا آسمان سے ایسے جھوٹے دعویٰ پر خاک و دھول برسا دینگے **عذر دوم** پنڈت صاحب ہمارا کام ہرگز نہیں کہ ہم جس طور سے کوئی شخص زمین و آسمان میں انقلاب پیدا کرنا چاہے۔ اس طور سے انقلاب کرکے دکھاویں۔ تردید دفعہ ۱۔ جبکہ آپ اس قسم کے لایق نہیں تو مشاہدہ نشان آسمانی کا جھوٹا دعویٰ کیوں لکھ مارا۔ چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی۔ آپنے سمجھا ہوگا کہ جس طرح آپ عقل سے کام نہیں لیتے۔ سب کا ایسا ہی حال ہوگا اور کوئی نہ پوچھیگا دفعہ ۲۔ جبکہ آپنے آسمانی نشانوں کا مشاہدہ کرانا لکھا تو اسی پر بحث کی گئی وہی نشان مانگے گئے اگر زمین کے نشان یا اربعہ عناصر میں سے یا موالید ثلاثہ سے کسی قسم کی چیز پر خرق عادت کا دعویٰ ہوتا تو اسی پر بحث ہوتی اور اسکے مطابق سوال کیا جاتا۔ اگر زمین و آسمان کا انقلاب آپ ناممکن سمجھتے تھے تو آسمان کا لفظ کیوں لکھا تھا۔ سچ ہے سے

دروغ آدمی را کند بے فروغ ۔ مگر اے برادر تو ہرگز دروغ

کراماتوں کے ہو جانے بے صرفہ سے سوائے پشیمانی کے اور کیا نتایج نکلتے ہیں **عذر سوم**۔ ہم صرف بندہ مامور ہیں۔ ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ کس طرح کا نشان ظاہر کریگا۔ تردید دفعہ ۱۔ اس فکر سے کہ ہم بندہ مامور ہیں یہ عذر زیادہ تر آپکے اشتہار کی سطر اول و دوم کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ آپنے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے اور حضرت عیسیٰ کا نام مبارک لکھکر اُنکے برابر آپکو ظاہر کیا ہے۔ اس سے زیادہ دعویٰ نبوت کی کیا صراحت ہونی چاہیئے۔ اس موقعہ پر بیجا نہ ہوگا۔ کہ اگر ہم حضرات علماء اسلام سے داد خواہی کریں یعنی خاص و عام اہل اسلام پر اظہر من الشمس ہے کہ حضرت رسالت پناہ ختم المرسلین ہیں پس ایسے دعویدار پر تعزیر شرعی کا فتویٰ کیوں نہیں لگاتے کیونکہ دشمن خانگی سخت خرابی لاتے ہیں اور گھر کے بھیدی لنکا ڈھاتے ہیں اور اگر صداقت قرآن شریف اتمام حجت اسلام کا دعویٰ ہے تو بھی نعوذ باللہ کیا قرآن شریف فی نفسہ اپنی صداقت میں کامل نہیں ہے بہرحال یہ بات بھی خلاف شرع ہے اور نہ کہیں قادیان میں الہام ربانی اترنیکا اشارہ پایا جاتا ہے۔ پس یہ عذر بتر از گناہ ہے نہ گفتن تسبیدن اختیار ہست تردید دفعہ ۲۔ یہ عذر کہ ہم کو معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ کس طور کا نشان ظاہر کریگا نہایت بیجا ہے جبکہ آپ ایک خاص و اہم کام پر مامور ہورہے ہیں تو اس کام کے سب سرانجام سے آگاہی کیوں نہیں اور جب معلوم نہیں کہ کس طور کا نشان ظاہر ہوگا تو بدوں ارشاد الٰہی نشان آسمانی کا دعویٰ زبانی کیوں تھا ہمارا صرف نشان کا لفظ کافی تھا جبکہ آپکے الہام کی تسلیم ابتدا ہی غلط ہے تو آگے کیا کام کرینگے آپکو واجب تھا کہ وحی آسمانی سے جو آپکے پیش دیا نہ میں نازل ہوتی ہے نشان آسمانی کا صحیح صحیح پتہ معلوم کرکے اشتہار میں لکھ دیتے تا واقعی اعلیٰ ترین درجہ نبوت پر مامور کرنا خدائے ہمہ دان کا کام نہیں ہوسکتا بلکہ خدا تعالیٰ کے کسی اور کا کام ہے **عذر چہارم** ہم جانتے اور سمجھتے ہیں کہ نشان اُسی شے کا نام ہے کہ انسانی طاقت سے بالاتر ہو تردید۔ ہم نے بھی ایسے ہی نشان مانگے تھے جو انسانی سے بالاتر ہیں فروتر نہیں مانگے مگر اس سے بھی آپ گریز کرگئے کہ انقلاب زمین و آسمان نہیں ہوسکتا ہے شامل اس تردید کے عذر دوم کی تردید دفعہ ۲ میں بھی ہوا **عذر پنجم**۔ ہمارا دعویٰ صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ ضرور ایسا نشان دکھلائیگا جس کے مقابلہ سے انسانی طاقتیں عاجز ہوں تردید اب آپنے اپنے دعویٰ کا نصف حصہ چھوڑ دیا کہ نشان آسمانی سے صرف ایک جزو نشان کا باقی رکھا اور دوسرا حصہ یعنی غلط نشان بھی بے نشان و معدوم کردیا۔ کیونکہ آپکو معلوم ہی نہیں کہ وہ کیا اور کیسا ہوگا۔ پس بکلی آپ کا دعویٰ ٹوٹ گیا شکر ہے۔ کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے **عذر ششم** لفظ نشان کو اپنی اصطلاح میں معجزہ قرار دیکر یہ تعریف لکھتے ہو کہ اُسکے مقابلہ سے انسانی طاقتیں عاجز ہیں تو واقعی یہ معنی معجزہ کے درست ہیں کہ مشاہدین غور اً عاجز ہوکر مشاہدہ کرانیوالے پر ایمان لاویں اور دور تک موثر ہو و غرضیکہ اظہر من الشمس ہونا چاہیئے تردید باوجود اپنے مندرجہ بالا اقرار کے نہ معلوم کہ عذر کیوں پیش کرتے ہو کہ آپکے معجزہ پر اثبات یا نفی کی رائے دینے کے لئے منصفان مقبولہ طرفین۔ جو فریقین کے مذہب سے الگ ہوں مقرر ہونے چاہئیں۔ عموماً ظاہر ہے کہ جو کوئی مقدمہ یا کوئی امر مجہول الکیفیت اور مہمل پیش ہوتا ہے اُسکے واسطے ضرورت منصفان کی ہوا کرتی ہے اور وہ منصفان بھی تیر در تاریکی چلاتے ہیں کیونکہ غیب دانی بشریت سے بعید ہے۔ پس اگر آپکا معجزہ بھی ایسا ہی مجہول الکیفیت ہوگا تو اپنے گاؤں کے بھیڑ بکری چرانیوالوں کو بتلا دیا کریں ہم آپکی لاف زنی کے معجزہ کو دیکھکر خاموش رہنا بہتر سمجھتے ہیں۔ میں باز آیا محبت سے اٹھالو پاندان اپنا۔ مگر آخری اپنا فرض دوستانہ ادا کرنا بھی واجب جانتا ہوں وہ یہ ہے کہ سچا مذہب خدا کیطرف سے عالمگیر ہے اور جسکی صداقت کی شعاعیں ہمیشہ آفتاب کی طرح جہان کو روشن کررہی ہیں وہ آریہ دھرم ہے اور وید کتاب الٰہی جو بالکل مکمل و مفصل و معقول ہے نور سمجھا۔ کام ہمیشہ رد و تبدل و منسوخ و ناکاملیت سے پاک اور مبرا ہیں۔ اور وید اپنی صداقت پر ہمیشہ چوہدری یعنی چار رنگا نہ ثبوت رکھتے ہیں

پنجم — اے اہل بصیرت صاحبان! ذرا آپ توجہ فرما کر خیال کریں کہ اوّل تو مضمون اشتہار مصنف صاحب نے خود تراشا ہے۔ کیونکہ ان سب معاہدین میں سے کسی کو طاقت نہیں مضمون شناسی کی بھی۔ دوم۔ یہ جانتے نہیں کہ الہام کی کیا حقیقت ہے کیونکہ ان میں سے صرف ایک دو نے کسی زمانہ میں قاعدہ ابتدائی شاید پڑھا تھا اور باقی عموماً ناخواندہ ہیں۔ علاوہ ازیں یہ سب مرزا صاحب کے دست نگر اور خوشامدی ہیں۔ ہاں اس کے برعکس خیال ملہم صاحب کے جس کسی کو توفیق الٰہی شامل حال اور خوف عاقبت مد نظر ہو کر راست راست بیان کرے تو وہ شخص عاقبت اندیش اور خدا ترس متصور ہوگا۔ بلکہ اس کے راقم کی پیشگوئی کا ثمرہ سمجھنا چاہیے اور جو طالب حق اور صاحب عقل ہیں قادیان میں آکر ان ناخواندوں اور ناواقف از علم گواہوں کو دیکھے گا۔ اس پر ملہم صاحب کی کارستانی اور راست بیانی من و عن ظاہر ہو جاوے گی۔ گو اس کارستانی سے مصنف صاحب کو اُن کے مریدوں و مشیروں نے ہر چند سمجھایا کہ اس بناوٹی کارروائی سے ضرور خلل عاید ہوگا اور کئی طرح کے شکوک و شبہات پیدا ہو جاویں گے۔ لازم ہے کہ اہل تحقیق و اہل علم سے بھی ایک معزز و معتبر آدمی مشاہدہ میں شامل کیا جاوے۔ مگر مرزا صاحب نے کسی کی نہ مانی۔ کیونکہ وہ تو جانتے ہیں کہ من آنم کہ من دانم۔ میر عباس علی شاہ لدھانوی وغیرہ معاونان اس مکیدہ نے امداد براہین احمدیہ میں اس قدر سعی و کوشش کی ہے کہ قطع نظر چیدہ چیدہ روسا و امرا و نوابوں کے غریب آدمی سے بھی پیسہ پائی تک نہیں چھوڑا اور کئی ایک بیوہ عورتوں کو ترغیب و تحریک دیکر چھلے و مُرکی ٹوٹی تک اُتار لئے اور یہاں تک کہ طوائف الیقول کا مال بھی جسکو قطعی حرام سمجھتے ہیں براہین احمدیہ کی اشاعت امداد میں حلال و طیب متصور ہوا ہے۔ خدا معلوم کہ اس متعصب کارروائی کی امداد میں روپیہ دینے سے کس طرح کا ثواب ہوگا۔

ششم — اہل اسلام و اہل ہنود سکنائے قادیاں و قرب و جوار قسمیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آج تک کبھی مشاہدہ الہام وغیرہ کا نہیں کیا اور نہ کبھی کسی الہام کا پایۂ اثبات پہنچنا سنا یا دیکھا ہے اور گواہان مندرجہ کتاب بھی تکذیب اثبات الہامات کی بیان کرتے ہیں ہاں مگر ان کا باہمی لین دین اُن کی عام اشاعت کا ذرہ حارج ہے۔

ہفتم — مسکینی و فروتنی و عزت و تذلل و تواضع کا دعویٰ بھی سراسر خلاف ہے اگر مسکینی ہوتی تو دس ہزار روپیہ وانعام کی شرطیں نہ باندھتے اور فروتنی ہوتی تو زود رنج اور غصہ ور نہ ہوتے اور عزت کے واسطے لازم تھا کہ تعمیر مکاں بر مخلوقات کا روپیہ ضائع نہ کرتے اور جو بارہ سے باہر نکل کر اصلاح خلق پر مستعد ہوتے۔ تذلل و تواضع کا یہ حال ہے کہ اکثر مسلمانوں کو حرمت بخشا جاتا ہے۔

اس لئے بہ نیت خیر اندیشی مخلوقات یہ اشتہار عام مشتہر کیا جاتا ہے کہ سب لوگ مطلع ہو کر دھوکہ میں نہ پڑیں اور جو اس پر زیادہ شوق رکھیں انکو لازم ہے کہ بنظر تحقیق و انصاف آزما دیں کیونکہ ـ

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر میکنند ۔ چوں بخلوت می روند آں کار دیگر میکنند

عجب پیدا نرالے صاحب ولایت * نہیں اثبات کی دیتے دلائل

جو ملہم حق ہے تو دنیا لوٹ کھاتے * کرامت ایک برگزیدہ دکھاتے

جنہیں تحقیق حق کی جستجو ہو * مخالف بے یقین کہتے ہیں اس کو

ہمیں ہندو و تعصب سے نہیں کام * فقط چاہتے ہیں ہم تحقیق الہام

المشتہر

مرزا امام الدین رئیس قادیان برادر مرزا غلام احمد صاحب مؤلف ۔ بقلم خود

۱۳ ۔ اگست ۱۸۸۵ء

(۲) مطبوعہ سفیر ہند پریس امرتسر

اشتہار

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

ناظرین اشتہار اس بات سے بخوبی آگاہ ہونگے کہ ایک شخص مرزا غلام احمد نامی ساکن قصبہ قادیان کے وہم میں عرصہ سے اس قسم کی دھن سمائی ہوئی ہے کہ الہام و خوارق عادات کے ساتھ میری درگاہ ایزدی میں رسائی ہے۔ رب العرش مجھے اسرار غیبیہ و نقاط خفیہ سے ہمیشہ آگاہ کرتا ہے اور انتظام عالم کے سبھی احکام میرے ذریعہ صادر ہوتے ہیں۔ انبیا بنی اسرائیل سے اپنا رتبہ مسیح سے کم نہیں جانتے ہیں اور مسلمانان موجودہ و نیکو کاران زمانہ سے اپنا نظیر کسی کو نہیں گردانتے۔ اول آپ نے باوجود ضد رہونیکے دعویٰ کیا کہ جو کوئی میری کتاب براہین احمدیہ کا جواب دیوے وہ دس ہزار روپیہ کا انعام پاوے مگر وہ تین سو دلیل والی کتاب بحتہ طور سے سنا گیا ہے۔ کہ باوجود گزر جانے آٹھ نو سال کے ابھی تک مرزا صاحب نے تصنیف نہیں فرمائی اور نہ چھپوائی۔ مگر ہاں ایسی دام تدبیر کے ذریعہ سے بارہ ہزار روپیہ مسلمانوں سے کما لیا۔ مگر مال حرام کا بجائے حرام جانا ضرور ہو کر تھوڑے دنوں کے عیش و عشرت سے وہ روپیہ اُڑا دیا۔ براہین احمدیہ کا جواب تکذیب براہین احمدیہ تیار ہو کر ماہ اکتوبر ۱۸۸۴ء کو گوردوارہ میں اُن کو سننے کے واسطے بلایا گیا۔ مگر ہٹ دھرمی و غصہ نے اُن کے دل کو سیاہ کر دیا جس سبب سے انہوں نے بالکل سننا واجب نہ سمجھا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد جب وہ روپیہ اُڑا چکے تو ایک اور داؤ پیچ کھیلا کہ جو میرے پاس قادیان میں آکر ایک سال تک رہے وہ ضرور آسمانی نشانات و معجزات دیکھ کر اسلام سے معترف ہوگا۔ ورنہ دو سو روپیہ ماہوار کے حساب سے ایک سال کا ہم حرجانہ و جرمانہ دیوینگے۔ اس پر اول میں نے خط و کتابت شروع کی جو پچھلے سال آفتاب پنجاب و کوہ نور وغیرہ اخبارات میں طبع ہوتی رہی جس سے ناظرین مرزا صاحب کی ابلہ فریبی بخوبی جان گئے ہونگے۔ بعدہ منشی اندرمن صاحب سے بھی انہوں نے وہی چالاکیاں عملی کیں اور انکی کسی شرط کو منظور نہ کیا۔ بلکہ ایک جعلی و فرضی اشتہار بطور درخواست ہندوان قادیان سے لکھا کر انکے پاس بھیجا اور اخباروں میں چھپوایا۔ جس پر اہل ہنود نے مطلع ہو کر ایک ٹریکٹ "ان قادیان عظیم" چھپوا کر عام مشتہر کر دیا کہ یہ مرزا صاحب کا سراسر فریب ہے۔ ہم نے منشی اندرمن کو نہیں بلایا۔ پھر مرزا صاحب ایک اور چال چلے یعنی دس ہندوان محض ناخواندہ سکنائے قادیان کے نام سے ایک درخواست اپنے نام لکھوائی کہ ہمارے حق میں ہمکو آپ آسمانی نشانات بتلا دیں اور خود بھی ایک اقبالنامہ تحریر کیا کہ ہمیں اس جماعت عشرہ کی درخواست منظور ہے۔ اور اپنے چند خود غرض مسلمانوں کو گواہ لکھ کر اعلان چھپوا دیا۔ جس کارسازی پر اہل ہنود نے مطلع ہو کر اعلان کا بطلان چھپوا دیا جو ناظرین کے مطالعہ میں آیا ہوگا۔ اور جس کا علیحدہ ٹریکٹ "قادیان کے دس ہندوان کی کارسازی اور مرزا غلام احمد کی افترا پردازی" کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ غرضیکہ مرزا صاحب نے ایک سال سے نئی شرط کو بھی میعاد کے نہ ادا ہونیکے سبب حیلہ و حوالہ و فریب سے ٹال دیا۔ لاچار بندہ دو ماہ قادیان میں رہ کر اور آریہ سماج سنگھاپٹ کر کے وہاں سے چلا آیا۔ اب ایک اور فریب سوچا کہ حضرت کو اس نیاز مند اور منشی اندرمن صاحب کی وفات و حیات و شادی و غمی کی نسبت الہام ہوتے ہیں۔ مگر نہیں بتلاتے ہیں۔ جب تک کہ ہم اُن کو اجازت نہ دیویں۔ منشی اندرمن صاحب کا حال مجھے معلوم

فٹ نوٹ ۔ دیکھو اعلان نمبر ۴ صفحہ

میں نے گئی ہیں اُنکو تحریری اجازت نامہ ارسال کر دیا جس پر اتنک کچھ انکشاف نہیں ہوا۔ الغرض ناظرین سے مرزا صاحب کو کیا الہام ہوتا ہے خبر اسی طرح مرزا صاحب کو بھی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو الہام ہوا تھا کہ تمہارے گھر میں ایک لڑکا عمانوئیل نامی پیدا ہوگا جو کی تعقات والاسطر هر الاول والاخر مظہر الحق والعلا کان اللہ نزل من السما حکا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ عنقریب آتا ہے ساتو مقدس روح دی گئی ہے وہ نور اللہ ہے ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونیوالا ہے جو ایک حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ چونکہ ان دنوں مرزا صاحب کے ہاں حمل کا اشتباہ تھا جسکے حال سے نیازمند بھی آگاہ تھا۔ مرزا صاحب کو چونکہ حکیم ہیں تجا سا حال کا ہوگا۔ بظاہر دم فریبی کو الہام پیشگوئی و متابعت رسول و بشارت جبرائیل وغیرہ ناموں سے نامزد کر کے چھپوا دیا مگر ڈرا اول ہر ایک کے آگے آتا ہے اور جھوٹے دعووں سے ہر ایک آدمی پشیمانی اٹھاتا ہے۔ ہر کہ گردن بدعوی افرازد خویشتن را بگردن اندازد۔ آج ایک معتبر رئیس قادیان کے خط سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے گھر میں ۱۵ اپریل ۱۸۸۶ء کو بجائے عمانوئیل کے عمونیلہ دختر نابکار پیدا ہوئی۔ اور مرزا صاحب کو حظ بھی آگیا۔ پس اے ناظرین مبارک ہو کہ جھوٹ کا نا درست کا یہ کاش ہوا۔ مرزا صاحب کو چاہیے کہ آئندہ ایسے جھوٹے دعووں سے باز آویں۔ اور خدا کے نام پر الزام لگانے سے شرماویں +

المشتہر

پنڈت لیکھرام مردھان آریہ سماج پشاور سرحد۔ مورخہ ۲۰ اپریل ۱۸۸۶ء

(۳) مطبوعہ چشمہ نور پریس امرتسر

اشتہار واجب الاظہار

اے ناظرین۔ ہماری اس تحریر کو ذرا غور سے پڑھنا اور اس تحریر کے شایع کرنے سے ہمارا اصلی منشا ہے۔ اُس کو بخوبی سمجھنا۔ شک نہیں کہ انہیں صاحبوں کو ہماری یہ تحریر پسند ہوگی۔ جو راستباز اور محقق مزاج ہیں۔ خواہ کسی ملت کے ہوں یہ بھی یاد رہے کہ ہم کو کسی قوم یا خاص کسی شخص کیساتھ بغض و عداوت نہیں۔ بلکہ ہم اپنے دوست مرزا غلام احمد صاحب کے مقابلہ میں اشتہار شایع کرنا موجب شرم کا سمجھتے ہیں۔ لیکن کیا کیا جائے یہ اُن کی ہی ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ ہے حقیقت میں ہمارے دل کو اس اشتہار کے شایع کرنے سے اس قدر رنج اور تکلیف اور بوجھ ہے جو بجز والدین حقیقی کے عزیز جاتا ہوگا مذکورہ بالا فقرات کی تصدیق ذیل کی عبارت سے ہو جائیگی ہمارا ارادہ محض راستی کے ظاہر کرنے کا ہے کیونکہ ہم نے معلوم کر لیا ہے کہ ہمارے خاموش رہنے سے راستی کا خون ہوا جاتا ہے اور ایک قوم ستاریر مخالف قوم کی طرف سے بزعم خود حجت قایم ہوتی جاتی ہے اس لئے ایسے نازک موقعہ پر شہادت کا اخفا کرنا یا واقعہ کے برخلاف بیان کرنا سخت گناہ ہے حالت پیش آمدہ دیکھکر خود ناظرین جان سکتے ہیں۔ کہ ایسے وقت پر شہادت میں پس پیش کرنا یا خاموش رہنا کبیرہ گناہ نہیں تو اور کیا ہے۔ کیونکہ اُسکا صدمہ ایک قوم اور گروہ پر پہنچتا ہے۔ شاہد حال پر۔ اور سوائے اسکے ہمدردی اور خیر خواہی سے بھی بعید ہے۔ کیونکہ ایک تو مرزا صاحب اپنے اوقات الہام اور خرق عادت کے دعوی میں جس کا ثبوت پہنچانا ایسا محال اور ناممکن ہے۔ جیسا کہ غرب سے آفتاب کا طلوع ہونا صرف کر رہے ہیں۔ اور دوسرا لوگوں کو تکلیف دے رہے ہیں کیونکہ دور دراز سے صعوبت سفر اور ہر ایک طرح کا ہرج اُٹھا کر لوگوں کا آنا اور تماشے دلی سے محروم اور نامراد ہو کر واپس جانا کس قدر موجب تکلیف حق پسند کا ہوتا ہے۔ اب ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں تخمیناً مدت ۱۲ بارہ یا چودہ ۱۴ سال سے ہم دونوں کو مرزا غلام احمد صاحب (مولف براہین احمدیہ) سے ملاقات حاصل تھی اس عرصہ میں شاید کوئی ایسا دن گذرا ہوگا۔ جو نہیں چار مرتبہ اُنکے پاس آنا جانا ہوا ہو۔ خویش و بیگانہ سے کوئی شخص ہم کو اُنکے برابر عزیز نہ تھا اور ہم اُن کی ہمت صرف اپنی تعظیم کرتے تھے۔ ہاں وہ بھی ہمیں اپنے عزیزوں سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔ تخمیناً عرصہ سات سال کا ہوا ہوگا یا غالباً وہ وقت تھا کہ جب بعض اخبار نویس خوشامد پسندوں نے [illegible] حسین صاحب بھوپالیہ کو مجددی کا خطاب دیا تھا حکیم محمد شریف صاحب کلانوری (حال وارد امرتسر) نے جو مرزا صاحب کے بڑے دوست ہیں۔ ہم دونوں کے سامنے مرزا صاحب کو یہ صلاح دی یا یوں کہو کہ پٹی پڑھائی یا کسی طرز اور کنایہ سے کہا جس کا لب لباب یہی تھا کہ آپ مجددی کا دعوی کریں کیونکہ اس زمانہ میں بھی کوئی مجدد ہونا چاہیے معلوم ہوتا ہے کہ حکیم محمد شریف صاحب کی اُس وقت کی گفتگو نے مرزا صاحب کے دل پر بہت سا اثر پیدا کیا جس کا نتیجہ آج ظاہر ہے۔ حکیم صاحب کا یہ فرمانا ہی تھا۔ کہ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کا مسودہ بنانا شروع کر دیا۔ اور اخبار ... میں اشتہار و بیعت اور جابجا خط روانہ کر دئے۔ خوابوں کی تعبیر کا شوق ابتدا ہی سے مرزا صاحب کو رہا ہے۔ یہاں تک کہ خواب نامہ مرزا صاحب کے سرہانے پر ہی رکھا رہتا ہے اکثر موقعہ آمد و رفت میں ایسا ہوا کرتا تھا کہ مرزا صاحب کی خوابیں سنتا اور اپنی خوابیں سناتا اور تعبیر نامہ سے تعبیر دیکھنا۔ رفتہ رفتہ مرزا صاحب نے مکاشفہ اور الہام اور خرق عادت کا دعوی شروع کیا۔ جبکہ کچھ مسودہ براہین احمدیہ کا تیار ہوا۔ تو بجز شرمپت رائے اور ملاوامل پر شہادت الہام کا بہتان لگا دیا۔ اور براہین احمدیہ میں نام جڑ دیا اور ہم بھی بسبب کسی مصلحت کے آجتک خاموش رہے اور ہماری خاموشی کو مرزا صاحب آج سرمہ چشم آریہ میں شق القمر کے بارہ میں سند اور نظیر اپیش کرتے ہیں ہم وہ سند اور نظیر دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اور ہم پر زیادہ کھل گیا کہ اسلام کے پیشواؤں اور پیغمبروں کا یہی قاعدہ چلا آیا ہے جو مرزا صاحب نے اختیار کیا ہے سچ ہے کہ گر گیرد کالے ملت شود۔ کاش ایک الہام بھی ہماری تسلی کی ہوتی تو بھی ایک بات تھی اور ہم یہ بھی بیان کر دیتے ہیں کہ گواہوں میں نام درج کرنے کے وقت مرزا صاحب نے ہمارے سے بالکل صلاح و مشورہ نہیں کیا ورنہ ہرگز ایسا نہ ہوتا۔ اُنہوں نے تو رونق کتاب کو مد نظر رکھا یا دل میں یہ خیال کر لیا ہوگا کہ یہ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں کیا میرا کہا نہ مانینگے؛ اب سب کچھ ناظرین کے آگے دھر دیا ہے خواہ جھوٹے کو گھر تک پہنچا دیں۔ مگر اتنا تو ضرور ہوگا۔ کہ صاف باطن اور نیک نہاد الہام اور خرق عادت کے دعوی کی حقیقت بخوبی تاڑ جائینگے۔ اور واضح ہو کہ شرمپت رائے ہی کی طرف سے ایک رسالہ بعد طبع ہونے سراج منیر کے شایع ہوگا۔ جس میں تردید اسلام اور مرزا صاحب کے الہامات کی سب کارروائی درج ہوگی۔ فقط ۸ نومبر ۱۸۸۶ء

المشتہر ملاوامل از قادیان ضلع گورداسپور۔

(۴) مطبوعہ چشمہ نور پریس امرتسر

اعلان کا بطلان

جو اشتہار کہ مرزا غلام احمد صاحب ساکن قادیان نے ہم لوگوں کی نسبت بدیں مضمون کہ یہ لوگ بصدق دل سے مذہب اسلام کی صداقت و الہام و کرامات وغیرہ دیکھنے کے لئے برس تک درخواست کرتے ہیں چھپوا کر مشتہر کیا ہے۔ چونکہ وہ سرتا پا بے بنیاد ہے اس لئے عام لوگوں کو دھوکے سے بچنے کے واسطے واضح کیا جاتا ہے کہ ہم میں سے پنڈت بہارامل و بشنداس و پنڈت نہالچند و سنت رام و فتح چند و پنڈت ہرکرن جن کے نام اُس خط میں درج ہیں۔ بالکل علم فارسی و اردو سے محروم مطلق ہیں و نیز بھی رام دتا رام چند و بیج ناتھ و بشنداس ولد ہیرانند

عقلمند سا یقینے ہوئے ہیں اور کوئی ایسا نہیں ہے جو اس خط کے مساوی یا کم و بیش مضمون بنا سکے یا لکھ سکے بلکہ ہم میں اتنی طاقت بھی نہیں ہے جو اس مضمون کو بخوبی سمجھ سکیں۔ اُس مضمون کے سمجھنے کے لئے بھی شل و سرمیشن کی لیاقت درکار ہے وہ مضمون مرزا صاحب کا سراپا خود تصنیف ہوا ہے اور ہم گورنمنٹ و سماجوں سے اپنے یعنی بالاختصار متفرق طور پر ملا کر ایک کاغذ پر اس مضمون سے دستخط کرا لیے کہ حرام دالہام بتلایا جاویگا۔ تم گواہ رہنا ہم کو الہام کے معنے آتے ہیں۔ بتلائے گئے تھے۔ ہم کو وید مقدس کے سوا کسی کتابی الہام یا انسانی الہام پر اعتبار ہے چونکہ ہم کو مضمون خط المشہور اعلان مشتہرہ مرزا غلام احمد سے پہلے آگاہی نہیں تھی اب جو ہم نے اُس کے مضمون سے بخوبی اطلاع پائی۔ اور اُس کے مطالب سے واقفیت حاصل کی تو معلوم ہوا کہ وہ مضمون بالکل مرزا صاحب کا طبعزاد ہے ہم وید مقدس کے سوا کسی اور الہام کے طالب صادق نہیں۔ چونکہ مرزا صاحب کی کاروائی تحریر سے موہو ظاہر ہے اور مرزا صاحب کو ہم کو ایک دم بھر زندگی کا اعتبار ہے۔ اس واسطے بیہودہ طور پر ایک سال تک اس طرح کے خام خیال پکانا اور لوگوں کو دھوکے کے جال میں پھنسانا ہمیں منظور نہیں آگے مرزا صاحب جانیں اور اُن کی آمدنیات و اخراجات کے الہام جانیں۔ اب جسے روح کو تاریکی میں ڈالنا ہو اور بناوٹی الہام سے دنیاوی کاروبار کرانا ہو ہم اُس کو مرزا صاحب کے حوالہ کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ پرمیشور اس طرح کے فرضی الہاموں سے ہندو بھائیوں کو بچائے۔

العبد	العبد	العبد	العبد
پنڈت نہال چند	پنڈت بھارامل	سنت رام	لچھمی رام بقلم خود
العبد	العبد	العبد	العبد
بیج ناتھ برہمن بقلم خود	بشنداس کھتری	بشنداس برہمن	فتح چند کھتری
العبد	العبد	العبد	
ہرکرن برہمن	لچھمنداس بقلم خود	مبلا رام بقلم خود	

تمت الکتاب

قطعہ تاریخ کتاب تکذیب براہین الاحمدیہ از نتائج طبع عالی سخنور بیمثال مولانا جلالی صاحب زاد الطافہ

اغوائے دیو لعیں است الہام قادیانی — پر کذب و مکر و آز است اعلام قادیانی
ختم رسل چو گردید پس دعوی رسالت — بشکست از شریعت اسلام قادیانی
ابلہ فریب تصنیف کرد احمدی براہین — کز نار و پود کید است آں دام قادیانی
تکذیب آں براہین شد زیں کتاب صادق — زائل شدند و باطل اوہام قادیانی

از وحی دانش آمد تاریخ ایں صحیفہ
طشت ریا در افتاد آں بام قادیانی

۱۸۸۷ء

نور افشاں ۱۵- مارچ ۱۸۸۷ء کا ریویو

ضمیمہ تکذیب براہین احمدیہ مصنفہ پنڈت لیکھرام صاحب ایڈیٹر

آریہ گزٹ فیروزپور۔ دین کی غیرت ایک ایسی غیرت ہے۔ جس کے برابر دنیا میں انسان کو کسی اور بات کے لئے نہ ہوگی۔ اور یہ کسی خاص انسان پر موقوف نہیں ہے شاہ سے لے کر گدا تک سب اس میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اگرچہ ہزاروں ادیان دنیا میں ہیں۔ اور یہ بھی اظہر ہے۔ کہ سب راستی پر نہیں۔ تاہم ہر ایک اپنے اپنے کے لئے سخت متند ہوتا ہے۔ ہندوستان میں سب سے نکمی ذات کے بھنگی گنے جاتے ہیں۔ مگر اُن کو بھی اپنے دین کی ایسی ہی غیرت ہے۔ جیسے سلطان روم کو محمدی مذہب کی۔ اور ویدانندوں کو ویدوں کی۔ اگرچہ اس غیرت کے لئے کوئی کسی کو ملامت نہیں کر سکتا۔ تاہم بعض دفعہ یہ غیرت انسان کو صداقت و بطالت میں امتیاز نہیں کرنے دیتی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے کس زور و شور کی غیرت سے محمدی دین کا تنزل دیکھ کر براہین احمدیہ جس کو وہ اپنے زعم میں الہامی بھی قرار دیتے ہیں، لکھی۔ اور ہزاروں اشتہار دنیا کے ہر ایک حصہ میں بھیجے۔ اور دعوت دین محمدی کی کی۔ صرف اسی پر اکتفا نہ کر کے دس ہزار روپیہ کے انعام کا اشتہار بھی دیا۔ دس ہزار روپیہ تھوڑا نہیں ہوتا۔ مگر کسی نے مرزا صاحب کی تحریر کا جواب نہیں دیا۔ اس غرض سے کہ دس ہزار روپیہ انعام پائے بلکہ صرف اپنے دین کی غیرت سے۔ مرزا نے نہ صرف دین محمدی کو منجانب اللہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ بلکہ دیگر ادیان پر سخت حملے کئے ہیں۔ اور کوشش کی ہے کہ سب دیگر مذہب فضول اور اُن کی کتابیں ردی سمجھی جائیں۔ اور یہ نتیجہ صرف اسی بے جا غیرت کا ہے۔ جس سے کہ حق و باطل کی تمیز نہیں رہتی۔ اگرچہ مرزا نے اس قدر سمندر کی لہروں کی مانند جوش و خروش کیا۔ آخر کیا ہوا۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

جو اعتراض اور حملے اُنہوں نے مسیحی دین پر کئے۔ جن کو وہ اپنے زعم میں لاجواب سمجھے تھے۔ کس طرح ہمارے فاضل پادری ٹھاکر داس صاحب نے اُن کی دھجیاں اڑائی ہیں۔ کہ ہر ایک مخالف بھی دیکھ کر داد دیتا ہے۔ وہ سب کچھ ناظرین نورافشاں جانتے ہیں ۱۸۸۴ء و ۱۸۸۵ء کے نورافشاں میں شائع ہوتا رہا ہے۔ ایسے تحقیقی جواب کا آج تک مرزا نے چوں بھی نہیں کی ہے ہمیں مرزا صاحب کی حالت پر افسوس آتا ہے۔ کہ جس طرح اُن کو مذہب کی غیرت تھی اور غالباً اب بھی ہوگی۔ اپنی زبان کا پاس مطلق نہیں۔ کہاں دس ہزار کا انعام اور کہاں پلے سے پھوٹی کوڑی بھی نہ نکلی۔ لیکن طالبان حق جان گئے ہیں۔ کہ یہ حرف مرزا کے دکھلانے کے دانت تھے۔ ورنہ براہین احمدیہ کے اُن دلائل کی تردید جو مذہب عیسوی کے رد میں تھیں۔ پادری صاحب موصوف نے کما حقہ کر دی۔

اس وقت براہین احمدیہ کے دوسرے حصہ کی تردید ہمارے پاس آئی ہے۔ جو پنڈت صاحب نے ویدوں پر خامہ فرسائی کی ہے۔ اس کتاب کا نام زیب دہ عنوان ہے ناظرین کو خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ ہم عیسائی ہیں اور ثالث ہو کر ہر دو کے دلائل پر غور کر کے اپنی رائے دیتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے واسطے دونوں برابر ہیں۔

ہم نے اس کتاب کو شروع سے لے کر آخر تک دیکھا ہے اور بغور دیکھ کر چند نوٹ لکھ دیئے۔ پنڈت لیکھرام صاحب نے اس میں کمال کیا ہے۔ اول مرزا کے اعتراض کا جواب بہت خوبی کے ساتھ ویدوں سے دیا ہے۔ جہاں ویدوں سے جواب دیا ہے وہاں ویدوں کے اصلی منتر بھی نقل کئے ہیں۔ اور جا بجا مرزا صاحب کو ایسی ڈانٹ دکھلائی ہے۔ کہ مرزا بھی کیا یاد کرے گا۔ اس کو وہ پادری ٹھاکر داس صاحب کی تحریر کا جواب محققانہ نہ سمجھے گا۔ بلکہ جابرانہ و الزامانہ۔

اوّل لفظ آریہ پر بحث ہے۔ پھر آریوں کی قدامت کا جھگڑا تواریخ سے فیصل کیا ہے۔

صفحہ ۴ پر تواریخ کے حوالے سے پنڈت صاحب لکھتے ہیں کہ "پرمیشور سب عالم کا خالق ہے"[1] تو اب ہم کہتے ہیں کہ جس حال میں پرمیشور خالق ہے۔ اور روحوں سے یہ بات ثابت ہے۔ تو عالم اناوی نہ ہوئے۔ چلو اناوی کی ٹانگ ٹوٹی۔

صفحہ ۱۷ پر مرزا کا یہ اعتراض ہے کہ "بہت مجوبی کسی قدیم ہند و مذہب میں نہیں پائی جاتی"۔ اس کا جواب پنڈت صاحب سے کچھ نہیں بن آیا۔ سوائے اس کے کہ "حضرت آپکا سوال سراپا غلط بلکہ وہم و خیال ہے"[2]

مادہ اور روحوں کے اناوی ہونے کی نسبت جو بحث ہے۔ اگرچہ وہ مرزا کے اعتراض کی کافی تردید ہے۔ مگر ہماری رائے میں کچھ کمزور دلائل ہیں۔

ہر فرعونے را موسیٰ کی مثال یہاں خوب صادق آتی ہے جس طرح مرزا صاحب نے ویدوں پر حملات کئے۔ پنڈت صاحب نے وہ الزامی جواب دیئے ہیں کہ قرآن کا کہیں پتہ بھی نہیں لگتا۔ اور صرف یہی نہیں کہ الزامی جواب ہی پر اکتفا کیا ہے۔ بلکہ مرزا کے دعوے کو پورے طور پر رد کیا ہے۔ کہ جو الزام ویدوں پر مرزا لگاتا ہے۔ ویدوں پر نہیں۔ بلکہ قرآن اُن کا مصداق ہے۔ چنانچہ قرآن کی سورتوں کی سورتیں نقل اور ترجمہ کر دی ہیں۔

صفحہ ۱۴۴ پر پنڈت صاحب نے بہت ہی سختی سے لکھا ہے۔ اوّل تو مرزا کو مخالف بدیں کوتاہ اندیش۔ جفا کیش۔ وغیرہ لکھا ہے۔ کہ "بالفرض والتقدیر اگر آپ کا نبی پیدا نہ ہوتا۔ تو ہمارا کیا ہرج تھا۔ کروڑوں خون نہ ہوتے۔ لاکھوں لونڈی غلام نہ بنتے کروڑوں گھر تباہ نہ ہوتے۔ اور نہ ملک کا ستیاناش ہوتا۔ وغیرہ"

صفحہ ۵۰ سے ۸۴ تک قرآن اور ویدوں کا مقابلہ کیا ہے۔ ایک طرف قرآن کی آیتیں اور دوسری طرف وید منتر نہایت خوبی سے موازنہ کیا ہے۔ پنڈت صاحب کی لیاقت پر ہم بھی صاد کرتے ہیں کہ آریہ ہو کر قرآن کی اس قدر واقفیت حاصل کی۔

صفحہ ۱۰۶ و ۱۰۷ میں پنڈت صاحب نے محمدیوں کے اس دعویٰ کی کہ فاتوا بسورۃ ایسی عمدہ تردید کی ہے۔ کہ ہم نے آج تک کسی کتاب میں نہیں دیکھی۔ اور نہ کسی عیسائی سے سُنی۔ اور نہ خیال میں آئی۔ پنڈت صاحب لکھتے ہیں کہ محمد صاحب نے اہل مکہ کی خاطر لات وعزیٰ کی تعریف اس طرح کی کہ تلک الغرانیق العلیٰ و ان شفاعتھن لترتجی لیکن کچھ عرصہ بعد محمد صاحب نے اس آیت کو منسوخ کر دیا۔ یہ کہہ کر شیطان نے ان کے منہ میں ڈالدی۔ خدا کی طرف سے نہ تھی۔ پنڈت صاحب کہتے ہیں کہ بس فاتوا بسورۃ کا جواب کافی ہو گیا۔ کہ شیطان نے ایک آیت بنا دی اور وہ آج تک قرآن میں موجود ہے۔ اور محمدیوں نے اس کو تسلیم کیا ہے۔ اُسکی عزت بھی ویسی ہے۔ پس جس حال میں کہ شیطان بنا سکتا ہے۔ اور اُس نے بنا دی۔ اور آج تک قرآن میں موجود اور محمدیوں کا ورد ہو رہی ہیں تو قرآن کوئی بےنظیر کتاب نہ ٹھہری۔ فاتوا بسورۃ کا دعویٰ بالکل باطل ہو گیا۔

بعض جگہ پنڈت صاحب نے نئی عربی آیتیں بھی گھڑی ہیں چنانچہ صفحہ ۸۹ میں ہے۔

[1] وہاں ایسی عبارت نہیں بلکہ اس طرح ہے "اور اُسی نے سب عالم پیدا کئے ہیں" "سب عالم پیدا کرنے سے یہ مراد ہے کہ پرکرتی کو مختلف شکل میں متشکل کرنے سے مراد ہے نیستی سے ہستی کسی طرح پائی نہیں جاتی اور نہ مختلف طرح کی کردیکی شکلوں کو ہم اناوی مانتے ہیں۔ بلکہ پرکرتی کو۔ قصور فہم ہے آپکی سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔

[2] حضرت ہم ہند و لفظ اور ہندو مذہب کو صحیح مانتے ہیں بلکہ ایک قسم کی گالی جانتے ہیں ویدو شاستر کے خلاف ہونیکے سبب ہمیں اس کی قدامت سے انکار ہے اصل میں آریہ اور آریہ دھرم درست ہے۔ اور وہی قدیم ہے۔ شاید کسی اتفاق سے آپ نے اس تحریر پر غور نہیں فرمایا اور اصلی مطلب کو نظر انداز کیا۔

انا انزلناہ قریبا من القادیان۔ اور صفحہ ۱۰۲ میں ہے بالحق نزل القادیان من الوحی جو ترد دسفو بر ادمرادگرد اسپور [illegible]

ہم اس کتاب میں سے کیا کیا بیان کریں۔ یہ تو شروع سے لیکر آخر تک دیکھنے کے قابل ہے قرآن کا الہامی ہونا اور محمد صاحب کا دعویٰ نبوت رد کر کے دکھلایا ہے کہ جب وہ نہیں تو مرزا کہاں سے پیغمبر ہو گئے۔

الہامات و معجزات مرزیہ کا بھی خوب خاکہ اُڑایا ہے۔ اور ایسے مسخرانہ پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ ہنسے ہنستے لوٹ جاؤ۔ صفحہ ۱۹۱ میں مرزا کی ایک خواب کی نقل کی ہے جس پر فخرزا اپنا فخر ظاہر کرتا ہے۔ کہ خواب میں مسیح کے ساتھ ایک برتن میں روٹی کھائی۔ پنڈت صاحب کہتے ہیں کہ یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔ اور پھر خواب میں یہودا اسکریوطی نے بھی کھائی تھی۔ اسی صفحہ میں لکھا ہے۔ کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مینے براہین احمدیہ کے بنانے کی اجازت خدا سے پائی۔ پنڈت صاحب کہتے ہیں کہ بہ صلاح کشن سنگھ نے دی تھی۔ کیا وہی آپکا خدا ہے۔

صفحہ ۱۹۶ سے ۲۱۰ تک محمدیوں کے فرقوں کا وہ خاکہ اُڑایا ہے دیکھنے پر منحصر ہے۔

صفحہ ۲۱۰ سے ۲۲۵ تک قرآن سے نہایت خوبی کیساتھ مسئلہ تناسخ کا ثابت کیا ہے۔

صفحہ ۲۲۹ سے ۲۳۶ تک سنسکرت کی فضیلت بیان کی ہے۔

صفحہ ۲۳۷ سے ۲۶۱ تک قرآن کی تعلیم کا فوٹو بڑی خوبی اور اعلیٰ لیاقت سے اتارا ہے۔

صفحہ ۲۶۳ سے ۲۷۷ تک سوامی دیانند کی نسبت مرزا کے اعتراض کا جواب دیا ہے۔

صفحہ ۲۷۷ سے ۲۹۵ تک محمد صاحب اور سوامی دیانند کا مقابلہ کیا ہے۔

ناظرین ضرور ملاحظہ فرماویں ہم اپنی رائے اس پر دینا نہیں چاہتے شاید ہماری تحریر کسی کو گراں گذرے ۳۲۶ صفحہ پر اس کتاب کو ختم کیا ہے۔ بہت محنت اور لیاقت سے کام لیا ہے۔ دینی علوم خوبی میں مصنف نے بڑی کوشش کی ہے کہ سوائے دین محمدی کے کسی اور دین پر حملہ نہیں کیا۔ اگرچہ بعض باتیں دین محمدی اور عیسوی کی آپس میں ملتی جلتی ہیں مصنف نے بعض جگہ وقت اُٹھا کر عیسائیوں سے کنارہ کر کے صرف محمدیوں ہی کو لتاڑا ہے۔ صرف ایک الزام پنڈت صاحب پر ہم لگاتے ہیں۔ کہ الزامی جواب نہایت سختی سے دیتے ہیں ذرا رحم اور نرمی کو نہیں برتا۔

تکذیب براہین احمدیہ اگرچہ دینی جھگڑے کی کتاب ہے۔ مگر ایسی مزیدار ہے۔ اگر اس کو پڑھنا شروع کرو۔ جب تک ختم نہ کر لو ہرگز ہاتھ سے چھوڑنے کو دل نہ کریگا ایک عمدہ ناول ہے قابل دید جو براہین احمدیہ کی اچھی تردید ہے جنکو ہر قسم کے مذاہب سے دلچسپی ہے وہ ضرور اس کو منگوا کر دیکھیں مصنف کے پاس درخواست کرنے سے عام قیمت پر مل سکتی ہے۔ محصول اس سے علاوہ ہے۔

ریویو نمبر ۱

لکھنے کے بعد ایڈیٹر صاحب کو کسی متعصب پادری کی تحریر نے رسالہ نمبر ۱۲ نور افشاں ۲۱ مارچ ۱۸۸۹ء میں مجبور کیا۔ جسمیں انہوں نے عیسائی اعتقاد کے مطابق ہماری کتاب کے چند مقاموں پر اعتراض کئے۔ ہم فضول عبارت کو ترک کر مناسب سمجھتے ہیں کہ اُن کے تمام اعتراضوں کے جواب دیں۔

اعتراض نمبر ۱۔ یہ کہ صفحہ ۱۲ پر لکھتے ہیں کہ تمام علوم کا مخزن آریہ قوم ہے امریکہ کو آریہ گئے تھے۔ کیسی جھوٹھ اور خرافات باتیں ہیں۔

جواب۔ پادری صاحب یہ جھوٹھ نہیں بلکہ بالکل راست ہے۔ آریہ قوم درحقیقت پہلے زمانہ میں جنگ بھارت تک تمام علوم و فنون کی عالم و فاضل گذری ہے وہ امریکہ ضرور گئے تھے جنکے نشان آجتک وہاں موجود ہیں۔ انکی کتابوں کے علاوہ چند فضلاء غیر مذاہب اس امر کے شاہد ہیں دیکھو ہندو سویلزیشن ان انشنٹ امریکا۔ انگریزی مطبوعہ کلکتہ۔ اور

گیان پرواہنی سیر کالا ہو اور بائبل ان انڈیا مطبوعہ نیویارک۔ امریکا)

اعتراض نمبر ۲۔ افسوس کہ جس عالم کا دعویٰ اس وقت آریہ کرتے ہیں۔ اس کا نکتہ بھی بقیہ اُن کے پاس نہیں۔ شاید چور لے گئے۔ آج تک آریوں کی حکمت کے رو سے پانچ عنصر مانے گئے۔ مگر حکمائے یورپ کی تحقیق سے ۶۰، ۷۰ عنصر موجودات میں پائے گئے ہیں سہ بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔ اس پر دعویٰ کمالیت

جواب ۔ آریوں کے پاس اگرچہ اب بھی بہت کچھ ہے مگر افسوس کہ وید کے ورُدھ (خلاف) کارروائیوں نے اُنہیں غافل کر دیا۔ ہم نسخہ خبط احمدیہ کے صفحہ ۱۷۸ سے ۲۴۴ تک وید اور آریوں کی علمیت کو ایکسو بیس علما غیر مذاہب و فضلا ممالک مختلفہ کی شہادت سے ثابت کر چکے ہیں اور خاصکر صفحہ ۲۱۹ پر ایک لائق ڈاکٹر کی شہادت سے واضح کر چکے ہیں۔ کہ یورپ والوں کی موجودہ تحقیقات سے بہت زیادہ آریہ لوگ جانتے تھے اور ۵۰، ۶۰ عنصر تک مانتے تھے اور نہ صرف جانتے بلکہ تعلیم بھی دیتے تھے (دیکھو صفحہ مذکور) اور کسی قوم کی حالت تنزل موجودہ کو دیکھ کر اُس کے گزشتہ ترقی کے زمانہ سے انکار کرنا انسانیت سے بعید ہے۔ یونان موجودہ سے سقراط و جالینوس کے زمانہ کو مقابلہ فرمایئے۔ اور روم اور عرب کے ارمنہ ترقی و تنزل کو خیال میں لایئے۔

اعتراض نمبر ۳۔ آپ کو دو چار ایجادوں کا نام تو بتلایئے۔ افسوس کہاں وہ آہنی سڑکیں جن پر آریہ ریل چلایا کرتے تھے۔ اور کہاں تار برقی کے کھمبے جن پر خبروں کے گھوڑے دوڑے کرتے تھے۔ کیا وہ سب صفحہ ہندوستان سے اُٹھ گئے۔ نام کو بھی نشان نہ رہا۔ حالانکہ اہرامان مصر کی یادگاریں آج تک موجود ہیں پنڈت صاحب کہیں سے کھود کھاد کر کسی انجن کا کیل پُرزہ نکالو۔ کہ لوگ کچھ تو یقین کریں۔

جواب ۔ ہم بہت سے ایجادات کے ثبوت تو نسخہ خبط احمدیہ میں دے چکے۔ جو ہمارے نہیں غیر مذاہب کے فضلا کی شہادتیں ہیں۔ ہر ایک باتمیز آدمی انہیں پڑھ کر اس تنزل کے زمانہ میں بھی آریوں کی فضیلت کا صدق دل سے قائل ہو سکتا ہے۔ سنسکرت گرنتھوں میں اس کی صدہا شہادتیں موجود ہیں۔ دیکھئے بیلون یا غبارہ کا ذکر رامائن بالمیکی میں ٹڑکر صاف لفظوں میں لکھا ہوا ہے۔ جس سے کوئی تھوڑی عقل والا بھی انکار نہیں کر سکتا۔ (دیکھو رامائن لنکا کانڈ سرگ ۱۲۵ شلوک ۱ سے ۱۰ تک) ہوائی گھوڑے راجا بھوج جی مہاراج کے زمانہ تک بھی دوڑا کرتے تھے۔ جن میں سے بعضوں کی چال فی گھڑی گیارہ کوس اور ایک گھنٹہ میں $27\frac{1}{2}$ کوس ہوتی تھی (مفصل دیکھو بھوج پربندھ سنسکرت اسی کے متعلق دیکھو کرنل الکاٹ صاحب کے لکچر انگریزی مدراس) اور کچھ آگے چل کر آپ کو بھی اقبال ہے چنانچہ لکھا ہے۔ "اسمیں کچھ شک نہیں کہ قدیم ہندو (آریوں) میں علم تھا۔ مگر ایسا ہی جیسے یونان میں۔ نہ کہ ایسا جیسا کہ فی زمانہ اقوام یورپ اور اہل امریکہ میں ہے" (نور افشاں صفحہ ۸ نمبر ۱ جلد ۱۶)

اور یونانیوں کی بابت محقق پوکاک صاحب نے نہایت اعلیٰ تحقیقات سے بخوبی ثابت کیا ہے کہ یونانیوں نے جو کچھ حاصل کیا ہے۔ آریہ ورت سے۔ دیکھو (انڈیا ان گریس کل انگریزی) اسی قسم کی تحقیقات فاضل ڈاکٹر جیکسن ڈیوس صاحب امریکن نے بھی فرمائی ہے اور ثابت کیا ہے کہ وید سب سائنس و دانائی کے خزانہ ہیں۔ دیکھو اُنکی تحقیقاتی لکچر مطبوعہ ۱۸۸۲ء نیویارک امریکہ ایک فاضل نے لکھا ہے کہ کسی علم اور کسی زبان میں کوئی کمال ایسا نہیں جو علم سنسکرت سے باہر ہو۔ علم سنسکرت کی توحید اور معرفت سراپا قبولیت۔ اور حکمت اور نجوم وغیرہ سراسر قابل تحسین ہے۔ غرض کوئی علم اور کوئی کمال ایسا نہیں کہ علم سنسکرت اُسکی جڑ نہ ہو۔ ریل اور تار برقی جو اس زمانہ کی عجوبہ چیزیں ہیں اگرچہ ان (اسی شکل پر) اُنکا وجود علم سنسکرت میں موجود نہیں۔ مگر بمان (بیلون) کی سواری کے اصول اور ہوا پر اُڑنے کے طریقے اور عالم خلا کی سیر طرح طرح کے عمدہ قاعدے۔ کیا ریل اور تار برقی کی صنعت سے کچھ کم ہے اگر انہیں اصول پر غور و تامل کیا جاوے تو ہوائی ریل کا ایجاد یا بد اختراع ممکن تھا۔ اور جو یہ صورت ہوئی تو از روئے انصاف اس ریل اور ریل ہوائی میں زمین و آسمان کا فرق ظاہر ہوتا بہر حال حکمت اور دانائی کوئی ایسی نہیں کہ جو علم سنسکرت سے باہر ہو۔ دیکھو مخزن العلوم سرنلی جلد ۱ نمبر ۱۔ اکتوبر ۱۸۷۴ء صفحہ ۵۴)

اب ہم کچھ تازہ تحقیقات کی رُو سے بھی ناظرین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں ایک محقق مزاج صاحب ہمیں اپنے خط میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

"جناب پنڈت صاحب۔ نمستے۔ ماہ دسمبر ۱۸۸۲ء کا ذکر ہے جبکہ میں تحصیل صوابی میں ملازم تھا اُسوقت ایک صاحب بہادر واسطے دریافت حالات زمانہ سلف اور ملاحظہ عمارات کہنہ تشریف لائے تھے جو حال اُنکی زبانی اس آریہ ورت کی ترقی اور فضیلت کا معلوم ہوا وہ ذیل میں عرض کرتا ہوں۔ اور یہ حال صاحب بہادر سے روبرو بیٹے مرزا امیرالدین صاحب تحصیلدار صوابی کے کہا تھا کہ ریل وغیرہ کارگریوں کو لوگ اس زمانہ میں دیکھ کر شاید یہ خیال کرتے ہیں کہ اسی زمانہ میں حاصل ہوئیں۔ لیکن یہ خیال لوگوں کا غلط ہے کیونکہ زمانہ سلف میں اس سے بڑھ کر آریہ ورت میں موجود تھیں۔ یہ کُل حال اُن پتھروں پر کندہ ہے۔ جو کہ موضع شہباز گڑھ علاقہ یوسف زئی ضلع پشاور (جو کہ ہماری تحصیل سے ۳ یا ۴ میل ہے) پر اب تک بھی موجود ہے اور ایسے پتھر حیدر آباد۔ لیکا وغیرہ جگہ سے بھی ملے ہیں۔ جیسا اس زمانہ میں۔ اشتہارات و احکامات کا گزٹوں پر تحریر ہوتے ہیں۔ اُس زمانہ میں جو ایسے احکام جاری ہوتے تھے۔ وہ پتھروں پر کندہ کر کے تمام عملداری کے خاص مقام پر نصب کئے جاتے تھے۔ چنانچہ شہباز کا پتھر منجملہ اُن احکامات کے ایک اشتہار نصب ہے جسکو ایک راجہ نے جسکو چار ہزار برس کا عرصہ گزرتا ہے جاری کیا تھا۔ اور اس میں چار احکام کی تعمیل کے واسطے راجہ کی جانب سے ملازموں کو تاکید ہے۔ وہ یہ ہیں۔

اول ۔ دھوئیں گاڑی میں لکڑی نہ جلائی جایا کرے بجائے لکڑی کے پتھر کا کوئلہ جلایا جاوے۔

دوم ۔ تمام عملداری میں انسانوں کے ہسپتال (اوشد آلہ) موجود ہیں لیکن حیوانات قسم مویشی کے واسطے کوئی شفاخانہ نہیں۔ مویشیوں کیواسطے ہسپتال مقرر کئے جاویں۔

سوم ۔ اگر تمام عملداری میں سب جگہ سرائے واسطے آرام مسافر لوگوں کی موجود ہیں مگر اب اُس قدر ایزادی ہونی چاہیئے کہ جو مسافر مسافرخانہ کی جس چیز کو پسند کرے اور لیجانا چاہئے اُس کے ساتھ میرا ملازم کچھ تعرض نہ کرے جو چیز مانگے اُسے دیدینی چاہیئے

چہارم ۔ سڑکیں موجود ہیں اُن پر درختان سایہ دار گنجان اور میوہ دار لگائے جاویں جنسے مسافروں کو بہت آرام حاصل ہو۔ تکلیف کسی طرح کی نہ ملے۔

ماسوائے اس کے اور بہت حالات اُن پتھروں کی بابت میں نے ایام ملازمت میں جس قدر ایام معضلات میں رہا ہوں، سُنے ہیں اور تاریخ پشاور میں بھی بہت ایسے حالات درج ہیں اگر جناب کو منظور ہو۔ میں عرض کرنے کو موجود ہوں۔

۲۵ اگست ۱۸۸۹ء کانشی رام اہلکار۔ ضلع پشاور۔ مرگ

اعتراض نمبر ۴۔ آریہ قوم کی ترقی دیکھئے ایک ہندوستان مگر صوبہ صوبہ کا راجا الگ کسی راجا نے ہندوستان پر سلطنت آج تک نہ کی سلطنت کا مادہ کہاں سے لاتے۔

جواب ۔ مہاراجہ بکرماجیت کی فتوحات دیکھو (انڈیا ان گریس باب چہارم) اسی طرح مہاراجہ جدھشٹر کی فتحیابی کا مفصل حال دیکھو (مہا بھارت سبھا پرب کا راج دھرم) اور آئین اکبری مطبوعہ کلکتہ اور متعصب پادریوں کی نافہمی کا علاج نمبر ۱ مادہ سلطنت کی بابت دیکھو اُن پر سبھلی اور منو سمرتی کا راج ادھیا اور ودھر اُپدیش

اور پنچ تنتر سنسکرت جن کا مفصل حال سوامی جی نے ستیارتھ پرکاش میں لکھدیا ہے۔ صفحہ ۱۳۸ سے ۱۷۸ تک ♦

اس کے علاوہ اگر آریہ راجاؤں کی زیادہ کیفیت دیکھنی ہو تو دیکھو جگد یشر تواریخ کشمیر حصہ دوم ۱۸۸۵ء لاہور اور صفحہ ۱۰۲ تک۔ اور راج ترنگنی کی سنسکرت تواریخ۔

اعتراض نمبر ۵۔ جس حال میں آپ ازلی بھی مانتے ہیں۔ تو پرمیشور کو خالق کبھی مان سکتے ہیں۔ تو متضادین ہیں اور اجتماع ضدین عقلاً و نقلاً محال ہے۔

جواب۔ ہم موجودہ عالم یعنی مادہ سے بنی ہوئی دنیا کو ازلی نہیں مانتے۔ کیونکہ اس کے بننے کی ابتدا ہے۔ اور خدا کو خالق اسی سبب سے کہا ہے کہ اس نے مادہ سے جگت کو رچا ہے نہ کہ عدم سے۔ ورنہ معاذ اللہ عدم کوئی چیز ہے۔ مگر مادہ یا پرکرتی کو انادی مانتے ہیں۔ نہ کہ پرکرتی سے جگت کی بناوٹ کو بھی۔ پس یہ کسی طرح اجتماع ضدین نہیں۔ بلکہ یہاں بھی آپ کی ویسے ہی غلطی ہے جیسے کہ ؎

خدا کو بندہ مانا بندہ کو تم کبریا سمجھے ــ پڑیں پتھر سمجھ پر آپکی سمجھے تو کیا سمجھے

اعتراض نمبر ۶۔ دیانند صاحب کا قول ہے کہ ہم ارب سب روحیں ہیں انہیں روحوں سے بموجب تناسخ قائم ہے۔

جواب۔ یہ اعتراض بالکل بے بنیاد ہے۔ سوامی جی نے ایسا کہیں نہیں لکھا۔ اور نہ وید مقدس میں موجود۔ اور نہ آپنے کوئی حوالہ دیا۔ شاید نوح کی کشتی کا بائبلی تخمینہ یاد آگیا یا برج بابل کا اسٹمٹ نظر پڑ گیا۔ جسکی چوٹی آسمان تک پہونچی اور خدا آسمان پر سے گھبرا کر اترا اور برج کو گرا دیا۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ آسمان تخت خدائی سے گرا دیں اور آسمان پر چڑھ جائیں۔ ؎

اگر روزی بدانش بر فزودے ــ زناداں تنگ تر روزی نبودے

اعتراض نمبر ۷۔ مادہ اور روحوں کے انادی ہونے پر پنڈت لیکھرام کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ یہ علوم متعارفہ وغیرہ صرف انسان کی ایجاد میں جنکی بنیاد صرف محدود خیالات و ناقص عقل پر ہے۔ خدا تعالے پر جو عقل کل اور غیر محدود ہے۔ کسی طرح انکی پابندی نہیں ہوسکتی۔ ہم کہتے ہیں کہ نیستی سے ہستی ہو سکتی ہے۔ اور ہستی سے نیستی بھی۔ آپنے یہ صرف اپنا ہٹ قائم کرنیکو گھڑ لیا ہے۔ جو کہ بالکل بے بنیاد اور ناقص ہے۔ ذات الٰہی کے سوا کسی شے کو انادی ماننا صرف دیوانگی ہے۔ اور کچھ نہیں یاد رہے کہ خدا قادر ہے۔ اس نے نیست سے ہست کیا۔ وہ قادر ہے کہ پھر ہست سے نیست کر دیگا۔ چنانچہ کلام خدا میں مرقوم ہے۔ زبور $\frac{۳۳}{۹ و ۶ و ۷ و ۹}$ اور پطرس ۲ $\frac{۳}{۱۰ سے ۱۳}$ تک۔

جواب۔ اگرچہ ہم اچھی طرح تکذیب براہین احمدیہ میں اور علاوہ براں نسخہ خبط احمدیہ باب دوم جگت اتپتی میں اس کے متعلق بیسوں شلوک کا فیصلہ کر چکے ہیں مگر کچھ آپ کی خدمت کرنی بھی ضروری ہے۔ واضح ہو کہ نیستی سے ہستی کا ہونا ایک ایسا علم و عقل و تجربہ کے برخلاف امر ہے جسکو سوائے آپ جیسے آدمیوں کے کوئی عقلمند بے تعصب ہو کر نہیں مان سکتا۔ مفیدان تثلیث کے سوا دیگر تمام فضلاء اس بات کے قائل ہیں۔ کہ عدم کوئی چیز نہیں۔ تمام علماء سائنس کا یہ مقدم اصول ہے کہ نیستی سے ہستی کسی طرح نہیں ہوسکتی اور آپ کہتے ہیں کہ آریوں نے گھڑ لیا ہے حضرت ایسا نہیں بلکہ علمی اور یقینی مسئلہ ہے۔ دیکھو پروفیسر ہکسلی صاحب بہادر فرماتے ہیں۔

دفعہ ۸۴۔ موجودات میں صرف جسم نہ تو معدوم ہوتے ہیں نہ ان کی مقدار بڑھتی ہے ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ جیسے حرارت پہنچانے سے ایک مکعب انچ پانی بھاپ بنکر اڑ جاتا ہے۔ تو وہ نیست نابود نہیں ہو جاتا۔ بلکہ صرف یہ ہوتا ہے کہ مائع سے گاس کی حالتیں بدل جاتا ہے

اور اس سے اس کے وزن میں کچھ فرق نہیں آتا۔ جتنا تھا اتنا ہی رہتا ہے اگر اسے مکعب انچ پانی کے اکسیجن اور ہیڈروجن جدا کریں۔ تو بلا شبہ پانی تو غارب ہو جائیگا۔ مگر اس کا مادہ برقرار رہے گا اسکے وزن میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ اگر پانی کا وزن ۲۵۲٫۵ گرین ہو۔ تو اسمیں اکسیجن گاس ۲۲۴٫۴۸ گرین اور ہیڈروجن گاس ۲۸٫۰۵ گرین ہوگی۔ جو کچھ تغیر و تبدل انسان اپنی تدبیر سے کر سکتا ہے۔ اس سے ان گاسوں کی ایک معینہ مقدار کے وزن میں کچھ فرق نہیں آتا۔ جہاں تک ہم کو معلوم ہے مفرد اجسام کا وزن تمام حالتوں میں قائم رہتا ہے۔ بدلتا نہیں اور اسی سبب سے خواہ وہ کسی شکل میں ہوں پہچانے جا سکتے ہیں۔ اگر یہ بات سچ ہے تو اس سے ثابت ہے کہ نظام قدرت میں مادہ معدوم نہیں ہو سکتا۔ اسکی مقدار جس قدر ہے اسی قدر رہتی ہے۔ نہ بڑھتی ہے نہ گھٹتی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ قدرتی اور مصنوعی چیزیں ایک بات میں مشابہت رکھتی ہیں۔ یعنی یہ بات دونوں پر صادق آتی ہے کہ جس مادے سے وہ مرکب ہیں۔ وہ نہ معدوم ہوتا ہے نہ زیادہ ہوتا ہے۔ پس جس طرح مصنوعات کا سلسلہ انسانی قوتوں کے وسیلہ سے قدرتی اجسام کے ملنے اور علیحدہ ہونے پر منحصر ہے اسی طرح قدرتی واقعات کا سلسلہ قدرتی قوتوں کے وسیلہ سے قدرتی اجسام کے ملنے اور علیحدہ ہونے پر مبنی ہے۔ دیکھو (مبادی العلوم ۱۸۸۳ء مطبع سرکاری لاہور صفحہ ۸۵ و ۸۶)

اسی طرح دیکھو نیچرل فلاسفی جلد ۱ مصنفہ پروفیسر گنگسلی صاحب انگریزی جسمیں مندرج مادے کی قدامت کا ثبوت مندرج ہے۔ بائبل کے بے بنیاد دعاوی کی تردید ایک لائق یوروپین مسٹر ٹامس پین صاحب بہادر اپنی مصنفہ کتاب ایج آف ریزن میں کر چکے ہیں۔ پس تمام بائبلی خیالات کی تردید ناظرین اس میں دیکھ سکتے ہیں۔ علاوہ براں ہم نے بھی علیحدہ پادری ٹھاکر سنگھ و ڈاکٹر ہنری مارٹن کے چھ لیکچروں کے جواب میں مشرح ثابت کر دیا ہے (دیکھو متعصب پادریوں کی نافہمی کا علاج ۶ لیکچر)

قادر مطلق کے معنے آپنے غلط سمجھے نیستی سے ہستی میں لانیوالے کے نہیں ہیں۔ بلکہ آزاد طاقت والے کے ہیں یعنی جسکی طاقت کسی سے حاصل شدہ نہ ہو۔ اور نہ محتاج بالغیر جس کے گھر میں نیستی کبھی نہ ہو خدا صانع عالم ہے اور کامل الانسان خدا کی بنائی ہوئی چیزوں کو لیکر کچھ تھوڑا سا تغیر تبدل کرتا ہے۔ دیگر باتوں سے کچھ نہیں بنا سکتا کیونکہ وہ اسکی طاقتوں سے باہر ہیں۔ پس انسان جو کچھ بناتا ہے گویا اس کی رحمت کو عمل میں لاتا ہے۔ ورنہ خود خدا داد علم کے بغیر عاقل نہیں اور نہ عالم ہے۔

جسطرح خدا مرنے پر۔ جسطرح خدا پیدا ہونے پر جسطرح خدا جھوٹ بولنے پر اور جسطرح خدا دو تین۔ چار ہونے پر۔ یا جسطرح خدا صلیب پر چڑھنے پر قادر نہیں اسیطرح خدا نیستی سے ہستی کرنے پر قادر نہیں۔ کیونکہ یہ ایک قسم کا دھوکا ہے۔ جسمیں آپ علم سے بہرہ بلکہ خدا باپ سے ہنسی کرتے ہو کہ اسکو نیستی کا خدا مانتے ہو اور عدم کا مالک گردانتے ہو حالانکہ وہ کا خاوند اور نہ بچہ کا بچہ عدم محض سے زیادہ کچھ نہیں۔ اور یہی حال انجیلی خدا کا ہے۔ کیونکہ وہ مصلوب ہو گیا۔ افسوس ؎ خدا مارا گیا حیرت کی جا ہے سزم کے ماتے۔

اعتراض نمبر ۸۔ اس سوانح عمری میں جو لاہور کے دیو دھرمیوں نے شائع کی ہے پنڈت دیانند کے کسی خاص گرو کا پتہ نہیں لکھا ہے۔ گرو جنہا نے کتنے چیلے چاں سر ٹیپ۔

جواب۔ اگر دیو دھرمیوں کو جبلی ضلالت کے سبب صداقت نظر نہیں آتی تو نہ آئے مگر ہم آپ کو بتلائے دیتے ہیں۔ کہ وید بھاشیہ کے ہر ایک ادھیائے کی اختتام پر اور ستیارتھ پرکاش کے اخیر میں انکے گرو یعنی سوامی برجانند سرسوتی جی کا نام مبارک لکھا ہے۔ وگ وید آدی بھاشیہ بھومکا میں بھی چھپا ہوا ہے۔ متھرا کے تمام معزز روساء بلکہ عوام الناس بھی اس بات سے آشنا ہیں تو پھر دیو دھرمیوں کو نہ سوجھنا انکی نظر کا قصور ہی ہے۔ تو

اور کیا ہے۔

اب ہم عیسیٰ کی بابت کچھ تحقیقات کرکے صحیح طور پر آپکی تسلی کرتے ہیں۔ یوحنا جسنے عیسیٰ کو بپتسما دیا جو عیسیٰ کا گورو تھا۔ (دیکھو متی ۳ باب) جب یسوع نے سنا کہ یوحنا گرفتار ہوا تب خداوند مسیح جلیل کو چلا گیا۔ اور ناصرت کو چھوڑ کر کفرناحوم میں جا رہا۔ (متی ۴ باب ۱۲)

اسی طرح جب عیسیٰ گرفتار ہوا۔ تو لکھا ہے کہ سب شاگرد (چیلے) اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے اور انکار کیا۔ کہ یہ ہمارا گورو نہیں بلکہ ایک برخوردار پطرس شاگرد نے عیسیٰ پر لعنت بھیج کر اور قسم کھا کر کہا کہ اس شخص کو میں نہیں جانتا متی (۲۶-۷۲) باب ۱۶ اسی چیلے کو عیسیٰ نے آسمان کی کنجیاں بخشی تھیں۔ افسوس (متی ۱۶/۱۹) اب ہم آپ کسطرح بیہودہ طور پر نہیں۔ بلکہ سچائی سے بہ شہادت انجیل کہتے ہیں۔ کہ گورو جنہاں نے شنے چیلے جان شریر۔

اعتراض نمبر ۹۔ عیسائیوں کے نزدیک سب لئے پیرواں عیسیٰ کے باقی کل فوج شیطان کی ہے۔ اس کے جواب میں ہم صرف کلام الہٰی کی آیت پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ طوالت منظور نہیں ہے۔ تب پطرس نے زبان کھول کر کہا اب مجھے یقین ہوا کہ خدا ظاہر پر لحاظ نہیں کرتا بلکہ ہر قوم میں جو اُس سے ڈرتا اور راستبازی کرتا۔ اُس کو پسند آتا ہے۔ (اعمال ۱۰ باب ۳۴ و ۳۵)

جواب۔ افسوس! آپ صاف بات سے انکار کر رہے ہیں اور ہستی کے معاملہ میں بحث سے اڑ رہے ہیں دیکھئے انجیل کیا کہتی ہے جیسے مسیح خدا کا بیٹا، و نجات دہندہ اور خدا نہیں جانا اور جس نے روح القدس کو اقنوم ثانی اور خدا نہیں جانا اور ایماندار نہیں متی ۲۸/۱۹ اور بے ایمانوں یعنے اُن چیزوں کے نہ ماننے والوں کی جگہ جہنم ہے۔ مکاشفات ۲۱ و ۲۲ / ۸ و ۱۵ اور جو بیٹے پر ایمان نہیں لاتا حیات کو نہ دیکھے گا۔ بلکہ خدا کا قہر اس پر رہتا ہے (یوحنا ۳/۳۶) اسکے سوا آپ خود ہی دیکھ لیں کہ جو بائیبلی خدا کو نہیں مانتے اور نہ تثلیث کو نہ مانتے ہیں۔ اور نہ عیسیٰ کو منجی اور نہ خدا کا فرزند مانتے ہیں اُنکے حق میں انجیل کیا کہتی ہے متی ۱۲ باب ۳۰ سے ۴۴ اور باب ۱۲ / ۲۳ سے ۴۲ تک اور متی ۲۵/۴۱ کیا سوائے ابدی جہنم کے کوئی اور جگہ ہے اور کیا وہ شیطان کے مرید نہیں مانے جاتے؟ اور کیا آپنے نور افشاں سنہ ۱۸۸۸ء کے مرد خدا کے عنوان مضمون میں محمد (ص) اور آریوں کو بول یعنے شیطان نہیں لکھا۔ اور کیا عیسیٰ کو خدا ماننے کے سوا کوئی اور رستہ بھی اُنکے ذمہ ہے۔ اگر نہیں ہے تو اعمال سے بتلایئے کہ آپنے یہ سفید جھوٹھ کیوں کہا۔ ذرا مسیح کے واسطے انصاف سے دل میں غور کرو۔

اعتراض نمبر ۱۰۔ شیطان کے انکار پر، شیطان تو گیا جہنم میں آپ تو ذات الہٰی کے منکر ہیں۔

جواب۔ عیب مت لگاؤ تا کہ تم پر عیب نہ لگایا جاوے۔ وہ خدا جو فرعون سے فریب کرکے اُسکا دل کو ایمان لانے سے روکتا ہے۔ (دیکھو خروج باب ۱۰) وہ خدا جو کام کرکے پچھتاتا۔ دیگر ہوتا۔ آرام کرتا۔ آئندہ کے بھیدوں سے فارغ خطی لکھتا ہے۔ دیکھو پیدائش باب ۶ آیت ۱ سے ۶ تک اور وہ خدا جسکا الہام علم و عقل و نیچر کے خلاف ہے۔ سانپ بولا۔ گدھا بولا۔ گنتی ۲۲ سورج دن بھر کھڑا رہا۔ یشوع ۱۲ مسیح مع جسم جو تھے آسمان پر جاکر خدا کے داہنے ہاتھ جا بیٹھا۔ مسیح کے پھانسی ملنے سے لوگوں کے گناہ معاف ہو گئے۔ بابل کا برج کرنے سے لوگوں کی زبان بدل گئیں۔ نوح کا فرضی طوفان تمام دنیا میں آیا۔ ایک آدم سے تمام دنیا ہوئی وغیرہ نیچر اور عقل و علم کے خلاف باتیں جسکے الہامی کتاب میں درج ہیں۔ جو ایک نہیں بلکہ تین ہیں۔ جو عیسیٰ کا خدا ماننا، وہ روح کے علم سے ناآشنا ہے۔ بیشک ایسے خدا سے ہم منکر ہیں۔ ہمارا ایسے خدا سے قطعی انکار ہے۔ اور نہ وہ خدائی کے سزاوار ہے۔ اور نہ ایسے فعل کرتا رہے بلکہ عدالت بیٹے کے پرد ہے۔ اور وہ خدائی کا حقدار کیا ہو سکتا ہے۔ بس ایسے خدا سے ہمارا بلکہ سب حق پرستوں کا انکار ہے۔

اعتراض نمبر ۱۱۔ پنڈت صاحب لکھتے ہیں کہ موسیٰ آتش پرست تھے۔ آگے سے مراد ہیں

مانگتا ہے۔ چنانچہ اُسکی چند دعائیں بھی لکھی ہیں۔ اِس جھوٹ کا بھی کچھ ٹھکانا ہے اگر یہ وید کا آتشی خدا ہوتا تو فوراً اِس بوٹے کو جلا دیتا۔

جواب۔ آپ بائبل سے محض ناواقف معلوم ہوتے ہیں۔ ورنہ ہرگز ایسا نہ کہتے دیکھو لکھا ہے "بلکہ یہوواہ ایک بوٹی میں آگ کے شعلہ میں اُس پر ظاہر ہوا۔ پھر موسیٰ دیکھنے کو نزدیک آیا۔ تو خدا نے اُسے بوٹے کے اندر سے پکارا" (خروج ۳ باب ۴)

جلانے کی بابت دیکھو "اور کوہ سینا سر زیر و بالا دھواں تھا۔ کیونکہ خداوند شعلہ میں ہو کے اُس پر اترا۔ اور تنور کا سا دھواں اُس پر سے اٹھا۔ اور یہ اسرائیل گیا۔ خروج ۱۹/۱۸ "پھر خداوند کے حضور سے آگ نکلی۔ اور اُن اڑھائی سو کو جنہوں نے بخور گزرانا تھا کھا گئی۔" (گنتی ۱۶/۳۵) کیونکہ یہوواہ آگ سے جل رہا تھا (استثناء ۴/۲۴) ساتھ ہی مقامات ذیل بھی ملاحظہ کرو۔ خروج ۱۵/۸ و ۲۰/۱۸ و ۲۴/۱۵ سے ۱۸ و ۲۱ سے ۲۳ و ۴۳/۳۲ و ۵/۲۳ و ۴۰/۳۸) اور گنتی ۹/۱۵ و ۱۶ و ۱۱/۱ و ۲ و ۱۲/۱۴ و ۲۶/۱۰) اور استثنا ۵/۵ و ۲۲ سے ۲۶ و ۴/۱۱) ان مقامات میں صاف صاف آگ اور آتشی الہٰ اور دوسرے خیموں پہاڑ و بیٹے جلانے کا۔ اور آتشی قربانی کا مفصل ذکر موجود ہے۔ اِس کے سوا متی ۳/۱۱ میں بھی صاف لکھا ہے۔ کہ وہ تمہیں روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دیگا" یہاں بھی اسی آتشی الہ کا اشارہ ہے جو روح القدس کے ساتھ ساتھ دوسرا خدا موجود ہے۔

اب پادری صاحب فرمایئے کہ ہمنے موسیٰ پر جھوٹ باندھا۔ یا بائیبل نے۔ کیا آپکو انکار کرنے سے شرم نہ آئی؟ کیا بائیبل دنیا میں موجود نہیں؟ آتشی قربانی آتش مزاج خدا کا اُن کو کھانا۔ بھسم کرنا خیمہ کا جلانا۔ دھواں اُٹھانا تنور کیطرح جلنا۔ آگ کی گرمی کے سبب موسیٰ کا چہرہ سرخ ہو جانا۔ اُنہیں قربانی ڈالنے سے گناہ کا دور ہونا قصاب منش اور آتش مزاج خدا کیواسطے تمام دنیا کے جانور آگ میں ڈالے جانے۔ اور اس طرح کی سوختنی قربانی سے ہر طرح کے گناہوں سے رہائی کی اُمید رکھنا۔ کیا موسیٰ کی آتش پرستی نہیں ہے؟ کیا اس سے بڑھ کر اور آتش پرستی ہو سکتی ہے؟ کیا اب بھی آپ مرغی کی ایک ٹانگ کہہ انکار کر سکتے ہیں؟ ہرگز ہونے کا نہیں۔ اسی واسطے موسیٰ ضرور آتش پرست تھا۔ ہر کہ شک آرد کافر گردد۔

اعتراض نمبر ۱۲۔ مکتی یہ تمام دکھوں سے چھوٹنے کا نام مکتی ہے جسکا دوسرا نام راحت کامل ہے۔ یہ وید کی مکتی ہے۔ ناظرین ذرا انصاف سے دیکھیں کہ اس مکتی کے کیا معنی ہیں۔ دکھوں سے رہائی تو انسان مرکر حاصل کر لیتا ہے۔ کیا یہ ہی سمجھا ہے تا امرت کو دیا کی رس نعمتیں حاصل ہیں انکو بھی کوئی دکھ نہیں اسکا تمام معنی ہے کیا آپ کی ارواح کے دکھوں سے رہائی کی ہے۔ اگر یہی ہے تو بھی غلطی۔ کیونکہ بموجب عقیدہ تناسخ کے دکھوں سے رہائی نہیں پا سکتا۔ ایک سے نکلا دوسرے میں پھنسا۔ دوسرے سے تیسرے میں تو پھیر مکتی ندارد۔ دکھوں کا باعث آپکو معلوم نہیں۔ یہ نجات ہمیشہ کی زندگی کس طرح حاصل ہو انجیل سے ظاہر ہے۔

جواب۔ دکھوں سے رہائی ہمنے وید و کت حوالہ سے مکتی بتلایا تھا۔ اُس پر آپ بہ سبب متعصبانہ خیالات کے ناخوش ہو انکار کرتے ہیں حضرت مرکر دکھوں سے رہائی نہیں ملتی اور نہ امیر ہی دکھوں سے چھوٹتے ہیں۔ غریب تمام تان سے امیر تمام جہاں میں۔ راجوں کے راج روگ مشہور ہیں شہنشاہ جرمن کی حکایت ابھی تازہ ہی ہے۔ ہماری مراد روحانی اور جسمانی دکھوں سے رہائی تھی۔ اور ساتھ ہی راحت کامل بھی جو سوائے اُپاسنا کے کسی طرح ممکن نہیں۔ اور انجیل بھی اس کی شاہد ہے۔ "دیکھو ایک نے آکے اُس سے (مسیح سے) کہا اے نیک اُستاد میں کونسا نیک کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔ اُس نے اُسے کہا کہ تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے۔ نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنے خدا پر اگر تو زندگی میں

آدی مول ابتدائے اصل البشر خدا ہے اور وہ اُن کے دوسرے اصل میں موجود ہے۔ ایشر سرب شکتیمان ودیا کو سرشٹی کرتا ہے۔ اور بے ریب یہ کمالِ صفات ہے۔ اور اسکی ذات پاک کو نقایص سے منزہ بھی کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ذرات عالم جنھیں پرمانو کہتے ہیں اور ارواح اور اُن کے خواص۔ ودیا علم سے معلوم ہوتی ہیں۔ حسب اصل اور اعتقاد اول چاہیئے تھا کہ اُن کا خالق اور آدی مول ایشر ہوتا۔ پر آریہ انکاری ہیں۔

جواب ۔ آپنے آریہ سماج کے مبارک اور مقدس اصول کو نہیں سمجھا۔ اس اصل کا مطلب یہ ہے کہ ست ودیا یعنی علوم حقیقی اور اشیاء لیعنے مدارتھ جو جگت سے مراد ہے۔ ان سب کا آدی مول یعنے مظہر پرمیشور ہے یعنی نیستی سے ہستی کا یہاں ذکر نہیں۔ اور نہ خود خدا سے معاذ اللہ بطور ٹکڑہ کے دنیا بننے کا ذکر ہے۔ بلکہ ودیا کا ذکر ہے کیونکہ ودیا کا پرکاش کرنے والا بذریعہ الہام اور پدارتھ یعنے دنیا مادہ سے بنانے والا پرمیشور ہے۔ دوسرا کوئی نہیں۔

اعتراض نمبر ۴ ۔ دیانند نے ستیارتھ پرکاش اور بھومکا میں لکھا ہے۔ کہ اگر سوال کرے۔ پرمیشور کی تو زبان نہیں۔ قلم اور دوات اور ہاتھ نہیں رکھتا ہے۔ اس نے وید کس طرح بنائے۔ اور کیسے بنائے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ وہ قادر مطلق ہے اسکو اسباب کی ضرورت نہیں وہ سب کچھ بدون اسباب کر سکتا ہے۔ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۵۶ ۱۸۸۵ء) یہ جواب مادہ عالم میں بھول گیا۔

جواب ۔ آپنے غلطی کی۔ وہاں ایسا نہیں۔ بلکہ ستیارتھ پرکاش میں ایسا ذکر مطلق نہیں۔ البتہ بھومکا میں ہے۔ مگر وہاں صرف ایشور کے جسمانی نہ ہونے سے مخالفوں کے اعتراضوں کا جواب دیا ہے کہ وہ بن ہاتھ پاؤں کے جگت رچ سکتا ہے۔ مفصل دیکھو (بھومکا صفحہ ۱۷ سنہ ۱۹۳۴) وہاں مادہ یا پرکرتی کا تذکرہ نہیں۔ اُسکا علیحدہ ذکر موجود ہے۔ جگت اُتپتی کے بیان میں۔ یہاں صرف اتنا ہی مطلب ہے۔ کہ ایشر بغیر اعضاء جسمانی کے تمام دنیا کو مادہ سے رچ سکتا ہے۔ اگر ذرہ کسی عالم سائنس سے مادہ عالم کے بارہ میں دریافت کروگے تو اچھی طرح اس غلط خیال سے باز آجاؤ گے نیستی سے ہستی کا مسئلہ سوائے اُمیوں یا اناڑیوں کے کوئی دانا کبھی نہیں مان سکتا۔ (مفصل دیکھو نسخہ خبط احمدیہ باب ۲)

اعتراض نمبر ۵ ۔ اکل و شرب میں شراب اور مردار اور ایسے چند دیگر کا کھانا حرام کیا۔ جن کا کھانا جسم اخلاق کے لئے مضر ہو۔ مثلاً۔ سور گندگی کا عاشق بیجا حملے میں عاقبت اندیش۔ جانوروں میں ایک ہی ایسا ہے۔ جو نر سے جماع کرے اور لوطیت کا مرتکب ہو۔ اور جسکے گوشت میں کدو دانے مادہ ہے۔ اور کتا جو بیجا اس من مردار کے پاس اپنے ہم قوم کو تہ لینے دے۔ باآنکہ ضرورت سے زیادہ موجود ہے (صفحہ)

جواب ۔ شراب کیواسطے لفظ حرام کا قرآن میں نہیں لکھا۔ آپ جسم یا اخلاق کے لئے مضر بتلاتے ہیں۔ اور قرآن منافع للناس ٹھہراتا ہے۔ ہم کس کو سچا مانیں۔ دنیا تو دنیا بہشت میں بھی شراب کی سبیل لگا دی۔ نہریں جاری کردیں۔ پس مولوی صاحب حرام نہیں۔ یہ آپکی غلطی ہے۔ سور تو سو گندگی کا عاشق ہیں واسطے حرام ہے۔ مگر مسلمان سقور بکریہ بکری۔ خروس۔ جو گندگی کے عاشق۔ اپنی ماؤں۔ بہنوں سے زنا کرنے والے۔ بزدل مخنث مزاج۔ ناعاقبت اندیش۔ کیوں حلال و طیب ہوگئے۔ ؟ سور کا نر سے جماع۔ آپ حکیم ہیں۔ آپ کا تجربہ ہوگا۔ ذرا علت المشائخ کے معنے کسی لغات میں دیکھ لو۔ لاکھوں مسلمان۔ بخارا شریف۔ کابل شریف۔ اور ایران شریف میں ان مرضوں کے مریض ہیں۔ لوطیت اور ابلی کی نسبت حضرت لوط کے نام سے نکلی ہے۔ اور اسی کے متعلق

انگریزی کا لفظ سڈومی ہے سڈوم سے جو لوط کا شہر ہے منسوب ہے۔ پس سور اشرف المخلوقات انسان کی تقلید سے کسی طرح مجرم یا حرام نہیں ٹھہر سکتا۔

گائی کے گوشت میں ہیضہ کی بیماری ہے۔ حکماء یوروپین گواہ ہیں۔ جالندھر انبالہ کا معاملہ شاہد ہے۔ اور علاوہ بر آن بواسیر پیدا کرنے والا ہے۔ وہ کم عقل بھی ہے۔ گندگی بھی کم و بیش کھاتی ہے۔ کدو دانے کی بیماری بھی اسمیں ہے۔ مگر بیعلمی نے حلال کردی۔

ہم نے اس بات کی تحقیقات کے واسطے کہ آیا سور دفعہ ۳۷۷ کا مجرم ہوتا ہے۔ چند سانہسیوں سے یعنے سور چرانے والے لوگوں سے دریافت کیا۔ اُنہوں نے صاف انکار کیا۔ کہ ایسا نہیں ہے بلکہ نہایت غیرت والا جانور ہے۔ اور قانون قدرت کا نہایت خوبی سے پابند بلکہ متقی پرہیزگار ہے۔ جب تک سورنی طالب مباشرت نہ ہو ہرگز اس کے نزدیک مثل بیل یا آدمی یا گدھے یا گھوڑے کے نہیں جاتا۔ بلکہ نہایت عقلمندی سے صرف اولاد پیدا کرنے کے واسطے صحبت کرتا ہے۔ اپنی عورت سے کمال محبت رکھتا ہے رقیب سے عداوت رکھتا ہے۔ مولوی صاحب وہ سور جس کا گوشت مقوی باہ۔ مقوی جسم شجاعت بخشنے والا ہے۔ وہ حرام۔ افسوس۔

کتا۔ جیسے وفادار جانور کو حرام جاننا۔ اور اُس کے شکار اور لعاب لگے گوشت کو حلال ماننا۔ اعراب کی عقلمندی ہے۔ مگر قرآن کی زبان بندی خدا کو یاد نہیں رہا۔ ورنہ ضرور لکھ دیتا۔ قرآن میں ذکر تک نہیں۔ اگر کہیں قرآن میں ہے تو مولوی صاحب نشان دو۔ حلالے سے بھی مولوی صاحب کو انکار ہے مگر وہ کعبہ شریف کے اسرار سے خبردار نہیں جہاں پر یہ حلالہ حلال ہے۔ اور باعث ترقی و اقبال۔ قرآن و حدیث پر عمل جاری ہے اور ہر ایک مولوی اقراری۔ ہم اس کی شہادت بھی ایک فاضل مسلمان کی تحقیقات سے دیتے ہیں۔ جناب حاجی مولوی زین اللہ صاحب اپنے سفر عرب کا حال لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ایسا ہی مقدمہ طلاق اور حلالہ کا بھی جو عرب میں جاری ہے۔ بظاہر ناپسند معلوم ہوتا ہے لیکن باطن میں شرع کے رو سے اسمیں بہت سے فوائد دینی اور دنیوی متصور ہیں۔ علاوہ بریں بمقابلہ علماء عرب کے ہندوستانیوں کی کہاں مجال۔ اور طاقت مقالت عہدہ برائی کی درباب مسائل کے اُن لوگوں سے کہ کوئی کسی امر میں اعتراض کرسکے۔ بڑے بڑے علماء عرب امام اور قاضی۔ اور مفتی جمع ہو کر بطور کونسل منجانب سلطان روم مامور و مقرر ہیں۔" (دیکھو تحفۃ الحجاج صفحہ ۴۹ مطبوعہ نظامی کانپور ۱۲۹۲ ہجری) اور قرآن کے رو سے بھی یہ جائز ہے۔ سورہ بقر

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره فان طلقها فلا جناح علیهما ان یتراجعا ۔ ترجمہ۔ پس اگر طلاق داد یعنی سوم بار پس ہرگز حلال نمیشود این زن آنمرد را بعد ازیں تا وقتیکہ در آید بہ نکاح شوہرے دیگر یعنے دا و دخول کند پس اگر طلاق داد اش این شوہر دیگر پس گناہ نیست برآن ہر دو بار آنکہ باز گردند بہ نکاح باہم (صفحہ ۳۵)

جس قدر مولوی صاحب نے اشارتاً اعتراض کئے تھے۔ اُن کے جواب ہم نے عرض کر دیئے۔ ایک دو مولوی صاحبوں نے تکذیب کے جواب کا بھی اشتہار دیا تھا۔ مگر ابھی تک نہیں نکلا قبل از وقت ہم کچھ نہیں کہتے۔ مگر صرف یہ کہ ہمارے پاس بھی قرآن کے متعلق بہت سامان موجود ہے ✤

العاقل تکفیہ الاشارہ

تکذیب براہین احمدیہ

جلد دوم

دیباچہ

پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کی تصانیف کو چھپوا کر شائع کرنے کا کام میرے سپرد ہوا تھا یہ پاک ذمہ داری کسی خاص آدمی نے میرے سپرد نہیں کی تھی۔ بلکہ میرے آتما نے آریہ مسافر کی آخری سفر کی تیاری کے وقت خود بخود اٹھانے کی پرتگیا کی تھی۔ پرماتما کی دیا سے آج اس قرض سے سرخرو ہوتا ہوں۔ اس کتاب کے علاوہ پنڈت جی کی جس قدر دیگر تصانیف میں نے طبع کرائی ہیں ان میں کسی بڑی دقت کا سامنا نہیں ہوا تھا۔ لیکن اس کتاب کی تکمیل پر بڑی بھاری رکاوٹوں کا سامنا پڑا۔ میں نے اس کام کو ہاتھ میں لیتے وقت سمجھا تھا کہ پنڈت جی کتاب کو مکمل کر چکے ہوں گے۔ لیکن جب پڑتال کی گئی تو معلوم ہوا کہ اکثر باب بالکل نامکمل ہیں بعض جگہوں میں فریق مخالف کے اعتراضات درج کر کے جوابوں کے لئے جگہ چھوڑی ہوئی تھی اکثر جگہوں میں عبارت پڑھی نہیں جاتی تھی۔ اور کئی جگہ پنسل کا لکھا ہوا تھا۔ میں نے حتی الوسع کوشش کی ہے کہ پنڈت جی کی اصلی عبارت ہو بہو درج کی جائے اور اسلئے اس کتاب کی درستی میں اس قدر وقت صرف کرنا پڑا جس میں کہ بڑی آسانی سے ایک نئی کتاب لکھی جا سکتی لیکن مجھے اس کا افسوس نہیں ہے۔ کیونکہ ایک پوتر آتما کے خیالات کو موت سے بچانے کا کام میں اپنے خیالات کے اظہار کی نسبت زیادہ تر ضروری سمجھتا ہوں۔

قریباً ۲۰ اجزاء کتاب کے پنڈت جی کی زندگی میں لکھے جا چکے تھے۔ ان میں کچھ سے چھپوائے لیکن چونکہ کتابت ٹھیک نہ تھی۔ اسلئے باقی کل کاپیاں ردی کر دی گئیں اور از سر نو لکھوائی گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض ورقوں کی چھپائی اچھی نہیں ہے۔

صفحہ ۱۰ سے آگے اکثر وید منتروں کے ترجموں کے لئے میں ذمہ دار ہوں۔ بعض نوٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت جی کا یہ بھی ارادہ تھا کہ تصدیق براہین احمدیہ کے اس حصہ کا جواب بھی دیا جائے جس میں کہ صفحہ ۲۷۴ سے ۲۸۷ تک حکیم نور الدین صاحب نے قرآن کی خوبیوں کا اظہار کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے جب ان آیتوں کا حکیم صاحب کا کیا ہوا ترجمہ پڑھا اور ان کا قرآن کے اصل ترجمہ سے مقابلہ کیا۔ تو بعض جگہوں میں حکیم صاحب کی اپنی طبع آزمائی زیادہ تر معلوم ہوئی۔ لیکن چونکہ کتاب کے شائع ہونے میں آگے ہی بہت توقف ہو چکا تھا۔ میں نے اس مقابلہ وید و قرآن کو کسی اور وقت کے لئے ملتوی کر دیا اور بشرط صحت و زندگی ارادہ رکھتا ہوں کہ قرآن کی ان آیتوں کا جنہیں کہ علمائے اسلام روحانی تعلیم کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ وید منتروں کے مضامین کے ساتھ مقابلہ کر کے پبلک کے روبرو رکھوں تا کہ پبلک کو قدرتی اور بناوٹی الہام میں تمیز کرنے کا موقعہ ملے۔

پیارے ناظرین! آریہ مسافر کی آخری تصنیف اسی حالت میں قبول فرمائیے طبع دوم میں جس کی نوبت کہ میری رائے میں جلد پہنچے گی یہ سب نقص رفع ہو جائیں گے۔

منشی رام جگیاسو

ایڈیٹر

सधाता विथतौ रा वायुर्वं उल्हिनम '३ ।सोऽयमासव रु
रा मह द्रः नमहा देवः ।४। सो अग्निः न वः सउ एवमहा
यम ॥ ६ ॥

پرماتما سب شکتیاں ہونے سے سب کا دھارن کرتا اور مالک ہے اور سب کا بچانے والا پیار کرنے والا ہے پرماتما وں کے لئے ودیا اور آنند کا داتا اور پاپیوں کے حق میں سزا دینے والا وہ سب کا مالک گیان سے تمام بادشاہوں کا شاہنشاہ عبادت کرنے کے لائق ہے۔

قادر قدرت نے آغاز آفرینش میں سورج کو پیدا کیا مطلب جس سے تمام کروں کا قیام اور روشنی کا اہتمام تھا۔ غلہ و میوہ جات کا پکانا۔ بارش کا برسانا اور قدرتی جلوہ دکھانا بھی اسی سے انجام ہو گیا۔ جیوگرافی یعنی جیالوجی کے دو دانوں اور علم جوتش یعنی ہیئت کے ماہروں نے جتنی تحقیقات کی ہے وہ ساری کی ساری اس بات کی شہادت دے رہی ہے کہ نظام قدرت میں آفتاب ہر طرح عالمتاب ہے اور اس کے نیر اعظم بلکہ سورس عالم ہونے میں کوئی جائے شک نہیں مگر پھر بھی خفاش اور جغد مزاج کے وہ موافق نہیں۔ اور بہت سے شکیرو چالوک اس کے مخالف ہیں۔ حالانکہ سورج ایک کوکب برا پائندہ ہے بلکہ جو غلہ وغیرہ ہیں سورج کی حرارت سے پکتی ہے۔ جو پانی وہ پیتے ہیں اسی کی تپش کے بخارات کی برکت ہے جاند یا تارے سب اسی کی روشنی سے درخشاں ہیں جس رنگ و دو کم ہیں وہ بھی اسی کی اشتر سے وابستہ ہے مگر ان کی آنکھیں اسکے دیکھنے اور ان کے دل اس پر کہ سمجھنے سے معذور ہیں۔ ناظرین کرام علم و عقل سے مقابلہ نہیں کرتے بلکہ ضد و تعصب سے وہ انصاف کی آنکھ سے نہیں دیکھتے اور سننے و دیکھنے کا مادہ ہی نہیں رکھتے نابرآں مجبور ہیں۔

ہر کہ اندر حجاب باوید است	تنش اندر پچوبوم در حجت است
گر سہ خورشید بوم بے نیر دست	از لپے ضعف خود ازیں او دست
نور خورشید در جہاں فاش است	آفت از ضعف چشم خفاش است

مگر اس میں بھی صانع کامل کی ایک عجیب حکمت ہے اگر یہ مخالفت نہ ہوتی تو دانا لوگوں کو اس کی تحقیقات کا خیال پیدا نہ ہوتا اور جب خیال ہی نہ ہوتا تو روشنی کے مسئلہ کی تحقیقات کیسے ہوتی اور کس طرح اس علم سے لوگ مستفیض ہوتے اور کس طرح ثابت ہوتا کہ اسے تعبیر سورج کی دنیا کی [illegible] ہے آفتاب اور سحاب کا جنگ بھی ایک قدرتی نظارہ ہے اور اسکا دوسرا استعارہ علم و جہل کا معاملہ ہے جن ملکوں میں بہت دنوں تک سورج نظر نہیں آتا یا جہاں جہاں ابر رہتا ہے اکثر لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ وہاں سورج کی کرنیں کیسی پیاری معلوم ہوتی ہیں جب ابر زیادہ پڑتی ہے اسی وقت سحابات بھی زیادہ اٹھتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ سخت گرمی کے بعد بارش ہوتی ہے۔

قدرت ہمکو درس سبق سکھلاتی ہے کہ آنکھیں کھولو اور دیکھو یہی حالت تمام رشی دنیا میں دھرم ہی بحث اور مباحثہ تائید اور تردید تکذیب اور تصدیق دونوں سے جو کہ فائدہ ہے وہ دنیا کو ہے اور تمام تر نقصان بطالت کو دنیا کے آغاز میں جس طرح روشنی کا ظاہری خورشید عالم کو منور کرنے کے واسطے ایشور نے اپنی مہا شکتی سے بنایا۔ اور تمام کروں کو اس سے الحاق کرکے اس کے گرد گھمایا۔ اسی طرح ہدایت عالمیان کیواسطے خورشید وید کا چار رشیوں کے آتما میں جلوہ دکھایا اسی میں یہ راحت بخش استعارہ مختلف طرز سے سمجھایا ہے کہ اسرا اور ابر یا آریہ اور دسیو کیا ہے اور کس طرح کامیابی کرنا چاہتے ہیں آفتاب نورانیت و ظلمت دونوں کا پیدا کرنے والا چونکہ ایک ہی یہی سبب ہے کہ اس کی ضرورت کو بھی اس

سچے الہام

نے ان منتروں مطلب خیز الفاظ میں ادا کیا۔ تم آسیت تمسا گوڑھم اگرے
یعنی ظاہری روشنی کی بڑی ضرورت تھی کیونکہ سورج کے پیدا ہونے سے پہلے تمام
تما سم او ستعار بر کرتی یعنی میٹر اعتدال کی حالت میں سخت تھا جس میں خود بخود بننے کی

اور نہ ماننے کی سامرتھ تھی جو سکھوپت اوستھا میں تھے انکو بھی شدھ نہیں تھی اور۔ ان کے یہ ہوسکتا تھا دل پر کرتی سے یہ روشنی کا نور کھینچے۔ جسنے عدم روشنی سایا۔ ایک جگہ لیتیر ہی دنیا کا شانتی الا اور نامت سے دوسرا کوئی نہیں ❊

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ کہ جس طرح ظاہری اندھکار اور اسکے عدم گردش و قیام عالم کے واسطے اس سورج کو پیدا کیا۔ اسی طرح دنیا کی جہالت دور کرنے اور ظلمت دلی کے مٹنے اور سچا گیان بتانے نور الہی اندری الہام کا پرکاش کیا اگر وید کا ظہور نہ ہوتا۔ تو اگیان کا اندھکار یہی کبھی دور نہ ہوتا ❊

گر نہ بودے ہمیں وید بیاں و نہ گشتے نمود | از شب تاریک غفلت کس بروی نہ ربود

جیست یعنی جلد لیتیرے جو کچھ از آغاز عالم تا اختتام عالم ضروری تھا اپنے مخزن العلوم ازلی سے ویدوں میں الہام کر دیا اور اس طرز پر کہ تعصب طرفداری کا نام و نشان نہ رکھا اور سوتا کیا نسبت کسی ایک فرقہ کے حقوق ان باتوں کا ظہور ہی نہیں یہی وجہ ہے کہ ان چہار گلزار روحدت۔ معرفت۔ طریقت۔ شریعت میں سے یہ ضلالت قطعی دور ہے ساری دنیا اس وقت غیر آباد۔ درس و تدریس کا نہ دبستان تھا۔ قدرتی نیچے محض ناواقف و نادان تھے نہ کہیں سکول۔ نہ مدرسہ۔ نہ پاٹ شالا نہ کالج تھا۔ بلکہ ان باتوں کا کسی کو گمان نہ تھا۔ ایران کی زند اوستا اور نہ برہمنی کی وارث تھی نہ بودھ مکے پہور اور نہ مصریوں کے حکما۔ بات تھی۔ اس وقت مسیح پیدا نہیں ہوئے تھے۔ پھر انجیل کہاں اور جب محمد صاحب کا جنم بھی نہ ہوا تھا۔ تو قرآن کی تنزیل کہاں۔ نہ سقراط و افلاطون کے ملفوظات تھے اور نہ فیثا غورث اور جیس ای کی فاضلانہ تصنیف

نہ ایران میں زرتشتی تھا دگرگیتی	نہ یونان کو علم دین کی خبر تھی
نہ تھی مصر میں تب	نہ توریت و انجیل و فرقان تھے جب
نہ زندو ستھا۔ نہ تھے پیدا	نہ تھا جین ہیں ہر کوئی ہو ہویدا
تراث وقا سنسان یا تبال سارا	تھا آثار میں بس یہی حال سارا
نہ داؤد ایسے مزا میر گاتے	نہیں یرمیاہ ایسا نوحہ سناتے
نہ آدم تھا پیدا نہ نوح کا طوفان تھا	زبانوں کا بھی زیادہ جھگڑا کہاں تھا
تھے ایک سنسکرتی یا دیو بانی	ہویدا ہوئی تب زبانوں کی بانی
وہ ہے سنسکرت بھی لکھا ہیں ہمیں علما	وہی سب کی ماں اور وہی سب کی ملجا

چونکہ وہ قدرتی الہی یا ایشوری زبان تھی۔ اور چونکہ وہ عالم کل جگدیشور کی طرف سے کلام تھا کی ہدایت کے واسطے دیگئی تھی۔ اسلئے اسواسطے ضروری تھا۔ کہ وہ نہایت کامل ہوتی واجب تھا کہ وہ مصنوعی زبانوں سے اعلٰے ہوتی۔ وسعت فصاحت بلاغت کاملیت کا تاج اسکے سر پر ہوتا ہی۔ ماراں یہی ہوا۔ آج گو ہر چیز کی تحقیقات میں ریلگاڑی کی چال کیطرح تیز رفتاری سے ترقی ہو رہی ہے۔ تو بھی تمام یورپ و امریکہ بالاتفاق اسکے مدر آف لینگوئج یعنی ام اللسنہ ہونے کے اقراری ہیں۔ پس اسی پاک اور شستہ زبان میں تقدیس اور بوتر پرماتما نے انسانی سرشٹی کے آغاز میں اپنا الہام ظاہر فرمایا۔ چونکہ وہ انترجامی اور سرب ویاپک ہے سرب شکتیمان اور نیا کاری ہونے کے سبب کسی جبرائیل یا گبرئیل کی معرفت الہام نہ بھیجا اور نہ سوتے سوتے کئی ہزار برس کے بعد بھیجا۔ نہ عرش نہ کرسی اور نہ آسمان سے اتار کیا۔ بلکہ اپنی مہان شکتی سے رشیونکے آتما و قلب میں اپدیش کیا کس طرح اور کیونکر اسکو یہ اشعار اچھا ادا فرماتے ہیں ❊

دست لطفش نسخہ علم و حکم	بے قلم در صفحہ دل زو رقم
علم اہل دل نہ از مکتب بود	بلکہ از تلقین خاص رب بود

جو کچھ انسان کو اپنی بہبودی معاد اور معاش کی بابت روحانی و جسمانی اپدیش چاہیئے تھا جتنا اسکے روحانی یا آتمک شانتی کیواسطے ضروری تھا جسقدر کہ اسکو سعادت دارین حاصل کرنیکے لئے درکار تھا جس طرح کہ وہ مادی اسلی ضروری جانتا تھا۔ ان ایسے کمال وصل و میل سے اہل تمدیان کی جس قدر حاجات تھیں۔ صرف اسی مرتبہ نہیں۔ سکہ قدیم سے جیسا کہ وہ کرتا آیا ہے۔ کیونکہ وہ اور اسکی رعایا ازلی و ابدی ہے۔ اسکے افعال اور صفات ازلی و ابدی ہیں اُس کے حکم میں احتدف نہیں اور ہر ہوا ممکن ہے۔ اسمیں غلطی یا سقم نہیں اور نہ ہوسکتا ہے۔ اسمیں رد و تبدیل نہیں کیونکہ وہ خود تبدل سے آزاد ہے۔ اسکے حکم میں سہو نہیں ہوتا نہیں پس ہرگز نہیں۔ پس نسخ اور تحریف کی کیا حاجت اور کیا وجہ کامل میں نقص عادل میں ظلم ہو نہیں سکتا جس طرح ہزار لوگ سراپا آفتاب و نعماء سے انکار کریں۔ دوسرا آفتاب پیدا نہیں بنایا جائیگا جب تک کہ ہزار چیزیگی تک کیواسطے اسکا مختیار ضروری ہے۔ اسی طرح ناستیا ہونیکی شور و شر۔ اعتراض کے تواتر و تقاضہ سے مدت مدید کے گزر جانے سے ایشور اپنا گیان یا الہام نہیں بدلیگا۔ کیونکہ ❊

قلم تقدیر و بد حلق در ازل رفت است | بگفت گو نے خلائق دگر۔ جاوید ستد

یعنے تمام امور و مناہی کاکما ہی و واضح طور سے حکم ازلی یا ہدایت سرمدی الہی ارشاد کے مطابق وید مقدس میں درج ہے جدید الہام یا نئے ہدایت نامجات کی نہ ضرورت ہے اور نہ قانون ایزدی اس کا منشا ہے۔ کیونکہ وہ حکیم مطلق نسخہ شفا دے چکا۔ وہ شانتی رحق شایانی کا طریقہ بتلا چکا جیتے اچھا جتنک کوئی دوسرا اعداد معاذ اللہ۔ نہ ہو ما اور نسخہ محال ہے ❊

حقتعالے بمحض فضل کریم	در کتاب کریم۔ حکم قدیم
آنچہ بر حمد را نکار آید	گفتہ است آنچنانکہ مے باید

چونکہ وہ صداقت اور حق تھا اسی اسلئے اُسکی تبدیلی کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی جس طرح قانون قدرت میں غلطی نہیں اسی طرح نظام عالم میں قصور نہیں۔ کیونکہ عقل کل کے زبردست اور نہ غلطی کرنیوالے ہاتھوں نے اُسے بنایا ہے۔ چون و چرا کی گنجائش ہی نہیں۔ اور نہ لیت و لعل کا تصرف ہے انسانی تصرفات سے یہ بالاتر جگہ ہے۔ حیرانی یا تسلیم کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں (گویا خلائق ایک اٹل انتظام کے اندر جس میں انہیں کوئی چارہ و دخل نہیں) دیکھکر انسان پر تو ایک مرتبہ سکتہ کی سی حالت طاری اور حرکت سلب ہو جاتا ہے۔ وہ حیران ہو کر سچے معلم کی تلاش کرتا ہے۔ تاکہ قدرت کے سربستہ راز و بھید اُسے آگاہی ملے۔ بھلا جس بات کو انسان نہیں جانتا حیوانوں کی اُسکے سمجھانے میں کیا سامرتھ ہو سکتی ہے۔ جب نہایت مضطرب و گریستہ ہوتا ہے تو اُسے رہنما ملتا ہے۔ جو اُسے منزل مقصود پر پہنچا دیتا ہے یہی حال اُن سچے طالبان حق کا تھا سب سے پہلے اُن کے دل میں طلب معرفت کی پیاس جاگی ان کی پیاسی طبیعت لے مادی دنیا سے شانتی حاصل نہ کی اور نہ ہو سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اُنکو الہی گیان کے سوا کی تلاش ہوئی۔ مہاتما یا تنحل تی فرماتے ہیں

کہ اُن رشیوں اگنی وایو آدت انگرہ کو جو سب سے پہلے حق کے متلاشی تھے آدی گرو پرمیشور نے ہی گیان کا ساگر یعنے بحر العلوم جسکا دوسرا نام وید ہے بتلایا۔ اور انکی پیاسی طبیعتوں کو سیراب کیا اُن کے اندھکار سے بھرے ہوئے دل روشن ہوگئے معرفت کی پیاسی طبیعتیں شانت ہوگئیں غرض انہوں نے اپنی ہی شانتی کافی نہ سمجھی بلکہ پر اپکار کے مت ہمت کو صرف کر دیا میں اُس کا پرچار کیا سب کے دلوں میں اُسکی روشنی پہنچائی۔ اُپدیش کیا وعظ کیا دھرم اور گیان کا پرچار کیا شریعت اور طریقت کے قاعدے بتلائے ست اور دھرم کی دھونی (آواز) ہمالیہ کی چوٹیوں پر گونجنے لگی اور گھر گھر ادم پرماتما کی بھگتی کا پرچار کیا۔ آباد دنیا در صداقت سے معمور ہو گئی ❊

چراغے روشن از نور خدائی	جہاں را دادہ از ظلمت رہائی
از و خارا بدانش آشنائی	در و چشم جہاں را روشنائی

اسی نور حق کے پھیلانے کے واسطے ہر ایک دور میں رشی اور منی لوگ اپدیش فرماتے رہے کیونکہ بموجب ہدایت وید کے ہر ایک آریہ یعنے پیرو وید کا فرض ہے کہ وہ حتی الوسع ست دھرم

کے پھیلانے میں کوشش کرتا ہے ॥ मन्त्र वा मश इ: शतम ॥ ترجمہ جسکے اس منتر میں جو ہر ایک آریہ کو روزانہ دو مرتبہ پڑھنا پڑتا ہے یہی مانگ ہدایت ہے۔ ہم آریہ تاریخ کے جب اُلٹتے ہیں تو ہر ایک صفحے سے اسکی شہادتیں ملتی ہیں کبھی دیکھتے ہیں کہ اُدیا نک اور انگریش وغیرہ رشی امریکہ میں اپدیش کر رہے ہیں کبھی مارو جی افریقہ کے سنسان جنگلوں اور ویرانوں سے پھرتے ہوئے ایشور آستھا (توکلت علی اللہ) ست دہرم کا جھنڈا لئے مقدس وید کی پرچار کر رہے ہیں کہیں ساندل رشی لوگوں کے عقدے حل کر رہے ہیں اور کہیں پاتنجل جی وید کے بتائے ہوئے ستیہ کے پیاسوں کی پیاس بجھا رہے ہیں مگر رشی جو منگولین (مغلوں) کے مورث اعلیٰ ہیں اور کرشن کے فرزند ارجمند سام رشی جو عرب والوں کے مورث ہیں دوسرے حضرت ابراہیم (خصوصاً صابئین فرقہ کے) مورث اعلیٰ ہیں بھی اسی طرح مصر وغیرہ کی طرف اپدیش کے واسطے گئے اور عرب کو بیابان و صحرا دیکھ وہاں ڈیرے جمالئے اس سے بیشتر کوش رشی مع اپنے خاندان کے بھی ایک دفعہ ویدک دہرم پرچار کے واسطے افریقہ گئے تھے حبشی لوگوں میں انہوں نے ہی ست دہرم کی وعظ کی اور انکو راہ راست پر لائے مصر کی تاریخ کے پڑھنے سے اس مقدس قوم کے بہت سے آثار مل سکتے ہیں انہیں کی ہدایت سے مصر کے قبطی قوم عرصہ تک ست دہرم پر مستعد رہی ویدک محاورہ میں قبطی دیدک یجارک क व ति کو کہتے ہیں۔ اسی کی اولاد اہلیک رشی کی عمالیقی قوم یادگار عالم ہے اسی طرح پلست رشی بھی مع خاندان کے دہرم کے اپدیش کے واسطے گئے تھے ان کے ست نے افریقہ میں اتنا زور دست کام کیا کہ بالکل کامیاب ہی ہو گئے انکے اپدیش نے دلوں کو تسخیر کر لیا۔ لوگوں کو جو سابق ظالم بادشاہ کے ظلموں سے سخت تنگ تھے۔ انہوں نے اس نیک سیرت اور پاک طینت رشی کا بھیجا غنیمت جانا اسیلئے ملک مصر پر قبضہ کر لیا۔ اب تک بھی دنیا میں فلسطی یا فلسطین قوم اُن کی یادگار ہے مصر کی پرانی تاریخ میں ان کا ذکر ہکسیس یعنی چوپانی بادشاہوں کے نام سے ملتا ہے کیونکہ یہ رشی مویشیوں کو بہت پالتے تھے بلکہ اس لفظ کے معنے بھی گوپال کے ہیں غرضکہ اسیطرح مختلف اوقات میں رشیوں اور منیوں کے طریقہ پر ویدک دہرم دنیا میں پھیلتا رہا۔ اسوقت تمام آبادی دنیا میں کا یہی دہرم تھا۔ آریہ تاریخ کے سوا بھی جہانتک ہم نظر دوڑاتے ہیں اور جب کبھی کسی تاریخ کو گہری نگاہ سے مطالعہ میں لاتے ہیں تو اسکے بھی ست دہرم کی شہادتیں ملتی ہیں۔ امریکہ کے علاقہ میکسیکو وپیرو کے باشندوں کے حالات و مقدمات ریڈ انڈین کی زبان اور بحیرہ ایرانیوں کے پرانے کتبے اور اتہاس یونان کے فضلا اور ان کی کتابیں مصر کی عمارات اور بوڑھی کمنڈ اور پرانے بادشاہوں کی (میری) تصاویر۔ چین کے مذہب اور اس کی زبان روس کے کھنڈرات اور کوہ قاف کی گفائیں (غاریں) الغرض ایشیا کی تمام مہذب قوموں کے حالات سلسلہ وار آریہ قوم کی سنگ اور آریہ دہرم کی ستائش کے قائل پائے جاتے ہیں کپل منی کے فلاسفی جیسے سانکھیہ شاستر کہتے ہیں اسمیں کس خوبی سے اپدیش کے مسئلہ پر زور دیا ہے

उपदेश्यो पदेश द त्वात् तत्सिद्धि: । अ० ३ । सू० ७ ६ ترجمہ

جب اُپدیشک اور اُپدیشیت (واعظ و مستمع) ہوتے ہیں تب اچھے پرکار لوگ ست دہرم پر چلتے ہیں تب ہی دہرم ارتھ۔ کام موکش (نجات) حاصل ہوتے ہیں۔ اور جب فاضل اور باعمل اپدیشک یا گیانی گرو سیر و سیاحت۔ اپدیش و پرچار (یعنی سیاحی) نہیں کرتے اور حق پسند مشہور (ساتھین) نہیں رہتے تب اس دہرم پر ایسے تقلید جاہلانہ یا سخت گرداب ضلالت میں لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں۔ عقل کو تیاگ جاتے ہیں یعنی حق کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اسیطرح اندھیر کے بعد اندھیر پڑ جاتے ہیں دوست کم ہوتا جاتا ہے لیکن ہوتا یہ ہے پھر لوگ اسی حالت کو ہی اپنے بزرگوں کا رسم جانکر پیروی کرنے لگ جاتے ہیں جب کوئی انکو منع کرتا ہے تو وہی عام جاہلانہ قول پیش

ہر چند سوامی جی نے اس مضمون کو اپنے سطر کتاب ستیارتھ پرکاش کے لیارہویں سمولاس میں خوب ہی بیان کیا ہے (دیکھو صفحہ ۲۲۵ سے ۲۹۲ تک) مطبوعہ بار سوم ۱۸۸۶ء

کرتے ہیں کہ کیا ہمارے باپ دادا بیوقوف تھے۔ کیا وہ بھولے ہوئے تھے۔ کیا تم ہی عقلمند پیدا ہوئے ہو۔ یہی حالت ہر ملک میں وقتاً فوقتاً نمودار ہوتی رہی ہے

خلق را تقلید شان بر باد داد ۔ کہ دو صد لعنت بران تقلید باد

الحقصہ ویدک دہرم کا پرچار برابر بودھ جی کے وقت تک ہوتا رہا گو اسکے بعد چار پانچسو برس تک برابر دنیا میں ست دہرم کا نقارہ بجتا رہا مگر مہابھارت کے عظیم الشان یدھ نے ایک ایسا سخت القلابی اثر کیا کہ گویا زمین پر دہرم کا تختہ ہلا دیا اور اُسکے ساتھ ہی عیاشی و قدم جمانے وام مارگ پر جلیت ہوا اور ایسا عمل موثر ہوا کہ پہلے اور پچھلے میں بہت فرق ہے دوردور اسکے بہادر س گرو ہتر ایک اپنے رسا لکھے نقش اعلیٰ اصول تھے عرب ایران اور لسان تک تو اسکے نشانات ملتے ہیں۔ ایک ایرانی شاعر وام مارگیوں کی الفاظ میں پناہ مانگتے ہیں

ز من با دو مشعل کتاں دور دار ۔ چراغ مرا روز و شب نور دار

بھلا ان تیرہ گردابوں میں پھنسے ہوئے لوگ کس طرح دھرم کے ساحل نجات پر پہنچ سکتے سراپا محال تھا

اس درمیانی زمانہ (۳۵۰۰) برس زمین جو درحقیقت جاہلیت کا زمانہ تھا چاروں طرف اودیا کا پھیلاؤ شروع ہوا۔ بام مارگ ایسا کام کر رہا تھا جسکے لئے زنا لازمی امر اور وہ شکتی پوجا کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔ اس سے بودھ مذہب نے مقابلہ کیا۔ اگرچہ رحم پھیلایا مگر ایشور کو جواب دیا۔ وید کو بھلایا اور ناستک مت چلایا سو وہ بھی ایک وقت عالمگیر ہو گیا اب تک بھی اسکے پیرو آدھی دنیا سے زیادہ ہیں۔ مگر آریہ ورت سے خارج ہو گیا۔ اس تحریک کے بانی گوڑپاد آچارج تھے اور مرد میدان شنکر آچارج بنے فتح ان کے نصیب ہوئی اور بودھ خارج کئے گئے۔ مگر ادھر یہ ہم پر ابھی چھوٹی نہ تھی بودھ کے سبب جہاں رحم پھیلا ساتھ ہی سادہ پرستی اور بت پرستی نے قدم جمایا شنکر آچارج کے چیلوں میں وہی بت پرستی وام مارگ کی صورت میں بدل گئی شکتی کے ساتھ شیو کا جوڑا ہو گیا۔ اور لنگ پوجا کا آغاز ہوا۔

ادھر ہمارے ایرانی بھائیوں میں وید منتر بھول جانے کے سبب ایشور کی توحید کم ہونے لگی۔ خدا پرستی اور اگنی ہوتر کے بجائے آتش پرستی کا آغاز ہوا جسطرح یہاں ہون کی جگہ وام مارگ نے سوختنی قربانی جاری کر دی اسیطرح وہاں آتش پرستی کے ساتھ ہی وام مارگ کے حلوہ نے بھی رنگ جمایا ہابیل کا بیل نوح ابراہیم لوط۔ موسیٰ۔ ہارون کی سوختنی قربانی اور کوہ طور کا جلوہ خدا کا دہوئیں میں آنا۔ لال ٹین جگانا۔ آگ کا باتیں کرنا۔ اور ساتھ ہی ستون آتشی کا آگے چلنا آسمان سے آگ کا آنا اور بجلی کا پانی اور آگ سے بپتسما دینا دہی ہون کی بگڑی ہوئی اور وام مارگ کی سدھری ہوئی صورت ہے

اب جسطرح کہ ادھر بدھ کے سبب رحم کا پرچار دوبارہ ہوا۔ اور آتشی قربانیاں اور سوختنی قربانیاں اور آتش پرستی بند ہوئی۔ اسی طرح مسیح نے اپدیش سے یروشلم میں کا ہنانی ہوئی قربانیاں بند ہو گئیں کیونکہ مسیح کی ممانعت کی تھی رحم کا اصول کہ کوئی اس گال پر تمانچہ مارے دوسری بھی آگے کر دو اور ایک عام اپدیش کہ میں دنیا کو گناہ سے چھڑانے آیا ہوں اور تمام قربانیوں کے بدلے میں مقدس برہ قربان ہونگا۔ چنانچہ وہ قربان ہوا یا قربان کیا گیا۔ مگر اُس روز سے قربانی عیسائیوں میں بند ہو گئی پہلا اثر مسیح کی تعلیم کا یہ ہوا کہ متی شاگرد رشید نے گوشت کا کھانا چھوڑ دیا اسی طرح یوحنا نے بھی۔ مگر یہ کیوں ہوا اسکا سبب لائق محققوں اور دانا کھوج کرنے والوں نے پرانی تاریخ کے ورق الٹ الٹ کر نکالا ہے کہ مسیح بودھ کے مشنریوں کا جو مصر اور سکندریہ میں پرچار کرنے کے واسطے گئے تھے شاگرد تھا۔ اُن کے اپدیش سے اُن کا دل نرم ہوا وہی اُسکے ہادی ہوئے انہیں سے ابن اللہ انہیں سے انکساری انہیں سے تم انہیں سے محبت انہیں سے قربانی سے نفرت انہیں سے سب قوموں نے دہرم پرچار سیکھا تبت سے برآمد انجیل اس بات کی پوری اور صحیح دلیل ہے۔ مگر بودھ کے بعد کیا ہوا اور عیسیٰ سے بعد کیا ادھر دیکھو شنکر اچارج ...

گورنمنٹ برطانیہ نے بھی وہ کوشش جو آریہ سماج نے اب کی تھی یعنی ستی ہونے کے قانون کے اجرا کی صورت دو عرصہ پہلے اپنی رحمدلی کے تقاضا سے تمام آریہ ورت کے ہندوؤں کی ملے بیکر پاس کر دیا کہ آئندہ کوئی عورت ستی نہ ہونے پائے اس ملکی ارشاد کے بموجب جتنی عورتیں بچ گئیں اُن کا ثواب گورنمنٹ عادل کو پہنچا دیگا۔ درحقیقت اُسنے وید کے مبارک منشا پر عملدرآمد کیا دیکھو رگوید ادہیائے ۷ منتر ۹)

اخلاق و سیھتا و تحصیل علم کی بنی نوع انسان کے واسطے تمام نسل بھی وید مقدس کی قدرتی تعلیم ہے گائیتری کے مبارک منتر میں بھی علم وید ہی کے واسطے پرارتھنا کرنے کا ارشاد ہے علم سے بڑھکر دینے کوئی دولت نہیں بتلائی۔ منو جی نے دہرم کے ۱۰ لکشنوں میں سے آدیا اور دہی دو نشان مقرر کر دئے یعنے دو چیزیں بھی دہرم کے واسطے ضروری ہیں علم معقول پڑھنے کی ہمیشہ عام اجازت ہے ایشور چونکہ عقل کل ہے بنا برآں اُسکے حکم جہالت پر کبھی بھی نہیں ہو سکتے یہی وجہ ہے کہ وید اور اُسکے پرکاشک پرماتما نے اور خود مہاں وید اور پیروان وید

سلہ پھر وہی فاضل مورخ فرماتے ہیں۔ گھر میں جبر دار اور شفیق محافظوں کی حفاظت میں عورتیں محفوظ نہیں رہ سکتی ہیں۔ پس وہی عورتیں پاکدامن رہ سکتی ہیں جنکا دل خود ان کا محافظ ہے ستی ہونیکی رسم کا ذرہ سا بھی بیان نہیں پایا جاتا ہے برہمن کی بیوہ کو حسن پاکدامنی اور نیک طریقہ میں زندگی بسر کرنے کی اجازت دی گئی ہے اس سے یہی ظاہر ہے کہ شوہر کے ساتھ جلنا اس کا کچھ بھی ضروری نہیں سمجھا گیا (تاریخ ہندوستان صفحہ ۲۰۷ سنہ ۱۸۶۶ء)

پھر وہی مورخ لکھتا ہے کہ بیوہ عورتیں بھی قانون کی خاص حفاظت میں ہیں چنانچہ انکے رشتہ داروں کو سخت تاکید ہے کہ اُن کے مال و متاع سے مزاحمت نہ کریں راجہ کو بیوہ عورتوں اور تنہا عورتوں کا محافظ قرار دیا گیا ہے اور اُسکو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ عورتوں کے ایسے رشتہ داروں کو چوروں کی مانند سزا دیوے جو اُن کے مال و دولت کے ہضم کرنیکا ارادہ کریں (منو سمرتی ادہیائے ۸ شلوک) دیکھو گورنر صاحب کی تاریخ ہندوستان صفحہ ۲۰۸ سنہ ۱۸۶۶ء پھر منو سمرتی میں تمام فرقوں اور رشتہ کے لوگوں کے ساتھ آداب اور اخلاق سے برتنے کے طریق بہت تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں (تاریخ ہندوستان صفحہ ۲۰۸ سنہ ۱۸۶۶ء)

سلہ پھر وہی مورخ منو کے اخلاق کی بابت فرماتے ہیں ماں باپ اور بڑے بوڑھوں اور عالموں اور دولتمند اور اہل رتبہ سے نہایت تعظیم کے ساتھ پیش آنے کی نصیحت کیگئی ہے۔ چنانچہ حکم ہے کہ ضرورت کے وقت گاڑی میں ایسے آدمی کو جسکی عمر ۹۰ برس سے زیادہ ہو اور کسی بیماری میں مبتلا ہو اور بوجہ بھی لدا ہوا اور عورت اور ودیارتھی اور راج کنور اور دولہا کی جگہ دینی چاہئے میں نہیں جانتا کہ قدیم رسموں کی تعلیم کا جسقدر اس مجموعہ میں حکم ہے اُنکے بخوبی ادا کرنے کے واسطے کس مقام پر دکر کرنا چاہئے جنکو بہت معزز مانا ہے اور تمام خدا پرستی کی بنیاد کیا گیا ہے۔ یہی رسمیں آجتک ہندوؤں کے مذہب کی جان ہے اور ہندوؤں کے قوانین کے ہمیشہ قائم رہنے کی بھی یہی رسمیں باعث ہیں۔ اس مجموعہ میں علم کو نہایت ممتاز بیان کیا گیا ہے اور ہدایت کیگئی ہے کہ تمام عمر اسکی تحصیل کریں سچ ہے کہ وید اور اُسکے مفسرین (برہمنوں) اور صرف چند کتابوں کے پڑھنے کے طالب علم و ہدایت کی گئی ہے لیکن انہیں کتابوں سے علم الٰہیات اور منطق اور علم طبیعیات حاصل ہوتا ہے۔ یہ بات سے معلوم ہے کہ ان رسالوں میں جو وید کے ساتھ (تعلیم) میں شامل ہیں انہیں مضمونوں پر بحث کیگئی ہے اور برہمن ان سب علموں سے ابتدا زمانہ میں اچھی واقفیت رکھتے تھے۔ اس وجہ سے یقین ہے کہ انہوں نے ان علموں میں اُسی زمانہ میں جس وقت مجموعہ بنایا گیا تھا بہت سی استعداد حاصل کی ہوگی (دیکھو تاریخ ہند) الیفنسٹن مورخ فرماتا ہے

تعجب ہے کہ رسم ستی کا ذکر نہیں کیا گیا جسکی نسبت کالبروک صاحب نے کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۴ صفحہ ۲۰۸ میں بیان کیا ہے کہ اسکے واسطے منو نے بھی اجازت دی ہے اور متقدمین نے یہ بیان کیا ہے کہ اس ستی ہونے کا کہیں ذکر مجموعہ کسی مقام میں نہیں پایا جاتا ہے (الفنسٹن صاحب کی تاریخ ہندوستان صفحہ ۲۰۷ سنہ ۱۸۶۶ء حاشیہ)

نے علم معقول کے پڑھنے پڑھانے سے کبھی پیروائی نہیں کی ویاس اور ویدانگ اور اپ انگ سراپا معقول ہی معقول ہیں اور یہی باعث تھا کہ آریوں نے ویدک زمانہ میں یعنے جس وقت تک مہابھارت نہیں ہوا تھا یعنے مسیح سے ۳۰۰۰ سال پہلے بہت اعلےٰ درجہ کی ترقی ہر ایک علم و فن میں کی ہوئی تھی اور علم و عقل میں وہ فضیلت حاصل کر لی تھی کہ بس خاتمہ ہی کر دیا۔ اُنکی فلسفہ دانی کے مسائل اب تک جہاں کے عموماً اور یورپ کے خصوصاً عالموں کو ششدر کر رہے ہیں حساب دانی میں وہ بیحد نہیں تھے اور نہ ابجد خواں تھے اور نہ انگلیوں پر ہندسہ گنا کرتے تھے بلکہ زمین و عالم اجرام بالا کے قلابے ملانے ستاروں کی گردشیں قطر اور بعد دریافت کرتے تھے بیلون اور اگنی رتھ کے استعمال سے واقف تھے جہاز رانی کے اصول اُنکو معلوم تھے انہیں کے تھوڑے سے باقیماندہ نشان اب بھی پتھر کی لکیر ہو رہے ہیں۔

فریب و مکر کا زمانہ نہ تھا ایک ایشر کا بندہ ہونے کے سبب ایک وید کے ماننے کے سبب ایک دہرم ہونے کے سبب اخلاق عمل پر راج میت۔ صداقت سب میں دہرم ہی دہرم تھا وہ دہرم کو چھوڑ کر بات نہیں کرتے تھے ایکتا کی مبارک وحدت ایک امر کی ہدایت جو شروع سے انکے کانوں تک پہنچ چکی تھی۔ جھوٹی شہادت تقیہ پالیسی چالبازی کے برتاؤ النادر کالمعدوم ہونے تھے گویا نہیں تھے۔

دوسرے کو دکھ دینے لوٹنے کا مطلب یا غرض کبھی نہیں تھی اور نہ ایذا بالجبر یا قتل کا کہیں

سلہ اس اثر کا بیان جو مذہب نے اخلاق پر کیا ہے مورخ الفنسٹن صاحب فرماتے ہیں البتہ منو کے مذہب کا اثر اخلاق پر عموماً اچھا ہے جائز اور ناجائز کا ضروری فرق شروع میں بہت اچھی طرح بیان کیا گیا ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اور وہ فرق عموماً بجا خوب قائم رکھا گیا ہے۔ رفاقت اس کے جہت سے احکام اور تاکیدیں عدل انصاف راستی نیکی کی بابت پائی جاتی ہیں اور برے چال چلن کے بہت برے برے نتیجے اس دنیا اور عاقبت میں بیان کئے گئے ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ نیک آدمی کو بسبب تنگدستی ہو کے دل شکستہ اور پژمردہ نہ ہونا چاہئے اور ظالم اور بدکار کو اسقدر خوشی بھی حاصل نہیں ہوتی ہے جو جھوٹی شہادت کے ذریعہ سے دولت حاصل کرتا ہے (باب ۴ شلوک ۱۷۰ لغایت ۱۷۹) ایک مقام میں صاف یہ کہا گیا ہے کہ سچ بولنا قربانی سے اخلاقی فرض بہتر ہے (باب ۸ شلوک ۸۳) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسے گناہوں پر جو لوگوں کی آسائش میں خلل انداز ہوں عاقبت میں ایسی ہی سزا ملیگی جیسی مذہبی معصیت پر ملیگی" (تاریخ ہندوستان سنہ ۱۸۶۶ء علی گڈھ صفحہ ۲۰۳ و ۲۰۸) اس اخلاق کا مقصد صاف یہ ہے کہ آدمی اپنے امن و امان کا مزہ اٹھا دے اور کسی جاندار کو تکلیف نہ پہنچا دے (تاریخ ہندوستان صفحہ ۲۰۴)

منو کے قوانین عورتوں کے ناتواں فرقہ کے حق میں بہر حال برے نہیں ہے اور اونڈوں میں عورتوں کی حالت ایسی ہی ہے جیسی قانون سے توقع کیجاتی ہے" ایک زوجہ کو اپنے شوہر کا بالکل فرمانبردار اور جاں نثار ہونا چاہئے اور شوہر کو لازم ہے کہ اُس کو پابند قانونی قیدوں کا رکھے اور بے قباحت اور جائز تماشوں کی اجازت کہ جس طرح اُس کا جی چاہے اُسی طرح اُس میں مشغول ہو (باب ۹ شلوک ۲) اور جس زمانہ میں اس کا شوہر موجود نہ ہو۔ تو جس طرح اُس کی مرضی کے تابع رہتی تھی اُسی طرح اپنے رشتہ داروں کی مرضی کے تابع رہے (باب ۵ شلوک ۱۴۷) لیکن خلاف اسکے شوہر کے رشتہ دار مردوں کو عورت کی عزت کرنیکی بہت تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جس جگہ عورت کی سعدی ہوتی ہے وہاں جو اچھے اچھے کام مذہبی کئے جاتے ہیں وہ سب اکارت جاتے ہیں اور جس جگہ عورتوں کو ذلیل اور مصیبت میں کیا جاتا ہے اُسکے خاندان کے تمام لوگ تباہ ہو جاتے ہیں اور جس خاندان میں شوہر زوجہ سے اور زوجہ شوہر سے راضی اور خوش ہو گا وہ بعد یقیناً ہمیشہ خوش و شاد رہیگا۔ ایسی باتوں میں جس مجموعہ قوانین میں گفتگو کرنا عجیب معلوم ہوتا ہے شوہر پر وارثش کیواسطے قانون مقرر کیا گیا ہے چنانچہ تاکید کیگئی ہے کہ تہوار اور خوشی کے دن خاوند کو چاہئے کہ اپنی زوجہ کیواسطے عمدہ عمدہ زیور اور پوشاک اور کھانا مہیا کرے تاریخ ہندوستان صفحہ ۲۰۶

ثمرات۔ یعنی محبت و اخلاق کا جوش تھا جسنے یہی بات مدنظر رکھی کہ دنیا میں امن رہے لوگوں کے مال بچے
جو لونڈی غلام نہیں بنائے جاتے تھے اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم نہ تھا۔ اس کی شہادت قرآن میں
بھی ہے وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا سورۃ یونس ترجمہ و نبود مردمان
مگر یک امت پس اختلاف کردند +

دھرم اپدیش اور وعظ بھی ہوتے تھے ویاکھیان اور کتھا بھی لوگ شوق سے سنتے تھے مگر نہ
ماننے والے یا دلیل سے بحث کرنے والے کو کبھی قتل کی دھمکی نہیں دیگئی چینی۔ عربی۔ رومی۔ ترکی
مغل روسی مصری سب کو برابر اپدیش سنایا جاتا تھا۔ دلوں میں تعصب نہ تھا۔ اور نہ آنکھوں
میں جہالت کی چربی تھی مطلب اس تمام بے تعصب اخلاقی تعلیم کا صرف یہی تھا کہ کسی کو تکلیف
نہ ہو اور نہ کوئی اپنے کسی بنی نوع انسان کے امن امان میں خارج ہو۔ مصریان آٹلی اور جزائر
برطانیہ تک اسطرف اور دوسری طرف میکسکو کے صوبہ تک ہوم سمرتی کا پرچار رہتا ہون یگ
ہوا کرتے تھے اور دفس کا دیانی بھی درحقیقت غیر موذی جانوروں کے مارنے کی علامت تھی
پارسی مذہب اگرچہ زردشت کے وقت کچھ شعلہ آتش کی طرف جھک گیا تھا مگر درحقیقت جتنی
اس میں نورانی تھی وہ مبارک وید منتروں کی تاثیر اور ہوموں کی عالمگیر برکت تھی۔ جہاں تک ہم نے
استا و ژند کو دیکھا ہے اسمیں صاف طور پر کہیں ذکر نہیں پایا کہ آگ خدا ہے یا خدا ترس تمہون
نے بات کا بتنگڑ بنا کر آتش پرست مشہور کر دیا۔ مگر شاید ویدوں کا پرچار نہ رہنے کے سبب جہالت
کی نحوست سے ہون سے آتش پرستی پر آگئے تو بھی انکی کتابوں کے مطالعہ کرنے سے انکے اکثر دعا
وید سے منقول معلوم ہوتی ہیں اور اس میں وید کو بڑی عزت سے یاد کیا گیا ہے ان کے چار ورن اور یگیوپوت
تو ابھی تک ظاہر میں سمس آریہ ورت کی علامت و یادگاری ہے +

غرضیکہ آریہ قوم کی مختلف شاخیں ہوکر تمام خوب مشرق و مغرب کو آنا جانا اور بعضوں میں
ویدوں کا پرچار برابر رہنا اور بعضوں میں آہستہ آہستہ کم ہوتے جانا اور پھر صدیوں کے ہیر پھیر
کے بعد واعظوں اپدیشکوں کا (جسکی وید میں ہر ایک آریہ کو خاص ہدایت ہے) نہ پہنچنا۔ یا
کم پہنچنا ہر ایک تاریخ دان کے نزدیک ثبوت کا ذرا بھی محتاج نہیں +

گویا بھارت کا خاتمہ ہوتے ہی ویدک دھرم کا بھی تنزل شروع ہوا اول پارسی پھر موسائی پھر
بام مارگی پھر بودھ پھر جینی۔ پھر نوین ویدانتی پھر عیسائی پھر محمدی پھر چکر نگر وغیرہ ۹۹۹
مت ویدمت سے چل نکلے اور چل رہے ہیں ہر ایک کی صدہا شاخیں ہوگئیں اور بعضے شاخ در شاخ
پر بھی منقسم ہوگئے۔ ہر ایک اپنے آپکو ناجی اور دوسروں کو ناری کہتا ہے اور لاکھوں آدمی ہر
ایک کے مرید ہیں بعضوں (بودھ عیسائی۔ بام مارگی۔ نوین ویدانتی۔ محمدی) کے پیروؤں کا
تعداد حکومت۔ دولت۔ زنا۔ لوٹ۔ تلوار۔ لالچ کے سبب کروڑوں تک بھی پہنچ گئی ہے
جب سے آریوں نے سندھیا آدمی پنچ مہایگ اور وید شاستر کا پڑھنا پڑھانا چھوڑا تب سے
یہ سارے مت متانتر جاری ہوگئے۔ جس ظلم اور جور اور ذوالفقار کے صدمات سے دین اسلام
نے ملک کا ستیاناس اور قوموں کے گلے پر چھری پھیری تاریخ فرشتہ و تیمور نامہ وغیرہ سے
ہر یک اہل انصاف داد بیداد دی سے جان سکتا ہے آریہ قوم جس طرح علم و عقل و سخاوت اور
صداقت میں یادگار و سرفراز عالم تھی اسیطرح بہادری میں بھی سرتاج عالم تھی۔ صرف جسمانی
نہ صرف مالی نہ صرف روحی بلکہ آتمک۔ شاریرک اور سماجک تینوں حالتوں میں اپنی ستوگن اور

لہ پورانے آریوں کی بہادری زمانہ کے ایک یونانی مورخ ایرین لکھتا ہے کہ آریہ لوگ لڑائی کی بہادری
بہادری اور صنعت میں ایشیا کی باقی تمام قوموں سے برتر و ممتاز ہیں" (دیکھو ایرین صاحب کی تاریخ مہمات
سکندریہ جلد ۵۔ باب ۴ + پھر وہ کہتا ہے کہ وہ سنجیدہ طبیعت اور معتدل المزاج اور بے شمار اچھے
سپاہی اور اچھے کسان اور سادگی اور صداقت کلام میں مشہور اور ایسے حق پسند کہ عدالت تک
نوبت نالش نہ پہنچاتے ہیں اور ایسے دیانتدار کہ لوگ اپنے مکانوں میں قفل کمتر ڈالتے دیکھے
(دیکھو ایرین صاحب کی تاریخ مہمات سکندریہ جلد ۵ باب ۲۵)

اور ہنود کسطرح بے نظیر تھی۔ اسلام نے جہاں جہاں قدم رکھ دیا۔ جہاں جہاں اللہ اکبر کا نعرہ تکبیر
سنایا کروڑوں کے گلے پر چھری پھیر دی کروڑوں نے زبردستی مذہب محمدی قبول کیا۔ کل عرب
نے بھی یہود کے کشت و خون سے تنگ آکر لوٹ مار کے لالچ سے محمدی مذہب قبول کیا۔ پرشیا
اور ایرانیوں نے بھی صدہا بہادروں کے گلا کٹانے کے بعد مجبوراً دین بالجبر قبول کیا۔ وہی
حال افغانستان کا ہوا مصریوں بیچاروں نے لاکھوں کا گلا کٹوانے اور لاکھوں بال بچوں عورتوں
کو لونڈی غلام بنانے کے بعد برسوں کے جنگ سے لاچار ہوکر اول جزیہ پھر دین محمدی قبول
کیا ان مذکورہ بالا ممالک میں اب نام کو پرانا دین باقی نہیں ہے ظلم و ستم بھی ان مہینوں تک نہیں
ہوا۔ بلکہ سالوں تک مگر بزدل قوم نے لاکھوں تن بے سر کرانے کے بعد دین محمدی قبول کر ہی لیا

مگر واہ رے آریہ ورت تیری بہادری تیرا استقلال اور تیری ہمت اور تیری مذہبی فضیلت
باوجودیکہ سات سو سال تک تیرے سر پر تلوار چلی تیرے لاکھوں بیٹے شہید ہوئے مگر پھر بھی تیرے
راجپوتوں تیرے چھتریوں تیرے برہمنوں اور تیرے ویشوں دھانوں میں ابھی تک وہی سنت
دھرم کا اثر موجود ہے اے آریہ ورت تیرے اندر جن لوگوں یا قوموں نے دین اسلام قبول کیا
ان میں سے اب بھی تیرے حقیقی فرزندوں کے مقابلہ میں کسی گنتی میں نہیں ہیں تو نے
اب وید مقدس (ادھیا ۲۶ منتر ۲) اور منو
کے ارشاد مبارک کے مطابق واپسی کا دروازہ کھول دیا ہے۔ غیر قومیں ایسی محمدی مذہب
میں آئیں کہ گویا مر گئیں۔ تیری ناخلف اولاد کے اندر محمدی ہوکر بھی ابھی تک آریہ پن
موجود ہے ہمیں ہر روز بروز گم شدہ بھائیوں کی واپسی کی کثرت دیکھ کر اور سماجک شدھی کو
ہر دلعزیز پاتے ہوئے بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ تجھ کو اس بے نظیر بہادری کی مبارکباد اور
اس بے تکان ہمت کی مبارکباد ہو۔ اس سچے دھرم کی مبارکباد ہو۔ اس عارضی دین کے
چھوڑنے کی مبارکباد ہو +

پھر اس بات پر زیادہ زور دیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ آریہ لوگ اپنے عہد و پیمان کی پختگی کیوجہ سے باہم تحریر
نہ کرتے تھے اور یہ بھی لکھا ہے کہ کوئی ایسا ہندوستانی دیکھنے اور سننے میں نہیں آیا جو جھوٹ بولتا ہو دیکھو
اسٹیرسو صاحب کی تاریخ جلد ۱ صفحہ ۸۸ مطبوعہ ۱۸۵۴ء اور ایرین صاحب کی تاریخ ہندوستان باب ۱۲
اور پروفیسر دکااللہ صاحب کی تاریخ ہند فصل یازدہم باب فصل ۲۷ ۱۸۷۵ء

پھر یہی یونانی مورخ لکھتے ہیں کہ وہاں آریہ ورت کی ہر قوم آزاد ہے انکی ہاں کوئی کسی کا غلام
نہیں غرض غلامی کہیں نام کو نہیں"

پھر وہی مورخ فرماتا ہے سکندر کا ارادہ تھا کہ پاٹلی پوتر میں پہنچے مگر پورس سے لڑکر سپاہ
کا جی ایسا چھوٹ گیا تھا کہ ہر چند سکندر نے کتنی منت و سماجت سپاہ کی کی لیکن ہیبت اور سیاست کام آئی
مگر فوج نے ایک نہ سنی ناچار سکندر الٹا پھرا (تاریخ ہند

ملتان میں ملی قوم سے سخت معرکہ آپڑا ایک تیر سینے میں آکر لگا۔ اس لڑائی میں سکندر ایسا
زخمی ہوا کہ جینے کی امید نہ رہی تھی مگر تندرست ہوگیا تھا (   ) تاریخ ہند صفحہ ۶۵

نہایت کامل تحقیقات کے بعد یہ ثابت کیا گیا ہے کہ فیثاغورث کے مسائل منو کے زمانہ
کے بعد کے ہیں (دیکھو رائل ایشیاٹک سوسائٹی

منو کے مجموعہ میں اور فرضوں کے ساتھ اسقدر زیادہ قیدیں لگائی گئی ہیں اور نہ ان کی
نسبت اسقدر تاکید کی گئی ہے جس قدر کے وید کے پڑھنے پر تاکید اور قیدیں ہیں"۔
(تاریخ ہندوستان صفحہ ۷۶ ۱۸۶۶ء

منو کے مجموعہ کا ایک حصہ نصف سے زیادہ ایسے قواعد سے بھرا ہوا ہے جو پاک صاف رہنے
کے متعلق ہیں (تاریخ ہندوستان صفحہ ۸۰ ۱۸۶۶ء

بعض ایسے سستے قاعدے ہیں جو ان کے برخلاف ہیں اچھی دانشمندی ظاہر ہوتی ہے
جسکی توقع اس مقام سے نہ تھی جیسا یہ لکھا ہے کہ ہاتھ کاریگر کبھی ناپاک نہیں ہوسکتا ہے اور نہ دکان

آدم اور شیطان کا مقدمہ - مولوی صاحب کے اسمیں عذرات بطور اپیل

اور ہمارا آخری فیصلہ

۱۱۶ سے ۱۳۶ تک

ہمنے تکذیب براہین احمدیہ میں صفحہ ۳۲ سے ۴۷ تک بحوالہ آیات قرآنی و احادیث معتبرہ اور مولوی سراوی جیسے علماؤں اور سرسید جیسے نیچریوں کی تحریروں کے مستند حوالجات سے قصۂ خلافت **آدم** اور سجدہ ملائک اور انکار شیطان کو لکھکر اسپر انصاف اور معقولیت سے اعتراض کئے تھے جنکا خلاصہ یہ تھا کہ یہ ساری کارروائی تہذیب کے مطابق اور حق کے مخالف ہے۔

مولوی نورالدین صاحب حواری نے تصدیق میں صفحہ ۱۱۶ سے ۱۳۶ تک ہمارے اعتراضوں کے رد کرنے کی کوشش کی ہے مگر صحیح یہ ہے کہ حق کو کسی حالتمیں بھی جنبش نہیں۔ ہزار لوگ الہام کا دعوی کرکے اس سے مخالفت کریں اسکا بال بیکا نہیں کرسکتے چنانچہ ظاہر ہے کہ اس تصدیق میں ہمارے زبردست اعتراضوں سے تنگ آکر مولوی صاحب نے اول تو مان لیا کہ وہ فرشتگان جنکو خدا نے کہا تھا کہ میں آدم کو خلیفہ بنانا چاہتا ہوں اور اُن سے متنازعہ ہوا تھا وہ ارض شام کے صلحا اور عارفان تھے چنانچہ مولوی صاحب کی عبارت یہ ہے "استطراح اللہ تعالیٰ نے ارض شام کے صلحا اور عارفین کو الہاما خبر دی کہ میں ایک ایسا آدمی مبعوث کیا چاہتا ہوں جو علاوہ صلاح اور تقویٰ کی صفات کے امور دنیوی کی باگ ہاتھ میں لینے کی صلاحیت بھی رکھتا ہوں وہ سادہ اور پاک لوگ بولے وہ بھی کوئی ایسا ہی خونریز اور بے رحم ہوگا جیسے عملی نمونہ آگے موجود ہیں (صفحہ ۱۲۰) ایسا صاف ظاہر ہے کہ یہ سب فرشتے زمین شام یعنی ملک روم کے باشندے تھے نہ کہ مسلمانوں کے فرضی آسمانوں کے رہنے والے۔

دوسرے ہماری اس بات کو بھی لاچار ہوکر مولویصاحب نے مان لیا کہ آدم سے پہلے بھی انسان دنیا میں موجود تھے جیسا کہ کچھ تو اوپر کے حوالہ سے ظاہر ہے اور کچھ آگے لکھتے ہیں۔ بزرگوں دیوتاؤں کا کام تو یہی تسبیحات اور تحمید الہی اور بارینعالی کی عبادت ہوتی ہے اور بس آہ وہ بیچارے اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت اور اُسکے کاموں کے اسرار سے کیا واقف کہ فقط لسانی تحمید اور تقدیس سے دنیوی انتظام اور دینی کام اس طرح ہماہمدار کے نہیں چلتے۔ میرا یہ کہنا کہ آدم سے پہلے اور قومیں دنیا میں آباد ہیں اول قرآن کی اس آیت وکان من الکافرین سے ظاہر ہے بلکہ مکذب نے بھی اس امر کو اپنی کتاب میں تسلیم کیا ہے" (صفحہ ۱۲۳) اسکے ثبوت میں اُنھوں نے قرآن سے تو نہیں مگر اخبار الدول اور آثار الاول کی چوتھی فصل اور تفسیر فتح البیان اور تفسیر سراج المنیر خطیب بیہقی اور ابن کثیر اور امام باقر کے قول اور فتوحات مکیہ کے حوالہ دیئے ہیں جنکا خلاصہ یہ ہے کہ اس آدم سے پہلے لاکھ آدم ہو چکے ہیں (دیکھو صفحہ ۱۲۳-۱۲۵)

سوم ہمارے اعتراضوں سے گھبراکر یہ بھی مان لیا ہے کہ وہ جنت جس میں آدم بستے تھے وہ زمین پر تھی نہ کہ آسمان پر (دیکھو صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۲)

اب جن ہمارے اعتراضوں سے مولویصاحب نے انکار کیا ہے انکا جواب دیتے ہیں۔

۱۲۲ - مولوی - وہ ملایکہ بھی ایسے ہی محدود العلم - محدود التجربہ مخلوق تھے اسی کم علمی اور غیب نہ جاننے کے باعث اور کچھ خلیفہ کے لفظ سے جسکے معنے نائب اور قائم مقام کے ہیں غلطی سے سمجھ بیٹھے ہیں کہ یہ آدم بھی آدم سے پہلی قوموں کی طرح فساد قتل اور سفک بپا نکرے۔

آریہ - یہ آپکی غلطی ہے وہ محدود العلم نہ تھے اور نہ محدود التجربہ تھے بلکہ قرآنی خدا نے بھی عمدہ بات کہی اور ایسی کہ جو ہرطرح صحیح اور سچ ہی یہ صرف ہمارا ہی خیال نہیں بلکہ قرآن کے مفسروں نے بھی ایسا ہی مانا ہے تفسیر میں لکھا ہے "و دانستند فرشتگان این حال یا باخبار الہی بودہ یا در لوح محفوظ خواندہ بودند یا در عقول ایشان مرکوز بود کہ عصمت خاصہ ایشانست و حکمت این معنے گفتہ کہ چنین کسے را خلیفہ مے سازی" (تفسیر حسینی جلد ۱ صفحہ ۸)

۱۲۵ - مولوی - جب ملائکہ یوں تلنے اپنے غلط قیاس کے باعث وہ عرض کی جس کا ذکر آیت اتجعل فیہا من یفسد فیہا میں گذرا تب باری تعالیٰ نے ملائکہ کو فرمایا انی اعلم ما لا تعلمون کسی تاریخ سے قرآن کی کسی آیت سے معلوم نہیں ہوتا کہ آدم علیہ السلام سے کسی قسم کا فساد فی الارض یا سفک ہوا ہو تا کہ یہ کا اعتراض حضرت آدم پر ہوتا مگر حضرت آدم ان عیوب سے پاک اور بری نکلے۔ اگر حضرت آدم کی اولاد میں سے کوئی شخص انکی طرز پر نہ چلا تو اُسکے جرم سے حضرت قصوروار نہیں ہوسکتے

آریہ - آپنے یہاں دہوکا کھایا یا دہوکا دینا چاہا۔ آپکا قول کسی طرح ٹھیک نہیں ہے اور نہ ایسا ہوا بلکہ اُسکے خلاف وقوعہ میں آیا قرآن یا توریت یا فرشتوں کے قول سے صرف آدم مراد نہیں ہے بلکہ آدم اور اُس کی ساری اولاد اس میں شامل ہے اسی آدم کے سبب سے رہن لعنتی ہوئی۔ اسی کے سبب گناہ کا بیج بویا گیا۔ اسی کے سجدہ کے سبب وسوسہ شیطانی کا آغاز ہوا دنیا بتلاے تو سہی کہ جتنے قتل اور فساد حضرت آدم سے سرزد ہوئے کسی حیوان سے اتنے کبھی نہ ہوئے اور نہ ہونگے۔ یہ اپنے آپکو محاورہ میاں مٹھو اشرف المخلوقات کہنے والا ارذل المخلوقات ہو گیا خود آدم کے بیٹوں میں سے مشہور **قابیل اور ہابیل کا جھگڑا** ہے بھائی نے بھائی کو قتل کیا آتش پرستی اور بت پرستی کی پھر اُسکے بیٹے نے یعنے آدم کے پوتے نے اپنے باپ کو قتل کیا جھوٹ بولا حرامیاں کیں اور زنا ہوئے (مفصل دیکھو قرآن سورۃ مائدہ) حسینی صفحہ ۱۴۷-

اس آیت کے مغالطہ کی شیطان نے اسیوقت سر اجلاس تردید کردی تھی سورہ اعراف اور جن میں تمام آدمیوں کی طرف اشارہ کیا ہے جسکا وہ مورث اعلے تھا پس فرشتوں کا قول سچا نکلا اور آدم گمراہ اور لعنتی ہوا جیسا کہ توریت پیدایش سے ظاہر ہے زیادہ تحقیقات سے آدم کی اور شرارتوں کا حال بھی ہمکو معلوم ہوا ہے۔

۱۲۳ - مولوی عرض آدم علیہ السلام اسلام میں تھے اور شیطان اونسے عداوت کرتا رہا گویا اُس درخت کے کھانے کے بہلانے تا تا وہ جس کی ممانعت تھی مگر شیطان کے کہنے پر آدم علیہ السلام نے کبھی عمل نہ فرمایا اور اُسکے ایمان کے قول پر کبھی نہ چلے۔ اور شیطان کا انپر کوئی زور اور دخل نہ تھا اور نہ شیطان خالق شر تھا۔ اسکا کوئی تسلط آدم علیہ السلام پر تھا۔

آریہ - حضرت آپ مجھے نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کو دہوکا دیتے ہیں مصنف قرآن داؤپیچ کھیلتے ہیں۔ وہاں تو صاف لکھا ہے دیکھئے مقامات ذیل۔

نمبر ۱ - سورۃ بقر فازلہما الشیطان - یعنی بلغزانید دار جائے خود آدم و حوا آن دیو سرکش نافرمان بردار تفسیر حسینی صفحہ ۲۹ - اور تفسیر بیضاوی جلد ۱ صفحہ ۵۱ -

نمبر ۲ - سورۃ اعراف فدلہما بغرور ذلیر گرایا اُن کو فریب سے اسکے ساتھ ہی مفصل دیکھو نسخہ خبط احمدیہ صفحہ ۱۲۵ - ۱۴۰ تک) پس یہ آپکی امر حق سے عنایۃ رو گردانی آخر کہ تخریب دین یکا باعث نہیں؟ ابتلا فرشتے اور شیطان بیچارے تو آیا قرآنی نے اسما

۱۲۷ مولوی - آدم کو چیزوں کے نام سکھائے اِس تعلیم سے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کو دی تھی تو ثابت ہوا کہ جو چیز آپکو سکھلائی گئی وہ فرشتے نہیں جانتے ہے اگر جانتے تو اُسکے بتانے سے عاجز آکر نہ کہتے سبحانک لاعلم لنا الاما علمتنا آدم کو ایسی بات تعلیم کر دینی جس کا علم فرشتوں کو نہ ہو ضرور اس امر کا مثبت ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ کچھ جانتا ہے جسے فرشتے نہیں جانتے اگر فرشتے جانتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اگر آدم کو پڑھا دیا تھا - کو ہم نے مانا کہ علیحدہ پڑھایا تھا کیونکر وجہ تھا کہ فرشتے مدن اسکے کہ خدا سے پڑھتے بتلا دیتے اور اگر نہ بتلا سکے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمودہ واعلم مالا تعلمون بالکل سچ تھا جب ایسا علیم تھا کہ فرشتے اُسکے علوم سے بے خبر ہیں تو اُسکے کسی فعل پر کسیکو خواہ ملائکہ کیوں نہ ہوں اعتراض کا موقع نہیں -

آریہ - حضرت آپنے کتنی حکمت عملی کیتنی چالاکی اور کتنی عبارت آرائی کی مگر وہ فریب جہپ سکا جس کا ہمنے تہذیب میں ذکر کیا تھا دیکھو صفحہ ۳۶ نمبر سوم - اسی واسطے قرآنی خدا خیر الماکرین یعنے بڑا مکار ہے اور آپکا وہ فقرہ جس پر ہمنے خط کھینچ دیا ہے صریح ہمارے زبردست اعتراض کے اقبال کا ثبوت ہے - ہاں فرشتوں نے سب جہان یا خدا کے دل کا حال جاننے کا اقرار نہیں کیا تھا جیسا کہ خدا کو آدم کے آیندہ حال سے آگاہی تھی ویسے فرشتوں کو خدا کے فریب سے آگاہی نہ تھی مگر انہوں نے پیشگوئی کی تھی وہ بالکل سچ تھی خدائے محمدیان اگر علیم اور دانا تھا تو چاہیے تھا کہ فرشتوں سے معقول سمجھانے پر خاموش ہو جاتا سکوت کرتا مگر ہٹ اور ضد کی جو دانائی سے بعید ہے اور فی الحقیقت یہ ساری نسل انسانی کی خرابی اُسی ہٹ اور ضد کا باعث ہے اور فرشتوں کو پیش گوئی کا ظہور ہوا آپکا یہ فرمانا اور بھی تعجب انگیز ہے کہ اُسکے فعل پر کسیکو خواہ ملائکہ کیوں نہ ہوں اعتراض کا موقع نہیں حضرت اگر یہی حال ہے تو عیسائی کے ابن اللہ کہنے والوں اور انجیلی ارشاد پر کیوں اعتراض کرتے ہو تسلیم کیوں نہیں جھکاتے - یہود و نصاریٰ پر کیوں اعتراض کرتے ہو - بت پرستوں سے کیوں لڑتے ہو مولوی ومجی کی طرح کیوں نہیں دم بخود ہو کر کہتے ہندیا نرا اصطلاح ہند مدح و سندیا نرا اصطلاح سند مدح حق کو اعتراض سے خطرہ نہیں اعتراض اعتراض کا متحمل نہیں ہو سکتا اور لاجواب ہو کر گالیاں نکالنی شروع کرتا ہے جیسا کہ قرآنی خدا - یا علماء اسلام -

۱۲۸ مولوی - جب باریتعالیٰ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو آدم کا سجدہ کرنا اُسکی آگیا کا پالن کرنا درحقیقت باریتعالیٰ کی جناب کو سجدہ تھا نہ آدم کو - سجدہ کا لفظ اصلاً شرع میں ایک وسیع لفظ ہے (۱) آسمانوں اور زمین کی اشیاء اللہ کو سجدہ کرتی ہیں (۲) آسمانوں اور زمین کے رہنے والے اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اس اس بہادر قوم کے آگے پیلے اور پہاڑ سجدہ کرتے ہیں سجدہ کا لفظ عرب کی لغت میں انقیاد اور فرمانبرداری کے معنے دیتا ہے -

آریہ - جناب آپ ایک اِس شرک اور مشرکانہ اور کفر کے چھپا نہیں خواہ کتنی ہی کوشش کریں پر نہیں چھپا سکتے کیونکہ یہ ہوا جاک ڈالنے سے چھپا ہے چاند کیونکہ قرآن میں صاف طور پر لکھا ہے کہ آدم کو سجدہ کرو تھا حکم دیا نمبر ۱ اور ۲ میں تو خدا کے لئے سجدہ کا ذکر ہے اور نمبر ۳ - ایک عرب کے شاعر زید کا شعر ہے - شاعروں کے واسطے قرآن نے کہا ہے والشعراء یتبعھم الغاون پس قرآن کسی شاعر کی کلام ہے یا القادر کی اگر خدا کی ہے تو اُسے شاعروں کی طرح تمہید محاورہ کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ شعر کہے ہوئے خدا کی پناہ - اور یہاں خدا شاعروں کی یاد میں آ گیا دہر جاتا لوگوں کے عقیدہ کے مطابق کسی قسم کا سجدہ سوائے خدا کے سب کو منع ہے اور اُس کا کرنے والا کافر بنتا ہے کہ خدا نے کفر کا حکم دیا اور ایسا خدا معاذ اللہ شرک سے بری نہیں ہو سکتا بار بار قرآن میں لفظ سجدہ سجدین یسجد تسجد - اسجد و فسجد و پڑھے ہوئے ہیں یا اور سے کئے گئے ہیں کہ جوں روح تبد قالب در آرام و زندہ گرد و پس در روئے در تا سادہ سجدہ کنندگان (تفسیر حسینی جلد ۲ صفحہ ۲۵) اور اسی پر سارا ماحصلہ ہے پر صاف

طور پر قرآنی خدا نے فرشتوں کو کفر کا حکم دیا اور کفر کا اپدیش کرنیوالا ماننے والا اُسکے والا دونوں کافر ہیں - بنا بران اِس الزام شرک و اتہام کفر سے بانی قرآن کی بریت نہیں ہے اور اصل میں آپنے مان ہی لیا ہے آدم کو سجدہ کرنا درحقیقت باریتعالیٰ کی جناب کو سجدہ تھا آدم کو (۱۲۹) بحصول معنی اور تاویل لایعنی کرنے سے کیا حاصل کفر کا حکم کسیکا ہو ماننا چاہیے زنا کسی کے کہنے سے نہ کرنا چاہیے - چوری کسی کے کہنے سے نہ کرنی چاہیے - بت اور اُسکے پرستار اور اُسکے اپدیشٹا - کفر کا مرتکب اور اُسکا معلم - شرک اور اُسکا حکم دینے والا اور مشرک تینوں بُرے ہیں تینوں حرام تینوں سزایاب ہونگے اندھے حاکم اور بیوقوف محکوم دونو گنہگار ہیں تاویل ایسی ہے جیسی بام مارگی کہتے ہیں کہ ہمکو مہیش نے زنا کرنا اور شراب نوشی خدا کا حکم ہے محمدی کہتے ہیں مخلوق کا قتل اور بیگانی عورتوں سے زنا یا متعہ یا اغلام اور قربانیاں ہم خدا کے حکم سے کرتے ہیں عیسائی کہتے ہیں کہ خدا نے ہمکو کہا ہے کہ میں تمہارے واسطے ملعون ہوا خدا کی روح فاختہ بنکر اتری خدا مصلوب ہوا یہ ساری باتیں اُسکے کلام میں درج ہیں - ہندو کہتے ہیں ہمکو خدا نے کہا ہے میں تمہارے واسطے اوتار لونگا - ویسی خدا سور مچھ - کچھ - نرسنگہ کا اوتار ہوا - الہامی صاحب - ایسی فضول باتیں اور کفر کے کلمے اور مشرکانہ الفاظ کسی کے نہ ماننے چاہئیں جس کتاب میں علم اور عقل اور نیتی کا لتسن کے خلاف حکم ہیں چاہو وہ کوئی بھی ہو شرک سے بری نہیں ہو سکتی پس وہ انسانی کتاب ہے الہام سے اُسکا کوئی تعلق نہیں - مہربان کرم مولوی صاحب ایاک خدا پوتر پرماتما اور دیتی بر ہم یعنے شرک سے حقیقی نفرت کرنیوالا خدا کل یکسی کے سجدہ کرنے کا حکم نہیں دیتا -

لقمان حکیم نے بیٹے کو کیا اچھا کہا ہے اگر تیرے ماں باپ شرک کرنے پر تجھے مجبور کریں تو اُنکا کہنا مت مان ہے - آگیا پالن اور فرمانبرداری اُمر دیگر ہے مگر وہ بھی نیک لوگوں کی نہ کہ بدوں کی - آدم جس نے ساری دنیا کو بقول بائبل کے ملعون بنا دیا جس کے سبب سے زمین لعنتی ہوئی - گناہ کا بیج بویا گیا قتل اور خونریزی جاری ہوئی - زنا گفتہ جرائم کا آغاز ہوا جیسا کہ پہلے آدم یوسف اپنے والد کنگ کے کوتوالیٰ جاکر کہا لیجئے اور مختصر الفاظ میں اوتار ہے جتنے تمہیں پہلے آئے سب چور اور بٹمار ہیں " اور محمد صاحب نے اپنے سے پہلے جیو نکا تھا کہ مشکوٰۃ میں اوتار ہے (دیکھو باب شفاعت جلد ۴ فصل ۱ صفحہ ۲۸) پس فرشتوں جیسے مخلوق کو آدم کی فرمانبرداری اور سجدہ کا حکم دینا بنظر انصاف ظلم - جہالت اور شرک ہے -

جناب مولوی صاحب انصاف کیجئے اور ذرا عقل کو حاضر و ناظر جانکر فرمائیے کہ اگر عزازیل آدم بت کو سجدہ کرتا تو کتنا بڑا بھاری گناہ کرتا اور اگر فرشتوں نے غلطی سے یا خدا کے ڈر سے کر دیا تو کتنا گناہ عظیم کیا - اور کیا وہ کافر ہوئے یا نہیں ؟

مولوی ۱۳۰ - اگرچہ آدم علیہ السلام شیطان کے کہنے پر نہ چلے مگر مدت کے بعد وہ درخت کے پاس جانے کی الہی ممانعت کو بھول گئے -

آریہ - یہ آپکا فرمانا بالکل قرآن کے مخالف ہے - قرآن میں لکھا ہے دبقرا اندلکم عدو مبین بدر شیطان اور مرسمارا و تمیست آنکا را تفسیر حسینی میں لکھا ہے پس پدر شما را وسوسہ نہ ہت سرون آورد (جلد ۱ صفحہ ۲۷) اور پھر لکھا ہے آدم دیہ نموی ترجمہ آدم نے اپنے رب کا عصیان کیا اور بہک گیا پھر لکھا ہے فوسوس لھما الشیطان سورہ اعراف پس وسوسہ کرد آدم و حوا شیطان - پھر لکھا ہے سورہ اعراف یٰبنی آدم لا یفتنکم الشیطٰن کما اخرج ابویکم من الجنۃ اے فرزندان آدم پدر مادر شما را در فتنہ نہ اندازد شیطان چنانکہ بیرون آورد پدر و مادر شما را از بہشت و ما شما را اندر او تی بیرون برد چنانکہ بیرون آورد و پدر مادر شما را از بہشت عفو ... نہ صبر نہیں کیا بلکہ اسی سورہ اعراف میں لکھا ہے ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منھا زوجھا کی آیت پر تفسیر حسینی میں ہے کہ جب حوا حاملہ ہوئی شیطان اُسکے پاس گیا - وہ حیران تھی کہ کیا پیدا ہوگا اور کہاں سے اور کس طرح آدم اور حوا شیطان

فریب میں آگئے۔ اور اُسکے کہنے پر عمل کیا شیطان کا نام فرشتوں میں حارث تھا اُنہوں نے وعدہ کیا کہ جب لڑکا ہوگا اُسکو آپکا بندہ بتاینگے چنانچہ جب فرزند تولد ہوا اُسکا نام آدم و حوا نے عبدالحارث رکھا۔ قرآن کے مصنف نے اُسکے شرک کا اُن الفاظ میں ذکر کیا ہے فلما اٰتٰھما صالحاً جعلا لہ شرکاء۔ یعنی جبکہ خدا نے انکو صحیح جسم بیٹا دیا۔ تب اُنہوں نے شرک کیا۔ تفسیر حسینی کے یہ الفاظ ہیں "بعضے برآنند کہ آن وقت کہ داد حق تعالیٰ آدم و حوا را فرزند شائستہ ایشان عزیزے را شریک حق ساختند" پس حاکیّا شرک ہی کیا۔ اور سورۃ نساء میں ہے ومن یشرک باللہ فقد ضل ضلالاً بعیداً جس نے کوئی شرک کیا وہ رہ حق سے بہک کر بہت دور جا پڑا۔ پھر لکھا ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ اللہ یہ گناہ تو کبھی نہ بخشیگا کہ اُسکا کوئی شریک ٹھہرایا جاوے (مفصل دیکھو تفسیر حسینی جلد ا سورۃ اعراف صفحہ ۲۲۹ نولکشور) اور اسطرح مثنوی میں ہے پس حسد بردہ ابلیس بر آدم و در وسواس انداخت ابر آورد و را از بہشت صفحہ ۵ جلد دوم موجودہ لائبریری اجمیر)

اور عبدالحارث کا اسیطرح قصہ تاریخ طبری میں ہے دیکھو صفحہ ۴۷ جلد اول اور ایسا ہی ذکر شاہ ولی اللہ کے ترجمہ کے حاشیہ صفحہ ۱۹۶ پر و معالم التنزیل صفحہ ۴۰ سطر ۱۸-۲۱ پر ہے۔

۱۳۴۔ مولوی اب بھی اگر اعاقبت اندیشوں کے باعث محرم و دسہرہ وغیرہ کے فساد ہوتے ہیں تو بہت ساروں کو حکم ہوگا کہ پورٹ بلیر چلے جاؤ۔ اور یوں مجبوراً قلنا اھبطوا بعضکم لبعض عدو ولکم فی الارض پورٹ بلیر مستقر و متاع الی حین کی تعمیل کرنی پڑیگی۔

آریہ۔ بیشک ہمکو آپکے اس آخری جملہ سے اتفاق ہے اسی واسطے محرم اور دو دسہرہ دونوں کو ناجائز جانتے ہیں۔ مگر محرم میں تو آپکے بڑے بڑے دیندار بڑے بڑے عماموں والے مولوی صاحبان شامل ہیں۔ اُنکا کیا علاج؟

مگر آپنے جو لکھا ہے غرض آدم علیہ السلام عدن اور کسی فرزمین میں جا کر بسے توریت شریف میں مفصل لکھا ہے۔ پیدائش باب ۲۔ آیت ۸ و باب ۳۔ آیت ۲۴-۱ و باب ۴ آیت ۱۶ اور یہ بھی فرمایا کہ ہم اسواسطے تمکو نکلنے ہیں کہ تم لوگوں میں باہمی عداوت ہے اور باہمی عداوت کا یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ آخر کچھ تو موکو نکلنا پڑتا ہے (صفحہ ۱۳۵ و ۱۳۶)

مولویصاحب آپکے نتیجہ سے اور پورٹ بلیر کے حوالے سے کون پورٹ بلیر بھیجا گیا تھا ظاہر ہے کہ آدم علیہ السلام کیونکہ دمشق شام کی طرف سے نکالا گیا اور جو مجرم ہوتا ہے وہی نکالا جاتا ہے اب شکی آپکے قول و تحریر سے بھی فرشتوں کی پیشگوئی سچی اور خدا کی حمد باطل ہوئی آدم ضرور گناہگار ہو کر نکالا گیا ہے۔

۱۳۶۔ مولوی۔ سوچو آریہ ہند میں کس طرح آئے۔ یہ مقام تامل اور غور ہے۔

آریہ۔ ستیارتھ پرکاش جو آریوں کی شرع اور بعضے معاملات میں تاریخ بھی ہے اُسمیں لکھا ہے کہ آریہ لوگوں کے آدی اُتپتی استھان ہی آریہ ورت دیش ہے کہیں اور سے نہیں آئے مگر اسکی حد تبت سے اسکا کم اور برہم تبت سے سندھ تک ہے کیونکہ تاریخ میں بھی لکھا ہے سیاحد و دارنجہ) اس دیش کی جُدا جُدا تے میں محمد احمد الطرحیر بھی کبھی نو گوشے بر ہماسیام ملاکار اور کوچین کو اس میں گنا۔ کبھی کابل قندھار اور تبت کو اس میں ملایا" (رھو گول ہستامک صفحہ ۴ مطبوعہ ۱۸۷۶ء)

۱۳۷ تکذیب براہین احمدیہ عام محمدیوں کا اعتقاد ہے کہ تمام اجزاء زمین شکل بامی سرگزیدہ ہے۔

۱۳۷۔ مولوی ہرگز یہ عقائد محمدیوں کا نہیں اور کہیں تفرقہ قرآن میں نہیں لکھی۔

آریہ۔ مولویصاحب ہمکو آپ کی بیجا ضد بینی تو حساط ہر ہے کہ آپ صداقت سے منہ کو مڑ رہے ہیں حسد ہے کہ مرے میں بھی کئی آیات قرآن کی درج کر دی ہیں جنمیں صاف لکھا ہوا ہے تحقیقاً ا بن شیطان نے تمارے میں سے بہت مخلوق کو گمراہ کیا ہے ابھی اُسکے خالق شرمندہ ہیں آپکو تو پہنچ ہے اور مفصل دیکھو سبیط احمدیہ ۱۵۲ سے ۲۵۵ تک تمام قرآن کو اگر جو شیطان کے مانتے ہوئے سے انکار کرتا ہے بہ حد وہ قرآن کی روسے کافر ہے۔

۱۳۸۔ مولوی مگر شیطان کے قول کی وہی بحث پکڑیں جو آگے آئیں۔

آریہ۔ شیطان کے ماننے والے یہودی۔ عیسائی محمدی ہیں اور شیطان کی تائید اریہ بھی نہیں زیادہ اور انہیں کا فرض ہے کہ اُسکے قول کو بحث پکڑیں ہم تو اُس کی تردید کرنے والے ہیں قرآن میں شیطان کی ایسی تعلیم سلیمان پارسی کی تخت کا قصہ ہے۔

ذوالقرنین سکندر رومی کا بیان اور یاجوج و ماجوج کی داستان

۱۶۴۔ مولوی سکندر کا نام قرآن کریم میں ہرگز موجود نہیں کسی صحیح حدیث میں رومی سکندر کا قصہ جناب خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا۔ پھر کہتا ہوں ہرگز سکندر کا قصہ قرآن کریم میں نہیں۔ پھر اس رومی سکندر کا جو مشرک اور بت پرست تھا اور آخرکار شہر بخوری میں ہلاک ہوا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ خیال آپکو قرآن کے مطالعہ اور عربی دانی سے نہیں ہوا بلکہ یہ موقع پر آپنے پادریصاحبان یا مشی اندرمن صاحب یا کنہیا لال صاحب کی خوشہ چینی فرمائی ہے آپنے ذوالقرنین کے قصہ کو جو قرآن میں موجود ہے سکندر کا قصہ تجویز کیا اور بڑا کہا یا۔

آریہ۔ مہربان من آپنے میری دلیل کی تردید نہیں کی۔ بلکہ جامع مفسرین کی تحقیقات پر لکیر پھیری جنہوں نے صاف صاف اقبال کیا ہے کہ بیشک ذوالقرنین سکندر رومی تھا۔ ہم نے جو کچھ اعتراض کیا ہے وہ قرآن اور حدیث و تفاسیر عربیہ فارسیہ میں موجود ہے نہ تو ہم نے کسی کی خوشہ چینی کی اور نہ دھوکا کھایا بلکہ قرآن شریف کے قصص کی اصلیت کو کھایا اور تفاسیر اسلامیہ کی ہیبت کو معرض ظہور میں لایا ہے خاطر مولویصاحب! دیکھئے مفسرین قرآن کیا فرماتے ہیں۔

(۱) تفسیر جلالین میں ہے ویسئلونک ای الیہود عن ذی القرنین اسمہ اسکندر ولم یکن نبیاً دیکھو جلد ثانی مطبوعہ احمدی پریس کلکتہ ۱۲۵۸ھ صفحہ (۱)

(۲) فاضل اجل جار اللہ زمخشری فرماتے ہیں ذوالقرنین ھو الاسکندر الذی ملک الدنیا (تفسیر کشاف صفحہ ۸۱۲ مطبوعہ کلکتہ ۱۲۷۶ھ)

(۳) تفسیر معالم میں ہے وقیل اسمہ الاسکندر بن فیلقوس بن ماویوس الرومی صفحہ ۴۴۳ مطبع ۱۲۷۹ھ)

(۴) تفسیر سواطع الالہام میں لکھا ہے ذوالقرنین ملک الروم وعدلہ اوھو ملک اھل الروم کلھم سمی المو در ملکہ المطلع والمدالک اوالکم رھط احد طرد را حال طوع اللہ لما دعاھم للاسلام وھلاکہ ولا عطاء اللہ الروح لہ عمر طولاً عود ا اولکرم دالروح وامرا ولطول عمرہ اولحلم علم الاحکام والاوامر و علم الاسرار والحلم او لورح وہ المدالک والمطلع وھو رسول کامل مکمل محامد مو رھو ارمہ للمعود او ملک مسلم صالح وھو الاصح اوامر صالح ھو رسول ولا ملک اوملک (صفحہ ۳۴۲ و ۳۴۳ مطبع نولکشور ۱۳۰۶ھ)

(۵) تفسیر مدارک التنزیل میں ہے ویسئلونک ای الیہود علی جھۃ الامتحان او ابو جہل واتباعہ عن ذی القرنین ھو اسکندر الذی ھو ملک الدنیا (جلد ۲ صفحہ ۱۴ بر حاشیہ تفسیر حسینی ۱۲۸۰ مطبع احمدی)

(۶) قاضی بیضاوی صاحب اپنی تفسیر انوار التنزیل و اسرار التاویل میں فرماتے ہیں ویسئلونک عن ذی القرنین یعنی اسکندر الرومی ملک فارس والروم وقیل المشرق والمغرب ولذلک سمی ذا القرنین اولانہ طاف قرنی الدنیا شرقہا وغربہا وقیل لانہ انقرض فی ایامہ قرنان من الناس وقیل کان لہ قرنان ای ضفیرتان وقیل کان لتاجہ قرنان ویحتمل انہ لقب بذلک لشجاعتہ کما یقال الکبش للشجاع کانہ ینطح اقرانہ واختلف فی نبوتہ مع الاتفاق علی ایمانہ وصلاحہ (بیضاوی جلد اول صفحہ ۵۷۲ مطبوعہ لنڈن سنہ ۱۸۴۶ موجود لائبریری الہ آباد)

(۷) تفسیر العلامہ ابی سعود میں ہے ویسئلونک عن ذی القرنین ھم الیہود سالوہ علی وجہ الامتحان او سالہ قریش بتلقینہم وصیغۃ الاستقبال للدلالۃ علی استمرار

ذلک الی غیر الجواب فی ھو ذو القرنین الاکبر واسمہ الاسکندر بن فیلقوس الیونانی والاول ھو الاظھر لان من بلغ ملکہ من السعة و القوة الی الغایة التی نطق بھا التنزیل الجلیل انما ھو الاسکندر الیونانی کما تشھد بہ کتب التواریخ یروی انہ لما مات ابوہ جمع ملوک الروم بعد ان کانوا طوائف ثم قصد ملوک العرب وقھرھم ثم امعن حتی انتھی الی البحر الاخضر ثم عاد الی مصر فبنی الاسکندریہ (جلد ۵ صفحہ ۴۳۷ برحاشیہ تفسیر کبیر)

(۸) **امام فخر الدین محمد الرازی** ابن العلامة ضیاء الدین عمر اپنی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں ویسئلونک عن ذی القرنین انہ ھو الاسکندر بن فیلقوس الیونانی (صفحہ ۷۵ سے ۷۶۲ تک۔ اول تو امام صاحب نے سکندر بن فیلقوس کا ذکر بہت عمدہ دلائل سے لکھا بعد ازاں ایک دو اور اقوال بھی لکھکر آخر میں بڑی مضبوطی سے بتلایا ہے کہ وہی سکندر بن فیلقوس تھا جس کا اُستاد ارسطاطالیس تھا اور دو قرن کے معنے بتلائے ہیں کہ اُسکے تاج میں دو سینگ تھے (دیکھو تفسیر کبیر جلد ۵ مطبوعہ قسطنطیہ۔

(۹) **فاضل شہاب الدین احمد بن الخطیب القسطلانی المصری الشافعی** فرماتے ہیں ذی القرنین انہ کان شابا من الروم وانہ بنی الاسکندریہ لیتبرا انہ علا بہ ملک فی السماء وذھب الی السد وانما الذی کان من الروم اسکندر الثانی ولما اسکندر الاول فقد طاف بالبیت مع الخلیل صلوة اللّٰہ علیہ والسلام اول ماانشاہ وامن بہ اتبعہ کما ذکرہ الارزقی وکان وزیرہ الخضر واما الثانی فھو اسکندر الثانی وزیرہ ارسطاطالیس الفیلسوف وکان قبل المسیح بنحو ثلثمائة سنة وسمی ذی القرنین لانہ ملک المشرق والمغرب ولانہ طاف قرنی الدنیا شرقھا و غربھا (دیکھو قسطلانی الشرح صحیح بخاری جلد ۵ صفحہ ۱۷۲ نولکشور کانپور) اور یہی ذکر صحیح بخاری صفحہ ۴۷۳ کتاب الانبیاء میں مطبوعہ ۱۸...

۱۰ **ملا حسین واعظ** فرماتے ہیں ویسئلونک عن ذی القرنین سے پرسند ترا مشرکان مکہ بر امتحان یہود از ذو القرنین کہ پادشاہ شرق و غرب بود بدین جہت ذوالقرنین گفتندی کہ گرد مشرق و مغرب طواف کرد یا در زمان او دو قرن از مردم در گذشتند یا تاج او دو شاخ داشتہ یا در سر او دو اثر حرب منموده یا کریم الطرفین بود یا میان علم ظاہر و باطن جمع کرده یا دو ضفیره در سر بودی دو گیسو یا فقہ از جانب سر داشتہ آورده اند کہ این سکندر رومی است و در نبوت او اختلاف کرده اند (تفسیر حسینی جلد ثانی صفحہ ۱۷ نولکشور)

۱۱ **تاریخ الحکما** میں لکھا ہے در ایام ارسطو بادشاہ ذوالقرنین صورت تمام یافت و بیخ شرک و کفر از بلاد یونان برکنده گشت۔"

۱۲ **ابو جعفر محمد بن جریر الطبری** اپنی تاریخ میں بھی سکندر بن فیلقوس کو سکندر ذی القرنین لکھتے ہیں (دیکھو صفحہ ۲۱۳ سے ۲۲۱ جلد دوم تاریخ طبری نولکشور)

۱۳ **ظہیر فاریابی** کہتے ہیں لشکرت نصرت الفتح پیے خصم زند بخدا ارزه شان سد سکندر گیرد۔

۱۴ فاضل اجل نظامی گنجوی لکھتے ہیں پیغمبری آنکہ گوہم درش۔ کہ خوانده خدا نیز پیغمبر تش (رماتبہ) قال اللّٰہ تعالی قلنا یاذی القرنین الایہ وظاہر است کہ مخاطب رب العزة غیر از انبیا علیہم السلام نبود و درین آیہ اشعار بر رسالت جانب ایشان ہست من اراد الاطلاع فلیطالع فی سورة الکہف (دیکھو سکندر نامہ صفحہ ۴۴ نولکشور)

۱۵ اشہور مترجم قرآن **مصلح الدین سعدی** فرماتے ہیں سکندر بدیوار روئین و سنگ۔ بکرد از جہان راه یاجوج تنگ ترا سد یاجوج کفر از زرست + نہ دیوار روئین چو سد سکندر است۔ اسکے حاشیہ پر بھی سکندر ذوالقرنین اور اس کی سد اور یاجوج و ماجوج کا ذکر موجود ہے اور قرآنی حوالہ بھی مندرج ہے (صفحہ ۱۴ نولکشور)

۱۶ ایک اور فاضل لکھتا ہے یاجوج، ماجوج قومے اند کثیر کہ بانقصاے اراضی شرق بوده اند آن طرف از سد سکندر (مفرح القلوب صفحہ ۲۷، ۱۲۳۳ھ کلکتہ)

۱۷ یہی ذکر سکندر اور سد سکندری اور یاجوج ماجوج کا روضة الصفا میں بھی ہے (دیکھو جلد اول صفحہ ۲۸ ۔ ۱ اور ۱۴۹ مطبوعہ نولکشور۔

۱۸ **مجمع البحرین** کہ قرآن وحدیث کی لغات کی جامع کتاب ہے اس میں لکھا ہے ذوالقرنین لقب سکندر از آنکہ دو گیسو داشت چہ قرن گیسو را گویند یا آنکہ رسید بر دو طرف عالم کہ مشرق و مغرب باشد یا آنکہ کریم الطرفین بود از مادر و پدر یا آنکہ داخل شده بود در نور و ظلمت۔

۱۹ **تاریخ الخمیس** عربی میں بھی ذکر ہے کہ سکندر رومی ہی ذوالقرنین تھا (دیکھو ورق ۹۰ سے ۹۴ تک قلمی موجوده لائبریری الہ آباد)

۲۰ **دیوان شمس تبریز** میں ہے بشکسی از برادو سد سکندر را و۔ نہ فرشتہ وپری روبس بند ہا کشودی۔ ردیف ی صفحہ ۲۶۷)

۲۱ نواب **سید محمد صدیق خان** صاحب نے کتاب لقطة القرآن چھپوائی ہے اسمیں لکھا ہے "قصہ سکندر ذی القرنین و طلوع آن مغرب شمس و غروب آن در چشمہ گرم و وجدان قومی تعذیب ظالم و تبسیر مومن نمودن سکندر باز بلوغ آن بمطلع الشمس و وجدان قومے جز بند بلوغ ایشان بین السدین وشکایت کردن ساکنان آنجا از فساد یاجوج و ماجوج و بنا سد از زبر حدید با فراغ قطر بر آن و وعده خروج ایشان بقرب قیامت" دیکھو صفحہ ۵۹ مطبوعہ لاہو موجوده لائبریری لودہیانہ)

۲۲ مولوی **سید ابو المنصور** صاحب لکھتے ہیں حضرت یرمیاہ نبی مصر میں مقتول اور مدفون ہوئے اور بعد عرصہ دراز کے سکندر ذوالقرنین نے انکی ہڈیاں کو جو گمنامی کی حالت میں قبر میں تھیں نکلوا کر سکندریہ میں دفن کیا" (صفحہ ۱۱۲)

۲۳ **اتہاس تمر ناشک** میں لکھا ہے مسلمان اکثر اس سکندر کو ذوالقرنین کہتے ہیں ذوالقرنین کے دو معنے ہیں ایک ساٹھ برس کی لا دو سرا دو سینگوں والا۔ سکندر تیس برس کی عمر میں مرگیا تھا اس سائٹھ برس سے تو کچھ تعلق نہ رہا۔ لیکن دو سینگ والا اسے ضرور کہہ سکتے ہیں کیونکہ اُسکے سکہ پر جو اسکی تصویر ہے اسمیں اسکے سر میں مینڈہے کے دو سینگ لگے ہیں اور یہ اپنے دیوتا جو پیٹر آمن کا نشان تھا جیکو اپنی تعظیم میں لگاتے ہیں" حصہ سوم صفحہ ۱۶)

اب ہم لوجیہا ذرا خدا کیواسطے انصاف کو کام میں لا کر بتلائے تو سہی کہ یا دیا نند جی یا منشی صاحب یا کسی اور صاحب نے اعتراض کہاں کیا اور کس کی ہمنو خوشہ چینی کی اور ہمکو دہوکا ہوا یا اتنے عقل العقد فاضلوں کو؟ یا اوس ہوش کے زمانہ میں آپ ہی قرآن اور تفاسیر کی اصلاح کرتے ہیں

اب ہم یاجوج وماجوج کی بابت اعتراض کرتے ہیں

فاضل شہاب الدین احمد بن محمد الخطیب القسطلانی فرماتے ہیں ... کعب فیما ذکرہ یحیی ... ان آدم علیہ السلام احتلم ذات یوم فامتزجت نطفة بالتراب فخلق اللّٰہ من ذلک الماء یاجوج وماجوج (جلد ۵ صفحہ ۲۷ قسطلانی مطبوعہ نولکشور)

تفسیر حسینی میں بھی یہی ذکر ان الفاظ میں موجود ہے۔ در عین المعانی آورده کہ آدم را احتلام شد و منی او بخاک آلوده گشت آدم ازان حال اندوہناک گشت حق تعالی این دو قوم یاجوج و ماجوج را ازان خاک آلوده منی ابو البشر بیافرید" جلد دوم تفسیر حسینی سوره کہف صفحہ ۱۸)

حدیث جامع ترمذی ہے عن ابی رافع عن حدیث ابی ہریرة عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی السد الخ ترجمہ ابی ہریره سے دیوار سکندر کے باب میں روی ہے کہ رسول اللّٰہ نے فرمایا کہ یاجوج وماجوج اسے روز کہودتے ہیں یہاں تک کہ قریب پہٹنے کے ہو جاتی ہے۔ پہر کہتا ہے جو ان پر حاکم ہے کہ پہر چلو کل اوسکو گرادینگے۔ فرمایا۔ آپنے کہ اللّٰہ تعالی پہر اسے اول روز سے زیاده مضبوط کردیتا ہے یہانتک کہ جب انکا وقت آجاویگا اور اللّٰہ کا اراده ہوگا کہ انکو لوگوں پر لگاوے کہینگا

سلطنت پر عزرا سے قائم تھا تو پیشگوئی کی ایسی نقل میں بھی سخت قصور ہے جس مینڈھے کو
بلحاظ دو سینگ کے آپ ذوالقرنین سمجھتے ہیں وہ یہ خورس کسی طرح نہیں ہے بلکہ اُس سے زیادہ موزون
تھا اگر آپ اُس بکرے کیطرف کوشش کرتے کیونکہ اس سے ذرا آپکی بات باوقعت ہو جاتی مگر ایسے
کرنے سے آپکو حق بات ماننی پڑتی اب ہم آپکو مسماۃ آستر کی کتاب کی طرف متوجہ کرنا چاہتے
ہیں غور فرمائیے مسیح سے ۵۲۱ سال پہلے اسکا آغاز ہوا۔ اور ۵۰۹ سال پہلے خاتمہ۔ اور یہ
کتاب اُس اخویرس بادشاہ کے وقت میں تصنیف ہوئی یہ بادشاہ ہندوستان سے کوش تک
سلطنت کرتا تھا ایک سو ستائیس صوبہ اسکے عمل میں تھے فارس اور مادہ کے حاکم سب اُسکے
ماتحت تھے دیکھو آستر کی کتاب (۱/۱-۳)
ابعزرا کی کتاب دیکھئے مسیح سے ۵۳۶ سال پہلے اُس کا آغاز ہوا اور ۴۵۶ سال پہلے خاتمہ
اور اسمیں بھی وہی خورس کا ذکر ہے ۲ تواریخ کی کتاب باب ۳۶/۲۲ و ۲۳ میں خورس کا ذکر ہے
جو مسیح سے ۵۸۸ سال پہلے ختم ہوئی۔
ان سارے واقعات پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں نام ایک ہی ہیں یعنے
اخویرس یا خورس اور اِس کا زمانہ سلطنت بموجب تحقیقات مورخان یورپ اور عبرانی بائیبل کے
اس طرح ہے جس بادشاہ کے تیسرے سال جلوس میں آستر کی کتاب کا آغاز ہوا ہیں اسکا تیسرا
سال مسیح سے ۵۲۱ سال پہلے تھا بدیں لحاظ اسکی تخت نشینی مسیح سے ۵۲۴ سال پہلے ہوئی۔
مگر دانیال کے خواب نامہ میں لکھا ہے کہ اس مینڈھے کو وہ بکرا مار ڈالیگا اور وہ بال والا
بکرا یونان کا بادشاہ ہے دانیال ۸/۲۰ و ۲۱ بنابراں اس لحاظ سے دارا موجودہ بادشاہ
فارس جو اُس وقت زندہ تھا اسکے واسطے یہ سارا ذکر ہے کوئی خواب نہیں اور نہ الہام ہے
اور نہ رویت ہے فارس کا بادشاہ دارا اور یونان کا بادشاہ سکندر ہوئے ان دونوں کو
تمام دنیا جانتی ہے پس اس ساری تحقیقات کے مطابق ذوالقرنین سکندر یونانی بن
فیلقوس کا یہ منصب دو سینگ تاج میں رکھنے کے نام ہے نہ کہ خورس کا۔ کیونکہ خورس کو
کسی یونانی بادشاہ نے نہیں مارا بلکہ اُسکے بیٹے دارا کو یونانی سکندر نے مارا۔
چنانچہ فاضل مولوی سید ابو المنصور صاحب بھی ایک مشہور اور قابل اعتبار تاریخ میں لکھتے ہیں
سکندر بادشاہ یونانی لشکروں کا سردار ہو کر اہل فارس پر چڑھ گیا اور مسیح سے ۳۳۳ برس
پیشتر دارا بادشاہ کی فوج کو کلیۃً شکست دی تعداد اسکے تمام سر پایا اور توسیکیہ کو قبضہ میں
لایا اور اس سبب سے کہ یہودیوں نے اسکے دشمنوں کو رسد پہونچا کر اسکی مددگاری سے انکار
کیا تھا اُن پر بھی حملہ آور ہوا جب یدو نامی سردار کاہن نے اسکے آنیکی خبر پائی تب
اُسنے لوگوں سے کہا کہ سب ساتھ ہو کر قربانی گذرانو اور دعا مانگو کہ خدا اس آنیوالی آفت کو
ہم سے دور کرے چنانچہ لوگوں نے خدا کے سامنے عاجزی کی اور یدو کو خواب میں حکم ملا
کہ وہ اور سب کاہن اپنے اپنے کاہنی لباس پہنکر سکندر سے ملاقات کریں صبح دستے
بڑی بھیڑ کے ساتھ جو سفید پوشاک پہنے تھے ایک ٹیلہ صفا نامی پر جہاں سے ہیکل اور تمام
شہر نظر آتا تھا ہوکر کھڑے ہوئے جب بادشاہ انکے نزدیک آیا تو انکی عجیب شکل دیکھنے سے اُن کا
رعب اُسپر اسقدر غالب آیا کہ صف آرائی کا خیال چھوڑ آگے بڑھکر یدو نامی سردار کاہن کو
سجدہ کیا سب یونانی اسکی اس عجیب حرکت سے متعجب ہوئے کہتے ہیں کہ سکندر نے یروشلم
کی ہیکل میں داخل ہو کر قربانی گذرانی سردار کاہن نے اسکو دانیال کی کتاب جس میں لکھا تھا کہ
ایک یونانی بادشاہ ملک فارس کو لیگا۔ دکھلائی۔ اسکے پڑھنے سے سکندر نے فتحیابی
کی زیادہ امید رکھکر دارا پر چڑھائی کی اور یدو کی سفارش سے اُسنے یہودیوں کو اجازت دی
کہ اپنے دین و طریق پر بے روک ٹوک قائم رہیں اور ہر ساتویں سال جس میں شریعت کے بموجب
بونے بوئے کی ممانعت تھی خراج دینے سے معذور ہیں سکندر نے دارا کی فوج پر فتح پائی
اور دانیال کی پیشگوئیاں فارسیوں کی شکست ہونے سے پوری ہوئیں دانیال ۸/۳-۲۱

و ۸/۴ و ۶/۱۱ و ۷/۱ (دیکھو تاریخ بیت المقدس مجرایہ دوم رکن دوم صفحہ ۱۸ و ۱۱۵ دہلی
اور مفتاح الکتاب صفحہ ۱۳۱)
اگر شراب نوشی کے سبب سکندر بادشاہ کا قصہ قابل اندراج قرآن نہیں جانتے تو خورس
بادشاہ اُس سے بھی زیادہ شراب خور ہے مفصل دیکھئے آستر کی کتاب باب ۱ اور باب
۵/۶ و ۷/۲ بنابراں یہ آپکا مفروض ہرا یا باطل ہے ان ذاتوں سے کوئی بھی بری نہیں
بڑے بڑے نبی بھی بموجب توریت مقدس کے ان جرائم کے مرتکب ہیں۔

اب ہم یاجوج و ماجوج کی بابت آپکی تحقیقات کی اصلیت بتلاتے ہیں۔

۶۸۔ مولوی۔ غیاث اللغات روضۃ الصفا اور شاہنامہ کے حوالوں سے لکھے ہیں
پس ہر عاقل اب اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ بلاد یاجوج و ماجوج اقلیم ہفتم میں ہے۔
آریہ۔ افسوس کہ آپنے وہاں کی عبارت درج نہ کی ورنہ سارا جھگڑا ابھی مٹ جاتا
مگر آپکو حق بات ہرگز منظور نہیں دیکھئے وہاں اصل عبارت یہ ہے۔
اقلیم ہفتم۔ درمابین شمال و مشرق این اقلیم دیار یاجوج و ماجوج آن طرف سد سکندر
(غیاث صفحہ ۴۰۸ نولکشور) پس ایسے ہی تمام حوالہ آپکے غلط اور بے بنیاد ہیں۔
۶۹ و ۷۰۔ مولوی۔ حزقیل نبی کی کتاب باب ۳۸۔ اب اس تک میں ظاہر ہے کہ اے
آدم زاد تو جوج کے مقابلہ میں جو ماجوج کی سرزمین میں بستا ہے اور روس اور مسک اور طوبال
کا سردار ہے متوجہ ہو کر اور اُسکے برخلاف نبوت کر اس سے ناظرین یقین کرینگے کہ روس ہی
یاجوج ہے اور حزقیل ۳۹/۶ و ۵ میں ہے میں ماجوج پر اور اُن پر جو جزیروں میں بے پروائی سے
سکونت کرتے ہیں ایک آگ بھیجونگا۔ اب یہ دونوں قومیں یاجوج روس اور
ماجوج انگریز کیسے نزدیک نزدیک آ پہونچے ہیں اور بہت ہی قریب ہے کہ دونوں آپس میں الجھ پڑیں گی
آریہ۔ آپنے یہ تو لکھا ہے مگر اسکے ساتھ ہی آپنے فی الحقیقت قرآن سے انکار کر دیا کیونکہ قرآن
اسکے خلاف لکھا ہے اٰتُونِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ حَتّٰی اِذَا سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ قَالَ انْفُخُوْا
حَتّٰی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِیْ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَمَا
اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا۔ ترجمہ۔ تم میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لاؤ۔ آخر جب اُس نے
دونوں پہاڑوں میں برابر کر دیا کہا دھونکو۔ آخر جب اسکو آگ سا کر دیا بولا میرے پاس لاؤ
میں اس پر پگھلا ہوا تانبا ڈالوں پھر اُن سے نہ ہو سکا کہ اُس سے پھاند جا سکیں اور نہ ہی [illegible]
اس میں چھید کر سکیں۔
جناب من نہ کسی چھوٹی سی قوم کی بابت ذکر معلوم ہوتا ہے نہ کہ عرب کی کسی کتاب بڑے ملک کے
واسطے کیونکہ ایسے لوہے اور پیتل یا تانبے کی دیوار کوئی بھی موجود نہیں کیونکہ قرآن اُس سد
کی تعریف کرتا ہے کہ وہ روس کی دیوار ہے جس کی اینٹیں لوہے کی اور گارا تانبے کا۔
۷۱۔ مولوی۔ یہ وہ مقام ہے جو ایران کے شمال میں دربند کر کے مشہور ہے اور اسکے
قریب اتنک قبہ نام ایک بستی اسی کیقباد خورس کے نام سے قرآن کی تصدیق کے لئے موجود ہے
آریہ۔ آپنے دربند کے مقام میں اسکا پتہ بتلایا مگر یہ بالکل غلط ہے کیونکہ مفتاح التواریخ
میں لکھا ہے (ذکر فتح قلاع دربند و بادکوبہ) این ہر دو قلعہ را شاہ عباس صفوی در سال سیوم
از جلوس مطابق سنہ یکہزار و ہفدہ فتح ساختہ۔ میر جلال الدین حسن در تاریخ این فتح گفتہ فتح
دربند چو بند ہاتف غیبی میگفت۔ تاریخ دربند زہے فتح کہ میمون آمد۔ و مصحف دل
جو کشادیم برآمد تاریخ۔ فتح دربند ہمایون ہمایون آمد
بے شک تاریخ سے نا واقف لوگ کہتے ہیں کہ سد سکندر ذوالقرنین یہی باب الابواب
یا قلعہ دربند ہے مگر مورخین بالغ النظر نے اس سے انکار کیا ہے چنانچہ صاحب عالم آرا نے
تو تیسد کرتے ہیں کہ جمہور مشہور ہے کہ سد سکندر ذوالقرنین کہ در قرآن آمدہ ہمین باب الابواب

بست کہ شب دفع مضرت یاجوج صمعان وقت از کنار دریا تا البرز کوہ کشیدہ تا مقرر وقوعہ ندار د و نیز را کہ در اقصائے دریائے شرقی و شمال بست کہ ذوالقرنین مابین آدمیان و یاجوج و ماجوج آہنین در صاص نہ تیب دادہ۔ مسموعہ شدہ کہ این سد راہ شاہ نوشیروان کسریٰ جہت مضرت دفع آسیب روم و دشت قبچاق کہ خصوصیت اند و نوعے نشانی از آدمیان ندارند ترتیب دادہ و چون ہر سے را در مقام تعریف و ستودن بغرو کامل سبب می شود محتمل ست کہ این سد را از غایت استحکام بطریق مجاز سیان سد نسبت کردہ سد سکندری نامیدہ باشند (بابِ یازدہم صفحہ ۲۱۸ و ۲۱۹ مفتاح التواریخ ۱۸۷۶ء)

اور ایسا ہی ذکر افاضت میں بھی لکھا ہے دیکھو صفحہ ۹۱ و ۹۲ علاوہ برآں سورۃ انبیا میں لکھا ہے حتیٰ اذا فتحت یاجوج و ماجوج وھم من کل حدب ینسلون تفسیر حسینی میں لکھا ہے تا وقتیکہ کشادہ شود سد یاجوج و ماجوج تا قیامت کہ فتح سد یاجوج علامت آنست یاجوج و ماجوج از ہر بلندی مے شتابند و مے دوند تا ہمہ عالم را فرو گیرند و اہتمام دریا ہا را بیاشامند و از خشک و تر ہرچہ یابند بخورند صاحب معتمد رحمۃ اللہ فی المعتقد در ذکر علامت قیامت آوردہ کہ بعد از ہلاک شدن دجال و ابلاغ او بر دست عیسیٰ خروج یاجوج و ماجوج باشد و کشادہ شدن سد ایشاں "جلد دوم صفحہ ۱۶۱ یہ درہند قلعہ کا نام جو جہانگیر بادشاہ کے زمانہ اور شاہ عباس صفوی کے زمانہ ۱۰۳۱ھ میں فتح ہوا۔ ذوالقرنین نہیں ہے یہ بالکل غلط ہے اور نہ وہ ایک سو فرسنگ یا تین میل ہے اور نہ وہ قیامت تک یاجوج و ماجوج کو بند کرنے والی ہے بلکہ وہ تو فتح ہو چکی ہے۔ بنابراں روس و انگریز یاجوج و ماجوج نہیں ہیں۔ یاجوج و ماجوج کی علامت قرآن میں یہ لکھی ہے ان یاجوج و ماجوج مفسدون فی الارض یعنے ہر آئینہ یاجوج و ماجوج زمین میں فساد کرنے والے ہیں۔ اب دیکھنا چاہئے کہ زمین پر فساد اور خونریزی و خرابی اور تباہی کرنیوالے کون ہیں آیا مسلمان یا انگریز۔

ناظرین خود ہی تاریخ پڑھکر جان لیں کہ اسلامی عملداری میں پہلے کبھی کون سے ملک میں امن و امان ہوا اور اب کہاں امن و امان ہے۔ کہیں بھی نہیں؟ جس کی مرضی ہو اسلامی تاریخیں پڑھے یا موجودہ زمانہ میں افغانستان، بلوچستان، ایران، روم، مصر، عرب، سوڈان کے حالات ملاحظہ کرے۔ اور ذرا خدا کیواسطے انگریزوں کی سلطنت کے امن و امان کو بھی آنکھوں کے سامنے رکھے۔ کیا عدل و انصاف کا زمانہ ہے شیر و بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے سے لاتعلق ہو کر جیتے ہیں جتنی تہذیب اور انصاف کا زمانہ ہے یہ سب عملداری سرکار انگلشیہ کی برکت سے ہے نہ کہ شہنشاہ روم یا امیر کابل کی جن کی مفسدین جو باغی ہیں جو تازی ہیں جو لٹیرے ہیں وہی یاجوج ماجوج ہیں نہ کہ کوئی اور۔

(۷) مولوی۔ یوحنا کے مکاشفات باب ۲۰ سے پڑھو "اور جب ہزار سال ہو چکینگے" یہ ہزار سال حضرت محمد صاحب کے وقت سے ہیں اور شمسی اور قمری مہینوں کا حساب ناظرین بیان کر لیں اپنی قید سے چھوٹ کر اور نکلے گا تا کہ اُن قوموں کو جو زمین کے چاروں کونوں میں ہیں یعنے یاجوج ماجوج کو فریب دے اور انہیں لڑائی کے لئے جمع کرے۔

آریہ۔ جناب مولوی صاحب ہاں ایسا نہیں آپ کہیں بھی عمدہ سے کام نہیں لیتے وہاں کی اصل عبارت یہ ہے۔ "اور جب ہزار سال ہو چکینگے شیطان اپنی قید سے چھوٹیگا" ایک طرف تو آپ لوگ تعصب کی ندامت سے یوحنا کے مکاشفات کو ایک ملحد کی تصنیف بتلاتے جاتے ہیں۔ پس یہ پیشگوئی کچھ وزن یا حقیقت نہیں رکھتی ہے۔

ہمارے موجودہ زمانہ سے دین محمدی کے ریفارمر سرسید احمد خاں نے بھی اس مضمون پر تحقیقات کی ہے اور انہوں نے یاجوج سے مراد قوم اور ماجوج سے مراد ملک لیا ہے بحوالہ حزقیل باب ۳۸۔ لیکن یہ غلطی ہے کیونکہ انہوں نے یوحنا کے مکاشفات باب ۲۰ کو نہیں دیکھا جہاں یاجوج و ماجوج دونوں قومیں لکھی ہیں۔ نہ کہ بابت حزقیل ۳۸ میں ماجوج سے مراد قوم کی ہے۔

پھر آگے جاکر سید صاحب نے اس دیوار کو چین کی دیوار بتلا کر لکھا ہے کہ کچھ شبہ نہیں کہ جس سد کا ذکر قرآن مجید میں ہے وہ وہی دیوار ہے جو چین اور تاتار یا سیتھیا کی سرحد پر بنائی گئی ہے اور جسکو چی وانگٹی فغفور چین نے درمیان ۲۲۴ و ۲۰۴ قبل مسیح میں بنایا جو تیرہ برس کی عمر میں ۲۴۶ قبل مسیح میں تخت پر بیٹھا تھا یہ دیوار ہوانگ ہو دریا کی غربی موج سے جو ایک پہاڑ کے قریب ۳۷ درجہ پندرہ دقیقہ عرض بلد اور ایک سو سات درجہ طول بلد پر واقع ہے بنائی شروع ہوئی اور پھر اس دریا کے دوسری طرف مڑ کر قریباً ۳۸ درجہ عرض بلد اور ایک سو گیارہ درجہ طول بلد پر کاہکرا اور جنجان پہاڑوں کی جنوبی سلسلہ کے نیچے ہو کر خلیج لیوتونگ کے کنارہ پر ٹھیک چالیس درجہ عرض بلد اور ایک سو بیس درجہ طول بلد پر ختم ہوئی طول اس دیوار کا بارہ سو میل ہے پندرہ سو میل کا بیان ہوا ہے۔

اگرچہ مولوی نوردین حواری مسیح قادیانی اور سید احمد خان صاحب کی تفسیریں باہمی سخت مخالف ہیں مگر یہ تفسیر تو تمام جماعت مفسرین کے خلاف ہے۔ چنانچہ سید صاحب نے ایک جگہ تمام مفسرین کی تحقیقات کی بابت لکھا ہے کہ سب کہانیاں جھوٹ اور محض غلط اور بے اصل ہیں۔ یہ کچھ کم افسوس کی بات ہے جبکہ ایسی بے سروپا باتیں قرآن مجید کی تفسیروں میں لکھی ہوئی دیکھتے ہیں مگر اس باہمی مخالفت کے علاوہ ہمارا اعتراض اصل یہی وہی ہے کہ یہ تو پتھر اور چونے کی دیوار ہے نہ تانبے کی حالانکہ قرآن شریف میں حدید اور رصاص کے لفظ پڑے ہوئے ہیں۔ نہ تو اسکی بابت یہودیوں کا سوال تھا اور نہ ساری بائبل میں اسکا کہیں ذکر نہ ایران اسکا۔ قرآن کی سد ذوالقرنین سے کوئی تعلق نہیں اور وہ بادشاہ جسکا آپنے ذکر کیا خداپرست تھا بلکہ بت پرست۔ مشرک۔ بودھ تھا اور بہت عرصہ ہوا کہ چینی تاتار اور چین کی سلطنت ایک ہوگئی ہے پس قیامت تک اُٹھانا جسے یاجوج ماجوج کا نکلنا بھی باطل ہوگیا۔ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ مابین آذربائیجان اور آرمینیہ کے ذوالقرنین نے تین میل کی دیوار بنائی تھی اور حالانکہ یہ دیوار ڈیڑھ سو میل کی ہے پس اس کا قرآنی دیوار سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۸) مولوی۔ اگر انگریزی تواریخ سند کچھ صحیح رکھتی ہے اور آریہ قوم بھی انگریزوں سے اعلیٰ نسل میں متحد ہیں جو یہ تحقیق لیتھبرج وغیرہ محققان یوروپ مسلم ہے تو یہ بھی یاجوج میں داخل ہیں تو ہم آریہ کی اس پیرترقی کو اپنی مقدس کتابوں کی صداقت ہی یقین کرینگے۔

آریہ بیشک آریہ اور انگریز سب اعلیٰ نسل میں متحد ہیں اور اسطرح ہندوستان و ایران و افغانستان و بلوچستان کے مسلمان بھی اسی نسل میں آریہ خاندان سے ہیں اور پرمیشور کریگا کہ پھر تمام قومیں اسی اعلیٰ نسل کی طرف رجوع کرینگی یعنے آریہ دہرم کو قبول کرینگی۔ مگر آپ کی کتابوں کی صداقت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم اگر ایسی سچائی و دلیلیں کرنے لگیں تو تمام پرانوں کو قرآن سے بڑھکر عمدہ ثابت کر دیں مگر ہمارے ہاں ایسی دلیل محض بے دلیل اور بیہودہ ہے ہم اسے جائز نہیں جانتے ہیں۔

(۹) مولوی۔ جیسے شاہنامہ میں لکھا ہے کہ باختر کے شمال میں بعضے بخارا کی جانب یاجوج و ماجوج کا مسکن ہے بالکل ٹھیک ہے۔

آریہ۔ شاہنامہ میں جہاں یاجوج و ماجوج کا ذکر ہے وہاں یہی لکھا ہے کہ

ز یاجوج و ماجوج گیتی برست	زمیں گشنہ جائے نشیم و نشست
ازان نامور بند اسکندری	جہاں برست از بد و داوری

یاجوج و ماجوج کی یہ تعریف شاہنامہ میں لکھی ہے :

ہمہ روئے ہاشان چو روئے ہیون	زبانہا سیہ دیدہ ہاشان چو خون

ے مفتاح الاحباب راولپنڈی سی مورخہ ۱۲ اپریل ۱۸۹۶ء میں یہ مضمون ایک بار طبع ہوا تھا

حیدر جے دیدآ ماچوں گراز — کہ یار دشمن فرد ایشاں فراز — ہمہ تن پر از مہ بہر شب نیل
مروسینہ وگہ شہباشاں چو پیل — سخن پند یک گوش بستر کسند — دگر گوش چوں جامہ چاہ کیسند
رسرو وہ بچہ تا یہ ھسزار — کہ ویشں ایشاں کہ آرد شمار — نگرد آمدی چوں ستوراں ستوہ
تنک آرند و برساں گوراں شوہ — سر ویش آں بود سال تا سال شاں — کہ آگند گرد و تش و بال شاں
کیاشاں خوراں سیر حورد ملی — سیوں بد بر سو نا و رد سے — چو سرہا بود رند و لاغر شوند
ما آوار برساں کرہ ستوند — بہاراں رستیش مرد ار گرگ — بعبرند تا و رہا ئے برگ

دیوار ایسی سد کا ذکر بھی شاہنامہ میں ویسا ہی ہے جیسا کہ قرآن اور حدیث اور تفاسیر میں ہے

سکندر ماید تا یہ کوہ — میانہ رد ازاں نیسو واں گروہ — لقرم دکا ہنگراں آور سد
مس و روہ بیک گراں و سر — رہے تا سیرکوہ یا لاسے او — یکصد شتابرش بود بہائے او
اراں یا کہ تن گشت این بکر — پراگندہ مس درمیاں ناپکے — ہمہ نجیت گوگردش اندر میاں
چنیں باشد اسوار بکار ئیل — (جلد سوم صفحہ ۳۰۲ نولکشور)

اسکندریہ کا مشہور کتب خانہ

یہہ جماعت کیا مبارک ہے جسمیں کہ اسلام والوں نے اُن غلطیوں سے جو اُنکے پیشوایان دین سے ہوئیں ۔ اور جنکا ستارہی جہد تک تھا ہیں اسلام کو محمد نقاما نکار کرنیکا ارادہ کیا اور انمیں سے بعضوں نے کر دیا ۔ ہم خوش ہیں کہ وہ اسی طرح انکار کرتے کرتے تمام اعتراضی مسائل سے انکار کردیں ۔ مگر افسوس یہہ ہے ۔ کہ وہ اس کارروائی کو حکمت عملی سے کرنا چاہتے ہیں ۔ وہ عربستان جا کر جہاں بقول اُنکے تذکا گھر ہے ؛ ایک لفظ بھی مُنہ سے نکالنا نہیں چاہتے ۔ مگر صرف ہندوستان میں ۔

خیر ایں ہم غنیمت است ۔ یہہ مشہور کتب خانہ جسمیں فلاسفی ۔ حکمت ۔ ہندسہ ۔ منطق الہیات کی بیشمار کتابیں تھیں جنکی تعداد ہیں دو لاکھ تھی جنکی کتابوں سے چھ ماہ تک حمام جلتے رہے ۔ جسکے واسطے بادشاہوں نے زر کثیر و مبلغ خطیر خرچ کر کے فراہمی کتب کی تھی جسکے اجتماع کیواسطے علماء و فضلاء نے خون جگر کہا کر سالہا تمام کیئے تھے ۔ خلیفہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عملی زمانہ میں جلایا گیا ۔ نذر النار کیا گیا ۔ حماموں کی نذر ہوا ۔

یہہ واقعہ ایک تاریخی امر ہے ۔ مورخین نے اس پر مختلف اوقات میں واضح طور پر شہادتیں دی ہیں ۔ کہ یہہ واقعہ ضرور ہوا ۔ اس کے ہونے میں کوئی شک نہیں مگر اس سے بھی انکار کیا جاتا ہے ۔ ما سلاں ہم چاہتے ہیں کہ اسپر نہایت واضح طور پر بمعہ مفصل حوالوں کی تحقیقات کرکے حق و باطل کا اظہار کریں ۔

تکذیب براہین الاحمدیہ مطبوعہ بار اول صفحہ ۷۸ و ۷۹ میں ہم نے لکھا تھا ۔ کہ بر ہمن لوگوں کی ست دہرم کی پستکوں کو اسلام سے مخفی رکھنے میں یہہ مصلحت تھی کہ وہ تعصب و جہالت سے غیر مذہب کی کتب کو جلا دیا کرتے تھے ۔ ایسا نہ ہو کہ انکو بھی جلا دیں اور ساتھ ہی نمونہ کے طور پر ہم نے شہادت بھی دی تھی کہ امیر المومنین خلیفہ عمر کے حکم سے عمرو سپہ سالار لشکر عرب نے اسکندریہ کا کتب خانہ حماموں میں ہیزم کی جگہ پر پھنکوا دیا جس سے چھ ماہ تک تمام گرم ہوتے رہے ۔

۲۳۹ **تصدیق مولوی** یہہ اعتراض صرف پادری صاحبان کی کاسہ لیسی کا نتیجہ ہے

آریہ اگر کسی فاضل کی رائے اپنے کسی دعوے کے ثبوت میں درج کرنا کاسہ لیسی ہے تو کوئی فاضل بھی اس سے خالی نہیں ۔ اور سب سے پہلے یہہ الزام اسلام پر عاید ہوتا ہے اُس کی بسم اللہ ہی پارسیوں کی کاسہ لیسی ہے (دیکھو نسخہ خبط احمدیہ باب نصاحت) بیشک ہم نے اس مضمون کو نور افشاں سے لیا تھا ۔ لیکن اُسکی ہمارے پاس بڑی مضبوط وجہ یہہ تھی کہ ہم ہمیشہ چاہتے ہیں کہ اپنے اعتراض کے ثبوت میں کسی غیر کی شہادت پیش کریں ۔ کیونکہ ہم ایسا کا کہتے ہیں کہ ہم بلا کسی ثبوت و شہادت کے کبھی کسی پر اعتراض نہیں کیا کرتے اور نہ ایسے اعتراض کو مستند مانا کرتے ہیں اور نہ اس کے سوا اور وجہ تھی ۔ اور نہ ہم اسکو غیر صحیح جانتے ہیں بلکہ ہم اسکو یقیناً صحیح مانتے تھے اور اکثر کتابوں میں دیکھا بھی تھا ۔ مگر سرسری طور پر وہ کتب میں ہمارے پاس موجود نہ تھیں ۔ اب جو دوبارہ چھپائی گئی تو بھی وہ بنا وقت در پیش ہوئی لیکن اچھا ہوا کہ اس سے بھی جناب نے انکار کیا جس سے کہ ہم یہہ معمول بنیاد مکمل کرکے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں ۔

مولوی ۲۳۹ ۔ اگر اسلام کی عادت میں یہہ ہوتا ۔ تو اسلام ؛ الے خلیفہ عمر کے عہد معدلت مہد میں یہود اور عیسائیوں کی پاک کتابوں کو جلاتے ۔ کیونکہ وہی ۔ دونوں مذہب کی پاک کتابوں والے مذہب اسلام کے پہلے مخاطب تھے ۔

آریہ بے شک اسلام والوں کی یہی عادت تھی بلکہ اب بھی ہے ۔ مگر جناب ابن خلف مولوی صاحب سمرتھی آئیں کس طرح مان لیں جبکہ تاریخیں اس کے خلاف افسوس سے پکار رہی ہیں ۔ کہ عیسائی اور یہودی اسلام کی صمصام خون آشام سے قتل کئے گئے ۔ اُنکی صلیبیں توڑی گئیں ۔ ہزار ہا گرجے و کلیسیا ، گرائے جانے تباہ کئے گئے ۔ اور انکی جگہ محرابیں اور مسجدیں اور منبریں بنائی گئیں ۔ توریت اور انجیل کی مقدس کتبیں جلائی گئیں ۔ اُنکے پڑھنے دیکھنے کی ممانعت کیگئی ۔ پس یہہ مردود ہوا اس کی بہت میں کسی طرح کا شک و شبہہ نہیں (دیکھو فتوح الشام عربی جلد اول صفحہ ۲۷۵ و ۳۰۳ و ۱۲۸۳ھ نولکشور و فتوح المصر عربی صفحہ ۴۳ و ۴۴ سے ۷۷ تک اور ایڈورڈ گبن صاحب کی تاریخ زوال روما انگریزی جلد ۲ صفحہ ۴۲۰ لنڈن ۔ اور تاریخ خلفائے صفحہ ۹ و ۱۵۸ و ۲۱۲ ذکر اسکندریہ و مصر اردو نولکشور اور سیل صاحب کے قرآن کا دیباچہ صفحہ ۹۰ مطبوعہ لنڈن ۔ اور انگلش سائکلو پیڈیا جلد ۲ ردیف ای میاں خلیفہ عمر صفحہ ۷۷ و ۵۶۸ مطبوعہ لنڈن موجودہ لائبریری لیشاور ۔ اور کپتان ولیم ہارنس صاحب کی کتاب صفحہ ۳۰ ۴۰ ۴۴ سنہ ۱۸۹۰ء)

مولوی ۲۳۹ ۔ بیشک مجوس پر اسلام کا پورا تسلط ہوا مگر کوئی تاریخ نہیں بتاتی کہ اسلام نے انکی کتابیں جلائیں ۔ اگر یہہ فعل اسلام یا خلفاء اسلام کا ہوتا تو اُس کے اثر سے کچھ سراغ اسلام میں موجود ہوتا ۔ اور اسلام کا کوئی ذریعہ ۔ تھا ۔

آریہ بے شک مجوس پر بھی اسلام کا مرقوف تھا ایران پر تسلط ہوا مگر تاریخ بتاتی ہے کہ انکی کتابیں بھی جلائی گئیں ۔ انکے آتشکدہ بھی خراب کیئے گئے ۔ لاکھوں مجوسی قتل اور مسلمان کیئے گئے اور لاکھوں بھاگ کر ہندوستان ۔ افغانستان بلوچستان کو چلے آئے ۔ چنانچہ مشہور یورپین عالم سفر ڈاکٹر لائیٹنر صاحب فرماتے ہیں " حضرت عمر سنہ ۶۳۴ء میں خلیفہ ہوئے ۔ کسرے (نوشیروان) کے ایران کو خراب کیا ۔ اور کتاب خانوں کو جلا دیا ۔ اور پانی میں ڈبو دیا ۔ یہی حال سکندریہ کا کیا ۔ " (دیکھو سنین الاسلام سنہ ۱۸۹۰ء لاہور حصہ اول صفحہ ۳۰)

مولوی ۲۴۰ ۔ اگر مذہبی وغیرہ کتابوں کا جلانا اسلامی بادشاہوں اور عوام اسلام کا کام ہوتا ۔ تو یونانی فلسفہ یونانی طب یونانی علوم کے ترجمے عربی زبان میں محال ہوتے ۔

آریہ ۔ بیشک مذہبی اور علمی کتابوں کا جلانا اسلام کا کام ہے ۔ اور اسی پر اسکے تمام وکمال دعاوی کا اختتام ۔ عوام اسلام بھی اسی اعلام کے بندہ بیدام ہیں ۔ اور یہی علماء اسلام کے فتاوی و احکام ۔ ذرا غور فرمایئے ۔ اور تاریخ کو آنکھوں کے سامنے لایئے ۔

ایک مولوی فاضل فرماتے ہیں " تاریخ داناں تمام عالم اجماع دارند تا آنکہ تا صد سال از ہجرت ہیچ تصنیفے در اسلام واقعہ نشدہ " (دیکھو تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ ترمیم لکھنؤ سنہ ۱۲۹۵ھ صفحہ ۱۰۳) ۔

اسی طرح آنریبل سر سید احمد خان صاحب بہادر فرماتے ہیں " یہہ بات ظاہر ہے کہ قرون ثلاثہ میں علوم عقلی کا کچھ چرچا نہ تھا اور حکمت اور فلسفہ یونان سے کوئی واقف نہ تھا ۔ مگر بعد اس کے وہ زمانہ آیا جس میں مسائل فلسفہ کا جاری ہونا شروع ہوا آخر اُسکی یہاں تک ترقی ہوئی کہ وہ مسائل درس میں داخل ہوگئے ۔ اور مذہبی کتابوں میں انکی بحثیں ہونے لگیں اور رفتہ رفتہ یہہ نوبت پہونچی کہ اُن سے تفسیریں بھر دی گئیں ۔ "

(دیکھو تہذیب الاخلاق جلد سوم نمبر چہارم)

پھر سید صاحب فرماتے ہیں "خلفائے بغداد کے زمانہ میں جسقدر علم عربی میں آیا۔ وہ سب زبان گریک یعنے یونانی سے ترجمہ کیا گیا اور اس زمانہ کے اکثر علماء گریک کو جو کہ کفار کی زبان تھی۔ بدرجہ تکمیل تحصیل کرتے تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو جسقدر طب کہ ہمارے ہاں موجود ہے کچھ نہ ہوتی۔ اور فلسفہ اور منطق کا تو نام بھی نہ ہوتا"۔ (دیکھو تہذیب جلد ۲ نمبر ۷)

"سب سے پہلے ترجمہ یونانی فلسفہ کا خلیفہ مامون رشید کے وقت ۲۱۸ھ میں ہونا شروع ہوا تھا۔ لیکن اُسی وقت سے مامون کا مذہب بھی سلامت نہ رہا تھا۔ قرآنی ملانوں نے فتوے دیدیئے تھے"۔ (دیکھو نسخہ خبط احمدیہ)۔

پھر ایک اور جگہ سید صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ "یونان اور ہندوستان سے ہر قسم کے علوم و فنون کو مسلمانوں نے حاصل کیا۔ اور یہہ ترقی قریباً ۳۰۰ھ تک رہی پھر یہہ قوم ایک اُچھالے ہوئے پتھر کی طرح پیچھے کو چلی آئی"۔ (تہذیب جلد ۴ نمبر ۴)

مولوی ۴۳۔ اگر کتابوں کا جلانا اسلامی لوگ اختیار کرتے۔ تو ضرور تھا کہ مکذب براہین اپنے ملک سے کوئی نظیر دیتا۔ ورنہیں سکندریہ میں سمندر پار نہ جانا پڑتا

آریہ۔ بے شک اسلامیوں نے ہندوستان میں بھی ایسی مہربانیاں کی ہیں۔ جو تا قیامت یادگار رہینگی۔ انہوں نے یہاں بھی شہر جلائے مندر توڑے۔ لوگ جبراً بیدین کئے۔ کتابوں کی بیقدری کی اور جلایا۔ لوگوں کی بہو بیٹیوں کو جبراً پکڑ لے گئے اور مندروں میں گائیں ذبح کیں مفصل دیکھو (تاریخ فرشتہ ذکر شاہ ناصر الدین مقالہ ۸ جلد ۲ صفحہ ۱۶ ۳۱ اور ذکر راجہ واہر صفحہ ۳۱۳۔ اور ذکر شہر دہنبل المعروف ٹھٹھہ صفحہ ۳۱۲ مقالہ دوم ذکر سکندر لودی صفحہ ۱۸۴۔ ذکر اودیت مکرر ذکر ملک مالوہ صفحہ ۴۸۱ ۱۸۶۴ء نولکشور وتیمور نامہ صفحہ ۲۹۵ سے ۲۹۷ و ۳۰۶ سے ۳۰۸ تک و ۳۱۴ و ۳۱۷ و ۳۲۸ و ۳۲۹ و ۳۳۲ و ۳۳۸ سے ۳۴۶ و ۳۵۳ و ۳۵۳ تک قلمی موجودہ لائبریری راولپنڈی و واقعات ہند لاہور ذکر اورنگ زیب صفحہ ۱۲۳) اور ذکر سلطان محمود خلجی تاریخ فرشتہ مقالہ پنجم صفحہ ۲۷۴ نولکشور) اور تاریخ یمینی عربی مطبوعہ دہلی ۱۲۶۳ھ موجودہ پبلک لائبریری الہ آباد صفحہ ۱۶۱ و ۱۸۱ سے ۲۰۷ و ۲۶۴ و ۲۷۸ سے ۳۰۲ و ۳۰۵ و ۳۰۹ سے ۳۴۲ تک)

مولوی ۴۴۔ سات سو برس سے زیادہ اسلام نے ہندوستان میں سلطنت کی۔ اور اس عرصہ میں بھاگوت رامائن۔ گیتا۔ مہابھارت اور انکے مثل لنگ پوران مارکنڈی مشہور کتابیں جو آج تک مقدس پستک یقین کیجاتی ہیں کسی کے جلانے کی خبر کان میں نہیں پہونچی۔ بلکہ ان کتابوں میں سے بعض کے ترجمے ہوئے۔

آریہ۔ بے شک سات سو برس سے کچھ زیادہ یا کم محمدیوں نے ہندوستان میں حکمرانی کی۔ لیکن یہہ غلط ہے کہ کسی پستک کے جلانے کی خبر کان میں نہیں پہونچی جان بوجھ کر صمٌ بکمٌ ہو جانا امر دیگر ہے۔ ورنہ تاریخ کا ہر ایک ورق بتلاتا ہے کہ ضرور ہندوستان میں بھی کمال ظلم و جور سے کتابیں جلائی گئیں۔ اور بیگناہ برہمن قتل کئے گئے جو حال ایران میں ژند وستا اور پارسی مذہب کا ہوا۔ وہی حال آریہ ورت میں۔ آریوں اور انکی کتابوں کا ہوا۔

چنانچہ فاضل مورخ کرنیل ٹاڈ صاحب بہادر فرماتے ہیں "ہندوستان میں بہت سی لائبریریاں جو اسلامیوں کے جلانے سے بچ گئی تھیں۔ ابتک موجود ہیں جیسے جیسلمیر اور پٹن کی لائبریریاں۔ اگر ہم محمود اور اسلامی بادشاہوں کے ظلموں کو خیال کریں تو ہمیں ذرا بھی اس بات کے ماننے سے انکار نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے ضرور ہندوستان کی تواریخ برباد کر دی"۔ (دیکھو تاریخ راجستھان انگریزی صفحہ ۷ جلد اول مطبوعہ ۱۸۲۹ء)۔

پھر کرنیل صاحب موصوف فرماتے ہیں "جبکہ ہندو برابر آٹھ سو برس تک ان لوگوں کے ماتحت رہے ہوں جو انکی زبان سے بالکل ناواقف ہوں۔ اور جب ہر ایک بڑے شہر جنگلی اور متعصب اور مغرور دشمن سے تباہ کئے گئے ہوں۔ تو یہ حد سے زیادہ امید کرنا ہے کہ اور نقصان کے ہوتے ہوئے اس ہنر کی خزانے یعنے کتب تواریخ بچ رہی ہوں جبکہ بادشاہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پر بھگائے جاتے تھے۔ اور جبکہ ان کو اس بات میں بھی شک تھا کہ وہ روٹی جسکو اب پکار رہے ہیں کھانی نصیب ہوگی یا نہیں تو کیا اسوقت تاریخ کی کتابوں کا خیال ہوسکتا ہے"۔ (تاریخ راجستھان انگریزی صفحہ ۹ جلد اول ۱۸۲۹ء)۔

آنریبل راجہ شیو پرشاد صاحب سی ایس آئی اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں "اتھروید بھی اس دیش میں اُتم تو جیوتش۔ گنت۔ بھوگول۔ کھگول۔ اتہاس۔ نیتی۔ دیاکرن کاویہ۔ النکار۔ نیائے۔ ناٹک۔ شلپ۔ ویدک۔ شستر۔ کلا۔ اشو۔ گج۔ انیادی سب ودیا کے اچھے اچھے گرنتھ موجود تھے مسلمانوں کی عملداری میں ہندوؤں کے ساتھ سب نشٹ کر دیئے"۔ (بھوگول ہستا ملک ۱۸۷۶ء صفحہ ۴۶)

ایک اور لائق مورخ فرماتے ہیں "سلطان علاؤ الدین خلجی بادشاہ ہند کے حکم سے ایک مسجد بجائے بت خانہ سومنات کے تعمیر ہوئی۔ شہر پٹن جسکی عمارت تمام سنگ مرمر کی تھی خاک میں ملگیا۔ اور مورت بگرہ کو گرا دیا۔ اور کتب متعلقہ بطلان سومنات ہنود کو جو موافق طریقہ بدھ یا پورانوں کے تہیں جلا دیا۔ اس مہم میں ایک غلام خوبصورت کافور نام اور کنولا دیوی بی بی راجہ کی جو حسن و جمال میں بلاشک ہندوستان کی نظیر رکھتی تھی ہاتھ آئی۔ یہہ عورت حرم سرائے شاہی میں داخل ہوئی۔ اور کافور مسلمان ہوکر زمرہ نوکراں دربار میں مقرر ہوا۔ اور ایسا ہی دیول دیوی کا لوٹ لانا اور حرم سرا میں داخل کر لینا"۔ (دیکھو تاریخ ہندوستان صفحہ ۱۲۹ و ۱۴۳ ۱۸۸۱ء)

ایک لائق محمدی مورخ اپنی مشہور معروف تاریخ الفی میں لکھتے ہیں (بذکر محمد بختیار خلجی حاکم بنگال) کہ بہار ملک بنگالہ میں جا کر اس نے برہمنوں کو قتل کیا۔ اور کتابوں کو پانی میں ڈبو یا چنانچہ وہاں کی اصل عبارت یہہ ہے "ساکنان آن دیار را کہ برہمان بہرہ و مرتاض بودند۔ در یک دم بر و تراشیدہ بودند بتیغ رسانیدہ چہا کہ کتب ایشاں کہ بدست افتادہ بود ہیچ کس ازاں جماعت پیدا نشد کہ آنرا خوانند یا بفہماند۔ لیکن از گفتہ مردم چناں معلوم شد کہ سکان آں دیار کفار بودند و اہل آں دیار تمام مدرساں کفار بودند و بلغت ہندی بہار مدرسہ را گویند۔ اکثر موضع معدن علم بود بدیں اسم اشتہار یافت پس ہمہ کتب ایشاں را بدریا غرق کردند"۔ اور ایسا ہی ذکر تاریخ فرشتہ جلد دوم مقالہ ہفتم صفحہ ۲۹۲ میں ہے اس کے علاوہ آپ ویدوں کی پستکیں جسکی شہادت چینی صاحباں کی کتابوں میں لکھی ہے انکا نہیں اور۔ یورپین محققوں کو آج تک کچھ پتہ نہیں ملا کہ انہوں نے کہاں غرق کر دیں۔

سوائے اسکے کشمیر کے سب ودوان پنڈت مقرہیں کہ سید قاضی نامی جسے برمال کشمیری مسلم کہتے ہیں اور وہاں کشمیر کے گرد و نواح میں ہے ہے مسلمان ظالموں نے وہاں پل باندہے کیواسطے بجائے خس و خاشاک سنسکرت کی مذہبی و علمی کتابوں اور تاریخی پستکوں کو نہایت حقارت سے گاڑ دیا تھا جس سے کوئی نادان بھی انکار نہیں کر سکتا۔

فتوحات فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ فیروز شاہ تغلق نے موضع کوہانہ میں ہندوؤں کی پوتھیاں پھونک دیں۔ اور ایسا ہی آئینہ تاریخ نما میں لکھا ہے اور ڈاکٹر برنیر صاحب مشہور فرانسیسی سیاح نے نہایت تجربے سے لکھا ہے۔ کہ ہندو ویدوں کو بڑی ہوشیاری سے چھپائے رکھتے تھے۔ کہ مبادا اسلامیوں کے ہاتھ لگ جائیں اور جیسا کہ اکثر ہوا جلا دیئے جائیں"۔ (سفرنامہ جلد دوم صفحہ ۲۲۵)

سید غلام حسین صاحب ایک غیر متعصب مورخ جسنے اورنگ زیب کے وقت میں اپنی مشہور تاریخ سیر المتاخرین لکھی ہے فرماتے ہیں "ذکر سلطان سکندر رحمۃ اللہ سلطان بیحد متعصب بود۔ و ہنود را ایسے اہانت و ذلت می نمود و مقرر کردہ بود کہ ہندوان اندکے پارچہ نیلگوں بر جامہ متصل

کتف پیوند کنند تا اطاعت اسلام بظہور رسد و علامت ہیود ظاہر باشد و کتب ہندواں را ہرجا ہرکس کہ بیافت می سوخت" (جلد اول صفحہ ۱۴۰ نولکشور)

جناب مولوی یہہ تو ہمارے اپنے ملک کی شہادتیں ہیں۔ جسے غیر مذہب خصوصاً اسلامی مورخوں نے بھی صحیح قلمبند کیا ہی۔ ذرا انصاف کو کام میں لائیے اور تجاہل عارفانہ سے باز آئیے۔

اب ہم یہہ بتلاتے ہیں کہ جو مہابھارت بگیتا، رامائن، شاستر، بہشتی۔ بھاگوت۔ یوگ وششٹ۔ ہت۔ اپنشد وایپ نشدوں کے ترجمہ ہوئے وہ کیوں ہوئے اور کسنے کیے ؟ کیا تعلیم اسلام کی برکت تھی یا کوئی اور وجہ سو واضح ہو کہ تمام محققوں کا اس بات پر اتفاق ہی کہ نمبر ا سی ۵ تک اکبر بادشاہ کے عہد میں فیضی نے ترجمہ کیں۔ اور نمبر ۲ اُسی مبارک عہد میں ابوالفضل نے اور نمبر ۸ العہد شاہجہاں بادشاہ و شہزادہ داراشکوہ نے مگر اکبر بادشاہ اور داراشکوہ اور فیضی اور ابوالفضل چاروں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ نمبر ا و ۳ و ۴ تو دین الٰہی کے پیرو ملکہ پیغمبر اور خلیفہ تھے۔ اور نمبر ۲ خالص ویدانتی تھی۔ اور نگ زیب نے جو حال داراشکوہ کا انہیں ترجموں کی بدولت کیا۔ وہ کسی تاریخ دان سے بھی پوشیدہ نہیں چنانچہ لکھا ہے کہ ایکدن علماء کو ملا کر چند رسالے اور کتابیں جو اس نے علم تصوف میں تالیف و ترجمہ کروائی تھیں پیش کیں اور پوچھا کہ جس شخص کا یہہ اعتقاد ہو اُسکے لئے شرع میں کیا حکم ہے انہوں نے کہا کہ انکے مضامین شریعت کے خلاف ہیں جس مسلمان کا یہہ اعتقاد ہو اُسکا قتل واجب ہے (دیکھو قصص الہند حصہ دوم ذکر اورنگ زیب صفحہ ۱۷ ۱۸۷۲ء لاہور۔ اور آئینہ تاریخ نما مطبوعہ گورنمنٹ پریس الہ آباد ۱۸۷۳ء صفحہ ۲ حصہ اول) اور ایسا ہی فتویٰ علماء ہندوستان کا بر کتاب خط نوربخشید کرد مع شرالیشان از مسلمان ما سیاست والقتل واجب ست (دیکھو تاریخ فرشتہ مقالہ دہم جلد دہم صفحہ ۲۳۶)۔

مولوی ۲۴۳- اب ہم رو سیمیر آریہ صاحبان کو ستیارتھ پرکاش مطبوعہ بار اول کے صفحہ ۱۹ و ۲۱۴ و ۲۱۳ کے دیکھنے کی تکلیف دیتے ہیں۔ جو انکے واجب القدر گرو دیانند صاحب کی تصنیف سے ہے وہ تحریر فرماتے ہیں "دوسری بات یہہ ہی کہ ویدادی ست شاستروں کا جہاں تینت پرچار کرے۔ اور جو کوئی جال پستک ہے ڈاڑہی پرنا دی اسکو راجہ چھید ان ٹکڑے ٹکڑے کر دیوے جس سے کوئی متھیا جال پستک رہنے پائے" صفحہ ۱۹ ستیارتھ پرکاش۔

آریہ وہاں کی اصل عبارت یہہ ہے۔ دوسری بات یہہ ہی کہ ویدادک ست شاستروں کا اتینت پرچار کرے اور جو کوئی جال پستک جو واپڑھے پڑھا وے۔ اسکو راجا تر چھیدن ٹکڑے ٹکڑے کر دیوے جس سے کہ کوئی متھیا جال پستک نہ رہے" یہاں سوامی جی نے سومرتی کی مطابق راجہ کا دہرم بیان کیا ہی کہ آریہ راجا کو چاہیئے کہ رگوید یجروید سام وید اتھروید چار وید۔ اور آیوروید علم حکمت و سرجری و کیمسٹری و ہومیوپیتھک) دہنروید (علم جنگ و اسلحہ سازی و بارود سازی) ارتھہ وید (علم عمارت انجنیری پیمایش جر ثقیل) گندہرب وید (علم موسیقی) یہہ چار اُپ وید یا ورپیاکرن منطق یوگ وشیشک نیائے سانکہیہ میمانسا شاستر یہہ درشن کہتے آپ تک وشکہشا کلپ نروکت نگھنٹو۔ پاکرن چہند جوتش یہہ چھ انگ اور اسی طرح جو علم دہرم کی باتیں ہیں اُن سبکا راجا بہت ہی پرچار کرے لیکن راجہ کو یہہ بھی چاہیئے کہ کوئی جعلسازی کی گرنتھہ بنا دیکر اور نہ بھگی اور بدمعاشی کے اور نہ کسی اور مہاتما کے نام سی گرنتھ بنا کر کوئی پرچلت کرے جس طرح ویاس جی کے نام پر پوپ دیوہ وغیرہ جعلسازوں نے ۱۸ پران بنائے جس طرح بارنجی کے نام سے سوا سو پوپے ست ماریکن کی بنائی جس طرح رشی منیوں کے نام سی بنائے ۱۰۸ اپنشد بنا لیا جس طرح ایک لاکھ شلوک ویاس جی کے نام سی مہابھارت میں بڑھا دیا جس ملک میں سخت طرح کا طوفان بے تمیزی برپا ہو گیا اور ست دہرم کی بدلے تینتیس کروڑ دیوتا پرستی کو قایم کیا جیکی بابت غیر مذہب کے منصف مزاج مورخوں کو بھی اقبال ہے۔

آنریبل اسٹوارٹ الفنسٹن صاحب بہادر فرماتے ہیں جو بڑی تبدیلیاں منو کی زمانی سے مذہب میں ہوئی ہیں۔ یہہ ہیں کہ ویدوں کے بجائے نئے نئے پستکوں کے مجموعہ (پورانوں) کا رواج دیا اور دیوتا کے فرقوں کو ایک مذہبی عظمت حاصل ہونا۔ فرقوں کی کثرت اور ترقی ہو جانا۔ توحید کے اصول سی غافل ہو جانا" (تاریخ ہندوستان صفحہ ۱۶۰ و ۱۶۱ ۱۸۶۶ء)

جو کچھ ہوتا ہوا ہم دیکھتے ہیں وہ سب اگرچہ مذہب کی رو سی قایم ہوتا ہی۔ لیکن اسمیں مذہب کی پابندی بہت کم ہوتی ہی۔ اس حالت میں بھی اگر حقیقت پر نظر ڈالی جاوی تو شروع زمانہ سی اس تک مذہب کے اثر میں بہت کم نقصان آیا ہی لیکن ہندوؤں کے معبود اب بھی نہیں رہے ہیں جو پہلے تھے بجائے توحید کے جسکو وید نے بطور ایک سچے مذہب کے تعلیم کیا ہے۔ بہت بڑے بڑے دیوتوں کی پرستش اور بت پرستی کا طریقہ قایم ہو گیا ہی۔ اگرچہ توحید کو لوگ ہر جگہہ بالکل نہیں بھول گئے لیکن بجز حکماء اور علماء الٰہیات کے کوئی شخص توحید کی بطور خود مستقل پیروی نہیں کرتا" (تاریخ ہندوستان صفحہ ۱۲۲ ۱۸۶۶ء)

پس ایسی وید درووہ گرنتھ بنانیوالوں کو سوامی جی نے جعلساز لکھا ہی جس طرح جھوٹی نوٹ بنانیوالی وغیرہ سرکاری مجرم ہیں ویسی ہی منو جی نے جعلساز مصنفوں کی نسبت لکھا ہی لیس یہہ کوئی ظلم یا جہالت کی بات نہیں بلکہ عین عدل ہے اور خود سوامی جی مہاراج نے بھی اسی مضمون کے اخیر میں لکھدیا ہی "جیسی کہ آج کل آریہ ورت دیش میں منڈلی کی منڈلی بھیڑ چال میں ہوا ان لوگوں میں کوئی ایک رشی مادہوب دہاری کیا ہے کہ وہ ستیہ جال ہی من بکہ پستک ہیں انکے اچار تیاگ دیکر ستیا کرکے ست وادی جتیندریہ سب ودیاؤں میں شیل اور ست آدمی کی تعلیم ہوں اُسکو تو درکت ہی رہے دے ان سی جتنے دپیت ہوں اُن کو متھیا یوگ ہل" ان دک کر وید ہی لگا دیوی اس اوستھا کو اسقدر کی اینتیا کبھی اسکی ہوگا" (دیکھو ستیارتھ پرکاش طبع اول صفحہ ۱۹)

پس یہہ بات اسکندریہ کی علمی کتب خانہ جلانے سے کیا نسبت رکھتی ہی۔ سوائے اسکے کہ آپنے لکھکر کاغذ سیاہ کیا۔

۲۴۴ مولوی۔ ماس رتھ آت کادھی۔ بہاگوت آدکوں کی کتھا کرنیوالے اور مندروں کے پوجاری اور سنیرداوو والے بیراگی شیوا۔ بام مارگی آدک۔ پنڈت مہاتما اور سدھ بہہ تو پرکر بنے رہتے ہیں۔ پرنتو ان کو سب جگت کے ٹھگنے والے جانئیں اور یہہ سب پرسیدہ چور ہیں۔ انکو ڈنڈ سے راجا اوپدیش کر دی ایسا ڈنڈ دو کہ کوئی اس پرکار کا سکھہ پر جامیں نہ رہتی پاوی تب ہی راجہ اور پرجا کی اُنتی ہوگی انیتھا نہیں" صفحہ ۲۱۵ ستیارتھ پرکاش)

آریہ۔ میری مہربان مولوی صاحب انکی اصل عبارت یہہ ہی جسکو ہم یہاں بجنسہ لفظ بلفظ درج کرتے ہیں

नलामा नें प्रती गान सर्वेच स्य लुलषि नम्न। षदेन गहे सच गा सेतु पुषरेव परी

یہہ شلوک منو ادہیا ۸ شلوک ۴۰۳ ہی ترجمہ تلا مان ترازو کی دُمڑی اور ترازو کی پرکھا کر یکپش یکپش۔ ماہ۔ ماہ پاہ چہٹے ماہ (کیونکہ دوکاندار لوگ بیچ کا سوت اور دو تو لیے ڈنڈی کے نیچے پیچ جیو کے پارہ بھر دیتے ہیں اُس سی جب لیتے ہیں تب دبک لیتی ہیں اور دیتی ہیں تب میں دکم، دیتے ہیں جب گہری مان جاتی تب اور بہاؤ سب مور کہ جاتی تب اور بہاؤ ایسا کر کے موند لیتے ہیں، پر تما ارتہات پرتما نام چھیٹا نک ادک انکو گہٹا بڑھا لیتے ہیں انکی اوہک لیتی ہیں اور نیون دکم، دیتے ہیں پھر مہاجنی ورسا ہوکار میں رہیدیں یہہ نتو دی پرکز ٹھگ میں تبہی کر دیا۔ اس ارتھات کادھی بہاگوت آدکون کی کتھا کرنیوالے اور مندروں کی پوجاری اور سمپرداؤ وا ویراگی شیو۔ دام مارگی آدک پنڈت مہاتما اور سدہ بہت اوپر بکر بنے رہتے ہیں پرنتو انکو سب جگت کو ٹھگنے والے جانا نہیں دیتے وہ کم تولنے والے) اور یہہ (دام مارگی وغیرہ) پرسدہ چور ہیں انکو ڈنڈ سے راجا اپدیش کرے ایسا ڈنڈ ہو کہ کوئی اس پرکار کا منش پرجا میں دیکھنے پاوی تبہی راجا اور پرجا کی اُنتی ہوگی انیتھا نہیں" صفحہ ۲۱۵ و ۲۱۶ ستیارتھ پرکاش)

اور سومرتی ۸ ۴۰۳ کے مطابق کی خدا کی زبانی محمد صاحب نے بھی سورۃ التطفیف میں کم تولنے والے کو خوار لکھا ہے اور سورۃ بنی اسرائیل میں لکھا ہی۔ وزنوا بالقسطاس المستقیم یعنی تولو سیدھے ترازو سے اور دیکھو تعزیرات ہند دفعہ ۲۶۳ سے ۲۶۷ تک باب ۱۳ جسکی سزا ایک سال قید اور جرمانہ ہے وہ بھی کم وزنی کی دفعات ہیں۔

اب مہربانی فرماکر مولوی صاحب ارشاد کیجئے کہ اس ساری عبارت کو سکندریہ کے کتب خانہ جلانے سے کیا تعلق ہے۔

۳۴۲ مولوی۔ اور جو وید آدکوں کی پستک کو پایا اور پورے کے اتہاسوں کا انکا پرایہ ناش کر دیا جیسے کہ انکو پورا لٹ وستہا۔ سمرن بھی نہ رہا پھر جینیوں کا راج اس دیش میں ثبت جمگیا تب جینین ہی بڑی اہمائیں ہوگئے اور کوکرم انیا بھی کرنے لگے۔" (صفحہ ۴۱۳ ستیارتھ پرکاش)

آریہ۔ دہرم کا تنزل اور بودہ مت کی ترقی کا حال بیان کرتے ہوئے سوامی جی لکھتے ہیں کہ اس دیش میں ودیا کے نہ ہونے سے بہت منشوں نے بودھ مت کو سویکار کر لیا۔ پرنتو قنوج۔ کاشی پربت دکہن اور پچھم دیش کے پرشوں نے سویکار نہیں کیا تھا پرنتو وی بہت تھوڑے تھے۔ وی ہی وید آدک پستکوں کا پٹھن پاٹھن کرتے اور کراتے تھے پرانہوں دودہوں نے ورن آشرم۔ یوستہ اور ویدوکت کرموں کو ستھیا دیش ملک کے اتردہا اور ابہر ورتی بہت کرادی پھر رگیو پویت آدک کرم بھی پلارتھ ہوگیا۔ اور جو وید آدک کی پستک کو پایا اور پورے کے اتہاسوں کو انکا پرایہ ناش کر دیا جس سے کہ آنے والے آریوں کو پورا وستھا کا سمرن بھی نہ رہا۔ پھر جینیوں کا راج اس دیش میں ثبت جمگیا۔ تب جینی بھی شے اہمان میں ہوگئے اور کوکرم انیا بھی کرنے لگے (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۱۳ و ۴۱۲)

اب ہم اپنے مہرباں مولوی صاحب سے سودبانہ پوچھتے ہیں کہ اس آپ کے مندرجہ بالا الزام دل سے کہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سری سوامی جی مہاراج نے اگیا دی ہو یا وید و شاستر کا ارشاد یا کسی آریہ راجا کی کارروائی ہو کہ حکمت اور فلسفہ یا مذہب کی کتابوں کو جلادو۔ اور کیا اس کا سکندریہ کتب خانہ جلانے سے بھی کوئی تعلق ہے۔

اب مولوی صاحب نے جو کتب خانہ سکندریہ کی نسبت ہماری خلاف شہادتیں لکھی ہیں اُن پر غور کرتے ہیں۔

۳۴۳ مولوی۔ مشہور محقق ہسٹورین گبن صاحب کی تاریخ کے جو نوٹوں کا ترجمہ۔ ملاحظہ ہو تاریخ گبن صفحہ ... باب ۵۱ جلد اول یہود اور عیسائیوں کی مذہبی کتابوں کے نہ جلانے کی دلیل یہ ہے کہ اہل اسلام ہمارے نام کی بہت عزت کرتے ہیں اور انکی کتابوں کو وہ کتب الہیہ مانتے ہیں۔ جیسا کہ صفحہ ۳۰۷ میں ذکر ہے دیکھو مکتوبات قریشی۔

آریہ۔ اگرچہ قرآن میں بطور نام کے انکو کتب الہامی مانا ہے۔ مگر درحقیقت انکو تمام علماء اسلام نے محرف اور منسوخ گردانا ہے۔ واصل اصل مصلح الدین سعدی شیرازی فرماتے ہیں۔ ے ما رالات و عزیٰ برآوردہ گرد — کہ توریت انجیل منسوخ کرد۔ اور جامی کہتا ہے ے سود شش خطوطی زدخط برنجیل — دہ تکلیف سر توریت و انجیل مسیح چیر کو تقویم پاریہ یا کاغذ ردی سمجھنا سو بات ہی مسح توامر دیگر ہے۔ خود حضرت عثمان جامع القرآن نے قرآن شریف کے صدہا نسخے لیکر جلادیئے اور خود کے نام کا در السحائف یہ کیا بخلاف عثمان وحلو را جمع یک قرآن قرأت یک مصحف قرار داده باقی مصاحف را کہ ملعات مختلفہ بود و تنازعہ میکردند بسوخت صفحہ ۴۷)

اور دوسری جگہ خود عثمان کی زبانی منقول ہے۔ و دیگر میگویند کہ عثمان مصحف را بسوخت وحال آنکہ غرض من ازاں جرات رفع اختلاط ادمیان خلق تو دست بکلام الٰہی (روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۱۷۴ نولکشور ۱۲۷۸ء)

اور فتح الباری شرح صحیح بخاری تصنیف علامہ ابن حجر عسقلانی میں لکھا ہے قولہ وامر بما سواہ من القرآن فی کل صحیفہ او مصحف ان یحرق اور یہ امر اچھی طرح تفصیل کے ساتھ صحیح بخاری میں لکھا ہے دیکھو باب جمع القرآن صفحہ ۷۱۵ مطبوعہ ۱۲۷۰ھ اور یہی ذکر مولوی رحمت اللہ نے اعجاز عیسوی میں لکھا ہے صفحہ ۳۴۶)

ہزاروں تعویذ کرنیوالے مولوی صاحبان صدہا قرآنی آیات کی دہونی دیتے ہیں اور گناہ نہیں مانتے اور دیکھو (تاریخ ابی الفداء عربی مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۷۶ اور نسخہ خبط احمدیہ صفحہ ۲۸)

اور فرقہ علویہ کے مسلمان جو قرآن کا حال کرتے ہیں کیا وہ آپ کو معلوم نہیں شیعہ لوگوں کی کتابیں جنہیں صدہا جگہ قرآن کی آیات تھیں اور محمد صاحب کی صفات اُنکا سنی علماء کو فتویٰ

جلادیا تا مدیگران حیر رسد (دیکھو فتوحات فیروز شاہی اور آئینہ تاریخ نما) عقاید اسلام میں بحوالہ صحیح بخاری کے لکھا ہے کہ عثمان نے قرآن کے بہت سے نسخے اکٹھے کرکے جلادیئے (صفحہ ۹۳ ۱۲۹۷ھ) حدیقہ سنائی کے صفحہ ۵۸۱ پر بھی قرآن کے بہت سے نسخوں کے جلانے کا انہیں الفاظ میں ذکر موجود ہے۔

۳۴۴ مولوی۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ اسکندریہ کے کتب خانہ میں مذہبی کتابیں نہ تھیں جو اصل محل اعتراض ہیں۔

آریہ۔ اگر یہ کتابیں بہت زیادہ تو علمی تھیں۔ مگر مذہبی بھی تھیں ضرور تھیں چنانچہ لکھا ہے کہ یہیں کتب خانوں کیلئے ٹولمی فیلاڈلفس کے حکم سے توریت زبور و صحف انبیا کا عبری زبان سے ستر عالموں کی نگرانی میں یونانی زبان میں ترجمہ ہوا تھا جو سپٹواجینٹ کہلاتا ہے" (دیکھو اخبار الرسول ۱۲۹۸ھ صفحہ ۱۷۱)

ہم اس موقع پر مناسب سمجھتے ہیں کہ جس مورخ پر سہارا کر چند محمدی بھائیوں نے اس کے انکار پر کمر باندہی ہے اسکی اصلی تحریر کا جواب دیں۔

اول اعتراض جو گبن صاحب نے کئے ہیں "ایک تیہا احنی جسنے چھ سو برس کے بعد میڈیا فارس کی سرحد پر تاریخ لکھی جبکہ اُسکے خلاف دو اُس سے پہلے مورخ خاموش ہیں اور دونوں کہ عیسائی اور مصر کے رہنے والے ہیں جن میں سے پہلا پادری یوٹی کی ایس ہے جسنے مصر کے فتح کا مفصل حال لکھا ہے۔ تو اُسکی گواہی کیا معتبر ہو سکتی ہے"

تردید۔ جن دو آدمیوں کا گبن صاحب ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے لائبریری کا ذکر نہیں کیا وہ جاہے کہ سچ ایماندار ہوں مگر علم کے قدرداں نہ تھے کیونکہ وہاں زیادہ تر علمی کتابیں تھیں۔ اور یہ پادری صاحب علم سے نفرت کرتے تھے۔ جیسا کہ پادری کارڈنل زمینیر صاحب نے ۱۵۰۰ء میں آسی ہزار کتابیں قلمی گرینیڈا کے میدانوں میں برباد کر کے آگ کے شعلوں کے حوالہ کر دی تھیں (دیکھو کان فلکٹ آف ریلیجن اینڈ سائنس جس کے مصنف ڈریپر صاحب صفحہ ۱۰۴) مگر آجکل پادری لوگ اُسکی لائیف کو بہت ہی اچھا بیان کرتے ہیں۔ اور لیتھرج وغیرہ اُسکی بہت ہی تعریف کرتے ہیں اور خود گبن صاحب کا ہی اقبال ہے کہ پادری لوگ علمی کتابوں کی عزت یا پرواہ نہیں کرتے تھے (دیکھو گبن کی تاریخ جلد ۳ باب ۲۸ صفحہ ۲۸۸) سارا انکار ایک ہی مصنف ولائق مورخ کی تحریر جو کہ علم کا قدرداں تھا مقابلہ اُن دو ناقدردانوں اور علم کے دشمنوں کی بہت زیادہ قدر اور عزت اور تسلیم کے قابل ہے۔

دوم اعتراض۔ خلیفہ کا حکم سچے مسلمانوں کی رائے کے خلاف ہے کہتے ہیں کہ یہودی اور عیسائیوں کی کتابیں جو لڑائی سے حاصل کیجاویں وہ جلائی نہ جاویں دنیوی علم اور مورخوں اور شاعروں اور حکیموں اور فلاسفروں کی کتابیں بھی مسلمان لوگ استعمال کر سکتے ہیں۔

تردید۔ نہیں معلوم کہ سچے مسلمانوں سے گبن صاحب کی کیا مراد کیا انہوں نے جو دارا شکوہ پر فتوے دیئے گئے تھے نہیں سنے۔ کیا اندروں گرجاؤں کے ساتھ جو سچے مسلمانوں نے جنہیں امین الملۃ و یمین الدولہ کا خطاب سلطان روم نے دیا تھا سلوک کیا ہے وہ آپکو معلوم نہیں۔ جو دھرم و سپہ سالار نے حالانکہ شاعر تھا مگر بسبب تعصب مذہبی کے ہر ایک چیز کی فہرست لکھی مگر لائبریری کا نام بھی نہ لکھا۔ درحقیقت جان فیلوپنس حکیم کے کہنے کے مطابق اسکی کچھ قدر اُسے معلوم ہوئی تب بھی کتابوں کی فہرست بنائی اور نہ انکا مفصل حال لکھا صرف اندہادہند لکھ دیا۔ مگر صحیح بات اس طور پر ہے جیسا کہ اخبار پانیر کے لائق اڈیٹر نے لکھا۔ اور جسکو خلیفہ صاحب نے اپنی کتاب میں بلا کسی عذر کے درج کر دیا کہ بیشک خلیفہ عمر کو کتابوں کی کچھ پرواہ نہ تھی اور نہ اسکو لکھنے پڑہنے میں کچھ تامل تھا دیکھو اعجاز التنزیل صفحہ ۱۸۹)

سوم اعتراض۔ شاید یہ بات محمد صاحب کے جانشینوں کے ہوش سے ہو سکتی ہے۔ مگر اس معاملہ میں بسبب کمی مصالحہ کے آگ جلدی بجھ جاتی یہ اسقدر کتابیں نہ تھیں کہ چھ ماہ تک جلائی جاتیں"

تردید۔ شاید نہیں بلکہ ضروری طور پر یہ سخت حادثہ محمد صاحب کے جانشینوں سے ہوا مصالحہ کی کمی کا آپ غم نہ کیجئے کہ تہوڑی تہوڑی لکڑی اور جاستک بھی ساتھ جلایا کرتے تھے لکڑیوں کے ساتھ کتابیں جلتی تھیں اکیلی نہیں۔ اخیر میں گبن صاحب فرماتے ہیں اگر یہ بیریا دہ مانو فزائیٹ کے فرقوں کے جھگڑوں کی صحیح کتابیں عام حمام میں جلائی گئی ہوں تو ایک فیلسوف ہنسی سے کہہ سکتا ہے کہ بخیر آخر کار انسان کے کام میں تو آئیں ... گئیں تو اچھا ہوا" (دیکھو تاریخ روم مطبوعہ چینڈوز کلیسکس لنڈن جلد ۳ باب ۵۱ صفحہ ۱۷۸ سے ۱۷۹ تک)

بیشک صحیح بات ہے کہ آریوں اور ماقبل آئیت فرقوں کی ضخیم کتابیں اردن کیتھلک وغیرہ نے برباد کر دیں اور جلا دیں اور اُن سے نہایت ہی بُرے بُرے سلوک کئے۔ دیکھو ز فروٹ آف کرسچانٹی مطبوعہ لنڈن) اور کرسچین مت دپن مطبوعہ ۱۸۹۱ء اور ایسے ہی سلوک علمی کتابوں اور غیر مذہب کے عالموں کے ساتھ قرون ثلاثہ میں اہل اسلام نے کئے اور ۳۰۰ھ کے بعد بھی اکثر مقامات پر ایسے ہی سلوک کئے۔ ـ پنچم کرنا کردہ قرآن دست بہ کتب خانہ چند ملت بشکست۔ واضح ہو کہ عیسائیوں نے بھی کتب خانہ جلائے ہیں اور محمدیوں نے بھی مگر اُسی وقت جبکہ تعصب مذہبی کے سبب علم کی قدر دانی سے محروم تھے۔ سکندریہ کے ایک ورکشاپ کو اس سے پہلے غالباً ۳۰۰ سال عیسائیوں نے جلا دیا تھا۔ مگر وہ پھر بھی مرتب ہو گیا تھا۔ کیونکہ مذہبی پوجاری اور بادشاہ اسکے حامی تھے۔ اب ہم چند فاضل مورخوں کی شہادت عرض کرتے ہیں کہ آخرکار یہ کتب خانہ مسلمانوں نے جلا دیا ہے نہ کسی اور نے۔

نمبر ۱۔ آنریبل سر سید احمد خاں صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی فرماتے ہیں "یہ تحقیق ہے اور عربی تواریخوں میں یہہ واقعہ درج ہے کہ کتب خانہ خلیفہ عمر کے حکم پر جلا یا گیا تھا۔ اگرچہ یہہ ممکن ہے کہ اُسکی ضخامت کی نسبت کچھ مبالغہ کیا گیا ہو جو لوگ اس الزام کے رفع کرنے کے خواہاں ہیں وہ صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ مصنفین عرب نے اس روایت کو غلط بیان کیا ہے۔ لیکن ضرور ہے کہ انکے ایک واقعہ کو غلط بیان کرنے کی کچھ وجہ ہو وجہ صرف یہی پیش کیجاتی ہے کہ مسلمانوں کے اسکندریہ فتح کرنے سے پیشتر عیسائیوں نے کتب خانہ کو جلا دیا تھا۔ اور مسلمان مؤرخین نے غلطی سے اس واقعہ کو عمر کے حملہ مصر کے عہد سے منسوب کیا ہے۔ یہہ وجہ ایسی کمزور ہے کہ اسکی درستی پر یقین کرنا مشکل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایک دفعہ اس کتب خانہ کو عیسائیوں نے آگ لگا کر جلا دیا تھا۔ لیکن یہہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ عمر کے حملہ کے وقت یہہ اسی تباہی کی حالت میں تھا۔ اور بعد میں پھر جمع نہیں کیا گیا۔ یا یہہ کہ مسلمانوں کے حملے کیوقت کوئی مجموعہ کتب سکندریہ میں نہ تھا اصل واقعہ اس طرح پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسکندریہ میں ایک کتب خانہ تھا جسکو عیسائیوں نے جلا دیا تھا۔ مگر اس کے بعد پھر وہ مرتب کیا گیا تھا۔ تواریخ سے اسقدر تحقیق ہوتا ہے۔" (دیکھو اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور مطبوعہ ۱۲ مارچ ۱۸۹۰ء و سر سور گزٹ ۲۴ مارچ ۱۸۹۰ء)

آنریبل محقق فاضل نے جب وہ رائے دی تو اُسپر ایک مسلمان مولوی کو بڑا افسوس ہوا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ اگر ہندوستان کے کم تعلیم یافتہ مسلمان جو نہ تو عرب کی قدیم تواریخوں سے بہرہ اندوز ہو سکتے ہیں۔ اور نہ مغربی علوم تک اُنکی رسائی ہے اس (سکندریہ کے کتب خانہ کو مسلمانوں نے جلا دیا) مضمون کی ناواقفیت ظاہر کرتے۔ تو چنداں حیرانی کی بات نہ تھی مگر جب سر سید احمد خاں جیسے لوگ بھی یہہ خیال رکھتے ہوں کہ اس کتب خانہ کے حضرت عمر کے وقت میں جل جانے کی روایت صحیح ہے تو اسپر صرف تعجب ہی نہ ہوگا بلکہ افسوس ہوگا"۔

نامی گرامی مورخ ولیم سمتھ صاحب فرماتے ہیں "اس اسکندریہ کی لائبریری میں ایک روایت کے بموجب سات لاکھ کتابیں تھیں۔ (لسٹ وع کی قدیم تواریخ باب ۲۲ فقرہ ۲) اور دوسری روایت کے بموجب چار لاکھ (ایتھنسر کی تواریخ صفحہ ۳) اس لائبریری کی کچھ حصہ سراپیس کے مندر میں جمع تھا جہاں کہ دو لاکھ کتابیں پرگمس کے بادشاہوں سے جمع کی تھیں اور جو ایم انٹونیو نے ملکہ کلیوپیٹرا کی نذر کی تھیں۔ عجائب خانہ کی لائبریری جولیس قیصر کے محاصرہ میں برباد ہو گئی۔ اور سراپیس کے کتب خانہ کو اسکندریہ کے لوگوں کے باہمی جھگڑے سے نقصان پہونچا تھا۔ اور خصوصاً اُسوقت جبکہ مندر کو عیسائی مجاہدین نے چوتھی صدی میں برباد کر دیا تھا۔ مگر کتب خانہ کی کُل کتابیں آخرکار خلیفہ عمر کے حکم سے ۶۴۰ء میں جلائی گئیں"۔ (دیکھو ڈکشنری گریک اینڈ رومن جیاگرفی جلد اول صفحہ ۹۷ سطر ۲ سے ۴۱ تک لنڈن)

نمبر ۳۔ مشہور و معروف یوروپین فاضل مسٹر جے ایم راڈویل صاحب ایم۔ اے فرماتے ہیں "اگرچہ اسلام میں بہت سی باتوں کے لحاظ سے ایک ناکامیابی ہے لیکن بہت زیادہ تر قرآن ہی کی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ انگ بے آب علف جزیرہ نما کے باشندے جسکے افلاس کی برابری صرف انکی جہالت ہی کر سکتی ہے۔ نہ صرف ایک نئے مذہب کے پرجوش اور سچے پیرو بن گئے۔ بلکہ بموا اور بہت سے اور لوگوں کی طرح اسکے بزور شمشیر پھیلانے والے ہو گئے۔ وہ لوگ مملکتوں کے بانی اور شہروں کے آباد کنندہ اور کتب خانہ انہوں نے خراب کئے تھے۔ اُن سے زیادہ کتب خانوں کے جمع کرنے والے ہو گئے"۔ (ترجمہ قرآن انگریزی ۱۸۶۱ء کا دیباچہ)

نمبر ۴۔ پھر ایک نہایت قابل قدر اور بے نظیر مورخ فرماتے ہیں "اسی اثنا میں عمرو بن العاص نے جو کہ مصر کی فوج کا کمانڈر تھا۔ اسکندریہ کے فتح کرنے سے اُس ملک کی فتح کو ختم کیا ۶۴۰ء میں یہہ بات اسی وقت واقعہ ہوئی کہ مشہور لائبریری جسکو ٹالمی فلاڈلفس نے بنایا تھا اسکو مسلمان فاتحوں نے بالکل تباہ کر دیا جب عمرو نے خلیفہ کو درخواست کی کہ ان کتابوں کی نسبت آپکی کیا رائے ہے۔ تو اُسکا یہہ حکم آیا کہ برباد کر دو کیونکہ عمر نے لکھا کہ اگر یونانیوں کی کتابیں خدا کی کتاب یعنے قرآن کے مطابق ہیں تو بیفائدہ ہیں اُنکے رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر وہ برخلاف ہیں تو وہ سخت نقصان رساں مذہب کے واسطے ہیں پس انکو برباد کر دینا چاہئے"۔ اس حکم کے بموجب بیان کرتے ہیں کہ چار ہزار حماموں اور بعضوں کے قول کے بموجب پانچ ہزار حماموں کو شہر میں تقسیم کی گئیں جنھیں کہ وہ چھہ ماہ تک بطور قیمتی لکڑی کے استعمال کیگئیں۔ اگرچہ گبن نے اس بیان کو غلط ثابت کرنے کے لئے بڑی عقل دوڑائی ہے لیکن پھر بھی ہمکو اس بات کو یقیناً ماننا پڑتا ہے کہ کتابیں ضرور خلیفہ کے حکم سے جلائی گئیں"۔ (دیکھو انگلش انسائیکلو پیڈیا جلد ۳ ردیف ا مطبوعہ لنڈن بریڈبری اگنیو اینڈ کمپنی صفحہ ۶۶ و ۷۲۵)

نمبر ۵۔ عربی کے فاضل تواریخ عرب کے ماہر مشہور و معروف ڈاکٹر لیٹنر صاحب بہادر فرماتے ہیں "حضرت عمر کی خلافت میں ۶۴۰ء میں ابو بکر عمرو ابن العاص نے مصر پر حملہ کیا۔ شہر اسکندریہ فتح ہوا اور لوٹا گیا۔ کتب خانہ وہاں کا ہیزم کی جگہ جلایا گیا اس جگہ پہلا کتب خانہ جو بادشاہ ٹولومیز نے مرتب کیا تھا۔ وہ تو آگے ہی قیصر روم کے حکم سے جل چکا تھا۔ اس کے بعد یہہ کتب خانہ طیار ہوا تھا۔ وہ حضرت عمر کے حکم سے جلایا گیا"۔ (دیکھو سنین الاسلام حصہ دوم صفحہ ۸۰ ۱۸۷۶ء لاہور)

نمبر ۶۔ خوند میر مورخ ایرانی خلیفہ عمر کے قابل تعریف کاموں کی یہہ تفصیل کرتا ہے "کہ اسنے چھتیس ہزار شہر اور قلعہ کا فرون سے چھینے اور چار ہزار مندر اور گرجے برباد کئے۔ اور ہم اسو مسجدوں کی بنیاد ڈالی"۔ (انگلش سائیکلو پیڈیا جلد ۶ ردیف ا و بیان خلیفہ عمر صفحہ ۵۶۷ و ۵۶۸)

نمبر ۷۔ ایک اور عالی قدر اور فاضل مورخ فرماتا ہے "غالباً چھاپہ کی ایجاد سے پیشتر دنیا میں یہہ سب سے بڑا کتب خانہ تھا جسکی بنیاد ٹالمی سوٹر نے مسیح سے ۲۸۴ برس پیشتر ڈی میٹریس فلیریس کے کہنے سے جسنے ایتھنز کا کتب خانہ دیکھا تھا ڈالی۔ اس کتب خانہ کے واسطے یونان اور ایشیا کے مختلف حصوں میں ایجنٹ مقرر کئے گئے تھے تاکہ نایاب اور نہایت قیمتی کتابوں کو خریدیں حتیٰ کہ آخرش سکندریہ کے کتب خانہ میں ۷ لاکھ کتابیں ہو گئیں ابتدا میں یہہ کتابیں بروشیم کے عجائب خانہ میں رکھی گئی تھیں لیکن جب جلدوں کی تعداد چار لاکھ تک پہونچ گئی۔ تو ایک نئی لائبریری سیراپیم کے مندر میں بنائی گئی جہاں کہ تین لاکھ کتابوں کے

قریب جمع تھیں جولیس سیزر کے فتح کرنے کے تعلق مارک زمیاں پرانی لائبریری کو اتفاقاً آگ لگی۔ تاہم سریپس کا کتب خانہ بچ گیا جس میں تعداداں بہت کتابیں بڑھائی گئیں خصوصاً پیٹر یگمی ان کے جمع کرنے سے جنہیں دولاکھ کتابیں مارک انٹنی نے ملکہ کلیوپیٹرا کو نذر کی تھیں۔ اور اس طرح یہ لائبریری پہلی لائبریری سے تعداد اور قیمت کے لحاظ سے بہت بڑھ گئی تھی۔ جب ۳۹۱ء میں تھیوڈیس اعظم کے ماتحت تھیوافلس نے صدر ویران کیا لائبریری کا ایک بڑا حصہ کھویا گیا تھا۔ لیکن مسلمانوں کے اسکندریہ کو ۶۴۱ء میں فتح کرنے سے یہ لائبریری بالکل برباد کیگئی بیان کرتے ہیں۔ کہ جب فاتح جنرل عمرو نے خلیفہ عمر سے کتب خانہ کی بابت ہدایت مانگی۔ اسکو یہ حکم ملا کہ اگر یونانیوں کی کتابیں خدا کے کلام یعنے قرآن سے مطابق ہیں۔ تو وہ بیفائدہ ہیں اور انکو محفوظ نہ رکھنا چاہیئے۔ اور اگر وہ غیر مطابق ہیں تو سخت نقصان رساں ہیں۔ پس انکو برباد کردینا چاہیئے بیان کرتے ہیں کہ ان کتابوں سے ۴ ہزار حمام گرم کیگئے اور انکی تعداد اس قدر تھی کہ وہ چھ ماہ تک گرم کرنے کے کام میں آکر جلتی رہیں" (دیکھو ولی ممبر ڈکشنری آف یونیورسل انفرمیشن جلد اول صفحہ ۳۱ لنڈن)

نمبر ۸ ـ نامور مورخ مسٹر سائیس آکلی صاحب فرماتے ہیں "ایک شخص بنام جان اُس وقت بہت عالم فاضل خیال کیا جاتا تھا۔ عمرو کی اُس کے ساتھ بہت دوستی تھی ایک دن جان نے عمرو سے کہا کہ آپ کتب خانہ کی کتابوں کا ملاحظہ فرمائیں۔ اور کتابیں مجھے عنایت کردیں۔ عمرو سپہ سالار نے اس بات کے واسطے اپنے افسر سے یعنے خلیفہ عمرؓ سے اجازت مانگی۔ خلیفہ رض نے جواب دیا کہ اگر مضمون کتب مطلوبہ کا قرآن مجید کی آیات کے مطابق ہے۔ تو خیر ورنہ تمام کتابیں ردی ہیں پھینک دو۔ خلیفہ عمر کے ارشاد مبارک کے مطابق کچھ کتابیں لوگوں کو تقسیم کردی گئیں۔ اور باقی کی حاکم نے اپنے حمام خانہ کے کام میں لاکر جلادیں۔ اگرچہ بہت مبالغہ دراصل تعداد کتب مذکورہ بالا کی نسبت بیان کیا گیا ہے۔ مگر روایت ہے کہ یہ کتابیں پورے چھ ماہ تک جلنے کے کام میں آتی رہیں۔ یہ کتب مصر کے قدیم بادشاہوں نے جمع کر رکھی تھیں" (دیکھو تواریخ سراسین انگریزی صفحہ ۲۲ و ۲ پیرا دوسرا ۱۸۴۷ء موجودہ لائبریری لاہور اور نسخہ شیخ احمد صفحہ ۵ و ۲۵۱)۔

نمبر ۹ ـ مورخ ابو الفراغلیس لکھتا ہے کہ فرصت کے وقت عمرو سپہ سالار یہاں فلوپس سے گفتگو کرتا تھا۔ اور اس سے اُسکی دوستی تھی اس سبب سے عمرو سے اس نے ہی عظیم الشان لائبریری کی درخواست کی۔ جو لائبریری فلوپس کی نگاہ میں بیش قیمتی اور وحشیوں اعرابیوں کی نگاہ میں محض ہیچ تھی۔ اور جو ابھی تک تباہ نہیں ہوئی تھی۔ عمرو سپہ سالار اس صرف سوچ کے جاننے والے فاضل فلوپس کی خواہش پوری کرنا چاہتا تھا) مگر بسبب دیانت داری کے وہ ذراسی بھی چیز بغیر خلیفہ کے حکم کے نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے خلیفہ سے درخواست کی جس کا یہ حکم آیا کہ اگر یہ گریس والوں کی کتابیں خدا کی کتاب کے موافق ہیں تو بیفائدہ ہیں اور نہ باقی رہنے دینا چاہیئے اور اگر وہ اُس (خدا کے کلام) کے برخلاف ہیں۔ تو وہ نقصان دہ ہیں۔ پس انکو برباد کرنا چاہیئے" اس حکم کی تعمیل نہایت فرمانبرداری سے کیگئی اور وہ کتابیں چار ہزار سکندریہ کے حماموں میں تقسیم کگئیں۔ اور وہ اسقدر تھیں کہ چھ مہینے اُنکے جلنے کے لئے مشکل سے کافی ہوسکے" (دیکھو پوکاک صاحب کی ابو الفراعین صفحہ ۱۱۴)

نمبر ۱۰ ـ مشہور فاضل ڈریپر صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ "اس لائبریری کی کتابوں کی تعداد پر شک کیا جاتا ہے لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ خلیفہ عمرؓ نے یہ حکم دیا تھا۔ خلیفہ عمر اُمی آدمی تھا۔ اور اسکے مجلسی سخت دینی متعصب اور جاہل تھے عمر کا یہ کام علی کے کہنے کی تعمیل تھی" آگے عیسائیوں کے ظلموں کا ذکر کرکے فرماتے ہیں) کہ اکثر ایسے کام دین کے مفتریوں سے ہوتے ہیں" (ہسٹری آف دی کانفلکٹ بٹوین سائنس اینڈ ریلیجن صفحہ ۱۰۳ و ۱۰۴ لنڈن ۱۸۷۵ء)

نمبر ۱۱ ـ مشہور و معروف مصنف ارونگ واشنگٹن صاحب امریکن فرماتے ہیں۔ "اگزنڈریا کو سنہ ۶۴۰ء میں فتح کرنے کے بعد عمرو سپہ سالار نے خلیفہ عمر کو اسکا حال لکھا کہ یہیں چار ہزار محل۔ پانچہزار حمام۔ چارسو تماشہ گاہ۔ بارہ ہزار باغبان ۴ ہزار یہودی ہیں انکو لوٹنا چاہیئے یا نہیں۔ خلیفہ نے حکم بھیجا۔ کہ انکو مت لوٹو۔ اور اُن کے مال و اسباب کی فہرست تیار کرو۔ عمرو شاعر تھا۔ اور اُسکی ایک فلوپس جان گرامرجانے والے سے دوستی ہو گئی تھی ایک کمبخت گھمنڈ میں جان گرامرین نے عربی جنرل کی لطف عنایت سے حوصلہ پاکر ایک خزانہ اکسیر ظاہر کیا۔ جو ابھی تک اُسکی نگاہ پڑ رہا تھا۔ یا کہ اس مسلمان فاتح کو اسکی قدر نہیں کی تھی۔ یہ خزانہ مجموعہ کتابوں یا نوشتہ کا تھا جو اس وقت سے الگزنڈرین لائبریری کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے جان نے جب چاہا۔ کہ اس نے شہر کی ہر ایک قیمتی چیز کا حساب تولیا اور تمام اُس کے خزانوں کو مقفل کردیا۔ مگر اس نے کتب خانہ کی کتابوں کی کچھ پرواہ نہ کی۔ تب جان نے عرض کی کہ یہ کتابیں مجھ کو عنایت ہوں لیکن اس عالم کے پرجوش بیان سے عمرو کی نگاہ میں ان کتابوں کی قدر بڑھ گئی۔ اس واسطے اُن کے دینے میں اس نے بلا حکم خلیفہ کے پس وپیش کیا۔ اُسنے فوراً خلیفہ کو خط بھیجا اور اس میں جان کے اوصاف بھی بیان کیئے۔ اور درخواست کی کہ آیا اسکو یہ کتابیں دیجاویں یا نہیں خلیفہ عمر کا جواب مختصر لیکن مہلک تھا۔ خلیفہ نے لکھا "کہ مضمون ان کتابوں کا یا تو موافق ہے یا موافق نہیں۔ اگر موافق ہے تو قرآن بغیر ان کے کافی ہے۔ اگر موافق نہیں ہے تو وہ نقصان رساں ہیں۔ اس لئے وہ برباد کیجاویں" چنانچہ پانچہزار شہر کے حماموں میں کتابیں اور نوشتہ بطور ایندھن کے تقسیم کیئے گئے لیکن وہ اس قدر زیادہ تھے کہ اُن کے جلانے میں چھ ماہ لگ گئے۔ یہ وحشیانہ حرکت انکا ابو الفراجیس نے بیان کی ہے۔ اور گبن نے اس پر شک کیا ہے۔ اسوجہ سے کہ دو پرانے مورخوں الماسین اور یوتھی چی اس نے اپنی تواریخوں میں نہیں لکھا۔ اور حال میں لوگ (بغیر ثبوت) کہتے ہیں کہ وہ کتابیں جنکا جلادینا لکھا ہے۔ وہ ابھی تک قسطنطنیہ میں موجود ہیں۔ مگر ہم نہیں جانتے کہ انکے پاس کیا ثبوت ہے۔ بہرکیف انکا جلانا اکثر یقین کیا جاتا ہے۔ اور تواریخ دان اُسپر بہت افسوس کرتے ہیں" دیکھو لائف آف دی سکسیسرز آف محمد جلد دوم صفحہ ۲۱۵ سے ۲۱۷ تک موجودہ لائبریری لاہور۔)

نمبر ۱۲ ـ مورخ مانڈر صاحب بہادر فرماتے ہیں "تولیمی لیگس کے لڑکے اور جانشین تولیمی سوتر نے اسکندریہ میں ایک فاصلون کا مدرسہ یعنے اکیڈمی قائم کیا۔ اور اسی شہر میں ایک مشہور و معروف کتب خانہ بنایا جسمیں اہل روم کی فتوحات کے زمانہ میں ۷ لاکھ کتابیں موجود تھیں جنمیں سے کچھ اتفاقیہ آگ سے اس زمانہ میں غارت ہوگئیں جبکہ جولیس سیزر نے اسکندریہ پر حملہ کیا تھا۔ لیکن وہ نقصان آئندہ صدیوں میں پورا ہوگیا یہاں تک کہ ساتوین صدی میں مسلمان خلیفہ عمر کے حکم سے وہ عظیم کتب خانہ بالکل تباہ کیا گیا" دیکھو ٹریژری آف ہسٹری صفحہ ۲۳۸ کالم ۲ پیراگراف آخری سطر ۱۵ سے ۲۶ تک موجودہ لائبریری لاہور)

پھر لکھتے ہیں کہ سنہ ۶۴۲ء میں سکندریہ کی لائبریری خلیفہ عمر کے حکم سے جلائی گئی۔ اور وہ لائبریری اتنی بڑی تھی کہ اُسکی کتابوں سے ۶ ماہ سے زیادہ چار ہزار حماموں کی آگ جلتی رہی" (ٹریژری آف ہسٹری صفحہ ۸۲۹ کالم ۱)

پادری فانڈر صاحب لکھتے ہیں "کتب خانوں کے چھین لینے کے بعد عمر نے انکے جلادینے کا حکم کیا اور اسوقت کے اور محمدیوں کا بھی یہ حال تھا کہ جو پرانی کتاب پاتے تھے برباد کرتے سو اس برباد کرنے میں یا تو پرانی کتابوں کی قدر نہیں جانتے یا یہ سمجھتے تھے کہ انکا مضمون قرآن کے خلاف ہونے پر گواہی دیتا ہے۔ اور یہی قدیم کتابوں کا برباد کرنا محمدیوں کی ایسی بیخبری کا باعث ہوا" (میزان الحق مطبوعہ ۱۸۵۰ء باب اول فصل ۳)

مولوی ـ ابو الفرجیس کا افسانہ اس قدر مشہور نہ ہوجاتا۔ اگر اس سے یہ غرض نہ ہوتی کہ روم کے وحشی فتحیابوں کو اس بات کا الزام دیا جاوے کہ انہوں نے دنیا میں علمی تاریکی

نے کی کوشش کی'' اس حکایت کو سب سے پہلے ابوالفراعیس مورخ نے ایجاد کیا ہے یہ مدینہ کا باشندہ تھا۔ اور چودھویں صدی عیسوی میں یعنی اس واقعہ کے قریباً آٹھ سو برس بعد اس نے اپنی کتاب لکھی تھی۔

آریہ ۔ یہہ آپکی تاریخی غلطی ہے فاضل ابوالفراعیس نے یہہ واقعہ سب سے پہلے درج نہیں کیا بلکہ اس سے پہلے ایک اور مورخ عبداللطیف صاحب نے اسکو درج کیا ہے اور یہہ فاضل یعنے عبداللطیف مورخ مصر ۵۴۲ سال بعد فتح سکندریہ کے ہوا ہے۔ اور ابوالفرجیوس بھی آٹھ سو برس بعد نہیں ہوا بلکہ ۵۸۶ سال ہوا ہے۔ انہوں نے جو کچھ لکھا وہ نہایت غور و پڑتال کے بعد لکھا ہے۔

مولوی ۔ عبداللطیف مورخ مصر حادثہ سکندریہ سے آٹھ سو برس بعد ۱۱۶۲ء میں پیدا ہوا اور ۱۲۳۱ء میں مر گیا۔

آریہ ۔ یہاں بھی حساب میں آپ نے غلطی کی ۵۴۲ سال ہوتے ہیں۔ مگر آٹھ سو سال ۲۵۸ سال کہاں اُڑا دیئے۔

مولوی ۔ نہ اس واقعہ کو تاریخ بحری کے مصنف نے بیان کیا ہے جسنے اپنی قابل تعریف تصنیف کو ۳۰۲ھ یا ۹۱۴ء میں ختم کیا تھا۔ تاریخ بحری دو دل طرز اور واقعات کے لحاظ سے نہایت اعلےٰ درجہ کی تصنیف ہے۔

آریہ ۔ اسکندریہ کے فتح کرنے کا کوئی مفصل حال یا مجمل ذکر تاریخ بحری میں نہیں ہے پھر کتب خانہ کا کیا پتہ یا نشان لگ سکتا ہے۔ دوم تعصب اسلامی کی شامت سے وہ ایسے فضول واقعات کے لکھنے کو متوجہ ہی کب ہونے تھے۔ اور اگر کچھ تحریر کر بھی دیتے تو آپ کیا غیرت اسلامی کے تقاضا سے ماننے والے تھے۔ مورخ عبداللطیف صاحب المصری فاضل ابوالفرجیوس صاحب ملدی۔ احمد المقریزی القاہری صاحب اور ابن خلدون صاحب ان سب کی بے تعصبانہ و فاضلانہ شہادتوں کو کیا آپنے مان لیا۔

مولوی رحمت اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے تو تحریف کتابیں کہ جنہیں وہ خود بھی ایسا سمجھتے تھے جلوائی ہیں بخلاف عیسائیوں کے کہ انہوں نے وہ کتابیں غارت کیں کہ جنہیں وہی لوگ خدا کا خاص کلام جانتے تھے'' (صفحہ ۵۰ اعجاز عیسوی مطبوعہ ۱۸۵۳ء اگرہ)

پس یہہ بات ہر طرح صحیح تحقیقات سے ثابت ہے کہ سکندریہ کا عظیم الشان کتب خانہ جو صفحہ دنیا پر ایک نہایت ہی عجوبہ و قیمتی یادگار تھی۔ کتب خانہ موصوف میں مصر، یونان، ہندوستان، اور روم قدیم کے بیش قیمت علمی مخازن موجود تھے اور اُن میں سے صرف اُن مسودوں کی تعداد جو الماریوں میں چُنے ہوئے تھے چار لاکھ تھی اگرچہ صرف یہی ایک قیمتی اور قابل قدر علمی ذخیرہ اپنے مالکوں اور اسکندریہ کے فخر و ناز کے لئے کافی تھا تاہم اسی قدر وسعت کا ایک اور کتب خانہ جو سیرا پس المشہور بہ سرا پیم کے تہخانہ میں عظیم الاقتدار خاندان طلیمی کے دلچسپی علوم و فنون کا ثبوت دے رہا تھا قریباً ایک لاکھ تھا جسمیں تین لاکھ کتابیں علمی خزانوں سے مالا مال رکھی ہوئی تھیں پس ان دونوں کتب خانوں کا مجموعہ کتب ۷ لاکھ بیان کیا جاتا ہے جو کہ ٹالیمی فرمانرواؤں کی علمی خاندانوں کا ایک عمدہ نتیجہ متصور ہوتا ہے۔

اگرچہ اس پر اور بھی صدمے پہونچتے رہے مگر آخر کار اسکا خاتمہ کر ڈالا ۶۴۰ء میں خلیفہ عمر کا وہ غصناک حکم تھا جسنے چہ ماہ تک شعلہ ناک ہو کر اُسکا نام و نشان مٹا دیا اور صرف مصر ہی نہیں۔ بلکہ ایران، ہندوستان غرضیکہ جہاں اسلام کا نشان گیا علم کا ستیاناس کرتا گیا۔ اس سے انکار کرنا بعینہ ایسا ہی ہے جیسا کہ محمود، علاؤالدین، اورنگزیب، تیمور، نادر، و احمد شاہ ابدالی کے جور و ظلم سے انکار کرنا۔ اگر کوئی اتنے سو سالوں کے بعد انکار کرے کہ وہ لاکھوں لاکھ مبدوں کا فروں کے سروں کے ذبیحہ جو تیموریہ انکے گئے تھے انکا کیا ثبوت ہے یا ایسا ہونا انکا انوار ہویں صدی کی یورپین تہذیب کے زمانہ میں (ا)سا بعید ہے۔ تو اے ناظرین ہم سوائے اسلامی تواریخی ثبوتوں کے اور کیا سنا سکتے ہیں۔ اور اسوقت اگر کوئی مولوی چراغ علی خان صاحب جیسا یہہ کہے کہ مسلمانوں میں تاریخی واقعات میں مبالغہ اور مسابلت ثابت ہوگئی ہے اسوجہ سے نکما اُڑا جاتے ہیں'' تو ایسی باتوں کا ورحالیکہ صحیح واقعات سے انکار ہو رہا ہے) اور ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ العاقل تکفیہ الاشارۃ والغافل لا ینطعہ لف عبارۃ

القائے شیطانی و توصیف بتان کا قصہ

ہم نے تکذیب براہین احمدیہ صفحہ ۲۰۳ پر دو معتبر تفسیروں کے حوالہ سے لکھا تھا کہ ایک دن محمد صاحب بانی اسلام مکہ کے سردار میں سورۂ نجم پڑہ رہے تھے اور اسوقت پڑہتے پڑہتے یہہ فرمایا افرایتم اللت والعزی ۵ ومنواۃ الثالثۃ الاخری ۵ تلک الغرانیق العلیٰ ۵ وان شفاعتہن لترتجی جب یہہ ساری سورت ختم کر چکے تو سجدہ کیا یہہ ایسا وقت تھا کہ کعبہ میں ۳۶۰ بت موجود تھے بت پرست اور کعبہ پرست دونوں حاضر رہتے تھے کعبہ پرستوں نے بہ تقلید رسول خود اور بت پرستوں نے بتقلید بزرگان و بسبب تعریف محمد صاحب یکجا سجدہ کیا۔ اور باہم صلح صفائی ہوگئی یہہ خبر اُن مسلمانوں کو جو حبشہ واقعہ ملک مصر میں تھے جا پہونچی وہ سنکر بہت خوش ہوئے اور وطن مالوفہ کو پھرے چند روز کے بعد طمع پیری و مریدی کے سبب کوئی تنازعہ ہوا اور پھر آپسمیں بگڑ گئے محمد صاحب نے جھٹ فرما دیا کہ وہ آیت جسمیں بتوں کی تعریف و شفاعت کی ترغیب تھی میرے منہہ سے شیطان نے نکلوا دی تھی۔ بنا بران منسوخ سمجھو۔

واضح ہو کہ محمد صاحب ہمیشہ دل میں تمنا کیا کرتے تھے کہ خدا کوئی ایسی آیت قرآن میں نازل فرما دے کہ جس سے درمیان ہمارے اور ہماری قوم کے صلح ہو جاوے چنانچہ ویسی ہی آیت خدا نے نازل کی جسنے کعبہ پرستی اور بت پرستی ملا دی لیکن باہمی جھگڑا ہو جانے سے اسی ماحق منسوخ کر دیا اور کہدیا کہ وہ آیت شیطان نے میرے منہہ میں ڈالدی ہے اس واسطے کہا ہے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اب ہمارے مہربان مولوی صاحب اس سے انکار کرتے ہیں۔

۶۳۴ مولوی ۔ اسلام کے مختلف فرقے دُنیا میں موجود ہیں۔ سب کے پاس قرآن ہے مگر تعجب ہے کہ کسی میں یہہ موجود نہیں۔

آریہ ۔ بے شک اسلام کے ۷۵ مشہور اور ۱۵۰ غیر مشہور فرقے دُنیا میں موجود ہیں لیکن سب کے قرآن ہم نے ابھی تک نہیں دیکھے اور نہ غالباً آپ نے دیکھے ہیں۔ اگر کسی میں ہو تو درج کیا ہے۔ مگر سب تفسیروں میں ہے جس طرح اور بہت سی منسوخ شدہ آیات اب قرآن میں نہیں رہیں بلکہ نکالی گئیں انہیں کے شمار میں ایک یہہ بھی ہے۔

۶۳۴ مولوی ۔ اور ہو کیسے قرآن کریم کی شان اس سے اعلےٰ وارفع ہے کہ اس مجموعہ توحید میں ایسا مشرکانہ مضمون ہو اب حقیقت میں قرآن پر کوئی اعتراض نہ رہا۔

آریہ ۔ اگرچہ وہ آیت اس عثمانی قرآن میں نہیں ہے۔ کیونکہ یہہ تو حضرت عثمان جامع القرآن نے اُس سے انتخاب کر کے لکھوایا ہے۔ اور باقی سب پرانے نسخے آگ میں جلوا دیا (دیکھو تاریخ ملک اسماعیل ابوالفدا عربی مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۱۷۶) لیکن اُس محمدی قرآن میں تو کعبہ کے اندر خود محمد صاحب نے پڑہا تھا۔ یہہ آیت موجود تھی۔ تمام مفسر اس کے قائل رہے ہیں اور ثابت ہے کہ القائے شیطانی انصاف پسند محققوں کا مطلب دونوں طرح حاصل ہے۔

ہم معالم التنزیل اور زاد الآخرت دو تفسیروں کی عبارت تکذیب براہین میں درج کر چکے ہیں۔ اب باقی تفاسیر کی عبارت درج کرتے ہیں۔

نمبر ۱ ۔ صحیح بخاری میں ہے عن ابن عباس قال سجد النبی بالنجم و سجد

فمعه المسلمون والمشرکون والجن والانس یعنے ابن عباس سے روایت ہے کہ کیا سجدہ کیا نبی نے سورۃ نجم میں اور سجدہ کیا ساتھ اُس کے مسلمانوں اور مشرکوں اور جنوں اور آدمیوں نے یہاں بالکل مہمل بیان ہے مشرکوں کے سجدہ کی وجہ کوئی عیاں نہیں جب تک کہ حضرت کی بُت پرستی کا گمان نہ ہو وہ سجدہ نہیں کر سکتے۔ اسکی ساری تشریح شرح بخاری میں مذکور ہے جسے ہم بجنسہ یہاں درج کرتے ہیں۔

نمبر ۲۔ فاضل اکمل مولوی شہاب الدین احمد بن محمد الخطیب القسطلانی المصری الشافعی فرماتے ہیں یعنی فی قوله تعالیٰ اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته ای اذا حدث ای اذا تلا النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئاً من الآیات المنزلة علیه من اللہ تعالیٰ القی الشیطان فی حدیثه فی تلاوته عند سکتة من سکتاته بمثل نغمه۔ ذلک النبی ما یوافق رائی اهل الشرک من الباطل فیسمعونه ویتوهمون انه لما تلاه النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو منزه عنه لا یختلط حقاً بباطل حاشاه اللہ من ذلک فینسخ اللہ ما یلقی ولا بی ذر عن الکشمیهنی ما القی الشیطان ویحکم آیاته ای یثبتها ویقال ان امنیته هی قراته وابن ابی حاتم والطبری وابن المنذر من طرق عن شعبة عن ابی بشر۔ عن سعید بن جبیر قال قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمکة النجم، فلما بلغ افرأیتم اللات والعزی ومناة الثالثة الاخری القی الشیطان علی لسانه تلک الغرانیق العلی وان شفاعتهن لترتجی فقال المشرکون ما ذکر آلهتنا بخیر قبل الیوم فسجد وسجدوا فنزلت هذه الآیة، واما البزار وابن مردویه من طریق امیة بن خالد عن شعبة فقال فی اسناده عن سعید بن جبیر عن ابن عباس فیما احسب ثم ساق الحدیث وقال البزار لا یروی متصلاً الا بهذا الاسناد تفرد بوصله امیة بن خالد وهو ثقة مشهور قال وانما یروی هذا من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس" انتہیٰ (دیکھو قسطلانی المعروف کتاب ارشاد الساری الشرح صحیح بخاری جلد ۷ صفحہ ۳۱۹ و ۳۲۰ مطبوعہ نولکشور کانپور۔)

نمبر ۳۔ تفسیر جلالین میں ہے۔ ما ارسلنا من قبلک من رسول هو نبی امر بالتبلیغ ولا نبی ای لم یؤمر بالتبلیغ (الا اذا تمنی) قرأ (القی الشیطان فی امنیته) قراته ما لیس من القرآن مما یرضاه المرسل الیهم وقد قرأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سورة النجم بمجلس من قریش بعد افرأیتم اللات والعزی ومناة الثالثة الاخری بالقاء الشیطان علی لسانه صلعم من غیر علم صلعم به تلک الغرانیق العلی وان شفاعتهن لترتجی ففرحوا بذلک ثم اخبره جبرئیل بما القاه الشیطان علی لسانه من ذلک فحزن فسلی بهذه الآیة لیطمئن فینسخ اللہ یبطل ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ آیاته (دیکھو تفسیر جلالین صفحہ ۲۸۵ جلد ثانی مطبوعہ کلکتہ مطبع احمدی ۱۲۵۸ھ)

نمبر ۴۔ فاضل اجل جار اللہ زمخشری اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ والسبب فی نزول هذه الآیة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما اعرض عنه قومه، شاقوه وخالفه عشیرته ولم یشایعوه علی ما جاء به تمنی لفرط ضجره من اعراضهم وطرحه وتهالکه علی اسلامهم ان لا ینزل علیه ما ینفرهم لعله یتخذ ذلک طریقاً الی استمالتهم واستنزالهم عن غیهم وعنادهم فاستمر به ما تمناه حتی نزلت علیه سورة والنجم وهو فی نادی قومه وذلک التمنی فی نفسه فاخذ یقرأها فلما بلغ قوله ومناة الثالثة الاخری القی الشیطان فی امنیته التی تمناها ای وسوس الیه بما شیّعها به فسبق لسانه علی سبیل السهو والغلط الی ان قال تلک الغرانیق العلی وان شفاعتهن لترتجی وروی الغرانقة ولم یفطن له حتی ادرکته العصمة فتنبه علیه وقیل نبهه جبرئیل علیه السلام او تکلم الشیطان بذلک فاسمعه الناس فلما سجد فی آخرها سجد معه جمیع من فی النادی وطابت نفوسهم وکان تمکین الشیطان من ذلک محنة من اللہ وابتلاء ازداد المنافقون به شکاً وظلمة والمؤمنون نوراً وایقاناً والمعنی ان الرسل والانبیاء من قبلک کانت هجیراهم کذلک اذا تمنوا مثل ما تمنیت مکن اللہ الشیطان لیلقی فی امانیهم مثل ما القی فی امنیتک ارادة امتحان من حولهم واللہ سبحانه له ان یمتحن عباده بما شاء من صنوف المحن وقیل تلک الغرانیق اشارة الی الملائکة ای هم شفعاء ولا الاصنام" (دیکھو تفسیر کشاف النصف الثانی مطبوعہ کلکتہ ۱۲۷۶ھ صفحہ ۹۱۲ موجودہ پبلک لائبریری الہ آباد)

نمبر ۵۔ تفسیر مدارک التنزیل میں اول یہ سب قصہ لکھ کر پھر تاویلات پر کرما ہے یہی ہے فلما ابطلت هذه الوجوه لم یبق الا وجه واحد وهو انه علیه الصلوٰة والسلام سکت عند قوله ومناة الثالثة الاخری فتکلم الشیطان بهذه الکلمات متصلاً بقراته فظن بعضهم انه علیه السلام هو الذی تکلم بها فیکون هذا القاء فی قراءة النبی وکان الشیطان یتکلم فی زمن النبی" (صفحہ ۲ جلد ۴ مطبع احمدی ۱۲۸۸ھ رشاتیہ حسینی)

نمبر ۶۔ علامہ ابی سعود اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ وقیل تمنی لحرصه علی ایمان قومه ان ینزل علیه ما یقربهم الیه واستمر به ذلک حتی کان فی ناديهم فنزلت علیه سورة النجم واخذ یقرأها فلما بلغ ومناة الثالثة الاخری۔ وسوس الیه الشیطان حتی سبق لسانه سهواً الی ان قال تلک الغرانیق العلی وان شفاعتهن لترتجی۔ ففرح به المشرکون حتی شایعوه بالسجود لما سجد فی آخرها بحیث لم یبق فی المسجد مومن ولا مشرک الا سجد" (صفحہ ۵۷ جلد ۶ برحاشیہ تفسیر کبیر)

نمبر ۷۔ امام فخر الدین اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔ ذکر المفسرون فی سبب نزول هذه الآیة ان الرسول لما رأی اعراض قومه عنه وشق علیه ما رأی من مباعدتهم عما جاءهم به تمنی فی نفسه ان یاتیهم من اللہ ما یقارب بینه وبین قومه وذلک لحرصه علی ایمانهم فجلس ذات یوم فی نادٍ من اندیة قریش کثیر اهله واحب یومئذ ان لا یاتیه من اللہ شیء فینفروا عنه وتمنی ذلک فانزل اللہ تعالیٰ سورة والنجم اذا هوی فقرأها رسول اللہ حتی بلغ قوله افرأیتم اللات والعزی ومناة الثالثة الاخری القی الشیطان علی لسانه تلک الغرانیق العلی منها الشفاعة لترتجی فلما سمعت قریش ذلک فرحوا ومضی رسول اللہ فی قراته فقرأ السورة کلها فسجد وسجد المسلمون بسجوده وسجد جمیع من فی المسجد من المشرکین فلم یبق فی المسجد مومن ولا کافر الا سجد سوی الولید بن المغیرة وابی احیحة سعید بن العاص فانهما اخذا حفنة من التراب من البطحاء ورفعاها الی جبهتیهما وسجدا علیها لانهما کانا شیخین کبیرین فلم یستطیعا السجود وتفرقت قریش وقد سرهم ما سمعوا وقالوا قد ذکر محمد آلهتنا احسن الذکر فلما امسی رسول اللہ اتاه جبرئیل فقال ماذا صنعت تلوت علی الناس ما لم آتک به عن اللہ وقلت ما لم اقل لک فحزن رسول اللہ حزناً شدیداً وخاف من اللہ خوفاً عظیماً حتی نزل قوله تعالیٰ وما ارسلنا من قبلک (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۱۴۵ مطبع قسطنطنیہ)

نمبر ۸۔ تفسیر کلبی میں ہے۔ ان النبی حدث نفسه فقال ذلک الشیطان علی لسانه یعنی شیطان نے آنحضرت کی زبان سے یہ لفظ کہہ دیئے۔

نمبر ۹۔ مجاہد نے اس قصہ کی یوں روائیت کی ہے کہ وہ لفظ جو رسول کی زبان سے نکلے وہ الغرانقة العلی تھے اور بڑے بڑے مفسرین نے اسکی یہہ توجیہ کی ہے کہ لا یجلا ان هذا کان قرانا والمراد بالغرانقة العلی ان شفاعتهن لترتجی الملئکة وبذا الشفاعة من الملائکة صحیح یعنی اس آیت کا قرآن سے ہونا کچھ بعید نہیں اور مراد غرانقہ سے ملائکہ ہیں اور انکی شفاعت صحیح ہے پھر جبرئیل نے اس تاویل کے یہہ فرمایا ہے کہ اب جو یہہ لفظ۔

قرآن میں نہیں ہیں اسکا سبب یہ ہے کہ کلمات منسوخ التلاوۃ میں داخل ہو گئے۔
اتقصی عیاض نے بھی کمال نسخہ کثیر من القرآن کہ قرآن کی کئی ایسی آیات منسوخ ہو گئی ہیں خدا جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے ایسا کہ محمد صاحب کے ذمہ سے الزام دور کرنے کی کوشش کی ہے رشد قسم ثالث صفحہ ۱۰۵) **نمبر ۱۰** مولوی رومی لکھتا ہے۔

مثنوی دکان وحدت ست	غیر واحد ہر چہ بینی آن بت است	غیر واحد ہر چہ بینی اندر من
بیگمانے جملہ است آن یقیں	بت ستودن بہر دام عامہ را	ہمچنان آن کالغرانیق العلے
خواندش اندر سورۂ والنجم زود	لیک آن فتنہ بُد از سورۂ نبود	جملہ کفاران ہم سجدہ شدند
	ہم سر یود آنکہ سر بر در زدند	(دفتر سوم)

اس کی شرح بحر العلوم میں اس طرح کی ہے۔ آن جز وحدت است رقلسوی آمدہ قسمہ بیا آنکہ عامہ متوجہ بمثنوی شدند ودین توجہ ایشان بتوحید رسانند اگرچہ بتقلید باشد چنانچہ الفاظ الغرانیق العلے وان شفاعتھن لترتجی جود قبل سورۃ شدعامہ از مشرکان متوجہ شدند وساجد اللہ گردیدند ودرین قصہ مشتمل است۔ چنانچہ مہرفان آوردہ کہ آن سرور سورۂ نجم میخواندند چون باین آیت رسید افرئیتم اللات والعزیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ القای شیطان بر زبان مبارک این الفاظ جاری شد تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجی چون مشرکان این شنیدند خوش گردیدند وگفتند کہ محمد مدح اللہ ما کرد وبہا شفاعت ثابت گردانید چون بآخر سورت رسید سجدہ کردید۔ پس جبرئیل آمدہ گفت کہ این الفاظ ربیس رہ نبود بلکہ از القای شیطان بود این است مثنوی (طی) نہ درین کہ مذکور۔
جلال الدین سیوطی نے در منثور میں، شہاب الدین نے مواہب لدنیہ میں، ابوالفضل نے زبیانیچ الطال الباطل میں روایت غرانیق کی تصحیح کی ہے اور قول منکرین کی مذمت غایت درجہ (ارشادیہ صفحہ ۴۶۱)۔
نمبر ۱۱ اس تفسیر حسینی میں ہے۔ "بعضے از مفسرین قصہ القائے شیطان در حق پیغمبر صلعم برچہ آوردہ کہ در نزد اہل تحقیق ثبت نشدہ از تاویلات علماء اہل سنت آنکہ تفسیر کردند مغز چون تمنی القی در وصیۃ الاحیاء تا ابرار جال موقف یوم الحساب آمدہ ارسخا ازاد کردم بطریق ثبتیہ سخن اہل سنت آوردہ اندکہ چون سورۂ والنجم نازل شد۔ سید عالم آنرا در مسجد احرام ومجمع قریش میخواندند ودر میان آیات توقف میفرمودند تا مردم تالی نمودہ یاد گیرند پس بطریق مذکور بعد از تلاوت آیت افرئیتم اللات والعزیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ متوقف شد۔ شیطان دران میان مجال یافتہ بگوش مشرکان رسانید کہ تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجی حاصل معنے آنکہ ایشان بزرگان قوم یا مرغان بلند پرواز و میا شفاعت ایشان میتوان داشت کفار باستماع این کلمات خوشدل شدہ نداشتند کہ حضرت رسالت پناہ صلعم خواندہ بزبان ایشان بدا ستائش کرد لاجرم در آخر سورت کہ آنحضرت صلعم با مومنان سجدہ کردند۔ اکثر اہل شرک اتفاق نمودند۔ جبرئیل فرود آمدہ صورت حال بعرض آنحضرت رسانید و دل مبارک پیغمبر از آن بسیار اندوہناک شد وحضرت باریتعالیٰ وتقدس جہت تسلیہ خاطر سید عالم صلعم آیت فرستاد کہ وما ارسلنا ونفرستادیم ما من قبلک من رسول پیش از فرستادن تو ہیچ رسولے ولا نبی ونہ ہیچ نبی فرستادیم الا اذا تمنیٰ القی الشیطان مگر چون تلاوت کرد بیفگند شیطان فی امنیتہ در قرأت تلاوت او آنچہ خواست چنانکہ مشتبہ شد کہ آن سخن مخبر خواند چنانچہ بوقت تلاوت پیغمبر با شیطانے کہ او را ابیض گویند ہمچنانکہ او از حضرت صلعم این کلمات بخواند تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجی ورحالتیکہ حضرت صلعم سورۂ والنجم میخواندند باینجا رسیدہ بود ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ وجمعے گمان بردند کہ این کلمات مگر تلاوت پیغمبر صلعم است فینسخ اللہ ما یلقی الشیطٰن پس باطل وزائل گرداند خدا آنچہ در افگندہ باشد شیطان از کلمات کفر پس ثابت کند خدا آیت ہائے خود را کہ پیغمبر خواند (صفحہ ۲۳ جلد ثانی نولکشور ۱۸۸۴ء)
نمبر ۱۲ حضرت شاہ عبد الحق صاحب دہلوی فرماتے ہیں "آنحضرت روزے در مقام للاع

واز نزد آمدہ سورۃ النجم را بر مشرکان خواندچون بدین آیت رسید افرئیتم اللات والعزیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ شیطان دران میان مجال یافت وبگوش مشرکان رسانید تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجی وچون آنحضرت سورت تمام کرد وسجدہ رفت ومسلمانان نیز سجدہ رفتند سوی مسجد الحرام ہیچ کافر نماند الا کہ بسجدہ رفت مگر امیہ بن خلف جمحی بقولِ مشہور کہ مشتے خاک گرفت وبر روئے شوم خود زد وگفت بس است۔ پس مشرکان شاد گشتند وگفتند محمد اللہ ما را یاد کرد ومدح نمود وبر آنہا اثبات شفاعت کرد۔ وما نیز ہمین قدر اعتقاد داریم وایشان را خالق ورازق ومحیی ومیت نمیدانیم وچون محمد درین امر اتفاق نمود ما با محمد صلح کریم دوست از ایذاء یاران او برداشتیم این خبر در اطراف منتشر شد وشیطان آنرا فاش گردانید۔ وچون بمہاجران حبشہ رسید ایشان بظن صدق این خبر بوطن عود نمودند۔ وچون وقوع این واقعہ موجب حزن وملال خاطر آن حضرت گشت صلعم حق تعالیٰ از برائے تسلیہ خاطر حبیب خود این آیت فرستاد وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنیٰ القی الشیطٰن فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطٰن ثم یحکم اللہ ایٰتہ واللہ علیم حکیم چون این آیت بسمع کافران رسید گفتند محمد پشیمان گشت از آنکہ یاد کردہ بود از منزلت اللہ نزد خدائے ما نیز از آن صلح برگشتیم وباز بر سر ایذائے مسلمانان آمدند۔ ومہاجران بحبشہ برگشتند چنانکہ مذکور شد۔" (مدارج النبوۃ صفحہ ۵۸ جلد دوم نولکشور ۱۲۸۱ھ)
نمبر ۱۳ محدث شاہ عبد العزیز صاحب لکھتے ہیں۔ "در اثنائے خواندن سورۂ نجم شیطان رجیم بصورت جبرائیل متصور شدہ پیغامبر موجب چندے از کلمات کہ دلالت بر مدح غرانیق علا کنند متحمل است۔ ملائکہ اصنام را بمکر وبلند خواند بوضعے کہ کفار آنرا شنیدہ بر مدح تاحمل نمودند وراضی شدند۔" (تحفہ اثنا عشریہ کید ششم)
نمبر ۱۴ قطب الدین خاں لکھتے ہیں کہ جب حضرت ان آیتوں کو پڑھنے لگا افرئیتم اللات والعزیٰ آخر تین آیتوں تک تو شیطان نے اپنی آواز حضرت کی آواز کے مشابہ کر کے پڑھا تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجی یعنی یہ مرغابیاں بلند ہیں۔ اور تحقیق شفاعت انکی البتہ امید کیگئی ہے۔ پس مشرکوں نے گمان کیا کہ حضرت نے ہمارے بتوں کی تعریف کی۔ پس خوش ہوئے اور حضرت کیساتھ سجدہ کیا (مظاہر حق جلد ۱ صفحہ ۲۵۸)
نمبر ۱۵ اس ہم امیر میں شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی کی کتاب سے اسکا آخری فیصلہ درج کرتے ہیں۔ شاہ صاحب نے اول قاضی عیاض و امام فخر الدین بیہقی کے اقوال درج کر کے کہا کہ سوائے اسکے جمعی کثیر مثل ابو حاتم وطبری ابن المنذر وابن اسحٰق وموسیٰ ابن عقبہ وابو معشر وغیرہ نے انکے خلاف لکھا ہے اور آخیر میں لکھا ہے کہ "آنرا فی الجملہ اصلے ہست وبہ تقدیر ثبوت چارہ نیست از توجیہ اخراج آن از ظاہر تا از این محذورات کہ ذکر کردہ شد برآید وتحقیق سلوک کردہ اند در توجیہات وتاویلات مسالک بعیدہ کہ نہ موجب تشفی وتسلی است پس بعضے گفتہ اند کہ جاری شد این کلمہ بر زبان آنحضرت صلعم در حالتے کہ عارض شد مر او را سنہ بے آنکہ ظہور باشد مر او را وچون مستشعر شد بان ودانست آنرا محکم گردانید حق تعالیٰ آیات خود را حکایت کردہ است این را طبری از قتادہ ورد کردہ است۔ قاضی عیاض این سخن را زیرا کہ جایز نیست ولایت شیطان بر وے صلعم در نوم۔ وبعضے گفتہ اند کہ شیطان ملجا او ساخت گردانید از روئے بے اختیار و این سخن فاسد تر وتا معقول تر از اول است بقولہ تعالیٰ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان واگر شیطان را قوت وقدرت بران باشد ہیچ احدے را قوت بر طاعت نباشد۔ وبعضے گفتہ اند کہ مشرکان چون ذکر میکردند الٰہہ خود را وصف میکردند ایشان را۔ پس متعلق شد آن اوصاف بذہن شریف آنحضرت ماند و حافظ وے صلعم۔ پس

ہوتوں نے پار کر گئے۔ کیا ابھی تک مراد یہی باقی ہے۔ خدا کو واسطے سمجھو اور قرآن کی باطل تعلیم سے بچ کر وید مقدس پر ایمان لاؤ۔ اگر محمد صاحب سچے ریفارمر تھے تو ان کو چاہیے تھا کہ یا تو سقراط کی طرح صرف زبانی وعظ کرتے۔ کسی کتاب کا ذکر ہی نہ کرتے اور اگر یہی منظور تھا تو صاف کہہ دیتے کہ جس الہامی کتاب کا سر دستوں جس کا نام وید ہے۔ اور تم کو اسی کے مطابق ہدایت عربی زبان میں سناتا ہوں۔ ان الوید کتاب لمن انزل من رب العالمین فی ھدی للذکرین علی ارض تحتہ المرسلین۔ لاریب فیہ ھدی للمتقین۔ فاتبعوہ واتقوا لعلکم ترحمون۔ والذین یؤمنون بما انزل من قبلک وبالآخرۃ ھم یوقنون اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون۔ ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون۔ واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا ولا یقبل منھا شفاعۃ ولا یؤخذ منھا عدل ولا ھم ینصرون۔ اگر ایسا کرتے تو دوسری ہدایت یا الہام کی ضرورت ہی نہ رہتی اور نہ کسی پیغمبری کی عزت کی باقی رہتی۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ جو کچھ ان کی آنکھ کے سامنے موجود تھا۔ یہود۔ عیسائی۔ صابئین۔ توریت۔ انجیل۔ زبور۔ عرب اور اسکے بت پر اور انکی سنی سنائی کے قصے کہانیوں کا قرآن میں ذکر کیا اور انہیں کے حوالے دیے۔ عیسیٰ اور موسیٰ کی تعلیم بیجا وعظ کیا اور معراج کے بارے میں زردشت کی نقل کی۔ پس قرآن انکے اور انکے دوستوں کے خیالات کا مجموعہ ہے الہامی نہیں ہے۔ بنا بریں خوبی وید مقدس کے قرآن کی کوئی ضرورت نہیں۔

صفحہ ۲۳۰ و ۲۳۱ مولوی۔ ضرورت سوم دنیا میں ہمارے سادات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور انہوں نے بقدر امکان راستی اور راستبازی کو دنیا میں پھیلایا مگر ان کے ناعاقبت اندیش اور جھوٹے بلکہ نا سمجھ پیرووں نے ان کی پاک تعلیم میں نافہمیوں کو ملا دیا۔ اور اس کی خلاف سمجھایا ہندوؤں نے اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ کئی اوتاروں کچھ مچھ اور سور کے اشکال پر دنیا میں آنا اعتقاد کیا۔ عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کے خاکسار بندے مسیح کو خدا یا خدا کا ازلی بیٹا یقین کیا۔ بلکہ انہیں میں سے بعض کتنوں نے مسیح کی والدہ صدیقہ مریم کو بھی معبود ٹھہرایا۔ عیسائیوں نے عیسیٰ کو ملعون بنایا۔ یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات میں تشبیہ تک نوبت پہنچائی اور ابراہیم فرزند ہو کر شرک کے سبب مناسک کے وارث بنے رہے اور بعض نے بت پرستی اختیار کی۔ آریہ سماج نے یہاں تک گرے کہ باری تعالیٰ ہمہ دست قدرت میں ماننی ذات کو اپنے پر قیاس کر کے کہہ دیا کہ باری تعالیٰ سے بھی بدوں مادہ کے کسی چیز کا بنانا محال ہے اور تناسخ کے داخل ہو کر ابدی نجات کے منکر ہو بیٹھے ایسی غلطیوں کے بچانے کے واسطے قرآن کی ضرورت ہے۔

آریہ۔ بیشک ہندو کی یہ غلطی ہے کہ وہ نراکار اور سروگیہ کو برخلاف وید و شاستر اوتاروں کے اوتار دھاری مانتے ہیں۔ مگر اس کی وجہ خاص یہ ہے کہ ہندوؤں نے غلطی سے جینیوں کے بنائے پرانوں کو پران مان لیا جنہیں ایسا ذکر لکھا ہوا ہے۔ ویدوں کا کوئی قصور نہیں اور نہ انہیں اوتار کا مذکور ہے۔

موسیٰ توریت کی سنتا نہیں کیونکہ اسمیں اللہ تعالیٰ کی صفات میں تشبیہ تک نوبت پہنچائی ہے پیٹھ دکھلانے کے عوض موسیٰ کو پیٹھ دکھلائی۔ بیرو نال کر دیکھنے کیواسطے خدا آسمان سے اترا اور کم شدہ آدم کو باغ میں تلاش کرتا رہا۔ پس یہ یہودیوں کا قصور نہیں بلکہ توریت کے الہام کا قصور ہے۔ انصاف کی بات ہے کہ توریت کا خدا تمام دنیا کا خدا نہیں وہ تو ابراہیم کا خدا۔ موسیٰ کا خدا۔ اسحاق کا خدا۔ یعقوب کا خدا ہے پس یہود ایسا ماننے سے مجبور ہیں۔ جب توریت میں سب نبیوں کی بداعمالی مذکور ہے تو خود بددین ہو کر مقرب کیوں نہیں۔

عیسائی انجیل کے سبب صداقت سے گمراہ ہوگئے۔ انہوں نے انجیل کو الہامی مان لیا۔ پس جو کچھ اس میں درج تھا وہ انہیں ضرور ماننا پڑا۔ چونکہ انجیل میں مسیح کو خدا۔ خدا کا ازلی بیٹا۔ اکلوتا بیٹا لکھا ہوا ہے۔ اگر انجیل سچی ہے تو اس سے انکار کرنیوالا مشرک ہوں گا۔ مگر بات تو یہ ہے کہ انجیل الہامی نہیں اور خلاف علم و عقل کے خلاف کتاب کو الہام ماننے کا ہی سارا قصور ہے۔

اسی بلا میں مسلمان بھی مبتلا ہو گئے جس طرح ہندوؤں نے کچھ مچھ سور کو اوتار مانا اسی طرح آپ کے صوفیوں نے ہمہ اوست بلکہ سب جہاں کو خدا گردانا ہے۔ آپ کے تمام ولی اور بزرگ مولوی رومی محی الدین عربی شیخ احمد سرہندی شمس تبریز بایزید بسطامی۔ بلکہ سرخیل عارفان حضرت جامی وغیرہ ہمہ اوست کے قائل ہیں اور تناسخ باری تعالیٰ کا اقرار ہے۔ وہ ہندوؤں اور عیسائیوں سے کسی طرح کم نہیں بلکہ برابر ہیں۔ قبر پرستی و کعبہ پرستی اور پیر پرستی مسلمانوں میں عالمگیر ہے۔ جو چیز حق پرست لوگ خدا سے مانگتے ہیں یہ لوگ قبروں اور پیروں سے مانگتے ہیں۔ اگر ہندو اور عیسائی ان اشغال سے مشرک ہیں تو یہ ان سے ہزار درجہ زیادہ کافر ہیں۔ جو محمد ہو کر ابراہیم کی اولاد ہو سکتا ہے۔ وہی فخر سیدوں کو حضرت کی اولاد ہونے کا ہے اور اس گناہ سے زیادہ مجرم تمام دنیا کے مسلمان ہیں کیونکہ وہ برابر محمد پرستی کے ساتھ ان کی اولاد کی پرستش بھی کرتے ہیں اور ان کا نام ورد کرتے ہیں۔ مسلمانوں نے بھی خدا کی صفات میں تشبیہ تک نوبت پہنچائی اور اس کی شان دیکھ کر منہ کی کھائی ہے۔

باقی رہے آریہ ان کی بابت جو کچھ آپ نے تعصب اندرونی کے سبب دلی بخارات نکالے ہیں وہ اوساں باختہ مرتد کے ہذیانات سے بڑھکر وقعت نہیں رکھتے ہیں۔ بدوں مادہ کے کسی کو پیدا کرنا علم و عقل تجربہ اور قانون نیچر کے خلاف ہے۔ یہ محض بیہودہ پن اور اعرابیوں کی عقلمندی کا نمونہ ہے۔ کسی عقلمند نے نہ کبھی مانا اور نہ مانیگا۔ عقل کل خدا ایسا نہیں کہ جہالت کی تعلیم دیا بیوقوفی سکھلاتے۔ وہ تمام دانائی کا مخزن ہے۔ قرآنی خدا کی طرح وہ آپ ہی تو ملیں ان پڑھ پیغمبر نہیں بھیجتا یعنی ناخواندہ اور وہ بھی ناخواندہ استاد دو بیگھہ جمع جس کی سارے کارخانہ الٰہی میں موجود ہو تو آپ ہی ایسا ہی مجسم خنول ہو تو لکھنے والے مان لیں تو مان لیں۔ آریہ لوگ کبھی نہیں مان سکتے۔ ایسے بودے مسئلے اگر کسی کی الہامی کتاب میں ہوں وہم سے مسئلہ تو درکنار اس کتاب سے ہی انکار کرتے ہیں۔

تناسخ ایک ضروری مسئلہ ہے اور تمام تر علم معقول پر اسکی بنیاد ہے۔ قدرت کے ہر ذرہ میں تناسخ نے قدم اپنے پھیلائے ہیں۔ وہ ٹھانی دنیا اسوقت بھی تناسخ کی قائل ہے مسلمانوں میں تناسخیہ فرقہ موجود ہے۔ محمد صاحب بھی سوروں اور بندروں کی جونوں سے انکار نہ کر سکے۔ تمام فاضل مسلمان مجدد وقت و امام زمان تناسخ کو مانتے رہے ہیں۔ ہم ہر ایک چیز میں روز مرہ تناسخ کا ہونا آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ پس اگر تناسخ غلط ہے تو خدا کی خدائی کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور ایسے ضروری اور علمی مسئلہ سے انکار کرنا دوسرے لفظوں میں خدا سے انکار ہے۔ پس الہام قرآنی کی یہ تیسری ضرورت بھی محض لغو ہے وید مقدس کافی ہے۔

۴۔ مولوی۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے دنیا میں آئے۔ اور انہوں نے الٰہی الہام سے لوگوں کو بت پرستی سے روکا اور آخر کار لوگوں کی سابقہ بت پرستی ہادیوں کی محبت کے ساتھ ایسی ملی کہ ہادی ہی معبود بنائے گئے۔ دیکھو حالات حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام اور رامچندر جی اور کرشن جی کے۔ مگر ہادی اسلام نے اس دعوت توحید کو اس طرح پورا کیا کہ اپنی عبودیت کو الٰہی توحید کا لازمی جزو قرار دیا۔ اور کھول کھول سنایا قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد۔

آریہ۔ جس طرح مسیح اور موسیٰ نے اور سری رامچندر اور سری کرشن نے لوگوں کو بت پرستی سے روکا اسی طرح محمد صاحب نے۔ مگر الہام کے نہ ہونے کے سبب تک پیروں نے غلطی کھائی چنانچہ ثبوت حسب ذیل ہے۔

مسیح کا قول۔ تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے نیک تو کوئی نہیں مگر خدا۔ ہر ایک جو مجھے خداوند کہتا ہے آسمان کی بادشاہت میں داخل نہ ہوگا۔ بلکہ وہی جو باپ جو کہ آسمان پر ہے اسکی مرضی پر چلتا ہے۔

موسیٰ کا قول۔ تو خدا کی کوئی تصویر نہ بنا۔ اس کے سوا کوئی اور دوسرا خدا نہ ہوگا۔

سری رامچندر جی کا قول ہے۔ میں آدمی ہوں کسی خالق کا کام نہیں کر سکتا۔ میں آدمی ہوں خدا نہیں ہوں۔

شری کرشن جی کا قول۔ اے ارجن میرے اور تیرے بہت جنم ہو چکے ہیں تو ایشور کی بھگتی کر۔ اوتار کا جاپ کرا کسی کی بھگتی سے تیری مکتی ہوگی اور کسی کی پوجا سے تیری نجات نہیں ہو سکتی۔

محمد صاحب کا قول۔ الٰھکم اللہ واحد۔ لا تعبدون الا اللہ۔ مگر بعض کے پیروؤں اور بعضوں سے تو سخت غلطی ہوئی کہ جس سے بت پرستی انکی اُمت میں جاری ہوگئی۔ مسیح نے صریح صاف الفاظ میں اپنے آپکو خدا اور خدا کا بیٹا کہا جسکو نے اُسے سجدہ کیا مانع نہ ہوا۔ جس سبب سے وہ سائنس کے سارے گمراہ ہوگئے۔

موسیٰ نے خدا کو بڑی حقارت سے یاد کیا سمجھانا۔ دلگیر ہونا۔ نفاق ڈالنا۔ جہاد کا حکم لوگوں کا قتل چوری زوری کا حکم۔ زناکاری کی اجازت۔ آگ میں خدا کا دیدار۔ اور سوختنی قربانیاں وغیرہ جن سبب سے قوم گمراہ ہوگئی۔

پرانوں کے مصنفوں نے اوتار کا مسئلہ گھڑا اسنراز ڈیڑھ ہزار سال سے اُس کی بنیاد ہے جب سے وحدت پھیلا اور خود خدا بننے کا خیال پیدا ہوا۔ تب سے ہی ایسے مسائل اختراع ہوئے۔ ورنہ کرشن اور رامچندر کی تعلیم اسکے مخالف ہے۔ اور خود وید کے بھی یہ خلاف ہے۔

محمد صاحب نے بھی عدم سے وجود مالک کن فیکون کے مسئلے کے مطابق ہمہ اوست کی تعلیم دی جس سے اُنکے چیلوں نے بھی اُسکو خدا کہا ہے۔

مولوی فریدالدین۔ احمد بے میم احد آمد رکار۔

شیخ حمیدالدین۔ درعشق پیام درنہ گنجد — سر محمد ما تو گفتم آشکار

سید بھلے شاہ۔ مولا آدمی بن آیا — خود بود کہ خود پیغمبری کرد

مولوی رومی۔ این جلیل ہماں کہ آمد و رفت — بہانے ہر طرح کھیل رچایا

ہر قرن کہ دیدی تا طاقت عقل اعرابی

حدیث میں ہے۔ انا من نور اللہ میں خدا کے نور سے ہوں۔

شیخ عبدالحق۔ احمد کو ہم نے بیان کیا ہے وہی احد ہے۔ غرض کچھ اور ہوگا کسی نے العقول کا

اسی طرح غلو یہ لوگ مسلمان کہلانے۔ رسول پر ایمان رکھتے۔ مگر خدا کے اوتار کے قائل ہیں یہی حال بلوچستان کے ذکریا لوگوں کا ہے۔ محمد صاحب اگر مردوں کے جلانے کا رواج کرتے تو قبر پرستی نہ ہوتی اور سب طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کی اجازت دیتے تو کعبہ پرستی نہ ہوتی اور اگر سنگ اسود کو بھی توڑ دیتے تو بت پرستی کا خاتمہ ہوجاتا۔ مگر یہ نہ کیا اور یہی بلکہ اس سے زیادہ قصور ابراہیم سے ہوا۔ ہاں وید مقدس نے ازل الابد تک تمام مسائل ہستی اور خصوصاً بت پرستی کا فیصلہ کردیا۔

کو دیل الکاف صاحب فرماتے ہیں جس خوبی و عمدگی سے وید نے ہر قسم کی بت پرستی کی تردید کی ہے۔ آجتک کسی دوسری کتاب سے نہیں ہوسکی۔ اور یہی سبب ہے کہ آریہ لوگ سب سے زیادہ ہر طرح کی بت پرستی کے مخالف ہیں۔

تمام محقق عقلا کا بیان ہے کہ وید بت پرستی کے قطعی خلاف ہیں اور یہی سبب ہے کہ باوجود سوامی دیانند جی کے مسعد علانوں کے آجتک ایک منتر بھی مورتی پوجا یا اوتار کا ہندو وید سے نکال سکے۔ دیکھو مباحثہ جموں اور کاشی و لاہور پس باوجود موجودگی ایسی مقدس ہدایت وید کے قرآن کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

۳۳۔ مولوی حضرات انبیا کی وساطت اور انکے پیروؤں کی کوشش سے صدہا قومیں دنیا میں بھٹکتی ہیں مگر انکی قوم سے حفاظت نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ لٹریچر یا زبان ہی مرگئی جیسے الہام ہوا تھا ویسا تک قوم تو بار میں پہنچی کہ انجیل ہے یا وحی کے جانشین الہام و مقدس لوگ ہوا پس ان کو ہمیشہ زندہ رکھیں اور انکی تعلیمات کو مختلف تدابیر سے پھیلایا کریں۔ انکا آنا ہی موقوف ہوگیا۔ جیسے آریا اور عیسائیوں میں اور انکے بعد یہودیوں پارسیوں وغیرہ میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ اور اس قدیم الہام کی تفاسیر بھی ایسی مختصر ہوگئیں کہ حق کا باطل سے جدا کرنا محال ہوا۔ اور قومی اتحاد بھی تعلیم جسکا ایک طرف سے مانند ہوا اس قوم پیدا نہ ہوا واللہ تعالیٰ اور دوم کو خود ماقبل اگر دیکھیں مختلف کتابوں الڈ ٹسٹامنٹ نیو ٹسٹامنٹ۔ سراط کے سوفات۔ چار وید۔ ژند۔ دساتیر وغیرہ سے عربی۔ یونانی و یدک سنسکرت وری کا الٰہی۔ پہلین ہزار السنہ سے یعنی ترجمہ اور انمیں انکے مفسرین کے غلط خیالات کر الگ کر

پڑتا تو کیسا مشکل بلکہ محال کام ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام تعلیمات کو قرآن میں یکجا جمع کردیا ہے اور ہمیں مختلف السنہ اور اقسام اقسام کی کتب کی جا بجا تلاش کرنے سے ایک ہی کتاب پڑھ لینا کافی آزاد کیا۔ عیسائیوں کی کوشش تو اب بھی تمام اہل مذہب سے زیادہ ہیں جتنی زبانوں میں انجیل ترجمہ ہوئی ہے۔ قرآن کی تو کیا کسی کتاب کی بھی اس قدر اشاعت نہیں ہوئی لیکن انجیل کی تعلیم مردہ ہے اور نہ ہی سرگشت۔ ہاں عربی زبان متروکہ ہے۔ زند اوستا کا بھی یہی حال ہے اور اس خرابی کی حد یہی اسلامی طوفان سے جب ایران کو برباد کیا مگر وید کے حق میں یہ بات کسی طرح موزون نہیں۔ کیونکہ سنسکرت زبان مردہ نہیں ہے اور نہ انکی اشاعت عربی وغیرہ سے کم ہے۔ سنئے سنسکرت کی گرامر تمام زبانوں کی صرف و نحو سے بڑھکر اور بہتر ہے اسکی آریہ لوگ دمن یونانیوں اور موجودہ زمانہ کی تمام انسانی قوموں سے ہر طرح بڑھکر ہیں۔ فارسی۔ یونانی لیٹن۔ جرمن وغیرہ سب یا میں سنسکرت سے نکلی ہیں۔ سنسکرت کی وضع نہایت عجیب و غریب ہے۔ یونانی سے زیادہ کامل۔ لیٹن سے بڑھکر وسیع اور دونوں کی نسبت شستہ تر ہے۔ سنسکرت کل زبانوں کی ماں اور تمام زبانوں کی مخرج ہے۔ پرانیس آریہ لوگ بھارت سے آکر مصر میں بسے اور انہیں سے سب جزائر نے علم و ہنر فلاسفروں نے موسیٰ سے لیکر ملٹن تک نے بھی (اور گمان حاصل کیا دیکھو کتاب انڈیا یا سٹ اینڈ پریزنٹ صفحہ)

چین جاپان۔ مشیر یونان۔ روم۔ ایران وغیرہ کے وید کے زمانے روشنی پائی۔ آریوں کی زبان سنسکرت یوروپ اور ایشیا امریکہ کی بہت ماؤں کی جڑ ہے۔ اب بھی سنسکرت کی پستکیں کسی زبان سے کم نہیں ہیں اور نہ سنسکرت بولنے والے پنڈتوں کی تعداد تمام عرب کی آبادی سے کم ہے۔ بلکہ کئی کروڑ آدمی اب بھی سنسکرت میں بات چیت کرنے والے موجود ہیں۔ پس سنسکرت کا لٹریچر اور زبان مردہ نہیں ہے۔ اور نہ وید کسی طرح متروک ہونے کے لائق کیونکہ ہندوؤں کی نہایت پرانی تعمیریں چار ہیں اور دس اوپنشد موجود ہیں۔ ویدوں کے محافظ وید پاٹھی بھی ہزاروں کی تعداد سے اوپر ہیں۔ اور مقدس لوگ اس زبان اور دہرم کے زندہ رکھنے کے واسطے مختلف اوقات میں مختلف تدابیر سے عمل کرتے رہے۔ انکا آنا موقوف نہیں ہوا۔ دیکھئے مہابھارت کے یودھ کے بعد جب سے ہم اپنے تنزل کا آغاز جانتے ہیں۔ یا یوں سمجھئے کہ جب سے غیر مذہب دنیا میں پہلے شروع ہوئے تب سے کتنے ریفارمر ہوئے ہیں۔ اول بیاس جی۔ دوم جیمنی جی۔ سوم شوک منی۔ چہارم کمارل آچاریہ۔ پنجم شنکر آچاریہ۔ ششم چانک منی۔ ہفتم یوگی گورکھ ناتھ۔ ہشتم بھرتری ہری۔ نہم راماں۔ دہم چیتن۔ یازدہم نانک۔ دوازدہم دیانند سرستی۔ اور آئندہ بھی ہوتے جاوینگے۔ ہماری تحقیقات کے مطابق ان سبکا ویدک مت تھا۔ ہاں۔ لائق کا طریقہ جدا جدا تھا۔ نہ انمیں کسی کا نئے مت چلانے کا مطلب ورنہ انکا وید کے سوا کوئی اور مت تھا۔ ان سب نے اپنے اپنے وقتوں میں بدھ اور جینیوں سے مقابلہ کیا اور انکے دانت کھٹے کئے۔ اور سب سے زیادہ مشکل کا سامنا مہرشی سوامی جی کو ہوا اس وقت ہندوؤں کی غلطیوں کے سوا انہیں محمدیوں اور عیسائیوں کی خرابیوں کا بھی بدلہ کرنا پڑا۔ تمام الزامات مخالفہ وید کے رد کئے جن جن لوگوں نے کچھ کچھ غلطی کی تھی۔ انکے خیالات سب ظاہر کردیئے دھرم کا دوبارہ پرکاش کیا۔ سنسکرت وویا کا غلغلہ نئے سر سے چمکایا اور حقائق پر راجوں کو حیران کردیا۔ چین۔ جاپان۔ روس۔ برہما۔ سیام اور تمام افغانستان بلوچستان اور ایران۔ تبت تاتار۔ امریکہ۔ یورپ اور آسٹریلیا کے باشندوں کو جتنی محنت قرآن کے پڑھنے میں لگتی ہے۔ اتنی ہی وید میں۔ اگر آپ کہیں کہ وید کی تفاسیر میں فرق ہے۔ تو یہی جواب ہمارا قرآن کی نسبت ہے۔ ہندو اور آریہ لوگ محافظ ہیں اور وید اُن کے دہرم کی پستک ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ کوئی روحانی صداقت قرآن سے باہر نہیں اور ہم کہتے ہیں روحانی صداقت کا قرآن میں ذکر ہی نہیں۔ قرآن میں روح کا کہاں علم ہے قرآن میں تو کہاں اور قرآن میں ترکیہ نفس کی ارشاد کہاں ہیں۔ دنیاوی نعمت و عشرت کے سوا بات کے

ترجمہ: سنتے منتوا جو سرسوتی (یعنی جی ہوئی زبان) سے پہلے سورج وغیرہ تیج والے دیوتاؤں کو اور تینوں سیتھان آدھار سنے اور جو کچھ پیدا ہوا تھا اور ہوگا۔ اُسکا سوامی تھا۔ ہے اور ہوگا وہ پرتھوی سے لیکر سورج تک سب پیدا کو دھارن کر رہا ہے۔ اُسی سکھ سوروپ پرماتما کی بھگتی کیا کرو۔"

قرآن کے الہام ہونے کی بابت جو آپنے آیت درج فرمائی۔ اُمیں سے ایک قصہ الف لیلہ کے درماں والی حکایت کا خلاصہ ہے کیونکہ ایسی باتوں پر پرانے اعراب کو اعتبار ہوگا۔ اب وستی کا زمانہ ہے جس بھوت دیو پری کو کوئی بدیہی مان نہیں سکتا ہے۔ اور قرآن میں صدہا اختلاف بھی ہیں۔ جو ہم ایک علیحدہ رسالہ میں شایع کرینگے۔ بلیں یہ زائل ذاتہ باطل ہیں ہاں وید مقدس نے ویدوں کے الہام کی نسبت کئی جگہ شہادت دی ہے جنمیں سے ایک یہ ہے۔

یجروید ادھیائے ۳۱ منتر ۷۔

तस्माद्यज्ञात्सर्वहुत ऋचः सामानि जज्ञिरे। छन्दांसि जज्ञिरे तस्माद्यजुस्तस्मादजायत ॥७॥

ترجمہ: اُسی یگیہ سوروپ پرماتما سے سب ودیاؤں کے بھنڈار رگوید یجروید۔ سام وید اور اتھروید ظہور میں آگئے۔"

ہاں یہ بات مسلمانوں کی عمدہ ہے کہ وہ اپنی مذہبی کتاب کو بڑے شوق سے پڑھتے ہیں مگر ایسے ہزار درجہ بڑھکر جب آریوں کی اصلی حالت بھی نہ تھا۔ مگر خود آپکے ہی بیان سے اس کی تردید بھی ہوئی ہے چنانچہ صفحہ ۴۲ پر آپنے لکھا ہے "مسلمانوں تم نے اپنی کتاب کو طاق نسیان پر رکھدیا۔ جس کا وبال تم پر آیا کہ تمہارے کئی فرقے ہو گئے" اب بتلائے حکیم صاحب وہ پہلا قول سچا یا دوسرا کیونکہ فرقوں کا آغاز اوایل اسلام سے ہے۔ گویا اسلام پھوٹ کا توام بھائی ہے۔

جتنا سوامی دیانند جی کی ۲۰ سالہ کوشش سے سنسکرت اور ویدوں کا پرچار ہوا اُس سے ہمیں امید کیواسطے نہایت عمدہ مبارک آثار نظر آتے ہیں۔ بیشک بارھویں مذہب اسلام کے جور و ظلم سے تباہی میں آگیا۔ مگر یہی حال ایکدن اسلام کا ہوگا۔ جیسا کہ ایک فاضل مسلمان کا قول ہے۔ "اگر ایک اور عدد غیر متوقع اور عجیب سبب پیدا نہ ہوجاتا تو غالب ہے کہ مرہٹوں کی سلطنت دہلی میں قایم ہوجاتی اور مسلمان شاہنشاہ کی جگہ مہاراجہ حکومت کرتا۔ ہندوستان میں جو ہمارا وجود قایم ہے۔ وہ انگریزی عملداری کی وجہ سے ہے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں سانپ اور نیولے کی نسبت ہے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ مسلمانوں پر سخت ظلم ہوتا اور اُنکا مذہب توڑ دیا جاتا۔ اور آخر کار ہندوستان میں مسلمانوں اور اسلام کے نشانات ہی باقی رہجاتے۔ مگر تقدیر نے تو اور ہی کچھ لکھ رکھا تھا۔ اِس صدی کے اوائل میں انگریزوں نے مرہٹوں کو بالکل توڑ دیا اور ہندوستان کی سلطنت اُنکے قبضہ میں چلی گئی اور اگرچہ حکومت ہم لوگوں کے ہاتھ میں باقی نہ رہی مگر ہمارا وجود اور ہمارا مذہب تو باقی رہگیا" (دیکھو حصہ اول صفحہ ۳۳)

ایک بات ناجواب عرض کیا جاتا ہے۔ بیشک عیسائی ایسا ہی کرتے ہیں مگر محمدیوں کیواسطے یہ بات فخر کے لایق نہیں کہ بیاہ شادی کیواسطے لوگوں کو مسلمان بنالینا۔ یہ تو شہوت پرستی کا خیال ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ ابتدائے اسلام سے آجتک ایک بھی وید شاستر پڑھا ہوا آدمی مسلمان نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ اور جو چوہڑے چمار مسلمان ہوجاتے ہیں اُنکو تو کوئی سید یا شریف مغل وغیرہ اپنی بیٹی نہیں دیتا اور نہ کھانے میں شریک کرتا اور نہ ہاتھ لگاتا ہے۔ ہندوستان کے مسلمان مہتروں سے ایسا ہی پرہیز کرتے ہیں جیسا ہم لوگ مہتروں سے کرتے ہیں پس اسلام سے انکو کوئی دنیاوی فائدہ نہ ہوا۔ آپ جاہل محمدی بھائی ہماری لوگوں کو ترغیب دیکر اسلام کے تابعین کے مرتبہ کو اوپر سے قلعی کرا کے دکھلاتے ہیں اور بہکاتے ہیں۔ مگر ہم ایک زبردست فاضل کی شہادت سے بتلاتے ہیں کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

نواب محسن الدولہ محسن الملک مولوی سید مہدی علی صاحب خان بہادر اپنے لکچر میں فرماتے ہیں "یہ بات بھی کچھ کم مسلمانوں کی تباہی کی باعث نہیں ہوئی کہ کبھی مسلمان ایک قوم نہ ہوئی اگرچہ ایک مذہب نے تو اپنے آپکو سمجھا اور آپ اور قوم تو سا مانا۔ حقیقت قوم کے لفظ کا اطلاق کسی ملک کے کسی فرقہ کے مسلمانوں پر کبھی نہ ہوا نہ ہو سکتا ہے اُنہوں نے اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کیا۔ یہی قومی آزادی کیلئے وہ متحد نہ ہوئے۔ جتنے خود مختار بادشاہوں کی غیر محدود اختیارات کی روک تھام ہوتی۔ اور مسلمان ایک قوم کی حیثیت سے ایکدوسرے کے شریک ہوتے۔ ذرا تاریخ ملاحظہ فرمائیے۔ کہ جتنی جنگیں ہوئیں کوئی بھی حقوق اور آزادی کے حاصل کرنیکے لئے ہوئیں جتنی لڑائیاں ہوئیں وہ یا تو مذہبی تعصب یا کسی ذاتی یا قومی عداوت کی وجہ سے پیدا ہوئی تہیں۔ مگر ہر حالت میں نتیجہ واحد تھا۔ کہ کسی ایک خاندان کے لئے حکومت حاصل کرنیکی غرض سے جنگ ہوئی اور فاتح نے مفتوح کے ساتھ بجز انتقام ہی ظالمانہ برتاؤ نہ کیا۔ جو خود اُسکے ساتھ مفتوح نے ایک زمانہ میں کیا تھا کسی صورت میں بھی کہیں یہ بات پائی نہیں جاتی کہ قوم نے ایکدل ہوکر اپنے حقوق اور اپنی آزادی کے حاصل کرنے کی فکر کی ہو" (صفحہ ۴۶ لکچر)

"مسلمانوں کی مختلف قوموں میں اگر کوئی خیال عام ہے تو وہ مذہب ہے اگرچہ یہ سب مسلمان ہیں اور باوجودیکہ ہزاروں برس گزر گئے مگر قومیت کے لحاظ سے عرب عرب ہیں ترک ترک ہیں تاتاری تاتاری ہیں ایرانی ایرانی۔ افغان افغان اور مغل مغل ایک کو دوسرے کے ساتھ کچھ ہمدردی نہیں" (صفحہ ۴۸)

"مسلمانوں میں اختلاف کا پیدا ہونا اور مسلمانوں کے متفرق فرقے ہوجانا بھی ہمارے زوال کے بڑے اسباب میں سے ایک بڑا سبب ہے اور اُنمیں سب سے بڑا اختلاف مذہبی اختلاف ہے۔ جس کا بیج ابتدا کے زمانہ میں خلافت اور امامت کا جھگڑا اُسکا سبب ہوا۔ اسی سے مسلمان جن کی تعریف میں خدا نے فرمایا فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ خدا کے فضل سے بھائی بھائی ہوگئے۔ ایک دوسرے کے دشمن ہوگئے۔ اور کافروں کو چھوڑ اپنے آپسمیں لڑنے لگے حقیقت میں وہ بغض اور عناد کا بیج جو امامت کے اختلافی مسئلہ سے عرب کی زمین اور مسلمانوں کے دل میں پڑا وہ بڑے بڑے تلخ اور زہریلے پھل لایا۔ اُسنے مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہائیں اسلام کی مضبوط بنیاد کو ہلا دیا غیروں کے حملہ کرنے اور اسلام پر غالب آنیکی جرأت دلائی۔ باہمی محبت اور اختلاط اور ہمدردی کا نام نہ رکھا۔ اِس سے مسلمانوں کے باہمی سلطنت اور ریاست ہی کی لڑائیاں نہ ہوئیں بلکہ اس کا نتیجہ ملک ملک قبیلے قبیلے اور ہر خاندان بلکہ ہر گھر میں پہونچا اور نہایت قوت سے وہ ابتک موجود ہے۔ پھر یہ اختلافات اسی پر نہ ٹھہرا بلکہ دوسری شکل اور دوسرے رنگ میں جلوہ دکھلانے لگا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں اور خفیف سے خفیف مسئلوں میں اتنا اختلاف ہوگا کہ اسلامی جماعت کی صورت ہی کہیں نظر نہیں آتی۔ اور اختلافات اور جھگڑوں کے سوائے اتحاد کا نام و نشان تک کہیں نہیں پایا جاتا۔ ساری اسلامی زمین میں کہیں مجموعی قوت کا سایہ تک نظر نہیں پڑتا۔ چونکہ دین ہی نے اتفاق پیدا کیا تھا اور یہی وہ بڑی نعمت تھی جو خدا نے ہمکو دی تھی اور یہی وہ بڑا احسان ہے۔ جو ابتدا میں اُسنے ہم پر کیا تھا۔ جسکو اُسنے یا آخود فرمایا ہے۔
الف بین قلوبھم لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم ولکن الله الف بینھم۔ آخر دین ہی کے اختلاف سے اُس کی بنیاد شروع ہوئی اور یہ نعمت خدا نے ہمسے لیلی اور ہمکو اختلاف اور جھگڑوں اور فسادوں میں الکر نہ دنیا کا رکھا نہ دین کا۔ ملکوں کو جانے دیجئے سلطنتوں کا ذکر نہ کیجئے صوبوں اور شہروں پر خاک ڈالئے کوئی دو خاندان دو گھر دو دل مسلمانوں کے ایسے بتا دیجئے کہ اُنمیں اتفاق ہو" (صفحہ ۴۳ و ۴۴)
گویا کہ کسی آفت مسلمانوں پر آئی ہے جس کی بنا خود مسلمانوں کے نفاق پر ہی ہوتی۔

کونسی ذلت مسلمانوں کے نصیب ہوتی ہے۔ جس کا اصلی سبب خود مسلمانوں کا خلاف وغیر ہوتا۔ دہلی کی سلطنت اس صدی میں کس نے تاراج کی۔ نادر شاہ کو بانی بنت سے کس نے نوشتہ نہ دیا۔ اور کون دہلی میں لایا اور قتل عام کرایا۔ ترکوں کو اس آخری جنگ میں روسیوں کے ہاتھ سے شکست کس نے دلائی۔ سلطان کو عثمان پاشا سے کیونکر ملنے دیا (صفحہ ۱۱۴)

"خلفائے راشدین کے زمانہ میں بعاوت پھیلی اور وہ تلوار جو خدا نے دشمنوں کے لئے مسلمانوں کے ہاتھ میں دی تھی۔ آپس میں چلنے لگی اور مخالفت اور دشمنی اور مذہبی اختلاف کا زہر بیج بڑھ گیا" (صفحہ ۰ تکملہ) اسکے ساتھ ہی دیکھو ہماری کتاب رسالہ جہاد صفحہ ۲۹ و ۳۰) جس کا آپکو بھی اشارتاً اقبال ہے۔ مسلمانو کیا تم اسی دنیا میں اسلام کی برکت سے اصلی تعلق بعمسہ احوال کے مخالف نہیں ہوچکے۔ اب تم کو کیا ہوگیا۔ کیا صحبتہ اعدا تو نہیں ہوگئے؟ (صفحہ ۰۳ تصدیق)

جناب مولوی صاحب! مرد بنئے۔ اپنے نفس حضرت علی و عثمان کے وقت سے خود حضرت محمد صاحب کی حیات کے وقت سے آنکھیں کھولو۔ قرآن کے الہام اور حملہ سے نا بعد ہو کر دوسروں کے سر نہ ہو۔ ایسی جھوٹی لفظی باتیں لکھکر لوگوں کو نہ ہنساؤ اور بطالت کی تصدیق نہ کرو اور نہ جہالت کے رفیق بنو۔ ایک جگہ آپنے خدا جانے خواب میں یا الہام میں بیتاب ہو کر لکھا ہے۔ "تو خدا تو ہیبت شد اعلیٰ درجہ کے علوم۔ انقلاب تحتانی کے حاصل کر نہیں بھی۔ وتو (۱) غیر اللہ کی پرستش (۲) خیالی جھوٹے فسانوں پر یقین کرنا رشی ورک ہوتی ہیں۔ میرے پیارے بھائی مسلمانو یہی دو آفتیں اب تک دامنگیر ہوگئیں اور یہی دو تو بڑے کون اسباب جو سرکوں اور ہیتوں کی بدولت ہماری سائٹی میں آئے یہاں انکے ساتھ ہی ملے دیکھے (صفحہ ۲) حضرت یہ باتیں سرکوں اور ہیتوں کے ساتھ نہیں آئیں بلکہ اسلام کو جاگیر میں ملیں نہ قرآن شریف اور احادیث لطف اور تفاسیر اور تواریخ اسلام ایسی باتوں سے بھری پڑی ہیں۔

اب ہماری عملی حالت پر غور کیجئے۔ ہمارے بقار مردن اول تسکر سوامی نے کروڑوں پودھوں آریہ سماجی بعد ازاں جینیوں نے مسلمانوں کو ویدک دھرم کا اوپدیش فرمایا اور کعبہ پرستی سے ہٹا کر آریہ بنایا۔ سری میں نے بھی اول خود دین اسلام سے ہاتھ دہو یا اور تسبیح اسلام کو گنگا کے پانی میں بہا دیا خود تارک اسلام ہو کر آریہ دھرم قبول کیا اور لوگوں کو اسی سنت دھرم کی منادی کی۔ جسکے اب بھی چند ہا مسلمان مرید ہیں۔

بابا نانک جی نے بھی چند مسلمانوں کو آریہ بنایا۔ اور محمد پرستی سے بچا کر سماج اور توحید قائم کرایا گورو تیغ بہادر جی نے اول توحید ہندوؤں جو غلطی سے مسلمان ہوگئے تھے۔ ویدک مت میں شامل فرمایا اور بعد ازاں ایک ذیل قوم کو ویدک دھرم کا مرید کیا۔ اور انکو سکہہ بنا کر مسلمانوں سے لڑایا اور فرمایا۔ رنگ سیٹھ کو وادے سے یعنی رنگریتہ یعنی ذہبی لوگ ہی گورو کی اولاد ہیں۔ اگر وہ اور چند سال زندہ رہتے۔ تو انکی سب طرح ریاست بھی قائم رہتی۔ مگر خیر جیسا اسلام نے اونکے قوموں کے ساتھ سلوک کیا۔ ایسا ہی اُنہوں نے بھی کردیا۔ اعتقاد عیسائی لوگ ذرہ قوموں کے گرتے ہیں اتنا تو صرور کر دیا۔ ہر اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندو اور سکہہ اُنکے ساتھ جیتے ہیں پرہیز نہیں کرتے ہو اب لاکھ سے زیادہ اسلامی یا ہندو بھی مہاراجہ کا حال سیئے۔ افسوس تو یہ ہے کہ تمام ساری گرہی توریٰ آزادیٔ سلطنت دھرم کی طرف لایا یا اور ساہدیش کا امرت پایا۔ اُنکے سارک مت ہمرے آریہ بسوں سے ہندو اور جینی لوگوں کی سوا اسوقت تک تعداد تین ہزار کے مسلمان آریہ ہو چکے ہیں اور خدا کے فضل سے روز بروز ہوتے ہیں۔

اور دھرم کے مطابق وید کو ماننے والا جو شخص نفس اور شراب کھاتا ہو مریض ہو یا ملیظ ہو۔ اُسکے ہاتھ کا کھانا کھانے میں ہمکو کوئی ممانعت نہیں۔ شاستر کے مطابق شودر کا بھی کام کرنا ہے۔ برہمن کشتری ویش کا سب۔ پس ایسا شخص ہمارا بھائی آریہ سدرسن ہی رہو تیرا سرکیا راجا بہادر اور کے ساتھ عبادت میں سر اتر دید بڑھتے یا سننے کا برابر حق دار تھا ہے

ترتیب اور عالم لوگوں سے کہ برہمنوں تک ہاتھ ملا یعنی آزاد سب بھائیوں کے ہم پلہ باقی رہیں ساری دواؤں کے واسطے لترطہرنی و نقیں جتن کرم انکو سلم علم اجازت ہو۔ آریہ سماج اور شدھی کا پرچار خود اُسکا شاہد ہے۔ دیکھو منوسمرتی میں صاف لکھا ہے اور یہی وید مقدس کا منشا ہے۔

منوسمرتی ادھیائے ۲ شلوک ۲۳۸

شردھا کو دہارن کرنیوالا اچھی ودیا کو شودر سے۔ اور پرم دھرم کو چنڈال سے اور استری رتن کو ذلیل خاندان سے بھی اگر شبہ تو لے لے اگر استری کو شادی کرکے

۲۳۹ - زہر ملا بہی میں اگر امرت ہو تو وہاں سے نکال لے بچہ نصیحت خود سالک اس کو بھی سیکھ لے۔ اور ہر کول پر یک لوگو کمالات دستن سے بھی گرہن کرے اور اشد میلے ناپاک چیز سے بھی طلا کو برآمد کرلے

۲۴۰ - سلحجورت نامہ نگار کے رتن ودیا سب پوتر تا۔ اچھا لوکنا۔ اور اپنیک لرنگ کاریگری صحت اور کلا کو شل غیر مذہب دیسوں کے آدمیوں سے بھی جائز طریقہ پر حاصل کرے

اسطرح شاستروں میں اسکی بہت تشریح درج ہے۔ ابھی ورتو رکھا چند سال ہوئے عام ہندو سوسائٹی کی دہرم جھلنے کرتل اکاٹ صاحب کو مرزا میں بگویت بنا دیا تھا یہ تو راجہ شاہی حکیم صاحب عملی و عملی طور پر بھی قرآن کے الہام کی کوئی ضرورت نہیں ہے وید مقدس کافی اور وافی ہے۔

۱۲۳ - مولوی (ساتویں ضرورت) قرآن والی صداقتیں مختلف بلاد مختلف کتابوں میں اگر ان لیس پہلے بھی موجود تھیں۔ مگر اول تو ان کتابوں کا غیر محرف ہم تک پہونچنا اور پھر ان صداقتوں پر نہایت پرانی بولیوں کے ذریعہ واقف ہونا امر اُنکی تعابیر سے غلط کو صحیح سے الگ کرنا ایک مشکل امر محال ہوتا پھر ان متفرد صداقتوں کے مجموعہ کو بھی کسی ایسے پیرایہ میں بیان کرنا ہی پڑتا۔ علاوہ بریں جو ایک پیرایہ منسوخ ہو جانے سے دوسرے پیرایہ میں بتانا الٰہی دستور اور ضروری ہے تو اسی ضرورت پر قرآن نے فرمایا ہے لستاند تو ما اتاہم من نذیر۔ قراناً عربیاً لتنذر ام القری ومن حولہا۔

آریہ۔ یہ ضرورت وہی پانچویں ہے تاپ کے کچھ یاد نہیں جبکی مسل تردید کر چکے ہیں ہم کسی طرح آپکے مغالطہ میں نہیں آ سکتے۔ اور تردید کیئے ہوئے ہیں تو اونچ ۵ مرد تحریک ہر بات سے آپکا اندرونی تعجب معلوم ہوتا ہے جو نادان کو ہرگز منظور نہیں۔

مرد عجب زاہل تدوین شود | اپنے عیب سامنے بیں شود
بجز ریں جہاں ست بخت | حق ... عیب بین ...

ایسی ورتوں کے منہ پر ہانسے سے غالباً آپ اپنے دھرم سے ادات سبھی ہندو بچے بہکانا چاہتے ہیں۔ ورنہ اگر آپ خدا کے واسطے غور کریں تو آپکے روشن ہو جاوے کہ قرآن سے صدہا درجہ بڑھکر صداقتیں وید میں موجود ہیں جس طرح اب بھی قرآن کو مختلف ملکوں کی بولی میں ترجمہ کیا جاتا ہے۔ یہی حال ویدکا ہے۔ سکو ئی نئی تکلیف نہیں ہیں۔ ویدکا ترجمہ فارسی عربی۔ سرکی سنسکرت انگلش زبان میں ہماں آریہ ایک جا دیکھ کرتے رہیئے۔ قرآن نے کوئی خاص انشاء نہیں فرمایا اور نہ گمراہان منزل صداقت کو کوئی اچھا راستہ بتایا۔ بلکہ اگر آپ سوچ لیں تو معرفت کے پیاسوں کو عرب کے سراب نما جنگل میں بھٹکا یا ہو آپ آپنے درج کیں۔ آپنے تو خود قرآن کی بضاعت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ نہ کہ اُنکی ضرورت بنا بریں سچائی موجودگی وید مقدس کے قرآن کی کوئی ضرورت نہیں۔

۱۱۳ - مولوی (آٹھویں ضرورت) اسو میرے ایک پیارے نوجوان نے اگنی ہوتری کو اس کے اس لفظ کی شکر کرتے ہیں یہ بعض تیری رات بخش بارگاہ کے پاس لوگوں کو لایا جاتا ہوں۔ مگر وہ نہیں آئے ہیں۔ یہی دعا کے بعد کہا کہ کیا آپ یقینی طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس بارگاہ تک ہو سکا دو جس کا دعویٰ کرتے ہو تب اگنی ہوتری نے کہا یقیناً میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ تم میری تعلیمات کے ذریعہ ضرور وہاں تک پہنچ جاؤ گے۔ کیونکہ ممکن ہے

انحصار ہے مگر قتل کا کوئی اقرار نہیں کیا یہ اندھیر نہیں کہ جو ہمارے کام آویں ہم انکی گردن ماریں جو ہماری حاجت روا ہوں ہم انکے خون کے پیاسے ہوں۔ دانا کا قول ہے۔

کہ بیہودہ کشتن نہ مردی بود　　ستم بر ضعیفان دادستمری بود

باری تعالیٰ نے انکے طبعی قویٰ اسی واسطے قوی بنائے ہیں کہ ہمارے حرفت و صنعت و زراعت و تجارت و سفر کے کام آویں اور ہمکو آرام سے دور و دراز دشوار گذار راستوں سے لیجاویں۔ اس لئے کہ ہم انکو کھا جاویں اور انکا خون بہاویں۔

بگذر ز رہ ہوا پرستی　　رو آر سوئے خدا پرستی
در راہ محبتش رواں شو　　بگذر ز رہ جفا پرستی

حیوانی مسکن اور لباس۔ حیوانی خوراک اور آرام پر نظر کرنے سے تو خدا تعالیٰ کی رحمت کا جوش انہیں کیطرف پایا جاتا ہے۔ دیکھو ایوب کی کتاب ۳۸ و ۳۹ و ۴۱۔

اکثر جانور تو آدمی کیطرح عمدہ گھونسلا بنانے اور غاریں اور ماندیں سی بستی میں اور بعض وحشی جیسے بدوئیں پتہ پوشوں۔ ریڈ انڈین۔ یا تاتاریوں کیطرح جہاں چراگاہ اور پانی دیکھتے وہاں ہی ڈیرہ جماتے ہیں۔ لباس میں تو ایک ادنیٰ حیوان سے بھی اعلیٰ اعلیٰ انسان مقابلہ نہیں کرسکتا۔ طاؤس کی دم کے بال لوگ اپنی کتابوں اور بادشاہی تاجوں کی زینت سمجھتے ہیں۔ سعدی کہتا ہے۔

پر طاؤس در اوراق مصاحف دیدم　　گفتم ایں قدر بہ منزلت تو بیش می بینم بیش
گفت خاموش بر آنکس کہ جمالے دارد　　ہر کجا پائے نہد دست ندارندش پیش

خوراک میں انسان کی کیا حیثیت کہ وہ انکے مقابلہ کرسکے تمام پھولوں کا عطر تمام پھلوں کا مزہ تمام میوہ جات کی لذت شیریں عمدہ سے عمدہ عطر پانی تازہ سے تازہ ہوا جنگلوں کے جنگل مرغزار اور پرفضا انکے کھانے پینے اور سیر کرنے کو موجود۔ سچ پوچھو تو انسان انکا خدمتگار خور ساقی ہے بعض انسان کی بعض موذی پن کی ہے اور انکی انصاف و رحم کی انسان کی بعض کا خون پیتے اور گلا کاٹتے اور انہیں آگ میں جلاتے ہیں۔ انکی تابو قدرت پر عمل کرانے سے۔ انسان اسی سبب سے ظلوم و جہول بنتے ظالم و جاہل ہے۔ اور دور اعتدال اور انصاف سے مائل۔

خلاف باغی اور شہوت کا پتلا انسان سعید نہیں وہ فعل کرتا ہے جسکے کرنے سے حیوان جنگلوں میں بھی ڈرتا ہے۔ مقام شرم ہے کہ حضرت انسان جانوروں کے خلاف فطرت کرکے بے ما خشخشہ لواطت و تسیمو میں شرکت کرتا۔ آتشک سوزاک امراض دھریان میں مبتلا ہوکر پیدا ہوتا ہے جب کثرت ازدواج سے گنہگار رہو طوائف بازی۔ امرد بازی وغیرہ میں بیکر موجب نقوت باہ کے نسخے تلاش کرتا ہے غذائے سنگ حکیموں اور بد طبیبوں سے وہ نسخے بھی عجیب جانوروں کے گوشت اور خون سے بھرے گئے ہیں۔ (تریاق اکبر باب علاج العجز صفحہ ۱۵۴-۱۶۰)

مگر جانوران بیچارے تو ان سب سے بری ہیں اور تمام جرائم سے منزہ اسلئے نہ انہیں ایسے گندے نسخوں کی ضرورت ہے اور نہ ایسے حکیموں کی حاجت۔

مولوی۔ دیکھو اکثر حیوانات بدون دہشت و اضطراب کے ذبح کے پاس کھڑے رہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ذبح کے آلام سمجھنے میں انکے قوا ایسی ہی کمزور اور ضعیف ہیں۔

آریہ۔ یہ بھی آدمی کا باعث ہے ہر ایک جانور نہیں رگ انکو باندھ کر رکھتے ہیں یا نہایت کمزور کر دیتے ہیں یا بہ خبر بات ذاتے ہیں یا انکو ایسا کرتے ہیں کہ وہ بھاگ نہ سکیں۔ نہ تیرے بکری اور برلے چیل سے مرتی اتر ہوتی سانپ سے بچا نگھی اور شکار سے صیاد کو دیکھ کر ہرن بلبل وغیرہ ایسی ڈرتے اور گھبراتے ہیں کی زبان۔ سچ تو یہ ہے کیطرف سے بے جو ہیں کبھی بکریوں کو ذبح ہوتے دیکھ کر جان نہیں رکھی سیوا محمد صاحب نے ان لوگوں کو جو جانوروں کی طرح اپنی جنس کو ذبح کرتے تھے۔ نہایت غضبناک ہوکر کہا

ظلم مت کرو جب تیرے جانور اپنے ساتھی کو ذبح ہوتے دیکھتے ہیں تو نہیں کس قدر خوف کھاتے ہونگے اور کیا صدمہ انکے جی پر پہونچتا ہوگا (شکوہ) معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے دین کی بھی آگاہی نہیں۔ البتہ بعض وقت وہ ناواقف ہوتے ہیں اور اس حالت سے انسان ہی مستثنیٰ نہیں (مفصل دیکھو مسٹر ٹراف مخمک)

محمد صاحب نے بھی یہودیہ زہر دینے والی کی مہمانی مان لی۔ حالانکہ وہ الہامی اور نبی بنے مگر بھول گئے۔ مسیح نے اپنے پکڑنے والے کو نہ پہچانا۔ اور اسے شاگرد بنا لیا۔

۱۷۶-۱۷۷ **مولوی**۔ ہند کے اصلی باشندے یا تو گوشت خوری کے مجوز ہونگے یا نہیں عفونتوں کے سبب کمزور اور بیمار ہمیشہ مغلوب ہی رہے۔ عمدہ صفات میں شجاعت ہے اور گوشت اسکا معین ہے اسواسطے گوشت خور ومنیں تمہندی محمدی ہی اور خیانت نہایت درجہ کی رذالت ہے اور گوشت اس کا دشمن ہے۔

آریہ۔ ہند کے اصلی باشندے آریہ تھے اور وہ گوشت خوری کے مجوز نہیں تھے اب ہم آپ کی دلیل کی پڑتال کرتے ہیں (۱) ہند کے اصلی باشندے یا تو گوشت خوری کے مجوز ہونگے۔ اچھا اگر مجوز نہیں تھے کہ عموماً مورخ مانتے ہیں کہتے تو کیا سبب ہے کہ دم دبا کر بھاگ گئے۔ اور تحفہ دیکھئے شرین آریوں کے غلام یا تابعدار ما بیگئے۔ مگر صحیح حال یہ ہے کہ آریہ لوگ یہاں کے اصلی باشندے ہیں۔ باہر سے نہیں آئے گوشت خوری بہادری نہیں سکھلاتی۔ بلکہ مکاری۔ فریب اور کمینہ پن سکھلاتی ہے۔ دیکھو شکاریوں اور خونیں ذبح کی حرکتیں گینڈا اور ہاتھی بھینسا جو دونوں سبزی خور ہیں۔ تمام دنیا کے جانوروں سے بہادر زور آور اور قوی ہیں اور شیر انکے پاس تک نہیں پھٹکتا۔ وہ نہ مارے ڈالتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے۔ دیگر گاو میش صحرائی کہ نہایت جرأت دارد و اکثر شیر را بیکشد (سیر المتاخرین صفحہ ۴) اور گوریلا اور شمپانزی کی طاقت اور شجاعت کر لوہے کے ڈنڈوں اور بلوں کو توڑ دیتے ہیں اور شیر کا ناک میں دم کر دیتے ہیں اور مار ڈالتے ہیں (مفصل دیکھو اینڈرسن صاحب کی شیر ہسٹری آف بشری اور ڈاکٹر اسپل صاحب کی ایت آف ...) خدا خود بھی گینڈے کی تعریف کرتا ہے کہ اسکو شیر از در ہے۔ ایوب ۲۹۔

دیکھئے ہندوستان کے دوامی مسلمان بادشاہوں نے گوشت کھانا چھوڑ دیا تمام بادشاہوں سے زیادہ تندرست رہے۔ اور زیادہ راج کیا اور دونوں سب سے زیادہ شجاع تھے۔

اول اکبر بادشاہ۔ ابوالفضل میں لکھا ہے۔ مراتب مہربانی و مدارج عطوفت مذیو بماں از اندازہ گفت بیرون است وانگاہ از اشغال باکونز نظران گر دنبار شفیق بشری بہر حال استالا نزاں قرباں حرذکہ با مدرک کلہ لا بیرک کلہ آنچہ در یافت نشود وہماش گرانستہ نشود ہمہ اش امت۔ کلمہ ہمینہ نگاشتہ قلم فراغت نشود۔ میفر مودند کہ بیچارہ آدمی باوجود چندیں در ظلمت طبیعت در افتادہ۔ راہ نجات خود نمے جوید۔ و باوجود چندیں نعمت کہ برائے او سرانجام دادہ اند قصد جانداران نمودہ سینہ خود را کہ محرم اسرار ایزدی گورستان حیوانات میساند۔ و نیز برائے پرساختن شکم چندیں جانداراں را بلا اغاثہ عدم مے فرستند میفرمودند کہ کاش جسم عنصری من بمشابہ کلاں بودے کہ ایں نامعاملہ فہماں گوشت خوار از گوشت ایں کس سیر گشتہ بجانداران دیگر نہ پرداختندے" (دفتر سوم صفحہ ۲۲۳)

منشی غلام حسین صاحب فرماتے ہیں۔ ونیز فرار یافت کہ از تاریخ ولادت خود چند روز بحساب عدد روز بیان دہ شمسی بجہت ترک گوشت حیوانی نشود و ہر سال بعد ازیں القدر در کہ موافق عدد سنین عمر او باشد گوشت تناول نکند۔ و دراں ایام در ممالک محروسہ جانداران را بیازارند۔ و بدیں تقریب کشتی نیز از ممالک محروسہ منع گردید۔ و مکرر میگفت کہ ترک گوشت بارہا بخاطر میرسد چہ گوشت از شاخ درخت برمے آید و مانند نباتات از زمین بر نمے خیزد از بدن جاندار آنست او بجود انواع اغذیہ و اقسام نعمتہا کہ میخانہ انعام الٰہی بآدمی عطا شدہ

اُسنے سور کا لہو گرایا ہے۔ وہ جو یادگاری کے لئے لُبان گذارتا ہے۔ اُسکی مانند ہے جسنے
بُت کو مبارک کہا ہے۔ ہاں اُنہوں نے اپنی اپنی راہیں چن لیں۔ اور اُن کے جی اُنکی نفرتی
چیزوں سے مسرور ہیں۔ میں بھی اُنکے لئے مصیبتوں کو چن لوں گا۔ اور جن سے ڈرتے ہیں۔
اُنہیں اُنپر ڈالوں گا۔ اُنہوں نے میری آنکھوں کے آگے شرارت کی اور اس بات کو اختیار
کیا جس سے میں ناخوش تھا (یسعیاہ ۶۶/۳)
میکہ نبی کی کتاب میں بھی اول قربانیوں کی تردید کرکے آخر میں کہا ہے۔ خداوند تجھ سے اور کیا
چاہتا ہے۔ مگر یہ کہ تو انصاف کرے۔ اور رحمدلی کو پیار کرے اور اپنے خدا کے ساتھ فروتنی
سے چلے ۶/۸۔

مسئلہ روحانی پر مصنف قرآن کی پریشانی

مولوی صاحب نے تصدیق کے صفحہ ۳۷ سے ۱۰۱ تک کوشش کی ہے کہ روح کے بارہ میں
وہ ہمارے اعتراضوں کا جواب دیں اور ثابت کریں کہ روح حادث ہے۔ لیکن افسوس کہ
مولوی صاحب باوجود اتنی محنت کے بھی کامیاب نہ ہوئے۔ اور ہوتے کس طرح جبکہ وہ
ایک امر حق سے انکار کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے مولوی صاحب کے جوابوں کو کئی بار غور و
تفکر سے پڑھا۔ مگر کوئی جواب بھی معقول اور مدلل نہ پایا۔ ہاں اسمیں کوئی شک نہیں کہ
مولوی صاحب بہ نسبت اور مکذبی بھائیوں کے بہت مہذب ہیں۔

۴۲۔ تکذیب۔ آریہ محمدی لوگوں کی طرح پانچ ہزار یا چھ ہزار سال سے خالق رازق مالک
رحیم عادل اور قادر مطلق نہیں مانتے۔

۴۷۔ تصدیق۔ تمام قرآن کریم اور حدیث نبی رؤف الرحیم سے یہ بات نکال
دکھیئے۔ کہاں اسلام نے کہا ہے۔ بس اسی پر فیصلہ ہے۔

تردید۔ ہم نے اسکا جواب نسخہ خبط احمدیہ صفحہ ۱۰۶ و ۱۱۴ و ۱۱۵ میں دیا ہے
اُس کے سوا تاریخ ابی الفداء میں نہایت جانفشانی اور کوشش سے بحوالہ احادیث و آیات
قرآنی کے لکھا ہے کہ۔

آدم سے نوح تک۔ ۲۲۴۲
آدم سے ابراھیم تک۔ ۳۳۴۳
آدم سے موسیٰ تک۔ ۳۸۶۸
آدم سے سکندر تک۔ ۵۲۸۱
آدم سے عیسیٰ تک۔ ۵۵۸۴
آدم سے محمد عربی تک۔ ۶۲۱۶

سال ہوتے ہیں (دیکھو اسکی تاریخ جلد اول صفحہ ۴ سے ۹ تک مطبوعہ مصر) اور ایسا ہی تاریخ
بحری میں بحوالہ احادیث اور قرآن کے لکھا ہے (دیکھو صفحہ ۴ سے ۸ تک مطبوعہ نولکشور پریس)۔
اور توریت عبرانی کے سب ماہر سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ دیکھو موسیٰ کی کتاب تکوین باب اول
سے اخیر تک یعنے ۴۰۰۴ سال مسیح سے پہلے قرآن نے اگرچہ اصحاب کہف کی جو ابتدا کی رو سے ۳۰۹ سال
بیان کئے ہیں۔ اور نوح کے طوفان کے سوا اور کسی کی تاریخ نہیں بتلائی۔ مگر جو کچھ سلسلہ آدم سے قابیل اور
ہابیل اور شیث وغیرہ کا اُس نے چلایا ہے وہ تاریخ معتبرہ سے ۵-۶ ہزار سال سے زیادہ نہیں بیٹھتا
اور آدم سے پہلے قرآن بالکل خاموش ہے۔ اور قرآن سے بڑھکر کسی علماء اسلام کے قول کا اعتبار
نہیں۔ پس نتیجہ یہ ہے کہ دین اسلام والے ۵-۶ ہزار سال سے پہلے خدا کو خالق و رازق وغیرہ تمام
صفات سے محروم بتلاتے ہیں۔ کیونکہ خلاف علم و عقل حدوث ارواح کے قائل ہیں۔ جو بڑی بھاری
غلطی ہے۔ مولوی صاحب ابھی فیصلہ ہوا یا نہیں۔

۴۷۔ مولوی۔ پہلے اور دوسرے علم پر۔ تمام ارواح اور ساری اشیاء جو ظاہری وجود میں
آئیں اور آتی ہیں۔ اور آئینگی۔ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود ہیں اور موجود رہیں گی اللہ
تعالیٰ علیم و خبیر موجود ہے۔ اور اُسکا علم جو اُسکی صفت ہے وہ بھی موجود۔ اللہ تعالیٰ کے سچے
اور واقعی ست گیان ست ودیا حقیقی علم کے مطابق اُسکی کامل قدرت سے وہ اشیاء
جو علم الٰہی میں موجود ہیں اور موجود تھیں تقدیم و تاخیر اور ترتیب سے خارجی وجود پاکر موجود کہلاتی
ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے تھے۔ جو چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود ہے وہی علمی وجود
سے برآمد ہوتی ہے۔ اور جو چیز وہاں موجود نہیں ہوتی وہ ہرگز ہرگز برآمد نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ
تمام سمٰوات اور زمین کا خالق اور نور ہے وہی تمام سرشٹی اور مخلوق کا پرکاشک ہے عدم محض
نہ کسی چیز کا خالق نہ کسی چیز کا مادہ اور نہ کسی شی کا جزو۔ عدم محض کوئی مخلوق ہے ساری مخلوق
اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود تھی معدوم محض نہ تھی۔ علمی وجود کے بعد مخلوق کو اپنے خالق سے
بتدریج خارجی وجود عطا ہوتا ہے جیسے وید اور ویدوں کا گیان خدا کے پاس اور رشیوں کے پاس ہے۔

آریہ۔ مولوی صاحب آپکی تحریر سے صاف ثابت ہے کہ ہم اور ہماری ارواح اور تمام اشیاء
پیدائش سے بلکہ ہمیشہ سے پہلے خدا کے علم میں موجود تھے۔ عدم محض نہ تھے اور نہ عدم محض کسی چیز
کا مادہ ہے اور نہ کسی شے کا جزو۔ پس عدم یا نیستی کوئی چیز نہیں اور نہ ہوگی۔ اور آپکی مثال سے
تو اور بھی ارواح و مادہ کا انادی ہونا ثابت ہوگیا یہ تو ہم بھی مانتے ہیں کہ پرکرتی سے جگت
کا خارجی وجود یعنی موجودہ حالت بتدریج خدا کے علم کے مطابق ہوتی ہے۔ اور اسی طرح روحوں
کو بھی خارجی وجود یعنی جسم انسانی یا حیوانی بتدریج علم الٰہی کے مطابق کرم انوسار ملتا ہے۔ وید جیسے
کہ ایشور کے گیان میں موجود تھے۔ ویسے ہی رشیوں کو ملے۔ جیو اور پرکرتی جیسے کہ ایشور کے علم میں
موجود تھے ویسے ہی اب موجود ہیں۔ یاد رکھیے کہ عدم محض کا علم عدم محض سے کچھ بھی زیادہ نہیں ہے
پس روح اور پرکرتی انادی ہوئے۔ نہ کہ حادث۔

۷۷۔ مولوی تیسرے اور چوتھے علم پر۔ یہ دونوں علوم متعارفہ نہیں بلکہ محض خیالی
اور سراسر غلط اعتقادات ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکذب کا خیال ہے کہ جو کل میں ہے
وہ ہر ہر جزو میں ضرور ہوتا ہے۔ صادق غور سے کہہ سکتا ہے کہ یہ قول غلط ہے کیونکہ ہم ایک
ایسا کل فرض کرتے ہیں۔ جو چار اجزائے بسیط سے بنا ہے اس کل میں یہ بات موجود ہے
کہ اُسے ہم کہتے ہیں کہ یہ مرکب ہے اس میں چار قسم کی چیزیں موجود ہیں۔ مگر اُس کے
اجزاء میں یہ بات موجود نہیں۔ اور ایسے کل اور مرکب کے اجزا کی نسبت ہم نہیں کہہ سکتے
اس مرکب کا ہر ایک جزو بھی چار قسم کے اجزا سے مرکب ہے۔ ایسا ہی بالعکس یعنی چوتھا
علم آپ کے علوم متعارفہ سے بھی علی الاطلاق صحیح نہیں کہ جو کل میں نہیں جزو میں بھی نہیں
ایک بڑا موٹا رسن فرض کرو جو کتنی تاروں سے بنایا گیا ہو اور وہ موٹا رسن ایک کمزور
آدمی کو دو اور اُسے کہو کہ اسے ہاتھ سے کھینچکر توڑ ڈال ممکن نہیں کہ وہ کمزور اُس موٹے
رسن کو توڑ سکے۔ اب اس کی ایک باریک تار کو جو اُسکی جزو ہے الگ کرلو اور اُسی کمزور
کو جسے پہلے کہا تھا کہو کہ اس تار کو توڑ ڈالے تو یقیناً وہ کمزور توڑ دے گا۔ اب دیکھو وہ چیز
(شکست) جو کل میں نہ تھی جزو میں پائی گئی۔ اور وہ ٹوٹنا جو کل میں ممکن نہ تھا اسی کل کے
ہر ایک جزو میں موجود ہے۔

آریہ۔ مولوی صاحب اور تو درکنار تیسرے اور چوتھے علم کی تردید تو آپنے ضرور الہام
کی مدد سے لکھی۔ اور اسمیں تو کوئی شک نہیں کہ مرزا صاحب کی روح سے امداد لی ورنہ کب ممکن
تھا کہ آپ ایسا عمدہ رد لکھ سکتے۔ آپنے اول تو ہماری عبارت بدلانے کی کوشش کی۔ اور
پھر چار بسیط مرکبوں کو ایک کل بنایا۔ تاکہ کسی طرح حق کو باطل کر دوں اور ثابت کر دکھلاؤں
کہ جو کل میں ہوتا ہے۔ وہ جزو میں نہیں ہوتا۔ اس سے پہلے اگر آپ یہ کوشش کرتے کہ ہم
تو جزو کو ہی کل مانتے ہیں۔ یا مثلث کو ہی مربع مانتے ہیں۔ تو زیادہ بہتر ہوتا۔ دیکھیے اور غور
سے دیکھیے آپنے کتنی غلطی کی چار بسیط چیزوں کو جزو ٹھہرایا۔ اور عولی دالی کے زعم میں

بسیط کا ارتھ بھی یاد نہ آیا۔ یا جان بوجھ کر دل سے بھلا دیا تاکہ کسی طرح قرآنی عظمت باقی رہجائے اور الہامیت میں فرق نہ آئے۔ حضرت البسیط جز نہیں ہوا کرتا بلکہ وہ جزو کا کل ہوتا ہے۔ انگریزی فلسفہ تو درکنار ذرا یونانی ہی پڑھ لیا ہوتا۔ تاکہ ایسی فاش غلطی نہ کرتے۔ ایک اور غلطی پہ بھی نظر ڈالیئے۔ اور اس طرح گرگ تعصب کو گود علمیت میں رہا لیئے۔ ہمارا کیا بلکہ تمام دُنیا کے علماء کا اتفاق ہے۔ کہ جو کل میں نہیں وہ جز میں بھی ناممکن ہے۔ آپنے اس سے بھی انکار کیا۔ اور رسن اور شکست کی مثال دی جسطرح تمام رسن میں شکست ممکن ہے۔ اور چند طاقتور آدمی اُسے یقیناً توڑتے ہیں۔ اسی طرح ایک تنکہ میں بھی شکست ممکن ہے۔ کیا آپکے راجہ شاہی حکمت کے آگے مڑتے موٹے رسن کو کوئی توڑنیوالا نہیں ہے؟ اگر ہے تو یہہ مغالطہ کیوں دیا۔ اور کیوں حق بات سے انکار کیا۔ ایسے ہی ایک مولوی صاحب نے تفسیر قرآنی میں لکھا ہے۔ کہ اگر زمین پھرتی تو جانوران ہوائی اپنے گھونسلوں میں کبھی نہ پہونچ سکتے۔ پس یہہ مسئلہ باطل ہے۔ اسی طرح ایک اور مولوی صاحب تعصب کی ترنگ اور داناائی کی امنگ میں ہماری تردید کرتے ہیں کہ انسان کُل ہے اور ہاتھ پاؤں وغیرہ اُسکے اجزا ہیں اب غور کیجئے کہ انسان کو عالم کہہ سکتے ہیں نہ کہ اجزاء کو یعنے اس کے ہاتھ پاؤں کو عالم نہیں کہہ سکتے۔ اور کل انسان کو طبیب کہہ سکتے ہیں۔ نہ اسکے اجزاء کو۔ اور نیز اسکو کہتے ہیں کہ چلتا پھرتا کھاتا پیتا۔ ہنستا بولتا۔ لکھتا پڑھتا ہے نہ کہ اُس کے اجزاء کو۔ بہرکیف جو کُل کی صفت ہے وہ جزو کی نہیں۔" اُسکے سوا ایک اور بھی دلیل دیتے ہیں کہ چند آدمیوں کا ایک مجموعہ ہی اُن سبنے ملکر ایک پتھر کو اوٹھایا۔ جو ہر ایک سے نہ اٹھ سکتا۔ تو دیکھئے کل کی وہ صفت ہوئی اور اُنمیں وہ بات پائی گئی کہ جو جزو یعنے ہر ایک آدمی میں نہیں ہے۔" (صفحہ ۸ صدقہ جاریہ)

ناظرین! - اگر روزی بدانش برفزودے ۔ ز ناداں تنگ تر روزی نہ بودے

، اس روشنی کے زمانہ میں علمائے اسلام کے یہہ دلائل اور اُن پر یہہ فخر وناز کیا ثابت نہیں کرتا کہ وہ عہد اقت سے منزلوں دور ہیں۔ معقولیت کی اُنہیں ہوا بھی نہیں لگی سائنس اور فلسفہ کے سامنے ایسے دلائل رد کرنے سے پہلے ہی نفرت کے قابل سمجھے جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی سرسید احمد خاں صاحب کی رائے مندرجہ حاشیہ تکذیب صفحہ ۲۰۱ سے ۱۰۹ تک مکرر ملاحظہ فرمائیے۔ تاکہ آپکی تشفی ہو۔

۸۰۔ مولوی۔ (پانچویں اور چھٹے علم کو تسلیم کرا ور صحیح مانکر ساتویں پر اعتراض کرتے ہیں) یہہ دعوےٰ بھی علےٰ العموم صحیح نہیں۔ سبحان اللہ۔ کیسا جمع اضداد ہے۔ چھت کے نیچے لٹکا ہوا جھاڑ چھت سے نیچے اور ہم سے وہی جھاڑ اونچا ہے۔ ہم اُس جھاڑ کو اونچا اور نیچا جمع اضداد کہہ سکتے ہیں۔

آریہ۔ اِس آپ کے بیان میں بالکل اجتماع ضدین نہیں ہے۔ مرد خدا کہیں تو تعصب کو چھوڑکر حق کو قبول کیا ہوتا۔ ایک نادان بھی نہیں کہیگا کہ سقف اور جھاڑ اور آپکا اجتماع ہی جب اجتماع نہیں۔ تو اجتماع ضدین کس طرح نہ باطل ہوا تحت اور فوق کوئی چیز نہیں ہے۔ ذرا سائنس کا کوئی رسالہ مطالعہ کیجئے اور پھر آریہ سماج کے مقابلہ آئیے۔ آپکی اِن دلیلوں پر لوگ ہنستے ہیں۔

۷۹۔ مولوی۔ (علم ہشتم پر بہت سے اقرار و انکار کے بعد آخر لکھا ہے) کہ اگر انسان مخلوق اور موجود نہ ہو اور باریتعالےٰ کو پھر بھی خالق۔ رازق کہیں تو کیا حرج ہے۔ کیا اس کا خالق رازق ہونا انسانی ہستی پر موقوف ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

آریہ۔ صرف انسانی ہستی نہیں بلکہ انسانی وحیوانی اور تمام سنسار کی ہستی پر خدا کے تمام صفات موقوف ہیں۔ بانجھ کا بیٹا۔ یا اندھے کی بصارت۔ یا بی نور آفتاب یا بے زمین زمیندار۔ یا بے سلطنت سلطان کی مانند کوئی صفات اُس سے متعلق نہیں ہو سکتی۔ اور نہ وہ موصوف کہلا سکتا ہے۔ اور جب صفات نہیں رہیں یا نہیں تھیں تو

کس طرح اُسکی خدائی کی بابت وہم وخیال ہو سکتا ہے۔ بغیر غذا و غذی کے خدا۔ یا بے صفات خدا عدم محض سے زیادہ کیا حقیقت رکھتا ہے۔ معطل محض ایک معدوم و موہوم خیال سے بڑھکر کچھ نہیں رہتا۔ آپ اچھی طرح سوچ لیں۔ روح اور جگت سے خدا کا تعلق عارضی نہیں بلکہ حقیقی ہے۔

۸۱۔ مولوی۔ نویں علم پر فرماتے ہیں کہ یہہ بھی ایسے عموم اور اطلاق میں درست نہیں۔ کیونکہ صفات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک لوازم ذات اور دوسرے صفات عرضیہ قسم اوّل کا جدا ہونا بے شک محال ہے۔ مگر قسم ثانی کا جدا ہونا ممکن ہے۔

آریہ ہمارا بھی یہی مطلب ہے۔ آپ خواہ مخواہ خامہ فرسائی کی۔ علوم متعارفہ میں جھگڑا نہیں ہوتا۔ بلکہ حل دلیل میں ہوا کرتا ہے۔

۸۲۔ مولوی۔ (دسویں علم پر کہتے ہیں) یہہ علم بھی آپکے علوم متعارفہ سے تفصیل کا محتاج ہے۔ کیونکہ ہر ایک معلوم کا علم بے ریب معلوم کے وجود کا محتاج ہے الا کبھی اس معلوم کا وجود صرف علم ہی میں ہوتا ہے۔ اور کبھی ماوجود وجود علمی کے معلوم کو خارجی وجود بھی لاحق ہوتا ہے۔ دیکھو ہمارا دل صرف باری تعالےٰ کے علم میں موجود ہے اور اب اِس وقت باوجود وجود علمی کے جو علم الٰہی کے باعث ہے ایک اور وجود بھی رکھتے ہیں۔

آریہ۔ آپکا یہہ کہنا تو بالکل ٹھیک ہے کہ ہر ایک معلوم کا علم بے ریب معلوم کے وجود کا محتاج ہے۔ کیونکہ علم معلوم کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ وید ہمیشہ سے ایشور کے گیان میں ایسے ہی موجود ہیں جیسے کہ اب۔ مگر ہم ایسے نہیں ہیں کیونکہ ہم ایشور کے علم میں صرف علمی طور پر اور اُسکے احاطۂ قدرت میں فی الحقیقت موجود ہیں۔ اگر ہم فی الحقیقت نہوں تو صرف علم نہیں ہو سکتا ہے۔ اور اگر خدانخواستہ کوئی جہالت سے مان بھی لے۔ تو اسکا عدم وجود برابر ہے۔ کیونکہ معلوم کے بغیر علم علم نہیں بلکہ عدم ہے۔ (مفصل دیکھو نسخہ خبط احمدیہ باب جگت اوتپتی) اور علم کے عدم ہونے سے عالم خود معدوم سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا

۸۳۔ مولوی (گیارھویں علم کو کچھ تسلیم اور کچھ ترمیم کرتے ہیں) اِس عہود فی الذہن جملے کا یہہ منشاء ہے کہ فنا اُس ہی کو ہے جسکو وجود ملا اور جو پیدا ہوا ہو تو بات سچ ہے یعنی اگر فنا طاری ہوئی تو اُس حادث پر ہی طاری ہوگی جسکا وجود کہیں سے آیا۔ اور اگر معنے لیئے ہیں کہ جو چیز پیدا ہوئی اور جسکو وجود ملا وہ ضرور فنا ہوگی تو اول یہہ جملہ اس مضمون کا مثبت نہیں دوم اس معنے پر یہہ جملہ غور کے قابل ہے بلکہ اپنے عموم پر غلط ہے اس لئے کہ فنا کے معنے اگر بالکل معدوم ہو جانے کے لیں تو جملہ قابل برہان اور ثبوت طلب ہے۔ کیونکہ ممکن اور محتمل ہے کہ خالق کسی چیز کو خارج میں بالکل معدوم نہ کرے۔ کون امر اِس احتمال کو رد کر سکتا ہے۔ پس ہر ایک جو پیدا ہوا وہ ضرور نہ مرا مثلاً اجسام کی نسبت ہم کہتے ہیں کہ وہ مرکب اور مخلوق ہیں اور مرکب کو تغیر ہوتا رہتا ہے۔ اس طرح اجسام کو تغیر ہوتا رہیگا۔ مگر فنا علےٰ العموم اُنپر طاری نہ ہوگی۔ بلکہ ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ کسی چیز کو پیدا کرکے فنا نہ کرے حتیٰ کہ اُسمیں تغیر بھی کچھ نہ پاسکے۔ ہاں موت اگر ایک خاص تغیر ہے جو مخلوق پر آنیوالا ہے جیسے قرآن میں ہے **کل من علیہا فان کل شی ھالک الا وجہہ** تو ممکن ہے کہ تکذیب کی بات کچھ بن جائے۔ البتہ جنت میں پہونچ جانے والے تنزل کا تغیر نہ پاوینگے انکا تغیر ترقی کی طرف ہوگا۔

آریہ۔ افسوس کہ آپنے میرے مطلب کو نہیں سمجھا بلکہ اُسکو اُلٹا بیان کیا۔ گیارہواں علم یہہ ہے کہ جو پیدا نہیں ہوا ہے وہ نہیں مریگا۔ اور جو پیدا ہوا فنا ہی ہوگا۔" اسمیں فنا کا مُطلق ذکر نہیں۔ اور نہ کسی چیز کا خارج میں بالکل معدوم ہو جانا ہم یا پیروان وید مقدس مانتے ہیں۔ پھر ایسے طول و فضول سے میں نہیں سمجھا کہ آپنے کیا بیہودہ کیا۔ آپکے تمام ممکن اور

اور کلی تفریق ان اجزاے لاتجزی کی ہوئی ہے نہ ہوگی صفحہ ۱۰۷ پھر لکھتے ہیں مار سنا ہمیشہ سے خالق اور ہمیشہ سے رازق اور ہمیشہ سے متکلم اور ہمیشہ ہمیشہ رہیگا صفحہ ۱۰۷
ناظرین اگر خدا ہمیشہ سے خالق اور رزاق اور متکلم ہے اور ہمیشہ ہمیشہ رہیگا۔ تو کیا مخلوق اور مرزوق اور مخاطب ہمیشہ سے نہیں ہے اور ہمیشہ ہمیشہ نہ رہیگا تازم برین فلسفہ مولویانہ ہم مولوی صاحب کو نصیحت کرتے ہیں کہ خوف قوم و برادری چھوڑ کر کھلے لفظوں میں ست دھرم سے پریم کریں جس طرح انہوں نے کئی سال ہوئے پھر میں تمام اسلام والوں کے خلاف کچھ کہا تھا مگر پھر رُک گئے۔ اسطرح اب پھر وقت ہے آزاد ہو کر اور توہمات سے نکل کر ست دھرم کا اوپدیش کریں یہی ہے اصول آریہ سماج اور یہی ہے ہدایت وید مقدس بقول منشی مہدی خاں مصنف

چوں بو قلموں مباش ہر لحظہ برنگ   یا زم چو موم باش یا سخت چو سنگ
یا بر سر صلح باش یا بر سر جنگ   یا رومی روم باش یا زنگی زنگ

مولوی صاحب نے صفحہ ۱۳۷ سے ۲۳۶ تک ہمارا مقابلہ و موازنہ قرآن اور وید کی بابت بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے ہیں اور بڑی جد و جہد کر کے وید مقدس کی شرتیوں کے مقابلہ میں قرآن سے آیات لائے ہیں۔
اوّل ایمان بالجبر سے انکار کیا۔ اور تقدیر سے بھی خلاف ورزی کرنے پر کمر باندھی ہے مگر انہیں خبر نہیں کہ قرآن میں کیا لکھا ہے۔
قرآن سورۃ بنی اسرائیل وکل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ ونخرج لہ یوم القیمۃ کتابا یلقاہ منشورا (ترجمہ) اور ہر آدمی کی مانند ہار نقل میکند کہ ہر مولودے را کتابے ہست ایگردن او آویختہ و آں نوشتہ کہ شقی ام سقیم (تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۵۲۸) اس کی بحث ہم نہایت تفصیل سے کتاب ثبوت تناسخ میں کی ہے۔
پس قرآن نے حقیقت خدا کی ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔۔
دنیا میں لوگ کسی نہ کسی پیرایہ میں خدا تعالےٰ کو مانتے رہے ہیں۔ مگر جو سخت غلطی اور زبردست ٹھوکر کھائی ہے۔ وہ لوگوں نے صرف پرماتما کے گنوں کے ادرس میں کھائی۔
یہودیوں نے اُس کی تعریف کیا کی۔ گویا اس کے ہتھے کئے۔ یعقوب کے ساتھ اسے کشتی لڑوایا ابراہیم کا مہمان بنایا سیاحوں میں پھروایا دیگر اور پشیمان کرایا۔ اور آتش خیر پہاڑ کو اللہ ٹھہرایا عیسائیوں نے ایک آدمی کو خدا ٹھہرایا۔ اور کبھی اُسے فاختہ اور کبوتر بنایا۔ ایک پر صبر نہ آیا۔ تثلیث کا دام بچھایا۔ بودھوں نے اُس سے قطعی انکار کیا۔ جینیوں نے اُسے معطل سمجھا۔ قرآن نے شیطان کا رقیب گردانا۔ عرش پر محدود ٹھہرایا۔ قتل و جہاد کا بانی بتلایا لاکھوں اونٹوں اور گائے بکریوں کا لہو اسکے اندر گرایا۔ گویا ایک بار اور خونخوار بنا ڈالا اسکو مکار و جبار بنایا اور مسخرا یعنی ہزال بتلایا کبھی اُسکے پیڈے سے دامن اٹھا کر برہنہ کرایا کبھی اسکو تخت پر بٹھلایا اور کبھی تحت الثرلیس اور ہمہ اوست کی تعلیم دیکر تمام جہان کے ذرے سے اُسے مذموم بنایا۔ اور عبادت کے عوض حور و غلمان کا دینے والا بتایا نعوذ باللہ من ہذاہ الخرافہ پس بعضوں نے انہیں سے محمد کو خدا ٹھہرایا اور بعضوں نے علی کو اور بعضوں نے یوسف کو اور بعضوں نے سب کو۔ مگر حق اور ست وہ کتاب ہے جسمیں کوئی برائی و خرابی اسکی پوتر ذات کی نسبت نہ لکھی ہو اور نہ قانون قدرت یا علم و عقل کے خلاف کوئی مسئلہ اسمیں درج ہو۔ وید نے بتلایا کہ وہ صانع قدرت رب شکتیمان یا لو عادل سرب انتریامی ہر وہ تمام سرشٹی کا خالق ہے۔ مگر نیستی اسکے گھر میں کبھی نہیں وہ رب العرش یا رب الملکہ کیطرح کبھی معطل و بیکار نہیں اور شفاعت یا سفارش کا روادار۔ وہ تمام صفات کاملہ میں انوپم یعنی بیجوڑ و بیچرا ہے پس پیارے کاملہ صفات سوائے وید کے کسی میں نہیں ہیں۔
۱۵۱۔ موسیٰ کی آتش پرستی سے مولوی صاحب نے انکار کیا ہے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ آتش پرستی اظہر من الشمس ہے مفصل دیکھو تکذیب مطبوعہ بار دوم
آتش پرستی کے سوا اُسنے چوری کی بھی ہدایت دی ہے۔ قرآن سورۃ شعرا۔ در مختار آوردہ کہ موسیٰ بنی اسرائیل را فرمود تا پیرایہ و زیورہا از قبطیان بہ بہانہ آنکہ عید نزدیک شدہ میخواہیم کہ اہل خود را بیاراں بارانیم عاریت گرفتند و آخر روز خبر خروج ایشان بقبطیاں رسید چوں پیدا شتند کہ بنی اسرائیل بجتہ اسباب در خانہا خود اقامت نمودند۔ روز دوم دانستند کہ از عقب ایشان روند۔ در خانہ ہر قبطی از عزہ ایشان بمرد و بتعزیت او مشغول شدند (صفحہ ۱۰ جلد ثانی تفسیر حسینی)
اسی طرح قبطی کا قتل دیکھو سورۃ الشعرا صفحہ ۸۱ اور سورۃ قصص صفحہ ۱۲۱ تفسیر حسینی میں بھی یہی قصہ موجود ہے۔ پس ایسا آدمی کبھی پیغمبری کے لائق نہیں ہے۔
۲۰۴ سے ۲۰۷ تک ساق کے معنے سے انکار ہے
یوم اور لفظ ستۃ ایام کے معانی سے انکار۔
آریہ۔ یہ بھی غلط ہے۔ دیکھو تفسیر حسینی میں لکھا ہے۔ سورۃ یونس ان اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش۔ بیافرید آسمانہا و زمینہا کہ بزرگترین اجسام ایں عالم اند در مقدار شش روز از ایام پس مستوی شد بر عرش (تفسیر حسینی جلد ۶ صفحہ ۱۷۶) جلد ثانی صفحہ ۷۷ پر بھی یہی ذکر ہے مگر خدا کہیں تو انکار نہ کیا ہوتا۔ کہاں تک انکار کرتے جاؤ گے۔ اسلام کے سارے مسایل ہی ایسے ہیں۔ تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم۔
ہم نے جو حدیث حضرت یعنی آدم سدی اربعین صباحا صفحہ ۷۰ پر لکھے ہیں اسکو صحیح کرنے کے واسطے مولوی صاحب نے بہت ہاتھ پاؤں مارے ہیں صفحہ ۲۱۱۔ جزا آدمی کا جسمی قالب چالیس روز میں تیار ہو جاتا ہے آپ کو طوعاً نہیں کرہاً حدیث ماننی پڑیگی۔ ڈاکٹری علم اگرچہ وہ گنگ زبان ہو کر محمدی حدیث کی تصدیق کریگا۔ یہ امر ثابت ہو گیا ہے کہ انسانی شکل اور اسکے تمام خط و خال کا پہلا خاکہ رحم اور منی چالیس روز تک پورا ہو جاتا ہے۔
آریہ۔ یہ جواب غلط ہے ہمکو جو بات سچی ماننے سے کوئی انکار نہیں بشرطیکہ حق ہے کیونکہ ہم ہیں اسلام کی طرح راستی سے مخالف نہیں اور نہ حق سے ضد ہے۔ تعصب سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں ہمارا اصول ہے سچ کے اختیار کرنے اور جھوٹ کے چھوڑنے میں ہمیشہ تیار رہنا چاہیئے۔ مگر آپنے جاہلوں کو دھوکہ دینا چاہا علم تشریح سے محروم لوگوں نے شاید محمدی حدیث کی طرح سمجھ لیا ہوگا۔ مگر ایسا ہرگز نہیں ہے کیونکہ ماہران سرجری و تشریح اسکے مخالف ہیں۔ ڈاکٹر گور اندر مل صاحب ایل ایم۔ ایس اسسٹنٹ سرجن لیکچرار علم دین فالبہ و ایل اسسٹنٹ کیمیکل اگزیمنر گورنمنٹ پنجاب لاہور اپنی کتاب مذوائی فری میں لکھے ہیں۔ دوسرے ماہ میں جنین کا ساتی نظر آسکتا ہے اور سر پر بل کھائے ہوتا ہے وزن ۲۰ گرین اور طول ۳ سے ۴ لاین ہوتا ہے سر اور اطراف اچھی طرح معلوم ہو سکتے ہیں اور اطراف پر لوسار معلوم ہوتی ہے۔ دوسرے ماہ کے گذرنے پر گردے اور انکے کنیول بنجاتے ہیں۔ اور عقب کے ڈنٹر لکل کے بیچ میں ایک قسم پیدا ہو جاتا ہے تال بالکل سیدھی اور جسم کے نچلے حصہ میں ہوتی ہے بینچے کے جبڑے اور ہنسلی کی ہڈی میں استخوانی مادہ پیدا ہونے لگتا ہے تیسرے مہینہ میں بازو اچھی طرح بنجاتے ہیں انگلیاں بھی بننی شروع ہو جاتی ہیں آنکھوں کے نشان نمایاں ہو پڑتے ہیں (صفحہ ۱۶۸ و ۱۶۹ اشاعت ۱۸۹۰ء)
اسی پر تمام ڈاکٹروں کا اتفاق ہے۔ پس گویا کہ محمدی حدیث سے ست نے انکار کیا۔ اب مسلمانوں کے ہونہار بچوں کو چاہیے کہ طوعاً و کرہاً اس محمدی حدیث سے انکار کریں۔ درحقیقت یہ علمی غلطی ہے پس یہ شش و پیدایش اور چالیس روزہ خمیر کا مسئلہ بالکل باطل ہوا۔

تفسیر مدارک التنزیل میں ہے "ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی۔ الجمہور علی انہ الروح الذی فی الحیوان سالوہ عن حقیقتہ فاخبر انہ من امر اللہ ای مما استاثر بعلمہ وعن ابی ھریرۃ لقد مضی النبی وما یعلم الروح وقد عجزت الاوائل عن ادراک ماھیتہ بعد انفاق الاعمار الطویلۃ علی الخوض فیہ والحکمۃ فی ذلک تعجیز العقل عن ادراک معرفۃ مخلوق مجاور لہ لیدل علی انہ عن ادراک خالقہ اعجز ولذا رد ما قیل فی حدہ انہ جسم دقیق ھوائی فی کل جزء من الحیوان وقیل ھو خلق عظیم روحانی اعظم من الملک وعن ابن عباس ھو جبرئیل دلیلہ نزل بہ الروح الامین علی قلبک وعن الحسن القرآن دلیلہ وکذالک اوحینا الیک روحا من امرنا ولانہ حیوۃ القلوب ومن امر ربی ای من وحیہ وکلامہ لیس من کلام بشر روی ان الیہود قالوا لقریش سلوہ عن اصحاب الکہف وعن ذی القرنین وعن الروح فان اجاب عن الکل او سکت عن الکل فلیس بنبی وان اجاب عن بعض وسکت عن بعض فھو نبی فبین لھم القصتین وابھم امر الروح وھو مبھم فی التوراۃ فندموا علی سوالھم وقیل کان السوال عن خلق الروح یعنی اھو مخلوق ام لا وقولہ من امر ربی دلیل خلق الروح فکان ھذا جوابا" صفحہ ۴۰۳ جلد اول۔

تفسیر العلام النبی المسجود میں ہے "ویسئلونک عن الروح الظاھر ان السوال کان عن حقیقۃ الروح الذی ھو مدبر البدن الانسانی ومبدء حیاتہ روی ان الیہود قالوا لقریش سلوہ عن اصحاب الکہف وعن ذی القرنین وعن الروح فان اجاب عنہا جمیعا او سکت فلیس بنبی وان اجاب عن بعض وسکت عن بعض فھو نبی فبین لھم القصتین وابھم امر الروح وھو مبھم فی التوراۃ" (صفحہ ۴۳۴ جلد ۵ برحاشیہ تفسیر کبیر)۔

امام محمد الرازی فخر الدین ابن العلامہ ضیاء الدین عمر اپنی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں "ویسئلونک عن الروح الخ للمفسرین فی الروح المذکورۃ فی ھذہ الآیۃ اقوال اظھرھا ان المراد منہ الروح الذی ھو سبب الحیاۃ روی ان الیہود قالوا لقریش اسالوا محمدا عن ثلاث فان اخبرکم باثنتین وامسک عن الثالثۃ فھو نبی اسالوہ عن اصحاب الکہف وعن ذی القرنین وعن الروح فسالوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ھذہ الثلاثۃ فقال علیہ السلام غدا اخبرکم ولم یقل ان شاء اللہ فانقطع عنہ الوحی اربعین یوما ثم نزل الوحی بعدہ ولا تقولن لشیء انی فاعل ذلک غدا الا ان یشاء اللہ ثم فسر لھم قصۃ اصحاب الکہف وقصۃ ذی القرنین وابھم قصۃ الروح ونزل قولہ تعالی ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وبین ان عقول الخلق قاصرۃ عن معرفۃ حقیقۃ الروح فقال وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ومن الناس من طعن فی ھذہ الروایۃ من وجوہ" (صفحہ ۴۴۰ جلد ۵ مطبوعہ قسطنطنیہ ۱۲۹۴ھ)۔

آگے امام صاحب نے لوگوں کے طعن کے وجوہ بتلائے ہیں پھر آگے چلکر کوشش کی ہے کہ روح کے معنے قرآن کریں یا جبرئیل یا کچھ اور تاکہ عقلاء کے اعتراض سے نجات ہو مگر کوئی بچاؤ نہیں کر سکے ہاں عوض معنے بدلانے کے خود روح کے ثبوت دینے شروع کئے ہیں۔ جس سے امام صاحب کی لیاقت ظاہر ہوتی ہے مگر قرآن کی کمی بدستور ہے وہ ہرگز پوری نہ ہو سکی اور لوگوں کے طعن بدستور ہیں اور جب تک قرآن جہان میں موجود رہے گا۔ ان اعتراضات سے خلاصی نہیں پا سکتا۔

آریہ اور ہندو کی تحقیقات اور آریہ دھرم کی قدامت تصدیق ۴۲۵ کا جواب

۴۷۔ مولوی۔ اسلام کے معنے صلح کے ساتھ زندگی بسر کرنا۔ چین سے رہنا۔ کیونکہ یہ لفظ مسلم سے مشتق ہے جس کے معنے صلح اور آشتی کے ہیں۔

آریہ۔ بے شک اس کے معنے تو یہی ہیں۔ مگر یہ نام محمدی بھائیوں پر کسی حالت میں موزوں نہیں ہے کیونکہ یہ کبھی اس نام کے مصداق نہیں ہوئے۔ یہ تو یہ خود محمد صاحب کے وجود میں صلح و آشتی نہیں تھی۔ چنانچہ تاریخ سے ظاہر ہے "پیغمبر ہیچناں وعظ توجہ گفتے و بناں را بزشتی یاد فرمودے تا ہمہ راہ دشمنی برافروختند" (صفحہ ۱۸ مدر اسلام) اور یہی حال ابراہیم کا تھا جیسا کہ تفسیر منیر میں لکھا ہے "در تفسیر منیر مذکور است۔ القصہ ابراہیم ہمیشہ مذمت بتاں کردے و پرستندگان ایشاں را دشنام دادے و قوم با او مجادلہ میکردند" (تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۱۷۷ نولکشور) لیکن علاوہ براں جو کچھ حلم اور آشتی اسکے وجود سے دنیا میں ہوئی وہ تو اظہر من الشمس ہے کروڑوں آدمیوں کے سر کٹ گئے خون کی ندیاں بہ گئیں۔ لوگوں کے بال بچے۔ لونڈی غلام بنکر فروخت ہو گئے۔ لاکھوں انسان غلام بنائے اور اُن کے آلہ تناسل کاٹکر خواجہ سرائے کر لئے گئے۔ باہر کیا تلاش کریں خود گھر میں ہی آتش فتنہ و فساد لگا دیئے۔ نیاز الدین نے صحیح کہا ہے ؎

اسرار حقیقت سے خبردار جو ہوتے ہفتاد و دو ملت میں کبھی جنگ نہ ہوتا

پس اسلام کا لفظ آپ لوگوں پر کبھی زیبا نہیں۔ جو جیسے پہلے لوٹتے تھے ویسے اب لوٹتے ہیں۔ اسلام نہیں بلکہ غریب مخلوق الٰہی کے حق میں قتل عام کا اعلام ہے اس محمدی اسلام کے حق میں تو سارے آدمی اور جانور پکار کر کہہ رہے ہیں ع اسلام نے کھایا ہے پس اسلام ہمارا۔ آپ کی ریاست جموں میں وہ کارروائی جس کے باعث آپ وہاں سے نکالے گئے بھی آپکو زمرہ اسلام سے خارج کرتی ہے۔

مولوی صاحب نے پادری طامس ہاول صاحب کی تحریر کی جو انہوں نے آریہ لفظ اور ہندو لفظ کی تحقیقات میں لکھی ہے بہت تعریف کر کے اخیر پر شری مان سوامی جی کے حق میں لکھا ہے کہ اپنے آپ کے مصلح نے اس لفظ ہندو پر بحث کرنے میں بالکل انصاف سے کام نہیں لیا یہ بحث اس نے مختلف اغراض کے واسطے چھیڑ دی ہیں راستی سے کہتا ہوں کہ مسلمان فاتح لوگوں نے اس نام کو ہانتا اختیار نہیں کیا تھا۔

آریہ۔ ہم پادری صاحب کے رسالہ کا مفصل جواب آریہ ہیدو اور ہندو کی تحقیقات میں دیچکے ہیں ہم جانتے ہیں کہ آپ پادریوں کی کاسہ لیسی صرف دنیا میں فساد ڈالنے اور آریہ سماج کے مقدس مشن میں ہارج ہونے کے واسطے کر رہے ہیں ورنہ آپکی یہ تحریر کسی طرح بھی بوئے صدق نہیں رکھتی۔ ہم نے یا ہمارے مصلح سری سوامی جی مہاراج نے یہ بحث بالکل انصاف سے کی ہے اور تمام تر غرض اُن کی حق کے ظاہر کرنے سے تھی چنانچہ وہ ظاہر ہو گئی۔ اب کہیں خاک ڈالے سے چھپتا ہے چنانچہ تاریخ بتلاتی ہے کہ ہم لوگ اصل میں آریہ ہیں اس دیش کا نام آریہ ورت ہے سوامی جی نے اس کا اس طرح فیصلہ کیا کہ آریہ نام سناتن اور ہندو ملیچھ بھاشا کا ہے اور ملیچھ بادشاہوں نے یہ نام رکھا ہے اور اُن کی کتابوں میں اس کا ذکر ہے وید کے ماننے والے سارے اپنے آپ کو آریہ کہلائیں اور وید پر عمل کریں کیونکہ وہ سارے کے سارے روزمرہ سنکلپوں میں آریہ پڑھا کرتے ہیں نہ کہ ہندو۔ یہیں اس کے معنے صاف برے ہیں عرب کے فاتح تو یہاں نہ آئے اور نہ کامیاب ہوئے بلکہ شکست کھائی۔ ہاں فارس کے لوگ آئے اور انہیں کی کتابوں سے اس کے برے معنے پیش ہیں۔ پھر ہم آپکی حکمت عملی کی باتوں پر کیسے بھول جاویں۔

۴۸۔ مولوی۔ ہندو ادنٹ کے گلے کی گھنٹی کا نام ہے ایک عورت کا نام بھی جو عمرو کی اللہ تھی

وہند ایک قبیلہ عرب کا نام ہے ہند کے ایک بھاڑا کا نام ہے تلوار کے تیر کرنیکو بھی ہند کہتے ہیں مہند اس تلوار کو کہتے ہیں جو بہت تیز ہو۔ ہندوان ایک نہر کا نام ہے جو خراسان میں ہے کیا تعجب ہے کہ آریہ کے بزرگ اسی ندی کے کنارے سے آئے ہوئے ہوں اور آری عربی میں طویلہ کو کہتے ہیں پس کیا تعجب ہے کہ ہمارے بزرگوں نے سکھائے آری ہندو کا لفظ اختلاف شریعت کے حکم سے زیادہ تر رہتا ہو۔ اور کوئی باعث خاص ہو جو دل آزاری کے سوا ہے اب بھی مکہ معظمہ میں ہندی مسلمانوں کے شیخ شیخ الہنود کہتے ہیں آریہ یہ خلاف معنے متعلق ہند کے آپنے لکھے ہیں ان میں سے چند تو ہم نے بھی آریہ اور ہندو کی تحقیقات میں درج کر دیئے ہیں بعضے آپنے زیادہ لکھے ہیں۔

مگر ہمیں ان معنوں سے انکار نہیں۔ ان سب سے بڑھکر ہندو کش پہاڑ کیوں لکھدیا جو بہت زیادہ مشہور ہے مولوی صاحب یہ سارے معنے ہندو کے اچھے نہیں ہیں اور یہ آریہ کے بزرگ نہر ہندوان کے کنارے سے آتے ہیں ہندوان کی نہر کے کنارہ شاید اونٹوں کے گلے بہت پڑتے ہوں گے اسی واسطے اُس کا نام ہندوان ہوا یا کوئی اور ہندو کے سوا وجہ ہوگی یا اُس کے کنارے کی مٹی کالی ہوگی واللہ اعلم بالصواب مولوی رومی مثنوی کے دفتر میں لکھتے ہیں :-

نقش ماہی را چہ دریا و چہ خاک رنگ ہندو را چہ صابون و چہ زاک (صفحہ ۲۷)

سنسکرت کا اصل لفظ آرج یا آریہ یا آرش ہیں اور یہی آرج لفظ فارسی میں عمدہ معنے رکھتا ہے۔ آرج قسمت۔ قدر مرتبہ (حد۔ اندازہ) اسم اسلوب۔

ارجمند۔ صاحب قدر۔ صاحب مرتبہ۔ اسم اسلوب + آرشتہ ع بہت ہدایت یافتہ آدمی + آرتیت ع عقلمند۔ عالم + آرش۔ زیبائش۔ آراستگی۔ آرا۔ آرائی۔ آراستہ کرنیوالا عرش۔ تخت۔ چھت۔ خدا کا تخت سات آسمانوں سے اوپر۔ عروج۔ چڑھنا۔ بلند ہونا۔ یہ سارے معنے آرش یا آرج یا عرج یا آریہ کے ہیں جو نہایت عمدہ ہیں پس ایسے اچھے معنے جب آریہ کے موجود ہیں۔ تو ہم وہ فضول اور غلط کیسے قبول کرتے ہیں۔

جس طرح مسلمان یا محمدی کے معنے سنسکرت میں بُرے ہیں مگر عربی دان اُس کو عربی میں اچھے معنے ہونے کے سبب قبول نہیں کرتے اگر سنسکرت میں اسکے اچھے معنے ہوتے تو ہم ہرگز انکار نہ کرتے ہم بھی فارسی یا عربی کے خراب معنے ہونے کے باعث اُن کے قبول کرنے سے انکاری ہیں پس اسکا ماننا یا عمل کرنا نہایت ہی غلط اور سوامی جی نے جو کچھ لکھا بالکل معقول اور قرین انصاف ہے۔

محمدی اسلام قدیم نہیں۔

۵۸ مولوی۔ اسلام کیا ہے۔ خدا کا فرمانبردار ہونا۔

آریہ۔ اگر خدا کا فرمانبردار ہونا اسلام ہے تو یہ اسلام تمام دنیا کو مبارک ہو۔ اور یہی آریہ دہرم ہے۔ کیونکہ شاستر میں حکم ہے۔

यञ्जनयदेवतामुपास्तेन सवेदपशूरेवहैसदेवानाम् ॥

جو پرماتما کو چھوڑ کر کسی اور کی تابعداری کرتا ہے وہ گیان دان نہیں ہے وہ وید کے خلاف چلتا ہے۔ وہ بیوقوف اور گدہا ہے۔

اور یہ اسلام محمدی ہونا نہیں ہے بلکہ آریہ بننا۔ کیونکہ قرآن کے رو سے اسلام خدا کا فرمانبردار ہونا نہیں بلکہ صرف فرمانبردار ہونا۔ آپ لوگ بہت زیادہ تو تعصب اور شہوت کے فرمانبردار ہیں اور اُس سے زیادہ حور و غلمان کے۔ رسول کی فرمانبرداری بھی (اور اُس کے چال و چلن پر اعتراض نہ کرنا) اسلام کے اندر ہے ویسا ہی فرمانبردار ہونا اسلام ہے۔ پس یہ اسلام ناتمام اور ناکمل ہے۔ چنانچہ سورۃ محمد میں ہے :-

یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و لا تبطلوا اعمالکم اسے کسانیکہ ایمان آوردید فرماں برید خدا را و فرماں برید رسول را و باطل مسازید عملہائے خود را۔ ایسا اور بھی چند مقام پر یہ ذکر ہے۔ پس یہ محمدی ہونا اسلام نہیں۔ مولوی عبید اللہ نے لکھا ہے :- "نار دوزخ کے لائق ہو گئے جو کوئی سرداروں کے بندے بن گئے۔ ہم ایماناً کہتے ہیں کہ اس وقت تمام دنیا کے مسلمان محمد کے غلام ہیں۔ بندے ہیں۔ کوئی بھی خدا کا بندہ نہیں ہے۔ بلکہ لاکھوں تو محمد کو ہی خدا مانتے ہیں"۔ اور یہی آریہ دہرم یعنی سچا اسلام محمد و عیسیٰ و ابراہیم و موسیٰ سے پہلے تمام دنیا کے لوگوں کا مذہب تھا۔ قرآن نے بھی اس کی طرف ایک دو مقام پر اشارہ کیا ہے ان الذین آمنوا والذین ھادوا والنصریٰ والصابئین من آمن باللہ والیوم الآخر و عمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون یہ آیت بقرہ پارہ ۱ اور ہود کی سورتوں میں بھی ہے اور پھر دوسری یہ بھی ہے۔ والذین آمنوا و عملوا الصالحات اولٰئک اصحاب الجنۃ ھم فیھا خالدون۔

پس یہی اسلام آریہ پن ہے اور یہی ویدک دھرم ہے۔ مگر محمدی مذہب قدیم نہیں ہے یہ تو نہ موسیٰ کا مذہب ہے نہ عیسیٰ کا مذہب ہے اور یہی سبب ہے کہ موسائی اور عیسائی دونوں اُس کے مخالف ہیں۔

بے شک آریہ کے معنے سریشٹ نیک اور خدا ترس کے ہیں اور ہر ایک آدمی اعمال کے ذریعہ آریہ ہو سکتا ہے کسی خاص قوم اور ایک ملک والوں کے واسطے اس کی خصوصیت نہیں پس ان معنوں کے رو سے بنی اسرائیل کا نیک اور حق شناس آدمی جو سچے الہام وید اور ایشور کو مانتا ہو آریہ ہے گو شام کا رہنے والا ہو۔ یا مصر کا ایک پارسا عیسائی کے گھر میں پیدا شدہ انسان جس کا وید اور ایشر پر اعتقاد ہے آریہ ہے گو وہ ناصرت میں پیدا ہوا اور اسی طرح عرب کا بدو یا ایک جنم کا مسلماں بھی آریہ ہے اگر وہ ویدک تعلیم کو سچا مانتا اور عمل کرتا ہے خواہ وہ مکہ کا باشندہ ہوا اور آریوں کے گھر کا پیدا شدہ بد چلن ایشور سے منکر وید سے منکر یا انسان پرست دسیو ہے۔ خواہ آریہ ورت میں ہی پیدا ہوا ہو۔

قرآن کے محمدیوں نے بت پرستی کی جگہ اسود پرستی اور کعبہ پرستی قائم کی۔ اور قبور پرست علماء اسلام نے جاری کر دی۔ اس وقت مکہ سے ملایا تک اور مدینہ سے سوڈان تک ایک بھی ایسا مسلمان نہیں جو مشرک اور بت پرست نہ ہو۔ یا صرف موحد ہو۔ ایک عرب یا بندار رحمۃ اللہ علیہ عبد الوہاب نام نجد شریف میں پیدا ہوا تھا مگر اُس کی تمام علماء و فضلاء اسلام نے مخالفت کی اور کفر کے فتوے دیدیئے۔ البتہ اُس نے قبر پرستی کی بیخکنی کرنی چاہی تھی پس جبتک مسلمان گور پرستی اور کعبہ پرستی اور مدینہ پرستی اور اسود پرستی اور تابوت سکینہ پرستی سے باز نہ آویں اور توبہ نہ کریں۔ تب تک وہ کسی طرح حلقہ اسلام یا آریہ دہرم میں نہیں آ سکتے۔ وہ خدا کو کلنک لگانیوالے دسیو ہیں آریہ نہیں ہیں۔

پارسی مذہب آریوں سے قدیم نہیں۔

آریہ۔ تکذیب براہین الاحمدیہ ۱۸۸۷ میں ہم نے ضرورت الہام قرآن یہ لکھا تھا کہ سوائے قصہ جات مذکورہ بالا کے اگر کوئی عمدہ بات قرآن سے ثابت کرے جو وید مقدس میں نہ ہو تب ہمیں بھی موقعہ کلام کا نہ ہوا اور علاوہ براں وہی باتیں یا اُس سے عمدہ باتیں قرآن سے پہلے کتابوں میں موجود ہیں۔ پس اِسبات سے تو کسی کو انکار نہیں کہ ان پہلی کتابوں سے وہ باتیں قرآن سے نہیں چرائیں۔ مگر بر حق ثانی کے ذمہ یہ الزام ضرور ہے۔ جس سے اُسکی راستی و الہامیت سراپا کافور ہے۔

۸۱۳ مولوی۔ سوامی پر ایک ریمارک ہے کہ پارسیوں کو دعویٰ ہے کہ وہ اور اُن کا مذہب اُن کی کتاب آریہ ورتی کتابوں سے اس آریہ ورتی مقدس کتابوں بلکہ وید سے بہت پرانی ہیں۔

آریہ۔ یہ آپ کا خیال تو وجوہات ذیل باطل ہے۔

وجہ اول - پارسیوں کی کتابوں میں ویدک ذکر ہے اور اُس کو نہایت عزت سے یاد کیا گیا۔ چنانچہ ہوم یشت سوم یگ کے معنوں میں اتھروید کا نام موجود ہے۔ اور اکثر انگرہ رشی ہُم اور امام رشی کا نام مبارک مذکور ہے۔ ایک تاریخی واقعہ بھی لکھا ہے کہ کرشانو راجہ نے حکومت کے غرور میں اتھروید جسکے شروع کا منتر شنو دیوی ابھشٹے ہے اپنے راج میں بند کر دیا۔ اسواسطے ہوم نے اس کو تخت سے اتار دیا۔ (دیکھو ہوم یشت کی ۱۸ ویں آیت کا پاٹ ژند اوستھا) اس پر ماٹن ہاگ صاحب نے لکھا ہے کہ کرشانو کا ایک ایسا ہی اور بھی بیان آریہ ورت کے پرانے پستکوں میں بھی ہے دیکھو ایتری برہمن (۳-۲۶) پس صاف ظاہر ہے کہ یہ حصہ ژند اوستھا میں ایتری براہمن سے لیا گیا اور ایتری براہمن اور ژند اوستھا دونوں سے قدیم وید ہیں۔

وجہ دوم - محقق فضلاء غیر مذاہب نے جنہوں نے آریہ ورت کے ویدک دھرم اور ایران کے پارسی مذہب کی بابت تحقیقات کی ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ آریہ لوگ آریہ ورت سے اُٹھکر ایران میں آباد ہوئے۔ چنانچہ محقق پروفیسر میکس میولر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ پارسی لوگ بھی آریہ ورت سے اُٹھکر ایران میں آباد ہوئے۔ (سائنس آف دی لنگویج صفحہ ۲۸۸)۔

دارا بادشاہ کہتا ہے کہ میں آریہ ہوں اور آریوں کی اولاد سے ہوں کیونکہ اُس کے پردادا کا نام ایریا المیا تھا۔ (سائنس آف دی لنگویج صفحہ ۲۰۰) یہ دارا بادشاہ دارا سکندر سے بہت پہلے گذرا ہے۔

امریکہ کے ایک مشہور فاضل فرماتے ہیں۔ منو جی مصری - ایرانی - یونانی اور رومن قانون کی بنیاد کے باعث ہوئے اور منو کے قوانین کا اثر یورپ کے کل قوانین سیاست مدنی میں اب تک پایا جاتا ہے (رسالہ پاسٹ ان انڈیا)۔

وجہ سوم - بیاس جی کا پارسی فرسندرج کیتیں یعنے پیغمبر زرتشت کے پاس بمقام بلخ جانا اور اس سے مباحثہ کرنا (مفصل دیکھو تکذیب براہین الاحمدیہ صفحہ ۹) حالانکہ بیاس جی سے بہت پہلے پراشر کشیپ یاگولک - وشسٹ وشوامتر راجہ جنک - گوتم - کپل - کناد - منی وغیرہ ہو چکے ہیں اور وہ سب ویدک دھرم کے ماننے والے تھے اور رشی دیوسوت - سوائمبھو وغیرہ منو اور اُنسے بھی وید پہلے موجود تھے۔

وجہ چہارم - اُن کا آریہ کہلانا۔

وجہ پنجم - مسئلہ تناسخ کا قایل ہونا اور جیو کو انادی ماننا اور پرکرتی کو بھی۔ دیکھو ساتیر مرزند آباد و جشوراں جشور آیتہ ۶۷ و ۶۹۔

وجہ ششم - گوسیوری کے ترک کو ضروری جاننا اور گوشت نہ کھانا دیکھو آیتہ ۱۳۴ و ۱۴۱۔

وجہ ہفتم - چار ورنوں کا ماننا اور اس کا ویدک قاعدہ کے مطابق ہونا اور ورنوں کے ناموں سے نامزد ہونا (دساتیر آسمانی بفرار آباد وجشوراں جشور آیت ۱۴۵ صفحہ ۴۴)۔

وجہ ہشتم - اگنی ہوتر کرنا اور آگ کو خدا نہ ماننا بلکہ ہوا کے صاف کرنیوالی چیز جاننا

وجہ نہم - سنسکرت زبان جو کل زبانوں کا مخرج ہے اسکا پارسی سے زیادہ نسبت رکھنا

وجہ دہم - خاصکر گئو رکھشا کرنا اور گوبر کے وہی مشہور فواید جو علم طب کے رو سے ضروری ہیں ماننا (دیکھو شرنڈیانڈ مطبوعہ ایران اصل دری زبان میں اور اس کا ترجمہ بزبان فارسی)۔

وجہ یازدہم - یگیوپویت یعنے زنار پہننا۔

وجہ دوازدہم - مردہ کو جلانا۔ (دیکھو نامہ وخشوراں وخشور دراز آباد آیت ۱۵۴) پس کسی طرح بھی وید سے وہ قدیم نہیں اور نہ وید اُن سے نوین ہیں۔ پس ان چند شہادتوں سے صاف ظاہر ہے کہ پارسی کیا تمام دنیا کے مذاہب اور سب جہان کی کتابیں ویدوں سے مانجھ کی ہیں پس ثابت ہوا ہمارا دعوے کہ وید نے کسی مذہب یا کتاب سے کچھ نہیں چرایا۔ بلکہ سب نے جو کچھ سچائی یا صداقت یا ہدایت کی وہ وید مقدس سے حاصل کی۔ اس کے ساتھ (دیکھو تاریخ دنیا جلد اول و دوم)۔

جان شکسپیر صاحب کے کوش میں ہندو شبد کا ارتھ لکھا ہے کہ نگرو حبشی - کر سین - اڈین - اتھیوا - اتھیوپئین - اور حبشیو کا ارتھ وو تیسٹر صاحب کی بڑی ڈکشنری میں اسکا اصل ارتھ جنشیائی ہے اور حبشائی ہوون اور پیکن یہ سب نام کافر کے ہیں۔

رچرڈسن صاحب کی عربی - فارسی - انگریزی ڈکشنری میں ہندو کا ارتھ کالا - دیہی ڈاکو - ناستک - چوکیدار - اور چہرہ پر کاتل کے گئے ہیں (دیکھو صفحہ ۱۶۵۲)۔

سکندر نامہ میں حضرت ابراہیم سکندر میں لکھا نامہ۔

ترا آن برادے سرو روزہ میل   مخدمت چو ہندو رسہی میل

(ہندو بمعنے غلام)

سکندر نامہ میں تذکرہ حسن نوشابہ لکھا ہے :-

زہندوستان آمد جوز نے   زہر جوز دہ سوختہ خرمنے

(ہندوستان بمعنے کوئلہ کی دوکان اور ہندو بمعنے کوئلہ)

پھر اسی میں ہے :-

زہندو زنے خانہ پر خون شدہ   ہمہ آبنوسش بستر خوں شدہ

(ہندو بمعنے جادوگر)

بہار دانش میں ہے :-

گردست زلف مشکینت خطائے رفت رفت   وز ہندوئے شما برمن جفائے رفت رفت

(ہندو بمعنے خال سیاہ)

مسلمانوں نے پارسیوں کا نام گبر بمعنے کافر رکھا افریقہ کے اتھیوپیا دیش کا نام حبش رکھا (بمعنے غلام) افریقہ کے دکھن دیش کا نام کافر رکھا۔ یورپ والوں کا ترسا یعنے ڈرپوک وناستک رکھا افغانستان کے اصلی باشندوں کا نام کافر اور ملک کا نام کافرستان رکھا

لقمان اور ابراہیم کا قصہ اور محمدی جہاد کا مختصر ثبوت ۔

۴۳ تکذیب لقمان اور سکندر کے قصص (دولت) کا یونانیوں کی تواریخوں سے جلوہ دکھایا۔

۴۳ مولوی - سنئے صاحب قرآن نے لقمان کا قصہ جہاں بیان کیا ہے اس سورۃ کا نام سورہ لقمان ہے۔ جو اکیسواں سیپارہ میں موجود ہے مہربانی کر کے ذرا تھم سکئے آپ کو اپنے انصاف اور نیک نیتی اور استعداد اور عربی کا خود نحو دیتہ لگ جاویگا۔ (آگے لقمان کی نصیحتوں کو جو اس نے اپنے بیٹے کو دیں بیان کیا ہے) ان آیات کریمہ پر غور فرمائیے اور داد دیجئے نہ صرف داد بلکہ قبول فرمائیے میں آپ کو حق کی طرف بلاتا ہوں اور بے انصافی کے سخت وبال سے آگاہ کرتا ہوں۔ دیکھو مرنے کے بعد اور بھلائی برائی کا نتیجہ پانا ہے۔ کیا یہ دور از قیاس ہے۔

آریہ - مولوی صاحب افسوس کہ آپنے اب تک بھی راستی کی قدر نہ کی۔ اپنے تفسیر قرآنی کا مطالعہ فرمایا دیکھئے وہ صاف طور پر اپنی زبان سے ہمارے بیان کی تصدیق کرتی ہے۔ تفسیر حسینی میں لکھا ہے "آوردہ اند کہ قصہ لقمان حکیم و وصایائے او نزد یہود شہرتے عظیم داشت و عرب در ہر مہمے کہ رجوع بدیشاں کردندے از حکمتہائے لقمان برائے ایشاں نقل کردندے" (صفحہ ۱۴۸ جلد ثانی) اس سے آگے چل کر لقمان کی بابت جو تفسیروں میں اختلافات ہے وہ دکھلایا ہے کوئی نبی کہتا ہے کوئی حکیم اُس کے موطن میں بھی اختلاف اُسکی ولدیت وقومیت وغیرہ میں

کچھ اختلاف ہے پس صاف ظاہر ہے کہ یہود اُس کے تمام حالات سے واقف تھے اور محمد صاحب کی موجودگی میں اُسکی حکمتوں اور نصیحتوں کے حالات لوگوں کو سناتے تھے جن کی حد دس ہزار تک تھی اور ایک سو نصیحت اُسکی جو اُس نے اپنے بیٹے کو دی وہ ایک مشہور کتاب بھی ہے۔ وہ ساری یہودیوں میں موجود تھیں پس صاف ظاہر ہے کہ محمد صاحب نے یہودیوں سے سُنکر قرآن میں درج کردیں اور جب یہود کے پاس دسہزار تک تھیں تو یہ دس بارہ نصیحتیں کس شمار میں ہیں جن کے واسطے اس کی ضرورت مانی چاہیئے پس وہی بات درست ہے جو ہم نے تکذیب میں درج کی ہے کہ لقمان کے قصہ نے یونانیوں کی تاریخوں سے جلوہ دکھایا اور کچھ سُنی سنائی باتوں پر عمل فرمانا باقی رہا یہ کہ آپ اس قصہ کو دور از قیاس سمجھ بیٹھے ہیں یہ آپ کی علمیت کا معاف رکھیئے قصور ہے تکذیب کی عبارت پھر پڑھیے وہ دور از قیاس یونانیوں کی تواریخوں کے حق میں ہے کہ وہ دور از قیاس ہیں۔ اُن سے قرآن کے جامع عثمان نے یا محمد صاحب نے نقل کرلیا۔ سُنکر یا دیکھکر۔ اور اسی واسطے اس میں بڑا سخت اختلاف ہے (مفصل دیکھو تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ ۱۸۴)۔

سکندر کے بے بنیاد قصہ کے سبب ہم نے اُس کو خاصکر دور از قیاس کہا ورنہ کوئی وجہ نہیں تھی اور درحقیقت وہ دور از قیاس ہی نہیں بلکہ اصلی حالات سے مخالف ہے

ابراہیم کا قصہ۔ ہم نے تکذیب صفحہ ۱۸ پر لکھا تھا کہ قرآن میں صرف پرانے لوگوں کے بائیبل وغیرہ سے منقول قصہ جات بھرے ہیں اور اسی لحاظ سے لوگ اُسے قصص الاولین کہتے ہیں۔ اسپر مولوی صاحب فرماتے ہیں :۔

۲۸۷۔ ابراہیم کا قصہ اس وقت سُنا دیتے ہیں اور انصاف مانگتے ہیں کہ کیا یہ کہانی لغو ہے یا تمام بلند پروازیوں کی ترقیوں کی جڑ ہے۔ (اس سے آگے سورۃ بقر و مریم و شعرا سے نقل کرکے کہانی لکھی ہے) اور کچھ ذکر صفحہ ۳۲۵ و ۳۲۶ پر بھی کیا ہے)

آریہ۔ آپ نے یہاں بھی ہم سے چالاکی کی یا پبلک سے داؤ کھیلا یعنے صرف ایک مجمل سی بات لکھدی اور سارا فضول قصہ نقل نہیں کیا۔ لیجئے ہم سے سُن لیجئے اور انصاف کیجئے :۔

سورۃ انعام۔ واذ قال ابراهيم لابيه آزر اتتخذ اصناما الٰهة اني اريك وقومك في ضلل مبين ٥ وكذلك نري ابراهيم ملكوت السمٰوات والارض وليكون من الموقنين ٥ فلما جن عليه الّيل رآ كوكبا قال هذا ربي فلما افل قال لا احب الآفلين ٥ فلما را القمر بازغاً قال هذا ربي فلما افل قال لئن لم يهدني ربي لاكونن من القوم الضالين ٥ فلما را الشمس بازغة قال هذا ربي هذا اكبر فلما افلت قال يقوم اني بري مما تشركون ٥ اني وجهت وجهي للذي فطر السمٰوات والارض حنيفا وما انا من المشركين ٥ وحاجه قومه قال اتحاجوني في الله وقد هدان ولا اخاف ما تشركون به الا ان يشاء ربي شيئا وسع ربي كل شي علما افلا تتذكرون وكيف اخاف ما اشركتم ولا تخافون انكم اشركتم بالله ما لم ينزل به عليكم سلطناً فاي الفريقين احق بالامن ان كنتم تعلمون ٥ الذين امنوا ولم يلبسوا ايمانهم بظلم اولئك لهم الامن وهم مهتدون ٥ وتلك حجتنا اتينها ابراهيم على قومه نرفع درجت من نشاء ان ربك حكيم عليم ٥ **ترجمہ** اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر کو تو کیا پکڑتا ہے مورتوں کو خدا میں دیکھتا ہوں تو اور تیری قوم صریح بہکی ہو اور اس طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان اور زمین کی اور تا اُس کو یقین آوے۔ پھر جب اندھیری آئی اُس پر رات دیکھا ایک تارا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غایب ہوا بولا مجھ کو خوش نہیں آتے چھپ جانیوالے۔ پھر جب دیکھا چاند چمکتا بولا یہ ہے رب میرا۔ پھر جب وہ غایب ہوا بولا اگر نہ راہ دے مجھکو رب میرا تو بیشک میں رہوں بہکنے والے لوگوں میں۔ پھر جب دیکھا سورج جھلکتا۔ بولا یہ ہے رب میرا یہ رب بڑا پھر جب وہ غایب ہوا بولا اے قوم میں بیزار ہوں اُن سے جن کو تم شریک کرتے ہو میں نے اپنا منہ کیا اسکی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین ایک طرف کا ہوکر اور میں نہیں شریک کرنیوالا۔ اور اُس سے جھگڑی قوم بولا تم مجھ سے جھگڑتے ہو اللہ پر اور وہ مجھکو سوجھا چکا اور میں ڈرتا نہیں اُن سے جنکو شریک ٹھہراتے ہو اُسکا مگر کہ میرا رب کچھ چاہے سمائی ہے میرے رب کے علم میں سب چیز کو کیا تم دھیان نہیں کرتے ہو اور میں کیونکر ڈروں تمہارے شریکوں سے اور تم نہیں ڈرتے کہ شریک ٹھہراتے ہو اللہ کے ساتھ جسکی نہیں اُتاری اُسنے تم کو کچھ سند اب فرقوں میں کس کو چاہیئے خاطر جمع کہو اگر سمجھ رکھتے ہو جو لوگ یقین لائے اور ملائی نہیں اپنے یقین میں کچھ تقصیر انہی کو اپنی خاطر جمع اور وہی ہیں راہ پائے اور یہ ہماری دلیل ہے۔ کہ ہم نے دی ابراہیم کو اُس کی قوم کے مقابل درجے بلند کرتے ہیں ہم جس کو چاہیں تیرا رب تدبیر والا ہے خبردار ٥

سورۃ بقر۔ الم تر الى الذي حاج ابراهيم في ربه ان اتيه الله الملك اذ قال ابراهيم ربي الذي يحي ويميت انا احي واميت قال ابراهيم فان الله ياتي بالشمس من المشرق فات بها من المغرب فبهت الذي كفر والله لا يهدي القوم الظلمين ٥ واذ قال ابراهيم رب ارني كيف تحي الموتى قال اولم تومن قال بلى ولكن ليطمئن قلبي قال فخذ اربعة من الطير فصرهن اليك ثم اجعل على كل جبل منهن جزءا ثم ادعهن ياتينك سعيا ٥ واعلم ان الله عزيز حكيم ٥ **ترجمہ** تو نے نہ دیکھا وہ شخص جو جھگڑا ابراہیم سے اُسکے رب پر واسطے یہ کہ دی تھی اُس کو اللہ نے سلطنت جب کہا ابراہیم نے میرا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے کہا ابراہیم نے اللہ تو لاتا ہے سورج کو مشرق سے پھر تو لے آ اُسکو مغرب سے تب حیران رہگیا وہ منکر اور اللہ نہیں رہ دیتا بے انصاف لوگوں کو۔ اور جب کہا ابراہیم نے اے رب دکھا مجھکو کیونکہ جلا دیگا تو مردے فرمایا کیا تو نے یقین نہیں کیا کہا کیوں نہیں لیکن اسواسطے کہ تسکین ہو میرے دلکو فرمایا تو پکڑ چار جانور اُڑتے پھر اُنکو ہلا اپنے ساتھ پھر ڈال ہر پہاڑ پر اُن کا ایک ایک ٹکڑا پھر اُنکو بلا کہ آویں تیرے پاس دوڑتے اور جان لے کہ اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

سورۃ شعرا۔ واتل عليهم نبا ابراهيم ٥ اذ قال لابيه وقومه ما تعبدون ٥ قالوا نعبد اصناما فنظل لها عاكفين ٥ قال هل يسمعونكم اذ تدعون او ينفعونكم او يضرون ٥ قالوا بل وجدنا اباءنا كذلك ٥ قال افرءيتم ما كنتم تعبدون ٥ انتم واباؤكم الاقدمون ٥ فانهم عدو لي الا رب العلمين ٥ الذي خلقني فهو يهدين ٥ والذي هو يطعمني ويسقين ٥ واذا مرضت فهو يشفين ٥ والذي يميتني ثم يحيين ٥ والذي اطمع ان يغفر لي خطيئتي يوم الدين ٥ رب هب لي حكما والحقني بالصلحين ٥ واجعل لي لسان صدق في الاخرين ٥ واجعلني من ورثة جنة النعيم ٥ واغفر لابي انه كان من الضالين ٥ ولا تخزني يوم يبعثون ٥ يوم لا ينفع مال ولا بنون ٥

الا من اتی اللہ بقلب سلیم ہ وازلفت الجنۃ للمتقین ہ وبرزت الجحیم للغوین
وقیل لھم اینما کنتم تعبدون ہ من دون اللہ ھل ینصرونکم او ینتصرون
فکبکبوا فیھا ھم والغاون وجنود ابلیس اجمعون ہ قالوا وھم فیھا یختصمون
تاللہ ان کنا لفی ضلل مبین ہ اذ نسویکم برب العلمین ہ وما اضلنا الا المجرمون
فما لنا من شافعین ہ ولا صدیق حمیم ہ فلو ان لنا کرۃ فنکون من المومنین
ان فی ذالک لایۃ وما کان اکثرھم مومنین ہ وان ربک لھو العزیز الرحیم
ترجمہ اور سنا ان کو خبر ابراہیم کی جب کہا اپنے باپ کو اور اُس کی قوم کو تم کیا پوجتے ہو وہ بولے ہم پوجتے ہیں مورتوں کو پھر سارے دن ان پاس لگے بیٹھے رہیں۔ کہا کچھ سنتے ہیں تمہارا جب پکارتے ہو۔ یا بھلا کرتے ہیں تمہارا یا بُرا۔ بولے نہیں پر ہم نے پائے اپنے باپ دادے یہی کرتے کہا بھلا دیکھتے ہو جن کو پوجتے رہے ہو تم اور تمہارے باپ دادے اگلے سو وہ میرے غنیم ہیں۔ مگر جہان کا صاحب جس نے مجھکو بنایا سو وہی مجھ کو سوجھ دیتا ہے اور وہ جو مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوں تو وہی چنگا کرتا ہے اور وہ جو مجھکو مار یگا اور پھر جلاویگا اور وہ جو مجھ کو توقع ہے کہ بخشے میری تقصیر دن انصاف کے اے رب دے مجھکو حکم اور ملا مجھکو نیکوں میں اور رکھ میرا بول سچا پچھلوں میں اور اگر مجھ کو وارثوں میں نعمت باغ کے اور معاف کر میرے باپ کو وہ تھا راہ بھولوں میں اور رسوا نہ کر مجھکو جس دن جی کر اٹھیں جس دن نہ کام آوے کوئی مال نہ بیٹے۔ مگر جو کوئی آیا اللہ پاس لیکر دل چنگا۔ اور پاس لائے بہشت واسطے ڈر والوں کے اور نکالے دوزخ سامنے بیراہوں کے اور کہئے اُن کو کہاں ہیں جنکو پوجتے تھے اللہ کے سوائے کچھ مدد کرتے ہیں تمہاری یا بدلہ لے سکتے ہیں۔ پھر اوندھے ڈالے اُس میں وہ اور سب بیراہ اور لشکر ابلیس کے سارے۔ کہنے لگے جب وہ وہاں جھگڑنے لگیں۔ قسم اللہ کی ہم تھے صریح غلطی میں جب تمکو برابر کرتے تھے جہان کے صاحب کے اور ہم کو راہ سے بھلایا سو ان گنہگاروں نے پھر کوئی نہیں ہماری سفارش کرنیوالا اور نہ کوئی دوست محبت کرنیوالا سو کسی طرح ہمکو پھر جانا ہو تو ہم ہوں ایمان والوں میں اس بات میں نشانی ہے اور وہ بہت لوگ نہیں ماننے والے اور تیرا رب وہی ہے زبردست رحم والا

سورۃ الانبیاء۔ ولقد اتینا ابراھیم رشدہ من قبل وکنا بہ علمین ہ اذ قال لابیہ وقومہ ماھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون قالو وجدنا آباءنا لھا عبدین ہ قال لقد کنتم انتم واباؤکم فی ضلل مبین ہ قالوا اجئتنا بالحق ام انت من اللعبین ہ قال ربکم رب السموت والارض الذی فطرھن وانا علی ذالکم من الشھدین ہ وتاللہ لاکیدن اصنامکم بعد ان تولوا مدبرین ہ فجعلھم جذاذا الا کبیرا لھم لعلھم الیہ یرجعون ہ قالوا من فعل ھذا بالھتنا انہ لمن الظلمین ہ قالوا سمعنا فتی یذکرھم یقال لہ ابراھیم ہ قالوا فاتوا بہ علی اعین الناس لعلھم یشھدون قالوا ءانت فعلت ھذا بالھتنا یا ابراھیم ہ قال بل فعلہ کبیرھم ھذا فسئلوھم ان کانوا ینطقون ہ فرجعوا الی انفسھم فقالوا انکم انتم الظلمون ہ ثم نکسوا علی رءوسھم لقد علمت ما ھؤلاء ینطقون قال افتعبدون من دون اللہ ما لا ینفعکم شیئا ولا یضرکم اف لکم ولما تعبدون من دون اللہ افلا تعقلون قالوا حرقوہ وانصروا الھتکم ان کنتم فعلین۔ قلنا یا نار کونی بردا وسلما علی ابراھیم وارادوا بہ کیدا فجعلنھم الاخسرین ونجینہ ولوطا الی الارض التی برکنا فیھا للعلمین ہ

ووھبنا لہ اسحق ویعقوب نافلۃ وکلا جعلنا صلحین ہ ترجمہ اور آگے دی تھی ہم نے ابراہیم کو اُس کی نیک راہ اور ہم رکھتے ہیں اُسکی خبر جب کہا اُس نے اپنے باپ کو اور اپنی قوم کو یہ کیا مورتیں ہیں جن پر تم لگے بیٹھے ہو۔ بولے ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو انہیں کو پوجتے بولا مقرر رہے ہو تم اور تمہارے باپ دادے صریح غلطی میں بولے تو ہم پاس لایا ہے سچی بات یا تو کھلاڑیاں کرتا ہے بولا نہیں رب تمہارا وہی ہے۔ رب زمین اور آسمان کا جسنے اُن کو بنایا اور میں اسی بات کو قائل ہوں اور قسم ہے اللہ کی میں علاج کرونگا تمہارے بتوں کا جب تم جا چکو گے پیٹھ پھیر کر پھر کر ڈالا اُن کو ٹکڑے مگر ایک بڑا اُن کا کہ شاید اُس پاس پھر آویں کہنے لگے کس نے کیا یہ کام ہمارے ٹھاکروں سے وہ کوئی بے انصاف ہے وہ بولے ہم نے سنا ہے ایک جوان اُن کو کچھ کہتا ہے۔ اُس کو پکارتے ہیں۔ ابراہیم وہ بولے اُسکو لے آؤ لوگوں کے سامنے شاید وہ دیکھیں۔ بولے کیا تو نے کیا ہے یہ ہمارے ٹھاکروں پر اے ابراہیم بولا نہیں پر یہ کیا اُنکے اُس بڑے نے سو اُن سے پوچھ لو اگر وہ بولتے ہیں پھر سوچے اپنے جی میں۔ پھر بولے لوگو تم ہی بے انصاف ہو۔ پھر اوندھے ہو رہے ڈالکر تو تو جانتا ہے جیسا یہ بولتے ہیں۔ بولا کیا پھر تم پوجتے ہو اللہ سے ورے ایسے کو کہ تمہارا کچھ بھلا کرے نہ بُرا۔ بیزار ہوں میں تم سے اور جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا۔ کیا تم کو بوجھ نہیں بولے اسکو جلاؤ اور مدد کرو۔ اپنے ٹھاکروں کی اگر کچھ کرتے ہو ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈک ہو جا اور آرام ابراہیم پر اور چاہنے لگے اُسکا بُرا پھر اُنہیں کو ہمنے ڈالا نقصان اور بچا نکالا ہم نے اُسکو اور لوط کو اُس زمین کی طرف جس میں برکت رکھی ہمنے جہان کیواسطے اور بخشا ہمنے اُسکو اسحاق اور یعقوب انعام میں اور سب کو نیک بخت کیا

اس کے متعلق تفسیر حسینی میں لکھا ہے۔ پیراہن خلیل کہ تعویذ وار بر بازو داشت ویوستانید۔ (صفحہ ۱۷ ۳ جلد اول سورۃ نور)۔

اسی میں ہے۔

بہ تعویذ اندرش پیراہنے بود	کہ جدش را آسائش ما منے بود
فرستادش بتر سار وح رضواں	از انروشد بروآتش گلستان
رسید از سدرہ جبرئیل امیں زود	ز بازوے وے تعویذ بکشود
بروں آورد آنجا پیرہن را	بداں پوشید آں پاکیزہ تن را

سورۃ مریم۔ واذکر فی الکتب ابراھیم انہ کان صدیقا نبیا اذ قال لابیہ یابت لم تعبد ما لا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئا یابت انی قد جاءنی من العلم ما لم یاتک فاتبعنی اھدک صراطا سویا یابت لا تعبد الشیطن ان الشیطن کان للرحمن عصیا ہ یابت انی اخاف ان یمسک عذاب من الرحمن فتکون للشیطن ولیا ہ قال اراغب انت عن الھتی یا ابراھیم لئن لم تنتہ لارجمنک واھجرنی ملیا ہ قال سلم علیک ساستغفر لک ربی انہ کان بی حفیا ہ واعتزلکم وما تدعون من دون اللہ وادعوا ربی عسی الا اکون بدعاء ربی شقیا ہ فلما اعتزلھم وما یعبدون من دون اللہ وھبنا لہ اسحق ویعقوب وکلا جعلنا نبیا ہ ووھبنا لھم من رحمتنا وجعلنا لھم لسان صدق علیا۔

ترجمہ اور مذکور کر کتاب میں ابراہیم کا بے شک تھا وہ سچا نبی۔ جب کہا اپنے باپ کو اے میرے باپ کیوں پوجتا ہے جو چیز نہ سُنے نہ دیکھے اور نہ کام آوے تیرے کچھ اے باپ میرے مجھکو آئی خبر ایک چیز کی جو تجھ کو نہیں آئی سو میری راہ چل سوجھا دوں تجھکو راہ سیدھی۔ اے باپ میرے مت پوج شیطان کو بے شک

شیطان ہے رحمن کا بے حکم۔ اے باپ میرے میں ڈرتا ہوں کہیں آ لگے تجھکو ایک آفت رحمن سے پھر تو ہو جاوے شیطان کا ساتھی وہ بولا کیا تو پھرا ہوا ہے میرے ٹھاکروں سے اے ابراہیم اگر تو نہ چھوڑیگا تو تجھکو پتھروں سے مارونگا۔ اور مجھ سے دور جا ایک مدت کہا تیری سلامتی رہے میں گناہ بخشواونگا تیرا اپنے رب سے بے شک وہ ہے مجھ پر مہربان اور کنارہ پکڑتا ہوں تم سے اور جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوائے اور میں پکارونگا اپنے رب کو امید ہے کہ نہ رہونگا اپنے رب کو پکار کر محروم۔ پھر جب کنارے ہوا اُن سے اور جنکو وہ پوجتے تھے اللہ کے سوا۔ بخشا ہم نے اُسکو اسحٰق اور یعقوب اور دونوں کو نبی کیا اور دیا ہم نے انکو اپنی مہر سے اور رکھا اُنکے واسطے سچا بول اونچا۔"

افسوس کہ محمد صاحب اور اُن کے جانشینوں نے بیگناہ لاکھوں مردوں اور عورتوں اور بچوں کو تباہ کیا اور گردن مارا۔ خدا کا خوف بالکل نہ کیا اور یہ نہ سوچا بقول فردوسی۔

بکردار بد تیز بشتاب تفتے | مکافات بد را بدی یافتے
کنوں روز ما دا فرہ زیر دست | مکافات بد را ز یزداں پرست
زکردار بد بر تنش بد رسید | مجواے پسر بند بد را کلید
چہ جوئی ہمی کہ از کار بد | بفرجام بر بد کنش بد رسد
چنیں گفت موبد بہ بہرام تیز | کہ خون سر بیگناہاں مریز
نگہ کن کہ تا تاج ما سر چہ گفت | کہ با مغفرت اے سر خرد باد جفت
مکن بد کہ بینی بفرجام بد | ز بد گردد اندر جہاں نام بد
بگیتی ہمی باش با ترک و پاک | نیایش ہمے کن بیزدان پاک
ہمیں ست فرمان یزداں پناہ | کہ ہر کس کہ ببرد سر بے گناہ
سر مست را بر نتابے ترش باک | سپارند ناپاک دل را بخاک

جہاد۔ اگرچہ اس مضمون پر ہمنے مفصل رسالہ علاحدہ شایع کر دیا ہے جسکا نام ہی جہاد ہے۔ مگر یہاں ہم مولوی صاحب کے بقیہ دعاوی کی تردید ضروری جانتے ہیں

۴۷۔ **مولوی** میں بڑی جرأت سے کہتا ہوں کہ حضور علیہ السلام اور انکے جانشینوں کے زمانے میں کوئی شخص جبر اور اکراہ سے مسلمان نہیں کیا گیا۔

آریہ۔ داناؤں نے سچ کہا ہے۔

ہر کہ گردن بدعوے افرازد | خویشتن را بگردن اندازد

لیجیے ہم آپ کو نہایت واضح ثبوت دیتے ہیں۔ محمد صاحب کے وقت میں بلکہ اُن کے سامنے ابوسفیان جبراً مسلمان کیا گیا[1] اور خلفا کے حکم[2] اور زمانہ میں مندرجہ ذیل لوگ جبراً مسلمان کئے گئے۔ جاپان نام ایک بہادر ایرانی خلیفہ عمر کے وقت اور جرجان کا علاقہ خلیفہ عثمان کے وقت اور کئی سو قبطی خلیفہ عمر کے وقت جبراً مسلمان کئے گئے اُن کے علاوہ اور بھی صدہا آدمی ہیں مگر ہم نے مشتے نمونہ خروارے عرض کر دیا۔

۴۷۔ بلکہ محمود اور عالمگیر کے زمانے میں بھی کوئی شخص عاقل و بالغ جبر سے مسلمان نہیں کیا گیا۔ دنیا میں تاریخ موجود ہے۔ صحیح تاریخ سے اس الزام کو ثابت کیجیے میں نے تاریخ کو اچھی طرح دیکھ بھال کر یہ دعوے کیا ہے۔

آریہ۔ مسلمانوں کے خوش کرنے کے واسطے ایسے فضول دعوے آپ کے کام نہیں آوینگے لیجیے اُن کی تردید سُن لیجیے۔

محمود نے سکھپال کو مسلمان کیا مگر جب وہ بلخ کی طرف گیا تو وہ پھر پیچھے ہندو ہوگیا اور اورنگ زیب نے سنبھا جی پسر سیوا جی کو جبراً مسلمان کرنا چاہا مگر جب اُسنے انکار کیا تو قتل کیا۔ غرض کہاں تک کہوں میری شائع ہوئی کتاب "مسئلہ جہاد" میں آپکی تمام دعاوی کی تردید موجود ہے۔ تاریخ میں صاف طور پر لکھا ہے کہ محمود کا ہند کی دولت پر تو دانت تھا ہی مگر ساتھ ہی یہ بھی آرزو تھی کہ بڑی بڑی بانکی راجپوتوں کو تلوار کے زور سے دین اسلام میں داخل کرے اور اسکا سبب زیادہ تر یہ ہوا کہ خلیفہ بغداد نے اُسکی مذہبی جوش کو دیکھکر ایک گرانبہا خلعت اس کے پاس بھیجا اور امین الملت و یمین الدولہ کا خطاب دیا تھا۔ بس محمود نے یہ عہد کر لیا کہ دین اسلام کے پھیلانے کے لئے ہر سال ہندوستان پر حملہ کرونگا (دیکھو مختصر تاریخ ہند صفحہ ۴۸ و تاریخ ہندوستان لیتھبرج صاحب صفحہ ۹۶ و آئینہ تاریخ نما صفحہ ۸)۔

ایک اور فاضل نے لکھا ہے۔ "محمود نے ہندوستان کا سبق جو باپ سے پڑھا تھا وہ کبھی نہ بھولا اور بار بار چڑھائی کی اسکے دو سبب تھے اول یہ کہ ہندوستان میں اسلام پھیلائے دوسرے یہ کہ ہندوستان کا مال و دولت سمیٹ کر لائے" (صفحہ ۸۷)۔

"محمود نے سوار ماشوار اور جانباز بہادر چن کر ایک لشکر عظیم آراستہ کیا اور روانہ ہوا ہزاروں مسلمان ساتھ ہوئے جو فقط دین کے نام پر تلواریں اُٹھاتے تھے اور اسلام کے کام پر جانوں کا دینا ایمان سمجھتے تھے" (صفحہ ۸۸)۔

"یہاں کئی راجا بڑی بڑی فوج لے کر آئے اور لڑائی کا میدان گرم ہوا۔ ادھر دین لڑ رہا تھا ادھر دھرم مقابلہ میں اڑ رہا تھا" (صفحہ ۱۸۱)۔

"اس کے عہد میں غزنی کو دیکھ کر سب ہندوستان یاد آتا تھا کیونکہ جو غریب آدمی تھا اسکے گھر میں بھی تین چار لونڈی غلام ہندوستان کے بولتے دکھائی دیتے تھے اور یہی لوگ گلی کوچوں میں پھرتے نظر آتے تھے غزنی کے بازاروں میں ایک ایک بندۂ خدا دو دو روپیہ کو بک گیا" (صفحہ ۹) افسوس صد ہزار افسوس آپکو باوجود اسقدر ردتی کے کچھ نہیں سوجھا ایک جگہ آپنے بھی محمد صاحب کی تعریف میں فرمایا ہے وہ جو مشرک اور کافر کو تیغ بے دریغ کا عرضہ بنانے سے تذبذب نہیں کرتا جس کے ادنے اسے خادم نے سومنات کے ایسے شرک گڈھ کو حرف غلط کی طرح صفحہ عالم سے حک کر دیا (دیکھو صفحہ ۲۳ سطر ۲۲ و ۲۳ و ۲۴)

معجزات قرآنی کی تردید

۴۸۔ **مولوی**۔ محمدی معجزات کی بابت مجھ سے سُن لیجیے۔

اول تو آپنے خود تکذیب کے صفحہ ۱۶۳ میں کئی آیات لکھدی ہیں جن سے آپنے اپنے خیال میں ثابت کر لیا ہے کہ قرآن شریف میں محمد صاحب نے معجزات سے انکار فرمایا۔ آپنے کتاب نسخہ خبط احمدیہ میں اور ایسے دلائل دئے ہیں جن سے بزعم خود ثابت کر لیا ہے کہ محمد صاحب نے معجزہ سے انکار فرمایا بس میں کہتا ہوں کہ اگر محمد صاحب نے معجزہ سے انکار فرمایا تو آپکا اعتراض کس قدر خوبی کا رہا اور بطریق اولے آپکے قول کے موافق اسلام ہر قسم کے معجزوں سے بری ٹھہرا۔

آریہ۔ داؤد۔ سلیمان۔ موسیٰ۔ ابراہیم۔ نوح۔ عیسیٰ اور اُس کے حواریوں کے تو صدہا معجزے قرآن میں بھرے پڑے ہیں۔ یہ کیوں؟ صرف عیسائیوں اور یہودیوں کے

[1] تاریخ انبیا صفحہ ۳۵۴ و ۳۵۵ و ۳۵۶ سنہ ۱۲۸۲ اور کتاب تفسیر الرسل و رسالہ بدر الاسلام فارسی صفحہ ۲۶۔

[2] تاریخ انبیا صفحہ ۴۱۲۔ اور جہاد صفحہ ۳۵۔ اور تاریخ فرشتہ صفحہ ۱۶ و فتوح المصر صفحہ ۹۵ سنہ ۱۲۸۶ء۔ تفسیر حسینی سورۃ توبہ میں لکھا ہے "والمولفۃ قلوبھم کہ ہم آوردہ شدہ است کہ دلہاے ایشاں سوئے اسلام آورند۔ اما یقینہاے ایشاں ہنوز خالص نیست پس تہمت تالیف دل ایشاں را مخلوط باید ساخت و مولف قلوب اشراف عرب بودند کہ حضرت رسالت پناہ نظر برالفت دلہاے ایشاں بدین حق و ترقب اسلام امثال ایشاں را از غنایم حنین قسمتے کامل دادے چوں ابوسفیان و عتبہ بن حصن و اقرع بن حابس وغیرہ آں چوں سہم مولفت قلوب براے این اغراض بودند کہ مذکور شد بعد از ظہور اسلام و غلبہ مسلماناں باجماع صحابہ ساقط شدہ است (صفحہ ۲۶۰ جلد اول) پھر لکھتا ہے آوردہ اند کہ جلاس و اصحاب او چوں ذلع و سماک و دیگر منافقاں کہ بظاہر امیان آوردہ بودند و نیز ایشاں از کینہ سید عالم خالی نبودند در خلافت آنحضرت سخنہا سے کہ زباں را حد ادائے آں نیست نسبت میکردند گفت خاموش باشید۔ اگر سمع آنحضرت را جمع سمار ستور شوند (صفحہ ۔ ۲۶)۔

خوش کرتے اور توریت و انجیل کی تصدیق کیواسطے تاکہ وہ کسی طرح ہماری دین کے قایل ہوں مگر
ہوتے۔ خود مصنف قرآن نے اُنکے معجزات کی تردید بھی نہیں کی۔ تو پھر محمد صاحب اُنسے افضل
کیسے ہوسکتے ہیں۔ محمد صاحب کو معجزہ والا ہی ثابت کرنیکی عرض سے مرزا صاحب نے بہت
ہاتھ پاؤں مارے ہم اُنکا مطلب یعنی رموز عاشقاں عاشق بداند سمجھ گئے تھے وہ اپنی نبوت کیطرف
لوگوں کو جھکانا اور صلی اللہ علیہ وسلم کہلانا چاہتے تھے آپکی پیر و مرشد مرزا صاحب مجدد قادیانی کتنے
ہاتھ پاؤں مارے اور کتنی بعید اشتہاروں پر بگاڑے مگر کیا کامیاب ہوئے ہرگز نہیں ذرہ بھی نہیں
احادیث محمدیہ میں معجزات بھرے پڑے ہیں اور کتب اسلامیہ جو محمد صاحب کے مریدوں نے تصنیف
کی ہیں اُن میں لوگوں کو بہکانے کی غرض سے ہزاروں کرامات درج کر دی ہیں اور صدہا جھوٹی حدیثیں
سنا کر تمام انبیا اولین و آخرین سے افضل ٹھہرایا اور اسلام کا حاکم معجزات کی زمین پر جمایا
اور شعرا نے اُنسر کئی طرح کا سنہری اور روپہری رنگ چڑھایا ہمکو تو اول سے ثابت ہے
اور آپکی قوم سے بھی ہویدا ہو گیا کہ وہ لے معجزہ تھے کوئی کرامات کسی قسم کی اُن کے پاس
نہیں تھی اور مرزا صاحب کی ساری کوشش آپنے مٹی میں ملا دی مگر حکیم صاحب
جب تک قرآن سے اور نبیوں کے معجزات کا چرچا نہ خارج کیا جاوے تب تک وہ سچی
کلام نہیں ہوسکتی۔ اور نہ اسلام ہر قسم کی شعبدہ بازی سے پاک ہوسکتا ہے۔

۳۶۔ مولوی۔ (دوم) آپ عربی دانی کے بڑے مدعی ہیں قرآن کریم میں کہیں
دکھلائیے کہ حضرت نے شعبدہ بازی کا دعوے کیا ہو۔ بلکہ صحیح احادیث کے اعلٰے طبقہ
کی کتابوں بخاری۔ مسلم۔ ترمذی میں اس لفظ معجزہ کا پتہ دیجئے۔

آریہ۔ ہم جس بات کے انکاری ہیں آپ اُسی کا ہم سے ثبوت مانگتے ہیں۔ یہ آپکی
منطقی لیاقت کا صاف ثبوت ہے ہم تو کہتے ہیں کہ قرآن میں محمد صاحب کا کوئی معجزہ یا کرامات
نہیں ہے وہ بے معجزہ نبی تھے ہاں کتب احادیث محمدیہ میں اُنکی صدہا معجزے درج ہیں جو
اُنکی وفات کے تین سو برس سے پانچسو برس تک بنائے اور گھڑے گئے (مفصل دیکھو معجزات
احمدیہ مصنفہ مولوی غلام علی صاحب امرتسری۔ مواہب لدنیہ۔ تحفۃ الہند۔ معارج نبوت
وغیرہ اور ہمارے بنائے ہوئے تنسیخ خبط احمدیہ و تکذیب براہین احمدیہ جلد اول در بارہ تردید
معجزات) البتہ قرآن میں لفظ معجزہ نہیں ہے دیکھو سورۃ ہود ۲۰۲ و ۲۰۴ سورۃ سبا صفحہ
۳۸۶ و ۳۹۰ و سورۃ النحل صفحہ ۲۴۵ مطبوعہ بمبئی۔ مگر معجزہ کے معنوں سے ان مقامات
میں کوئی تعلق نہیں باقی رہے اور بہی اُنکی معجزے قرآن میں بہت کثرت سے مندرج ہیں۔
دیکھو عیسےٰ کے معجزے سورہ مائدہ اور آل عمران اور مریم ابراہیم اور موسےٰ کے معجزے۔
ہم اعرابی نہیں ہیں اور نہ بدو پھر بڑے عربی دانی کے مدعی کس طرح ہوسکتے ہیں ہم
تو صرف اپنے یقین اور ایمان سے دین محمدی کو باطل سمجھتے ہیں کیونکہ ہمنے جہانتک قرآن
اور احادیث صحیحہ یعنی صحاح ستہ اور تواریخ اسلامیہ و تفاسیر قرآنیہ کو پڑھا ہے ہم دین اسلام کو
حق نہیں جانتے اور نہ منجانب اللہ گردانتے ہیں اور جسکو ہم ایمانًا سچ جانتے ہیں اُسکو اوروں پے
ظاہر کرتے ہیں جبتک ایشور نے سلامت رکھا حق کے اظہار پر طیار اور بطالت پر دست دراز رہینگے۔

۳۷-۳۸۔ مولوی (سوم) معجزہ کے معنے عربی میں دوسرے کو عاجز کر دینے الا
ہیں آپ لغت عرب میں تحقیق کرلیں اور بعد تحقیق کامل اور انصاف محمدی اور عیسوی معجزات
کی تصدیق کے واسطے کچھ تو اسی تاریخ ہند سے کام لیں اور کچھ ہمارے آثار دیکھ لیں میں
یقین کرتا ہوں کہ آپ کو محمدی اور عیسوی معجزات یا محمدیوں اور عیسائیوں کے افعال معجزہ
سے ہرگز انکار نہیں ہوگا اگر شک ہو تو حسب ہدایت وید مقدس مُشت قوموں کی انکالنے
کے واسطے ذرا شاستر اٹھا کر امتحان کر لیجئے خوب واضح ہو جاویگا کہ ان دونوں اہل کتاب
قوموں نے بت پرست حریفوں کو عاجز کر دینے میں کیا کیا معجزات اور کارہائے نمایاں
دکھائے ہیں اور اب بھی اُنکے مستعد ہاتھ ویسے ہی معجزات دکھانے کو تیار ہیں۔

آریہ۔ یہاں آپ نے جنگ و جدل اسلامیہ و جہاد و قتال عیسوی کو معجزہ مانکر ہمارے اعتراضوں سے
انکار کو مقابلہ میں پیش کیا۔ اور اصلیں آخر انجیل مباہلہ کے موجب ہمارے اعتراضوں سے
لاجواب ہوکر لڑائی پر اتر پڑے مگر یہ آپکی نافہمی اور علم یا حافظہ کی کمی یا غلطی ہے۔ ہم نے اس چالاک
اور وحشیانہ معجزے سے کبھی انکار نہیں کیا چنانچہ ہم نسخہ خبط احمدیہ میں عرض کر چکے ہیں کہ
ہاں صمصام احمدی کو تو ہم بھی قایل ہیں اور جہادی معجزہ سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ معجزہ تو
مگر کیا یہی معجزہ رنجیت سنگھ والی پنجاب اور بہادر مظفر جنگ سیوا جی بانی سلطنت مرہٹہ
کے پاس نہیں تھا؟ کیا یہی معجزہ گورکھیوں اور سکھوں۔ پوربیوں اور مرہٹوں کے پاس
نہیں ہے؟ آپنے شاید سُنا نہیں۔ تیغ ہندی کی دھوم شام و روم تک پڑی ہوئی تھی اسفندیار
اور رستم کے پاس بھی یہی معجزہ تھا اور رانا پرتاب کی پاس بھی یہی معجزہ تھا جسنے اکبر جیسے شہنشاہ کو
کانا کیں میں دم کر دیا اور اسی معجزہ نے اورنگ زیب کی آخری زیست خراب کی سکندر رومی کی پاس
کبھی سوائے اس جبر دمی کے اور کوئی معجزہ نہ تھا ہلاکو خاں اور چنگیز خاں بھی اس معجزہ سے
لاکھوں مسلمانوں کو تاتار سے روم تک ہلاک کر گئے اور کوئی سامنے نہ ٹھہر سکا بلکہ لاکھ لاکھ آدمی
کو ایک ایک دن میں قتل کرکے اُن مومنوں کے سروں کے مینار بنائے۔ یہی معجزہ یزید کے
پاس تھا۔ جس سے وہ حسین پر غالب آیا ہم افسوس کرتے ہیں کہ آپنے کس عقل کے
رو سے اس خونخواری و مردم آزاری و قتل جلادی فعل کو معجزہ گردانا ہے باقی رہا یہ کہ عیسائیوں
کے افعال معجزہ ہیں یا محمدیوں کے ہرگز نہیں۔ آپنے یہاں تو خوشامد پسندی کے لحاظ
سے عیسائیوں کو اہل کتاب مان لیا مگر ہم آپکی تصدیق براہین الاحمدیہ کے اور مقامات
بتلاتے ہیں آپ گریبان میں منہ ڈالکر دیکھیں حق سے کتنی مخالفت کر رہے ہیں
یہود کی بت پرستی۔ "یہود کا بچھڑے کی پوجا کرنا موسیٰ کے سامنے کا واقعہ ہے اور بعد
کی بت پرستی قاضیوں کی کتاب سے جو کتب مقدسہ میں کی ایک کتاب ہے پڑھ لیجئے"
(تصدیق صفحہ ۳۹ سطر ۹ و ۱۰)۔ عیسائیوں کی بت پرستی "عیسائیوں کی بت پرستی ظاہر ہے
کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام جیسے خاکسار نیک بندے کو خدا یقین کرتے ہیں اگر بیٹا کہتے
ہیں تو اول مسیح کو خدا کا ازلی بیٹا اور خود خدا ہاں ذاتًا خدا سے متحد بنانے ہیں دوم اسکی
انسانیت کے ساتھ اسکی استعانت اور نجات طلب کرتے ہیں کفارات معاصی پر جو
یکہ ان قوموں کا خیال ہے وہ ناگفتہ بہ ہے اور اس مسئلہ سے جو خطرناک نتائج
پیدا ہوتے ہیں وہ عیاں" (تصدیق صفحہ ۳۹ سطر ۱۱-۱۶) میرے مخاطب آریہ تسلیم
کریں گے کہ یہ طرز عیسائیت کا بے ریب شرک ہے" (صفحہ ۳۹)۔
عیسائی تو ایسی حالت میں جا پڑے کہ اپنی ساری لعنتوں ملامتوں کے بدلہ میں
حضرت سیدنا مسیح کو معاذ اللہ ملعون بنا بارد دیکھو نامہ گلیان ۳/۱۳ و تصدیق صفحہ ۳۱
اور ایسا ہی ذکر آپنے صفحہ ۳۴ پر کیا ہے۔
مسلمانوں کی بت پرستی۔ سنگ اسود۔ کعبہ۔ مدینہ۔ چاہ زمزم۔ کربلا۔ خاک نجف۔
اور تمام خانقاہیں۔ چاہ کعبہ۔ مقبرے مبارک۔ قدم مبارک۔ قدم ابراہیم و آدم تابوت سکینہ
تعزیہ اور گھوڑا پرستی یہ سارے کے سارے صریح شرک اور کفر ہیں جمیں کروڑوں مسلمان
سر تا پا غرق ہیں۔ پس ان تینوں اہل کتاب بت پرستوں کو واعظین نے یہاں لوگیں
پر کوئی تاثیر نہ کی اور کبھی تثلیث یا صلیب پرست اور سنگ اسود یا کعبہ پرست تک ہم
و سر سبیر کے پوجنے والوں پر غالب نہ آسکے اور نہ دلایل سے سیدھا سادی بت پرستی
کو یہ اندھی بت پرستی دور کر سکتی تھی۔ صاحب گلشن کہتے ہیں۔

مسلماں گر بدانستے کہ بت چیست	بدانستے کہ دیں در بت پرستی است
اگر مسلم ز بت آگاہ بودے	چرا در دیں خود گمراہ بودے

آریہ سماج کے وجود سے عیسائی اور محمدی دونوں اوسان باختہ ہو رہے ہیں اور اپنی

ساختہ و پرداختہ کی قلعی کھلی دیکھکر آٹھ آٹھ آنسو رو رہے ہیں فی الواقع آپ ہی خدا کیواسطے منصفانہ غور کرکے ایسے دل سے ہماری صداقت یا بطالت کی گواہی دے دیجئے گا۔ اسلام قبول کرکے سیکڑوں آدمی بجائے دریا پرست کے گور پرست ہوگئے اور بجائے سالگرام کی پوجا کے سنگ اسود (جسکے دوسرے معنے سالگرام ہیں یا سالگرام کا ہم شکل ہے) کے پوجاری بنگئے ہیں اسلام نے ایک خندق سے نکالا اور دوسرے گڑھے میں ڈال دیا۔ کسی قوم سے سوائے لونڈی۔ غلام بنانے کے کوئی اچھا سلوک نہ کیا۔

۴۸۔۳۴۔ مولوی (چہارم) اب اثبات معجزہ لیجئے۔ یہاں ہم معجزے کے معنی خرق عادت بھی مان لیتے ہیں آپکو تواریخ عرب سے عیاں ہوگا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یتیم رہ گئے۔ جس ملک میں آپنے وعظ شروع کی وہاں کی بت پرستی ایک خطرناک تھی اور وہاں جسقدر لوگ تھے قریباً کل اسمیں گرفتار تھے اور سخت کندہ ناتراش ضدی جاہل تھے عرب کے حدود اطراف کا حال دنیا جانتی ہے آریہ اور پارسی عیسائی اور یہودی سب شرک میں غرق تھے ایسے وقت حضرت نے توحید کی وعظ شروع کی۔ بے شک علمی طور پر توحید الوہیت کا وعظ کتب مقدس میں موجود ہوگا۔ الا عملی حالت بالکل مفقود تھی۔ عملاً تو اعتقاد توجہ پر ظلمت کا ابر چھایا ہوا تھا۔ عیسائیوں نے لوتھر کے زمانہ میں کچھ ترقی بہ مذہب میں کی مگر شرک سے پاک نہ ہوئے حضرت خاتم الانبیا نے ایسے وقت توحید الوہیت کی طرف بلایا تمام بت پرستی کی عادی قومیں مخالفت پر کھڑی ہوگئیں اور سخت سخت ایذائیں دینی شروع کردیں جسقدر موحد جناب رسالت مآب کے ساتھ ہوئے ان سب کو ملک چھوڑ چھاڑ ہجرت کرنی پڑی اور حبش کو چلدیئے آخر نوبت باینجا رسید کہ خود حضور مکہ چھوڑ مدینے چل دیے بت پرستوں نے وہاں بھی چین نہ لینے دیا اور استیصال کے درپے ہوگئے تب قرآن کریم میں حکم ہوا کہ جب مشرکوں نے اسلام کا استیصال چاہا تو اہل اسلام کو بھی اپنے تحفظ پر کمر باندھنی چاہیئے آخر اللہ کی نصرت شامل اہل اسلام ہوئی کہ جسقدر اسلام ہی غالب ہے حضور ہی کو معجزہ تھی کہ تمام عرب مقابلہ میں عاجز ہوگئے۔ کیا یہ معجزہ نہیں؟

آریہ۔ اگرچہ حضرت کا باپ شروع میں فوت ہوگیا تھا مگر آپکے دادا عبدالمطلب زندہ تھے وہ پالتے رہے اور ایک دنیا جانتی ہے کہ دادا کو پوتے سے کس قدر محبت ہوتی ہے۔ علاوہ برآں اُن کی والدہ بھی زندہ تھی جب حضرت کی عمر ۸ سال کی ہوئی تب انکے دادا فوت ہوئے مگر فوت ہونے سے پہلے بڑے بیٹے ابوطالب کو وصیت کرگئے کہ اِنکی اچھی طرح پرورش کرنا۔ ایک مورخ لکھتا ہے "بصدق دل ابوطالب نے اپنے بھتیجے کو چھاتی سے لگایا اور عمر بھر اسکے ساتھ پدرانہ سلوک کرتا رہا" دوسرا مورخ لکھتا ہے "ابوطالب اہتمام تربیت آنحضرت را در کنار همت خود گرفت" جب محمد صاحب نے بعمر ۲۵ سال بصلاح خدیجہ وغیرہ رازداروں کے پیغمبری کا دعوی کیا۔ تب بھی اُنکے چچا ابوطالب زندہ تھے انہی نے شادی کرائی بیٹے ہوئے بیٹیاں ہوئیں انہیں ایام میں جب محمد صاحب بتوں کو بڑے الفاظوں سے یاد کرتے تھے تب تمام لوگ دشمنی کرنے لگے مگر ابوطالب ہمیشہ بچا رہا بقول ایک لائق مورخ کے "لیکن ابوطالب ہموارہ پیغمبر را از بد اندیشان در امان داشتے" ایک اور دفعہ بھی قریش کے کئی آدمی شکایت لائے کہ یہ ہمارے مذہب و بزرگوں کو برا کہتا اور گالی وغیرہ دیتا ہے۔ یا اسے آپ منع کریں یا چھوڑ دیویں کہ ہم اسکو سزا دیں اور اسے قتل کریں۔ ابوطالب با پیغمبر گفت کہ اے برادر زادہ ایں چہ کار کردہ۔ پیغمبر دانست کہ ایں ہم بیرا رشد فرمود اگر آفتاب را در یک دست من و ماہتاب را در دست دیگر من نہند و گویند کہ دست ازیں کار بدار نمے توانم۔ و بدیدہ اشک بگردانید و از برادر برخاست۔ ابوطالب آواز داد و بخواندش و گفت بگو ہر چہ خواہی ہرگز ترا بدشمناں نسپارم" (صفحہ ۲ بدرالاسلام) جب حضرت کو پیغمبری کا دعوے کرتے ہوئے دس سال اور عمر آنحضرت کی ۵۰ سال کی ہوئی اس وقت

ابوطالب نے وفات پائی ابوطالب کے مرتے ہی مخالفوں نے پھر زندگی اجیرن کردی تمام اوسان باختہ ہوگئے چنانچہ لکھا ہے "پس در شوال سال دہم نبوی ابوطالب بپیام مرگ رسید و پس ازاں خدیجہ ہم وفات کرد۔ باگریز بر پیغمبر خدا اندوہ پیاپے رسید و گردنت و ہمسائیگاں ما آزارش میاں بستند" (صفحہ ۱) اسی سراسیمگی حالت میں ابوطالب مرنے بعد ایکسال بھی مکہ میں نہ ٹھہر سکے۔ اتنی ہمت کہاں سے پاتے مکے سے مدینہ کی طرف بھاگ گئے۔ افسوس کہ آپ اُسے یتیم کہتے ہیں اور بطور معجزہ کے طور پر۔

باقی رہی بت پرستی وہ عرب کی ایسی ہی خطرناک تھی جیسے عموماً جنگلی ممالک کی ہوتی ہے جس طرح اب افغانستان و بلوچستان و عرب و روم و تاتار و مصر کے مسلمان کندہ ناتراش ہوتے ہیں ابو الفضل نے ایسے ہی لوگوں کو اتباعہ ملاغنہ بہائیم سیرت و حوش خصلت تحریر دیا ہے ویسے ہی اُسوقت وہاں کے بت پرست تھے۔ کیا یہود و عیسائی مذاہب سے بھی اگر یہ سچ ہے تو خدا کے واسطے بتلائے کہ اسلام نے کونسی تہذیب پھیلائی اور کہاں پھیلایا؟ ذرا افغانستان و بلوچستان میں جاکر دیکھ لیجئے۔ اور کاوستان کا بھی سفر کرکے مقابلہ کیجئے ہندوستان کے مسلمانوں کو بھی وہ کافر کہتے ہیں۔ پاخانہ پھر کر دھوتے نہیں ویسے ہی غلیظ رہتے ہیں اعلام وغیرہ کا اس قدر زور ہے کہ بڑے بڑے علما اس بلا میں مبتلا ہیں تا دیگراں چہ رسد۔ اسلام نے کونسا شرک مٹایا اور کونسا ہدایت کیواسطے شاہراہ بنایا۔ محمد نے اپنی تعریف کی ایک حدیث بنائی۔ لولاک لما خلقت الافلاک وما ارسلناک الا رحمت العلمین مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ پس ازخدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ کیا یہ شرک نہیں کعبہ کو سجدہ کرنا یا سنگ اسود کو خدا کا ہاتھ ماننا شرک نہیں؟ بالضرور ہے پس اسلام شرک سے پاک نہیں آریہ اور پارسی تو شرک سے پاک ہیں۔ ناداں دشمنوں نے انہیں خواہ مخواہ آتش پرست مشہور کیا۔ ورنہ انکی ژند اوستھا میں آتش پرستی کا مطلق ذکر نہیں۔ البتہ محمدی۔ عیسائی۔ یہودی اس مرض میں مبتلا ہیں اور انصاف یہ ہے کہ ان کے ہاں شرک کا قلزم بہ رہا ہے اس سے ہم کو بھی انکار نہیں کہ لفظی توحید یا قولی توحید قرآں میں موجود ہے اور یہی حال یہود اور نصارا کا ہے مگر علمی اور عملی توحید کا سوائے وید مقدس کے کہیں بھی نشان نہیں ملتا جس طرح بانی اسلام نے اُنکو ایذا رساں کلمے اور گالیاں سنائیں انہوں نے بھی اُسکی تلافی کی مثل مشہور ہے غریب کی گالیاں زبردست کی لاٹ جب دلائل اور زور سے مقابلہ لات و منات پرستی کو کعبہ پرستی کو آپ حضور صاحب ثابت نہ کرسکے تو اوسان باختہ ہوکر کچھ حبشہ کی طرف اور کچھ مدینہ کی طرف بھاگ گئے اور موقعہ تلاش کرتے رہے جب بہت سی جمعیت اکٹھی ہوگئی تب تلوار اٹھائی کہ دلیل سے تو مسلمان نہیں کرسکتا ہوں اب تلوار سے مسلمان کروں اور فوجی جمعیت کے واسطے کافروں کے مال و اسباب کو لوٹوں۔ یہ ساری باتیں دنیا کی محبت۔ جاہ کے لالچ۔ امیری کی خواہش۔ پیری و مریدی کی تمنا کے متعلق ہیں۔ حق پرستی یا دین حق سے انکا کوئی واسطہ نہیں۔ آپکی نصرت نے فتح نہیں پائی۔ بلکہ مدینہ کے لوگوں کے جہادی کارروائی سے۔ کیونکہ وہ مکہ والوں کے مخالف تھے۔ مقابلہ میں کبھی غالب اور کبھی مغلوب ہونا ایک قدرتی امر ہے اور اسکا اثر طبقہ اول کے مسلمانوں پر ہوتا رہا چنانچہ جب اسلام فتحیاب ہوجاتا تھا تو لوگ مسلمان ہوجاتے تھے اور بحالت شکست وہی لوگ پھر اسلام سے نجات پاتے تھے چنانچہ تفسیر حسینی میں لکھا ہے سورۃ آل عمران کیف یہدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانھم دانستاں دوازدہ تن بودند کہ از مسلمانی روبرتافتہ بدر مکہ پیوستہ چوں حارث بن سوید طعمہ بن ابیرق و مقیس بن صبابہ و امثال آں (تفسیر حسینی جلد ۱ صفحہ ۴۷)۔

عرب کے لوگ جس طرح مسلمان ہوئے ہیں بڑی واضح شہادت سے رسالہ جہاد میں ذکر کردیا ہے۔ (دیکھو باب اول ذکر عرب) پس یہ کوئی معجزہ نہیں کیونکہ چنگیز خاں و ہلاکو خاں و پیروان بدھ مذہب بھی اس سے بڑھکر کامیاب ہوچکے ہیں مگر یہ کامیابی فساد و جہاد کی ہے

ہیں کہ توحید اور صداقت کی ہم ایما نا کہتے ہیں کہ خلیفہ عمر وغیرہ سپہ سالاران دین محمدی
اگر فوج کشی نہ کرتے اور عرب کے بدو کو لوٹ کھسوٹ کا لالچ نہ دیتے اور محمدی بادشاہان
ملک کو تباہ نہ کرتے تو دیگر ممالک درکنار خود اہل مکہ و مدینہ بھی دین محمدی قبول نہ کرتے اور
نہ اس کے قایل ہوتے اُسوقت جو کچھ نبوت تھی اور جسے پیغمبری کہتے تھے اور جسکا
نام فتح نصرت یا اشاعت دین تھا یہ سارے کے سارے لفظ ایک چیز کا نام تھا جسے
ہماری زبان میں تلوار یا شمشیر کہتے ہیں۔ خود محمد صاحب نے بھی اقبال کیا ہے انا نبی بالسیف
کہ میں نبی ہوں تلوار سے پس نبی ہیں جو نبوت ہوتی تھی اسکا نام تلوار تھا اور عمل کے علاوہ
محمد صاحب تو بالضرور تلوار کے ہی تھے۔ ایسی تلوار کا نام ہی آلہی نصرت رکھا ہے ہمیں نام
سے جھگڑا نہیں کام سے مطلب ہے اور اس میں آپکا ہمارے سے اتفاق ہے بس آپ
نے بھی دوسرے لفظوں میں مان لیا۔ کہ حضرت یا حضور نے جو کچھ کامیابی کی وہ تلوار
کی مہربانی تھی۔ ہم حضرت کو نبی یا رسول آلہی تو نہیں مانتے۔ مگر پولیٹیکل میں پاؤچی جرنیل
یا کرنل ماننے سے ہم کو کوئی عذر نہیں۔

۳۸۔ مولوی۔ آپ اچھی طرح اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان دنوں میں اس آریہ ورت
کی کیا حالت تھی اور اب تک ہے مگر آیندہ امید ہے کہ جیسا اسلام کی فیض و برکت سے
کسی قدر بت پرستی کی گھنونی عادت کو چھوڑا ہے۔ کامل موحد دیندار بھی ہو جاوینگے۔

آریہ۔ آریہ ورت کی حالت اُس وقت بھی وہی تھی جو سوامی جی کے آغاز پیدائش
یعنی سمت ۱۹۲۶ و سمت ۱۹۳۰ میں تھی۔ اگرچہ سب ایک پرمیشور کو مانتے تھے مگر بت پرستی اور
دیوتا پرستی کے سبب گھر گھر کا خدا جدا تھا جس طرح ایک گور پرست دوسرے مردہ پرست
کو برا نہیں کہتا۔ اسی طرح عام ہندوؤں کا حال تھا۔ دین محمدی کے سبب یہاں کوئی
اصلاح نہیں ہوئی۔ ہاں لاکھوں آدمی بے گناہ شہید کیئے گئے اور لاکھوں عورتیں
لونڈی اور لاکھوں مرد غلام بنائے گئے ان کے علاوہ جو کمزور اور بزدل تھے انہوں نے
طوعاً و کرہاً دین محمدی قبول کیا۔ مگر چونکہ جبراً دین محمدی میں آئے تھے مباحثہ اور پسند
سے نہیں بنابراں اُنہوں سے دیوتا پرستی تو بدستور رہنے دی ساتھ ہی پیر پرستی و گور پرستی
اور بڑھا دی اور کعبہ پرستی مزید براں۔ جس طرح ظلم سے پہلے رام رام کا جاپ کرتے
تھے اسی طرح ظلم کے زمانہ میں اور اس کے بعد یا محمد اور یا علی کا ورد ہونے لگا۔
آپ ہی خدا کے واسطے بتلائیے کہ اسلام نے کونسی اصلاح کی اور کہاں تک تہذیب پھیلائی
جتنے ظلم و ستم سے ہندوستان کا یہ حال ہوا وہ کسی تاریخ داں سے پنہاں نہیں۔ اور
اس کا گناہ نامہ اعمال سلاطین اسلام میں تا ابد رہیگا۔ اور انہیں واصل جہنم کریگا۔
ہاں جب سے رہنمائے عالم و عالمیان ہادی جہاں شری سوامی دیانند جی مہاراج نے
آفتاب کی طرح صداقت کا جلوہ دکھایا اور رہنمائی کا بیڑا اٹھایا تب سے لوگ کعبہ پرستی
و گور پرستی۔ صلیب پرستی اور تثلیث پرستی۔ بت پرستی۔ خود پرستی کی گھنونی تعلیم سے
متنفر ہو کر توحید وید کی طرف متوجہ ہونے لگے ہیں اس آفتاب کی صداقت کی شعاعیں
چاروں طرف پھیل رہی ہیں اور پھیلتی جاتی ہیں۔ لوگوں کے گروہ در گروہ ست دھرم
کی طرف آتے جاتے ہیں جس سے یقین کامل ہے کہ ایک وقت یہ پاک ویدک مسائل
کی منادی کرنے والے آریہ اُپدیشک سب دنیا کو کامل موحد اور دیندار بنادیں گے
اسلام کے فیض و برکت سے بت پرستی نہیں چھوٹ سکتی ہے بلکہ اس بت پرستی کے ساتھ
یا اسکے قایم مقام گور پرستی پیر پرستی۔ مردہ پرستی اور مکان پرستی شامل کر لینے تپ کے ساتھ کھانسی
اور خون ملا کر اور اتپ دق کر دیتا ہے جس سے مریض کی صحت سراپا ہی محال ہے ممکن ہے کہ
کسی بت پرست یا صلیب پرست کو موحد بنا لیں لیکن نہایت مشکل ہے کہ گور پرست
مردہ پرستوں اور مکان پرستوں کو ہم شرک و کفر سے ہٹا سکیں کیونکہ تپ دق کا کوئی علاج نہیں

۴۱۔ مولوی۔ مسیح علیہ السلام کو بڑی کامیابی ہوئی مگر کیا ان کی اپنی قوم اس
بادشاہت میں داخل ہوئی جس میں داخل کرنے کے لیئے حضرت مسیح کو بادشاہ بنایا گیا
تھا اور جسکے حصول کی امید میں اُس کے سر پر پاک تیل ڈالا گیا تھا کیا وہ قوم جو ہدایت کے
لیئے مقصود بالذات اور مسیح کی ہی قوم تھی۔ اس نجات سے نجات یاب ہوئی کیا مسیح اُن
کے لیئے قربانی ہوا کیا کھوئی ہوئی بھیڑیں اس کے ہاتھ آئیں؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں
بلکہ اس بیت المقدس میں جہاں کبوتر فروشی سے مسیح نے منع کیا تھا۔ سور کی قربانی ہوئی۔

آریہ۔ بیان آپکا بالکل صحیح ہے کہ مسیح کی زندگی میں عیسائی دین کی ترقی نہیں
ہوئی۔ اور بانی جین حیات مسیح کامیاب نہیں ہوا۔ مگر بعد وفات اُنکے حواریوں نے
اتنا کام کیا کہ محمدی دین کے کبھی نصیب نہ ہوگا کیونکہ بردباری۔ حلم۔ رحم میں عیسائی
دین اس سے بدرجہا بہتر ہے ہم چونکہ آریہ ہیں اور دونوں مذہبوں سے ہمارا کوئی تعلق
نہیں تو بھی ہم دونوں مذہبوں پر غور کرنے سے انصافاً کہتے انصافاً کہتے ہیں کہ قرآن
اخلاقی باتوں میں انجیل کی برابری نہیں کر سکتا اور نہ محمد صاحب حضرت مسیح کے مقابل
ہو سکتے ہیں اُنکی انسانی غلطیوں سے قطع نظر صاف کہتے ہیں کہ مسیح بنی انسان کا خیر خواہ
تھا اور محمد بد خواہ۔ مسیح نے زخموں پر مرہم لگائی اور محمد صاحب نے بیماروں کے گلے
پر چھری چلائی۔ مگر افسوس کہ مسیح کا دل ویدک توحید سے منور نہ تھا ورنہ نور علی
نور ہوتا اور عیسائی دین میں تثلیث کی ظلمت نہ رہتی۔

۴۲۔ مولوی۔ کیا بدھ کا بانی اس کامیابی پر خوش ہوگا کہ آریہ ورت میں اُس
نے اتنا کچھ ثبوت اور قیام مذہب نہ دیکھا۔ ویدوں اور پورانوں کے حامی برابر آریہ ورت
میں موجود رہے۔ علاوہ بریں اس نے الہام کا دعوے ہی کب کیا؟

آریہ۔ بدھ مذہب کے بانی شاکیہ منی۔ گوتم کی تعلیم نے جو اخلاق اور اعمال کے
متعلق ہی ایک کام کیا دنیا قایل ہے کہ وہ بہت ہی عمدہ ہے آپکے مسیح اور عیسائی
خدا کے اکلوتے اور پلوٹھے بیٹے مسیح کی بابت اب علما نے فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ گوتم کے
شاگرد تھے۔ بلکہ اُس کے مذہب کے پیرو۔ اور یہی سبب تھا کہ وہ ہمہ اوست یا میں خدا
ہوں یا ابن اللہ کی تعلیم اور جتی رہنے کی ہدایت دیتے تھے۔ انجیل کی ساری عمدہ تعلیم
بدھ کے شاگردوں کے لیکچروں کی نقل ہے اور وہ ساری بودھ پٹاکے میں موجود
مفصل دیکھو رومیش چندر دت کی ہسٹری آف سولیزیشن ان انشنٹ انڈیا۔

۴۳۔ مولوی۔ کیا یہ نصرت دیانند جی کو حاصل ہوئی۔ ویدوں کے حامی تنے
ہمارے دیکھتے دیکھتے وید کی حمایت کا بیڑا اٹھایا مگر اپنی مقدس اور پیاری کتاب کا
ترجمہ بھی پورا پورا قوم کے سامنے نہ رکھ سکا۔ بلکہ اور قوم کی نجات تو خواب و خیال ہے
جس کتاب پر نجات کا مدار سمجھا تھا وہ کتاب ہی ملک کو کم دکھلا سکا حسب دعوی یہ
صاحبان ویدوں کو اس موجودہ دنیا میں آئے ہوئے دو ارب کے قریب زمانہ گزرتا ہے
پھر اس کتاب کی نسبت نصرت اللہ کا یہ حال ہے۔ کہ آریہ ورت میں ہی یہ کتابیں پورا
رواج نہیں پائیں اور اور باد کی نسبت دعوے بلا دلیل پر چشم دید حالت سے ترجمہ
اُنکی خیالی اشاعت کو کوئی کیونکر مانے اور کیونکر یقین کرے کہ وید ہی کے بدولت تمام دنیا
نے سچے علوم سیکھے۔ اور توحید ذاتی اور توحید صفاتی اور توحید الوہیت کا پتہ وید ہی
سے لگا۔ ہم تو اب بھی آریہ ورت میں جین مت والوں کو اُنکا سخت مخالف پاتے ہیں

آریہ۔ بیشک یہ نصرت دیانند جی کو حاصل ہوئی۔ خام عمارت بنانا اور اسپر
چونا لگانا تو آسان ہے اور جلد بن سکتا ہے مگر دیوار چین یا مصر کے مینار بنانا آسان
کام نہیں ہے۔ محمد صاحب نے لڑائی بھڑائی سے دین پھیلایا اس واسطے جان کے
لالے پڑ جانے سے لوگ طوعاً و کرہاً گرویدہ ہوگئے اور اسی واسطے بہت جلد فساد دیکھ پھوٹ

اور تفریق ہوگئی۔ خود حضرت کے یار اور نواسہ امت کے ہاتھ سے مارے گئے۔ زہے دین اور ختمی آئین۔ تلوار سے بڑھا اور تلوار سے گھٹا۔ علم کے آگے ایک سکنڈ بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ جاہلوں کو تلوار سے سنوارنا آسان ہے مگر تعلیم کسے مشکل۔ آدمیوں کا گلا کاٹ کر دور کرنا آسان ہے مگر مرہم لگا کر راضی کرنا دشوار ہے اور دیر پا ہے۔ محمد صاحب نے گلا کاٹا اور سوامی جی نے مرہم لگائی۔ دونوں میں فرق ہے اس واسطے محمد صاحب کی کامیابی خام دیوار پر جو پا کرنا ہے اور پنڈت جی کی مصر کے مینار سے بھی اور چین کی دیوار سے بھی زیادہ مضبوط۔ غور سے سنئے۔ ملک پر اودیا کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ تثلیث اور کعبہ پرستی نے لوگوں کو گمراہ کر دیا تھا۔ بت پرستی نے دلوں کو پتھر بنا دیا تھا۔ ویدانتیوں نے خود خدا بنا کر علم، عقل، محبت، اخلاق سے فارغ کر گناہ کا نام مٹا دیا تھا۔ وام مارگ نے تمام افعال قبیحہ کا گھر کرا دیا تھا۔ نہ باپ مددگار نہ ماں نہ چچا نہ تاؤ نہ جورو۔ سارا آریہ ورت دشمن اور حق سے مخالف۔ دیش مخالف قوم مخالف۔ غرضیکہ سب مخالف چار و نطرف باد مخالف چل رہی تھی اس صورت میں کامیابی کتنی مشکل تھی اب سنئے اور سوچئے کہ انہوں نے کیا کیا۔ پہلے سنسکرت کی تعلیم حاصل کی۔ طبیعت کو ایشور پریم میں جگت سدھار کا خیال آیا جھٹ آرام چھوڑ جگت سدھار کا بیڑا اٹھایا۔ قوم نے پتھر مارے۔ تلواریں لیکر گلا کاٹنے آئے گالیاں دی۔ جان کے دشمن ہوگئے۔ زہر دی۔ مگر اس مرد میدان رضا نے ہمت نہ ہاری اور نہ ہجرت کی اور نہ حق کو چھوڑ چل بسے جاتے کیوں۔ ان کا تو ایشور پر بھروسہ تھا نارائن پر تکیہ تھا۔ مستعار زندگی کو ایسے پراپکار میں خرچ نہ کرتے تو کیا کرتے۔ سب تکلیف کو برداشت کیا اور ہر طرح مشکلات پر سینہ سپر کر کے حق کا ثبوت دیا۔ سب سے جو مشکل کام تھا اسکو اول کیا اور وہ کیا تھا ویدوں کا بھاش۔ آپ کہتے ہیں کہ پورا ترجمہ بھی قوم کے سامنے نہ رکھ سکا۔ یہ بالکل غلط ہے انہوں نے ایک وید جس کی بابت سب سے زیادہ اعتراض اب تک اٹھاتے تھے اسکا اول ترجمہ کیا اور پورا کر دیا۔ مگر چاروں ویدوں کے ترجمہ کے برابر بلکہ زیادہ جو کام کیا وہ وید بھاش بھومکا کا لکھنا تھا جس کے معنے ویدوں کا دیباچہ ہے اس میں انہوں نے نہایت وسعت سے تمام اعتراض باطلہ و توہمات عاطلہ کا جواب دیدیا۔ اب ترجمہ اتنا مشکل نہیں اور یہی سبب ہے کہ اب ایک معمولی پنڈت بھی سوامی جی کی کتابوں کو دیکھ مشکل سے مشکل وید منتر کا ترجمہ کر سکتا ہے۔ آریہ نہایت فارغ دلی سے کام کر رہے ہیں۔ تمام آریہ قوم کے سامنے انہوں نے وید رکھنے کے بعد ایک پر زور صداقت کا ثبوت دیا اور ستیارتھ پرکاش کی تصنیف کے بعد غیر مذاہب کو ظلمت اوہام کر دیا۔ ستیارتھ پرکاش کیا ہے گویا آریہ میگزین ہے جس کا ایک ایک گولہ مذاہب باطلہ کے قلعوں کے بیسیوں برجوں کے اڑا دینے کے لئے کافی ہے۔ آریہ سماج نہایت زور و شور سے وید کا اپدیش کر رہی ہے اور جو کامیابی کہ آریہ سماج کو ہوئی ہے نہ محمدی نہ بودھ نہ پارسی نہ عیسائی غرضیکہ کسی کو آج تک نصیب نہیں ہوئی۔ باقی آپ کی تحریر کا جواب ہم نے نسخہ خبط احمدیہ میں دیدیا ہے۔

۴۲۔ **مولوی**۔ یہ نصرت کسی ہادی۔ مذہب کو اپنے سامنے اپنی زندگی میں ہوئی ہے تو اس کی نظیر دو۔ اس بےنظیر کامیابی میں بھی اعجاز ظاہر ہے اور عدم نظیر میں اس کامیابی کی خرق عادت ہونے میں کوئی شبہ ہے۔

۴۳۔ پھر اگر اس کامیابی کے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی اگر نظیر دکھلانے سے عجز ہے اور واقعی عجز ہے تو آپ کے وہ افعال جو کامیابی کے باعث ہوئے بے ریب خرق عادت اور معجزہ ہیں کون گذرا ہے جس نے ملہم الٰہی ہونے کا جھوٹا دعوے کیا ہو اور ایک کتاب کو خدا کی بنائی ہوئی کتاب بتاتا ہو پھر اپنی قوم اور اپنے ماسوا خاص کو ان عظیم الشان موجودہ سلطنتوں پر جو اپنی جگہ بےنظیر ہیں مثلاً ہمارے ہادی کے وقت ایران سلطنت جو ایشیا کی سپرطاقت اور قریباً کل ایشیا پر حاوی اور دوسری روم کی سلطنت جو قریباً کل یورپ اور آباد افریقہ پر متسلط تھیں فتحیاب ہوا ہو۔ اور کامیابی جو راستبازی کا معیار بھی حاصل کر چکا ہو۔

آریہ۔ اس بڑھکر کامیابی زردشت صاحب کو ہوئی۔ ایران سے مغرب اور شمال سے یونان تک اور مشرق میں ہندوستان اور چین اور جاپان تک اسکا مذہب چلا انہی کے وقت میں پھیلا ہوا تھا اور نوشیرواں جیسے نیک لوگ اسی کے وقت میں سے تھے۔ جسکی بابت محمد صاحب کو بھی فخر ہے۔

دوسری کامیابی بودھ کو ہوئی جسکی نظیر زردشت کے سوا دنیا میں کوئی نہیں محمدی فتح تو کسی طرح بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ دیکھو افریقہ۔ ایشیا۔ یورپ اور امریکہ میں بھی اس کے نشانات ملتے ہیں جس طرح اسلام سپین اور پرتگال سے نکالا گیا اسی طرح زردشت اور بدھ کا مذہب ہندوستان اور ایران میں نہیں رہا مگر یہ دلیل ان کی بطالت کی نہیں ہے۔

تیسری کامیابی شنکر سوامی کو ہوئی۔ سارے آریہ ورت سے بدھ مذہب کا خاتمہ کر دیا۔ جن کی وجہ سے اب تک اس کے نام کا ڈنکا بج رہا ہے۔ تقریباً ۱۵ کروڑ آدمی اب تک بھی اس کے مت کو مانتے ہیں۔

چوتھی کامیابی چنگیز خاں۔ ہلاکو خاں کو ہوئی۔ پانچویں سکندر اور ارسطو کو پہلے تاریخ کو مطالعہ میں لائیے۔ پردۂ غفلت آنکھوں سے اٹھائیے اور تاریخ ایران و یونان و ہند کو مطالعہ میں لا کر خدا کے واسطے انصاف کیجیئگا۔ کہ محمد صاحب سے وہ کسقدر زیادہ معجزہ والے گزرے ہیں بشرطیکہ تلوار چلانا معجزہ ہو۔ ایرانیوں اور رومیوں کی سلطنت اس وقت بھی زور پر تھی اسی طرح دارا اور ہندوؤں کی سلطنت بھی سکندر کے وقت عظیم تھی اور روس اور مصر کی حالت بھی عمدہ تھی۔

مولوی صاحب ! ایسے بیہودہ فخریہ دعاوی اس وقت موزون تھے جبکہ فارسی یا عربی کا علم صرف مسلمانوں میں محدود تھا یا تلوار کے زور سے دین چلایا جاتا تھا اور جہاں اب بھی چلایا جاتا ہے وہاں موزون ہے اس روشنی اور علم کے رواج میں ایسا فضول دعوے عقلا سے بعید ہے آجکل تو محمدی نبی بھی ایسے ہیں کہ اگر گورنمنٹ کسی پولٹیکل اشارہ سے ان کے گھر کی تلاشی کرنی چاہے تو خدا کا خوف چھوڑ کر کاغذ پہلے جلا دیں خواہ اسپر خدا کا نام اور قرآن کی آیتیں یا الہامی مضمون ہی کیوں نہ ہو اور بڑھکر یہ کیا دیں اپنے پیرو مرشد سے پوچھ لیجئے وہ الہام کی فال ڈالکر بتلا دینگے کہ کون ہے۔

پس یہ کوئی بھی نظیر کامیابی کی نہیں ہے اور اب تو خدا کے فضل اور ایشور کی کرپا سے لوگ دین اسلام سے تائب ہو کر ویدک دھرم پر آرہے ہیں خدا کرے کہ جھوٹ کا جلد ناش ہو اگرچہ بودھ مذہب آریہ ورت سے نکل گیا مگر اس وقت بھی دنیا میں اسکا نظیر بالکل نہیں ہے اور لنکا برما فرانس اور سویڈن وغیرہ ملکوں میں پھیل رہا ہے تو کیا یہ معجزہ ہے۔

۴۴۔ **مولوی**۔ اگر معجزہ کسی علامت نبوت یا نشان رسالت کا نام ہے۔ جسے قرآنی اصطلاح میں آیت کہتے ہیں تو سنئے آیات رسالت محمدیہ اسقدر ہیں اور تجلیں کہ صاحب آیات کے آیات دیکھکر اسقدر لوگ اس کے دین میں داخل ہوئے۔ کہ منکرین کے چھکے چھوٹ گئے اور حضرت نے اپنے کانوں سے سن لیا۔ الیوم یئس الذین کفروا من دینکم۔ سبحان اللہ کیا معجزہ ہے۔

آریہ۔ منکرین کے چھکے معجزوں سے نہیں چھوٹے اور نہ انکی رسالت سے اعتقاد ہے * ناظرین کیا یہ پنڈت جی کی پیشین گوئی نہیں ہے جب مرزا صاحب کے گھر کی تلاشی پنڈت جی کے قتل کے بعد ہوئی تھی تو ایک زمانہ جانتا ہے کہ انہوں نے کسقدر کاغذات جلا کر خاکستر کر دیئے

ہمارے خیال میں جہاں تک ہم نے تحقیقات کی ہے یہ یاجوج و ماجوج یہ مسلمانوں کے بڑے فرقہ ہیں یعنی شیعہ اور سنی۔ کیونکہ قرآن میں جو انکا یہ لکھا ہے وہ یہ ہے ان یاجوج و ماجوج مفسدون فی الارض مگر یورپ میں کیسا امن ہے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

اور افغانستان اور ایران و روم و عربستان و مصر و سوڈان میں فساد ہی فساد ہے ز ما گفتن شنیدن اختیار ست۔ پس یہ کس طرح پیشگوئی نہیں ہو سکتی ہے۔ ابھی امیر کابل نے اوروں سے تو کیا ہزارہ کے لوگوں کی عورتیں سر بازار دو دو روپیہ کو نیلام کیں۔

دین اسلام و قرآن کے رو سے خدا جسمانی ہے۔

ہاتھ مشکوۃ میں ہے۔ محمد صاحب نے کہا میں نے پروردگار اپنے کو بہترین صورت کے ساتھ خواب میں دیکھا۔ پس خدا نے اپنا ہاتھ درمیاں مونڈھوں میرے کے رکھا (سرح اول)۔

صورت کیمیائے سعادت میں ہے خلق اللّٰہ آدم علی صورتہ یعنی پیدا کیا خدا نے آدم کو اپنی صورت پر" (رکن اول" اور ایسا ہی مشکوۃ جلد چار صفحہ ۲ میں ہے۔ باب السلام۔) یہی حدیث اور جگہ اس طرح لکھی ہے خلق آدم علی صورۃ الرحمن یعنی مخلوق آدم اوپر صورت رحمن کے مشکوۃ صفحہ ۳ باب السلام جلد ۱۰) اور ایسا ہی توریت میں ہے۔ خدا نے پیدا کیا آدم کو اپنی صورت پر۔ خدا کی صورت پر۔

دایاں ہاتھ مشکوۃ میں ہے ان اللہ خلق آدم ثم مسح ظہرہ بیمینہ۔ مدرستی خدا تعالے پیدا کرد آدم را پستر بالید وے تعالے دست آدم را بدست راست خود" صفحہ ۱۰۷ جلد اول۔

طول خدا پھر مشکوۃ میں ہے عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ خلق اللہ آدم علی صورتہ طولہ ستون ذراعا۔ ابی ہریرہ نے کہا کہ رسول نے کہا کہ خدا نے پیدا کیا آدم کو اپنی صورت پر کہ طول اسکا ساٹھ گز تھا صفحہ ۳ باب السما جلد ۴)

خدا کی پنڈلی مشکوۃ میں ہے یکشف ربنا من ساقہ فیسجد لہ کل مومن و مومنہ و حمزاد اسو بیہ خدا ہے ست کہ گفت کہ شنیدم آنحضرت را کہ میگفت کہ کشاید و برہنہ می کند پروردگار را ساق خود را پس سجدہ می کند مر او را ہر مرد مسلمان و ہر زن مسلمان باب الحشر صفحہ ۴ جلد ۳۹۲۔

مشارق الانوار میں بخاری و مسلم سے روایت ہے کہ خدا اپنی پنڈلی قیامت کو مسلمانوں کو دکھا دیگا اور ایسا ہی طبرزے اور قرطبی نے روایت طولانی اپنی جسم میں درج کی ہے۔

قدم خدا حدیث حتی الفتح الجبار قدمہ فی النار ترجمہ۔ تا کہ جبار یعنی خداوند نے پانو آگ میں رکھا۔ اور ایسا ہی مثنوی رومی میں ہے۔

ہتھیلی حدیث میں ہے وضع کفہ او یدہ علی کتفی ترجمہ ہاتھ اپنا یا ہتھیلی اپنی میرے کاندھے پر رکھی۔

دونو ہاتھ حدیث مسلم میں ہے کہ خدا تعالے اپنے دونو ہاتھ کھولکر فرماتا ہے کہ کون ہے کہ قرض دیوے ایسے کو کہ نہ فقیر ہے نہ ظالم ہے صبح تک یہی کہتا رہتا ہے۔

خدا کا ہنسنا اور کاک اور آخری دانتوں کا نظر آنا طبرانی و بزار نے لکھا ہے کہ جب خدا تعالے بہشت کے درجوں کی بات مسلمانوں سے بعد دکھلانے برہنہ ساق کے ذکر کریگا تب مسلمان کہینگے کہ یہ بات بطریق استہزا فرماتا ہو یہ سنکر اللہ تعالے اسقدر ہنسے گا کہ ساتھ یعنی کاک اور آخری دانت یعنی بن دندان دکھائی دیں گے

ہنسنا مشکوۃ باب النواص میں ہے کہ رسول اللہ ہنسے صحابہ نے کہا کہ اے رسول اللہ تو کیوں ہنسا۔ فرمایا کہ میں ہنسا بسبب ہنسنے پروردگار عالموں کے۔

مکان و گھر حدیث میں ہے کہ محمد صاحب نے کہا کہ میں روز قیامت خدا کے گھر جاؤنگا اور اللہ تعالے سے اجازت پاؤنگا اور جب خدا تعالے کو دیکھونگا سجدہ کرتا ہوا گر جاؤنگا۔

حدیث ترمذی میں ہے کہ ابو رزین نے محمد صاحب سے پوچھا کہ یا رسول اللہ پروردگار ہمارا کہاں تھا۔ پہلے اس سے کہ اپنی خلق پیدا کرے۔ حضرت نے فرمایا کہ عما یعنی ابر باریک میں تھا۔ اور ایسا ہی مشکوۃ میں ہے۔ (صفحہ ۲ جلد ۴)۔

سایہ مثنوی دفتر اول میں ہے۔ زیر سایہ حضرہیں سایۂ خدا۔ ا ن۔ اسلئے مسلمان بادشاہوں کو ظل سبحانی کہتے ہیں۔

خدا کا صعود و نزول احادیث میں ہے کہ اللہ تعالے نیمہ شعبان و شب جمعہ میں آسمان دنیا تک نزول فرماتا ہے۔ مشکوۃ میں ہے کہ جس وقت تہائی رات باقی رہتی ہے رب ہمارا طرف آسمان دنیا کے نزول کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ کون ہے کہ مجھے پکارے پس میں قبول کروں اور کون ہے کہ مجھ سے مانگے اور میں دوں۔ اور مجھ سے بخشش چاہے اور اسے بخشوں۔ پھر اوپر چڑھ جاتا ہے۔ اور بابل کا قصہ۔

خدا کا پیٹھ دکھلانا موسیٰ کا قصہ

باب علمیت قرآن در بارہ زمین و آسمان

ابو جعفر محمد بن جریر یزید الطبری لکھتے ہیں "چنانکہ فرمود کہ چوں زمین را ہفت پارہ کرد بر روئے آب نہاد و از زیر چشمہائے آب بر آورد چنانکہ فرمود اللہ الذی خلق سبع سموات و من الارض مثلھن اخرج منہا ماءھا و مرعٰھا گفت آب از زمین بر آورد و این زمینہا بر روئے آب بر پشت ماہی نہاد و آن ماہی بآب اندر ست و آں آب بر سنگی و آن سنگ بر کف فرشتہ ہوا در آویختہ پس کوہہا را بیافرید و بر زمین نہاد چنانکہ فرمود۔ الجبال اوتادا کوہہا را میخ زمین کرد تا نلرزد و خلق بر پشت متواند بود پس این ہفت آسمانہا را بگشتن گرفت و سیارگان در روش آمدند و ہفت عمر نہاد کہ دریں جہاں عیش ارزیں نباشد و باد ہمہ ویران کند پس از آں قلم آفرید تا روز رستخیز چہاردہ ہزار سال بود ہفت ہزار آفریدن و ہفت ہزار سال نگہداشتن (جلد اول تاریخ بحری صفحہ ۱۱ نولکشور) عبد اللہ بن عباس روایت کرد از پیغامبرؐ کہ آفتاب و ماہ نحسب چہ چیز بودہ اند کو ہر روز کہ برآیند کجا برآیند و چوں فرو شوند ابو ذر غفاری روایت کند کہ یکروز در خدمت پیغمبر نشستہ بودم وقت آفتاب اردبود چوں فرو خواست شدن من گفتم یا رسول اللہ این آفتاب ہر شب کجا فرو شوند و ہر روز کجا بر آید۔ پیغامبر گفت یا باذر نگوستہ آسمان بچشمہ آب گرم۔ چنانکہ فرمود (سورہ کہف) وجدھا تغرب فی عین حمئۃ گفتم یا رسول اللہ آسمانا کجا شود۔ گفت آسمان تا آسمان ہمیرود تا زیر عرش آنجا خدا تعالے را سجدہ کند تا وقت سپیدہ دم نباشد۔ بس دستوری خواہد و گوید بار خدایا کدام سو برآیم از مشرق یا از مغرب پس خدائے عز و جل جبرئیل را فرمان دہد تا یک حلہ از نور عرش بروے افگند۔ و آن فرشتگان کہ بروے موکل اند او را بیارند تا مشرق تا انجا آید ہمچنیں تا آنکہ حق سبحانہ تعالے خواہد کہ از سوے مغرب برآید و جہاں ویران شود۔ ابو ذر غفاری گفت یا رسول اللہ حر ماہ چیست بکجا فرو شود گفت ہم بدیں حیثیت ہمچنیں آسمان بآسمان میرود تا زیر عرش خدائے را تبارک و تعالے سجدہ کنند چوں وقت برآمدن باشد او را دستوری دہند تا از مشرق برآید جبرائیل علیہ السلام یک حلہ از نور کرسی بیارد و بروے افگند (صفحہ ۱۸ تاریخ مذکور) عبد اللہ بن عباس گفت من شما را حدیث ماہ و آفتاب میگویم۔ چنانکہ از پیغمبر شنیدم کہ گفت خدا تعالے ماہ و آفتاب را از نور عرش آفرید و ہر دو بروشنائی یکسے بودند آفتاب را

یہا مقدار ایں جہاں ست وماہ را کمتر است واز ہر ایں چنیں خورد می نماید کہ از چشم دیگر دور است واگر خداتعالیٰ ماہ راہمچنانکہ بود بگذاشتے روز از شب پیدا نبودے ووقت آسودن ووقت کار کردن ندانستندے وہمچنیں حساب سال وماہ را خداتعالیٰ عزوجل از لطف خود جبرائیل را فرمود تا بر خود بر روے بمالد چنانکہ یاد کردیم (دیکھو صفحہ ۶ سحری) (تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۳۸۵) پس پیغامبر گفت خداتعالیٰ آفتاب وماہ را بیافرید واو را گردونے وجائے او براں گردوں کرد وآں گردوں راسی صد و شصت گوشہ بیافرید وبر ہر گوشہ فرشتہ را از فرشتہائے دنیا موکل کرد تا آفتاب را گرد گردند کردہ از مشرق بمغرب می برند ومی آرند وہر روز از مشرق از چشمہ آب بر می آید و بمغرب بچشمہ آب فرو مے شود تا آں صد وہشتاد چشمہ مغرب ومشرق سیر نشود ودو صد وہشتاد کہ سیصد وشصت روز تمام باشد وہر بارے کہ گرد در روز میکاہد ومے افزاید وآں مشرقہا ومغربہا را خداتعالیٰ یاد کردہ است فلا اقسم برب المشارق والمغارب خداتعالیٰ در زیر آسمان بر روئے ہوا دریائے آفریدہ است از مشرق تا مغرب آبے ایستادہ در ہوا وآفتاب وماہ درمیان آب میروند وآں پنج ستارہ سیارہ نیز خداتعالیٰ فرمود فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس وہمچنیں ماہ وستارگان ہر یک را گردونے ست کہ از مشرق برآیند ومغرب فرو شوند۔ پس پیغمبر گفت بداں جان کہ جان محمد در امر او ست اگر کتاب را بگذر بمیان آں آب بودے بر ہیچ نگذشتے از انسان وحیوان ونباتات وہر چیز در دنیا تا ہمہ از تابش او بسوختندے واگر ماہ را نہ براں آب گذر بودے ہمہ خلق او را سجود کردندے از میکوئی ودیگر ستارگان بجز ایں ستارہ کہ خداتعالیٰ یاد کردہ ہمہ بر جائے ایستادہ اند بہوا" (سحری صفحہ ۱۲ و ۱۳)۔

تفسیر کتاب پیدائش میں سید احمد خان صاحب لکھتے ہیں تمام متقدمین کیا یہودی کیا عیسائی یا مسلمان یہ خیال کرتے تھے کہ آسمان مثل گنبد کے مجسم ہے اور زمین کی چاروں طرف محیط ہے اور زمین کے گرد پھرتا ہے اور چاند سورج ستارے سب اس میں جڑے ہوئے ہیں اور اس کے ساتھ پھرتے ہیں جو نفیس صاحب نے لکھا ہے کہ آسمان معلق قائم ہے اور بلوری خاکی مانند ہے۔ وہ لوگ کتاب بائبل اقدس سے بھی اپنے اس خیال کی پختگی سمجھتے تھے اور مسلمان قرآن مجید کے الفاظ سے اسی طرح کے معنے نکالتے ہیں (تصانیف احمدیہ صفحہ ۲۲۵) (حزقیل ۱/۲۲ وخروج ۲۴/۱۰ وزبور ۱۰۴/۲ سورۃ البقر آیت ۲۲ سورۃ رعد آیت ۲ سورہ مومن آیت ۶۴ سورہ ملک آیت ۳ سورہ طور آیت ۵)

مجدی علمیت کے نمونے تکذیب جلد ۱ صفحہ ۸۲ پر ہم نے قرآن کے سات آسمانوں اور سات زمینوں کی مشہور ومعروف غلطی پر اعتراض کیا تھا جس کے جواب میں مولوی صاحب فرماتے ہیں۔

مولوی ۲۱۳ پھر میں کہتا ہوں کہ زمین وآسمان کا سات سات حصص پر منقسم ہونا صحیح تقسیم ہے جو سراسر حق ہے اسکے ماننے میں بطلان ہی کیا ہے کہ قرآن کریم نے اس کا ابطال نہیں کیا۔ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں سبع ارضین کا تذکرہ موجود ہے مگر یاد رہے موجودات مرکبہ کی تقسیم کئی طرح ہو سکتی ہے اگر اللہ تعالیٰ نے یہ تقسیم فرما دی تو بطلان کیا ہوا۔ اب ہم ایک ایسی بات کہتے ہیں جسکے سننے سے کسی منصف آریہ کو قرآن کریم کے سبع سموات گننے میں انکار کی جگہ نہیں زمین سے لیکر جہاں تک فوق میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اس مخلوق کو اللہ نے ایک تقسیم میں سات حصوں پر تقسیم کیا ہے ہر ایک آسمان جسکا بیان اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا ہے انکا بیان آیات ذیل میں موجود ہے۔

نمبر ۱۔ وہ مقام جس میں ہمارے لئے کھانے کا سامان رکھا ہے۔

نمبر ۲۔ وہ مقام جس کے اندر جانور اڑتے ہیں۔

نمبر ۳۔ وہ مقام جس میں اولے بنتے ہیں اور کھیتوں اور باغوں کو ویران کرتے ہیں۔

نمبر ۴ وہ مقام جس میں مینہ آتا ہے۔

نمبر ۵۔ وہ مقام جس میں ستارے اور نیازک گرتے ہیں۔

نمبر ۶۔ وہ مقام جس میں ستارے ہیں۔

نمبر ۷۔ وہ حصہ جو ان سب سے اوپر ہے اور جس میں اللہ تعالیٰ نے بہشتوں کو رکھا ہے کہ ان مشہور ستاروں سے اوپر بھی کوئی مقام ہے۔

اقول۔ ہمارے دانا حکیم صاحب نے اس قرآنی کج بیانی کے سیدھا کرنے کیلئے کتنی حکمت عملی سے کام لیا اور کسقدر وقت ضائع کیا ہے چاہتے ہیں کہ کسی طرح یہ قرآنی علم جغرافیہ وہیئت کی غلطی ٹھیک ہوجائے۔ اور قرآنی علمیت پر اعتراض نہ ہو مگر یہ تو سراسر محال ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس بارے میں مفصل طور پر ناظرین کی خدمت میں عرض کریں۔

پہلا آسمان مولوی صاحب نے وہ بتلایا جس میں ہمارے کھانے کا سامان رکھا ہے حضرت کھانے پینے کے سامان آسمان پر ہیں یا زمین پر غلہ میوہ جات۔ پانی زمین پر ہیں یا آسمان پر۔ شاید قرآنی فلاسفی سے مولوی صاحب نے زمین کو ہی آسمان جان لیا پس یہ کوئی آسمان نہیں بلکہ زمین ہے۔ بنابراں پہلا آسمان باطل ہوا۔

دوسرا آسمان۔ مولوی صاحب نے وہ بتلایا جس کے اندر جانور اڑتے ہیں لیکن یہ نہ سوچا۔ کہ وہ آسمان ہے یا نہ مولوی صاحب جانور ہوا میں اڑتے ہیں جو خلا میں ہے اور وہ صرف خلا ہے اور کچھ نہیں وہ دوسرا آسمان نہیں بنابراں دوسرا آسمان بھی باطل ہوا۔

تیسرا آسمان۔ مولوی صاحب نے وہ بتلایا جہاں اولے بنتے ہیں مگر ہر ایک آدمی جانتا ہے کہ اولے صرف منجمد پانی ہے۔ جو بخارات زمین وسمندر سے اڑ کر اوپر جاتے ہیں وہ سردی میں جاکر دو مخالف ہواؤں سے سخت ہوجاتے ہیں اور قدرت پر تماسہ میعاد معین میں برس جاتے ہیں وہ کوئی آسمان نہیں اور نہ کوئی مقام بنابراں تیسرا آسمان بھی باطل ہے۔

چوتھا آسمان مولوی صاحب نے وہ بتلایا جس میں سے مینہ آتا ہے۔ ہر ایک بچہ اور علم طبعی کا جاننے والا اس بات کا قائل ہے کہ زمین کے بخارات سے بادل بنتے اور وہ بادل جب لطیف ہوا سے کثیف ہوتے ہیں تو مینہ برس جاتا ہے اور پہاڑ کی اوپر چوٹی سے اس کا تجربہ اور بھی زیادہ ہوجاتا ہے پرانے آریہ ودوانوں کے علاوہ حال کے فضلا نے مشاہدہ کرادیا۔ نیویارک۔ بمبئی۔ اجمیر۔ وغیرہ کئی مقامات پر مینہ برسا کر بتلادیا۔ یہ کسی مقام کا نام نہیں اور نہ کسی آسمان کا۔ بنابراں چوتھا آسمان بھی باطل ہوا۔

پانچواں آسمان۔ مولوی صاحب نے وہ بتلایا جس میں ستارے گرتے ہیں یہاں تو مولوی صاحب نے نور قرآنی کا جلوۂ نورانی دکھلا دیا بھلا آپ کے بغیر یہ آیات کسی کو کب سوجھنے لگی تھی۔ مولوی صاحب اجرام فلکی مانتے ہیں۔ کہ ستارے نہیں گرتے بلکہ خلا میں جو ٹکڑے دھاتوں کے مجموعے ہیں وہ دو مخالف ہواؤں کی ٹکر سے شعلہ نما یعنی گرم ہوکر جب کبھی زمین کے قریب آجاتے ہیں تو کشش زمین سے گر پڑتے ہیں ماہ نومبر میں اکثر ایسا ہوتا ہے۔ بنابراں پانچواں آسمان بھی باطل ہوا۔

چھٹا آسمان۔ مولوی صاحب نے وہ بتلایا جس میں ستارے ہیں۔ ؎ آفریں باد بریں ہمت مردانہ تو۔ خوب دو آسمان بنانے کی حکمت کی ایک جس میں ستارے گرتے ہیں دوسرے جس میں ستارے رہتے ہیں۔ درحقیقت مولوی صاحب نے قرآن کی بڑی خدمت کی۔ جزاک اللہ۔

جس طرح عیسائی تین خداؤں کا ایک خدا یا ایک کے تین بنایا کرتے ہیں یہ تین سے واحد حساب ہے۔ پس یہ چھٹا آسمان تو سراسر باطل ہے۔

ساتواں آسمان تو درحقیقت مولوی صاحب نے ثابت کر ہی دیا۔ ہم بھی مولوی صاحب کی لیاقت پر صاد کئے بغیر نہیں رہ سکتے دیکھئے ناظرین! مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ساتواں ان ستاروں سے اوپر بھی کوئی مقام ہے "مثلے الواقعہ ایک نیراور دو فاختہ اسی کا نام ہے۔ حضرت! کیا یہ دلیل ہے؟ اور کیا اسی کا نام اثبات سبع سماوات ہے۔ بنابراں ساتواں آسمان بھی باطل ہے۔

ہم حیران ہیں کہ جب اس مسئلہ قرآنی کو مولوی صاحب جیسا راجہ شاہی حکیم بھی ثابت نہ کرسکا۔ تو کسی اعرابی کی کیا حیثیت ہے کہ کچھ تحریر کرسکے۔

اصل بات یہ ہے کہ مولوی صاحب کو اسی پر حکمت قرآن میں یہی سات مقامات بملفظ سما ملا اسی واسطے انکو سات آسمانوں کا ثبوت گردان لیا مگر ان کو معلوم ہو کہ ایسے تو قرآن میں اور کئی جگہ بھی لفظ سما آیا ہے۔ مگر ہم اس سے قطع نظر کر اور بھی کئی مقامات بتاتے اور سموات قرآنی کی شہادت پہنچاتے ہیں۔

آٹھواں وہ آسمان جہاں سدرۃ المنتہی یعنی جبرائیل علیہ السلام کی سیری ہے اور جس کے ساتھ شب معراج کو محمد صاحب نے گھوڑا باندھا تھا۔

نواں۔ وہ آسمان جہاں برف بنتی ہے۔

دسواں۔ وہ آسمان جہاں رعد گرجتی ہے۔

گیارھواں۔ وہ آسمان جہاں برق چمکتی اور بجلی گرتی ہے۔

بارھواں۔ وہ آسمان جہاں خدائی تخت ہے۔ یعنی عرش کبریائی۔

جس طرح مولوی صاحب نے قرآن میں لفظ سما کے بار بار آجانے سے ایک ایک آسمان مراد لیا ہے اگر ہم نکالنے لگیں تو شاید چالیس پچاس تک نوبت جا پہنچے اور قرآنی ہیئت دانی اور بھی بے بنیاد ہو جائے۔ ہم تو یہ پوچھتے ہیں کہ وہ جو قرآن میں ہے خلق سبع سموات طباقا (سورۃ نوح) آفرید خدا ہفت آسمان را تو بر تو۔ وہ کہاں ہیں۔ اور انکا کیا ثبوت ہے۔

مفرح القلوب میں لکھا ہے "اما در شریعت اطلاق آسمان ہفت افلاک معروف است در فلکین علیین یعنی نامس و تاسع لفظ کرسی و عرش وارد یافتہ و وجہ افلاک تسعہ در گردش اند مقعر ہر فلک علوی مماس محدب فلک تحت خود است بے فصل مانند کرۂ عناصر۔ و چون کرۂ ہوا محیط ماتحت خود است یعنی زبر و زیر ارض و ما از ہر جہت ہوا است کہ ایک نار بر ہوا ہمچناں فلک اول بر کرۂ نار محیط است و فلک ثانی بر اول الی آخرہ پیاز ایک ادنیٰ کردی شکل اند و سطح زمین مانند یک ماسہ و زردۂ بیضہ است با قشر دے۔ و افلاک کلیم از مغرب بمشرق مے روند مگر فلک الافلاک و بے قصد دیگر افلاک را مشرق بمغرب می رود و دیگر ادنیٰ کرۂ نار و ایر با تعنسر ہمراہ خود می گرداند۔ ما لاکو ثبت افلاک تا بودن بفصل و بعد بین السماءین در شرع ثابت نیست لیکن علما بحرکت سما بے خصوصیت بہت قائل اند چنانچہ از آیۃ والسماء ذات الرجع صاحب بیضاوی گردش مراد داشتہ۔ بالجملہ اقوال حکماء و ہر کہ باشد ہر چہ بشرع توافق دارد معتبر است والا مردود" (صفحہ ۱۲۰ مفرح القلوب ۱۸۳۲ء کلکتہ)۔

اخیر میں مولوی صاحب ہم پر بھی اعتراض کرتے ہیں کہ ایسی ہی باتیں آریوں کی کتابوں میں لکھی ہیں۔

— **مولوی۔ ۱۳۲۱** — یوگ پاتنجل سوترہ ۲۶۔ ویاس منی کے بھاشیہ پد سوم میں لکھا ہے بھوگے اوپر بھوا۔ سوا۔ مہر۔ جن۔ تپہ۔ ست۔ یہ سات طبقات آسمانی ہیں جو زمین کے اوپر ہیں اور مہاتل۔ رساتل۔ اتل۔ ستل۔ تلاتل۔ پاتال۔ یہ سات طبقات زمین کے نیچے ہیں اور ایسے ہی سات سمندر۔ نون کا سمندر۔ اکھیورس کا سمندر۔ سورا کا سمندر۔ سرپی کا سمندر۔ ددہی کا سمندر۔ کھیر کا سمندر۔ جل کا سمندر۔ ان دیپوں کا

بیان اور تشریح کس جاگرفی دان سے پوچھیں۔

جواب۔ مہاتما ویاس جی نے جو کچھ تشریح کی ہے وہ بالکل ٹھیک ہے مگر اس کے سمجھنے کو فہم ذکا اور فکر رسا چاہئے۔ اور ساتھ ہی علم جاگرفی سے واقفیت بھی ضروری ہے۔ کہ پہلی سات طرح کی تقسیم ستاروں کے متعلق ہے اور دوسری زمین کے خشک طبقات کے متعلق اور تیسری بڑے سمندروں کے متعلق۔ اول کی بابت تو خود ویاس جی نے وہاں مفصل ارشاد کر دیا ہے جس کو دیکھنا ہو اصل گرنتھ دیکھ لے مگر دوسری اور تیسری کی بابت ہم عرض کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ حصص زمین کے متعلق اس وقت کی مروجہ تقسیم فاضل بیاس جی کے سنسکرت میں بیان کردی مگر حال کے جغرافیہ کے مطابق ہم ظاہر کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ تاکہ ہمارے مہربان مولوی صاحب کا یہ شک دور ہو جائے۔

	نمبر	نام سنسکرت مندرجہ بیاس بھاس	نام حال	رقبہ	آبادی
جنبو دویپ	۱	مہاتل	ایشیا	ایک کروڑ ۷۵ لاکھ میل مربع	۵۰۰۰۰۰۰۰ ۵ کروڑ
شاک دویپ	۲	رساتل	یورپ	۳۸ لاکھ میل مربع	۲۸۰۰۰۰۰۰ کروڑ
کش دویپ	۳	اتل	اشینیا	۴۵ لاکھ میل مربع	
کرونچ دویپ	۴	ستل	افریقہ	ایک کروڑ پچاس لاکھ میل مربع	۱۲۷۰ ۰
شلمل دویپ	۵	وتل	انٹارکٹکا یا اسٹریلیا		۴۷۳۰۰۰۰
ملکس دویپ	۶	تلاتل	امریکہ جنوبی	دو کروڑ نوے لاکھ میل مربع	۳۶۴۲۰۰۰
پشکر دویپ	۷	پاتال	امریکہ شمالی	۷ کروڑ دس لاکھ میل مربع	۸۹۲۵۰۰۰

سات سمندروں کی تقسیم

نمبر شمار	نام سنسکرت	نام انگریزی	نام عربی	رقبہ
۱	نون کا سمندر	انڈین اوشن	بحر الہند	۲ کروڑ ۵۰ لاکھ میل مربع
۲	اکھیورس کا سمندر	پے سیفک اوشن	بحر الکاہل	۷ کروڑ ۲ 〃 〃 〃
۳	سورا سمندر	اٹلانٹک	بحر اوقیانوس	۳۵ ۰ ۰۰
۴	سرپی سمندر	ریڈ سی	بحر احمر	
۵	ددہی سمندر	ایلوسی رحیین کا سمندر	بحر ازرق یا بحیرہ زرد	
۶	کھیر کا سمندر	وائیٹ اوشن	روس کا سفید سمندر	
۷	جل کا سمندر	بحر محیط جنوبی	بحر محیط جنوبی	تیس کروڑ

بھوگربھ ودیا یا علم جیالوجی کے مطابق تقسیم

نمبر شمار	نام	کیفیت
۱	مہاتل	جلتی ہوئی گیس کی حالت
۲	رساتل	سیال مادہ یعنی بخارات کی حالت
۳	اتل	اس سے کثیف یعنی در سرد حالت
۴	ستل	گھاس وغیرہ کے پیدا ہونے کی حالت اور چھوٹے کیڑے
۵	وتل	درختوں کے پیدا ہونے کی حالت۔ حیوان چرند۔
۶	تلاتل	ابتدائی جانوروں کی پیدائش کی حالت
۷	پاتال	پسلی والے حیوانات کی پیدائش کا زمانہ اور انسانی پیدائش کا آغاز
۸	پرتھوی	پرتھوی کی موجودہ حالت یعنی انسانی آرام کے لائق۔

ستاروں کی تقسیم

بھورۂ ——— سوم
بھوا ——— منگل
سوا ——— بدھ
مہا ——— برہسپت
جنا ——— شکر
تپا ——— سنیچر
ستیہ ——— سورج

ملک ایشیا یعنی مہاتل کے سات دیپوں کی پرانی تقسیم

نمبر شمار	نام سنسکرت	نام مروجہ حال	جبنو دویپ یعنی ایشیا کے نو کھنڈ
۱	جبنو دویپ	ہندوستان و تبت	آرہ ورت
۲	شاک دویپ	روم و عرب	روم و عرب
۳	کش دویپ	جزیرہ نما ہند چینی	افغانستان
۴	کرونچ دویپ	افغانستان و بلوچستان	جزیرہ ہند چینی
۵	شالی دویپ یا شالکی دویپ	روس و تاتار	روس
۶	بلکش دویپ	چین و جاپان	تاتار و چینی تاتار چین
۷	بشکر دویپ	ایران	جاپان و جاوا و بالی ایران

مولوی صاحب! آپ ابھی سمجھے یا نہیں۔ بھوگول یعنے جغرافیہ موجود ہے ہر طرح اسی کے مطابق ہے۔ جزوی فرق السار کالمعدوم ہے۔

اب ہم مولوی صاحب کے بیان کی قرآن وحدیث سے تردید کرتے ہیں کیونکہ ہمارا اعتراض قرآن وحدیث پر ہے نہ کہ مولوی صاحب کے علم طبعی یا انکو وضعی او بے بنیاد خیالات پر۔

سورہ بقر جعل لکم الارض فراشاً والسماء بناءً وانزل من السماء ماءً۔ مفسر کہتا ہے "ساخت برائے نفع و فائدہ شما زمین را بساطے بگسترده جہت آرام در وو حرکت بر رو بر گردانیده آسمان کا سقفے برافراشتہ و فرو فرستاد از آسمان آب" –

سورہ زمر۔ والارض جمیعا قبضتہ یوم القیمۃ والسموات مطویت بیمینہ۔ وزمین ہمہ بدست گرفتہ وے باشد روز قیامت و آسمان ہا در پیچیده شده بیمین وے۔ مفسر کہتا ہے۔ در معالم آورده کہ ابن عمر نقل میکند کہ حضرت رسول صلعم فرمود کہ حق سبحانہ آسمان ہا پیچیده روز قیامت فروگیرد بہ یمین خویش گوید انا الملک و این الجبارون و این المتکبرون۔ معتقد اہل ایمان در مثال این سخنان تنزیہ اوست از تشبیہ۔ صاحب بحر الحقائق فرموده کہ مذہب من در تحقیق این آیت آنست کہ ما بگذارم آنرا تا آنچہ مراد اللہ است زیرا کہ امثال این کلمات را از متشابہات داشتہ اند بدان ایمان باید آورد و از حقیقت آن سخن نباید گفت"۔ (صفحہ ۲۶۸ تفسیر حسینی جلد ثانی)

سورہ سبا۔ ان نشا نخسف بہم الارض او نسقط علیہم کسفاً من السماء (ترجمہ) اگر خواہیم فرو بریم ایشان را بزمین۔ یا فرو افگنیم بر ایشان قطعۂ از آسمان۔

سورۂ طور۔ یوم تمور السماء مورا۔ روزے کہ بگردد آسمان گردیدنی یعنے در اضطراب آید آنگاه بشگافد۔

سورۂ طور۔ وان یروا کسفا من السماء ساقطاً یقولوا سحاب مرکوم۔ واگر ببینید پاره از آسمان فرو آینده بر سر ایشان گویند از فرط عناد و محض استکبار کہ قطعۂ آسمان نیست بلکہ این ابرے ست در ہم بستہ و برہم چسپیده۔

سورہ شعرا۔ فاسقط علینا کسفاً من السماء۔ پاره از آسمان برما فرود آر اگر در وعده عذاب راست گوئی۔

سورۂ حم السجدہ فقضہن سبع سموات فی یومین واوحی فی کل سماءٍ امرہا وزینا السماء الدنیا بمصابیح وحفظا ذلک تقدیر العزیز العلیم۔ تفسیر حسینی میں ہے۔ "وچون آسمان آفریده شد آن را بشگافت پس پرداخت آن را ہفت آسمان و تمام ساخت امور آنرا روز پنجشنبہ و جمعہ و وحی کرد بہر آسمانے فرمان آن جا یعنی با اہل آن اعلام فرمود کہ عبادت ہر چہ و چگونہ بکنند یا مقرر کرد بہر فلکے را آنچہ از وے آید۔ و بیاراستیم آسمان دنیا را یعنی نزدیک تر بہ چراغہا یعنی ستارگان چون چراغ رخشان باشند و نگاه داشتیم آسمان را نگاه داشتنے از آفات یا از اشیاء یعنی کہ دزدیده استراق سمع کنند از بدیع آفرینش مر آفریدن و اندازه کردن خدائے غالب است کہ در ملک ہر چہ خواہد کند دانا کہ ہر چہ سازد از روئے حکمت باشد"۔ (صفحہ ۲۸۴ تفسیر حسینی)۔

سورہ دخان فما بکت علیہم السماء والارض۔ پس نگریست بر ایشان آسمان و زمین۔ در معالم آورده کہ چون مومنے بمیرد چہل روز آسمان و زمین برو بگریند و از انس منقول است کہ حضرت رسول صلعم فرمود کہ ہیچ بنده نباشد الا کہ مر او را آسمان دو دروازه باشد دروازه کہ روزے او از آن فرود آید۔ دروازه کہ عمل او از انجا بالا رود۔ پس چون وفات کند این دو در نزول رزق و عروج عمل او محروم باشند و برو بگریند"۔ (تفسیر حسینی صفحہ ۳۱۲ اسکے سوا دیکھو باب علمیت قرآن نسخہ خبط احمدیہ صفحہ ۲۳۶ و تکذیب براہین الاحمدیہ جلد دوم)

سورۃ الملک۔ الذی خلق السموات طباقاً ما تری فی خلق الرحمن من تفوت فارجع البصر ہل تری من فطور۔ ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئاً وہو حسیر۔ ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح وجعلنٰہا رجوماً للشیطین واعتدنا لہم عذاب السعیر۔

تفسیر حسینی میں ہے۔ آن خدائے کہ بیافرید آسمان را طبقہ طبقہ یکے بر بالائے دیگرے۔ در معالم آورده کہ آسمان دنیا موجے ست محکم شده۔ دوم مرمریست سفید سوم آہن ست۔ چہارم روئیں ست و گفتہ اند مس ست۔ پنجم نقره است۔ ششم زر است۔ ہفتم یاقوت سرخ ست۔ نہ بینی تو اے بیننده در آفریدن خدائے مر آسمان را ہیچ خللے و اختلافے و تناقضے و عیبے و اعوجاجی۔ پس باز گردان چشم را بسته آسمان تا دران تفکر کنی ہیچ مے بینی تنگافے و نقصانے۔ پس دیگر باره گردان دیده را کرتے بعد کرتے تا ہیچ عیبے مے یابی۔ یعنی اگر بیک نگریستن معلوم نہ گردد تکرار کن نگریستن را۔ باز گردد بسوے چشم تو دور از یافتن عیب و او مانده بود از نگریستن آسمان از کثرت مراجعت آئینہ ہر چند نگرد عیبے دران نمے یابد۔ و بدانکہ بیاراستیم تا آسمان نزدیک را یعنی آسمان را کہ نزدیک تر است بزمین۔ و آرایش دادیم بچراغہا یعنی ستارگانے کہ شبہ چون چراغ درخشانند و گردانیدیم با ستارگان راننگان مر دیوان را وقتیکہ بجہت استراق سمع قصد آسمان کنند و آماده ساختہ برائے دیوان و بعد از سوختن ایشان بشہاب در دنیا۔ عذاب آتش افروختہ در عقبے" (سورۃ الملک صفحہ ۴۱۲ جلد ثانی تفسیر حسینی)

سورۂ نوح میں ہے خلق اللہ سبع سموات طباقاً بیافرید خدائے تعالے ہفت آسمان۔ طبقہ بالائے طبقہ۔

سورۂ سبا میں ہے وبنینا فوقکم سبعاً شداداً۔ ترجمہ و بنا کرده ایم بر زبر تہ

ہفت آسمان سخت یعنی محکم و استوار کردہ و ہیچگونہ در آن شگافے و رخنہ خلل و زلل باشد نیست سورہ النبا۔ وفتحت السماء فکانت ابوابا و شگافتہ شود آسمان دماروز پس باشد از بسیارے شگافہا در ہا یعنی جدا جدا در ہا یا کثرت فرجہا گوئی کہ تمام او درست۔

اب حدیث سے آسمان اور زمینوں کا حال عرض کرتے ہیں۔

اول آسمان کا حال

قال رسول اللہ جالس فی نفر من اصحابہ اذ مرت سحابۃ فنظروا الیہا فقال رسول اللہ ما تسمون ھذا قالوا السحاب۔ قال والمزن قالوا والمزن قال والعنان قالوا والعنان قال ھل تدرون ما بعد ما بین السماء والارض قالوا لا ندری قال ان بعد ما بینہما اما واحدۃ واما اثنان وثلث وسبعین سنۃ والسماء التی فوقہا کذلک حتی عد سبع سموات ثم فوق السماء السابعۃ بحر بین اعلاہ واسفلہ کما بین سماء الی سماء ثم فوق ذلک ثمانیۃ اوعال بین اظلافہن ورکبہن مثل ما بین سماء الی السماء ثم علی ظہورہن العرش بین اسفلہ واعلاہ ما بین السماء الی السماء ثم اللہ تعالیٰ فوق ذلک (رواہ الترمذی وابوداؤد)۔

ترجمہ پیغمبر خدا نشستہ است۔ پس گذشت ابرے پس نگاہ کردند آن جماعت سوئے آن ابر پس گفت آنحضرت چہ نام مے کنید شما این را گفتند این سحاب ست گفت آنحضرت مزن مے کنید گفتند مزن ہم نامے می کنند گفت آنحضرت و عنان نیز نام می کنید گفتند و عنان ہم نام می کنیم گفت آنحضرت آیا در مے یابید و مے دانید کہ چہ چیز ست و چہ قدر ست دوری مسافتے کہ میان آسمان و زمین ست گفتند نمیدانیم گفت آنحضرت کہ دوری مسافت کہ میان آسمان و زمین ست یا ہفتاد و یک سال ست یا ہفتاد و دو یا ہفتاد و سہ سال ست و آسمانے کہ بالائے اوست نیز ہمچنین ست کہ مسافت میان این آسمان و آن آسمان ہفتاد و چند سال ست تا آنکہ شمرد آنحضرت ہفت آسمان را بعد ازان بالائے ہفت آسمان دریائے ست کہ مسافت میان بالائے آن دریا و پایان وے مانند مسافتے ست کہ میان آسمان و آسمانے دیگر ست پستر بالائے آن دریا ہشت فرشتہ است بصورت اوعال یعنی بز کوہی (اوعال جمع وعل بفتح واؤ و سکون عین بز کوہی) مسافت میان سم ہائے ایشان و سرین ہائے ایشان بمقدار آنچہ میان آسمان و آسمان دیگر ست پستر بر پشت ہائے ایشان عرش ست میان پایان عرش تا بالائے آن بمقدار آنچہ میان ہر سمائے تا سمائی دیگر ست پستر خدا تعالیٰ بالائے آنست" (مشکوٰۃ شریف جلد رابع کتاب الفتن باب بدء الخلق وذکر الانبیاء فصل ۲ صفحہ ۴۸۵ نولکشور)

در اخبار آمدہ ست کہ حق تعالیٰ زیر عرش دریائے آفریدہ است کہ ارزاق بارگہ عرش را پیدا کردہ است آن دریا را است" (مشکوٰۃ جلد ۴ صفحہ ۴۸۵)۔

پھر مشکوٰۃ میں ہے "گفت آنحضرت اذن کردہ شد مرا کہ تحدیث کنم و خبر دہم از عظمت فرشتہ از فرشتگان خدا از حاملان عرش و برداروندگان آن کہ میان نرمہ گوش وے تا دوش وے جائے سیر ہفت صد سال ست" (جلد ۴ مشکوٰۃ صفحہ ۴۸۶)۔

پھر لکھا ہے۔ "قال ھل تدرون ما فوقکم قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال فانہا الرقیع سقف محفوظ وموج مکفوف ثم قال ھل تدرون ما بینکم وبینہا قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال بینکم وبینہا خمس مائۃ عام ثم قال ھل تدرون ما فوق ذلک قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال سماءان بعد ما بینہما خمس مائۃ سنۃ ثم قال کذلک حتی عد سبع سموات ما بین کل سمائین ما بین السماء والارض ثم قال ھل تدرون ما فوق ذلک قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ان فوق ذلک العرش وبینہ وبین السماء بعد ما بین السمائین۔ ترجمہ پستر گفت آنحضرت آیا در مے یابید شما چیست بالائے شما گفتند خدا و رسول خوب می دانند گفت آنحضرت بدرستی آن چیز کہ فوق شماست رقیع (رقیع بروزن فعیل) یعنی آسمان رقیع گفتہ اند نام آسمان دنیاست آسمان سقف ہست نگہداشتہ شدہ اند قال ابن قتیبہ تشبیہ کردہ آسمان را بسقف خانہ۔ و آسمان موجی ست منع کردہ شدہ از سقوط بمعراج سیر تشبیہ کردہ اند چنانکہ موج معلق ہوا می باشد آسمان نیز معلق است بے ستون استادہ۔ پستر گفت آنحضرت آیا می دانید چہ قدر مسافت ست میان شما و میان آسمان گفتند خدا و رسول خوب می داند گفت آنحضرت میان شما و میان آسمان پانصد سالہ راہ ست۔ پستر گفت آنحضرت آیا مے دانید چیست بالائے این آسمان گفتند خدا و رسول خوب مے دانند گفت بالائے آسمان دو آسمان دیگر ست کہ در دوے مسافتے کہ میان آن دو آسمان ست پانصد سالہ راہ ست۔ پستر گفت آنحضرت ہمچنین تا آنکہ شمرد ہفت آسمان را بالائے یکدیگر مسافت میان ہر آسمان مقدار مسافتے کہ میان آسمان و زمین ست یعنی پانصد سالہ راہ گفت بدرستی بالائے آن ہفت آسمان عرش ہست و میان عرش و میان آسمان مقدار دوری میان ہر دو آسمان ست" (مشکوٰۃ فصل ۲ جلد ۴ صفحہ ۴۸۸)۔ اور مشکوٰۃ باب فی المعراج فصل اول میں سات آسمانوں کی تشریح اور حضرت جبرائیل کے محمد صاحب کو اوپر چڑھاتے ہوئے آسمانوں کے دروازے پر پہنچ جانے کہتے ہر ایک آسمان کا دروازہ کھلواتے جاتے تھے۔ ہر ایک دروازہ پر پہرہ فرشتوں کا تھا۔ گذشتہ تمام انبیاء اور خاص کر مشہور مرے ہوئے پیغمبروں کو بھی سلسلہ آسمانوں پر دیکھا۔ اسکے بعد لکھا ہے فصل ایں کشادہ شد در آسمان قرآن عظیم و احادیث ناطق اند بآنکہ آسمان را درہاست و میگویند کہ آن درہا مقابل و محاذی بیت المقدس ست و قول فلاسفہ بہ بطلان خرق والتیام بآن باطل ست چہ قدرت پروردگار تعالیٰ ہمہ شامل ست۔ و آسمان مثل اجسام دیگر ست وہمہ قابل خرق والتیام اند و دلایل کہ بران اقامت کردہ اند۔ ہمہ مدخول و معلول اند خود چون آسمان را در ثابت شد۔ خرق و التیام نیز لازم آید" (مشکوٰۃ باب معراج جلد رابع فصل ۱ صفحہ ۵۵۲)۔

حدیث سے زمین کا علم۔ مشکوٰۃ شریف میں آنحضرت کی زبانی نقل ہے کہ ثم قال ھل تدرون ما الذی تحتکم قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال انہا الارض ثم قال ھل تدرون ما تحت ذلک قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ان تحتہا ارضا اخری بینہما مسیرۃ خمس مائۃ عام حتی عد سبع ارضین بین کل ارضین مسیرۃ خمس مائۃ سنۃ ثم قال والذی نفس محمد بیدہ لو انکم دلیتم بحبل الی الارض السفلی لہبط علی اللہ۔

ترجمہ پستر گفت آنحضرت آیا می دریابید چیست آنچہ کہ زیر شما ست گفتند خدا و رسول او خوب مے دانند گفت آنحضرت آنچہ زیر شماست زمین ست پستر گفت آیا می دانند چیست زیر آن زمین گفتند خدا و رسول او خوب مے دانند گفت بدرستی زیر این زمین زمینے است میان این دو زمین مسافت پانصد سالہ راہ است تا آنکہ شمرد آنحضرت ہفت زمین را میان ہر دو زمین پانصد راہ ست اگر بودے کہ شما فرود ہا می کردید رسنے را بسوئے زمین کہ پایان از ہمہ است ہر آئینہ مے افتاد آن رسن بر خدا" (مشکوٰۃ جلد رابع کتاب الفتن فصل ۳ صفحہ ۴۸۹)

پھر لکھا ہے "ازین حدیث معلوم میشود کہ نسبت مسافت دوری میان زمینہا فوق نسبت آسمانہا ست پس آنکہ می گویند کہ طبقات زمین ہمہ مستقل بیکدیگر اند بہم پیوستہ و اینکہ ارض در قرآن مجید مفرد ذکر یافت و سموات را بلفظ جمع مخالف این حدیث است و شاید افراد ارض باراده ہمین زمین ست کہ زیر ایشان است و بر زمین ہائے دیگر کار ندارند بخلاف آسمانہا کہ از ہمہ فیوض و آثار میرسد" صفحہ ۴۸۹ جلد ۴ مشکوٰۃ)۔

اور پھر مشکوٰۃ شریف باب المعراج میں لکھا ہے کہ فہم اینمعنی از حوصلہ ادراک فکر انسان مصیق حس و عادت بیروں است ایجا ایمان باید آورد و کیفیت آں بعلم الٰہی تفویض باید نمود و بحقیقت تامہ اطوار نبوت و وحی و معجزات از حیطۂ عقل و قیاس بیروں اند ہر کہ آنرا تابع قیاس و موقوف فہم و درک عقل خود دارد و گوید کہ تا معقول بے شود نمیگروم و اعتقاد نمی کنم از دولت ایمان محروم باشد۔" (باب المعراج جلد ۴ صفحہ ۵۸۱) اور ایسا ہی تفسیر حسینی سورۃ بنی اسرائیل صفحہ ۳۸۱ و ۳۸۲)۔

تفسیر حسینی میں ہے کہ رفتن آنحضرت از مکہ بہ بیت المقدس نص قرآن ثابت شدہ و منکر آں کافر است و عروج بر آسمانہا و وصول بمرتبہ قرب باحادیث صحیحہ مشہورہ کہ قریب است بعد تواتر ثابت گشتہ وہر کہ انکار آن کند ضال و مبتدع است مثنوی میں ہے۔ "شاہد معراج بی در فرست۔ ہر کہ مقر نیست رین کا و رہت (صفحہ ۳۸۲)

پھر لکھا ہے۔ معتقد اکثر اہل اسلام آنست کہ عروج آنحضرت بجسد و روح بودہ معاً و در بیداری واقعہ شدہ و آنانکہ دریں قصہ تقل جسد را مانع دانند از صعود ارباب بدعت اند و منکر قدرت" (صفحہ ۳۸۲)۔

پھر لکھا ہے۔ "بعد از حدیث معراج۔ بعضے از ضعفائے اہل اسلام مرتد شدند و منافقاں آغاز طعن کردند و انکار در انکار افزودند و مومناں تصدیق در افزودند" تفسیر حسینی صفحہ ۳۹۳

اور مدارج النبوۃ جلد اول اور تفسیر کواشی میں ابوہریرہ سے۔ کہ کوہ قاف زمرد یا زبرجد کا ہے۔ اور سب دنیا کے گرد محیط اور بلندی پانصد سالہ راہ ہے اور محیط اُس کا دہ ہزار سالہ ہے۔ اور زمین کے نیچے ایک گائے ہے۔ جس کا حال بھی لکھا ہے کہ زمین اُس کے دو سرین پر ہے۔ اور اُس کے چہل ہزار سرین ہیں اور ایک سر سے دوسرے تک پانصد برس کا راہ اُس گاؤ کے پائے۔

علم منطق | شرح منہاج میں بدر الدین نے لکھا ہے کہ واسطے درس علم منطق کے مکاں کرایہ پر دینا بھی جائز نہیں ہے۔ بلکہ اہل منطق کو مدارس سے خارج کرنا چاہئے۔ رسالہ تحریم منطق میں شیخ جمال الدین اشعری سے منقول ہے۔ کہ اوراق کتب منطق و حکمت سے استنجا جائز ہے۔ جواز استنجا با وراق المنطق۔

جلال الدین سیوطی نے بھی ایک کتاب منطق کے ناجائز ہونے پر تصنیف کی جسکا نام بقول المشرق فی تحریم الاشتغال بالمنطق رکھا۔

علامہ ابن الصلاح نے بھی اِسی مضمون کا ایک فتویٰ دیا۔" (مفصل دیکھو نسخہ حبط احمدیہ صفحہ ۲۴۸)۔

علم کلام | نفحات جامی میں شیخ شہاب الدین کا قول ہے۔ کہ مجھکو حالت جوانی میں علم کلام سے کمال ذوق تھا۔ حتےٰ کہ چند کتابیں از بر کیں اور میرا عم منع کرتا رہتا تھا۔ کہ علم کلام مت پڑھ اور ترک کر۔ ایک دن شیخ عبد القادر کی خدمت میں مجھکو لے گیا اور میری طرف اشارہ کرکے شیخ سے التماس کیا کہ یا شیخ یہ میرا برادرزادہ علم کلام میں مشغول ہے ہر چند اسکو منع کرتا ہوں باز نہیں آتا۔ پس شیخ نے مجھے فرمایا کہ تو نے علم کلام میں کونسی کتاب یاد کی ہے۔ جواب دیا کہ فلاں فلاں کتاب۔ بس شیخ عبد القادر نے اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا۔ الحمد اللہ اس وقت سے مجھکو علم کلام کا ایک لفظ بھی حفظ نہ رہا۔ اور تمام مسائل فراموش ہوگئے اسی پر مولوی رومی نے کہا کہ:

علم دیں فقہ است و تفسیر و حدیث ہر کہ خواند غیر ازیں گردد خبیث

نجوم یا ہیئت | جب مسلمانوں نے ۱۰۰۰ء میں ہند پر یورش کرنا شروع کیا اُس وقت سے برہمنوں کا (یہ علم) ہیئت معرض زوال میں آ گیا۔ تاہم ہند میں وقتاً فوقتاً نامور ہیئت داں ہوتے رہے" (صفحہ ۸۴ ہنٹر صاحب کی تاریخ ہند)۔

موسیقی۔ | برہمن خاص اپنا ایجاد کیا ہوا فن موسیقی بھی رکھتے تھے۔ سات سُر جو انہوں نے حضرت عیسیٰ کی پیدایش کے کم سے کم چار صدی قبل ایجاد کئے تھے فارس سے عربستان میں اور وہاں سے یورپ کے علم موسیقی میں گیارھویں صدی میں داخل ہوئے مگر یہ فن اسلام کے عہد سلطنت میں زوال میں آگیا۔" (آنریبل ڈبلیو ہنٹر صاحب کی تاریخ ہند صفحہ ۸۷)۔

نحو | اوقعوا انا لہم فے الورطۃ   صعوں رعد عدہم کالفرطۃ
گر بود اے فلسفی حکمت ہمیں   فاستعذ منہا برب العالمین
دخل در علم خدائی تا کجا   کثرہ گوئی ز ذات خالق تا کجا
ادعائے علم در ہر جا غلط   ہیچ نافہمیدہ ایں دعوے غلط
بوعلی قوس قزح نشناختہ   چند جا تیر و کماں انداختہ
گفت حکمت را خدا خیر کثیر   حکمۃ الیونان شترہا بے نظیر
گر شفا اندر شفائے بوعلی است   از شفا صد بار خوشتر ناخوشیست
در نجات ایں است اے وا بر نجات   از نجات او دہد دا در نجات
ایں چہ علم ست اے حکیم ار عاقلی   فاستمع ماذا یقول العاقلی
علم نبود غیر علم عاشقی   ما بقے تلبیس ابلیس شقی
حکمۃ الاسفار صدرا پارہ کن   زحمت اسفار خود را چارہ کن
چوں حلول قہر یزدانی بود   آں نہ سریانی نہ طربانی بود
چند باشی محفل آرائے خراں   ترک کردی مسند پیغمبراں
ہمنشیں با اہل دیں باید شدن   ورنہ خود عزلت گزیں باید شدن
ساقیا مینائے صہبائے بیار   بادۂ نابے مصفا پر بہار
سینہ ام را کن مکرر شست و شو   تا نماند لوث ایں حکمت درو
جبہ و دستار من در آب دہ   ساغرے در رہن اصطرلاب دہ

(رام دھلوی صفحہ ۲۱ و ۲۲)

فلسفہ | حبذا تحصیل علم المعرفۃ   من لسان الشرع لا بالفلسفۃ
گندہ مغزی از حکیم بوعلی   در مشامت کے رسد بوئے علی
تکیہ کے بر ابن سینا زیبدت   سینہ چوں طور سینا زیبدت
لیت شعری ما علوم الفلسفہ   کم ارے الاعمار فیہا متلفہ
چیست حکمت چند قول مختلف   نقل اقوال سخیف ما سلف۔
شیخ ایں گفت و امام ایں قسم گفت   جملہ تقلید سراسر صرف مفت
جسم قسمت ہا چہ قابل شد چہ شد   جوہر فرد ار چہ باطل شد چہ شد
درمیان کیف و کم مصطر مباش   صورت نوعیہ کو جوہر مباش
باشد از حکم خدا ابر و عطر   از کجا آمد بخارات ایں قدر
غافلی چند از حدیث و از کتاب   رعد را دانند آواز سحاب
منع خرق آسماں نادانی ست   زانکہ معراج نبی جسمانی ست
از بخارات کرے سیجد بہم   ہمچناں کشر یغ ریح اندر شکم
رعد از روئے خبر باشد فلک   میکند آواز در جور فلک
کوہ و صحرا گسنہ زیں آواز ہا   وہ کہ دانند ش خراں گوز شتر

علم تشریح یعنے سر جری۔ | طبابت کے ہر ایک صیغہ میں بجز علم تشریح بڑی ترقی ہوئی۔ اس کے استثنا کی یہ وجہ ہے کہ قرآن میں اجسام کی تشریح منع ہے۔ (تہذیب الاخلاق جلد ۵ نمبر ۳ صفحہ ۵۳)۔

طبابت فرانس کے مشہور سیاح اور سائنس جاننے والے فاضل سنسکرت داں ہم بولٹ صاحب لکھتے ہیں "عرب نے جس قدر نہایت قدیم اور وسیع ماخذ یعنے ہندی طبیب (وید) ملگئے تھے۔ معجون کے بنانے کی کیمیائی ترکیب ایجاد کی۔ اور داؤں کے مرکب کرنے اور نسخہ لکھنے کی ایجاد بھی کی" (رسالہ کوس موس جلد ۲ صفحہ ۵۸۱ ترجمہ یوں)

مولوی رومی کے شاگرد رشید بہاؤ الدین آملی فرماتے ہیں:۔

علم رسمے سر بسر قیل است و قال — نے از و کیفیتے حاصل نہ حال
زو نہ گردد بر تو ہرگز کسف راز — گر بود شاگرد تو صد فخر راز
طبع را افسردگی بخشد مدام — مولوی باور ندارد ایں کلام
فلسفہ یا نحو یا طب یا نجوم — ہندسہ یا رمل یا اعداد و تُوم
ایں علوم و ایں خیالات و صور — فضلہ شیطاں بود بر آں حجر
چند ازیں فقر و کلام بے اصول — مغز را خالی کنی اے بوالفضول
صرف شد عمرت بہ بحث نحو و صرف — اے فضول از عشق منجواں یکد حرف
علم نبود غیر علم عاشقی — مابقی تلبیس ابلیس شقی

مشہور ولی محی الدین عراقی لکھتے ہیں:۔

سینۂ خالی ز عشق گلرخاں — کہنہ انبانے بود پر استخواں
دل کہ خالی شد ز مہر روے یار — سنگ استنجا پرستاں شمار
لوح دل از فضلہ شیطاں بشوے — اے مدرس درس عشق ہم بگو
چند خند از حکمت یونانیاں — حکمت ایمانیاں راہم بداں
دل منور کن با نوار جلی — چند باشی کاسہ لیس بو علی

مرزا غلام احمد صاحب نے کہا ہے:۔

فلسفی را چشم حق میں سخت نابینا بود — گرچہ بیکن باشد و یا بو علی سینا بود

سوامی جی اور آریہ سماج کے متعلق اعتراضوں کے جوابات۔

مولوی صفحہ ۵۴ "کیا وہ عربی کے ماہر تھے؟ مجھے یاد ہے میں نے لاہور میں اپنے کان سے سنا کہ دیانند جی فرما رہے تھے کہ "رحیم اور کریم لوگوں کی من گھڑت ہے"۔

آریہ کسنے دعوٰے کیا ہے کہ سوامی جی عربی کے ماہر تھے؟ لیکن کیا انکے اعتراضات ٹھیک ہیں یا نہیں اگر انکے قرآن پر قائم کئے ہوئے اعتراضات ٹھیک ہیں تو کفر یہ اعتراض آپ کا کسی طرح پر معقول نہیں ہوسکتا۔ آپنے بھی تو سوامی جی کے اعتراضوں کا کوئی جواب معقول نہیں دیا۔ باقی رہا یہ کہ سوامی جی نے آپکے روبرو "رحیم اور کریم" کو لوگوں کی من گھڑت سنایا۔ اول تو آپنے ظاہر نہیں کیا کہ کس موقعہ پر سوامی جی نے یہ الفاظ استعمال کئے دوم یہ۔ معلوم ہوا کہ آپنے سوامی جی کے اس فرمانے پر کیا اعتراض کیا۔ اگر مراد یہ ثابت کرنا ہے۔ کہ سوامی جی ملا عربی دانی کے اعتراضات کرتے تھے تو ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ بے شک جو معنے رحیم اور کریم کے محمدی لوگ کرتے ہیں وہ بالکل من گھڑت ہیں یعنی رحیم کے معنی یہ نہیں ہیں کہ پرمیشور گناہ بخشدیتا ہے اور اس طرح پر انصاف کا خون کرتا ہے۔ بلکہ دیا یا رحم سے مراد وہ اپار دیا ہے جو کہ ہم پرماتما کی اس گوناگون سرشٹی میں دیکھتے ہیں۔ چنانچہ رحم اور انصاف (یعنی دیا اور نیائے) دونو صفات باری پر سوامی جی نے مفصل بحث ستیارتھ پرکاش میں کی ہے۔

مولوی صفحہ ۵۴ "تاریخ کے اپنے بڑے ماہر تھے کہ ایک جگہ ستیارتھ پرکاس کے صفحہ ۴۲۲ میں کہتے ہیں۔ کہ "سلطان محمود غزنوی جب قیدیوں کو مکہ میں لیگیا تو فلاں لکھ دی۔

آریہ سوامی جی کی تاریخ دانی پر تو آپنے اعتراض کیا۔ لیکن اپنی تاریخ دانی پر غور نہ کیا۔ کیا محمود نے ہند کے زن و مرد کو لونڈی اور غلام نہیں بنایا؟ کیا اُس بت شکن نے کروڑوں کا مال غارت نہیں کیا؟ آپ کس کس تاریخ پر ہڑتال لگائینگے۔ اب سوال یہ ہے کہ تاریخ سے آپ واقف ہیں یا سری سوامی جی مہاراج اگر تاریخ سے بادشاہوں کی تاریخ ولادت۔ جہادی جنگوں کے خاص دن اور لڑائی کے خاص مقامات ہیں تو البتہ سوامی جی تاریخ کے پورے ماہر نہ تھے۔ لیکن اگر تاریخ سے مراد وہ سائنس ہے جو کہ انسانی خیالات کے مختلف اختلافات اور اُن کے تنزل اور ترقی کا پتہ دیتی ہے۔ تو سوامی جی زمانہ حال کے اعلےٰ درجے کے تاریخ دانوں میں سے تھے باقی رہا مکہ کا ذکر سو آپنے ستیارتھ پرکاش کی اصل عبارت نقل نہیں کی ورنہ آپ کے اعتراض کی قدر و عافیت معلوم ہوجاتی۔ سومنات کی مورتی توڑنے اور وہاں کی لوٹ کھسوٹ کا حال لکھ کر سوامی جی لکھتے ہیں "اُسکے اوپر سب مال کو لادکے اپنے دیش کی اور (طرف) چلا" اس کے آگے محمود کے اتیاچاروں کا حال لکھ کر لکھتے ہیں۔ "جب مکہ کے پاس پہنچا تب انیہ (دوسرے) مسلمانوں نے کہا کہ ان کافروں کا یہاں رکھنا اچھت نہیں" وغیرہ وغیرہ" انصاف پسند ناظرین! آپ خود ملاحظہ فرماسکتے ہیں کہ مولوی صاحب نے کس چالاکی سے مطلب اُدکا اور ظاہر کیا ہے۔

مولوی صفحہ مذکور "سوامی جی کا ترجمہ چار ویدوں کا باوجود اتنے قومی جوش کے اب تک نا تمام ہے جبکہ خود سوامی کو عادل اور رحیم سارکاری خدا نے کامیابی کا منہ نہ دکھایا۔ تو دنیا کی اور غیر قومیں اِس ترجمہ سے کب نفع اٹھا سکتی ہیں"۔

آریہ سوامی جی دس برس کے عرصہ میں وہ کام کر گئے۔ جو کہ محمد صاحب سے تیس سالوں میں بن نہ پڑا۔ محمد صاحب نے عثمان وغیرہ فصیح زبانداں کی مدد کے باوجود اپنی زندگی میں کوئی مکمل ہدایت نامہ اپنے پیروؤں کے لئے نہ چھوڑا اور نہ ہی رب الملک نے اُنہیں اپنے حسب دلخواہ خلافت کی جانشینی کا فیصلہ کرنے کی فرصت دی۔ برخلاف اُس کے سری سوامی جی مہاراج چاروں ویدوں کی بھومکا لکھ کر غیر مستند ترجموں کا نہ صرف فیصلہ ہی کر گئے۔ بلکہ یجروید کا سالم اور رگوید کے قریباً ۳/۴ حصہ کا ترجمہ معہ تفسیر لکھ گئے اور اُن آرش گرنتھوں کا پتہ دے گئے جنکی مدد سے کہ ہر ایک آریہ بآسانی ویدوں کے اصلی معنوں کو سمجھ سکتا ہے۔ باقی رہا غیر قوموں کا معاملہ سو آریہ سماج کے ممبر اخباروں اور ٹریکٹوں کے ذریعہ سے ضروری وید منتروں کے ترجمے برابر شائع کرتے رہتے ہیں۔ سوائے اسکے ویدوں کی زبان ہی دیوبانی کہلاتی ہے وہ خود ملہم زبان ہے۔ یورپین سنسکرت دانوں نے اسے ام الالسنہ کا خطاب دیا ہے۔ پس اُسکی اختراع جتنی زبانیں دکھلائی دیتی ہیں۔ وے سب ویدوں کے اعلےٰ معنوں کو صحیح طور پر ظاہر نہیں کرسکتیں۔ اسلئے گو دیگر زبانوں کے ذریعہ سے ویدک دھرم پھیلتا رہا ہے (مثلاً ژند وغیرہ) اور آیندہ بھی پھیلتا رہیگا۔ لیکن یوگ ابھیاس کے ذریعہ سمادھی میں مگن ہوکر وید منتروں پر وچار کرانیوالوں کی ہمیشہ ضرورت رہیگی۔ عادل اور رحیم پرماتما نے سوامی جی کو اُنکے مشن میں کامیاب کیا ویدوں کی اشاعت کے لئے انہوں نے ویدک منترالہ قایم کیا اور سینکڑوں آریہ سماج قائم کرکے وہ اپنا کام بہت سی پاک روحوں کے سپرد کر گئے۔

مولوی صفحہ ۵۵ "پر خدائی کارخانے پر نظر کیجئے کہ دو ارب برس میں آج بھی دنیا میں کیا آریہ ورت کے اندر بھی نہیں مل سکتے !!"

آریہ مولوی صاحب۔ یہاں آپکی تاریخ دانی کی بھی حد ہوگئی۔ گو آپ انگریزی زبان نہیں جانتے تاہم کسی محمدی گریجویٹ سے میکس مولر۔ ولسن۔ وہٹنی۔ راتھ اور دیگر یورپین سنسکرت دانوں کی تصانیف میں سے کچھ بھی اگر آپ سُن لیتے تو ایسے بیہودہ دعوے کا آپ کو حوصلہ نہ ہوتا۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ آریہ ورت کے رہنے والے

کی زباں مہابھارت کے زمانہ کے کچھ عرصہ بعد تک سنسکرت ہی رہی۔ عام لوگ ویدمنتروں کے معنی سمجھتے تھے اُنکے گوڑھ ارتھوں کے سنانیوالے بیسیوں رشی ہوئے برہمن گرنتھ کیا ہیں؟ ویدوں کی شرحیں۔ اوپنشد کا رشی کس کے گن گاتے ہیں؟ ویدوں میں دی ہوئی برہم ودیا کے۔ غرضیکہ ویدوں کی ۱۱۲۷ شاکھائیں ہیں کے گن گاتی ہیں یا ویدوں کی اُپ وید او سُتھا۔ اتھروید کی ودیا کھیا کرتی ہے۔ کہاں تک لکھا جاوے۔ ویدوں کے اعلےٰ معنوں کے اظہار کرنیوالے ہزار ہا رشی ہوتے رہے اس کُل سامان کی موجودگی میں آپ کا یہ سر و پا دعوےٰ کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ آجکل کے یورپین سنسکرت دانوں سے ہی پوچھئے وے صاف جواب دینگے کہ باوجود سنسکرت زباں میں اعلےٰ درجے کی مہارت پیدا کرنے کے بھی وے اب تک یقیناً نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے ویدمنتروں کے ٹھیک ارتھ سمجھ لئے ہیں۔ مہابھارت کی لڑائی تک کے زمانہ کا حال تو ہم آپکو بتلا چکے اُس کے بعد شنکر آچاریہ نے ورن آشرم دہرم کو قائم کرتے ہوئے ویدوں کی اصلیت کا پرکاش کیا۔ اور اُنکے بعد اوبٹ۔ ساین وغیرہ ویدوں کا بھاشیہ کرتے رہے آپکو قرآن کے ترجموں پر ناز ہے۔ لیکن کیا آپنے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ قصہ کہانیوں کا ترجمہ کرنا کچھ مشکل نہیں ہوا کرتا۔ برخلاف اُس کے روحانی باریک باتوں کو ٹھیک طور پر ادا کرنے کے لئے زبان بھی مکمل ہی چاہیئے۔

مولوی صفحہ ۵۵ ”آجتک آریہ ورت کے تین ربع سے زیادہ قومیں شرعاً گو وہ شرح کیسی صحیح یا غلط کیوں نہ ہو۔ وید پڑھنے کے لائق خیال نہیں کی گئیں“

آریہ۔ مولوی صاحب کا اشارہ شاید پورانوں کے اُس حکم کی طرف ہے جس میں کہ مستورات اور شودروں کے لئے وید پڑھنے کی ممانعت ہے۔ ساتھ ہی اسکے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب اس بات سے بے خبر نہیں ہیں۔ کہ پورانوں کا یہ حکم شاستروں کے مطلب کے برخلاف ہے۔ یجروید کے ادھیائے ۲۶ منتر ۲ میں پرماتما کی خاص اجازت ہے کہ ہر ایک منشیہ خواہ وہ چانڈال ہی کیوں نہ ہو وید مقدس کا ادھیکاری ہے۔ ہم شاستروں کے پرمان کیا پیش کریں۔ اول تو حکیم صاحب انہیں خود سمجھ نہیں سکینگے۔ دوم اگر سمجھ بھی تو اُنپر دیانندی حاشیہ چڑھانے کا دوش لگاوینگے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انہیں یورپین سنسکرت دانوں کی رائے پیش کیجاوے جنکے ترجموں کو کہ حکیم صاحب خود مداح ہیں۔ یہ بات ہرگز نہیں تھی کہ شودروں کو وید پڑھانیکی کوئی ممانعت ہو اور نہ ہی ایک آدمی جنم سے شودر مانا جاتا تھا بلکہ وہی آدمی شودر سمجھا جاتا تھا۔ جسکا آتما کہ روحانی باتوں کے سمجھنے کی قابلیت نہ رکھتا ہو اور ایسے انسان کو وید پڑھانا فضول تھا کیونکہ ویدوں کا دہرم یہ نہیں ہے کہ منتروں کو پڑھے یا وید پر زبانی ایمان لانے سے مکتی ہو جاوے بلکہ مکتی ویدوں کا مطلب سمجھکر اُنپر چلنے کیساتھ تعلق رکھتی ہے چنانچہ ہمارے دعوے کے ثبوت میں مشہور سنسکرت دان پروفیسر میکس میولر کی شہادت آپکی توجہ کے لائق ہیں۔ پروفیسر صاحب موصوف اپنی کتاب چپس فرام اے جرمن ورکشاپ حصہ اول کے صفحہ ۴۸۷ پر یہ ذکر کرتے ہوئے کہ دیگر مذاہب میں پاک کتابوں کے پڑھنے کا حق عام آدمیوں کو نہ تھا فرماتے ہیں ”یہ ایک غلطی ہے جو کہ اکثر دوہرائی جاتی ہے۔ کہ براہمن لوگ سوائے اپنی ذات کے باقی سب سے ویدوں سے چھپائے رکھتے تھے۔ ایسا نہ تھا۔ ویدوں کے پڑھانیکا ادھکار وہ اپنی ذات کے لئے رکھتے تھے۔ لیکن زمانہ قدیم میں انہوں نے دوسرے اور تیسرے (یعنی کشتری اور ویشیہ) وروں کے لئے اور نیز پہلے (یعنی براہمن) ورن کے لئے ویدوں کا حفظ کرکے پڑھنا لازمی رکھا تھا صرف چوتھے ورن (یعنی شودر) کو ادھکار نہ تھا۔ کیونکہ اُنکے ناسک ورساتمک وصف انہیں اس کام کے قابل نہیں کرتے تھے“

مولوی صفحہ مذکور ”بھلا یہ بے انصافی نہیں تو کیا ہے؟ کہ خود تو دنیا کی عام زبانوں میں ترجمہ کرتے نہیں اور جو ترجمے فضلائے یورپ نے کئے انہیں پسند نہیں کرتے“

آریہ۔ کیا اگر ایک کا ترجمہ اصل زباں کا ماہر نہ کرے۔ تو اس کے لئے یہ لازمی ہے کہ دوسروں کے غلط ترجموں کو پسند بھی کر لیوے اگر یہی آپ کا منطق ہے تو عجب کار مغزاں تمام جاہ و سند۔ ہم کیا کریں۔ یورپین مترجم خود قبول کرتے ہیں ”چونکہ رگوید کے ترجمے انگریزی۔ فارسی اور جرمن زبانوں میں ہو گئے ہیں اس لئے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ جو کچھ وید ہمیں سکھا سکتے ہیں۔ ہم نے سب سیکھ لیا ہرگز نہیں ان میں سے ہر ایک ترجمہ آزمائشی طور پر کیا گیا ہے۔ گو میں نے مدات جو گزشتہ ۳۰ برسوں میں ۱۲ ضروری سوکتوں کے ترجمے دئے ہیں۔ تاہم میں نے صرف ایک نمونہ شائع کیا ہے ہم ابھی تک ویدک لٹریچر کی بیرونی سطح پر ہی ہیں“ (دیکھو انڈیا۔ واٹ کین اٹ ٹیچ اس صفحہ ۱۱۲)۔ افسوس کہ جنکی حمایت پر آپ تلے ہوئے ہیں وہ تو ایسے ترجموں کی نسبت ایسی انکساری کا اظہار کریں۔ اور آپ زبان سنسکرت سے محض ناواقفیت کے باوجود اس قسم کے دعوےٰ کریں!!!

مولوی صفحہ مذکور ”بلکہ ستیارتھ پرکاش کا ترجمہ بھی وہ (سوامی دیانند) اردو حرف میں منظور نہیں کرتے تھے اور اردو میں کیوں لکھواتے۔ ادہر وید کا عام فہم ترجمہ ہوا اُدہر دیکھو اسکا وہ سارا کارخانہ لم یکن شیأ ہوا!“

آریہ۔ افسوس کہ آپ کو بہتان لگاتے ہوئے ذرا بھی تامل نہیں ہوتا یہاں بھی لکھ دیا ہوتا کہ ”ایسے کان سے سُنا کہ دیانند جی ویدوں کا اردو ترجمہ پسند نہیں کرتے تھے“ سوامی جی نے کبھی یہ لکھا اور نہ کہا کہ ویدوں کا اردو میں ترجمہ نہ کیا جاوے انہوں نے ہندی میں ترجمہ کروا دیا۔ کیا ہندی عام فہم زبان نہیں۔ مولوی صاحب! خدا کے واسطے تعصب کو دور کرکے خیالی بلند پروازیوں سے باز آیئے اور واقعات کی بنا پر تحقیقات کیجئے۔ کل صوبہ ممالک مغربی و شمالی و اودہ۔ کل راجستان۔ کل ممالک متوسط۔ احاطہ بمبئی۔ علاقہ بہار اور بہت سا حصہ بنگال۔ پنجاب اور مدراس کا ہندی یعنی دیو ناگری بھاشا بولتا ہے۔ باوجودیکہ کچہری کی زباں اردو ہے تاہم اس وقت بھی ہندوستان میں ہندی زبان سب سے زیادہ بولی جاتی ہے پھر جب اُس زباں میں ترجمہ ہونے سے ویدوں کی قلعی نہیں کھلتی۔ جب انگریزی زباں میں ترجمہ ہوتے ہی ویدوں کی عظمت زیادہ سے زیادہ بڑھتی گئی[1] تو اردو سے اُسے کیا خوف ہو سکتا ہے۔ لیکن دقت یہ ہے کہ اردو زباں علمیں کوئی زبان نہیں فلاسفی اور سائنس کے خیالات کو ظاہر کرنے کے لئے جب اردو زبان میں الفاظ نہیں ملتے تو آتمک ودیا کے اظہار کے لئے کہاں سے الفاظ آجاوینگے۔ آپ ہی بتلائیے کہ پرکرتی۔ پرش۔ آتما۔ پردہان۔ انتہ کرن اور اُس کی برتیاں۔ اور اسی طرح کے دیگر ہزاروں اعلےٰ خیالات کے ترجموں کے لئے اردو زبان کونسے الفاظ دے سکتا ہے۔ جب لاطینی اور یونانی سی وسیع زبانیں ان خیالات کو ایک ایک لفظ

---

[a] چنانچہ حکیم صاحب نے اسی صفحہ پر فرمایا ہے ”بھلا یہ بے انصافی نہیں تو کیا ہے؟ کہ خود تو دنیا کی عام زبانوں میں ترجمہ کرتے نہیں اور جو ترجمے فضلائے یورپ نے کئے ہیں انہیں پسند نہیں کرتے“

[1] واضح ہو پروفیسر میکس میولر فرماتے ہیں جس طرح کہ زمانہ حال کی تاریخ نامکمل ہے بغیر زمانہ وادیان کی تاریخ کے یا دریائی تاریخ بغیر دہا کی تاریخ کے یا روما کی تاریخ نامکمل ہے بغیر یونان کی تاریخ کے اسی طرح ہم معلوم کرتے ہیں۔ کہ کل دنیا کی تاریخ نامکمل ہے۔ بغیر آریہ انسانیت کے اُس اول باب رگوید کے جو کہ ہماری لئے ایک لٹریچر میں حفاظت کیگئی ہے (دیکھو۔ دی ایجن آف رلیجن صفحہ ۹۴)

میں ظاہر کرنے میں قاصر ہیں۔ تو اردو یا ہندی کس لیکھے میں ہے۔ یہ وجہ ہے کہ اردو میں اب تک ویدوں کا ترجمہ نہیں ہو سکا۔ جو سچائی کے متلاشی ہیں اُنکے لئے رتا کوئی رکاوٹ نہیں ہو سکتی وے شوق سے پورشارتھ کرکے سچائی کو دریافت کر سکتے ہیں

مولوی صفحہ مذکور۔ میں نہایت راستی۔ سچائی اور صاف دلی سے چاروں ویدوں کا ترجمہ سننا پسند کرتا ہوں مگر کوئی صورت اتنی بھی نہیں نکل سکتی کہ ایکما سرسری طور پر ہی سُن سکوں جب کوشش کرتا ہوں اور ایک دو دفعہ ایسا ہو بھی تو آریہ مہربان بھائی سُنانیوالے کی عداوت کو کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایسے دلوں میں جھگڑا انصاف کرلو کہ کہاں تک تمہارا دل گوارا کر سکتا ہے کہ ایک مسلمان ویدکی پوری ماہیت سے واقف ہو"

آریہ۔ ہر ایک آدمی جو کہ اپنی راستی۔ سچائی اور صاف دلی کی نمایش کرتا ہے۔ راستباز۔ سچا اور صاف دل نہیں ہوتا آپکا محض دعوے کافی نہیں۔ کچھ ثبوت بھی چاہیئے۔ افسوس کہ جرمنی اور فرانس اور انگلستان کے رہنے والوں کو وید وں کے سننے کا موقع ملے۔ اور آپ اُس سے محروم رہیں واقعات بول رہے ہیں کہ آپکا تعصب آپکو ویدوں کے سننے کی اجازت نہیں دیتا۔ بھلا حکیم جی صاحب! وہ کون سے آریہ ہیں جو کہ آپکے وید سنانیوالے کی عداوت کو کھڑے ہو گئے؟ اور وہ آپکا وید سنانیوالا کون تھا؟ کیا حضرت قادیانی تو نہیں تھے؟ آپکے محمدی بھائی مولوی سید علی بلگرامی کو سنسکرت پڑھنے سے کسی نے نہ روکا۔ لیکن آریہ مہربانوں نے وید نہ سننے دئے کیا راج انگریزی ہے یا اورنگ زیبی حکومت ہے! آپنے سنہ ۱۸۹۰ء میں یہ الفاظ لکھنے تھے۔ براہ مہربانی فرمائیے تو سہی کہ اب تک آپنے ہندی کا ایک لفظ بھی سیکھا؟ کیا آپ چھ برسوں سے زیادہ کے عرصے میں ہندی پڑھکر خود سری سوامی جی کا بھاشیہ پڑھنے کے قابل نہیں ہو سکتے تھے اور اگر آپنے ہندی سیکھ لی ہے تو یجر وید بھاشیہ اور رگوید بھاشیہ کی قیمت مطبع ست دھرم پرچارک جالندھر میں بھیجدیجئے۔ آپکو دونوں ویدوں کا بھاشیہ معہ ہندی ترجمہ مل جائیگا۔ یا اگر قیمت نہیں دیا چاہتے (کیونکہ دی نہیں سکنے کا تو سوال ہی نہیں ہے) تو لکھ بھیجئے بشرطیکہ آپکی ہندی دانی کے دونوں ویدوں کا بھاشیہ جہاں تک کہ چھپ چکا ہے آپکی نظر کرنیکو آریہ سماج کا ایک ادنیٰ خادم تیار ہے آپ خود اپنے دل میں جھجک کر انصاف کیجئے کہ قصور کس کا ہے۔

۲۱۔ مولوی۔ برہمو مذہب والوں نے آریہ سے زیادہ جلدی قدم اُٹھایا بہ نسبت آریہ کے بہت کچھ اسلام کے قریب آگئے۔

آریہ۔ برہمو مذہب کے بانی مہاراجہ رام موہن رائے بیشک ست شاستروں کے مطالعہ سے بہت کچھ راستی پر آ گئے تھے مگر شراب اور گوشت خوری نے اُنکی طبیعت کو استقلال پر نہ رہنے دیا۔ ورنہ اگر ان باتوں سے پرہیزگار ہو کر صراط مستقیم والے مستقل طور پر حق کی تلاش کرتے تو کم و بیش سوامی جی کی طرح کامیاب ہو جاتے وہ اسلام کے قریب نہیں آ گئے تھے بلکہ آریہ سماج کے قریب تھے اور اسی واسطے اُنکے بعد بابو دیویندر ناتھ نے تجویز بھی کی کہ اُنکا آدی براہمو سماج آریہ سماج میں مل جاوے مگر بھیر کلکتہ آریہ سماج کی سُستی سے یا لاپرواہی سے کامیاب ہوئے وہ درحقیقت آریہ سماج سے بہت ہی قریب ہیں۔ نہ کہ معاذ اللہ محمدی اسلام سے

۲۱۔ مولوی۔ آریہ برہمو کے ساتھ اس لئے بھی شریک نہ ہوئے۔ کہ ذات پات کا امتیاز جو بدبختی۔ تکبر اور باہمی تنفر کا منشا ہے اور بنی نوع انسان کے اتحاد میں سخت حلل انداز ہے چھوڑ سکے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ وہ قوی جذب اس واسطے بھی نصیب نہ ہوا کہ دل صرف اللہ تعالیٰ کا طالب نہ تھا۔ دنیوی آسایش اور نیشنلٹی کا خیال قوت ایمانیہ پر غالب آگیا ایسے ہی اسباب نے نور فطرت اور سلیم کانشنس کی بینائی کو دھندلا کر دیا

آریہ۔ آریہ برہموؤں کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتے تھے۔ کیونکہ کامل یا کامل کی ساتھ شریک نہیں ہوتا۔ جدھر صداقت زیادہ ہوتی ہے اُدھر کشش ہوتی ہے اسی واسطے برہمو سماج کو آریہ سماج نے کھینچ لیا اور شاید بالکل ہی جذب کر لے۔ ہم ذات پات کو بالکل جنم سے نہیں مانتے بلکہ کرم سے مانتے ہیں جنم سے تو مسلمان مانتے ہیں۔ سید۔ مغل پٹھان۔ کشمیری۔ جولاہے۔ ناگر۔ کھتری۔ خوجہ۔ دلال۔ راجپوت۔ قریش۔ وغیرہ وغیرہ مسلمانوں کو اسی ذات پات نے بدظنی اور تکبر اور باہمی تنفر کے گڑھے میں گرایا۔ اور اسی نے ۱۵۰ فرقوں میں تقسیم کر روز بروز اتحاد کی جڑ کاٹی۔ آریہ لوگ دنیوی آسایش کے اپنے طالب نہیں ہیں جتنے کہ مسلمان اور یہی سبب ہے کہ مسلمان مادہ کثرت ازدواج میں مبتلا ہیں اور فضول خرچ ہیں تمام نبیوں اور حواریوں اور اصحابوں یا امتیوں کا یہی حال ہے جتنی قریش کی عزت۔ سید اور عرب کی عزت اسلام والوں میں ہے اور کہاں ہے اسی نیشنلٹی کے تاریک خیال نے تو قوت ایمانیہ اور نور فطرت اور ان کے سلیم کانشنس کو دھندلا بلکہ سیاہ کر دیا۔ جتنی مشکلات کا ہم لوگوں کو مقابلہ کرنا پڑتا ہے موجودہ زمانہ بلکہ شاید گزشتہ زمانہ کے کسی قوم کو مشکل سے کرنا پڑا ہوگا۔ افسوس کہ آپکے تعصب کے مارے ہمارے اخباروں کو نہیں دیکھتے ورنہ ایسا کبھی نہ کہتے۔

۲۲۔ مولوی۔ ان نئے جاگنے والوں (آریوں) نے قصہ مختصر اسلام کے قریب آتے آتے روگردانی اور اجتناب کیا۔ معلوم ہوتا ہے اور یقیناً ہے بھی یوں ہی کہ کسی شریر کی یہ خواہش کہ مجھکو بعثت کے دن تک مہلت دے منظور ہو گئی۔ اِس منظوری میں کیا حکمت ہے ایک جدا بحث ہے اور یہ فرمان بالکل سچ ہے کہ اُسے کہا گیا۔ یقیناً تجھے وقت معلوم کے دن تک مہلت دیگئی۔

آریہ۔ جن دو آیات کا ذکر کیا گیا ہے یہ دونو قرآن میں شیطان کے حق میں ہیں۔ اور وہی آپنے یہاں آریوں کے حق میں لگائیں۔ ہم آپ کی طرح ایسے الفاظ نہیں استعمال کرنا چاہتے۔ خدا آپ کو جزا دے اور ایشور پرماتما آپکو ویدِ دھرم کی ہدایت دے

۲۲۔ مولوی۔ اس گروہ نے جس کتاب کو کافی ہدایت نامہ تسلیم کیا۔ اس کے پورے سمجھنے والے پنجاب کے منتہا تک نظر کرو کہیں نہ ملیں گے۔ ویدک سنسکرت کی عبارت بھی نہیں پڑھ سکتے۔ مگر یہ کہے جاتے ہیں کہ ہماری ہی کتاب تمام علوم و فنون کی معلم اور استاد ہے۔ نہیں پوچھئے تو کیا ہوگا۔

آریہ۔ یہ آپکا کہنا تو ایسا ہے جیسا کہ بعضے مسلمان کہتے ہیں کہ جو قرآن کو بالکل صحیح پڑھتے وہ شیطان ہے الانسان مرکب من الخطا والنسیان کے مطابق کچھ نہ کچھ غلطی آدمی سے ہو جاتی ہے۔ ابھی ۱۷۔ ماہ فروری سنہ ۱۸۹۲ء کے مباحثہ جموں میں معلوم ہو گیا کہ وید کے جاننے والے پنجاب میں کتنے ہیں۔ ہزاروں آدمی پنجاب میں وید سنسکرت کی عبارت بخوبی پڑھ سکتے ہیں اور بیس کے قریب اچھی طرح سمجھنے والے ہیں۔ اور سینکڑوں ایسے ہیں جو روز سوچ سمجھکر وید منتر پڑھتے اور سندھیا گایتری کرتے ہیں ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ ایک مشہور اور بے نظیر فاضل وید پنڈت گورودت جی ایم۔ اے وفات پا گئے میں نہیں جانتا کہ آپکو ایسا سفید جھوٹ بولنے سے کیا حاصل ہے

۲۲۔ مولوی۔ اس کتاب کے وجود سے آریہ کے ماورا اور بلاد کے لوگ واقف بھی نہ تھے کس ملک میں وید کا ترجمہ پہنچا؟ آریہ صاحبو! کوئی مستحکم دلیل چھوڑ ناحق شہادت ہی پیش کرو

آریہ۔ گزشتہ زمانہ میں جو کہ ۹۹۴ سے پہلے کا زمانہ ہے ایک وقت تمام دنیا میں آریہ دھرم تھا۔ دنیا سارا مذہب مطلق سمجھاؤ مفصل دیکھو نسخہ خبط احمدیہ (ویدا اور آریوں کی قدامت) اب ہم آپ کو تھوڑے سالوں میں بتلائیں گے کہ وید کا ترجمہ کس کس زبان میں اور کس کس ملک میں پہنچا ہے۔ آریہ میگزین۔ انگریزی رسالہ نے یورپ اور امریکہ تک ویدِ ستروں کا ترجمہ پہنچایا۔ اور اسی طرح آریہ پتر کا انگریزی اور ویدک میگزین نے

۴۳۔ **مولوی**۔ اس مکذب نے تمام مباحث ضروریہ کو یکجا جمع کرنا شروع کر دیا
آریہ کے عام مذہب ہیں گو کاسہ لیسی۔ اور جوٹھا کھانا ناپسند ہے مگر اس شخص نے
تمام عیسائیوں اور پادریوں کے اعتراض بھی لے لئے۔

آریہ۔ بے شک آریہ کے عام و خاص مذہب میں کاسہ لیسی اور جوٹھا کھانا ناپسندیدہ
اور ممنوع ہے وجہ یہ ہے کہ اس مذہب کی بنیاد عقل اور علم پر ہے ہاں اسلام اپنے محمدیہ
مذہب جس کی بنیاد صرف شخصی تقلید پر ہے اس میں البتہ جوٹھا کھانا اور کاسہ لیسی
ایمان ہے اسی واسطے ہم نے کبھی بھی کاسہ لیسی نہیں کی گرچہ کہ مرزا صاحب نے
عیسائیوں کے اعتراض جو آریوں کی میز کا جوٹھا اٹھا کر اسکا نام اسلام احمدیہ رکھا
دکھاتا تھا پس ہم کو اس کا جواب دینا ضروری تھا۔ ہم نے صرف جواب دیا۔ ہم نے وہ
سارے اعتراض یا جواب اصلی کتابوں سے لئے ہیں نہ کسی عیسائی یا پادری کی
تصنیفات سے جوٹھا کھانا اور کاسہ لیسی کا تحفہ اسلام والوں کو مبارک رہے۔ (عود
سے اور ایمان سے دیکھو تکذیب براہین احمدیہ کل۔)

۴۴۔ **مولوی**۔ عیسائیوں کے ایک ریفارمر نے تکذیب کی مدح میں
کئی صفحے سیاہ کئے ہیں ایک جگہ لکھتا ہے کہ "تکذیب براہین احمدیہ ایسی دلچسپ ہے
جب اسے ابتدا سے دیکھنا شروع کرو تو دل یہی چاہتا ہے کہ آخر تک دیکھ لیا جائے"
سبحان اللہ کیا سچ ہے الم تر الی الذین الخ دیکھو قرآن کتاب والوں کو کیسی لاتا ہے
ہیں ساتھ بدکاروں اور نافرمانوں حد سے نکلنے والوں کے اور منکروں کو کہتے ہیں کہ یہ
اسلامیوں اور مومنوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔" اگرچہ عیسائیوں میں ایسے منصف
بھی ہیں جنہیں سے ایک نے مجھے لکھا ہے کہ "تکذیب کے ریویو سے تعلق صرف صاحب
ریویو کے مزاج والوں کا ہوگا۔ تکذیب براہین کو بندہ بھی دیکھ چکا ہے۔ مگر
یاوہ گوئی کے میرے ہاتھ تو کچھ نہیں آیا۔ ہاں کوئی شخص سیکھنا چاہے تو ایسی کتاب
ہے عیسائی اعتراض بہم پہنچا کر اپنی لیاقت مزد جتائی ہے۔ ایسے مباحثہ سے
چٹکلے کی کہانیاں اچھی ہیں۔"

آریہ۔ اسلام کی صداقت اور آپ کے الہام کی وکالت ہو چکی۔ دیکھ لیجئے ایک
منصف مزاج عیسائی نے اگر ہماری کتاب پر انصاف سے ریویو دیا تو اسے آپ نے
کتنا برا کہا اور صرف یہی نہیں مگر صفحہ ۳۹ پر بھی یہی رونا رویا ہے آپ تو بموجب
وعدہ صفحہ ۳ کے قرآنی آیت کی سند لیکر تہذیب سے نکلنے لگے تھے کیا یہی تہذیب ہے
جو آپ نے ہماری نسبت صفحہ ۳ پر لکھی ہے مکذب! آپ اپنی بناوٹ سے بے کسی
قدر معذور ہیں مگر انسانی ملکی قومی سے ضد کرنے نے آپکو محروم نہیں کیا! آپ نے
تصدیق براہین احمدیہ میں مکذب لفظ ہماری نسبت بہت ہی کثرت سے استعمال کیا ہے
کیا یہی تہذیب ہے تعصب سے ہماری کتاب کا نام بھی صحیح نہیں لکھا اور جھوٹے لکھ دیا
کہ تنوخ خبط تنقیہ وغیرہ کا جواب ہے کیا یہ تہذیب ہے جس حق پسند نے تمہاری
کتابوں کو پسند کیا انکو بھی گالیاں دیں کیا یہی تہذیب ہے کیا آپ نے عیسائیوں کو
مشرک۔ بت پرست وغیرہ الفاظوں سے یاد نہیں کیا۔ کیا کوئی عیسائی بھی مسلمانوں کو
الٹی کتنی لکھتا ہے یا محمد صاحب کو نبی ہیں یہ سارے خیالات خام اور تہذیب اسلام ہیں
پادری ٹامسن ہاول صاحب فرماتے ہیں "لیکن بے دین و بے ایمان لوگ محض تعصب
بیجا جتلانے کے مسیحی دین کی کسی چھوٹی سی دلیل کو بھی ذرا سی جنبش نہیں دے سکتے
جیسا کہ مصنف فصل الخطاب کی روماہ بازیوں پر غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ
جب وہ حق نظر و فکر خداوند مسیح کے چند بشارات پر حملہ کرتے یا اعتراض جمانے لگے
اور اسی طرح مباحث بے علمی تعصب بے جا کے بے سوچے سمجھے وہ حملہ تو کرتے ہیں

مگر چونکہ تعصب و ہٹ دھرمی کے سبب نور ایمان سے بے نصیب ہوتے ہیں۔
اور واضح رہے کہ ان رسالہ محمدیوں کی ایسی ایسی کوششوں سے بخوبی روشن ہو گیا
ہے کہ اب انکے پاس بجز مغالطہ دہی و بیہودہ باتوں کے اور کچھ بھی پلے نہیں رہا۔
کیونکہ آج تک جب تک آپ کے ہاتھ تلوار تھی تو اس سے ایسا کام چلاتے اپنے پیشوا
کے ساتھ بیوسی کے ذریعہ میں گذارتے تھے لیکن جب سے تلوار چھین گئی تو یہ وطیرہ
اختیار فرمایا کہ مغالطہ دہی فریب سازی سے بیچارے سادہ لوحوں کو اپنا تدبیر میں پھنسانے
کی کوشش فرماتے ہیں" (صفحہ ۴۷)۔

"مولوی صاحب یہ آپ کے قرآن اور سیدنا محمد صاحب کی غلطی ہے جو خیال کرتے
ہیں کہ آدم وغیرہ کی کتابیں تھیں۔ ہم اس بات کے مدعی اور بتا سکتے ہیں کہ وہ
کہاں ہیں۔ اگر بموجب دعوے قرآن و احادیث محمدی اُنکی کتابیں کسی زمانہ میں تھیں تو
آپ ہی بتائیے کہ وہ اب کہاں ہیں اور کس قوم کے پاس کتنی مدت تک وہ رہیں ورنہ
قرآن و اقوال محمد صاحب کی صداقت ہاتھ سے جاتی ہے" (صفحہ ۲۲)۔
پھر نورالدین صاحب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں "افسوس کہ تعصب نے اُن کی
عقل و بصارت کو کھو دیا" (صفحہ ۶۰ سطر ۲۰)۔
"اور طرفہ یہ ہے کہ مظاہر حق جلد ۲ صفحہ ۳۸۲ سے ثابت ہے۔ کہ سنگ اسود بڑا کام کرتا
ہے کہ لوگوں کے گناہ اس پتھر پر مڑھے جاتے ہیں اور لوگ اس پتھر کو چوم چاٹ کے
اپنے نامہ اعمال کی سیاہی روز روز اسے دے آتے ہیں پس یہ وہ کام ہے جو جبرئیل
بھی محمد صاحب کے واسطے اُن کے دل کو بار بار دھونے سے نہ کر سکا تھا۔ اور وہ سیاہی
اُنکے دل میں جوں کی توں ہی رہی کہ جسکے سبب وہ نہ صرف رسمی تعلیم طلاق و متعہ و حلالہ
و دیوار پرستی و سنگ اسود کی چوم چاٹ و جہاد و قتل و بہشت کے حور و غلمان وغیرہ
کے موجد ہوئے بلکہ کبھی کبھی باغوائے شیطان بتوں کی بڑی تعریف کر کے اُن سے
شفاعت کا بھروسہ بھی کرایا کرتے تھے (دیکھو مظاہر حق جلد ۱ صفحہ ۳۵۹)۔
اور یہی سبب تھا کہ محمد صاحب لوگوں پر سے عذاب اللہ کا کچھ بھی دور نہ کر سکے
تھے۔ (جلد ۴ صفحہ ۳۰۹۔ مظاہر حق)
پس اب محمدی صاحب بموجب عندیہ و خواہش مولوی صاحب کے مواخذہ کیوں
نہ کہلاویں کیونکہ کعبہ اور بتوں کی چوم چاٹ سے جواب تک گذارہ چلتا رہا ہے۔ صاف
زندگی کا نام اکثر کافر ہی سنا جاتا ہے (صفحہ ۹۱۹) پس جبکہ مولوی صاحب کی علمیت
و دیانت و ایمانداری کا یہ حال ہے تو پھر خداوند مسیح کی شہادت پر اعتراض کیوں
نہ کئے جاویں۔ شرم! شرم! شرم!!! (صفحہ ۹۴ مظاہر حق)+

التماس آخری

اے ہمارے بچھڑے ہوئے ویدک بھائیو اور بھارت ماتا کے لخت جگرو! آریہ مسافر
کا آخری[1] تحفہ میں تمہاری خدمت میں پیش کرتا ہوں آریہ مسافر نے جو خدمات تمہاری
کی ہیں اُن سے تم بے خبر نہیں ہو تم کو عرب کی جہالت کی تعلیم کے پنجے سے چھوڑا کر ست دھرم کی
روشنی میں لانا میرے مرحوم بھائی کا مشن تھا۔ تمہارے لئے کن کن تکالیف کو اُس نے
برداشت کیا اور کیسی کیسی خطرناک آفتوں کا سامنا کرتے ہوئے تمہارے لئے بے شمار
کی منادی کرتا رہا آخر کار اسی پاک فرض کی ادائیگی میں ایک ظالم۔ مکار نے مار گرایا

[1] گو تحفہ شہید کے سلسلہ میں چار دیگر ٹریکٹ شائع ہو چکے ہیں تاہم کیا بلحاظ زمانہ اور
کیا بلحاظ مضمون یہ کتاب آریہ مسافر کا آخری تحفہ سمجھا جانا چاہئے۔ ایڈیٹر

اُس نے سچے دہرم پر جان قربان کردی!

اے مومن ہونے کے دعویدارو! لیکھرام کا خون رمان حال سے تمہاری توجہ اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ دنیاوی عزت۔ دنیاوی ثروت۔ دنیاوی صحبت اور دنیاوی تعصب سب یہیں کے یہیں رکھے رہ جاوینگے۔ پرماتما کے حضور جب تمہارے کرموں (فعلوں) کا حساب ہوگا تو صرف ایک دہرم ہی مددگار ہوگا۔ پھر کیا تم نہیں سمجھتے کہ یہ امول سمے مفت ضائع جا رہا ہے۔ دھرم (دین حق) سے بڑھکر اور کوئی مطالعہ نہیں ہوسکتا اور نہ ہی سچائی کے قبول کرنے سے بڑھکر کوئی عمل۔ ذرا غور کرو اپنے تنگ دایرے سے باہر نگاہ ڈالو۔ یورپ کے فاضل محقق متفق اللفظ ہوکر کہہ رہے ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب کا سرچشمہ وید مقدس ہے۔ عقل پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ نیایکاری (عادل) پرمیشور اپنے بندوں کو کسی زمانہ میں کبھی بغیر سچی ہدایت کے نہیں چھوڑ سکتا۔ جاہل سے جاہل آتما بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ پرماتما کا گیان کبھی معطل نہیں رہ سکتا اور اُس میں ردوبدل ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا۔ عقل کل کو ناسخ و منسوخ سے کیا تعلق؟ ویدک سنسکرت زبان کی کاملیت ہی اس کے الہامی ہونے کا ایک بدیہی ثبوت ہے۔ ایشوریہ گیان (علم الٰہی) کو قصہ کہانیوں سے کیا تعلق دنیا کے کس حصہ میں ریفارمر نہیں ہوئے۔ اُنکی کس کس جگہ عزت نہیں ہوئی لیکن کیا اُنکی محدود تعلیم اور ان کے ناممکل عمل جوکہ خاص وقتوں اور خاص ملکوں کے لئے تھے۔ پرماتما کے اننت (بیحد) گیان اور اُس کی اننت مہما کا مقابلہ کرسکتے ہیں۔

عرب کے وحشی ملک میں محمد صاحب نے بہت کچھ اصلاح کی گو انہوں نے بجائے کیول ستیہ (صرف سچائی) پر بھروسہ کرنیکے بارہا دھی نامے کئے۔ قریش کی خاطر کبھی ان کے بتوں کو خدا کے وکیل ٹھہرایا اور پھر اپنے پیروؤں کی ناراضگی کے خوف سے اُس آیتہ کو منسوخ بتلایا کبھی (کمزوری کے زمانہ میں) حلم اور بُردباری کی تعلیم دی اور کبھی (طاقت پکڑنے پر) سیف پیغمبری پکڑلی۔ کثرت ازدواج کو قطعی روکنے کی طاقت نہ رکھتے ہوئے چار پر راضی نامہ کرلیا۔ بت پرستی کو دور کرتے کرتے لوگوں کو اپنی پیغمبری سے نفور دیکھکر کعبہ پرستی کا فتویٰ دیدیا۔ کہاں تک بیاں کروں۔ محمد صاحب کا ایک ایک عمل بتلا رہا ہے کہ وہ معمولی انسان تھے۔ اور ایسی ہی عقل سے کام کرتے تھے۔ جو کچھ انہوں نے اصلاح کا کام کیا اُس کے لئے تم ہی کیا ہر ایک حق پسند اُنکی عزت کریگا۔ لیکن ساتھ ہی اس کے جسقدر اُنکے افعال ناپسندیدہ اور مذموم تھے اُنکے لئے ہر ایک منصف مزاج افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا +

پیارے بھائیو! شرک کو کفر کہتے ہوئے مشرک مت بنو۔ دیگر ممالک کے بتوں سے منہ موڑتے ہوئے خاص سرزمین کے تعصب میں پھنسکر خاص بتوں کی طرف مت جھکتے پھرو۔ بھلا سوچو تو سہی کہ سنگ اسود اور شالگرام میں کیا فرق ہے۔ دونوں پتھر اور دونو بےزبان ہیں جو دلیل تمہیں ایک کی پرستش سے روکتی ہے کیا وہ دوسرے کو بوسہ دینے سے منع نہیں کرتی۔ بت پرستی تو صرف روشنی سے محروم کراتی ہے لیکن انسان پرستی اُس سے بڑھکر خطرناک ہے وہ صرف سچی روشنی سے ہی محروم نہیں کراتی بلکہ ٹھوکریں بھی کھلواتی ہے۔ محمد صاحب عرب کے جاہل اور وحشی بدوؤں کے پیشوا ہوسکتے تھے۔ لیکن تم تو تعلیم یافتہ اور تہذیب کے مدعی۔ محمد صاحب کی تعلیم تمہیں کیا سکھا سکتی ہے۔ امیر عبدالرحمن کابل کے وحشیوں کے لئے بینظیر حاکم ہے۔ لیکن کیا تم اُسے قبول کرسکتے ہو ہرگز نہیں کیونکہ تمہاری قوم کے لئے مہذب گورنمنٹ ہی مناسب ہے۔ البتہ تم محمد صاحب کی تعلیم پر نئی روشنی کا ملمع چڑھاکر اُنکی اصلی بدصورتی کو چھپانا چاہتے ہو۔ لیکن یہ کب تک۔ دنیا کی تاریخ کا مطالعہ کرو۔ اور اُس سے سبق سیکھو۔ یورپ میں ایک زمانہ تھا کہ مذہب عیسوی کا بڑا زور تھا کوئی معقول سے معقول بات بھی برخلاف بائیبل کے سننا پسند نہیں کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ سائنس نے ترقی کرنی شروع کی اُسکی روشنی کے آگے بائیبل کو منہ چھپانا پڑا۔ متعصب پادریوں نے بائیبل پر اس نئی روشنی کا خول چڑھانا چاہا۔ دنیا کے بننے کے چھ دنوں کو چھ زمانے بنایا۔ اسی طرح بہت سی دیگر الجھنوں کو بہتیرا سلجھایا لیکن کیا انہیں کامیابی ہوئی؟ یورپ کی مذہبی حالت سے پوچھو۔

تمہارے اپنے ملک میں تمہارے دیکھتے دیکھتے پورانوں کا مذہب کیسے زور شور پر تھا۔ ویدک سورج کے نکلتے ہی اُس کے اوسان باختہ ہوگئے۔ یہاں بھی یورپ کی تقلید میں۔ نہیں نہیں۔ یورپ کی تلقین سے پورانوں کا الکار اور استعارے ظاہر کرنا شروع ہوا مسنر اینی بیسینٹ سی فصیح عورت نے اپنا سارا زور اسی میں لگا دیا نتیجہ آپکے سامنے ظاہر ہے۔ زیادہ واضح کرنے کی ضرورت نہیں۔

اے میرے بزرگوں کی اولاد والیورا نے آریوں کی سنتانو! عرب سے تمہیں کیا واسطہ اور سنگ اسود سے تمہارا کیا رشتہ۔ پرماتما کو ساری دنیا کا باپ سمجھو وہ نہ صرف بنی اسرائیل کا خدا اور نہ صرف عرب کے بدوؤں کا وہ صرف ابراہیم کا دوست اور نہ صرف مسیح کا وہ تو حرا اور چیتن سبکا مالک ہے۔ اُسیکا پیتہ وید مقدس دیتا ہے اُس کی شرن آؤ اپنے محدود خیالات کو وسیع کرو۔ اور کل بنی نوع انسان کو بھائی سمجھو۔ مہابھارت میں لکھا ہے

अय निजः परोऽन्यो गणनालघुचे
तसाम्। उदारचरितानान्तु वसुधैव कुटुम्बकम्॥

"یہ اپنا ہے یہ بیگانہ۔ یہ تنگ دلوں کا خیال ہے فراخدلوں کے لئے ساری دنیا ہی اپنا کنبہ ہے"! لیکن کیا تمہاری ہمدردی انسانوں تک ہی محدود رہنی چاہئے کیا جانوروں کو ماننا پاپ نہیں؟ کیا حیوان غیر جنس ہیں؟ وید بتاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

मित्रस्य चक्षुषा सर्वाणि भूतानि समीक्षाम॥

"ہر ایک جاندار کو اپنا مستر سمجھو کسی کو ایذا مت دو"! بھائیو! یہ سونے کا زمانہ نہیں ہے یہ کیا کوئی زمانہ کبھی سونیکا نہیں رہا۔ اس امولک جنم کو ویرتھ (فضول) مت گنواؤ۔ ہٹ کو چھوڑکر۔ تعصب کو چھوڑکر بچپن کی تعلیم کے اثر سے بری ہوکر ایک مرتبہ سچائی پر غور کرو۔ مقابلہ وید اور قرآن تمہارے روبرو ہے۔ کسی پر اندھا وشواس مت کرو۔ اپنی عقل سے کام لو۔ اپنے آتما کی شہادت مانگو اور پھر جو حق ثابت ہو اُسے قبول کرو۔ ہے دنیا کے مالک اور تمام جیو آتماؤں کے شانتی دینیوالے آپکی پرجا اسوقت دیاکل ہورہی ہے آپکو اپنے انتہ کرنوں میں رکھتے ہوئے۔ دوم ردوم میں آپکی موجودگی کے باوجود آپکو بھولی ہوئی ہے آپکے سچے گیان اور آپ کی سچی ہدایتوں سے بے بہرہ ہے۔ دیا ساگر! اپنی اپار دیا سے اُن کے دلوں کو جلا دو تاکہ وے تمہارے سچے گیان کو حاصل کرسکیں۔ اوم شانتیہ شانتیہ شانتیہ

جالندھر شہر
۱۲۔ اگست ۱۸۹۷ء

ویدک دھرم کا ایک ادنیٰ سیوک
منشی رام جگیاسو

اشتہارات

ذیل کے دو اشتہارات پنڈت جی نے اسوقت نکالے تھے جبکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے الہامی جوتشیوں کا ابھی صرف آغاز ہی ہوا تھا۔ ناظرین کی واقفیت کے لئے ہم

انہیں بجنسہ اس جگہ درج کرتے ہیں۔

اشتہار اول

قادیانی شعبدہ۔ دنیا کھائے مکر سے — روٹی کھائے شکر سے

لبریز تماشائے رخش کون و مکاں ہست — فانوس خیال است کہ گویند جہاں است

بس جنس محقر بود ایں جان و دل من — انداز نثارش نہ بہ نقد دل و جان است

یک قطرہ زبحر کرمش ہست کہ بینی — صد جوئے رواں ہم نہ پے تشنہ لباں است

روزم ہم از و ہست کہ در جنگ بداندیش

تیغ و خم تحریر ہمہ تیغ و سنان است

مرزا غلام احمد قادیانی بھی عجیب ڈھنگ کا بشر ہے جو ابتدائے اسلام سے آجتک امت محمدیہ میں پر فتنی اور مکاری میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ دن دہاڑے ایسی چال چلتا ہے کہ عقلا بھی چکرا جاویں۔ پچھلے شعبدے تو بذریعہ اشتہارات فرداً فرداً ایسے شایع ہو چکے ہیں۔ جنکا جواب ابتک قادیانی سے نہ بن پڑا۔ اب ایک اور طرفہ قصہ مذکور ہوتا ہے۔ براہین احمدیہ جسکو عوام براہین احمقیہ کہتے ہیں صرف ایک روپیہ کی کتاب ہے۔ حضرت مذکور نے اس کی قیمت سو سو پچاس پچاس روپیہ لوگوں سے لیکر آیندہ اسکا تالیف کرنا اور طبع کرانا بند کر دیا کہ اُس میں مفاد کی صورت نظر آئی اب اور نیا رسالہ شروع کر کے لوگوں کے روپیہ لوٹنے کی نیت ہے چنانچہ ضمیمہ اخبار ریاض ہند یکم مارچ ۱۸۸۶ء سے واضح ہوا کہ رسالہ سراج بے نور طیار ہوتا ہے جس کے رد و قدح میں ہماری طرف سے بھی شعلہ پر نور حسب الحکم خداوندی بنتا ہے بوقت شیوع ہدیہ ناظرین ہوگا بالفعل اشتہار ضمیمہ مذکور کے ملمع آمیز ماروں کی قلعی کھولی جاتی ہے۔ اشتہار کی عبارت کے اول لفظ مرزا اور جواب کی ابتدا میں لفظ جواب تحریر ہوگا۔

مرزا۔ یہ رسالہ اس احقر نے اس غرض سے تالیف کرنا چاہا ہے کہ منکرین حقیت اسلام اور مکذبین خیر الانام کی آنکھوں کے آگے چمکتا ہوا چراغ رکھا جاوے۔

جواب۔ براہین احمقیہ کے چھ سو صفحے بھی اسی غرض سے سیاہ ہوئے تھے مگر افسوس کہ حقیت اسلام اور صداقت خیر الانام ظاہر نہ ہوئی۔ اُسکے سارے ساوتی الہامات اور تین سو ساٹھ دلائل اور براہین احمقیہ کا لشکر لیکر خدا کا آنا اور قطب کی طرح اُسکا غیر متزلزل ہونا وغیرہ وغیرہ سب ثبوت رائیگاں گئے اور سب نکمے ہو گئے اب سراج بے نور سے کیا اندھیرا چھائیگا یہ تو صدیقوں کے صرصر حملہ سے ایکدم میں گل ہو جائیگا۔

مرزا۔ اور بڑی بڑی پیشگوئیوں پر جو ہنوز وقوع میں نہیں آئیں مشتمل ہے۔

جواب۔ آج تک جتنی پیشگوئیاں درج براہین احمدیہ ہوئی ہیں اُن میں کیا خاک اُڑی ہے جو آیندہ نہ اُڑیگی نہ کسی کا نام و نشان ایک ہندو۔ ایک آریہ چند مسلمان مجہول عبارتیں الف لیلہ اور بدر منیر کی سی حکایتیں جھوٹھے قصے فضول افسانے تمام کتاب خود ستائی سے مملو خدا نے مجھے عیسیٰ بنایا۔ میں نے موسیٰ کے ساتھ کھانا کھایا۔ محمد صاحب حضرت علی فاطمہ اور حسنین میرے مکان پر آئے اور حضرت فاطمہ نے میرا سر اپنے زانو پر رکھا اور سب اولیاؤں سے برتر ہوں فلاں جگہ سے میرے پاس دس ۱۰ روپیہ آئے۔ فلاں شخص کا میں نے تپ دق کھویا اور یہ کہا اور وہ کہا۔ اصلیں دیکھو تو نہ کسی کا سر نہ پاؤں طبع زاد قصے اور ابلہ فریب باتیں اور قادیانی دھوکے۔

مرزا۔ خدا نے اِس ناکارہ کو اپنے بعض اسرار مخفیہ پر مطلع کر کے بار عظیم سے سبکدوش فرمایا ہے۔

جواب۔ بھلا تو یں قیاس بھی ہے کہ ناکارہ آدمی کو خدا نے اپنے مخفی اسرار بتا دئے اور وہ اسرار یہ ہوں کہ مرزا کے پاس فلاں جگہ سے دس ۱۰ روپیہ آویں اور مرزا کے بیٹا ہو۔ اور مرزا کا فلاں دوست وکالت میں پاس ہوگا اور فلاں ماخوذ۔ بھلا حضرت قادیانی کی سبکدوشی کیونکر ہوئی جبکہ اعتراضات کا بھاری بوجھ اُسکی گردن پر ہے جس سے قیامت تک نجات وہم و قیاس سے افزوں تر ہے۔

مرزا۔ حقیقت میں اُسکا فضل ہے جس نے چار طرف کشاکش مخالفوں سے اس ناچیز کو مخلصی بخشی ہے۔

جواب۔ اس کا نام فضل نہیں ہے بلکہ قہر ہے کہ آپکی ضلالت اور بطالت کا باعث ہو رہا ہے اور مخالفین سے مخلصی نہیں بلکہ شکنجہ عذاب میں گرفتاری ہے۔ جو آپکے حق میں نہایت موجب گریہ و زاری ہے۔

مرزا۔ یہ رسالہ قریب الاختتام ہے اور چند ہفتوں کا کام ہے۔

جواب۔ ہمکو بھی یہ الہام ہوئے کہ چند جھوٹھے قصوں کا اس میں التزام ہوا ہے جسکا نہ آغاز ہے نہ انجام ہے۔ بلکہ از اول تا آخر مجموعہ خیال ہے۔

مرزا۔ اس رسالہ میں تین قسم کی پیشینگوئیاں ہونگی اول وہ پیشینگوئیاں کہ جو خود اس احقر کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں۔ دوسری وہ پیشینگوئیاں جو بعض احباب یا عام طور پر کسی ایک شخص یا بنی نوع سے متعلق ہیں۔ تیسری وہ پیشینگوئیاں جو مذہب غیر کے پیشواؤں یا واعظوں سے تعلق رکھتی ہیں۔

جواب۔ یہ سب فریب ہے نہ کچھ رنج کا ذکر ہوگا نہ راحت کا نہ حیات کا نہ وفات کا اسی تعریف اور اپنے معاونوں کی توصیف جا بجا درج ہوگی۔ انشاء اللہ ہنگام طبع ناظرین پر سب حقیقت کھل جاویگی جیسے براہین احمقیہ سے ظاہر ہے اور اُس کے مطالعہ الہامات سے باہر۔

مرزا۔ ہم نے صرف بطور نمونہ چند نامی آریہ صاحبوں اور چند قادیاں کے ہندوں کو لیا ہے جنکی نسبت مختلف قسم کی پیشین گوئیاں ہیں۔

جواب۔ چند نامی آریہ صاحبان وہ ہونگے۔ جنہوں نے مرزا کا مکر و فریب بذریعہ اشتہارات شائع کیا ہے اور قادیان کے ہندو وہ دس ساہوکار ومی معاہدہ کرنیوالے ہونگے۔ جنہوں نے علیحدہ اشتہار چھپوا دیا تھا کہ ہم نے وعدہ ایکسال تک الہام دیکھنے کا کیا نہ ہم اُس کے الہام کو راست مانتے ہیں نہ سب مرزا کی جعلسازی ہے۔ خود ہی مسودہ بنایا۔ خود ہی نام لکھ دیا۔ خود ہی چھپوا دیا۔ اگر اپنی ذات کو لیتے تو بہتر تھا۔ کیونکہ جگ بیتی سے آپ بیتی کا قصہ معتبر ہوگا۔

مرزا۔ اور اس لقرب یہ بھی خیال ہے کہ خداوند کریم ہماری محسن گورنمنٹ کو جسکے احسانات ہمکو یہ تمام فراغت حاصل ہے۔ ظالموں کے ہاتھ سے ایسی حمایت میں رکھے۔ روس منحوس کو مجبور کر کے ہماری گورنمنٹ کو فتح نصیب کرے تا ہم نہ سازیں اگر ملحائین درج کریں انشاء اللہ تعالیٰ۔

جواب۔ اس الہام میں مرزا شاید انگریزوں کی فتح اور روس کی شکست مانگتا تاکہ انگریز خوش ہو کر اُسکو ثانی عیسیٰ مانیں مگر یہ خیال خام ہے۔ دانایان فرنگ ان فریبوں کو خوب جانتے ہیں اور ایسے شعبدوں سے بخوبی واقف ہیں ہاں اگر مرزا کو الہام کا دعوےٰ ہے تو جنگ روس و انگلش کا مفصل حال لکھے کہ فلاں مقام اور سنہ میں لڑائی ہوگی۔ اور فلاں فلاں مشہور اشخاص کام آوینگے اور فلاں گروہ مظفر و منصور ہوگا وغیرہ وغیرہ مفصل حال لکھکر دوسری براہین احمقیہ چھپوائے۔ تاکہ الہام کی حقیقت روشن ہو جاوے ورنہ ایک نجومی کا قصہ شاید حال ہوگا۔ کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ پر کوئی غنیم آیا اُسنے ایک نجومی سے پوچھا کہ اُنکے میری فتح ہوگی یا شکست نجومی نے کہا کہ آپکی فتح ہوگی۔ بادشاہ نے کہا کہ اچھا لکھدو۔ اُسنے فوراً لکھدیا۔ جب نجومی گھر میں آیا تو گھر کے لوگ اُسکو تنگ کرنے لگے کہ لکھ دینا مناسب نہ تھا عیب کی بات ہے خبر نہیں کیا ہو۔ اُسنے کہا میں نے جو کچھ کیا ہے سمجھ کے کیا ہے اگر اسکی شکست ہوئی تو ہم سے کون پوچھے گا اگر فتح ہوئی

تو یا تحیوں کیجی میں ہونگی۔ قادیانی نے یہی سمجھا ہوگا کہ اگر انگریزوں کو فتح ہوگی تو ہم ملہم بنیں گے ورنہ خدانخواستہ عذر میں کون پوچھے گا۔ اور اس کے خیال میں جنگ کا بھی اُس کی زندگی میں ہونا ہی غیر ممکن ہو۔

مرزا۔ چونکہ پیشگوئیاں اختیاری بات نہیں کہ ہمیشہ خوشخبری پر دلالت کرے۔

جواب۔ شاید خوشخبری آپ کے مخالفوں کے لئے اختیاری نہیں اور اپنی ذات اور معاونین کے لئے درہم خریدہ معلوم ہوتی ہے۔ اپنے معاونوں اور ذات خاص کی نسبت کوئی سچوست۔ بدبختی حیات اور ممات کا الہام نہیں دیکھا۔ خدا کا بھی یہ خوب قاعدہ ہے کہ یک طرفی ہی خبر دیا کرتا ہے اور قادیانی پیغمبر سے تیرو کا نوں ڈرتا ہے۔

مرزا۔ اس لئے ہم بہ انکسار تمام ایسے مخالفین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ کسی پیشگوئی کو اپنی نسبت ناگوار طبع پاویں۔ جیسی کہ خبر موت فوت یا کسی اور مصیبت کی نسبت ہو تو اس بندۂ ناچیز کو معذور تصور فرماویں۔

جواب۔ عجز وانکسار کا کیا موقع ہے۔ عقلا موت فوت کی خبر سے ناراض نہیں ہوتے بلکہ احسان مانتے ہیں۔ مگر مکاروں سے ضرور نفرت کرتے ہیں۔ آپ کسی کی وفات ممات کا حال اگر درج رسالہ کریں تو ختم واکر کے پہلے اپنی اور اپنی اولاد اور تمام کنبہ کو بھی اس خبر میں شامل کر لیں تاکہ راست سمجھی جاوے اور اگر صرف مخالفوں کی ہی نسبت دریدہ دہنی کی تو پھر ہمارے حملے بھی آپ جانتے ہی ہیں قبر تک بھی پیچھا چھوٹنا مشکل ہوگا اور یہ بھی یاد رہے کہ اگر پیشگوئی مطابق نہ پڑی تو پھر بھی شرما ؤگے۔ ہاں پیشین گوئی تو اس کا نام ہے ہم کہتے ہیں کہ آپکی پیشینگوئی لغو ہوگی اور اُس کی بلا آپ کے سر پر پڑیگی۔

مرزا۔ بالخصوص منشی اندرمن صاحب مرادآبادی و پنڈت لیکھرام صاحب پشاوری وغیرہ کی نسبت غالباً اس رسالہ میں بقید وقت و تاریخ کچھ ہوگا۔

جواب۔ چو حجت نماند جفا جوئے را ۔ بہ پرخاش در ہم کشند روئے را + بس حضرت جناب منشی اندرمن صاحب دام اقبالہم واجلالہم سے مباحثہ تو کر چکے اب بھٹیاریوں کی طرح دست وگریبان ہوجانے پر آمادہ ہوجاؤگے اور دشنام دہی اور بداندیشی پر آمادہ ہوجاؤگے ؎ مرد نہ ترسے چشاند وسگ مانگے وبد + ہر کہ برخلقت حود مے تسد + اگر آپ کو مخالفین کے ہی بارے میں خبر ہوتی ہے تو اہل اسلام میں سے ملا عبدالرحمٰن صاحب قصوری اور لودہیانہ و دیوبند کے چند علماء جنہوں نے آپ کے حق میں کفر کا فتوے لگایا اور محضر نامہ بھی بہ ثبت مواہیر تیار کیا آپ کی پیشین گوئی حیات و ممات سے کیوں محروم رہے یہ آپکی پبلک کو صاف دھوکے دہی ہے آپ میں یہ قدرت ہرگز نہیں کہ کسی کے بارے میں صریح خبر بقید تاریخ و وقت لکھ سکیں۔ محض طول وفضول پیچدار عبارتیں لکھنا آپکا شیوہ ہے جیسی کہ براہین احمدیہ میں پُر کر رکھی ہیں۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ انشاء اللہ بروقت شروع رسالہ مذکور ناظرین خود دیکھ لینگے۔ یہی الہام ہے بجائے پنڈت لیکھرام لیکھدیا اب خدا پنڈت لیکھرام صاحب کی نسبت مخبر ہوا۔ جب وہ چھ ماہ قادیان میں رہکر آپ کے الہام دیکھنے کے مدعی رہے اور طرح طرح کے اشتہارات چھپواتے رہے اُس وقت کچھ نہ بن آیا اور رک اٹھاتے رہے۔

مرزا۔ ان صاحبوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ ہم دل سے کسی کے بدخواہ نہیں۔ خدا جانتا ہے ہم سب کی بھلائی چاہتے ہیں۔

جواب۔ صاحب خوب جانتا ہے کہ آپ حسب کوئی بدخواہ نہیں۔ سچ تو یہ ہے آپکی خیر خواہی بدخواہی کا مول صرف پانچ سات روپیہ ہے جسے کچھ دیدیا اُسکے خیر خواہ ورنہ بدخواہی میں تو کچھ کلام نہیں

مرزا۔ اور بدی کی جگہ نیکی کرنے کو مستعد ہیں۔

جواب۔ آپ میں نیکی کرنیکا مادہ ہی نہیں آپکی نیکی علم بتشریح ہے کہ جن مسلمانوں نے کچھ نہ دیا اُنکو براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ وہ جیتے ہی مرجائیں اور جن لوگوں نے آپکی کتاب خریدی اُنکی کیسی اہانت کی۔ مرزا امام الدین صاحب اپنے چچیرے بھائی نے تو بجائے مشکوری دشمن جانی سمجھے کہ انہوں نے آپکو اس مکروہ تزویر سے منع کیا تھا۔

مرزا۔ اور اسی طرح کی ہمدردی سے معمور اور معمور ہے۔

جواب۔ سچ ہے دروغگو را حافظہ نباشد۔ یہی ہمدردی ہے کہ ہر نوع انسان تو ایک طرف خاص اپنے حقیقی بھائیوں کی نسبت اپنے اشتہار کے آخری صفحہ کی تیسری سطر میں لکھتے ہو کہ میرے جدی بھائیوں کی جڑ کاٹ جائیگی اور وہ لاولد رہکر ختم ہوجائینگے اور خدا اُنپر بلا نازل کریگا کہ یہانتک کہ وہ نابود ہوجائینگے اُنکے گھر بیوائوں سے بھر جائینگے اور اُن کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا اور اپنی نسبت لکھا ہے کہ میری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیلیگی اور میرے گھر برکتوں سے بھر جائینگے اور میری اولاد منقطع نہ ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہیگی وغیرہ وغیرہ۔ ناظرین غور کریں کہ یہ کس نوع کی ہمدردی ہے یا خودستائی وبے دردی ہے۔ ہمدردی تو اسکا نام تھا کہ جیسا مرزا نے لکھا ہے اس کے بالعکس لکھتا یعنی اپنی جڑ کا کٹنا اور آپ لاولد رہنا اور خود مورد بلا ہوتا اور اپنے گھر بیوائوں سے بھرتا۔ قطعہ

ستنیدم کہ مردان راہ خدا ۔ دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ

ترا کے میسر شود این مقام ۔ کہ با دوستانت خلاف است جنگ

مرزا۔ لیکن جو بات کسی مخالف کی نسبت یا خود ہماری نسبت کچھ ہمیں منکشف ہو تو ہم اس میں بکلی معذور ہیں۔

جواب۔ ہاں اگر اپنی ذات اور عیال واطفال اور موافقین ومخالفین کی نسبت کوئی خبر یکساں درج ہوگی تو بیشک باعث مجبوری ہے ورنہ قلعی کرو فریب مفہوم ہوگا اور عام وخاص کی رائے میں قادیانی معلوم ہوگا۔

مرزا۔ ہاں ایسی بات کے دروغ نکلنے کے بعد جو کسی کے دل دکھنے کا موجب ہوگا۔ ہم سخت لعن طعن کے لائق بلکہ سزا کے مستوجب ٹھہرینگے۔

جواب۔ لعن طعن سے آپکو کیا ڈر ہے۔ بلکہ باعث کرو فر ہے آپکے معاونین کہا کرتے ہیں کہ لعن طعن سے ترقی مناسب ہوتی ہے۔ جیسے پچھلے پیغمبروں پر ہوتی رہی۔ اگر بصورت تخلف ہاتھ و زبان کٹوائے جانے کی شرط ہوتی تو بیشک دوسروں کے لئے کمایَنبغی عبرت ہوتی سُنا گیا ہے کہ آپ کی طرح پہلے بہائی تھمن سنگھ ساکن موضع بچھوانہ علاقہ پٹیالہ نے بھی مہاراج کرم سنگھ صاحب سرگباشی والی ریاست پٹیالہ کی نسبت ایسی پیشگوئی کی تھی۔ مہاراجہ صاحب بہادر نے اُنکو بلوا کر نظر بند کردیا تھا تاکہ مدت معینہ تک اگر میں زندہ رہا تو سمجھ لونگا ورنہ آپ غیب داں ہوچکے جب مدت مذکور گذر چکی اور حضور دام اسمہم کا بال بیکا نہ ہوا تو بھائی صاحب کی زبان کٹوادی گئی۔ تاکہ یہ زبان پھر کسی کے لئے باعث دل آزاری اور موجب اضطراری نہ ہو سچ ہے

؎ بہوش باش کہ سر در سر زبان نہ ہی ۔ زبان سُرخ سر سبز میدہد برباد

اب تک تو اس چین رہی۔ لیکن پچاس برس کے بعد اب آپ میں وہی وصف پائے گئے مبادا کہ حکام انگلشیہ براہ سیاست آپکے حق میں بھی ویسا ہی سلوک کریں کہ ہر کس و ناکس غیب دانی کا مدعی نہ بنے قصہ کوتاہ رموز مملکت خویش خسروان دانند۔

مرزا۔ ہم قسمیہ کہتے ہیں کہ ہمارا سینہ نیک نیتی سے بھرا ہوا ہے۔

جواب۔ جبکہ آپکے نذیر و بشیر نے موافق آیات سورۂ تحریم کے قسم کھائی اور توڑ ڈالی

تو آپکی قسم کا کیا اعتبار ہے جسکا فقط دو چار روپیہ پر مدار ہے نیک نیتی یہی ہے کہ جدی بھائیوں کی جڑ کاٹتے ہو اور اپنی نسل پھیلاتے ہو۔ ایک روپیہ کی کتاب کے سو سو پچاس پچاس لیتے ہو لوگوں کی طرف سے جعلی دستخط کر کے جھوٹے خط چھپواتے ہو بیوؤں کے چھلے مرکیاں تک اتروالیتے ہو کتاب چھپوانے کے لئے لوگوں سے روپیہ لئے اور عیش و عشرت میں اڑا دئے۔ لوگونکو زکوٰۃ نکالنے حج کرنے اور مسجد بنانے سے مانع آتے ہو اور جو آپ سے ملنے آتا ہے اُس سے پانچ چار نذر لئے بغیر بات نہیں کرتے اور یہی نیک نیتی ہے کہ مخالفین کو مرا چاہتے ہو اور یہی نیک نیتی ہے کہ جناب منشی اندرمن صاحب مراد آبادی کو رجسٹری شدہ اشتہارات بھیجکر مباحثہ کرنے اور الہام دکھانے کے لئے تین سو کوس سے بلوایا۔ جب حسب وعدہ روپیہ دینے پڑے تو فوراً بھاگ گئے اور ایسا عذر چھپوا دیا اور جب جناب منشی اندرمن صاحب [illegible] کو تشریف لیگئے تو پھر جھوٹے اشتہارات کا جاری کرانا شروع کرایا اور کہتے ہو جو مسلمان میرے قدموں پر چلیگا اُسی کی نجات ہوگی اور دوسروں کی نہیں اور اپنے تئیں سب اولیاؤں سے بزرگ تر بتلاتے ہو یعنی کہ آپکی نیک نیتی کہاں تک لکھی جاوے کہ ناحق ناظرین مطالعہ سے کلفت اٹھاویں آپکے اشتہارات و کتابات کچھ معمہ نہیں کہ دقت ہو ؎ ما راستمن خوب می شناسم ، این جبہ و عصا از چہ مے شناسم

مرزا۔ ہمکو خدا نے بنسبت اپنے بعض جدی اقارب کی نسبت اپنے بعض دوستوں کی نسبت اور بعض اپنے فلاسفر قومی بھائیوں کی نسبت اور ایک دیسی امیر نووارد پنجابی کی نسبت بعض متوحش خبریں مثل موت فوت کے منجانب اللہ منکشف ہوئی ہیں جو بعد دعا لکھی جائینگی۔

جواب۔ مرزا آجتک تو آپکو اپنی نسبت کوئی خبر متوحش نہ ملی۔ خدا کو بھی جرأت نہیں کہ آپ کی نسبت بری خبر بھیجے۔ خوف کے مارے تمام خبریں فرح بخش و نشاط افزا بھیجتا ہے۔ بعض جدی اقارب سے مراد مرزا امام دین صاحب وغیرہ آپکے چچا زاد بھائی ہیں جو آپکا مکر ظاہر کرتے ہیں دوستوں سے مراد قادیاں کے دس ساہوکار ہونگے۔ جنہوں نے آپکا بطلان کیا تھا اور فلاسفر قومی بھائیوں سے مراد ابو عبدالرحمن صاحب قصوری اور دیوبند اور لودہانہ کے بعض علماء سے ہوگی جنہوں نے کفر کا فتوے آپکے حق میں دیا۔ اور دیسی امیر نووارد بھی کوئی ایسا ہی روشن ضمیر ہوگا جس پر آپ کی حقیقت کھل گئی ہوگی۔ اور جب منجانب اللہ اُنکی نسبت متوحش خبریں منکشف ہو چکی ہیں تو تعصب کس سے ہوگا اور منصف کون ہے کہ محقق ہوں تو آپ جیسے ہوں۔ جو ایسی خبروں میں بھی متشکک ہیں ؎

نگہ دار آں شوخ در کیسہ دُر ۔ کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بُر

مرزا۔ اور ایک کے لئے ہم دعا کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اگر تقدیر معلق ہو تو دعاؤں سے ٹل سکتی ہے اس لئے رجوع کرنے والے مصیبتوں کے وقت مقبولوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

جواب۔ آپ تو مقبولوں کے سرغنہ ہیں اور آپکی دعا تو تقدیر معلق کو ماسوا تمام ٹال سکتی ہے۔ ہم بھی چند نامی اشخاص کے نام لکھتے ہیں ذرا انکی مراد بھی پوری کیجئے نواب صاحب ٹونک کو تھوڑے دنوں سے خلل دماغی ہے۔ رامپور کے نواب کو پتھری وغیرہ کی بڑی مرض ہے۔ صدیق حسن خان بھوپال معزول ہیں اور انکی نسبت جو مقدمات اور ضمن مال سرکاری دائر ہیں اُنسے نہایت ملول ہیں انہیں کے متوسل ایک ناظم صاحب بجرم ظلم و تعدی دس سال کی قید میں مبتلا ہیں۔ جناب بیگم صاحبہ والی بھوپال صدیق حسن خان معزول کو تیس لاکھ روپیہ دیکر خارج کرنا چاہتی ہیں اُنکا ارادہ فسخ کیجئے۔ پٹیالہ ریاست کے ایک معزز اہلکار مشتاق ہیں کہ ممبر کونسل ہو جاویں دعا کا اثر دکھلائیے تاکہ خزانہ ریاست سے آپکی خوب مدد کریں اور لوگوں کو دو دو چار چار روپیہ کی تکلیف نہ دیں اور ایک نائب ناظم ریاست پٹیالہ کی آنکھیں آپکے عنایت مطیع ایک ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ سے معالجہ میں جاتی رہی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب پر احسان کیجئے۔ آپنے اُن سے مدد ایک سال وعدہ بھی کیا تھا کہ ہم نمبردار دعا کرتے ہیں۔ ایک سال کامل ہو گیا اب تو انکا بھی نمبر آگیا ہوگا اور جناب نے دو شاہ برہما کی طرف توجہ کیجئے کہ انکو کوئی ملک ملجاوے۔ مرزا صاحب نے تحصیل زر کی ترکیب تو خوب سوچی ہے کہ پہلے لوگوں کو ڈراویں اور پھر دعا کے بہانے اُن کو لوٹیں۔ مگر میرا تجربہ تو یہ ہے کہ کوئی سادہ لوح بھی آپ کی کھوکھلی دعاؤں پر یقین نہ کریگا۔

مرزا۔ اگر کسی صاحب پر کوئی ایسی پیشگوئی شاق گزرے تو وہ مجاز ہیں کہ یکم مارچ سے یا اس مارچ سے جو کسی اخبار میں پہلی دفعہ یہ مضمون شائع ہو۔ ٹھیک ٹھیک دو ہفتہ کے اندر اپنی دستخطی تحریر سے مجھکو اطلاع دیں تاکہ وہ پیشگوئی جسکے ظہور سے وہ ڈرتے ہیں اندراج رسالہ سے علیحدہ رکھی جاوے اور موجب دل آزاری سمجھکر کسی کو اس پر مطلع نہ کیا جائے۔ اور کسی کو اس کے وقت ظہور سے خبر نہ دیجاوے۔

جواب۔ آپکی علت غائی یہ ہے کہ لوگ ڈر کر آپکی طرف رجوع لاویں اور بھینٹ چڑھاویں اور تحریریں بھیجدیں آپسے کوئی نہیں ڈرتا ہے تب کہ جی کھولکر درج کیجئے ادھر ہمارا رسالہ جلد تیار ہوتا ہے ہم بھی ایسا الہام سنائینگے اور غیب کی باتیں سنائینگے۔ مگر ناظرین کو آپکے الہامات کی قسم کہ کوئی صاحب سہواً یا عمداً کوئی تحریر مرزا کے پاس نہ بھیجیں۔ تاکہ مرزا کی افترا پردازی نہ ہوں۔ کہیں مومن خاں کے شعر پر ناظرین صاحب عمل نہ کریں ؎

جاہم از درد فراق تو لب دار رسم ۔ خوش کنم خاطر از وعدہ پشیمانی ترا

مگر مرزا صاحب آپ خود بھی خبردار رہنا کہ جیسے قادیان کے دس ساہوکاروں کی طرف سے جعلی خط مشتہر کیا تھا۔ کوئی قادیانی فریب سا کر درج رسالہ نہ کر دینا ہم منتظر ہیں فوراً آپکا کچا چٹھا کھولا جائیگا مرزا نے اشتہار کے مشتہر کرنے میں یہ بھی سوچا ہوگا کہ دیکھیں کیا کیا اعتراض ہوتے ہیں تاکہ اس میں پہلو بچائے جائیں ؎

منجنیق فلک سنگ فتنہ مے بارد ۔ من ابلہانہ گریزم در آبگینہ حصار

فریب کی بنیاد نہیں ہوتی ایک پہلو بچائینگے۔ دس پہلو اور نکل آوینگے افسوس کہ جن چیزوں کی افشا کا خدا کا منشا ہو اور آپ اخفا کریں اور یہاں تو امورات دل آزاری کو چھپانیکا منشا ظاہر کیا ہے اور آخر صفحہ اشتہار پر دیکھو اپنے جدی بھائیوں کی نسبت کیا کیا سخت کلامیاں کی ہیں اور براہین احمقیہ میں کیا کیا بکواس بکی ہیں۔

مرزا۔ منجملہ اُن پیشگوئیوں کے جو مفصل اس رسالہ میں درج ہونگی پہلی ایک پیشگوئی جو خود اس احقر سے متعلق ہے آج ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں برعایت اختصار کلمات الہامیہ موٹے طور پر لکھی جاتی ہے۔

جواب۔ یہ محض خلاف ہے کوئی پیشگوئی نہیں ہوئی کیونکہ اس احقر کو صفائی قلب اور نیک نیتی کے سبب کبھی کبھی اوتعالیٰ کی بارگاہ میں دخل روحانی ہوتا ہے کسی وقت اور کسی مطرب یا خود اوتعالیٰ سے آپکا ذکر نہیں سنا۔ آج مبارک دن پھاگن سدی ایکادشی سمت ۴۲ بکرمی کو جو صفائی وقت میسر ہو کر پھر گزر ہوا۔ تو آپکی تصدیق کلام کے لئے بارگاہ باری تعالیٰ میں جو عرض کرتا جاتا تو ابھی غلام احمدی میری زبان پر گزرا تھا کہ اوتعالیٰ نے نہایت جلال سے فرمایا کہ وہ شخص تو ازل میں مکار و غدار اور مفتری پیدا کیا گیا ہے اور زمانہ آئندہ میں ایک دو شخص ایسے ہی اور بھی ہونگے۔ میں نے عرض کی کہ بار خدایا ایسے مکار کو سزا کیوں نہیں دیتا جو بندگان ایزدی کو گمراہ کرتا ہے فرمایا ابھی اُسکے پچھلے اعمال کا بدلہ باقی ہے تین سال پر سزا

دیجاوے گی میں نے عرض کی کہ پچھلے جنم میں وہ کون تھا فرمایا گھسی لومڑی تھی جو مکر و فریب سے جنگل کے جانوروں کو کھایا کرتی تھی وہی مکر و فریب اُس کی ذات میں ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو لوح محفوظ دکھلائی جس میں سب مکاشوں سے اول نام نامی درج تھا میں نے عرض کی کہ خداوندا اُس نے بہ اشتہار جاری کیا ہے۔ کہ مجھ کو الہامات ہوتے ہیں فرمایا محض جھوٹھ ہے جنے کوئی الہام یا پیشگوئی اسکو نہیں بتلائی جو باتیں وہ لکھتا ہے یا لکھے گا اس کے برعکس ہوگا۔ تو جا اور بذریعہ اشتہار اس کا جھوٹ مشتہر کر تاکہ میرے بندے نجات پاویں۔ الماموِر حذ دِر۔

مرزا صاحب! میرے مضمون سے آپ کو رنج نہ ہو میں تو باتباع حکم الٰہی عرض کر رہا ہوں۔ اگر کچھ میری بناوٹ معلوم ہو اور تصدیق مطلوب ہو تو جب آپ خدا سے ہمکلام ہوں پوچھ لیجئے گا۔ اگر ایماندار ہو تو فقرات الہامیہ کو مثل آیات قرآنیہ سمجھئے گا ورنہ آپ کو اختیار ہے ؎ بر رسولاں بلاغ باشد و بس

مرزا۔ پہلی پیشگوئی۔

جواب۔ جبکہ یہ سب سے اول پیشگوئی ہے تو آپ کے ہی قول کے موافق اور تمام پیشگوئیاں جو اس سے پہلے درج براہین احمدیہ ہو چکی ہیں جھوٹی ہوئیں حالانکہ دروغگو را حافظہ نباشد ؏ جادو وہ ہے جو سر پہ چڑھ کے بولے

مرزا۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔

جواب۔ رحمت کا نہیں زحمت کا کہا ہوگا۔ آپ تو ہر بات کو الٹی سمجھتے ہیں اور ز ح میں امتیاز نہیں رکھتے ہیں۔

مرزا۔ تیری دعاؤں کو میں نے سُنا اور اپنی رحمت سے بپایہ قبول جگہ دی۔

جواب۔ خدا کہتا ہے جھوٹوں کا جھوٹا ہے میں نے کبھی اُس کی دعا نہیں سُنی اور نہ قبول کی۔

مرزا۔ تیرے سفر کو جو ہوشیارپور اور لودہانہ کا سفر ہے تیرے لئے مبارک کر دیا۔

جواب۔ خدا اس سفر کو نہایت منحوس بتلاتا ہے آپنے شاید لودہانہ میں بنا کنجر کی سرائے میں جیلخانہ کے متصل فروکش ہونیکو مبارک سمجھا ہوگا۔

مرزا صاحب کو وقتاً طوائف بہت پاک معلوم ہوتا ہے کہ تمام شہر لودہانہ چھوڑ کر کنجر کی سرائے پسند کی اور براہین احمدیہ کی مد میں طوائفوں کا مال جو شرع محمدی میں قطعی حرام ہے شامل کیا۔ انبالہ میں تو مرزا صاحب نے پلیٹ فارم پر پولیس کے سپاہیوں سے دھکے کھائے اور پٹیالہ میں امرا اور وزرا سے خوب روپے اوڑائے۔ قصبہ منور میں ایک برہمن سے مباحثہ کرنے میں ہار کر رات کو بھاگ آئے۔ مگر اس سفر میں اعلیٰ درجہ کی مبارکبادی کنجر کے مکان میں پائین ہونے کی ہوگی۔

مرزا۔ سو قدرت اور رحمت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔

جواب۔ خدا کہتا ہے قہر کا نشان دیا ہے۔ رحمت کا نشان تو صرف بنا کنجر کی سرائے تھی اور بس۔

مرزا۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔

جواب۔ الفاظ تو یہ تھے اے مکرو مکار تجھ پر آلام۔

مرزا۔ خدا نے یہ کہا تھا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔ موت کے پنجہ سے نجات پاویں۔ قبروں سے دبے پڑے باہر آویں۔

جواب۔ خدا کہتا ہے کہ میں جلد مصرعی کو نذر النار کرونگا اور قبر سے نکالکر جہنم میں ڈالونگا۔

مرزا۔ دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔

جواب۔ آج تک گویا جس کا نام اسلام ہے وہ محض خیال خام تھا اور جسکا نام قرآن تھا وہ شرف و مرتبہ سے برکراں تھا۔ اب مرزا کی بدولت شرف و مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہوگا اور قرآن و اسلام کا نام باہر ہوگا۔

مرزا۔ اور حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔

جواب۔ مرزا ہی کے منہ سے ثابت ہوا کہ اب تک دین اسلام میں باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ موجود تھا اور حق مع اپنی تمام برکتوں کے مفقود۔ اب ساحر قادیانی کے وجود سے حق آویگا اور باطل جاویگا۔

مرزا۔ میں تیرے ساتھ ہوں۔

جواب۔ پہلے پیشوایان کے ساتھ کون تھا کیا شیطان نے عون تھا۔ البتہ خدا کا یہ فرمان تھا کہ میں مرزا کا ساتھی نہیں اُسکا مددگار شیطان ہی ہے۔

مرزا۔ جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اُسکی کتاب اور اُس کے رسول کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشان ملے۔

جواب۔ خدا کا ارشاد ہے کہ آریہ تو میرا دین ہے اور وید اقدس میری کتاب ہے۔ برہما میرا رسول ہے۔ جن کا اُس پر ایمان ہے۔ وہ مومن اور میرے وجود کے قایل ہیں اور جو اُس سے منکر ہیں وہ کافر اور شیطان کی طرف مائل ہیں۔

مرزا۔ تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائیگا۔ ایک زکی غلام لڑکا تجھے ملیگا وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے ہوگا۔

جواب۔ خدا نے یہ فقرہ سُنکر مُسکرا کے فرمایا کہ تو اس فریب کو سمجھا عرض کیا کہ میں دو سو کوس کے فاصلہ پر رہتا ہوں مجھے کیا معلوم ہے فرمایا کہ مرزا ابن غلام مرتضیٰ ہے۔ اب یہ پچاس سالہ ہے اور سلطان احمد اور فضل احمد اس کے دو فرزند حیات ہیں جن میں ایک ستائیس اور دوسرا چھبیس سالہ ہے باوصف اس کے ڈیڑھ سال ہوا کہ بندۂ شہوت ہو کر ایک جوان خوبصورت عورت سے اور شادی کی ہے۔ شبانہ روز کی دہکا پیل سے وہ حاملہ ہو گئی ہے اُس سے جو لڑکا پیدا ہوگا اُس کا نام پاک لڑکا رکھا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کیا واقعی لڑکا ہوگا۔ فرمایا نہیں لڑکی ہوگی تحریر اپنا الہام سچا کرنے کو مرزا اُسوقت منود فریب کھیلے گا اور اُسوقت ہم تجھکو اطلاع دینگے۔

مرزا صاحب! اب میرا سوال ہے کہ آپکے یہ لڑکا اکی دفعہ ہوگا یا دوسری نوبت الہام میں تاہم عبارت اصلی لکھی ہے کہ اگر اب کی دفعہ لڑکا ہو گیا تو الہام سچا ہوا ورنہ دوسری دفعہ کی تاویل بتاوینگے۔ کیوں صاحب اب خدا نے آپ کو پاک لڑکا دینے کی بشارت دی ہے۔ کیا پہلے لڑکے دو تو کریہ منظر ناپاک ہی ہیں اور کیا اپنی ذریت سے ہونے میں کچھ شبہ بھی ہے۔ مرزا صاحب واقعی اب آپکے کمالات پیمبروں کے ساتھ خوب مشابہ ہو چلے۔ پیمبر صاحب نے بھی ساٹھ سال کی عمر میں آٹھ دس سالہ حضرت عایشہ سے نکاح کیا۔

مرزا۔ اُسکا نام عمو ایئل اور بشیر بھی ہے۔

جواب۔ ہم نے سُنا۔ خدا کہتا ہے اُسکا نام عزرائیل اور شریر بھی ہے۔

مرزا۔ اُس کو مقدس روح دی گئی۔

جواب۔ کیا آپ کو شاید شیطانی روح عطا ہوئی ہے اور اُسکی نسبت یہی کہا چاہئے کہ ناپاک اور پلید روح دیگئی ہے۔

مرزا۔ وہ نور اللہ ہے۔

جواب۔ وہ دیو رجیم کہلاتا ہے۔

مرزا۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔

جواب۔ خدا کہتا ہے وہ آسمانی گولا نہایت منحوس ہے جو پاتال کو جاتا ہے۔

مرزا۔ اُس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئیگا۔

جواب۔ آجتک مرزائی فرقہ میں عموماً اور مرزا صاحب پر خصوصاً قہر کا سایہ تھا جو اُس مغضوب ربانی کے سبب جہاں میں آیا تھا

مرزا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔

جواب۔ شاید وہ صاحب ذلت و نحوست و نکبت ہوگا۔

مرزا۔ وہ دنیا میں آئیگا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔

جواب۔ خدا کہتا ہے وہ مرزا کی طرح دنیا میں آکر اغوا اور شیطانی نفس اور روح منحوس کی نحوست سے بہتوں کو دائم المریض کرکے واصل فی النار کریگا اور آخر کو خود بھی اس میں پڑیگا اور اُسکا انجام خراب حال ہوگا۔

مرزا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے

جواب۔ خدا اسے ناپاک بتلاتا ہے۔ جس کو شیطان نے اپنی شیطنت اور بے حمیتی سے بھیجا ہے

مرزا۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔

جواب۔ وہ نہایت غبی اور کودن ہوگا۔

مرزا۔ اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا۔

جواب۔ خدا کہتا ہے وہ نہایت غلیظ القلب ہوگا اور علوم صوری و معنوی سے قطعی محروم رہیگا۔

مرزا۔ وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا۔ اس لئے معنے سمجھ میں نہیں آتے۔

جواب۔ خدا نے اُس کے معنے مجھکو بتلائے ہیں کان لگا کر سن لیجئے کہ ایک تو طلیحہ اور دوسرے اسود عنسی نے پیغمبری کا دعوےٰ کیا تھا اور اب غلام احمد قادیانی کر رہا ہے یہ جنین بھی دعوےٰ رسالت کرکے تین کو چار کریگا قیاساً یہ صورت بھی ہو سکتی ہیں۔ ایک آپ دونوں آپ کی بیوگان۔ چوتھا وہ۔

مرزا۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلا۔

جواب۔ خدا کہتا ہے غلام جان بدبخت خسرۃ الدنیا والآخرۃ مصداق باطل و العاطل

مرزا۔ کان اللہ نزل من السماء۔

جواب۔ خدا کا یہ فرمان ہے کان الشیطان وروعن الفلک مرزا اُس کا نزول تو آسمان سے ہوتا ہے آپکا اور آپ کے دونوں فرزند سابقہ کا نزول کہاں سے ہوا تھا۔

مرزا۔ جسکا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔

جواب۔ کیا آپ اور آپکے دونوں فرزندوں کا ظہور نامبارک اور قہر الٰہی کے ظہور کا باعث ہوا تھا۔ اُسکی نسبت کیا خدا کا یہی ایما ہے۔

مرزا۔ نور آتا ہے نور جسکو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا ہے۔

جواب۔ آیا آپ اور آپکے دونو لخت جگر ظلم محض تھے جنکو خدا نے اپنے قہر غضب کے قطران سے متعفن اور گندہ کیا اُسکو بھی خدا اسی ہتھیلی کا بٹا بتاتا ہے۔

مرزا۔ ہم اُس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اُس پر ہوگا۔

جواب۔ پہلے ثلاثہ کاملہ میں کسکی روحیں پڑی ہیں اور کس کے زیر سایہ ہے اُس کی نسبت تو خدا کا یہ فرمان ہے کہ اُس میں شیطان کی روح پڑیگی اور خدا کا غضب اُس پر برسے گا۔

مرزا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔

جواب۔ خدا کہتا ہے کہ محض جھوٹھ ہے جلد جلد تو مرغی کا بچہ یا چارپایہ کا نطفہ بڑھتا ہے اگر وہ اُسی کا بچہ ہے تو آہستہ آہستہ پرورش پائیگا۔ بھلا مرزا صاحب آپ کے قول کے مواتق وہ ہفتہ میں کئی فٹ کا ہو جائیگا اور یہاں ثلاثہ ہفتہ میں کئی فٹ کا ہونا رہا ہے۔

مرزا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔

جواب۔ کیا پہلا ثلاثہ اسیر نفسوں کی قید کا باعث ہوا ہے اب خدا کہتا ہے وہ دائم المحبس ہوگا۔

مرزا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا۔

جواب۔ پہلا ثلاثہ کیوں گمنام رہا۔ اب خدا کہتا ہے محض خلاف ہے اُس رذیل کا نام قادیان میں بھی بہت سے نہ جانیگے۔

مرزا۔ اور قومیں اس سے برکت پائینگی۔

جواب۔ ثابت ہوا کہ آجتک سب فرقہ اسلام کی برکت سے محروم ہیں اور مرزا صاحب کے ارد گرد سے بھی برکت معدوم ہے اب اُس برکت سے برکت پائینگے اور ایسا نام چھپایا جائیگا

مرزا۔ پھر اپنے نفس ناطقہ سے آسمان کیطرف اٹھایا جاویگا۔

جواب۔ کیا اُسکے سوا ثلاثہ سابقہ گنج قارون کی طرح تحت الثریٰ میں چلا جاویگا

مرزا۔ پھر بشارت دی تیرا گھر برکت سے بھر جائیگا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کرونگا۔

جواب۔ معلوم ہوا کہ اب تک ساحر قادیانی کا گھر نحوستوں سے بھرا ہوا ہے۔ اور خدا کی کوئی نعمت اس پر پوری نہیں ہوئی جب پچاس سال تک محروم تو اب کیا مقسوم ہا

مرزا۔ اور خواتین مبارکہ سے جنمیں سے تو بعض کو اسکے بعد پائیگا تیری نسل بہت ہوگی۔

جواب۔ پچاس سال کی عمر ہو چکی مہور خواتین کی آرزو باقی ہے۔ ع

سیاہی رفت و آرزو نہ رفت + جب پچاس سال تک نسل نہ پھیلی تو اب ع
نراکہ دست ملرزد گہر چہ دانی سفت + اولاد پھیلنے کی کیا امید ہے ع پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند +

مرزا۔ اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤنگا اور برکت دونگا۔

جواب۔ شاید خدا کہتا ہے۔ میں مرزا کی ذریت کو منقطع کرونگا اور نحوست دونگا مرزا صاحب آپ ہر ایک بات کو اُلٹی ہی سمجھتے ہیں ؎

نہ ہو کیونکر تمہارا کار اُلٹا تم اُلٹے بات اُلٹی یار اُلٹا

مرزا۔ مگر بعض اُن میں سے کم سنی میں فوت بھی ہونگے۔

جواب۔ بعض نہیں کچھ دیا ہی ہے اصل میں کلہم حکم ربانی تھا۔

مرزا۔ اور ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جاویگی اور وہ لاولد رہکر ختم ہو جائینگے۔ یہانتک کہ وہ نابود ہو جائینگے اور اُنکے گھر بیواؤں سے بھر جائینگے۔

جواب۔ خدا نے یہ الہام سنکر خفا ہوکر فرمایا کہ یہ پیشگوئی ہے نا فضول گوئی۔ جو بات مدتوں سے ظاہر ہے اُسکو چالاکی سے اپنا الہام بنا کر لوگوں کو ناحق دھوکھے میں ڈالتا ہے اور اپنے جدی بھائیوں کا دل دُکھاتا ہے اسکے بعد خدا نے ایک کاغذ پر مرزا اور اُس کے جدی بھائیوں کا شجرہ نسب مع کیفیت مفصل لکھکر میری طرف ڈالدیا اور اشارہ واسطے مشتہر کرنے کے کیا۔ لہٰذا وہ شجرہ السابقین ارباب بصیرت کرکے ملتجی ہوں کہ سب صاحبان غور فرماویں۔ اور اس طرح اس قادیانی نے آج تک محض جھوٹے قصے بنا کر درج اشتہارات کئے ہیں۔ جب خود خدا اُس کی کتاب پر گواہی دیتا ہے تو اب شک کیا ہے۔

شجرہ نسب غلام احمد قادیانی حسب ایماء ربانی

مورث اعلےٰ

- عطا محمد
  - غلام مرتضےٰ
    - غلام قادر — آخر ۹۴ء میں بعمر ۵۵ سال لاولد فوت ہوا۔
    - غلام احمد
      - سلطان احمد — بعمر ۴۲ سال فرزند غلام احمد حیات ہے
      - فضل احمد — بعمر ۲۶ سال فرزند غلام احمد حیات ہے
  - غلام محی الدین
    - امام الدین — انکی سن شریف اسوقت ۵۵ سال ہے اولاد نہیں رکھتے
    - نظام الدین — انکی عمر اسوقت قریب پچاس برس کے ہے اولاد کچھ نہیں۔
    - کمال الدین — یہ شروع عالم شباب میں فنافی اللہ ہوکر اپنا آلہ تناسل کٹوا کر زمرہ فقرا میں شامل ہوگیا ہے ابتک مدستور اسی طرح ہے۔
  - غلام حیدر
    - حسین بیگ — عرصہ پچیس ۲۵ سال سے جبکہ عمر اسکی قریب پندرہ بیس برس کی تھی مفقود الخبر ہے اسکی عورت بطور بیوہ موجود ہے۔

اب ناظرین شجرہ نسب سے اندازہ کرسکتے ہیں کہ آیا یہ بیتین گوئی ہے یا بیہودہ گوئی۔ کیونکہ جس حالت میں کہ سوائے غلام احمد کسی کے گھر قدرت سے اولاد نہیں اور دو عورتیں بیوہ موجود ہیں اور جو مرزا امام الدین صاحب وغیرہ حیات ہیں اُنکے آگے باعث مُسن ہونے کے کچھ اولاد کی امید نہیں پھر یہ لکھنا کہ اُنکے یعنے میرے جدّی بھائیوں کے گھر بیوگان سے بھر جائینگے۔ کیسی صریح جعلسازی اور پبلک کو دھوکہ دہی ہے۔

مرزا۔ خدا تیری برکتیں اردگرد پھیلائیگا اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد ہوگا۔

جواب۔ آج تک آپ کے اردگرد کوئی برکت نہیں پھیلی۔ نحوستیں ہی نحوستیں پھیلتی رہیں۔ اور قادیان میں آباد شدہ آپ سے اُجاڑ و ویران ہوگیا ہے۔

مرزا۔ ایک ڈراونا گھر برکتوں سے بھر دیگا۔

جواب۔ کیا آج تک آپکا گھر نحوستوں سے خدا نے بھرا ہوگا۔

مرزا۔ تیری ذریت منقطع نہ ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہیگی۔

جواب۔ آپ کی ذریت بہت جلد منقطع ہوجائیگی۔ غایت درجہ تین سال تک سرسبز رہیگی۔

مرزا۔ خدا تیرے نام کو اُس روز تک جو دنیا منقطع ہوجائے عزت کیساتھ قائم رکھیگا

جواب۔ خدا کہتا ہے۔ چند روز تک قادیان میں نہایت ذلت و خواری کے ساتھ کچھ تذکرہ رہے گا پھر معدوم محض ہوجائے گا۔

مرزا۔ تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیگا۔

جواب۔ جب خود محمد صاحب کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی تو آپ کس باغ کی مولی ہیں۔

مرزا۔ میں تجھے اٹھاؤنگا۔

جواب۔ آپ اٹھانے کے ہی قابل ہیں۔ میری بھی یہ دعا ہے کہ بہت جلد اُٹھائے جاویں اور درکات میں ڈالے جاویں ؎

طالعے راخفتہ دیدم نیم روز — گفتم این فتنہ است خوابش بردہ بہ

مرزا۔ تیرا نام صفحہ زمین سے کبھی نہیں اُٹھیگا۔

جواب۔ کیا آپ کے سوا محمد صاحب اور سب پیغمبروں اور پیشوایان اسلام کا نام صفحہ ہستی سے خود مفک ہوگیا جو آپکا بھی جے چار ہیگا۔

مرزا۔ اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کے فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ سب ناکام رہینگے اور ناکامی کے ساتھ مرینگے۔

جواب۔ بقول مرزا آجتک تو کوئی اُسکا مخالف اور مکذب ناکامی اور نامرادی سے نہیں مرا۔ تو کیا خود محمد صاحب کے مخالفین و مکذبین کا بال بیکا بھی نہ ہوا بلکہ ہفت اقلیم کے مالک بن رہے ہیں پس آیندہ بھی مرزا اور اُس کے پیشواؤں کے مخالف اسی طرح ساد کام رہکر سرکوبی اور گوشمالی کرتے رہینگے اور بذریعہ اشتہارات بحکم خداوند تعالےٰ مکاروں کے مکر ظاہر کرتے رہینگے +

مرزا۔ لیکن خدا تجھے کلی کامیاب کریگا اور تیری مرادیں تجھے دیگا۔

جواب۔ آجتک تو آپ کلی ناکام ہیں اور ساری مرادوں سے محروم تام جب اس عمر تک ایسی ناکامیابی رہی ہے تو آیندہ بھی یہی نامرادی رہیگی اور کوئی امید نہ بر آویگی۔

مرزا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤنگا اور اُن کے نفوس و مال میں برکت دونگا۔ اور کثرت بخشونگا۔

جواب۔ ابتک تو آپکے خالص اور دلی محبوں کا گروہ گھٹتا رہا ہے اور اُن کی جانیں اور اُن کے اموال برباد ہوئے۔ آیندہ بھی خدا کہتا ہے خسر الدنیا والآخرۃ ہونگے۔

مرزا۔ اور وہ مسلمانوں کے اُس دوسرے گروہ پر تا روز قیامت غالب رہینگے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔

جواب۔ آپکا گروہ ہی کیا ہے ایک لالہ شرمپت رائے پیشگوئیوں کے گواہ دوسرا عبداللہ سنوری اور دو ایک ایسے ہی ٹکڑ خورے جس سے دو چار روپیہ ملگئے اُسکی مدح کردی ورنہ قدح اور آپسے فریب سا یا وہ گواہ بنگئے۔ آپنے سارا طریقہ محمد صاحب کا اختیار کیا ہے اُنہوں نے قرآن بنایا اور خدا کے ذمہ لگایا۔ آپنے براہین احمدیہ لکھی اور خدا سے عربی اور انگریزی سیکھی اُن کے چار صحاب تھے آپکے چاروں مددگار ہیں انہوں نے خودستائی سے قرآن پر کیا۔ آپنے اپنی تعریف سے براہین احمدیہ کو مملو کیا۔ انہوں نے پیش گوئیاں کرنے کا دعوےٰ کیا آپنے بھی وہی شیوہ اختیار کیا۔ اُنہوں نے پیرانہ سالی میں خدا کے حکم سے شادی کی آپنے بھی اسی طرح خدا کے حکم کی آڑ لی۔ اتنی گنجایش یہاں نہ تھی اور تفصیل قاطع براہین احمدیہ میں ہوگی۔

مرزا۔ خدا اُنہیں نہیں بھولیگا اور فراموش نہیں کریگا۔

جواب۔ مرزا کے قول سے ثابت ہے کہ خدا کے مزاج میں بھول اور فراموشی بھی ہے۔ کسی کو مخلوقات میں سے جانتا ہے کسی کو نہیں پہچانتا ہے۔ پس کیا عجب ہے کہ اگر بھول کر مرزا اور اُس کے معاونوں کو فی النار کردے اور اُس کے مخالفوں اور مکذبوں کو جنتی بنادے۔

مرزا۔ علےٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔

جواب۔ آجتک جس قدر آپ کے مخلص ہوچکے کیسے کیسے اجر لعن و ملام کے پاچکے ہیں آیندہ جو ہونگے۔ ایسے ہی کیفر کردار پائینگے۔

مرزا۔ تو مجھ ایسا ہے۔ جیسے انبیاء بنی اسرائیل۔

جواب۔ خدا کہتا ہے بلکہ اُن سے بڑھکر جیسے جو جو مکر و فریب مرزا کی ذات میں گوندھے ہوئے ہیں۔ اُن کو عشر عشیر بھی نصیب نہیں ہوا تھا۔

مرزا۔ تو مجھ سے ہے میں تجھ سے ہوں۔

جواب۔ دور و تسلسل کے سوائے سوال یہ ہے۔ کہ پہلے کون باپ سا تھا۔ اور والدہ شریفہ کا کیا نام تھا۔ خوب! عیسائی تو فقط حضرت عیسٰے اور مریم کو روحانی خدا کا فرزند و زن بتلاتے تھے یہ حضرت پیغمبر قادیانی خوب پیدا ہوئے کہ نہ فقط خدا کے زن و فرزند ثابت کرتے ہیں۔ بلکہ خود خدا کا باپ بھی بنا چاہتے ہیں۔

مرزا۔ اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالیگا۔ یہانتک کہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے۔

جواب۔ خدا کہتا ہے کہ وقت بہت اقرب ہے کہ حکام وقت تجھے ملتوذ اور فریب افترا پردازی کی سزا دینگے۔ اور لوگ تیرے نام سے نفرت کرینگے اور لاحول پڑھینگے۔

مرزا۔ اے منکرو اگر تم میرے بندہ کی نسبت شک میں ہو اگر تمہیں اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے جو ہمنے اپنے بندہ پر کیا تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو۔

جواب۔ قادیانی خدا کا ارشاد ہے کہ میں نے تجھپر کچھ فضل و احسان نہیں کیا نہ کوئی رحمت کا نشان بھیجا۔ یہ سب تیری کارسازی ہے اور سراسر جعلسازی اور خدا کا یہ بھی فرمان ہے کہ میں نے جو فضل و احسان کیا ہے سب آریوں پر کیا ہے اور وقتاً فوقتاً انہیں کو الہامات اور رغبت کی خبروں سے اطلاع دی ہے۔ اور سب فرقے جھوٹے مدعی ہیں۔ یہ بشارت خدا تعالےٰ نے ہمکو دی ہے اگر آپکو اسمیں کچھ شک ہو تو اس کے مقابل کوئی دلیل پیش کیجئے ورنہ خدا سے ڈرنا چاہیئے وہ بڑا قادر مطلق ہے جھوٹوں کو بہت سزا دیگا اور گوناگوں عذابوں سے معذب کریگا۔

عذر

مرزا صاحب! اس اشتہار میں جو کچھ احقر نے عرض کیا ہے حرف بحرف خدائے تعالےٰ کے حکم سے لکھا گیا ہے۔ اور اُسکے حکم سے کسیکو گریز نہیں کیونکہ وہ احکم الحاکمین ہے پس آپ اور آپ کے معاونین اس معروضہ کو پڑھکر رنجیدہ دل اور کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ المامور معذور۔ بقول۔ ؎

گرچہ تیر از کماں ہمے گذرد　　از کماندار بیند اہل خرد

الراقم مولف قاطع براہین احمقیہ

از پنجاب پھاگن سُدی ایکادشی سمت ۱۹۴۲ بکرمی مطابق ۱۸۔ مارچ ۱۸۸۶ء

اشتہار دوم

قادیانی کرامت کا لٹکا۔

غلام احمد قادیانی کے پہلے مکر و فریب بذریعہ اشتہارات شائع ہو چکے ہیں۔ اب نیا گھڑنت کرکے ۲۲۔ مارچ ۸۔ اپریل کو اور دو اشتہار دروغ بیفروغ لے در پے جاری کئے ہیں۔ چونکہ ہم بھی جانب قادر مطلق سے اس کے افشاء راز پر مامور ہیں۔ اس لئے فقرہ فقرہ کا حسن و قبح ہدیہ ناظرین کرنے پر مجبور ہیں۔ عبارت اشتہار کے اول لفظ **قال** اور ابتدائے جواب میں کلمہ **اقول** ہوگا۔

اشتہار اول ۲۲۔ مارچ۔

قال۔ میرے اشتہار ۲۰ فروری پر جسمیں ایک پیشگوئی در بارہ تولد فرزند درج ہے۔ حافظ سلطانی کشمیری اور صابر علی سکنائے قادیان نے نواب بیگ و شمس الدین و غلام علی ساکنان ایضاً کے روبرو یہ دروغ برپا کیا کہ ہماری دالست میں ڈیڑھ ماہ سے زوجی ملہم کے گھر لڑکا پیدا ہو گیا ہے۔ حالانکہ یہ قول انکا سراسر دروغ ہے **اقول**۔ دروغ گویم بر روے تو اسی کا نام ہے اور ہاتھیر سر سوالی آپ ہی کا کام صابر علی اور حافظ سلطانی کا حوالہ محض جعل ہے یہ بات اُنہوں نے ہرگز نہیں کہی بلکہ بعد چھپنے اشتہار کے جو انہوں نے غلام احمد سے اس الہام کا ثبوت چاہا کہ تمہارے پاس کس نے کہا ہے ہمارا مقابلہ کرائیے۔ غلام احمد سے کوئی جواب بن نہ آیا اور شرم کے مارے سر جھکایا۔ شمس الدین وغیرہ تین کس کی گواہی کا یہ حال ہے کہ شمس الدین تو حلفاً یہ بیان کرتا ہے کہ غلام احمد نے محض جھوٹ لکھا ہے جانتا ہوں میں ہرگز اس بات کا گواہ نہیں اور نہ صابر علی وغیرہ نے کچھ کہا ہے اور نواب بیگ آدمی باطل اور مرزا کا خدمتگار ہے پس اُسکی گواہی کا کیا اعتبار ہے۔ علےٰ ہذا غلام علی مرزا کا قریبی رشتہ دار ہے ست و روز اُسکی بھلائی اور بہتری کا خواستگار ہے۔ اب ناظرین کے ہاتھ انصاف ہے اور مرزا کا جھوٹ صاف ہے اگر کسیکو اسمیں شک ہو تو قادیان جاکر متحقق مشتبہ ہو۔

قال۔ جب سے وہ نہ مجھپر بلکہ تمام مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ **اقول** کیا آپ دین اسلام کے بانی مبانی ہیں اور موجد مسلمانی جو آپ پر حملہ کرنے سے سب مسلمانوں پر حملہ آور محمول ہوتے ہیں۔ حالانکہ کوئی مسلمان آپ کو مسلمان بھی نہیں سمجھتا۔ بلکہ کھلم کھلا مدعی بتلاتے ہیں اور کفر کا فتوے لگاتے ہیں۔ **قال**۔ اسلئے ہم اُنکے قول دروغ کا رد واجب سمجھ کر عام اشتہار دیتے ہیں۔ **اقول** اُن کا یہ قول ہی نہیں یہ سب آپکی بناوٹ ہے۔ پس گویا اپنے قول کا آپ ہی رد کرکے مشتہر کرتے ہیں۔ ؎

خیالاتِ نادان خلوت نشیں + بہم بر کنند عاقبت کفر و دیں۔

قال۔ کہ آج ۱۲۔ مارچ تک ہمارے گھر میں کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ **اقول**۔ آج کل کی کیا خصوصیت ہے بلکہ ابد تک آپکے کوئی لڑکا پیدا نہ ہوگا جیسے عرصہ ہوا بذریعہ اشتہار مفصل شائع ہو چکا ہے **قال**۔ بجز لڑکوں کے جن کی عمر میں بائیس سال سے زیادہ ہے پیدا نہیں ہوا۔ **اقول**۔ مرزا کی کوئی بات خالی از مکر و فریب نہیں لڑکوں کی عمر میں بائیس سال سے زیادہ مبہم عبارت میں لکھی ہے۔ حالانکہ ایک کی عمر ستائیس سال کی۔ دوسرے کی پچیس سال کی ہے وجہ اس فریب کی یہ ہے کہ لوگ لڑکوں کی عمر سے اُسکا عالم پیری سمجھکر مطعون نہ کریں کہ مرزا مطیع شہوت ہے **قال**۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا حسب وعدہ الٰہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا **اقول** یہ خوب ماجرا ہے کہ مخالفین کے مرنے کا تو آپکو بقید تاریخ و وقت الہام ہو اور اپنے گھر لڑکا پیدا ہونے میں سال کا بھی اعلام ہو۔ ؎ چوں ندانی کہ در سرائے تو چیست۔ تو بر اوجِ فلک چہ دانی چیست + یہ صریح آپکی جعلسازی ہے۔ اگر خدا سے الہام ہوتا تو کیا وہ تاریخ اور وقت بتلانے پر قادر نہ تھا اور اتنا تغیر و تبدل نہ کرتا حالانکہ پہلے اشتہار میں صاف صاف لکھا ہوا تھا کہ آپکو مقدس روح دی اور روح آسمان سے روانہ کر چکی ہے۔ پہلے کہا ہوگا ابھی ہوگا۔ نو برس کی میعاد کی پھر عنقریب بتلا کر اسے حمل سے وعدہ کیا۔ خاک یہ اوڑھی کہ بجائے عمنوائیل مرد کے لڑکی پیدا ہوئی اور پہلے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ نو برس تک آپ اور آپکی بیوی زندہ رہیگی۔ ہمارا الہام تو تین سال کے اندر اندر آپکا سب خاتمہ بتلاتا ہے جب آپ ثانی عیسٰے اور ہدایت خلقت کے لئے پیدا ہوئے ہیں تو آپکو سچا کرنے کے لئے اسی حمل سے خدا فرزند کیوں نہیں دیسکتا اگر یہی بات ہے تو پہلے اشتہار میں یہ قید نو برس کی چاہیئے تھی۔ بلکہ یہ بھی کہ حمل موجودہ سے لڑکا ہوگا یا لڑکی ہم پہلے اشتہار کے رد میں لکھ چکے ہیں کہ یہ مہمل عبارت اس لئے لکھی ہے کہ اگر اب لڑکا نہ ہوا تو آیندہ کے لئے تاویل بنائینگے سو وہی ہوا جب مردہ لڑکی کا پیدا ہونا خمیہ معلوم ہو گیا تو فوراً نو برس کا بہانہ بنا لیا اور اسکا کیا ستم کہ اسی لڑکی

خدا ایسا ایسا کریگا۔ کیا پہلے دو ڈیڑھ برسوں میں اُس جوان عورت کو اپنے نکاح میں لائے ہو اس کے اطمینان کے لئے وعدہ فرزند مذکور کا مضمون گانٹھا ہے۔ لیکن وہ ایسی باتوں سے ہرگز خوش نہ ہوگی۔ قال خواہ جلد ہو خواہ دیر سے بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائیگا۔ اقول اسکا نام الہام نہیں بلکہ خیال خام ہے بھلا اگر اس مدت میں بھی پیدا نہ ہوا۔ پھر بھی شرما ؤ گے یا کوئی اور بہانہ بناؤ گے یا خدا پر جھوٹے الہام کا الزام لگاؤ گے بہرحال جب سنے کہ مرزا کے دل میں یہ فقرہ ڈالا ہے وہ صحت لفظی سے بے بہرہ ہے لفظ بوجہ مدت کے لفظ سے مُعرّا ہے۔ قال اور یہ اتہام کہ گویا ڈیڑھ ماہ سے پیدا ہو گیا ہے سراسر دروغ ہے۔ اقول سچ تو یہ ہے کہ نہ اس اتہام کی اصل ہے نہ کسی متہم سے نقل ہے۔ یہ سب آپ کی بناوٹ ہے اچھا ڈیڑھ ماہ سے تو پیدا ہونا جھوٹ تھا اب ۱۵ اپریل کو مردہ دختر کا پیدا ہونا بھی جھوٹ ہے مرزا صاحب آپکا جھوٹ کسی طرح چھپ نہیں سکتا۔ اگر ایک تاویل بناؤ گے تو سو جگہ الزام کھاؤ گے ؎ دروغ اسے برادر مگو بیچارہ ہے ... والعہد بر مسافر۔ قال ہم اس دروغ کے ظاہر کرنے کے لئے لکھتے ہیں الخ اقول لوگوں کا دروغ آپ سے اب تک ثابت نہ ہو سکیگا۔ البتہ آپکا دروغ بات بات میں ملشت از بام ہو رہا ہے ابھی دیکھئے بجائے عمو ایل دختر مردہ کا قدم بیچ میں آگیا قال ایسا سب دفع کرنے کے لئے ہمارے سسرال میں چلا جاوے اگر کرایہ نہ ہو ہم اُسکو دیدینگے۔ اقول سبحان اللہ آپکا روپیہ دینا اور الف وعدہ کرنا نقش کالحجر ہے۔ پہلے بھی بہت لوگوں کو چوبیس سو روپیہ دینا ہوگا۔ باوجودیکہ لوگ پانچ پانچ سات سات کوس سے آئے اور اگر آپ میں کرایہ دینے کی وسعت ہوتی تو دس دس پانچ پانچ روپیہ کی خاطر پٹیالہ وغیرہ میں کیوں در بدر پھرتے قال اگر اب بھی جا کر دریافت نہ کرے اور دروغگوئی سے باز نہ آوے تو لعنت اللہ علی الکاذبین کا لقب پاوے اقول اب تو اخیر جانے اور دریافت کے اصل حال اظہر من الشمس ہو گیا ہے اب کہئے اپنے مجوزہ لقب سے ملقب ہوتے یا نہیں قال۔ خدا ایسے شخصوں کو ہدایت دیوے کہ جو جوش حسد میں آکر اسلام کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے اور دروغگوئی کے مآل کو بھی نہیں سوچتے اقول۔ حضرت نہ خدا کا قصور نہیں اُسکو ملزم نہ ٹھہراؤ اُسنے بحجۂ وافیہ نزول برآیات کے ایسے شخصوں کو خوب ہدایت دے رکھی ہے یہ ساری آپ کی فہمید کی کوتاہی ہے جو بوالہوسی اور طمع نفسانی کے بھندے سے کچھ نظر نہیں آتا ورنہ اس دروغگوئی کا مآل سب کھل جاتا ؎ نہ بیند مدعی جز خویشتن را + کہ دارد پردۂ پندار در پیش قال اس پیشگوئی پر ہوشیارپور میں ایک آریہ صاحب نے یہ اعتراض پیش کیا کہ لڑکا لڑکی شناخت دایاں کو بھی ہوتی ہے سو یہ اُن کی سراسر حق پوشی ہے کیونکہ اول تو کوئی دائی ایسا دعوے نہیں کر سکتی۔ دائی تو دائی کوئی طبیب بھی ایسا دعوے نہیں کر سکتا صرف ایک اٹکل ہوتی ہے جو بارہا خطا جاتی ہے اقول آریہ کا حوالہ محض حیلہ ہے ورنہ اُسکا نام ولستان مفصل ہوتا۔ مرزا کا یہ مستمر قاعدہ ہے کہ اپنے دل سے کوئی وسوسہ پیدا کر کے ایک آریہ یا ایک مسلمان کے نام سے درج کرتا ہے جیسے براہین احمقیہ میں جابجا درج ہے بھلا دائیوں کی اٹکل کا خطا جانا تو کچھ بڑی بات نہیں کیونکہ وہ بے علم عورتیں ہوتی ہیں۔ لیکن آپکا تو الہام تھا اور خدا نے بتایا تھا وہ کیوں خطا ہوا اور خطا بھی ایسا کہ بجائے لڑکا لڑکی بھی زندہ نہ ہوئی ہمیں بتلایئے حق پوش اور حیلہ کوش آپ ٹھہرے یا آریہ صاحب قال علاوہ اسکے یہ پیشگوئی آجکی تاریخ سے دو برس پہلے کئی آریوں اور بعض مسلمانوں اور بعض مولویوں اور حافظوں کو بھی بتلائی گئی تھی۔ چنانچہ آریوں میں سے ایک شخص ملاوامل نام اور بیز شرمپت رائے ساکنان قادیان ہیں اقول ڈیڑھ سال تو آپکی شادی کو ہوا چھ ماہ

پیشتر ہی مردہ ہو گیا تھا۔ اگر یہی بات تھی تو پہلے ۲۰ فروری کے اشتہار میں کیوں نہ لکھی اور اُسی وقت بذریعہ اشتہار علیحدہ شائع کر دیا تھا آریوں مسلمانوں حافظوں مولویوں اسقدر فضول اور بناوٹی عبارت سے کیا ثبوت ہوا۔ اگر وہ چار معزز اشخاص کا نام جنکو اپنا الہام بتایا تھا لکھتے زیبا تھا تاکہ تصدیق کلام ہوتی اور ملاوامل و شرمپت رائے کا جو آپنے نام لکھا ہے وہ محض انکاری ہیں کہ یہ بات ہمارے خواب و خیال میں بھی نہیں محض افترا و مرا ہے بلکہ لالہ شرمپت رائے کی بات سے اسی سبب بگڑی ہے کہ آپ اُسسے جھوٹی گواہی دلاتے تھے اور وہ راست کہتے تھے۔ اسی کینہ سے یہاں فقط شرمپت لکھا ہے پہلے اشتہار میں لالہ شرمپت رائے ممبر آریہ سماج قادیاں لکھا تھا جس میں تفاوت اور تحقیر کا نکتہ۔ اور جو بعض مولویوں کو مسلمانوں سے علیحدہ بیان کیا ہے۔ شاید وہ حافظ اور مولوی مسلمانی سے بے بہرہ ہیں قال۔ ماسوا اسکے پیشگوئی کا مفہوم اگر سطر کی نئی دیکھا جائے تو ایسا بشری طاقت سے بالاتر ہے جسکے نشان الہی ہونے میں کسیکو شک نہیں اقول بیشک اس پیشگوئی کا مضمون انسانی طاقت سے بالاتر ہے مگر شیطانی قدرت سے آگے کچھ بات نہیں لڑکوں کا کھیل ہے قال۔ اگر شک ہو تو اسی قسم کی پیشگوئی کرے اقول جس پیشگوئی کو شک ہو کا پیش کر دیتا ہمارے نزدیک تو شیطانی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے قال یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے جسکو خدائے کریم نے ہمارے نبی کریم رؤف کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کیلئے ظاہر فرمایا ہے اقول اگر آسمانی نشانوں کا یہی کرشمہ ہے تو کیفیت عالم بالا معلوم شد اور یہ بھی منکشف ہوا کہ آجتک محمد صاحب کی عظمت در صداقت ظاہر نہ ہوئی تھی اب مرزا کی بدولت ہو گئی تعظیم و حرمت کا مسلمانوں میں شہرہ ہوگا۔ سچ ہے ہرائیں نے ... قال در حقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے ... اقول ... جو دل جاہا گپ لگاتے ہو ورنہ عقلمند خوب جانتے ہیں کہ آپکی یہ لن ترانی اور گپ بیانی برتر ہے یا مردہ کا زندہ کرنا بہتر ہے اسیواسطے حضرت کے گھر بجائے زندہ مردہ پیدا ہوئی ہے قال کیونکہ مردہ کے زندہ کرنے میں خدا کی درگاہ میں دعا کر کے ایک روح واپس منگوا جاوے اور ایسا مردہ زندہ کرنا حضرت مسیح اور بعض دیگر انبیا کی نسبت بائیبل میں لکھا ہے جسکے ثبوت میں معترضین کو بہت سی کلام ہے الخ اقول اگر مردہ کو زندہ کرنا اور روح کا واپس منگانا ایسا آسان کام ہے تو اپنے آباؤ اجداد کے روح کو واپس منگا کر دکھلائیے اور جو اس فضیلت میں حضرت مسیح اور دیگر انبیا کی تکذیب کی ہے در اصل یہ انکی تکذیب نہیں بلکہ تم محمد صاحب کے مکذب ہو اور قرآن کو باطل بتلاتے ہو کیونکہ اسمیں حضرت مسیح اور دیگر انبیا کی تصدیق لکھی ہے اور آپکے نزدیک وہ لکھ پالی کی ہے پس ثابت ہوا کہ آپکے نزدیک عیسی اور بائیبل اور قرآن سب جھوٹے ہیں اور جو کچھ انمیں لکھا ہے سب الف لیلہ کے سے قصے ہیں قال اور ایسا مردہ صرف چند منٹ کے لئے زندہ رہتا تھا اور پھر دوبارہ اپنے عزیزوں کو ماتم میں ڈالکر رخصت ہوتا تھا اقول آپکے الہام کی برکت سے تو دختر مردہ چند منٹ بھی تو نہ رہی بلکہ مردہ ہی پیدا ہوئی اسلیئے حضرت مسیح اور دوسرے انبیا کا معجزہ اصل ٹھہرا نہ آپکے چعلوں کا ثمرہ بہتر ہوا ہمارے نزدیک تو جیسے آپ افترا پرداز ہیں ویسے ہی آپکے ملانے والے بھی جعلساز قال اگر مسیح کی دعا سے بھی کوئی روح دنیا میں آئی تو اسکا آنا نہ آنا برابر تھا اقول علاوہ مسیح کی روح معجزہ سے کچھ فائدہ ہوا یا نہ ہوا اس سے ہمیں کیا اسکی تصدیق مصنف قرآن کا جنے مسیح کو پیغمبر لکھا ہے اور اسکے احیاء الاموات معجزہ درج کر کے فرض ہے ہمارا چار بیت قصہ کہ خوب آئی خرق عادت کلام اس میں ہے کہ آپکی روح مطلوبہ سے کیا فائدہ ہوا البتہ اسکا آنا آپکے لئے بہت مفید پڑا جس کے آئینہ کے لئے آپکا کذب اور بہتان کھل گیا قال مگر اسجگہ بفضلہ و برکت حضرت نبی کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی پاک روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا ہے جسکی ظاہری و باطنی برکتیں تمام دنیا میں پھیلیں گی اقول ایسے خدا کے وعدہ کا کیا اعتبار ہے جسکا وہم دگرگونہ کار و بار ہے پہلے اشتہار میں بہت اقرب وعدہ کیا پھر نو برس کی مدت بتلائی پھر اسی حمل

سے لڑکا دینے کا اقرار کیا۔ آخر میں فقط مردہ لڑکی عطا کی ع۔ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی
یہی بابرکت روح تھی کہ جسکے دینے کا وعدہ فرمایا تھا اور یہی اُس کی ظاہری و باطنی برکتیں
تھیں کہ آپ کو کاذب ثابت کر دیا اور اپنی والدہ کو مرض مہلک میں مبتلا کیا **قال** جو لوگ
مسلمانوں میں چھپے ہوئے مرتد ہیں وہ آنحضرت کے معجزات کا ظہور دیکھکر خوش نہیں ہوتے **اقول**
ظاہرا مسلمانوں میں آپ سے بڑھکر کوئی مرتد نہیں معلوم ہوتا جو اپنے سعد سے اور خود غرضی
مطالب کو حضرت کا معجزہ کہتے ہو اور اگلے پچھلے سب اولیاؤں سے افضل و اعلیٰ بنتے ہو
قال میں کیا چیز ہوں جو کوئی مجھ پر حملہ کرتا ہے وہ اصل میں حضرت پر کرتا ہے **اقول**
ابھی آپ کیا چیز بھی نہ ہوئے آپ پر حملہ کرنا حضرت پر حملہ کرنا ہے اور آپکو جھوٹا بتلانا خدا
پر الزام لگانا ہے اور خدا نے آپکو سب انبیا اور اولیا سے برگزیدہ کیا ہے اور اپنی وحدت
سے بھی نزدیک مادہ بنایا ہے بلکہ خود خدا آپکا بیٹا ہوا ہے اور آپکا گھر برکتوں سے
بھر دیگا اور آپکے فرزند مردہ کا نام سمندر کے کناروں تک کریگا اور آپکی خوشنودی میں خدا
کی خوشنودی ہے اور آپکی خاطر لوگوں کے گھر سیاپوں سے بھر دیگا اور لاولد رکھکر خاندان
ختم کریگا اور آپکی اعانت کے لئے براہین احمقیہ کا لشکر لیکر آسمانوں سے آتا ہے اور سب سے
اعلیٰ اور برتر بنایا ہے پھر بھی اگر ناچیز ہی رہے تو فقط اپنا قصور رہا کہ خدا محبوب مطلق ہو جاوے اور
آپ مختار کل بجا دس ع آخر میں یاد رہیں ہمت مردانہ تو۔ **قال** مگر اسکو یاد رکھنا کہ وہ آفتاب پر
خاک نہیں ڈال سکتا الخ **اقول**۔ آپکے خیال خام میں جسکا نام آفتاب ہے وہ شب دیجور سے
بھی بدتر ہے اول تو روز سے خاک میں مدفون ہے اُسپر خاک ڈالنے سے اور کیا مقصود ہے

اشتہار دوم ۸۔ اپریل

قال۔ اس خاکسار کو اشتہار ۲۲ مارچ پر بعض صاحبوں جیسے منشی
اندرمن صاحب مراد آبادی نے یہ نکتہ چینی کی ہے کہ نو برس کی حد مسرو موعود کے لئے بڑی گنجایش
کی جگہ ہے ایسی لمبی چوڑی میعاد تک تو کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو سکتا ہے **اقول** منشی
صاحب ممدوح کی اس نکتہ چینی پر کس طرح اطلاع ہوئی آیا بذریعہ تحریر یا تقریر بر تقدیر
اول وہ تحریر موجود ہوگی ملاحظہ کرائیے بر تقدیر دوم مخبر معتبر کا نام بتلائیے ہم بارہا متنبہ
کر چکے ہیں ایسے صریح جھوٹ بولنے سے آپ ملہم نہ ہونگے بلکہ مکذبوں میں محسوب کئے
جاوینگے آپ پر لازم ہے کہ یا تو اپنے دعوے کو ثابت کریں ورنہ لعنت اللہ علی الکاذبین کا
مصداق بنیں اندرمن صاحب کے سوا اور بعض صاحبوں کا نام کیوں مخفی کیا ہی کیا جاوے
آپکا یہی شیوہ ہے کہ خیالی پلاؤ پکاتے ہو اور حجرہ میں بیٹھے باتیں بناتے ہو یہ اعتراض منشی
صاحب نے تو نہیں بلکہ اگر کسی اور صاحب نے کیا ہو یا آپنے اپنے دل سے گھڑا ہو تو عین
درست ہے کیونکہ اگر وہ لڑکا آسمانوں سے خدا کا مرسل آتا ہے تو اُسکی قدرت کاملہ کے
آگے نو ماہ کے اندر یا اسی حمل سے پیدا کرنا محال نہ تھا یہ ساری آپکی چالاکی ہے جس سے
ہرا دینے والے علمائی یہ سوچا ہوگا کہ اس مدت بعیدہ میں خفیہ خفیہ کوئی فریب بنا کر
لڑکا پیدا کر لینگے اول تو آپکی نظر حمل موجودہ پر تھی سو اُسکا نتیجہ تو ظاہر ہو گیا آیندہ جو
مکر بناؤگے اس کے ثمرہ سے خیالات اٹھاؤگے دوسرا الہام یہ کہتا ہے کہ لڑکا کیا تین سال
کے اندر اندر آپکا خاتمہ ہو جائیگا اور آپکی ذریت سے کوئی باقی نہ رہیگا۔ **قال** اُس کا
جواب یہ ہے کہ جن صفات خاصہ کیساتھ لڑکے کی بشارت دیگئی تھی کسی لمبی میعاد سے
اُسکی عظمت و شان میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔ بلکہ عین انصاف کی بات ہے کہ ایسے اعلیٰ
درجہ کی خبر جو ایسے نامی آدمی کے تولد پر مشتمل ہے انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے **اقول**
مرزا خود ہی سوال و جواب گھڑ کر اپنی برنطقیت ثابت کرتا ہے مگر جہالت کہاں جاوے علت
و دعویٰ دکھائی جاتی ہے عادت کبھی نہ جانے سوال دیگر جواب دیگر اعتراض تو اس بنا پر
جمایا تھا کہ نو برس کی میعاد میں مکر و فریب کی بخوبی گنجایش ہو سکتی ہے تو اُس کا جواب
تو کہاں بخلاف اُسکی عظمت و شان کا رونا رونے لگے بھلا اعتراض میں یہ کہاں ہے
کہ نو برس کی میعاد میں اُسکی عظمت و شان زائل ہو جائیگی یا وہ ایسا ذلیل و خوار ہوگا
کیا خدا نو برس کا کام ایک لمحہ میں نہیں کر سکتا اور آپکو سرخرو نہیں بنا سکتا **قول** ایسے
عالی درجہ کی خبر انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے **اقول** مرزا صاحب انسان تو نہیں جو
آپ سے بالاتر ہو آپ تو دنیا میں خدا پیدا ہوئے ہیں اس لئے آپ سے کچھ بڑی بات
نہیں **قال** ماسوا اس کے بعد اشتہار مندرجہ بالا کے دوبارہ اس امر کے انکشاف
کے لئے جناب باری میں توجہ کیگئی تو آج ۸۔ اپریل کو خدا کی طرف سے یہ کھلا کہ ایک لڑکا
بہت ہی قریب ہونیوالا ہے جو مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ **اقول** لیجئے مدت
حمل سے تو تجاوز کر گیا۔ لڑکا تو دور کنار ۱۵۔ اپریل کو مردہ لڑکی پیدا ہوئی اب بتلائیے وہ
الہام کدھر گیا۔ خدا جھوٹا ہوا یا آپ اب بھی شرماؤگے یا کوئی شعبدہ دکھلاؤگے معلوم
ہوا کہ آجتک اسی واسطے کوئی خبر اخبار یا اشتہار میں نہیں چھپوائے تھے گھر بیٹھے
بیٹھے مکر بناتے تھے فقط ایک ہی خبر چھپوائی ہے سو دیکھو کیسی رسوائی اٹھائی
ہے اب یا تو لڑکی سے لڑکا بنا دیجئے یا ان ترانیوں سے باز آکر تا زیست منہ نہ دکھائیے
اگر در خانہ کس است حرفے بس است **قال** چونکہ یہ ضعیف بندہ ہے اسی قدر ظاہر
کرتا ہے جو منجانب اللہ ظاہر کیا گیا۔ **اقول** آپ اپنے خیال شریف میں ضعیف
بندہ نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں کے کل آرزو بندہ ہیں۔ کوئی خبر خواہ آپ ظاہر کریں خواہ آپکا
خدا مگر ہمارا مطلب کہیں نہیں جاتا۔ یعنے آپ جھوٹے ہوگئے یا آپکا مولا۔ واللہ
خیر الماکرین ہے۔ آپ افضل المفترین ہیں ع

دریں دیر حبس شہر یارے نہاں ۔ جہاں جوں نگیرد قرارے جناں

قال۔ چونکہ اشتہار چھپنے میں کسی قدر دیر ہو گئی اسلئے چند قلمی نقلیں بذریعہ رجسٹری
بخدمت مسٹر عبد اللہ صاحب سابق اکسٹرا اسسٹنٹ و پادری عماد الدین صاحب
وغیرہ بلا توقف بھیجی گئیں۔ **اقول**۔ اب بھی اسی طرح عجلت کر لی تھی اور قلمی نقلیں
بھیجکر اطلاع دینی تھی کہ میرا الہام جھوٹا ہوا اور خدا نے مجھ سے دغا کی یا فلانے
شخص نے زہر دیکر مار دیا۔ یا فلانے کی کارسازی سے لڑکا سے لڑکی ہو گئی وغیرہ وغیرہ
جو مکر ہو سکتا تھا اُسکی بدستور سابق اطلاع واجب تھی +

مرزا کی جعلسازی۔ مرزا غلام احمد نے جو سوامی دیانند سرسوتی کے بارے براہین احمقیہ
میں اپنی پیشگوئی لکھی ہے وہ صریح البطلان ہے اگر مرزا پیشگوئی پر قادر ہوتا تو سوامی
جی کی وفات سے پہلے اشتہار دیتا اور درج اخبار کراتا کہ بتاریخ فلاں و ماہ فلاں و
سنہ فلاں سوامی جی روانہ جنت ہونگے۔ اسکا تو کچھ ذکر نہیں جب سوامی جی
انتقال کر گئے تو مرزا صاحب اپنی براہین احمقیہ کھول بیٹھے اور جھلا کر سنانے لگے
اسی طرح اب یکم مارچ ۱۸۸۶ء سے ایک اشتہار مشتمل بر تیاری رسالہ سراج منیر لاہور
جو چند لن ترانیوں پر مشتمل ہوگا دیکر خاموش ہو گئے ہیں اور باوجود وعدہ قلیل کے
اس مدت کثیر تک شایع نہیں ہوا۔ ہم فرضی ملہم صاحب کو متنبہ کرتے ہیں کہ اگر
پیشگوئی کا دعوٰے ہے تو رسالہ مذکور عرصہ سہ روز میں شایع کریں اور کسی شہر کی حیات
ممات کا نقشہ بھی بنا کر مشہور کریں تاکہ اُنکی قلعی کھلے اور اگر اسی طرح خاموش رہے
اور کسی ذریعہ کے بعد پھر آپنے گپ ماری تو محض لن ترانی سمجھی جاویگی بلکہ سب سے
اول اپنی وفات کی پیشگوئی کا پتہ معہ سال و تاریخ بتا دیں تو بہت انسب ہے کیونکہ ایک تو اُن کے
مکر و فریبوں سے مسلمان نجات پاوینگے اور دوسرے اُنکے گرویدوں کو موقعہ تحریر ملیگا ع۔

چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار

مراسلہ
ایک پنجابی - الہاموں کا شایق

نسخہ خبطِ احمدیہ

अग्ने व्रतपते व्रतं चरिष्यामि तच्छकेयं तन्मे राध्यताम्
इदमहमनृतात्सत्यमुपैमि ॥ य० १ मं० ५ ॥

ای داور داد بخش دادار — حاجت رحمتِ تو بسیار
ای عظمت قدرتِ تو برتر — از درکِ علوم و عقل و افکار
ای از نعمای تو بشارت — ہر دم بسر شکر ما گوسار
ای چون ذات تو ذات ذاتی عالم — داری ز ازل مدام قرار
ای دین تو دران حکمت پاک — در ذاتِ تو نیست نقص زنہار
ای تا ابد از ازل تو ہست — سرمایۂ کائنات بسیار
ای شاہنشہ جلال خزینہ — بے شرک توئی محیط و مختار
ای معدن تو عین حکمت — دانند این نکتہ اولی الابصار
[illegible] — در عدل تو ہست فضول گفتار
ہر در نجات عالم پاکت — انصافِ تو در جہاں پدیدار
مہ آیہ مہر و ماہ و اختر — فیض از تو بگردون و اشجار
در تو مکان کواکب و ارض — ہر یک بسر خلش سیار
المیرع خیال جہلا ست — در ملکِ تو مفسد و ریاکار
انسان و ملک ہمہ مشتاق — کس نیست مقترب و مددگار
معبود توئی نہ ہیچ مخلوق — مسجود تو بے جہاد آثار
ہو ست کہ غیر تو پرستند — در بتکدہ بت یعجبہ دیدار
ارواح ازلی تمام عالم — [illegible]
ہم ارازل اصل ادی شیا — در قبضۂ قدرت صد شمار
یک ذرہ ازان [illegible] — [illegible] گر چہ [illegible]
[illegible] — اندر [illegible]
یک ذرہ بود شریک خورشید — کے نقطہ شود محیط پرکار
اندری ہستی نداری — جہلائے گوئید بود نادار
[illegible] — تردید سیاں آں بتکرار
گویند قدیم ہستی داشت — ہیچ از ہستی نہ واقف کار
چون ملک ہستی بے تو بود — [illegible] شکستہ حکمت دیگر
ار چند ہزار سال گردید — [illegible]
[illegible] — [illegible]
گر ذات آں ہمہ مجبور بود — بے علم چو سنگ [illegible]
عالم ز خدا اگر جدا ہست — ہست از قدیم صفاتش انکار
ذات صفات ہست [illegible] — پیوستہ [illegible] ہیچو انوار
احداث گر از صفات [illegible] — مادر کہ بود بہر احمد ار
و مطلق نیستی حقر آمد — چیزے وکے بود [illegible] گفتار
[illegible] — [illegible] باشد پارہ پارہ [illegible]
ہم نیست بجز دو صنف آں کل — زیں نوع عبث بیاں بود تکرار
گر عکس [illegible] — بے جسم چیزی ندارد آثار
با عکس ز ملال [illegible] — باید جسم دگر پدیدار
باشد بعقل کمال العقل — بالقوہ [illegible] شود گر احصار
موجود بود قدیم ثابت — [illegible] بالقوہ کردن اقرار
[illegible] — از بود خدا چہ بود آثار
معدوم [illegible] — [illegible] کرد صفا برگ اظہار
پس بود صفات [illegible] معدوم — یا چون عضو شکستہ بیکار
ممکن کہ از صفات [illegible] — موصوف جدا بہ ہیچ اطوار
موصوف کالعدم [illegible] — باشد بر ملحدانہ گفتار
[illegible] ز نیکی و بدی پاک — حادث چو شدند جملہ [illegible]
بعضے بجہل وقت نادان — [illegible] مجبور ہیچ و ادبار
بعضے بہ ہوائے نفس [illegible] — بشگفتہ چو لالہ ہار گلنار
ناکردہ نکوئی [illegible] سرفراز — ناکردہ گناہ آں گرفتار
تمہید بنائے کارزار — [illegible] کند خبردار
[illegible] — [illegible] حق رسید تحقیقا
[illegible] — در شان خدا [illegible]
گویند کہ ہر آنچہ خواہد — گر خالق و مالک ست و مختار
[illegible] ہر کس آنچہ [illegible] — [illegible]
چون قسمت [illegible] ارواح — بے جرم [illegible] زشت ہیچ [illegible]
[illegible] — [illegible] گلہ بان ز گرگ خونخوار
از قسمت [illegible] — گشت از ہمہ کس ظہور [illegible]
[illegible] — کے پرسش آں [illegible]
یعنی کرد آنچہ گرہ قسمت — صالح نہ کسے نہ کس گنہگار
پس دوزخ و جنت [illegible] — انصاف حساب [illegible]
[illegible] قدیم اصول ہستی — [illegible] اثبات [illegible] انکار
[illegible] عیب [illegible] پاک [illegible] — [illegible] مقدس ست [illegible]
از اول تا آخر جہان ست — خورشید بقدرتش نمودار
خورشید گر علم و عرفان — [illegible]
[illegible] کہ عالم ہمہ خورشید — عالم چو کند ظہور ہر بار
[illegible] — [illegible] معرفت گہربار
[illegible] ابر کرم کسے کہ دریافت — دریافت بکام دل [illegible]

پرماتما پربرہم کی ستتی و پرارتھنا کیا ہی آنند دایک اور اُس کی اپار مہما کا ورنن کس قدر شانتی کا باعث ہے ہاں ایک انسان کو جسے کلیان کی ضرورت اور ادھکار سے نکل کر گیان کے پرکاش میں آنے کی ابھلاشا ہے اُس کے واسطے سوائے اس کے کوئی علاج نہیں کہ وہ سچدانند نراکار کی حمد و ستوتر کی شرناگت ہو کر اُس کی سچی ہدایت وید کے ست اُپدیش سے فیضیاب ہو۔

متریان ویدک ودوان **مہرشی سوامی دیانند سرسوتی** کا ہم کس قدر دھنیہ واد کریں۔ جنہوں نے ذاتی آرام و عیش کو چھوڑ دنیاوی لوبھ موہ سے منہ موڑا۔ ایک ایشور اور وید کا بیت جوڑ کر تمام ما سواء اللہ سے پرستش کا رشتہ توڑ دیا۔ ہر ایک سوچ سمجھ والا آدمی جب اپنے ایک ودھ کی تمیز سے ایسے مہاتما کی قدر کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔

کوئی آنکھ جسے تعصب نے اندھا نہ کیا ہو بخوبی جان سکتی ہے کہ آریہ ورت کی مذہبی حالت میں پہلے کیا تھی۔ اور کس قدر روز افزوں خرابی آریہ قوم میں پھیل رہی تھی۔ اگر وہ مہارشی ظہور پذیر نہ ہوتے تو آج تک کشتی آریہ ورت کا خدا جانے کون محافظ ہوتا۔ لاکھوں ماں باپ اپنے بچوں کو مذہب محمد کر رو بیٹھتے۔ پس یا ایہا الناس قومی مذہبی بلیّات صرف آپ کے ہی ست اُپدیش کی برکت سے

سبب تالیف

حق پسندوں کو یہ حقیقۃ الامر معلوم ہو کہ تکذیب براہین احمدیہ کی اشاعت کے بعد ہمارا منشاء ہرگز کوئی رسالہ بجواب مرزا صاحب یا تردید اصول محمدیہ لکھنے کو نہ تھا اور نہ نسخہ خبط احمدیہ کا خیال تھا۔ کیونکہ اس روشنی کے زمانہ میں عموماً تعلیم یافتہ لوگ ایسے معجزے کسی طرح قبول نہیں کرتے بلکہ سراپا فضول سمجھتے ہیں۔

ابھی تکذیب براہین احمدیہ کا مسودہ ابھی تیار ہی ہوتا تھا کہ مرزا صاحب نے ہوشیارپور جا کر ہمارے مہربان ماسٹر مرلیدھر صاحب سکرٹری آریہ سماج سے مباحثہ چھیڑا اور ایک کتاب ۲۶ صفحہ کی سرمہ چشم آریہ ابھی طیار کر کے چھپوا دی یہ بحث ہمیں کہ جب براہین احمدیہ پہلے چھپوائی تھی بماہ جولائی ۱۸۸۶ء میں وہ شائع ہو کر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئی اُس کے بعد ہم عرصہ تک اس خیال میں رہے کہ ماسٹر صاحب جواب دیں گے۔ مگر کئی ماہ کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ ماسٹر جی کو ملازمت سرکاری کے سبب بالکل فرصت نہیں کہ اس کی طرف توجہ فرماویں۔ بنابراں بخیال اس کے کہ ایک تو یہ قومی خدمت ہے اور دوم صداقت کی اشاعت اس کو بھی ہم نے اپنے ذمہ لیا۔ ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

اصل کیفیت یوں ہے کہ مارچ ۱۸۸۶ء کو مرزا صاحب ہوشیارپور گئے۔ ماسٹر جی نے ۱۱ مارچ ۱۸۸۶ء کی رات کو ان کے فرودگاہ پر جا کر شق القمر کے بارہ میں تحریری اعتراض کیا۔

اور پھر ۱۴ مارچ ۱۸۸۶ء دن کو مرزا صاحب کی طرف سے یہ اعتراض ہوا کہ روحیں پیدا شدہ چیزیں ہیں انادی نہیں۔ ملاحظہ کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ دونو مباحثہ صرف چند گھنٹے ہوئے۔ پہلا مباحثہ ساری رات نہیں ہوا۔ اور نہ دوسرا سارے دن۔ بلکہ جب پہلا مباحثہ ختم ہوا تو مرزا صاحب نے کہا کہ ماسٹر صاحب ابھی رات کچھ ایسی بڑی نہیں گئی۔ غالباً ۱۲ بجے کا وقت ہوگا اگر سات آٹھ بجے مباحثہ کا شروع سمجھیں تو پانچ چھ گھنٹہ کا عرصہ ہوتا ہے۔ دوسرا مباحثہ جو دن کو ہوا اُس میں ایک گھنٹہ کے قریب مرزا صاحب نے باتیں بنانے اور اعتراض سنانے میں صرف کر دیا۔ اُس پر معمولی بات چیت میں سوا گھنٹہ اور لگ گیا۔ پھر ماسٹر جی نے جواب لکھا اُس وقت مرزا صاحب کہتے ہیں کہ "دن ابھی ان کا دخل تیسرے حصے کے قریب سر پر کھڑا تھا"۔ غالباً ۹ بجے کا وقت ہوگا اگر نو دس بجے مباحثہ کا آغاز مانیں تو چھ سات گھنٹے سے زیادہ عرصہ نہیں ہو سکتا۔ پہلے روز صرف ۴ گھنٹہ دوسرے روز ۶ گھنٹہ۔ فریقین لکھتے رہے مگر مباحثہ پہلے روز صرف ۳ گھنٹہ۔ دوسرے روز ۴ گھنٹہ ! جس سے کوئی عقلمند نہیں مان سکتا کہ ایک کتاب ۲۰۰ صفحوں کی بن سکے اور یہ بات خود سرمہ سے ہی ظاہر ہے کہ تمام کتاب پیچھے بنائی گئی، کیونکہ مارچ ۱۸۸۶ء کو مباحثہ ہوا مگر اپریل۔ جون۔ جولائی۔ اگست ۱۸۸۶ء تک کے اخبارات وغیرہ حوالے سرمہ میں موجود ہیں ہر صفحہ ۷۷ سے بھی ظاہر ہے کہ بہت کچھ اصل مباحثہ میں تغیر و تبدل بھی ہوا ہے بلکہ یہ کتاب وہ مباحثہ نہیں ہے جو ماسٹر جی و مرزا صاحب کے درمیان ہوا یہ محض مرزا جی کا طبعزاد ہے۔ اس کے جواب دینے والے کے لئے خود بھی مرزا جی نے اپنی پہلی عادت کے موافق پانچ سو روپیہ کے انعام کا وعدہ کیا ہے مگر ہم اُن کے وعدہ کو اس شعر کا مصداق سمجھتے ہیں ~ جان اگر طلبی مضائقہ نیست۔ زر طلبی

سخن وری ہست۔ ہیں اُن کی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی فہرست بخوبی معلوم ہے اور قرضداری کا حال بھی ہم سے مخفی نہیں۔ پس ہم لینے دینے کے سر پر خاک ڈال کر وہ صاحب دیبہ مرزا صاحب کو اُن کے ایک تارہ بنیاد کیوں سکتے (جس کا اُن کو ابھی ایک نیا الہام ہوا ہے) بطور تنبول کہہ دیتے ہیں۔ سرمہ کی اتنی بڑی جلد ہو جانے کا ایک اثر بھی سبب ہے کہ مرزا صاحب نے شروع سے ۱۰ صفحہ تک تمام مباحثہ کا خلاصہ اور صفحہ ۶۱ سے ۲۲۴ تک خیال حور مباحثہ لکھا ہے۔ بعد ازاں ۲۲۵ سے ۲۶ تک مختصر تقریر بطور خلاصہ مباحثہ لکھی ہے اور اب ذیل میں سرمہ چشم میں بحث درج ہے۔ **معجزات محمدیہ کا عموماً** اور شق القمر کا خصوصاً ثبوت **روح انادی** نہیں۔ **نجات** ۔ محمد کی نسبت گذشتہ پیشگوئیاں **قرآن** کی علمیت **سوامی جی** کی نسبت بیجا اعتراض وغیرہ وغیرہ۔ اصل میں یہ اعتراض معقولیت سے کوسوں دور ہیں۔ اور ساتھ ہی بیجا شیخی و لغویت سے تمام کتاب بھرپور ہے۔ جو راستی سے نہیں بلکہ الہامی خبط معلوم ہوتا ہے پس ضرور ہوا کہ ہم ویدک حکمت سے اُن کے خبط کا علاج کریں تاکہ خدا اُنہیں صحت دے بنابراں اس رسالہ کا نام **نسخہ خبط احمدیہ** رکھا گیا جس میں مندرجہ ذیل باب ہوں گے۔

باب اوّل ۔ قرآنی یا قادیانی معجزوں کی تردید اور شق القمر کا قطعی فیصلہ۔

باب دوم ۔ سرشٹی اُتپتی کا بیان اور روح کے انادی ہونے کا مشرح ثبوت۔

باب سوم ۔ وید اور آریوں کی علمیت کا ۱۵۰ علماء و فضلائے یورپ وغیرہ کی شہادت سے ثبوت۔

باب چہارم ۔ قرآن اور مسلمانوں کی علمیت کا قرآن و حدیث اور علمائے اسلام کی شہادتوں سے اظہار۔

باب پنجم ۔ سوامی جی کی ذات ستودہ صفات کی نسبت مرزا اور سید نذیر احمد وغیرہ کے اعتراضوں کا جواب۔

باب ششم ۔ حالصہ دھرم کی بابت محمدیوں کے چند اعتراضوں کا قطعی فیصلہ۔

باب ہفتم ۔ مکتی کے بارے میں وید اور قرآن کا مقابلہ اور چند فضلائے اسلام کی رائے۔

باب ہشتم ۔ آریوں کے زمانہ سابق میں دور دراز ملکوں میں جانے اور اُپدیش فرمانے کے ثبوت۔

باب نہم ۔ محمد صاحب کی نسبت عیسٰے و موسٰے صاحبان کی پیشگوئیوں کی تردید۔

خاتمہ یا مباہلہ ۔ اور نتیجہ

ہم کو اس رسالہ سے مرزا صاحب کی خصوصاً اور دیگر محمدی بھائیوں کی عموماً حد شکرگزاری منظور تھی جو بیرایہ تکمیل کو پہنچ کر بااحسن الوجوہ سرانجام کو پہنچی جو ہمارے مہربان تعصب سے کنارہ کر کے اسے مطالعہ فرماویں گے۔ یقین واثق ہے کہ بہت کچھ فائدہ اٹھاویں گے اور بخوبی طرح سمجھ جاویں گے کہ قرآن اور وید مقدس میں کون الہامی ہے اور کون الزامی۔ اپنا دا کا ہادی کون ہے۔ اور جہاد کا رہنما کون ہے۔ جگدیشور اپنی اپار کرپا سے ان کے دل کو ہدایت دے تاکہ وہ آنکھیں کھول کر تعصب چھوڑ کر **ست دھرم** کو قبول کریں +

خاکسار **لیکھرام آریہ** مسافر از مقام لاہور۔

باب اوّل معجزات کے بیان میں

(سرمہ چشم صفحہ ۶۰)

سوال مُرلیدھر ۔ میں نے اس وقت چھ سوال پوچھے ہیں جن میں پہلا یہ ہے کہ اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے کہ نبی معجزے دکھاتے رہے ہیں چنانچہ حضرت محمد صاحب نے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دونوں آستینوں سے نکال دیا۔ سو یہ امر قانون قدرت کے برخلاف ہے کہ ایک ہزاروں میل لمبی چوڑی یا ہزاروں میل قطر والی چیز ایک یا ایک فٹ کے سوراخ سے نکل جاوے اور چاند جو ہماری گردش زمین کے گرد کرتا ہے وہ اپنی گردش کو چھوڑ کر ادھر اُدھر ہو جائے جس سے انتظام عالم میں ہی فرق آ جائے اور پھر علاوہ اس کے سوائے دو چار شخصوں کے کوئی نہ دیکھے۔ کیونکہ کسی ملک میں مثلاً ہندوستان، چین، برہما وغیرہ کی تاریخوں میں اُسکا

کچھ ذکر نہیں پایا جاتا۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ باتیں بالکل بناوٹی ہیں۔ اگر اصلی ہیں تو ان کا کیا ثبوت ہے"؟۔

جواب غلام احمد بیر ۔ ماسٹر صاحب نے یہ جو معجزہ شق القمر پر اعتراض کیا ہے کہ شق القمر ہو جانا خلاف عقل ہے۔ اور دوسرے یہ کہ آستین میں سے چاند کا دو ٹکڑے ہو کر نکلنا امر صریح عقل کے خلاف ہے۔ اس کے جواب میں واضح ہو کہ یہ اعتراض کہ کیونکر چاند دو ٹکڑے ہو کر آستین میں سے نکل گیا تھا یہ سراسر بے بنیاد اور باطل ہے۔ کیونکہ ہم لوگوں کا ہرگز یہ اعتقاد نہیں ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آستین میں سے نکلا تھا اور نہ یہ ذکر **قرآن** شریف میں یا حدیث صحیح میں ہے اور اگر کسی جگہ قرآن یا حدیث میں ایسا ذکر آیا ہے تو وہ پیش کرنا چاہئے۔ یہ ایسی بات ہے کہ جیسے کوئی آریہ صاحبوں پر یہ اعتراض کرے کہ آپ کے یہاں لکھا ہے کہ مہادیو جی کی لٹوں سے گنگا نکلی"۔

محاکمہ ۔ بیشک اصل بات تو اسیطرح ہے کہ جسطرح مہادیو جی کی لٹوں سے گنگا نکلنے کی بات محض فسانہ ہے۔ اسیطرح معجزہ شق القمر کا ہونا بھی لایعنی بہانہ ہے۔ جسطرح عظیم الشان دریائے گنگا کا شیو جی کی لٹوں سے نکلنا خلاف قانون قدرت ہے۔ اسیطرح ایک عظیم الشان کرہ چاند کا دو ٹکڑے ہو کر محمد صاحب کے گریبان میں آنا قابل نفرت ہے۔ چنانچہ خود مرزا صاحب بھی سرمہ چشم کے صفحہ ۱۱ پر تحریر کرتے ہیں کہ اوّل ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ شق القمر کا معجزہ اہل اسلام کی نظر میں ایسا امر نہیں ہے کہ جو مدار ثبوت اسلام اور دلیل اعظم حقانیت کلام اللہ کا ٹھیرایا گیا ہو بلکہ ہزارہا شواہد اندرونی و بیرونی و صدہا معجزات و نشانوں میں سے یہ بھی ایک قدرتی نشان ہے۔ جو تاریخی طور پر کافی ثبوت اپنے ساتھ رکھتا ہے جس کا ذکر آئندہ عنقریب آئیگا۔ سو اگر تمام کھلے کھلے ثبوتوں سے چشم پوشی کر کے فرض ہی کر لیں کہ یہ معجزہ ثابت نہیں ہے اور آیت کے اس طور پر معنی قرار دیں۔ جس طور پر حال کے عیسائی و نیچری یا دوسرے منکرین خوارق کرتے ہیں تو اس صورت میں بھی اگر کچھ حرج ہے تو شاید ایسا ہے کہ جیسے مثل کروڑ روپیہ کی جائیداد میں سے ایک پیسہ کا نقصان ہو جائے پس اس تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ اگر بفرض محال اہل اسلام تاریخی طور پر اس معجزے کو ثابت نہ کر سکیں تو اس عدم ثبوت کا اسلام پر کوئی بد اثر نہیں پہونچ سکتا"۔ پھر صفحہ ۱۲ کے حاشیہ سطر ۱ سے ۹ تک فرماتے ہیں "لیکن ہم جانتے ہیں کہ معجزات یعنے تصرفات خارجیہ یہ بیرونی خوارق ہیں جنکو قرآن شریف سے کچھ ذاتی تعلق نہیں۔ انہیں میں سے معجزہ شق القمر بھی ہے"۔

افسوس ایسا قرض کرنے سے مرزا صاحب اپنی عقل کو کس قرضدار کے پاس گروی رکھ آئے اور معلوم نہیں کہ اس انکار محض سے وہ دل میں کیا خیال لائے!۔

کیا کسی سند میں ایک بات یا اقرار کے غلط یا مشکوک یا فریبانہ ثابت ہو جانے سے وہ عدالت میں قابل شہادت ہو سکتی ہے؟ یا کسی کتاب کا ایک جھوٹ ثابت ہو جانے پر وہ درجۂ اعتبار سے ساقط نہیں ہوتی؟۔

شاید یہ اسلامی منطق کی اعلٰے دلیل ہو مگر کوئی غیر محمدی ذی عقل اس بات پر اتفاق نہیں کر سکتا کہ کسی ایسے معجزہ کے غلط ثابت ہو جانے سے جو الہامی کتاب کی ایک سورت کا اسم اللہ ہو اُس کتاب کی عزت و توقیر اہل انصاف کی نظر میں باقی رہ جائے۔ اور اُس کی تعلیم و دلیل حقیر خیال نہ کیجائے حیزنکہ بقول مولوی **غلام نبی صاحب** امرتسری کے "ایسے عظیم الشان نبی کا ایسا عظیم معجزہ ہونا چاہیئے" (دیکھو معجزات محمدیہ)

اور جب اُسی عظیم معجزہ کی نسبت مرزا صاحب یہ رائے دیں کہ "اُس کے عدم ثبوت سے اسلام پر کوئی بُرا اثر نہیں پہونچ سکتا" تو ناظرین خود ہی جان لیں کہ ایسے شخص کا دین و ایمان یا اسلام و قرآن پر اطمینان کیا کچھ اعتبار کے لائق ہے۔ **بیت**

چو از قرآں یکے آیت غلط شد　　نہ کرسا منزلت با ند نہ مہ را

غلام احمد صفحہ ۱۶۱ - "پس جس اعتراض کی بنا پر قرآن یا حدیث میں کچھ بھی اصلیت نہیں اس سے کچھ ثابت ہوتا ہے تو بس یہی کہ ماسٹر صاحب کو اصول اور کتب معتبرہ اسلام سے کچھ بھی واقفیت نہیں۔ بھلا اگر یہ اعتراض ماسٹر صاحب کا کسی اصل صحیح پر مبنی ہے تو لازم ہے کہ ماسٹر صاحب اسی جلسہ میں وہ آیت قرآن شریف پیش کریں جس میں ایسا مضمون درج ہے یا اگر آیت قرآن نہ ہو تو کوئی حدیث صحیح ہی پیش کریں جس میں ایسا کچھ بیان کیا گیا ہو۔ اور اگر بیان نہ کر سکیں تو ماسٹر صاحب کو ایسا اعتراض کرنے سے متندم ہونا چاہئے۔" کیونکہ منصب بحث ایسے شخص کے لئے زیبا ہے جو فریق ثانی کے مذہب سے کچھ واقفیت رکھتا ہو۔

تردید - آپنے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، اکافی سمجھ قرآن و حدیث کا نام لے کر پلہ چھڑایا اور تجاہل عارفانہ سے دروغ مصلحت آمیز کو جائز بلکہ سنت قرار فرمایا۔ کہ ماسٹر صاحب اسی جلسہ میں وہ آیت قرآن کی پیش کریں یا کوئی حدیث ہی" ۔

و مبارک ہو! قرآن سورۃ القمر۔ **اقتربت الساعۃ وانشق القمر وان یروا آیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر** ترجمہ۔ پاس آلگی وہ گھڑی اور پھٹ گیا چاند۔ اور اگر وہ دیکھیں کوئی نشانی ٹال دیں اور کہیں جادو ہے چلا آتا۔" مولوی **عبد القادر** صاحب حاشیہ قرآن کے صفحہ ۵۴۶ پر تحریر کرتے ہیں۔ "حج کے دنوں میں آدھی رات کو کافر جمع تھے۔ حضرت ان کو سمجھا رہے تھے۔ انہوں نے مانگی کچھ نشانی۔ حضرت نے کہا دیکھو آسمان کی طرف۔ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ان سے مشرق کو ایک مغرب کو چلا گیا۔ جب تک خوب ٹھہر دیکھ لیا پھر آپس میں مل گیا"۔

اور **مواہب لدنیہ** میں لکھا ہے۔ **بعض قصاص ان القمر دخل فی جیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وخرج من کمہ۔ المقصد الرابع ذکر معجزۃ شق القمر** قلمی ۱۸۸۰ء جو دیو لائبریری میں ہے۔ ترجمہ۔ چاند دو ٹکڑے ہو کر داخل ہوا محمد صاحب کی گریبان میں اور نکلا آستینوں سے" اور اس کا ذکر **صحیح بخاری و ترمذی** وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ مگر یہ آستینوں سے نکلنے والا ذکر اسلامی کتابوں میں ہے اور ماسٹر جی نے بھی انہی کتب کے بموجب یہ ذکر کیا ورنہ اصل اعتراض ان کا تو صرف یہی ہے کہ معجزہ شق القمر خلاف قانون قدرت نظر آتا ہے اور اس کے وقوع ہونے سے عالم تباہ ہو جاتا ہے۔ علاوہ بر آں کسی ملک کی تواریخ میں بھی اس کا ذکر نہیں پایا جاتا جس سے ظاہر ہے کہ یہ بناوٹی ہے۔ اب مرزا صاحب کو انہیں باتوں کا ثبوت دینا ضروری تھا۔ یہ بیجا الفاظ کیا بار بار کرنے سے کتاب کا بڑھانا اور منصب بحث سے دور ہو جانا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کونسا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

غلام احمد صفحہ ۱۷۱ - "باقی رہا یہ سوال کہ شق قمر ماسٹر صاحب کے زعم میں خلاف عقل ہے۔ جس سے انتظام ملکی میں خلل پڑتا ہے۔ یہ ماسٹر صاحب کا خیال سراسر قلت تدبر سے ناشی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے جو کام صرف قدرت نمائی کے طور پر کرتا ہے وہ کام سراسر قدرت کاملہ کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ قدرت ناقصہ کی وجہ سے"۔

تردید - جہاں تک ہم نے پڑتال کی کہیں ماسٹر صاحب کے بیان میں اس کا نشان نہیں۔ مگر مرزا صاحب! فریق ثانی کے اعتراض کو پورا لکھ کر بعد ازاں اس کی تردید سزاوار ہے۔ من گھڑت اعتراض سے نقصان ایمان کے علاوہ انسان بے اعتبار ہو جاتا ہے۔ آئندہ اختیار ہے۔ حضرت یہ کام خدا تعالیٰ کا نہیں اور نہ ضرورت تھی۔ اور اعلیٰ ثبوت اس کے عدم وقوع کا یہ ہے کہ وہ کام نہیں ہوا جس کے واسطے ہونا ضروری تھا یعنے بقول محمدیان کے ابو الحکم علیہ الرحمۃ (ابو جہل) کا مسلمان ہونا اور ایسے عظیم الشان معجزہ سے خدا نخواستہ ایک عالم کا مسلمان ہونا (نعوذ باللہ) کیا دشوار تھا؟ مگر بالکل نہ ہوا۔ اور نہ کبھی آپ کے نبی صاحب نے اپنی تمام زندگی میں اس معجزہ کا کہیں اظہار کیا۔ اور نہ بطور دعوے کے کسی طرح یا استعارتاً ہی کبھی وقت کسی کے سامنے اس کا اقرار کیا۔ کیونکہ صدہا مقام پر بزرگان **قریش** نے ان کے جھٹلانے کے واسطے معجزے مانگے اور ظہور معجزہ پر بڑے وثوق اعتقاد سے اسلام لانے کو تیار ہوئے۔ مگر کبھی آنحضرت نے اس کا یا کسی اور معجزہ کا اظہار نہ فرمایا۔ بلکہ معجزہ والا ہی ہونیکا لفظ بھی انکی زبان پر آیا۔ ہاں مرے ماں کی آنکھیں ڈراؤنی ہوتی ہیں۔ **مصرعہ**۔

پس از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر جس قدر جا بجا ہو معجزات کا سلسلہ جوڑ دو۔ یہ کام صدا سے ہرگز نہیں ہوا۔ قدرت کاملہ سے اور نہ معاذ اللہ ناقصہ سے بلکہ جاہلوں کی افواہ سے اعتقاد پیری و مریدی اس کا بانی ہے۔ اور اس سے بھی مبہم و مہمل طور پر اس کی ہستی پردا اگر ہے تو بہات کا گمان ہے کیونکہ ایسی باتیں تمام تر خود ہی ایک دوسری کا بطلان ہوتی ہیں۔

غلام احمد صفحہ ۱۷۲ - "اور اسجگہ یہ بھی واضح رہے کہ مسئلہ شق القمر ایک تاریخی واقعہ ہے جو قرآن شریف میں درج ہے۔ اور ظاہر ہے کہ قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جو آیت آیت اس کی بروقت نزول ہزاروں مسلمانوں اور مشرکوں کو سنائی جاتی تھی اور اسکی کی تبلیغ ہوتی تھی اور صدہا اس کے حافظ تھے۔ مسلمان لوگ نماز اور خارج نماز میں اس کو پڑھتے تھے۔ پس جس حالت میں صریح قرآن شریف میں وارد ہوا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور جب کافروں نے یہ نشان دیکھا تو کہا کہ جادو ہے۔ تو اس صورت میں اس وقت کے منکروں پر لازم تھا کہ آنحضرت کے مکان پر جاتے اور کہتے کہ آپنے کب اور کس وقت چاند دو ٹکڑے کیا اور کب اس کو ہم نے دیکھا۔ لیکن جس حالت میں بعد مشہور اور شائع ہونے اس آیت کے سب مخالفین چپ رہے اور کسی نے دم بھی نہ مارا۔ تو صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ضرور دیکھا۔ تب ہی تو ان کو چون و چرا کی گنجایش نہ رہی"۔

تردید - شق القمر کسی طرح سے بھی تواریخی واقعہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کوئی تاریخ سوائے دتاء محمدیہ کے اس کی مد نہیں اور قرآن بہت عرصہ تک متفرق طور پر صرف زبانی رہا تحریر نہیں ہوا اور اس کے برزبان یاد کرنے والے بھی صرف مسلمان ہوتے تھے جو اس وقت معدودے چند تھے۔ اور جن کا جبلی تعصب دنیا پر ظاہر ہے اور تیئیس سال میں ایک ایک آیت کر کے وہ اکٹھا ہوا۔ اور ان سے بھی کوئی آیات باقی رہ گئیں اور اکثر بعد ازاں شامل کیگئیں اور اسی واسطے تمام غیر متعصب مفسر اس کے ماننے سے منکر رہے اور خوارق کے قائل نہ ہو کر تاویلیں کرتے رہے۔ مرزا صاحب سورۃ نجم کے پہلے تو نماز بھی نہ تھی۔ دیکھا گیا کہ تاریخ نماز دیکھو **معارج النبوۃ** صفحہ ۱۸۳ رکن سوم باب چہارم فصل بیست و دوم نولکشور ۱۸۹۰ء پس نماز وغیرہ میں کوئی پڑھتا تھا یہ بالکل غلط ہے کہ جب کافروں نے یہ نشان دیکھا تو کہا کہ جادو ہے۔ " اس کے معنے یہ ہیں۔ اور اگر وہ دیکھیں کوئی نشانی تو ٹال دیں اور کہیں کہ جادو ہے چلا آتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر وہ دیکھیں تو ٹال دیں کہ جادو ہے۔ اور اگر نہ دیکھیں تو نہ کہیں۔ پس نہ انہوں نے دیکھا اور نہ کہا اور نہ مانا اور نہ کوئی مسلمان ہوا اور نہ قرآن ہی کچھ بتلاتا ہے۔ بقول آپ کے اس وقت کے صدہا مشرکوں نے انکار کیا۔ مگر مرزا صاحب وہ انکار سے انکار طوعاً و کرہاً متبدل بہ اقرار کیا گیا۔ مگر آنحضرت اس معجزہ سے کبھی عہدہ برآ نہ ہوئے اور نہ کبھی ان کفار شہیدوں کو آپ کی طرح یہ کہا کہ سورۃ قمر کی پہلی آیت پر میرے ساتھ مباہلہ یا مجادلہ یا مقابلہ یا موازنہ کرو۔ بلکہ وہاں تو دلائل معقول کا کبھی نام نہیں لیا گیا۔ ہمیشہ لعنت ملامت اور گالی گلوچ اور جنگ و جدال سے کام چلایا۔ اور طمع و لالچ دیکر صدہا ناسمجھوں کو گرویدہ ایمان بنایا۔ سوائے محمدیوں کے اور تمام فیلسوف سچ سمجھتے رہے اور مقابلہ میں آتے رہے کہ شق القمر کا ثبوت دو۔ کسی

تواریخ سے شہادت لاؤ۔ کوئی گواہ بناؤ۔ مگر حضرت اور اسلام کی طرف سے سوائے نہیں ہمیں کچھ اس کا کلمہ ایک ادبی سوفہ سے نہ نکلا اور نہ ابتدائے زمانہ اسلام سے آج تک کوئی محمدی جمعہ سا نہ ہو سکا۔ اسی واسطے آپنے بھی مقدمہ میں کہہ دیا کہ ”اگر یہ بھی انیں تو ہمارا کچھ حرج نہیں“ بے شک آپکا تو حرج نہیں مگر اسلام اور قرآن کا زیان ہے اور زیان ہی کیا بلکہ نقصان جان (دیکھو حاشیہ صفحہ ۲۱۶)

غلام احمد صفحہ ۶۳ ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ معجزہ شق القمر ضرور وقوع میں آیا تھا۔ ہر ایک منصف مزاج اپنے دل میں سوچ کر دیکھ لے کہ کیا تاریخی طور پر یہ ثبوت کافی نہیں کہ معجزہ شق القمر اسی زمانہ میں بحالہ شہادت مخالفین قرآن میں لکھا گیا اور شائع کیا گیا اور پھر سب مخالف اس مضمون کو سُن کر چپ رہے۔ کسی نے تحریر یا تقریر سے اس کا رد نہ کیا اور ہزاروں مسلمان اس زمانہ کی رویت کی گواہی دیتے رہے۔

تردید۔ حضرت بالکل غلط ہے معجزہ شق القمر ہرگز ظہور میں نہیں آیا۔ ہر ایک منصف مزاج غیر محمدی اس کے انکار پر کمربستہ تیار رہے۔ قرآن میں لفظ شق القمر تو موجود ہے مگر کوئی تواریخی ثبوت نہیں اور نہ کسی مخالف کا نام قرآن میں (جس کی شہادت سے لکھا گیا) درج ہے اور نہ اس وقت قرآن میں آیا قرآن بھی لکھا گیا بلکہ کئی سال بعد (دیکھو الف محمد) اور کسی مخالف کو اس اسلامی دھوکے نے کبھی خاموش بھی نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ مخالف لوگ اس کا ثبوت مانگتے رہے اور اب بھی مانگتے ہیں بلکہ اب تو بہ اہ محمدی بھی خدا کے فضل سے سکیں۔ اور آپ بھی سائل انکار پر آکر درجہ مسکریت تک پہونچ چکے ہیں اور یہ بات کہ ”ہزاروں مسلمان اس زمانہ کی رویت کی گواہی دیتے ہیں“ محض زبان درازی اور مذہب داری کی آوازوں سے ناواقفی کا باعث ہے۔ نہ تو ہزاروں اس وقت مسلمان تھے اور نہ وہاں موجود تھے۔

بلکہ آپنے ہی الہامی حکمت۔ سرمہ کے صفحہ ۷ پر ہماری تائید کی ہے کہ ”مسلمان ابھی تھوڑے غریب اور عاجز تھے“ اور صفحہ ۱۸ پر بھی یہ لکھا ہے کہ ”وہ تھوڑے مسلمانوں کو جو ابھی تھوڑے تھے نابود کردیں۔“ افسوس آپنے قوت حافظہ سے کام لیا ہوتا۔!

غلام احمد صفحہ ۱۱۲ ۔ تو جس حالت میں معجزہ شق القمر میں یہ بات ماخوذ ہے کہ ایک ٹکڑہ اپنی حالت معہودہ پر (اور) ایک اس سے الگ ہو گیا وہ بھی ایک یا آدھ منٹ تک یا اس سے بھی کم۔ تو اس سے کونسا استبعاد عقلی ہے۔ اور بالفرض محال اگر استبعاد عقلی بھی ہو تو ہم کہتے ہیں کہ عقل ناقص انسان کی ہر یک کام ربانی تک کب پہنچ سکتی ہے۔

تردید۔ یہاں آپ نے تمام مفسرین اور محدثین کو کاذب ٹھیرا لینے پر کمر ہمت باندھی یا اپنی اٹکل کا ثبوت دیا۔ اور بنیادی استبعاد کے واسطے گذشتگان کی کوشش کو برباد کیا۔ تفسیر معالم التنزیل۔ اور صحیح بخاری۔ وزاد الآخرت وفتح القرآن وغیرہ سب آپکے مخالف ہیں اور ہمارے موافق۔ پس ہمیں کہنا پڑا کہ اوّل اپنے مفسرین کی تسلی کرو۔ پھر آریوں کے مقابل میدان میں آؤ اور خاطر خواہ اعتراض کرکے جواب پاؤ۔ آپ کی تنزل بیانی اور ضعیف الاعتقادی کی شہادت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی۔ جب کہ اوّل آپ کہتے ہیں کہ اس میں کونسا استبعاد عقلی یعنے دور از عقل بات ہے اور پھر خود ہی لکھتے ہیں کہ اگر استبعاد عقلی ہی ہو تو عقل ناقص انسان کی کام ربانی تک کب پہنچ سکتی ہے۔ جناب اسی واسطے ماسٹر صاحب نے فرمایا تھا کہ معجزہ شق القمر قانون قدرت

کے خلاف ہے جسکی تائید یا استشہاد کی ہمیں اور کسی سے ضرورت نہیں رہی۔ جبکہ آپنے خود ہی مان لیا کہ عقل انسانی میں پہونچ سکتی۔ میں کہتا ہوں کہ جس حیوانی توجہ سے پہنچتی ہوگی یہ عقل انسانی سے معجزات کا تعلق کیا ہے اور ہو بھی کس طرح سکتا ہے جبکہ وجود ہی باطل ہے اسی واسطے ہر طرح ثابت ہوا کہ معجزہ شق القمر بدستور عقل انسانی کے برخلاف۔ تحقیقات علمی کے برخلاف۔ تاریخی واقعات کے برخلاف۔ قانون قدرت کے برخلاف ہے۔ حیوانوں اور نادانوں کو رجھانا ہے کہ ایمان لاویں۔ انسانوں کو اس کا ماننا بقول آپ کے [illegible] رہا ہیں۔ خدا کرے کہ وہ دن جلد ظہور ہو تاکہ ظلمت جہل دور ہو۔

مرلیدھر ۔ ۴۷ ۔ مرزا صاحب میرے سے حدیث یا آیت مانگتے ہیں اور ساتھ ہی قرآن کی آیت تحریر فرماکر اقرار کرتے ہیں کہ قمر کے دو ٹکڑے حضرت نے کئے۔

غلام احمد ۴۷ ۔ ”صاحب من میں نے چاند کے دو ٹکڑے ہونے پر تو آپ سے کسی آیت یا حدیث کی سند نہیں مانگی۔ بلکہ ایک ادنیٰ استعداد کا اردو خواں بھی میرے جواب کو پڑھ کر سمجھ سکتا ہے کہ میں نے تو آپ سے یہ ثبوت مانگا تھا۔ کہ قرآن یا حدیث میں کہاں لکھا ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا اور آنحضرت نے اپنی آستینوں سے اس کو نکال دیا۔ سو آپنے اس کا ثبوت نہ دیا“۔

تردید۔ اُن کا اعتراض تو اس امر پر تھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور یہ بات قانون قدرت کے برخلاف ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ”میرا سوال تھا کہ جو بات خلاف قانون قدرت ہے یعنے شق القمر وہ کس طرح ہو سکتا ہے“ (دیکھو سرمہ صفحہ ۶۸ و ۹) آپنے اس کا کوئی تسلی بخش جواب نہ دیا۔ اور دیتے کہاں سے آپ تو جواب دینے کے عوض خود ہی منکر ہو رہے ہیں اور خدا کریگا کہ ایک دن تمام یا بیشمار محمدی بھی منکر ہو جاویں گے۔ آپ اس کیلئے شاہراہ تیار کر رہے ہیں۔ ایک دانا کا مقولہ ہے کہ جہالت سے ان ناقرار (معجزوں) کا نشوونما ہوتا ہے اور وہ آجکل روشنی علم سے مردود ہو رہی ہے۔ پس علت کے مفقود ہو جانے سے معلول خود بخود نابود ہو جاوے گا۔ چنانچہ آپ کہتے ہیں کہ ایک ٹکڑا وہاں رہا اور ایک تھوڑے فاصلہ پر چلا گیا۔ مگر دیگر مفسرین لکھتے ہیں کہ ایک مشرق کو چلا گیا اور ایک مغرب کو ایک اور پہاڑ کی طرف چلا گیا اور دوسرا دوسرے کوہ کی طرف۔ بعضے مفسرین کہتے ہیں کہ طالبان معجزہ نے جب بخوبی دیکھ لیا اور اچھی طرح یقین ہو چکا تو بعد از آں مل گیا۔ اور آپ کہتے ہیں کہ ایک منٹ یا آدھ منٹ یا اس سے بھی کم اور پھر آپ صفحہ ۷۷ سطرہ میں صرف چند سکنڈ سے کچھ زیادہ نہیں بتلاتے جو اگر اشارتاً معجزہ کی تکذیب صریح اور ہجو ملیح ہے مگر ہم اس موقع پر جو آپ کی تردید میں ایک مولوی صاحب نے لکھ کر ہمارے پاس ارسال کیا ہے وہ بھی درج کرتے ہیں۔

غلام احمد سرمہ چشم صفحہ ۶۸۔ قرآن شریف یا حدیث میں کہاں لکھا ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا۔

مولوی۔ چاند کا دو ٹکڑے ہو کر زمیں پر آجانا کتب حدیث وتفاسیر سے ثابت ہے **اقتربت الساعة وانشق القمر** نزدیک آمد قیامت وشگافت ماہ کافران از ان حضرت معجزہ طلب کردند خدا تعالیٰ ماہ را دو پارہ ساخت یکے برکوہ ابوقبیس و دیگر بر کوہ قیقعان آمد ۱۲ فتح الرحمان۔

فایدہ۔ حج کے دنوں میں آدھی رات کو کافر جمع تھے اور حضرت ان کو سمجھاتے تھے انہوں نے کچھ نشانی مانگی۔ حضرت نے کہا دیکھو آسمان کی طرف چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک اُن سے مشرق کیطرف ایک اُس سے مغرب کی طرف جب انہوں نے بخوبی دیکھ لیا تو پھر آپس میں مل گئے اور یہ نشانی قیامت کے آنے کی ہے اسی طرح سے سب کچھ ملیگا

حاشیہ۔ تعزیوں کی کراماتیں۔ لگاہے والے کے معجزے۔ وغیرہ کئی خوارق عادات اگرچہ اس معجزات محمدیہ کے بالمقابل ہیں مگر پھر بھی کرشمۂ مسلمانان دین ربانی سے گردیدہ تیغ معجزے سے دیر شہادت حیثیہ ہیں سب مردہ پرستی کا یہ حال ہے تو اس وقت کیا کچھ زور رکھتی ہوں گے۔ حضرت کی بول و براز میں معجزے ہو گئے پھر بعض ضمیر میں کیوں نہ ہوں گے۔!

حاشیہ۔ ترجمہ مولوی **عبدالقادر** "ہاں آستینوں سے نکال سوائے چند کتب محمدیہ کے اور میں نہیں ہے۔ مگر سب کا انکار نہیں بلکہ ایسا بھی علماء نے مانا ہے۔"!! چونکہ آستینوں سے نکلنا ماں کر حضرت کی بزرگی زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ اوّل تو بفرض محال کو دو ٹکڑے کرنا۔ پھر اپنی آستینوں سے نکال دینا اور آ علیٰ نور ہے۔ پس حضرت کی ثناء بقول **سعدی** رہاں تا بود در وہاں جائے گیر۔ ثنائے محمد بود دلپذیر۔ جس قدر مسلمانوں کی طرف سے ہوسکے سر گرمی ارکوہ طور ہے۔ مرزا صاحب ایسے واقعہ عظیم کے واسطے کسی عظیم الشان شہادت کی ضرورت تھی اور ایک اشتہار دیکر اس کا شائع کرنا ضروری تھا تاکہ لوگ صد احزاستہ لیے دین سے نکل کر بقول محمدیان دین اسلام کو قبول کرتے اور تلوار چلانے اور جہادی بنانے کی ضرورت نہ پڑتی مگر ان امورات سے کوئی بھی نہ کیا گیا اور نہ کوئی کافروں سے ایمان لایا۔ اور نہ کبھی تمام زندگی میں محمد صاحب نے اس معجزہ کا اعادہ کر کے دعوے کیا اور نہ کبھی انکی زندگی میں نظیراً یا تمثیلاً مخالفوں کے سامنے اس کا ذکر ہوا۔ افسوس کہ ساری رات روتے رہے اور ایک بھی مسلمان نہ ہوا۔ پس کسطرح یہ بات لائق اعتبار نہیں اور بیہودہ اسلئے اس کا ماننا داناؤں کو سزاوار نہیں ح

ھرلیدھر۔ س ۷۔ ممالک غیر اور اقوام غیر کی تاریخ میں ایسی بڑی بات کا ذکر یعنی شق القمر کا ذکر ضرور چاہیے تھا۔

غلام احمد۔ س ۷۔ جس حالت میں چاند کے دو ٹکڑے کرنیکا دعوے زور شور سے ہو چکا تھا یہاں تک کہ خاص قرآن شریف میں مخالفوں کو الزام دیا گیا کہ انہوں نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا اور اعتراض کر کے کہا کہ یہ پکا جادو ہے۔ اور پھر یہ دعوے نہ صرف عرب میں بلکہ روم و شام و مصر و فارس وغیرہ دور دراز ممالک میں پھیل گیا تھا۔

تردید۔ سوائے اس ایک آیت کے کوئی زور شور سے دعوے نہیں اور نہ اس کے متعلق نشان وگمان بھی کہیں ہے۔ بلکہ ایک مجمل و مہمل طور پر شق القمر کا ذکر ہے۔ پس زور و شور کا دعوے اور اس کی اشاعت محض دروغ بے فروغ ہے نہ کسی مخالف کا قرآن میں نام درج ہے۔ اور خود محمد صاحب نے کبھی یہ دعوے عام میں علانیہ طور پر نہیں کیا۔ اور نہ اس آیت میں معجزہ محمدیہ کی طرف اشارہ ہے اور نہ اس کو محمد صاحب سے کوئی تعلق قرآن میں بتلایا گیا ہے۔ نہ کسی خطوط میں یا حدیث میں کسی سائل مخالف کے سامنے حضرت کی زندگی میں یہ آیت بطور معجزہ کے پیش کی گئی بلکہ جیسا کہ ہم آگے ثابت کریں گے ہمیشہ معجزہ دکھلانے سے جی چرا تے اور منہ چھپاتے رہے کبھی کوئی معجزہ نہ دکھلایا اور نہ کسی مخالف کو معقولیت سے قائل بنایا۔ ہاں حضرت کے مداح سرا اور شاعروں۔ تعریف کنندوں نے (جو تعداد میں تقریباً ۱۸۱ تھے) اشعار و غزلیات میں بہت سے معجزات آپ سے منسوب کر دیئے ہیں جیسے کہ جاہل مرید پیروں کی نسبت گمان رکھتے ہیں اور شعبدہ باز وہ ایک جیسا وتیرہ ہے۔

باقی رہی کتب احادیث محمدیہ اُن کا حال یہ ہے کہ تمام محدث ایک ایک سو اور دو دو سو برس حضرت کی وفات کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ چنانچہ مفصل کیفیت انکی نقشہ ذیل سے ظاہر ہے

فہرست محدثین اہل اسلام

نمبر شمار	نام محدث	نام کتاب	سال پیدائش	سال وفات	وفات محمدؐ کے کتنے سال بعد پیدا ہوا
۱	امام مالک	موطا	۹۵ھ	۱۷۹	۸۲
۲	امام شافعی	۰	۱۵۰ھ	۲۰۴	۱۳۹
۳	ابو محمد دارمی	۰	۱۸۱ھ	۲۵۵	۱۷۰
۴	احمد بن حنبل	مسند	۱۶۴ھ	۲۴۱	۱۵۳
۵ سلہ	امام بخاری محمد بن اسمٰعیل	بخاری	۱۹۴	۲۵۰	۱۸۳
۶ سلہ۲	ابوالحسن مسلم	مسلم	۲۰۶	۲۶۱	۱۹۵
۷ سلہ۳	امام ابوداؤد	سنن	۲۰۲	۲۷۵	۱۹۱
۸	امام ترمذی	جامع ترمذی	۲۰۹	۲۷۹	۱۹۸
۹	امام ابن ماجہ	سنن ابن ماجہ	۲۰۹	۲۷۳	۱۹۸
۱۰	امام نسائی	مجتبائی نسائی	۲۱۵	۳۰۳	۲۰۳
۱۱	ابوالحسن دارقطنی	۰	۳۰۶	۳۸۵	۲۹۵
۱۲	امام بیہقی	السنن	۳۸۴	۴۵۸	۳۷۳
۱۳	امام الحسن رزین	۰	-	۵۲۰	۵۲۰
۱۴	ابن جوزی	۰	۵۱	۵۹۷	۴۹۹
۱۵	امام نووی	۰	۶۳۱	۶۷۶	۶۲۰

متواتر اُس کو کہتے ہیں جس کو ہر زمانے میں اتنے لوگوں نے روایت کیا ہو کہ احتمال کذب کا اُن کی طرف عقل کے نزدیک محال ہو جائے۔ اور آحاد اُس کو کہتے ہیں جس کی روایت میں اس قدر کثرت نہ ہو۔ **فایدہ** ۔ متواتر حدیث بعضوں نے کہا کہ کوئی موجود نہیں اور بعضوں نے کہا کہ ہے اور صحیح قول اوّل ہے۔ کذا فی بعض الکتب شرح وقایہ کا اردو نور الہدایہ صفحہ ۹ مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۲ھ۔

تنبیہ۔ اگر کسی کو محدثین یا اُن کے راویوں کے چال چلن کے نمونے دیکھنے ہوں یا کوئی اُن کے لائق اعتبار شہادت کا اندازہ کرنا چاہے تو براہ مہربانی تہذیب التہذیب و تقریب و میزان الاعتدال و کنز العمال کو مطالعہ میں لاویں اور پھر اُن کے جرائم کا اندازہ فرماویں تاکہ معلوم ہو ؎

آب زمزم و کوثر سفید نتوان کرد گلیم بخت کسے راکہ بافتند سیاہ

جب محدثوں اور راویوں کا یہ حال ہے اور ایسی حدیثوں میں بیاس خاطر احمد معجزوں کا اقبال ہے پس کسطرح کوئی معجزہ برخلاف قرآن قابل اطمینان گمان نہیں ہو سکتا اور ہمارے اس بیان کی تائید عبد العزیز صاحب کے **تحفہ اثنا عشریہ** سے ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وہ اپنے تحفہ کے کید ہفتاد و نہم میں لکھتے ہیں۔ "تاریخ دانان تمام عالم اجماع دارند بآنکہ تا صد سال از ہجرت ہیچ تصنیفی در اسلام واقع نشدہ"۔ (دیکھو تحفہ مطبوعہ علمی ہند لکھنؤ سن ۱۲۹۲ھ صفحہ ۱۰۳)

حدیثوں کے بے اعتبار ہونے پر ہم محدث مسلم کی بھی شہادت پیش کرتے ہیں جو اُس نے اپنی **صحیح** میں لکھی ہے **حدثنی عفان عن محمد بن یحییٰ ابن سعید القطان عن ابیہ قال لم تر الصالحین فی شی اکذب منھم فی الحدیث قال مسلم یجری الکذب علی لسانھم ولا یتعمدون** ۔ ترجمہ۔ ہم نے نہیں دیکھا صلحا

حاشیہ سلہ اس نے چھ لاکھ حدیثیں جمع کیں جن میں سے چار ہزار صحیح سمجھ کر درج کیں۔ باقی ۵ لاکھ ۹۶ ہزار رد کیں ۱۲ (از شرح وقایہ)

سلہ۲ ابوالحسن مسلم نے ۵ لاکھ حدیث علماء کی زبان سے مسموع کیں انہیں سے ایکہزار چیدہ صحیح باقی ۴ لاکھ ۹۹ ہزار سو متروک کیں ۱۲

سلہ۳ اس ابوداؤد نے ۵ لاکھ سے ۴۸۰۰ صحیح بتلائیں کیں (از شرح وقایہ)

کسی امر میں زیادہ تھوڑا اُن سے جو حدیث میں ہیں اور جاری ہوتا ہے۔ یہ جھوٹ اُن کی زبان پر جو دو سحر و دو) اور وہ قصداً نہیں کہتے۔" پھر آنریبل سید احمد خاں صاحب تہذیب الاخلاق جلد نمبر ۲ کے نمبر پنجم میں فرماتے ہیں۔ "دوسرے دین کی باتوں کو پسند کر کے اپنے دین میں اس طرح داخل کر لینا کہ پھر کچھ تمیز نہ رہے کہ یہ باتیں کس مذہب کی ہیں۔ بلکہ وہ باتیں اسلام ہی کی معلوم ہوں۔ جس طرح بنی اسرائیل کے علوم اور یونان کی حکمت وغیرہ کو مسلمانوں نے اپنے دین و مذہب میں داخل کر لیا ہے اور اپنی تفسیروں اور کلام کی کتابوں کو انہی روایات اور مسائل سے بھر دیا ہے۔" بہت سے ایسے بزرگ بھی اُن دنوں تشریف رکھتے تھے جو روایات جھوٹی حدیثیں بنایا کرتے تھے اور اس کو ثواب جانتے اور رونق مسلمانی مانتے تھے حکما کے اقوال حضرت سے منسوب ہوتے تھے اور تاریخ سکندر کے موتی ریش مبارک میں پروتے تھے تاکہ کسی طرح بعد وفات رونق اسلام ہو۔ اور ہمارا اور حضرت کا نام ہو۔ پس حدیثوں پر کسی طرح کا اعتبار نہیں اور قرآن کو کسی معجزہ احمدیہ سے اقرار نہیں اس واسطے ہم انہی سے [illegible]

غلام احمد۔ ۷۷۔ علاوہ اس کے یہ بھی کچھ ضروری معلوم نہیں ہوتا۔ کہ واقعہ شق القمر پر جو چند سکنڈ سے کچھ زیادہ نہیں تھا۔ ہر ایک ولایت کے لوگ اطلاع پا جائیں کیونکہ مختلف ملکوں میں دن رات کا قدرتی تفاوت۔ اور کسی جگہ مطلع نا صاف اور غبار رہنا اور کسی جگہ ابر ہونا۔ ایسا ہی کئی اور ایک موجبات عدم رویت ہو جاتے ہیں۔ اور نیز بالطبع انسان کی طبیعت اس کے برعکس واقعہ ہوئی ہے۔ کہ ہر وقت آسمان کی طرف نظر لگائے رکھے۔ بالخصوص رات کے وقت جو سونے اور آرام کا ہے اور بعض موسموں میں اندر بیٹھنے کا وقت ہے ایسا التزام بہت بعید ہے۔

تردید۔ جب آپ شق القمر کی بابت اور ملکوں کے لوگوں کی اطلاعیابی ضروری نہیں سمجھتے۔ اور خود آپ کے دل میں بھی ہر ایک پہلو پر غور کرنے سے ماسٹر صاحب سے زیادہ خدشہ ہوا ہے کیونکہ بہت سے قدرتی حادثات عارج ہیں اور در حقیقت ہر ایک سلیم العقل کے نزدیک یہ بات وقوع سے خارج ہے۔ تو پھر خواہ مخواہ ایک مشکوک اور محض محال اور مذبذب بات کو کھینچ تان کر کیوں معجزہ بنا رہے ہو۔ جس کا ثابت ہونا کسی طرح بھی ممکن نہیں۔

بعضے مسلمان یہ دعوے بھی کرتے ہیں کہ اگر شق القمر محمد صاحب کے وقت میں نہیں ہوا تو انشق ماضی کا صیغہ کیوں ہے؟ اور کیوں اس کے معنے مستقبل کے لئے جاویں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن میں صرف یہی ایک موقعہ نہیں ہے۔ بلکہ بہت سی جگہ ماضی مستقبل کے معنے دیتا ہے اور واقعات آئندہ بطور ماضی کے بیان ہوتے ہیں حالانکہ وہاں مستقبل ہونا چاہئے۔

(۱) مثلاً سورہ زمر ونفخ فی الصور۔ اور پھونکا گیا نرسنگا۔

(۲) ایضاً فصعق من فی السمٰوات ومن فی الارض۔ پھر بیہوش ہو گرا جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے۔

(۳) " ثم نفخ فیہ اخریٰ فاذا ہم قیام ینظرون۔ پھر پھونکا گیا دوسری بار تب ہی وہ کھڑے ہو گئے دیکھتے۔

(۴) " واشرقت الارض بنور ربہا۔ اور چمکی زمین اپنے رب کے نور سے

(۵) " ووضع الکتٰب وجایٔ بالنبیین والشہداء۔ اور لا دھرا دفتر اور حاضر آئے پیغمبر اور گواہ۔

(۶) " وقضی بینہم بالحق۔ اور فیصلہ ہوا ان میں انصاف سے۔

(۷) " ووفیت کل نفس ما عملت۔ اور پورا ملا ہر جی کو جو کیا۔

(۱) " اقترب للناس حسابہم۔ نزدیک آیا آدمیوں کے واسطے ان کا حساب یعنی قیامت کا دن۔ سورۃ الانبیاء۔

حالانکہ یہ تمام واقعات قیامت کی بابت آنے والے وقت کے ہیں جو ابھی بہت بڑے بڑے زمانہ کے بعد آئیگا۔ مگر تمام اس طرح بیان ہوئے جیسے حضرت کے جیتے گذر چکے ہیں۔ اسیطرح اقترب کا لفظ بھی مستقبل کے واسطے ہے مگر بصیغہ ماضی بیان ہوا ہے۔ چنانچہ سید احمد خاں صاحب بہادر بھی ہمارے تائید کرتے ہیں "تمام قرآن کا طرز بیان اسطرح پر ہے کہ آئندہ کی باتوں کا جو یقینی ہونے والی ہیں ماضی کے صیغوں سے بیان کیا جاتا ہے جو اُن کے قطعی ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ اسیطرح ان آیتوں میں جو باتیں ہونے والی ہیں انکو ہو چکی یعنی ماضی کے صیغہ سے بیان کیا ہے" (تفسیر احمدی صفحہ ۲۹ جلد اول ۱۲۹۸ھ سورہ بقرہ) اس واسطے اس میں کسی معجزہ کا بیان نہیں اور محمد صاحب سے تو اس کا کسیطرح کا ذرا لگاؤ بھی نہیں اور جو اس بات کا اعتبار کرتے ہیں کہ اس آیت میں مستقبل بصیغہ ماضی کو جادو کیوں کہا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جادو عرب کی عام اصطلاح ہے۔ کسی عبارت کو لکھا ہوا دیکھ کر بھی جادو کہہ دیا کرتے تھے اور عموماً بات چیت میں بھی جادو (سحر) لفظ بولتے تھے چنانچہ اس کا ثبوت بھی ہم قرآن سے ہی دکھلاتے ہیں۔

(۱) سورۃ ہود۔ ولئن قلت انکم مبعوثون من بعد الموت لیقولن الذین کفروا ان ہذا الا سحر مبین۔ **ترجمہ۔** اگر تو کہے کہ تم اٹھو گے مرے کے بعد تو البتہ کافر کہیں گے کہ یہ کچھ نہیں مگر جادو ہے صریح۔

(۲) سورہ احقاف۔ واذا تتلیٰ علیہم اٰیٰتنا بینٰت قال الذین کفروا للحق لما جاءہم ہذا سحر مبین۔ **ترجمہ۔** اور جب سنائی اُن کو ہماری باتیں ظاہر طور پر کہتے ہیں کافر سچی بات کو جب اُن تک پہنچے یہ جادو ہے ظاہر" اسی طرح اُس آیت کو بھی جادو کہا۔

غلام احمد ۸۷۔ پھر ان سب باتوں کے بعد ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ شق القمر کے واقعہ پر ہندوؤں کی معتبر کتابوں میں بھی شہادت پائی جاتی ہے **مہابھارت** دھرم پرستک میں **بیاس جی** صاحب لکھتے ہیں کہ اُنکے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہو کر پھر مل گیا تھا اور وہ اس شق القمر کو اپنے بے ثبوت خیال سے بشوامتر کا معجزہ قرار دیتے ہیں لیکن پنڈت دیانند صاحب کی شہادت اور یوروپین محققوں کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ مہابھارت وغیرہ پوران کچھ قدیم اور پرانے نہیں ہیں۔ بلکہ بعض پرانوں کی تالیف کو تو صرف آٹھ سو یا نو سو برس ہوا ہے۔ اب قرین قیاس ہے کہ مہابھارت یا اُس کا واقعہ بعد مشاہدہ واقعہ شق القمر جو معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھا لکھا گیا۔ اور بشوامتر کا نام صرف بیجا طور کی تعریف پر جیسا کہ قدیم سے ہندوؤں کی اپنے بزرگوں کی نسبت عادت ہے درج کیا گیا ہے۔

تردید۔ جیسے کوئی کہے کہ محمد صاحب کی مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب سے ملاقات ہو کر باہم بہت سی بات چیت ہوئی اور ایک دوسرے کو تحفہ تحائف دئے۔ یا زردشت صاحب اور محمد صاحب کا باہم مباحثہ ہوا اور محمد صاحب اُس کی صورت پر ایمان لائے تو کیا کوئی عقلمند تسلیم کرے گا؟ ہرگز نہیں۔ حضرت ایسا ہی اس بات کا دعوے ہے اور سچ بھی ہے کہ دروغ آدمی را کند شرمسار۔ جناب مہابھارت میں نہ تو کوئی دھرم پر بحث ہے اور نہ شق القمر کا تمام بھارت میں کسی جگہ ذکر ہے۔ نہ اُس میں وشوامتر کی نسبت اس کا کہیں بیان ہے اور نہ کسی غیر کے متعلق بھی کچھ نشان و گمان۔ سوامی جی نے کسی جگہ بھی مہابھارت کو آٹھ سو برس کا مصنفہ بتلایا اور نہ مہابھارت کا شمار پرانوں میں آیا۔ بعد مشاہدہ شق القمر کے لکھوا دیا (سراسر محال ہے) نہ تو اُس میں لکھا گیا اور نہ آجتک یہ ناممکن امر وقوع پذیر ہوا ہے بیشک بعض پوران ۸ و ۹ سو برس کے مصنفہ ہیں اور بعض اُس سے

پہلے کے۔ اٹھارہ پوران اور ان میں ان کے واقعات بھی اور مہا بھارت یا بھارت سے بکثرت طور جدا ہیں اور سنسکرت دان پنڈتوں پر یہ امور بخوبی ہویدا۔

پس اے ناظرین! آپ خدا کیواسطے انصاف کریں کہ اس الہامی قرآنی تعلیم کی برکت سے کس قدر دروغ بیفروغ کا طوفان اٹھایا اور کتنی کارسازیوں اور روباہ بازیوں نے جھوٹ کا بہتان بنایا اور ایک جھوٹی بات کو آیات کرنے کے ارادہ پر بقول اپنے ایرانی بھائی کے دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز گھڑ کر دونوں جہان میں اپنی رسوائی کی۔

ہم مرزا صاحب کو رب القادیانی اور محمد صاحب کی قسم دیکر مقابلہ میں بلاتے ہیں کہ بھارت یا سوامی جی کی تحریروں سے اپنے دعوے کا ثبوت فرمائیں اور جسطرح ہوسکے قرآن کے الہامی ہونیکا دعوے ثابت کر دکھائیں ورنہ برائے خدا اس ملعون ارادے سے باز آکر شرمائیں کیونکہ مہا بھارت میں اس کا نام و نشان ندارد ہے۔ مہابھارت میں بہ تفصیل ذیل اٹھارہ پرب ہیں۔

آدی پرب۔ سبھا پرب۔ بن پرب۔ بیراٹ پرب۔ ادوم پرب۔ بھیشم پرب۔ درون پرب۔ کرن پرب۔ شل پرب۔ سوپتک پرب۔ استری پرب۔ شانت پرب۔ انوشاسن پرب۔ اشومیدھ پرب۔ آشرم واسک پرب۔ موسل پرب۔ مہا پرستھان پرب۔ سورگ آروہن پرب۔

علاوہ بریں۔ بیاس مصنف بھارت کا زمانہ ٹھیک مہاراجہ جد ہشٹر کے وقت ہے بلکہ اُن کی وفات کے کچھ عرصہ بعد تک زندہ رہے اور بیاس کا رکشت سے مباحثہ بمقام بیخ ہوا۔ جو کہ استاویز میں درج ہے (دیکھو اُس کا ظہور سیزدہم آیت ۱۴۴) تاریخ سے ثابت ہے کہ جدہشٹر اور نوح ہمعصر تھے جنکو آج ۴۹۸۸ سال ہوتے ہیں اور بیاس جی جدہشٹر کے وقت میں تھے۔ نوح سے کئی ہزار برس بعد محمد صاحب ہوئے جس سے کسی مولوی کو انکار نہیں بلکہ صاف اقرار ہے کہ سال ہجری اس وقت ۱۳۰۵ ہے بیاس جی جدہشٹر کے وقت میں ہوئے اس واسطے نوح کے ہمعصر۔ اور محمد سے کئی ہزار سال پہلے گذرے ہیں۔ محمد نوشیروان کے وقت میں ہوئے اور نوشیروان زردشت سے کئی ہزار سال بعد۔ پس محمد بیاس جی سے کئی ہزار سال پیچھے ہوئے بنا براں بیاس کی کتاب میں محمد کے معجزے کا خدانخواستہ ذکر یا نام ہونا ہرا یا محال ہے کسیطرح بھی ممکن نہیں (مفصل دیکھو متعصب یا وریوں کی نافہمی کا علاج نمبر ا صفحہ ۴ سے ۱۲ تک)۔

غلام احمد ۵۷ میں معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کی شہرت ہندوؤں میں مؤلف **تاریخ فرشتہ** کے وقت میں بھی بہت کچھ پھیلی ہوئی تھی کیونکہ اُس نے اپنی کتاب کے مقالہ یازدہم میں ہندوؤں سے یہ شہرت یافتہ نقل لے کر بیان کی ہے کہ شہر دھار متصل دریائے چنبل صوبہ مالوہ میں واقع ہے اب شاید اس کو دہار انگری کہتے ہیں وہاں کا راجہ اپنے محل کی چھت پر بیٹھا تھا یکبارگی اُس نے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور پھر مل گیا اور بعد تفتیش اُس راجہ پر کھل گیا کہ یہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ تب وہ مسلمان ہو گیا۔ اُس ملک کے لوگ اُس کے اسلام کی وجہ بھی بیان کرتے تھے اور اس گرد و نواح کے ہندوؤں میں یہ ایک واقعہ مشہور تھا۔ جس بناء پر ایک محقق مؤلف نے اپنی کتاب میں لکھا۔''

شروہید۔ تاریخ فرشتہ کا مصنف **ابوالقاسم** ایک متعصب مسلمان اوّل درجہ کا مخالف مذہب تھا جو بعد ابراہیم بادشاہ کے گزرا ہے وہ تمام کتاب میں جہاں ہندو و راجاؤں کا ذکر کرتا ہے اُن کو تعصب کی آگ سے جل کر بلفظ دوزخی جہنم اشتمال کرتا ہے۔ پس ایسے خوشامدی کی بات اگرچہ کسیطرح قابل اعتبار نہیں مگر پھر بھی بپاس خاطر مرزا صاحب (تاکہ کسی حیلہ سے معجزہ شق القمر ثابت ہو جائے اور محمد صاحب پر کوئی الزام نہ آئے) تاریخ فرشتہ سے ہی اس کی تحقیقات کرتے ہیں۔

تاریخ فرشتہ مقالہ یازدہم کا آغاز۔ کیفیت ظہور اسلام

در آں دیار بر واقفان احوال واضح و ہویدا می سازد کہ واقعات ملوک ملیبار مفصلاً در ہیچ یک از کتب احیا بنظر دریامدہ ما براں برا زانچہ در رسالہ **تحفۃ المجاہدین** نوشتہ شدہ اکتفا می نمایم ملیبار ملکے است از ممالک ہندوستان بجانب دکن در اوائل پیش از ظہور اسلام و بعد از ظہور اسلام طائفہ یہود و نصاریٰ برسم تجارت از راہ دریا بدان دیار آمد شد می کردند و در آخر الامر میان ملیباریان وایشان بواسطہ بیع و شری الفتے بہم رسید بعضے از بازرگان یہود و نصاریٰ در شہر ہائے ملیبار ساکن شدہ منازل و بساتین ساختند و ہمیں نحو روزگار می گذرانیدند تا آنکہ آفتاب جہانتاب ملت محمدی طلوع نمود و چون تاریخ ہجری از دویست (دو صد سال) تجاوز گشتہ جمیع از اہل اسلام چیدہ عرب و عجم در لباس فقرہ درویشی از بلاد عرب بقصد زیارت قدمگاہ حضرت بابا آدم بجانب سراندیپ کہ آنرا لنکا میگویند متوجہ شدند و حسب اتفاق کشتی ایشاں باد مخالف در دیار ملیبار افتادہ در شہر کہ نگور فرود آمدند حاکم آنجا کہ موسوم بسامری بود بعقل کامل و اخلاق ستودہ اتصاف داشت بصحبت درویشاں مشرف شدہ از ہر باب سخن در میان آورد تا آنکہ از ملت و مذہب ایشاں پرسید گفتند کہ بحلیہ اسلام آراستہ ایم و پیغمبر ما محمد رسول اللہ است سامری گفت من از طائفہ یہود و نصاریٰ و چند دیگر مذاہب و دین شنیدہ ام کہ در بلاد عرب و عجم و ترک بیا دین پر رونق وارد لیکن الی الآن بصحبت مسلمانان نرسیدہ ام اکنوں توقع دارم کہ شمہ از حالات آں سرور انبیاء از روئے صدق و صفا مذکور کنند و معجزات او بیان کنند یکے از درویشاں کہ بصفت علم و صلاح آراستہ بود۔ آغاز سخن کردہ چنداں از حالات و معجزات آں حضرت بیان فرمود کہ سامری را محبت رسالت پناہ در دل پیدا آمد و چوں معجزہ شق القمر بشنید گفت اے قوم این معجزہ بسیار قوی است و اگر حق و صدق است و سحر نبود مردم جمیع بلاد قریب و بعید مشاہدہ کردہ خواہند بود و رسم دیار ما چنانست کہ ہرگاہ قضیہ بزرگ روئے کا یدار باب قلم آنرا در دفاتر ثبت نمایند و دفاتر آباو اجداد او موجود است آنرا انجا طرف آوریم و عیار صدق شما مے بینیم انگاہ اہل دفتر را خوا ندہ بفرمود تا دفتر زمان خاتم النبیین بجویند در انجا نوشتہ یافتہ کہ در فلاں تاریخ دیدہ شد کہ ماہ دو پارہ گشتہ بازہم پیوست۔ پس بر سامری حقیقت دین محمدی ظاہر شدہ کلمہ بر زبان آوردہ باعتقاد تمام مسلمان گشتہ چوں ارمر دمان قوم خود مے ترسید آنرا مخفی داشتہ مسلمانان را ہم از اظہار آں منع فرمود (دیکھو تاریخ فرشتہ مطبوعہ نول کشور صفحہ ۳۶۸ مطبوعہ ۱۸۶۵ء)

اور پھر انہیں کی ترغیب سے اُس کا حج کیواسطے جانا لکھا ہے کہ کعبہ تک نہ پہنچکر راستہ میں ہی بندر شجر یرہ عرب در بندر ظفر بیمار شدہ در بندر مذکور فوت شد ا ا۔ (دیکھو صفحہ ۳۷۰ سطر ۱ تک) پھر لکھا ہے کہ وہ سامری خود در زمان آنحضرت بملک خویش قمر شاہدہ فرمودہ و بنزد حضرت محمد صاحب رفتہ مسلمان شد و بحالت واپسی بہ شہر ظفار فوت شدہ (دیکھو صفحہ ۳۷۰ سطر ۱ تک) +

اس تمام مندرجہ بالا بیان سے ہر ایک صحیح العقل کے نزدیک مطالب ذیل بر آمد ہوتے ہیں (۱) نام اُس حاکم کا **ساھری** تھا (۲) یہود و نصاریٰ اس ملک میں مسکن گزیں تھے (۳) فقراء اسلام عرب سے بسواری کشتی اُس جگہ آئے تھے۔ (۴) اُس وقت اسلام عرب فارس روم ترکستان میں پھیل چکا تھا۔ (۵) محمد صاحب فوت ہو چکے تھے

(۶) فقراء کی زبانی حال سُن کر وہ ملیبار میں ہی مسلمان ہو چکا تھا۔ (۷) بندر قندیریہ یا سنجیر میں جا کر فوت ہوا (۸) ہجرت سے دو سو سال گذر چکے تھے۔

پھر لکھتا ہے کہ (۱) سامری نے خود معجزہ شق القمر کا دیکھا (۲) خود عرب میں گیا۔ (۳) محمد صاحب زندہ تھے۔ اُن کے پاس جا کر مسلمان ہوا (۴) شہر ظفار میں بحالت واپسی ار حضرت محمد صاحب فوت ہوا۔

جتنا خود اس مورخ کے ہر دو بیانات میں تفاوت ہے وہ اس روایت کو بیہودہ یا ایسا لچر اور پوچ ثابت کر رہا ہے کہ جس کے اثبات پر کسی دانا کو ذرا بھی یقین نہیں آسکتا۔

پہلی روایت۔ فقراء کی زبانی حال سُن کر اور شق القمر کا حال اپنی کتابوں میں لکھا ہوا دیکھ کر مسلمان ہوا۔ اور بغیر پہنچنے مکہ یا مدینہ کے رستہ میں بندر سنجیر یا قندیریہ میں مرگیا۔ اور محمد صاحب سے نہیں ملا بلکہ اُن کی وفات سے تقریباً دو سو سال بعد جبکہ ترک۔ روم۔ عرب۔ عجم فتح ہو چکے تھے یہ حال اُس نے سُنا اور مسلمان ہوا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ اپنی آنکھوں سے شق القمر کو دیکھا اور لوگوں سے دریافت کیا کہ آجکل کوئی مشہور آدمی ہوا لوگوں نے محمد کا ذکر کیا۔ جس کو سُن کر وہ بحیال ملنے محمد صاحب کے ملیبار سے عرب میں جا کر اُن سے ملاقات کی اور اُن کے ہاتھوں مسلمان ہوا اور واپسی بحالت میں شہر ظفار میں فوت ہوا۔

(غور طلب امورات) اوّل تو سامری ہندوؤں کا نام نہیں ہوتا۔ جس سے کوئی محمدی انکار نہیں کر سکتا اور نہ کبھی ہوا ہے اور نہ اب ہے بلکہ یہ نام یہود و نصاریٰ و محمدی وغیرہ قوموں کا ہے اور اُنہیں کی کتابوں میں اس کا ذکر ہے اور اُن کا اعتقاد بھی ہے کہ جادو بر حق مگر کرنے والا کافر یہ نام کسی ہندو راجہ کا نہیں ہے۔ **دوم**۔ یہ بیان تحفۃ المجاہدین سے (جو صرف جہادی لوگوں کی ترغیب دلانے اور سر کٹوانے کے واسطے کسی معتقد محمدی نے بنائی ہے) نقل کیا گیا ہے۔ **سوم**۔ ہر دو روایت ایک دوسری کی سخت مخالف ہیں اگر اوّل صحیح ہے تو دوسری غلط۔ اور اگر دوسری صحیح مانیں تو پہلی ضرور غلط ہے اور دونوں کا صحیح ماننا محال اور دو مخالفوں کے درمیان کسی بات کا صحیح ہونا سراپا محال۔ بلکہ بطالت و جہالت پر دال پس ہر دو روایتیں ایک دوسری کی صریح ابطال ہیں اسی سبب سے دونو باطل۔ **چہارم**۔ کسی تواریخ محمدی مصنفہ زمانہ احمدی میں کسی ہند کے راجہ کا وہاں جانا اور مسلمان ہونا جیسا کہ ادھٹا و فنا مرقول اور لوگوں کا محمد صاحب کے پاس جانا اور رو برو کھسوٹ کے لالچ سے مسلمان ہونیکا بیان ہے۔ نہیں پایا جاتا حیف ہے کہ ملیبار علاقہ ہند کا ایک حاکم (راجہ) وہاں جاوے اور مسلمان ہووے۔ پس بمقابل اون تمام گروہوں کے اس کا ذکر ضروری تھا مگر بالکل نہیں ہوا اس واسطے بھی یہ بات محض افترا ہے۔

غرضیکہ یہ تمام واقعات ایسے ہیں جن کے مطالعہ سے ہر ایک عقلمند جان سکتا ہے کہ کس طرح حیلہ پردازی سے ایک شاعرانہ فسانہ گھڑ کر لوگوں کو دین اسلام کی ترغیب دی۔ علاوہ ازیں تمام مقالہ یازدہم میں آپ کا مندرجہ بالا قصہ بجز آپ کے تعصب باطنی یا الہام قرآنی کا حصہ ہے) نادر ہے۔ ملک دھار کہہ یا مالوہ یا دریائے چنبل کا ہندوستان نہیں نہ اُس کا چھت (سقف) پر بیٹھ کر معجزہ شق القمر دیکھنے کا وہم و گمان نہ ہندوؤں سے یہ شہرت یافتہ (بقول مرزا) نقل سُنکر درج کرنیکا مقصود اور نہ اُس میں ہندوؤں کا ذکر موجود۔ بلکہ تحفۃ المجاہدین مسلمانوں کی کتاب سے یہ خلاف واقعہ منقول ہے۔ اس واسطے مصنف فرشتہ کی طرح بھی آپ کی پیشگوئی سے غالباً ملول۔ تصنیف فرشتہ کا وقت شروع اسلام تھا اور اسلام کے آغاز اُس کا وجود یا نام۔ بلکہ وہ تو ابراہیم شاہ کے وقت ۱۰۱۲ھ میں گذرا ہے جب کہ اسلامی شمشیر خون آشام سے لاکھوں کروڑوں معصوم ہندو شہید اور بے دین ہو چکے تھے اور دین بالجبر محمدیہ ایشیاء کے حصوں میں وباکی طرح روز بروز پھیل رہا تھا اس واسطے تمام دعوے آپ کے سراپا ناواقفی اور بے علمی کے باعث ہیں اور اسی سبب سے جتنے ثبوت بزعم خود آپ نے دیئے وہ تمام یکے بعد دیگرے تعصب محمدی کی ایجاد اور بالکل یا در ہوا یا بے بنیاد ہیں۔ ہمارا بھارت میں نشان۔ تاریخ فرشتہ میں مذکور ہے۔

اب اے محمدی بھائیو خود ہی غور کرو کہ معجزہ قرآنی و شیوہ قادیانی کہاں تک راستی سے دور ہے۔

اب ہم بطور نمونہ مسلمان علماء کتب سیر کا تعصب اندرونی دکھلاتے ہیں اور مسلمانوں کو ہی منصف بناتے ہیں دیکھو ہوا۔

(۱) سرآمد موشان ایران شیخ **مصلح الدین سعدی** شیرازی کی حق پسندی کو ہم سب سے پہلے طشت ازبام کرتے ہیں اور انصاف ناظرین کے ہاتھ دھرتے ہیں۔ **باب ہشتم بوستان کی آخری حکایت سفر ہندوستان وضلالت بت پرستاں سے**

تے دیدم از عاج در سومنات	مرصع چو در جاہلیت منات	طمع کردہ ایاں چینی جگر	جو سعدی مغاں زاں بت سنگدل
فرزاندم ارکشف این ماجرا	کہ حی جمادی پرستند چرا	جبیں سر خمن یا ستودم بلند	کرائے پیر تفسیر استاد زند
حزایں بت کہ ہر صبح ہی آید آت	برادرہ بیزدان نا یار دست	پہ لیشہ ہیچو روز قیامت براہ	مغاں گرد من بے وضو در نماز
کشتیاں ہر گر بیار وہ آب	تغلہا یہ مرجاز ردر آفتاب	مغاں تیرہ رائی نا شستہ روی	سر آمدند ار وہ دوست دگر
من ار غصہ رنجور ازو حواب	کہ ما گر تا میل شست سفا درست	شدم ہمد گویاں برہمن عالم	کرسی رکوت ریختت تاج
تنگ سایہ در سرم ادم بدست	کہ لعنت بر دیاد بر بت پرست	بتقلید کافر شدم روز چند	سرمحمس شدم در مقالات زند
بس پیرہ سطرانی اندر پرست	محاور سر پیسانی پرست	کرنا نیا یم رحلیں دکتہ ریا	بیاترو میں وستغیر یاد حجاں
	بہ صدم آدم بعد ازاں سحر	دراسجا براہ یمن تا حجیز	

یہی شیخ سعدی بوستان کے باب دوم میں لکھتا ہے۔ چہ خوش گفت فردوسی پاک زاد کہ رحمت براں تربتِ پاک باد۔ جس سے ثابت ہے کہ **فردوسی** اُس کے وقت مرچکا تھا اور فردوسی نے **محمود** کے حکم سے **شاہنامہ** تصنیف کیا تھا اور علاوہ برآں **گلستان** کے باب اوّل حکایت دوم میں سعدی کہتا ہے یکے از ملوک خراسان سلطان محمود سبکتگین را بخواب دیدہ بعد از وفات او بصد سال کہ جملہ وجود او ریختہ بود و خاک شدہ مگر چشمانش کہ ہمچناں در چشم خانہ ہمی گردیدند و نظرے کردند۔ سائر حکما از تاویل آں فرو ماندند۔ مگر درویشے کہ بجا آورد و گفت ہنوز چشمانش نگران است کہ ملکش با دگران است۔

(۱) شیخ سعدی نے بوستان تصنیف کی ز ششصد فزوں بود و پنجاہ و پنج (۶۵۵)

(۲) شیخ نے گلستان تصنیف کی ز ہجرت ششصد و پنجاہ و شش بود (۶۵۶)

(۳) اور محمود غزنوی کی تاریخ وفات ہے کہ ہاتفم گفت شہریار جہاں (۴۲۱)

گویا محمود کی وفات سے ۲۸۲ یا ۲۸۱ سال بعد شیخ سعدی ہوا۔ اور محمود غزنوی

ہ حاشیہ۔ اور بہت معتبر بیان سے دریافت ہوتا ہے کہ شیو کے اصل لنگوں میں سے جو کہ شیو کی رواج پانے سے ہندوستان میں بہتیری جگہوں پر مقرر ہو گئے ایک یہاں پر تھا اور دوسرا ملکھم نے لکھا ہے اُجین میں تھا اور مہاکال کہلاتا تھا" (دیکھو تاریخ ہند ۱۸۵۲ء کلکتہ صفحہ ۱۱۰) محمود نے مورت کو توڑ ڈالا اور اُس کے ٹکڑوں کو غزنی میں بھیجے اور جامع مسجد کے آگے ڈالنے کا حکم دیا اور کچھ مکہ مدینہ میں بھیجنے کا حکم ہوا (تاریخ مذکور صفحہ ۱۱۶) بعد ازاں فرمود تا دو قطعہ سنگ از روے جدا کرد بمکہ مدینہ و دیگر فرستاد تا در شارع عام انداختند" (دیکھو تاریخ فرشتہ ۱۸۶۵ء مطبوعہ نولکشور صفحہ ۳۳)

اپنے بارھویں حملے میں سومنات کو تباہ و مسمار کر چکا ہے اور آج تک وہاں کوئی مندر نہیں بنا بلکہ اس مورتی کو اٹھا کر ایک ٹکڑہ مکے اور دوسرا غزنی میں ارسال کر دیا (دیکھو تاریخ ہند) پس یہ سعدی کی تحریر سراپا دام تزویر ہے۔

علاوہ بریں اس کے دروغ ہونے کی وجوہات ذیل بھی ہیں۔

(۱) **عاج** (ہاتھی دانت) کا بت سومنات میں دیکھنا حالانکہ ہندوؤں کا کوئی بت عاج کا نہیں ہوتا۔ بلکہ بنایا نہیں جاتا (۲) اس کے ہاتھ پاؤں اور آنکھوں کا ہونا حالانکہ سومناتھ۔ شو لنگ کی مورتی تھی (دیکھو مورتی پوجا کی پستک مصنفہ **پنڈت رام لعل** صفحہ ۲۲ مطبوعہ سمت ۱۹۳۹ ناگری) جس کی بابت عموماً لوگ جانتے ہیں کہ اس کی آنکھ، ہاتھ، پاؤں نہیں ہوتے۔ (۳) پجاری پیر تفسیر استا و ژند تھے۔ حالانکہ ہندوؤں کے مذہب کی کتابیں وہ نہیں بلکہ پارسیوں کی ہیں (۴) بت کے ہاتھوں کا چومنا اور بوسہ دینا یہ امر بالکل مذہب ہنود کی رو سے ممنوع اور غیر مشروع ہے۔ (۵) پجاری نہ نہانے والے۔ حالانکہ معاملہ بالکل برعکس ہے کیونکہ مندر کے (۶) یزدان داور کے آگے بت کا ہاتھ اٹھانا۔ یزدان کے ماننے والے بھی آتش پرست ایرانی ہیں نہ کہ ہندو لوگ (۷) بے وضو نماز میں جانے والے۔ یہ بھی صفت اسلام ہے (دیکھو تیمم)۔ (۸) ایرانی مسلمان کو ہندوستان کے مندروں کے پجاری برہمنوں سے نہ بچانا بلکہ برہمن جانا۔ صریحاً دروغ ہے۔

(۹) شیخ سعدی کا سومنات سے ہندوستان میں آنا اور وہاں سے یمن میں اور وہاں سے حجیز چلا جانا بالکل خلاف واقعہ ہے۔ شاید اس وقت بحیرہ عرب یا بحر الہند یا خلیج فارس نہ ہوگی یکبارگی کود کر ہندوستان سے یمن میں چلا جانا بناء فاسد علی الفاسد ہے۔ یہ حکایت اسی واسطے بوستان سرکاری مطبوعہ لندن سے برخلاف واقعہ ہونے کے سبب نکالی گئی ہے۔ پس ایسی بیجا شیخیوں سے تاریخ فرشتہ کے مصنف کا بھی خیال کر لو۔ منشی **محمد ذکاء اللہ** صاحب پروفیسر میور کالج الہ آباد تاریخ ہندوستان میں کہتے ہیں کہ "سومنات کی تحقیقات جو تاریخ فرشتہ میں لکھی ہے کہ مرکب ہے سوم اور نات سے۔ سوم نام بادشاہ کا ہے جس نے اسے بنایا تھا نات اس بت کا نام ہے یہ اس کی غلطی ہے۔ اصل یہ ہے کہ سنسکرت میں سوم چاند کو کہتے ہیں مہادیو کی پرستش اسی سومنات کے نام سے کی جاتی ہے اس لئے اس کو سومنات کہتے تھے۔ پہلے مورخوں نے کچھ اس بت کے اعضا اور خط و خال بیان نہیں کئے۔ وہ لنگ کی شکل تھا۔ اس میں آنکھ ناک کچھ نہ تھے" (تاریخ ہندوستان صفحہ ۷۹ حصہ دوم ۱۸۷۵ء دہلی)۔ ان سب وجوہات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سعدیؒ صفت میں ہندی لنگا شہیدوں میں داخل ہونے کی خاطر اس قدر جھوٹ بولے تاکہ کوئی ہندو غلطی سے دھوکا میں آکر اس کو پڑھ کر مسلمان ہو جاوے اور ہمیں ثواب ہاتھ آئے۔ اسی طرح واقعات سکندری کو بھی مسلمان مورخوں نے نہایت غلط بیان کیا ہے اور وجہ وہی قرآن کی بناء فاسد ہے جس سبب سے تعصب کے گرداب میں گرے اور منزل راستی سے دور جا پڑے چنانچہ کہتے ہیں۔ "سکندر بالفتح سکندر نام بادشاہ روم کہ ہفت اقلیم مشرق و مغرب فتح کردہ بود و خطاب او ذو القرنین بود و جمیع بادشاہان مشرق و مغرب ہلاک کردہ بود و تمد دوبارہ او گرد جہاں گشتہ و شش در طلب آبحیات در ظلمات رفتہ بود و آتشکدہ ہائے مغاں خراب او کردہ و زند و استا را سوختہ و دین زردشت رہبان ساختہ و بعضے گویند کہ پیغمبر بود و بعضے گویند ولی بود حکیم پیشہ و بیک روایت فرشتہ بود۔ فاما مختار بندگی خواجہ **نظامی** فرمودہ کہ اسکندر پسر **فیلقوس** است و تمام مشرق و مغرب گرفتہ دو کرت گرد جہاں گشتہ لباس حکمت کشادہ و مسرور شاعران در آئینہ سکندری آوردہ کہ فزوں از بیست سال بادشاہی کردہ و سہ گی خواجہ آوردہ کہ عمر او دو قرن و شش سال کم یا بیش بودہ اساد ذو القرنین و سکندر نیز گویند خواجہ **نظامی** فرماید

درین شصت و شش سال کم بیش من — بے عبرت آمد فرا پیش من

بدان طفل یک ساعدہ ماتم کر مرد — ندیدہ جہاں را ہمیں جاں سپرد

آئینہ سکندری میں ہے۔

دریغ ست کآں بادشاہ را نبات — نوبندہ سی سال گوید حیات

ز عمرش کریں گونہ اندک بود — رہ فتح آفاق در شک بود

چنیں خوانم از قصہ دستان او — کہ یا الفضہ فزوں بود جرانان او

(کشف اللغات جلد اول مطبوعہ نولکشور ۱۸۷۶ء صفحہ ۴۹۲ سے ۴۹۳ تک)

اور قرآن بھی اسی امر کی تائید کرتا ہے **سورہ کہف** سے بہت کچھ اس کی تصدیق ہوتی ہے جیسا کہ تمام دنیا کا فتح کرنا۔ مشرق و مغرب تک پہنچنا۔ سد سکندری بنانا سورج کو چشمہ گلی میں ڈوبتا پانا۔ یاجوج ماجوج کا مسخر آمیز واقعہ۔ مگر ان باتوں کی تواریخ یونان اور احوال سکندر موجودہ تاریخ سے بمنزلہ تردید ہوتی ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان بیانات میں رتی بھر بھی راستی کا مادہ موجود نہیں اور سید صاحب بھی ہمارے بیان کی تائید فرماتے ہیں **تہذیب الاخلاق** جلد دوم نمبر ۲۰ میں آنریبل **سید احمد خاں** صاحب فرماتے ہیں "سوائے قرآن مجید کے جو کتب مذہبیہ اس زمانہ تک موجود ہیں ہزاروں غلطیوں سے مملو ہیں۔ کوئی ان میں ایسی کتاب نہیں ہے جس میں کوئی نہ کوئی عظیم الشان غلطی موجود نہ ہو جس نے اسلام کی سیدھی سادھی حقیقت کو وہمی اور خیالی نہ بنا دیا ہو"

حاشیہ مولوی الطاف حسین صاحب حالی فرماتے ہیں۔ "سعدی نے ۶۹۱ھ میں وفات پائی۔ اس کی عمر ۱۰۲ یا ۱۱۰ یا ۱۲۰ برس کی بتاتی ہے پس کم سے کم عمر ان سے پیدائش ۵۸۹ ہجری میں قرار پاتی ہے (دیکھو حیات سعدی مطبوعہ ۱۸۸۶ء صفحہ ۱۲)

"شیخ کے وقائع سفر میں جو اس نے گلستاں و بوستاں میں بیان کئے ہیں سب سے عجیب سومنات کا واقعہ ہے جو بوستاں کے آٹھویں باب میں مذکور ہے۔ اس حکایت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ایک ایسے بڑے مندر میں جہاں ہزاروں پجاری اور سینکڑوں بھجن گانے والے مرد و عورت اور سینکڑوں [illegible] سب روز موجود رہتے تھے۔ وہاں ایک مشتبہ آدمی کو ایسا موقع کیونکر ملا کہ تمام مندر میں اس کے سوائے کوئی متنفس باقی نہ رہا ہو کہ سوائے ایسے سناٹے کے وقت میں جبکہ مندر میں کوئی متنفس موجود نہ تھا سیرہ کے پیچھے ایک پجاری کا ڈور تھام کر بیٹھنا کس غرض سے تھا؟ اور کیوں تھا؟ اس اعتراض کے جواب میں صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاید اصل واقعہ یہ ہے سومنات میں اور مندر میں بھیس بدل کر رہنا اور ایک شخص کو اپنی جان کے خوف سے کنوئیں میں دھکیل کر بھاگ جانا صحیح ہو مگر اس صورت میں یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ اس واقعہ کے تمام جزئیات کی تصویر شیخ سے نظم میں پوری پوری نہیں کھنچ سکی۔ پس بہ نسبت اس کے کہ شیخ پر غلط بیانی کا الزام لگایا جاوے یہ بہتر ہے کہ اس کے بیان کو ایسے مقام پر ادائے مطلب میں قاصر سمجھا جائے" حیات سعدی صفحہ ۴۳ سے ۴۷ تک۔ مگر [illegible] سعدی کی اسی حکایت کے دھوکہ میں اکثر انگریز بھی دھوکا کھا گئے کہ شیخ سعدی ہندوستان میں آیا تھا چنانچہ **سر گور اوسلی صاحب** کہتے ہیں کہ ایشیاٹک جرنل کے ایک پرچہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں فرانس کے ایک مشہور محقق [illegible] نے لکھا ہے کہ سعدی پہلا شخص ہے جس نے ہندوستانی یعنی ریختہ میں شعر کہا ہے۔ یہ ایک مبالغہ [illegible]

نمبر ۱ شق القمر کی بابت پرانا فیصلہ

روزے نصرانی بخدمت خلیفۃ الحق داکبر بادشاہ آمدہ دانشمندے را از مسلمانان طلبیدند تا با وبحث کند۔ بعدار حضور نصرانی گفت۔ شما بعیسیٰ ایمان دارید۔ مسلمان گفت۔ آرے پیمبر خدا ایش میدانیم وپیمبر ما از پیغمبرے او خبر داده۔ نصرانی گفت آں پیمبر یعنے **مسیح** خبر داده که بسیار کس بعد از من ظاہر شوند ودعوائے پیغمبری کنند شما اصلا باور نه کنید وبایشان نگروید۔ که دروغ گویانند وبدیں سخن پائیدار وثابت باشید تا من باز آیم وور انجیل از پیغمبر شما خبرے نیست۔ مسلمان گفت در توریت وانجیل بوده است اما رہبانان شما آں را از میان برده اند۔ نصرانی گفت آں انجیل که درست است شما دارید۔ مسلمان گفت۔ نصرانی جواب داد که ازیں معلوم شد نا راستی شما۔ چه منکر انجیل آید۔ وگرنه نے داشتید چنانکه ما عیسائیم توریت که کتاب **موسیٰ** است داریم وشما توریت وانجیل ندارید۔ واگر در انجیل چیزے از پیمبر شما بودے بیگمان ما گفته عیسیٰ را دیگر دیدیم چه غرض از دینداری ما را بیرون قرآن عیسیٰ است۔ واکنوں ما از کجا دانیم که پیمبر شما راست گفته۔ مسلمان گفت بمعجزه او که یکے از آں انشقاق قمر است۔ نصرانی گفت شق قمر اگر واقع شدے جاپانیاں وہندے ویدایع نگاران ہر اقلیم ومورخان ہر قوم باقلام صدق برنوشتندے۔ حالانکه جز مسلمان کسے ازیں خبر ندہد پس ہندوی داناں بود از دیر رسیده اند که در کلجگ که دور چہارم است ہیچگاه ماه شگافته نشده وپارسیاں وترکان ہم رسیده اند ہمه گفتند ما چنیں چیزے در تواریخ خود ندیده ایم مسلمان فرو ماند“۔ (دیکھو دبستان مذاہب تعلیم دہم صفحہ ۳۱۶ مطبوعہ نولکشور ۱۸۸۱ء سطر ۸ سے ۲۱ تک۔

نمبر ۲ پرانا فیصلہ شق القمر کی بابت

محمدی گفت پیغمبر با قرآن آمد وشق القمر کرد ومعراج بر آمد۔ فرزانه گفت در مصحف شما است[1] وقالوا لن نؤمن لك حتي تفجر لنا من الارض الخ

ترجمہ۔ گفتند اے محمدؐ ایمان نیاوریم بتو تا بہر ما از زمین چشمہ آب پیدا کنی یا آنکه

نقیہ حاشیہ۔ جز صرف محقق مذکور کو ملکہ اس سے پہلے ہندوستان کے تذکرہ نویسوں کو بھی ہوا ہے۔ اصل یہ ہے کہ دکن میں ایک شاعر سعدی تخلص اس زمانہ میں ہوا ہے جبکہ ریختہ کی بنیاد پڑنی شروع ہوئی تھی۔ یہ خیال کیا گیا ہے کہ اس کی وفات کو تقریباً ۲۰۰ برس گذرے ہیں **مرزا رفیع الدین السودا** نے اپنے تذکرہ میں اس ریختہ کو سعدی شیرازی سے منسوب کیا ہے اس ریختہ کو سعدی شیرازی کی طرف ہی نسبت ہے کہ نام پر لکھا ہے مگر حکیم قدرت اللہ خاں قاسم نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ اس شخص کو سعدی شیرازی سمجھنا جیسا کہ بعض تذکرہ نویسوں نے دھوکا کھایا ہے محض غلط ہے“۔

(دیکھو حیات سعدی مؤلفہ الطاف حسین حالی صفحہ ۲۸)

یہ ایک محقق مسلمان کا خیال ہے جس نے کہ حتی الوسع اسلام کی بہت باتوں میں اصلاح کی ہے۔ درحقیقت لیاقت باوجود مسلمانیت ہے مگر یہ جواب نہیں بلکہ اعتراض بدستور قائم ہے اور یہ اعتراض ہم سے کچھ ہی وہ برابر بہت سے قوی ہیں جن کے ملاحظہ کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تیج ہندوستان میں بالکل نہیں آیا محض خیال لگا شہید دل میں داخل ہونے کو ثواب جانتا تھا۔

[1] حاشیہ۔ اسی آیت پر مفسر ثانی مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب دہلوی تفسیر حقانی میں فرماتے ہیں کہ کافروں نے بطور بیان ان آیت کے معجزے مانگے۔ قرآن پاک کے جواب میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو یوں تعلیم فرماتا ہے کہ ایسے یہ کہ دے کہ میں فقط رسول ہوں اور اللہ تعالیٰ نے انکی خواہش کے موافق معجزہ نہ ظاہر کرنے کی یہ وجہ بیان فرمائی ہے کہ اگلے لوگوں نے انبیاء کے معجزوں کو جھٹلا دیا تھا جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہو گئے۔ پس اسی لئے ہم

آنکه ترا بستانی شد ونخل وعنب در میان آں نخلستاں جوئیہائے آب رواں سازی یا آنکه آسمان را پاره پاره بر زمین افگنی یا آنکه خدا تعالیٰ وملائکه را بیاوری۔ یا آنکه خانه باشد ترا از زر یا آنکه بالا روی بر آسمان وایمان نیاوریم بالا رفتن تو تا فرود نیاوری از بہر ما نبشته که بخوانیم به سبیل جواب بگوید که بگوائے محمد پاک است پروردگار من نیستم مگر بشرے پیغمبر“ ازینجا منصف تواند دانست۔ که ہرگاه نتوانست جوئیہائے آب رواں کرد۔ چوں معجزات که نقل کرده اند نمود وچوں قادر بود که آسمان را پاره سازد بجائے آں طریق شق القمر فرمود وچوں نتوانست ملائکه را نمود چگونه جبرئیل را بحشم سر دیده اصوات او مے شنید۔ واصحاب ہم بصورت اعرابی نگریستند چوں نتوانست بجسد منکران باجسد بآسمان برآید چه سان معراج او جسمانی بود چوں نیاورد نوشته بحیه طریق مصحف بروے نازل شد واگر بحجت معجزه ایں انقیاد منوط است معجزه ثابت نشده الا بنقل ودریں افسانه ہا چوں از دیرگاه فاصله نقل حاجب است اعتماد را نشاید۔ وبه تقریر تسلیم علوم عربیه بسیار وخصائص اجسام بے نہایت وبیشمار است چرا نشاید که ایں صنف که آنرا معجزه مے انگاری۔ از خصائص بعضے اجسام باشد ودر علم غریب رخ نماید نزد تو شق القمر که شنیده معجزه است چرا ماه کاشغر محبت نباشد وچوں موسیٰ را کلیم اللہ خوانی چرا سامری را که گوساله گویا کرد کلیم تر از موسیٰ نخوانی“ (دبستان مذاہب صفحہ ۳۱۷ سے ۲۱، ۳ تک)

غلام احمد ۷۹۔ بہرحال جب آریہ دیش کے راجوں تک یہ خبر شہرت پا چکی ہے اور آریہ لماحوں کی مہابھارت میں درج بھی ہوگئی اور **پنڈت دیانند صاحب** پرانوں کے زمانہ کو داخل زمانہ نبوی سمجھتے ہیں اور قانون قدرت کی حقیقت بھی کھل گئی تو اگر اب بھی لالہ مرلیدھر صاحب کو شق القمر میں کچھ تامل باقی ہو تو اُن کی سمجھ پر ہمیں بڑے بڑے افسوس باقی رہیں گے۔

تردیا۔ نہ آریوں کی پستکوں میں اس کا ذکر ہے نہ آریہ دیش کے راجوں تک زمانہ اسلام سے قبل یہ بات مشہور۔ نہ مہابھارت میں اس کا بیان ہے اور نہ بقول سوامی دیانند جی کے مہابھارت منجملہ پران۔ بلکہ پوران تمام تر بھارت کے پیچھے تصنیف ہیں اور مختلف لوگوں کی تالیف۔ قانون قدرت پر غور کرنے سے بھی صاف ثابت ہے کہ شق القمر نہیں ہوا اور حضور شاہنشاہ **جلال الدین محمد اکبر** بادشاہ میں اس کی تحقیقات ہو چکی ہے اسی واسطے ماسٹر مرلیدھر جی کو اس کے عدم ثبوت میں ماننے سے انکار اور آپ کو تعصب احمدیہ کے سبب خواہ مخواہ نقصان ایمان کے خیال سے اقرار ہے۔ پس آپ کی اس مذبذب حالت پر ہم جس قدر افسوس کریں تھوڑا ہے۔ **افسوس صد ہزار افسوس!!**

مرلیدھر ۷۹۔ قرآن میں لکھا جانا **تاریخی ثبوت** نہیں ورنہ دنیا میں جس قدر بھدے بھدے مذاہب والے اپنے دیوتاؤں وغیرہ کی نسبت عجائبات بیان کرتے ہیں وہ سب سچے ہو جاویں گے۔

غلام احمد ۷۹۔ اے ماسٹر صاحب افسوس کہ تعصب کے جوش نے آپ کی کہاں تک نوبت پہنچا دی کہ آپ کی نظر میں قرآنی واقعات عام لوگوں کے مزخرفات کے برابر ہو گئے ایسی باتیں جن کو لوگ بے ٹھکانا اور بے بنیاد اپنے دیوتاؤں وغیرہ کی نسبت سینکڑوں

ہم تمہارے کہنے کے موافق یہ معجزے کہ جن کو تم مانگتے ہو نہیں ظاہر کرتے۔ پھر فرماتے ہیں کہ وہ چند معجزات جن کا کفار محض عناد سے استدعا کیا کرتے تھے وہ آپ (محمد) سے صادر نہیں ہوئے“۔ (دیکھو صفحہ ۱۴ تفسیر حقانی جلد ۳ سطر ۱۴ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی)

یا ہزاروں برسوں کے بعد بنا دیتے ہیں جو نہ اُن دیوتاؤں کے زمانہ میں تحریر ہو کر شائع ہوتی ہیں اور نہ معززو معتبر دیکھنے والوں تک اُنکا سلسلہ متواتر اور معتبر طور پر پہنچتا ہے بلکہ سراسر وہ مخلوق پرستوں کے مفتریات ہوتے ہیں جن کے ساتھ کوئی روشن دلیل نہیں ہوتی۔

سید حضرت قرآن اور پوران کے واقعات بالکل مساوی ہیں ہاں راستی بھی یہاں اگرچہ قرآن پر حادی ہیں مگر انہیں پھر بھی سماوی ہونیکا دعوے نہیں برخلاف قرآن کے آپ کو اگر ایک کے ماننے سے اقرار ہے تو نہیں معلوم کہ دوسرے کے انکار کی کونسی وجہ ہے اگر ہٹ دھرمی نے آنکھوں پر پردہ نہیں ڈالا اور کچھ بھی نام کو بصارت باقی ہے تو بخوبی جان لیں کہ شق القمر کا بے بنیادی فسانہ اور اسیطرح کی اور بے ٹھکانہ باتیں جن کا نہ تو یہ ہے نہ پاؤں حضرت کے صدہا برس بعد اُمت بڑھانے کی تمنا پر جناب سے منسوب کی گئیں مگر محمد صاحب کے وقت شائع نہیں ہوئیں اور نہ تحریر کرنے والے اُنکی زندگی میں عرصۂ شہود میں موجود تھے بلکہ کئی قرنوں بعد پیدا ہوئے اور شعرا کی زبانی جن کا کام بقول مدارج النبوت کے حسان ابن ثابت کہتا ہے "ہر کہ راخدا تعالےٰ زبانے عطا کند و بر تکلم قدرت بخشد۔ باید کہ در مدح آنحضرت و ہجو دشمنان او تقصیرے نکند کہ بہترین کارہا ایں ست" اور تمام شعرائے آنحضرت کے رات دن یہی کام کرتے تھے کہ "مدح رسول اللہ و ہجو کفار می کردند" خود بی بی عائشہ بھی شاعرہ تھیں اور حضرت علی بھی شاعر۔ مخلوق پرستی تو سب سے زیادہ اسلام کی دامنگیر ہے اور آپ کے بھائیوں کی گلوگیر۔ تمام مفسر و محدث کعبہ پرست۔ سنگ اسود پرست۔ صفا و مروہ پرست۔ مدینہ پرست۔ تابوت سکینہ پرست۔ آب زمزم پرست۔ جامۂ کعبہ پرست مخلوق پرست ہیں پس اُن کے مفتریات بھی کس طرح اور کب لایق اعتبار ہو سکتے ہیں ایسا شخص کسی واضح دلیل کے نہ ہونے سے کوئی واقعہ قرآنی ماننے کے لایق نہیں جیسا کہ شق القمر۔ اور ہزار افسوس ہے اُن لوگوں پر جو ایسی ساقط الاعتبار گفتگو پر مذہب جیسی نازک چیز کا دارومدار رکھتے ہیں جس کا دوسرا نام دیوانہ پن ہے یہ ہو وہ پیچ کرنا ہے یا دادیۂ عرب میں حیران و سرگردان مرنا۔ خلاصہ یہ کہ قرآنی واقعات و محمدی معجزات کسیطرح قابل تسلیم نہیں۔

غلام احمد ۸۰۔ کوئی واقعہ ایسی کتاب میں لکھا ہوا پاویں جو اُسی زمانہ کا واقعہ ہو جس زمانہ کی وہ کتاب ہو اور اُسی مصنف نے اُسے لکھا ہو جس نے دیکھا ہو اور وہ مؤلف بھی سرآمد روزگار ہو۔ اور پھر مصنف نے مخالفوں کو گواہ واقعہ قرار دیا ہو اور وہ کتاب بھی اچھی طرح محفوظ ہو اکثر حصہ دُنیا میں شہرت پا گئی ہو۔ اور ہزاروں حافظوں سے لاکھوں تک نوبت پہنچ گئی ہو۔ اور اُسی زمانہ کے قلمی نسخے اور بعض تفسیریں بھی موجود ہوں اور پنجگانہ نمازوں میں بیشمار لوگ پڑھاتے پڑھتے چلے آتے ہوں اگر کوئی تاریخی کتاب ان سب صفتوں کی جامع دُنیا بھر میں بجز قرآن شریف آپ کی نظر میں گذری ہے۔ تو آپ اُس کو پیش کریں۔ اور اگر پیش نہ کر سکیں تو آپ کی سزا یہی در وجالت اور انفعال کافی ہے۔ لاجواب رہنے کی حالت میں آپ کے عاید حال ہو گی ۃ

تردید۔ معجزات محمدیہ کا ذکر حدیثوں میں ہے قرآن میں نہیں مگر کوئی حدیث زمانہ محمدی میں نہیں لکھی گئی (دیکھو تحفہ اثنا عشریہ کید ہفتاد و نہم و تہذیب اخلاق جلد سوم نمبر ۴) یہاں ختم ہوئی آپ کی پہلی صفت۔

محمد صاحب کو کسی محدث نے نہیں دیکھا سنے سنائے ڈھکوسلے باندھے اور من گھڑت تاویلیں کر کے شاعری اور انشاپردازی کی۔ یہاں ختم ہوئی آپکی دوسری صفت (دیکھو تہذیب اخلاق جلد دوم نمبر بستم) +

تیغ زنی اور لوٹ مار میں بیشک وہ سرآمد عرب تھے اور تعدادی اکیاسی واقعات لوٹ مار میں جو دولت تسترہب فرما اور حکم والا سے ظہور پذیر ہوئے تھے اور ایسے ہی یار غاروں کی ہمت و تدبیر سے کمین گاہوں میں بیٹھ بیٹھ کر سوداگر لوٹے۔ مسافر قتل کئے جو باتیں حقیقی عزتوں سے منزلوں دور ہیں۔ کیونکہ حقیقی عزت تو صداقت شعاری و راستبازی و نیکوکاری سے مراد ہے اور وہ ان میں مطلق نہیں بقول شخصے۔ "ایں سعادت بزور بازو نیست۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ" (دیکھو کتاب شوکت اسلام کا باب معارک الاسود الموسوم تغازی آنحضرت مطبوعہ مطبع نظامی ۱۲۸۲ء صفحہ ۸ سے ۲۷ تک) یہاں ختم ہوئی آپ کی تیسری صفت۔

کسی مخالف نے قرآن یا حدیث کے واقعات کا امر واقعی ہونا اپنی التصنیف میں ذکر نہیں کیا نہ کوئی شہادت قرآن سے مل سکتی ہے۔ اور حضرت زیاد وغیرہ صدہا لوگ برابر منکر اور علانیہ اُن کے دعاوی کی تردید کرتے رہے (دیکھو کشف اللغات و غیاث اللغات ردیف ز معنے زیاد) یہاں ختم ہوئی آپکی چوتھی صفت

اکثر حصہ دُنیا میں شہرت پانا دوسری بات ہے اور **صداقت** کے جوہر سے آراستہ ہونا اور چیز ہے۔ چنانچہ الف لیلہ۔ و انوار سہیلی وغیرہ بھی قرآن سے بڑھکر شہرت یافتہ اور اچھی طرح محفوظ ہیں اور اسیطرح گلستاں سعدی و شاہنامہ۔ مگر قرآن میں یہ بات بھی بدرجۂ اثبات کو نہیں پہنچتی۔ کیونکہ لاکھوں احادیث غیر معتبر ہیں اور چوتھا حصہ قرآن کا بھی حضرت **عثمان** کی مہربانی سے خورد برد ہو گیا۔ اور بقول بعضے ۲۲۵ آیتیں اور بقول بعضے ۲۹۶ آیتیں منسوخ بلکہ منسوخ التلاوت ہو گئیں۔ (دیکھو مسلم باب ۳ سا اور عین الحیات صفحہ ۲۰۰) یہاں ختم ہوئی آپکی پانچویں صفت

ہزاروں حافظوں کو حفظ ہونا اُس کے معتبر ہونے کی دلیل نہیں۔ کیونکہ محمد صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا قلمی نسخہ دنیا میں کوئی نہیں (دیکھو مشکات باب ۳) عثمان نے تمام پہلے نسخے قرآن کے جلوا دئے چنانچہ لکھا ہے "وثم دخلت سنہ ثلثین فیھا بلغ عثمان ما وقع فی امر القرآن من اہل العراق فانھم یقولون قرآننا اصح من قرآن اہل الشام لانا قرأنا علی ابی موسی الاشعری واہل الشام یقولون قرآننا اصح لانا قرأنا علی المقداد بن الاسود وکذا غیرھم من الامصار فاجمع رایہ ورائی الصحابۃ علی ان یحمل الناس علی المصحف الذی کتب فی خلافۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ وکان مودعا عند حفصۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویحرق ما سواہ من المصاحف وحمل کلا منھا الی مصر من الامصار وکان الذی تولی نسخ المصاحف العثمانیہ بامر عثمان زید بن ثابت وعبد اللہ بن زبیر وسعید ابن العاص و عبد الرحمان بن الحارث بن ہشام المخزومی وقال عثمان ان اختلفتم فی کلمۃ فاکتبوھا بلسان قریش فانما نزل القرآن بلسانھم"۔

(دیکھو تاریخ ابی الفداء عربی موجودہ لائبریری بے پور مطبوعہ مصر صفحہ ۱۷۶ جلد اول)

ترجمہ۔ اب شروع ہوا تیسواں سال ہجری نبوی کا "اسی سال عثمان کو یہ خبر پہونچی کہ قرآن کے باب میں لوگوں میں بہت اختلاف ہے اہل عراق یہ کہتے ہیں کہ ہمارا قرآن بہت صحیح ہے اہل شام کے قرآن سے کیونکہ ہمارا قرآن ابو موسیٰ اشعری کے قرآن کی نقل ہے اور اہل شام یہ کہتے ہیں کہ ہمارا

[1] حاشیہ۔ دیکھو تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۲۴۳ ۱۸۸۲ء سطرہ ۲ و ۲۹ +

قرآن بہت صحیح ہے کیونکہ ہم کو مقداد ابن الاسود کی قرأت پہونچا - اسطرح پر اور ملکوں میں بھی اختلاف تھا۔ حضرت عثمان نے سب صحابہ سے مشورت لے کر یہ بات ٹھہرائی کہ لوگوں کو اُس قرآن شریف کی طرف جو انکو بھیجے ہونگے درمیان خلافت ابوبکر صدیق کے لکھا گیا تھا - اور وہ قرآن رکھا ہوا درمیان حفصہ زوجہ نبی کے تھا - اور جمیع قرآن جو سوا اُس کے ہیں سب جلا دیے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا اور اُس قرآن کی نقلیں کروا کے اونٹ بھر کر شہروں میں بھجوا دئے اور وہ لوگ جو حضرت عثمان کے حکم کے موجب قرآن شریف کے نسخوں کے لکھنے پر مقرر ہوئے یہ ہیں - زید بن ثابت - عبداللہ بن زبیر اور سعید بن العاص اور عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام المخزومی اور کہا عثمان نے جہاں قرآنوں میں اختلاف دیکھو کسی کلمہ میں پس لکھو قریش کی زبان میں کیونکہ وہ قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔" (اور اسیطرح دیکھو تحفہ اثنا عشریہ کد سیر دہم صفحہ ۵۹ مطبوعہ ثمر ہند لکھنو ۱۲۹۵ء) یہاں ختم ہوئی آپ کی چھٹی صفت -

پنجگانہ نمازوں میں صرف معمولی چند آئتیں پڑھی جاتی ہیں اور وہ بھی ہر فرقہ علیحدہ قسم کی ترکی لوتا ہے - ہمارے ایک مہربان عبدالغفار نامی نماز میں حضرت علی کا یہ ستھرنام پڑھا کرتے تھے - بسند قائم کرن خوانند سلام یا علی - حیدر کرار - گوید خالق ہر دو سرا - الخ - آپس یہ بھی صداقت کا کوئی ثبوت نہیں - سنی شیعوں کی مسجد میں اور وہابی دونوں میں نماز جائز نہیں جانتے بلکہ وہ دونوں خود بھی اُن کو مسلمان نہیں مانتے اور کلمہ گو کو کافر گردانتے ہیں -

اور علاوہ برآں سورہ بنی اسرائیل کے پہلے تو نماز ہی نہ تھی پس نماز میں پڑھنا کیسا - دیکھو تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۳۸۲ سطر ۲ سنہ ۱۸۷۴ء نولکشور اور روضۃ الصفا ذکر معراج۔

علاوہ برآں یہی سات صفات انوار سہیلی توزک بابری جہانگیری و ابوالفضل و اکبر نامہ وغیرہ کی نسبت قرآن سے زیادہ موزوں ہیں - کیونکہ خود اُن کے مصنفوں نے اپنے قلم سے ان کتابوں کو لکھا ہے اور آجتک بلا کم و کاست راست راست موجود ہیں اور برخلاف قرآن کے انکا کوئی حصہ بھی مفقود نہیں - مرزا صاحب ذرا عقل کے ناخن لیجئے اور خواہ مخواہ غیروں کے دو درست صفات سے قرآن کو موصوف نہ کیجئے در اصل اگر آپ ذرا غور فرماویں گے تو پردہ تعصب کے دور ہوتے ہی خوب جان جاویں گے کہ قرآن ان صفات سے موصوف ہونے کے خلاف عاری ہے اور دم ثبوت اس کی زبان پر موسیٰ کیطرح لکنت جاری۔

غلام احمد - ۸۰ و ۸۱ - آپ کو خبر نہیں کہ دنیا میں جس قدر بڑے بڑے مخالف ناہلم عیسائی - یہودی - مجوسی وغیرہ ہیں وہ قرآنی شہادتوں سے یعنے اُن واقعات سے جو قرآن نے اپنے زمانہ کے متعلق لکھے ہیں انکار نہیں کر سکتے۔

ہاں تعصب کی راہ سے - وہ بعض آیات کے معنے اور طرح پر کرتے ہیں مثلاً شق القمر میں) وہ آپ کیطرح یہ نہیں کہتے کہ آنحضرت نے یہ امر خلاف واقعہ قرآن میں لکھ دیا ہے - چنانچہ اس بات کی تو آپ بھی شہادت دے سکتے ہیں کہ آپ نے تمام عمر میں کوئی ایسی کتاب کسی فاضل انگریز یا یہودی کی نہیں دیکھی ہوگی - جس میں اُنھوں نے آپ کیطرح یہ رائے ظاہر کی ہو کہ آنحضرت نے ایک جھوٹا دعوےٰ شق القمر کا قرآن میں لکھ دیا ہے - کیونکہ جو فاضل گسیس اور با خبر انگریز ہیں وہ لوگ بباعث اپنی عام اور وسیع واقفیت کے خوب جانتے ہیں کہ جس طور اور التزام سے قرآن نے اشاعت پائی ہے اور جس تشدد سے مخالفوں اور موافقوں کی نگرانی اُس کی آیت آیت پر رہی ہے اور جس سرعت اور جلدی سے اس کے مضمون کی تبلیغ لاکھوں آدمیوں کی ہوتی رہی اور جس قلیل عرصہ میں وہ دنیا کے اکثر حصوں میں وہ شہرت پاگیا ہے وہ ایسا طور اور طریق چاروں طرف سے محفوظ ہے کہ اس میں گنجایش ہی نہیں کہ کوئی جھوٹا معجزہ یا کوئی جھوٹی پیشگوئی افترا کر کے قرآن میں درج ہو سکتی - جس کے افترا پر عیسائیوں یہودیوں یا مجوسیوں میں سے کسی کو اطلاع نہ ہوتی - اسیوجہ سے اگرچہ آجتک صدہا انگریزوں نے بوجہ شدت عناد بہت کچھ مخالفانہ حملہ اپنی کتابوں اور تفسیروں میں قرآن پر کرنے چاہے ہیں جن میں وہ باطل پر ہونے کیوجہ سے کامیاب نہیں ہو سکے - مگر یہ رائے جو آپنے بیان کی آجتک اُنمیں سے کسی نے نہیں کی - سو آپکا ایسی کتاب کو مورخانہ وقعت سے باہر سمجھنا اور جوہر صافی اور خس و خاشاک برابر خیال کر لینا اور صاف صاف فرق دیکھ کر اپنی آنکھوں پر پردہ ڈال لینا صرف نظر کا گھاٹا ہے "۔

تردید - ہم اسموقع پر بموجب درخواست مرزا صاحب کے نہایت ضروری جانتے ہیں کہ چند محقق علما و فضلا یوروپین انگریزوں کی رائیں قرآنی واقعات و تمثیلات وہدایات کی نسبت پیش کریں - تاکہ مرزا صاحب کو کسی طرح کی مایوسی ہو۔

(۱) عربی کے فاضل ڈاکٹر فانڈر صاحب بہادر اپنی کتاب میزان الحق میں فرماتے ہیں "از انجا کہ یہودیوں اور مسیحیوں نے انجیل اور توریت کی بعض حکایتیں محمدؐ سے صحت کے ساتھ نقل کی تھیں - یا اگر صحت سے نقل کی تھیں تو محمد کو صحیح یاد نہیں رہی تھیں اسی سبب سے سہو میں پڑ گیا - اور وے حکایتیں بعینہ صحیح صحیح طور پر قرآن میں نقل نہ ہوئیں اب اُن سہو اور بھول چوک سے جو اس امر میں قرآن کے درمیان پائی جاتی ہیں - کئی ایک بطور نمونہ کے ہم یہاں ذکر کریں گے" (دیکھو صفحہ ۲۶۳ سے ۲۹۹ تک مطبوعہ سال ۱۸۶۱ء)

پھر فرماتے ہیں "سو یہ خلاف یا تو اس سبب سے ہوا کہ محمدؐ کو یاد نہیں رہا تھا یا یہود و نصاریٰ نے اُس سے خلاف بیان کیا تھا - ورنہ ان گذارشات کو محمدؐ بیشک صحیح صحیح نقل کرتا (دیکھو صفحہ ۳۲۲) *

جو کوئی ان باتوں کی بابت تھوڑی سی بھی فکر کرے گا اُسے معلوم و یقین ہو جائے گا۔ کہ یہ آئتیں اور یہ مقدمے صاف گواہی دیتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ محمدؐ کا دل نفسانی خواہشوں سے بھرا تھا - اور ہوا و ہوس ایسی غالب تھی کہ چاروں عورتوں پر صبر نہ کر کے اور عورتیں کرنے کو آیات مذکورہ اپنے لئے ظاہر کیں مگر ایسے پیغمبر کے حق میں ہم کیا کہیں جو اپنی نفسانی خواہش عمل میں لانے کو اور اپنے عیب پر پردہ ڈالنے کے لئے دعوےٰ کرے کہ خدا نے اپنے احکام سے تجاوز کرنے کا حکم دیا ہے - اور قسم کو توڑ ڈالنا میرے لئے جائز رکھا ہے اور بیگانی عورت کا عشق میرے واسطے حلال کر دیا ہے - آیا ممکن ہے کہ خدا اپنے حکموں سے عدول کرنیکا اذن دیوے ؟ اور قول و قسم کا توڑ ڈالنا جائز کر دے - اور بیگانی عورت کا عشق حلال ٹھیراوے ؟ یہ ہرگز ہونیکا نہیں !! بلکہ عادل اور مقدس خدا سے ایسی بات نسبت دینا کفر کے برابر ہوگا - پس درحالیکہ خدا کی جانب سے ایسی باتوں کا ہونا محال ہے - تو ظاہر ہے کہ آیات مذکورہ محمدؐ نے اپنی طرف سے کہیں اور بیجا خدا سے منسوب کر دی ہیں - اور جس صورت میں کہ محمدؐ نے مذکورہ مقاموں میں جھوٹ سے الہام کا دعوےٰ کیا ہے تو قرآن کی اور آئتوں کی بابت بھی اُس کے دعوے کا کچھ اعتبار نہیں ہے"۔ (دیکھو صفحہ ۳۲۲)

(۲) لائق ڈاکٹر سر ہنری جیل صاحب بہادر ایم - اے اپنی کتاب مطبوعہ سال ۱۸۶۱ء میں فرماتے ہیں "سچ ہے کہ اکثر محمدی مصنف معجزوں کا ذکر کر کے محمد صاحب سے منسوب کرتے ہیں مگر یہ گمان یہاں تک محمدؐ صاحب کی باتوں کے خلاف ہے کہ بالکل قابل اعتبار نہیں"۔ پھر وہ فرماتے ہیں کہ "اس مضمون کا زیادہ طول بیان کرنا کچھ ضرور نہیں ہے وہ محمد صاحب کو دعوے کی سچائی ثابت نہیں کرتا اس معجزہ جنگ بدر والے کی کیفیت اپنے تئیں آپ جھوٹ کرتا ہے

"اس میں کوئی شک کی جگہ نہیں کہ محمد کو دنیا میں عجیب آدمی بننے کی خواہش تھی جسکو وہ کسی طرح پورا نہیں کر سکتا تھا۔ سوائے اس کے کہ مکہ کے اپنے کو خدا کا رسول مشہور کرے اور آدمیوں پر اپنی مرضی ظاہر کرتے"۔ (صفحہ ۲۸)

"اگر لوگ اس کے دعاوی (نبوت کے دعوے) کی تردید نہ کرتے اور اس کو ادھر اُدھر پناہیں ڈھونڈھنی۔ اور اپنے بچاؤ کے واسطے ہتھیار اٹھانے کے لئے مجبور نہ کرتے۔ تو شاید یہ ایک معمولی آدمی ہوتا اور یہی معمولی حالت پر قانع رہتا۔ لیکن بہ سبب تھوڑی سی فوج پر افسر ہو جانے اور کامیابی سے حوصلہ پا جانے کے تعجب نہیں کہ اگر اس نے اپنے خیالات کو ان کوششوں کے کرنے کے واسطے بڑھایا۔ جو کبھی اس کے خیالات میں بھی نہیں آئی تھیں۔ محمد اپنی رنگت میں عربوں جیسا تھا۔ ایک گریٹ لور آف ویمن یعنی بڑا عاشق عورتوں کا۔ اور یہ بات ہم کو یقین ہوتی ہے اس کی حدیثوں سے اور اسی بات سے اہل تواریخ نے اُسے بہت ملامت کی ہے (دیکھو صفحہ ۲۹ سطر ۵) مورخ۔ اس کی عورتوں کی تعداد بتلانے میں جن سے وہ (سنشوالیٹی) یعنی شہوت پرستی پوری کرنے کی دلیل لاتا تھا۔ کامیاب ہوئے ہیں۔ جس کو وہ خیال کرتے ہیں کہ کافی طور سے ثبوت کرتا ہے کہ وہ ایک وگڈ یعنی فاسد یا بدکار اور ایپوکریٹ یعنی دغاباز آدمی تھا"۔ (دیکھو صفحہ ۲۹ سطر ۱۲ و ۱۳)

"مسلمان کہتے ہیں کہ وہ حلیم۔ رحم دل۔ سخی وغیرہ صفتیں رکھتا تھا۔ ہمارے خیال میں یہ باتیں طرفداری سے ہیں تاہم اُس سے اتنا نتیجہ نکل سکتا ہے کہ ایک اعرابی کے واسطے جس نے غلامی کی تعلیم پائی ہو۔ اور جس کو اپنے فرائض کی کم آگاہی ہو۔ وہ کم از کم مستقل مزاج تھا اور وہ ایسا شرارتوں کا پتلا نہ تھا جیسا کہ معمولی طور سے ظاہر کیا جاتا ہے"۔ "تھوڑی سی ہپوکریسی یعنی مکاری اور صورت بچانی کم از کم اس کے لئے نہایت ضروری تھی۔ اس کی طبع تیز تھی اور کامل طور سے وسلامی کی کمیلارٹ کے ہنروں میں لائق تھا"۔ (دیکھو صفحہ ۲۹)

(۹) "آنریبل ستواورٹ الفنسٹن صاحب بہادر گورنر بمبئی فرماتے ہیں۔ محمد اپنے وعظ کے آغاز میں دل سے صاف معلوم ہوتا تھا۔ اور اگرچہ بعض اوقات اپنے دین کے پھیلانے میں اُس کو فراڈ یعنی دغابازی اور فریب سے کام لینا پڑتا تھا۔ اور اسی سبب سے وہ کچھ عرصہ کے بعد ہپوکریسی یعنی دغابازی یا مکر اور رام پاکھنڈ یعنی دھوکا دہی کا بھی عادی ہو گیا تھا تاہم غالباً وہ اپنے کاموں کے نکالنے کے واسطے اپنے تعصب کو کام میں لاتا تھا۔ خواہ اُس کے جوشِ تعصب کی اصلیت کچھ ہی ہو اور اس کے مشنوں کی سچائی بھی کچھ ہو۔ مگر جس متعصبانہ طور پر اس نے اپنے مذہب کی وعظ کی اور جو (بلڈ شیڈ) خونریزیاں اُس کی باعث پیدا ہوئیں اور ہمیشہ کے واسطے قایم ہوگئیں وہ بلا شبہ ان سب کے بانی کو (ہم سٹ انیمی آف مینکائنڈ) (بنی نوع انسان) کے سب سے زیادہ بڑے دشمنوں میں شمار کرنے کا فتویٰ دیتی ہیں"۔ (دیکھو ہسٹری آف انڈیا حصہ پنجم باب اول بار پنجم مطبوعہ لندن ۱۸۶۶ء صفحہ ۳۰۶ سطر ۲ سے ۲۰ تک)

(۱۰) "ڈاکٹر پرائی ڈوکس صاحب فرماتے ہیں کہ محمد نے اُن شخصوں کی خواہش کے پورا کرنے کے لئے جو معجزہ کے طالب تھے یہ نکالا اس بات کا پرینٹنڈ یعنی جھوٹا دعویٰ کیا کہ میں خدا سے ہمکلام ہوتا ہوں اور اس بات کی تقویت کو وہ پرانی روایتیں پیش کرتا تھا جیسا کہ یہودیوں کا زبانی تعزن"۔ (دیکھو لائف آف محمد مولفہ ڈاکٹر مذکور صفحہ ۱۴۸)

(۱۱) مولوی سید ممتاز علی دیوبندی فرماتے ہیں کہ "آں حضرت صلعم کی طرف درختوں کا سجدہ کرنا۔ اور ایک پتھر کا آں حضرت کو سلام کرنا۔ کسریٰ کے محل میں زلزلہ کے وقوع ہونا۔ پارسیوں کے آگ کا بجھ جانا۔ جو ہزار سال سے کبھی نہ بجھی تھی۔ آپ پر بادل کا سایہ رہنا۔ ایک خشک درخت کا آپ کے سر پر سے سرسبز ہونا وغیرہ بے بنیاد خوارق جن کی اصلیت مذہب اسلام میں خیالات شاعرانہ ہیں۔ یہ نہیں اور اُن کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ یہ بطور اعجاز واقع ہوئے تھے"۔

(دیکھو محاکمہ ولادت مسیح صفحہ ۱۴ و ۱۵ مطبوعہ مترجاس لاہور)

(۱۲) مسٹر ابیٹسن صاحب بہادر یورپین افسر (جو کہ ہندوستان میں حال کی مردم شماری کے کام پر مامور تھے) اپنی رپورٹ مردم شماری میں لکھتے ہیں۔ "بڑے تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ جب کوئی پنجاب کا دیہاتی شخص محمدی مذہب قبول کرتا ہے تو اُس پر ایسی بُری تاثیر ہوتی ہے کہ محمدی ہوتے ہی وہ مجبوراً گھمنڈ اور خود غرضی سے بھر جاتا ہے اور محنت سے جی چراتا ہے۔ کفایت شعاری کے بدلے فضول خرچ پر لے درجہ کا ہو جاتا ہے۔ قناعت کے بدلے حرص اُس پر غالب ہوتی ہے اپنے ہندو بھائیوں کے مقابلہ میں ہر بات میں ناکام دکھائی دیتا ہے۔ یہ ایک قدرتی بات ہے کہ سرحدی پٹھان یا بلوچ لڑائی کو ایک پیشہ سمجھتے ہیں اور اس میں تعجب نہیں ہے کہ آوارہ گرد مغربی اضلاع کے مسلمانوں کی قومیں کسانوں کی روزمرہ محنت کو تکلیف خیال کرتے ہیں اور اگر ستیہ مزدوری نہیں کرتے ہیں تو مانگنے سے بھی شرم نہیں کرتے ہیں بلکہ خیال کرتے ہیں کہ ہماری پاک نسل محنت کرنے کی ضرورتوں سے ہم کو بچاتی ہے وہ منگتے برہمنوں سے اس بارہ میں کچھ کم نہیں ہیں۔

جب ہم کسی ایسی جگہ پر جاتے ہیں جہاں کہ ہندو اور مسلمان ایک ہی نسل کے آباد ہوں۔ جن کے دادے پردادے ایک ہی تھے اور جو کہ ایک ہی حالت میں باہم سکونت کرتے ہیں۔ جب ایسے گاؤں میں گذر ہوتا ہے تو ظاہری حالت سے ہی انکا دین ظاہر ہو جاتا ہے۔ مفلسی تنگی گھمنڈ جو کہ محمدیت کے نشان ہیں پائے جاتے ہیں"۔ (دیکھو رپورٹ مردم شماری انگریزی جلد اول مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۰۳ دفعہ ۲۰۳ ۱۸۸۲ء)

پھر صاحب موصوف فرماتے ہیں "اورنگ زیب کے ظلم سے لوگ کثرت سے مسلمان ہوئے ہیں۔ جتنے ہندوؤں سے مسلمان ہوئے ہیں وہ رضامندی سے نہیں ہوئے بلکہ زبردستی سے کئے گئے"۔ (دیکھو رپورٹ مردم شماری صفحہ ۱۴۴ دفعہ ۲۷۹ و ۲۷۹ جلد اول ۱۸۸۳ء)

(۱۳) **کپتان ولیم رابرٹسن صاحب** بہادر فرماتے ہیں "کیا قرآن کی تاریک تعلیم ہی نہ تھی جو ناحق یہ سکھاتی کہ اسلام کی گمراہی پھیلانے کے لئے لڑائی میں جان دینا خود بخود بہشت میں داخل ہونے کے لئے پوری ٹکٹ ہے وہ کیا چیز تھی جس نے اصلی مسلمانوں کے دل میں دوسرے سارے فرقوں پر ایسا کینہ ور اور بے رحم نقش پیدا کیا کہ وے اُن کے ستانے میں لوٹنے کو ان کی قتل کرنے کو خدا کی خدمت گنتے تھے کیا قرآن کی تاریک تعلیم ہی نہ تھی جو حرص اور کینہ اور شہوت کو جائز رکھتے تھے کہ کہ نفسانی خواہشوں میں وہ سب سے بڑھیا کیا قرآن کی تاریک تعلیم ہی نہ تھی جو وعدہ دیا کرتی تھی کہ وے مسلمان جو

یہودیوں اور مسیحیوں اور بت پرستوں کو قتل کرنے بلکہ اُن کی بہنوں اور بیٹیوں کو خراب کرنے میں اپنے ساتھیوں سے پیش دستی کرتے تھے سو محمدی بہشت میں بڑا بھاری درجہ پاویں گے آخر کو ہم پوچھتے ہیں کہ اس ترغیب کے سوائے جو قرآن کی تاریک تعلیم سے جاری ہے وہ کیا چیز تھی جو محمدؐ کے خلیفوں کو روئے زمین پر بحر مغربی سے لے کر مشرق میں گنگا ندی تک ظلم و ستم کرواتی تھی ہم ان سوالوں کے جواب کے منتظر ہیں" (دیکھو اُن کی کتاب صفحہ ۲۷۳ و ۲۷۴ مطبوعہ ۱۸۷۲ء)

(۱۴) **معراج محمدؐ کی بابت** اپنے رسالہ معراجیہ میں زبدۃ الحکماء شیخ **بو علی سینا** صاحب فرماتے ہیں "و آنکہ گفت چوں ایں ہمہ بکردم و بخانہ باز آمدم از زودی سفر جامۂ خواب ہنوز گرم بود۔ یعنے سفر فکرے کرد و در لحظت بخاطر در عقل نیست ادراک میکرد موجودات را تا واجب الوجود چوں بفکر تمام شد بوجود باز گشت۔ ہیچ روز بیکار رشتہ بود و زود تر بود از باز آمدن را حالت از چشم زیر حکم نہ ہر کہ داند داند کہ چہ رفت و ہر کہ نداند معذور باشد در رو اینست ایں کلمات مر اصحاب جاہل را چوں بنمودن کہ سر خور دارے ازیں جز عاقلاں نیست" (دیکھو دبستان مذاہب تعلیم یازدہم صفحہ ۳۶۲)

ایک فاضل غیر مذہب کی رائے

(۱۵) ابتداء میں جب ہند میں اسلام کی وکالت اُن جنگی سرداروں کے ذمہ تھی جو چند چار سال میں مغرب کی طرف سے ایک بھاری لشکر لے کر لوٹ مار کرتے۔ شہروں کو اُجاڑتے اور آدمیوں کو مارتے چلے آتے تھے اور سونا چاندی جواہرات کی ایک بھاری مقدار لیکر رخصت ہو جاتے تھے۔ ہندو مذہب نے کبھی سنجیدہ طور سے یقین نہیں کیا کہ یہ حملہ سچ مچ مذہبی ہے۔ مندر ضرور گرائے جاتے تھے اور مورت ضرور توڑے جاتے تھے۔ لیکن وہ اس بات کو عامۂ خلایق کی مصائب کا ایک حصہ سمجھ کر جو کم بخت دولت کی بدولت اُن پر وارد ہوئے ہیں چپ چاپ سہے جاتا تھا۔ اور اگر اس کو یہ جتایا جاتا کہ یہ حملہ در حقیقت مذہبی ہے۔ تو بردبار ہندو اس بات کو کہ ڈاکہ اور لوٹ مار اور کشت و خون بھی مذہب کے پیرو ہو سکتے ہیں۔ دیوانگی خیال کرتے تھے۔

دوسری صورت جس سے ہندوستان کی مذہبی طاقت کو داستہ نکل سکتا تھا۔ اُس کا مذہب اسلام اختیار کرنا تھا۔ لیکن اس بڑے انقلاب کے دو امر مانع ہوئے۔ **اول** یہ کہ ہندوستان میں اسلام کی وکالت اُن نیم وحشی اقوام کے سپرد ہوئی جن کے حیوانی جذبات اُن کی انسانیت کو (اگر ان میں کچھ انسانیت تھی) دبائے ہوئے تھے۔ اور جو انسانی زندگی کو گاجر مولی کی طرح سمجھتے تھے۔ اور غالب جذبہ لالچ تھا۔ ان لوگوں نے اسلام کے سارے اصولوں کو اپنی ذاتی اغراض اور قومی جذبات کے لئے زیر کر دیا۔ جس کے سبب اسلام اس ملک کے باشندوں کی نظر میں حقیر ہو گیا۔ ان لوگوں نے اسلام کے نام سے وہ کیا تھا جو نہ کرنا چاہئے تھا۔ خون کے دریا بہائے بستیاں لیں شہر جلائے۔ مندر گرائے۔ مورت توڑے۔ اور یہی سچی امن تھے جن کی پاک زندگی اور اعلےٰ اخلاق نے ہندوؤں کو اسلام کی طرف کھینچنا تھا۔ یہی لوگ تھے جو ہندو توہمات موجودہ وقت میں اسلام کی فضیلت کے زندہ نمونے ہوتے۔ پھر کونسا تعجب ہے اگر اسلام کی تقلید ہندوستان کی سوسائیٹی کے سب نیچے کے حصہ تک محدود رہی اور اس کی آبادی کا کوئی معزز حصہ مذہب کی کھینچ میں نہ آیا۔ دوم۔ ہندوؤں کے گر جانے پر ہندو مذہب کی آتشی نشو و نماء اگرچہ شاذ و نادر ہو گئی تھی لیکن معدوم نہیں ہوئی تھی۔ اُس کے سلسلہ میں اسلام کو کھڑا ہونا بجز باز خصلت قاتل کا ناممکن تھا۔ اس میں شک نہیں کہ مروجہ بت پرستی اسلام کی تعلیم کے سامنے کانپ اٹھتی تھی لیکن **درشنوں** کی شاستری اور اُپنشدوں کے متعلم کی نظر میں وہ تعلیم بچوں کی کھیل سے کیا زیادہ ہو سکتی تھی بحث میں بھی گو ہندو عام طور پر اسلام کے عقاید پر حملہ آور نہ ہو سکتے تھے تو بھی جس وقت کوئی پنڈت یا سادھو قدیم الہیات (ویدک) کو کھولتا یا خود کوئی مسلمان فقیر اُس کو مطالعہ کر کے ظاہر کرتا تو فاتح مذہب کے رکن اس کی تحسین کرتے۔ لیکن حسد کی آنکھ سے دیکھنے سے باز نہ رہ سکتے تھے۔ ان ہر دو امور نے اسلام کی ترقی ہندوستان میں خاطر خواہ نہ ہونے دی۔

اے بوڑھے **آریہ ورت** تمہاری زندگی کیسی عجیب ہے۔ جوانی تو ہر کسی کی پر شہرت ہوتی ہے لیکن یہ خصوصیت تم کو ہے کہ تمہارا بڑھاپا بھی پر شہرت ہے تمہارے ہاتھوں میں سینکڑوں نو عمر ملک بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپے کی حالت میں چلے گئے۔ مصر۔ ایران۔ یونان۔ مقدونیہ۔ روم عرب پیدا ہوئے اور مر گئے۔ بڑی بڑی بادشاہتیں قایم ہوئیں۔ اور تمام قوموں کی قوموں نے مذہب کیطرح دیسیوں دفعہ صورتیں بدلیں۔ لیکن تو جیسا ہزاروں برس گذرے تھا ویسا ہی اب بھی موجود ہے۔ چہرے پر جھریاں گو کسی قدر ضرور زیادہ ہو گئی ہیں۔ لیکن انہوں نے تمہاری صورت پر کچھ بہت اثر نہیں کیا۔ تیری صورت جیسی دارا نے دیکھی تھی ویسی ہی سکندر نے پائی۔ جیسے سیمیرز نے دیکھی تھی ویسی **کلایو** نے دیکھی۔ پارسی۔ یونانی۔ عربی۔ خراسانی۔ افغانی سب تیرے خون کے پیاسے رہے۔ تجھ پر بہتیرے وار کئے لیکن آخر کار وہ آپ ہی اُس شمشیر کے شکار ہوئے جو انہوں نے تمہارے خون کے لئے میان سے نکالی تھی۔ تم کو زخمی ضرور کیا۔ لیکن اُن زخموں کا اب داغ کے سوا کیا باقی ہے تمہارا مذہب زرتشتی۔ بودھوں۔ اسلام اور عیسوی مذہبوں نے ہزاروں تدبیروں سے بدلنا چاہا لیکن تمہارا سوال سب سے یہی رہا بیٹو تم نئی بات مجھ کو کیا سکھاتے ہو میں کمزور دل کہ سارے بول تو نہیں سکتا تو بھی تمہارے ساتھ بحث کے لئے کافی ہوں۔ میں زیادہ پڑھ تو نہیں سکتا تو بھی تمہیں صدیوں پڑھانے کے لئے کافی ہوں گا۔

اے **آریہ ورت**! تمہارے انشا۔ منطق۔ فلسفہ۔ اخلاق اور سیاست مدن۔ آج تک دنیا کے عالموں کو حیران کر رہی ہے تمہاری سادگی۔ محنت۔ برداشت۔ در گذر اور تربیت اب بھی جہان کے عالموں کو گھبراہٹ میں ڈالتی ہے اس ملک کے جن باشندوں نے مذہب اسلام اختیار کیا وہ سوسائیٹی کے لحاظ سے اُس کے سب سے نیچے والے حصہ سے تعلق رکھتے تھے اور اُن میں سے قریباً سب مذہب کے معنوں اور مقاصد سے ناآشنا (ناخواندہ) تھے اُن کے لئے مذہب بدلنا کوئی خاص بات نہیں تھی کہ اُن کی زندگی کی چال کو بدلتا۔ پیش ہزاروں اور لاکھوں آدمی زبردستی یا لالچ سے مسلمان ہوئے پھر بھی اس ملک میں ایسے آدمی بہت تھوڑے ہیں۔ جو سچے مسلمان کہے جا سکیں مذہب کے زیادہ مسلمان خود بہت پاک زندگی کے آدمی نہیں تھے اور اگر کچھ متقی ایسے تھے تو وہ ہندوستان کی آبادی کے بڑے مجمع میں کچھ نسبت نہیں رکھتے تھے" (دیکھو اودھ اخبار مطبوعہ ۹ فروری ۱۸۸۴ء صفحہ ۸۴ و ۸۵)۔

یہ مندرجہ بالا غیر مذاہب کے فضلاء و علماء کی رائیں ہم نے بیان خاطر اپنے الہامی دوستوں کے توجہ و انجات کے درج کر دی ہیں۔ انہیں سے بہتوں نے عربستان کی

سیاحی کی مدتوں اسلامیوں اور شامیوں کی رفاقت میں رہے۔ برسوں دیار عرب کی خاک چھانی۔ صدہا عربی کی کتابوں کو پڑھا جن کی فضیلت سے آپ کو بھی انکار نہیں ہے۔ اور چند جگہ آپ نے بھی اُن کے نام عزت سے یاد کئے ہیں جن کے مطالعہ سے ہر ایک منصف مزاج آدمی جان سکتا ہے کہ محمد صاحب کی تعلیم کیسی خلاف واقع اور صداقت کے دعوے کیسے غلطی اور دھوکا ہے۔ پر اُن کی معجزہ نمائی کس قدر صداقت سے معدوم ہے۔ اگرچہ ایسی اور بھی صدہا شہادتیں مل سکتی ہیں۔ مگر ہم بقول مولوی غنیمت کے۔ مخاطب اللہ کے نازک مزاج است۔ سخن کم گو کہ کم گفتن رواج است اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اب ناظرین خود ہی غور فرماویں۔ مرزا صاحب کے اس موتیا بند کا سوائے اس کے کیا علاج ہے کہ ان یوروپین فضلاء کی شہادتوں کو بصدق باطنی مطالعہ فرماویں اور جو حق ہو اس پر ایمان لاویں۔

مرلیدھر۔ اگر خلاف قانون قدرت پر اس وجہ سے یقین کیا جاوے کہ پرمیشر سرب شکتیمان ہے۔ تو پھر دنیا میں ہم کسی بات کو بھی جھوٹ نہیں کہہ سکتے اور فریبی اور دغاباز لوگ روز روز دھوکا سکتے ہیں۔

غلام احمد۔ صفحہ ۸۲۔ اے صاحب میں نے آپ کو کب اور کس وقت کہا ہے کہ بے ثبوت اور بے تحقیق ہر ایک بات کو مان لیا کرو۔ میں تو آپ کو کھلا کھلا ثبوت دے رہا ہوں اور جو میرا بھی یہی اصول ہے کہ بے تحقیق کے تاریخی واقعہ کو نہیں ماننا چاہئے لیکن میں ساتھ اس کے آپ کو یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر حقیقی دانائی سے کچھ بہرہ حاصل کرنیکا شوق ہے تو چند ناکارہ اور محدود تجارب کا نام قانون قدرت مت رکھو۔ اور کنوئیں کی مینڈک کی طرح دنیا میں اسیقدر پانی مت سمجھو جو آپ کی نظر کے سامنے ہے۔"

تردید۔ اگرچہ صاف طور پر بسبب لعن وطعن جہلا کے آپ نے ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ مگر پھر بھی آپ کی تمام تحریر و تقریر سے وہی مطلب ظاہر ہوتا ہے۔ آپ جو کہتے ہیں کہ بے تحقیق کسی تاریخی واقعہ کو نہ ماننا چاہئے پھر اس کے برخلاف عملدرآمد کیوں کرتے ہو۔ شق القمر کی بابت آپ نے کیا خاک تحقیق کی اور تحقیق کرتے کہاں سے۔ عجب کہ تواریخ میں اس کا نام و نشان نہیں ہے اور اس کا وقوع ہونا معقول سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ عقل انسانی کسی طرح قبول نہیں کرتی۔ اور نہ محمد صاحب کے وقت میں کسی نے بسبب نامعقول ہونے کے قبول کیا۔ آپ کی مثال بعینہ آپ کے حسب حال ہے۔ اگر ہم اپنے محدود تجاربت کو قانون قدرت کا خاتمہ نہیں اگر ہم اپنے معلومات کو ہی تمام عالم کا اندازہ جانیں تب تو بات آپکی ٹھیک ہے۔ مگر یہ بالکل محال بلکہ وہم و خیال ہے۔ ہم تو تمام تجاربت کو جسے کوئی عقلمند بھی معقولیت سے بیان کرے یا کوئی فاضل بے تعصب ہو کر جس امر کو فاضلانہ طور پر پایہ ثبوت پہنچائے ماننے سے معذور نہیں ہیں۔ مگر معجزات و خوارق عادات کی نسبت تو آجتک تمام علماء و عقلاء انکاری ہیں۔ عقل اور علم کو ہمیشہ ان توہمات سے عناد ہے۔ کبھی کسی فاضل نے معقولیت سے اس کا ثبوت نہ دیا۔ چنانچہ ہم بپاس خاطر مرزا صاحب چند معجزات معہ شہادت کے تحریر کرتے ہیں۔

نمبر ۱۔ حضرت مسیلمہ صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام پیرو مانتے ہیں کہ چاند بہت سے شخصوں کے سامنے آسمان سے اُتر کر اُس کی گود میں آبیٹھا اور صدہا لوگ ایمان لائے اور اب تک اُن کا فرقہ بھی موجود ہے۔ مثل عیسیٰ۔ و زکریا و یحییٰ۔ و پولوس و حسن حسین وغیرہ کے یہ غریب بھی ظالموں کافروں کی تیغ ظلم سے شہید ہوا۔ کتابوں میں لکھا ہوا بھی موجود ہے تعلیم بھی اکثر اُس کی عمدہ ہے۔ برخلاف اُس کی امت کے مسلمان بھی اُس کے معجزات کے قائل ہیں (مفصل حال تکذیب براہین احمدیہ میں درج ہو چکا ہے) چونکہ چاند کا اُترنا قانون قدرت کے خلاف اور گود میں بیٹھنا سراپا لاف۔ پس ہم آپ سے صلاح پوچھتے ہیں کہ یہ قبول کرنے کے لائق ہے یا نہیں۔

نمبر ۲۔ شمس تبریز نے اپنی کھال اتار دی دوسرا نہیں۔ بسبب لوگوں کی تعصب کے شہر سے نکل کر سورج کو بلایا۔ کہ مجھے واسطے گوشت بریاں ہو جائے۔ حسب کہنے اُس کے سورج نیچے اُتر آیا اور اسکے گوشت بریاں ذرے کر چلا گیا۔ فرقہ شمسیہ کی کتابوں میں بھی مذکور ہے۔ صدہا محمدی اُس کے گواہ بھی ہیں۔ اُن کی شہادت کے مطابق اب تک ملتان میں گرمی بھی زیادہ ہوتی ہے۔ چونکہ سورج کا اُترنا برخلاف قانون قدرت اور اُس کا اتر محدود رہنا سراپا غلط معلوم ہوتا ہے۔ اس واسطے آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ بات قبول کرنے کے لائق ہے یا نہ۔

نمبر ۳۔ پورن بھگت۔ بسبب ظلم پیرو مادر خود کے قتل کرایا گیا۔ بارہ سال جب اُس کی لاش کو کنوئیں میں پڑے ہوئے گذرے تو کیلاس سے گورو گورکھ ناتھ جی سیالکوٹ میں تشریف لائے اور وہاں ڈیرا کیا۔ اتفاقاً ایک مرگی پانی نکالنے کے واسطے آیا۔ وہ لاش کو کنوئیں میں دیکھ کر گھبرایا ہوا واپس آیا اور مفصل حال عرض کیا۔ گورو جی نے خود بنفس نفیس تشریف لیجا کر اتار دیا۔ اُن کی نتیجا نفس کی برکت سے قدرباذی کا کام کیا۔ وہ فی الفور زندہ ہوا۔ ہاتھ پاؤں سرے سے پیدا ہو گئے باہر نکالا گیا اور جوگی بنایا گیا۔ بہت مسلمان لوگ اس کے گواہ ہیں اور اُس کا نشان بھی اب تک اسکا ہے۔ وہ کنواں بھی اب تک موجود ہے۔ چونکہ یہ بات قانون قدرت کے برخلاف ہے پس قبول کرنے سے آپ کو کیا انکار ہے۔

نمبر ۴۔ ایک روز بابا نانک جی مکہ میں تشریف لے گئے اور کعبہ کی طرف پاؤں کر کے سو رہے۔ ایک مسلمان قاضی نے اسطرح سونے سے مخالفت کی اور اُن کے پاؤں پھرا کر دوسری طرف کر دئے ساتھ ہی کعبہ شریف بھی فی الفور پاؤں مبارک کی طرف پھر گیا۔ علی مردان۔ اکبر علی و غلام رسول نامی مسلمان بھی اس کے گواہ ہیں۔ ۱۰-۱۲ سال کا عرصہ گذرا کہ اسی مقدس معجزہ کو سن کر دو ایماندار محمدی دین اسلام سے تائب ہو کر خالصہ دھرم پر ایمان لائے جو اب تک امرتسر میں زندہ موجود ہیں۔ ایک کا نام محمد سنگھ اور دوسرے کا نام رسول سنگھ ہے۔ جنم ساکھی میں لکھا ہوا موجود ہے آپ بتلائیے مرزا صاحب ہم اعتبار کریں یا نہ کریں۔

نمبر ۵۔ حدیث صحیح بخاری و مسلم کی روایت ہے فوضع ثوبہ علی الحجر ففر الحجر بثوبہ فجمع موسیٰ فی اثرہ یقول ثوبی یا حجر الخ یعنے ایک دن موسیٰ نے اپنے کپڑے پتھر پر رکھ کر برہنہ (مثل محمدیوں کے) نہانے لگا۔ یہ نہا رہا تھا کہ وہ پتھر بھاگنے لگا اور موسیٰ کے کپڑے لیگیا موسیٰ نے اس کا تعاقب کیا۔ یہ کہتے ہوئے اے پتھر میرے کپڑے دیدے۔ اے پتھر میرے کپڑے دیدے۔ حتیٰ کہ بنی اسرائیل کے گروہ تک پہنچا۔ پس موسیٰ نے غضبناک ہو کر پتھر کو مارنا شروع کیا۔ چونکہ پتھر کا بھاگنا خلاف عادت ہے۔ پس اس بات پر ہم اعتبار کریں یا نہ۔

نمبر ۶۔ ایک برات کشتی میں بیٹھی ہوئی دریا سے عبور کر رہی تھی اتفاقاً کشتی چکر میں آکر ڈوب گئی۔ جب دولہا کی والدہ کو خبر لگی وہ گھر بار برباد کر دریا کے کنارے پھرنے لگی۔ اتفاقاً کئی سال کے بعد غوث اعظم جیلانی اُس کو مل گئے جن کے آگے اُس نے التجا کی جس کی التجا پر وہ راضی ہو کر فی الفور کشتی غرق شدہ معہ مال و اسباب باک تختہ اور براتیوں اور گھوڑوں وغیرہ کے کتم عدم سے وجود میں لائے۔ صدہا مسلمان اُس کے قائل ہیں۔ چونکہ کئی سالوں کے بعد کشتی غرق شدہ کا نکلنا اور تباہ شدہ مردوں کا زندہ ہونا

برخلاف قانون قدرت ہے۔ پس اس بات پر اعتبار کرنا چاہئے یا نہیں۔
جب یہ تمام مذکورہ بالا باتیں باوجود ہونے کثرت گواہوں کے بھی عقلاً درست نہیں مانتے ہیں حالانکہ اب تک ایسی روایات موجود ہیں تو پھر ایک مہمل و ہوائی بات مثلاً شق القمر جسے نہ تواریخ۔ نہ تعلیم۔ نہ عقل۔ نہ تجربہ۔ نہ شہادت۔ نہ ایمان تسلیم کرتا ہے۔ کس طرح مانیں اور ٹھیک جانیں۔ حالانکہ ہمارے مخالفوں سے لاکھوں محمدی بھی انکاری ہیں اور خود محمد صاحب نے بھی کبھی اور کسی جگہ اور کسی کے سامنے اقرار نہیں کیا۔
مرزا صاحب غلط بات پر زیادہ اعتراض کرنے سے آپ اس کی بیقدری ہی نہیں کرتے بلکہ خرمنی بھی بقول سعدی۔ آنکہ چوں پستہ گفتیم ہمہ مغز۔ پوست بر پوست ہست ہمچو پیاز۔
غلام احمد نمبر ۸۔ بالآخر یہ بھی واضح ہو کہ ہر چند ویدوں میں بہت سی بے بنیاد کہانیاں بطور معجزات گذشتہ دیوتاؤں کی لکھی ہیں۔ مثلاً رگوید اشٹک اول میں لکھا ہے کہ اسونوں دیوتاؤں نے کسی نامعلوم زمانہ میں ایک لولے کو لوہے کی ٹانگیں دیدی تھیں۔ اور بانجھ کو دودھیلا کر دیا۔ اور ایک اندھے کو سوجاکھا بنا دیا تھا۔ اور ایک شخص جس کا سر کٹ گیا تھا۔ بجائے اس کے گھوڑے کا سر اس پر لگا دیا تھا۔ اور سیاد ارشی کو جس کے تین ٹکڑے ہو گئے تھے از سر نو زندہ کر دیا تھا وغیرہ وغیرہ۔ مگر ہم نے الزامی جوابوں میں ان کہانیوں کو پیش نہیں کیا۔ کیونکہ گو ان بے اصل قصوں کا جن کا حوالہ کسی ایسے بے نشان زمانہ پر دیا گیا ہے جو وید سے پہلے گذر چکا ہے۔ تمام پرانوں والے تو مانتے ہیں مگر حال کے چند آریہ سماج والے ان مقامات وید کی بڑی جانکنی سے بے سر و پا و پر تکلف تاویلیں کرتے ہیں۔
تردید تعصب بیجا اور ضدیت ناروا سے آپ کی بات بات میں خلط ہے۔ پس تو وبے دلیل عادی کرتو اور نہ شرمانا آپ ہی کا حق ہیں مخاطب۔ یہ جتنی بے بنیاد و فضول اور فرضی و بناوٹی حکایتیں آپ نے جاہلوں کو طور پر وید کا نام لیکر درج کی ہیں یہ تمام انہیں کی ہیں بیچ وید مقدس میں کہیں نہیں پس ہم کہاں تلاش کریں اور آپ کی اس زبانداری اور دھوکا بازی کی قلعی کہاں سے اصلیت نکالیں اس واسطے ہمارا قطعی انکار ہے
مگر ہم ایسے ہی بے سر و پا معجزات و توہمات آپ کے نبیوں کے دکھلاتے اور آپ کی طرح اندھا دھند جھوٹی روایتیں نہیں تراشتے۔ بلکہ اصلی عبارت اور حوالے بھی ساتھ ہی بتلاتے ہیں۔ ہم آپ کی طرح جاہلوں میں لال بجھکڑ بننے کیواسطے تبرد تاریکی نہیں چلاتے۔ بلکہ آپ کی کتب مستندہ کے رو سے اصل عبارت تحریر کرکے ترجمہ مستندہ کو کام میں لاتے اور ثبوت پہنچاتے ہیں کان دھر کے سنئے۔
نمبر ۱۔ حضرت امام مسلم نے روایت کی ہے کہ حنین کی لڑائی میں حضرت نے جابر کے گھر جا کر گوشت کی ہنڈیا اور گوندھے ہوئے آٹے میں اپنے منہ کا لعاب ڈالا جس کی برکت سے ہزاروں آدمیوں نے وہ کھائے اور سیر ہوئے (دیکھو تحفۃ الہند صفحہ ۳۰ باب پہلا فصل ۴)
نمبر ۲۔ مشکوٰۃ میں ہے کہ حدیبیہ میں حضرت کی انگلیوں سے پانی کی نہریں جاری ہو گئیں۔ وہ پانی ہم نے پیا۔ (دیکھو صفحہ ۳۰ تحفۃ الہند)۔

نمبر ۳۔ روضۃ الاحباب و مدارج و معارج میں لکھا ہے کہ ایک گوہ نے حضرت کی پیغمبری کی گواہی دی اور لبیک و سعدیک پڑھا (دیکھو تحفۃ الہند صفحہ ۳۰ و ۴۰)۔
نمبر ۴۔ اپنی صحیح میں حضرت امام بخاری نے نقل کیا ہے کہ ایک ستون مسجد کا جو کھجور کا تھا۔ حضرت کی جدائی میں رونے لگا۔ حضرت نے اسے گلے لگایا۔ تب وہ ایسے رویا جیسے چھوٹا لڑکا روتا ہے۔ اور کوئی اسے رونے سے چپ کرا دے۔ حضرت نے فرمایا۔ یہ ستون اللہ کا ذکر سنا کرتا تھا۔ (دیکھو تحفۃ الہند صفحہ ۳۱)۔
نمبر ۵۔ روضۃ الاحباب و معارج النبوۃ میں ہے کہ حضرت عقیل سے بموجب فرمانے پیغمبر صاحب کے پہاڑ باتیں کرنے لگا۔ اور کہا میں روتا ہوں اس واسطے میرے میں پانی نہیں رہا۔ (دیکھو تحفۃ الہند صفحہ ۳۲)۔
نمبر ۶۔ حضرت قضائے حاجت کے واسطے گئے۔ درخت گنبد کی مانند جمع ہوئے۔ اس پردہ میں حضرت نے قضائے حاجت کی۔ (صفحہ ۱۵۱ معارج النبوۃ)۔
نمبر ۷۔ حضرت سے ایک اونٹ بولا اور اعرابی کی شکایت کی۔ وہ نماز نہیں پڑھتا ہے اس واسطے میں اس کو سواری نہیں کرنے دیتا۔ (صفحہ ۳۲ تحفۃ الہند)۔
نمبر ۸۔ معارج النبوۃ میں ہے کہ سنگریزے حضرت اور ان کے خلیفوں کے ہاتھ میں آیات قرآن کی تسبیح پڑھا کرتے تھے (دیکھو معارج النبوۃ صفحہ ۳۰۹)۔
نمبر ۹۔ معارج میں ہے کہ حضرت بریدہ کہتا ہے کہ ایک اعرابی کے کہنے سے حضرت نے ایک درخت کو بلایا۔ وہ مع رگ و ریشہ کے حاضر آیا۔ السلام و علیک کیا۔ اور پھر واپس چلا گیا۔ (صفحہ ۳۲)۔
نمبر ۱۰۔ حضرت کے جسم کا سایہ نہ تھا اور ابر ہمیشہ سر پر بنا رہتا تھا۔ (دیکھو صفحہ ۳۶۸ و ۳۷۵ معارج النبوۃ)۔
نمبر ۱۱۔ در روایات صحیحہ بہ ثبوت پیوستہ روزے آں حضرت را داعیہ آں شد کہ زنے را بنکاح خود آرد۔ عائشہ رضی را فرستاد آں عورت را بیند عائشہ زن را دید و در نظر وے خوب نبود و نخواست کہ خوبی او ظاہر گرداند آں حضرت را گفت کہ در آں زن صفائی مشاہدہ نکردم حضرت فرمود سبحان اللہ بر رخسارہ چیپا دنہ حال دیدے کہ از آں شگفت مدی موہا بر اندام تو برخاست عائشہ گفت کہ واللہ ہیچ سرے از اسرار حق بر تو پوشیدہ نیست (دیکھو معارج النبوۃ رکن ذکر چہارم معجزات باب دوم فصل اول صفحہ ۱۷۳ سطر ۱۶ سے ۲۰ تک)۔
اسی عائشہ سے ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں۔ اور ۱۷ آیات قرآنی میں اس کا ذکر ہے مگر اس کے جھوٹ بولنے پر بھی ناظرین خیال کریں۔
نمبر ۱۲۔ بی بی عائشہ نے اندھیرے میں حضرت کا منہ دیکھ کر سوئی میں دھاگا ڈال دیا سلیمان پارسی گواہ ہیں (دیکھو معارج النبوۃ صفحہ ۲۷۰۔ رکن چہارم باب دوم۔ فصل اول)۔
نمبر ۱۳۔ عائشہ روایت میکند کہ شبے نوبت من بود و در حجرہ من چراغ نبود چوں آں حضرت در آمد بادے اظہار ایں معنی ننمودم فرمود کہ اے عائشہ میخواہی از برائے تو چراغ افروزم بے فتیلہ و بے روغن۔ گفتم بلے۔ فرمود رسول اللہ لب مبارک کشادو برکے

حاشیہ ہمارے ایک مہربان بابو پرتاب بہادر صاحب ممبر آریہ سماج راولپنڈی نے ان اتوکا بعیت مرزا صاحب سے طلب کیا تھا اسکے جواب میں وہاں یہ خط آیا کہ لالہ پرتاپ بہادر صاحب تسلیم آپ کا خط آیا۔ حضرت مولانا صاحب کی خدمت اقدس میں پیش کیا ارشاد فرمایا کہ آپ اپنے رسالہ کی جو بمقابلہ سرمہ چشم آریہ تالیف کرنیکا ارادہ ہے قبل از طبع اصلاح کرانا چاہتے ہو مگر ایسی اصلاح ہمارا دستور نہیں ہے ہماری نزدیک آپکا رسالہ بیسیوں جگہ اصلاح پذیر ہے مگر اسوجہ سے چھپ جائے رسالہ کی اسکی غلطیاں بھی چھپ جائیں گی اگر اصلاح کریں گے تو مشکل ہو گا اس کو پبلک کو بہت بہتر ہے جیسے چھپ کے اصلاح کی درخواست کرنا آپکو مناسب تھا [illegible]
اس مرزا صاحب کے جواب سے ان کی عقل و علم پر افسوس آتا ہے اور تعریف السان کی جو ایک فاضل نے کی ہے ان پر صادق آتی ہے۔
کہ "آدمی مثل لومڑی کے اول درجہ کا مکار ہو گیا ہے" اب ہم بموجب اس وعدہ مرزا صاحب کے منتظر ہیں کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

من تبسم درمیان اسنان درافشاں آں حضرت صلعم تاباں گشت کہ خانہ ہمزاں روشن شد وچہ داں استاد و یافت کہ جمیع عورات در خانہ من اشعاع آں نور بعضے ریسماں میرسیدند و بعضے جامہ میدوختند تا وقت خواب و ہنوز فروغ آں نور باقی بودہ (صفحہ ۳۴۲ رکن چہارم معارج باب دوم فصل اول)۔

نمبر ۱۴۔ از ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ گفت مردے پیش رسول آمد و گفت دختر خود را شوہر میدہم۔ مرا مددگاری کنید۔ رسول فرمود کہ چیزے از اعراض دنیوی ندارم اما بوجہ دختر را مخصوص کنم کہ خوشتر از تمتعات دیگراں باشد علی الصباح یک شیشہ سر کشادہ با شاخ چوبی بیار تا آں عطیہ موعودہ فایض آید۔ آں مرد امتثال فرمودہ عمل نمود رسول از ساعد ہائے مبارک خویش تر عرق باں چوب اندوختہ آں شیشہ مجتمع ساختہ بدیں دختر فرستاد تا بجائے طیب بکار برد و بداں دستور آں چوب را در شیشہ رمی آورد (دیکھو صفحہ ۳۷۵ معارج

نمبر ۱۵۔ از ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہ گفت روزے آنحضرت در خواب بود و عرق بر جبین اش نشستہ بود من از آں قدرے در قارورہ بگرفتم اتفاقاً دخترے را از دوستاں من عروس میکردند۔ قدرے از آں عرق برائے عروس بکار بردم عطر از آں عروس در ایام حیات منقطع نشد ہر گاہ آں عضو را شستی بوئے طیب آں مزید گشتے و گویند کہ از آں عروس دختر دیگر تولد نمود آں را نیز از آں فرزندے شمید (دیکھو معارج صفحہ ۳۷۵ رکن چہارم باب دوم)۔

نمبر ۱۶۔ حسن و حسین کے منہ میں زبان ڈالتے تھے ان کی پیاس بجھ جاتی تھی۔ صفحہ ۳۸۴ معارج النبوۃ۔ (اب ایمان لانا آپ کے ذمہ ہے)۔

غلام احمد صفحہ ۱۵ حاشیہ۔ اس جگہ واضح رہے کہ تصرفات خارجیہ کے معجزات قرآن میں کئی نوع پر مندرج ہیں ایک نوع تو یہی کہ جو دعائے آں حضرت سے خدا تعالیٰ نے آسمان پر اپنا نادرانہ تصرف دکھلایا اور چاند کو دو ٹکڑے کر دیا

تردید۔ اس ایک نوع کی تردید تو کافی وافی ہو چکی ہے کہ اس میں کسی نام کو نہیں جیسا کہ معجزہ نہ قرآن میں مع دعا کا ذکر ہے اور نہ حضرت سے منسوب۔ بلکہ وہاں تو معاملہ ہی دگرگوں ہے۔ عوض کسی اور کو عاجز کرنے کے خود ہی معجزہ ہی سرنگوں ہے۔

غلام احمد حاشیہ ۱۵۔ "دوسرے وہ تصرف جو خدا تعالیٰ نے جناب ممدوح کی دعا سے زمین پر کیا اور ایک سخت قحط سات سال تک ڈالا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے ہڈیوں کو پیس کر کھایا۔"

تردید۔ محمدی لوگ ہمیشہ دعویٰ کرتے ہیں کہ محمد صاحب رحمت اللعالمین ہیں اور مخالف ہمیشہ تردید کرتے رہتے ہیں کہ نہیں نہیں وہ زحمت اللعالمین ہیں۔ مگر اب محمدیوں کا انکار مرزا صاحب کے اقرار سے صاف جھوٹ پایا گیا اور تصدیق ہو گیا کہ وہ ضرور ہی زحمت اللعالمین ہیں نہ کہ معاذ اللہ رحمت اللعالمین۔ ملک کو ویران کرایا۔ صدہا مکیا آمیں۔ بیماروں۔ مسافروں۔ مظلوموں کا خون بہایا۔ کتب خانوں کو جلوایا۔ خلقت کو شہید کروایا۔ قحط ڈلوایا۔ پس ہر طرح یہ باتیں بمنزلہ حق الیقین ہیں کہ آنحضرت ضرور زحمت اللعالمین ہیں۔ اگر قحط کا واقع ہونا کسی معجزہ کی دلیل ہے تو ہر ایک وقت کسی نہ کسی نبی کی حاضری ضرور ہے جیسا کہ اس انیسویں بکرمی۔ اٹھارھویں۔ عیسوی اور تیرھویں ہجری میں قادیاں میں قدم حضور ہے اور مسلمہ۔ محمد سے بڑھکر رسول اللہ۔ نبی اللہ و حبیب اللہ کہلانے کے سزاوار۔ حضرت یہ معجزہ نہیں۔ بلکہ قدم نحوست لزوم کے آثار ہیں جیسے پیدا ہوتے ہی والدین کا فوت ہو جانا۔ خاندان پر تباہی کا آنا۔ بزرگوں کا دوزخ میں جانا۔ بچوں کا مر جانا اور ان کے ماتموں میں گریہ زاری کرنا۔ حسن و حسین کا کربلا میں وفات پانا اور بی بی عائشہ کا بصرہ کے سفر میں سرگردانی اٹھانا۔ تیرہ سو برس میں ایک سو گروہ کے قریب امت کا بانٹا جانا نحوست

یہ تمام نحوست کے نشان ہیں نہ کہ معجزہ و خوارق عادات مرسلان بقول شخصے

جہاں جائیں قدم شریف — نہ رہے ربیع نہ رہے خریف

ہم اس موقع پر ذوالنون مصری کی ایک حکایت درج کرتے ہیں۔ از بوستان۔

چنیں یاد دارم کہ سقائے نیل — نکرد آب بر مصر سالے سبیل
گروہے سوئے کوہساراں شدند — بزاری طلبگار باراں شدند
بذوالنون مصری برد زایشاں کسے — کہ بر خلق رنج ست و سختی بسے
فرو ماندگاں را دعائے بکن — کہ مقبول را رو نباشد سخن
شنیدم کہ ذوالنون بمدین گریخت — بسے بر نیامد کہ باراں بریخت
بپرسید زو عارفے در نہفت — چہ حکمت دریں رفتنت بود گفت
شنیدم کہ بر مرغ و مور و دواں — شود تنگ روزی ز فعل بداں
دریں کشور اندیشہ کردم بسے — پریشاں تر از خود ندیدم کسے

(بوستاں باب چہارم حکایت آخری)۔

غلام احمد صفحہ ۱۶ سے ۱۸ تک حاشیہ۔ تیسرے وہ تصرف اعجازی جو قرآن حضرت کو سفر کا سے محفوظ رکھنے کیلئے بروز ہجرت کیا گیا۔ یعنی جبکہ کفار مکہ نے حضرت کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ نے نبی کو اس ارادے سے خبر دیدی۔ اور مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم فرمایا۔ اور پھر بفتح و نصرت واپس آنے کی بشارت دی بدھ کا روز دوپہر کا وقت اور سخت گرمی کے دن تھے۔ جب یہ ابتلا منجانب اللہ ظاہر ہوا اس مصیبت کی حالت میں جب آنحضرت ایک ناگہانی طور پر اپنے قدیمی شہر کو چھوڑنے لگے۔ اور مخالفین نے مار ڈالنے کی نیت سے چاروں طرف سے اس مبارک گھر کو گھیر لیا تھا ایک جانی عزیز جس کا وجود محبت اور ایمان سے خمیر کیا گیا تھا جانبازی کے طور پر آں حضرت کے بستر پر باشارہ نبوی اس غرض سے منہ چھپا کر لیٹ رہا تاکہ مخالفوں کے جاسوس آنحضرت کے نکل جانے کی کچھ تفتیش نہ کریں اور اسی کو رسول اللہ سمجھ کر قتل کرنے کے لئے ٹھہرے رہیں۔ سو جب آنحضرت اس عزیز کو اپنی جگہ پر چھوڑ کر چلے گئے تو آخر شب تفتیش کے بعد ان نالائق بد باطن لوگوں نے تعاقب کیا اور چاہا کہ راہ میں کسی جگہ پا کر قتل کر ڈالیں۔ اس مصیبت کے سفر میں بجز ایک ولی دوست کے اور کوئی انسان ہمراہ نہ تھا۔ راہ میں بڑے بڑے عجائبات خدا نے دکھلائے۔ جو اجمالی طور پر قرآن شریف میں درج ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ کہ آں حضرت کو جاتے وقت کسی مخالف نے نہیں دیکھا۔ حالانکہ صبح کا وقت تھا۔ اور تمام مخالفین آں حضرت کے گھر کا محاصرہ کر رہے تھے۔ سو خدا تعالیٰ نے جیسا کہ سورۃ یٰسین میں اس کا ذکر کیا ہے ان سب اشقیاء کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اور آنحضرت ان کے سروں پر خاک ڈال کر چلے گئے۔

تردید۔ اس کا عمدہ جواب فاضل اجل جناب سہیل صاحب بیان فرماتے ہیں کہ "مسلم لوگ کہتے ہیں کہ معجزہ کے طور پر محمد مدینہ کو بھاگ گئے غلطی ہے یہ معجزہ نہیں بلکہ دھوکا ہے۔ علی تمام رات چارپائی پر سبز چادر محمد کا تانے ہوئے سو یار ہا۔ اور لوگ دروازوں سے تاکتے رہے کہ وہ سویا ہوا ہے۔ اور محمد صاحب رات کو خود ابوبکر کے گھر چلے گئے۔ اور خود ہی حکمت عملی کر کے علی کو سلا گئے تھے۔ (مرزا صاحب کو بھی اس فریب بازی کا اقبال ہے "آنحضرت کے بستر پر باشارہ نبوی اس غرض سے منہ چھپا کر لیٹ رہا تھا کہ مخالفوں کے جاسوس آں حضرت کے نکل جانے کی کچھ تفتیش نہ کریں) صبح کو جب علی نکلا۔ تو لوگ حیران ہوئے اور محمد ابوبکر کے گھر سے غار کی

طرف چلے گئے"۔ (دیکھو دیباچہ قرآن انگریزی کا صفحہ ۳۶ سطر ۱۴ سے ۱۶ تک)۔

پھر وہی سیل صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ میں اس بات پر زور دیتا ہوں اور میری رائے میں بڑا بھاری ثبوت ہے کہ محمد کا مذہب سوائے انسان کی ایجاد کے اور کچھ نہیں۔ کیونکہ اس نے ترقی صرف تلوار کے ذریعہ کرنی چاہی ہے"۔ (دیکھو ترجمہ قرآن انگریزی کا دیباچہ صفحہ ۵۳ سطر ۲۴ سے ۲۶ تک)۔

ایک مولوی صاحب بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ "ایک وقت یہ تھا کہ لکم دینکم ولی دین کا حکم ہوا۔ اور ایک وقت میں صدائے اقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم نے دلوں میں جوش ڈالا۔ جبکہ ابتداء اسلام تھا۔ اور غلبہ نہیں تھا تو پہلا حکم ہوا اور (جب) غلبہ ہوگیا اور شرارت کفار بڑھنے لگی تو دوسرا حکم ہوا"۔ (دیکھو تائید اسلام مطبوعہ سراجی لاہور صفحہ ۳۸ و ۳۹)

پھر جارج سیل صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ "حضرت محمد کی اس وقت ہے اس کی اُس (محمد) کو بالکل امید نہ تھی۔ اسی واسطے اس نے یہ جھوٹے دعوے کئے تاکہ موسے کی طرح عزت پاؤں۔ تاہم اس کے معراج کا ذکر ایسا بے ہودہ اور لغو معلوم ہوا کہ اس کے پیروؤں نے اس کو چھوڑ دیا۔ اور میں اس بات کو سمجھنے کے لئے تیار ہوں کہ یہ جھوٹی بات باوجود لغویت کے ایک بڑا بھاری مکر کا کام تھا۔ جو محمد نے عملاً کیا اس شہرت کے حاصل کرنے کیلئے جس کو کہ اس نے بعد مرگ کے حاصل کیا"۔ (دیکھو ترجمہ قرآن انگریزی کا دیباچہ صفحہ ۴۳ سطر ۹ سے ۱۴ تک)

پھر صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ "محمد طائف میں ایک ماہ رہا۔ وہاں سے لوگوں نے نکالنا چاہا۔ اس نے اپنے آپ کو اعظم بنی عدی (جو وہاں کا ایک معزز آدمی تھا کے زیر سایہ بہ سبب سپردگی یا حفاظت میں ڈالا کہ مجھے بچالے۔ اس بات نے اس کے پیروؤں کا دل توڑ دیا"۔ (دیکھو ترجمہ قرآن انگریزی کا دیباچہ صفحہ ۴۳)۔

ڈاکٹر پراڈکس صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ محمد نے مکہ سے مدینہ جاکر سہال اور سہیل دو یتیم لڑکوں کی زمین چھین کر ایک مسجد اور ایک اپنا گھر بنایا۔ یہ بہت ناانصافی کی ہے"۔ (دیکھو لائف محمد صفحہ ۵۸)۔

جارج سیل صاحب دیباچہ قرآن میں بحوالہ سورۃ انفال کے فرماتے ہیں کہ "لوٹ کے مال کی ۱/۵ لینے کی بابت (محمد نے) جھوٹا بہانہ کیا کہ خدا کے حکم سے یہ خمس لیتا ہوں"۔ (دیکھو دیباچہ مذکور کا صفحہ ۴۳)۔

تفسیر ثعلبی میں ہے کہ عمر فاروق نے روز حدیبیہ میں نبوت محمد سے انکار کیا۔ قال عمر ماشککت منذ اسلمت الا یومئذ۔ اور ایسا ہی صحیح بخاری میں بھی ہے کہ بروز حدیبیہ حضرت عمر کو نبوت محمد پر شک ہوا تھا۔ جب کہ انہوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم ہذا ما قضی علیہ محمد رسول اللہ کو کاٹ کر باسمک اللہم ہذا ما قضی علیہ محمد بن عبداللہ لکھا تھا اور ابوجندل بن سہیل جو مسلمان ہوگیا تھا۔ اپنی پناہ سے کافروں کے حوالے کر دیا جس کو انہوں نے اس کے روبرو اتنا مارا کہ مسلمانوں کو بڑی عار آئی اور اس ذلت و خواری میں صلحنامہ لکھکر مدینہ کا رستہ لیا۔ اب ہم اصل عبارت صحیح بخاری کی تحریر کرتے ہیں۔

فقال عمر ابن الخطاب فاتیت نبی اللہ فقلت الست نبی اللہ قال بلی قلت النا علی الحق وعدونا علی الباطل قال بلی۔ کہا عمر خطاب نے (صلحنامہ کے وقت) میں پیغمبر خدا کے پاس آیا۔ اور کہا میں نے کیا تو نہیں ہے نبی خدا کا کہا کہ ہاں کہا میں نے کہ ہم حق پر نہیں ہیں اور دشمن ہمارے باطل پر کہا کہ ہاں۔

قلت فلم نعطی الدنیۃ فی دیننا قال انی رسول اللہ ولست اعصیہ وہو ناصری قلت

آولیس تحدثنا انا سنأتی البیت ولطوف بہ قال بلی۔ میں نے کہا پھر تو کیوں ذلیل کو ہمارے دین میں راہ دیتا ہے کہا میں رسول اللہ کا ہوں اور میں نافرمانی نہیں کرتا اس کی۔ وہ میرا مددگار ہے۔ میں نے کہا تو نہیں کہتا تھا کہ ہم جلد آئیں گے اور طواف کریں گے کہا کہ ہاں۔

تا خبرتک انک تاتیہ العام۔ بیشک میں نے خبر دی تھی کہ تو آئے گا اس سال میں۔ قلت لا قال فانک اٰتیہ ومطوف بہ۔ میں نے کہا کہ نہیں کہا تو نے کہ تحقیق تو آنے والا ہے اور طواف کرنیوالا اس کا۔

قال فاتیت ابابکر فقلت الیس ہذا نبی اللہ حقا قال بلی۔ پھر عمر کہتے ہیں کہ میں ابوبکر کے پاس آیا اور کہا اے ابوبکر کیا یہ شخص خدا کا سچا نبی ہے۔ کہا اس نے کہ ہاں۔

غرضیکہ خود مرزا صاحب کے بیان اور نیز شہادت محققین مندرجہ عنوان سے صاف ثابت ہے کہ حضرت نے فریب کیا اور دغا بازی کی تعلیم دی۔ حکمت عملی کہ کام فرمایا یہ تعلیم ضرور اللہ خیر الماکرین کی طرف سے ہوگی۔

غلام احمد صفحہ ۵۱۰ کا حاشیہ۔ از انجملہ ایک یہ کہ اللہ نے اپنے نبی کے محفوظ رکھنے کے لئے یہ امر خارق عادت دکھلایا کہ باوجودیکہ مخالفین اس غار تک پہنچ گئے تھے جس میں آنحضرت مع اپنے رفیق کے مخفی تھے۔ مگر وہ آنحضرت کو دیکھ نہ سکے کیونکہ خدا تعالیٰ نے ایک کبوتر کا جوڑا بھیجدیا جس نے اسی رات غار کے دروازہ پر آشیانہ بنادیا۔ اور انڈے بھی دیئے۔ اور اسی طرح اذن الٰہی سے عنکبوت نے اس غار پر اپنا گھر بنادیا۔ جس سے مخالف لوگ دھوکے میں پڑ کر ناکام واپس چلے آئے۔

تردید۔ اس مرزا صاحب کی تقریر سے صاف واضح ہے کہ ہر کس بخیال خویش خبطے دارد۔ خدا خیر الماکرین کو اپنے نبی کے بچانے کے واسطے ایسی سخت مصیبت واقع ہوئی جس کا حد و حساب نہیں حضرت کیلئے اسم بامسمّیٰ بنکر فریب کرنا پڑا۔ چنانچہ مکر کیا یعنی ان کو دھوکا دینے کے واسطے انجیل متی والا کبوتر معہ مکاشفات والے جوڑے کے بھیجدیا۔ تاکہ وہ پالتو کبوتروں کا جوڑا خدا کے الہام سے رستہ میں (درمیان عرش و زمین کے) جفتی کرتا ہوا آیا اور آتے ہی خدا کی مرسلہ کبوتری نے حاملہ ہوکر انڈے دیئے۔ وہ انڈے گندے نکلے۔ یا بچے دیئے۔ اس کا حال الغیب عنداللہ ہے۔

صرف اس ایک مکاری کو کافی نہ سمجھا بلکہ ایک عنکبوت (شاید سورۃ عنکبوت والا) کو بھی سدرۃ المنتہیٰ کے درخت سے یا طوبیٰ کی شاخوں سے بمصاحبت جبرئیل یا مار عنکبوتی کے ذریعہ نیچے لٹکایا کہ وہ بہت جلدی لٹک کر دروازہ غار پر باقیدگی کرے تاکہ بخیال مرزا صاحب قادیانی کے مخالف دھوکہ میں پڑ کر ناکام واپس چلے جاویں اور کسی طرح اس کے نبی محمد صاحب کو تکلیف نہ پہنچاویں۔ حضرت وہ کن فیکون کی طاقت کہاں گئی۔ وہ قادر مطلق کی صفت کدھر چلی گئی۔ کیوں کبوتر اور عنکبوت کا محتاج ہوگیا۔ کبوتروں اور عنکبوت کے بغیر یہ فریب کیوں نہ کرسکا!!!! اور کن کن کمینے حیلوں سے حضرت کو بچایا۔ اور قریشوں کو دھوکے میں پھنسایا۔ افسوس حضرت کے بچاؤ کیواسطے رب المسلمین کتنا سرگرداں ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب قریش الٰہی دھوکا بازی میں پھنسکر واپس گئے ہونگے تو خدا نے ساری سورۃ الحمد پڑھی ہوگی۔ اصل میں قرآنی خدا صرف آستانہ اللہ و خیر ضلالے ہے کسی قسم کی بری باتوں اور مذموم صفاتوں سے مبرا نہیں۔

مستو نازاں بایں لائقی مکار و عجب خود کہ از ابلیس بالاتر بایجاد فریب خود

قریشیوں کے کھوجیوں کی ہم کیا تعریف کریں کیونکہ جنہوں نے باوجود خدا کی اتنی حیلہ سازیوں

کے کامیابی کی۔

غلام احمد صفحہ ۸ احاشیہ از آنجملہ ایک یہ کہ ایک مخالف جو آنحضرت کے پکڑنے کے لئے مدینہ کی راہ پر گھوڑا دوڑائے چلا جاتا تھا۔ جب وہ اتفاقاً آنحضرت کے قریب پہنچا تو جناب ممدوح کی بد دعا سے اس گھوڑے کے چاروں سم زمین میں دھس گئے۔ اور وہ گر پڑا۔ اور پھر وہ آنحضرت سے پناہ مانگ کر او عفو تقصیر کرا کر واپس لوٹ آیا۔

تردید۔ آپ نے کسی مخالف کا نام اور اس کتاب کا پتہ جس میں اس مخالف نے یہ شہادت درج کی ہے نہیں لکھا اور نہ کسی محمدی کو معلوم۔ کیونکر بنیا وہی محدوم ہے۔ پس یہ دروغ جس کو آپ نے الکِب طرادت المکر کے خیال سے یا آپ جیسوں نے حضرت کی نسبت خوش اعتقادی کے سبب سے دل میں مانا ہوا ہے۔ سراپا بے دروغ ہے۔ ہمیں ثبوت چاہئے اور وہ قیامت تک ندارد ہے کیونکہ یہ بات عوض کسی قسم کی شہادت کے اپنی ہستی کیواسطے خود ثبوت کی محتاج ہے۔

غلام احمد ۱ صفحہ ۸ حاشیہ۔ چوتھی وہ تصرف اعجازی کہ جب دشمنوں نے اپنی ناکامی سے منفعل ہو کر لشکر کے ساتھ آنحضرت پر چڑھائی کی تا مسلمانوں کو جو ابھی تھوڑے سے آدمی تھے نابود کریں اور دین اسلام کا نام و نشان مٹا دیں۔ تب اللہ نے جناب موصوف کی ایک مٹھی کنکروں کے چلانے سے مقام بدر میں دشمنوں میں ایک تہلکہ ڈالدیا۔ اور ان کے لشکر کو شکست فاش ہوئی۔ اور خدا تعالیٰ نے ان چند کنکریوں سے مخالفین کے بڑے بڑے سرداروں کو سراسیمہ اور اندھا اور پریشان کر کو وہیں کہا

تردید۔ یہ چوتھا دعویٰ آپ کا سورۃ انفال کی فلم تقتلوہم والی آیت نمبر ا کی بابت ہے جس کی بابت بعضے خوش اعتقاد مسلمان گمان کرتے ہیں کہ حضرت نے مٹھی کنکریوں کی پھینکی یا مٹھی خاک کی پھینکی۔ اور وہ لوگوں کی آنکھوں میں پڑ گئی مگر اس سے کچھ بھی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ جیسے کہ مثل مشہور ہے۔ مدعی سست و گواہ چست قرآن سست ہے اور دیگر محمدیان و مرزا صاحب چست۔ تاکہ کسی طرح نبوت حضرت اور دعوائے کرامت درست ہو جائے۔ مگر محال ہے۔ کیونکہ اصل آیت معجزہ یہ ہے۔ فلم تقتلوہم ولکن اللہ قتلہم۔ سو تم نے ان کو نہیں مارا لیکن اللہ نے مارا ہو وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ اور تو نے نہیں پھینکا جس وقت کہ پھینکا۔ ولیبلی المؤمنین منہ بلاء حسنا۔ اور کیا چاہتا تھا ایمان والوں پر اپنی طرف سے خوب احسان ان اللہ سمیع علیم۔ تحقیق خدا ہے سنتا جانتا۔

اس آیت میں کہیں کنکریوں یا خاک کا خاک بھی نشان نہیں۔ اور نہ قرآن میں کسی اور مقام پر بیان ہے۔ اسی سبب سے مفسروں کا اطمینان نہیں۔ کوئی تیر کوئی نیزہ۔ کوئی خاک۔ کوئی کنکریاں بتلاتے ہیں اور یہ محمد صاحب کی نسبت معجزہ لگاتے۔ لیکن آیت میں محض اسکا رہے کہ یہ فتح اتفاقاً ہوئی۔ خدا نے سبب کر دیا محمد یا کسی مسلمان کی خاک اندازی سے اس کا خاک بھی تعلق نہیں۔

تفسیر لامع التنزیل و سواطع التاویل میں اس طرح لکھا ہے کہ "در تفسیر عباسی از حضرت امام زین العابدین روایت کردہ کہ حضرت رسالت پناہ از حضرت امیر المؤمنین مشت خاک طلبیدہ آنرا بر وجود قریش پاشید۔ حاصل کلام آنکہ آں مشت کہ بطرف قریش افگندہ شد کفے از خاک بودہ یا از سنگریزہ یا از سنگریزہ آلودہ بخاک احادیث مختلف بنظر آمدہ بعضے گویند کہ در جنگ احد نازل شدہ چوں حضرت نیزہ بابی بن خلف زد و بعضے گویند در جنگ بدر۔ (دیکھو صفحہ ۲۶۳ و ۲۶۴ مطبوعہ سنہ ۱۳۰۴ لاہور مطبع گلشن رشیدی)۔

غرضیکہ خود علماء محمدیہ کا اس میں بہت نفاق ہے کسی بات پر اتفاق نہیں

اور خود قرآن احقاق حق سے سراپا شرمناک ہے پس معجزہ سراپا محال۔

بنابر اس دعویٰ کی صرف ہتھوں پر تھوڑوں کا غالب آنا ہے حالانکہ بہت مرتبہ مغلوب بھی ہوئے۔ اول تو یہ معجزہ نہیں بلکہ مخمصہ ہے اور علاوہ براں ایسے واقعات تواریخ میں ہم بہت اندراج پاتے ہیں لیکن لوگ ان کو معجزہ نہیں ٹھہراتے جس کا باعث یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بانیان مذہب کیطرف سے نہیں تھے۔ کیا محمود غزنوی کے حملات معجزات میں داخل ہیں۔ جس کی تھوڑی سی فوج نے لاکھوں مخالفوں کو بھگا یا؟

(۱) کیا شیر راجہ سیوا جی کی کامیابی و فتحیابی بمقابلہ لشکر اورنگ زیب معجزہ ہے؟

(۲) کیا سکندر یونانی کا ایک قلیل فوج لیکر یونان سے ستلج تک فتح پانا معجزہ ہے؟

(۳) ہز ہائینس مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر کی ملک گیری اور عبور اٹک بے ذریعہ پل و کشتی معجزہ ہے؟۔

(۴) کیا نپولین بونا پارٹ کی عالمگیر فتح یابی معجزہ ہے؟۔

(۵) کیا لارڈ کلایو بانی سلطنت انگلشیہ کی فتحیابی معجزہ ہے؟۔

(۶) کیا انگریزوں کی فتحیابی بمقابلہ ہند کی بے تعداد فوج کے معجزہ ہے؟

یہ ایسے واقعات ہیں جن کی بابت تمام مورخین اتفاق رائے ظاہر کرتے ہیں کہ انہوں نے تھوڑی سی فوج سے بے شمار مخالفوں کو تہ تیغ کیا مگر استقلال اور بہادری سے۔ نہ کہ بقول مرزا صاحب یا محمدیوں کے معجزہ سے۔

غلام احمد ۱۹ صفحہ کا حاشیہ۔ پھر ایک نہایت قلیل عرصہ میں جو تیس برس سے بھی کم تھا۔ ایک عالم پر فتحیاب کیا اور شہنشاہ قسطنطنیہ و بادشاہان دیار شام و ممالک مابین دجلہ فرات وغیرہ پر غلبہ بخشا۔ اور اس تھوڑے عرصہ میں فتوحات کو جزیرہ نمائے عرب سے لیکر دریائے جیحون تک پھیلایا۔

تردید۔ اس کثرت سے دین پھیلنے کا جواب خود قرآن ہی دیتا ہے چنانچہ سورۃ محمد۔ فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموہم فشدوا الوثاق فاما منا بعد و اما فداء حتی تضع الحرب اوزارھا والذین قتلوا فی سبیل اللہ فلن یضل اعمالہم سیہدیہم و یصلح بالہم و یدخلہم الجنۃ عرفہا لہم۔ یا ایہا الذین آمنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم۔ ترجمہ۔ اور جب تم کافروں سے بھڑو تو گردنیں ہی مارنی۔ یہانتک کہ جب کشتا ڈال چکے ان میں۔ تو مضبوط باندھو قید پھر یا احسان کریو پیچھے اور یا چھڑائی ملیجیو۔ جب تک کہ رکھ دے لڑائی اپنا ہتھیار۔ اور جو لوگ مارے گئے اللہ کی راہ میں تو نہ کھویگا۔ وہ ان کے کئے ان کو راہ دیگا اور سنوار دیگا ان کا حال اور داخل کریگا بہشت میں معلوم کرا دی ہے وہ ان کو اے ایمان والو اگر تم مدد کرو گے اللہ کی تو وہ تمہاری مدد کریگا۔ اور جما دے گا تمہارے پاؤں یعنی ثابت قدم کریگا لڑائی میں۔

غرضیکہ اسی طرح کے واقعات سے قرآن بھرا ہوا ہے کہ لوٹ گھسوٹ جنگ و جدال اور ہلاکت عظیم سے زور آور عرب تلوار سے شہید کئے کمزور دل سنے بقول سعدی مرا نان دہ کفش بر سر بزن دین اسلام قبول کیا اور ہوتے ہوتے ملکوں میں طوفان کی طرح پھیل گیا۔ کیونکہ برائی بجلد پھیلتی ہے۔ (اسی طرح دیکھو

حاشیہ۔ جب تک کافروں کا زور نہیں ٹوٹا۔ تب تک قتل ہی چاہیئے۔ اور جب زور ٹوٹ چکا تب قید بھی کفایت ہے تاڈر کر مسلمان ہوں یا احسان کرکے چھوڑ دیجئے تو نہیں احسان مانے اور دین کی محبت آوے یا چھڑوائی لیکر چھوڑ دیجیو تو دو فائدے۔ اب اختلاف ہے کہ کافر قید میں آوے تو پھر اپنے گھر جانے دیجئے یا نہ۔ اگر تو اس طرح کر رعیت ہو کر رہے (صفحہ ۵۲۲)۔

تاریخ فرشتہ مقالہ اول ذکر بادشاہان دین محمدی)۔

علاوہ بریں ان کی حالت فوجی سپہ سالاروں جیسی تھی بلکہ تاخت وتاراج کرنیوالے سرفارہ تھے اور یہی طرح ان کے وعدے و اقرار تھے جنہیں کامیابی وناکامیابی دونو ممکن ہیں مگر وہ تلوار کی جوش وخروش اب دنیا سے روپوش ہوتا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اسلام بھی دنیا میں چار قوموں میں سب سے زیادہ ہیں۔ اول بودھ دوم عیسائی۔ سوم ہندو۔ چہارم مسلمان۔ جہاں جہاں جہالت زیادہ تھی وہاں وہاں اسلام زیادہ پھیلا۔ خصوصاً افغانستان۔ عرب۔ افریقہ اور جہاں تہذیب اور علم تھا۔ وہاں زور کے چلے جانے سے اسلام بھی خانہ بدوش ہوا۔ مثلاً یونان۔ اسپین۔ پرتگال۔ اب سوائے مسجدوں کے کھنڈروں کے محمدیت کا نام ونشان بھی باقی نہیں ہے اور ہندوستان بھی اس کا عنقریب شاہد ہونے والا ہے۔ مقام غور ہے کہ کس قدر خونریزیوں اور جدال وقتال کے ہونے سے بھی تاہنوز سوائے چار کروڑ کے مسلمان نہیں ہوئے۔ اور ان میں شاید دو ہزار بھی ایسے نہیں جو مذہب کی خاطر یا پسندیدگی سے ہوئے۔ اور عنقریب پنڈتان شاستروان کی توجہ سے دروازہ واپسی کھلا ہے۔ جس کا نتیجہ پرماتما کی کرپا سے بہت جلد بمقابلہ ۹۰۰ برس کے آشکارا ہونے والا ہے۔ برخلاف افغانستان یا روم یا سوڈان یا عرب کے جہاں اور مذہب رہے ہی نہیں۔ اور عنقریب وہ وقت آنیوالا ہے کہ ایران اور روم بھی طعمہ نہنگ توپ فرنگ ہونیوالے ہیں۔ پس بہتر ہوتا کہ اگر آپ ایسی پیش گوئیوں کے پیش کرنے کے بدلے خاموش رہتے۔ اب عربوں کی حکومت صرف روم میں باقی ہے۔ اور وہ بھی بہت کمزور۔ چاروں طرف سے شکنجہ میں اسیر ہیں اور بے تدبیر۔ شاہ ایران کی مذہبی طاقت بھی طشت از بام ہے بلکہ شہرت عام۔ کہ اس میں برائے نام اسلام ہے۔ سکہ پر آفتاب ہے اور بیگم صاحبہ ہمرکاب۔ حجاب اسلامی بے نقاب ہے اور پردہ کی مٹی خراب۔

تیمور کی فتحیابی نادر کی کامیابی بھی ایسے ہی واقعات ہیں جو بہت تھوڑی مدت میں (جو بیس سال سے بھی کم) تاتار وایران سے گنگا جمنا تک فتحیاب ہوتے اگر مذہبی خیال بھی ساختہ ہوتا۔ اور نیا مذہب چلانیکا ارادہ رکھتے۔ تو کیوں نہ محمد سے بڑھ کر عالمگیر ہی کرتے۔ حضرت تو زندگی میں محروم رہے مگر تیمور ونادر کی کامیابی تو ایک دنیا کو معلوم ومفہوم ہے۔

اسفندیار کے واقعات وفتوحات بھی اس سے صدہا درجہ بڑھکر آثار معجزہ ہیں۔ کہاں ایران وکہاں چین وجاپان بقول آپ کے فضل باری تھا۔ کیونکہ دین آتش پرستی دنیا میں جاری کیا۔

کیا یہ باتیں باوجود اپنی ذاتی خرابیوں کے کسی خاص صداقت پر منحصر ہیں۔ ہرگز نہیں۔

(۱) طوائف اگر ہزار من سونا پہن لے تو بھی طوائف ہی رہیگی۔

(۲) نیک عورت اگر کم لباس ہے تو بھی عصمت مآب کہلائیگی۔

(۳) صداقت اگر امریکہ میں بھی ہو تو صداقت ہے۔

(۴) جہالت اگر عرش یا عرب میں ہے تو بھی جہالت ہے۔

سعدی کہتا ہے خر عیسیٰ اگر بمکہ رود۔ چوں بیاید ہنوز خر باشد ❊ جس طرح محمد صاحب نے فوجوں کو قرآن میں دلیریاں دی ہیں اسی طرح پوپ اربن ثانی نے کونسل کلرمنٹ کروسیڈس کی نسبت لوگوں کو یونہی دلیری دی تھی۔ جس کی تقریر کا اثر یہاں تک ہوا کہ لاکھوں عیسائیوں میں دینی جوش بھڑک اٹھا اور اسی طرح وہ لڑائیوں میں کبھی کامیاب اور بعض مرتبہ ناکامیاب ہوتے رہے (دیکھو کروسیڈس کی کتاب کا دوسرا باب)۔

غلام احمد ۲۲۴۔ ہاں بعض سوانح عجیبہ جو تاریخی طور پر ثابت کئے جاتے ہیں جیسے یہی معجزہ شق القمر ایسے سوانح پر یقین لانا یا نہ لانا اپنے علم وسیع یا محدود پر موقوف ہے۔

تردید۔ بیشک علم وعقل پر تو موقوف ہے مگر ثبوت بھی تو ہو نہ کہ حضرت علی کی نماز کیواسطے سورج کا واپس لوٹ آنا اور دنیا میں کسی کا اطلاع نہ پانا۔ شق القمر کا ہوجانا اور سوائے مرزا صاحب کے کسی کے خیال میں نہ آنا جتنے دانا ومحقق فاضل گذرے ہیں۔ سب اس معجزہ سے انکاری ہیں مگر جہلا کی زبان پر آمنا وصدقنا جاری۔ درحقیقت علم وسیع وبے علمی پر انکار واقرار کا انحصار ہے۔ اسی واسطے ہر ایک دانا کو انکار ہی سزاوار ہے۔

غلام احمد ۲۲۵۔ کیونکہ اول تو یہ اعتراض اگر فرضی طور پر صحیح بھی تسلیم کرلیا جاوے اور یہ اقرار دیا جاوے کہ اس آیت قرآنی کے دوسرے ظہور پر معنی ہیں تو ایسا قرار دینے سے کوئی بد اثر اسلام پر نہیں پہنچ سکتا۔ اگر کچھ اثر ہوگا تو صرف یہی کہ ہزارہا معجزات میں سے ایک معجزہ پایۂ ثبوت کو نہ پہنچ سکا۔

تردید۔ کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے۔ چونکہ شق القمر کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا بار بار یہ بات دو حال سے خالی نہیں یا قرآن غلط ہے یا دعوی معجزہ اگر قرآن کی غلطی ہے تو اسلام کا نقصان جان ہے اور اگر معجزہ غلط ہے تو نقصان ایمان کیونکہ تمام قرآن میں سے صرف اسی ایک مضمحل سی عبارت میں تصدیق معجزہ کیواسطے محمدیوں کو گنجائش تھی اور یہی پر جاہلوں کو ایمان لانے کی فہمائش۔ شکر پرماتما کا کہ معجزوں کا سردار مارا گیا جیسا کہ آپ خود بھی صفحہ ۲۲۵ میں کہتے ہیں تو پھر اگر عدم ثبوت شق القمر فرض کرلیا بھی جاوے تو اس سے ہرج یا نقصان کیا ہوا؟ حضرت نقصان ہوا قرآن کا۔ نقصان ہوا ایمان کا۔ آپ پھر پوچھتے ہیں نقصان کیا ہوا۔

غلام احمد ۲۲۷۔ صرف عناد اور کور باطنی کیوجہ سے معجزہ شق القمر سے انکار کرنا ایسا امر نہیں ہے کہ جس سے اسلام کے ایک بال کو بھی ضرر پہنچ سکے جب معجزات موجودہ قرآنیہ کا مخالفین سے رد نہیں ہوسکتا تو موجودہ کو چھوڑکر ان معجزات کی چھیڑنا جو اب آنکھوں کے سامنے نہیں ہیں سراسر بے راہی ہے۔

تردید۔ قرآن میں کوئی معجزہ نہیں اور ہو کہاں سے جبکہ محمد صاحب بار بار انکاری ہیں۔ آپ جو شمسا رہی آثار کے کیواسطے اتنی محنت وخواری کر رہے ہیں وہ محض رائیگان ہے۔ کیونکہ جو چیز قرآن میں نہیں اس کو آپ کس طرح اس سے نکال سکتے ہیں معجزات قرآنیہ آپ تے بتلائے یا اولی طور پر سنائے۔ سب کی تردید نمبروار موجود ہے اور ہر ایک موقعہ پر مشہود۔ اگر آپ کوئی اور معجزہ لائیں گے اور اپنی سفید داڑھی پر وسمہ لگائیں گے تو ہم ہر طرح تیار ہیں کہ جہالت کی دھجیاں اڑائیں۔ اور کاذب سیاہی کو اڑا کر سفید کر دکھلائیں اور آپکو قائل کر دیں بقول ؏ سیاہی زمو رفت وازرو نرفت۔

غلام احمد ۲۲۹۔ کیا ممکن نہیں کہ اس میں حکیم مطلق نے انشقاق واتصال کی دونوں خاصیتیں رکھی ہوں۔ جن کا ظہور اوقات مقررہ سے وابستہ ہو اور ازلی ارادہ سے وہی وقت ظہور مقرر ہو جبکہ ایک نبی سے ایسا ہی معجزہ مانگا گیا۔

تردید۔ یہ بات دو طور سے ناممکن ہے۔ (۱) یہ کہ حکیم مطلق کا کوئی کام بیفائدہ وبے محل نہیں ہوتا اور یہ بالکل بیفائدہ وبے محل ہوا الکفار مکہ سے (اس معجزہ پر) کوئی بھی ایمان نہ لایا اور خصوصاً

کفار کا سردار ابوالحکم بقول تمہارے قائل نہ ہوا اور نہ کسی غیر مجیبی نے تصدیق کی پس اگر خدا نخواستہ کوئی مانے تو کس غرض کے لئے بقول تمہارے خدا نے اگر یہ کام کیا تو کیا اسے خبر نہیں تھی کہ کوئی مسلمان نہیں ہوگا اگر خبر نہیں تھی تو بے علمی ثابت۔ اگر خبر تھی تو فعل عبث ٹھہرتا ہو جو سراسر غور طلب ہے دوم۔ قرآن میں اگر وہ بقول تمہارے خدا کا کلام ہے اس بات کو وضع کر کے جتلانا چاہئے تھا کہ انشقاق و اتصال کی قوتیں اس میں معجزہ احمدیہ کے واسطے ہم نے پوشیدہ رکھی تھیں کیونکہ دین اسلام کا پھیلانا ہمارا مقصود تھا چنانچہ جب فلانے فلانے کفار نے اس قسم کا معجزہ مانگا تب ہم نے بپاس خاطر حبیب خود شق القمر کر دیا۔ تم لوگ اس کے پیرو ہو جاؤ مگر تمام قرآن میں کہیں بھی اس معجزہ احمدیہ کا یا کسی کافر کی شہادت کا اشارتاً بھی نام و نشان نہیں چہ جائیکہ صاف طور پر ہو اسلئے آپ کا دعویٰ سراسر ہستی اور معقولیت سے دور ہے۔ قدرت کا اس میں سر مو ظہور نہیں۔

غلام احمد ۲۲۹ یہ بھی ممکن ہے کہ نبی کی قوت قدسیہ کی اثر سے دیکھنے والوں کو کشفی آنکھیں عطا کی گئی ہوں۔ اور جو انشقاق قرب قیامت میں ہونے والا ہے۔ اس کی صورت ان کی آنکھوں کے سامنے لائی گئی ہو کیونکہ یہ بات محقق ہے کہ مقربین کی کشفی قوتیں اپنی شدت حدت کی وجہ سے دوسروں پر اثر ڈالتی ہے اس کے نمونے ارباب کشف کے قصوں میں بہت پائے جاتے ہیں۔

تردید۔ حضرت نہ کسی نے جسمی آنکھوں سے دیکھا اور نہ کسی نے کشفی آنکھوں سے صرف وہمی اور اعتقادی خیال نے اس کی ضرورت در مقابلہ اوروں کے بے معجزہ رہنا حضرت کا ناگوار معلوم ہوا۔ بات کا بتنگڑ بنا۔ شق القمر حضرت سے منسوب کر دیا۔ عہد سلطنت اسلام یا مملکت اسلام میں کسی کی شامت آئی تھی جو اعتراض کرتا۔ اگر کسی نے قرآن کے مقابلہ میں کوئی آیت بھی تصنیف کی تو جھٹ وہ مقتول ہوا اور اس پر قہر احمدی نزول شکر ہے کہ آپ ان ظاہری آنکھوں اور ظاہری چاند اور ظاہری معجزہ سے ہٹ کر کشفی آنکھوں پر آگئے پس اگر بفرض محال کشفی زبان سے کہا کہ کشفی آنکھوں نے دیکھا اور کشفی چاند دو ٹکڑے ہوا تو در حقیقت معجزہ شق القمر کا آپ خاتمہ بالخیر کر چکے ہماری تو ظاہری چاند سے جو ایک کرہ ہے معجزہ مراد تھی اور اس کے شک ہونے پر اعتراض تھا جس کے تلانے سے آپ سراپا ناشاد ہیں بلکہ خود بھی بے بنیاد ٹھہرا رہے ہیں کہ شاید کشفی آنکھوں سے کشفی چاند کا کشفی شق ہونا دیکھا ہو میں کہتا ہوں کہ یہ بھی دو طرح سے باطل ہے اول تو قرآن میں ان کشفی آنکھوں کا بیان نہیں پس یہ صرف آپ کا بہتان کسی طرح قابل اطمینان نہیں دوم مسلمانوں کو کشفی آنکھوں کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ تو پہلے ہی رطب یابس پر جو کچھ قرآن و حدیث میں ہے ایمان لائے بیٹھے ہیں باقی سب کافر وہ مستحق نہیں کہ کشفی آنکھیں انہیں دی جاویں۔ ورنہ وہ کافر نہیں رہتے اگر وہ بعد ملنے کشفی آنکھوں کے بھی محمدی نہ ہوتے تو مشاہدہ شق القمر کا سراپا فعل عبث ہونا ثابت ہے پس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ کشفی آنکھیں دی گئی ہوں اب مقام غور ہے کہ جب کوئی کافر شق القمر کو بقول تمہارے دیکھ کر یا سنکر بھی اس وقت مسلمان نہیں ہوا۔ اور نہ قرآن میں کسی کا ذکر ہے تو پھر یہ کہنا صاف دروغ ہے کہ ان کو کشفی آنکھیں دی گئیں۔ حالانکہ نہ کشفی آنکھیں دی گئیں اور نہ ظاہری اور نہ کسی طرح بھی کسی نے دیکھا اور نہ وقوع ہوا اور نہ کوئی مسلمان ہوا۔ پس آخر الامر آپ کو ماننا پڑا کہ یہ ظاہری چاند محمد صاحب کے وقت میں شق نہیں ہوا۔ اور یہی ہمارا مطلب تھا کہ معجزہ شق القمر باطل ہے کسی نے سچ کہا ہے۔

آنچہ دانا کند کند ناداں لیک بعد از حصول رسوائی

اب ہم قرآن کے رو سے اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ محمد صاحب بے معجزہ تھے اور کسی طرح کا معجزہ ان سے کبھی اور کسی جگہ بھی ظاہر نہیں ہوا۔ اور نہ کبھی انہوں نے کسی کے سامنے کوئی معجزہ دکھلانے کا اقرار کیا۔

(۱) سورۃ انعام۔ قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون فانہم لا یکذبونک ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون۔ ترجمہ۔ ہم جانتے ہیں کہ تجھ کو غم دلاتی ہیں ان کی (کافروں کی معجزہ طلب) باتیں۔ سو وہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے لیکن بے انصاف اللہ کے حکموں سے منکر ہوتے جاتے ہیں۔“ دیکھئے معجزے مانگے گئے حضرت نے انکار کیا۔ انہوں نے جھٹلایا۔ خدا تسلی دیتا ہے کہ یہ بے انصاف ہیں۔

(۲) سورۃ انعام۔ والذین کذبوا بآیاتنا صم وبکم فی الظلمات من یشاء اللہ یضللہ۔ ترجمہ۔ جو ہماری باتوں کو جھٹلاتے ہیں وہ بہرے اور گونگے ہیں۔ اندھیرے میں جس کو چاہے اللہ گمراہ کرے۔“ حضرت نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ لوگوں نے معجزہ مانگا نہ بتلا سکے۔ لوگوں نے جھوٹا کہا۔ خدا کافروں کو معجزہ نہیں دکھلاتا۔ بلکہ گالیاں دیتا ہے۔

(۳) سورۃ انعام۔ قل انی علی بینۃ من ربی وکذبتم بہ ما عندی ما تستعجلون۔ ترجمہ۔ تو کہہ (اے محمد) مجھ کو گواہی پہنچی میرے رب کی اور تم نے اس کو جھٹلایا۔ میرے پاس نہیں ہے (معجزہ) جس کی شتابی کرتے ہو۔“ قطعی انکاری ہیں کہ میرے پاس معجزہ نہیں

(۴) سورۃ صافات۔ خلقنٰہم من طین لازب بل عجبت ویسخرون۔ ترجمہ۔ یعنی ان کو بنایا ہے ایک گارے چکنی سے بلکہ تجھ کو تعجب ہے کہ ایمان کیوں نہیں لاتے اور وہ تجھ سے ٹھٹھے کرتے ہیں۔

(۵) سورۃ الانبیاء۔ فلیاتنا بآیۃ کما ارسل الاولون ما آمنت قبلہم من قریۃ اہلکنٰہا افہم یؤمنون۔ ترجمہ (کافر کہتے ہیں) چاہئے محمد کو لے آوے ہم پاس کوئی نشانی یعنی معجزہ جیسے لائے ہیں پہلے (آگے خود بخود جواب ہے) کہ نہیں مانا ان سے پہلے کسی بستی نے کھپائے ہم نے کیا۔ اب کوئی یہ مانیں گے۔“ یعنی نہیں مانیں گے۔ اسی واسطے ہم نے تجھ کو اے محمد معجزہ نہ دیا۔ خوب۔

در تفسیر لوامع التنزیل آمدہ کہ آیا و قالوا لن نؤمن لک الخ در حق عبد اللہ بن امیہ و ولید و ابوجہل و عاص آمدہ زیرا کہ در مکہ معظمہ قبل از ہجرت حضرت رسالت پناہ جمعی از قریش بخدمت آں حضرت آمدہ تکذیب آں حضرت نمودہ گفتند کہ لن نؤمن لک الخ حضرت ازیں سبب رنجور شدہ جواب سلام ایشاں ندادند۔ حضرت بام سلمہ گفت کہ برادر تو پیش از ہجرت من تکذیب می کرد۔ چناں تکذیب کہ احدے از ناس چناں تکذیب من نکردہ بودند

دیکھو صفحہ ۱۱۷۔ مطبوعہ

گلشن رشیدی

سنہ ۱۳۰۰ھ۔ لاہور

ان پانچوں کے علاوہ ہم ۹ شہادتیں انکار معجزات محمدیہ کی قرآن سے نکال کر تکذیب براہین میں درج کر دی ہیں۔ یہ ۹+۵ = کل ۱۴ ہوئیں۔ اس قدر انکار معجزات کی گواہی ہم نے از روئے قرآن پیش کر کے ثابت کر دیا ہے کہ محمد صاحب

حاشیہ۔ حالانکہ علاوہ معجزہ شق القمر کی حضرت بہت وعدہ دعائیں بھی مانگتے رہے چنانچہ معارج النبوۃ رکن سوم باب دوم فصل سوم صفحہ ۲۰ میں بیان ہے ”روزی حضرت رسالت پناہ میگذشت عمر را با ابوجہل دید کہ نشستہ بودند در بیابان پوشیدہ در میان دستہا دعا تعلیم فرمود آں سرور تشنہ بنی عاصم درخت نمود کہ اللہم اعز ہذا الدین بابی جہل بن ہشام“ مگر وہ کسی قریب نہ آیا حالانکہ ہو دین کی تربیت دم رہا۔ کافر مانگتے تھے کہ کوئی ہو تو اس کو ساتھ ایک نشانی ہو کہ ہم بھی دیکھیں اور یقین لاویں تو شاید حضرت کا دل ہی چاہا ہو اسلئے خدا کی تربیت میں ان کی اور قدرت کا اثر یہ معجزات منت تلو۔ اسکو مسطور ہے تا تو نشانی ہی سکا دل پھیر یا ایمان لاتا۔ دیکھو صفحہ ۱۳۱ اتقان قرآن مطبوعہ سنہ ۱۲۹۰ھ

پھر ان کے دکھلانے اور کرامات کے جتلانے سے محض عاری تھے صرف عاری ہی نہیں۔ بلکہ وہ ہمیشہ ان مقامات پر انکاری ہیں مگر محمدی اس انکار پر بھی اُن کو خواہ مخواہ معجزے والا بتلاتے اور کہیں نہ کہیں سے معجزہ لا کر اُن کے ذمہ لگاتے ہیں۔ جیسے کسی کے متبنّیٰ نہ ہو۔ اور لوگ اُس کے خیر خواہ اُس کی وراثت غرق نہ ہو جانے کے واسطے اور لوگوں کے بیٹے لا کر اُس کے متبنّیٰ بناویں اور ہوا خواہی جتلاویں اور اُس بے اولاد کو صاحب اولاد ٹھہرا دیں بعینہ یہ مثال محمد صاحب و مسلمانوں کے حسب حال ہے۔

جب یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ محمد صاحب نے معجزہ نہیں دکھلایا۔ دکھلانا تو درکنار اقرار کرنے سے ترساتے رہے بلکہ طالبان معجزہ سے بھاگ عاروں میں منہ چھپاتے رہے۔ اگرچہ عموماً کوئی معجزہ بھی اُن کے پاس نہیں تھا۔ اور نہ کبھی اُنہوں نے دکھلایا۔ مگر معجزہ شق القمر تو تاریخ۔ تجربہ علم عقل قانون قدرت۔ وغیرہ سے کسی طرح اور کبھی بھی ثابت نہیں ہو سکتے۔ ہر فرد اسے اعجازوں کا استیصال کر رہا ہے جب یہ حال ہے تو ماسٹر مرلیدھر کا بیان بالکل صحیح اور درست نکلا کہ نہ شق القمر ہوا اور نہ حضرت کے گریبان سے نکلا۔ کیونکہ دونوں باتیں ہر طرح سے محال ہیں۔ جب یہ حال ہے یعنی جیسے کہ تحقیقات کی گئی ہے اور معجزہ شق القمر محض بے بنیاد نکلا تو جس کتاب میں اس کا بیان ہے وہ کس قدر حق سے دور اور راستی سے برگران ہے ؎

احمد کے معجزوں کو اگر سوچو عقل سے
بے اختیار کہہ اٹھو اسلام کچھ نہیں

تفسیر قرآن میں سید احمد صاحب فرماتے ہیں "ان حضرت نے نہ کسی ایک شخص کے اور نہ کسی ایک گروہ کے ایمان پر دعوت کرتے وقت یہ نہیں کیا کہ اس سے پہلے اُس کے سامنے کوئی خرق عادت کی ہو اور ایک چیز کو دوسری چیز میں بدل دیا ہو جیسے لکڑی کا سانپ اور سانپ کی لکڑی اور سونے کو مٹی اور مٹی کو سونا بنا دیا ہو اور اسلام لانے کی دعوت کے وقت کوئی کرامات اور کوئی خوارق عادات آن حضرت صلعم سے ظاہر نہیں ہوئی (دیکھو صفحہ ۱۳۵ سورۃ بقرہ تفسیر سید صاحب جلد اول ۱۲۹۷ھ علیگڑھ)

پھر سید صاحب فرماتے ہیں "مسلمانوں کے حال پر اس سے بھی زیادہ افسوس ہے کہ آن حضرت صلعم کو تمام انبیاء سابقین سے افضل سمجھتے ہیں انبیاء سابقین کے معجزے تو قرآن میں بتلاتے ہیں مگر افضل الانبیاء کا ایک معجزہ جو ذکر بھی قرآن مجید میں نہیں دکھلاتے برخلاف اُس کے جو آن حضرت صلعم کی زبان مبارک سے خدا نے فرمایا ہے کہ انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی انما الہکم الٰہ واحد۔ اور معجزہ ہونے سے بالکل انکار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ قالوا لولا انزل علیہ آیات من ربہ قل انما الایات عند اللہ و انما انا نذیر مبین۔ اور ایک جگہ فرمایا لا املک لنفسی نفعا الخ اور اسی طرح کی اور بہت سی آیتیں ہیں پس جو ہمارے سردار نے خود اس کی نفی کی ہے پھر کس طرح ہم معجزوں کو مان سکتے ہیں" (دیکھو تفسیر صفحہ ۲۴۵ سورۃ مائدہ جلد دوم ۱۲۹۹ھ)

پھر سید صاحب فرماتے ہیں شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ میں صاف صاف بیان کیا ہے کہ قرآن مجید میں کسی معجزہ کا ذکر نہیں ہے اور شق القمر کی بابت لکھا ہے کہ وہ معجزہ نہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں اما شق القمر فعندنا لیس من المعجزات انما ہو من آیات القیامۃ کما قال اللہ تعالیٰ اقتربت الساعۃ وانشق القمر ولکنہ صلی اللہ علیہ وسلم اخبر عنہ قبل وجودہ فکان معجزۃ من ہذا السبیل ترجمہ کہ ہمارے نزدیک شق قمر معجزات میں سے نہیں ہے ہاں وہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ قریب ہوئی ساعت اور پھٹ گیا چاند لیکن آن حضرت صلعم نے اس کے ہونے سے پہلے اس کی خبر دی ہے اس راہ سے معجزہ ہے پھر شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں ولم یذکر اللہ سبحانہ شیئاً من ہذہ المعجزات فی کتابہ ولم یشر الیہا حفظ اللہ سبحانہ نے ان معجزات میں سے کچھ اپنی کتاب (یعنے قرآن) میں ذکر نہیں کیا اور مطلق اُس کی طرف اشارہ کیا ہے" دیکھو تفسیر احمدی جلد سوم صفحہ ۱۳ سورۃ انعام ۱۳۰۳ھ)

پھر سید صاحب فرماتے ہیں "آن حضرت صلعم کے پاس جو افضل الانبیاء والرسل ہیں معجزہ نہ ہونے کے بیان سے ضمناً یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء سابقین کے پاس بھی کوئی معجزہ نہیں تھا" (دیکھو جلد سوم سورۃ انعام تفسیر سید صاحب صفحہ ۲۰۹) پھر وہی کہتے ہیں کہ "کوئی عزت اور کوئی بزرگی اور کوئی تقدس اور کوئی صداقت اسکی اور بانی اسلام کی اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی جو اُس نے بغیر کسی لاولیت کے اور بغیر کسی دھوکا دینے کے اور بغیر کسی کرشمہ اور کرتوت کا دعوے کرنے کے صاف صاف لوگوں کو بتا دیا۔ کہ معجزے و عجزے تو خدا کے پاس ہیں۔ میں تو مثل تمہارے انسان ہوں" (صفحہ ۲۰۹ جلد سوم سورۃ انعام)

پھر سید صاحب فرماتے ہیں۔ "ہماری سمجھ میں کسی شخص میں معجزے یا کرامت ہونے کا یقین کرنا ذات باری کی توحید فی الصفات پر ایمان کو ناقص اور ناکامل کر دیتا ہے اور اس کا ثبوت پیر پرست اور گور پرست لوگوں کی حالت سے جو اس وقت بھی موجود ہیں اور صرف معجزہ و کرامت کے خیال نے اُنکو پیر پرستی و گور پرستی کی رغبت دلائی ہے اور خدائے قادر مطلق کے سوا دوسرے کی طرف اُنکو رجوع کیا ہے اور مٹی پتھر اور درخت پیڑ پوجا اور اُن کے نام کے نشانات بنانا اور جانوروں کی بھینٹ دینا سکھلایا ہے بخوبی حاصل ہے اسی واسطے ہمارے سچے ہادی محمد رسول اللہ نے اور ہمارے سچے خدا نے صاف صاف معجزات کی نفی کر دی" (دیکھو تفسیر جلد سوم صفحہ ۱۹ سورۃ انعام ۱۳۰۳ مطبوعہ علیگڑھ)

معجزۂ فصاحت

اکثر مولویوں سے ہماری بات چیت ہوئی اثناء گفتگو میں جب معجزات کا ثبوت مانگا گیا۔ اور قرآنی آیات انکار معجزات کو گواہ گردانا گیا۔ تو کبھی کوئی دانا مولوی محمد صاحب کو معجزہ والا ہی ثابت نہ کر سکا ہاں بمصداق احمدی کسے تو ہم بھی قائل ہیں اور ہمارا دی معجزہ سے تو کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا مگر جس مولوی صاحبان جب اور طرف سے عہدہ برا نہ ہو سکے تو فصاحت قرآنی کو معجزہ گردانکر فاتوا بسورۃ مثلہ کی حجت پیش کرنے لگے مگر کیا ایسے پوچ وائیل براہین عقلی کے سامنے کبھی ٹھہر سکتے یا معجزہ ہو سکتے ہیں اس واسطے وہ بہت جلد یا تو سکوت کرنے یا لڑنے پر تیار ہو جاتے ہیں اور جبلی تعصب کی شامت سے وہ شرمساری اُٹھاتے ہیں لقول سعدی ؎

چشم عقرب نہ از پئے کین ست
مقتضائے طبیعتش این است

نظر بر آں نہایت مناسب معلوم ہوا کہ ہم معجزہ فصاحت کی بھی تحقیقات کریں اور اسکی اصلیت کو عام محمدیوں پر کھولیں کہ آیا یہ معجزہ ہے یا نہ۔ اور جو گھمنڈ اُنکے دل میں بیٹھا ہوا ہے اسکو اچھی طرح دور کریں واضح ہو کہ بنا اس معجزہ کی قرآن کی آیات ذیل میں۔

نمبر ۱ (سورۃ بقرہ) وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداء کم من دون اللہ ان کنتم صادقین۔ ترجمہ اے لوگو اگر تم شک میں ہو اس کلام سے جو اُتارا ہم نے اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورۃ اسی قسم کی اور بلاؤ جس کو حاضر کرتے ہو اللہ کے سوا۔ اگر تم سچے ہو۔

نمبر ۲ (سورۃ یونس) قل فاتوا بسورۃ مثلہ وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین ترجمہ تو کہہ لے آؤ ایک سورۃ ایسی اور پکارو جسکو پکار سکو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو

نمبر ۳ (سورۃ ہود) ام یقولون افتراہ قل فاتوا بعشر سورۃ مثلہ مفتریات وادعوا

من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین۔ ترجمہ کیا کہتے ہیں قرآن کو افترا کیا ہے تو کہہ دے لے آؤ دس سورتیں ایسی مانند کر اور پکارو جس کو پکار سکو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔

نمبر ۴ (سورۃ بنی اسرائیل) قل لئن اجتمعت الانس والجن علٰی ان یاتوا بمثل ھٰذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا۔ ترجمہ کہہ کہ اگر جمع ہوں آدمی اور جن اس پر کہ لاویں ایسا قرآن نہ لاویں گے ایسا اور پڑے مدد کریں ایک کی ایک۔

نمبر ۵ (سورۃ قصص) قل فاتوا بکتاب من عند اللہ ھو اھدٰی منہما اتبعہ ان کنتم صٰدقین۔ ترجمہ ان سے کہہ دے کہ خدا کے پاس سے کوئی کتاب لاؤ جو توریت و قرآن سے زیادہ ہدایت کرنے والی ہو۔ اگر تم سچے ہو۔

تمام قرآن میں اس طرح کا ذکر بمعہ نمبر بالا پانچ مقام پر ہے اور انہیں پانچ میں سے مرزا صاحب نے نمبر ۱ و ۲ کو سرمہ کے صفحہ ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۲۲۶ پر معجزہ کے دعوے سے پیش کیا ہے۔

واضح ہو کہ نمبر ۱ و ۲ میں ایک ایک سورۃ کے مطابق و نمبر ۳ میں دس سورتوں (ٹکڑوں) کے مطابق اور نمبر ۴ میں کل قرآن کے مطابق و نمبر ۵ میں توریت و قرآن کے مطابق ہونے کی خواہش کی گئی ہے۔ اب ہم ہر ایک کی بابت تفسیروں سے تحقیقات کر کے آپ کو بتاتے ہیں کہ یہ متعلق معجزہ فصاحت کے دعوے ہیں یا کچھ اور۔

نمبر ۵۔ سورۃ قصص کی بابت تفسیر حسینی میں لکھا ہے قل فاتوا بگو ایشاں را پس بیارید کتب من عند اللہ کتاب از نزدیک خدا تعالےٰ کہ باشد ھو اھدٰی آں کتاب راہ نمائندہ تر منہما ازیں دو کتاب یعنی و موسیٰ نازل شدہ تا من اتبعہ پیروی کنم آں را ان کنتم صٰدقین اگر ہستید شما راست گویاں۔ (دیکھو تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ ۱۵۶ ۱۸۶۹ء نولکشور)

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ یہ آیت متعلق فصاحت قرآن کے نہیں بلکہ کفار عرب سے جو محمد صاحب کے بھائی بند تھے ایک کتاب توریت یا قرآن جیسی مذہبی یا ہادی کتاب مانگی گئی ہے کوئی تعلق فصاحت کا اس سے نہیں تمام مطلب سے تعلق ہے کہ کوئی مذہبی کتاب لاؤ جس کی ہدایت پر تم چلتے ہو جس مذہب والے کے پاس مذہبی کتاب نہ ہو اُس پر یہ حجت ہو سکتی ہے۔ مگر ہندوستان میں تو سب کے پاس ہے پس اس کا نہ تو فصاحت سے تعلق ہے اور نہ کتاب والے مذہب سے۔ اسی واسطے مرزا جی کا دعویٰ باطل ہے اور دیکھو امداد الاسلام صفحہ ۴۱۲ ۱۸۸۱ء مراد آباد)

نمبر ۴ و نمبر ۲ و نمبر ۳ (سورۃ بنی اسرائیل) کی بابت آنریبل سر سید **احمد خان** بہادر فرماتے ہیں (اوّل تمام آیات لکھ کر) ان سب آیتوں پر غور کرنے کے بعد اس بات کو سمجھنا چاہئے کہ قرآن کی مانند سے کیا مراد ہے ہمارے تمام علماء و مفسرین نے یہ خیال کیا ہے کہ خدا نے قرآن کے من اللہ ثابت کرنے کو یہ معجزہ قرآن میں رکھا کہ ویسا فصیح کلام کوئی بشر نہیں کہہ سکتا اور نہیں کہہ سکا یعنی انہوں نے قرآن کی مانند سے فصاحت و بلاغت میں مانند ہونا مراد لیا ہے مگر میری سمجھ میں ان آیتوں کا یہ مطلب نہیں ہے۔

پھر سید **صاحب** فرماتے ہیں ”مگر یہ بات کہ اُس کی مثل کوئی نہیں کہہ سکا یا کہہ سکتا اُس کی من اللہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی کسی کلام کی نظیر نہ ہونا اس بات کی تو ملاتہ دلیل ہے کہ اُس کی مانند کوئی دوسرا کلام موجود نہیں ہے مگر اس کی دلیل نہیں ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ہے بہت سے کلام انسانوں کے دنیا میں ایسے موجود ہیں کہ اُن کی مثل فصاحت اور بلاغت میں آج تک دوسرا کلام نہیں ہوا مگر وہ من اللہ تسلیم نہیں ہوتے۔ نہ ان آیتوں میں کوئی ایسا اشارہ ہے جس سے فصاحت و بلاغت میں معارضہ چاہا گیا ہو۔ بلکہ صاف پایا جاتا ہے کہ جو ہدایت قرآن سے ہوتی ہے اُس میں معارضہ چاہا گیا ہے کہ اگر قرآن کے خدا سے ہونے میں شبہ ہے تو کوئی ایک سورت یا دس سورتیں یا کوئی کتاب مثل قرآن کے بنا لاؤ جو ایسی ہادی ہو“ چنانچہ سورۃ قصص میں آں حضرت کو صاف حکم دیا گیا ہے ”(دیکھو تفسیر قرآن سید صاحب موصوف کا صفحہ ۳۲ و ۳۳ سورۃ بقرہ ۱۲۹۴ھ علیگڑھ)

نمبر ۳ (سورۃ ہود) کی نسبت تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے ”فان قیل قد قال فی سورۃ یونس فاتوا بسورۃ مثلہ وقد عجزوا عنہ فکیف قال ھٰہنا فاتوا بعشر سور فہو کقول الرجل لآخر اعطنی درہما فیعجز فیقول اعطنی عشرا فالجواب قد قیل ان سورۃ ھود نزلت اولا وانکر المبرد ھٰذا وقال بل نزلت سورۃ یونس اولا وقال معنٰی قولہ فی سورۃ یونس فاتوا بسورۃ مثلہ ای مثلہ فی الخبر عن الغیب والاحکام والوعد والوعید فعجزوا فقال لہم فی سورۃ ھود ان عجزتم عن الاتیان بسورۃ مثلہ فی الاخبار والاحکام والوعد والوعید فاتوا بعشر سور مثلہ من غیر خبر ولا وعد ولا وعید وانما ھی مجرد البلاغۃ“ ترجمہ اور تحقیق کیا گیا ہے کہ کہا سورۃ یونس میں کہ لے آؤ ایک سورۃ مثل اِن کی اور کفار اس سے عاجز ہوئے پس اس جا کیونکر کہا کہ لے آؤ دس سورتیں یہ تو مثل اس کی ہے کہ کوئی آدمی دوسرے سے کہے کہ مجھ کو ایک درہم دے پس وہ عاجز ہو جاوے یعنی نہ دے سکے اور وہ آدمی پھر کہے کہ مجھ کو دس درہم دے۔ اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ سورۃ ہود اوّل نازل ہوئی اور اُس کا مبرد نے انکار کیا اور کہا بلکہ سورۃ یونس اوّل نازل ہوئی اور کہا کہ سورۃ یونس میں اس قول کے کہ مثل اسکے ایک سورۃ لے آؤ یہ معنے ہیں کہ مثل اِس کی باعتبار خبر غیب اور احکام اور وعدہ و وعید کے لے آؤ پس کفار عاجز ہوئے پھر اُن سے سورۃ ہود میں کہا کہ چونکہ تم لانے سے ایک سورۃ کی مثل اس کے باعتبار اخبار و احکام وعدہ و وعید کے عاجز ہوئے۔ تو تم لے آؤ دس سورتیں مثل اس کی نہ باعتبار خبر اور نہ وعدہ اور نہ وعید کے بلکہ فقط باعتبار بلاغت کے۔“

اب یہ دیکھنا چاہئے کہ کسی نے مقابلہ کیا ہے یا نہیں خود قرآن سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ بہت شخصوں نے کیا اور مُعترف قرآن اقبال کرتے ہیں۔ کہ اُس کو سُن کر بزرگان قریش نے فصاحت و بلاغت میں پسند کیا اور قرآن کا سننا ترک کر دیا یعنے تسلیم کیا کہ وہ قرآن سے ہر طرح فصاحت و بلاغت میں بڑھ کر اور مُصنف قرآن سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے چنانچہ قرآن میں لکھا ہے سورۃ انفال۔ قد سمعنا لو نشاء لقلنا مثل ھٰذا ان ھٰذا الا اساطیر الاولین۔ ترجمہ از تفسیر حسینی دگفتند ایں کفار مدانکہ ما شنیدیم ایں کلام را اگر خواہیم ما ہر آئینہ بگوئیم مانند ایں مگر قصہ ہائے کہ پیشینیاں نوشتہ اند۔ اور (تفسیر بیضاوی میں) لقلنا مثل ھٰذا وھو قول النضر بن الحارث واسنادہ الی الجمیع اسناد ما فعلہ رئیس القوم فانہ قد کان قاضیہم او قول الذین ائتمروا فی امرہ صلے اللہ علیہ وسلم وھٰذا غایۃ مکابرتہم وفرط عنادہم اذ لو استطاعوا ذٰلک فما منعہم ان یشاء وقد تحداہم وقد عجزوا بالتحدی عشر سنین ثم قارعہم بالسیف فلم یعارضوا سواہ مع انفتہم وفرط استنکافہم ان یغلبوا خصوصا فی باب البیان ان ھٰذا الا اساطیر الاولین وروی اللہ الما قال والنمر (صفحہ ۳۱۶ جلد اول) اس کے حاشیہ پر لکھا ہے قولہ وھو قول النضر حیث سمع اقتصاص اللہ تعالیٰ احادیث القرون فقال لو شئت لقلت مثل ھٰذا وھو الذی جاء من بلاد فارس بنسخۃ حدیث رستم واسفندیار فزعم ان ھٰذا مثل ذٰلک آوردہ اند کہ نضر بن حارث بتجارت بہ بلاد فارس آمدہ بود و قصۂ رستم و اسفندیار بخریدہ معرب ساختہ بمکہ برد و گفت ایک فسانہ آوردہ ام شیریں تر از احادیث محمد کہ مردم بخواندن حق مشغول گردید … (بقیہ متن)

من عند ك از نزد تو فامطر علینا حجارة من السماء پس بیار بر ما سنگے از آسمان" دیکھو تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۳۰۸ مطبع ۱۳۰۱ھ اور تفسیر معالم التنزیل میں اور اشکال کر کے لکھا ہے دیکھو شیئہ لقمان کی آیت ومن الناس من یشتری الخ کی تفسیر جہاں پر صاف لکھا ہے کہ قریش نے ان قصوں کو جو نضر بیان کرتا تھا نہایت پسند کیا۔ اور نتیجہ اس کا یہ لکھا ہے کہ اُس کی فصاحت کے سبب سے یہ لوگوں استماع القرآن یعنے قرآن کا سننا بھی ترک کر دیا اور (تفسیر بیضاوی) میں بھی ایسا ہی لکھا ہے دیکھو جلد دوم صفحہ ۲۱۹ اور مدارک التنزیل بر حاشیہ تفسیر حسینی سورۃ لقمان کی تفسیر میں ایسا ہی لکھا ہے لوگوں نے نضر بن حارث کے فصاحت کے سبب سے قرآن کا سننا بھی ترک کر دیا جلد دوم صفحہ ۱۵۶ و معالم التنزیل ربع ثالث صفحہ ۱۵۰ سطر ۱۔

غرضیکہ نمبر ۱ و نمبر ۲ کی بات تو معالم التنزیل و حسینی سے ثابت ہو گیا کہ یہ متعلق فصاحت کے نہیں اور نمبر ۳ و ۴ و ۵ کی نسبت فخر اسلام سید احمد صاحب سی ایس آئی کی تفسیر سے ثابت کیا ہے کہ ان سے معجزہ فصاحت مقصود نہیں ہے اور نہ قرآن میں فصاحت لاثانی ہے بلکہ حسینی و معالم کے حوالوں سے یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ اُسوقت عرب والوں نے مقابلہ بھی کیا اور آیتیں بھی بنائیں اور قصص قرآنی کے مقابلہ میں (جو جنگ و جدال جہاد و قتال کے متعلق ہیں) رستم و اسفندیار کے قصص عرب کر کے پیش کئے گئے جو اہل عرب بلکہ رہنما و قریش نے مقابلہ کیا فصحا و عرب نے اُن کی بلاغت کے سبب قرآن کا سننا بھی ترک کر دیا اسواسطے یہ دعوے نہایت باطل ہے کہ قرآن باعتبار فصاحت کے معجزہ ہے۔

اب ہم اور علماء و فضلاء عرب و سرگروہاں اسلام کی شہادت لاتے ہیں کہ قرآن باعتبار فصاحت کے معجزہ نہیں۔

(۱) علماء عرب میں سے ایک فرقہ مزدار یہ کے لوگ ہیں جن کی فصاحت و بلاغت کی عرب میں دھوم ہے اور یہ بھی مثل سیوں کے اسلام کے بہتر فرقوں میں سے ایک مشہور فرقہ ہے اس فرقہ کا عموماً اور اُن کے سرگروہ جیسے ابن صبیح ابو موسیٰ کا قول ہے الناس قادرون علیٰ مثل ھذا القرآن فصاحۃ ونظماً وبلاغۃ ترجمہ آدمی قادر ہیں کہ ایک کتاب بمثل قرآن کے فصاحت و نظم و بلاغت میں بناویں

(۲) اسی طرح مشہور و معروف فرقہ معتزلہ کا رہنما بلکہ سرگروہ حضرت نظام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے لکانوا قادرین علیٰ ان یاتوا بسورۃ من مثلہ بلاغۃ وفصاحۃ ونظما ترجمہ علاوہ فی الحقیقت بنا سکتے ہیں ایک سورۃ فصاحت و بلاغت و نظم میں مثل سورۃ قرآن کے۔

(۳) منتھی مستانی میں لکھا ہے ابطال اعجاز القرآن من جہۃ الفصاحۃ والبلاغۃ ترجمہ قرآن کو فصاحت اور بلاغت کے اعتبار سے معجزہ جاننا مخدوش ہے۔

(۴) فرقہ معتزلہ کا معتبر رئیس حضرت ابراہیم بن سیار متکلم رحمۃ اللہ علیہ بولا کہ کتاب دا العجیب فیہ من حیث الاخبار عن امور الماضیہ والاتیۃ ومن جہۃ صرف الدواعی عن المعارضۃ ومنع العرب عن الاھتمام بہ جبرًا وتعجیزًا اذ لخلاھم لکانوا قادرین علیٰ ان یاتو بسورۃ من مثلہ بلاغۃ وفصاحۃ ونظما ترجمہ قرآن میں کچھ عجوبہ بات نہیں ہے صرف اُس میں یہی عجوبہ ہے کہ امور ماضیہ و آئندہ کی اس میں خبریں ہیں (یعنے گذشتہ لوگوں کے قصے اور قیامت اور عدالت و سزا و جزا کی خبریں) اور کوئی معارض اور اُس کے برابر سورۃ بنانے والا جو نہ ہوا تو باعث اُس کا یہ تھا کہ عرب کے لوگوں کو جبرًا و تعجیزًا ممانعت تھی کہ اس کا ارادہ نہ کریں اگر نہیں وہ (محمد صاحب) چھوڑ دیتے تو اُس کی (قرآن کی) مانند فصاحت و بلاغت و نظم میں وہ بنا دیتے "

یہ تو ظاہر ہے کہ کمزوری کے وقت جبر نہیں چلتا تھا مگر جب مرید زیادہ ہو گئے تو سخت ممانعت ہو گئی کہ کوئی قرآن کی سورۃ کے مساوی آیت یا سورۃ نہ بناوے بلکہ کوئی موبہ سے یہ بھی رکھے کہ قرآن مخلوق ہے یا اعور حیلہ سے کلام اللہ سمجھیں اور کہیں یا وہ جو کہے کہ مخلوق ہے اُسے کافر جانو اور تمام کافر واجب القتل ہیں۔

چنانچہ شرح مواقف میں وہ حدیث محمد صاحب کی درج ہے قال القرآن مخلوق فھو کافر۔ جو کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے وہ کافر ہے اور قرآن میں ہے یا ایھا النبی جاھد الکفار۔ اے پیغمبر لڑو کفر باکو قرآن۔ فقاتلوا ائمۃ الکفر۔ پس کشیدہ پیشوایاں کفر را۔ فاقتلوا المشرکین پس بکشید مشرکان را اور قرآن کہتا ہے یا ایھا النبی حرض المؤمنین علی القتال ترجمہ اے نبی شوق دلا مسلمانوں کو لڑائی کا سورۃ انعام ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا ترجمہ اُس سے ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ اس پر تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کعبد اللہ بن سعد ابی سرح کان یکتب لرسول اللہ فلما نزلت ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین فلما بلغ قولہ ثم انشاء ناہ خلقا آخر قال عبد اللہ فتبارک اللہ احسن الخالقین تعجبا من تفصیل خلق الانسان فقال عم املیھا فکذالک نزلت فشک عبد اللہ وقال لئن کان محمد صادقا لقد اوحی الی کما اوحی الیہ ولئن کان کاذبا لقد قلت کما قال، ترجمہ جیسے کہ عبد اللہ بن سعد ابی سرح جو لکھتا تھا قرآن واسطے رسول اللہ کے پس نازل ہوئی (ولقد خلقنا الخ سورۃ مومنون) یہ آیت تب عبد اللہ نے کہا فتبارک اللہ احسن الخالقین تعجب کر کے تفصیل پیدائش انسان سے کہا محمد نے لکھ اسی کو ایسا ہی نازل ہوا ہے (یعنے جوبات عبد اللہ نے کہی وہی محمد صاحب کی نازل ہو پڑی کیونکہ فصیح عبارت تھی) پس شک کیا عبد اللہ نے اور کہا اگر تھا محمد صادق تحقیق وحی کی گئی طرف میرے جیسے کہ وحی کی گئی طرف اُس کے اور اگر محمد جھوٹا ہے تحقیق میں نے کہا جیسا کہ اُس نے کہا۔ تفسیر حسینی میں ہے گویند ابن سعد عبد اللہ بن سعد کاتب وحی بود ہر ان وقت کہ آیت ولقد خلقنا الخ می نوشت و تقلب اطوار از علقہ و مضغہ و عظم و لحم ملاحظہ کرد و بعد از آنکہ کلمات ثم انشاناہ خلقا آخر شنید از روئے تعجب بر زبانش جاری شد کہ فتبارک اللہ احسن الخالقین حضرت رسالت پناہ گفت بنویس کہ ہمچنیں نازل شدہ عبد اللہ در شک افتاد و مرتد گشت و گفت کہ اگر محمد صادق است پس بمن ہم وحی فرود مے آید چنانچہ بروے آید و اگر کاذب ست من ہم گفتم چنانچہ او میگوید دیکھو تفسیر حسینی جلد اول سورۃ انعام صفحہ ۱۸۰ مطبع ۱۳۰۱ھ نولکشور یہی ذکر مثنوی رومی دفتر اول صفحہ ۴۰ مطبع حیدری بمبئی ۱۲۷۳ھ پر بھی موجود ہے۔ لعوال مرتد شدن کاتب وحی اسی کی تائید میں تاریخ الخلفاء میں بھی یہ مذکور ہے اور اس عبد اللہ مذکور کا یہ حال ہے کہ یہ شخص قبل از فتح مکہ مسلمان ہوا تھا وحی لکھا کرتا تھا مگر اس کمبخت کو دہشت تھی کہ قرآن شریف کو بدل کر دیا کرتا تھا پھر مرتد ہو گیا تھا اسواسطے حضرت نے اُس کا خون ہدر کیا تھا یعنے حکم قتل دیا تھا" دیکھو تاریخ الخلفاء ترجمہ اردو دہلی۔ اگر اور ایسی آیات کا کوئی حال دیکھنا چاہے تو مولوی جلال الدین سیوطی کے اتقان علوم القرآن کی دسویں نوع کو دیکھیے ایسی ہی اور بہت سی آیات ہیں جو عام لوگوں کی زبان سے سُن کر حضرت نے قرآن میں درج کر دیں۔

اسی کی تائید اخبار منشور محمدی بھی کرتا ہے "بلکہ جو کوئی ایسے کلام کو خدا کے کلام کے مقابلہ پر تصنیف کرے وہ گستاخ مارا جائے گا چنانچہ جیسا نے بہ تکلف اس گستاخی کی طرف سر اُٹھایا۔ ہر چند کہ وہ اپنا کلام ان مطالب مذکورہ بالا کے ساتھ آراستہ بعبارت پیراستہ نہیں لا سکا لیکن مارا گیا "دیکھو اخبار مذکور صفحہ ۲۱ کالم ۲ سطر ۱۷ سے ۲۱ تک مطبوعہ ۵ جمادی الاول ۱۳۰۲ھ جلد ۷ نمبر ۱۸)

(۵) عقیدۃ الطالبین میں ہے فرقہ معتزلہ کا سرگروہ نظام کہتا ہے وبر عمران القرآن لیس بمعجز نظمہ ترجمہ قرآن باعتبار اپنے نظم (فصاحت و بلاغت) کے معجزہ نہیں ہے۔

(۶) فرقہ معمریہ کی بابت عقیدۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان القرآن من الاجسام ولیس ہو بفعل اللہ تعالیٰ۔ ترجمہ قرآن جسم کا فعل ہے خدا کا فعل نہیں ہے۔

(۷) مثنوی رومی کے حاشیہ میں لکھا ہے گویند کہ فیضی برادر خود ابو الفضل را گفت کہ نعت قرآن بہت تر بیل نوشتہ ام در کتاب خود۔ آمدہ در میاں کتابہا اول قرآن نے پرستش آرد و بعد ازاں شہر العقائد کتاب تصنیف خود است (دیکھو صفحہ ۲۸۷ دفتر سوم)

(۸) مولوی جلال الدین سیوطی صاحب کہتے ہیں کہ ایک فرقہ مسلمانوں کا یہ کہتا ہے ان الکل قادرون علی الاتیان بمثلہ وانما تاخروا عنہ لعدم العلم بوجہ ترتیب لو تعلموہ لوصلوا الیہ۔ ترجمہ سب لوگ قادر ہیں قرآن کی مانند بنانے پر مگر اُس وقت جو نہ بناسکے وہ اس لئے تھا کہ ایسی وجہ ترتیب کی نہیں معلوم تھی اگر ایسی ترتیب کی وجہ وہ جانتے تو ایسا بنا دیتے ؎

اب ہم عام راستی پسند طبیعتوں کے واسطے چند دلائل بھی ارقام کرتے ہیں کہ قرآن باعتبار فصاحت وبلاغت کے معجزہ نہیں۔

دلیل اوّل جب کہ تمام اسلامی فرقوں کو ہی اس کے لاثانی فصاحت وبلاغت ہونے میں اتفاق نہیں بلکہ بعضوں کا یہ دعویٰ ہے کہ انسان اُس جیسا بلکہ اُس سے اچھا بھی عبارت کی فصاحت وبلاغت میں بنا سکتا ہے اور اُن لوگوں کو بانی قرآن سے کوئی عناد بھی نہیں بلکہ اتحاد ہے علاوہ قرآن عربی کے فاضل اجل ہیں محمدی ہیں مقابل ہیں اس واسطے قرآن کا دعویٰ فصاحت باطل ہے۔

دلیل دوم سوائے متعصب مسلمانوں کے کسی بے تعصب انگریزی عربی کے فاضل نے یا کسی یہودی یا اعرابی نے یہ شہادت بالکل نہیں دی کہ قرآن فصاحت وبلاغت میں لاثانی ہے بلکہ اکثر اہل زبان فصیح لوگ (باستثنائے اُن کے جو بزور شمشیر مسلمان ہوگئے) اُس کا مقابلہ کرتے رہے جس کا مفسرین اسلام کو بھی اقبال ہے۔ اور متعصب مسلمانوں کی شہادت اُن کے اندرونی جوش کے سبب سے ناقابل اعتبار ہے اس واسطے قرآن کا دعویٰ فصاحت باطل ہے۔

دلیل سوم تمام اہل عرب تیغ اور طمع کی خاطر مسلمان ہوئے (چنانچہ تمام قرآن ہماری شہادت میں موجود) نہ کہ قرآن کی فصاحت وبلاغت دیکھ کر بلکہ قریش آدمی قرآن کی فصاحت وبلاغت منجانب اللہ نہ سمجھ کر بلکہ محمد کا طبعزاد بیان جان کر اوجھڑی تک معرز کئی سال تک غیر مسلمان رہے کے اور محمد صاحب کے پاس پہنچ کر قرآن لکھنے کے بھی لیے آتے تھے پھر بس چلے گئے اور بعد میں اسلام کو چھوڑ بیٹھے مثلاً عبداللہ کاتب قرآن اور جبکہ منشی صد ہا سو آدمیوں کے وغیرہ (دیکھو تاریخ ابی الفداء اردو مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۹ سے ۳۰) اس واسطے دعویٰ فصاحت قرآن سراسر باطل ہے۔

دلیل چہارم ہر ایک زبان میں کوئی نہ کوئی کتاب فصاحت میں اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے جو اپنا ثانی نہیں رکھتی اور اسی طرح ہر ایک زبان و ملک میں کوئی نہ کوئی شاعر فصیح بھی ہوتا ہے مگر اس کے کلام کلام الٰہی نہیں۔ مثلاً یونانی میں ہومر سنسکرت میں کالیداس و بالمیک فارسی میں سحبان وائل عرب بھاشا میں سورداس و تلسی داس پنجابی میں وارث شاہ پشاوری میں صالح محمد مشہور ہیں اور داس تمالح محمد کی نسبت مردمان علاقہ مزارہ کہا کرتے تھے کہ مزاحران پڑھتا ہے جب کہ وہ پنجابی شعر کہتا تھا۔ اس واسطے قرآن باعتبار فصاحت کے معجزہ نہیں ہے۔

دلیل پنجم قرآن میں بہت حصہ بلکہ نصف کے قریب اُس عبارت کا ہے جو کفار مکہ وغیرہ نے یا غیر مذہب کے لوگوں نے بیان کی یا ورنہ بانی قرآن نے اُن سے بھی بیانات جو بطور سوال یا اعتراض تھے واسطے جواب یا تردید کے ہر ایک اندر قرآن میں درج کر لئے جو قرآن کا جزو ہو گئے ہیں مسلمانوں کا دعویٰ فصاحت نسبت کل قرآن کے ہے حالانکہ اتنی سمجھ نہیں کہ اُسی قرآن میں پروردگار کے مقابلہ میں کفار کا بیان بھی موجود ہے جس پر ذرا غور کرنے سے دعویٰ فصاحت صاف مردود ہوتا ہے ہم مشتے نمونہ از خروارے چند اقوال کفار دکھاتے ہیں اور سمجھدار مسلمانوں کو توجہ دلاتے بنی اسرائیل وقالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا او تکون لک جنۃ من نخیل وعنب فتفجر الانہر خللہا تفجیرا او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا او تاتی باللہ والملئکۃ قبیلا او یکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتبا نقرؤہ۔ ترجمہ اور بولے (بزرگان قریش) کہ ہم نہ مانیں گے تیرا کہا جب تک تو بہا نکالے ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ یا ہو جاوے واسطے تیری باغ کھجوروں اور انگوروں کا پھر بہا لیوے تو اُس کے بیچ نہریں چلا کر یا گرا دے آسمان ہم پر جیسا کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے یا لے آ اللہ کو اور فرشتوں کو ضامن یا ہو جاوے تیرے واسطے ایک گھر سنہرا۔ یا چڑھ جاوے تو آسمان میں اور ہم یقین نہ کریں گے تیرا چڑھنا جب تک نہ اُتار لاوے ہم پر ایک لکھا جو ہم پڑھ لیں۔ انفال۔ لو نشاء لقلنا مثل ہذا ان ہذا الا اساطیر الاولین۔ اللہم ان کان ہذا ہو الحق من بھول گئے مسلمان بھی بھول گئے خود حضرت شر آشیانی بھول گئے۔

حاشیہ کوئی عرب کا باشندہ یا صدانخواستہ محمد صاحب ماہی بابا نانک جی کی جپ جی یا سکھمنی کے مقابلہ میں زبان پنجابی ایسی فصیح عبارت نہیں بنا سکتا اگر بناویگا تو کوئی سکھ قبول نہیں کریگا۔ بلکہ ثابت کریگا کہ اس میں فصاحت نہیں ہے بعینہٖ یہی حال مسلمانوں کا ہے جب اہل عرب نے بنایا اُن کو کذاب ملعون کافر مرتد کہہ دیا۔ اور اُنکی فصاحت کو حالانکہ قرآن سے ہزار درجہ بڑھ کر تھی جس نے خلیفہ عمر جیسوں کو بھی حیران کر دیا مگر پھر بھی بسبب اُن کے کافر ہونے کے اُن کی باتوں کو قرآن کے مقابلہ میں نہ مانا اور جو مُلانے کا باوجود مسلمان ہونے کے ارادہ کرتے تھے اُن کو یہ کہکر کہ جو بناوے کافر ہے مار رکھا اور ساتھ ہی قتل کی بھی دھمکی دی۔ اور اب بھی حتیٰ کہ مسلمان خصوصاً سنی۔ سنی ہیں مانے کے نہیں کیونکہ تعصب کو دور کر کے کسی مخالف خیر اندیش کی کلام کو نہیں سنتے اور نہ ایسی کتاب کو پڑھتے ہیں۔

علاوہ بریں اہل ہند یا آریوں کے آگے یہ دعوے فضول ہے کیونکہ اگر ہم یہ کہیں کہ کوئی عرب یا حبش کا باشندہ جس نے ہندوستان کبھی دیکھا بھی نہ ہوا اور نہ پنجاب یا دہلی کی کبھی سیر کی ہو وارث شاہ کی ہیر کی طرح پنجابی شعر یا کلیات نظیر کی طرح اُردو شعر کہے اور اُس کو کوئی پنجابی زمیندار یا دہلی کا رہنے والا تسلیم کرے تو کیا کوئی عقلمند قبول کریگا۔ حالانکہ یہ دعوے اہل پنجاب یا اہل دہلی کے آگے کرنا چاہیے عرب یا حبش میں فضول ہے بعینہٖ یہی حال قرآن اور اسلام کا ہے وہ اس فصاحت قرآنی کا اہل ہند سے مکابرہ کرانا چاہتے اور اہل ہند کو اس دام میں پھنساتے ہیں مگر اہل عرب کو بلوا سے ڈراتے ہیں کہ تم خبردار نہ بنانا پس کیا یہ دعوے اُن کا پایۂ اعتبار سے ساقط نہیں ہے حالانکہ سنا گیا ہے کہ اہل فارس اب بھی زبان سے عربی کے انتہا بھی نکالنا چاہتے ہیں۔ جس طرح یہ دعوے غلط اسی طرح دوسرا دعوے اس کا بھی باطل ہے۔

قطع النظر اسکے قرآن کی فصاحت اگر ہے تو صرف قوم قریش کے لئے تمام جہان سے اُسکا کوئی تعلق نہیں حالانکہ قریش سے بھی صد ہا فاضل اقراری تھے کہ قرآن نضر کے قصہ جات سے فصیح نہیں۔ تمام عرب اُس کو فصیح نہیں مانتے تمام قریش نہیں مانتے اہل ایران کے آگے فصیح نہیں اہل روم کے آگے فصیح نہیں اہل یورپ اہل افریقہ اہل امریکہ اہل ایشیا کے آگے فصیح نہیں پس وہ کسی طرح تمام جہان کے لئے معجزہ نہیں ہو سکتا باقی رہا تر جمہ وہ بلحاظ معجزہ فصاحت کے حقیقت کا معجزہ ہے بلاغت نہیں لطافت نہیں فصاحت نہیں علمیت نہیں حالانکہ مترجم خود فاضل مسلمان ہیں۔

حضرت مسیلمہ نے فرقان (قرآن) کے مقابلہ میں فاروق بنایا لوگوں بلکہ علماء راشدین میں سے اُس کی فصاحت کے قائل ہوئے۔ شیطان نے قرآن کے مقابلہ میں آیت بنائی جس کی فصاحت پر محمد صاحب بھی

لحاظ مضمون کے بھی قرآن معجزہ نہیں کیونکہ توریت وانجیل و استا و ژند کا انتخاب اور یہودی حدیثوں کا لب لباب اور نقل حدیثیہ سلمان جابر یسار عیش قیس اور ابن عبداللہ سرجیا کتب مالا کے اور عیسائی ویہودی مذہب کے واقف پارسی و موسوی مذاہب کے آگاہ لوگ قرآن بنانے میں رازدار تھے (دیکھو ترجمہ قرآن مترجمہ جارج سیل صاحب صفحہ ۲ کے نیچے نوٹ)۔

محمد صاحب نے اپر توڑ کر کہ قرآن کا بسم اللہ بھی پارسی مذہب سے چرایا ہے اور اعوذ باللہ بھی اوستا ژند سے اڑایا دیکھو اوستا ژند کی پہلی آیت یہ ہے بنام شبہ آتش پرستوں میں یہ رواج تھا کہ اُنکے مقدس صحیفوں کے سروں پر جنکو وہ الہامی سمجھتے تھے ایک ایسا فقرہ لکھا ہوا ہوتا تھا جو مقابل بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ہے اور وہ فقرہ یہ ہے **اصل** بنام ایزد بخشایندہ بخشایشگر۔ مگر یہ تو کیا عجب ہے الہامی ہو (دیکھو تفسیر حقانی جلد اول صفحہ) ترجمہ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ شروع قرآن میں ہے بلکہ کل قرآن میں ہمارا ہر آیت کے شروع میں ہے۔ پناہ ہم یزداں از منش جوئی بد گمراہ کنندہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ دیکھو دساتیر آسمانی موجودہ انہیں سیتوں کے دساتیر آسمانی موجودہ لائبریری ۱۲۸۰ھ اخیر یہ آیت قرآن سورہ نحل میں ہے۔ نسخہ خط احمدیہ

عندک فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم ترجمہ بس چکے ہم کہیں ایسا یہ کچھ
نہیں مگر احوال ہیں پہلوں کے اور جب کہنے لگے کہ یا اللہ اگر یہی دین حق ہے تیرے پاس سے تو ہم پر
برسا پتھر آسمان سے یا لا ہم پر دکھ کی مار کہف قالوا یا ذا القرنین ان یاجوج و ماجوج مفسدون
فی الارض فھل نجعل لک خرجا علی ان تجعل بیننا و بینھم سدا۔ قال ما مکنی فیہ ربی
خیر فاعینونی بقوۃ اجعل بینکم و بینھم ردما ترجمہ بولے اے ذوالقرنین یہ یاجوج و ماجوج دھوم اٹھاتے
ہیں ملک میں سو کہے تو ہم ٹھہرا دیں تجھ کو کچھ محصول اس پر کہ بنا دے تو ہم میں اور ان میں ایک آڑ بولا جو
مقدور دی مجھ کو میرے رب نے وہ بہتر ہے سو مدد کرو میری محنت میں بنا دوں تمہارے انکے درمیان
میں ایک دیوار اسی طرح سورۃ بقر و عنکبوت و قمر و زخرف و کہف و آل عمران وغیرہ
میں بہت آیات موجود ہیں علاوہ براں ہم تکذیب براہین احمدیہ کے صفحہ [illegible]
بھی چند سورتیں فاروق مسیلمہ سے درج کر چکے ہیں۔ مگر یہاں پر ہم فاروق مسیلمہ سے قرآن
کے سورۃ فیل کے جواب میں سورۃ فیل سناتے ہیں اور فصاحت قرآنی کی اپیل کرتے ہیں
سورۃ فیل قرآن سے الم تر کیف فعل ربک باصحب الفیل + الم یجعل کیدھم
فی تضلیل + وارسل علیھم طیرا ابابیل ترمیھم بحجارۃ من سجیل فجعلھم کعصف
ماکول + سورۃ فاروق سے الفیل وما ادراک ما الفیل + لہ ذنب وبیل + لہ خرطوم
طویل + وان ذلک من خلق ربنا الفیل علی کل شئ کفیل + ۔
اس سورۃ فیل کو عرب کے صدہا فصیح و بلیغ آدمیوں نے قرآن کی سورۃ سے فصاحت و بلاغت
میں بڑھ کر مانا ہے اور اکثر علماء اسلام نے بھی مساوی جانا ہے۔
اب مرزا غلام احمد کے ایک تازہ معجزہ کی بھی تردید واجبات سے ہے۔ جو اُس نے سرمہ چشم آریہ کے صفحہ
۱۳۱ و ۱۳۲ پر درج کیا ہے۔

غلام احمد۔ ایک مرتبہ مجھے یاد ہے کہ میں نے عالم کشف میں دیکھا۔ کہ بعض احکام قضا و قدر
میں نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہیں کہ آئندہ زمانہ میں ایسا ہوگا اور پھر اُس کو دستخط کرانے کے لئے خدا
وند قادر مطلق جل شانہ کے سامنے پیش کیا ہے اور یاد رکھنا چاہئے کہ مکاشفات اور رویا صالحہ
میں اکثر ہوتا ہے غرض وہی صفت جمالی جو بعالم کشف قوت متخیلہ کے آگے ایسی دکھلائی دی
تھی جو خداوند قادر مطلق ہے اُس ذات بیچون و بیچگون کے آگے وہ کتاب قضا و قدر پیش کی گئی
اور اُس نے جو ایک حاکم کی شکل پر متمثل تھا اپنے قلم کو سُرخی کی دوات میں ڈبو کر اول اُس
سُرخی کو اِس عاجز کی طرف چھڑکا اور بقیہ سرخی کا قلم کے منہ میں رہ گیا اس سے اُس کتاب میں
دستخط کر دیئے اور ساتھ ہی وہ حالت کشفیہ دور ہو گئی اور آنکھ کھول کر جب خارج میں دیکھا تو کئی قطرے
سُرخی کے تازہ بتازہ کپڑوں پر پڑے چنانچہ ایک صاحب عبداللہ نام جو سنور ریاست پٹیالہ کے رہنے
والے تھے اور اُس وقت اِس عاجز کے پاس نزدیک ہو کر بیٹھے ہوئے تھے۔ دو یا تین قطرے سُرخی
کے اُس کی ٹوپی پر پڑے پس وہ سُرخی جو ایک امر کشفی تھا وجود خارجی پکڑ کر نظر آئی اسی طرح
اور کئی مکاشفات ہیں جنکا لکھنا موجب تطویل ہے۔

تردید موجب خرافات آپ لوگوں کے بفرض محال ہم نے مانا کہ فرضی خدائے قرآنی وہیں عرش
کے بالاخانہ پر خیالی کچہری کرتے ہونگے اور اُسی خدا نے رفع حاجت ضروری کے لئے یعنی کسی تاریخ
کی پیشی کا کام بھگتانے کے واسطے آپ کو عرش پر بُلایا ہوگا جو کہ یہ نامعقول بہتان مطابق اپنے
دہن رسالہ جس کی معکوس بلند پروازی اسفل السافلین کو ہے آپ نے بطور خواب و خیال کے ظاہر
نہیں کیا بلکہ ایک مرد واقعی اِس شہادت مدعی سے لکھا ہے کہ احکام قضا و قدر آپ نے اپنے ہاتھ سے
لکھ کر وہ کتاب قضا و قدر کی اس ذات بیچون و بیچگون کے آگے پیش کی اور اُس نے جو ایک حاکم کی
شکل پر متمثل تھا اپنے قلم کو سُرخی کی دوات میں ڈبو کر اول اُس سُرخی کو آپ کی طرف چھڑکا اور بقیہ
سُرخی سے جو قلم کے منہ میں رہ گئی اُس کتاب پر دستخط کر دیئے چنانچہ عرش سے واپس آنے تک چند
قطرات سُرخی تازہ بتازہ آپ کے کپڑوں پر موجود ہے اور ایک شخص عبداللہ نام کی ٹوپی پر بھی چند قطرات
پڑے کیونکہ وہ آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس پر چند اعتراض ہیں۔

(۱) حضرت اول یہ تو فرمائیے کہ پیغمبر آخر زمان بسواری براق ملاقات و مشورہ کے واسطے عرش پر
بلائے گئے تھے تمہارے واسطے بھی وہی براق آیا تھا یا رسن وغیرہ لٹکا کر اوپر کھینچے گئے تھے۔ اور عبداللہ
کو بھی تمہارے ساتھ اوپر جانا ہوگا۔ وقت پیشی تمہارے پاس بیٹھا ہوگا ورنہ عرش سے آپکے مکان پر
بیٹھے ہوئے آدمی کی ٹوپی پر قلم کا قطرہ سرخی پڑنا صریحاً محال المحال ہے۔ یا اُسکی ٹوپی پر چھینٹا
قلم پڑنا اس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا صاحب اپنی پیشی کا کام پورا کرنے کی غرض سے کتاب قضا و
قدر بغل میں لیکر آپکے بیت الحرام تک عرش پر سے اُترے ہونگے۔ لیکن دونوں صورتیں ناممکن ہیں
صورت اول تو اس وجہ سے کہ پیغمبر آخر الزمان کے ساتھ انکے مقرب اور معظم اصحابوں سے
پر کوئی بھی ساتھ نہیں جا سکا پس آپ کے ایک اجنبی آدمی کی کیا حقیقت ہے صورت دوم
اس طرح سے کہ خدا صاحب اُس وقت زمین پر اُترے تھے کہ جب حضرت آدم کا قالب
زمین کی مٹی لیکر اپنے ہاتھوں سے طیار کیا تھا یا بموجب روایت بائیبل یعقوب کے ساتھ کشتی
لڑنے وغیرہ خاص ضروری موقعوں پر زمین پر آئے تھے آئندہ کے لئے قرآن میں یہ پروگرام مشتہر
فرمایا ہے کہ قیامت کے دن اُترنے کی بیجا تکلیف گوارا کرنی چہ معنے دارد۔

(۲) قرینہ سے قیاس میں گذرتا ہے کہ جو کوئی فرشتہ خدا صاحب کی پیشی میں سررشتہ داری کرتا تھا وہ
بیماری وغیرہ کے سبب سے غیر حاضر ہوا۔ تو دیگر فرشتگان جو ہمیشہ حاضر حضور رہتے ہیں اور انہیں کے سہارے
سے خداوندی کے کام چلتے ہیں شاید وہ سب فرشتے سلطان اعظم حضرت شیطان کی لشکر کشی کے
مقابلہ پر مامور ہوئے ہونگے جس سے کچہری خالی رہی اور آپکے بلانے کی نوبت پہنچی اگر یہ قیاس درست
نہیں تو آپ صحیح تشریح فرمائیے۔

(۳) چونکہ قادر مطلق کے ٹھیک یہ معنے ہیں کہ جو بے قید و آلہ قادر ہو یعنے محتاج بالعدد کالا آلات
جارحہ نہ ہو۔ مگر وہ آپ کا خیالی خدا آپکی سررشتہ داری کا محتاج۔ کتاب قلم کا محتاج سیاہی دوات کا محتاج
کسی جسم میں اوتار دھار کر جسمانی اعضا کا محتاج قضا و قدر کے احکام لکھنے کا محتاج ایک معمولی [illegible]
ثابت ہوا۔ بقولیکہ [illegible]۔ پس اسکو قادر مطلق لکھنا
تمہارے مادہ گوئی یا دیوانگی پر دلالت ہے علی ہذا القیاس اُسکی جل شانہ کی تعریف کرنا
تمہاری [illegible] کے نشاں ہیں کیونکہ اُس نے سُرخ رنگ (تازہ ایجاد یورپ [illegible])
منگوا کر دوات میں بجائے سیاہی کے ڈالا ہوا تھا اور تم جیسے آدمی کو پیشی میں بلوایا علاوہ
برآں جس طرح ایام ہولی میں اہل ہنود آپس میں رنگ ڈالکر تمسخر کرتے ہیں اسی طرح تمہارے
اوپر سُرخ رنگ چھڑکا اور ذلیل و مسخر ایسا کیا اور جب کہ تم نے صاف طور پر لکھا ہے کہ ایک
حاکم کی شکل پر متمثل تھا اُسے بیچون و بیچگون لکھنا دیوانگی نہیں تو کیا ہے۔

اگرچہ آپ کے ایسے جنون کا جواب لکھنا مناسب نہیں تھا جیسا کہ بعض پاگل اس طرح کی بہت کچھ بکواس
کرتے پھرتے ہیں اور کوئی اُن کے ہذیان پر کچھ نہیں کہتا لیکن اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ جاہل لوگ
اُن پاگلوں کو مستانہ پیر یا مجذوب فقیر خیال کر کے اُن کے آگے پیچھے پھرتے اُن کی خدمت کرنے
میں اوقات ضائع کرتے اور اُن سے مرادیں مانگتے ہیں ایسے سادہ لوحوں کو آپ کے جنون و
ریاکاری سے بچانے کو بطور مفید عام کام ثواب سمجھ کر اس دیوانہ خیال پر مختصر تردید لکھی گئی
ہے اور تعجب بلکہ افسوس ہے کہ اہل اسلام سے کوئی مولوی کوئی فقیہ کیوں آپ کے علانیہ کفر
کی نسبت تکفیر و تشہیر کا فتویٰ نہیں دیتا ہے۔

اخیر میں ہم ایک لائق یورپین کی رائے فصاحت قرآنی پر لکھ کر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔
محمدی اقرار کرتے ہیں کہ قرآن خود ایک معجزہ ہے کیونکہ اُس کی عبارت ایسی عمدہ ہے کہ کوئی
آدمی اُس کے موافق بنا نہیں سکتا میں نے مانا کہ یہ سچ ہے۔ مگر سنسکرت کی عبارت بھی بہت
اچھی ہے۔ بیشک کوئی شخص بید کی سنسکرت عبارت کی مانند نہیں بنا سکتا اور بڑے بڑے
پنڈت بھی کہتے ہیں کہ بید کی سنسکرت عبارت کی مانند کوئی بہتر نہیں بنا سکتا۔ پھر محمدی کس طرح

فقط سات آٹھ ہزار سال سے عادل ہے۔ فقط سات آٹھ ہزار سال سے صانع ہے فقط سات آٹھ ہزار سال سے بادشاہ ہے گویا باعتقاد و ہدایت قرآن کے اس سات آٹھ ہزار سال سے پہلے نہ وہ خالق تھا اور نہ معبود۔ نہ رازق تھا اور نہ مسجود۔ نہ وہ قادر تھا اور نہ علیم نہ وہ صانع تھا اور نہ حکیم و رحیم۔ بلکہ نہ عادل تھا۔ نہ بادشاہ۔ نہ ہادی تھا۔ نہ رہنما۔ اور اگر فرض کیا جائے یا کسی محمدی کی خاطر مان لیا جاوے کہ وہ تھا تو ہم پوچھتے ہیں کہ بتلاؤ کس کا خدا مالک و رازق رحیم و عادل وغیرہ۔ غور سے سوچو۔"

ان قرآنی ماسعروں کے عقائد کے موجب معاذ اللہ سات آٹھ ہزار برس سے پہلے خدا محض نیست و نابود یا معطل محض یا قطعی بے سود تھا اس کا وجود و عدم مساوی ہے۔ اور کوئی صفات خداوندی کی اُس پر حاوی نہیں۔ اور ایسا ہی ان کے زعم میں قیامت کے بعد جب گروہ انسان کو اپنی مرضی کے موافق یا اپنی پاکٹ بک یا یادداشت لوح محفوظ کے مطابق یا سفارش انبیاء کے موجب بہشت اور دوزخ تقسیم کر دیگا۔ تو پھر بیکار اور ناکارہ ہو جاوے گا۔ گویا اُس کی قدرت و رحمت و صنعت و حکمت و معدلت وغیرہ کا بالکل خاتمہ ہو گیا۔ ۱۱۱

غلام احمد صفحہ ۱۹ آریہ صاحبان کا اعتقاد ہے کہ پرمیشور نے کوئی روح پیدا نہیں کی۔ بلکہ کل ارواح انادی اور قدیم اور غیر مخلوق ہیں اس کے قائم ہونے سے توحید باری تعالیٰ کی توحید بلکہ اُسکی خدائی ہی دور ہوتی ہے اگر تمام ارواح کو اور ایسا ہی اجزاء صغار اجسام کو قدیم اور انادی مانا جاوے تو اس میں کئی قباحتیں ہیں۔

تردید یہ صریح بے سمجھی کی بات ہے۔ کیونکہ شرک تب ہی لازم آتا ہے اور اُس وقت خدا کی خدائی میں فتور آجاتا ہے جب کہ سب صفات میں مادہ اور جیو خدا کے برابر سمجھے جاویں۔ حالانکہ ایسا نہیں اور نہ کسی شاستر میں کہیں ہیں مثلاً مادہ دخترا غیر مدرک ایشر چیتن اور اُس کا پیدا۔ جیو الپگیہ۔ ایشر سروگیہ اور سرب بیاپک جیو ایک استھان ایک۔ اسی طرح اور صفات پر بھی قیاس کر لو۔ اور سمجھ لو۔ کہ جیسے راجہ کے ساتھ پرجا کا ہونا راجہ کا ایشرج ہے۔ نہ یہ کہ پرجا مہاراج کی شریک بن جاتی ہے یا کسی طرح شرکت لازم آتی ہے۔ ہرگز نہیں مگر ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ مادہ اور جیو کے ازلی ماننے سے اگر بقول آپکے شرکت لازم آتی ہے تو آپ کے ارواح اور بہشت دوزخ کی بھی ابدیت جاتی ہے کیونکہ جب ماسوا اللہ کے کسی شے کو ازلی ماننے سے موجب وسواس آپکے شرک ہے تو ویسا ہی کسی چیز کو ابدی ماننے میں بھی برعم آپ کے شرک ٹھہریگا کس واسطے کہ جیسے ازلیت خدا کی صفت ہے ویسے ہی ابدیت۔ پھر ابدیت میں کیوں غیروں کو شریک کرتے ہو قرآن میں جہاں جہاں بہشت و دوزخ کے متعلق خالدین فیہا ابداً کا مذکور ہے اسے انصاف کے کاردسے دور کرو۔

اس بطلان کی ہم آپکو اور طرح بھی تردید بتلاتے ہیں اور خود آپ ہی کے اعتقاد سے آپکو شرمسار کراتے (۱) تم اپنے آپکو بھی زمانہ موجود مانتے ہو اور خدا کو بھی (۲) تم اپنے آپ کو عالم جانتے ہو اور خدا کو بھی (۳) قرآن کے رو سے اور بھی خالق ہیں اور خدا بھی (۴) تم بھی ناظر ہو اور خدا بھی (۵) حاتم کو بھی کریم مانتے ہو اور خدا کو بھی (۶) نوشیرواں کو بھی عادل مانتے ہو اور خدا کو بھی (۷) تم بھی صانع ہو اور خدا بھی (۸) مسیلمہ بھی رحمٰن ہے اور خدا بھی رحمٰن۔ جب ان سب صفات میں تم بحیثیت اشتری صفات خدا سے اشتراک رکھتے ہو تو شریک ہوئے یا نہیں؟

اگر کہو کہ ہوئے تو اپنی کم فہمی کا علاج کرو۔ اور اس گرنے والی عمارت کے واسطے معمار لگاؤ تا کہ اعتراض کی بارش کے آگے مسمار نہ ہو۔

اور اگر کہو کہ نہیں۔ تو اپنے اعتراض کو مکرر سہ کرر مطالعہ کر کے گریبان میں منہ ڈال کر سوچو کہ کیا کسی ایک صفت کے مل جانے سے باوجود صدہا صفات کے اختلاف کے شرکت ہو سکتی ہے یا نہیں۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ جس حالت میں محمدی لوگ ارواح کی ابدیت کے اقراری ہیں۔ تو ازلیت سے کیوں اور کس دلیل سے انکاری ہیں۔ کیا یہ نہیں سمجھتے کہ جو ابدی مانا جاویگا وہ بالضرور ازلی ماننا پڑیگا۔ کیونکہ بناوٹ کی چیز ابدی نہیں ہو سکتی۔ بناوٹ ایک سے زیادہ چیزوں کے ملاپ سے ہوتی ہے جیسی عمر محض سے نہیں۔ اور جو مرکب ایسے ملاپ سے بنتا ہے اُس کے اجزاء جن سے اُس کی ترکیب دی گئی سب محدود ہوتے ہیں اور محدود چیز کی سب طاقتیں بھی محدود۔ اس لئے بالضرور ہر ایک مرکب کے واسطے انحلال ترکیب لازمی ہے۔

اور یہ بات تو نہایت ہی صاف اور واضح ہے۔ کہ جب مرکب کے اجزاء محدود ہیں تو ان اجزا کے باہم ملے رہنے کی طاقت بھی ضرور محدود ہے۔ کیونکہ محدود برتن میں غیر محدود چیز نہیں آسکتی اور غیر محدود طاقت محدود میں نہیں ہو سکتی اسی واسطے کوئی بناوٹی چیز ابدی نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح بعضے محمدی یہ بھی بحث پیش کرتے ہیں کہ اس عقیدہ سے خدا خالقیت میں مادہ کا محتاج ٹھہرتا ہے اور یہ احتیاج خدا کی شان خداوندی کے برخلاف ہے چنانچہ آپنے بھی لکھا ہے کہ "خدا ایسا چاہیئے جو اپنے خدائی کے کام چلانے میں کسی غیر کے اتفاقی وجود کا محتاج نہ ہو بلکہ جن چیزوں پر وہ خدائی کرتا ہو وہ سب اُسی کے ہاتھ سے نکلی ہوں"۔ صفحہ ۱۱۵۔

تردید ہائے افسوس کہ لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ احتیاج کس کو کہتے ہیں دیکھئے احتیاج کا اطلاق تب آسکتا ہے کہ جب جس چیز کی خواہش ہو اور وہ چیز سر دست موجود نہ ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ وید کت ہدایت کے انوسار۔ مادہ اور جیو ہمیشہ اور ہر وقت خدا کے قبضہ قدرت میں موجود ہیں کبھی مفقود یا نابود نہیں۔ یا یوں سمجھئے کہ پرماتما کے قبضہ قدرت سے کبھی باہر نہیں ہو سکتے۔ پھر احتیاج کس کی اور کس کو۔ اور کیا۔ اور کیوں۔ (چنانچہ وید مقدس میں ارشاد ہے)

योभूतंचभव्यंच सर्वंयश्चाधितिष्ठति॥

ترجمہ اناوی کال سے انت کال تک اور ہر وقت تمام پرمانو و روح پرمیشر کے آسرے اور ماتحت ہیں کبھی باہر نہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔ پس کیا پرماتما انکا محتاج ہے یا یہ اُس کے محتاج ہیں۔ البتہ یہ آپکا اعتراض آپ پر ہی وارد ہے اور تمام شکوک آپ پر عائد۔ قرآن اُس اعتراض کے زیر بار۔ بلکہ اپنی رہائی سے ناچار ہے۔ دیکھئے انسان کی پیدائش کے بارے میں اُس کا بیان ہے قرآن سورۃ سجدہ۔ الذی احسن کل شیءٍ خلقہ وبدأ خلق الانسان من طین ثم جعل نسلہ من سلالۃٍ من ماءٍ مھین۔ ثم سوٰہ ونفخ فیہ من روحہ وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلاً ما تشکرون۔ ترجمہ وہ جس نے کہ اچھی طرح بنایا ہر چیز کو کہ پیدا کیا۔ اور شروع کیا پیدا کرنا انسان کا مٹی سے پھر کی اولاد اُس کی پانی حقیر سے پھر درست کیا اُس کو اور پھونکا بیچ اُسکے روح اپنے سے اور کیا واسطے تمہارے سُننا اور دیکھنا اور دل تھوڑا سا جو شکر کرتے ہو۔

اس سے پایا جاتا ہے کہ قرآن کا مُصنف انسانی روحوں کو خدا کے اجزا سمجھتا تھا کیونکہ سوائے اسکے ان الفاظ کے (اور پھونکا بیچ اُس کے روح اپنے سے) اور کچھ معنے نہیں بن سکتے اور یقین غالب کہ قرآن کی ایسی ہی تعلیمات سے ہمہ اوست کا مسئلہ وبا کی طرح پھیلا۔ اب ہم اس آیت کے دو حصے کرتے ہیں اور ہر دو کی ماہیت کو جدا جدا ظاہر کرتے۔ اوّل خلق الانسان من طین۔ دوم نفخ فیہ من روحہ۔

اوّل کی بابت محمد صاحب نے علم لدنی سے بہت عمدہ تشریح کی ہے اور وا فضیلت دی ہے حدیث قدسی خمرت طینت آدم اربعین صباحا بیدی یعنی (خدا نے) خمیر کیا آدم کی کیچڑ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے چالیس روز تک یعنی جس مٹی سے خدا نے آدم کو بنایا اُس مٹی کو خدا اپنے دونوں ہاتھوں سے چالیس روز تک گوندتا رہا اور اسی کے متعلق ایک اور حدیث قدسی ہے اکرموا عمتکم النخلۃ فانہا خلقت من بقیۃ طین آدم۔ محمد صاحب فرماتے ہیں تم اپنی پھوپھی کھجور کی تعظیم کرو یعنی تعظیم بجا لاؤ اپنی پھوپھی کی جو نخل کا درخت ہے تحقیق طور پر کھجور پیدا کی گئی ہے آدم کے باقیماندہ کیچڑ سے یعنے جو مٹی آدم کی بناوٹ سے بچی تھی اُس سے کھجور کا

ملہ حاشیہ دیکھو قرآن سورۃ المومنون ۔ اللہ احسن الخالقین ترجمہ خالقوں میں اچھا خالق ہے

(۲) سورۃ الجاثیہ۔ وتری کل امۃ جاثیۃ کل امۃ تدعی الی کتابها الیوم تجزون ما کنتم تعملون ھذا کتابنا ینطق علیکم بالحق انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون۔ ترجمہ اور دیکھیے گا تو ہر اُمت کو زانو پر گری ہوئی ہر ایک امت پکاری جاویگی طرف اعمالنامہ اپنے کے آج جزا دیجاویگی جو تم کچھ کرتے تھے یہ ہے کتاب ہماری بولتی ہے اوپر تمہارے ساتھ حق کے تحقیق ہم لکھتے تھے جو کچھ تم کرتے تفسیر حسینی یعنے۔ کتابیکہ کراماً کاتبیں را بکتابت آن امر کردہ بودیم و در تفسیر معالم آوردہ کہ چوں ملکین دفتر ایشان بآسمان بر بدحق سبحانہ ثابت سازد در آں نسخہ ہر چہ ثوابی یا عقابیے بر آں مترتب باشد و لغو و بیہودہ را محو کند و گفتہ استنساخ از لوح محفوظ است کہ سال بسال نامہ اعمال بنی آدم ہا بملائکہ میسپارند تفسیر حسینی صفحہ ۱۸ اسم جلد دوم نول کشور ۱۸۸۲ء (علم غیب کا ہو وا اور عالم شف القلوب ہو بلا سہو و نسیان کے سبب کراماً کاتبیں کا محتاج ہوا۔

(۳) سورۃ یٰسین۔ وکل شیء احصینٰہ فی امام مبین۔ ترجمہ اور ہر چیز کو شمار کر رکھا ہم نے بیچ لوح محفوظ کے (گننے اور حساب اور لوح محفوظ کا محتاج)

(۴) انفطار۔ کراماً کاتبین یعلمون ما تفعلون۔ ترجمہ کراماً کاتبیں جانتے ہیں جو کچھ کہ تم کرتے ہو۔ (اپنی بےعلمی کا اقرار ہے)

(۵) سورۃ یونس۔ قل اللہ اسرع مکراً ان رسلنا یکتبون ما تمکرون۔ ترجمہ کہو اللہ بہت جلد مکر کرنے والا ہے تحقیق بھیجے ہوئے ہمارے لکھتے ہیں جو تم مکر کرتے ہو۔ (خواہ وہ بالکل جھوٹ لکھدیں اللہ کو کفر کی عقل اور یادداشت اور گیان نہیں)

(۶) سورۃ بقرۃ واللہ سریع الحساب ترجمہ خدا جلد حساب کرنے والا ہے۔ تفسیر حسینی حساب زود شمار است بمقدار لمحہ شمار ہمہ خلایق کند۔ افسوس خدا کل جہان کا اور حافظ پر یہ شامت۔ گر ہمیں اللہ است وایں مخلوق ۔ ہر یاد داشت ماید ش صندوق۔ (صاحب لوگوں جیسے بکس)

(۷) سورۃ انعام۔ وھو اسرع الحاسبین ترجمہ اور وہ بہت جلدی کرنے والا ہے حساب کرنے والوں سے تفسیر حسینی گفتہ اند کہ حق سبحانہ بمقدار دو شیدن گوسفندے شمار ہمہ مکلفاں خواہد کرد با وجود کثرت عدد ایشاں و بسیارے اعمال ایشاں و دریں دلیل کمال قدرت اوست (خدا اور اُس کی کند ذہنی معاذاللہ)

(۸) سورۃ النساء۔ وکل شیء احصینٰہ کتاباً ترجمہ اور ہر چیز کو گن لیا ہے ہم نے اُس کو لکھے کر (خدا کے محدود لیاقت ہی حساب سے محض اُمی ہے)

(۹) سورۃ الرعد یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب ترجمہ مٹاتا ہے اللہ جو چاہتا ہے اور ثابت کرتا ہے (جو چاہتا ہے) اور نزدیک اُس کے ہے اصل کتاب تفسیر حسینی۔ محو میکند آنچہ مے خواہد بحکم و اثبات مے کند آنچہ میخواہد بحکمت و نزدیک اوست اصل کتاب کہ لوح محفوظ است ہیچ کارے نباشد الا آنکہ نوشتہ بود در وے از آنچہ شدہ است و مے شود و خواہد شد بہ تفصیل و تشریح بعضے گفتہ اند کہ محو کند از دیوان حفظہ آنچہ ہیچ جزا بداں متعلق نباشد و بگذارد غیر آں را یعنے چوں حفظ و برآہ آنچہ از بندہ صادر شدہ از اقوال و افعال و احوال ہمہ را بنویسند و آں دفتر را بموقف عرض رسانند حق سبحانہ قولی و فعلی را کہ ثوابے و عقابے براں مترتب نیست محو کند و باقی بگذارد و یا سیّئات تائب را محو نماید و بدل آں حسنات ثبت کند و بعضے از احکام شرائع بحسب مصلحت زمان نسخ کند و حکم دیگر اثبات فرمایدیہ دیکھو تفسیر مذکور صفحہ ۳۴۳ جلد اول نولکشور ۱۸۷۶ء (کارخانہ خدائی کی بے انتظامی اور بہرے درجہ کی غفلت در خدا کی حاضری شاید ہیشل ڈیوٹی نہ ہوگی۔ سورۃ بقرہ لیعلم اللہ من یخاف الغیب ترجمہ تا کہ خدا کو معلوم ہو جاوے کہ کون ڈرتا ہے۔ (۱۱) سورۃ بقرہ من یتبع الرسول ترجمہ تا کہ ہم جان لیں کہ کون تابعداری کرتا ہے رسول کی (نادانی کا ثبوت)

(۱۲) سورۃ الانفال۔ یا ایھا النبی حرض المومنین علی القتال ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین وان یکن منکم مائۃ یغلبوا الفاً من الذین کفروا بانھم قوم لا یفقھون۔

(۱۳) الئن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفاً فان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین وان یکن منکم الف یغلبوا الفین باذن اللہ واللہ مع الصابرین ترجمہ اے نبی رغبت دے مسلمانوں کو اوپر لڑائی کے اگر ہوں تم میں سے بیس صبر کرنے والے غالب آویں دو سو پر اور اگر ہوویں تم میں سے سو غالب آویں ہزار پر اُن لوگوں سے کہ کافر ہوئے ہیں بسبب اس کے کہ وہ قوم ہیں کہ نہیں سمجھتے۔ اب تخفیف کی اللہ نے تم سے اور جانا کہ بیچ تمہارے ناتوانی ہے پس اگر ہوں تم میں سے سو صبر کرنے والے غالب آویں دو سو پر اور اگر ہوں تم میں سے ہزار غالب آویں دو ہزار پر ساتھ حکم خدا کے اور اللہ ساتھ ہے صبر کرنے والوں کے ہے تفسیر حسینی بعد از نزول ایں یا ایھا النبی حسبک کس کو ہے یہ ہیں دیکھئے احتیاط از مقابلہ یکے با دہ تن اندیشناک شدند و بر ایشاں گراں آمد و چیر سردستت موجود ہو حالانکہ منسوخ گردانیدہ فرمود۔ یعنے ایں آیت دیگر ارسال حیثیت ہمیشہ اور ہر وقت خدا کے قبضہ قدرت الئن خفف اللہ عنکم ان کہ ایں حکم نہ سمجھے کہ پرماتما کے قبضہ قدرت سے کبھی باہر نہیں خدائے از شما۔ علم وید ودیا السّتی تو۔ اور انیا۔ اور کیوں۔ (رسالہ وید مقدس میں ارشاد ہے

ہے بدن وان یکن منکم ہیں [illegible] भूतं च भव्यं च सर्वं यस्याधि [illegible]

ایں شرط نیز بعضے امر است یہ کال تک اور ہر وقت تمام برمانو ورد پرمیشر کے آسرا ہزار ہیں غالب شوند بر دہ ہو سکتے ہیں۔ بس کیا پرماتما تمحتاج ہے یا یہ اُس کے محتاج جلد اول نولکشور ۱۸۷۶ء اس آپ پر ہی وارد ہے اور تمام شکوک آپ پر عاید۔ قرآں اُس

(۱۴) سورۃ النحل۔ ایسی رہائی سے لاچار ہے۔ دیکھیے انسان کی پیدایش کے باب واتم لباس لھن علو سورۃ سجدہ ہ الذی احسن کل شیء خلقہ وبدأ خلق الانسان من طین ثم جعل نسلہ من سلالۃ من ماء مھین۔ ثم سوّٰہ ونفخ فیہ من روحہ وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلاً ما تشکرون۔ ترجمہ وہ جس نے اچھا کیا جو چیز بنائی اور شروع کیا پیدا کرنا انسان کا مٹی سے پھر کی اولاد اُس کی نچوڑ سے پانی ذلیل کے پھر برابر کیا اُس کو اور پھونکا بیچ اُس کے روح اپنے سے اور کیا واسطے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل تھوڑا ہے۔ تفسیر حسینی جو شکر کرتے ہو۔

راوقتیکہ حرام بود در ترکیب گشتند ریانسانی روحوں کو خدا کے اترا کھنا تھا لیکن سوائے اس کے نازل شدہ دیکھو صفحہ ۳۱ جلد اول نوح ایسے تے) اور کچھ معنے نہیں ہو سکتے اور یقیں غلط کی تردید اور ایکت اشمہ کی جگہ ہما مسئلہ وما کی طرح پھیلا۔ اب ہم اس آیت کے اے قرآنی فلاسفرو۔ جب تک آپ نہ اظاہر کرتے۔ اوّل خلق الانسان من اور اُس کے گن۔ کرم وسیہاؤ اور سشٹی،

علم کا عناد ہے اور باہمی نفاق و فساد۔ تیرہ کہ ہے اور داد فضیلت دی ہے یہ گیاں آپ کو تب ہی ہوگا جب کہ سچے دل سے شدھ ہو کر سب کو دیا ترجمہ کیا گیا ہے اتنا ستروں کا آشرا لینگے۔ اور تعصب کو طلاق دیجئے شُدھ سے ست شاستروں کا یہ فرمان ہے ادعلیت ومعقولیت وفلسفیت کا اعلیٰ اور کامل نشان کہ اہاوؔ سے بھاؤ اور بھاؤ سے ابھاؤ نہیں ہوتا یعنے نیستی سے ہستی اور ہستی سے نیستی سراپا موہوم اور عدم کا وجود قطعی معدوم ہے ترجمہ مول کا مول یعنے کارن کا کارن نہیں ہوتا اس لئے کارن سب کاریوں کا ایلن ہوتا ہے کیونکہ کسی کاریہ کے آرنبھ سے پہلے تینوں کارن اوش ہوتے ہیں جگت کی

پرتی اور جیو تو موجود تھے اور ان ہیں کے انادی ہونے سے جگت کی
سے ایک بھی نہ ہو تو جگت بھی نہ ہو یہ شاستر میں ہے۔
آگے کو ہوتا ہے اور جو نہیں ہے وہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

"سائنس نے بھی اپنا پہلا علمی اصول قایم کیا ہوا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں "موجودات میں مفرد جسم۔ تو معدوم ہوتے ہیں۔ نہ انکی مقدار (واحسام کا وزن) تمام حالتوں میں قایم رہتا ہے۔ مرتا نہیں اس سے ثابت ہے قدرت میں مادہ معدوم نہیں ہو سکتا اسکی مقدار جسقدر ہے اسی قدر رہتی ہے نہ گھٹتی ہے" کاش کہ آپ لوگوں کو ذرا بھی علم سائنس سے بہرہ ہوتا تو امید واثق ہے کہ ایسا ہرگز اعتقاد نہ مانتے کہ خدا نے جگت کو عدم سے بنایا نیستی سے ہستی میں لایا۔ یہ ایک ایسی موٹی اور جہلی کی بات ہے کہ جسکو آج کل کے طفلان مکتب بھی نہیں مان سکتے چہ جائکہ اس پر ایمان رکھیں۔

مگر جب تک آپ لوگ یہ خیال کہ خدا نے دنیا کو ابر سے ارادہ سے قدرت سے نور سے مایا دل سے دور نہ کرینگے تب تک آپ کو ہرگز سرشٹی اُتپتی کا علم نہ ہوگا۔

دیکھئے جب اہل اسلام نے یونانیوں کے علمی خزانہ پر کسی قدر دسترس پایا۔ اور کچھ آریہ ورت کی بعض علمی کتابوں کا ترجمہ کرایا تب اُن کی بھی آنکھیں کھلیں چنانچہ محقق طوسی نصیر الدین صاحب نے اپنی کتاب اخلاق ناصری میں لکھا ہے "بباید دانست کہ نفس ناطقہ بعد از انحلال ترکیب بدن باقی ماند و مرگ را با او طریقے نبود۔ بلکہ بہیچ وجہ عدم برو جایز نبود و دلیل برین مطلوب آن است کہ ہر موجود یکہ باقی باشد و فانی بود او بقا در وبفعل بود۔ اگر فنا ہم در او بعینہ بقوہ بود لازم آید کہ چون فنا از قوت بفعل آید مستجمع بقا و فنا باشد دریک حال و این محال است پس باید کہ آنچہ بقا در او بفعل بود غیر آن چیز بود کہ فنا در او بقوت بود و لا محالہ باید کہ ملاقی او بود و الا این سخن کہ فنا در و بقوہ است صحیح بودہ باشد۔ چہ اتصاف چیزے بامکان عدم چیزے دیگر کہ میان ایشان ملاقات نبود چون سواد و بیاض مثلاً صحیح نبود۔ و اما با فرض ملاقات این اتصاف صحیح بود مانند اتصاف جسم بامکان عدم سوادیکہ در و حال بود و ملاقات معنوی یا میان حال و محل تواند بود یا میان دو حال دریک محل و ملاقات دو حال دریک محل اتفاق بود نہ ضروری۔ و در صورت مذکور ملاقات ضروری ست پس ملاقات آنچہ بقا در و بود بفعل و آنچہ فنا در و بود بقوت بروجہ حلول یکے در دیگرے بود۔ و نشاید کہ فنائے محل در حال بقوہ باشد چہ بقائے حال بعد از فنائے محل ممتنع بود۔ پس آنچہ فنا در و بقوہ بود محال او آن موجود بود کہ بقا در و بفعل است و از ینجا معلوم شد کہ ہر موجود باقی کہ فنا برو صحیح بود در محل حال بود و حال یا صورت بود۔ یا عرض پس فنا جز بر صورت یا بر عرض جائز نبود و ما درست کردیم کہ نفس حال نیست در محل بلکہ جوہر یست قائم بذات خویش نہ جسم و نہ جسمانی۔ پس فنا بو در وا نبود۔ بانحلال ترکیب بدن معدوم نشود و اگر کسے بطریق استقرار نظر کند در احوال اجسام و تتبع امور ترکیب و تالیف اضداد آن بفکر دقیق بتقدیم رساند۔ و از عالم کون و فساد بالتغیر پیدا و را معلوم شود کہ ہیچ جسم بکلی با عدم نے شود۔ بلکہ اعراض و اشکال و ترکیبات و تالیفات و صور و کیفیات بر یک موضوع مشترک با یک مادہ باقی متبدل مے شود و حامل این احوال در ہمہ اوقات برقرار خویش باشد مثلاً آب ہوا شود و ہوا آتش و مادہ کہ این سہ صورت پذیر فتاری مے شود۔ بر سبیل مثل در ہر حال موجود باشد والا ہوا نیستی نہ کہ آب ہوا شود و ہوا آتش۔ چنانکہ اگر موجودے با عدم شود و دیگرے در وجود آید کہ میان ایشان چیزے مشترک نبود نتوان گفتن کہ این موجود آن موجود باشد۔ آن مادہ حامل قوت ہمہ صورتہا باشد۔ چون مودت ہیولی قابل فنا نیست جواہر مجردہ کہ از جنس وپیس ہیولی مقدس بود۔ اولیٰ باشد وعدم قبول فنا" (دیکھو اخلاق ناصری مقالہ اول قسم اول فصل دوم صفحہ ۱۴ و ۱۵)

ایسا ہی مادہ اور روح کی قدامت کو دیگر فضلا نے بھی دیوان و شعر اور دیوان میں مانتے رہے ہیں اور اب بھی مانتے ہیں اور مانتے رہیں گے۔ کیونکہ ست کا ناش کبھی نہیں ہوتا۔

سچ تو یہ ہے کہ ایسا ماننے بغیر خدا کی سچی تحسین بھی نہیں ہو سکتی۔ اور نہ اُس کی سچی شان اور سچی عظمت کا علم ہوتا ہے دیکھو حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ کس پریم اور سچائی کے ساتھ اِس وید وکت سچے نشچے سے اپنے معبود ازلی کی سچی محبت کا اظہار کر رہا ہے

ماجرائے من و معشوق مرا پایاں نیست — آنچہ آغاز ندارد نپذیرد انجام

اے نیستی سے ہستی ماننے والو جیسا آپ معلول کے وجود سے پہلے علت فاعلی یعنے خدا کو موجود بالفعل مانتے ہو ویسا ہی آپ کو مادی اور علت آلی کا وجود بھی معلول کے وجود سے پہلے موجود بالفعل ماننا پڑے گا فقط علت فاعلی سے معلول موجود نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ جب تک تینوں علتیں معلول کے وجود سے پہلے موجود بالفعل نہ ہوں۔ تب تک معلول کا موجود ہونا ناممکن ہے اگر آپ ارواح کے حدوث کے قایل ہیں تو آپ اُس کے علت مادی کا بھی پتا بتلائیے۔ اور قرآن کے علم لدنی کو بدرجۂ اثبات پہنچائیے اور جب آپ ارواح کو حادث مانینگے تو انکو اُن کی ابدیت سے بھی انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ کوئی حادث ابدی نہیں ہو سکتا اس دلیل سے کہ جو بنتا ہے وہ ضرور بگڑتا ہے جس کی اُتپتی ہے اُس کا وناش ہے۔ ہر کون را فسادے لازم است۔ یہی جمیع علما کا اصول ہے اور ست شاستروں کا سدھانت۔ اور جب آپ کو ارواح کے حادث ماننے سے اُن کی ابدیت کا انکار کرنا پڑا تو آپ کا مسئلہ نجات ابدی و عذاب ابدی بھی باطل ہو جاوے گا۔

اب ہم آپ کو آپ کے علم کلام کا نمونہ دکھلاتے ہیں غور سے اُسے سوچو تا کہ محروم نہ رہو آپ کے علما متکلمین علم کلام میں موجود کو دو قسموں پر منقسم کرتے ہیں ایک واجب الوجود دوسرا ممکن الوجود۔ واجب الوجود اکیلا ایک خدا ہی مانتے۔ اور ممکن الوجود کل ماسوا اللہ کو ٹھہراتے ہیں۔

اِس تقسیم کے بعد ایک تیسرا ممتنع الوجود قرار دیتے اور پھر اس ممتنع الوجود کی دو قسمیں بتلاتے ہیں ایک ممتنع الوجود لغیرہ دوسرا ممتنع الوجود لذاتہ۔

ممتنع الوجود لغیرہ سے مراد اُن کی یہ ہے کہ جب تک کوئی ممکن الوجود معدوم ہے تب وہ ممتنع الوجود لغیرہ ہے۔ مثال جیسے زید جب کہ قبل از حدوث معدوم تھا اُس وقت زید ممتنع الوجود لغیرہ تھا۔ پھر جب زید حادث ہوا تو ممکن الوجود ہوا دوسرا ممتنع الوجود لذاتہ جس کا وجود بالذات ممتنع ہے اور مثال دیتے ہیں جیسا شریک باری تعالیٰ۔ واجب الوجود کے واسطے عدم کبھی جایز نہیں بتلاتے اور ممکن الوجود کے واسطے عدم اور وجود برابر ٹھہراتے ہیں اِس بیان کے ساتھ کہ ممکن الوجود کا جیسا عدم صحیح ہے ویسا ہی اُس کا وجود صحیح ہے فی الجملہ اس سے یہ ٹھہرا کہ واجب الوجود ایک ایسا موجود ہے کہ اُس کی ذات کے واسطے عدم کبھی جایز نہیں اور ممکن الوجود ایک ایسا موجود ہے کہ جس کا وجود درمیان وجود و عدم کے ہے۔ اور جیسا اُس کا عدم صحیح ہے ویسا ہی اس کا وجود صحیح ہے۔ اور ممتنع الوجود لذاتہ بمقابلہ واجب الوجود کے ایک ایسی قسم قرار دیتے ہیں کہ جس کے

واسطے وجود مطلق جائز نہیں۔

اب دیکھنا چاہیئے کہ جو عدم ممتنع الوجود لذاتہ کا ہے اُس عدم میں اور ممکن الوجود کے عدم میں کیا تفاوت ہے کیونکہ اگر یہ فرق نہ ہو تو پھر ممکن الوجود میں اور ممتنع الوجود لذاتہ میں کچھ بھی تقسیم تمیز نہیں کی جا سکتی کہ جیسے ممکن الوجود قبل از موجود ہونے کے معدوم تھا یا موجود ہونے کے بعد معدوم ہوا۔

اِس کے جواب میں علماء علم کلام کا فقط یہی جواب ہے کہ ممتنع الوجود لذاتہ کا عدم عدم مطلق ہے اور ممکن الوجود کا عدم مقید بالامکان۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ممکن الوجود کے عدم میں جو قید مقید بالامکان کے لگا گئی ہے۔ اور عدم مطلق سے مستثنیٰ کیا گیا ہے اِس قید کا اور استثنا کا کوئی سبب ہونا چاہیئے۔ اور وہ سبب ممکن الوجود کے عدم میں بالفعل موجود ہونا چاہیئے پس جب ایسا ایک سبب ممکن الوجود کے عدم میں موجود بالفعل ماننا پڑا جس سے ممکن الوجود کا عدم ممتنع الوجود لذاتہ کے عدم سے تمیز کیا گیا۔ تو وہ سبب ایک شے موجود بالفعل ماسوا اللہ ماننی چاہیئے اور وہی سناتن کارن ٹھہر جاویگا۔ اگر آپ لوگ ذرا بھی اِس مقام پر غور فرماؤگے۔ تو اِس سوکھشم (لطیف) مسئلہ کو سمجھ جاؤگے۔ اِس جگہ ہم ایک آریہ صاحب اور ایک مولوی صاحب کا باہمی تذکرہ بھی درج کرتے ہیں۔ جس سے قدامت مادہ و ارواح اظہر من الشمس ہوتی ہے

مولوی۔ کیا آپ جگت کو انادی مانتے ہیں۔

آریہ۔ ہم جگت کو سروپ سے انادی نہیں مانتے بلکہ پرواہ سے مانتے ہیں کیونکہ اگر ایسا نہ مانا جاوے تو خدا کی خداوندی قدیم ثابت نہیں ہوتی۔ اور نہ قائم رہتی ہے۔ (اشنا تذکرہ میں) جب پھر آریہ صاحب نے پوچھا۔

آریہ۔ آپ خدا کو گیان سروپ (علیم کامل) مانتے ہیں۔

مولوی۔ ہاں بیشک خدا علیم ہے اور ہمارے قرآن شریف میں بھی خدا کو علیم مانا گیا ہے۔

آریہ۔ بھلا مولوی صاحب اگر خدا علیم ہے تو کیا اُس کی صفت علم ازلی ہے۔

مولوی۔ بیشک ازلی ہے۔

آریہ۔ کیا خدا کو سرشٹی کی پیدائش کی پہلی تاریخ سے پیشتر میرا علم تھا۔

مولوی۔ ہاں۔

آریہ۔ میں اُس وقت موجود تھا۔

مولوی۔ نہیں۔

آریہ۔ جب میں معدوم تھا تو خدا کو میرا علم کیسے تھا کیونکہ علم کہتے ہیں کسی شے کے جاننے کو جیسے کہ وہ ہو وے۔

مولوی۔ آپ معدوم تھے مگر خدا کے علم میں موجود تھے۔

آریہ۔ جب میں خدا کے علم میں موجود تھا تو میں خدا سے الگ کوئی شے تھا۔ یا خدا تھا۔

مولوی اِسکے جواب میں گھبرائے اور ساکت ہو گئے اِس کا کیا جواب دیتے۔ اور فی الحقیقت اِس کا جواب اِن کے پاس کیا ہے کہ جب قرآن ہی میں نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کہتے ہوئے تو اُن کو شرم آتی تھی کہ میں خدا تھا اور اگر خدا سے جدا مانیں تو قدامت ماننی پڑتی ہے۔ افسوس کہ وجود جگت دنیا کی پیدائش سے پہلے خدا کے علم میں موجود تھا جب یہ لوگ علم ازلی مانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ موجود جگت دنیا کی پیدائش سے پہلے خدا کے علم میں موجود تھا۔ اور یہ بھی مانتے ہیں کہ المعدوم لیس بشئ جو ایک ایسی صاف بات ہے کہ اِس سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بھی خوب جانتے ہیں کہ جیسا معلوم ہو ویسا ہی اُس کا علم ہوتا ہے مگر ہائے ہٹ دھرمی تیرا ستیاناش۔ اے تعصب تیرا خانہ برباد۔ تو نے لوگوں کی آنکھ لیا

یہ سخت ہٹی مادہ دی کہ باوجود اس قدر صاف بیان کے بھی یہی کہتے چلے جاتے ہیں کہ جگت تو معدوم مگر خدا کے علم میں موجود تھا گویا ختم اللہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم و علیٰ ابصارھم غشاوۃ یعنے تالا لگا دیا اللہ نے اِن کے دلوں پر کانوں پر و آنکھوں پر کہ نہ سمجھتے اور نہ سنتے اور نہ دیکھتے ہیں۔

اسی طرح جب اِن لوگوں سے پوچھا جائے کہ خدا مؤثر ازلی ہے تب سرہلا کر کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہاں کیونکہ صفات باری کو یہ بھی ازلی مانتے ہیں۔ مگر جب یہ سوال کیا جاوے کہ اثر بھی ازلی ہے۔ تو بس ہیرا پھیرا دہر ٹال دیتے ہیں۔ کیونکہ خوب جانتے ہیں کہ مؤثر کے ساتھ اثر لازمی ہے۔ افسوس کہ باری تعالیٰ کو مؤثر ازلی ماننا اور پھر یہ کہنا کہ فقط سات آٹھ ہزار سال سے خدا نے جگت اُتپتی کا آغاز کیا ہے کیا اِس سے پہلے سویا ہوا تھا یا نکما بیٹھا ہوا تھا۔ یا تم عدم میں پڑا جاں تھا۔

ایک ہمارے مہربان نے ایک مولوی صاحب سے پوچھا کہ قبل از حدوث عالم خدا کی صفت خالقیت خدا کی ذات میں تھی یا نہیں اگر تھی تو وہ کیوں مؤثر نہ مانی جاوے اور اگر مؤثر مانی جاوے تو مادہ قدیم ٹھہریگا۔ مولوی صاحب نے اُن کو جواب دیا کہ قبل از حدوث عالم خدا کی صفت خالقیت خدا کی ذات میں بالقوۃ موجود تھی جس پر اعتراض کیا گیا کہ مولوی صاحب بالقوۃ کا اطلاق خدا پر کسی وجہ سے نہیں آسکتا وہ تو من کل الوجوہ ایک ایسا موجود بالفعل مانا گیا ہے جو کسی کمال کا متوقع نہیں۔ اور یہی عقیدہ آپ کے سارے علماء علم کلام کا ہے پھر آپ کیونکر ایسا فرماتے ہیں مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہم فلسفہ کی ایسی باتوں کو نہیں مانتے۔

اب فخر علماء اسلام جناب مولوی محمد قاسم[1] صاحب کی توجیہات قدامت کے متعلق سنئے سو وہ اپنی کتاب تقریر دلپذیر میں یوں فرماتے ہیں۔

"غرض اصل انقلاب سے یہی ہے کہ عدم کے بعد وجود آئے یا وجود کے بعد عدم آدبائے مگر جیسا انقلاب معدوم کو انقلاب عظیم ہوا تو بالضرور سب میں بڑی حرکت انقلاب کا باعث ہوئی ہو گی کیونکہ یہ انقلاب بھی سب انقلابوں میں اوّل ہے سو وہ حرکت کیا ہے موجودات کی جانب سے حرکت وجودی اور موجد کی طرف سے حرکت ایجادی۔ موجودات کی جانب سے تحرک ہوگا اور موجد کی جانب سے تحریک اِس تحریک کا نام تعلق ارادہ خداوندی ہے سو اِس تحرک کا نام زمانہ وجود و عمر اشیا کی درازی اور کوتاہی حقیقت میں اِس حرکت کی درازی اور کوتاہی ہے۔ اور اس حرکت کے ہی سبب زمانے کا احساس ہوتا ہے ورنہ اپنے وجود میں حرکت نہ ہوتی۔ تو پھر زمانے کے احساس کی کوئی صورت نہ تھی اور نہ حدوث و عدم کی کوئی وجہ مثل ذات و صفات خداوندی کائنات کا وجود بھی ازلی اور ابدی ہوتا"

(دیکھو تقریر دلپذیر صفحہ ۲۴۴)

مولوی صاحب کے اِس بیان سے پایا جاتا ہے کہ عدم سے وجود میں آنا یا وجود سے عدم میں جانا ایک انقلاب ہے۔ اب غور کرنا چاہیئے کہ انقلاب کیواسطے کوئی شے ہونی چاہیئے مثلاً موجود کا وجود ایک شے ہے۔ اگر وہ معدوم ہو جاوے تو کہا جا سکتا ہے کہ ایک شے موجود معدوم ہو گئی۔ اور اِس سے اُس شے کو جو موجود سے معدوم ہوئی ایک انقلاب آیا ایسا ہی معدوم سے موجود ہو تو کوئی شے ہونی چاہیئے جس کو وہ انقلاب ہو جیسے عدم سے وجود جیسا کہ وجود سے عدم کے انقلاب کے واسطے موجود ایک شے تھا اگر کچھ کوئی شے نہیں تو پھر انقلاب محال ہے۔ اور اگر کوئی شے موجود تھی تو اِس سے

حاشیہ[1] یہ وہی مولوی صاحب ہیں جو علماء اسلام کی طرف سے انتخاب ہو کر مارچ ۱۸۷۸ء کے میلہ خدا شناسی چاندا پور میں شری مہرشی سوامی دیانند جی مہاراج کے مقابلہ میں کھڑے کئے گئے تھے۔

وہ قدیم ماننی پڑیگی۔ اور یہ عقیدہ باطل ثابت ہوگا۔ کہ حدوث عالم سے پہلے ماسوا اللہ معدوم مطلق تھا۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ تحریک موجد کی طرف سے اور تحرک موجودات کی طرف سے انقلاب کا باعث ہُوا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ وہ شیئے کیا ہے کہ جو اس انقلاب میں تحریک اور تحرک کی حالت میں آئی ہے۔ اگر کوئی شیئے ہے تو وہ قدیم ماننی پڑیگی اگر کوئی شیئے نہیں تو تحریک کون قبول کرتا ہے اور تحرک کس کی طرف سے ہوتا ہے جس سے انقلاب پیدا ہوتا ہے۔ موجودات کا وجود اگر نتیجہ انقلاب اوّل مانا جاوے۔ تو اس سے وہ شیئے جس نے حرکت وجودی اس انقلاب میں قبول کی۔ اور خود اُس کی جانب سے تحرک ہوا انقلاب کے آغاز سے پہلے موجود ماننی پڑیگی۔ اور وہ شیئے ماسوا اللہ قدیم ٹھہر جاوے گی۔

مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ موجودات کی عمر کی درازی اور کوتاہی اس حرکت کی درازی وکوتاہی ہے" اگر یہ مان لیا جائے تو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ موجودات میں کوئی شیئے ابدی نہیں ہے حالانکہ قرآن و مولوی صاحب کا عقیدہ ہے کہ روح ابد تک بہشت یا دوزخ میں رہینگے۔ مگر مولوی صاحب اس عبارت کی آخری سطروں میں کائنات کی ابدیت سے انکار کر گئے۔ شاید مولوی صاحب کو اس سے بھی انکار ہوگا کہ روح ابد تک بہشت یا دوزخ میں رہینگے جیسا کہ قرآن میں ہے خالدین فیھا ابداً۔ کیونکر ابد تک وہ شیئے رہ سکتی ہے جو امری ہو۔

اُسی کتاب کے صفحہ ۸۹ پر مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ بھلائی بُرائی ہر شیئے کی ازلی ہے" غور کا مقام ہے کہ اگر بھلائی بُرائی ہر شیئے کی ازلی ہے تو ہر ایک شیئے بھی ازلی ماننی پڑیگی۔ کیونکہ بھلائی بُرائی صفات ہیں صفات موصوف سے الگ نہیں ہو سکتی اگر مولوی صاحب کا یہ مطلب ہے کہ بھلائی بُرائی ہر شئے کی شیئے کے وجود سے پیچھے ہر ایک شیئے کو ملی۔ اور بھلائی بُرائی پہلے موجود تھی۔ تو چونکہ مولوی صاحب کا یہ عقیدہ ہے کہ حدوث عالم سے پہلے خدا کے سوائے اور کوئی شیئے نہ تھی۔ تو کیا یہ بھلائی بُرائی معاذ اللہ خدا کی ذات میں تھی۔ یا جدا اگر ذات میں تھی تو اُس کی ذات ملزم ہونے سے مبرا نہیں ہو سکتی حالانکہ مبرا ہے اگر ذات خدا کی مغائر تھی تو کوئی صفت بغیر موصوف کے الگ نہیں رہ سکتی اس لئے اس کا موصوف بھی ماسوا اللہ کے قدیم مانو جس سے مولوی صاحب کا مسئلہ حدوث باطل ہوتا ہے۔

پھر مولوی صاحب فرماتے ہیں جیسے "آفتاب کی شعاعیں اور دھوپیں اُس نور کی تفصیل ہیں۔ پر آفتاب کے جرم میں یہ نور بھرا ہوا ہے۔ گو نسبت شعاعوں اور دھوپوں کے اجمالی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن لاکھوں درجہ اُس سے زیادہ ہے۔ کیوں یہ اُسی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور اُس کو لازم ہیں ایسے علم اجمالی سے علم تفصیلی پیدا ہوتا ہے۔ سو ہم اس علم تفصیلی ہی کے معلومات کو موجودات پنہانی کہیں تو کچھ مشکل نہیں سو ہمیں اس کے قدیم ہونے میں کچھ انکار نہیں" (دیکھو تقریر دلپذیر صفحہ ۳۲)

مولوی صاحب کے اس بیان سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ ماسوا اللہ موجودات پنہانی کو قدیم مانتے ہیں اس سے اُن کا یہ اعتقاد قرآنی باطل ہو گیا کہ حدوث عالم سے پہلے ماسوا اللہ کوئی شیئے نہ تھی۔ کیونکہ موجودات پنہانی کی قدامت کے مولوی صاحب قائل ہو گئے جو آخر کوئی شئے ہے اگر کوئی شئے نہیں تو وجود کا اطلاق بھی اُس پر نہیں آسکتا۔

غلام احمد ۲۴۔ اور نیز وہ مبداء کُل فیوض کا نہیں ہو سکیگا۔ بلکہ اُس کا صرف ایک ناقص کام ہوگا۔ اور جو اعلےٰ درجہ کے عجائب کام ہیں۔ اُنکی نسبت یہی کہنا پڑیگا۔ کہ وہ سب خود بخود ہیں۔ لیکن ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ کہ اگر فی الحقیقت ایسا ہی ہے۔ تو اس سے اگر فرضی طور پر پرمیشور کا وجود مان بھی لیا جاوے تب وہ نہایت ضعیف اور نکما سا وجود ہوگا جس کا عدم وجود یکساں ہی ہوگا۔ یہاں تک کہ اُس کا اگر مرنا بھی فرض کر لیا جاوے تو روحوں کا کچھ بھی ہرج نہ ہوگا"

تردید پرمیشور کل فیوض کا مبداء ضرور ہے۔ کیونکہ ہمارا دری فیض تمامتہ اُسی کی ذات منبع الحسنات سے وابستہ ہیں کسی غیر سے نہیں اُس کا کوئی کام ناقص نایا کامل مثل احکام قرآنی کے نہیں جہاں تغیر و تبدل کی ضرورت ہو بلکہ مثل وید اقدس کامل و پائدار ہیں اور اعلےٰ حکمتوں اور قدرتوں کے آثار۔ بے حقیقت یا پراگندہ مادہ اور بے علم یا جاہل روحیں خدا کے قبضۂ قدرت میں تو انادی زمانہ سے ہیں مگر خدا کی نیستی سے ہستی میں لائی ہوئی نہیں ہیں۔ ہاں اُن میں جس قدر برکات و فیض ہیں اُن سب کا مبداء خدا ہے اور اُسی کی عبادت سے اُن کا حصول ہوتا۔ تمام گوناگون عالم اُسی پراگندہ مادہ سے پرماتما نے اپنی انت شکتی اور علم بے حد و حکمت لامتناہی سے بنایا ہے مگر نیستی سے ہستی میں نہیں لایا۔ اور اسی طرح تمام روحوں کو خدا نے اُن کے اعمالوں کے مطابق رذالت اور شرافت دی مگر عدم سے موجود نہیں کی کیونکہ قدرت ایزدی میں عدم نہیں ہے۔ آپ کو یہ کہتے شرم نہیں آتی اور نہ خدا کا خوف دل میں لاتے ہو۔ کہ خدا تعالیٰ مالک کل کو نیستی کا معاذ اللہ خدا ٹھہراتے ہو۔ اور اُس مذہب پر فخر کرتے ہو کہ ہم اُس خدا کے پیرو ہیں جس کے گھر میں نیستی ہی نیستی ہے اور ہستی اگر ہے تو چند روزہ اور چند سالہ بھلا ایسے خدا سے کیا ہو سکتا ہے اور ایسا خدا ازلی و ابدی کب ٹھہر سکتا ہے پراگندہ مادہ اور جاہل روحوں کے مقابلہ میں ایک عظیم الشان عالموں کا پیدا کرنا اور بے شمار روحوں کو کرموں انوسار فضیلت اور ذلیلت میں پہنچا نا کروڑ درجہ زیادہ قدرت و کمالیت کا کام ہے جس کو آپ تعصب قرآنی یا شامت مسلمانی کے سبب نظر حقارت دیکھ رہے ہو۔ روحوں میں کوئی علمی یا عقلی فضیلت خود بخود نہیں ہے۔ بلکہ تمام خارجی اور بیرونی ہیں جو اُس کی عبادت اور اُس کے فرمان پر عملدرآمد کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہی ایک الوہیم (لاثانی) اور سرب شکتی مان ہے اور سب چراچر کا سوامی اور پرکاش وان ہے اور درحقیقت وہ ایسا ہی ہے نہ کہ آپ کا وہمی و وسواسی خیال۔ اسی واسطے اُسکا ماننا و جاننا نہایت ضروری ہے اور اُس کے (معاذ اللہ) نہ ہونے میں سراپا اور قطعی ہرج ہے ہاں مسلمانوں کا کچھ ہرج نہیں کیونکہ خیر الماکرین کے بھائی حضرات شیاطین موجود ہیں اور امت احمدیہ سے اُن کی محبت و اُلفت بھی روز افزوں ہے۔

غلام احمد ۲۴۔ اور وہ اِس لائق ہرگز نہیں ہوگا۔ کہ کوئی اُس کی بندگی کرنے کے لئے مجبور کیا جاوے کیونکہ ہر ایک روح اُس کو جواب دے سکتی ہے کہ جس حالت میں تم نے مجھے پیدا ہی نہیں کیا۔ اور نہ میری طاقتوں اور قوتوں اور استعدادوں کو تم نے بنایا۔ تو پھر آپ کس استحقاق سے مجھ سے اپنی پرستش چاہتے ہیں۔ اور جب کہ پرمیشور روحوں کا خالق نہیں تو اُن پر محیط بھی نہیں ہو سکتا اور جب احاطہ نہ ہو سکا تو پرمیشور اور روحوں میں حجاب ہو گیا اور جب حجاب ہوا تو پرمیشور سرب گیانی نہ ہو سکا یعنے علم غیب برقرار نہ رہا تو اس کی سب خدائی درہم برہم ہو گئی تو گویا پرمیشور ہی ہاتھ سے گیا۔

تردید۔ مرزا صاحب یہ اعتراض آپ کے قرآن و حدیث سے جو واقفیت کا ثبوت ہے جس کا ہر فقرہ بتلا رہا ہے کہ آپ کو معقولیت کی ہوا نہیں لگی پر کس ناداں سے آپ نے سُنا کہ ہم لوگ اُس کی بندگی کے لئے مجبور ہیں حضرت مجبور نہیں بلکہ مشکور ہیں کہ اُس نے اپنی کمال رحمت و فضل سے ہماری ظاہری آنکھوں کے واسطے خورشید اور باطنی کے لئے نور جاوید وید عطا فرمایا۔

واضح ہو کہ عبادت صرف روح کی بہبودی کے واسطے ہے نہ کہ خدا تعالیٰ کی ترقی و کمالیت کے واسطے۔ خدا ہماری عبادت کا محتاج نہیں تاکہ ہمیں مجبور کرے

کا منکر ہے محذور پیش کر سکتا ہے کہ جس حالت میں تم نے کل چیزوں کا وجود خود بخود
بغیر ایجاد پرمیشر کے آپ ہی مان لیا ہے تو تو پھر اس بات پر کیا دلیل ہے کہ ان
چیزوں کے باہم جوڑنے جانے کے لئے پرمیشور کی حاجت ہے دوسری یہ قباحت
کہ ایسا اعتقاد خود خدا تعالیٰ کو اس کی خدائی سے جواب دے رہا ہے۔
تو دلیل آپ تجاہل عارفانہ سے باز آئیے اور صداقت ایمان ہاتھ سے نہ گنوائیے۔
ورنہ رونا اور ہاتھ پیٹنا ہو گا پرمیشور کے وجود کو با دلائل واضح ثابت کرنا اور
اُن پر غور کرنے سے صداقت باطنی کی تکمیل آریہ سماج ہی کا کام ہے نہ کہ اسلام کا
دنیا کے پردہ میں وہ کون دیش ہے جہاں اسلام نے دلائل سے کام لیا ہو اور لوگوں
نے بعد مباحثہ دین محمدی قبول کیا۔ اگر کہیں کسی جزیرہ میں یا سطح سمندر کے
نیچے وہ زمین غرقاب ہے تو نشان دو تاکہ ہم تاربرقی کے ذریعہ اسکی تلاش و کھوج کرکے
پتہ لگا دیں ورنہ فارس روم تاتار ہندوستان۔ افغانستان۔ عرب۔ سپین وغیرہ متفق
البیان ہیں کہ کہیں بھی اسلام نے معقولیت سے کام نہیں چلایا۔ اور نہ کسی جگہ
پر مذہبی معاملہ میں دانائی کو کام فرمایا۔

اسلام کی بڑی بزرگ دلیل صمصام ہے اور سب سے اعلیٰ دعویٰ قتل عام۔ گلستان میں
ایک مولوی مسلمان کا ایک کافر سے مباحثہ ہوا۔ جب خرافات قرآنی کی حقیقت اور دین
اسلامی کی اصلیت پر کوئی عقلی دلیل مولوی صاحب کی نہ چل سکی تو گرتے تکنے اور
میدان مباحثہ سے پشت دکھا کر بھاگنے لگے اس موقعہ پر سعدی نے کہا ہے۔

آنکس کہ بقرآن و حدیث نزو نرہی — ایں است جوابش کہ جوابش نہ دہی

مگر مرزا صاحب برخلاف اسکے صانع و بدائع قدرت سے ہی تو خدا کی ہستی پر دلیل ہوتی ہے
اور تشنہ معرفت حق کے واسطے حقائق کی سبیل ہے۔ نہ اسلام کی جاہلانہ عربیت سے دلیل کیا ہاتھ
پکڑ سکتا بھی موقعہ نہیں مل سکتا۔ دوسرے کہاں سے جب کہ غیر مذہبوں کی کتابوں کا جلانا
بھی ثواب شمار ہوتا ہے اور اس کی صداقت کا سنین اسلام سے بھی اظہار ہوتا ہے۔
ڈاکٹر لیٹنر صاحب بہادر فرماتے ہیں حضرت عمر ۲۳ھ میں خلیفہ ہوئے کسریٰ کے ایوان کو
خراب کیا۔ اور کتاب خانوں کو جلایا۔ اور یہی حال اسکندریہ کا کیا دیکھو
سنین الاسلام ۱۸۷۱ء صفحہ ۴۰ حصہ اول)

حضرت کیا کہوں اور کہاں تک کہوں اسلامی اعتقادات کے رو سے تو بہت قباحتیں آتی ہیں اور
عوض دعویٰ خود ثبوت کرانے کے دعویدار کو بھی ستاتی ہیں جن کو ہم حتی الوسع اسی کتاب میں متفرق
طور پر بیان کرینگے اور اُسکے تار و پود کو جدا کرکے مولویوں کے سامنے دھرینگے تاکہ ان پر
اچھی طرح ظاہر ہو جاوے ؎

چاک کے اسلام کو ممکن نہیں کرنا رفو — سوزن تدبیر کو ساری عمر گو سینے رہے

جس کو آپ جوڑنا جاڑنا بتلاتے ہیں اس کی نسبت عرفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

در ہر ذرہ بذرہ وے ورا ہے است — بر اثبات وجود او گواہے است
؎ وصف صنعت کز لب نہ مے ریزد برون — نطق را در معرض عقد اللسان انداختہ

حضرت یہ جوڑنا جاڑنا نہیں بلکہ ان ناچیز ذروں لطیف پرمانوں سے جو بیجان محض ہیں قدرت کاملہ سے
گوناگوں عالم پیدا کرنا۔ اور پیدا کرکے انکو کامل گیانی انتظام میں رکھنا اور ان متغیر عالموں کے تغیرات و
تبدلات دکھا کر سب کو غیر متغیر ذات کی طرف رجوع کرنے کیواسطے گیان دینا ہے ؎

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار — ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

اُن ناپید ذروں سے گوناگوں صفتوں والا عالم بنانا۔ اور تمام بے شمار روحوں کو کرموں
انوسار۔ قدرت انادی سے ہمیشہ پھل دینا اور پھر اس عالم کو فنا کرکے پرکرتی میں مل فرمانا
اس سرب شکتی مان کی قدرت عالیہ و طاقت جلالیہ کے نشانات ہیں۔ سچی

واسطے ماسٹر مرلیدھر صاحب فرماتے ہیں۔
ماسٹر مرلیدھر صفحہ ۱۴۸ و ۱۴۹۔ جو لوگ روح اور مادہ کی حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ
جانتے ہیں کہ یہ سرشٹی کرم استاٹ اور عالیشان کام ہے کہ سوائے اس سچدانند
سرب گیہ اور دانائی کامل کے کوئی نہیں بنا سکتا۔ بنانا تو درکنار اُس کی چھوٹی سے چھوٹی
جز کی بابت کہ وہ کس طرح بنی لاکھ کاریگروں میں سے ایک لاکھواں حصہ بھی نہیں سمجھا جا
سکتا اگر یہ ایسا حقیر کام ہے جس کو جوڑنا جاڑنا کہا ہے تو کوئی شخص جو دعویٰ رکھتا ہو
یا مرزا صاحب کی سمجھ میں بڑی طاقت والا ہو تو بڑی چیزوں سیارات وغیرہ کو تو کیا بنا سکیگا
ایک دانہ گندم یا باجرہ کا ہی بنا کر دکھلاوے یا کچھ تھوڑی سی اسکی کاریگری کے اصول ہی سمجھا وے۔
اسی طرح صفحہ ۱۵۵ و ۱۵۶۔ روح یا مادہ سو وہ چیز ہے جس کو ہندی میں حرکت دار کہتے
ہیں جن میں ارادہ یا طاقت ملنے ملنے کی نہیں غرض دونوں چیزیں روح و مادہ خود بخود ہیں
موجود ہیں جنکو مرزا صاحب نے ہر ایک آریہ کی طرف سے پیش کیا تھا۔ الہی ثابت ہوا کہ
کہ تمام ذرات الہی جوڑنے جاڑنے سے ناقابل عاجز ہے جب تک کہ اناد ہی ہونے صورت
میں خود بخود اکٹھا جوڑ جاڑ نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے کہ خود بخود باہم ملی ملاظ کرتی
اکٹھا سو ہونا ممکن نہیں ہے کیونکہ اس میں حرکت کرنے کی طاقت نہیں۔ لوگ موجودہ
طریقہ پر ادنیٰ سی دینا ثبوت پیش کریں تو اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی پرمیشور کو
جوڑتے جاڑتے کسی نے نہیں دیکھا مگر اتفاقی طور پر ملنے والی چیزوں میں انتظام اور
کاریگری اور علاقات ضرور یہ نہیں ہوا کرتے جواب موجود ہیں لہذا ثابت ہے کہ ان
چیزوں کو جوڑنا جاڑنا خود بخود نہیں اور نہ یہ گوناگوں صفات کا عالم بلا بنائے بن
سکتا ہے بلکہ اُس کا صانع و مالک سب سے بڑا اور کامل قدرت والا ہے اور وہی ہے جس کو سچدانند
سرب سوامی پرمیشور اور مسلمان خدا تعالیٰ کہتے ہیں۔ پس یہ عالیشان قدرت کو اگر
کوئی تھوڑی عقل والا بھی بنظر غور سے دیکھے تو فی الفور اس سرب انتریامی سرب
سیایک کے حضور سربسجود ہو جاوے جو دنیا ۱۳ سو برس سے اسلام کے ۷۲ فرقوں میں
تقسیم اور دہریت کی تعلیم کا مطالعہ کرے گا۔ اسے معلوم ہوگا کہ ہر ایک نے اور سب
ہمہ اوست (دہریہ کا شوبھا) و باکی طرح قرآنی تعلیم سے کس طرح پھیلا اور یہ زہریلا
مادہ بسم اللہ کے الفاظ سے کس طرح نکلا ہر ایک عاقل کو اس بات کا اقرار ہے کہ اسکا عموماً
قرآن ہی پر دار و مدار ہے اور سبب اسکا ظاہر ہے کہ قرآن ہر ایک چیز کا وجود خدا کے وجود
سے مانتا ہے اور خدا کی ذات کے سوا انہیں قطعی نابود جانتا ہے جو سراسر قیامت کے
نشان اور نرک میں لیجانے والے بیان ہیں۔

انسان اسی عمر کی جاہلانہ تعلیم سے گمراہانہ طریق سیکھنے کا عادی ہو جاتا ہے
دو الفقار ہی سے ایسی بعید العقل باتوں پر ایمان لاتا ہے۔ ورنہ روح اور مادہ کی
پیدائش کی بابت ذرہ کوئی محمدی وغیرہ معقولیت سے بتلائے تو سہی کہ سوائے
انادی ہونے کے کس طرح اور کہاں سے ہوئی۔ اور جیسا کہ ان کا اعتقاد ہے تو وہ خود
ہی اُن کے بیان کو بے بنیاد و سراسر فاسد ثابت کر رہا ہے چنانچہ خود مرزا صاحب نے بھی
لاچار ہو کر سرمہ کے صفحہ ۲۳۲ کے حاشیہ پر صاف اقبال کر دیا کہ اگر روح کو جسم و جسمانی
ہونے سے منزہ خیال کریں اور اُس کا تعلق جسم سے ایسا مجہول الکیفیت و برتر از عقل
و فہم خیال کریں جیسے روح کا حدوث برتر از عقل و فہم ہے۔ تو پھر اللہ کو کوئی اعتراض
وارد نہیں ہوتا۔

کفر اُدنا خدا عدا کرے جس بات پر آپ کو بڑا گھمنڈ تھا۔ اور جس قرآنی عملیت
پر آپ جامہ میں پھولے نہیں سماتے تھے۔ وہ خود آپ کی زبان اور قلم سے عمو
شیخی یا پیچا نخوت ثابت ہو گئی کیونکہ جب بموجب الہام قرآنی روح کا حدوث برتر از

عقل وفہم ہے بلکہ اس کا جاننا و سمجھنا محمدیوں کے آگے۔ ستلانا و سمجھانا صداہا محمدیان کے آگے مجہول الکیفیت و مرزا عقل وفہم ہے۔ تو پھر آپ کس برتے پر مقابلہ فاو بلا محلہ بیٹے ہیں اور قرآنی علمیت کی ملت کو نام سے گرا رہے ہیں جس انتک حیلانے سے خدا سکوت۔ رسول ناواقف قرآن خاموش ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ آپ کیوں اسلامی عقل سے دور از فہم مسئلہ پر جوش وخروش سے چیدا اند لونز لزات اور کل۔ اونٹ چرانے والے اعرابی الہیات ومعقولیت کے مسائل کو کیا جانیں۔

چونکہ ہم تکذیب براہین احمدیہ میں ثابت کر چکے ہیں کہ دہریہ اور محمدیت ماہی توام ہیں جس کا اب اور بھی اثبات ہوگا بلکہ کسی حق پسند کو کسی طرح کا انکار نہ رہا یعنے ایک دہریہ کے لباس میں خود مرزا صاحب ہی خدا تعالیٰ سے منکر ہو کر یہ عذر پیش کرتے ہیں جناب شوق سے اعتراض کیجئے اگر اسلام طاقت کمزور ہے تو دہریت کا زور بھی آزما لیجئے پھر سنگے کہ خواہی جامہ پوش من انداز قدت را می شناسم وید وکت طریقہ سے یا تما کی توحید وگیان کی طرف جس قدر کوئی غور کرے تو اس کی تحکیک طبیعت پر زر خالص کی طرح صداقت کا ظہور ہوگا اور کہیں فریب کا فتور نہ رہیگا سیں کوئی دہریہ آریوں پر اعتراض کرنے کا منہ نہیں رکھتا۔ البتہ اسلام وغیرہ معقولیت سے دور مذاہب پر انکا ہاتھ صفا ہے کیونکہ انما اللہ ثم استوی علی العرش و عرشہ علی الماء ہے یعنے خدا تخت پر بیٹھا اور تخت پانی پر دھرا ہے جس کے دلایل ملتقیہ سے سر پا تردید ہے اور ہر ایک دلیل سے وہ محدود فانی ساخر او مقید ثابت ہوتا ہے۔

غلام احمد ۹۳ - اور یہ بات ظاہر ہے کہ علم کامل کسی شے کا اسکے بنانے پر قادر کر دیتا ہے۔ اس لئے حکماء کا مقولہ ہے کہ جب علم اپنے کمال تک پہنچ جائے تو وہ عمل ہو جاتا ہے اس حالت میں بالطبع سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا پرمیشر کو روحوں کی کیفیت اور کنہ کا پورا علم بھی ہے یا نہیں اگر اسکو پورا پورا علم ہے تو پھر کیا وجہ کہ باوجود پورا پورا علم ہونے کے پھر ایسی ہی روح بنا نہیں سکتا سو اس سوال پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف یہی نہیں کہ پرمیشر روحوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں بلکہ انکی نسبت پورا پورا علم بھی نہیں رکھتا۔"

تردید۔ یہ بھی خیال آپ کا لایق ابطال ہے اور آپ کی بے علمی پر دال۔ علم کے معنے آپنے غلط سمجھے یا کسی سمجھانے والے کی لاعلمی ہے۔ دیکھئے۔ علم بالکسر آگاہ شدن ؛ دانستن و دانش" در منتخب۔ پس ہر ایک تھوڑی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ جاننے اور پیدا کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے علم کامل یہی ہے۔ کہ جو چیز جیسی ہو اس کو اسی طرح جانے۔ اور جس میں جو جو صفات ہوں اُس سے کوئی مخفی نہ رہے مگر اس سے بنانا ہرگز لازم نہیں آتا کیونکہ بنانا مرکب کا ہوتا ہے مفرد کا نہیں ہر ایک آدمی جانتا ہے کہ خدا کو اپنا پورا پورا علم ہے مگر وہ اپنے جیسا اور پیدا نہیں کر سکتا اور نہ کرتا ہے حالانکہ اُس کو اپنا کامل علم ہے کیونکہ پیدائش کا لفظ سوائے مادی چیزوں کے ترکیب پذیر ہونے کے اور کسی پر حاوی نہیں خدا اپنی طاقتوں پر پورا علم رکھتا ہے مگر اُس میں کمی یا بیشی یا نقطی نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ کامل ہے تکمیل طلب نہیں۔

اب دیکھنا چاہیے کہ روح کیا ہیں اور خدا کیا ہے۔ واضح ہو وے کہ روح اُلکھیہ تُخیہ مدہی نک وبد اعمال کا کرتا اور پرماتما ست چت آنند سروگیہ۔ سرب بیاپک سرب انتریامی گیان مے آنند سروپ اور کرموں کا جیودن کو پھل داتا اور معبود انت شکتی مانسا ہے تمام سرشٹی کو پرماتوں سے رچتا ہے مگر خود رچنا میں نہیں آسکتا کیونکہ وہ مترہ بردیاری نہیں۔ مادی نہیں علاوہ بر ان ترکیب پذیر نہیں۔ اگر بقول آپکے "سب چیزیں اُس سے نکلی ہیں اور اُسی کے ساتھ قایم اور اُسی کی رشحات سے اپنے کمالات مطلوبہ تک پہنچتی ہیں" (دیکھو صفحہ [illegible] سطر ۴ و ۵)" اسی طرح روحیں جو خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے نکلی ہیں اپنے صانع کی سیرت وخصلت سے اجمالی طور پر کچھ حصہ رکھتی ہیں جس طرح بیٹے ہیں باپ و ماں کا کچھ کچھ حلیہ اور خو بو پائی جاتی ہے (صفحہ ۱۲۰ و ۱۲۱)" اور جیسے بیٹا جو اپنے باپ سے نکلا ہے اُس سے ایک طبعی محبت رکھتا ہے نہ بناوٹی اسی طرح ہم اپنے رب سے نکلے ہیں اس سے فی الحقیقت طبعی محبت رکھتے ہیں" (صفحہ ۱۲۱ - سطر ۱۲ و ۱۳) اور حقیقت میں انسان کو جس قدر قوتیں دی گئی ہیں وہ سب الٰہی قوتوں کے اظلال و آثار ہیں جیسے کہ بیٹے کی صورت میں کچھ کچھ باپ کے نقوش آجاتے ہیں ایسا ہی ہمارے روحوں میں اپنے رب کے نقوش اور اُس کی صفات کے آثار آگئے ہیں (دیکھو صفحہ ۱۲۱ سطر ۹ سے ۱۱ تک) بالفرض محال خدا سے روح کی پیدائش اس طرح مانی جاوے کہ روح خدا سے نکلی ہیں اور ان کی سب قوتیں الٰہی قوتوں کے اظلال و آثار ہیں اور اُس کے تمام نقوش وصفات ہیں۔ روح خدا کے ساتھ قایم اور اُسکے رشحات فیض سے اپنے کمالات تک پہنچتی ہے یعنے خدا ہیں داخل ہوتی ہے اُس کی سیرت وخصلت ہے جیسے بیٹے میں باپ ماں کی خو خصلت اور حلیہ اور خو بو پائی جاتی ہے اور باپ ماں سے طبعی محبت رکھتا ہے جیسی بیٹے میں کچھ کچھ نقوش آتے ہیں باپ اور ماں کے۔ ویسے ہی ہم جو خدا سے ہیں ہماری خو خصلت اور حلیہ اور خو بو اور نقوش محبت خدا ہیں۔ مرزا صاحب جس طرح آدمی کا بیٹا آدمی اور حیوان کا بچہ حیوان ہے اسی طرح بقول آپکے تمام روحیں جو خدا کے بیٹے ہیں خدا سے پیدا ہیں خدائی صفات سے موصوف ہیں خدا کے ساتھ قایم ہیں اور خدا کے نقوش و آثار رکھتے ہیں بنابراں خدا ہیں۔ اب اسی کو دوسرے پیرایہ میں دیکھئے تمام روحیں خلق اور خدائی اوصاف سے متصف ہیں اگر خدا خدا ہے تو روحیں خدا ہیں اگر روحیں خدا ہیں تو خدا انہیں چونکہ بے انتہا خدا بقول آپکے بے انتہا روحیں بن گئی ہیں جو بقول قرآن آپکے انداز میں اس لئے کوئی علیحدہ خدا نہیں کیا جیسے جنگل تمام درختوں کا نام ہے اگر درخت الگ کئے جاویں کوئی علیحدہ جنگل نہیں رہتا اسی طرح تمام روحیں ہی بے انتہا خدا ہیں علیحدہ اُنسے کوئی خدا نہیں کیونکہ منقسم و منتشر ہوگیا۔ دیکھئے یہ اعتقاد آپکا کیا بے بنیاد ہے اور بانی مبانی الحاد ساتھ ہی اس کے روحوں کے قابل بدکار وغیرہ ہونے سے خدا بھی پاپ وغیرہ ذمائم سے بھی بری نہیں ہوسکتا۔ اسی واسطے آپنے لکھا ہے۔ "اور درحقیقت یہ ایک سرّ نہاں اسرار خالقیت میں سے

ملے جیسا کہ آیندہ ہے کہ نامہ نگار نے شیخ عبداللہ کی خدمت میں بمقام [illegible] ایک خط ارسال کیا کہ اگر آپ دلایل عقلیات سے بحث فرماتے ہیں تو جس مسئلہ پر گفتگو کرنا پسند خاطر ہو میں حاضر ہوں بشرطیکہ [illegible] رہے۔ مگر شیخ صاحب کا کچھ جواب کسی طرح کا نہ آیا اور لاچار ہو کر وہی پرچہ خط مرزا صاحب کے پاس ارسال کیا [illegible] انکا جواب بھی انتظار رکھا جواب نہیں بلکہ ان کا مختار نالیوں کا طومار رکھا [illegible] بھیجو اور سادہ ہی ہے بات [illegible] کہ ان کی مزاج میں بسبب کثرت نزول الہام کے گرمی سودا نے نہایت حرارت وبیوست پیدا کر دی ہے اور قصد اسلام مرید ان اور [illegible] کی بہن [illegible] ترقی پر نتیجہ نیک کس طرح استخراج ہو سکتا ہے [illegible] مرزا جی نے عبداللہ کا نام لکھا کرا تم عبداللہ [illegible] ضلع مظفر گڑھ۔

چونکہ اول تو خط [illegible] قادیان کی تھی دو خط مرزا صاحب کے ملازم شمس الدین کا لکھا تھا جس کے [illegible] بھی میرے پاس مرزا صاحب نے ارسال کئے ہوئے تھے غرض کہ مرزا صاحب کے [illegible] نامہ نگار نے اچھی طرح اتمام کرکے اُن کے خط کا جواب ارسال کیا جس کے جواب میں آجتک [illegible] کے سبب صدا کے بے بخانت کا معاملہ ہوا۔ شیخ جی کو محمدی یقین کے سبب سستی کی تلاش ناگوار ہوگئی۔ افسوس!

ہے تو عقل کے چرخ پر چڑھا کر اچھی طرح سمجھ میں نہیں آسکتی" (صفحہ ۵۰ سطر آخری) اچھا اگر عقل کے چرخ پر اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتے تو اعرابیت وجاہلیت و باد ذہنیت کے چرخ پر چڑھا کر اس کی اصلیت کا امتحان کیجئے شاید اسی طرح آپ کی تسلی ہو جائے چونکہ روح خدا کے ساتھ بقول آپکے قایم ہیں اور اسی کی صفات ورشحات سے فیض لے سکتی ہیں جس کو آپ صفحہ ۴۲ کی سطر ۱۷ و ۱۸ میں ازلی و ابدی مانتے ہیں پس خود آپکے ہی قول سے واضح ہو رہا ہے کہ روحیں ازلی و ابدی ہیں۔

خدا کے نزدیک ایسا کام کرنا غیر ممکن بلکہ اس کا خیال کرنا بھی سراپا محال ہے محالات خدا کے نزدیک کسی طرح نہیں آسکتی۔ کامل علم کے نزدیک غلط خیال و وہم کا آنا بھی اس طرح ہے جیسے خدا کو جھوٹا فرض کر لینا۔ اور یہ بات سراپا ناممکن ہے علم کامل کسی شے کا اس جیسی بنانے پر قادر کر دیتا ہے۔ بشرطیکہ دو صورتیں ہوں اول تو وہ چیز بناوٹی ہو۔ دوم اسکے بنانے کا مصالحہ ہو۔ اگر یہ دو صورتیں نہ ہوں تو کسی شے کے علم کامل سے کوئی بھی اسے نہیں بنا سکتا چاہے خدا۔ جہاں کہ دھوئیں کا وبال تمام دنیا ان کو نہیں چونکہ روح بناوٹی نہیں اس واسطے علم کامل روح کا خدا اسکے بنانے کی نہ تو رغبت دیتا ہے نہ ارادہ کراتا ہے نہ خیال اٹھاتا ہے اور نہ قادر کر دیتا ہے

دوم اگر اسکے بنانے کا مصالحہ نہ ہو تو بھی نہیں بنا سکتا خواہ اسکے علم کامل کے سبب اسکے بنانے پر قادر ہو جیسے ایک انجینیر کو مکان کے بنانے کا علم ہے لیکن اگر مصالحہ نہ ہو تو باوجود علم کامل کے وہ عمارت نہیں بنا سکتا اس واسطے کہ انجینیر خود مصالحہ نہیں ہے اور اگر خود مصالحہ ہو تو پھر انجینیر نہیں رہتا بلکہ مصالحہ میں خرچ ہو جاتا ہے۔ اب جائے غور ہے کہ اگر مادہ اور روح انادی نہ مانے جاویں تو اول تو خدا کا علم ہی غلط ٹھہرتا ہے کیونکہ علم کس کا معدوم کا وجود معدوم سے رتی بھر یاد نہیں پس وہ علم نہیں بلکہ عدم ہے جبتک معلوم قدیم نہیں علم قدیم نہیں ہو سکتا حالانکہ کوئی اعرابی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ خدا کا علم قدیم ہے۔

روح مفرد و غیر مرکب ہے خدا بھی غیر مرکب جانتا ہے ترکیب پذیر نہیں ۔ ۴ ۴ ۴ کے ہوئے ہیں خدا بھی انہیں نہیں جانتا ہے وہ نہیں بیشک خدا کو روحوں کی کیفیت اور کنہ کا پورا علم ہے مگر نہ بنانے اور نہ السالا لعینی اور بیہودہ دعوے دار ارادہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا علم پورا ہے ادھورا نہیں روح بناوٹی نہیں ہے روح مفرد ہے روح ابدی و ازلی ہے پس روح کا کوئی مصالحہ نہیں جس سے ترکیب پذیر ہو اس واسطے نہ روح بنی اور نہ کوئی اسے بنا سکتا ہے اور اگر بقول تمہارے خدا نخواستہ خدا ارادہ کریگا تو خود ناکامل ہو جائے گا اور روح پھر بھی انادی رہیگی کیونکہ خدا ازلی ہے آپکے سوال پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپکے ہیں بلکہ جتنے ملاکرین کو ہم دیتے ہیں اسکے ساتھ مکر کرتے ہیں کہ پرمیشور روحوں کی نسبت پورا پورا علم نہیں رکھتا میں کہتا ہوں کہ علم و گیان تو پورا رکھتا ہے اسی واسطے ایسے وسواس بالکل اس کے مقدس گیان میں راہ نہیں پاتے اور نہ اس کی ذات اقدس کو ملزم بناتے ہیں۔

ای تو قرآن را رہ حق لیکن ... ہوم آساتر صدق لغورت ... دوال داہرس دو دمہ
شنیدہ شد ست قرآن را ۔ اولین نظام عہد الست ۔ نیست بردال داہرس نیست
ہیچ دین ست وچیست ایمان ۔ کہ خدا عاجز ست از شیطان ۔ ہیچ دین ست کو شدہ گمراہ
کرد بیت الحرام بیت اللہ ۔ ہیچ دین ست وچیست این آئین ۔ کہ مقام خدا ست عرش برین

سلہ حاشیہ ۔ امام غزالی صاحب فرماتے ہیں ۔ در اخبار ست کہ رسول اسرئیل علیہ السلام برو سکر ... وحی آمد یا تیان کہ چرا ... ما را ایمن کردہ ایم گفتند ما خدایا ... نام کشف بیجیلیں شدہ ۔ (دیکھو کیمیائے سعادت صفحہ ۹۴۴ رکن چہارم)

غلام احمد ۱۱۹ ۔ ارواح کا حادث اور مخلوق ہونا قرآن شریف میں بڑے زور سے نقلی اور عقلی دلایل سے بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ برعایت اختصار اجمالاً چند دلایل ان میں سے نمونہ کے طور پر اس جگہ لکھے جاتے ہیں۔

دلیل اول ۔ یہ بات بالبداہت ثابت ہے کہ تمام روحیں ہمیشہ اور ہر حال میں خدا تعالے کی ماتحت اور زیر حکم ہیں اور بجز مخلوق ہونے کے اور کوئی وجہ موجود نہیں۔ جس نے روحوں کو ایسے کامل طور پر خدا تعالے کے ماتحت اور زیر حکم کر دیا ہو سو یہ روحوں کے حادث اور مخلوق ہونے پر اول دلیل ہے۔

تردید ۔ آپ نے باوجود اقرار کے بھی قرآن سے کوئی دلیل نہیں دی اور نہ ایک بھی آیت قرآنی پیش کی۔ جس سے اس کی خلاصی کا کچھ اندازہ کیا جاتا لاچار اب ہم آپ کے پیشکردہ پانچ دلایل کو ہی محک امتحان پر لاتے ہیں۔ اور بخوبی ثابت کر دکھلاتے ہیں کہ یہ دلیل مندرجہ ذیل وجوہ سے باطل ہے۔

وجہ اول ۔ یہ بات برخلاف قرآن ہے کیونکہ لکھا ہے (بنی اسرائیل) واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس قال ءاسجد لمن خلقت طینا الخ

ترجمہ اور جب ہمنے کہا فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو۔ تو سجدہ میں گر پڑے لیکن شیطان بولا۔ کیا میں سجدہ کروں ایک شخص کو جو تو نے مٹی کا بنایا ہے۔ بھلا دیکھ یہ جس کو تو نے مجھ سے بڑھایا۔ اگر تو مجھ کو ڈھیل دے قیامت کے دن تک تو اس کی اولاد کو ڈھا دے لوں مگر تھوڑے سے۔ کہا خدا نے جب کوئی تیرے ساتھ ہوا انمیں سے دوزخ سب کی سزا ہے پورا بدلا۔ اور گھبرا لے انمیں سے جس کو گھبرا سکے اپنی آواز سے۔ اور پکار لا ان پر سوار اور پیادے اور ساجھا کر ان سے مال اور اولاد میں اور وعدے دے انکو۔ اور کچھ نہیں وعدے دیتا انکو شیطان مگر دغا۔ وہ جو میرے بندے ہیں ان پر تیری حکومت نہیں ہوگی۔ پھر قرآن میں ہے (بنی اسرائیل) ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین وکان الشیطن لربہ کفورا ترجمہ بے تک اڑانے والے بھائی شیطان کے ہیں۔ اور شیطان ہے رب کا حکم نہ ماننے والا۔

پس بموجب قرآن کے بے تعداد روحیں خدا کی نافرمانبردار اور شیطان کے پیادے اور سوار ہیں۔ چونکہ تحت و زیر حکم نہ ہوا آپکی وجہ حادث کی نفی ہے۔ اور خود قرآن ہی کی رو سے بیشمار روحیں خدا سے سرکش ہیں علاوہ بریں کیمیائے سعادت میں امام غزالی صاحب فرماتے ہیں رسول صلے اللہ علیہ وسلم فرمودہ کہ ہر آدمی را شیطانے است مرا نیز ہست (صفحہ ۱ سطر و عنوان اول) جس سے صاف ظاہر ہے کہ تمام ہی روحیں خدا سے باغی اور بے پرواہ ہیں خالی از گناہ نہیں لہذا حادث اور مخلوق نہ رہیں۔ وجہ دوم تمام روحوں کا ہمیشہ اور ہر حال میں خدا کے ماتحت اور زیر حکم رہنا (جیسا کہ آپ مانتے ہیں) انکے انادی ہونے کا ثبوت ہے نہ کہ مخلوق اور حادث ہونے کا کیونکہ خدا کے تمام صفات ازلی ہیں حکم یا حکومت کے ازلی ہونے سے محکوم کسی طرح حادث نہیں ہو سکتا ورنہ حاکم اور حکومت بھی حادث ہونگے حالانکہ یہ غیر مسلم ہے۔ اس واسطے روحیں انادی ہیں کیونکہ ہمیشہ اور ہر حال میں خدا کے ماتحت اور زیر حکم ہیں مخلوق یا حادث نہیں ورنہ پھر ہمیشہ نہ ہونگے۔

وجہ سوم ۔ ہم مانتے ہیں کہ روحیں زیر حکم یا ماتحت ہیں تیلی کا بیل تیلی کے ماتحت گیا گویا ملک کے ماتحت ہے تمام ملک شیطان کے ماتحت سمجھ گیا بموجب دلیل قرآنی کے انکی مخلوق ہیں ہرگز نہیں بنا بران کوئی چیز کسی کے ماتحت یا زیر حکم ہونے سے مخلوق یا حادث نہیں ہو سکتی اس واسطے یہ دلیل آپ کی سراسر باطل ہے۔

دلیل دوم ۔ یہ بات بہی بالبداہت ثابت ہے کہ تمام روحیں خاص خاص تعداد اور

طاقتوں میں محدود و محصور ہیں جیسا کہ بنی آدم کے اختلاف روحانی حالات و استعدادات سے ظاہر ہو کر ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ تحدید ایک محدِّد کو چاہتی ہے جس سے ضرورت محدِّث کی ثابت ہو کر (جو محدِّد ہے) حدوث روح کا بپایہ ثبوت پہنچتا ہے"۔

تردید اول۔ یہ دلیل بھی کئی وجوہ سے غلط ہے۔

وجہ اول۔ کوئی روح بھی خاص استعداد یا طاقت میں محصور یا محدود نہیں بلکہ سامان یا ذرائع محدود ہیں جن سے وہ استعداد و طاقتیں حاصل کرتے ہیں۔ اور یہی حالت تمام روحوں کی ہے۔ اگر محصور یا محدود ہوتیں تو علم کا کامل کرنا یا کمال کی کوشش کرنا بے فائدہ ہوتا ہے۔ باشندگان انگلینڈ یا ٹرانس آریہ وغیرہ علماء و فضلاء نے جو مختلف اوقات میں صدہا طرح کی ترقیاں کی ہیں ہرگز نہ کر سکتے بلکہ ترقی کا منہ بھی نہ دیکھ سکتے حتیٰ کہ علم و عقل تیز و طبع مخلوق تھیں کیونکہ وہ بقول تمہارے محدود یا محصور نہیں۔

وجہ دوم۔ جو شخص کسی کی حد باندھے وہ خالق بھی نہیں ہو سکتا اور نہ حد باندھنا نیستی سے ہستی میں لانا ہے۔ کیونکہ اگر وہ چیز حد باندھنے سے پہلے موجود ہو گی تب حد بندی کر سکیگا ورنہ حد بندی کس چیز کی۔ بندوبست کا مہتمم گاؤں یا اسکے رقبہ کی حد بست کرتا ہے مگر وہ خالق (نیستی سے ہستی میں لانے والا) نہیں بلکہ منتظم ہے کیونکہ زمین گاؤں کا اور کاشتکار وغیرہ اُس سے پہلے موجود تھے۔ پس اگر بقول تمہارے خدا روحوں کا محدِّد ہے تو بھی روح حادث نہیں بلکہ ازلی و ابدی ہیں۔

وجہ سوم۔ حد بندی جسم کی ہوتی ہے نہ کہ روح کی جسکا اوسکی مقدار و کیف نہیں جسکے وہ قسمت پذیر نہیں جبکہ وہ فانی نہیں اس واسطے اُس کی حد بندی بھی نہیں۔ چنانچہ ایک جگہ آپ نے بھی اقبال کیا ہے۔

"اور بھی انسان کی صلاحیت کی کچھ بھی انتہا نہیں کیونکہ وہ ترقیات غیر محدود کے لئے پیدا کیا گیا ہے جن کی تحصیل کے لئے وہ فطرتاً مشغول ہے" (صفحہ ۱۵۴)۔

واضح ہو کہ روحوں کے محدود یا محصور ہونے کا خیال جو خاص خاص طاقتوں اور استعدادوں کے لحاظ (پاگل اور دانا) سے ظاہر ہے وہ بلحاظ جسموں اور اُن کی بناوٹ ہے جس میں تمام خدا کے ماننے والوں کا اتفاق ہے کہ اُنکا خالق یعنی پیدا کرنے والا خدا ہے مگر انادی پرکرتی سے نہ کہ نیستی سے۔ جیسا قرآن اور حدیث کو بھی مجبوراً اقبال ہے کہ آدم کا وجود نیستی سے نہیں بلکہ خاک سے بنایا گیا اور خدا کو پانی ملا کر خمیر کرنا پڑا۔ اور ایک گھنٹہ نہیں بلکہ چالیس دن رات۔ جس طرح چراغ کے جل جانے یا تر چادر کے خشک ہو جانے پر اعرابی کہا کرتے ہیں کہ آگ معدوم ہو گئی یا پانی عدم کو چلا گیا حالانکہ اس قسم کے بھدے مسائل کا خود بخود ستیاناس ہو رہا ہے۔ پس اس دلیل سے بھی کسی طرح روحوں کا عدم سے وجود ظاہر نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ سے موجودگی ثابت ہوتی ہے اس واسطے یہ دلیل بھی باطل ہے۔

دلیل سوم۔ "یہ بات بھی کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ تمام روحیں عجز و احتیاج کے داغ سے آلودہ ہیں اور اپنی تکمیل اور بقا کے لئے ایک ایسی ذات کی محتاج ہیں جو کامل اور قادر اور عالم اور فیاض مطلق ہو اور یہ امر انکی مخلوقیت کو ثابت کرنے والا ہے۔"

تردید دلیل سوم۔ یہ دلیل کجا ثبوت میں پیش ہو سکے اس لائق بھی نہیں کہ لفظ دلیل اس پر صادق آ سکے۔ اور بہت حصہ اس کا دلیل نمبر ۱ کے ساتھ ہی رد ہو چکا ہے اور اگر کوئی دانا ذرا غور سے دیکھے تو اُسے معلوم ہو کہ تغیر الفاظ کے ساتھ یہ دلیل نمبر ۱ ہی ہے۔ نوکر سپاہ راجہ کی محتاج ہے مگر راجہ سپاہ کا خالق نہیں۔ کتا آدمی کا محتاج ہے مگر آدمی اُسکا خالق نہیں۔ خدا کے کامل و قادر و عالم و فیاض مطلق وغیرہ نام تب ہی ہو سکتے ہیں جبکہ کوئی ناکامل اور بے مقدور اور جاہل یا کم علم اور محتاج بھی ہو۔

ورنہ بیٹا یا بیٹی کے بغیر جیسے کوئی باپ بھی نہیں ہو سکتا یعنے خدا کی صفات بھی حادث اور فانی ماننی پڑتی ہیں اگر روح (انادی) نہ مانی جاوے اور ایسا خدا (معاذ اللہ) خدائی کے لائق بھی نہیں ہو سکتا۔ مگر نہ صفات خدا حادث ہیں اور نہ روحیں حادث و عدم موجود بلکہ انادی خدا کی قدرت میں انادی ہیں۔ روحیں انادی زمانہ سے موجود ہیں پس وہ کسطرح اور کبھی ہستی سے نیستی میں آئیں اور نہ آ سکتی ہیں کیونکہ عدم اُنپر کسیطرح حاوی نہیں۔

دلیل چہارم۔ "یہ بات بھی ادنے غور کرنے سے ظاہر ہوتی ہے کہ ہماری روحیں اجمالی طور پر اُن سب متفرق الٰہی حکمتوں و صنعتوں پر مشتمل ہیں جو اجرام علوی و سفلی میں پائے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے دنیا باعتبار اپنی جزئیات مختلفہ کے عالم تفصیلی ہے اور انسان عالم اجمالی کہلاتا ہے۔ یا یوں کہو کہ یہ عالم صغیر اور وہ عالم کبیر ہے۔ پس جب کہ ایک ایک جزو کی عالم کے بوجہ پائے جانے پرحکمت کاموں کے ایک صانع حکیم کی صنعت کہلاتی ہے تو خیال کرنا چاہئے کہ یہ چیز کیونکر صنعت الٰہی نہ ہو گی جس کا وجود اپنے عجائبات ذاتی کے رو سے گویا تمام جزئیات عالم کی عکسی تصویر ہے اور ہر ایک چیز کی خواص عجیبہ اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور حکمت بالغہ ایزدی پر بوجہ اتم مشتمل ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی یعنے روحوں سے خدا نے سوال کیا کہ کیا میں تمہارا رب (پیدا کنندہ) نہیں ہوں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ کیوں نہیں۔ یہ سوال و جواب حقیقت میں اُس پیوند کی طرف اشارہ ہے جو مخلوق کو اپنے خالق سے قدرتی طور پر متحقق ہے جس کی شہادت روحوں کی فطرت میں نقش کی گئی ہے"۔

تردید دلیل چہارم۔ یہ دلیل بھی آپکے حق میں مفید نہیں بلکہ مضر ہے بوجوہات ذیل۔

وجہ اول۔ تمام اشیاء وغیرہ اجرام علوی و سفلی مادے اور جڑھ ہیں۔ ذی روح یا چیتن نہیں۔ تمام دنیا یعنی سرشٹی بنتی اور بگڑتی ہے۔ تغیر و تبدل والی ہے۔ اسواسطے وہ ابدی نہیں مگر روح تمام جگت کے برخلاف غیر مادی چیتن ہے بنابریں انادی ہے حادث نہیں۔

وجہ دوم۔ چونکہ دنیا کا ہر ذرہ فانی ہے اسواسطے جسمانی نقصانات سے روح کا کوئی نقصان ذاتی نہیں ہوتا کیونکہ روح جدا و دائمی ہے۔ پس دنیا جگت ایشور کی رچنا ہوئے جبکہ وہ مادی اور مرکب ہے۔ جو چیز غیر مادی اور غیر مرکب ہے کسی طرح مخلوق یا رچت ثابت نہیں ہو سکتا اسی لئے وہ انادی ہے۔

وجہ سوم۔ پیدایش سے انسان جاہل ہوتا ہے۔ اگر کسی قسم کا سنسکار یا صحبت فضلاء نہ ہو تو کسی طرح کا گیان نہیں ہو سکتا اور یہ ظاہر ہی ہے کہ انسان اور حیوان میں عقل ہی کا فرق ہے مصرعہ ؏ "بے علم نتواں خدا را شناخت" سے کسی کو انکار نہیں۔ پس وحشی یا جنگلی آدمی کو نہ تو روح کا علم اور نہ اُس کی روح پرماتما کو جانتی ہے کیونکہ اُس کا جاننا دشوار ہے اسی واسطے اُس کی خوشنودی یا آزردگی بھی نامعلوم۔

وجہ چہارم۔ جس طرح روز میثاق کے اقرار نامہ کا کوئی بھی کسی کے پاس ثبوت نہیں اور تمام روحیں جہل و تعصب کو چھوڑ کر قرآن یا اسلام کی امداد سے انکاری ہیں اسیطرح اُس اقرار کا بھی حال ہے کیوں کہ دونوں کا وجود قطعی نابود ہے۔ پس ہر دو کے مفقود ہونے سے عبارت اقرار نامہ یعنے الست بربکم و تصدیق اقرار نامہ قالوا بلیٰ بھی محض بے سود ہے یہ اس قسم کی دلیل ہے جو کہ اپنے اصلی دعوے (حدوث ارواح) کی طرح علم یا عقل سے کوئی تعلق نہیں رکھتی اور جن بھوتوں کیطرح عرب والوں کے ماننے لائق ہے۔

دلیل پنجم۔ جس طرح بیٹے میں باپ و ماں کا کچھ حلیہ اور خو بو پائی جاتی ہے اسی طرح روحیں جو خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے نکلی ہیں اپنے صانع کی سیرت و خصلت سے اجمالی طور پر

کچھ حصہ رکھتی ہیں اگرچہ مخلوقیت کی ظلمت و غفلت غالب ہو جانے کی وجہ سے بعض نفوس میں وہ رنگ الٰہی کچھ پھیکا سا ہو جاتا ہے لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ہر ایک روح کسیقدر وہ رنگ اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور پھر بعض نفوس میں وہ رنگ استعمالی کی وجہ سے بدنما معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ اُس رنگ کا قصور نہیں بلکہ طریقہ استعمال کا قصور ہے۔ اور حقیقت میں انسان کو جسقدر قوتیں بخشی ہیں وہ سب الٰہی قوتوں کے اظلال و آثار ہیں جیسے بیٹے کی صورت میں کچھ کچھ باپ کے نقوش آجاتے ہیں ایسا ہی ہماری روحوں میں اپنے رب کے نقوش اور اس کی صفات کے آثار آگئے ہیں جنکو عارف لوگ خوب شناخت کرتے ہیں۔ اور جیسے بیٹا جو باپ سے نکلا ہے اوس سے ایک طبعی محبت رکھتا ہے بناوٹی۔ اسی طرح ہم بھی جو اپنے رب سے نکلے ہیں۔ اُس سے فی الحقیقت طبعی محبت رکھتے ہیں نہ بناوٹی۔ اور اگر ہماری روحوں کو اپنے رب سے طبعی و فطرتی تعلق نہ ہوتا تو پھر سالکین کو اُس تک پہنچنے کے لئے کوئی صورت اور سبیل نہ تھی"

تردید دلیل پنجم۔ مرزا صاحب یہ دلیل بھی روح کے حدوث سے متعلق نہیں بوجوہات ذیل۔

وجہ اول۔ بقول آپکے جسطرح بیٹے میں ماں باپ کا کچھ کچھ حلیہ و خوبو پائی جاتی ہے اُسیطرح روحوں میں بھی پائی جاتی ہیں کیونکہ خدا کے ہاتھ سے نکلی ہیں"۔ لیکن جسطرح بیٹے کا خالق یا عدم سے موجود کرنیوالا باپ نہیں ہوتا۔ اسی طرح خدا بھی عدم سے موجود کرنیوالا نہیں کیونکہ بیٹے کی روح یا اُس کا جسمی مادہ نابود نہیں تھا بلکہ موجود تھا۔

وجہ دوم۔ جس طرح بیٹے کے نکلنے یا پیدا ہونے سے باپ یا ماں کا جسمی حصہ بہت کچھ کم ہو جاتا ہے اُسی طرح روحوں کے نکلنے سے (اگر وہ خدا سے نکلی ہیں) ضرور خدا کا بھی بہت حصہ کم ہو گیا ہوگا۔ اور جس طرح انسان کا بیٹا انسان ہوتا ہے پھر اُسیطرح خدا کا بیٹا بھی خدا ہوا۔ پس تمام روحیں بموجب دلیل قرآنی قادیانی کے خدا بن جاتی ہیں جو نہایت ہی مکروہ بات ہے اور صرف صنعت ہونے سے سیرت و خصلت کا اجمالی طور پر آنا بھی ناممکن ہے۔ اسی واسطے روحیں خدا سے نہیں نکلی ہیں۔

وجہ سوم۔ جس طرح صرف باپ سے لڑکا پیدا نہیں ہوا بلکہ ماں سے بھی۔ اسی طرح بقول شما جبتک کوئی خداوند کی ستری معلوم نہو۔ تب تک صرف مرد کے شکم سے بچہ پیدا نہیں ہو سکتا لیکن بتلانا بھی آپ کا ذمہ ہے کہ اللہ کی ستری (جورو) کون ہے جس سے روح بچہ پیدا ہوا اور خدا کی سسرال کہاں ہے جن کی وہ بیٹی ہے۔ مگر صدہا دلائل سے ثابت ہے کہ خدا جورو وغیرہ سے مبرا ہے اسی واسطے روح خدا کا بچہ نہیں اور نہ خدا سے نکلا ہے بلکہ انادی ہے۔

وجہ چہارم۔ بیٹا باپ سے نکلکر ویسا ہی ہوتا ہے مگر تم خدا سے نکلکر ویسے نہیں ہو چونکہ کوئی روح بھی خدا جیسی کیا بلکہ اُس کی ادنیٰ سی قدرت مقابلہ نہیں کر سکتی اور نہ کوئی بھی خدائی صفات روح میں ہے اسواسطے روح خدا سے نہیں نکلی بلکہ انادی ہے۔

وجہ پنجم۔ آپنے جو لکھا ہے "کہ روح خدا کا کلمہ یا ظل کلمہ ہے جو بہ حکمت و قدرت الٰہی روح کی شکل پر وجود پذیر ہو گیا ہے" اور اسکے ساتھ ہی انجیل یوحنا باب آیت ۱۔ ابتدا میں کلام تھا کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا" پر اگر ذرا غور کرو تو آپکو بلکہ سب کو ہمہ اوست کی مخدانہ تعلیم کا قائل ہونا پڑیگا جو ایک سخت گمراہی کا باعث ہے۔ پس کسیطرح بھی کوئی روح کسی سے ہستی میں نہیں آئی بلکہ انادی ہے۔

(حاشیہ۔ بیٹے تین طرح کے ہوتے ہیں کپوت، پوت، سپوت (تم کیسے ہو) کپوت وہ جو باپ سے کم کام کرے مثلاً ہمیں اور نگ زیب۔ پوت وہ جو باپکے مساوی کام کرے مثلاً سکندر بو سلطان۔ سپوت وہ باپ سے بڑھکر کام کرے مثلاً شنکر آچاریہ سوامی دیانند سرسوتی تم قرآنی اعتقاد کے بموجب ادیت کے تلاؤ کر کیسے بیٹے ہو۔)

چونکہ ہم نے نہایت اختصار سے دلائل قادیانی کا (جنہیں وہ قرآنی بتلاتے ہیں) رد کر کے بتلا دیا ہے کہ قرآن میں روح کی ہستی کا نام و نشان نہیں اور نہ علم و عقل کا ذکر و بیان ہے۔ صرف لفظ جمع کر کے اُن کا نام دلیل رکھ دیا ہے حالانکہ انمیں سے دو تین تو اسلام کے حق میں نقصان رساں ہیں اور باقی سوال آسمان و جواب ریسمان ہے۔ جب یہ حال ہے تو کیا اِن کی تردید سے اسلام یا قرآن کی قدر و منزلت کچھ باقی رہ جاتی ہے؟

اب ہم روح کے بارے میں چند فضلائے اسلام کی رائے بھی درج کرتے ہیں

(۱) امام حجت الاسلام محمد غزالی صاحب فرماتے ہیں۔

"اما حقیقت دل (روح) کہ وے چہ چیز است و صفت خاص وے چیست۔ شریعت رخصت نداده ست۔ کہ ویرا بگاوند و برائے ایں بود کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم شرح نکرد و چنانچہ حق تعالیٰ گفت و یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی بیش ازوے دستورے نیافت کہ بگوید کہ روح از جملہ کارہائے الٰہی است و از عالم امر است" (کیمیائے سعادت عنوان اول صفحہ ۸)

(۲) تفسیر حسینی میں ہے شیخ ابو مدین مغربی قدس سرہ فرمودہ کہ این لفظ کہ خدا ما را داده است از علم نہ از آن ماست بلکہ رعایت است نزدیک ما و بر بسیارے از ان نرسیده ایم پس ما علی الدوام جاہلانیم و جاہل را دعوئے دانش نسزد"

(صفحہ ۳۹۵ جلد اول ۱۲۷۴ھ نولکشور)

(۳) تفسیر زاد الآخرت اور تفسیر بیضاوی میں ہے۔

شان اس آیت کا مجھ سے تو سنا
جبکہ بولے قریش سے یہود
کہ محمد سے جا کے پوچھو تم
اور کرو روح کا سوال اُس سے
جو وہ تینوں جواب دے تم کو
تو نہیں خدا وہ شخص نہیں
اور جو بعضے کا بن نہ آئے جواب
تو وہ بیشک نبی برحق ہے
لیک دونوں کا حال شرح و بیان
اُن کی توریت میں وہ تھا مبہم
میں یہ موضع میں شرح فرمایا
تھا سمجھنے کا حوصلہ جو نہیں
بس کفایت اسی قدر پر کیا

کہتے ہیں جیسے قاضی بیضا
جن کو تھا ایک تجربہ مقصود
حال اصحاب کہف لے مردم
اور سکندر کا پوچھو حال اس سے
یا کہ تینوں سے نبیتے ساکت ہو
تم نہ سمجھو نبی پھر اسکے تئیں
اور بعضے کا کہہ سنائے جواب
اُس کی گفتار سر بسر حق ہے
کر دیا اُن کو عزیز روح و روان
اور روح اس لیئے رکھا مبہم
کہ خدا نے نہ اُن کو بتلایا
جس طرح اگلی اُمتوں کے تئیں
حسب فہمید یہ جواب دیا

(زاد الآخرت حصہ ۲ جلد ۱ صفحہ ۳۹۵ سنہ ۱۲۸۵ھ نولکشور و بیضاوی صفحہ ۶۹ سنہ ۱۲۸۲ھ نولکشور)

ناظرین اِن کو پڑھ کر خود انصاف کریں کہ روحانی علم محمدیوں کے قرآن شریف میں ہے یا نہیں اور محمد صاحب جانتے تھے یا نہیں۔ اگرچہ رعنا بہت ہیں مگر شہادت بس ہے۔

غلام احمد "۱۔ اور یہ بات جو کلمات اللہ بصورت ارواح و دیگر مخلوقات جلوہ گر ہو جاتے ہیں سب خالقیت کے بھید و ہمیں سے ایک بھید ہے اور اسرار الٰہیہ میں سے ایک باریک نکتہ ہے جس کی طرف کسی انسانی عقل کو خیال نہیں آیا۔ اور اگر ایسا نہ مانا جاوے کہ خدا تعالیٰ اپنے ہی کلمہ و امر سے ارواح اور اجسام کو موجود پذیر کر لیتا ہے تو پھر آخر یہ ماننا پڑیگا کہ جب تک باہر سے اجسام اور روحیں نہ آویں پر میشر کچھ

کبھی نہیں کر سکتا۔ مگر کیا ایسا کمبخت پرستش ہو سکتا ہے جو حقیقت اپنے گھر سے تو دیوالیہ اور مفلس و تہیدست ہے لیکن کیسی نا ضیحی تفاق سے اُسکی خدائی کا دہندا چل رہا ہو۔ اگر پرمیشر ایسا ہی ہے تو سب امیدیں خاک میں ملگئیں اور ایسے پرمیشر کا بھروسہ کرنا بھی عرض خطر ہوگا!!

نتر دید۔ مرزا صاحب کے متذکرہ بالا بیان سے یہ تو ہر ایک عقلمند جان سکتا ہے کہ انہیں باستی وعلمیت سے قطعی نفرت دکدورت ہے اور انکے جہالت و ضدیت سے قلبی اُلفت و محبت۔ اس موقع پر ہم نہایت بسط کے ساتھ افسوس اور انکی بد اعتقادی سے لوگوں کو خبردار کرنا چاہتے ہیں اور یہ سمجھا تا ہمارا آخری فرض ہوگا۔

واضح ہو کہ روح کے ماننے والوں کے لئے دو طریقے ہیں اور دو ہی طرح سے وہ اس کی موجودگی جان سکتے ہیں خدا سے یا انادی ایکطرف جہل ہے دوسری طرف علم۔ ایکطرف ضد اور خود غرضی دوسری طرف انصاف و صداقت۔ ایکطرف عقلمند ہیں دوسری طرف جاہل۔

فریق اوّل کہتا ہے کہ روحیں یا مادہ اجسام کلاب و امر اللہ ہیں۔ ورانکا جاننا خالقیت کے بھیدوں سے ایک بھید ہے اور خدائی اسرار وں سے ایک ربک نکتہ ہے جسکی طرف کسی عقلمند انسان کی عقل کو آجتک خیال نہیں آیا مگر ایک اعرابی نے اُسکو ظاہر کیا۔ یہ وہ اعرابی ہے جسکی خاطر واسطے خدا نے لولاک لما خلقت الافلاک زمین آسمان اور کل مخلوقات کو پیدا کیا اور جس کی بابت اُسنے خود ہی بیان کیا کہ سب سے پہلے میرا نور پیدا ہوا اُسکے سوا کسی آزاد عقلمند کی گواہی نہیں اور اسی کا یہ بیان ہے کہ خدا تعالے اپنے ہی کلمہ اور امر سے ارواح و اجسام کو وجود پذیر کر لیتا ہے یہ وہی اعرابی ہے جس سے جب روح کی بابت سوال کیا گیا تو ۱۸ روز غار میں چھپا رہا۔ بعد ازاں محو ہو کر نکلا اور صرف یہی جواب دیا کہ روح خدا کا امر ہے زیادہ اعتراض مت کرو ورنہ تم پوچھنے والوں کو سمجھنے کا علم و عقل نہیں اور علی ہذا القیاس۔ یکطرف ایران افغانستان تمام عربستان اور افریقہ کے حبشی اور تاتار کے مغل ہیں۔

نمبر افریق دوم۔ کہتے ہیں کہ روحیں حقیقی ہیں اور مادہ جز ہے دونوں خدا سے نہیں نکل سکتے کیونکہ خدا غیر متغیر ہے اور کسی چیز سے خواہ وہ کتنی ہی بڑی ہو ایک ذرہ بھی نکال لینے سے کم ہو جاتی ہے اور خدا میں کمی بیشی کو راہ نہیں اسواسطے روحیں و مادہ خدا سے نہیں نکلے۔

نمبر ۲۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ روحیں الپگیہ اور دکھ سکھ کو سہ حسن اور اگیان ہیں مگر پرماتما میں ایسے کوئی صفات نہیں مادہ جڑ ہے اور پرماتما سچدانند جیسا گیا تھا یا جیسا تھا ذرہ بھی نہیں اور اگر ہو تو وہ علیم کل نہیں رہتا اسواسطے مادہ اور روح خدا سے نہیں نکلے اور نہ نکل سکتے ہیں۔

نمبر ۳۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ جس چیز میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے وہ قائم بالذات نہیں ہوتی اور نہ اُسکا گیان ٹھیک ہوتا ہے اور نہ وہ کامل ہوتا ہے مگر خدا قائم بالذات اور گیانی اور کامل ہے اسواسطے روحیں یا مادہ خدا سے نہیں نکل سکتے اور نہ نکلے۔

نمبر ۴۔ پھر کہتے ہیں کہ کوئی چیز اپنی صفات کے برخلاف نہیں کر سکتی جسطرح خدا جھوٹ نہیں بول سکتا اور نہ اسکا گیان غلط ہو سکتا ہے مگر روحیں جھوٹ بولتی اور اسکی ترغیب دیتی ہیں اسواسطے روحیں خدا سے نہیں نکل سکتیں اور نہ نکلی ہیں۔

نمبر ۵۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ اگر خدا نے کوئی چیز اپنے اندر سے نکالکر جیسے ہاری ستی نکالکر تماشا دکھلاتا ہے یہ دنیا بنائی تو اس کا نام بنانا نہیں بلکہ بگاڑنا ہے یعنی اپنی حالت بگاڑی اپنی صحت بگاڑی اپنی کاملیت بگاڑی اپنی صداقت بگاڑی اور سب سے علاوہ اپنی علمیت بگاڑی کیونکہ دنیا ملحاظ ذرما نرمانو) کے روسے معقولیت و علمیت کے انادی ہے پس یہ خدا سے نہیں نکلی اور نہ نکل سکتی ہے۔

نمبر ۶۔ جس لزامی دماغ کے دہو کے کیواسطے خدا کو مکڑا کیا گیا۔ جس الزامی دماغ سے دہوکہ کیواسطے سرہ و بیجان بنایا گیا جس الزامی دماغ کے دہوکے کیواسطے خدا کو بالکل گہٹا کمزور بنایا گیا جس الزامی دماغ کے نہ ہونے کیواسطے خدا کا خون پیا گیا جس ہمیں دماغ وہم کیواسطے خدا کو شور خرس الزام خراب کر دیا بڑا جس وہمی دماغ کے سہنے کے واسطے خدا کا تمام گھر برباد کرنا پڑا جس وہمی دماغ کے دہوکیواسطے خدا کا مل شہر رہا۔ عالم نہ رہا۔ جسم نہ رہا اور نہ خالق رہا اور نہ مالک بلکہ خدا ہی نہ رہا۔ حال کہ خال دماغ دماغ پرزے سے پرزے ذرہ ذرہ ٹکڑے ٹکڑے اور روح روح بیلکہ پرانو پرانو ہو گیا و بقول شخصے دل را شگفتہ نجو ہر شکستہ۔ وہ دماغ وہ وہم دور نہ ہوا بلکہ بدستور رہا اور رہیگا سنیے اگر خدا نے مادہ اور روح کو اپنے میں سے نکالا۔ گھر سے نکالا۔ ہاتھ سے نکالا۔ سینہ سے نکالا آنکھ سے نکالا۔ دل سے نکالا۔ روح سے نکالا امر سے نکالا قدرت سے نکالا نور سے نکالا۔ پانو سے نکالا گلے سے نکالا ناف سے نکالا۔ زبان سے نکالا۔ ساق سے نکالا ران سے نکالا دماغ سے نکالا سر سے نکالا۔ لیئے آپ سے نکالا۔ یہاں سے نکالا وہاں سے نکالا عرش سے نکالا۔ فرش سے نکالا علم سے نکالا سب سے نکالا۔ وہاں سے ہی انادی ہوا کیونکہ خدا میں اُسکے گھر میں ہاتھ میں موتھ میں آنکھ میں دل میں روح میں امر میں قدرت میں نور میں پانو میں گلے میں ناف میں زبان میں ساق میں ران میں دماغ میں سر میں لیئے میں یہاں میں وہاں میں عرش میں فرش میں علم میں سب میں ہمیشہ سے وہ مصالحہ روح موجود تھا ور نکالا چہ معنی دارد۔

پس روح و مادہ تو انادی خود بخود ہی ہر ایک طرح سے ثابت ہے
مگر جیسا ہے خرابی کی شامت بلکہ قیامت آئی جس خدا سے تمام روحیں نکلیں جن جن میں حسن وقبح پر مرغ و شتر نکلے جس خدا سے مادہ یا پرانو نکلے وہ خدا کامل نہیں بلکہ خدا ہی نہیں رہا۔ بقول انکے انہیں کی موجودگی سے خدا تھا۔ رفتوں کی موجودگی سے جنگل تھا دختوں کی غارت میں کمی جنگل معقود ہو جاتا ہے روحیں اور مادہ نکلکر جدا ہو گئے۔ خدا بالکل نہیں رہا اگر خدا نخواستہ کچھ رہا بھی تو محض نحیف و ضعیف جیسے روزمرہ محنت و تکلیف کے سوا ایک دانہ گندم بھی میسر نہیں کیا یہ ایمان ہے؟ کیا یہ دین ہے؟ اور کیا ایسے اعتقاد سے راحت کی امید ہو سکتی ہے؟

گر ہمیں مکتب ست و ایں احمد　　　　کار امت تمام خواہد شد

نمبر ۲۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ ایسا ہرگز نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ پرماتما انادی ہے اسکی سب صفات انادی ہیں اسکا علم انادی ہے اسکی عقل انادی ہے وہ رحیم انادی ہے اسکا رحم انادی ہے وہ عادل انادی ہے وہ مالک انادی ہے اسکی ملکیت انادی ہے وہ خالق انادی ہے اُس کی خلقت (دنیا کا پرداد) انادی ہے جب یہ حال ہے تو انادی پرماتما کے ماتحت روحیں اور انادی پرماتما کی قدرت میں انادی پرانو موجود ہیں قانون قدرت انادی کے مطابق عدل (دنیا) سے دیا کرتا ہے اور کاعدہ قدرت کے مطابق ہمہ کال سے پیدا کرتا ہے اور اسیطرح ہمیشہ کرتا رہیگا۔ کیونکہ اسکا کبھی خاتمہ نہیں اور نہ وہ کبھی معزول یا معطل ہے اسواسطے روحیں پیدا شدہ یا نیستی سے ہستی میں نہیں آئی اور نہ آسکتی ہیں مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ کیا ایسا پرمیشر ہو سکتا ہے جو درحقیقت اپنے گھر سے تو وہ مفلس و تہیدست ہے اسکا جواب یہ ہے کہ پرمیشر کو آپنے جسمانی مانا ہے یا غیر جسمانی اگرچہ قرآن میں جسمانی پایا ہے لیکن مرزا صاحب خود نہیں مانتے اسواسطے ہم وہ بحث یہاں نہیں لاتے۔ مگر یہ ہے اگر اسکا گھر کر تو سکونت پر یہ بھی ہوگا اگر گھر محدود ہے تو خدا کے جسمانی ہونے میں کسی اعرابی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ عرب میں بیت اللہ گھر موجود ہے

اُن آریہ بھائیوں کی زبانی جو حج بھی کر آئے ہیں اور یہاں آکر بطالت اسلام سے تائب ہوئے ہیں معلوم ہوا کہ اُس مکان کا مالک کوئی مفلس تہیدست و دیوالیہ ہے جیسے حسب حال سعدی کا یہ شعر ہے۔

چو بیت المقدس درون پر ز تاب　　　　رہا کردہ دیوار بیرون خراب

یعنے خدا کا گھر جو بیت المقدس ہے اندر اُس کا بسبب غیر مرمت اور متعفن ہونے کے اور بخارات کے نہ رہنے کی گرمی سے بھرا ہوا ہے کوئی بارہ یا غرفہ یا دریچہ نہیں سوائے اسکے باہر کی دیوار بھی گرمی ہوئی اور خراب ہو رہی ہے گویا اس گھر کا کوئی مالک ہی نہیں افسوس!

اگر ان گھروں سے مرزا جی کی مراد نہیں ہے بلکہ خدا کو جسمانی سمجھ کر اُسکے جسم کو ہی آپ اسکا گھر سمجھتے ہیں تو بھی بالکل غلط ہے کیونکہ جسم تو روح کا گھر ہے مگر حضرا اسکو مرزا صاحب بھی نہیں مانتے۔ ہاں اگر گھر سے مراد کارخانہ قدرت ہے یا تمام دنیا ہے یا عرش ہے یا آسمان کے اوپر بالائی کرتے ہیں تو اس سے مجازی طور پر ہمیں بھی انکار نہیں بلکہ اقرار ہے کہ اس کارخانہ قدرت میں روحیں اور مادہ ازل سے ابد تک موجود رکھتا اور رہتا ہے کبھی کسی طرح کی کمی نہیں۔ خدا کا دیوالہ کبھی نہیں نکلیگا اور نہ وہ مفلس اور تہیدست ہوگا مگر روحیں و مادہ ضرور انادی ثابت ہو جاوینگا۔ جو قرآن کے حق میں مفید نہیں۔

اس طرح کروڑہا برس سال سے پہلے نہ کوئی روح بھی نہ مادہ تھا ایسکے نہ ہونے سے کوئی اسکی صفات بھی بقول مرزا صاحب الہامی کے خدا دیوالیہ تھا اللہ مفلس تھا رب العرش تہیدست تھا۔ اور ایسا ہی یوم الدین کے بعد ہوگا۔

جملۂ مردہ کجا نور آفتاب کجا ... ہمیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اب اسلامی مذہب کی تعلیم کو غور سے سنیں تو بار بار اپنے دل میں سوچو کہ اگر خدا ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن اور پیغمبر قادیان کہتا ہے تو سب اُمیدیں تمہاری خاک میں مل گئیں اور اس اللہ خیر الماکرین پر بھروسہ کرنا ضرور بعید عقل اور معرض خطر و محل اندیشہ ہوگا۔ خدا آپکے دلوں کو جہالت سے نکالکر علم و عقل غوص و فکر کی طرف لگا وے اور ہمیں آپکی ہدایت کے واسطے روز بروز ہمت دلوے۔ آمین۔

گائے کی بابت اعتراضات کا جواب

معترض ۱۳۷۔ دیکھو ایک طرف آریوں کی فلاسفی یہ بتلاتی ہے کہ گائے جو ایک حیوان ہے مسئلہ آواگون کے رو سے کسی زمانہ میں برہمن کی قوم میں سے یعنی ایک برہمنی تھی۔ اور پھر کسی پلید اور بُرے کام کے ارتکاب سے بعض کہتے ہیں کہ زنا کے باعث سے سزایاب ہوکر گائے کے جون میں آگئی اور پھر دوسری طرف دیکھو کہ اُسی مجرم فاسقہ عورت کی ہندو کے خیالات میں کسقدر تعظیم و تکریم جمی ہوئی ہے کہ گئو یا اُسی کی دُم پکڑ کر پار ہو جاتا ہے۔

تردید۔ گائے کی جو عزت قوم ہنود میں ہے سو صرف اُسکے فوائد کی غرض سے ہے کیونکہ در حقیقت یہ ایسا مفید جانور ہے اور اس سے اسقدر فوائد بنی نوع انسان کو بلکہ اکثر جانوروں کو بھی پہنچتے ہیں کہ احاطہ تحریر سے باہر ہیں اور بعضے تو اس حد تک ہیں کہ وہ بہت سے آدمیوں سے بڑھکر ہیں اور خصوصاً ہندوستان کے ملک میں اگر گائے نہ ہو تو ویرانی و بربادی میں ذرہ کسر نہیں۔ کیونکہ بنیاد بہبودی ملک کی زمینداری ہے اور تمام زمینداری کا سلسلہ گائے کے اختیار اور اسی واسطے ہندوستان کے خورد و کلان کو بہ یک زبان ہے کہ ام کھیتی ہو میو بار نہ کھیدچا کری بھیک منگا دے۔ اور اُسی گائے کی برکت سے ملک ہندوستان جنت نشان مشہور ہے۔ اور وجہ ظاہر ہے کہ بقول قرآن (سورۃ محمد) کے جنت میں نہریں شہد و شراب و آب کی مع مفاخرین ہیں اب دیکھنا چاہیے کہ یہ بات کسقدر قابل اعتبار ہے۔

نمبر ۱۔ تفسیر حسینی سے ثابت ہے کہ دریائے گنگ جسکا پانی نہیں بدلتا بہشت کی نہر ہے چنانچہ در بیان از ابن عباس نقل میکند کہ خدائے تعالیٰ پنج جوئے آب از جنت بر بال جبرئیل نہادہ از آسمان فرو فرستاد اول سیحون کہ نہر ہندوستان ست (تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ ۳ سورۃ مومنون نولکشور)

سیحون شیخ اول و علمائے تمام رود سے ست در ہند کہ بعضے گمان بر ند کہ رود گنگ ست و گویند کہ این رود از بہشت آمدہ کہ آبش خراب میشود از کشف و منتخب و مدارالتحقیقات حمد الکریم خاں)

حدیث مسلم میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیحان و جیحان والفرات والنیل کل من انہار الجنۃ (دیکھو حدیث مسلم مطبوعہ نولکشور ۱۳۱۹ھ صفحہ ۳۸۲ جلد ۲)

نمبر ۲۔ جب گاؤکشی نہیں ہوتی تھی بزرگوں کی زبانی سنا جاتا ہے کہ دودھ بافراط ہوتا چنانچہ روغن زرد ایک روپیہ کا ۸ سیر ملتا تھا اور غلہ فی روپیہ دس من بکتا تھا ہر ایک چیز افراط کے سبب مشہور ہو جاتی ہے چنانچہ دودھ کی کثرت نے مقابلہ عرب جیسے ریگستانی ملک کے دودھ کی نہریں مشہور کر دیں غالباً اس بہ ورت کی طرح دودھ کی کثرت کسی ملک میں نہیں ہے اور یہ حدیث نبوی سے بھی ظاہر ہے جل بت لبنہا شفاء و لحمہا داء گائے کا دودھ صحت بخش ہے اور اُسکا گوشت مرض پیدا کرنے والا ہے۔

نمبر ۳۔ شہد بھی شمالی ہند میں بکثرت ہوتا ہے اور غالباً بہ نسبت اور ممالک کے یہاں زیادہ ہے۔

نمبر ۴۔ شراب بنگالہ میں تاڑی کی کثرت و دیگر ہندوستان میں قند و نیشکر کی کثرت سے طیار ہوتا ہے اور بہشت اور ملکوں کے زیادہ ہے تاڑی کا شراب خرابی بھی نہیں لاتا۔

پس قرآنی جنت کا نشان جہاں ملتا ہے وہ ہندوستان ہی ہے اور یہ تمام باتیں ہندوستان کو گائے کی بدولت میسر ہیں۔

ہم باقی فضولیات کا جواب (جنکا آپنے کوئی حوالہ نہیں دیا) ترک کی دینا چاہتے تھے مگر چند دوست مانع ہوئے۔ کسی ہندو یا آریہ کا یہ اعتقاد نہیں ہے۔

معترض ۱۳۸۔ چنانچہ کیونکہ مقام امرتسر کہیں سنا ہو گئے رحمی سے قتل کرنا ایک تازہ واقعہ ہے جسے ابھی کچھ زیادہ مدت نہیں گذری۔

آریہ۔ کوکوں کو کوئی ہندو آریہ اپنا رہبر نہیں مانتا اور نہ اپنے دھرم کا پیشوا جانتا ہے۔ بلکہ ایک مذہبی فرقہ پنچ پانتا اور وحشیانہ گروہ جانتا ہے۔ ہاں اُنکی چند باتیں عمدہ ہیں جو عموماً ہندو دھرم یا خالصہ دھرم سے اخذ کی گئی ہیں۔ سچ بولنا۔ اشنان کرنا۔ عبادت کرنا ایک ایشور کو یا سا پتو کا پیر ہو جیا۔ مگر بتو بکار ہیو بکا۔ فروتنی پر یار تو بکا توڑنا۔ انھوں نے حضرت محمد کی آیتی تقلید کی ہے اور ایک ست رام سنگھ جی کی خصوصاً محمد ہی کی یعنی مسلمانوں کو ستگرو بنانا اور کشش کرنا چنانچہ ابھی تک رسول شان ہیں مجوزہ میں اور مومن مومنہ سکھ سکھنی بنے ہوئے ہیں۔ اور شباب کا خصوصاً نامہ نگار اُنکو ہندوا دیتا ہے۔ باقی اُسکے اور دعوے سراپا فضول ہیں۔ اور انہیں لایعنی دعووں نے ہی اہل ہنود کو خصوصاً ملول کیا۔ اُن ہی کا قول ہے۔

مذہبی مسائل ما کے سب کو مبدا نا ... آساں نہ کامل ہے کوئی اور نہ جانا

اِن باتوں سے کوئی دانا اُنہیں ملامت نہیں کرتا اور نہ کر سکتا ہے ہاں اودھ یا جہالت کا جو خاص حصہ تھا اس کی کوئی تعریف نہیں کر سکتا۔

فصاحو مثلاً اگر تعلیم احمدی پر غور کریں تو سزا پاتا آپ جیسے حدیث میں ہے قتل الموذی قبل الایذاء اور اگر دوسری روایت پر غور کریں خاتج البقر قاطع الشجر حائع الخمر بائع التر کی الدہر تو بھی اچھا کیا اور بقول محمد صاحب کے دوزخ کے عذاب میں تھا ہو سکے واسطے کمی کردی اور اگر حضرت علی علی الرحمۃ کے قول پر عمل کریں لاتجعلوا بطونکم مقابر الحیوانات تو بھی کچھ برا نہیں کیا۔ اور اگر حافظ کے قول پر غور کریں۔

مباش در پئے آزار ہر چہ خواہی کن ... کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

تو بھی برا نہیں کیا۔ اور اگر توریت کے قول پر غور کریں۔ خدا نے کہا کہ دیکھو میں ہر ایک بیجدار نباتات کو جو تمام روئے زمین پر ہیں۔ اور ہر ایک درخت کو جس میں بیجدار پھل ہیں دیتا ہوں اور یہ تمہیں کھانے کے واسطے ہوگا اور زمین کے سب چرندوں کو اور آسمان کے سب پرندوں کو اور سب کو جو زمین پر رینگتے ہیں جس میں زندگی کا دم ہے سب طرح کی سبزی اُنکے کھانیکے لئے دیتا ہوں (توریت کا باب آیت ۲۹ و ۳۰) تو بھی کچھ برا نہیں کیا۔

وشنع بیغمبر عربی آشکارست کہ تعظیم زہرہ مے کرد بجز ازان محبت مو یا خوش احسان آن ؛
اور اس کی تائید مخزن الادویہ سے بھی ہوتی ہے کیونکہ اسکے صفحہ ۴۰۲ سے ۴۰۳ تک جو چیز متعلق بزہرہ لکھی ہیں وہ عموماً حضرت برغبت استعمال کرتے تھے (دیکھو مخزن الادویہ مطبوعہ محمدی پریس دہلی ۱۲۸۲ء)

اور اس کی تائید تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۱۸ سے بھی ہوتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زہرہ ایک بدکار ملعونہ عورت بلکہ ایک طوائف تھی اور فتنہ کیا کرتی تھی۔

اس بدکار ملعونہ عورت سے نسبت لگانا حضرت کو زیبا نہ تھا کیونکہ پہلے آپ ہی اس زہرہ یعنے طوائف کو ایک فاسقہ عورت کی بگڑی ہوئی جون قرار دینا اور پھر اس کی عزت کرنا کہ اسکی بڑائی کے اظہار کرے وایسکے نسل پر تیار ہو جاتا یہ کس قسم کا الہام ہے اور کیسی فلاسفی ہے اگر تلاش کرو تو تمام دنیا میں مسلمان جیسا عموماً اور بہی قادیانی جیسا خصوصاً وحشیانہ جوش ایک کارطوائف (جیجہ یا زہرہ) کے لئے کسی قوم میں ہرگز نہیں پایا جاویگا بلکہ جاہل سے جاہل قوم بھی اس کی مصداق نہ ہوگی جیسے کہ مسلمانوں کو زہرہ کی محبت ہے اور تمام دینی کاموں کا انحصار اسی فاحشہ کی محبت پر ہو گیا۔ بعض متعصب مولویوں کو یہ بھی کہتے سنا ہے کہ اصل میں تو اب نماز زہرہ کا اس سے بھی بڑھکر ہے مگر خدا نے بعد روحی مصلحت بے اختیار اس کا ضروری نہ سمجھا ہاں اشارتاً قرآن میں بھی اس کا ثواب مذکور ہے مگر حجاب ضروری ہے۔ (دیکھو سورۃ جمعہ)

جب یہ حال ہے تو گویا کتب اسلامیہ کا صاف اقبال ہے کہ مسماۃ زہرہ یعنے جمعہ مقدسہ درحقیقت انہیں کی ہمن سلائی یا معلاقی ہے۔ اسکے ساتھ ہی ذکر دیو سماج کی وجہ تسمیہ پر بھی غور کرو۔

عشق و معقل کہ آمد عقل را اول نبود   دردو دا مانیکہ اول چراغ خانہ بود

اسی طرح فاضل اجل عالم اکمل مولوی عبد الرحیم صاحب اپنی کتاب کشف اللغات میں صفا مروہ کی نسبت فرماتے ہیں صفا موضعی ست در مکہ معظمہ کہ آنرا صفا و مروہ گویند آن دو سنگ اند نزدیک کعبہ مسلمانان آنجا سعی میکنند و آن یکے از مناسک حج ست میگویند کہ ایشان بر دو در کعبہ زنا کردہ بودند حقتعالیٰ ایشان را مسخ کرد ؛ دیکھو کشف اللغات جلد اول ردیف ص صفحہ ۵۰۵ مطبوعہ ۱۲۸۴ لکھنؤ ہند)

صفا نام کوہیچہ در مکہ معظمہ و کوہچہ دیگر کہ مروہ نام دارد و نیز از انجاست حاجیان درمیان صفا و مروہ کہ تخمیناً دو صد قدم مسافت دارد و سعی کنند اے مے دوند ودین دویدن یکے از لوازم حج است ؛ از غیاث صفحہ ۳۰۷ ردیف ص۔

اور قرآن سورہ بقر میں ہے ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما ترجمہ صفا اور مروہ نشان ہیں اللہ کے پھر جو کوئی حج کرے اس گھر کا یا زیارت تو اس کو گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف میں اسی پر تفسیر سید احمد خانصاحب فرماتے ہیں اگر اس حضرت ابراہیم کے زمانہ سے لات بلکہ اس زمانہ کی وحشی قوموں کی عبادت پر خیال کریں تو تحریر کے اور کچھ پایا نہیں جاتا کہ وہ لوگ آپس میں حلقہ باندھ کر کھڑے ہو جاتے تھے اور کودتے تھے اور اچھلتے تھے اور وہ سارا حلقہ کا حلقہ اسی طرح چکر کھاتا تھا اور اسی جوش و خروش میں ننگے ہو جاتے تھے اور سکتے تھے اور اُن کی تعریف کے گیت گاتے تھے جن کی وہ عبادت کرتے تھے اسی نماز کا نشان اسلام میں طریقہ ابراہیمی پر موجود ہے جس کا نام مذہب اسلام میں طواف کعبہ قرار دیا ہے اور ابن عباس سے مشکوۃ میں روایت ہے کہ ان النبی صلعم قال الطواف حول البیت مثل الصلوۃ ترجمہ آنحضرت نے فرمایا کہ کعبہ کے گرد طواف کرنا مثل نماز کے ہے پھر فرماتے ہیں اسی قسم کی پرستش

اب بھی بعض بعض وحشی قوموں میں پائی جاتی ہے حضرت ابراہیم خدا کے لئے ایک من گھڑا پتھر کھڑا کر لیتے تھے اور جو عبادت یا نماز ہوتی تھی وہ اسی کے گرد ہوتی تھی اس حضرت ابراہیم کے زمانہ میں کوئی خاص سمت قبلہ کا بجز بغیر اُس نشان کے جسکو وہ قایم کر لیتے تھے اور کچھ نہیں پایا جاتا۔ پھر فرماتے ہیں بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ اولاً پتھر کا پوجنا بنی اسمعیل میں اس طرح شروع ہوا۔ کہ جب اُس سے کوئی مکہ سے جاتا تو حرم کے پتھروں سے ایک پتھر اٹھا لیتا تھا۔ اور مکہ اور کعبہ کے شوق میں جہاں اُترتے تو اُس پتھر کو رکھ لیتے اور اُسکے گرد مثل کعبہ کے طواف کرتے ؛ (دیکھو تفسیر احمدی سورہ بقر جلد اصفحہ ۱۸۶ سے ۱۸۷ مطبوعہ علیگڈھ)

پھر سید صاحب فرماتے ہیں رمی جمار (ان اصنام سنگریزہ برح سہ مرتبہ) کی کوئی ٹھیک وجہ معلوم نہیں ہوتی تمام ارکان حج اسلام میں وہی بحال ہے ہیں جو زمانہ جاہلیت میں تھے اسلام میں بھی مثل دیگر ارکان کے عملدرآمد ہے ؛

پھر فرماتے ہیں جو کچھ زیارت تھی وہ یہی تھی کہ لوگ جمع ہو کر اُس زمانہ کے وحشیانہ طریقہ پر خدا کی عبادت کرتے تھے ننگے سر ننگے بدن یا ہوا۔ ننگ دھڑنگ ان دیواروں کے گرد جو خدا کے گھر کے نام سے بنائی گئی تھیں اُچھلتے اور کودتے اور حلقہ باندھکر جو گرد پھرتے تھے جس کا نام ہم نے طواف رکھا ہے ؛ (دیکھو تفسیر احمدی جلد ا سورۃ بقر صفحہ ۲۴۲ و ۲۴۹)

باب سوم

وید اور آریوں کی علمیت

غلام احمد ۶۹ ا۔ اس زمانہ میں ایک سن کا بچہ بھی تھوڑا سا جغرافیہ پڑھکر معلوم کر سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی زمین کیسی باہنر مشتمل ہے اور کیسے پر نگار رنگ کی مخلوقات پر یہ زمین پر آباد ہو رہی ہے اور خدا تعالیٰ نے کسی کو عقل میں فہم میں دنیا میں ان میں آریوں کی نسبت بہت زیادہ ترقیات بخشی ہیں۔

تنزویہ جس جغرافیہ سے آجکل بچہ بچہ اور جس علم ہیئت سکولوں کے مڈل جماعت اور جس علم طبعی آجکل کے نوآموز لڑکے دنیا کے حالات۔ عالم بالا کے عجائبات اور پیدائش عالم کے کیفیات سے لبریز ہو جاتے ہیں قرآن اُس سے بالکل بیخبر ہے۔ اور اگر سچ پوچھو تو محض نادان ہے قرآن زمین کو ہموار اور بساط کے مثال سمجھتی اور پہاڑوں کو میخ لگے میخوں کے بتاتا ہے۔ پس قطع النظر علمیت حلا تیکے خدا تعالیٰ مصنف قرآن کو بھی تنزلاً ملتی ہے۔ حالانکہ جغرافیہ دان جانتے ہیں کہ زمین گول بلکہ نارنجی کے ڈول ہے وہ کھڑی نہیں بلکہ دوان ہے۔ یہاڑ میخیں نہیں بلکہ زمین سے ہی ابھرے ہوئے ہیں پس راصاحب اس جغرافیہ سے قرآن بالکل حیران ہے قرآن شہاب ثاقب رعد وغیرہ کی ماہیت سے بدرجہ نہایت دور ہے اور علم منطقی یا مبتدیہ کے سمجھتے کا اس میں وہی نہیں بلکہ بنیبرل قصور ہے مگر آریوں کی علمیت فضیلت و کمالیت فلاسفی کا لوہا ایک زمانہ مانتا ہے۔ اور اپنا مورث اعلیٰ ملکہ پر سیل جانا ہے مفصل حال جس کا آگے مذکور ہے اور عیر مذاہب کے فضلا کی ربانی انکا ثمہ ور۔

جسے آریوں نے وید وکت دہرم چھوڑ کر۔ تو ہمات پرستی اعتقاد کی ثبت ماینتر تقلید کو بھی ترک کیا عقل کل کو چھوڑا۔ لہذا عقل نے بھی اُن سے منہ موڑا۔ راستی ہے۔ در حقیقت جہالت میں چور ہو گئے مگر اب بھی کوئی اسلامی اُن سے عقل و دانش میں زیادہ نہیں بلکہ جہالت اور بُت پرستی ماہ پیر بردف آمادہ ہیں جو ابو جہلی خون کی تاثیر ہے اور واقعی اصلی جاگیر۔

غلام احمد ۷۰ ا۔ کیا اتنے بڑے جہان کا مالک ایک کہ تنگ و بخیل آدمی کی طرح ہمیشہ کیلئے ایک خاص ملک تک اپنے فیوض الہامی محدود رکھ سکتا ہے کہ تو وہ الہام جس پر اس قدر ناز ہے یعنے وید عجیب قسم کا الہام ہے کہ اول سے آخر تک بجز مخلوق پرستی کے بات نہیں کرتا پنڈت دیانند نے تاویلات میں بہت کوشش کی مگر کوئی کچ سیدھا ظاہر کرتے ہیں

کہاں تک ذکر یں ۔ ارے آخر کچھ بھی نہ ہوسکا وید کی تعلیم مخلوق پرستی کی ایک آدھ مقام میں تو نہیں کہ چھپ سکے وہ سارا انہیں خیالات سے بھرا ہوا ہے۔

تردید ۔ یہ تمام گمان کا کامل و عز متغیر و لاتبدل ہوتا۔ تو ہم نہایت بسیط تکذیب براہین احمدیہ میں ثابت کر آئے ہیں (دیکھو صفحہ ۹۰ سے ۱۱۲ تک)

اَتّا و لاتّ کا جواب سنئے سوامی جی نے ایک سر مو تاویل نہیں کی۔ اور ذات کی ذات منبع الصفات الحسنات سے ممکن ہوا۔ کیونکہ انہوں نے تمام ترجمے وید مقدس کی پرانی تفسیروں یعنی برہمن گرنتھ۔ ایتریہ سام و دیہان برہمنوں اور نگھنٹو۔ نرکت نرکتوں ۔ اور اشٹ ادھیائی و مہابھاش گراموں کے مطابق جابجا حصلا و علما کی شہادتیں درج کی ہیں حوالہ دیئے ہیں بلکہ کوئی ایسا منتر کم ہوگا جسکے ترجمہ میں حوالہ نہ دیا ہو۔ ہاں ہم ملاں حطرہ ایمان کی طرح اکا کوئی بھی عوضے نہیں تھا۔ چار امور کی بابت جھلا لوگ گمان کرتے ہیں کہ سوامی جی نے وید بھاش میں تاویلیں کی ہیں۔

اول مورتی پوجا اور اوتار۔ دوم مخلوق پرستی و آفتاب پرستی۔ سوم۔ ایشر کی واحدانیت۔ چہارم ویدوں میں تمام علوم کے اصول کا ہونا۔ چونکہ خود وید مقدس سے دوسری سوامی جی مہاراج بھی ثبوت دیکھے ہیں ہم غیر مذہب کے علما کی شہادت کرتے ہیں اور اہل یعنی اعتراض کا دنداں شکن جواب دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں تاکہ جھلا اور ناواقف لوگوں کی زبان آئندہ کے واسطے قفل سکوت لگے جس سے وہ نہ خود گمراہ ہوں اور نہ اپنے سے کم عقلوں کو گمراہ کرنیکی کوشش کریں۔

نمبر ۱۔ مورتی پوجا و اوتار نمبر ۱۔ شری پنڈت تارا چند رشاستری اپنی کتاب استری دھرم سنگرہ میں فرماتے ہیں عرصہ دراز سے اس ملک کی رسومات بدل گئیں اور انکے بدلنے کا سبب یہ ہے کہ گذشتہ پنڈتوں نے سب سے راجاؤں کے عجیب غریب حالات اور طبیعت کے جوش کر موالی کہانیوں کو اور مختلف طور کی متوں کا ذکر اور کار اور صدہا اقسام کے وید کے خلاف ہدایتوں کو گھڑ کر انکو تحریر میں لا۔ ان گرنتھوں کا نام پران و اتہاس رکھا جب ان کتب کا اس ملک میں اچھی طرح رواج ہوگیا۔ تو دھرم شاستر کا رواج نہایت کم ہوگیا سبب اس کے مرد اور عورتوں نہیں قدیم ویدوں اور شاستر کا علم نہیں رہا اور اسکے یہ ہوئے ہم لوگ جہالت اور جہالت سے مفلسی کو پہنچ گئے (دیکھو رسالہ ہند و ماند صفحہ ۷ مورخہ یکم اکتوبر ۱۸۸۳ء حصار اول نمبر ۵)

نمبر ۲۔ پادری اسمتھ صاحب اپنی حق کی تحقیق میں فرماتے ہیں کہ وید میں پرمیشر کی تعریف اس طرح پر کیگئی ہے اور وہ بن ہاتھ پاؤں کے پکڑتا چلتا اور بن آنکھ کے دیکھتا اور بن کان کے سنتا اور وہ سب کچھ جانتا پر اسے کوئی نہیں جانتا (دیکھو کتاب مذکور صفحہ ۲۲ مطبوعہ ۱۸۷۷ء امریکن مشن پریس لودیانہ)

نمبر ۳۔ پھر وہی پادری صاحب فرماتے ہیں رگوید خدا کے حق میں یوں کہتا ہے کہ تو واحد مطلق اور واحد اور سب سے اول ہے اور سب آن اور تمام کردہ۔ تو بھو۔ بھو۔ ندہ اور تینوں کال۔ رتن اور سب سے بہار ہے (دیکھو کتاب مذکور صفحہ ۷ مطبوعہ ۱۸۷۷ء)

نمبر ۴۔ آریہ لوگ۔ خداوند سے آگاہ تھے اور انکے درمیان اسکے بہت نام تھے (سائنس آف دی لنگویج صفحہ ۲۷۳)

نمبر ۵۔ ایک محقق ال ایڈیٹر صاحب بہادر حیدر نگر علاقہ فرانس نے تحریر فرماتے ہیں۔ بعنوان بت پرستی اور وید۔ ایڈیٹر صاحب اخبار سینیمین کلکتہ میرے ایک دوست نے آج صبح مجھ سے اس پانچ ہزار روپیہ کے انعام کا ذکر کیا (جو آپکے اخبار میں درج تھا) جو آریہ سماج کلکتہ نے اس شخص کے لئے جو حاظر خواہ یہ بات ثابت کرے کہ بت پرستی وید سے نکلی ہے مقرر کیا ہے۔ میں نے تھوڑا حصہ ویدوں کا پڑھا ہے جو پختہ طور پر یقین دلانے کے لئے کافی ہے۔ کہ خواہ بت پرستی ہندو مذہب کسی روسے پھیلی ہو مگر وید اس کا منشا نہیں لیکن کیا یہ اچھا نہیں ہے کہ اس کی تعریف کیجائے کہ بت پرستی کیا ہے؟ کیا یہ اس غیر محسوس لاانتہا وجود واز قسم مرسب

یا ایک وقت اور گیان سے خدا اور اسکی صفات کا حرف اس غرض سے مجسم بناتا ہے کہ دیوتا کے تصویر کی تصویر ان کے سامنے اس بت جدا منہ درپ کی تصویر لکھی جاوے جسکو اس نے سوچا یا پڑھا ہے۔ یا یہ کہ بلا خیال صداقت اس مطلق کے صرف مادی شکل کی پرستش کرتا ہے میرے خیال کے بموجب اول کا نام بت پرستی نہیں ہے اور دوسرے کا نام بت پرستی ہے۔ دونوں صورتوں میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ تریدی نے بعض حرف پرماتما کی صفات مطلق کا ذکر ہے اور ان صفات کے مطابق کی ہندوؤں کے سروہتوں نے مختلف شکلیں بنائی ہیں سمجھدار ہندو جانتا ہے کہ ان شکلوں کے کیا معنے ہیں اور پہلے تعریف کے بموجب پرستش کرتا ہے۔ جاہل ہندو شکلوں کو لیتا ہے اور انکی پرستش کرتا ہے اور اسطرح بت پرستی میں پڑ جاتا ہے۔ (دیکھو اخبار مذکور ہفتہ وار مورخہ ۱۲-۱۴ اپریل ۱۸۸۶ء نمبر ۱۶ جلد ۴ کالم ۶)

نمبر ۶۔ پروفیسر میکس مولر صاحب ایک خط میں ملا سعر کی چھٹی مورخہ ۲۴ جنوری ۱۸۷۳ء نقل ہے یہ چٹھی از مقدم کرنا تک لکھی گئی تھی۔ کہ ہم نے وید ہمارے پاس آگئے ہیں۔ ہم نے انہیں سے دریافت کی ہیں۔ جو کہ انکی سچائی و قطعی کو ظاہر کرتی ہیں۔ اور جس سے بت پرستی نیست و نابود ہوتی چلی ہے۔ جبکہ انکو یہاں کے باشندوں کے سامنے پیش کرتے ہیں انکے دل پر بہت اثر کرتی ہیں خدائی و حدانیت صفات اور سورگ نرگ کی کیفیت جیسی کہ جانتے وید میں خوب ہے (سائنس آف دی لانگویج صفحہ ۱۷۶)

نمبر ۷۔ مخلوق پرستی و آفتاب پرستی۔ نمبر ۷۔ پادری رجب علی صاحب فرماتے ہیں کہ ہندو لوگ جو معترضوں کے نزدیک کہ جن کو لفظی اور ظاہری بحث کی غرض ہے اور جنکو معنوی اور باطنی امور میں مس تک نہیں۔ ملزم ہی کیوں نہ ہوں مگر غور پسند اور منصف شخص جو سورج پرستی کی فلاسفی سے ماہر ہوگا کبھی انکو (جو ہر قوم کے بلحاظ مذہب آنکا جگا وہ بے ہوئے ہیں) ملزم نہ گردانیگا۔ اگر کبھی اس جرم سے محرم نہیں ٹھہر سکتا۔ کیونکہ ہندوؤں کے اصل الاصول میں جو وید میں ان کا کہیں تذکرہ نہیں۔ مفسروں کا قصور ہے جنھوں نے غلط اور بے سرو پا تفسیریں کیں معترض اگر انصاف پر آئیں تو ہندوؤں کو اس الزام سے ملزم کر سکتے ہیں۔ اور نہ اکبر کو۔ ملا صاف طور پر اسکی فلاسفی سمجھ سکتے ہیں اس میں کچھ شبہ نہیں کہ دنیا میں جسقدر چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ پرمیشور کا مظہر سورج ہے۔ قدامت سکی صفات کی علم حیالوجی سے بخوبی معلوم کر سکتے ہیں (دیکھو تجارتیہ صفحہ ۱۶۹)

ایک مورخ یورپین لکھتا ہے سب سے پہلے آریوں کی پرستش کا طور وید کے مطابق تھا ہندوؤں کے مذہب کی بنیاد وید ہے انکی حال کی بت پرستی اس ہی سے نکلی (دیکھو تاریخ ہند مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۴ سطر ۱ ۱۸۵۲ء)

نمبر ۸۔ ولیم ہورنس صاحب فرماتے ہیں گائتری وید کی ماتا ہے۔ یہ الفاظ جن میں سوریہ کے واسطے دعا ہے (جیسا کہ بعض جہلا کا خیال ہے) نہیں ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ ایسا گیان سروپ ہوسکتا پرکاشک ہے جسکے مقابلہ کا کوئی جلال نہیں جس سے ہم کو پرکاش ملے۔ اور تمام کو مدد دینے والا ہے جس سے تمام آسن نکلتے ہیں اور جسکی طرف آخری سب رجحان ہے یعنی جو سب کا مقصود اصلی ہے اور سورج ظاہری اس سے بھی نہیں بلکہ روح اور عقل کا بھی محافظ ہے وہی اس منتر کا اصلی منشا ہے (دیکھو انکے ترجمہ منو سمرتی انگریزی کا دیباچہ صفحہ ۸ مطبوعہ کلکتہ)

نمبر ۹۔ پھر وہ صاحب موصوف کہتے ہیں جو فارسی ترجمہ منو کا ہوا ہے وہ نہایت خراب ہے اور اس مترجم نے بہت سے معنے کیے ہیں۔ وہ منو کے مطلب کو بالکل نہیں سمجھا ہے اور اسی واسطے منو کے شاستر کے بالکل خلاف ہے (دیکھو منو سمرتی کا ترجمہ انگریزی کا دیباچہ صفحہ ۸)

نمبر ۱۰۔ ایک یورپین مورخ فرماتے ہیں وید میں کرشن اور لنگ کی پرستش کرنے اور اسکے قصوں کا ذکر نہیں لکھا ہے اور اس کرشن اور راما اور لشن کے اوتار اور پرستش کا کچھ بھی نہیں معلوم ہوتا ہے (دیکھو تاریخ ہند مطبوعہ کلکتہ صفحہ)

نمبر ۱۱۔ پھر یہی مورخ بیدوں کی ہدایت پر اب لوگ عمل نہیں کرتے ہیں انکے عوض عرض اور ایسا باتیں اور دستور جو پیچھے سے نکلے ہیں مقرر کئے گئے ہیں (تاریخ ہند مطبوعہ

کو منع کیا ہے۔ (۱) وہ جو بعد دھونے ہاتھ اور پاؤں یا اعضا نہانے کے باقی بچے۔
(۲) جو پانی کسی شخص کے پینے کے بعد بچے (۳) ایسی جگہ کا پانی جہاں دھوبی کپڑے دھوتے ہوں
(۴) ایسی جگہ کا پانی جہاں چنڈال قصاب و دیگر غیر اقوام کے لوگ غسل کرتے ہوں۔
(۵) جہاں عورتیں بعد حیض یا جننے کے مادر آلودہ لوگ غسل کرتے ہیں۔

مہارشی منوجی نے منو دھرم شاستر کے چوتھے ادھیا میں لکھا ہے کہ پیشاب، تھوک، کپڑا یا کوئی اور چیز غلاظت آلودہ۔ خون یا کسی ہر قسم کا زہر پانی میں کبھی مت ڈالو (دیکھو ڈاکٹر صاحب موصوف کا لیکچر انگریزی مورخہ نہم اپریل ۱۸۸۲ء)

نمبر ۴ موسیقی نمبر ۲۸۔ سر ولیم جونس صاحب اور ریورنڈ صاحب فرماتے ہیں کہ آریوں کے یہاں علم راگ یا موسیقی نہایت ترتیب اور شائستگی سے بھرا ہوا ہے۔ انکے یہاں چوراسی راگنیاں ہیں جن میں سے چھتیس راگنیاں عموماً مستعمل ہیں اور ہر ایک کی تال سُر علیحدہ ہیں اور طبیعت کے خاص خاص لونوں کو برانگیختہ کرتے ہیں ہر ایک جداگانہ تاثیر رکھتی ہیں۔ (دیکھو مخزن العلوم جلد ۷ نمبر ۱۱)

نمبر ۲۹۔ یورپ میں ثابت کیا گیا ہے کہ علم موسیقی کی کان فی الواقع ہندوستان آریہ ورت ہی ہے۔ (دیکھو اخبار نور افشاں صفحہ ۲ کالم ۳ مورخہ ۱۷ نومبر ۱۸۸۲ء)

نمبر ۳۰۔ ایران کے نامی بادشاہ بہرام نے یہاں سے گانے والے بلوائے تھے علم موسیقی اب تک بھی آریہ ورت کی مانند دوسری جگہ نہیں ہے (رہنمائے ملک محمول صفحہ ۹۴ سنہ ۱۸۷۶ء)

نمبر ۳۱۔ برہمن اپنا ایجاد کیا ہوا علم موسیقی رکھتے تھے سات سُر جو اب ہیں حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے کم از کم چار صدی قبل ایجاد کئے گئے تھے۔ تار سے عربستان میں اور وہاں سے یورپ کے علم موسیقی میں گیارھویں صدی میں داخل ہوئے مگر یہ فن اسلام کے عہد سلطنت میں زوال میں آگیا (تاریخ ہند ہنٹر صاحب صفحہ ۸۷)

نمبر ۵۔ انجنیری۔ نمبر ۳۲۔ مولوی الطاف حسین صاحب فرماتے ہیں کہ فن عمارت میں جو آریوں کی قدیم کتابیں ہیں ان کو انصاف کی نظر سے دیکھ کر ایک واضع ہندوستانی نے جو مضمون لکھا ہے اس میں اسکے قواعد کو بہت ترتیب کے ساتھ بیان کیا ہے اس مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فن کے اصول کو آریہ لوگ بخوبی سمجھتے تھے اور بہت سے قاعدے اسکے انہوں نے ایجاد بھی کئے۔ (دیکھو مخزن العلوم جلد ۷ نمبر ۱)

نمبر ۳۳۔ آریہ لوگ عمارت کے کام سے بخوبی واقف تھے جہاز بنانا جانتے تھے پینے اور ملنے کی عمارت رکھتے تھے معدنیات سے خبردار تھے (سائنس آف دی لنگویج صفحہ ۲۷۲)

نمبر ۳۴۔ ہندوؤں کی عمارت دیکھنے سے معماری کے فن کی باریکی اور خوبی دریافت کرنے کا ذوق اور شوق پیدا ہوا تھا۔ اس نے چاہا کہ اپنے دارالخلافہ کو ان شہروں کا ہمسر کرے جنکو اس نے فتح کیا تھا۔ محمود نے ہندوستان کے شہروں کی عظمت و رستان دیکھ کر بہت خوش ہو کر اپنے دارالخلافہ میں جا کر انکو بھی رونق دینے کا ارادہ کیا اور سنگ مرمر [illegible] ایک مسجد بنانے کا حکم دیا (تاریخ ہند صفحہ ۱۱۴ سنہ ۱۸۵۲ء کلکتہ)

نمبر ۳۵۔ محمود نے متھرا سے حاکم غزنی کو ایک شقہ لکھا تھا کہ یہاں ہزار عمارتیں ہیں کہ جو اسلام کے موافق مضبوط ہیں یہ شہر ہزاروں دینار خرچ ہو کر طیار ہوا ہوگا ایسا شہر دو سو برس سے کم میں نہیں بن سکتا ہے (تواریخ ہند ۱۸۵۲ء صفحہ ۱۱۱)

نمبر ۶ علم الحساب نمبر ۳۶۔ کتابیں بھی اس ملک میں الٰہیات۔ نجوم۔ ہیئت۔ ہندسہ۔ جغرافیہ۔ تاریخ۔ اخلاق۔ صرف و نحو۔ عروض۔ قافیہ۔ منطق۔ حکمت۔ جر ثقیل۔ طب۔ موسیقی وغیرہ سب علموں کی سنسکرت اور پراکرت میں اچھی اچھی موجود تھیں۔ مگر مسلمانوں نے اپنی عملداری میں ہندوؤں کے تمام شاستر غارت کر دئے۔ پھر بدعملی اور بے انتظامی جو ہوئی کے باعث ان علموں کا پڑھنا پڑھانا ایسا گھٹ گیا کہ اب جو کوئی بھی کتاب ناقص ملتی ہے تو اسکا پڑتا ہے اول اور سمجھانے والا نہیں ملتا (دیکھو گول ہتا لک صفحہ ۲۴)

نمبر ۳۷۔ حکیم بقراط نے جو آتما کا گیان آریہ ورت سے حاصل کر کے یونان میں پھیلایا تھا۔ (دیکھو تاریخ ویدک مصنفہ مسٹر وائنر صاحب کا صفحہ ۳۵ و ۹۳)

نمبر ۳۸۔ مسٹر انفلید صاحب بہادر و مسٹر سیتنگی صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ فیثا غورث نے روحی کا مسئلہ مشرق آریہ ورت کے حکما سے حاصل کیا تھا (دیکھو ان کی کتابیں جلد ۳ صفحہ ۹۳۔ اور دوسرے صفحہ ۵۷۲)

نمبر ۷۔ صنعت نمبر ۳۹۔ روئی کا کپڑا ہندوستان کی مصنوعات میں ایسی مشہور چیز ہے جس کی خوبی و نزاکت مدت تک ضرب المثل رہی ہے اور بناوٹ کی عمدگی میں اب تک بھی کسی اور ملک کے آدمیوں سے اسکی برابری نہیں کی۔ ریشم بہم پہنچانا۔ اور ریشمی کپڑے بنانا غالباً وہ قدیم سے جانتے تھے۔ اور سنہری اور روپہلی کمخواب زربفت وغیرہ شاید انکی ایجاد ہے۔ ان کپڑوں پر رنگتوں کی چمک دمک اور پختگی میں اب تک بھی اہل یورپ آریوں کی ہمسری نہیں کر سکے۔ اسکے سوا بعضے اور فن بھی ایسے ہیں جن میں اگلے زمانہ کے ہندوؤں کو خاص دستگاہ تھی مگر انصاف یہ ہے کہ ان لوگوں کی نظر زیادہ تر حکمت نظری پر مقصود رہی۔ حکمت عملی کی طرف بہت کم توجہ کی۔ اور اہل اسلام کی عملداری سے اس حکمت نظری کو بھی یوماً فیوماً تنزل ہونے لگا۔ یہاں تک کہ ہندوؤں کی یہ قدیم مصنفوں کی کتابیں شہادت دینے کو موجود نہ ہوتیں تو آج انکی موجودہ حالت ایسی تاریکی میں بھی جس میں اگلے زمانہ کی روشنی کا پتہ ملتا۔ (مشہور جریدہ مخزن العلوم جلد ۷)

نمبر ۴۰۔ آریہ قوم خوبصورت ہوشمند چست و چالاک و اعلیٰ مرتبہ کی ہوتی تھی۔ اور اس زمانہ میں قوم آریہ لوہار کا پیشہ اور دروگری اور ہر فن سے واقف تھے۔ اور گاڑی و پیالہ کشتی تلوار زرہ بکتر بناتے تھے (ہسٹری آف ہندوستان مسٹر ایلفنسٹن صاحب صفحہ ۱۲)

نمبر ۸۔ سلوتری نمبر ۴۱۔ میکس مولر صاحب فرماتے ہیں کہ فیروز شاہ بادشاہ کے عہد میں ایک کتاب جس میں مویشی وغیرہ کی امراض و علاج کا ذکر ہے عربی میں ترجمہ کی گئی ہے (سائنس آف دی لنگویج صفحہ ۱۰۶)

نمبر ۹۔ راجنیت نمبر ۴۲۔ چھٹی صدی عیسوی میں ایران کے بادشاہ نوشیروان نے بعد ازاں بزرویہ کو واسطے حاصل کرنے اس ودیا کے آریہ ورت میں روانہ کیا۔ اور اس نے یہاں آ کر اس کا ترجمہ فارسی میں کیا۔ اور اپنے ہمراہ لے گیا جس سے وہ بادشاہ عادل مشہور ہوا اور بغداد دار السلطنت قرار پائی اور بغداد کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے عیسیٰ کی نویں صدی میں اس کا ترجمہ عربی میں ہوا جس کا نام کلیلہ دمنہ ہے پندرھویں صدی میں اسکا ترجمہ عبرانی ہوا اور اب تک جس کا ترجمہ تقریباً کل زبانوں میں موجود ہے شیخ ابوالفضل نے بھی اسی کتاب کا از سر نو ترجمہ کر کے عیار دانش نام رکھا۔ اور وہ اب تک سنسکرت میں موجود ہے اور جس کا اصل نام پنچ تنتر ہے۔ اسی کتاب سے وشنو شرما پنڈت نے انتخاب کر کے برائے تعلیم فرزندان راجہ پاٹلی پتر کے ہتوپدیش نام رکھا (دیکھو انوار سہیلی کا دیباچہ)

نمبر ۱۰۔ شریعت نمبر ۴۳۔ مسٹر ولیم جونس صاحب بہادر جو سپریم کورٹ کے جج تھے فرماتے ہیں کہ یہ منوسمرتی کسی وقت میں یونان اور مصر و فارس تک بھی رائج تھی۔ اور اسی پر عملدرآمد ہوتا تھا۔ (دیکھو نور دھرم سار مصنفہ راجہ شیو پرشاد الہ آباد ۱۸۸۲ء صفحہ ۱)

نمبر ۴۴۔ سوائے مصری، ایرانی، یونانی اور رومن قانون کی بنیاد کے باعث ہوئے اور منو کے قوانین کا امر یورپ کے کل قوانین سیاست مدنی میں اب تک پایا جاتا ہے۔ (دیکھو رسالہ انگریزی دی بائیبل ان انڈیا)

نمبر ۱۱۔ منطق نمبر ۴۵۔ پادری ٹی جی اسکاٹ صاحب فرماتے ہیں کہ منطق بہت پرانا علم

اور قدیم زمانہ سے صرف دو قوموں یعنے یونانیوں اور ہندوؤں (آریوں) کے درمیان پایا جاتا تھا سب قوموں نے ان ہی سے یہ علم لیا۔ لیکن یہ ٹھیک معلوم نہیں کہ آیا یونانیوں نے ہندوؤں (آریوں) سے پایا یا کہ ہندوؤں کو یونانیوں سے ملا۔ بعض یہ گمان کرتے ہیں کہ یونانیوں کو علم منطق ہندوؤں سے ملا اور بعض اسکے برعکس ہیں۔ اغلب یہ ہے کہ ان دونوں قوموں نے علیحدہ علیحدہ علم منطق ایجاد کیا۔ یونانیوں سے رومیوں نے اور فنیوں سے یورپ والوں نے یہ علم پایا۔ یونانیوں سے اہل عرب نے بھی پایا (رسالہ منطق صفحہ ۳ دفعہ ۴ ۱۸۷۵ء لواہر نسر)

نمبر ۴۶۔ مہاراجہ رامچندر جی کے وقت مہاتما رشی گوتما چارج نے وید مقدس سے استخراج کر کے نیائے درشن بنایا اور علم تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے منطق کی کتاب کوئی نہیں ہے"۔

نمبر ۴۷۔ مسٹر کرن صاحب اپنی تصانیف میں فرماتے ہیں کہ "ہندوستان کی فلسفہ کی تاریخ مختصراً تمام دنیا کی فلسفہ کی تاریخ ہے (دیکھو رسالہ بائبل ان انڈیا)

نمبر ۴۸۔ مسٹر پی وایزایم ڈی صاحب فرماتے ہیں کہ آریہ لوگ منطق و یاکرن علم فلسفہ کے مائل تھے۔ اور ان کی نظم نصیحت آمیز جو ہیں وہ باجبر ترجیح رکھتی ہیں (ہسٹری آف میڈسن صفحہ ۲۰)

نمبر ۴۹۔ سر ولیم جونس صاحب بیان کرتے ہیں کہ آریہ لوگوں کا علم ریاضی۔ نجوم تاملی سے بڑھ کر تھا۔ اور علم موسیقی آرچی میڈس سے بڑھکر تھا اور علم الہی فلاطون سے بڑھکر تھا اور منطق ارسطو سے بڑھکر تھا (دیکھو ہسٹری آف میڈسن صفحہ ۲۴)

نمبر ۱۲۔ نجوم نمبر ۵۰۔ میکس مولر صاحب فرماتے ہیں کہ "خلیفہ المنصور عباسی کے دربار میں ایک ہندوستانی نجومی نقشہ حرکات سیاروں کا معہ ان کی حرکت اوسطی اور کیفیت کسوف و خسوف کے لایا۔ خلیفہ نے محمد بن ابراہیم الفزاری سے اسکا ترجمہ کرایا۔ اور سدھ ہند یا ہند سند نام رکھا" (سائنس آف لنگویج صفحہ ۱۶۵ و جامع القصص الہندیہ مطبوعہ وانس ۱۸۳۸ء)

نمبر ۵۱۔ جوتش جس کو علم نجوم کہتے ہیں پنڈت لیسٹ جی مہاراج نے ویدوں سے اسکا استخراج کیا۔ چنانچہ ان کی سالی لیتک سوریہ سدھانت اینکے موجب ہے" (دیکھو رسالہ مفید الحیات صفحہ ۱)

نمبر ۵۲۔ سر ولیم جونس صاحب فرماتے ہیں کہ تقسیم علم ستارہ نہ یونان اور نہ عرب جانتے تھے۔ مگر ہند میں نہایت قدیم زمانہ سے تھا" (ہسٹری آف میڈسن صفحہ ۲۶)

نمبر ۵۳۔ پروفیسر ولسن صاحب بیان کرتے ہیں کہ علم نجوم اور علم اخلاق اور علم حکمت میں آریہ لوگ بہت مشہور تھے"۔

نمبر ۱۳۔ جبر مقابلہ نمبر ۵۴۔ میکس مولر صاحب فرماتے ہیں "خلیفہ المامون کے وقت میں محمد بن موسےٰ نے سنسکرت سے جبر مقابلہ کا عربی میں ترجمہ کیا اور البیرونی نے سانکھ شاستر اور یوگ شاستر کا ترجمہ عربی میں کیا (سائنس آف لنگویج صفحہ ۱۶۵)

نمبر ۵۵۔ ایل سی کاڈی صاحب عربستان کے ایک مشہور سیاح ڈاکٹر فرماتے ہیں کہ علم ہندسہ کسی ملک کے آدمی نہ جانتے تھے مگر صرف آریہ ورت کے" (دیکھو مفید الحیات صفحہ ۱)

نمبر ۵۶۔ جبر و مقابلہ لوگ ہمارے دیش سے ہی سیکھے ہیں پہلے یونانی کا نام جس نے جبر و مقابلہ اس ملک سے سیکھا تھا ڈرایوفنٹس تھا۔ ولسن صاحب اپنے جبر و مقابلہ میں جو انہوں نے ڈرایوفنٹس کی کتاب سے ۱۸۱۶ء میں نقل کیا ہے لکھا ہے کہ ڈرایوفنٹس نے اپنی کتاب میں اس آریہ ورت کے لوگوں نے جو ایجاد کئے ہیں"

نمبر ۱۴۔ اقلیدس نمبر ۵۷۔ ڈاکٹر ہیبو صاحب پرنسپل بنارس کالج جو سنسکرت زبان کے بڑے عالم ہیں انہوں نے بعد تحقیقات بسیار کے یہ بات ثابت کی ہے کہ آریہ ورت کے ویدک زمانہ میں اقلیدس کا علم معلوم تھا (دیکھو رسالہ سنسکرت کی فضیلت)

آریہ لوگوں نے علم ہندسہ کامل طور سے ایجاد کیا۔ جس کے رو سے مختلف عمل علم ریاضی کے نہایت صحیح پیدا کئے یہی طریق شمار ماخوذ ہند۔ عرب والوں سے یوروپیانوں کو دستیاب ہوا جہاں پر یونانی اور رومی طریق شمار بذریعہ حروف الف ت کے مشکل سے ہوتا تھا (دیکھو ہسٹری آف میڈسن مؤلفہ وائز صاحب صفحہ ۲۸)

نمبر ۱۵۔ ہیئت نمبر ۵۸۔ تین ہزار سال سے زیادہ عرصہ گذرا کہ برہمنوں نے سال شمسی کا حساب کسی قدر صحیح پڑتالا اور ان کو تین سو ساٹھ دن میں تقسیم کیا۔ اور پانچسال عرصہ کے بعد ایک لوند کا مہینا زیادہ کیا تاکہ فی سال کے سوا پانچ چھٹکل دن کا حساب صحیح ٹھیک ہو جاوے برہمن چاند کی ہشتوں اور سیاروں کی گردشوں اور منطقۃ البروج سے واقف تھے۔ اور قبل یونانیوں کے ہند میں آنے کے یعنے عیسےٰ سے ۳۲۷ سال پیشتر علم ہیئت میں بہت ترقی کر چکے تھے۔ برہمنوں کی علم ہیئت دانی کی شہرت مغرب کی سمت پھیلی اور تخمیناً سنہ ۷۹۸ء میں انکی کتابیں عربی میں ترجمہ کی گئیں۔ اور اسطرح یوروپ میں پہنچی جب مسلمانوں نے سنہ ۱۰۰۰ء میں ہند پر یورش کرنی شروع کی اسوقت سے برہمنوں کا علم معرض زوال میں آ گیا تاہم ہند میں وقتاً فوقتاً نامور ہیئت دان ہوتے رہے اور انکے اکاس لوچن (یعنے رصد خانے) ہنوز بنارس اور دیگر مقاموں میں دیکھنے میں آتی ہیں۔ چنانچہ راجہ جے سنگھ نے ستاروں کی اس فہرست میں جو ٹالیسی عالم ہیئت دان یعنے وی کالاٹر صاحب نے ۱۲۰ء میں شائع کی تھی۔ اصلاح دی" (دیکھو تاریخ ہند مصنفہ ڈبلیو ہنٹر صاحب صفحہ ۸۵)

نمبر ۵۹۔ مئی ۱۸۸۱ء میں موضع بخش علی پرگنہ یوسف زئی ضلع پشاور سے ایک کپتان کو بحالت کھودنے ایک پرانی عمارت کے ٹوٹے پتھروں میں درخت کے پتوں میں لکھی ہوئی ایک ریاضی کی کتاب ملی اس کے بارہ میں ڈاکٹر آر ہیلی صاحب نے ایک رسالہ شائع کیا اول یہ ایشیائی مشرقی کانگرس میں پڑھا گیا اس کا ایک حصہ بہت کچھ ضائع ہو گیا ہے موجودہ پیمانہ اس کتاب کا ۶-۳/۴ انچ ہے مگر ڈاکٹر موصوف خیال کرتے ہیں کہ اس کا پیمانہ ۷ + ۸-½ انچ تھا۔ اس وقت اس کے محفوظ اوراق ۷۰ کے قریب ہیں بہ مشکل ڈاکٹر صاحب نے ۱۰ اشلوکوں کا ترجمہ کیا ہے مصنف اور کتاب کا نام بالکل نہیں ملتا۔ اس میں صرف حساب کا ذکر ہے سوالات کے حل کرنے کا قاعدہ ایسا آسان ہے کہ بالکل غور و فکر کے وقت دقت نہیں ہوتی اور بہت جلد جواب حاصل ہوتا ہے اسکے قواعد آسان ہیں اور ہر ایک قاعدہ کو معہ تمثیل بیان کیا گیا ہے عموماً ایک قاعدہ کو دو تمثیلوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور جو بات کسیقدر مشکل تھی اس کو بہت مثالوں سے بیان کیا ہے قواعد نظم میں مگر اس کی تشریح نثر میں کی ہے۔ ہر چیز کو سولہ زون میں تقسیم کیا ہے اور جس چیز کو بیان کیا ہے اسی قواعد پر لفظ تا ایسی کے معنے میں استعمال کیا ہے ڈاکٹر موصوف کا خیال ہے کہ یہ قاعدہ برہم گپتا اور بھاسکر سے بالکل علیحدہ ہے اگر کسی مقام پر نفی سے مراد ہے تو + علامت کی گئی ہے آجکل یہ نشان بالکل برعکس استعمال ہوتا ہے ڈاکٹر ہو آر نیلی کی یہ رائے بہت صحیح ہے کہ ہندوؤں نے علم حساب وغیرہ کسی سے حاصل نہیں کیا نہ لوگ خود اس علم کے موجد ہیں۔ کتاب مذکور کی تاریخ کی نسبت کوئی رائے ڈاکٹر موصوف ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ یہ ہندی کتاب اس زمانہ کی ہے جبکہ یہاں شائستگی کا زمانہ عروج پر تھا یہ کتاب جس ملک میں دریافت ہوئی ہے کسی زمانہ میں وہ سلطنت کابل کے متعلق تھی اور ابتدائی حکومت میں مسلمان بادشاہوں نے اسکو خوب غارت کیا تھا اور تعلیم یافتہ لوگوں کا اس زمانہ میں یہ قاعدہ تھا کہ وہ اپنی تصنیفات کو مثل خزانہ کے عزیز سمجھ کر دفن کر دیتے تھے۔ ڈاکٹر موصوف کہتے ہیں کہ غالباً مسیح کی تیسری یا چوتھی صدی میں یہ کتاب لکھی گئی" یہ بات اچھی طرح سے ثابت

نمبر ۷۴۔ مس کار پنٹر صاحبہ فرماتی ہیں کہ "زبان سنسکرت صرف اس ملک کی بلکہ تحقیقات سے اکثر ممالک یورپ کی زبان ثابت ہوتی جاتی ہے باوصفیکہ آریہ ورت کو اسکے مادری ہونیکا فخر ہے تاہم اکثر ایسے حق شناس ہیں کہ اس کی تحصیل کے شوق سے چراغ مردہ کی طرح بالکل تاریک ہیں"۔ (رسالہ انڈین ایسوسی ایشن ماہواری مطبوعہ لنڈن)۔

نمبر ۷۵۔ ڈاکٹر جوس انگلنگ سابق سیکریٹری ایل ایشیاٹک سوسیٹی نے ایڈنبرا کی یونیورسٹی میں سنسکرت حاصل کرنیکے پچھلے اور موجودہ طریقوں کے متعلق ایک مختصر سی کیفیت بیان کی صاحب موصوف نے اس زبان کو نہایت درجہ کا مفید ثابت کرنیکے لئے میدان تقریر میں خوب ہنگامہ آرائیاں کیں۔ نہ صرف وہی جو بیان کیں کہ جن سے زبان کا انتہا مالامال نظر آتا ہے۔ بلکہ یہ بھی بخوبی ثابت کر دیا ہے کہ سنسکرت اپنے حاصل کرنیوالوں کو انعام میں قدیم آریہ بنسیوں کی سیاست مدن اور اطوار معاشرت کا بند قفل کھولنے کلید بھی عطا کرتی ہے فی الحال جس کا سینہ اصلاح آریہ ورت کی آتش شوق سے منور ہے مندرجہ کیفیتیں انکے مبارک کاموں میں بہت ہی ممد اشتغال تجربہ کی حاذقگی صاحب موصوف نے فرمایا کہ بیشتر جو قوانین مذہب اور معاشرت باہمی کے دستور اس کثرت سے رائج تھے اور اس وقت بھی سرزمین آریہ ورت میں ایسے بے اندازہ وسعت سے پھیلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں ان ساری باتوں کا علم صرف سنسکرت ہی کی بدولت میسر ہوا۔ ورنہ آریوں کے حالات گذشتہ کی تحقیقات سے قوائے ذہنی کو واقفیت کا سامان بہم پہنچائے بغیر اُن لوگوں کے لئے کہ جنکا اب آریوں سے فرمان روا قوم کے ایک رکن ہونیکی حیثیت سے واسطہ پڑتا ہے درستی سے حکومت کرنا امر محال تھا اور پھر اس کو آریوں کے محسوسات و ذہنی معلومات کا دریافت کرنا اور انکی معاشرت باہمی اور امور اخلاقی کا جاننا نہایت ہی دشوار ہوتا اور تاوقتیکہ امور متذکرہ بالا سے واقفیت نہ ہوتی وہ محکوموں کی ترقی کے اوضاع ملکی سے مناسب اسباب کے بہم پہنچانے میں کبھی کامیاب نہ ہوتے۔ زبان سنسکرت کے قدیمی نوشتوں سے واقفیت نے بہت ہی جلد یہ باتیں بتلا دیں۔ کہ فی الحال جو آریہ ورت میں اسباب ترقی کے قائم کرنیکا ارادہ کیا گیا ہے اور اس مبارک مقصد کے جاری کرنے میں اکثر رواج اور دستور شدہ راہ پائے گئے وہ صرف نئی ایجاد ہیں بلکہ اکثر باتیں تو قدیمی اصول سے بالکل مخالف ہیں جیسے ستی ہونے کی رسم قدیم ترین نوشتوں سے ایک ذرہ تعلق نہیں رکھتی۔ اور یہ جو نئے ہندو صحایف (پرانوں) میں اُس کے کچھ تذکرے ہیں۔ وہ تو رگوید کے بعض مسایل کی سہواً غلط فہمی ہے یا ارادتاً اُس کی تعبیر میں حرکت سے کام لیا گیا ہے صاحب موصوف نے بہت سی رسوم موجودہ اور زمانہ حال کی روحوں کو جو ترقی کے لئے زہر کا حکم رکھتی ہیں اصول مذہب آریوں سے بالکل مخالف ثابت کر دکھلایا ہے۔ اور اُسکے دعوے کے سارے اثباتی دلایل میں سے ایک بھی انکا طبعزاد نہ تھا۔ بلکہ دوسرے بڑے بڑے معتبر آریوں کے مستند مقولوں سے منقول تھے اُنکے لیکچر کا نتیجہ نہایت مستحکم طور سے اس بات پر مبنی تھا کہ آریہ دیش میں اُنکے دہرم قدیم کے اصول کی واقفیت جہاں تک عام کیجاویگی ملک سے تنزل کے اسباب اور نئی ترقی کے سد راہ آپ سے آپ اکھڑ اکھڑ کر دور ٹرے جائینگے اور زبان سنسکرت سے ناواقفیت کی عام تاریکی جیسے جیسے کم ہوتی جاویگی ویسے ویسے آریہ ورت نرتی اصلاح اور شائستگی کے مبارک نوروں کا چشمہ بنتے بنتے اصلی حالت پر آتے ہی آفتاب نیمروز کی طرح خود ممالک یورپ پر ضیا افگن نظر آویگا۔ لیکچر کے خاتمہ پر صاحب موصوف نے زبان سنسکرت کی انشا اور اُسکے صرف و نحو کی عدیم المثل درستی میں جو متقدمین نے محنتیں کی تھیں ان کی داد دی"۔ (از رسالہ انڈین ایسوسی ایشن انگریزی مطبوعہ لنڈن)۔

نمبر ۷۶۔ ڈاکٹر شیلر صاحب بہادر جو رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے جنرل سیکریٹری تھے وہ بھی سنسکرت کی فضیلت کے نہایت اعلیٰ درجہ کے قایل تھے"۔ (دیکھو اُنکا مضمون بمعارف ماہ دسمبر ۲۴ سنہ ۱۸۸۰ء)۔

نمبر ۷۷۔ تائیر ویلز صاحب فرماتے ہیں کہ سنسکرت تمام زبانوں کا مخرج ہے اور اُس کی علامتی اور لٹریچر نہایت قابل تعریف ہے (ڈاکٹر موصوف کا دیباچہ)۔

نمبر ۷۸۔ سر ولیم جونس صاحب فرماتے ہیں کہ نہایت کامل زبان یونانی ہے اور نہایت وسیع زبان لاطین ہو مگر سنسکرت دونوں زبانوں پر فوق رکھتی ہے اور صرف نحو میں کامل ہو۔

نمبر ۷۹۔ فریڈرک وان سیگل صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ سنسکرت یونانی لاطین اور جرمنی سے تعلق نہیں رکھتی ہے بلکہ آبا و اجداد سے ہے اور یہی اُن کا عقدہ ہے جسکے سبب سے میکس مولر کہتا ہے کہ یہی زبان آریوں کی قدیمی ہے اور ویاکرن سیا بنی رشی اور متقدمین کے نہایت کامل ہیں۔ اُس میں فلاسفی سائینس و ودیا علم الٰہیات لکھے ہوئے ہیں کہ جسکا یورپ مشکور ہے (دیکھو تاریخ میڈسن وائز صاحب صفحہ ۲۱ و ۲۲)۔

نمبر ۸۰۔ قوم آریہ تہذیب میں مشہور تھی اور صرف و نحو کامل انکے پاس تھا۔ اور وہ زبان بھی اُنکے پاس تھی جسکا کوئی دوسری زبان مقابلہ نہیں کر سکتی (دیکھو کتاب انکاٹ صاحب کے صفحہ ۲۰)۔

نمبر ۸۱۔ ینیپ نیر صاحب نے ثابت کر دیا ہے کہ "میں از روئے یقین بیان کرتا ہوں کہ سب زبان کی اصل ایک ہی زبان سنسکرت ہے اور بنی آدم مشرق سے مغرب کو آئے"۔ (لیکچرز آف دی سائینس لنگویج صفحہ ۱۵۲)۔

نمبر ۸۲۔ چینیوں کا عنقریب ہر مذہبی لفظ سنسکرت زبان کا ہے۔ اور سنسکرت ہی چینیوں کے مذہب کی کلید ہے اور اُسکے سیکھنے کو چینی جاتری انڈیا میں آتے تھے چینی سنسکرت زبان کو برہم کے نام سے پکارتے ہیں"۔ (میکس مولر صاحب کی سائنس آف دی لنگویج)۔

نمبر ۸۳۔ واضح ہو کہ ہندوستان ملک قدیم اور خطہ مردم خیز ہے اصل باشندے اُس کے آریہ لوگ بالفعل شاید وہی ملقب بہ ہندو ہیں۔ اور جیسا کہ یہ ملک قدیم ہے مگر افسوس کہ یہ اس ملک کی کوئی تاریخ ایسی نہیں کہ جسکے دیکھنے سے حال وید قدیم معلوم ہو سکے ہاں کتب مذہبی میں البتہ قدیم اور ہمیشہ رہنے والا ہے اصل مذہب و قدیم دہرم صرف اُس سے دریافت ہو سکتا ہے۔ پس سب دہرم سبھاؤں کو لازم ہے کہ بید کیطرف توجہ فرماویں اور اُس سے اصل مذہب کی راہ جانیں اور سمجھ لیں کہ جس طرح دریا کی نکاس کی جگہ معلوم کرنیکے لئے پہاڑ کے نالے کا جھرنا دیکھنا ضرور ہے اسی طرح دہرم قدیمی کی اصل دریافت کرنیکے واسطے بید کا مطالعہ لازم ہے۔ لیکن بسبب نہ رہنے چرچا علم سنسکرت کے لوگ پڑھنے اور جاننے وید سے معذور۔ اور اصلی دہرم کا معلوم ہونا اور اختلاف مذاہب کا مٹنا بدون بید جاننے کے ممکن نہیں اور اگرچہ بید تمام مجموعہ ہدایت ہے مگر اب تک اُسکے خاص کر ہدایت سے بھرے ہیں"۔ (دیکھو برہم سماج بریلی کا ماہواری رسالہ بابت یکم جولائی سنہ ۱۸۷۶ء جلد ۱ نمبر ۲ صفحہ ۳۱ و ۳۲ مطبوعہ روہیلکھنڈ بریلی)۔

نمبر ۸۵۔ ایک اور صاحب فرماتے ہیں ہندوؤں کی قدیم کتابیں کچھ تو مذہبی ہیں اور کچھ غیر مذہبی زبان سب کی سنسکرت ہے۔ اور لفظ سنسکرت کے معنے کامل کے ہیں یہ زبان مقدس تصور کیجاتی ہے زبان سنسکرت جسکے الف با۔ ۴۹ حروف کی ہیں نظم و معرفت و فلسفہ نظری سے نہایت مناسبت رکھتی ہے خیالات جس عمدگی اور صفائی سے اور پورے پورے اس زبان میں ادا ہوتے ہیں اور کسی زبان میں نہیں ہو سکتے چونکہ حال کی اکثر زبانوں مثلاً یونانی۔ لاطینی۔ فارسی وغیرہ کو اس زبان سے زیادہ لگاؤ ہے اسواسطے بہت سے فاضلوں نے جن کی فضیلت میں کسی کو کلام نہیں اُس کی تحصیل میں بہت ہی سعی کی ہے اہل جرمنی میں پہلے پہل تو صاحب نے سنسکرت کیطرف توجہ کی اور اپنی زبان میں اسکی صرف و نحو لکھی اسی زبان ہی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب کسی ملک اور کسی قوم میں علوم کا ظہور نہ تھا سب ہندوستان میں علم کی بڑی ترقی تھی۔ فی زمانہ اس ملک میں قریب چودہ میں زبانوں کی

بولی جاتی ہیں ان میں اکثر سنسکرت سے نکلی ہے اور اس کی سلاح در شاخ ہیں جیسی آریہ سنسکرت سے نکلی ہیں اُن سے پالی اور پراکرت بہت قدیم ہے اور اب بھی وسط ایشیا کی سطوح مرتفع کی زبان سنسکرت سے مناسبت رکھتی ہیں۔ ہندوؤں کی مذہبی بول میں سے چار وید ایک نہایت قدیم مجموعہ ہے۔ یہ وید ہندوؤں کی مذہب اور قانون اور علم کی بنیاد ہیں ہندوؤں کی باقی کتابوں کی اصل یہی وید ہیں نظم کی کتابو نمبیر ترجمہ مسائل بھرے ہوئے ہیں قانون کی کتابوں میں وید کے ہی احکام لکھے ہیں ویدہی کو فلسفی اپنے مسائل کی بنیاد ٹھہراتے ہیں ویدہی کو صرف نحوی اپنے قواعد کا ماخذ بتلاتے ہیں۔ غرض کل علوم کے عالم اسی مجموعہ کو اپنے علم کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں۔" (از اتالیق پنجاب لاہور ۱۸۷۱ء)

نمبر ۸۴۔ لتھیانہ علاقہ یوروپ میں جو زبانیں رائج ہیں ان کی زبان قریب سنسکرت کے پائی جاتی ہے۔ اس صوبہ کے رہنے والوں میں سے ہر شخص کی زبان پر سنسکرت کی مثالیں اور پیشوا نیں موجود ہیں اسکے باشندوں کی اصل آریہ خاندان سے نکلتی ہے۔" دیکھو کانتی برگ اخبار ۱۸۸۶ء اور اسطرح وویا پرکاش مارچ ۱۸۸۹ء صفحہ ۲۰)

نمبر ۸۵۔ السرڈ مارٹی صاحب نے اپنی زبان کی ترتیب کے مضمون میں بعض قدیمی یونانی زبانوں کا مخرج سنسکرت سے نکالا اور اُس پر حسب ذیل ریمارک قابل توجہ دیا ہے "آسمانی خدا کو یونانی لوگ زی اس پیٹر کہتے ہیں اور اس بات کا خیال کیا جاتا ہے کہ ریڈ کی آواز ڈی کے بہت مشابہ ہے اسلئے زی اس دراصل ڈی اس پیٹا ہے لاطینی اسی خدا کو ڈی ایس پیٹر یا جو پیٹر کہتے ہیں اب وید میں آسمانی خدا کو دیش پتی کہتے ہیں اسواسطے ہمارے عیسائی خدا باپ کا اصلی جیونی جو عہد عتیق کا باپ ہے ظاہر ہو جائیگا یہ ریمارک میں اس لئے لکھتا ہوں کہ عام یہ قائم کردہ رائے جیسی کہا جاوے کہ "عبرانی دفاتر علم ہوں یا نہ ہوں ہر نوع نہایت ہی قدیم ہیں اور سب سے پہلی زبان میں لکھی گئے ہیں" نہ یہ امر صحیح ہے کہ عبرانی قصہ جات نہایت ہی قدیمی ہیں نہ کہ عبرانی سب سے پہلی زبان ہے۔ بلکہ برعکس اسکے جیسا کہ گولڈ زی ہر صاحب ثابت کرتا ہے کہ قصہ جات اخذ کئے ہوئے ہیں اور زبان جو ان کی ہے یا تیسرے درجہ کی حالت میں ہے۔

نمبر ۸۸۔ اپنے زمانہ میں سر ولیم جونس کہتا تھا کہ سنسکرت کا انشا نہایت قدیم ہے اور موسیٰ کے زمانہ سے پہلے مصر یونان ہندوستان میں مذہب بھی تھے جہاں تک مصر کی بابت کہا جا سکتا ہے اور جو تحقیقات لیپ سی۔ ایس بن۔ چمپولین۔ لی مارنٹ۔ بگلیڈن وغیرہ محققوں نے کی ہے اُنسے ایشیاٹک سوسائٹی کے لایق پریزیڈنٹ کا دعویٰ ثابت تاہم ہوتا ہے۔" (دیکھو کتاب جیس کا صفحہ ۸۰ سے ۹۱ تک)

نمبر ۸۹۔ ہنر وج صاحب اپنی تواریخ میں لکھا ہے کہ گذشتہ زمانہ میں ہندوؤں کی شائستگی کسی قوم سے روئے زمین پر کم نہ تھی بے نظیر زبان سنسکرت کے علما و فلاسفر منطق۔ ریاضی ہیئت وغیرہ مختلف علوم میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ یہ ملک اپنے علوم و فنون اور صنعت و تجارت میں تمام اقوام روئے زمین سے ممتاز و بہتر تھا۔ اسملک کی شائستگی کو کوئی ملک نہ پہنچتا تھا۔ یونان نے اسی ملک کے علوم سے سبق پایا ہے۔ ارسطو۔ افلاطون اسی سرزمین کے خوشہ چین تھے۔ ہر ملک اور قوم اسی ملک کی زبان اور علوم سے شائستہ ہوئی۔ (دبدبہ قیصری بریلی صفحہ ۵ جلد ۱ نمبر ۲ ۱۸۸۹ء)

نمبر ۹۰۔ حال ہی میں سر سیل گریفن صاحب نے بمقام گوالیار اپنی سپیچ میں فرمایا ہے کہ علم سنسکرت ایک چشمہ ہے جس سے مختلف علوم پیدا ہوئے ہیں اور ممالک یورپ نے اسی علم سے بہرہ پایا ہے۔" (دیکھو دبدبہ قیصری بریلی صفحہ ۵ کالم ۲ نمبر ۲ جلد ۱ ۱۸۸۹ء)

نمبر ۱۷۔ تجارت و اخلاق نمبر ۹۱۔ ڈاکٹر ہیر یڈیوکس صاحب فرماتے ہیں کہ "یہ بات ظاہر ہے کہ ہندوستان ہی کی تجارت ان لوگوں کو جو اسملک مصر میں آکر تجارت کرتے تھے مالامال کرتی تھی۔ اور ہندوستان ہی اُن بڑے فراوانی کا چشمہ ہے جس کو حضرت سلیمان نے جمع کیا تھا اور اُن کی بدولت بیت المقدس بنایا تھا۔" (دیکھو مصر کی تاریخ نام سوم حصہ اول صفحہ ۳۳ و ۳۴ مطبوعہ ۱۸۸۶ء)

نمبر ۹۲۔ پادری ڈیبے صاحب فرماتے ہیں "قدیم زمانہ کے برہمنوں میں اوصاف انسانیت۔ دیانتداری۔ رحم بیغرضی فی الجملہ تمام اوصاف پائے جاتے تھے اور اپنی تعلیم و تمثیل سے اوروں کو وہی اوصاف سکھلاتے تھے۔ اور اسی وجہ سے ہندوؤں میں کم از کم اُن کے قول میں وہی اخلاقی اصول پائے جاتے ہیں جو یورپ میں ہیں ہند کی سرزمین سے ہی نوع انسان کے لئے ظاہر ہوئے اور اسی وجہ سے مغرب کے بہت دور دراز ممالک کے باشندوں میں تہذیب کے قوانین اخلاق و تعلیم مذہب کا اثر باقی ہے (ماڈرن انڈیا انگریزی)

نمبر ۹۳۔ زمانہ سلف میں ہند اور بحر مڈیٹرینین کے بندرگاہوں میں کسی خاص طرح سے تجارت ہوتی تھی جیسا کہ شمس اور ہند کی دیگر تجارتی اشیا کی سنسکرت نام سے واقف تھا۔ اور ہند کی پیداوار کی جنکا ذکر توریت میں آتا ہے۔ ایک بڑی فہرست بنائی گئی تھی۔" دیکھو تاریخ مصر صفحہ ۱۲۴)

نمبر ۹۴۔ ملطوث کا باشندہ حکیم طیوث یونانی مورخ جو مسیح سے ۵۴۹ برس پیشتر گذرا ہے وہ اپنی تصنیف میں ہند کا صاف صاف بیان کرتا ہے اور حکیم طلیسیاس نامی مسیح سے ۴۰۰ سال پہلے اس طرف آکر فارس میں آیا وہ ہند کی تجارتی پیداوار اور رنگوں کپڑوں اور بندروں اور طوطوں کی خبر دیتا ہے۔" دیکھو تاریخ مصر صفحہ ۱۲۴)

نمبر ۹۵۔ مسٹر ٹی وائیز ایم ڈی صاحب فرماتے ہیں کہ ہندوستان کی بدولت و لیاقت اور حکمت نے سکندر اعظم کے دل پر نقش کر دیا اور سکندر نے اپنے لشکر کو یہ کہا کہ اب ہم اس مشہور ملک (گولڈن انڈیا) کو جہاں بلا انتہا دولت ہے روانہ ہوتے ہیں۔ جو کچھ کہ ہم نے ملک ایران میں دیکھا ہے وہ اسملک کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔" دیکھو ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۲)

نمبر ۹۶۔ متھرا کی دولت اور خوشحالی کا احوال جو محمود نے لکھا ہے وہ اس وقت کی تاریخ کی صحت کیلئے مفید ہے۔ لوٹ میں پانچ سونے کی مورتیں آئیں جنکی آنکھیں لعل کی تھیں۔ ایک اور مورت میں ایک بیش بہا یاقوت تھا۔ اسکے سوا ایک سو مورتیں چاندی کی لوٹ میں آئیں جو ایک سو اونٹ پر لادی گئیں۔" (تاریخ ہند ۱۸۵۲ء صفحہ ۱۱۲ کلکتہ)

نمبر ۹۷۔ محمود غزنوی ۲۲ روز متھرا میں رہ کر بہت نقصان کرتا رہا اور پھر قنوج پر چلا۔ وہاں اس نے ایسا ایک شہر دیکھا جو کہ مسلمان مورخوں کے قول کے مطابق عظمت میں آسمان کی ہمسری کرتا تھا۔ یہ شہر دو ہزار برس سے بھی زیادہ سے ہندوؤں کے مذہب کا خاص مقام تھا اور اسکی آبادی تیس میل کی وسعت میں تھی۔ جو اسکی عظمت اور شان کا بیان کیا ہے وہ مشکل سے قیاس میں آ سکتا ہے۔ اس شہر کی عظمت کا قیاس اس بیان پر خیال کرنے سے ہر آئینہ کچھ ہو سکیگا کہ اسمیں تیس ہزار دوکانیں صرف سپاریوں کی تھیں۔ کلاونتوں کے ساٹھ ہزار گھر تھے۔" (دیکھو تاریخ ہند ۱۸۵۲ء کلکتہ صفحہ ۱۱۲)

نمبر ۱۸۔ سب لوگوں نے علم یہاں سے حاصل کیا } نمبر ۹۸ منو سمرتی ادھیائے ۲ شلوک

एतद्देश प्रसूतस्सकाशादग्रजन्मन:स्वंस्वंचरित्रंशिक्षेरन्पृथि
व्यासर्वमानवा मनु -२-२-

ترجمہ۔ تمام دنیا کے لوگ اس ملک کے فضلا و علما سے تعلیم حاصل کریں اور یہاں کے لوگ دیگر ملکوں میں جا کر دھرم اور ودیا کا پرچار کریں۔

نسخہ خلافت احمدیہ

نمبر ۹۹ - مسٹر میور ٹیم جونس صاحب فرماتے ہیں کہ آریہ ورت کے باشندے تمام علوم و فنون کے ماہر تھے اور ہر جگہ کو علم سے زیادہ ودیا در تھے" (دیکھو رسالہ معبد الحیات صفحہ ۲)

نمبر ۱۰۰ - مسٹر وایر صاحب فرماتے ہیں کہ "یونان کا ایک بہت بڑا حکیم تصدیق کرتا ہے کہ دنیا میں تمام علوم آریہ ورت سے پہنچے" (دیکھو تاریخ ویدک صفحہ ۴۶)

نمبر ۱۰۱ - مسٹر تامس ایم وایز فرماتے ہیں کہ "یورپ کے جہالت سے نکل کر روشنی میں آنیکا باعث آریہ ورت کی تعلیم ہے" (تاریخ مذکور صفحہ ۳۳)

نمبر ۱۰۲ - ایک پادری صاحب فرماتے ہیں کہ "فارس عرب اور تمام سر زمالک میں سفر کرنا چاہیے مختلف ملکوں کے باشندے اپنی اصلی مرز بوم بھول جائیں انکے بدن کا رنگ سیاہ یا سفید ہو جانے چاہیے بہت بڑی بڑی سلطنتیں جو ان لوگوں نے قائم کی تھیں برباد ہو جائیں چاہیے پرانے شہروں کے مقام پر نئے شہر آباد ہو جائیں تاہم اصلی ملک والوں کے نشانات بالکل نیست و نابود ہو جانا غیر ممکنات سے ہے" (دیکھو بائیبل ان دی انڈیا مطبوعہ نیویارک)

نمبر ۱۰۳ - ہندی سیاح فرماتے اپنے قوانین رسم و رواج و زبان کے ساتھ اساتذہ بھی لئے ہوئے پھرتے تھے اور اسی وجہ سے ہم ہندوستان کی طرف توجہ کرتے ہیں تو وہاں قدم وہاں کے باشندوں کے مذہبی دستورات و رواجات پائے جاتے ہیں لیکن فی زمانہ ہندو نہایت سخت پیچوں میں گرفتار ہو گئے ہیں اور اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی عزت و توقیر و یادگاریوں کو مٹا رہے ہیں میں نے اپنے دل سے پوچھا کہ اب کس وجہ سے بربادی کی نوبت آرہی ہے آیا یہ انقلاب زمانہ کی وجہ سے ہے یا تنگہ ہر قوم کی سرشت یوں ہی ہے کہ وہ مثل ہر ایک انسان کے ایک دن ضعیفی سے مر جائے۔ یہ بات کیونکر ہوئی کہ ایسے عمدہ ابتدائی مسئلے اور وید کے افضل احکام میں ناکامیابی ہوئی مگر باوصف ان سب اسباب تنزل کے میں نے اب بھی بہت سے برہمن فلسفی اور عالی خیال لوگوں کو بقا روح سوشیل اوصاف و علم الہیات کے مسئلوں پر بحث کرتے ہوئے پایا اور ایک خلقت کو پر جوش کیفیت میں تعبد کرتے ہوئے دیکھا لیکن اس وقت آخرکار مجھے معلوم ہوا کہ یہ سب محض ظاہری نمائش تھی اور اس بات کے جاننے سے مجھے اور بھی افسوس ہوا کہ ان لوگوں کے بالعوض آزاد طبع اور آزاد منش انسان ہونے کے یہ لوگ اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر لکیر کے فقیر بنے ہیں۔ یہ حال دیکھکر میری خواہش ہوئی کہ میں اس پردہ کو جو قدیم حالات پر پڑ گیا اٹھا دوں اور ان آدمیوں کے پچھلے حالات کا جس میں کسی حکا جو تنزل کی تشخیص کا سراغ لگاؤں۔ پھر تو میری آنکھوں کے سامنے ہند کی عظمت کا قدیم زمانہ آموجود ہوا مجھے ہر ایک مندر کی دیوار سے اور ہر ایک پہاڑ سے اور ہر جگہ سے سبق ملنے لگا۔ منو و ویدوں سے سبق حاصل کیا جنکے شمار اوراق سے انکی ہزاروں سال کی تصنیف کا زمانہ شمار کیا جا سکتا ہے اور جن کے درس ہزاروں برس قبل اسکے کہ ہیرا بیلون (بابل) کا نام و نشان بھی رہا ہو ہر ایک نوجوان طالب علم وید کی کے اصول سے شرح کرتا تھا۔ میں قدیم زمانہ کے اشلوکوں کو جو قبل از پیدائش حضرت موسیٰ و عیسیٰ کے رہنے والے مخاطب ہو کر پڑھے جاتے تھے سنا۔ میں نے معلوم کیا کہ ان قوانین کے سمجھنے کی کوشش کی جس کا انتظام ہزاروں برس قبل اس زمانہ کے کہ عبرانیوں کے احکام خدا کے تخت یا دل کے گرجنے اور بجلی کے چمکنے کے وقت تھے۔ برہمنوں کے ذریعہ انجام پایا تھا غرض کہ ہندوستان مجھے دوبارہ اپنی اصلی قدیمی حالت میں نظر آیا۔ میں نے اسکے ذریعہ سے تمام دنیا میں روشن ضمیری پھیلی ہوئی دیکھی ہے میں نے ہند کے قوانین اخلاق مذہب کا اثر مصر فارس یونان روم میں پایا میں نے دیوجانس کو سقراط و افلاطون کے زمانہ کے قبل دیکھا" (انگریزی رسالہ دی بائیبل ان انڈیا)

نمبر ۱۰۴ - ڈاکٹر گوڈ مسٹر کرنا صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ "جتنے علوم دسو گول اکل

رہیں ان پچھلے ہیں سب اصل آریہ ورت سے پایا"

نمبر ۱۰۵ - کرنیل ٹکاٹ صاحب فرماتے ہیں کہ "یہودیوں کے جاتی اُیتش یعنی بیبلس کی بنیاد شرقی مصر کی سماوہی سمان اور مہا استیہ کے سے بلکہ اس سمت سے ۵۷ سال پہلے (جسکو عیسائی لوگ دنیا کا آغاز بتلاتے ہیں) آریہ قوم اعلیٰ ترقی و تہذیب پر تھی اور ایسی بھاشا اور ویاکرن کو اسا سد ہارسے ہوئے تھی کہ اُن کی مانند آجتک بھاکوئی نہیں ہے" (بہارت ترکال وستا صفحہ ۳ مدراس ۱۸۸۲ء)

نمبر ۱۰۶ - مورخ برگس صاحب جو مصر کے تواریخ نویسوں میں سب سے زیادہ معتبر ہے اور بہت پرانے حالات کا جاننے والا ہے وہ کہتا ہے کہ "یہ امیں مصری لوگوں یعنے قدیم مصریوں کی پہلی پیدائش آریہ ورت ہی ہے" (دیکھو بہارت ترکال وستا صفحہ ۴ ۱۸۸۲ء مدراس)

نمبر ۱۰۷ - "آریا کیا مید کیا یونان اور کیا اٹلی میں یہ مردوں کو چتا پر جلاتے تھے" (تاریخ ہند آریہ مل ڈبلیو ہنٹر صاحب صفحہ ۷ ۱۸۸۲ء)

نمبر ۱۰۸ - مسٹر پیوکاک صاحب فرماتے ہیں کہ "قدیم یونان کیا ہے صرف قدیم آریہ ورت ہی ہے" (کتاب انڈین ان گریس)

نمبر ۱۰۹ - مولوی الطاف حسین صاحب فرماتے ہیں کہ "مصر کی ترقی ہند (آریہ ورت) اور فارس کے سوا تمام دنیا سے مقدم مانی گئی ہے چنانچہ یونان بھی مصر کے پرتو سے روشن ہوا تھا" (دیکھو حاشیہ مد و جزر اسلام)

نمبر ۱۱۰ - حکیم فیلاٹوس صاحب یونانی مورخ فرماتے ہیں کہ "یونان کے حکیم علم و فضل میں آریہ ورت کے ایک چھوٹے حکیم کی برابری نہیں کر سکتے۔ اور جس طرح کہ آریہ ورت کے حکیم آسمان کے حالات بتلا سکتے ہیں اس طرح یونانی حکیم زمین کے حالات بھی نہیں بیان کر سکتے"

نمبر ۱۱۱ - ملک برازیل کی بابت جغرافیہ عالم میں لکھا ہے کہ "یہاں کے مندر وغیرہ ایسے نشان پائے جاتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ سابق میں سب یہاں کے لوگوں کا مذہب بھی ہند کے مطابق تھا" (دیکھو جغرافیہ عالم صفحہ ۱۰۵ مطبوعہ ۱۸۶۳ء)

نمبر ۱۱۲ - چارلس نک صاحب بہادر فرماتے ہیں "چنانچہ فیثاغورث حکیم یونانی نے واسطے تحصیل دولت علم کے ملک مصر ہند اور فارس اور افلاطون حکیم ثانی نے مصر کی غربت اختیار کی۔ اس زمانہ میں کتب خانہ کا جمع ہونا عنقا تھا اور جس کے پاس دس پانچ کتابیں بھی اکٹھی ہوتی تھیں وہ اُن کو غنیمت و شگرف جانتا تھا یہ سبب ہے کہ باوجود عدم بہم کتابوں کے اساتذہ سلف ایسے کامل و فاضل ہو گئے" (دیکھو تعلیم آتش حصہ دوم مطبوعہ ۱۸۵۹ء الہ آباد صفحہ ۴ و ۵)

نمبر ۱۱۳ - ڈاکٹر لیٹنر صاحب نے جو لیکچر بمبئی میں دیا ہے اسمیں فرمایا ہے یہ کہ "جتنے علوم آریہ ورت یوروپ کو سکھلا سکتا ہے اتنے علوم یوروپ آریہ ورت کو نہیں۔ اسوقت آریہ ورت صرف یوروپ سے کتب چیزیں یا اصول پدارتھ یعنے فزیکل سائنس سیکھتا ہے۔ اس کا بھی باعث یہ ہے کہ پرانی سنسکرت کی پستکوں میں وہ ودیا بہت مکمل طور پر لکھی ہے لیکن اسکے جاننے اور پڑھنے والے آجکل بہت تھوڑے ہیں۔ ترکت ودیا یعنے اینگزیستھا - جیک ... یعنے سیکیا مسٹی شبد ودیا یعنے ایکوسٹکس وایو ودیا یعنے مٹیارا لوجی - جل ودیا یعنے ہائیڈرا ... ریاکس و ودیا یعنے کیمسٹری وغیرہ سنسکرت گرنتھوں میں تمام ہے درج ہیں انگلینڈ رت سائنس ودیا میں صرف ۶۴ ترنیات مانتا ہے مگر سنسکرت میں ۶۴ کلا وبات (تتو) مذکور ہیں۔ یوروپ میں تنگ دہرم سدہی اور پدارتھ کارن دوران فلاسفی میں بہت ہی کم ترقی ہوئی ہے اسلئے ہم امید کرتے ہیں کہ جیسی سنسکرت میں ترقی ہوئی تھی ویسی ہی آئندہ آنیوالے زمانہ میں یوروپ والے مندرجہ بالا فلاسفی کو آریہ ورت سے سیکھنے کی کوشش کرینگے ہماری سمجھ میں یورپین لوگوں کی کوشش سے ہی سنسکرت کی بڑی ترقی ہوگی۔ کیونکہ

جبتک سنسکرت میں ترقی نہ ہوگی تب تک مندرجہ بالا علوم ہم سنسکرت لیسکوں سے کس طرح سیکھ سکتے ہیں" (اخبار بھارت سودشا پرورتک فرخ آباد ۱۸۸۶ء)

نمبر ۱۱۴- پروفیسر جیکس مولر صاحب فرماتے ہیں کہ "پارسی لوگ بھی آریہ ورت سے اٹھ کر ایران میں آباد ہوئے تھے"۔ (سائنس آف دی لنگویج صفحہ ۲۸۸)

نمبر ۱۱۵- دارا بادشاہ کہتا تھا کہ میں آریہ ہوں اور آریوں کی اولاد سے ہوں کیونکہ اس کے پردادا کا نام ایریاریمنا تھا" (سائنس آف دی لنگویج صفحہ ۲۸۰)

نمبر ۱۱۶- سب مورخوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام علوم پہلے ہند میں موجود تھے ان سے اہل یونان و مصر نے اور ان سے اہل یورپ نے حاصل کئے باوجود کثرت حکما کے سکندر بھی ایک حکیم ہند سے لے گیا تھا سب علم نادر اور طرح طرح کی حرفت اور صنعت یہ ان دیر برہمن گرنتھ اور ویدوں میں بھرے پڑے ہیں۔ مگر زبان ان کی سنسکرت مشکل اور دقیق ہے۔ علاوہ اس کے بہت کچھ ذخیرہ علوم کے ضائع ہو گئے رہا سہا جو بچا تھا ہے اس کے سمجھنے کا علم دشوار ہے" (تاریخ دور العصر ۱۸۶۳ء صفحہ ۲۹۲)

نمبر ۱۱۷- بعض مورخوں کی روایت ہے کہ ملک ختا میں جو طائفہ آدمیوں کا آن کر رہا وہ ہندوستان سے نقل مسکن کر کے وہاں گیا" دیکھو تاریخ چین ۱۸۵۲ء کلکتہ صفحہ ۱ جلد دوم۔

نمبر ۱۱۸- جی ڈبلیو ڈاکٹر لائٹنر صاحب سابق رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی فرماتے ہیں۔ کہ "ہند علوم اور فنون کے اعتبار سے مصر سے بھی مقدم ہے لیکن چونکہ یہاں کے لوگ سب سے الگ تھلگ تھے اس لئے یہ بھی تواریخ عالم کے زنجیرہ میں نہ تھا البتہ علوم و فنون میں اس کا تقدم ایک حیثیت سے ہے یعنے علوم و فنون عہد قدیم میں اس طرح سے پھیلے کہ سب سے پہلے انہوں نے ہند یا فارس میں ظہور کیا اور غالباً ہند سے مصر نے لیا۔ مصر ہند اور فارس کا مجموعہ یونان میں گیا اور یونان کا علم و ہنر رومیہ کبریٰ میں گیا۔ رومہ کبریٰ سے اور اہل یونان سے عرب میں گیا۔ پھر کچھ عرب سے اور کچھ رومیہ سے اور کچھ یونان سے یورپ نے لیا کہ شجرہ مندرجہ ذیل سے یہ حساب معلوم ہوتا ہے مگر اکثر باتیں ہند سے بخط راست بھی عرب اور یورپ پہنچ پائیں"

شجرہ تفریق العلوم

ہند — فارس

مصر

یونان

رومیکبرے

عرب — یورپ

(دیکھو اردو سنین الاسلام صفحہ ۱ مقدمہ حصہ اول ۱۸۸۵ء لاہور)

نمبر ۱۹ شجاعت نمبر ۱۱۹- پادری وارڈ صاحب فرماتے ہیں "آریہ کشوروں نے استر اور شستر ودیا کو پوری دکمال حقہ ترقی دی ہے آریہ راجا بیسیا کو میدان جنگ میں لیجاتے تھے اور دیگر بہادر شستر ودیا میں اچھی طرح تعلیم پاتے رہے تھے بہت اعلیٰ بہادری اور علم جنگ میں نہایت نامی گرامی گذرے ہیں (بھارت ترکال درشا انگریزی صفحہ ۵ ۱۸۹۲ء مدرس)

نمبر ۱۲۰- بارود بھی سب سے پہلے آریہ ورت میں ایجاد ہوا (تاریخ ہندوستان مؤلفہ الفنسٹن صاحب بہادر)

نمبر ۱۲۱- پھر وہی پادری صاحب فرماتے ہیں کہ مہری کتاب کے پڑھنے والوں پر ظاہر ہوگا کہ آریوں کے تتو گیانی رشی منی بیشک بڑی اعلےٰ ودیا جانتے تھے اور ہر ایک ملک کے لوگ ان کی عزت و توقیر کرتے تھے ان میں سے کسی کسی کے ایک ایک ہزار شاگرد ہوتے تھے" (دیکھو پادری وارڈ صاحب کی کتاب اور بھارت ترکال درشا صفحہ ۲)

نمبر ۱۲۲- پھر پادری وارڈ صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی سمجھدار آدمی اس بات کے قبول کرنے سے انکار نہ کریگا۔ کہ قدیم آریوں کے ودیا۔ گن نہایت ہی تعظیم بصیت کے لایق ہیں ان کے بہت طرح کے مختلف علومات کے متعلق تحریر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر طرح کے علوم و فنون کا ان میں پرچار تھا جس ڈھنگ سے ان مختلف ودیوں کو لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قدیم زمانے کے کسی قوم یا ملک سے کسی بات میں کم نہ تھے جتنے زیادہ غور سے ان کے فلاسفہ دماغ بینی اور بیو سہاؤں دفتوؤں کا وچار کیا جائے اتنا ہی زیادہ کھوج کرنیوالے کو یقین ہوگا کہ ان کے تحریر کرنے والوں کی بدھی نہایت تیز اور عمدہ تھی" (پادری وارڈ صاحب کی کتاب اور بھارت ترکال درشا انگریزی ۱۸۹۲ء)

نمبر ۱۲۳- کرنل الکاٹ صاحب فرماتے ہیں "بہت لوگ جو کہ آجکل کے علوم کی ترقی پر پھولتے ہیں وہ سوال کیا کرتے ہیں کہ بھلا وتلاؤ آریوں نے کبھی تار اور ریل کے سمان کوئی ینتر بنایا تھا میں اس کا جواب دیتا ہوں کہ اسوقت میں دھنیر کے گنوں سے بخوبی واقف تھے اور چھاپے کا علم اور کارخانہ چین دیش میں موجود تھا اور یقیناً آریوں کے پاس تار تھا جس کے ذریعہ بڑی دور سے سماچار آتے تھے۔ اس میں ستون گاڑنے اور تار لگانے اور توتیا وغیرہ مصالحہ رکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی تھی اور اب بھی ان کی اولاد میں وہ رشی موجود ہیں وہ کیا ہے یوگ ودیا"۔

اگرچہ مورکھ اگیانی اور کچھ لوگ ایسی پوتر باتوں پر ٹھٹھے کرتے ہیں مگر مجھ کو اس پر پورا وشواس ہے یہ لوگوں کی نہایت بھول ہے کہ تھوڑی سی انگریزی پڑھ کر اپنے سناتن پرکھوں کو ٹھٹھے کرتے ہیں" (دیکھو بھارت ترکال درشا صفحہ ۶)

نمبر ۱۲۴- پھر کرنل صاحب فرماتے ہیں کہ "آریہ لوگ وہ ودیا بھی جانتے تھے جس کے واسطے یورپ والے بڑی کوشش و تلاش کر رہے ہیں اور ابھی تک کامیابی حاصل نہیں کی ہے (یعنے بلون) آریوں کے اکاش میں بذریعہ ہوا چلنے کی طاقت تھی وہ صرف آکاش میں چلنے کی ہی سامرتھ نہیں رکھتے تھے بلکہ وہیں جنگ بھی کرتے تھے جس پر کار چالو ہوائی جہاز ہیں جب اس طرح ہوا میں اڑتے تھے تو پورا یقین ہے کہ وہ منتروں سب ودیاؤں سے جو ہوا کی ہوا اندھیری اور گرد کے متعلق ہیں پوری واقفیت رکھتے ہونگے" (دیکھو بھارت ترکال درشا صفحہ ۷)

نمبر ۱۲۵- پھر کرنل الکاٹ صاحب فرماتے ہیں کہ اس بابا کی سبھا میں جیکا ذکر مہابھارت میں ہے کہتے ہیں سو کشم درشک ینتر (یعنے مائکروسکوپ خوردبین) اور دور درشک ینتر (یعنے ٹیلس کوپ دوربین) دھرم گھڑیاں اور دھوپ گھڑیاں اور کلوں کے ذریعہ بولنے والے جانور اور بہائم مرئیتی وغیرہ موجود تھی کوئی زہر آمیز ہوا سے دشمنوں کے سیناؤں کو بیہوش کر اور ہوا میں خوفناک آواز پیدا کر کے ان کو فنا کر ڈالتے تھے اور ڈراؤنی صورتیں آکاش میں بنا کر مخالفوں کو خوفناک بہت ڈر کرتے

نسخہ خبط احمدیہ

تھے اس ودیا کا نام تک بھی اس زمانے کے لوگ نہیں جانتے" (بھارت ترکال درشا صفحہ ۶۷)

نمبر ۱۲۶۔ مورخ میگاستھنیز یونانی جو مسیح سے ۳۰۶ برس قبل چندر گپت راجہ آریہ ورت کے دربار میں بطور سفیر کے تعینات تھا لکھتا ہے کہ "ہند میں غلامی کا نام تک نہ تھا۔ ہر بڑے شجاع ایماندار، راست گو، پرہیزگار اور محنتی تھے۔ کاشتکاری اور دستکاری سے خوب واقف تھے دریافت کی وجہ سے عدالت میں رجوع کرنے کی ضرورت ہوتی تھی یہاں کی عورتیں نہایت پاک دامن تھیں رعیت اپنے سرداروں کی زیر حکومت امن و امان سے رہتی تھی شاہی انتظام موسم کے مطابق ہوتا تھا ویش یعنے کسان جنگ اور دیگر سرکاری خدمت سے آزاد تھے" (دیکھو تواریخ ہند مؤلفہ ہنٹر صاحب)

نمبر ۱۲۷۔ آریہ نامک ایک یونانی مورخ (جس نے سکندر اعظم کا حال یونانی میں لکھا ہے) کہتا ہے کہ اس ایام میں ایک آدمی بھی جھوٹ بولنے والا دیکھنے میں نہیں آیا اگرچہ یہ تحریر تعجب اور حیرت انگیز ہے مگر چین دیش کے رہنے والا ایک بودھ ذہین تھان نامی جس کو عرصہ ۱۲۰۰ برس کا گزرا کہ صوبہ بہار میں تیرتھ یاترا کو آیا تھا۔ اور بڑا ذہین اور عقیل تھا جو پندرہ برس اس دیش میں رہا جس نے سنسکرت کو پڑھا کچھ وید ودیا کو سیکھا اور اپنے دھرم کی پستکیں لکھیں وہ امر بالا کی تصدیق کرتا ہے علاوہ بریں ایک فرانسیسی مورخ بھی اس بیان کی تائید کرتا ہے کہ آریہ ورت کے قدیمی لوگ بڑے عقیل شجاع اور صاحب تدبیر تھے اور علمیت و فضیلت میں بے نظیر)

نمبر ۱۲۸۔ اسی یونانی مورخ ایرین خامی نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگرچہ سکندر بادشاہ کی فوج نہایت بہادر اور جرار تھی بہت ملکوں کی فوجوں کو شکست دے چکی تھی لیکن اس آریہ ورت میں ایک ہی لڑائی لڑنے کے بعد دوسری لڑائی کی تاب نہ لا سکی)

نمبر ۱۲۹۔ ایک اور مورخ لکھتا ہے بعد اس کے سکندر ستلج کے کنارہ پر آیا لیکن فوج اس کی نہایت تھک گئی تھی اور بسبب آجانے موسم برسات کے سپاہیوں نے آگے بڑھنے سے عذر کیا تب سکندر نے لاچار ہو کر وہیں سے مراجعت کی تھا اسکے یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ اس وقت مگدھ دیش کے راجا مہا نند کی فوج میں جو نائی جنسی خاندان میں تھا چھ لاکھ پیادے اور بیس ہزار سوار اور نو ہزار ہاتھی تھے شاید اس کا رعب بھی سد راہ سکندر کا ہوا" (آئینہ تاریخ حصہ اول صفحہ ۵ سنہ ۱۸۷۰ء)

نمبر ۱۳۰۔ میکس مولر صاحب بھی لیکچر میں فرماتے ہیں اگرچہ مجھ سے کوئی دریافت کرے کہ کون ملک ہے جو طاقت و دولت و خوبصورتی میں مشہور ہے تو میں یہی کہوں گا کہ انڈیا اگر مجھ سے کوئی دریافت کرے کہ کس ملک والوں نے روح کے مسئلہ کو حل کیا ہے تو میں یہی کہوں گا کہ انڈیا اگر مجھ سے دریافت کیا جائے کہ کہاں کے علم سے یورپ کے خیال حریت یافتہ ہوئے ہیں زندگی کے کامل کر سکنے کے لئے بلکہ اس ہمیشگی کی زندگانی کے کامل کرنے کے لئے کونسا ملک ہے تو میں یہی کہوں گا کہ وہ ملک انڈیا ہے" (دیکھو لیکچر صاحب موصوف سنہ ۱۸۸۶ء)

نمبر ۲۰۔ علم نباتات۔ نمبر ۱۳۱۔ حال میں مقام کشمیر علم نباتات کی بابت تین جلدوں میں زبان سنسکرت کی ایسی ضخیم کتاب لغات کی ملی ہے کہ شاید اس سے بڑی کوئی کتاب دیکھی گئی ہوگی یہ بڑی پرانی کتاب ہے" (اخبار الصدیق صفحہ، کالم ۲۵۲ نومبر سنہ ۱۸۸۷ء)

نمبر ۱۳۲۔ جاماسپ حکیم ایران و وزیر شہنشاہ گشتاسپ والی ایران سالہا در ہند آمدہ شاگرد حیمنی بود و بداں مباہات داشت" (دبستان مذاہب مطبع نولکشور صفحہ ۱۰۴)

نمبر ۲۱ تعلیم نسواں نمبر ۱۳۳ آریہ قوم کی عورتوں کے درمیان بھی محمدی زمانہ کے پیشتر کسی قسم کا پردہ نہ تھا۔ صرف محمدیوں کی ایجاد ہے آجکل جو بعض شرفا میں پردہ دیکھا جاتا ہے اس کا باعث یہی ہے کہ محمدیوں کے ڈر سے عورات آزادانہ پھر چل نہ سکتی تھیں پس ہندوؤں نے بھی مجبوراً اس کو اختیار کیا ورنہ تو ان کی کسی دینی کتاب یا ملکی تواریخ سے اس کا ثبوت ملتا ہے بلکہ جہاں تک دیکھا جاتا ہے عورات کی آزادانہ زندگی کے پختہ ثبوت ملتے ہیں عورات تعلیم یافتہ ہوتی تھیں کاروبار سلطنت میں کامل دسترس رکھتی تھیں میدان کارزار میں جاتی تھیں۔ عورات کی یہ حالت تو صرف محمدیوں کے ہی زمانہ سے شروع ہوئی جنہوں نے عورات کو مثل ناکارہ پیدائش لونڈی غلام۔ جناس بات کی طرح سمجھ لیا چنانچہ اُن کی متبرک کتاب قرآن سورۃ النسا میں بھی مندرج ہے کہ عورتیں تمہاری کھیتی ہیں" (نور افشاں اخبار صفحہ ۲ مطبوعہ ۲۶ جنوری سنہ ۱۸۸۸ء کالم ۱)

نمبر ۲۲۔ آریوں کی علمیت نمبر ۱۳۴۔ برہمو سماج کے اخبار میں لکھا ہے دنیا کی تاریخ شہادت دیتی ہے کہ کبھی یہ ہندوستان اپنی ترقی اور معاش اور معاد کے لحاظ سے عروج پر پہنچا تھا اس کے باشندہ اہل آریہ باعتبار ترقی دھرم و اخلاق و تہذیب شائستگی دنیا کی کل قوموں میں افضل و برتر اور سرتاج سمجھے جاتے تھے مگر یہاں بالطبع یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بھلا وہ زمانہ کونسا تھا جس میں اس ملک نے یہ عروج حاصل کیا تھا؟ اس کے جواب میں اگرچہ اس زمانہ کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کرنا سخت مشکل بلکہ محال ہے الا اس قدر کہنا قابل اعتراض نہیں معلوم ہوتا کہ وہ زمانہ اس سے کہیں پہلے تھا جبکہ اول اول مسلمانوں نے آکر اس ملک کو اپنا مفتوح بنایا" (دیکھو رسالہ ہندو باندھو۔ مورخہ اکتوبر سنہ ۱۸۷۶ء)

نمبر ۱۳۵۔ عرصہ دراز گذرا کہ کبھی ہندوستان کے باشندے علم و عقل و خلق و آداب و طاقت اور دولت میں مفخر اور یکتائے زمانہ تھے راجاؤں کی انصاف اور اعلیٰ انتظام سے سیاست مدنی کی علم کی عمدہ بوٹی تھی انصاف میں وہ دوست اور دشمن بلکہ اپنے اور غیر کو ایک آنکھ سے دیکھتے تھے تجارت اور صنعت کے کاموں میں دل و جان سے کوشش کرتے تھے ان کے درباروں اور مجلسوں میں سوائے عالموں اور عاقلوں کے بیوقوف اور خوشامدیوں کو مطلق دخل نہ تھا جب کاموں کی ترقی اور اجرا میں علم اور عقل کو مقدم سمجھتے تھے اور یہاں تک اُن کا اس زمانہ میں اقبال غالب آ رہا تھا کہ غیر ملکوں کے راجے اور بادشاہ اُن کے اقبال آفتاب کے مقابل آنکھ اٹھاتے کو توانا نہ تھے چنانچہ بادشاہ سلوکس نے اپنی لڑکی کی شادی مہاراج چندر گپت کے ساتھ اور نوشیرواں عادل (جس کے عدل کی بات محمد صاحب نے بھی لکھا ہے الی ولدت فی زمن ملک العادل) نے اپنی بیٹی کا بیاہ اودے پور کے رانا کے ساتھ کیا تھا"

واضح ہو کہ اول اسی ملک کے آدمیوں نے علم حاصل کیا تھا اور اس کی ترقی میں سعی بلیغ کی تھی بعدہ یہاں سے ایران والوں نے سیکھا اور اُن سے روم والوں نے اور ان سے انگلستان والوں نے حاصل کیا یہاں کے باشندے علم صرف (گرامر ویاکرن) ریاضی منطق نجوم و حکمت و موسیقی اور جنگ وغیرہ میں بڑے لائق و فائق تھے۔ اور نیز یہاں کی عورتیں بھی اکثر عالم اور فاضل ہوتی تھیں فن عمارت میں بھی فسٹ نمبر تھے چنانچہ قدیم عمارتیں جیسے دولت آباد کا گڈھ اور آبو وغیرہ کے مندر ان کے کمال کی بخوبی گواہی دیتے ہیں باقی رہی تجارت اس کی حالت اس زمانہ کے موافق قابل تعریف تھی رگوید کی اول اشٹک سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ سابق میں یہاں کے بیوپاری جہاز میں بھی سوار ہوتے تھے مگر افسوس کہ اب ہندوستان کی ترقی و بہبودی کا آفتاب غروب ہوا اور افلاس کی سخت تاریکی چھا گئی۔ تجارت اور صنعت کو یورپ کا راستہ ملا اور سنسکرت جو ان کی قدیم ہرا بھی اس کو جرمنی والوں نے اپنے حصہ میں لیا" (رسالہ ہندو باندھو صفحہ ۶۲ — مورخہ یکم مارچ سنہ ۱۸۷۶ء جلد دوم نمبر ۳)

نمبر ۱۳۶۔ یہ وہی آریہ ورت ہے جس کے دیکھنے کو سب ولایت کے مردم للچایا کرتے تھے یہ وہی بھرت کھنڈ ہے جس کے طبیب کبھی خلیفہ ہارون رشید کا علاج کرتے تھے یہ وہی ہندوستان ہے جس کے ایک پنڈت کو شاہ سکندر بھی بڑی تعظیم کے ساتھ ملک کو لیگیا تھا یہ وہی ہندوستان ہے جہاں سے شطرنج کا کھیل لیجا کر بزرجمہر نے نوشیرواں کی نذر کیا یہ وہی ہندوستان ہے جس میں ۹۶ ہزار من سونا اور لا انتہا جواہر علاؤ الدین لے گیا تھا۔ اور اب وہی ملک ہے کہ جو

روزمرہ کی ضرورات کو بھی دوسروں کا محتاج ہے۔ اس ملک کے باشندے آج ایسی بڑی غفلت
میں مبتلا ہیں کہ کسی کو یہ ہوش نہیں ہے کہ ہمارے بزرگوں کی اکٹھی کی ہوئی دولت کہاں
گئی اور مفرور کہاں جا رہی ہے (دیکھو ہندو باندھو صفحہ ۴۴ مارچ ۱۸۷۶ء)

نمبر ۱۳۸۔ مسٹر دیسی برہمو سماجی اخبار لکھتا ہے کہ اب باہمی نااتفاقی کے دفع کرنے کی تدبیر اس سے
بہتر اور نہیں ہے کہ سب سے پہلے پراچین دھرم کی تحقیقات کرنی چاہئے کہ کیا تھا۔ اور یہ
تحقیقات قدیم ویدوں سے کرنی چاہئے نہ کہ اور کتابوں سے اور جب یہ تحقیق ہو جائے
تو ہمارے ملک کے سارے راجوں مہاراجوں اور آچاریوں کو واجب ہے کہ خود بھی اُس کو اختیار
کریں۔ اور کوشش کر کے اپنے سرد لوگوں کو بھی اُس راہ راست پر لاویں۔ اگر ہندوستان
کے اہل آدمی متفق ہو کر پراچین دھرم کی تحقیقات کریں اور ویدک دھرم کو رواج دیں تو
سارے کام ان کے آسانی کے ساتھ درست ہو سکتے ہیں اور پھوٹ کی جڑھ بالکل دفع کی جا سکتی ہے
(رسالہ ہندو باندھو یکم جولائی ۱۸۷۶ء صفحہ ۱۵۵)

نمبر ۱۳۹۔ ایک غیر متعصب یورپین محقق مزاج و راستی پسند نے سوامی جی کی نسبت ما بیر
تحریر فرمایا ہے۔ "ان برسوں سے ایک شخص جس کی عالمیت و فضیلت میں ذرا بھی کلام نہیں
اس دیش میں ظاہر ہوا ہے۔ وہ شہر بہ شہر پھرتا ہے اور دلائل سے الہامات کا اُپدیش کرتا
ہے جس میں ایک پرمیشر کی اُپاسنا کی ہدایت ہے اور اوروں کی ممانعت اور صرف یہی
نہیں بلکہ اُس نے ثابت کر دیا ہے کہ رسم ستی اور بت پرستی و دیگر رسوم قبیحہ جو پرانوں
میں درج اور خود غرض پوجاریوں کی ایجاد ہیں ویدوں کے منشا کے بالکل خلاف ہیں۔ اُس نے
رواجات بد کو جو فی زمانہ رائج ہیں اور جنھوں نے ایک سب سے اور برتر مذہب کو ایسا
کچھ خراب کر دیا ہے۔ اس طرح عوام کے روبرو ثبوت کو پہنچایا اور قدیم آریہ ورت کے علم
و فضل کو اس طرح پر بیان کیا اور وہاں کے باشندوں کو اپنے آبا و اجداد کی خوبیوں کے
حاصل کرنے کا وہ حوصلہ دلایا کہ آجکل کے نوجوانوں کے دل میں ترقی ملک کا ایک جوش
پیدا ہو گیا۔ حق تو یہ ہے کہ وہ منطق میں لاجواب ہے اور ریاضت میں تو ثانی نہیں ہے
اس شخص کا ارادہ ہرگز نہیں کہ گورنمنٹ کے برخلاف کوئی تحریک کسی طرح اٹھاوے
بلکہ اپنے جلسوں میں صاف صاف بیان کیا ہے کہ یہ صرف عملداری سلطنت انگلشیہ
کا ہی ہے کہ جس نے مذہبی بحث میں کبھی مداخلت نہ کی بلکہ تمام و کمال آزادی دی۔ غرضکہ
کلام اس عالم شخص کی کارروائیاں معمور راست ہیں اور اغلباً اپنے دیش والوں
کے لئے غایت درجہ مفید یہ شخص پنڈت دیانند سرسوتی سوامی ہے اور آریہ سماج
کا بانی آریہ سماج کے اصول اور ان کی کارروائیاں البتہ قوی تر دلائل سے برہمو سماج کے
خلاف میں ہیں۔ کیونکہ کیشب چندر سین حالات سب کو بالکل خارج کرتے ہیں اور
ویدوں کو ان اور کتابوں کے ساتھ جن کو پرمیشر کرت فرض کر رکھا ہے مساوی درجہ
میں قائم رکھتے ہیں۔ بخلاف اس کے سوامی جی کو موجب ہدایت ویدوں کے برن بیوستھا
کا اندیشہ کرتے ہیں تاہم بے تفریق قومی کے مروجہ دستور میں مخل نہیں ہوتے۔
اور ویدوں کو سب سے زیادہ مستند مانتے ہیں۔

الغرض کیشب چندر سین کی نسبت سوامی جی کی کارروائی بہت کچھ معقول ہے
اور اس سے کسی طرح کے فساد کا احتمال نہیں۔ اس لئے اگر سچ پوچھئے تو سوامی
جی بھی مثل کیشب چندر سین کے اعانت گورنمنٹ کے مستحق تھے۔

سوامی دیانند سرسوتی شہر بہ شہر پھرتے اور ویاکھیان اور اپدیش دیتے ہیں
انہوں نے بمبئی سے لے کر پچاس مختلف شہروں میں سماج قائم کر دئے۔ اس وقت آریہ
ورت میں اُن کے پیروکار قریب تین لاکھ کے بیان کئے گئے ہیں" (ریاہنر اخبار
الہ آباد مطبوعہ ۳ ستمبر ۱۸۷۷ء)

نمبر ۱۳۹۔ پادری ایف ایل سلڈ صاحب فرماتے ہیں کہ سوامی دیانند سرستی کے پھرنے
اور گفتگو کرنے سے یہ ہوا کہ انہوں نے دیسی عابدوں کو جو کہ مکار ہیں اور گمان کرتے
دل سے تحقیق نہیں کرتے ہیں شرمندہ کیا۔ اور ہزارہا سال سے جو پراچین دھرم (الطیر)
معدوم کے ہو گیا تھا اُس کو روشنی میں لا کر ہندوستان کے حوالہ کیا۔ ہندو لوگ بیگ۔
گہری تاریکی میں ناواقفیت کے غوطہ زن تھے اور سچی روشنی کے متلاشی تھے جن کو کہ
جھوٹے شاستروں نے گمراہ کر دیا تھا" (دیکھو پادری صاحب کی سالانہ رپورٹ)

نمبر ۱۴۰۔ ہندو دھرم کی حقیقت اور ماہیت کے دریافت کرنے کے لئے اول اول ہماری
نگاہ رگوید ہی پر پڑتی ہے۔ کیونکہ تمام دنیا میں قدامت کے لحاظ سے اس سے پرانی اور
کوئی کتاب نہیں۔ گویا فن تحریر کی ابتدائی روشنی میں آنیوالے زمانہ کا ایک بھی قدیم
گرنتھ ہے" (دیکھو ہندو دھرم مصنف مطبوعہ یکم فروری ۱۸۸۳ء صفحہ ۳۴)

نمبر ۱۴۱۔ دوربین نمبر ۱۴۱۔ ویاس جی نے سنجی کو دہلی میں ایک دوربین دی تھی کہ یہاں
سے کورکشیتر کا حال مہاراجہ دہرتراشٹر کو بتلاتے رہنا (دیکھو مہابھارت بھیشم پرو ادھیائے ۱۰)

نمبر ۱۴۲۔ پروفیسر جیکولیٹ صاحب لکھتے ہیں کہ آریہ ورت مہد عالم ہے اسی سبب سے
ابتدا میں اس کی حقیقی ملنے اپنی اولاد کو دور مغرب کی طرف روانہ کرنے سے پہلے اپنی
سرشت میں بے زوال شہادت کے ذریعے سے بدلیت کے طور پر قواعد زبان و قانون اور
طریق عبادت۔ انسان و مذہب کا العلیہ ہے۔ میں یہ خیال نہیں کرتا کہ زمانوں کے گذرنے
اور نوع انسان کی بدعتوں نے اس حد اور تحریف میں کوئی ترقی کی۔ میں کی۔ بیگزل جن
بلا کسی اضافت یا تنسیخ کے ان مقدس کتابوں کی عظمت نے گذر لیا ہو ہے جن کو وید کہتے
ہیں جو کہ خدا کی ایسی یادگار لاتے ہیں جو کہ تمام ان منتوں سے جسے دیگر ۲۱ کتاب
لکھتے ہیں مُراد منزہ ہے۔ ویدک الہام جو کہ دعوے کرتا ہے کہ آستر اور بتدریج دنیا کی
اُپنتی ہوئی۔ فقط یہی ایک دنیا کے تمام الہاموں سے ربانی الہام ہے جس کے مسائل
کامل طور پر زمانہ حال کے علم سائنس سے موافقت رکھتے ہیں" (جلد ۴۔ نمبر ۱
سائنٹفک کلکتہ ہفتہ وار ۴۔ اپریل ۱۸۸۶ء کالم ۷ صفحہ ۱)

نمبر ۱۴۳۔ پرانے زمانہ میں آریہ لوگ اپنی حد سندھ سے اس طرف نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ تا
اکی اس طرف تک (دیکھو جلد اول تاریخ راجستان ۱۸۲۹ء صفحہ ۲)

نمبر ۱۴۴۔ ٹاڈ صاحب فرماتے ہیں۔ ہندوستان میں بہت سی لائبریریاں جو اسلامیوں کے
جلانے سے بچ گئی ہیں اب تک موجود ہیں جیسے جیسلمیر اور پٹن کی لائبریریاں۔ اگر ہم
محمود اور اسلامی بادشاہوں کے ظلموں کو خیال کریں تو ہمیں ذرہ بھی اس بات کے ماننے
سے انکار نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے ضرور ہندوستان کی تواریخ برباد کر دی" (دیکھو
صفحہ ۷ تاریخ مذکور)

یہ بھی خیال میں آسکتا ہے کہ ہندوستان جیسی شائستہ قوم جس میں صحیح صحیح سائنس
کمالیت تک پہنچ گئی تھی۔ اور موسیقی نقاشی سنگ تراشی تجارت۔ شاعری وغیرہ علم و ہنر کو
نہ صرف جانتے تھے بلکہ بڑھاتے اور اُنکے عمدہ عمدہ قواعد بناتے تھے۔ وہ اپنی تاریخ کے ماجرے
اور اپنے بادشاہوں کے چال چلن اور ان کی سلطنتوں کے انتظام لکھنے سے بالکل ناواقف
ہوں۔ بسنتپور انلواڑہ سومنات کے شہر اور دہلی چتوڑ کے جے ستمبھ یعنے نشان فتح۔
(پہیم فل کا لمس) کوہ آبو اور گرنار کی مقدس استھان۔ ایلیفنٹا اور ایلورا کی گپھاؤں کے
مندر اسی بات کے گواہ ہیں اور ہم یہ بھی خیال نہیں کر سکتے۔ کہ وہ زمانہ کہ جس میں یہ باتیں
بنائی گئی ہیں اس میں کوئی تواریخ دان نہ ہو تو مہابھارت سے لیکر سکندر کی چڑھائی تک اور
اس بڑے زمانہ سے لیکر محمود تک خاص ہندوؤں کی تواریخ کا ایک فقرہ بھی ہم کو مشکل سے
ملتا ہے" (ٹاڈ صفحہ ۸۔ تاریخ راجستان ۱۸۲۹ء جلد اول)

له ایلیفنٹا یا المنتیا اور سالیسٹ معروف بہ جھاٹا دو جزیرہ میں جو بمبئی پاس ہیں ۲له الورہ یا ایلورا

مشورۂ محفوظ محمد یہ

چاند برداؔئی مؤرخ نے جو پرتھوراج کی تاریخ لکھی ہے اس میں کئی ایسی کتابوں کے حوالے ہیں جن میں سے ہم کو یہ انومان ہوتا ہے کہ ویسے ہی اور بیک بھی پرچلت تھے جن میں محمود سے شہاب الدین تک سنہ ۱۱۹۳ء تک کا حال پایا جاتا تھا لیکن وہ کتابیں اب نہیں ملتی ہیں غائب ہو گئی ہیں۔" (صفحہ ۸ و ۹ تاریخ راجستان جلد اول ۱۸۲۹ء)

"جب کہ ہندو برابر آٹھ سو برس تک ان لوگوں کے ماتحت رہے ہوں جو ان کی زبان بالکل ناواقف ہوں اور جب ہر ایک بڑے بڑے شہر جنگلی اور متعصب اور مغرور دشمن سے تباہ کئے گئے ہوں۔ تو مدعی سے زیادہ امید کرتا ہے کہ نقصان سے بچے ہوئے اس شہر کی چیزیں یعنی تاریخ کی کتابیں بچ رہی ہوں۔ جبکہ بادشاہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پر بھگائے جاتے تھے اور پہاڑوں کی کندروں میں بسنے کے لئے مجبور کئے جاتے تھے اور جبکہ ان کو اس بات میں بھی اتنا شک تھا کہ وہ روٹی جس کو اب پکا رہے ہیں کھانی نصیب ہوگی تو کیا اس وقت تاریخ کی کتابوں کا خیال ہو سکتا ہے۔" (دیکھو صفحہ ۹ تاریخ راجستان ۱۸۲۹ء جلد اول)

"جو لوگ ہندوؤں سے ایسی تواریخ کی امید کرتے ہیں جیسے کہ یونان و روم سے وہ بڑی بھاری غلطی کرتے ہیں کیونکہ ہندوستانیوں کی خاصیتیں اور لوگوں سے الگ ہیں ان کی فلاسفی ان کی شاعری اور فن عمارت میں سب سے پہلے ایجاد اور جیلنی کی نشانیاں پائی جاتی ہیں وہی حال ان کی تاریخ کا ہو سکتا ہے۔" (صفحہ ۹ تاریخ راجستان حصہ اول ۱۸۲۹ء)

نمبر ۲۴۔ حکمت نمبر ۱۴۵۔ محقق کالروک صاحب والے ہیں کہ "اگر اہل ہند کسی غیر قوم سے ابتداء میں حکمت کے اصول سیکھ سکے تو کیا وجہ ہے کہ وہ پچھلی ترقیوں کا علم حاصل نہ کر سکے اس سے یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ اہل ہند نے حکمت کسی سے نہیں سیکھی بلکہ اوروں کو سکھائی ہے (دیکھو تاریخ بدیع ہندوستان صفحہ ۵ مطبوعہ ۱۸۶۸ء)

نمبر ۱۴۶۔ مورخ ہیرن صاحب بہادر فرماتے ہیں۔ "مصر والوں میں تو اب بھی نہایت مشابہت ہندیوں سے معلوم ہوتی ہے ان دونوں قوموں میں بہت سی باتیں مشابہت کی پائی جاتی ہیں۔" (دیکھو ایشیا کی قوموں کی تاریخ جلد ۳ صفحہ ۱۱۴)

نمبر ۱۴۷۔ الفنسٹن صاحب مؤرخ اپنی تاریخ ہندوستان کی جلد اول باب پنجم فصل ششم میں غلبہ سے یہی تحریر کرتے ہیں کہ "کوئی وجہ خیال کرنے کی نہیں ہے کہ اہل ہند بجز اپنے موجودہ ملک کے کسی دوسرے ملک سے آئے ہوں۔"

نمبر ۲۵۔ سپہ گری نمبر ۱۴۸۔ عرب کے ایک نامی گرامی قصیدہ میں جو سبعہ معلقہ کے نام مشہور ہے بھی اہل ہند کی بہادری کا اقبال ہے چنانچہ لکھا ہے وظلم ذوی القربیٰ اشد مضاضۃ علی المرء من وقع الحسام المہند ترجمہ خویشوں کا ظلم زیادہ سخت ہے اس ضرب سے جو لگتی ہے ہندی تلوار سے۔

نمبر ۱۴۹۔ تفسیر عزیزی میں ہے تیغ ہندی خنجر رومی * نہ کند آنکہ انتظار کند۔

نمبر ۲۶۔ زبان نمبر ۱۵۰۔ ایک اور غیر متعصب مسلمان تحریر فرماتا ہے۔ "چونکہ آریا کی ان تورایت قیاس کی سب باتوں کی جڑ معلوم ہوئی ہے اس لئے واضح ہوتا ہے کہ اہل یونان اور روم جرمن انگریز اور ہندو ایران وغیرہ سب کی نسل کا مبدا ایک ہی تھا۔" (دیکھو تاریخ متقدمین ۱۸۷۹ء لاہور صفحہ ۱۴۸ باب ۱۸)

نمبر ۱۵۱۔ پھر وہی مسلمان صاحب فرماتے ہیں۔ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شائستگی کا طور لعض نے ہندیوں سے حاصل کیا ہو کیونکہ اہل ہند ابتدا اہل مصر کے اکثر طریق اور رسوم موافق ہیں۔" (دیکھو تاریخ متقدمین صفحہ ۵ فصل دوم ۱۸۷۹ء لاہور)

نمبر ۱۵۲۔ پھر یہی مسلمان مؤرخ کہتا ہے کہ "مصر وہ ملک ہے جہاں اول ریاست قائم ہوئی علم اور انتظام ملک و دستور اور آئین جاری ہوئے گر نقینا یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہندیوں میں اس سے پہلے یہ صورت نہیں تھی۔" (تاریخ متقدمین صفحہ ۱۸۷۹ء لاہور)

پھر مسلمان موصوف لکھتا ہے۔ "یورپین فاضل۔ خصوصاً سر ولیم جونز صاحب کی کتابوں سے فارس کا حال معلوم ہوتا ہے اور سر سیکٹ صاحب ہی کی تحقیق ہو رہی ہے ثابت کیا ہے کہ ہندوستان اور ایران دونوں کے قدیم باشندے ایک نسل سے تھے" (صفحہ ۴۴ تاریخ متقدمین ۱۸۷۹ء لاہور)

نمبر ۱۵۳۔ پادری نورمن صاحب لکھتے ہیں کہ "دو ہزار برس کا عرصہ گزرا ہے کہ انگلستان کے باشندے مورتوں کو پوجتے تھے اور ان کے خوش کرنے کے لئے دشمنوں کی کھوپریوں میں شراب پیتے تھے مگر انہی دنوں میں ہندوستان کے باشندے سب عقیل اور دانا تھے اور روح جسم خدا اور انسان کی بابت بھی خوب جانتے تھے۔" (دیکھو تیج دہرم عیسوی تیسرا حصہ صفحہ ۱۵ ۱۸۷۸ء)

باب چہارم
قرآن اور مسلمانوں کی علمیت

نمبر ۱۔ آسمان۔ سورۃ الفرقان وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَةُ تَنزِيلًا ترجمہ جس دن کہ پھٹ جاویگا آسمان ساتھ بدلی کے اور اتارے جاوینگے فرشتے جا کر۔ تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ ۱۱۲ نولکشور ۱۸۹۱ء "یاد کن روزے را کہ ویران شگاف آسمان با سبب ابر سپید کہ بالائے ہفت طبقہ آسمان ہست و غلظ او برابر ہمہ سمواوات گران تراست و ہمہ آسمان با حق سبحانہ اور و ز ا ابرالقدر نگاہ داشتہ روز قیامت آن ابر آسمانہا افگند و ہر آسمانے کہ رسد آں آسمان شگافتہ گردد و فرود فرستادہ شوند فرشتگان از انجا بر زمین فرو فرستادنی بارو زمین بفرستہ ملو گردد و موضح آنرہ کہ ملائکہ ہفت صف بگرد عالم در آیند (افسوس ہزار افسوس اور زمین و آسمان از اشناصی)

سورۃ الانبیار اَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا ترجمہ کیا نہیں دیکھا انہوں نے جو کافر ہوئے یہ کہ آسمان اور زمین ملی ہوئی تھی پس جدا کیا ہم نے ان دونوں کو (کیا زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہیں)

سورۃ السجدۃ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ذَٰلِكَ عَالِمُ الْغَيْبِ ترجمہ تدبیر کرتا ہے (خدا) کام کی آسمان سے طرف زمین کے پھر چڑھ جاتا ہے طرف آسمان کی بیچ ایک دن کے جسکی مقدار ہزار برس کی ہے ان برسوں سے جو تم گنتے ہو یہ ہے جاننے والا غیب کا (واہ رے اللہ کے سرکارے تیری تعریف انوری کرتا ہے جو صبا ہم بگرد تو نرسید)

سورۃ المومنون وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غَافِلِينَ ترجمہ اور تحقیق پیدا کئے ہم نے اوپر تمہارے سات طبقے راہوں والے اور نہیں ہم پیدائش سے غافل۔ تفسیر حسینی بدرستیکہ آفریدیم بر زبر شما ہفت آسمان طبقہ بالائے طبقہ با ہر طبقہ از ان راہے از راہ ہائے فرشتگان" (جلد دوم صفحہ ۸۰ ۱۸۹۱ء نولکشور) (آسمان بھی بقول علماء محمدیان کوئی سات منزلہ مکان ہوگا جس کی ہیئت دانی پر کوئی سیاح قربان ہو)

سورۃ الانعام یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ ترجمہ جس دن ہم لپیٹ لیویں گے آسمان کو جیسا کہ لپیٹا ہے طومار (کاغذ) کے رقعوں کا (معلوم ہوتا ہے کہ خدا پہلے دفتری ہوگا۔ ورنہ اس بے علمی کے کیا معنے آسمانی خدا اور اس کے معلومات فلسفہ قابل دید) +
سورۃ الرعد۔ اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَھَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ترجمہ۔ اللہ وہ شخص ہے کہ جس نے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے دیکھتے ہو۔ پھر قرار پکڑا (خدا نے) اوپر تخت کے۔ (اگر آجکل خدا دہلی میں رانے پتھورا کے محل دیکھتا تو یہ دعوے کبھی نہ کرتا یا دستِ تحیر افسوس قرآن پر اُس کی تعلیم پر۔
سورۃ تکویر۔ اِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتْ ترجمہ اور جس دن آسمان کی کھال اتاری جاوے۔ (غالباً خدا کے محمدیان پچھلے جنم میں قصاب ہوگا۔ بھیڑ بکری کی کھال اتارتا ہوگا۔ اور وہی مثال یہاں یاد آگئی۔
نمبر ۲۔ ستارہ سورۃ انفطار۔ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا الْکَوَاکِبُ انْتَثَرَتْ ترجمہ جس وقت آسمان پھاڑا جاوے اور جس وقت کہ ستارے نیچے گر جاویں تفسیر حسینی آں گاہ کہ آسمان شگافتہ دا آنگاہ کہ کواکب فرو ریزد و بتیان آوردہ کہ کواکب بر مثال قنادیل معلقہ از پیش طاق فلک بسلاسل نور آویختہ اند و آں سلاسل بدست ملائکہ است چون اہل آسمان بمیرند سلاسل از دست ایشان بیفتند و کواکب بر زمین ریزند۔ صفحہ ۵۱۴ جلد دوم نولکشور ۱۸۸۶ء ہم اس کی بات علمائے اسلام کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں) +
نمبر ۳۔ رعد۔ سورۃ الرعد۔ وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ ترجمہ اور تسبیح کرتا ہے گرجنے والا ساتھ تعریف اُس کی کے تفسیر حسینی رعد ملکے ست موکل برابر کہ سحاب را مے راند و برق تازیانہ اوست از حقائق سلمی از ابن ریحان نقل میکند کہ رعد صعقہ نعرہ ملائکہ است و برق آہ پُرسوز یاران گریہ ایشان (دیکھو جلد اول صفحہ ۳۴۷ و ۳۴۸ مطبوعہ نولکشور ۱۹۰۷ء) برین عقل و دانش بباید گریست) +
نمبر ۴۔ سورج۔ سورۃ التکویر۔ اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ۔ ترجمہ۔ جس وقت سورج لپیٹا جاویگا (مسلمانوں کا خدا اللہ خیر جیسا علم و عقل سے بے بہرہ ہے) +
سورۃ کہف۔ حَتّٰی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَھَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَۃٍ ترجمہ۔ یہاں تک کہ جب پہنچا سورج ڈوبنے کی جگہ پایا سورج کو کہ وہ ڈوبتا ہے کیچڑ کے چشمہ میں۔ تفسیر حسینی والا کہتا ہے دریافت آں یعنے آفتاب را کہ در اے العین فرو میرود در چشمہ آب گرم و حفص حمیۃ بخوانند یعنے چشمہ آب مکدر لائی امیز (صفحہ ۱۰ جلد ثانی ۱۲۹۱ھ) اس حساب سے تو اماں نے اور نے نجومی بھی دانا ہیں۔ مگر حضرت کو سورج کا بھی علم نہیں۔ اور نہ طلوع و غروب کی خبر ہے) +
سورۃ ص۔ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ رُدُّوْھَا عَلَیَّ ترجمہ جبتک چھپ گیا آفتاب پردہ میں واپس پھیرا واسطے میرے تفسیر حسینی صفحہ ۲۵۰ جلد ثانی حجاب کوہی سبز است محیط بکرہ زمین بعضے علماء برآنند کہ مراد از نماز عصر است کہ از سلیمان بسبب مطالعہ اسپان فوت شد و آفتاب غروب کرد۔ سلیمان باذن خدا تعالیٰ ملائکہ را کہ موکل بودند بر آفتاب فرمود کہ رُدُّوْھَا عَلَیَّ باز گردانید آفتاب را بروے حق سبحانہ و تعالیٰ فرمود کہ آفتاب را باز گردانیدند تا بہ موضع وقت عصر آمد تا وے آں نماز ادا کرد و آنکہ آفتاب بدعائے حضرت پیغمبر بار دیگر بعد از غروب باز گشت و بجائے عصر باز آمد مرتضیٰ علی عصر بگزارد و نزد محدثان مشہور است و امام طحاوی در شرح آثار خویش آوردہ کہ روایت این حدیث ثقات آمدہ اند و احمد بن صالح نقل کردہ کہ اہل علم را سزاوار نیست تغافل کنند از حفظ این حدیث زیرا کہ از نبوت است ؎

کہ دعوش گرفتہ گریبان آفتاب بالاکشیدہ از چہ مغرب برآسمان

گر قرص بدر را بسر گردہ خوان خرج وستش ز دو نیم کردہ و نیک ز بہر جان

نمبر ۵۔ چاند۔ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَھِلَّۃِ قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ۔ ترجمہ۔ سوال کرتے ہیں تجھ سے اے محمد چاند سے۔ کہو وہ وقت ہیں واسطے لوگوں اور حج کے تفسیر جلالین میں ہے۔ یَسْئَلُوْنَکَ یا محمد عن الاھلۃ جمع ہلال لم تبدو دقیقۃ ثم تزید حتی تمتلی نورا ثم تعود کما بدت ولا تکون علی حالۃ واحدۃ کالشمس قل لھم ھی مواقیت جمع میقات للناس یعلمون بھا اوقات زرعھم ومتاجرھم وعدۃ نساھم وصیامھم وافطارھم والحج عطف علی الناس ای یعلم بھا وقتہ فلو استمرت علی حالۃ لم یعرف ذالک (صفحہ ۲۳ جلد اول ۱۳۰۹ھ حیدری بمبئی) سوال میکند ترا اے محمد عن الاہلۃ از ماہ ہائے نو معاذ بن جبل و ثعلبہ کہ از اعیان انصار بودند از حضرت رسالت پناہ پرسیدند کہ سبب چیست کہ جرم قرص ماہ گاہ گاہ باریک می نماید و بر روز ایام نور او تمام گردد و دیگر بارہ روے بتناقص مے نہد حق سبحانہ تعالیٰ بعلم ازلی میدانست کہ ایشان را حکمت نقصان و کمال ماہ دانستن مہم نیست جوابے معرفت فائدہ آن فرستاد کہ قل ہی بگوے محمد کہ آن ہلالہا مواقیتُ نشانہا جہتہا وقتہائے لِلنَّاسِ برائے مردمان در مزد مزدوران و عدت زنان و مدت حمل و زمان رضاع و فصال و آجال دین ہا و تحقیق شرط ماہ الحج و علامات وقات اند یعنے کہ موسم را بدان بدانند (تفسیر حسینی جلد ا صفحہ ۳۱ و ۳۲) (سوال از آسمان و جواب از ریسمان) +
نمبر ۶۔ شہاب ثاقب۔ سورۃ الطارق۔ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الطَّارِقُ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ترجمہ قسم ہے آسمان اور رات آنیوالی کی اور کیا جانے تو کیا ہے تارا چمکتا ہوا۔ تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ ۴۵۴ آوردہ اند کہ شبے حضرت رسالت پناہ نشستہ بودند با عم خود ابیطالب ناگاہ ستارہ بدرخشید و شعلہ آتش عظیم از وے ظاہر شد ابو طالب ترسید گفت این چہ چیز است۔ حضرت پیغمبر صاحب فرمود کہ ستارہ است کہ دیوان را از آسمان می راند و نشانہ ایست از قدرت الٰہی فی الحال جبرائیل نازل شد بدین سورۃ" اسی امر کی تائید صاف طور پر تفسیر حقانی مطبوعہ دہلی کے صفحہ ۳ سطر ۵ و ظاہر ہے جس سے قرآنی علمیت سے کسی جاہل کو بھی انکار نہیں ہو سکتا +
سورۃ الحجر۔ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَیَّنّٰھَا لِلنّٰظِرِیْنَ وَحَفِظْنٰھَا مِنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَہٗ شِھَابٌ مُّبِیْنٌ ترجمہ اور البتہ تحقیق ہم نے بیچ آسمان کے برجیں اور زینت دی ہم نے واسطے دیکھنے والوں کے اور محفوظ کیا ہم نے اُن کو ہر ایک شیطان راندہ شدہ سے مگر جس نے چورا لیا سُننے کو پیچھے لگتا ہے اُس کے شعلہ ظاہر۔ تفسیر حسینی صفحہ ۳۵۴ جلد اول از ابن عباس منقول است کہ از زمان آدم تا وقت عیسیٰ دیوان بر آسمان میرفتند و از ملائکہ اخبار را می شنیدند و برای کاہنان القا می نمودند و چون عیسیٰ بوجود آمد از سہ آسمان ممنوع گشتند چون ولادت با سعادت حضرت خاتم النبیین رسید از ہمہ آسمانہا ممنوع گشتند و بجہت رجم ایشان شہاب ثاقب مقرر شد الواب کہانت بکلی مسدود گشت" +
شہاب ثاقب کے بارہ میں جو کچھ قرآن و علماء قرآنی کہتے ہیں وہ اس لائق ہے کہ موٹے حرفوں میں تحریر کر کے نجات کلکتہ یونیورسٹی میں لگایا جاوے تاکہ کالجوں کے پرنسپلوں و طالب علموں پر عربی عقدہ حل ہو جاوے اگر گورنمنٹ عالیہ مہربانی کر کے اپنے خرچ سے اس کام کو کرے یعنی بورڈ پر لکھوا کر لگوا دے تو حضرت پر بڑا احسان کرے اور ہم کہیں۔ حیات بکلام محمد ابیاز ابرو۔
نمبر ۷۔ زمین۔ سورۃ الرعد۔ وَھُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْھَا رَوَاسِیَ ترجمہ اللہ وہ ہے جس نے کھینچا زمین کو اور کئے بیچ اسکے پہاڑ۔ تفسیر حسینی وا دست آنکہ کشید یعنے آب یعنے بسیط کرد بطول و عرض تا منقلب حیوانات باشد و بیافرید در آن کوہ ہائے

والا بیمار ہو جاتا ہے۔

اہل عرب کی جہالت اور وحشی پن کی شہادت بھی علمائے اسلام کی تحقیقات سے ظاہر ہے چنانچہ مولوی الطاف حسین حالی مدوجزر اسلام میں فرماتے ہیں۔

نہ واں مصر کی روشنی جلوہ گر تھی ۔۔۔ نہ یونان کے علم و فن کی خبر تھی
وہی اپنی فطرت پر طبع بشر تھی ۔۔۔ خدا کے دیے بے جتے سر بسر تھے
پہاڑ اور صحرا میں ڈیرا تھا سب کا ۔۔۔ تلے آسماں کے بسیرا تھا سب کا

قرآن سورۃ جمعہ خدا محمد کی تعریف کرتا ہے هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ۔ ترجمہ خدا وہی ہے جس نے برپا کیا ان پڑھوں میں ان پڑھا پیغمبر سبحان اللہ ۔

کبوتر با کبوتر باز با باز ۔۔۔ کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

عربوں کی جہالت کی تعریف بھی قرآن میں موجود ہے الحجرات قالت الاعراب آمنا ترجمہ کہتے ہیں گنوار ہم ایمان لائے سورۃ فتح قل للمخلفین من الاعراب ترجمہ کہدے پیچھے رہ گئے گنواروں کو سورۃ توبہ ومن الاعراب من یؤمن باللہ والیوم الآخر ترجمہ اور بعضے گنوار وہ ہیں کہ ایمان لائے ہیں اللہ پر اور پچھلے دن اسا ہی اور آیتوں میں مذکور ہے جبکہ خدا اعراب کے معنے گنوار کے ہیں پس عرب کی جہالت میں کسی طرح کا انکار سر اوار نہیں۔

قرآن کے نزول کی وجہ بھی قرآن میں عمدہ لکھی ہے اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ترجمہ ہم نے رکھا اس کو قرآن عربی زبان کا شاید تم سمجھو وَكَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا وَ تُنْذِرَ یَوْمَ الْجَمْعِ ترجمہ۔ اسی طرح اتارا ہم نے تجھ پر قرآن عربی زبان کا کہ تو ڈر سنا دے مکہ والوں کو اور گرد نواح (مکہ) کے لوگوں کو اور ڈر سنا دے قیامت کے روز کی۔

سورۃ انعام وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا ترجمہ یہ کتاب قرآن جو نازل کی برکت کی اور سچ بتانے والی جو کہ پہلے تھے تاکہ تو ڈرائے مکہ والوں اور اس کے گرد نواح (عرب) کو جاہل لوگ جو تلوار یا طمع کے زور سے ایمان لائے وہ تو بقول شخصے کہ دین مصر پسند د دنیا خرند۔ جو کچھ حضرت کہتے تھے آمنا وصدقنا کرتے تھے اور اہل علم میں سے رضا ورغبت سے تو کوئی مسلمان نہ ہوا مگر اہل ایران جو عمر کے خون فشاں صمصام سے مسلمان ہوئے تھے اور دولت وغیرہ کی طمع سے کیسے اگرچہ محمدی بن گئے مگر ہادی بالکل نہ ہوئے اور نہ اس ظلمت کدہ میں کسی ورکو گرانے کی کوشش کی۔ چنانچہ خود مسلمان بھی اسکے شاہد ہیں لکھا ہے "واجماع اہل تواریخ است کہ انکار ستم ہیچکس نہ از گرستہ صحیح ملک ناحیہ را از کفار بدست نیاوردہ و دارالاسلام نساختہ (دیکھو تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۵۰ کد یازدہم مطبوعہ ثمر ہند لکھنؤ ۱۲۹۵ھ)

عقل کو دخل دیا گیا ہے۔ قیاس کرنا حدیث کے رو سے شیطان بنتا ہے اور عقل کو دخل دینا ملعون ہونا چنانچہ انسان اللبیب کے صفحہ ۴۴ میں ہے لاتقس فان اول من قاس ابلیس ذکر ہے کہ تحقیق طور پر آئمہ اطاہرین عقل اور قیاس کو دخل دینا حرام جانتے ہیں۔ ایک دن امام ابو حنیفہ امام صادق کے پاس آئے جعفر صادق نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم قیاس کو دخل دیتے ہو۔ حالانکہ ایسا نہ چاہئے کیونکہ اول جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا مولوی رومی بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔

اس قیاس جز بقیں را در ترک کن ۔۔۔ کز قیاس تو شود ملت کہن
اول آنکس کو قیاسک ہا نمود ۔۔۔ پیش نور حد ابلیس بود

چنانچہ خود مرزا صاحب بھی داناؤں اور عقلمندوں اور فلسفیوں کو گالی گلوچ ان الفاظ سے دیتے ہیں "میری رائے میں فلسفیوں سے بڑھ کر اور کسی کی دلی حالت خراب نہ ہوگی۔

اور بندہ میں وہ چیز جو بہت جلد جدائی ڈالنی ہے وہ شوخی اور خود بینی اور تکبر ہے سو وہ اس قوم کے اصول کو ایسی لازم پڑی ہوئی ہے کہ گویا انہیں کے خمیر میں رکھی ہے یہ لوگ خدا تعالیٰ کی قدر تو بیز حاکمانہ قبضہ کرنا چاہتے ہیں اور جسکے مونہہ سے اُس کے برخلاف کچھ سنتے ہیں اُسکو نہایت تحقیر اور تذلیل کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور افسوس کا مقام یہ ہے کہ نو خیزوں کے عام خیالات اسی طرف مڑے جاتے ہیں۔ (دیکھو سرمہ چشم صفحہ ۵۵ سطر ۳ سے ۶ تک)

پھر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ نبیوں کے بیان اور فلسفہ دانوں کے بیان میں بہت فرق ہے نبیوں کی بات صرف ایمان بالغیب و ثواب آئندہ کے خیال سے کرنا لینی پڑتی ہے اور فلسفیوں کی بات دلائل واضح اور ثبوت ظاہر سے ماننی پڑتی ہے جو کہ نبیوں کی بات کا ایسا ثبوت (برعکس برہان) انہیں اس واسطے فلسفیوں اور نبیوں کا اختلاف ہے (آگے مرزا صاحب) فلسفہ کو بہت برا آشنا تی ظلمت شیکی نی رعونت تاریکی بدبختی بد۔ بد اعمال و مالا یعنی خیال و ضلالت و ضدا نفسانی ملی ہوئی (فلسفیوں کو) متعصب و خود پسند اور غلط لکھکر کہتے ہیں کہ تمام تر سعادت تو اس میں ہے کہ غیب کی باتوں کو غیب کی صورت میں قبول کرے اور ظاہری حواس کی خواہ مخواہ شہادت طلب کرے اور فلسفہ کے طول طویل اور لاطائل جھگڑوں سے حتی الوسع اپنے تئیں بچا وے۔

فلسفی را چشم حق بین سخت نابینا بود ۔۔۔ گرچہ مکین باشد و یا بوعلی سینا بود

(دیکھو سرمہ چشم کا صفحہ ۴۲ سے ۴۷ تک)

ف[1] حاشیہ نحو۔ لغت۔ حدیث۔ اصول فقہ۔ فلسفہ کے امام دیکھو تو قریباً عجمی ہیں علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ تاریخ میں ایک مستقل مضمون لکھا ہے جس کی سرخی یہ ہے حملۃ العلم فی الاسلام اکثرہم العجم یعنی اسلام میں علم کے حاملین اکثر عجم ہیں ہمارے اکثر اخوان جو عرب کی نسل سے ہیں اس بات کو تسلیم کرکے تعجب سے سنیں گے مگر انکو ہشام وعیسٰی کی طرح صبر کرنا چاہئے (دیکھو فتح العرب صفحہ ۱۹ اور مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم صفحہ ۳۸ مطبوعہ ۱۸۹۲ء لکھنؤ) پروفیسر محمد شبلی صاحب لکھتے ہیں ہم لکھ آئے ہیں کہ مسلمانوں میں علوم کی بنیاد مذہب کی بنا پر رکھی گئی اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ مذہبی پیشواؤں کی اجتہاد اور ائمہ جلیہ شرع کو ان علوم بھی لگا ساتھ دیں اسی جہت سے مملکت اسلامی کے ہر گوشے میں وہ رہ کر فلسفہ کو صدمے اٹھانے پڑتے تھے معتضد باللہ خلیفہ عباسی نے جو ۲۷۹ھ میں تخت نشین ہوا پہلے ہی سال فرمان عام دیا کہ کتب فروش فلسفہ کی کتابیں بیچنے پائیں (دیکھو تاریخ الخلفا خلافت معتضد باللہ و مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم صفحہ ۴۷) حکیم ابن رشد کو انکی فلسفی تصنیفات کی سبب سے الحاد کا الزام لگا کر خاندان عبد المومن کے سلاطین مراکو یعقوب نے ۵۹۴ھ میں اس کو قید کر دیا تھا۔ حتیٰ کہ آلی الحق والے میں کا نام ہو گیا حکیم ابن صعید فلسفہ دانی کے جرم میں قتل کرا دیا (دیکھو نفح الطیب تاریخ اسپین مطبوعہ مصر جلد ثانی صفحہ ۱۲۵) مستنصر عباسیہ میں بھی ایک صاحب نے علم فلسفہ کا درس بند کرا دیا۔ حافظ جلال الدین سیوطی نے علم منطق کے ابطال پر ایک کتاب ہی تصنیف کر ڈالی جس کا نام القول المشرق فی تحریم الاشتغال بالمنطق ہے علامہ ابن الصلاح نے بھی اس مضمون کا فتویٰ لکھا۔ علامہ ابن تیمیہ و ابن رشید پر ایک سہ مرس کتاب ہے کتب تصنیف کرکے اس فلسفے کے تراجم (ترجمہ) کرنے پر خدا اس سے مواخذہ کرتا ہے۔ اسپین میں امرا اور خواص فلسفہ کے حامی رہے۔ لیکن عوام کی برہمی کے خوف سے کبھی اس علم کو عام آزادی نہیں دی گئی (دیکھو نفح الطیب جلد اول صفحہ ۹۳ اور مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم صفحہ ۷ مطبوعہ لکھنؤ) پروفیسر محمد شبلی صاحب فرماتے ہیں مسلمانوں نے جو کچھ دوسری قوموں سے سیکھا وہ منطق۔ الٰہی۔ ہندسہ طبیعی ہیئت یہی حیات طب میں بھی انہوں نے زیادہ تر دوسری قوموں کی شاگردی کی ایسی بات کی بہت کم مثالیں ہیں کہ مسلمان علوم میں خود نوبانی۔ سرمایہ ان باتوں کی تحصیل کی ہو۔ دوسری کتابوں سے یہ علوم سیکھے ہوں "۔ (دیکھو مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم صفحہ ۸ مطبوعہ ۱۸۹۲ء لکھنؤ)

اسلام کس طرح پھیلا تحفۂ اثنا عشریہ میں ہے ان عائشۃ شرفت جاریۃ قالت لعلنا نصید
بها بعض فتیان قریش ترجمہ روایت ہے کہ عائشہ ایک دختر خانہ پرورہ خود را بسیار آراست
و گفت بعض جوانان قریش را بسبب این دختر آراستہ و پیراستہ شکار سازیم - او مشغول محبت
این دختر کہ بسیار گرم کرنے اختیار رجوا ہاں مشکل و شوند دیو - ام القباحۃ من در ابتدا از مصنف
کتاب من لا یحضرہ الفقیہ (از منتہی) دیکھو تحفۂ اثنا عشریہ صفحہ ۲۳۶ نول کشور ۱۲۹۵ھ)

لطیفہ - جادو نام رویا ایستی) ہندو زنی را گرویدن بوجہ تقیہ اسلام تلخ رفت تا بشغف در بار مسجد
سعدے او را گر قتند نزد قاضی بردند - قاضی او را باسلام خواند پاسخ داد کہ اگر مرا کہ خدا کنی مسلمان
شوم قاضی زن بیوہ خوش وقتے را بہر - ویں جادو مسلمان شدہ بخانہ آن زن رفت
چون روزے چند گذشت با زن گفت کہ این دختر را کہ از شوہر مردہ داری محض دہ تا بفرزندم
دہیت او را باہستگی حرمت کنیم تا فرزندے دیگر آمد - پس آن زن دیں گونہ در حوض ہیچ از ہم و بینہ
مرا این حت دختر عرضہ بشدانم زن از و حسنا گزید جادو فرصت یافتہ بکابل آمد (صفحہ ۲۹
دبستان مذاہب) تا زبدہ تو رتبہ و ماند)

ڈاکٹر ولسن صاحب بہادر اپنی کتاب موسومہ موجودہ حالات ایران میں فرماتے ہیں
کہ مسلمانوں میں لڑکوں کی شادی ان کی چچیری بہنوں یا اسی طرح کے دوسرے رشتہ داروں
سے ہوا کرتی ہے اور بالعموم قریبی عزیزوں میں شادیاں ہوتی ہیں - زن و شوہر ایام طفولیت
میں ایک دوسرے کو جانتے رہتے ہیں - اور اسی وجہ سے وہ بہت کم مانوس ہوتے ہیں"
(دیکھو اودھ اخبار لکھنؤ صفحہ ۲ ۶۳۳ کالم ۱ مورخہ ۲ فروری ۱۸۸۶ء)

تواریخ سراستین انگریزی میں مسٹر شامس آگلی صاحب فرماتے ہیں "ایک شخص بنام
جان اس وقت بہت عالم فاضل خیال کیا جاتا تھا خلیفہ (عمر) کی اس کے ساتھ بہت
دوستی تھی ایک دن جان نے خلیفہ سے کہا کہ آپ کتب خانہ کی کتابوں کا ملاحظہ فرمائیے اور
کتابیں مجھے عنایت کر دیں - خلیفہ نے اس بات کے واسطے اپنے افسر سے اجازت مانگی -
افسر نے جواب دیا کہ اگر کتب مطلوبہ کا مضمون قرآن مجید کی آیات اور احادیث کے
مطابق ہے تو خیر ورنہ تمام کتابیں ندی میں پھینکدو - خلیفہ عمر کے ارشاد مبارک کے
مطابق کچھ کتابیں لوگوں کو تقسیم کر دی گئیں اور باقی کی حاکم نے اپنے حمام خانہ کے کام
میں جلا دیں - اگرچہ بہت کچھ مبالغہ در بارہ اصل تعداد کتب مذکورہ بالا کے بیان کیا گیا
ہے مگر واقعہ ہے کہ یہ کتابیں پورے چھ ماہ تک جلنے کے کام میں آتی رہیں - یہ کتب
مصر کے قدیم بادشاہوں نے جمع کر رکھی تھیں" (دیکھو تواریخ سراستین انگریزی
صفحہ ۹۴ سیرادو سر اشاعت ۱۸۳۰ء موجودہ لائبریری لاہور)

قرآن کے رو سے خدا گمراہ کرتا ہے

نمبر ۱ - بقر یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ترجمہ گمراہ کرتا ہے اس سے بہت
اور نہیں گمراہ کرتا ہے انہیں کو جو بے حکم ہیں -

نمبر ۲ - اعراف وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ترجمہ اور جسے اللہ بہکاوے
سو وہی ہے زیان میں -

نمبر ۳ - اعراف مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ
ترجمہ جس کو اللہ گمراہ کرے نہیں کوئی اس کو راہ بتانے والا اور اس کو چھوڑ دیتا ہے اس کی
شرارت میں بہکتے -

نمبر ۴ - مریم اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ترجمہ
تو نے نہیں دیکھا کہ ہم نے چھوڑ رکھے ہیں شیطان منکروں پر اچھالتے ہیں انکو ابھار کر -

نمبر ۵ - النحل لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ترجمہ ان کو اللہ راہ نہیں دکھلاتا
اور ان کو دکھ کی مار ہے -

نمبر ۶ - النحل اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ترجمہ وہی ہیں کہ مہر کر دی اللہ نے انکے دلوں پر کانوں پر
اور وہی ہیں بیہوش -

نمبر ۷ - کہف وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ترجمہ اور جس کو خدا گمراہ کرے
پھر تو نہ پاوے اس کا رفیق راہ پر لانے والا -

نمبر ۸ اعراف - تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ ترجمہ خدا گمراہ کرے جس کو چاہے -

نمبر ۹ اعراف - يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ترجمہ مہر کرتا ہے خدا کافروں
کے دلوں پر -

نمبر ۱۰ قصص اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ترجمہ بیشک راہ نہیں بتاتا
اللہ ظالموں کی قوم کو -

نمبر ۱۱ - مومن وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ترجمہ بیشک اللہ نہیں راہ دکھلاتا
فضول خرچ اور جھوٹے کو -

نمبر ۱۲ - مومن كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ترجمہ اور جس کو غلطی میں
ڈالے اللہ تو کوئی نہیں اسکو سمجھانے والا -

نمبر ۱۳ مومن - كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ترجمہ اسی طرح
مہر کرتا ہے اللہ ہر مغرور اور سرکش دل پر -

نمبر ۱۵ مومن - كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ترجمہ اس طرح گمراہ کرتا ہے اللہ کافروں کو

نمبر ۱۶ زخرف وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ
ترجمہ اور جو کوئی آنکھیں چراوے رحمن کی یاد سے ہم اس پر تعین کریں ایک شیطان
پھر وہ رہے اس کا ساتھی -

نمبر ۱۷ توبہ - وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ترجمہ اور اللہ راہ نہیں دکھلاتا
بدکاروں کو -

نمبر ۱۸ سورۃ نسا - اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ترجمہ کیا تم چاہتے ہو کہ راہ پر لاؤ انکو جس کو اللہ نے گمراہ کیا
اور جس کو اللہ گمراہ کرے پھر تو نہ پاوے اس کے واسطے کہیں راستہ -

نمبر ۱۹ - سورۃ النسا وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ترجمہ اور جس کو گمراہ
کرے اللہ اس کے واسطے کوئی رستہ نہیں -

نمبر ۲۰ سورۃ بقر اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ترجمہ اللہ دشمن ہے کافروں کا -

نمبر ۲۱ سورۃ انعام مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ترجمہ جس کو چاہے اللہ گمراہ کرے -

نمبر ۲۲ بنی اسرائیل جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ ... حِجَابًا مَّسْتُوْرًا وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ترجمہ کرتے ہیں ہم بیچ میں تیرے اور ان
(کافر) لوگوں کے ایک پردہ ڈھکا ہوا اور رکھتے ہیں ان کے دلوں پر اوٹ کہ اس کو نہ سمجھیں
(یعنی قرآن کو) اور ان کے کانوں کے بوجھ -

شیطان گمراہ کرتا ہے

نمبر ۱ سورۃ بقر - فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا ترجمہ پھر ڈگایا ان کو شیطان نے اس سے -

نمبر ۲ - سورۃ آل عمران اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ ترجمہ اور کبھی بھلاوے تجھکو شیطان -

نمبر ۳ - سورۃ انعام وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ ترجمہ اور کبھی بھلا دے تجھکو شیطان -

نمبر ۴ - ص لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ترجمہ شیطان کہتا ہے میں گمراہ کرونگا ان سب کو -

نمبر ۵۔ اعراف۔ فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ترجمہ پیچھے لگا اُسکے شیطان تو ہوا گمراہوں میں۔

نمبر ۶۔ قصص۔ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ترجمہ ہوا شیطان کے کام سے بیشک وہ دشمن ہے بہکانیوالا۔

نمبر ۷۔ عنکبوت۔ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ ترجمہ رجھا یا اُن کو شیطان نے اُن کے عملوں کو اور روک دیا اُنکو راہ سے۔

نمبر ۸۔ زخرف۔ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ترجمہ اور نہ روکے تم کو شیطان وہ تمہارا دشمن ہے صریح۔

نمبر ۹۔ محمد۔ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَاَمْلٰى لَهُمْ ترجمہ شیطان نے بات بنائی اُنکے دل میں اور جھوٹے وعدے دیئے۔

نمبر ۱۰۔ مجادلہ۔ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ترجمہ قابو میں کر لیا اُن کو شیطان نے پھر بھلا دیا اُن کو ذکر خدا کے۔

نمبر ۱۱۔ مجادلہ۔ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ترجمہ وہی ہے جتھا شیطان کا جو شیطان کا جتھا ہے وہی خراب ہوتے ہیں۔

نمبر ۱۲۔ نساء۔ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ ترجمہ شیطان بولا کہ میں البتہ لونگا تیرے بندوں سے حصہ مقرر اور اُن کو بہکاؤں گا۔

نمبر ۱۳۔ نساء۔ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ترجمہ اور جو وعدہ دیتا ہے اُن کو شیطان وہ سب دغا ہے۔

نمبر ۱۴ مائدہ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ترجمہ پلیدی ہے شیطان کے کام سے۔

نمبر ۱۵ ” اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ترجمہ شیطان یہی چاہتا ہے کہ ڈالے تم میں دشمنی اور کینہ شراب سے جوئے سے اور روکے تم کو اللہ کی یاد سے۔

نمبر ۱۶۔ آل عمران اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ترجمہ سو اُن کو ڈگا دیا شیطان نے کچھ اُن کے گناہ کی شامت سے۔

نمبر ۱۷ البقر وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ترجمہ اور مت چلو قدموں پر شیطان کے وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

نمبر ۱۸۔ یٰسین وَلَا تَتَّبِعُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ترجمہ نہ پوجو شیطان کو وہ تمہارا ظاہر دشمن ہے۔

نمبر ۱۹ یٰسین۔ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ترجمہ شیطان بہکا لے گیا تم میں سے بہت خلقت کو۔

نمبر ۲۰۔ صافات وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ترجمہ اور بچاؤ ہر شیطان سرکش سے۔

نمبر ۲۱۔ یوسف نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ترجمہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان نزاع کرا دی۔

نمبر ۲۲ یونس اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ترجمہ شیطان نے تم لوگوں سے بہتوں کو گمراہ کیا۔

نمونہ تعلیم قرآن

عجب حالت ہے طرفہ ماجرا ہے   خدا شیطان ہے اور شیطان خدا ہے
کیا گمراہ دونوں نے جہان کو   کہ سا قرآن میں یہ برملا ہے
خدا سے ہے وہ بہکانے کو مامور   عبث شیطان ملزم بن رہا ہے
خدا کے حکم کی کرتا ہے تعمیل   خدا ہی سے شرارت کی بنا ہے
پڑھو آیات قرآنی تحقیقی   نتیجہ ہو سنو سوچو کہ کیا ہے
خدا کے واسطے یہ کفر چھوڑو   عبث کیوں جان پیارا کیا ہے
نہ ہم کہتے ہیں صحیح کہتا ہے قرآن   خدا شیطان ہے اور شیطان خدا ہے

اے محمدی بھائیو آپ اس قرآن کی محبت میں بیہوش و مدہوش کیوں ہو گئے ہو؟ اور خدا داد عقل و ہوش کو کیوں یک لخت کھو بیٹھے؟ اُس عقل کل نے جو تمہیں سمجھ کا مادہ دیا ہے اُسے تعصب نخوت کے سبب کیوں بیکار رکھ چھوڑا ہے؟ کہ ایک شب تاب کی روشنی کو آفتاب سمجھنا اور آفتاب کی طرف سے خفاش کی طرح منہ پھیر لینا کیا آپ کی عقلمندی کے نشان ہیں زمزم کے کھارے پانی کو آب حیات جاننا۔ اور گنگا کو اس سبب سے کہ ہندوستان میں ہے برا ماننا کیا اسلامی حکمت کے فلسفی بیان ہیں؟ ابھو۔ تا قیامت بد اور ہندوستان ہم کو بدگوں سے رشتہ داری توڑ دو غفلت میں سونے کا زمانہ نہیں ہے تعلیم ترقی پر ہے تمہاری اولاد کی آنکھیں کھل رہی ہیں اب قرآن پر عمل درآمد کرنے کا زمانہ نہیں ہے قرآن کے ہر ایک حرف کو بلالحاظ مذہب کے آریہ سماجی نہیں۔ بلکہ خود تعلیم سائنس کالجوں کی پڑھائی اور فلسفی بیخ دین سے اکھاڑ رہی ہے۔ اگر یہی کم بیش حال تک تعلیم کی یہی روز افزوں حالت رہی تو قرآن و اسلام پر ست جلد وبال آنے کا۔ حال کی ذریعت ایسی کم عقل والی نہیں ہے کہ ان کو بہشتوں کے سہنے کے کنگن کیچڑ وں کے باغ اور غلافی موتی غلاموں کے رجھانے یا حوریں پسند خاطر ہوں یا دودھ و شہد و شراب کے قرآنی نہروں کی تعلیموں پر مولوی لوگ طفل تسلی دے سکیں کیونکہ قطعہ

وقت علم ست و عہد دانائی   دور عقل ست و فلسفہ دانی
کس خدا را رقابت اعراب   ہر تو گفتہ ست ایں برابی
گر تو قرآن بدیں نمط خوانی   ببری رونق مسلمانی - راہی

فخر الہند آنریبل سید احمد خانصاحب پہلے وحی کی بابت امام فخر الدین رازی کا قول تفسیر کبیر سے نقل کرکے فرماتے ہیں کہ یہ تقریریں ہمارے علماء قدیم کی اسی قسم کی تقریریں ہیں جن پر آج لوگ ہنستے ہیں اور قرآن مجید اور مذہب اسلام کو مثل اس تقریر کے لغو سمجھتے ہیں۔ (تفسیر احمدی مطبوعہ جلد اول بحوالہ بقر صفحہ ۹۵ ملحضًا)

اب اسلام کے بر خورداروں بچوں کو وہ زمانہ عنقریب آنا چاہتا ہے والا ہے بلکہ نو آچکا۔ یعنی یا تو وہ تعصب کے بیلئے اور عقل کے حاصل کرنے اور علمی کتابوں کے دیکھنے سے اعرابی باپ دادوں کے خیالات کو یہ شعر پڑھ کر

بعرب رفتنت مبارک باد   نہ چنیں رو کہ گاہے باز آئی

ٹھکانہ لگا دینگے بلکہ پارسل بنا کر بار برداشتہ انکا بلا اندرون بحر قلزم کے لا دو نہ فرما دینگے۔ اور یا وہ دہریہ ہو جاوینگے۔

یا اگر خدا کی توفیق شامل حال رہی۔ اور عقل نے رہبری کی یا سیاست جمہوریت کا حصہ تعلیم قرآنی یا تکذیب براہین احمدیہ کو مطالعہ کیا یا نسخہ خبط احمدیہ کا استعمال کیا اور شراب کباب سے فرصت ملی اور کچھ سعادت کا مادہ بھی موجود ہوا تو ویدک دھرم سا کھرا دھرم وید یا بیان لا ئینگے۔ اور آریہ بن جاوینگے۔ مگر دونوں صورتوں میں قرآن وغیرہ کی بیخ سے کھلی مٹینگے۔ آمین یا رب العالمین۔

بات یہ اچھی ہے ہر انسان کو   سوچنا چاہئے ضرور ایمان کو
جھوٹ ہو دے گر جہاں میں منجھ   چھوڑ دو ایمان ست بطلان کو

جان شیدا ہے اس اصول پاک کو
زن میں جا مزجان کر بھگوان کو

جو کہے تعلیم قرآں مومنو
ظلم سے بھرتی ہے جو رزان کو

عقل کی دشمن ہے رہزن ہوش کی
سیر کرکے دیکھو عربستان کو

رہبری اس کی ہے دشمن جان کی
جان کر ڈالو چاہ میں جان کو

آتا ہے وہ روز بھائیو عنقریب
جب خدا چھوڑو گے یا قرآن کو

صفحہ ٧٧ و ٨٧ حاشیہ ماسوا اسکے ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ جزو لایتجزی دلائل عقلیہ اور ہندسیہ سے باطل ہے اور اسکے ابطال پر ایک آسان دلیل یہ ہے کہ اگر جزو لایتجزی یعنے پرمانو پرکرتی کو دو چیزوں کے درمیان رکھا جاوے تو ضرور ہے کہ وہ دونوں چیزیں طرف مخالف سے اُس کو مس کرینگے۔ اور یہ امر تقسیم کو ثابت کرنے والا ہے دوسرے یہ کہ نقطہ بھی جزو لایتجزی ہے۔ اور بموجب اصول موضوعہ علم ہندسہ کے ہم کو اختیار ہے کہ ایک نقطہ سے دوسرے نقطہ تک خط مستقیم کھینچ لیں۔ مثلاً ہم مختار ہیں نقطہ ا اور ب میں ا ــــــ ب ایک خط مستقیم کھینچ لیں جس کا کل مجموعہ گیارہ نقطے ہوں پھر بعد اسکے ہم یہ بھی اختیار رکھتے ہیں کہ بموجب شکل دہم مقالہ اول تحریر اقلیدس (ہر خط محدود کی تنصیف کریں تو ظاہر ہے کہ اس خط کے دو ٹکڑے برابر کرنے سے درمیانی نقطہ (جو پرمانو ہے) منقسم ہو جاوے گا۔ اور یہی مطلب ہے) آریہ مرزا کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اقلیدس (علم ریکھا گنت) کو اچھی طرح نہیں سمجھتا۔ اور اگر سمجھتا ہے تو شاید کبھی غلطی سے بھی یہ دلیل نہ دیتا کیونکہ جس کو تقسیم کہتے ہیں وہ ویسی تقسیم نقطے کے نہیں ہیں۔ اور نقطے خواہ کیسے ہی چھوٹے معین ہوں تقسیم نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ محال ہے ورنہ اس صورت تقسیم میں نقطہ کی یہ تعریف نہ رہے گی۔ دیکھو اقلیدس پہلا مقالہ تشریح حدود نقطہ وہ ہے جس کے لئے جگہ تو معین ہو مگر مقدار نہ ہو نقطہ کسی جگہ پر تو ہوتا ہے مگر اس میں طول و عرض و عمق نہیں ہوتا (.) ایسے نشان کو مجازاً نقطہ کہتے ہیں کیونکہ درحقیقت اس سے بھی چھوٹے نقطے ہو سکتے ہیں جیسے . . . اور تعریف نقطہ کی اُس پر صادق نہیں آتی لیکن اس طرح سے چھوٹے سے چھوٹا نقطہ فرض کریں تو وہی مطلب حاصل ہوگا یعنے اُسکے لئے جگہ تو معین ہوگی۔ مگر مقدار نہ ہوگی پس جبکہ مقدار نہ ہوئی تو لابد اُسکے اجزا بھی نہ ہونگے۔ ایسا نقطہ فقط مقام شے کا بتلاتا ہے۔ (دیکھو اقلیدس حصہ اول مطبوعہ ١٨٧١ء صفحہ ١)

شکل دہم مقالہ اول بھی آپنے نہیں سمجھی کیونکہ اُس کا دعوےٰ یہ ہے کہ ایک خط محدود کی تنصیف کیا چاہتے ہیں اور خط کی تعریف جو نمبر ٢ حدود اقلیدس میں دی گئی ہے کہ جس میں طول تو ہو مگر عرض و عمق مطلق نہ ہو پس اول تو بموجب حکم اس شکل کے خط کی تنصیف ہو سکتی ہے نہ کہ نقطے کی کیونکہ نقطہ میں طول نہیں جالانکہ خط میں طول موجود، آپ اقلیدس کی حدود مقررہ کو سینہ زوری سے توڑنا چاہتے ہیں رسالہ ہی دعویٰ الہام کا کرتے ہیں جس سے اپنے آپ کو نہیں بلکہ الہام دینے والے کو بھی حیران کر رہے ہیں غالباً آپ کی طرح وہ بھی علم ہندسہ سے محروم ہے حضرت موجب اس شکل دہم کے نقطہ د پر دو خط ج ا ب تو ہو سکتے ہیں مگر وہ نقطہ د نصف نہیں ہوتا کیونکہ اس میں مقدار معین نہیں۔ اور نہ سوائے مقدار معین کے کوئی چیز نصف ہو سکتی ہے اس مقام پر آپ کی ہندسہ دانی پر سب سے زیادہ افسوس اس واسطے ہے کہ آپ کو اقلیدس سے الف کو تو کیا نقطہ بھی نہیں آتا اور نہ پرمانو کی تعریف معلوم ہے۔ برائے خدا اس بارہ میں کسی مہندس یا اقلیدس دان سے کئی سال تعلیم پائیے تب کسی آریہ کے مقابلہ میں آئیے۔

باب پنجم ٥

سوامی جی کے متعلق اعتراضوں کا جواب

غلام احمد ٩٤۔ بھلا آپ ہی بتلا دیں کہ یہ مسئلہ جو آپکے اصول سے۔ وہ ستیارتھ پرکاش میں پنڈت دیانند صاحب نے لکھا ہے کہ روح انسانی اوس کی طرح گھاس پات وغیرہ پر گرتی ہے۔ پھر اُس کو کوئی عورت کھا لیتی ہے۔ اُس سے بچہ پیدا ہوتا ہے یہ [illegible] تحقیق کے اور تمام اطبا اور فلاسفر کی تحقیق کے مخالف ہے۔

مرلیدھر ٩٥۔ یہ ستیارتھ پرکاش میں کسی جگہ نہیں۔ اگر ہے۔ تو ستیارتھ پرکاش دیتا ہوں اس میں سے نکال کر دکھلا دیں تاکہ سچ اور جھوٹ کی تمیز لوگ کر لیں۔

غلام احمد اسکے جواب میں آپ نے یہ کہا کہ پہلے روز کی تقریر اسی روز کے ساتھ ختم ہوئی۔ یہ سر الزام تھا کہ اسی روز جھگڑا شروع کرتے۔ اب کیونکر اس مباحثہ میں تحریک کے لائق ہے بلکہ از قبیل مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید ہے اگر آپ کو چار روز کی بات اب تک حفظ ہے تو آپ بر وقت شائع کرنے اپنے مضمون کے بطور نوٹ لکھ دیں۔ کہ یہ حوالہ غلط ہے پھر لکھا جائیگا۔ اور میں اب بھی کتاب نکال کر دکھلا دیتا ہوں لیکن مجھے یاد نہیں اور نہ میں اگری پڑھ سکتا ہوں۔[1]

مرلیدھر جب تک اس کا تصفیہ نہ ہو دوسری گفتگو نہیں کر سکتے کیونکہ پہلے روز بحث ختم نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ بسبب کمی وقت کے امروز پر ملتوی کی گئی تھی پس آپ کو ضرور ستیارتھ پرکاش سے دکھلانا چاہئے۔

وکیل الٰہی بخش صاحب تو ہر گذشتہ قصوں کو لے بیٹھنا بیجا ہے۔ تاکہ آج کی بحث ہونی چاہئے۔ بھلا اتنی بڑی کتاب جس کا پتہ و مقام خاص یاد نہیں۔ اگر کسی سے پتہ بھی جاوے تو کیا دو چار روز سے کم میں ختم ہو سکتی ہے علاوہ بریں مرزا صاحب آپ کی کتاب سے نکال کر دکھلانے کے ذمہ وار نہیں ہیں۔

مرلیدھر ٩٦ کیا آپ عدالت میں ایسی ہی وکالت کیا کرتے ہیں یہ رعایت کی بات ہے۔ تردید۔ وکیل صاحب نے مرزا کے الہام سے انکار کر دیا۔ وہ تو الہامی ہیں۔ کیا علم لدنی سے نہیں بتلا سکتے انہیں بغیر شبہ کے انگریزی میں الہام ہوتے ہیں تو کیا بغیر شبہ کے ناگری۔ سنسکرت نہیں جان سکتے؟

غلام احمد ٩٧ جس کے لکھنے کا ماسٹر مرلیدھر صاحب کو وعدہ دیا گیا تھا۔ وہ یہ ہے ستیارتھ پرکاش ١٨٧٥ء آٹھواں سمولاس صفحہ ٢٦٢۔

سوال جنم اور موت وغیرہ کس طرح ہوتی ہے۔ جواب ایک شریر یعنے جسم لطیف روح، اور ستھول شریر جسم کثیف باہم ملکر جب ظاہر ہوتے ہیں تب اُس کا نام یعنے پیدائش ہوتا ہے۔ اور دونوں کی علیحدگی سے غائب ہو جانے کو موت کہتے ہیں۔ سو اس طرح سے ہوتا ہے۔ کہ روح اپنے تناسخ سے گردش کرتی۔ اور اپنے اعمال کی تاثیر سے گھومتے ہوئے پانی یا کسی اناج یا ہوا میں ملتی ہے۔ پھر جب ہوا یا پانی یا کسی بوٹی وغیرہ کے ساتھ مل جاتی ہے تو جیسے جیسے افعال کا اثر یعنے جتنا جس کو سکھ یا دکھ ہونا ضروری ہے خدا کے حکم کے موافق ویسی جگہ اور ویسے ہی جسم میں ملکے شکم مادر میں ٢٠ [?] ہو جاتی ہے۔ پھر حیوان یا انسان میں وہ غذا کے ساتھ اندر چلی جاتی ہے اُس کے جسم کے حصہ کی [illegible] جسم بنتا ہے۔ اسی طریقہ سے جو پرمیشر نے مقرر کر رکھا ہے روح نکلنے کے بعد [illegible]

[1] یہ صاحب ہوشیارپور کے وکیل ہیں۔ ان کے بیان میں جس عبارت پر لکیر ہے مرزا نے ارادتاً چھوڑ دی تھی نیاز ماسٹر جی کے درج کی گئی۔

یہ ویدک دھرم کا چوتھا اصول ہے سچ کے اختیار کرنے اور جھوٹ کے چھوڑنے میں ہمیشہ تیار رہنا چاہئے۔ سیّد حفیظ احمد [?]

کرنوں کے ساتھ اوپر کو پہنچ جاتی ہے۔ یا اپر دھند کے ہو کر ساتھ اوس کی طرح زمین پر کسی بوٹی وغیرہ پر گرتی ہے۔ پھر موجب طریقہ مذکورہ بالا جسم اختیار کرتی ہے۔"

یہ پنڈت صاحب کی عبارت ہے جو ہم نے ستیارتھ پرکاش سے نکال کر اسجگہ لکھی ہے

اب ہم ماسٹر صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیوں صاحب ابھی سچ اور جھوٹ کی تمیز ہوتی یا نہیں اسوقت ذرا آپ فرمائیں تو سہی کہ آپکے دل کا کیا حال ہے کیا وہ آپکا قول سچ نکلا کہ مضمون مذکورہ بالا ستیارتھ پرکاش میں کسی جگہ نہیں افسوس۔

تو دیکھا افسوس صد ہزار افسوس مرزا صاحب تعصب کی آنکھ میں خاک ڈالکر دن کو اندھیرا بتاتے ہیں۔ اور اس پر الہامی ہونے کا دعوے ہے چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

ستیارتھ پرکاش میں یہ عبارت اوس کی طرح بالکل نہیں ہرگز نہیں ہے وہاں کی اصل عبارت یہ ہے "پرلے میں جسم اور من آدک سب پیچ کا ہے ہوتا ہے تو انتر لنگ شریر اور ستھول شریر کا سنجوگ نہ پرکرتی کا جو جلوا اس کا نام جنم ہے۔ اور لنگ شریر تہا ستھول شریر کا ویوگ ہونے سے اپرگٹ کا جو ہونا اسکا نام مرن ہے۔ سو اس پرکار سے ہوتا ہے کہ جیو اپنے کرموں کے سنسکاروں سے گھومتا ہوا اگنی۔ وایو جل اوکھدھی میں اتھوا آپو میں ملتا ہے پھر جیسا جیسے کرموں کا سنسکار رہا ہے۔ ویسا ویسا دکھ سکھ جتنا جسکو ہوتا اوشیہ ہے یہ ایشور کی آگیا ہے اور کمول ویسے استھان اور ویسے ہی شریر میں نکلے گربھ میں پرویش ہوتا ہے۔ پھر جس میں وہ ملا اسکے اودیوں کے اکرمن میں شریر بنتا ہے جیسے کہ پرمیشر نے نکتی رچی ہے۔ پھر جب مرن ہوتا ہے تب ستھول اور لنگ شریر کا ویوگ ہوتا ہے سو ستھول شریر سے لنگ شریر نکلکے باہر جو وایو اس میں ملتا ہے پھر وایو کے ساتھ جہاں تہاں گھومتا ہے۔ کبھی سوریہ کے کرنوں کے ساتھ اونچی اور چندرما کے کرنوں کے ساتھ نیچے آجاتا ہے۔ اتو وایو کے ساتھ۔ نیچے اوپر۔ اور مدھ میں رہتا ہے۔ پھر اوکت پرکار سے شریر دھارن کر لیتا ہے۔" (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۰۴ سطر ۵ سے اخیر تک اور ۳۰۵ کی سطر ۲ تک)

ناظرین خود ہی انصاف کریں کہ قرآنی تعلیم کی برکت سے حضرت کیسے اللہ جالاکی کی اور کیا ہی الہامی پیرایہ سے اصل عبارت کو راستی سے صحیح صحیح نقل کیا ان کی جس عبارت پر ہمنے خط کھینچے ہیں۔ وہ بیشک ستیارتھ پرکاش میں ہے اور جس پر نہیں قطعی غائب ہیں حق و باطل (وید و قرآن) کی تمیز کے واسطے ہمنے اصل عبارت سرمہ ستیارتھ پرکاش کی درج کردی آنکھ والے انکی دیانتداری کا اندازہ کر سکتے ہیں بہت سی عبارت حضرت نے اپنی طرف سے لکھی از انجملہ یہ بھی کہ "اوس کیطرح زمین پر کسی بوٹی وغیرہ پر گرتی ہے" نہ تو یہ عبارت ستیارتھ پرکاش میں ہے اور لنگ شریر کا ترجمہ روح ہے اگر مرزا در حقیقت راستی کا طالب ہے تو اس ایک بات پر ہی سچ اور جھوٹ کی تمیز ہو سکتی ہے۔ اگر صدق ہمارے یارو ہم مرزا صاحب کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اس کا ثبوت دیں کہ یہ ستیارتھ پرکاش میں کہاں ہے کہ روح اوس کی طرح زمین پر کسی بوٹی وغیرہ پر گرتی ہے۔ ہمیں غالب یقین ہے کہ مرزا صاحب یا انکے دوست وکیل مطبیت احسن وغیرہ اس کا جواب تمام عمر کے سر پٹکتے بھی نہیں دے سکیں گے۔

غلام احمد ۹۱ ۔ چنانچہ پہلے انہوں نے اپنے ستیارتھ پرکاش میں جو وید بھاشیہ کے مشتہر کرنے سے پہلے لکھی گئی ہے صفحہ ۲۲۴ میں لکھا تھا۔ کہ پتروں سے جو کوئی جیتا ہو اسکا ترپن تو کرنا اور جتنے مرگئے ہوں ان کا تو ضرور کرنا اور پھر چند در چند دلائل بھی بیان کئے ہیں لیکن پھر مدت کے بعد انہوں نے اشتہار دیا کہ یہ سہو کاتب ہے۔ گویا کاتب نے اپنی طرف سے ایک صفحہ مع دلائل و فوائد کے لکھ مارا اور پنڈت صاحب سوئے انہیں کچھ خبر نہیں۔

تردید پتروں کے ترپن شرادھ کی بابت جو پہلے ستیارتھ پرکاش میں ہے اس کی رو میں ہمارے پاس جوابات ذیل ہیں۔

جواب نمبر ۱ ۔ سوامی جی اصل رہنے والے گجرات کاٹھیاواڑ کے تھے مادری زبان گجراتی ہونے کے کارن ۴۰ سال تک برابر سنسکرت بولنے اور مہا بھاشا کا ابھیاس کرنے کے سبب ہندی اور خصوصاً برج بھاشا کا پربھاؤ (واقفیت) نہ ہونے کے باعث اسکو کم سمجھتے تھے چنانچہ اس کا ثبوت ایک بڑے مشہور واقعہ سے بھی اچھی طرح ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ بنارس میں استھانوں کے وجود سے (ابتک پہلے ستیارتھ پرکاش کا خیال بھی نہ تھا) آپنے ویاکھیان دئیے۔ زبان صرف سنسکرت تھی ویاکھیان کا مضمون مورتی پوجن اور مرتک شرادھ ترپن کی تردید تھی سینکڑوں ویاکھیان دیتے ہے سامعین ہزاروں تھے۔ مگر ٹھیک سمجھنے والے صرف ہی ایک دو پنڈت لوگ جب ویاکھیان ختم ہوتا تھا پنڈت صاحبان عام لوگوں کو بھاشا میں سمجھا دیا کرتے تھے کہ سوامی جی مورتی پوجا کا ثبوت اور شرادھ ترپن کی خوبیاں بتلاتے ہیں جن کو سنکر لوگ خوش و خرم ہو جاتے تھے۔ جب سوامی جی نے دیکھا کہ ان کے ویاکھیانوں سے بنارس جیسے بیت الصنم میں لوگ گرویدہ نہیں ہوتے۔ تو حیران و متعجب ہوئے۔ کہ اس کا باعث کیا ہے۔ آخرالامر ان پنڈتوں سے ایک حق پسند پنڈت نے جسکو انکی ویاکھیان سے بہت کچھ لابھ ہوا تھا۔ سنسکرت میں عرض کی کہ مہاراج! آپ تو کچھ اور کہتے ہیں اور پنڈت صاحبان لوگوں کو الٹا سمجھاتے ہیں۔ تب سے سوامی نے وہاں ویاکھیان بند کرکے بھاشا کا استعمال شروع کیا مگر ایک مشکل پھر پیش آئی کہ کثرت سفر کی وجہ سے نہ تو خود ایک جگہ رہ سکے اور نہ پروف دیکھ سکے۔ چونکہ ان دنوں بھاشا لکھنے والے اور مترجم بالکل نام درستی کرنے والے پوپ جی مہاراج تھے۔ انکے برخلاف پستک وہاں کا ہی انتظام ہوگیا۔ پھر کسی جگہ تغیر و تبدل کرکے کمی و بیشی کر دینا کونسا دشوار ہے۔ اور کیا کوئی تھوڑی عقل والا بھی انکار کر سکتا ہے کہ ایسا ہونا محال ہے بقول سعدی۔ ؎

ملحد گرسنہ در خانہ خالی بر خوان ۔ عقل باور نکند کز رمضان اندیشد

کیا بیاس جی کے نام سے ان خود پرستوں نے ۱۸ پوران ۱۸ اپ پوران نہیں بنالئے کیا وششٹ جی کے نام سے جوگ وششٹ انہوں نے نہیں بنایا؟ دور کیوں جاتے ابھی ایک سو برس کا عرصہ بھی نہیں گذرا کہ نارد جی کے نام سے ان لوگوں نے ست نارائن کی کتھا بنالی۔ ابھی سوامی جی سے مباحثہ میں ہار کر گیا اور انہوں نے آیندہ چالوں سے بچنے کے واسطے یہ ماتما ایک نسخہ برہما جی کے نام سے نہیں بنائی۔ اگر یہ سب واقعات آفتاب کیطرح ظاہر نہیں تو پھر اس طرح کی جعلسازی کر دینے میں کیا کوئی شک کر سکتا ہے۔

ہاں جن دنوں ستیارتھ پرکاش چھپ کر پہنچا تھا سوامی جی منڈوں چاند دکھ رہے تھے اور اتفاقاً مرتک شرادھ کی تردید میں ویاکھیان تھا ستیارتھ پرکاش میں چھپے ہوئے ہیں غلطی کو دیکھکر نہایت افسوس ناک ہوئے اور اسی وقت اشتہار جاری کر دئے کہ یہ کسی کی شرارت کی ہے غلطی سے چھپ گیا ہے چنانچہ اسی اشتہار کی ایک نقل وید بھاشیہ کے ٹائیٹل صفحہ پر چھپ کر مشتہر ہو گئی۔

جواب نمبر ۲ ۔ سری مان راجہ جیکشن داس صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی جن کی معرفت پہلے دیولٹنے ستیارتھ پرکاش مطبوعہ اول طبع ہوا تھا انہیں کی طرف سے اسی ستیارتھ پرکاش کے دیباچہ میں اشتہار بھی ہے۔ "چھاپنے میں تیکہ تا (جلدی) کے کارن بہت اشدھ تھا (غلطیاں) رہ گئی ہیں آشا ہے کہ سپاٹھک گن اس اپرادھ کو کھما (معاف) کرینگے" (صفحہ ٹائیٹل پیج کی پشت)

جواب نمبر ۳ ۔ اب یہ بتلاتا ہوں کہ ستیارتھ پرکاش سے یعنی ۱۸۷۵ء سے پہلے بھی جی

مرتک شرادھ و ترپن کو نہیں مانتے تھے دیکھئے وہ سندھیا کی پستک جو سوامی جی نے زبان سنسکرت بمبئی میں چھپوائی تھی اُس میں لکھا ہے۔ एतेषां सोम सदा दी-

नां श्रद्धया तर्प्यणं क्रियं विद्यमानां श्रद्धया यत्क्रियते तत् श्राद्धमत्र स्यप्यं यत्क्रियते तत् तर्प्यणं

ترجمہ سوم سد جو مہیج وغیرہ صفات سے موصوف شردھالو ترت کے یوگ ہو زندہ (موجودہ) بزرگوں کے واسطے جو شردھا سے کیا جاتا ہے وہ شرادھ ہے۔ اور جو ترپتی ارتھ کیا جاوے۔ وہ ترپن ہے" (دیکھو سندھیا مطبوعہ بمبئی شروع ۱۸۷۵ء و ستیارتھ پرکاش مطبع رگناتھ کرشن جی صفحہ ۲۰ سطر ۱۲ جسکو آج ۱۵ سال ہوتے ہیں ستیارتھ اخیر ۱۸۷۵ء میں چھپا تھا جسکو آج ۱۴ سال ہوتے ہیں پس یہ پستک ستیارتھ پرکاش سے دو سال پہلے ہوا تھا۔

جواب نمبر ۴۔ منشی کنہیا لال صاحب سوامی جی کے اوس لیکچر کی بابت جو بشہر متھرا ۱۸۷۵ء میں مردوں کے شرادھ کی تردید پر تھا لکھتے ہیں کہ وہاں یہ تمام لوگ (برہمن) اُنکا اُپدیش سنکر اپنی آمدنی کم ہوجانے کے خیال سے ڈر گئے کہ اُنہوں نے ہماری بیج (کیوں) کو کھویا اور ہماری چڑیوں کو جال سے نکال دیا (دیکھو اُن کا رسالہ ماہواری صفحہ ۱۴۔ ۱۸۷۵ء کو ستیارتھ پرکاش سے ایک سال پہلے۔

جواب نمبر ۵۔ سنسکار ودھی مطبوعہ بار اول میں بھی مردوں کے شرادھ و پنڈ کرنے اور اُنکے بخشنے کی تردید موجود ہے چنانچہ وہاں لکھا ہے تبتک شوگ نوت نہ ہو۔ تب تک مرتیش ودوان لوگ سے شوگ کو چھوڑا لیوے اور اُن کو بھوجن آدمی سے پرسن کرے یہی پنڈ پردان اور شرادھ جاننا تھا مرنے والا پورش جو دھرم واں ہو مرکے سرگ کو گیا ہو۔ اُس کو دیا۔ یہ چار آدمی ہے سو دیش کے ہت میں بہاوت لگا وے۔ تھا وسکے مرے پیچھے جو کوئی دھرم ارتھ دیوے سو بھی اسے مارگ سے لگاد پہنچتا نہیں۔ صفحہ ۵۰ سطر ۱۴ سے ۲۰ تک۔

جواب نمبر ۶۔ پھر اُسی سنسکار ودھی میں ہے کہ مرتک سنسکار سب کی سماپتی ہوتا ہے یعنے آخر یا وہاں سے پیکر اس سنسکار تک سولہ سنسکار ہوتے ہیں اسکے سوا کوئی سنسکار نہیں ہے" (صفحہ ۹۹ و ۱۴۰) اور پتر کا ترجمہ بھی زندہ گیانی لوگ کیا ہے (صفحہ ۱۲۹) جس کو آج ۱۴ سال ہوتے ہیں۔

جواب نمبر ۷۔ وید بھاشیہ بھومکا میں بھی جو سمت ۱۹۳۳ میں تصنیف ہوئی تھی لکھا ہے۔ استیسرا پتری یگیہ ہے ہیں۔ اُس کے دو بھید ہیں ایک ترپن دوسرا شرادھ۔ اُن میں سے جس کرم کرکے ودوان۔ دیو۔ رکھی سپتروں کو سکھ یکت (ترپت) کرتے ہیں سو ترپن کہاتا ہے۔ تتھا جو اُن لوگوں کی شردھا پورک سیوا کرتا ہے اسکو شرادھ جاننا چاہئے۔ یہ ترپن آدی کرم ودوان (موجودہ زندہ) جیتے ہوئے پرتھکش میں گھٹتا ہے مرے ہوؤں میں نہیں کیونکہ مرتکوں کا پرتھکش ہونا اسمبھو ہے۔ اسلئے اُنکی سیوا بھی نہیں ہو سکتی" (بھومکا صفحہ ۲۵۴ سطر ۲۰ سے ۲۴ تک) جس کو آج ۱۳ سال ہوتے ہیں۔

اسی طرح آریہ اودیش رتن مالا مطبوعہ سمت ۱۹۳۴ کے صفحہ ۱۱ اور پنچ مہا یگ ودھی بھاشا مطبوعہ ۱۸۷۷ء کے ۴۷ و ۴۸ پر بھی مرتک پتروں کے شرادھ ترپن کی تردید موجود ہے۔

علاوہ ازاں پہلا ستیارتھ پرکاش پورا نہیں چھپا تھا تین سمولاس آخری اُس میں نہیں ہیں حالانکہ آخری تیسرے سمولاس میں صاف لکھا ہے کہ وہ جینے جلانے کے پشچات (پیچھے) مرتک (مردہ) کے لئے کچھ بھی نہ کرنا چاہئے سو دیکھو ۹ و ۵ نمبر ۱۰۳۔

اِن مندرجہ بالا اسناد جوابات سے ہر ایک سمجھ بوجھ والا جان سکتا ہے کہ سوامی جی درحقیقت مردہ پتروں کا شرادھ و ترپن جائز نہیں جانتے تھے اور نہ مانتے تھے۔ ہاں پوپ جی نے چالاکی سے ہمیں نقصان پہنچانے کے واسطے وہ درج کر دیا تھا جس کی بابت جلد سوامی جی کی طرف سے بروقت معلوم ہونے کے تردید کیگئی اور آئیندہ کیواسطے احتیاط مزید کی گئی۔

مگر واضح ہو کہ یہ اعتراض مرزا جی کی اسلامی عقل سے نہیں۔ بلکہ منشی شیو نرائن کی فضیلہ خوری ہے دیکھو وچار رسالہ ۱۸۸۶ء صفحہ ۱۷۔ اور اُس کا جواب اسرار برہم بینچتر ۱۸۸۶ء صفحہ ۵۳ و ۵۴)

غلام احمد۔ ہمیشہ شاید عرصہ ۱۲ سال کا یا کچھ کم وبیش ہوا ہوگا کہ پنڈت صاحب نے ایک اشتہار اپنا دستخطی کانپور میں مشتہر کیا تھا کہ اکیس شاستر ایشر کرت یعنے خدا کا کلام ہے پھر رفتہ رفتہ جیسے شاستروں کی خوبیاں پنڈت صاحب پر کھلتی گئیں اُن کو انسان کا کلام سمجھتے گئے یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں چار وید ایشر کرت رہ گئے اور باقی سب انسانی کتابیں ٹھہرائی گئیں۔ پھر اسکے بعد ویدوں کا حصہ جسکو برہمن کہتے ہیں اُنکی نظر میں صحیح ثابت نہیں ہوا۔ تو آخر اسکو بھی ایشر کرت سے باہر کر دیا اور صرف اُسکے دوسرے حصہ سنگتا منتر بھاگ کو الہامی سمجھا گیا۔ کاش پنڈت صاحب ایک دو سال اور بھی جیتے۔ تا ان نوخیال آریوں کو چاروں ویدوں سے آزاد کر جاتے۔

تردید۔ یہ بیان سراسر بہتان ہے۔ جس میں راستی کا ذرہ نشان نہیں اسواسطے ہم دلائل ذیل سے انکار کرتے ہیں۔

دلیل اوّل جو مباحثہ مابین پنڈتان بنارس سری سوامی جی مہاراج کے کارتک سدی ۱۲ سمت ۱۹۲۶ مطابق ۱۷ نومبر ۱۸۶۹ء کے بنارس میں ہوا تھا ایک لایق پادری صاحب اسکی کیفیت تحریر کرتے ہوئے بعنوان ہندو ریفارمر کے فرماتے ہیں جن جن کو وہ (سوامی دیانند) بطور شاستر کے مانتے ہیں۔ وہ تعداد میں اکیس ہیں نمبر ۱ سے ۴ تک چار وید نمبر ۵ سے ۸ تک چار اُپوید نمبر ۹ سے ۱۴ تک وید انگ نمبر ۱۵۔ ایتریہ نمبر ۱۶ استاپ برہمن سوتر نمبر ۱۷ کاتیاین سوتر نمبر ۱۸ یوگ بھاشیہ نمبر ۱۹ واکوواک نمبر ۲۰ منوسمرتی نمبر ۲۱ مہابھارت منجملہ اسکے ویدوں کو اسواسطے مانتے ہیں کہ وہ خود ایشور کے واکیہ ہیں اور باقی اسواسطے کہ یا وہ وید ویہ منی ہیں یا اُن میں انکا ذکر ہے۔

اسی طرح وہ ہر ایک چیز مسئلہ کو جنکا ویدوں میں صاف نشیدھ ہے یا صریح طور پر اُنمیں اس کی اجازت نہیں۔ تردید کرتے ہیں" (دیکھو کرسچین انٹیلی جنسر کلکتہ جلد نمبر ۴۰ صفحہ ۳۰۸ سطر ۱۳۔ انگریزی مطبوعہ مارچ ۱۸۷۰ء) جسکو آج ۲۰ سال ہوتے ہیں)

دلیل دوم۔ اسی طرح شاستر ارتھ ہگلی مابین پنڈت تاراچرن شاستری اور سوامی جی کے سمت ۱۹۳۰ مطابق ۱۸۷۳ء میں ہوا تھا اُس میں سوامی جی نے ویدوں کو ستایا اور ایشوری ودیا ثابت اور پنڈت جی کو مباحثہ میں قایل کرایا (دیکھو گوجی آرک حصہ اول صفحہ ۲۰ سے ۵۴ تک) جس کو آج ۱۷ سال ہوتے ہیں۔

دلیل سوم۔ اسی طرح مباحثہ بمبئی جو مابین پنڈت رام لال جی شاستری اے یوری اور سوامی جی مہاراج کے سمت ۱۹۳۲ مطابق ۱۸۷۵ء ہوا تھا اُس میں سوامی جی نے ویدوں کو ایشور کرت اور ستاپرمان مانا ہے۔ (دیکھو گوجی حصہ سوم صفحہ ۳۴۰ سے ۳۴۳ تک جس کو آج ۱۴ سال ہوتے ہیں)

دلیل چہارم۔ ستیارتھ پرکاش مصنفہ ۱۸۷۵ء کے صفحہ ۲۰۳ کی سطر ۲ سے ۷ تک اور صفحہ ۳۰۸ کی سطر ۱ سے ۱۲ تک اور صفحہ ۴۰۲ سے ۴۵۲ تک نہایت عمدگی و معقولیت سے ویدوں کو ایشور کا گیان ہونا مع مشرح دلائل و فضائل کے بیان کیا ہے۔ جس کو آج ۱۴ سال گذر چکے ہیں۔

وکیل امرتسر میں بھی چھپی تھی۔ پھر اُسی اخبار میں لکھا تھا کہ اب پنڈت صاحب فرماتے ہیں کہ اب میں نے عقیدہ تناسخ کو اختیار کر لیا ہے جو پہلے نہیں تھا۔

تردید جیسا یہ بیان جھوٹ کا طوفان ہے ویسا ہی اِسکا ثبوت بھی۔ کہ وکیل ہندوستان میں بکمرتبہ چھپی تھی۔ بھلا حضرت اُنکا اس سے تعلق کیا تھا کیونکہ سوامی جی اردو۔ انگریزی فارسی۔ عربی تو جانتے نہ تھے۔ اور نہ پادری صاحب ایڈیٹر وکیل ہند سنسکرت یا ناگری جانتے ہیں۔ پھر وہ اُس کی کاریساز شی کس طرح کر سکتے تھے۔ چونکہ کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اس واسطے تمام بار ثبوت اِسکا آپکے ذمہ ہے۔ دیوانہ کی بڑ ہانکنے سے کچھ فایدہ نہیں مگر ہم آپکے اِس ناطلہ کو بھی دور کرنا ضروری جانتے ہیں اسواسطے ثبوت ذیل پیش کرتے ہیں۔

(۱) ستیارتھ پرکاش مطبوعہ ۱۸۷۵ء میں بھی تناسخ کا ذکر موجود ہے اور سوامی جی کو اس کا اقبال ہے۔

(۲) مباحثہ چاند اپور میں بھی تناسخ کا صاف ذکر بلکہ ثبوت موجود ہے جو کہ ۱۸۷۷ء میں ہوا تھا۔

(۳) ستیاست سیک مباحثہ بریلی میں بھی جو ۱۸۷۹ء میں ہوا تھا اس کا مفصل ثبوت موجود ہے۔

سوامی جی نے کبھی تناسخ کا انکار نہیں کیا بلکہ اس مقدس اور اعلےٰ اصول سے کسی ہندو ماتر کو بھی انکار نہیں اور سوامی جی نے تو اس کا صدہا محمدیوں کو بھی قایل کر دیا۔ پس کہنا نسبت آپکا یہ وسواس ناطلہ سراپا دگزاف اور حق کے خلاف ہے۔

غلام احمد ۲۳ ، ۱۔ بلکہ پنڈت دیانند کےدل نے کبھی اِس کو قبول نہیں کیا۔ لالہ شرم پت ایک آریہ اسی جگہ قادیان کے رہنے والے نے میرے پاس بیان کیا کہ میں نے روحوں کی پیدایش کے بارے میں دیانند جی سے دریافت کیا۔ تو لگے باتیں بنانے اور فرمایا کہ پہلے جو ہو چکا سو ہو چکا آیندہ اگر پیدا کرنا ہی چلا جاوے تو اتنا بڑا وسیع مکان کہاں سے لائے جس میں روحیں رہا کریں اب دیکھو کہ اس تقریر میں ناچار ہو کر دیانند نے اسقدر مان لیا کہ اول پرمیشر نے ضرور روحوں کو پیدا کیا تھا۔ لیکن آیندہ اس غرض سے پیدا کرنے سے دست کش ہے کہ کوئی ایسا بڑا مکان اُسے نہیں ملتا۔

تردید ہم نے اس کی تصدیق کے لئے ۱۵۔ اکتوبر ۱۸۸۸ء کو لالہ شرم پت رائے صاحب کے نام ایک خط روانہ کیا۔ جس کا جواب مورخہ ۵ دسمبر ۱۸۸۸ء) موصول ہوا پس سچ اور جھوٹ کی تحقیق کے لئے ہم ہر دو خط بجنسہ نقل کرتے ہیں۔

مشفقی لالہ شرم پت رائے صاحب نمستے۔ غلام احمد نے سرمہ چشم کے صفحہ ۲۳ ، پر لکھا ہے کہ کہ لالہ شرم پت رائے نے میرے پاس بیان کیا کہ سوامی جی سے روحوں کی پیدایش کے بارہ میں اس نے دریافت کیا تو وہ باتیں بنانے لگے اور فرمایا کہ پہلے ہو چکا آیندہ اگر بنتا ہی چلا جائے۔ تو اتنا بڑا وسیع مکان کہاں سے لائے جس میں روحیں رہا کریں۔ چونکہ آپ دوست ہیں امید کہ اِس بات کی اصلیت سے آگاہ فرما دینگے۔ کہ اگر سوامی جی سے آپ کی باتیں ہوئیں تو وہ کیا تھیں بہت جلد جواب سے سرفراز فرماویں۔ لیکھرام ایڈیٹر آریہ گزٹ فیروز پور ۱۵۔ اکتوبر ۱۸۸۸ء۔

جناب مکرم و معظم پنڈت لیکھرام جی زاد عنایتہٗ۔

بعد نمستے۔ گذارش کہ کارڈ آپکا پہنچا حال معلوم ہوا۔ میں لاہور۔ امرتسر چلے جانیکے سبب اور کچھ غفلت اور کچھ مشغول کاروبار کے باعث جواب میں دیر ہوئی۔ معاف رکھیں۔ پنڈت صاحب بعض لوگوں کا یہ اصول ہے کہ بیاستی طرف قوم یا مذہب کا سنبھلنا یا سنبھلتا خود انسان کے اختیار میں نہیں ہے (صرف کوشش شرط ہے) جس جگہ راستی ہوگی وہاں ہمیشہ فتح ہوگی۔ پھر انسان کیونکر واقعہ کے برخلاف بیان کرکے گناہ کا بوجھ سر پر اٹھاتا جو لوگ قوم یا برادری کے خوش کرنے کے لئے راستی کی پرواہ نہیں کرتے سخت غلطی میں ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ کس کے خوش کرنے کے لئے اپنے پرمیشور مالک حقیقی کو ناراض کرتے ہیں مبارک ہے وہ شخص جس کا دل اور زبان ایک ہے۔ پنڈت صاحب آپکے سوال کا جواب لکھتا ہوں اگر میرے حافظہ میں غلطی نہیں ہے تو صحیح اس طرح پر ہے۔ پہلے پہل سوامی جی کے درشن مجھے امرتسر میں ہوئے تھے۔ کوٹھی میں تنہا ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے میں نے عرض کی کہ مرزا غلام احمد ساکن قادیان نے کچھ کچھ اعتراض جیوانادی کے بارے میں اخباروں میں شایع کئے ہیں آپ نے کچھ اُس کا جواب دیا ہے۔ فرمانے لگے کہ اگر ہم اس طرح عام لوگوں کا جواب دینے لگیں تو وید بھاش کا کام درمیان ہی رہ جائیگا جو ہماری زندگی کا اعلےٰ مقصد ہے میرے بعد تم کو کون دیگا وہ روبرو آ کر گفتگو کیوں نہیں کر لیتا۔ میں نے آگے کچھ جواب نہ دیا اور پرشن وغیرہ پوچھتا رہا۔ اُسی وقت اُنکے لیے لے جانے کے لئے گاڑی آ گئی۔ پھر انہوں نے جگہ میں جا کر گائے کے فوائد میں پاکھیان دیا جس کو میں نے بھی جا کر سنا۔ پھر دوسری مرتبہ کچھ عرصہ کے بعد لاہور میں سوامی جی کو میں بہت تلاش اور ڈھونڈھ کر ملا۔ میں نے عرض کی کہ مرزا غلام احمد کے اعتراضوں نے جو جیوانادی کے بارہ میں ہیں بعض ممبران سماج قادیان کے دلوں میں کچھ وسوسہ پیدا کر دیا ہے۔ پنڈت صاحب اصل میں یہ بھی خود سنتا تھا ایک شخص اور میرے ساتھ شریک تھا فرمانے لگے کہ اگر ایسے واہی تباہی اعتراضوں پر ممبران آریہ سماج کا یہ حال ہے۔ تو پھر ترقی سماج ہو چکی یہ عاجز پھر خاموش ہو گیا شاید اُسوقت بھی تنہا سوامی جی کوٹھی میں تقریباً ۲ بجے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں سے چلا آیا۔ زیادہ اس سے مجھ کو کچھ علم نہیں ہے مرزا صاحب نے جو کچھ لکھا ہے یہ اُن کی سینہ زوری ہے۔ راقم خاکسار شرم پت رائے از قادیان مورخہ ۵ دسمبر ۱۸۸۸ء۔

غلام احمد۔ پنڈت دیانند کو اپنی عمر کے آخری حصہ میں وید کی ایسی ایسی تعلیموں کی نسبت بہت کچھ شکوک اور شبہات پڑ گئے تھے بلکہ رسالہ دھرم جیون ۱۵ جولائی ۱۸۸۴ء میں لکھا ہے کہ پنڈت صاحب نے وقت اشاروں کنایوں سے بھی معزز برہمو صاحبان کو سمجھا گئے۔ کہ اب میرا ایمان ویدوں پر نہیں رہا میں کہتا ہوں۔ کہ پنڈت صاحب تو پنڈت صاحب ہی تھے۔ ایسے ویدوں پر کسی منصف مزاج کا ایمان نہیں رہ سکتا بلکہ کون آدمی ایسا دل کا اندھا ہے جس کو یہ موٹی بات بھی سمجھ میں نہ آسکے۔

تردید۔ اے ناظرین دیکھئے یہ کیسا صریح جھوٹ از قبیل دروغ گویم بر روئے تو ہے سوامی جی کا لاہور تشریف لانا اور ایک عرصہ تک ٹھہرنا۔ اور ہر روز ویاکھیان دینا۔ اور خود برہمو مندر میں کئی ویاکھیان دینا اکثر برہموؤں کا اُنکے مبارک اور سچے اُپدیش سن کر آریہ ہو جانا اور ایک سخت ماتم برہمو سماج میں برپا ہونا۔ اور آریہ سماج کا قیام ظہور میں آنا لاہور میں اُن کی موجودگی میں ہوا مگر کسی نے سوائے مسٹر شیو نرائن ایڈیٹر دھرم جیون کے اِس بات کا ذکر تک نہیں کیا۔ سوامی جی کا خاص برہمو مندر میں لیکچر ایکے ویدوں کے کلام الٰہی ہونے پر اور دوسرا ثبوت تناسخ پر دینا ہزاروں لاہوری واسی جانتے ہیں جس سے خود ہی مسٹر مذکور کے بیان کی تردید ہو رہی ہے علاوہ ازاں ایسے لچر اعتراضوں کے دنداں شکن جواب رسالہ مسٹریز آف برہموازم یعنے اسرار برہم میتھ میں ہمارے مہربان دوست نے دیئے ہیں ہر ایک شخص مطالعہ کر سکتا ہے یہ اعتراض ایسا ہی ہے جیسے کوئی پادری کہے کہ محمد صاحب مرتے وقت چند معزز عیسائیوں کو کان میں کہہ گئے تھے کہ دین اسلام مجموعہ خطا ہے اور قرآن سراپا افترا مسیح فرزند کبریا ہے اور میرا اُس پر دلی بھروسہ ہے بائبل پر میرا ایمان ہے اور قرآن سراپا بہتان ہے اور کوئی یہودی کہے کہ محمد صاحب تو محمد صاحب ہی تھے۔ اسلام و قرآن پر کسی منصف مزاج کا ایمان نہیں رہ سکتا بلکہ کون ایسا دل کا اندھا آدمی ہے جس کو ایسی موٹی باتیں (اغلاط قرآن) بھی سمجھ میں نہ آسکیں غالب یقین ہے کہ کوئی محمدی ایسی بات کو نہ ماننے گا۔

غلام احمد ۱۷۔ حاشیہ پنڈت دیانند قیام الرائے آدمی نہ تھا اور یہ طرز اسکو ایک کی محفل ملی تھی جسکی وجہ سے وہ دوسروں کی باتوں کو کیا سمجھتے اپنی رائے کے آخری نتایج سے بھی اکثر بیخبر رہتے تھے یہی وجہ تھی کہ اُنکے خیالات ایک ہی مرکز پر قایم نہیں رہ سکتے تھے۔

تنزویدیہ - چونکہ جتنے آپکے اعتراض کئے تھے ہم نے سب جوابات عرض کر دیئے ہیں اس واسطے سوامی جی کی قایم الرائے ہونے کا ہم نے ثبوت دیدیا۔ اب سوامی جی کی دانشمندی و فضیلت کا ثبوت ایک۔ مثالاً چھوڑ کر اسلام کے بڑے بڑے میوں کی غلطیاں مشکلاً عرض کرتا ہوں بقول رومی۔

اگر خدا خواہد کہ پردۂ کس درد ۔ میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

ابوالبشر مسلمانوں کے خدا مجید بھی قایم الرائے آدمی نہ تھے باوجود اسکے کہ فطرت سے نیک پیدا کئے گئے تھے مگر اپنی عقل سے چاہ جہالت میں گرے۔ اور نادانی سے قابل غلطی حاصل کر ملعون ہوا۔ یہ بیج بیتا تخم پر گھوڑا بہت نہیں پر تھوڑا تھوڑا ضرور ہونا چاہئے تھا اس واسطے اُن کی اولاد یعنے محمدی لوگ قایم الرائے نہ ہوئے گویا فطرتاً انہیں ایسی موٹی عقل ملی جس کی وجہ سے وہ دوسرے حکما یا فضلا کی باتوں کو کیا سمجھتے۔ اپنی رائے کے آخری نتائج سے بھی اکثر بے خبر ہے اور حضرت ختم المرسلین بھی جو بقول اہل اسلام کے نبوت کی دیوار کی آخری اینٹ ہیں۔ اُس فطرتی موٹی عقل کی آنچ سے محفوظ نہ رہ سکے۔ بلکہ سب سے زیادہ شعلہ انہیں پر بھڑکا۔

ثبوت

نمبرا۔ آدم۔ حدیث میں ہے ان اللّٰہ خلق ادم علیٰ صورتہ خدا نے پیدا کیا آدم کو اپنی صورت پر دیکھو کیمیائے سعادت۔

توریت میں ہے جب خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت پر اور اپنی مانند بناویں اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا خدا کی صورت اُس کو پیدا کیا اور خدا نے اوسکو برکت دی توریت پیدایش باب آیت ۲۶ و ۲۷ خدا نے آدم کیلئے باغ عدن میں رکھا کہ اُس کی باغبانی اور نگہبانی کرے اور خداوند خدا نے آدم کو حکم دیکر کہا کہ تو باغ کے ہر درخت کا پھل کھایا کر لیکن نیک و بد کی پہچان کے درخت سے نہ کھانا کیونکہ جس دن تو نے کھایا تو ضرور مریگا۔ توریت پیدایش باب آیت ۱۵ سے ۱۷ تک۔ خدا نے آدم سے کہا اسواسطے کہ تو نے اپنی جورو کی بات سنی اور اُس درخت سے کھایا جس کی بابت میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ اُسے مت کھانا زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی اور تکلیف کے ساتھ تو اپنی عمر بھر اُس سے کھائیگا۔ (توریت پیدایش باب۔

اور یہی ذکر سب جگہ قرآن اور تفسیر و حدیث میں بھی آیا ہے چنانچہ حدیث ابن قیم ولدا عوقبا بولیتہ بالاخراج من الجنتہ باکل الشجرہ طمعاً فی الخلوا فیہا یعنے یہی وجہ تھی کہ آدم نے جب درخت کے کھانے کے باعث نافرمانی کی۔ تو اُس کو جنت سے نکال دینے کی سزا ہوئی۔ اس لئے کہ آدم کو اسکے کھانے سے جنت میں ہمیشہ رہنے کی طمع تھی اور یہ ذکر تکذیب براہین احمدیہ میں بھی موجود ہے اور یہی حال آدم کا داؤد سے عمر کی بابت ہے جو کہ وہ بھی اُسکے حق میں باعث ندامت ہے۔

ما وانبہم رجل اضوا ہم او من اضوا ہم قال یارب من ہذا قال ہذا ابنک داؤد الم یری کہاں اُن میں ایک شخص تھا روشن تر لوگوں سے آدم نے کہا اے میرے رب یہ کون ہے فرمایا یہ تیرا بیٹا داؤد نام۔ اور تحقیق لکھی میں نے واسطے اُس کے عمر ۶۰ سال کہا آدم نے اے رب میرے زیادہ کر عمر اُس کی فرمایا یہ وہ چیز ہے کہ لکھی گئی واسطے ہیکے کہا آدم نے اے رب میرے تحقیق دی میں نے واسطے اُس کے عمر اپنی سے ۴۰ سال فرمایا تو مانع اور وہ یعنے داؤد۔ پھر رہا بہشت میں آدم جبتک کہ چاہا اللہ نے پھر اُتارا گیا بہشت سے اور آدم گنتا تھا واسطے اپنے عمر کو تاکہ عمر اُس کی ۹۴۰ برس کی ہوئی۔ پس آیا اُسکے پاس ملک الموت پس کہا آدم نے اس کو تحقیق جلدی کی تو نے۔ تحقیق لکھی گئی واسطے میری عمر ۱۰۰۰ سال کہا فرشتے البتہ ولیکن تو نے دی ہے اپنے بیٹے داؤد کو ۶۰ سال۔ پس انکار کیا آدم نے۔ پس انکار کرتی ہے اولاد اُس کی اور بھول گیا آدم پس بھولتی ہے اولاد اُس کی پس اُس روز سے واسطے لکھنے کے اور شہادت کے قاعدہ ہوا ہے یہ لکھا ترمذی نے ۱۱ (دیکھو مشکوۃ ربع چہارم باب اسلام فصل ثالث اور یہی ذکر مدارج النبوت رکن دوم باب سوم فصل دوم صفحہ ۲۵۱۔ مطبوعہ نولکشور سنہ ۱۲۸۳ میں درج ہے) اُس کی اولاد سے محمد صاحب بھی اُسی منشی کے چیز کے تھے پہلے کعبہ کی طرف سجدہ کرتے تھے۔ مدینہ میں جاکر سیاسی خاطر یہود بیت المقدس کی طرف سجدہ کرنے لگے (دیکھو قرآن سورۃ بقر اور تفاسیر)

حرام کے بارے میں رائے دیکر پھر غلطی کا اقرار کیا روایت مسلم میں ہے کہ عرب میں ایام جاہلیت سے دستور مروج تھا کہ درخت خرما نرو مادہ کی شادی کیا کرتے تھے جب محمد صاحب نے اول اس رسم قدیم کے ادا کرنے کی اجازت چاہی تو حاصل نہ ہوئی اُس سال خرما بہت کم پیدا ہوا اس واسطے آنحضرت کی خدمت میں آکر لوگوں نے پھر اجازت چاہی محمد صاحب نے فرمایا کہ انتم اعلم بامور دنیاکم یعنے دنیا کے کاموں میں تم میری نسبت زیادہ واقف ہو دیکھو رسالہ تیرھویں صدی جلد اول نمبر ا۔ مشکوۃ کتاب الایمان فصل صفحہ ۱۳۹۰)

اور اس کا سبب خاص بھی ہے جیسا کہ یورپ کے مشہور عالم اسلامی کتابوں و عربی زبان کے فاضل ملک جرمن کے لایق و محقق ڈاکٹر ویل صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ قرآن اور عربی کتابوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محمد نے اوایل حال میں گمان کیا کہ فی الحقیقت خدا نے اُسے بھیجا ہے کہ عربستان میں سچا دین مقرر کرے اور ان خواب و خیالات سے جو کبھی اُسے دکھائی دیئے یعنے اُس گمان کی تائید پائی لیکن یہ خواب خیالات صرع (مرگی) کی بیماری کا نتیجہ تھے چنانچہ کتاب لسان العنوان میں لکھا ہے کہ ابن اسحاق نے ایسے شاگردوں سے نقل کی ہے کہ نزول قرآن سے پہلے جن ایام میں کہ محمد مکہ میں تھا۔ نظر کے دفع ہونے کا اس کا علاج کیا گیا اور جبکہ قرآن نازل ہوا تو پھر اُس کی وہی حالت ہوئی۔ ایسا کہ آنکھیں بند ہوگئیں اور منہ سے کف نکلی اور جوان اونٹ کی سی آواز دی " (دیکھو ان کی کتاب مطبوعہ جرمن دیزان صفحہ ۴۳ سنہ ۱۸۴۳ء)

مگر سوامی جی راستی پر ہمیشہ قایم الرائے تھے ملک میں ایسا کرنا ان کا پختہ ارادہ تھا اور ہر طرح کی تعلیم پاکر پرماتما کی کرپا سے اس ارادہ کو پورا کیا۔ باوجود ہزاروں تکالیف کے اس رائے سے نہ پھرے۔ تین چار دفعہ زہر دیا گیا ایکدفعہ ایک دشمن نے ان کے قتل پر تلوار اٹھائی۔ علاوہ ازیں صدہا طرح کی تکالیف اٹھا کر ست دھرم کا پرکاش کیا انکا اصول تھا کہ ست کے اختیار کرنے اور جھوٹ کے چھوڑنے میں ہمیشہ تیار رہنا چاہئے خود انصاف کیجئے کہ قایم الرائے کون تھا اور تلون مزاج طبیعت والا کون اور طبیعت اور ماہر علمیت و فلسفیت کون تھا اور موٹی عقل والا کون۔)

مرزا صاحب اپنے اشتہار سفید الاخبار میں جو رسالہ سرمہ کے اخیر صفحہ ۲۶۲ سے آگے ہے یہ تحریر کرتے ہیں۔

چونکہ آجکل اکثر ہندوؤں اور آریوں کی یہ عادت ہو رہی ہے کہ وہ کچھ کچھ کتابیں عیسائیوں کی جو اسلام کی نکتہ چینی میں لکھی گئی ہیں دیکھکر اور اُسپر پورا پورا اطمینان کرکے اپنے دلوں میں خیال کر لیتے ہیں کہ حقیقت میں یہ درست اور واقعی ہیں اس لئے قرین مصلحت سمجھ کر اس عام اشتہار کے ذریعہ سے اطلاع دیجاتی ہے کہ اول تو عیسائیوں کی کتب پر بھروسہ اعتماد کر لینا اور براہ راست کسی فاضل اہل اسلام سے اپنی عقیدہ کشائی نہ کرانا اور اپنے اوہام فاسدہ کا محققین اسلام سے علاج طلب نہ کرنا اور عیسائیوں کو اپنا مسیحا سمجھ بیٹھنا سراسر راستی ہے۔ جس سے طالب حق کو پرہیز کرنا چاہیئے۔

آریہ۔ جہانتک ہم مرزا صاحب کی کتابوں کو مطالعہ میں لاتے ہیں اس تمام الزام کا انہیں کو ملزم پاتے ہیں۔ کیونکہ تمام اعتراض خصلہ خود ہی یا سیف زدر ہی پر مبنی ہیں کہیں پادریوں کی چیزوں سے نکتہ چینی کا الٹی رہتے اور کہیں برہموؤں کے نیل سے دل ربائی کا

کا پتہ ودور گار ہے بلکہ انہیں نوں کے وسوساتِ حسرت کے توہمات ہیں اور اس کے سہارے ساری الہامات یعنی کس نیا سنوں والا تیر ترین والا۔ بیر بھوؤں وندوں والا اسطرح پڑھنے والا۔ بڑی موچھوں والا وغیرہ تمام یہی الہامات ہیں جو تیبو براہین نے دھرم جیون ۱۸۸۴ء اور ہنیاتیہ میں آریا پیسکے اور آریو پرچ مرار برہم سیتہ میں لکے دنداں شکن جواب دیئے اور آریہ ہندو ونمسے۔ تو اتمت وغیرہ اخراجات ڈاکٹر ہنری مارٹن وٹامس ہاول وکہرک سنگھ پادریوں کے ہیں جو مرزا صاحب نے اپنے معلومات وسیع جتلانے اور کراماتی بدبو پھیلانے کے واسطے تاتر سخنہ حق میں درج کرتے ہیں کے جواب بہ گرٹ ماہ اگست ۱۸۸۶ء سے ستمبر ۱۸۸۸ء تک اور رسالہ صداقت اصول تعلیم آریہ سماج میں کافی طور پر دئے جاچکے ہیں مگر ہم مرزا صاحب کو انکے الفاظوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ اپنے اوہام فاسدہ کا تحقیقین آریہ دھرم سے علاج طلب کرنا اور خایجس عنادیہ کو اپنا سمجھ بیٹھنا سراسر گمراہی جس سے طالب حق کو پرہیز کرنا چاہیئے۔ افسوس کہ الہامی صاحب اپنے قول واقرار سے پھر گئے حق سے روپوش ہو کر جہالت سے دوستی کی ہو جسکے انکو شرمسار ہونا پڑا۔

باب ششم

خالصہ دھرم کی بابت اعتراض

غلام احمد ۱۶۸:- آریہ سماج والو نمیں نانک صاحب کے چیلے بھی کچھ کچھ داخل ہیں انہیں ہم بطور خاص نصیحت کرتے ہیں کہ تمہارے گورو نے جابجا وید سے مخالفت کی ہے اور جہاں تک ان کی علمی حیثیت تھی انہوں نے دین اسلام کے عقائد کو پسند کیا ہے۔

تردید:- حکمت عملی اور حیلہ گری مرزا نے سکھ بھائیوں کے ورغلانے کے واسطے کی ہے چونکہ اُن کا خیال ہے کہ اگر خالصہ اور آریہ شامل ہو گئے (حالانکہ اب بھی پرتما کی کرپا سے تمام تعلیم یافتہ شامل ہیں) تو دین اسلام کا خاتمہ ہوگا۔ کیونکہ جہالت کے سامنے تو اسلام قدم جماتا ہے۔ مگر معقولیت وصداقت کے روبرو شرمسار ہو جاتا ہے۔ بابا نانک صاحب نے کہیں بھی اسلام کی تائید نہیں کی اور نہ آستی کی مخالفت میں مدد دی۔ بلکہ وہ تو اسلام کے ظلم وجور سے بچانے کے واسطے جیتے جی کو شاں رہے اور جہاں تک ہو سکا دہار مک صحت نگراں رہے۔ تواریخ وتعلیم دونوں شاہد ہیں کہ جب سے گورو صاحب کی تعلیم عام ہوئی تب سے ہی اسلام کی ترقی تمام ہوئی کیونکہ محمد بول اور گرنتھ کے حسب حال سعدی کی یہ مثال ہے۔

گرچہ شاطر بود خروس بجنگ چہ زند پیش باز روئیں چنگ
گربہ شیر است در گرفتن موش لیک موش است در مصاف پلنگ

چنانچہ انکے سچے پیرو سردار ہری سنگھ صاحب بہادر کا نام ابھی تک مسلمانوں کو نہیں بھولا اور کابل کی نواح کی عورتوں کا یہ عام معمولہ ہے خموش بچہ ہری آمد۔

غلام احمد ۱۶۹:- ایک صاحب نراین سنگھ نام گرنتھ خواں واعظ نے ایک سو سے زیادہ آدمیوں کے مجمع میں ہمارے روبرو بیان کیا کہ وہ بعض اوقات اعمال عبادت بھی اسلام کے طور پر بجا لاتے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ در پردہ حق کے قبول کرنے کے لئے بہت کچھ تیار ہو گئے تھے۔

تردید:- ہمیں کسیطرح یقین نہیں کہ یہ بات درست ہو اور ایسا امر واقعی ہوا ہو۔ کیونکہ کوئی جاہل سے جاہل سکھ بھی ایسا اعتقاد نہیں رکھتا غالباً ایسا ہی گواہ ہوگا جیسا کہ آپکے قادیان کے ہندوؤں کی گواہی براہین احمدیہ میں درج ہے اور جس قدر واقعی تردید تکذیب براہین احمدیہ میں کردی ہے مگر واضح ہو کہ جہاں تک ہم نے اس کی بابت امر تسر میں دریافت کیا ہے کسی معزز سکھ نے اسکے گرنتھ خواں یا واعظ ہونے کی شہادت نہیں دی بلکہ بعض کی زبانی تو یہاں تک ظاہر ہوا کہ وہ گرنتھ صاحب کو پڑھ بھی نہیں سکتے اور اس بات کے سارے ہند یا خالصہ صاحبان گواہ ہیں بابا نانک جی کے اعمال عبادت اسلام کے طور پر بجا لانیکا ثبوت

اور کیا ہوگا کہ انکے پیرو اُن سے کچھ گرو کے ایدیش سے سیکڑوں سجدوں کی مست گروہ مادی چنانچہ خود قادیان میں بھی مرزا جی کے ہمسایہ ایک مست گروہ موجود ہے۔

غلام احمد ۱۶۹:- وہ اپنے گرنتھ میں فرماتے ہیں کہ ہمیشہ خود بخود بغیر کسی پیدا کرنے کے چلا آیا ہے وہی پرمیشور ہی اس کا تبدیل رہا یا نہ چلیتا نہ ہوا آپ سے آپ نرنجن سو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وید کی تعلیم کو نہیں بلکہ نانک صاحب نے قبول نہیں کیا اور جابجا یہ بھی بتلا دیا کہ میں ویدوں کی تعلیم سے ناواقف نہیں اور نہ بے علم ہوں بلکہ چاروں کو میں نے پڑھا اور خوب کنہ کیا ہوا ہے سواتنے بڑے معنوں سے نانک صاحب کا اس وید کے اصل الاصول سے دست بردار ہو جانا صاف دلالت کرتا ہے کہ نانک صاحب ویدوں کے اس بھاری عقیدہ سے جو مدار تناسخ ہے اپنی زندگی میں بیزار ہو چکے تھے۔

تردید:- ہمارے جاہل مرزا نے یہاں بھی لوگوں کو ایک قسم کا دھوکا دینا چاہا ہے نہیں معلوم کہ انہوں نے یہ ترجمہ کس طرح کر لیا۔ ہر ایک باتمیز اور سمجھ بوجھ والا آدمی جانتا ہے کہ اس کا ارتھ کیا ہے۔ تھا یا نہ جاکیتا نہ ہو۔ آپنے آپ نرنجن سو یعنی جس کو کسی نے کسی خاص جگہ میں استھاپن (قایم) نہ کیا ہو اور نہ جو استھاپن کرنے سے رُک جاوے وہ آزاد مطلق (نرنجن) پرماتما ہے ۱۲۔

بیشک یہ تعریف بالکل ٹھیک ہے کیونکہ تمام روحوں کو پرماتما نے کرموں کے انوسار قالبوں میں استھاپن کیا ہے اسی واسطے کوئی روح نرمل نہیں ہو سکتے ہیں اسو تنتر افعال مختار رہتیں مگر روح کے انادی ہونے کی بابت اس میں کوئی حرف نہیں نہ کہ جاوے اور پیدا شدہ ماننا صریحاً دہریہ پن ہے کیونکہ اگر روحوں کو خدا سے نکلا ہوا مانوگے تو ہر ایک روح خدا ٹھہریگی جس سے معاذ اللہ بے شمار خدا تمہارے ہو جاوینگے۔

ہاں اگر ہر ایک روح کو انادی کال سے فاعل اپنے فعلوں کا اور فعل مختار مانا جاوے تب ہی تو خدا خدائی کا مالک ٹھہرتا ہے ورنہ خدائی کے نہ ہونے سے خود خدا بھی نفی ہوتا ہے۔ آپکا یہ کہنا کہ اپنے گرنتھ کے اکثر مقامات میں صاف صاف کہتے ہیں کہ میں نے وید پڑھا ہوا ہے اور چاروں ویدوں کی تعلیم مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ آپکا سراسر جھوٹ اور بابا صاحب کی نسبت افترا جو خلاف خدا اور ناروا ہے کیونکہ انہوں نے ایسا واک کہیں نہیں لکھا کہ میں نے وید مقدس پڑھے ہیں بلکہ انکا پروہت بھی چاروں وید یا ایک وید نہ جانتا تھا۔ پس اس قسم کی تحریرات آپکی اندرونی ایمانداری کے ثبوت ہیں جزاک اللہ۔ ہم مرزا صاحب کو انکے رسول امی اور حضرت عرش آشیانی کی قسم دیتے ہیں کہ وہ ضرور ہمیں گورو صاحب کا واک بتلا دیں کہ وہ کونسا ہے اور کہاں ہے اگرچہ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ مرزا صاحب مثل اپنے حضرت کے گورمکھی کی بھی لیاقت نہیں رکھتے بلکہ محض امی ہیں مگر ہم اُن کو صلاح دیتے ہیں کہ وہ ضرور الہام اور مکاشفات اور ریل دانیال کی مدد سے ثبوت بہم پہنچاویں اور دعویٰ کو اثبات فرماویں۔

غلام احمد ۱۷۰:- نانک صاحب روح کے مخلوق ہونے کے بارہ میں اپنے گرنتھ میں کافی ثبوت دے گئے ہیں چنانچہ وہ ایک جگہ فرماتے ہیں اپنے کیتی ہوو کرے۔ تا آگہ نہ سکے کیتی کی یعنے اس قدر روح اور اجسام جو پہلے خدا تعالیٰ پیدا کر چکا اور پیدا کرے تو وہ کر سکتا ہے اور اس کی قدرتوں کے مقابل اور بمقدم تعریفیں چل نہیں سکتیں یہ مقولہ نانک صاحب کا بالکل قرآن شریف کی ایک آیت کا ترجمہ ہے اور سراسر اُسکے مطابق چونکہ نانک صاحب اکثر دلی اخلاص سے علماء اسلام کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور دینی باتیں سنتے تھے اس لئے کسی مولوی صاحب کی زبانی انہوں نے یہ مضمون آیت کا سن لیا ہوگا مسلمانوں سے اکثر اُنکی صحبت رہتی تھی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ بعض اوقات وہ نماز بھی پڑھ لیا کرتے تھے اور پھر اُسکے بعد انکا یہ شبد ہے جو نیچے لکھا جاتا ہے جو وہ بہاوے تے وہو ہو۔ نانک سچا سا جا ہو

آفرین ہے نانک جی پر جن کا شبد بھی قرآن شریف کی اس آیت کے سراسر مطابق زبان سے نکل گیا ہے وہ آیت یہ ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥

نوٹ۔ افسوس مسلمان آپ کی عقل پر قربان کیوں نہیں ہوتے آپکو اگر محمد صاحب کا قائم مقام بنا دیویں تو اس میں ان کی فلاح دارین وسعادت کونین ہے کیونکہ غفنا رعیاں کو سمجھنا آپ ہی کا کام ہے جس کا حد ونہایان نہیں۔ اس ملکی مانگنے سے مطلب کیا حاصل ہوا۔ حضرت قدرت سے وجود بخشنا کسکو۔ اور کس طرح آیا۔ روح کو جسم میں لانا یا روح کو نیست سے ہست بنانا۔ اور قدرت فانی ہے یا جاودانی اور خدا ہے یا خدا سے جدا۔

اگر روح کو جسم میں لانا کہو تو درست ہے کیونکہ روح جسم کے بننے سے پہلے موجود تھی اور اگر روح کو نیستی سے ہست بنانا کہو تو سرا سر جھوٹ مردود ہے اور اگر قدرت جاودانی ہے تو وہ نہیں ہو سکتی اور اگر فانی ہے تو جاودانی نہیں۔ پس حالت اول میں اس کا فعل بھی فانی نہ ہوگا۔ محض قدرت سے وجود بخشنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ قدرت میں سے نکالکر جسم بخشا تو اسکے ہم قائل ہیں بایں شرط کہ قدرت روح بلحاظ قدامت وحیثیت ہونے کے اور مادہ بلحاظ ظہور ہونے کے ہمیشہ سے موجود تھا ورنہ اگر قدرت کچھ چیز نہیں ہے اور نہ اسمیں جسم تھا تو وہ کیطرح بن سکتا ہے اور نہ وجود حاصل کر سکتا ہے۔

روح کا وجود بخشنا ایسا مبہم امر ہے جیسے کوئی کہے کہ فلانے سو جانے کو آنکھیں دیں حالانکہ محال ہے۔ روح خود زندگی ہے جو کہ کبھی اور کسی حالت میں مردہ نہ تھی یا مردہ نہ تھی اور نہ ہو سکتی ہے اگر خدا نے قدرت سے اسے وجود بخشا تو پہلے قدرت میں وہ زندگی ہوگی ورنہ وجود مفقود ہے جیسے بانجھ کا بیٹا یا آکاش کے پھول اور قدرت میں زندگی کا ہونا تین حال سے خالی نہیں یا وہ زندگی قدرت تھی یا خدا تھی یا خدا سے جدا تھی۔ بفرض اول اگر وہ قدرت تھی اور خدا میں تھی تو کوئی غیر چیز جو کہ ہو وہ کسی غیر میں ہو کر واجب الوجود نہیں ہوتی پس روح قدرت نہیں ہے

بفرض دوم نہایت مکروہ خیال ہے اور باعث گمراہی وضلال پس روح خدا نہیں ہے۔

بفرض سوم اگر خدا سے جدا ہے تو ضرور کوئی غیر چیز ہے اور قدرت میں ہے مگر قدرت نہیں خدا کے قبضہ میں ہے مگر خدا نہیں اور بیشک اسیکا نام روح ہے کیونکہ وہ ازلی وابدی خدا کے زیر فرمان ہے مگر مخلوق نہیں۔ بابا نانک جی نے تناسخ کا اقبال کیا اور منکران تناسخ کو بایکال ایک جگہ نہیں بلکہ بیسیوں جگہ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

نمبر ۱۔ آپے بیج آپے ہی کھا۔ نانک حکمے آوے جاے (جپ جی)

نمبر ۲۔ کشان اور کست کردوستے دوس دہرے۔ نانک نرگن گن کرے گن ونتیاں گن دے (جپ جی)

نمبر ۳۔ تیرتھ نہاواں جے تس بھاواں بن بھانے کے ناہیں کرے۔ جیتنی سرتیٹ اپاے دیکھاں بن کرماں کے ملے نہیں (جپ جی)

نمبر ۴۔ جے وڈ آپ جانے آپے آپ۔ نانک ندریں کری دات (ایضاً)

نمبر ۵۔ چنگیاں برایاں واچے دھرم حضور۔ کری آپو آپنی کیا نیڑے کیا دور۔ (ایضاً)

نمبر ۶۔ گورمکھ جی کی آون جان۔ گورمکھ پاے درگاہ مان (سدہ گوسٹ نمبر ۴)

نمبر ۷۔ جن ہر ہر نام نہ چیتیو سو دگن آوے جائے۔ (راگ سری محلہ پہلا)

نمبر ۸۔ آواگون مٹی گور سبدیں آپے کرتے بخش لیا۔ (سدہ گوسٹ)

نمبر ۹۔ بن گور بھرمے آوے جائے بن گور گھال نہ پاوے تھائے (ایضاً نمبر ۳)

نمبر ۱۰۔ بوٹے بندھن جنم مرن بسا ہد رلیو سکھ پاے۔ نانک منو نہ وسرے گن گوبند پائے (باون اکھری سلوک ۳۴)

نمبر ۱۱۔ انگھیں اترہ جنیہ ترس نا ہیں رہے پرا کرم تانا۔ گن اتر تا ہیں کیوں سکھ پاو۔

من مکھ آون جانا (سری راگ محلہ پہلا)

نمبر ۱۲۔ جیوں مچھلی بھاتھی جم جال۔ بن گور رو رتے مکت نہ بھال۔ پھر پھر آوے پھر پھر جائیے۔ ایک رنگ لپتے رہے لولاے (دکھنی اونکار)

نمبر ۱۳۔ پھر آوے جو جاے مریں آگے گئے پچھتائے۔ لکھ چوراسی بھرمی سو وہ دتا تانمس۔ (دکھنی اونکار)

نمبر ۱۴۔ ہو ہیں اپتھے بند نہ۔ پھر پھر جونی پائیں (آسا دیوار)

نمبر ۱۵۔ بہوسوتنک ہرم ہے دوجے لگے نہ آمسے۔ جمن مرن حکم ہے بھانے آوے جائے۔ (آسا دیوار)

نمبر ۱۶۔ میرے اندر راج بھان۔ سوئز کیا ہو سوال۔ جو فاہیں حج بن دت۔ سو ہووے وشنا کا جنت۔ آپس کو کرم ولمت کہا ہو۔ جنم مرن ہیو جوں بہراوے۔ (سکھ منی)

نمبر ۱۷۔ بہو جنم بہرست مہ پاریہ استہرست نہیں پائے۔ مانش دیہہ پائے یہ ہر ہج نانک بات بتائے (محلہ نہم راگ سورٹھ)

نمبر ۱۸۔ کئی جنم بھئے کیٹ پتنگا۔ کئی جنم گج مین کرنگا۔ کئی جنم پنکھی سرپ ہیو۔ کئی جنم ہیور برکھ جیو ہو۔ مل جگدیس ملن کی بریا۔ چر نگ کال یہ دیہہ سنجریا (راگ سورٹھ محلہ نو)

نمبر ۱۹۔ کئی جنم سیل گرکریا۔ کئی جنم گربھ ہر کہہ بیا۔ کئی جنم ساکھ کرا یا پاے لکھ چوراسی جوں بھرمایا۔ سادہ سنگ بھیو جنم پراپت۔ کر سیوا بھج ہر ہر گورمت۔

نمبر ۲۰۔ تدبن سدھی کتی نہ پایاں۔ کرمی ہیں نہیں نہاک رہا یاں (روراس محلہ پہلا)

اسی طرح ایک جگہ فرماتا ہے نانک قایل بتوحید باری بود وبہ تناسخ نیز ایمان داشت وخوردن گوشت را حرام شمردہ ترک حیوانے کردہ باجتناب آزار حیوان امر مے فرمود۔

جو آپنے دو واک لکھے ہیں وہ روحوں کی مخلوقیت کے بارے میں نہیں ہیں اور تناسخ سے انکا کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ ایشور کی مہما کے ورنن میں ہیں یعنے آپ نے دنیا پیدا کی اور بے انتہا رنگ لوکا نتر پیدا کئے کہ اگر اسے اور بھی بنانا چاہے تو بنا سکتا ہے۔ اور اس کی طاقت کا بیان نہیں ہو سکتا۔ وہ گننے سے باہر ہے۔ اسکے جلال کا بیان طاقت انسانی سے باہر ہے وہ جتنا ہے اپنی طاقت کو خود ہی جانتا ہے۔ یہ واک کسی قرآن کی آیت کا ترجمہ نہیں بلکہ ایسا قرآن میں نہیں ہاں اپنشد میں یہی بیان ہے۔

न तस्य कार्यं करणं च विद्यते न तत्समश्चाभ्यधिकश्च दृश्यते। परास्य शक्तिर्विविधैव श्रूयते स्वाभाविकी ज्ञानबलक्रिया च। श्वे॰ ६।८

نہ اس کا کوئی کاریہ اور نہ کوئی کارن ہے نہ کوئی اسکے برابر یا اس سے بڑھ کر اسکی شکتی یعنے قدرت برتر اور طرح طرح کی ہے۔ اسکے گیان وبیا اور بل ازلی وابدی سنے جاتے ہیں اس کی کوئی ابتدا و انتہا نہیں پس بابا نانک جی کی اس واک سے روحوں کا مخلوق ہونا کسی طرح مراد نہیں ہے۔ بلکہ پرمیشور کی شکتی کا اپار ہونا مراد ہے اور یہ اپنشد سے لیا گیا قرآن سے نہیں علماء اسلام کے پاس ہی کیا تھا جو انکے پاس دلی اخلاص سے جاکر حاصل کرتے چنانچہ وہ خود ہی اس کی تردید کرتے ہیں۔

وقت نہ پایا قاضیاں جی لکھے لیکھ قرآن

یعنے قرآن کے مصنف قاضیوں نے اصلیت سے آگاہی حاصل نہیں کی۔ اور وید میں نہ پایا پنڈتاں جے لکھے لیکھ پران۔ اور پرانک پنڈتوں نے بھی اصلیت حق کو نہ پایا۔ پاتال لاکھ پاتال لکھ آکاس آکاس۔ اوڑک اوڑک بھال تھکے وید کہے اک بات۔ عالم بالا اور عالم سفلی والے بھی اصلیت سے محروم ہیں مگر وید ایک ٹھیک بات فرماتے ہیں یعنے

لکھا ہے تاں لکھے لیکھے ہوئے وناش

اگر وید و بھو تو حد باندھی جاوے اور حد باندھنے سے وناش ہوتا ہے اس لیے وہ بے حد ہیں بلکہ سرب بیاپک ہے اور وہ اصل ارشاد وید مقدس کا یہ ہے۔

वेदाहमेत पुरुषं महान्त मादित्यवर्णं तमसा परस्तात् त्वमेव विदित्वा मृत्युमेति नान्यपन्था विद्यते नायनाय। य॰ अ॰ ३१ म १८

غلام احمد ۱۳۹ - بابا نانک صاحب تو سب پورانوں اور شاستروں کو وید کی طرح الہامی یعنے خدا کا کلام ہی جانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے گرنتھ میں لکھتے ہیں قدرت بید پوران کتیاں قدرت سرب بچار یعنے بید پوران شاستر سب خدا کا کلام ہی ہے۔

تردید۔ اگرچہ پوران کا بھی مثل قرآن کے کہ شلیمان ہونا صد ہا دلائل سے ثابت ہے اور خود اس لائق فاضل پنڈت بھی آریہ سماج کے سنیاسی نے ہزاروں پرانوں سے دست بردار ہو بیٹھے ہیں۔ پورانوں کی بابت ایک سالہ پوران پرکیا ہمارے ایک عہد ربان تیار کرنے والے ہیں لیکن اسوقت ہم پورانوں کی تردید چھوڑ کر اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ بابا صاحب نے گرنتھ میں اکثر جگہ وید کی عظمت تحریر کی ہے اور بیسیوں جگہ اسکو ایشور کرت کہا ہے چنانچہ نمونہ کے واسطے چند شہادتیں عرض کرتے ہیں۔

(۱) اسنگھ گرنتھ مکھ وید پاٹھ۔ (جپ جی)
(۲) اڈک بہال بیٹھے وید کہن اک بات۔ پہنس اٹھارہ کہن کتیاں اصلوں اک دھات (جپ جی)
(۳) گاوں تدہ نوں پنڈت پڑھن رکھیشر جگ جگ ویداں نالے (جپ جی) پوڑی ۲۷۔
(۴) جت بھارا وجہ سیانا روا ہرن مت وید ہتھیار (جپ جی)
(۵) ہم سب ہی تے رہت نرالم۔ جانت بید اور عالم (اروراس محلہ ۱۰)
(۶) وید منس نام اوم سوسی ہیں بھیرن جون بتیا لکنے مکمن سچ کیا کوڑا سے تن جنم کو تا سار منگ
(۷) آگو گکھ پر جی سید سجاسے۔ گورمکھ پڑھے (آتری تلسے (سدہ گوشٹ)
(۸) چارے بید ہوئے سچیار۔ پڑھے گڑھے تن چار سچار۔
ہا وبھگت کر نیچ سداوے تو ہ انک موکش انتر پاوے
(۹) ایک ونکار وید جی۔ گورمکھ وانک گورمکھ وید ناک گورمکھ رہا کتائی (پوڑی جپ جی)
(۱۰) چچا چار و وید جہ ساجی چارے کہانیں چار جگان۔

اس مقام غور ہے کہ جب بابا صاحب ویدوں کی اسقدر تعظیم و تکریم کرتے ہیں تو اس لکھ کے اس سکے کی تالف کس طرح وہ معنے ہو سکتے ہیں جسکو وہ خود تردید بھی کرتے ہیں۔ وہل پاٹھ پنڈتاں بجے لکھے لکھے پران۔

اس لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس کا صحیح صحیح ترجمہ بیان کریں اور وہ یہ ہے قدرت بید پران کتیاں قدرت سرب بچار یعنے قدرت کا ہی بید وں اور دیگر پورانے کتب یعنے برہمن گرنتھوں میں سب بچار یعنے ایشور کی قدرت کے سوا ان میں جھوٹے قصہ کہانی نہیں ہیں۔

غلام احمد ۱۰۷ - جب کہ بابا صاحب بتعلیم قرآن شریف خدا کو خالق اور رب العالمین پر ایمان لے آئے تھے اور ویدوں کی ایسی تعلیموں کو انہوں نے یکلخت چھوڑ دیا تھا جو حصوں کی خدمت میں جو بابا صاحب کے سکھ ہو کر اور کشن سنگھ بشن سنگھ نارائن سنگھ بھگوان سنگھ وغیرہ نام لکھوا کر پھر اپنے گوروں کے گرنتھ سے باہر چلے جاتے ہیں باادب تمام عرض کرتے ہیں کہ وہ بھی ویدوں کی ایسی تعلیموں سے دست کش ہو جائیں۔

آریہ۔ نانک جی نے کہیں بھی قرآن کی تعلیم کو قبول نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اس کی تردید کرتے رہے ہاں انکے تردید کرنے کا پیرایہ نرم ڈھنگ تھا اور نہ گورنمنٹ برطانیہ کے عہد عدالت مہد جیسی سوتنترتا آزادی تھی اسلامی بادشاہوں کے کڑے زمانہ تھے اسی واسطے وہ عموماً صلح کل مسائل پر بحث کرتے

ہاں اکثر جگہ صداقت باطنی کے سبب سچی کا اظہار بھی مسلمانوں کے ساتھ اس عمدگی سے کیا کہ ان کے طریقے بہلانے ست دہرم کو وہ کبھی ہاتھ سے نہ دیتے تھے مکہ کی بابت جو کچھ انہوں نے مرداے کو کہا اور اس نے دین محمدی سے دست کش ہو کر عمل کیا اور ایمان لایا۔ وہ کیا کافی ثبوت ان کے آریہ ہونے کا نہیں ہے۔ بحالت ذالیسی آخر بیٹا مردانہ جنم کا مسلمان حال خالصہ دہرم کا پیرو بمقام خوجہ مرگیا۔ بابا جی نے وہاں ہی اس کو بسم انت سنسکار کیا اور جلادیا۔ چنانچہ مفصل ذکر اسکا جنم ساکھی میں موجود ہے پھر گرنتھ میں ہے۔

نمبر ۱ - سنگھ کرکے پاکو لیے سلیمرن - اسنگھ ملیچھ مل بکر کمائیں (جپ جی)
نمبر ۲ - مٹی مسلمان کی پیڑے پئی کمہار گھڑ بھانڈے اٹاں کیاں جلتے کرے پکار
نمبر ۳ - دستت جتی الہ آت ایت یاتا۔ سگل ملیچھ ہردوں رستہ گھاتا
نمبر ۴ - موہر چھیا نخ گورے کرے۔ سیہہ سیرن کو آج سگرے۔
نمبر ۵ - سیوک سکھ ہمارے مارے گئے۔ چن چن نشتر ہمارے مارے گئے (اروراس محلہ ۱۰)

جنھوں نے مسلمانوں کو بھی اپنی صحبت سے آریہ یا خالصہ دہرم پر چلایا۔ جنھوں نے صدہا مسلمانوں قاضیوں کو ساحتہ سے قایل کرایا۔ جنھوں نے مسلمانوں کو آگ میں جلایا۔ جن کے ست اپدیش سے کئی محمدیوں نے خالصہ دہرم پر ایمان لایا۔ جنھوں نے مسجدوں کو مست گرہ بنایا۔ کیا معاذ اللہ وہ مسلمانوں کی طرح اعمال عبادت ادا کرتے تھے!!!

یہ کہ صدہا مسلمانوں کو حرکت بجالی نماز چھڑا دی۔ لوگ کی لذت دکھلادی خونخوار اپنی گوشت خوری مٹا دی۔ بلکہ یہاں تک کہ مسلمانوں کو نانک پنتھ و نانک شاس اور محمد اسنگھ وسلا بنا یا ان کی نسبت ایسے گمان اپنے خیال است و محال است وجنون۔

غلام احمد ۱۰۷ - تو پھر خواہ مخواہ ایک لڑکا کیسوں کا سر پر اٹھائے رکھنا اور حرارت اور عفونت کی تکلیفیں اٹھانا ضرورت ہی کیا ہے۔

تردید۔ یہ آپکی تعصبانہ حرارت اور الہامی عفونت سے جو خواہ مخواہ جہالت و نادانی کے سبب دل دکھانے کو روا نہیں سکتے ہو جب نہ عاقوئے اسے پر فاش درہم کشیدہ کرا۔ چونکہ آپ علم حکمت مبیزہ سے سراسر محروم ہیں اسواسطے میں آپکو رسالہ کیسوں کے فوائد مطبوعہ قانونی ہند شیٹ کی طرف متوجہ کرتا ہوں کہ دیکھئے کہ قانون قدرت اور حکمت نظری وعمل کے رو سے کیسوں میں کتنے فوائد ہیں اور اسمیں کیا کچھ حکمتیں ہیں میں آپ کو ایک موٹی سی بات بتلاتا ہوں جسکو آپ نا لیاقتی طرح سمجھ سکتے ہونگے۔

کہ افغانستان و پنجاب یا مہر کے وہ مسلمان جو سر بالکل مونڈاتے ہیں اسمیں غور فرمائے کہ دماغ کے کتنے گنجے ہیں اور کیا جہالت و نادانی کے سبب ہی مبتلا ہیں بلائے ہے بلوچستان یا غزنی کے سلاطین محمود سبکتگین البادیہ کا المعدوم ہیں اور سکھو مسلمان بالکل نہیں ہیں ہیں سید بھی اکثر سر و بال رکھتے ہیں اور اسکو فخر سمجھتے ہیں (دیکھو گلستان سعدی کے باب اول کی حکایت) پھر سورہ روم قرآن میں ہے فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ ترجمہ دبی بناوٹ اللہ کی جس پر بنایا لوگوں کو بدلنا نہیں اللہ کے بنانے کو یہی ہے دین سیدھا لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے (تم قرآن کی تعلیم سے بھی آگاہ نہیں ہو افسوس) تحفۃ الہند مطبوعہ فاروقی دہلی۔ بعضے ہند و نانک پنتھی یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم شرک سے خالی ہیں اور ہمارے بابا نانک اور دوسرے گوروؤں نے شرک نہیں کیا اور بابا نانک کے کلام میں توحید کا بیان بہت ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر بقول تمہارے بابا نانک نے شرک نہیں کیا لیکن مشرکوں سے بیزار ہو کر علیحدہ کیوں نہیں ہو گیا۔

تردید۔ آپ اصلیت سے قطعی ناواقف ہیں بابا صاحب نے شرک بالکل نہیں کیا وہ مشرکوں اور محمدیوں سے بالکل بیزار تھے چنانچہ فرماتے ہیں۔

ایک چھوڑ جو دوجے لگے وہ بے سو وسچا نہ یا۔

پھر صفحہ ۵۷ کے حاشیہ پر لکھا ہے جنم ساکھی میں لکھا ہے کہ بابا نانک مدینہ منورہ میں گئے اور قاضی رکن الدین سے گفتگو ہوئی اور وہ گفتگو ہندی زبان میں ہے بتیں ہیں اور لکھا ہے کہ روم میں سلطان حمید قاروں کو نصیحت کی اور نصیحت نامہ بھی ہندی زبان میں ہے۔ اور لکھا ہے کہ آسمانوں پر گیا۔ نزدیک تمہاری تاریخوں میں بھی ہزاروں باتیں دور از عقل وفکر وخلاف صحیح ہیں اور وہ مذہب اسلام بطلان کے لئے اظہر من الشمس علان ہے۔ مدینہ میں جانا کوئی دور از عقل بات نہیں اور نہ قاضی سے مباحثہ کیونکہ اب بھی وہاں صدہا انگریز جاتے ہیں بلکہ ہمارے مہربان دوست لالہ گنگا رام پرشاد صاحب ماجوا پنی نادانی سے سب مسلمان ہو گئے تھے وہاں سے پھر کر یہاں حاجی بن آئے بلکہ مصر وغیرہ کو بھی دیکھ آئے مگر یہاں آکر آریہ بھائیوں کی ہمت سے پھر پرایشچت کرا کر مسلمان سے ہندو اور ہندو سے آریہ بنائے گئے اور ست دھرم پر لائے گئے اور قوم نے بڑی خوشی سے سویکار کیا

ہاں اگر ہندی کے متنوں پر اعتراض ہے تو اس کا جواب کہ جب مردانہ جی ستار بجاتے تھے تب باباجی موزون عبارت میں بھجن کہا کرتے تھے پس اگر قاضی سے مباحثہ ہوا ہو۔ ویسے قول حال و حرم کمسند بھی اور اس نے وہی جواب دئے ہوں تو تعجب ہی کیا ہے جس طرح ہندوستان میں لوگ عربی جانتے ہیں اسیطرح عرب میں بھی اگر ہندوستانی جانتے ہوں تو کیا تعجب ہے۔ اور شاید وہ قاضی بھی کوئی ہندی نژاد ہوا عرابی نہ ہو۔ غرضیکہ یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔ اسی طرح قاروں کو بھی نصیحت کرنا قابل اعتراض نہیں کیونکہ بادشاہوں کے پاس بھی مترجم ہوتے ہیں اور ہمیں یقینی طور سے معلوم ہوا ہے کہ بابا صاحب ہندی۔ فارسی جانتے تھے اور سیاحی میں اگر عربی بھی جان گئے ہوں تو وہ بھی جائے اعتراض نہیں اور اُن کا عرب میں جانا تو خود تواریخ سے ثابت ہے۔

باقی رہا آسمان پر جانا اس کو ہم نہیں مانتے اور نہ اس کا بابا صاحب کے کسی واک سے پتہ ملتا ہے اور نہ کسی معتبر جنم ساکھی میں اس کا مذکور ہے۔ اور بفرض محال اگر مان بھی لیں تو بھی اس کا وہ معراج محمد سے کسی طرح کم نہیں اور نہ اس سے کم اعتبار ہے اگر وہ صحیح ہے تو یہ ہزار درجہ بڑھ کر ورنہ بردومے بنیاد ہیں۔ ذرہ بتلاؤ تو سہی کہ وہ کس طرح قابل تسلیم ہے اور یہ قابل ترمیم افسوس کہ زمین سے آسمان تک پتہ لگا ما جانا اور آسمان سے براق کا آنا اور پھر سواری براق حضرت کا ساتویں آسمان پر جانا اور خدا سے ملاقات فرمانا تو بالکل عقل کے مطابق ہے مگر بابا صاحب کا آسمان پر جانا اور سیر فرمانا دور از عقل ہے وہ تیج جی کی نقل اور اس معراج احمد سہ۔ تو سب ہے شیخ جی عقل کے ناخن لیجئے۔ اور دور از عقل باتوں والے مذہب سے پہلو تہی کیجئے۔

بد سہا جس تھوکوں کے ساتھ ایسے کام کریں سب کچھ ہی کر سکتے ہیں جنہوں نے دیوی کی پرستش نہیں کی ہاں موں ضرور کیا اور بت پرستی نہیں ہے اور نہ شرک اگر ہے تو تم نے جو موں کیا اس کی نسبت کیا کہو گے۔ دیکھو پیدائش ۸۔ آیت ۲۰ سے ۲۲ تک۔

دیلی نے جو بلی سے اس کی نسبت کیا کہو گے دیکھو توریت احبار ۱۰ اور گنتی باب ۱۰)

ابراہیم کا اپنے بیٹے کی قربانی اور موں توریت پیدائش باب ۲۲۔ آیت ۱ سے ۱۴ تک۔

بچھڑوں کا موں کرنا (احبار باب ۱۔ آیت ۱۷ سے ۲۰ تک)

خدا کے موں اور قربانیاں ایوب کی کتاب باب ۴۲۔ آیت ۱ سے ۹ تک

حضرت بیڑ کی مسیح کا منکر ہو کر ایک نیک کام ہے ہاں خودکشی یا کسی جاندار کو موں میں دینا منع ہے اور جو بلی دیا جاوے ہم بھی برا کہتے ہیں گو پہلے موں کیا ہے۔ تمہارا اختیار ہے اس جیں الفاظ سے لشکر وغیرہ گوپند سنگھ جی ہر طرح پر ناتما کے بھگت اور شرک سے نفرت کرنیوالے تھے یہ قول ان کی کسی کتاب یا دیوی کی تعریف میں نہیں ہیں کیونکہ اس کو وہ مانتے نہیں تھے۔ بلکہ قدرت خداوند کی تعریف میں جیسا کہ نانک جی کا ارشاد ہے۔ پوجس دیوی دیوتا تیرو بھیڑ او بھوت

نانک کیسے سمجھو اگر ہو سوت کسوت)

اسی طرح ایک دفعہ شرعی مولویوں نے انہیں مجبور کیا چاہا کہ تم مسجد میں چلو مصلے پر بیٹھ کر پڑھو قرآن پر عمل کرو سنت کراؤ۔ روزہ رکھو کلمہ پڑھو کعبہ کیطرف سجدہ کرو تسبیح پھرو اور مسلمان بنو۔ بابا نانک جی نے ایسا انکو جواب دیا کہ پھر چوں ہی اُنکے منہ پر لگا دی مہر سنت۔ صدق مصلے حق حلال قرآن شرم سنت۔ سل روزہ ہو مسلمان کرنی کعبہ سچ پیر کلمہ کرم نواج تسبیح سیتب تبہا وہ ہے نانک سب ہے لاج۔

یعنے مہربانی کرا عز تھو پیر یہی مسجد ہے۔ صدق رکھنا یہی مصلے ہے حق حلال یعنے ایسی نیک کمائی سے کھانا یہی قرآن ہے گناہوں سے شرم کرنا ڈرنا یہی سنت یعنے ختنہ کرانا ہے۔ نیک عادت یہی روزہ ہے اور ان باتوں مسلمان جانیں ہمیں کوئی غرض نہیں ہم فقیر ہیں۔

کرنی یعنے عمل کمانے یہی کعبہ ہے۔ اور سچ بولنا یہی کلمہ ہے بخشش کرنا یہی نماز ہے۔ اخلاق کا سلوک یہی تسبیح ہے اس کے سوا مسجد اور مصلے اور قرآن اور ختنہ اور روزہ اور کعبہ اور کلمہ اور نماز اور تسبیح سے پرمیشر ہمیں بچاوے ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ ہم بت پرست و کفر کے بندے نہیں بننا چاہتے یہ اُنہی مسلمانوں کو مبارک ہوں

باب ہفتم

نجات کا مقابلہ

غلام احمد ۴۵ سے ۵۲ تک۔ اسے ہم یہی کلام کیطرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ وید سرکار دھانیہ اور محبت الہیہ تک پہنچانے سے قاصر اور عاجز ہے اور کسو مگر عاجز قاصر نہ ہو وہ وسایل جن سے یہ نعمتیں حاصل ہوتی ہیں یعنے طریقہ حق شناسی معرفت الٰہی سچا آدمی اعمال صالح و تحصیل اخلاق فاضلہ و تزکیہ نفس زبان بیان مشاہدات کے صحیح اور حق طور پر بیان کرنے سے وید بالکل محروم ہے کیا کوئی آریہ تختہ زمین پر ہے کہ ہمارے مقابل ان امور میں وید کا قرآن شریف سے مقابلہ کر کے دکھلاوے اگر کوئی زندہ ہے تو ہمیں اطلاع دے اور جس امر میں موحدی سے چاہے اطلاع دے تو ہم ایک رسالہ با التزام آیات حیات و دلایل عقلیہ قرآنی تالیف کر کے اس غرض سے شائع کر دیں گے کہ اس التزام سے وید کے معارف اور اس کی فلاسفی کھل جاوے۔ اور اس تکلیف کشی کے عوض میں ایسے وید خواں کے لئے ہم کسیقدر انعام بھی کسی ثالث کے پاس جمع کرا دینگے جو غالب ہونے کی حالت میں اسکو ملیگا۔ شرط یہی ہے کہ وہ وید ونکو پڑھ سکتا ہو۔ تا ہمارے وقت کو ضائع نہ کرے جاننا چاہئے کہ جو شخص حق سے اپنے تئیں آپ ہی ٹیڑھا رکھے وہ اسکو ملعون کہتے ہیں اور جو حق کو حاصل کر کے اپنے نفس کی آپ ہی دوری کرے اسکو معزول کہتے ہیں اب ہمارے مقابل پر معزول یا ملعون بننا آریوں کے ہاتھ میں ہے اگر کوئی نامور آریہ جو ویدوں کی حقیقت سے خبر رکھتا ہو موارنہ و مقابلہ وید و قرآن کی نیت سے تین ماہ کے عرصہ تک میدان میں آگیا۔ اور ہماری طرف سے رسالہ بحوالہ آیات و دلایل قرآنی تالیف ہو کر ویدکی شرتیوں کے رو سے اس کا رد کر کے دکھلا دیا تو اس نے وید اور وید کے بزرگوں کی عزت رکھ لی۔ اور معزول کے معزز خطاب سے ملقب ہو گیا۔ اگر اس عرصہ میں کسی وید دان نے تحریک نہ کی تو وہ خطاب جو معزول کے مقابل میں ہے سب نے اپنے لئے قبول کیا۔

نزدیک اگرچہ ہم آپکی زبان درازیوں کی اصلیت کو اچھی طرح تکذیب براہین احمدیہ میں ظاہر کر چکے ہیں اور قرآنی تعلیم و حقایق کا بہت کچھ بخیہ ادھیڑ کر ناظرین کے آگے دھر چکے ہیں مگر ابھی آپکے دماغ میں ہنوز دریں لیسندہ موجود ہے جس کی سرکوبی کرنا ہمارا اصلی مقصود ہے۔ اگرچہ آریہ بھائی آپکے دو لتخانہ قادیان میں بھی حاضر ہیں اور آپ کی بات بات بلکہ تمام و سوسات کے ناظر مگر اب غفلت سے بیدار ہو جئے اور باوجود موجودگی آفتاب عالمتاب کے اندھا دھند کارروائی نہ کیجئے۔

اگرچہ ہمارا ارادہ نہیں تھا کہ قرآن کے تار و پود کریں مگر کیا کیا جاوے اب تو الہامی ارشاد ہے اور اس کی بھی آپ کیطرف سے بنیاد لہذا نجات قرآنی اور ویدک مکتی کا مقابلہ کرتے ہیں اور بہشت اسلامی کا نقشہ بتلاتے کہ حق پسندوں کو معلوم کہ مقرون کون ہے اور ملعون کون۔ متقی کون ہے اور غیر متقی کون۔

مقابلہ اور موازنہ وید و قرآن

نجات قرآن

نمبر ۱

سورۂ نسا۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَّهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا۔

ترجمہ جو لوگ یقین لائے اور کی نیکیاں اون کو ہم داخل کریں گے باغوں میں جن کے نیچے بہتی نہریں وہ رہیں گے وہاں ہمیشہ اُن کو وہاں عورتیں ہیں ستھری اور اون کو داخل کریں گے گھنی چھاؤں میں اور ایسا ہی سورۂ رحمن میں ہے کہ سب باغوں میں بہشتیوں کو ملیں گی نیک عورتیں گوریاں خیموں میں رہنے والیاں جن کو اُن سے پہلے کسی آدمی و جن نے نہیں چھوا یا قوت اور مرجان کی مانند خوبصورت۔ یہ اُنکے حسن کی تعریف ہے۔

نمبر ۲

سورۂ دخان۔ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ يَلْبَسُونَ مِن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِينَ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ۔

ترجمہ بے شک ڈر والے گھر میں ہیں چین کے باغوں میں اور چشموں میں پہنتے ہیں پوشاک ریشمی تلے اور گاڑھے کے ایک دوسرے کے سامنے ایک طرح اور بیاہ دیں ہم نے اُنکو حوریں بڑی آنکھ والیاں منگواتے ہیں ہر میوے جمع خاطر سے۔

نمبر ۳

سورۂ النبا۔ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا وَكَأْسًا دِهَاقًا لَّا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا۔

ترجمہ۔ بیشک ڈر والوں کو مراد ملتی ہے باغ ہے اور انگور اور نوجوان عورتیں ایک عمر کی سب اور پیالہ چھلکتا۔ نہ سنینگے وہاں بکنا اور مکرانا بدل دیا تیرے رب نے دماحسابے۔

نمبر ۴

سورۂ صافات۔ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ فَوَاكِهُ وَهُم مُّكْرَمُونَ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ يُطَافُ عَلَيْهِم بِكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنزَفُونَ وَعِندَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ عِينٌ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ۔

ترجمہ مگر جو بندے اللہ کے ہیں چنے ہوئے اُنکو روزی ہے مقرر میوے اور اُنکی عزت ہے باغوں میں نعمت کے تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے پھرتے ہیں اُن کے پاس پیالے ستھری شراب کے سفید رنگ مزہ دیتے پینے والوں کو۔ نہ اُس سے سر پھرتا ہے اور نہ وہ اُس سے بہکتے ہیں اور اُنکے پاس نیچی نگاہ والیاں بڑی آنکھ والیاں گویا وہ انڈے ہیں چھپے ہوئے۔

نمبر ۵

سورۂ طور۔ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَعِيمٍ فَاكِهِينَ بِمَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقَاهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ۔

ویدک مکتی

نمبر ۱

ये यज्ञेन दक्षिणया समक्ता इन्द्रस्य सख्यममृतत्वमानश। तेभ्यो भद्रमङ्गिरसो वो अस्तु प्रति गृभ्णीत मानवं सुमेधसः। ऋ॰ अ॰ ८ अ॰ २ व॰ १ मं॰ १।

ترجمہ۔ گیان دو دکشنا اور آتما روپ اسپیہ کی پرمیشور کو دکشنا دینے سے جو موکش سکھ میں پرس بستے ہیں پرمیشر کی ستر تا (دھیان) اگیا پالن سے ہی موکش سکھ پرا ہونے والے اور موکش والے جیو کے واسطے سب مانی سکھ بنے گئے ہیں اُن جیو کے پران لگی بدھی کو انیت بڑھانے والے سکھ ہیں اور تمام مکت جیوں میں سات پریتی ہوتی ہے اور انکا پرماتما کے ساتھ سنہ سا ہے۔ اور وہ سب آپس میں ایک دوسرے کو دیکھتے اور ملتے ہیں۔

نمبر ۲

यत्र कामा निकामाश्च यत्र ब्रध्नस्य विष्टपम्। स्वधा च यत्र तृप्तिश्च तत्र माममृतं कृधीन्द्रायेन्दो परि स्रव। ऋ॰ मं॰ ९ सू॰ ११३ मं॰ ८

ترجمہ جہاں سب پرکار کی کامنا اور اچھا کو پاکر سب کامنا اور اچھا شانت ہو جاتے ہیں اُسکے کامل جلال سے ہی پرکاشت اور اُسی کے سندہ گیان پورن ترپتی ہوتی ہے۔ اُس گیان کی اور سرشٹ یا مکتی جائے اور اُسی کو پاکر ایک ہی کرپا سے دکھ کا دور ہوتا ہے۔ مکت کا داتا نجات کا مالک اُسکے سوا کوئی نہیں جب جیو سچے پریم سے اُسکی اگیا کا پالن کرتا ہے تب موکش کا بھاگی ہوتا ہے اور کسی طرح سے نہیں۔

نمبر ۳

यत्रानन्दाश्च मोदाश्च मुदः प्रमुद आसते। कामस्य यत्राप्ताः कामास्तत्र माममृतं कृधीन्द्रायेन्दो परि स्रव। ऋ॰ म॰ ९ सू॰ ११३ मं॰ ११।

ترجمہ۔ جگدیشور میں ہی سمپورن آنند اور تمام ہرش اور کمال پرسنتا ہیں سب کامنا اُسی کی اگیا پالن سے پراپت ہوتے ہیں راحت کامل کے لئے جسکا دوسرا نام موکش ہے سب کو اُسی کی اگیا پالن کرنی چاہئے کیونکہ دکھوں سے چھوٹنا سوائے نجات کے کسی طرح ممکن نہیں سکتا۔

نمبر ۴

यत्र ज्योतिरजस्रं यस्मिँल्लोके स्वर्हितम्। तस्मिन्मां धेहि पवमानामृते लोके अक्षित इन्द्रायेन्दो परि स्रव। ऋ॰ म॰ ९ सू॰ ११३ म॰ ५

ترجمہ۔ او دیا آدی کلیشوں کے ناش کرنے والے شدھ سروپ پرماتمن وہ ایک پرتن جہاں تیرے جلال میں تیرے گیان کی بیاپکتا ہے جس گیان سے تو سب جرا چر کی حالتوں کا گیاتا ہے اُس اپنی اپار شکتی سے اپنے اُپاسک کو اپنے گیان میں استھر کیجئے تاکہ وہ جنم مرن سے رہت کر تیری ابناشی معرفت کو پراپت ہو۔ پرمیشور تیری مہان کرپا سب کی کلیان وانک ہے۔

نمبر ۵

वेदाहमेतं पुरुषं महान्तमादित्यवर्णं तमसः परस्तात्। तमेव विदित्वाति मृत्युमेति नान्यः पन्था विद्यतेऽयनाय। यजु॰ अ॰ ३१ मं॰ १८

باغ میں شاداب سرسبز درخت ہیں جو دودھ اور شراب اور شہد کی نہریں جو نیچے بہتی ہیں ہر قسم کا میوہ
کھانے کو موجود ہے ساقی اور ساقنیں نہایت خوبصورت چاندی کے کنگن پہنے ہوئے
خوبصورت بیبیاں کی گھونگھٹ میں بیٹھی ہیں شراب پلا رہی ہیں کہ ایک حسینہ ایک جھکے شیشے میں
ہاتھ میں لئے پڑا ہے اپنے ران پر سر دھرے ہے ایک چھاتی سے لپٹا رہا ہے ایک نے لب لعل
بخش کا بوسہ لیا ہے کوئی کسی کو شرمندہ کر رہا ہے اور کوئی کسی کو نہیں کچھ۔ اس طرح
بیان ہے جس پر تعجب ہوتا ہے کہ اگر بہشت یہی ہو تو نیچے مبالغہ ہے اسی خرافات اس سے
ہزار درجہ بہتر ہیں ہیں۔ (دیکھو تفسیر سید صاحب صفحہ ۲۰ و ۳۰ جلد اول سورۃ بقر ۱۸۸۵ء)
نمبر ۱۰ اگر صاحب کی رائے لکھو کہ محمد صاحب کی نجات نہیں ہوئی۔ یعنی ... بت
پرستی کو ترک کرنے کی ایذائیں سے نجات تا ہنوز ... محمد بودی ... صحیح ... مطبوعہ ۱۸۸۲ء
نمبر ۱۱۔ ما ناتا صاحب کی رائے تھا نانک صاحب جب مکہ میں گئے اور وہاں جو روزہ نے محمد صاحب کا حال
دریافت کیا تب کہا کہ محمد صاحب بیٹھا ہو سو برس تک جنت میں آکر پھر سو برس تک گھر میں ہم بیٹھے
تب ان کو مت گر دے مٹا ... اور اس کے مت کو ترک کے وسیلے سے ان کی نجات ہو گی۔ (دیکھو جنم
ساکھی رسالہ مذکور بر ترکیہ صفحہ ۱۹ مطبوعہ ۱۸۸۹ء لاہور)

اب مرزا صاحب خود ہی فیصلہ کریں۔

نمبر ۱۲۔ حجۃ الاسلام یعنی امام محمد غزالی صاحب کہتے ہیں ولذت بہشت لذت شکم و فرج و چشم
بیش نیست کہ در بہلے نہ ما استانیک ... و طعامے خوش ... خوردہ و در سبزی و آب رواں نگریستہ
و نگاریں سے نگرد و ایں شہوت باشد کہ ہم ہریں جہاں در جنب شہوت رہا است و ہم سیلاب و فرما
دورن حقیر و مختصر شود۔ تا ملذت معرفت چہ رسید۔ کہ رہبان باشد کہ صومعہ بر خود زندان کند و
ہر روز بقدر یک طعام بیش نخورد و در نہرہ جاہ و قبول و لذت آں۔ پس لذت جاہ و قبول
و ریاست دوست تر میدارد و چہ لذت بہشت بیش از لذت شکم و فرج و چشم نیست ... ریاست
جاہ کہ ہمہ شہوت را مختصر کرد۔ بلذت معرفت فرود روند۔ (صفحہ ۲۴۳ کیمیائے سعادت رکن چہارم اصل چہارم)

نمبر ۱۳۔ سید احمد صاحب فرماتے ہیں۔ تو ایک کو نہ مقدس ملا یا شہوت پرست زاہد یہ سمجھتا ہے کہ
درحقیقت بہشت میں ان گنت حوریں ملیں گی شرابیں پیئنگے میوے کھاوینگے دودھ اور شہد
کی ندیوں میں نہا دینگے اور جو دل چاہیگا وہ مزے اڑاوینگے اور اس لغو اور بیہودہ خیال سے نزاف
اوا حرکے بیان لاتے ... ہی سے بچتے ہیں کوشش کرتا ہے (تفسیر سید احمد صاحب جلد اول سورۃ بقر
صفحہ ۴۰ مطبوعہ ۱۸۸۲ء علیگڑھ)

نمبر ۱۴۔ ایک تو بیچ یا مدہ عربی زبان پر نازل فرمایا ہے۔ بغیر قرآن کے اکثر مضامین انسانی کی نفسانی
خصلت کو خوش کرتے ہیں چنانچہ بہشت کی چار شبوں کا بیان ہے جیسے شراب باغیچے
ابریشمی پوشاکیں عورتیں اور لونڈے جیسے کہ تمام عیاش اور بدکردار ان کو ایسی خوشیاں بہت
ہی پسند آتی ہیں (البلیغ و سیر صفحہ ۳۳ مطبوعہ ۱۸۹۳ء)

اب ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ عقل کے موافق قانون قدرت کے مطابق راستی و صداقت کے ہیں
لذائذ جسمانی اور شہوت نفسانی سے اعلیٰ ترین کون سی نجات ہے آیا یہ کہ جسکو وید مقدس نے ہدایت
طریقہ پر معقول دلائل اور پاکیزہ وسائل سے ارشاد فرمایا ہے سو تو سچا ہی ہے۔
یا وہ نفسانی اور جسمانی بلکہ عشرت کدۂ حیوانی۔ جو عقل کے خلاف۔ دور از انصاف یا عید لونڈیا
اور روحانیت کی ستیا ناس کرنیوالی شیطان کی ماں اور بلید ہوروں اور غلاموں کی جو مسلم قرآنی جنت
ہے جس کی مشرح کیفیت ہم نے آیات قرآنی سے جتلا دی ہے۔ ہوشمند اور فاضل مولوی صاحبان
ذرا غور فرماویں کہ کیا ایسی معقول نجات پر کوئی فلسفی برہان قائم ہو سکتی ہے کیا خود
نہ قرآنی نجات معقولیت کے سامنے ٹھہر سکتی ہے۔

باب ہشتم

دور و یش یا تنزا

غلام احمد ۲۴۲۔ آریوں کے سر پر مہا رسنے کی یہی وجہ ہے کہ تجویز اور پرستش کے پاک
طریقے اور تزکیہ نفس کی خالص تدبیریں وید میں ہرگز نہیں ہیں۔

تزویہ بکل ... تو جع الی ... عربی کہاوت کا مضمون یاد آیا اور تنگ علم دل ظاہر۔
نرکو عرب اور اسلام سے حقیقی نسبت ہے اور ہردو کو آپس میں الفت و محبت ہے کیونکہ شیطان دونوں کے
کندھوں پر سوار ہے اور ملہم ہر دو کا یار غمگسار ہے حدیث گواہ ہے اور ترا یک مولوی آگاہ جانتی
ہیں جیسے ما من نعوذ الا فی ذریۃ شیطان بر حمۃ منہ کوئی اونٹ مگر ہیں ملبند ہی
اس کی کے شیطان ہے۔

علاوہ ازیں خود قرآن بھی راوی ہے۔ اور اسکی شہادت بھی حدیث سے ثابت ہے ہی۔ کہ ہر ایک مسلمان کے
دل میں شیطان وسوسہ ڈالتا ہے اور لپیٹ کے ان کی گود میں پالتا۔ چونکہ ہر دو بکجان و دو قالب
ہیں اسی واسطے ایک ہی شیطان دونوں پر غالب (دیکھو قرآن سورۃ الناس اور کیمیائے سعادت
عنوان اول صفحہ ۱۰ مطبوعہ ۱۸۸۹ء)

اب غور فرما کر مہا رکو منسوب کیجئے یا اپنے مہا رسنے دیجئے جبکہ یہ بیت پینے نماز کو وقت اٹھنے
بیٹھنے کی قواعد پر غور فرمائیے اور تقلید پرستی پر ایمان لائے پھر دیکھئے کہ یہ تمام اونٹ کی نقل ہے
یا حضرت کی نقل۔ ہم حیران ہیں کہ آپ اونٹ کو کس کروٹ بٹھلاتے ہیں اور یہ شتر گربہ کہاں
چھپاتے ہیں۔ کیونکہ موسیٰ نے شیطان سے توحید حاصل کی اور داد شاگردی کی آپ کے حضرت نے
بروقت معراج موسیٰ سے تعلیم پائی جس طرح ہوئے کو حضرت سے نسبت ضروری ہے اسی طرح
آپکو شتر یا شیطان کی ہر وقت ضرورت ہے۔ تمام پاک طریقہ اسی کی علامات ہیں اور شتر کی معمولی
حرکات کے نشانات سے یہ سود در حرکت ہی پاک نشینی بر خیزی۔ جہاد و قتل اور خونریزی
و جفا کاری کے اخلاق اور صفائی باطنی الواروحانی کے آثار ہیں جو تمام ترویدمقدس میں
موجود ہیں یہی عبودیت کی جقول بنا ہے اس کا تذکرہ او کمال اہرتا دیتے۔ مگر جہاد و
فساد کا نام و نشان نہیں۔ البتہ قرآن میں تزکیہ نفس کا نام و نشان نہیں (دیکھو باب نجات)
حضرت اگر وید میں تزکیہ نفس کے پاک طریقے نہیں تو وہ کہاں ہیں کیا قرآن میں ہیں؟
یا لوح محفوظ میں ہیں؟ مرزا صاحب مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ ایسی زبان
درازی سے آپکے حق میں خاموشی بہتر ہے۔

غلام احمد ۲۴۵۔ پرستش کی جڑھ تلاوت کلام الٰہی ہے کیونکہ محبوب کا کلام اگر پڑھا جاوے
تو ضرور محب کے لئے محبت انگیز ہوتا ہے اور شور عشق پیدا کرتا ہے مگر آریہ لوگ
اس سے کوسوں دور ہیں۔ اگر وید کو پڑھیں تو انہیں اس کی حقیقت بھی معلوم ہو۔
تردید۔ سے تسلیم صداقت سے کوسوں بلکہ منزلوں پہنچے ہوئے تھے اور ہماری حالت سے برہمن کی باتوں
بر خلاف تھی ہم گنگا جمنا کے کنارے کے انہیں سراب جان بیٹھے تھے ہمیں جہالت و غلطی
سے ریگستان کے سراب ربنا اللھم کے کنارے تالاب شیریں معلوم ہوتے تھے بیٹھے جلد جانتے
کہ ہم پیاسے تھے مگر گنگا وید پیر کے آبحیات سے محض نا بلد تھے۔ آپ بار بار تیرے کبھی کہا کرے

(۱) ۵۱۔ دیکھو روضۃ الصفا ذکر معراج اور صحیح بخاری کی حدیث مع ترجمہ مندرجہ رسالہ تائید الاسلام
مطبوعہ ۱۸۸۲ء جلد اول و دوم مطبع مفید الخلائق مراد آباد صفحہ ۲۳ تک۔

(۲) ۵۲۔ اتقان نوع ۱۶ میں ابن سعد کی روایت عائشہ سے منقول ہے کہ رسول علیہ الوحی یعطی ... باسمہ
جب محمد صاحب پر وحی نازل ہوتی تھی تو وہ اونٹ کی کولی پر لیٹا تھا اپنے سر میں۔ (دیکھو
صفحہ ۵۳ مطبوعہ مطبع ... لاہور ۱۸۸۲ء)

نسخہ مطبع احمدیہ

کے بادشاہی خاندان میں سے بیاہی گئی تھی۔ جو ساہرس ۸۳ء قسطنطنیہ کی بیٹی تھی۔ (دیکھو تاریخ ہند ۱۸۶۶ء کلکتہ صفحہ ۸۸)

نمبر ۱۶۔ یہی مورخ فرماتا ہے کہ ہم یہ بات کو ثابت کر سکتے ہیں کہ بہت مدت نہ گذری ہوگی کہ آریہ جب تک سندھ کے پار ہو جاتے تھے اور اپنے دشمنوں سے بدلہ لیتے تھے۔ سو اٹک کے پار نہ جانا اور جہاز پر چڑھنے کی ممانعت جدید ہے۔

ابھی پہلے ہی سے کہ برہمنوں نے چھتریوں پر فتح نہ پائی تھی اور بدھ مذہب کو خارج نہ کیا تھا۔ تب تک آریہ بہت شجاع تھے اور اکثر بہو سر حیشا کرتے تھے اغلب ہے کہ اُسی وقت تھا میں کہ اُنہوں نے اٹک پار ہو کر تاریز حملہ کیا تھا اور جاوا بیٹھکر بوزو دیکھے جزیروں میں پہنچے تھے۔ اور وہاں اپنے مذہب کو پھیلایا تھا۔ یہ بات چند مدت کی ہے کہ ہندو تعصب کے سبب سے عزم و مجبول ہو گئے ہیں۔ اور اپنی ولایت سے اس اندیشہ کے سبب باہر نہیں جاتے کہ شاید غیر مذہب والوں سے ملکر اُن کی ذات نہ جاتی رہے۔ تاریخ ہند کلکتہ ۱۸۶۲ء صفحہ ۴۴)

نمبر ۱۷۔ مہاراجہ دھرتراشٹر والی ہستناپور کی شادی امیر افغانستان کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ اُن دنوں افغانستان کی دارالسلطنت قندھار تھی۔ اُسی رانی گندھاری کے شکم سے مہاراجہ دریودھن متولد ہوئے (دیکھو بھارت آدی پرب)

نمبر ۱۸۔ ملک جرمن خصوصاً بیانگے برہمنوں کا آباد کردہ ہے اور اسی ملک میں آج کل سنسکرت کا بھی شور ہے۔ واضح ہو کہ نام سنسکرت زبان کا ہے۔ شرما سنسکرت میں برہمن کو کہتے ہیں جرمنی زبان اور سنسکرت میں ج۔ی۔س بدل ہوتے ہیں۔ جیسے آریہ۔ آریہ سا آرش اصل میں شرما سے جرمن جیسے آریہ سے ایرین بنا اور یہی حرما یا جرمن ہے۔ جس کی تصدیق خود میکس مولر صاحب بھی کرتے ہیں (دیکھو گوید مطبوعہ لندن کے صفحہ کا آخری نوٹ)

نمبر ۱۹۔ ایک مورخ فرماتا ہے کہ آن کے بعد چھ راجے متواتر چلے گئے جنہوں نے یہ خاندانی لقب یا پارن اور اسکے چھوٹے جانشین کرن کہلاتے تھے۔ البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ کرن کے نام کو ہندوستان میں مشرق کے جزیروں میں بہت ادب سے یاد کرتے ہیں۔ اس سے یہ خیال ہو سکتا ہے کہ راجہ کرن نے جہاز بھی بنوائے ہوں اور بورنیو اور دیگر جزیروں میں اپنا دخل کیا ہو (تاریخ ہند صفحہ ۸۸ ۱۸۶۱ء کلکتہ)

نمبر ۲۰۔ میرو کی اُتر کی طرف بجروار کی راج دہانی ہے وہاں کی رعیت لڑائی میں مارے جانے کے سبب کرشن چندر جی کے بیٹے پردمن سنگھ سانبہ مہا اور فاضل برہمنوں کے بذریعہ اکاس لوگ کے وہاں جا کر راج کرنے لگے جو کہ کرشن چندر جی کی بعد وفات سنکر پھر ایک دفعہ دوارکا میں آئے تھے (دیکھو ہری ونش وشنو پرب ادھیاء ۹۷)

نمبر ۲۱۔ مورخ لیتھبرج فرماتے ہیں کہ آریا قوم کی قدیم زبان سنسکرت تھی اور قدیم یونانی و پارسی انگریز۔ جرمن۔ فرانسیسی اس میں شامل تھے قدیم زمانہ میں یہ سب لوگ مثل ایک قوم کے بودوباش کرتے تھے۔ (تاریخ برج ہندوستان صفحہ ۱۹ ۱۸۷۸ء)

نمبر ۲۲۔ حال کی تحقیقات سے جب کہ روسی زبان سیکھنے کا ہندوستان میں چرچا ہوا اور کلکتہ میں ایک سکول بھی کھولا گیا تو معلوم ہوا کہ ملک روس کی زبان بھی سنسکرت سے ملتی ہے اور جیسا کہ یونانی ولاطینی وغیرہ سے اسکا تعلق ہے اُن سے زیادہ روسی زبان سے مشہور ہے چنانچہ تجربہ سے معلوم ہوا کہ سنسکرت دان آدمی روسی جلد سیکھ سکتا ہے۔

نمبر ۲۳۔ کرنل الکاٹ صاحب فرماتے ہیں کہ مصریوں کی تاریخ سے ظاہر ہے کہ وے سینت نامے ایک پنٹ بھومی سے آئے جو کہ معلوم ہوا کہ ہند کے ساگر کے کنارے کہیں ہے۔ اُس دیش کو وہ اپنے دیوتاؤں کا پورانی جگہ بتلاتے تھے آدی ستھان کو مصر والے (ریانشر) پوتر کہتے تھے۔ اب یہ ہوگیا کہ وہ سینا برت کی پوتر بھومی سنس ہے دارالبحری ستھان میں رانی ہتشاپسا کی سماہی کے بیٹروں اور جہاز کی بابت لیکھوں کے مطلب سے صاف ظاہر ہوگیا ہے کہ وہ مقدس زمین بھارت ورش

(ہندوستان) تھیاسوفسٹ ترکالی شاصفحہ ۵ ۱۸۸۲ء مدراس انگریزی۔

نمبر ۲۴۔ پروفیسر میکس مولر صاحب فرماتے ہیں کہ پارسی لوگ بھی آریہ ورت سے اٹھکر ایران میں آباد ہوئے تھے (دیکھو سائنس آف دی لنگویج صفحہ ۲۸۸)

نمبر ۲۵۔ تاریخ راجپوتانہ سے اندرا پرستھ کے اپسر راجائی نسبت چین اور تاتار کے جینیا او جیسے کہتے ہیں کہ یہی بہارا مورث تھا (تاریخ راجستان صفحہ ۴۴ و ۳۰ جلد اول ۱۸۳۶ء)

نمبر ۲۶۔ مورخ ٹاڈ صاحب فرماتے ہیں کہ پرانے زمانہ میں آریہ لوگ اپنی حد سندھ تک نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ کوہ قاف کی طرف تک اُن کی حد تھی (طبلیل تاریخ راجستان صفحہ ۳۶)

نمبر ۲۷۔ شہر شونت (جو ملک مصر کے متعلق تھا) وہاں کے راجا بان نام کی لڑکی اوکھا نام سے کرشن چندر جی کے فرزندزادہ انرودھ جی کا بیاہ ہوا تھا۔ اور وہاں ست دھرم کا پرچار برابر ہوا تھا (ہری ونش وشنو پرب ادھیاء ۱۱۶ سے ۱۲۷ تک)

نمبر ۲۸۔ منوسمرتی ادھیاء ۸ شلوک ۱۵۷۔

समुद्र पानकुशलादेशकालार्थदर्शिनः। स्थापयन्ति तु यां वृद्धिं सा तत्राधिगमं प्रति १५७

ترجمہ سمندری سفروں سے واقف جہاز رانی سے آگاہ لوگ جو ملکوں اور وقتوں اور بیوپاروں کے جاننے والے ہوں ایسے دانشمند جو بیاج مقرر کریں وہی رائج ہونی چاہئے۔

نمبر ۲۹۔ منوسمرتی ادھیاء ۸ شلوک ۴۰۶۔

दीर्घाध्वनि यथादेशं यथाकालं तरो भवेत्। नदीतीरेषु तद्विद्यात्समुद्रे नास्ति लक्षणम् ४०६

ترجمہ۔ دریا کے راستہ سے دور جانے میں دریا کی تیز روی وقیام آب یعنی گرمی اور برسات وغیرہ کا لحاظ کر کے کشتی کی زراجرت مقرر کرنی چاہئے مگر سمندر میں جہاز کے واسطے یہ قاعدہ نہیں ہے بلکہ جہاز بار بڑے ملکوں میں جا کر بیوپار کرکے تجارتی اشیاء کو فروخت کرکے اور وہاں سے کچھ اور بیدا کرتھ لیکر اپنے دیش آوے اُسکے بعد جتنا فائدہ ہو اُس سے پچاسواں حصہ راجہ

نمبر ۳۰۔ منوسمرتی ادھیاء ۷ شلوک ۱۸۵۔

संशोध्य त्रिविधं मार्गं षड्विधं च बलं स्वकम्। सांपरायिककल्पेन यायादरिपुरं शनैः १८५

ترجمہ تین پرکار کے راستوں زمینی سمندری اور اکاس کو بیخوف و خطر بنا کر زمین میں رتھ گھوڑے ہاتھی سے جل میں کشتی اور جہاز سے اکاس میں یان آدی سے جاوے۔

نمبر ۳۱۔ آریہ ورت کے چند فضلا کا ایک گروہ جس میں پانڈو بھی تھے) ودیش دیشانتروں میں اپدیش کو چلے گئے تھے چنانچہ یہ سفر دو مرتبہ ہوا۔ پہلی بار برہما سیام چین تبت سے کیلاس تک اور کیلاس سے اوپر کچھ حصہ شمالی کوہ التائی کا پھر کر تاتار ہوتے ہوئے (ایرجا) ایران میں پہنچے۔ وہاں سے براہ ہرات پھر کابل اور وہاں سے قندھار میں جو دھرتراشٹر کے سسرال تھے۔ اور بلوچستان سے گذر کر آریہ ورت میں پہنچے دوسری بار سکار دیپ براستہ جہاز عرب ہوتے ہوئے ملک مصر میں گئے اور وہاں سے سوویت پرست یعنی جبل القمر یعنی علاقہ زنگبار تک پھر کر اسیطرح اپدیش کرتے ہوئے واپس آئے (جسکا مفصل ذکر دیکھو بھارت سبھا پرب ادھیاء ۲۶ سے ۲۸ تک)

نمبر ۳۲۔ سری نارد منی جی (جو علم موسیقی میں بھی شہرہ آفاق تھے) ہمیشہ اپنی تمام زندگی میں ملک بملک اپدیش کرتے رہے اور دور دراز ملکوں جزیروں میں ست دھرم کو پھیلایا۔ (رامائن بال کانڈ سرگ ا شلوک ۶ تک)

نمبر ۳۳۔ سٹر بیٹ م مردم چین دنگپاو اسوق نامہ اس مذہب ملک تبّا نسو آور دکہ اکنون آنرا ہندوستان نامند و مردم چین بہ تاریخ مختصر تابل اتہ بہل مذہب سکھا میگوید کہ جمیع موالید عالم سفلی ازیں عنصر کہ شند و عالم ہائے لیپار بعد بہ تناسخ قابل اند۔ واسطہ گوشت خوردن علیم

نسخہ حفیظ احمدیہ

خصوصاً کسی معبود کے موجودہ شخص یا مزار بادشاہ کیواسطے ہے نہ کہ بعد کے واسطے کیونکہ
آیت مزامیر ہے۔ "اُن چیزوں کو جو میں نے بادشاہ کے حق میں بنایا ہے بیان کرتا ہوں"
پس یہ بیان کسی اور کا داؤد کے واسطے ہے نہ کہ خود داؤد کا کسی کے واسطے (نمبر ۳) مرزا
صاحب نے دوسری آیت تو صحیح لکھی مگر تفسیر میں غلطی کر دی اور اسیطرح جو بھی دیگرہ میں
بھی اور یہ غلطیاں دیدہ و دانستہ ہیں نہ کہ سہواً۔ ناظرین جان سکتے ہیں کہ مرزا نے کس قدر
زبور کی عبارت بے ترتیب اور غلط لکھکر دہوکا دیا یہی حال اُسکا اور اور حوالوں میں بھی ہے
مگر کسی طرح یہ زبور محمد کے حق میں موزون نہیں بلکہ معاملہ دگرگون ہے ہاں اگر سکھ بھائی
خیال فرماویں اور بسر انصاف آویں تو ہم اسکو سری گورو گوبند سنگھ جی کی نسبت لگاتے
اور جو محمدیوں اور عیسائیوں کو منصف مانتے ہیں ورنہ حاجت مناظر نیست رجوع دلارام راو
اور وہ یہ ہے سنگھ آریا اور راجہ پہلوان تینوں نام بالکل مترادف ہیں یعنی وہ کہتا ہے کہ اے گورو
گوبند سنگھ جی تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے اور یہ بات بالکل محتاج بیان نہیں
کیونکہ گورو صاحب حسن ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے مگر محمد صاحب کی نسبت سر جارج
سیل صاحب فرماتے ہیں کہ محمد رنگت میں معمولی عربوں کی رنگت جیسا کہ تھا (دیکھو انگریزی
قرآن کا دیباچہ صفحہ ۲۹)

"تیرے لبوں میں نعمت بتائی گئی ہے" یعنی محبت و اخلاق سے اُنکا دنیا میں برتاؤ تھا اُسکے
بیان کرنے کو بھی کوئی زیادہ فصیح چاہیئے اور اسی واسطے تھوڑے عرصہ میں لاکھوں انکے پیرو
ہوگئے۔ مگر محمد صاحب کے دین کی نسبت ایک فاضل یورپین فرماتا ہے کہ محمد کا دین شیطان کا
ایجاد ہے کیونکہ جور و ظلم سے لوگوں کو گرویدہ کیا گیا ہے

"اے پہلوان اپنی تلوار جو تیری حشمت اور بزرگواری ہے حمایل کرکے اپنی ران پر لٹکا اور
اپنی بزرگواری سے سوار ہو۔" اے پہلوان یعنے بہادر سنگھ اپنی تلوار یعنے کھنڈے کو حمایل
کرکے ران پر لٹکا اور گھوڑے پر سوار ہو ساور ست دھرم کے مخالفوں سے لڑ۔ بزرگواری کی
سواری نہ تو مسیح کے نصیب ہوئی اور نہ محمد کے کیونکہ اول کی سواری گدھا اور دوسرے کی
براق ہوگی جو کہ گدہے سے بڑا اور گھوڑے سے چھوٹا غالباً خچر یا دراز گوش ہوگا۔ مگر گورو صاحب
گھوڑے پر سوار رہتے تھے "سچائی اور ملائمت اور صداقت کے واسطے اقبالمندی سے آگے بڑھ
تیرا دہنا ہاتھ تجھ کو مہیب کام سکھلاویگا" دہنے ہاتھ سے مراد بڑا بیٹا ہے جس نے کام جنگ
میں مہیب کام دکھلائے۔

"تیرا تخت اے خدا ابدالآباد ہے" یعنے اے خدا (گوبند) تیرا تخت (یعنی گدی) ابدالآباد
ہے ہمیشہ رہیگا مگر محمد اور عیسٰے کا کوئی تخت نہیں۔

"اس سبب سے خدا تیرے خدا نے تجھ کو خوشی کے تیل سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ مسح کیا"
یعنے تیرا فیض بعد مسیح زیادہ ہے اور خوشبو یا زعفران یا پھلیل کا لگانا بھی سکھوں میں زیادہ
رواج ہے نہ کہ محمدیوں یا عیسائیوں میں۔ "تیرے سارے لباس سے مر اور عود اور تج کی خوشبو
آتی ہے"۔ یہ اشارہ اُس عالیشان جگ کی طرف ہے جو گورو جی نے ہمالیہ پہاڑ کے دامن میں بیدک
قاعدہ کے مطابق کیا جسکی سامگری زبور والے نے کتنے عرصہ پہلے بیان کردی اور تفسیر فتح العزیز
کی جلد اول میں ہے کہ امیرالمومنین علی نے کہا کہ زمین ہندوستان دوسری زمینوں کی نسبت
زیادہ تر خوشبو والی کسواسطے ہے اور خوشبو کے اقسام عود اور جوز و قرنفل وغیرہ زمین ہند کے ساتھ
کیوں مخصوص ہیں وجہ اسکی یہ ہے کہ جس وقت آدم جنت سے ہندوستان میں گرا تھا اُسکے بدن پر
بہشت کے درختوں کے پتے لپٹے ہوئے تھے ہوا نے اُن پتوں کو چاروں طرف پراگندہ کر دیا جس وقت
کہ کوئی پتا اُن پتوں میں سے پہنچا اُس درخت میں بڑہ گیا تو اُسنے خوشبو پیدا کردی اور حاکم و بیہقی
محدث بھی یہی رائے ہے مگر محمد و عیسٰے کے یہ بات کہاں نصیب تھی۔ بلکہ یہ چیزیں عرب میں
تو اکثر ہیں پس ناظرین خود ہی سوچ لیں کہ یہ پیشگوئی اگر ہے تو کس کی نسبت زیادہ موزون
ہے عیسٰے یا محمد یا گورو گوبند سنگھ کی۔ **قولہ**۔ اسیطرح یسعیاہ نبی نے آنحضرت کی جلالیت
وعظمت کے بارے میں اپنے صحیفہ کے باب ۴۲ میں بطور پیشگوئی کے وحی پا کر بیان کیا ہے

اقول۔ اس عبارت میں بھی کوئی بات نسبت حضرت کے درج نہیں اور بائیبل سے کہیں کہیں کی
بات چلی جاتی ہے مگر ایک ایک فقرہ علیحدہ ہے جسکا مطلب ہم نہیں سمجھتے۔ اس جگہ خدا کو دردزہ
شروع ہے اور حاملہ عورت کی تمثیل دی رہا ہے چنانچہ "دیکھو میں خاموش ہو رہا اور آپکو روکتا
گیا پر اب میں اس عورت کی طرح جسے دردِ زہ ہو چلاؤنگا۔ اور ہانپونگا اور زور زور سے ٹھنڈی
سانس بھی لونگا" نہیں معلوم کہ خدائے محمدیان کو کونسی مصیبت پڑی ہے اور ایسے
بزدل خدا سے کیا بہتری کی امید ہو سکتی ہے۔ **قولہ**۔ ایسا ہی یوحنا نبی نے آنحضرت
کی جلالیت وعظمت ظاہر کرنے کے لئے بطور پیشگوئی گواہی دی جو انجیل متی باب ۳ میں
اس طرح درج ہے "میں تو تمہیں توبہ کیلئے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن وہ جو میرے بعد آتا ہے
مجھسے قوی تر ہے کہ میں اسکی جوتیاں اٹھانے کے لایق نہیں وہ تمہیں روح القدس اور
آگ سے بپتسمہ دیگا" اس پیشگوئی پر محض نادانی کی راہ سے عیسائی لوگ حجت کرتے ہیں
کہ یہ حضرت مسیح کے حق میں ہے مگر یہ دعوے سراسر باطل ہے۔ **اقول**۔ اس تمام دعوے کا
ستو اور بطلان (کہ آیا محمد کے حق میں ہے یا مسیح کے) ہم خود انجیل سے بتلاتے ہیں اور مرزا
صاحب کو صداقت کی طرف بتلاتے ہیں خدا انہیں ہدایت دیوے "یوحنا نے انہیں جواب دیا
اور کہا میں پانی سے بپتسما دیتا ہوں پر تمہارے بیچ میں ایک کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے
ہو۔ میرے پیچھے آنے والا جو مجھ سے مقدم ہوا ہے جس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لایق
نہیں ہوں۔ وہی ہے۔ یہ بیت عبرہ کے یردن کے پار ہوا جہاں یوحنا بپتسما دیتا تھا
دوسرے دن یوحنا نے یسوع کو اپنے پاس آتے دیکھا اور کہا دیکھو خدا کا برہ جو دنیا کا گناہ
اٹھا لیجاتا ہے۔ یہ وہی ہے جسکے حق میں میں نے کہا کہ ایک مرد میرے پیچھے آتا ہے جو مجھ سے
مقدم ہوا کیونکہ مجھ سے پہلے تھا" (دیکھو یوحنا کی انجیل باب ۱ آیت ۲۶ سے ۳۰ تک)

قولہ۔ انجیل برناباس میں تو صریح نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محمد ہے درج ہے۔ اور
اسکے ٹالنے کے لئے یہ ناکارہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے کسی زمانہ میں یہ نام نبی کا
کتاب برناباس میں درج کر دیا ہوگا۔ یا خود کتاب تالیف کر دی ہوگی یا مسلمان لوگ کسی
رات کو اتفاقی کہیں سے کتب خانوں میں جا گھسے اور اپنی طرف سے برناباس کی انجیلوں میں جا بجا
محمد نبی کا نام درج کر دیا۔ ایک انگریز جارج سیل صاحب جو اکابر علماء عیسائیوں سے ہے اس کا ترجمہ
قرآن شریف جو اُن کی طرف سے شائع ہو کر مطبع لنڈن فریڈرک ورن اینڈ کمپنی میں چھپا
ہے اُسکے پہلے دیباچہ میں مؤلف موصوف نے یہ تحقیق کرکے کہا کہ ایک بزرگ راہب نے انجیل برناباس
پڑھکر اور اسمیں پیشگوئی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کھلے کھلے طور پر پاکر مسلمان
ہو گیا تھا بیان کیا ہے (دیکھو صفحہ دہم سطر چہارم ترجمہ قرآن) **اقول**۔ اس تمام بیان
میں بھی مرزا صاحب نے حق سے بہت مخالفت کی ہے اور جہاں تک ہو سکا راستی کے چھپانے
میں کسر نہیں رکھی۔ یہ کتاب ہمارے پاس موجود ہے اور ہم نے اسکے حوالے بھی جا بجا درج کئے ہیں
مرزا صاحب نے چالاکی کرکے صفحہ ۱۰ کی تین سطریں اور اسیطرح صفحہ ۹ کی جن سے دلیل ساقط ہوتی
ہے بڑا دغا چھوڑ دی ہیں۔

چنانچہ جارج سیل صاحب نے جو فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ انجیل برناباس پوری تاریخ مسیح کی
تا معراج ہے اور بہت سی باتیں چاروں اصل انجیلوں کی اس میں پائی جاتی ہیں مگر ان
میں بہت سی چالاکی سے اسلام کے موافق جعلی ہوئی معلوم ہوتی ہیں سب کتاب کا

ف۵۲ محمد صاحب کی سواری میں بھی اکثر ایک گدہا یعفور نام تھا جو عربی گدہا تھا (دیکھو گذشتہ جلد صفحہ ۴۶)
ف۵۳ دیکھو متی کی انجیل ف۵۴ دیکھو مدارج النبوۃ رکن چہارم باب بیستم فصل ششم صفحہ ۵۲۳ اور رسالہ معراج صفحہ ...
مطبوعہ ... دبستان مذاہب صفحہ ۲۵۰ تعلیم یازدہم سطر ۱)

ابطال بشارات احمدیہ

مندرجہ ذیل بشارات احمدیہ از کتب آریہ و انجیل و وید کی فضیلت وحق کا بول بالا یا رسالہ مراۃ الآریہ۔ چار رسالے ہمارے مطالعہ سے گذرے نمبر ۱ کا حجم ۴ صفحہ نمبر ۲ کا صفحہ خورد نمبر ۳ کا ۸ صفحہ ہے۔ اور ہر چہار کا مصنف مولوی ابو رحمت حسن صاحب واعظ اسلام بقول خود ناظر و مدرس ساتر عیں و نمبر ۴ کا حجم ۱۵ صفحہ۔ اس کے مولف منشی امیر احمد خاں صاحب رئیس میرٹھ ہیں چونکہ ان ہر چہار رسالوں کا باہمی تعلق ہے۔ اگر کوئی سب کو مطالعہ کرے تو اسے صاف ظاہر ہو جائے گا کہ نمبر ۴ کو صرف نمبر ۳ کی تائید کے لئے چھپنے کی کوشش کی گئی ہے کہ آریہ سماج میرٹھ کے چند اعتراضات کا جواب دیا جاوے۔ مگر حاشا کہ کسی بات کا معقول جواب دیا ہو یا دے سکتے ہوں۔ تمام کتاب کو کوئی آدمی پڑھ کر دیکھ لے کہیں بھی معقولیت سے کام نہیں لیا گیا۔ اور نہ کوئی صحیح حوالہ دیا نمبر ۱ و نمبر ۲ میں بھی سست ہے کیونکہ ایک رسالہ وید کی حقیقت وہ تھا جس کا ہم نے اظہار حق میں مفصل جواب عرض کر دیا یا الحق یعنی نمبر ۳ بنام سوال اظہار حق کا جواب ہے مگر خدا جانے کہ جواب تو کیا مولوی صاحب کے غصہ و عتاب نے بھرا ہوا ضرور ہے۔ اور انکی علمی کمزوریوں اور مذہبی ناواقفی کا ظہور ہے نمبر ۲ بھی کتاب ہے جس کا ہم نے اظہار حق میں کھنڈن کر دیا۔ اب صرف زیادہ کر کے چھاپ دی گئی ہے پس ان تمام جواب کو باصواب سمجھ کر نئے اعتراضوں کی تردید کی گئی ہے۔ اور ان کی علمیت کا نقشہ بھی اوتار گیا ہے۔ آئندہ اگر اسی طرح واعظ صاحب ایسی فضول و لایعنی کتابیں لکھ کر ہمارا وقت ضائع کرنا چاہا تو ہم ہرگز توجہ نہ کریں گے ہاں کسی فاضل اور معقول مولوی کے کسی اعتراض یا کتاب کا جواب دینے کو ہم ہر وقت طیار ہیں۔ اور توفیق الٰہی کے طلبگار۔ اے پرماتما آپ ہم کو ستیہ کے پرکاش میں تت پر کیجیئے اور اسّت کے کھنڈن میں سمرتھا دیجیئے۔

محمدی بھائیوں کا دلی خیر خواہ

لیکھرام آریہ مسافر

(بشارات احمدیہ کی تردید) ۲۳ و ۲۴ مولوی صاحب بسکہ کمیل پران حصہ اول کے پہلے ادھیائے درشلوکو نقل کرتے ہیں یہ آپ ہی کی آستت بطور پیشین گوئی کے لکھی ہے۔

ملکشن او تار ینیا آت بتم پرتھوی مدھم ارن سیلیا رتم بلونت سوز تم پرتھوی مدہے سرب او نماسن کرام پرسن پرپرستوتم دستکر ابت چاک کوردم سن گرام تیحیم وساکولین تیز بہا دم کوروہ نیم جیہم پرتھوی مدہم تب کالوس کرتیم بدیت زنی بھوبھم ابتیارم پرتھوی مدہے پال برہارم کرک کرہ۔ اُت تیم پرتھوی مدہے سرسین سرپی یدی۔ تیزجیر تاکیم وکشن دیال ادنک اوتار مہاتم دپ زنی کرتے کیم پرم پرا الگت پراتم۔

ترجمہ سنجات دینے والا اوتار پیدا ہوگا بیچوں بیچ کی زمین میں (مکہ معظمہ) اور دشمنوں کے مارنیوالا زور آور اور بڑا بہادر بیچوں بیچ زمین میں (مکہ معظمہ) تعریف کیا گیا جسکا نام (یہ ترجمہ احمد مبارک محمد کا ہے) بذریعہ لڑائی کے (جہاد) ایمان دین پھیلا دیگا۔ اور اس کے پاک دیا میں دیتا ہوں گے۔ (یعنی صحابہ زبردست وجلیل القدر راہ خدا میں جان قربان کرنیوالے کھڑے ہونگے) بال رجمنٹ (زیادہ یا تھوڑے) کوڑے یا رتھوالے رتھ دیتے اُلٹے کم (جیم) کی طرف (یعنی ملک عرب) ملینگے ساتھ میں تیر طوطوں کے لڑو۔ بیچ اور زمین کا دیا کرنیوالے بہادری ایک ہاتھ یا نور (یعنی بہادری خراج یہ قبول اسلام) وہ عورت وا ریل ابو اسمٰعیل بیطور جو ہو گا لوہے کا چلا نیوالا بیچوں بیچ زمین میں (مکہ میں) جہاد کا شایو پیدا ہوگا بیچوں بیچ زمین میں (سو آپ عرابی جہالت کے تعلیم و شور کے وقت میں مبعوث ہوئے ہیں) (جہاد دیتا و بکافرا باز آپکا خاندان اسمٰعیل ہاشمی محمود ترین خاندان ہے ہے عیب بہادر لڑکا شروع سے پاک خدا کے پاس رہے مدت تک اس آنیوالے جناب (محمد) جب (انا صفت) ہے کہ جب وہ خدا کا پاس چھوڑیگا تب آ جائیگا سر جلدی یہ اپنے گھر کے کہنے الٰہی کو آدم کے وقت سے ہے (یعنی مکہ معظمہ میں)

آریہ۔ افسوس صد ہزار افسوس کہ اسلام کے حامی اور دین محمدی کے ایک نامی گرامی واعظ نے اتنا جھوٹ و مکر کا بیڑا اپنے سر پر لیا۔ (فرضی) اور بےسر و پا کتابیں اور دلیلیں جبکہ اسکا نام آریہ مذہب کی کتاب لکھا ہم بیان کرتے ہیں۔ کہ ایسی کوئی وید آدم کی کتاب نہیں۔ آریہ دھرم کے ماننے والوں کی تو کیا بلکہ اہل ہنود کے کسی فرقہ کی مذہبی کتاب میں اسکا ذکر نہیں۔ اور نہ یہ کوئی کتاب ہے۔ اور نہ کسی ہندو کی تصنیف۔ اور نہ آج تک ہم نے کسی لائبریری یا پستکالیہ (یا کتب خانہ) کی فہرستوں میں اس کتاب کا نام دیکھا بجز سوسائٹی فہرست ایشیاٹک سوسائٹی کی ہے۔ اس میں بھی اسکا نام نہیں۔ لاہور امرتسر جے پور کاشی کی لائبریریوں اور کتب فروشوں کی فہرستیں ملاحظہ کیں۔ مگر حاشا کہ کسی میں اسکا نام ہو۔ صرف اپنی تحقیقات ہی پر بھروسہ نہیں کیا۔ بلکہ میتوں وید وان پنڈتوں سے پوچھا اور سناتن دھرم سبھا کے پنڈتوں سے بھی مگر کسی نے بھی اسکا نام نہ لیا۔ اور نہ اُسے سنسکرت ہونا تسلیم کیا۔ جب یہ حال ہے تو بتلائیے کہ اس قدر جھوٹ بولکر کیوں یہ لوگ ہندوؤں اور مسلمان ناخواندہ ہندوؤں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ اگر کوئی اس دھوکے میں مسلمان بھی ہو گیا۔ تو پھر اُس سے زیادہ ہندوستان میں کونسا مردود ہے۔ جب اس نام کی کوئی پستک نہیں۔ اور نہ اسکا کہیں پتہ اور نہ اس میں یہ درج اور نہ یہ سنسکرت کی عبارت تو پھر فضیلت کہاں رہی۔ اگر فضیلت ہو گئی۔ ہاں ایک بات ہمیں غور طلب ہے کہ آپ نے دیوتاؤں کے گھرانے میں پیدا ہونے آپ نے اس گھرانے کا پتہ دیا ہے۔ کہ اسمٰعیلی عمدہ ترین خاندان ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اسلامی مذہب کی کتابیں بھی مطالعہ نہیں کیں۔ تفسیر حسینی میں لکھا ہے "ہاجرہ کنیزک سارہ خاتون بود۔ در تفسیر سال خدا تعالیٰ کے اسمٰعیل سابو سے دادا۔ (جلد ۲ صفحہ ۱۶۰)

اس کے علاوہ توریت میں لکھا ہے "سری ابراہیم کی جورو کوئی لڑکا نہ جنی اور اس کی ایک مصری لونڈی تھی جسکا نام ہاجرہ تھا۔ اور سری نے ابراہیم سے کہا دیکھ خداوند نے مجھے جننے سے باز رکھا آپ میری لونڈی کے پاس جائیے شاید کہ اُس سے میرا گھر آباد ہووے۔ اور ابراہیم نے سری کی بات سنی سو ابراہیم کی جورو سری نے بعد اس کے کہ ابراہیم کنعان کی زمین میں دس برس رہ چکا اپنی مصری لونڈی کو لیکے اپنے شوہر ابراہیم کو دیا کہ اس کی جورو ہووے اور وہ ہاجرہ کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی اور جب اس نے معلوم کیا (کہ میں حاملہ ہوں) اپنی بی بی کو حقیر جانا تب سری نے ابراہیم سے کہا کہ

میں سے شعر نمبر ۵ جسکا ترجمہ مولوی صاحب نے یہ کیا ہے۔ بکرما جیتی سمت سمندروں کی تعداد کے موافق ہوگا۔ یعنے سات ہونگے مراد سمت بکرم سے ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ تلسی داس کب ہوئے۔ اور کب فوت ہوئے یہی باعث ہے کہ ایسے جھوٹھے شعر بنا کر یا کسی حرام خور سے بنوا کر فقیر تلسی داس جی کو بدنام کیا۔ تلسی داس بیراگی کی وفات کی تاریخ اس شعر سے ظاہر ہے۔ ؎

سمت سولہ سو اسی۔ اسی گنگ کے تیر ساون سکلا سپتمی تلسی تجیو شریر

جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ جہانگیر بادشاہ کے وقت میں مر گئے۔ اور پیدا ہوئے اکبر بادشاہ کے وقت میں۔ پس انکے نام کو بدنام کرنے سے کیا یہ اچھا ہوتا کہ اس پیشگوئی کو ہی لیں گوئی یعنے غیبت کہہ دیتے۔ جب تلسی اس جی محمد صاحب سے ایک ہزار برس بعد میں ہوئے۔ اور اسوقت مسلمانوں کا راج تھا۔ اُن کی پستک میں صدہا الفاظ عربی کے ملتے ہیں۔ اور کئی مسلمان ہندی کے کوی (شاعر) بھی ہوئے ہیں۔ پس یہ شعر تلسی داس کے تو نہیں کسی مسلمان کی تصنیف معلوم ہوتے ہیں۔

۸۔ **مولوی**۔ اور اسی طرح گورو نانک صاحب نے بھی نام محمد صاحب کو برکت جا کر گورو گرنتھ پستک میں اسی طرح لکھا ہے۔ پہلا نام خدا ئیدا دوجا نام رسول تیجا کلمہ پڑھ لے نانکا درگا پوین قبول۔

آریہ۔ یہ اور بھی سفید جھوٹھ ہے۔ گرنتھ صاحب میں ایسا ہرگز نہیں۔ یہ جھوٹھا حوالہ سب سے پہلے مولوی عبید اللہ ہنت والے نے تحفۃ الہند میں دیا۔ جسکی تردید اول بابا نرائن سنگھ وکیل امرتسر نے ودیا پرکاش اخبار میں کی۔ اور مفصل طور پر ہم نے نسخہ خبط احمدیہ میں اس کا کھنڈن کیا۔ (صفحہ ۲۹۰)

آریہ سماچار میرٹھ کے رسالہ ماہ چیت سنہ ۱۹۳۸ میں بشارات احمدیہ پر ریویو کرتے وقت لکھا ہے ”یہ کیا سوجھی کہ قصہ کہانیوں کے ذریعہ سے پیغمبر صاحب کی پیغمبری ثابت کرنے کی ٹھہرا دی۔ اول تو یہ کوشش ہی محض فضول تھی۔ دوسرے اگر تھی تو سچے اور واقعی حوالوں سے ہونی چاہئے تھی۔ نہ کہ محض بے سیا و اور جھوٹھی باتوں سے“ اسپر منشی محمد امیر احمد صاحب رئیس میرٹھ اپنے رسالہ حق کے بول بالا میں یوں فرماتے ہیں۔

۵۔ **منشی**۔ لالہ صاحب یہ کتابیں آپ کے نزدیک قصہ کہانی ہونگی یا تو کونسی ہونگی۔ ان میں آنحضرت کا ذکر خیر بھی ہے۔

آریہ۔ خدا ایسا جلتا نہ ہے۔ مگر اس کے راج میں لوگ کس قدر دلیری سے دروغ پر کمر بستہ ہیں۔ اور ذرا بھی نہایں ڈرتے۔ جناب منشی صاحب یہ کتابیں کسی لائبریری میں نہیں ہیں اور نہ کسی پستکالہ کی فہرست میں۔ اور نہ کسی پنڈت یا خواندہ ہندو نے انکا نام بھی مانند گنگا وتی۔ وجنا وتی۔ وبیرا وتی کے آج تک سنا ہے۔ اور نہ کوئی آریہ یا ہندو اُن کو مانتا ہے۔ پس آپ اچھی طرح سمجھئے اور سوچ لیجئے۔ کہ اول تو مولوی رحمت حسن کا یہ دعوے اور حوالہ ہی سراپا غلط ہے اور اسپر آپ کا ہٹ جھوٹے کی تائید سے زیادہ اور کیا وقعت رکھ سکتا ہے جھوٹ بولنا اور جھوٹھ کی تائید کرنا دونوں برابر مجرم ہیں۔

۹۔ **مولوی**۔ ہمارے ہی جسمانی قیام کے کارن گو ناگوں نباتات اور پھولوں اور پھلوں سے اس زمین کو سجا کر جل پر ٹکایا۔

آریہ۔ ہم نے اس مسئلہ کا رد نسخہ خبط احمدیہ صفحہ ۲۴۴ پر مفصل لکھ دیا ہے اور تکذیب براہین احمدیہ جلد دوم میں بھی اس کی بابت ایک مفصل مضمون موجود۔ یہ قرآن اور حدیث اور تفاسیر اسلامیہ کی علمی غلطی ہے۔ مولوی صاحب از زمین پانی پر نہیں۔ بلکہ پانی زمین پر ہے۔ اور زمین ہوا میں گھوم رہی ہے۔ ذرا جغرافیہ کے علم کو دیکھو یا جیوگرافی وغیرہ پڑھو۔ تب آپ کو اور علمائے اسلام کو اس قرآنی غلطی کا اقبال کرنا پڑیگا۔ ایسی ہی ہزاروں غلطیاں مدت سے محمدی لوگ صاحبان کرتے آئے ہیں۔ اور عوام لوگ مانتے مگر اب علم و عقل کا زمانہ ہے ایسے ہتھکنڈے نہیں چل سکتے۔

۱۰۔ **مولوی**۔ (جگت ادپتی کی بابت اعتراض) آریہ کی پرانی پستکوں میں جگت کی پیدائش الگ الگ طریق سے برنن ہوئی ہے۔ منو سمرتی کی پانچویں ادھیا آٹھویں اور نویں اشلوک میں ہے۔

آریہ۔ منو کے ۵ میں ہرگز پیدائش کی بابت ذکر نہیں۔ بلکہ وہاں تو کھانے پینے کی بابت ذکر ہے۔ پس یہ بات بالکل غلط اور راستی کے خلاف ہے۔

۲۰-۲۱۔ **مولوی**۔ منو ادھیائے ایک پانچویں اشلوک میں لکھا ہے کہ یہ تمام جہان پہلے معدوم تھا۔ اور اس کا کچھ علم و نشان نہ تھا۔ اور نہ قیاس سے معلوم ہو سکتا تھا ایک سنسان کا عالم تھا جس سے آریہ کا یہ اصول کہ نیست سے ہست نہیں ہو سکتا۔ بالکل نیست و نابود ہو جاتا ہے۔

آریہ۔ اس شلوک کا یہ ترجمہ نہیں ہے جو آپ نے سمجھا بلکہ اسکا یہ ترجمہ ہے ”یہ تمام سرشٹی اس شکل میں آنے سے پہلے تمو بھوت یعنے ترا وستھا میں اُس کی اسوقت کی حالت کو لکھشن کرنا یا بتلانا اور دلیل سے ثابت کرنا مشکل ہے وہ صرف سکھوپت اوستھا جیسی حالت تھی“ یعنے اسوقت پرمانوؤں کی اوستھا میں پرکرتی تھی جیسے بخار کی اوستھا میں پانی ہوتا ہے۔ اسے کوئی بیوقوف بھی معدوم یا نیست نہیں کہہ سکتا۔ چہ جائیکہ منو اس کے ان الفاظوں میں

असत्‌ सु प्त मिव सर्वत -आसीदिदं तमो भू ते چنانچہ فاضل پنڈتوں نے اس کا بھی ترجمہ کیا ہے ”یہ جگت پرلے کال میں سوکھشتا سے پرکرتی میں لین ہونے سے دکھتا نہیں تھا۔ دیکھو منو سمرتی مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۹۳۶“ اور منو نے خود بھی اسکے مابعد شلوک میں بتلایا ہے۔ کہ پرماتما نے اُس تم اوستھا یعنے بجارات کی حالت کو پراور بھاؤ یعنے ظاہری شکل میں کر دیا ایسا ہی ۱۰ شلوک سے ۸ تک میں بتلایا ہے کہ بدستور اسی طرح پرمانوؤں سے سرشٹی اور سرشٹی سے پرمانو ہمیشہ سے کرتا ہے اور کرتا رہیگا۔

مولوی۔ ۱۰-۲۰-۲۹-۳۰۔ یا گو لک سمرتی کے تیسرے ادھیا کے ۲۶ و ۲۷ شلوک میں لکھا ہے کہ آہوتی دینے سے سورج دیوتا خوش ہوتے ہیں اور سورج سے بارش ہوتی ہے اور بارش سے ساگ پات اُگتا ہے۔ اس کے کھانے سے منی پیدا ہوتی ہے۔ جب نر و مادہ جفت ہوتے ہیں تب پانچوں عنصر اور چھٹا پرمیشور اور ساتواں روح اُس میں گڈمڈ ہو کر یک جا ہو جاتے ہیں اب بتلایئے یا گو لک سچے ہیں یا منو جی۔ یا آریہ سچے ہیں جو سرشٹی کے الگ ہی گاتے ہیں ہو یہ کہتے ہیں کہ جیو اور پرکرتی سے ایشور نے اس سرشٹی کو رچا ہے

آریہ۔ جو یاگو لک جی کے شلوک میں ہے وہی مطلب سوجی کا ہے دیکھو

ادھیائے شلوک ۷۲ اور گیتا ادھیائے ۴ شلوک ۱۴ اور مہابھارت شانتی پرب ادھیائے ۲۶۴ شلوک ۸ سے ۱۴ تک) ان سب کا ارتھ صاف ہے کہ ہوم جو آگ سے کیا جاتا ہے اور جو راکھ بارش سے ہوتی ہے اور بارش آفتاب کی کشش سے کھینچے ہوئے بخارات سے۔ اور بخارات ہون سے سا ہوں ویدوں یعنی ہوتا ہے اور وید پرماتما سے۔ اسواسطے سب جگت کا منتظم وہدایت دینے والا برہم ہے اور یہی زمانہ سابق وحال کے فلسفہ جاننے والوں کا اعتقاد ہے۔ ہاں یاگولک جی کے شلوک میں زیادتی یہ ہے کہ انہوں نے سب چیزوں کا ذکر کیا ہے جن سے انسان کے وجود کا قیام ہے۔ اول تو انہوں نے پانچ عنصر بتلائے۔ پس ان کو اس جسمانی حالت میں ترکیب دینے والا یہ ماتما ہے اور جب پرماتما نے اُن کو اس حالت میں ترکیب دیا تب روح کا تعلق اس جسم سے ہوا۔ اور یہ سارا انتظام روح کے کرموں کے مطابق پرماتما کی طرف سے ہے پس اس سے کوئی اعتراض عاید نہیں ہوتا۔

۲۔ **منشی**۔ ہون آتش پرستی یا عجوبہ پرستی جو ساجوں میں اکثر ہوا کرتی ہے جس میں وہ عمدہ چیزیں جو انسان کی پرورش کے واسطے مخصوص ہیں جلائی جاتی ہیں جس کو میں نے بھی بطریق تماشا ایک مرتبہ دیکھا ہے۔ وہ دانشمندوں کے نزدیک کسی قدر قابل تحسین ہے۔ اس سے اگر ہوا کی صفائی مقصود ہے۔ تو یہ گندھک وغیرہ کے جلانے سے بھی ہو سکتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ انسانی غذاؤں کا جلانا ہوا کی اصلاح کے واسطے۔ اور پھر مردے جلا کر بدبو پھیلانا اور پیشاب و پاخانہ سے ہوا کو خراب کرنا اور مکانات کو گوبر سے لیپ کر کثیف اور پر از عفونت کرنا تہذیب اور فلاسفری سے کوسوں دور ہے۔

آریہ۔ آپکا خبط فلاسفری اور لیاقت آپ کی لیاقت کی شہادت دے رہا ہے۔ اگر آپ نے ہون کو آتش پرستی یا عجوبہ پرستی بتلایا تو کیا ہوا شاید اس تحریر سے پہلے ہی لوح واسابیم وموسیٰ وغیرہ انبیاء کو آتش پرست یا عجوبہ پرست یقین کر لیا ہوگا۔ جو ہمیشہ ہون کیا کرتے تھے اور لوبان۔ اور صندل وغیرہ اشیاء سے اپنے مکانات کو معطر رکھتے تھے۔ منشی صاحب! ہون حفظ صحت کا ذریعہ ہے۔ جیسے شفاخانہ جاری کرنا اور دوائی مانگنا مکان کو صاف رکھنا۔ مرض پرستی یا دوا پرستی یا مکان پرستی نہیں۔ ویسے ہی ہون بھی آتش پرستی نہیں۔ ہاں اگر اس سے یعنی آگ سے کچھ مانگا جاوے۔ یا اس کے آگے سجدہ کیا جاوے۔ تو آتش پرستی ضرور ہے۔ اور ہم ایسا کرنیوالے کو پورا مشرک سمجھتے ہیں۔ جیسے کعبہ پرستوں کو یا حجرالاسود پرستوں کو۔ ہون کی بابت ہم نے مفصل بحث تکذیب براہین احمدیہ میں لکھ دی ہے۔ ہم نے بھی کئی مسلمانوں کو کعبہ پرستی کرتے چند بار بطور تماشا کے دیکھا ہے مگر وہ کیا قابل تحسین ہے؟ جس طرح گندھک کے جلانے سے ہوا صاف ہوتی ہے اور جس طرح نہانے سے بدن صاف ہوتا ہے۔ اسی طرح ہون سے ہوا معطر ہوتی ہے۔ گو مردے جلانا بھی ہون ہے۔ لیکن وہ گور پرستی یا آتش پرستی نہیں۔ مکانات کو گوبر سے لیپنا اور لیپ کرنا یا چونا اور نیلہ تو تیا سے لیپنا تمام ہی حفظ صحت کے واسطے ہے تمام مہذب تعلیم یافتہ انگریز بھی ہمارے ساتھ متفق ہیں ۔۔۔ جو تے کو اپنے اور پہنا نے سے زیادہ بالکل گندگی یا بدبو نہیں۔ تا مہذب ۔۔۔ آپ کو مذہب اور صفائی کی تمیز حاصل ہوگی

افغان لوگ جب کسی چیز کو نہایت عمدہ اور لیس ہوا دیکھتے ہیں۔ تب تمثیلا کہا کرتے ہیں چو کا جو شونے یعنے اب یہ چیز نہایت عمدہ ہو گئی مگر چہ وا مدلوبہ لذات اورک۔ مردوں کا جلانا بدبو پھیلاتا ہے اور دفن کرنا عطر کے جھونکے دیتا ہے۔ آفرین ہے اس آپ کی لیاقت معاملہ فہمی پر تمام مہذب یورپین ڈاکٹر اس صداقت کی طرف مائل ہوتے جاتے ہیں۔ کہ دفن کرنا بیماریوں کا گھر ہے اور جلانا ہر طرح بے خطر اور آپ اپنے محمدی تعصب یا قرآنی لیاقت سے اسے بدبو پھیلانیوالا افعل بتلاتے ہیں۔ سچ ہے کار بوزنہ نیست نجاری۔ آنریبل سید احمد صاحب نے سچ فرمایا ہے اونٹ چرانیوالے ایسے امور کو نہیں سمجھ سکتے ہیں۔

آمدیم برسر مطلب۔ منوجی کے ادھیائے اول کے شلوک ۸ کا یہ ترجمہ ہے کہ اس پرماتما نے شانت اوستھا والی پرکرتی سے عناصروں کے بڑے حصہ اوتپن کرنے کے بعد پانی کو اوتپن کیا۔ اور اس سے سب مادی دنیا کا بیج پیدا کیا۔ اس منو کے شلوک کو سن سنا کر (جو پارسیوں کی کتابوں کے ذریعہ معرفت سلمان پارسی کے آنحضرت کو پہونچا) قرآن میں بھی ایک جگہ لکھ مارا کل شی حی انلے الما یعنے سب چیزوں کی تازگی اور زندگی کا باعث پانی ہے۔

منو کے شلوک ۱۰ کا ترجمہ ۔ ہے۔ اپ لفظ کے دو معنے ہیں۔ پانی۔ اور جیو یعنی جو ان سب میں بیاپک اور سرب انتریامی ہے اسی پرماتما کا نام نارائن ہے۔ اسی کا غلط ترجمہ اوتاروں کے زمانہ میں یعنے جب لوگوں کو خدا کا اوتار مانا گیا اس طرح ہو گیا۔ — یعنے جل میں یا جل پر آرام کرتا ہے اس کو نمسکار ہے۔ توریت کے مصنف نے (جسکا زمانہ مہابھارت سے بہت ادھر ہے) اس آریہ ورت کے غلط افسانوں سے غلطی کھائی اور لکھ دیا کہ خدا کی روح ابتداء میں پانیوں پر ڈولتی تھی۔ اور اسی توریت کے غلط ترجمہ سے مصنف قرآن مغالطہ میں پڑا اور سورہ ہود میں لکھ دیا وکان عرشہ علے الما یعنے خدا کا تخت یا کرسی (بیٹھنے کی جگہ) پانی پر تھی۔

منو کے نویں شلوک کا ترجمہ یہ ہے۔ ہر ایک چیز کا بیج پیدا کرنے کے بعد یہ سب ذرے تو ایک سنہری گولہ بن گئے۔ اس گولے میں (سورج) تھا۔ جو سب کروں سے بڑا ہے۔ یعنے پہلے سب ستارے و سیارے معہ زمین کے قدرتا ایک گول آکار ہو گئے۔

شلوک ۱۲ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سب سے بڑے تیجوالا سوریہ اس مدور گولہ آکار حالت میں بند ہی یعنے کئی ہزار برس تک رہا۔ پھر پرمیشور نے اپنی انتظامی طاقت سے اس گولے کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ پرتھوی کا نام پرتھوی اسی واسطے ہے کہ وہ سورج سے پرتھک یعنے جدا شدہ ہے۔ یہ سارا بیان منو کا کھگول ودیا اور جیالوجی اور علم ہیئت کے معلومات کے مطابق ہے۔ اعرابی لوگ اور خاصکر آپ جیسے متعصب مزاج جب تک انصاف سے کام نہ لیں۔ اور کچھ علم معقول نہ پڑھیں۔ ان علمی باتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ منوجی نے جو کچھ سرشٹی و دنیا کے بارہ میں کہا ہے وہ بالکل فلاسفی اور سائنس کے مطابق ہے۔ (مفصل دیکھو مسٹر آرسٹلے پی ڈاکٹر صاحب امریکن ہیئت داں کا مشہور لکچر) سنسکرت میں کرہ کو انڈ کہتے

ہیں اور ایک سورج کو مع اُن کے کل کُروں کے جو سورج کے گرد پھرتے یا اُس سے متعلق ہیں برہمانڈ کہتے ہیں۔

۱۱۔ مولوی۔ یاگولک سمرتی ویگ وید کے آٹھویں اشٹکا کے پروس رام شتر سنکت ہے کہ اُس ایشور کا مکھ پروہت ہو گیا اس کا بازو چھتری ہو گیا اُس کے ران ویش کی صورت میں تبدیل ہو گئے اور اُس کے پاؤں سے شودر پیدا ہو گئے۔ اُس کے پاؤں سے پرتھوی اور سر سے آکاش اور ناک سے پران اور کان سے دسواں دشا۔ اسپرش سے وایو۔ منہ سے اگنی۔ من سے چندرماں۔ آنکھ سے سورج۔ جانگھ سے اِستری ہنس۔ منو اور جر یعنی غیر متحرک و چر یعنی متحرک پیدا ہوئے۔

۱۲۔ منشی۔ یہ گو وید میں ہے کہ پرمیشور کے منہ سے برہمن بازوؤں سے چھتری۔ اور رانوں سے ویش اور پاؤں سے شودر پیدا ہوئے اور یہی یاگولک وغیرہ رشیوں نے کہا ہے۔ (۲) سام وید اور اُس کے آپ ستمبوں میں لکھا ہے کہ بشن کی ناف سے کنول کا پھول نکلا اور اس میں سے برہما پیدا ہوئے۔ اور برہما نے اپنے جسم کے دو حصہ کر کے دائیں حصہ سے مرد سیوم نام بنایا اور بائیں حصہ سے منوست روپا نام عورت بنائی جس سے یہ چاروں ورن نکلے۔

(۵) دھرم شاستر میں ہے کہ سب سے پہلے ایشور نے پانی میں نطفہ ڈالا۔ وہ بصورت بیضہ بن گیا اور اُس بیضہ سے برہما پیدا ہوئے۔ برہما نے اپنے جسم کے دو ٹکڑے کر کے نصف بالائی اور نچلے ٹکڑے سے مرد بنایا اور نصف زیریں یعنی نیچے کے ٹکڑے سے عورت بنائی۔ دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی حالت میں دائیں بائیں کی تقسیم ثابت ہوئی اور اس میں زیر و بالا کی۔ (۵) رامائن اجودھیا کانڈ میں لکھا ہے کہ کشپ کی استری منوست روپا سے چاروں ورن اس طرح پیدا ہوئے کہ برہمن اُس کے منہ سے اور چھتری اُس کی چھاتی سے ۔۔۔ ویش اُس کی جانگھ سے شودر اُس کے پاؤں سے (۶) اتہاس ترناسک میں راجا شیو پرشاد صاحب لکھتے ہیں کہ برہما کی پہاڑیوں پر ایک اگن کنڈ بنایا گیا۔ اور اس میں چار مورتیں ڈالی گئیں جس سے یہ چاروں ورن مذکور پیدا ہوئے۔

آریہ مسافر۔ مولوی صاحب نے حسبِ لیاقت اور فخرِ اسلام ہونے کے باعث آکاش کو آکاس اور چر کا غیر متحرک ترجمہ کیا۔ اور بہ ہیئن کو برودس اور اُس کا ترجمہ نام منتر لکھا۔ مگر منشی صاحب سے اور بھی غضب ہوا یا سویمبھو کو سیوم اور منوست روپا کو شت روپا اور منو راجا اور شت روپا اُس کی رانی دونوں کو استری۔ اور برہما کو پہاڑیوں اور اگن کنڈ کو گنڈ لکھا ہے۔ فی الحقیقت یہ سچ ہے کہ آپ لوگ سنسکرت لٹریچر میں کچھ بھی واقفیت نہیں رکھتے ہیں۔ اور یہ ملمع ہے۔ [illegible] سنیے ہم آپ کو نمبر وار ہر ایک بات کا جواب دیتے ہیں۔

لیتے ہیں آپ کو وید تو درکنار ذرا شیو پرشاد جی کے اتہاس ترناسک پڑھنے کی بھی لیاقت نہیں۔ یاگولک سمرتی کا حوالہ بھی غلط ہے۔ اُس کے ادھیائے کے ۲۴ و ۲۷ شلوک میں ہرگز ایسا مضمون نہیں ہے۔ باقی رہا ترناسک اُس کی اصل عبارت یہ ہے۔ ہندوستان میں ادھرم یعنی بودھ مت پھیلا دیکھ کر برہمنوں نے ابو گری پر جسے آبو پہاڑ کہتے ہیں۔ ایک اگنی کنڈ رچا اور وہاں دیوتاؤں نے آپ آ کر چار شخصوں ان کنڈ میں ڈالدیں۔ اُس اگنی کل کے چار چھتری یعنی پرمار پڑیہار چوہان سولنکی جنہیں راجپوت کہتے ہیں۔ جو کہ نکلے۔ اور پیدا ہوئے۔ اس بات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اُن برہمنوں نے چار آدمیوں کو شاستر کے سنسکاروں سے درست کیا تھا یعنی اُن کا نیا جنم مان کر انہیں اصلی چھتری بنا لیا تھا۔ (دیکھو اتہاس ترناسک حصہ اول صفحہ ۲ سنہ ۱۸۸۲ء) اب بتلائیے کہ آپ نے راجہ صاحب کے مطلب کو کس قدر غلط سمجھا۔ اور کیسا دھوکا کھایا۔؟ اور اب اس غلطی کے معلوم ہو جانے سے بھی اقرار کرو گے۔ یا نہیں۔؟

اور ۲۔ رگوید اور سام وید یا اُن کے کسی اُپ ستمبوں کا آپ نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ غالباً معلوم نہیں تھا اور یونہی لکھ دیا ہے جب یہ بات اُس مقدس کتاب کی شان سے بہت بعید ہے اور ایسی کفری تعلیم کا اُس مجموعۂ صداقت و توحید میں ہونا بھی سراپا ناممکن ہے۔ آپ کیوں ایسے فضول اعتراض لکھ کر اپنی لیاقت پر لوگوں کو ہنساتے ہو۔ چونکہ وید مقدس میں ایسا مضمون یا اُس کی تائید کا بالکل نام و نشان نہیں ہے پس ہم آپ کو اس کی تردید وید مقدس سے سناتے ہیں۔ دیکھو رگوید اشٹک ۸۔ ادھیائے ۷ ورگ ۳ منتر ۲ و ۳ و ۴۔ اور یجروید ادھیائے ۲۳ منتر ایک سے ۴ تک اور ادھیائے ۳۱ منتر ۹۔ اس کے سوائے وید بھاشیہ بھومکا صفحہ ۲۰۳ و ستیارتھ پرکاش ۱۷۹ سے ۲۰۳ و ۲۰۶ سے ۲۱۴ تک علاوہ بریں نامہ ہندی مصنفہ مورتی پرکاش میں ایک سیکڑہ کے قریب برہان اور تکذیب براہین احمدیہ صفحہ ۱۷۹ سے ۱۸۱ تک میں اس امر کی بالتفصیل بحث ہو چکی ہے۔ مرحوم پنڈت گورو دت جی ایم۔ اے نے اپنے رسالہ انگریزی ویدک میگزین میں بڑے پُر زور دلائل سے اس کا کھنڈن کیا ہے کہ وید مقدس کی رو سے پرماتما کا آکار ہرگز نہیں وہ نراکار ہے۔ اُس کے ہاتھ پاؤں ناک کان آنکھ ساق وغیرہ اعضا کسی طرح کے نہیں ہیں۔ ہاں ہر بید کے بعض بے سر و پا ترجموں یعنی آپ کے شدروں میں مذکور ہے مگر تواریخ انسانی سے سراپا دور ہے۔ اصل میں یہ اعتراض آپ کی اپنی لیاقت سے نہیں۔ بلکہ پادری ہنری مارٹن کی کتاب سے نقل کیا ہے جس کا ہم مفصل جواب صداقت اصول و تعلیم آریہ سماج میں عرض کر چکے ہیں۔ یہ صرف جگت کی پیدائش اور انسانوں کا اُس سے اس بارہ میں ایک علمی استعارہ ہے۔ جناب تو آپ علمی محاورہ سے عاری ہونے کے سبب نہ سمجھ سکے یعنی سارے جگت کو ایک آدمی فرض کر کے بتلایا گیا ہے۔ کہ اُس آدمی کا برہمن یعنی عالم مکھ ہے۔ چھتری یعنی بہادر اُس کے بازو یا قوت بازو ہیں۔ ویش یعنی سوداگر یا تاجر بیوپاری کسان اُس کی ران یعنی چلنے کی طاقت اور شودر یعنی خدمت گار نوکر اُسکے قدم یعنی قیام کی تختی ہیں۔ اور اگر بنظر تعمق دیکھا جاوے تو یہی تقسیم تمام انسانی قوموں میں موجود ہے مفصل دیکھو ہمارا لیکچر نمبر ۳ اور آریہ سماج میرٹھ سے شائع شدہ ورن ویوستھا کی

سلہ منشی امیر صاحب رئیس و ایڈیٹر رسالہ الحق کابل پور میں یہ چار ورن کا اشتہار دے کر لکھتے ہیں۔ ہم یہ ایک چھوٹا سا اشتہار ہے۔ جس کا تین برس سے جواب نہیں ہوا۔ امید ہے کہ ان سوالات کے جواب باصواب سے کل ہندو ہم کو مشکور بنائینگے۔ پس ہم کل مخالف کی طرف سے ملا نظا اور ویدیسنک ہونے کے اس اشتہار کا جواب دیتے ہیں۔ لیکھرام آریہ مسافر

اسے خدا کا بیٹا بتلاتے ہیں۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ وہ حضرت عیسٰی بیٹے کو دوسرا خدا مانتے ہیں۔ یا یوں سمجھئے کہ وہ کنواری مریم کو حضرت عیسٰی کی ماں کہتے ہیں۔ اور خدا صاحب کو اس کا باپ اور مسیح کو خدا کا اکلوتا۔ پلوٹھا۔ بیٹا ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ یہ معاملہ بالکل غلط ہے۔ مسیح اور اس کے پانچ چار حقیقی بھائی اسی مریم کے شکم سے پیدا ہوئے۔ جو یوسف نجار کی بیاہتا جورو تھی۔ اور چونکہ عیسائیوں کی طرح مسلمان بھی مریم کے باکرہ رہنے کے قائل اور اسی حالت میں روح القدس سے حاملہ ہونے کے مقر۔ اور مسیح کو روح اللہ و کلیم اللہ مانتے ہیں۔ اس لیئے وہ بھی عیسائیوں کی طرح جھوٹے ہیں۔ کیونکہ حضرت مریم باکرہ نہیں تھی۔ بلکہ یوسف نجار کی بیاہتا تھی۔ ہم نے اس مسئلہ کو نہایت وضاحت سے کرشچین مت درپن میں حل کر دیا ہے۔ اس قرآنی آئیت سے ہزار گنا بڑھکر اور لاکھوں برس پہلے مقدس نے اس مبارک مسئلہ کی تعلیم دی ہے جس سے آریہ لوگ ایسے مغالطے اور مکروں میں عیسائیوں کی طرح یا محمدیوں کی مانند نہیں پڑھ سکتے۔ دیکھو وید میں لکھا ہے ॥ अन्यो दिव्यो न पार्थिवो न जातो । न जनिष्यति ॥

ترجمہ ایشور نا مگت نہیں بلکہ جگت سے جدا۔ اکیلا ہی نہیں بلکہ گیان والا۔ عیر مادی۔ سرو گیہ نہ کسی کا باپ اور نہ کسی کا بیٹا ہے۔

۵۱۔ مولوی - آریوں کے وید میں مسئلہ تناسخ کا تذکرہ نہ تھا۔

آریہ۔ یہ بالکل غلط ہے۔ وید ہائے مقدس میں بیسوں منتر مسئلہ آواگون کی بابت موجود ہیں۔ (دیکھو رگوید۔ اشٹک ۸ ادھیائے ۱ ورگ ۲۳ منتر ۶ و ۷ وغیرہ)۔

پھر مولوی صاحب نے صفحہ ۴۴ پر ایک بیسی اور درباسا اور ایک گھوڑے کی کہانی لکھی ہے مگر بے سند۔ صرف اندھا دھند پر اُن وغیرہ کا نام لکھ دیا۔ اور ایسی ہی ایک کہانی میر احمد خاں صاحب نے صفحہ ۶۰ کے حاشیہ پر سکھدیو جی کی بابت لکھی ہے۔ یہ ایسی ہی کہانیاں ہیں۔ جیسے حاتم طائی اور امیر حمزہ یا عوج بن عنق کی داستانیں یا ذوالقرنین اور اصحاب کہف یا یوسف زلیخا کے واقعات یا گھمر کی تراب یا جونپور کے قاضی صاحب کی کہاوت کہ قاضی صاحب گدھا بن گئے تھے یا گدھا قاضی بن گیا تھا۔ ہم ایسی فضول کہانیوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ کیونکہ ست دھرم کا ان باتوں سے کچھ تعلق نہیں۔

پھر مولوی صاحب صفحہ ۴۴ و ۴۶ پر راجہ ترسنکھ کی کہانی لکھتے ہیں کہ سورگ سے اس کو اندر نے نکالدیا۔ اور پھر راجہ ترسنک سے بسبب ایک ارسی کے نکالا گیا۔ مگر یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ جس لوک کا ذکر مہابھارت میں ہے۔ وہ ایک برہما کا نام ہے جسر ایہ کے رو سے سارے نشان برہا سے ملتے ہیں۔ یہ کہانیاں قرآن کے قصہ بہشت اور آدم و حوا و سانپ اور ابلیس و طاؤس و رضوان وغیرہ الحارث سے زیادہ معتبر ہیں۔ کیونکہ جس بہشت کا قرآن میں ذکر ہے اُس کا مسودہ دیا برسوا چند آدمیوں کی ساتوں کے کہیں پہنچی نمنا گرد روع بر گردن راوی۔ ہم ایسی بے وقعت باتوں پر متوجہ نہیں ہوتے کیونکہ مسلمانوں کا جنت اور ہندوؤں کا سورگ دونوں ایک ہی سانچے میں ڈھلے ہیں۔ جیسا وہاں سے آدم نکالا گیا۔ حوا نکالی گئی۔ شیطان نکالا گیا سانپ اور طاؤس نکالا گیا۔ وہی حال یوں ترسنک سورگ کا ہے عوض معاوضہ گلہ ندارد۔

۵۹۔ مولوی پارسی جن کی پستکوں سے آریوں نے وید نکالا ہے سگی بہن اور عمائی کے پھیرے باہم پھرا دیتے ہیں۔

آریہ۔ پارسیوں پر جو آپ کی عنائیت ہوئی وہ بھی بیّل اور حوالو کے باطل ہے اور آپ کی لیاقت علمی تو لستکوں کے شین سے ظاہر ہے۔ ہم نے کئی پارسیوں کے دستوروں سے پوچھا اور ان کی کتابوں میں دیکھا۔ ہرگز اس بات کی اجازت نہیں ہے بلکہ ممانعت ہے۔ البتہ آدم کے تمام بیٹے اس غیر مترقبہ نعمت سے فائدہ اُٹھاتے تھے۔ اور ابراہیم جی کے وقت تک بلکہ داؤد کے زمانہ تک اکثر لوگ ایسا کرتے تھے مفصل دیکھو (توریت مقدس)

باقی رہی یہ بات کہ آریوں نے پارسیوں کی کتابوں سے وید نکالا۔ یہ ایسا ہی باطل ہے جیسا ہم کہیں کہ مسلمانوں نے گرنتھ صاحب سے قرآن نکالا۔ وید ہیرا دول برس زرد اوستھا سے پہلے دنیا کو اپنے جلوہ نورانی سے روشن کر رہے تھے (دیکھو زند اوستھا پرا ۱ ۴۶ آئیت ۶)

ہم نے اس اعتراض کا جواب تکذیب براہین احمدیہ جلد دوم میں دیدیا ہے کیونکہ یہ اعتراض مولوی صاحب کا نہیں بلکہ مولوی نور الدین صاحب کا ہے۔

مولوی کتاب کے آخری صفحہ پر۔ یاد رہے کہ جن شرتیوں کو ہم نے پیش کیا ہے۔ اُن کا ترجمہ وہ لکھا ہے۔ جو کہ یاگولک وغیرہ شاستریوں نے کیا تھا جسکو تخمینا سترہ سو برس گزرے ہیں اور کسی معتبر اور محقق پنڈت نے اس پر اعتراض نہیں کیا اگر آریہ صاحب معترض ہوں۔ تو از روئے انصاف اسوقت تک قابل پذیرائی نہیں ہو سکتا۔ کہ جب تک وہ کسی قدیم مستند ترجمہ سے اُسکی مخالفت ثابت نہ کریں قیاسی ڈھکوسلوں اور منطقی ڈھکوسلوں سے کام نہ لیں۔ کیونکہ امورات مذہبی میں جو کچھ بذریعہ قیاسات عقلیہ سوچا جاتا ہے۔ اُس سے پوری پوری معرفت حاصل نہیں ہوتی۔ اور ویسے ہی جی ڈانوا ڈول رہتا ہے۔

آریہ۔ یاگولک کا ترجمہ کوئی نہیں۔ اسواسطے آپنے بالکل خلاف واقعہ لکھا کہ ہم نے آٹھ وہ ترجمہ لکھا ہے۔ جو کہ یاگولک وغیرہ نے کیا تھا۔ یہ بات صریحا باطل ہے۔ آپ تاریخ کے بھی پورے ماہر معلوم ہوتے ہیں۔ جب کہ یاگولک کا زمانہ ۱۷ سو برس بتلاتے ہیں۔ کسی مورخ نے بھی ایسا نہیں لکھا ہیں آپکا یہ لکھنا بھی غلط ہے۔ حضرت عقلی قیاسوں اور منطقی دلائل سے تو ست دھرم کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ آپ اُسے رٹل اور ڈھکوسلے سمجھتے ہیں۔ پھر بتلائیے آپ کی ایسی معقول کتاب کو باوجود باطل ہونے کے کون حق پسند قبول کر سکتا ہے ؟ آپ جیسے واعظوں کے حق میں ہی ایک فاضل نے لکھا ہے۔

مستمع را وعظ تو گریاں کند	حسد مرا اعمال تو شیطاں کند
قول تو در بزم شور انداختہ	فعل تو در دین تو ور انداختہ

۵۸۔ مولوی त्वम स्त्री त्वम पुमान सि त्व क नारी उत कुमारी त्वं जीर्णो दण्डेन वंच सि वि श्व तोमुख० अथ वं०कं०१० मं०१८ ॥

ترجمہ۔ تو ہی عورت ہے۔ تو ہی پورا مرد ہے۔ تو ہی بالک ہے۔ تو ہی لڑکی ہے۔ تو ہی بوڈھا ہے۔ لاٹھی لیکر چلتا ہے۔ تیرے ہی انیک روپ ہیں۔ اور منشی محمد امیر جد صاحب نے صفحہ ۵ پر بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

آریہ۔ اِس منتر کو آپ نے تین جگہ درج کیا ہے۔ مگر تینوں جگہ غلط کسی نادان سے نقل کروا کر یا کسی خود غرض سے سن سنا کر درج کر دکھایا اور دھوکا دینا چاہا۔ کیونکہ آپ کی عقل تو بقول شخصے پڑی ہے نہ پڑھے نام محمد فاضل باوجود اس قدر ناواقفیت کے اگر مسلمان آپ کو ماہر وید و شاستر اور واعظ اسلام کا خطاب نہ دیں تو کیا کریں سینے حضرت اصل منتر یہ ہے۔

त्वं स्त्री त्वं पुमानसि त्वं कुमार उत वा कुमारी। त्वं जीर्णो दण्डेन वञ्चसि त्वं जातो भवसि विश्वतो मुखः॥ अथर्व कां० १० अनु० ४ मं० २७

آپنے صرف منتر ہی غلط نہیں لکھا بلکہ اس کا نمبر بھی غلط دیا۔ ۲۸ نہیں بلکہ ۲۷ ہے۔ حق الفاظ پر ہمنے لکیر کھینچدی ہے۔ وہ آپنے بالکل درج نہیں کئے۔ اس منتر کے آگے پیچھے کے ٹکڑوں کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ منتر جیو کے وشے میں ہے۔ چنانچہ منتر ۲۰ سے ۲۹ تک تمام ایک ہی مضمون ہے۔ اور جیو کی بابت ذکر۔ اور اگر سچ پوچھو تو ان منتروں میں تحقیقات کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جب وہ ٹکڑا جو آپ نے درج نہیں کیا ملایا جائے۔ تو ارتھ بالکل واضح ہو جاتا ہے یعنی پرماتما ارشاد فرماتا ہے۔ ترجمہ۔ اے جیو یہ سب حالتیں تیری ہوتی ہیں کبھی تو ستری کے شریر میں۔ کبھی مرد کے جسم میں۔ کبھی لڑکے کے قالب میں اور لڑکی کے جسم میں اور کبھی بوڑھے کے روپ میں لاٹھی کے سہارے چلتا ہے۔ کبھی بادشاہ بیٹے سب میں مکھیا ہوتا ہے۔ اسی طرح تو بار بار پیدا ہوتا ہے۔ افسوس کہ ایسے منتر کا بھی کسی نے آپ کو صحیح ترجمہ نہیں بتلایا۔ اور دو شدہ لکھدیا۔ اور اسپر آپ کا یہ دعوی۔ کہ ہیچ ما دیگرے نیست۔ سعدی کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔

ہر کہ گردن بدعوی افرازد
خویشتن را بگردن اندازد

جیوگھشا اور ہنسا اور بدھ پر اعتراضوں کا جواب

۱۷-۱۰۴ مولوی۔ رگوید منڈل ۱۰ میں ہے۔ سونے کی کان جو تھا ہوا۔ اول تمام عالم کے جو ہوا قالب۔ ایک ہوا قیوم زمین و آسمان یہی نشان ہیں۔ ایسے دو دیو پرکاش والے کو ہون کرکے قربانی کرتے ہیں۔ وغیرہ

آریہ۔ یہ مولوی صاحب نے ہرنیہ گربھ والے منتر کا ترجمہ کسی سے سن سنا کر لکھدیا ہے یا بھشر صاحب کی تاریخ سے آپ کو مغالطہ ہوا۔ کیونکہ وہ ویدک سنسکرت سے بالکل ناواقف ہیں۔ اس منتر کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ ایک پربالی جو سب سرشٹی کے پہلے ورتمان تھا۔ اسی نے سب سنسار کو پیدا کیا اور وہی سب کا سوامی ہے۔ وہی سب گرہوں کو اپنی شکتی سے سنبھال رہا ہے وہی سب کا منتظم حقیقی ہے۔ ایسے سکھ سوروپ پرماتما کی ہم یوگ آدک سادھنوں سے بھگتی کریں۔

مولوی صاحب نے دوسرا منتر وہ نقل کیا ہے۔ جس کا ارتھ ہم تکذیب براہین احمدیہ ۱۷۷ و اظہار حق صفحہ ۱۱ پر لکھ چکے ہیں۔ باقی ان کے تمام وہی اعتراض ہیں جو پادری ہنری مارٹن نے ہم پر لکچر نمبر ۲ میں کئے تھے۔ اور جنکا جواب ہم ان کے جوابی لکچروں میں دے چکے ہیں۔ مولوی صاحب نے پادری صاحب کی کتاب تو دیکھی مگر ہمارا جواب نہیں دیکھا یا جان بوجھکر اپنا نام پیدا کرنے کے واسطے ایسی بیہودہ کوشش کی۔ حضرت براہ مہربانی اول ہمارے لکچر نمبر ۲ کو ملاحظہ فرمائیے آگے مولوی صاحب نے منوسمرتی کے چند شلوکوں کے حوالہ سے ماس اور گائے کے ماس کے جائز کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا جواب ہم حصوں میں دیتے ہیں

منو میں گائے کا مارنا اور خواہ مخواہ کھانا نہایت سخت گناہ لکھا ہے مفصل دیکھو منوسمرتی ادھیا ۱۱ شلوک ۸ا سے ۱۱۷ تک اور ہماری تکذیب براہین احمدیہ صفحہ ۱۴۴ سے ۱۴۹ تک

عام گوشت کھانے کی بابت۔ اس کی بابت منوجی کی صحیح رائے اور وید مقدس کے مطابق رائے بلکہ صاف لفظوں میں گوشت خوری کی تردید دیکھو منوسمرتی ادھیا ۴ شلوک ۴۹ و ادھیا ۵ شلوک ۴۸ و ۴۹ و ۵۱ و ۵۲ و ۵۳ سے ۵۵ تک و ادھیا ۶ شلوک ۵ و ۷۵ و ۶۰۔ ۶ ادھیا ۱۰ شلوک ۶۳ و ادھیا ۱۲ شلوک ۵ و ۶ و ۷ و ۲۲ و ۲۶ و ۶۴ و ادھیا ۱۱ شلوک ۱۱ و ۲۷ و ادھیا ۵ شلوک ۴۷ و ۴۸۔

اسکے علاوہ مہاتما ویاس جی نے شہادت دی ہے کہ منوسمرتی کا مصنف گوشت خوری کے سراسر مخالف ہے۔ دیکھو بھارت شانتی پرب موکش دھرم ادھیائے ۲۶۶ شلوک ا سے ۱۱ تک۔ کل ادھیائے اسی مضمون پر ہے۔ دیکھو بھارت مطبوعہ کلکتہ سمت ۱۹۹۹ شائع کردہ ایشیاٹک سوسائٹی کی طرف سے۔ اور دیکھو گوتم دھرم ادھیا ۲۱۵ شلوک ۵ سے ۱۱ تک صفحہ ۴۱ و ادھیا ۱۷۵ صفحہ ۵۹۶ شلوک ۲۸ سے ۳۰ تک)

اور منوجی خود بھی فرما گئے ہیں۔ کہ جو میری بات وید کے خلاف معلوم ہو اسے ہرگز نہیں ماننا چاہیئے۔

या वेदबाह्याः स्मृतयो याश्च काश्च कुदृष्टयः। सर्वास्ता निष्फलाः प्रेत्य तमोनिष्ठा हि ताः स्मृताः॥

ترجمہ۔ جو سمرتی وید کے خلاف ہو۔ یا کہیں اور کسی جگہ وید ورودھ معلوم ہو۔ تو اگر کل ہو تو کل۔ ورنہ وہ جزو ماننے کے لائق نہیں۔ وہ نشٹ کرنیوالی ہے بلکہ کرنیوالے کو بھی نشٹ کر دیتی ہے۔ علاوہ براں ممکن ہے کہ کسی گرنتھ میں بدمزاج حاسد یا ناسمجھ والے لوگ اپنے طبعزاد شلوک یا عبارت بناکر داخل کردیں۔ تو وہ وید کی شرتی کے مخالف ہونے کے سبب عمل کے لائق نہیں۔ علاوہ براں جب مسئلہ شرادھ مرتک وید کے مخالف ثابت ہوگیا۔ تو اس کے متعلق ساری مصنوعی اور وام مارگ کی کارروائی بھی مردود ہوگئی۔ ہم بے گنتی وید منتر تکذیب براہین احمدیہ و شمہ ضبط احمدیہ و اظہار حق و لکچر نمبر میں پیش کر دیئے ہیں۔ علاوہ براں کیا ماس بھکشن آریہ دھرم اتکرل ہے ۲۱ نامی گرنتھ میں بھی بہت سے وید منتر مذکور ہیں۔ کہ وید مقدس گوشت خوری کے مخالف ہے پس اس دھرم کسوٹی کے مطابق ہم سب کتابوں کے حق و باطل کو پرکھ سکتے ہیں۔ اور یہی ساتھ سے رشی منیوں کا مت ہے۔

تمام محقق مزاجوں کی تحقیقات کے مطابق تقریباً دو سو کے شلوک منوسمرتی میں ایزاد کئے گئے ہیں جو وقتاً فوقتاً وام مارگیوں کی کرتوت دکھلائی دیتی ہے منشی اندر من صاحب نے بھی اسپر معقول بحث کی ہے۔ ایشیاٹک سوسائٹی کے ایک جرنل میں بھی اسپر دلائل کئے گئے ہیں محقق مزاج یورپین بھی اس بات کے اقراری ہیں۔ کہ منوسمرتی میں بہت سے شلوک پیچھے ڈالے گئے ہیں چنانچہ میکس مولر پروفیسر جاکی دبو گر و ہار ٹین و بی سرنل پی آئی ایچ۔ و سٹر لیم جونس وغیرہ صاحبان نے اپنے اپنے تراجم میں اسکا ذکر کیا ہے علاوہ براں خود فضلائے زبان سنسکرت نے بھی اسپر خاموشی کا مرتا نہیں کیا۔ بلکہ اقبال کہ منوسمرتی میں کئی شلوک لوگوں نے ایزاد کر دیئے ہیں اور ان کے زیادہ کرنے کا زمانہ بھی اس کے مختلف طرح کی پڑتال سے ظاہر ہوگیا ہے دیکھو منوسمرتی مطبوعہ ۱۸۸۶ء بمبئی و سمت ۱۹۳۷ بنارس اور سب سے بڑی دلیل منو میں ایزادی ہوجانے کی یہ ہے کہ اس میں اجتماع ضدین اور پر سپر وردھ ہے۔ وہ ایک جگہ جس چیز کا منڈن کرتا ہے۔ دوسری جگہ بلا وجہ معقول کے اس کا کھنڈن کرجاتا ہے جس سے کسی دانا کو انکار نہیں ہوسکتا۔ کہ ایسے شلوک ضرور پیچھے ڈالے گئے ہیں۔ جنہوں نے منوسمرتی کو ایک دفعہ مطالعہ فرمایا ہے وہ سب جانتے ہیں کہ وہ کون کون شلوک ہیں حال میں ایک فاضل سنسکرت دان نے منو کی بابت نہائت عمدہ تحقیقات کی ہے جو عنقریب شائع ہونیوالی ہے۔ ہمارے دوست ماسٹر آتما رام جی نے بھی اپنے رسالہ ماس نشیدھ میں منوسمرتی کے بابت بلا تعصب ہوکر عمدہ تحقیقات کی ہے۔

الحق کا جواب

۴۔ ۴۲۔ مولوی ع۱ جو دھرم گنیس دیوتا کے نام سے شروع ہوتا ہے وہ سچا نہیں۔ بہت اچھا آپ ہی کے شاستروں پر لکھ لیجئے۔ وہی جھوٹے ٹھہراتے ہیں۔ وید اوم سے ہرگز شروع نہیں ہوتا یہی سمجھ کی غلطی ہے۔ بلکہ اوم وید کے نام کے پہلے صرف تحریر کاتب کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے جو وید کی عبارت میں داخل نہیں دھرم شاستر جو دہی گنیش کے نام سے مشہور ہے۔ منو کے دوسرے ادھیائے کے ۷۶ شلوک میں تو اوم کہنے کا مطلق ذکر نہیں۔ بلکہ پرنو کرنے کی اول و آخر سبق میں تاکید ہے۔ مکذب نے پرنو کو اوم کے معنے میں جو لیا ہے عین نادانی ہے۔ دیکھو منو ادھیائے ۲ شلوک ۸۲ یعنی اونکار پرم برہم ہے۔ اور پرنو پرم تپ ہے۔ اور اسی کی تائید میں ۷۵ ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے پرنو تین بار کہہ کر پھر اوم کہنے کے قابل ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ پرنو کے معنے اوم نہیں اور نہ منو نے اُس کا حکم دیا۔ علاوہ اِس کے یہ ایک موٹی بات ہے۔ کہ پرنو کے معنے اگر اوم ہوتے تو آخر سبق میں کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر شری سوامی دیانندجی نے گنیش ہی یا اور کو بُرا کہا تو اُس کو بھی اوروں نے کہا۔ اگر رشی منی اوروں کا نام نہیں لیتے تھے تو اُن کے شاستروں کے شروع میں مشرک خرطوم والے گنیش کا نام کیوں لکھا گیا ہے۔

آریہ۔ ہم نمبروار آپ کے عذرات کی تردید کرتے ہیں۔ ع۱ کا جواب ہمارے شاستروں میں یا اُن پر گنیش کا نام نہیں ہوتا اور نہ ہے۔ دیکھو کھٹ درشن مطبوعہ لاہور یا بنارس کہیں بھی گنیش کا نام و نشان نہیں۔ اور نہ اُس کے خرطوم کا ذکر و بیان ہے۔ پس ہمارے شاستر ہے مُہر سے اور آپ کا اعتراض باطل ہوا ع۲ کا جواب۔ وید بے شک اوم سے شروع ہوتا ہے۔ جو وید میں کئی جگہ اوم کا ذکر ہے۔ اوم کی فضیلت میں ایک خاص اپنشد ہے۔ وید کی شکشا یعنے وید پڑھنے دیکھنے کے قاعدوں میں بھی حکم ہے کہ وید کے آدی میں اوم پڑھا اور لکھا جاوے۔ اور اسی طرح سب شاستروں میں۔ دیکھو اشٹا دھیائی پانینی منی ادھیاۓ اسوتر اور رگوید مطبوعہ بمبئی و لنڈن۔ یجروید مطبوعہ برلن و لاہور و بنارس۔ سام وید مطبوعہ برلن و لنڈن لاہور و بنارس۔ اور اتھرووید مطبوعہ بمبئی و لنڈن و لاہور ملاحظہ فرمایئے۔ اُن میں ہرگز گنیش یا کسی اور دیوتا کا نام و نشان نہیں۔ ع۳ کا جواب۔ تمام منوسمرتی میں گنیش کا لفظ نہیں۔ اور وہ اُس کے کسی شلوک کے آغاز میں ہے۔ ولایت میں جو سمرتی چھپی ہے۔ اُس میں بموجب پرانی کتابوں کے گنیش کا لفظ نہیں لکھا گیا۔ کیونکہ پرانے نسخوں میں ایسا قاعدہ نہیں تھا۔ منوسمرتی میں ہدایت ہے۔ کہ اوم سے شروع کرنا چاہیئے۔ پھر وہ ناقل خود اُس کے خلاف کیسے کر سکتا ہے۔ سو اس یہ عذر محض ناکارہ ہے۔ ع۴ کا جواب آپ کے اِس عذر کو پڑھکر ہمیں صاف طور پر ظاہر ہو گیا کہ آپ سنسکرت یا ناگری نہیں جانتے۔ بلکہ اردو حرفوں میں لکھی ہوئی ہندی بھی نہیں پڑھ سکتے۔ اور یہ بات ہم ایمان سے کہتے ہیں کہ آپ کو مطلق ہندی یا سنسکرت سے ذرا بھی آگاہی نہیں۔ جسے ہم آپ کی لیاقت اور شعور اور تمیز کو ہیچ و بیجا سے ادکھا رہتے ہیں منوسمرتی کے دوسرے ادھیائے شلوک ۷۶ کی بات ہم نے اظہار حق صفحہ ۹ پر کہی تھی۔ کہ آریہ دھرم اوم پرماتما کے نام سے شروع ہوتا ہے۔ اسواسطے سچا ہے۔ دیکھو سمرتی ۲۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ منو کے دوسرے ادھیائے کے ۷۶ شلوک میں تو اوم کہنے کا مطلق ذکر نہیں بلکہ پرنو کرنے کی اول و آخر سبق میں تاکید ہے۔ مکذب نے پرنو کو اوم کے معنے میں جو لیا ہے عین نادانی ہے۔ دیکھو منو ۸۲ یعنے اوم کار پرم برہم ہے۔ اور پرنو پرم تپ ہے۔ اور اسی کی تائید میں ۷۵ ہے جسے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ پہلے پرنو تین بار کہہ کر پھر اوم کہنے کے قائل ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ پرنو کے معنے اوم نہیں اور نہ منو نے اُس کا حکم دیا۔ جناب واعظ صاحب! یہ ہماری غلطی نہیں بلکہ آپ کی لیاقت کی غلطی ہے۔ اور ساتھ ہی پیروان دین محمدی کی غلطی کہ اُنہوں نے آپ کو واعظ اسلام بنا دیا प्रणव پرنو۔ جسے اردو خوان سنسکرت سے نادان یا اردو حروف کے ناکمل ہونے کے باعث پرنو لکھتے ہیں۔ وہ پرماتما کا اسم ذات ہے۔ سب دنیا کے فاضل اور تمام لغات اس میں متفق ہیں۔ منو ۲۔۸۲ میں تو प्राणायाम لفظ ہے لیکن ۷۵ میں پرنو نہیں ہے۔ بلکہ پرانایام ہے۔ جس کے معنے حبس دم کے ہیں جو یوگ کا ایک سادھن ہے۔ ادھیائے ہشتم ۸۳ میں صاف لکھا ہے۔

एकाक्षरं परं ब्रह्म प्राणायामः परं तपः। सावित्र्यास्तु परं नास्ति मौनात्सत्यं विशिष्यते ॥ ८३

ترجمہ۔ ایک اکشر یعنے اوم ओ३म् یا ओ३म् یہی پرم برہم کا اسم ذات ہے جسے پرنو بھی کہتے ہیں۔ اور یہی سب سے بڑا ہے۔ اور پرانایام یعنے حبس دم پرم تپ سب سے بڑی عبادت ہے۔ ساوتری یعنے گائیتری سے بڑا منتر کوئی منتر نہیں اور سچ بولنا خاموشی سے بہت بہتر ہے۔ یہی ذکر یوگ شاستر پاد ایک سوتر ۲۲ سے ۲۸ تک ہے۔ اور ایسا ہی اِس شاستر کے بیاس بھاشیہ میں بھی ذکر ہے راجہ بھوج کی بنائی ورتی میں بھی اِس کا بیان ہے۔ کرشن جی نے بھی کہہ کر بھی ذکر فرمایا ہے شری سوامی جی نے بھی ستیارتھ پرکاش حصہ اول میں تشریح کی ہے۔ اب فرمایئے مولوی صاحب یا واعظ صاحب بلکہ میاں مٹھو ماہر وید و شاستر جی باوجود اُمّی ہونے کے اِسقدر چالاکی کرنا آپ کا نہیں نادانی نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر آپ خدا کو درحقیقت مانتے ہیں تو اپنی غلطی اور نادانی کا اقبال کیجئے۔ اور آیندہ ماہران وید و شاستر کے سامنے نہ ہو جیئے اور نہ کبھی ایسا بیہودہ دعوے کیجئے۔ ورنہ خاموش ہو جایئے۔ اور منہ پر مہر سکوت لگا دیجئے تاکہ ہم یہ مصرع پڑھکر صبر کریں۔ کہ قاضی چو خر در خلاے بماند۔ ع۵ کا جواب۔ یہ اعتراض بھی آپ کی لیاقت کی اصلیت جتلاتا ہے۔ ہم نے لکھا تھا وہی سبب ہے کہ سوامی دیانند جی مہاراج نے اِس کا کھنڈن کیا۔ مگر آپ یہ سمجھے کہ کس کا؟ بلکہ اگر سمجھے تو یہ سمجھے کہ سوامی دیانند جی نے گنیش کو یا اوروں کو بُرا کہا تو اُس کو بھی اوروں نے کہا۔ حضرت! یہ سراسر غلط ہے اور نہ ہمارا یہ مطلب ہے ہمارا منشا تو صاف ظاہر ہے کہ منو اور وید دیوتا کے نام سے شروع کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ سو ہماری یہ طریقہ باطل ہے۔ اور اسی باطل طریقہ کا سوامی جی نے کھنڈن کیا۔ کہاں سوامی جی نے کسی کو بُرا کہا جسپر آپ نے ہندوؤں کو بہکانے کیوں سطلے لکھ مارا۔ اصل بات یہ ہے کہ پورانوں میں دیوتاؤں کی نندا لکھی ہے۔ اور یہ سارے پوران ایک ہزار برس کے اندر جینی لوگوں نے ہندوؤں کو دھوکا دینے یا جینی بنانے کی خاطر لکھے ہیں۔ سوامی جی نے آریوں یا ہندوؤں کو جینی بننے سے روکا اور وید مقدس کی دعوت کی ست دھرم کی طرف لایا۔ دیوتاؤں کی عزت قائم کی۔ اور اُن کے کلنک ست شاستروں کے حوالہ سے دور کیے اور پرانوں کی تردید کی۔ نہ تو سوامی جی نے کوئی خلافت قائم کی۔ اور نہ ہم اُس کے طلبگار۔ البتہ اُمّی پیغمبر کی خلافت آپ جیسے اُمیوں کو مبارک رہے۔ نمبر ۶ کا جواب۔ بیشک رشی منی کسی اور کا نام لکھنے کو بُرا سمجھتے تھے۔ بلکہ اُن کا تو قول ہے کہ جو کسی اور کا نام اوپاسنا کے طور پر پکارتے ہیں وہ گدھے ہیں۔

यो अन्यां देवतामुपास्ते न स वेद यथा पशुरेवं स देवानाम् ॥

پورانوں کے زمانہ کے بعد جب دیوتا پرستی آریہ قوم میں رائج ہوئی۔ یعنے ایک ہزار برس یا ڈیڑھ ہزار برس سے ادھر گنیش کا نام اور اُس عجائب المخلوقات کی تصویر مندروں میں گننے لگی۔ ورنہ پہلے اِس کا یا کسی اور طرح کی بت پرستی کا نام ونشان نہ تھا۔ جس طرح تیرہ سو سال سے پہلے گور پرستی وکعبہ پرستی یا محمد پرستی اور اسلامی کتابوں میں اُن کی سعت نکھی شروع ہوئی۔ اُس سے پہلے نہیں تھی۔

۳ و ۴ ۔مولوی۔ ہمہ اوست کی تعلیم والے شروں میں کہاں لکھا ہے کہ یہ قرآن کا مضمون ہے۔ البتہ ویدہی کو اِس باطل تعلیم کا چشمہ اُپ نشدوں دیوگ وشسٹ وغیرہ نے بتایا ہے۔ قرآن میں ہمہ اوست یا ہمہ اروست کا ذکر نہیں تمہاری سمجھ کی غلطی ہے۔

آریہ۔ مولوی رومی جو ہمہ اوستی فرقہ کا مشہور پیشوا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ ؎

من ز قرآن مغز را برداشتم　　استخوان پیش سگاں انداختم

ہمہ اوست کے ماننے والے علماؤں نے لکھا ہے۔ ؎

مثنوی مولوی معنوی　　ہست قرآن در زبان پارسی
من چہ گویم وصف آں عالیجناب　　نیست پیغمبر ولے دارد کتاب

اسی طرح نصوص میں کئی حوالہ قرآن وحدیث کے موجود ہیں۔ اب بتلائیے کہ ہزاروں علمائے اسلام کی سمجھ کی غلطی ہے یا ہماری یا تمہاری۔ جامی۔ محی الدین عربی۔ مولوی رومی۔ شمس تبریز۔ وغیرہا۔ سارے بے سمجھ تھے صرف آپ ہی سمجھ والے پیدا ہوئے۔ کن فیکون کا مسئلہ یا عدم سے وجود اور خدا کے نور سے رب کی پیدائش۔ یہ سب کے سب ہمہ اوست کی جان ہے۔ اور اسلام کا ایمان۔ البتہ وید سے اُس کا کوئی تعلق نہیں۔ مہا رشی جی کا ویدانت شاستر اِس کے مخالف ہے۔ دسواں اُپ نشد بھی اِس کے مخالف ہیں۔ آج تک کسی ہمہ اوست کے پیرو نے کوئی شرتی وید کی اِس مسئلہ کی تائید میں پیش نہیں کی۔ اور ہو کہاں کیونکہ مادہ اور جیو کا انادی ماننا جو دید اس مسئلہ کو بیخ و بنیاد سے اوکھاڑتا ہے۔ ذرا اگریبان میں منہ ڈال کر دیکھو اور انصاف کو کام میں لاؤ۔ پھر سمجھو کہ کس کی سمجھ کی غلطی ہے۔

۴۔مولوی۔ اگر اہل یورپ کو آپ محقق جانتے ہیں اور اُن کی شہادت پر صداقت کا بھی اعتبار ہے تو مسیح پر ایمان لانے سے کیوں انکار ہے۔

آریہ۔ چند فاضل یوروپین کی شہادتیں جو ہم نے انتہا جن میں درج کی تھیں اُن میں سے کئی تو عیسائی نہیں۔ بلکہ صرف خدا کے ماننے والے ہیں۔ بعضے لامذہب۔ اور بعضے مسیح کے پیرو۔ اُن کی علمی تحقیقات سے ہم کیا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ کیا عیسائیوں کی ریل پر چڑھکر آپ عیسائی ہو جاتے ہیں۔ یا عیسائیوں کی تار میں خبر دینے سے مسیح کو ایمان لانا پڑتا ہے۔ مولوی محمد حسن صاحب نے اعجاز التنزیل میں بہت سے انگریزوں کی شہادتیں درج کی ہیں۔ مگر وہ عیسائی دین کو نہیں مانتے۔ اور اسی طرح مولوی عبید اللہ وغیرہ نے بھی مگر وہ عیسائی نہیں ہوئے جو جواب اسکا آپ لوگ دیں۔ وہی ہماری طرف سے سمجھیں۔

۴۔مولوی۔ منو ۸/۱۶ میں لکھا ہے کہ پرمیشور نے خزانہ دھرم کی محافظت کے واسطے برہمن کا روپ دھارکر دنیا میں نزول فرمایا ہے۔

آریہ۔ منو کے اس شلوک کا یہ ترجمہ نہیں۔ کسی بیوقوف نے آپ کو دھوکا دیا۔ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ برہمن کا ہونا دنیا میں معمولی بات نہیں۔ بلکہ پرماتما نے اُس کو سب لوگوں کے واسطے دھرم کا پوشیدہ خزانہ ٹھہرایا ہے۔ یعنے وہی دھرم کا پرچار ہے۔ پس جو ویدک دھرم کا پرچار ہے وہی برہمن ہے۔ اور اُس کا وجود معتنم

سے سمجھنا چاہیئے

۴۔۵۔مولوی۔ منو ادھیائے ۹ شلوک ۸ میں ہے۔ کہ شوہر اپنی عورت میں گھسکر مثل جنین دنیا میں پیدا ہوتا ہے۔ عورت کی ذات کے اندر عورت سے نسبت رکھنے والا دھرم وہی ہے کہ عورت میں آپ پیدا ہوئے۔ اگر سچ ہے تو نصیب آریہ باد۔

آریہ۔ یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے۔ اور نہ اِس کا مطلب آپ نے سمجھا۔ منو جی کا یہ مطلب ہے۔ کہ خاوند اور استری کے باہمی تعلقات اور کمال محبت سے جو حمل ہوتا ہے وہ پیدا شدہ لڑکا بالکل باپ کے ہمشکل ہوتا ہے۔ گویا اُسی کا دوسرا قالب ہوا۔ اور اسی کی تائید شلوک ۷ و ۹ و ۱۰ سے ہوتی ہے۔ اِسی سبب سے ضروری ہے۔ کہ عورتوں کو خوبصورت رکھا جاوے اور باہمی شوہر و زوجہ میں کمال محبت ہونی چاہیئے۔ جس سے نیک اولاد پیدا ہو۔ اِسی واسطے آریوں میں ریت ہے کہ جب استری حاملہ ہو کر سناں کر رہی ہو تو آئینہ میں اپنا منہ دیکھے۔ یا اپنے خاوند کی شکل دیکھے۔ یا کسی اور اپنے خاندان کے بزرگ کی۔ تاکہ لڑکا اپنے خاندان کی ہمشکل ہو۔ اب زمانہ حال کے محقق ڈاکٹر علم تشریح کے روسے نسل انسان کی بابت یہی تحقیق پر پہنچے ہیں کہ یہ پورانے آریوں کی فلاسفی بالکل صحیح ہے۔ اور ہمارے خیال کے مطابق حضرت موسیٰ بھی اِس فلاسفی سے آگاہ تھے۔ اور حضرت محمد بھی خواہ یہ اُن کو کسی وسیلہ سے ملی ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ اولاد سرالابید کہ بیٹا باپ کا بھید ہے۔ یہی منشا ہے۔ منو کے اس شلوک کا آپ عقل ودانش سے کام لیں۔ اور جان بوجھ کر چاند پر دھول نہ ڈالیں۔

۵۔مولوی۔ منوسمرتی ادھیائے ۱۰ میں لکھا ہے کہ بسوامتر رشی دھرم اور ادھرم جاننے والے نے بھوکھ سے لاچار ہو کر چنڈال کے ہاتھ سے کتے کی ران لیکر کھانے کیواسطے تجویز فرمایا۔ اور ایسے ہی رشی بامدیو نے بھوکھ سے لاچار ہو کر جان سنبھالنے کے واسطے کتے کا گوشت کھانیکی خواہش کرنے پر بھی گناہ گار نہ ہوئے۔

آریہ۔ آپ کی لیاقت تو وام دیو کو بامدیو کہنے سے ظاہر ہے اور بسوامتر لفظ بھی نہیں وشوامتر ہے۔ یہ شلوک نمبری ۱۰۶ و ۱۰۸ ہیں۔ آپنے انکا مطلب نہیں سمجھا یا جان بوجھکر اعتراض کیا۔ یہ تمام آپت کال کا دھرم ہے۔ انہوں نے یہ ان سمجھانے کو اسواسطے ایسا کہا۔ کہ لذات نفسانی کے واسطے سکھوں کی فوج نے بہنگام فتح خیبر بھوکھ کے غلبہ سے مسلمانوں کی پکی ہوئی روٹیاں کھالیں کیونکہ تمام فوج بھوکھی تھی سارا ایک جگہ گوبند سنگھ جی نے بھی ایسا کرنے کی ہدایت کی ہے۔ بہادر سیوا جی یا کسی اور کی بابت بھی سنا ہے۔ کہ اُنہوں نے بھی ایسا کیا تھا۔ اور اِسی کے مطابق قرآن کے مصنف نے بھی تین فاقوں پر مردار جائز کر دیا ہے۔ سورہ مائدہ میں ہے فمن اضطر فی مخمصۃ پر شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں یعنے در مخمصہ خوردن مردار جائز است۔ ونزد ابو حنیفہ فائدہ لفظ غیر باغ بگناہ آنست کہ زیادہ از ضرورت نخورد۔" (صفحہ ۱۰۱ فوائد ولی اللہ)

پھر قرآن سورۃ انعام میں ہے۔ الا ما اضطررتم الیہ پر شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ میتہ حرام است الا وقت ضرورت تناول آں رخصت است" (صفحہ ۱۳۵۔ نولکشور)

منوسمرتی میں اِس کی بابت ایک اور جگہ بھی لکھا ہے۔

आपतकालेतु वि प्राणां शौचाचारं नकल्पयेत् ॥

یعنے آیت کال میں وید کے ماننے والوں کے واسطے شوچ آچار یعنے طہارت ظاہری وطہارت متعلقہ خوراک کی تاکید نہیں ہے۔ اور اگر کوئی آیت کال میں صفائی بدنی اور خوراک کے متعلقہ طہارت نہ رکھ سکے یعنے ناجائز خوراک کھانے۔

تو وہ پاپی نہیں ہوگا۔ اور نہ سزا کا مستحق ٹھہرایا جاویگا۔ اسی سو مرتی کے حکم کو سن سنا کر مصنف قرآن نے بھی اِس کی تقلید کی اب بتلا یئے کہ اس میں مصنف دھرم شاستر یعنے سو بھگوان اور مصنف قرآن مساوی ہوئے یا نہیں۔

ہم نے اظہار حق صفحہ ۱۰ پر لکھا تھا کہ اجی گرتا کی کہانی اور اسی قسم کی کہانیاں وید مقدس میں ہرگز نہیں ہیں۔ اسپر مولوی صاحب فرماتے ہیں۔

۸۔ مولوی۔ یہ دعوے بھی باطل ہے۔ دیکھو منوجی کہتے ہیں کہ اجی گرت رشی نے بھوکھ سے لاچار ہو کر اپنے بیٹے شنہ شیپ کو بیچا۔

آریہ۔ مولوی صاحب ہم نے کونسا باطل دعوی کیا۔ اور آپ نے کیا ثبوت دیا ہم نے تو اجی گرتا کی کہانی کے ہونے کا وید میں انکار کیا تھا۔ نہ کہ منو سے۔ بیشک منو میں اجی گرتا کی کہانی ہے۔ ایسی ہی بیسیوں کہانیاں اور ہیں۔ مگر وید میں ہرگز نہیں۔

وید کی حقیقت کا جواب

۱۔ مولوی۔ اگر آریہ دھرم سچا ہوتا تو پرمیشور کے نام سے شروع ہوتا۔ نہ گنیش وغیرہ دیوتاؤں کے نام سے اور جو گنیش پرمیشور کا نام ہے تو وید میں کیوں نہیں۔ اور یہ نام پرمیشور کا کس نے رکھا۔

آریہ۔ آریہ دھرم سچا ہے اور یہی سبب ہے کہ وہ کسی غیر کے نام سے شروع نہیں ہوتا۔ وید تو وید بھارت بھی گنیش کے نام سے شروع نہیں ہوتی ہے۔ چہ جائکہ مقدس گرنتھ۔

आद्यं पुरुषमीशानं पुरुहूतं पुरुष्टुतम् ।
ऋतमेकाक्षरं ब्रह्म व्यक्ताव्यक्तं सनातनम् ॥ १
असच्च सदसच्चैव यद्विश्वं सदसत्परम् ।
परावराणां स्रष्टारं पुराणं परमव्ययम् ॥ २ ॥
मङ्गल्यं मङ्गलं विष्णुं वरेण्यमनघं शुचिम् ।
नमस्कृत्य हृषीकेशं चराचरगुरुं हरिम् ॥ ३ ॥

دیکھو بھارت مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ سمت ۶

ترجمہ۔ وہ پری پورن اور سب سے عزت اور تعریف کے یوگ اور تمام بھلائی چاہنے والا سب کا اشٹ و وست سروپ ایک لازوال سب سے بڑا اور پرکرتی سے پرے ساتش ہے۔ چراچر جو تمام عالم ہے۔ یعنے جیو اور پرکرتی اِن سب سے اعلی ہے۔ وہ سب سرشٹی کا رچنے والا۔ قدیم اور بے عیب بے وکار رہت ہے۔ تمام کلیاں کا بھنڈار سرب دیا یک انت گرہن کرنے اور دھیان کے یوگ اور قدوس ہے۔ تمام اندریوں کا رچنے والا۔ مالک اور متحرک وغیر متحرک کا منتظم اور جیوؤں کا آدی سرشٹی میں ہمادی ندریعہ وید کے جو ہے اسی پرماتما کو نمسکار کرتا ہوں۔

مصنفان پورانوں کا بھی خیال ہے۔ کہ وید۔ رامائن۔ پوران۔ بھارت اِس سب میں آد۔ مدھ۔ انت میں پرمیشور کی حمد کرنی چاہیئے۔

۷۔ مولوی۔ یہ سام وید کا منتر ہے۔ دیانند صاحب کا ترجمہ یہ ہے "ہے پُتر تو انگ انگ (عضو عضو) سے اتپن ہوئے۔ (پیدا شدہ) ہیج (من) سے اور ہردے (تصویر یا دل) سے اتپن (پیدا) ہوا ہے۔ اِس لئے تو میرا آتما (روح) ہے۔ مجھ سے پورو (اول) مت مرے کنتو (البتہ) سو برس تک جیوے۔

آریہ۔ بے شک سوامی جی مہاراج نے یہ ترجمہ لکھا ہے۔ مگر آپ نے نہ تو اُس کو صحیح سمجھا اور نہ صحیح ترجمہ کیا اور نہ اُسکو صحیح نقل کیا آپ نے ہردے کے معنے تصویر یا دل لکھا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ اُس کے معنے دل یا طبیعت کے ہیں۔ وہاں اوتپن ہوا ہے لفظ نہیں ہے بلکہ اوتپن ہوتا ہے۔ یہ فقرہ ہے۔ وہاں ہیج بھی نہیں بلکہ ویرج ہے۔ آپ کی لیاقت تو کنتو کا ارتھ البتہ کرنے سے ظاہر ہے۔ حضرت کنتو کا ارتھ بلکہ ہے۔ البتہ یا بے شک نہیں۔ یہ ہنو کا ترجمہ ہو سکتا ہے۔ (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۱۰) افسوس کہ اس لیاقت پر ماہر وید و شاستر کا خطاب اور ویدوں کی غلطیاں نکالنے کا دعوٰے اور سوامی جی پر علمی اعتراض کرنے کا زعم۔

۷ا۔ مولوی۔ رگوید منڈل ۹ سوکت ۱۱۴ منتر ۵۔ پنڈت لیکھرام نے منتر ۱۰ کا ترجمہ لکھا ہے۔ اے آدی تکلیفوں کے کھونے والے سردار اور خوشی کے دینے والے جہاں تیرے جلال میں تیرے گیان کی دیا پکتا ہے۔ جس سے تو حق کو جانتا ہے۔ اس اپار شکتی سے اپنے پوجاری کو اپنے میں سنتھر کرلے تاکہ وہ آواگون سے نجات پاوے۔ تیری رحمت سب کی کلیان دایک ہے۔

آریہ۔ ناظرین خدا کے واسطے خیال کریں۔ جو ہمارے ترجمہ کے سمجھنے اور صحیح نقل کرنے کی لیاقت بھی نہیں رکھتے۔ وہ ہم سے مقابلہ کریں؟ ہمارا ترجمہ یہ نہیں ہے دیکھو (نسخہ خبط احمدیہ صفحہ ۳۰۹ و ۳۱۰) خدا کے فضل سے مولوی صاحب نے شروع بسم اللہ ہی غلط لکھی۔ ہم نے یہ لکھا تھا کہ اے او دیا آدی کلیشوں کے ناش کرنے ہارے۔ شدہ سروپ سرب آنند۔ دائیک پرماتمن جہاں تیرے جلال میں تیرے گیان کی بہا پکتا ہے جس گیان سے تو سب چراچر کی حالتوں کا گیاتا ہے سو اُس اپنی اپار شکتی سے اپنے اپاسک کو اپنے گیان میں سنتھر کیجئے۔ تاکہ وہ جنم مرن سے رہت ہو کر تیری۔ انبانسی معرفت کو پراپت ہو۔ پربھو تیری مہان کرپا سب کی کلیان دائیک ہے۔" اب ناظرین دیکھئے کتنا دھوکا کھایا اور کس قدر مغالطہ دینا چاہا۔ اور پھر باوجود اسقدر ناواقفی کے اُلٹے ہمپر اعتراض۔

صفحہ ۲۷ و ۲۸ پر یاگولک سمرتی کو مولوی صاحب نے یہ گولکھ اسمرتی اور جاگولکھ اسمرتی لکھا اور اُس میں سے کچھ اعتراض کیئے ہیں۔ مگر وہ نہ ہمارے دھرم کی پستک اور نہ ست دھرم سے اُس کا تعلق۔ وہ قریب زمانہ کی بنائی ہوئی کتاب ہے کسی پورانے گرنتھ میں اُس کا حوالہ نہیں ہے۔ بنابراں وہ غیر مستند ہے۔ اور مولوی صاحب کی لیاقت تو سمرتی کو اسمرتی لکھنے سے ظاہر ہے۔

۲۱۔ مولوی۔ یہ رگوید کے پہلے منڈل کا منتر ہے۔ دیانند صاحب اس کا ترجمہ یوں لکھتے ہیں۔ ہم کس کی تعریف اور آرادھنا کریں۔ ہمیں کونسا دیوتا بڑے اوتی (بقول دیانند صاحب زمین) تک پہونچائیگا۔ تاکہ میں اپنے

ماتا پتا کے درشن کرسکوں۔

آریہ - یہ مولوی صاحب نے سوامی جی کے ترجمہ کے حوالے سے

कुहस्विदोषा कुह वस्तोरश्विना कुहाभिपित्वं करतः
कुहोषतुः को वां शयुत्रा विधवेव देवरं मर्यं न योषा
कृणुते सधस्थ आ ॥ ऋ० म० १० सू० ४० मं० २

اس منتر کا ترجمہ لکھا ہے۔ مگر یہ اس کا ترجمہ ہرگز نہیں۔ بلکہ کسی اور کا ہے۔ اور غالباً رگوید منڈل ایک سکت ۴۴ منتر ایک یا ۲ کا غلط ترجمہ ہے۔ نہ کہ اس منتر کا اور اسی طرح صفحہ ۲۴ پر उदीर्ष्व नारि والے منتر کا ترجمہ بھی محض بے بنیاد اور غلط لکھا ہے۔ یہ منتر رگوید کے دسویں منڈل کے ۱۸ سکت کا آٹھواں ہے ان دونو کا ترجمہ سوامی جی نے ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۱۶ و ۱۱۷ پر کیا ہے۔ پس یہ مولوی صاحب کی بڑی بھاری علمی عقلی اور سمجھ کی غلطی ہے۔ ہم خدا کو حاضر و ناظر جان کر عرض کرتے ہیں کہ مولوی صاحب سنسکرت یا ہندی بھاشا بالکل نہیں جانتے۔ اور نہ پڑھ سکتے ہیں۔ اور لکھنے میں تو انہیں بالکل مادہ ہی نہیں۔ وہ کسی ناگری پڑھے ہوئے سے کچھ اردو میں اترجا کرا اور پھر صفحہ کے مطابق کتاب سے نقل کروا لیتے ہیں اور جیسا کہ وہ جاہل ہوتا ہے۔ یہ بھی گمراہ رہ کر نادانی میں مبتلا ہو کر سرگرداں رہتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے حق میں عرفی علیہ الرحمتہ نے کہا ہے

سبک عناں شود خود را بملک علم رساں	ازیں چہ سود کہ انگشت جہل میخائی
جنون ز سر بنہ و دست عقل گیر و بیا	کزیں بہانہ مسلم نہ کہ شیدائی
ازاں حساب تو ہر دم تفاوتے دارد	کہ قد سرو نہ بینی و سایہ پیمائی
بزیر جامہ نہاں کردۂ برص لیکن	بچشم اہل بصارت برہنہ آئی
خراب کردہ جہلے و فارغ از دانش	عظیم دردے داری و لیس شکیبائی
اگر در آئینہ بینی رسترم زشتے خویش	بچاہ و پل در افتی چو دیدہ بکشائی
بحیرتم کہ چہ داند رہ اندت زیں درد	کہ عین جہلی و داری گمان دانائی

۴۳ - مولوی - یہ اتھرووید کے چودھویں کانڈ کا منتر ہے۔ دیانند صاحب نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔ ہے خاوند اور دیور کو دکھ نہ دینے والی استری تو اس خانہ داری میں حیوانوں کی خدمت کرنے والی اچھے پرکار دھرم نیم میں چلنے روپ سرو شاستر ودیا یکت اتم پتر آدی سے سہت شور بیر پتروں کو جننے۔ دیور کی کامنا کرنے والی اور سکھ دینے والی پتی۔ (خاوند) دیور (خاوند کا بھائی) کو پراپت ہو کر اس گرہست سمبندھی اگنی ہوتری کو سیون کیا کر۔ یعنی وید کا مصنف کسی بندہ استری کو یہ نصیحت کرتا ہے۔ کہ اے گھر بسی تو اس خانہ داری میں جہاں اتنی سختیاں جھیل رہی ہے۔ خاوند و دیور کو دکھ بالکل نہیں دیتی۔ اور دیور کی کامنا بھی کرتی۔ (دلی امید بر لاتی اور اس کو سکھی رکھتی ہے۔ اور اچھے اچھے بالک جنتی ہے۔ وہاں اتنی تکلیف اور بھی گوارا کر لے۔ یعنی خاوند اور دیور سے نمٹ نمٹا کر اس اگنی پروہت پر بھی کرپا کر دیا کر (بلکہ تو اس سے اور یہ تجھ سے آنند ہووے - پیارے منترو ذرا غور کرو - منتر ہذا سے عورتوں کا بے پردہ پھرنا اور دیور وغیرہ سے زنا کرنا اور پروہتوں (عبادت کرنیوالوں) کا بیگانہ عورتوں سے چھیڑ چھاڑ رکھنا بخوبی ثابت ہے۔ اور یہ اگنی پروہت بھی کوئی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ پرائی استری کو چھیڑنے کے کیا معنی۔ پس یہاں کانوں میں دھولا کچھ نہ کچھ ضرور ہے۔ اس لئے یہ اگنی پروہت اس تہمت سے پاک نہیں رہ سکتا۔

آریہ - افسوس جہالت تیرا ستیاناس - اور ہائے نادانی تیرا برا ہو۔ تو آدمی کی آنکھوں پر تعصب کی ایسی سخت پٹی باندھ دیتی ہے۔ کہ پھر اسے کوئی ہزار سمجھاوے وہ نہ سمجھتا ہے۔ اور نہ مانتا ہے۔ اور باوجود اس لاعلمی کے اپنے آپ کو فرعون بے سامان سمجھتا ہے۔ سوامی جی نے یہ منتر ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۱۷ پر لکھا۔ اور وہاں ہی اس کا ترجمہ کیا تھا "ہے پتی اور دیور کو دکھ نہ دینے والی ستری تو اس گرہ آشرم میں پشوؤں کے لئے کلیان کرنے ہاری اچھے پرکار دھرم نیم میں چلنے روپ اور سرو شاستر ودیا یکت۔ اتم پتروں سے سہت شور بیر پتروں کو جننے دیور کی کامنا کرنے والی اور سکھ دینے ہاری پتی وا دیور کو پراپت ہوکے اس گرہست سمبندھی اگنی ہوتر کو سیوں کیا کر۔"

پیارے ناظرین! یہ منتر ودھوا کے دوسرے بیاہ کے وشے میں ہے جس کو سنسکرت میں نیوگ کہتے ہیں۔ پتی اس کو کہتے ہیں۔ جس نے خود برہم چریہ کے بعد ماکرہ برہم چارنی لڑکی سے شادی کی۔ لیکن ایسے سمبندھ کے ٹوٹ جانے یعنی برہم چاری خاوند کے مرجانے کے بعد جو دوسری شادی میں پتی ہو۔ اس کا نام پتی نہیں۔ بلکہ دیور ہے۔ خواہ وہ خاوند کا بڑا یا چھوٹا بھائی ہو۔ یا اور کوئی خاوند کی گوت کا یا اور کوئی ہو جس سے شاستر کے مطابق شادی ہو سکتی ہو۔ اس کا نام دیور ہے۔ کیونکہ وہ وید کی نہایت پرانی تفسیر میں دوسرے خاوند کا نام جو دوسری شادی سے ہو دیور ہے۔ اگنی ہوتر کہتے ہیں۔ آگ میں ہوم کرنے کو۔ یہ کسی آدمی کا نام نہیں۔ اور نہ پروہت کا نام ہے۔ ہاں اگنی ہوتری سے تنگ اگنی میں ہوم کرنے والے کو کہتے ہیں۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ جیسے نمازی مگر یہاں سوامی جی کے ترجمہ میں تو اگنی ہوتری لفظ ہی نہیں۔ بلکہ اگنی ہوتر ہے۔ مطلب اس منتر کا یہ ہے۔ کہ اے ودھوا استری تو اول شادی کی طرح دوسری شادی میں بھی گھر کے کام اور اگنی ہوتر وغیرہ۔ پنچ مہایگ روز کیا کر۔

جس طرح اندھے حافظوں نے ہاتھی کو نہیں پہچانا تھا۔ بلکہ کسی نے سانپ اور کسی نے جاروب اور کسی نے بادکش کی طرح سمجھا۔ ایسا ہی حال ہمارے واعظ اسلام حافظ ابو رحمت حسن صاحب کا ہے۔

قرآن سورہ نساء میں ہے۔ والمحصنت من النساء الا ما ملکت

ایمانکم۔ ترجمہ اور حرام کی گئیں اوپر تمہارے شوہر دار عورتیں۔ مگر سوائے ان کے جنکے مالک ہوئے تمہارے ہاتھ۔

اس پر شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ "اگر زنے را از دار الحرب اسیر کردند نکاح وے شرعی او صحیح بود۔ ہر چند آنجا زوج داشتہ باشد" (صفحہ ۷۷ حاشیہ قرآن ۱۲۹۱ھ نولکشور)

نیز اس پر تفسیر کشاف میں لکھا ہے۔ ہاتھوں کے مالک ہو چکنے سے یہ مراد ہے۔ کہ وہ عورتیں لڑائی میں بندی ہو کر ان کے ہاتھ میں آئی ہیں۔ پس وہ عورتیں مسلمان غازیوں کے واسطے حلال ہیں۔ اگرچہ وہ شوہر والی ہوں۔ (مفصل دیکھو ہمارا رسالہ جہاد صفحہ ۱۲ و ۱۳) اس کے علاوہ تفسیر حسینی میں لکھا ہے۔ ابو سعید نقل میکند۔ کہ در حرب حنین با غنائم و اموال بسیار اسیر بدست اہل جہاد رسید۔ و در جملہ زنان کہ شوہران ایشاں را بحسب نصب مے شناختیم بقید اسیری ما در آمدند۔ و چون حرمت زنان شوہر داراں ما را معلوم شدہ بود در حل حرمت اسیران متردد گشتیم۔ ایشاں را اگرچہ ملک یمین ما بودند۔ از قبیل جمہور ہے مے شمردیم۔ بعد ازعرض حال بحضرت رسالت پناہ این آیت نازل شد۔ والمحصنت من النساء الا ما ملکت ایمانکم۔ کہ زنان گرفتار اگرچہ شوہر دارند۔ اما چون بسبب سبی ملک یمین شما را ...

در ایشاں حلال است بشرط اخراج از دارالحرب بے از دواج ایشاں و ایں قول امام اعظم است۔ وباقی ائمہ بمجرد سبی ایشاں را حلال میدانند" (صفحہ ۱۰۲ جلد اول)

اور حضرت محمد صاحب خود بنفس نفیس جب لشکر جہاد کیواسطے جاتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے۔ کہ فلانی جگہ جہاد کو جاؤ۔ وہاں سے خوبصورت اور حسین لونڈیاں پکڑ لاتا۔ چنانچہ تفسیر حسینی میں لکھا ہے۔ "آوردہ اند کہ حضرت رسالت پناہ جد بن قیس را گفت هل لک فی الجهاد بنی الاصفر تتخذ منهم سراری[1] وصفا یعنی ہیچ شاید ترا بقتال اہل روم میل کنی۔ وازیشاں سرتہائے خوب وکنیزاں نیکو بگیری" (صفحہ ۲۵۸ سورہ توبہ جلد اول)

اب ہم آپکے مقررہ قاعدہ کے چند سوال وجواب درج کرکے مضمون کو ختم کرتے ہیں

سوال بھلا صاحب جس مذہب میں زناکاری اور مکان پرستی اور سنگ سیاہ پرستی اور گور پرستی شرعاً والحاناً وفعلاً جائز ہو اور حلالہ حلال و متعہ تمتع کے لائق ہو۔ اور جس میں کئی برس تک شراب جائز اور مباح کی گئی ہو۔ اور خدا کے نام پر جانوروں کی خونریزی کیجاتی ہو۔ اور لاکھوں بیگناہ مخلوق کا گلا کاٹا جانا حکم خدا کہا جاتا ہو۔ اور جس میں عورتوں کا بیچنا اور ہلانا جائز ہو۔ کیا وہ دین خدا جل شانہ کی طرف سے ہو سکتا ہے۔

جواب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایسا مذہب اگر خدا کی طرف سے ہے۔ اور اچھا راستہ سمجھا جاتا ہے۔ تو پھر شیطانی پنتھ اور برا طریقہ کونسا ہوگا۔ بھگت کبیر جی نے کیا سچ کہا ہے۔

جیو مدھ دھرم کر تھاپیو ادھرم کہاں کہو بھائی
بگلا کو ممی ور کر تھاپیو کہاں کو کہو قصائی +
ہن جھٹکا ان بسمل کینا دیا دو ہاں سے بھاگی۔
کہے کبیر سنو بھائی سادھو آگ دوناں گھر لاگی +

سوال راہ حق کے تلاشی اور نجات کے طالب کو پھر کیا کرنا چاہئے۔

جواب ایسے ناقص طریقہ کو ترک کر صراط المستقیم و مذہب مقدس کو بے خوف وبیم تسلیم کرنا چاہئے۔ اور آریہ دھرم پر ایمان لا حقیقی شانتی حاصل کرنا چاہئے۔

محمدی بھائیوں کا دلی خیر خواہ

لیکھرام آریہ مسافر

---

[1] سراری جمع سریہ کی ہے۔ لونڈیاں۔ مدخولہ اور اسی کے قریب معنے وصفا کے ہیں۔ یعنی باندی وکنیزک (از مؤلف)

جہاد

تیسرے ایڈیشن کا دیباچہ

آنجہانی پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کی تصانیف مذہبی دنیا میں ایک عجیب مرتبہ رکھتی ہیں۔ اس علم اور عقل کے زمانے میں جبکہ پرانے توہمات کی بیخ کنی ہوتی چلی جاتی ہے۔ جبکہ تحقیقات حق نے تلوار اور جبر کو قریباً شائستہ دنیا سے بالکل بھگا دیا ہے۔ ایک ایسے محقق کی تصانیف جس نے کہ بلا حوالہ جات مستند کے ایک لفظ بھی اپنی طرف سے نہ لکھا ہو۔ فی الحقیقت طالبان حق کے لئے وہ حکم رکھتی ہیں۔ جو کہ افریقی صحرا نورد کے لئے ٹھنڈا پانی۔ محمدی مسلمانوں کا مسئلہ جہاد بھی پرانے توہمات میں سے ایک ہے۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ یہ مسئلہ دیگر توہمات کی نسبت زیادہ تر خطرناک اور غارت گر دین حق و برباد کنندہ مسلم ایمان ہے۔ شکر کا مقام ہے۔ کہ علم کی روشنی کے آگے جہالت کی تاریکی ٹھہر نہ سکی۔ اور جن حضرات کے بزرگوں نے کہ دین حق سے گمراہ ہونے کی وجہ اپنے مذہب کے پھیلانے میں دنیاوی تلوار سے کام لیا تھا۔ انہیں بھی آخر کار زبان حال سے اقرار کرنا پڑا کہ جبر کا دھرم سے کوئی تعلق نہیں

مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب پیغمبر **عرب** کی امت خود اس مسئلہ کی غلطی کی قائل ہے۔ تو مردوں کو اکھیڑنے سے اب کیا حاصل۔ بالخصوص اگر ہمارے محمدی بھائی صاف طور پر اپنے بزرگوں کی غلطیوں کے قائل ہو جاتے تو گذشتہ را صلوٰۃ کی نصیحت پر عمل کرنا لازم تھا۔

لیکن افسوس ہمارے تعلیم یافتہ محمدی بھائیوں نے یہ ثابت کرنے کی کوششیں کیں۔ کہ محمدی اسلام کبھی بھی تلوار کے زور سے نہیں پھیلایا گیا۔ اور یہ بھی دعوے کیا کہ قرآن کی مقدس کتاب میں اس قسم کا کوئی حکم موجود نہیں ہے یہی وجہ تھی کہ پنڈت لیکھرام آریہ مسافر نے قرآن احادیث اور تاریخ کے مستند حوالہ جات سے ثابت کر دکھایا کہ جہاد محمدی تعلیم کا ایک جزو اعظم ہے۔ اس تحقیقات سے خدانخواستہ پنڈت لیکھرام سورگباشی کا یہ مدعا نہ تھا۔ کہ کسی بھائی کا دل دکھے۔ بلکہ مطلب یہ تھا۔ کہ محمدی تعلیم کی خطرناک سپرٹ سے آگاہ ہو کر ہمارے صدیوں کے بچھڑے بھائی پھر اپنے پراچین ویدک دھرم کی شرن میں واپس آویں۔ لیکن ہماری رائے میں ایک اور زبردست وجہ ہے۔ جو کہ جہاد کے مسئلہ کی چھان بین پر خیر خواہان خلق اللہ کو مجبور کرتی ہے۔ حال میں ہی جہاں ایک طرف امیر کابل کی نئی تصنیف محمدیوں کا دل جہاد کے لئے ابھارنے میں لیور کا کام دے رہی ہے۔ اور اس پر حاشیئے چڑھا کر محمدی اخبارات امن ملک میں خلل انداز ہو رہے ہیں۔ وہاں دوسری طرف ایک غازی کے لاہور پہنچ کر ایک میم کو دن دہاڑے قتل کرنے کا واقعہ ایسا نہیں ہے۔ جو کہ راہ حق کے واعظوں کو نہ ہلا دے۔ لیکن اس سے بھی بڑھکر رسالہ جہاد کے مصنف پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کا بے رحمانہ قتل زبان حال سے پکار رہا ہے۔ کہ جب تک ہمارے اَن پڑھ محمدی بھائی سچے دھرم سے بے خبر رہینگے۔ تب تک واقعی شانتی کا راج دنیا میں قائم نہیں ہو سکتا +

یہی وجوہات ہیں جنہوں نے کہ ہمیں رسالہ جہاد کی طبع دوم کے

ختم ہونے پر اسے تیسری بار چھپوانے کی طرف رجوع کیا ہے۔ اور اس موقعہ پر نامناسب نہ ہوگا۔ اگر ہم کچھ نئی معلومات کا نتیجہ ناظرین کتاب کے روبرو پیش کریں۔ مسٹر لارنس صاحب افسر بندوبست کشمیر نے بڑی تحقیقات کامل کے بعد تاریخ کشمیر نامی ایک کتاب لکھی ہے۔ اس میں صاحب موصوف نے افسوس سے یہ ظاہر فرماکر کہ زمانہ سلطنت محمدی اسلام کی کوئی مستند تاریخ ہند نہیں ملتی اس بات پر اظہار خوشی فرمایا ہے۔ کہ کشمیر کی مسلسل تاریخ وہاں کے بعض پنڈت قلمبند کرتے رہے ہیں۔ اس تاریخ کشمیر کے چند حصوں کا ترجمہ سفیر کشمیر بابت ماہ جنوری و ماہ فروری ۱۸۹۷ء میں شایع ہوا ہے۔ اس میں سے جہاد اور جبراً محمدی اسلام پھیلانے کی نسبت کسی قدر اقتباس ہم یہاں درج کرتے ہیں۔

"۱۳۲۰ء میں بعہد حکومت راجہ سمہ دیو کا سمیر شرابیوں قماربازوں اور بدمعاشوں کا ملک معلوم ہوتا تھا۔ اور عورتوں کی بھی یہی کیفیت تھی۔ اس کے وقت میں ذی القدر خاں تاتاری نے کشمیر پر حملہ کیا۔ بیچارہ سمہ دیو کشتوار کو بھاگ گیا۔ اس تاتاری نے جس کو عام طور پر زلزو کہتے تھے۔ ہزاروں آدمیوں کو قتل کیا۔ ہزاروں کو غلام بنایا۔ اور سرینگر میں آگ لگادی۔ زلزو کے ۸ ماہ کے قبضہ میں تمام ملک ویران ہوگیا۔ اور چونکہ غلہ کا میسر آنا مشکل ہوگیا اس نے براہ کلی نرواد گھاٹی کے کشمیر سے نکل جانا چاہا۔ لیکن برف کی وجہ سے راستہ بند ہوگیا۔ اور وہ معہ اپنی فوج اور کشمیری غلاموں کے برف میں مارا گیا۔" (دیکھو سفیر کشمیر بابت ماہ جنوری ۱۸۹۷ء صفحہ ۹)

"اودائین کے مرنے پر کوٹارانی باختیار ہوئی۔ مگر صرف پچاس دن حکومت کرنے پائی کہ شاہ مرزا نے جسکو عام لوگ شاہ میر کہتے تھے۔ اپنے بادشاہ ہونیکا ۱۳۴۳ء میں اعلان کیا۔ اور اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کے لیے کوٹارانی سے شادی کرنی چاہی۔ اوّل تو اس نے ٹالا۔ مگر آخرکار بوجہ اس کے قابو میں ہونے کے اس کا پیام ماننے پر مجبور ہوئی۔ مگر جب شاہ میر اس کے پاس خلوت میں گیا۔ تو اس نے اپنے پیٹ میں چھری مارلی۔ بعد ازآں شاہ میر نے بادشاہ کشمیر ہوکر اپنا نام شمس الدین رکھا۔ یہ شخص سلاطین کشمیر میں سے پہلا بادشاہ تھا۔ ۱۳۹۴ء میں سلطان سکندر تخت نشین ہوا۔ اور بوجہ اس جوش و خروش کے جو اس نے پرانے عالیشان مندروں کی مسماری میں دکھلائے۔ جلد تر اس کا نام بت شکن مشہور ہوگیا۔ سکندر بہادر اور تربیت یافتہ تھا۔ لیکن اس کی ساری خوبیاں اس مذہبی جوش نے خاک میں ملادیں تھیں۔ اس نے مسلمان علماء کو اپنے دربار میں بلایا۔ منجملہ ان کے محمد خاں ہمدانی بھی تھا۔ جو مشہور شاہ ہمدان کا قائم مقام تھا۔ جس نے بادشاہ کے اس جوش کی آگ کو اور زیادہ بھڑکائی۔ مندر مسمار کئے گئے۔ اور ایک سال تک مارتنڈ کے بڑے عالیشان مندروں کی مسماری کے لئے مدد لگی رہی۔ جب وہ مضبوط عمارت نہ ٹوٹی تو آخرکار آگ لگادی گئی۔ اس طرح وہ عالیشان عمارت برباد کی گئی۔" (دیکھو سفیر کشمیر بابت ماہ جنوری ۱۸۹۷ء صفحہ ۱۰ و ۱۱)

"اور محمد شاہ کے زمانے میں عبد الغنی اور ملا شرف الدین صوبجات نے ہندوؤں پر بڑے بڑے ظلم کئے۔ کیلاس پورہ ایک ہندوؤں کا محلہ شہر میں تھا۔ ان کو جلایا اور ہندوؤں کو دستار باندھنے کی ممانعت کی گئی۔" (دیکھو سفیر کشمیر بابت ماہ جنوری ۱۸۹۷ء صفحہ ۱۶)

"ان وحشیوں کے ظلم پنڈتوں شیعہ لوگوں اور جہلم کے بمبس فرقہ کے لوگوں پر ہوئے۔ ظالموں کی فہرست میں اوّل نام اسد خاں کا ہے۔ اس شخص کو یہ فخر تھا کہ میں نادر شاہ ثانی ہوں۔ یہ دستور تھا۔ کہ گھاس کے بورہ میں دو پنڈتوں کو بند کرکے ڈل میں ڈبوادیتا تھا۔ اور یہ مذاق تھا۔ کہ کیچڑ سے بھر کر گھڑا پنڈتوں کے سر پر رکھا جاتا تھا۔ اور مسلمان اوس پر اس طرح پتھر مارتے تھے۔ کہ وہ گھڑا ٹوٹ کر کیچڑ آنکھوں میں بھر جاتی تھی۔ پہلے پنڈت لوگ صرف مونچھیں رکھتے تھے اُن کو مجبور کیا۔ کہ وہ ڈاڑھی بھی رکھیں۔ اور پگڑی نہ باندھیں۔ اور نہ جوتا پہنیں۔ ٹکا جس کے ماتھے پر دیکھا جاتا تھا۔ مٹادیا جاتا تھا۔ اب جو کشمیری پنڈت بڑا ٹیکا ماتھے پر لگاتے ہیں۔ اور بڑی پگڑی باندھتے ہیں۔ یہ پٹھانوں کے وقت کے ظلم کی یادگار ہے۔ جزیہ پھر ہندوؤں پر قائم ہوگیا تھا۔ اور بہت سے برہمن یا تو بھاگ گئے۔ یا مسلمان ہوگئے۔ ورنہ قتل کئے گئے۔ اسد خاں کے بعد مدد خاں ہوئے۔ ان کی نسبت یہ مقولہ مشہور ہے۔ کہ "ظلم اسد را رسید مدد" میر حاضر تیسرا شیطان تھا جو سپاہی گھاس کے تھیلیوں کے جوڑ کے تھیلیوں میں برہمنوں کو بھر کر ڈبوتا تھا شیعہ اور برہمنوں کا کچھ امتیاز نہ تھا۔ عطا محمد خاں نہایت ظالم اور عیاش تھا۔ اس کے پاس ایک کٹنی مسماۃ کوشت تھی۔ جس سے سب پنڈت لوگ ڈرا کرتے تھے اور بچانے اس کے کہ اپنی لڑکیوں کو بے عزت ہونے دیں۔ ان کے ناک کاٹ لیتے تھے۔ یا سر منڈوا دیتے تھے۔ ان دنوں میں جس کسی مسلمان کو راستہ میں پنڈت مل گیا۔ وہ ان کی پشت پر سوار ہوکر پھرا کرتا تھا۔ آخرہ پٹھانوں کے ظلم سے کشمیری تنگ آگئے۔ اور ان کو صرف رنجیت سنگھ شیر پنجاب سے جس کا ستارہ ان دنوں عروج پر تھا۔ امن کی امید ہوئی۔" (دیکھو سفیر کشمیر بابت ماہ جنوری ۱۸۹۷ء صفحہ ۱۷ و ۱۸)

"بیربل در معہ اپنے بیٹے راج کاک کے کشمیر سے خفیہ طور پر نکل آئے۔ اور سیدھے لاہور میں رنجیت سنگھ کے پاس پہنچے۔ اور مدد کی التجا کی۔ محمد عظیم نے یہ حال سُن کر بیربل در کی عورتوں کو بلوایا۔ بیربل در کی بی بی نے خودکشی کی۔ مگر راج کاک کی نوعمر بی بی کسی طرح ان کے ہاتھ آگئی۔ جس کو انہوں نے مسلمان کرکے کابل بھیجدیا تھا۔ جہاں وہ اب تک زندہ موجود تھی۔" (دیکھو سفیر کشمیر بابت ماہ جنوری ۱۸۹۷ء صفحہ ۱۸ و ۱۹)

صلح کرانے اور محبت بڑھانیوالے خدا کے فرزند (ایشور کے پیارے بیٹے) اور وہی سورگ دہام کے وارث ہونگے نہ کہ تلوار چلانے اور خون بہانے والے۔

ان دنوں جبکہ علم و عقل کی ترقی ہوئی۔ اور تہذیب کا چرچا عام آزادی سے پھیلنے لگا۔ دین بالجبر کو تمام تعلیم یافتہ لوگ نہایت حیرت کی نگاہ سے دیکھنے اور اس کے دعا دی پر اعتراض کرنے لگے۔ اس پر بعضے نیچری خیال کے محمدی بجائے اس کے کہ بطالت سے دست کش ہوکر صداقت کیطرف متوجہ ہوتے۔ الٹی یہ بیجا اور بے سود کوشش کررہے ہیں۔ کہ اسلام نے جہاد کبھی نہیں کیا۔ کبھی قوم جبراً مسلمان نہیں کی گئیں۔ کبھی کوئی مندر اسلامیوں نے نہیں توڑا کبھی کسی مندر میں گائے ذبح نہیں کی گئی۔ کبھی غیر مذہب کی عورتوں یا بچوں کو جبراً و مذہباً مسلمان نہیں بنایا۔ اور لغیر کات کے ان کے ساتھ کنیزک و غلام سمجھکر بدفعلی کے مرتکب نہیں ہوکے

نے کی جس نے اچھی طرح مجاہدت دکھلائی۔ اور جبرائیل و میکائیل بھی امداد کیواسطے موجود تھے۔ مگر مسلمان ہار گئے۔ خود محمد صاحب زخمی ہوئے۔ اور مردوں میں پڑ گئے۔ بہت سے بھی کافر کی مدد سے شہید ہوئے۔

(دیکھو مدارج النبوۃ)

پھر ایک دوسرا مورخ و دانا ہے۔ کہ جنگ احد[1] میں دشمن یعنی کافر لوگ مورچہ خالی دیکھکر پیچھے سے مسلمانوں کو بسبب شکست فتح اسلام کے عقب آ پڑے۔ حضرت امیر حمزہ اور عبداللہ بن جبیر دو نامی سردار اصحاب شہید اور حضرت علی عمر و حضرت ابوبکر مجروح ہوئے۔ (ایک چالاک شجاع اور سنگدل عورت سپہ سالار لشکر کفار تھی جسکا نام ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان بہادر علیہ الرحمت ہے) امیر حمزہ کا جگر چیر کر چبایا۔ اور مسلمان مقتولوں کے گوش و بینی کاٹ کر ان کے ہار بنا کر گلے میں پہنے۔ (مفصل دیکھو رسالہ بروایت لدینہ جلد دوم صفحہ ۱۰۴)

اور یہی مولوی نورالدین نے فصل الخطاب میں بھی درج کیا ہے۔ (دیکھو باب جہاد)

جنگ بدر[2] کی بابت مورخ یوں لکھتے ہیں۔ خدا نے محمد صاحب سے وعدہ کیا تھا۔ مگر کثرت فوج مخالف سے محمد صاحب گھبرا رہے تھے۔ ابوبکر نے تسلی دی۔ سعد بن معاذ نے بھی تسلی دی کہ گھاس کے جھونپڑے میں آپ آرام کریں۔ یک عمدہ اور گھوڑا موجود ہے ہم لڑینگے۔ اگر خدا نے غلبہ دیا تو بہتر ورنہ آپ کو طرف مدینہ فرار اولی ہے۔ حضرت اس کلام سے خوش ہو گئے۔ اور خیمہ میں تشریف لے گئے (جلد دوم مدارج النبوۃ)

مولوی نورالدین صاحب جنگ بدر کی بابت لکھتے ہیں: "حاصل الامر اس لڑائی میں مسلمان فتحیاب ہوئے۔ ستر قریش کے قریب اسیران قریش گرفتار ہوئے۔ جن میں سے عقبہ و نضر قتل کئے گئے باقی چھوڑ دیئے گئے" (فصل الخطاب بمقدمہ اہل الکتاب صفحہ ۱۴۱)

قرآن سے واضح ہے کہ غزوہ بدر میں ایک ہزار فرشتے محمد کے مددگار تھے۔ اور ایک جگہ سے پانچ ہزار بلا ایک معلوم ہوتے ہیں۔ فرشتوں نے بھی لڑائی کی۔ اور محمدی جہادیوں نے بھی

محمدی لشکر ۳۱۵

فرشتے ۱۰۰۰ یا ۵۰۰۰

کل میزان لشکر ۱۳۱۵ یا ۵۳۱۵

مگر کافر یعنی مخالفین دین محمدی بہت قلیل تھے۔ اس صورت میں محمدیوں اور فرشتوں کی کوئی بہادری نہیں۔ حالانکہ پھر بھی چودہ مسلمان یعنی ۶ مہاجر اور ۸ انصار کا کافروں نے سرکاٹ لیا

غزوہ احد کی بابت حاشیہ قرآن پر لکھا ہے: "در غزوہ احد اہل نفاق میل کردند باآنکہ در شہر متحصن باشوند۔ و اصحاب خواستند کہ بیرون آمدہ جنگ کنند۔ بعد ازاں کہ ہزیمت واقع شد منافقان این را محل طعن گرفتند۔ و وقتیکہ حضرت پیغمبر رشتہ جماعت را بمقدار ساعتی گفتہ بودند کہ اینجا نہ جنبند چون آثار فتح ظاہر شد ان گرفت آن جماعت در پے غنائم افتادند و عصیان پیغمبر کردند و بشومی عصیان ہزیمت بر مسلمانان افتاد و ہمہ فرار کردند

[1] احد ایک پہاڑ مدینہ سے دو ڈھائی میل کے فاصلہ پر ہے۔

[2] بدر نام موضع مشہور و نام چاہیست متصل مدینہ کہ در جوار آن درمیان محمد و قریش جنگ شدہ بود

الا باشارہ اللہ و بہر طلاقی شہادت حضرت پیغمبر شایع شدہ منافقان قصد ارتداد کردند (حاشیہ قرآن ترجمہ شاہ ولی اللہ صفحہ ۶۲)

سورہ توبہ قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون +

ترجمہ جنگ کرو ان کے ساتھ جو ایمان نہیں لاتے خدا پر اور نہ قیامت پر اور حرام نہیں جانتے جن کو خدا اور پیغمبر نے حرام کیا۔ اور سچے دین کو اختیار نہیں کرتے۔ (یعنی یہود اور عیسائی۔ ان کے واسطے حکم ہے کہ اہل کتاب سے یہ کہ وہ دیویں جزیہ اپنے ہاتھ سے خوار ہو کر +

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں "کہ جنگ با حق ہیچ گاہ درست نیست و جنگ کافران ہر وقت درست است" صفحہ ۱۸۲ حاشیہ قرآن)

پھر ایک جگہ لکھا ہے۔ حاصل جواب آنست کہ قتال کفار جائز است (صفحہ ۳۲ حاشیہ قرآن)

سورہ توبہ وجاہدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔

ترجمہ اور جہاد کرو اپنے مال سے اور اپنی جان سے خدا کے راستہ میں (یعنی دین خدا کے واسطے) یہ تمہارے واسطے بہتر ہے اگر جانتے ہو +

سورہ محمد فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموہم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء حتی تضع الحرب اوزارہا۔

ترجمہ پس جب لڑائی کرو کافروں سے تو ان کی گردنیں مارو۔ اور جب بہت خونریزی کر چکو تب ان کو مضبوط قید کرو۔ یا احسان سے خلاصی کرو۔ اس کے بعد یا مال لیکر یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھدے +

سورہ نساء فان تولوا فخذوہم واقتلوہم الخ

ترجمہ پھر اگر نہیں (مسلمان ہوتے) تو انکو پکڑو اور مارو جہاں پاؤ اور نہ ٹھہراؤ ان میں سے کسی کو رفیق اور مددگار +

سورہ فتح قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونہم او یسلمون +

ترجمہ کہدے واسطے پیچھے رہ گئے اعرابیوں کو کہ آگے تم کو بلاوینگے ایک بڑی سخت لڑائی قوم پر۔ تم ان کو قتل کرو گے۔ یا وہ مسلمان ہونگے۔

اب وہ آیتیں جن میں محمد صاحب نے اعرابیوں کو دولت کی طمع اور لوٹ مار کی ترغیب دی ہے۔ درج کرتے ہیں +

سورہ توبہ یا ایہا الذین آمنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا وان خفتم عیلۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ +

ترجمہ اے مسلمانوں سوائے اس کے نہیں ہے۔ کہ مشرک لوگ پلید ہیں۔ پس چاہیے کہ نزدیک مسجد حرام یعنے خانہ کعبہ کے نہ آویں۔ بعد اس سال کے۔ اور ان سے اگر ڈرتے ہو فقیری سے پس خدا تم کو تونگر کر دیگا اپنے فضل سے۔

سورہ نساء فعند اللہ مغانم کثیرۃ

ترجمہ اللہ کے یہاں غنیمتیں یعنے لوٹ کا مال بہت (یعنی جب تم جہاد کرو گے۔ تو بہت سا مال لوٹو گے۔ جو تم کو اللہ دیگا۔)

سورہ احزاب واورثکم ارضہم ودیارہم واموالہم وارضا لم تطؤوہا وکان اللہ علی کل شیء قدیرا +

آ رکی ہے۔ کہ عوض اُن گستاخیوں اور بیہودگیوں کے جو محمد سے وقوع میں آئیں یہ عنایت سر حال پر ہے۔ واقعی کوئی معبود لائق پرستش سوائے خدا وحدہٗ لاشریک کے نہیں۔ مگر تصدیق نبوت میں تامل کیا۔ عباس نے کہا کہ زبان بتصدیق نبوت کھول ورنہ خیر نہیں۔ ابو سفیان نے ناچار تصدیق نبوت کی۔ اور مشرف باسلام ہوا۔ تب عباس نے حضرت اقدس نبوی میں عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ۔ ابو سفیان جاہ و شرف کو دوست رکھتا ہے۔ اسکو کسی مرتبے سے مخصوص رکھ۔ کہ درمیان فریقین کے اسکی عزت اور امتیاز ہو۔ آپ نے (محمد نے) اسکو اس حکم سے عزت بخشی کہ جو کوئی گھر ابو سفیان میں داخل ہو۔ وہ امن پانیوالا ہے۔ القصہ رخصت لیکر جانب مکہ روانہ ہوا۔ عباس نے اس وقت دیکھکر اور جناب نبوی سے مشورہ لیکر ابو سفیان کے پیچھے گئے۔ وہ وہاں جا کر کہا۔ مت ڈر۔ عسکر حضرت عباس نے ابو سفیان کو کنارہ رستے پر کھڑا کیا۔ تاکہ سب لشکر اسلام کو دیکھ لے۔ اور ہیبت اس پر ہو جائے۔ تاکہ پھر مرتد نہ ہووے۔ جب لشکر اسلام ابو سفیان کے سامنے سے نکل گیا۔ لوگوں نے کہا۔ جلد جا۔ اور قریش کو خوف دلا کر اور سمجھا کر حلقہ اسلام میں لا۔ تاکہ جائیں ان کی مرگ سے امان پاویں۔ تب ابو سفیان جلد تر جانب مکہ روانہ ہوا۔ (دیکھو تاریخ انبیا صفحہ ۲۲۵ و ۲۲۶ سنہ ۱۲۸۱ھ اور ایسا ہی ذکر کتاب سیرت الرسل و تفسیر حسینی جلد ا سورہ توبہ صفحہ ۲۰۰ میں ہے۔)

جس قدر جو ریزی اور لوٹ مار سے اہل عرب مسلمان ہوئے ہیں۔ اگر ان کی مفصل فہرست لکھی جاوے تو ایک دفتر چاہیئے۔ سو ان ہم اختصار پر نظر رکھکر اصل حال عرض کرتے ہیں۔

(۱) غزوہ ودان (۲) غزوہ بواط (۳) غزوہ العشیرہ (۴) غزوہ بدر اولےٰ (۵) غزوہ بدر (۶) غزوہ الکدر (۷) غزوہ الانمار (۸) غزوہ غطفان (۹) غزوہ سویق (۱۰) غزوہ احد (۱۱) غزوہ حمرا الاسد (۱۲) غزوہ ذات الرقاع (۱۳) غزوہ بدر الموعد (۱۴) غزوہ دومۃ الجندل (۱۵) غزوہ بنی مصطلق (۱۶) غزوہ بنی النضیر (۱۷) غزوہ خندق (۱۸) غزوہ بنی لحیان (۱۹) غزوہ ذی قرد (۲۰) غزوہ فتح مکہ (۲۱) غزوہ ہوازن (۲۲) غزوہ اوطاس (۲۳) غزوہ طائف (۲۴) غزوہ بنی قینقاع (۲۵) غزوہ بنی النضیر (۲۶) غزوہ بنی قریظہ (۲۷) غزوہ تبوک

ان ۲۷ مشہور غزوات کے سوا اور بہت سے خورد جنگ ہوئے ہیں۔ جنکی کل تعداد ۸۰ کے قریب پہنچتی ہے۔ اس قسم کے متعدد مقاما و مجادلہ کے بعد جان کے لالے پڑ جانے کے خوف سے بزدلی اعرابی مسلمان بن گئے۔ اور زندہ آدر بہادر شیر دل اعرابی جیسے ابو الحکم علی الرحمۃ وغیرہ شہید ہو گئے۔

حصار تموص کی جنگ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت علی نے حضرت محمد سے پوچھا۔ کہ کب تک قتل سے ہاتھ نہ اٹھاؤں۔ محمد نے کہا۔ کہ جب تک کہ اشہدان لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ نہ کہیں۔ تب تک قتل کر۔ (دیکھو تاریخ انبیا صفحہ ۲۴۳ سطر ۱۵ و ۱۶ سنہ ۱۲۸۱ھ)

ف یہ ایک جگہ کا نام ہے۔ ۲ بواط ایک پہاڑی کا نام ہے۔ ۳ عشیرہ ایک گاؤں کا نام ہے۔ ۴ بدر نام ایک چاہ کا ہے۔ ۵ یہ بھی اسی چاہ کا نام ہے ۶ یہ ایک چشمے کا نام ہے۔ ۷ یہ محلہ نجد کی طرف ہوا تھا۔ ۸ سویق ستو کو کہتے ہیں۔ اس لڑائی میں صرف ستو برث میں آئے تھے ۱۰ احد ایک پہاڑ کا نام ہے۔ مدینے سے ۲ کوس کے فاصلہ پر ہے۔ ۱۱ یہ جگہ مدینے سے ۸ میل کے فاصلہ پر ہے ۱۲ یہ ایک جگہ کا نام ہے۔ کہ زمین وہاں کی سفید و سیاہ ہے۔ ۱۳ نام مقام کا ہے ۱۴ یہ ایک مقام ہے مدینے سے ۱۵ و ۱۶ کوس کے فاصلہ پر ہے۔ ۱۵ نام قبیلہ کا ہے۔ ۱۶ نام قبیلہ کا ہے ۱۷ نام ایک قوم کا ہے ۱۸ نام ایک قلعہ کا ہے ۱۹ نام ایک یہودی قبیلہ کا ہے۔ ۲۰ نام ایک یہودی قبیلہ کا ہے ۲۱ ایک مقام کا ہے۔

غزوہ بنی قریظہ کی بابت لکھا ہے۔ کہ سعد بن معاذ نے رسول کو کہا کہ اس بد ذات قوم یہودی کا قصہ تمام کرو۔ غرضیکہ قابل جنگ لوگ مارے گئے۔ اور زنانی قید کئے گئے۔ چنانچہ کئی سو آدمی قریظی مدینہ میں لا کر قتل کیا گیا۔ (دیکھو مولوی نور الدین صاحب کی فصل الخطاب صفحہ ۱۵۹)

صلح حدیبیہ کی بابت لکھا ہے۔ کہ محمد بن مسعود حسب ہدایت حبیب رب الودود و تشریف لے گئے۔ اور اس قوم کو پیغام دعوت اسلام کرکے پیغام جہاد دیا۔ مگر انہوں نے نہ پیغام صلح دیا اور نہ لڑنے کو باہر میدان میں نکلے۔ (دیکھو تاریخ انبیا صفحہ ۲۴۳ سنہ ۱۲۸۱ھ)

محمد صاحب کے مرنے کے بعد جو تقریر قبل از خلافت حضرت ابوبکر کے سعد بن عبادہ (جو اصحاب کبیر میں سے تھا) نے روبرو صد ہا لوگوں (مسلمان) کے کی ہے۔ اس سے سارا حال عرب کے اسلام میں لانیکا ظاہر ہوتا ہے۔

"سعد بن عبادہ نے بعد ستائش و گزارش ایزد متعال کہا کہ اے گروہ انصار تم خوب جانتے ہو کہ تمکو سب گروہ اسلام پر فضیلت ہے۔ کیونکہ محمد اپنی قوم میں بعد بعثت کے دس برس سے زیادہ رہا۔ اور سب سے امداد چاہی۔ اور دین متین کو ظاہر کرتا رہا۔ مگر سوا چند آدمیوں کے کسی نے التفات نہ کی۔ اور کوئی اس وقت مصیبت میں ساتھی نہ ہوا۔ مگر تھوڑے۔ ان مدینہ میں سکونت پذیر ہونے اور تمہاری جانفشانی کرنے سے خداوند تعالیٰ کی یہ عنایت ہوئی۔ کہ دین اسلام کو وہ ترقی ہوئی۔ کہ تم دیکھتے ہو۔ گویا اب یہ ملت محسوس حال ہے۔ کیسے کیسے عرب سرکش حلقہ بگوش و سر فروش ہوئے۔

پس خلاصہ سخن یہ ہے۔ کہ تمہاری تن فشانی اور جانفشانی کے سوائے اس کے اور کیا نتیجہ ہوگا۔ کہ اب اس دین اسلام غزا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے قضا کی۔ تو امور خلافت و ریاست تمہارے قبضے میں رہنے چاہئیں۔ سب انصار نے کہا کہ حق ہے سعد تو نے کہا۔ تیرے سوا انصار میں کوئی اشرف و افضل نہیں۔ ہم نے تجھکو اپنا سردار گردانا۔ اور تم سے بیعت کرتے ہیں۔ تجھ سے زیادہ بہتر و بہتر کوئی نہیں۔ کہ شائستہ خلافت ہو۔ اگر مہاجر اس بارہ میں کچھ اختلاف و مناقشہ کرینگے۔ تو ہم ان سے کہینگے۔ کہ اچھا امیر تمہارے خاندان میں ہی سہی۔ اور ہمارے خاندان میں بھی سہی"

(دیکھو تاریخ انبیا صفحہ ۳۷۶ سنہ ۱۲۸۱ھ)

محمد صاحب نے لوگوں سے وعدہ کیا تھا۔ کہ خزائن قیصر و کسریٰ بذریعہ غنیمت تمہارے حصہ میں آوینگے۔ مسلمان ہو جاؤ۔ پس لوگ اسی نیت سے مسلمان ہوتے تھے۔ چنانچہ اکثر مرتبہ اس وقت کے مسلمان روگرداں و پشیمان ہوتے رہے۔

(مفصل دیکھو تاریخ انبیا صفحہ ۳۳۳ سنہ ۱۲۸۱ھ)

"غزوہ بدر کبریٰ میں سعد وغیرہ مسلمانوں نے محمد صاحب کو یہ رائے دی کہ تیرے لئے ایک تخت گاہ محفوظ علیحدہ مقرر کریں۔ اور اسباب ضروری اس مامن میں رکھدیں۔ اور پھر مشغول محاربہ ہوں۔ اگر ہم غالب آویں۔ تو فہو المراد والا درصورت عکس قضیہ تو لیے بادپا پر سوار ہو کر اپنے تئیں داخل مدینہ کرنا۔ آں حضرت نے سعد کی رائے پسند کی۔ اور دعا خیر دی۔ حسب اشارات اصحاب سعادت انتساب ترتیب دارالامن میں معروف ہوئے اور آناً فاناً میں بنیاد مستحکم کیا"

(دیکھو تاریخ انبیا صفحہ ۲۰۵ سنہ ۱۲۸۱ھ دہلی)

غنیمت کے مال بانٹنے پر ہمیشہ جھگڑے ہی رہتے تھے۔ اور اسی لوٹ کے مال کی خاطر پہلے لوگ مسلمان ہوتے تھے اور اسی کی ترغیب سے مختلف وقتوں میں مسلمان ہوتے رہے۔

(دیکھو صفحہ ۱۳۰ تاریخ انبیاء)

ہجری کے سال دویم میں بے گناہ یہودیوں کا مال و اسباب لوٹا۔ اور ان کو مدینہ سے نکالدیا۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ "تمام مال و منال اس فرقہ بد اعمال کا مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اور حسب قاعدہ مقررہ بعد محراے خمس تقسیم ہوگیا"

(دیکھو صفحہ ۲۱۲ تاریخ انبیاء)

سال سوئیم ہجری میں کعب بن اشرف فصیح و بلیغ شاعر کو صرف قریش کا شاعر ہونیکی غرض و جرم میں حضرت محمد صاحب نے ایک حیلہ سوچکر ابو نائلہ و مسلمہ وغیرہ کے ہاتھوں سے قتل کروا ڈالا۔ اور ابو رافع بن ابی الحقیق کو جان نثاران حضرت نے میکا قتل کر ڈالا"۔

(دیکھو صفحہ ۲۱۲ تاریخ انبیاء ۱۲۸۱ھ)

جنگ احد کے ذکر میں لکھا ہے۔ کہ جناب سرور کائنات کی پاسبانی و حفاظت میں مہاجر و انصار نے مبالغہ کیا۔ اس لڑائی ہی میں قریشیوں نے اتفاق کیا تھا۔ اس میں اکثر اصحاب رسول و چار مہاجر و چھبیس شمر انصار میدان کارزار میں مارے گئے۔ محمد صاحب گڑھے میں گر پڑے پاؤں میں جراحت آیا۔ لرزہ جاری ہوگیا بڑی مشکل سے طلحہ نے اندر اتر کر کاندھے پر چڑھایا اور علی نے آہستہ آہستہ ہاتھ پکڑ کر باہر کو کھینچا۔ اور جسوقت سرور کائنات باہر نکلے۔ تو حضرت کو مجروح دیکھا۔ اور دنداں مبارک کو شہید پایا۔ زخموں سے خون جاری تھا۔ عام تشویش پھیل گئی تھی۔ کہ محمد صاحب مر گئے۔ امیر حمزہ وغیرہ مارے گئے۔ قریش کی عورتوں نے ان کے ناک کان کاٹ لئے"۔

(صفحہ ۲۱۰ و ۲۱۷ تاریخ انبیاء ۱۲۸۱ء)

اگر خدا کرتا۔ کہ وہ ذراسی اور ہمت کرتیں۔ محمدی اسلام کا نام و نشان نہ رہتا۔ مگر افسوس کہ سستی کی سوا انہوں نے سچ کہا ہے۔ کار امروز بفردا سپختن

حضرت کے مرنے پر بڑا اختلاف اور بغض و عناد تمام عرب میں پھیلا۔ ہر ایک گروہ رسالت کا طالب تھا۔ اور دوسرے کا مخالف

(دیکھو تاریخ انبیاء صفحہ ۲۷۱ سے ۲۷۴ تک)

رسالہ معجزات میں لکھا ہے۔ کہ بعد وفات حضرت سب قبائل عرب مرتد ہو گئے۔

سورۃ المائدہ يا ايها الذين آمنوا من يرتد منكم عن دينه فسوف ياتي الله بقوم يحبهم ويحبونه اذلة على المومنين اعزة على الكافرين ويجاهدون في سبيل الله[5]

اس پر تفسیر جلالین میں لکھا ہے۔ " بالفك والادغام يرجع الى الكفر اخبار اياه علم الله تعالى و قوعه وقد ارتد جماعة بعد موت النبي صلى الله عليه وسلم بدلهم قال على الله عليه وسلم هم قوم هذا واشار الى ابي موسى الاشعري رواه الحاكم في صحيحه عاطفين على المومنين شد على الكافرين يجاهدون في سبيل الله

دیکھو صفحہ ۱۰۲ جلد اول)

اور حاشیہ قرآن پر لکھا ہے۔ " ایں در زماں حضرت ابو بکر صدیق متحقق شد۔ مہاجران و انصار و تابعان ایشاں با مرتدان جہاد کردند۔ (صفحہ حاشیہ ۱۱۰ ترجمہ شاہ ولی اللہ)

اسی پر تفسیر حسینی والے نے لکھا ہے۔ کہ بعد از وفات حضرت رسالت پناہ تمام عرب مرتد شدند۔ الا اہل مکہ و مدینہ و عبد القیس از نجران و بنو نخع ارداوں رکوہ باز ایستادند۔ و جمع بر مسلمہ کذاب و طلیحہ اسدی و سجاح کاہنہ جمع شدند۔ و مرکب ایشاں اعتراف کردند"

اور صحیحین میں ابو عبیدہ سے مروی ہے۔ کہ جسوقت وفات محمد کی خبر مکہ میں پہنچی۔ اکثر اہل مکہ نے چاہا۔ کہ محمدی اسلام سے منحرف ہو دیں۔ چنانچہ اصحاب عامل مکہ کئی روز تک خوف کے مارے گھر سے نہ نکلا

پھر لکھا ہے۔ کہ محمد کے مرنے پر جو لوگ اسلام سے پھر گئے۔ وہ بھی تلوار سے مغلوب ہو گئے گئے۔

آخر کار یہ فساد بڑھتے بڑھتے نوبت یہاں تک پہنچی کہ خلافت علی کے وقت میں طلحہ و زبیر و عائشہ زوجہ محمد صاحب و معاویہ علیہ الرحمۃ والی ملک شام کا حضرت و دیگر مسلمانوں کے ساتھ جنگ ہوا۔ بی بی عائشہ نے طلحہ کی ترغیب و صلاح و الفت سے جنگ کیا۔ سب شام کے مسلمان علی کے مارنے پر مستعد تھے۔ جس میں حضرت علی سوا ایک لاکھ ساٹھ ہزار فوج کیے اور حضرت معاویہ وغیرہ بھی مع لشکر کثیر کے کنارہ فرات پر جنگ کرنے آئے۔ چھ ماہ لڑائی ہوتی رہی۔ ستر ہزار آدمی علی کی طرف کے اور ایک لاکھ بیس ہزار معاویہ کی طرف سے مسلمان مارے گئے۔ معاویہ نے صلح کا پیغام بھیجا علی نے نامنظور کیا۔ تا آنکہ جنگ لیلۃ الہریر واقع ہوئی۔ اس جنگ میں طرفین کے اور ۳۶ ہزار آدمی مارے گئے۔ آخر کار ۱۲۰۰۰۰ + ۷۰۰۰۰ + ۳۶۰۰۰ کل ۲۲۶۰۰۰ دو لاکھ چھبیس ہزار مسلمانوں کے قتل کے بعد صلح ہوئی۔ ابن ملجم مصری مومن ایماندار نے کمال محبت سے ایک عورت سے نکاح کی عوض علی کو مار ڈالا۔ اس قطامہ نام ایماندار مومنہ نے اپنے مہر میں علی کا قتل لکھوایا تھا۔ اس طرح عرب میں دین اسلام پھیلا۔ اور کم ہوا۔

(دیکھو تاریخ انبیاء صفحہ ۴۴۵ و ۴۴۶ ۱۲۸۱ھ دہلی)

یہی معاویہ و علی کے جنگ کی آتش مدت تک شعلہ زن رہی اور اسی کا آخری نتیجہ یہ تھا۔ کہ حسن و حسین فرزندان علی و یزید ابن معاویہ میں امامت کا جھگڑا ہوا۔ اور بیشمار مسلمان طرفین کے قتل ہوئے۔

(دیکھو جنگ نامہ حامد)

جو لوگ مسلمان ہوئے تھے۔ ان کو مال و اولاد واپس ملتا تھا۔ قتل سے بچ جاتے تھے۔ اسواسطے اکثر قبیلہ عرب جب لڑتے لڑتے خون کی ندیاں بہاتے بہاتے تنگ آ گئے۔ مجبوراً مسلمان ہو گئے۔ چنانچہ لکھا ہے "غزوہ طائف میں بعد فتح کے ایک جماعت ہوازن نے اسلام قبول کیا۔ اور آپ نے بمقتضائے عطوفت جبلی مال اور انکی اولاد کو واپس دیا۔ پھر مالک بن عوف کہ سردار قوم لشکر کفار جبیں و طائف تھا۔ عاجز ہو کر مشرف باسلام ہوا۔ سو تشریح سوا اہل و عیال ان کو انعام عطا فرمائے۔ اور ان کو اوپر طائف کے عامل کیا۔

(دیکھو تاریخ انبیاء صفحہ ۲۳۶ ۱۲۸۱ھ)

ذکر سال نہم میں لکھا ہے۔ کہ گروہ کے گروہ قبائل عرب کے شوکت و ترقی اسلام دیکھکر شرف اندوز اسلام ہوئے یہاں تک کہ نام اس سال کا سنۃ الوفود کہتے ہیں۔ (تاریخ انبیاء ۱۲۸۱ھ)

" پھر لکھا ہے۔ کہ الغرض علی التواتر فتح پر فتح نصیب اولیاء دین محمدی کے ہوئیں۔ اور گروہ گروہ مخلوق اہل شرک و بدعت سرگردان و پریشان وادی ادبار

[5] اس کا ترجمہ یہ ہے۔ اے مومنان ہر کہ از شما برگردد از دین خود پس خواہد آورد خدا گروہے را دوست میدارد ایشاں را و ایشاں دوست میدارند۔ او را متواضع اند برائے مومنان و درشت طبع اند بر کافراں جہاد میکنند در راہ خدا۔

[5] - عزاۃ جنگ باز دشمن دین غازی اور دشمن دین کارزار کنندہ و جہاد و مجاہدہ کارزار کردن با دشمنان در راہ خدا است (منتہی الارب ربع الاول والثالث صفحہ ۳۱۴ و ۲۹۰ مطبع سرکاری لاہور ۱۸۶۱ء)

و انکسار کے ہو گئے۔ اور حلقہ اطاعت اسلام میں داخل ہو کر رسوم کفر و بدعت کو بھول گئے

(تاریخ انبیا صفحہ ۳۸۹ و ۳۹۰)

اب تک غلامی کا دستور عرب میں ہے۔ اور وہ حضرت کے وقت سے جاری ہے۔ لونڈی اور غلام جسطرح کہ بکتے ہیں اور خواجہ سرا بنائے جاتے ہیں۔ اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بلکہ روضہ مطہرہ رسول اسلام پر خواجہ سراؤں کا تعین ہے۔ نہایت قابل افسوس اور خصی کیا جاتا ہے۔ کہ دین اسلام میں خصی کرنا جائز نہیں

ایک لائق اور قابل قدر مؤرخ لکھتا ہے۔ کہ عرب والے نوح کی اولاد سے نہیں ہیں۔ بلکہ سام پسر کرشن جی کی اولاد سے ہیں۔ اور اسیواسطے وہ سامی کہلاتے ہیں۔ دوارکا سے خارج ہو جانے کے بعد سام جی عرب میں مع اپنے رشتہ داروں و ملازموں کے گئے اور اسی روز سے عرب آباد ہوا۔ ورنہ پہلے اس سے وہاں آبادی نہیں تھی۔ اور عرب سنسکرت کا ہے۔ (یعنی آریہ) (آریوں کا راستہ) ملک مصر کو آریوں کے جانیکا راستہ اور یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ عرب کا انگریزی نام اریبیہ کے دیکھنے سے پس درحقیقت اہل عرب سام جی پسر کرشن جی کی اولاد ہیں۔

روم کس طرح مسلمان ہوا

جس طرح ہم نے عرب کی بابت تواریخ معتبرہ کی شہادت سے ثابت کیا ہے کہ وہ کس طرح جور و ظلم سے مجبور ہو کر مسلمان ہوا۔ اور کس قدر لوٹ کھسوٹ سے دین محمدی کس غرض سے پھیلایا گیا۔ وہی حال بعینہ روم و شام کا ہے۔ چنانچہ مفصل حال اس فتوح الشام میں مندرج ہے۔ اور درحقیقت وہ دیکھنے کے لائق اور دین اسلام کی قدر جاننے کیواسطے عمدہ کتاب ہے۔

"معاذ بن جبل نے جو ابوعبیدہ کی طرف سے سفیر بن کر گیا تھا۔ بطارقہ حاکم روم کو کہا کہ یا تو ایمان لاؤ۔ قرآن و محمد پر یا ہمیں جزیہ دو۔ ورنہ اس نزاع کا فیصلہ شمشیر کریگی۔ ہوشیار رہو"

(دیکھو تاریخ انبیا صفحہ ۳۱۳ سنہ ۱۲۸۱ھ)

پھر لکھا ہے۔ ابوعبیدہ نے جو عرضی امیرالمؤمنین عمر کو لکھی۔ اس میں لکھا تھا۔ کہ لشکر اسلام اطراف و جوانب کو اس واسطے روانہ کیا ہے۔ کہ ہر طرف جاؤ۔ جو دین قبول کریں انکو امان دو۔ اور جو دین متین نہ قبول کریں ان کو تیغ بیدریغ کا رزق کرو۔ (صفحہ ۱۳ تاریخ انبیا سنہ ۱۲۸۱ھ)

حضرت ابوبکر نے اسامہ کو سپہ سالار مقرر کر کے مع لشکر جرار غزا و جہاد کیواسطے شام کے ملک میں بھیجا۔ اس نے وہاں جا کر وہ قلع قمع کیا۔ کہ تمام کفار کا ناک میں دم کیا۔ اور گھبرا کر اپنے مواطن و مساکن کو چھوڑ بھاگے اور مارتا دھاڑتا وہاں تک جا پہنچا۔ اس عالی کی مخلوق سے بدلا لیا۔ اور پھر سالماً غانماً بہت سا اسباب غنیمت لیکر حضرت خلیفہ رسول میں حاضر ہوا۔ اس وقت اہل تعصب و عناد کی کمر ٹوٹ گئی۔ کیونکہ ان لوگوں کا گمان تھا۔ کہ اب اسلام میں بند و بست نہ رہیگا۔ اور اس قدر قوت نہ ہوگی کہ جہاد کر سکیں

(دیکھو تاریخ انبیا صفحہ ۳۷۶ و ۳۷۷ سنہ ۱۲۸۱ھ)

شام کی فتح کیواسطے جو خطوط طلب اہل مکہ معظمہ کے واسطے جہاد کے حضرت ابوبکر صدیق نے لکھے۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ اسے جہاد عدو ہم والسلام (دیکھو صفحہ ۳۔ جلد اول فتوح الشام مطبوعہ نولکشور سنہ ۱۲۶۷ھ)

پھر وہی فاضل مؤرخ لوٹ کے بہت سا مال ہاتھ آنیکا ذکر کر کے لکھتا ہے کہ یزید بن ابی سفیان و ربیعہ بن عامر سرداران لشکر نے کہا مناسب ہے کہ سب مال جو رومیوں سے ہاتھ لگا ہے۔ حضرت صدیق کے حضور میں بھیجا جاوے۔ تاکہ مسلمان اس کو دیکھ کر قصد جہاد رومیوں کا کریں"

(فتوح الشام جلد اول صفحہ ۱۳ سنہ ۱۲۶۷ھ)

"حضرت ابوبکر صدیق بوقت روانگی ملک شام کے یہ وصیت عمرو بن العاص کو کرتے تھے۔ کہ ڈرتے رہو خدا سے اور اس کی راہ میں جہاد اور کفاروں کو قتل کرو۔

(جلد اول فتوح الشام صفحہ ۱۹)

"ایک جنگ میں ملک شام چھ سو قیدی پکڑے آئے۔ عمرو بن العاص نے ان پر دین اسلام پیش کیا۔ پس کوئی ان میں سے مسلمان نہ ہوا۔ پھر حکم ہوا کہ ان کی گردن ماری جائیں"

(جلد اول فتوح الشام صفحہ ۲۵ نولکشور)

دمشق کے محاصرے کے جنگ میں لکھا ہے۔ پھر خالد بن ولید نے کلوجس و عزرائیل کو اپنے سامنے بلا کر ان پر اسلام عرض کیا۔ مگر انہوں نے انکار کیا۔ پس بموجب حکم خالد بن ولید کے ضرار بن الازور نے عزرائیل کو اور رافع بن عمیرۃ الطائی نے کلوجس کو قتل کیا"

(فتوح الشام جلد اول صفحہ ۵۲ نولکشور)

کتاب کارنامہ ترک حصہ اول مطبوعہ دہلی میں لکھا ہے۔ کہ تین سو سال تک بحکم سلطان روم ہر سال ایکہزار عیسائیوں کا بچہ جبراً چھین تاتاری فوج میں بھرتی کر مسلمان کیا جاتا تھا۔ اور ان کو عیسائیوں کے قتل اور جنگ پر آمادہ کیا جاتا تھا۔ اور یہاں تک ہی صبر نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ عیسائیوں کے نہایت خوبصورت بچے ہزار ہا ہر سال غلمان بنائے جاتے تھے اور ان سے رومی دیندار مسلمان خلاف وضع فطری کے مرتکب ہوتے تھے۔ اور جوان ہو کر انہیں جانبازوں کے گروہ میں شامل کیا جاتا تھا۔ کہ بہشت کے وارث ہوں۔ المختصر (مفصل دیکھو اصل کتاب) جسطرح خلفائے کے وقت میں جبراً گرجے گرائے جاتے تھے۔ و برباد کئے جاتے تھے۔ اسی طرح شاہ روم نے بھی ظلم و ستم سے گرجاؤں کو مسجد بنا دیا۔

فارس (ایران) کس طرح مسلمان ہوا

اس کا حال روضۃ الصفا جلد دوم و کتاب سند التواریخ میں لکھا ہے۔ جسکا خلاصہ یہ ہے۔ کہ عمر نے بعد خلیفہ ہونے کے لشکر عرب کو یہ حکم دیکر ایران میں بھیجا کہ اگر اس ملک کے لوگ خوشی سے دین محمدی قبول کریں تو بہتر۔ نہیں تو ان سے محاربہ و مقابلہ کر کے انہیں بزور شمشیر قرآن کا معتقد اور محمد کا تابع کرو۔ جبکہ ایرانیوں نے دین اسلام قبول کرنے سے انکار کیا۔ تو لشکر عرب نے لڑائی شروع کر کے تین بار ایران کی سپاہ سے شکست کھائی۔ مگر چوتھی بار ایران پر غالب ہو کر دریائے فرات کے گرد و نواح کے ملک پر دخل کیا۔ اس کے بعد شہریار کا بیٹا یزدجرد کہ خسرو پرویز کے پوتوں اور ساسانیہ خاندان شاہوں میں سے آخری بادشاہ تھا۔ ایران کے تخت پر بیٹھا۔ اس وقت سعد ابن وقاص نے جو عرب کے لشکر کا سردار تھا۔ (گویا ایرانیوں کو محمدی بنانے کا ٹھیکہ دار تھا) یزدجرد کے پاس ایلچی بھیجا۔ تاکہ اسے دین محمدی قبول کراوے یا اگر وہ قبول نہ کرے۔ تو لڑائی کرے۔ لیکن یزدجرد نے اس کی بات نہ مانی۔ بلکہ خفا ہو کر لڑائی کی طیاری کا حکم دیا۔ اور بہت سی سپاہ جمع کر کے مقابلہ کیا۔ یہ میدان جنگ مقام قادسیہ پر ہوا۔ جب فریقین کے مقابلہ کے بعد لشکر ایران نے شکست کھائی تو بابل و دمشق عربوں کے ہاتھ آیا۔ اور پھر اکیسویں سال ہجری میں شہر ہمدان کے پاس نہاوند کے میدان میں دوبارہ لشکر عرب نے سپاہ ایران کو شکست دیکر

سامنے ایران پر قبضہ کر لیا۔ اور یزدجرد بھاگ کر مرو کے پاس ایک آسیابان کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور اسی طرح تمام ایران خلفاء کے تحت حکومت میں آ گیا۔ اور دو سو برس عربوں نے اس ملک میں حکومت کی۔ اکثر ایرانیوں نے خلفاء اور اُن کے ڈر سے محمدی مذہب قبول کیا۔ اور جنہوں نے قبول نہ کیا۔ وہ عربوں کے ہاتھوں سے قتل ہوئے۔ یا وطن سے نکل کر بلوچستان۔ افغانستان۔ ہندوستان کی طرف گئے چنانچہ ان کی نسل اب تک ان ملکوں میں باقی اور زردشتی طریق میں ہو کر گبر کہلاتے ہیں۔ خلاصہ سب کا یہ ہے۔ کہ ایرانیوں نے مذہب اسلام کچھ اس سبب سے دین محمدی قبول نہیں کیا۔ کہ اس طریق میں تعلیم پا کر اور قرآن کے مطلب اور معنی سمجھ کر یا سوچ کر دریافت کیا ہو۔ کہ قرآن زردشتی مذہب پر (معاذ اللہ) غالب ہے۔ بلکہ یہ بات صرف لشکر عرب کے زور و ظلم سے ظہور میں آئی" (از طریق الحیات فصل ۲ صفحہ ۷۰)

پھر لکھا ہے۔ "امیر المومنین سعید بن العاص را قائم المقام گردانیدہ و بہ سال لطرف طبرستان رفت امیر المومنین حسن حسین علیہ السلام نیز در آں یورش تشریف داشتند۔ واز میامن قدوم حسنات لزوم ایشاں ولائت جرجان کہ دار الملک استرآباد است مفتوح شد۔ وعوض صلح مردم جرجان دو لیست ہزار دینار تسلیم کردند۔ و اسلام آوردہ جانہ خویش آرد گردانیدند" (تاریخ فرشتہ صفحہ ۱۶ ذکر ظہور اسلام)

عربی زبان کے مشہور و معروف فاضل ڈاکٹر لائٹنر صاحب فرماتے ہیں " حضرت عمر نے ۱۳ھ میں حملہ ہوتے (کسرای) نوشیروان کے ایران کو خراب کیا۔ اور کتابخانوں کو جلایا۔ اور پانی میں ڈبویا۔ اور یہی حال سکندریہ کا کیا (سنین الاسلام حصہ اول)

پھر ایک لائق مورخ مولوی ذکاء اللہ صاحب فرماتے ہیں " پارسی بمبئی میں کثرت سے رہتے ہیں اُن کے یہاں آباد ہونے کا سبب یہ ہے۔ کہ ساتویں صدی میں جب ایران میں اہل اسلام کا تسلط ہوا۔ اور ساسانیوں کا خاندان تہ و بالا ہوا۔ تو یہ خوف کے مارے ادھر بھاگ آئے۔ وہ اپنی ہی رسم و آئین کے پابند بدستور چلے جاتے ہیں" (تاریخ ہند حصہ اول فصل ۲ صفحہ ۸)

پھر ایک اور تاریخ میں جو بلحاظ تحقیقات کے بہت زیادہ معتبر ہے لکھا ہے خلیفہ عمر نے ایران کی نعمتوں کو سب اہل لشکر کو یاد کرا کر کہا کہ یہ نعمت و غنیمت ہاتھ آئیگی۔ جب تک کہ سفر کو اوپر حضر کے اور محنت کو اوپر راحت کے مقدم اور اختیار نہ کرو گے۔ مناسب ہے۔ کہ تم تساہل کو رہا نہ رکھو اور جہاد و غزا کو مستلزم حصول مرادات دارین سمجھو۔ چنانچہ ابو عبیدہ کو سپہ سالار کر کے ایک کثیر فوج بنا بر فتح ایران روانہ کی (دیکھو تاریخ انبیاء صفحہ ۱۱۴)

جاپان نام ایک بہادر ایرانی جب مقابلہ میں گرا۔ اور منتظر اس کا سر کاٹنے لگا تب اس نے (ڈر کے مارے) کلمہ پڑھا۔ کہ میں مسلمان ہوں۔ چنانچہ وہ زمرہ اہل اسلام میں داخل ہوا۔ اور بڑا مرتبہ پایا (دیکھو تاریخ انبیاء صفحہ ۴۱۲)

یزدجرد بادشاہ ایران کی شکست کا حال لکھتے ہوئے ایک مسلمان مورخ لکھتا ہے۔ کہ یزدجرد کی فوج کے سردار کو (جو اسوقت سپہ سالار تھا) ایک بد معاش نجومی نے گمراہ کر دیا۔ جس سے وہ بزدل ہو گیا۔ اور یہی بات عربوں کی فتح کی باعث ہوئی۔ (دیکھو تاریخ انبیاء صفحہ ۴۱۸)

مصر و مراکو وغیرہ کس طرح مسلمان ہوئے

عربی کے فاضل اور تواریخ عرب کے ماہر لائق ڈاکٹر لائٹنر صاحب فرماتے ہیں " حضرت عمر کی خلافت کے ۶۴۰ء میں ابوبکر عمر ابن العاص نے حملہ کیا۔ شہر سکندریہ فتح ہوا۔ اور لوٹا گیا کتب خانہ وہاں کا ہیرم کی جگہ جلایا گیا۔ اس جگہ پہلا کتب خانہ جو بادشاہان ٹالومیز نے مرتب کیا تھا۔ وہ تو آگے ہی قیصر روم کے حکم سے جلایا گیا تھا۔ اس کے بعد یہ کتب خانہ طیار ہوا تھا۔ وہ حضرت عمر کے حکم سے جلایا گیا۔ (دیکھو سنین الاسلام حصہ دوم ۱۸۶۲ء صفحہ ۸۰)

محمد صاحب کے ایک خط میں جو نام مقوقس بن راعیل حاکم اور بادشاہ مصر و سکندریہ کے لکھا گیا تھا۔ یہ عبارت ہے " والا تذار مقاتلہ الکفار حتی یدخلوا الناس بدینی ویدخلوا فی ملتی (یعنی خدا نے مجھے حکم کیا ہے۔ لڑنے اور لڑائی کا کفار سے یہاں تک کہ ڈر آویں وہ لوگ میرے دین میں اور داخل ہوں میرے مذہب میں" (دیکھو فتوح المصر مطبوعہ نولکشور ۱۲۸۶ھ صفحہ ۴۲۴ و ۴۲۵)

پھر لکھا ہے "کہ حدیث میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ کہ الحرب خدعۃ۔ یعنی لڑائی انعام پاتی ہے۔ ساتھ فریب کے" (دیکھو فتوح المصر صفحہ ۴۲۵ نولکشور ۱۲۸۶ھ)

عمرو بن العاص نے بادشاہ مصر کے سامنے بیان کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تائید کی ہماری بہ سبب تلوار کے اور اسی تلوار کے سبب سے ذلیل کیا ہم نے مشرکین کو (دیکھو فتوح المصر ۱۲۸۶ھ صفحہ ۴۴۵)

صدہا باشندگان مصر بیگناہ سوئے ہوئے قتل کئے گئے۔ اور کچھ ان میں سے قید کر لئے گئے۔ اُن کی بابت لکھا ہے۔ "بعد اس کے عرض کیا ان پر اسلام کو مگر سبھوں نے انکار کیا۔ پس ماری گئیں گردنیں ان کی" (دیکھو تاریخ فتوح المصر ۴۶۳ و ۴۶۴)

پولیس قس عیسائی پر عرض کیا اسلام پس انکار کیا۔ اور کہا کہ بھاگا میں شام سے مصر میں۔ پر ڈال دیا مجھکو مسیح نے تمہارے ہاتھوں میں۔ نہیں شک کرتا ہوں میں کہ مسیح مسلم ہیں۔ اور میں کافر ہوں۔ تمہارے دین کے ساتھ پس ماری خالد نے گردن اُس کی (فتوح المصر ۱۲۸۶ھ صفحہ ۴۶۷)

تیرہ سو مرد قبطی قید کئے گئے۔ جن میں سے حکم ہوا۔ کہ جو اسلام قبول کرے اسے رہائی دو۔ ورنہ سب کو مار ڈالو۔ چنانچہ عرض کیا اسلام کو اُن پر خالد نے۔ پس انکار کی اکثروں نے۔ اور جس نے اسلام قبول کیا۔ چھوڑ دیا خالد نے اسکو اور نیکی کی ساتھ اس کے۔ اور جس نے انکار کیا۔ اسلام سے حکم کیا خالد نے اسکی گردن مار دینیکا (از فتوح المصر صفحہ ۴۹۵ ۱۲۸۶ھ)

اسی تاریخ میں اکثر جگہ لکھا ہے "کہ جب یوں قتل شروع کیا۔ اور لوگوں کی جورو دختر وغیرہ چھینے لگے۔ تو بخوف قتل اور امید رہائی کے ہزاروں لوگ مسلمان ہو گئے۔ (مفصل دیکھو فتوح المصر صفحہ ۴۸۴ و ۵۱۲)

اور اگر کوئی مفصل حال۔ مکاری۔ فریب دروغگوئی سپہ سالاران لشکر محمدیہ کی دیکھنا چاہئے۔ تو دیکھے (فتوح المصر کے صفحات ۴۲۶ و ۴۲۷ و ۴۴۳ و ۴۴۴ و ۴۶۳ و ۴۷۰ و ۴۷۱)

بلوچستان کس طرح مسلمان ہوا

محمود ۳۹۷ھ میں تخت پر بیٹھا۔ اور ۴۲۱ھ میں مر گیا۔ مطابق ۱۰۳۰ء کے چنانچہ لکھا ہے۔

" درہیں ایام خبر رسید کہ مردم قیرات (قلات) ونار دین کہ از ممالک سرحد ہندوستان است۔ قلادہ مسلمانی در گردن نینداختہ اند و سراز اطاعت والقیاد شریعت محمدی پیچیدہ۔ بیشتر بت پرست اند۔ سلطان محمود لشکر جمع آوردہ از قسیم و رسو دگر آہنگر و سنگ تراش جمع کثیر ہمراہ گرفتہ روبآں دیار نہاد۔ نخست قصد قیرات کردہ از صحرا

ساخت وظاہر اقرات جائے ہست سبر وما بین ہند وترکستان میوہ بسیار دارد وچوں حاکم آنجا اطاعت کردہ معہ متوطنان آں دیار اسلام آوردہ وسلطان حاجب علی بن ارسلان جاذب را بہ تسخیر نار دین فرستاد۔ او رفتہ آنجا را مفتوح گردانید۔ چنانچہ بردہ و اموال بسیار بدست افتاد۔ وچوں بت خانہ بزرگ را کہ درآنجا بود شکستند سنگے منقر و منقش ازآنجا بیروں آمد کہ باعتقاد ایشاں از زمانے آں چہل ہزار سال شدہ بود۔ سلطان درآنجا رفتہ قلعہ ساخت" (دیکھو تاریخ فرشتہ ذکر سلطان محمود مطبوعہ نولکشور ۱۲۸۱ء صفحہ ۳۱ سطر ۱۴ سے ۱۷ تک)

بتائید رائے کرنل ٹاڈ صاحب کے کچھ شک معلوم نہیں ہوتا ہے۔ کہ بلوچستان کے اکثر فرقے ان جادوں کی نسل سے ہیں جو دوارکا کی آپس کی لڑائی کے بعد سندھ پار چلے گئے تھے۔ گوت بلوچوں کا سیمجہ کہلاتا ہے اور اس گوت کی وجہ تسمیہ کی نسبت قیاس کیا گیا ہے کہ جب یہ لوگ ہندو و آریہ تھے تو بہاعث ہونے اولاد سام بسر سری کرشن کے سامی (یا سام جا) کہلاتے تھے۔ یا خود سری کرشن کی نسل میں ہونے کے سبب سے یہ گوت مشہور ہوا۔ کیونکہ سری کرشن جی کا ایک نام سیام یا سام ابھی ہے۔ دیکھو تاریخ ملند شہر مطبوعہ ۱۸۶۷ء صفحہ ۳۸۵ و ۳۸۶)

پھر لکھا ہے "حجاج بن یوسف از قبل ولید بن عبدالملک حاکم عراقین ملک ایران و توران بود در صدد تسخیر بلاد ہندوستان شدہ محمد ہارون را در اوائل ۸۶ھ باسپاہ بر تہور بولایت مکران فرستاد۔ او بہ آنجا رسید آں ملک را مسخر و متصرف آوردہ بسیارے از ساکنان اندیار کہ بلوچیاں ازاں طائفہ اند بشرف اسلام مشرف گشتہ رعایا وآسے بارونی پرداختہ ورواج اسلام دراں طرف ازاں تاریخ ہم رسید۔" (تاریخ فرشتہ صفحہ ۱۲۱ مقالہ ہشتم نولکشور)

افغانستان کس طرح مسلمان ہوا۔

اگرچہ اس کا مفصل حال کسی ایک تاریخ میں ہم کو نہیں ملا۔ مگر جتنا موجودہ تاریخوں سے بہتل سکا۔ وہ ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

محمد قاسم فرشتہ اپنی تاریخ میں لکھتا ہے "لشکر غور و بادغیس یہ کابل فرستاد اہالی آنجا را جبراً و قہراً مطیع و منقاد گردانید۔" (جلد اول صفحہ ۱۷)

پس ظاہر ہے۔ کہ یہ لوگ بھی قرآن کو فصاحت کی ثانی جان اور محمد صاحب کو نبی گردان کر مسلمان نہیں ہوئے۔ بلکہ بزور شمشیر مسلمان بنائے گئے۔

مامون رشید نے جب اس ملک میں چڑھائی کی جو ۲۱۲ھ کا ذکر ہے۔ اس کی بابت مولوی محمد شبلی صاحب پروفیسر محمڈن کالج فرماتے ہیں۔ کہ مامون نے لشکر جرار اس ملک کی تسخیر کے واسطے روانہ کیا۔ چنانچہ اسی لشکر جرار کے خوف سے بمقابلہ تباہ ہونے کے والئے کابل مسلمان ہوا۔ (مفصل دیکھو ہیروز آف اسلام جلد دوم)

اور اسی نواح کا ایک اور حاکم بھی اس کی تلوار کے ڈر سے مسلمان ہوا۔ اور اس کا بت مکہ میں صفا و مروہ کے درمیان ڈلوایا گیا۔ (ہیروز آف اسلام)

آنریبل الفنسٹن صاحب سابق گورنر بمبئی فرماتے ہیں کہ قوم جادو سندھ کے پار بعد مرنے کرشن کے جا رہی تھی۔ (از تاریخ ہندوستان)

افغان لفظ ہی اصل میں سنسکرت کا ہے۔ اپ گان یعنی بے فائدہ ہے۔ راگ جن کا یا وہ قوم علم موسیقی سے محروم ہے۔ اور یہ بات زیادہ تشریح کی محتاج نہیں غنیمت لکھتا ہے۔ ؎

سگ اف ونے زاغاں عاں گرفتند حریفاں نام شاں افغاں گرفتند

علاوہ ازاں ابھی تک افغانستان میں ہزاروں جگہ ان کے پہلے مذہب کی علامتیں موجود ہیں۔ سوات اور بونیر کے پہاڑوں کی غاروں میں کئی طرح کی مورتیں نکلتی ہیں۔ جو ساری کی ساری ہی ہندوؤں کے دیوتاؤں کی تصویروں سے مشابہ ہیں۔ کابل سے کئی میل اس طرف جنتا ک وغیرہ مقام میں اور ایسی ہی تخت باہی اور تال گڑھی میں بھی ہندو مذہب کے ہزاروں نشان ابھی تک موجود ہیں۔ اور ان کے لباس بھی پرانے آریوں سے ملتے ہیں۔ بے تعصب مؤرخوں نے جہاں تک پٹھانوں کی بابت تحقیقات کر کے صحیح نتائج نکالے ہیں۔ وہ تمام تر ہمارے بیان کے شاہد اور ہمارے منشاء کے مطابق ہیں۔ مہابھارت کے زمانہ سے راجہ بھوج کے زمانہ تک ہندوؤں اور ان کا دھرم واحد تھا۔

چنانچہ کرنیل ٹاڈ صاحب بہت یقین سے قوم جادو کی بابت لکھتے ہیں۔ کہ اقوام افغان اصل میں یہودی نہ تھے۔ یادو تھے۔ اس بحث کو کرنیل صاحب نے بہت قابلیت کے ساتھ لکھ کر ثابت کیا ہے۔ کہ ان کا یہودی ہونا بالکل غلط ہے۔ اور ان کی رائے اور تحقیقات کی مطابقت اس قوم کی روایتوں سے بخوبی ہوتی ہے۔ مشہور ہے۔ کہ (دوارکا کے تاراج ہونے کے بعد) کرشن کی اولاد نے سندھ ندی کی دونوں طرف چند نئی ریاستیں قائم کیں۔ اور انہیں جادوؤں کے راجہ گج۔ والئے پھیرہ نے اپنا راج پچھم کی طرف بڑھایا۔ اور قلعہ گجنی جواب غزنی لکھا جاتا ہے۔ تعمیر کرایا۔ ایک دفعہ روم و خراسان کے بادشاہوں نے متفق ہو کر گجنی پر حملہ کیا۔ اس لڑائی میں راجہ گج مارا گیا۔ لیکن اس کا بیٹا سالباہن بچ کر پنجاب کو چلا آیا۔ اور اس نے پنجاب میں سلباہنپور۔ یا سلوان کوٹ (جسے اب سیالکوٹ کہتے ہیں) آباد کیا۔ اور چند سال کے بعد پھر گجنی پر دخل ہو گیا۔ چنانچہ عرب سے مسلمانوں کی آمد تک اسی کے ورثاء افغانستان میں حکمرانی کرتے رہے۔

کہتے ہیں۔ کہ مغلوں کی قوم چغتا یعنی چغتائی کا مورث چنگیز بیرہ سالباہن تھا۔ آٹھویں یا نویں صدی عیسوی میں جادو پنجاب سے نکالے گئے۔ تب انہوں نے لکھی جنگل میں پناہ لیکر اول شہر تنوٹ پھر دیرول پھر جیسلمیر اسی جنگل میں آباد کئے۔ زوال کے دنوں میں بہتیرے جادو جاٹ کہلانے لگے۔ بلکہ ہو گئے۔ اور بہتیرے اور قوموں میں رل گئے۔ جو خالص رہے۔ وہ بھی جادو کہلانے لگے۔

(دیکھو تاریخ راجستان میں حالات جیسلمیر)

"چند سال ہوئے جبکہ فوج انگریزی کی مہم ستانہ پر مولی تھی۔ انہیں ایام میں بتائید رائے کرنیل ٹاڈ صاحب کے تحقیق ہوا تھا۔ کہ علاقہ یوسف زئی میں پٹھانوں کی ایک قوم اب تک جدون (جادون) کہلاتی ہے۔ اور اس کی قدیم روایتوں کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اصل میں جادو تھے کسی زمانہ میں گجرات سے آکر یہاں آباد ہو گئے۔"

(تاریخ بلند شہر صفحہ ۱۳۱ و ۳۳۲)

نوٹ نامہ نگار کو کئی سال تک بہنگام ملازمت سرکاری پٹھانوں کے درمیان رہنا پڑا۔ برسوں کی تحقیقات سے یہی ظاہر ہوا کہ وہ لوگ اصل میں جادو تھے یوسف زئی کے علاقہ سے اوپر غیر علاقہ ہے۔ اور اس پٹہ کا نام جدون یا گدون ہے۔ اور صرف یہی نہیں۔ بلکہ وہاں کے دیہات یا مقامات کے نام اب تک سنسکرت اور آریہ زبان کے معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے رانی گھاٹ۔ کاٹلنگ۔ سواتھ۔ بونیر یا سوبیر۔ تیراہ۔ یم رودہ یا جم رود۔ ہمند۔ یا مہامند۔ چترال۔

سلہ بلوچستان میں شہر کوئٹہ کا بھی اصل نام سیالکوٹ ہے۔ جو غالباً سالباہن کا آباد کردہ ہے۔ اب غلط العام سے کوئٹہ ہو گیا ہے۔ اور اسی طرح بلوچستان کے تمام شہروں کے نام سنسکرت کے ہیں۔

قلعہ سیا رام - پشاور کے علاقہ کا اصلی نام قصبہ بگرام - اور ڈی گرام - بندر سرشہر اور تم ابلاش یا اومنا بلاق - کھٹک یا خطک یا کھٹکا - گرڑھی گوجر گرڑھی وغیرہ - پس درحقیقت پٹھان جادو (یادوں) کے خاندان سے ہیں - اور کافرستان میں سے جو کہ کابل - کشمیر - چترال - تاتار کے درمیان سیکڑوں میل کا ملک ہے - اب وہ جادو بنسی لوگ رہتے ہیں - پس یہ سارے لوگ جبراً وقہراً مسلمان ہو کر اپنے ست دھرم سے ہٹا کر محمدی بنائے گئے ✦

جادو سے جاٹ کہلانیکا یہ سبب معلوم ہوتا ہے - کہ جادوں نے (جو راجپوت تھے) کھیتی باڑی شروع کی - آوارہ گردی اور رویا کے نہ پڑھنے کے سبب اصلیت بھول گئے - دست - آریہ ورت کی اکثر زبانوں کے اندر بدل جاتے ہیں - اور فارسی میں بھی سنسکرت کی جات کا راو - ذات بنجاتا ہے - پس بعض سرحدی ملکوں میں جہاں جادو کے تھوڑے گھر ہوئے اور جاٹوں کے زیادہ تو جادو سے جاتو اور جاتو سے جاٹو بنا اور بہت جلد جاٹ ہو گیا ✦

اس کے سوائے ہماری رائے میں قوم جاٹ اصل میں جادو ہیں - اصل میں یہ شبد یادو تھا - یادو سے جادو بنا - جیسے آریہ سے آرج - بعد اس کے غلط العوام سے جاڈ اور جات ہو کر جاٹ ہو گیا - اور بہیں لوگوں نے جزیرہ جٹ لینڈ وغیرہ آباد کئے - اکثر مقامات پر اسی جادو قوم کے نشانات ملتے ہیں ✦

ہندوستان کس طرح مسلمان ہوا

مولوی ذکاء اللہ صاحب پروفیسر فرماتے ہیں - "یہ اصلی مسلمان کل مسلمانوں سے جو اس ملک میں آباد ہیں - آدھے ہونگے - باقی آدھے ایسے ہی مسلمان ہیں - جو ہندوؤں سے مسلمان ہوئے ہیں - مردم شماری سرکاری سے معلوم ہوتا ہے - کہ ہندوستان میں چار کروڑ دس لاکھ مسلمان رہتے ہیں - ان میں سے زیادہ ایسے ہیں - جو ہندوؤں سے مسلمان ہوئے ہیں - گو اسلام نے ان کے عقاید کو بدل دیا - مگر ان کے رسم و رواج کو نہ بدل سکا - گو وہ آپس میں مل جل کر کھانے پینے لگے - مگر شادی بیاہ میں اب تک گوت بچاتے ہیں - کھانے پینے میں بھی انگریزوں کے ساتھ ایسا پرہیز رکھتے ہیں - جیسے ہندو - غرض اسلام کا اثر ہندوؤں پر ایسا نہیں ہوا جیسا کہ ہندوؤں کا اثر اسلام پر ہوا ✦

(دیکھو تاریخ ہند حصہ اول فصل دوم صفحہ ۹)

اب ہم بتاتے ہیں - کہ اتنے جو مسلمان ہیں - یہ کس طرح مسلمان ہوئے ہیں اور کب سے ہوئے ہیں - اور سب سے پہلا مسلمان اس ملک میں کون تھے -

ہندوستان میں سب سے **اول مسلمان** - بابا راجپوت والی جنوز نے ۳۳۳ھ میں کھات کے حاکم سیتم کی لڑکی سے شادی کر لی اور مسلمان ہوا - مگر مسلمان ہو کر مارے شرمندگی کے خراسان چلا گیا - پھر نہ آیا - اس کا سندھ تخت پر بیٹھا -

(دیکھو آئینہ تاریخ نما صفحہ ۶ ۱۸۹۱ء)

۲۱۴ء میں خلیفہ مامون رشید نے بڑے لشکر کے ساتھ ہندوستان پر چڑھائی کی - بابا کا پوتا اس وقت چتوڑ کا حاکم تھا - نام اس کا راجہ کھوان تھا - اس سے اور مامون سے چوبیس لڑائیاں ہوئیں - لیکن آخر کار مامون شکست کھا کر ہندوستان سے بھاگ گیا - (صفحہ ۶ آئینہ تاریخ نما ۱۸۹۱ء اور دیکھو مفتاح التواریخ صفحہ ۲ ۱۸۸۳ء وقسم ثالث حصہ اول)

ہندوستان کا **دوسرا مسلمان** راجہ سکھپال نام محمود کے ہاتھ بسبب طمع حکومت کے مسلمان ہوا - مگر لکھا ہے کہ جب محمود غزنی کی طرف گیا - تو اس نے پھر ہندو بن کر اس کی اطاعت سے سر پھیرا - محمود نے ۱۰۰۸ء میں اسے پکڑ کر جرمانہ لیا اور عمر بھر کے لئے قلعہ میں قید کر دیا ✦

(صفحہ ۱۹ آئینہ تاریخ نما ۱۸۹۱ء اور مفتاح التواریخ صفحہ ۹ ۱۸۸۳ء حصہ اول)

اب ہم محمود کے ہندوستان پر آنے کی وجہ بتلاتے ہیں ✦

لتھرج صاحب فرماتے ہیں - کہ "محمود کا ہند کی دولت پر تو دانت تھا ہی - مگر ساتھ ہی یہ بھی آرزو تھی کہ بڑے بڑے بانکے راجپوتوں کو تلوار کے زور سے دین اسلام میں داخل کرے - اور اس کا سبب زیادہ تر یہ ہوا کہ خلیفہ بغداد نے اس کے مذہبی جوش کو دیکھ کر ایک گراں بہا خلعت اس کے پاس بھیجا اور امین الملت و یمین الدولہ کا خطاب دیا تھا - پس محمود نے یہ عہد کر لیا - کہ دین اسلام کے پھیلانے کے لئے ہر سال ہندوستان پر حملہ کرونگا - (دیکھو مختصر تواریخ ہند ۱۸۹۷ء لاہور صفحہ ۴۹ اور تاریخ ہندوستان صفحہ ۱۸۶)

پھر لکھا ہے "دوسرے مذہب والوں کو زبردستی مسلمان بنا لینا - یہ اس مذہب والوں کے نزدیک ان دنوں نام پیدا کرنے کے لئے ایسی بڑی بات تھی - کہ محمود سا حوصلہ دار اس عجیب بے نظیر ملک کو چھوڑ کر کسی دوسرے ملک پر دل چلاتا تھا - مرتے دم تک چھوڑ کر وہ کب ادھر آیا کرتا تھا -

(صفحہ ۱۰ آئینہ تاریخ نما ۱۸۹۱ء)

تاریخ بمبئی میں لکھا ہے - "محمود نے گنگا کے کنارے ۱۰ ہزار کے قریب مندر توڑے اور اپنے سپاہیوں کو لوٹنے اور قیدی لینے کی اجازت دی - جس نے جدھر راہ پائی بھاگ گئے - سب بیوہ اور یتیموں کی طرح پریشان ہوئے جو نقل کر نہ جا سکے - قید کئے گئے -

(صفحہ ۱۱ - آئینہ تاریخ نما ۱۸۹۱ء)

پھر لکھا ہے - "سنہ ۱ ہزار عیسوی میں محمود نے ہندوؤں پر جہاد کیا - اور بارہ دفعہ ہندوستان پر آیا ✦

(تواریخ ہندوستان صفحہ ۱۹)

پھر لکھا ہے - "محمود کی غرض ان حملوں میں جہاد کرنے اور ملک کی دولت لوٹنے سے بھی" (صفحہ ۸ مفتاح التواریخ ۱۸۹۳ء)

متھرا کے شہر میں شاہ محمود شمشیر بکف گھس گیا - اور بتوں کو پائمال و مسمار کیا - طلائی - نقرئی اصنام کو گلا ڈالا (تاریخ ہندوستان صفحہ ۸۲)

"محمود نے راستہ میں متھرا کو تاراج کیا - بیس دن تک اسے لوٹا اور مورتوں کو تڑوا کے مندروں میں برابر کام کیا - سو اونٹ نقرئی تڑی ہوئی چاندی کی مورتوں سے بھر کر لے گیا - پانچ مورتیں خالص سونے کی تھیں - ان میں ایک کا وزن ہمارے اب کے چار من سے اوپر تھا - مہابن کو قتل عام کیا - راجا اپنے بال بچوں کو مار کر آپ بھی مر رہا - اس بار محمود یہاں سے پانچ ہزار تین سو آدمیوں کو غزنی لے گیا" (صفحہ ۱۱ - آئینہ تاریخ نما ۱۸۹۱ء اور مفتاح التواریخ حصہ اول صفحہ ۱۰ ۱۸۸۳ء)

"دوسرے برس محمود نے پانچویں بار ارادہ جہاد کا کشور ہند پر کیا - اس کے دل میں ہوائے تسخیر نگرکوٹ جسکو قلعہ بھیم بھی کہتے ہیں - اور جوالا مکھی یعنی چشمہ آتش سے جو محل عجائب مخلوقات کا ہے) کچھ دور ہے - جتنا مال اس میں تھا - غارت کیا - اور غزنی کو ساتھ جمعیت بیقیاس کے مراجعت کی وہاں جا کر اس نے بڑی ضیافت کی اور اپنی رعایا کو غنائم بے بہا ہند سے سرفراز کیا"

جن کو شیر شاہ نے مسلمان کیا۔ وہ شیر شاہی کہلاتے تھے۔ اور جو سلیم شاہ کے عہد میں مسلمان ہوئے وہ سلیم شاہی مشہور تھے۔ تمیز ان دونوں قسموں میں یہ ہے۔ کہ شیر شاہیوں کی عورتیں لہنگا پہنتی ہیں۔ اور سلیم شاہیوں کی عورتیں پاجامہ استعمال کرتی ہیں۔ ان دو گوتوں کے علاوہ بھٹیاروں کے دو گوت اور بھی ہیں۔ ایک چڑیار۔ دوسرے کھتری۔ لیکن اس ضلع میں یہ دو گوت شاذ و نادر ہیں۔ بھٹیاروں میں شادی کے وقت ہندوؤں کی بعض رسوم اب تک ادا کی جاتی ہیں" (دیکھو تاریخ بلند شہر مطبوعہ ۱۸۹۰ء صفحہ ۹۹ و ۳۸۹)

نوٹ ہمارے خیال میں بھٹیارے مسلمان ہند و کہاروں سے ہوئے ہیں کہ وقت بادشاہی ڈولا اٹھانے کیلئے ہند و کہار پکڑے جاتے ہونگے جس سبب سے ڈر کے مارے غریب مسلمان ہوگئے۔ دین اسلام نے ان کی کوئی عزت نہیں کی۔ جیسے پہلے ہندو رہکر مچھلی مارا کرتے تھے۔ ویسے ہی مسلمان بنکر مچھلی مار اور چڑیار ہوگئے۔ اور پورب کیطرف کہار اپنے آپ کو حلال کھتری کہتے ہیں۔ پس مسلمان ہوکر ان کا گوت صرف کھتری رہ گیا۔ اور راشکی۔ سقاب بہشتی کہلائے۔ (مولف)

ہائے افسوس ان مسلمانوں نے اس ملیچھ کو اسی حالت میں دبا رکھا۔ ایران توران۔ شام۔ افغانستان۔ یہ حضرت مسلمان جہاں گئے یہی حال ہوا۔ ان کی عملداری میں کوئی دیش اونچی (ترقی) کی سیڑھی پر نہیں چڑھا

سکندر لودھی کے عہد میں ایک واقعہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک برہمن نے عرض کیا کہ ہندو اور مسلمان دونوں کا دین سچا ہے۔ بادشاہ نے برہمن کو قتل کروا ڈالا۔ ہندوؤں کی تیرتھ جاترا اپنی قلمرو میں بند کردی جو متھرا اور قلعہ فتح ہوتا۔ وہاں کے مندر اور مورتیں توڑ ڈالتا۔ متھرا میں ہندوؤں کی حجامت کرنی موقوف کر دی تھی۔ (دیکھو حصہ اول آئینہ تاریخ نما ۱۸۸۳ء صفحہ ۱۷۰)

ان لوگوں نے اپنی کتاب میں لکھی ہوئی بات کے سوائے کسی حدیث کا تحقیق کرنا بہت ہی برا اور لونڈی غلام بنانا ہی ساری دنیا کی آرائش مان لی (صفحہ ۵۴ و ۵۵ اقتباس تمرناشک ۱۸۸۳ء)

"سید احمد خاں صاحب فرماتے ہیں۔ کہ سیاست مدن میں ایشیا کے مسلمان نہایت ابتری کی حالت میں ہیں۔ بخارا اور خیوہ و سمرقند اور زنجبار میں جیسے شرع اور عقل اور انصاف اور اخلاق کے برخلاف سیاست کے قاعدہ جاری ہیں۔ اور جس میں بعض ظلموں کے دور کرنے کے لئے یورپ کی تربیت یافتہ گورنمنٹوں نے اپنا فرض بھی ادا کیا۔ اس سے مسلمانوں کی بہت کچھ بدنامی ہوتی ہے۔ ہاں یورپ کی دیکھا دیکھی ٹرکی اور مصر اور ٹونس میں کچھ کچھ ترقی شروع ہوئی ہے۔ اور سیاست مدن کی اصلاح ہوتی جاتی ہے ان کے پرانے تاریک خیالات بدلتے جاتے ہیں" (صفحہ ۱۵۱ تہذیب اخلاق جلد ۴)

چنانچہ ایک نامہ سے جو سلطان روم نے جنوری ۱۸۷۳ء میں شاہ بخارا کو لکھا تھا جبکہ اس نے سلطان سے بمقابلہ روس کے مدد مانگی تھی۔ شاہ بخارا و سلطان کے خیالات کا تفاوت معلوم ہوتا ہے۔

سلطان لکھتا ہے۔ کہ اب سلطنت یہ ہے۔ کہ اپنے دوست اور آشنا کو پہچانتا ہے اور سلاطین دور و نزدیک سے راہ و رسم جاری رکھتے اور رشتہ محبت والفت کو مضبوط رکھتے۔ مگر تم نے کسی سلطنت سے راہ و رسم ظاہرا پیدا نہ کی۔ اور وضع اور برتاؤ اپنا یہ رکھا۔ کہ کوئی سیاح یا کوئی وکیل کسی سلطنت کا تمہارے ملک میں وارد ہوا۔ اگر وہ قوم انگریز یا روس ہو۔ تو اس کو تم نے سر بازار قتل کیا۔ اگر اہل ایران تو شیعہ ہونے کے سبب پکڑ کے فروخت کیا۔ اور اگر باشندہ روم تھا۔ تو اس پر تہمت جاسوسی اور خفیہ نویسی لگا کر

چاہ سیاہ میں قید کر کے ہلاک کیا۔ اب انصاف کرنا چاہئے۔ کہ یہ راہ و رسم کیسی ہے جسے وہ طریقہ رکھا ہے۔ کہ کسی سلطنت کی تمہارے ساتھ دوستی نہیں۔ اور اب کس واسطے رابطہ سے امداد چاہتے ہو۔ اور بالظاہر کون سے راہ و رسم کے شاہ روس سے لڑ رہا ہوں۔

(تہذیب اخلاق صفحہ ۱۵۱ یکم شوال ۱۲۹۱ھ جلد ۴)

ایک فرنگستانی عالم و مورخ ملک ہسپانیہ میں عربوں کی کرتوت کو ان الفاظ سے شروع کرتا ہے۔ کہ عرب کی فوج نے قصبوں کو لوٹا۔ اور ملک کو برباد و تباہ کیا۔ گرجاؤں کو ناپاک کیا۔ ایک دیسی مورخ لکھتا ہے کہ جلادطلموں کی تکلیف نے فتح کنندوں کو آرام دیا۔

(دیکھو تمرناشک حصہ سوم صفحہ ۵۴ ۱۸۸۳ء بار اول)

ہندوؤں کی ہتک پر مسلمانوں کا ہمیشہ خیال رہا ہے۔ چنانچہ امیر خسرو سا بھلا مانس بھی اپنی کتاب میں ان ہندوؤں کو ان الفاظ سے یاد کرتا ہے ؎

زاغ روزاغ چہرو زاغ سرشت

مسلمان بادشاہ ہم نے تین طرح کے ٹھہرائے ہیں۔ پہلے وہ جو ڈاکوؤں کی طرح ہندوستان پر گرے۔ اور جہاد یعنی مذہبی لڑائی کے نام سے۔ لیکن اصل میں لوٹ کے مال اور لونڈی غلام کے لالچ سے آکر یہاں رہے۔ ورنہ دوچار بیت تخت پر بیٹھے۔ عمر بھر لڑتے بھڑتے رہے۔ محمد بن قاسم اور محمود غزنوی سے لیکر بابر اور ہمایوں تک اکثر اسی قسم میں ہیں۔ دوسرے وہ جنکو ملک کے انتظام کی فرصت ملی۔ اکبر سے اورنگ زیب تک اس قسم میں ہیں۔ تیسرے وہ جن کے دفعہ میں مسلمانوں کا زور گھٹا اور سلطنت کو زوال ہوا۔ (اقتباس تمرناشک صفحہ ۵۰ جلد سوم)

"خود تیمور نے اپنے ہندوستان میں آنے کے دو مقصد لکھے ہیں۔ اسلام کے دشمن کافروں سے لڑنا اس دین کی لڑائی سے عاقبت کی بخشش کا امیدوار۔ اور دوسرا دنیا کا کہ مسلمانوں کی فوج کافروں کا مال لوٹے اور فائدہ اٹھاوے۔ مسلمانوں کو لوٹے کا مال ایسا حلال ہے۔ جیسا کہ دودھ"

(صفحہ ۵۸ تمرناشک کے حصہ سوم اور ملفوظات تموری) اور دیکھو تیمور کے ظلم (اقتباس تمرناشک کی جلد سوم صفحہ ۵۶ و ۶۸ و ۶۹ بار اول ۱۸۸۳ء)

محمد بن قاسم نے سندھ فتح کرنے پر تیس ہزار آدمی قید کئے ان میں سے چھ ہزار راجہ کے سر کے ساتھ بغداد خلیفہ ولید کے پاس بھیجے خلیفہ نے کچھ کو بیچا۔ کچھ کو انعام میں بانٹ دیا۔ راجہ کی بھانجی بچاری جیا کو اپنے بھتیجے کے حوالہ کیا۔ اور محمد بن قاسم کو لکھا کافروں کو امان ہرگز نہ دینی چاہئے۔ سب کو ہلاک کرنا چاہئے۔ صرف ان کو جیتا رکھو۔ جو بڑے درجے کے ہوں۔ یہی خدا کا حکم ہے۔

"دیپال میں مندر ڈھائے گئے مسجدیں بنیں۔ تین روز تک قتل عام رہی۔ قیدی غلام بنائے گئے۔ لوٹ اکٹھی کی گئی"

"میزون میں مورتیں توڑی گئیں اور۔ اور اسکلندہ میں تمام ہتھیار بند قتل کئے گئے۔ بہو۔ بیٹی بچے لونڈی۔ غلام بنائے گئے"

"محمد بن قاسم نے جب برہمن آباد لیا چھ ہزار مارے گئے۔ بیس ہزار قیدی ہاتھ آئے ان میں دو راجہ کی لڑکیاں تھیں۔ وہ قیدیوں کے ساتھ بغداد پہنچیں اور خلیفہ کے حرم میں داخل کی گئیں۔ عرض کیا کہ ہم آپ کے لائق نہیں ہیں۔ ہم کو محمد قاسم نے خراب کیا خلیفہ نے اسی دم اپنے ہاتھ سے حکم لکھا کہ محمد بن قاسم کو بیل کی تازی کھال میں جیتا سیکر فوراً بھیجدو۔ غرضیکہ اسطرح پر اس کی لعش بغداد میں پہنچی۔ اور ان لڑکیوں کو دکھلائی۔ وہ ہنسیں کہ ہم نے اس بہانہ سے اپنے باپ کے قتل کا بدلا لیا۔ خلیفہ نے ہاتھ کاٹا۔ اور دونوں لڑکیوں کو دیوار میں چنوایا۔ مگر میر محمد معصوم لکھتا ہے کہ گھوڑے کی دم سے باندھ کر تمام شہر

میں گھسیٹنے کا حکم دیا۔ اور پھر اس کی لاش کو جلد ی میں پھینکوا دیا۔"
(صفحہ ۵۰ اتہاس تمر ناشک حصہ سوم ۱۹۲۳ء بار اوّل)
"سب سے اوپک وکھ دائی جزئے کا محصول ہے۔ جلیہ عمر کے قاعدہ موجب غیر مسلم سے مندوں سے مقدور والوں سے ۴۸۔ اوسط درجہ والوں سے ۲۴ غریب مزدوروں سے ۱۲ درم لینے کا حکم تھا۔ لیکن ۱ برس کے اندر دوسرے عمر نے یہ حساب نکالا۔ کہ جو سال بھر میں پیدا کر سکتا ہو۔ اسی گدر کے موجب اس میں سے رکھ کر باقی سرکار میں داخل کرے۔ عجب تماشا ہے۔ مندوں کا ناس کر لو۔ اور ان کی مورت مندروں کو توڑنا تو یہ ثواب سمجھتے تھے۔ (صفحہ ۱۵۸ اتہاس تمر ناشک حصہ سوم ۱۹۲۳ء)

نظام الملک اپنے مجمع الوصایا میں لکھتے ہیں۔ کہ "بادشاہ ہمیشہ بیگموں کے قابو میں رہا کرتے تھے۔ اور محمود سے بادشاہ کا بھی یہی حال تھا۔ اپنی بیگم مہد چگل کے برخلاف کچھ نہ کر سکتا تھا۔"

ایک اور مسلمان مورخ لکھتا ہے۔ "قطب الدین ایبک نے جب میرٹھ فتح کیا۔ تمام مندروں اور دیولوں کو مسجد بنایا۔ بت پرستی کا نام و نشان نہ باقی رہنے دیا۔ کوئل میں جس نے دین اسلام قبول نہ کیا۔ قتل کیا گیا۔ اس طرح جب کالنجر گیا۔ مندر کو مسجد۔ پچاس ہزار آدمیوں کو غلام بنایا۔ (دیکھو تاریخ تاج المعاصر)

ایک اور مورخ ابا دارسوس لکھتا ہے۔ "میرے وقت میں بختیار خلجی نے جب بہار فتح کیا۔ وہاں سر منڈے برہمن جتنے پائے سب کو کٹوا ڈالا۔ (دیکھو طبقات ناصری)

جلال الدین فیروز خلجی نے جھائن سے ہندوؤں کی بہت بڑی پیتل کی مورتیاں منگا کر اس کو اپنے قلعہ کے دروازہ پر مسلمانوں کے پیروں سے روندوایا۔ اور دو دفعہ مالوہ لوٹا۔ (دیکھو تمر ناشک صفحہ ۲ حصہ سوم)

مولوی عبداللہ وصاف صاحب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔ کہ علاؤالدین خلجی نے گجرات کی طرف فوج بھیجی۔ دائیں بائیں ہر طرف اس پاک ملک میں سخت دل ہو کر اسلام کے لئے سب کو کاٹنے لگے۔ (دیکھو تذکرۃ الامصار)

"اس لوٹ میں بہت سا مال علاؤالدین کی فوج کو ہاتھ لگا۔ بیس ہزار سندر سترہاں (خوبصورت عورتیں)، جو قید میں آئی تھیں۔ لونڈی بنائی گئیں۔ اور لڑکے لڑکی بھی اتنے لئے کہ قلم لکھ نہیں سکتا۔ اس بادشاہ کو کاٹنے اور جلانے میں ذرا بھی تامل نہ تھا۔"
(دیکھو تذکرۃ الامصار)

فیروز شاہ بادشاہ کی بات لکھتا ہے۔ "فتح کانگڑہ کے وقت میں اس نے مورتوں کو توڑ کر ان کے ٹکڑوں کو گوماس کے ساتھ توبروں میں بھر کر برہمن پجاریوں کے گلے میں لٹکا دیا۔ اور تمام بازار میں پھرایا۔ (تاریخ فرشتہ و تمر ناشک صفحہ ۳ حصہ سوم)

ایک دن اسے خبر پہنچی کہ دہلی میں ایک بوڑھا برہمن رہتا ہے۔ اپنے گھر میں رکھا مورت کی پوجا کرتا ہے۔ تیوہار پر اور بھی ہندوؤں کو پوجا کے لئے اپنے گھر بلاتا ہے۔ یہ فیروز شاہ نے مورت سمیت پکڑوا منگوایا۔ مولوی نے فتوا دے دیا۔ کہ مسلمان ہو جائے نہیں تو جلایا جائے۔ برہمن نے مسلمان ہونے سے انکار کیا۔ قلعہ کے دروازے کے سامنے چتا بنوا کر ہاتھ پاؤں بندھوا کر مورت سمیت اس پر رکھوا کر سارے دربار کے سامنے جلوا دیا۔ اور یہی فیروز شاہ اپنی فتوحات میں لکھتا ہے۔

ہندوؤں اور بت پرستوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا تھا۔ اس لئے ان کو اور ان کے مال بچوں کو امن دیا گیا تھا۔ اب انہوں نے شہر میں اور گرد و نواح میں نئے مندر بنوانے شروع کئے۔ یہ شرع کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس میں حکم ہے۔ کہ ایسے مندر نہ رہنے دیں۔ خدا کی ہدایت سے میں نے ان مندروں کو توڑا۔۔۔ کافروں کے ان سرگروہوں نے دوسروں کو گمراہی میں ڈالا تھا قتل کیا۔ اور باقی کو کوڑے لگوائے اور سزائیں دیں۔ یہاں تک کہ خرابی بالکل دور ہو گئی۔ موضع ملوہ میں ایک کنڈ ہے ہندوؤں نے اس پر مندر بنائے اور پرب اور تیوہاروں پر قطار باندھ باندھ گھوڑوں پر سوار وہاں جانے لگے۔ ان کی عورتیں اور لڑکے بالے بھی پالکی اور گاڑیوں میں بیٹھ کر جانے تھے۔ ہزاروں جمع ہوتے جاتے تھے۔ اور مورت پوجتے تھے۔ جس دن پہلا خاص خود وہاں گیا اور حکم دیا کہ ان لوگوں کے سرگروہ قتل کئے جاویں۔ باقی کوئی سخت سزا نہ پائیں۔ اور مندر سب توڑ کر ان کی جگہ مسجدیں بنوائی جائیں۔

اسی طرح کچھ ہندوؤں نے موضع کوہانہ میں مندر بنایا تھا۔ اور وہاں جمع ہو کر مورتوں کا پوجن شروع کیا تھا۔ گرفتار ہو کر میرے سامنے آئے۔ میں نے حکم دیا۔ کہ ان کے سرگروہ دروازے کے سامنے قتل کئے جائیں۔ اور ان کی پستکیں اور مورتیں اور پوجا کے برتن سب اسی جگہ جلا دئیے جائیں۔ جس میں ظاہر ہو۔ کہ دارالاسلام میں کوئی ذمی ایسا مکروہ کام نہیں کر سکتا ہے۔ (صفحہ ۲۵ تمر ناشک حصہ سوم ۱۹۲۳ء و تاریخ فتوحات فیروز شاہی)

برہمنوں نے جزیہ لگانے کے سبب سے، دہائی دی۔ اور فریاد کی۔ اس دہائی اور فریاد کے الفاظ کو شمس سراج نے کلمات پرعمات لکھا ہے۔

دو ہندو صرافوں نے بادشاہی سکہ کی چاندی کم ہونی بتلائی۔ کہ ٹکسال والے کا فریب ہے۔ بادشاہ نے ایماندار وزیر کی صلاح سے ایک فریب کر کے صرافوں کو قتل کا حکم دیا۔ اور داروغہ ٹکسال کو خلعت دیا۔ (تاریخ فیروز شاہی)

غیاث الدین تغلق نے اپنے بھائی رجب کی شادی کے واسطے سنا۔ کہ رانا مل بھٹی کی لڑکی بہت حسین ہے۔ فوج لیکر چڑھا۔ اور جبرًا اس سے لڑکی چھین لی۔ وہ سب اس کے رشتہ داروں کو قتل کر دیا۔ (دیکھو تمر ناشک صفحہ ۲۲ حصہ سوم)

جب فیروز شاہ نے جیسلمیر پر حملہ کیا۔ تو اس وقت ان کے ظلموں سے تنگ آکر سولہ ہزار عورتوں نے جوہر کیا یعنی ستی ہو گئیں۔ اور ایک دفعہ ۱۲۹۵ء میں انہیں ظلموں سے تنگ آکر چوبیس ہزار عورتوں نے آگ اور تلوار سے خودکشی کی تھی۔ ٹاڈ صاحب نے راجستان میں واضح کر کے لکھا ہے۔ (دیکھو تمر ناشک حصہ سوم صفحہ ۲)

تیمور نے جب جموں کے راجہ کو گرفتار کیا۔ اسی دم مسلمان کر کے اسے گوماس کھلا دیا۔ (دیکھو تمر ناشک صفحہ ۴۹ حصہ سوم بار اول ۱۹۲۳ء)

تیمور تو تیمور تھا۔ بابر سا ایک نخت بادشاہ شگون کے لئے بازاروں کو جلاتا تھا۔ چنانچہ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے۔ "بار قرین فتح و ظفر۔ بلاد لاہور در آمدہ چاند سوم قاق چکسر پاس بازار ہا راجہت زوال و شگون آتش زد۔" (دیکھو تاریخ فرشتہ ذکر بابر)

توزک بابری میں لکھا ہے۔ کہ لڑائی میں جو قیدی ہاتھ لگتے تھے۔ اس کے ڈیرے کے سامنے ذبح کئے جاتے تھے۔ ایک لڑائی میں اتنے ذبح کئے گئے۔ کہ جوں اور لاشوں کے ارے تین بار ڈیروں کی جگہ بدلنی پڑی۔

اکبر کے وقت میں امرکوٹ میں رانا سنگ رات کے مرنے پر اس پر چڑھائی ہوئی۔ مندر ڈھا ڈالے۔ گووں کو ذبح ہونے کا حکم دیا۔ اور ناپاک کافروں کی کثیف مورتوں کو بھرشٹ کر دیا۔ اور جہاں بت پرستی ہوتی تھی۔ اسلام کا دین پکارا گیا۔ ابوالقاسم نے بھی تیرت کا خوب مردار اڑایا (تمر ناشک صفحہ ۱۰ حصہ سوم)

بیچیر لکھتا ہے۔ کہ جب سلطان حسین نے ملتان لیا۔ تمام شہر والوں کو سات برس کی عمر سے ستر برس کی عمر تک قید کر لیا۔ شہر لوٹا گیا۔ بہت آدمی قتل ہوئے۔ (تمر ناشک صفحہ ۴ حصہ سوم)

نظامی سکندر نامہ میں محمد صاحب کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے [۱]
محیطے چہ گویم چو ابرہ بسیج مکہ بست گوہر بکیسہ ہیچ ٭ گوہر جہاں زا سرا فرستہ سپیدار جہاں داد دیرہ جوا
اور جہاد و حمد کسی مذہب پر اعتراض کرنا اپنا شیوہ نہیں ہے۔ اور نہ فضول و طول لکھکر کاغذ سیاہ کرنے
سے مطلب جو کہ مولوی لوگ حق کو چھپاتے اور ناحق کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہوئی۔ کہ ہم
مسئلہ جہاد پر تحریر کریں ٭ جو لوگ اسلامی ظلموں اور دہار محمدی بادشاہوں کے جہادوں پر پردہ
ڈالکر لوگوں کو دام تذویر میں پھنسانا چاہتے ہیں۔ ان سے یہ ہیں الفاظ ٭
ایک لائق مورخ پوچھتا ہے کہ "لیکن یہ تو بتلاؤ کہ قدم قدم پر سارے ہندوستان میں
جو بڑے بڑے ویرانہ اور کھنڈر اور ٹھکر سے پڑے ہیں۔ وہ کسکی مدولت دکھلائی دیتے ہیں
کیا ہوا وہ سومنات جس میں تیس ہزار مسولیوں کی دو کانیں تھیں ؟ کیا ہوئیں وہ متھرا جس کے بڑے
دیول (مندر) کی تعریف محمود غزنوی لکھتا ہے۔ کہ اگر کوئی ایسا بنانا چاہے وہ دس کروڑ
سرخ دینار خرچ کرنے سے بھی نہ بنیگا۔ اور اگر نہایت لائق اور ہوشیار کاریگر مقرر کیئے جاویں
دو سو برس لگیگا۔ جو اس کا ہستی مصنف تاریخ میں لکھتا ہے۔ کہ نہ اس مندر کا بیان
ہو سکتا ہے۔ نہ تصویر اتر سکتی ہے ؟ کیا ہوا وہ بجلسا کا مندر جسکو طبقات ناصری والا لکھتا ہے
کہ ایک سو پانچ گز بلند سو برس میں بنا تھا ؟ کیا ہوا وہ دلّی کا ستوا جسکی چھت میں مانک
اور ہیرا جڑا تھا ؟ غرض یہ قصہ طول ہے۔ قلم نہیں چلتا رونا چلا آتا ہے۔ (تمرناشک صفحہ ۷۶
حصہ سوم سنہ ۱۸۸۳ء)
پھر ایک مورخ لکھتا ہے "مسلمانوں نے مذہب پھیلانے کے بہانے میں کچھ کاٹ
مار لوٹ کھسوٹ بیجو کیے حلا کے۔ اور لونڈی غلام بنانے ہی پر کسر نہیں رکھی۔ بلکہ ہندوستانیوں
کے چال چلن۔ رہن سہن بھی کچھ کے کچھ کر دیئے
ایرین مورخ لکھتا ہے۔ کہ کبھی کسی ہندوستانی کو جھوٹھ بولتے نہیں سنا اور اب ہم کو
ان تحریر میں شرم آتی ہے۔ برہمنوں کے سوا ہندوستان نے آریوں کو ویدک سے بدھ بنا یا
بدھوں نے ایسا دھرم چلایا۔ کہ کھتریوں کو میسہ (ویش) اکر دکھلایا۔ مسلمانوں کی بیرحمی۔
زبردستی اور عیش پرستی نے دونوں کو دبایا۔ لڑکیوں کو مارنے لگے۔ عورتوں کو پردے میں رکھنے
لگا۔ خوشامد کے لئے جھوٹ بولنا بھی سیکھنا پڑا اسان کا سب مذہب ہی اسطرح کا ہو گیا۔
کہ کمر بیکام رہنے لگے۔ اور یہ بگڑنے کا پہلا ریسہ ہے۔ (جنم سے) ذات ماننے کا ڈر یا خوف نہ
گھر میں ترقی ہونے دیتا ہے۔ نہ باہر سے ترقی کو آنے دیتا ہے۔ جو لوگ اپنی ماکو اپنے باپ کی لاش
کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جیتا ہی جلاویں۔ جو لوگ اپنی کنیا کو اپنے ہاتھ سے مار ڈالیں۔ جو لوگ لڑکوں
ستریوں سے شادی کریں اور انہیں قیدیوں کی طرح گھر میں بند رکھیں۔ اور جو لوگ مسٹ کا ال (؟) ہن
اور پھر کلیاں کی آشا کریں اور جو لوگ اپنے ہمنس کو لڑائی ہی میں نہیں بلکہ دوکانوں میں رکھکر
بھیڑ بکری کی طرح بیچیں۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ نہیں کسطرح شائستہ بتلا دیں۔ ہم تو انہیں
شاید آدمی کہنے میں بھی ترساویں " (صفحہ ۸۰ تمرناشک حصہ سوم سنہ ۱۸۸۳ء)

[۱] شہاب الدین غوری نے غارت کیا۔ [۲] محمود نے بارود اور آگ سے جلاکر زمین کے برابر کر دیا۔ [۳] شمس الدین التمش نے توڑا ٭
[۴] ملک کافور نے لوٹا۔ اسکی بابت امیر خسرو تاریخ علائی میں لکھتا ہے۔ کہ گویا ان جنیوں نے شداد کا بنایا بہشت پھر پالیا تھا۔ پجاریوں کے سرکٹ کٹ کر ان کے پیر پر ناچتے تھے۔ خون کی ندیاں بہی تھیں۔ جہاں دیو کی مورتی جو مسلمانوں کے گھوڑوں کی لات سے بیچ گئی تھیں۔ بالکل توڑ دی گئیں۔
[۵] یہ جتنی باتیں وید ورود ہیں یہ بیشوری کرپا سے موجودہ ہماری کوشش کے طور پر کہ مہاراجہ وکٹوریہ کے حکم سے سب ہو گئی ہیں۔ جس سے آریہ سماج کی ترقی روز افزوں حالت درست ہو رہی ہے۔ اور ایک دن ہندوستان اسم با مسمٰی آریہ ورت ہو جائیگا ٭

محمدی بھائیوں کی خدمت میں التماس

خلق خدا کے ساتھ جو جو سلوک بانی اسلام اور اس کے پیروؤں نے کئے ہیں وہ ہم نے جتنے سربر
ا رجو برابر مستند تاریخوں کے حوالوں اور لایق مورخوں کی شہادتوں سے خدمت والا میں پیش کر دئے
ان تمام کے لکھنے سے ہمارا مدعا یہ ہے۔ کہ آپ لوگ خدا کو حاضر ناظر جان کر اور کتب تاریخ
مطالعہ کر اور اس میں بیگناہ خلق اللہ کے حق میں اسلامی جو سرمری کو پڑھکر دل میں سوچیں۔ کہ
جس دین [۱] نے لاکھوں کو لونڈی غلام بنایا۔ کروڑوں کے خانہ خراب کئے۔ بیشمار مخلوق کی
بے حرمتیاں کیں۔ اور جتنے قتل کئے ان کا شمار تو سوائے عالم الغیب پرمیشور کے صحیح طور کوئی نہیں
بتلا سکتا۔ کیا ایسا دین اس مالک کل جگدیشر رب العالمین کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ اور کیا
اسقدر تباہیاں اور خانہ خرابیاں خدا کے خوشنود کرنے یا دین حق پھیلانے یا خدا کی مرضی کے
مطابق واقع ہوئیں۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔
پیارے رفیقو ملکی محبو اور خصوصاً تعلیم یافتہ بھائیو درحقیقت سوچنے کا مقام ہے۔ کیونکہ
سچے دھرم اور دین حق کو اس طرح کی باتوں اور ایسی تعلیموں سے بہت ہی نفرت ہے۔
سچے دیالو اور عادل پرمیشور کا دھرم وہ ہے جس میں سب کے ساتھ انصاف کا برتاؤ
ہو۔ جبر اور قہر کا کوئی لگاؤ نہ ہو۔ تعصب اور بیجا طرفداری سے کام کرنا عادل حقیقی پر الزام ہے۔
اور جس میں ایسی باتوں سے پرہیز نہیں وہ درحقیقت بدنام ہے۔ اور اسکو ماننے والے کا بخیر
انجام ہونا نہایت ہی ناممکن ہے۔ یہ بات ہر طرح آپ لوگوں پر ظاہر ہے۔ اور آریہ سماج
ڈنکے کی چوٹ سے کہکر پکار رہا ہے ع اٹھو سونے والو سحر ہو گئی۔
" مگر آپ لوگ ابھی اس مقدس دھرم سے کیوں لئے پرواہ ہیں۔ کیوں محبت اور نیکی کے طریق
میں رہرواں مسرل حق (اہل الوید) کے رفیق نہیں ہوتے۔ اور ابھی تک غفلت کی نیند میں پڑے
سوتے ہو۔ براہ مہربانی سوچو اور غور فرماکر وید مقدس کی تعلیم پر دھیان دو۔ کیوں تمام غیر
متعصب فاضل اور محقق عالم کی چاروں طرف سے تصدیق کر رہے ہیں۔ کہ وید توحید کا معلم
اخلاق محبت کا ہادی فلاسفی (سائنس) کا گورو ہے۔ تمام دنیا میں جو کچھ سچائی کا بیج ہے۔
اسکا منبع وید ہے۔ جو کام علم کر سکتا ہے وہ تلوار سے نہیں ہو سکتا۔ اور یہی بڑا بھاری
سبب ہے کہ دین اسلام باوجود اسلام کہلانے کے بھی ناکامیاب رہا۔ کیونکہ اس کی ترقی
کا سامان سلامتی نہیں تھا۔ بلکہ خون بہانا اور تلوار چلانا تھا۔
پیارے بھائیو آؤ محبت سے ملکر بغض و کینہ کو دل سے دور کر ایک پرماتما کی بھگتی کریں۔
ایک ہی ویدک اپدیش سے من کو پوتر کریں۔ پرائشچت یعنی واپسی کا دروازہ کھلا ہے جبر کا جوا
گردن سے اتار کر آؤ۔ صداقت سے میل کرو۔ اور ست دھرم کے پھیلانے میں ہمارے سہایک
ہو۔ کیونکہ خدا اسکی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد خود کرتا ہے۔ اور جو اپنے اوپر دکھ کو بلاتا ہے۔ وہ رحمت
الٰہی سے دور بھاگتا ہے۔ سچ ہے بارش کی بوندوں سے کھیتوں کو ہرا بھرا کرنے ہو۔ اور گیانگوں
نعمتوں کے داتا ہو۔ ہم آپ کی کس کس نعمت کا دھنواد دیں۔ پس آپ مہان شکتیمان سے ہماری
یہی پرارتھنا ہے۔ کہ جن کے دل میں ہم سے لغزش ہے۔ اور ہمارے دل میں جن سے دویش ہے
دونوں میں محبت اور پریم ہو کر دویش کا ناش اور ست کا پرکاش ہو" اوم شم شانتی شانتی شانتی

[۱] مورخ لکھتا ہے جب علاء الدین خلجی کی... کنارہ دریا... [illegible]
[illegible]

اظہار حق

دیباچہ کلیات آریہ مسافر از اڈیٹر

مذہبی دنیا میں پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کا کام بھی ایک خصوصیت رکھتا ہے۔ ویدک دھرم کو مخالفوں کے حملوں سے محفوظ کرنے اور انکے بے بنیاد اعتراضوں کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑنے کا فرض جس خوبی سے کہ اس بہادر آتما نے ادا کیا آریہ سماج میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ امر واقعہ تو یہ ہے کہ اگر پنڈت گورو دت ودیارتھی کی اعلےٰ کوششوں اور اُن کے ظاہر کئے ہوئے سدھانت اصول کو علیحدہ رکھ دیویں۔ اور پنڈت بھیم سین کی تحریرات جن میں سے کہ بعض سند یہ سے بھری ہوئی ہیں نا کو نظر انداز کر دیویں تو آریہ سماج کے پاس سوائے پنڈت لیکھرام کی تصانیف کے اور کچھ بھی نہیں رہتا۔ اُن کے مکمل کئے ہوئے مضامین کو پبلک کے روبرو رکھ کر جہاں اُن کے باقیماندہ مضامین کو رفتہ رفتہ بعد درستی اور ترتیب مناسب کے سلسلہ تحفہ تمہید میں پبلک کے روبرو پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ وہاں اپنا یہ بھی فرض سمجھتا ہوں کہ پنڈت جی نے جس قدر ٹریکٹ یا رسالے اپنی حیات میں کسی نہ کسی وقت چھپوائے تھے ان کو بعد درستی و ترتیب مناسب کے ایک خاص سلسلہ میں نکالدوں اس وقت افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے بے اصولے اہل مطابع پنڈت جی کے ٹریکٹوں کو غلط سلط چھاپ کر ٹکے سیدھے کر رہے ہیں اور چونکہ ان میں سے بعض ٹریکٹ باقاعدہ رجسٹری شدہ نہیں ہیں۔ اس لئے ایسے موضعوں کا کوئی انسداد نہیں ہو سکتا۔ پس سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ ان کل ٹریکٹوں کو ایک خاص سلسلہ میں نکالکر اُن کی رجسٹری آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کے نام کرا دوں۔ اس سلسلہ کا نام **کلیات آریہ مسافر** رکھا گیا ہے۔ ناظرین سے درخواست ہے کہ اگر کوئی ایسا ٹریکٹ پنڈت جی کا انہیں ملے جو کہ ایک مرتبہ ہی چھپ کر ختم ہو چکا ہے تو اُسے میرے پاس بھیجدیویں۔ میں اس سلسلے میں ایسے ہر ایک ٹریکٹ کو جگہ دینے کے لئے تیار ہوں ٭ منشی رام جگیاسو جالندھر شہر

دیباچہ از مصنف

واضح ہو کہ ان دنوں ہمارے پاس دو ٹریکٹ ایک وید مقدس کی حقیقت مطبوعہ ۱۸۹۳ء دوسرا قربانی کے مسئلہ پر اعتراض کرنے والوں کا جواب صحیح مصنفہ دو مولوی صاحبان پہنچے۔ پہلے کے مصنف مولوی ابو رحمت حسن صاحب واعظ اسلام بقول خود ماہر وید و شاستر مقیم میرٹھ۔ اور دوسرے کے عمدۃ الواعظین اسلام سید گوہر علی شاہ اکبر آبادی ثم لاہوری انارکلی وارد امرتسر ہیں۔

ہم نے بڑے اشتیاق سے دونوں رسالوں کو پڑھا۔ مگر افسوس کہ ہمیں کوئی نیا اعتراض نہ دکھلائی دیا۔ بلکہ پہلے صاحب نے جو کچھ مولوی عبید اللہ کے منقول اعتراضات مندرجہ تحقیق الہند و تحفۃ الہند سے اور کچھ ماسٹر چمبند داس کے اردو ترجمہ وید سے جو خود سنسکرت سے ناواقف ہیں، اور کچھ ہماری تکذیب براہین احمدیہ و نسخہ خبط احمدیہ سے نقل کیا ہے۔ مگر اس کو بسبب ناواقفی سنسکرت و بھاشا کے بالکل غلط لکھا ہے۔ اور دوسرے صاحب نے جیسا کہ خود ہی مانا ہے پادری ٹھاکر داس عیسائی ساکن قصبہ اُوہو کے ضلع گورداسپور کے لکچر نمبر ۲ سے اخذ کیا ہے۔

پیارے ناظرین آپ جانتے ہیں کہ ہم نے ماسٹر چمبند داس کے ترجمہ کی اصلیت تکذیب براہین احمدیہ میں ظاہر کر دی ہے اور ان تمام منتروں کا صحیح ترجمہ ایسی دونوں کتابوں میں اور پادری ٹھاکر داس کے لکچر نمبر ۲ کا کھنڈن صداقت اصول و تعلیم آریہ سماج نمبر ۲ میں نہایت مفصل طور پر کر دیا ہے۔ اور مولوی عبید اللہ کے تحفۃ الہند کی تردید منشی اندرمن صاحب مرحوم نے تحفۃ الاسلام نام سے عرصہ ۱۴ سال کا گزرا کہ شایع کر دی اور حجت الہند کا جواب حجت الاسلام بھی عنقریب شایع ہونے والا ہے۔ مگر ان ہر دو ناخواندہ مہمانوں کی بھی کوئی خدمت ضروری ہے۔ جواب لکھنے سے پہلے ہم مولوی ابو رحمت حسن کی چالاکی پر افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ باوجود وید شاستر سے ناواقف ہونے اور سنسکرت نہ جاننے کے ایسا فضول القاب اور لمبا خطاب اپنے نام کیساتھ لکھکر کیوں شایع کیا۔ مطلب اس کا صاف ظاہر ہے کہ وہ مومنین کو دھوکا دے رہے ہیں حالانکہ بمقابلہ اُن کے دوسرے سید صاحب زیادہ ایماندار معلوم ہوتے ہیں۔ جنہوں نے صاف لکھدیا ہے کہ ہم نے یہ مضمون پنڈت ٹھاکر سنگھ کے لکچر نمبر ۲ سے اخذ کیا ہے (دیکھو صفحہ اخیر)

خیر نیک و بد ہر قوم میں ہوتے ہیں۔ فضول گو کو خود ملول ہونا پڑیگا۔ ہم ان ہر دو کا جواب شایع کرتے ہیں ۔ الراقم لیکھرام آریہ مسافر

مولوی ابو رحمت حسن کی کتاب وید مقدس کی حقیقت کا جواب باصواب

مولوی صفحہ ۱۔ شری گنیشائے نمہ۔ اگر ہوتا آریہ دھرم سچا تو شروع ہوتا نام سے ایشور کے نہ نام سے دیوتا کے اور اگر ہے گنیش نام اللہ کا تو وید میں کیوں نہیں اور یہ نام رکھا ہے تو کس نے۔

آریہ۔ یہ تو خود آپ کے قول سے ثابت ہے کہ گنیش نام وید میں نہیں ہے جب وید میں نہیں تو صاف ظاہر ہو گیا کہ آریہ دھرم سچا ہے کیونکہ وہ دیوتا کے نام سے شروع نہیں ہوتا۔ بلکہ اوم پرماتما کے نام سے شروع ہوتا ہے۔ اور یہی دھرم شاستر کا حکم ہے (دیکھو منو ادھیاء ۲ شلوک ۷۴) اور یہی سبب ہے کہ شری سوامی دیانند جی مہاراج نے اس کا کھنڈن کیا ہے (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۵) اور سوائے سوامی جی کے تمام اور رشی منی نے بھی کسی اور کا نام نہیں لیا تھے (دیکھو اُن کے شاستر) باقی رہا یہ کہ گنیش دیوتا کا یہ نام کس نے رکھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے ماں باپ نے یا اُن کے پروہت نے۔

مولوی ص ۴۔ اوم پرماتمنے نمہ اور اگر ہے پرماتما نام ایشور کا حقیقی اور سب آتما اُس کے آتما سے نکلے ہیں۔ جیسا کہ دریا سے لہریں تو ہو گیا معلوم کہ ایشور ہے منبع روحوں کا اور اُس کی روح بھی جگت کی روح کے مانند ہے پھر کہاں رہی فضیلت ایشور کی اور جو پرماتما سے مراد اسی اور روح کی ہے تو بڑے گیا رتبہ اُس کا ایشور سے اور معلوم ہو گیا۔ کہ یہ ایشور پرمیشور نہیں اگر ہوتا پرمیشور تو کیا شروع کرتا وید کو ساتھ نام پرماتما کے۔

آریہ۔ افسوس کہ اسی لیاقت پر اعتراض لکھنے بیٹھے تھے۔ اور اسی لیاقت پر واعظ اسلام و ماہر وید شاستر کی دم لگا رکھی ہے۔ حضرت پرماتما۔ ایشور اور پرمیشور سب نام اُسی ایک جگدیشور کے ہیں جس طرح اللہ۔ رحمٰن۔ رحیم خدا علیم۔ سمیع وغیرہ نام اُسی ایک خدا کے ہیں۔ کسی دوسرے کے نہیں پرماتما کسی اور روح سے مراد نہیں۔ جس طرح رحمٰن۔ اللہ اور خدا کے سوا کے کسی اور روح سے مراد نہیں۔ یہ سب خدا کے صفاتی نام ہیں مفصل دیکھو یہی جھگڑا قرآن سورۃ رعد کی آیت وہم یکفرون بالرحمٰن پر تفسیر حسینی صفحہ ۴۳۳ نولکشور باقی رہا یہ کہ سب آتما اُسی کے آتما سے نکلے ہیں نہ کہ وید سے۔ خود تمہارے صوفی اس غلط تعلیم کا چشمہ قرآن کو بتلاتے ہیں۔ چنانچہ باکمال میر ضیاء الدین عبرت نے لکھا ہے

زدریا موج گوناگوں برآمد | زبیچونی برنگ چوں برآمد
گہے درکسوتِ لیلیٰ فروشد | گہے برصورتِ مجنوں برآمد
ازیں دریا مدس امواج ہر دم | ہزاراں گوہر بیگوں برآمد

اسی طرح مولوی جامی نے لکھا ہے۔

مقدس نورسے ازقید چہ و چوں | سرازجلباب چون آن در و بیرون
چوآں بیچوں دریں چوں کرد آرام | بے روپوش گردد یوسفش نام

پس یہ عقیدہ قرآن کا ہے۔ ہمارا نہیں۔ اور تمہارے ہی سارے اولیاء مولوی محی الدین عربی وغیرہ اس کے قائل ہیں۔

مولوی ۵۔ گایتری۔ بشن۔ مہادیو۔ شکتی دیوی دِھی میں حاضر ہوں زمین و آسمان بہشت۔ ہم سورج کی بڑی روشنی پر دھیان کرتے ہیں۔ وہ ہمارے دل کی رہنمائی کرے۔

آریہ۔ گایتری میں بشن۔ مہادیو اور دیوی پاربتی۔ آسمان۔ بہشت۔ اور سورج کے دھیان کا ذکر نہیں ہے اور نہ کسی غیر کی پوجا کا اشارہ ہے۔ سنئے ساری گایتری کا مطلب پرماتما یا پربرہم نراکار گیان سروپ اور لازوال کا دھیان کرنا ہے۔ کہ وہ ہماری بدھی کو برائیوں سے ہٹاکر بھلائیوں کی طرف پریرنا کرے۔ نہ کسی اور کا واسطہ نہ کسی غیر سے مطلب مفصل دیکھو (منوسمرتی ادھیا ۲ شلوک ۷۸ سے ۸۴ تک) اسی طرح یوگی یاگولک اور برہما آدی رشیوں نے بھی اپنے نسخوں میں اس کا یہی ترجمہ کیا ہے۔ آریہ رشیوں کے سوا (جن کی سنسکرت عبارت سمجھنے کا بھی آپ کو مادہ نہیں) اکثر دانا یورپین فضلا نے بھی یہی ارتھ کیا ہے۔ چنانچہ محقق کالبروک صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ ذات باری یعنی خدا کی قابل پرستش تجلی کا دھیان کرو اور یہ دعا مانگو کہ وہ ہماری عقل کو ہدایت کرتے ہیں" (کتاب تحقیقات حالات ایشیا جلد ۸ صفحہ ۴۰۰) مفصل گایتری کا ارتھ۔ ہم نے تکذیب براہین احمدیہ میں درج کر دیا ہے۔ وہاں دیکھو (مقابلہ توحید وید و قرآن)

بھارت میں بیاس جی نے فرمایا ہے۔ کہ سب آدمیوں کو اور دیوتاؤں کو پرم برہم پرماتما۔ اننت جگدیشور کی پوجا کرنی چاہیئے۔ (دیکھو موکھش پرب ادھیا ۲۰۱ شلوک ۱۰۴) مفصل معنے اس کے ہم حجۃ الاسلام میں درج کرینگے)

مولوی ۶۔ سام وید کا گیارھواں منتر نہیں یہ کلام ایشور کا اگر ہوتا یہ کلام ایشور کا تو نہ کرتا تعریف مالک الملک کی اور نہ پڑتا قدموں میں اس کے جو کہ دیتا ہے گھوڑے اور دوسری چیزیں۔

آریہ۔ یہ ترجمہ بھی آپ کی لیاقت کا نمونہ نہیں ہے۔ بلکہ ہماری کتاب تکذیب براہین احمدیہ کی لفظ بلفظ نقل ہے (دیکھو صفحہ ۱۷۹) بھائی! ایشور اور مالک الملک اسی کا نام ہے آدمی کو ہدایت دی ہے کہ سب گھوڑے وغیرہ سامان ضروری اسی سے مانگے۔ کسی غیر سے نہیں۔ یہ انسان کو پرارتھنا کا طریقہ سکھلایا ہے۔ البتہ قرآن کی بسم اللہ پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اول تو پارسیوں کی کتاب سے بموجب صلاح سلیمان پارسی کی نقل کر لی اور نام نہ لکھا دوم اظہار دعا کے بغیر لکھ دیا۔ اول جتلانا ضروری تھا کہ اے لوگو ایسا کیا کرو پھر بسم اللہ کا تتلانا ضروری تھا۔ مگر وہ نہیں کیا۔ یہ لیاقت کی کمی یا انسانی غلطی ہے لیکن وید مقدس پر اعتراض ہرگز وارد نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں یہ سب ہدایت موجود ہے۔ کہ پرارتھنا کرو وید کے منتروں سے ایسی لحاظ سے تہوہے ہے کہ قرآن کی بسم اللہ ہی غلط ہے۔

مولوی ۷۔ ایک منتر یجروید ادھیائے ۲ میں ہے دیوتاؤں کو نمسکار ہے جو دیوتاؤں کو نمسکار جو بڑے دیوتاؤں کو نمسکار۔ ضعیف دیوتاؤں کو نمسکار ہم سب دیوتاؤں کو حتی المقدور پوجا کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ میں نے بڑے کی تعریف کرنی بھول جاؤں۔

آریہ۔ اس منتر میں لفظ دیوتا یا دیوتا ؤں نہیں ہے۔ یہ مہیدھر وغیرہ کی جس کے رسالہ سے آپ نے نقل کیا ہے چالاکی ہے۔ ترجمہ اس کا بہت صاف یہ ہے کہ اعلیٰ۔ اوسط اور ادنےٰ آدمیوں کا یعنی چھوٹے بڑے اور عمر میں کمتروں کا ستکار کرو۔ بوڑھوں اور کمر و آدمیوں کا ستکار کرو۔ یعنی حتی المقدور سب کا ستکار کرو۔ اور ستکار کرتے وقت باہمی نمستے وغیرہ کرو۔ ورنہ نمستے کے معنے ہیں میں آپ کا واجبی ستکار کرتا ہوں۔ پس اس منتر میں کسی اور ہوائی دیوتاؤں کی پوجا کا ذکر نہیں۔

مولوی ۸۔ رگوید منتر ۲ (اس منتر کا اول ترجمہ نہ کرکے یوں ہی کیا ہے) یہ کلام ایشور کا نہیں اگر ایشور کا ہوتا تو یوں ہوتا۔ میں ہی ہوں معبود آنند اور سب امیدیں میری فرمانبرداری سے حاصل ہوتی ہیں مثلاً ضمیر غیب کیوں استعمال کیا گیا۔ متکلم ہونا چاہیئے۔ यन्नदन्ता अगोदा

آریہ۔ وید مقدس میں تینوں صیغوں سے پرماتما کے ارشاد ملتے ہیں جیسے رگوید منڈل ۱۰ سکت ۴۸ منتر ۱ وغیرہ ضمیر متکلم موجود ہے۔ اس کا ترجمہ بھی آپ اپنی لیاقت یا کسی مسلمان یا سائن یا مہیدھر یا کسی ہندو کی لیاقت سے نہیں کیا اور نہ سائن آچاریہ کے مطابق ہے۔ بلکہ لفظ بلفظ ہمارے نسخہ حبط احمدیہ کی نقل ہے (دیکھو صفحہ ۳۰۸ و ۳۰۹ نمبر ۲) اور چونکہ آپ تو سنسکرت یا بھاشا نہیں جانتے یہی سبب ہے کہ منتر بھی غلط اور نامکمل ہے۔ اور دوبارہ کے سبب صفحہ ۹ سے ہی شروع کر دیا۔ حالانکہ منتر صفحہ ۸ سے شروع ہوتا تھا۔ وہ عبارت اس منتر کی جو درج نہیں کی وہ یہ ہے

باقی جو کسی سے نقل کروایا۔ وہ سراپا غلط ہے۔ یہ منتر رگوید منڈل ۸ سکت ۱۲ کا منتر ۹ ہے۔ افسوس کہ ہماری بے کلی اور نہیں ہی میاؤں ایسی چالاکی قرآنی واعظوں کے سوا کون جان سکتا ہے۔

مولوی ۹۔ رگوید کے پہلے اشٹک میں یہ منتر ہے۔ تمہاری کشتی جو آسمان سے بڑی ہے سمندر کے کنارہ پر ٹھہرتی ہے تمہارا رتھ خشکی پر منتظر رہتا ہے تمہاری پوجا کے کارن سوم کے پودے میں سے رس نکالا ہے۔ اور اسی میں ہے۔ اے اندر تو نے مکار سوشنا کو فریب سے قتل کیا۔ دانا آدمی تیری اس بزرگی سے واقف ہیں۔ انہیں خوراک با فراط عطا کر۔

آریہ۔ اس جگہ آپ نے کوئی حوالہ وید کا نہیں لکھا۔ اور نہ سنسکرت عبارت نقل کروائی۔ ناواقف لوگ کیا جانیں۔ ہم آپ کی کرتوتوں سے بہلے واقف ہیں۔ وید میں لفظ آسمان نہیں ہے اور نہ آسمان کوئی چیز ہے اور نہ ایسی فضول تعریف وید مقدس میں ہو سکتی ہے۔ اور نہ فریب سے قتل کرنے کی وید میں آگیا ہے۔ اور اسی واسطے آپ نے کوئی حوالہ نہیں لکھا۔ سمجھتے کہاں سے۔ خود تو پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل ہو۔ افسوس کہ اسی پر دعوے ماہر وید و شاستر کیا کرتے ہو۔ اور جاہل مسلمانوں میں واعظ اسلام اور رشی وید شاستر بے پھرتے ہو۔ یہ سراپا اور بالکل غلط ہے۔ رگوید کے پہلے اشٹک میں

ایک ہی اسے اور مستر ہیں۔ ہم کیا تلاش کریں۔

مولوی ۱۰۔ رگوید اشٹک ۲ سکت ۱۴ منتر ۱۱ لکھ کر گاؤ کشی کا اعتراض کیا ہے کہ اگر یہ ایشور کا کلام ہوتا۔ تو کیا اندر سے مدد چاہتا۔ اس منتر کا ترجمہ سائنا چاریہ نے اگلے زمانہ میں اور پنڈت تربینی دت سکندر آبادی اور ماسٹر لچھمنداس دہلوی اور پادری ولیم صاحب نے زمانہ حال میں اس طرح پر کیا ہے۔

آریہ۔ یہ اعتراض آپ کا نہیں ہے۔ بلکہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح قادیانی کا ہے جو انہوں نے براہین احمدیہ میں کیا تھا۔ جس کا جواب کئی سال ہوئے نہایت مفصل طور پر ہم تکذیب براہین احمدیہ میں مستند حوالوں سے دے چکے ہیں۔ (دیکھو صفحہ ۱۷۷) پس یہ بھی آپ کا اعتراض محض فضول ہے۔

مولوی ۱۱۔ اور اسی کے پہلے اشٹک میں ہے۔ ایک مرتبہ ایک روز بھیڑیئے نے مجھے جاتے ہوئے دیکھا اور مجھے دیکھتے ہی میرے پر چراغ پا ہو کر حملہ کیا۔ جیسے بڑھئی۔ جس کی بیٹھ جھکی رہنے سے دکھ جاتی ہے اپنے کام پر سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔

آریہ۔ یہ کہانی وید میں ہرگز نہیں ہے۔ کہیں اصحاب کہف کا کتا تو نہیں سمجھ لیا۔ یا حضرت یوسف والا گرگ تو یاد نہیں آ گیا جن کا ذکر قرآن سورۃ یوسف اور سورۃ کہف میں ہے۔

مولوی ۱۰۔ رگوید منڈل اشٹک ۱۳ امنتر ۵ لکھ کر اس پر ضمیر متکلم کیوں نہیں ایسا اعتراض کیا ہے۔

آریہ۔ یہ ترجمہ بھی آپ کی سنسکرت دانی سے نہیں ہے۔ بلکہ ہماری کتاب نسخہ خبط احمدیہ کے صفحہ ۳۰۹ کے نمبر ۴ سے نقل کر لیا۔ ترجمہ اردو بھی غلط۔ عبارت سنسکرت بھی غلط۔ ناواقف واعظ اسلام جس طرح ترجمہ کرنا نہیں جانتا اور جس طرح ناگری کا حرف نہیں جانتا۔ اسی طرح پرارتھنا اور گیان کو بھی نہیں پہچانتا یہاں صرف جیو کو اس طرح پرارتھنا کرنے کا ارشاد ہے۔

وید جیو کی ہدایت کے واسطے ہے نہ کہ خدا کی ہدایت کے واسطے اسی طرح صفحہ ۱۱ سے ۱۳ تک عبارت بلا ثبوت اور بے دلیل اور بے حوالہ ہے۔ توجہ کے قابل نہیں۔

مولوی ۱۴۔ رگوید منڈل اشٹک ۱۴ منتر ۴۶۔ جو ایک ادوتی لاشریک ست برہم ہے۔ اسی کے اندر مترورن۔ اگنی۔ دیویا۔ سپرنا۔ گورتمان۔ ماترشوا۔ یم نام بھی ہیں۔ سو اس سے کچھ تصفیہ نہ ہوا۔ ویسا ہی کھپلا رہا۔ یعنی نہ یہ ثابت ہوا کہ اگنی وغیرہ نام ایشور ریلیف کاری کے ہیں اور نہ یہ ثابت ہوا کہ یہ نام ان دیوتاؤں کے ہیں کہ جن کی مورتیں پوجی جاتی ہیں۔ یا جن کی سنت پورانوں میں مذکور ہوئی ہے۔

آریہ۔ جناب من جب ترجمہ صاف اور واضح ہے کہ جو ایک ادوتی لاشریک ست برہم ہے اسی کے اندر۔ متر۔ ورن۔ اگنی۔ دیویا۔ سپرنا۔ گورتمان۔ ماترشوا۔ یم دنیا کاری نام بھی ہیں۔ یہ نہیں کہ صرف اسی کے نام ہیں اور کسی کے نہیں ہو سکتے کیونکہ دوسری جگہ وید میں بتلایا گیا ہے کہ اگنی۔ سورج۔ چاند۔ ہوا۔ بجلی۔ پانی زمین۔ سب مخلوق ہیں۔ (دیکھو رگوید منڈل ۱ سکت ۹۰ امنتر ۱۔ ۲ و ۳)

پس یہ آگ وغیرہ مخلوق چیزیں خدا نہیں۔ لیکن جس طرح ایک لفظ کے کئی معنے ہوتے ہیں اسی طرح کہیں کہیں یہ خدا کے معنے میں آتے ہیں بمفصل دیکھو مشرح حوالوں سے (تکذیب براہین احمدیہ جلد ۱ صفحہ ۱۸۴)

اب بتلائیے مولوی صاحب تصفیہ ہوا یا نہیں اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی ... کہ یہ ترجمہ بھی آپ کی اپنی لیاقت سے نہیں۔ بلکہ تمام تر لفظ بلفظ ہماری کتاب سے تجاہل عارفانہ کر کے نقل کر لیا اور نام رکھا سائن آچاریہ کا (دیکھو تکذیب براہین احمدیہ صفحہ ۱۸۴) سنسکرت عبارت اس کی بھی غلط ہے۔

اخیر میں مولوی صاحب بقول شخصے "چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد" لکھتے ہیں

مولوی ۱۵۔ واضح ہو کہ شنکر آچاریہ اور سائینا چاریہ کے ترجمے اب تک ہندوؤں میں مقبول و موجود ہیں۔ اور انہیں کے موافق ہم نے اُن شرتیوں کا ترجمہ آریہ صاحبان کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ اپنی طرف سے حرف زائد کر کے کچھ نہیں گھٹایا یا بڑھایا اور جس کو شبہ ہو وہ اصل پستک سے مقابلہ کرے۔ اور اسی طرح آریہ صاحبان بھی اگر اس ترجمہ کو ٹھیک نہ جانیں (از راہ تعصب جیسا کہ قرآن کو نہیں جانتے اور پورانوں کو پوپ لیلا قرار دیتے یا از راہ جہالت کے) یا اس کے خلاف چلیں تو ان پر بھی لازم ہے کہ وہ ان شرتیوں کا ترجمہ کسی ترجمہ کے موافق لکھ کر پیش کریں۔ محض دیانندی پر اکتفا نہ کریں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک جمیع آریہ صاحبان بعینہ سوامی دیانند جی ہیں اور یہ مقابلہ بھی گویا انہیں سے ہوا ہے اور نہ اپنی عقل کو دخل دے کر بیاکرن سے ترجمہ کریں کیونکہ ناستک اور دہریہ کی یہ عادت ہے اور جتنے لامذہب فرقے ہیں اسی سبب گمراہ ہو گئے ہیں۔

آریہ۔ افسوس بایں چالاکی۔ اور تعجب بایں دلیری اور حیرانی اس سفید جھوٹ پر۔ حضرت شنکر آچاریہ کا کوئی ترجمہ وید کا نہیں۔ انہوں نے صرف دس اُپنشدوں کا ترجمہ کیا تھا کہ ایک نامراد نے ان کو زہر دیدی۔ جس سے وہ رہگرائے عالم جاودانی ہو گئے۔ اور نہ اُپنشد وید ہیں۔ کیونکہ اُپنشد دس اور وید چار ہیں۔ اس ترجمہ کے مطابق ترجمہ کرنا اور اس ترجمہ کا ہندوؤں میں موجود اور مقبول ہونا یہ آپ کا پہلا جھوٹ ہے۔

باوجود سنسکرت نہ جاننے کے اور بھاشا بھی ہجے بھی نہ پڑھ سکنے کے لچھمنداس کے ترجمہ اردو اور ہماری اردو کتابوں سے نقل کرنا اور سائن کا ترجمہ جو سنسکرت میں ہے جس کو آپ بالکل نہیں پڑھ سکتے اور نہ آج تک دیکھا ہے کہ وہ کتنی بڑی کتاب ہے۔ اور دعوے یہ کہ انہیں کے موافق ہم نے ان شرتیوں کا ترجمہ آریہ صاحبان کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ یہ آپ کا دوسرا جھوٹ ہے۔ ہماری کتاب تکذیب براہین احمدیہ و نسخہ خبط احمدیہ سے چرا کر ترجمہ لکھنا اور نام رکھنا شنکر آچاریہ و سائن آچاریہ بلکہ اپنا یہ آپ کا تیسرا جھوٹ ہے۔

باوجود سنسکرت سے محض اُمی ہونے کے اور نقل کر کے اور کتاب سے نام اپنا یا کسی اور کتاب کا دیدینے کے اور سنسکرت اور وید شاستر سے بالکل ناواقف ہو کر مسلمانوں کے لگے واعظ اسلام اور رسالہ کے ٹائیٹل پیج پر ماہر وید شاستر لکھنے کے حالانکہ نرا کھشر بھٹ آچاریہ سے ذرا زیادہ وقعت نہیں پا سکتے۔ اور اس پر سنسکرت کا اتنا گھمنڈ یہ آپ کا چوتھا جھوٹ ہے۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ جس کو شبہ ہو۔ وہ اصل پستک سے مقابل کرے۔ یہ آپ کا پانچواں جھوٹ ہے۔

ہم مولوی صاحب واعظ اسلام ماہر وید شاستر کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ دو برس تک اپنے خدا اور رسول کے واسطے صفحہ ۹ کے سام وید کے منتر کا و صفحہ ۱۰ و ۱۱ کے منتر اور ترجمے اور صفحہ ۴ کا منتر اور ترجمہ اور صفحہ ۷ کا نامکمل اور غلط منتر اور اس کا ترجمہ شنکر آچاریہ یا سائن آچاریہ یا لچھمنداس یا ولیم کے کسی ترجمہ سے سوائے ہمارے نسخہ خبط احمدیہ و تکذیب براہین احمدیہ کے ملا دیں اور اگر تبلا سکے۔

جیسا کہ ہرگز نہ بتلا سکینگے تو وہ دین جس کے آپ واعظ ہیں جو آپ کو اس قدر
جھوٹ بولنے اور لکھنے پر دلیر کرتا ہے۔ برائے خدا اس کو چھوڑ دیجئے اور عربی کے
اس مقولہ کو یاد رکھئے لعنت اللہ علی الکاذبین

اب ہم دوسرے عمدۃ الواعظین اسلام سید گوہر علی شاہ کے اعتراضات متعلقہ قربانی کا جواب دیتے ہیں

ناظرین اگرچہ ہم نے مفصل جواب اس کا لیکچر نمبر ۲ میں دیدیا ہے۔ مگر اس
جگہ نہایت مختصر طور پر آپ کے مفید سمجھ کر کچھ عرض کرتے ہیں:-
یہ اعتراض کہ ہندو لوگ قربانی کو جائز جانتے ہیں۔ اگرچہ بالکل صحیح نہیں مگر
کسی قدر صحیح ہے۔ کیونکہ اب بھی دیوی اور شیو جی کے پوجاری یا معتقد یا بھیرو
کے مرید برابر جانوروں (بکرے۔ گوسفند۔ مرغی۔ بھینسے) کو مار کر کھا جاتے ہیں اور
ان کا خون مورتوں پر چڑھاتے ہیں اور موقعہ پر جانے پر انسان کی قربانی کو بھی صحیح
بتلاتے ہیں۔ مگر یہ صرف فرقہ وام مارگیوں کا اعتقاد ہے۔ کہ ویدمت والوں کا
اور جب سے یہ فرقہ جاری ہوا تب سے ہی اس کی مخالفت شروع ہوئی۔ وید کے
واقفکار لوگ اس کا کھنڈن کرتے رہے اور اپنے آپ کو وشنو یعنی پرہیزگار
(جو آریہ کا مترادف ہے) پکارتے ہیں۔ مگر پھر بھی یہ لوگ نہایت پوشیدہ طور پر
ہی ان بداعمالیوں کو کرتے رہے کیونکہ خوئے بد در طبیعتے کہ نشست * نرود
جز بوقت مرگ از دست۔ عادت کو طبیعت ثانی ہوجاتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ یہ
لوگ باوجود نہایت نفرت سے دیکھے جانے کے بھی موجود رہے۔ آریہ ورت
میں سوائے وام مارگیوں کے اور کسی فرقہ والے مذہباً قربانی یا گوشت خوری جائز
نہیں مانتے اب ہم بتلاتے ہیں کہ وام مارگی لوگ ویدانوکول ہیں یا پرتی کول۔
وید دھرم کے موافق ہیں یا مخالف۔
شبد استوما۔ یہی جو سنسکرت کی مشہور لغات ہے اسمیں اسطرح لکھا ہے۔

वामा चार पु० वामाचे दादि विरुद्ध आचार तन्त्रोक्त
मद्य मांसादि सेवन रूपे आचारे शब्द स्तोम १०१६

ترجمہ۔ وام آچار یعنی مذہب وام مارگ معنی یہ ہیں۔ خلاف وید کے طریقے
تنتروں کے مطابق۔ مدھو یعنی شراب ماس (گوشت) مینن (مچھلی) وغیرہ
کے استعمال کرنے کا طریق (دیکھو صفحہ ۱۰۰۱ مطبوعہ بار دوم ...) انہیں
لوگوں کو نام فارسی میں مشعل کشاں ہے۔ جس کے حق میں نظامی کہتا ہے ع
رسم مشعل کشاں دور دار۔ یہی چولی مارگ ہے۔ (مفصل حال دیکھو ودیا...
اور ستیارتھ پرکاش)

وید ویاس جی مہاراج آریہ رشی اور مشہور فاضل ویدانت شاستر کے مصنف
جو کہ ماہر وید ہوئے ہیں کسی کو کلام میں شک نہیں جن کے آخری زمانہ میں یہ فرقہ
جاری ہوا۔ وہ اس فرقہ کی بابت لکھتے ہیں۔

सुरा मत्स्या पशो मांसं द्विजा बलि स्तथा। धूर्तैः
प्रवर्तितं ह्येतन्नैतद्वेदेषु कल्पितं॥ नारद शान्ति
पर्व

ترجمہ۔ شراب مچھلی اور دیگر جانوروں کا گوشت ماس
... لوگوں نے چلادی ہیں ہرگز جائز نہیں ہیں
وید ویاس جی نے جب یہ رائے ان لوگوں بابت دی تو پھر وید میں کیا
... کہ ... کیا ہے۔ یجروید اور رگوید کے مترجم سوامی جی ... نے

گو کرنا مدہی وغیرہ میں درج کر دئیے ہیں اور ہم نے بھی لیکچر نمبر ۲ میں بہت سے حوالے
دیدیئے۔ اور اسی طرح ہمارے دوست بابو آتما رام جی نے بھی اپنی کتاب میں بہت
سے حوالے دیدیئے ہیں۔ مگر پھر بھی ہم ایک اور حوالہ عرض کرتے ہیں۔

यथा मांसं यथा सुरा यथा अक्षा अधिदेवने। यथा पुंसो वृ
षण्यत स्त्रियां निहन्यते मनः॥ अथर्व कां ६ व० १० मं १

ترجمہ۔ ماس کا کھانا اور شراب کا پینا۔ اور جوا کھیلنا اور زناکاری کرنا انسان کے
من کو برباد کر دیتا ہے (جس سے بدھی اور آتما نشٹ ہوجاتے ہیں اور آتما کے
نشٹ یعنی پاپی ہونے دھرم اور کرم سب برباد ہوجاتے ہیں) خلاصہ یہ کہ گوشت خوری
شراب نوشی۔ زناکاری قماربازی بڑے گناہ ہیں۔ ان سے بچنا چاہیئے (دیکھو
اتھرووید مطبوعہ ولایت اور بمبئی صفحہ ۱۲۲)

باقی رہی اجی گرتا کی کہانی۔ یا اور اسی قسم کی کہانی وید مقدس میں ہرگز
نہیں ہے اس کا بڑا ثبوت خود وید مقدس اور مہابھاشیہ اور میمانسا شاستر ہیں
کہ وید میں کوئی بھی اتہاس نہیں ہے۔ اور نہ کسی خاص آدمی کا ذکر ہے۔ بلکہ عموماً
ساری دنیا کے واسطے برابر ارشاد ہیں۔ ہاں قرآن میں اسمعیل اور ابراہیم کی انسانی
قربانی کی کہانی موجود ہے۔

باقی رہی گائے کی قربانی اس کا ویدوں میں نام ونشان بھی نہیں۔ وید تو
درکنار کیونکہ وہ تو وید ہی ہے۔ اس میں اویدک بات کاہے کو ہوسکتی ہے۔
قرآن جو کہ اور بعض باتوں میں وید کے مخالف ہے وہ بھی اس بات میں وید کے
مطابق ہے۔ کیونکہ جہاں تک ہمارے قرآن کی نسبت معلومات ہیں۔ اس میں گائے
کی قربانی یا اس کے گوشت کھانے کا بالکل ذکر نہیں ہے۔ صرف اونٹ کی قربانی
کا سورۃ حج میں ذکر ہے۔ مگر وہاں ساتھ یہ بھی لکھا ہے۔

لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن ینالہ التقویٰ منکم

ترجمہ۔ نہیں پہنچتا خدا کو گوشت قربانی کا۔ اور نہ خون جانوروں کا۔ ولیکن
اس کو تو تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔

پس اس سے بھی اگر کوئی نظر غور سے دیکھے تو صاف ظاہر ہے کہ گوشت
قربانی یا خونریزی سے خدائے رحیم خوشنود نہیں ہے اور نہ خدا کی مرضی کے مطابق
ہے۔ ہاں ظالم اور خود غرض آدمیوں کی مرضی کے مطابق ضرور ہے اور یہی سبب
ہے کہ آئے دن مکہ شریف میں ہمیشہ طاعون کی امراض موجود رہتی ہیں۔

مسلمان بھائیو یاد رکھو کہ سو دن چور کے اور ایک دن ساہد کا۔ آخر سب کو
اپنے اعمالوں کا پھل ملیگا۔ بلکہ ملتا ہے بے زبانوں کے گلے کاٹنے اور اس کا
نام رکھنا قربانی۔ واہ قربان جائیں اس عقل اور دانائی کے ع
برعکس نہند نام زنگی کافور

پتھر کی دیوی دیوتوں کی طرح یا مردہ پیروں فقیروں کی طرح خدا ہرگز ہرگز
اس قربانی یعنی خونریزی سے راضی نہیں۔ بلکہ وہ تو تقویٰ اور پرہیزگاری
سے رضامند ہے۔ خدا کو راضی کرو۔ اور حضرت علی علیہ الرحمۃ کے اس قول پر عمل کرو
لا تجعلوا بطونکم مقابر الحیوانات ترجمہ۔ مت بناؤ پیٹوں کو جانوروں
کی گورستان۔ کسی نے کیا سچ کہا ہے ؎

کعبہ بنیاد خلیل آزر است — دل گذرگاہ جلیل اکبر است
دل بدست آور کہ حج اکبر است — از ہزاراں کعبہ یکدل بہتر است

جو عبارت سنسکرت کی آپ نے نقل کی ہے۔ اس میں قربانی یا جانور مارنے کا

مطلق ذکر نہیں۔ پادری کی طرح آپ نے بھی پادر ہوا بات ہانک دی۔ اور دھوکا کھایا۔ مہاتما سکھدیو جی نے ان دام مارگیوں کے حق میں کیا اچھا کہا ہے۔

یعنی لکڑی گاڑنا اور پشوؤں کا گلا کاٹنا۔ اگر اس طرح سورگ میں جاتا ہے تو نرگ کس طرح جائیگا۔ اسی کے مطابق کبیر جی نے بھی (جو جنم کے مسلمان تھے۔ اور ہندوستان میں ایک فرقہ کے بانی ہیں) کہا ہے ؎

جیو بدھ دھرم کر تھا یوا دھرم کان کہو بھائی
آپس کو منی در کر تھا یو کان کو کہت قصائی

پس اے مسلمان بھائیو! ان خیالات کو ترک کرو۔ اور سمجھو کہ اگر گوشت خوری۔ خونریزی۔ قمار بازی۔ زناکاری۔ شراب نوشی۔ مذہب اور ایمان ہے۔ تو لا مذہبی اور بے ایمانی کیا چیز ہو گی۔ یورپ کے محقق اور دانا ڈاکٹروں کی کامل تحقیقات نے بھی آخر کار ثابت کر دیا ہے کہ وجے ٹیرین ہونا انسان کو واسطے قدرتی بات ہے۔ کیونکہ اس کی بناوٹ گوشت خوری کے حسب حال نہیں ہے۔ خدا اے رحمٰن و رحیم کے بندے ہو کر ایسا ظلم اور اندھیر کس طرح جائز ہے۔ کیونکہ گرگ منش ہو کر بھیڑوں کا پھاڑنا انسانیت سے بہت بعید ہے۔ سعدی نے سچ کہا ہے +

شنیدم گوسفندے را بزرگے
رہانید از دہان دست گرگے
شبانگہ کارد بر حلقش بمالید
روان گوسفند از وے بنالید
کہ از چنگال گرگم در ربودی
چو دیدم عاقبت خود گرگ بودی

اول جب چھوڑایا۔ تو اُسے بزرگ کہا۔ اُسی بزرگ نے جب مارنے کا قصد کیا تو گرگ نے کہا دیکھئے خدا کے واسطے دیکھئے۔ کیسا جلد بزرگ سے گرگ ہو گیا

نظم

بھائیو چھری جفا کی چلاؤ گے کب تلک
خونریزی اپنا مذہب بناؤ گے کب تلک
باطل سے میل حق کو بھلاؤ گے کب تلک
اور امر حق سے آنکھ چراؤ گے کب تلک
کب تک رہو گے ضد و تعصب میں ڈوبتے
وحشی پنے کو دل سے بھلاؤ گے کب تلک
قربانی کا نشاں کبھی وید میں جب نہیں
دعوے یہ بے ہوت چلاؤ گے کب تلک
الزام خام چھوڑ کے سچ کو کرو قبول
کھاؤ گے ماس خوں بہاؤ گے کب تلک
ایمان سے ہے دور جو کاٹو ہو بے قصور
ظالم نفس کو گرگ بناؤ گے کب تلک
مانو عرض جو کرتا ہے اک بندۂ خدا
خوں کر کے پاکباز کہاؤ گے کب تلک
اے دوستو ہے وزع خون سر بسر زبوں
دھبّہ پلید ہے یہ مٹاؤ گے کب تلک

راقم۔ وہی آپ کا قدیمی خیرخواہ آریہ مسافر

حجت الاسلام

دیباچہ از اڈیٹر کتاب حجۃ الاسلام دھرم کی ویدی پر آریہ مسافر کی آخری بھینٹ ہے۔ اِس کتاب کے علاوہ ایک اور ضخیم کتاب (یعنی تکذیب براہین احمدیہ حصّہ دوم) بھی تیار کر کے پنڈت لیکھرام جی چھوڑ گئے ہیں۔ دیگر چھوٹے چھوٹے رسالوں کا تو کچھ ذکر ہی نہیں ہے۔ لیکن اِن سب میں سے ایک حجت الاسلام ہی ہے۔ جسے کہ پنڈت جی اپنے روبرو قریباً چھپوا چکے تھے۔ حرف سرورق جو کہ پہلے سے لکھا ہوا موجود تھا اُن کی موت کے بعد چھپوایا گیا ہے۔ گویا خلق اللہ کی سیوا کرتے ہوئے جو بے نظیر تحائف کہ مکمل کر کے دھرم کی ویدی پر دے رکھا کرتے تھے۔ اُن میں سے حجت الاسلام آخری تھا +

اور یہی وجہ تھی۔ کہ اس کتاب کی بار اوّل کی چھپی ہوئی ۷۰۰ کاپیاں ایک ہفتے کے اندر اندر ختم ہو کر دوسری بار اسے چھپوانے کی ضرورت پڑی۔ اس مرتبہ ۱۴۰۰ کاپیاں چھپوائی گئی ہیں۔ لیکن جس جوش سے کہ اب یہاں اس نادر نسخہ کی مانگ آ رہی ہے۔ اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ طبع دوم بھی شاید ایک ماہ سے زیادہ کے لئے کافی نہ ہو گا +

طبع اول کے وقت چونکہ پنڈت لیکھرام جی کو اکثر باہر بھی جانا پڑتا تھا۔ اور ساتھ ہی مہرشی دیانند کے جیون چرتر کے کام کا بوجھ بھی بڑا تھا۔ اِس لئے کتابت اور محاوروں کی اکثر غلطیاں رہ گئی تھیں۔ جنہیں کہ طبع دوم میں درست کر دیا گیا ہے۔ البتہ ایک جگہ میں نے کچھ حصّہ (یعنے دو صفحوں کے قریب عبارت) بالکل کاٹ دینے کی دلیری کی ہے۔ سو وہ پنڈت جی کی تحریر کا کوئی حصہ نہیں تھا۔ بلکہ کل کا کل لفظ بلفظ محمدی مصنفوں سے منقول تھا۔ یہ وہ حصہ ہے۔ جن کی سُرخی طبع اول میں حسب ذیل تھی "اسلام کی حیاداری کا ایک عجیب مشاہدہ"

اس میں محمدی مصنفوں نے عورتوں کے ختنہ کا حال اور وجہ لکھتے ہوئے اسقدر فحش کلامی اور بے غیرتی سے کام کیا ہے۔ کہ حیا اُنکے پبلک کرنے کی اجازت نہیں دیتی +

دیباچہ

بنام آنکہ نامش اوم کار ست — انادی است و بر نکار است

ہیں جیہ سا ہوں اُس در عالیمقام کا ۔ کہ جہاں جواب نہ پائے سلام کا
پرماتما شکتیاں کی جہاں ۔ جہاں کا ورنن ۔ اور ہم ہمیشہ اس کی بپا ۔ دیا اتما کا سرش
الپگیہ انسان کما حقہ کس طرح ادا کر سکے ۔ اُس کے ایک ایک گن کا اتواد ۔ اور اس کی
ایک ایک کرپا کا دھنیواد بیان کرنے کو دفترین کے دفتر چاہئے ۔ مگر اتنی عمر کہاں بڑے
بڑے رشی منی بھی تھکت ہو کر نیتی نیتی پکار اُٹھے ۔ مہاتما یوگیشر بھی رحم کے جیون
سے بڑھ کر انسان کے واسطے کوئی نیک نمونہ نہیں ملسکتا) آخر کار یہی فرما گئے ۔ کہ
سوائے اس کے پوتر ذات کے اور کوئی سہارے کے لائق نہیں ۔ سورج ۔ چندر ۔
سیارے ۔ ستارے سب زبان حال سے پکار رہے ہیں ۔ کہ ہم مخلوق اور بناوٹی
ہیں ۔ ہم ایک زبردست حاکم کے فرمان پذیر ہیں ۔ خدمت مفوضہ کو انجام دے رہے ہیں
جہاں تک بدھی کام کرتی ہے ساری سرشٹی کے اندر اُس کی صنعت کاملہ کے آثار
پائے جاتے ہیں ۔ تمام جڑھ جگت اپنے واسطے نہیں بلکہ روحوں کے واسطے فیض رساں
اور کل دُنیا کے نباتات و گردش ارضی کے تعلقات ان کے ہی لئے موجود میں آتے ہیں ۔
ہر ایک آدمی جانتا ہے کہ اس ظاہری اور جسمانی بصارت کے واسطے سورج کی کتنی
بڑی ضرورت ہے ۔ جس کے بغیر عموماً قدرتی نظارہ نہیں دیکھ سکتا ۔ اور نہ انسان
کسی طرح کا لابھ اُٹھا سکتا ہے ۔ جس پر جہاں تک غور کی جائے پیدا کرنے والے
کی بہت مہربانی ظاہر ہوتی ہے ۔ اسی طرح اگر اور زیادہ غور کی جائے تو صاف معلوم
ہو جائیگا ۔ کہ جتنی ان جسمانی آنکھوں کے واسطے اس سورج کی ضرورت ہے اُس سے
ہزار گنا زیادہ روحانی آنکھوں کے واسطے روحانی سورج کی حاجت ہے آدمی کی
کتنی ہی اچھی پوشاک لباس ہو ۔ کیسی ہی عمدہ خوراک ہو ۔ رنگ و روغن بھی اچھا ہو ۔
دولت بھی کتنی ہی زیادہ ہو ۔ مگر باوجود اس کے صرف علم و عقل کے نہ ہونے سے
انسان محض حیوان ہے ۔ راج رشی بھرتری جی نے کیا اچھا فرمایا ہے ۔

ये यांन विद्यानत पो-नदानं धर्मं न शालं न गुरगे-
पियस्य। तें मृत्यलोके भु विभारभूतामनुष्यरू पेणमृगाश्च
रन्ति॥

ترجمہ ۔ جس انسان کے پاس نہ ودیا ہے اور نہ عبادت نہ گیان نہ دھیان نہ دان
نہ اخلاق نہ کوئی گن ہے وہ انسان نہیں بلکہ وہ اس سنسار میں صرف زمین کا بوجھ
ہے ۔ بشکل آدمی کی گو حیوان پھر رہا ہے ۔

داناؤں کے نزدیک کھانے پینے سے بھی وِدّیا کی زیادہ ضرورت ہے ۔ انسان جو
اشرف المخلوقات کہلاتا ہے ۔ وہ صرف ست وِدّیا ہی کے سبب سے ورنہ بے علم
انسان ارذل المخلوقات سے کسی حالت میں اچھا نہیں ۔ اس حکیم مطلق نے مثل
ظاہری سورج کے باطنی سورج بھی پیدا کیا ہے ۔ ظاہری میں جسمانی روشنی ہے
اور باطنی میں روحانی ۔ قانونِ قدرت جو قادرِ مطلق کا قائم کیا ہر یک کا ثبوت ہے ۔
اُس سے ظاہر ہے کہ سچا گیان وہی ہے ۔ جو علم و عقل بلکہ قانونِ قدرت کے مطابق
ہو ۔ ظاہری آنکھیں ظاہری روشنی سے قانونِ قدرت کا مطالعہ و مشاہدہ کریں
اور باطنی آنکھیں علمی روشنی سے اُس کی تحقیق و تصدیق کریں ۔ دونوں کا اتفاق
سچے قانون کی نشان ہے ۔ ورنہ عقل کے خلاف علم کے خلاف ۔ مشاہدہ اور تجربہ کے
خلاف کوئی گیان ایشور کا نہیں ہو سکتا ۔ تلوار سے تسلیم کرانا ۔ جہاد سے منوانا ۔
حور و غلمان کے دام میں پھنسانا اور بات ہے ۔ اور علم و عقل سے تسلیم کرا کے منوانا

امر دیگر ہے جس طرح آفتاب کی روشنی کے سامنے سب چاند ستارے اور چراغ
اور مہتاب یہاں پھیکی اور ناکارہ ہیں ۔ ویسے ہی سچے الہام کے سامنے ۔ آفتاب معرفت
کے سامنے کسی اور کا چمکنا ہی ناممکن ہے ۔ علم کے پھیلنے کی دیر اور عقل کے طلوع کی
کمی ہے ۔ ورنہ سراپا ناممکن ہے کہ جھوٹ سچائی کا مقابلہ کر سکے ۔ علم و عقل کے چراغ
ہدایت سے منور دل کسی طرح پھسلانے سے نہیں پھسلتا ۔ اور نہ کسی کے ڈرانے
اور دھمکانے سے ناراستی کو قبول کرتا ہے وہ جانتا ہے ۔ کہ قوم ۔ رشتہ دار صرف
یہاں کے ساتھی ہیں ۔ پس جھوٹی قوم کے واسطے ہم کیوں صداقت اور حق کے مخالف
ہوں ۔ جب طالب حق اسی طرح چراغ روشن اور سالون کو قدرت کو مد نظر رکھ تلاش
کرتا ہے ۔ تو جہالت کے زور و شور کی پرواہ نہ کر وہ حق پسند جھوٹے دیوں اور کھوٹے
مذہبوں اور بڑی ملتوں سے بیزار ہو کر سچے دھرم کو ضرور حاصل کر لیتا ہے کیونکہ
جس طرح کولمبس نے اپنی بے تکان ہمت سے ملک و قوم کی مخالفت پر بھی سہاتے
سختیاں اور دھکا دھکا کر امریکہ پا لیا ۔ جس طرح گلیلیو وغیرہ پھانسی لیتے ملتے بھی
صداقت کا اظہار کر گئے ۔ اسی طرح وہ صداقت کا مست تحقیق کی اُمنگ میں
ضرور سچائی کو پاتا ہے ۔ گھبراتا نہیں اور نہ پچھتاتا ہے ۔ انسانی سرشٹی کے ابتداء
سے بھارت کے (گیدھ) جنگ تک تمام دُنیا میں صرف ایک دھرم اور ایک ہی طرح
کے کرم تھے ۔ ویدوں کا ہی سب جگت میں پرچار تھا ۔ اور تیج مہا یگ میں ہی ہر دیش
میں سروکار ۔ مگر باہمی خرابی کے سبب خانہ جنگی ہوئی ۔ پھوٹ کا بیج بویا گیا ۔ اور محبت
جلدی پامال ہوا ۔ یعنی مت متانتر پھیلنے کا آغاز ہوا ۔ ۴۹۹۶ سال گزرے
کہ یہ جنگ ہوئی کورو کشیتر ضلع تھانیسر کے میدان میں ۱۸ روز تک ہنگامہ کارزار
گرم رہا ۔ لاکھوں آدمی کھیت رہے اور ست دھرم میں اُنساہ کا خاتمہ ہوا ۔ اول
اول جو قدرے بگڑے وہ باسی ہو گئے ۔ اور ساتھ ہی بد چلن لوگوں میں وام مارگ
پھیلنا شروع ہوا ۔ جس کے کئی صدیوں کے بعد موسوی دین پھیلنے لگا ۔ جب
وام مارگ اور موسوی دین نے خدا کے نام پر جانوروں کی معمولی قربانیاں اور سوختنی
قربانیاں زیادہ رائج کر دیں ۔ ملک میں خون کی ندیاں بہنے لگیں ۔ بیگناہ جانوروں
کے خون کے داغ پوتر اور پاک سمجھ کر گھروں کے دروازوں پر لوگ پاکیزگی کے
اظہار کو لگانے لگے ۔ اور ہاتھوں پر بھی خون کا ٹیکا لگنے لگا ۔ توریت یا ستر کے تحت
میں بچھڑے اور بکریوں کے لہو سے چھوایا جو دھا خوش ہونے لگا ۔ قصاب خانہ کا
ٹھیکہ دار جب خدا کو بنایا گیا ۔ سارے گناہ اُسی پوتر اور مقدس پرماتما کے ذمہ لگائے گئے
تب ایک کشتری نے اس کلنک کے دور کرنے کا بیڑا اٹھایا یعنی ساکیہ سنگھ گوتم
نے بدھ مت چلایا ۔ اور لوگوں کو ایسے خدا اور الہام سے نفرت دلائی ۔ گویا رحمت کی
ندی بہائی ۔ وعظ میں بتلایا بلکہ لوگوں کے ذہن نشین کرایا ۔ کہ رحیم اور دیالو پرماتما کبھی
نہیں کہتا ۔ اور نہ جانوروں کے کھانے کا ارشاد فرماتا ہے ۔ اس ایک ہی سچی بات
نے دلوں کو تسخیر کر لیا ۔ جہاں موسیٰ کی تلوار کارگر نہ ہوئی اور وام مارگ کی چھُری بھی
نہ چل سکی ۔ وہاں اُس کی تیغ فصاحت و صداقت کام کر گئی ۔ امریکہ ۔ افریقہ ۔ یورپ
اور ایشیا جدھر دیکھو باوجود گزرنے ڈھائی ہزار سال کے اب تک بھی پوری ایک
تہائی (یعنی) آبادی دُنیا کی اُسی کا گیت گا رہی ہے ۔

اِس کے بعد مسیح سے تین سو برس بیشتر شنکر آچاریہ نے برہم ایشور جیو کی تثلیث
قائم کر نوین ویدانت سے سب کو ہمہ اوست کی تعلیم دی اور راہ راست سے پھیر آیا
انہیں دنوں سکندر کی چڑھائی کے سبب تمام مہذب ملکوں میں ہلچل مچی اور سکندریہ
میں ایسی تعلیم کا مدرسہ جاری کیا ۔ جو مدت تک موجود رہ ہونہار شاگرد پیدا کرتا رہا ۔

مسیح نے اول اس مدرسہ میں تعلیم پائی اور بدھ مذہب کی دیکشا لے کر ہندوستان کا سفر کیا۔ یوحنا حواری موحد تثلیث اسی مدرسہ کے شاگرد رشید تھے (دیکھو انجیل بر آمدہ تبت۔

آخر مسیح کی چھٹی صدی میں محمد صاحب نے عرب میں جنم لیا اور میدان خالی دیکھ کر بعمر چہل سالہ پیغمبری کی ہوا اُن کے سر میں سمائی۔ عیسے ہی چار اور بھی یار غار مل گئے۔ اور خود حضرت ختم المرسلین بن بیٹھے۔ دعوے ملک گیری کے ساتھ جہاد مذہبی کا جھنڈا بلند کیا۔ اور جتی الوسع ریگستان عرب میں خون کی ندیاں بہائیں۔ بعد کے خلفائے راشدین نے ختم المرسلین کی وصیت کو پورا کیا۔ یہاں تک کہ لوٹ مار کا بازار گرم ہو کر لاکھوں سر تن سے جدا ہو جانے اور لاکھوں لونڈی غلام بننے اور صدہا شہر بے چراغ ہونے کے بعد عرب۔ روم۔ ایران۔ مصر۔ افغانستان۔ بلوچستان۔ سپین۔ پرتگال نے طوعاً و کرہاً دین محمدی قبول۔ اور یہی نہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ کیفیت ہندوستان کی ہوئی۔ مگر یہ ہندوستان اور ملکوں کی طرح مرنہیں گیا تھا۔ یہ اس کے اندر اسی کشت و خون کے زمانہ میں۔ راما نند رامانج چیتنیہ۔ کبیر۔ نانک۔ سانگد۔ امرداس۔ تلسی داس۔ نامدیو۔ ارجن۔ امید ہو ہر رائے۔ اودھو سنگھ۔ گوبند سنگھ۔ سیواجی۔ وغیرہ مہاتما لوگ مختلف اوقات میں باوجود سخت سخت تکالیف اٹھانے کے بھی تھوڑا بہت ست دھرم کا اُپدیش فرماتے رہے۔ باوجودیکہ آتش جہاد محمدی بھڑک رہی تھی۔ مگر اُن کے موثر اپدیشوں کی بارش نے بہت کچھ اُسے فرو کر دیا۔ یہاں تک کہ جو اسلام کا ہند میں ہونا تھا۔ اُس کا عشر عشیر بھی نہیں ہوا۔ اور ملکوں میں پرانے مذہبوں کا نام و نشان نہیں رہا۔ ایران میں پارسیوں کی آتش کو اسلامی خون نے سرد کر دیا۔ مگر یہاں ویدک توحید کے سامنے اسلام خود سرد ہو گیا۔ جس کا فضلائے اسلام کو خود اقبال ہے۔ چنانچہ فاضل الطاف حسین صاحب حالی فرماتے ہیں:۔

وہ دین حجازی کا بیباک بیڑا نشاں جس کا اقصائے عالم میں پہنچا
نہ جیحوں میں اٹکا نہ قلزم میں جھجکا مقابل ہوا کوئی خطرہ نہ جس کا
کئے پے سپر جس نے ساتوں سمندر
وہ ڈوبا دہانے میں گنگا کے آکر

پہلے تو صرف ایک اسلام ہی کا سامنا تھا۔ جس کے واسطے لتنے خیر خواہوں نے کمر ہمت باندھ کر مقابلہ کیا۔ مگر اب تو ایک اور مذہب بھی یہاں آ براجا اور آتے ہی معقولیت سے مقابلہ کیا۔ ہر ایک عقلمند جانتا ہے کہ نادان دشمن سے دانا دشمن بہت بڑا ہے۔ بنا براں خرابی و بدی روز بروز بڑھنے لگی اور ست دھرم کا ستیاناس ہونے لگا۔ جب اس طرح ظلمت پھیلتے پھیلتے آریہ ورت نمونہ ظلمات ہو گیا۔ اور بہتری کی کوئی صورت نہ دکھائی پڑی تو ایک مہاتما رشی نے تحصیل علوم سے فارغ ہو لوگ آنند سے نکل جگت کے سدھار پر کمر باندھی۔ درحقیقت پرماتما کی حکمت کاملہ کا تقاضا تھا۔ ورنہ اکیلے آدمی سے اتنا اُپکار مشکل تھا۔ نہ عیلیے کی مانند کوئی حواری مقرر کئے اور نہ موسیٰ و محمد صاحب کی طرح کوئی اصحاب یا خلیفے یا جرار ساتھ لی۔ صرف صداقت اور گیان پر بھروسہ رکھ ست سناتن ویدک دھرم کا اپدیش کرنا شروع کیا۔ کی مدلل ہدایت اور منطق بھری ہوئی وعظ میں فلاسفی اور طبعیات کے ویدک اصول نے تعلیم یافتوں کو چکاچوند کر دیا۔ فزیالوجی اور جیالوجی نے اُس کے قدم چومے۔ سائنس نے استقبال کیا۔ تاریخ قدیم ہمدم اور ہمراز تھی۔ بات بات میں دلائل و اثبات تھے۔ فقرہ فقرہ میں سانکھ اور یوگ کے

نکات تھے کیا اس تعلیم کے روشن زمانہ میں شق القمر کی انگشت نمائی کام آتی تھی کیا ید بیضا کی دیا سلائی کا مصالحہ اسوقت فخر کے لائق تھا؟ کیا جادو کی چھڑی سانپ کی لاٹھی۔ لاٹھی کا سانپ بنانا اس وقت کارآمد ہو سکتا تھا؟ کیا آگ جو موسیٰ نے دیکھی۔ جس نے پہاڑ جلا دیا۔ اور آواز آئی انی انا اللہ کی نکالی خدا ہو سکتی تھی؟ کیا مختلف مذہبوں کی کتابوں سے دلپسند باتیں نکال کر نیا مذہب چل سکتا تھا؟ یا وہ صوفی مذہب انسان جس کو یہودیوں نے صلیب پر چڑھایا۔ اور جس نے روتے ہوئے جان دی خدا ہو سکتا تھا۔ کیا انجیر کے درخت کو گالیاں دینا اور ڈاکٹر صاحبوں کے روبرو مردہ زندہ کرنا۔ آنکھوں کا علاج کرنا۔ جن بھوت نکالنا مسیحائی کہلا سکتی تھی؟ ہرگز ہرگز نہیں! عقل کا زمانہ۔ علم کا وقت۔ دلیل کا دور اور فلاسفی کا راج تھا۔ جب آسمان ہی نہ رہے۔ معراج میں گھوڑے پر چڑھ کر آسمان پر خدا کی ملاقات کو جانا یا خدا کے دائیں ہاتھ چوتھے آسمان یا پانچویں آسمان پر جا بیٹھنا کب پذیرائی کے لائق تھا۔ سب سے زیادہ سچی اور کامل اور سب سے انادی اور پاک ہدایت کی ضرورت تھی۔ سبحان اللہ! پربھو تیری اپار مہمان ہے۔ تو کیسا سرب شکتیمان ہے۔ تیری قدرت کاملہ تیرے قوانین نیچر یہ تیرے وید مقدس بالکل مطابق ہیں۔ اور یہی سبب ہے کہ اس روشنی کے زمانہ میں تیرے سچے اُپدیش کارآمد ہیں۔ تیری ذات پاک کی خوبیاں جس خوبی سے وید بتلاتا ہے۔ دوسرے کسی کا کیا منہ ہے کہ کر سکے۔ درحقیقت سچ ہے ؎ آفتاب آمد دلیل آفتاب! جگدیشور! ہم تیری پرم کرپالتا کا ورنن کس منہ سے کریں۔ جس نے اس زمانہ میں فاضل اجل ہادیٔ بے بدل سراپا حمد مند شری سوامی دیانند جی مہاراج کو جگت سدھار کے واسطے پریرنا کی۔ اور اُن کی ذات بھی دھنواد کے لائق ہے۔ جنہوں نے لوبھ۔ موہ دنیاوی کو تیاگ۔ کام آدک دشمنوں سے دل ویراگ دان کر ایشوری پریم کی آگ میں اپنے آپ کو سواہا کر دیا۔ اُن کا برہمچریہ اُن کا استقلال۔ اور ست دھرم پر درڑھ نشٹھا اس جگت میں بے نظیر تھا۔ اُن کے ویدک ست اُپدیش نے ظلمت کدہ ہند کو نورانی کر دیا۔ آفتاب و ستارہ پرستی کا چند روزہ پرکاش جاتا رہا۔ ایشوری جلال کے آگے سب گر واست ہو گئے! مکانوں و پہاڑوں کی خاک بیزی سے لوگوں کو شرم دلائی۔ سرد دیا۔ پک کے لئے بہشت بنانے والوں کو خجل کیا۔ رحیم خدا کے لئے بھینٹ چڑھانے والوں اور قربانی کرنے والوں کو عمل ربانی سے ڈرایا۔ بت خانوں اور قبرستانوں میں خاک اڑنے لگی۔ آتش پرستی کو ست اُپدیش کی بارش سے بجھا دیا آتش خیز جوالا مکھی پہاڑ کی گرم بازاری ٹھنڈی ہو گئی۔ گویا اُن پر سیروں برف پڑ گئی۔ گنگا۔ زمزم۔ اور بپتسمہ سے نجات کی امید رکھنے والے مایوس ہو کر ہاتھ دھو بیٹھے۔ تثلیث کی بازی تین کانے ہو گئی۔ جہل کاف کا طلسم سلیمانی ٹوٹ گیا۔ تینتیس کروڑ کا عقدہ حل ہو گیا۔ خوف شیطانی کی نجاست اور مردہ پرستی کی غلاظت سے دل پاک و صاف ہو گئے۔ گو رواز م کا بوریہ بندھنا ہو چکا۔ جبر کی تلوار ٹکڑے ہو گئی۔ خود خدا اپنے بندوں کو ایشور کا انادی بندہ بنا دیا۔ اور ہر طرح کے روحانی و جسمانی برائی لوگوں کو سمجھا دی پوشیدہ نہ رہا ہے کہ عرصہ چالیس سال کا ہوا کہ مولوی عبید اللہ صاحب نے ایک کتاب تحفۃ الہند تصنیف کی۔ جس کا جواب اسی زمانہ میں منشی اندرمن مرادآبادی نے تحفۃ الاسلام میں دیدیا۔ اس کے بعد اسی مضمون پر تقریباً ۱۵ کتابیں بہر دو جانب سے مختلف اوقات میں شائع ہوتی رہیں۔ باوجودیکہ منشی اندرمن صاحب نے تحفۃ الاسلام کے بعد بھی چھ کتابیں اور رسالے لکھیں۔ مگر مولوی صاحب اس عرصہ میں

سکوت اختیار کر کچھ نہ بولے صرف تحفۃ الاسلام ہی اس عرصہ چھ مرتبہ شائع ہوئی اب اس قدر عرصہ مزید کے بعد وہی مولوی صاحب پھر خواب سے پیدا ہوئے اور اسی تحفۃ الہند کی طرز پر معقولیت کے خلاف دقیانوسی اعتراض لکھنے شروع کئے اور ایک کتاب حجۃ الہند نام ۲۵۶ صفحہ کی شائع کی جو ہمارے پاس بڑے شوق سے خرید کر منشی دوارکا پرشاد صاحب کائستھ نے دہلی سے ارسال کی مطالعہ سے معلوم ہوا کہ بہت سے اعتراض تو کتاب سوط اللہ الجبار علیٰ متن الکفار سے مولوی صاحب نے نقل کئے۔ جن کے جواب منشی اندرمن مرحوم نے اندر بحر المعروف عماد ہند میں دیدیے اکثر اعتراض پادری سمتھ صاحب کی کتاب تحقیق دین حق جس کے جواب نامہ نگار سچے دھرم کی شہادت میں لکھ چکا اور بہت سے اعتراض براہین احمدیہ سے منقول ہیں۔ جن کے مدلل و معقول جواب تکذیب براہین احمدیہ میں موجود۔ اور بیسیو مقامات در اصل عبارت "سُرمہ چشم" آریہ کی تحریر کر دی۔ حالانکہ اس کتاب کا واضح جواب نسخہ خبط احمدیہ میں مدت سے ہم لکھ چکے۔ علاوہ براں اور بہت سے اعتراض ایسے ہیں۔ جن کے جواب منشی اندرمن صاحب کی کتابوں میں دئے گئے ہیں۔ پس ہم اُن سے قطع نظر۔ صرف ایسے سوالوں کا جواب دیں گے جن کے جواب رہ گئے یا جو مولوی صاحب نے نئے کئے۔ ورنہ فضول کا فذ سیاہ کرنا اپنا شیوہ نہیں ہے۔ ممبران آریہ سماج کے سامنے ایسے اعتراض گھاس پھوس سے بڑھ کر وقعت نہیں رکھتے۔ ایک ہی صداقت کا شعلہ ان کے بھسم کرنے کو کافی ہے۔ اور ہم اپنے ہندو بھائیوں سے دست بستہ التماس کرتے ہیں کہ وہ ست دھرم کی سہائتا سے غافل نہ رہیں۔ وہ نیتک اور نیمتک کرموں میں جو ست شاستر انوسار ضروری ہیں۔ بڑے سچے پریم سے ویدک سنسکاروں کا برتاؤ کریں۔ اِس وقت حکومت عقل و علم کی ہے۔ پس ہم کیوں اس سے محروم رہیں۔ ویدک دھرم سنسار میں پھیل رہا ہے۔ آپ بھی خود غرضی اور پھوٹ کر چھوڑ کر ست دھرم کی بجے منائیں۔ آپ نشد و نکی الہیات اور شاستروں کی فلاسفی دنیا میں پھیلائیں۔ خود غرضوں کی پیروی چھوڑ کر وید اور ایشور کو اپنا ہادی بنائیں کمٹ اور بعض تیاگ کر میدان میں آئیں۔ آریہ سماج اس سچے ویدک دھرم کا مناد ہے۔ تمہارے مخالفوں کی ساری حکمت عملی اسے از بر یاد ہے۔ پرانوں نے آپ کو توہمات باطلہ میں پھنسایا۔ ست ویدک دھرم سے گمراہ بنایا۔ مورتی پوجا نے اپنی طرح جڑھ کر دکھایا۔ مال و دولت کو ضائع کرایا۔ اور ظالموں کے ہاتھ سے درجہ تباہی پر پہنچایا۔ کیا اِس عادل گورنمنٹ کے زمانہ میں بھی آپکا دل خواب غفلت سے بیدار ہونے کو نہیں چاہتا؟ کیا اس لیلا کے فسانے مکتی بنانے کے سوا کوئی اور پھل دے سکتے ہیں پیارے بھائیو بیدار ہو جاؤ۔ پوتر دھرم کو کلنک نہ لگاؤ تمہارے عیبوں سے دھرم معیوب سمجھا جا رہا ہے۔

دیگر ناظرین سے یہ عرض ہے۔ کہ بنظر انصاف ساری کتاب کو مطالعہ کریں۔ حق و باطل کو آنکھوں کے سامنے دھریں۔ غالباً نتیجہ نیک پاوینگے۔ ہم اپنے مسلمان دوستوں کی طرح جیسے کہ وہ ناواقفی سے آریہ دھرم کو تعصب سے دیکھتے اور اس کی کتابوں کو کم پڑھتے ہیں مکتب دین اسلام کو تعصب سے نہیں دیکھتے۔ بلکہ صداقت سے مطالعہ کرتے ہیں۔ جہاں دین اسلام میں کوئی شخص ایسی خوبی بتا دے جو وید مقدس میں نہ ہو۔ تو ہم بسر و چشم قبول کرنے کو تیار ہیں۔ مگر ہم کیا کریں۔ ہمارے دوست تعصب کی زنجیر میں اسیر ہو کر اس روشنی کے زمانہ میں بھی معراج لگا آسمانوں کو جایا چاہتے ہیں۔

ھذا قل تکفیہ الاشارۃ والغافل لا ینفعہ الف عبارۃ۔ خاکسار لیکھرام آریہ مسافر لاہور ۱۸ دسمبر ۱۸۹۲ء

باب اول

وید کے متعلق اعتراضوں کا جواب

حجۃ الہند صفحہ ۲- "ہم لوگ جانتے تھے۔ کہ پادری صاحب ہی ہمارے دین کے بڑے دشمن ہیں۔ ہندوؤں سے ہمارے دین کو کچھ ضرر نہیں پہنچتا۔ ہندو بیچارے غریب آسامی ہیں۔ کسی کو نہیں چھیڑتے۔ اب ایک مدت سے اُسی غریب اسامی نے بھی سر اٹھایا۔ اور فخر ہنود اندرمن مرادآبادی نے بڑے مغالطے بلکہ فحش کلام کے ساتھ دین اسلام کے ساتھ بدی کرنے پر کمر باندھی۔ اور خاص اِس زمانہ میں آریہ سماج ایک نیا فرقہ ہندوؤں میں ظاہر ہوا ہے۔ دین اسلام پر بہت حملہ کرتے ہیں۔ اعدا پنے جہل مرکب سے اپنے ہی آپ کو فرقہ ناجیہ سمجھ کر بید پر بہت ہیثت نازاں ہیں۔ اور بید جو کفر اور شرک اور مضامین واہیات سے بھرا ہوا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کا کلام جانتے ہیں۔ اُس پر دھیان نہیں کرتے۔ اور اپنی کوتہ نظری سے ہر طرف سے دین اسلام پر اعتراض کرتے۔ اور عوام الناس کو بہکاتے اور بہت تنگ کرتے ہیں"

جواب۔ ہمارے متعصب مولوی صاحب نے جس اخلاق حسنہ سے کتاب کا آغاز کیا ہے ناظرین اُس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ ہمیں دوہرانے کی ضرورت نہیں۔ شیخ جی کو معلوم نہیں۔ کہ پہلے حملہ کس نے کیا یا جان بوجھ کر تجاہل عارفانہ کرتے ہیں۔ اول اُنہوں نے ہندو مذہب پر حملہ کیا اور کتاب تحفۃ الہند لکھی۔ حفاظت خود اختیاری قانوناً و مذہباً جائز ہے بنا بران حفاظت خود اختیاری کے طور پر ہماری طرف سے بھی تردید میں کتابیں لکھی گئیں بلکہ ؎ ذرا انصاف تو کیجیئے لڑکا کس نے سر پہلے۔ بے شک ہم غریب آسامی تھے اور ہیں مگر جب کوئی حد سے زیادہ ہم کو تنگ کرے تو پھر سہار نہیں سکتے۔ مخالف کے دانت توڑ دیتے ہیں۔ ؎

نہ بینی کہ چوں گربہ عاجز شود ۔۔۔ برآرد بچنگال چشم پلنگ

مجبوراً ہم کو آپ کے حملہ بیجا کا جواب دینا پڑا۔ آپ ایسی بیہودہ اور فحش اور اہانت آمیز باتوں کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور اندرمن کے معقول اعتراضات کو بُرے الفاظوں سے یاد کرتے ہو بھائی! کسی کو بدزبانی سے گالیاں مت دو۔ ورنہ بڑھاپے میں رسوائی مول لوگے۔ ہم آپ کی گالیوں کا کوئی جواب نہیں دیتے سوائے اس کے ؎

لگے ہو منہ چڑانے دیتے دیتے گالیاں صاحب ۔۔۔ زباں بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجو دہن بگڑا

شریمان سوامی جی نے ستیارتھ پرکاش میں اور نامہ نگار نے تکذیب براہین احمدیہ و خبط احمدیہ میں اس مسئلہ کا جواب کہ کون کتاب شرک سے بھری ہوئی ہے۔ کافی بلکہ وافی دیدیا ہے۔ جو غالباً مرض جہل کا علاج شافی ہے۔ اگر ہمارے دوست نومسلم اُسے مطالعہ کرتے تو ہم یقین سے کہتے ہیں۔ کہ پھر قرآن کی توحید کا دم نہ بھرتے۔ ہم بھی الفاظ ملاحے کے سارے قرآن کی نسبت دوہرا سکتے ہیں۔ مگر اپنا یہ شیوہ نہیں۔

منشی اندرمن کے اعتراضوں کا جواب مولویوں سے آج تک نہ بن سکا۔ اکیلے منشی اندرمن کے مقابلہ میں کتنے مولویوں نے خم ٹھوکے مگر واہ رے بہادر جس نے ایک ہاتھ سے ہی سب کو پچھاڑا۔ ولی رام کا مصرعہ شاید اسی موقعہ کے واسطے ہے ؎

ہندو بچہ از سید و مسلماں بس ماند

کیا کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ اندرمن کا کسی مولوی نے کبھی برو در مقابلہ کیا؟ ہرگز نہیں شیخ صاحب آپ آریہ سماج کو خواہ کتنی ہی گالیاں دیں آریہ سماج اِس سے گھبراتا نہیں بقول شخصے

دریائے فراواں نشود تیرہ بہ سنگے ۔ عارف کہ (آریہ) کہ برنجد تنک آب ہنوز

قولہ ۹-۴۵ و ۸۰-آریہ مذہب والوں نے اپنے مذہب پر سے الزام و اعتراض دور کرنے کے لئے بہ تقلید پنڈت دیانند سرسوتی جی کے برخلاف تمام ہندواں اولین و آخرین کے یہ حیلہ کیا ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ پدم پوران وشنو پران بھاگوت و مہابھارت وغیرہ جن میں جھوٹ اور کفر اور شرک اور فسق بھرا ہوا ہے۔ یہ کتابیں ہمارے دین کی نہیں ہیں ہم تو بید کو مانتے ہیں جس میں نہ جھوٹ ہے نہ کفر نہ شرک نہ فسق ہے اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ کتابیں بیشک تمہارے دین کی ہیں۔ تمہارا بید جس کو تم مانتے ہو خود کہتا ہے۔ کہ یہ کتابیں بید سے نکلی ہیں۔ اور بید ایک چھوٹا سا علم ہے جس سے خدا کی معرفت نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اتھرون وید کے منڈک اپ نکھد میں لکھا ہے۔ کہ ایک علم کا نام علم صغیر ہے۔ اور دوسرے علم کا نام علم کبیر ہے۔ علم صغیر مراد ہے چاروں بید اور اُس کے فروعات سے جیسے کہ چھ شاستر اور اٹھارہ پوران اور صرف و نحو یعنی بیاکرن اور نظم و نثر اور نجوم اور طب وغیرہ ہیں۔ اور علم اکبر مراد ہے۔ علم الٰہی سے کہ جس سے اُس ذات پاک کو پاتا ہے۔ جو بے زوال ہے اور فنا سے آزاد ہے۔

اقول۔ ممبران آریہ سماج الزام دور کرنے کی نیت سے نہیں۔ بلکہ محض احقاق حق کی وجہ سے پرانوں کو نہیں مانتے۔ انہوں نے آپ کی طرح جہالت سے نہیں بلکہ پڑھ کر اور اتہاس پستکوں یعنی کتب تاریخ کی تحقیقات سے دریافت کر لیا ہے کہ پوران محض فسانجات ہیں جیسے ناول اور ناٹک۔ ست دھرم کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ سے شیخ صاحب مقرون اور ملعون کا فیصلہ اسی سے ہو سکتا ہے۔ کہ یہ بات اگر وید میں ہو تو ہمیں اس کے ماننے سے کبھی انکار نہیں۔ مگر یہ تو وید میں ہرگز نہیں۔ البتہ منڈک اُپ نشد میں ایک عبارت ہے۔ جس کو آپ نے ناواقفیت اور بے علم خیالی سے اُلٹا مطلب سمجھا۔ مگر اُس میں بھی نہ چھ شاستروں کا ذکر ہے۔ نہ علم طب کا۔ اور اٹھارہ پورانوں کا تو مطلق اشارہ بھی نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اصل واکیہ یہ ہے

तस्मै स होवाच। द्वे विद्ये वेदितव्ये इति ह स्म यद् ब्रह्मविदो वदन्ति परा चैवापरा च।४। तत्रापरा ऋग्वेदो यजुर्वेदः सामवेदोऽथर्ववेदः शिक्षा कल्पो व्याकरणं निरुक्तं छन्दो ज्योतिषमिति। अथ परा यया तदक्षरमधिगम्यते।५। खं०१

ترجمہ۔ انگرا رشی کہتے ہیں کہ دو ودیا جاننے کے لائق ہیں۔ جن کو وید کے جاننے والے اس طرح کہتے ہیں پرا اور اپرا۔ اپرا ودیا صرف یہی ہے۔ کہ رگ۔ یجر۔ سام۔ اتھرو ویدوں کو پڑھے شکشا کلپ ویاکرن نرکت۔ چھند جیوتش (چھ ودیا انگ) کے رگ۔ یجر۔ سام۔ اتھرو ویدوں کو پڑھے مگر صرف پڑھ لینا کافی نہیں۔ بلکہ اُس پر سوچنا وچارنا اور عمل کرنا بھی اور یہی عمل کرنا یعنے ویدوں کے ذریعے ایشر گیان کے واسطے وچارنا پڑتا ہے "ایک ٹریکٹ اپ نشد سار ہے جسے بابو نوبین چندر رائے صاحب ممبر برہمو سماج نے سمت ۱۹۳۲ میں طبع کرایا تھا۔ اُس میں لکھا ہے۔ کہ برہم حکمت اور کرتبیہ وشئے ویدوں میں اپرا اور پرا دونوں پرکار کی ستریاں ہیں (صفحہ ۸۴ سطر ۴ و ۵ پر کرن ۴) ویدک دھرم تو میں منشی گنیش پرشاد سب ڈپٹی انسپکٹر ضلع نرمبت نیر و برہمو سماج لکھتے ہیں اسی شرتی پر کہ غرض یہ ہے کہ ایشور گیان سے مطلب ہے نہ کہ پوتھی کے پاٹھ کرنے سے کیونکہ وید میں تو ایشور گیان ہی کا بیان ہے (صفحہ ۵۷ سطر ۳ و ۴ سنہ ۱۸۸۱ء مطبوعہ پٹنہ) اس سے صاف ظاہر ہے کہ صرف کتابوں کا پڑھنا مجازی ہے یعنی اپرا اور ان کا عمل کرنا حقیقی ہے یعنی پرا۔ یا ویدوں کا صرف عالم ہونا۔ اپرا ودیا کا جاننے والا کہاتا ہے۔ اور اُن پر عمل کرنے والا پرا ودیا کا ماہر یعنے اپرا اور پرا دونوں وید میں ہیں۔ وید سے باہر نہیں ہیں۔ اسی کے متعلق ایک مہاتما نے لکھا ہے۔

वेद पाठी भवेत् विप्रः ब्रह्म जानाति ब्राह्मणः ॥

یعنی ویدوں کا صرف پاٹھ پڑھنے والا وپر کہلاتا ہے۔ اور عمل کرنے والا براہمن۔ ایسا ہی طب کے مشہور گرنتھ سشرت میں فاضل رشی فرماتے ہیں۔

यथा खरश्चन्दनभारवाही भारस्य वेत्ता न तु चन्दनस्य। एवं हि शास्त्राणि बहून्यधीत्य चार्थेषु मूढाः खरवद् वहन्ति॥ सुश्रुत १।४

ترجمہ جیسے گدھے پر چندن کے لادنے سے وہ بوجھ کو جانتا ہے نہ کہ چندن کو۔ ایسا ہی بہت شاستروں کے پڑھ لینے سے اگر معنے و مدعا کو نہیں جانتا اور عمل نہیں کرتا۔ تو گدھے کی طرح صرف باربردار ہے۔ ایسے ہی رشیوں کے قول سن سنا کر قرآن نے بھی لکھا ہے مثل الذین حملوا التورٰۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا (جمعہ) تفسیر حسینی میں ہے۔

گفت ایزد یحمل اسفارا	بار باشد علم کان نبود ز ہُو
علمہائے اہل دل حمال شان	علمہائے اہل تن احمال شان
علم چوں بر دل زند یاری بود	علم چوں بر تن زند باری بود
چوں بدل خوانی ز حق گیری سبق	چوں بگل خوانی سیہ سازی ورق

اسی کے حسب حال سعدی شیرازی نے کہا ہے

علم چندانکہ بیشتر خوانی	چوں عمل در تو نیست نادانی
نہ محقق بود نہ دانشمند	چارپائے برو کتابے چند
آن تہی مغز را چہ علم و خبر	کہ برو ہیزم ست یا دفتر

جس طرح قرآن میں لفظ قصص آجانے سے کتاب قصص الہند یا قصص الانبیا اور لفظ حدیث آجانے سے صحاح ستہ کا گمان کر لینا جہالت ہے۔ اسی طرح وید میں لفظ پران آجانے سے بھاگوت آدک کا گمان کرنا بھی نادانی ہے جب تک کسی خاص کا نام نہ ہو۔ یا عدد اٹھارہ ساتھ موجود نہ ہو۔ تب تک ۱۸ پورانوں کا کوئی تعلق پوران لفظ سے نہیں ہے۔ اگر ویدوں میں ان پورانوں کا نام ہوتا۔ جس طرح قرآن میں توریت۔ زبور۔ انجیل۔ صحف انبیا کا تو ہم بسر و چشم مانتے کیونکہ ہم آپ لوگوں کی طرح خدا تعالےٰ میں غلطی و نادانی کے قائل نہیں ہیں جو اُس کے احکام کو منسوخ مان لیں۔ خدا کرے۔ کہ آپ اسی ایک بات سے ہی حق و باطل کی تمیز حاصل کریں۔

قولہ صفحہ ۹ و ۸۰۔ اور نستنٹ من جو راجہ رامچندر کے استاد اور ہندؤں کے بڑے پیشوا ہیں۔ اور ہندؤں کے نزدیک اُن کی تحقیق دیانند سرسوتی کی تحقیق سے صدہا درجہ زیادہ ہے جو لوگ نستنٹ کے جوگ استہتر پرکرن میں لکھتے ہیں کہ برہما نے واسطے انتظام مخلوق کے چار بید اٹھارہ سمرتی چھ شاستر۔ اٹھارہ پوران بنائے پس یہ کتابیں سب برہما سے موجود ہوئیں۔ پس جبکہ یہ سب ایک ہی شخص کے بنائے ہوئے ہیں۔ پھر کیا وجہ کہ ان میں سے چاروں وید تو معتبر اور مقبول ہوئے۔ اور باقی سب غیر معتبر اور مردود ہوں۔ اگر معتبر ہوں تو سب ہوں۔ اور اگر غیر معتبر ہوں تو سب ہوں۔ اور حق تو یہ ہے۔ کہ سب غیر معتبر ہیں۔

اقول۔ ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ آپ نے آج تک جوگ نستنٹ نہیں دیکھا۔ اور نہ کوئی اور مستند گرنتھ دیکھا ہے۔ اُس میں یہ بات ہرگز نہیں ہے اور نہ ہونی چاہیئے کیونکہ یہ تو کوئی اندھا بھی نہیں کہہ سکتا۔ کہ چار وید اسمرتی چھ شاستر ۱۸ پوران سب برہما کے بنائے ہیں وجہ یہ کہ جاہل مطلق کے سوا اور تمام پڑھے لوگ اس بات کو جانتے ہیں۔ کہ یہ گرنتھ کس کے بنائے ہیں۔ چنانچہ ہم خلاصتاً سب کا حال درج کرتے ہیں۔

تا صحیح ہو کر جا۔ وید تو ایشور کے گیان ہیں۔ اور الہامی کتابیں ان کی بات سارے رشی منی بالاتفاق بیان طراز ہیں۔ کہ یہ ایشر کی طرف سے آدی سرشٹی میں اپدیش ہوئے وہ کسی آدمی کے بنائے ہوئے نہیں پایا یہ ہم پرمیشور کے ارشاد وہدایت مبادہیں۔

برہما کی تصنیفات سے انکا کچھ واسطہ نہیں۔ اور یہ سمرتی جو ۱۸ آدمیوں بنائی ہیں جن کے یہ نام ہیں۔ منو۔ گوتم۔ نارد۔ وشسٹ۔ برہسپتی۔ پراشر۔ بیاس۔ سانکھائن۔ ہاریت۔ وشنو۔ یجنولکیہ۔ کوشک۔ جیمنی۔ لکھت۔ دکش۔ یم۔ بھردواج۔ کاتیاین۔ پس یہ ساری سمرتیاں نہ برہما کی بنائی ہیں۔ اور نہ کسی اور ایک آدمی کی بلکہ مختلف لوگوں کی بنائی ہیں۔ جن کے نام عرض کر دیئے۔ اور ان میں سے صرف منوسمرتی معتبر ہے۔ باقی سب غیر معتبر وجہ یہ کہ تمام تر بھروسہ ان کا منو پر ہے۔ اور منو سے زیادہ انہوں نے کچھ کہا بھی نہیں۔ بلکہ بہت کم۔ پھر فروعات کی جدید ہے وہ کسی طرح دھرم شاستر کہلانے کی لائق نہیں۔

شاستر چھ ہیں۔ ان کا کرتا بھی برہما نہیں۔ اول سانکھ شاستر اس کا کرتا کپل دوسرا ویشیشک اس کا کرتا کناد تیسرا نیائے۔ اس کا مصنف گوتم۔ چوتھا یوگ۔ اس کا پاتنجل۔ پانچویں میمانسا۔ اس کا مصنف جیمنی۔ ششم ویدانت اس کا مصنف بیاس ہے۔ یہ سارے فلاسفی کے پستک ہیں۔ اور تمام تر معقول اور وید کے اُپ انگ ہیں۔ ہم کو دل وجان سے منظور ہیں۔ اور تمام آریہ اُن کی قدر کرتے ہیں۔ پس ان کو برہما کی تصنیف بتلانا غلطی ہی نہیں۔ بلکہ دھوکا ہے۔ اور آپ کی لیاقت آپکے اعتراض سے ہویدا۔ باقی رہے ۱۸ پوران ان کے کرتا بھی برہما نہیں۔ اور نہ کوئی ایک آدمی بلکہ ۱۸۔ آدمی ان کے مصنف ہیں۔ جن کے نام خود پورانوں سے محقق لوگوں نے معلوم کر لیئے ہیں۔ بلکہ مسٹر اندرسن نے بھی ان کے نام اپنی تصنیفات میں لکھے ہیں۔ ان میں سے ایک بھاگوت ہے۔ جس کا مصنف مقصود آباد ملک بنگالہ کا رہنے والا جے دیو کا بھائی بوپ دیو نام ہارگی تھا۔ اور اگر تمہارے قول واجب لاحول کو قدرے ہم مان بھی لیں تو پوران وغیرہ پھر بھی برہما کے بنائے ثابت نہیں ہو سکینگے۔ کیونکہ ان کے مصنف ظاہر ہیں۔ مگر قرآن کی شامت آئیگی۔ کیونکہ دین اسلام کے مشہور ومعروف ولی حمید الدین صاحب ناگوری علیہ الرحمۃ اپنے رسالہ شرح عشق میں جو تصوف کا مشہور رسالہ ہے لکھتے ہیں۔ "وقتیکہ بر حضرت رسالت پناہ تعین ربوبیت غالب آمدے وصف عبودیت در دمی گشتے۔ در انحال ہرچہ فرمودے آں را کلام اللہ گفتے وچوں صفت عبودیت غالب آمدے دراں وقت ہرچہ فرمودے آنرا حدیث گفتندے"

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں کتابیں محمد صاحب کی بنائی ہوئی ہیں۔ اور چونکہ لاکھوں احادیث جھوٹی بھی موجود ہیں۔ جن کو اکثر فرقے مسلمانوں کے بسر وچشم مانتے ہیں۔ اور جن کے حق میں مولوی سید احمد خان صاحب فرماتے ہیں کہ "شاہ عبدالعزیز صاحب اپنی کتاب تحفہ میں ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ حدیث بے سند گوز شتر است" (دیکھو تہذیب الاخلاق جلد ۱ نمبر ۶ صفحہ ۵۳)

پس ہمیں بقول تمہارے کہنا پڑا جبکہ دونوں ایک شخص کی بنائی ہیں۔ پھر کیا وجہ کہ ان میں سے صرف قرآن معتبر اور مقبول ہو اور باقی گوز شتر کی طرح نامعقول اور فضول سمجھی جاویں۔ اگر معتبر ہوں تو سب ہوں۔ اور اگر غیر معتبر ہوں تو سب ہوں اور حق تو یہ ہے کہ سب غیر معتبر ہیں۔

قولہ ۱۰۔ اور قطع نظر ان سب باتوں سے بید میں کیا جھوٹ اور شرک اور کفر تھوڑا بھرا ہوا ہے۔ جس کو تم نے دین اور ایمان کرکے مانا ہے۔ اور پھر حاشیہ پر کسی کی یہ عبارت نقل کی ہے۔ تمام بیدمیں دیوتاؤں سے مناجات اور طلب حاجات کی گئی ہے۔

اقول۔ ہم افسوس کرتے ہیں کہ ہمارے مخالف اعتراض کرتے وقت زبان کو ناحق کیوں دے آتے ہیں۔ اور نہیں سوچتے۔ کہ جھوٹ بولنے سے کتنا گناہ ہوگا۔ مگر ان کا عمل تو ایماندار مومن مصلح الدین کے اس قول پر ہے۔ دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز۔ جو ایک حدیث یا قرآنی آیت کا لعینہ ترجمہ ہے یعنی کسی طرح اسلام پر نا لوگوں کو طعن وتشنیع کا موقعہ نہ ملے۔ اس مصلحت کو مدنظر رکھ کر دروغگوئی بہتر ہے راستی سے کیونکہ ست بولنے سے شریر مسلمان برانگیختہ ہو جاوینگے۔ پس دروغ مصلحت آمیز۔ اور راستی فتنہ انگیز پر عمل کرنا آپ لوگوں کی ایمانداری ہے۔

حضرت جھوٹ اور شرک اور کفر تو قرآن میں بھرا پڑا ہے جس کا مفصل حال ہم تکذیب براہین احمدیہ و نسخہ خبط احمدیہ میں لکھ چکے ہیں۔ وید مقدس میں تو ان تینوں باتوں سے ایک بھی نہیں۔ کیونکہ اس میں پاربرہم پرماتما کا گیان ہے۔ اور جا بجا عبادت اور توحید پرماتما کا بیان ہے۔ خوش اخلاقی اور نیک اعمال کا مذکور ہے۔ اور صداقت اور حقانیت کا ظہور۔ اور یہ ہمارا ہی خیال نہیں بلکہ اکثر لائق فضلاء غیر مذاہب نے بھی اس کا اقبال کیا ہے۔

چنانچہ آنریبل الفنسٹن صاحب بہادر سابق گورنر بمبئی فرماتے ہیں۔ آریوں کی مذہبی کتابوں میں جا بجا وحدت کا مسئلہ پایا جاتا ہے۔ اور اُن کے آخر میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سب فرضوں میں سے یہ بڑا فرض ہے۔ کہ اپنشد یعنی رسالہ علم الٰہی سے خدا واحد اور قادر کی معرفت حاصل کریں" (دیکھو تاریخ ہندوستان صفحہ ۴)

محقق کالبروک صاحب فرماتے ہیں "اُن شجاع اور دلاور لوگوں میں سے جن کا وید میں ذکر نہیں۔ مگر آجکل کے ہندوؤں کے دیوتاؤں میں بڑا رتبہ اور درجہ حاصل ہے مثلاً رام اور کرشن وغیرہ کسی کو مطلق (دیوتا وہ پرمیں) بیان نہیں کیا گیا۔ بلکہ ان دیوتاؤں کا بھی جن کا اوتار میں کہیں ذکر نہیں پایا جاتا ہے۔ دیکھو کتاب تحقیقات حالات ایشیا جلد ۸ صفحہ ۴۹۵ و ۴۹۷ مستوہ موجود

فاضل پروفیسر ولسن صاحب فرماتے ہیں وید سے بتوں کا رواج اور پرستش کی جیرت انگیز ظاہری نشان اور علامات کا پایا جانا ثابت نہیں ہوتا ہے (دیکھو واں کالج مطبوعہ آکسفورڈ صفحہ ۱۲)۔

مولوی ذکاء اللہ صاحب لکھتے ہیں "مذہب میں ہندوؤں کے سارے مذہب کی بنیاد وید پر ہے جسکا بیان پہلے کر چکے ہیں ویدوں میں خدا کی وحدانیت کا ذکر جا بجا موجود ہے اور اسکی ذات وصفات کا بیان اس طرح ویدوں میں آیا ہے کہ وہ کمال صدق اور عین مسرت ہے اس کی ذات بے مثال اور غیر فانی ہے وہ واحد حقیقی ہے اور نہ زبان کو اسکے بیان کی طاقت۔ اور نہ عقل کو اسکے ادراک کی قدرت ہے" (دیکھو تاریخ ہند باب اول فصل ششم صفحہ ۲ حصہ اول)

آنریبل مونٹ اسٹوارٹ الفنسٹن صاحب بہادر فرماتے ہیں "ویدوں کا مقدم مسئلہ یہ ہے کہ خدا واحد ہے۔ چنانچہ اکثر مقامات پر ویدوں میں مندرج ہے۔ کہ حقیقت میں صرف ایک ہی خدا واحد ہے۔ جو سب سے برتر اور اعلیٰ روح تمام عالموں کا مالک ہے۔ اُسی نے سب عالم پیدا کیے ہیں" (دیکھو تاریخ ہندوستان ۱۸۶۶ء علی گڑھ صفحہ ۱۰)

سر ولیم جونس صاحب بہادر فرماتے ہیں "وید سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ خدا کامل سچ ہے اور کامل خوشی ہے اور اسکی ذات لاثانی ہے اور اُس کو فنا نہیں ہے۔ اور وہ واحد مطلق ہے اس کی ذات کو نہ تو انسان سے بیان کر سکتے ہیں۔ اور نہ عقل سمجھ سکتی ہے۔ وہ سب میں موجود ہے اور سب پر غالب ہے اور ایسے بے حد علم اور دانائی سے شناس ہے۔ یعنی بے پرواہ ہے۔ وہ ہر جگہ اور ہر وقت میں حاضر و ناظر ہے۔ اس کے پیر نہیں۔ لیکن پھر بھی بہت تیزی سے ملتا ہے۔ اُس کے ہاتھ ہاتھ نہیں مگر دنیا کو پکڑے ہوئے ہے بے آنکھوں کے سب چیزوں کو دیکھتے اور بغیر کانوں کے سب آواز کو سنتا ہے۔ بغیر کسی سمجھانے والے کے ہر ایک چیز کو سمجھتا

اور یا کسی سبب کے تمام سببوں کا سبب (یعنی علت کا ملت ہے) سب کا مالک ہے اور سب پر قوی ہے۔ پیدا کنندہ اور سنبھالنے والا اور تمام چیزوں کی صورت بدلنے والا وہی ہے" (کتاب ولیم جونس صاحب جلد ۶ صفحہ ۱۳۸)

پروفیسر ولسن صاحب فرماتے ہیں" وید میں برہما وشنو اور شیو کو کچھ فوقیت نہیں دی گئی علیحدہ پرستش کے قابل سمجھے گئے" اور بہت کم ان کا ذکر پایا جاتا ہے (دیکھو ان کا کمپنڈیم مطبوعہ آکسفورڈ صفحہ ۱۲)

مسٹر الفنسٹن صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ہم کو وید میں کوئی ایسا مقام نہیں مل سکا جس سے برہما وشنو مہیش کا اوتار ہونا ثابت ہو (کتاب تحقیقات حالات ایشیا جلد ۸ صفحہ ۴۹۴)

مورخ ابوریحان البیرونی لکھتا ہے بہت دیوتا عام لوگوں کا عقیدہ ہے جو تعلیم یافتہ ہندو ہیں۔ وہ خدا کو ایک تت۔ جس کا کوئی آغاز و انجام نہیں۔ قدوس سرب شکتیمان سرو گیہ تی یا وید۔ زندگی بخش ایک۔ دنیا کا محافظ۔ یعنی رکشک سچدانند مانتے ہیں۔ یہ لوگ خدا کی ہستی کو سچی ہستی مانتے ہیں۔ کیونکہ جو چیز کہ ہے۔ وہ اسی کے توسط سے ہے (البیرونی کتاب صفحہ ۲۰۴ و ۲۸۴) ایشیاٹک سوسائٹی کے فضلاء نے بعد تحقیق بسیار کے لکھا ہے۔

इदविष्णु॰ इति पुराण संमित त-
सा य णी यव्यारय अ चै दि का नां नाद्रणीय मया स्का नु क्ते
अव तारश ब्द स्यापिवे दे अदर्शनात् ॥ नि॰ दे॰ म ९ २ ८ ३

ترجمہ۔ ویدوں میں ایشر کا اوتار ہونا تو کجا بلکہ اوتار لفظ بھی نہیں ہے۔ اوتاروں کی ساری کہانیاں پرانوں میں بھری ہیں۔ اور وہ وید کے قطعی مخالف ہیں۔ وید سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ یاسک رشی بھی ایسا ہی مانتے ہیں (نرکت مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۲۸)۔ پس یہ کہنا آپ کا کہ وید شرک کی کتاب ہے بالکل جھوٹ ہے

قولہ ۲۰۵ و ۲۰۶۔ ہندوؤں کے دین میں دن اور رات میں ایک عبادت فرض ہے اس کا نام سندھیا ہے۔ اور وقت اس کے تین ہیں۔ پرات کال عین وقت سورج نکلنے کا۔ مدھیان عین وقت دوپہر کا۔ سائیں کال عین وقت سورج ڈوبنے کا۔

اقول۔ بیشک سندھیا کرنا ویدک دھرم کے سب ماننے والوں کا فرض ہے۔ اور اس سے تمام تر عبادت پرماتما مراد ہے۔ مگر وقت اس کے تین نہیں دو ہیں۔ ملتان مقررہ آپ کے بھی ہمارے یقین کے خلاف ہیں۔ اصل میں وید اور سمرتی اور اپنشدوں اور شاستروں کے مطابق سندھیا کرنے کے دو وقت مقرر ہیں۔ پہلا صبح کی سندھیا کا وقت ستاروں کے غروب سے آفتاب کی نمود تک دوسرا آفتاب کے غروب سے ستاروں کے نمود تک شام کی سندھیا ہے۔ دیکھو منو ۲۔ اور محمد صاحب نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ فان استطعتم ان تغلبوا۔ پس اگر می توانید کہ غلبہ کردہ نشوید و عاجز و زبون نگردید علی صلوٰۃ قبل طلوع الشمس و قبل غروبہا ہر نماز سے کہ پیش از برآمدن آفتاب است و نمازے کہ پیش از فرو رفتن آفتاب است یعنی نماز بامداد و نماز دیگر فافعلوا۔ پس تا توانید مواظبت بر نماز فجر و عصر از دست منہید کہ مواظبت کنندہ برین نماز نا سزاوار تر است بدیدن پروردگار تعالیٰ و تخصیص بہ نماز بامداد و دیگر بجہت شرف و افضلیت آنہاست۔ چہ اول وقت استراحت و غلبہ خواب و ثانی وقت کاروبار در فتن سازارست۔ وجہ شرف این دو وقت درجت آنکہ رویت در آخرت ہمدرین دو وقت باشد و پس تر خواند آنحضرت این آیت را کرد۔ سبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس و قبل غروبہا (مشکوٰۃ جلد ۴ باب رویۃ اللہ تعالیٰ فصل ۲ صفحہ ۵۳۴)

قولہ۔ اور سندھیا میں دل سے تو برہما اور وشن اور مہادیو کی تعظیم میں مصروف رہنا ہوتا ہے۔ آنکھیں اور ناک منہ کے اور تینوں کی مورت کا دھیان کرنا اور زبان سے گایتری کا جپ کرنا اور بعضے اور منتروں کو بھی پڑھنا۔ جو کسی میں اللہ تعالیٰ کا نام تک نہیں اور صبح کو سندھیا میں سورج کے طلوع کی طرف منہ کر کے کھڑے ہونا اور دونوں ہاتھوں سے دعا مانگنا اور شام کی سندھیا میں ایسا ہی مغرب کی طرف منہ کر کے کرنا اور دوپہر کی سندھیا کہ آفتاب اونچا ہوتا ہے۔ دونوں ہاتھ بلند کرنے۔ اور اس سندھیا میں کہ ہندوؤں کے دین میں اس سے بڑھ کر کوئی پوجا نہیں۔ اللہ صاحب کا نام بھی نہیں ہے۔

اقول۔ جہاں تک سندھیا اور اس کے مقدس منتروں کو دیکھا گیا ہے۔ برہما وشنو مہیش کا یا اور کسی کی دیوی دیوتا کا ان میں نام و نشان نہیں۔ سوائے پرماتما کے اور کسی کا ان منتروں میں مذکور نہیں۔ اور نہ کسی غیر سے واسطہ۔ دل کو ماسوا سے روک کر پرانایام کے ذریعہ ایشور کی طرف لگانا اور سب حواسوں کو قابو میں کر جگدیش کے گن انوادمیں مصروف ہو جانا اسی کا نام سندھیا ہے۔ چنانچہ سندھیا لفظ کے معنے بھی یہی ہیں بھلی پرکار دھیان کیا جاوے۔ پرمیشور کا جس میں اس کو سندھیا کہتے ہیں اس میں کسی کی صورت اور مورت کی قطعی ضرورت نہیں۔ بلکہ باعث کدورت کیونکہ تمام صورتیں اور مورتیں فانی ہیں اور پرماتما ادی انادی اور سب سے مبرا ہے وہ جسمانی نہیں کہ اس کے دھیان کے واسطے کسی بیت اللہ یا محراب یا مورت کی ضرورت ہو۔ دماغ کو نخوت سے خالی کر پرماتما کے جلال پر غور کرنا ناف سے پرانوں کا اٹھانا تمام بدن میں گھما کر استقلال سے دل کو قائم کرنا سینہ کو کینہ سے خالی کر آئینہ کی طرح مصفا رکھنا اور اپنے دل میں قدرت قادر کا خیال کر کے اس کے گنوں کا سمرن کرنا سندھیا کا اصلی مطلب ہے۔ اسی کے متعلق ایک فاضل نے کہا ہے ؎

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند گر نہ بینی سر حق بر من بخند

گن کے سچارنے سے گنی کا دھیان کیا جاتا ہے۔ گایتری کا جاپ اپنی نظیر آپ ہی ہے بیشک ارتھ سمیت سچار کرنے سے دل میں پرکاش ہوتا ہے۔ سندھیا میں کل ۱۹ منتر ہیں جنمیں کم سے کم اس کے مقدس نام ۲۰ سے زیادہ ہیں۔ کھڑے ہونے لیٹنے بیٹھنے سے عبادت کا کوئی تعلق نہیں ان حرکات بیجا سے عبادت جدا ہے۔ ایکانت ستھان میں بیٹھ کر یعنے گوشہ تنہائی میں جہاں شور و شر نہ ہو اور نہ خیالات منتشر ہوں اور سچ بھی ہے عبادت را با جماعت چہ تعلق۔ فضول حرکات کو روک چنچل من کو ستھر کر اندریوں کو آتما یعنی روح کی طرف اور روح کو پرماتما کی طرف متوجہ کرنا چاہئے سورج چاند یا زہرہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ دونوں وقت کی سندھیا جدھر چاہیں بیٹھ کر آرام سے کرنی چاہئے کسی خاص سمت کی قید مقرر نہیں۔ کیونکہ وہ پرماتما بے جہت ہے ایک جہت کی طرف اسے ہمیشہ سجدہ کرنا بھی ایک مکروہ طریقہ کی بت پرستی ہے۔ یا بار بار اٹھنے کھڑا ہونے بیٹھنے لیٹنے سے طبیعت منتشر ہو جاتی ہے۔ دل قائم نہیں رہتا اور اس سے عبادت کا مزہ کبھی نہیں ہوتا۔ ایک مہاتما نے کہا ہے ع "چہ سود از حرکت بیجا کہ بنشینی و برخیزی" ہاں اسے اگر ورزش جسمانی کا ناقص طریقہ کہیں تو ٹھیک ہے۔ عام آریوں میں سندھیا سے بڑھ کر کوئی پوجا نہیں مگر خاص لوگوں کے کرنے کے واسطے اس سے آگے یوگا بھیاس ہے جس کے پورا ہونے سے انسان بالکل عارف کامل ہو کر پرماتما کے دھیان میں محو ہو جاتا ہے۔ ہاں قرآن میں یا دین اسلام میں نماز سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں اور نہ حور و غلمان سے بڑھ کر کوئی نجات۔

قولہ اور گایتری کا پڑھنا ان کے نزدیک نہایت ثواب اور تمام ہندوؤں کا

اتفاق اس بات پر ہے کہ گایتری کے برابر اور کوئی منتر نہیں۔ اسی واسطے گایتری کو مول منتر کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ برہمن ہزار بار گایتری کا جپ کر کے کبیرہ گناہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ سانپ کینچلی سے جدا ہو جاتا ہے۔ اور ایسا کوئی کام نہیں۔ جو گایتری کے طفیل سے نہ ہو سکے۔ اور برہما اور بشن اور مہادیو اور بید گایتری سے ہوئے ہیں۔ منو شاستر میں لکھا ہے۔ کہ پنڈت گایتری کے پڑھنے سے بیشک مکت حاصل کرتا ہے۔ اگرچہ اور کام اپنے مذہب کے نہ کرے۔ اور سکند پران میں ہے کہ بید میں گایتری سے زیادہ کوئی چیز نہیں۔ اور کوئی منتر اس کے برابر نہیں جیسے کوئی شہر کاشی کے برابر نہیں۔ اور گایتری بید اور برہمنوں کی ماں ہے۔ اور اپنے پڑھنے والوں کی حفاظت کرتی ہے۔ سو جس گایتری کے یہ وصف ہیں۔ وہ یہ ہے۔ اوم۔ بھور بھوہ سوہ تت سب تر برے نیا بھرگو دیوسی دہی مہی دھیو یونہ پرچودیات۔ اور اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ لفظ اوں یا اوم مرکب ہے اڑھائی حرفوں سے ایک اکار دوسرا اوکار تیسرا مکار۔ اکار نام ہے بشن کا اور اوکار نام ہے مہادیو کا۔ اور مکار نام ہے شکتی یعنی دیوی کا۔ اور بعضوں کے نزدیک اس لفظ کے معنے لبیک ہیں۔ پھر دوسرا لفظ ہے بھور اس کے معنے ہیں زمین۔ پھر تیسرا لفظ بھوہ اُسکے معنی ہیں اکاس۔ چوتھا لفظ ہے وہ اس کے معنے ہیں سورگ۔ اور سوائے اُن چار لفظوں کے باقی جتنی عبارت گایتری کی ہے اُس کے یہ معنی ہیں کہ ہم سورج کی بڑی روشنی پر دھیان کرتے وہ ہمارے دل کی رہنمائی کرے۔ دیکھو جس گایتری کی تعریف میں ہندوں کے یہاں اتنی دھوم دھام ہے اور اس کو ایسا چھپاتے ہیں کہ سوائے براہمن اور کھتری کے کسی کو نہیں پڑھاتے اور اُن کو بھی آہستہ کان میں سناتے ہیں اُس گایتری کا مضمون کیسا لچر اور شرک آمیز ہے۔ تمام منتروں میں اعلےٰ منتر گایتری ہے اس میں بھی آفتاب ہی کی طرف التجا ہے صفحہ ۲۸

قول۔ بے شک گایتری عمدہ منتر ہے۔ اُس میں ایشور کی آگیا پالن کی طرف ہدایت اور اُس سے پرارتھنا ہے۔ درحقیقت وہ مول منتر ہے۔ یعنی جو منتر طالب علم کو شروع میں سکھلایا جاتا ہے۔ وہ گایتری ہی ہے۔ پس اُپ نین سنسکار میں یہ مول منتر ہے۔ ہمارا اعتقاد یہ نہیں ہے۔ کہ گناہ بغیر سزا بھگتے کے معاف ہوتے ہیں مگر محمدیوں کا یہ مزعود اعتقاد ہے۔ کہ خواہ کیسی ہی کوئی بدفعلی کرے ایک دفعہ کلمہ پڑھنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور تمہارے مذہب کی کتابوں میں لکھا ہے "حدیث میں آیا ہے کہ حجر الاسود کے چھونے اور چومنے سے گنہگار گناہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ یہ پتھر ابتداء میں سفید اور نورانی تھا۔ اب بسبب چھونے گنہگاروں کے کالا اور بے نور ہوگیا (دیکھو تاریخ انبیا ۱۲۸۱ء دہلی مرتضائی ذکر ابراہیم صفحہ ۴۴) ہاں شریر سے شریر آدمی گایتری کا جاپ ارتھ سہت کرنے اور اُس پر عمل کرنے سے آئندہ گناہوں سے بچ سکتا ہے اور یہ بھی ہمارا اعتقاد نہیں کہ ایسا کوئی کام نہیں جو گایتری کے طفیل نہ ہو سکے۔ ہزاروں کام ایسے ہیں جو صرف گایتری پڑھنے سے نہیں ہو سکتے۔ جیسے روٹی پکانا اور کپڑے سینا۔ مکان بنانا۔ ہاں گایتری کے جاپ سے روحانی کاموں کا تعلق ہے اور اُن میں گایتری ضرور فائدہ بخش ہے۔ برہما۔ وشنو۔ مہادیو۔ گایتری سے نہیں ہوئے۔ اور نہ وید گایتری سے ہوئے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ برہما۔ بشن۔ مہیش جو نیک انسان تھے۔ جب ان کا یگیوپویت سنسکار ہوا تھا تو ضرور ان کو گایتری پڑھائی گئی تھی۔ وہ اس مرتبہ پر گایتری کے ذریعہ پہنچے اور سب ہی معزز ہوئے اور اُن کے وید پڑھنے اور وید کا عالم ہونے کی بنیاد گایتری ہی ہے۔ بیشک برہما بشنو وغیرہ رشیوں کو عزت گایتری سے ملی . . . . بیشک گایتری

کا پورا سادھن کرنے سے مکتی حاصل ہوتی ہے۔ جس کا نام یوگ ابھیاس ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ گایتری وید اور برہمنوں کی ماتا یعنی ماں کرانے والی ہے کیونکہ جس کا یگیوپویت سنسکار نہیں ہوتا۔ وہ نہ وید اور نہ برہمنوں کی عزت کرتے ہیں پس بالضرور اس سب عزت کی بنیاد گایتری ہے۔ آپ نے گایتری منتر اردو اور سنسکرت دونوں میں غلط لکھا ہے اور یہ بھی غلط ہے۔ کہ اس منتر کا ادھکار صرف برہمن اور کھشتری کو ہے نہیں ہرگز نہیں ایسا نہیں۔ چاروں ورن عموماً اور خصوصاً برہمن کھشتری۔ ویش گن کرم انوسار اس کے ادھکاری ہیں۔

اب ہم اصل گایتری منتر معہ ترجمے کے درج کرتے ہیں

ओइम् भूर्भुवः स्वः। तत्सवितुर्वरेण्यम्भर्गो देवस्य धीमहि धियो योनः प्रचोदयात ॥ म० ३६ मं० ३॥

اوم[1] بھور۔ بھوہ۔ سوہ۔ تت۔ سوی تر۔ ورے نیم بھرگو۔ دیوسیہ۔ دھی مہی۔ دھیو یونہ پرچودیات۔ اوم یہ نام ہمیشہ پاربرہم پرمیشور کے واسطے آیا اور کسی کے واسطے نہیں یوگ شاستر میں بھی لکھا ہے तस्य वाचकः प्रणवः اُس پاربرہم پرماتما کی توصیف کا اچھا رتھ ظاہر کرنے والا۔ اوم نام ہے۔ کرشن چندر جی نے مہابھارت میں لکھا ہے ओमित्येकाक्षरं ब्रह्म کہ اوم جس کا نام ہے ہمیشہ ایک ہی ہے اور کبھی ناش نہیں ہوتا۔ ایسا غیر فانی سب سے بڑا۔ برہم پرماتما ہے یوگی یاگولک کا قول ہے کہ پرمیشور چو ودیا اور سب پدارتھ جو ودیا سے جانے جاتے ہیں ان سب کا آدی مول یعنی نت کارن ہے۔ اُس کی پرستش اوم بھور بھوہ سوہ یا گایتری کے کل جملوں کو بالاجمال لیکر یا علیحدہ علیحدہ سوچ کر کرنی چاہیے۔ مدعا یہ کہ ایشور کا دھیان ایسا کرو جیسا گایتری کے مطلب سے مفہوم ہوتا ہے" منو جی کا قول ہے کہ گایتری جس کی ابتداء میں اسم اعظم اوم آتا ہے۔ ایشور کی برکت کا دروازہ ہے مانڈوک اپنشد میں ہے۔ کہ اُس پرماتما کا دھیان لفظ اوم کی مدد سے کرو۔

شنکر آچاریہ جی فرماتے ہیں کہ بھور بھوہ سوہ کے معنے ہیں۔ پرماتما جو ثبوت باسبب حقیقی ہے انادی ہے۔ سرو واسنار میں سرو ویاپک رہتا ہے۔ اور شٹ یعنی آنکھوں وغیرہ حواسوں سے نہیں نظر آتا کامل ہے اور اجنما ہے۔

ترجمہ۔ پاربرہم پرماتما جو پرانوں سے پیارا۔ مکتی اور سب سکھوں کا داتا اور سکھ سروپ ہے۔ جو سب جگت کا اوپتن کرنے والا۔ اتینت گرہن کرنے اور دھیان کرنے کے لائق شدھ اور گیان سروپ۔ سب کے آتماؤں کا پرکاش کرنے والا۔ اس کو ہم دھیان کرتے ہیں۔ وہی پرماتما اپنی کرپا سے ہماری بدھیوں کو بُرے کاموں سے روک کر اپنی بھگتی اپنے گیان اور جگت کی بھلائی میں لگا دے۔

یہ بہت اختصار سے اس مقدس منتر کا ترجمہ لکھا گیا ہے۔ ورنہ اگر کوئی مفصل دیکھنا چاہے تو شریمان سوامی جی دیانند جی مہاراج کی مصنفہ ریچ مہا یگ ودھی میں دیکھ لے۔ نہایت واضح طور پر مہاراج ممدوح نے اس کا مکمل ترجمہ کیا ہے۔ برہم سماج کی کتاب میں لکھا ہے۔ تت سویتر ورینیم۔ بھرگو دیوسیہ۔ دہی مہی۔ دھیو یونہ پرچودیات۔ اُس سب کے پریک اور سب کاموں کے پورن کرنے والے متر یا می گیان آنند سوبھاو برہم جو سب کے دلوں کا پرکاش کریدا لا پرمیشور اور دھیان یوگ گیان شکتی سے وگیان مے ہے کا ہم دھیان کرتے ہیں۔ جو ہماری بدھی کی پریرنا کو بُرے کاموں سے ہٹا کر ست مارگ میں لگا دے۔ اور ست کرموں کی طرف پریرنا کرے" (دیکھو کتاب براہمہ دھرم صفحہ ۳ مطبوعہ بار دوم ۱۸۷۹ء شالاہن کلکتہ نمبر ۳)

[1] یہ اکار۔ اُکار۔ مکار۔ ا۔ و۔ م۔ سے مرکب ہے جسکے معنے بموجب منو ۲ کے پرماتما کے ہیں

محقق کالبروک نے گایتری کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "ذات باری یعنی خدا کی قابل پرستش تجلی کا دھیان کرو۔ اور یہ دعا مانگو کہ وہ ہماری عقل کو ہدایت کرتی رہی" (کتاب تحقیقات حالات ایشیا جلد ۸ صفحہ ۴۰۰)

السائی پروفیسر ولس صاحب فرماتے ہیں "اس آفتاب الٰہی کے اعلیٰ تجلی کا دھیان کرو جس سے ہمارے فہم اور عقل کو روشنی پہنچ سکتی ہے" (دیکھو ولس صاحب کی کتاب جلد اول صفحہ ۱۸ کا حاشیہ)

قرآن میں نماز کے واسطے صلوٰۃ آتا ہے۔ مگر شرح نصاب میں اسکے معنے یوں لکھے ہیں "صلوٰۃ ماخوذ از صلا کہ معنی سُرین ست۔ چو نماز کنندہ در سجود سُرین برمیدارد این فعل را صلوٰۃ گفتند۔ و بعضے معنی لغوی صلوٰۃ تحریک الصلوین نوشتہ اند یعنے جنبانیدن ہر دو سُرین و معنی نیاز منقولست ازین معنی (از غیاث اللغات ردیف ص)

اسی طرح گایتری کا ترجمہ انگلش اور گجراتی میں موجود ہے۔ پس یہ ترجمہ آپکا کئی وجہ سے غلط ہے وجہ اوّل یہ کہ کسی ویدک لغات کے رو سے اکار اوکار مکار تینوں حروف برہما۔ وشنو۔ مہیش دیوتاؤں کے نام نہیں ہیں۔ اور نہ اوم ہی انہیں سے کسی کا نام ہے دوم سدھا کا نام ہے۔ برہم یگیہ یعنی جس سے پار برہم پرماتما کی عبادت کیجاوے نہ کہ معاذ اللہ چاند سورج کی یا برہما۔ وشنو۔ مہیش دیوتاؤں کی سوم خود سندھیا کے اگیہ مرشن کے تین منتروں میں صاف ارشاد ہے۔ کہ سورج چندر پرتھوی وغیرہ اشیا ارضی و سماوی کا بنانے والا پرماتما ہے۔ اس کے سوائے کوئی پوجا کے لائق نہیں پھر گایتری یا سندھیا کے کسی منتر کا ایسا مشرکانہ ارتھ کبھی نہیں ہو سکتا۔

اوم۔ نام سوائے ایک اَدّتی پرماتما۔ اموتی۔ اجنما ست چت آنند سروپ کے کبھی اور کسی کے واسطے نہیں بولا گیا۔ سنسکرت کی ہزاروں پستکوں میں "اوم اتی ایک اکھشر برہم" ایسا واکیہ موجود ہے۔ کہ اوم ایک لازوال سب سے بڑے پرماتما کا ہی اسم ذات ہے اس کے سوائے کسی اور پر نہیں بولا جاتا جس سے صاف ظاہر ہے کہ آریہ قوم میں ہمیشہ ایک ہی پرماتما کی پرستش جاری رہی۔ مصنف قرآن نے توحید کہاں سے سیکھی اور کلمہ کہاں سے اڑایا۔ اور کس طرح اپنا نام ملا کر حق و باطل کا میل ملایا اسے ہم تمام دنیا کی آگاہی کے لئے ظاہر کرتے ہیں۔

سوامی شنکر آچاریہ کے زمانہ سے جب شیومت کا آغاز ہوا اور اسکے اپدیشک سیر و سیاحت اور یاترا کے واسطے مکہ وغیرہ تیرتھوں میں جانے لگے۔ تو انہوں نے وہ شنکر سوامی کا مشہور ویدمنتر کا نک اجن پرآپ نشدوں میں خوب بحث کی گئی ہے جسے عام طور پر ورد کرتے تھے لوگوں کو اپدیش کیا۔ اور انہیں سنیاسیوں کی زبانی محمد صاحب نے چونکہ یہ مندر کے پجاری کے فرزند تھے سُنا تو جس طرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وغیرہ بہت سی آیات سلیمان پارسی وغیرہ کی زبانی سن سُنا کر قرآن میں درج فرمائیں اسی طرح۔

अग्ने नय सुपथा राये अस्मान् विश्वानि देव वयुनानि विद्वान्। युयोध्यस्मज्जुहुराणमेनो भूयिष्ठां ते नम उक्तिं विधेम॥ य० अ० ४० मं० १६

اس کا ترجمہ یعنہ یہ ہے۔ الحمد للہ رب العلمین ایاک نعبد و ایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین

ترجمہ ہے سب کو چلانے والے پرماتمن آپ ہم کو سرشٹ مارگ یعنے سمپورن گیانوں کو ہدایت کیجئے۔ اور جو پاپ آچرن روپ کُٹے مارگ ہیں۔ اُن سے ہم کو دور رکھئے۔ اس لئے ہم لوگ بہت سا پورک آپ کی ستتی کرتے ہیں۔ کہ آپ ہم کو پوتر کریں۔ اسی طرح اس اوپ نشد کے واکیہ کا एकमेवाद्वितीयं ब्रह्म

نेह नानास्ति किंचन بھی ترجمہ سُن کر محمد صاحب نے اپنا کلمہ بنا لیا

ایکم اوِ۔ ادویتی ترجمہ نیہا نا استی کنچن ترجمہ ایک ہی ہے لا شریک برہم ہرگز نہیں اور کوئی واحد لا شریک اللہ لا الٰہ الا ترجمہ ایک ہی ہے لا شریک اللہ نہیں ہے الٰہ لیکن اللہ۔ دیکھئے صاف طور پر محمد صاحب نے نقل کی اور عوض اس بات کے اقبال کرنے کے کہ میں نے پیروان وید سے توحید حاصل کی۔ اُلٹا نبی الہام کے مدعی بنے۔ اب حق او باطل کا فیصلہ آپ کے ہاتھ ہے۔ آپ کے کلمہ میں محمد صاحب کا نام ہونا عمارت توحید میں رخنہ اندازی ہے۔ اور صفات الٰہی میں دست درازی اور اگر ہم آپ کی طرح ضدیت اور نفسانیت سے کام لیں تو اللہ چونکہ ایک پہاڑ کا نام ہے۔ اور رحمٰن مسیلمہ کذاب کا۔ بنا بران بسم اللہ کے یہ معنے کر سکتے ہیں۔ کہ آغاز مسیلمہ این قرآن را بنام کوہے باید کہ مالکش مسیلمہ رحیم ست یعنے اس کتاب کو میں شروع کرتا ہوں۔ اس پہاڑ کے نام سے جو مسیلمہ رحیم کی ملکیت ہے۔ پس قرآن کی بسم اللہ ہی اللہ کے نقل سے غلط ہو جاتی ہے۔ اور عوض اوجالے کے اندھیرے کی راہ دکھاتی ہے

اگر در خانہ کس ست ہمیں یک حرف بس ست

اب ہم اسم اعظم کی بابت تحقیقات کرتے ہیں۔ اسم اعظم و تعیین آں اختلاف بسیار ست بعضے اللہ و رد بعضے صمد و زر د بعضے الحی القیوم اور نزد بعضے الرحمٰن الرحیم و نزد بعضے مہیمن۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (از غیاث)

سیّد ناصر الدین محمد ابو المنصور کہتے ہیں۔ یہوواہ یدو واؤ از خود موجود اسم ذات بار تعالیٰ۔ اہل اسلام اللہ کے لفظ کو اسم ذات جانتے ہیں اور اہل کتاب بمقابلہ مسلمانوں کے کئی دلیلوں سے لفظ یہوواہ کو اسم ذات بار تعالیٰ جانتے ہیں۔

(۱) قرآن میں جو فضیلتیں توریت کی لکھی ہیں اور بڑی فضیلت توریت کی ہو نام سے جو توریت میں اسم ذات سمجھا جاتا ہے۔ پس جو لفظ اہل توریت کے لئے اسم ذات ہے وہی اہل قرآن کے لئے بھی ہے۔ (۲) اسم ذات چاہیئے کہ ترکیب و تعریف وغیرہ سے مبرا ہو اور قرآن میں اللہ کی جمع الٰہۃ موجود ہے اور عبرانی میں الوہیم۔ مگر لفظ یہوواہ کی کوئی ترکیب نہیں ہے (۳) الٰہ کا لفظ بتوں کے معنوں میں آیا ہے۔ دیکھو سورۃ والصافات رکوع ۲ و سورۃ فرقان رکوع ۱۔ اسی طرح (۴) توریت وغیرہ میں بھی الوہیم قاضی و مفتی کے معنی میں آیا ہے۔ دیکھو ۸۲ زبور ۱ اور خروج ۲۱ مگر یہوواہ کا لفظ سوائے خدا کے کسی اور کے واسطے مستعمل نہیں (۵) الٰہ کے معنے عبادت اور یہوواہ کے معنے وہ جو تھا اور ہے اور ہمیشہ تک رہیگا پس معنے کے رو سے بھی یہوواہ اسم ذات ٹھہرتا ہے۔ اللہ کے لفظ کا اسم ذات ہونا کہیں کلام الٰہی سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ قرآن میں تو صاف لکھا ہے قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن ایاما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ یعنے کہ اللہ کہہ کر پکار دیا۔ رحمٰن کہہ کر جو کہہ کر پکاروگے سو اسی کے ہیں نام خاصے (از سورۃ بنی اسرائیل) مگر یہوواہ اپنا نام خدا نے اپنی زبان سے خاص طور پر فرمایا تھا۔ خروج ۳/۱۴ پس ان دلائل سے اہل کتاب سے ہم نے جانا۔ کہ عیسائی علما جو لفظ الوہیم سے کہ صیغہ جمع کا ہے ذات واحد حقیقی میں تثلیث کا وجود ثابت کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ الوہیم بتوں قاضیوں اور مفتیوں کے واسطے کبھی استعمال نہ کرتے کیونکہ ثبوت تثلیث کے واسطے اسم ذات یعنے یہوواہ صیغہ جمع میں ہونا ضرور تھا اور الوہیم بقول اہل کتاب اسم ذات نہیں ہے" دولت فاروقی صفحہ ۱۲ و ۴۰۲ (رکن اول باب اول دہلی)

آنریبل سر سید احمد خاں صاحب نے لکھا ہے۔ کہ اللہ جسے الٰہ مشتق

ہوا ہے۔ اور الوہیم جس کی جمع ہے۔ اسم صفات ہے۔ اسم ذات نہیں۔ یہ معبود دلن باطل اور حق ہر دو کے لئے آیا ہے اور بائیبل کے بہت سے حوالہ دئیے ہیں اور اسم ذات یہوواہ بتلاتے ہیں۔ المختصر (تصنیفات احمدیہ باب اول صفحہ ۴۴۳ و ۴۴۴) پادری عبداللہ آتھم صاحب فرماتے ہیں کہ یہوواہ جو توریت میں خدا کا اسم ذات ہے وہ رگوید میں بھی موجود ہے۔ (دیکھو ماہیت رگوید صفحہ ۱) اور ایسا ہی مونیئر ولیم صاحب نے بھی انڈین وزڈم میں مستند حوالوں سے درج کیا ہے (دیکھو کتاب مذکور)

اوم۔ جو وید مقدس میں اسم ذات ہے اس کی بابت سوامی دیانند جی فرماتے ہیں کہ پرمیشور کے ناموں سے سرو اوتم نام ہے" ایسا ہی لوگ شاستر اور منو اور اپ نشدوں میں مذکور ہے۔ اوم کا دو وچن بالکل نہیں ہے۔ وہ مذکر و مونث و مخنث ان تینوں حالتوں میں ایک سا رہتا ہے۔ وہ ساتوں ضمیروں میں ایک جیسا رہتا ہے۔ عربی و ایرانی جیسی ناکامل زبانوں نے اللہ کی تقسیم کر دی مگر سنسکرت جیسی کامل زبان اوم کی تقسیم نہ کر سکی۔ پس وہ کتاب جس میں یہوواہ اور اللہ اور اوم تینوں نام موجود ہیں یعنے وید مقدس۔ اس پوتر کتاب نے ہدایت کی کہ نہ اللہ اسم ذات ہے نہ یہوواہ۔ بلکہ اسم ذات اوم ہے۔ کیونکہ وہ ہر طرح کی ترکیب و تصریف وغیرہ سے مبرا و منزہ ہے۔ یجر وید کے خاتمہ پر بھی اوم تتم برہم بطور اسم ذات خود ہی برحق قادر مطلق پرماتما نے خاص ارشاد فرمایا ہے اور یہی اسم ذات ہے۔ باقی سب نام اسمائے صفات۔

باب دوم

الہام کا بیان　انسانی عقل غلطی کرتی ہے۔ نفسانیت جادہ راستی سے پھسلا دیتی ہے۔ غرض آلودہ آدمی کی عقل ناقص ہوتی ہے۔ علم کامل اور تجربہ کافی کے بغیر عقل شافی نہیں ہو سکتی چنانچہ ذیل میں ہم کچھ ان کے نمونے درج کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ اس وقت دنیا میں انسانی آبادی دو ارب کے قریب ہے۔ اور اسمیں اسقدر گڑبڑی ہوئی ہے۔ جس کی حد و شمار نہیں۔ کئی تو وجود پرماتما یا برہم کے ہی منکر ہیں۔ بہت سے اپنے آپ کو خدا جانتے ہیں۔ اور دنیا کو دنیا نہیں مانتے بلکہ ہمہ اوست کے قائل ہیں۔ بعضے دو خالق جانتے۔ ایک خالق خیر۔ دوسرا خالق شر بعضے تین ایشور مانتے ہیں۔ اور تینوں کا درجہ مساوی جانتے ہیں۔ اور کچھ حضرات وجود علم و عالمیان کے ہی منکر ہیں۔ اور کئی حضرات خدا یا بزرگوں اور اوتاروں کی مورت بنا کر پوجتے ہیں اور کروڑوں آدمی قبروں۔ خانقاہوں۔ مڑھیوں سیانوں جادوگروں۔ بدحتوں پہاڑوں کو مانتے اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں بعضے علم و فضل کے کامل بھی اندھیرے میں رہے۔ مرتے وقت وصیت کر گئے۔ کہ فلاں مرغ کے نام میرے واسطے مرغا ذبح کرنا۔ اور کئی پڑھے لکھے چھپکلیوں کی پرستش کرتے تھے۔ کسی مذہب کا بانی اور اس کے کروڑوں پیرو آسمانوں پر خدا کو مانتے اور اسکے ساق سمیں کے دیدار کے مشتاق ہیں۔ خدا کو ظالم۔ مکار۔ قہار۔ جبار۔ ازلی بہکانے والا دیگر بھونے والا۔ پچھتانے والا۔ نظر بد سے ڈرنیوالا۔ اور جادو ٹونے جن بھوت کے قائل ہو کر راستی سے دور ہو گئے۔ کوئی خدا کے انسانی قالب میں آنے کے قائل ہیں کوئی کسی تعریف میں حد سے زیادہ بڑھ گئے۔ کوئی کسی کی۔ کوئی توحید کا معقول دلائل سے قائل اور خدا کو تمام نقائص سے بری سمجھتا ہے۔ اور اس کی صفات میں باہمی تناقص بھی نہیں مانتا۔ کوئی دیوتاؤں۔ فرشتوں۔ پیغمبروں اور ستاروں کو پوجتا اور کوئی عنصروں کو۔ کوئی اپنی پرستش چاہتا ہے۔ اور اپنے خام خیالات کو الہام جتلا کر سب سے منوا کر اپنی تعظیم کا خواہشمند ہے۔ کوئی مورتوں کو۔ کوئی شیولنگ پر جلہری کو۔ کوئی عورات کی اندام نہانی کو پوجتا ہے۔ کوئی گھوڑے کے آلہ تناسل کو پوجتا۔ کوئی ماں بہن سے جماع جائز جانتا ہے۔ اور کوئی متبنٰی بیٹے کی جورو سے۔ اور کوئی صرف بہن سے۔ کوئی چچا زاد بہن سے جماع کرتا ہے۔ اور اسے جائز بتلاتا ہے۔ کوئی گوشت کھانا گناہ جانتا ہے۔ اور کوئی سب جانور کھانا گناہ نہیں جانتا بلکہ ثواب۔ اور کوئی صرف سور۔ اور کوئی صرف گائے کو حرام اور کوئی بعضوں کو حلال۔ بعضوں کو حرام جانتے ہیں۔

بعضے شادی میں جوتی پیزار چلاتے ہیں۔ بعضے ہولی میں بعضے گھوڑے اور آدمی کی تصویر سے اولاد مانگتے ہیں بعضے قبروں سے بعضے مشتنڈے فقیروں سے بعضے واسطے حصول نجات آخروی کے ملکوں کو لوٹتے اور مارے جاتے ہیں۔

بعضے اپنے نفس کو خود مار ڈالتے ہیں بعضے دیوتاؤں کے نام پر آدمی کی اور بعضے جانوروں کی قربانی کرتے ہیں اور بعضے خدا کے نام پر بے گناہ جانوروں کو مارتے ہیں۔ بعضے بیگانی عورات سے جو لوٹ میں لادیں۔ زنا جائز جانتے ہیں بعضے گناہ جانتے ہیں۔

بعضے قطعی الہامی کتاب کے منکر ہیں۔ بعضے توریت و زبور کو الہامی مانتے ہیں بعضے توریت و زبور و انجیل کو۔ بعضے توریت و زبور و انجیل قرآن کو۔ بعضے صرف انجیل کو بعضے استا و ژند کو۔ اور بہت سے لوگ صرف وید کو

بہت سے لوگ تناسخ کو مانتے ہیں۔ اور کئی لوگ اس سے منکر ہیں۔ بعضے روح کو بھی حادث اور غیر فانی مانتے ہیں۔ بہت سے لوگ قدیم اور غیر فانی جانتے ہیں اور کئی آدمی اس سے منکر ہیں اور کئی جانوروں میں روح نہیں مانتے ہیں۔ اور بعضے سات آسمان مانتے ہیں۔ اور اکثر لوگ نہیں مانتے۔ بلکہ دلائل سے رد کرتے ہیں۔

---

۱ بودھ۔ جینی۔ دہریہ۔ اے تھیسٹ۔ چیت رامیئے ۲ لزبی ویدانتی۔ صوفی۔ گلاب داسیئے رضا معصوم ۳ مجوسی یعنی پارسی۔ محمدی اور یہودی ۴ عیسائی۔ ہندو ماتر۔ مرتی کے ماننے والے۔ یعنی برہما۔ وشن۔ مہیش کی خدائی کے قائل ۵ سوفسطائیہ۔ نوین ویدانتی علمن وادی ۶ رومن کیتھولک۔ شیو۔ ویشنو۔ بھاگوتی جلینی۔ بودھ۔ مسلمانوں کے بعض فرقے ۷ تمام مسلمانانِ اور سرور پیکیہ۔ ہندو اور بعضے رومن کیتھولک عیسائی اور نو۔ ہندو جیسے لوگ سادھو چوہڑے چمار۔ تیملیان ۸ پشتو یونان و مصر کے حکیم ۹ یعنے حکمائے یونان و مصر ۱۰ سارے محمدی لوگ اور عیسائی اور یہودی اور محمد کا وغیرہ صاحب موسیٰ صاحب ۱۱ ہندو عیسائی صوفی۔ بیراگی اور شیعہ شمسی باموریہ یزیدیہ مسلمان ۱۲ آریہ لوگ۔ اور سادھو لوگ۔ ۱۳ ہندو مسلمان۔ لوکوت اور عرب کا فرقہ جینی۔ بودھ ۱۴ دیو دہری۔ برہمو۔ شمسی۔ گوکلیا گسائیں ۱۵ تمام ہندو اور جینی ۱۶ شیو پران و لنگ پران کے ماننے والے و عموماً شیو ہندو ۱۷ سارے وام مارگی اور شغل کرنے کا فرقہ اور اسماعیلی فرقہ ۱۸ وام مارگی و مزدکی ۱۹ محمد صاحب ۲۰ ابراہیم صاحب ۲۱ سارے مسلمان ۲۲ آریہ جی ٹیرن سوسائٹی کے لوگ جنہیں صدہا ڈاکٹر ہیں۔ یونانی بودھ اور رام دھاری سکھ اور دنیا کے حق پسند ۲۳ عیسائی وام مارگی۔ اگھوری ۲۴ مسلمان ۲۵ ہندو لوگ ۲۶ یہودی لوگ ۲۷ انگریز ۲۸ ہندو لوگ ۲۹ شیعہ لوگ اور بعضے امامیہ ہندو اور بعضے مسلمان ۳۰ مسلمان غازی لوگ ۳۱ بعضے فقیر اور آریہ حرم کے فضلائے لوگ ۳۲ ہندو۔ بھیل مسلمان یہودی ۳۳ مسلمان یہودی و متعصب عیسائی جاہل جبتی ۳۴ تمام آریہ اور رہبر عیسائی ۳۵ برہمو اور سد یو دھرمی اور ناستک لوگ اور دہریہ لوگ ۳۶ یہودی ۳۷ عیسائی ۳۸ مسلمان مگر تیس پر عمل نہیں کرتے بلکہ انکو منسوخ جانتے ہیں ۳۹ عیسائیوں کا ایک فرقہ ۴۰ پارسی لوگ ۴۱ آریہ لوگ پارسی ۴۲ آریہ بدھ جینی۔ پورانے یہودی مسلمانوں کا تناسخیہ اور شیعہ یونان چین۔ مصر۔ فرانس

بعضے آسمان کو گردش میں اور زمین کو استوار اور پہاڑوں کو میخیں مانتے ہیں اکثر لوگ آسمان کو افق یعنی حد نظر اور زمین کو گردش میں مانتے ہیں۔ بعضے جن و بھوت۔ جادو و منتر کے قائل ہیں۔ اور بعضے اس کو محض فریب اور دھوکا بازی اور جہالت جانتے ہیں۔ بعضے مکاں (کعبہ) کی طرف سجدہ کرتے ہیں اور بعضے کسی مکان (بیت المقدس) کی طرف اور ان مکانوں کو خدا کا گھر مانتے ہیں بعضے خدا کو کبھی نہیں سمجھتے بلکہ سرو ویاپک اور لامکان جانتے ہیں بعضے طوفان نوح کے آنے کے قائل ہیں۔ اور اکثر لوگ اس کے قطعی منکر ہیں بعضے دنیا کو ۶ ہزار سال یا ... برس سے پیدا شدہ مانتے ہیں۔ اور اکثر ایک ارب ۹۶ کروڑ سال سے۔ بعضے دنیا کو نیستی سے ہستی میں لانا مانتے ہیں۔ اور بعضے ہستی سے ہستی میں لانا۔ یعنے نیستی کا خدا کے گھر میں ہونا قطعی نہیں مانتے۔

اکثر اس کے الہام کو ایک بار اور کامل مانتے ہیں۔ اور پھر رد و منسوخ اور ہونا نہیں مانتے بلکہ گناہ جانتے ہیں۔ اور بعضے لوگ اس کے احکام کو رد و منسوخ اور تغیر و تبدل و الامان کرا لیتے سے پہلے کی تمام کتب کو منسوخ جانتے ہیں۔ جیسے گورنمنٹ کے سالانہ ایکٹ یا سرکلر یا گزٹ کے احکام۔ اکثر مردہ کا جلانا جائز جانتے ہیں۔ اور معقولیت سے بتلاتے ہیں کہ اس طریقہ سے کفایت شعاری اور بیماری سے روک ہوتی ہے۔ بعضے دفن کرنا۔ بعضے ہوا میں رکھ دینا۔ بعضے پانی میں ڈال دینا صحیح جانتے ہیں۔

ان سب حالات پر غور کرنے سے باحسن الوجوہ ثابت ہے کہ بعضے شخصوں کے خود بعضے خیالات اوقات مختلفہ میں مختلف ہوتے رہے۔ ایک وقت میں ان کو کچھ سوجھتا ہے۔ اور دوسرے وقت کچھ۔ چنانچہ تبدیل مذہب اور تبدیل و صلح وغیرہ سے صاف ظاہر ہے۔ ہزاروں مسلمانوں نے مذہب خود کو چھوڑ عیسائی۔ برہمو۔ بودھ اور آریہ ہو گئے۔ اور اسی طرح ہزاروں عیسائی بھی مذاہب مختلفہ میں داخل ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس یہی حالت بودھ اور برہمو مذہب کی ہے۔ اس وقت یہ لاکھوں آدمی جوق در جوق ویدک دھرم میں آرہے ہیں۔ یہ کہاں سے آتے ہیں۔ انہیں موجودہ مذاہب سے خود علمائے یوروپ جو ویدک فلاسفی پر فریفتہ ہو رہے ہیں۔ کیا کسی تلوار کے ڈر سے؟ ہرگز نہیں۔ درحقیقت اب روشنی کا زمانہ ہے۔ لوگ مذاہب باطلہ سے نکل کر خورشید معرفت کی طرف آرہے ہیں۔ بنابراں ہم کو نہایت ضروری ہے کہ اس گڑبڑ حالت کو دور کر سچائی کا اظہار کریں ہر ایک عقلمند جو اس قدر اختلافات مذاہب کو دیکھیگا فی الفور کہیگا کہ یہ سارے سچے نہیں۔ سچائی صرف ایک ہی ہے اور وہ جہاں ہے سچائی ہے۔ ان ساری انسانی عقلوں کا ایک عقل کل یا حاکم بالادست یا جج یا قول فیصل یا کسوٹی مقرر ہونی چاہیئے وہ کسوٹی سوائے الہام کے (جو آئینہ عقل انسانی کا مجلی ہو معقول ہو اور ناسخ و منسوخ سے مبرا ہو) اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

سرو ویاپک پرماتما کے ہونے سے عقل کسی طرح قبول نہیں کرتی ہے کہ وہ صرف آسمانوں پر ہو۔ اور جب عقل و علم نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے کہ آسمانوں کا کوئی وجود نہیں۔ تو پھر کوئی الہامی کتاب آسمانی نہیں ہو سکتی ہے۔ اور جب آسمان نہیں تو پھر جبرائیل یا میکائیل یا عزازیل یا اسرافیل یا اسرائیل کہاں ہیں اور شیطان کس جگہ موجود ہے۔ یہ سارے کے سارے خیالات محض بطلان ہیں۔ اسی واسطے مناسب ہے کہ سرو ویاپک پرماتما بموجب انصاف قدیم کے کسی کامل انسان کو بلا تعصب و طرفداری اپنے کامل الہام سے انسانی سرشٹی کے آغاز میں سرفراز کرے اور ایسے الہام کا ظہور بذریعہ کسی پیغمبر یا ایلچی کے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ خود سرو انترجامی خدا ہی اس کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ اور سوائے انسان کامل کے دل فیض منزل کے اور کسی جگہ ایسے الہام کا ہونا بالکل ناممکن ہے۔ پس سرو شکتی مان بھگوان نے غلطی سے مبرا ناسخی و منسوخی سے معرا صداقت سے مجلی اور معقولیت سے بھرا ہوا الہام وید کا جس کے معنے ہی الہام و گیان کے ہیں۔ سرشٹی کے آدی میں ہر طرح کی تحریف سے ناقابل الترمیم و التنسیخ چار رشیوں کے دل میں پرکاش کیا اور وہی آج تک بلا کمی و بیشی موجود ہے۔

وید مقدس کے الہامی ہونے پر ایک دلچسپ تقریر

ضروری ہے کہ الہامی کتاب یا الہام ایزدی دیگر کتابوں سے خاص طور پر ممتاز ہو اور اس میں ایسے صفات ہوں۔ جو کسی دوسرے میں ممکن نہ ہوں۔ کیونکہ کوئی انسان ایشور کی صفات کا کبھی اور کسی حالت میں بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جس طرح ایشور کے بنائے ہوئے آفتاب و مہتاب بے نظیر ہیں۔ ویسا ہی اس کا الہام بھی بے مثل ہونا چاہیئے۔ ہمارا الہام ایزدی میں پہلی خوبی یہ ہونی چاہیئے کہ وہ از آغاز عالم تا اختتام عالم رہے یعنی جب سے انسانی سرشٹی کا ارمبھ ہو تب سے اس کا پرکاش ہو۔ اور جب تک انسانی سرشٹی رہے۔ تب تک وہ ظہور پذیر رہے۔

ثبوت۔ ہم جب یہ خیال کرتے ہیں۔ یا اس امر کی تحقیقات کرتے ہیں کہ فلانی چیز فلانے سے پہلے ہے تو اس کے واسطے ایسے نشان تلاش کیا کرتے ہیں۔ جو قدامت اور تجدید کے واسطے کافی ہوں۔ اسی طرح ہم یہاں بھی تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ کون سے نشان ہیں۔

قرآن۔ کتاب جسے محمدی لوگ الہامی مانتے ہیں ۱۳۰۰ سو سال سے ہے۔ اس سے پہلے انجیل۔ زبور۔ توریت۔ ژند اوستا موجود تھی۔ نوشیرواں جس کے وقت محمد صاحب ہوئے۔ وہ پارسی تھا۔ سلمان پارسی ایک شخص محمد صاحب کے اصحابوں میں سے آتش پرست تھا۔ انجیل زبور و توریت کا نام بھی قرآن میں آیا ہے پس قرآن سے یہ سب کتابیں پہلے کی ہیں۔

انجیل کو جسے آج تقریباً ۱۹۰۰ برس ہوتے ہیں۔ عیسائی لوگ الہامی مانتے ہیں اس میں قرآن کا ذکر نہیں اور نہ قرآن کی ہم سن کسی کتاب کا ذکر ہے۔ مگر اس میں توریت اور زبور کا ذکر موجود ہے۔ اور تمام گزشتہ لوگوں کے قصے موجود ہیں۔ علاوہ براں

بقیہ حاشیہ۔ جرمن کے اکثر ڈاکٹر لوگ۔ خزلہ تھیوسافسٹ واقفہ ناکت امریکہ۔ ؎ اسی پورانے زمانہ کے تمام لوگ اور موجودہ تمام قوموں کے بزرگ ؎ مسلمانوں کے چند فرقے اور دیو دھرمی اور عیسائیوں کے چند فرقے ؎ مسلمان اور عیسائی اور برہمو ؎ آریہ۔ بدھ جینی۔ تمام فاضل سائنس والے ؎ اے تھیسٹ لوگ۔ برہمو اور عیسائی ؎ مسلمان اور عیسائی ؎ آریہ اور تمام دنیا کے فاضل اسٹرونومی کے جاننے والے ؎ مسلمان ؎ آریہ اور تمام فاضل لوگ ؎ مسلمان عیسائی اور بیوقوف ہندو و بھیل گونڈ اور جاہل قومیں ؎ آریہ بدھ۔ تمام ڈاکٹر لوگ ؎ مسلمان ؎ عیسائی و یہودی ؎ آریہ ؎ عیسائی مسلمان و یہودی ؎ آریہ۔ بودھ جینی۔ پارسی ؎ عیسائی مسلمان یہودی ؎ آریہ۔ اور تمام جیالوجی جاننے والے اور فاضل نجومی اور ہسٹری کے جاننے والے ؎ مسلمان اور عیسائی ؎ آریہ جینی۔ پارسی اور تمام علما سائنس ؎ آریہ لوگ ؎ مسلمان عیسائی۔ یہودی۔ ؎ آریہ۔ بودھ جینی اور ڈاکٹر لوگ اور فاضل عیسائی اور یعنی تھیوسوفسٹ لوگ ؎ مسلمان اور عیسائی۔ ۱۸؎ پارسی لوگ ۱۹؎ سادہ لوگ ۔

مجوسی مذہب کا بھی ذکر ہے خود عیسیٰ کی پیدائش پر مجوس یعنے آتش پرست لوگ یروشلم میں گئے تھے ۔ (انجیل متی باب ۲۔ آیت ۱ تا ۷) پس صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ سے پہلے یہودی اور آتش پرست لوگ موجود تھے ۔ اور ان کی کتابیں عیسیٰ سے پہلے تھیں ۔

زبور ۔ داؤد بادشاہ کی تصنیف سے ہے ۔ جس کو ہوئے آج تک ۲۹۵۲ سال ہوچکے ہیں ۔ اس میں موسیٰ وغیرہ نبیوں کا ذکر ہے ۔ اور توریت کا بھی ذکر ہے ۔ آتش پرستوں کے مذہب کے بھی حوالے پائے جاتے ہیں مگر انجیل کا مطلق ذکر نہیں ۔ اور نہ قرآن کا ۔ سابراں یہ کتاب موسیٰ سے بعد اور انجیل و قرآن سے بہت پہلے تصنیف ہوئی ۔

توریت یہ کتاب موسیٰ ہی کی تصنیف ہے ۔ اور کچھ اُس کے ایک شاگرد کی جس کو آج تک ۳۳۴۷ سال ہوتے ہیں ۔ اس کتاب میں نہ داؤد کا نام ہے نہ مسیح کا نہ محمد صاحب کا اور نہ زبور نہ انجیل اور قرآن کا ۔ ہاں ایسے سے پہلے نبیوں کے نام اسمیں لکھے ہیں ۔ یعنی آدم ۔ نوح ۔ لوط ۔ ابراہیم ۔ یعقوب ۔ اسحاق ۔ یوسف اور مصر کے قبطی اور آتش پرستوں کے مذہب کے نشانات اسمیں ملتے ہیں ۔ جو موسیٰ کی تعلیم ساری کی ساری زردشت کے مذہب کی نقل کی گئی ہے ۔ ابراہیم (جو موسیٰ سے پہلے ہوا ہے) کے وقت میں بھی آتش پرست موجود تھے ۔ چنانچہ فاضل محمدی شیخ سعدی شیرازی لکھتے ہیں ۔ از بوستاں

شنیدم کہ یکہفتہ ابن السبیل ۔۔۔ نیامد بمہماں سرائے خلیل

آگے چل کر اسی حکایت میں لکھا ہے ۔ کہ جب دونوں روٹی کھانے بیٹھے تو ابراہیم نے خدا کا نام لیا ۔ مگر اُس نے نہ لیا جس پر ابراہیم نے اس کو کہا ۔

نہ شرط است وقتے کہ روزی خوری ۔۔۔ کہ نام خداوند روزی بری

بگفتا نگیرم طریقت بدست ۔۔۔ کہ نشنیدم از پیر آتش پرست

بخواری براندش چو بیگانہ دید ۔۔۔ کہ منکر بود پیش پاکاں پلید

تب خدا نے جبرئیل فرشتہ بھیجا جس نے آن کر کہا ۔

گر او مے برد پیش آتش سجود ۔۔۔ تو واپس چرا می بری دست جود

منش داده صد سال روزی و جاں ۔۔۔ ترا نفرت آمد ازو یک زماں

اسی طرح کتب تاریخ اسلام میں اس کے بہت سے نشان پائے جاتے ہیں جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ زردشت بانی مذہب مجوس موسیٰ و ابراہیم سے بہت پہلے ہوا ہے اور ان کا ان دونوں کے دین سے آگے رائج تھا ۔

ژند اوستھا ۔ (یعنے سنسکرت و شاستر جو زردشت پیمبر نے تصنیف کی ہے) میں صاف طور پر وید مقدس کا نام ۔ چاروں ورنوں کا ذکر ۔ شیکھولویت کا بیان ۔ ہون کے فوائد ۔ تاریخ کا مذکور ۔ گوشت خوری کی تردید اور آریہ قوم کا حوالہ دیا ہے ۔ کہ وے اُن کے بزرگ تھے ۔

بیاس جی کا بھی ذکر ہے ۔ بلکہ لکھا ہے کہ ان کا بمقام بلخ زردشت سے مباحثہ ہوا تھا ۔ شنو کرشا کی ہدایت ہے صاف ظاہر ہے کہ وید سے وہ پیچھے کا ہے ۔ اور توریت ۔ زبور ۔ انجیل و قرآن سب سے ژند اوستھا پہلے ہے بیاس جی کی بابت ہم دلائل واضح سے بتلا چکے ہیں کہ اس کو ہوئے آج تک ۴۹۹۸ سال گزرتے ہیں ۔ موسیٰ کے دس حکم منو سمرتی سے منقول ہیں ۔ بلکہ عموماً توریت منو سمرتی کی نقل ہے ۔ موسیٰ کے وقت آریہ ورت میں ویدک دھرم موجود تھا ۔ اور منو سمرتی موسیٰ کی توریت سے پہلے کی ہے ۔ جس کے واسطے اکثر فضلائے یورپین شاہد ہیں ۔ (دیکھو مارٹن ہاگ صاحب ڈاکٹر برالوجی عالم زبان) کی کتاب صفحہ ۹ و ۱۰ ۔ ۱۲ اور

ژند اوستھا باب سوم لسیٹ آیت ۱۷) اگر منو سمرتی میں ویدوں کا ذکر ہے ویاس سے پتنجلی جی پہلے ہوئے جنکے یوگ شاستر کی شرح ویاس جی نے لکھی ہے اُس میں بھی ویدوں کا نام موجود ہے ۔ ویاس جی سے ہزاروں برس پہلے گوتم جی ہوئے ۔ اُن کے بنائے ہوئے نیائے شاستروں میں بھی وید کا ذکر ہے ۔ اُن سے ہم پہلے کناد جی ہوئے اُنکے بنائے ویشیشک شاستر پر گوتم جی نے ٹیکا کی ہے ۔ مگر وہی کناد جی گوتم سے بہت پہلے ویدوں کے الہامی ہونیکے قائل ہیں ۔ بودھ شاستر (جس کے پیرو اسوقت بھی دنیا میں ۴۷ کروڑ کے قریب ہیں) کا مصنف بدھ مسیح سے پہلے ۶۳ برس پہلے ہوا ہے وہ بھی اپنے بنائے بودھ شاستر کے سوتروں میں ویدوں کا ذکر کرتا ہے ۔ پس وید اُس سے پہلے کے ہیں ۔ **وید مقدس** میں کسی گرنتھ یا کسی کتاب یا کسی فرقہ کا ذکر نہیں ہے لیکن اور سب میں کسی نہ کسی پیرایہ میں ویدوں کا ذکر ہے اور صدہا علماء انگلینڈ فرانس و امریکہ کی شہادتیں ہیں کہ دنیا کی لائبریری میں وید مقدس سے پرانی کتاب کوئی نہیں ہے اور اس کا تو آپ کو بھی اقبال ہے ۔ جس کو آپنے تاریخ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رگوید ایک نہایت قدیم مجموعہ ہے (صفحہ ۱ تحفۃ الہند)

پس وید سب سے قدیم بلکہ نہایت قدیم الہامی کتاب ہے جو دنیا کی تمام کتابوں سے اول اور اُسکی ہدایت سب ہدایتوں سے اول ہے ۔ بنابراں اس پہلی خوبی کی مصداق دنیا میں سوائے وید مقدس کے اور کوئی کتاب نہیں هو المطلوب

دوسری خوبی یہ ہونی چاہیئے ۔ کہ وہ الہام ایسی زبان میں ہو ۔ جو سب بانوں سے ممتاز ہو ۔ کیونکہ پرماتما اپنی سب صفات میں انسانوں سے ممتاز ہے ۔

ثبوت ۔ زبانوں کی تحقیقات جیسی حال میں ہوئی ہے ۔ ویسی پہلے شاید کم ہوئی ہو یا بالکل نہیں ہوئی ۔ اور علمی جہان میں فضلائے یوروپ نے اس بارہ میں کی ہے ۔ وہ درحقیقت شکریہ کے مستحق ہے ۔ اور سب سے زیادہ خوبی یہ ہے ۔ کہ وے لوگ بے تعصب محقق اور ہمارے مذہب سے جدا ہیں ۔ چنانچہ اُنہوں نے بعد تحقیقات و تفتیش کے جو رائے قائم کی ہے وہ ہم ظاہر کرنا چاہتے ہیں ۔

آنریبل سر ولیم جونس صاحب بہادر فرماتے ہیں " سنسکرت زبان یونانی زبان سے زیادہ کامل اور رومی سے زیادہ وسیع اور دونوں سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے " (کتاب تحقیقات خالات ایشیا جلد ۱ صفحہ ۴۲۲)

پروفیسر مولوی ذکاء اللہ صاحب فرماتے ہیں " علم زبان کی حکیمانہ تحقیقات سے اہل فرنگ نے ایک عجیب و عمدہ بات معلوم کی ہے ۔ کہ آریہ کی زبان ایشیا کی آدھی زبانوں کی اور یوروپ کی تقریباً کل زبانوں کی جڑ ہے ۔ غرض اکثر زبانیں جو شائستہ اور مہذب ہیں ۔ وہ اسی سے مشتق معلوم ہوتی ہیں ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل یوناں اور اہل روم اور اہل جرمن اور اہل انگریز اور فرانس اور ہند و ایراں عرصہ تک ایک نسل کا ایک ہی سلسلہ ہے " (دیکھو تاریخ ہند حصہ اول باب افصل صفحہ ۲۲ سنہ ۱۸۷۲)

ایک اور فاضل و معزز محقق آنریبل ماؤنٹ سٹوارٹ الفنسٹن صاحب بہادر سابق گورنر بمبئی اپنی شائع تاریخ میں فرماتے ہیں " سنسکرت زبان کی صرف و نحو ایسی کامل ہے کہ انسان کے کلام کے اصول تمام دنیا میں اگر قائم بھی ہوئے ہیں تو ان سے زیادہ نہیں ہوئے " (تاریخ ہندوستان ات صفحہ ۲۷۷ سنہ ۱۸۹۰)

اس کے سوا دیکھو ہمارے مصنفہ تکذیب براہین احمدیہ حصہ احمدیہ (صفحہ ۲۰۲ سے ۲۱۳ تک) اور تکذیب براہین احمدیہ میں بات سنسکرت کی فضیلت ۔

سنسکرت کے تمام ترعقول میں وید سب سے قدیم اور اعلیٰ مضامین سے پُر اور فصیح ہیں ۔ چنانچہ ایک محقق مزاج پادری صاحب فرماتے ہیں " ہمے شک کوئی سحر

ویدکی سنسکرت عبارت کی مانند نہیں بنا سکتا اور بڑے بڑے پنڈت بھی کہتے ہیں۔ کہ وید کی سنسکرت عبارت کی مانند کوئی بشر نہیں بنا سکتا" ایک تو وید ایسی کتاب ہے جو سب سے زیادہ قدیم ہے دوم وہ ایسی زبان میں ہے جو سب سے زیادہ وسیع و فصیح و بلیغ ہے۔ اور اُس زبان میں وید سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے۔ اور ایسی عمدہ کہ سوائے ایشور یہ اوپدیش یعنے الہام کے انسان کبھی اور کسی حالت میں نہیں بنا سکتا۔ بنا بر آں وید ضرور الہامی ہیں۔ نحو المراد

تیسری خوبی یہ ہونی چاہیئے کہ اُس میں خاص آدمیوں کے واقعات قصہ کہانی تاریخ یا روائتیں نہ ہوں۔ کیونکہ جس کتاب میں ایسے واقعات ہوتے ہیں وہ کتاب اُن واقعات کے بعد لکھی جایا کرتی ہے ایسی باتیں لکھنے یا سیکھنے کے واسطے الہام کی ضرورت نہیں ہے جو بغیر الہام کے آدمی عمدہ طور سے حاصل سکتا ہے۔ اور اگر تاریخی باتیں سکھانا الہام کا کام ہے۔ تو ایک ایسی تاریخ جو ابتدائے دُنیا سے تا اختتام دُنیا تمام آدمیوں سے متعلق ہو ہونی چاہیئے۔ جو بالکل ناممکن ہے۔ ورنہ ایسی کتاب اتنی ضخیم ہو جاویگی کہ کوئی انسان کبھی اُسے نہ پڑھ سکیگا سا یا رہاں محض فضول ہوگی۔ پس الہام ربانی یا سماوی جو سب انسان کے واسطے مساوی ہے انسانی واقعات سے جدا ہونا چاہیئے کیونکہ سرشٹی کے ابتدا میں ایسے واقعات نہیں تھے۔

ثبوت اِس وقت کی موجودہ کتابوں میں جنکی نسبت لوگوں کو گمان ہے کہ وے الہامی ہیں (مثلاً۔ قرآن۔ انجیل۔ زبور۔ توریت ژند اوستھا) کہانیاں اور قصص فضول بھرے ہوئے ہیں۔ جن سے الہام کا کوئی بھی تعلق نہیں ہے **جیسے قرآن** میں آدم۔ عیسیٰ۔ موسیٰ۔ ابراہیم۔ نوح۔ داؤد۔ لوط۔ سلیمان وغیرہ کی خط و کتابت اور یوسف۔ زلیخا۔ لقمان۔ سکندر ذوالقرنین۔ اصحاب کہف۔ خضر۔ الیاس۔ وغیرہ کی کہانیاں۔

انجیل میں متی۔ لوقا۔ مرقس۔ یوحنا۔ مریم۔ ذکریا۔ ہیرو ڈلس۔ عیسےٰ۔ موسیٰ۔ اور پولوس کی خط و کتابت اور اندریاس۔ شمعون وغیرہ کی کہانیاں۔

زبور۔ میں موسیٰ ابراہیم۔ اسحاق۔ داؤد کے واقعات اور سلیمان کی کہانیاں اور اُس کی آخری عمر کی کارروائیاں اور جنگ و جدال۔

توریت میں آدم۔ نوح۔ ابراہیم۔ لوط۔ اور اس کی جورو۔ اسحاق و اسماعیل یوسف۔ بنیامین۔ فرعون و موسیٰ و یشوع وغیرہ کی کہانیاں۔

ژند اوستھا میں جمشید۔ ہوشنگ۔ فریدوں۔ کیخسرو کی کہانیاں

لیکن **وید مقدس** میں کسی کتاب یا شہر یا انسان کا نام نہیں۔ چہ جائیکہ اُن کے واقعات یا کہانیاں۔ مہابھاشیہ (ویدنگی گرامر) کے مصنف اور نیز میمانسا کے بنانے والے نے اس بات کو باحسن الوجوہ ثابت کیا ہے کہ وید میں سب یوگک شبد ہیں۔ روڑھی کوئی نہیں۔ کسی اوتار یا رشی منی یا راجہ یا حکیم کے حالات وید میں قطعی نہیں ہیں پس اس صفت سے وید ہی موصوف ہے نہ کوئی اور۔

چوتھی خوبی۔ یہ ہونی چاہیئے کہ اُس کا ایک حکم دوسرے حکم کو رد یا منسوخ نہ کرے۔ کیونکہ کسی کتاب کے احکام کا باہمی نقیض ہونا مصنف کی بے علمی و جہالت پر دال ہے۔ کوئی معقول پسند ایشور کی بابت ایسا خیال نہیں کر سکتا۔

ثبوت توریت و زبور و انجیل کے اختلاف کے متعلق دو کتابیں۔ بائبل کا پر سیر ورده اور اجماع ضدین نامی موجود ہیں۔ جن میں کئی سو اختلاف درج ہیں اور اس کا ادنےٰ نمونہ یہودیوں اور عیسائیوں کا باہمی جھگڑا ہے۔ افسوس کہ عیسائی سلطنتیں یہودیوں کو اپنے راج میں نہیں دیتے و نہیں تا بدیگراں چہ رسد۔ اور اسی طرح محمد صاحب نے یہود کو جزیرہ نماء عرب سے نکال دینے کی وصیت کی اور قرآن کا اُن کتابوں سے جن کو وہ الہامی کہتا ہے سخت اختلاف ہے مسلمان اُن کو تقریباً منسوخ کی طرح منسوخ جانتے ہیں۔ اور جو سلوک اسلامی بادشاہوں نے مسیحی و یہود دیگر ادیان سے کیا وہ کسی مورخ سے پوشیدہ نہیں اور اٹھارہ سو سال میں جو اُن کا باہمی برتاؤ ہوا ہے۔ اُسے کون نہیں جانتا ہے۔

تفسیر حسینی میں ہے "وگفت اند کہ بجہت نقض باطل نقل و اسیری ایشاں اقدام کرد کہ بعد ازاں ملوک فرس ایشاں را میر سخایدمد۔ وباج میگرفتند۔ تا مانیکہ رسالت پناہ مبعوث شد حکم فرمود بمقاتلہ ایشاں تا اسلام آرند یا جزیہ قبول کنند و ایں حکم تا قیامت باقیست" (جلد اول صفحہ ۲۴۴) خود قرآن میں ۷۷۔ آیات ایک دوسرے کے خلاف ہیں یا یوں سمجھیئے ناسخ و منسوخ "در قرآن ناسخ و منسوخ ست۔ و آں تعلق با وفات مختلف دارد۔ و ہر آئینہ ناسخ متاخر از منسوخ باید و اجماع ہر دو در آیتے واحد نشاید" (تفسیر حسینی جلد ثانی صفحہ ۱۱۳)

اور یہی حال ژند اوستھا کا ہے۔ مگر وید مقدس میں کوئی شرتی بھی ایک دوسری کے برخلاف نہیں اور نہ باہمی ناسخ و منسوخ ہیں۔ سب احکام علی الدوام ماننے کے لائق ہیں اور عمل درآمد کے لائق ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وید سرو گیہ رحمان کی طرف سے ہے۔ نہ کہ الپگیہ انسان کی طرف سے۔

پانچویں خوبی یہ ہونی چاہیئے۔ کہ اُس کا کوئی حکم قانون قدرت کے خلاف اور علم و عقل کے ویرودھ نہ ہو۔

ثبوت اگر بائبل اور اُس کا قانون قدرت سے اختلاف اور علمی کتابوں سے سلوک اور عقلمندوں سے برتاؤ کا حال معلوم کرنا ہو تو فروٹ آف کرسچن اینٹی اور کرسچن مت پورن کا مطالعہ کافی ہے۔ باقی رہا دین اسلام کا معقول باتوں سے دشمنی کرنا ہے۔ عارف اللہ شیخ تاج الدین عثمانی جامع العزاوہیں لکھتے ہیں" دین تو ہے عقل برنہ کہ عقل بر" (دیکھو محیاء الاسلام انصاری دہلی صفحہ ۱) اور محمد صاحب نے فرمایا ہے من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد۔ (بخاری و مسلم) کہ جو کوئی اس دین میں عقل کو دخل دیکر نئی تحقیقات کرے وہ مردود ہے۔

امام غزالی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ عقل و قیاس کے ترازو سے تو خدا کی دوہائی اگر میں اس کو پکڑوں تو وہ تو شیطان کی ترازو ہے (کتاب القسطاس المستقیم) معقول پسندی سے عموماً اہل اسلام کو نفرت ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ علمائے اسلام علم منطق کی کتابوں سے تختے اوراق سے استنجا جائز سمجھتے ہیں عموماً سائنس اور اسلام کا باہمی بیر ہے۔ کیونکہ جہاں سائنس نے ترقی کی وہاں اسلام کی خیر نہیں۔ پس دُنیا کی تمام کتب مذہبی سے معقولیت کا بر جاری۔ سچائی کا مربی۔ عدل کا بادی۔ بیجا تعصب کا دشمن علم کا اپنا۔ مذہبی پڑھانے کی برابر تحفہ دعا سکھلانے والا صرف وید ہی ہے۔

چھٹی خوبی اُس میں طرف داری و تعصب کا برتاؤ نہ کیا گیا ہو۔ بلکہ عدل و انصاف کی کارروائی ہو کسی خاص قوم کی بے وجہ رعایت نہ ہو۔

ثبوت توریت میں قوم یہود کے ساتھ نہایت ہی اندھی محبت اور باقی کل جہاں سے بے رحمانہ نفرت کا اظہار ہے۔ خدا بنی اسرائیل کے ساتھ ہوکر ان کی حاجت روائی کے واسطے نہایت مضطرب ہے۔ مصریوں کے پلوٹھے مار ڈالے اور انہیں زود نیل میں غرق کیا اُن پر لاکھوں طرح کی مصیبتیں ڈالیں (دیکھو موسیٰ کا خط ۳) اسی طرح غیر قوم کی عورتوں سمیت بچوں پر بیجا ستم اسرائیل سخت بلائیں نازل کیں۔ ایک ادنےٰ اُن کی طرح اُن کے آگے آگے لاشیں کے چلتا رہا۔ اس وقت

تمام دنیا کا خدا بھی نہ رہا۔ بلکہ ابراہیم کا خدا اسحاق کا خدا یعقوب کا خدا اسرائیل کا خدا ہو گیا۔ اسی طرح مسیح بھی ۳۲ برس تک یہی تعلیم دیتا رہا۔ کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے واسطے آیا ہوں رو کیا آدمیوں کے موتی سوروں کے آگے ڈالدوں" دیکھیے صاف طور پر بنی اسرائیل کو آدمی باقی تمام جہان کو سور کے نام سے یاد فرماتے ہیں۔ پھر آخری عمر میں جب دیکھا کہ وہ نہیں مانتے۔ تب انجیل متی ۲۸ کے مطابق غیر قوموں کو دعوت دینے لگے۔ قرآن میں بھی یہ بات بائبل سے نقل کردہ موجود ہے لقد آتینا بنی اسرائیل الکتب والحکم والنبوت ورزقنھم من الطیب (سورۃ الجاثیہ) بہ ایشاں دادیم فرزندان یعقوب را توریت وحکم کردن در میں و نبوت یعنی بعضے را پیغمبر ساختیم و در ہیچ قبیلہ ایں قدر پیغمبر نبودہ اند کہ در میان بنی اسرائیل از زمان یوسف تا زمان عیسیٰ۔ و روزی دادیم ایشاں را از چیزہائے پاکیزہ" (تفسیر حسینی جلد ۲ صفحہ ۲۱۱)

یہی حال محمد صاحب اور قرآن کا ہے سورۃ دخان فانما یسرنہ بلسانک لعلھم یتذکرون پس جز ایں نیست کہ ما آساں گردانیدیم قرآن را کہ فرو فرستادیم بلغت تو شاید کہ قوم تو فہم کنند و پند گیرند" اور سورۃ یوسف میں ہے ما ایشاں فرو فرستادیم کتاب را قرآنے تازی یعنی بلغت عرب فرستادیم تا باشد کہ شما فہم کنند و معنے آں بریدہ و حجت بر شما لازم شود۔ چہ اگر بلغت دیگر فرستیم شما در فہم آں عذر آرید" صفحہ ۲۱۵۔ اور سورہ انعام و زخرف و سجدہ میں صاف لکھا ہے۔ کہ ہم نے قرآن عربی زبان میں اسواسطے نازل کیا تاکہ تو اُس کے ذریعے مکہ کے گرد و نواح کے لوگوں کو ڈرا دے۔ کیونکہ وہ عربی زبان جانتے ہیں۔ اور لغت عرب کو سمجھتے ہیں۔

جس اعتراض سے ڈر کر قرآن زبان عرب میں بھیجا وہی اعتراض تمام دنیا کی طرف سے موجود ہے۔ جس سے صاف طور پر عدل و انصاف کا خون معلوم ہوتا ہے خاص اعرابیوں کی رعایت ہے۔

قرآن کیا نازل کیا گویا ساری دنیا کے قتل کا عربوں کو ٹھیکہ دیدیا۔ کافروں کی عورتیں چھین لینے۔ لونڈی غلام بنانے کی اجازت ہے۔ مسلمانوں کے بدلے کافر دوزخ میں ڈالے جاتے ہیں۔ تمام دنیا کا خدا اور اُس کا عرب پر اتنا فدا ہونا صفت خداوندی کے سراپا خلاف ہے۔ قریش کی قوم اور اُن کا بیت خانہ اور اُن کی زبان اور اُن کی ضرورتوں کے علاوہ خدا نے تمام دنیا کیواسطے کیا بندوبست کیا۔ اس کا قرآن سے کچھ پتہ نہیں لگتا ہے پس خدا کے لئے بتلائیے کہ قرآن میں انصاف کی تعلیم کہاں ہے۔ اور کہاں محبت اور پیار کی تعلیم ہے۔ البتہ وید مقدس میں یہ صفت موجود ہے۔ اور اس میں ایسا حکم بھی ہے۔ -

तस्मात यज्ञात्सर्व हुत: ऋच - सामानिजज्ञिरे' छंदांसि यज्ञिरे तस्मा द्यजुत स्माद जज्ञिरे ॥

یعنی اُس سرو ویاپک پرماتما نے سب کی ہدایت اور کلیان کے لئے چاروں وید اُپدیش کئے جن میں پراو پکار کی تمام ہدایات ہیں۔

ساتویں خوبی کسی آدمی پر ایمان لانے کی ضرورت نہ ہو۔ اور نہ کسی خاص کی ذات سے دین وابستہ ہو۔ کیونکہ الٰہی عدالت کے آگے شفاعت و سفارش کی گنجائش نہیں اور ممکن بھی نہیں کہ اُس کے انصاف کا ترازو کسی کے کہنے سننے سے جھک جائے۔ ثبوت۔ بائیبل میں موسیٰ نبی سے ملاکی تک بیشمار نبیوں پر ایمان لانے کی ضرورت ہے۔ اور اُن کی شفاعت کی امید رکھنی پڑتی ہے۔ جن کو ہم بالکل نہیں جانتے۔ اور نہ وہ ہم کو جانتے ہیں جانا تو درکنار جس کی مکمل فہرست بھی کسی انسان کے پاس نہیں ہے اور یہی حال انجیل کا ہے۔ مسیح بھی کہتے ہیں کہ دروازہ میں ہوں۔ بغیر میرے وسیلے کے کسی کی نجات نہیں۔ اور یہی حال قرآن اور محمد صاحب کا ہے اُن کی حدیثوں میں بھی شفاعت کا ایک خاص باب ہے اور صاف لکھا ہے کہ محمد صاحب کی شفاعت کے بغیر کسی کی نجات نہیں ہو سکتی۔ اور یہی حال ژند اوستھا کا ہے جب سے خاص خاص آدمیوں پر ایمان لانے کا سلسلہ چلا تب سے ہی گور پرستی اور پیر پرستی یا انسان پرستی کا رواج ہوا۔ جو تمام کفر اور حرانی کی بنیاد اور توحید الٰہی کا برباد کرنے والا ہے۔ لیکن وید مقدس اِن اقسام کے تمام مسائل سے پاک ہے۔ اور تمام انسانوں کو صرف معرفت پرماتما سے نجات کا استحقاق بتلاتا ہے۔

قرآن کی خوبیوں کا رد مولوی۔ اول کلام الٰہی ایسی زبان میں ہو جو دنیا کے کسی نہ کسی حصہ میں بولی جاتی ہو۔ کہ وید جس کی زبان کہیں نہیں بولی جاتی۔

آریہ۔ اگر الہام ایسی زبان میں ہو۔ تو آپ کو ماننا پڑیگا۔ کہ توریت و زبور و انجیل و صحف انبیا درجہ الہام سے خارج ہیں۔ کیونکہ وہ زبانیں اب دنیا میں نہیں بولی جاتیں بلکہ قرآن کی عربی اور عرب کی عربی میں بھی زمین اور آسمان کا فرق ہو گیا۔ اور عبرانی و سریانی زبانیں تو بالکل متروک ہو گئیں۔ لیکن سنسکرت جیسے پہلے دیوتاؤں کی زبان تھی۔ اب بھی دیوتاؤں یعنی عالموں کی زبان ہے۔ عرب کی تمام آبادی کے برابر تو اب بھی سنسکرت بولنے والے اِس آریہ ورت میں موجود ہیں۔ جرمنی۔ انگلینڈ۔ ٹرکی فرانس۔ جاپان۔ امریکہ میں ہزاروں اِس زبان کے ماہر موجود ہیں۔ خود تمام فضلا کا اِس بات پر اتفاق ہے۔ کہ سنسکرت زبان کی صرف و نحو ایسی کامل ہے کہ انسان کے کلام کے اصول تمام دنیا میں اگر قائم بھی ہوئے ہیں تو اُس سے زیادہ نہیں ہوئے اور تمام مہذب زبانوں کی ماں سنسکرت زبان ہے۔ البتہ عربی کا درجہ مہذب زبانوں سے گرا ہوا ہے عموماً تعلیم یافتہ لوگ اسے لسان الجمل یعنے اونٹوں کی بولی پکارتے ہیں اور عرب کی تہذیب کیطرح اُسے حلق شکن کہہ کے یاد کرتے ہیں۔ پس آپ کی اِس دلیل سے بھی وید ہی سچا ٹھہرتا ہے۔ نہ کہ قرآن۔

مولوی۔ دوسری خوبی۔ جس پر الہام کا نزول ہو وہ اچھے صفات والا آدمی ہونا چاہیے۔ جیسے کہ محمد صاحب نہ کہ برہما جس کی بدچلنی ظاہر ہے۔

آریہ۔ برہما جی کی بابت ویدوں یا اُپنشدوں یا شاستروں یا براہمن گرنتھوں یا اُپ ویدوں میں کہیں کسی بدچلنی کا ذکر نہیں۔ اور نہ کسی اور رشی منی کی بدچلنی کا۔ رشی کے معنے ہی نیک چلن اور اندریوں کو بُرے کام سے روکنے والے کے ہیں۔ مگر اسلام کا کوئی ایک بھی نبی بھی نیک نہیں گزرا تاکہ اُن کے چال چلن قابل تقلید ہوں۔ انجیل میں مسیح فرماتے ہیں "سب جتنے مجھ سے آگے آئے چور اور بٹمار ہیں" یوحنا ۸ اور آئندہ کے واسطے بھی فرما گئے کہ "بہتیرے جھوٹے نبی اُٹھینگے تم اُن کی بات نہ ماننا وہ تم کو گمراہ کرینگے"!

اور مسیح کے اِس دعویٰ کی کہ میں خدا کا بیٹا اور خدا ہوں (یوحنا ۱۰ ۳۰) قرآن نے بڑے زور سے تردید کی ہے۔ اور ایسا خیال کرنے والے کو کافر اور مشرک گردانا ہے اور مشرک کا ٹھکانا دوزخ بتلایا ہے (دیکھو قرآن) اور محمد صاحب کی بابت ہم تکذیب براہین احمدیہ جلد اول میں لکھ چکے ہیں۔

مولوی تیسری خوبی۔ اس میں اختلاف نہ ہوں۔ کیونکہ اختلاف انسانی کلام میں ہوتا ہے۔ الہامی میں نہیں جیسے کہ قرآن میں اختلاف نہیں ہے۔ لیکن وید میں بہت اختلاف ہے۔

آریہ۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے اسلام کی مسلمہ الہامی کتابیں آج تک مطالعہ نہیں کیں۔ ورنہ یہ خوبی۔ بتلاتے قرآن اپنے اختلاف کا خود اقبالی ہے۔ سورہ نسا

ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔ ترجمہ اگر یہ قرآن خدا کے
سوا کسی غیر کی طرف سے ہوتا تو البتہ تم پاتے اِس میں بہت اختلاف۔ پس صاف ظاہر ہے
کہ بہت اختلاف تو نہیں مگر بہت سے ذرا کم اختلاف ہے۔ خود اسلام کا تھوڑے عرصہ
میں ۱۵۰ فرقوں میں تقسیم ہو جانا اُس کے اختلاف تعلیم کی وجہ سے ہے۔ تمام مذہبی مانوں
کو اس کا اقرار ہے کہ قرآن میں اختلاف بیشمار ہے "وجوہ قرأۃ جائز التلاوۃ
بسیار است و اختلاف قرا در حروف و الفاظ بیشمار در یں اوراق از قرأۃ معتبرہ قرأت
مکرر از امام عاصم رحمۃ اللہ کہ در یں دیار بصفت اشتہار در ثبت اعتبار دارد متبع تغیر
میگردد۔ بعضے از کلمات کہ بعض را با او مخالفت است و معنے قرآن بسبب آں اختلاف
تغیر کلی میابد از ساں سے مسرودٌ (تفسیر حسینی صفحہ ۳ جلد اول) اور معانی کے اختلاف
کا تم کو خود بھی اقبال ہے "کسی آیت اور حدیث کے معنی کسی نے کچھ سمجھے اور کسی نے
کچھ یا اس واسطے کہ بسبب نہ ملنے حدیث کے لاچاری کو قیاس کیا کسی کے قیاس میں
کچھ آیا اور کسی کے کچھ" (حجۃ اللہ صفحہ ۶۹) شیخ صاحب اگر اختلاف نہیں تھا تو
حضرت عثمان نے جملہ قرآن جمع کرکے کیوں جلا دئیے (دیکھو تاریخ ابو الفداء عربی
جلد ا صفحہ ۳۴ مطبوعہ مصر) آیات کی آیات مل گئیں۔ کھجوروں کے پتوں کو
بکریاں یا اونٹ کھا گئے۔ اور چمڑوں کو دیمک لگ گئی۔ یا کتے کھا گئے (صفحہ ۲۴۸
جلد ا) اسی واسطے شیعہ لوگ ابھی تک اس قرآن کو بیاض عثمانی پکارا کرتے ہیں
اور اپنے قرآنوں کے اخیر میں تینوں پہلے خلیفوں پر تبرا کر دیا کرتے ہیں (دیکھو
قرآن قلمی موجودہ لائبریری ہذا مطابق نزول) اور اسی طرح آیتوں کا باہمی ناسخ منسوخ
ہونا خود اس کے اختلاف کی علامت ہے اور منکر کے واسطے شامت لیکن وید میں
کوئی اختلاف نہیں اور آج کوئی بتا سکا۔

مولوی۔ چوتھی خوبی۔ وہ سارے جہان میں پھیلی ہوئی ہو۔ جیسا کہ قرآن کہ کوئی
بستی اہل اسلام کی ایسی نہ ہوگی جس میں وہ چار قرآن موجود نہ ہونگے۔ مگر وید جس
کا کہیں پتہ نہیں ملتا۔

آریہ۔ یہ بھی آپ کی صریح غلطی ہے۔ قرآن سارے جہان میں نہیں۔ امریکہ میں
قرآن کہاں اور اسی طرح سویڈن ناروے و اسٹریلیا و اٹلی و جرمن میں قرآن کا
نام و نشان نہیں اور نہ وہاں قرآن کی تعلیم ہوتی ہے اور اسی طرح نیپال۔ تبت
وغیرہ میں قرآن کو کوئی جانتا بھی نہیں اگر زیادہ اشاعت کتاب سے دین کی سچائی
ہے تو آپ کو عیسائی ہو جانا چاہیے کیونکہ بائبل کے برابر قرآن کی اشاعت
نہیں ہے۔ اور کوئی شہر ہندوؤں کا ایسا نہیں جہاں وید نہ ہوں اور دکھن کا
تو ایسا کوئی گاؤں نہیں جہاں وید نہ ہوں یا وید کا حافظ نہ ہو۔ وید دنیا سے گم نہیں
ہیں۔ بلکہ لاہور۔ بنارس۔ کلکتہ۔ بمبئی۔ لکھنؤ۔ الہ آباد۔ انگلینڈ۔ لنڈن۔ سویڈن۔ ناروے
فرانس۔ نیویارک۔ جرمن میں برابر چھپتے ہیں۔ اور سر بازار فروخت ہوتے ہیں۔
اور صدہا دوکانوں پر مل سکتے ہیں جس کا دل چاہے لاہور آریہ سماج کی لائبریری
سے معہ ۲/ روپیہ کو منگا لے۔ اس سے آپ کی ناواقفیت اور کسی غرض دنیاوی
سے ا... ہو کر اسلام کی طرف رغبت ظاہر ہے ورنہ وید کے پیرو قرآن سے کم
نہیں اور نہ انجیل سے کم ہیں۔

مولوی۔ پانچویں خوبی۔ جب تک اسکا رکھنا منظور ہو وہ کتاب الہامی امداد
حق کی تحریف سے مبرا ہے۔ اور یہ بات سوائے قرآن کے اور کسی کتاب کے حق
میں ٹھیک نہیں وغیرہ۔

آریہ۔ توریت میں تحریف ہو گئی۔ اور وہ منسوخ اور ناقابل عمل در آمد ہے۔

کا خط ۱۸ و ۱۹ دیکھو۔ اور خود قرآن بھی اُس کی تحریف کا قائل ہے۔ اور قرآن کی تحریف
کے شیعہ صاحبان اقراری ہیں۔ جیسا کہ تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے "تعصب
ششم آنکہ قرآن مجید تبرا نمایند و گویند۔ ایں قرآن منزل نیست محرف عثمان
است" (باب ۱۱ فصل ۲ صفحہ ۵۶۲) و ماسٹر امید سنگھ صاحب نے اپنی کتاب تحریف
قرآن میں اس مضمون کو اچھی طرح ثابت کیا ہے البتہ وید کی نسبت نہ آج تک
کسی نے یہ الزام لگایا۔ اور نہ لگ سکتا ہے۔ کیونکہ پونا۔ بمبئی۔ بنارس۔ متھرا۔ احمد آباد
کاٹھیاواڑ میں لاکھوں وید مقدس کے حافظ موجود ہیں۔ قرآن کے حافظوں میں
اور وید کے حافظوں میں ایک بڑا فرق ہے۔ یعنے قرآن کے حافظ اندھے ہیں اور
وید کے حافظ تمام تر پڑھے ہوئے اور آنکھ والے۔ وید کی جتنی کاپیاں موجود
ہیں کسی میں کوئی اختلاف نہیں۔ بیش۔ جموں۔ جے پور۔ بیکانیر میں جو سرسوتی
بھنڈار ہیں اُن میں صدہا برس کی قلمی کاپیاں وید کی تاڑپتر۔ بھوج پتر۔ سوتی
کپڑوں اور ریشمی کپڑوں پر لکھی ہوئی موجود ہیں۔ اور سب ستر و چھند اور
اکھشر آدی ویدوں کے گنے ہوئے موجود ہیں سولہ سنسکاروں میں وید عموماً
پڑھے جاتے ہیں۔ آٹھ آٹھ ہزار برس کی کتابیں ہیں جو وید کے حوالہ درج ہیں۔
وہ سارے کے سارے انہیں ویدوں میں بعینہ ملتے ہیں۔ پس وید تحریف
و تصرف سے پاک ہیں۔ ویاس نے ویدوں کو اکٹھا نہیں کیا۔ اور نہ ہی برہما
کے چار مکھ سے وید نکلے۔ اور نہ برہما کے چار مکھ ہیں۔ وید ویاس کے معنے
ویدوں کے عالم کے ہیں۔ اور یہ وید پڑھنے کے بعد ڈگری ملا کرتی تھی جیسے
اِس وقت بھی بنارس میں کئی ویاس موجود ہیں۔ مثلاً سری کرشن ویاس وغیرہ
البتہ قرآن عثمان نے جمع کیا اور اگلے لکھے جلا دئیے اور اسی پر لوگوں نے یورش
کرکے اُس کو مار ڈالا۔ برہما یا کسی اور آدمی کے چار مکھ نہیں ہو سکتے۔ یہ بات وید
کے خلاف ہے اور دور از انصاف۔ چتر وید کھایا ہی ... جسے چار وید
جس کے بیان ہوں وہ چترمکھ ہے۔ ایسے چترمکھی برہما دکھن میں اب بھی
ہزاروں موجود ہیں۔

مولوی۔ منڈک اپنشد اتھرو وید سے ہے کہ شنکراچاریہ کی تفسیر میں یوں لکھا
ہے اس سے ظاہر ہے کہ تالیف وید بعد زمانہ شنکراچاریہ کے ہے۔ اور زمانہ
شنکراچاریہ ۱۱۰۰ یا ۹۰۰ عیسوی ہے۔ پس کلام الٰہی اور قدیم نہ ہوا۔
(... [illegible])

آریہ۔ مولوی صاحب اور تمام مسلمانوں کی وید اور اسکی معلومات پر فخر کیا کرتے ہیں
لیاقت کا اندازہ ہم اسی سے لگا سکتے ہیں۔ منڈک اپنشد میں ہرگز نہیں آیا
کسی اپنشد میں شنکراچاریہ کا نام ہے۔ بلکہ شنکراچاریہ نے تو منڈک اپنشد
پر تفسیر لکھی ہے۔ جو شنکر بھاشیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور خود شنکر سوامی
نے ... بھاشیہ اور اپنشد بھاشیہ میں ویدوں کو الہامی اور انادی کہا
مانا ہے۔ پس وید کلام الٰہی اور قدیم رہے۔ اور آپکی لیاقت ظاہر ہوگئی۔

مولوی۔ ... کرشن گیتا کے شلوک ... میں کہا ہے کہ ...
[illegible]
اس سے ... ہے کہ ... [illegible]
... [illegible]
شلوک ... [illegible]
... ویدوں کے ... [illegible]

آریہ۔ کہنا کہ گیتا ادھیائے میں ۴۹ ... تعداد کے شلوک نہیں ہے۔ پس یہ دعوی سراپا باطل ہے۔ مگر اس اعتراض سے آپ کی اور آپ کے مولانا محمد علی کی لیاقت ظاہر ہوگئی۔ گیتا تصوف کی کتاب ہے جیسے مسلمانوں میں مثنوی رومی۔ وہ کسی بہ اوسط والے نے بنائی ہے۔ ہمارا مذہب وید ہے۔ مگر گیتا کا مصنف ویدوں کو الہامی مانتا ہے (دیکھو ادھیائے ۳ شلوک ۱۵۔ اور اس پر شنکر بھاشیہ۔
अक्षरसमुद्भव ब्र
ह्म परमात्मा समुद्भवो यस्य तत् ब्रह्म वेद
ترجمہ۔ کہ وید پرماتما یعنی برہم سے اوپن ہوتے ہیں اور یہی وید ایشور کا الہام یا گیان ہے)

مولوی ۸۱۔ آریہ عقلمندوں کے اعتراضوں سے ڈر کر یہ بات بنائی ہے۔ کہ اگنی۔ وایو۔ آدتیہ رکھشروں کے نام ہیں۔ یا کوئی اور روایت ایسی ہی بے سند کسی کتاب میں لکھی ہوگی۔ ہندوؤں کے ہاں روایات مختلفہ بے سند کی کیا کمی ہے۔

آریہ۔ یہ سخت بے ایمانی کی بات ہے کہ بلاوجہ تو یہ کسی کے ذمہ الزام لگانا۔ یہ بات ہم لوگوں نے نہیں بنائی بلکہ صدہا معتبر گرنتھوں میں لکھا ہے (دیکھو منوسمرتی۔ گوپتھ برہمن۔ شتپتھ برہمن) ابھی تک ان کے نام پر دو بھجنوں کے گوت موجود ہیں جو ہم لوگوں کے مورث اعلیٰ ہونے کا اعلیٰ ثبوت ہے۔ روایات بے سند کا زیادہ رواج مسلمانوں میں ہے۔ جس کا آپ کو دوسری جگہ اقبال بھی ہے (جب لوگوں (ایماندار محمدیوں) نے حضرت پیغمبر پر جھوٹ باندھا اور ہزاروں حدیثیں جھوٹی بنا کر اپنا پیٹ پالا (حجۃ اللہ صفحہ ۱۶۰) اس سے صاف ظاہر ہے کہ روایات بے سند مسلمانوں کے ہاں انبار بھرے پڑے ہیں حدیثوں کا ذخیرہ اسی قسم سے ہے اور قرآن کا اختلاف علاوہ براں۔

مولوی ۸۲۔ اگر بفرض محال خواہ تسلیم کیا جاوے۔ کہ یہ بید جو ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے کلام الٰہی ہے تو بھی اب بید پر عمل کرنے کی تکلیف نہیں ہے۔ اس واسطے کہ اس کے بعد توریت اور انجیل اور دوسری کتب آسمانی نازل ہوئیں۔ ان پر عمل درآمد کا حکم ہوا۔ اور سب کے بعد قرآن مجید نازل ہوا۔ اب تمام جہان کو حکم ہے کہ قرآن پر عمل کریں ساتھ اللہ تعالے نے قرآن مجید محفوظ بھی رکھا ہے۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین مبعوث ہو گئے۔ اور چونکہ ان کی حدیث بھی محفوظ ہیں اور تمام جہان کو آپ ہی کی متابعت کا حکم ہے سو اب تمام جہان کے جن و انسانوں پر لازم ہے کہ قرآن مجید اور محمد صلعم کے تابع ہوں۔

آریہ۔ یہ کہنا آپ کا بے دلیل اور بے ثبوت ہے۔ کیونکہ توریت و زبور کے ماننے والے موجود اور وہ مذہب بھی قائم اور کتاب محفوظ قرآن سے زیادہ اس کی اشاعت۔ انجیل کے ماننے والے ہمارے ملک کے بادشاہ موجود۔ انجیل کی اشاعت قرآن سے لاکھوں گنا زیادہ۔ اس کے پیرو محمدیوں سے کئی درجہ بڑھ کر لیجئے ۳۰ کروڑ اور محمدی ۱۲ کروڑ سے بھی کم ان کی صدہا کتب دین اسلام اور قرآن کی تردید میں موجود۔ ان کے واعظ اسلام سے بدرجہا زور آور۔ ہر سال ہزاروں مسلمان دین محمدی سے ہاتھ دھو عیسائی ہو رہے ہیں یہودی اور عیسائی اگرچہ آپس میں کچھ مخالف ہیں۔ مگر دونوں بالاتفاق قرآن اور محمد صاحب کی تردید کرتے ہیں۔ وہ لوگ اپنی الہامی کتابوں کے رو سے محمد صاحب کو جھوٹا نبی اور قرآن کو جھوٹی کتاب جانتے ہیں۔ عیسیٰ نے کہا ہے کہ میرے بعد کسی پر ایمان نہ لانا۔ کیونکہ نجات کا دروازہ میں ہوں۔ گویا صاف لفظوں میں ختم المرسلین ہونے کا دعوی کیا۔

باقی رہا قرآن۔ توریت۔ زبور و انجیل کی تو وہ خدا جانے کس لحاظ سے بطور چاپلوسی یا خوشامد کے ظاہر بطور پر تائید یا تنسیخ نہیں کرتا۔ مگر آپ ہی کے پڑھے۔ دیکھئے رکھنے کی ممانعت کرتا ہے۔ سارے محمدی ان کتابوں کو منسوخ جانتے ہیں۔ بلکہ یہاں تک کہ ان کو پڑھتے بھی نہیں۔ اور اسی طرح سارے عیسائی اور یہودی قرآن کو۔ افسوس عربوں اور عبرانیوں کا خدا اور اس کے احکام! ہمارے خیال میں پرانے عہدنامہ میں قرآن اور انجیل کی نسبت توحید زیادہ ہے۔ اور انجیل میں بہ نسبت ان سب کے اخلاق زیادہ ہے۔ عیسائیوں نے اچھا کیا۔ کہ دونوں کو شامل رکھا۔ مگر قرآن میں ان دونوں سے بڑھ کر کوئی ہدایت نہیں دی گئی۔ بدیں خیال عیسائی عالموں کا یہ اعتقاد بالکل سچ ہے کہ قرآن کی کوئی ضرورت نہیں (دیکھو عدم ضرورت قرآن)

توریت کی توحید اور اخلاق کی بنیاد موسیٰ کے دس احکام ہیں۔ وہ بعینہ منوسمرتی مہابھارت۔ رامائن اور وید مقدس میں موجود ہیں۔ اور اس کا تو تمام مورخین بلکہ آپ کو بھی اقبال ہے۔ کہ وید توریت و زبور انجیل وغیرہ سب سے پہلے ہیں۔ بلکہ بائبل ان انڈیا کے فاضل مصنف نے زبردست شہادتوں سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ موسیٰ اور عیسیٰ کی جو جو اچھی اور عمدہ ہدایات ہیں وہ تمام وید اور منو سے لی گئی ہیں۔ قرآن کوئی نئی ہدایت نہیں بتلایا۔ بلکہ توریت اور انجیل کو ہی ہدایت حق اور نور بتلاتا ہے (دیکھو سورۃ مائدہ) باقی رہی قرآن کی قصہ کہانیاں۔ وہ تو ساری کی ساری انجیل اور توریت اور یہودیوں کی حدیثوں اور پارسیوں کی کتابوں سے منقول ہیں۔

باقی رہا محمد صاحب کا خاتم المرسلین ہونا یہ کسی طرح بھی درست نہیں۔ ان کے بعد مسلیمہ۔ سنت سجاح۔ امریکہ کا مسیح۔ عرب کا مسیح۔ کیشب چندر سین۔ شیو نرائن اگنی ہوتری وغیرہ بیسیوں لوگوں نے پیغمبری کا دعوی کیا ان کی امتیں اور کتابیں موجود ہیں فصاحت کے دعاوی بھی ہیں۔ پس کسی طرح محمد صاحب ختم المرسلین نہیں۔

اب اخیر میں ہم آپ کو بتلاتے ہیں کہ خدا کے احکام میں رد و بدل۔ ناسخ و منسوخ کی ضرورت نہیں۔ دیکھئے سورج چاند وغیرہ۔ خدا کا قانون قدرت جیسا شروع دنیا سے ہے ویسا ہی اب تک اور ہمیشہ رہیگا۔ توحید۔ اخلاق۔ ہدایت و علم کی آدمیوں کو ہمیشہ ضرورت ہے۔ پس اس کے تبدیل یا تنسیخ کی ضرورت نہیں۔ حفظ صحت کی بھی ہر روز ضرورت ہے کسی دانا نے کیا اچھا کہا ہے۔ ع تغیر حکم ازل راہ نیابد۔ تبدیل فرمان خدا کار ندارد در دائرہ کم و بیش نگنجد۔ ما ہر قدر چون و چرا کار ندارد۔ بنا براں نہایت ضروری ہے۔ کہ اس کے پاس مقدس اور پورا الہام میں تغیر و تبدل۔ نسخ اور رد نہ ہو۔ جیسا کہ وہ ایک ازل سے ابد تک خدا ہے جیسا کہ اس کا کام لاتغیر ہے ویسا ہی اس کا الہام بھی رد و تبدل سے بری ہونا چاہئے اور ایسا سوائے وید مقدس کے کوئی نہیں۔ سب سے زیادہ وید محفوظ ہیں اور ایسی کامل زبان میں ہیں جتنے عمدہ ہونا ممکن نہیں ہے۔ تمام جہان کو اس ایشور کے ارشاد وید کا ماننا اور ان کے ملہم رشیوں کی عزت کرنا ضروری ہے سوائے وید مقدس اور معزز رشیوں کے اور کوئی نہ تو الہام اور نہ ملہم الہام ربانی ہے۔ سب جہان کو ہمیشہ کے واسطے حکم ہے کہ وید اور ایشور کے تابع ہوں ع بر رسولاں بلاغ باشد و بس۔

مولوی ۸۳۔ چھٹی خوبی۔ وہ الہام بہت اور مبالغہ شاعرانہ سے خالی ہو اور اس کی عبارت ایسی رنگین ہو۔ کہ اس کا کوئی نظیر نہ بنا سکے۔ اور کوئی بات علم کے خلاف نہ ہو جیسے کہ قرآن۔

آریہ۔ آپ اگر قرآن کو انصاف سے مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا۔ کہ وہ مبالغہ شاعرانہ سے خالی نہیں۔ حوروں غلاموں اور بہشتی میوہ جات کے بیاں میں قرآن کتنے شاعرانہ تعریفات کے سبز باغ دکھلاتا اور جاہل اعرابیوں کو ان کے دام مشکیں میں پھنساتا ہے۔ نوح کے طوفان کا بیان۔ برج بابل کی داستان۔ اصحاب کہف کی خواب اور بنی اسرائیل کے لئے من و سلوی کے کباب اور بحر قلزم کا پایاب ہونا کیا شاعرانہ گپ نہیں ہے اور یہی سبب تھا کہ وہ لوگ محمد صاحب کو شاعر کہا کرتے تھے۔ قرآن کی عبارت ایسی رنگیں نہیں کہ اس کا نظیر نہ بن سکے۔ اور نہ الم سے الناس تک کوئی علمی بات درج ہے علم کے خلاف صدہا مسائل درج ہیں۔ علم سے ثابت تو درکنار ایک آساں بھی ثابت نہیں ہو۔

اور نہ اُن کے ورقاؤں کا پتہ لگتا ہے اور نہ ساتوں زمینوں کا نشان ملتا ہے قرآن کی فلاسفی تو بروج بابل کا ثبوت ہے۔ اور معراج محمدی کا قرآن گواہ ہے۔ ایک ہی روحانی مسئلہ کا سوال ہوا تھا۔ جواب میں تا بنوز روز اول ہے۔ علم اخلاق آریہ ورت کے حکماء کا سب سے عمدہ ہے ما ایرانی اور یونانی فیلسوف بھی اعرابیوں سے بڑھ کر علیق ہیں۔ ملٹری طریقے قرآن میں اچھے تھے۔ مگر اب اس بارہ میں بھی کئی بڑھ چڑھ کر کتب تصنیف ہو گئی ہیں۔ تمام علوم سے نہ محمد صاحب نہ قرآن کا جامع عثمان۔ اور نہ کوئی اُن کے یار غار واقفکار تھے اور اس کے شاہد حال عرب کے ۱۳ سو سال کے واقعات ہیں۔ کہ عرب میں کسی طرح کی علمی یا عقلی ترقی نہ ہوئی۔ وہی شیر شتر۔ وہی سوسمار۔ وہی ہڑو اور وہی کاروبار۔ طب حساب۔ منطق۔ حیالوجی۔ اسٹرالوجی۔ فزیالوجی۔ علم نباتات۔ علم لوگ رجس (؟) کسٹری۔ سرجری۔ وغیرہ کس علم کا قرآن سے نشان تلاش کریں۔

ہم سخہ خط احمدیہ میں بہت سے حوالہ بیتیں کر چکے ہیں۔ اور تہذیب الاخلاق میں سید احمد خاں صاحب نے صاف لکھ دیا ہے۔ کہ قرآن میں احسام کی تشریح منع کی گئی ہے اسواسطے مسلمانوں نے بحز علم تشریح کے ہر ایک صیغہ میں بڑی ترقی کی" (جلد نمبر ۳ صفحہ ۵۲) الا جہاد و کثرت ازدواج۔ جن۔ بھوت و آرعت و ماروت کی دھوم ہے۔ باقی علوم کما حال اللہ کو معلوم ہے۔ وید میں توحید الٰہی کا اتنا ذکر ہے کہ اگر وہی اکٹھا کیا جاوے تو اُس کا مجموعہ بھی قرآن سے بڑھ جاوے۔ شری سوامی جی نے نمونہ کے طور پر ایک سو منتر آریہ بھونے میں درج کی ہیں ویدک توحید کا ترجمہ آسان سنسکرت میں دس اُپ نشد ہیں جن کی بابت تمام فضلائے سنسکرت دان متفق ہیں کہ ان سے بڑھ کر اچھے اوپدیش کسی مذہب میں نہیں ہیں۔

ملک جرمن کے مشہور فلاسفر شاپن ہار صاحب فرماتے ہیں "اُپ نشدوں کے ہر ایک فقرے سے گہرے اصول اور بڑے بڑے عالی خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ تمام میں ایک اعلیٰ درجہ کی مقدس اور سچی روح دیا یک معلوم ہوتی ہے۔ تمام دنیا میں سوائے اصل اپنشدوں کے کوئی کتاب اِس سے زیادہ مفید اور علویت کو پانے والا مطالعہ نہیں ہو سکتا جیسا کہ اُپنشد کا مطالعہ ہے یہی اُپ نشد میری زندگی کے لئے موجب تسکین ہوئے ہیں اور یہی میری موت کے بعد بھی تسکین دہ ہونگے"

فاضل آرسی دت لکھتے ہیں "ہم نہیں جانتے کوئی دوسرا کام کسی دوسری زبان میں ہو جو کہ ایسی مفید فلاسوفیکل ان کوبرد (تحقیقات) کے طور پر انسان کے دل کی ترقی میں ہو جو بتلا وے جیسا کہ رگوید ظاہر کرتا ہے یعنی کس طرح انسان کی عقل درجہ بدرجہ نیچے سے اعلیٰ طرف جاتی ہوئی پیدا کردہ چیزوں سے پیدا کرنے والے کے خیال تک پہنچتی ہے" (ہسٹری آف انڈیا جلد ا صفحہ ۱۱۳)

باب سوم

گائے کی بابت اعتراضوں کا جواب حجۃ الہند ۱۵۹۔ ہندو کہتے ہیں کہ گائے کے بدن میں دیوتے جمع رہتے ہیں۔ اور سونے کے خول وغیرہ بنا کر اُس پر چڑھاتے اور برہمن کو دان دیتے ہیں۔ اُس کے گوبر اور پیشاب کو نہایت پاک اور پاک کرنے والا جانتے ہیں اور پنچ گپ بنا کر پیتے ہیں اور گو دھوڑ یعنے گایوں کے پاؤں کی گرد کو بھی نہایت پاک سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ملیچھ کے مکان میں کھانا پینا درست نہیں پر جو اُس مکان میں گائے بندھی ہوں درست ہے جیسے یہ شلوک ہے۔

नीलपदे जते त टे: रो सालामले छमेटे

یعنی نیل کا رنگ پہننا ریشمی کپڑے پر اور غیر قوم کا پانی پینا جیسا چھ میں ملا ہوا اور ملیچھ کے مکان میں جہاں گائیں بندھی ہوں کھانا پینا درست ہے۔

جواب۔ تمہارا بھروسہ عموماً جہلا کے کاروبار پر ہے۔ نہ کہ شاستر کی گفتار پر کہ اسی لیاقت پر مسلمان ہوئے تھے۔ حضرت آپ کو سنسکرت کی ذرا بھی آگاہی نہیں۔ پھر تم ملاں خطرہ ایمان کیوں ہوئے۔ افسوس سے گو سالہ ما پیر شد وگا و نشد۔

جو آدھا ٹکڑا اشلوک کا آپنے درج کیا وہ بھی دو تین مقام پر اشدہ ہے۔ کسی بیوقوف ہندو سے سُن سنا کر یاد کر لیا ہوگا۔ یہ کسی شاستر یا پرمانک گرنتھ کا نہیں۔ بلکہ کسی جلسا زاور شاعر پنڈت کا طبع زاد ہے۔ جو ہندو کہتے ہیں کہ گائے کے بدن میں دیوتے جمع رہتے ہیں اور ایسے ہی ہندو ہیں جو پیر الٰہی بخش کی زیارت پر سور کا سچے[1] بنا لینے کے واسطے چڑھاتے ہیں در حقیقت وہ اسم بامسمی ہندو ہیں۔ ست دھرم سے ناواقف۔ اور دیا بیں مثلاً۔ راستی سے محروم ہیں اور یہی سبب ہے کہ وہ ہند و موسوم ہیں۔ گائے ایک حیوان اشرف البہائم ہے۔ دیوتے اُس کے بدن میں جمع نہیں رہتے۔ بلکہ اپنے گھروں میں رہتے ہیں۔ سونے کے خول بنا کر اُس پر چڑھانا۔ اور برہمن کو دان دینا اور بھوجن کھلانا مُرا۔ مگر صرف گائے کو نجات دہندہ جاننا حرام اور باعث عذاب ہے۔ اُس کا گوبر اور پیشاب بھی سوائے خاص امراض کے عام طور پر مفید نہیں اور نہ ست شاستروں میں اس کی تاکید ہے لیکن یہ بات سراسر ویدک یعنی حکمت سے متعلق ہے باقی رہا یہ امر کہ پرائشچت کے وقت پاپی کو پلاتے ہیں۔ یہ ناجائز نہیں بلکہ بطور جلاب کے استعمال کراتے ہیں یا بطور قسم کے کہ پھر ایسا کام نہ کریگا اور ردادی نادانی میں قدم نہ دھریگا۔ اور یہ پرائشچت اُس وقت ہوتا ہے جبکہ کوئی ہندو مسلمان رنڈی سے زنا کرے۔ یا مسلمانوں کے ہاتھ سے بھوجن استعمال کرے یا محمدی و عیسائی مذہب قبول کر پھر واپس ہونا چاہیے۔ یہ سارے کام چونکہ ست دھرم کے خلاف ہیں۔ اُن کے مرتکب پاپی کو بطور انصاف و سزا دی جاتی ہے۔ اور وہ بھی اس کی مرضی سے پھر اس کو ستدھرمی سنان کرا ست دھرم کے راہ راست پر لایا جاتا ہے۔ اِس کے حسب حال سعدی کہتا ہے ؎ گر آب چاہ نصرانی نہ پاک است۔ یہودی مردہ راشستن چہ باک است۔ گو دھوڑ وغیرہ پر اعتقاد کی بنیاد جہالت ہے اور ریشمی نیل پہننے میں کوئی دوش نہیں۔ مہادیو پہاڑی راجہ کا نام ہی نیل کنٹھ تھا کرشن جی کا رنگ بھی نیلا ہے اور وہ نیلا بستر بھی پہنتے تھے۔ اسی لئے یہ اُن کا نام نیلا مبر ہے جہالت کے زمانہ کی چھوت چھات کسی طرح جائز نہیں مگر وہی جو ویدک شاستر کے رو سے درست ہے اور تمام ودوان پنڈت اُسی کو صحیح مانتے ہیں۔

اعتراض ۱۵۹۔ سبحان اللہ آدمی جو اشرف المخلوقات ہے۔ اُس کا منہ جس سے خدا نام لیا جاتا ہے۔ اس کو تو ناپاک جانتے ہیں۔ اور گائے جو ایک حیوان ہے وہ ہندوؤں کی معبود اور اُس کی نجاست اُن کے نزدیک نہایت پاک اور پاک کرنیوالی جس کا کھانا موجب نجات جانتے ہیں

جواب اول۔ ہم جہالت سے نہیں بلکہ حکمت سے جوٹھا کھانے کو بُرا سمجھتے ہیں۔ اس میں تمام دُنیا کے ڈاکٹر سوائے بعض اعرابیوں کے ہمارے ساتھ متفق ہیں۔ گائے کو نہ ہم معبود اور نہ اس کی نجاست کو نہایت پاک اور پاک کرنے والی جانتے ہیں۔ اور نہ باعث نجات مانتے ہیں مگر اس میں بدبو نہیں ہوتی۔ اس واسطے جانے مکان لیپنے کے کام میں لاتے ہیں۔ اور اُسی سے رزق پکاتے ہیں۔ اور اس میں مسلمان عیسائی وغیرہ تمام اہل مذاہب دُنیا کے ہمارے شریک ہیں۔

اب ہمیں بقول تمہارے کہنا پڑا کہ سبحان اللہ آدمی اشرف المخلوقات کی

[1] اس پیر صاحب کی خانقاہ نند تلکوہ ضلع سہارنپور میں واقع ہے۔

نجاست ناپاک اور اس کا بول بھی ناپاک مگر گائے جیسی کا گوبر پاک اور جو چیز (روٹی) مسلمانوں کے منہ میں جائے اس کو اس کا دھواں لگے اور اسی گائے کے گوبر سے پکی ہوئی روٹی کھا کر نماز و وظائف بلکہ قرآن پڑھیں لیکن اگر آدمی اشرف المخلوقات کی نجاست کا دھواں روٹی کو لگے تو ناپاک ہو جائے۔ کیسی قرآن کی علامتی ہے جس سے انسان اشرف المخلوقات کی ہتک ہوتی ہے۔ افسوس!

جواب دوم۔ ذرا حدیث نبوی کو کھول کر دیکھو۔ باب فی شرب ابوال الابل۔ عن انس ان ناسا من عرینۃ قدموا المدینۃ فاجتووھا فبعثھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ابل الصدقۃ وقال اشربوا من البانھا وابوالھا

ترجمہ روایت ہے انس سے کہ کچھ لوگ عرینین آئے مدینہ میں۔ اور پانی لگا ان کو مدینہ کا سو بھیجا ان کو رسول اللہ نے صدقہ کے اونٹوں میں اور فرمایا کہ پیو دودھ اور پیشاب اونٹوں کا (جامع ترمذی مطبوعہ مرتضوی دہلی صفحہ ۱۰)

پھر لکھا ہے "استدلال کیا ہے اصحاب مالک اور احمد نے ساتھ اس حدیث کے اوپر پاک ہونے روث مایوکل لحمہ کے" (صفحہ ۱۰ جامع ترمذی) پس ہم کو دوبارہ کہنا پڑا کہ سبحان اللہ اشرف المخلوقات کا بول ناپاک اور نجس۔ مگر اونٹ کا بول نہایت پاک اور مسلمانوں کے پینے کے قابل۔

مشکوٰۃ میں ہے قال رسول اللہ لا باس ببول ما یوکل لحمہ روایت است عازب گفت رسول نیست باک بول آنچہ خوردہ میشود گوشت وے و فی روایۃ جابر و در روایت جابر اینچنیں آمدہ کہ گفت آنحضرت ما اکل لحمہ فلا باس ببولہ یعنی چیزیکہ خوردہ میشود گوشت وے پس باک نیست باک بول او و تمسک کردہ است بظاہر ایں حدیث کہ قایل ست بطہارت بول ماکول اللحم چنانچہ مالک و احمد و بعضے از شافعیہ (جلد اول صفحہ ۲۷۶)

جواب سوم۔ روافض محمدیوں میں سے ایک فرقہ ہے۔ قرآن اور نماز اور رسالت کا قائل اس کی بابت کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے۔ یہود قائل اند بطہارت بول البقر و سرگین او۔ و روافض نیز قائل اند بطہارت بول القرو انثان ہر دو و سرگین خشک ہر دو۔ (صفحہ ۲۰ سطر ۵ مطبع ہند لکھنؤ)

اعتراض ۱۰۱۔ اور تماشا یہ ہے کہ جس گائے کی پرستش اور اس قدر تعظیم کرتے اور گو ماتا کہتے ہیں۔ جب وہ مرنے لگتی ہے تو یہی ہندو اسی ماتا کو اپنے گھر سے نکال دیتے ہیں جب مر جاتی ہے اسے چوہڑے چماروں کو حوالہ کر دیتے ہیں۔ وہ اسے سر بازار کھینچتے ہوئے لے جاتے ہیں۔ بھلا ماتا کا جنازہ اسی طور سے نکالنا مناسب اور زیبا ہے۔ اور وہ چوہڑے چمار اس کا گوشت کھاتے ہیں۔ اور بچا ہوا گوشت اور استخواں کوّے اور کتے کھاتے ہیں اور اس کے چمڑے کی جوتیاں سب ہندو پہنتے ہیں۔

جواب اول۔ نہ تو گائے کی پرستش اور نہ اس کو ماتا کہنا جائز ہے بلکہ گناہ عام ہنود بھی صرف دودھ کی خاطر اسے ماتا کہتے ہیں۔ اور اس کے مرنے پر سر تراشی کبھی نہیں کرتے نہ بیل کو پتا جانتے ہیں۔ اور نہ بچھڑے کو بھائی اور نہ بھینس کو تائی۔ بلکہ صرف مفید جان کر اس کو ماتا کہتے ہیں۔ فائدہ دینے والی کو سنسکرت میں ماتا کہہ سکتے ہیں وہ نہ حقیقی ماتا اور نہ ماسکہ ماتا ہے بلکہ بچھڑے کی ماتا ہے۔ اور ہم کو دودھ کی داتا وہ ایک حیوان ہے حیوان کو انسان کی کوئی رشتہ داری نہیں۔ پس یہ سارے اعتراض آپ کے سراپا بے بنیاد اور فضول ہیں۔ فرانسیسی ڈاکٹر برنیر صاحب نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں "گائے کا ایسا لحاظ غالباً اس وجہ سے ہوگا کہ وہ ایک نہایت ہی فائدہ بخش جانور ہے۔ اور دودھ اور گھی جو ان کی بڑی غذا ہے اس سے حاصل ہوتی۔ اور یہ کہ بیل زراعت کا بھاری ذریعہ ہے۔ اس وجہ سے گویا بیل گائے نسل کی ... محافظ ہیں" (جلد دوم صفحہ ۲۱۲ مطبوعہ امرتسر)

جواب دوم۔ پہلے مسلمان جو اپنے وقت میں بڑے معزز تھے۔ وہ جن کی [illegible] اہل اسلام میں نہایت عزت ہے۔ بلیوں اور [illegible] کو پیار کرنے سے ابو ہریرہ و [illegible] مشہور ہو گئے۔ حالانکہ بلیوں اور اونٹوں کو مرنے پر مردار سمجھ کر مسلمان چوہڑے چماروں کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ مگر ان کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا۔

جواب سوم۔ ٹھیک اصل میں مسلمانوں کی حالت ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ کہ گوبر سے جلاتے پکاتے اور بیچتے ہیں خدا کی قسم۔

جواب چہارم۔ جب گائے ماتا رہی تو اس کو مرنے پر چوہڑے چماروں کے حوالہ کرنا اور اس کو سر بازار کھینچتے لے جانا نہ گناہ ہے نہ برا کام ہے۔ جب وہ ... نہیں [illegible] ہے تو اس کا جنازہ چہ معنے دارد۔ چوہڑے چماروں کا اگرچہ گائے کا گوشت کھانا برا ہے مگر مسلمانوں سے اچھا ہے۔ کیونکہ وہ مرے کو کھاتے ہیں اور یہ خود موذی بنتے ہیں۔ دنیا میں گوشت خور یہی ہیں مسلمان۔ چوہڑے۔ چمار۔ کوّے۔ کتے۔ گیدڑ وغیرہ ایک کتا دوسرے پر بھونکتا ہے پس تم کو کوّے کتے کے کھانے سے کیوں ارمان لگتا ہے۔ یاد نہیں کہ ہم ... سگ ہم سگ را نشاید۔ ہندو تمام جانوروں کے چمڑے کی جوتی پہنتے ہیں۔ اور [illegible] ہے۔ تم اپنی ماتا کو مرنے کے بعد سر پر خاک ڈال اور سینہ پر پتھر ڈال گور کے گڑھے میں ڈال آتے ہو۔ جہاں دیر جانور اس کو گھسیٹا ہوا لے جاتا۔ اور تو [illegible] ورنہ اندر ہی [illegible] کو بچھو کھاتے اور حشرات الارض طعمہ بناتے ہیں۔ گویا کیڑے پڑ جاتے ہیں اور بدبو پھیلاتے ہیں ماس کے علاوہ جب اونچی قبریں بناتے ہو۔ اور ان کو محسوس ٹھہراتے دنیا میں وبا پھیلاتے ہو۔ اور ہوا کو خراب کرتے سب لوگ جانتے ہو کہ قبروں پر کتے موتتے ہیں اور پرندے چیل وغیرہ مردار خور پایا جا کر پھرتے ہیں پس یہی تمہاری ماتا پتا کی تعلیم ہے۔ ایسے ہی موقعہ کے واسطے قبروں کے حق میں شیخ سعدی نے لکھا ہے "یکے از آئمہ را بسبے دنات یافت پرسید کہ بر صندوق گورش چہ نویسم گفت آیات کتاب مجید را عزت بیش ازاں است کہ روا باشد بر چنیں جایگاہ نوشتن کہ بمرور روزگار فرسودہ گردد و خلائق بر گذرند و سگاں برو شاشند" (گلستان باب ہشتم)

اعتراض ۱۰۲۔ اب حسد و غیظ و غضب اور تقلید کو چھوڑ کر اور انصاف کر کے فرمائیں کہ ان کے دین میں گائے کس وجہ سے حرام ہے۔ اگر اس وجہ سے کہ پلید اور خبیث ہے تو اس کی پرستش اور تعظیم کیوں کرتے ہیں اگر اس وجہ سے کہ اشرف ہے تو اس کے چمڑے کا استعمال کرنا کیوں جائز رکھتے ہیں اور بعد مرنے کے اس کی ایسی رسوائی کیوں کرتے ہیں۔

جواب۔ ہمارے دھرم میں ماس کھانا قطعی حرام ہے اور اسی سبب ہم سب جانوروں کا کھانا برا جانتے ہیں۔ باقی رہا یہ کہ گائے پر زیادہ زور کیوں ہے۔ اس کی وجہ خاص یہ ہے کہ وہ مفید زیادہ ہے۔ آریہ ورت کے ملک کی بہبودی تمام تر گائے کی سلامتی پر ہے۔ دوم۔ حکمت کے رو سے اس کا گوشت سب سے زیادہ مضر ہے۔ پس ایک طرف تو وہ بہت زیادہ مفید ہے کیا بلحاظ کاشتکاری اور کیا بلحاظ دودھ اور دوسری طرف اپنے بلحاظ گوشت وہ بہت زیادہ مضر ہے اسی وجہ سے اس کا بچانا دھرم اور کھانا نہایت ادھرم ہے گائے پلید اور خبیث نہیں بلکہ اشرف جانور ہے مگر وہ [illegible] کے لائق ہرگز نہیں۔

اب ہم مختصر چند سوال کرتے ہیں۔ اول۔ تم سور کو کیوں حرام جانتے ہو؟ اس وجہ سے کہ وہ بزرگ اور اشرف اور مبارک ہے۔ اگر یہ وجہ ہے تو پھر اس کو مارتے کیوں ہو۔ اور علی الصبح اس کا نام لینا کیوں برا سمجھتے ہو۔ اور اگر وہ سامنے آ جائے تو اعراض کیوں کرتے ہو۔ اگر اس وجہ سے کہ وہ پلید اور خبیث ہے تو [illegible] خدا وند تعالیٰ کے کلام میں

کیوں نبی محمد صاحب کی زبان پر کیوں جاری تھا۔ عام و خاص مسلمان کیوں قرآن کے ساتھ اُس کے نام کا ورد کرتے ہیں اور خدا کی خاص رحمت اُسی پر کیوں نازل ہوئی۔ جیسا کہ انسان کا گوشت حرام ہے ویسا ہی خوک کا جس کو سچا مانا جاتا ہے۔ اُس پر خاص عتاب ہوئی ہے۔

دوم۔ تم دودھ کیوں پیتے ہو حالانکہ وہ بقول قرآن سفید رنگ کا خون ہے۔ اور قرآن کے رو سے خون پینا حرام ہے جیسا کہ سور۔ اگر کہو کہ تبدیل رنگت کے لحاظ سے۔ تو سفید سور کیوں نہیں نوش جاں کرتے۔

سوم۔ تم انڈا کیوں کھاتے ہو حالانکہ وہ مردار ہے۔ اور جانوروں کے اسقاط شدہ بچے نہیں کھاتے۔ اگر کہو کہ وہ زندہ ہے مردار نہیں۔ تو اعتراض یہ ہے کہ ذبح کیوں نہیں کرتے بغیر ذبح کے کھانا مردار کے برابر ہے اور مردار اور سور قرآن کے رو سے برابر حرام ہے۔

چہارم۔ تم مچھلی کیوں کھاتے ہو۔ حالانکہ ذبح نہیں ہوتی پس حرام و مردار ہے۔

اعتراض ۴۴۲۔ سرب اپنشد رگوید میں ہے۔ کہ خدا نے گھوڑا اور گائے پیدا کر کے دیوتاؤں سے کہا کہ ان میں حلول کر کے کھاؤ اور پیو۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے حلال ہونا گائے کا۔

جواب۔ اگرچہ یہ کوئی مستند کتاب نہیں۔ اور نہ اُس کا کبھی آپ نے کوئی پتہ دیا۔ مگر منشا یکھا اس پر بھی آپ کی پیرانہ سالی پر افسوس کرنے کے بغیر ہم نہیں رہ سکتے۔ خدا نے دیوتاؤں سے حلول کا ذکر کیا۔ آپ نے حلال سمجھ لیا۔ خدا کی روح نے آدم میں حلول کیا۔ تو کیا حضرت آدم تمہارے کھانے کے واسطے حلال ہو گئے۔ سعدی نے سچ کہا ہے۔ ؎

اگر روزی بدانش برفزودے ز ناداں تنگ تر روزی نبودے

اعتراض ۴۴۱۔ تمہارے دین میں گائے کا گوشت کھانا بتلاؤ تو وید میں کہاں منع آیا ہے

جواب۔ وید میں عموماً ماس کھانا ناجائز لکھا ہے۔ دیکھو پستک "کیا ماس بھکشن آ-یہ دھرم انوکول ہے" مصنفہ ماسٹر آتما رام جی سکرٹری ویشیہ پیرن سوسائٹی لاہور۔ گائے کا مارنا اور کھانا تو خاص کر اس کے زیادہ مفید ہونے کے سبب سے منع ہے۔ دیکھو گوکرونا ندھی مصنفہ سوامی دیانند جی مہاراج) ہم نے بھی اس کے کئی شلوک رسالہ احمدیہ جلد اول و نسخہ خبط احمدیہ میں درج کئے ہیں۔ مگر اس جگہ آپ کی خاطر کے واسطے ایک ثبوت اور درج کرتے ہیں۔ رگوید اشٹک ۲ ورگ ۶۔ ادھیاء ۳ و ۷ سکت ۲۱ و ۲۲ منتر ۴ و ۵ اور یجروید ادھیائے ایک منتر میں گائے کے نہ مارنے کی بڑی سخت تاکید لکھی ہے گائے کا نام ہے اگھنیا ہے۔ دیکھو نگھنٹو ادھیائے ۲ کھنڈ ۱۱۔ اسی پر نرکت کار یاسک منی جی अघ्न्या تفسیر کرتے ہیں

अघ्न्या अहन्तव्या भवति अघघ्नीति वा नि० क०

ترجمہ۔ گائے کا نام اسی واسطے اگھنیا ہے۔ کہ وہ کبھی اور کسی حالت میں مارنے کے لائق نہیں

اعتراض ۴۴۳۔ برہمچاری پرمانند نے بیان کیا کہ منوسمرتی میں لکھا ہے کہ جب برہمن داتی سے ودیا پڑھ کر آوے۔ اُس کا باپ اس کی پیشوائی کو نکلے اور گائے کی کھال گرم اُس کے بدن پر رکھے۔

جواب۔ یہ محض سودائے خام اور بیہودہ الزام ہے۔ اسلام کی برکت سے آپ کو ایسے بے بنیاد الزام لگانے کی عادت ہو گئی ہے۔ خود آپ کی لیاقت علمی و شاستر فہمی تو ہمیں لفظ بدھیا سے ثابت ہو گئی۔ نو مسلم شیخ جی اسی لیاقت پر چوٹی کٹوائی تھی۔ لفظ مدھیا نہیں بلکہ ودیا ہے۔ گنوار محض بھی بدھیا نہیں کہتے۔ کیا اسی برتے پر ہندو دھرم ترک کیا تھا اور اسی لیاقت پر مسلمان آپ کو بڑے بڑے القابوں سے ملقب کر رہے ہیں۔

برہمچاری پرمانند کو لاؤ یا کسی اور بزرگ کو۔ کہ منو کا تو ۔ وہیں نام بھی نہیں ایسا نہ ہو کہ باپ اس کی پیشوائی کو نکلے۔ اور نہ یہ کہ گائے کی گرم گرم کھال اسکے بدن پر رکھے

بلکہ منوسمرتی میں گائے مارنے والے بڑا سخت گنہگار سمجھا ہے۔ (دیکھو منو ادھیائے ۲ شلوک ۴۶ تا ۔ اور ادھیاء ۔ اشلوک ۶۲ و ۶۳ و ادھیائے ۱۱ شلوک ۵۹ و ۸۵ و ۹۵ و ۱۰۸ سے ۱۱۵ تک) اور شہزادہ دارا شکوہ صاحب نے بھی ترجمہ جوگ بسشٹ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ "راجہ دسرتھ بکر روشوامتر رابہ یا بششٹ اشارہ کرد و گاوے بہ رسم ہدیہ حاضر ساخت کہ بہترین نذرہا عقیدہ اہل ہند ہمیں است" (دیکھو جوگ بسشٹ ولکشی مطبوعہ کانپور صفحہ ۲۷)

اب ہم گائے کے دودھ اور گوبر اور گوشت۔ اور بول کی بابت حکماء کی رائے درج کرتے ہیں

گائے کا دودھ

تحفۃ المومنین میں لکھا ہے۔ "لبن البقر مبہی و مسمن و مفتح و سریع الہضم و کثیر الغذا و نیکو کنندہ رخسارہ و مولد منی و مدر فضلات و مقوی جوہر دماغ و تریاق سموم است نیز حافظ رطوبات اصلی و ملین طبع و مرطب دماغ و جہت سحج و نسیان و وسواس و تقویت بدن۔ قرحہ ریہ و سل کہنہ و تپ خلطی باشد و امراض مہی و جرب و قوبا و حکہ و جذام و مطبوخ او با برنج جہت طول عمر و با گردگان و خرما جہت فربہی گردہ و بدن و داغ کردہ عبا آہن و سنگ و تعنہ جہت اسہال و قطور و طلاے او جہت اکثر امراض چشم نافع جہت مایوس العلاج از مداومت آں صحت مے یابد" (صفحہ ۵۰۴ تحفۃ المومنین)

قرابادین میں لکھا ہے۔ لبن البقر بفتح باؤ قاف و رائے مہملہ شیر گاؤ است تازہ دوشیدہ آں کہ سرد نشدہ باشد دمہی وغیرہ کل عبارت مندرجہ تحفۃ المومنین بعدہ و باکمہ رجبت طرفہ و ما آثر روت جہت ناحہ و سل و سترناق و طلائے آں با سفید آب قلعی جہت نقرس و اورام حارہ مجرب با افیون و موم و روغن زیتون رافع درد نقرس حارہ و قدر شربتش از نیم رطل تا یک رطل است و مضر صاحبان خفقان رطوبی و منجر اکثار آں مورث سنگ مثانہ و گردہ و تولد قمل و برص و سریع الاستحالہ بخلط غالب بر معدہ و مصلحش شکر و عسل و شرب با شہد و شکر بالعج الجماد اوست" (جلد ۲ صفحہ ۴۸۷ ۱۸۵۲ء)

گوشت گاؤ

طبیعت گوشت آں زیادہ از یک سالہ عمر آں گرم و خشک است از حمل کمتر و از بز خشک تر۔ افعال و خواص آں۔ گوشت آں بطی الہضم و غلیظ و خام متولد از آں غلیظ سوداوی و محدث امراض سوداوی مانند سرطان و جذام و ورم سپرز و داء الفیل و دوالی و بہق و جرب و قوبا و وسواس و تپ ربع و مانند اینہا از امراض۔ و مداومت آں مضر اصحاب مفاصل و عرق النساء و قاطع حیض و ولادت پیش از وقت و مورث جرب و حکہ و موت فجاء بہ سبب معدہ و صعود بخار غلیظ و بدبوے بسوے قلب و دماغ و نصاری چوں بالائے آں خمر مے آشامند لہٰذا بسیار استعمال مے نمایند۔ جہت آں کہ خمر آنرا ہضم مے نماید و قوت آنرا باقی میدارد۔ و کسے کہ خمر نمے آشامد باید کہ استعمال نہ نماید (مخزن الادویہ ۱۸۵۵ء صفحہ ۱۵ محمدی پریس دہلی)

محقق بو علی سینا لکھتے ہیں۔ "لحم البقر۔ یولد البہق و یولد السرطان و یولد الجرب و یولد الجذام و داء الفیل" (قانون صفحہ ۲۰۷ نولکشور)

حکیم مولوی امام الدین احمد نے کتاب بقائے نسل انسان میں لکھا ہے۔ "گائے کا گوشت گرم خشک۔ دیر ہضم۔ مولد خون ناقص (صفحہ ۱۶۹)

حکیم بندہ حسن لکھتے ہیں۔ گوشت گاؤ یعنی لحم البقر بطی الہضم۔ غلیظ۔ ردی الکیموس مولد خون فاسد۔ مورث امراض سوداوی مضر اصحاب درد مفاصل و عرق النساء (جامع المفردات صفحہ ۹۱ کانپور)

گائے کا گوبر

حکیم حاذق محمد مومن حسینی صاحب فرماتے ہیں۔ اخثاء البقر گائے

معجم سرگین گاؤ ثانست در آخر اول گرم و در دوم خشک و محلل و جاذب۔ آشامیدن دو مثقال آں باشد مثقال و بیم۔ و از سوختہ او جہت استسقاء رفع ورم سموم بسیار آزمودہ و ضماد تازہ او کہ سرد رشدہ باشد جہت جراحات عارضہ کار کارد و امثال آں و قطع سیلان خون و تسوزخم و اندمال جراحت و درد مفاصل و عرق النساء و رفع الم گزیدن ہوام دونی و بآزار و جہت جوششہائے۔ و با سرکہ جہت ورم حار و با عسل جہت اورام باردہ و انبرہ گوگرد و امثال آں جہت استسقاء و با زعفران جہت کشودن خراج و با آتلی جہت ورم پستان و بآب اسقیل جہت تو با منفعہ و دار التعلب مجرب۔ سرکہ جہت حارید و اورام صلبہ تو لو دگریدن زنبور و ورم و درد زانو و تکرار ضماد پختہ او در روغن ریحون و گداشتن بر بدل تا سہ وجہ رعل آوردن خار و پیکاں و امثال آں از بدن و زیر ناف زناں جہت اخراج جنین مردہ و ہر گاہ بدقی نگدارند جہت کشتن جنیں زندہ و بر پشت زیادہ و ہیگاہ جہت ریح قولنج ردی و ریجی سرلیع الالتراست و بر مقعد جہت دردورم آں و طلائے سوختہ او با سرکہ بر پیشانی جہت قطع رعاف۔ و لقوع او در بینی بدستور جہت رعاف با روغن رول جہت نقرس و بخور او جہت عسر ولادت و گر رایئیدن لیشر و قطور سائیدل او با روغن مادام تلخ و شراب جہت الم و ضربان گوش نہایت مفیداست" (تحفۃ المومنین بر حاشیہ الادویہ صفحہ ۴۲ مطبوعہ محمدی پریس دہلی)

گوبر کو اوپر لگاتے سے بھی نفع پہنچتا ہے۔ جس کی تائید اہل ہند کی کتب طب سے ہوتی ہے در رسالہ پریشانی ہند کا نور صفحہ ۴ ۱۵ ۱۸۹۴ء)

گائے کا موتر

وبول گاؤ مادہ نہایت جالی قروح اطفال و بواسیر و گاؤ جہت درد معدہ باردہ و بواسیر و با وصاف جہت درد گوش با سرکہ جہت درد دنداں و کشش عصوبا حول و بول گاؤ جہت حد مجرب داشتہ اند" (تحفۃ المومنین صفحہ ۱۶۶)

اور بو علی سینا نے اپنے قانون میں لکھا ہے۔ وکذلک بول الثور الاہلیہ یعلو الحق بالجزاح والقروح" (صفحہ ۲۷۲) ان حوالجات سے صاف ثابت ہے کہ گائے کا دودھ گوبر و موتر مختلف امراض کی دوا اور بیسیوں روگوں کے لئے ذریعہ شفا ہے اور اس کا گوشت مضر تندرستی و مخرب صحت و محدث امراض کثیر ہے۔

اسی واسطے قرابادین ذکائی میں محمد صاحب کی ایک حدیث درج ہے لحمہا داءٌ ولبن ہا شفاءٌ یعنی گائے کا گوشت مرض پیدا کرنیوالا اور اسکا دودھ شفا دینیوالا ہے مگر افسوس ہے مسلمانوں کی عقلمندی پر کہ وہ حکیموں کی رائے پر چلتے ہیں۔ اور نہ اپنے پیغمبر کی حدیث کو مانتے ہیں۔ کہ بیہودہ ضد و تعصب سے آگے دل ہند میں ہیصہ پھیلانے اور طوفان بے تمیزی مچانے کے عادی ہو رہے ہیں۔

قاموس میں لکھا ہے۔ العنبر من الطیب روث دابۃ بحریۃ او نبع عین فیہ (باب الراء فصل العین صفحہ ۳۰۵ نولکشور) یہ عنبر دریائی گاؤ عنبر مشہور و معروف ہے کتے کا مارا ہوا اور اس کے منہ سے حلال کیا ہوا حلال ہے قرآن میں لکھا ہے۔ سورۃ مائدہ وما علمتم من الجوارح مکلبین تعلمونہن ترجمہ آنچہ آموختہ باشید اورا از جانوراں شکاری درحالیکہ شکار تعلیم کنند گاں سد ابن پر تفسیر حسینی میں لکھا ہے۔ آوردہ اند کہ عدی بن حاتم و زید الخیل طائی کہ پیغمبر اورا زید الخیر نام نہاد بخدمت آنحضرت آمدہ گفتند یا رسول اللہ ما در جائے باشیم کہ با سگہا و مرغان شکاری مہا نداری میکنیم و سگان آل ذریح و آل جویریہ جانوراں وحشی مے گیرند۔ بعضے ازا سگان ست کہ ما درمے یابیم پیش ازانکہ سگ ہلاک کنند و بعضے آنست کہ تا برسیدن ما سگ تلف کردہ است و حق سبحانہ فرمودہ کہ مردار حرام است حکم ایں چگونہ است۔ آیت آمد کہ از تو مے پرسند چیز حلال کردہ برائیشاں بگو کہ حلال ست شکار۔ آنچہ تعلیم دادہ اید از شکار کنندگاں خواہ سباع چوں سگ

درحالیکہ شاہ موصوف معلمہ ایشاں نیز" (جلد اول صفحہ ۳۰۹ نولکشور اور جامع ترمذی صفحہ مطبع مرتضوی دہلی)

قرآن سورۃ مائدہ کی فمن اضطر فی مخمصۃ والی آیت پر شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں یعنی در مخمصہ دگرسنگی) خوردن مردار جائز است و در توضیح فائدہ لسنۂ غیر مائل بگناہ آنست کہ زیادہ از ضرورت نہ خورد" (صفحہ ۱۰۱ نولکشور) پھر لکھا ہے میت حرام است الاوقت ضرورت تناول آں رخصت است" (صفحہ ۱۲۵) شہد جو مکھیوں کی قے ہے اس کو محمد صاحب نوش فرماتے تھے اور سب مسلمان بھی کھاتے ہیں۔ تفسیر حسینی میں لکھا ہے۔ جو زنبوراں امر الٰہی را بکار بستہ از شگوفہائے و گلہا بخورند و درون ایشاں متحلل گردد شیرہ شیریں و آنرا قے کنند برائے ذخیرہ ایشاں دانست کہ حق سبحانہ مے گوید بیروں مے آید از شکم ہائے ایشاں بطریق لعاب آشامیدے یعنی عسل" (جلد اول صفحہ ۴۰ ۱۸۹۴ء)

غیر مودی جانوروں پر رحم کا نتیجہ

در جامع الحکایات نقل میکند کہ در اوائل حال امیر ناصر الدین سبکتگین کہ در خدمت الپتگین در بیت الورث بود اریک اسپ بیش نداشت دہمہ روز تنہا امیر رفت و شکار میکرد و در صحرا مے گشت۔ ناگاہ آہوئے دید کہ با بچہ خود بچرا مشغول است اسپ را انگیخت و آہو برہ را گرفت و دست و پائیش بستہ بپیش زین نگاہ داشت و در و بشہر نہاد چوں قدرے راہ طے کرد۔ روئے باز پس ساخت۔ دید کہ مادر آں از عقب مے آید و اضطراب مے کند امیر ناصر الدین سبکتگین ترحم و شفقت کردہ آہو برہ را رہا کرد و آہو از رہائی بچہ خود خوشوقت شدہ روبصحرا نہاد و چند انکہ مے رفت روباز پس کردہ در امیر ناصر الدین سبکتگین مے نگریست و تا دم و البیین نشادمانی و کامرانی مے زیست العرض دراں شب امیر ناصر الدین سبکتگین شفقت و مرحمت کہ در حق جانورے عاجز و پریشان حال بجائے آوردی در درگاہ صمدیت عز قبول یافتہ در دیوان احدیت منشور سلطنت بنام تو نوشتہ شد باید کہ رسبت عامہ خلائق ہمہ شیوہ مبذول داری و در ہیچ صفت شفقت از دست نگذاری کہ سرمایہ سعادت دارین آنست" (تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۱۴ ۱۸۹۴ء) سعدی کہتا ہے ؎

شنیدم گوسفندے را بزرگے	رہانید از دہان و دست گرگے
شبانگہ کارد بر حلقش بمالید	روان گوسفند ازوے بنالید
کہ از چنگال گرگم در ربودی	چو دیدم عاقبت خود گرگ بودی

مودی جانوروں پر رحم کا نتیجہ

صحیح بخاری و مسلم میں ہے۔ قال رسول اللہ غفر لامرأۃ مومسۃ مرت بکلب علی رأس رکی یلہث کاد یقتلہ العطش فنزعت خفہا فاوثقتہ بخمارہا فنزعت لہ من الماء فغفر لہا بذلک قیل ان لنا فی البہائم اجراً قال ذات کبد رطبۃ اجرٌ۔ ترجمہ۔ کہا رسول خدا نے کہ بخشی گئی ایک عورت جو فاحشہ تھی۔ جس نے ایک کتیا (سگ مادہ) کو کنوئے کے کنارہ پر زباں نکالے دیکھا۔ جو قریب تھا کہ پیاس کی شدت اُسے مار ڈالے۔ پس اُس نے اپنے موزے کو اوڑھنی سے باندھ کر اس کے لئے پانی نکالا۔ پس اسی پر وہ بخشی گئی لوگوں نے کہا کہ کیا ہمارے لئے چوپایوں میں بھی کچھ ثواب ہے؟ جواب دیا حضرت نے کہ ہر ایک میں جو جگر رکھتا ہے۔ ثواب ہے۔ جلد ا صفحہ ۳۲۷۔ اسی کے متعلق سعدی نے بوستاں میں لکھا ہے ؎

یکے در بیاباں سگے تشنہ یافت	بروں از رمق در حیاتش نیافت
کلہ دلو کرد آں پسندیدہ کیش	چو حبل اندراں بست دستار خویش
بخدمت میاں بست و بازو کشاد	سگ ناتواں را دمے آب داد
خبر داد پیغمبر از حال مرد	کہ داور گناہاں او عفو کرد
الا گر جفا کاری اندیشہ کن	کرم پیشہ گیر و وفا پیشہ کن

کسے مانگے بیکوئی گم نہ کرد | کجا گم شود خیر با نیک مرد
کرم کن براں کت برآمد ز دست | جہاناں در خیر بر کس نہ بست
تو با خلق نیکی کن اے نیکبخت | کہ فردا نہ گیرد خدا بر تو سخت

اسے بھی غور سے پڑھو

پھر ایک اور جگہ حدیث میں ہے امراۃ دخلت النار فی ھرۃ حلتھا ولا ھی طعمتھا تاکل من خشاش الارض۔ ترجمہ ایک عورت ایک بلی کے سبب جہنم میں داخل ہوئی جس نے اُسے بند کر کے کھانے پینے سے محروم کر دیا۔ وہ بیچاری کوڑا کرکٹ ہی کھاتی۔ سعدی نے کہا ہے ؎

چہ خوش گفت فردوسی پاک زاد | کہ رحمت بر آں تربت پاک باد
میازار مورے کہ دانہ کش است | کہ جاں دارد و جاں شیریں خوش است

ایک اور مہاتما نے کہا ہے ؎

جاں میازار و ہرچہ خواہی کن | کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

سعدی کہتا ہے ؎

اناں مار بر پائے راعی زند | کہ ترسد سرش را بکوبد بہ سنگ

اب ناظرین خود ہی سمجھ لیں کہ گوشت کھانا جائز ہے یا نہ۔ اور جانوروں کا مارنا کتنا بڑا ثواب ہے۔ یعنے جتنا تمام عمر کے نماز و روزہ سے فائدہ ہے۔ اس سے زیادہ ایک کُتیا پیاسی کو پانی پلانے سے فائدہ ہے۔ کیونکہ نتیجہ دونوں کا نجات ہے۔

لطیفہ ملک الموت کے پاس آدمی اور سانپ دونوں گئے۔ ملک الموت نے اندر سے آواز دی کہ پہلے موذی حاضر ہووے۔ آدمی نے سانپ سے کہا کہ موذی تو ہے تو پہلے جا۔ سانپ نے کہا کہ تو موذی ہے تو پہلے اندر جا۔ اسی تکرار میں وقت ضائع ہوا کوئی اندر نہ گیا۔ ملک الموت غصہ میں نکلا۔ اور آدمی کے منہ پر ایک طمانچہ مارا کہ ہم نے تجھ کو بلایا تھا۔ تو کیوں نہ آیا۔ اُس نے کہا کہ آپ نے موذی کو بلایا تھا۔ موذی سانپ ہے میں نہیں۔ ملک الموت نے کہا کہ تو تو ثواب کی نیت سے مارتا ہے۔ وہ مجبور ہو کر کاٹتا ہے۔ تو موذی ہے۔ آدمی نے کہا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ سانپ موذی ہے اُس کا مارنا ثواب ہے۔ ملک الموت نے ایک تھپیڑ مارا اور کہا ہم خوب جانتے ہیں۔ قلم درکف دشمن است۔

باب چہارم

پورانوں سے متعلق اعتراضوں کا جواب

پورانوں[۱] آریوں کی مذہبی کتب نہیں۔ اور نہ اُن کا دھرم کے ساتھ کسی طرح کا سمبندھ ہے کبھی دھرم کے فیصلہ (نرنے) میں پورانوں سے امداد نہیں لی گئی اور نہ لے جانی چاہیے۔ پوران اُس وقت کے نہیں۔ جب یہ قوم کی اُنتی (ترقی) کا زمانہ تھا۔ بلکہ بہت قریب زمانہ کی تصنیف ہیں۔ بہت سے پوران بودھ مت بلکہ مہاراجہ بکرماجیت کے پیچھے بنے ہیں۔ پوران ایک پوشیدہ راز کے

[۱] خیالیہ فاضل مولوی ذکاء اللہ صاحب پروفیسر فرماتے ہیں حسب اشارہ پورانوں میں وید کو کلام ربانی مانا ہے۔ نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ نام اُن کا لکھا گیا ہے۔ مگر جو مذہب پورانوں کا ہے وہ ویدوں سے نرالا ہے۔ ان دونوں مذہبوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگرچہ ہندو اس بات میں مشہور ہیں کہ وہ اپنے اُن رسم و رواج اور مذہب میں تبدیلات نہیں کرتے۔ مگر وید سے تو انہوں نے ایسی خلاف ورزی کی ہے۔ کہ اگر کوئی ہندو وید کے موافق مذہب اختیار کرے۔ تو وہ ہندو نہیں۔ (دیکھو تاریخ ہند حصہ اول فصل سیزدہم) درحقیقت سچ ہے۔ وہ ہندو نہیں بلکہ آریا کہلاتا ہے۔ پھر وہی پروفیسر صاحب فرماتے ہیں کہ اب برہمنوں کا مایا ہوا مذہب رفتہ رفتہ جو اکثر ہندوؤں نے اختیار کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تین دیوتا برہما۔ وشنو۔ شیو کو مانتے ہیں جن کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ جس برہم کا ذکر ویدوں میں ہے اس کو ہندوؤں نے سلام کیا اور اوتاروں کی پوجا اختیار کی۔ رام کرشن وشنو کے اوتار مانے گئے۔ اور ان کے ساتھ چھوٹے چھوٹے دیوتا معبود ٹھہرائے گئے۔ پھر فرماتے ہیں کہ پوران کا مذہب کچھ درحقیقت ہندوؤں کے پچھلے مذہب سے مناسبت نہیں رکھتا ہے۔ (دیکھو تاریخ ہند حصہ اول باب اول فصل ۱۳ صفحہ ۱۸۷ مطبوعہ ۱۸۷۰ء) پھر کہا ہے۔ وید سے بتوں کا رواج اور پرستش کی چیزوں کے واسطے ظاہری نشان اور علامت بنانا ثابت نہیں ہوتا۔ رام کرشن کا تو نام بھی اُس میں موجود نہیں۔ (دیکھو تاریخ ہند حصہ اول باب اول فصل ششم صفحہ ۵۰ مطبوعہ ۱۸۷۵ء) پھر لکھا ہے کہ خدا واحد کے مت ٹوٹے طور پر رہا۔ وشنو اور شیو جو ٹھہرائے گئے ہیں۔ اُن کا ذکر بہت ہی کم منو میں آیا ہے۔ ان کو کچھ فوقیت دی گئی پرستش کے قابل ٹھہرائے گئے۔ اُن کا اوتار ہونا ثابت ہے۔ منو میں ستی ہونے کا ذکر نہیں ہندوؤں کے سارے رسوم اور کتھا اگ (وید اور منو) سے پچھلے زمانہ کی ایجاد ہیں۔ (دیکھو تاریخ ہند حصہ اول باب اول فصل ششم صفحہ ۵ مطبوعہ ۱۸۷۵ء) پھر مؤرخ العصر صاحب فرماتے ہیں۔ اس نئے مذہب (یعنے ہندوؤں کے موجودہ مذہب) کی مقدس کتابیں اٹھارہ پوران ہیں۔ جس کے پیرو کہتے ہیں کہ یہ کتابیں بیاس جی کی تالیف ہیں۔ لیکن حقیقت میں اُن کو آٹھویں۔ سولھویں صدی کے درمیان متفرق مقاموں پر متفرق مصنفوں نے تصنیف کیا ہے۔ ان کلاں کتابوں کے اکثر کتابیں خاص خاص فرقوں کے مسائل کے اثبات اور استدلال کے لئے لکھی گئی ہیں۔ اور تمام کتابوں میں جو ہر ایک فرقہ کے افسانے بھرے ہوئے ہیں۔ اس سب سے واجب کے سب ایک مجموعہ نہیں ہیں کہ اس میں ایک کتاب کو دوسری کتاب سے کچھ تعلق و مناسبت ہو وہ ہر گز اس ارادہ سے تالیف نہیں کئے گئے تھے۔ کہ اُن سے کوئی عام طریقہ مذہب کا قائم ہووے۔ لیکن باوجود اس کے وہ سب سے زیادہ بڑی سند مذہبی سمجھی جاتی ہیں۔ اور جو کہ انہیں کتابوں سے ہندوؤں کا حال کا مذہب قائم ہوا ہے۔ اس لئے کچھ جائے تعجب نہیں ہے کہ ہم اُس میں ایسی ایسی باتیں پاتے ہیں جو باہم مخالف ہیں۔ (دیکھو تاریخ ہندوستان صفحہ ۲۸ مطبوعہ ۱۸۶۶ء) اس وقت کے معبودوں کا بیان جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں۔ اب بھی ہندو ایک وجود مطلق کے قائل ہیں۔ جس سے تمام مخلوق پیدا ہوئی یا جس کے مادہ سے ساری کائنات وجود میں آئی۔ کیونکہ اُن کے حال کے عقیدہ کے موافق دنیا اور خدا ایک ہی ہے۔ لیکن مختلف دیوتوں اور دیویوں کی پرستش کرتے ہیں جن کی تعداد متعین کرنی غیر ممکن ہے مگر بعض حسابوں کے موجب جس سے ہندوؤں کا معمولی مبالغہ ظاہر ہے۔ ان کی تعداد تینتیس کروڑ ہے۔ ان میں سے اکثر مختلف آسمانوں کے فرشتے اور ارواحیں ہیں جنکی شمار لاکھوں سے ہوتی ہے اور وہ کوئی خاص نام یا خصلت نہیں رکھتے (دیکھو کینیڈی صاحب کی کتاب تحقیقات ہندوؤں کے دیوتاؤں[۲] کی صفحہ ۲۰۵ اور تاریخ ہندوستان صفحہ ۲۸ مطبوعہ ۱۸۶۶ء)

مذہب کی موجودہ حالت منو کے زمانہ سے اب تک جو تبدیلیاں ہوئی ہیں انکا بیان

جو بڑی تبدیلیاں منو کے زمانہ سے مذہب میں ہوئی ہیں وہ یہ ہیں توحید کے اصول سے غافل ہو جانا۔ بعضے دیوتوں سے غفلت کر کے ایسی اشیاء فانی کی پرستش کا رواج جن میں صفات باری فرض کر لی ہیں۔ فرقوں کی کثرت اور ترقی ہو جانا۔ اور بعض دیوتوں سے انحراف کر کے بعض کی نسبت سے تعلیم و تکریم کر اور ویدوں کے بجائے نئے مسئلوں کے مجموعہ (پورانوں) کا رواج دینا اور بدر دیوں کے فرقوں کو ایک مذہبی عظمت حاصل ہونا۔ (تاریخ ہندوستان صفحہ ۶۰ و ۶۱ مطبوعہ ۱۸۹۶ء) پھر وہی مؤرخ فرماتا ہے جو کچھ ہوتا ہوا ہم دیکھتے ہیں وہ سب اگرچہ مذہب کے رو سے قائم ہوتا ہے۔ لیکن اس میں مذہب کی پابندی بہت کم ہوتی ہے۔ اس حالت میں بھی اگر حقیقت پر نظر ڈالی جاوے۔ تو شروع زمانہ سے اب تک مذہب کے اثر میں نسبت کم نقصان آیا لیکن ہندوؤں کے معبود اب وہی نہیں رہے ہیں جو پہلے تھے۔ بجائے توحید کے جس کو ویدنے بطور ایک سچے مذہب کے تعلیم کیا ہے بہت بڑے بڑے دیوتوں کی پرستش

[۲] فائتیہ درحاشیہ۔ بعضے دیوتاؤں سے مراد وہ پانچ دیو یوجا ہے جسکی آریہ دھرم انوکول ہر ایک سے دیوتے میں الیتا آریہ کو ہدایت عام ہے اول پرمیشور۔ دوم ماتا۔ سوم پتا۔ چہارم آچاریہ (استاد) پنجم اتتھی۔ ابھیاگت ان پانچوں دیوتوں کی پوجا و تعلیم ہر ورحسب مراتب کرے اور سدھیا کی پنچ مہا یگ خصوصاً اسی سادگی بنیاد پر آج تک قائم ہیں اور اُن کا مطلب بھی یہی ہے۔

پورا کرنے وید و مذہب دُنیا میں پھیلانے اکی غرض سے بطور حکمتِ عملی بنائے گئے پورانوں میں بودھ اوتار مانا گیا ہے۔ اگرچہ اور سب دیوتاؤں کی بدنامی کی گئی مگر بدھ کو بالکل بے عیب ظاہر کیا گیا ہے۔ جو کہ ایک کامل ثبوت ہے۔ مذہب بودھ کے زمانہ ترقی میں پورانوں کے بننے کا جس کا آپ کو بھی اقرار ہے۔ دیکھو صفحہ ۴۳۵۔ سطر ۱۸۔

بعضے پوران **اکبر بادشاہ** کے وقت تک بنتے رہے اور بعضے **اورنگ زیب** کے وقت تک۔ پورانوں میں **راماننج** کا ذکر ہے۔ اور اورنگ زیب کے مندر توڑنے کا مفصل بیان پایا جاتا ہے۔ ہندو راجاؤں کے مسلمان ہونے کے واقعات ہیں۔ تاکو بیٹے کو جرم گردانا گیا ہے۔ مسلمان (ملیچھ) مندر توڑتے رہے۔ نادرجی روتے ہوئے بدری نرائن جی کے پہاڑوں پر جاتے ہیں۔ وشنو رشی سے ملتے ہیں۔ سکھ، چکر، گدا پدم کا مفصل مذکور ہے۔ مگر شنکر آچاریہ کی تصانیف میں پوراںوں کا نشان نہیں ملتا ہیں پُران نہ تواریخ اور نہ مذہبی کتابیں صرف ناولیں یا فسانجات ہیں دور از قیاس توہمات اُن میں بھرے ہوئے ہیں۔ اور سچ پوچھو تو قرآن و پُران مساوی ہیں۔ ایک دوسرے پر کسی فضیلت سے حاوی نہیں۔

ویدمیں برہما۔ وشن۔ مہیش یا کسی دیوتا کی پرستش مذکور نہیں۔ اور نہ اُنکی خدائی کا ذکر کہیں ہے۔ وید میں ایک ہی پرماتما اُپاسنا کے لوگ بتلایا گیا ہے۔ اُسی کی ویدوں میں ہدایت ہے۔ اُسی ایک پاربرہم کو ویدوں نے تمام لوک لوکانتر کا مالک اور سرجنہار فرمایا ہے ویدوں میں ارشاد ہے کہ جو ایک جگدیشر کے سوا کسی اور کی عبادت کرتا ہے وہ حیوان مطلق وادیہ نادانی میں سرگردان و پریشان مرتا ہے۔ رام۔ کرشن کا ویدوں میں نشان نہیں اور نہ پرشرام و بودھ کا ذکر و بیان کسی اوتار کی داستان ویدوں میں نہیں۔ اور نہ ویدک دہرم کے مطابق اوتار ایشور کا جائز ہے۔ بلکہ وید بتلاتا ہے کہ ایشور حلول نہیں فرماتا۔ وید پرماتما ہی کے ارشاد ہیں۔ اور وہی مبارک ارشاد آریہ دھرم کی بُنیاد۔ چھ شاستروں میں بھی ان دیوتاؤں کا مذکور نہیں اور نہ دس اُپنشدوں میں ان کا کسی طرح کا ظہور پس آریہ دھرم یا ویدک دہرم سے یہ الزامات قطعی دور ہیں۔ اور ہم پرانوں کے ماننے اور کسی دیوتا کو ایشور جاننے سے بری بالکل بری۔

جبکہ ہم یا کوئی اور محقق مزاج پورانوں کو مذہبی کتاب نہیں مانتے اور معتبر گردانتے ہیں تو پھر اُن کے متعلقہ اعتراضوں کی ہماری نظر میں کیا حقیقت ہے۔ اور جو اُن پر اعتراض کرکے فخر کرنا چاہے اسکی کیا وقعت ہے۔

مگر اس حالت میں بھی قرآن کسی طرح اُن سے افضل نہیں۔ کیونکہ جیسا قرآن قصص الاولین ہے ویسا ہی پوران قصص الاولین ہے۔ ہم کوئی وجہ نہیں دیکھتے کہ ایک کو دوسرے پر فضیلت دیں۔ بہ غرض پورانوں کے متعلق اعتراضوں کا جواب شروع کرتے ہیں۔

برہما جی کی بابت اعتراض — تحفۃ الہند صفحہ ۱۲۱ و ۲۲ و ۱۳۲ و ۱۳۵۔ برہمانے اپنی بیٹی کی طرف بُری نظر سے دیکھا۔ اور چاہا کہ اسکو پکڑ لوں۔ مہادیو ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ برہما تم نے جو اپنی لڑکی سے شہوت رانی کرنی چاہی۔ ہم نے تینوں جہاں میں ایسا گناہ کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ تم پر اور تمہاری عقل اور سمجھ پر لعنت ہے۔ ایسا گناہ نہ کسی نے کیا۔ نہ کوئی کرے گا۔ از شیو پران حصہ اول کھنڈ دوم صفحہ ۵۰ تا ۵۹۔

جواب۔ یہ کسی فضول نامعقول آدمی کی تصنیف ایک بناوٹی جھوٹا افسانہ ہے جو بالکل اعتبار کے لائق نہیں۔ کیونکہ ست شاستروں میں اس کا کہیں پتا نہیں مگر تمہاری توریت مقدس جس پر تمہارا التصدیق دل ایمان ہے۔ تمہارا خداوند تعالےٰ موسیٰ نبی پر یوں الہام فرماتا ہے "اور لوط صغر سے اپنی دونوں بیٹیوں سمیت نکلکر پہاڑ پر جا رہا۔ کیونکہ صغر میں رہنے سے اسے دہشت ہوئی اور وہ اس کی دونوں بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگیں۔ تب پلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بُڈھا ہے۔ اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو تمام جہاں کے دستور کے موافق ہمارے پاس اندر آوے۔ آؤ ہم اپنے باپ کو مے پلاویں۔ اور اُس سے ہم بستر ہوویں۔ تاکہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو انہوں نے اُسی رات اپنے باپ کو مے پلائی۔ اور پلوٹھی اندر گئی۔ اور اپنے باپ سے ہم بستر ہوئی پر اُس نے اُس کے لیٹتے اور اٹھتے وقت اسے نہ پہچانا۔ اور دوسرے روز ایسا ہوا۔ کہ پلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات کو میں اپنے باپ سے ہم بستر ہوئی۔ آؤ آج رات بھی اُسکو مے پلاویں اور تو بھی جا کے اُس سے ہم بستر ہو کر اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں سو اُس رات کو بھی انہوں نے اپنے باپ کو مے پلائی۔ اور چھوٹی اس سے ہم بستر ہوئی اور اُس نے اُس کے لیٹتے اور اٹھتے وقت نہ پہچانا۔ سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں۔ اور بڑی ایک بیٹا جنی اور اس کا نام مواب رکھا۔ وہ موابیوں کا جو آج تک ہیں۔ باپ ہوا۔ اور چھوٹی بھی ایک بیٹا جنی اُس کا نام بن عمی رکھا۔ وہ بنی عمون کا جو آج تک ہیں۔ باپ ہوا" (دیکھو توریت مقدس مطبوعہ لدھیانہ پیدائش باب ۱۹۔ آیت ۲۰ سے ۳۸ تک ۱۸۵۲ء صفحہ ۲۵ کالم ۱) کیا اب بھی تسلی ہوئی یا نہ؟

نتیجہ برہما ۱۔ برہما کا قصہ ایک نامعقول فسانہ ہے جو علماء وید کے نزدیک کبھی اور کسی حالت میں مسلم نہیں۔ نہ کہ خود وید مقدس میں یا شاستر ہائے متبرک میں۔

۲۔ بقول اُس فسانہ کے بھی برہمانے صرف ایک بیٹی کی طرف بُری نظر کی نہ کہ خدانخواستہ زنا

۳۔ اس پر برہما دیو نے اسے لعنت ملامت کی — نہ کہ معافی

۴۔ جرم وقوعہ نہیں ہوا — بلکہ — صرف اقدام

۵۔ سزا نہبت زیادہ — یعنے — لعنت ملامت زجر و تنبیہ

نتیجہ لوط ۱۔ حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ خود خدا نے توریت مقدس میں موسیٰ نبی پر الہام نازل فرمایا۔ نہ کہ کوئی فرضی فسانہ۔

۲۔ خود خداوند کی شہادت ہے کہ حضرت لوط نے اپنی دو لو بیٹیوں کی طرف صرف بُری نظر ہی نہیں کی۔ بلکہ زنا بھی کیا۔

۳۔ اس فعل پر خدا یا جبرئیل ناراض نہیں ہوئے۔ بلکہ خوشنودی کا اظہار فرما کر اُسی مبارک ساعت پر حمل ٹھہرا دیے۔

۴۔ بفعل خداوند حمل ضائع بھی نہیں ہوئے۔ اور نہ اسقاط ہوئے بلکہ دو فرزند ارجمند خدا نے بخشے۔

۵۔ حضرت لوط نے صرف زنا ہی نہیں کیا۔ بلکہ شراب بھی پی۔

۶۔ حضرت لوط نے صرف اقدام ہی نہیں کیا۔ بلکہ ارتکاب بھی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۶۴۔ الحدیث پرستی کا طریقہ قائم ہو گیا ہے اگرچہ تردید کو لوگ بہرگاہ بالکل نہیں بھول گئے۔ لیکن کرسکا ۔۔۔ اور علمائے الہیات کے کوئی شخص توحید کی بطور خود مستقل پیروی نہیں کرتا (از تاریخ ہندوستان صفحہ ۱۴۲ ۱۸۶۲ء) علیگڈھ۔ اس موجودہ خرابی کو جو پرانوں کے سبب سے آریہ قوم پر دجو بالفعل ہندو نام سے ملقب ہے آ پہنچی ہے جس کی تمام درد وید کو چھوڑ کر راستی سے مُنہ موڑ کر پورانوں کی پیروی کرنا ہے۔ اسی کو اکثر دیانتدار مورخوں نے بیان کیا ہے۔ اور آخر کار اسوقت منصف انصاف کو یہ بھی کہہ دینا پڑا کہ باوجود اس خرابی کے بھی "بجز ہندوستان کے کوئی ملک ایسا نہیں معلوم ہوتا ہے جس میں مذہب و دھرم لوگوں کے پیش نظر رہتا ہو۔" (تاریخ ہندوستان صفحہ ۱۴۱ ۱۸۶۲ء)

۷۔ حضرت لوط نے صرف ایک بیٹی سے بدفعلی نہیں کی۔ بلکہ دو سے

اے محمدی بھائیو۔ ذرا خدا کے واسطے غور کرو۔ کہ اولاد بھی ہوئی مقدس سی بھی بدستور بنے رہے۔ انہیں تینوں کو خداوند تعالیٰ نے نہایت مقدس سمجھ کر جس کر اسی کار خیر و عمل نیک کے واسطے گندہک کی آگ سے بچایا تھا۔ اسی حضرت لوط علیہ السلام پر خدا کا الہام بھی نازل ہوتا تھا۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بہت قریبی رشتہ دار بھتیجے تھے۔ معمولی آدمی بھی نہیں بلکہ پیغمبر تھے۔ پس انصاف کرو کہ برہما سے وہ کسقدر زیادہ گناہگار ہیں۔ کسقدر زیادہ بدچلن ہیں۔ اور کسقدر زیادہ نفرین کے لائق ہیں۔ کم سے کم ڈبل مجرم ہوتے ہیں تو کوئی جاہل مطلق بھی انکار نہیں کرتا اور تحفۃ الہند صفحہ ۸۱ پر آپ لکھتے ہیں کہ برہما کا کوئی شخصی وجود نہیں ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو برہما پر کوئی الزام عاید نہ ہوا اور صرف حضرت لوط ہی ملزم ٹھہرے۔

تحفۃ الہند صفحہ ۲۲ و ۲۳۔ ایک بیاہ میں برہما کی منی زمین پر گر پڑی۔ مہادیو نے قتل کرنا چاہا۔ برہما اور بشن نے مہادیو کے قدموں پر سر رکھا۔ اور وچھ نے بھی بہت خوشامد کی۔ تو راضی ہوئے۔ اور کوہ کیلاش میں رونق افروز ہوئے از شیو پران

جواب ۔ہماری کتب معتبرہ میں اسکا پتہ ندارد ہے۔ پوران فہرست صداقت سے خارج ہیں۔ ناراں غیر مستند ہیں۔ پس ہم انکی صحت سے انکاری ہیں۔ مگر تمہاری کتب معتبرہ میں ایک ایسا ہی واقعہ موجود ہے۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام تمہارے جد امجد اور پیغمبر اول پر ایسی شامت باعث ندامت ہوئی۔ چنانچہ مفصل حال اسکا تفسیر حسینی میں اس طرح لکھا ہے۔ دیکھو سورۃ کہف، در عین المعانی آوردہ کہ آدم را احتلام شد و منی او بخاک آلودہ گشت آدم ازاں حال اندوہ ناک گشت حق تعالےٰ این دو قوم یاجوج و ماجوج را ازاں خاک آلودہ منی ابو البشر بیافرید و بقول کسے کہ گوید انبیاء علیہ السلام محتلم نے شوند این قول ضعیف است،، (تفسیر حسینی صفحہ ۵ جلد ۲)

تحفۃ الہند صفحہ ۱۳۵ و ۱۴۱ تا ۱۳۹ و ۲۱۹ و ۲۶۳ و ۱۲۹۔ برہما نے بار ہا جھوٹا دعوے خدائی کا کیا۔ اور بید کو جسکو کلام خدا مانتے تھے۔ اس کا حکم نہ مانا اسواسطے اسکا سر کٹ گیا یا جل گیا۔ اور یہ بات قرار دی کہ جو کوئی لنگ کا آغاز و انجام دیکھ آوے وہی خدا ہے۔ اور جھوٹ کہہ دیا کہ میں نے لنگ کو چھو لیا ہے۔ اور اس بات پر دو گواہ جھوٹے قائم کئے۔ اور اپنی لڑکی پاک سدہیا پر عاشق ہوئے اور برے کام کا قصد کیا جس پر مہادیو نے ان پر ہزار لعنت کی۔ اور دوبارہ اپنی پوتی کے نطارہ حال سے انزال فرمایا۔ اور سدہ شدہ کو خدا کی عبادت سے باز رکھا۔ اور اندر کے گناہ کو بے گناہوں کی گردن پر رکھ دیا۔ اور پانچواں حصہ ان کی کلام کا جھوٹ اور فحش ہوا۔ چنانچہ یہ سب کچھ سند کے ساتھ فصل اول میں مفصل بیان ہو چکا ہے اب یہ فرمائیے۔ کہ ان سب امور میں سے آپ برہما کی کس کس بات پر انکار کرو گے اور کس کس کام کیواسطے بجا لا کفارہ کا ثابت کرو گے۔ ع

تن شدہ جملہ داغ داغ پنبہ کجا کجا نہی

جواب باصواب ۔آپ نے برہما جی کی نسبت بحوالہ پورانوں کے الزام لگائے ہیں۔ مگر تمہیں کسی پوران کی اصل عبارت درج نہیں کی۔ سارا زور آپ کا سوط اللہ الجبار پر ہے۔ ہر جگہ اسی کا حوالہ درج ہے۔ اصل کتب سے کوئی غرض نہیں سوط اللہ الجبار کی منشی **اندرمن** مراد آبادی نے اپنے **اندر بجر المشہور عماد ہند** میں اچھی طرح دھجیاں اڑائی ہیں۔ اور اس کی غلطیاں عام و خاص کی ذہن نشین کرائی ہیں۔ آریہ گرنتھوں کی رو سے جن کی مفصل فہرست ہم اسی پستک میں درج

ھ قرآن سورۃ السبا ۶ ہم مرل

کر چکے ہیں۔ اور ہادی جہان تیرتھاں سوامی **دیانند جی** مہاراج نے اپنی لاجواب کتاب **ستیارتھ پرکاش** میں بھی لکھ دی ہے۔ (دیکھو صفحہ ۱۰ سے ۲۳)کوئی اعتراض برہما جی یا کسی اور رشی پر نہیں آسکتا۔ آریہ سماج محمدیوں اور عیسائیوں سے لاکھ گنا زیادہ ان مخالف حق گرنتھوں اور وید ورود وہ پستکوں یعنے پورانوں کا رد کر رہا ہے۔ جس کے سبب سے ویدک دھرم روز افزوں ترقی پکڑ رہا ہے مگر ہم بتاتے ہیں کہ دین اسلام کے عموماً نبی اور خصوصاً ختم المرسلین محمد صاحب ان اعتراضوں کے سراپا زیر بار ہیں وہ دوسروں کے طبیب نہیں۔ بلکہ انہیں امراض کے خود بیمار ہیں۔ ہم غیر معتبر قصّانوں جیسے امیر حمزہ، الف لیلہ کی شہادت نہ لادیں گے۔ بلکہ خدائے اسلام اور علمائے اسلام کی اصل کتابوں کی اصلی عبارت سُنا دیں گے تاکہ کسی طرح کا آپ کو شک نہ رہے۔

پیغمبروں نے خدائی کا دعوے کیا

تمہارے ہاں بھی نبیوں نے خدائی کا دعوے کیا ہے۔ عیسیٰ مسیح روح اللہ نے خدائی کا دعوے کیا اناجیل اربعہ شاہد ہیں تمام امت اس کی اس کو خدا مانتی ہے۔ سیکڑوں محمدی بھی دین اسلام سے تائب ہو کر اس کی خدائی کے مقر ہو گئے ہیں اور یہاں تک ہی بس نہیں بلکہ اس میں سے چند فضلا نے دین اسلام کے رد میں کتابیں بھی لکھی ہیں (مفصل دیکھو **نیاز نامہ** مصنفہ مولوی صفدر علی صاحب انسپکٹر مدارس او ر **الجواہر القرآن** ۔ مصنفہ مولوی عبداللہ آتھم صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر حال مقیم امرتسر اور تحقیق القرآن و تاریخ محمدی اور ہدایت المسلمین و نغمہ طنبوری مصنفہ مولوی عمادالدین صاحب رئیس پانی پت وغیرہ وغیرہ)

چو حضرت محمد صاحب نے بھی خدائی کا دعوے کیا۔ اپنے ہاتھ کو خدا کا ہاتھ کہا (یداللہ فوق ایدیھم قرآن ترجمہ میں خدا کے نور سے ہوں۔ اس حدیث پر مصنف مثنوی اصول دین ہند و لکھتا ہے۔

شعاع نور سے کیف خدا ہے ۔ بظاہر نور ایزد سے جدا ہے

شیخ فرید الدین عطار سرآمد صوفیان روزگار نے حدیث لی مع اللہ وقت سے محمد صاحب کو خدا ثابت کیا ہے۔

من خدا ایم من خدا ایم من خدا ۔ فارغم از کبر و کینہ و ز ہوا
بود شخصے گفت مارا ہمچنیں ۔ ے تو کافر ے تو داری کیش و دیں
پیشوائے ما تو چوں مصطفےٰ ست ۔ لاجرم تو آنچہ گوئی کے روا ست
بعد ازاں عطار گفت اے کور گر ۔ از رموز سر عشقے بے خبر
تو بہ بند صورتے وا ماندۂ ۔ کے تو حرف حق احمد خواندۂ
لی مع اللہ گفت احمد در بیاں ۔ تو کجا دانی کہ ہستی بے نشان
راز ما س گفت احمد از صفا ۔ تو کجا ہستی کہ دانی بے وفا
تو بصورت ہم چو کافر ماندۂ ۔ واصل حق را تو کافر خواندۂ،،

مثنوی رومی میں ایک اولیا اور بایزید بسطامی کا مکالمہ درج ہے۔ جس میں اس ولی نے اپنے آپ کو خدا لکھا ہے

چوں مرا دیدی خدا را دیدۂ ۔ گرد کعبہ صدق بر گردیدۂ
طاعت من طاعت و حمد خداست ۔ تا نہ پنداری کہ حق از من جداست
چشم نیکو باز کن در من نگر ۔ تا ببینی نور حق اندر بشر
کعبہ را یک بار بیتی گفت یار ۔ گفت یا عبدی مرا ہفتاد بار

مثنوی رومی دفتر دوم صفحہ ۲۴۷ سنہ ۱۲۷۲ حیدری بمبئی۔

فاضل باکمال مولوی میر ضیاء الدین صاحب عبرت فرماتے ہیں۔

زدریا موج گوناگوں برآمد — زبیچونی برنگ چوں برآمد
گہے در کسوتے لیلی فرو شد — گہے بر صورت مجنوں برآمد
ازیں دریا بدیں امواج پُرنم — ہزاراں گوہر مکنوں برآمد
کیا لے رنگی سے جب رنگ پیدا — ہوا انوار محمد تب ہویدا
ہوئی جب شکل احمد آشکارا — ہوا آپہی خود اپنے پر شیدا
ہر ایک عالم کو گوناگوں بنایا — وہ بیچوں بیگوں چوں میں آیا
ہزاروں شاں میں ہو کر وہ گُم — کبھی عاشق ساده گاه عدرا
یہ کعبہ سے غرض نہ طالب دیر — ہے مقصد اُسکو اپنی جلوہ کی سیر
سبھی ہیں جب سے جدا وہ — کہا تا ہے جدا گہ نا خدا وہ
وہ گاہے یار اور گاہے ہے اغیار — وہی سمجھے جو ہو دانائے اسرار
وہ کس کس شان میں ہو کر ہویدا — وہ آپ ہی اپنے اوپر ہوگئے شیدا
وہی دیر و حرم میں جلوہ گر ہے — کہ ہر ایک سنگ میں تجھے شرر ہے
ہے اک شعلہ سے ای شیخ و برہمن — چراغ کعبہ و بُت خانہ روشن
ظاہر حسیم احول کے دو ہیں ہے — مسعر کو تو زقا اسمیں نہیں ہے
کہ اک عالم ہی وحدت دیکھتا ہے — تو اک عالم ہی کثرت دیکھتا ہے
نظر میں راستاں کو دل بنا کا — ہے سنگ سرخ اُسکے آستاں کا
یکی فارق۔ کوئی مفروق ہیگا — وہی عاشق وہی معشوق ہیگا

(دیکھو سیر بہار مطبوعہ نولکشور ۱۸۰۵ء میں حمد خدا تعالے صفحہ ۴ و ۵)

مولوی جامی نے یوسف نبی کو خدا کہا۔

نہے بود از سپہر آشنائی — از کون و مکاں راز رسائی
مقدس نوری از قید چه و چوں — سراز جلباب چوں آورد بیرون
چو آں بیچون ریچ یں گرد آرام — پئے روپوش کرده یوسفش نام

قولہ مقدس نورے از قید و چوں "تا آخر بیت" تالی اے حضرت یوسف۔ بود ند مگر نور ذات مطلق کہ پاک ست از بیوں و چرا از جلباب چوں بیسے صورت یوسف برآورد و برائے پرده پوشی نام آں یوسف کرده (زلیخا ۱۲۰۵ صفحہ ۲۱ نولکشور۔

ایک مولوی کتاب تحقیق یکی ہے ہم کو سند — احد ہے سوا احمد ہے احمد ہوا احد

صدیقی۔ احمد کو تم نے جان کہا ہو وہی احد — مذہب بگیر اور ہو گا کسی بوالفضول کا

ضامن۔ کوئی سمجھتا ہے احمد کو بیٹا کل — خدا رسید دوں ایس تکو خدا سمجھا

احد سے کون بن آیا ہے احمد — محمد ہے محمد ہے محمد
تشکل بشر ہے آں نور سرمد — محمد ہے محمد ہے محمد
بسجدہ او معلم گشت کعبہ — بطوف او مشرف گشت قبلہ
تو سہ او معزز سنگ اسود — محمد ہے محمد ہے محمد
کہا جبرئیل کو مسجد میں اکدن — پس پرده وہاں ہے کون ساکن
وہاں ہو وے احد اور یاں احمد — محمد ہے محمد ہے محمد
کہا جبرئیل نے آکر کے او دا — مجھے کیوں بیچ میں تم نے پھرایا
سوائے ذات اقدس کہ باشد — محمد ہے محمد ہے محمد
کھلا جب عائشہ پر سر مکنوں — رسول اللہ تم کو میں کہوں گی یں
خدا تم کو کہوں گی یا محمد — محمد ہے محمد ہے محمد

محمد صاحب نے قرآن کا حکم ٹالا | قرآن میں لکھا ہے کہ بغیر زنا کے عورت کو طلاق مت دو

مگر محمد صاحب نے اسکے خلاف عمل کیا۔ یعنے مسمات بی بی سودہ کو اس جرم پر کہ وہ بوڑھی ہو گئی تھی۔ بغیر زنا کے طلاق دیدیا چنانچہ قرآن میں لکھا ہے۔ سورۃ طلاق لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن الا ان ياتين بفاحشة مبينة۔ ترجمہ مت نکالو عورتوں کو گھروں سے اور چاہیئے کہ وہ بھی نہ نکل جاویں۔ مگر جبکہ ظاہری بیحیائی عمل میں لاویں۔ "وارباب سیر آوردند کہ حضرت پیغمبر سودہ بنت زمعہ را طلاق داده او بر سر راه حضرت بنشست تا وقتے کہ سید عالم برسید۔ سوده بزبان تضرع گفت یا رسول اللہ رجعت نمائے من بخدا سوگند کہ دوستی مرد در دل ہیچ نمانده لیکن مے خواہم کہ فردائے قیامت در زمرہ زناں تو محشور شوم و نوبت خود را بعائشہ مے بخشم حضرت نوئے مراجعت فرمود و بروز نوبت او در خانہ عائشہ مے بود۔ (تفسیر حسینی جلد ا سورۃ نسا صفحہ ۱۳۷) اور اسی طرح محمد صاحب نے توریت کا حکم۔ ما یا شتر جو بمنزلہ سور حرام تھا اسکو حلال کر دیا (توریت احبار ۱۱ ۴ و ۷)۔

جھوٹ کا ثبوت | برخلاف تمام گزشتہ نبیوں کے اور توریت و زبور وغیرہ کتابوں کے جھوٹا دعوے کیا۔ کہ میں خدا کا نبی ہوں اور بالکل غلط کہا کہ یہودی کہتے ہیں۔ عزیر ابن اللہ ہے۔ اور یہ بھی غلط کہا کہ عیسیٰ مصلوب نہیں ہوا۔ اور یہ بھی غلط کہا کہ میں رات کو معہ گھوڑے کے زینہ پر چڑھ کر آسمان پر خدا سے ملاقات کرنے گیا تھا (دیکھو قرآن سورۃ نجم اور دیکھو سورہ بنی اسرائیل (حدیث بخاری مندرجہ صفحہ ۵ و ۶ تائید الاسلام ۱۲۹۸ھ جلد ا نمبر ۲ مراد آباد۔ تفسیر صافی و کافی کلینی میں روایت حبیب ابن بشیر اور معالم التنزیل۔ سورۃ نحل آیت ۱۰۱۔

حضرت علی نے جھوٹ کہا ہے۔ خدا کے حکم سے ایک فرشتہ نے جھوٹ کہا۔ جبرئیل و موسیٰ کا فریب۔ اسحاق پیغمبر نے جھوٹ بول کر باپ اور خدا کو فریب دیا۔ ابراہیم پیغمبر نے جھوٹ بول کر اپنی جورو کو بہن کہا اور بہن نہیں بلکہ پھر اُس سے شوہری برتاؤ کیا (دیکھو تاریخ انبیا مطبوعہ ۱۲۷۰ھ دہلی صفحہ ۲۴۲ و ۳۸ و ۲۵۱ و ۲۰۵ سطر ۲ و ۳۲ اور صحیح ۹۲۔ اور توریت پیدائش باب ۲۷۔ ۲۔ اور باب ۲۔ آیت ۱۲۔ اور باب ۲۶۔ آیت ۰۔ اور تاریخ انبیا صفحہ ۴۸ و ۵۳ مطبوعہ مرتضائی دہلی و تاریخ طبری صفحہ ۵۰۔ ۶۴ ۱۲۹۱ء نولکشور شریعت میں تقیہ یعنے موقعہ پر جھوٹ بولنا جائز ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ لا والله ما على وجه الارض من تستحب الى من التقية اور عقوبت الضالین میں بحوالہ کتاب ہدایت المسلمین کے لکھا ہے "شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ علی نے اور محمد صاحب نے تقیہ بھی کیا ہے۔ اس لئے ہم پر تقیہ فرض ہے یعنے کسی مطلب کے لئے جھوٹ بولنا" (عقوبت صفحہ ۸۰ و ہدایت صفحہ ۲۶۷ دفعہ نمبر ۹۷۵) شیخ طریقت پیر شیخ مصلح الدین سعدی لکھتا ہے۔ "دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز" (گلستان باب اول) پھر امام غزالی صاحب فرماتے ہیں "و رسول صلی اللہ علیہ وسلم در دروغ رخصت داده در سہ جائے یکے در حرب کہ عزم خود با خصم راست نگوید و دیگر چوں میان دو کس صلح افگند سخن نیکو گوید از ہر یکے بہ دیگرے اگرچہ او نگفتہ باشد و دیگر کسے کہ دو زن دارد با ہر یکے گوید ترا دوست تر دارم (دیکھو کیمیائے سعادت صفحہ ۲۹۲ نولکشور ۱۲۷۹ء) اور مظاہر الحق جلد ۴ صفحہ ۹۵ و ۵۵ اور تحفۃ الاخبار نمبر ۹ و ۱ و ۱۹۳)

محمد صاحب نے اپنے بیٹے کی جورو سے لا نکاح صحبت کی | مسماۃ زینب زوجہ زید پسر متبنی خود سے آنحضرت نے بلا نکاح صحبت کی اور جھوٹ بولا کہ خدا نے آسمان پر میرا نکاح پڑھا ہے اور جبرئیل گواہ ہے۔ بدی کا قصد ہی نہیں کیا بلکہ کر بھی لی مفصل دیکھو تفسیر حسینی جلد دوم سورۃ احزاب صفحہ ۱۶۲ ۱۲۰۶ھ)

مسماۃ حوا جو آدم کے جسم سے نکلی تھی جس طرح بقول پرانوں کے پاک رہا کے جسم

سے اُس سے حضرت آدم نے جماع کیا۔ باک یعنے کلام کا مُنہ سے نکلنا ایک سیدھا سادہ علمی استعارہ ہے یہ کسی عورت کا نام نہیں۔ اور نہ برہما جی کی بیٹی کا نام ہے چنانچہ امرکوش میں لکھا ہے

ह्री वाकु वा गीसर स्वति

یعنے گی۔ واک۔ بانی۔ سرسوتی یہ چاروں نام کلام یا گفتگو کے ہیں۔ مگر حضرت آدم پر اعتراض تا قیامت باقی رہے گا۔ اسی طرح حضرت آدم کے تمام بیٹے اپنی بہنوں سے محبت کرتے تھے اور خدا کا حکم تھا۔ (توریت باب پیدائش اور تاریخ انبیاء صفحہ ۱۰ و ۱۲ ...)

نمبر ۵ - کا جواب یہ ہے کہ جب سارے مسلمان محمد صاحب کے فرزندوں کی جگہ پر پھر حضرت نے طبقہ اول کے مسلمانوں کی بیٹیوں سے کیوں شادی کی جو صریح الزام ہے غور سے سوچو۔

۶ محمد صاحب نے مسلمانوں کو خدا کی عبادت سے روکا

طبقہ اول کے مسلمان زیادہ عبادت کرنا چاہتے تھے محمد صاحب نے اُن کو منع کیا۔ ایسا نہ ہو کہ اُن کے زیادہ عبادت کرنے کے سبب لوگ اُن کی طرف جھک جائیں چنانچہ تفسیر حسینی میں لکھا ہے سود دراکثر تفاسیر ذکر اند کہ روزے حضرت رسالت پناہ برائے صحابہ وصف قیامت مے کرد و از احوال شمہ آنروز بازمے نمود تتمے چند اصحاب کہ صدیق و مرتضے و ابن مسعود و مقداد و ابوذر و سلیمان از ایشاں بودند در خانہ عثمان بن مظعون مجتمع شدند براں اتفاق کردند کہ بقیہ العمر روز بصیام و شب بقیام گذرانند و بر فراش خواب نہ کنند و گوشت و چربی نخورند و گرد زناں نگردند و ترک دنیا کردہ گلیم پوشیدہ گرد عالم برایند و بریں اتفاق سوگند یاد کردند۔ ایں خبر بحضرت رسالت پناہ رسیدہ بایشاں گفت کہ من بامور نیستم آنچہ شما فکر کردہ اید بدرستیکہ نفس شما بر شما حق است پس روزہ دارید و افطار کنید و در شب قیام نمائید و بخسپید کہ من پیغمبرم و خواب مے کنم و روزہ مے دارم و افطار مے نمایم و گوشت و چربی مے خورم و بزناں مے آیم و ایں آیت نازل شد یا ایہا الذین آمنوا (سورۃ المائدہ صفحہ ۱۵۵ و ۱۵۶)

۷ محمد صاحب کی کلام میں ۱۵ سے ۱۴ غلطیاں ہیں

چنانچہ محدث بخاری نے مُلک مُلک پھر کر چھ لاکھ حدیثیں جمع کیں۔ پھر درپے امتحان ہوا تو آخر کار ۷۰۹۰ حدیثیں لی اصل ٹھہرا کر رد کر دیں فقط ۔ ہم حدیث قبول کیں۔ مشکوۃ میں لکھا ہے و بثبوت پیوستہ کہ بخاری گفتہ من صحیح جامع خود را از شش صد ہزار حدیث تخریج نمودہ ام۔ (جلد اول صفحہ ۱۱) ابو داؤد نے پانچ لاکھ جمع کیں اُن میں سے بقول بعضے چار ہزار آٹھ سو اور بقول بعضے چار ہزار قابل اعتبار گرداں کر باقی رد کر دیں۔ پس صاف ظاہر ہے کہ بخاری وغیرہ نے کل احادیث کا جائزہ لے کر اُن کے ۱۵ حصہ قرار دے کر ۱۴ حصہ مردود اور ایک حصہ مقبول ٹھہرایا۔ برہما جی کی بابت اگرچہ کسی معتبر گرنتھ میں نہیں لکھا ہے کہ اُس کی کلام کا پانچواں حصہ جھوٹ ہے حالانکہ شاستروں میں ہے کہ ایک لفظ بھی جھوٹ نہیں ہے اگر ہے تو کسی گرنتھ سے شہادت دو ورنہ سہ دروغ آدمی را کند شرمسار + دروغ اے برادر مگو زینہار۔ پس اِن سب امور میں آپ قرآن اور محمد صاحب کی کس کس غلطی سے انکار اور کہاں کہاں اقرار کر دگے ،، جسنے اپنے ہاتھوں کو خدا کا ہاتھ بتلایا اور اپنے آپ کو پوجوایا۔ جس کی اُمت کے بائیق آدمیوں نے جسکو خدا یعنے احمد بے میم (احد) ٹھہرایا۔ مولوی رومی جیسے علماؤں سے جسے اوتار بتلایا۔ جس نے خدا کے تمام گذشتہ حکموں الہاموں کی تقویم پارینہ کی طرح مٹی پلید کی۔ اور جھٹلایا۔ جس نے اپنے آپ کو ختم المرسلیں کہلایا۔ جسنے پورانے نبیوں کے قدموں سے منہ موڑ نیا دین چلایا۔ جس نے بہت جھوٹے دعادی اپنی کتاب قرآن میں لکھے ہیں اور جس نے لوٹ مار ذریعہ ترقی سمجھ کر تلوار کے ڈر سے لوگوں کو گرویدہ بنایا جس نے

اپنے بیٹے کی بہو سے بلا نکاح جماع کیا۔ اور الزام خدا پر لگایا۔ اور ایک جھوٹا فسانہ بنایا کہ خود خدا نے عرش پر میرا نکاح زینب سے پڑھا۔ اور جبرائیل گواہ بنایا۔ جس نے ریاضت و نفس کشی سے لوگوں کو باز رکھ کر ۷۲ حور اور ۷۲ غلماں کی دام الفت میں پھنسایا اور خدانخواستہ بہشت کو ایک شہوت خانہ بنایا۔ جس کے کلام میں ۱۴ حصہ جھوٹ اور ایک حصہ سچ مطالعہ میں آیا بھلا کیا ایسا شخص خدا کا رسول اور حامل وحی ہو سکتا ہے اور کیا ایسے شخص کی سفارش سے کسی طرح کی دین و دنیا کی بھلائی ہونی ممکن ہے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ پس ہم کو بقول تمہارے کہنا پڑا۔ سہ

تن شدہ جملہ داغ داغ پنبہ کجا کجا نہی

بتس کی بابت اعتراض کا جواب

تحفۃ الہند صفحہ ۱۳۵ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۳۱ و ۳۲۲ - از انجملہ ایک پیشوا ان کے بتس جی ہیں جنہوں نے دھوکا دے کر برندا جلندھر کی جورو سے زنا کیا۔ اور اسکی بد دعا سے پتھر بن گئے۔ ۱۱

جواب - دین اسلام کے پیغمبروں اور پیشواؤں میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس کے عمدہ چال چلن سے دُنیا کو نیکی اور اخلاق کا سبق حاصل ہو۔ معمولی دیندار کی حالت کو ہم کیا کہیں اور کس کے آگے بیان کریں۔ جبکہ بڑے بڑے پیغمبروں کے چال چلن کا یہ حال ہو۔ ایسے موقعہ پر ہم کو اسلام کی حالت دیکھ کر بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ تو نے خود بانیانِ اسلام کا کیا اخلاق سدھارا۔ جو لوگوں کا سنواریگا۔

تو بہ خویشتن چہ کردی کہ کُنی بہ دیگراں ہم   حقا کہ واجب آمد ز تو احتراز کردن

اسلام کے نامی گرامی بلکہ الہامی پیغمبروں میں سے ایک حضرت داؤد ہیں۔ جنہوں نے اوریا کی جورو بلیشا بنت سبع کو ورغلا کر اُس سے زنا کیا۔ اور اوریا اُس کے خاوند کو فریب سے دھوکا دے کر قتل کرا دیا۔ اگر کسی متعصب مولوی کو انکار ہو تو ہم شہادت پر تیار ہیں۔ دیکھئے تمہاری مقدس کتاب سموئیل میں خدا اس طرح فرماتا ہے وہ ایک دن شام کو ایسا ہوا کہ داؤد اپنے بچھونے پر سے اُٹھا۔ اور بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا۔ اور وہاں سے اُس نے ایک عورت کو دیکھا۔ جو نہا رہی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی۔ تب داؤد نے اس عورت کا حال دریافت کرنے کو آدمی بھیجے۔ اُنہوں نے کہا کیا وہ انعام کی بیٹی (بنت سبع) نہیں اور اوریاہ کی جورو نہیں۔ اور داؤد نے لوگ بھیج کے اُس عورت کو بلا لیا۔ چنانچہ وہ اُس پاس آئی اور اُس سے ہم بستر ہوا۔ کیونکہ وہ اپنی ناپاکی سے پاک ہوئی تھی۔ اور وہ اپنے گھر کو چلی گئی۔ اور وہ عورت حاملہ ہو گئی۔ سو اُس نے داؤد پاس خبر بھیجی۔ کہ میں حاملہ ہوں۔ (دیکھو سموئیل ۲ باب ۱۱۔ آیت ۲ سے ۵ تک) اور اوریاہ کے مروا دینے کے بعد داؤد نے اُس کو جورو کر لیا۔ اور داؤد پیغمبر کے نطفہ سے اُس عورت کے شکم سے پیغمبر زادہ حرام کا لڑکا پیدا ہوا۔ (دیکھو سموئیل ۲ باب ۱۱۔ آیت ۲۶ و ۲۷ صفحہ ۳۰۱ کالم ۲ مطبوعہ ۱۸۸۳ء)

پھر اُسی عورت سے داؤد نے دوبارہ صحبت کی۔ اور حمل ٹھہرایا۔ اور اُسی عورت سے حضرت **سلیمان** پیغمبر پیدا ہُوا۔ (دیکھو سموئیل ۲ باب ۱۲۔ آیت ۲۴ و ۲۵ صفحہ ۲۸۲ کالم ۲ ۱۸۸۳ء لودھیانہ)

حضرت داؤد نے اُس عورت کو جب کہ وہ نہا رہی تھی۔ علانیہ برہنہ دیکھا (سموئیل ۲ باب ۱۱ آیت ۲) حضرت داؤد وہی اسلام کے ہیں جن پر خداوند تعالے نے زبور مقدس نازل فرمائی۔ اس کے ساتھ ہی دیکھو قرآن سورۃ ص خصموا علی داؤد ففزع منھم قالو لا تخف خصمٰن الخ۔ اسکے حاشیہ پر صفحہ ۴۴۴ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام بود و نہ زن داشت مع ہذا زن دیگر کہ در خطبہ شخصے بود در نکاح او بود درخواست کرد۔ خدا تعالے لو فرشتگاں بجہت تنبیہ داؤد بشکل خصوم ممثل

ساخت۔ اشارت باین قصہ است درین آیات ۱۱ اور تفسیر حسینی میں لکھا ہے۔ بعضے از مفسداں ایں قصہ را بر وجہے ایراد کردہ اند کہ شرع و عقل در قبول آں ابا میکند مختصرا ۱ اور اسی کے متعلق تفسیر میں ہے۔ قیل فرقیان لیطاق ما قبل من حمان الطمع و قیل اتمان فی الصیہر لبعاهما و الحتیم یطلق علی الواحد والکثر وهما ملکان حاء فی علی ما وقع مصر وکان للہ تسع وتسعون امرأۃ وطلب امرأۃ شخص لیس لہ غیرها وتزوجها ودخل بہا ۱۱ (دیکھو تفسیر جلالین مطبوعہ حیدری بمبئی ۱۸۹۱؁ صفحہ ۱۱۵) اور قرآن مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۲۹۹؁ صفحہ ۶۰۲ پر لکھا ہے۔ دیکھو ف ۲) اور دیکھو تاریخ انبیا ذکر داؤد صفحہ ۱۵۱ سے ۱۵۳ تک ۱۲۶۲؁ و سیرت الرسل و بحر مواج و لب لباب و اخلاق الصالحین میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ کہ داؤد سے ضرور زنا کیا۔ ۱۱

بشن جی کا واقعہ کسی معتبر گرنتھ میں نہیں ہے۔ مگر داؤد کا قصہ عموماً دین اسلام کی مستند و الہامی کتابوں میں لکھا ہے۔

اعتراض صفحہ ۲۵ اسکند پوران کے ادھیائے چھیالویں میں لکھا ہے۔ کہ بشن جی نے بعد و ۵۸ حجۃ الہند راجا دیوداس راجا کاشی کے یہ ہدایت عام فرمائی کہ جہاں کا خالق کوئی نہیں جو بردیوں کے ساتھ عیش کرنا ہی حکمت اور نجات۔ اور جسم کا فائدہ ہے اور جورو اور بہن اور بیٹی میں فرق جاننا بے عقلی ہے تمام عورتوں کو یکساں جانکر جس سے دل چاہے مزا کرے۔

جواب۔ یہ راجا بہت قریب زمانہ کا ہے جبکہ مذہب بام مارگ ہندؤں میں چلا تھا۔ جو کہ زنا و شراب نوشی و گوشت خوری و بدعملی کی بنیاد ہے۔ کسی بشن نام برہمن بام مارگی نے یہ کام کیا ہوگا۔ جیسا کہ اب بھی بام مارگی ایسا ہی کرتے ہیں۔ مگر وید دھرم کے قطعی مخالف ہیں اور مہاتما پنڈت اس طریقہ کو بالکل ناپاک سمجھتے ہیں دیکھو لفظ بام پر شبد استوم مہاندھی۔

تاریخ الخلفا میں جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔ قال لما افضت الخلافۃ الی الرشید وقعت فی نفسہ جاریۃ من جوار المہدی فراودھا علی نفسہا فقالت لا اصلح لک ان اباک قد طاف بی فشغف بہا فارسل الی ابی یوسف فسالہ اعنک فی ھذا شئ فقال یا امیر المومنین اوکلما ادعت امۃ شیئا ینبغی ان تصدق لا تصدقہا فانہا لیست بمامونۃ۔ قال ابن المبارک فلم ادر ممن اعجب من ھذا الذی وضع یدہ فی دماء المسلمین واموالہم یتحرج عن حرمۃ ابیہ او من ھذہ الامۃ التی رغبت بنفسہا عن امیر المومنین او من ھذا فقیہ الارض وقاضیہا قال اھتک حرمۃ ابیک واقض شہوتک وصیرہ فی رقبتی۔ نقل رشید کی چند خبروں میں۔ خدا اسکو معاف کرے۔ سلفی طیوریات میں اپنی سند سے ابن مبارک سے روایت کرتا ہے۔ کہ جب وقت خلافت ہارون رشید تک پہنچی۔ تو اُس کے اوپر مہدی اُس کے باپ کی ایک مدخولہ گزری پس اس نے اُس کے نفس کو اپنی ذات کے واسطے پسند کیا۔ اُس نے کہا تیری بھلائی نہ ہوگی تیرے باپ نے میرے ساتھ صحبت کی ہے۔ ہارون رشید فریفتہ ہوگیا۔ اور آدمی بھیجا ابو یوسف امام زماں کے پاس۔ اور اس سے سوال کیا کہ اس کے جواب میں بھی تیرے پاس کوئی چیز ہے۔ امام نے فتویٰ دیا کہ اے امیر المومنین جس چیز کو وہ طلب کرتی ہے چاہیے کہ تو اُس کو دے دیوے تاکہ میں اس کی تصدیق کروں کیونکہ وہ ماموں نہیں ہے۔ یعنے عورت کی قابل اعتبار نہیں اسکو تصرف میں لانا چاہیئے۔ کہا ابن مبارک نے کہ مجھے معلوم نہیں زیادہ عجیب اس شخص سے کہ جسنے لکھا ہے۔ ایسا بادشاہ مسلمانوں کے خون اور مال میں اور دخیل ہوتا ہے یعنے باپ کی حرمت میں۔ یا اس عورت سے جسنے کہ رغبت کی اپنی جان سے امیر المومنین کو۔ اور اس فقیہہ الزماں اور قاضی سے کہ جسنے فتویٰ دیا کہ اپنے باپ کی حرمت کو پھاڑ ڈال اور اپنی شہوت کو پورا کر اور اُس کو اپنے تصرف میں لے آ۔ ۱۱ (صفحہ ۱۹۷ ۱۳۰۹؁ مجتبائی دہلی)

کرشن جی کی بابت اعتراضوں کا جواب

حجۃ الہند صفحہ ۱۴۱ سے ۱۴۴ و ۱۵۲ و ۱۵۴ اعتراض کرشن کا شرک کرنا۔ اور شرک کا حکم دینا یعنے خود برہمنوں کی اور مہادیو کے لنگ کی اور بن پربت کی۔ اور آگ کی پرستش کرنا۔ اور دوسروں سے گروانا اور دیوتا کے واسطے جنگ کا حکم دینا۔

جواب۔ کرشن جی نے۔ تو کبھی شرک کیا اور نہ شرک کا حکم دیا بلکہ ہمیشہ شرک سے نفرت کرنے اور لوگوں کو راہ راست کی ہدایت دیتے رہے۔ مہابھارت شانتی پرب ادھیائے ۵۳ میں لکھا ہے۔ स्थान पद्मासन... (दे.) यौगिक ब्रह्म... (Sanskrit verse, partly illegible)

یعنے سری کرشن جی نے یوگ کی حالت میں گیان کے ذریعہ سے تحقیق کرکے اُس سناتن برہم پرماتما کا دھیان کیا۔ ہاں اگر کرشن جی کے شرک سے مراد برہمنوں کی تعظیم و تکریم ہے۔ تو اس کے ہم اقبالی ہیں۔ بے شک کرشن جی نے جو کہ ایک نیک انسان اور فاضل آدمی تھے۔ برہمنوں کی خدمت کی اور تا زیست کرتے رہے کیونکہ

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد ہر کہ خود را دید او محروم شد

اور وید میں حکم ہے کہ پانچ کام روزمرہ انسانی فرائض سے ہیں (۱) عبادت اُپاسنا یعنے صحت روحانی کا علاج (۲) اگنی ہوتر یعنے صحت جسمانی کا علاج (۳) پترییگ یعنے ماتا پیتا و اچاریہ برہمن کی خدمت و تعظیم۔ (۴) اتھتی یگیہ یعنی مہمان نوازی (۵) غریب غربا کے واسطے جو مستحق ہو خیرات۔ برہمنوں کی تعظیم اگر شرک ہے۔ تو ماں باپ کی تعظیم و تکریم بھی شرک ہے۔ اور یہ نوح سے لے کر سب پیغمبر کرتے رہے۔ پس بقول تمہارے سب مشرک ہوئے۔ مگر ایسا نہیں کیونکہ یہ جرم نہیں بلکہ ثواب ہے۔ اور اخلاق حسنہ کا فتح الباب ہے۔

مہادیو کے لنگ کی کرشن جی نے پوجا نہیں کی۔ اور نہ کرشن جی کے وقت میں یہ بدفعلی رائج تھی۔ اس کا رواج بہت پیچھے چلا ہے۔ کرشن جی تو ایک پرماتما کے بھگت تھے مفصل دیکھو گیتا کا آٹھواں ادھیا۔ اور اگر ہوں سے مراد آتش پرستی ہے۔ تو یہ صرف آپ کی عقل کی پستی ہے۔ ہم آگ کی پرستش نہیں کرتے۔ بلکہ ویدک ہدایت کے مطابق ہوں کرتے ہیں۔ اور آگ کے پوجاری کو وید والو کول بُرا سمجھتے ہیں۔ اور ایسا ہی کرشن جی بھی سمجھتے تھے۔ مگر یہ اعتراض تمہارے قرآن اور دین اسلام پر آتے ہیں۔

محمد صاحب نے شرک کیا۔ سنگ اسود کو چوما۔ اور اُس کی برکت سے اُس کے گرد دوڑ ہوئے کعبہ کی پرستش کی۔ اور سنگ اسود کو خدا کہا۔ بتوں کی تعریف کی۔ ۱۸ ماہ تک یہودیوں کی خاطر بیت المقدس کی طرف سجدہ کرتے رہے۔ جبکہ کعبہ میں ۳۶۰ بت موجود تھے۔ تب بھی اُسی بت خانہ کی طرف سجدہ کرتے رہے۔ ساری دُنیا کو مکان پرست بنا دیا۔ خدا کو محدود ایک دیشی کعبہ کا مکیں ٹھہرایا۔ شیطان کو ہر جگہ حاضر و ناظر بتلایا۔ خدا کے مقابلہ میں گمراہ کرنے والا اور خدا کا مخالف قائم کرایا۔ لوگوں کو چاہ جہالت میں گرایا۔ پس خود محمد صاحب نے شرک کیا۔ اور شرک کا حکم دیا حجۃ الہند صفحہ ۵۳۔ کرشن جی جراسندھ کے خوف سے دوارکا میں بھاگ کر جا لیے ۱۱

(از دھابھارت سبھا پربب)

جواب۔ جس طرح محمد صاحب بخوف قریش مکہ سے بھاگ کر غار ثور میں جا چھپے اور وہاں پر تعاقب کرنے سے مدینہ کو بھاگ گئے۔ اور ایسے ایسے حیلے کئے کہ کسی بہادر سے کیا بلکہ معمولی آدمی سے بھی ناممکن ہیں۔ خدا نے بھی اپنی کن فیکونی طاقت کو بھلا کر حیلہ بازی سکھلائی۔ اسی روز سے سال ہجری مقرر ہوا۔ جو حضرت کی مفروری کی تاریخ ہے۔ حملہ حیدری میں لکھا ہے۔

چو بوبکر زاں حال آگاہ شد ... ز خانہ بیروں رفت و ہمراہ شد
گرفتند پس راہ شیرب بہ پیش ... بی کند نعلیں از پائے خویش
بسر پنجہ راہ رفتن گرفت ... پئے خود ز دشمن نہفتن گرفت
چو رفتند چندے بداماں دشت ... قدوم فلک سائے مجروح گشت
ابوبکر آنگہ بدوشش گرفت ... ولے زیں حدیث است جائے گفت
برفتند القصہ چندے دگر ... چو گردید پیدا نشان سحر
بدیدند غارے دراں تیرہ شب ... کہ خواندی عرب غار ثورش لقب
گرفتند در جوف آں غار جائے ... ولے پیش بنہاد بوبکر پائے
ہر جا کہ سوراخ با غار دید ... قبا را بدرید و آں رخنہ چید
در آمد رسول خدا ہم بغار ... نشستند یکجا بہم ہر دو یار
بغار اندروں تا سہ روز و سہ شب ... بسر بردہ آں شہ بغرماں رب

اور ناسخ التواریخ میں خود حضرت علی کا اقبال بھی درج ہے۔ کیونکہ دھوکا محمد صاحب کی مرضی اور ترغیب سے دیا گیا تھا۔ مورخ گبن صاحب نے لکھا ہے "اگرچہ قاتل دروازہ پر نگہبانی کر رہے تھے۔ مگر وہ دھوکے میں آکر علی کو محمد سمجھے ہوئے تھے۔ جو رسول کے بستر پر انہیں کی سبز چادر اوڑھے سو رہا تھا "(تواریخ زوال روم واعجاز صفحہ ۱۰) ایک اور جگہ گبن صاحب نے لکھا ہے "قریش لوگوں نے محمد صاحب کی تلاش میں مکہ کی تمام نواح چھان ڈالی اور اُس غار پر بھی پہنچے۔ جس میں آپ اور اُن کے ساتھی چھپے ہوئے تھے۔ مگر یہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ مکڑی کے جالے اور کبوتر کے گھونسلے نے جو خدا نے کافروں کو دھوکا دینے کے لئے پیدا کر دیا تھا۔ اُن کو یقین دلایا۔ کہ اُس جگہ کوئی نہیں ہے۔ اور نہ کوئی وہاں آیا ہے "(دیکھو تاریخ زوال روم الکبریٰ واعجاز صفحہ ۱۰۴)

محمد صاحب چند آدمیوں کے خوف سے بھاگ گئے اور کرشن جی ایک لشکر جرار کے مقابل میں سے۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

تحفۃ الہند ۲۴ ا۔ ایک بار کرشن جی نے رکمنی سے فرمایا کہ جو کوئی تمہارے لائق ہو اسکے گھر جا بیٹھو۔ میں تم سے محبت نہیں رکھتا۔ رکمنی نہایت خفا اور غمناک اور پریشان ہوئی تو آپ نے رکمنی کو گلے لگا کر فرمایا۔ کہ جب کوئی عورت حسین خفگی سے ناک بھوئیں چڑھاتی ہے تو عجب دلربا نظر آتی ہے۔ اسواسطے ہم نے تم سے یہ بات کہی تھی تاکہ تم خفگی فرما کر اپنی بھوئیں چڑھاؤ۔ اور ناز معشوقانہ ہم کو دکھاؤ۔

جواب۔ عورت اور خاوند میں باہمی عاشقانہ و معشوقانہ محبت ہونی چاہیے وہی کرشن اور رکمنی میں تھی۔ کثرت محبت کے سبب اکثر ایسے واقعات ہوتے ہیں مگر ایسی باتیں سوائے باہمی مذاق کے بدچلنی میں داخل نہیں ہیں۔ کیونکہ نتیجہ ہر طرح نیک ہے۔ جیسا کہ خود تمہاری تحریر سے ظاہر ہے۔ پھر نہیں معلوم کہ یہ اعتراض کس خیال سے کیا۔ ذرا پہلے اپنے گھر میں حضرت کا چال چلن تو دیکھ لیا ہوتا۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں ولہذا چوں گفتہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا در ابتدائے مرض آنحضرت علیہ السلام وا راساہ فرمود آنحضرت بل ارشاد نمود اگر بمیری تو اے عائشہ میش من وس بدہ ماسم تا ز کنم و دفن کنم ترا ایں سخن گراں آمد و عائشہ گفت دوست میداری تو فراق مرا مقصود آنحضرت آں بود۔ کہ چوں رفتن خود را ازیں عالم دانستہ بود۔ خواست کہ عائشہ پیشتر کہ از وے رود و دراں عالم مجتمع شوند"

(مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۵۲ سنہ ۱۲۹۴ھ نولکشور) اور ایسا ہی ذکر مشکوۃ کتاب الفتن باب فی وفات النبی جلد ۴ صفحہ ۶۲۶ و ۶۲۷ میں ہے)

تاریخ انبیا میں ہے کہ ایک دن آنحضرت باہر سے تشریف لا رہے تھے۔ عائشہ نے کہا کہ میرا سر درد کرتا ہے حضرت نے کہا میرا سر دکھتا ہے۔ اور جو میرے سامنے تمہاری وفات ہو تو میں اچھی طرح تمہاری تجہیز و تکفین کروں۔ نماز جنازہ کی پڑھوں۔ عائشہ نے کہا کہ گویا آپ یہی چاہتے ہیں کہ میں مر جاؤں اور آپ بے شک اور بی بی کو لے کے اُسی دن میری جگہ سو رہیں گے۔ حضرت نے تبسم فرمایا" (صفحہ ۲۹۲ سنہ ۱۲۸۱ھ) اور دیکھو صحیح بخاری کتاب المرض صفحہ ۶۵۰ و تاریخ ابی الفدا عربی صفحہ ۱۵۹ جلد اول و روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۱۴۷ نولکشور سنہ ۱۸۸۳ء)

پیارے ناظرین! دونوں کے تفاوت پر غور فرمایئے۔

رکمنی کرشن جی پر مرتی تھی۔ اور محمد صاحب عائشہ پر مرتے تھے۔ رکمنی اور کرشن جی کی محبت دُنیا پر آشکارا ہے اور محمد صاحب و عائشہ کی حالت بھی کسی ایماندار محمدی سے مخفی نہیں رکمنی کرشن جی کے جیتے جی اور مرنے کے بعد بھی پاتی برتا دھرم کو پالن کرتی رہی۔ مگر عائشہ حضرت کے جیتے جی بدنام ہو گئیں۔ قرآن میں جہاں یہ قصہ مذکور ہے۔ اسکا نام سورۃ النور ہے۔ ان الذین جاؤ بالافک الخ اور تفسیر حسینی جلد ۲ صفحہ ۱۰۵ سنہ ۱۲۷۶ء بمبئی و تفسیر جلالین صفحہ ۵۱۴ جلد ۲ سنہ ۱۲۹۹ حیدری بمبئی و تفسیر سراج الالہام صفحہ ۴۳۰ و ۴۳۱۔ اور صحیح بخاری صفحہ ۵۹۴ - ۵۹۱ سنہ ۱۲۶۲ھ۔

مولوی حسین واعظ بڑے صاف لفظوں میں ڈرتا ہوا اقبال کرتا ہے "اسی روز سے عائشہ کی بابت محمد صاحب کے اصحابیوں کی نیت میں خلل آیا جیسا کہ لکھا ہے۔ آوردہ اند کہ یکے از صحابہ گفتہ بود کہ اگر حضرت پیغمبر را وفات در رسد من عائشہ را بخواہم و دیگرے را در خاطر گذشتہ بود و بزبان نیاوردہ۔ جب محمد صاحب نے دیکھا کہ صحابہ کی نیت صدیقہ کی طرف نیک نہیں ہے۔ تو جھٹ ایک آیت اتار لی۔ سورۃ احزاب ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا ان ذلک کان عند اللہ عظیما۔ و نہ آنکہ نکاح کنید زنان او را پیغمبر را پس از وے ہرگز ہر آئینہ ایں نکاز ہست نزدیک خدا گناہ بزرگ" (صفحہ ۲۰۵ تفسیر حسینی جلد ۲)

اور عائشہ و محمد صاحب کے حق میں سعدی کی گلستان کے باب ہفتم کی وہ حکایت ساری کی ساری موزوں ہے۔ جسکے اخیر میں لکھا ہے۔ "زن جواں را تیرے اگر پہلو نشیند۔ بہ کہ پیرے"۔ مگر کرشن و رکمنی کے لئے۔ میان عاشق و معشوق رمزیست کراماً کاتبین را ہم خبر نیست۔ اب ہم یہ بتلاتے ہیں کہ کرشن جی کی تعلیم اور نبوت دین اسلام کی کتابوں سے بھی ثابت ہے۔ جس کا آپ کو بھی اقبال ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ بلکہ بعضے مسلمانوں کا بھی یہ گمان ہے کہ کرشن کنھیا جی موحد بلکہ پیغمبر تھے اور حج کر کے براہ دوارکا ہند میں آئے۔ اور ان کی بابت جو کتب ہنود میں افعال ناشائستہ لکھے ہیں محض غلط ہیں"(تحفۃ الہند صفحہ ۱۴۱ سطر ۵-۷)

دوم حدیث میں ہے۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسود اللون اسمہ کاہن ترجمہ تحقیق ہوا ہے نبی ہندوستان میں سیاہ رنگ اُس کا اور نام اُس کا

کاہن ہے۔ دیکھو (فتوحات مکی ۱۱ اور مدینۃ التحقیق۔
کاہن کرشن جی کا نام ہے اور جو لفظاً کرشن کے معنے بھی اسود اللون کے ہیں۔
سوم اہل شیعہ کا وہ بھجن نام جو علی کی تعریف میں پڑھا کرتے ہیں اسمیں لکھا ہے ؎
ہندوانم کرشن خوانند مسلمانم علی ... حیدر کرار گوید خالق ہر دو سرا

اب ہم اس بات کا رد کرتے ہیں جو کہ آپ نے لکھا ہے کہ وہ حج کرکے براہ دوارکا ہند میں آئے۔ واضح ہو کہ راجہ یدہشٹر کا سمت اس وقت ۴۹۹۱ ہے اور کرشن جی اُس کے ہمعصر تھے (مفصل دیکھو تاریخ دنیا حصہ اول)
ابراہیم جس نے کعبہ بنایا اُس کو پیدا ہوئے ۳۸۱۱ سال ہوئے۔ اُس سے پہلے کعبہ کا نام و نشان نہ تھا کرشن جی محمد صاحب سے ۳۶۴۶ سال پہلے۔ اور ابراہیم بانی کعبہ سے ۱۱۷۹ سال پہلے ہوئے۔ اُن کے وقت میں نہ تو ابراہیم تھے اور نہ محمد صاحب۔ کتم عدم میں مخفی تھے۔ اس لئے حج کرانا سراپا بے معنی گپ ہے اور براہ دوارکا ہند میں آنا ایک اور لایعنی خیال ہے۔ کرشن جی فی الحقیقت بقول حدیث اور علماء اسلام کے نبی تھے۔ اور بقول جمیع اہل ہنود کے ایک معزز رشی تھے۔ اور اُنہوں نے فرمایا ہے کہ سوائے وید مارگ کے اور سب دھوکا بازی ہے انسان کو چاہیئے کہ ہمیشہ وید دھرم پر قائم رہے اور مکاروں کے فریب میں ہرگز نہ پھنسے۔ وہ ایک مشہور و معروف رشی تھے۔ مہابھارت اور گیتا اُن کے اعتقاد کی شاہد ہیں۔ عرصہ تقریباً سات آٹھ سو برس کا گزرا کہ ایک شخص بام رگی نے جس کا نام جے دیو اور رہنے والا مقصود آباد ملک بنگالہ کا تھا۔ ایک کتاب محض بُرائی اور خرابی سے بھری ہوئی مہاتما کرشن جی کو بدچلن ثابت کرنے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی غرض سے بنائی جسے راس لیلا وغیرہ بُرے سانگوں کا رواج ہوگیا۔ جو اصل ست شاستر کے قطعی خلاف ہے اور سراپا دور از انصاف۔

اعتراض صفحہ ۱۴۲ و ۱۴۳۔ بھاگوت اسکند ۱۰ ترجمہ گیت رائے میں ہے کہ کرشن ایک دن گوپیاں کے کپڑے اٹھا کر کدم پر چڑھ گیا۔ اور اُن کو ننگا دیکھا۔ اور پھر اُسی اسکندہ میں لکھا ہے کہ گوپیوں کے ساتھ ایک رات کرشن جی نے راس لیلا کی۔ کرشن جی گوپیوں کو خصوصاً اپنی پیاری رادھا کو بڑی محبت سے سینہ اور گلے سے لگا کر عیش کر رہے تھے۔ آخر تمام گوپیوں کو برت دان دے کر اُن کی خواہش پوری کی۔

جواب۔ یہ تمام الزام باطل ہیں۔ اُن کے کسی فقرہ میں صداقت کا نشان نہیں۔ کیونکہ بھارت اور گیتا دونوں اُس کے مخالف ہیں۔ اُن میں ان امور کا مطلق ذکر نہیں۔ خود بھاگوت میں بھی جہاں تک ہم نے غور کی رادھکا کا نام مذکور نہ پایا۔ اگرچہ بھاگوت خصوصاً اور دیگر پُران عموماً غیر معتبر ہیں۔ مگر مترجموں نے اور بھی اندھیر کر دیا۔ ایک دو ترجموں کے سوائے اور کوئی ترجمہ بھاگوت کا ٹھیک نہیں اور وہاں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ جب تک کرشن جی برندابن و گوکل میں رہے اُن کی عمر ۱۰ سال کی تھی۔ پس ایسے نابالغ بچہ کی حرکات عقلاً قابل اعتراض نہیں ہیں۔ ہمارا کرشن جی پر کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ مگر ذرا آپ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا حال دیکھیئے کہ اُس نے کس طرح مریم کو برہنہ دیکھا اور کیا فعل کیا۔
نمبر ۱ سورۃ مریم قرآن۔ واذکر فی الکتب مریم اذ انتبذت من اھلھا مکانا شرقیا فاتخذت من دونھم حجابا فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا قالت انی اعوذ بالرحمن منک ان کنت تقیا قال انما انا رسول ربک لاھب لک غلاما زکیا قالت انی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر ولم اک بغیا۔

پھر قرآن سورۃ تحریم میں ہے۔ ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا۔ ترجمہ مریم دختر عمران را کہ نگاہداشت خود را پس دمیدیم در او روح خود را (ترجمہ شاہ ولی اللہ) اور ایسا ہی ذکر سورۃ انبیا میں ہے اس کے حاشیہ پر لکھا ہے۔ یعنے غسل حیض کرنے کو ہی پہلا حیض تھا۔ تیرہ برس کی عمر تھی یا پندرہ برس کی کنواری ہوئیں۔ شرم سے وہ مکان مشرق کو تھا اب نصاریٰ قبلہ کرتے ہیں شرق کو بشر اً سویا کے معنے جوان خوب صورت۔ دیکھو حاشیہ صفحہ ۲۸۴ مجتبائی دہلی ۱۲۹۹ھ)۔ مریم کے برہنہ غسل کرنیکا واقعہ مولوی رومی نے دفتر سوم مثنوی میں بعنوان پیدا شدن روح القدس بصورت آدمی بر مریم بوقت غسل و برہنگی و پناہ گرفتن او بحق تعالیٰ۔ صفحہ ۲۷۲ ۱۲۷۴ء میں یہ سارا قصہ لکھا ہے اور حضرت ذکریا کیوں مارے گئے۔ اسکے قتل کا سبب بھی روضۃ الصفا ۸۲ ۱۲۷۰ء دہلی مجتبائی بھی ملاحظہ طلب ہے۔ **نمبر ۲** سی داؤد نے بنت سبع جو اوریاہ کو برہنہ دیکھا اور زنا بھی کیا۔ اور اسکے خاوند کو مروا بھی ڈالا (دیکھو سموئیل باب ۱۱۔ آیت ۲ سے ۲۷ تک) **نمبر ۳**۔ حضرت سلیمان نے کہا کیا راس لیلا۔ اور گوپیوں کے واسطے کیا شرک و کفر کیا۔ (سلاطین ا باب ۶۔ آیت ۲۳۔ ۳۵۔ اور باب ۱۱۔ آیت ۱۔ ۳۔ اسی سلیمان کی بابت لکھا ہے۔ سلیمان را سہ صد سکوحہ و ہزار سریہ بود وغیرہ وغیرہ (مدارج جلد ۲۔ نولکشور صفحہ ۵۹۲) **نمبر ۴**۔ حضرت داؤد کے فرزند ارجمند حضرت امنون علیہ السلام نے اپنی خوبصورت بہن تمر کے ساتھ کیا کچھ منہ کالا کیا۔ (دیکھو سموئیل ۲۔ باب ۱۳ آیت ۱ سے ۱۸ تک صفحہ ۳۸۳ ۱۸۸۳ء۔ لودھیانہ) اگر آپ خود نہ پڑھ سکتے ہوں۔ تو ان مقامات توریت مقدس کو کسی اور سے پڑھوا کر تسلی کر لیجیئے۔ تاکہ آپکو بخوبی معلوم ہو جائے۔

نبی تیرے فرشتے تیرے سارے ... پھرس تھے عورتوں پر باری مارے
نگاہ شوخ کی تعریف سُن کر ... خدنگ عشق رکھتے تھے جگر پر
فدائے قامت بیساختہ تھے ... برنگ فاختہ دل باختہ تھے

مہادیو کی بابت **اعتراض ۱۸**۔ خدا ہونا مہادیو کا بقول چاروں ویدوں کے

اعتراضوں کا جواب **جواب**۔ بے شک لفظ مہادیو کے معنے پرمیشور کے ہیں۔ مہا سب سے بڑا دیو عالم و مالک۔ پس سب سے بڑا عالم یعنے عقل کل و مالک کل پرماتما ہے دوسرا کوئی نہیں۔ فرانسیسی فاضل ڈاکٹر برنیر صاحب نے لکھا ہے وہ خدا کے صفاتی نام رہیم یعنے سب سے بڑا ایشر یعنے سردویا یک دمہادیو یعنے پرجلال ہیں۔ پروہ کوئی آدمی دیدک محاورہ کے مطابق نہیں تھے۔ (اور دیکھو انکا سفر نامہ صفحہ ۱۶۵ جلد دوم)

اعتراض ۱۹ ۲۔ وقت شادی ہمراہ گور جاکے مار پیٹ کرنا عورتوں کا مہادیو کو اور ٹھٹھے مذاق کرنا (شو پران)

جواب ویدک مہادیو پرماتما کا نام ہے اور پرانک مہادیو ایک راجا کا نام ہے جو ہمالہ کی پہاڑی علاقہ کوہ شوالک کا راجا اور پاربتی کا خاوند و چھہ کا داماد گنیش و سوم کارتک کا باپ تھا اور مثل پہاڑی لوگوں کے بیلوں کے رتھ اور بیل پر چڑھا کرتا تھا۔ اس کا علاقہ کوہ شوالک سے کیلاش تک تھا۔ یہ انسان اور فاضل آدمی تھا۔ اسی پہاڑی مہادیو کا حال بطور ناٹک شیو پران میں لکھا ہے۔ اگر آپ کو شک ہو کہ مہادیو آدمی کا اور خدا کا کیسے نام ہے تو اسکے واسطے دیکھو۔
سرمد ایک فقیر کا نام ہے اور خدا کا نام بھی۔ دیکھو منتخب و صراح و غیاث
احد خدا کا نام بھی اور ایک مشہور و معروف صوفی افغان کا بھی (دیکھو دبستان مذاہب)
محمد خدا کا نام بھی ہے۔ اور نبی کا نام بھی۔
محمود خدا کا نام بھی۔ بادشاہ کا بھی پیغمبر کا نام بھی
اب باقی اعتراضوں کا جواب دیتے ہیں یعقوب ہی نے اپنے ماموں کی بیٹی

راخیل نام پر عاشق ہو کر سات سال تک گلہ بانی کی مگر افسوس کہ اتنی محنت سے بھی وہ نہ ملی بلکہ اُس کے سسر نے دغا کر کے دوسری لڑکی بیاہ دی۔ جس پر اُس کو سات اور بھیڑیں چرانی پڑیں۔ تب راخیل ہاتھ لگی (جو ب ۱۴ سال خدا کی عبادت کی) دیکھو توریت پیدائش باب ۲۹۔ آیت ۹۔ ۳۰

اسی طرح موسیٰ جی ایک عورت کیواسطے دس سال بھیڑیں چراتا رہا۔ چنانچہ لغات میں لکھا ہے۔ "شبان وادی ایمن گاہے رسد بمراد کہ چند سال بجان خدمت شعیب کند" "ازموسیٰ علیہ السلام کہ دہ سال شبانی حضرت شعیب کردہ آخر شعیب علیہ السلام بدختر خودش نامزد کردہ" اور یہ بیان بھی ذکر توریت میں ہے۔ دیکھو خروج باب ۲ و ۳۔ اور یہی ذکر قرآن سورۃ طٰہٰ میں ہے۔ یہ باتیں جو راجا مہادیو کے ساتھ ہنگام بیاہ عورتیں کرتی رہیں۔ ہنسنے ٹھٹھے مذاق میں داخل ہیں۔ کرامات و خوارق عادات سے اُن کا کوئی تعلق نہیں۔ اعتراض کرنے سے پیشتر آپ نے مندرجہ بالا دو نبیوں کا حال تو پڑھ لیا ہوتا۔ اور اگر کرامات وغیرہ کے متعلق دیکھنا چاہتے ہو۔ تو یاد رکھو کہ **امیر حمزہ** حضرت کے اصحاب کی قریش کی عورتوں نے مار پیٹ تو در کنار ناک کان کاٹ لئے تھے۔ نہ کسی نے کرامات دکھائی اور نہ چون و چرا شیخ المذنبین ختم المرسلین۔ حیدر کرار۔ علی مختار۔ لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار سب منہ دیکھتے رہ گئے۔ افسوس **احد** کی لڑائی میں عتبہ بن ابی وقاص رحمت اللہ علیہ نے خود حضرت محمد کے دو دانت توڑ ڈالے تھے۔ وہاں کوئی کرامات نہیں دکھائے۔ (دیکھو تاریخ انبیا) **اعتراض** ۴۳۔ کشتی کرنا مہادیو کا ارجن کے ساتھ اور کبھی غالب اور کبھی مغلوب ہونا۔ **جواب**۔ مہادیو پہاڑی راجا اور ارجن میدانی راجا تھا۔ ہرج کیا ہے۔ اگر کشتی کی ہو۔ مگر تمہارے یعقوب جی کا خدا سے کچھ نہ ہو سکا۔ اور آخر وہ خیر بینی کی حرکت کی۔ جسے سوائے نامردوں کے اور کوئی نہیں کر سکتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ یعقوب کی ران کی نس کو ہتھیر وار سے چھوا۔ اور یعقوب کی ران کی نس اُسکے ساتھ کشتی کرنے سے چڑھ گئی۔

(توریت پیدائش باب ۳۲۔ آیت ۲۴۔ ۳۲)

اعتراض۔ مہادیو نے شراب پی اور ننگا ناچا

جواب۔ اگرچہ آپ نے کوئی صحیح حوالہ نہیں دیا۔ مگر ہم آپکو بتلاتے ہیں کہ توریت کھول کر نوح جی کی زندگی کا مطالعہ کرو جہاں لکھا ہے۔ "واتت الٰہ نوح بکروب حالما عرس کرما و شرب من الخمر فسکر و تعرّٰے داخل خبائہ۔ فالعبر حام ابو کنعان عورۃ ابیہ" ترجمہ نوح کھیتی باڑی کرنے لگا۔ اور اُس نے ایک انگور کا باغ لگایا۔ اور اُسکی شراب پیکر نشہ میں آیا۔ اور اپنے ڈیرہ کے اندر آپکو ننگا کیا۔ اور کنعان کے باپ حام نے اُسے ننگا دیکھا۔" توریت تکوین باب ۹۔ آیت ۲۰ و ۲۱ اور اُسی شرابی کی دعا خدا نے قبول کی توریت تکوین باب ۹۔ آیت ۲۵ و ۲۶)

اعتراض ۴۴۔ قتل کرنا مہادیو کا بیگناہ برہمنوں کو۔ **جواب**۔ یہ بات کسی معتبر گرنتھ سے ثابت نہیں۔ مگر تمہارے موسیٰ جی نے ایک مصری بیگناہ کو مار ڈالا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ایک مصری ایک عبرانی کو جو اُسکے بھائیوں سے تھا مار رہا تھا۔ پھر اُس (موسیٰ) نے اِدھر اُدھر نظر کی۔ اور دیکھا کہ کوئی نہیں تب اُس مصری کو مار ڈالا۔ اور ریت میں چھپا دیا اور جب فرعون نے پکڑنا چاہا۔ تو بھاگ گیا۔ گویا بموجب تعزیرات ہند دفعہ ۳۰۲ کا اشتہاری مجرم تھا۔ (دیکھو توریت خروج باب ۲۔ آیت ۱۱۔ ۱۲) افسوس۔ کہ حاضر و ناظر خدا کا ذرا خوف نہ آیا یہی ذکر تاریخ انبیا صفحہ ۹۸ سنہ ۱۲۶۷ھ میں ہے۔ اور یہی بیان قرآن میں بھی توریت کو نقل کیا گیا ہے دیکھو سورۃ طٰہٰ وقتلت نفسا فنجینٰک من الغم۔ ترجمہ اے موسیٰ کسی کشتی آئی پس خلاص کیا غم ترا از غم۔ اور اس قصہ کا تفسیر جلالین مطبوعہ حیدری بمبئی جلد ثانی صفحہ ۹ اپر اقبال ہے اور ایسا ہی سورۃ شعرا میں ہے۔ ولہم علی ذنب فاخاف ان یقتلون۔ ترجمہ مر ایشاں راست بر من دعوے گناہ ہے کہ کردم مراد قتل قبطی ست پس می ترسم از آنکہ مرا بکشند بعوض قبطی"

گنیش کی بات اعتراض کا جواب

مولوی۔ گورجا کی خوشامد عجیب کرنا مہادیو کا اور لاچار ہو کر گنیت کی پوجا اور ایک برس کے روزوں زبرتوں اکی مشقت کا ارشاد فرمانا۔ گنیت نام دیوتا ہے بصورت فیل جسکا نام گنیش بھی ہے (حجۃ الہند صفحہ ۲۹)

آریہ۔ گنیش یا گنپتی لفظ کے معنے ہیں گن کا مالک اور اس لحاظ سے یہ کسی آدمی کا نام نہیں بلکہ پرمیشور کا ہو سکتا ہے۔ جانگ وغیرہ خوتش کے گرنتھوں کا مصنف ایک گنیش نام پنڈت بھی تھا۔ جو پندرھویں صدی میں گذرا ہے ایک کشمیری کاتب کا جسے ویاس جی کے سامنے بھارت لکھا ہے گنیش نام تھا اور پدم پوران میں لکھا ہے کہ سیوقوف لوگوں کا ایک دیوتا بھی گنیش ہے جسکی انہوں نے عجائب غرائب شکل بنا رکھی ہے۔ پس معلوم نہیں کہ آپ کس گنیش پر اعتراض کرتے ہیں۔ ہم لوگ ایسے فضائحات کے قائل ہیں اور نہ ایسی عجیب شکلوں پر مائل۔ مگر آپ کے منہ سے یہ اعتراض موزوں نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ قرآن شریف وحدیث لطیف میں بحوالہ سورۃ حاقہ ایسے ہی عجیب المخلوقات فرشتوں کا بیان ہے۔ جس پر آپ کا ایمان رہے۔ پس جب تک آپ قرآن سے دست بردار نہیں ہوتے۔ آپ کا چھٹکارا دشوار ہے۔

حجۃ الہند ۷۔ اس مقام پر اگر ہندو یہ کہیں کہ ہاروت و ماروت دو فرشتے ایک عورت پر عاشق ہو گئے تھے۔ تو انکا جواب یہ ہے کہ اول تو اُن کے عاشق ہونے کی روایت بعضے علما کے نزدیک صحیح اور معتبر نہیں ہے۔

جواب۔ اسکا تو ذکر قرآن میں ہے۔ تفاسیر اس سے بھرے ہیں۔ وہ بعضے ملا کوان ہیں جو قرآن کو مرض نسیان کے سبب فراموش کئے بیٹھے ہیں۔ قرآن سورۃ بقرہ وما انزل علی الملکین ببابل ہاروت و ماروت۔ تفسیر حسینی میں ہے۔ "و نہ فرستادہ شد از سحر علی الملکین بر دو فرشتہ ببابل در شہر بابل ہاروت و ماروت نام دو فرشتہ است ایشان بر زمین آمدہ بر زن زہرہ نام عاشق شدند و سبب شرب خمر بر قتل ناحق بسجدہ صنم اقدام نمودند۔ حق تعالیٰ ایشاں را از صعود بر آسماں منع کرد۔ و عذاب بر ایشاں درین جہان مقرر شدہ و حالا بچاہ بابل موئے سر آویختہ معذب اند" جلد اول صفحہ ۲۰ بمبئی سنہ ۱۲۶۷ھ۔ آپ بتلا دو وہ کون علما ہیں جنکے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں۔

قولہ۔ دوسرے جب انہوں نے گناہ کیا تھا۔ اُسوقت محض فرشتہ نہ رہے تھے بلکہ بعض صفات بشریت کے اُنکو لاحق ہو گئے تھے۔

جواب۔ یہ بات قرآن کے خلاف ہے۔ قرآن اُنکو بابل کے چاہ تک علی الملکین کہتا ہے۔ پس یہ کہنا بالکل بے بنیاد ہے۔ قرآن میں اور کوئی ذکر نہیں۔ پس صاف ثابت ہے کہ اُنہوں نے یہ سارے کام فرشتہ پن کے وقت کئے اور عزازیل و جبرئیل فرشتوں نے بھی ایسے بہت کام کئے ہیں۔ بلکہ طوفان نوح بھی شیطان کی ترغیب و خوشدلی سے ہوا۔ (تاریخ انبیا ذکر نوح صفحہ ۱۴ و ۱۵ سنہ ۱۲۸۱ھ)

اسلامی کتابوں کے خدا پرستی کا ایک نمونہ اور مولوی علی الشاہ صاحب کو تنبیہ

دید موسیٰ یکشبانے را براہ
کو ہمیگفت اے خدا و اے الہ
تو کجائی تا شوم من چاکرت
چارقت دوزم کنم شانہ سرت
اے خدا ئے مہربانت جان من
جملہ فرزندان و خان و مان من
تو کجائی تا سرت شانہ کنم
چارقت را دوزم و در برکنم

جامہات دوزم شپشہایت کشم / شیر پیشت آورم اے محتشم
ور ترا بیماریئے آید بہ پیش / من ترا غمخوار باشم ہمچو خویش
دستکت بوسم بمالم پایکت / وقت خواب آید بروبم جایکت
گر ببینم خانہ ات را من دوام / روغن و شیرت بیارم صبح و شام
ہم پنیر و نانہائے روغنیں / خمرہا جغراتہائے نازنیں
سازم و آرم بہ پیشت صبح و شام / از من آوردن ز تو خوردن طعام
اے فدائے تو ہمہ بزہائے من / اے بیادت ہیہی و ہیہائے من
زین نمط بیہودہ میگفت آن شبان / گفت موسیٰ با کیستی اے فلاں
گفت با آنکس کہ ما را آفرید / ایں زمین و چرخ ازو آمد پدید
گفت موسیٰ ہائے خیرہ سر شدی / خود مسلمان ناشدہ کافر شدی
این چہ ژاژ است این چہ کفر است و فشار / پنبہ اندر دہان خود فشار
گند کفر تو جہاں را گندہ کرد / کفر تو دیبائے دین را ژندہ کرد
گفت اے موسیٰ دہانم دوختے / وز پشیمانی تو جانم سوختے
جامہ را بدرید و آہے کرد تفت / سر نہاد اندر بیابانی و رفت
وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا / بندۂ ما را ز ما کردی جدا
تو برائے وصل کردن آمدی / نے برائے فصل کردن آمدی
تا توانی پا منہ اندر فراق / ابغض الاشیاء عندی الطلاق
ہر کسے را سیرتے بنہادہ ایم / ہر کسے را اصطلاحے دادہ ایم
در حق او مدح و در حق تو ذم / در حق او شہد و در حق تو سم
در حق او نور و در حق تو نار / در حق او ورد و در حق تو خار
در حق او نیک و در حق تو بد / در حق او خوب و در حق تو رد
ما بری از پاک و ناپاکی ہمہ / از گرانجانی و چالاکی ہمہ
من نکردم خلق تا سودے کنم / بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم
ہندیاں را اصطلاح ہند مدح / سندیاں را اصطلاح سند مدح
من نگردم پاک از تسبیح شاں / پاک ہم ایشاں شوند و درفشاں
ما برون را ننگریم و قال را / ما درون را بنگریم و حال را
موسیا آداب داناں دیگر اند / سوختہ جان و رواناں دیگر اند
گر خطا گوید ورا خاطی مگو / گر تو پر خون شہیداں را مشو
خون شہیداں را ز آب اولیتر است / این خطا از صد ثواب اولیتر است
تو ز سرمستاں قلاوزی مجو / جامہ چاکاں را چہ فرمائی رفو
در درون کعبہ رسم قبلہ نیست / چہ غم از غواص را پاچیلہ نیست
شاہ را گوید کسے جولاہ نیست / ایں چہ مدحت ایں مگر آگاہ نیست

محمدؐ صاحب کی زندگی کے خاص حالات

محمدؐ صاحب جسمانی آدمی تھے

اسلام کی ایک مشہور تاریخ میں لکھا ہے کہ حاطب نام ایلچی نے جسکو محمد صاحب نے شاہ مصر کے پاس بھیجا تھا حضرت کا یہ حلیہ بیان کیا "دیکھتے ہیں آپ (محمدؐ صاحب) آئینہ کو اور برابر کرتے ہیں۔ اور لگاتے ہیں موہائے مبارک کو کنگھی سے اور نہیں جدا ہوتی ہیں آپ سے یہ چیزیں۔ آئینہ۔ سرمہ دان۔ کنگھی۔ مسواک سفر میں نہ حضر میں اور دیکھا میں نے آپ کو کہ زینت اور آراستگی کرتے ہیں۔ آپ واسطے ملاقات اپنے ساتھیوں کے سوائے زینت اور آراستگی کیواسطے اپنے

اپنے اہل کے (دیکھو فتوح المصر ار، صفحہ ۲۰۸ مطبوعہ سنہ ۱۲۸۶ھ نولکشور)

نظر بد سے ڈرا کرتے تھے چنانچہ حدیث میں لکھا ہے لو کان شی سابق القدر لسبقتہ العین
ترجمہ۔ اگر کوئی چیز غالب ہوتی تقدیر پر تو نظر بد غالب ہوتی۔ (جامع ترمذی مرتضوی دہلی صفحہ ۴۹)

جادو ٹونے کے قائل تھے اور اس سے سخت ڈرتے تھے

حدیث میں ہے کہ لبید بن عاصم یہودی نے محمد صاحب پر جادو کیا جس سبب سے چھ ماہ بیمار رہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں ہے:
قضیہ سحر بعد از رجوع از حدیبیہ بود در ذی الحجہ از سنہ سادسہ و مدت بقائے او گفتہ اند کہ چہل روز بود و در روایتے شش ماہ و بقولے تمام سال غالباً قوت و علیہ کہ چہل روز بود۔ و ہو و بعضے آثار تا شش ماہ و بقائے بعضے و بقایائے سال و در روایتے از ابن عباس آمدہ است کہ آں حضرت علی و عمار را فرستاد از برائے استخراج سحر از سیر ذروان (یعنی چاہ ذروان) پس یافتند ایشاں در وے غلاف شگوفہ نخل را کہ در وے تمثال آں حضرت از موم ساختہ اند و سوزن ہائے در وے خلانیدہ و رشتہ کہ در وے یازدہ گرہ بستہ اند پس آورد جبرئیل معوذتین را بر آں حضرت کہ از آں بخواند گرہے کشادہ میشد و ہر سوزنے کہ از آں بیروں مے آوردند آں حضرت را تسکینے و آرامے میشد"
(جلد رابع باب فی المعجزات فصل اصفحہ ۵۷۹)

اس جادو کی تاثیر یہ تھی کہ انسان نامرد ہو جاتا تھا۔ جیسا کہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے۔ "در خیال انداختہ مے شد کہ بیاید اہل خود را و جماع کند و مے آید ایشاں را یعنی ظاہر میشد او را از نشاط و ذوق کہ وے قادر است بر آمدن زناں را و چوں نزدیک میشد بایشاں قدرت نمے یافت براں" (صفحہ ۷۷۵ جلد ۴) و تحفۃ الاخیار ترجمہ مشارق الانوار نمبر ۵ ایس بخاری مسلم کے حوالہ سے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ یہی قصہ تفسیر حسینی میں بھی ہے۔ "آوردہ اند کہ کودکے از یہود بخدمت رسول مشغول بود و دختران لبید ابن عاصم یہودی از و بمبالغہ بسیار از مشاط راس آں حضرت و دندانہ چند از مشط آں حضرت بستدند و بنام آں حضرت برے سحر کردہ در چاہ ذروان زیر سنگے نہادند جبرئیل سید انام را خبر کرد و حضرت علی مرتضیٰ را فرستاد تا آں رسن را بیاورد و یازدہ گرہ براں زدہ بودند حق تعالیٰ معوذتین را فرستاد یازدہ آیت و جبرئیل کہ قرات کرد و ہر آیت عقدہ از آں رسن میکشود۔" (جلد ثانی سورۃ الفلق صفحہ ۴۷۹)

محمد صاحب متقی اور پرہیزگار۔۔ تھے

چنانچہ شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ "بدانکہ دوست ترین چیزے بحضرت رسالت پناہ از امور دنیا زناں بودند و بوئے خوش و گفتہ اند کہ در مباشرت قوت سی نفر تا چہل نفر و یرا کرامت شدہ بود لاجرم مباح شد او را چنداں کہ خواہد آں در نکاح خود آورد" و بخاری از انس آوردہ کہ حضرت رسالت پناہ مے گشت بر تمام زنان خود در یک شب و آں یازدہ تن بودند و در روایتے نہ بودیم کہ تحدیث میکردیم کہ دادہ شد او را قوت سی نفر و از طاؤس و مجاہد آوردہ کہ قوت چہل تن۔ و در روایتے از مجاہد قوت چہل مرد از اہل جنت۔ و در روایت صحیح آمدہ است کہ ہر یکے از اہل جنت را قوت صد مرد در اکل و شرب و جماع۔ لہذا مباح بود آں حضرت را ہر مقدار زناں کہ خواہد۔ دریں جا کمال فضل و شرف و امتیاز او ست از سائر رجال او ست" (دیکھو مدارج النبوت باب دوم جلد دوم ذکر ازدواج صفحہ ۵۶۲ مطبوعہ نولکشور) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایکدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے اپنی قوت باہ کا شکوہ کیا جبرئیل نے کہا تم ہریسہ کھایا کرو کہ اسمیں قوت چالیس مرد کی رکھی ہے۔ (طب نبوی صفحہ ۲ مطبع نامی لکھنؤ سنہ ۱۳۱۲ھ)

تاریخ ابی الفدا میں لکھا ہے۔ رسول اللہ کا نکاح پندرہ بیویوں سے ہوا تھا

تیرہ عورتوں سے صحبت کی اور باقی دو سے نہیں کی۔،، (جلد اول صفحہ ۲۶۸۔ اردو) اور سب سے زیادہ ظلم یہ ہے کہ جس کسی عورت کو حضرت پسند کریں وہ اپنے خاوند پر حرام ہو جاتی تھی۔ مشکوٰۃ میں ہے۔ "مر عورت آں حضرت میشد بر زوج وے پس آنحضرت را شایستہ است کہ ہیچ یکے از امت را نیست۔،، (جلد ۳ صفحہ ۱۰۸) مولوی رومی لکھتا ہے۔ ترک خشم و شہوت و حرص آوری ہست مردی در رگ پیغمبری۔ مگر حضرت کے حالات پڑھنے سے معاملہ سارا کا سارا دگرگون نظر آتا ہے۔

جب محمد صاحب بڈھے ہو گئے۔ اور اُنکے قوائے جسمانی سارے ہار گئے تب یہ آیت نازل کرائی۔ سورۃ احزاب لا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بھن من ازواج ولو اعجبک حسنھن الا ما ملکت یمینک نہیں حلال واسطے تیرے بعد اسکے اور نہ یہ کہ بدل ڈالے تو اُن سے اور بیبیاں اگرچہ خوش لگے تجھ کو حُسن اُنکا مگر جن کو مالک ہو گئے داہنے ہاتھ تیرے۔ (از ترجمہ امام المحدثین شاہ رفیع الدین)

اسپر تفسیر حسینی میں لکھا ہے "حلال نیست مر ترا زناں از پس ازیں نہ زن کہ در عقد تو اند چہ لشکر در حق آں حضرت صلعم چوں اربعہ است در حق امت و حلال نیست آنکہ بدل کنی بدیشاں از زناں دیگر یعنی یکے را از ایشاں طلاق دہی و بجائے وے دیگرے را نکاح کنی و اگرچہ شگفت آورد ترا خوبی ایشاں الا ما استثنا است از نسا یعنے حلال است بر تو زناں پس ازیں نہ تن کہ دارے مگر آنچہ مالک آں شود دست تو یعنی بتصرف تو در آید و ملک ایمن تو گردد۔،، جلد ثانی صفحہ ۲۰۴ و ۲۰۵ سنہ ۱۸۸۴ء)

مگر جب نسخہ قوت باہ کے کھانے یا کسی اور سبب سے شاید طاقت آگئی۔ تو پھر حاشیہ قرآن فائدہ ۳ میں زبانی بی بی عائشہ صاحب کے لکھا ہے "حضرت عائشہ نے فرمایا۔ یہ منع آخر کو موقوف ہوا سب عورتیں حلال ہو گئیں۔،، (دیکھو قرآن مطبوعہ نولکشور کانپور ۵۸۹ سنہ ۱۲۸۹ھ)۔ کرامات کے ماننے والے مسلمان اور خصوصاً نو مسلم شیخ عبید اللہ صاحب بار بار محمد صاحب کے معجزات کا ذکر کرتے ہیں جیسا کہ مولوی جامی فرماتے ہیں۔

خراماں میرو و از سایہ آزاد	جہاں در سایۂ آں سرو آباد
ز سایہ بود برتر پایۂ او	زمین و آسماں در سایۂ او
تنش را بود از جاں پاک مایہ	ندید از جاں کسے بر خاک سایہ
فلک ہمچوں زمیں شد سایہ دار شر	ازاں افتاد در پا سایہ دار تر

مگر ہم اُنکو بتلاتے ہیں کہ یہ شاعرانہ تعریفیں ہیں کہ "کرسی فلک نہد اندیشہ زیر پائے تا بوسہ بر رکاب قزل ارسلاں زند،، در اصل یہ فضول باتیں اور بے بنیاد و دلائل ہیں۔ لیجئے ہم ایک صاف اور سادہ دلیل اسکے رد کی سناتے ہیں۔ اُنکا جسم نوا۔ کپڑے پہنتے تھے شادی کرتے اور جماع کرتے تھے اولاد بھی ہوئی تھی۔ اونٹ اور گدھے پر سوار بھی ہوا کرتے تھے۔ بی بی عائشہ کو کندھے پر چڑھا کر حبشیوں کا ناچ بھی دکھلایا تھا۔ غزوہ احد جو شوال سنہ ۳ھ میں ہوا۔ اسمیں ایک کافر کا پتھر لگنے سے محمد صاحب کے نیچے کے چار دانت ٹوٹ گئے۔ اور پیشانی مبارک بھی زخمی ہوئی۔ اور آپ گھوڑے سے گر گئے اور اُنکے خود کی میخ اُنکے رخسارہ مبارک میں دھنس گئی۔ جب وہ میخ بمشکل تمام نکالی گئی تو بہت خون رواں ہوا۔ آخر فاطمہ نے بوریا جلا کر ڈالا۔ اور مستور ہو گیا۔ کہ آپ شہید ہو گئے۔ جبر سے بجز معدود سے چند باقی بھاگ نکلے۔ اور شکست فاش کھائی۔ سو وجامی نے بھی کہا ہے۔ مصرع بسنگ از دوست و شمن لعل او ست۔ پھر لکھا ہے

ہانشیں بود از در حقہ پر | شدہ چوں درج مرجاں حقہ در
یکے دینار بود از حلم و فرہنگ | محک آمد پئے دینار زاں سنگ
چو شد معیار او آں سنگ کاری | نشد ظاہر بجز کامل عیاری

(قریش کی بہادر عورتوں نے مسلمان شہیدوں کے (جن میں امیر حمزہ وغیرہ سب تھے) ناک کان کاٹ لئے اور جگر چیر کر چبائے۔ چنانچہ محمد شبلی صاحب نے وہاں یہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ "ہندہ صاحبان گوش کشتگاں مسلماناں را گوش و بینی مے برید و سینہ و پہلوئے حمزہ رضی اللہ عنہ را (کہ از جملہ شہیداں بود) بدرید و جگر وے بر آورد و بجائید و صفیہ خواہر حمزہ بر آمد تا برادر خود را بیند و پیغمبر خدا پسرش را فرمود کہ او را باز دارد۔ تا کار تا ہنس نہ بیند زبیر از فرمودن پیغمبر خدا آگاہ نیست کرد،، (مدار اسلام صفحہ ۱۷۔ اعجاز التنزیل صفحہ ۶۲۳ و سفر السعادت و تحفۃ السلام صفحہ ۱۲۵ و تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۸۲) حدیث میں ہے۔ الحرب خدعۃ یعنی لڑائی الفرام باقی ہے۔ سابقہ فریب کے رفیع البصر صفحہ ۲۵۴ سنہ ۱۲۹۸ھ) اسکے مطابق مواہب لدنیہ میں ہے کہ آنحضرت نے ابو سفیان کے قتل کے لئے عمرو بن امیہ اور سلمہ بن اسلم کو خفیہ بھیجا۔ لیکن راز کھل گیا۔ لوگ اُنپر دوڑے مگر وہ کسی طرح سے بچکر نکل آئے۔ (مفصل دیکھو رسالہ جہاد کلاں سنہ ۱۲۹۶ھ)

محمد صاحب کی نزول وحی کی حالت پر ڈاکٹر سپر نگر صاحب ڈاکٹری تحقیقات سے لکھتے ہیں کہ قوت متخیلہ کے درجہ بدرجہ بڑھ جانے سے جسکو صرع دوری کی مرض یعنے مرگی سے اور بھی اشتعال ہوا بانی اسلام کے دھوکے میں پڑ جانے اور اپنی رؤیا دکھلائی کو وحی و الہام باور کرنے کا باعث ہوا۔،، (لائف محمد صاحب صفحہ ۹۸ سنہ ۱۸۵۱ء الہ آباد)

بُت پرستی کا دلی منشاء۔ قریش با آنحضرت تعہد کرنے کہ ما ایم ترا کہ استلام محرکی تا وقتیکہ مس کنی بتاں ما را اگرچہ بسر انگشت باشد آنحضرت را از غایت شوق کہ باسلام حرم داشت در خاطر مبارک خطور کرد کہ چہ شود اگر چنیں کنم۔،، (حسینی جلد ا صفحہ ۲۵۶)

محمد صاحب کی زندگی کے آخری حالات

(سورۃ مائدۃ و اللہ یعصمک من الناس یعنی اے محمد اللہ تیری حفاظت کریگا اور دشمنوں کے شر سے تجھکو محفوظ رکھیگا۔ مگر تفاسیر و احادیث سے اسکا خلاف ہونا پایا جاتا ہے

تاریخ ابو الفدا میں ہے۔ اھدت الی النبی زینب بنت الحارث الیھودیۃ شاۃ مسمومۃ فاخذ منھا قطعۃ و لا کھا ثم لفظھا و قال تخبرنی ھذہ الشاۃ انھا مسمومۃ ثم قال فی مرض موتہ ان اکلۃ خیبر لم تزل تعاودنی و ھذا اوان انقطاع ابھری (جلد ا صفحہ ۱۴۰ مطبوعہ مصر) ترجمہ۔ آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ وہ لقمہ زہر آلودہ جو یہودیہ نے بکرے کے دست کے گوشت میں بھیجا تھا۔ اور میں نے اُسمیں سے خیبر میں کھایا تھا اُس سے میں ہمیشہ تکلیف پاتا ہوں۔ یہاں تک کہ میری رگ جان بسبب اُس زہر کے کٹ گئی۔ (تاریخ انبیا صفحہ ۲۶۲ و ۲۶۳)

صحیح بخاری صفحہ ۵۴۴ ذکر خیبر سنہ ۱۲۷۱ھ میں لکھا ہے۔ کہ گوشت زہر آلود جو میں نے کھایا تھا اُس کے سبب اتنک متالم رہا اور اسوقت اُس نے میری ابہر یعنے رگ دل کو منقطع کیا۔،، (اور دیکھو مشکوۃ جلد ۴ صفحہ ۶۰۲۹ و ۶۰۴ و ۶۶۲ نولکشور فارسی و تفسیر حسینی جلد ۱ صفحہ ۲۳۲ و روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۱۴۷ نولکشور)

پیغمبر بننے کے واسطے سیلا حیلہ کرنے کو تیار ہو تھے

لکھتا ہے "یہود را از اقامت آنحضرت در مدینہ حسد آمد۔ گفتند اے ابو القاسم مقام انبیائے پیشیں زمین شام بودہ و اگر تو پیغمبری دعوا ہی کہ ترا تصدیق کنیم باید کہ بشام روی و آنجا ساکن شوی۔ آنحضرت عزم سفر شام مصمم فرمود (تفسیر حسینی جلد ا صفحہ ۲۹۴) اور معالم میں ہے کہ اصحاب کو ساتھ لیکر مدینہ سے تین کوس مسافت طے کی۔ (اعماد ہند صفحہ ۵۰۴)

محمد صاحب آخری وقت نہایت دکھی ہوکر فوت ہوئے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ جب آخری وقت محمد صاحب سے جبرئیل نے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے قال اجدنی

یا جبرئیل معموماً واحدنی مکروباً ثم والیوم الثانی فقال لہ ذالک۔ کہا آں حضرت نے پاتا ہوں میں اپنے آپکو اے جبرئیل غمگین۔ و پاتا ہوں اپنے آپکو اندوہگین اسکے بعد پھر جبرئیل آیا دوسرے دن بس کہا اسکو وہی سخن جو پہلے روز کہا تھا (مشکوۃ جلد ۴ صفحہ ۶۲۸ فصل ۳ باب فی وفات النبی) ناظرین جان سکتے ہیں کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ اور پیغمبر اسلام آخری وقت کیوں مغموم و اندوہگین ہو رہے ہیں۔ دنیا جانتی ہے اور تمام انسانی عقل مانتی ہے کہ دنرات عورات کی محبت میں مشغول۔ کثرت ازدواج کے سبب خدا سے قوت باہ کے نسخے جنکو موصول ہوں اور جنکی مقبول طبع عورت اُن کے خاوند پر حرام ہو جائے وہ غمگین و ملول ہو کر وفات نہ پائیں تو کیا وہ رشی منیوں کی طرح گیان کے آنند اور راحت کے حصول میں کمال بشاشت سے قالب عنصری کو ترک کریں یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اے نیکی نکردہ و بدی بسیار کردہ | وز حق العفو خود تمنا کردہ
مُستند ارکر ایں وہم تو ہرگز نہ بود | ناکردہ چو کردہ و کردہ چو ناکردہ

محمد صاحب اپنی قبر پوجوانی چاہتے تھے

حدیث میں ہے۔ من زار قبری بعد موتی کان زارنی فی حیاتی۔ جو کوئی میری قبر کی زیارت کرے بعد موت میری کے گویا اُس نے میری زیارت کی حالت حیات میں لا یدخل النار من رائی دوزخ نہ جائے گا وہ جس نے مجھے دیکھا من زار قبری وجبت لہ شفاعتی۔ جو کوئی میری قبر کی زیارت کرے اس کے لئے واجب ہوئی شفاعت (تاریخ انبیا صفحہ ۴۷۰ و شرح وقایہ اردو جلد اول صفحہ ۲۴۴ و عقائد الاسلام صفحہ ۲۰۰)

محمد صاحب اپنے خاندان کے واسطے بادشاہی کی تجویز کر گئے مگر نہ چلی۔

باب پنجم

متھرقی الزاموں کی تردید

مولوی ۱۱۱۔ تیتری اُپ نکھید پجر وید میں لکھا ہے کہ آفتاب واسطے حاصل کرنے رطوبت کے چکر کھاتا ہے اور پانی جو اسکی غذا ہے۔ اُس کے سبب سے زندہ ہے۔ دیکھئے کتنا جھوٹا مضمون اور خلاف حکمت ریاضی اور طبعی کے ہے۔ جواب ہم نے تمام آپ نشد مطالعہ کی مگر اس میں یہ کہانی کہیں نہیں لکھی اگر ساری اسلامی دنیا ملکر کوشش کرے تو بھی یہ بات تیتری اُپ نشد سے کوئی نہیں نکال سکتا۔ اس جھوٹے الزام لگانے کا ہم آپ کو کیا انعام دیں ؟ رب العالمین آپ کو ہدایت دے اور راہ راست پر چلنے کی ہمت عنایت کرے تاکہ آپ اندھیرے گڑھے سے نکل کر روشنی میں آویں۔ آمین۔

الٹا ایسی باتیں قرآن میں ہیں بنی اسرائیل۔ وجعلنا اللیل والنہار آیتین فمحونا آیۃ الیل وجعلنا آیۃ النہار مبصرۃ۔ تفسیر حسینی۔ گفتہ اند آیت روز آفتاب ست و آیت شب ماہ و محو آیت شب نقصان نور ماہ است از بدریت تا محاق در لباب۔ از ابن عباس روایت مے کند کہ پیش ازیں آفتاب و ماہ در نور مشابہ یکدیگر بودند و بدیں سبب روز از شب ممتاز نبود حق سبحانہ جبرئیل را فرستاد تا بر روئے ماہ بالید و نور او محو گشت و آفتاب بر حال خود ماند (جلد اصفحہ ۶۰۸)

قرآن سورۃ البقرہ وارزق من الثمرات درروزی دہ اہل این بلد را از میوہ ہا۔ حق تعالیٰ این دعائے ابراہیم را استجاب کردانید حکم فرمود تا جبرئیل بکوہ از دیہاہئے فلسطین را کہ مشتمل بود بر ثمرات بسیار ازاں زمین منقطع ساختہ بمکہ آورد۔

وہفت بار گرد خانہ کعبہ طواف داد و در زمین تہامہ بر سر دو منزل از مکہ وضع کرد و آن دہ را بجہت طواف خانہ کعبہ طائف میگویند و میوہ اہل مکہ از انجاست (جلد ۱ حسینی صفحہ ۱۲)

سورۃ البقرۃ۔ و فعاد فوقکم الطور۔ در وقتیکہ بر زیر سر ایشاں کوہ را تا سمان بستند حق تعالیٰ فرمان داد تا بر زیر سر ایشاں بلند شد و پیش روئے ایشان آتشے افروخت و در عقب دریائے زخار پدید آمد چوں گریز گاہے ندیدند بر روئے در افتادہ و سجدہ شدند (حسینی صفحہ ۱۱)

سورۃ القیمہ۔ وجمع الشمس والقمر۔ وجمع کردہ شدند آفتاب و ماہ یعنی ایشاں را بایکدیگر مجتمع ساختہ در دریا افگند (جلد ۲ حسینی صفحہ ۴۴۷) قرآنی ملیت حکمت ریاضی و طبعی کے ہم نے چار نمونے پیش کئے ہیں۔ مولوی صاحب کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی جھوٹا بیان و تودہ طوفان ہو سکتا ہے۔

مولوی ۱۴۶۔ کہتے ہیں کہ بہشت میں بھی بہشتی سزا پاتے ہیں۔ چنانچہ مہابھارت کے آدی پرب میں لکھا ہے۔ کہ راجا مہاتمہ نے بہشت میں کہا کہ میں اپنے برابر کسی کو نہیں جانتا اندر نے اس گناہ کے بدلے اُسکو بہشت سے دُنیا میں پھینک دیا پھر اس گناہ سے پاک ہو کر بہشت میں گیا۔

جواب۔ بھارت میں جس راجہ کا بیان ہے وہ آسمانی نہیں بلکہ دنیاوی راجہ کی داستان ہے ہم اُسکا پتہ بتلاتے ہیں کہ اندر کہاں رہتے ہیں۔ اُس شہر کا اندر پور یا سر پور یا امرپور نام ہے جو ملک برھما کا شاہی مقام ہے وہاں اراوتی نام ندی بہتی ہے اور اُس جگہ سفید ہاتھی ہوتا ہے۔ اپسراں یعنی گانے بجانے والی عورتیں بھی بیشمار ہیں اور پھل پھول کی بھی وہاں خوب بہار ہے اُس جگہ ارجن و کرشن وغیرہ کئی بار گئے۔ اور ضیافتیں کھا کر واپس چلے آئے۔ ہاں یہی اعتراض قرآن اور قرآنی بہشت پر وارد ہوتا ہے جیسے ہاتھ سے آدم بیچارہ آٹھ آٹھ آنسو روتا ہے۔ کیوں مولوی صاحب بہشتی بہشت میں سزا پاتے ہیں اور وہاں سے نکالے جاتے ہیں یا نہیں۔ اعتراض ۱۶۴۔ ایک راجا نیک کردار بہشت میں داخل ہوا ایک روز گنگا برہما کے پاس گئی وہ راجا بھی وہاں حاضر تھا ہوا نے گنگا کا دامن اٹھا دیا راجہ کی نظر گنگا کے زانو پر پڑی عاشق ہو گیا بہشت سے نکالا گیا بہشت کیا ہوا رنڈیوں کا چکلہ ہوا۔

جواب۔ اس واقعہ سے اور بھی ثابت ہوا کہ درحقیقت بہشت سے مراد ملک برہما ہے۔ اور اندر وہاں کا راجہ ہے جسکی کوئی معشوقہ مسماۃ گنگا ہو گی ناواقف راجہ عاشق ہو گیا رقابت کے مارے ملک سے نکالا گیا۔ ساتھ ہی جب ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اور اُس کی حور و غلماں پر نظر دھرتے ہیں لا محالہ ہمیں آپکا قول صادق معلوم ہوتا ہے (مفصل دیکھو رسالہ نجات)

مولوی ۱۷۲۔ ہندوؤں کے دین میں جادو اور ایسے کلام حلال ہیں جو ہر بن بید میں دشمنوں کے اڑا لینے کے بہت منتر ہیں۔ اور ان میں ایسا انکے قربانیوں کا ذکر ہے جو بھگوتی دیوی کو چڑھا کر اپنے دشمنوں کو مار ڈالے۔ چنانچہ ایک جگہ لکھا ہے۔ کہ جس کو مار ڈالنا منظور ہو۔ اسکی تصویر کا غذ پر بنا کر اسکا سر کاٹ ڈالے۔ اتھرین بید اور بہت کتابوں میں ایسے منتر ہیں جنمیں غیر اللہ سے التجا ہے

جواب۔ آپکا یہ بیان محض افترا اور اسکا فقرہ فقرہ جھوٹ سے بھرا ہے نہ تو جادو کوئی چیز ہے۔ اور نہ اُس سے کسی طرح کی بھلائی یا برائی ہو سکتی ہے۔ جادو کا ماننا اور اس سے نفع نقصان یقینی جاننا جاہلیت کی روائتیں اور اعرابیوں کی حکایتیں ہیں۔ وید شاستر

کسی آرش گرنتھ سے جادو وادو کا کچھ تعلق نہیں مجھے آپکی دینداری پر افسوس ہے کہ کیوں اتنا جھوٹا الزام بغیر دیکھے بھالے، حکام وید کے لگایا اور گناہ کا بوجھ اپنے سر اٹھایا جہاں سے شیطان نکلا وہاں سے ہی جادو پیدا ہوا۔ بائیبل ان باتوں کی مول ہے اور جن و شیطان و جادو اس کا اصول خود مسیح جن بھوت نکالا کرتے تھے کیونکہ انہوں نے چالیس روز تک شیطان کے پاس تعلیم پائی تھی جس نے اچھی طرح اپنے مطلب کی پٹی پڑھائی حضرت عزازیل نے اس سے پہلے کئی ہزار سال تک بہشت میں شیطانی سکول چلایا حضرت کرشن آتمانی نے باوجود عالم الغیب کہلانے کے اُسے معلم الملکوت رہنے دیا بلکہ پاس بٹھایا پھر آدم کو اپنے جال میں پھنسایا۔ اور اماں حوا کو کھلایا۔ ایوب پر جادو چلایا زکریا کو چیر دیا یہوواہ میں حلول کر کے مسیح کو پھانسی دلایا اور محمد صاحب کے دل میں منتے بچھا کر انکے منہ سے بتوں کی شفاعت کا کلمہ پڑھوایا۔ سورۃ بقر میں لکھا ہے کہ انہوں نے پیروی کی اس کی جو پڑھتے تھے شیطان لوگ سلیمان کی بادشاہی میں سلیمان کافر نہ ہوا لیکن شیطان کافر ہو گئے۔ لوگوں کو جادو سکھلاتے تھے اور پیروی کرتے تھے جو دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر بابل میں نازل ہوا ہے پس یاد کرتے ہیں اُن سے چند منتر جن کے سبب سے درمیان زوجہ و شوہر کے جدائی ڈالیں اور نہیں ہیں وہ کسی کو نقصان پہنچانے والے جادو سے مگر خدا کے ارادہ سے،،

سورۃ جن کہو وحی بھیجی گئی طرف میری کہ میری باتوں کو سُنا چند جنوں نے پھر کہا انہوں نے کہ ہم نے عجیب قرآن سنا جو دلالت کرتا ہے طرف راہ راست کے پھر ہم جن لوگ قرآن پر ایمان لائے، شاہ ولی اللہ حاشیہ قرآن پر لکھتے ہیں روزیکہ آنحضرت نماز صبح بیرون مکہ مے خواندند جماعۂ از جن آنرا استماع کردند و ایمان آوردند خدائے تعالیٰ از ایمان ایشان و گفتگوئے ایشان با قوم خود دریں سورۃ خبر دادہ،، (۵۲۹) (اور دیکھو تفسیر جلالین صفحہ ۴۸۰۔ و تفسیر حسینی جلد ۲ صفحہ ۲۲۰ و ۲۲۴)

اُن آیات قرآنی کے مطالعہ سے ظاہر ہوا کہ شیطان بھی مسلمان ہو گیا ہندوستان میں جو جاہل لوگ جن بھوت اوتارتے ہیں وہ سلیمان پیر محمد پیر کلو پیر کا نام اکثر لیا کرتے ہیں جس سے ثابت ہے کہ یہ تینوں صاحب جادو ٹونے کے پیر ہیں بلکہ پیر دستگیر پیر ارا ملا و مولوی تمام جادو منتر کا کام قرآن سے چلاتے کسی آیت کو سیدھا کسی کو اُلٹا پڑھ کر اُلٹی تسبیح گھماتے۔ بٹیر لڑانے میں ہاریت اذریت کو کام میں لاتے۔ لوگوں کے گھر آگ لگانے میں وفار التنور کی آیت کو لکھ کر چراغ میں جلاتے اور آگ کو بجھانے کے لئے قلنا یا نار کونی برداً و سلاماً کو پانی میں بہاتے ہیں۔

پس قرآن درحقیقت جادو ٹونے کی کان ہے اور گنڈہ و تعویذ کی جان۔ فتوح الغیب نقش سلیمانی۔ اعجاز محمدی۔ دعا سریانی۔ چہل قاف۔ سب صاف صاف جادو ٹونے کا کام دیتے ہیں۔ جس سے کوئی ایماندار مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ جادو کی تعلیم خدا سے نازل ہوئی اور دو فرشتے اُس کے حامل ہیں دونوں کا بانی مبانی ایک ہے بر کنندہ آرد کافر گردد۔ وید مقدس میں ان باتوں کا نشان نہیں اور ہنگو جی ذلوی کا گمار نعوذ باللہ من ہذا الخرافات والتوہمات۔ اسی واسطے ہمارے معلم منو نے ایسی شرارت کرنے والوں کو مجرم گردانا ہے ادھیاؤ ۹ شلوک ۲۵۸ کام والے آدمی سے دھن لے کر نا سبب کام کرنیوالا کسی وہمی چیز یا کرہ یا کوئی خوف دکھلا کر دھن لے لینے والا۔ سونا وغیرہ میں ناقص چیز ملا کر دغا بازی کرنے والا جاندار و بیجان چیزوں سے جوا کھیلنے والا۔ دوست فرزند و نفع وغیرہ کے حالات بتا کر اوقات بسر کرنیوالا بد فعلی کو چھپا کر اُسے اچھا فعل ظاہر کرکے دوسرے کی دولت لینے والا ہاتھ کی ریکھا دیکھ کر اپنے برے پھل کو کہہ کر دولت لینے والا۔ راجا ان کے علیحدہ علیحدہ کاموں کو سوچ بچار کر اور انکی توفیق کو دیکھ کر جو جیسے لائق ہو۔ اُس کے جرم کے مطابق سزا دیوے۔

پس جادو کا نام ایک جھوٹی کمائی اور اوتیا اور بے بیتری کی نشانی ہے جن لوگوں کا جھوٹ پر بھار ہے انہیں کا جادو تعویذ گنڈہ پر دستوا ہے اس سے آریہ دھرم سے ان فضولیات کا کوئی تعلق نہیں۔ **حجۃ الہند اعتراض ۲۱۹**۔ ہندوؤں کے نزدیک آگ کو گواہ پکڑتے ہیں **تردید**۔ آگ تو جڑ ہے وہ گواہ نہیں ہو سکتی البتہ ہوم کرکے لوگوں کے دماغ معطر کرتے ہیں۔

حجۃ الہند ۲۱۵۔ ہمارے دین میں نکاح وہ چیز ہے کہ کوئی عورت اپنے آپ کو کسی مرد کے عقد میں دیدے۔ اگر عورت یا مرد نابالغ ہوں تو کوئی ولی انکا جیسے باپ یا بھائی ان کا نکاح کر دیں۔ پھر اس اقرار کے واسطے دو شخص ایماں والوں کا گواہ ہونا ضرور ہے۔ اور عورت کے نفس کا کچھ عوض بھی مرد پر ٹھہر جاتا ہے۔ اسواسطے کہ وہ بیچاری آئندہ کو مرد کی قید میں آجاتی ہے۔ اس عوض کا نام مہر ہے۔ اور وقت نکاح خطبہ پڑھنا سُنت ہے۔ **جواب**۔ نابالغ کا اقرار نامہ ناجائز ہے بنا براں یہی شریعت میں نابالغ کا نکاح بھی ناجائز ہے۔ اور ایسا نکاح قانون قدرت کے بھی مخالف ہے۔ کیونکہ نکاح سے جو اصلی غرض ہے وہ بالکل فوت ہو جاتی ہے یہ ناجائز طور پر شہوت کا ذب کا بھڑکانا۔ بدچلنی کا بڑھانا ہے مگر محمد صاحب نے قانون قدرت کی مخالفت کی۔ اور نابالغ چھ برس کی لڑکی عائشہ نام سے نکاح اور نو سالہ سے جماع کیا۔ اور یہ جو آپ نے کہا کہ عورت کے نفس کے عوض کچھ مرد پر ٹھہر جاتا ہے۔ اسپر کئی اعتراض ہیں۔ اول معلوم ہوتا ہے کہ اس دین کے رو سے عورت اور مرد کے مساوی حقوق نہیں۔ اور نزدیک خدا کے برابر مخلوق ہیں۔ کیونکہ عورت قید میں آجاتی ہے مگر مرد نہیں کہ وہ تو آزاد ہے اور جس عورت سے چاہے نکاح کرے بلکہ ایک وقت چار تک سنت نبوی پر عمل کرے تو وہ تک اور اگر منشہ پر عمل کرے تو نو تک انتہا۔ اسکی علاوہ بے تعداد لونڈیاں رمتعمل دیکھو قرآن سورۃ نسا ترجمہ شاہ ولی اللہ صفحہ ۷۷) اب عورت منکوحہ کا دوسرے کی منکوحہ سے بدلانا بھی اسلام کے رو سے جائز ہے۔ قرآن سورۃ نسا۔ وان اردتم استبدال زوج مکان زوج واتیتم احدٰھن قنطاراً۔ ترجمہ۔ واگر خواہید بدل کردن زن بجائے زنے۔ دادہ باشید یکے از ایشان را۔ یعنی مال بسیار۔ در مہر دادہ باشید پس باز مگیرید ازاں مال چیزے را۔ اور اسی طرح سورۃ بقر کا حلالہ فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ فان طلقہا فلا جناح علیہما ان یتراجعا۔ ترجمہ سعدی شیرازی۔ پس اگر طلاق دہد زن را پس حلال نباشد آن زن براں مرد از پس طلاق سوم تا آنکہ بہ نکاح در آید بشوہر دیگر را۔ پس اگر طلاق دہد شوہر آنزا پس نیست ہیچ گناہ بر آنہا آنکہ با یکدیگر رجوع نمائید بہ نکاح۔ اس پر حاشیہ قرآن میں لکھا ہے "یعنے تیسری طلاق کے بعد پھر نہیں رکھ سکتی۔ بلکہ دونوں کی خوشی ہو تو بھی نکاح نہیں بندھ سکتا جب تک بیچ میں اور خاوند کی صحبت نہ ہو چکی ہو،، (دیکھو صفحہ ۴۹ قرآن مجتبائی دہلی ۱۲۹۹ھ) اور دیکھو مشکوۃ باب المطلقہ ثلثا فصل اجلد ۳ صفحہ ۱۲۲۔ اسی کے متعلق دیکھو قاموس جلد ثانی باب اللام فصل الحا صفحہ ۱۴۰ نولکشور) اس میں بہت بُری بات ہے کہ مہر (اجرت) مقرر ہو۔ وید شاستر کی یہ آگیا ہے۔ کہ خاوند ستری کو اور دھنگی جانے بغیر ایک عورت کے دوسری ستری سے شادی نہ کرے۔ وید مقدس کے رو سے ایک مرد کے واسطے ایک عورت اور ایک عورت کیواسطے ایک مرد کا حکم ہے۔ زیادہ نہیں۔ اور یہی اگر قانون قدرت پر غور کریں۔ تو صحیح معلوم ہوتا ہے سنسکار ودھی میں ایسے بیاہ کی تشریح ہے کہ عورت کی عمر کم از کم ۱۶ سال اور مرد کی کم از کم ۲۵ سال ہونی چاہیئے۔ اور اسی عمر میں فریقین کی

رضامندی سے روبروئے والدین یا بزرگان خاندان کے شاستر انوکول شادی ہونے سے وید میں حکم ہے۔ اول پرماتما کی توحید داوپاسنا وید انوکول کی جاتی ہے۔ اسکے بعد فریقین کے واثق اہل محلہ وبرادری کے سامنے کہے جاتے ہیں اور اخیر میں حاضرین دولہا دولہن کو آشیرواد یعنی دعا دیتے ہیں اور ہون یگیہ کیا جاتا ہے بعدہ وہ رخصت ہوتے ہیں۔ دین اسلام میں دنیا کے تمام مذاہب سے جو زیادہ شرف ہے اور تمام میں سے جو زیادہ افضل ہے اسے مولوی حسین واعظ بحوالہ قرآن لکھتے ہیں۔ واذکروا الخ یاد کنید نعمت ہائے خدا را کہ فائض میگرداند برشما خصوصاً درباب مناکحات چہ در شرائع امم سابقہ ہیچ کس را زیادہ از یک زن در رتبہ نکاح روا نبودے۔ مگر پیغمبراں را وایں جا تا چہار حرہ در عقد واحد جائز ہست و آناں را بعد از طلاق مراجعت جائز نبودے وایں جا روا است وما دامیکہ زن مطلقہ نشدہ بودے مرد را حلال نبودے تزوج بزن دیگر جز دے دریں شریعت حلال ست۔ (تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۱۳۱)

قرآن درحقیقت عورتوں کی بعزتی کرتا ہے۔ مولوی ابوالمنصور صاحب لکھتے ہیں۔ مسلمانوں میں عورتوں کو ناقص العقل اور انہیں پردہ میں رکھنا لکھا ہے (دیکھو سورۃ نور وسورۃ احزاب از دولت فاروقی ۱۳۵) بحوالہ حدیث اخلاق جلالی میں ہے کہ دختراں را از خواندن و نوشتن بکلی منع باید کرد (صفحہ ۲۱۳) حجتہ الہند ۲۱۹ اور اگر مرد اپنی عورت کو طلاق دیدے۔ تردید۔ مسئلہ طلاق ہر طرح قابل نفرت ہے اور وید شاستر میں اسکی ممانعت کیونکہ اس سے زنا کی کثرت اور حرامکاری میں رغبت ہوتی ہے۔ بدکشتی شرم وحیا کو ڈبوتی ہے۔ جن قوموں میں طلاق روا ہے۔ انہیں کی مطلقہ سے دنیا میں ہر جگہ چکلا بھر رہا ہے ذرا گریباں میں منہ ڈال کر غور کرو۔ حجتہ الہند ۲۱۹۔ یا کسی عورت کا شوہر مرجاوے تو اس عورت کو بعد گزر جانے ایام عدت کے کسی اور مرد سے نکاح کرلینا جائز بلکہ بڑا ثواب ہے۔ جواب۔ بشرطیکہ نہ ہوئے اولاد اور رضامندی بیوہ کے بھی شاستر کا ارشاد ہے۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ اسکا رواج اس ملک میں کم ہے۔ اکثر اشراف مسلمان بھی بیوہ عورات کا دوسرا نکاح نہیں کراتے۔ جسکا تمکو خود بھی صفحہ ۲۱۳ پر اقبال ہے۔ اور خود اس بدعت کے بانی مبانی حضرت پیغمبر عرب ہوئے انہوں نے خود تو لوگوں کی بیوہ مطلقہ جوروں اور بیوٹیوں سے نکاح کئے۔ اور بعضی عورتوں کو بے نکاح بھی گھر میں ڈال لیا۔ مگر حضرت کی وفات کے بعد بی بی عائشہ وغیرہ سب انکی بیویں اس ثواب سے محروم رہیں اور اس نعمت عظمیٰ سے بباعث ممانعت حضرت کے مجبور رکھی گئیں۔ افسوس صد ہزار افسوس۔ دیگراں را نصیحت وخود را فضیحت حالانکہ اسوقت بعض بعض عالم شباب میں تھیں اور کئی اصحاب بھی اُن سے شادی کرنے پر رضامند تھے۔ قرآن میں اسکا ارشاد موجود اور راستی مفقود ہے۔ حجتہ الہند ۲۲۰۔ ہندو دلہا دلہن کی عجب صورت بنالیتے ہیں۔ سر پر موڑ ہاتھ میں کنگنا۔ منہ پر سہرا جیسے گھوڑے اور بیل کے منہ پر مہرا ہوتا ہے۔ اور پوشاک کچھ انوکھی وضع کی ہوتی ہے۔ اور برادری کی عورتوں کا جمع ہو کر گانا اور دلہن کے سات دن تک عورتوں کے ہاتھ سے اُبٹنا لگانا۔ اور طرح طرح کی بے حیائی کے گیت گانا۔ تیل چڑھانا۔ بتی کرائی اور سانت کرنا۔ چونکہ پرما اور نجومی اور تکمیہ واسطے ڈھکا ڈکرتا۔ اور انہیں بہت مال و دولت زمین پر پھینک کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ضائع کر دینا اور آتشبازی چھٹروانا۔ ڈھول نفیری۔ نقارخانہ۔ طائفہ وغیرہ باجے بجوانا۔ بندوقیں سر کرنا۔ سمدھیوں کا آپس میں مل کر ہنسی اور ٹھٹھا کرنا اور شیرینی کو ولی بنا کر براتیوں کو ڈنگروں کی طرح اُس پر بٹھانا۔ نوشہ سے بیحیائی کی باتیں کرنا اور فحش مضامین پڑھنا۔ عورتوں کا مردوں کو فحش گیت میں گالیاں دینا اور دلہا سے دولہن کی جوتی کو سجدہ کرانا وغیرہ وغیرہ۔ جواب۔ ہاں سب باتوں کا وید شاستر میں کہیں پتہ نہیں ملتے یہ سارے باتیں شاستر کے خلاف ہونے سے ناجائز ہیں آریہ سماج میں کم از کم دو یا تین سو بیاہ ہو چکے ہیں جنمیں سے ایک میں بھی یہ باتیں نہیں ہوئیں۔ پس یہ بدعت ہے ہم جہلاء کی غلطی کے ذمہ وار نہیں مسلمان بھی سہرا باندھتے ہیں۔ بڑے بڑے عالم وفاضل مولوی اور سید محرم میں حسن وحسین کا سہرا اشنا یا وگانا کرتے ہیں۔ کیا وہ گھوڑے بیل کے کھرتے کی طرح نہیں اکٹھا کھانے کو ہم ہمیشہ سے ڈنگروں اور وحشی قوموں کی عادت جانتے تھے۔ مگر شکر پرماتما کا کہ اب ایک مسلماں کی تحریر سے بھی یہی ثابت ہوا کہ یہ ڈنگروں بیلوں حیوانوں کا کام ہے۔ انساں کا نہیں۔ بھائی آفرین درحقیقت اکٹھا کھانا ڈنگروں کی خوراک ہے۔ مہذب اور دانا علم طب کے ماہروں کی نہیں۔ کیونکہ ایک دوسرے کی بیماری کے لگ جانیکا اندیشہ ہے۔ یہ رسم مسلمانی عہد اور محمدیوں کی صحبت وتعلیم کے اثر سے کھتریوں میں رائج ہوئی شاستر انوسار نہیں ہے اسی واسطے تعلیم یافتہ کھتری اسکو چھوڑتے جاتے ہیں۔ رنڈی لے جانا۔ یا آتش بازی جلانا روپیہ اڑانا۔ گالی دینا ہم ان سب بُری باتوں کو نامشروع سمجھتے ہیں۔ مگر بیاہ شادی میں خوشی کرنا اچھے راگ گانا باجا بجانا برا نہیں۔ کیونکہ ہمارے ہاں تو شادی ہوتی ہے۔ شادی میں شاد ہونا ضرور ہے۔ ہاں آپکے ہاں شادی نہیں بلکہ ماتم ہے پس خوشی بھی مناسب نہیں۔ اعتراض ۲۲۶۔ ہمارے نزدیک ہر طرح کی شراب ہر کسی پر حرام ہے۔ اور بام مارگی ہندوؤں کے نزدیک ہر قسم کی شراب حلال ہے تردید بام مارگی ہندوؤں میں ایسے ہیں۔ جیسے مسلمانوں میں رند مشرب لوگ جنکا مقولہ ہے۔ واعظا شراب پینے سے کافر ہوا میں کیوں۔ کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان بہ گیا۔ اگر انکے سبب ہندو دین معتوب ہے تو رندوں۔ سماعیلیوں۔ ذاکریوں سے محمدی دین معیوب مغضوب ہے۔ مگر آپکے تمام نبی شراب کو حلال جانتے تھے۔ اور نوش کرتے تھے۔ اس پر خیال کیا ہے یا نہیں۔ مولوی ۲۲۷ ہمارے دین میں ہر پیشہ ور کے گھر کا کھانا حلال ہے۔ بشرطیکہ اسکا مال حرام کے پیشہ سے پیدا نہ ہو۔ آریہ۔ اس لفظ میں آپکا اور ہمارا اتفاق ہے۔ اسی واسطے شودر کا کام روٹی پکانا مقرر ہے اور ہم اُن تمام لوگوں کے ہاتھ سے جو ہمارے دھرم کو مانتے ہیں کھانا جائز جانتے ہیں مگر ہمارے اور آپکے حرام وحلال میں فرق ہے۔ آپ جانور کشی کو حلال جانتے ہیں۔ اور چوکے پر ستھری روٹی کھانے کو حرام۔ آپ کوڑی پر مرغی مارنے اور چیدام پر بکری کا گلا کاٹنے کو ثواب مانتے ہیں اور جنت کا فتح الباب مگر ہم اسے گناہ جانتے ہیں اور ایسے کے گھر کا کھانا جائز نہیں گردانتے بدمستقی شیعہ مسلمانوں کا تمہاری نسبت اعتقاد ہے کہ اہل سنت نجس تر اند از یہود ونصاریٰ اگر بداں الیشاں چیزے بہ بدن آنرا باید شست، (تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۵۰) ہم آریہ لوگ سوائے مہتر، قصاب یا اگھوری وغیرہ غلیظ لوگوں کے اور کسی کیساتھ چھونا برا نہیں جانتے ہیں۔ مگر جائے تعجب ہے کہ مسلماں لوگ بھنگی اور قصابوں کے ساتھ بھی شیر وشکر ہونے کو تیار ہیں۔ اور برسوں آبدست لینے سے بیزار۔ اُسی مٹی کے کوزہ سے پاخانہ جاتے اور اسی سے پانی نوش فرماتے ہیں سبحان اللہ! مولوی ۲۲۹ ہمارے دین میں ملاقات میں سلام کیواسطے ایک ہی قاعدہ اور ہندوؤں میں مختلف جواب۔ وید کے رو سے ایک نمستے کے سوا اور کوئی قاعدہ جائز نہیں (مفصل دیکھو آریہ ہندو اور نمستے کی تحقیقات) جسطرح تمہارے ہاں عشق اللہ یا واللہ۔ سلامت حضرت سلامت۔ قبلہ۔ بندگی مجرا۔ کورنش۔ یا علی مدد۔ یا حسین یاد ہو نکل والا۔ میرا لالان الا۔ استاد وغیرہ وغیرہ رائج ہیں۔ ایسے ہی ہندوؤں میں رام رام جے ہری۔ پرماتما جیتی رہو۔ ڈنڈوت وغیرہ کا دستور ہے۔ مگر یہ ٹھیک نہیں صحیح وہی ہے جو اوپر مذکور ہے ۲۳۱۔ مسلمانوں میں شرافت ورذالت دو جہت سے ہے۔ ایک یہ سبب اعمال اور دوسری

بسبب قرابت انبیا و اولیا جیسے سید بنی ہاشم۔ قریش بنی اسماعیل دوسری قوموں سے افضل ہیں اور ہندوؤں کے دین میں اگرچہ شرافت بسبب اعمال کے بھی ہے مگر قومیت کو غلبہ اور زیادہ اعتبار ہے۔

جواب:- شاستر کے مطابق سب شرافت اعمال سے ہے نسل اور آل سے نہیں مگر مسلمانوں میں صرف قومیت کو شرافت ہے۔ سید کیسا ہی جاہل و امی کیوں نہ ہو پھر بھی سید ہے اور بولو گی سید بنیز کی روایات بھی مختلف ہیں صدہا لوگ فریب سے سید بنگئے ہیں۔ ؎

سالِ اول شیخ بودم سال دوم میر بی ۔۔۔ غلہ چوں ارزاں شود امسال سید میشوم

بنی اسماعیل ہونا شرافت کی بات نہیں۔ ہاجرہ والدہ اسماعیل لونڈی تھی۔ ؎

پرستار زادہ نیاید بکار ۔۔۔ اگرچہ بود زادۂ شہریار

(حسینی جلد ۲ صفحہ ۲۰۱ و ابو الفدا جلد ۱ و پیدائش توریت ۱۶ و تاریخ انبیا صفحہ ۱۳ و ۲۴ قابل دید ہے۔

اعتراض ۲۰۸ و ۲۰۹۔ ہمارے دین میں صبح سے آفتاب غروب تک روزہ رکھنا ماہ رمضان میں فرض ہے اور بعضے اور دنوں میں روزہ نفلی اور ہندو اپنے بزرگوں کے نام روزہ رکھتے ہیں۔ اور اُنکو برت کہتے ہیں۔ اور قربانی عید اضحی کی واجب ہے اہل توفیق پر۔ اور یہ داخل عبادت ہے۔ **جواب** روزہ خلاف عقل و حکمت ہونے سے فضول ہے اس سے تو ایکا وشی برت معقول ہے۔ جس طرح بعض ہنود مردوں کے نام پر روزہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان حضرت علی پیر مخدوم جہانیاں امام حسین و بی بی فاطمہ و پیر صاحب کا روزہ رکھتے ہیں اور اصل میں دونوں جادۂ راستی سے دور تھیک رہتے ہیں۔ انصاف یہ ہے کہ مسلمان رمضان میں گناہ زیادہ کرتے ہیں جانور زیادہ مارے جاتے ہیں اُس سے عفونت زیادہ پھیلتی ہے اور مخلوق خدا زیادہ تباہ ہوتی ہے۔ اور آئے دن مکہ شریف میں ۱۴-۱۵ ہزار حاجی ہیضہ کے شکار ہوتے ہیں اور طاعون میں گرفتار۔ اگر خدا خورسند ہوتا تو ہیضہ کیوں پھیلاتا۔ بکری یا اونٹ یا گائے یا سؤر کا خدا یا بتوں یا پیر فقیر کے نام پر گلا کاٹنا گناہ ہے۔ اور ناراستی کی راہ اور خدا کے نام پر گناہ کرنا بہ نسبت اوروں کے زیادہ بُرا ہے۔ ہندو گو اسوقت ویدک دہرم سے گمراہ ہیں مگر پھر بھی اتنے عقلمند ضرور ہیں کہ پرمیشور کے نام سے جانوروں کے گلے نہیں کاٹتے اپنے واسطے اور ڈاکنی شاکنی یا دیوی کے نام پر کاٹتے ہیں کیونکہ وہ ایشور پر جو کہ آری کا کلنک نہیں لگاتے بلکہ ایسا کہنے سے بھی خوف کہاتے ہیں۔ قرآن سورۃ حج میں بھی ہے لن ینال اللّٰہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن ینالہ التقویٰ منکم یعنے نہیں پہنچتا خدا کو گوشت قربانیوں کا اور نہ لہو انکا لیکن خدا کو تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔ مگر پھر حیرانی ہے کہ مسلمان کیوں جانوروں کا گلا کاٹ۔ خون بیٹ گنہگار ہوتے۔ اور ضم حصیاز ہوتے ہیں اور زیادہ افسوس اس بات پر ہے کہ اور مذاہب میں جتنے اچھے لوگ ہوتے ہیں وہ جانور کشی سے پرہیز کرتے ہیں۔ مگر دین محمدی میں یہ نیک خدمت مسجدوں کے ملانوں پیروں قاضیوں سے لیجاتی ہے۔ تراہ ماں ۱۱۔ الحذر را نے شیخ نادان الحذر۔

اعتراض ۲۱۰۔ ہمارے دین میں ہر مسلمان صاحب توفیق پر فرض ہے کہ ایک دفعہ کعبہ شریف کا حج کرے اور کعبہ ایک مبارک مکان ہے مکہ معظمہ میں اور اللّٰہ تعالےٰ کا حکم ہے کہ جب کوئی نماز کرے کعبہ کیطرف مُنہ کرکے ادا کرے اور سوائے اس کے اور طرف مُنہ کرکے سجدہ کرنا منع ہے اور اللّٰہ تعالےٰ نے اُس مکان کو سب مسلمانوں کیواسطے قبلۂ عبادت ٹھہرایا ہے بسبب شرف اور بزرگی اُس مکان کے اور جو کوئی حج کرتا ہے اور اُس مکان کا طواف کرتا ہے جو اُس شخص نے اللّٰہ کی تقصیرات اور گناہ کئے تھے۔ اُنکو اللّٰہ تعالےٰ معاف کردیتا ہے اور سوائے خانہ کعبہ کے اور کسی مکان کو حج کی نیت سے جانا اور اُسکی طرف سجدہ کرنا اور طواف کرنا شرک ہے اور ہندوؤں کی زیارتگاہ اور تیرتھ صدہا اور مختلف ہیں **جواب**۔ ویدک دہرم کے روسے کسی مکان یا پہاڑ وغیرہ کے طواف سے گناہ معاف نہیں ہوتے ایک بیابان ریگستان میں جہاں وحشی اور بدو رہتے ہیں ثواب کی نیت سے جانا۔ ایک مکان کے گرد چکر لگانا۔ سنگ اسود چومنا۔ اور پہاڑوں کے گرد گھومنا اُسمکان کو بیت اللّٰہ جاننا۔ اور خدا کے ہاتھ (حجر الاسود) کے آگے قربانی گذراننا اور تمام عمر اس مکان کیطرف سر جھکانا اور ماتھا گھسانا صاف شرک اور بُت پرستی سے عبور کیجئے۔ جو لوگ مصر میں ہیں وہ کعبہ کو بجانب مشرق اور روم و شام والے بجانب جنوب اور ہندوستان و افغانستان والے بجانب مغرب اور عدن اور یمن والے بجانب شمال سجدہ کرتے ہیں اور کعبہ کے اندر کوئی جہت مقرر نہیں جدھر چاہو مُنہ کرکے سجدہ کرو۔ پس صاف ظاہر ہے کہ سجدہ سنگ اسود اور اُسمکان کو ہے لامکان رحمٰن کو نہیں اُسکو سوائے کسی اور طرف سجدہ کرنا شرک اور کفر ہے اور اُسکو جائز۔ اُس مکان کے گرد گھومنا اور کسی پتھر کو بنظر عبادت چومنا شرک اور کفر ہے اور اسکو جائز۔ اُس مکان پر ریشمی کپڑا چڑھانا پُرانا ہونے پر اُسے متبرک سمجھ کر ٹکڑے ٹکڑے کرنا یا چومنا آنکھوں پر لگانا۔ آب زمزم اور مکہ اور حجر الاسود کی دہوون (آب غسل) کو بھر کر لانا اور متبرک ٹھہرانا اور قبلۂ حاجات جاننا اور ان سے مت مانگنا سراسر بُت پرستی اور کفر ہے۔ ؎

مسلمانی اگر کعبہ پرستی ست ۔۔۔ پرستاران بُت را طعنہ از چیست

اگر دین ست در بوسیدن سنگ ۔۔۔ چرا داری بدل ز ہندوان ننگ

اگر مسلم ز بُت آگاہ گشتے ۔۔۔ بہ پیش حجر چوں گمراہ گشتے

کعبہ سے مدینہ وہاں سے کربلا۔ اور آگے نجف۔ قدم ابراہیم۔ قدم رسول۔ قدم آدم۔ اجمیر سرہند۔ پاکپتن۔ لڈھورا۔ مکن پور۔ بہرائچ۔ گھڑام۔ جھنگ پیراں کلیر۔ گنگوہ۔ شیخوپورہ۔ بڑاؤ امروہہ۔ سنام۔ شہدا پیر سیالکوٹ۔ دائرہ دین پناہ۔ ملتان۔ لاہور کے موئے رسول اور عمامہ۔ میانمیر وغیرہ۔ دربدر سفر دور و دراز طے کرکے مسلمان بہ طلب حاجات جاتے ہیں اور ناکام واپس آتے ہیں کسی نے سچ کہا ہے۔ ؎ عزیزے کہ از درگہش سر بتافت ۔۔۔ بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت۔ پس شاستر کے خلاف چلنے والے ہندو اور قرآن کے مطابق چلنے والے مسلمان انصاف کے روسے دونوں بُت پرست اور گناہ گار ہیں۔

پوجیں وہ چرن بتن کو اور یہ رسول کے ۔۔۔ قایل یہ خاک نجف کی وہ گنگو دہول کے

چرنامرت وہ لیتے ہیں مکتی کا مدعا ۔۔۔ یہ اُسکو دہو کے پیتے ہیں جو رنگ کو ملا

وہ جگن ناتھ جاتے ہیں سر کو جھکا جھکا ۔۔۔ یہ چومتے ہیں حجر سیاہ دست کبریا

وہ مندروں کو کعبہ کو یہ سر جھکاتے ہیں ۔۔۔ بیہودہ بُت پرستی میں آ لوگ آتے ہیں

دونوں ہیں بُت پرست خدا سے پھرے ہوئے ۔۔۔ دور حق سے اور چاہ بلا میں گرے ہوئے

واجب خدا پرستوں کو دونو سے اجتناب ۔۔۔ کعبہ و دیر دونو ہیں اطراف ناصواب

اعتراض ۲۱۱۔ ہمارے ہاں عمل نیک کا پھل جو اللّٰہ تعالیٰ کی جناب سے اُسکو ملتا ہے وہ مردے کو دلاوے تو اسکو پہنچ جاتا ہے مگر ہندوؤں کے دین میں آچاریہ کو کرا کرم دیتے ہیں اور شرادہ ترپن کرتے ہیں۔ **جواب**۔ مُردہ کو ہماری مرسلہ کوئی چیز نیک وبد۔ نذر و نیاز۔ نکالی یا زہر نہیں پہنچ سکتی۔ شرادہ ترپن کا مُردوں سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ نمے ماباپ کیواسطے ہیں خود غرض ملانوں اور ایسی پنڈتوں نے انہیں مُردوں کے لئے جائز بتلایا اور مال اوڑانے کا بہانہ بنایا ہے سچ ہے مردہ دوزخ میں جائے یا بہشت ہیں۔ مُلا کو حلوے مانڈے سے کام ؎

برگ عیشی بگور خویش فرست ۔۔۔ کس نیارد ز پس تو پیش فرست

؎ طاس رلیم لکھتے ہیں قدم رسول دہلی ہر سال تا ۱۲ ربیع الاول کہ روز وفات رسول ست ایں ہے از مرداں و زناں آنجا مے شوند و آں نقش قدم را بآب حوی شدہ ہے نوشند (مفتاح التواریخ صفحہ ۹۰ سنہ ۱۸۶۷ء)

کریں شرادھ مردوں کا اگیان چھایا مردوں کو بھلا کس نے بھوجن چھایا

حسطرح ہندوؤں کے یہ کریا کرم ہیں اُن سے ہزار گنا بڑھ کر مسلمانوں میں ایسے بھرم ہیں مردہ کا سوم۔ دہم۔ چہلم ششماہی۔ سالانہ۔ پیر صاحب کی گیارہویں۔ ستارہویں بارہویں۔ امیر حمزہ کی سحرات۔ امام حسین کا عشرہ محرم۔ ہر بزرگ کا فاتحہ اُسکی وفات کے روز۔ بعضوں کے لئے خاص کھانے جیسے شاہ عبدالحق کا توشہ حلوہ۔ حضرت بی بی کی صحنک دہی چھچھے کی حضرت علی کا کونڈا میٹھے چاولونکا۔ اور اُسکو بڑا گرم کھانا۔ بوعلی قلندر کا مالیدہ۔ امام حسین کی حلیم اور شربت بابا فرید کی کھچڑی میٹھی۔ پیر جو کا تمک۔ سید سلطان کا روٹ یا ریوڑیاں۔ خواجہ معین الدین کی دیگ۔ کسی کی نیاز سوا روپیہ۔ پانچ پیسہ۔ تین کوڑی۔ کسی کا روٹ سوا سوا کا پانچ سیر۔ مُردہ کا اسقاط قرآن کرانا اور سات آدمیونکے ہاتھوں پر پھیرانا۔ تین چراغ جلانا۔ طواف کرنا اُنکے آگے ہاتھ جوڑ کھڑے ہونا۔ قبر و نپر پانی ڈالنا۔ ختم کیوقت چراغ جلانا۔ چند ڈھیلونپر قل ہو اللہ پڑھ کر ڈالنا۔ محرم میں پانی کی مشکیں چھڑکوانا۔ اور تعزیہ بنوانا اور لنگر کے نیچے بچوں کا نکلوانا۔ عزیزی مد ہونا۔ وغیرہ اس سارے شرک و گمراہی بُت پرستی میں کیا مسلمانوں کو مشغول و غرق ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ پس ہندو بیچارے اُنسے ہزار درجہ افضل ہیں۔

خاتمہ

آریہ دہرم کی خاص سولاں خوبیاں

پہلی خوبی۔ پرماتما کی ذات و صفات اور اُسکی اُپاسنا و پرارتھنا میں کسی خاص جہت کیطرف متوجہ ہونا۔ بلکہ بلا تعین جہت اُسکی صفات کاملہ کا دھیان کر کے اپنے دلکو اُسمیں لگانا۔ پرماتما کی کامل توحید بصفات حقہ اس خوبی سے ویدک دہرم میں موجود ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر کسی اور جگہ ممکن ہی نہیں۔ اور محال ہے کہ اس سے عمدہ کوئی اور بیان کر سکے۔ وجہ یہ ہے کہ صرف یہی مقدس دہرم ہے جسمیں پرماتما کا ثبوت دلائل عقلیہ براہین منطقیہ سے بتلایا جاتا ہے۔ مورتی پوجا۔ قبر اور تعزیوں پر دو دا اور ایشور کو جسمانی ماننا۔ یا ایشور کا کسی میں حلول فرمانا۔ ایشور کا اوتار ماننا۔ کسی آدمی کا خدا ہونا۔ یا خدا کے برابر ماننا۔ کسی کو خدا کا رسول یا کلیم یا روح یا صفی یا خلیل جاننا وغیرہ باتیں جو مبدا و بت پرستی ہیں وہ سارے کے سارے ویدک دہرم سے قطعی ممنوع ہیں۔ وید ان باتوں کو معقول دلائل سے رد کرتا ہے۔ (دیکھو یجروید ادہیاء ۴۰ منتر ۱۔۱۲) **دوسری خوبی**۔ وید مقدس غلطی سے پاک رد و بدل سے رہت۔ ناسخ و منسوخ سے مبرا۔ از آغاز عالم تا اختتام عالم جامع ارشادکامل و واضح فرمان عالیہ ہے جسکی ایک بات بھی علم و عقل کے خلاف نہیں بلکہ سب احکامات علیم کل و عقل کل کی ذات کے شاہد ہیں۔ چونکہ وید ہر طرح کی انسانی غلطیوں سے مبرا ہیں اور تمام دنیا کی ہدایت کے واسطے ہر طرح کامل اسواسطے کامل کے سوا اور کسی سے ظہور اُسکا ناممکن ہے۔ تمام علوم کے مسائل اور تمام تجربہ بعض کے وسایل وید میں نہایت واضح طور پر مندرج ہیں جسکو عقل انسانی بغیر تعلیم کے کسی طرح سے نہیں جان سکتی باوجود سب سے قدیم ہونے کے آجتک اختلاف کا نہ ہونا۔ اور ہمیشہ ہزاروں لاکھوں حافظوں کا موجود ہونا۔ اسکی پوری کمالیت کی علامت ہے۔ **تیسری خوبی**۔ تقلید شخصی سے رہت۔ تحقیق علمی عقلی کی عام اجازت جسکی بدولت انسان ہمیشہ معراج ترقی کی سیر کرتا رہتا ہے اور جہالت و تقلید کے گڑھے میں نہیں گرتا۔ اور اسی سبب سے آریوں کا ازمنہ مختلفہ میں ہر علم و فن میں عمدہ عمدہ ترقی کرنا ظاہر ہے۔ اور اب جو تھوڑے سالوں سے پیر آفتاب صداقت کی شعاعیں ابر ظلمت سے نکلی ہیں۔ علم معقول کیطرف پیر توجہ ہوتی جاتی ہے جو در حقیقت انسانی بھلائی کی نہایت عمدہ علامت ہے۔ **چوتھی خوبی**۔ خدا کی کامل عبادت یوگ ودیا صرف اسی دہرم میں ہے جسکے بغیر نور دھیان جم سکتا ہے نہ طبیعت دلجمعی کا یکسو ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ جبتک چنچل من رُک کر ایشوری گیان میں محو نہ ہو۔ دھیان کا جمنا محال ہے اور جبتک

دھیان نہ جمے ایشور کا پراپت ہونا سر اپانا ممکن ہے۔ ایسی مکمل عبادت اور ایسا مکمل طریقہ کسی اور مذہب یا دہرم میں مطلق نہیں ہے۔ **پانچویں خوبی**۔ شفاعت کا نہ ہونا۔ پرمیشور سے بلا واسطہ غیرے ملاپ۔ نہ کسی اردلی کی ضرورت نہ اپنیر یگی کی حاجت۔ نہ رشوت سے مطلب۔ نہ ڈالی سے غرض۔ صرف اپنے ذاتی عملوں سے پرماتما کی حضوری اسی مذہب کی بزرگی ہے۔ رشوت کا بڑا الزام کوئی مذہب ایشور کی ذات سے دور نہیں کرتا بلکہ سب مذاہب اسی الزام کا اُسے ملزم گردانتے ہیں۔ اور پرمیشور کو دفعہ ۱۶۱ تعزیرات ہند کا مجرم جانتے ہیں۔ مگر صرف ویدک دہرم ہی اس الزام سے بریت کرتا ہے۔ **چھٹی خوبی** پنچ مہا یگ کا روزمرہ فرض ہونا۔ اول عبادت پرماتما یعنی برہم یگیہ دوم خدمت والدین و فضلا و اجداد یعنی پتری یگیہ۔ سوم مہمان نوازی یعنی اتتھی یگیہ چہارم یتیم خانہ وغیرہ قائم کرنا یعنی بلی ویشو یگیہ پنجم تمام دُنیا کی بہتری کیواسطے کوشش کرنا۔ اور حتی الوسع اسکے واسطے ہر روز ہون یگیہ اگنہوتر اور سوگ نا شک اگنی ہوتر کرنا یعنی دیو یگیہ (دیکھو پنچ مہا یگیہ ودہی) **ساتویں خوبی** ستری پُرش۔ اہل قرابت۔ والدین و فرزند۔ ہمسایہ یتیم۔ مسافر مہمان مساکین سبکے حقوق۔ شادی و غمی کے فرائض بلکہ پیدائش سے موت تک سولہ سنسکار اس خوبی سے منو سمرتی و سنسکار ودھی میں موجود ہیں کہ جنکا عشر عشیر بھی اور مذاہب میں نہیں جنرل سے سیگانٹن صاحب مانتے ہیں (اضعاف قانون اور دہرم شاستر میں سے منوجی کا درجہ اول ہے) عورت کو اردہنگی ماننا۔ کثرت ازدواج کا نہ ہونا۔ ایک ناری و ایک پتی برت دھارن کرنا پردہ کی جہالت کا نہ ہونا صرف اسی دہرم کی بزرگی ہے **آٹھویں خوبی** روح اور روحانی باتوں کا سچا علم۔ مادہ اور مادی چیزوں کا صحیح گیان دنیا کب تک رہیگی۔ اسکا واقعی حال جسکے بیان کرنے سے قرآن و بائیبل کی زبان گنگ و لال ہے۔ وہ ایسی خوبی سے اس دہرم میں بتلائی گئی ہیں۔ کہ دیگر علم و سائنس اس سے زیادہ واضح اور صحیح بتلانے سے عاجز ہیں (مفصل دیکھو تاریخ دنیا حصہ اول۔ **نویں خوبی**۔ رحم جو سب سے عمدہ صفت ہے وہ تمام مذاہب سے بڑھکر باحسن الوجوہ صرف اسی مبارک دہرم میں موجود ہے یعنے ماس نہ کھانا اور بیگناہ کسی جانور کو نہ ستانا۔

دسویں خوبی۔ زور و ظلم سے دین پھیلانے کی ممانعت۔ جہاد اور فساد سے نفرت دلائل معقول اور محبت و پیار سے دہرم کی اشاعت کی اجازت صرف اسی دہرم میں ہے (دیکھو ہم **گیارہویں خوبی**۔ مختلف علوم کے فضلا کا وید مقدس کی پیروی سے باہر نہ ہونا اور تمام فلسفی مزاجوں کا ایسے وید کا پیرو ہونا کسی نامعقول بات کا وید میں مذکور نہ ہونا (مفصل دیکھو چھ درشن۔ اور اُپنشد اور چھ انگ) تمام رشی منی وید کے پیرو تھے مگر اور مذاہب میں جتنے ڈاکٹر۔ فلاسفر حکیم ہوتے رہے وہ قرآن اور انجیل سے دست بردار ہو گئے۔ بلکہ انجیل و قرآن کے پیروں نے حکیموں کے چمڑے اُتارے انہیں شکنجہ میں کھینچا اور قتل کیا۔ انکے قتل کا داغ وید کے دامن پر ہرگز نہیں۔ **بارہویں خوبی** معجزات۔ خرق عادات۔ کرامات۔ بھان متی کے تماشے۔ کیمیا گری۔ سنگ پارس۔ جادو ٹونہ بھوت۔ پری و شیطان وغیرہ لطائف کی تردید وید کے سوائے کہیں نہیں۔ موجودہ روشنی کے زمانہ میں ان تمام باتوں سے بدیہی مانونکو نفرت ہے۔ مگر بائیبل و قرآن میں ایسی دور از قیاس باتیں بھری پڑی ہیں **تیرہویں خوبی** انسانی زندگی کا چار حصونپر تقسیم ہونا اور سب سے اول وہاں تک تعلیم کا ہونا ویدک دہرم کی کیسی اعلیٰ فضیلت ہے۔ برہمچریہ طالبعلمی کا زمانہ۔ گرہست عیالداری کا زمانہ۔ بان پرست گوشہ نشینی کا زمانہ۔ سنیاس اُپدیش پراپکار کا زمانہ جسپر عمل کرنے سے انسان دین و دُنیا کی بھلائی بخوبی حاصل کر سکتا ہے۔ اور رلتو گامی ہونیکا ارشاد کیا ہدایت بنیاد ہے اور مذاہب میں اسکا نام و نشان بھی نہیں۔ **چودہویں خوبی**۔ جب مدت مدید کے گزر جانیکے سبب لوگوں نے مخالفت مذہبی کے سبب وید مقدس کے دہرم پر حملہ کیا یا اعتراض کر کے لوگوں کو تشفی کرنا چاہا۔ آریہ لوگوں نے دندان شکن جواب دیئے جو ہمیشہ تک یادگار

بہ سبب قرابت انبیا و اولیا جیسے سید جنکی تردید گوڑپاد آچاریہ کے ششیہ شنکر سوامی نے اکثر افضل ہیں اور ہندوؤں کے ویر نے ندا کی کہ مخالفوں کو جو کرشنی بتلادی اسکی بھی وہ کتابیں بودہ مت کی تردید میں برق طپاں کا حکم رکھتی ہیں۔ پھر اب تھوڑے عرصہ سے مسلمانوں عیسائیوں نے کتابیں لکھنی شروع کیں جنکے جواب ہماری طرف سے مدلل دیئے گئے گویا کہ انکے منہ پر مہر سکوت لگ گئی۔ اور کبھی میدان مباحثہ میں قائم نہ رہ سکے **سترہویں خوبی**۔ اگرچہ کئی دفعہ صدمات پہنچے۔ اور مخالفوں نے ادہرم کے پھیلانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تو بھی آریہ قوم وقتاً فوقتاً جاگتی سنبھلتی رہی جینی۔ پارسی۔ یہودی مالیوں اور قبطیوں کی طرح بالکل مردہ نہیں ہو گئی۔ دہرم سے پتت شدہ لوگوں کو جب بس چلا شدہ کر کے واپس لیتی رہی۔ لاکھوں بودہوں کی شدھی شنکر اچاریہ نے کی اور مسلمان و عیسائیوں کی شدہی کے کام کو دنیا کے عارفوں کے سرتاج شری سوامی دیانند جی مہاراج نے شاستروں سے اب رواج دیا جو روز بروز آریہ سماج کی مبارک کوششوں سے ترقی پا رہا ہے مذہب باطلہ کی طرف لوگوں کا رجحان بہت کم ہو گیا اور ایشور کریگا کہ بالکل بند ہو جائیگا پس اس روشنی کے زمانہ میں آریہ قوم کا جاگنا اور جہالت سے بھاگنا صرف صداقت ویدک کی برکت ہے۔ **سولہویں خوبی**۔ مباحثہ مذہبی کیواسطے عام اجازت (صلائے عام) کا دینا اور علم و عقل اور سچائی کے خلاف کسی کی بات نہ ماننا تمام فضلا و علما کی عزت کرنا۔ اور اُن کی تعلیم سے آگاہی کرنا اور محبت و پیار سے ست دہرم کا پھیلانا اور معقول دلایل سے لوگوں کو راہ راست پر لانا اور گناہوں سے دلی نفرت اور نشکام کرم کی طرف توجہ دلانا اور پنیر جنم کے عالمگیر اور لاتغیر قانون کو پیش کر کے الٰہی انصاف کا قائل کرنا اسی مقدس دہرم کی خوبی ہے جو کسی (نوین مت) جدید مذہب کے نصیب نہیں۔ بنا بر آں صداقت **وید** درحقیقت نوید جاوید ہے۔

مبارک ہیں وہ جو سچ کے قبول کرنے اور جھوٹ کے چھوڑنے پر ہمیشہ طیار رہتے ہیں

التماس آخری بھائی مسلمانوں اور خاص کر ہمارے آریہ ورت کے رہنے والو خدا کیواسطے تعصب کو دور کر کر **تحبۃ الاسلام** کو مطالعہ کرو۔ عرب میں جب اسلام جاری ہوا۔ اُسوقت صابی مجوس۔ یہود۔ اور عیسائی لوگ موجود تھے اور اُنہیں کی خراب اور خستہ حالت سے اسلام کو مقابلہ کرنا پڑا۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن میں صرف وہی لوگ مخاطب ہیں اُنہیں کے سوالوں کے جواب ہیں اُنہیں سے جنگ و جدال ہوئے۔ اُنہیں سے مقابلہ اور قتال۔ کسی معقول علم دوست حق پرست قوم سے سامنا نہ ہوا نتیجہ ظاہر ہے کہ عرب جیسی ان پڑھ اور بے علم قوموں میں اسکی اشاعت ہوئی سپین۔ پرتگال وغیرہ میں جہاں تعلیمیافتہ لوگوں یا انسے زبردست طاقتور قوم سے مقابلہ پڑا۔ وہاں سے اسلام بجائے قاتل کے مقتول ہو گیا۔ ظلم سے پہنچا تھا۔ پس بھاگ کر چلا آیا یا نکالا گیا۔ جن مذہبوں کی حالت اسوقت اسلام سے خراب تھی بھلا وہ مقابلہ کیا کر سکتے اور یہی کارن ہوا کہ وہ آج تک سر نہ اُٹھا سکے (دیکھو ایران مصر اور افغانستان کی حالت) اگر جن مذاہب میں تحقیقی سچائی موجود تھی وہ کبھی بھی اسلام کے شکار نہ ہوئے اور اگر کبھی سیواجی کی طرح اور گرو گوبند سنگھ جیسوں کے پنجہ میں پھنس گئے۔ تو جھٹ ہمت سے نکل ہوا دار پر سوار ہو گئے۔ اور پھر ہاتھ نہ آئے۔ ویدک دہرم سے غافل ہو کر اگرچہ آریہ سنتان نے پوران و زریعہ ایمان مان لیا تھا مگر پھر بھی اُپ نشدوں کی سچی فلاسفی ان کے دلکے اندر ہمیشہ کچھ نہ کچھ چمکتی رہی جسکے سبب اسلام کے احکام انکے دل پر موثر نہ ہوئے اور نہ ہو سکتے تھے نہایت غور کا مقام ہے کہ سات سو برس کے خون کی بارش نے آریہ دہرم کے گیان کی آگ کو ٹھنڈا نہ کیا۔ بلکہ مختلف اوقات میں اس مبارک قوم سے مبارک ..... لوگ اسلام کا دندان شکن مقابلہ کرنے کیواسطے نکلتے رہے اور انہیں میں سے سرتاج ادی جہاں رہنمائے عالم و عالمیان سوامی دیانند جی مہاراج ان کا ظہور ہوا پورے ایک ہزار برس کے بعد آریہ ورت کی اُمید کا پودا بار آور ہوا کامرانی کا پھول شگفتہ ہوا۔ صداقت کا آفتاب طلوع ہوا۔ باوجود بت پرستی کے عادی اور قبر پرستی کی وادی دعادت پڑ جانے کے اگرچہ قوم مردہ دل ہو گئی تھی تو بھی اُس مہاتما کے سچے اور لاگ لپیٹ سے رہت اُپدیش اپنا کام کر گئے مردہ قوم میں جان پڑ گئی۔ قم باذنی کی آواز سنتے

مردوں کو زندہ بچوں کو جوان جو انوں کو صداقت پر قربان اور بوڑھوں کو گیان وان بنا دیا۔ اور ساتھ ہی وید کا فرقان سنا کر شجیت کا دروازہ کھولدیا بلکہ انصاف کی بات یہ ہے کہ دیش کی کایا پلٹ دی۔ مدوجزر کا لیکچر دے۔ تناسخ پر قائل کر دیا۔ ویدانتی حیران۔ محمدی پریشان عیسائی سرگرداں ہو گئے۔ مگر سب سے زیادہ بت پرستوں نے مخالفت کی کہ وہ جان کے خواہاں ہو گئے لیکن اس مخالفت پر بھی نہ تو اُس مرد میدان نے ہجرت کی اور نہ تلوار سے ڈرے اور نہ ہی شمشیر سے لڑے بلکہ سب کے مقابلہ میں ست دہرم کی طاقت سے کھڑے رہے مولویوں سے مباحثے ہوئے عیسائیوں سے چرچا ہوا۔ بت پرستوں سے شاستراتھ کئے اور جیسیوں رشنکر ابحق اسے واہ وواہ ہے مگر واہ رے مرد میدان حق وید کی شرتیوں سے توحید مطلق کا اُپدیش کر کے مخالفوں کے چہرے فق کر دیئے۔ ہر ایک آریہ ستاتیکے ہردے میں اتحاد اور اُنتی کی روح پھونک دی۔ وید اور شاستر سے فلاسفی کے اپدیش سنا توہمات باطلہ کو بھگا دیا پنجوتش کے اصول بتا موہوم گرہوں کی نحوست سے چھڑا یا اور ہر قسم کی قبر پرستی۔ مکان پرستی۔ اور صلیب پرستی کی یہاں تک بیخ کنی کی کہ معمولی آریہ کے سامنے فاضل عیسائی اور عالم مولوی یا مشہور بت پرست کو مقابلہ میں ٹھہرنا مشکل ہو گیا۔ محمدی بھائیو۔ اور مسلمان دوستو۔ اب مذہب اسلام کا علم اور عقل کیساتھ مقابلہ ہے یاد رکھو کہ منقولی مذہب کبھی علم معقول کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔ اور یہی سبب ہے کہ یوروپ جہاں آجکل علم کی قوت ہے وہاں علم ہی کی عملداری ہے۔ عیسویت اسکے مقابلہ سے عاجز ہے۔ جو بائبل کے عیسائی مذہب کی بدولت دیو اور بھوتوں کے خیالات اور آسمانی توہمات کے سبب یوروپ میں پھیلی ہوئی تھی اب وہ رفع ہوتی جاتی ہے بیخ ہو گئی اور عمدہ اور عمدہ آثار نمودار ہوئے ہیں۔ یہی حالت اسلام کی ہے۔ جہالت کیساتھ اُسکا رشتہ ہے جو ظلم کے عقد سے بندھا ہوا ہے۔ جہاں جہاں علم اور عقل کی روشنی پہنچ گئی۔ یا پہنچ رہی ہے وہاں بالضرور اسلام کو منہ کے بل اُٹھانا پڑیگا وہ خیالی دین جو مجموعہ ہے ژند اور اُستہا توریت و زبور و انجیل کے جن بھوتوں کی کہانیوں کا۔ وہ اسلام جو جامع ہے جادو ٹونے اور مردوں کی کرامتوں کا وہ مذہب جو سرچشمہ ہے قبر پرستی اور مکان پرستی اور سنگ اسود پرستی کا وہ ہدایت نامہ جو مادی اور فانی جنت اور حور و غلمان اور شہد اور شراب کی خوش کن طمع دے رہا ہے۔ وہ فلاسفی کا مدعی جو زمین اور آسمان کی حالت صحیح بتلانے سے قطعی عاجز ہے۔ یاد رکھئے اور پھر بھی یاد رکھئے کہ وہ بلاشبہ علم کی روشنی کیسامنے ہرگز نہیں ٹھہر سکیگا۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ تہذیب اور سولیزیشن کی پاک دریا دریا کی تیز دہار۔ توہمات اور باطل راستہ کو چھوڑ رہی ہے۔ اور پھر خواہ مخواہ ہی ہوا اُس حدق میں گریگی جوں جوں اور جہاں جہاں علم کی روشنی پھیلیگی۔ محمدی اسلام کی ہوا اثبت کبھی اور کسی طرح بھی اُسکا مقابلہ کر سکیگی۔ اور عنقریب وہ زمانہ آیوالا ہے بلکہ قریب آچکا کہ سوائے مسجد کے ملانوں اور بے علم زمیندار وں یا وحشی اعرابیوں اور نادان عورتوں کے اسلام کا اثر کسی ذی علم کے ضمیر میں نہ رہیگا کیونکہ خود اس زمانہ کے پیغمبر حضرت نبی قادیانی مسیح ثانی کو الہام ہو چکا ہے کہ نوغیر وں کے عام خیالات اسی طرف بڑھتے جاتے ہیں۔ پس آنکھیں کھولو تعصب کی پٹی اُتارو اور آریہ دہرم کی سچی فلاسفی پر غور کرو آریہ سماج کا اصول ہے ودیا کا پرکاش اور اودیا کا ناش کرنا اسلئے جہاں جہاں سائینس اور علوم حقہ کی روشنی پہنچ گئی وہاں وہاں آریہ دہرم کا جھنڈا سب سے پہلے لہرا رہا ہو جہالت کا پردہ دور کر دو اور ..... کا جو اوتار رہا اور آو تعصب کا خیال دل سے نکالو اور آؤ ملکر سچ کا پرچار کریں اور ہم اور آپ ایک پرو اسیس۔ افغانستان عربستان۔ بلوچستان ایران روم و مصر کی حالت پڑھو اور غور کرو کہ اسلام نے وہاں کیا کیا تہذیب اور علوم کی اشاعت کی اگر انکو بسبب جہالت ہی جہالت کا سُراغ ملے تو عبرت پکڑو اور ہماری التماس کو قبول کرو سچے ویدک دہرم کا سبق تو اسکی ہدایت سے فیض اٹھاؤ۔ پھر دیکھئے بہار کہ کیسی بہار ہے۔ اے عقل والو! غور کرو اور اے علم والو سمجھو ع۔ رہ ایں ست رواز طریقت متاب۔

راقم آپ کا قدیمی خیر خواہ لیکھرام آریہ مسافر

راہِ نجات

اوم پرماتمنے نمہ

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد مبلش اندر طعنۂ پاکاں برد
کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

چار دن سے ہمارے پاس ایک آٹھ صفحہ کا رسالہ مصنفہ مولوی محمد خلیل صاحب ساکن ملال پور مطبوعہ لدھیانہ الموسوم عدم نجات آریہ بذریعہ ڈاک پہونچا جس کے اخیر میں لکھا ہے کہ "بخدمت جملہ صاحبان عموماً و بخدمت پنڈت لیکھرام صاحب پشاوری خصوصاً التماس ہے کہ یہ رسالہ عدم نجات آریہ جو آپ کے آریہ مذہب کی تردید میں اس خوبی سے لکھا گیا ہے کہ اس کا جواب کسی آریہ صاحب سے جہان کی پرلے کے ظہور تک یقیناً نہیں بن سکے گا۔ اور فی الحقیقت اگر آریہ بھائی اس رسالہ کو ایک عمیق نظر ڈال کر صفائی قلب سے مطالعہ فرماویں گے تو ان پر فوراً ثابت ہوگا کہ واقعی اس رسالہ نے آریہ مذہب کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر رکھ دیا ہے۔ اور وہ انندی سنبھٹ کا کہ جو عرصہ چودہ پندرہ سال سے اس آریہ ورت میں ظاہر ہو رہا تھا۔ خاتمہ کر کے دکھلا دیا ہے۔ اگر آریہ صاحبان اس رسالہ کو مطالعہ فرما کر پھر بھی اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آویں تو ان پر لازم ہوگا۔ کہ اس رسالہ کا رد لکھ کر دکھلا دیں" اور پھر کہتے ہیں "اگر دو ثالث شہادت دلویں کہ واقعی اس رسالہ کے دلائل نمبروار توڑے گئے ہیں تو میں اقرار کرتا ہوں کہ بعد شہادت ایسی مستقل کے رد کنندہ رسالہ مذکور کو مبلغ عہ روپیہ انعام کے دونگا۔ اب بھی اگر آریہ صاحبان خاموش رہے تو ان پر اتمام حجت ہے جس کا مواخذہ ان پر خدا کی عدالت کے روبرو ہوگا۔"

پیارے ناظرین ہم نے صرف مولوی صاحب کی درخواست اور ضروری دعا کے مطابق خلوص نیت اور سچے اعتقاد سے یہ جواب لکھا ہے اور ان کے دلائل کی نمبروار تردید کی ہے۔ پچیس روپیہ کے لالچ سے نہیں بلکہ اس بڑی بھاری طمع سے کہ مولوی صاحب کو سچا خدا اور پرمیشر پرماتما صراط المستقیم وید مقدس پر چلنے کی ہدایت دے اور تعصب کے تاریک اور خوفناک گڑھے سے نکال کر حق کے قبول کرنے پر کھلم کھلا مستعد کرے۔

آمین یا ربّ العالمین

الملتمس لیکھرام آریہ مسافر از کہوٹہ ضلع راولپنڈی۔ ۸ جولائی ۱۸۹۳ء

نجات اور اُس کے وسائل

ہر ایک آدمی نجات چاہتا ہے۔ اور ہر ایک مذہب کی غرض غائی بھی یہی ہے کہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو نجات ہو۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ کم لوگ ہیں جن کو نجات کے ذریعہ معلوم ہیں اور تھوڑے ہیں جو نجات کے واسطے کوشش کرتے ہیں اور ایسے آدمی بھی کم ہیں جن کو سدھا اور سچا راستہ نجات کا معلوم ہے یا جن کی خود بھی نجات ہوئی ہو۔ کیونکہ اکثر مذاہب کے اصول ہی ایسے ہیں جن سے کسی طرح نجات ہو نہیں سکتی۔ لوگوں میں بھیڑیا دھسان یا اندھیر مچا یا جاہلانہ تقلید کا پرچار بہت زیادہ ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ تقلید پرستی نے دنیا کے بڑے حصہ کو ضلالت میں ڈال رکھا ہے۔

نجات لفظ اصل میں سنسکرت زبان کا ہے۔ مگر اس وقت تمام لوگ اسے عربی جانتے ہیں۔ سنسکرت میں اس کے معنے न जात हय ہیں یعنے دوبارہ جنم میں نہ آنا یا آواگون سے رستگاری۔ عربی میں نجات کے معنے ہیں نجاۃ۔ بفتح رستگاری (از بہار عجم و کشف و قاموس و صراح) وناجی بکسر جیم رستگار از غضب و نجات یابندہ و صاحب (از غیاث) سنسکرت میں اس کے واسطے دوسرا لفظ مکتی یا موکھش یا نروان پد ہے۔ معنے سب کے ایک ہیں اب ہم بتلاتے ہیں کہ مکتی سادھن کے وسائل کیا ہیں یہی پرشن (سوال) کسی نے سوامی جی مہاراج سے کیا تھا وہ اُتر دیتے ہیں:

(پرشن) مکت اور بندھ کن باتوں سے ہوتا ہے + (اُتر) پرمیشور کی آگیا پالنے۔ ادھرم ودیا کو سنگ۔ کوسنسکار۔ برے ویسنوں سے الگ رہنے۔ اور ستیہ بھاشن پروپکار ودیا نگت پکشپات (تعصب و طرفداری) رہت نیائے۔ دھرم کی بردھی کرنے۔ پورو کت پرکار سے پرمیشور کی استتی پرارتھنا اوپاسنا۔ ارتھات یوگ ابھیاس کرنے ودیا پڑھنے پڑھانے اور دھرم سے پرشارتھ کر گیان کی اُنتی کرنے سب سے اُتم سادھنوں کو کرنے اور جو کچھ کرے وہ سب پکشپات رہت نیائے دھرم انوسار ہی کرے۔ اتیادی سادھنوں سے مکتی اور ان سے وپریت ایشور آگیا بھنگ کرنے آدی کاموں سے جیو کا بندھ ہوتا ہے۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۳۶)

یہ جو سادھن مکتی یعنے نجات کے وسائل سوامی جی مہاراج نے ویدوں کے انوسار لکھے ہیں ان سے عمدہ وسائل تو کسی مذہب میں نہیں ہیں۔ انہیں وسائل کی یوگ شاستر میں مہاتما پتنجلی جی مہامنی نے تشریح کی ہے (دیکھو سادھن پاد) آو ہیں تمام مذاہب دنیا کے محقق و فاضل اگر وہ ان وسائل سے کوئی عمدہ سادھن بتلا سکتے ہیں تو بتلا دیں ہم قبول کرنے کو تیار ہیں۔ ہم کو کوئی عذر نہیں۔ لیکن اگر ایسے اچھے وسائل اور ایسے اُتم سادھنوں کے بدلے اُن کے پاس صرف ایمان یا جہاد یا تقلید پرستی یا کثرت ازدواج یا گور پرستی یا سنگ اسود پرستی یا حج یا تیرتھ یاترا۔ یا صلیب ہی کا نام ہی مکتی کے سادھن ہیں جو وسائل مندرجہ وید مقدس سے بہت کم اور ادھورے اور ناقص ہیں تو ان کو نہیں چاہئے کہ پاک کتاب یعنے ایشور ویدوں کا آسرا لیں اور ستیہ دھرم کو قبول کر کے شانتی سرور سے تریپت ہوں +

قرآن کے رو سے نجات کے وسائل

جہاں تک ہم نے قرآن کا مطالعہ کیا۔ جہاد سب سے افضل عبادت قرآن نے بتلائی ہے اور مجموعی طور پر قرآن شریف سے یہ چیزیں ذریعہ نجات بتائی ہیں۔ جہاد۔ صلوٰۃ۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ وطواف۔ کعبہ و قربانی جانوران۔ اور جگہ اسلام کے یہ اصول بتلائے ہیں۔ خدا پر ایمان لانا۔ ملائکوں پر ایمان لانا۔ کتابوں پر ایمان لانا۔ رسولوں پر ایمان لانا۔ قیامت پر ایمان لانا۔ جہاد مجاہدہ کارزار کردن با دشمنان در راہ خدا (منتہی الارب باب الجیم فصل الہا۔ ربع الاول صفحہ ۲۳ مطبوعہ سرکاری لاہور)

غزاہ۔ جنگ با دشمن دین۔ غازی مرد با دشمن دین کارزار کنندہ (از منتہی الارب باب الغین ربع الثالث صفحہ ۱۳۱) جہاد کا مفصل حال دیکھو ہمارا رسالہ جہاد۔ اور حدیث میں یہ ہے۔ الجنۃ تحت الظلال السیوف یعنی جنت نیچے سایہ تلواروں کے ہے (دیکھو مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۶۹)

صلوٰۃ کی بابت شرح نصاب میں لکھا ہے۔ صلوٰۃ ماخوذ از صلا کہ بمعنی سرین است چوں نماز کنندہ در سجود سرین بر میدارد۔ ایں فعل را صلوٰۃ گفتند۔ و بعضے معنے صلوٰۃ تحریک الصلوین نوشتہ اند یعنے جنبانیدن ہر دو سرین و معنے نماز منقول است۔ ازیں معنے۔ (از غیاث اللغات ردیف ص)

عبادت میں دل کی جمعیت و آرام سے خدا کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ وہ اس بار بار کے سرین اٹھانے اور اٹھنے بیٹھنے سے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ بلکہ دل زیادہ پریشان اور ڈانواں ڈول ہوتا ہے اور کنج تنہائی جو عبادت کے واسطے اشد ضروری ہے وہ جماعت کی نماز میں بالکل میسر نہیں ہوتی۔ بلکہ وہاں تو قواعد کا دھیان ہوتا ہے کہ امام صاحب ابھی کھڑے ہیں یا بیٹھے۔ کھڑے ہیں یا دوزانو ویسے ہی خواہ مخواہ ہونا پڑتا ہے۔ اور عموماً جو ذرا پیچھے آتے ہیں۔ انہیں بہ تقلید امام صاحب کے درمیان سے یا کسی حصہ یا جزو سے ہی نماز شروع کر کے ناتمام ہی پوری کرنی پڑتی ہے جو ہرگز حسن طریقہ نہیں ہے۔ ایک بزرگ نے لکھا ہے۔ عبادت را با جماعت چہ تعلق۔ اور پھر موذن کا بھی بے ہنگام اور بلا سوچے سمجھے آذان دینا اور ایسی زبان میں دینا جس کو لوگ نہ سمجھتے ہوں سراپا ایک فضول حرکت ہے۔ سعدی نے سچ کہا ہے۔

موذن بانگ بے ہنگام برداشت نمے داند کہ چند از شب گذشت ست
درازی شب از مژگان من پرس کہ یکدم خواب در چشمم نگشت ست

اور پھر بلا معنے اور مطلب جاننے کے نماز پڑھنا بالکل بیفائدہ ہے اور کروڑوں مسلمان بے سمجھے سوچے عبارت پڑھ لیا کرتے ہیں۔ اور پھر کعبہ پرستی اور کعبہ کی طرف منہ کر کے سراپا بت پرستی ہے۔ مثنوی میں ہے۔

قبلۂ صورت پرستاں آب و گل قبلۂ معنے شناساں جان دل
قبلۂ زہاد محراب قبول قبلۂ بد سیرتاں کار فضول

ایک اور فاضل نے لکھا ہے۔

نماز و سجدہ بر محراب ابرویش روا باشد چہ سود از حرکت بیجا کہ بنشینی و برخیزی

ایک اور فاضل فرماتے ہیں

ازاں محراب ابرو رو بگرداں اگر در مسجدے ور در خرابات
دلے فارغ بباید پاک ز اغیار کہ تا لذت بیابی در مناجات
تو گر در تندرست و خیر باشی کجا یابی صفا ئیہات ہیہات

صوم یعنی روزہ رمضان یہ نہ علم حکمت کے مطابق۔ اور نہ کم خوری کے عادی صرف خوراک کا وقت ٹلا جاتا ہے۔ اسی واسطے اس کا نام روزہ ہے۔ یعنی بھوکا پیاسا تمام دن رہنا نہ کہ رات مسلمان دنکو روزہ رکھتے ہیں اور سب برے کام جو ہمیشہ کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ غصہ و غضب زیادہ ہو جاتا ہے جو ایک نہایت برا فعل ہے۔ اور تمام رات اور دنوں سے اچھی خوراک کھاتے ہیں خواہ قرض اٹھا کر کھانی پڑے۔ اور عموماً مقروض ہو جاتے ہیں۔ جانور بھی زیادہ مارے جاتے ہیں۔ بعد ازاں جب[1] مہینہ ختم ہو جاتا ہے تو کھانے کا ان کو ہوکا لگ جاتا ہے۔ بہت ہیضہ کے ہی شکار ہوتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ اس روزہ سے کیا فائدہ ہے۔ اس سے تو ہندوؤں کا برت اکادشی یعنے مہینہ میں ایک دن کچھ اچھا ہے کیونکہ اس میں چوبیس گھنٹوں میں ایک دفعہ کھانا پڑتا ہے۔ جو کچھ معقول ہے +

[1] چنانچہ وہ لوگ رمضان کی عیدی لکھا کرتے ہیں جس کا ایک مصرعہ یہ ہے ع شکم کشتہ را بیفزا نید۔ یعنی روزہ کے دنوں میں مسلمانوں کے پیٹ بڑھ جاتے ہیں +

زکوٰۃ چالیسواں حصہ اپنے مال کا خدا کے نام پر سالانہ دینا یہ طریقہ برا نہیں ہے۔ مگر اس سے اچھا اہل آریہ کی خیرات کا قاعدہ ہے اور یہی سبب ہے کہ جتنے آریہ لوگ خیرات کرتے ہیں۔ اتنی اور کسی قوم میں نہیں ہوتی۔ اور پرمیشور کی کیسی اپار مہما ہے کہ آریہ یا ہندو فقیر مسلمانوں کے دروازے پر بہت ہی کم جاتے ہیں۔ اور اس کے برخلاف لاکھوں مسلمان فقرا اور غریب ہندوؤں کی خیرات سے پلتے ہیں۔ اور دور کنار ہمارے یتیم خانوں میں بلا تمیز مذہب کے سب مذہب کے یتیم لڑکے اور لڑکیاں پرورش پاتے ہیں۔ ہندوستان بھر میں جتنی آریوں کے پانی کی سبیلیں ہیں۔ ان پر ہندو مسلمان وغیرہ سب کے واسطے پانی پینے کے بندوبست ہیں اور فی سبیل الرب کو پانی پلاتے ہیں۔ اور آریہ سماج میں سب سے زیادہ خیرات کا برتاؤ ہے۔ مگر مسلمانوں کی زکوٰۃ سوائے بکرونکی جان کی شامت کے اور کوئی مفید صورت نہیں ہے۔

حج یعنے زیارت کرنا مکہ کا موسم مقررہ پر۔ یہ سراسر بت پرستی ہے۔ اور وہاں ایک کالا پتھر ہے جسے ہندو مکیشر مہادیو اور مسلمان حجر الاسود کہتے ہیں۔ غیاث میں لکھا ہے۔ حجر الاسود سنگیست سیاہ در کعبہ کہ مس کردن آں موجب ازالۂ معاصی ست۔ یعنے وہ ایک کالا پتھر ہے کعبہ میں اس کا چھونا باعث دور ہونے گناہ کا ہے۔ رمی جمار یعنے پتھر پھینکنا۔ طواف یعنی کعبہ کی پرکرماں کرنا۔ جامہ کعبہ کو چومنا۔ اور بوسہ دینا۔ آب زمزم کو بھر کر لانا قدم رسول اور مقام ابراہیم یعنی چرن پادکا کی زیارت کرنا۔ اور ثواب جاننا اور قربانی کرنا جس سے آئے دن وہاں حضرت ہیضہ شریف ارزانی فرماتے رہتے ہیں۔

مفصل دیکھو کوہ نور لاہور ۸ جولائی ۱۸۹۳ء۔ کہ مکہ میں ۲۵ جون کو ۵۴ (۲۶) ۱۸۹۳ء کو ایک ہزار آدمی ہیضہ کے شکار ہوئے۔ بس اس سے سوائے بت پرستی اور کعبہ پرستی کے نہ تو کوئی ثواب کی بات ہے اور نہ مفید مطلب یا صفائی قلب۔

کعبہ بنگاہ خلیل آذر است دل گذرگاہ جلیل اکبر است
دل بدست آور کہ حج اکبر است از ہزاراں کعبہ یکدل بہتر است

قرآن میں ہے۔ الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون۔ والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون اولٰئک علیٰ ھدی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون ۔

ترجمہ۔ جو ایمان لاتے ہیں غیب پر اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور جو کچھ انکو رزق دیا گیا ہے ہم نے خرچ کرتے ہیں اور جو ایمان لاتے ہیں جو کچھ تیرے پر اترا ہے اور جو اتارا گیا ہے تجھ سے آگے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہی ہیں جو آیت ہدایت پر اپنے خدا کی جانب سے اور وہی رستگار ہیں کتابوں کی تعداد تمام قرآن میں درج نہیں ہے۔ اور نہ انکے نام ہیں اور یہی حال فرشتوں اور رسولوں کا ہے۔ پھر معلوم کہ ایمان کس پر اور کیسا ایمان باقی ہے۔ خدا اور قیامت۔ ان پر جیسا مسلمانوں کا ایمان ہے مفصل طور پر تکذیب براہین احمدیہ وغیرہ میں ظاہر کر دیا ہے۔ علاوہ براں اس ایمان میں وہ تمام ہندوؤں سے کسی حالت میں افضل نہیں ہیں بلکہ کم ہیں۔

اب دیکھنا چاہئے کہ قرآنی نجات کیا ہے

قرآن سورۃ البقر میں لکھا ہے کہ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے ان کے واسطے باغ میں نیچے ان کے نہریں ہیں ان باغوں کا پھل وہ کھائینگے۔ اور ان کے واسطے وہاں پاک عورتیں ہیں اور وہ وہاں ہمیشہ رہینگے۔ سورۃ آل عمران میں پھر وہی ذکر ہے اور سورۃ مائدہ میں بھی وہی۔ سورۃ اعراف میں پھر اسی کا تکرار ہے لیکن زیادتی یہ ہے کہ درمیان بہشت و دوزخ کے حجاب ہے۔ جسکو اعراف کہتے ہیں۔ سورۃ حجر یونس و ابراہیم و نحل میں پھر تھوڑا تھوڑا بیان ہے۔ سورۃ کہف میں علاوہ اور بیانات کے سونے کے زیور اور ریشمی جامہ پہننے کا مذکور ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ تکیہ

لگا کر پانی کے تختوں پر نہروں کے کنارے بیٹھیں گے۔ سورۃ حج میں علاوہ اس بیان کے موتی اور سونے کے کنگن پہننے کا بھی بیان ہے۔ سورۃ رحمان میں انکے علاوہ یہ بھی ذکر ہے کہ حوروں سے پہلے کسی نے جماع نہیں کیا۔ اور حوروں کی تعریف یہ لکھی ہے کہ وہ یاقوت و مرجان کی طرح ہیں۔ اور باغوں کا سامان ہے کہ انمیں میوہ کے درخت انار و کھجور کے درخت ہونگے اور حوروں کے خیموں کا بھی احوال ہے۔ سورۃ النبا میں حوروں کے علاوہ پیالہ چھلکنے کا بھی حوالہ ہے۔ سورۃ صافات میں لکھا ہے کہ شراب کے پیالے ملینگے اور حوروں کی تعریف ہے کہ وہ سفید مخفی انڈوں کی طرح ہیں۔ سورۃ دہر میں شراب کی اقسام کا ذکر ہے کہ کسی میں سونٹھ کی ملاوٹ ہے۔ اور کسی میں کسی کی اور وہاں ایک سلسبیل نام خاص چشمہ ہے جسکے پاس غلمان پھرتے ہیں۔ امرد سدا رہنے والے جب تو انکو دیکھے خیال کرے کہ موتی بکھرے ہوئے ہیں کافوری شراب کا بھی اور ریشمی کپڑے اور چاندی کے زیوروں کا حال لکھا ہے سورۃ طور میں علاوہ حوروں بڑی آنکھوں کی تعریف کے اور باغوں کی تعریف کے غلمان یعنی بہشتی لونڈوں کا ذکر ہے کہ گویا وہ ڈھکنوں میں چھپے ہوئے موتی ہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہاں بہشتی لوگ جانوروں کا گوشت کھاوینگے۔ پھر سورۃ واقعہ میں حسن کی تعریف ہے کہ وہ گوریاں ہیں بڑی آنکھ والیاں موتی کی مانند خوبصورت سرو قد کنواریاں ہیں۔ شوہروں کی محبوب۔ اور پرندوں کا گوشت ملنے کا بھی۔ اور ستھری شراب کے پیالے ملنے کا اور ہمیشہ خوبصورت رہنے والے لونڈوں کا بھی بیان ہے کہ وہی پیالے شراب کے پلا وینگے۔ سورۃ غاشیہ میں جاری چشموں اور تختوں و کوزوں اور تکیوں اور بساطوں کا بھی بہشت میں مذکور ہے۔ سورۃ تطفیف میں ہے کہ وہ جنت میں تختوں پر بیٹھینگے۔ انکے چہروں پر تازگی ہوگی۔ اور انکو سربمہر شراب خالص پلائی جاویگی اور اسپر مہر کیچڑ یا سجائے موم کے مشک ہوگی اور اسمیں نہر تسنیم کا پانی ملا ہوگا۔ سورۃ مرسلت میں پانی کے چشمے۔ درختوں کے سائے میوہ مرغوب الطبع کھانے اور پینے کیواسطے۔ اور سورۃ زخرف میں سونے کے پیالے اور کوزے اور نفس کی خواہش اور آنکھ کی لذتیں اور بہت میوہ ملینگے۔ اور ویسا ہی سورۃ دخان میں ہے۔ اور سورۃ محمد میں بھی بہشت کی نہروں کا مذکور ہے۔

حدیث میں ہے روایت انس سے نبی نے فرمایا کہ جنت میں ایک ایک بہشتی کو جماع میں قوت سو سو آدمیوں کی دیجاویگی (دار جامع ترمذی صفحہ ۱۹۶) پھر ابن ہریرہ سے روایت ہے۔ کہ رسول خدا سے ہمنے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا جماع کرینگے ہم جنت میں۔ فرمایا ہاں قسم ہے پروردگار کی کہ میری جان اسکے ہاتھ میں ہے کہ جماع کرینگے اہل جنت بار بار کمال قوت سے پھر جب جدا ہونگے اپنی بی بی سے وہ پاک ہوگی اور باکرہ (جامع ترمذی باب بیان جنت صفحہ ۱۹۶ مطبوعہ دہلی)

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی صاحب فرماتے ہیں۔ و لذت بہشت لذت شکم و فرج و چشم بیش نیست که دیستانی تماشا کند۔ و طعامے خوش میخورد۔ و در سبزی و آب رواں و در کو سنکہائے نگارین مے نگرد۔ و ایں شہوت باشد کہ بہ دریں جہاں در جنت شہوت یاست دہستیلا فرمان داد و حقیر و مختصر شود۔ تا لذت معرفت چہ رسد کہ رسیان باشد کہ صحبہ برخود زنداں کنند و ہر روز اغذر یک خورد و دام میش نخورد و در ستروماد و قبول لذت آں پس لذت جاہ و قبول از بہشت دوست تر میدار د و بیلذت ہست بہشتی از شکم و فرج و چشم نیست پس لذت جاہ کہ ہمہ شہوت را مختصر کرد۔ و را لذت معرفت فرو میرد۔ (کیمیائے سعادت رکن چہارم اصل چہارم صفحہ ۱۵۴۲)

آنریبل مولوی سرسید احمد خاں صاحب بہادر نجم الہند اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ پس اگر حقیقت بہشت کی یہی باغ اور نہریں اور موتی اور چاندی اور سونے کی اینٹوں کے مکان اور دودھ اور شہد و شراب کے سمندر اور لذیذ میوے اور خوبصورت عورتیں اور لونڈے ہوں۔ یہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا ہوئی ہے اسمیں سنگ مرمر کے اور موتی کے جڑاؤ محل ہیں۔ باغ میں شاداب سرسبز درخت ہیں۔ دودھ اور شہد اور شراب کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ ہر قسم کے میوہ کھانے کو موجود ہیں۔ ساقی اور ساقنیں نہایت خوبصورت چاندی کے کنگن پہنے ہوئے جو ہمارے یہاں کی گھوسنیں پہنتی ہیں شراب پلا رہی ہیں۔ ایک جنتی ایک حور کے گلے میں ہاتھ ڈالے پڑا ہے۔ ایک نے ران پر سر دھرا ہے۔ ایک چھاتی سے لپٹا رہا ہے۔ ایک نے لب جان بخش کا بوسہ لیا ہے کوئی کسی کونہ میں کچھ کر رہا ہے اور کوئی کسی کونہ میں کچھ۔ ایسا بیہودہ پن ہے جس پر تعجب ہوتا ہے کہ اگر بہشت یہی ہو تو بے مبالغہ ہمارے خرابات اس سے ہزار درجہ بہتر ہیں (دیکھو تفسیر احمدی مولفہ سید صاحب موصوف صفحہ ۲۸ و ۲۹ جلد اول سورۃ البقر سنہ ۱۲۹۰ ہجری) عرفی کہتا ہے۔

ازباغ نعیمش بدد انعام و مبا تمیز   با مطلب و مطلب اصحاب شکم را
آسائش ہمسائگی حق زتو خواہد   او ہمہ دو زخ نکند باغ ارم را
بہر نعیم بہشت طاعت ایزد مکن   بر لب جیحوں خطاست چشم نہم داشتن

مفصل دیکھو نسخہ خبط احمدیہ صفحہ ۳۰۵ سے ۳۱۶ صفحہ تک ؛

اے ناظرین صداقت قرین خصوصاً ہمارے مسلمین بھائیو! یہ قرآنی جنت کا نقشہ کھینچکر ہم نے آپ کے سامنے رکھ دیا ہے اس سے زیادہ قرآن میں نجات کا مذکور نہیں ساری جسمانی نفسانی اور شہوانی باتیں ہیں۔ سرور معرفت اور آنند روحانی سے انکا کوئی تعلق نہیں۔

تن پرستی است ہمہ مطلب اہل نماز   مسکند صرف در خلد جبیں سائی را

اب ہم آپکے دلائل کی نمبروار تردید کرتے ہیں

۲۔ مولوی۔ دلیل اول دائمی نجات جو کہ روح کا اصلی تقاضا ہے۔ اُس سے تو آریہ لوگ خود ہی منکر بنے بیٹھے ہیں ؛

آریہ۔ آریہ لوگ منکر نہیں ہیں۔ بلکہ سب اہل مذاہب منکر ہیں۔ اور سب سے زیادہ مسلمان منکر ہیں اور آریوں کی نجات پھر بھی سب اہل مذاہب سے بہت ہی بڑی یا قرآنی محاورہ کے مطابق دائمی نجات ہے۔ حدیث میں ہے خلق اللہ الارواح قبل الاجساد بالفی عام یعنی خدا نے روحوں کو جسموں سے دو ہزار برس پہلے پیدا کیا۔ اگر ہم پچاس ہزار سال مان لیں یا پورے لاکھ برس بھی۔ تو بہشت تک خدا کو خالق وغیرہ صفات سے موصوف ہوئے۔ اس کے بعد اگر سات ہزار سال دنیا اور رہی تو ایک لاکھ ۱۴ ہزار سال ہوئے۔ قرآن و حدیث کو ۵۰ ہزار یا لاکھ سے زیادہ گننا ہی نہیں آتا۔ حضرت خود حساب کو انگلیوں پر گنا کرتے تھے۔ قرآن کی نجات جسے وہ بار بار خالدین فیہا ابدا کہتا ہے یعنی وہ اسمیں ہمیشہ رہینگے اسکی تشریح بھی اسنے خود کی ہے۔ سورۃ ہود میں ہے کہ وہ ہمیشگی آسمان و زمین کی عمر تک ہے۔ پس یہ زمین آسمان کی عمر زیادہ سے زیادہ آٹھ لاکھ سال سے بڑھ کر نہ ہوگی۔ پس تمام قرآنی مذہب کا سامان و بہشت و دوزخ کا بجبیا لاکھ سال تک رہے گا۔ اور یہی قرآنی بہشت دوزخ ملائکہ حور و قصور وغیرہ جنکی دوامت ہمیشگی ہے اس سے زیادہ نہیں اور بہشت ہمیشہ رہنے کی جگہ بھی نہیں۔ کیونکہ آدم حوا کو خدا نے کہا تھا کہ تم بہشت میں رہو مگر وہ وہاں سے نکالے گئے۔ پس کوئی بہشتی وہاں نہیں رہ سکتا۔ اسیطرح مسیح ابن اللہ بلکہ خود خدا نجات کی حالت سے مریم کے شکم میں آیا۔ پس نجات سے انسان واپس آتا ہے۔ صوفی اور وید انتی تو خود خدا کو بھی تناسخ میں لاتے ہیں۔ بابا نانک جی نے کہا ہے۔ گورمکھ آوے جاوے نرنگ۔ پورن والے ملتی سے واپس آنیکے قائل ہیں۔ درحقیقت آریہ ہی نجات کے قائل ہیں مگر علمی طور پر نہ کہ جاہلانہ طریقہ سے۔ مکت شدہ جیو چھتیس ہزار بار جو اتپتی اور پرلے کا سمے ہے۔ جسے مہا کلپ یا پرانت کال کہتے ہیں اتنے عرصہ تک مکت میں رہتا ہے یعنی ۲۰۰۰×۴۳۲۰۰۰۰۰۰۰ =

۳۰×۸۶۴۰۰۰۰۰۰۰۰۰ = ۱۲×۲۵۹۲۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ = ۱۰۰×۳۱۱۰۴۰۰۰۰۰۰۰۰ =

۳۱۱۰۴۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ یعنی اکتیس نیل دس کھرب چالیس ارب سال تک وہ مکتی

او سکتا نہیں ہوتا ہے (مفصل دیکھو مفید تحریر صفحہ ۲۴۲ و ۲۴۳ سطر ۲ سطر ۹) اس فقرہ پانو
کے سمندر اور بریونگے قلزم ملکی کی میعاد ہے تو کیا یہ مکتی کی میعاد اس قرآنی فرضی اور وہمی
دو لاکھ یا ہر لاکھ برس کی نجات کے مقابلہ میں وہمی یا ابدی نجات نہیں ہے۔

۲۔ مولوی دلیل دوم۔ یہ بات بھی آپکی مسلمات سے ہے کہ کوئی انسان جبتک دنیا و دریا میں
پھنسا رہتا ہے اور پاپ کئے جاتا ہے تب تک وہ جنم مرن کے سلسلہ آواگون سے خالی نہیں ہو سکتا
پس اگر جنم مرن سے رہت ہونیکا نام نجات ہے تو ایسی نجات تو ہر ایک کو مل سکتی ہے خواہ نیک ہو
یا بد۔ کیونکہ پرلے کے وقت ہر ایک جو شدھ اشدھ کرم کرنیوالا سلسلہ جنم مرن سے رہت ہو کر
ایک زمانہ دراز تک موکھش کو پراپت رہتا ہے اس جگہ تو تناسخ لوگوں کی کوئی خصوصیت نہ رہی۔

آریہ۔ آپ کی علمی لیاقت تو لفظ ودیا کو اودیا اور شبہ اشبہ کو شدھ سمجھنے سے ظاہر ہے
اور صرف ایک ہی جگہ نہیں بلکہ چار جگہ اس پر تعصب و نخوت سے بھرا ہوا یہ دعوےٰ کہ آپ
لوگوں کے وید مقدس کی پنجابی چھان بین کی گئی ہے؟ سچ ہے بیہودہ دعوےٰ کرنیسے انسان
کامیابی کے عوض ذلیل ہوتا ہے۔ مکتی اس کو کہتے ہیں کہ سرب دکھوں سے چھوٹ کر
بندہ رہت سرب ویاپک ایشور اور اسکی سرشٹی میں سوا اچھیا سے وچرنا۔ صرف دکھ کا ناش
مکتی نہیں ہے۔ اور پرلے میں دکھ کا ناش بھی نہیں ہوتا۔ اسوقت تو جیوؤں کی سوپن یا سکھوپت
جیسی حالت ہوتی ہے۔ مکتی میں پرم آنند کی پراپتی سب سے زیادہ ضروری ہے۔ ہاں
البتہ قرآنی نجات دنیا میں میسر ہو سکتی ہے۔ بابر کہتا ہے ؎

مے و دل دار و گل زار و جوانی — ازیں خوشتر چہ باشد زندگانی

حافظ کہتا ہے ؎

بدہ ساقی مے باقی کہ در جنت نخواہی یافت — کنار آب رکنا باد و گلگشت مصلےٰ را

پس یہ قرآنی حور و قصور باغ و نہر شراب و کباب انجیر و انگور۔ انار۔ کھجور۔ کیلا کے ہر
قسم کے میوے تو یہاں سب دولتمندوں کو نصیب ہیں۔ ہاں قرآنی بہشت کے مقابلہ
میں شداد نے بہشت بنایا۔ اور دیکھو مینا بازار کا حال۔ بنابراں یہ نجات نہیں ہے۔
اہل عرب جیسے ریگستانی ملک کیواسطے یہ سامان بیشک نجات ہیں۔ اور ہم دعوےٰ سے
کہتے ہیں کہ قرآن میں عرب والوں کی ضرورت سے بڑھ کر نجات کا آنند کچھ نہیں جن چیزوں کی
اعرابیوں کو ضرورت تھی وہی بہشت میں موجود کریں۔

۳۔ دلیل یا اعتراض سوم۔ بھلا ہم آریہ صاحبان سے پوچھتے ہیں کہ کیا سبب کہ تمام
نوع انسان میں سے جگت اتپتی کے آدی میں چار شخصوں پر ویدوں کا نازل ہونا اور انکا گیان
حاصل ہونا کیوں تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور انکی کیا خصوصیت تھی اور انکا کونسا حق غالب تھا کہ
کروڑوں انسانوں میں سے منتخب ہو کر اس عہدہ جلیلہ و منصب علیا پر انکو ممتاز کیا گیا؟

آریہ۔ (اول تحقیقی جواب) ہم لوگ قائل تناسخ ہیں اور ارواح کو انادی مانتے ہیں اور خدا
کو ظالم نہیں جانتے بلکہ عادل۔ ہم علم و عقل کے مطابق ثبوت کرتے ہیں کہ گذشتہ جگت
اتپتی کے اخیر میں انکے شبھ کرم باقی تھے انکے پھل کے انوسار پرماتما نے انکو وید کا الہام
تمام دنیا کی ہدایت کیواسطے دیا اور انہوں نے اس خدمت خداوندی کو باحسن الوجوہ
پورے طور پر سرانجام دیا (الزامی جواب) جناب موسیٰ۔ داؤد۔ عیسیٰ۔ محمد صاحبان کی بابت
ہم مسلمانوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا سبب ہے کہ بیشمار نوع انسانوں سے (باوجود نہ ماننے جنم پرلے
اور نہ ماننے تناسخ ارواح اور نہ ماننے قدامت ارواح کے قبل از جسم) ان چار شخصوں
پر چار کتابوں کا نازل ہونا اور انکا گیان حاصل ہونا۔ اور تمام دنیا کا محروم رہنا کیوں تسلیم کیا جاتا ہے
اور انکی کیا خصوصیت تھی۔ اور ان ہر چہار صاحبان کا کونسا حق غالب تھا کہ کروڑوں انسانوں
سے منتخب کر کے عہدہ جلیلہ و منصب علیا پر ان کو ممتاز کیا گیا اور انکے بیشمار بھجنوں کو اس

یا کل نعمت سے محروم رکھا گیا جواب یا تمام علمائے اسلام اسکا جواب ارشاد فرماوینگے۔ اس سے ہم
ہزار درجہ معقول عرض کر دیتے۔

۴۔ مولوی۔ اب ہم آریہ صاحبان سے پوچھتے ہیں کہ دریں زمانہ کوئی ایسا شخص آپکے
گروہ میں سے اب موجود ہے۔ یا گذشتہ زمانہ میں کوئی ہو چکا یا آئیندہ نسلوں میں ہونیوالا ہے جو
ایسے شدھ کرم کر رہا ہو۔ یا کر چکا ہو۔ یا کرنیوالا ہو۔ جو ہم وزن ہم پلہ ان اشخاص کے ہو کہ جن
پر ویدوں کا نزول مانا جاتا ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص گذر چکا ہے تو ممکن ہے کہ لاکھوں گذر چکے
ہونگے۔ تو کیا باعث ہے کہ وے اشخاص مشرف بالہام نہوئے اور نہ ان پر ویدوں کا نازل
ہونا تسلیم کیا جاتا ہے۔

آریہ۔ (اول جواب تحقیقی) ایسے شخص لاکھوں گذرے ہیں اور ہونگے بھی۔ مگر ہمارا تو
اعتقاد ہے کہ کوئی شخص بغیر کامل الہام وید کے گیان حاصل نہیں کر سکتا۔ پیچھے جا سکے مکتی تمام
رشی و منی جو وید ودیا کو حاصل کر کے کامل گیانی ہوتے ہیں وہ نجات پاتے ہیں اور وید کی ابھیاس
کے ذریعہ ایشوری گیان دوارا انکے تمام عقدے حل ہو کر موکھش ہو جاتے ہیں جسطرح توریت و
زبور و قرآن و انجیل اگر گدھے پر لاد لئے جاویں تو گدھا عالم یا فاضل یا ولی ہو جاویگا۔ اسیطرح
وید مقدس کے صرف پاس رہنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ عمل کرنیسے۔ آریہ اعتقاد اور سچی تعلیم کے
مطابق جو شخص بذریعہ الہام یا تعلیم وید کے موکھش کو پراپت ہوتا ہے۔ وہ انکے برابر ہے۔ جنکو
الہام وید کا ملا تھا۔ وہاں مقدم موخر کا فرق ضرور ہے۔ اسیواسطے ہم سب آدی گرو یعنی آدی
اول پرماتما کو مانتے ہیں۔ (الزامی جواب) کیا کوئی ایسا شخص ابتدائے دنیا سے قیامت تک گذرا
یا گذر رہا ہے کہ جس کے کرم محمد صاحب کے مطابق ہوں اگر ہے تو کیوں اسپر قرآن نازل نہیں ہوا اگر
نہیں ہے تو محض باطل ہے۔ ان پر خدا کی سب سے زیادہ مہربانی کیوں ہوئی انکی خاطر زمین و آسمان
کیوں بنائے۔ جو جواب اسکا تم دو گے وہی ہماری طرف سے جانتا۔ ہم کو تعبیر مسلمان ان دو شکوک سے
ایک کو ضرور تسلیم کرینگے۔ یا تو یہ کہ انسان ایسے عمدہ اعمال کر سکتا ہے کہ اسپر قرآن نازل ہو۔ اور
ختم رسالت کی مہر ٹوٹے۔ یا یہ کہینگے کہ نہیں ایسا نہیں کر سکتا ہے تو پھر نہ تو من قبل ہوئے۔ اور
نہ بہرہ ناسخ یعنی نہ کوئی ایسے اعمال حسنہ کر سکے۔ اور نہ قرآن نازل ہو۔

۴۔ مولوی۔ جیسا کہ پنڈت لیکھرام نے بھی لاچار ہو کر تکذیب کے صفحہ ۹۶ میں لکھا ہے کہ ہم
آریوں کا الہام سے محروم رہنا شامت اعمال کا باعث ہے۔ بہرحال بر دو طور سے ہمارا دعویٰ
دل اشارہ شق اول کے ذریعہ کر دیا انسان ملہم بن سکتے ہیں اور اپنے آپ پر کرودھا وید بھی
نازل کرا سکتے ہیں جو آریوں کے نزدیک بعد نزول ویدان اولیں کے محال ہے۔ شق ثانی
اگر کوئی شخص ایسے سمپورن نہیں کرسکتا کہ برابر الہام وید نازل ہوں جیسا کہ پنڈت لیکھرام نے
بھی لکھا ہے۔ تو اے آریو آپکی وہ میعادی مکتی بھی جس پر آپ لوگوں کا اتنا بڑا ناز تھا وہ عدم
میں کھینچ لے ترساتے تھے۔ حرف غلط کیطرح غلط ثابت ہوئی اور بیخ و بن سے اکھڑ گئی۔

آریہ۔ سینے تنگ اور شکوک کو شق و مشقوق یعنی کاف بمعنی کیجگہ ق قرشت استعمال۔ اور جا بجا
جگہ سے آپکی علمی غلطی ہے معلوم ہوا کہ لغات کے علاوہ آپ قرآن سے بھی نا واقف ہیں۔ صوم ابرہم
میں شک بمعنی شبہ موجود ہے اسکے علاوہ آپنے تو ہماری تکذیب کی عبارت صحیح نقل کی اور نہ
اسکا مطلب درست سمجھا۔ ناظرین آپ صفحہ ۹۲ سے ۹۶ تک ملاحظہ فرماویں وہاں کی اصل عبارت
ہے ہم لوگ بوجہ تناسخ کو ماننے میں کسی کا الہام پانے سے محروم رہنا انکی شامت اعمال جانتے ہیں
جس کا صاف مطلب ہے کہ جو لوگ الہام سے محروم ہیں یعنی جنکو وید مقدس کی تعلیم نہیں پہنچی یا
جنکو اس کی خبر نہیں ان سب کی شامت اعمال کا باعث ہے۔ خدا کے ظلم کا سبب نہیں
اسکا کسی کو بلا سبب بلا وجہ کے محض اپنے ارادہ اور مصلحت خاص سے منصب نبوت
پر نامزد کرنا چشم انصاف کو معذور کرتا ہے جبکہ آپکی لیاقت و ذہانت کا یہ حال ہے اور آپکے

معاملہ فہمی اور مطلب رسی کا یہ حال ہے تو جنت میں جانے اور مکتی پانے میں کیا کسر ہے کیونکہ بہشت قرآنی میں بقول حافظ ؏ اگرچہ غرق گناہ ہست می رود بہ بہشت ایسے ہی لوگ جاوینگے (الزامی جواب) نیکیے سکراول کے ذریعہ سے کروڑوں آدمی ملہم بن سکتے ہیں اور آپنے پر کتابیں قرآن جیسی نازل کرا سکتے ہیں جو مسلمانوں کے نزدیک بعد نزول قرآن کے سراپا محال ہے اور ختم المرسلین کا خیال تقلید پرستوں کیواسطے جال بلکہ جنجال اگر کوئی شخص ایسے اعمال نہیں کر سکتا اور نہ درجہ محمد صاحب کا اسے مل سکتا ہے۔ تو روحانی و معرفت کا آنند تو بہت دور ہے جسمانی اور نفسانی جنت بھی آپ لوگوں کے نصیب نہیں ہو سکتی۔ پس اے مسلمانوں آپکی وہ معادی مکتی اور چند روزہ جنت جسکی آپ تمنا کرتے ہو۔ آپکو نہیں مل سکتی۔ جہاں سے آدم نکالا گیا مردود و ماروندہ عزازیل نکالا گیا حوا نکالی گئی۔ آپ ایسی ہمیشہ کیلئے نہیں رہ سکتے۔ اور نہ خود جنت رہ سکتی ہے کیونکہ قرآن کہتا ہے کل شئی ھالک الا وجھہ یعنی سوائے خدا کے سب چیز ناش ہو جاویگی پس ناش ہو جاویگے۔ جنت اور ناش ہو جاویگی حور و قصور ناش ہو جاویگی۔ کوثر و سلسبیل وغیرہ۔ دیکھا کس طرح وہ آپکی چند روزہ جنت میں خزاں آگئی اور صرصر باد نے انکے نونہالوں کو بیخ و بنیاد سے اکھیڑ دیا۔ کیونکہ حق آپنے محمد صاحب کے بعد رسالت کی ڈگری ہی بند کردی مہر لگادی جو نجات کے مقابلہ میں کوئی بڑی بات نہیں۔ ملہم ہونا اور قرآن کا نازل ہونا تو بیچارہ انسانی ہو سکتا ہے جس صورت میں آپ لوگوں کے اعمال محمد صاحب کے درجہ تک ہی نہیں پہنچ سکتے اور نہ آپ پر کوئی کتاب قرآن کی مانند نازل ہو سکتی ہے تو آپ لوگ کیونکر اس فانی اور نفسانی نجات اور جنت کو حاصل کر سکتے ہیں اور کس مونہہ سے اُن باغوں میں جا سکتے۔ جہاں سے آپ کے جد امجد یعنی آدم نکالے گئے۔ اور سوچو آپ وہاں جماع کرینگے۔ لطر بازی کرینگے۔ انگور کھاوینگے شراب پیئنگے۔ شہد کھاوینگے اور کھجوریں بھی کھینچی کرینگے۔ اونٹوں پر سوار ہونگے۔ اولاد بھی پیدا کرینگے پھر کب ممکن ہے کہ وہاں خرابی اور شرارت نہ ہو اور حضرت شیطان تشریف نہ لیجاویں اور لعنتی کرا کے نہ نکالیں۔ سوچو اور غور سے خیال کرو کہ کسی طرح مسلمانوں کی نجات نہیں ہو سکتی ہے ❊

۷۔ **مولوی**۔ اب میں آریہ صاحبان سے دریافت کرتا ہوں کہ سرشٹی کے اوسے لیکر اس زمانہ تک کہ جسمیں ہم اور تم موجود ہیں۔ آریوں کے بزرگان دین میں سے کس کس نے نجات پائی انکی فہرست پیش کرنی چاہیئے کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ابتک آریوں سے کسی نے نجات نہیں پائی فرض کے طور پر اگر تسلیم کیا جاوے کہ ملہمان وید بسبب اپنے کامل گیان اور الہام بانکے نجات یاب ہو گئے۔ تو ان چار شخصوں کے نجات یاب ہونے سے تمام جہان کو کیا فائدہ ہوگا۔ باقی تمام آریہ ورت کے لوگ ورطہ ہلاکت میں ڈوب کر ہمیشہ کے لئے جنم مرن کے سلسلہ میں مبتلا ہی رہے دیکھئے ہم اہل اسلام اپنے نجات یافتہ لوگوں کی ایک فہرست پیش کر سکتے ہیں اور بلا تامل کہہ سکتے ہیں کہ تمام نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور دیگر علماء نے بھی نجات پائی ہے جو کہ کروڑہا اشخاص ہیں اور جس نجات کو ہم مان رہے ہیں اُسکو اُنہوں نے حاصل کر لیا ہے آپ لوگ تو اپنے گرو دیانند کی نسبت بھی جس کا درجہ ویدوں کے رشیوں کے برابر یا اُن سے کچھ کم خیال کر رہے ہو۔ اور ستیارتھ ان اور مہرشی اور پورن ودوان کے نام سے یاد کرتے ہو۔ یقیناً نہیں کہہ سکتے کہ اس نے نجات پائی جب اُس کی نسبت یہ حال ہے۔ تو دوسروں کی نسبت اور کونسی بہتر رائے قائم کر سکتے ہو۔ جبکہ آپ کے مہارشیوں نے ہی نجات نہیں پائی تو آپ کیواسطے تو رونا اور دانت پیسنا ہی ہوگا ❊

آریہ۔ لاکھوں رشی منی اور یوگی جو اس سرشٹی کی ابتدا سے آج تک نجات پا چکے ہیں۔ سو دو سو ہوں تو ہم نام گنائیں۔ نمونہ کیواسطے مہرشی پانی ... یا ودیاس جیمنی۔ گوتم۔ دلیپ۔ جنک۔ وام دیو۔ بھیشم پتامہ بدر۔ کناد۔ کپل۔ اگستی داو۔ ادیتہ۔ انگرا۔ انتقرا۔ پنچ۔ کیپتی وغیرہ وغیرہ باقی ہے۔ سوامی دیانند جی مہاراج انکی قرآنی نجات کے قائم قایل نہیں ہیں۔ اور نہ اُس کی خواہش ہے۔ ایسی نجات کی سوامی جی نے پُر زور دلایل سے تردید کی ہے اور کثرت ازدواج کو منع فرمایا۔ ورنہ ہم قرآن کی زبان سے کہتے ؎

اگر فردوس بر روئے زمیں است — ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

اور ایسی نجات ہر ایک دولتمند حاصل کر سکتا تھا مگر اس نجات کو ہم گناہ جانتے ہیں باقی رہی وہ روحانی اور نہ تمک آنند دینے والی ہو تر مکتی۔ اُس کے واسطے بہ نسبت سوامی دیانند جی کے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اول تو وہ آپ پرش یعنی نجات سے واپس آئے شخص تھے۔ کیونکہ جو یوگیوں اور رشیوں کے گن ہوتے ہیں وہ بہت سے اُنہیں موجود تھے۔ بہت تھوڑی سی مدت میں اس قدر عظیم الشان نا پیدا کنار بحر و خار سنسکرت کے پار ہو جانا یوگی جن کے سوا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ پس وید دھرم اور قوم پر جان نثار کر کے صداقت کا رستہ بتلا کر دھارمک شہید ہو کر ضرور نجات پا گئے۔ جیسے وہ اکثر سمادھی لگایا کرتے تھے۔ ایسی حالت میں اُنکا اور اگر وہ مکتی سے واپس شدہ نہیں تھے۔ بلکہ یہ اُنکے پچھلے کرموں کا پھل تھا۔ تو اس دفعہ اُنہوں نے دلو رنظر یعنی علم کا فرض ادا کر دیا۔ کیونکہ اُنہوں نے تمام عمر [illegible] میں صرف کی اس کے بعد رسی ریاضت یعنی یوگ ابھیاس کر کے ضرور بالضرور نجات پا جائینگے جناب من نجات خالہ جی کا گھر نہیں۔ کرشن نے فرمایا ہے ❊

अनेक जनम संसिद्धि ततो याति परांगति ॥

یعنی بہت جنموں میں نجات کا ذخیرہ جمع کر لیتا ہے۔ تب مکتی پاتا ہے۔

اب ہم بتلاتے ہیں کہ جہاں تک ہم کو اپنی تحقیقات اور کتب اسلامیہ کے مطالعہ سے علم حاصل ہوا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اسلام کے کسی نبی نے نجات نہیں پائی مفصل ہم تکذیب براہین احمدیہ جلد اول میں درج کر چکے ہیں۔ اور اب آپکے اصرار پر مشتے نمونہ از خروارے یہاں پر بھی عرض کرتے ہیں ❊

(۱) آدم کے حالات اور اُس کا چال چلن (قرآن سورۃ النساء، اعراف تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۲۲۹۔ اور توریت پیدایش)
(۲) نوح کا چال چلن (توریت تکوین باب ۸ آیت ۲۵ سے ۲۷ تک)
(۳) لوط کے اعمال حسنہ کا خاکا (پیدایش توریت باب ۱۹۔ آیت ۳۰ تا ۳۸)
(۴) ابراہیم کی مفصل کارروائی اور کرتوت (تاریخ طبری جلد ا صفحہ ۵۷ تا ۶۴ توریت پیدایش باب ۲۰ آیت ۱ تا ۳۔ ۱۲ باب ۱۲۔ آیت ۱۸ و ۱۹۔)
(۵) اسحاق نبی کی پیغمبری حاصل کرنے کی کارروائی (مفصل دیکھو توریت)
(۶) موسیٰ کی نبوت کے زمانہ کے عمدہ افعال (خروج باب ۳۲ آیت ۲۶ سے ۳۱ تک اور گنتی باب ۳۱ آیت ۱۴۔ ۱۵ و ۳۵ و استثنا باب ۲۱۔ آیت ۱۰۔ ۱۴)
(۷) ہارون نبی کی بابت مفصل دیکھو (خروج باب ۳۲ / ۱۔ ۶ و ۳۳)
(۸) داؤد نبی اور اوریا کا قصہ مفصل دیکھو سموئیل ۲ باب ۱۱ / ۲۔ ۲۶ اور قرآن سورۃ ص۔
(۹) سلیمان نبی اور اُس کی بت پرستی وغیرہ سلاطین ۱ باب ۱۱ و ۶۔
(۱۰) عیسیٰ کے حالات مفصل دیکھو (کرسچن مت درپن مطبوعہ میرٹھ)
(۱۱) محمد صاحب کے حالات اور اُن کی زندگی کی کرتوتیں (قرآن سورۃ احزاب، نساء، انفال، انعام، تحریم ومدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۲۸۳ و کیمیائے سعادت صفحہ ۲۹۲ و مشکوۃ باب شفاعت جلد ۴ فصل ۱ صفحہ ۵۴ نولکشور)

حضرت عیسیٰ نے خود نبیوں کی بابت انجیل یوحنا میں فرمایا ہے۔ جتنے مجھ سے پہلے آئے سب چور اور بٹمار تھے (انجیل یوحنا)
اور آئیندہ کیواسطے کہا ہے بہت سے جھوٹے نبی اٹھینگے جو اگر ہو سکتا تو برگزیدوں کو گمراہ کرتے

متی باب ۱۱ جب نبیوں نے گناہگار ہونیکے سبب نجات نہیں پائی اور نہ پا سکتے تھے تو پھر صدیقوں اور شہیدوں اور صلحا کی نجات کا ذکر کیا کہنا انہیں سے کوئی بھی ان نبیوں سے اچھا نہیں ہوا بلکہ کمتر۔ بنابراں ہرگز نجات نہیں پا سکتے ہیں پھر تمام اسلام کا کیا حال ہے اور جہانتک ہماری تحقیقات اور خیال ہے سب مسلمانوں کو رونا اور دانت پیسنا ہوگا + کما وعظ فرماتے ہیں۔

ایدل تاکے فضول و بولعجبی | از من چہ نشان عاقبت مے طلبی
سرگشتہ بود خواہ ولی خواہ نبی | در وادیٔ ما اوائے بالعجل بی

۸ مولوی۔ سو جبتک آپ لوگ دین اسلام اور اسکی سچی کتاب فرقان حمید اور سچے ہادی انسان کامل حضرت محمد رسول اللہ کو قبول نہ کرینگے تبتک آپ لوگ یقیناً نجات یاب نہیں ہوسکتے۔ وید مقدس کی پیروی کرنا صرف چون گردگان برگنبد ہست کا مقولہ درست ہے۔ یہ ایک وید آپ کو نجات یاب نہیں کرسکتا۔

آریہ۔ دین اسلام کی اصلیت اور اسکی الہامی کتاب کی حقیقت اور محمد صاحب کی تعلیم کی صداقت کو تو ہم تکذیب براہین احمدیہ و نسخہ خبط احمدیہ میں اچھی طرح ظاہر کرچکے ہیں اور اس سے زیادہ حجۃ الاسلام و تکذیب براہین احمدیہ جلد دوم میں ظاہر کرینگے۔ پس انکی پیروی سے تو ہم نجات پا سکتے ہیں۔ اور نہ انکی خود نجات ہوئی۔ اور نہ قرآنی نجات کا کچھ پتہ ہے بلکہ وہ تو جسمانی شہوانی بلیات کی گھات ہے جس صفائی سے قرآنی تعلیم کی تصویر بنائی ہے۔ وہ صاف ظاہر کرتی ہے کہ قرآن در حقیقت نجات سے ناواقف ہے۔

سوائے جسمانی نجات سے زیادہ ہرگز آگاہی نہیں چہ جائیکہ ہدایت کرسکتا ہو بلکہ تین اور مشہور حق پرستوں یعنی نانک پنتھیوں اور ویدک دھرم کے پرچارکوں کا بھی ایسا ہی خیال ہے جس کو ہم کسی طرح غلط نہیں کرسکتے سوا کبیر صاحب نے پستک محمد بودھ میں فرمایا ہے کہ محمد صاحب کی نجات نہیں ہوئی پھر پیدا ہونگے تب ستگورو کے اپدیش سے نجات پاوینگے + بابا نانک جی فرماتے ہیں ہمرا مردانیا اسے محمد نے جنم آونا ہے ترگنا پچھے آیا ہے ترگنا وچوں نکلیا ناہیں۔ اس پھیر ہندو سے گھر جنم آونا ہیں۔ پندرہ سو برس اس دی بہشت وچ اربلاہ ہے پندرہ سے ورہے پھر سوسی تا پچھوں ہندو دے گھر جنم لیسی پیر شورو دے گھر اس تاہیں پورن ست گورو لوکی ملیگا تا اوس دا جنم مرن بہت ہو جاوینگا۔ ای سوچ جرات بہت آہی اکے جنم اسیدا رہندا ہے (دیکھو جنم ساکھی نانک صفحہ ۱۹۲ ساکھی نمبر ۸۴ مطبوعہ سلطانی لاہور سنہ ۱۸۸۳ع حسب فرمایش چھاپہ مہین کتب فروش گورمکھی تاتام منشی قادر بخش) بابا نانک جی جب مردانہ کے ساتھ سیر کرتے ہوئے مدینہ گئے تھے تب وہاں مردانہ سے یہ ذکر کیا تھا۔

(۲) گورو گوبند سنگھ جی نے بھی فرمایا ہے۔

۲۶ مہادین تب پربھو اپرا جا | عرب دیش کا کیتو راجا
۲۷ تن بھی ایک پنتھ اپراجا | لنگ بنا کیئے سب راجا
۷۷ سب سے اپنا نام جپایا | ست نام کا ہو نہ درڑایو
۲۸ سب اپنے اپنے ارجھاتا | پار برہم کا ہونا پچھاتا
۲۵ جو جو غوث انبیاء بھئے | بیں ہیں کرت جگت تے گئے
مہا پورکھ کا ہو نہ پچھاتا | کرم دھرم کو کچھ نہ جاتا
۲۷ کوئی پڑھت قرآن کوئی پڑھت پران | کال نہ سکے بچا کے پھوکٹ دھرم ندان
کنی کوٹ پڑھت قرآنا۔ | باچت کئی پوران اجانا
انت کال کوئی کام نہ آوا | واڈ کال کا ہو نہ بچاوا
کیوں نہ جیوتہ کو تم بھائی | انت کال جو ہوے سہائی
پھوکٹ دھرم جے جگ کرہیں | نرک کنڈ بھر نے پڑہیں

(بچتر ناٹک)

قرآن سے بھی صاف ظاہر ہے کہ وہ گنہگار تھے۔ سورۃ فتح میں لکھا ہے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ ترجمہ تا بیامرزد ترا خدا آنچہ کہ سابق گذشت از گناہ تو و آنچہ پس ماند مشکوٰۃ میں ہے بیامد محمد را کہ بندہ ایست امرزیدہ است۔ خدا مرا ورا ہر چہ پیش گذشتہ از گناہاں وے و ہر چہ پس آمدہ" (جلد ۴ صفحہ ۸۰۹) اگر خدا گناہ بخشتا ہے تو بھی کسی نبی پر ایمان لانیکی ضرورت نہیں۔ خود ہی معاف کرسکتا ہے۔ ورنہ سب گنہگار ہیں اور حضرت بھی گنہگار۔ وہ ہرگز ایمان لانے کے لایق نہیں ہیں۔ اور نہ ان پر ایمان لانے سے نجات ہوسکتی ہے۔ کیونکہ یہ سراسر محال ہے +

اگر قرآن سچا ہو تو بھی آریوں کی نجات ہوگی

سورہ البقرہ ان الذین آمنوا والذین ھادوا والنصرٰی والصابئین من امن باللہ والیوم الاخر وعمل صالحا فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ط ترجمہ۔ بیشک مسلمان ہوں یا یہودی یا نصاریٰ (عیسائی) ہوں یا بیدین۔ جو کوئی انمیں سے ایمان لائے خدا پر اور آخرت کے دن پر اور شائستہ کام کئے یعنی نیک عمل پس انکے واسطے ہے بدلہ انکا خدا کے نزدیک اور انکو کچھ خوف نہیں۔ اور نہ وے اندوہگین ہونگے۔ سورۃ المائدہ میں بھی یہی آیت دوبارہ مذکور ہے۔

سورۃ القصص میں ہے فاما من تاب وامن وعمل صالحا فعسٰی ان یکون من المفلحین ترجمہ لیکن وہ لوگ کہ جنہوں نے بُرے کاموں یا گناہوں سے توبہ کی اور ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔ پس امید ہے کہ ہو ویں گے رستگاروں میں سے۔

سورۃ النمل میں ہے من جاء بالحسنۃ فلہ خیر منھا وھم من فزع یومئذ امنون ط ترجمہ۔ جو کوئی لاوے نیکی پس اسکے واسطے بہتر ہوگا اُس سے اور یہ لوگ آدمی اُس روز بیقراری سے امن ہوں گے۔

سورۃ آل عمران میں ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون ترجمہ اور چاہیے کہ ہووے تمہارے بیچ میں سے ایک گروہ کہ بلاوے لوگوں کو طرف نیکوکاری کے اور فرماویں اچھے کاموں کے واسطے اور منع کرے بُرے کاموں سے اور وہ جو گروہ ہے۔ اُسی کی مکتی ہوگی۔

سورۃ آل عمران میں ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ ترجمہ۔ تم لوگ سب امتوں سے بہتر ہو جو پیدا کی گئی واسطے لوگوں کے (کیونکہ) فرماتے ہو لوگوں کو اچھے کاموں کے واسطے اور منع کرتے ہو بُرے کاموں سے اور یاد رکھتے ہو خدا کو یعنی اُس پر ایمان رکھتے ہو +

سورۃ آل عمران یؤمنون باللہ والیوم الاخر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویسارعون فی الخیرات واولئک من الصالحین ترجمہ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں خدا کو اور آخری روز کو۔ اور فرماتے ہیں لوگوں کو اچھے کام اور منع کرتے ہیں بُرے کاموں سے اور شتابی کرتے ہیں نیکیوں میں یعنی خیرات میں (تربیت والے ہیں) وہی درحقیقت نیکوکار ہیں۔

سورۃ آل عمران میں والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین ط ترجمہ (جو لوگ) غصہ کی حالت میں کھا کر پی جاتے ہیں اور غریبوں پر رحم کی نظر اور انکے مادانستہ قصوروں کو معاف کرتے ہیں ایسے ہی نیکوکاروں کو خدا دوست رکھتا ہے (اسکے ساتھ دیکھو منوسمرتی دھرم کے دس لکشن یعنی دھرتی کھما۔ دم۔ استیے۔ ستوچ۔ اندریانگرہ دھی ودیا ست۔ اکرودہ۔ یہ دس دھرم کے لکشن ہیں)۔

سورۃ البینۃ ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک ھم خیر البریۃ جزاؤھم عند ربھم جنت عدن تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ابدا رضی اللہ عنھم

وجنوا عند ذالک لمن خشی ربہ۔ ترجمہ تحقیق جو لوگ کہ پرمیشور پر یقین رکھتے ہیں۔ اور کرتے ہیں۔ اعمال شائستہ یعنی اوتم کرم وہی تمام خلقت سے بہتر۔ جزا اُنکے کرموں کے نزدیک خدا کے ہمیشہ رہنے والی جنت چلتی ہیں جسمیں نہریں ہمیشہ رہینگے اسمیں۔ خوش ہوا اُن سے خدا اور خوش ہوئے وہ خدا سے۔ وعدہ اُن کے واسطے جو پرمیشور سے خوف رکھتے ہیں ॥

سورۃ البروج۔ ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت لھم جنت تجری من تحتھا الانھار ذالک الفوز الکبیر۔ ترجمہ۔ جو لوگ خدا پر یقین لائے اور اچھے کام کئے اُن کیواسطے جنت ہے۔ چلتی ہیں اُسکے نیچے نہریں یہی ہے فیروزی بزرگ ॥

سورۃ فاطر۔ والذین امنوا وعملوا الصلحت لھم مغفرۃ واجر کبیر۔ ترجمہ اور جو لوگ کہ خدا پر یقین رکھتے ہیں اور اچھے عمل کرتے ہیں اُنکے واسطے مغفرت ہے اور بزرگ مزدوری سورۃ انشقاق میں ہے الا الذین امنوا وعملوا الصلحت لھم اجر غیر ممنون۔ ترجمہ۔ لیکن جن لوگوں نے پرمیشور پر وشواس کیا اور اچھے اعمال کئے اُن کے واسطے اجر ہے نہایت۔

چونکہ آریہ لوگ پرماتما کو مانتے ہیں اور اُس پر سچے دل سے اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور پنرجنم اور سزا اور پرلے کو بھی مانتے ہیں۔ اور جس قدر اعمال حسنہ کی ہدایت اور اُن پر عملدرآمد کرتے ہیں۔ وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اُنکا سارا بھروسہ پرماتما اور اچھے اعمالوں پر ہی ہے۔ پس بفرض محال اگر قرآن کی نجات صحیح ہے تو بھی آریہ لے سکتے ہیں کسر نہیں لیکن مسلمانوں کی نکلنی پھر بھی ناممکن ہے کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ اُنکے نبی اور ولی سارے کے سارے وہاں مضطر اور بیقرار ہونگے سب کو حیرانی ہوگی۔ کیونکہ اُن کے اعمال عمدہ نہیں تھے۔ پھر عام مسلمانونکے تو کیا کہنے اُن غریبوں کا تو سوائے مرغوں کا گلا کاٹنے یا کوڑی مرغی مانتے یا گور پرستی یا مردہ پرستی یا کعبہ پرستی کے کوئی عمدہ کام نہیں ہے۔ اور اس پر شفاعت کی امید ہے ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان ست

دست بستہ التماس

اے میرے محمدی بھائیو اور دین اسلام کے پیرو آنکھیں کھولو اور تعصب کی عینک اُتار دو۔ میرہ کا سرمہ لیکے قوت ممیزہ جو حق و باطل میں فرق کرے وہ حاصل کرو۔ اگر کچھ پاک ضمیر رکھنے اور عقل سلیم سے کچھ حصہ ملا ہے تو سوچو اور سمجھو وید مقدس کی تعلیم پر انصاف سے غور کرو۔ اور نیازمندی کی اس عرضداشت کو جو محض آپ لوگوں کی بہبودی کیواسطے تحریر ہوئی ہے مطالعہ کرو۔ اس حسابی نجات سے ہم اپنا منگ نہیں کرتا تمام عقلمند (باستثنائے شہوت پرستوں کے) کراہیت کرتے ہیں۔ آپ مہربانی کرکے پاک و مقدس خدا کو اپنے دل میں حاضر ناظر جان کر اُسکو عرش پر نشین کرکے اسمیں دو غور کریں بلکہ استخارہ کریں اور سچے قول کو نہیں اُس مالک کے اسناد ہوں۔ اندھا دھند تقلید پرستی کے تاریک گڑھے میں نہ گرے رہیں۔ ہماری عرضداشت کو سرسری نظر سے نہیں بلکہ بار بار پڑھیں۔ اور تعصب اور بغض کو دل سے دور کرکے زمین پلنگ پر لیٹ کر خوش کریں اور پرانے میں ہو کر خیال میں بیٹھ کر ذکر کریں۔ کہ کیا وہ مستجاب ہے؟ جسے جنت و بہشت و فردوس و ارم کے نام سے اور حور و قصور کے اعلام سے قرآن پیش کرتا ہے۔ اور جسے ستیہ شاستر وید بتلاتے ہیں کہ پرمیشور کی معرفت کو حاصل کرکے پرانند (حقیقی سرور) کو پراپت ہونا۔ اور دنیوی اور جسمانی آفات و نفسانی لذات سے کنارہ کرنا۔ ذرا دل کو روک کر اور جہد و فساد کے خیال کو من سے نشا کر اور طبیعت کو شانت کرکے وچار کریں کہ کونسی خلقت پرستی کے حکایات و دل بہلانے کے خیالات ہیں اُمید ہے کہ اس عرضداشت کو پڑھ کر آپ کے گروہ کے سعید اور رشید لوگ ست سناتن دھرم کو محبت اور سرستی خلوص نیت سے

قبول کرو وید کے راہ حق یعنی سچے مارگ پر آجاوینگے۔ مقدس سچے وید میں کیا اچھا ارشاد ہے۔ اے انسانوں تم دل میں پرارتھنا کرو۔ اے سچدانند سروپ اپنے قانون اور سچی راحت کے مالک آپ ہم سب کو ست پر چلنے کی ہدایت دیں تاکہ ہم نربھرانت بدھی سے اُس پر قائم ہو کر آپ کے پوتر لیش کو گانے میں نے پرم دھام کو سدھاریں۔ اوم منم۔

شانتی ! شانتی !! شانتی !!!

سماپت

صداقت دھرم آریہ بجواب رسالہ صدقہ جاریہ

اس ۱۴۲ صفحہ کے رسالہ میں مولوی صاحب نے کئی صفحہ فضول اور بے تعلق عبارت سے بھر دیئے ہیں جن کو نفس مضمون سے نہ تعلق ہے اور نہ کسی طرح کا واسطہ۔ لکھنے کا طریقہ بھی اُنکا حسین نہیں بہت سے بڑا خیال اُنکا شیخی بگھارنے سے معلوم ہوتا ہے وہ اپنے کو شیر بر اور سارنگ کو بقر لینے کا سُئے رکھتے ہیں۔ ہم ایسا وحشی درندہ۔ مردم خور بننے کی تمنا نہیں کرتے مولوی صاحب ہی کو یہ درندگی مبارک رہے۔

من آں مورم کہ در پایم بمالند ۔ نہ زنبورم کہ از نیشم بنالند
کجا خود شکر ایں نعمت گزارم ۔ کہ زور مردم آزاری ندارم

بنابراں اپنی خاکساری سے ہی اُن کی خونخوارگی کا مقابلہ کرتے ہیں اور اُن کے اعتراضوں کی اصلیت کا موازنہ۔ سلسلہ وار اُن کی غلطیوں کو دنیا پر ظاہر کرینگے اور مفصل طور پر اُن کے مذہب کی کمزوریوں کو سمجھا کر صداقت ویدک دھرم ناظرین کے سامنے دھرینگے۔ اُن کی طرح نہ شیخی بگھارنا جانتے ہیں اور نہ بدزبانی کرنا اپنا شیوہ ہے پس

زباں کھولینگے ہم یہ مدعی کیا بد شعاری ہے ۔ کہ پہنے اُنکے موٹھ میں خاک پھر فرخی کسا تھا

فصل اوّل

ماہیت روح کا بیان مولوی صاحب نے صفحہ ۱۰۱ میں اپنی لیاقت جتانے کے واسطے لفظ روح کے چند معنے لکھے ہیں اور حاشیہ پر ہم کو بہت برے برے الفاظ سنائے ہیں اور اس واسطے اگر کتاب کا نام لکھیں تو کہیں لیاقت کو داغ۔ نہ لگ جائے جس کتاب سے یہ تمام معانی نقل کئے اُسکا نام ہی نہ لکھا۔ مگر ہم ناظرین کو بتلاتے ہیں کہ اُنکی ساری عبارت لیکے بعد دیگرے غیاث اللغات ردیف ر صفحہ ۲۰۰ و ۲۰۱ کی نقل ہے۔ مولوی صاحب کی لیاقت یا علمیت سے اُس کا کوئی تعلق نہیں اور نہ روح کے تمام معنوں سے ہماری بحث ہے۔ نفس ناطقہ یا روح انسانی جس کے ذریعہ سے جسم حرکت کرتا ہے ہمارا مطلب اُس سے ہے اور اُسی کی بابت ہم نے تکذیب براہین احمدیہ میں ثبوت پیش کئے تھے پس مولوی صاحب نے قرآن شریف سے روح کے ثبوت دیئے ہیں یا اُس کی ماہیت بتلائی ہے۔ اُس پر ہم غور کرتے ہیں۔

۱۱۔۱۴۳ **مولوی**۔ روح نزدیک علمائے دین و فقہائے شرع متین کے ایک امر ہے اولو جیا الہیہ اور جلال قدسیہ سے ظاہر ہے قرآن مجید فرقان حمید کی اس آیت متبرکہ سے ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً۔ شان نزول اس آیت کا یہ ہے ابن مسعود صحابی فرماتے ہیں کہ پھرتا تھا میں ساتھ رسول کے مدینہ میں اور آپ کے تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ عیب سے پس گزرے آپ قوم یہود پر اور پوچھا اُنہوں نے روح کو روایت کیا اسکو بخاری نے میں کہتا ہوں پس اُتری یہ آیت

حاصل مقصود آیت کا یہ ہے کہ سوال کیا تھا یہود نے رسول سے روح کا پس جواب دیا الٰہ جل حکمتہ نے کہ اے میرے حبیب محمد پوچھتے ہیں تجھ سے جہال عرب بروحہ مجا والعد کے اور دریافت کرتے ہیں تجھ سے ماہیت اس امر عظیم کی کہ سمجھنا اور معلوم کرنا اس کا موقوف ہے علم پر پس صاف جواب دے تو کہ روح ایک امر ہے امور ناظم الوجود سے اور لطیفہ ہے حکمت خلاق الوجود سے اور کوئی امرا مور الٰہیہ اور اُس کے حکم غیر متناہیہ سے ایسا نہیں ہے کہ جس کی ماہیت سے تم آگاہ ہو جاؤ۔

اس کے بعد معلوم کرنا چاہیئے کہ آریوں نے جو بہ سبب اپنی کم لیاقتی کے اس آیت کے معنے غلط سمجھ کر یہ مطلب بیان کیا ہے کہ خدا خود قرآن میں یہ خبر دیتا ہے کہ ہم نے محمد صاحب کو روح کا علم نہیں دیا بالکل غلط ہے۔ بلکہ آیت سے سائلین کی جہالت ثابت ہوتی ہے نہ کہ محمد صاحب کی۔

آریہ۔ آپ نے باوجود اس قدر طول و فضول لکھنے کے بھی قرآنی کمزوری کا کچھ علاج نہ کیا۔ اور نہ کر سکے۔ خود آپ کے بیان سے بھی یہ تو ظاہر ہو گیا کہ محمد صاحب اپنی قرآنی الہامی آیت سے یہود کے خاص اعتراض کا کوئی جواب نہ دے سکے اور نہ اُنکی تشفی کر سکے۔ ۱۵-۱۸-۲۵-۴۰ روز تک سوچتے سوچتے بھی جب کوئی جواب نہ بن سکا تب ایک آسان حیلہ بنا کر پلہ چھوڑا یا افسوس کہ بس چلا ورنہ سائل کا بالضرور سر کاٹ ڈالتے اور اپنے دل کا بخار نکالتے حضرت منطقی صاحب! یہ کسی حالت میں جواب نہیں اور نہ تو قابل خطاب ہے۔ اور یہی وجہ تھی کہ علمائے اسلام اس بارہ میں ہر طرح سے حیران ہیں نہ راہ رفتن نہ پائے ماندن سرگردان ہیں نہ اس مسئلہ کو نگل سکتے ہیں۔ نہ چھوڑ سکتے ہیں۔ کبھی یہود کو بے علم بناتے۔ کبھی توریت کو کلام مبہم ٹھہراتے اور کبھی روح کا ترجمہ بدل دینے میں توجہ فرماتے ہیں تاکہ کسی طرح قرآن کے کج مج بیان کو سیدھا کر سکیں ہم نے تکذیب براہین احمدیہ میں تفسیر حسینی کا حوالہ دیا تھا کہ "علم روح مخصوص است بعلم خدا تعالیٰ و غیر حق سبحانہ تعالیٰ کسے بدو دانا نیست"

اسی طرح نسخہ خبط احمدیہ میں بھی کئی تفسیر ونکے حوالے دیئے ہیں۔ مگر ابھی تک اسکا دھند محمد صاحب و قرآن کے مقلد یہی کہتے چلے جاتے ہیں کہ آریوں نے اس آیت کے معنی غلط سمجھے محمد صاحب کو علم نہیں دیا گیا یہ بالکل غلط ہے مولوی صاحبان! اسپر آپ کیوں ناراض ہوتے ہیں اگر ناراض ہونا ہے تو اپنے مفسرین پر ہوجیئے اگر کوسنا ہے تو علمائے اسلام کو کوسئے شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے "و حق آنست کہ در آب دانستے نیست مراتکہ حق سبحانہ تعالیٰ مطلع گرداندہ است حبیب خود را بر ماہیت روح" مدارج النبوۃ جلد محمد صاحب تو محو حیرت ہی تھے خود حضرت عرش آستانی بھی جواب میں حیران و سرگرداں ہیں اور ہمارے نیر الہامی دوست مرزا قادیانی سر در گریبان۔ اب آپ ہی مراقبہ کر کے سوچیئے تو سہی کہ آپ نے کیا جواب دیا سوائے اس کے

گو مشت خاک ہم بربا د رفتہ باشد

بس مولوی صاحب کو صدقہ جواب لکھنے سے پہلے ضروری تھا کہ وہ سوچ لیتے ؎

ہر کہ تامل نہ کند در جواب
بیشتر آید سخنش ناصواب

یا سخن آراستہ چو مردم ہوش
یا بہ نشیں ہمچو بہائم خموش

تمام مفسرین اسکی تفسیر میں لاچار ہو کر یہی کہتے ہیں "قلِ الروحُ من امرِ ربی وھی مبہم فی القرآن" یعنی روح کا حال پوشیدہ رکھا کیونکہ وہ توریت میں بھی پوشیدہ تھا۔ جب یہ سوال حضرت سے ہوا تو الہام نہیں ہوا۔ بلکہ ۴۰ روز تک کچھ جواب نہ بن سکا۔ اور جب لوگوں کے تکرار سے دق ہو گئے تو لاچار ہو کر کہہ دیا کہ امر ربی ہے اور امر ربی کی تشریح امام غزالی صاحب نے صاف طور پر کر دی ہے کہ جس چیز کا اندازہ اور مقدار نہ ہو اسکو امر ربانی کہتے ہیں اور جو چیزیں اس جنس سے ہیں خواہ ارواح بشری ہوں یا ارواح ملائکہ انکو عالم امر سے کہتے ہیں۔ پس عالم امر سے وہ موجودات مراد ہے جو حس اور خیال و جہات اور مکان اور حیز سے خارج ہوں اور بسبب نفی مقدار کو مساحت اور اندازہ میں داخل نہیں ہیں۔

اسیطرح اس روحانی تعلیم سے محروم نہ ہونیکے باعث اہل التصوف نے ہمہ اوست کہہ کر دین چھوڑ دیا ہے اور اپنے آپ کو خدا کہلایا۔ ویدک فلاسفی سے ناواقف ہونیکے سبب علمائے اسلام نے صرف اسی امر میں غلطی نہیں کی۔ بلکہ عموماً تمام علمی مسائل میں وہ بے بہرہ ہیں ÷ (دیکھو نسخہ خبط احمدیہ باب غلطیت قرآن) ہم نے تحقیق التناسخ میں روح کے قدیم ہونے اور مسئلہ تناسخ کی صحت کی بابت نہایت تفصیل سے بحث کی ہے اور بہت کچھ تکذیب اور نسخہ میں بھی درج کر دیا ہے۔ مولوی صاحبان اس روشنی کے زمانہ میں بھی تعصب سے سنی کے جاہلانہ کو ترک نہیں کرتے اور نہ حرکت زمین کے قائل ہوتے ہیں پھر وہ ایسے روحانی مسائل کب سمجھ سکتے ہیں۔

فصل دوم

در بیان قدامت روح

علم منطق اسواسطے ایجاد ہوا تھا کہ لوگ اُس کے ذریعہ تکمیح کو تکلم فاسد سے امتیاز کریں جیسا کہ لکھا ہے المنطق بحر الطاہر معہ عن المتعلق و ضمہا انہم تعلم و ھو آلتہ قانونیتہ تعصم مراعاتہا الذہن عن الخطا فی الفکر۔ (دیکھو حاشیہ میزان المنطق) اور ایسا ہی تہذیب کے قسم اول میں ہے اور فکر توجہ ذہن ہے طرف مبادی کے اور مبادی دعاوی سے مراد ہے اور ذہن قوت مدرکہ ہے کہ جزئیات اور کلیات کا ادراک اُس سے متعلق ہے مگر افسوس کہ لوگوں نے اپنی غرض نفسانی کو پورا کرنا بھی منطق کا کام سمجھا سنسکرت کے بنا میں ایسی گفتگو کو ڈھونڈتے ہیں کہ جسمیں حق و باطل کی تمیز سے کچھ غرض نہیں۔ صرف گالی گلوچ سے مطلب اور فضولیات سے پیر و جن ہے یہی حال بعینہ مولوی صاحب کا ہے وہ اس بات کی کچھ پرواہ نہیں کرتے کہ صداقت کا اظہار ہو اور نہ ہی اُس کا مادہ ہے وہ اپنے آپکو باوجود اسعد زنا و اقفی کے پورے جوڑ مقالات اقلیدس کا ماہر بتاتے ہیں۔ اور چند فقرات یاد کر لینے پر اپنے آپکو وہ معلم اول سے کم نہیں سمجھتے۔ صد حیف کہ گوسالہ با پیر شد و گاؤ نہ شد۔ چنانچہ ہم انکے اعتراضوں کے نمونہ بتلاتے ہیں ÷

صاد وہم (مولوی)۔ ہم تمہاری اس بات کو مانتے ہیں کہ روح اگر قدیم ہو اور حادث ہو تو ضرور مادی ہوگی لیکن اس امر کو نہیں مانتے کہ اگر مادی ہوگی تو مجرد نہ ہوگی کیونکہ ہستے کے مادی ہونیکے دو معنی ہیں ایک یہ کہ مادہ محل ہو اور دوسری یہ کہ شے کو مادہ کے ساتھ کسی قسم کا تعلق ہو نہ یہ کہ وہ امر کا جزو ہے اول معنے لینے روح میں بیشک باطل ہیں۔ کیونکہ مادہ کا محل ہونا ضرور ترکیب کو چاہتا ہے لیکن ہم یہ معنی مراد نہیں رکھتے بلکہ ہمنے جو روح کو مادی کہا ہے صرف بلحاظ دوسرے معنی کے کہا ہے کہ چونکہ بدن جو کہ مادی ہے اُسکے ساتھ اسکو ایک قسم کا تعلق ہے لہذا یہ بھی مادی ہے"۔

آریہ۔ آپنے اس پہلی دلیل میں کئی غلطیاں کی ہیں جب آپ اِسبات کو مانتے ہیں کہ روح اگر قدیم ہو اور حادث ہو تو ضرور مادی ہوگی" اور پھر آپ لکھتے ہیں کہ اول معنی کہ وہ محل ہو لینے روح میں بیشک باطل ہیں کیونکہ مادہ کا محل ہونا ضرور ترکیب کو چاہتا ہے"

حضرت! جب مادہ کا محل ہونا ضرور ترکیب کو چاہتا ہے تو کیا مادہ کا محل نہ ہونا صاف ظاہر نہیں ہے کہ ترکیب کو نہیں چاہتا؟ پس جس میں ترکیب نہیں وہ مرکب نہیں اور جو مرکب نہیں اُس کی پیدائش نہیں اور جس کی پیدائش نہیں وہ ضرور انادی ہے۔ مہاتما کرشن چندر جی نے بھی جسکی پیغمبری کا فتوحات مکی کے مصنف کو اقبال ہے بعد تحقیقات بسیار ایسا ہی فرمایا ہے۔

अजो नित्यो शाश्वतो य पुराणो न हन्यते हन्य मा ने शरीरे

کہ روح جسم کے ساتھ پیدا نہیں ہوتی وہ تو غیر مخلوق۔ قدیم ازلی ہے اور یہی باعث ہے کہ وہ جسم کے ٹکڑے ہونے کے ساتھ ٹکڑے نہیں ہوتی بلکہ باقی رہتی ہے بس یہ آپکی پہلی غلطی ہے۔

پھر آپ لکھتے ہیں کہ ہمنے جو روح کو مادی کہا ہے صرف بلحاظ دوسرے معنی کے کہا ہے کہ چونکہ بدن جو کہ مادی ہے اُسکے ساتھ اسکو ایک قسم کا تعلق ہے۔ لہذا یہ بھی مادی ہے۔ یہ آپکا البا

اندھا منطق ہے جیسے کوئی کہے کہ چونکہ خدا کو جسم سے ایک قسم (صنعت وصانع) کا تعلق ہے یا رزق دینے کا تعلق ہے یا حاضر ناظر ہونیکا سمبندھ ہے۔ بنابراں خدا بھی مادی ہے۔ یا معلم کو بیوقوف طالبعلموں سے دن رات کا واسطہ ہے لہٰذا وہ بھی جاہل ہے یا خدا کا رسول بھی اُمّی ہے بنابراں خدا بھی اُمّی ہے۔ یا چونکہ بیجان ریلوے سے گارڈ کا تعلق ہے۔ بنابراں گارڈ بھی بیجان ہے۔ واہ رے ہمارے ارسطو مزاج مولوی صاحب آپ نے منطق میں کبریٰ وصغریٰ تو نہیں مگر مغالطہ کا باب ضرور پڑھا ہے۔ پس یہ آپ کی دوسری غلطی ہے ✤

اور جو آپ لکھتے ہیں کہ روح کا مادی ہونا باطل ہے کیونکہ علم اعلیٰ میں ثابت ہے کہ روح مجرد ہے" یعنی مجرد معنی اُسکا مادہ اور جو چیز مجرد ہو اسکا مادہ ہے وہ مرکب نہیں چونکہ روح مادی نہیں مرکب بھی نہیں مجرد ہے بنابراں وہ کسی طرح حادث نہیں کیونکہ مادی ومرکب نہیں اور حدوث سوائے مرکب ومادی کے اور کسی پر ہو نہیں سکتا اور یہی سبب ہے کہ روح انادی ہے۔ اور مولوی ازدین نے جو ہمارے اعتراضوں سے ڈر کر مان لیا ہے کہ روح مرکب من المادہ ہے وہ ان مولوی صاحب کے بیان سے اور بھی رد ہو گیا پس مستدل یعنے دلیل طلب کرنیوالے کا یہ کہنا کہ روح حادث ہے باطل ہے

۱۵ مولوی۔ روح حادث بالذات ہے اور قدیم بالغیر ہے اور جائز ہے کہ فیضان وجود روح کا اپنے فاعل سے مشروط ساتھ بدن کے ہو اس وجہ سے کہ بدن مستعد قبول تصرفات روح کا ہے اور روح اپنی ذات میں بدن سے بے پرواہ ہے لیکن وقت پیدا ہونے بدن کے پیدا ہو جاتی ہے اور بعد موت تخریب بدن کے باقی رہتی ہے اور یہ بقا اپنے فاعل کی لقا سے ہے ✤

آریہ۔ آپ کا یہ بیان بھی کئی طرح باطل ہے۔ روح حادث بالذات نہیں ہے کیونکہ اُسکے اندر لقا کی خواہش ہے بلکہ وہ لقا مجسم ہے اُس میں روحانیت کے سوا اور کچھ نہیں وہ سراپا روح ہے پس وہ قدیم بالذات ہے نہ کہ قدیم بالغیر۔

موت سے ہر ایک روح کو خوف ہونا جو اُس کا ذاتی سبھاؤ ہے بھی اُسکے قبل از جسم ہونیکی دلیل ہے چونکہ نیستی کوئی چیز نہیں اور نہ نیستی کا مالک کوئی خدا ہے پس روح نیستی سے ہستی میں نہیں آئی بلکہ ہمیشہ موجود ہے۔ کیونکہ فنا اُسمیں مطلق نہیں وہ مدرک بالذات ومتصرف بالآلات ہے۔ اِسی واسطے وہ کبھی حادث بالذات نہیں کیونکہ وہ روحانیت نیست ہونیوالی چیز نہیں اور نہ حدوث پذیر ہے وہ تو قائم بالذات ہے۔ اور چونکہ وہ حادث بالذات نہیں بنابراں اُس کا قدیم بالغیر ہونا خود بخود رد ہو گیا۔ کیونکہ آپکے قول سے بھی ظاہر ہے کہ وہ اپنی ذات میں بدن سے بالکل بے پرواہ ہے۔

مولوی رومی مثنوی دفتر سوم صفحہ ۲۲۵ میں فرماتے ہیں۔

"تا بدانی کہ تن آمد چوں لبیس | رد بجولا بس لباسی زابلیس
روح دارد بے بدن بس کاروبار | مرغ باشد در قفس بس بیقرار

آنریبل سر سید احمد خاں نے کیا اچھا کہا ہے" اگرچہ اس چیز (روح) کو انسان کے بدن سے کچھ علاقہ ہے مگر جب غور سے دیکھو تو باوجود اس علاقہ کے یہ محض بے علاقہ ہے۔ آدمی کبھی ایسا محو ہوتا ہے کہ سب چیز کو بھول جاتا ہے مگر اپنے آپ کو نہیں بھولتا اس سے خیال ہو سکتا ہے کہ گو انسان کا یہ ظاہری بدن نیست بھی ہو جاوے مگر وہ چیز جو ہم میں ہے جیسی ہے ویسی ہی رہیگی۔ پھر اگر وہ چیز چند روزہ ہے اور آخر کو نیست ہونیوالی ہے تو دل قبول نہیں کرتا کہ اُس ذات پاک دائم الوجود نے یہ تمام عجائبات ایک ایسے فانی اور ناپائدار چیز کے لئے بنائے ہوں؟ پس کچھ شبہ نہیں کہ وہ چیز بھی دائم الوجود ہے اور نیست ہونیوالی نہیں" تبیین الکلام ۱۸۶۲ء صفحہ ۱۵۷

ہم اسجگہ آپ کو ایک اور نکتہ بھی سمجھا دیتے ہیں جو دین اسلام کے اصول کو بیخ و بنیاد سے اکھیڑنے والا ہے اور سزا وجزا کے معاملات کو تہ و بالا کرنے والا ہے ✤

وهو هذا

بفرض محال اگر روح ذات سے حادث ہے اور بقا اُس کے فاعل کی طرف سے ہے اور وہ خود کچھ بھی نہیں بلکہ فیضان وجود روح کا اپنے فاعل سے مشروط ساتھ بدن کے ہے تو تمام عمل نیک وبد کا فاعل خدا ٹھہرتا ہے بقول ایک فاضل کے۔

خود پیمبر شد و پیام آورد | گشت خود کافر و نمود انکار
خود کند ساز ہر گناہ کہ ہست | خود کند باز توبہ استغفار

اور بقول ایک دوسرے دیندار محمدی کے۔

چو ایں بنیاد بد را خود فگندی | گناہ خویش را برما چہ بندی
تو نیکی کنی من نیز بد کردہ ام | کہ بد را حوالت بخود کردہ ام

پس اعمال کا تعلق روح سے کچھ نہیں رہتا بلکہ تمام بد ونیک اعمال کا مورد و مستحق وہی ٹھہرتا ہے اور جب سب سے بُرائی کرنے والا وہی ٹھہرا اور اُسی کے فیضان سے یہ تمام خرابیاں ظہور پذیر ہوئیں تو انسان کا کیا قصور کہ جس سے وہ دائمی دوزخ میں محصور و مقہور ہے یا کمال معرفت سے دور ہو جاوے ہر ایک روح ایسے خدا بانی فساد وجہاد کو کہہ سکتی ہے۔ بقول عرفی

یارب چہ عداوت ست بامن | ایں کار کنان کبریا را۔

اور اگر یہ صحیح کہ روح بروقت پیدا ہونے بدن کے پیدا ہو جاتی ہے واصاف ظاہر ہے کہ بروقت فنا ہونے بدن کے فنا ہو جاتی ہے جس سے مسئلہ سزا وجزا کا گاؤخر ہو جاتا ہے اور بہشت ودوزخ کا پتہ نہیں لگتا اور نہ عرش وکرسی کا تختہ ملتا ہے جیسے چلتی کا نام گاڑی ہے ورنہ جدا ہونے کے چلنا بھی مفقود ہوا اور گاڑی بھی نہ رہی۔ مہاتما کرشن جی نے فرمایا ہے۔

जातस्यहि ध्रुवो मृत्यु ध्रुवं जन्म मृतस्य च

یعنی جو پیدا ہوا ہے وہ ضرور مریگا۔ اور جو مرا ہے اُس کا ضرور جنم ہوگا۔

غور کرو اجزاؤں کے اجتماع کا نام تصویر ہے جُزوا جدا کر دیں تصویر نہ رہیگی۔ منطق الطیر میں سیمرغ کی کہانی پڑھو تب آپکو اپنی اور اپنے موہومی مربی کی غلطی سے بھی اقبال کرنا پڑیگا ارسطو کی کسی کتاب کا آپ نے حوالہ نہیں دیا۔ صرف فرضی گپ مارنی ہی ✤

بنابراں ہم نے اُسکو آپ کا موہومی مربی لکھا۔ واضح ہو کہ محمدیوں نے اسلامی تعصب کے سبب اور خود یونانی زبان تحصیل کرنیکے باعث یونانی کتابوں کے یا یونانی حکمت کے ترجمہ کرتے وقت بڑی غلطیاں کھائی ہیں۔ دیکھو واقعات سکندر اصل یونانی مورخ ایران کے لکھے ہوئے اور اسلامی مورخوں کی تحریریں۔ اور یہی حال واقعات ارسطو کا کیا ہماری تحقیقات سے جہانتک ہمکو معلوم ہوا ہے یہ مذہب ارسطو کا نہیں ہے ✤

ارسطو یونانوں کی بابت لکھتا ہے" تمام چیزیں یعنے مادی اشیاء اُس سے پیدا ہوتی ہیں جسکا وجود قدرت میں ہے یعنی فسٹ میٹر (پرکرتی) سے یونانوں سے نہ کہ اُس سے جس کا ظاہر وجود ہے یعنی اربعہ عناصر اور نہ نیستی سے۔ مادہ نہ تو پیدا کیا گیا اور نہ نیست کیا جا سکتا ہے بلکہ وہ پہلی غیر محدود چیز ہے جس سے تمام چیزیں بنائی گئی ہیں اور جس میں کہ وہ سب آخرکار مل جائیں گی۔" (ہسٹری آف فلاسفرس جلد ۱ صفحہ ۱۷۲ مطبوعہ سنہ ۱۸۱۹ء)

اور روح کی بابت اُسکا کوئی نوشتہ ایسا نہیں ہے جس سے یہ کامل طور پر اخذ کیا جاوے کہ وہ کیا مانتا تھا یعنی فانی یا غیر فانی لیکن مٹی یعنی فانی ہونا اغلب ہے" (صفحہ ۲۸۵ ہسٹری مذکور)

ارسطو کیا کوئی محقق بھی سوائے اسرامیدیکے حادث کو ابدی نہیں مان سکتا۔ جسکا آغاز ہے اُسکا انجام ضرور ہے۔ بنابراں روحوں کے حدوث ماننے سے اُنکا فانی ماننا بھی لابدی ہے۔ اور اس سے بہشت دوزخ کے وہمی اور خیالی حلوے سارے کے سارے معدوم ونابود ہو جاتے ہیں

۱۷ و ۱۸ مولوی۔ اگر کہیے ہو کہ روحیں متعدد ہر ایک کی جداگانہ ہیں تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ معنی روح کے کیا ہیں اور نیز اسکی ماہیت اور حقیقت کیا ہے تو ضرور یہی سرا ہوگے جو تم متعلق بالبدن یا کوئی دوسرے معنی اپنی طرف سے بیان کروگے پھر کیف دو معنی سب حیوانات

کی روح پر صادق آتی ہیں۔ مثلاً جوہر متعلق بالبدن جیسا کہ زید کی روح پر صادق آتا ہے اُسی طرح بکر۔ خالد۔ اسپ۔ فیل۔ بقر۔ خچر۔ خر وغیرہ حیوانات کی روحوں پر بھی صادق آتا ہے اس سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ ماہیت کل روحوں کی ایک ہی ہے جیسا کہ انسان زید۔ بکر و عمرو افراد پر صادق آتا ہے۔ اس سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ کل آدمیوں کی ماہیت ایک ہی ہے اسی طرح یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ حقیقت کل روحوں کی ایک ہی ہے اسکے بعد ضرور ہے کہ کوئی امر ایسا ہونا چاہئے جو ایک روح کو دوسرے روح سے تمیز دے کہ جس سے جدائیگی دونوں روحوں کی معلوم ہو کیونکہ حقیقت کل میں مشترک ہے اور مابہ الاشتراک کے لئے مابہ الامتیاز کا ہونا ضروری ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ مابہ الامتیاز کی اُسی جگہ ضرورت پڑتی ہے جہاں کہیں کسی قسم کا اشتباہ یا خفا ہو یعنی جس جگہ ہم ایک چیز کو دوسری چیز سے تمیز نہ کر سکیں اُسی جگہ ایسی چیز کی ضرورت پڑتی ہے کہ جو اُن دونوں چیزوں میں تمیز کر دے اور ہم پر کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے۔ اور یہ بھی قاعدہ ہے کہ اشتباہ بلا اشتراک ہرگز پیدا نہیں ہوتا یعنی جب تک دو سری چیزیں یکساں نہ ہونگی مشتبہ بھی نہ ہونگی۔ پس ثابت ہوا اس جگہ مابہ الاشتراک اور مابہ الامتیاز اور یہ مستلزم ہے ترکیب کو اور ترکیب مستلزم ہے حدوث کو اور یہ خلاف مفروض ہے خلاصہ اس تمام تقریر اول سے آخر تک یہ ہوا کہ کل روحیں متحد ہیں حقیقت اور ماہیت میں پس اگر فرد تم اولی اور متعدد ہوں جیسا کہ تمہارا مذہب ہے تو ضرور مابہ الامتیاز ہوگا کیونکہ تعدد بلا امتیاز کے محالات عقلیہ سے ہے اور جہاں مابہ الامتیاز ہے وہاں مابہ الاشتراک ضرور ہے اور جہاں مابہ الامتیاز اور مابہ الاشتراک ہے ترکیب ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ روحیں مرکب ہیں اور جو مرکب ہے حادث ہے۔ پس ثابت ہوا کہ روحیں حادث ہیں اور حالانکہ تم نے فرض کیا تھا کہ روحیں قدیم ہیں ✦

آریہ۔ بیشک روحیں متعدد یعنی ہر ایک جدا جدا ہیں ایک روح دوسرے روح کا حصّہ یا جزو نہیں روحیں ذات میں سب چیتن ہیں جیسے کہ ذرات سب جڑ ہیں۔ البتہ یعنی کم علم انسان ذروں کے حالات نہیں جانتا اور نہ روحوں کی ماہیت پہچانتا ہے مگر علم کے ماہر فاضل لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ ذرات عالم اور روحیں انادی ہیں۔ اور عدم یا حدوث کوئی چیز نہیں اور نہ کسی چیز پر طاری ہو سکتا ہے کیونکہ کوئی چیز معدوم نہیں ہو سکتی۔

پروفیسر راسکو صاحب فرماتے ہیں جب شمع جلتی ہے تو کیا ہوتا ہے آؤ ایک موم یا چربی کی بتی روشن کر کے دیکھیں شمع جوں جوں جلتی ہے دیکھو اسی کے باہر کا موم اور اندر کی بتی دونوں غائب ہوتے جاتے ہیں ذرا ب ساری بتی جل گئی اور اسمیں جس قدر موم اور سوت تھا سب کافور ہو گیا۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ شمع کا موم کہاں گیا تم یہ جواب دوگے کہ جل گیا اور اب نظر نہیں آتا۔ تو کیا وہ معدوم ہو گیا؟ نہیں مگر ہاں وہ تمہاری نظر سے غائب ہو گیا ہے اور اس سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ معدوم ہو گیا۔ دیکھو جب ریل گاڑی کسی مقام سے روانہ ہوتی ہے تو وہ ذرا سی دیر میں غائب ہو جاتی ہے اور پھر تمہیں نظر نہیں آتی۔ مگر تم یہ کبھی نہیں سمجھتے کہ وہ معدوم ہو گئی بلکہ یہ جانتے ہو کہ اگرچہ نظروں سے غائب ہو گئی ہے مگر کہیں فراٹی بھرتی اُڑتی چلی جاتی ہو گی ایک دوسری مثال اور دیکھو پیالے میں گرم گرم چاء ڈالو اور اسمیں مصری کی ڈلی چھوڑ دو دو چار ہی منٹ میں نظر سے غائب ہو جائیگی مگر کیا وہ ڈلی معدوم ہو گئی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ وہ تو چاء میں گھل گئی کیونکہ چاء پہلے میٹھی نہ تھی اب پیکر دیکھ لو کیسی میٹھی ہو گئی ہے اب اُدھر اسیطرح بتی کے موم کا بھی پتہ لگائیں کہ وہ کہاں گیا؟ چلو اسکا حال ماہر حقائق موجودات سے دریافت کریں وہ ایسی باتوں کو خوب صحیح صحیح جانتے ہیں (صفحہ ۵) اور اسیطرح دیکھو صفحہ ۹ - ۵ تک جنمیں نہایت واضح دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ خواہ کوئی چیز کیسی ہی حالت میں کیوں نہ ہو وہ معدوم نہیں ہو سکتی نیستی سے ہستی اور ہستی سے نیستی کا مسئلہ بالکل باطل ہے اور ایسا ہی دیکھو پروفیسر الور سٹوارٹ صاحب کا علم طبیعات مطبوعہ سنہ ۱۸۹۱ء)

بیوقوف انسان ستاروں کے فرق کو نہیں جانتا اور نہ راگوں کی تفریق کو سمجھتا اور نہ رگوں کی حرکات کو۔ نہ ہوا کی رفتار کو۔ مگر عالم بخومی ڈاکٹر۔ علم ہیئت کا ماہر اور موسیقی دان نہ صرف ان سب امور کو ہی پہچانتا ہے بلکہ آنیوالے طوفان کی بابت پیشگوئی کرتا اور مرض سے ہونیوالے صدمہ کی خبر بتلاتا اور عالم بالا کے نشان لگاتا ہے اور ہر ایک میں جدا جدا تمیز بھی کرتا ہے اور سب سے بڑھکر عقل کل پرماتما ان کا ممیز ہے مگر صرف عقلی نہ کہ خارجی۔ اسیطرح روحیں ہولے اسکے کہ فی الحقیقت جُدا ہیں اور وہ بالذات ایک دوسرے سے علیحدہ طاقتیں ہیں کسی حالت میں ایک نہیں لیکن انکے مابہ الامتیاز و مابہ الاشتراک کو مادی آنکھیں نہیں جان سکتی اور نہ متعصب طبیعتیں سمجھ سکتی ہیں کیونکہ انہیں روح کی ہستی کا سوائے اسکے کچھ بھی علم نہیں کہ اسکے بدن میں رہنے سے انسان زندہ ہے لیکن یوگی لوگ جنہیں تزکیہ نفس کے سبب تمام دقائق سے آگاہی اور صفائی باطن کے باعث تمام باریکیوں سے واقفیت ہو جاتی ہے وہ اس علم کے عالم کہلاتے ہیں وہ علم روح کے یہاں تک ماہر ہو جاتے ہیں جہانتک کہ ایک حاذق طبیب جسمانی امراض کا۔ روحوں میں بسبب اُن کے مختلف اعمال اور افعال اور نتائج اور طبائع اور ذخائر یادداشت کے عقلی مابہ الامتیاز ہے کوئی خارجی نہیں جس سے ہم کسی جاہل عقل کے دشمن کو سمجھا سکیں۔ اور علاوہ بریں تمام روحوں کے حالات سے سوائے عقل کل پرماتما سرب وبا پک کے کوئی آگاہ بھی نہیں کیونکہ کوئی انسان سرب وبا پک نہیں اور یہی سبب ہے کہ البتہ اور بایک یہ لیتی ہے آپ فرماتے ہیں کہ جو صفت بادشاہ کے روح کی ہے وہ غلام کی نہیں ہے" (صفحہ ۱۷) مولوی صاحب یہاں آپنے بالکل سیدھی راہ چھوڑ دی اور جابجا حق سے روگردانی کی یا فی الحقیقت بھول گئے۔ بادشاہ اور غلام کی روح میں جسمانی تفریق کے سوائے کوئی خارجی فرق نہیں ہاں چونکہ وہ بالذات دو روحیں ہیں وہ کسی حالت میں ایک نہیں جیسے انکا جسمی مادہ ایک نہیں ویسے ہی انکے روح ایک نہیں انہیں جو کچھ فرق ہے وہ گذشتہ اعمال کے سبب ہے جو کہ تناسخ کا لازمی نتیجہ ہے۔ ورنہ ماہیت ارواح غلام و بادشاہ میں کوئی فرق نہیں وہ دونوں برابر کی روحیں ہیں۔ ایک فاضل نے لکھا ہے ؎

بادشاہے رو بسوئے صید کرد	ماند لشکر دور از او مانند گرد
خواست تا در قریہ آید فرود	چوں بہ میداں خیمہ و خرگاہ نبود
در خود آنجا شوکت و شانے ندید	ہیچکس جز مرد دہقانی ندید
نزد او رفت و تملق ہیں کرد	گفت دہقاں کیستی گردم بگرد
گفت من فرماندہ ایں کشورم	در پے صیدی جدا شد لشکرم
امشبم اینجا تو اذن خواب دہ	تکہ نانے دہ و جائے آب دہ
روستائی اعتنائی او نہ کرد	استماع مدعائی او نہ کرد
زینت ظاہر چو از سلطان ندید	در نظر شاہ و گدا یکساں شود
شاہ منت کرد بار دیگرش	چوں نہ بود آنجا کسے فرماں برش
عاقبت جا داد شب در کام خویش	داد نان سفرۂ انعام خویش
صبح گفتش رسن احسانت شدم	گرچہ شاہم از گدا بانت شدم

([illegible] دفتر ۴)

اسکے علاوہ دیکھئے ناصر الدین سبکتگین کا حال جسکے واسطے مورخین نے لکھا ہے کہ سلطان ناصر الدین سبکتگین از غلامان ابو اسحٰق قریتی فرمانروائے خراسان بود۔ اسکے سوائے غلاموں کی سلطنت کا حال پڑھئے۔ ہزارہا غلام غلامی سے بادشاہ ہو گئے۔ اور ہزاروں بادشاہ شاہی سے غلام ہو گئے ✦

بس یہ آپکی علمی و عقلی غلطی ہے انصاف کی بات یہ ہے کہ بادشاہ اور غلام کی روح میں اعمال کے سوائے اور کوئی فرق نہیں۔ باقی رہا آپکا یہ لکھنا کہ جہاں مابہ الامتیاز اور مابہ الاشتراک ہے وہاں ترکیب ہے۔ پس روحیں مرکب ہیں۔ کہ یہ کئی وجوہ سے باطل ہے۔ غور سے سنئے۔ جہاں

مابہ الامتیاز اور مابہ الاشتراک ہے وہاں صفات کی کمی بیشی کی ضرورت ہے اگر وہ مرکبات ہیں یعنی اجسام میں ہوں تو وہاں ترکیب کی ضرورت ہے لیکن اگر مفردات میں ہوں۔ تو وہاں ترکیب کی نہیں بلکہ ذاتی صفت ہوتی ہے۔ ایٹم یا پرمانوں ہر ایک جدا جدا ہیں مگر ترکیب کے سبب سے نہیں۔ بلکہ صفات ذاتی کے سبب کیونکہ اُن میں ترکیب مطلق نہیں۔ دیکھئے خدا اور روحوں کے درمیان چیتنتا یعنی ہر رک بالذات ہونا مابہ الاشتراک ہے اور سرو گیا و الپگیتا یا مابہ الامتیاز تو کیا خدا میں ترکیب ہو گئی یا خدا مرکب ثابت ہو گیا یا جیو نعوذ باللہ من ہذا الخرافات ۔۔ اسی طرح محمد اور خدا۔ اور موسیٰ اور خدا۔ علی اور خدا میں ناموں کا اشتراک ہے۔ مگر مابہ الامتیاز جسم ہے۔ تو کیا خدا میں ترکیب یا تجسیم آگئی۔ اسی طرح مادہ اور خدا میں یا خدا، روحوں اور مادہ میں ہستی یا موجودگی مابہ الاشتراک ہے۔ مگر جڑھتا۔ گیان کل۔ اور الپگیتا مابہ الامتیاز ہے۔ نظر بر آں روحوں میں خدا کی علمی منزلت کے مقابلہ میں مابہ الامتیاز ہے۔ اور ایکدوسرے سے بلحاظ اعمال کے مگر وہ عقلی یا ذہنی ہے۔ مادی یا خارجی نہیں۔ اور خدا کی سرو گیتا کی دلیل ہے نہ کہ روح کی ترکیب کی۔ کیونکہ روح کا بدن میں حلول نہیں جیسا کہ عوارض کا جوہر میں۔ اس لئے کہ وہ عرض نہیں ہے۔ بلکہ وہ تو جوہر ذات خود یعنی بلا قیام بالغیر موجود ہے۔ وہ اپنی ذات اوصفات سے اپنے مالک اور اس کے صفات کو پہچانتے ہیں اور وہ اسے پہچاننے میں کسی حواس کی طرف محتاج نہیں کیونکہ جن چیزوں کو اُسنے کما حقہ جانا ہے وہ جسمیں آنیوالے نہیں ہیں۔ انسان تعلق جسم و شریر (سمبندھ) کی اوستھا میں قدرت رکھتا ہے کہ اپنی روح کو تمام مادی چیزوں سے بیخبر کر دے۔ اس حد تک کہ سب تنتوؤں سے بے تعلق ہو جائے پس جس حالت میں کہ وہ بغیر شعور محسوسات کے اپنی قدرت کر جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی پہچان میں بالکل ہر ایک چیز سے مجرد ہے۔ تو قیاس صاف شہادت دیتا ہے کہ وہ شریر سے بالکل مستغنی ہے بدن یا شریر کا ہرگز محتاج نہیں۔

بنا بر آں روح کی حقیقت اور اُس کا بذات خود قوم بھی معلوم ہو جانیکے بعد ممکن نہیں کہ کوئی جاہل بالغ روح کو مجرد مع المادہ نہ تصور کرے اور یا اُسکے آزادی ہو نیمیں شک کرے اور قدیم نہ مانے ہاں نا اہل کے لئے کیا کہنے وہ بقول سعدی کسی طرح مان نہیں سکتا کیونکہ ؎

تربیت نا اہل را چوں گردگاں بر گنبد ست

۱۹۔ مولوی۔ معلوم ہو کہ جملہ خرابیاں جو اوپر بیان ہو چکی ہیں۔ اس بات پر لازم آتی ہیں کہ ابدان کی پیدایش سے پہلے چند روحیں مانی جاویں ۔

آریہ۔ قرآن مانتا ہے کہ اجسام کی پیدایش سے پہلے ارواح موجود تھے دیکھو میثاق میثاق اور دیکھو مریم بنت عمران من احصنت فرجہا فنفخنا فیہ من روحنا۔ اور اسی طرح ہر ایک روح کا ازل سے شقی و سعید ہونا بھی اُس کے قبل از جسم ہونیکی شہادت ہے اور روح محمدی کا جھگڑا کہ وہ آدم سے بھی پہلے خدا کی عبادت میں مصروف تھی۔ پھر حدیث میں لکھا ہے خلق اللہ الارواح قبل الاجساد باربعۃ الاف عام ترجمہ اللہ تعالیٰ نے روحوں کو تمام اجسام سے پہلے دو ہزار سال پیدا کیا۔

ایک اور حدیث میں ہے۔ انکم خلقتم للابد وانکم تنتقلون من دار الی دار۔ ترجمہ۔ تحقیق تم تقدیر کئے گئے ہو واسطے ہمیشگی کے البتہ تم انتقال کرتے ہو ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف۔ سعدی کہتا ہے ؎

الست از ازل ہمچناں شاں بگوش بفریاد قالوا بلیٰ در خروش

مدارج النبوۃ میں لکھا ہے بحوالہ قرآن و حدیث ما کان وما یکون الی الابد۔ پس معلوم شد کہ پیش از خلق قلم گاہے بودہ است و گفتہ اند کہ العرش و کرسی ارواح است " (دیکھو جلد دوم قسم دوم باب اوّل صفحہ ۲)

مشکوٰۃ میں ہے " در تحقیق ثابت شدہ است خلق ارواح قبل اجساد " (جلد ۱ فصل ۳ صفحہ ۹۶)

پس آپ ان تمام اعتراضوں کا کیا جواب دے سکتے ہیں۔ اس جگہ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ قرآن اور احادیث اسلامیہ کے بارہ میں ہم اپنی رائے مسلمانوں کی درج کر دیجاوے کہ چونکہ قرآن اجسام سے پہلے روحوں کو مانتا ہے اسواسطے بقول مولوی عبدالحمید کے جملہ خرابیاں اُس پر لازم آتی ہیں کہ لیکن واضح ہو کہ قرآن پر زبردست اعتراضوں کے واقعہ ہونیکا یہ باعث نہیں ہے کہ روحوں کو اجسام سے پہلے مانتا ہے۔ بلکہ وہ باعث یہ ہے کہ وہ ایک تو روحوں کے بارہ میں صحیح تعلیم نہیں دیتا اور نہ وہ اُس کی ماہیت جانتا ہے۔

دوم وہ مادہ کی بابت جو علمی و عقلی دلائل بلکہ تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ انادی ہے کچھ صحیح نہیں جانتا۔

سوم۔ وہ تمام دنیا خدا سے نکلی ہوئی یعنی ہمہ اوست یا ہمہ از وست کی نکو تعلیم دیتا ہے چہارم وہ تناسخ کے عالمگیر اور اظہر من الشمس مسئلہ سے اچھی طرح واقف نہیں اور یہی باعث ہے کہ ڈانواں ڈول تعلیم دیتا ہے۔

پنجم۔ اسکی مکتی یا نجات بہشت بہشتی سے کچھ بھی زیادہ نہیں اور فانی نجات کیطرف بھٹکاتا ہے ششم۔ وہ شیطان کی گھنونی تعلیم سکھلا کر کعبہ پرستی کیجانب جھکاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ ایسے ہی اور بھی کئی بواعث ہیں جنکے سبب عقلمند لوگ قرآن کی تعلیم سے نفرت کرتے ہیں۔ علاوہ بریں اُس کی آخری تعلیم کا نتیجہ ناستک۔ یا دہریہ یا ہمہ اوستی صوفی بنتا ہے۔ ورنہ قرآن یا علاوہ قرآن اگر صحیح مسائل کو کسی صدر و منزلت سے دیکھیں جیسے کہ وہ وید میں پائے جاتے ہیں تو قرآن پر کوئی اعتراض عاید نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ کس طرح ہو سکے جبکہ انسانی کتاب کا غلطی سے پاک ہونا ہی ناممکن ہے۔ یہ فخر اور سرفرازی یا فضیلت بلکہ شرف صرف الہامی کتاب کو زیبا ہے جو تمام نقائص سے بری اور علم و عقل کی معاون بلکہ مادی ہوا در کیونکر نہو اُس کا نام ہی وید مقدس ہے ایک شاعر نے کیا اچھا کہا ہے ؎

در نہایت چوں کشایم لب کہ برق ناکسے	منطقہ را آتش لفظ خاں و دہان اندر ختہ
من کہ با چشم عقل کل را نا رسا کہ اندر دہا	مرغ ادرا کات از اوج بیان اندا ختہ
مست ذوق ہم قیم کز نغمہ توحید تو	لذت آوارہ در کام جہاں انداختہ

۲۰۔ مولوی۔ جو کہتے ہیں کہ عوارض اضداد اور متباین روحوں کی ہیں۔ جواب اُسکا ہم ایسا دیتے ہیں کہ اس صورت میں وہ عوارض سبب امتیاز اور تعین کے نہ ہونگے کیونکہ نسبت اُن کو کل ارواح سے ایک ہے اور برابر ہے۔ پس یہ کہاں سے کہتے ہو کہ یہ عوارض مُمیز ہیں اس تقریر سے یہ ثابت ہوا کہ روحوں میں تمیز عوارضات مفارقہ کی وجہ سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی پس لازم آیا کہ قابل ارواح کے نہیں ہیں۔ مگر ابدان۔ پس عدم سابق ابدان کا مستلزم ہے۔ عدم سابق ارواح کو اور وجود انکا ان کے وجود کو۔ اور عدم بعد الوجود اور وجود بعد العدم مستلزم ہے تجدد اور حدوث کو پس ثابت ہوا کہ روحیں حادث ہیں۔

آریہ۔ بیشک عوارض احوال کے سبب سے روحوں میں امتیاز عقلی ہے۔ اور اُنکی چیتنتا کے سبب ان میں ذاتی تفریق و امتیاز ہے اور چونکہ وہ بذاتہ مفرد ہیں یہی سبب ہے کہ وہ متباین یعنی ایکدوسرے سے بھی جدا ہیں باقی رہا یہ کہ عوارض کی نسبت کل ارواح سے ایک سی ہے یہ غلط ہے کیونکہ اگر ایسا ہے تو غبی اور ولی۔ عالم اور جاہل مطلق۔ گدھا اور بھیڑیا۔ سور۔ کتا۔ اسی طرح جبرئیل یا میکائیل کی ارواح سے اگر عوارض کو ایک ہی نسبت ہے تو مدارج کہاں سے آگئے۔ اور مراتب کیوں بڑھ گئے۔ کن اعمال سے حضرت عزرائیل معلم الملکوت ہو گئے اور اُنکا استاد کون تھا۔ جسنے اُن کو شیطانی کی تعلیم دی۔ اور کن اعمالوں سے یا اندھا دھند فرشتہ بنائے یا وجود ارواح قدوس بننے کے پھر بھی شاگرد ہی رہے۔ کیوں اعمالوں یا تفریق کے سبب سے قبل از پیدایش عالم لولاک یا خلقت

لولاک لما خلقت الافلاک یعنی اے محمد اگر تجھے نہ پیدا کرتا تو زمین و آسمان کو نہ پیدا کرتا کا درجہ علیٰ ہذا القیاس یا قرب مقربون و ملعون کو برابر یقین کرو ورنہ تفریق مدارج صاف صاف اعمال سابقہ کی شہادت دیتے ہیں۔ ایک شخص باوجود محنت شدید کے ناکامیاب رہتا ہے دوسرا تھوڑی محنت کر کے مطلب حاصل کر لیتا ہے ✣

پس اے متجلی اور متور ہاں سے اگر عوارض یعنے اعمال کے سبب سے تفریق کوئی نہ ملنے اور انکی موجی کرم کرنا روح کا سبھاؤ ہے اور وہ بغیر جسم کے کرم کر نہیں سکتی اور قابل ارواح کے نہیں ہے۔ مگر ابدان۔ پس صاف ثابت ہے کہ روحیں بدنوں کے ساتھ متعلق ہوتی رہیں اور رہتی رہینگی۔ کیونکہ حیثیت اور افعال باہمی لازم و ملزوم ہیں اور یہ سلسلہ منقطع ہونے والا نہیں بلکہ متوالی ہے۔ کیونکہ روحیں اس بات کی متمنی ہیں اور عدم یا ایجاد یا حدوث کے الفاظ کا ان پر اطلاق بھی محض بیہودہ ہے جیسے مالک کل و محیط کل پر حلول و اوتار کا۔ تا ہم ارواح کا ابدان سے تعلق اور سبھاؤ خود ہی جتلا رہا ہے کہ وہ بدنوں سے سابق بھی تھے اور ذاتی تفریق کے علاوہ عقل تفریق خود ہی سلسلہ اعمال و ابدان یعنی ارواح کے قدیم ہونے کی گواہی دے رہی ہے نہ کہ معاذ اللہ حدوث کی ✣

آپ نے اس میں ایک اور بھی فاش غلطی کی ہے۔ بالفرض محال اگر ہم یہ مان لیں کہ بدنوں کا پہلے نہ ہونا لازم پکڑنے والا ہے روحوں کے پہلے نہ ہونے کو۔ اور بدنوں کا پہلے ہونا لازم ہے روحوں کے پہلے ہونے کو۔ تو کیا لازم نہیں ہے۔ بدنوں کا تباہ ہونا روحوں کے تباہ ہونے کو اور بدنوں کو جل جانا۔ روحوں کے جل جانے کو۔ بدنوں کا ٹکڑے ہونا روحوں کے ٹکڑے ہونیکو۔ اگر یہ سب لازم ہیں تو وہ بھی لازم ہے اگر نہیں تو نہیں۔

پس اس عقیدہ سے عوض ہم کو تسلیم کرانے کے لیئے جو دین محمدی اور اس کے ہشت و دوزخ و میزان و پل و قیامت و قرآن و رسول شفاعت و خدا کے دیدار سے انکار کرو پھر ہمارے مقابلہ میں آؤ جس طرح ان عقاید کا بطلان اور سنت ویدک دھرم کا دلائل و براہین سے ثابت کر دکھلائینگے۔ یہ نہایت ہی بھدا اور بیہودہ خیال ہے اور ادھ کچرے والوں کا خیال ہے جنکو کافور کے انبار اور نمک کے انبار کی تمیز نہیں ہوتی ✣

مولوی صاحب! روح کے حق میں شاستر میں لکھا ہے۔ نینم چھندنتی شستراتی نینم دہتی پاوکا نچ اینم کلیدیم یتا پونہ شوشیتی مارتہ۔ جس کا ترجمہ فیضی نے کیا ہے ✣

> نہ سوزد با آتش نہ آبش برد ز مستی نہ غفلت نہ خوابش برد

بدن بمثل آلہ اور لباس کے ہے پس جس نے اس طرح روح کی حقیقت اور اس کا بذات خود قیام و قوام معلوم کر لیا اسکو بدن سے قبل روح کا ہونا یا ایکبار بدنوں سے الگ ہونا ذرا بھی مشکل معلوم نہ ہوگا۔ نہ متعلق ہونا محال معلوم ہوگا۔

> دم بدم گر شود لباس بدل صاحب آں لباس را چہ خلل

پس اخیر میں ہم آپکو بقاعدہ منطقی قیاس اقترانی سے سمجھاتے ہیں ✣
قیاس اقترانی وہ ہے کہ جسمیں نتیجہ بالفعل مذکور نہ ہو بلکہ نتیجہ کا مادہ صغری کبری میں مذکور ہو۔

مثال	صغری	کبری	نتیجہ
۱	العالم متغیر و مرکب	کل متغیر و مرکب حادث	العالم حادث
۲	المادہ مفرد و غیر قابل التقسیم	کل مفرد و غیر منقسم قدیم	المادہ قدیم
۳	الروح غیر متغیر و مجرد من المادہ	کل غیر متغیر و مجرد من المادہ قدیم	الروح قدیم
۴	المالک شرط کل تکلیم کل وجد	کل شرط جملہ عالم و تکلیم وہ قدیم	المالک قدیم

وھذا عقیدۃ اھل الوید و اصحاب آریہ سماج

مسئلہ تناسخ پر اعتراضوں کا جواب

جناب مولوی صاحب آپ کا یہ قول بالکل ٹھیک ہے کہ روح بعد تخریب بدن یعنی موت کے تین حال سے خالی نہیں۔ یا تو خراب ہو جاتی ہے۔ یا باقی رہتی ہے بلا کسی تعلق خاص کے۔ یا دیگر بدن کے ساتھ متعلق ہو کر باقی رہتی ہیں۔ بطور تناسخ کے جیسا کہ مذہب تمام ہنود والوں کا ہے ✣

چونکہ خراب ہونا روح کا مسئلہ ہے جب اعتقاد فریقین کے غلط ہے لیکن ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ روح بعد تخریب بدن کے ہرگز خراب نہیں ہوتی کیونکہ وہ حادث ہے اور نہ مرکب۔ اور خرابی بغیر حدوث و ترکیب کے کسی پر لازم نہیں ✣

۲۳۔ مولوی۔ دلیل اول رد تناسخ۔ ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ روح حادث ہے اور تناسخ مبنی ہے اوپر قدیم ہونے روح کے اور جب کہ اسکے لئے حدوث ثابت ہے تو تناسخ باطل کا مبنی غلط ہے۔ سو لازم آتا ہے اور شروع اسکی حدوث ہونا ہے کیونکہ وہ تو بدن روح کے ہے۔ پس جب بدن پیدا ہوتا ہے اسی وقت روح اس میں پھونکی جاتی ہے جناب مبدا فیاض سے پس ثابت ہوا کہ تناسخ باصلہ و براسہ باطل ہے ✣

آریہ۔ ہم آپ کی تمام دلائل کا رد اور انکے ساتھ ثابت کر چکے ہیں کہ روح قدیم ہے سامر عقل آپ کے بدن کا حادث ہونا حدوث روح کی بابت دلیل نشانہ ہو سکتا ہے روح کی شرط کیوں نہیں؟ سنئے صاحب بدن کے ساتھ روح کا ایسا تعلق ہے جیسا کہ ریل کے راکب کا یا ریل سے گاڑی کا یا قلم کو کاتب سے۔ پس یہ آپکا خیال ایک مرہونی منت ہے جسکی کچھ بھی بنیاد نہیں جسکا عقلی و نقلی کوئی ثبوت نہیں مگر وہ خود و مشتمل کنندہ تو تمام عقائد اسلام ہے۔ غور سے سوچئے۔ دوم آپکا یہ قول کہ جب بدن پیدا ہوتا ہے اسیوقت روح اسمیں پھونکی جاتی ہے اگر غور سے دیکھا جاوے تو اس سے بھی روح کا باہر سے آنا ظاہر ہوتا ہے بلکہ پہلے سے موجود ہونا بھی اور اپنے مضمون میں روح کو قدیم بالزمان مانا ہے۔ مگر بدن ایسا نہیں روح مجرد ہے۔ بدن ایسا نہیں روح چیتن ہے یعنی مدرک۔ پس بدن کی پیدائش سے اسکی پیدائش کا تعلق نہیں جسطرح بدن کے تغیر و تبدل سے اسے کوئی واسطہ نہیں اسیطرح بدن کی پیدائش کا کوئی تعلق نہیں یہ تو ایسی اعرابیت کی بات ہے جیسے کہ مکان نے مکین کو پیدا کیا یا لباس نے لباس والے کو بنایا عدم سے وجود دیا۔ قلم نے کاتب نہیں بنایا جسطرح یہ تمام باتیں باطل ہیں اسیطرح بدن کی پیدائش سے اسے لباس اور لبیس سے زیادہ کوئی تعلق نہیں۔ پس تناسخ درست ہے اور صحیح اور حق ہے اور حدوث روح باصلہ و براسہ باطل ہے ✣

۲۳۔۲۴۔ مولوی۔ دلیل دوم ہر بدن کامل اس امر کی صلاحیت رکھتا ہے کہ باری تعالیٰ اسمیں روح پھونکے۔ پس اگر دوسرے بدن کی روح اسمیں پھونکی جاتی ہیں تو لازم آئیگا کہ ایک بدن کے ساتھ دو روحیں متعلق ہو جائیں اور یہ بدیہی البطلان ہے اگر کہتے ہو کہ بدن کی دوسرے کی روح کو چاہتا ہے اور صلاحیت بھی اسی کی رکھتا ہے نہ کسی دوسرے روح کی اس کا جواب یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ بدن خاص کسی دوسرے بدن کی روح کو چاہتا ہے کیوں کسی اور بدن کی روح کو نہیں چاہتا اور نسبت اسکی خصوصیت کی اسی بدن کے ساتھ لازمہ یعنیہ ترجیح بلا مرجح ہے اور نزدیک تمام اہل فلسفہ کے ترجیح بلا مرجح باطل ہے۔

آریہ۔ آپ کی سمجھ اور دانائی کی ہم کہاں تک تعریف کریں ہم نے دیکھ لیا ہے کہ دلیل لانے سے پہلے عقل سے دشمنی مولی پڑتی ہے۔ سچ ہے ۔

> بوالہوس کے مطلق العنانی ہے باعث مرگ ناگہانی

اصل بات یہ ہے کہ جب قانون قدرت پر پورا عملدرآمد ہوتا ہے تب وہ قادر مطلق اُس جسم میں روح ڈالتا ہے جسم کامل نہیں بلکہ نطفہ کے ساتھ ہی روح ہوتا ہے جس نطفہ سے روح کا تعلق نہیں ہوتا اُس سے اولاد بھی نہیں ہوتی ۔ بار یتعالیٰ مقفود البحوس نہیں کہ ایک میں دو روحیں ہوسکے ۔ ہاں یہی اعتراض سارا کا سارا قرآن اور پیروان قرآن پر وارد ہوتا ہے مولوی اسماعیل جیسے محمدی فاضل اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ہر ایک آدمی میں دو روحیں ہیں۔ ایک سانی دوسری سیرانی ۔ سیرانی وہ جو خواب کی حالت میں دور دراز جگہ میں تشریف لیجاتی ہے اور سیر فرمالی ۔ اور مرگ کے بعد نکل جاتی ہے ۔ مکانی وہ جو ہمیشہ موجود رہتی ہے اور مرنے کے بعد جسم کے اندر رہتی ہے وہی منکر نکیر کے ساتھ قبر میں سوال و جواب کرتی ہے اور کراماً کاتبین سے بھی اُسی کا تعلق ہے اُسی کے ساتھ حسر و نشر ہوگا ۔ اُسی روح کے ذریعہ سے جب قبر کے اوپر کنجشک بیٹھتی ہے تو مردہ جان لیتا ہے ۔

بقول ایک اہل محمدی کے ؎ کنجشک تشنہ بر قبر مردہ بدانند او نر ۔

اور یہی لحاظ سے مسلمان لوگ مردہ بزرگوں سے مرادیں مانگتے ہیں ۔ اور قبر پرستی کرتے ۔ بلکہ اُن سے مخاطب ہو کر بُلاتے اور بات چیت کرتے ہیں اور کہتے ہیں السلام علیکم یا اہل القبور ۔ دیکھا یہ اعتراض غرض ہمارے سراسر محمدی اعتقاد پر وبال ہے اور سراسر باطل خیال ۔ دیکھ لیا آپ نے اس خرابی کی سیل نے دیوار اسلام کی بنیاد کو کسقدر نیچے سے کمزور کرکے انہدام کی حد تک پہونچا دیا ۔

مرا خواندی و خود بدام آمدی ۔ نظر آنچہ تر کن کہ خام آمدی

لیجیے ہم آپکی غلطی کو ایک اور واضح طریقہ سے سمجھاتے ہیں ہر جان کامل اس امر کی علامت رکھتا ہے کہ باریتعالیٰ اُسمیں روح پھونکے اور وہ ایسا زبردست منتظم ہے کہ اُس کے انتظام میں کسی طرح کا گڑبڑ ہو نہیں سکتا کیونکہ نہ تو روحیں اُسکے حکم سے باہر ہیں ۔ اور نہ مادہ ۔ اب یہ بات یقینی طور پر ہوسکتی ہے کہ اجسام کی استعدادیں مختلف ہوں ۔ ایک جسم میں ایسی استعداد ہو جو روح مفارقہ کے مناسب ہو جو اول موجود تھا ۔ یہاں تک کہ وہ جسم اس نفس کے ہی تدبر کے ساتھ مخصوص ہو اور نئے نفس کے فیض کا محتاج ہو کیونکہ مثلاً اگر ایک حالت میں یہ دونوں دو نطفہ قبول نفس کے مستعد ہوں ۔ تو خدا سے اُن کی طرف دو روحوں کا فیضان ہوگا اور اُن دو نطفوں میں سے ہر ایک ایک روح کے ساتھ خاص ہوگا اور اسکا مختص ہونا اسمیں نفس کے حلول ہونیکی جہت سے نہیں اسلئے کہ روح کا جسم میں عوارض کیطرح حلول ہی نہیں ہوتا بلکہ دونوں مستعد نشو پذیر نہیں ہیں ایک قالب ایک روح کے ساتھ خاص ہوتا اُس مناسبت کے سبب سے جو انکے باہمی اوصاف کے جہت سے ہے ایسا ہی دوسرے بدن کا دوسرے روح کے ساتھ مختص ہونا ۔ پس جبکہ دو نفس متناسبہ میں یہ اختصاص ہوسکتا ہے تو نفس مفارقہ میں جو اول سے موجود تھا اور نئی نفس میں کیونکر نہیں ہوسکتا بلکہ بطریق اول ہوسکتا ہے سو جب ایک جسم مستحق کو نفس مفارقہ کے ساتھ زیادہ مناسبت ہوگی تو وہ جسم خدا تعالیٰ سے نئی روح کے فیضان کا محتاج ہی نہیں ہوگا جب وہ محتاج نہ ہوا تو اُس پر نئی نفس کا فیضان بھی نہ ہوگا ۔ اسواسطے یہ دلیل آ . . کی بالکل ضعیف ہے ۔ آپ نے جو ہم لکھا یہ اصل میں بوعلی سینا کا بنک ہے جس کا نام محمد غزالی صاحب نے حل مسائل غامض یا حقیقت روح انسانی میں رد کرکے یہ دلیل دی ہے ۔ (دیکھو صفحہ ۶۲ و ۶۴ رسالہ) ۔

ہم آپ کو اس کا رد ایک اور طرح بھی سمجھاتے ہیں سنو !

خداوند تعالیٰ کی طرف سے جتنے جسم پیدا ہوتے ہیں وہ اگرچہ بلحاظ ترکیب یا ترتیب کی نئی قسم کے ہوتے ہیں ۔ مگر بلحاظ مادہ کے وہ اُسی قدیم مادہ سے بنائے جاتے ہیں جو سابق زمین تمام جہان میں موجود ہیں ۔ پس جب تمام جسم اُسی پرانے اجسام کے مادہ سے ترکیب کئے جاتے ہیں نہ کہ کسی جدید مادہ سے ۔ اس واسطے اُنمیں ارواح بھی وہی آئینگے جو پہلے موجود ہیں ۔ کیونکہ جب اگر محمدی خدا جدید جدید مادہ پیدا کرنے پر قادر نہیں جیسا کہ مرز بخش ظاہر ہے کہ ازل سے ابتک اُسی مادہ موجودہ سے اجسام بنا دیگا تو بطریق اول جائز ہے کہ اُن اجسام میں وہی روحیں داخل ہوں جو سابق میں موجود تھیں نہ کہ جدا پیدا کی جاویں جب تک خدا جدید مادہ پیدا نہ کرے جو سراپا محال ہے ۔ پس جدید روح کا پھونکنا ہر طرح محال ہے کیونکہ نہ اُس کا وجود اور نہ وہ موجود بلکہ زمرتا پا نابود ہے جس خدا نے بدن کو بنایا وہ جانتا ہے کہ ایسے ناقص یا کامل جسم کا بطریق اعمال فلانا روح مستحق ہے اور اُسی کیواسطے بناتا ہے پس اُس پر اُسی کو ارسال کرتا ہے نہ کہ کسیچ ہی یا نابود وجود کو اُس کے سابقہ اعمال اُسی کو ایک نئے جنم کے واسطے تحریک کرتے ہیں اور عادل مطلق خدا کو اپنے انصاف قدیم کے رو سے جائز ہوتا ہے کہ اسے اُس جسم میں ڈالے کیونکہ وہ اُس کی مستحق ہے ۔ پس یہ ترجیح بلا مرجح نہیں ہے بلکہ باہمی لازم و ملزوم ہونے کے سبب اُس کو اُسی بدن سے خصوصیت ہے ۔ بنابراں نہایت مستلزم ہے کہ اُس کو اُسی کے رو سے سزا و جزا دیجاوے نہ کہ کسی تخیل اور دور از قیاس دوزخ اور بہشت کے ذریعہ سے جو کسی طرح ممکن نہیں لہٰذا تناسخ برحق اور یہی مطلوب تھا ۔

اور یہ دلیل آپ کی کیوں باطل نہ ہو خود آپ بھی جتنی پہلی دلائل حدوث روح پڑھ چکے ہیں اُنکو باطل مانتے ہی ہیں ۔ کیونکہ آپ نے خود ہی جتوں میں آکر لکھدیا ہے کہ واضح ہو چونکہ دلیل حدوث روح کی بطلان تناسخ پر موقوف ہے اور بطلان تناسخ حدوث روح پر موقوف ہے اور یہ بعینہ دور باطل ہے ۔ (صفحہ ۲۴)

۴۴ ۔ ۲۵ ۔ مولوی ” اگر تناسخ پایا جاوے جیسا کہ مسلک فرقہ آریہ خصوصاً مدعی صاحب کا ہے تو البتہ وہ روح جو اس وقت مدعی صاحب کے بدن کے ساتھ متعلق ہے ضرور ہے کہ اس سے پہلے وہ کسی دوسرے بدن مثلاً دیانند کے بدن کے ساتھ متعلق ہوگی اور اگر ایسا ہو تو بیشک وہ روح یاد کریگی کہ میں اس سے پہلے دوسرے بدن میں بھی ۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ مدعی صاحب کی روح خوب جانتی ہوگی کہ میں فلاں فلاں جسم میں بھی اگر ہے تو ہم کو مطلع فرمادیں اور بدیہات سے ہے کہ روح کو یہ علم بالکل نہیں ہوتا پس کہاں ہا قاعدہ روح کے تناسخ کا ۔

آریہ ۔ یہ آپکا فرض سراپا غلط ہے ۔ کیونکہ سوامی دیانندجی اور یہ نیاز مند دونوں ایک وقت میں موجود تھے ۔ افسوس کہ آپکو باوجود اس قدر شیخی بازنے کے اتنی تمیز بھی نہیں کہ ایسی لیچر اور ردّی دلیل دینے سے آپکی لیاقت پر لوگ اس قدر ہنسینگے ہاں اگر مثال دینی تھی تو اس طرح دینی چاہیئے تھی ۔ کہ وہ روح جو اس وقت مثلاً مولوی عبدالحمید صاحب کے بدن سے متعلق ہے ضرور ہے کہ وہ اس سے پہلے کسی دوسرے بدن مثلاً محمد صاحب کے بدن سے تعلق رکھتی ہو تب البتہ مثال ٹھیک تھی ۔ چونکہ مولوی صاحب مومن ہیں اور مومنوں کے حق میں محمد صاحب نے لکھا ہے أنا من الله والمؤمنون مني یعنی میں خدا سے ہوں اور مومن مجھ سے ہیں اور ہم نسخہ خبط احمدیہ صفحہ ۱۱۴ میں واضح شہادتوں سے بتلا چکے ہیں کہ سب کا مادہ نور محمدی ہے اور خود محمد صاحب ہمارے خیال کے مطابق تناسخ کے قائل بھی ہیں اور وہ فرما بھی گئے ہیں کہ میری امت سے بھی بہت لوگ بسبب گناہ کے بندر اور سُور بنیں گے علیٰ ہٰذا القیاس ۔ پس ضرور ہے کہ ایسا ہو جیسا آپ نے لکھا اور محمد صاحب نے لکھا خود خدا کو بھی تناسخ میں آنا پڑا ۔ دیکھئے مدارج النبوت ۔ بنابراں تناسخ ہر طرح صحیح ہے ۔ اور آپکا مفروض باطل ۔

باقی رہا یاد نہ رہنے پر اعتراض اسکا جواب یہ ہے کہ اسکو ماہران علم طب و نیچری خوب جانتے ہیں آپ لوگ اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے ۔ مگر جہاں تک ہوسکیگا ہم سمجھانیکی کوشش کرتے ہیں ۔ کیا آپ

نے نہیں دیکھا کہ کلورا فارم کے سونگھانے یا مسمیریزم کے کرنے سے اگر بدن کے کسی حصّہ کو کاٹ بھی دیں تو اُسے خبر نہیں ہوتی؟ پرانے آریہ یعنی وید لیعنی حکیم اسی قاعدہ سے پتھری نکالتے اور لاعلاج حالتوں میں مریض کے اعضا کاٹتے تھے (دیکھو سنسکرت کی کتاب) اور زمانہ حال کے ڈاکٹر لوگ بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ اب مسمیریزم یعنی مانسک یوگ کا بھی ڈاکٹری میں پرچار ہو چلا ہے۔ اور نشہ وغیرہ کے سبب سے بھی بعض وقت یہی حال ہوتا ہے۔ مرض نسیان میں بھی تمام باتیں نسیا منسیا ہو جاتی ہیں۔ اور بالکل یاد نہیں رہتیں اور یہی حال کمزوری دماغ میں ہوتا ہے۔ ہر روز خواب و تنکھوپت یعنی عالم بیہوشی میں بھی کسی کو کوئی خبر نہیں رہتی جب اتنے معمولی صدمات سے یہ حال ہے تو اُس وقت جبکہ روح کو جسم سے بالکل لاتعلق ہونا پڑے کیا حال ہوگا؟ سنو! آدم کی روح کو داؤد سے وعدہ بھول گیا۔ سارے مسلمانوں کو یوم الست کا اقرار بھول گیا۔ نوح نبی کو شراب پیکر ننگا ہونے کا خیال نہ رہا۔ آدم کو بہشت میں خدا کا وعدہ بھول گیا۔ اسی واسطے بقول توریت مقدس کے لعنتی ہو کر نکالا گیا۔ مسیح ہو وا سکریوطی کو شاگرد بناتے وقت بھول گیا۔ موسٰی نبی ہارون کی داڑھی پکڑتے اور توریت کی تختی توڑتے وقت بھول گیا۔ محمد صاحب کو یعنی اللہ کو کاتب قرآن بناتے وقت اُسکی تعریف کرنے کا خیال بھول گیا۔ حضرت جبرئیل بھی بھول گئے۔ علی کے بدلے محمد صاحب کو پیغمبر بنا دیا۔ خلیفہ اول کے مسایان شراب پیکر نماز میں لفظ لا بھول گئے۔ اصحاق پیغمبر بنوت دیتے وقت اور خدا ئے آسمانی بنوت سے سرفراز کرتے وقت بھول گئے۔ جو بنوت عیسو کے بدلے یعقوب کو مل گئی۔ سب روحوں کو باستثناء چند مہاتما لوگوں کے ۱۰ ماہ ماں کے حمل میں رہنے کے زمانہ کی یاد بھول گئی۔ اور اسی طرح ۴ و ۵ سال کی عمر تک کا حال بھی صحیح کسی کو یاد نہیں ؂

حضرت علی کی بابت ذکر ہے کہ وہ نماز میں ایسے معروف ہوئے کہ پاؤں کی درد کو بھول گئے۔ بقول شاعر۔

چوں بروں کرد زپایش خدنگ ۔ شد زخوں سجادۂ او لالہ رنگ
وچناں در دو الم ایذا نیافت ۔ بخبہ کردند و خبر اصلا نیافت
رفتہ بود از خوف حق ہوشش ز سر ۔ دیگر از پایش چساں میشد خبر

اور یہی حال بلکہ اس سے زیادہ حیرانی کا مقام بھیشم پتامہ جی کی شہادت کا واقعہ ہے وہ بالکل بسبب کثرت یوگ کے جسم کی تکلیف سے آزاد ہو گئے تھے۔ باقی رہا یہ امر کہ آیا کسی کو اپنے یا نہ۔ اسکا جواب یہ ہے کہ بہت سی لوگ سادھن کرنیوالی روحوں کو یاد ہے جنھوں نے اپنی تصانیف میں ذکر بھی کیا۔ حافظ کہتے ہیں ؂

من ملک بودم و فردوس بریں جایم بود ۔ آدم آورد دریں دیر خراب آبادم

فریدالدین عطار کہتے ہیں ؂

ہفتصد ہفتاد قالب دیدہ ام ۔ ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

فاضل زبانی یزدی اپنے ہم یک نظامی گنجوی کہتا تھا۔ اور تناسخ کا مذہب رکھتا تھا۔ اُسکا قول ہے

در گنجہ فرو شدم یکے دید ۔ از یزد بر آمدم چو خورشید
ہرکس کہ چو مہر بر سر آید ۔ ہر چند فرو رود بر آید

مولوی مغربی صاحب دیوان مغربی میں فرماتے ہیں ؂

صد بار جستہ ام بروں از حصار تن ۔ تا بہر جان خویش حصارے گرفتہ ام

شیخ مبارک شاہ سلجوقی نے فرمایا ہے ؂ من یاد دارم زمانہ ما کہ در بدن شدہ بودم۔ اسی طرح صدہا فضلا نے اس بات کا اقبال کیا ہے اُنکو پچھلا بدن یاد ہے شاستر میں حکم ہے کہ یوگی پرش کو پچھلا یا پچھلے جنم بہت سے یاد ہوتے ہیں ہم نے بیشمار ثبوت تحقیق تناسخ میں دیئے ہیں پس یہ اعتراض آپکا سراسر فضول ہے آپ بوجہ مبہوت نہ ہوجیئے اور خواہ دخل در معقولات سے ہمارا وقت ضائع نہ کیجئے۔ اگر خدا نے انصاف و رشد کا مادہ دیا ہے تو صداقت اور ست دھرم کو قبول کیجئے اور شفاعت اور حور و غلمان کا خیال چھوڑ کر حبل المتین راہ حق جسکا نام مذہب معقول یعنی ویدک دھرم ہے اس کو ہاتھ سے نہ دیجئے۔ مغربی کا لفظ انتقال خود تناسخ ارواح کی زبان حال سے شہادت دے رہا ہے ؂

۲۶ ۔ مولوی۔ اگر آپ فرماویں کہ تناسخ ہمارے مسلمات سے تو یہ تو محض غلط ہے کیونکہ جو مسلم ہے محتاج دلیل کا نہیں ہوتا۔ سو آپ کیوں دلیل سے تناسخ کو ثابت کرتے ہیں۔

آریہ۔ یہ آپکا قول حقیقت کو کافر تسلیم کر لینے کی طرح ہی دانائی سے کمال بعید ہے شاید دین اسلام کا یہ اصول ہوگا کہ جو مان لیا ہے وہ محتاج دلیل نہیں۔ مگر ہمارا ایسا اندھا قاعدہ یا عقیدہ نہیں ہے کیونکہ اول تو خود ہمارے واسطے ہی تعلیم سے پہلے دلیل کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ہر ایک مخالف کے واسطے ہمکو ہم دلیل سے ثبوت کرنا ضروری جانتے ہیں اور اسی واسطے باوجود اعتقاد کے ہم دلیل سے بھی مانتے ہیں کہ وید ست ودیاؤں کا پستک ہے۔ وید کا پڑھنا پڑھانا سننا سنانا آریوں کا پرم دھرم ہے اندھا دھند تعصبانہ اعتقاد آپکو مبارک رہے۔ ہم الیسی تسلیم کو دور سے ہی سلام کرتے ہیں۔ ہمیں ایسے ایمان کی ضرورت نہیں۔ ہمارا تو علمی و عملی طور پر عمل کرنا دھرم ہے اور اسی واسطے ہم مسئلہ آواگون کے ثبوت میں دلائل لاتے اور عام و خاص کو اس فلسفانہ تعلیم پر قائل کراتے ہیں۔ اور یہی ہدایت تمام ست شاستروں میں مندرج ہے کہ ایک بالک کی بات بھی اگر معقول ہو تو مان لو اور برہما جی کی بات بھی اگر علم عقل۔ دلائل سنجربہ کے خلاف ہو ہرگز قبول نہ کرو ؂

گیارہ علوم پر اعتراضوں کا جواب

تکذیب براہین احمدیہ۔ پہلا علم یہ ہے کہ جو چیز جہاں ہوتی ہے وہی وہاں سے برآمد ہوتی ہے۔

۲۷ - ۲۸ مولوی۔ یہ فقرہ قائل کی صریح غلطی پر دال ہے۔ اگر یہ مانا جاوے تو کوئی چیز معدوم نہوگی اس وجہ سے وہ وہاں موجود تھی تب ہی تو نکلی پھر معدوم کیوں کہتے ہو اور یہ پانی جو گنگا جمنا میں بہتا ہے اور گلمند وغیرہ پہاڑوں سے نکلتا ہے بموجب تمہارے قاعدہ کو معلوم ہوا کہ وہاں موجود تھا تب ہی تو نکلا مثل سانپ کے بل میں سے پس لازم آیا کہ اگر ہم پہاڑوں کے ٹکڑے کریں تو ضرور ہمیں سے پانی برآمد ہو جیسا کہ سانپ بل کے کھودنے سے برآمد ہوتا ہے اور واقعہ میں ایسا نہیں پایا جاتا کیونکہ تجربیات سے ہے کہ اگر ہم اُس پہاڑ کے جس میں سے چشمہ پانی کا جاری ہے ٹکڑے کرائیں ہرگز پانی کی کہیں سے ایک بوند بھی برآمد ہوگی ؂

۳۰ - ۳۱ - ۳۲ اس پر دوسری مثال۔ ایک درخت خاص جس کو ہم کہتے ہیں کہ یہ درخت قبل روئیدگی کے علم الہی میں تھا اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ وہ خدا میں تھا اور خدا سے نکلا اور خدا اس کے لئے ظرف ہے جیسا کہ سانپ کے لئے بل ظرف ہے اور خدا کے علم میں ہونیکے یہ معنی ہیں کہ انہ تعالیٰ اُس کا ہست اور وہ معلوم اور علم اُس کے ساتھ متعلق ہے ؂

۳۳ - ۳۴ - ۳۵ - ۳۶ - اس پر تیسری مثال۔ نیز مسلمات سے ہے کہ صانع کسی شئے کا اور موجد اُس کا پہلے اُس شئے کا نقشہ دل میں سوچتا ہے جس شئے کو بنانا چاہتا ہے تو دیکھو وجود پیچھے ہوتا ہے اور علم اُس کا پہلے۔ خدا سے بڑھ کر کون کاریگر یعنی صانع ہوگا کہ جو چیز نئی ایجاد کرنی چاہتا ہے پہلے اُس کی صورت ذہن میں خوب سوچ لیتا ہے کہ میں ایسی شکل کی چیز بناؤں گا پھر اُس کو بناتا ہے ؂

آریہ۔ بیشک یہ علم درست ہے۔ اور کوئی ذرہ بھی کسی چیز کا معدوم نہیں ہوتا سنئے! یہ پانی جو گنگا وجمنا میں بہتا ہے یا کوہ ہمالہ وغیرہ پہاڑوں سے نکلتا ہے بالضرور وہاں موجود ہے تب ہی تو نکلتا ہے اگر موجود نہ ہو تو کبھی نہ نکلے۔ زمین میں موجود ہے تو تب ہی بخارات اٹھتے ہیں ورنہ ہرگز اور کسی طرح نہ بنتے بخارات میں موجود ہے تب ہی بادل۔ اور بادلوں میں موجود ہے تب ہی برستا ہے اگر نہ ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ برس سکے۔ افسوس کہ آپ اس نہایت واضح بات کو بھی نہ سمجھ سکے۔ سعدی بھی ہماری تائید میں ہے ؎

چو غلت نیست خرج آہستہ ترکن کہ میگویند ملاحان سرودے
اگر باراں بکوہستاں نہ بارد بسالے دجلہ گردد خشک رودے

آپ نے کلند پہاڑ لکھا ہے۔ حالانکہ جہاں تک ہمارے جغرافیہ کے معلومات ہیں ایسا کوئی پہاڑ نہیں۔ ہاں کریم اللغات میں اسکے معنی پھاوڑا لکھے ہیں جو ایک آلہ آہن کا نام ہے جس سے زمین اکھاڑتے ہیں۔ آپ نے اپنی کم لیاقتی سے پھاوڑا کو پہاڑ سمجھ لیا یا چھاپہ کے سبب سے صرف وا اڑ گیا اور آپ نے اُس کو پہاڑ سمجھ لیا۔ یا خورد سالی میں کسی میاں جی سے کوہ الوند پڑھا۔ اور اب حافظہ کی کمی سے کوہ الوند کی جگہ کلند یاد رہ گیا ہو۔ مگر کلند کوئی پہاڑ نہیں۔ یہ آپ کی علم جغرافیہ کی کمی و ناواقفی کا ظاہر ثبوت ہے۔

اسی طرح درخت کا بیج زمین میں موجود تھا تب درخت کا ظہور ہوا۔ اور تخم میں درخت بالقوہ موجود تھا ماہران علم نباتات کی شہادت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ درخت کے تمام سامان اُسمیں موجود تھے صرف ہماری آنکھوں کے واسطے نشو و نما ہوئے اور وہ بالقوہ سے بالفعل ہوا ورنہ سراسر محال تھا جیسے نیب کے درخت سے آم کا پیدا ہونا۔ اینٹ و پتھر موجود ہوں تب مکان بنتا ہے نقشہ مکان کا نقاش کے تجربہ اور خیال میں موجود تھا تب بموجب اُس نقشہ کے اینٹ وپتھر و مصالح موجود سے مکان بنایا گیا۔ مستری یا انجنیر نے اپنے جسم کے ٹکڑے کرکے مکان نہیں بنایا اور نہ خود مکان بن گیا۔ اپنے اعضا کو جلا کر چونہ نہیں بنایا اور نہ اپنی ہڈیوں سے بنایا۔ معمار کے معنے عمارت بنانے والے کے ہیں نہ کہ عمارت بنجانے والے کے ہیں۔ مقام تعجب ہے کہ جب آپ لوگ نہیں اتنی صاف بات سمجھنے کا بھی علم نہیں پھاوڑہ کی حقیقت کو آپ کیا سمجھ سکتے ہیں اور اس کم لیاقتی پر آریوں سے مباحثہ کسی نے سچ کہا ہے ؎

بوریا باف گرچہ بافندہ ست نبرندش بکارگاہ حریر

حضرت معمولی بازاری اردو لکھ لینا اور تک بندی کرنا دوسری بات ہے اور علمی مضامین کو سمجھنا امر دیگر ہے۔ کیا بموجب معلومات قرآنی یا تجارب علمائے مسلمانی کے گنگا یا جمنا کا پانی پہاڑ سے نہیں آتا بلکہ نیستی سے آتا ہے؟ یا درخت بیج سے نہیں بلکہ بیت العدم سے خانہ ہستی میں موجود ہو جاتا ہے؟ یا مکان وعمارت اینٹ سے نہیں بنتے۔ بلکہ نقاش ہمہ اوست یا ہمہ از اوست ہو جاتا ہے؟ یا آدم کو خدا نے مٹی سے نہیں بنایا بلکہ خود خدا آپ آدم بن گیا اور ہم کو احول آدمی کی طرح وہم ہوا کہ یہ آدم ہیں اصل میں وہ خدا تھا؟ افسوس کہ آپ لوگ خدا کی نسبت ایسے کلنک لگاتے۔ اور نیست و نابود ہو جانیکے لائق خیال باطلہ سے اُسی قدوس برحق کو منسوب ٹھہراتے ہیں اور اُسی علم و عقل تجربہ و مشاہدہ کے رو سے سچا خدا وحقیقی مالک نہیں مانتے بلکہ رانڈ عورت کا شوہر بناتے ہیں مولوی صاحب اصل میں آپنے اس کتاب کے بنانے سے اسلام کی اگلی پچھلی عزت رکھ لی۔ ورنہ ایسے باریک مسائل اور مشکل باتیں اس روشنی کے زمانہ میں ایسے کون بتلاتا۔!!

۳۱۔ مولوی۔ اگر علم شے مستلزم وجود کو ہو تو لازم آئیگا جس وقت ذہن معمار میں نقشہ کسی مکان کا آیا فوراً وہ موجود اُسی جگہ ہو جائے پس پھٹ جائے۔ ذہن معمار کا۔

آریہ۔ ذہن پھٹنے والی چیز نہیں ہے اور نہ عقل اور فہمیدگی یا زیرکی ایسی چیزیں ہیں جو پھٹ جائیں اور پھر خدا جل شانہ کا ذہن ہرگز ایسا نہیں ہے۔ روحیں یا مادہ خدا کے علم میں موجود ذہنی نہیں رکھتی ہیں بلکہ خارجی کیونکہ وہ مفرد و مجرد ہیں نہ کہ مرکب جس طرح معمار کے دل میں نقشہ آ جانے سے مکان موجود نہیں ہو جاتا۔ بلکہ وہ تو اور خارجی چیزوں سے بنانے سے بنتا ہے یعنی اینٹ وپتھر سے۔ اسی طرح خدا کے خیال میں سے بھی کوئی چیز موجود نہیں ہو جاتی۔ بلکہ وہ سے۔ اور خود بخود نہیں ہوتی بلکہ خدا کے دست قدرت کے بنانے سے مفرد مرکب ہوتے ہیں۔ صرف حکم سے نہیں۔ کیونکہ حکم خود مادہ نہیں ہے بلکہ صرف شبد ہے۔ اور شبد سے شبد کے سوا کچھ بھی نہیں بن سکتا پس نیستی سے ہستی یا عدم سے وجود کا مسئلہ از سرتا پا باطل ہے۔ اور علم اولی بطرح صحیح اور کامل تکذیب براہین احمدیہ سے علم دوسرا۔ جو چیز جہاں نہیں ہوتی وہاں سے برآمد بھی نہیں ہو سکتی۔

۳۴ و ۳۵ مولوی۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدعی کو علم تو درکنار بلکہ اہل علم کی صحبت بھی نہیں . . . . . اور طرفہ یہ کہ مضمون اس فقرہ کا بالکل غلط ہے کیونکہ آپنے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ یہ پانی گنگا جمنا کا کلند وغیرہ پہاڑوں میں موجود نہ تھا اور پھر برآمد ہوتا ہے اور وجہ اسکی آپکو معلوم نہیں ہے کہ یہ پانی پہاڑوں سے کیونکر نکلتا ہے شاید آپنے علم کیمیا میں نہیں دیکھا اور نہیں پڑھا اور نہ سُنا اور نہ ارلعہ عناصر کے بدلنے کی معقول وجہ آپکو معلوم ہے کیا یہ تحریر میں نہیں آیا ہے کہ اگر پہاڑوں جاریہ کے ٹکڑے کرائیں ایک بوند پانی بھی برآمد نہیں ہوتا مگر چشمہ ان سے جاری ہے۔ پھر آپ کا یہ فرمانا کہ جو چیز جہاں نہیں ہوتی وہاں سے برآمد بھی نہیں ہوتی غلط ہے دیکھئے پہاڑ دنمیں بالفعل پانی موجود نہیں اور برآمد میں سے ہوتا ہے چشمہ جاری ہیں ملاحظہ کیجئے۔ خدا کی قدرت معلوم ہوگی اور اگر آپ فرماویں کہ جب پانی پہاڑوں میں موجود نہ تھا تو کہاں سے برآمد ہوا علم کیمیا اور فن عنصریات کو ملاحظہ فرماویں صاف ہے اسمیں کوئی پیچ کی بات نہیں ہے۔ چونکہ یہ امر نہایت ہی ظاہر تھا لہذا اسکا درج کرنا مناسب وقت نہ جانا۔ اور نیز دیکھئے جملہ اشیاء حادث پہلے معدوم ہوتی ہیں اور پھر اُس عدم سے موجود ہو جاتی ہیں تو دیکھئے جو چیز جہاں نہیں تھی وہیں سے برآمد ہوئی اور اگر کہتے ہیں کہ وہاں موجود تھی تو وجود اور عدم جمع ہو گئے باوجودیکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور اجتماع ضدین تمہارے نزدیک بھی ممتنع ہے پس از روئے قاعدہ کے آپکا دعوی باطل ٹھہرا۔ کیونکہ عدم میں شے نہیں تھی اور پھر نکل آئی۔

اس پر ایک مثال حالانکہ کہتے ہو کہ دیانند مر گیا اور نہیں رہا اس قاعدہ سے آپکا یہ کہنا جائز کیا بلکہ غلط ہے کیونکہ جب اُنکا مادہ موجود ہے تو پھر اُس کا مر کیا گیا۔

دوسری مثال دیکھو ریل۔ تار برقی اور گھڑی گھنٹے پہلے موجود نہ تھے چند روز سے ملکہ معظم قیصر ہند دام حشمتہا وغیرہ وغیرہ بادشاہوں نے رواج دیا ہے باوجودیکہ علم اُن کا اور طریقہ بنانے کا سالہا سال اور مدت دراز سے چلا آتا ہے تو کوئی اُن کو یہ نہیں کہتا کہ قدیم ہیں بلکہ سب یہی کہتے ہیں کہ یہ کل حادث ہیں۔

آریہ۔ گنگا جمنا کے پانی کی دلیل کو ہم پہلے رد کر چکے ہیں آپ نے ۱۲ صفحہ سیاہ کئے مگر علم کیمیا کا ظاہر مسئلہ لکھتے ہوئے فرصت نہ ملی یا دماغ نہ رہی یا لیاقت نہ تھی اگر لکھ دیتے تو عدم سے وجود میں آنے کا سارا کارخانہ مسمار ہی نہ ہو جاتا آپ کو تو شیخی بگھارنے کا غمزہ بگاڑتے۔ اردو کا ستیاناش کرنے سے مطلب ہے نہ کہ معقول تحریر سے۔ سچ ہے ؎

ابلیس را غرور منی خاکسار کرد

آپنے تو کیمیائی ہوا کو باتوں میں ٹال دیا۔ چونکہ نہیں جانتے تھے۔ اس واسطے نہ لکھا مگر ہم اس کو بجنسہٖ درج کرتے ہیں۔ پروفیسر راسکو صاحب اپنے رسالہ علم کیمیا میں پانی کا بذریعہ بخارات کے سمندر وغیرہ سے کشید ہو کر بادل بننا اور بادل سے مینہ برسنا اور اسی مینہ کے پانی کا دریا اور سوتوں کے ذریعہ بہنا بڑے صاف طور پر دکھلا کر اخیر میں فرماتے ہیں کہ اب تم کو معلوم ہوا ہوگا کہ کشید شدہ پانی کو بہم پہنچانے کے واسطے ایک بیحد کارخانہ ساری روئے زمین پر جاری ہے اور اگر تم ذرا غور کرو گے تو یہ بھی سمجھ جاؤ گے کہ آب رواں کا ایک قطرہ بھی روئے زمین پر ایسا نہیں ہے جو کبھی نہ کبھی بخارات کی شکل میں اس سمندر سے ہو کر آیا ہو جسکی طرف وہ اب الٹا چلا جا رہا ہے۔" (صفحہ ۴۲ سے لیکر ۴۵ تک ۱۸۸۶ع)

دیانند صاحب یا محمد صاحب کا وفات پانا اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کی روح اپنے اجسام سے جدا ہو گئی۔ اسکے سوائے مرنا اور کوئی چیز نہیں۔ اور نہ کوئی شے یا فرشتہ ہے۔ کوئی چیز فنا نہیں ہوگی اور نہ ہوئی ہے سوامی دیانند جی اور محمد صاحب کی ارواح اب موجود ہیں اور پہلے بھی موجود تھیں۔ انکا جسمانی مادہ اپنے اصلی مادہ میں ملگیا۔ وہ بھی اب موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہیگا۔ پس یہ مثال آپ کی محض باطل ہے۔

ریل و تار برقی یا گھڑی گھڑیال کی مثال بھی آپ کے حق میں وبال ہے۔ بایں وجہ کہ چاندی۔ سونا۔ لوہا۔ پیتل۔ تانبا۔ بلحاظ مادہ کے ہمیشہ سے موجود تھا اور دیگر فقط نقشہ انسانوں نے سوچا جو علم کے متعلق تھا اور وہ بھی کسی نہ کسی پیرایہ میں موجود تھا صرف ترکیب یا ترتیب کی ضرورت تھی اسی نقشہ کے مطابق اسی موجودہ مادہ پر یہ سب چیزیں بنائی گئی ہیں عدم سے کوئی چیز نہیں نکالی گئی اور نہ کوئی عدم میں چلی گئی اور نہ عدم کوئی چیز ہے۔ بلکہ سب چیزوں کا اصلی مادہ ہمیشہ اور ہر ایک حالت میں موجود رہتا ہے۔ پس یہ دوسری مثال بھی باطل ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ایسی فضول مثالیں اور ایسے بے بنیاد دعوے کسطرح آپ نے شایع کر کے اپنی نادانی کا ثبوت دیا۔ ہمارے خیال میں صفحے کا منہ سیاہ کرنے کے دین اسلام کی کوئی خدمت اس سے پوری نہیں ہو سکتی۔

تکذیب براہین احمدیہ۔ علم نمبر ۱ جو کل میں ہوتا ہے وہی اُسکے جزو میں بھی ہوتا ہے۔

علم نمبر ۲۔ جو کل میں نہیں تھا وہ جزو میں بھی ناممکن ہے۔

ہوسم ۔ ایسی مولوی ۔ مدعی یہ کہتا ہے کہ جو صفت کل کی ہے وہی جزو کی ہے باوجودیکہ یہ معنے غلط ہیں کیونکہ انسان کل ہے اور ہاتھ پاؤں وغیرہ اس کے اجزاء ہیں اب غور کیجیے کہ انسان کو تو عالم کہہ سکتے ہیں نہ کہ اجزائے یعنی اسکے ہاتھ یا پاؤں کو عالم نہیں کہہ سکتے اور کل انسان کو طبیب کہہ سکتے ہیں نہ اسکے اجزا کو۔ اسی طرح چلنا پھرنا۔ کھانا پینا وغیرہ بہت سے ایسے اوصاف ہیں جن سے کل انسان موصوف ہے نہ اسکے اجزاء۔ پس یہ صفت جو کل کی صفت ہے جزو کی نہیں۔ اور اگر آپ فرمائیں کہ یہاں مراد اجزاء سے ماہیت الترکیب ہیں تو آپ ملاحظہ فرمائیں کہ انسان کے اجزاء حقیقی اربعہ عناصر ہیں اور کل اجزاء کو معہ حیثیت خاصہ کے انسان کہتے ہیں نہ تنہا آگ ہوا یا پانی کو۔

اور ایک مثال آپکے فہم کے مطابق بیان کرتا ہوں غور سے سنئے کہ مثلاً ایک مجموعہ علم پتھر تقسیم کا ہے اور ان سب نے مل کر ایک ایسے پتھر کو اٹھایا جو کہ ہر ایک سے نہ اٹھ سکتا تو دیکھیے کہ کل کی وہ صفت ہوئی اور ان میں وہ بات پائی گئی جو جزو میں یعنے ہر ایک میں نہیں۔

خط کل ہے اسکی صفت یہ ہے کہ منقسم ہو سکے اور اس کا جزو نقطہ ہے یہ صفت اس کی نہیں ہے کہ منقسم ہو جائے۔

اور دیکھیے جسم مرکب ہے جواہر فرد سے تو مجموعہ کل کا نام جسم ہے اور اسکی جزو جوہر فرد کو کوئی جسم نہیں کہتا۔

اور قلم آلہ لکھنے کا ہے۔ اور اگر اسکے ریزے کئے جاویں تو وہ آلہ لکھنے کا نہیں ہونگے پھر فرمائیے علم آپکا بجا رہا یا غلط۔

اور سنیئے مکان اسکو کہتے ہیں جو محیط شش جہات کو ہو۔ خالص دیوار یا چھت کو کوئی مکان نہیں کہتا۔ پھر فرماتے یہ آپ نے کہاں سے لکھا کہ جو صفت کل کی ہے وہ جزو کی ہے اور نہیں تو نہیں شاید آپکو ایسا معلوم ہوا ہے کہ کسی جاہل نے وضو کا مین ڈالا ہے کہ پانی کا جزو ہی پانی ہے اور گوشت کا جزو ہی گوشت۔

آریہ ۔ یہ ساری امثال اور فضول خیال آپکی علمیت کے ثبوت میں دیکھئے ہم کس طرح بزدار انکی تردید کرتے ہیں اور آپکو یا تمام پیروان اسلام کو بطور چیلنج کے مزید تاکید کرتے ہیں کہ وہ اچھی طرح حق کے مقابلہ میں اپنے سارے ناحق و باطل ہتھیار ان کو چلا کر دیکھیں لیکن ہرگز ہرگز حق کا ایک بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے۔ لیجئے ہم آپ کی ساری تار و پود کا بخیہ ادھیڑ کر آپ کی خیالی عمارت کا استیصال کرتے ہیں۔

مثال اول و دوم کی تردید ۔ طبیب اور عالم ہونا روح کی صفت ہے نہ کہ جسم کی۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ ناک۔ آنکھ جسم کے حصے ہیں نہ کہ روح کے۔ چلنا۔ پھرنا۔ کھانا پینا ہنسنا بولنا۔ یعنی تمام حرکت بالارادہ کے متعلق کام روح کے ہیں نہ کہ جسم کے۔ پھر معلوم نہیں کہ آپ نے کس عقل اور علمیت سے اس ردی مثال کا استعمال کیا۔ اور اگر آپ غور کریں تو اصل میں یہ مثال جو آپ کے مخالف تھی سنئے کل اجسام مادی ہیں اور ان کے کل حصص بھی مادی۔ کل جسم میں تغیر و تبدل ہوتا ہے۔ اعضاء میں بھی ہوتا ہے۔ کل جسم بے جان ہے اور اس کا ہر ایک جزو بھی بیجان ہے۔ اب ضرور گریبان ہو کر سوچیے کہ اس مثال سے آپنے کتنے اصول خود کی بیخکنی کی۔ علاوہ بریں ہمارے مطلب کو آپ نے بگاڑ دیا ہے۔ ہماری عبارت یہ ہے کہ جو کل میں ہوتا ہے وہی اُس کے جزو میں بھی ہوتا ہے صفت کا یہاں ذکر نہیں۔ پس یہ آپ کی سمجھ کی غلطی ہے۔

مثال سوم کی تردید ۔ پتھر اٹھانا ہر ایک آدمی کا کل ہے ایک ایک آدمی تین تین یا دو دو من کا پتھر اٹھا سکتا ہے جو ملکر دس یا بیس من کا پتھر اٹھاوینگے پچیس کا مجموعہ دس یا بیس من اٹھاتا ہے۔ جزو یعنی ایک ضرور دو تین من اٹھا دیگا۔ پس پتھر اٹھانا جو کل کی صفت تھی وہ جزو میں بھی ضرور ٹھہری۔ کہیں مفقود نہیں ہوئی۔

مثال چہارم کی تردید ۔ خط کی جو تعریف وہ اُسکے سب حصوں پر آسکتی ہے یعنی جس میں طول ہو مگر نقطہ میں طول نہیں ہے۔ بنا برآں نقطہ کا مجموعہ خط نہیں ہے۔ یہ آپ کی علمی غلطی ہے۔ (دیکھو تعریف خط و نقطہ در اقلیدس)

مثال پنجم کی تردید ۔ کل جسم مادی ہے اُس کا ہر ایک جزو بھی مادی ہے۔ کل جسم جو مثلاً ہے بیحد نہیں اور یہی حال پرمانو کا۔ پس یہ مثال بھی باطل ہے۔

مثال چھٹی کی تردید ۔ لکھنے کی صفت روح میں ہے جو بذریعہ ہاتھوں کے انگلیوں میں جلوہ پذیر ہوتا ہے۔ انسان انگلیوں سے ناخن سے اور پاؤں کی انگلیوں سے بھی لکھ سکتے ہیں قلم ہاتھ کے پاس ایک اور آلہ ہے لکھنے کی صفت روح انسانی میں ہے نہ کہ قلم یا ہاتھ میں اور یہی سبب ہے کہ بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی قلم سے انسان لکھ سکتا ہے قلم میں لکھنے کی صفت نہیں بلکہ لکھنے سے موصوف روح اُس سے کام لیتے ہیں قلم کے معنے ہیں بریدن و تراشیدن و ناخن گرفتن و خامہ تراشیدہ شدہ و ہرچہ بریدہ و مقطوع باشد و اندکے از موئے سر لا زغیاث اور نقاش لوگ ایک نخود کے دانہ پر شعر لکھتے ہیں وہ قلم بال سے بھی باریک ہوتی ہے جو بڑی قلم کا ایک ادنیٰ جزو ہے پس یہ مثال نہایت ہی ردی ہے۔

مثال ہفتم کی تردید ۔ مکان یعنی ٹھہرنے یا رہنے کی جگہ ۔ مطلق جگہ کے معنے بھی رکھتا ہے ۔ پس دیواریں ، چھت ، فرش ، اینٹ پتھر سب جگہ گھیرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک میں چھوٹے جاندار اور بڑے جاندار رہ سکتے ہیں ۔ مجموعہ کل یعنی ایک بیت محیط بہ شش جہات میں ایک انسان یا کوئی انسان رہ سکتے ہیں ۔ چھوٹی چیز چھوٹے جاندار کا مکان اور بڑی چیز بڑے جاندار کا مکان ہے ۔ بتلائیے اسمیں اختلاف کیا ہوا اور آپ نے کیا رد کیا ۔ بڑے مکان میں بھی رہنے یا جگہ کی صفت ہے چھوٹی بلکہ دیوار و چھت میں بھی پس یہ مثال تو سراپا لائق ابطال ہے ۔ آپکی بیہودہ لنگاوحت کی ہم پرواہ نہیں کرتے بلکہ ہم تو آپ کی کرامت سمجھتے ہیں کیونکہ اس سے لوگ ہماری نہیں بلکہ آپ کی لیاقت کا اندازہ کر لیتے ہیں ۔

تکذیب براہین احمدیہ علم نمبرہ اگر کسی مقدار معین کے برابر حصے کئے جاویں تو وہ سب آپس میں برابر ہوں گے ۔

۵۴۹ و ۵۵۰ مولوی ۔ اگر مدعی کا ذب کبھی ہوش میں آکر آدمیوں جیسی باتیں ادھر ادھر سے سننے سنانے کا ذکر زبان پر لے آتا ہے مگر کیا کرے غریب کو مادہ علم نہیں اور اہل علم سے مقابلہ اور انہیں جیسی باتیں پھر فرمائے یہ مثل کیونکر صادق نہ آئے گی ۔ کہ کوا چلا ہنس کی چال وہ اپنی بھی بھول گیا " ۔ المختصر ۔

آریہ ۔ آپ نے فضول امیر حمزہ کی داستان کی طرح ۴ صفحہ سیاہ کر ڈالے اور اصل مطلب کی طرف بالکل توجہ نہ کی اور اعتراض ایک بھی نہ کیا آپ کی لیاقت تو اس بات سے ظاہر ہے کہ پانی کرہ ہے جیسا کہ زمین و آسمان کو ہے " جناب من یہ پرانی غلطی ہے جو آج تک بھی علمائے اسلام سے سرزد ہو رہی ہے " آسمان کوئی چیز نہیں اور نہ کوئی کرہ ہے ۔ بلکہ صرف خلا ہے اور جو کچھ ہم نیلا پن اور دیکھتے ہیں وہ افق یعنی حد نظر ہے چونکہ قرآن میں بھی ایسا ہی بیان ہے ۔ پس یہ آپ کی مذہبی و علمی غلطی ہے ۔ سنئے ڈاکٹر کالنس ایس ویلیناہین صاحب فیلو آف دی رائل کالج آف سرجن فزیکل اینڈ بوٹنیکل سوسائٹی کیا فرماتے ہیں " وہ ہنا ہیں کہ جس کو دیکھکے متعجب ہوتے ہیں اس ہوائی حد کا رنگ ہے جس کی بناوٹ اور رقامیت کا بیان آگے ہوگا ۔ وہ چیز کہ جس سے سب چیزیں بنتی ہیں میٹر کہلاتی ہے ۔ اور عالموں نے میٹر کے دو حصے کئے ہیں پہلا اصل دوسرا مرکب ۔ چیز اصل اسے کہتے ہیں جو کسی چیز سے ملکے نہ بنی ہو اور مرکب جو دو یا زیادہ چیزوں سے ملکے بنی ہو ۔ . . ایسے ہی آسمان بھی کچھ چیز نہیں ہے بلکہ ایک خلا ہے جسمیں ہماری زمین اور سب ستارے اور سیارے وغیرہ رہتے ہیں " ۔ (دیکھو رسالہ تجربہ ہوا یعنی ہوا کی پیدائش اور علم کیمیا کے بیان میں مطبوعہ آگرہ ۱۸۷۴ء صفحہ ۹ و ۱۰)

اسی طرح ہم آپکے وہم باطلہ کے دور کرنے کیواسطے ایک پرانے یونانی حکیم کی تحقیقات اور اسکے خیال بھی نسبت آسمان اور مادہ کے ظاہر کرتے ہیں جو آپ کے تمام توہمات باطلہ کا استیصال کر دے گی ۔

یونان کے مشہور و نامی گرامی حکیم ڈیماکریٹس کی بابت لکھا ہے " اسکا اعتقاد تھا کہ تمام اجسام کی بنیاد ایسی چھوٹی چھوٹی اجزا میں جو باعتبار اپنی طبیعتوں کے ہمشکل اور باعتبار صورتوں کے مختلف اور ایسے سخت میں کہ ان کی تقسیم صرف وہم ہی سے ممکن ہے ۔ اور یہ کہ یہ اجزاء باعتبار شمار کے غیر متناہی اور ایسے خلا کے اندر جسکی کوئی حد نہیں پھیلے ہوئے ہیں اور دائم الحرکت ہیں پس کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ اجزا آپسمیں ٹکراتے اور کبھی خاص صورت پر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور انکے اسی اتفاق یا اجتماع ہی سے جہان کا وجود ہے اور یہ کہ ماننے اس جہان کی یا بخوبی بیشمار جہان ہیں جو ایسے ہی نظام اور ترتیب کے ساتھ خلا غیر متناہی کے اندر موجود

ہیں ۔ یکیپا اسکی رائے میں مورات جنسے یعنی حیوانات و نباتات کے وجود کا سبب اجزاء مذکور کا اتفاق یا باہم ٹکرانا اور مجتمع ہو جانا نہیں ہے ۔ اس کے شاگرد ایپی کیورس کی بھی یہی رائے تھی اور اسکا قول ہے کہ ترکیب کے حالات میں یہ اجزاء حقیقتاً آپسمیں مل نہیں جاتے بلکہ صرف باہم چمٹ جاتے ہیں اور اجسام محسوسہ کے اندر بالفعل موجود اور ایک دوسرے سے ممیز رہتے ہیں پس اجسام محسوسہ کا اتصال حقیقی اتصال نہیں ہے بلکہ صرف ان اجزاء کے باہم چمٹے رہنے کا نام ہے " (از سفر نامہ ڈاکٹر برنی آر جلد دوئم صفحہ ۴۶ و ۲۵ مطبوعہ ۱۸۸۰ء) مگر باوجود اس لیاقت اور اس قدر علمی ناواقفیت کے آپ ہم کو ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں " آپ کو اختیار ہے خواہ چھپتے پھریں اور گھر میں بیٹھ کر ادھر ادھر کی جھوٹی سچی باتیں سنائی بیان کریں اور میدان سے بھاگ جائیں اور تقریر سے پیچھا چھوڑائیں اور کسی حاجتمند مسلمان بے غیرت کو دس بیس پچاس ساٹھ روپیہ کا لالچ دیکر کوئی بات جھوٹی سچی پوچھ کر اعتراض کریں مگر کیا ہو سکتا ہے " (صدر صفحہ ۲۴) جناب مولوی صاحب آپ کی علمیت ڈگری پانے کی سند اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گی ۔ خدا کرے کہ ایسے غرض مند مسلمان آپ کو شمس العلما یا قمر العلما کی سند دیکر پگڑی بندھا کر تمغہ کا طوق گلے میں لٹکا دیں کاش کہ دالنستے !

تکذیب براہین احمدیہ علم نمبر ۔ اگر کسی وزن یا پیمانہ مقررہ سے کئی چیزیں یکساں تولی جاویں تو وہ سب وزن میں برابر ہوں گی ۔

۵۵۴-۵۵۸ مولوی محض غلط ہے اسوجہ سے ہم فرض کرتے ہیں ۔ مثلاً وہ پیمانہ مقررہ ایک خاص اور معین گلاس ہے جس میں پر کیا ہمنے پارہ یا شخاس پھر خالی کیا اور پھر اس میں پانی یا رصاص پھر تولا میزان عدل اور انصاف میں پس حکم کیا مشتری عادل یعنی خریدار عاقل نے کہ یہ دونوں مساوی اور برابر وزن میں نہیں ہیں بلکہ پارہ پانی سے اور تانبا رانگ سے وزن میں زیادہ ہے اس قاعدہ سے آپکا چھٹا حکم باطل اور غلط ٹھہرا ۔

آریہ ۔ آپ غیظ و غضب میں پس و پیش بھول جاتے ہیں اور حق و ناحق کی پرواہ نہ کر کے مخالف کو خوب بے نکی سناتے ہیں یہاں تک کہ عبارت خبط ہو جائے تو ہو جائے آپ کی بلا سے مگر آپ انصاف سے کام نہیں لیتے ۔ رصاص کے آگے سے تصنیف پھر ایا تو الا ماشکل کھا گئے یا پستی عبارت کی تمیز نہیں ۔ صرف یہی نہیں بلکہ درست الفاظ لکھنے کا بھی آپ میں مادہ نہیں ۔ چنانچہ ایک جگہ آپ لکھتے ہیں " پھر تو آپ جانتے ہیں میرے انکار سے انکا اسرار زیادہ ہوا ۔ اور شوق دلی بڑھتا گیا " (صفحہ ۴۹ سطر ۲) حضرت اسرار کو آپ نے س سے لکھا گر ص سے چاہیے تھا ۔ کیونکہ جو س سے ہے وہ سر کی جمع ہے جسکے معنے ہیں بھید ۔ رکھشید گیان اور جو ص سے ہے جسکے معنے ہیں تاکید کرنا ہٹ کرنا ۔ اور یہ ایک جگہ ہی نہیں بلکہ صفحہ ۲۸ سطر ۱۸ میں بھی اس سے زیادہ علمی غلطی ہے وہاں آپ لکھتے ہیں " ایک آن ایسی نکلنی چاہئے کہ یاں روح ہو لیکن اس کو تعلم ہو بلکہ مبہوط اور حیران ہو " حضرت من مبہوت ط سے نہیں ہے ملکۃ ت سے ہے مبہوت حیران از کشف و مار اسم مفعول از بہت کہ لفظ اول بمعنے حیرت است " از غیاث و صراح ۔ ایسے ہی علمی غلطیاں کئی اور بھی آپ سے سرزد ہوئی ہیں مگر ہم مشتے نمونہ از خروارے اسی پر قناعت کر کے آپ کے اعتراض کی اصلیت بتلاتے ہیں ۔ آپ نے ہمارے الفاظ کے الٹے معنے سمجھے اسی واسطے ذہمنے وزن یا پیمانہ دو لفظ استعمال کئے تھے مگر آپ اس موٹی بات کو بھی نہ سمجھے اور بیفائدہ مفرور حرکتہ تعلق خود مزید کے مصداق بنے وزن مقررہ سے آپ خواہ جنجات یعنی پارہ تولئے یا شخاس یعنی تانبا ۔ پانی تولئے یا رصاص یعنی رانگ سب مقررہ وزن یعنی سیر سے برابر اتریںگے ۔ اور کسیطرح کا کوئی فرق نہ ہوگا اور اسی طرح مقررہ پیمانہ سے جتنی چیزیں ناپی جاویں وہ سب آپس میں بلحاظ اس پیمانہ کے برابر ہونگی

مثلاً پارہ - دودھ - پانی - شراب اگر ایک پیمانہ سے ناپی جاویں جو ۴ ڈرام کا کہلاتا ہے تو سارے ۲-۲ ڈرام ہونگے اُس سے ہرگز کم نہ ہونگے افسوس کہ آپ نے اِس موٹی بات کو بھی نہ سمجھا اور خواہ مخواہ مغالطہ میں پڑ گئے ۔

تکذیب براہین احمدیہ - بعنوان علم - اجتماع ضدین باطل ہے -

۴۸ — ۵ — مولوی - شاذ و نادر کوئی کلمہ آپ کا اس لائق ہوتا ہوگا جو دو تین دفعہ بزمِ دنیا نکال رہا اور اہل علم اس پر خندہ زن نہ ہوتے ہوں - پھر میں کیوں جواب دیکر اپنی تضیع اوقات اور آپ کی آبرو ریزی کروں -

آریہ - یہاں تو آپ نے دیوانہ کی بڑ سے بڑھ کر کام کیا جو صفحہ ۳۰۴ سطر ۱۲ میں آپ لکھتے ہیں "یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہے اور اجتماع ضدین تمہارے نزدیک بھی منع ہے" صاحب من آپ نے اجتماع ضدین کے معنے بھی نہیں سمجھے کیونکہ اگر سمجھتے تو یہ کبھی نہ کہتے کہ یہ عموماً باطل نہیں ہے "حضرت کوئی چیز بھی دنیا میں آپ کو نظیراً نہیں ملیگی - جس سے آپ اجتماع ضدین کی تردید کر سکیں اور یہی حال اجتماع نقیضین کا ہے دونوں میں باہمی علمی فرق ہے مگر ایک چیز جمع نہ ہونا دونوں میں شرط ہے نقیضین آنکہ نہ جمع شوند و نہ معدوم چنانچہ ہست و نیست و حیات و ممات - و ضد آنکہ جمع شوند ہر دو معدوم گردند چنانکہ سفید و سیاہ ممکن نیست کہ جمع شوند مگر میتوانند کہ ہر دو نباشند بلکہ زرد باشند" مولوی صاحب آپ علمیت کا صداقت سے نہیں بلکہ تعصب و جہالت سے مقابلہ کرتے ہیں اور ضد سے موازنہ کرتے ہیں نہ کہ انصاف سے اور یہی سبب ہے کہ ہر جگہ سے آپکی دلیل کی تردید ہو رہی ہے ۔

تکذیب براہین احمدیہ علم نمبر ۹ - قدیم چیز کے سب ذاتی صفات قدیم ہوتی ہیں ۔

۴۸ — ۵ مولوی - کیا کوئی اس کو ٹھیک اور درست کہہ سکتا ہے - ہرگز نہیں - اسوجہ سے کہ یہ امر بدیہی اور مبین طور سے سب نے تسلیم کر لیا ہے کہ اور کیوں نہ تسلیم کریں قرین قیاس اور عقل سلیم بھی یہی ہے کہ موصوف مرتبہ ذات میں پہلے ہے صفت سے - بدیں وجہ کہ ہر کس و ناکس اس امر سے خوب واقف اور آگاہ ہے کہ پہلے وہ شے ہونی چاہیئے جسکی ہم تعریف کرتے ہیں یا کرنے کا ارادہ ہے پس اس قاعدہ سے یہ معلوم ہوا کہ اول موصوف ہوگا - پھر صفت - ہر کیف صفت بعد ہے اور موصوف قبل اور قاعدہ ہے ہر شے متصف بالبعدیت قدیم نہیں ہوتی کیونکہ قدیم کی تعریف تمہارے مذہب کے مطابق یہ ہے کہ جسکا نہ شروع ہو نہ ختم ۔

آریہ - اپنے صفحہ سیاہ کئے مگر حاشا کہ انصاف کی طرف نگاہ کی ہو آپ تو گالی گلوچ دینے کے سوا اور کچھ جانتے ہی نہیں - چنانچہ آپ لیاقت قرینہ سے فرماتے ہیں "اگر کچھ بھی حیا ہو تو ہمیں منہ نہ دکھلاتے کیونکہ جو لوگ گمراہ ہیں اور براہین ہمارے اور ان کے بقاعدہ آسمان اور زمین جیسا ہے اور وہ کل ہمارے مذاہب کے سراسر خلاف ہیں اور وہ بھی اس قاعدہ مسلمہ کو نہیں مانتے حالانکہ ضلالت میں وہ ہر دو شریک ہیں اور ایک قسم کی مناسبت مذہبی بھی رکھتے ہیں" (صفحہ ۵۶)

اب ہم آپ کی دلیل کو آپ ہی کی تحریر سے رد کرتے ہیں - اول آپ نے مذہب حکماء فلاسفہ و فرقہ صوفیہ کا لکھا ہے جسکے اخیر میں لکھتے ہیں - "اِس جگہ سے یہ بھی صریح معلوم ہوتا ہے کہ قدیم کی سب صفات خواہ ذاتی ہوں یا غیر ذاتی قدیم ہیں" (صفحہ ۴۹) اِسکے بعد آپ لکھتے ہیں "وجہ بطلان مذہب فلاسفین کی علی وجہ العموم یہ ہے کہ اگر جملہ صفات خدا کی قدیم ہوں تو منجملہ انہیں سے ایک صفت خدا کی رزاقیت عمرو و بکر بھی ہے اور بدیہیات سے ہے کہ یہ صفت موقوف ہے وجود عمرو و بکر پر اس وجہ سے تا وقتیکہ وجود عمرو و بکر خارج میں متحقق نہ ہو تو رزاقیت عمرو و بکر کا تحقق ہونا ممکن ہی نہیں اور مسلمات سے ہے کہ وجود عمرو و بکر حادث ہے پس یہ صفت رزاقیت عمرو و بکر بھی حادث ہوگی - اور فرض کیا تھا انہوں نے کہ جملہ صفات خدا کی قدیم ہیں پس لازم آیا خلاف مفروض اور یہ باطل ہے اور علی وجہ الخصوص یہ ہے کہ اگر فرض کریں وہ کل صفات قدیم ہیں جو ذاتیہ ہیں تو یہ کہنا بھی باطل ہے کیونکہ ذاتیہ ہونیکی کئی صورتیں ہیں یا داخل ذات اور یا خارج از ذات - اور اول باطل ہے اسوجہ سے کہ دخول مستلزم ہے ترکیب کو اور ترکیب مستلزم ہے حدوث کو اور حادث ہونا خدا کا تمہارے یہاں بھی باطل ہے - اور شق ثانی دو حال سے خالی نہیں یا لازم ذات یا عارض ذات اور ہر دو مستلزم ہے تعدد کو - اور تعدد مستلزم ہے حدوث کو پس لازم آیا خلاف مفروض" (صفحہ ۴۰)

تردید - کسی کی صفت کا حادث ہونا اُسکے تغیر و تبدل کی نشانی ہے اور تغیر و تبدل ترکیب کو چاہتا ہے - اور ہر مرکب حادث ہے - پس صفات کے حادث ہونے سے اول تو خدا پر حدوث کا الزام عاید ہوتا ہے حالانکہ وہ حادث نہیں بلکہ قدیم ہے - لہذا اُسکے صفات بھی قدیم ہیں نہ کہ حادث پس باطل ہوا آپکا پہلا مفروض - اگر دخول مستلزم ہے ترکیب کو تو خروج بدرجہ اولٰی مستلزم ہے ترکیب کو - یعنی اگر خداوند تعالیٰ میں کسی صفت کا پیچھے سے داخل ہونا اس کی ترکیب یعنی مرکب ہونے کو چاہتا ہے اور کسی صفات کا خارج ہونا بھی ترکیب کا محرک ہے ظاہر ہے کہ صفات خداوندی کوئی بھی خدا کے ہونے کے بعد نہ داخل ہوئیں نہ خارج بلکہ موصوف کے ساتھ قدیم ہیں کوئی وقت ایسا نہیں اور نہ تھا اور نہ ہوگا کہ صفات نہ ہوں اور خدا ہو یا خدا نہ ہو اور صفت ہو بلکہ جب سے قدیم الایام خداوند عالم ہے تب سے ہی وہ موصوف الصفات ہے کبھی بھی صفات سے مبرا نہیں اور نہ صفات سے خالی خدائی کے لائق ہو سکتا ہے کیونکہ صفات سے رہت موصوف عدم مطلق سے زیادہ کچھ بھی وقعت نہیں رکھتا ۔

پھر آپ لکھتے ہیں "اب میں ادنیٰ سا جواب اہل اسلام کی طرف سے لکھتا ہوں کہ جسمیں علاوہ تردید مذہب معتزلہ و فلاسفہ کے آپکی کلام کی خرابی کا ایک نقشہ کھینچکر دکھایا ہے ذرا غور سے دیکھئے مذہب متکلمین یعنی اہل سنت و الجماعت کا یہ ہے کہ صفات باری نہ عین ہے نہ غیر" (صفحہ ۵۱)

تردید - یہ بالکل باطل ہے جس سے بڑھکر ردی خیال دنیا میں کوئی نہیں یہ تو صوفیوں کا مسئلہ گول گو ہے اور اسی سبب سے ہم کہتے ہیں کہ مسلمان عموماً اور خصوصاً اہل سنت و الجماعت شرک و کفر یعنی ہمہ اوست کے ماننے والے ہیں - صفات باری جب نہ عین ہیں نہ غیر ہوئیں تو بتلائیے کیا ہوئیں جب صفت کے معنے ہی یہی ہیں کہ وہ خصائل جو ممدوح کی ذات میں ہوویں اور ہمیشہ اس کی ذات میں موجود رہیں اور آپ نے اُنکو نہ عین ذات بتلایا نہ غیر ذات - تو کیا اصل میں خدا کی ہستی سے انکار نہیں کیا؟ اور صفات ایزدی سے انکار کفر نہیں ہے؟ اور کیا اس کے پرلے درجہ کا کفر کوئی اور بھی ہے؟ اب ہم آپ کو سمجھاتے ہیں - گن گنی سے کبھی جدا نہیں ہو سکتے یعنی صفت و موصوف میں جدائی نہیں - اور جسمیں کوئی صفت نہیں وہ کوئی چیز نہیں لہذا خدا بھی صفت سے جدا نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی نادان اسکو کبھی صفات سے جدا مان لے تو اصل میں وہ خدا سے انکار کرتا ہے آگ سے گرمی سورج سے ضیا وغیرہ صفات کبھی تا قیام اُنکے دور نہیں ہونگی ورنہ بالفرض محال ایسا ماننا اصل میں کھلا موصوف سے منکر ہونا ہے -

آپ نے اس بے بنیاد دعویٰ کے ثبوت میں ایک دلیل بھی دی ہے جیسا کہ جزو اور کل - پس تحقیق یعنی کل کے نہیں ہیں عین جزو کے اور نیز کل بدون جزو کے متحقق بھی نہیں ہوتا پس دیکھو کل جزو کا نہ عین ہے نہ غیر علیٰ ہذا القیاس - صفات باری عز اسمہ ہے ۔

تردید - افسوس کہ آپ ایسی فضول بات لکھکر لفظ دلیل کو ذلیل کر رہے ہیں - حضرت کیوں! جزو کل کا عین نہیں ہے؟ اگر نہیں ہے تو بتلاؤ کہ کل اجزا اسکے سوائے اور کیا ہے جب کچھ نہیں تو عین جزو ہے - کل سو روپیہ کیا ہے؟ عین ایک ایک روپیہ کا اجتماع اور کسی صورت میں وہ اس اجتماع سے غیر نہیں ہے - پس

اجتماع ضرور ہے۔ مکان کیا ہے عین اینٹ پتھر وغیرہ کا اجتماع۔ اینٹ پتھر لکڑی کے سوا مکان کچھ نہیں۔ پس مکان عین اینٹ پتھر و لکڑی کا اجتماع ہے۔ ہم کسی کل سے اگر کل جزیں نکال لیں تو کیا کچھ باقی بھی رہے گا تو کل منفی کل آخر نفی مطلق کے سوا آپ بتلایئے کہ کیا رہے گا۔ ناظرین اس اعتراض کی بابت مولوی صاحب کا دعویٰ ہے کہ قیامت تک کوئی اس کا جواب نہیں دے سکتا ہے۔ چنانچہ اُنکی اصل عبارت یہ ہے۔ "پس وہ قوم کہ عالم میں سرداروں سے نیک کردار احسن کلام اہل اسلام ہیں اس کو کب تسلیم کریں گے اور ایسی بھسی بات پر کس طرح کان دھریں گے مگر انصاف کے رو سے حلفاً کہنا آپ قیامت تک ان اعتراضات کو نہیں اُٹھا سکتے ہیں یہ ہمیں نے سچ کہا ہے یا نہیں"۔ (صفحہ ۵۶ سطر ۸ و ۹ ملخص)

حضرت مولوی صاحب! آپ نے سچ نہیں کہا قیامت تک جواب دینا کیا معنے ہم نے چند روز میں ہی جواب دیدیا۔ اور جواب بھی ایسا باصواب کہ جسے پڑھ کر آپ کو صدقہ جاریہ کی جنتی دوام کا فکر پڑ جائیگا کیونکہ اس کے واسطے آخری فیصلہ و عدم سماعت اپیل کا آرڈر ہو چکا ہے کیونکہ آپ لوگ پرماتما کی نعمتوں کو حرامخوری میں برباد کرتے ہیں اور بیگناہوں کے گلے پر چھری دھرتے ہیں اور اسی واسطے ہماری کتاب کا جواب دینا تو کجا۔ اُلٹے ہمیں بددعائیں دے رہے ہیں۔ چنانچہ آپ ہماری تکذیب براہین احمدیہ کی بابت فرماتے ہیں "گو وہی کتاب ہے جس کے باعث اہل اسلام بددعا کے لئے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں"۔ (صفحہ ۹ سطر ۴)

بیشک نادان مریض۔ اور جاہل طالب علم مہربان ڈاکٹر و نیک معلم کی بابت بددعا کیا کرتے ہیں مگر ان دونوں خیرخواہان بنی آدم کی پشم کندہ نہیں ہوتی کیونکہ

محال ست ہنرمندان بمیرند　　بے ہنران جائے ایشاں گیرند
یا اگر دعائے طفلاں مستجاب بودے　　یک معلم در عالم زندہ نماندے

بنابراں ہمکو تحقیق سے منصب ہے اور صداقت سے غرض۔ آپ کی بددعا یا سب مولویوں کی بددعا سے ہم ناراض نہیں ہوتے بلکہ بصدق باطن دعا کرتے ہیں کہ اس بددعا کے عوض پرمیشور جل شانہٗ آپ سب کو اپنی اپار کرپا سے شانتی دے کر اہل الوید کے مقدس گروہ میں شامل کر کے آریہ بناوے اور ست دھرم پر چلاوے۔

تکذیب براہین احمدیہ۔ علم ہم صفت موصوف سے جدا نہیں ہو سکتی۔

۵۸-۵۹۔ مولوی محمد عیسیٰ الحمید لکھتا ہے کہ اے غافل تیرے فہم و گفتگو سے لاحصل پر عاقل بیدرد ہنستے ہیں اور مجنوؤں کے گلے میں نالے پھنستے ہیں یہ کیا کلمہ کفر کا زبان سے نکالا کہ ساری خدائی کانپ اُٹھی شور قیامت برپا ہوا گنبد گردوں میں شور و غل کی آواز گونجنے لگی عنقریب تھا کہ چھنٹے کے بالعوض گھن پیستا اور جو کچھ ہوتا اُس پر زمانہ روتا ہر ایک سمت سے لعنت کی بھرمار ہوئی ہر چہار سو سے ملامت کے نقاروں پر چوٹوں کی قدرے صفائی سے سیل رہتی تھی زبان کے ڈنڈوں کی بچھاڑ ہوئی میں کیا کہوں جو اس وقت کا عال ہے قلم سے لکھنا محال ہے۔ کوئی بیشہ ایسا نہیں جہاں مٹی کی زبان کا قیشہ نوحہ بہانہ تنگ کر دیوے دانتوں کو پیستے پیستے رگنے اور بہت سے اس صدمہ سے مر گئے ہیں۔ مورخ نہیں ورنہ اُنکی تاریخ سناتا لکھنے کا مزا چکھاتا۔ مگر کیا کروں عدیم الفرصتی سے میرا قلم سرنگوں ہے ورنہ اُسکے خرائے میدان قرطاس میں دکھاتا کہ براق منشی فلک دفتر کتب سحبان بھی دم کی کھاتا جہاں قدم تہ ناظر کی طاقت نہ تھی کہ کام کر جاتی اور اس کے نشان مضامین کا ایسا پورا نقشہ کھینچ لاتی۔ میاں تم نے کچھ اور بھی سنا ہے مٹی یوں کہتا ہے صفت موصوف میں جدائی نہیں ہوتی لاحول ولا قوۃ الا باللہ ــــ ارے میاں

اسی گھمنڈ پر کہتے تھے کہ ہم ایسے اور تم ویسے سنو اس فحش غلطی کو دیکھو ایک کپڑا مثلاً موصوف ساتھ سپیدی کے ہو اور پھر اُس کو سیاہ رنگ کر دیں جو صفت ہے وہ کپڑے سے جو موصوف تھا جدا ہو گئی۔ اور حالانکہ تمہارا مقولہ ہے کہ صفت موصوف سے جدا نہیں ہوتی اب فرمایئے اس مثال میں تو جدا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اور بہت سی مثالیں اختصاراً درج نہیں کی گئیں۔

آریہ۔ ناظرین! ہمارے فخر اسلام مولوی صاحب نے جنہیں دا گر دیگر مولوی صاحبان رنگ نہ کریں تو شمس الملت والدین بھی کہہ سکتے ہیں جنہیں اپنے مایہ لیاقت پر بہت کچھ ناز ہے۔ اور ناز بھی اندازہ کے ساتھ۔ جنہوں نے یہیں اس قدر ناشائستہ الفاظ سے مادہ گرما ہے یہ صرف اسی صفحہ پر نہیں بلکہ تمام کتاب میں انہوں نے یہ وطیرا اختیار کر رکھا ہے اور ہم بڑے وثوق سے کہتے ہیں کہ اُنکے پاس یا دیگر علمائے اسلام کے پاس تعصب یا بدزبانی کے سوائے اور کوئی وساطت نہیں ہے ہم نے انکی ساری عبارت کو بطور مشتے نمونہ از خروارے نقل کیا ہے اور دیگر مقامات میں شفا کلامیوں کو چھوڑ دیا صرف مطلب سے کام رکھ اصل اعتراض کا جواب دیا غیر مفید یا مفید ہمیں ان کی بدزبانی سے کچھ خوف نہیں اور نہ ہم تحقیقات حقہ کے راستہ میں انکو مخل سمجھتے ہیں۔ آمدم برسر مطلب مولوی صاحب ہمارے علم نمبر ۹ کی تردید میں دلیل دیتے ہیں کہ جب سفید کپڑے کو سیاہ کر دیا تو اُس کی صفت سفیدی جاتی رہی۔ سبحان اللہ جائے استاد خالیست کی کہاوت آج راست ہوتی دکھلائی دیتی ہے۔ آپ نے ہماری غلطی کو بھی فاش نہیں بلکہ فحش لکھا۔ حضرت من صفت جدا نہیں ہوتی بلکہ کپڑا جب تک ہے تب تک ساتھ رہے گی جس بیان سے حال معلوم ہو جس علامت سے شناخت ہو یا جس نشان سے یا گن سے یا جس معنے سے یا جس طرح سے اُسکے جاننے سے اُس کو صفت یعنی تعریف کہتے ہیں۔ پس وہ کپڑا میں جیسے ہے گی اُسکی ذات سے ہرگز جدا نہ ہو گی باقی رہے عارضی صفات جیسے سیاہی اسکے آنے سے سپیدی جدا نہیں ہوئی بلکہ مخفی ہو گئی بلکہ کپڑے سے صفت عارضی بھی جدا نہ ہوئی۔ سیاہی سے اُسکی صفت ہے خیر قطع نظر اسکے زیادہ دھونے دھلانے اور بھٹی پر چڑھانے سے وہ پھر سفید ہو جائیگا اگرچہ دور ہو گئی ہوتی تو پھر کہاں سے آجاتی دیکھو بعض مولوی صاحبان یا شیخ صاحبان سفید داڑھی کو وسمہ لگا کر سیاہ کر لیا کرتے ہیں۔ جیسے حسب حال کسی استاد شاعر کا قول ہے

بلی ہے شیخ کو بھی حسرت گناہ کی　　کالا کریگا منہ بھی جو داڑھی سیاہ کی

روز وسمہ لگاتے ہیں مگر جب چھوڑ دیتے ہیں پھر داڑھی سفید ہو جاتی ہے۔ پس سمجھ گئے آپ صفت موصوف سے ہرگز جدا نہیں ہوتی۔ ہاں مخفی ضرور ہو جاتی ہے مگر جدا نہیں ہوتی پس آپکا دعویٰ باطل ہو گیا۔ اسی فضول دعویٰ کا از رد بطلان ہو گیا۔

پروفیسر اسکو صاحب لکھتے ہیں "یہ سب جانتے ہیں کہ سمندر کا پانی کھاری ہوتا ہے یعنی اسمیں نمک پگھلا ہوا ہوتا ہے۔ پس کھاری پانی بنانا کچھ بات نہیں پانی میں تھوڑا سا نمک ملا دو کھاری ہو جاویگا۔ جب نمک کی ڈلی پانی میں ڈالو گے تو اسمیں وہ غائب ہو جائیگی یعنی گھل جائے گی اور پانی کا مزہ نمکین یعنی کھاری ہو جاوے گا۔ بتجربہ کھاری پانی میں جو نمک گھلا ہوا ہوتا ہے اُس کے جدا کرنے کی ترکیب پانی کو کشید کر لیں یعنی اسکو جوش دیں اور اس کی بھاپ کو جمع کر کے سرد کر لیں یہ عمل شیشے کے بھبکے سے بہت اچھی طرح ہوتا ہے جسکا نقشہ ستر ہویں شکل میں ہے۔ بھبکے میں پانی بھر دو۔ اس کے نیچے لمپ روشن کرو جب گرمی سے پانی کھولنے لگے گا تو بھاپ پیدا ہو گی اور بھبکے کی لمبی گردن کی راہ سے گذر کر اُس کے مونہہ میں جو شیشی لگی ہوئی ہے۔ اس میں آجائے گی اس شیشے کے اوپر

ٹھنڈے پانی کی دھار پڑ رہی ہے۔ جس سے اندر کی بھاپ ٹھنڈی ہو کر پانی بنتی جاتی ہے یہ پانی کشید کیا ہوا پانی ہے اور اب اسمیں کھاری پن بالکل نہیں ہے کیونکہ وہ لشت پانی ہے اور اسمیں جسقدر نمک ملا ہوا تھا وہ سب بھبکے ہی میں رہ گیا ہے۔ اگر بھبکے کا پانی کھولتے کھولتے سارا اُڑ گیا ہے تو دیکھو گے کہ اسمیں نمک باقی رہ گیا ہوگا۔ سمندر کے کھاری پانی اس طرح کشید کر کے میٹھا کرنے کی ترکیب جہازوں پر بہت کام آتی ہے۔ سیاہی۔ نیل۔ نیلا تھوتھا۔ سبزی۔ زردی۔ سرخی وغیرہ کا بھی یہی حال ہے کہ ہم سب پانی سے جدا کر سکتے ہیں" (مفصل دیکھو علم کیمیا کا ابتدائی رسالہ صفحہ ۵ تا ۶۰۔ مطبوعہ لاہور) اسی سے کپڑے کا بھی قیاس کرو۔

تکذیب براہین احمدیہ۔ علم نمبر ۱۔ علم معلومات کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

۵۹۔ مولوی۔ آپکا یہ فرمانا محض غلط ہے کیونکہ ایک علم اجمالی ہوتا ہے۔ دوسرا تفصیلی۔ اجمالی کے واسطے وجود معلوم ضروری نہیں ہے ورنہ لازم آئیگا جہل مرتبہ ثانی بار میں کیونکہ علم وجود زید کا مثلاً جب ہوئیگا کہ پہلے زید پیدا ہوا اور قبل پیدا ہونے زید کے لازم آئیگا کہ خدا نعوذ باللہ عالم زید کا نہو گا بقول آپکے کہ علم بغیر معلوم کے نہیں ہوتا اب فرمایئے کہ جب زید پیدا ہی نہیں ہوا تو پھر خدا کو اس کا علم کیسا اور نیز دیکھو ایجاد اور اختراع اُسکو کہتے ہیں کہ جسکا وجود بالکل نہو اور کوئی اپنی طرف سے گھڑے جیسا کہ علم ایجاد تار برقی وغیرہ کا تو دیکھو آدمی سوچتا ہے پہلے اور بناتا ہے پیچھے اب دیکھئے سوچنا اس کا بعینہ علم ہے حالانکہ وجود اسکا ابھی نہیں ہوا پھر مدعی کا یہ کہنا کسطرح صحیح ہو سکتا ہے بہر کیف آپکا کلیہ صادق نہ رہا۔

آریہ۔ حضرت! آپنے اسمیں بھی چند غلطیاں کی ہیں اول تو آپنے علم اجمالی و تفصیلی نہ سمجھا سنئے اجمالی کے معنے ہیں کھول کر نہ کہنا۔ بہت کو تھوڑا کر دینا۔ پراگندہ کو اکٹھا کرنا۔ بہت درستی سے کام کرنا۔ اور تفصیلی کے معنے ہیں جدا کرنا۔ فاصلہ کرنا۔ پس علم اجمالی وہ ہے جو مجملاً یا مختصر احوال معلوم ہو اور علم تفصیلی وہ ہے جسمیں مفصل حال معلوم ہو۔ خدا کے واسطے یہ علم اجمالی کا لفظ نہایت ہی گستاخی اور بے ادبی ہے وہاں تو ہر وقت اور ہر حال میں علم تفصیلی ہے وہ کوئی بات مجمل یا نامکمل یا ادھوری یا موہومی نہیں جانتا بلکہ رازے مخفی نباشد بر دل دانائے او۔ وہ سب چیزوں اور انکا علم ہمیشہ صحیح مکمل بالتفصیل جانتا ہے آپکی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو قبل از پیدائش اشیا کسی طرح کا علم نہ تھا اور اگر خدا تھا بھی تو خیال مصرف سے بڑھکر بات عاشقاں بر شاخ آہو سے ذرا بھی زیادہ نہ تھا یا سراب بیابان کا نقشہ تھا جسمیں ہزار بھٹکتے پھریں پانی کا پتہ نہیں۔ مگر ایسا فضول وردی خیال خدا عزوجل کے بابت کرنا یا ماننا سراپا نا سزا ہے کیونکہ تمام اجسام کا مادہ اور تمام ارواح ازل سے ابتک اس شہنشاہ کل و رب العالمین کے پاس ہیں وہ خدا بے بضاعت نہیں اور نہ بیابان موجد یا نادان معلم ہے اُسکا علم ہمیشہ کامل ہے کبھی نامکمل نہیں۔ پس اول تو کبھی زانوں سر جھکائے رہنا اور پھر بتانا نہیں۔ نہیں خود کھینچی کرنا یعنی سب کچھ بیچا یا اپنے میں سے بنانا اگر اس کا نام بنانا ہے۔ لوبرگ مباحات سے کہتے ہیں۔ پس یہ علم نہ رہا بلکہ جہل ہو گیا۔ کیونکہ علم کامل کے یہ معنے ہیں کہ وہ عین عمل ہو جاتا یا ہوتا ہے مگر خدا غریب کو اول تو علم نہیں اور اگر خدا نخواستہ کوئی موہومی چشم احول کی طرح علم ہے وہ کسکا ؟ اسکا جسکا وجود نہیں عالم کون ؟ جسکو علم نہیں محض باطل خیال ہیں۔ باقی رہا انسانونکا ایجاد و اختراع کا حال یہ بالکل صفات باری کے خلاف ہے انسانکا علم کامل نہیں اور نہ ہوتا ہے اور خدا کا کامل ہے اور انسان کبھی معطل اور کبھی کام کرتا ہے۔ خدا ایسا ہرگز نہیں۔ انسان چند روزہ عالم اور خدا انادی زمانہ سے عالم باعمل بلکہ عالم کل و متصرف کل و مالک کل لہذا انسان کی

خدا سے کوئی نسبت نہیں اور آپکا مفروض باطل۔ سوچئے اس آپ کے مفروض اسلامی دفرآنی سے خدا پر جہالت اور تعطل کا الزام عائد ہوتا ہے۔ بدیں تفصیل آپ کے پیدا ہونے سے پہلے آپ سے جاہل اور میرے پیدا ہونے سے پہلے مجھ سے جاہل علیٰ ہذا القیاس آدم کے پیدا ہونے سے پہلے من کل وجوہ دنیا سے آفتاب تک سب کے علم سے جاہل اور بے رزق۔ ملک۔ الغرض لغلق سے محروم الارشاد و حقائق کیا ایسے نادان اور جاہل کو جس میں خدائی کے کوئی اوصاف نہیں آپکا یا دیگر مسلمان بھائیونکا اعتقاد ہے کہ وہ خدا ہیں مگر ہم پیروان وید مقدس اسکو ہرگز ہرگز الدیا الاکس کل پرماتما کبھی نہیں کہہ سکتے اور نہ مان سکتے ہیں اسی واسطے آپ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ صفات باری عین ہے نہ غیر" (صفحہ ۶۰) پھر دوسری جگہ لکھا ہے۔ "اور معلومات کے ہے کہ وجود عمرو بکر حادث ہے۔ پس یہ صفت راقیت عمرو بکر بھی حادث ہوگی" (صفحہ ۵۴) پھر لکھتے ہیں کہ جو شے قدیم ہے اُسکے لئے بالکل صفات نہیں چہ جائیکہ وہ قدیم ہوں" (صفحہ ۵۵) پس ایسا خدا اور ایسا مولا جو معدوم سے کچھ زیادہ حیثیت نہیں رکھتا آپ لوگوں کو مبارک رہے اور ایسا دین جسکو دلائل عقلی و علمی و منطقی و فلسفی سے روحانی غذا نہیں جس نے منطق کے اوراق سے استنجا جائز بتلایا ہو اور جو درست سے کچھ بھی زیادہ نہیں اور جسکو آپ لوگ لذات نفسانی کے سبب نہیں چھوڑنا چاہتے آپ صاحبوں کا حصہ ہو جے۔

ما نخواہیم این اسلام را

پس ثابت ہوا کہ علم بغیر معلوم کے نہیں ہو سکتا اور آپ کا دعوے بہمہ وجوہ باطل ہوا۔

تکذیب براہین احمدیہ علم نمبر ۱ جو پیدا نہیں ہوا ہے وہ نہیں مرے گا اور جو پیدا ہوا وہی مرے گا۔

۶۰۔۶۲۔ مولوی۔ اول ڈیڑھ صفحہ میں ایک بیہودہ زٹل میاں اور بیوی حب اور ایک عورت حسینہ جمیلہ کی ہانک کر پھر لکھتے ہیں) دیا نندی لوگ رات دن نئے نئے رخنے دین محمدی میں نکالتے رہتے ہیں کہ جس سے تم پورے واقف نہیں ہو سکتے اور ادنیٰ سا رخنہ انکا یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جو پیدا نہیں ہوا وہ نہیں مریگا حالانکہ وہ یہ نہیں جانتے کہ نام شاہجہاں بادشاہ بسبب عمدہ بنانے عمارات کے پیدا ہوا ہے اور کبھی نہیں مریگا کیونکہ جب تک دنیا رہے گی اس کا نام بھی رہے گا اور نیز ہر ایک کا جو نام نیک پیدا ہوا ہے وہ جبتک دنیا رہے گی نہ مٹے گا علیٰ ہذا القیاس دین محمدیہ کا جسکو پیدا ہوئے تیرہ سو برس آجتک ہوئے ہیں صفحہ ایام سے نہیں مٹیگا۔ اگرچہ ان مخالفین کی ہستی صفحہ روزگار سے بالکل نیست و نابود ہو جاوے اور پھر وہ کلیہ مدعی کہاں رہا کہ جو پیدا ہوا وہی مریگا دیکھو یہ نام پیدا ہوئے ہیں اور مرے نہیں بلکہ سالہا سال تک برابر چلے آتے ہیں اور چلے جائینگے ہمیں نہ رہینگے سعدی فرماتے ہیں ؎

قارون ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت — نوشیروان نمرد کہ نام نکو گذاشت
زندہ است نام نیکو نوشیروان بعدل — گرچہ بسے گذشت کہ نوشیروان نماند

اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ رہا اس کا جواب کہ جو پیدا نہیں ہوا وہ نہیں مریگا سو یہ سوائے ایک ذات خدا کے دوسری جگہ پر صادق ہی نہیں آیا۔ لہذا اسکو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ درست ہے مگر اس سے کہ آپ کے دعوے کا ثبوت نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ روح حادث اور فنا اسکے لئے بھی ثابت اور بقا اس کا اگرچہ علم الٰہی میں ہو لیکن اس میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ اور نہ آپکا مدعا ثابت ہوتا ہے کیونکہ معدومات بھی علم الٰہی میں سب موجود ہیں۔ یہ موجود اور معدوم تو ہمارے علم قاصر کے اعتبار سے کہلاتے ہیں نہ علم باری کے

آریہ۔ اس آپ کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نفس مضمون سے کسقدر دور بھاگ جاتے ہیں۔ دیانندی لوگ نئے نئے رخنہ دین محمدی میں نہیں نکالتے دین محمدی کی دیوار میں رخنہ و سوراخ تو ملّا و مولوی و امام و خلیفہ و فقیر صاحبان نکالتے ہیں۔ دیکھئے ایک طرف مرزا غلام احمد صاحب مسیح کا اوتار بنے ہوئے ہیں اور الہام کے مدعی۔ دوسری طرف مولوی نور دین صاحب الہام کے دعویدار۔ اُدہر مہدی سوڈانی۔ ایک طرف عرب کا مسیح ایک طرف ایران کا مہدی یہ تو موجودہ زمانہ کے پیروان طریقت اسلام یا مدعیان الہام کا حال ہے اب پہلے زمانے کا حال سنئے سُنّی لوگ اہل شیعہ کو کافر اور بدعتی پکارتے ہیں اور اہل شیعہ اُن کی تقلید پرستی کا جاکہ اوتارتے ہیں وہابی حدا ہی جیسے الوہاب کا گیت گاتے ہیں اور دونو کو بدعتی ٹھیراتے ہیں۔ نیچری تینوں سے جدا۔ ملائک۔ جن۔ آسمان۔ معجزات سے انکار فرما رہے ہیں چار اماموں کے پیرو حنبی یا ملکی۔ شافعی۔ احمدی اور قدریہ وغیرہ صدہا فرقہ اپنے آپ کو اہل مسلماں اور باقیوں کو مرتد گردان رہے ہیں اسی طرح ان فرقہ ہائے کے اندر اور صدہا طرح کی تفریق ایک دوسرے کی تضحیک کر رہے ہیں۔ سب ایک دوسرے کو ناری اور اپنے آپ کو ناجی کہتے ہیں تا بدیگراں چہ رسد۔ بس محمدی دیوار کو جس قدر ناکارہ اور مسمار کیا ہے وہ انہیں اور اس قسم کے عالموں کی مہربانی ہے اور اب تو سوراخوں کی کثرت سے آفتاب لب بام ہو رہا ہے چاروں طرف سے اُسکی تباہی کے آثار نظر آرہے ہیں۔ آریہ لوگ اس میں رخنہ اندازی نہیں کرنا چاہتے ہیں بلکہ وہ تمام مسلمان بھائیوں کو ست دھرم کی طرف دعوت کر رہے ہیں وہ تو اُس دیوار کی خرابیوں کو دور کرکے آریہ مندر بنانا چاہتے ہیں۔ گرانا۔ توڑنا۔ مٹانا بیوقوفوں کا کام ہے۔ عقلا کا نہیں۔ ترجمہ۔ نوشیروان یا شاہجہاں یا قارون یا محمد چونکہ یہ سب پیدا ہوئے تھے بنابران فوت ہو گئے مگر پیدا ہوا تھا اُن کا جسم اس واسطے وہ فوت ہو گیا مگر روح نہ پیدا ہوا تھا اور نہ فوت ہوا اور یہی سبب ہے کہ اب تک ہمیشہ تک رہیگا باقی رہے یہ دونوں شعر یہ صرف نیکی کی تعریف اور بدی کی مذمت میں ہیں اور نہ ان میں صاف لکھا ہے سہ زندہ است نام فرخ نوشیروان بعدل۔ گرچہ بسے گذشت کہ نوشیرواں نماند + یعنی نام بسبب عدل کے زندہ منبع یادگار زمانہ ہے بطور فسانہ کے ورنہ بہت زمانہ گذر چکا ہے کہ نوشیروان مرگیا۔ اور یہی حال شاہجہان کا ہے یہ مظلوم بادشاہ اپنے ظالم مگر دیندار اور بے ایمان محی الدین فرزند کے ہاتھ سے قید میں مرگیا۔ اور آپ اُسے اب زندہ بتلاتے ہیں یہ بھی عمارت بنانے کی ترغیب ہے ع۔ ورنہ بسے گذشت کہ شاہ جہان نماند۔ اور اسی طرح محمد صاحب فوت ہو گئے مدینہ کے شہر میں مدفون ہیں۔ بس صحیح ہوا ہمارا دعوے یعنی علم نمبر ۲ کے جو پیدا ہوا ہے وہی مریگا اور جو نہیں پیدا ہوا ہے وہ نہیں مریگا۔ جسم ان سب کے پیدا ہوئے بنابران مر بھی گئے روح پیدا نہیں ہوئی تھی بنابراں باقی ہیں اور کبھی نہیں مریں گے۔ جب آپ کہتے ہیں کہ علم الٰہی میں سب موجود ہیں اور یہ موجود اور معدوم تو ہمارے علم قاصرہ کے اعتبار سے کہلاتے ہیں" پس آپ اپنے علم قاصرہ اور فہم ناقصہ کو ترک کیجئے۔ جب علم الٰہی میں سب موجود ہیں علم ناقصہ سے نہیں اور نہ قاصرہ سے بلکہ کاملہ سے تو اصل میں خود آپ کے قول سے بالبداہت ثابت ہے کہ ارواح و مادہ اجسام انادی یعنی قدیم ہے اور ہم اُسی علم الٰہی یعنی وید مقدس کے رو سے یہ تلقین کرتے ہیں اور تمام دنیا کو تلقین۔ کہ مادہ اور ارواح یا ربرہم پرماتما کے قبضہ قدرت میں ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ تک رہینگے خدا کبھی بے بضاعت نہیں اور نہ فرومایہ ہے وہ ہمیشہ اٹل قانون اور اٹوٹ بھنڈار اور لازوال نعمتوں سے سناتن جیوروپ پرجا کا مالک اور بے شمار مادہ پر قابض ہے کیونکہ وہ محور یعنے حقیقی منتظم ہے وید میں ہے [illegible] یعنے تمام جیوروپ انادی پرجا اور انادی پرکرتی کا حقیقی منتظم اور ادہشٹاتا اور وید دوار است کا اپدیشک ہے اسی مبارک خیال کو ایک فاضل ان الفاظ میں ادا کرتا ہے +

برانِ خدا کہ ذراتِ آسمان و زمین ۔ ہمیں کنند بپا کی ذات او اقرار
چناں نگاشت ز الواحِ عقل صورت علم ۔ کہ خیرہ گشت در دیدۂ اولوا الابصار

پس یہی مقدس عقیدہ وید مقدس کا ارشاد ہے اور یہی ہر ایک علم دوست فلسفہ جاننے والے محقق کا اعتقاد ہے۔ ہم فضول طریقہ کے معارض مولوی صاحب سے برخلاف اُن کی بدتہذیبیوں کے مودبانہ ملتمس ہیں کہ وہ کاعد سیاہ کرنے پر دلیر نہ ہوں بلکہ ہماری کتابوں کو غور سے پڑھیں۔ بعد ازاں جہانتک فلسفہ قرآنی سے اعتراض ہو سکیں کریں ہم ہر وقت مہذبانہ طریقہ سے جواب دینے پر طیار ہیں خدا کرے کہ انہیں حق و باطل کے انفصال کا خیال پیدا ہو اور جلدی بطالت سے نکلکر صداقت کے حامی بنیں + لطیفہ۔ عرصہ ایک سال کا ہوا کہ ہم ا۔۔ دفعہ دیوان حافظ تفریحاً دیکھ رہے تھے اتفاقاً خیال آیا لوگ اس میں فال ڈالتے ہیں آؤ ہم ایک فال ڈالیں دل میں ارادہ کیا کہ خدا تمام آریہ کریگا یا نہ بقاعدہ مقررہ جب ورق اٹھائے گئے تو یہ شعر نکلا ؎ دوش گفتم بکند لعلِ لبش چارۂ دل + ہاتف از غیب ندا داد کہ آرے بکند آرے کے لفظ کو آریہ سے جو نسبت ہے وہ نہایت ہی موزوں ہے بعد مطالعہ کے طبیعت حافظ علیہ الرحمتہ کی حق بیانی پر بہت محظوظ ہو گئی۔ آمین یا رب العالمین +

ردِّ خلعت اسلام

دیباچہ از ایڈیٹر

تحفہ شہید کا دوسرا نمبر بھی طالبان حق کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ مجھے اکثر بھائی خبردار کرتے رہے کہ میں آریہ مسافر کے تحریری مضامین کو حفاظت سے رکھوں۔ لیکن باوجود میرے احتیاط کے اس رسالہ کے ۱۰ صفحوں کا تحریری مضمون ایک نابکار نے غایب کر لیا۔ ہرچند کوشش کی گئی مگر گم شدہ صفحے دستیاب نہ ہوئے۔ مجرم کو تو اپنے جرم کی سزا ملگئی۔ لیکن مضمون ادھورا رہ گیا میرا ارادہ یہ بھی ہوا کہ اس کمی کو میں خود پورا کردوں۔ اول تو وہ رسالے نہ ملے جن کا کہ یہ جواب تھا۔ اور دوم میں پنڈت لیکھرام کی تحریر بجنسہ نظر ناظرین کرنا چاہتا تھا۔ چونکہ گم شدہ حصے میں دئے ہوئے جواب اکثر پنڈت جی کی دیگر کتب میں موجود ہیں۔ اس لئے واقعی کوئی بڑا نقصان نہیں ہوا +

منشی رام جگیاسو
جالندھر شہر۔ یکم ستمبر ۱۸۹۷ء

دیباچہ از مصنف

پرماتما ثناکار گیاں مے کی پرارتھنا کے بعد عرض خدمت ناظرین یہ ہے کہ منشی عبدالحمید صاحب نے فروری ۱۸۹۳ء میں اجمیر پہنچکر سربازار آریہ سماج

کے ممبروں کو ڈرا کسا سروع کیا۔ آریہ سماج نے اپنے مبارک نیتوں کے مطابق گالی دینا اور فحش بکنا اپنا شیوہ نہ سمجھ کر معقول طور پر مباحثہ کرنا ضروری سمجھا ماسٹر دُرگا پرشاد جی نے بصلاح ممبران سماج بارہ سوال لکھ کر اُن کی خدمت میں ارسال کئے۔ جس کا جواب مولوی صاحب نے جو کچھ دیا ہے اُس کی تردید ہم نے کر دی۔ ناظرین کرام آپ خود حق و باطل کی تمیز کر سکتے ہیں اور جان سکتے ہیں کہ راستی کدھر ہے مولوی صاحب کی طرح اپنے منہ میاں مٹھو بننا اپنا شیوہ نہیں ہے اور نہ عقلاء کا یہ طریقہ ہے۔ مولوی صاحب نے چونکہ ہمیں مخاطب بنایا ہے۔ بنا براں ہم نے آریہ سماج کی اجازت سے اس خدمت کو اپنے ذمہ لیا اور اخیر میں دو جوابی اشتہار بھی درج کر دئیے گئے جو مولوی صاحب کے اشتہاروں کے رد میں ایک دو ممبران سماج اجمیر نے شائع کئے تھے۔ اور وہی ہماری طرف سے اُن کی شکست آریہ کا جواب ہے۔ کیونکہ مولوی صاحب نے انصاف اور راستی سے کام نہیں لیا۔ ورنہ اگر وہ حق پسند ہوتے تو شکست آریہ میں ہمارے جوابی اشتہار بھی چھاپ دیتے۔ مگر انہوں نے کانے آدمی کی طرح صرف ایک آنکھ سے دیکھنا مناسب سمجھا۔ ہمیں خدا نے دو آنکھیں دی ہیں۔ بنا براں ہم یک طرفہ فیصلہ نہیں کرنا چاہتے۔ یہی سبب ہے کہ سب دونوں طرف کا حال گذارش کرتے ہیں ✦

مورخہ یکم جولائی ۱۸۹۳ء { خاکسار لیکھرام آریہ مسافر
از کہوٹہ ضلع راولپنڈی

آغاز کتاب

سوال ۱۔ روح مادی ہے یا غیر مادی۔ اگر غیر مادی ہے تو اس کا مادہ کیا اور اگر مادی ہے تو کس چیز سے بنائی گئی؟

جواب مولوی صاحب۔ روح غیر مادی ہے لیکن خدا کی زیر قدرت میں سب چیزیں داخل ہیں۔ خواہ مادہ ہو یا روح ورنہ لازم آئیگا کہ خدا روح اور مادہ کے بنانے سے عاجز ہو پس قادر مطلق نہ رہا حالانکہ خدا کے قادر مطلق ہونے کو تم خود بھی تسلیم کرتے ہو۔ (دیکھو آریہ سماج کا دوسرا اصول) ✦

تردید۔ جناب قادر مطلق کے معنے آپ نے مطلق نہیں سمجھے سنئے قادر کے معنے ہیں قدرت والا۔ طاقت رکھنے والا اور قدر کے معنے ہیں بالفتح اول و سکون دال عزت۔ بزرگی و بزرگ داشتن و اندازہ چیزے و اندازہ کردن و قسمت و روزی و تونگری و بے نیاز و طاقت بمعنی قضا و حکم و نہایت و اندازہ چیزے و حکم کل مجمل الٰہی در روز اول و اندازہ کردہ برائے بندہ و مرادف تقدیر و بمعنے مطلق اندازہ نیز آمدہ (از منتخب و مدار و بہار عجم و صراح و لمیات) اور مطلق کے معنے ہیں آزاد و بے قید رواں کیا گیا۔ یعنی آزاد شدہ از قید و حصر و بے خصومت و رواں کردہ شدہ و آنکہ آنرا قید نباشد (از کشف و منتخب) پس قادر مطلق کے یہ معنے ہوئے کہ جو اپنی تمام خداوندی کی طاقتوں میں آزاد ہے کسی دوسرے خدا کا محتاج نہیں اور نہ کسی چیز کا بلکہ سب چیزیں اُس کی محتاج ہیں۔ اور یہی مطلب سرو شکتی مان کا ہے۔ مگر نیستی کوئی چیز نہیں اور نہ اُس کا کوئی قادر مطلق ہے۔ جیسے جب کوئی زمین نہیں تو اُس کا کوئی زمیندار بھی نہیں اور اگر ہم کہیں کہ وہ اُس زمین کا زمیندار ہے جس زمین کا وجود ہی نہیں۔ تو اصل میں ہم زمیندار کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ آپ کا جواب اصل میں خدا کی ہستی سے انکار ہے جب مادہ یعنی ایٹم یا پرمانو خود ہی نیستی سے ہستی میں نہیں آ سکتے اور نہ معدوم ہو سکتے ہیں اور یہ صرف کہنا ہی نہیں یا محض ہمارا خیال ہی نہیں بلکہ اِس میں تمام سائنس دان ہمارے ساتھ اس کے ماننے میں متفق ہیں تو اُس کا سراسر محال اور اُس کا ماننا اور بھی باطل خیال ہے۔ مولوی صاحب جب مادہ ہی فنا پذیر نہیں اور نہ حادث ہے۔ تو روح جو غیر مادی ہے اور غیر فانی وہ کس طرح احداث کے قابل ہو سکتی ہے۔ اور لفظ عدم کا اُس پر یا مادہ پر کس طرح اطلاق پا سکتا ہے۔ جب یہ علم کے خلاف ہے اور ساتھ ہی عقل و تجربہ اس کے ماننے سے انکاری۔ اور تمام نیچر یا قانون قدرت میں اس کی مثال یا نظیر ایک بھی نہیں مل سکتی اور مل سکے کہاں سے جبکہ اس کا وجود ہی باطل ہے۔ تو پھر فرمائیے کہ ہم یہ عقیدہ یا مذہب بلا دلیل اور ثبوت کے کس طرح مان سکتے ہیں مولوی صاحب یہ شکتی یا طاقت نہیں بلکہ کمزوری ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کو مادہ کے استعمال میں قادر مطلق نہ سمجھیں اور نہ روحوں کو کرموں انوسار پھل دینے میں بلکہ اُس کو نیستی یا عدم پر قادر مطلق سمجھیں اور ناداری یا سوست کا مالک خیال کریں۔ کیا کوئی ایسا وجود خدا کہلانے کے لائق ہو سکتا ہے کیا ہمیشہ کے زمانہ سے کوئی بیسر و پا چیز قادر مطلق ہو سکتی ہے؟ کیا علم و عقل و تجربہ و مشاہدہ کے خلاف صفات سے موصوف کو ہم اللہ تعالیٰ یا مالک کل کہہ سکتے ہیں؟ کیا عدم کے ملک کا راجہ معدوم سے کچھ زیادہ ہے؟ اگر ان سب باتوں کا جواب نفی کے سوا کچھ نہیں۔ تو اسلام اس سوال کے جواب سے محض لاجواب ہے ✦

سوال ۲۔ جبکہ شیطان خدا کے ارادہ کو توڑ سکتا ہے تو فضیلت کس کو ہے؟

صفحہ ۷ و ۸ **جواب مولوی۔** خدا کے ارادہ قدرت کو کوئی نہیں توڑ سکتا وہ سب پر غالب ہے۔ پس اُس پر کسی کو فضیلت نہ ہوئی دیکھو آیتہ واللہ غالب علیٰ امرہ ولٰکن اکثر الناس لا یعلمون۔ خدا کے ارادہ کو کوئی نہیں توڑ سکتا وہ اُس پر غالب ہے۔ لیکن بہت سے لوگ سمجھتے نہیں۔ ہاں وید کے رو سے شیطان خدا کے ارادہ کو توڑ سکتا ہے ✦

تردید۔ یہ جواب مولوی صاحب کا سراسر قرآن و حدیث کی لاعلمی سے ناشی یعنے پیدا شدہ ہے اور اُن کی سادہ لوحی و ناواقفی پر مبنی ہے۔ ورنہ اس سوال کا جواب مسلمانوں کے پاس ہرگز نہیں۔ البتہ وہ اس کا جواب ایک طرح پر آسانی سے دے سکتے ہیں۔ بشرطیکہ شیطان کی تسلیم اور قرآن کی تعلیم سے انکار کریں۔ جب تک وہ اس سے منکر نہیں ہوتے شیطان کا تسلط اُن کے دل و دماغ سے نہیں ہٹ سکتا۔ دیکھئے **سورۃ یونس** ولو شاء ربک لاٰمن من فی الارض کلھم جمیعا افانت تکرہ الناس حتیٰ یکونوا مومنین۔ ترجمہ اگر خواستے خدا ایمان آوردند آنانکہ در زمین اند ہمہ ایشان یکجا۔ آیا تو جبر توانی کرد مرد ماں را تا مسلمان شوند۔ تفسیر حسینی میں لکھا ہے۔ آوردہ اند کہ حضرت رسالت پناہ بر ایمان قوم بغایت حریص بود۔ چوں ایمان نمے آوردند غبار ملال بر آئینہ دل بغل مبارک آنحضرت مے نشست حق سبحانہ این آیت فرستاد و ایمان خلق را بمشیت خود باز بست!! یہ سورۃ مکی ہے اور اُس وقت کی جبکہ قتال کا حکم نہیں ہوا تھا یعنی حضرت کمزور تھے۔ کئی مدت تک حضرت اسی طرح کا خیال پکاتے رہے مگر نہ ہو سکا آخر لڑائی پر کمر باندھی اور جبراً بذریعہ

تلوار کے لوگوں کو طوعاً و کرہاً مسلمان کرنا شروع کیا۔ اسی واسطے تفسیر حسینی میں لکھا ہے (کہ این آیتہ منسوخ ست بآیتہ قتال" (دیکھو جلد اول صفحہ ۴۲۹) مگر کیا ہوا باوجود سورۃ قتال کے نزول ہونے کے بھی تمام دنیا مسلمان نہ ہوئی۔ اور نہ ہوگی۔ لاکھوں آدمی جو تلوار کے زور سے محمدی ہوئے تھے۔ تلوار کے ٹکڑے ہوتے ہی ایسے پہلے مذہب میں چلے گئے۔ حالانکہ خدا بہت ہٹ دھرمی اور زور لگا رہا وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ ترجمہ کارزار کنید اے مسلمانان با ایشان تا آنکہ نباشد ہیچ فتنہ یعنی غلبہ کفر و باشد دین ہمہ اش برائے خدا پھر سورۃ انفال میں لکھا ہے ویرید اللہ ان یحق الحق بکلمتہ ویقطع دابر الکفرین الخ ترجمہ میخواست خدا کہ ثابت کند دین حق را بکلماتے خویش و ببرد بنیاد کافران را میخواست تا ثابت کند دین حق را و برطرف کند دین باطل را۔ اگرچہ ناخوشنود باشند گنہگاران۔ پھر سورۃ یونس میں ہے وما کان لنفس ان تومن الا باذن اللہ ترجمہ ہرگز نبود ہیچ نفسے را کہ ایمان آرد مگر بخواست خدا۔ اسپر تفسیر حسینی میں ہے و نشاید و نیست ہیچ تن را آنکہ ایمان آرد مگر بارادت و توفیق و قضائے الٰہی۔ اس آیت پر مولوی رومی صاحب نے لکھا ہے:۔

مرغنی را گفت مردے کائے فلاں	ہیں مسلمان شو بباش از مومناں
گفت اگر خواہد خدا مومن شوم	ور فزاید فضل ہم موقن شوم
گفت مے خواہد خدا ایمان تو	تا رہد از دست دوزخ جان تو
لیک نفس نحس و شیطان لعین	میکشندت جانب کفران و کیں
گفت اے معتقد چو ایشان غالب اند	یار او باشم کہ باشد زورمند

(مفصل دیکھو تکذیب براہین الاحمدیہ جلد اول صفحہ ۷۴)۔

لاکھوں آدمی مسلمان ہو کر برسوں حافظ قرآن رہکر بلکہ عالم و فاضل۔ قاضی و مفتی کی ڈگری (سند) پا کر غیر مذاہب میں چلے گئے اور جا رہے ہیں ہم نے رسالہ جہاد میں ہی بہت سی شہادتیں دی ہیں پس یہ آپ کا جواب سراپا ناصواب ہے اور شیطان برابر رحمان و یزدان کے ارادوں کو توڑ رہا ہے اور اُسے مایوس کر رہا ہے یاد رہے اہل الوید وہ نہ تو شیطان کو مانتے ہیں اور نہ اُس کی ہستی کے قائل۔ بنا براں سارے الزام قرآن اور اسلام کے ذمہ ہیں وہ ان الزاموں سے کسی حالت میں بھی بری نہیں ہو سکتا +

سوال ۳۔ خدا ہر جگہ موجود ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو محمد صاحب کیوں آسمان پر خدا کی ملاقات کو گئے؟

۸-۱۵- جواب مولوی۔ خدا کی ہستی محض بسیط۔ نورانی۔ ازلی اور ابدی ہے۔ ہر ایک شرکت اور شائبہ نقصانات سے بالکل مبرا۔ ذاتیات و رہبانیات سے وراء الورا۔ اُسکا وجود عین ذات ہے۔ جسکی قدرت عیاں و ذرات ہے۔ غیر محدود ہر ایک پلید اور ناپاک جگہ کے رہنے سے پاک صاف اور ہر بلندی و پستی میں اُس کی حکمت کا جگمگاتا آفتاب نہایت آب و تاب کے ساتھ اپنی شعاعیں چھوڑ رہا ہے۔ ذرہ ذرہ میں اُسکے نیر علم کی کرنیں پانی کی طرح بہتی ہوئی نظر آتی ہیں پس معلوم کرنا چاہیئے خدا آسمان اور زمین سے وراء الورا لامکاں میں ہے اور اُس کے علم نے تمام چیزوں کو ایسا گھیر رکھا ہے کہ ذرہ ذرہ اُس کے علم سے باہر نہیں یعنی تمام زمین اور آسمان اور تمام کائنات اور سب کے سب موجودات اُسکی ذات بابرکات کے سامنے ایسے ہیں جیسے ایک بڑے طشت میں چھوٹا سا دانہ رائی کا۔ اور اُس کے پاس کا بیٹھا ہوا شخص اُس دانہ رائی کو باریک نظر سے دیکھ رہا ہو تو جسقدر اس دانہ کے اندر جوہر یا اوصاف ہونگے اُن سب کو وہ ایک ہی نظر سے دیکھیگا۔ یہ بھی مثال ذات باری کی ہے ورنہ رائی کے اندر کی سب چیزوں کو وہ آدمی قریب بیٹھا ہوا اُس کو ایک ہی نظر سے دیکھ رہا ہے۔ ہر ایک یہ خیال کریگا۔ یہ آدمی میرے پاس موجود ہے حالانکہ وہ آدمی اُس سے علیحدہ بیٹھا ہے اسی طرح کرہ زمین کے رہنے والے یہ کہتے ہیں کہ خدا ہمارے پاس موجود ہے۔ دوسری مثال آفتاب جس معمورہ عالم پر افق سے طلوع کرتا ہے۔ تو اُس معمورہ پر اپنی شعاعیں ایک ہی آن میں علے الطریق المساوات چھوڑتا ہے اور ہر شہر کا رہنے والا یہ باور کریگا کہ اسوقت ہمارے شہر میں آفتاب نکلا ہوا ہے۔ باوجودیکہ وہ فلک چہارم کے بارہویں برج کے کسی حصہ میں تا ہے لیکن سکو اُس کے اپنے اپنے مکاں میں ایک ہی آن میں دکھلائی دیتا ہے۔ گو اُنکے مکانوں میں مہماں کے طریق پر اُترا ہوا نہیں ہے مگر پھر بھی سب یہی کہتے ہیں کہ ہمارے شہر میں ہمارے مکان میں موجود ہے پس ہم آریوں سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ کسی شہر کا رہنے والا کہ جہاں آفتاب طلوع کر رکھا ہو کرہ آفتاب سے اگر ملنا چاہے تو کیا اُس شہر میں اور اُسی گھر میں بلا حس و حرکت کے اندر بیٹھا ہوا کرہ آفتاب سے ملسکتا ہے۔ تو لو ہرگز نہیں۔ پس یہی عالم ہے رسول خدا کے معراج کا گو کہ خدا کے پرتوے اور جلال نے کعبہ اور غیر کعبہ پر اپنا جلوہ من حیث الوجود برابر ڈال رکھا ہے۔ اور اُس کے علم اور نور کا جلوہ ہر جگہ موجود ہے۔ جیسے آفتاب کی روشنی۔ لیکن اگر کوئی خدا سے ملنا چاہے تو ضرور اُسے لامکان تک جانا ہوگا۔ لہذا رسول کریم جو خاص اس کرہ زمیں کے رہنے والے ہیں جو خدا کی ذات کے سامنے حبہ خردل سے بھی کہیں فروتر ہے۔ یہ مسافت طے کر کے خدائے لایزال سے لامکان میں ملنے گئے" مسلمانوں کا خدا ہر نامناسب جگہ کے رہنے سے بالکل مبرا و منزہ۔ لامکان اسکے مقام کا عنوان ہے زمین و آسمان سے وراء الورا ہے" کل کرہ تیرہ ہیں چار اربعہ عناصر کے اور ۹ افلاک کے اور وہ باہمی ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح لپٹے ہوئے ہیں جیسے پیاز کے پردے۔ فرق اس قدر ہے کہ پیاز میں درجہ یعنے فاصلہ نہیں اور افلاک میں فروج یعنے فاصلے ہیں۔ سب سے اول مرکز یا مرکز کے قریب کرہ زمین کا ہے اُسکے بعد کرہ پانی کا۔ اُس کے بعد کرہ ہوا۔ اُسکے اوپر کرہ نار۔ اُس کے بعد فلک اول۔ پس ثانی بعدہ ثالث بعدہ رابع پھر خامس پھر سادس پھر فلک الافلاک۔ بعدہ عرش و کرسی۔ اُسکے بعد لامکان"۔ ازاں بعد غور کرنا چاہیئے۔ کہ کل کرہ افلاک ایسے مجلا اور مشقل ہیں کہ نظر کو تاب نہیں جو اُنکے جگمگاتے جرم پر ٹھیر جائے۔ لیکن شان کبریائی نے ساتویں فلک کو واسطے بند کرنے اور روکنے نظر کے مائل بہ نیلگوں بنایا ہے اِس میں فلسفہ یہ تھا کہ تا نظر کو سب کروں کی سیر کے لئے کوئی سہارا مل جائے"۔ اور ہر ایک کرہ باستثنا فلک الافلاک مکاں ہے اور جو مستقر فیہ ہے وہ مکین اور محدود ہے اور ہر مکین حادث بالذات ہے" خدا کے ہر جگہ موجود ہونے کے کیا معنے آیا اُس کے یہی معنے ہیں جو بعض بافہم آریوں نے سمجھے کہ خدا ایک ایک چیز کے اندر ہے خواہ افلاک ہو یا خاک۔ جوہر ہو یا عرض۔ شجر ہو یا حجر۔ در ہو یا دیوار۔ بالاخانہ ہو یا تہ خانہ۔ بے شباب ہو یا بتخانہ۔ سگ ہو یا خوک۔ شیر ہو یا بلی۔ سانپ ہو یا بچھو۔ اُلّو ہو یا بجو وغیرہ میں ایسے اعتقاد کا ماننے والا نزدیک شریعت اور طریقت اور حقیقت اور معرفت کے علم سلیم اور فہم مستقیم سے بہت گرا ہوا ہے اور نہ یہ خیال کسی معرفت کامل تک پہنچ سکتا ہے"+ تردید آپکی علمی لیاقت تو پلید کو پلیت اور مصقل کو مشقل لکھنے سے ظاہر ہے

؎ پلید بدال صحیح است و بجائے دل تائے وقاتی نوشتن و گفتن خطا ست۔ از حیات

اُنہ اس لیاقت پر طرطراق یہ کہ جامع علوم عقلی و نقلی مولانا مولوی اور رسم خط سے آگاہی یہاں تک کہ پیشاب کو پیشاب لکھا۔ اسپر بھی اگر کوئی لیاقت پر فقانہ ہو اور فضیلت کی ڈگری عطا نہ کرے تو اُسکا قصور۔ فارغ التحصیل ہونے کی شہادت تو کتابوں کے نام لکھنے سے ظاہر۔ بایں ہمہ اکثر الناس لایعلمون یعنے اکثر لوگ آپکی اندرونی علمیت سے بے علم ہیں۔ خداتعالےٰ کی بابت جو کچھ خیال آپنے ظاہر کئے ہیں اُنسے بخوبی واضح ہے کہ آپ اُسے سب آسمانوں سے اوپر عرش پر یا لامکان میں مانتے ہیں اور پھر منطقی لیاقت یہ کہ ہر ایک کرہ ماستثنائے فلک الافلاک مکان ہے غرضیکہ آپکی اس ساری بیہودہ کوشش سے اچھی طرح ہویدا ہوگیا۔ کہ ایک محدود خیر جو محدود عرش پر مقیم یا کوہ طور پر موسیٰ سے کلیم ہے اُسے آپ رحیم و کریم تسلیم کئے ہوئے ہیں دیکھو ثم استوی علے العرش اسی عرش اثباتی اور رکین آسمانی کو معراج یعنی زینہ لگا کر حضرت محمد صاحب آسمان پر ملنے گئے تھے پس کوئی شک نہیں کہ وہ محدود ہوگیا سرب بیاپک نہ رہا۔ وہ خدا صرف فردوس مکانی ہو کر چشم عبرت یا حیرت سے حسرت کے طور پر دنیا کو دیکھ رہا ہے بقول سعدی ہمہ وقتش مگر الست کہ ملکش باد گرانست۔ جو خدا کبھی کبھی نادر شاہ یا احمد شاہ کی طرح لوٹ مار کرجاتا او کبھی کبھی اُتر کر برج بابل یا مسجد کعبہ کی سیر کرجاتا ہے اور جو خصوصاً جمعہ کے روز مدینہ منورہ میں اترا کرتا ہے یا نزول فرماتا ہے۔ جسکے تخت کو فرشتوں نے کندھوں پر اٹھایا ہوا ہے ایسے خدا کے محدود ہونے میں کون شک کرسکتا ہے۔ اور پھر آپ کی دو مثالوں نے اور بھی میدان صاف کردیا جیسے ہندوؤں کا خدا بیکنٹھ یا کھیستر سمندر میں براجمان ہے اور عیسائیوں کا خدا چوتھے آسمان پر یا قالب ثالثہ میں جلوہ کناں اُسی طرح محمدیوں کا خدا بھی عرش معلی کے مجلہ حجرہ میں مجلہ نشین معشوقہ سے بڑھکر نہیں ہے اور وہ بھی حجاب میں محجوب بھی ہے۔ اسکا باعث معلوم نہیں شاید سورۃ حجاب کے نزول سے پہلے بیحجاب ہو مگر کیا وہ باعث حجاب کا تو نہیں جو سعدی علیہ الرحمتہ نے لکھا ہے ؎

خوبرویاں کشادہ رو باشند تو کہ در پردۂ مگر زشتی

مگر کیا ایسا محدود اور ایک دیسی خدا ہوسکتا ہے؟ جسطرح ایک آدمی علم جانتا ہے کہ فلاں جگہ فلاں کتاب ہے مگر اُسکا کوئی تصرف اُسپر نہیں اور نہ قبضہ ہے مسلمانوں کے دلمیں تو بموجب حدیث شریف کے ایک ایک نہیں نہیں بلکہ بموجب قول مولوی صاحب کے ستر ستر شیطان موجود ہیں۔ خدا کا وہاں نام و نشان بھی مفقود ہے اور کیوں مفقود نہ ہو اُسکو علمائے اسلام نے عرش کے اوپر کسی غار میں اصحاب کہف کی طرح سُلا دیا یہی سبب ہے کہ اب دُنیا میں اُسکا راج بھی نہیں بلکہ بقول بائیبل کے اس جہان کا بادشاہ ابلیس ہے پس ایسا غیر متصرف خدا۔ محدود اور ایک دیشی سرب بیاپک یا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے سے بے بہرہ ہے۔ وہ وحی تنزیل میں جبرئیل کا اور گمراہی خرابی میں عزرائیل کا اسیطرح بیٹھنے یا آرام فرمانے میں عرش و کرسی کا محتاج ہے۔ خدائی اور صفات خداوندی کیلئے وہ ہرگز لائق نہیں۔ ممبران آریہ سماج یا پیرواں وید مقدس ہمہ اوست کے قایل نہیں کیونکہ یہ تو ایک ہی ہیں جیسے بت پرست و مورتی پوجک ہم لوگوں کا ایشور کی بابت یہ اعتقاد ہے کہ وہ سچدانند سروپ۔ نراکار۔ سروشکتی مان۔ نیارکاری۔ دیالو۔ اجنما انت۔ نردکار۔ انادی۔ انوپم۔ سرو ادہار۔ سرویشور۔ سرو بیاپک۔ سرو انتریامی۔ اجر امر ابھے۔ نت۔ پوتر اور سرشٹی کرتا ہے۔ اُسی کی اُپاسنا کرنی یوگ ہے مفصل تشریح ہر ایک کی دیکھو آریہ سماج کے اصول مسرح) بیاپ اور بیاپک سمبندھ کے جاننے والوں نے جب قدر ایشوری گیان کے بھنڈار کھونے ہیں وہ دوسروں کی کیا طاقت اور کیا یارا۔ تشریح تو در کنار اُنکے لئے سمجھنا بھی مشکل ہے۔ ہمارا تو اعتقاد ہے ؎

نافہمی تیری پردہ ہے دیدار کیلئے
ورنہ کوئی نقاب نہیں یار کیلئے

اور قرآن کے مطالعہ سے جو لوگ اُسکی تہ کو پہنچے ہیں اُنکی بابت تفسیر حسینی میں ہے کہ اعزہ[1] درشرح گلشن راز نوشتہ کہ ہر عین از عیان موجود فی الخارج را دو اعتبار ہست یکے من حیث الحقیقۃ و آن عبارت ست از ظہور نور حق در صور مظاہر ممکنات و این را حق شہود گویند و اعتبار دوم من حیث التشخیص والتعین و ازیں حیثیت ست کہ ایشانرا ممکن میگویند و خلق نیز نامند و جمیع نقایص موجودات ممکنہ ازیں توجہ منسوب میدارند۔ مثنوی

از رہ صورت نماید غیر دوست چون نظر کردی بمعنے جملہ اوست
زاں یکے ماعندکم ینفد ست جز پے ماعند گو باقی مشو

ماعندکم ینفد اشارت باعتبار ثانی ست و ماعند اللہ باقی اشارت باعتبار اول (تفسیر حسینی جلد اول سورۃ النحل صفحہ ۳۷۴) شاہ نیاز نے کہا ہے ؎

سمایا ہے جب سے تو آنکھوں میں میرے جدہر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

مشہور عالم سرمد جسنے علمیت سے ولایت کو حاصل کیا اسکا قول ہے بہنگام قتل جلاد کی صورت کو دیکھکر ؎

ز تیغ جور تو من کے ہراسم بہر رنگے کہ آئی مے شناسم

باقی رہا محمد صاحب کا زینہ لگا کر آسمانوں پر اُسکے ملنے کے واسطے جانا یہ علمی و عقلی طریقہ سے باطل ہے۔ جاہلوں کے سوائے تمام دُنیا کے عقلمند کشش ثقل کے مسئلہ کو مانتے ہیں۔ اور اس بات کے بھی قایل ہیں کہ زمین اور سورج کے درمیان قوت کشش یعنی آکرشن شکتی نہایت زبردست طاقت سے کام کررہی ہے مگر اسکے ماننے سے معراج محمدیہ کا رد خود بخود ہوجاتا ہے بلکہ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ کوئی عقلمند اس مسئلہ کے ماننے والا معراج محمدی کا قایل نہیں ہوسکتا اور نہ یقین کرسکتا ہے۔ کیونکہ کوئی مادی چیز اسکی تاثیر سے باہر نہیں ہوسکتی علےٰ ہذا حضرت کا مادی جسم بھی اس کی تاثیر سے الگ نہ تھا۔ بنا برآں آنحضرت کا جانا اور آنا سراسر باطل ٹھیرا اور سب سے آسان وجہ اس کے بطلان کی یہ ہے کہ کسی نے انکو آتے جاتے نہ دیکھا اور نہ وہ گئے بلکہ جسکے پاس چارپائی پر سوتے تھے وہ بھی انکاری ہے۔

جارج سیل صاحب انگریزی قرآن کے دیباچہ میں فرماتے ہیں "جو عزت محمد کی اس وقت ہے اُسکی اُسکو بالکل امید نہ تھی۔ اسی واسطے اُسنے یہ جھوٹے دعوے کئے تاکہ موسیٰ کی طرح عزت پاؤں تاہم اُسکے معراج کا ذکر ایسا ردی اور لغو معلوم ہوا کہ اُسکے پیروؤں نے اُسکو چھوڑ دیا۔ اور میں اس بات کو سوچنے کے لئے تیار ہوں کہ یہ جھوٹی بات باوجود لغویت کے ایک بڑا بھاری مکر کا کام تھا جو محمد نے عمداً کیا اُس شہرت کے حاصل کرنے کے لئے جسکو کہ اُس نے بعد مرگ حاصل کیا" (صفحہ ۴۴ سطر ۳۹ سے ۴۸ تک)

اور سوائے چند ضعیف الاعتقاد آدمیوں کے بڑے بڑے فاضل محمدی بھی اس سے انکاری ہیں۔ مشکوۃ سے ظاہر ہے کہ کوئی پانچویں سال کوئی چھٹے سال اور کوئی بارہویں سال بتلاتا ہے اور سال کے بارہ میں ہی اختلاف نہیں بلکہ مہینوں کا بھی سخت اختلاف ہے کوئی ربیع الاول کوئی ربیع الآخر کوئی رمضان کوئی شوال۔ کوئی رجب بتلاتا ہے اور صرف یہی نہیں کہ جب حضرت نے یہ معراج آسمانی کی کہانی سُنائی کل مسلمانوں نے بھی اعتبار کرلیا ہو نہیں نہیں بلکہ بہت سے مسلمان بھی اُسوقت اُس سے مرتد ہوگئے اور حضرت کے مخالف بنگئے۔ اس کے بعد خود مصنف مشکوۃ رائے دیتا ہے "فہم اینمعنی از حوصلہ ادراک گرفتاران مضیق حس و عادت بیرون ست ایجا ایمان باید آورد و کیفیت آن بعلم الٰہی تفویض باید نمود و بحقیقت تمام اطوار نبوت و وحی و معجزات از حیطۂ عقل و قیاس بیرون اند ہر کہ آنرا تابع قیاس موقوف فہم و ادراک عقل خود دارد و گوید تا معقول من نشود نمیگردم و اعتقاد نکنم از نصیبہ ایمان محروم باشد" (مشکوۃ جلد چہارم صفحہ ۵۵۱)

[1] اعزہ جمع عزیز یعنے بزرگاں۔ از غیاث ۱۲

لطیفہ۔ ایکدن محمد صاحب معراج کی کہانی سنا رہے تھے۔ کہ اس طرح میں رات کو خدا سے ملاقات کرنے کے واسطے ہفت آسمان سے اوپر عرش و کرسی کے پاس خدا سے ملنے گیا۔ ایمان لاؤ اور یقین کرو۔ ایک یہودی یا پادری نے عرض کی کہ حضور اپنا ایک پاؤں اٹھایئے حضرت چونکہ اسکی دلی آرزو سے ناواقف تھے فوراً ایک پاؤں اٹھا لیا۔ آپنے پھر عرض کی کہ دوسرا بھی اٹھا لیجئے۔ فرمایا کہ کس طرح اٹھا سکتا ہوں تب پادری نے عرض کی کہ آپ پھر ایسا فضول معراج آسمانی کا دعوے کیوں کرتے ہیں اس سے بہتر ہے کہ خاموش رہیں۔ حضرت کچھ معقول جواب نہ دے سکے۔ اسی مطلب کو محمد محسن صاحب فانی نے دبستان مذاہب میں اس طرح بیان کیا ہے "چون نتوانست بحضور منکران تا جسد باسمان رساند چہ سان معراج او جسمانی بود و چون سیاورد لوستہ بچہ طریق مصحف ازو نازل شد" (صفحہ ۲۱۸ سطر ۲۲) اب اے ناظرین آپ معراج کی حقیقت سمجھ گئے ہونگے کہ کیسی فضول تاویلیں کرکے لوگ دنیا کو گمراہ کرتے ہیں اور کس طرح زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں علم ہیئت و جغرافیہ جاننے والے اس قرآنی عرش و کرسی کی حقیقت بخوبی جانتے ہیں کہ یہ محض خیالی روایت ہے اور دین کی ترقی کے لئے طبعزاد حکایت اسکا نہ سر ہے نہ پیر محض اللہ اللہ اور خیر صلا ہے۔ ہم نے فاضل اجل حکیم بو علی سینا کی رائے بھی نسخہ خبط احمدیہ میں ثبت کر دی ہے۔ مولوی صاحب ضرور ملاحظہ فرمادیں اور فضول توہمات سے باز آویں۔ مولوی صاحب نے ساتویں آسمان کا تو نیلا رنگ بتلا ہی دیا۔ بس اب ثبوت دعوے میں کیا کمی رہی ہر کہ شک آرد کافر گردد۔ اس روشنی کے زمانہ میں ایسی کتابوں کے شائع ہونے کی اشد ضرورت ہے جسقدر ایسی کتابیں مشتہر ہونگی۔ اسلام کی رونق کافور ہوتی نظر آئیگی۔ کیونکہ اب علم و عقل کا زمانہ ہے بہانہ بنانے اور بیہودہ ہتھکنڈوں سے کام چلانا مشکل ہے۔ پس ہم بڑے زور سے کہہ سکتے ہیں کہ ایسے خیال باطلہ حقیقت اور معرفت کی علم سلیم اور صراط المستقیم سے بہت گرے ہوتے ہیں اور بعض کسی دربات کے وہ اپنے ثبوت کے خود محتاج ہیں سید ناصر علی صاحب نے سچ کہا ہے ؎

سیر افلاک بپا مردی خود ممکن نیست   کعبہ و دیر رہا کن کہ دریں راہ سنگ اند

سوال ۴۔ بہشت دوزخ کہاں ہیں اور اُن کے ہونے کا کیا ثبوت ہے۔
بہشت میں ایماندار مومنہ یعنی ایماندار عورت کو کیا ملیگا۔

۱۶ و ۱۸۔ جواب مولوی۔ بعد مرنے کے نیکو کار کو اُس کی محنت و نفس کشی کے صلہ میں اُسکے خالق کی طرف سے انعام ہے اور ہمیشہ رہنے کیلئے ایک نہایت اعلٰے اچھا مقام جسکا نام جنت ہے اور نافرمان و بدکاروں کیلئے ایک جیلخانہ سزا کیلئے آگ کا دہکتا ہوا تیار ہے اور اپنی ذات کے مسکینوں کے لئے منہ کھولے ہوئے ہے کہ کب کوئی میرا منکر مرے اور میں اُسے اپنے اندر لیکر مشاہدہ کراؤں۔ جو اہل کتاب و مشرکین سے ہمارے نبی صلعم اور ہماری سچی کتاب کا منکر ہوا وہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جلتا رہیگا۔ نہ کہ وید کی بابت کہ مرنے کے بعد نہ جنت ہے نہ دوزخ۔ باقی رہا ایک جواب کہ عورت مومنہ کو بہشت میں کیا ملیگا۔ اگر اُسکے شوہر کا نیک خاتمہ ہوا تو یقیں اس امر کی طرف مبنی ہے کہ وہ عورت اسی طرح جنت میں اپنے اُسی ایک شوہر کے تحت زوجیت میں رہنی چاہئے گو کہ اس کے شوہر کو اور بھی نکاح کی ضرورت ہو اور اجازت بھی دیجائے۔ باقی رہا یہ امر کیا وجہ ہے کہ مرد کو کئی کئی عورتوں کے رکھنے اور نکاح کے کرنیکی اجازت ہے اور عورت کو نہیں۔ اس کا فلسفہ یہ ہے کہ عورت بمنزلہ زمین کے ہے اگر اسمیں مختلف قسم کا بیج و نطفہ پڑے اور ایک عورت چند آدمیوں کے ماتحت رہکر باری باری صحبت کے لئے اجازت دے اور ہر ایک کا نطفہ رحم میں قرار پکڑے تو نتیجہ اور پھل یہ برآمد ہوا کہ وہ بچہ مشترک پیدا ہوگا اور ہر ایک اس امر کا مدعی رہیگا کہ یہ لڑکا میرا ہے اور فرض کیجئے کہ وہ سب نسل میں مختلف ہیں تجویز فرمایئے کہ وہ برہمن ہو یا کھتری۔ او سوال یا اگروال اور اُسکا نکاح کس کفو میں ہونا چاہیئے اسی بنا پر کسی کا حسب و نسب قائم نہیں رہ سکتا۔ جسکا باقی رہنا ایک امر ضروری ہے۔ علاوہ بریں اور بہت سی خرابیاں ایسی واقعہ ہوتی ہیں کہ جنکی تفصیل اس مختصر میں رقم پذیر نہیں ہو سکتی نیوگ کا مسئلہ نہیں کہ پانچوں پانڈے ایک ہی ارجن جی کی ناری کو باری باری بھوگیں

(اس کے بعد اصل مینو سکرپٹ کے لکھے ہوئے ۱۰ صفحہ گم ہو گئے۔ ایڈیٹر)

کہ افعال رذیلہ کے لئے محرک ہو۔ اس وجہ سے کہ محرک یعنی صلاح دینے والا اور خالق یعنی اُس کام کے بنانیوالا ان ہر دو معنے میں یوں بُعد آسمان زمین جیسا ہے۔ کیونکہ ایک کسی کام کا خود کرنا اور ایک اُس کے کرنے کے لئے رائے و صلاح و مشورہ کا دینا ان ہر دو معنوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ پس اہل اسلام کا یہ پہلا مسئلہ ہے کہ جسقدر افعال رذیلہ ہیں۔ ان سب کا مشیر شیطان اور پیدا کرنیوالا رحمان ہے۔ اسوجہ سے کہ رحمٰن کی شان سے بعید ہے جو ایسے افعال کی طرف آدمیوں کے دلوں کو متوجہ کرے کہ جسکے پاداش میں وہ خود سزا دینے کے لئے ہر وقت طیار ہو۔ خدا سب چیزوں کا خالق ہے مگر بُرے کام کی ہدایت نہیں کرتا اور نہ اُنکا مشیر ہے جو بُرے کام کا مشیر ہے وہ شیطان ہے۔

تردید۔ یہ تو ہمکو پہلے سے معلوم ہے کہ توریت و انجیل و قرآن میں شیطان کا بہت حال لکھا ہوا ہے مگر ان کتب سے بہت پہلے اس کا وجود ژند اوستھا میں ہے اور وہی اصل میں اس شیطانی ہستی کا موجد ہوا۔ موسیٰ وغیرہ نے سلسلہ وار اُسکی تقلید کی اُسنے اپنے خیال میں سوچا کہ پاک خدا سے بدی کا نکلنا محال ہے پس وہ بدی کا خالق نہیں وہ تو یزدان یعنی نیکی کا خالق ہے۔ بدی کا خالق اہرمن یعنی شیطان ہے۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم وغیرہ کئی آیات قرآنی سفرنگ و سایتر کی لفظ بلفظ نقل ہیں۔ جو زبانی سلمان پارسی کے جو حضرت کا صحابہ تھا مشکر قرآن میں درج کردیں جس الزام سے بچانے کے واسطے زردشت نے شیطان یعنی اہرمن کو ایجاد کیا تھا۔ وہی الزام محمد صاحب نے پھر خدا کے ذمہ لگایا۔ اور دونو کو ملا کر ایک خالق ٹھیرایا۔ غالباً فتبارک اللہ احسن الخالقین کے بھی یہی معنے ہیں اور حدیث میں ہے لا تحرک ذرۃ الا باذن اللہ یعنی ایک ذرہ بھی ہل نہیں سکتا بغیر حکم اور حرکت خدا کے یعنی سب کام خدا کی تحریک سے ہوتے ہیں آپ ایسی معاملہ فہمی سے جس تحریک کا ملزم شیطان کو سمجھتے ہیں مصنف حدیث وہ الزام بھی خدا کے گلے مڑھتے ہیں۔ مصنف قرآن شیطان کو عصیان کا ٹھیکہ دار سمجھتا ہے۔ کہ وہ رحمان سے بدکاری و گنہگاری کا ٹھیکہ لیکر گمراہی خلایق پر مقرر ہے اور ٹھیکہ کی میعاد قیامت تک ہے یا جبتک خدا چاہے بیسیوں آیتیں قرآن میں موجود ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا گمراہ کرتا ہے مہر کرتا ہے خدا کافروں کے دلوں پر۔ جسکو غلطی میں ڈالے اللہ تو ایسا کوئی نہیں کہ اُسے سوجھا دے۔ اللہ اسی طرح گمراہ کرتا ہے کافروں کو (مفصل دیکھو نسخہ خبط احمدیہ صفحہ ۲۵۱ سے ۲۵۴ تک) اسکے علاوہ اور بہت سی آیات سے ثابت ہے کہ خدا و شیطان کا ایک ہی کام ہے یعنی شیطان بھی وہی کام کرتا ہے جو خدا۔ خالق تو آپنے بھی شیطانی اور ملکی صفات کا رحمان مان لیا۔ باقی رہا محرک یا مشیر یا صلاحکار وہ اگرچہ آپنے شیطان کو لیا۔ اور رحمٰن انسان کو مگر ساتھ ہی یہ بھی لکھدیا ہے کہ ایک ایک آدمی کے ساتھ ستر ستر اُسکے ساتھ واثق ارادہ رکھنے والے جن (شیطان) انسان کے ہلاک کرنے اور عمیق در عمیق گڑھے میں ڈالنے کی غرض سے رات دن اس انسان کے ساتھ وابستہ ہیں اور اُن کی بڑے ابلیس کی ایک پوری سلطنت ہے جسپر وہ حکمران ہے اور اُسکو مبدا روز قیامتی سے تا زمانیت خلق اللہ ایسی صورت اور قدرت عطا کی ہے کہ وہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہوا کی مانند تمام دنیا کا سفر کر سکتا ہے اور لہو کی طرح رگ رگ میں انسان کے گھس جاتا ہے اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا کی ذات میں جانے گفتار میں ہے کہ جسنے ایسی شیطان

ہستی کو قایم کیا!! آپ خیال کر سکتے ہیں کہ جب اتنے زبردست دشمن انسان پر مقرر ہیں تو انسان کا کیا یارا کہ بدی سے بچ سکے یا نیکی کر سکے۔ خدائے قرآنی کے حسب حال کسی نے دیا ہے۔

؎ درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
باز میگوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

پس قرآنی اعتقاد کے مطابق بدیوں کا محرک و کاسب اور خالق شیطان ہے اور نیکی کا محرک و کاسب و خالق رحمان یا سب بد و نیک کا خالق و فاعل خود خدا ہے۔ اسی خدا کی جان کو رونے والے شاعر کہتے ہیں ؎

گرچہ نہ مختار و فاعل ہرچہ ہست از حکم تست
پس سزاوار گناہم این ہمہ تعزیر چیست

دوسرا کہتا ہے ؎

چوں این بنیاد بد را خود فگندی
گناہ خویش تا بر ما چہ بندی

تیسرا کہتا ہے ؎

در کوئے نیکنامی ما را گذر نہ دادند
گر تو نمے پسندی تغییر کن قضا را

سوال ۶۔ محمد صاحب کے سب سے بڑے معجزہ شق القمر کا تاریخی اور علمی ثبوت کیا ہے؟

۲۱-۲۶۔ جواب مولوی۔ سوانح الحرمین میں لکھا ہے کہ شہر دہار جو دریائے چنبل صوبہ مالوہ میں واقع ہے۔ وہاں کا راجہ اپنے بالاخانہ پر رات کے وقت بیٹھا ہوا تھا۔ کہ یکبارگی اُسنے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور پھر مل گیا۔ صبح کو حاضر اجلاس ہو کر اپنے پنڈتوں کو جمع کر کے یہ ماجرا بیان کرنے کے بعد حقیقت حال سے استفسار کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک پیغمبر عرب میں پیدا ہو گا اُس کے ہاتھ پر معجزہ شق القمر ظاہر ہو گا چنانچہ اس راجہ نے ایک ایلچی محمد صاحب کے پاس بھیجا اور ایمان لایا۔ آپنے اُسکا نام عبد اللہ رکھا اور قبر اُس راجہ کی اُس شہر کے ماہراب تک زیارتگاہ ہے اور تاریخ فضلی میں نام اصلی اس راجا کا بھوج لکھا ہے۔ ایسا ہی توریت میں حضرت یوشع کے لئے آفتاب کا ٹھہر جانا لکھا ہے۔ یہ ایسا عجیب و غریب معاملہ تھا مگر کسی اہل تاریخ نے اس کو درج نہیں کیا۔

تردید یہی بے بنیاد ثبوت مرزا صاحب قادیانی نے سرمہ چشم صفحہ ۷۰ پر بھی لکھا تھا جس کا جواب ہم نے نہایت واضح طور پر نسخہ خبط احمدیہ میں دیدیا ہے آپ کا بیان کردہ ثبوت کئی وجوہ سے باطل ہے۔

وجہ اول۔ محمد صاحب کی کسی حدیث یعنی صحاح ستہ میں اس کا مطلق ذکر نہیں اور نہ نام و نشان ہے۔ وجہ دوم۔ زمانہ محمد صاحب کی بنی ہوئی کسی کتاب میں خواہ وہ فسانہ ہو یا تاریخ اسکا پتہ نہیں۔ بلکہ غیر ملک کی کسی کتاب میں اس کا اشارہ نہیں۔ وجہ سوم ہندوستان تو درکنار عرب میں بھی کوئی ایک آدمی اس کو دیکھ کر مسلمان نہ ہوا اور نہ کسی کافر کے سامنے محمد صاحب نے اپنی جین حیات میں اسکا ذکر کیا۔ وجہ چہارم سوانح الحرمین کوئی ایسی کتاب نہیں جسکو ہم نے آجتک دیکھا یا سُنا ہو۔ آپ بتلائیے کہ وہ کب تصنیف ہوئی۔ کسنے تصنیف کی اور کہاں اور کتنی قیمت پر ملسکتی ہے اور اُس کے کل کتنے صفحے ہیں اور کس مطبع میں کس زبان میں طبع ہوئی ہے اور اُسکے کس صفحہ پر یہ لکھا ہے اور اسی طرح تاریخ فضلی کا بھی نشان دو تاکہ ہم تحقیق کر کے آپکے بیان کی صداقت پرکھیں۔ وجہ پنجم۔ ہم نے ایک خط جو بنام سکرٹری آریہ سماج اوجین کے ارسال کیا ہے بدیں مضمون ہے۔ مہاشہ منتری صاحب نمستے۔ دہار یا دہارا ایک قصبہ یا شہر دریائے چنبل کے مالوہ میں اجین کے پاس۔ وہاں سُنا گیا ہے کہ کسی ایسے ہندو راجہ کی قبر ہے جو محمد صاحب کا معجزہ شق القمر دیکھ کر مسلمان ہو گیا تھا کیا یہ سچ ہے؟ آپ ضرور وہاں تشریف لا کر دریافت کر کے مجھے اطلاع دیویں کہ اصل واقعہ کتنا صحیح ہے اور کیا ایسا واقعہ وہاں مشہور ہے اور کسی ایسے ہندو راجا کی خانقاہ وہاں ہے جس کا اصلی نام بھوج اور مسلمانی نام عبد اللہ ہے۔ آپ مجھے مفصل حالات سے مطلع فرماویں کہ وہ کب ہوا ہے اور اُسکی بابت آپ نے کیا سُنا ہے۔ مورخہ ۲۴۔ جون ۱۸۹۳ء

لیکھرام آریہ مسافر از کھیوڑہ ضلع راولپنڈی

(ہم نے پنڈت جی کے کاغذات میں بہت پڑتال کی لیکن کوئی خط اس کے جواب میں آیا ہوا نہ ملا۔ اڈیٹر)۔

جس طرح معجزہ شق القمر جھوٹھا ہے اُسی طرح رد شمس کا معجزہ یشوع باطل ہے یہ فضول حوالہ تو آپ تب دیتے جب ہم اُسے معقول کتاب یقین کرتے یا اُسکو سچا مانتے۔ کوئی فاضل علم سایئس کا جاننے والا ایسی ردی باتوں کو صحیح نہیں مانتا اور نہ قابل اعتبار یقین کرتا ہے ہم نے مفصل شق القمر کی تردید نسخہ خبط احمدیہ میں درج کر دی ہے جسکا جواب یقین واثق ہے کہ قیامت تک اگر مسلمانوں نے دیدیا تو ہم کہیں گے آج دیا۔

آپ لکھتے ہیں کہ شق القمر کو بڑا معجزہ کیوں لکھا اسکا باعث یہ ہے کہ جب سے ہماری کتابیں شائع ہوئی ہیں تب سے آریہ دنیا پر باوجود نہ ماننے معجزات کے بھی یقین واثق ہو گیا ہے کہ کوئی معجزہ محمد صاحب کا قرآن میں نہیں لکھا بلکہ ۱۷ جگہ انکار ہے۔ اور شق القمر تو محض باطل ہی ہے لیکن چونکہ مرزا غلام احمد صاحب نے اُسے بالکل رد نہیں کیا۔ بلکہ مردہ آدمی کے سوانس لینے کی طرح آہستہ آہستہ اقرار کیا ہے اسی واسطے اُس رد کو اور مضبوط کرنے کی نیت سے غالباً اُنہوں نے سوال کیا تھا کہ ہم اتفاقاً کہتے ہیں کہ اگر یہ معجزہ قرآن میں ہو تو فی نفسہ تمام معجزوں سے بڑا معجزہ ہے لیکن نہ تو اُس آیت کے یہ معنے ہیں اور نہ معجزہ کے متعلق ہے بلکہ اُس میں صرف قیامت کا ذکر ہے باقی رہا آپکا کہنا کہ سب سے بڑا معجزہ قرآن شریف ہے شق القمر نہیں۔ یہ آپکی خوش فہمی ہے فصاحت قرآنی صرف مسلمانوں کا خویش اعتقاد ہے ورنہ جہاں تک بڑے داناؤں نے علمی و عقلی طور پر تحقیقات کی ہے اُس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ مضامین تو جیسے ہیں ویسے ہی ہیں۔ مگر فصاحت اُس میں ایسی نہیں ہے جیسی مسلمان خیال کرتے ہیں۔ ہاں معمولی فصاحت ہے اور قباحت بھی یعنے مضامین اور قصے بار بار دوہرائے گئے ہیں اور بے سر و پا بیان کئے گئے ہیں نہ کہ بائیبل کی طرح ترتیب وار پھر آپ لکھتے ہیں۔ "اے دشمنان محمد اگر تم اس دعوے میں سچے ہو تو جاؤ بنا لاؤ کوئی ایک چھوٹی سی سورۃ مانند محمد صلعم کے اور توڑ دو اُسکے دعوے کو اور شریک کر لو اُسکی مانند سورۃ کے بنانے میں اپنے اُن سچے اوتاروں اور معبودوں کو کہ جنکی رات دن تم پوجا کرتے ہو اور حلوہ مانڈے پوری کچوری اور طرح طرح کے عجائب و غرائب دُنیا کے اُنکے روبرو لاتے اور چڑھاتے ہو"۔ یہ آپکا دعوے سراپا لا یعنی ہے کیسی غیر مذہب کے آدمی نے جو عربی زبان میں مسلمانوں سے زیادہ فاضل ہیں یا اُن کے مساوی۔ قرآن کی بے نظیر فصاحت کی شہادت نہیں دی ہم اسپر بہت کچھ نسخہ میں عرض کر چکے ہیں اور مقابلہ کی آیات بھی مقابل دھر چکے ہیں۔ اور ہماری مصنفہ نہیں بلکہ فصحائے عرب کی مصنفہ لیکن یہ دعوے اگر آریہ لوگ کریں تو زیبا ہے آپ تو سارے قرآن کے مقابل یا سورۃ محمد کے مطابق جس میں ۴۲ آیات ہیں بنوانا چاہتے حالانکہ نہ ہم اعرابی ہیں اور نہ قریش مگر ہم بشہادت علمائے غیر مذہب کے دعوے کرتے ہیں کہ وید کے کسی منتر کے مقابلہ میں کوئی انسان نہیں بنا سکتا خواہ وہ کتنا ہی زور لگائے۔ اے منکران و معاندان وید مقدس! اگر تمکو اس بارے میں شک ہو کہ ہم وید مقدس کے معاملہ میں عاجز نہیں ہیں تو وید کی بن سنگت یا اپنا درش یا اگمہ مرش کے مقابلہ کوئی شرتی بنا لاؤ اور اگر خود کمزور ہو تو اپنے ساتھ شریک کر لو تمام اپنے پیغمبروں اور رسولوں شہیدوں۔ جنوں۔ فرشتوں کو اور اگر کمتر بھی نہ بنا سکو تو حضرت عرش آشیانی سے امداد لیلو۔ ہم حق الیقین سے کہتے ہیں کہ تم یا کوئی اور تمہارا مددگار ایسا ہرگز نہ کر سکیگا۔

سوال ۷ - قرآن کے منجانب اللہ ہونے کا کیا ثبوت ہے اور خدا کے ہر جگہ ہونے پر جبرئیل کے لانے کا کیا سبب اور اسباب کا بھی ثبوت چاہیئے کہ وہ پارسیوں اور عیسائیوں اور یہودیوں کی کتابوں سے نقل نہیں ہے۔ جبکہ بی بی خدیجہ ایک فاضلہ یہودن آں حضرت کے گھر میں موجود تھیں۔

۳۰- مولوی کا جواب - قرآن کا دعوےٰ ہے کہ اگر یہ کسی عورت یا مرد یا محمدؐ کا خود بنایا ہوا ہے۔ تو ویسے ویسے عورتیں اور مرد اُس زمانہ میں ہزاروں گزر چکی ہیں تو ویسے ایک سورۃ ما سد انا اعطینا کے جسکے اعداد دس کلمہ ہیں کیوں نہ بنا لائے

آریہ - ایک سورۃ کیا اور دس سورتیں کیا وہ تمام قرآن کی مانند بنا لانے اور لانے کو تیار تھے اور ہیں۔ مگر متعصب مسلمان کب مانتے تھے اور خاصکر جبکہ بنانیوالے کے واسطے کفر کا فتوےٰ اور قتل کی دھمکی بھی ساتھ موجود ہو۔ لوگوں نے ایسی بیہودہ جواب طیار کئے کہ بزرگان قریش نے بسبب انکی فصاحت وبلاغت و عمدگی کے قرآن کا سننا بھی ترک کر دیا۔ خدا نے آسمانی سے بھی گالی گلوچ کے سوا کچھ نہ بن سکا دیکھئے تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے۔ لقلنا مثل ھذا وھو قول النضر بن الحارث واسنادہ الی الجمیع اسنادھا دخل رئیس القوم الیھم فانہ قد کان ناضھم وقوا الذین آیمتہ وانی امرہ صلی اللہ علیہ وسلم وھذا غایتہ مکابرتھم وفرط عنادھم اذلو استطاعوا ذلک فی متعھم ان یشاء وافعل تحدھم وقرعھم بالعجز عشر سنین ثم قارعھم بالسیف فلم یعارضوا سواہ مع انفتھم وفرط استنکافھم ان یغلبوا خصوصًا فی باب البیان ان ھذا الا اساطیر الاولین وردی انہ لما قال النضر" اور پھر اسی کے حاشیہ پر لکھا ہے " وھو قول النضر الخ حیث سمع اقتصاص اللہ تعالےٰ احادیث القرون فقال لو شئت لقلت مثل ھذا وھو الذی جاء من بلاد فارس بنسختہ حدیث رستم واسفندیار فرعم ان ھذا مثل ذلک" (جلد اول صفحہ ۳۱۶ بیضاوی) اور پھر سورۃ لقمان کی تفسیر میں لکھا ہے یتوکین استماع القرآن (صفحہ ۱۶۴) اور پھر مدارک التنزیل میں ایسا ہی لکھا ہے جسکا یہ ترجمہ ہے کہ جب نضر بن حارث ایران کے بادشاہوں کے قصص مقابلہ قرآن کے ثمود و عاد کے قصوں کے معرب کرلایا تو اہل قریش نے انکی فصاحت کے سبب سے کون استماع القرآن یعنے قرآن کا سننا بھی ترک کر دیا" (جلد دوم سورۃ لقمان صفحہ ۱۵۴) اور تفسیر حسینی میں بھی لکھا ہے۔ آوردہ اند کہ نضر بن حارث بہ تجارت بفارس رفتہ بود و قصہ رستم و اسفندیار خریدہ در مجامع قریش بخواندے بسامع ایشان میرسانید ہمہ شیفتہ و فریفتہ مے شدند و آنرا مے نوشتہ قصہ عاد و ثمود و عظمت مملکت سلیمان وداؤد خسرے و بدین از وسعت مملکت و وفور ابہت ملوک عجم سخن میگویم" حتی سجادہ آیت فرستاد واہ مردمان کسے ہست کہ میخرد سخن سازی و گفتہ زند سخن و رپیب دہندہ مشغول کنند یعنی اختیار کند افسانہ اعتبار تا گمراہ سازند مردمانرا از راہ خدائے تعالےٰ یعنی از دین او باز دارد و آن استماع قرائت قرآن ست" (تفسیر حسینی جلد ثانی سورۃ لقمن صفحہ ۱۸۰ نولکشور)

۲۹- مولوی - اے علم سے دور آریو کسی نے نہیں لکھا ہے کہ یہ قرآن درحقیقت ایک عورت کی تصنیف شدہ کتاب ہے کسی تاریخ میں بھی اُس بی بی کی سوانح عمری کی بابت کسی موافق اور مخالف نے ایسا تحریر کیا۔ کوئی بھی عرب و عجم کا رہنے والا مورخ اور مخالف اس امر کی تشریح بیان کرتا ہے کہ بی بی خدیجہ عرب کی زمین پر ایک اعلےٰ درجہ کی فاضلہ یہودن مانی جاتی تھی۔ اور یہ بھی خبر ہے کہ وہ وحی اُترنے سے کتنی مدت بعد ایمان لائی ہیں۔ اُنکے ایمان لانے سے پیشتر جو قرآن نازل ہوا وہ کونسی بی بی سے لکھوایا ہوا تھا۔ اور جب یہ ایمان لائیں تو انکی عمر اُسوقت قریب پچاس برس کی تھی اس سے پیشتر بھی اُنکا کوئی ایسا معاملہ درپیش آیا کہ جس سے عرب والوں نے اُنکا فاضلہ ہونا تسلیم کیا تھا۔ یا کسی نے یہ سوال پیش کیا کہ اے محمد یہ کتاب تیرے خدا کی بنائی ہوئی نہیں ہے بلکہ اُس بوڑھی عورت خدیجہ کی بنائی ہوئی ہے جو باوجود فاضلہ ہونے کے تجھ امی پر ایمان لائی

آریہ - افسوس کہ آپ کو تعصب کے سبب تمام عمدہ باتوں اور صحیح روایتوں سے انکار کرنا پڑتا ہے اور توہمات باطلہ سے نکلنے کو دل نہیں چاہتا۔ اول ہم آپ کو قبل از نبوت کا حال بتاتے ہیں۔ سوچئے اور قوائے فطرتی سے کام لیجئے۔ اپنی کانشنس کو مردہ نہ کر ڈالیئے پیغمبر حضرت سوداگری کے واسطے کس کے نام ملازم ہوکر شام کی طرف گئے؟ اور جب واپس آئے تو کیوں اُس چالیس سالہ دولتمند یہودن سے ایک پچیس سالہ نوجوان نے شادی منظور کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ دولت کا لالچ تھا اب ذرا خدا کیواسطے کتب حدیث و تاریخ مشکوۃ باب البعث وبدء الوحی پڑھئے تاکہ آپکو معلوم ہوجائے کہ حضرت سلامت نبوت یا رسالت یا فرشتہ یا خدا یا الہام کے حال سے کسقدر ناواقف تھے جسقدر واقف کر دیا اور آگاہی بخشی وہ سب اسی خدیجہ کا کام تھا۔ اور جتنی خود وہ دانا اور فاضلہ تھی۔ اُس سے زیادہ اُسکا چچا تھا۔ وہ خود توریت اور زبور کے ماہر اور عالم تھے اور اُسکا چچا یہانتک کہ انجیل توریت وغیرہ کا عربی ترجمہ کرتا تھا۔ پس آپ یہ خیال کریں کہ ۲۵ سال کی عمر میں جب حضرت نے اس فاضلہ یہودن سے شادی کی اور ۱۵ سال تک اُس کی صحبت میں رہچکے اور دن رات توریت و انجیل سنتے رہے (ہمارے ناخواندہ ہندو بھائی مرد اور عورتیں سنتے سنتے تمام رامائن۔ مہابھارت کی کہانیاں حفظ کر لیتے ہیں اور بعضے اندھے قرآن کے حافظ بھی ہو جاتے ہیں) اور حضرت ذہین بھی تھے ۱۵ سال تک سنتے سنتے اور یاد کرتے کرتے اور پھر شب و روز اُن کو توریت وانجیل کے تمام واقعہ یاد ہوگئے جس طرح ان باتوں سے پہلی محرم راز وہ تھی اُسی طرح سب سے پہلے وہی مومنہ شمار ہوئی اور سچ پوچھو تو دعوے نبوت کی بانی مبانی اور محرک وہی تھی۔ یہی سبب تھا کہ باوجود بوڑھی ہونے کے جبتک وہ زندہ رہی حضرت نے دوسری شادی نہیں کی اُسکے مرنے کی دیر تھی کہ حضرت نے ۵۰ سال کی عمر میں یکے بعد دیگرے ۹-۱۱-۱۲-۱۸-۲۰ تک شادیاں کیں۔ (مفصل دیکھو جامع الاصول و مشکوٰۃ) سعدی نے سچ کہا ہے مردیوں پیر شود حرص جوان میگردد۔

مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ بی بی خدیجہ رضہ اول کسے کہ بحقیقت ایمان آوردہ است وہیچکس با وے مشارکت دریں صفت نیست" (فصل ۱ جلد ۴ صفحہ ۵۲۳ نولکشور)

مدارج النبوۃ میں ہے خدیجہ زنے فاضلہ۔ عاقلہ۔ عارفہ۔ و در جاہلیت اورا طاہرہ میگفتند و نسبے عالی وافر داشت" (صفحہ ۵۹۴) ایک اور جگہ لکھا ہے خدیجہ کتب پیشینیاں خواندہ بود" اب مشکوۃ شریف باب مناقب ازدواج مطالعہ فرمائیے۔ حضرت اس بی بی کے کس قدر زیر احسان ہیں اور کہانتک اُسکی تعریف کرتے ہیں۔ "گویا نبود در دنیا ہیچ زنے موصوف بصفات حمیدہ مگر خدیجہ" (صفحہ ۷۱۲)

اور صرف یہ ایک ہی نہیں تھی اور بھی بہت سے آدمی ہیں جو اس کام میں رازدار تھے۔ قرآن میں بھی اِسکا بیان ہے ولقد نعلم انھم یقولون انما یعلمہ بشر لسان الذی یلحدون الیہ اعجمی وھذا لسان عربی مبین" اِسپر تفسیر حسینی میں ہے درخبراست کہ غلامے رومی بود مر عامر بن حضرمی را گویند کہ جبر گفتندے و گویند کہ دو غلام بودند جبر و یسار کہ شمشیر ہا صیقل زدندے و اہل کتاب بودند پیوستہ توریت و انجیل خواندندے و چوں حضرت رسالت پناہ برایشاں بگذشتے استماع قرأت ایشاں فرمودے۔ وگفتہ اند خویطب را غلامے عایش نام بود از اہل کتاب یا یعیش یا بلعام

یا بجیس یا عداس۔ واضح آنست کہ اوراابو فکیہ گفتندے شبہا پیش حضرت پیغمبر آمدے وقرآن تعلیم گرفتے۔ قریش گفتندے محمد ازیں غلام کلامے می آموزد باما می گوید" (دیکھو سورۃ النحل جلد اول صفحہ ۳۷۷)۔

ناظرین خیال کریں کہ جب سلمان پارسی کی زبانی سُنکر حضرت نے بسم اللہ وغیرہ کئی عمدہ آیات قرآن میں درج کرلیں اور وہ اب تک موجود ہیں یعنی اُس نے پارسی سے آسان عربی میں سُنادیں۔ حضرت نے فصیح عربی میں ترجمہ کرلیں نیز توریت وغیرہ کے عربی ترجمے اور گھر میں راز دار یہودن کی زبانی سُنے اور صدہا مرتبہ اہل کتاب آدمیوں سے صحبت رکھنے کے وہ نہیں سُن سکتے تھے یا فصیح عربی میں ترجمہ نہیں کرسکتے تھے مصنف قرآن کا یہ عذر کہ وہ اعرابی نہیں ہیں بلکہ عجمی ہیں اسی واسطے اُن سے نہیں سُنا بالکل فضول ہے کیونکہ وہ فارسی میں نہیں سُناتے تھے بلکہ عربی میں بامحاورہ اور فصیح ترجمہ کرنا آں حضرت کا کام تھا یا خدیجہ یا اُس کے چچا کا اور بڑے زور سے دعوے کرتے ہیں کہ قرآن کا کوئی مضمون بھی ایسا نہیں ہے جو توریت وانجیل وزبور وژند اوستھا سے نہ لیا گیا ہو۔ بلکہ ہم بتلا سکتے ہیں کہ اب تک بھی تمام دنیا کے مسلمان اُن باتوں کو مانتے ہیں اور ان باتوں کے محتاج ہیں۔ مگر قرآن میں اُنکا مطلق ذکر نہیں۔ مثلاً عید وختنہ وصفائی و پاکیزہ رہنا چاہ اور پانی کی بابت حرام وحلال کی بابت وغیرہ وغیرہ۔

سوال ۸۔ شفاعت کے بارے میں اور خصوصاً محمد صاحب کی شفاعت کے بارہ میں نقلی اور عقلی ثبوت دیجئے۔

۰۳-۳۲۳ ۔ **جواب مولوی**۔ خدا اپنی درگاہ میں جسکو چاہے بولنے کی اجازت دے وہ ضرور اپنے پاک بندوں کی سُنے گا اور اُنکی مرضی کے خلاف نہ کریگا تاکہ وہ چین جبیں نہ ہوں اور یہ عین اُسکا کرم ہے۔ ویدک طرح نہیں کہ خدا کے یہاں کسی نبی او اوتار کی پرستش نہیں اور نہ وہاں کسی کی قدر ومنزلت اور نہ وہ کسی نبی وا وتار کی سُنے۔

تردید۔ کوئی آیت قرآن کی ایسی نہ نکلی جس سے محمد صاحب کی شفاعت ثابت ہوسکے پس نقلی طور پر مسئلہ غلط ہوگیا کیونکہ قرآن میں ۷-۸ جگہ ایسا ذکر ہے کہ اُس روز کسی کی شفاعت نہ سُنی جاویگی **ولا تنفعها شفاعة** یعنی قیامت کے روز کسی کی سفارش و شفاعت کام نہ دیگی۔ ہر ایک کو اپنے اعمال کے مطابق سزا وجزا ملیگی۔ باقی رہی عقلی شہادت وہ رشوت کی حد سے بڑھ جاتی ہے حالانکہ خدا رشوت لینے والا نہیں ہے۔ اور شفاعت ووکالت کی ضرورت الیگیہ یعنی نادان کے آگے ہوتی ہے کاشف القلوب ومحرم اسرار نہانی کے حضور میں نہیں ہے پس نہ تو آپ کا جواب صحیح ہے اور نہ یہ مسئلہ۔ بلکہ سراپا ذات خداوندی کو الزام لگانا ہے۔ کیونکہ عادل کو شفاعت ورشوت سے ضد ہے۔ اور قانون انسانی کے رو سے بھی جرم ہے دیکھو دفعہ ۱۶۱ تعزیرات ہند اور آپنے اسکو جواب میں شفاعت وسفارش کے نہ ماننے والوں ورشوت سے منکروں کو حرام کار۔ بیحیا۔ دنیا کے کتے۔ سیاہ اعمال وغیرہ الفاظ سے گالیاں بھی دی ہیں جو آپکی لیاقت کی صداقت ہے۔

سوال ۹۔ خدا کو شیطان کے بناتے وقت اُسکی شرارت کا علم تھا یا نہیں اگر نہیں تھا تو لاعلمی کا الزام خدا پر عائد ہوتا ہے چہ جائیکہ وہ عالم الغیب ہے

۳۳-۳۲۶ ۔ **جواب مولوی**۔ علم دو قسم ہے ایک اجمالی دوسرا تفصیلی اجمالی اُسے کہتے ہیں کہ جو شئے کے موجود ہونے سے پہلے ہوا اور تفصیلی اُسے کہتے ہیں جو پیدا ہونے کے بعد ہوتا ہے۔ پس تحقیق مذہب یہ ہے کہ خدا کی صفت ذاتی علم اجمالی ہے جو زید کی مثلاً وجود سے پہلے تھا گو تفصیلی بھی اس کی صفت ہے مگر ذاتی نہیں جو قدیم ہو۔ پس خدا کو شیطان کی شرارت کا علم تھا کہ ضرور اس سے افعال نازیبا سرزد ہونگے۔ لیکن اگر خدا اُسے پیدا نہ کرتا اور حیز عدم میں رہنے دیتا اور باقی تمام دنیا کو حیز عدم سے منصۂ ظہور میں لاتا۔ تو مادۂ شیطان کا خدائی رحم پر یہ الزام عاید ہوسکتا تھا کہ اے خدا اے لایزال تو نے مجھپر بہت بڑا ظلم کیا جو اس قید خانہ عدم میں مجھے رکھ چھوڑا ہے کیوں خدا تیرے رحم سے میں محروم ہوں جو مجھے سیر دنیا کے لئے اجازت نہیں ہوئی۔ کیوں خدا تو نے اچھی اچھی چیزوں کو بنایا۔ کیا تجھے قدرت اس امر کی نہیں ہے کہ ایک بُری چیز بھی دنیا کی تمام خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے پیدا کرے الٰہی تو اس پر قادر نہیں۔ کہ مجھے تمام بھلائی اور مکارم کے مقابل پیدا کرے اور ہمیشہ کیلئے دنیا کی زندگی بخشے تا میں اچھی اور بُری چیزوں کی قدر وقیمت دریافت کرنے میں واسطہ مانا جاؤں۔ پس یہ دعا شیطان کے روح و مادہ نے قبل اپنی ترکیب کے خدا سے مانگی اور تیر دعا نشانہ اجابت پر جا لگا۔ فوراً ترکیب خاص سے شیطان خدا کا نافرمان پیدا ہوا۔ پس شیطان کا یہ قصور ہوا کہ اُسنے اپنے وجود اور پیدا ہونے کی تمنا کیوں کی۔ اور نیز یہ تمنا کیوں کی کہ اے خدا میرے مادہ اور روح کو اکٹھا کر تاکہ میں تیری خدائی کی سیر کروں اور تیرے بندوں کو راہ راست سے گم گشتہ کروں اور نیز خدا مالک و مختار ہے جو چاہے سو کرے عقل کو اس کی ذات اور افعال کے مبدا اور منتہی پر کچھ علم نہیں عقل مجبور ہے اور مالک اپنے مملوک پر جس طرح چاہے تصرف کرسکتا ہے۔

آریہ۔ آپ ایک بلا سے نکلنے کے لئے دوسری بلا میں پھنس گئے۔ مگر اُس پہلی سے بھی نہ نکل سکے اور نہ دوسری سے وہی کہاوت ہوئی نماز چھوڑانے گئے تھے روزے گلے پڑے۔ آریہ کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے تمام عقاید اسلامیہ پر پانی پھیر دیا۔ آپ نے اس بیان میں شیطان اور اُسکے مادہ اور روح کو ازل سے موجود مان لیا۔ کیونکہ اگر موجود نہ ہوتے تو اُس سے درخواست محال اور بغیر درخواست کے عملدرآمد ناجائز اور وہ اعتراض بدستور قایم اور اس صورت میں روح اور مادہ ازلی ثابت ہوگیا۔ بلکہ عدم خانہ میں بھی اُنکا وجود متحقق ہوگیا اور یہی حال اور تمام ارواح اور سب اجسام کے مادہ کا ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ آپ کے قول کے مطابق انسانی تعداد سے شیاطین کا سلسلہ کہیں زیادہ ہے حتے کہ ایک ایک آدمی کے ساتھ ستر ستر اس کے ساتھ واثق ارادہ رکھنے والے جن یعنے شیطان انسان کے ہلاک کرنے اور عمیق در عمیق گڑھے میں ڈالنے والے واتل وابستہ ہیں" (صفحہ ۲۰) اور یہانتک خبر نہیں ہے بلکہ ہزاروں آدمی اس وسوسہ شیطانی میں آکر مرتد یعنے اسلام سے برگشتہ ہوگئے اور تیزی عقل نے اُن کو راہ مستقیم سے باز رکھکر جہنم اور دوزخ میں جا ڈالا۔ اور خود حضرت محمد صاحب اور صحابی بھی اُس سے نہ بچ سکے۔ چنانچہ آپنے بھی صفحہ ۴۳ پر اسکا اقبال کیا ہے اب آپ ایک ایسے مقام پر پہنچ گئے۔ جسے اگر گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل کہتے ہیں۔ یعنی دو میں سے ایک آپکو ضرور قبول کرنا پڑا یا قرآنی خدا ملزم۔ ظالم۔ قصوروار علم سے محروم ہے۔ جسنے تمام خلقت کی گمراہی کے واسطے شیطان جیسے خوفناک مہلک اور زبردست دشمن پیدا کئے۔ ہمیشہ تک اُن کو زندگی بخشی تاکہ اس فن میں خوب طاق ہوکر وہ تمام خلقت کو واصل جہنم کرے یا روح ومادہ کو انادی تسلیم کریں اور خدا کو ملزم ٹھیرانے سے نجات حاصل کریں ؎

کریگا ایک کو دوسے گوارا — کہیں جاتا نہیں مشفق ہمارا

اب آپ یا کوئی اور مہدی ہزار تعویذ پاس رکھنے ودرود پڑھنے سے بھی ان

مشکلات سے نہیں نکل سکتا ہے۔ مولوی صاحب تعصب سے نا رہ کر ست سناتن ویدوکت دھرم کو قبول کیجئے ہمارے پر یہ الزام کسی طرح نہیں آسکتا کیونکہ ہم روحوں اور مادہ کو ازلی مانتے ہیں اور خدا کی ذات کو ملزم نہیں گردانتے۔ قرآنی خدا اور محمدی علماء پر یہ سارے اعتراض عاید ہوتے ہیں جنکے جوابات سے وہ قیامت تک فارغ نہیں ہوسکتے۔

سوال ۱۰۔ از مرگ تا قیامت روحیں کونسی حراست میں رہتی ہیں؟

۳۷۔ مولوی کا جواب۔ بد روحوں کے واسطے سجین اور نیک روحوں کے واسطے علیین دو مقام ہیں اول ساتوں زمین سے فروتر ہے اور دوسرا فلک الافلاک پر بالاتر ہے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ روح گناہ کرے ایک جسم میں اور سزا پاوے دوسرے میں کیونکہ روح کا جسم سے ایسا اشد علاقہ ہے کہ تنہا بغیر جسم کے باریتعالیٰ نے اُس میں صلاحیت سزا وجزا یا نیکی نہیں رکھی۔ گو وہ دوسرے طریق پر کسی امر کا اکتساب کرسکتی ہے اور عقل اسبات پر حاکم ہے کہ روح نے جس بدن میں رہکر کسی افعال ناجائز کا اکتساب کیا ہے اور جس حراست میں وہ اس امر کی مستحق ہوتی ہے اُسی خاص حراست میں وہ سزایاب ہو ورنہ سراسر ظلم و تعدی ہے جو شان کبریائی سے نہایت بعید اور دور ہے۔

تردید۔ یہ علم و عقل کے خلاف فلاسفی کئی طرح غلط ہے آپ سوچ لیں اور ایمان میں مغالطہ نہ کھائیں۔ اسی جسم میں سزا و جزا محض ایک باطل امر ہے انسان کا جسم نطفہ سے بڑھاپے تک کئی دفعہ بدل جاتا ہے اور حل ہوتا رہتا ہے اور اس صورت میں محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے کہ وہ سارے جسم ایک جسم میں جمع ہوجاویں ورسارے کئی اب اجسام سراپا ضائع ہونگے اور بیکار جبرئیل حضرت کے پاس کئی شکلوں میں آیا۔ اور کئی افعال کئے اسی طرح شیطان آدمیوں کو کئی روپ میں ٹھگتا ہے اور اسی طرح جناب بعقاید قرآنی کے۔ پس قیامت کو وہ کس شکل میں حاضر ہونگے ہر برس میں تمام مادہ جسمانی بدل جاتا ہے وہاں کون جسم حاضر ہوگا؟ ایک حبشی کے گھر ۱۸ آدمی ہیں روز ایک مسلمان کو حلال کرکے کھاتے ہیں اُنکی اولاد کی تمام اجسام مسلمانوں کے گوشت سے مرکب ہیں اب بتلایئے وہ کس جسم میں حاضر ہونگے اور مسلمان کس جسم میں؟ جو گوشت خور ہیں اور دن رات اسی کام میں مصروف ہیں۔ قیامت کے دن جانور کس جسم میں حاضر ہونگے اور وہ کس جسم میں مسلمان مُردوں کے جسم کو ڈبر۔ اور سانپ۔ بچھو وغیرہ حشرات الارض کھا جاتے ہیں بجائے قیامت کو حشرات الارض کس جسم میں حاضر ہونگے اور مسلمان کس جسم میں۔ سارا ان یہ دعوے باطل ہے اور یہ مسئلہ سراپا بھدا اور ردی ہے اور عرب والوں کی عقلمندی کی شہادت اول تو ساتوں زمین کا خیال ہی سراپا باطل ہے۔ کیونکہ یہ بات علم جغرافیہ کے خلاف ہے جاہل مانے تو مانے عاقل ہرگز تسلیم نہیں کرسکتا اور پھر سات زمینوں کے نیچے دوزخ کا ہونا اور بھی غلط ہے زمین گول ہے تحت اور فوق اصل میں کوئی چیز نہیں اور یوں اگر خواہ استعمال بھی کریں تو سب سے نیچے امریکہ ہے اور سب دانا جانتے ہیں کہ وہ دوزخ نہیں ہے وہ تو عرب اور روم سے کہیں درجہ عمدہ ملک ہے پس عاقل اس بات کے جواب کو خود ہی وزن کرلیں کہ کسقدر حق پر ہے۔

سوال ۱۱۔ جبکہ نیکی اور بدی منجانب اللہ ہے تو بیچارے انسانوں کو سزا و جزا کیوں بیجا ہے؟

۳۸۔۴۰۔ جواب مولوی۔ بے شک خالق خدا تعالیٰ ہے۔ تو فاعل بھی کاسب انسان ہے۔ خدا نے اس کو صورت ارادی دی ہے وہ خاص اس کے اختیار میں ہے۔ جب بندہ کسی امر کے ارتکاب کا ارادہ کرتا ہے خدا اُس کے پیدا کرنے پر قادر ہے جب انسانوں نے کسی فعل کے کسب کا ارادہ کیا اور اُسکے اسباب جاعلیت تیار کئے خدا نے فوراً اسے کرکے دکھایا اور یہی وجہ ہے افعال نا ملائم کے اکتساب میں۔

تردید۔ سنئے حضرت آپنے سخت دھوکا کھایا۔ ایسا ہرگز نہیں قرآن کا عقیدہ اس کے سراپا مخالف ہے خدا نے انسان کو نیستی سے خلق کیا بغیر موجودگی اور ذات انسان کے پس اسکے اندر جو کچھ ہے بد یا نیک خدا نے پیدا کیا نہ انسان نے اور پھر خدا نے شیطان بنائے۔ اور انکو قیامت تک لوگوں کی گمراہی کا ٹھیکہ دیا جاتا کہ اُس کو معلوم تھا کہ یہ گمراہ کریں گے اور لوگ گمراہ ہونگے اور پھر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ شیطان نے ٹھیکہ لینے میں دھوکا دیا ہو۔ یعنی لیا ہو ٹھیکہ بھنگ کا اور بیچ رہا ہو شراب حسا ٹھیکہ لیا ویسا ہی کام کیا اور کرتا ہے اور غضب یہ ہے کہ شیطان ایک تھا اور نہ ایک آدمی پر ایک ایک ملکہ بلکہ ستر ستر شیطان ایک ایک آدمی پر تسلط رکھتے ہیں جو انسان سے بلکہ اُس کے جد امجد آدم سے بھی زبردست ہیں۔ کثر شیطان نے نوح کا طوفان اُٹھایا اور سب آدمیوں کا بیڑا غرق کیا آدم کو جنت سے نکلوایا اور ملعون بنایا۔ ایوب کا بیڑا ڈبویا مسیح کو صلیب پر لٹکوایا۔ ذکریا کا بدن چروایا پھر بتلایئے انسان کا کیا قصور ہے؟ وہ شیطان یا شیاطین مع ارادہ کے محرک ہیں اور محرک بھی اسقدر اور اس طرح جیسا کہ بدن میں خون پھر خدا کے واسطے منصف ہوکر بتلایئے کہ انسان مجبور ہے یا نہیں حافظ کہتا ہے ؎

درکوئے نیکنامی ما را گزر ندادند گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

ایک اور بیچارہ ماننے ایسے خدا اور ایسے زبردست دشمن شیطان کے حسب حال کہا ہے ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ بازمے گوئی کہ ترکن ہشیار باش

پس قرآن کے رو سے صاف ثابت ہے کہ انسان مجبور محض ہے جو کچھ کرتا کراتا ہے بھلا یا بُرا وہ خدا ہی کرتا ہے اسی واسطے علمائے اسلام اس قرآنی خدا کی جان کو رو رہے ہیں ؎ تو نیکی کمی من نہ بد کردہ ام کہ بد را حوالت بخود کردہ ام

سوال ۱۲۔ خدا نے سب دنیا کو کہاں سے پیدا کیا اگر قدرت اور نور کہو تو قدرت اور نور خدا سے جدا ہیں یا نہیں اگر جدا ہیں تو دنیا کا مادہ ازلی ہوا اور اگر جدا نہیں کیونکہ وہ عین خدا ہے ورنہ خدا کسی روز بے نور بھی ہوجاویگا پس دنیا کیا مادی کیا غیر مادی جدا ہوئے اور یہ ہمہ اوست کا مسئلہ آپ اس کو مانتے ہیں یا ہمہ از اوست اور ان دونوں میں کیا فرق ہے۔

۴۱۔۴۳۔ مولوی کا جواب۔ مخلوقات و ممکنات کی پیدائش کا کوئی طریقہ نہیں ہے بعض نور سے پیدا ہوئیں جیسے ملایکہ بعض نار سے مثل جن کے۔ اور بعض مادہ سے مثل اشیاء کثیفہ کے اور ہم کو کسی جگہ مجبور نہیں کرتے گو کسی چیز کی پیدائش کی ہمکو پوری اطلاع نہ ہو اور نہ ہم اُسکی ہیئت پر مطلع لیکن پھر بھی ہم یہ کہینگے کہ مادہ کو خدا نے محض ایک شئے کثیف سے پیدا کیا اور نور کو ایک چیز لطیف سے اور باقی کو ان ہر دو سے رہا یہ امر کہ یہ سے لطیف اور کثیف کہاں سے اُسکا جواب یہی ہوسکتا ہے کہ محض ارادہ سے اور ارادہ علم سے اور علم عالم سے پس عالم سب کا مبدا ہوا

تردید۔ ہمیں افسوس ہے کہ آپ کسی چیز کی اصلیت پر بحث کرتے ہوئے پچھلی تمام باتیں بھول جایا کرتے ہیں یا جان بوجھ کر تجاہل عارفانہ کرتے ہیں۔ آپ نے سوال نمبر ۲ کے جواب میں لکھا ہے کہ خدا کی ہستی محض بسیط نور ازلی ہے!! اور یہاں آپ نور سے ایک اور پیدائش بھی مانتے ہیں جیسے ملائکہ اور نور کو ایک لطیف چیز سے اور اُسکو محض ارادہ سے اور ارادہ علم سے اور علم کو عالم سے بتلاتے ہیں گویا آپکے زعم میں وہ نورانی خدا بھی ایک اور عالم سے پیدا شدہ ہے اور اُسکا نور بھی ایک لطیف چیز سے مخلوق ہے۔ اصل میں آپ ایسے توہمات میں پھنسکر خدا کی ہستی سے انکار کرتے ہیں۔ نور و نار کو آپنے عربی دائی کے گھمنڈ میں آکر سانند مادہ نہیں سمجھا۔ مگر حضرت

من ایہ سب مادّی چیزیں ہیں اور خدا بھی نورانی ہونے سے مادّی ہے - اور ایک ہی مادہ سے خدا اور فرشتہ مرکب ہے کیونکہ وہ بھی نورانی اور فرشتہ بھی - اب ہم آپ کو اسکی اصلیت سمجھاتے ہیں - اول عالم سے علم ہوا حضرت کیا لغیر علم کے عالم ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے غور کرو علم عالم کی صفت ہے - جب سے علم ہے تب سے عالم ہے علم کے وجود نے ہی عالم کی ہستی بتلائی - پس علم عالم سے نہیں ہوا بلکہ عالم علم سے ہوا ورنہ دونوں انادی ہیں - یعنی عالم معہ اپنی صفت علم کے انادی ہے - کبھی عالم بے علم نہیں تھا - اب آگے دیکھئے - عالم میں ارادہ بھی صفت ہے اور علم بھی کیونکہ کوئی عالم بیجان نہیں ہے اور جہاں جان ہے وہاں ارادہ ضرور ہی پس یہ بھی اُس سے جدا نہیں بلکہ عین ذات ہے اور یہ دونوں صفات لطیف ہیں اور انہیں سے لطیف نور ہوا یا ہمکو وہم ہوا کیونکہ خدا خود نورانی ہے اُس سے نور بلکہ وہی نورانی خدا فرشتہ بنگیا یا فرشتہ کہلایا یعنی روح القدس اور یہ خدا کا نام بھی ہے بس نور اور خدا جدا جدا نہیں اب آگے چلئے وہ لطیف جسم کثیف ہوئی نور خدا عدال سے جب ذرا تغیر ہوگیا یا جم گیا تو نار ہوگیا - نور میں بھی جلانیکی صفت ہے اور نار میں بھی نور میں روشنی کی صفت ہے اور نار میں بھی قرآن میں ہے وجعل القمر فیهن نوراً (سورۂ نوح) اُسی نور سے کوہ طور جلگیا اُسی نور سے زمین آسمان روشن ہوگئے - نور آفتاب و نور قمر و نیر اعظم - اجسام نورانی یہ سارے الفاظ اسی نور سے ہیں سعدی کہتا ہے ؎ اگر یک سر موئے برتر پرم ✢ فروغ تجلے بسوزد پرم اُسی نور یا نار سے (جو اصلمیں خدا تھا) دیکھو جلوہ کوہ طور اور وادی ایمن کا قصہ اور پہاڑ کا دہواں دہار ہو جانا آسمان سے آگ کا آنا اور سب کھا جانا اور مسیح کا آگ سے بپتسمہ دینا اور آتشی شریعت) یعنی مادہ کثیف سے تمام اشیاء رتبہ ہوئیں یا یوں کہو کہ وہی نور یا ناری مادہ سب کچھ ہوگیا ؎ چہ بود اندر ازل اے مرد نا اہل ✢ کہ این ساعت محمد آں ابوجہل (صاحب گلشن) موجود بحق در حد اول باشد ✢ جز او ہمہ موہوم و مخیل باشد - ہر چیز کہ جز او آید در نظرت ✢ نقش دومین چشم احول باشد - (محقق طوسی) ایں دوئی اوصاف دیدہ احول ست ✢ ورنہ اول آخر - آخر اول ست (مولوی رومی) بنابراں عقاید قرآنی کے روسے ہمہ اوست - چہ استخواں چہ پوست چہ دشمن چہ دوست والغرض ہمہ اوست الغرض ہمہ اوست -

مثال (۱)

اوّل[۱] شکل - بخار تھا ✢ دوسری[۲] شکل - بادل - برق - گرج - دہواں ✢ تیسری[۳] شکل چھوٹی بوندیں - ژالہ - برف - شبنم ✢ چوتھی[۴] شکل - حباب - بارش - چاہ - ندی - نالہ نہریں - دریا - سمندر ✢ پانچویں شکل - پھر سب لطیف ہوکر آخر کو بخار ہو جاوینگے - نتیجہ - ہمہ اوست یا ہمہ از اوست ✢

مثال (۲)

اوّل[۱] شکل - نورانی خدا ✢ دوسری[۲] شکل - علم - ارادہ لطیف - کثیف ✢ تیسری[۳] شکل - نور - نار - مادہ - روح - امر - کلمہ ✢ چوتھی[۴] شکل - اجسام - فرشتے - جن - انسان و حیوان - زمین - پہاڑ وغیرہ - پانچویں شکل - آخر کو سب خدا بنجاوینگے ✢

نتیجہ - ہمہ اوست یا ہمہ از وست ✢

اسلام کی ایک ولی کا قول ہے ؎ خود کوزہ شد کوزہ گر و ہم گل کوزہ ✢ خود بر سر آں کوزہ خریدار برآید ✢ دیکھئے مولوی صاحب! اس قرآنی عقیدہ اور اسپر بھروسہ کرنے سے آپ کس گڑھے میں گرے اور کس بلا کے منہ میں جا پڑے یہ ایسا خیال ہے جس سے بڑھکر بیہودہ اور ناستک کا نہ خیال اور کوئی نہیں اب اس عقیدہ سے آپکو بیزار ہوکر وید مقدس پر ایمان لاکر ست دھرم اختیار کرنا چاہیئے اور روح و مادہ کا انادی ہونا بصدق دل

ماننا چاہیئے جو علم و عقل - سائینس اور فلاسفی کے مطابق ہے ورنہ تعصب کو بالائے طاق رکھکر عقاید قرآنی کو علم و عقل سے ثابت کرنا چاہیئے مگر یہ آپ سے یا کسی اور محمدی بھائی سے نہیں ہوسکتا - کیونکہ آپ فرما چکے ہیں "یہ عقل ہی ہے جو نئے نئے دل میں سوال پیدا کرکے خدا سے بندوں کو دور رکھنا چاہتی ہے" (صفحہ ۳۵) اور آپ جیسے علماؤں نے ہی علم منطق حرام ہونے پر رسالے تصنیف کئے - اور اُس کی کتابوں کے اوراق سے استنجا جائز سمجھا - برائے خدا سوچئے اور غور فرمائیے جو مذہب علم و عقل کے مطابق سناتن (قدیم) صداقت کا حامی - تعصب کا دشمن - ظلم کا سرکوب ہے اُس پر ایمان لا اور مفت میں جان عزیز تباہ اور برباد ہونے سے بچائیے -

گر نیاید بگوش رغبت کس ✢ بر رسولاں بلاغ باشد و بس

آئینہ شفاعت

اے پیروان دین محمدی!

بخدمت شما بکمال ساز معروض مینمائیم - باید کہ بگوش ہوش شنیدہ غور فرمائید و آگاہ دانید عمل نماید عموماً برادران اہل اسلام بشفاعت محمد صاحب اعتقاد دارند و بہ یقین کہ ہر چند گناہ کنیم بشفاعت آنحضرت مغفرت یاب باشیم - چنانچہ مفسر حسینی نوشتہ

چوں تو دادی مژدۂ لا تقنطوا ✢ من چرا ترسم ز عصیان و عتو

چوں تو ہر بشکستہ را ساری درست ✢ بس خطاہا بر امید عفو تست

گفتی کنم شفاعت عاصی عذر خواہ ✢ دل بر امید آں کرم افتاد در گناہ

الا ہر چند اندیشیدیم و غور نمودیم - پندا شتیم کہ ایں عقیدہ شما از عدالت و نصفت سراپا دور است چرا کہ عدل بلغت بمعنے "چیزے را بچیزے برابر کردن و داد و انصاف و دادگری را بہمین جہت عدل گویند کہ ظالم را با مظلوم برابر کنند" می آید - ازیں خیال ہر نفسیکہ مجادل بودن حقتعالے قایل ست بخوبی مے داند کہ مابین عدالت و شفاعت بعد المشرقین ست چرا کہ ہر جا عدالت است شفاعت نیست و ہر جا کہ شفاعت است عدالت نہ و بودن دو خیال در یک محل بہمہ وجوہ ناممکن ازینجا ست کہ در قرآن آمدہ سورۂ بقرہ واتقوا یوماً لا تجزی نفس عن نفس شیئاً ولا یقبل منہا شفاعۃ ولا یؤخذ منہا عدل ولا ہم ینصرون ترجمہ بترسید از عذاب روزے کہ دراں روز حق گذاری نکند و نتواند ہیچ نفس از نفس چیزے را و پذیرفتہ نشود براے شان شفاعت و گرفتہ نشود فدیہ و ہیچکس ایشاں را یاری نکند در دفع عذاب" ہمیں آیت در قرآن و ہمدریں سورۂ بقرہ دو مرتبہ وارد شدہ دعاے ایں تکرار عرار تاکید ہیچ نیست و در سورۂ الزمر آمدہ ام اتخذوا من دون اللہ شفعاء قل اولو کانوا لا یملکون شیئاً ولا یعقلون قل للہ الشفاعۃ جمیعاً لہ ملک السموات والارض ثم الیہ ترجعون ترجمہ فرو گرفتند بجز خدا تعالے شفیعاں بگو آیا شفاعت کنند و اگرچہ باشند کہ ہیچ گونہ مالک نشوند چیزیرا و ندانند یعنی از قدرت علم بے بہرہ اند - بگو مر خدا یراست شفاعت ہمہ آں و مرادر است - بادشاہے آسمانہا و زمینہا پس بسوے او باز گردانیدہ خواہید ماند ✢

باز در سورۂ انعام وارد شدہ لیس لہا من دون اللہ ولی ولا شفیع وان تعدل کل عدل لا یؤخذ منہا ترجمہ نیست مر آں نفس گرفتار شدہ را جز خدائے دوستے کہ مدد تواند کرد و نہ خواہندہ یا شفاعت کنندہ کہ اورا از عذاب نجات

نواہد داد و اگر خواہد آں نفس ہر فدائے کہ باشد تا خود را از عذاب باز خرد آں فدا نگیرند از وے در سورۃ **سجدہ** نزول یافتہ اللہ الذی خلق السمٰوات والارض وما بینھما فی ستۃ ایام ثم استویٰ علی العرش ما لکم من دونہ من ولی ولا شفیع افلا تتذکرون **ترجمہ** اللہ آنست کہ بیافرید آسمانہا و زمین را و آنچہ میان آسمان و زمین ست در مقدار شش روز از ایام دنیا پس مستولی شد بر عرش کہ اعظم مخلوقات است۔ پس بدو گردید و از راہ او مگذرید کہ در دنیا و عقبیٰ نیست مر شمارا بجز از وے والی و دوستے کہ یاری بکند و نہ ہیچ درخواست کنندۂ کہ مددگاری نماید آیا پند نمی‌گیرید و بر ہمیں طور در **سورۃ یونس** مندرج است ویعبدون من دون اللہ ما لا یضرھم ولا ینفعھم ویقولون ھؤلاء شفعاؤنا عند اللہ قل اتنبئون اللہ بما لا یعلم فی السمٰوات ولا فی الارض سبحٰنہ وتعالیٰ عما یشرکون **ترجمہ** و مے پرستند بدون خدا چیزے را کہ ضرر رساند بدیشاں (اگر ترک عبادت او کنند) و سود کی رساند بدیشاں اگر ہمہ اوقات بپرستش ایشاں صرف نمایند زیرا کہ معبود ایشاں جماد است و جماد بر ایصال نفع و ضرر قادر نباشد۔ و حال آنکہ معبود باید کہ قدرت او بایقاع ثواب و عذاب متعلق بود تا بندگاں بامید جلب نفع و دفع ضرر او را پرستند) و میگویند کہ ایں بتان شفیعان ما اند نزدیک خدا یعنے در امور دنیا ما را شفاعت میکنند و از خدائے تعالےٰ درخواست مینمایند تا مہمات ما کفایت کند یا بروز قیامت از خدا تعالےٰ درخواست کنند تا از عذاب رہا شوند) بگو آیا خبر میکنند خدا را (استفہام توبیخ است) باچیزے کہ نمیداند در آسمانہا و زمین (انتفائے علم بجہت انتفائے معلوم است یعنی شما میگوئید کہ خدا را شریک ہست و ایں بتاں شفاعت ایشاں میکنند و خداوند کہ عالم ست بجمیع معلومات ایں را نمیداند پس معلوم شد کہ شریک نیست و شفاعت نخواہد بود و گویند کہ کلمہ فی تعلیم صلہ ہست و معنی اینکہ خدائے را ابچیزے کہ در آسمان و زمین نیست یعنی شریک باری) پاکست خدا و برتر ست از آنچہ شریک میدارند۔ پیروان دین محمدی از ہمہ بیشتر اعتقادِ شفاعت بر آنحضرت دارند و بہ یقین پندارند کہ آنحضرت در آخرت شفاعت شاں نماید۔ اما در قرآن شریف کہ باعتقاد اہل اسلام کلام رب لطیف ست خود خدا تعالےٰ بمحمد صاحب ہدایت مے فرماید **سورۃ یونس** قل لا املک لنفسی ضرًا ولا نفعًا الا ما شاء اللہ **ترجمہ** بگو اے نبی! مالک نمیشوم برائے نفس خود زیانے را و نہ سودے را یعنی قادر نیستم بر دفع ضررے و نفع برائے خود مگر آنچہ خواہد خدائے۔

و در **مشکوٰۃ** شریف از عائشہ صدیقہ حدیثے مذکور ست وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا ذکرت النار فبکت فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما یبکیک قالت ذکرت النار فبکیت فھل تذکرون اھلیکم یوم القیٰمۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما فی ثلثۃ مواطن فلا یذکر احد احدًا عند المیزان حتی یعلم ایخف میزانہ ام یثقل وعند الکتاب حین یقال ھاؤم اقرءوا کتابیہ حتی یعلم این یقع کتابہ فی یمینہ ام فی شمالہ من وراء ظھرہ وعند الصراط اذا وضع بین ظھری جہنم (رواہ ابوداؤد) **ترجمہ** روایت ست از عائشہ کہ وے یاد کرد آتش دوزخ را پس بگریست پس گفت پیغمبر خدا چہ چیز در گریہ آورد ترا اے عائشہ گفت عائشہ یاد کردم ایں دوزخ را پس بگریستم از ترس عذاب آں پس آیا یاد می آرید شما اہل و عیال خود را روز قیامت و خبردار میباشید با حوال ایشاں پس گفت پیغمبر خدا اما الخیر ورنہ جائیگاہ کہ دراں یاد نے آرد ہیچ یکے ہیچ یکے را نزد میزان کہ برپا کنند اعمال را تا آنکہ میداند آنکس کہ سبک آید ترازوے وے یا گراں و دیگر نزد دادن کتاب بدست روزے کہ گفتہ مے شود بگیرید بخوانید کتاب مرا ایں آنکس میگوید کہ کتاب بدست راست وے می دہند و وے خوشحال میشود و میگوید بردم بگیرید بخوانید کتاب مرا تا آنکہ میداند کجا واقع ست کتاب وے آیا در دست راست وے یا در دست چپ وے یا از پس پشت او و دیگر نزد پلصراط وقتے کہ نہادہ شود میان دوزخ تیز تر از شمشیر و باریک تر از موئے گردانیدہ شود مردم را ازاں در پس سہ موطن ہمہ حیران و درماندہ بہ نفس خود باشد و کسے را مجال یاد آوردن و خبر گرفتن نباشد" (مشکوٰۃ کتاب الفتن باب الحساب والمیزان فصل دوم صفحہ ۴۸۱ و ۴۸۲ مطبوعہ نولکشور) - چون از آیات قرآن شریف بہ شہادت حدیث لطیف واضح گردیدہ کہ بحضور خداوند عالم عالمیاں شفاعت و سفارش را دخلے نیست و نہ فدیہ را گنجائشی۔ پس بضمیر صداقت تنویر تفکر نمائید کہ بار شفاعت را چہ حال و شفیع را چہ مجال خود مسیح بانجیل شریف قطعی نفی کردہ کہ اگر بعد از من کسی دعوے نبوت کند ہرگز اعتبار ندارید چرا کہ کاذب باشد نہ کہ صادق و ہدیٰ -

بسیار انبیائے کذاب پیدا خواہند شد و بیشتر عوام الناس را گمراہ خواہند کرد و بہ سبب فزونی بیدینی محبت اکثراں سرد خواہد شد" (متی ۲۴/۱۱) زیرا کہ مسیح کاذب و انبیائے دروغ گو ظہور خواہند کرد و آیات و کرامات خواہند نمود اگر ہوے برگزیدگاں را گمراہ کردندے" (مرقس ۱۳/۲۲)۔

تمام علماء و عوام پیروان مذہب عیسوی بشفاعت و کفارۂ مسیح ایمان دارند و پیروان دین موسوی بشفاعت موسے معتقد اند۔ مگر بالاتفاق مے گویند کہ غیر ایشاں کسے را منصب شفاعت نمے شناسند از محمد صاحب در توریت و انجیل خبرے و نہ بدیں شاں را شفاعت احمدی ارزے ست و ایشاں ہرگز شفاعت و سفارش محمد صاحب اعتقاد ندارند۔

اکنوں باید نگریست کہ در حدیث چہ نوشتہ وان انس ان النبی قال یحبس المومنون یوم القیٰمۃ حتی یھموا بذالک فیقولون لو استشفعنا الیٰ ربنا فیریحنا من مکاننا فیاتون اٰدم فیقولون انت اٰدم ابو الناس خلقک اللہ بیدہ واسکنک جنتہ واسجد لک ملٰئکتہ وعلمک اسماء کل شیء اشفع لنا عند ربک حتی یریحنا من مکاننا ھٰذا فیقول لست ھناکم ویذکر خطیئتہ التی اصاب اکلہ من الشجرۃ وقد نھی عنھا ولکن ائتوا نوحًا اول نبی بعثہ اللہ الی اھل الارض فیاتون نوحًا فیقول لست ھناکم ویذکر خطیئتہ التی اصاب سؤالہ ربہ بغیر علم ولکن ائتوا ابراھیم خلیل الرحمٰن قال فیاتون ابراھیم فیقول انی لست ھناکم ویذکر ثلٰث کذبات کذبھن ولکن ائتوا موسیٰ عبدًا اٰتاہ اللہ التوراۃ وکلمہ وقربہ نجیا قال فیاتون موسیٰ فیقول انی لست ھناکم ویذکر خطیئتہ التی اصاب قتلہ النفس ولکن ائتوا عیسیٰ عبد اللہ ورسولہ وروح اللہ وکلمتہ فیاتون عیسیٰ فیقول لست ھناکم **ترجمہ** حبس کردہ میشوند جمیع مومناں روز قیامت تا آنکہ در قصہ در آوردہ میشوند و محزون گردانیدہ میشوند بہ سبب حبس پس میگویند کاش کے طلب شفاعت میکردیم بسوئے پروردگار خود و پیدا میکردیم برائے خود کسے را تا در حضرت وے ما را شفاعت میکرد۔ پس می خواہید و میبرد ما را ازیں جائیکہ ایستادہ ایم تا در راحت مے اندازد و خلاص میکرد ما را ازیں اندوہ و محنت پس می آیند آدم را پس میگویند تو آدمی پدر تمام مردم پیدا کرد ترا خدا تعالےٰ بدست خود و ساکن گردانید ترا در بہشت و ساجد گردانید برائے تو فرشتگان خود را و اما ساجد ترا نامہائے ہمہ چیز را شفاعت کن ما را بر پروردگار تو کہ مخصوص گردانید ترا باآں فضائل و کرامت تا راحت کند و سرد نما ازیں جائے پس میگوید آدم نیستم من دریں مقام و مرتبہ کہ گماں مے برید شما تا جرأت کنیم و در آئیم در مقام شفاعت و التماس کنیم و فتح ایں باب نمائیم و یاد می کند گناہ و تقصیر خود را کہ رسید بود او را کہ خوردن او ست از درخت

ف۵ نوشیدن و مس کردن حجر الاسود را از امید داشتن کہ گناہاں ما زائل خواہد شد و ایں سنگ بشامت اعمال ما سیاہ میگردد و روز قیامت نزد خدا شہادت خواہد داد و شفاعت مومناں خواہد کرد ایں قبیل ست و ہم از اہل قبور مراد جستن و مردگاں را شفیع و بحاجت روا ایشاں دانستن بر آں عرس و چراغاں کردن و از آں امید نجات و بہبودی داشتن صریح شرک و بت پرستی ست کہ ش گفت ہر کہ گفت ۵ اگر بیر مردہ بکار آمدے + ز شاہیں مردہ شکار آمدے

فہرست کتب ستیہ دھرم پرچارک پریس ہری دوار

تواریخی فسانہ و دلکش داستان

آج کل کے نوجوان ہمیشہ دلکش داستانوں کو پڑھنے [پسند] کرتے ہیں مگر جس پیرایہ میں ان داستانوں کو ملبوس کیا جاتا ہے کون [کہہ سکتا ہے] کہ وہ اخلاق پر اعلےٰ درجہ کا بد اثر ڈالنے اور بہت حد تک اوچھے [خیالات] کے بگاڑنے میں کامیاب ہوتی ہیں ضرورت ہے کہ پوتر بھاوؤں اور [تاریخی] واقعات کو حیرت انگیز و دلچسپ داستان بنا کر پڑھنے والے [نوجوانوں] کے ہاتھ میں کچھ پستکیں رکھی جاویں جس کے لئے مہاشے تسلیورت لال [شرما] نے ستیہ دہرم پرچارک پریس ہردوار کے لئے یہ چار ٹریکٹ تیار [کئے] جن کی بہت سی جلدیں نکلتے ہی بک چکیں ۔

(۱) [مہار]اجہ چندر گپت و سکندر اعظم کی پوتی کی شادی۔ جس میں چندر گپت [کا] حاصل کرنے وش کنیا کے آنے۔ نیتی وان چانک کے کامیاب ہونے [اور] سکندر اعظم کے داماد کی بھارت ورش پر چڑھائی۔ میگستھنیز یونانی [سفیر کا] آنا۔ دو شرائط پر صلح کرنا (۱) راجہ چندر گپت کا روکشانا۔ سکندر اعظم [کی پوتی] سے وواہ (۲) اور یونانی سفیر میگستھنیز کا مہاراجہ چندر گپت کے دربار میں رہنا [وغیرہ] واقعات ہیں حجم ٹریکٹ سائز (۴۸) صفحہ قیمت —— ا ر

(۲) [سیواجی] و روشن آرا دختر اورنگ زیب کا وواہ۔ روشن آرا کا گرفتار ہونا۔ سیواجی کا دربار میں قید ہونا اور روشن آرا کے ہمراہ دہلی سے نکل بھاگنا وغیرہ حالات ہیں حجم (۸۸) صفحہ ٹریکٹ سائز قیمت —— ۲ ر

(۳) حیرت انگیز واقعات مہارانا صاحبان اودیپور کی نوشیرواں عادل کی اولاد ہونے اور ان کے مورث اعلےٰ کا مہربانو پارسی شاہزادی سے وواہ کرنا اور مہاراجہ باپا والی چتوڑ کے مختلف اقوام کی راج کنیاؤں سے وواہ کرنے کے حالات ٹریکٹ سائز ۳۶ صفحہ قیمت —— ا ر

(۴) مہربانو نوشیرواں عادل کی پوتی کا مہاراجہ گوہ سے وواہ کے حالات قیمت ۲ ر

یہ جملہ چار ٹریکٹ فرداً فرداً خریدنے سے ۷ ر میں بک رہے ہیں۔ مگر چونکہ ان کی اکٹھی آتی ہے۔ اس لئے چاروں کے خریدار سے ۶ ر لیا جاویگا ۔

مجلد سٹ ۸ ر

فہرست کلیات الکھدہاری
موجودہ مطبع ہذا برائے فروختگی۔

کلیات الکھدہاری نمبر ۱	حکمت نظری و عملی کے بیان میں	۱ ؏
" " نمبر ۲	علم الہٰی	۱ ؏
" " نمبر ۳	" الہامیوں کے خیال و افعال	۱ ؏
" " نمبر ۱۰	تہذیب الاخلاق	۱۲ ر
" " نمبر ۱۱	صفائی طہارت جسم و جان	۳ ر
" " نمبر ۲۰	پرورش و تربیت اطفال زن و مرد	۱ ؏
" " نمبر ۲۱	نثاوے الکھدہاری	۳ ؏
" " نمبر ۲۸	صحت جسمانی و افعالی	۷ ر
" " نمبر ۲۹	طعام و شراب	۲ ر
کلیات الکھدہاری نمبر ۳۶	موت اور اُس کے بعد کے حالات	۸ ر
" " نمبر ۳۰	شاستر و سمرتی وغیرہ	۱ ؏
" " نمبر ۳۸	حکایات و روایات	؏
" " نمبر ۳۹	دھرج نیتی	۵ ر
" " نمبر ۴۴	متعلقہ راج نیتی	۳ ؏
	دھار نایتاگی	۸ ر

نوٹ۔ دس روپیہ یا دس روپیہ سے زیادہ کے خریدار کو دس فیصدی کمیشن دیا جاویگا ۔ اور پبلک کی قدر دانی پر اس سلسلہ کے باقی نمبرات بھی از سر نو چھاپ کر بہم پہنچانے کی کوشش کیجاویگی ۔

مفید معلومات کا سلسلہ

(۱) سانکھیہ فلاسفی۔ قدیم اور مستند سنسکرت کی سانکھیہ کارکا کا اردو ترجمہ اور سانکھیہ فلسفہ کے موٹے موٹے حالات حجم (۹۰) صفحہ قیمت —— فی جلد ۲ ر

(۲) یوگ فلاسفی۔ یوگ ودیا کے متعلق معلومات کا مجموعہ جسمیں یوگ کی نسبت رائیں یوگ کے اغراض اور کریاؤں کا ورن ہے۔ راج یوگ اور ہٹھ یوگ دونوں کے متعلق مصنف نے لوگوں کے خیالات ظاہر کئے ہیں۔ سنسکرت نہ جاننے والوں کو کافی واقفیت مل سکتی ہے حجم (۶۰) صفحہ قیمت فی جلد ۱۰ ر

(۳) مسیح مذہب کا مخرج بدھ مذہب ہے۔ متوازی کالم میں ہر دو مذاہب کی مشابہت۔ مطابقت و باہمی مناسبت کی مختصر مگر بالتوضیح تشریح۔ محققین و یورپین علماء کی انصافانہ رائے درج ہیں حجم (۶) صفحہ قیمت —— ۱۰ ر

(۴) پارسی مذہب کا مخرج ہے ویدک دہرم ہے۔ ہر دو مذاہب کی باہمی مطابقت و مشابہت پر مختصر سے حالات حجم ۲۸ صفحہ قیمت —— ۸ ر

(۵) اُپنشد جسمیں مندرجہ ذیل مضامین ہیں (۱) وجہ تسمیہ۔ لفظ اُپنشد کی تشریح و تصحیح و تصریح (۲) اُپنشد کی تعداد قدیم و جدید اُپنشد (۳) عام کیفیت۔ زمانہ تصنیف مصنفین (۴) کل اُپنشدوں کے مضامین کا خلاصہ (۵) اُپنشدوں کا عطر حجم ۹ صفحہ قیمت ۱۰ ر

(۶) سنسکرت زبان کی عظمت جسمیں ثابت کیا گیا ہے کہ محققین علماء نے مان لیا ہے کہ سنسکرت دنیا کی کل زبانوں کی ماں ہے اور دنیا کی سب سے پرانی کتاب وید مقدس اسی زبان میں لکھی ہوئی ہے۔ قیمت فی جلد ۳ ر

(۷) ایشور درشن مصنفہ لالہ کاشی رام جی بی اے پردہان آریہ سماج ملتان جسمیں جگہ بہ جگہ وید وکت پرمان دیئے ہیں قیمت ۴ ر فی جلد

(۸) معدن التہذیب یعنی انگریزوں سے ملنے ملانے کے قاعدے۔ سرکار دربار سیر شادی وغیرہ کے متعلق آئین رسم و رواج جو خاص بھارت واسیوں کی واقفیت و معلومات کی خاطر تقلید کیگئی ہے حجم ۶۸ صفحہ قیمت —— فی جلد ۲ ر

(۹) مختلف متعدد سدو پنتھوں کا تذکرہ سوو و سوپنتھ مالک شاہی۔ اودواسی گنج بخشی۔ رام لالی۔ ستھرا شاہی گو بند سنگھی نرملے۔ ناگا۔ بابالالی۔ پران ناتھی۔ ساوہ ستنامی۔ سوتر ائنی۔ رام سنیہی۔ شوبیہ وادی۔ شرودھا امی۔ ناستک چارواک وغیرہ پنتھوں کے جاری ہونیکی وجہ اور تاریخ مندرج ہے حجم ۶۸ صفحہ قیمت ۱۰ ر

جو ہوشمند تھے۔ اسی نام کو جسکے معنے بیدوں کے ہیں اپنی قوم پر عاید کر لیا ہو۔

جواب۔ آپکا فرضی تحکم سنسکرت کے روسے بالکل ناممکن ہے کیونکہ سنسکرت کی کسی لغات یا اتہاس میں اس کا پتہ نہیں ملتا۔ پس ہندوؤں کے بزرگوں کا جاری کیا ہوا یہ نام نہیں ہے۔ بلکہ غیر قوموں کا آریوں کے حق میں الزام و اتہام ہے اور یہ لفظ استھان بھی بالکل اسنبھو اور بے محاورہ ہے۔ کیونکہ ایک فارسی۔ دوسرا سنسکرت ہے۔

البتہ اس کے تسلیم کرنے سے کسی کو انکار نہیں کہ جس طرح اور زبانیں سنسکرت سے نکلی ہیں۔ اسی طرح سنسکرت کے استھان سے فارسی کا ستان بنا ہے۔ مگر عربستان۔ افغانستان۔ فرنگستان۔ انگلستان۔ زابلستان۔ بلوچستان۔ ترکستان۔ گلستان۔ بوستان۔ دبستان۔ تاکستان۔ نخلستان۔ چمنستان کی امثال ہندوستان بھی ہے۔ کوئی لفظ اس میں سے چھوٹا ہوا نہیں ہے۔ پس یہ فرمانا بھی آپ کا محض بے بنیاد ہے کہ یہ ہندوؤں کی ایجاد ہے۔ نہیں نہیں غیر ملک کے باشندوں کا الزام ہے اور سب سے زیادہ کثرت استعمال اس کا بدولت اسلام ہے۔ چنانچہ اُس کے اثبات میں شہادتیں یہ ہیں :-

(۱)۔ حضرت معاویہؓ کے والدہ کا نام ہندہ تھا۔ کیونکہ وہ سیاہ فام تھی۔ مثالب

(۲)۔ ہند بالکسر نام زنے کہ قاتل امیر حمزہؓ بودہ است۔ منتخب

(۳)۔ ہندو در محاورہ فارسیاں بمعنے دزد و رہزن۔ غلام مے آید۔ خیابان۔ غیاث

(۴)۔ ہندو زن۔ زن ساحرہ را گویند یعنی جادوگرنی عورت۔ غیاث۔ کریم۔

(۵)۔ ہندویا۔ یعنی ہندوستان یا دوات (سیاہی) کشف۔

(۶)۔ ہندوے پیر۔ زحل کہ در آسمان ہفتم است و پاسبان ملک است و رنگ سیاہ دارد۔ اگر پاسبان ہند کہ ایشاں را سادی گویند۔ رنگ سیاہ نے باشند۔ کشف۔

(۷)۔ ہندوئے چرخ ہفتم۔ بالکسر یعنی زحل کہ نحس و سیاہ است۔ کشف برہان

(۸)۔ ہندوئے بابک میں و ہندوے سپہر ہفتمی۔ و ہندوئے گنبد گردان۔ زحل کشف

(۹)۔ ہندو تو۔ بالکسر غلام و بندہ تو۔ کشف۔

(۱۰)۔ ہندو بکسر غلام و بندہ۔ کافر و تیغ۔ کشف۔

(۱۱)۔ چار ہندو در یکے مسجد شدند + بہر طاعت راکع و ساجد شدند

(۱۲)۔ زلف دلبندش صبا را بند در گردن نہد + با ہوا داراں رہرو حیلۂ ہندو ببین۔

(۱۳)۔ اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل ما را + بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

(۱۴)۔ خواجہ را بود ہندو بندہ + پروریدہ کردہ او را زندہ (مثنوی رومی)

(۱۵)۔ دو ہندو بر آیند بر ہندوستاں + یکے دُرد یا شد یکے پاسباں (نظامی)

(۱۶)۔ دو ہندوئے از پس سنگے سر بر آوردند۔ (گلستان)

(۱۷)۔ ہندوئے نفط اندازی مے آموخت + حکیمی گفت ترا کہ خانہ نئیں است بازی نہ این است گلستان۔

(۱۸)۔ چہ ہندو ہندوئے کافر چہ کافر کافرے رہزن + چہ رہزن رہزنے ایماں چہ ایماں بیطر

(۱۹)۔ خالے بہ بر عارض آں شاہ پرست است + ہندو بچہ ایست کہ خورشید پرست است۔

(۲۰)۔ جہاں ہندوست تا رخ ست نہ گیرد۔ بگیرش شست تا سخت ست نگیرد شیریں خسرو

(۲۱)۔ دو گیسویش دو ہندوئے رسن باز + برشمشاد سرا وازش رسن ساز (زلیخا)۔

(۲۲)۔ یکے خال سیاہ جا کرد بر کنج بر لب لعلش + تو گوئی بر لب آب بقا بنشست ہندوئے + ظہیر فاریابی

(۲۳)۔ سکند در پیش پائے آں نگارین سجدہ ہا زلفش + بلے کافرے بہ از ہندو پرستی نیست ہندو را + دیوان غنی

(۲۴)۔ من آں ترک سیاہ چشم بریں نام + کہ ہندوئے شعیت سدرا نام شیریں خسرو

اور یہی لفظ فارسی۔ عربی۔ عبرانی وغیرہ زبانوں میں قریب قریب انہیں معنوں میں استعمال ہوا ہے بلکہ ایسی کوئی کتاب شاد و نادر ہوگی جس میں یہ لفظ ان معنوں میں نہ آیا ہو۔ جس سے ہر طرح ثابت ہے کہ یہ نام ہمارا انہیں۔ قطعی ترک کرنے کے لایق اور عداوت اور عناد سے موضوع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے اُن کے لئے یون ملیچھ وغیرہ۔

پادری ٹیفر زبان سنسکرت میں نام آریہ اور زبان فارسی میں ایرانی دونو ہی ایک مصدر یا دہاتو آر سے نکلی ہیں۔ اور آریہ اور ایرانی کے اصل معنے ہل چلا کر کھیتی کرنے والے کے ہیں اور حقیقتاً یہ نام آریہ قوم کے لوگوں کا اس وقت تھا۔ جب یہ صرف کھیتی کر کے ہل واہی کرنے سے روزی کماتے تھے۔

جواب۔ افسوس کہ جن کو مصدر یا دہاتو کی بھی تمیز نہیں۔ وہ بھی اعتراض کرنے پر مستعد ہو جاتے ہیں۔ حضرت آر دہاتو نہیں۔ بلکہ رچی دہاتو ہے جس سے سنسکرت میں آریہ اور آریہ نام بنے ہیں۔ اور اسی سے فارسی پہلوی میں ایرانی بنا ہے۔ مگر آریہ اور آریہ بھی ایک نہیں۔ وہ رچی سے بنا ہے۔ یہ اور سے۔ پہلا تمام قوم (برہمن۔ کھشتری۔ ویش۔ شودر) کا نام ہے اور دوسرا صرف ویش کا۔ چنانچہ ویشوں کے (منوسمرتی ادھیا شلوک ۹ ہیں) پشوؤں کی رکشا۔ دان دینا یگ کرنا۔ پڑھنا۔ بیوپار کرنا۔ بیاج لینا۔ کھیتی کرنا۔ سات کام لکھے ہیں۔ اور پنجابی مثال ہے۔ اُتم کھیتی مدھ بیوپار۔ نکھد چاکری بھیکھ ندان۔ آریہ کے معنے سنسکرت کے روسے فاضل سریشٹ۔ ودوان۔ پارکھ۔ ایشور بھگت کے ہیں۔ اور یہی ذکر میکس میولر صاحب نے بھی کیا ہے۔ (دیکھو سائنس آف لنگویج صفحہ ۲۷۵) آریہ کے معنے فاضل ودوان اور دیوتا اور خوش اخلاق دیوتوں کی تعظیم کرنے والا ہے۔ کیونکہ یہ ملیچھ و سیون کی ضد ہے۔

اور کل آریہ کبھی کھیتی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ابتدا سے اس کی چار حصوں پر تقسیم ہے۔ جس کا وید مقدس میں بھی ارشاد ہے گویا اُسی ہدایت پر اس تمدنی تقسیم کی بنیاد ہے۔ یعنی ودیا کا پڑھنا۔ پڑھانا۔ یگ کرنا۔ کرانا۔ دان دینا۔ لینا جو مکھ کام ہیں اُن کا کرنیوالا برہمن۔ ودیا کا پڑھنا۔ یگ کرنا۔ دان دینا۔ ملک و قوم کی حفاظت کرنا جو قوت بازو سے متعلق ہے اُس کا کرنیوالا کھشتری۔ اور بموجب تشریح بالا کے دیستاٹن کر کے تجارت کرنیوالا۔ ویش اور جاہل محض اور خدمتگار کا نام شودر ہے لیکن ہمیشہ آریہ قوم میں سے ویش کھیتی کرنیوالے رہے یا کھیتی کرنیوالے کا ویش لقب رہا۔ مگر تمام بنی نوع انسان کا کام بموجب قانون قدرت کے صرف کھیتی کرنا نہیں۔ ورنہ علم شجاعت۔ حفاظت ملک کی خدمت پر اونکا کون کرنے اور یہی تقسیم ایرانی قوم میں بھی اسی طرح بلحاظ تمدن کے موجود ہے اور کتاب دبستان مذاہب اور اُستا و ژند اور آسمانیات سے واضح طور پر مشہود اور اسی کی تائید۔ میکس میولر صاحب کے بیان سے ظاہر ہے یعنی پارسی لوگ بھی آریہ ورت سے اٹھکر ایران میں آباد ہوئے (دیکھو سائنس آف لنگویج صفحہ ۲۸) اور تاریخ بھی اس کی شہادت دیتی ہے کہ قدیم یونانی۔ اہل روما اور اہل انگلش اور اہل فرانس اور اہل جرمنی اور اہل فارس وغیرہ سب کے بزرگ آریہ تھے۔ (دیکھو تواریخ ہند) پس مناسب ہے کہ آپ اس غلطی کا بھی علاج فرماویں۔ اور اس قسم کے فرضی و خیالی دعووں سے باز آویں۔

پادری۔ جیسے کہ اس پنجاب میں بھی کھیتی کرنیوالے آرائیں کہلاتے ہیں۔

جواب۔ جناب آرائیں لفظ سنسکرت کا نہیں بلکہ پنجابی ہے۔ جہاں تک بنظر تعمق و غور دیکھا جاتی ہے۔ آرائیں نام والی قوم مسلمان ہی ہے۔ ہندو کوئی نہیں۔ جس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ نام الکا عربی کے راعی سے بگڑا ہوا ہے۔ اور بہت تھوڑے تغیر میں ہے جو زراعی کی طاقت حق بولنے کی ذوق کے سبب اسکا رائیں یا آرائیں بولنا ذرا کچھ دشوار نہیں (راعی۔ چوپان۔ گلہبان یعنی چرانندہ چارپایان رعیاء) اور یہی آپ کا منشا ہے۔ پس یہ لفظ بھی عربی کے راعی سے بنا ہے سنسکرت کا نہیں

پادری۔ اگر اس پیشہ کے لوگ جانوروں خصوصاً بیلوں پر ظلم کیا کرتے ہیں اور شریاتی جانوروں کو اپنی چھڑی سے جس کے سر پر ایک لوہے کی نوکدار کیل لگی ہوئی ہوتی ہے۔ چبھو چبھو کر ہانکا کرتے ہیں اور اس سبب سے وہ نوکدار کیل آرکہلاتی ہے۔

جواب۔ حضرت یہ اُن بیرحم جاہلوں کا کمال ظلم ہے اور دہرم شاستر کے رو سے ایسے لوگ سزا پانے کے مستحق ہیں۔ چنانچہ علاقہ مہاراجہ جموں و کشمیر و کپورتھلہ۔ نابھہ یا جیند یا جودھ پور وغیرہ میں کوئی اسکا استعمال نہیں کرتا۔ اور کرنیوالا سزا پاتا ہے (دیکھو رسبر ڈنڈ وغیرہ) اور برٹش انڈیا میں بھی چند ہندو مسلمان عیسائی صاحبان کی کوشش سے انجمن ہمدردی حیوانات بنی ہوئی ہے اور قانون سرکاری بھی ایسے لوگوں کی تنبیہ کے واسطے جاری ہے (دیکھو ایکٹ ۵ سنہ ۶۹ دفعہ ۴ سے) آر لفظ بھی سنسکرت کا نہیں بلکہ فارسی کا ہے۔ چنانچہ آرہ کابل و افغانستان و پشاور میں لکڑی چیرنے۔ جوتی سینے والے آہنی آلہ کو کہتے ہیں۔ غالباً فارسی کے ان الفاظ سے ہی یہ ان بیرحم جاہلوں نے لفظ آرش ساکر رائج کیا ہو تو تعجب نہیں بلکہ یقینی ہے۔

پادری۔ پس جب آریہ قوم نے رفتہ رفتہ علم و ہنر سوداگری میں ترقی کی تو آریہ نام کو جو صرف کھیتی کرنیوالے کو مخصوص تھا چھوڑ دیا اور بہ نسبت اس آریہ نام کے (اعلیٰ) ہیں۔ دوش کو جو رفتہ رفتہ ہندو ہو گیا ہے۔ اپنی قوم پر عاید کر لیا ہے اور یہ ہندو بہ نسبت آریہ نام کے اس قوم میں زیادہ رونق پا گیا۔

جواب۔ آپ کا یہ الزام بھی بالکل خام ہے۔ کبھی کسی فاضل سنسکرت یا پراکرت نے یہ نام (ہندو) اپنی قوم کی نسبت عاید نہیں کیا۔ مگر المجبوری و معذوری حکم حاکم مرگ مفاجات جانکر مسلمانوں کے وقت سے فارسی کا رواج ہو جانے سے دفتروں میں یہ نام تحریر ہونے لگا۔ اور آخرکار تمام ملک مسلمانوں کا ہندو (غلام) ہو گیا۔ آپکا یہ فرمانا کہ جب اس قوم نے رفتہ رفتہ علم و ہنر سوداگری میں ترقی کی تو آریہ نام کو چھوڑ دیا بالکل فضول اور لغو ہے بلکہ دھوکھا دہی ہے جب تک علم و ہنر و سوداگری وغیرہ میں ترقی رہی تب تک آریہ نام رہا۔ اور جب سے سُستی اور کاہلی اور آرام طلبی نے گھر کر لیا۔ علم و ہنر و سوداگری و سفر و سیاحت سے دستکش ہو گئے۔ ہندو۔ کافر۔ غلام۔ نیم وحشی بن گئے۔ چنانچہ تواریخ بھی بتلاتی ہے۔ کہ آریہ لوگ ہمیشہ سے فلاسفی کے شوقین رہے اور ہندسہ اور طبعیات کے اُستاد اول یہی ہیں۔ اسی سبب سے وہ آریہ یعنی سرلیسٹ کہلاتے تھے۔ ایران کا دارا بادشاہ بھی آریہ ہونیکا اقراری تھا کہ میں آریہ ہوں اور آریوں کی اولاد سے ہوں کیونکہ اُس کے پردادا کا نام اریارمنیا تھا (دیکھو سائنس آف لنگویج مصنفہ میکس میولر صفحہ ۲۸)

پادری۔ جو کہتے ہیں کہ یہ نام ہماری قوم کا ہمارے دشمنوں یعنی مسلمانوں نے رکھا ہے۔ وہ محض غلط نہیں بلکہ دہوکھا ہے۔

جواب۔ چونکہ یہ نام ہماری کسی مذہبی پستک یا تواریخی پالٹی کتب میں کسی جگہ مذکور نہیں ہے اور مخالفوں اور غیر ملک والوں کی کتابوں میں صدہا مقام پر موجود ہے۔

جس سے ثبوت کے واسطے چند مقام ہم نے پیش کر دیئے۔ پس اسی حالت میں انکار محض کو سوائے تجاہل عارفانہ کے ہم اور کیا کہیں۔ مگر حضرت یہ تاکہ ہندو بھائیوں کو ست ویدک دھرم سے محروم رکھ کر چاپلوسی کر کے عیسائی بنا لیا کریں اور اُن کو آریہ نام سے نفرت ہو جائے۔ پادری صاحب نے ایک دام تزویر بچھا کر اُن کو گمراہ کرنا چاہا۔ ورنہ اور کچھ نہیں۔

پس ہر ایک دانا جان سکتا ہے۔ کہ یہ نام جب ہمارے مخالفوں کی کتابوں میں خواہ وہ ایرانی ہوں یا افغانی یا یونانی یا اعرابی یا رومی موجود ہے۔ تو اُن کا دعوے کسی قدر دروغ بیفروغ ہے جس پر ہمیں کہنا پڑا کہ پادری نے دہوکھا بازی کو کام فرمایا اور حق سے منہ چھپایا ہے۔ ہم اُن کو چیلنج کرتے ہیں۔ کہ وہ یا اُنکا کوئی اور الہامی یار غار یا فضیلہ جاہ مرزا غلام احمد وغیرہ) ہندو نام کسی سنسکرت کی کتاب میں بتلا دے اور ثبوت کرا دے۔ ورنہ یہ دہوکھا بازی کا طوق مثل یہودا اسکریوطی یا پریہ کے قیامت تک دغاباز کے گلے میں رہیگا۔

پادری۔ کیونکہ یہ نام ان کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ جو محمد صاحب کی پیدائش سے بہت پہلے لکھی گئی تھیں (مثلاً استر کی کتاب جو حضرت محمد صاحب کی پیدائش سے ایکہزار برس پیشتر لکھی گئی تھی) اُس کے پہلے باب کی پہلی آیت میں ہندوستان ہے اور اسی طرح فلادیس جوسفیر یہودی مورخ بھی اپنی کتاب میں ہندوستان کا نام لکھتا ہے جو محمد صاحب کی پیدائش سے ۶۰۰ برس پیشتر ہوا ہے (دیکھو اُس کتاب کی سطر ۸ باب ۵) پس ظاہر ہے کہ محمد صاحب کی پیدائش سے بہت پہلے یہ ملک ہندوستان کے نام سے نامزد اور مشہور معروف تھا اور اعلیٰ اُسکے باشندے ہندو کہلاتے تھے۔

جواب۔ یہ ثبوت بھی آپ کے وسواس کی مضبوطی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ہمارا دعوے یہ ہے۔ کہ ہماری کتابوں میں ہندو نام نہیں ہے اور نہ سنسکرت کا لفظ ہے۔ باقی رہا استر میں یا تواریخ یہودیہ میں ہونا۔ اول کتاب سکندر کے قریبی زمانہ کی بنی ہوئی ہے (دیکھو استر کی کتاب عبرانی بائیبل صفحہ ۱۱۸۷ مطبوعہ ۱۸۷۸ء لنڈن مسیح سے ۵۲۱ برس پہلے) اور دوسری مسیح کے بعد کی ہے۔ اور جہاں تک تحقیق ہو چکی ہے۔ غالباً یہی زمانہ ہے جب سے یہ بُرا نام ہمارے اور ملک کے واسطے غیر ملک والوں نے استعمال کرنا شروع کیا۔ چونکہ آپ کے بیان سے بھی ہمارے دعوے کا ثبوت ہے۔ اور آپکے حق میں مضر۔ کیونکہ ہمارے ہاں مشہور ہے کہ یہ نام یوں لوگوں نے موضوع کیا۔

عام اعتراض۔ ہندو نام اندو سے بنا ہے اور اندو کہتے ہیں چندرمان کو یعنی چندربنسی۔

جواب۔ ہم مانتے ہیں کہ اندو چندرمان کو کہتے ہیں۔ مگر سنسکرت میں یہ کس طرح بن گیا۔ اور علاوہ براں کیا تمام ہندو چندربنسی یا سورج بنسی ہیں۔ برہمن۔ ویش۔ شودر نہیں ہیں۔ اور اندو صرف چندرماں کو کہتے ہیں۔ بنسی کہاں سے آ گیا۔ اور کس کے معنے ہوتے اور کیوں یہ نام اس دہاتو سے بھی کسی سنسکرت پستک میں آج تک مندرج نہیں ہے۔ اور کیا سوائے چندربنسی کے اور لوگ اپنے آپ کو ہندو نہیں کہلاتے یا سورج بنسی سے کوئی اور نام نکلا ہے اور کیا آپکے سوائے دنیا بھر میں کسی کو یہ امر معلوم نہیں۔ جبکہ ان مندرجہ بالا باتوں سے کوئی بھی ہو نہیں ہو سکتی ہے۔ لہٰذا یہ دعوے بھی محض بے بنیاد ہے۔ کیونکہ اب تک چندربنسی سورج بنسی وغیرہ صدہا گوتروں کی قومیں آریہ ورت میں موجود ہیں۔ مگر ہندو کا نام و نشان ندارد۔

اب کچھ تھوڑا سا اس امر کا بھی ثبوت دیا جاتا ہے کہ ہمارا آریہ نام کن کن پستکوں میں مندرج ہے۔ زیادہ اثبات کے خیال سے اصل عبارت معہ حوالجات کے تحریر ہوگی۔

نمبر اول۔ رگ وید منڈل ۱ سکت ۱۳۰ منتر ۳

सनातुभ मां अच्छधा न ओजः पुरो विभिन्दन्न रहिद दासीः विद्वान वज्रिन्द्रस्य वे हेतिमस्या र्य्यं सहो वर्धया द्युमन्त मिन्द्रः ॥

نمبر ۲۔ رگ وید منڈل ۱ سکت ۵۱ منتر ۸

विजानी ह्यार्यान्ये च दस्यवो हिंश्वते रस्थ वशा स द व्रतान शाकी मव यजमानस्य चोदिता वि श्वेताते स धं मा दे षुचा केन ॥

نمبر ۳۔ یجروید ادھیائے ۱۶ منتر ۴۲

नमः पार्य्याय चावार्य्याय च नमः प्रतरणाय चोत्तरणाय च नमस्तीर्थ्याय च कूल्याय च नमः इति यजुर्वेद ॥ १६।४२

نمبر ۴۔ منوسمرتی ادھیائے ۲ شلوک ۲۲ تک

आ समुद्रात्तु वै पूर्वादा समुद्रात्तु पश्चिमात तयोरेवान्तरं गिर्योरार्यावर्तं विदुर्बुधा ॥

نمبر ۵۔ منوسمرتی ادھیا ۱۰ شلوک ۴۵

मुख बाहूरूपज्जानां या लोके जातयो बहिः म्लेच्छवाचश्चार्यवाचः सर्वे ते दस्यवः स्मृताः ॥

نمبر ۶۔ نیا ودرشن ادھیا پہلا سوتر ۱ بھاش واتسائن

نمبر ۷۔ کاشکا ادھیا ۲ چار پاد اسوتر ۳۰

कृष्या य्यो

केवल मामक भागधेय पाप परसमानार्ये कृतम् मङ्गलभेषजा च्च ॥ ३० ॥

نمبر ۸۔ اشٹادھیائی ادھیا ۴ پاد اسوتر ۴۹

इन्द्र वरुण भव शर्व रुद्र मृड हिमारण्य यव यवन मातुलाचार्याणामानुक्

نمبر ۹۔ اس کا کاشکا کا بھاش

आर्य क्षत्रियाभ्यां वा आर्याणी आर्या

نمبر ۱۰۔ گیتا ادھیا ۲ شلوک ۱۰

अनार्य जुष्टम स्वर्ग्यम कीर्तिकरम् अर्जुन ः

نمبر ۱۱۔ بھارت ادیوگ پرب

श्रुतं प्रज्ञानुगं यस्य प्रज्ञा चैव श्रुतानुगा असम्भिन्नार्य मर्यादः पण्डिताख्यां लभेत सः ॥

نمبر ۱۲۔ یتھرو دہشت ایدلیش باب اول आर्य

نمبر ۱۳ " باب دوم आर्य

نمبر ۱۴ " باب سوم आर्य

نمبر ۱۵ " باب چہارم आर्य

نمبر ۱۶ " باب پنجم आर्य

نمبر ۱۷۔ بالمیک رامائن بال کانڈ سرگ ۱ شلوک ۱۶، ۳۵

सर्वदाभिगतः सद्भिः समुद्र इव सिन्धुभिः आर्यः सर्वसमश्चैव सदैव प्रियदर्शनः गत्वात्तु समा

त्मानं रामे सत्व पराक्रमम् अर्याच्च ज्ञातरेतन्न आर्य भाव पुरस्कृतः

نمبر ۱۸ वाल्मीकी रामायणे

نمبر ۱۹۔ بالمیک رامائن کشکندھا کانڈ سرگ ۱۹ شلوک ۲۸

सत्त्वेषु नुरुस्थाय आर्य पुवेति बोदिनी हरी दसी मति दृष्ट्वा प्रवीत सत्य दाभि

ڈکشنری کلاں سنسکرت و انگریزی مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۲۴ سنہ ۱۸۶۳ء

نمبر ۲۰۔ آریہ۔ نمبر ۲۱۔ آریک۔ نمبر ۲۲ آریہ گریہ۔ نمبر ۲۳۔ آریہ پوتر۔ نمبر ۲۴ آریہ پرایہ۔ نمبر ۲۵۔ آریہ روپ۔ نمبر ۲۶۔ آریہ لنگ۔ نمبر ۲۷ آریہ ورت۔ نمبر ۲۸۔ آریہ ویش۔ نمبر ۲۹ آریہ گیت۔ نمبر ۳۱۔ آرش۔ نمبر ۳۲ अर्हआर्य ہیں کوش پہلا کانڈ۔ نمبر ۳۳۔ رکوش شبدارتھ بھاوے مرچھکا ناٹک۔ देवा र्य्य ज्ञातनेदन صفحہ ۵ مطبوعہ سال ۱۸۷۵ء (لاہور) نمبر ۳۴۔ آریہ۔ نمبر ۳۵۔ آریک۔ نمبر ۳۶۔ آریہ پتر۔ نمبر ۳۷۔ آریہ منز۔ نمبر ۳۸ آریہ ورت نمبر ۳۹۔ آریہ تے ہی ایران اور آرمینہ یہ لفظ بھی نکلتے ہیں اور ایری کہ آریہ سے بنا ہے۔ آرمینوں کے ہاں اس کے معنے بہادر کے ہیں۔ (دیکھو حیاتیس آف دی لنگویج صفحہ ۲۸۱)۔

نمبر ۴۰۔ چونکہ آریوں کی بود و باش کا مقام ہے اسکا نام ایریہ ہے۔ یہ استاد ژندہ میں لکھا ہے (دیکھو سائنس آف دی لنگویج صفحہ ۲۸۱ مسٹر میکس مولر صاحب۔

نمبر ۴۱۔ گوربلاس جوتم سکھ بھائے آریہ (یوسیس) ہرم کے کاریہ۔

نمبر ۴۲۔ سو ویک ولاس گرنتھ میں بودھوں کا مت ایسا لکھا ہے۔

बौद्धानां सुगतो देवो विश्वं च क्षणभङ्गुरम् आर्य सत्वाख्यया तत्त्वचतुष्टयमिदं क्रमात ॥

نمبر ۴۳۔ روزمرہ کا شنکلپ

ब्रह्मणो द्वितीय प्रहरार्द्धे श्वेत वाराह कल्पे जम्बू द्वीपे आर्यावर्तान्तर गते इत्यादि ॥

اس سے ہر ایک بدیہی مان جان سکتا ہے۔ کہ ہمارا نام آریہ ہے یا ہندو اور ملک کا نام آریہ ورت ہے یا ہندوستان۔ ہم نے تحقیق حق اور باطل کے خیال سے بہت سی شہادتیں دونوں ناموں کی نسبت پیش کر دی ہیں۔ ناظرین سچ اور جھوٹھ میں تمیز کر کے ملک و قوم کو ان کلنکت ناموں سے بچانے کی کوشش کریں۔

نقل اور خط۔ جناب ایڈیٹر صاحب آریہ گزٹ۔ نمستے مضمون ذیل کو جو کہ جملہ عتراضات نور افشاں کے لفظ آریہ کی تشریح کی بابت ایلاع خدمت ہے اپنے بیش بہا اخبار کے کسی گوشہ میں شایع فرما کر نیاز مند کو ممنون فرمایئے۔

پادری صاحب کو آریہ شبد کی تحقیقات سے بیشتر اس امر کی تحقیق ضرور رہے سب زبانوں میں سٹڈ سنگ کون ہے اور کس کو دعوٰے قدامت ہے یقین کامل ہے کہ اس امر کو تحقیق کرنے ہی خلاصہ اور واضح طور پر سوائے دیوبانی سنسکرت کے اور کسی زبان کا دعوٰے قدامت اور مدرٹنگ ہونیکا پایہ ثبوت کو نہ پہنچیگا۔ پس جب سنسکرت ہی مدرٹنگ ہے تو خصوصاً اور جب تحقیق طلب آریہ شبد اسی زبان کا ہے تو عموماً سنسکرت ہی میں تلاش کرنا راست اور درست ہے اور سنسکرت کی لغات (دھاتو یا مادہ) کو چھوڑ کر دوسری آف ٹریوں ڈایا الیکٹس (زبان ہائے مفروع) میں آریہ شبد کا مادہ اور مخرج تلاش کرنا سمجھنا ویسا ہی ہے جیسا کہ جمیکا کی پر زرکاں طلائی پر بیٹھ کر موریتیکھ سے سونا نکالنے کی فکر میں سر مارنا خیر۔ پادری صاحب

کی تو کیا روئے زمین پر کوئی بھی ایسا ملک نہیں کہ جہاں کے علماء سنسکرت کی فضیلت اور قدامت کا دم نہ بھریں اور معقول دلائل اور ثبوت کی طرف توجہ دلانے پر اس کی مدرٹنگ ہونے کے دعوے میں کلام کریں۔ پس پادری صاحب کو اگر یہ معلوم ہو تو اب معلوم کریں۔ کہ آریہ شبد کا دھاتو پرتییا اور معنے حسب ذیل ہیں ۔

आर्य पुल्लिङ्ग ऋ गतौ योग्य आर्य ते वा कर्म गतौ वह हतो
शयंत इति स्वामिनि पुरी सुहृदि श्रेष्ठ कुलोत्पन्ने
पूज्ये स्ये ष्टे सङ्गते न्याय्ये के मान्ये उदार च
रिते शान्त चित्ते कर्त व्यमाचरति कामम कर्त व्य
मनाचरति तिष्ठति प्रकृताचारे सतु आर्य इति स्मृत

اگر پادری صاحب سنسکرت جیسی دیوبانی کے سمجھنے کی عدم استطاعت کی وجہ سے یا اکہ بچون و چرا کا تعصبی چشمہ آنکھوں پر لگانے سے صرف آکسفورڈ ڈکشنری (لکھے ہوئے سے پیدا ہوئے) رسالوں ہی میں اچھی طرح مہارت رکھتے ہیں تو بھی لفظ آریہ کے معنے قریب قریب اُن زبانوں میں بھی یا بن تقاضا ہے کہ وہ سب باتیں سنسکرت ہی کی فروعات ہیں۔ اعلیٰ اور افضل کے پائے جاتے ہیں جیسا کہ :-

(۱) آر۔ آریاے۔ ف۔ آراستہ کرنے والا۔ (۲) آرج۔ ف۔ قدر۔ مرتبہ۔ (۳) عربی۔ ع۔ بلند۔ اونچا۔ (۴) آرین نام ایک شاعر کا۔ اگر آریہ شبد کی لفظی تحقیقات سنسکرت جیسے اعلیٰ تریں زبان کو چھوڑ کر دوسری زبان میں کرنا محض حمق اور جاہلانہ حرکت ہے۔ تاہم وہ فائدوں سے خالی نہیں اول کہ یہ کہ ہر زبان میں آریہ سبد قریب قریب ہم معنی ہونے سے سنسکرت کا مدرٹنگ ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔ دوسرے ہمارے ایک امریکن بھائی کے دل میں لفظ آریہ کے معنے اور وقعت کی طرح یا کسی زبان کے ذریعہ سے شکن ہو سا۔ اور جو بیٹھے اپنے اس دعوے کی (کہ لفظ آریہ کی تحقیقات ہر طرح سنسکرت ہی زبان میں ہونا درست ہے) تائید نہ کرکے جو جید الفاظ مترادف اور ہم معنے دوسری زبانوں کے لکھے ہیں۔ وہ محض بغرض تسکین پادری صاحب اور نیز آریہ شبد کے معنے اُن کے دل نشین کرنے کے بجنسہ اسی طور پر لکھے ہیں۔ کہ جس طرح صاحب لوگ اپنے بچوں کو حرف شناس کرنے کی غرض سے تصویر دار حروف دکھلاتے ہیں۔ تاکہ ہماری قوم اصلی اور پھٹانا نام اور دھرم پر توجہ کرکے خواب غفلت سے جاگے۔ اور راہ راست پر قائم ہو کے بدیوں سے اجتناب کرے۔ اوم۔ شانتی شانتی شانتی ۔

آپ کا بہی خواہ

مورخہ یکم ستمبر ۱۸۸۸ء

ہندوان پرشاد ماسٹر اینگلو ویدک سکول از مقام چھبرا ضلع فرخ آباد

اب لفظ نمستے کی بابت کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

ہمارے ہندو بھائیوں میں جس طرح انہیں اپنا اصلی نام آریہ بھول گیا ہے۔ اسی طرح باہمی میل جول کے وقت بھی بہت سمجھنے اور رشی منی کرت گرنتھوں کے برخلاف اور بیہودہ الفاظ بے سمجھے بوجھے رائج ہیں مثلاً جے رام جی۔ کسن جے۔ سیتا رام۔ رام رام ہری رام جے۔ ہری۔ پیری پونا بندگی۔ پاکو لاگے۔ تسلیم۔ ٹیکنا۔ نمو نارائن۔ آدیس۔ بے شنکھ جے۔ دیوی ماتا کی جے۔ اسیرباد وغیرہ جہاں تک تحقیق کی گئی ہے۔ ان باتوں کا پورانی پستکوں میں سراغ ملتا ہے۔ جس سے صاف ثابت ہے۔ کہ پورانے آریہ مہاتما اس وقت میں جن دنوں کہ ست دھرم کی ترقی تھی ان کا استعمال نہیں کرتے تھے۔ اور جب سے ان باتوں کا استعمال ہوا ہے تب سے گھر گھر نفاق و بغض و حسد فساد کے گوہر سے جو کہ بھرا ہوا نظر آتا ہے ۔ مت

شاستروں کے جھگڑے علیحدہ علیحدہ اشٹ دیو وغیرہ بھی اسی نفاق اور پھوٹ کی برکت سے دکھائی پڑتے ہیں۔ ورنہ ایک ایشور کے بھگت ہونے سے ان کا سراغ بھی ملنا ناممکن ہوگا۔ آریہ ورت کی پوتر بھومی میں روز بروز بطالت و مخلوق پرستی کا پھیل جانا اور تنزل سے آئے دن رونق پانا صرف ایسے واقعات کا نتیجہ ہے۔ اور تاوقتیکہ معقولیت سے ان فضولیات کی تردید نہ ہوگی نفاق کا دور ہونا اسنبھو ہے۔ جہاں تک سناتن رشی منی پرنیت آریہ گرنتھوں کو دیکھا جاتا ہے نمستے کا لفظ باہمی استعمال کرتا پایا جاتا ہے۔ جو محبت اور اتفاق و ملاپ و اخلاق کے بڑھانے کے لئے نہایت موزوں ہے شاید کسی بھائی کو اعتراض ہو کہ نمستے کا لفظ سناتن گرنتھوں میں کہاں پر آیا ہے۔ اس واسطے ضروری ہوا کہ چند حوالجات گذارش کی جاویں۔

چونکہ بعضے برہمن صاحبان (جنہیں حق پسندی سے خود پسندی زیادہ عزیز ہے) مساوات میں تو نمستے استعمال منظور کرتے ہیں۔ مگر چھوٹے سے بڑے یا بڑے سے چھوٹے کے واسطے پسند نہیں کرتے۔ بلکہ ناجائز جانتے ہیں۔ اس واسطے مناسب جانا گیا۔ کہ ہم تینوں کا نمبروار ثبوت دیویں :-

نمبر (۱) تیتریئی اوپنشد واک ۱

ओ३म् शन्नो मित्रः शं वरुणः शन्नो भवत्वर्यमा शन्न इन्द्रो बृहस्पतिः शन्नो विष्णुरुरुक्रमः नमो ब्रह्मणे नमस्ते वायो त्वमेव प्रत्यक्षं ब्रह्मासि। त्वामेव प्रत्यक्षं ब्रह्म वदिष्यामि ऋतं वदिष्यामि सत्यं वदिष्यामि तन्मामवतु तद्वक्तारमवतु अवतु माम् अवतु वक्तारम् तैत्तिरीयोपनिषद् ॥ १ ॥

نمبر (۲) اتھروید

नमस्ते अस्तु विद्युते नमस्ते स्तनयित्नवे नमस्ते अस्त्वश्मने येना दूडाशे अस्यसि ॥ अथर्ववेद १ का १ मंत्र ॥ १ ॥

نمبر (۳) یجروید ادھیا ۱۶

नमस्ते। नमस्ते रुद्र मन्यव उतोत इषवे नमः। बाहुभ्यामुत ते नमः ॥

نمبر (۴) یجروید

नमस्तु रुद्र। यो ये दिवि येषां वर्षमिषवः। तेभ्यो दश प्राचीर्दश दक्षिणा दश प्रतीचीर्दशोदीचीर्दशोर्ध्वाः। तेभ्यो नमो अस्तु ते नो वन्तु ते नो मृडयन्तु ते यं द्विष्मो यश्च नो द्वेष्टि तमेषां जम्भे दध्मः ॥

نمبر (۵) گیتا ادھیا ۱۱ اسلوک ۳۹

नमो नमस्तेऽस्तु सहस्रकृत्वः पुनश्च भूयोऽपि नमो नमस्ते ॥

نمبر (۶) وشنو سہسرنام شلوک نمبر ۳۳

नमः कमलनाभाय नमस्ते जलशायिने नमस्ते केशवानन्त वासुदेव नमस्तते

نمبر ۷۔ وشن سہنر نام شلوک نمبر ۱۳۴

वासनावासुदेवस्य वासितं भुवनत्रयं सर्वभूतनिवासोऽसि वासुदेव नमोऽस्तु ते ॥

نمبر ۸۔ وشن سہنسر نام شلوک نمبر ۱۳۵

नमो ब्रह्मण्यदेवाय गोब्राह्मणहिताय च जगद्धिताय कृष्णाय गोविन्दाय नमो नमः ॥

نمبر ۹۔ جیدی پاٹھ ادہیا ۵ شلوک ۷ سے ۳۴ تک

نمبر ۱۰۔ شیو پران اُتر کھنڈ ۱۴۔ ادہیا شلوک ۲۴

तवाववोधो भरावनभूना नामुदयाय च मलयाय भवेद्रांचि नमस्ते कालरूपिणे

نمبر ۱۱۔ شیو پران اُتر کھنڈ ۱۴۔ ادہیا شلوک نمبر ۲۸

जगदीशस्त्वमेवासि त्वत्तो नास्तीवइश्वरः जगदादिरनादिस्त्वं नमस्ते स्वात्मवेदिने

نمبر ۱۲۔ شیو پران اُتر کھنڈ ۱۴۔ ادہیا سلوک نمبر ۳۹

नमस्ते सूक्ष्मरूपाय सच्चावकठिनाय च स्थूलाय जुरुवे तुभ्यं रूपातीताय लघवे नमः

نمبر ۱۳۔ سارسوت سوترہ ۲۸۵۔

नमस्ते भगवन् भूयो देहि मे मोक्षमव्ययम् सीवासज्जहासी ह्रैं ह्वा नौवनयाचनम ॥

نمبر ۱۴۔ گورد گوبند سنگھ کا جاپ جی پوڑی ۲ سے لیکر ۹ تک و ۲۴ سے ۴۷ تک اور ۶۵ سے ۱۲۱ تک اور ۱۴۴ سے ۱۸۷ تک و ۱۹۹ جاپ جی۔

نمبر ۱۵۔ ست نارائن کی کتھا ادہیا پہلا سلوک ۵۲۔

नमः सत्यनारायणस्य व ह्रैं नमः श्महशार्श्वाय विश्वस्य भर्तिकरालाय कालस्य कान्यास्य कर्त्रे नमस्ते जगन्मयलायात्ममूर्तये

نمبر ۱۶۔ یجروید ۱۶/۳۲

नमो ज्येष्ठाय च कनिष्ठाय च नमः पूर्वजाय च परजाय च नमो मध्यमाय चापगल्भाय च ।

اور اسی طرح بھوشٹ پوران اور آدیتہ ہردے میں بھی بہت جگہ اور مقام میں نمستے کا لفظ موجود ہے۔

نمبر ۱۸۔ منو سمرتی ادہیا ۲ شلوک نمبر ۱۲۷
نمبر ۱۹۔ ادہیا ۲ سلوک ۲ نمبر ۱۳۶
نمبر ۲۰۔ " " نمبر ۱۳۷
نمبر ۲۱۔ " " نمبر ۱۳۸
نمبر ۲۲۔ منو سمرتی ادہیا ۳ شلوک نمبر ۳
نمبر ۲۳۔ " " نمبر ۵۵
نمبر ۲۴۔ " " نمبر ۵۶

مزید شہادتیں تیو مادح انسانی کے استعمال کے واسطے کافی و وافی ہیں جن کے رتبے چھوٹے بڑے مساوی کے واسطے بولنا نمستے کا درست ہے۔

نمبر ۲۵۔ منو سمرتی ادہیا ۴ شلوک نمبر ۵۷
نمبر ۲۶۔ " " نمبر ۵۸
نمبر ۲۷۔ " " نمبر ۵۹

اور دیگر سمرتیوں میں بھی صدہا جگہ اس نمستے شبد کا ذکر و بیان ہے خصوصت والمیک راماین میں جن کا ذکر وشوامتر اور وسشٹ کی باہمی ملاقات کا ذکر ہے۔

نمبر ۲۹۔ والمیک راماین

नमस्ते स्तग मिश्यामी

نمبر ۲۹۔ شبدار تھ سہا ‌ؤ صفحہ ۱۸۵

नमस्यं नमस्कारणीय (त्वी) (स्त्री) पूजाता जीमके लायक नमस्ते वाता

نمبر ۳۰۔ سروانو کرم سوتر نمبر ۹ واک ۲۴ میں نمستے کو یا کو اگ جی نہایت اُداس اور عموماً بول چال میں استعمال کرتے ہیں تعصب اور ضد کا تو کوئی شبہ و ہنر اور لقماں کے پاس نہیں تھا۔ اگر غور سے جو صاحبان خیال فرمائینگے اُن پر بخوبی واضح ہو جائیگا کہ نمستے شبد موزوں وسیع فصیح اور عمدہ اور معنے خیز کیا کوئی مذکورہ بالا ناموں سے ہے۔ جہاں تک سوچا گیا ہے کوئی نہیں۔ پس ضروری ہے کہ ہم اس محبت اور اتفاق اور اخلاق سکھانے والے کا نام استعمال کریں۔ تاکہ ملک و قوم کے تنزل کا خیال ہو کر اُس کے ابھار و ترقی کی طرف کمر ہمت باندہیں اور ہندوستان کو پرمیشور کی برکت و کرپا سے آریہ ورت بناویں۔

پادری صاحب نے حاشیہ میں لکھا ہے۔ کہ اگر ہندو نام فارسی میں بُرے ہونیکے سبب متروک ہے۔ تو رام فارسی میں غلام و فرمانبردار کو اور اسی طرح آریہ عربی میں کمینہ ور قوم کو اور بید سنسکرت میں حکیم اور فارسی میں درخت بے ثمر کو اور یاد جسکو عربی میں شمس کو کہتے ہیں وہ بھی ترک کر دی جائیں معنے سنسکرت میں جسکا شروع نہ ہوا اور آریہ اور ویدا اور یاد لفظ سنسکرت اسکا جواب ہماری طرف سے یہ ہے کہ رام اور آریہ اور ویدا و لفظ کا نام و نشان اور دہر کی کتابوں میں صدہا مقاموں میں موجود ہیں۔ مگر ہندو لفظ منسوخ ہیں اگر ہندو بھی کسی کی کتابوں میں ہوتا تو ہمیں تسلیم کرنے سے کب انکار تھا۔ مگر بعدم ثبوت رجیسا کہ آرش گرنتھ میں ہوتا تو ہمیں تسلیم کرنے سے کب انکار تھا۔ مگر اسواسطے پہلے نام قابل تسلیم اور دوسرے لائق ترمیم یا تنسیخ ہیں۔ اگر ہندو بھی کسی تاہنوز ہو چکا ہے ہمیں کسی طرح قابل تسلیم نہیں ہے پس ہر ایک آدمی کو واجب ہے کہ بعد مطالعہ کے حق کو اختیار کرکے آریہ کہلانے اور نمستے بولنے سے کسی طرح کا بھی انکار نہ کرے

پادری۔ جب دیانند نے دیکھا کہ زبان فارسی میں آشیرباد کے معنی قید ہو کے ہیں۔ تو اس لحاظ سے اُنہوں نے سنسکرت اشیرباد کو تیاگ دیا اور بجائے اُسکے نمستے قرار دیا حالانکہ جو اشیرباد ہے وہ سنسکرت میں اچھے معنی رکھتا اور بہت پرانا لفظ ہے اور منو سمرتی اور دیگر معتبر کتب میں بہت جگہ پایا جاتا ہی نہیں بلکہ اُس کے استعمال کے لئے نہایت درجہ کی تاکید کی گئی ہے (دیکھو منو سمرتی ادہیا ۲ شلوک ۱۲۶) خواہ مخواہ الزام لگایا

جواب۔ پادری صاحب آپنے غلطی کی اور مہارشی محدوح کو خواہ مخواہ الزام لگایا اور سوامی جی نے کہیں بھی اشیرباد کے تیاگنے کی ممانعت نہیں کی۔ اور نہ کبھی اسکا رواج دیا۔ جو لفظ سناتن رشیوں کے گرنتھ میں مروج دیکھا۔ چونکہ وہ بہت عمدہ تھا سابراں اُسی کا رواج دیا۔ اور نفاق کے پھیلانے اور صداقت اور محبت کے دور کرنیوالے کو دور کیا۔ آپنے جو منو کا حوالہ دیا ہے۔ اُس اصلی شلوک میں لفظ اشیرباد نہیں ہے البتہ ابھیواد اور پرتیواد ہے جو ایک سنسکار اور دوسرا اُسکا اتر ہے۔ جسکو سوامی جی نے بھی جائز بتلایا ہے تیاگ نہیں گیا۔ دیکھو وید انگ پر کاش بھاگ ۴ نمبر ۲۴-۲۵-۲۶-یہ اعتراض بھی صرف دہوکا ہی ہے کسی طرح جائز نہیں ہے

پادری۔ ہندو راجوں اور عالموں نے سوائے دیانند جی اور اُن کے ماننے والوں کے کبھی کوئی اعتراض (ہندو) نام پر نہیں کیا۔ اور ہندوؤں کی پستکوں میں اس نام کا رواج پایا جاتا ہے مثلاً گورو نانک صاحب کے آدگرنتھ میں بار بار اس قوم کا نام ہندو لکھا ہوا ہے۔ اور نیز گورو گوبند صاحب جو فارسی زبان میں اچھی مہارت رکھتے تھے۔ اُن کو کبھی یہ معلوم نہ ہوا کہ جس قوم میں سے ہم لوگ ہیں۔ اسکا نام محمدیوں کی جانب سے بہت بُرا رکھا گیا ہے۔ اس لئے وہ نام تبدیل کیا جاوے۔

جواب۔ ہندو راجوں کی عملداری میں عموماً درن گوت کے مطابق کارروائی ہوتی ہے۔ اور ہندو نام مسلمانوں کے آنے سے پہلے بالکل ندارد اور اب بھی النادر کالمعدوم کے طور پر ہے۔ اور وہ اردو فارسی کی مہربانی ہے۔ مگر راجوں کے خطاب میں اب بھی آریہ کُل دیواکر اندر مہندر وغیرہ سنسکرت کے بیتھارتھ القاب مزین ہوتے ہیں۔ ہندو بالکل نہیں۔ باقی رہا ست اوپدیشک بابا نانک جی مہاراج کے آدگرنتھ صاحب میں ہندو لفظ کا ہونا وہ ہمیں تسلیم مگر اثر فارسی کی تعلیم کا ہے اور مسلمانی عملداری و ملکی بولی کی تفہیم ورنہ کبھی نہ ہوگا۔ اور نہ فخریہ طور پر اُنہوں نے اس کا ذکر کیا۔ بلکہ بسا اوقات طور سے ست دھرم کا اوپدیش پنجابی زبان میں دیا۔ جس سے لاکھوں ہندوؤں کو مسلمان ہونے سے بچایا اور ست دھرم پر قایم رکھا (مفصل حال سرمہ چشم آریہ کے جواب میں دیکھو) باقی رہا یہ کہ شجاعت مجسم صداقت مرتسم عالی میدان جنگ۔ شیر مرد۔ قوی آہنگ گوبند سنگھ صاحب کو اس نام کا بُرا نہ معلوم ہونا یہ آپ کی کمال غلطی و ناواقفی ہے۔ اگر آپ کو ذرا بھی اُنکی تواریخ و ارشادوں سے واقفیت ہوتی تو ایسا کبھی نہ کہتے۔ اُنہوں نے بہ سبب اچھی مہارت حاصل کرنے فارسی کے اسکو بُرے معنے بخوبی سمجھ کر اسکو بالکل متروک کر دیا۔ اور سکھ یا سنگھ نام فرداً فرداً کرکے تمام دیسی پیروؤں کا نام مجموعی قوم خالصہ (جو آریہ کا نام فارسی میں مترادف یا لفظی ترجمہ ہے۔ قرار دے کر اسی کے استعمال کا ارشاد فرمایا (دیکھو غیاث اللغات منتخب و کشف۔ خالص و خالصہ۔ دنیا میختہ۔ بجز سے دیا کئے آمیع یعنے بے آمیزش) چنانچہ اُن کے تمام پیرو اور تمام پڑھے لکھے سنگھ بھائی ہندو نام کو بُرا سمجھتے ہیں۔ بلکہ اور بھی واسطے سمجھانے آریہ بھائیوں کے اور خالصہ واسطے سمجھانے محمدیوں وغیرہ کے ہے۔ اسواسطے یہ آپکا دعوےٰ سراپا بے اثبات ہے۔

پادری۔ غور کا مقام ہے۔ کہ اکبر بادشاہ جو بے تعصب مشہور ہے اور جسکے عہد میں بہت ہندو دانا امیر اور وزیر اور زبان فارسی میں پوری پوری لیاقت اور دانائی طور پر گذارہ کر چکے ہیں۔ اسوقت اُنہوں نے بھی اس نام پر کچھ اعتراض نہیں کیا۔ پس جس حالت میں ہندوؤں کے بزرگ اسی کو رواج دیتے اور اپنے پر قبول کرتے رہے ہیں اور کوئی اعتراض اسپر نہیں کیا۔ تو اس سے معلوم ہوتا کہ وہ اس نام کو اچھا جانتے تھے نہ کہ بُرا۔

جواب یہ قاعدہ ہے کہ جب تک دو زبانوں کا مقابلہ و موازنہ نہیں ہوتا۔ اور جبتک مقابلہ و موازنہ کے واسطے آزادی نہیں ملتی جبتک انسان دونوں زبانوں سے واقفیت حاصل نہیں کرتا تب تک کسی طرح کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور تمام دنیا جانتی ہے کہ امراء وزرا۔ لوگ آرام طلب یا مصروف بکار سرکار ہوتے ہیں۔ اسواسطے مذہبی پڑتال یا رسومات قبیحہ کے دور کرنیکا موقعہ کم ملتا ہے۔ یہ بھی کوئی ثبوت نہیں ہے کہ اُنہوں نے اعتراض نہیں کیا۔ جس طرح نہیں کیا صرف کہا جا سکتا ہے اسی طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ کیا ہو تو کیا شک ہے ۔۔۔ صرف تحریر کے نہ ہونیکا ہے سوا اُسکا اثر فریقین پر مساوی ہے وہ ہندوؤں کے بزرگ بھی نہیں تھے۔ بلکہ صرف دولتمند تھے۔ سوائے دنیاوی عزت کے ہندو کسی عزت کی نگاہ یا فخر کی نگاہ سے انکو معزز نہیں سمجھتے۔

پادری۔ ہندو اور آریوں کو اپنے ناموں کے معنے اپنی زبان سنسکرت میں دیکھنے چاہئیں نہ کہ زبان فارسی وغیرہ میں۔

جواب۔ ہر ایک شخص جسکو کچھ عقل بھی ہو اور اُس کی عقل کو کسی غرض نے اندھا نہ کر رکھا ہو۔ وہ ضرور انصاف کیگا۔ کہ ہم نے جسقدر آریہ و آریہ ورت کے متعلق اقرار اور ہندو و ہندوستان سے انکار کیا ہے وہ اُسی تحقیقات سے ہے جو ہم نے سنسکرت کے مطابق (بقول پادری صاحب کے) کی ہے چونکہ سنسکرت میں ان دو لفظوں کے کچھ معنی نہیں ہیں۔ اور نہ کسی کوش (لغات) اتہاس (علم تواریخ) یا دھرم پُستک میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ اسواسطے بقول آپ کے بھی ہم کو اور سب اہل مُلک کو ان بُرے ناموں کا تیاگ یعنی ترک کرنا ضروری ہے ہم ایسا بالکل نہیں کرتے۔ کہ سنسکرت الفاظ کو فارسی کے مقلوب سمجھ کر ترک کر دیں بلکہ ہم تو جو سچی اور راست اور مطابق دھرم بات ہے اس کو قبول کرکے جھوٹ اور بُرائی کو جو الزامی طور پر متعصبین غیر ملک نے لگائے ہیں۔ ترک کرتے ہیں۔ اور یہی آریہ سماج کا مبارک اصول نمبر ۴ ہے۔ کہ ست کے اختیار کرنے اور است کے چھوڑنے میں سرو تھا تیار رہنا چاہئے۔ اس واسطے ہم نے اس اصول کے لحاظ سے آپ کے تمام اعتراضوں کے جواب عرض کر دئے۔ ہر ایک حق پسند کو ضروری ہے کہ بُری باتوں بُرے ناموں اور بُرائی سے بچنے کے واسطے بہت مستعدی سے جہاں تک جلد ہو سکے تیار ہو۔ پرماتما آپ کے دھرم کے ارادوں میں برکت دے۔ زیادہ نیاز۔ راقم لیکھرام آریہ مسافر۔

مردہ ضرور جلانا چاہیئے

مُردے کے ساتھ مختلف ممالک اور اقوام میں مختلف سلوک ہوتے ہیں جلانا دفن کرنا۔ جانوروں کے آگے ڈالدینا۔ ہوا میں یا مصالح ڈال کر خشک کر دینا۔ یا پانی میں بہا دینا۔ آریہ لوگ قدیم سے مردہ جلاتے ہیں۔ یہودی عیسائی۔ محمدی دفن کرتے ہیں پارسی جانوروں کے آگے ڈالدیتے ہیں اور قدیم مصری ہوا میں یا مصالح ڈالکر خشک کر دیتے تھے بعض خاص قومیں پانی میں بہا دیتی ہیں۔ ہمارا مطلب اس تحریر سے یہ ہے کہ جو حق ہو جو علم و عقل کے مطابق ہو جس سے نقصان بالکل نہ ہو یا بہت ہی کم ہو اُس کو رواج دینا چاہیئے۔ اور جو طریقہ علم حکمت کے خلاف ہو بیماری پھیلانے والا بت پرستی کے پھیلانے والا۔ گناہ میں لوگوں کو ڈالنے والا۔ لوگوں کو تباہ کرنیوالا۔ اُس سے نفرت کرکے ترک کرنا چاہیئے کیونکہ مذہب یا شرع وہی سچا ہے۔ جو سچے علم کے مطابق ہو باقی سب باطل ہے۔

مردہ دفن کرنے کی بابت تحقیقات۔

توریت پیدایش باب ۴۔ آیت ۱ سے ۱۶ تک قائن اور ہابیل کا قصہ ہے کہ ایک کی قربانی خدا نے منظور کی اور دوسرے کی نامنظور۔ جس پر قاین (جسے مسلمان قابیل کہتے ہیں) نے ہابیل کو مار ڈالا۔ اور اس واسطے کہ ظاہر نہ ہو جاوے۔ اُسے دفن کر دیا۔ خدا نے پوچھا کہ اے قاین تیرا ہابیل بھائی کہاں ہے اُسنے کہا میں نہیں جانتا کیا میں اُسکا نگہبان ہوں؟ خدا نے کہا کہ تیرے بھائی کا خون زمین سے پکار کر کہہ رہا ہے کہ تو نے اسے قتل کر دیا۔ آخر قاین نے اقبال کیا جس پر خدا نے اُس کو وہاں سے نود کی زمین میں چلے جانے کی اجازت دی۔

اس کے متعلق قرآن میں لکھا ہے "فبعث اللہ غرابا یبحث فی الارض لیریہ کیف یواری سوأۃ اخیہ۔ قال یویلتی اعجزت ان اکون

فقتل ہذا الغراب فاوادی سوأۃ اخی فاصبح من النادمین (سورۃ المائدہ)

اس پر تفسیر حسینی میں صاف طور پر قابیل و ہابیل کا سارا قصہ لکھا ہے کہ جب قابیل ہابیل کے مارنے کے فکر میں تھا تو اُس وقت شیطان آدمی کی شکل بن کر اسے نظر آیا ایک مرغ ہاتھ میں پکڑا ہوا۔ پس شیطان نے اُس مرغ کے سر کو پتھر پر رکھا اور دوسرا پتھر اُس پر مارا تا وہ کوفتہ ہو گیا اور مر گیا۔ قابیل نے شیطان سے یہ قاعدہ سیکھ کر جب ہابیل کو پتھر پر سر رکھے سویا پایا۔ اُسی طرح پتھر اُس کے سر پر اٹھا کر مار ڈالا اور مردہ ہوا۔ قیامت کے روز دوزخ کا آدھا عذاب اُس کو ہوگا۔ اب قابیل نہیں جانتا تھا کہ اُسے کیا کرے۔ چنانچہ اُس کو کپڑے میں لپیٹ کر چالیس روز ہر طرف پھرتا رہا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک سال تک پھرتا رہا تاکہ وہ گندہ اور بدبودار ہو گیا جانور اس پر گرتے تھے کہ یہ پھینک دے اور ہم کھاویں جس سے وہ بہت تنگ آ گیا اتنے میں ایک کوے کو قابیل نے دیکھا کہ اپنے دونوں پاؤں سے ایک گڑھا کھودا اور دوسرے سے مردہ کوتے کو لایا اور اس میں دفن کیا اور اوپر خاک ڈال دی۔ قابیل نے کہا کہ میں اس کوتے سے بھی کم عقل ہوں اس کے بعد قابیل نے ہابیل کو کوے کی طرح دفن کیا۔" (تفسیر حسینی صفحہ ۱۴۳ و ۱۴۴ جلد اول نولکشور) ہیں آنریبل سر سید احمد خاں صاحب بہادر فرماتے ہیں "قصہ حضرت آدم علیہ السلام کے فرزندوں ہابیل و قابیل کا کہ جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے جب ایک نے دوسرے کو قتل کیا تو اُس کی لاش چھپانے کے لئے حیران تھا دیکھا اس نے ایک غراب یعنی کوے کو کہ وہ ہڈی مٹی میں چھپاتا ہے انسان نے مردہ کا دفن کرنا حقیقت میں اسی وقت سے سیکھا ہے۔"
(تہذیب اخلاق جلد ۱ نمبر ۴ صفحہ ۳۵)۔

پس صاف ظاہر ہے کہ مردہ کا دفن کرنا انسان نے غراب یعنی کوتے سے سیکھا یا اُسکی نقل کی ہے کوئی مذہبی بات نہیں اور نہ دین کا اس کے ساتھ تعلق ہے۔
ان قبروں کے سبب یعنے مردہ دفن کرنے کے سبب قبرستان کے متصل کے کھیتوں کا غلہ نہایت ہی مضر صحت ہے اُنکے قریب کے کوؤں کا پانی صحت کا مخرب ہے۔
علاوہ براں لاکھوں بیگہ نہیں بلکہ صدہا میل زمین قبرستان کے سبب سے کھیتی کرنے کے بغیر ویران پڑی ہوئی ہے قبرستان عموماً میدان میں ہوتے ہیں اور میدان ہی کی زمین عمدہ قابل کاشت ہوتی ہے جب وہ صدہا میل عمدہ زمین پر قبرستان آ گئی تو سلائیے کہ کاشت کا کتنا نقصان ہوا اور ہو رہا ہے یا آئندہ ہوگا۔
آبادی بڑھ رہی ہے اور قبرستان زمین تنگ کر رہے ہیں اور بیماری اس کے علاوہ پس مردوں کا دفن کرنا اصل میں زندوں کا گلا کاٹنا ہے۔ کروڑوں انسان خدا کا آسرا چھوڑ دواؤں سے منہ موڑ۔ حکمت اور علم طب کے خلاف قبرستان پر جا کر اوقات ضائع کرتے اور شرک کے مرتکب ہوتے ہیں جس کا وبال آئے دن کثرت سے اٹھا رہے ہیں۔
علاوہ براں شیطان کی ترغیب سے قتل ہوا اور کوتے کی ترغیب سے دفن کیا گیا۔ ہمارا اس سے کیا تعلق ہے ہم وہ طریقہ اختیار کریں جس سے بنی نوع انسان کا فائدہ۔ بیماریوں کی کمی۔ غلہ کی افراط ہو۔ امن اور صحت سے دنیا آباد ہو۔

مردے کا جانوروں کے آگے ڈال دینا۔ یہ طریقہ پارسی لوگوں میں زرتشت پیغمبر کے بعد چلا ہے ورنہ ژند اوستا میں اس کا ذکر مطلق نہیں۔ وہاں صرف دو طریقے لکھے ہیں "مردہ را درخم تند آب یا در آتش یا خاک سپردن این طریق دفن مردہ است" اسپر تفسیر کی ہے کہ "آنچہ فرزند اجیان یعنے پیروان کیش و آبادی در بارہ مردہ کردہ اند آن ست کہ پس از جدائی روان تن را باب پاک شو شد و جامہ ہائے نیکو در و پوشانند پس بدین گونہ تن او را در خم تند آب (تیز آب) اندازند چون گداختہ شود آن آب را بجائے دور از شہر بردہ بریزند تا اجزا ان مردہ مردم را پایمال نسپر ند مگر دو ور شیعنے اگر در تیز آب نگذارند بدین آرایش یعنے جامہ ہائے نیکو پوشانیدن با تش سوزانند" (فرازآباد و خشوران و خشور آیت ۱۵۵ صفحہ ۳۴۷) اس کے آگے اسی آیت کے تفسیر کرنے والے نے موجودہ طریقہ سے چاہ کھود کر و خمہ بنانے کا بھی ذکر کیا ہے مگر یہ طریقہ بیماری کے پھیلانے والا اور تہذیب سے گرا ہوا ہے اور اب مہذب پارسیوں نے مردہ کا جلانا منظور بھی کر لیا ہے پس سب سے عمدہ یہی جلانے کا قاعدہ ہے۔

ہوا میں یا مصالح لگا کر خشک کرنا۔ یہ طریقہ مصر کے بادشاہوں کا تھا چونکہ وہ خدا سے منکر فرعون کے ہم خیال تھے پس اپنی پرستش کے خیال سے انہوں نے خود یا اُن کے چیلوں نے اس کا رواج دیا اور اب چونکہ وہ مذہب یا طریقہ نہیں رہا اور نہ وہ عمدہ ہے۔ کیونکہ اس سے بھی احتمال بیماری پھیلنے کا ہے اور جو غرض ہے وہ قایم نہیں ہو سکتی کیونکہ انسانوں کے واسطے یہ قاعدہ نہیں چل سکتا اور اتنی زمین بھی نہیں کہ اُس پر ابتدائے دنیا سے آجتک جتنے آدمی پیدا ہوئے اگر مصالح لگا کر رکھے جاویں تو گنجایش ہو سکے پھر زندوں کو آبادی چھوڑ کر شاید سمندر میں مکان بنانے پڑیں اس واسطے یہ طریقہ محض خود پرستی ہے۔

پانی میں بہا دینا۔ یہ طریقہ گنگا کے کنارے پر رائج ہے اور وہ صرف مکتی کے واسطے تاکہ گنگا میں پڑ جانے سے مکتی ہو ورنہ یہ مذہبی یا علمی بات نہیں ہے ڈاکٹروں اور ویدوں نے ثابت کر دیا ہے کہ پانی میں غلاظت ڈالنا اُسکے پینے والوں کے واسطے سخت نقصان رسان کر دینا ہے آپ لوگ دیکھتے ہوں گے کہ اگر کسی کوئیں یا تالاب میں کئی مردہ جانور پڑ جاویں یا مر جاویں تو پانی کیسے بدبو ہو جاتا ہے اور کتنا مضر صحت ہے درحقیقت لوگ گنگا کا امرت روپی پانی اسی طرح کی عفونتوں کے ڈالنے سے خراب کر دیتے ہیں ہاں یہ طریقہ چور چکار ٹھگوں رہزنوں کے واسطے ہے وہ لوگ البتہ واردات کے غائب کرنے یا سراغ چھپانے کے واسطے ایسا کرتے ہیں مہذب دنیا کے واسطے نہایت ہی غیر معقول ہے۔

مردوں کا جلانا۔ مردوں کا جلانا ایک وقت (جبکہ تمام دنیا میں ویدک دہرم یا آریہ دہرم کا پرچار تھا) ساری آباد دنیا میں جاری تھا آریہ قوم (جس کے اندر یونانی۔ رومی۔ پارسی۔ انگریز۔ جرمن۔ فرنچ بلکہ تمام یورپ شامل اور ایشیا کی تمام مہذب قومیں آریہ خاندان سے ہیں) ہمیشہ اور ہر جگہ مردہ جلاتے تھے۔ چنانچہ آنریبل ڈاکٹر ڈبلیو ہنٹر صاحب مشہور مورخ فرماتے ہیں[1] "آریہ کیا ہند کیا یونان اور اٹلی میں اپنے مردوں کو چتا پر جلاتے تھے" اب ہم آریہ ورت کی مقدس کتابوں سے تحقیقات کرتے ہیں۔ یجروید میں ہے

[ईशोपनिषद्‌] ۴۰۔ منتر ۱۵ ... भस्मान्त ँ शरीरम् ۔ ترجمہ۔ اس جسم انسانی کا گروہ انسان سے آخری (سمبندھ) تعلق جلانے یعنے (بھسم) کر دینے تک ہے اس پر مہرشی منوجی تفسیر کرتے ہیں:۔

निषेकादि श्मशानान्तो मन्त्रैर्यस्योदितो विधिः मनु अ॰ २ श्लो॰ १६॥

ترجمہ قیام حمل سے لیکر شمشان میں جلانے تک جسم انسانی کیواسطے منتروں (یعنی ویدک) کا ودہی یعنے طریقہ ہے یعنے حمل سے لیکر جلانے تک جو جو کام انسانی

[1] تاریخ ہند سنہ ۱۸۸۴ صفحہ ۱۰۷

بھبھوتی کے واسطے خود یا لوگوں کو کرنے چاہئیں اُنکا انشا ویدوں میں ہے جسم کے جل جانیکے بعد منتروں میں پیچھے کرنے کی اُس کے واسطے کوئی اجازت نہیں ہے اور نہ اس کو کچھ پہنچ سکتا ہے۔ رگ وید منڈل ۱۰ اسکت ۱۶ منتر ۳ و ۴ و ۵ و ۷ و ۱۳۔ اور رگ وید منڈل ۱۰ اسکت ۱۴ منتر ۸ سے ۱۶ تک اور رگ وید منڈل ۱ اسکت ۲۰ منتر ۱ اوید بحر وبتا دھیائے ۳۹ منتر ۱ سے ۱۳ تک اور اتھروکانڈ ۱۸ اسکت ۲ منتر ۱ ہے۔ اتہک اور تیتری رشی کی تفسیر میں بھی ان منتروں کے متعلق مفصل ذکر ہے پر یا پاٹھک ۱۶ انو واک ۱ سے ۱۶ تک۔ اتہک واک ۱ سے ۱۶ تک میں صاف طور پر مردہ جلانے کے فائدے اور اُس کی ہڈیوں کو جلانے کے بعد پانی یا کھیت میں ڈالنے کا ذکر ہے جن کا فائدہ اظہر من الشمس ہے۔ چونہ۔ ہڈی۔ کوئلہ۔ ریت وغیرہ سے پانی صاف ہوتا ہے +

مُردہ جلانے کے فوائد

فائدہ اوّل۔ مردوں کے جلانے میں زمین کم خرچ ہوتی ہے ایک بیگہہ یا کنال یا مرلہ زمین میں خواہ تمام جہاں کے مردوں کو جلا دیں اور پھر وہ زمین ویسی کی ویسی باقی رہتی ہے بلکہ اس سے بھی بہت کم میں آسانی اور آرام سے گذارہ ہو سکتا ہے +

فائدہ دوم۔ بت پرستی یا شرک کی بنیاد اکھڑ جاتی ہے کیونکہ قبریں ہونگی اور نہ کوئی اُن سے مُراد مانگیگا اور نہ گناہ کے مرتکب ہونگے اصل میں اسی پیر پرستی یا گور پرستی سے مردہ پرستی کا رواج جاری ہے +

فائدہ سوم۔ بیماریاں جو گورستان کے تعلقات سے وقوع میں آتی ہیں قطعی بند ہو جاویگی آب و ہوا اور غلہ خراب نہ ہوگا اور نہ خلق خدا تباہ ہوگی غلہ عمدہ پانی یعنے ہوا لطیف اور پاک استعمال کرنے کے واسطے ملیگی +

حال کے اور یورپ کے زمانہ کے ڈاکٹروں نے نہایت واضح دلائل سے ثابت کیا ہے اور تمام زندہ دل لوگوں کا تجربہ ہے اور عمدہ اور صاف کھلی ہوا۔ شفاف اور پاکیزہ پانی انسان کی صحت کے واسطے کتنے ضروری ہیں ایک منٹ بھر بھی اگر ہوا نہ ہے تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور اسی طرح پانی بھی کیونکر سب سے زیادہ عمدہ اور اعلےٰ اشیاء جن سے اور حق پر انسانی زیست کا اعلےٰ مدار ہے وہ یہی ہیں۔ درحقیقت طبیعت اور نیچر یا ڈاکٹر (کیریکٹر) کا عمر کے ساتھ بہت بڑا تعلق ہے جس کی اعلےٰ اور عمدہ بنیاد آب و ہوا ہے۔ جس وقت مردوں کے جلانے کا تمام دنیا میں رواج تھا۔ یعنی تین ہزار سال سے پہلے اُس وقت آدمیوں کی جیون (زندگیاں) مضبوط۔ صحیح۔ کامل۔ درست ہوتی تھیں وہ پورے جوان اور قوی ہیکل اور شہ زور ہوتے تھے۔ اگر مردہ جلانے کا رواج بدستور سابق ہو جاوے تو صحت نہایت ہی عمدہ ہو جاویگی +

فائدہ چہارم۔ وحشی جانور جواب اکثر مردہ نکال کر لے جاتا یا بعضے کفن کش جو قبریں اکھاڑ کر کفن اوتار لیتے ہیں اور ان افعال سے مُردہ کی بےعزتی ہوتی ہے اور جرائم وقوع پذیر ہوتے ہیں ان کا انسداد ہو جاویگا +

فائدہ پنجم۔ قبرکن اور مجاوران گورستان جو ایک بدخواہی خلایق و حرامخوری کے ذریعہ روٹی کماتے اور بسا اوقات اور مرتکب واہیات ہوتے ہیں ایسے لوگ کسی اچھے پیشہ میں لگ جاویں گے +

فائدہ ششم۔ صدہا مردوں کی خانقاہوں پر جو ہزاروں بلکہ لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کر کے بڑے بڑے مقبرے اور عمارتیں بن گئی ہیں اور بنائی جاتی ہیں وہ روپیہ آئندہ ضایع نہ ہونے پاویگا۔ بلکہ وہ روپیہ کسی عمدہ مفید خلایق کام مثلاً تعلیم یا یتیم خانہ یا ہسپتال وغیرہ میں خرچ ہوگا +

فائدہ ہفتم۔ گوتے یا شیطان کی تقلید چھوڑ کر ہم عقل۔ علم۔ سائنس اور صداقت کے مقلد یا پیرو کہلا دینگے۔

فائدہ ہشتم۔ تیل یا عرس وغیرہ کا خرچ جو لاکھوں روپے سالانہ کے قریب ہے وہ بھی بالکل نہ رہیگا۔ ایسا خرچ بھی نیک کام میں خرچ ہوگا۔ اب تو صرف مردہ کے سرہانے تیل جلتا ہے جس سے اُسے مطلق خبر نہیں بغیر مسجدوں پر ہم سالون مندروں میں جلیگا یا شارع عام پر جہاں خلق خدا کا بہت فائدہ اور ثواب ہوگا +

فائدہ نہم۔ چرس۔ گانجا۔ افیون اور تمباکو نوشی۔ زناکاری۔ قمار بازی جو اکثر ایسے مقاموں (تکیوں) میں زیادہ ہوتی ہے اُسکا بھی انسداد ہو جاویگا +

اب چند سالوں سے مردہ جلانے کی طرف ڈاکٹروں اور فاضلان علم سائینس کی توجہ ہوئی جنہوں نے بالاتفاق یہ راے پاس کر دیا کہ درحقیقت دفنانے کی بجائے جلانا نہایت مفید ہے اور تمام قسم کی بیماریاں جو دفنانے سے پیدا ہوتی ہیں اُن کے معدوم ہونے کا احتمال بلکہ یقین ہے +

جاپان۔ امریکہ اور یورپ کے مہذب ملکوں میں اس کا زیادہ رواج ہوتا جاتا ہے۔ چونکہ علم اس کا ساتھی ہے اس واسطے اُمید ہے کہ ایک وقت تمام مہذب اور علم دوست دنیا میں یہ کام مروج ہو جاوے گا +

اہل مذاہب میں سے چونکہ عیسائی زیادہ علم دوست ہیں اور بقول ایک فاضل محقق کے "یورپ میں آجکل تمام قوت علم کی ہے اور علم ہی کی وہاں عملداری ہے"۔ اس واسطے یورپ اور امریکہ کے عیسائیوں نے بھی انصاف اور علم کی آنکھوں سے عیب و ثواب پر نظر رکھ کے یہی معقول طریقہ اختیار کیا ہے جس کی تصدیق تمام معزز انگریزی وارُدو اخباروں سے ہوتی ہے +

مُردوں کے جلانے کی بابت ڈاکٹروں اور عیسائی و مسلمان و ہندو (آریہ) اڈیٹران اخبار کی رائے۔ لودھیانہ کا عیسائی اخبار نورافشاں لکھتا ہے۔

"ہندوستان کے انگریزی اخبار پائونیر وانگلشمین نے لنڈن کی کانگریس صحت کی اس تجویز کو پسند کیا ہے کہ مُردوں کا جلانا بہ نسبت دفنانے کے مفید ہے" (مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۸۹۱ء صفحہ ۱۰)۔

اخبار اختر روم جو قسطنطنیہ دارالسلطنت ٹرکی سے نکلتا ہے لکھتا ہے کہ "انگلستان میں جنازوں کا جلا دینا چند سال سے یورپ ور تک انگلستان میں آتش پرستوں کی ایک آئین جاری ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ مرجاتے ہیں اُنکی لاشوں کو آگ میں جلا دیتے ہیں چنانچہ ۱۸۸۵ء میں جنازوں کے جلانے کے لئے ایک تنور بنام ووکنگ جاری ہوا۔ سال مذکور سے ۱۸۹۰ء تک تین انگریزوں کو انکی وصیت کے موافق اور ۴۵ آدمی بلا وصیت جلا دئے اور سال پیوستہ میں بھی ۹۹ آدمی کے جنازوں کو انکی وصیت کے مطابق جلا کر اُن کی خاکستر کو ہوا میں اڑا دیا۔ عنقریب منچسٹر اور دیگر بلاد میں ایسے تنور تعمیر پانے والے ہیں" (از اخبار اختر روم فارسی قسطنطنیہ ۶ جون ۱۸۹۲ء)

اور شمس الاخبار مدراس نے بھی اخبار کے مہتمم محمد سیف الدین آفندی کے اپنے پرچہ ۲۸ مارچ ۱۸۹۲ء جلد ۲۳ نمبر ۱۳ میں اس کی نقل کی ہے۔

رفیق ہند لاہور (جس کے اڈیٹر ایک مسلمان محرم علی صاحب تھے) اس میں لکھا ہے کہ "علمائے یورپ نے اس کو تصدیق کیا ہے کہ یورپ میں مردہ جلانا

دستور پھیلتا جاتا ہے۔ اٹلی کے ۵۰ شہروں میں ۱۸۸۵ء میں ۱۱۵ مردے جلائے گئے ۱۸۸۶ء میں ۵۵۱ مگر اس سال میں ۲۰ سے زیادہ آدمی مرنے کے بعد جلائے گئے۔

انگلستان میں ووکنگ نامی جگہ میں مردہ جلانے کی اجازت دی گئی ہے تب سے ۷۹۰ مردے جلے ہیں۔ علمائے انگریزی کی یہی رائے ہیں۔ جب تک ایسے لوگ جو ہیضہ و چیچک وغیرہ وبائی بیماریوں سے مرتے ہیں دفن کئے جاویں گے تب تک ان بیماریوں کی جڑ کٹ جانا بالکل غیر ممکن ہے کیونکہ قبروں میں انکی پیدائش کے بیج اکٹھے ہوتے موجود رہتے ہیں۔" (از رفیق ہند ۱۹۔ اکتوبر ۱۸۹۰ء صفحہ ۹)۔

کالیستھ کانفرس گزٹ لکھتا ہے کہ "جاپان اور یورپ میں مردہ جلانے کی رسم بڑھتی جاتی ہے۔ گذشتہ چار مہینہ کے عرصہ میں انگلستان کے مانچسٹر لنسٹر اور دوسرے قصبوں میں مُردہ جلانے کی تائید میں سوسائٹیاں قائم ہو گئیں"۔ (۱۸ ستمبر ۱۸۹۱ء جلد ۲ نمبر ۴۶)۔

بحوالہ ویدک قیصری بریلی کے آریہ سماچار میرٹھ جلد ۸ سمت ۱۹۳۹ نمبر ۱ صفحہ ۲۹۸ ماہواری رسالہ میں لکھا ہے "یورپ کے ممالک اٹلی۔ جرمنی۔ سوئٹزرلینڈ اور امریکہ کے علاقہ یونائیٹڈ سٹیٹ میں مُردوں کو دفنانے کے بجائے جلانیکی اجازت ملی ہے اور ممالک مذکور میں جا بجا مرگھٹ تیار ہو گئے ہیں۔ اور ہو رہے ہیں"۔

اس پر اڈیٹر سماچار نے رائے دی ہے کہ ایسے امور سے صریحاً ثابت ہوتا ہے کہ دین عیسوی کا اعتقاد تعلیم یافتہ دنیا کے دل سے روز بروز رفع ہو رہا ہے"۔

کھتری ہت اوپدیش لکھتا ہے کہ "سال گذشتہ میں انگلستان میں ۹۹ مردے جلائے گئے اب مردہ جلانے کے لئے ایک بھٹی شہر لندن میں بنائی جاوے گی چندہ جمع ہو رہا ہے ڈیوک آف بیڈفورڈ نے اس کے واسطے پچاس ہزار روپیہ چندہ دیا ہے"۔ (جلد ۱ نمبر ۲ صفحہ ۲۲ سنہ ۱۸۹۶ء)۔

اخبار عام لاہور "سنہ ۱۸۹۰ء میں پیرس دار السلطنت فرانس میں ۳۸۸ مردے جلائے گئے اور ٹوکیو میں ۲۹۰۱۳" (اخبار عام ۲ جولائی سنہ ۱۸۹۱ء)۔

آریہ ورت اخبار کلکتہ میں لکھا ہے کہ "امریکہ میں ۲۲ شمشان مردہ جلانے کیلئے تیار کئے گئے ہیں اور بہت ہی مردے جلائے جا چکے ہیں۔ لندن میں بڑا امکان اس بات کے واسطے بنانے کا پربندھ ہو رہا ہے"۔ (آریہ ورت ۱۰۔ اگست ۱۸۹۱ء)۔

ضمیمہ دھرم جیون میں لکھا ہے۔ بعنوان مردہ جلانا۔ "کانگرس حفظان صحت لندن نے ایک ریزولیوشن اس مطلب کا پاس کیا ہے کہ جب کوئی متعدی مرض سے فوت ہو جاوے تو مردہ کو جلانا ضروری ہے" (۳۰۔ اگست ۱۸۹۱ء صفحہ ۴)

آریہ پترکا لاہور میں لکھا ہے کہ اخبار پانیر میں یہ لکھا ہوا کر ہندوؤں کو غیرت کے ساتھ پسند ہوگا کہ "واشنگٹن کانگرس (یعنی کمیٹی حفظان صحت) نے جو رزولیوشن جلانے کے متعلق پاس کیا ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ مسٹر ہرمی لس اور حفظان صحت کمیٹی کی کوششیں آخر کار اپنا اثر کرنے لگی ہیں اور وہاں عام لوگوں میں یہ خیال پھیلتا جاتا ہے جہاں مدتوں سے تعصب نے سلطنت جما رکھی تھی یہ بات سچ ہے کہ اس کانگرس نے صرف ایسے آدمیوں کے جلانے کو جائز رکھا جو کہ وبائی بیماری سے مریں مگر یہ دلیل انکے مذہبی خیالات کو صدمہ پہنچاتی ہے کیونکہ جو شخص جو کہ وبائی بیماری سے مرا ہے اس کی آئندہ حالت ویسی ہے جیسے کہ اسکی جو کہ وبائی بیماری سے نہ مرا ہو یہ بات سچ ہے کہ یہ خیال کہ تمام کرسچن دفن کرنے چاہئیں۔ بہت ہی واہیات ہے۔ علم عقل و سائنس جس کا زمانہ مداح ہے ایسے تعصب اور بغیر مطلب کے رسم کے اوپر آخر کار فتح پاوے گا

خواہ یہ ایک ایسی مقدس کتاب کی مدد لیتے اور پر رکھتے ہوں۔ یہ بات بھی حیثیت سے درستی کی طرف متوجہ ہوتا ایک دلیرانہ کام مگر سچائی کے برخلاف جانا کوئی بہادری نہیں ہے بلکہ بزدلی ہے"۔ (آریہ پترکا لاہور ۱۵ ستمبر سنہ ۱۸۹۱ء صفحہ ۲)۔

وکٹوریا پیپر روزانہ اخبار سیالکوٹ لکھتا ہے کہ "برٹش میڈیکل ایسوسی ایشن مُردوں کے جلانے کے مسئلہ کی تائید کر رہی ہے"۔ (۱۷ ستمبر سنہ ۱۸۹۱ء صفحہ ۴)۔

ست دھرم پرچارک ہفتہ وار اخبار شہر جالندھر لکھتا ہے کہ "ہائیجینک کانگرس نے جو اس سال ولایت (انگلینڈ) میں زیر پرستی پرنس آف ویلز ولیعہد انگلستان جمع ہوئی تھی اور جس میں دو ہزار تین سو بڑے بڑے لائق ڈاکٹران ہر ملک یورپ امریکہ۔ جاپان۔ ایران۔ مصر اور ہندوستان وغیرہ سے شریک ہوئے تھے پاس کر دیا ہے کہ مُردوں کو جلانا بہ نسبت دبانے کے بہت اچھا ہے۔ اور خصوصاً وبائی بیماریوں سے مرنے والوں کو ضرور جلانا چاہئے"۔ (ست دھرم پرچارک ۲۹ ستمبر سنہ ۱۸۹۱ء صفحہ ۷)

وکٹوریہ پیپر لکھتا ہے "پیرس میں مردہ جلانے کی رسم ترقی پکڑتی جاتی ہے"۔

دوست ہند بھیرہ۔ ضلع شاہ پور لکھتا ہے کہ "فرانس اور امریکہ میں مُردوں کا جلانا بسرعت رواج پکڑتا جاتا ہے۔ انگلستان میں سب بڑے مقامات میں مردے جلانیکو مرگھٹ بن رہے ہیں"۔ (۱۸ ستمبر سنہ ۱۸۹۱ء)۔

قیصر الاخبار کرنال لکھتا ہے کہ "فرانس و امریکہ میں مُردوں کا جلانا دبانے کی نسبت بہتر سمجھا گیا ہے روز بروز اس کی ترقی پائی جاتی ہے۔ انگلستان میں مُردوں کے جلانے کے لئے مرگھٹ طیار کر رہے ہیں"۔ (۱۹ ستمبر سنہ ۱۸۹۱ء)۔

اخبار ست دھرم پرچارک جالندھر لکھتا ہے کہ "مردہ جلانے کی رسم فرانس میں ترقی پر ہے۔ سال گذشتہ میں تین ہزار چار سو اکتالیس مُردے فرانس میں جلائے گئے"۔ (جلد ۱۴ نمبر ۷ صفحہ ۷ کالم ۱ مورخہ ۱۲ مئی سنہ ۱۸۹۲ء)۔

مقام نیویارک امریکہ سے ہنری ایس کریل اِلکاٹ صاحب پریزیڈنٹ تھیوسافیکل سوسائٹی اپنی چٹھی نمبر ۱ مورخہ ۸ فروری سنہ ۱۸۷۸ء میں لکھتے ہیں کہ "اٹھارہ مہینے گذرے اس بڑے شہر میں جس میں دس لاکھ سے زیادہ عیسائی آبادی ہے ہم نے ایک کو اپنی جماعت میں سے ساتھ اُن رسومات گنواری کے دفن کیا اور علامات آگ و روشنی آدر پڑائی کھینچی جو کہ ساتھ کی ساتھ لے گئے تھے منعہ اور علامات کے استعمال کیا چھ مہینے کے بعد ہم نے لاش کو اُس چند روزہ آرام کی جگہ سے نکال کر اُس کو موجب رسومات بزرگان اپنی نسل آریوں کے جلا کر خاک کر دیا"۔ (دیکھو صفحہ ۴ مطبوعہ جزالابرکا بیس قیصر ہند)۔

یورپ میں مردہ جلانے کی رسم

پہلے یہ خبر درج ہو چکی ہے کہ یورپ میں مُردہ جلانے کی رسم دن بدن ترقی پر ہے۔ حال میں خبر آئی ہے کہ نیپلز میں مُردوں کے جلانے کے واسطے عام چندہ سے ایک مرگھٹ بنوایا گیا۔ پوپ آف روم نے بہت مخالفت کی اور کہا جلانے سے مُردہ دوزخ جائیگا۔ لیکن عام لوگوں کے نزدیک یہ رائے صحیح نہ ٹھہری اور بہتوں نے اس رائے کو نامنظور کیا اور بہت سے حامیان دین کی لاشیں جلائی گئیں۔ یورپ میں یہ خیال اب عام ہوتا جاتا ہے کہ وبائی امراض کے انسداد کا بڑا ذریعہ مُردوں کا جلانا ہی ہے"۔ (تاج الاخبار راولپنڈی ۹ جولائی سنہ ۱۸۹۲ء)۔

مُردوں کے جلانے کی رسم

شہر برلن (دار السلطنت پرشیا) میں ایک انٹرنیشنل کانفرس پچھلے مہینے میں ہوئی کہ دریافت کرے کہ کون ذریعہ لاش کے دور کرنے کا سب سے عمدہ ہے کانفرس نے اتفاق رائے سے قرار دیا کہ جلانے

کی رسم بہت اچھی ہے چنانچہ ایک ریزولیوشن بعد مباحثہ کے پاس ہوا کہ تمام یورپین سلطنتوں سے درخواست کی جاوے کہ وہ اس طریقہ کی عمدگی کو قبول کریں اور اپنے یہاں یہی رسم جاری کریں"۔ (رسالہ آریہ درپن۔ ماہواری۔ شاہجہانپور جلد ۱۰ نمبر ۴ صفحہ ۱۸۔ ماہ اپریل ۱۸۹۱ء)

مردہ جلانے کی رسم

"برٹش میڈیکل ایسوسی ایشن انگلستان نے تجویز کی ہے کہ آئندہ دفن کرنے کا رواج اٹھا دیا جاوے اور مردہ جلانے کا رواج ہونا چاہئے۔ ایک بہت بڑی مجلس میں کہا گیا اور تجویز میں ہوئی بیان کیا جاتا ہے کہ دفن کرنے سے آب و ہوا خراب ہو جاتی ہے اور صدہا بیماریاں خاص اس وجہ سے پھیلتی ہیں وبا وغیرہ کا باعث بھی یہی بتلایا جاتا ہے غرض اس خیال کو ترقی ہے کہ مردے جلایا یا بیجایا کریں"۔ اس پر اسلامی اخبار آزاد لکھتا ہے "ہمیں اس بات سے سخت اختلاف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس رواج پر انگلستان میں زیادہ زور دیا۔ تو ممکن ہے کہ اس کا اثر رفتہ رفتہ ہندوستان پر بھی پہنچے۔ مسلمانوں کا قانون شریعت انہیں صرف دفن کرنے کی اجازت دیتا ہے اور اس کے علاوہ کوئی طریقہ نہیں بتلایا گیا۔ اس لئے یہ ایک مذہبی فرض اور مذہبی حکم ہے ہم اس رائے کے بالکل مخالف ہیں اور ایسے امورات میں اسلام کو ایسی مذہبی پابندی کا زیادہ تر خیال ہوگا وہ ہرگز اس کو روا نہیں رکھ سکتا۔ جو طریقہ اس کے مذہب نے بتادیا ہے وہی مناسب ہے اگر خدا نخواستہ اس رائے کا کوئی اثر ہندوستان پر بھی پڑا اس وقت گویا گورنمنٹ ہندوستان کے ایک بڑے مذہبی مسئلہ میں دست اندازی کریگی جو شاید مسلمانوں کو بہت ہی برانگیختہ کرنے والی ہے +

اس پر اڈیٹر آریہ سماچار نے نوٹ دیا ہے "یہ قبل از وقت واویلا ہے گورنمنٹ کیوں اس معاملہ میں دست اندازی کریگی۔ جیسے تعلیم نے اہل یورپ کی آنکھیں کھولیں اور اس مسئلہ کو مفید سمجھ کر اپنے یہاں رواج دیا جب مسلمانوں میں علم کی ترقی ہوگی اور وہ دفن کی رسم کو مضر سمجھیں گے تو اس میں مذہب کی زبردستی نہ چلے گی۔ منوسیانے ایک مت"۔ (آریہ سماچار ماہواری میرٹھ ماہ اگست ۱۸۹۲ء جلد ۱۳ نمبر ۷ صفحہ ۲۰۳)۔

ایک اور مسلمانی اخبار لکھتا ہے "گذشتہ سال میں فرانس میں تین ہزار مردے جلائے گئے۔ اور اٹلی میں مردے جلانے کی بھٹیاں بیس کے قریب ہیں"۔ (رپورٹ اخبار لاہور ۴ جولائی ۱۸۹۲ء صفحہ ۵ کالم ۲)۔

بھارت سدھار میں لکھا ہے "امریکہ میں مردوں کے جلانے کی رسم روز افزوں ترقی پر ہے"۔ (۷ ستمبر ۱۸۹۲ء جلد ۴ نمبر ۳۲)۔

اخبار علم۔ برٹش ڈاکٹروں نے رائے دی جو بیعت سے مریں انکی لاش جلائی جاویں"۔ (اخبار عام ۱۳ ستمبر ۱۸۹۲ء)۔

اخبار عام۔ ڈاکٹر بیلو صاحب سابق کمشنر حفظان صحت پنجاب مرگئے انکا جسم مردہ جلایا گیا۔ (۱۲ ستمبر ۱۸۹۲ء)۔

کریمیشن یعنے مردہ جلانا۔

ہم سب جانتے ہیں کہ ہوا ہماری زندگی کے لئے کتنی بڑی ضروری ہے بغیر ہوا کے کوئی زندہ نہیں رہ سکتا۔ پیدائش سے موت تک ہم ہر ایک لحظہ ہوا ہی سے دم لیتے ہیں۔ ہماری تندرستی زیادہ تر اس ہوا کی پاکیزگی اور صفائی پر جس سے کہ ہم سانس لیا کرتے ہیں منحصر ہے۔ وہ لوگ جو خراب ہوا سے دم لیتے ہیں جیسا کہ گنجان آبادیوں کے لوگ ایسے تندرست نہیں ہوتے جیسا کہ وہ لوگ جو کھلے میدان میں رہتے ہیں جہاں بہت سے درخت لگے ہوتے ہیں اور اُنکے اردگرد سبزی کے کھیت ہوتے ہیں اس بُری ہوا کی تاثیر جس سے ہم بڑے بدبو یا بیماری والی جگہیں دم لیا کرتے ہیں۔ سردی۔ زکام پیدا کرتی ہے یا کسی دن تک صحت میں فرق آتا ہے۔ یہ سب ظاہر ہے جہاں کہیں سڑا ہوا مادہ پھینکا جاتا ہے وہاں کی ہوا اس کے فاسد گیس کے اخراجات سے کثیف ہو جاتی ہے اگر تم کسی بوچڑ یا مچھلی بیچنے والے کی دوکان سے یا کسی ذبح خانہ کے پاس سے گزرو یا کسی مالی پھول بیچنے والے اور گلستان کے قریب سے نکلو تو تم فوراً ان دونوں جگہوں کی ہواؤں کا فرق معلوم کر لوگے بعض جگہوں میں زہر ہوا میں ایسا پھیلا ہوا ہے کہ کہ شامہ کو اس کی تمیز نہیں ہو سکتی۔ قوت شامہ کا عصب بھی ایسی ہوا کے متصل ہونے سے ہمیشہ کند ہو جایا کرتا ہے لیکن جسمانی بناوٹ پر آخر میں اُس کا بھاری اثر پڑتا ہے۔ تندرستی کے محفوظ اور قایم رکھنے کے لئے سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ ہوا کے خراب اور بھرشٹ کرنے والے اسباب کو کم کیا جاوے اُن اسباب میں سے جو ہوا کو بگاڑتے ہیں ایک سبب لاشوں کا دفن کرنا ہے۔ جو کہ چند دنوں میں بوسیدہ اور سڑ کر زہر دار گیس نکالتی ہیں یہ گیس پہلے زمین میں سرایت کرتا اور پھر قبروں سے باہر نکلتا۔ اور ادھر اُدھر اڑ کر آس پاس کی ہوا کو کثیف کرتا ہے۔ ایسے ایسے حالات سنے گئے ہیں کہ جن میں یکایک قبروں کے کھلنے سے کوئی بیماری ٹائیفس یا ہیضہ پھیل گیا بہت سے لوگوں نے قبر کے نزدیک ایک روشنی دیکھی ہے جو کہ سوائے فاسفورس کے اور کچھ نہیں ہوتی اور یہ فاسفورس لاشوں کے سڑنے سے قبروں میں سے نکلتا ہے۔ لہذا یہ ہوا کی کثافت کا سبب آسانی سے کریمیشن جلانے سے دور کیا جا سکتا ہے۔ جس سے فوراً لاش کی بے ضرر راکھ ہو جاتی ہے۔ اور لاش نہیں سڑتی ہوا کو پاک اور صاف رکھنے کی غرض سے جانوروں کے طبابت کے محکمہ نے مردہ گھوڑوں کی لاشوں کا جلانا اختیار کیا ہے یہ طریقہ لاشوں کے ٹھکانے لگانے کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے ذیل کے انتخاب سے جو کہ ایک مشہور تصنیف سے لیا گیا ہے صاف ظاہر ہوگا یہ تجویز ہے کہ مردہ جلانے کی طرف رغبت دلائی جاوے اور اس کا باقاعدہ عمل اور انتظام کیا جاوے (ایک قانونی فیصلہ ۱۸۸۴ء میں ہوا تھا کہ مردہ کو جلانا جائز ہے جلایا کسی طرح نہیں روکا جا سکتا ہے سوا اس کے کہ اس طرح پر کیا جاوے۔ کہ اس کا عمل عام کے لئے مضر ہو) ہوم سکرٹری کے کنٹرول میں از روئے اُن قواعد کے جو وہ مقرر کرے جلانے کیلئے مقرر کئے جاویں۔ ایک قسم کا سرٹیفکٹ جو موت کا سبب ظاہر کرے جلانے سے پیشتر پیش کیا جاوے اور کسی افسر سے لاش کو بلا روک ٹوک دیکھا جاوے اس تجویز کے جاری ہونے کے لئے دلائل ذیل سے تائید کی گئی ہے۔

(۱) (الف) زندوں کا خیال مردوں سے زیادہ مناسب ہے اور دفن کرنیکا موجودہ قاعدہ انسانی زندگی کے لئے مضر ہے کیونکہ قبرستان بہت بڑھتے جاتے ہیں اور ان میں اور اُن کے حوالی میں مضر مادے اور گیس سرایت کرتے جاتے ہیں۔

(۲) قبرستانوں کے بننے سے خطرہ بہت ہے اور زیادہ آباد مقاموں میں دقتیں بڑھتی جاتی ہیں۔

(ب) بہت سے قبرستان جو آبادی کے حدود سے پرے تھے اب وہ گھروں سے گھرے ہوئے ہیں +

(۳)۔ دفنانے کا کوئی طریقہ اس سے زیادہ نہیں کر سکتا کہ وہ جسم کے اجزاء کی

علیحدگی کرو کہ کیسی طرح دفنائیں مگر بات ایک ہی ہے لیکن جلا دینا ہوا کا تعفیہ ہے اور معمولی دفن کرنا اجسام کا سڑانا ہے یا یوں کہو کہ ایک جلد جلانے والی آگ کے مقابلہ میں آہستہ آہستہ بوسیدگی ہے +

(۴)۔ اگرچہ دولتمند آدمی اچھی طرح دبائے جا سکتے ہیں مگر غریب آدمیوں کی قبریں (آباد مقامات میں) معرف گرے گی کے گڑھے ہیں۔ غریب جلد سڑنے والے کفن میں دبائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے علیحدہ مشکل سے ہوتے بلکہ قریب قریب ہوا کرتے ہیں اور بہت ہی کم مٹی میں ڈھانکے جاتے ہیں اور جذب ہونے سے پہلے ہی کھود دیے جاتے ہیں +

(۵) الف اگر ٹھیک قاعدہ کے موافق عمل کیا جاوے تو جلانا کسی طرح غیر واجب نہیں بدن کے جل کر سفید بلور جیسے ٹکڑے ہو جاویں گے جو نقصان دہ نہیں اور مدت تک رکھے جا سکتے ہیں +

(ب)۔ کریمیشن کمال شائستگی کے ساتھ ہو سکتا ہے اور اس سے مذہبی عقاید میں کوئی فرق نہیں آ سکتا معمولی رسمیات بھی اس موقعہ پر ادا ہو سکتے ہیں +

(ج)۔ اس سے عام لوگوں کے خیالات پر کوئی صدمہ نہ پہنچے گا۔ اگر پہلے ہی سہل عوام کے چھوٹے اور تنگ خیالات پر اگر کچھ بُرا اثر ہو گا تو یہ دور ہو جائیگا اور جلانے کے فواید جلد تسلیم کر لئے جاویں گے +

(د)۔ موجودہ جلانے والے آتشکدوں سے فائدہ اُٹھانے کی[1] راہ میں بہت سی دقتیں ڈالی گئیں ہیں اور جو رغبت باقاعدہ طریقہ اور معقول حوصلہ افزائی سے ہوتی ہے اُسکا اندازہ اس تھوڑے سے استعمال سے جو آج کل ہو رہا ہے نہیں ہو سکتا

(۶)۔ ایک کنبہ کے قبرستان اور گاؤں کے گرجا گھر کا لوگوں کو بہت اُنس ہے مگر یہ اُنس وہاں نہیں رہتا جبکہ مردہ کو کسی بعید قبرستان یا اجنبیوں میں لے جا کر دفن کرتے ہیں جہاں نہ کوئی اُسکا نگران ہے اور نہ کوئی قبر کی تعظیم کرنیوالا ہے۔

(۷)۔ الف۔ اس تجویز کی پسندیدگی کا سب کو اختیار ہے یہ ضرورت نہیں کہ کوئی آدمی اپنے یا اپنے رشتہ داروں کی مرضی کے خلاف جلا دیں۔ اور اس میں نہایت خود غرضی پائی جاتی ہے کہ جو لوگ خود یا اپنے رشتہ داروں کو جلانا چاہتے ہیں اُنھیں اس کارروائی سے انکار کیا جاوے جو معقول اور مناسب ہے۔

(ب) مراد یہ ہے کہ کریمیشن کو قواعد میں لایا جاوے اُسکو ترقی ہو اور اجازت دی جاوے۔ جلانے کی نسبت کوئی قاعدہ جاری ہونا چاہئے۔ ورنہ یہ روکا جاوے فی الحال اس کی اجازت تو ہے مگر اس کے قوانین نہیں ہیں +

(۸) الف۔ زہر خورانی یا دھوکہ سے قتل کرنے کے جرم کو کریمیشن کے جائز کرنے سے ترقی نہیں ہوگی۔ برخلاف اسکے جو سخت قواعد تجویز کئے گئے ہیں ایسے بدمعاشوں کو روک ہوگی کہ وہ اپنے مارے ہوئے آدمیوں کے جسموں کو نہ جلانے پاوینگے۔ کیونکہ بوجہ سرٹیفکٹ لازمی ہونے اور بلا ملاحظہ لاشہ کی وجہ سے زہر خورانی یا مار پیٹ کے راز کھل جاوینگے۔

(ب)۔ فی الحال دفنانے کے متعلق قوانین ایسے ناقص ہیں کہ تیس ہزار آدمی جنمیں بچے بہرسال بغیر موت کے سرٹیفکٹ یا کسی قسم کے سارٹیفکٹ کے دفنائے جاتے ہیں۔ اور اسی طرح زہر خورانی اور دغا سے قتل کو جرأت ہوتی ہے۔

(ج)۔ مشتبہ حالتوں میں یا ہمیشہ اگر مناسب معلوم ہو تو تشخیص و امتحان کے لئے انتڑیوں کے رکھے جانے میں آسانی ہوگی +

(د)۔ نباتاتی اور حیوانی زہروں کا دریافت کرنا تمام حالتوں میں بہت مشکل ہے اور معدنی زہروں کا امتیاز آسانی سے ہوگا۔

(ہ)۔ سنکھیا کو کسی قدر آگ میں کم ہو جاتا ہے تو بھی تحقیق اجزا اور تشخیص کیمیائی کے لئے اُس کا کافی مادہ باقی رہ جاتا ہے۔

(و)۔ بوسیدہ یا سڑا جسم خود بعض زہروں کو پیدا کرتا ہے اور بہت سے زہروں پر بھی اپنا کیمیائی اثر ڈالتا ہے کیونکہ موت کے تھوڑی دیر بعد ہی اُس اصلی زہر کا جو باعث ہوا علم فزیالوجی سے کماحقہ دریافت ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔

(۹)۔ آج کل جسم بہت کم قبروں سے کھود کر نکالے جاتے ہیں +

(۱۰)۔ ممکن ہے کہ بعض اوقات مردہ جلانے سے تشخیص میں دقت اور رد ہو کا ہو مگر یہ نتیجہ اکثر موجودہ انتظام کی وجہ سے عاید ہوتا ہے (ہارمنجر آف ہیلتھ فروری ۱۸۹۲ء صفحہ ۷۱)

پیارے ناظرین! ایک ضروری اور مفید مسئلہ غور کرنیکے واسطے ہم آپکی خدمت میں پیش کرتے ہیں علم اور عقل والوں اس کے ساتھی ہیں تمام فاضل اور محقق ڈاکٹر اور حکیم اس کے مددگار ہیں مہذب دنیا اسی کے ماننے کے واسطے طیاری کر رہی ہے مگر ہمارے ملکی بھائی ابھی تک غافل ہیں خدا کرے کہ یہ بھی اس مفید اصول کی قبولیت میں جلد کوشش کرکے صحت اور تندرستی پھیلانے کے حامی ہوں۔

راقم آپ کا خیر اندیش۔ پنڈت لیکھرام آریہ مسافر۔

پتت اُدھارن

(آریہ یا ہندو لوگ کیوں مسلمان ہوئے؟)

ویدوں کا سرتیشٹ دھرم اور شاستروں کی تواریخ جسکے واسطے اب تک بھی مخالف و موافق اُسکی پاکیزگی کے گیت گا رہے ہیں اگر آجتک دنیا میں بنی رہتی یا اُسکو اوسار لوگ آچار بیوہار کرتے رہتے تو یقین غالب تھا کہ کوئی اور مت اپنا منہ نہ دکھلاتا اور نہ کوئی نیا دین پیدا ہوتا۔ ویدک یا ہ کے لاکھوں واقعات میں سے ایک رامچندر جی کا واقعہ ہے جسکے فقرہ فقرہ سے ست دھرم کی روشنی چمکتی ہے اور قدم قدم پر صداقت کی بو آتی ہے۔ رام۔ لچھمن بھرت شترگھن (چاروں بھائی) کی محبت سے کون آگاہ نہیں محبت برادرانہ کے مقابلہ میں وہ راج کو ناچیز و حقیر جانتے رامچندر جی کی کھڑاؤں کو بھرت کا تخت شاہی پر رکھکر رامچندر جی کا داس کہلا کر ۱۴ برس تک رہنا کیا دنیا میں عدیم المثال نہیں اور اسی طرح رامچندر جی کا بن باس سے واپس آکر پہلے کیکئی کے محل میں نمسکار کے واسطے جانا۔ کیا کوئی دنیا میں نظیر رکھتا ہے وہی آریہ دھرم یا ویدک دھرم کا زمانہ تھا اور اس کے بعد بھی مدت تک رہا اور آخر کار کورو پانڈو کا سمے آیا۔ پانڈو کے عارضی عطا کردہ راج پر دریودھن کا قبضہ ہوا جنگ عظیم کی نوبت پہنچی تب کرشن جی خود دولت سمجھانے کے واسطے گئے اور صرف یہ کہا کہ تمام آریہ ورت کے راج سے ۵ بھائیوں کو دلی کے متصل پانچ گاؤں یانی پت۔ سونی پت۔ باغ پت۔ دل پت۔ کرنال۔ دیدو تاکہ نوبت فساد تک نہ پہنچے۔ دریودھن نے کہا

सचि अग्रं नदास्यामि बिनायुधेन केशव

یعنے کرشن تم تو پانچ گاؤں مانگتے ہو میں انکو سوئی کے نوک برابر زمین بھی بغیر یدھ کے نہ دونگا زمانہ کے اس تغیر و تبدل کو دیکھکر کون کہے تنگ ہوگا کہ دھرم کی بیوستھا دیس کی نیکی قایم رہیگی آنا بڑا بھاری تبدل اور اندھیر بہت امیدوں کے خرمن پر بجلی گراتا ہے۔ بھارت کے یدھ کے بعد آریہ ورت کی حالت روز بروز ردی ہونے لگی عیاشی کے پھیلنے

[1] پہلے ہوم سکرٹری صاحب لارڈ کراس نے اپنی ایک تقریر میں جو اپریل ۱۸۸۴ء میں ہوئی تھی اقرار کیا تھا کہ جب میں ہوم آفس میں تھا تو میں نے ورکنگ ہام کے آتشکدوں میں کریمیشن روکنے کی کوشش ناجائز طور پر کی تھی۔

کرنے اور نہ مذہبی کا بھی یہی قول ہے۔ اگر اس پر عمل ہوتا رہتا تو ابھی تک مسلمانوں کی ترقی بھی دھیمی اور نمایاں دو کروڑ سے زیادہ نہ رہتے اور ایسا ہی ہوتا ہے کہ جوان ہندو جو کسی بیوہ سے بہ سبب قوم کے کنوارا رہنے یا ساری عمر رنڈوا رہنے کے شادی کرنا چاہتا اور ہندو بھی برادری سے خارج کرنا چاہتے ہیں تو وہ مع بیوہ کے مسلمان ہو جاتا ہے تاکہ طعن و تشنیع سے بچ رہیں یہ پانچواں سبب ہے۔ جس طرح بدھ مذہب کے پھیلنے سے باوجود بدھ کے ناستک اور وید نندک ہونیکے بھی پرانوں کے مصنفوں نے بدھ کو اوتار مان لیا۔ اسی طرح باوجود ہندوؤں کو قتل کرنے اور ان کی بے حرمتی کرنیکے بھی کروڑوں جاہل ہندو مرد و عورات نے مسلمان پیروں فقیروں کی خانقاہوں سے ادہا دہ ہند مرادیں مانگنی شروع کیں اور خورد سالی کی شادی اور برہمچریہ نہ رکھنے کے سبب عموماً نامردی نے منہ دکھلایا قبروں سے بیٹے مانگنے لگے اور یہ ظاہر ہے کہ قبروں کے عطا کردہ یا مسلمان بے دردوں کے عطا کردہ بیٹے ہندو نہیں رہ سکتے ایک دو پشت کے بعد ضرور مسلمان ہو جاتے ہیں۔ اور مت پرستی کا نتیجہ یہ ہونا بھی تھا۔ کیونکہ قبر پرستی اور مردہ پرستی بت پرستی کی دوسری بہن ہے۔ بت پرستی سے مایوس ہندوؤں نے جب دیکھا کہ قبر پرست مسلمان ہم کو برباد ہی کیا جاتا ہے۔ تقلید کو نسبت قبروں سے مرادیں مانگنے لگے۔ ہندوستان کے ہر گوشہ میں قبر پرستی شروع ہوئی۔ بابا نانک جیسے حق پرست کے مرنے کے بعد بھی اسکے پیروؤں میں بت پرستی و گور پرستی کے مقابلہ میں روڑے صاحب یا ٹھی صاحب۔ بیری صاحب سکھڑہ صاحب۔ دُکھ بھنجن صاحب کیرا صاحب۔ بال صاحب۔ ٹاٹ صاحب۔ تول صاحب۔ پنجہ صاحب بابا گور سر جیوا صاحب قایم کئے حسیر کہ لکے پیرو بھی ویسے ہی بت پرستی میں گر پڑے جیسے کہ عام گور پرست و بت پرست پس کروڑوں راجپوت۔ براہمن۔ مرہٹہ۔ سکھ۔ کھتری۔ اروڑہ۔ بنئے اور شودر خواجہ معین الدین پیر صاحب۔ سکھان کا داتا۔ دگا ہے والا۔ سرور۔ دھونکل۔ یوسف شاہ۔ پیران کلیر۔ پاک پٹن۔ امام بخش۔ شمس الدین۔ بہاؤالحق۔ سادے شہید۔ دین پناہ۔ غازی مسلمان وغیرہ کی خانقاہوں میں دربدر پھرنے اور سر رگڑنے لگے جس سے آئے دن لاکھوں مسلمان ہوتے اور ست دھرم سے پتت ہو جاتے ہیں یہ چھٹا سبب ہے مسلمان ہونے کا +

بہت سے غریب ہندو شادی نہ ہونے کے سبب دو تمام عمر کنوارا گذارنے کی سخت مشکل سے گھبرا کر شادی کی لالچ سے مسلمان ہو جاتے ہیں جنکی تعداد بھی کسی حالت میں ایک وڈ سے کم نہ ہوگی اور ہر ایک شہر و قصبہ اور گانو میں اسکی بہت سی مثالیں موجود ہیں یہ ساتواں سبب ہے۔ جتنی لاگت تھانوں پر لگی ہوئی ہے۔ اس سے کئی گنا بڑھکر مسلمانوں نے قبروں پر لگائی ہے اور بڑے بڑے گور خانے مردہ پرستی کے واسطے بنا دئے ہیں اور غالباً ہندوستان کے ۵ کروڑ مسلمانوں میں سے ۴ کروڑ بت پرست یعنی گور پرست ہیں اور جس طرح یہاں ایسی ایسی مٹھ بنائی اسی طرح عرب میں بھی ہیں چنانچہ حضرت محمد صاحب کی قبر پر تین کروڑ روپیہ کی قیمت کے ہیرے اور لال جڑے ہوئے ہیں اسکا نام بت پرستی نہیں بلکہ گور پرستی ہے (انا اخبار واپاتو) یہ مندرجہ بالا تکالیف و آفات ہیں اور صدمات و مشکلات ہیں جنکے سبب سے ۱۲۲۶ء سے ۱۸۹۰ء کی مردم شماری تک ۴ ۲ ۷ ۴ ۵ ۲ ۹ کروڑ ہندو مسلمان ہوئے اور مسلمانوں کی اولاد آریہ ورت میں موجود ہیں +

لطیفہ۔ شہر ڈیرہ اسمٰعیلخاں میں ایک شیخ یوسف کی خانقاہ ہے جس سے صدہا ہندو مرد و عورت مرادیں مانگنے جاتے ہیں وہاں کے مجاور اول منہ پر تھوکتے پھر جوتے لگاتے ہیں۔ ایک دفعہ ڈیرہ میں چند ہندو مجھ سے پوچھنے لگے کہ وہ تھوکتے تو ہیں مگر جوتے کیوں لگاتے ہیں میں نے کہا تھوکتے اسواسطے ہیں کہ تم پرماتما پاربرہم کو چھوڑ کر قبر پر سر رگڑتے آتے اور چونکہ تھوک جلدی سوکھ جاتی ہے اسواسطے جوتے بھی لگاتے ہیں تاکہ تم جلدی نہ بھول جاؤ سہ الحذر اے قوم ناداں الحذر

یہ جو تیرہ سو سال مسلمان ہو کے بھی ابھی تک ہندوؤں کے مختلف حصص میں تمام اقوام مسلمانوں کے اندر ہزاروں دستور ہندوؤں کے موجود ہیں۔

لاکھوں مسلمان برہمنوں سے پھیرے پھرواتے اور بیاہ پڑھواتے اور انکو پروہت مانتے ہیں۔ کنگنا باندھتے ہیں اور ہندو مسلمان دو نام مختار رکھتے ہیں اور یہی حال گورنوں کا ہے اور شاید ایک کروڑ ایسے ہونگے جو بالکل گائے کا گوشت نہیں کھاتے لاکھوں مسلمان ایسے ہیں جنکو سوائے مٹی کے پیالے کے اسلام سے کچھ لابھ نہیں ہوا۔ تمام ملکانوں کا یہی حال ہے (از ڈاکٹر سید احمد خاں صاحب)۔

۱۰ لاکھوں مسلمان ایسے ہیں جو سوائے مردہ دفنانے کے اسلام سے کچھ آگاہ نہیں اور نہ مسلمانی قواعد کو مانتے ہیں۔

۲ لاکھوں مسلمان ہندوؤں کے جوتش پر اعتقاد رکھتے اور پنڈتوں کے مرید ہیں۔ اور جب ملتے ہیں انہیں پالاگن یا نمسکار کہتے ہیں۔

۸ لاکھوں اب تک بیاہ شادی گوت بچاتے ہیں اور قریب میں شادی بالکل نہیں کرتے اور یہ اپنی مسلمان شدہ قوم سے باہر شادی کرتے ہیں۔

۴ لاکھوں ایسے ہیں جو چوٹی رکھتے اور پگڑی پہنتے جیسے بمبئی کی طرف کے بوہرے اور خوجے جنکے نام کاہن جی۔ رام جی۔ شام جی ہوا کرتے ہیں۔

لاکھوں صدق دل سے واپس آنیکو طیار ہیں بشرطیکہ آریہ قوم کا ذرا اشارہ انکو ملے یا اُن کی کوئی مدد کرنیوالا ہو۔

پس بھائیو ایسے آپت کے ماروں اور آفت زدوں کی حالت زار پر رحم کرو۔ فراخدلی اور عالی حوصلگی اور اودارچت سے شاستروں پر غور کرو۔ اور براہ مہربانی اور پروپکار کے اُن کے واسطے واپسی کا دروازہ کھولو۔

دھرم شاستروں میں آپت کال کا کیا دھرم لکھا ہے اور اگر لوگ ست دھرم سے گر جائیں تو کیا پرائشچت لکھا ہے۔

جس طرح ویدک شاستر آیوروید میں سب جسمانی امراض کا علاج ہے۔ اسی طرح دھرم شاستر میں سب روحانی روگوں کی اوشدھی ہے سب دھرم شاستروں اور ویدک شاستروں میں مول وید ہی اور یہی سبب ہے کہ ویدوں میں جسمانی روگ دور کرنے اور برہمچریہ گرہستھ اور بان پرست اور سنیاس کا ارشاد ہے اور اسی تکت آہار وہار کا ذکر کیا ہے کہ جس پر عمل کرنے سے انسان جسمانی روگوں سے بچ سکتا ہے اسی طرح روحانی بیماریوں کے دور کرنے کے لئے ویدنے ودیا۔ اوپاسنا۔ دھیان۔ دھارنا۔ سمادھی۔ یوگ کا ارشاد فرمایا ہے تاکہ شاریرک اور آتمک دونوں طرح کے آنند بھوگ کر جیو موکش دھام کو پراپت ہو۔

ویدوں کے بعد راج رشیوں نے دھرم شاستر کا۔ سمو ہوئے ہیں جنکی سمرتی موجود ہے۔ اگرچہ سمرتیاں تعداد میں ۱۸ ہیں۔ مگر سب میں منو کی تعریف ہے اور اسی کو معتبر مانا گیا ہے۔ برہسپتی سمرتی میں خود لکھا ہے:

वेदा घोपतिवन्धता हाधान्य हिम नो: सातम् । मन्व बंधि पशे तानुयास्व ति: सानश स्यते ॥

ویدارتھ کے انوکول کے ہونے سے سب سمرتیوں کی سردار منوسمرتی ہے جو سمرتی منو کے خلاف ہے وہ موت کے لائق نہیں جن باتوں کو منو نے پرائشچت کے یوگ لکھا ہے۔ اگر اُن کے مطابق پرائشچت کرایا جاوے تو غالباً ایک ہندو بھی ہندوستان میں نہ نکلے جو پرائشچتی نہ ہو۔ مفصل دیکھو ادھیائے ۱۱ شلوک ۵۵ جس میں لکھا ہے کہ برہم ہتیا کرنے والا۔ شراب پینے والا۔ گرو یا استاد کی استری سے زنا کرنیوالا۔ یہ تینوں مہاپاتکی ہیں۔ انکی صحبت کرنیوالا بھی ایسا ہے۔ اول اور آخر بات کو چھوڑ کر شراب پینے والے اس وقت ہر ایک ورن ہر ایک کلین گھرانے میں کم و بیش موجود ہیں۔ اور ہمارے

اس پنچال دیس میں تو کئی مقام پر برہمن شراب کے ٹھیکہ دار ہیں بلکہ شراب کی دوکانوں پر خود فروش ہیں۔ شودر تو کبس میر سی کی حالت میں ہیں اور بام مارگ میں داخل ہونے والے خواہ وہ کسی قوم کے ہوں انہیں ضرور شراب پینی پڑتی ہے۔ مانس کھانیوالے جیسے دہرم شاستر میں بہت نندنی کرم لکھا ہے وہ بھی ہندوستان کے ہر ایک حصہ اور خصوصاً پنجاب۔ کشمیر۔ بنگال۔ متھل۔ مدھ دیش میں لاکھوں ہیں۔ اگر کوئی وہار کما راجا منو ۱۱ کے مطابق سزائیں دینے لگے تو شاید آبادی نصف ہو جاوے۔ مگر ساتھ ہی شاستر یہ بھی کہتا ہے کہ جب راجا آریہ دہرم انوکول نہ ہو تو وہ آپت کال ہے اور آپت کال کے واسطے یہ بھی ارشاد ہے :۔

आपत्त काले मृ या दा नास्ति

یعنی آپت کال میں کوئی مریادا نہیں جو ہو سکے اور جس طرح ہو سکے اپنے دہرم کو قایم رکھے اور یہی حال کابل۔ قندہار۔ غزنی۔ ہرات۔ بلوچستان۔ قلات۔ ست کشمیر۔ بخارا۔ خیوا۔ بوشہر۔ بصرہ۔ سکندریہ۔ سٹال۔ عدن۔ جاوا اور بالی۔ جاپان۔ مالٹا۔ ہانگ کانگ اور زنگبار کے ہندوؤں کا ہے کہ وہ اپنے آپ کو صرف ہندو کہتے ہیں ورنہ کوئی صداقت دہرم کی اُن کے پاس نہیں۔ پس کیا ہم اُن کو دہرم سے خارج سمجھیں نہیں ہرگز نہیں کیونکہ استقلال اور ہمت میں ہم سے بڑھکر ہیں اور اُن کی شردھا بھی ہم سے زیادہ ہے اور ہندو دہرم سے جتنا اُن کا پریم ہے اُس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا مگر وہ آپت کال میں ہیں سار ان المجبور معذور ہیں۔

ہمارے رشی منی اس بات سے ناواقف نہیں تھے وہ دور اندیش تھے اور ایسی دور درشی و گیان شکتی سے اس بات کو جانتے تھے۔ بنا برآں اُنھوں نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے (دیکھو منو سمرتی ادہیا ۱۰ اشلوک ۱۰۱ سے ۱۳۱ تک)۔ چنانچہ شلوک ۱۰۶ میں لکھا ہے۔ کہ بام دیو دہرم اور ادہرم کے جاننے والے نے بھوکھ سے ۔۔۔ دق ہو کر کتے کا ماس کھا لیا۔ مگر وہ پتت نہ ہوا۔

۱۰۷۔ بھوکھ سے لاچار بھردواج رشی مہاتپسوی نے لق و دق جنگل میں معہ اپنے بیٹے کے ایک نیچ آدمی سے دان لیا۔

۱۰۸۔ بھوک سے نہایت مقرار دہرم ادہرم کے واقفکار وشوامتر رشی نے ایک چنڈال سے کتے کی ٹانگ کی بوٹی کھانے کے واسطے لی۔

پریم سے گرست رامچندر نے بھیلنی شودرانی بلکہ اتی شودرانی کے جوٹھے بیر کھائے اور پریم سے گرست کرشن مہاراج نے کبجا مالن کے گھر کا بھوجن پایا۔

رامانج کے اوپدیش سے کبیر دکمال وغیرہ مسلمان ویدک دہرم کے پیرو ہو گئے اور لاکھوں ہندو ان مسلمان سادہوؤں کو اپنا ہادی اور رہنما مانتے ہیں۔

چیتن سوامی بنگال والے کے اوپدیش سے بھی کئی جنم کے مسلمان ویدک دہرم کے پیرو ہوگئے اور برابر بنگالیوں میں اُنکا رتبا ورہا۔

آدمی کا مردہ کھانیوالے اگھوری سادہوؤں کے بھی کئی ہندو چیلے ہیں جن کے ساتھ تمام ہندو برتتے ہیں۔

منوجی نے ایک جگہ لکھا ہے ۱۰۴ جو آدمی پران کے رکھنے کے واسطے کسی نیچ جاتی کا ان کھا لیتا ہے۔ وہ استرکش کی طرح پاپ سے نہیں لپائمان ہوتا۔

منوسمرتی میں لکھا ہے۔ کہ اگر گو ہتیا وغیرہ کرے تو تین ماہ میں شدھ ہوتا ہے۔ دیکھو ادہیا ۱۱ اشلوک ۱۲۶-

اور منو ۱۱ میں لکھا ہے کہ بغیر اچھا یعنی جبراً کیا ہوا پاپ وید کے ابھیاس سے دور ہوتا ہے مگر جو اچھا سے پاپ کیا جاوے تو دہرم سے اُس کا پرائشچت ہے۔

سخت سے سخت کوئی گناہ نہیں جسکا دہرم شاستر نے پرائشچت نہ کہا ہو اور پرائشچت سے شدھ نہ ہوتا ہو۔ اور جبکہ اُن کے واسطے پرائشچت ہے تو جو لوگ آپت کال تھے مارے خون ریز شمشیر کے خوف سے مسلمان ہو گئے یا اپنی عزت بچانے کے واسطے مسلمان ہو گئے۔ تاکہ اُنکی مستورات سے بدچلنی کے مرتکب نہ ہوں تو وہ صرف گایتری کے جاپ سے ہی شدھ ہو جاتے ہیں۔ جنم کے مسلمانوں یا عیسائی یا یہودیوں یا جینیوں یا بودھ کے واسطے شاستر نے صاف بتلایا ہے کہ وہ بغیر کامنا کو داخل ہیں۔ اسواسطے وہ صرف گایتری منتر سے یا اُنکی ہوتر کرنے سے شدھ ہو کر آریہ دہرم میں داخل ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ سوامی شنکر آچاریہ نے ہزاروں بودہوں کو صرف گایتری کا جاپ کرا شدھ کر لیا تھا۔ اسی طرح ہونا چاہئے باقی رہے خود مسلمان یا عیسائی وغیرہ ہو کر شدھی کی آشا رکھنے والے اُنکو واسطے شاستر کہتا ہے کہ تین کال یا تر دیکھ کر پرائشچت کرا کر شدھ کر کے آریہ قوم میں شامل کرو۔

شاستر میں لکھا ہے کہ ساوتری کے جاپ کرنے سے برہم ہتیا اور گو ہتیا کا پاپ چھوٹ جاتا ہے۔ گایتری منتر سے پور ہے اسی واسطے اسکی بابت سب کا اتفاق ہے کہ اس سے ہر طرح کے پاپ چھوٹ جاتے ہیں تو کیا محمدی یا عیسائی پاتو وہ شدھ نہیں ہو سکتے۔ بالعموم ہو سکتے ہیں

اب کس طرح اور کس مذہبی سے پرائشچت کرا کر شدھ کرنا چاہیے۔

آج تک آریہ سماجوں میں تقریباً ایک ہزار آدمی محمدی۔ عیسائی پتت شدھ کئے گئے۔ لیکن کسی خاص ویوستھا کے موجود نہ ہونے سے ہر جگہ دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ امرتسر۔ راولپنڈی۔ لاہور۔ پشاور۔ گوجرانوالہ۔ لودھیانہ کی سماجوں نے جس قدر دلی اُتساہ اور دہرم بھاؤ سے اس میں زیادہ حصہ لیا۔ اُسی قدر وہ زیادہ دہنواد کے یوگ ہیں۔ آریہ سماجوں نے جسقدر یہ دہار بک خدمت زیادہ کی۔ ویدک دہرم کی عظمت کے بیشتر قایل ہوتے گئے۔

کسی پتت کو شدھ کرنے کے واسطے سب سے اول ضروری ہے کہ اُسکو ناقابل اعتقاد سمجھ کر حاویں اور اُسے جسقدر کہ وہ سمجھ سکتا ہے ست دہرم کی بزرگی بتلائی جاوے ورنہ کسی بال یا چوٹی اگ یا عضو کٹوانے یا داغ غلامی لگانے یا طوق غلامی ڈالنے سے کوئی شدھ نہیں ہو سکتا یورپ تک لوگ گوبر کھلا۔ اور گنگا جی بھجوا اور وہاں کے بھنگیوں سے جوتے لگوا کر اور رہم بھوج کروا کر ہندو دہرم سے پتت لوگوں کو شدھ کرتے ہیں۔

سورگباشی مہاراجہ رنبیر سنگھ والی جموں و کشمیر نے بصرف زر کثیر اس سخت سزا کو بہت نرم کر دیا تھا اور ویوستھا شائع کی تھی کہ نمبر ۱ و ۳ ضروری نہیں نمبر ۲ و ۴ ہی شدھی کے واسطے کافی ہیں چنانچہ کئی ہندو اسی کے مطابق پاون کئے گئے۔ سکھ لوگ اگرچہ عام طور پر شدھی کے مخالف ہیں مگر اُن میں سے چند صاحبان مصری یا پتاشوں کا شربت گھول کر اس میں لوہا گرم کر کے پلاتے ہیں اور اوپر سے سور (خنزیر) کا گوشت کھلاتے اور کچھ شربت کو اُس کے سر میں ڈالتے اور کچھ منہ اور آنکھوں پر ڈالکر شدھ کرتے ہیں۔ اور بہت سے جوتے بھی اُسے جھاڑنے پڑتے ہیں مگر یہ متعصبانہ کارروائی بعض کوتاہ عقلوں کی کارروائی ہے زیادہ وقعت نہیں رکھ سکتی۔ جو وہ ہندوؤں کے ساتھ یا سکھوں کے ساتھ جنکہ اُن کو مسلمان بناتے ہیں۔ کیا کرتے ہیں جس سے سوائے دل دکھانے کے اور کوئی پاکیزگی ظاہر نہیں ہوتی۔ مگر کیا گو یا سور کا گوشت یا بھنگیوں کے جوتے یا عام میلے کے جوتے یا مظلوم اور عاجز گائے کا گوشت یا ختنہ یا عیسائیوں کا چلو بھر پانی دماغ یا انتشکرن کو رائی کے برابر بھی شدھ کر سکتے ہیں بھگت کبیر جی نے سچ کہا ہے:۔

آوہ جاوے مکہ نہ ادہ جاوے کاشی　　کہے کبیر دوہاں گرج بھاشی

آدو یوجن مر ہیاں آوہ یوجن گوراں　　کہے کبیر دوئے لٹ لئے چوراں

پھر دوسری جگہ بھگت کبیر جی فرماتے ہیں:۔

ان حضرات کا اس کیسی ہی زیادہ اس بھاگی   کیسے کیسے سنو بھائی سادھو ہوگئے دوانگ لاگی

(سکھ و راجپوت   مسلمان)

(عیسائی و ہندو [illegible])

اور یہی سبب ہے کہ پنجاب میں بہ نسبت عام ہندوؤں کے سکھ لوگ حالانکہ وہ بلحاظ آبادی کے نہایت ہی قلیل ہیں زیادہ مسلمان ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ اور اسی طرح پہاڑی ڈوگرہ راجپوت اور سور کھانیوالے بھی یہی حضرات ہیں۔ ہمارے ہندو بھائیوں کو شاید معلوم نہیں کہ محمدی دین میں سور کھانے جوا کھیلنے شراب پینے زنا کرنے سے زیادہ گناہ کوئی نہیں مانا گیا۔ حالانکہ ہندوستان۔ روم۔ عرب افغانستان ایران وغیرہ میں کروڑوں مسلمان سر سے پا تک گناہوں میں مبتلا ہیں۔ اور پھر یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ مرغا اور سور اور بھیڑ جیسے غلاظت پر دلدادہ جانوروں کے کھانے سے کیا روحانی پاکیزگی حاصل ہو سکتی ہے۔

بابا نانک جی جو کہ سکھ مذہب کے بانی ہیں وہ تمام گوشتوں اور خاصکر سور کے گوشت کو بھی حرام جانتے تھے اور شراب کو بھی۔ چنانچہ ایک غیر متعصب مصنف جس کی تصنیف کو سب لوگ عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جس کی سکھوں کے پانچویں گورو ارجن مل جی سے نہایت دوستی تھی لکھتا ہے کہ نانک قائل بتوحید باری بود و بہ تناسخ ہم ایمان داشت و خمر و گوشت و خوک را حرام شمردہ ترک حیوانی کردہ ما اجتناب آزار حیوان امر میفرمود گوشت خوردن بعد از و در مریدانش شہرت یافت وارجن مل کہ از خلفائے بواسطہ اوست چوں قبیح آزار دریافت از اکل حیوانی منع آمد گفت این عمل مرضی بابا نانک نیست (دبستان مذاہب تعلیم دوم صفحہ ۲۲۳)۔

شدھی کا صحیح طریقہ وہی ہے جس طریقہ سے بابا نانک نے مردانہ کو شدہ کیا یعنی پرمیشور کی بھگتی ویدک طریقہ پر سکھلا کر نہ کہ سور وغیرہ کا گوشت کھلا کر اور سب سے زیادہ غلطی ہمارے بھائیوں کی یہ ہے کہ وہ عیسائیوں کو بھی اسی غلط طریقہ سے شدہ کرتے ہیں یعنی خنزیر کا گوشت کھلا کر شاید انہیں معلوم نہیں کہ عیسائی دین خوک کھانے کو حرام نہیں جانتے ہیں۔ بلکہ عموماً کھاتے ہیں۔ اور صرف سور ہی کیا ان کے مذہب میں تمام جانور حلال ہیں۔

پس صحیح اور یتھارتھ ریت یا ودھی پتت ادھارن کا طریقہ وہی ہے۔ جو ست شاستروں میں درج ہے۔ جسکے مطابق پیروان سناتن دھرم (وید مقدس) کا فرض ہے کہ وہ تمام غیر مذاہب میں پتت شدہ آدمیوں کو شدھ کر کے ست سناتن آریہ دھرم کا پیرو بنا دیں۔

شدھی ویوستھا

اول ان لوگوں کے واسطے جن کا غیر مذہب والوں کے گھر جنم ہو

ان کو اول اچھی طرح کئی روز تک ست دھرم کی اصلیت بتلا کر دیگر مذہب کا رنگ انکے آئینہ دل سے اوتار دینا چاہیے جب اچھی طرح دھرم میں یقین ہو جاوے تو اسے سندھیا گائتری ارتھ سہت سکھلا کر اور ویدک طریقہ سے اسکا نام کرن سنسکار اور اگر یگیوپویت سنسکار کے لائق ہو تو یگیوپویت کرا کر بعد سمجھانے کل طریقوں کے سبھا میں شدھ کر لینا چاہیے اور گن کرم انوسار کسی ورن میں شامل کر لینا چاہیے۔

دوم جبراً و قہراً بھرشٹ ہوئے لوگوں کا پرائشچت

جب اچھی طرح یقین ہو جاوے۔ کہ وہ جبراً یا قہراً کسی سختی یا ناجائز دباؤ سے غیر مذہب میں داخل ہوا تھا۔ تو اسے بلا عذر و حسب خوشی خاطر تواضع سے شامل کر لینا چاہیے۔ اس کے واسطے صرف اس کا آ جانا ہی کافی ہے۔ کسی اور پرائشچت یا سزا کی ضرورت نہیں۔

سیوم جو اپنی خوشی سے بطمع (ریا شادی یا عشق یا طالع کتب) وغیرہ طریقوں سے پتت ہو جاوے اسکا پرائشچت

چہارم جتنے سال تک غیر مذہب میں رہا ہو۔ اتنے دن اور جتنے مہینے رہا ہو

اتنے دن اور جتنے دن رہا ہو اتنے گھنٹے اسکی پریکشا کر کے جب اچھی طرح یقین ہو جاوے کہ وہ پھر پتت نہیں ہوگا اس کی شدھی بھی زیادہ معلوم ہو اور تعلق بھی ٹوٹ گیا ہو یا پتت کرنیوالی عورت بھی اس کے ساتھ ہی واپس آنا چاہتی ہو تو ایک ہفتہ تک برت رکھوا کر چوٹی رکھوانے اور نام بدلوانے کے بعد سب حاضرین کی منت و سماجت کرانے کے پشچات اس برائی کی خرابی اور ست دھرم کی فضیلت اچھی طرح سمجھا کر ہون کرا کے شدھ کر لینا چاہیے اور اسکی ساتھ والی کو بھی اور اگر وہ کسی طوائف کے پیچھے ہوا ہے تو اس سے حسب توفیق (حتے الوسع) کچھ ڈنڈ لینا چاہیے ورنہ کسی دھارمک سوسائٹی یعنی آریہ سماج وغیرہ میں اس سے کچھ خدمت لینا چاہیے اگر سب کو وہ منظور کرے تو اسے بخوبی دھرم سے آگاہی کرانے کے بعد شدہ کر لینا چاہیے۔ اور اگر کوئی خدانخواستہ ایک دفعہ پرائشچت کرانے کے بعد پھر کسی بری صحبت سے پتت ہو جاوے تو دوبارہ اس سے دگنی سزا اور دگنی احتیاط کی ضرورت ہے۔

نوٹ۔ شدھی ہونے سے پہلے اس سے مفصل حالات پتت ہونے کے ایک درخواست کی جاوے اور پھر شدہ کر کے اسکو شدھی پتر کا دیا جاوے مضمون ذیل۔ ایک نقل اسکی دفتر سماج میں رہنے بطور یادداشت کے۔

اوم

شدھی پتر کا

آج واقعہ   ماہ   سمتی بکرمی سمت   مطابق   ماہ   سنہ ۱۹ء

ماہ   مسمی   کو سب ترتیبات اچھی طرح تحقیقات کرنے کے بعد مسمی   ولد   قوم   ساکن

بعمر   کو بموجب قاعدہ دھرم شاستر منو و متاکھشرا ادھیائے   شلوک   کے شدھ کر کے آریہ دھرم میں

شامل کیا گیا جس میں اب اس سے کوئی پرہیز نہیں ہے۔ یہ ہر طرح ہمارے میں شامل ہے کوئی اس سے نفرت نہ کرے۔ اس نے سب کے سامنے دین   سے نفرت ظاہر کر کے اس سے پچھتاپ کیا۔

سابقاں جملہ حاضرین مندرجہ ذیل کے سامنے شدہ کیا گیا ہے۔   العبد سکرٹری   العبد پردھان

دھرم پرچار

ہماری ہندو قوم غفلت کی نیند میں سو گئی ہے جاگ اسے جاگتے ہوئے شرم بھیا معلوم ہوتی ہے کہاں وہ رشی منیوں کا مبارک زمانہ اور کہاں انکی موجودہ اولاد کی یہ گری گت ترا ہمان۔ ترا ہمان۔

پیارے بھائیو! عرصہ ۵۰۰۰ سال کا گذرا جبکہ مہاراجہ جودھشٹر کا چکرورتی دھرم راج پرتھوی میں موجود تھا۔ اس وقت کوئی مسلمان کوئی عیسائی کوئی بدھ کوئی جین اس بھارت ورش میں موجود نہ تھا۔ بلکہ کہیں سارے سنسار میں بھی انکا پتہ نہ تھا ساری کی ساری پرجا ویدک دھرم اور شاستر وکت کرم میں مصروف تھی اس کو صدہا سال بعد جب اودیا کے سبب مانش مضطرب۔ سنچار آدک اس ملک میں بڑھنے لگا تب عرصہ ۲۴۹ سال کا گذرتا ہے کہ علاقہ نیپال میں ایک شخص ساکھی سگھ نامی نے جو کہ ناستک تھا وہ مت چلایا اور راج کا زور بھی ساتھ تھا اور اچھی لائق سے بہت سے بیٹ بانگ جس اسکے ساتھ ہو گئے جس سے بدھ مت سارے ہندوستان میں پھیل گیا۔ کاشی کشمیر قنوج کے سوائے کوئی شہر ہندوستان میں ایسا نہ رہا جو بدھ متی نہ ہو گیا جب بہت بہت گیا اور لوگ وید دھرم سے پتت ہوئے یگیوپویت آدک سب کا چھوڑ بیٹھے تب تقریباً دو سو برس گذرنے کے ایک مہاتما شنکر سوامی رجنے لوگ شنکر آچاریہ بھی کہتے ہیں انہوں نے کمر ہمت باندھی اور شسترتھوں کو ساتھ لے لودھیوں سے شاستر ارتھ کرنا شروع کیا بھلا ناستک لوگ کہ

دلایل و یکتیاں وید اور شاستر کے جاننے والے کے سامنے کیا اثر کر سکتی ہیں۔ ایک دو خاص خاص مقامات میں فتحیاب ہونے کے سبب شنکر سوامی کا آوازہ بلند ہو گیا۔ بہت سے راجاؤں نے ویدک دہرم قبول کر لیا۔ ۱۰۔۱۲ سال کے اندر ہی شنکر آچاریہ کے شاستراتھوں کے سبب تمام ملک میں بودہوں کے ہاں ہل چل پڑ گئی۔ شنکر آچاریہ کے مباحثوں میں یہ شرایط ہوتی تھیں۔

نمبر ۱۔ جو ہار جائے یعنے مباحثہ میں شکست کھائے وہ دوسرے کا دہرم قبول کرے۔

نمبر ۲۔ اگر سادہو ہو تو چیلا یعنے سنیاسی کا شاگرد ہو جاوے۔

نمبر ۳۔ اگر دونو نامنظور ہوں تو ملک آریہ ورت کو چھوڑ جائے۔

ان تین شرطوں کے سبب کروڑوں بودہ اور جین پھر ویدک دہرم میں آ گئے اور پرائشچت کروائے۔ انکو شنکر سوامی جی گایتری بتلائی اور یگیوپویت پہنائے جو نہت ہٹ دہرمی تھے اور تعصب کی آگ میں جل رہے تھے اس قسم کے لاکھوں آدمی آریہ ورت سے جلاوطن کئے گئے۔ راجگاں کی طرف سے کشمیر۔ نیپال۔ کیپ کماری۔ سورت۔ بنگال وغیرہ ہند کے سرحدی مقامات پر سنیاسیوں کے مٹھ بنائے گئے اور وہاں فوج بھی رہی تاکہ جو بدہ لوگ خارج کئے جاویں وہ پھر واپس نہ آ سکیں۔

اس کا صاف پریکٹیکل ثبوت یہ ہے کہ ہندوستان میں سے تو وہ دہرم پیدا ہوا اور ایک وقت سارا ہندوستان بودہ تھا۔ مگر اب ہند میں اُس مت کا ایک آدمی بھی نہیں نظر آتا۔ ہند کے چاروں طرف لنکا۔ برہما۔ چین۔ جاپان۔ روس۔ افغانستان۔ کافرستان۔ بلوچستان وغیرہ میں کروڑوں بودہ موجود ہیں۔

جینی لوگ اب بھی ہند میں بہت ہی کم یعنی ۶۔۷ لاکھ ہیں اور یہی لوگ ہیں جو چھپ چھپا کر کہیں گمنام طور پر رہ گئے مہاتما شنکر آچاریہ جی ۳۲ سال کی اوستھا میں مر گئے ورنہ دیکھتے کہ وہی رشی منیوں کا زمانہ پھر موجود ہوتا۔ شنکر آچاریہ کا جنم کر جینیوں اور بودہوں کے واسطے صرف یہی پرائشچت تھا کہ ایک دو روز برت رکھوا کر یگیوپویت پہنایا جاوے اور گایتری منتر سکھلایا جاوے جس سبب سے ۲۵ کروڑ آدمی پرائشچت کرا۔ گایتری پڑھ یگیوپویت پہن ورن آشرم دہرم میں آ گئے۔ حالانکہ ۴۔۵ سو برس تک وہ بودہ اور جین رہے بودہ لوگ ورن آشرم کو نہیں مانتے کھانا پینا بھی اُن کے ہاں دبد ورود ہے وہ سب طرح کے ماس کھا لیتے ہیں۔ چین کی تاریخ اور برہما کے حالات سے یہ بات سب لوگ دریافت کر سکتے ہیں۔ عرصہ ۱۲ سو برس کا ہوا کہ یہاں پر مسلمانوں نے سورت اور افغانستان کی طرف سے چڑھائی کی آریہ ورت کے اندر ویدک دہرم چھوٹ جانے اور پورانوں کے پرچار کے سبب صدہا مت موجود تھے اور انہیں وید ورودہ متوں کے سبب گھر گھر میں پھوٹ ہو رہی تھی دہرم کے نہ رہنے سے اور بام مارگ کے پھیلنے سے بھبھچار زنا بھی بہت پھیلا ہوا تھا اور کثرت بھبھچار اور خورد سالی کی شادی کے سبب تل طاقت برہم چریہ اور انساہ کا شت ہو رہا تھا۔ ایسی حالت میں ایک وحشی قوم کا ہمارے ملک پر غالب ہونا کو نسا مشکل امر تھا ہماری کمزوری یعنے برہم چریہ نہ ہو سکی ایک موٹی سی دلیل یہ ہے کہ سومنات کی لڑائی میں محمود کے ساتھ ۱۰۔۱۵ ہزار فوج تھی اور ہندو راجاؤں کے پاس ۱۰۔۱۵ لاکھ فوج تھی۔ مگر آخر کار ہندو ہی ہارے اور محمود جیتا آپ جانتے ہیں کہ سو ہزار کا ایک لاکھ ہوتا ہے گویا ایک افغان کے مقابلہ میں سو ہندو تھے۔ ایسے موقعہ پر ہارنے کی سوائے برہم چریہ اور دہرم کے نہ ہونے کے اور کوئی وجہ نہیں ہے آپ غور سے بچار لیں۔

اس[1] ملک میں سب سے پہلے مایا راجہ چتوڑ ایک مسلمانی پر عاشق ہو کر مسلمان ہو گیا مگر غیرت مند تھا۔ مادے شرم کے خراساں چلا گیا اور وہاں ہی مر گیا۔ پیچھے اُس کے ہندو بیٹا تخت پر بیٹھا۔

دوسرا[1] مسلمان اس ملک میں سکھ پال راجہ لاہور روپیہ و ملک کے لالچ سے محمود کے وقت میں ہوا۔ جس پر محمود اُس کو راجہ بنا کر چلا گیا محمود کے چلے جانے کے بعد وہ پھر ہندو ہو گیا اور برہمنوں نے ملا لیا۔

ملک کشمیر ایک بادشاہ کے ظلم سے جبراً مسلمان کیا گیا ابھی تک اُن کی ذاتیں بھٹ۔ کول وغیرہ وغیرہ موجود ہیں۔

برہمن۔ چھتری۔ ویش۔ سودر ان سب میں سے جو جو مسلمان ہوئے اکثر تو جبراً مسلمان ہوئے کوئی خوشی یا آنند یا دین اسلام کو پسند کر کے مسلمان نہیں ہوا۔ بہت جاگیر وغیرہ کے لالچ سے بھی مسلمان ہوئے جن کے نسب نامے صاف گواہی دیتے ہیں کہ باپ دادا یا دو تین پشت سے اوپر ہندو تھے۔

بہت سے نوجوان ہندو مسلمانی رنڈیوں کے دام زلف میں اسیر ہو کر بیدین ہوئے جو یاروں کو اسی دین کی تعلیم دیا کرتی ہیں جن کی پہلے اور اب بھی ہزاروں لاکھوں مثالیں ہر ایک صوبہ یا احاطہ میں موجود ہیں۔

بڑے بڑے لایق پنڈت بھی رنڈیوں کے چاہ ذقن میں غوطہ کھا گئے۔ نمونہ کے واسطے پستک گنگا لہری کے مصنف پنڈت جگن ناتھ شاستری جی موجود ہیں۔

لاکھوں بہادر اور شوبیر اور دل چلے مہاتما دہرم پر قربان ہو گئے سیس دیدئے۔ لیکن سیدیں نہ ہوئے نمونہ کے واسطے دیکھو شہید گنج اور ٹاڈر راجستان۔

آپ جانتے ہیں جب مسلمان نہیں آئے تھے تو اُن کی زیارتیں۔ قبریں مقبرے خانقاہیں۔ گورستان بھی اس ملک میں نہ تھیں جب ۸۔۹ سو برس سے مسلمان آئے تب سے ہی ہندوستان میں قبر پرستی شروع ہوئی جو ظالم مسلمان ہندو بہادروں کے ہاتھ سے مارے گئے مسلمانوں نے اُنکو شہید بنا دیا اور ہندوؤں کو جنمی! افسوس صد ہزار افسوس۔ ہمارے باپ دادوں کی صمصام خون آشام نے جن ظالموں کو قتل کیا ہماری بزرگوں کے ہاتھوں سے جو واصل جہنم ہوئے۔ ہم نالایق اولاد اور ناخلف فرزند انہیں شہید سمجھ اُنپر چراغ جلاتے ہیں۔ وائے نادانی اور افسوس جہالت اور اے بے عزتی تیری حد نہیں رہی اے پرمیشور یہ بُری گت کب تک رہے گی۔

اے ہندو بھائیو! سارے ہندوستان میں جہاں پختہ اور اونچے اونچے قبرستان دیکھتے ہو وہ تمہارے ہی بزرگوں کے ہاتھوں سے کشتہ ہیں اُن کے پوجنے سے تمہاری بھلائی کبھی اور کسی طرح بھی ممکن نہیں اول اچھی طرح سوچ لو۔

اگر پیر مردہ بکار آمدے   رتنا ہیں مردہ شکار آمدے

مسلمانوں نے مندر توڑے۔ بت پھوڑے۔ لاکھوں کو قتل کیا اس سخت مجبوری پر لوگ مسلمان ہوئے دیکھو تیمور کا روزنامچہ۔

مگر ہندوستان ایسا بدبخت نہ تھا کہ ایران۔ روم۔ مصر اور عرب کی طرح کبھی نہ جاگتا بیچ بیچ میں اُس کو جگانے والے بھی ہوتے رہے۔

مسلمانوں کے ظلموں سے ہی شدہی ہونیکا دستور ہوا۔ کہ ایسا نہ ہو یہ ظالم پکڑ کر خراب کریں رانی پدمنی کا ستی ہونا اور علاؤالدین کا ظلم۔ تاریخ غور سے پڑھو۔

پہلا پرائشچت۔ سب سے پہلے آریہ ورت کے اندر شنکر آچاریہ جی نے ۲۵ کروڑ آدمی کا پرائشچت کرایا اور اُنکو ویدک دہرم پر چلایا۔

دوسرا پرائشچت مہاراجہ چندر گپت نے کیا۔ یعنے سلوکس شاہ بابل یونانی کی بیٹی سے شادی کی جس کو آج دو ہزار ایک سو سال ہوئے۔

[1] تاریخ ہند۔

تیسرا پرائشچت راناؤ دے پورنے کیا جس نے نوشیروان والی ایران پارسی کی لڑکی سے جو کہ سارس شاہ قسطنطنیہ کی دہتی تھی شادی کی جسے تیرہ سو سال ہوئے ہیں

چوتھا پرائشچت لاہور کے پنڈتوں نے راجہ سکھ پال کا کرایا جس کو آٹھ سو برس ہوئے ہیں۔

پانچواں پرائشچت مردانہ مسلمان کا بابا نانک جی نے کرایا جس کو عرصہ ۴۰۵ سو سال کا گذرتا ہے اور اُس کی لاش کو بمقام خورجہ آگ میں جلایا۔

چھٹا پرائشچت پنڈت بیربل و راجہ ٹوڈرمل نے اکبر بادشاہ کا کرایا اور مہابلی اُسکا نام رکھا۔ گایتری سکھلائی اور سندھیا پڑھائی۔ یگیوپویت پہنایا اور ہندو بنایا۔ گئو کُشی کی مخالفت اور عموماً گوشت خوری سے نفرت ہو گئی۔ ڈاڑھی کے ساتھ اسلام کو سلام کر دیا۔ حکم دیدیا کہ جو ہندو غلطی سے ناواقفی سے عشق کے لالچ سے مسلمان ہو گیا ہو اگر وہ اپنے ہندو دھرم پر آنا چاہتا ہو مختار ہے اُسے منع مت کرو اور اگر کوئی عورت ہندو کی کسی مسلمان کے عشق میں مسلمان ہونا چاہے ہرگز نہ ہونے پاوے وارثوں کے حوالے کی جاوے مفصل دیکھو دبستان مذاہب صفحہ ۳۳۵ و ۳۳۸ تعلیم دہم نولکشور

ساتواں پرائشچت گورو گوبند سنگھ جی نے کرایا بعہد اورنگ زیب ظالم کے جس میں اُنہوں نے تمام مذہبیوں کو سنگھ بنا کر ویدک دھرم میں شامل کر دیا۔ اس کے سوائے دو سکھ اُن کے ایک مرتبہ مسلمانوں نے پکڑ کر جبراً مسلمان کر دیئے تھے جب رخصت پا کر وہ اُن کے پاس آئے تو اُن کو پھر ہندو بنا لیا سنگھ بنایا اور دھرم میں ملایا

آٹھواں پرائشچت پرتاب مل گیانی نے کرایا بعہد اورنگ زیب بادشاہ کے جبکہ ایک لڑکا ہندو مسلمان ہو گیا تھا اُس کو شدھ کر کے ویدک دھرم میں ملایا۔ دیکھو (دبستان مذاہب تعلیم دہم صفحہ ۲۳۹ مطبع ۱۲۹۶ ہجری نولکشور)۔

نواں پرائشچت رنجیت سنگھ مہاراج نے کیا۔ خود اپنے واسطے اور کئی سرداروں کے واسطے مسلمانوں کی بیٹیاں لیں اور اُنکو ہندو بنایا۔

دسواں پرائشچت مہاراجہ رنبیر سنگھ والی ریاست جموں و کشمیر نے کیا جبکہ تین راجپوت سپاہی لداخ میں مسلمان ہو گئے تھے۔ نہایت خوشی سے تینوں کو واپس ہندو دھرم میں شامل کیا۔ جموں کے وِدوان پنڈتوں نے رنبیر پرکاش ایک گرنتھ بنایا جس کے رو سے ۴۰ و ۵۰ سالہ مسلمان شدہ ہندو بدستور دھرم میں شامل ہو سکتا ہے۔ کاشی کے پنڈتوں نے بھی اُس سے اتفاق کیا۔ اور ویوستھا دی۔ چنانچہ ایک ضخیم پستک ہر ایک سبھا کو جموں سے مفت مل سکتا ہے۔

گیارھواں پرائشچت شری مان سوامی دیانند جی مہاراج نے کرایا یعنی قاضی محمد عمر صاحب ساکن سہارنپور کو مسلمان سے آریہ بنایا اور ویدک دھرم پر چلایا وہ اب ڈیرہ دون میں ٹھیکہ دار ہیں جنکا نام الکھ دھاری ہے اور جو کہ ڈیرہ دون سماج کے ممبر ہیں۔

بارھواں پرائشچت سوامی جی کی وفات کے بعد شرمیتی پراوپکارنی سبھا نے کرایا یعنی جناب مولوی عبدالعزیز صاحب کو جو پنجاب یونیورسٹی کے قاضی فاضل کے ڈگری یافتہ ہیں اور جو اب گورداسپور ضلع پنجاب میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہیں شدھ کیا اور آریہ بنایا جنکا نام نامی اب رائے بہادر ہردس رام جی ہے۔

تیرھواں پرائشچت سنت جوالا سنگھ جی نے کرایا۔ جنہوں نے کم سے کم ۴۰ آدمی مسلمانوں کو ویدک دھرم پر لا کر شدھ کیا۔

چودھواں پرائشچت عرصہ ۱۵ سال کا ہوا ہے مسٹر امیداس عیسائی نے ۷ لڑکوں کو عیسائی کیا تھا۔ قصور کے پنڈتوں اور مہاتما لوگوں نے اُن کو شدھ کیا چنانچہ وہ لڑکے اچھے عہدوں پر موجود ہیں۔

پندرہواں پرائشچت آریہ سماج کے ممبروں نے کیا یعنی راجپوتانہ پنجاب ممالک مغربی و شمالی میں کم سے کم دو ہزار مسلمانوں اور عیسائیوں اور جینیوں کو شدھ کر کے ویدک دھرم پر لا کر آریہ بنایا۔ سندھیا گایتری سکھلا کر پرائشچت کرایا۔ گو برہمن کا ہتیشی بنایا ضلالت سے نکلوایا۔

چونکہ یہ تعداد ہر روز ترقی پر ہے اس واسطے ٹھیک بتلانا ممکن نہیں۔

عزیزو! بھائیو!! اس عرضداشت کو پڑھ کر ۵ منٹ تک دل میں بچار کرو کہ اگر آپ اسی طرح غافل رہے تو آپ کا کیا حال ہوگا۔

۸ سو برس کے اندر آپ ۲۴ کروڑ سے کم ہوتے ہوتے ۲۰ کروڑ رہ گئے ۴ کروڑ تمہارے میں سے مسلمان ہو گئے۔ آپ حساب جانتے ہیں دوا ربعہ متناسبہ کو تو کام میں لائیے:۔

سوال

چار کروڑ ہندو ۸ سو برس میں مسلمان ہو گئے تو ۲۰ کروڑ کتنے سال میں ہوں گے۔

حل

سال		کروڑ		کروڑ
۸۰۰	×	۲۰	÷	۴

۸۰۰ × ۲۰ ÷ ۴ ۔ جواب ۴۰۰۰ سال میں۔

بھائیو ضرور سمجھلو۔ آنکھیں کھولکر دیکھ لو کنبھ کرن کی نیند میں مت سوؤ۔ دھرم تباہ ہو رہا ہے۔

لوگ وید دھرم کو نسٹ کر رہے ہیں لوبھ۔ لالچ۔ فریب میں پھنسا تمہارے بچوں کو ملیچھ کر رہے ہیں۔ اگر آپ اسی طرح سوتے رہے کروٹ نہ بدلی تو ۴۰۰۰ سال کے بعد ایک بھی ویدک دھرم کا پیرو نہ رہیگا۔ سب ملیچھ ہو جاویں گے۔ صرف یہی ایک مالہ آپ کی دیوار یک عمارت کو گرانے والا نہیں ہے بلکہ ایک اور بھی تازہ مالہ جاری ہوا ہے اور وہ کون ہے عیسائی مذہب۔

عرصہ دو سو سال کا گذرا کہ عیسائی پادریوں نے یہاں آکر انجیل سُنانی شروع کی۔ اُس وقت اُس ملک میں ایک بھی عیسائی نہ تھا۔ تمہارے بہت سے قحط زدہ بھائیوں کو مدراس اور دیگر مختلف حصوں میں ان پادریوں نے لالچ دیکر عیسائی بنا لیا۔

مردم شماری حال سے معلوم ہوا کہ اس وقت عیسائی ۲۰ لاکھ ہیں۔

کیا کبھی آپنے سوچا کہ اس وقت تک کتنے عیسائی ہو چکے ہیں بھائیو پرمیشور کیواسطے آنکھیں کھولو نیند سے جاگو سنہ دھو کر سنان کرو اور اپنی حالت کو سنبھالو تمہارے دھرم کو پر دونوں طرف سے دیمک لگ رہی ہے اپنے آپکو بچالو ورنہ تمہارا ٹھکانہ نہ ملیگا پتہ نہ رہیگا۔

مدراس آجکل خوش قسمت ہے جہاں صدہا گھروں نے جو قحط کے سبب عیسائی ہو گئے تھے۔ عیسائی دین چھوڑ دیا براہمنوں نے اُن ہزاروں آدمیوں کو ویدک دھرم میں ملا لیا۔ عیسائی رو رہے ہیں کچھ بس نہیں چلتا۔ تمہیں بھی چاہئے دیا کرو۔ رحم کرو۔ اپنے نادان بھولے بھالے بچوں کی جان ضائع نہ کرو اُن کو بچالو جو شرن آوے اُسے درست کر لو۔ پرائشچت کرا کر شاستروکت ریتی سے شنکر سوامی کی طرح۔ بابا نانک کی طرح۔ چانک رشی کی طرح مہاراجہ رنبیر سنگھ کی طرح ملا لو۔ ورنہ یاد رکھو کہ مسلمان اور عیسائی رہ کر جتنی ہتیا کرے گا۔ اُن سب کا خون تمہاری گردن پر ہوگا۔ پروپکاری بنو جگت کا بھلا کرو۔ بچھڑے ہوئے بھائیوں کو پرائشچت سے شدھ کر ملا لو ✦

الراقم

آپ کا خیر اندیش۔ پنڈت لیکھرام آریہ مسافر

حصہ دوم

پوران کس نے بنائے

ہمارے بہت سے سادے ہندو بھائی یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ اٹھارہ پوران[1] اور اٹھارہ اپ پران[2] دیاس جی نے بنائے ہیں۔ جو کہ پراشر جی کے بیٹے تھے اور مہاراج یدہشٹر کے وقت میں موجود تھے جس وقت سے کہ حال کے زمانہ کلجگ کا آغاز شروع ہوتا ہے جس کو آجتک ۴۹۹۱ سال ہوتے ہیں لیکن پورانوں کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خیال اُنکا درست نہیں ہے یہ بات مندرجہ ذیل ثبوتوں سے پایۂ ثبوت کو پہنچ جائیگی امید ہے کہ دہرم کے متلاشی پکشپات کو چھوڑ کر اس کو پڑھینگے +

ثبوت نمبر اول۔ اٹھارہ پورانوں میں بدھ کو اوتار قبول کیا ہے اور جس عبارت میں ذکر ہے اُس میں سے گذشتہ زمانہ ظاہر ہوتا ہے نہ مستقبل اور جو اُنکے اوضاع و اطوار بیان کئے ہوئے ہیں وہ آجکل کے جینوں کے ریوجیوں اگروں سے ٹھیک ملتے ہیں اُس سے صاف ظاہر ہے کہ جس وقت اٹھارہ پوران بنائے گئے اس سے پہلے بدھ کا اوتار ہو چکا تھا بھوشیہ پوران پربت آرہ کھنڈ ادھیا ۲ سے ۹ تک مگر مورخوں نے نشانات یادگار دن میناروں اور بودہ مندروں اور آریہ ورت لنکا برہما چین۔ اور ملک تبت کی کتابوں اور عجائب گھر کے بتوں سے دریافت کیا ہے کہ بدھ بکرما کے سمت سے ۴۱۴ برس پہلے ہوا تھا اور ۸۰ برس زندہ رہکر مر گیا جس کو آجتک دو ہزار پانسو باسٹھ سال ہوتے ہیں اور بیاس جی کو چار ہزار نوسو اکانویں برس ہوئے ہیں یعنی بدھ دو ہزار چارسو اُنتیس برس بیاس جی سے پیچھے ہوئے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ بیاس جی پورانوں کے مصنف نہیں تھے +

ثبوت نمبر ۲۔ تمام مورخ اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ رامانج بکرماجیت کی بارہوی صدی میں ہوا۔ لاکن ویشنومت کی تردید لنگ پوران میں موجود ہے +

शंखचक्रे तापयित्वा यस्य देहः प्रदह्यते। स जीवन कुणपस्त्याज्यः सर्वधर्मबहिष्कृतः ॥ १ ॥

ارتھ۔ جسکے جسم پر تپا کر شنکھ چکر کے نشانات لگائے گئے ہیں وہ زندہ مثل مردہ اور تمام دھرم کاموں سے خارج کر کے الگ کر دینے کے لایق ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رامانج کے مت کے بعد اُس کی تردید لنگ پوران میں ہوئی کیونکہ یہ مانا ہوا اصول ہے کہ جو بات نہ ہو چکی ہو۔ اُس کی تردید نہیں ہو سکتی اور لنگ پوران اٹھارہ پورانوں میں شمار ہو چکا ہے۔ اور چونکہ رامانج بکرماجیت کی بارہویں صدی میں ہوئے ہیں یعنی آجتک اُن کو گذرے ۷۶۸ برس ہوتے ہیں اور جیسا کہ اوپر ظاہر کیا ہوا ہے کہ بیاس کو ۴۹۹۱ برس ہوتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا ہے کہ بیاس سے رامانج ۴۲۲۳ برس پیچھے ہوئے ہیں۔ اس لئے لنگ پوران کا مصنف بیاس نہیں ہو سکتا +

ثبوت نمبر سوم۔ کتاب بنام تزک جہانگیری میں جہانگیر بادشاہ لکھتا ہے کہ میرے باپ کے زمانہ میں امریکہ سے ایک پادری۔ آلو۔ تمباکو۔ گوبھی یہ تین چیزیں لایا تھا۔ تمام مورخ اس بات پر متفق الرائے ہیں لیکن برہمانڈ پوران میں لکھا ہے کہ

प्राप्ते कलियुगे घोरे सर्ववर्णाश्रमे नराः ॥ तमालं भक्षितं येन स गच्छेन्नरकार्णवे ॥ २ ॥

ارتھ۔ اس گھور کلجگ میں جو تمباکو پیتا ہے وہ نرک کو جاتا ہے۔ اور پدم پوران میں لکھا ہے +

धूम्रपानरतं विप्रं दानं कुर्वन्ति ये नराः ॥ दातारो नरकं यान्ति ब्राह्मणो ग्रामशूकरः ॥ ३ ॥

ارتھ۔ جو شخص تمباکو پینے والے برہمن کو دان دیتا ہے وہ دیتے ہوئے نرک کو جاتا ہے اور وہ برہمن (گرامیہ سوکر) گاؤں کے سور کا جنم لیتا ہے۔ ہندوؤں کی کسی دھرم پستک میں تمباکو کا شیدہ نہیں ہے۔ اور تمباکو امریکی زبان کا لفظ ہے اور ماسوائے اسکے بابا نانک جیسے لیکر اُن کی ساتویں بادشاہی تک کسی نے تمباکو پینے کا کھنڈن نہیں کیا کیونکہ یہ اُس زمانہ میں موجود نہ تھا جب جہانگیر بادشاہ کے زمانہ میں آیا اور اسکا رواج ہوا تو اورنگزیب بادشاہ کے زمانہ میں دسویں بادشاہی کیوقت اسکا نشید کیا گیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ برہمانڈ اور پدم پوران دونوں جہانگیر کے والد اکبر کے زمانہ سے پیچھے بنائے گئے اور اکبر بادشاہ کا زمانہ بکرماجیت کے سمت ۱۶۱۳ سے ۱۶۶۲ تک ہوا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ برہمانڈ اور پدم پوران بیاس جی کے بنائے ہوئے نہیں ہیں کیونکہ بیاس جی کو ہوئے ۴۹۹۱ برس گذر چکے ہیں ان پورانوں کو تصنیف ہوئے (۱۹۴۸-۱۶۶۲) ۲۸۶ برس ہوتے ہیں +

ثبوت نمبر چہارم۔ سوامی شنکر آچاریہ رامانج سے پہلے ہو چکے تھے کیونکہ رامانج نے شنکر بہاش کا کھنڈن کیا ہے تمام میں یہ بات ظاہر ہے کہ شنکر آچاریہ ساری دنیا کو مایا اور اپنے آپ کو برہم کہتے تھے۔ اور سارے ہندو لوگ شنکر آچاریہ کو مہادیو کا اوتار مانتے ہیں اور اسکا ہونا بلا شک بودہ سے پہلے نہیں ہو سکتا کیونکہ اُنھوں نے بودہ کا کھنڈن کیا ہے اب پدم پوران میں پاربتی جی کے جواب میں مہادیو کہتے ہیں +

मायावादमसच्छास्त्रं प्रच्छन्नं बौद्धमेव च। मयैव कथितं देवि कलौ ब्राह्मणरूपिणा ॥ ४ ॥

ارتھ۔ ہے دیوی کلجگ میں میں نے برہمن کا روپ دہارن کر کے ویدانت کا شاستر گپت (جو چھپا ہوا بودہ مت ہے) رچا ہے سو پدم پوران بودہ اور شنکر اور رامانج سے پیچھے سے بنا ہے۔ دیاس جی کا بنایا ہوا کبھی بھی نہیں ہو سکتا +

ثبوت نمبر پنجم۔ جگن ناتھ کا مندر سمت ۱۲۳۱ بکرمی میں راجہ اڑیسہ سنگ بھیم دیو نے بنایا تھا اس سے پہلے نہیں تھا اس میں سب مورخوں کی رائے متفق ہے اور مندر میں بھی سمت لکھا ہوا ہے لیکن مندر کا مہاتم اسکند پوران میں لکھا ہے اس لئے اسکند پوران سمت ۱۲۳۱ سے پیچھے بنا۔ اور ویاس دیو کا بنایا ہوا کبھی نہیں ہو سکتا +

ثبوت ششم۔ سارے عالموں کی اس بارہ میں بھی ایک رائے ہے کہ اٹھارہ پوران مہابھارت سے پیچھے بنائے گئے اور پورانوں میں مہابھارت کا ذکر ہے مگر مہابھارت میں پرانوں کا ذکر نہیں ہے اور سب جانتے ہیں کہ شکدیو جی نے راجہ پریکشت کو بھاگوت سنایا تھا تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوروں اور پانڈوں کے یدھ سے پیچھے مہاراجہ یدھشٹر تخت نشین ہوئے تھے اُنھوں نے ۳۶ سال ۸ مہینے اور ۲۵ دن راج کیا اُنکے مرنیکے بعد راجہ پریکشت نے ۶۰ برس راج کیا بھاگوت میں لکھا ہے راجہ پریکشت کے راج کے خاتمہ پر یعنی مہابھارت کے ۹۶ برس کے بعد شکدیو جی نے ان کو بھاگوت سنایا۔ مگر مہابھارت کے شانتی پرب کے ادھیائے ۳۳۲ اور ۳۳۳ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب لڑائی ختم ہوئی اور بھیشم جی کے انت سمے یدھشٹر سے اپدیش سننے لگے تب اُنھوں نے شکدیو جی کا ذکر کیا اور کہا کہ بہت زمانہ ہوا ہے کہ وہ مر گئے ہیں اُنکے

---

[1] برہم۔ پدم۔ وشنو۔ شیو۔ بھاگوت۔ نارد۔ مارکنڈے۔ اگنی۔ بھوشیہ۔ برہم وَیوَرت۔ لنگ۔ وراہ۔ اسکند۔ وامن۔ کورم۔ متسیہ۔ گرڑ۔ برہمانڈ +

[2] آدی۔ نرسنگ۔ وایو۔ شیو دھرم۔ دُرواسا۔ کپل۔ نارد۔ نندی۔ سنت کمار۔ اوشنس۔ ورن۔ سامب۔ کالکا۔ مہیشر۔ پدم۔ دیو۔ پراشر۔ مریچ۔ بھاسکر +

مرنے پیر دیاس جی کا غمناک ہونا بھی لکھا ہے یہ دہشت اس طرح پوچھتے ہیں کہ گویا اُنہوں نے دیکھا ہی نہیں تھا اور ناس تک احد پریکشت حمل میں تھے جب پریکشت کے جنم سے پہلے ہی سکدیو جی مر گئے تھے تو اُنکا ۹۰ برس پیچھے بھاگوت سنانا ناممکن ہے اور یہ سچ ہے جیسا کہ دیوی بھاگوت کے مترجم نے لکھا کہ اصل بھاگوت بھر یوتے نانی ہے اور جب بھاگوت سکدیو جی نے سنائی نہیں اور پریکشت نے سنی نہیں جن سے ویاس دیو بہت پہلے گذر چکے ہیں۔ تو ثابت ہوا۔ کہ دیاس جی نے ان کو نہیں بنایا +

ثبوت نمبر ہفتم۔ پدم پوران کے اُتر کھنڈ کے بھاگوت مہاتم کے اول ادھیا میں ۲۸ شلوک سے ۳۲ تک لکھا ہے۔ کہ نارد جی دیا کل اوستھا میں سنکادک کو ملے اور بیان کیا کہ کاسی سومنات رامیشر وغیرہ مقامات پر مسلمانوں نے مندرں کو گرادیا اور اُن پر قبضہ کر لیا یعنی مسجدیں بنالیں اور یہی حال آشرموں کا کیا۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ حال محمود کے زمانہ سے اورنگ زیب کے زمانہ تک ہوتا رہا۔ پس صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ پوران کو بنے ہوئے صرف ۱۱۴ سمت ۱۲۲ برس کا زمانہ ہوا ہے +

ثبوت نمبر ہشتم۔ اٹھارہ پورانوں میں آریہ رشیوں اور دیوتاؤں کی سند لکھی ہے اور اُن پر ہتھیا کلنک ہیں جیسی کہ (نمبر۱) برہما جی کو بیٹی سے ہم بستری کا کلنک اور (نمبر۲) کرشن جی کو کبجاں اور رادھا کا (نمبر۳) مہادیو کو رشیوں کی استریوں سے (نمبر۴) وشنو کو جلندھر وت کی استری پرندا سے (نمبر۵) اندر کو گوتم کی استری سے (نمبر۶) سورج کو کنتی سے (نمبر۷) چندرما کو اپنے گرو برہسپتی کی استری تارا سے (نمبر۸) وایو دیوتا کو کیسری بندر کی استری انجنی سے (نمبر۹) ورن دیوتا کو اگست دیوتا کی ماتا اور وشی سے (نمبر۱۰) برہسپتی کو اپنے بھائی کی استری اتھیا سے (نمبر۱۱) وشوامتر کو اوربسی سے (نمبر۱۲) پاسر کو مچھودری سے (۱۳) دیو کو واسی سے (نمبر۱۴) درو پدی کو پانچ خاوندوں سے (نمبر۱۵) دیویوں کو ماس بھکشن کا (نمبر۱۶) بامن کو چھل کا (نمبر۱۷) بلدیو کو شراب نوشی کا (نمبر۱۸) رامچندر کو دھوکہ سے بالی سورمے کے مارنے کا وغیرہ وغیرہ کلنک سنت رشیوں اور دیوتاؤں پر لگائے گئے ہیں مگر دید پر کوئی کلنک نہیں لگایا اس نے ناشکرمت کو ہر جگہ ظاہر کیا ہے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ پورانوں کے مصنف خود دو والے ہیں۔ ویاس دیو جی +

ثبوت نمبر نہم ویاس جی کے بنائے ہوئے ویدانت، سوتر اور دیا کھیا یوگ بھاشیہ دنیا میں ظاہر ہیں اُنکا دھرم بھی سب وہ والیں پیتا مہیے مگر یہ اٹھارہ پوران ان کی عین ضد ہیں ان کا مطلب اُنکے اصول، ویدانت سوتروں سے نہیں ملتا جس سے اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پوران اُن کے بنائے ہوئے نہیں ہیں +

ثبوت نمبر دہم۔ دیوی بھاگوت میں لکھا ہے کہ ایک راجہ کا لڑکا کسی ایک ملیچھ ویشیا پر عاشق ہو کر دھرم سے پتت ہو گیا۔ یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ جب مسلمان نہیں آئے تھے تب مسلمان رنڈیاں بھی موجود نہ تھیں اور جب مسلمان رنڈیاں نہ تھیں تو اُن پر کوئی عاشق بھی نہ ہو سکتا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ دیوی بھاگوت مسلمانوں کے زمانہ میں بنا ہے اور ویاس جی نے نہیں بنایا ...... دھرم شاستر کے موافق برہمن کا کام پڑھنا اور پڑھانا ہے جیسا کہ منو سمرتی میں لکھا ہے۔ کہ (۵) योऽ नधीत्य द्विः

जो वेदमन्य त्रकुरुते श्रमम्सञा नैशूद्रत्वमाशयद्गतिसान्वय

ارتھ جو برہمن۔ چھتری۔ ویش۔ ویدوں کو نہیں پڑھتا۔ اور دیگر کام کرتا ہے تو وہ زندگی ہی میں تبدیلہ سمت جلدی شودر ہو جاتا ہے۔ اور دیکھو اتری کی سمرتی میں کیا لکھا ہے۔ کہ

वेदविहीनाः प्रठन्ति शास्त्रं शास्त्रेण हीना श्च पुराणपाठाः पुराणहीनाः कृषिणोभवन्ति भ्रष्टास्ततो भागवता भवन्ति ।। ६ ।।

ارتھ ویسے ہی لوگ شاستر پڑھتے ہیں شاستر سے پتت پوران پڑھتے ہیں پران سے ناواقف ہل جوتتے ہیں اور سب سے پتت بھاگوت پڑھتے ہیں۔ جہانگیر کے زمانہ میں بھگت تلسی داس ہوئے تھے۔ جیسے

संवत सोला सौ अस्सी असी गंगके तीर ।। सावन शुक्ला पंचमी तुलसी तज्यो शरीर २ ।। ६ ।।

جہانگیر سمت ۱۶۸۴ میں فوت ہوا تھا اس سے ثابت ہوا کہ رامائن کو تصنیف ہوئے (۹۴۸ = ۱۶۸۴ – ۲۶۳۲) سال ہوئے۔ ان ثبوتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کل پوران نوین ہیں۔ صرف چاروں بید ہی سناتن ہیں +

اوشم شانتی! شانتی !! شانتی !!!

دیوی بھاگوت پریکشا

ہمارے ہندو بھائی پورانوں کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے اور اُن کی کتھاؤں کو ہم سے سنا کرتے ہیں علاوہ بریں وہ بہت کچھ دن رات بھی اُن کے پاٹھ کرنے سننے میں نہیں کرتے لیکن عموماً دیکھا جاتا ہے کہ وہ اصلیت کی طرف ذرا متوجہ نہیں ہوتے اس واسطے ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اُنھوں کی خدمت میں کچھ عرض کریں۔ ؎

سر دمن آنکس بکو خواہ لست ! اکہ گوید فلاں خار در راہ تست

ورنہ خود غرض دھوکہ دینے والے آدمی طمع کے دام میں پھنسکر کیا کچھ اندر جال نہیں رچتے واضح ہو کہ برہما۔ وشن۔ اندر۔ برہسپتی۔ چندرما۔ دکش۔ شنکر۔ رشیگان وغیرہ زمانہ سالقہ میں بڑے نامی گرامی وودان۔ راجہ مہاراجہ گذرتے ہیں۔ ست شاستروں میں اُن کی نہایت عزت کی گئی ہے۔ دو رشی ستی۔ وتا خطابوں سے مخاطب درج ہیں۔ مگر الزام نہیں لگاتے ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ برہسپت جندر دیوتا کے گرو تھے۔ برہسپت جی کی استری تارا چندرمان کے گھر گئی اور فریقین ایک دوسرے کی محبت میں مبتلا ہو کر برسوں تک کام چیشٹا کرتے رہے برہسپتی دوبارہ مانگنے کے واسطے آئے مگر چندرمان نے انکار کیا۔ برہسپتی نے کہا کہ تو پاپی ہے۔ آس نے جواب دیا کہ تو کون۔ تیرا تو یہ ہے تو نے اپنے چھوٹے بھائی کی استری گھر میں ڈالی ہوئی ہے جیسا میں خوبصورت ہوں ویسی ہی تیری استری پر ہے میرے لائق ہے تیرے جیسے بدشکل سے اسکا کوئی شبد نہیں اس پر اُس نے اندر سے شکایت کی۔ اندر نے وکیل بھیجا۔ چندرمان نے جواب دیا کہ آپ دیوتا لوگوں کو تو سمجھاتے ہیں۔ مگر اپنے اعمالوں پر توجہ نہیں فرماتے۔ اہلیا نے گوتم کے ساتھ اُنہوں نے کیوں زنا کیا تھا اور کیوں ہزاروں برس تک سہنسر بھگ ہو کر مانسرور کی جھیل میں کنول پھول نال کے اندر شرمندگی سے پوشیدہ چھپے رہے جب یہ جواب پہنچا تب مدعیہ ہو کر خود کشی کرکے لڑنے کو آیا۔ اُسکی مدد کو برہما جی آئے اور اُدھر چندرمان کی مدد کو پرسکر دیو جی آئے اور مہادیو بھی آئے اور چندرمان کو سمجھایا کہ خبردار برہسپتی کی استری دیدینا برہما نے چندرمان کو سمجھایا کہ اُس کی استری دیدے یہ بڑا پاپ ہے چندرمان نے جواب دیا کہ اُس نے خود

---

(۱) دیوی بھاگوت اسکندا۔ ادھیا۔ ۱۱۔ سے شروع ہوتا ہے آخر تک سکرت مطبوعہ بمبئی +

(۲) دیوی بھاگوت اسکندا۔ ادھیا ۱۱ شلوک ۔۷۔

(۳) " " " ۱۲ " " ۵۵–۶۸ اوسلی بیاکل کنڈ سکرت مطبوعہ بمبئی +

(۴) " " " " ۱۴ " "

(۵) " " " " ۲۲ " " بکھیہ یہ تسبیہہ سمرتی ادھیا وک +

ہی اپنی برہسپتی سمرتی میں کہا ہے کہ استری کو رنا کرانے سے حیاب ہوتا ہے وہ رنجیدا ہو کے بر دور ہو جاتا ہے۔ جیسے برہمن کا پاپ وید پڑھنے سے۔ غرضیکہ کئی سال تک جنگ ہوتا آخر الامر شنکر کے کہنے سے چندرماں نے وہ ستری برہسپتی کو دیدی جس کو وہ مہاراج خوشی خوشی گھر میں لے گئے۔ مگر وہ[۱] حاملہ ہو چکی تھی۔ برہسپتی کے گھر جا کر بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام بدھ دیو بار رکھا گیا چندرماں[۲] نے تکرار کیا کہ بیٹا میرا ہے اس پر برہسپتی نے دینے سے انکار کیا جس پر جنگ کی نوبت ہوئی۔ آخر الامر برہما جی نے دیوی تارا سے پوچھا کہ یہ کس کا حمل ہے اُس نے جواب دیا کہ چندرماں کا۔ برہما نے بدھ کو چندرماں کے حوالہ کیا۔ پھر اُسی بھاگوت میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ دیوتوں[۳] اور دینوں سے لڑائی کرتے ہوئے دس ہزار سال کے منقضی ہوئے پر تھک کر ایک جگہ جا کر کمان کے سرے کو سر کے نیچے[۴] رکھکر سو رہے دونوں نے بیکنٹھ میں تلاش کی۔ جب وہاں نہ ملے تو تلاش کرتے ہوئے اُس جنگل میں آئے اب سوتے کو جگانا گناہ سمجھکر (لال بجھکڑوں کی طرح) عقل دوڑانے لگے آخر یہ قرار پایا۔ کہ مرمی[۵] یعنی بھونرے جانور پیدا کرکے اُن سے یہ خدمت لی جاوے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مگر اُس نے انکار کیا۔ کہ مجھے اس پاپ (جگانے) سے کیا لابھ ہوگا۔ دیوتوں نے کہا کہ ہم تجھے یگیہ میں بھاگ دیا کرینگے جب یہ راضی ہو کر اُس نے اُس کمان کی رسّی[۶] کو کاٹا۔ مگر کاٹتے ہی بڑا شور ہوا۔ اُس کمان کی ضرب سے وشنو[۷] کا سر کٹکر سمندر میں جا گرا۔ سب دیوتا حیران ہوئے۔ پھر برہما جی بولے کہ بھائیو کرنیکا پھل اوشیہ بھوگنا پڑتا ہے چنانچہ[۸] سب سے پہلے خود مجھے پھل بھوگنا پڑا۔ یعنی میرا سر شیو نے کاٹ ڈالا۔ اور خود[۹] شیوجی بھی محروم نہ رہے ایسے ہی کاموں سے اُس کا لنگ بدن سے کاٹا گیا اور اندر دیوتا اہلیا کے ساتھ زنا کرنے سے سہسر بھگ ہو کر مان سرور کے تالاب میں شرمسار رہے آخر سب نے دیوی[۱۰] کی تعریف کی جس پر وہ راضی ہوئی۔ اور حکم دیا کہ گھوڑے کا سر کاٹکر لگا دو۔ چنانچہ لگایا گیا۔ جس پر اُس روز سے وشنو[۱۱] ہیگریو اوتار ہوا ہے۔ بدن آدمی کا سر گھوڑے کا ہے۔ اس ادھیا سننے کا بہت پن ہے جو سنے گا اُس کی مکت ہو جاویگی پھر اس بھاگوت میں لکھا ہے کہ راجا اوپری چر[۱۲] उपरिचर جنگل میں سکار کے لئے گیا وہاں پر اپنی استری گریکا کی یاد میں اُسے احتلام[۱۳] ہوا اُس نے نطفہ کو کسی درخت کے

[۱] دیوی بھاگوت اسکند ا ادھیا ۱۱ شلوک ۳۲
[۲] 〃 〃 〃 ۱ 〃 ۱۱ 〃 〃
[۳] 〃 〃 〃 〃 〃 ۵ و ۶ و ۷
[۴] 〃 〃 〃 〃 〃 ۸۹ و ۹
[۵] 〃 〃 〃 〃 〃 ۴ و ۵
[۶] 〃 〃 〃 〃 〃 ۵ و ۶ و ۷ و ۸
[۷] 〃 〃 〃 〃 ۵ 〃 ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ سے ۲۴ تک
[۸] 〃 〃 〃 〃 ۵ 〃 ۲۵
[۹] 〃 〃 〃 〃 ۵ 〃 ۱۶ سے ۲۹ تک و ۳۰ سے ۳۸ تک
[۱۰] 〃 〃 〃 〃 ۵ 〃 ۴۴
[۱۱] 〃 〃 〃 〃 ۵ 〃 ۱۰۵
[۱۲] 〃 〃 〃 〃 ۱ 〃 ۴۶ سے ۶۰ تک
[۱۳] 〃 〃 〃 〃 ۱ 〃 ۱۴ سے ۹ تک
[۱۴] 〃 〃 〃 ۲ 〃 ۱
[۱۵] 〃 〃 〃 ۲ 〃 ۱ 〃 ۱۷ و ۱۸ و ۲۱ و ۲۳ و ۲۶ و ۲۷

یہ میں بند کرکے (بطور پارسل کے) شاہین ماحرہ شکاری پرند کے ذریعہ گھر کو روانہ کیا۔ راستہ میں یہ عالم ہوا ایک اور جرہ مل گیا۔ جنگ شروع ہوا۔ وہ جگہ دریائے جمن کے اوپر تھی۔ وہ پارسل گر پڑا۔ نیچے[۱] ایک اچھپر تام جو کسی رشی کی بد دعا سے مچھلی بنی ہوئی تھی۔ دریا میں تیر رہی تھی۔ گرتے ہی اُس نے منہ میں لے لیا وہ حاملہ ہو گئی جب میعاد حمل منقضی ہوئی تو وہ ایک شکاری ماہی گیر نے گرفتار کر لی[۲] شکم چیرنے ایک لڑکا اور ایک لڑکی نکل آئی۔ وہ ہر دو کو راجہ ونسو کے پاس لے گیا۔ راجہ نے لڑکا لے لیا۔ اور لڑکی اُسے واپس دیدی اُس نے اُسے پالا اور اُس کا نام مچھودری یا ستودری۔ کالی کا لکا تن گندھا ہوا اور بڑی ہونے دریا جمن پر مسافروں کے ساتھ کشتیبانی کرتی تھی۔ ایک[۳] دن قضا پراسر جی وید کے جاننے والے وہاں آئے۔ اور عبور دریا کا ارادہ کیا۔ ملاح روٹی کھا رہا تھا۔ لڑکی کالی کو اجازت دی کہ تو کشتی پر لیجا کر انہیں پار کر دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب دریا کے بیچ پہنچے۔ منی جو بھی بدگمان ہوئے۔ غلبہ شہوت نے مجبور کیا۔ اور اُس کا داہنا ہاتھ اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا کالی نے انکار کیا۔ اور منی کو بہت نصیحت کی۔ مگر اُس نے نہ مانا۔ آخر اُس نے اقرار کیا۔ کہ دریا کے پار جا کر کام کرینگے۔ جب کنارہ پر پہنچے تب منی نے ہاتھ پکڑا اُس نے پھر نصیحت کی مگر وہ نہ مانا تب کالی نے کہا کہ میرے بدن[۴] سے مچھلی کی بڑی بدبو آتی ہے رشی نے دعا کی جس سے وہ جوجن گندھا ہو گئی۔ یعنی اُس کے بدن سے ۴ کوس تک مشک کی بو آنے لگی۔ اُس نے کہا کہ میرا باپ[۵] کنارہ پر دیکھتا ہے روز روشن ہے منی نے دعا کرکے کہیر پیدا کر لی پردہ ہو گیا۔ پھر اُس نے کہا کہ آپ[۶] کام حسب منشا کرکے چلے جاوینگے میرا پھر کیا حال ہوگا۔ مجھے بکارت سے زائل ہو جانے کے سبب سے کون قبول کریگا۔ میرا گذارہ کس طرح چلیگا۔ میرا باپ کیا کہیگا۔ لوگ کیا کہینگے۔ رشی نے دعا کی۔ کہ بکارت سے پھر بدستور ہو جاوے گا۔ کہ آخر الامر ان سب شرائط کے پھر اُس نے بر مانگا۔[۷] کہ میرا لڑکا تیرے جیسا ہو اور خوبصورتی روز افزوں اور خوشبو ہمیشہ رہے یہ کہان سب کے بعد وہ بدفعلی ہوئی و صحبت کے بعد لڑکا ہوا۔ اُسی جگہ پر جس کا نام بیاس یا کرسن دویپائن رکھا گیا۔ پراشر جی بھی چلے گئے۔ بیاس جی ست ماتا سے اجازت لیکر جنگل کو چلے گئے اُسی[۸] شیوجی یا مچھودری پر راجہ شنتن پدر بھیکم عاشق ہوا اور اس سے شادی کی اُسی کے شکم سے چترانگد[۹] اور بچتر ویرج دو راجا پیدا ہوئے۔ اور جب یہ دونو مر گئے تو اُن کی بتفصیل عورتیں بیوہ رہ گئیں۔ اسی کا امبا امبکا۔ ان تینوں[۱۰] عورتوں کے ساتھ بیاس جی نے نیوگ کئے جن سے دہرتراشٹ اندھا۔ پانڈو اور بدر پیدا ہوئے جو ہندوستان کے نامی گرامی راجہ ہوئے۔ جو کورو پانڈو مشہور ہیں + فقط

[۱] دیوی بھاگوت اسکند ۲۔ ادھیا ۱ شلوک ۲۸ سے ۳۲ تک
[۲] 〃 〃 〃 ۲۔ 〃 ۱ 〃 ۳۵ سے ۴۴ تک
[۳] 〃 〃 〃 ۲ 〃 ۲ 〃 ۱ سے ۵ تک
[۴] 〃 〃 〃 ۲ 〃 ۲ 〃 ۶ سے ۱۰ تک
[۵] 〃 〃 〃 〃 ۲ 〃 ۲ سے ۲۴ تک
[۶] 〃 〃 〃 〃 〃 ۲۵ سے ۲۷ تک
[۷] 〃 〃 〃 ۲ 〃 ۲۸ سے ۳۰ تک اور ۳۴ و ۳۵ سے ۴۳ تک
[۸] 〃 〃 〃 ۳ 〃 ۱ سے ۱۲ تک
[۹] 〃 〃 〃 〃 〃 [illegible]
[۱۰] 〃 〃 〃 ۶ 〃 ۲ و ۳ و ۴ تک

مورتی پرکاش

سب سے پہلے پرماتما نراکار کی ستتی سزاوار ہے جسکے سمرن سے من کو شانتی اور جیو کو گیان ہوتا ہے۔ بست گیان سے رہت جیو اگیان کے اندھکار میں پھنسا ہوا نجات یا موکش سے دور ہو جاتا ہے۔ پس اس سنسار ساگر سے پار ہونے کے واسطے سچا مضبوط معقول جہاز وید کا گیان ہے۔ اور اس کے بغیر نجات کا دم بھرنا یا وشواس رکھنا ایک بھول گیان ہے۔ ماوان ہیں وہ انسان جنکو راستی کی ضرورت نہیں اور انکو اس وقت آنکھ کہاں جنہیں گیان کا شوق نہیں۔ مورتی پوجا جو اس وقت گھر گھر دکھائی دیتی ہے اسکی حقیقت و صداقت کی اس رسالہ میں تلاش ہے۔ اور بڑی بڑی مستند پرمانک کتابوں سے اسکی ثابت شہادتوں اور پرمانوں کا پرکاش ہے۔ مجھے اس سے کسی کا دل دکھانا مقصود نہیں اور نہ کسی بات کا بڑھانا مطلب ہے۔ پس جو دھرماتما سچائی کا طالب ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر مطالعہ کریگا۔ وہ دامن آرزو گوہر مراد سے بھریگا۔ اے پرماتما ودیا کا پرکاش کر اور اودیا کا ناش +

دلائل عقلی

(۱) جس طرح دریا لوٹے میں بند نہیں ہو سکتا۔ اور اگر بند ہو تو دریا نہیں اس طرح کوئی سرب بیاپک ایک جگہ رک نہیں سکتا۔ اور مورتی پوجا ہونے سے سرب بیاپک نہیں رہتا +

(۲) ہر ایک جسم یا شریر کے واسطے ضروری ہے۔ کہ طول و عرض و عمق رکھتا ہو۔ اور اُس کے واسطے مکان اور زمان کی بھی ضرورت۔ پس کوئی جسم انادی اور ناش رہت نہیں ہے۔ اور پرماتما چونکہ انادی اور ناش رہت مکان و دیش کال سے مُبّرا ہے۔ وہ اس واسطے شریر دھاری نہیں ہو سکتا +

(۳) مورت یا تصویر بغیر عکس یا سایہ یا شریر کے نہیں ہو سکتی ہے اور جسکا جسم نہیں اسکا عکس نہیں اور سایہ عند العقل محال ہے پس نراکار پرماتما کی مورتی کبھی نہیں ہو سکتی +

(۴) سری کرشن۔ رامچندر۔ ہنومان۔ بھیرو۔ دیوی۔ شیو جی۔ گنیش۔ برہما۔ وشنو۔ درگا۔ جگن ناتھ۔ بدری نرائن۔ کال وغیرہ۔ بزرگوں کی تمام مندروں میں مورتیں دکھلائی دیتی ہیں۔ مگر پرماتما یا برہم کی مورتی کسی مندر میں نہیں ہے جس سے خود ہی ظاہر ہے۔ کہ ایشور کی کوئی مورتی نہیں +

(۵) بزرگان مندرجہ بالا نمبر ۴ کو ہر ایک بُدھی مان جانتا ہے کہ کسی ایک وقت میں موجود تھے۔ اور ایک وقت پیدا ہوئے اور اب نہیں ہیں۔ شریر چھوڑ گئے۔ اُن کی عمدہ نصیحتیں البتہ کار آمد ہیں۔ اور فائدہ مند ہو سکتی ہیں۔ مگر اُن کی مرضی تصویر یا کی پرستش سے گیان کا پراپت ہونا عقل سلیم تسلیم نہیں کرتی ہے +

(۶) آج تک کسی جیو نے پرماتما یا برہم کو جسم ظاہری سے یا اور حواس متعلقہ سے نہیں دیکھا ہے پس اس کی تصویر بنانی اگیان کی نشانی ہے +

(۷) جو چیز جسمانی یعنی شریر والی ہے۔ وہ ہمیشہ متغیر و تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ ایک حالت میں نہیں رہ سکتی۔ پرمیشور چونکہ ہمیشہ ایک رس اور اچل ہے۔ اس واسطے اُس کی مورتی نہیں +

(۸) جسم یا شریر کی خاصیت ہے۔ کہ روگ بیماری۔ خوف۔ گھٹنا۔ بڑھنا۔ جلنا۔ خشک ہونا۔ گلنا۔ ان سے ایک نہ ایک میں مبتلا رہتا ہے اور سنسکرت کی اصطلاح میں شریر کو چھن بھنگر کہا گیا ہے اور شریری پرماتما چونکہ ان عوارض سے شدھ ہے پس وہ جسمانی نہیں ہے۔ اور نہ ہو سکتا ہے +

(۹) اکثر ہمارے مورتی پوجک بھائی یہ سند یہ کرتے ہیں۔ کہ مورتی پوجا پرماتما کے دھیان و گیان کی پرتھم سیڑھی ہے۔ ہم وقت حاصل کرنے گیان کے چھوڑ دینگے مگر یہ عذر ان کا بھی معقول نہیں ہے کیونکہ اول تو آج تک کبھی نہیں سنا گیا۔ کہ کسی مورتی پوجک نے انت کال تک مورتی کو چھوڑا ہو۔ بلکہ سینکڑوں مرتے وقت بھی گلے میں لٹکا کر مرتے ہیں +

دوم۔ سیڑھی سے مراد منزل مقصود تک پہنچنا یعنی گیان کا حاصل کرنا ہے۔ اب دیکھنا چاہئے۔ کہ گیان کے پراپت ہونے کے واسطے کونسی سیڑھی بہتر ہے آیا وید کی تعلیم سے گیان ہو سکتا ہے یا مورتی پوجا سے چونکہ اس میں سب بدھی مانوں کا اتفاق ہے۔ کہ گیان کے حصول کی ودیا ہی سیڑھی ہو سکتی ہے۔ نہ کہ مورتی پوجا۔ پس مورتی پوجا کسی طرح جائز نہیں ہے +

(۱۰) بعضے بھائیوں کا یہ عذر ہے۔ کہ چنچل من بغیر مورتی کے قائم نہیں رہ سکتا۔ اور ہم مورتی کو آگے رکھ کر پرماتما سے لو لگاتے ہیں۔ اب ہمیں دیکھنا چاہئے کہ یہ ان کا فرمانا کہاں تک معقول ہے۔ میں نے خود مورتی پوجا کے زمانہ میں سینکڑوں مرتبہ دل کو آزمایا۔ مگر کبھی اُس کو برقرار قائم نہ پایا۔ جوں ہی کرشن جی کی تصویر پر دھیان جاتا تھا۔ فی الفور بھاگوت کا وسم سکندھ یاد آتا تھا۔ اور آنکھ کان۔ ناک جسم وغیرہ پر خیال جانے سے من کی حالت بیقرار تھی۔ اور گرڑ اور ششناگ اور کنبھ سمندر کے واقعات سوچ سوچ کر طبیعت کی ایک اور یادگار تھی۔ رامچندر کی تصویر سے چین تھا اور نہ مہادیو کی مورت سے شانتی پراپت ہوتی تھی۔ چونکہ تجربہ میں آ جانا زبانی باتوں سے عمدہ ہے پس یہ ہر طرح سے مجرب ہے۔ کہ مورتی پوجا سے من کو شانتی دشوار بلکہ محال ہے اور بغیر ودیا کے اودیا کا جانا جھوٹھ بلکہ خام خیال ہے۔ اور علاوہ بریں من کا ویگ بہت بڑا ہے وہ کسی مورتی مان پدارتھ سے رک نہیں سکتا۔ پس اس کا ویگ روکنے کے واسطے ایک مہان سرب بیاپک جوتی پرماتما ہی ایسا ہے۔ جو اُن کے ویگ کو متفرقات کی طرف جانے سے روک دے۔ اس لئے پرماتما نراکار گیان سروپ کا دھیان بہتر ہے۔ اور مورتی پوجا سے من کا رکنا اسمبھو ہے +

وید وکت پرمان

نمبر (۱) یجروید مقدس کا ادھیا ۳۲۔ منتر ۳

न तस्य प्रति मा अस्ति यस्य नाम महद्यशः हिरण्यगर्भ इत्येष मामा हि ं सीदि त्येषा यस्मा न्न जात इत्येषः ॥

ترجمہ۔ جو پرمیشور ماتا کے سنیوگ سے نہ کبھی اوتپن ہوا۔ ہوتا ہے۔ اور نہ ہوگا۔ نہ شریر دھارن کرکے بالک۔ جوان اور بردھ ہوتا ہے اس کی پرماتما یعنی ناپ کا سادھن پرتی بمب عکس یا سدرش یا تصویر کسی پرکار کی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مورتی رہت۔ انت پار رہت اور سب میں بیاپک ہے۔ جو تیج والے سورج آدکوں کی اوتپتی کا کارن ہے۔ اُسی کی اپاسنا کرنی یوگیہ ہے۔ اور کی نہیں +

نمبر (۲)۔ یجروید ادھیا ۴۰۔ منتر ۸

स पर्यगाच्छुक्रमकायमव्रणमस्नाविरं शुद्धमपापविद्धम् ॥ कविर्मनीषी परिभूः स्वयम्भूर्याथातथ्यतोऽर्थान्व्यदधाच्छाश्वतीभ्यः समाभ्यः ॥ यु० अ० ४० मं० ८

ترجمہ۔ جو سب کے جاننے والا۔ سب کے من کا ساکشی سب کے اوپر براجمان او انادی سروپ ہے اور جو اپنی انادی پرجا کو انترجامی روپ اور وید کے دوارا سب بیہاروں کا اوپدیش کیا کرتا ہے۔ سو سب میں بیاپک انت پراکرم والا۔ سب پرکار کے شریر سے رہت اور سب روگوں سے رہت ناڑی کے بندھن

ست رہت سب دکھوں سے الگ - اور سب پاپوں سے نیارا ہے - وہی سب کی اپاسنا یوگیہ ہے - دوسرا کوئی نہیں +

नمبر۳ - یجروید ادھیا ۴۰ منتر ۹ + अन्धन्तमः प्रविशन्ति ये - सम्भूतिमुपासते ॥ ततो भूय इव ते तमो य उ सम्भूत्यां रताः ॥ य० अ० ४० म० ९ ॥

ترجمہ - جو اسمبھوتی ارتھات انوتپن انادی پرکرتی کارن کی برہم کے ستھان میں اپاسنا کرتے ہیں - وہی اندھکار یعنی اگیان اور دکھ ساگر میں ڈوبتے ہیں اور سمبھوتی جو کارن سے اوتپن ہوئی کاریہ روپ پرتھوی آدی بھوت پاکھان اور برکھ آدی اویو اور منش آدی کے شریر کی اپاسنا برہم کے ستھان میں کرتے ہیں - وہ اس اندھکار سے ادھک اندھکار - یعنی مہا مورکھ چرکال - گھور - دکھ روپ - نرک میں گر کے مہا کلیش کو بھوگتے ہیں +

नمبر۴ - یجروید ادھیا ۳۱ - منتر ۱۸ - वेदाहमेतं पुरुषं म- हान्तमादित्यवर्णं तमसः परस्तात् । तमेव विदित्वाति मृत्युमेति नान्यः पन्था विद्यतेऽयनाय ॥ य० अ० ३१ मं० १८ ।

ترجمہ - اس منتر میں یہ عقدہ حل کیا گیا ہے - کہ کس پدارتھ کو جان کے منشیہ گیانی ہوتا ہے (وید فرماتا ہے) کہ پرمیشور کو ہی یتھاوت جاننے سے ٹھیک ٹھیک گیانی ہوتا ہے جو سب سے بڑا سب کا پرکاش کرنیوالا ہے - اور اودیا اندھکار یعنی جسمانی آلائشوں سے اور اگیان آدی دوشوں سے الگ ہے - وہی پرمیشور سب کا اشٹ دیو ہے - اس کو جانے بنا کوئی منشیہ کامل گیان وان نہیں ہوتا - اس پرماتما کو جان اور پراپت ہو کے منشیہ جنم مرن آدی کلیشوں کے سمندر سے پار ہو کر پرمانند یعنی موکش کو پراپت ہوتا ہے پرماتما کے سوا مکتی کا کوئی راستہ نہیں +

نمبر۵ - شویتاشوتر اپنشد ادھیا ۶ - انوواک ۱۱ + एको देवः सर्व- भूतेषु गूढः सर्वव्यापी सर्वभूतान्तरात्मा सर्वाध्यक्षः सर्वाधिवासः साक्षी चेता केवलो निर्गुणश्च ॥

ترجمہ - ایشور ایک ہے - اور سب کا پرکاش کرنیوالا چیتن سروپ ہے - اور سب جگت کے بھوت پرانیوں میں بیاپک ہو رہا ہے - اور انتریامی ہے - اور کرموں کا ادھیکشی یعنی سوامی ہے - اور سب کا ادھار بھوت ہے - سب کا ساکشی یعنی دیکھنے والا لیکن خود کسی کی سہایتا لینے سے ہر طرح مبرا ہے - سب کا سہایک اور جگت کے گنوں سے رہت ہے - (یعنی کبھی ساکار نہیں ہو سکتا) +

نمبر۶ - یوگ شاستر کا سوتر ہے + क्लेशकर्मविपाकाशयै- रपरामृष्टः पुरुषविशेष ईश्वरः ॥ योग सू०

ترجمہ - اس کا مطلب یہ ہے کہ اودیا آدی کلیشوں یعنی جہالت وغیرہ آلائشوں سے پاک اور کشل اور اکشل یعنی سکھ دکھ اور تعصب اور ہٹ دھرمی - طرفداری وغیرہ تمام سے بری پھل و ایک کرموں کی واسنا سے رہت وہ سب جیووں سے اعلیٰ اور بیاپک ایشور ہے +

اپنشدوں کے بیان

نمبر۱ - تیتری اپنشد ولی ۲ - انوواک ۱ सत्यं ज्ञानमनन्तं ब्रह्म यो वेद निहितं गुहायाम् ।

ترجمہ - برہم ست - سروپ گیان سروپ اور اننت سروپ ہے - جو ویدی پراپتی یوگ ہے +

نمبر۲ - کٹھ اپنشد - ادھیا - ولی ۳ - واک ۱۵ +

अशब्दमस्पर्शमरूपमव्ययम् । तथाऽरसं नित्यमगन्धवच्च यत् ॥ अनाद्यनन्तं महतः परं ध्रुवं निचाय्य तन्मृत्युमुखात् प्रमुच्यते

ترجمہ - پرماتما - شبد - سپرش - روپ - رس گندھ (جو کان چرم اور آنکھ و زبان و ناک کے وشے ہیں) اُن سے پرے ہے - یعنی وہ نہ شبد اور نہ روپ - اور نہ سپرش - اور نہ گندھ اور نہ رس میں آسکتا ہے - وہ نت اور انادی ہے انادی اور اننت ہے - جیو آتما سے سرشیٹ اور اٹل ہے - اس کی آرادھنا کر کے منشیہ موت کے منہ سے چھوٹتا ہے - یعنی موکش کو پراپت ہوتا ہے +

نمبر۳ - شویتاشوتر اپنشد ۶ - ۸ + न तस्य कार्यं करणं च विद्यते न तत्समश्चाभ्यधिकश्च दृश्यते । परास्य शक्तिर्विविधैव श्रूयते स्वाभाविकी ज्ञानबलक्रिया च ॥

ترجمہ - اس پرماتما کا نہ شریر ہے اور نہ اندریہ ہیں - اس کے برابر نہ اس سے بڑا کوئی دکھائی دیتا ہے اس کی شکتی سب سے بڑی ہے اور نانا پرکار یعنی ہر قسم کی سنی جاتی ہے - اس کے گیان اور بل اور کریا سبھاوک ہے +

نمبر۴ - شویتاشوتر اپنشد - ادھیا ۶ - انوواک ۹ + न तस्य कश्चित् पतिरस्ति लोके न चेशिता नैव च तस्य लिङ्गम् । स कारणं करणाधिपाधिपो न चास्य कश्चिज्जनिता न चाधिपः ॥

ترجمہ - پرماتما کا جگت میں کوئی پتی نہیں ہے اور نہ کوئی اس کا بنانا ہے - وہ سب کا کارن ہے اور جیو کا وہی پتی بھی ہے اس کا کوئی اُتپتی کرتا ہے اور نہ ادھی پتی ہے +

نمبر۵ - کین اوپنشد ۱ + यद्वाचानभ्युदितं येन वागभ्युद्यते । तदेव ब्रह्म त्वं विद्धि नेदं यदिदमुपासते ॥ केन उ० ॥

ترجمہ - جو بانی کا سادھن نہیں ہے یعنی اودیا یکت بانیوں سے پرسد نہیں ہو سکتا جو سب کی بانیوں کو جانتا ہے اسے منشیو تم اسی کو پرمیشور جانو اور کو نہیں +

نمبر۶ - کین اپنشد + यन्मनसा न मनुते येनाहुर्मनो मतम् । तदेव ब्रह्म त्वं विद्धि नेदं यदिदमुपासते ॥ केन उ ॥

ترجمہ - جو من سے اچھا کر کے من میں نہیں آتا - اور جو من کو جانتا ہے اسی برہم کو تو جان اور اس کی اپاسنا کر +

نمبر۷ - کین اپنشد ۳ +

यच्चक्षुषा न पश्यति येन चक्षूंषि पश्यति । तदेव ब्रह्म त्वं विद्धि नेदं यदिदमुपासते ॥ के० उ

ترجمہ - جو آنکھ سے نہیں دیکھ پڑتا - اور جس سے آنکھیں دیکھتی ہیں - اسی کو تو برہم جان - اور اسی کی اپاسنا کر یعنی اس سے بھن جو سوریہ بجلی آگ آدی پدارتھ ہیں - ان کی اپاسنا مت کر +

نمبر۸ - کین اپنشد ۴ + यच्छ्रोत्रेण न शृणोति येन श्रोत्रमिदं श्रुतम् । तदेव ब्रह्म त्वं विद्धि नेदं यदिदमुपासते ॥ केन - उ ॥

ترجمہ - جو شروتر یعنی کان سے نہیں سنا جاتا - اور جس سے شروتر سنتا ہے اسی کو تو برہم جان اور اسی کی اپاسنا کر +

ہر مانو کھ پر فرض ہے سیوا کریں ہمیش — اِن کی سیوا کا نتیجہ جان نہیں کلیش
رام چند مہاراج جو بدھی میں تھے وِدوان — آگیا پالن باپ کی بن کو گئے سجان
اور ہزاروں بُدھی مان مَن کر یہ فرمان — مائی باپ کے سرن پر ہو گئے ہیں قربان
چاہئے سو نا سُتھنت آپ کھائے جگہ دے — شکر سے بہتر فقیر سے کیا تیرشارتھ سہیے
پرسنیاسی ہو فنا اُتم پد نر بان — پرشارتھ کا قول ہے اور بڑہائے گیان
ودیا وان سنیاس لئے اُپدیشی سنسار — مورکھ جو سنیاس لئے آپ ڈبے منجدھار
ودیا وان سنیاس سے رسوجہ جگت اُپکار — مورکھ جو سنیاس لئے ڈبکی سند رنار
ودیا وان سنیاس لئے ویدِک پرچار کاش — مورکھ جو سنیاس لئے چرس بھنگ کا پان
مورکھ جب سنیاس سے بنے اگوری جان — مانو کھ گندگی کھائے ہے کیونکر سوں اسمان
رن کی پناہ کے کارنے جو کوئی بنے فقیر — وین دی کے بیچ میں سمجھو ہوئے حقیر
جگت چھوڑ کر جائیگا تو بتلا کس کون — ساری پرتھوی جگت ہے جس پر کہئے گون
جینی رہنا کب دھرم ہے بن ہارے برہم چرج — سب جگ جنگل جتی ہوئے مجے ستوا اورج
بند ہووے روزگار سب لٹ جاوے پرواہ — تاں تم سمجھو سوچ کر کھونہ ہووے نباہ
استری کرنا دھرم ہے وید حکم سچ جان — گرہست آشرم کیونکر میں من ہو حیران
استری ڈھال گناہ کی رہے پاپ سے دور — جو کچھ پاپ ابھوگ کا اُس سے بچے ضرور
اول کرو برہم چرج اور پیچھے کرو گرہست — تیجا بان پرست ہے چوتھا ہے سنیست
اردھنگی ہے استری حکم منو کا جان — بن استری جگ ہیئے کہاں نیا گو جیجو گیان
چھوڑی لاج جہان کی نیا گو کرو وچار — ست حکم جو وید کا وہ نہیں نیا گن ہار
وید کہے جب ایک برہم نیا گو اور پاکھنڈ — یا بی کارن جگت میں بنے سام اور ڈنڈ
برہم گیں تا جگت کا جیو بھرا اگیان — برہم بیاپک سرب میں جیو ادھونا ن
اب بتلاؤں جیو کو سمجھو کر کے خیال — تُرہی دو آرسے پرکھنا ہے بات محال
بدھی اور من چیت سب اسرے جیو کے جان — بنا سہارے جیو کے نہیے بیران ان
ویہ کو نیا گے جیو جب تُرہی رہے تب یہ — ہے ہے ہر شدھ بُدھ چیونا کرے کوئی سدھ
دیہہ کا مالک جیو ہے اور شاکھی پر بھو پہان — دیہہ بل جیو ڈرایدرا ورا نجبر ہے جان
لکھا صاف ہے دید میں شو کم دیتے من — من سے پرے لکھا ہے بُدھ سے جو بُش
پرے جیو سے برہم ہے جیکا سب پرکاش — سرب بیاپی برہم ہے ست چیت آنند ماں
بُدھی من اور چیت سب ذرا سوچ کر دیکھ — آشرت سب ہیں جیو کے پربھو نیارا ایکھ
ادھیائے چالیسواں تو نت یجر وید کا جان — اُس میں جیو اور اس کا برنن کیا بکھان
رِگ وید میں دیکھ بت برہم کا گیان وچار — حالت پوری جیو کی تجھ ہوئی اظہار
سام وید میں برہم کو نتیل کھوج ہمیش — اتھرو وید برہم جیو کا کامل ہے اپدیش
نتیجت ویدوں میں نہ فرضی مہا واک — پوچھ کسی ودوان سے کھول بھرم کی تاک
لیکن ان کا ارتھ بھی آپ نے سمجھا اور — ایکتا جیو اور برہم کی نہیں ان میں کر غور
سادی تسری تیاگ کرو اکھنڈ لئے دھار — ان سے واس گنا سچی کبھو نہ ہوں نستار
ایکتا جیو اور برہم کی نِپٹ اسنبھو جان — یہ سراپا بھرم ہے نہیں گیان اگیان

چوپائی۔

کرم اُپاسنا تیرا گیان — اِل سے ملکر ہے وگیان
ان چاروں کا کامل حال — ویدوں میں ہے پڑھ کر بھال
کرم اُپاسنا پوری جان — پورا گیان ہے کل وگیان
سنیں گرنتھ سیر لکھ ہے وید — گیان دیدیں یا ویں کھید

ستوہنگ جاپ ہیں وچ وید — اس کا سن ہے عمر اور کھید
مہا واکھ کا ارتھ ہے اور — ویدانت ہواتی کو بیٹھ کر غور
ودیا بن کب ہووے گیان — بن ودیا نر پشو سمان
ویدانت شاستر جو کرت وِیاس — اس سے مٹتے سب وسواس
صاف لکھا ہے پڑھو وچار — سب سکھ مٹھی برہم اک سار
بھوگوں پر مت ڈول اگیانی — منئ وسنو کی ستارنہ پانی
ویہ گروشٹ پان بھوگرے — آوت جاوت جیسے مرتے
بل سے دھووے مو وہہ انیت — شُدھ کہاں آوے کا جی بھیت
وتے کا مانس دن کرے — من میں جیاں پرکھو نہیں ٹھہرے
جیہا اس کے ہو آو نہیں — پھنستے جال میں جلتے ہیں
من کا ما بھوگ میں چھپتے — گرہہ گیان نہ من سے مٹے
ھلک بھا و ترسے سنسار — بن بھگتی سر ہہتے خوار

دوہا

یارہ برہم کرتار میں بھول کبھوں جان — سرب گیتا یار برہم کسے ہوئے پادان
برہم مثال سمندر کے جیو مچھلی جان — نہ ہو میں سمندر اور نہ ساگر میں جان
بھوگ لکھے جو کرشن کے گو مولی سنگ جا — وہ سب بھاگوت کار کے کمول کلپنا جان
کرکے انت ستاپتی کہدیا صاف پکار — سچا چمن ہے وید کا جس میں سدا بہار
نہیں دکھیپ نہ بیہ بات سچ سچ کیا بیان
بن ودیا اور دھ بدھ کے کبھو نہ ہوئے گیان

سانچ کو آنچ نہیں۔

بنام آنکہ نام ش جی جسا وید — رساند نا امیداں را بامید

بھومکا

دھرم سبھاؤں کے عموماً اوپدیشک اپنے دیا کھیانوں میں جب اُن سے اور کچھ بن نہیں آتا۔ تو سری سوامی جی مہاراج کو ہی کوس کر دل کو ٹھنڈا کر لیا کرتے ہیں۔ مگر اُن کے چار پانچ مشہور اور دلشک عالم وکھیالے کو سنیار تھ پرکاش کی غلطیاں بھی نکالا کرتے ہیں جو ان پڑہوں کے مقابلہ میں ذرا وقعت کے قابل سمجھے جاتے ہیں۔ ہم نے فیروز پور۔ لاہور۔ امرتسر۔ لودہیانہ۔ پشاور۔ وزیر آباد۔ گوجرانوالہ۔ راولپنڈی۔ ملتان۔ تانبن۔ سہارنپور۔ بنارس۔ ہردوار کے مقامات میں اُن کے دیا کھیانوں کو سنا اور اُن کے ماہوار رسالے اور تین چار چھوٹے ٹریکٹ بھی مطالعہ کئے۔ سب میں مجموعی طور پر یہی اعتراض اور دلائل دیکھے۔ انہوں ہمارے پاس ایک مہربان نے رسالہ سری سوامی دیانند سرسوتی کی مہان نامی ارسال کیا جنہیں ایک صاحب شیو نرائن پرشاد کالستھ سکینہ نے تصنیف کیا ہے + اُنہوں نے اُن سب اعتراضوں کو یکجا کر کے ۵۳ صفحے کی چھوٹی تقطیع میں یہ رسالہ لکھا ہے۔ ہم اعتراضوں کو دیکھکر خوش ہوتے ہیں۔ اور ایشر جانتا ہے۔ کہ اگر ست کی تحقیقات سے اعتراضات کئے جاویں تو چشم باروشن دل ماشاد۔ ہم ہر وقت حق کے مخالفوں کو جواب دینے پر تیار اور کسی صحیح اعتراض کے قبول کرنے

نے کبھی انکار نہیں کرتے۔ اور انکار کر ہی کس طرح سکتے ہیں۔ جبکہ ہم ایک ایسے یگ کے یادگار ہیں جل کے سبب سے ہمیں تمام مذاہب باطلہ سے نرالہ فخر ہے یعنی ستیہ گرہن کرنے اور جھوٹ کے چھوڑنے میں ہمیشہ تیار رہنا چاہئے یا یہی وجہ ہے کہ ہم اس رسالہ کو بھی اپنی عادت کے موافق غور سے کئی بار پڑھکر اُس کے جواب لکھنے کے قلم اُٹھاتے ہیں۔ امید غالب ہے کہ اسے پڑھکر حق کی متلاشی طبیعتیں اور سب سے کسی طرح بھٹکے ہوئے دل ضرور راستی کی طرف متوجہ ہونگے +

اعتراضوں کے جواب — **اعتراض** - جو لوگ سوامی جی مہاراج کے زیادہ معتقد ہیں۔ وہ تو یہاں تک دعویٰ کرتے ہیں کہ مذہب کے متعلق جتنے امور ہیں۔ سب ستیارتھ پرکاش میں مندرج ہیں۔ یہی ایک پستک ہے وید اور دھرم شاستر اور سب ست شاستروں کا کام دے سکتی ہے۔ اگر اس بھارت ورش کا بھلا ہونا ہے۔ تو اسی کے وسیلہ سے ہوگا۔ اور اگر اس دیش کی اُنتی ہوگی۔ تو اسی کے ذریعہ ہوگی۔ سوامی جی نے ہمارے ادبڑی یالنا کرکے دریا کو کوزہ میں بھر دیا ہے۔ (صفحہ ۲) +

تردید - یہ اپنے پبلک کو مغالطہ میں ڈالنے والے الفاظ لکھے ہیں ہم ایسا ہرگز نہیں مانتے ہیں کہ وید اور ست شاستروں کا کام بھی ایک پستک دے سکتی ہے۔ آریہ سماج کے ہر ایک ممبر کا اعتقاد ہے۔ کہ وید ست ودیاؤں کا پستک ہے "وید کا پڑھنا پڑھانا۔ سننا سنانا آریوں کا پرم دھرم ہے"۔ ویدوں سے بڑھکر ہم کسی کتاب کو قابل قدر نہیں سمجھتے اور وید مقدس کے سوا کسی اور گرنتھ پر ہمارے مذہب کی بنیاد ہے۔ بھارت ورش اور سنسار کا بھلا جو کچھ ہوگا۔ وہ وید مقدس پر عملدرآمد کرنے سے ہوگا۔ اور ویدک دھرم کے ماننے سے لیکن اب یہ سوال باقی رہا کہ پھر ستیارتھ پرکاش کیا ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ وہ آریہ سماج کے بانی اور وید مقدس کے فاضل شارح شری سوامی دیانند جی مہاراج کی تصنیف ایک ویدک پستک ہے۔ اور ایسی اُن کی تصنیف کردہ ۲۹ کتابیں اور ہیں۔ جن میں ۱۵ دیاکرن کے متعلق اور باقی تمام دھرم سمبندھی ہیں۔ انہیں میں سے ایک ستیارتھ پرکاش ہے اس میں سوامی جی نے ہندوستان بلکہ تمام دنیا کے ادیان کا نہایت عالمانہ تحقیقات سے خلاصہ تنقیح حال لکھا ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں ویدک دھرم کی خوبیاں بھی بتلائی ہیں۔ اور یہاں تک ہی صبر نہیں کیا۔ بلکہ ویدک دھرم کے متعلق کئی ضروری باتوں کا خلاصہ بیان بھی کیا ہے۔ اور زیادہ تر نیاؤ یک معقول دلایل سے صدہا اعتراضات کی تردید کی ہے۔ پس ستیارتھ پرکاش ویدوں کے متعلق سوامی جی کی تحقیقات کا ذخیرہ اور ویدک دھرم کی طرف لوگوں کا رہنما ہے لیکن بھومکا اور وید بھاشیہ نہایت اعلیٰ درجہ کی بے بہا کتابیں ہیں۔ جن میں وید مقدس کے متعلق پورانک اور تانترک مت والوں کے سراپا باطل اعتراضوں کا ابطال اور یورپین فلاسفروں کے دہریت کے خیالات کا بطلان نہایت وضع علمی و عقلی شہادتوں سے کیا ہے بام مارگیوں اور بت پرستوں کے تمام شکوک کو مٹا کر دیوتا پرستی اور عناصر پرستی کی بنیاد کو منہدم کر دیا ہے جنکے سبب آفتاب وید مقدس اپنی اصلی روشنی میں جہاں تاب ہوا ہے۔ یہ سب مبارک تصنیفات کا نتیجہ ہے۔ ورنہ سنسکرت۔ بان اور ویدک تعلیم سے بام مارگی بھاشیہ کاروں کی بدولت لوگوں کو کتنی نفرت ہو گئی تھی۔ ہمارے بیان کرنے کے سوائے آپکی دھرم سبھا اور اس کے حامیوں سے بھی مخفی نہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے +

ہے سینہ بھاش ترا مظہر مطالب وید زبان ہوتی ہے جس طرح ترجمان دل

اعتراض - چند ستیارتھ پرکاش میں منتروں کے معنے مردوں کے نذر کرنا چاہیئے لکھے ہوئے ہیں۔ اور دوسرے ستیارتھ پرکاش میں مردوں کے

شرادھ کا اُلٹا کھنڈن کیا۔ یہ پریس والوں کی غلطی نہیں ہے۔ سوامی جی کی ہے۔ المختصر ۵ + دوم

تردید - یہ آپ کا اور دھرم سبھا کے اکثر پنڈتوں کا بے بنیاد الزام ہے۔ اور ممبران آریہ سماج کی نظر میں اُسکی ذرا بھی وقعت نہیں ہے۔ تعصب کے سبب آپ نہیں یا نہ مانیں۔ مگر ہم آپ کو اصل واقعہ سے آگاہ کرتے ہیں۔ آپ و ناظرین اُس پر غور کریں +

ستیارتھ پرکاش بار اول بسال ۱۸۷۵ع بنارس میں طبع ہوا ہے لیکن اُس ہی سال کی طبع شدہ جید اور کتابیں بھی ہیں۔ بلکہ اُس سے ایک دو سال پہلے کی +

سب سے اول کتاب جو آریہ سماج کے واسطے طبع ہوئی۔ وہ بھاشیہ سہت سندھیا اُپاسنا ہے۔ یہ بزبان سنسکرت بمبئی میں طبع ہوئی۔ اشون سمت ۱۹۳۱ کو مطابق ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۷۴ع۔ آریہ پرکاش پریس میں) اُس کے صفحہ ۲ و ۱۲ پر مرتک شرادھ کا کھنڈن ہے۔ پھر یہ گرنتھ اُسی سال میں مطبع نولکشور میں طبع ہوا ہے اُس میں بھی صفحہ ۱ سطر ۲ میں مرتک شرادھ کا کھنڈن ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ۲۔ اگست ۱۸۷۵ع کو جو سوامی جی نے پونا میں دیاکھان دیا ہے۔ اُس میں بھی مرتک شرادھ کا کھنڈن کیا ہے اور یہاں تک ہی نہیں بلکہ پہلی سنسکار ودھی میں بھی مرتک شرادھ کا کھنڈن کیا ہے۔ جو سمت ۱۹۳۴ بکرمی کو تصنیف ہوئی۔ اُس کے سوا جو لکچر سوامی جی نے ۱۸۷۷ع میں بمقام جالندھر میں دیا اُس میں بھی مرتک شرادھ کا کھنڈن کیا تھا منشی کنہیا لال صاحب الکھ دھاری نے اپنے رسالہ میں اُس پر نوٹ کیا ہے۔ ان کے علاوہ وید بھاشیہ بھومکا جو بھادوں سُدی ۱ سمت ۱۹۳۳ مطابق ۲۰ اگست ۱۸۷۶ع کو تصنیف ہوئی۔ اُس کے صفحہ ۲۵۱ سے ۲۶۴ تک مرتک شرادھ کی تردید موجود ہے۔ وید بھاشیہ کے ساتھ پہلے ہی دگیاپن دیا گیا کہ مرتک شرادھ وید درودھ ہے اس کے علاوہ سوامی جی نے بروقت معلوم ہونے اس مطبوعہ غلطی کے ایک نوٹس بھی چھپاکر شایع کر دیا تھا۔ نہ بان کبھی بھی آریہ سماج میں بحیثیت مجموعی ویدکت حکم تسلیم ہو کر مرتک شرادھ جائز نہیں جانا گیا۔ اور نہ کسی ممبر کا اعتقاد ہے۔ یا کبھی آریہ سماج کے قیام کے بعد ایسا عقیدہ رہا۔ پس یہ اعتراض سراپا بے بنیاد ہے۔ ضرور پریس والوں کی بھول ہے۔ کیونکہ آریہ سماج کے قائم کرنے سے ایک مدت پہلے سوامی جی اس خیال کو چھوڑ چکے تھے۔ ممبران آریہ سماج ایسے واہی اعتراضوں سے کچھ اندیشہ نہیں کرتے۔ کیونکہ آنرا کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک +

اعتراض - سوامی جی بیشتر کے سارے رشی منیوں سے زیادہ لیاقت رکھتے تھے۔ وہ خود اس کے گواہ ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ کہ جو برہما آدک رشیوں کے بنائے گرنتھ ہیں۔ اُن کو پرتہ پرمان ارتھات ویدوں کے انکول ہونے سے پرمان اور جو اُن میں وید درودھ بچن ہیں۔ اُن کا اپرمان کرتا ہوں۔" اس آخری فقرے میں سوامی جی نے صاف لکھدیا ہے۔ کہ براہمن وغیرہ گرنتھوں میں وید درودھ بچن ہیں۔ (۱۲ - ۱۳) +

تردید - بھائی صاحب آپ اِس کا مطلب بالکل نہیں سمجھے۔ سوامی جی نے چونکہ وید کو سوتہ پرمان مانا ہے۔ اور تمام رشی منی بھی انہیں سوتہ پرمان مانتے تھے پس ضروری ہوا کہ سوتہ پرمان اور پرتہ پرمان کے معنے کئے جاتے۔ اگر سب رشیوں نے ویدوں کو سوتہ پرمان مانا ہے۔ تو صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے کسی رشی یا کسی گرنتھ کی کسی بات کو جو وید درودھ ہے۔ اُسے پرمان نہیں

کیا - ایک مہاتما کا واک ہے + स्मृतेर्वेद विरोधेतु परित्यागो यथाभवेत् तथैव लौकिकं वाक्यं स्मृति बाधे परित्यजेत् ॥

یعنی جس طرح سمرتی کا قول وید کے ورودھ ہونے سے تیاگنے کے لایق ہے اسی طرح لوک باتیں سمرتی کے خلاف تیاگ دینی چاہئے - ایک اور مہاتما نے بھی کہا ہے +

श्रुति स्मृति पुराणानां विरोधो यत्र दृश्यते ॥

یعنی شرتی - سمرتی پورانوں (اتہاس) کا جہاں ورودھ ہو - وہاں شرتی سمرتی کے ورودھ میں شرتی کو ماننا چاہئے - اور سمرتی اور پورانوں کے ورودھ میں سمرتی بلوان ہے - ایسا ہی منو نے لکھا ہے - کہ جو سمرتی کہ وید کے خلاف ہو - وہ تیاگنے کے لایق ہے +

مہابھاشیہ میں لکھا ہے + नैवेश्वर आज्ञापयति नापि धर्मसूत्रकाराः पठन्ति ॥ अ० १ पा० १ आ० ६ सू० ६१ =

یعنی نہ تو ایشور نے وید میں اگیا دی ہے - اور نہ دھرم سوتر کار رشی فرماتے ہیں - پھر ہم شرتی اور سوتروں کے خلاف کسیکا قول کیسے تسلیم کریں - حضرت من یہی مطلب سوامی جی کا ہے - اور اس سے تو شاید کسی خود غرض کے سوائے کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا کہ سمرتیوں اور براہمنوں - اتہاسوں اور سوتروں تک میں ملاوٹ کر دی گئی ہے - خواہ وہ بالارادہ ہو یا بغیر ارادہ کے - نروکت میں بھی صدہا گرنتھوں کے مقابلہ کرنے سے پچاسوں جگہ پاٹھ بھید دکھلائی دیا ہے - جو پنڈت ست برت ساما شرمی جی نے ظاہر کر دیا ہے (دیکھو نروکت مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ) اور یہی حال منو سمرتی کا ہے - اور نہ اس سے براہمن گرنتھ مستثنےٰ ہیں - اور وام مارگیوں کے دست برد سے وہ ہرگز نہیں بچے - اور نہ بچ سکنا اُن کا ممکن تھا - کیونکہ اول تو اُن کی کوئی تعداد مقرر نہیں - دوم اُن کی حفاظت کا کوئی معقول قاعدہ نہیں تھا - بایں وام مارگیوں کے زمانہ میں خاصکر اُنہیں کو وید مانا جاتا تھا - اور اندھیر نگری چوپٹ راجا کی طرح اُنہیں کو ویدوں کا قایم مقام سمجھا گیا - تنتروں کے مول بھی یہی گرنتھ ٹھہرائے گئے - اور اُنہیں کے حوالہ ہر جگہ وام مت کے گرنتھوں میں پائے جاتے ہیں - پس ان میں وید ورودھ بچنوں کے ملانے سے کون مرد میدان ہے جو ممبران آریہ سماج کے سامنے انکار کر سکے - ہم ایک دو نہیں - بیسیوں مقام دکھا سکتے حاضر ہیں +

اعتراض - سوامی جی نے ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۳۰۷ پر لکھا ہے - کہ رام نام سمرن نسپھل ہے - ہری - رام - کرشن - نارائن - شیو اور بھگوتی نام سمرن سے پاپ کبھی نہیں چھوٹتا - چلو بھگوت بھجن اور نام رام سمرن سے تو چھٹکارا ملا +

تردید - بے شک رام - ہری وغیرہ کے ناموں کے سمرن سے پاپ نہیں چھوٹتے اور نہ پاپ ایسی چیز ہے کہ بغیر سزا ملے کے چھوٹ سکے اور ویدک طریقہ کے مطابق رام - ہری - کرشن یہ تینوں پرمیشور کے نام نہیں ہیں - بلکہ پہلا نام پرشرام - بلرام - رامچندر - ان تینوں کا یا تینوں میں سے ہر ایک کا ہے ہری بندر اور گھوڑے کا نام ہے - کرشن - کرشن چندر - اور بیاس کا نام ہے - اور کرشن پکش یعنی اندھیری ۱۵ راتریوں کا بھی نام ہے - پرمیشور کا ہرگز نہیں - اور وید مقدس کے کسی منتر میں یا نروکت وغیرہ کسی ویدک کوش میں بھی یہ پرمیشور کے نام نہیں لکھے - اور رام اجودھیا باشی - شو کیلاش باشی اور کرشن دوارکا باشی کے پرمیشور اور اُنہیں اوتار ماننے جانے کے بعد یہ نام پرمیشور کے گھڑے گئے ورنہ اس سے پہلے کسی گرنتھ میں یہ نام پرمیشور کے نہیں - بنا بران اُنکا وِرد کرنا پاپ چھڑانے کے عوض پاپ کا بھائی بناتا ہے - کیونکہ شاستر میں لکھا ہے کہ ایشور کو چھوڑ کر جو کسی دیوتا کی اُپاسنا کرتا ہے - وہ پشو ہے - باقی رہے نارائن اور شیو - بھگوتی یہ سارے تو نہیں - مگر ایک دو ضرور وید میں استعمال ہوئے ہیں - اور رشی منیوں نے تینوں نام ایشور کے واسطے استعمال کئے - ان کے ورد کرنے میں پاپ نہیں ہے - بذات خود یہ اُتم ہیں - مگر پاپ انکے جاپ سے نہیں چھوٹ سکتا - وہ پھل بھوگنے سے چھوٹیگا - توبہ والوں کی طرح نام سمرن سے اور خصوصاً مالا ٹیک دل ہے وو ہدر + با تسبیح بدست زاہد چشمش بمال مردم - بقول کبیر جی کے مالا پھیری نہ من پھیرا اُلجھی گیو شریر - بالکل فضول اور لایعنی حرکت ہے اور اصل میں اپنے اوپر خوش اعتقادی جتانے کے واسطے یہ ایک قسم کا دام ریاکاری ہے - اسی لئے سوامی جی نے اس کو منع کیا ہے - ہاں ایکانت میں ایشوری دھیان اور اُسکے سمرن کو کسی جگہ بُرا نہیں کہا - بلکہ اُس کی ہدایت کی ہے - (دیکھو وید بھاشیہ بھومکا پرارتھنا دتسے) جس طرح سوامی نے لکھا ہے - اُسی طرح پاتنجلی جی نے یوگ میں لکھا ہے +

तस्य वाचकः प्रणवः ॥२७॥

तज्जपस्तदर्थभावनम् ॥२८॥ पा० १

یعنی ایشور پرماتما کا واچک یعنی جتلانے والا - یا سنبھودن کرنے والا سب سے اُتم نام اوم ہے - یوگی جن یا ودیا سک کو چاہئے - کہ اس اوم اکشر کا جپ کرے لیکن اُس کے ارتھوں کو سمجھ کر - کیونکہ نروکت میں ستو نتر جی فرماتے ہیں +

यथा खरश्चन्दनभारवाही भारस्य वेत्ता न तु चन्दनस्य एवं हि शास्त्राणि बहून्यधीत्य अर्थेषु मूढाः खरवद् वहन्ति ॥

یعنی جیسے گدھے کے اوپر چندن لادنے سے وہ بوجھ کو جانتا ہے - نہ کہ چندن کو ایسے ہی شاستروں کے پاٹھ ماتر کرنے سے اگر ارتھ (معنے) سے محروم ہے - تو صرف گدھا ہے +

اعتراض - ہون سے بھی آزادی مل جاتی ہے - ہوم کیا ہے - وایو شدھی کی ترکیب (۱۶) +

تردید - یہ آپ نے آریہ سماج سے یا سوامی جی سے ہی مخالفت نہیں کی - بلکہ تمام رشیوں اور منیوں بلکہ خود وید مقدس سے - حضرت رشیوں وغیرہ کا یہی ارشاد ہے - اور آپکے مانے ہوئے خدا یعنی کرشن جی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے - (دیکھو گیتا ادھیائے ۳ شلوک ۱۴ تا ۱۵) منو جی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے (ادھیائے ۳ شلوک ۷۶ و ۷۰) اور آپکے مانے ہوئے شو سروپ شنکر آچاریہ نے بھی ایسا ہی تسلیم کیا ہے - دیکھو گیتا بھاشیہ (ادھیائے تین) بے شک ہون کا پھل وہی ہے - جو وید میں ارشاد ہے - اور ویسا ہی سوامی جی نے ستیارتھ پرکاش ونت ادھیا اور بھومکا میں اندراج فرمایا ہے - آپکا اعتراض قلت تدبر سے ناشی ہے - پس سب کو اُس ایشور آگیا کی حتی الوسع تعمیل کرنی چاہئے +

اعتراض - بھلے چنگے ہیں آچمن اور مارجن کرنا بیفایدہ ہے کیونکہ آچمن بموجب تحریر سوامی جی کے کف اور پت کی نورتی کے لئے ہے اور مارجن آلس دور کرنے کے ہیتو ہے اور جب کف پت نہ ہو تو نہ کرے - (۱۶) +

جواب - آچمن کا پھل وہی ہے جو سوامی جی نے لکھا ہے - مگر فہم سخن گر نکند مستمع + قوت طبع ز متکلم مجو - دیکھو منو سمرتی میں بھی لکھا ہے - (ادھیائے

شلوک ۵۳ و ۶۰ و ۶۱ و ۶۲ و ۷۰) اِن میں آچمن کا ذکر ہے۔ ۵۳ میں تو آچمن بھوجن کے بعد لکھا ہے وہاں مطلب صرف بقا عدہ طب مدد ہاضمہ کے واسطے جل کا استعمال ہے۔ کیونکہ ویدک شاستر کے مطابق بھوجن کے بیچ میں جل پینا نہیں چاہیئے۔ ۶۰-۶۲ تک سندھیا میں آچمن کی ودھی ہے۔ وہاں بھی مطلب پاکیزگی اور صفائی سے ہے۔ مگر شاید آپ کے نازک خیال میں کف نورتی اور پت نورتی صفائی نہیں۔ گلے کی خشکی کا دور ہونا ہی وہاں مطلب ہے۔ کیونکہ پرانایام میں اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ علی الصباح اُٹھکر بھی عموماً یہ حالت ہوتی ہے۔ جو لوگ سندھیا کرتے ہیں وہ اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں۔ آپ کی بلا جانے اپنے حقیقی رشتہ دار آریہ بھائیوں سے آچمن کے فوائد پوچھیئے۔ جو نت پرتی سندھیا کرتے ہیں۔ غرضیکہ ہر طرح آچمن سے کف اور پت کی نورتی مراد ہے۔ خواہ وہ گلے کی ہو۔ یا زبان کی شلوک ۷۰ میں بھی وید پڑھنے سے پہلے آچمن کرنیکا حکم ہے۔ مطلب وہی گلے کی کف وپت کی نورتی ہے۔ کیونکہ سوانس کی آمد و رفت سے گلا خشک ہو جاتا ہے اور لکچر میں پانی پینے سے بھی یہی مطلب ہے اگر یہ باتیں نہ ہوں یا پانی نہ ہو۔ تو سندھیا میں کوئی ہرج نہیں۔ اگر ہم آچمن یا مارجن نہ کریں۔ پانی سے آلس کا دور ہونا تو ایک بدیہی بات ہے خون کی نورتی کا بھی یہ ایک اعلیٰ ذریعہ ہے اور ایک قسم کا سلف میسمیرزم بھی ہے یہ تو ہے سوامی جی کی فلاسفی۔ اب آپکو چاہیئے کہ ہوم اور مارجن اور آچمن کے متعلق شیو اور نارائن کے واسطے کوئی پورانک فلاسفی ہم کو بتا دیجئے ✤

اگر صدق داری بیار دیا

اعتراض سنسکار ودھی میں یگوپویت کرنیوالے بالک کو تین دن کا اپواس کرنا لکھا ہے اور ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۳۴ پر لکھا ہے کہ کسی کا اپواس ست نہیں ہے۔ برت سے کشٹ ہوتا ہے اِن دونوں میں پرسپر وردھ ہے۔ سوامی جی کا آخری حکم بھی ہے کہ اُپواس کرنا ست نہیں۔ جس میں آرام ملے وہی ست ہے (۱۶) ✤

تردید۔ افسوس کہ لوگ دیدہ و دانستہ حق سے منہ چھپایا کرتے ہیں دیکھئے کہ کیسی بری بات ہے حضرت من وہاں ایسا ہرگز نہیں ✤

ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۴۴ و ۳۴۱ میں سوامی جی نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ جینی لوگ جو عام ہندوؤں کے برتوں کو بُرا کہتے ہیں اور اپنے برتوں کو اچھا یہ اُن کی غلطی ہے وہاں کی اصلی عبارت یہ ہے۔ اپنے پا کشن آدی برتوں کو اتی سرشیٹ اور نومی آدی کو دشٹ کہنا موڑھتا کی بات ہے کیونکہ دوسرے کے اپ واسوں کی نندا اور اپنے اُپ واسوں کی ستتی کرنا سجنوں کا کام نہیں۔ ہاں جو ستیہ بھاشن آدی برت دھارن کرتے ہیں۔ وے تو سب کے لیئے اُوتم ہیں جینیوں اور انیہ کسی کا اپواس ستیہ نہیں ہے باقی رہی سنسکار ودھی۔ اُس میں کہیں ایسا نہیں ہے وہاں تو تین دن دودھ۔ جو۔ اناکھیا۔ (جو دودھ دہی کھنڈ۔ کیسر کے مرکب سے بنتا ہے)۔ کے کھانے پینے کا ارشاد ہے۔ یعنی تین دن صرف اِن تینوں میں سے کوئی خوراک کھاوے۔ مطلب یہ ہے کہ ستوگنی خوراک کھاوے جس سے وہ نیم میں رہنا سیکھے۔ اور اس سے آگے تمام برت یعنی نیموں کو پالن کرنے میں تت پر ہو۔ وہ تو یگوپویت کا ایک سادھن یا طریقہ رشی پر نیت ہے پس آپ کا الزام سراپا بے بنیاد ہے۔ بتلایئے آپ نے یہ کتنا خلاف واقعہ لکھا۔ کہ کسی کا اپواس ست نہیں برت سے کشٹ ہوتا ہے مگر یہ بالکل ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۴۴ میں نہیں ہے۔ اور وہ نہ سنسکار ودھی میں ایسا ارشاد ہے۔ افسوس کہ لوگ الزام دینے کی خاطر حق کی کچھ پرواہ نہیں کرتے ✤

۱۷۔ اعتراض۔ جنیؤ کی بجز اس سے زیادہ کچھ توقیر نہیں۔ کیونکہ سوامی جی نے اُسے ودیا کا چنہہ مانا ہے۔ ستیارتھ پرکاش ۳۸۵ ✤

تردید۔ بھائی کالیستھ صاحب۔ آپ یگیوپویت کو کیا جانیں۔ معاف رکھئے۔ خواہ مخواہ اعتراض کرنے سے باز آیئے۔ یگیوپویت فی الحقیقت ودیا کا چنہہ ہے۔ بڑا صاف پرمان اس کا یہ ہے کہ اُس کے بعد ہی ودیا چنہہ ارمبھ کرایا جاتا ہے خود یہ لفظ بھی یگ اُپویت سے مرکب ہے جس کے معنی کبھی بھی اُسکے علاوہ نہیں ہیں۔ جو سوامی جی نے بیان کیئے۔ پنچ یگیہ کا ادھکار۔ (یعنی برہم یگیہ۔ دیو یگیہ۔ پتری یگیہ۔ اتتھی یگیہ۔ وشو دیو یگیہ) بھی یگیوپویت کے بعد ہوتا ہے۔ اور برہم یگیہ کے دوسرے معنے وید ادھین بھی ہیں۔ اُسی وقت سے اُسے گایتری سکھلائی جاتی ہے۔ شاستر میں کہیں نہیں لکھا۔ کہ جو ودیا نہ پڑھے اُسے یگیوپویت پہنایا جاوے۔ تین آشرم جنہیں پنچ مہا یگ کرنیکا بموجب وید کے فرض ہے تینوں ورن جنہیں وید ادھین ضروری ہے۔ وہی یگوپویت پہننے کے مستحق ہیں اُن سبھا میں یگیوپویت کا ادھکار ہے۔ اور یہی سبب ہے۔ کہ یگیوپویت کے تین تار ہوتے ہیں خود اوم پرماتما کا مقدس نام بھی تین ہی اکھشروں سے مرکب ہے۔ ویاہرتیاں تین ہیں۔ اور گایتری کا اُچارن بھی تین حصہ کرکے کیا جاتا ہے یہ بھی تین تار ہونیکا باعث ہے تین گانٹھ بھی تین مشہور عقدوں کا حل ظاہری اور باطنی سربستہ راز ہے۔ برہم چریہ۔ ودیا دھین۔ ایشور کی فرمانبرداری یعنی بھگتی۔ غرضیکہ ایسے ایسے بیسوں پوتر اصولوں پر اِس کی بنیاد ہے اور سب کی جان ودیا ہے۔ ہمارے فاضل دوست پنڈت بھیم سین جی نے بھی اس پر اچھی بحث کی ہے۔ اور اسی واسطے منو جی نے لکھا ہے کہ جو ودیا۔ پڑھے۔ یا سندھیا وک پنچ یگیہ نہ کرے اُسی جنیو اُتار کر شودروں میں داخل کرنا چاہیئے۔ اور اسی واسطے مہابھارت میں لکھا ہے ✤

ब्राह्मणो पि क्रियाहीनाः शूद्रा दप्यवरोभवे त। शूद्रो पि ब्रत संयुक्तो ब्राह्मणाः स युधिष्ठर:

کہ برہمن یعنی دوج اپنے مقررہ وید ادھین کرما سے رہت ہونے پر شودر ہو جاتا ہے۔ اور شودر برہم چریہ آدی برت کرنے سے برہمن ہو سکتا ہے۔ شاستر کی ودھی یہ ہے۔ کہ جنیو ناپی سے اوپر ہونا چاہیئے۔ نہ کہ زانو تک تاکہ کان پر چڑھانیکی ضرورت نہ ہو۔ خرابی یہ واقعہ ہوئی۔ کہ برہمن یا پروہت اپنے جسم کے پیمانہ سے بناتے ہیں۔ نہ کہ یجمان کے حساب سے۔ رشی چونکہ آزاد۔ مہاتما ایکانت سیوی ہوتے تھے بابرکت یہ اُن کا کم خرچ بالا نشین تمغہ ہے۔ اگر راجہ لوگ اِس کے موجد ہوتے تو غالباً سنہری ہوتا۔ مگر۔ برگِ سبز است تحفۂ درویش۔ کے بموجب ایک سادھارن چیز یعنی سوت سے اِسے بنایا جاتا ہے۔ تاکہ کچھ خرچ نہ ہو۔ اور سب لوگ ست دھرم کے پوتر اصول کو گرہن کر سکیں۔ ایک وقت عورتیں بھی اِسے پہنتی تھیں۔ وید میں کوئی ممانعت نہیں۔ اور نہ کسی رشی کا کوئی سوتر ہے کہ نہ پہنے۔ مگر مردوں کے شودر ہونے کے سبب وہ مہا شودر ہو گئیں۔ ایک وقت یہ مقدس دھرم اور ودیا کا رشتہ تمام دنیا میں پھیلا ہوا تھا۔ جیسے کہ آجکل تار برقی مگر اب صرف پارسیوں اور آریوں کے سوا کسی قوم میں نہیں ہے۔ ایشور کرے کہ لوگ ست دھرم کو گرہن کر اس پوتر رشتہ کو سویکار کریں ✤

اعتراض (۱۷ و ۱۸) ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۵۹ میں لکھا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ ڈاڑھی مونچھ کبھی نہ رکھنا چاہیئے اور گرم ملک میں چوٹی تک منڈوا ڈالنی چاہیئے چونکہ ہندوستان گرم ملک ہے۔ یہاں کے باشندوں کو

سوامی جی کے اس اُپدیش کے بموجب چوٹی تک منڈوا دینی چاہیئے اور ڈاڑھی مونچھ چٹ کرا دینی چاہیئے۔ ورنہ گرمی کے سبب عقل میں فتور ہو جائیگا +

تردید۔ آپنے سخت مغالطہ کھدیا۔ اور لوگوں کو گمراہی میں ڈالنا چاہا۔ یہ سوامی جی نے منوسمرتی کا ترجمہ لکھا ہے۔ منو ۲/۶۵ براہمن کے سولھویں کھتری کے بائیسویں اور ویش کے چوبیسویں برس میں کیشانت کرم کتھور منڈن ہو جانا چاہیئے +

منو ۱۲/۲۱۹ میں ہے۔ بالکل مونڈ مونڈائی۔ یا جٹا جوٹ رہے۔ الغرض شکھا رکھے۔ جیسے اُس کی مرضی ہو۔ برہمچارتی کے واسطے کوئی ممانعت نہیں۔ ایسا ہی سنیاسی کے واسطے ۶/۵۲ میں لکھا ہے۔ اور ۶/۴۴ میں بھی ظاہری نشانات کو دھرم نہیں مانا ہے اور بنیاد اِن سب کی وہی ۶/۴۴ ہے۔ اِن سب کے ملانے سے صاف ظاہر ہے کہ اختیاری باتیں ہیں پیارے اجی دھرم سے ان کا کوئی سمبندھ نہیں ہے۔ اسی کے متعلق دیکھو۔ چھاپ کلی رگھیشر کا مبا جنہ اُپنشد ہیں۔ اِن باتوں کا دھرم سے تعلق نہیں ہے۔ یہ صرف قوم کے رواج ہیں۔ اور جہانتک ان میں فائدہ ہے۔ اِنہیں رکھنا چاہیئے۔ ورنہ کوئی ضرورت نہیں +

آپ غور کریں۔ انڈیا میں۔ مہتر بھنگی۔ چمار۔ بھیل۔ گونڈ۔ سانسی۔ باوریئے۔ میگھ۔ سب چوٹی رکھتے ہیں۔ اِن پنج قوموں کے سوا چاروں ورن کے صدہا فرقے ہیں۔ مگر سب چوٹی رکھتے ہیں۔ گو سب کہنے کو ہندو ہوں۔ مگر اور کسی بات میں شریک نہیں۔ آریہ ورت کے سوا۔ چین۔ برہما۔ انام۔ سیام۔ جاپان۔ تبت۔ لنکا۔ میں بودھ جینی سب چوٹی رکھتے ہیں۔ ملک چین کے مسلمان بھی چوٹی رکھتے ہیں۔ اور شیعہ صاحبان بھی اکثر چوٹی رکھتے ہیں۔ اور عام مسلمانوں میں صدہا لوگ اپنے بچوں کے تبرکاً چوٹی رکھتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی بنگال کے لاکھوں ہندو چوٹی نہیں رکھتے اور نہ گجرات بمبئی کی طرف کے ہزاروں آدمی چوٹی رکھتے ہیں علاقہ گجرات۔ کاٹھیاواڑ میں ہزاروں ہندو گرمی وغیرہ کے سبب بیچ کے تمام سر کے بال مع چوٹی کے کترواتے ہیں۔ اور پھر بھی ہندو ہیں۔ اور یہ بھی نہیں۔ کہ نیچ لوگ بلکہ برہمن اور راجپوت لوگ اور ویش لوگ۔ وہاں کے بوہرے مسلمان بھی چوٹی رکھتے ہیں۔ مگر ہندوؤں کی طرح ہندوستان کے کروڑوں فقیر سنیاسیوں کے سوا بھی چوٹی نہیں رکھتے۔ اور ہزاروں مسلمان فقیر رکھتے بھی ہیں اب بتلایئے کہ چوٹی سے آپ کیا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ مرغ کے سر پر بھی چوٹی ہوتی ہے۔ اور ہد ہد کے سر پر بھی چوٹی اور شکھا کے معنے اصل میں اُس چیز سے جس کی بابت ہم ذکر کریں۔ سب سے اونچے کے ہیں۔ ترازو کی بھی چوٹی ہوتی ہے۔ اور ہمالہ پربت اور درختوں کی بھی چوٹیاں ہوتی ہیں۔ مگر اس سے کوئی دھرم کا ثمرہ نہیں ہوتا۔ ہزاروں پکے ہندوؤں کی چوٹی ٹڈے پینے میں گر پڑتی ہے۔ یا بیماری میں اور بعضوں کی جوانی میں بھی چاند نکل آتی ہے کہاں تک اس کا ذکر کر سکتے ہیں ہم حیران ہیں کہ اسے کس طرح دھرم کا نشان مقرر کریں +

باقی رہی داڑھی اور مونچھ۔ کاشی کے تمام برہمن ہر دو کو چٹ کر دیتے ہیں۔ صرف کاشی پر ہی کیا منحصر ہے۔ کشمیر اور پنجاب کے سوا اور سب ہندو ماتر منڈواتے ہیں۔ صدہا راجپوت بھی منڈاتے ہیں۔

اور پھر پیر تو سب ہندو ماتر منڈاتے ہیں۔ مگر بتلایئے دھرم کہاں رہا۔ جن قوموں کا مسلمانوں سے زیادہ میل ملاپ رہا۔ وہ بھی زیادہ ڈاڑھی کے دلدادہ ہیں۔ مثلاً کشمیری پنڈت۔ راجپوت۔ کایستھ۔ ورنہ اور کسی گروہ ہندو میں ڈاڑھی کا رواج نہیں۔ پس اس کا رکھنا یا نہ رکھنا دھرم کی بات نہیں۔ اگر کوئی رکھے تو اُس کی مرضی اور منڈا وے۔ تو اُس کی مرضی۔ اکبر بادشاہ جیسے زبردست بادشاہوں نے بھی ہندوستان کے رواج کے مطابق ریش کو خیرباد کہنا ضروری سمجھا تھا۔ با دیگران چہ رسید۔ مگر اِسکا مذہب یا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ مسلمانوں میں ہزاروں منڈاتے ہیں اور ہزاروں رکھتے ہیں۔ فوجی مسلمان تو اکثر ٹرکی میں بھی منڈاتے ہیں ولایت میں مصنوعی ڈاڑھیاں بھی بکتی ہیں۔ بعضے جانوروں کے بھی ڈاڑھی مونچھ ہوتی ہیں ایک مہاتما نے کیا اچھا کہا ہے +

سائیں سیتی بریت رکھ نشان سل بھاؤ + بھاویں لمبے کیس رکھ بھاویں گھوٹ منڈا

ہمیں آجتک کوئی ایسی دلیل نہیں ملی۔ اور نہ کوئی شرتی کہ ہم انہیں دھرم میں شامل کریں۔ بنا براں لاچار ہیں۔ مگر ہمارا اور ہمارے کئی مہربان کا یہ خیال ہے کہ غیر مذاہب والوں کے حملہ کے بعد ہمارے بھائیوں نے تفریق قومی کا یہ نشان مقرر کیا تھا۔ کہ جو چوٹی رکھے وہ اپنا حامی یا اپنی قوم کا شمار کیا جاتا ہے اس واسطے وہ نشان جس میں برہمن سے لیکر بھنگی تک سب ہمارے حامی ہیں۔ وہ چوٹی کا رکھنا ہے۔ جبتک سب دنیا کے لوگ ہمارے مت کو سویکار نہ کریں۔ تب تک ہمیں چوٹی رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ اِن متوں میں سے بعضوں کے ہاں چوٹی رکھنا گناہ ہے پس ضروری چوٹی رکھنا چاہیئے +

اعتراض نمبر ۷۔ چھوت چھات کا بچار فضول ہے۔ اس میں بحوالہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۶۳ کے سدھ کیا ہے۔ کہ سوامی جی نے لکھا ہے کہ شودر کے ہاتھ کی رسوئی استعمال کرنی چاہیئے۔ یعنی سکھری۔ نکھری کچھ نہیں۔ (صفحہ ۱۸) +

تردید۔ یہ اعتراض اُس نافہمی اور بے علمی کا ہے جس کی حد تصور سے باہر ہے۔ حضرت آپ کو معلوم نہیں۔ کہ ہندوستان کا کیا رواج ہے اور کیا ہو رہا ہے ہم آپ کو اس کی تمام کیفیت سناتے ہیں اور پھر دریافت کرینگے کہ آپکی سکھری اور نکھری کہاں ہے +

پنجاب میں سب قومیں کہاروں کے ہاتھ کی بنی رسوئی کھاتی ہیں کا نگڑوں اور گوڑوں میں کہار کا آٹا گوندھا ہوا جائز ہے کہ استعمال کیا جاوے۔ بلکہ کہار چوکے کے باہر بیٹھکر روٹی بیل بیل کر چوکے میں دیتا جاتا ہے اور اندر بیٹھا پکاتا جاتا ہے۔ اور حجام اُن کی پکی ہوئی پوری کو اٹھا کر تبادری میں پہنچا سکتا ہے۔ کشمیری پانی بھرنیوالی عورتیں یا مرد مسلمان ہیں۔ وہاں کے لوگ جب بھات پکاتے ہیں۔ تو مسلمانوں کی چھوت چھات کا کوئی پرہیز نہیں کرتے۔ بلکہ اگر خاوند دفتر میں بلازم ہو تو بھات برتن میں رکھکر مسلمانوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ اُسے کچہری میں پہنچا آوے۔ کابل میں پانی بھرنوالی چوکہ دینے والی۔ آٹا گوندھنے والی۔ دال چڑھانیوالی۔ برتن مانجنے والی۔ مسلمان عورتیں ہیں۔ پنجاب میں مسلمانوں کے بھونے ہوئے دانے کھاتے ہیں۔ علی گڈھ بلکہ انڈیا کے ممالک متوسط میں یعنی اکثر جگہ میں مسلمان کے ہاتھ کی بنی ہوئی ریوڑی کھاتے ہیں۔ اور پار بھی۔ کہاروں کے بنے ہوئے چڑوے سب برہمن کھاتے ہیں۔ جموں کا تمام گوڑ اور سارسوت چرسہ کا پانی راجپوتانہ۔ نواح فیروزپور۔ حصار۔ اور ہندوستان میں سب پیتے ہیں۔ کشمیری

میتھل۔ کانیہ۔ بنگال کے برہمن اور سارسوت گوشت کھاتے ہیں۔ بیراگیوں کے چیلے سیت پرساد کھاتے ہیں۔ اور گوکلی گوسائیوں کے چیلے اُنکے جوٹھے بھوجن کو کھاتے ہیں۔ ہزاروں۔ لاکھوں ہندو ہر ایک ورن کے رنڈی بازی کرتے ہیں۔ اور بنارس و متھرا۔ میرٹھ و بریلی و دہلی جیسے شہروں میں تو اکثر معزز قوم کے ہندوؤں نے رنڈیاں رکھی ہوئی ہیں۔ سندھ میں پرہیز کا نام و نشاں بھی نہیں ہے۔ رامچندر جی نے بھیلنی کے جوٹھے بیر کھائے۔ کرشن جی نے کُبجا کے گھر میں بھوجن کھایا۔ جراسندھ کے گھر کال یمن مہمان رہا۔ منصور والہ تحصیل زیرہ ضلع فیروزپور میں ایک کھتریوں کے برات گئی تھی۔ آگ جلانے کا کام چوہڑوں کے سپرد تھا۔ اور مائی روٹی لگاتی تھی۔ یہاں میں بیچ سے بیچ جاتیوں میں برتن صفا کراتے ہیں۔ گجرات کاٹھیاواڑ میں راجپوتوں اور مسلمانوں کا حقہ ایک ہے۔ سارے ممالک مغربی و شمالی میں مسلمان اگر ورق پر مٹھار ہے۔ تو معزز ہندو لوگ کھا لیا کرتے ہیں۔ کھکھل کی رنڈیوں کے ہاں برہمن اکادشی آوک کی کتھا کرتے اور شرادھوں کی رسوئی جوتے ہیں۔ تمام ہندوستان کے لوگ چوہڑوں اور جوگیوں کے ہاتھ کا بنا ہوا گوڑ کھاتے ہیں۔ اور روغن زرد۔ دودھ تو سید کے ہاتھ کا لوگ استعمال کرتے ہیں۔ راجپوتانہ میں۔ سکھری۔ نکھری کا کوئی بھید نہیں۔ تجیدیوں کے ہاتھ کا پانی استعمال اور حقہ بھی۔ نواح بمبئی۔ و مدراس میں بھی سکھری نکھری کا سوائے چند پاکھنڈوں کے کوئی بھید نہیں ہے۔ تمام ہندوستان کی قومیں شودروں کے ہاتھ کا کھاتی ہیں کیا سکھری۔ کھری دونوں یعنی عورتیں بموجب قول پورانوں کے شودر ہیں سب ان کے ہاتھ کا کھاتے ہیں۔ سب تمباکو پینے والے چوہڑوں کا بنایا ہوا تمباکو پیتے ہیں۔ مٹی کے برتن مسلمان کمہاروں کے بنائے ہوئے استعمال کرتے ہیں کایستھ۔ بنگالی۔ اور پنجاب کے عموماً شراب خور مسلمانوں کے ہاتھ کی بنی ہوئی شراب لیکر مسلمان تو کب ؟ تھ لگانے ہونگے۔ اُن سے نیچ قوموں کی بنائی ہوئی شراب اور سوڈا واٹر استعمال کرتے ہیں۔ بام مارگی بھنگنوں تک صحت کرتے۔ اور سب ورنوں کو بھیروی چکر میں ایک سمجھتے ہیں۔ اور یہ سب ورنوں اور چاروں ان طوں میں موجود ہے۔ ارٹ کے کنوئیں کا پانی سب پیتے ہیں۔ ہزاروں ہندو کبیر جولاہے مسلمان کے پیرو ہیں۔ ہزاروں کایستھ حسنؓ۔ حسینؓ کو مانتے ہیں۔ اور تعزیہ بناتے ہیں۔ کئی لوگوں کے نام ہی حسین بخش ہیں۔ حیدر آباد دکن حیدر آباد سندھ۔ گوالیار۔ کشمیر۔ لکھنؤ۔ انبالہ میں اس کا رواج ہے۔ ہمارے ایک کایستھ دوست نے فیروزپور میں تعزیہ کے نیچے سے اپنا بچہ نکلوایا تھا۔ کئی تعزیہ کے ساتھ عرضی باندھتے ہیں۔ سخی سرور کے پیرو ہندو وہاں سب ناجائز کارروائی کرتے ہیں۔ اور یہی حال نگاہے اور شیخ سدو کا ہے۔ کئی کایستھ نمازیں پڑھتے اور رمضان کے روزے رکھتے ہیں۔ کشمیری ماس کھاتے۔ مگر پیاز نہیں کھاتے۔ جینئے۔ برہمن گوڑ پیاز کا بیج کلونجی کھاتے۔ پیاز نہیں کھاتے کا کنج لہسن کھاتے۔ پیاز نہیں کھاتے۔ مگر گوشت کھاتے ہیں۔ بمبئی والے خشک پیاز کھاتے۔ سبز نہیں کھاتے۔ گجراتی سبز کھاتے۔ خشک نہیں کھاتے۔ اسی طرح کسی کو لہسن سے انکار اور کسی کو پیاز سے۔ باوجود اس رواج کے بھی سکھری نکھری کی بحث چھیڑی جاتی ہے۔ اور ابھی تک چند جاہل ہندو کوئی بیٹے کے ہاتھ کی نہیں کھاتا۔ اور کوئی باپ کے ہاتھ کی۔ اور باپ کو جواب دیتا ہے۔ کہ ہم تو تمہارے نطفہ سے ہیں۔ تم معلوم نہیں کہ کس کے نطفہ سے ہو۔ اس واسطے ہم تمہارے ہاتھ کی نہیں کھاتے۔ شاید کایستھوں کی شراب ماب کے بنانے والے گوڑ ہو گئے

یا گومتی جیر کے بنانے والے دکھشنی برہمن ہو گئے۔ افسوس جہالت اور والے نادانی کا باوجود موجودگی اس رواج اتنے امور کے پھر بھی ایک خیر خواہ قوم ہادی ہندوستان رہبر عالم و عالمیان کو جس نے ایک دنیا کو ست ویدک مارگ دکھلایا۔ الزام دیا جاتا ہے۔ اور دینے والے کون۔ وہی کایستھ صاحبان۔ مثل مشہور ہے "نو سو چوہا کھا کے بلی حج کو چلی"۔ "صد موش خوردہ گربہ برائے حج رواں شد"۔ رہے حج اور واہ حاجی۔ بھائی صاحب سوامی جی نے تو صرف شاستر کے بموجب بھکشن ابھکشن کی وہی بتلائی ہے۔ سکھری نکھری کا ایسا بیہودہ ذکر شاستروں میں نہیں ہے۔ وہاں تو صاف لکھا ہے +

आर्याधिष्ठिता वा शूद्राः संस्कर्तारः स्युः आपस्तम्ब धर्म सू० २ पटल २

کہ ویدمت کے ماننے والے دوجوں کے گھر میں شودر استری پرش رسوئی بنانا وغیرہ سیوا کو کریں۔ منوسمرتی میں جو تین ورنوں کے کرم لکھے ہیں۔ اُن میں کہیں رسوئی بنانے کا ذکر نہیں۔ ہاں شودر کے واسطے لکھا ہے۔ کہ وہ تینوں ورنوں کی ہر طرح کی سیوا کرے۔ بلکہ رسوئی بنانے کا ایک جگہ ارشاد کیا ہے۔ یہی حال بطور خلاصہ سوامی جی نے ستیارتھ پرکاش کے بھکشن ابھکشن وشے میں لکھا ہے۔ اب ہم آپ سے پوچھتے ہیں۔ کہ آپ ہمیں سکھری نکھری کا بھید بتلائیے اور غور سے بتلائیے۔ بھائی صاحب آپ نے جس کو ہندو دھرم مانا ہوا ہے اُس کا تو کوئی ٹھکانا نہیں۔ اور نہ کوئی اُس کے اصول ہیں۔ اُس کی حالت زار نہایت قابل رحم ہے۔ اُس مریض ہندو دھرم کی نزع رواں کی نوبت ہے۔ ع

تن شدہ جملہ داغ داغ پنبہ کجا کجا نہی

پس بہتر ہے۔ کہ آپ سکھری اور نکھری کی نخرہ بازی کو چھوڑ کر ویدک ست دھرم کو سویکار کریں۔ اور اپنے دیگر بھائیوں کی صحت کے خواستگار رہوں؛

اعتراض ۔ سدا برت نہ لگاؤ۔ کتنے گرہست لوگ سدا برت اور کھشیتر کرتے ہیں۔ وے اپنجت کرتے ہیں۔ ۱۱۸۔ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۲۵)

تردید ۔ بھائی صاحب وہاں کی عبارت پوری یہ ہے "کتنے گرہست لوگ سدا برت اور کھشیتر کرتے ہیں۔ وے انوچت کرتے ہیں۔ کیونکہ بڑے دھورت گانجا اور بھنگ پینے والے تھگ چور اور ڈاکو وغیرہ ہی بیٹھے سدا برت سے ان لیتے اور کھیشتروں میں بھوجن کر لیتے ہیں۔ یہ کوکرم ہی کرتے رہتے اور حرامی ہو جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ اپنا کام کاج چھوڑ کر سدا برتوں اور کھیشتروں کے اوپر گھر کے سب کام اور نوکری چاکری چھوڑ کر سادھو و بھکیاری بن جاتے ہیں۔ پر سنت کا ان کھاتے اور سوئے پڑے رہتے ہیں۔ اس سے سنسار کی بڑی ہانی ہوتی ہے سو جو کوئی سدا برت کھیشتر کرتا ہے۔ اُس میں سجن واست پرش کوئی نہیں جاتا اس سے اِن گرہستیوں کا پن کچھ نہیں ہوتا۔ کنتو پاپ ہی ہوتا ہے۔ اس سے گرہست لوگ ان آدک دان کرنا چاہیں۔ تو یاتھا شکتی رکھ لیویں۔ اُسی میں سب دان کریں۔ الغرض سرشٹ دھرماتما گرہستی اور ورکت ہوویں۔ اُن کو ان آدک دلویں۔ اور پریکشا کریں۔ تب ان کو بڑا پن ہووے۔ پاپ کبھی نہ ہووے بس آپ ذرا اسے دو تین بار غور سے پڑھیں۔ اور ملک کی درُدشا پر بچاریں۔ کسی نے سچ کہا ہے + ع

ایک جو بھائی بھارت باشی بھیکھ مانگ کر کھاتے ہیں

اعتراض (۹) تیرتھوں کی برائی کی ہے۔ (۱۹) +

تردید۔ سوامی جی نے برائی نہیں کی۔ بلکہ اُن کی اصلیت بتلائی۔ اور صاف لکھا ہے۔ کہ جو جل ستمل سے ہیں۔ وے تیرتھ کبھی نہیں ہو سکتے۔ جل استھل تارنے والے نہیں۔ کشتی ڈونگا کر پار لے جانے والے ہیں۔ تو نکا آدمی کا نام تیرتھ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اُن سے سمندر آدمی کو تیرتے ہیں۔ (صفحہ ۳۲۵) +

آپ سنسکرت نہیں جانتے۔ بنابراں آپ کو معلوم نہیں۔ کہ شاستروں میں کن کو تیرتھ کہا ہے۔ برہمچریہ تپسیون۔ ودیا دہن تیرتھ ہیں۔ جن کو آپ لوگوں نے تیرتھ مانا ہوا ہے۔ اُن کا ذکر ہرگز کسی ست شاستر میں نہیں ہے۔ شنکرمت انوسار دس نام سنیاسیوں میں سے ایک تیرتھ بھی ہیں۔ اور ست شاستروں کے خلاف بام مارگی لوگ وہ شراب کو تیرتھ کہتے ہیں۔ گنگا آدک کو تیرتھ بتانا اور اُن کے استھان سے مکتی جاننا نہ صرف وید و شاستر کے خلاف بلکہ یوگ ابھیاس کے خلاف ہے۔ اور سب سے بڑھ کر علم و عقل کے خلاف کیونکہ معمولی امراض تو اِن سے دور نہیں ہو سکتے۔ پھر مکتی کے کیا معنی اور کب ہو گی۔ مہابھارت میں لکھا ہے کہ یہ وید ہشٹر سنجم جس پر جہاز ہے۔ ست جس میں جل ہے۔ شیل سنتو کہ جس کے کنارہ اور دیا ریعنی جس میں لہریں ہیں۔ اُس آتم روپی تیرتھ میں تو سنان کر۔ کیونکہ جل سے انتر آتما شدھ نہیں ہو سکتا۔ اگر اب بھی اعتبار نہ ہو۔ تو ہردوار اور پشکل اور جوالا اور سکے پنڈتوں۔ متھرا کے چوبوں اور کاشی کے گنڈوں کی حالت خود جا کر دیکھ لو۔ اور کاشی مہاتم ہرشچندر کا بنایا مطالعہ کرو۔ کسی نے سچ کہا ہے + سے

رانڈ سانڈ سیڑھی سنیاسی ان سے بچے تو پرسے کاشی

اور کبیر جی کا قول ہے +

پہنچو تیرتھ ہم پھیر پھیر آئے دیکھا دیکھی جا جا نہائے
چلتے پھرتے کمر ٹیڑا نی مات نہ پوچھی پتھر پانی

اعتراض (۱۰)۔ سوامی جی نے ستیارتھ پرکاش بار اول صفحہ ۱۲۲ میں لکھا ہے۔ کہ پنچ مہایگیہ کرنا اَودہ والوں کا یعنی مورکھوں کا کام ہے +

تردید۔ وہاں کی اصل عبارت یہ ہے "پانچ یگیہ اپنے سامرتھ کے انوکول یتھا شکتی کرے۔ انہیں کبھی نہ چھوڑے" مگر یہ کام یوگ سے نیچے ہیں۔ پورن گیان کے ہو جانے پر یوگ ابھیاس کرے۔ ان کو ترک کرے۔ کیونکہ یہ سب پورن گیان سے نیچے جتنیوں کے واسطے ہیں۔ اور جو گیانی ہیں۔ یہ پدارتھ ودیا اور پرمیشور کو جانتے ہیں۔ یوگ ابھیاس کرے۔ ست شاستروں کو وچارے۔ برہم ودیا کو پراپت اور اوپدیش بھی کرے۔ اِس میں منو بھگوان کا پرمان ہے "اِتیا دی" یعنی جتنے گیانی ہیں۔ وے پانچ مہایگوں کو گیان کریا سے ہی کرتے ہیں۔ واہیہ چیشٹا سے نہیں کیونکہ وے یگیہ شاستر کے تتوں کو جانتے ہیں۔ اُن کو باہر کی چیشٹا نہ دیکھ پڑے۔ گیان اور یوگ ابھیاس سے وتیوں کو اندریوں کو ہوم کر دے۔ اندریوں کو من میں من کو آتما میں اور آتما کو پرمیشور سے یوگ کرتے ہیں۔ اُن کو باہر کی چیشٹا کرنا اوشیک نہیں" اب بتلائیے آپ نے کس قدر حق سے روپوشی کر کے یہ بیہودہ اعتراض گھڑ مارا بتلائیے آپکے اُس اعتراض اور نیت کا اِس سے کیا تعلق ہے +

اعتراض متعلق نیوگ۔ صفحہ ۱۲ سے ۴۲ تک اور اپنے زعم میں بتلایا ہے۔ کہ یہ بیبھچار ہے۔ جیسے کہ عموماً دھرم سبھا کے پیرو نکتہ چینی کیا کرتے ہیں +

تردید۔ مہاشی آپ عورتوں کی دوسری شادی کو اپنی وشال بدھی سے بیبھچار وغیرہ الفاظوں سے یاد کرتے ہیں۔ مگر جو مرد ہو کر ۴۔۴۔ اور ایک سو تک بلکہ ۱۶۱۰۸ ڈال لیتے ہیں۔ اُن کو آپ بیبھچار یا بیبھچاری نہیں کہتے۔ اور کہہ کس طرح سکتے ہیں۔

جبکہ یہ کام بڑے نامی گرامی دیوتا کے ذمہ پورانوں نے لگائے ہیں۔ بام مارگی زنا کر کے بھی کوکٹ کہ سکتے ہیں۔ اور ماتا بہن تک زنا کرنے کو گناہ نہیں جانتے۔ اور ایسا ہی چولی مارگ اور بیج مارگ ہے۔ مگر آپکے ہندو بھائی خوشی خوشی اِن متوں کو سویکار کرتے اور مہا ودیاؤں کا جاپ کرتے رہتے ہیں۔ موہنی اوتار اور آپکے شیو نارائن کی کہانی تو آپ کی من مانی ہے۔ بھلا آپ اُس سے کب انکار کر سکتے ہیں۔ شیو جیسے لوگ نارائن بھی مانتے ہیں۔ اُس کا رشیوں کی عورتوں سے بیبھچار آپنے شیو پوران منظوم۔ سنکر دیال کے ادھیائے اکتالیس میں نہیں مطالعہ فرمایا۔ سنکھ۔ چونڈ۔ اور برندا۔ جالندھر اور تلسی مہارانی کی کہانی اور وشنو کو بسبب زنا کے سراپ ملنا اور سالگرام بنجانا آپ نے دیوی بھاگوت اور کارتک مہاتم میں کل ہے کو مطالعہ فرمایا ہوگا۔ سری کرشن کا گوپیوں کے ساتھ بیبھچار کیا بھاگوت میں موجود نہیں۔ اور نہ برہنہ دیکھنے کی کتھا موجود ہے وہ شیو اور نارائن جنکا آپ اپنے کو پرستار سمجھے ہیں یہ حال تو انکا ہے برہما کے ذرا برہمن مطالعہ کرو۔ اور اُس کے ۳۲ شلوک میں برہما کا اپنی بیٹی سے بیبھچار مطالعہ فرماؤ۔ ہمیں معلوم نہیں کہ آپ برہمن مانتے ہیں یا نہ اور شاید اِس بات کو زنا بھی جانتے ہیں یا نہ۔ اور شیو پران منظوم کا ۱۸ واں ادھیا بھی نظر انداز نہ کرنا۔ اور اُس کے ساتھ جوگ بشسٹ ویراگ پرکرن سرگ شلوک ۵۷ سے ۶۴ تک بھی ہماری خاطر کے واسطے مطالعہ فرمانا۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ راجہ چندر کن کن پاپوں کے باعث شاپت ہو کر پیدا ہوئے تھے (یوگ بشسٹ سنسکرت مطبوعہ سمت ۱۹۳۷ بمبئی) +

افسوس لوگ اپنی آنکھ کے شہتیر کو نکالنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور نیوگ جیسے پاک مسئلہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ نیوگ پر ہم مفصل رسالہ لکھ چکے ہیں۔ اور ایسا ہی دو تین رسالہ اور بھی نکل چکے ہیں۔ اور ایسا ہی ودداہ (رسالہ) پر بھی بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ پس ایسے اعتراض سراسر فضول ہیں۔ توجہ کے قابل نہیں +

اعتراضوں کا جواب صفحہ ۲۰ سے ۲۳ تک۔

اعتراض (۱) ستیارتھ پرکاش کے شروع میں ہی ننکار کی تشریح کر کے سوامی جی نے لکھا ہے۔ کہ ایسا ہی ویدادی ست شاستروں میں سپشٹ دیاکھیان ہے۔ چاہے کسی وید میں دیکھ لو۔ اِس قسم کی تشریح کہیں بھی نہیں لکھی +

جواب۔ افسوس کہ آپ تعصب کے وش ہو کر حق و باطل کو ایک ہی طرح خیال کر رہے ہیں۔ خود ستیارتھ پرکاش میں سارے پرمان وید آدک ست شاستروں کے موجود ہیں (دیکھو ۵ سے ۱۹ تک) اور خاصکر یجروید ادھیائے ۴۰ منتر ۱۷۔ اور یوگ شاستر پاد ۱ اور مانڈوکیہ اوپنشد تمام +

اعتراض (۲) گائتری منتر چاروں ویدوں میں ہے ایسا سوامی جی نے پنچ مہایگیہ کے صفحہ ۲۶ پر لکھا ہے۔ مگر ہم نے کتنے پنڈتوں سے دکھلوایا۔ اگر کے اتھروید میں کہیں بھی نہیں ملا +

جواب۔ بیشک یہ منتر چاروں ویدوں میں یا اُن کے ماننے والے رگویدی و یجرویدی و سام ویدی و اتھرویدی برہمنوں کی سند جیسا ہیں یکساں ہے۔ یجروید ادھیائے ۳۶۔ منتر ۳۔ رگوید منڈل کے ۳ سکت ۶۲ منتر ۱۰۔ سام وید پر پاٹھک ۶۔ انوواک ۳۔ ادھیائے ۱۲ کھنڈ ۴ منتر ۱۰۔ اور اسی کے بھاشیہ میں سائن نے ایسا ہی لکھا ہے۔ کہ یہ منتر اتھرو میں بھی ایسا ہی ہے۔ چنانچہ وہاں یہ عبارت ہے +

भवशाब्द स्यान्न पर स्त्रैव मा थार्वशाक वे ह्न्त्रि ॥

سلیچ کو لیچ نہیں

دیکھو جلد ۲ صفحہ ۵۳۰ مطبوعہ ۱۸۴۹ء کلکتہ۔ ایشیاٹک سوسائٹی +

اعتراض (۳) یہ ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۴۰ پر لکھا ہے۔ یددی کیچد مور دوت تدبیکجم بہکچھاتا۔ اُف لشدیں۔ جہاں تارو مال ہے کسی میں ملجائے +

جواب ۔ اصل حال یہ ہے۔ کہ یہ چھا مدوگ کا وچن ہے اور چھاندوگ کے دو حصے ہیں۔ یا دو بھاگ۔ اول براہمن۔ دوم اُپ نشد اور کل کو چھاندوگیہ براہمن ہی کہتے ہیں۔ یعنی رشیوں کی تصنیف کردہ کتاب۔ جس میں صرف وید کے مضامین کا دھارہو۔ سب سے پہلے کلوک بھٹ نے اِس کا پرمان دیا۔ بعد ازاں منو سمرتی کی اور ٹیکا کار ن نے نسی اندر من نے صولتِ ہند میں بھی یہی پرمان دیا ہے۔ اور راجہ شیو پرشاد نے مانو دھرم سار میں بھی اس کا حوالہ دیا ہے۔ دیکھو صفحہ ا منو وید میں لکھا ہے۔ کہ و مدہیں جو کچھ لکھا۔ اُسے حو کے لئے اوشدہی سمجھا۔ آگے وہی ٹکڑا ہے۔ مطبوعہ ۱۸۸۱ء اس کی شدہی پر پانچ مشہور پنڈتوں کے دستخط ہیں ۱

اعتراض (۴) ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۳۵ میں یہ آدھا شلوک دو دھانیج رتناتی دو دکتے سو پیادیت۔ منو کے پتہ سے لکھا ہے اور اس کا بھاکھا ارتھ یہ کیا ہے کہ مانا پرکار کے رتن سورن آدمی دھن دولت ارتھات سنیاسیوں کو دیویں۔ یہ شلوک بھی سوامی جی کی منو سمرتی میں ہی تھا۔ اور کسی میں نہ ملیگا۔ اس پر اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے۔ کہ سوامی جی نے لوگوں کو لوٹنے کے لئے اپنے متن سے یہ شلوک گھڑ دیا تھا۔ سراسر غلطی ہے۔ کیونکہ انہیں لالچ ایک دمڑی کا بھی نہیں تھا۔ فقط دیش اُنتی کا خیال تھا۔ اگر لالچ ہی ہوتا۔ تو اپنے گھر کی مہاجنی کیوں چھوڑتے۔ بہر علانیہ کہتے تھے۔ کہ ہم دھن دولت کچھ نہیں چاہتے نہ کچھ چھاتی پر دہر لے گئے +

جواب ۔ علم زبان اور پرانی چیزوں کی تحقیقات سے ناواقف لوگ اکثر ایسے ہی بیہودہ اعتراض کیا کرتے ہیں۔ پرانی کتابوں میں ر باستثنائے اُن کے جو برزبان یاد ہوا کرتی تھیں۔ یا جن کے واسطے سخت قواعد یاد رکھنے کے بنائے گئے تھے۔ یا جن کے ایک ایک حرف پر مذہبی نگرانی ہوا کرتی تھی۔ جیسے کہ وید مقدس) کاتبوں کی بے پرواہی کے سبب اور خصوصاً خیانت پسند شاعروں کی طبع کی اندھی جولانی کے باعث یا یاد نہ رہنے کے سبب کہ یہ شلوک کس کا ہے۔ ایسی کتابوں میں بہت سی تعریف ہو رہی ہے۔ مہابھارت اور شاہنامہ جیسی ضخیم کتابوں پر سب سے زیادہ ایسے کام ہوئے ہیں۔ اور سیکڑوں ہزاروں سلوک حضرات حضرات کی مہربانی سے ایزاد کئے گئے۔ (مفصل دیکھو مہابھارت اور شاہنامہ مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ) اور ایسا ہی نروکت میں بھی پاٹ بھید ہے منو سمرتی چونکہ بہت بڑی کتاب نہیں ہے۔ اِس لئے اُس پر کارستانی بھی بہت زیادہ نہیں ہوئی۔ آریہ سماج کے فاضلوں کے سوائے اور بھی ودوان پنڈتوں کی ایسی ہی رائے ہے۔ دیکھو منو سمرتی ہ ٹیکا والی مطبوعہ بمبئی۔ راؤصاحب وشوناتھ نارائن منڈلیک سی ایس آئی۔ ایڈوکیٹ بمبئی نے جو ان سٹی ٹیوٹ آف منو یعنی منو سمرتی کی تسرح کی ہے۔ اُس میں بھی اقبال کیا ہے۔ کہ بہت جگہ پاٹ بھید اور ملاوٹ ہوگئی یہانتک کہ شلوکوں کے شلوک ملائے گئے ہیں۔ یورپ کے فاضلوں نے بھی ایسا ہی نشچے کیا ہے۔ دیکھو پروفیسر جالی صاحب کی سمرتی جس میں صد ہا شلوک کا پاٹ بھید اور مول بھید بتلایا ہے۔ اور اکثر ایسے بھی لکھے ہیں جو بالکل اب منو میں نہیں ہیں۔ اس شلوک کا بھی یہی حال ہے۔ ہمارے پاس ایک مت پرانی منو سمرتی قلمی ہے۔ اُس میں نہ تو وہ شلوک ہے جو عام منو سمرتی میں ہے۔ اور وہ نہ جو سوامی جی نے لکھا یعنی دونوں نہیں پروفیسر جالی صاحب والی منو سمرتی میں اِس ۱/۲ کا بھی پاٹ بھید ہے۔ جیسا کہ اور ہزاروں کا ہے۔ لوملر صاحب نے بھی اِس شلوک پر شک کیا ہے اصل شلوک یوں ہے ؛

دو ہانیج رتنانی   ودکتے شویہ یاوایت   ویدوت سونیج پریتو

پریّت سورگم سمتننے

اِس کا پاٹ بھید بعضے گرنتھوں میں یوں ہے +

دہناتی تونیجھا شکتی   ویرے شویہ یا وایب   ویدوس سو دو کینے سو

پریّت سورگم سمتننے

جو تھا ٹکڑہ دونوں میں ایک ہے۔ دوسرے ٹکڑے میں دیرا اور ودکت کا پاٹھ بھید ہے۔ تیسرے ٹکڑے میں بھی دیرے سو۔ اور ودکیے شو کا پاٹ بھید ہے۔ اور اول ٹکڑے میں رتنانی اور دہناتی کا فرق ہے۔ اور کچھ نہیں اول کا ارتھ ہے ساہک پرکار کے رتن سنیاسی کو دلوے۔ کیا بنلائے جو وید کا ودوان ہو۔ ایسا دان دینے والا مرنے کے بعد سکھ (سورگ) کو پراپت ہوتا ہے دوسرے پاٹ بھید کا یہ ارتھ ہے۔ حسب توفیق دہن ودوان کو دیوے۔ کیسا ودوان ہو جو سنیاسی اور وید کو جاننے والا ہے۔ ایسے کرنے سے مرکر سکھ یا سورگ کو پراپت ہوتا ہے۔ بتلایئے مطلب کا کیا فرق ہوا۔ اِس مقام پر یہ جتلا دینا بھی ضرور ہے کہ دوکت کا ترجمہ بعضے سنسکرت کے ناواقفوں نے گرہستی کیا ہے جو تمام کوشوں کے صاف ہیں۔ دوکت کا ارتھ ہے۔ علیحدہ کیا ہوا۔ گوشہ نشیں اکیلا محسوسات دنیاوی سے آزاد۔ یعنی تارک الدنیا یعنی جیون مکت۔ دیکھو سنسکرت انگلش ڈکشنری وامن شیو رام آپٹے ایم اے پرنسپل و پروفیسر سنسکرت پونا کالج ۱۸۹۱ء اور ستیدارتھ چنتامنی کوش میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۳۴۷) +

شنکر اچارج۔ وردنا چارج۔ کرپا چارج وغیرہ مہاتما پر اوپکار کے واسطے دہن لیکر پراوپکار میں خرچ کرتے تھے۔ اور ایسا دھن لینا نہ تو برا ہے۔ اور نہ گناہ۔ بلکہ لوگوں کو دان کرنیکا عمدہ طریقہ سکھلانا ہے۔ اِسی طرح سوامی جی نے بتلایا ہے۔ کہ ودوان فاضل مہاتما سنیاسیوں کو دان دو۔ جس سے تمہارے اوپکار جنگل میں تقسیم دیں۔ کوئی کوئی مہاتما سنیاسی دان لیکر تالاب بنوا دیتے ہیں۔ یگیہ کر دیتے ہیں۔ گوشالہ بنوا دیتے ہیں۔ یہ سارے پن ہیں۔ اور ایسا دان کسی حالت میں بُرا نہیں۔ ملک میں وید بھاش کی ضرورت تھی۔ وید کا ترجمہ بالکل سناتن رشی منیوں کے منشا کے مطابق نہیں ملتا تھا۔ اور سنسکرت کے سمجھنے والے لوگ بھی کم تھے۔ ایسی حالت میں ضروری تھا۔ کہ وید کا ترجمہ عام سہل بھاشا میں کیا جاتا۔ اور ساتھ ہی جبکہ لوگ ویدک دھرم کو چھوڑ کر مسلمان اور عیسائی بھی کثرت سے ہو رہے تھے۔ اور صرف یہی نہیں۔ بلکہ جو ویدوں کے نام ماتر حامی کہلاتے تھے۔ وہ بام مارگ۔ چولی مارگ۔ بُت پرستی۔ پیپل پرستی۔ دریا پرستی۔ بیج مارگ۔ گور پرستی۔ تعزیہ پرستی ہمہ اوست وغیرہ مکروہات میں مبتلا تھے۔ پس ایسے وقت میں اِس بات کی نہایت ہی ضرورت تھی۔ بنابراں اس ضرورت کو مد نظر رکھکر سوامی جی نے ویدک منترالہ کے واسطے چندہ کیا۔ اور وہ چندہ کرکے ایک پراوپکارنی سبھا کے سپرد

میں ہے۔ جواب کس دو بھاگوت کے قریب ایں ہم تک بس موجود ہے۔ تین آدمیوں
سے چھپ دو بھی تھے۔ ان سب کو ایک ہی ... جنہوں نے ہمیں لیا تھا۔ اُن کی
... اور جب تک بیٹے اس میں کوئی الگ اور سب سوامی جی کا تھا۔
... اعتراض وزبان اور حیلہ بازی آپ کی ... ست لسا ہے +

اعتراض (۵) - ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۲۴ میں لکھا ہے۔ کہ اکرور جی کنس کے بھیجے سے ایلوکے میک کے سامان دو رسے والے گھوڑوں کے رتھ پر بیٹھ کر صبح کے وقت چلے۔ اور پانچ میل گوکل میں سورج است کے پہنچے۔ پس ہم نہ دیکھتے ہیں۔ کہ بھاگوت میں ایسا کہیں نہیں لکھا۔ اِس سے ثابت ہے۔ کہ سوامی جی حوالہ دینے میں کامل ہیں +

جواب - بھاگوت میں لکھا ہے۔ جو انکار کرتا ہے۔ جوا. ... ہوں۔ یا آپ و دیسا آدمی نہیں ہے مفصل دیکھو بھاگوت سکندھ ۱۰۔ ادھیائے ۳۸ شلوک ۲۴ سے ادھیائے ۳۹ شلوک ۳۸ تک۔ ترجمہ اردو مطبوعہ بمبئی۔ ایسے لفظ وہاں موجود ہیں +

نمبر ۱ - ادرستوا رتھم استھائے پرتیشو۔ نند گوکلم۔ یعنی صبح اکرور رتھ پر سوار ہو کر گوکل کی طرف جاتا بھیا +

نمبر ۲ - رتھیں واوو گین۔ کیسے رتھ پر جو ادر نامار ہا +

نمبر ۳ - سوریہ ارتھ گرم جب پہنچا تو سورج است ہو گیا تھا +

آپ چونکہ سنسکرت نہیں جانتے۔ بنا بریں ہم آپ کو اردو بھاگوت سے سی بتلاتے ہیں +

سحرگاہ کاروان اختر و ماہ　　ہوا لنگر رواں حسب حبس دخرگاہ
ہوا پیدا مرد پاک اکرور　　حضور کنس آیا شاد و مسرور
ہوا رخصت چڑھا رتھ پر شتابی　　ملا شاداں براہ کامیابی
غرض اس جیان سے اکرور تنہا　　لو وقت شام برنداون میں پہونچا

اردو بھاگوت منظوم پنڈت نند گوشتر ادھیائے سی و نہم صفحہ ۳۴۵ - نولکشور ۱۸۶۶ء +

اور اس کے ساتھ ۲ کھوی نساکی پڑی بھاگوت مطبوعہ نولکشور۔ وہاں اور بھی مفصل ہے۔ پس سوامی جی کا اعتراض بالکل صحیح ہے۔ اور جب تک بھاگوت دنیا میں موجود ہے۔ بھاگوت ماننے والوں کا اس اعتراض سے چھٹکارا نہیں۔ اور ایسے ایسے کمیات ہونے کے سبب وہ سوامی جی کی ساکھ ہوئی ہیں۔ بلکہ لوپ دیو نام ادمی کی ہے جس نے تگدہ بودہ بنایا +

اعتراض (۶) - سوامی جی نے بحوالہ بھاگوت پہلاد کی کتھا میں لکھا ہے۔ کہ لوہے کے تتے ہوئے کھمبے پر چیونٹیاں چلتی ہوئی نظر آئیں تب پہلاد کی ہمت بندھی۔ اور کسی کے پاس شاید ہی ایسی بھاگوت ملے جس میں یہ لکھا نکلے +

جواب - سوامی جی نے تو یہاں بھاگوت کا نام لکھا ہے۔ اور نہ اُن کا کوئی حوالہ دیا ہے۔ صرف پہلاد کی کہانی جن جن کتابوں میں۔ اور نرسنگ اوتار کی۔ ان کتابوں پرانوں سے اعتراض کیا ہے۔ اور جہاں تک ہم نے غور کیا۔ یہ اعتراض سوامی جی کا جو ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۳۲۵ پر ہے۔ نہایت ہی معقول ہے کیونکہ یہاں پر چیونٹیوں کی کہانی بھی اسی وضع سے سمندہ رکھتی ہے۔ کوئی راس لیلا دیکھنے والا آدمی جس نے کبھی نرسنگ اوتار کی لیلا دیکھی ہے۔ اِس سے انکار نہیں کر سکتا۔ بھاگوت کے ٹیکا کار مشہور کرشن بھگت شری دھر نے بھی اِس کا خیال کیا۔

ہے۔ بھاگوت کے ترجمہ فارسی میں فیضی نے ادر اُس کے خلاصہ میں صاف طور پر یہ لکھا ہے "بترتیب جستگی شدہ شمشیر برکشید و در میان ستون زد و پارہ پارہ شد خورد مورچہ سیاہ آمد کہ اں از میان ستون بر آمد" دیکھو بھاگوت فارسی صفحہ ۱۰ مطبوعہ ۱۸۸۱ء +

اس معاملہ میں ہم مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ پورانوں کے متعلق تمام حوالہ جات کا ایک ہی دفعہ فیصلہ کر لیں +

صفحہ ۳۲۴ - نمبر ۱ - دیکھئے۔ گیانم پرم گویہم مے یدوگیان سمنویتا۔ بھاگوت میں سکندھ ۲ - ادھیائے ۹ - شلوک ۳۰ +

صفحہ ۳۲۴ نمبر ۲ - بھوان کلپ وکلپے شو - وموہتی کرہ چت - بھاگوت سکندھ ۲ ادھیائے ۹ - شلوک ۳۶ +

صفحہ ۳۲۴ - نمبر ۳ - جے وجے کا قصہ - بھاگوت سنسکرت ۱ - سکندھ ۳ - ادھیائے ۱۵ - شلوک ۲۲ سے ۳۰ تک - اور اردو بھاگوت گنپت رائے کرت صفحہ ۷۶ مطبوعہ آرماسی پنجاب ۱۸۷۶ء +

صفحہ ۳۲۵ - نمبر ۴ - پوتنا کا شریر چھ کوس لمبا چوڑا - دیکھو بھاگوت سکندھ ۱۰ ادھیائے ۶ - شلوک ۱۰ و ۱۴ - اور اُسکے ٹیکا سنسکرت مطبوعہ بمبئی +

اعتراض (۷) - سوامی جی نے ستیارتھ پرکاش $\frac{۲۸۶}{۹۰}$ میں لکھا ہے۔ کہ دو جینی ادھر سے کپٹی ماتر وید مت اور بھیر سے کئے ہیں ارتھات کپٹ میں سے سکراچاریہ اُن پراتی برہن تھے۔ اُن دونوں نے اوسر پا کر شنکر اچاریہ کو ایسی کھ کت دستو کھلائی کہ اُن کی چھدرا مند ہو گئی۔ پیچھے سے سر میں پھوڑے پھنسی ہو کر چھ مہینے کے اندر شریر چھوٹ گیا +

اکثر - سوامی جی نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ بالکل ست اور سراپا واقعات کے مطابق ہے۔ اور ایسا ہی شنکر دگ وجے میں لکھا ہے۔ اُن کی تیس سالہ یا بتیس سالہ عمر - خود اس بات کی شاہد ہے۔ کہ اُن کی موت غیر معمولی ہوئی۔ اور جتنے رفارمر اس چھوٹی سی عمر میں مرے ہیں۔ اُن کی موت ایسے ہی بواعث سے ہوئی ہے (دیکھو لائف مسیح) +

اب ہم آپ کو بتلاتے ہیں۔ کہ شنکر دگ وجے میں لکھا ہے۔ ابھی نوگیت نامی ایک سنیاسی نے جہل سے منحرف ہو کر شنکر اچاریہ کے مارنے کے واسطے ایک ابھی تیار کر کے کیا۔ جس سے اُن کو بھگندر روگ ہو گیا۔ اس سے وہ لمبی مدت تک سخت بیمار رہے۔ آخر انہوں نے بہت دکھی ہو کر مہادیو کی پرارتھنا کی اور مہادیو نے اسونی کمار دیوتوں حکیم کو بھیجا۔ جنہوں نے آکر اُسے راضی کیا۔ اور پھر وہ شیو لوگ کو کنٹوں پر بیٹھ کر چلے گئے۔ المختصر دیکھو مادھوی شنکر دگ وجے سرگ ۱۶ شلوک ۱ سے لیکر آخر تک۔ یہ گرنتھ بمبئی میں طبع ہوا ہے۔ اور اس پر ٹیکا بھی ہے۔ اور اسی کے ترجمہ ہندی بھاشا کی نظم میں ہو کر مطبع نولکشور لکھنؤ میں بھی طبع ہوا ہے سمبت ۱۹۳۵ میں اس کے صفحہ ۳۱۲ سے ۳۱۴ تک یہی حال مفصل لکھا ہے۔ اس بیان سے ظاہر ہے۔ کہ مہادیو کی پرارتھنا اور اسونی کمار کا آنا تو سارے حالی پلاؤ۔ تعریفی الفاظ ہیں۔ اور گیوں پر بیٹھ کر شیو لوک جانا بھی علی ہذا القیاس مگر بھی نوگیت وغیرہ کے ابھی چار کرم - یعنی کسی چیز میں زہریلی چیز یا دکھ ایک اوشدہی کے کھلا دینے سے وہ تقریباً چھ ماہ بیمار رہ کر فوت ہو گئے یا بموجب محاورہ پورانوں کے شیو لوک کو گئے۔ یہی مطلب سوامی جی کا اُس تحریر سے ہے +

اعتراض (۸)۔ ستیارتھ پرکاش $\frac{۲۳۸}{۲۴۴}$ میں سدھانت شرومنی کا جو حوالہ دیا ہے۔ محال ہے۔ کسی اور گواہ کا یہ لگ جاوے ✤

اُتر۔ یہ مضمون سورج گرہن اور چندر گرہن کے متعلق ہے۔ سوامی جی نے بتلایا ہے۔ کہ اس سنسار یعنی جب سوریہ اور بھومی کے مدھ میں چندرماں آتا ہے تب سوریہ گرہن اور جب سوریہ۔ گرہن اور چندر کے بیچ میں بھومی آتی ہے۔ تب چندر گرہن ہوتا ہے۔ اور تو پُرانوں والوں کے راہو کیتُو کی کہانی کا کھنڈن کیا ہے۔ بس جو کچھ سوامی جی نے لکھا ہے۔ ویسا ہی سوریہ سدھانت شرومنی میں ہے۔ اور جو ٹکڑہ سوامی جی نے لکھا ہے۔ وہ گرہ لاگھو کا ہے۔ دیکھو ادھیائے ۴ شلوک ۴ مگر اُس نے بھی انہیں کے حوالہ سے لکھا ہے ✤

اعتراض (۹)۔ ستیارتھ پرکاش $\frac{۱۹۷}{۱۹۶}$ میں سنکھیپ ساربرک اور شاریرک بھاشیہ کا پرمان دیا ہے۔ یہ بھی کہیں نہیں ملتا ✤

اُتر۔ یہ سوامی جی نے پرمان نہیں دیا۔ نوین ویدانتیوں نے دیا ہے۔ اور شاریرک بھاشیہ میں یہ کارکا بھی ہے۔ اس سے بھی تو کوئی مذھبی مان انکار نہیں کرسکتا۔ اور ویدانتیوں کی تو یہ مشہور ڈھال ہے۔ خود ہم سے مباحثہ میں کئی مرتبہ انہوں نے یہ شلوک پیش کئے۔ آپ جان بوجھ کر مغالطہ نہ دیں ✤

اعتراض (۱۰ و ۱۱)۔ $\frac{۱۸۷}{۱۸۶}$ و $\frac{۵۸۶}{۱۸۵}$ مضمون کے حوالہ اُپ نشد و چنوں پر ہے۔ یہ دونوں حوالہ اگر کسی گرنتھ کے نہ بھی ہوں۔ تو بھی نہایت عمدہ ہیں ایک تو یوگ سمادھی اور پرمانند کی بابت اور دو سرا مت کی فضیلت پر ہے۔ چونکہ سوامی جی نے انہیں اُپ نشدوں کے حوالہ سے لکھا ہے۔ مگر نام نہیں دیا۔ اور ہمیں ابھی تک ملا بھی نہیں۔ غالباً اِن دس اُپ نشدوں میں نہیں ہے۔ تو کیا ہرج ہے۔ ہم آریہ سماج کے اصول نمبر ۴ کے مطابق انہیں قبول کرتے ہیں۔ اور یجر وید اگنی برت پتی پرتم چرشیامی کے مطابق ہم ان کو صحیح سمجھتے ہیں۔ آپ بتلائیے۔ ان میں غلطی کونسی ہے تاکہ ہم اُسے سوئیکار کریں۔ یا ان میں کونسی بات وید کے خلاف ہے۔ جس پر آپ نے اعتراض کیا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ سوارتھی دوشو شٹے ✤

> اب اُن اعتراضوں کا جواب عرض کرتے ہیں۔ جو آپ نے اس خیال سے کئے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو سوامی جی سے متنفّر کریں یعنی یہ کہ سوامی جی نے شرتی اور سمرتی میں اصلاح لی ہے؟ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے (صفحہ ۲۲ سے ۱۲۴ تک۔

اعتراض (۱)۔ دوسرے اور تیسرے چھاپہ کے ستیارتھ پرکاش کے ۱۸۸ صفحہ میں شرتی پرمان میں वेद्य کی جگہ دشوم वि स्य اور مہاتم महान्तं کے بجائے (पुराण) بنایا ہے۔ اور ایسا ہی منوسمرتی $\frac{۲}{۱۰۳}$ میں شودر وت کی جگہ سادھو بھی بنا دیا ہے ✤

اُتر۔ شویتا شتر اُپ نشد کا واک ہے۔ وید منتر نہیں۔ اور یہ اس کا پاٹھ بھید ہے۔ نہ کہ سوامی جی کی اصلاح۔ آپ مختلف گرنتھ قلمی و مطبوعہ مطالعہ فرمائیے۔ آپ کا شک رفع ہو جائے گا۔ یہ اعتراض سرتاپا صداقت سے دور ہے ✤

اعتراض (۲) اسی طرح منوسمرتی کے ادھیائے ۷ کے ۱۷۶ ویں شلوک چہارم حصہ صفحہ ۱۱۰ پر بالکل بدل دیا ہے اور منڈک اُپ نشد کی شرتی صفحہ ۱۵۶ آیہ صحیح لکھی ہے اور ۲۴۰ پر بدل دی۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش بار سوم ✤

تردید۔ یہ آپ کی غلطی ہے۔ اُس پستک کا غلط نامہ دیکھئے۔ مطبوعہ بار دوم پستک کے اخیر میں ایسے ہی کئی دفعہ آپ نے دھوکھا دینا چاہا۔ یا دھوکھا کھایا۔ اور صفحہ ۱۵۶ بھی غلط لکھا ہے۔ اصل میں صفحہ ۱۲۵ ہے۔ اِن دونوں کیواسطے بار سوم میں غلط نامہ موجود ہے۔ ذرا آنکھیں کھولکر مطالعہ فرمائیے۔ اور سانچ کو آنچ نہیں

اول کے صفحہ ۱۴۵ پر بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ پس آپ کا یہ اعتراض سراسر بے بنیاد ہے ✤

اعتراض (۳)۔ ستیارتھ پرکاش مطبوعہ بار دوم کے صفحہ ۳۴ پر لکھا ہے۔ جو کلین سلکشن یُکت شودر ہو وے۔ تو اُس کو منتر سنگھتا چھوڑ کر سب شاستر پڑھاوے۔ اور صفحہ ۷۴ پر اُس کے برخلاف وید کے انوسار سب کو وید کا ادھیکار لکھا ہے۔ شاید اس واسطے کہ اُن کے پنتھ میں شودروں کی کثرت ہے ✤

اُتر۔ یہاں بھی آپکی سمجھ کی غلطی ہے وہ سوامی جی کی رائے نہیں۔ بلکہ شاستر کے مصنف نے اپنی عبارت میں لوگوں کی رائے لکھی ہے۔ کہ ایسا بھی مت ایک آچاریہ کا ہے۔ اور جو سوامی جی نے صفحہ ۷۴ پر وید منتر لکھا ہے وہ تو خود بھی صدہا رشیوں سے بڑھکر ارشاد ہے۔ اور ایسا ہی ہزاروں رشیوں کا مت ہے۔ کہ سب کو وید پڑھانا چاہئے۔ اور ہزاروں رشی۔ بالمیک۔ وششٹ۔ گوتم بیاس۔ وشوامتر آدک شودر کل میں اُتپن ہو کر برہمن ہو گئے ✤

آریہ سماج میں شودروں کی کثرت نہیں ہے۔ بلکہ برہمن اور کھتری اور ویشیوں کی کثرت ہے۔ مگر ہم جب ورن بیوستھا کرم سے مانتے ہیں۔ تو ہم اس کو اگر ایسا ہو بھی تو بھی اعتراض کے قابل نہیں سمجھتے۔ مگر شودروں کی کثرت۔ بام مارگ۔ بیراگیوں۔ کبیر پنتھیوں۔ دادو پنتھیوں۔ رام سنیہیوں۔ چکرانکروں۔ اور نرملوں اور اوداسیوں میں ہے۔ اور ایک سوال ہمارا آپ پر بھی ہے۔ کہ دھرم سبھا والے کالیتھوں کو کس ورن میں شامل کرتے ہیں۔ ذرا بیوستھا لیکر بتلائیے۔ کیونکہ اِن میں سے ہزاروں مانس شراب کے عادی اور صدہا ایسے ہیں۔ جنہوں نے مسلمانی رنڈیاں گھر میں ڈالی ہوئی ہیں؟ ✤

اعتراض (۴)۔ آریہ ودلش رتن مالا کے گیارہویں صفحہ پر آریہ کی تشریح کی ہے کہ جو آریہ ورت میں سب دن سے رہنے والے ہیں۔ پھر ستیارتھ پرکاش نمبر ۳ صفحہ پر لکھا ہے۔ کہ منشوں کی آدی سرشٹی تبت میں ہوئی۔ پھر آریہ لوگ آریہ ورت کی بھومی کو اُتم جان یہاں آکر آباد ہو گئے ✤

تردید۔ آپ کی ساری تحقیقات نامکمل۔ غلط اور دھوکا دینے والی ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ سوامی جی نے اس بارہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب ستشاستروں کے مطابق ہے۔ جسے سوامی جی نے آریوں کی آدی کی اُتپتی ستھان مانا ہے۔ وہ ہمالہ کے شمالی حصہ میں ہے۔ اور وہ پورانے یعنی منو کے زمانہ میں جس کا نام ڈنڈوہ منو تھا۔ آریہ ورت کے ساتھ شامل تھا۔ چنانچہ بھوگول استھانک میں بھی لکھا ہے دوُسّما۔ (حدود اربعہ) اس دیش کی جدا جدا سمہ میں جدا جدا طرح پر رہی کبھی لوگوں نے برہما۔ سیام۔ ملاکا۔ اور کو چین کو بھی اس میں گنا اور کبھی کابل قندھار اور تبت کو اس میں ملایا" (صفحہ ۲۰ ۱۸۷۶ء) ✤

امریکہ کے مشہور ڈاکٹر جیکس ڈیوس صاحب نے بھی ایسا ہی لکھا ہے کہ آدی سرشٹی آدمیوں کی تبت یعنی ہمالہ کے شمالی دامن میں ہوئی۔ (دیکھو ان کی کتاب ہارمونیہ جلد ۵) ✤

اور یہ منو کے بھی مطابق ہے۔ دیکھو منو ادھیائے ۲ شلوک ۱۷۔ جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ برہم تبر ندی یعنی سرسوتی ندی سے لیکر درشدوتی یعنی سیاہ پتھروں والی سندھو تک جو ملک ہے۔ وہ برہم آورت کہاتا ہے اب خیال کرو۔ کہ وہ ملک کونسا ہے۔ آپ انگریزی جانتے ہیں۔ اٹلس کھولکر آنکھوں کے سامنے رکھو۔ اور دیکھو کہ برہم پترا اور سندھو کے درمیان میں تبت

تبت خورد آجاتا ہے یا نہیں۔ اور یہ بھی دیکھو کہ تبت کلاں کا بھی بہت سا حصہ اُس میں مل گیا ہے۔ اگر انگریزی اٹلس موجود نہ ہو۔ تو اردو دیکھئے۔ جو ۱۸۹۰ء میں منشی گلاب سنگھ کے پریس میں طبع ہوا ہے۔ اگر یہ سچ ہے۔ کہ اِن دونوں کے درمیان تبت خورد اور کچھ حصہ تبت کلاں آجاتا ہے۔ تو ہرگز سوامی جی کی بات میں خلاف نہیں ہے۔ ایسا ہی ہے۔ اور بالضرور ہے۔ اور یہی عمرانک کے محققین کی بھی رائے ہے بے شک سوامی جی انہیں رشیوں کی اولاد سے تھے۔ جو آدی سرشٹی میں ترسٹپھ یعنی تبت میں (جس کا نام دوسرسورگ یعنی سکھ بھومی بھی ہے) پیدا ہوئے۔ اور انہیں بزرگوں کی طرف منوجی نے ادھیا ۲ شلوک ۲۰ میں اشارہ کیا ہے۔ اور مہابھاش وغیرہ کے رو سے اُس کا نام کوروکشیتر بھی ہے۔ اور اُس کا پتہ بتلاتا ہے۔ उत्तर कुरवा یعنی کوروکشیتر اوترمیں ہے۔ اگر ہم سوامی جی کی تحقیقات کو صحیح مانیں۔ اور رام مارگی پنڈتوں کے قول پر اعتبار کریں۔ تو یہ کوروکشیتر نام کورو پانڈو کی لڑائی کے بعد پڑا۔ اور منوسمرتی اُس سے بعد تصنیف ہوئی۔ حالانکہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اِس جنگ سے صدہا برس پہلے کے گرنتھوں میں کورو وغیرہ نام موجود ہیں۔ پس سوامی جی کا ارشاد بالکل صحیح ہے کیونکہ اُس کے خلاف ماننے سے تمام ست گرنتھوں سے انکار کرنا پڑتا ہے ✤

اعتراض (۵)۔ سوامی جی نے کہیں لکھا ہے۔ کہ پرم پد کو پراپت ہو کر سدا آنند میں رہتے ہیں۔ اور پھر کئی جگہ مکتی سے لوٹ آنا بھی لکھا ہے ✤

جواب۔ یہ اعتراض کئی وجوہ سے باطل ہے۔ وجہ اول یہ کہ لفظوں کی بھرمار کے سوا علمی زندگی میں اِس کا کوئی ثبوت نہیں۔ بلکہ تمام تر ثبوت اِس کے خلاف ہیں۔ کرشن مہاراج جو یوگیشر اور منیشر مسلم فریقین ہیں۔ وہ خود گیتا میں فرماتے ہیں ✤

बहूनि मे व्यतीतानि जन्मानि तव चार्जुन

یعنی اے ارجن میرے اور تیرے بہت سے جنم ہو چکے ہیں ✤

شنکر آچارج بقول آپ صاحبوں کے تبو سروپ وہ بھی مکت سے واپس آکر منشیہ شریر دھاری ہوئے ✤

جے بجے بکنٹھ سے یعنی موکھش پدوی سے خارج کئے گئے۔ اور وہی آون کنس وغیرہ ہوتے رہے ✤

برہما بیاس جی کا اوتار ہوئے۔ اور اسی طرح دتاترے۔ رامچندر بقول تلسی داس باپورانوں کے ساکتات وشنو سروپ۔ مگر منش جنم میں ضرور آئے۔ سیتا۔ ہنومان لچھمن وغیرہ سب کا یہی حال ہے۔ انسانی روحیں تو درکنار۔ خود خدا کو بھی پورانک لوگوں نے بکنٹھ میں آرام سے نہ بیٹھنے دیا۔ سور۔ مچھ۔ کچھ۔ شیر۔ گھوڑا۔ کنا۔ حورت وغیرہ کے قالبوں میں آنا تسلیم کیا۔ اور نویں ویدانت نے تو دنیا کو ناشک بنانے کا گویا ٹھیکہ ہی لے لیا۔ یہ جتنی جونیں ہیں۔ یا جتنے جیو ہیں۔ سب ہی برہم ہیں۔ صرف اودیا کے کارن یا مایا کے موہ میں برہم بھول کر جیو کہلاتا ہے ذرا بقول شنکر آچاریہ۔ نہ مے دھارتم۔ دھیان۔ نہ دبے ام تدریکو دنشٹا شوا کیولو ہم ✤

بھائی شیو نراین جی آپ غور سے خیال فرما دیں۔ مکتی سے لوٹ آنے کا عقیدہ نیا نہیں ہے۔ تمام مہاتماؤں نے کارک کوئی یعنی مکتی یافتہ جیوؤں کے آنے جانے کی اجازت بتلائی ہے۔ وجہ دوم جس کی آد ہے اُس کا انت بھی ضرور ہے۔ ایک طرف جیسا نجات کا آغاز ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اُس کا انجام نہ ہو۔ وجہ سوم۔ مکتی کرموں کا پھل ہے اور کرم محدود ہیں۔ پس ضروری ہے۔ کہ مکتی محدود ہو۔ وجہ چہارم۔ کوئی وید منتر مکتی کے غیر محدود ہونے پر نہیں ہے۔ البتہ ایسے منتر ضرور ہیں۔ کہ جن سے پایا جاتا ہے کہ مکتی محدود ہے اور پرانت کال کے بعد واپس آنا پڑتا ہے ✤

چونکہ وہ اتنا بڑا زمانہ ہے کہ انسانی علم حساب درحقیقت اُس کا حساب نہیں کر سکتا۔ اِس واسطے مہاتماؤں نے بعض مقام پر اُس کی تشریح میں ہمیشہ کا لفظ استعمال کر دیا ہے مگر مطلب سب جگہ اور ہمیشہ اُسی پرانت کال سے ہے ہم نے رسالہ نجات میں اور بھی توضیح کیساتھ لکھ دیا ہے ✤

پس آپ کا یہ فرمانا۔ کہ جالندھر میں ایک مولوی سے مباحثہ کرنے پر سوامی جی نے معقول جواب ذہ پر وابسی مکتی سے انکار کر دیا۔ بالکل باطل ہے۔ کیونکہ نہ تو وہاں تناسخ اور کرامات کے سوا کسی اور مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ اور نہ ایسا معاملہ پیش آیا۔ یہاں کا سارا مباحثہ غیر مذہب والوں کی طرف سے مطبوعہ موجود ہے اُس میں ہرگز اِس کا ذکر نہیں۔ پس بھائی صاحب مناسب ہے۔ کہ اول اعتراض دل میں تولو۔ پھر منہ سے بولو۔ ؎

نگفتہ ندارد کسے با تو کار ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

سوامی جی نے شاستر کے بھیدوں کے اُلٹے ارتھ کئے۔ صفحہ ۱۴۱ سے ۱۵۴ تک۔

اعتراض (۱) ستیارتھ پرکاش صفحہ ۸۹ پر گیتا کے ۱۸/۴۲ کا یہ ارتھ کیا ہے۔ کہ جو بھاگنے سے یا دشمن کو دھوکھہ دینے سے جیت ہوتی ہو۔ تو ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ مگر بظاہر گیتا کے اِس شلوک کا اُلٹا یہ مطلب ہے کہ دشمن کے سامنے سے بھاگنا چھتریوں کا دھرم نہیں ہے ✤

آریہ۔ بھائی صاحب دھوکھہ دیکھئے۔ سوامی جی نے جس خوبی سے اِس کا ترجمہ کیا ہے۔ وہ جنگی اصول کے بالکل خلاف نہیں۔ بلکہ عین مطابق ہے وہ لکھتے ہیں۔ "وہ سینکڑوں سہنسروں سے بھی مدہ کرنے میں اکیلے کو بھی نہ ہوتا۔ سدا تجسوی ارتھات وتیار رہنا دھرڑہ رہنا۔ دھیریا دان ہونا۔ یعنی مستقل مزاج۔ راجا اور پرجا سمبندھی بیوہار اور سب شاستروں میں اتی چتر ہونا۔ یدہ میں بھی دڑرنش شنک رہ کے اُس سے کبھی نہ ہٹنا۔ بھاگنا۔ ارتھات اِس پرکار سے لڑنا۔ کہ جس سے نشچت وجے (فتحیابی) ہووے۔ آپ بچے جو بھاگنے سے واشتروں کو دھوکھا دینے سے جیت ہوتی ہو۔ ایسا ہی کرنا۔ ورن شیلتا رکھنا۔ یکشپات رہت ہو کر سب کے ساتھ یتھا یوگیہ ورتنا وچار کے دینا۔ پرتگیا پوری کرنا۔ اُس کو کبھی بھنگ نہ ہونے دینا۔ یہ گیارہ کھشتری ورن کے کرم اور گن ہیں" ✤

یہ بھاگنا جو سوامی جی نے لکھا ہے۔ وہ بزدلی کا بھاگنا نہیں ہے۔ بلکہ ایک ملٹری ٹرم ہے۔ یعنی جنگی اصطلاح اور دنیا کی تمام فتحیابیوں کو کسی نہ کسی موقعہ پر اِس پر عملدرآمد کرنا پڑا۔ بونا پارٹ اور سکندر کی لایف پڑھو۔ اور روزنامچہ تیمور کا مطالعہ کرو۔ اور سوامی جی اِسے مفصل نہ لکھتے۔ تو بھی کرشنچندر جی کی لایف پر کون پڑتال لگا سکتا ہے۔ کال یمن سے بھاگے۔ اور دوبارہ متھرا سے بھاگ کر دوارکا میں جا بسے خود شیوجی کرشن جی کے مقابلہ میں بھاگ گئے اسی واسطے کرشن جی کا نام رن چھوڑ مشہور ہے۔ پس یہ اعتراض آپ کا اگر ہے تو کرشن جی پر ہے۔ نہ کہ سوامی جی پر۔ مگر یہ اعتراض نہیں۔ بلکہ علم جنگ کا ایک داؤ ہے۔ یا دشمن کی ضرب کا اغماض ✤

اعتراض (۲) منوسمرتی ادھیا ۱۰/۴۵ کا ترجمہ غلط ہے ✤

آریہ۔ یہ ترجمہ غلط نہیں ہے آپ کو تعصب نے شکر دیوتا کی طرح مکت چینی کے سوائے انصاف سے کام کرنا آپ کی طبیعت سے محو کر دیا ہے۔ سوامی جی سے بہت پہلے بھی ودوان پنڈتوں نے اس کا یہی ترجمہ کیا ہے۔ چنانچہ آریہ سماج کے وجود سے پہلے سمت ۱۹۲۳ بکرم مطابق ۱۸۶۶ء میں مقام کلکتہ ایک برہمن فاضل شاستری نے بھوجن وچار گرنتھ لکھا تھا۔ اس کے صفحہ ۲۳ پر اس شلوک کا ارتھ اسی طرح کیا ہے "شودر براہمنتا کو پراپت ہوتا ہے۔ اور برہمن شودرتا کو۔ اسی پر کارکھتری اور ویش کو بھی جانو" (دیکھو پستک مذکور مطبوعہ رامائن پریس کلکتہ) اور انصاف کی بات یہ ہے۔ کہ لفظی ترجمہ شلوک کا یہی ہے۔ اور ایسا ہی منو جی نے لکھا۔ نرا اکشروں سے ہمیں مطلب نہیں۔ اور نہ معتصبوں سے غرض ہے۔ منوسمرتی کے مضمون سے ناواقف لوگ بہت سی لمبی عبارت اس کے اندر گھسیڑ کر ترجمہ کرتے ہیں۔ جو سراسر ناجائز ہے اسی کے ساتھ دیکھو منو $\frac{9}{224-223}$ اور مہابھارت میں اس کے سوائے اور بھی تفصیل سے لکھا ہے۔ ہم نے اسی کتاب میں اس کا مفصل ذکر کیا ہے۔ لالہ منشی رام پردھان آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب نے اپنی مصنفہ ورن ویوستھا میں اور آریہ سماج میرٹھ نے بھی اسی نام کی ایک پستک میں کافی ثبوت دے دیئے ہیں۔ العاقل تکفیہ الاشارہ +

اعتراض نمبر ۳۔ منوسمرتی ادھیا شلوک ۶۹ کے اترادہ کا ارتھ بھی غلط کیا ہے۔ سوامی جی اسے نیوگ پر لگاتے ہیں۔ اور دیگر ٹیکا کاروں نے کچھ اور ہی سمجھ رکھا ہے +

آریہ۔ موجودہ دھرم سبھا کے پنڈتوں کی حالت اور ان کے چیلوں کی کیفیت ناگفتہ بہ ہے۔ جتنی قومی اصلاح کی باتیں اور جس قدر سنسارک بھلائی کے کارن ہیں یہ لوگ ان تمام سے ہی کشیدہ خاطر رہتے ہیں۔ پنڈت ایشور چندر ودیا ساگر جیسے عالموں اور بڑے بڑے لائق پنڈتوں نے نیوگ کو جائز بتلایا ہے اور سوامی جی نے بھی اسکے جواز پر فتویٰ دیا ہے۔ قوم کی اصلاح کرنیوالی کمیٹیاں ساری کی ساری اسکی حامی ہیں لیکن اگر محالات ہیں تو صرف یہی من مانے القابوں سے ملقب مہا اپدیشک صاحبان پراشر نے پراشر سمرتی میں (جسے دھرم سبھا والے مانتے ہیں) صاف نیوگ کی اجازت دی ہے اور پنڈت گورو پرشاد جی نے اس شلوک کا ارتھ بھی سوامی جی کے انوکول ہی کیا ہے۔ لیکن افسوس ہے ان لوگوں پر جو خواہ مخواہ خیرخواہان قوم کی نیک باتوں اور ست اپدیشوں سے مستفیض نہیں ہوتے۔ لیکن کسی رشی کی اس رائے پر جو وید شاستر کے خلاف ہو عمل نہ کرنا چاہیئے۔ اور سگائی سے اس شلوک کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ سگائی یا منگنی لفظ خود وید و شاستر کے خلاف ہے۔ دیکھو سارا تیسرا ادھیا سگائی، مکلاوہ۔ گونا۔ ورا گمن ساری کی ساری پوپ لیلا کے رواج ہیں۔ اور اگر آپ کا ارتھ صحیح مانیں تو بالکل اسنگت ہیں کیونکہ لاکھوں لڑکیوں کی سگائی ہونے پر منگنی شدہ لڑکے مر جاتے ہیں۔ تو کیا وہ رانڈ ہو جاتی ہیں یا ان کا شلوک ۶۹ و ۷۰ کے مطابق عملدرآمد ہوتا ہے۔ یا کبھی ہوا۔ پس یہ آپکا کہنا یا کسی اور کا اس پر ہٹ کرنا محض افترا ہے اور اگر اسی ادھیا کے شلوک ۱، ۲، ۳ پر کبھی۔ مانیں جیسا آپ لوگ نہیں مانتے۔ تو شاید سارا ہندوستان رانڈ ہو جاوے پس کیا ایسا ارتھ کبھی ممکن ہے۔ اب اسکے اصلی و لفظی ارتھ سنئے۔ جس لڑکی کا صرف وید منتروں یعنی ستیہ بانی سے بیاہ ہوا ہو۔ مگر ابھی صحبت نہ ہوئی ہو یعنی اکشت یونانی ہو۔ ایسی حالت میں اگر خاوند مر جاوے۔ تو شاستر کے مشہور قاعدہ کے مطابق اس خاوند کے دوسرے بھائی یا قریبی رشتہ دار سے اسکی شادی کی جاوے" پس آپکا اعتراض سراپا باطل ہے +

اعتراض ۴۔ منوسمرتی کے ادھیا ۹۔ شلوک ۷۰ کا بھی غلط ارتھ کیا ہے

ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۱۹ +

آریہ۔ بیشک ان شلوکوں کا اصل ارتھ تو یہی ہے۔ کہ "وواہت ستری کا اگر وواہت پتی دھرم کے ارتھ پردیش گیا ہو۔ تو آٹھ برس اور کرتی کے لئے گیا ہو تو چھ اور دھن کے لئے گیا ہو تو تین برس تک باٹ دیکھے"۔ اور آپ کا یہ قول بھی ٹھیک ہے کہ چونکہ فقط اتنی عبارت سے پورا پورا مطلب ادا نہیں ہوتا۔ سب ٹیکا کار اسکے آگے اپنی سمجھ کے مطابق جو کیفیت مناسب سمجھتے ہیں اضافہ کر دیتے ہیں۔ لیکن ہم آپ سے پوچھتے ہیں۔ کہ لوگ کیا کیا کیفیات اضافہ کرتے ہیں۔ آئیے ان کو درج بھی کیا۔ تو ہم تبلاتے ہیں۔ سنیئے۔ کسی رشی کی رائے ہے کہ میعاد مقررہ کے منقضی ہونیکے بعد عورت دوسرا بیاہ کرے۔ کسی کی یہ ہے۔ کہ اپنے خاص شوہر کی تلاش کرنے کو جاوے کسی کی رائے ہے کہ خوراک کم کر کے یوگ میں اپنی زندگی گذار دے۔ کسی کی یہ رائے ہے کہ محنت مزدوری کر کے عمر گذار دے۔ اسی ایسی بہت سی رائیں ہیں +

اب ناظرین انصاف فرمائیں اور نشیب و فراز سوچکر جواب دیں کہ عمدہ کیا ہے۔ اور ارود منوسمرتی مطبوعہ نولکشور کے ٹیکا کاروں نے لکھا ہے کہ اسکے بعد کیا کرنا چاہیئے۔ اسکا بیان ناردسمرتی میں بحوالہ قول منو کے درج ہے اور اس موقعہ پر بھی ۷۶ شلوک ساتھ ملا کر پڑھنا چاہیئے۔ (دیکھو صفحہ ۳۴۲) +

اور جو ٹیکا والی منوسمرتی ہیں ان کے ودوٹیکا کاروں کی یہی رائے ہے میکس میولر صاحب نے اپنے ترجمہ انگریزی مطبوعہ ولایت ۱۸۹۴ء میں بھی ایسا ہی نوٹ دیا ہے پس ہم اپنے ناظرین کو زیادہ متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ غور کریں کہ مرد جب برہمچریہ آشرم کے بعد شادی کر کے عورت سے اقرار کر لیوے۔ کہ ہم اور تم اکٹھے اور ایک دوسرے سے تمام دنیاوی کاموں میں شامل اور دھارمک فرائض ادا کرتے رہیںگے۔ پس جب مرد نے اس معاہدہ کو توڑ دیا۔ یعنی وہ بغیر اطلاع دئے کے گھر سے چلا گیا۔ ودیا۔ یا دولت۔ عزت کے واسطے مگر عورت کے واسطے نہ تو گذارہ کا بندوبست کر گیا۔ اور نہ خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھی۔ اور نہ تین سے ۸ برس تک واپس آیا۔ اور نہ ستری کو ساتھ لے گیا۔ اور مردوں کی حالت پردیس میں جا کر جس قدر نیک چال چلنی پر قایم رہتی ہے۔ تو وہ آپ لوگوں سے مخفی نہیں۔ پس عورت کیا کرے۔ ان چار امور میں سے کس کو وہ سویکار کر سکتی ہے اور کسی سے عام طبیعتیں اور خصوصاً فرقہ نسوان کی طبیعتیں قبضہ میں رہ سکتی ہیں۔ عمدہ تو یہ بات ہے۔ کہ مرد جب پردیس جائے تو ستری کو ہمیشہ اپنے پاس رکھے۔ جیسے رامچندر جی سیتا کو یا شری کرشن جی رکمنی کو اور صاحبان یورپ میم صاحبوں کو۔ اگر کسی کارن سے ساتھ نہ رکھ سکے۔ تو خرچ ارسال کرتا رہے۔ یا خط و کتابت جاری رکھے یا اس کے واسطے اہل برادری کی نگرانی میں خرچ کا انتظام کر جائے۔ اگر ان میں سے وہ کسی شرط کو پورا نہیں کرتا۔ تو اس کی ستری کو شاستر کا حکم ہے۔ کہ وہ باضابطہ بشرط نہ ہونے اولاد کے دوسری شادی کرے۔ اب تبلایئے۔ اس میں کچھ قباحت ہے یا کہ تمام قباحتوں کی جڑ کاٹنے والا یہ حکم ہے۔ اس کے ساتھ ناردسمرتی کو غور سے دیکھو +

اعتراض ۵۔ ستیارتھ پرکاش بار دوم صفحہ ۱۰۵ و بار سوم صفحہ ۱۰۳ میں سری سوامی جی مہاراج نے منوسمرتی کے دوسرے ادھیائے کے ۱۰۹ شلوک کا جو ارتھ کیا ہے وہ اور ٹیکا کاروں کے خلاف ہے اور دل نے یہ ارتھ لکھا ہے کہ جو برہمن تپ اور وید ابھیاس نہیں کرتا ہے اور دان لیا کرتا ہے وہ ۰۰ اس دان سمیت ایسے ڈوبتا ہے جیسے پانی میں پتھر کی ناؤ اب ذرا غور کیجیئے۔ کہ سوامی جی کے کیئے ہوئے ارتھ میں کس قدر عمدگی ہے یعنی انکی تاویل کے بموجب اتینت ادھرم اربھ دان لینے والا بھی ڈوبتا ہے اس کو مکرر و زیادہ صفائی کیا ہوگی

سانچ کو آنچ نہیں

تردید۔ مہربان صاحب۔ سوامی جی کا بھی یہی مطلب ہے مگر ذرا آپکی سمجھ کا پھیر ہے اُنہوں نے تفصیل زیادہ کی ہے یعنی جو برہم چریہ آدی تپ سب ہے اور دان لیتا ہے اور جو ان پڑھتا ہے اور دان لیتا ہے اور جو صرف دان لینے ہی کا آپ نہیں کھاتا رہتا ہے کچھ برہم دھرم نہیں کرسکتا یہ تینوں اگنی والے ہوں یا ایک سب ہی دُکھ ساگر میں ڈوبینگے۔ اسی کیبا تھ سوامی جی کی رائے کی تشنی کرنے والے منو سمرتی کے سلوک ذیل ملاحظہ فرمائیں۔ ۴/۲۰۰ دیا تیس یہ اعتراض سراپا اندرونی مخالفت کا باعث و تحقیق حق سے کوسوں دور ہے اعتراض صفحہ ۵۴ (سوامی جی کی ابو کھی محققات) کہ اُنہوں نے ویدوں کا پرکاش اگنی آدی چار رشیوں کے آتماؤں میں لکھا ہے اور برخلاف تمام رشیوں کے برہما پر نہیں لکھا۔ تردید۔ برہما کو وید کے الہام ہونیکا ذکر کسی معتبر گرنتھ میں نہیں ہے۔ بلکہ یہ پورانوں کی جھوٹی تقلید ہے۔ ہم اگر پورانوں اور اُس کی اس روایت کو صحیح مانیں تو عوض برہما رو ویدک الہام ہونیکے خود برہما کی زندگی پر ایک بڑا بھاری کلنک کا ٹیکا لگتا ہے۔ برہما اور اُسکے چار لڑکے کی کہانی (دیکھو بھاگوت شیو پوران۔ دیوی بھاگوت۔ اور ہمن سلوک ۲۳) اور اُنکی پوجا کا منکر ہونا نہایت ہی عبرتناک ہے پس۔ تو ایسے عجب الخلقت کوئی برہما ہوئے۔ اور نہ اُنکا کسی ست شاستروں میں ذکر ہے۔ وید دوار ایر کاس کے مصنف یا کوئی اور اگر برہما کی کہانی کو ذرا آنکھیں کھولکر مطالعہ فرمالیتے۔ تو ہرگز ایسے کانی پُرش اور اُسکی رسالت اور اُسکی پیدایش پر یقین نہ کرتے۔ مگر وہ غریب کیا کریں۔ ع۔ ہنر بچشم عداوت بزرگ ترعیب ست۔ اب ہم بتلاتے ہیں۔ کہ گو پتھ برہمن اور شتھ پتھ برہمن اور منو سمرتی وغیرہ سناتن رشیوں کے گرنتھوں میں اگنی۔ وایو۔ آدت۔ انگرہ۔ ابتدائی مہرشیوں کے آتماؤں میں ویدوں کے پرکاش کا ذکر ہے (مفصل دیکھو وید بھاش اردو سنسکرت مصنفہ پنڈت دیوودت جی شاستری) برہما جی بیروں ووں کا ظہور تو مورتی کے عقیدے کی طرح وید مقدس اور ست شاستروں کے خلاف ہے ہم رسالہ الہام وید میں اس پر مفصل بحث کرینگے۔ اعتراض صفحہ ۴۶ م۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۸ میں برہمن آدی کے پورانوکت اُتپتی پیدایش پر سوامی جی نے جو اعتراض کیا ہے۔ اُس پر تمسخرانہ گفتگو کی ہے تردید۔ ہمارے کایستھ مہربان کو اپنے نام کی طرح شیو سکتی کی شکل کے سوائے اور کوئی اعتراض کرنا آتا ہی نہیں۔ اچھا اُن کی مرضی مگر ہم اس مو دیر بھر اُن سے پرارتھنا کرتے ہیں کہ وہ ستیارتھ پرکاش کی اس تحریر کو پھر مطالعہ فرماویں۔ اور بیہودہ طور پر ست پرشوں کے منہ نہ آویں۔ کار پاکاں را قیاس از خود مگیر + گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر + تو بصورت رفتۂ در ماندۂ + وید اقدس را نہ مطلق خواندۂ۔ سوامی جی نے اول تو وید مقدس کے اُس منتر کا ترجمہ برہمن تفسیروں کے انوکول کیا۔ پھر فرماتے ہیں جیساکہ سب انگوں سے مکھ سرشیٹ ہے ویسے ہی پورن وِدیا اور اُتم گن کرم سبھاؤ سے یکت ہونے سے منش جاتی میں اُتم برہمن کہلاتا ہے۔ جب برمیشور کے نرِدکار ہونے سے مکھ آدی انگ ہی نہیں ہیں تو مکھ سے اُتپتن ہونا اسنبھو ہے جیساکہ بندھیا ستری کے پتر کا وواہ ہونا۔ اتنا لکھکر اب پورانوکت ہٹھی لوگوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ جو مکھ آدی انگوں سے برہمن آدی اُتپن ہونے تو اُپادان کارن کے سدرش برہمن آدی کی آکرتی ادشیہ ہوتی جیساکہ مکھ کا آکار گول مول ہے۔ ویسی ہی ان کے شریر کا بھی گول مال مکھ آکرتی کے سمان ہونا چاہئے۔ کھشتریوں کے شریر بھجا کے سدرش۔ ویشوں کے اُرو کے تل۔ شودروں کے شریر پگ کے سمان اکار والے ہونے چاہئیے (کیونکہ اُن کی اُتپتی مختلف اُپادان کارنوں سے ہے) مگر ایسا نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی تم سے پرشن کریگا۔ کہ جو جو مکھ آدی سے اُتپن ہوئے تھے۔ اُنکی برہمن آدی سنگیا ہو پرنتو تمہاری نہیں جیسے کہ سب لوگ گربھ آشے سے اُتپن ہوتے ہیں۔ ویسے ہی تم بھی ہوتے ہو۔ تم مکھ آدی سے اُتپن نہ ہوکر برہمن وغیرہ سنگیا کا ابھمان کرتے ہو اس لئے تمہارا کہنا ارتھ وپریتھ یعنی اپرمان ہے اور جو تم نے ارتھ کیا ہے وہ سچا نہیں ہے۔ یعنی وہ افسوس کرتے ہیں ان لوگوں پر جنہوں نے جھوٹی مایا بنا کر برہما جی کے مکھ کو کلنک لگایا یعنی اُنکے مکھ کو بچہ دان بنایا۔ اور اسی طرح اُنکے سارے شریر کو۔ اور پھر اُس سے وضع حمل بتلایا۔ پورانوں کے حسب حال کسی اُستاد نے فرمایا ہے ع تن شدہ جملہ داغ داغ پنبہ کجا کجا نہی۔ نتیجہ۔ ارباب دانش و بینش سے مخفی نہ ہوگا کہ سوامی دیانند کے ظہور میں آنیسے بیشتر ہندو قوم کی حالت کیسی ردی اور بعد ہی ہورہی تھی نہ دین کا ٹھکانہ رہا تھا۔ دربدر خاک بسر مارے پھرتے تھے۔ برہمن جنکا دھرم وید و شاستر کا پرچار تھا وہ عوض اسکے کہ لوگوں کا سدھار کرنے خود جینی اور بام مارگی ملکہ بیچ مارگی ہو کر سیاہی کا ٹیکا لگا چکے تھے۔ کھشتری کچھ راستہ بتا بیٹے ہیں۔ اور کچھ رنڈی بازی و شراب نوشی وغیرہ حرامیوں میں مبتلا ہو کر گرگرا حالت میں ہوگئی تھی اور مذہب کیطرف سے سوئے لگا ہے اور سندا و چکھیا بابا اور دہو نکل پر جانے کا دھتورا اور تھیوں سے مراد بن جاگئے کے یا کثرت ازدواج وغیرہ کے بالکل ہاتھ ہی کیا کچھ دیش سے اصلی ہوتی اور اردی کی چھوت چھات کے دھرم کا نام تک نہ جانتے تھے ہمارے معزز دوست منشی اندرمن صاحب نے کچھ فارسی عربی کی تعلیم پاکر اپنے دھرم کی حفاظت پر کمر باندہی مگر سنسکرت کی ناواقفی کے سبب وکسی مرحلہ پر چلنے کیواسطے کامیاب ہوسکے۔ اور واپسی کے پرائشچت کیواسطے اُنکے پاس سکوت کے سوا اور کیا جواب تھا۔ وہ خود دیش ہونیکے کارن اور برادری کی زنجیر میں جکڑے ہونیکے سبب باوجود دل سے ماننے کے کبھی ایک قدم نہ باہر دھر سکے ریفارمس کا معاملہ تو امر دیگر ہے اسی طرح برہم سماج کا ابھار اور اُسکی ناکامیابی دنیا سے کچھ مخفی نہیں بنا بریں کہ یہ سماج ایک قومی و مذہبی ریفارم کے مندرجہ ذیل اصلاحوں کیواسطے ضرورت تھی۔ روز بروز ہندوؤں کا عیسائی اور مسلمان ہو مذہب ہونا۔ ویدک دھرم سے بشکل مختلف دیوتا پرستی سا ہم دھرم کرم کی مخالفت ایک دوسرے کے ہاتھ کے کھانے پینے کو ہی دھرم جاننا۔ ویدانت کا طوفان بے تمیزی اور قوم کا دھرم کرم سے بیرواہ ہو جانا سنسکرت ودیا سے لاپرواہ ہو جانا۔ بام مارگ اور چولی مارگ وغیرہ سے جو بیرحمی اور بداخلاقی آگئی تھی اُسکا دور کرنا۔ اسی طرح کے اور بھی کئی امورات تھے جنکو واسطے ایک ریفارمر کے آنے اور ریفارمیشن فرمانیکی ایھلا شالگ رہی تھی۔ جسکے پورا کرنیکے واسطے سوامی دیانند جی کا ظہور ہوا۔ اور یہ بھی ایک خاص قاعدہ ہے جسکے مطابق مخالفت بھی گھر سے ہی شروع ہوئی زیادہ مخالف اپنی قوم ہی ہوئی۔ اس نامراد قوم کی اصلاح کا جس نے بیڑا اُٹھایا اُسی سے اس نے مخالفت کی۔ اور اُسے دشمن سمجھا۔ پتھر اور اینٹیں ماریں۔ بلکہ سنگسار کیا۔ زہر کا پیالا پلایا اور بدنام کیا۔ ملزم بنایا۔ اے گری ہوئی حالت میں غافل اور لاپرواہ ہندو قوم پست دھرم سے پست اور گمراہ نام نہاد آریہ قوم سے تمہیں کو جگاتا تھا شنکر بیچارا + تمہیں کو اُٹھاتا کمار ل سدھارا۔ ہوا وشنو بھی تھا قربان تمہارا + دیانند نے تم پہ سر دسوا ما تمہاری مگر قوم حالت وہی ہے + ہوئی صبح پر خواب غفلت وہی ہے + پیارے رشی پترو آریہ بند ہو۔ اب اس عدل و انصاف کے زمانہ میں اور خصوصاً ایسی مادر مہربان کے راج میں جسکی سلطنت میں آفتاب بھی غروب نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمیشہ روشنی بخشتا ہے آپ کا سوتے رہنا اور اُسکے سایۂ عاطفت آرام پاکر بھی ست ویدک دھرم کیطرف متوجہ نہ ہونا کتنی بدبختی کی علامت ہے اگر اس وقت بھی آپنے کروٹ نہ لی اور ویدک دھرمی شنکھ بھی آپکے کان نہ کھلے۔ اور بد ستور بت پرستی بلکہ بام مارگ کی گھنونی تعلیم کی خونریزی سے بیاہ دل اور شراب کے نشہ سے چور اور مخمور ہو تو تمہارے لئے تک بھی جاگنا کٹھن ہے

تمہیں اپنی مشکل کو آساں کروگے تمہیں اپنی منزل کا ساماں کروگے
تمہیں درد کا اپنے درماں کروگے کروگے تمہیں کچھ اگر ہاں کروگے
چھپا دست ہمت میں دست قضا ہے مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے

سماپت

سانچ کو آنچ نہیں

آریہ سماج میں شانتی پھیلانے کا اصلی اوپاؤ اور رامچندر جی کا سچا درشن

حصہ اول

ماس کھانا پاپ ہے یعنی وید مقدس اور ست شاستروں کے رو سے نو تنتخوں کی تردید اور مخالفوں کے اعتراضوں کا جواب۔ جس وقت سنسار میں ویدک دھرم کا پرچار تھا۔ اور ست شاستر انوسار لوگ اپنے جیون کا نرواہ کرتے تھے۔ اُس وقت نہ تو عناصر پرستی کا نام تھا اور نہ بت پرستی کا وہم و گمان ایشور کے دیراد، ور نرسنگھ وغیرہ اوتار نہیں مانے جاتے تھے اور نہ اُسے کوئیوں کے ساتھ ماس بلاس اور راس لیلا کرنے کے کلنک لگائے جاتے تھے۔ ایک جگدیشور کے سوا کسی دیوتا کی پرستش نہیں جانتے تھے اور پنچ مہاگوں کے علاوہ کسی پیر پرستی یا گرو پوجا کو نت کرم نہیں مانتے تھے۔ اُس سمے ماتا پتا اتھی۔ آچاریہ اور پرماتما۔ ان پانچ کے سوا کسی اور سے سروکار نہ تھا۔ اور نہ ان کی اور پرستش کے قابل سمجھا جاتا تھا۔ ورن اور چاروں آشرم گن کرم انوسار جاری اور ساری خدائی کا اسی پر عملدرآمد تھا۔ اُس زمانہ کے دیوتے دیپ تری گن تت۔ سوگنی۔ شانت۔ آتما۔ کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ اہنکار۔ یعنی پانچ وکاروں سے آزاد۔ سادہ اور نیک نہاد ہوا کرتے تھے۔ نہ تو اُن دنوں کالی۔ چوالا۔ بھوت پتی ماتا۔ بابھروجی صفحہ دنیا پر بیاجماں تھے۔ اور نہ چاسُنڈا ڈاکنی شاکنی وغیرہ نام دہاری دیوتے قابل زمان تھے۔ اور اگر کہیں خدا نخواستہ یہ موجود تھے۔ تو بھی اس قالب اور اس خوراک سے سراپا مفقود تھے۔ نہ اُن کی یہ صورتیں تھیں اور نہ ایسی بھیانک مورتیں ایک عظیم الشان زمانہ تک اسی طرح نسب کا دور دورہ رہا۔ اور حق پرستی کا نام عالم میں شہرہ۔ آخر الامر دو سو ستاون منوی ۲۸ چترپگی کے بن تک گزر جانے کے بعد چوتھے تک (کلجگ) کی سندھی کے سمیہ پر کمانے رانہ و اپنے کے بیوبہار اُتی کی شکھر (چوٹی) پر چڑھی ہوئی آریہ قوم کو کاہلی نے آگھیرا۔ اور عیاشی اور بدمعاشی نے اُس کے کشور دل پر ڈیرا جما دیا۔ شراب خوری۔ گوشت خوری۔ مچھلی کے کباب۔ زنا۔ مدرا یکے بعد دیگرے پھیلنے لگے۔ اول اول راجاؤں میں ماس کا آغاز ہوا۔ کیونکہ یہ نسبت اوروں کے یہ سامان انہیں جلدی اور آسانی سے میسر ہو سکتے ہیں۔ اور کوئی ڈنڈ دینے والا بھی نہیں ہوتا۔ اور نہ کسی کا خوف ہوتا ہے۔ راجاؤں کے یہ وصف یا عادت عموماً ایسی ہوا کرتی ہیں۔ جدھر راجا کی رُچی دیکھی جھٹ اُسی کے مطابق سلوک نیے شروع ہو گئے بقول سعدی ہے

اگر شہ روز را گوید شب است این ۔۔ بباید گفت اینک ماہ و پروین

اور ایک دوسرے موقعہ پر لکھا ہے۔

خلاف رائے سلطان رائے جستن ۔۔ ز خون خویش باید دست شستن ۔ ا

ست پرشوں اور مہاتماؤں یا عوام الناس سے پوشیدہ رکھنے کے واسطے عام بول چال میں ان اسرار کے دوسرے نام رکھے گئے۔ مدھ کا نام تیرتھ۔ ماس کا نام شدھی اور پشپ یعنی پھول اور مہا پرشاد مچھلی کا نام جل تُسکا۔ مدرا کا نام چترتھی یتھن کا پنچمی۔ طوائف کا نام دیواںگناں۔ ایچھران اور کل بدھو۔ اور ان چیزوں کے استعمال کرنے والوں کے نام کول۔ آردرپر۔ شامبھوگن۔ اور جو لوگ انہیں برا سمجھتے اُن کا نام کنٹک۔ جیوکھد۔ سنسنک پشو رکھا۔ مطلب اس تمام مکاری اور فریب کا یہ تھا کہ کوئی پہچان نہ کر سکے۔ اور کسی پر یہ راز ظاہر نہ ہو۔ ا، آ، پوری پوری۔ شراب اور زنا بت اس کا آغاز ہوا۔ گوشت اُس کے بعد بڑھ گیا۔ بد انتظامی۔ شاید کیونکہ انہیں معلوم تھا یا تجربہ کر کے دیکھ لیا تھا کہ زنا اور شراب کے ساتھ گوشت جیسی سے انسان بچ نہیں سکتا۔ اور پھر اس گوشت خوری کے دائرے کھینچے گئے جنگلی جانوروں کا ماس۔ اور بحری جانوروں کا ماس۔ غرضیکہ آہستہ آہستہ مرغی مرغا سے لے بکری بکرے تک پہنچے۔ مگر یہاں صبر کس طرح ہو سکتا تھا۔ گائے بھینس اور آدمی تک نوبت پہنچی۔ اور اُس وقت بام مارگ رہا۔ بلکہ گھور اور کول ہوگیا یعنی سراپا ظلمت و اندھکار۔ چنانچہ اُن کے گرنتھوں میں لکھا ہے

अघोरात् परतरं नास्ति । कौलात् परतरं नास्ति

راہ بھی صرف خاوند والی عورتوں تک محدود نہ رہا۔ طوائفوں۔ بیواؤں سے گذر کر چوڑھی چماری۔ دھوبن۔ قصائن۔ کلال۔ منڈالن تک پھیل گیا۔ اور ماتا اور بہن کی ستر پردہ داری تراپتو شی کے حوس پھر دستے گئے۔ بدچلن اور رانی راجاؤں کے خوش کرنے کے کارن جنہوں نے سب سے اچھے شلوک بنائے۔ وہی زیادہ منظور نظر ہو کر جاگیردار اور منصبدار بنائے گئے۔ اس نامبارک منشائے کے پورے کرنے کے واسطے وید منتروں کے ارتھوں میں تاویلیں ہونے لگیں۔ اور بقول شخصے۔ کا ماترا نام نہ بھیم نہ لجیا۔ اور جب ویدوں سے اُن کی خاطر خواہ کامنا پورن نہ ہوئی اور نہ پنچ مکاروں کے سیدھ کرنے کے واسطے وا منتر مل سکے۔ تو لاچار ہو کر ویدوں کو سکنڈ کلاس میں ٹھیرا کران سے اور فسٹ کلاس میں شامبھوی وِدیا کے گرنتھ مقرر کئے گئے۔ جیسا کہ ہٹ دیپکا میں لکھا ہے۔

वेदशास्त्र पुराणानि सामान्यगणिका इव ।
एकैव शाम्भवी विद्या गुप्ता कुलवधूरिव ॥

کہ وید اور شاستر اور پران برہمن گرنتھ یہ تو طوائفوں کی طرح ظاہر باتوں کا ایڈر کرتے ہیں۔ صرف ایک شامبھوی وِدیا یعنے بام مارگ کے گرنتھ ہی پس خورده نشین عورت کی طرح نقاب میں باتیں کرتے ہیں۔ (مفصل دیکھو ستیارتھ پرکاش مطبوعہ سنہ ۱۸۷۶ ع) +

ناظرین آپ سمجھ گئے ہونگے۔ اس شلوک کا خاص مطلب اور مخفی منشا خود بام مارگیوں نے بھی جب ویدسے اپنی اچھا پوتی خاطر خواہ صدہا تاویلیں کرنے پر بھی نہ دیکھی تو لاچار کنارہ کیا اور صاف کہہ دیا کہ وید اُن گشت باتوں یعنے پانچ مکاروں کی ہدایت نہیں دیتے۔ وہ تو ظاہر کرم کانڈ اور سندھیا گایتری کے حامی ہیں۔ پھر بام مارگی راجاؤں نے اور اُن کے کول گرستیوں نے سرادھ وغیرہ ست کرموں اور اتنی سنسکاروں میں بھی ماس ہی دینا شروع کیا۔ اُس زمانہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ صدہا مرتبہ ان لوگوں نے اور بستو تو درکنار غیر لوگوں کے پال بچے قتل کر خود کھائے اور آئے ہوئے مہمانوں کو کھلا دئے۔ اور لاکھوں مرتبہ دیوتاؤں پر انسانوں کا خون بہا دیا۔ بھاگوت جاننے والے رنتی دیو کی کہانی سے اچھی طرح واقف ہیں۔ دام مارگ کے واسطے نہ تو زندہ ودوانوں کو دیوتا مانا گیا اور نہ کسی مرے ہوئے رشی منی کی پوجا کی گئی۔ بلکہ نئے دیوتا اور نئی دیویاں ایجاد ہوئیں۔ جن کا ست شاستروں میں اشارہ و کنایہ بھی نہیں۔ مثلاً پشوپتی ناتھ۔ کالی۔ چنڈی۔ چانڈالی۔ مہاکالی۔ کامکھشیا۔ توتلا چامنڈا۔ بھوت ناتھ۔ بھیرو۔ ڈاکنی۔ شاکنی۔ بگلا مکھی وغیرہ اور اسی طرح اُن کی پوجا بھی تمام رشی منیوں کے خلاف مقرر کی گئی ہے۔ ماس۔ شراب۔ مردہ۔ ہڈی۔ سے اور ایسے ہی مکروہ اُن کے لباس اور سواریاں قائم کی گئیں۔ چونکہ بام مارگ

ان جھٹکا اُن بسمل کنیا دیا دوہاں سے بھاگی
کہے کبیر سُنو بھائی سادھو آگ دوہاں لاگی

جیو بدھ دھرم کرتھا بیوا دھرم کہاں کہو بھائی
آپس کو منی ور کرتھا بیوکا کو کہت قصائی

کبیرا تیری جھونپڑی گل کٹین کے پاس
کرن گے سو بھرن گے تو کیوں بھیو ا اُداس

اُنھیں ایام میں یا اِس سے کچھ پہلے ایک سادھو ہو گئے۔ انھوں نے بھی کئی عمدہ باتوں کا پرچار کیا جن کا نام دادو تھا۔ اُن قول ہے۔ ؎

یا ہن پرمیشور کیا کرلے آتما گھات
ست کہوں سنتے نہیں پرانی دوزخ جات

اِس سے کچھ پہلے ایک مہاتما جا مبہ جی دہلی کے گرد نواح میں ہوئے ہیں۔ اُنھوں نے علمائے اسلام سے مباحثہ کرکے بہت کچھ اُنہیں قائل معقول کیا۔ اور صدہا آدمیوں کو دینِ اسلام سے نفرت دلا کر ویدک دھرم کا پیرو بنایا۔ اور ایسا ہی اوپدیش چیتن نے کیا۔ لیکن بام مارگی دُنیا سے بالکل کم نہ ہوئے۔ وہ بدستور پوشیدہ پوشیدہ اپنا کام جتنا ہو سکا کرتے رہے اور بدکاری میں قدم دھرتے رہے۔

مسلمانی جور و ستم کے زمانہ میں ایک اور مہاتما او دھوجی ہو گئے ہیں۔ اُنھوں نے بھی ہزاروں آدمیوں کو بت پرستی اور گوشت خوری اور جیو ہنسا کی عادت سے ہٹا کر ایشور کی بھگتی کا اُپدیش دیا۔ مگر دینِ اسلام کا کھنڈن بھی ساتھ ہی کرتے تھے۔ بنا بریں متعصب بادشاہ کے حکم سے قتل کرائے گئے۔ بابر کے عہد میں بابا نانک جی نے بھی جہاں تک ہمیں علم ہے۔ گوشت خوری کی تردید کی۔ اور گوشت خوروں کو اس کے ترک کرنے کا اوپدیش دیا چنانچہ ہے۔ ؎

پھکک مچھلی سراپاں جو جو پرانی کھائے + دہرم نیم جتنے کئے سبھی رسا تل جائے

جے رت لگے کپڑے جامہ ہوئے پلیت + جے رت کھاوے مانساتن نرمل کہاں چیت

اٹھ سٹھ اندھ گھور سنگھ جو جو کھور	اسنا کہ امر کو جائیں جو ر +
اسنا کہ گل دو ستیا کمائیں	اسنا کہ پاپی پاپ کر جائیں +
اسنا کہ ملیچھ پل بچہ کھائیں	خوب کھانا کھچڑی جائیں اتر سون +

ہیار وٹی کارنے گلا کٹا وے کون

مانس کھانڑے کرے نواج	چھری وگائیں تن گل تاگ
تن گھر برہمن پورے ناد	اُنان ہی آمے آدھے سواد
کوڑی راس کوڑا ہو یار	کوڑ بولیں کریں آدھار
ترم دھرم کا ڈیرا دور	نانک کوڑ رہیا بھرپور
متھے ٹیکا تیڑ دھوتی لگائی	ہتھ چھری جگت قصائی

عرصہ ۵۰۰ برس کا ہوا کہ سائیں آچاریہ اور اُس کے قریب زمانہ میں ہی مہیدھر ہوئے یہ دونوں بام مارگی تھے۔ اُنھوں نے راجاؤں کو بس میں کر کے ویدوں کے ذریعہ سے بام مارگ کے پرچار پر مضبوط کمر باندھی۔ اور انہیں ایام میں ایک گوسائیں شادر ہوئے۔ اُنھوں نے بھی بام مارگی ہونے کے کارن مانس شراب کا خوب پرچار کیا۔ اول نے رگوید پر بھاشیہ بنایا۔ اور دوسرے نے یجروید اور تیسرے نے میمانسا پر۔ ہم زیادہ طول دینا نہیں چاہتے۔ کہ اُن کی کتابوں سے اصل عبارت نقل کریں کتابوں کے نام سے ہی آپ سمجھ جاوینگے مہیدھر نے منتر مہودھی بنایا۔ اور مسٹر شادر نے شادو تنتر۔ بس آپ جان سکتے ہیں کہ اُنھوں نے ان بھاشوں میں ست دھرم کا کس قدر ستیاناش کرنے کی کوشش کی بہت کچھ بام مارگ کا چرچا اُن کے بھاشوں سے بھی ہوا۔ اور لوگ ست دہرم سے گمراہ ہوتے اور یہ طوفان بے تمیزی روز بروز بڑھتا گیا۔ انہیں بھاشوں کی برکت ہے کہ پنڈت جگن ناتھ شاستری جیسے پنڈتوں کے جا وقتن میں غوطہ کھا کر مسلمان ہو گئے +

مانس کی بابت شری سوامی دیانند جی مہاراج کا اُپدیش۔ عنقریب تھا کہ صدہا پنڈت لامذہب ناستک۔ محمدی یا عیسائی ہو جاتے۔ اور ویدک دھرم کو لوگ نفرت کی نگاہ سے دیکھ کر کنارہ پکڑتے۔ کہ یک لخت ایک مہاپُرش نے اِس سنسار میں تاریخ مبارک سمت ۱۸۸۱ بکرمی گجرات میں جنم لیا۔ اور پورن جوان ہو کر ست شاستروں کے پٹھن پاٹھن اور ویدوں کے ابھیاس سے نشچے کر لیا۔ کہ اِس وقت کی تمام حالت بالکل ویدوں کے خلاف ہے۔ چنانچہ کاشی وغیرہ میں صدہا پنڈتوں کے ساتھ شاستراتھ کرکے سب پول کھول دیئے بقول شخصے ؎

کیا کاشی آدی میں شاستراتھ بھاری + ہوئے شانت سب پوپ پُش کرم جاری
دیا اور آنند ہے مول جن کی + گھو دھرم جگیا سوا سیاد تن کی +

کرتے ہوئے شروع ۱۸۷۵ء میں بمقام بمبئی سب سے اوّل آریہ سماج قائم کیا۔ اور کئی ویاکھیان مانس اور شراب وغیرہ کے کھنڈن پر دیئے۔ اور اسی طرح مورتی پوجا وغیرہ وید ورودھ وشیوں پر۔ بعد ازاں جولائی ۱۸۷۵ء میں بمقام پونا ویاکھیان دیئے۔ جو اُسی وقت بزبان مرہٹی طبع ہو گئے۔

۰۔ جولائی ۱۸۷۵ء ''اہنسا پرمودھرمہ دھرتی کھما اتیادی۔ دہرم اور ادھرم انیک ہیں پرنتو اُن میں تیس ریتی سے یہ دھرم اور یہ ادھرم ہے اُس کو ہم پہلے کہتے ہیں اوّل اہنسا کا لکش

अहिंसासत्यास्तेय ब्रह्मचर्यापरिग्रहा यमाः

دیکھو یوگ شاستر پاد ۲ سوتر ۳۰ +
اہنسا اِس کا ارتھ عام طور پر تو یہ ہے کہ پشوؤں کو نہ مارنا۔ مگر ویاس جی نے اِس کا خاص ارتھ اِس سے بڑھ کر کیا ہے۔

सर्वथा सर्वदा सर्वभूतानाम नभिद्रोहः अहिंसा ह्येया

یعنے سب طرح اور ہمیشہ سب پرانیوں سے ورودھ یا ویر کا تیاگ اِس کا نام اہنسا ہے (صفحہ ۱) پھر ایک درویاکھیان ۲۰ جولائی ۱۸۷۵ء کو سنسکار پر دیا۔ اُس میں یگیہ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے ''یگیہ میں مانس نویں پنڈتوں کی بناوٹ ہے۔ ہوم دیوتاؤں کا ہوا اور مانس پشوؤں کا ڈالا جاوے۔ یہ مو ستھا پرمیشور کی ہو۔ ہمیں اعتبار نہیں کیونکہ پرمیشور کی مو ستھا میں ایسا انیائے نہیں ہو سکتا۔ تو ہم نے پشوؤں کے نہ مارنے کی بابت کہا۔ لیکن کیا کسی ہوم میں پشو مارے بھی جاتے ہیں۔ اِس شنکا کا اُتر دیتے ہیں۔ ہوم دو پرکار کا ہے۔ ایک راج دھرم سمبندھی۔ دوسرا سارماجک۔ اب تک تو ہم نے ساماجک ہوم کا ورنن کیا۔ اور باقی رہا راج دھرم سمبندھی ہوم اُس کی بوستھا ساری کی ساری جُدا ہے اُس میں پشوؤں کے مارنے کی کیا عرت ہے۔ اُس میں منش بھی مارے جاتے ہیں یعنے یُدھ سمبندھی ہزاروں منش کے پران لینے راج دہرم میں درست ہیں۔ جو جنگلی جانور دُشٹ کھیتوں کو خراب کرتے ہیں۔ اُن کا مارنا ٹھیک ہے۔ اور جنگلی شیر وغیرہ کا بھی مارنا صحیح۔ مگر ہوم سمبندھی مانس اہار یعنے گوشت خوری جو کہتے ہیں وہ بالکل ایوگ ہے کسی پران دھاری کو تکلیف دینا کیسے ہو سکتا ہے۔ کسی جیو کے پران لینے سے یہ دھرم ایشوری نہیں ہو سکتا'' (صفحہ ۶) +

سوامی جی نے جو اُپدیش بمبئی میں بسال ۱۸۷۵ء دیئے۔ اور جس اصول پر بمبئی آریہ سماج قائم ہوا اُسی کے مطابق لیلا دھر ہری داس نے ایک کتاب ستیہ استیہ وچار ۱۸۷۶ء میں طبع کرائی۔ اُس کے صفحہ ۲۸ سے ۴۳ تک مانس و شراب وغیرہ کا کھنڈن موجود ہے۔ پھر سوامی جی نے بھادوں سمت ۱۹۳۳ مطابق ستمبر ۱۸۷۶ء میں بھومکا تصنیف کرنا آرنبھ کیا۔ اُس کے صفحہ ۱۷۱ و ۱۷۲ پر لکھا ہے ''یہ سب بھوتوں سے ہمیشہ اور ہر طرح ویر نہ کرنا اہنسا ہے۔ جو اُپاسک کے واسطے ضروری ہے۔ المختصر''۔ پھر صفحہ ۲۷۶ سے ۲۷۸ تک مانس و شراب وغیرہ کا کھنڈن کرتے ہوئے لکھتے ہیں'' اتیادی انیک ارتھ کتنھا منتر گرنتھوں میں لکھی ہیں۔ وہ سب وید آدی شاستر یکتی پرمانوں سے ورودھ ہونے کے کارن شریشٹ پُرشوں سے گرہن کرنے یوگ نہیں۔ کیونکہ وہ آدی سبھوں سے نکلتی کبھی نہیں

(۱۲) یجروید ادھیائے ۱۳ منتر ۴۸ کا بھاوارتھ۔ منشوں کو اُچت ہے۔ کہ ایک کھُروالے گھوڑے سے آدی پشوؤں اور اوپکارک بن کے پشوؤں کو کبھی نہ ماریں۔ جن کے مارنے سے جگت کی ہانی اور نہ مارنے سے سب کا اوپکار ہوتا ہے۔ اُن کا سدیو پالن پوشن کرے اور جو ہانی کارک پشو ہوں اُن کو مارے۔

(۱۳) یجروید ادھیائے ۱۳ منتر ۴۷ کا بھاوارتھ۔ کوئی بھی منش سب کے اوپکار کرنے ہارے پشوؤں کو کبھی نہ ماریں۔ کنتو اِن کی اچھے پرکار رکھشا کر۔ اور اِن سے اوپکار لیکر سب منشوں کو آنند دیویں۔ جن جنگلی پشوؤں سے گاؤں کے پشو کھیتی اور منشوں کی ہانی ہو۔ اُن کو راج پُرش ماریں اور بندھن کریں۔

(۱۴) ایسا ہی اتھروید کانڈ ۵ ورگ ۲۱ منتر ۲-۱ اور کانڈ ۲ ورگ ۳۵ منتر ۵ و کانڈ ۱۲ ورگ ۴ منتر ۱۵ میں صاف طور پر گاؤ س۔ بکرا۔ کونچ۔ بھیڑ۔ گھوڑے۔ گائے۔ بکری وغیرہ بے آزار جانوروں کے مارنے کی سخت ممانعت کی گئی ہے۔ اور کانڈ ۸ ورگ ۲۶ منتر ۷ و ۸ اور کانڈ ۵ ورگ ۲۹ منتر ۱۰ و ۱۲ میں ماس کھانے والوں کو راکھشس۔ پشاچ۔ یاتو دھان یعنے دُشٹ بیان کیا گیا ہے۔

اِسی طرح کناد مُنی ویشیشک شاستر میں لکھتے ہیں۔

तद् दुष्टभोजने न विद्यते ॥ वै० अ० ६ अ० हि० १ सू० ६

ترجمہ۔ وہ آتمک گیان دُشٹ بھوجن میں نہیں ہے۔

दुष्टहिंसायाम। वै० अ० ६ अ० हि० १ सू० ९

ترجمہ۔ دُشٹ بھوجن وہ ہے جس میں ہنسا ہو۔

तस्य समभिव्याहारतो दोषः। वै० अ० ६ अ० हि० १ सू० ८

ترجمہ کیونکہ اُس کے کھانے اور کھانے والے کے سنگ سے دوش لگتا ہے۔

तद् दुष्टे न विद्यते। वै० अ० ६ अ० १ सू० ६

ترجمہ۔ لیکن ہنسا سے رہت بھوجن میں وہ دوش نہیں ہے۔

पुनर्विशिष्टे प्रवृत्तिः वै० अ० ६ अ० ह्नि० १ सू० १०

ترجمہ۔ اور ہنسا رہت بھوجن سے ہی عمدہ کاموں میں پرورتی ہوتی ہے۔

اِس کے بھاشیہ میں گوتم مہا مُنی جی نے لکھا ہے۔ صفحہ ۳۵۔

तत्र सामान्यानि धर्मसाधनानि अहिंसा भूतहितत्वं सत्यवचनमस्तेयं ॥

اِسی کے مطابق منو بھی لکھتا ہے ۱۰/۶۳۔ اہنسا۔ ست۔ استیئے۔ شوچ۔ اندری نگرہ۔ یہ سادھارن دھرم چاروں ورنوں کے واسطے ہے۔

مہا مُنی پتنجلی جی کی رائے۔ از یوگ شاستر۔

अहिंसासत्यास्तेयब्रह्मचर्यापरिग्रहा यमाः यो० पा० २ सू०

ترجمہ۔ اہنسا۔ ست۔ استیئے۔ برہمچریہ۔ اپری گرہ۔ یہ پانچ یم ہیں۔

तत्राहिंसा सर्वथा सर्वदा सर्वभूतानामनभिद्रोहः। उत्तरे च यमनियमास्तन्मूलास्तत्सिद्धिपरतया तत्प्रतिपादनाय प्रतिपाद्यन्ते०।

اِس پر ویاس جی نے تفسیر کی ہے۔ سب پرکار سے سب کال سے سرب پرانیوں سے دروہ تیاگ کو اہنسا کہتے ہیں۔ یہ اہنسا ستیہ آدی باقی یم نیموں کا مول ہے۔ اِس کے سدھ ہونے سے سب سدھ ہوتے ہیں۔ اور وے سب اِسی کو شُدھ کرنے کیلئے اُپدیش کئے گئے ہیں۔

اِس بیاس بھاشیہ کے اوپر بھوج دیو راج رشی اپنی برتی میں کہتے ہیں۔

तत्र प्राणवियोगप्रयोजनव्यापारो हिंसा च सर्वा

नर्थहेतुस्तदभावोऽहिंसा०

ترجمہ۔ کسی پرانی کے پران کا بیوگ کرنا۔ اِس کا نام ہنسا ہے۔ وہ سب انرتھوں کا کارن ہے۔ اُس کے نہ کرنے کو اہنسا کہتے ہیں۔ ہنسا سب پرکار تیاگنے یوگ ہے۔ سنادھی پراپت کرنے میں پہلا سادھن یم ہے۔ اور یم میں پہلا اُپدیش اہنسا ہے۔ (دیکھئے اِس سے صاف طور پر ظاہر ہے۔ کہ گوشت خوری ایشور پراپتی کی جڑھ کاٹتی ہے) +

जातिदेशकालसमयानवच्छिन्नाः सार्वभौमा महाव्रतम् यो० पा० २ सू० ३१

ترجمہ۔ جاتی۔ دیش۔ کال۔ اور سمیہ کے لحاظ سے ہنسا چار پرکار کی ہوتی ہے۔ پس سب منشوں کو سب دیشوں میں ہر وقت اور ہر حالت میں اہنسا دھرم کو پالن کرنا چاہئے۔

वितर्का हिंसादयः कृतकारितानुमोदिता लोभक्रोधमोहपूर्वका मृदुमध्याधिमात्रा दुःखाज्ञानानन्तफला इति प्रतिपक्षभावनम्॥ योग अ० २ सू० ३४

ترجمہ۔ ماس کھانے کے لئے ہنسا کرنا کرانا وا انومتی دینا ہوتا ہے۔ لوبھ۔ موہ آدی کرودھ سے ہنسا کے بہت بھید ہیں۔ وے سب ہی دُکھ اگیان آدی اننت پاپ کے۔ ایشور کی وستھا سے دینے والے ہیں۔ یعنی اِن سب پرکار کی ہنسا دان کے کرنے سے کرنے والے کو اننت دُکھ اور اگیان روپی پھل پراپت ہوتے ہیں۔

अहिंसाप्रतिष्ठायां तत्सन्निधौ वैरत्यागः यो० पा० २ सू० ३५

ترجمہ۔ جب اہنسا (کسی پرانی ماتر کو کسی پرکار کا دُکھ نہ دینا) یہ دھرم نشچے ہو جاتا ہے تب اُس پُرش کے من سے ویر بھاؤ چھوٹ جاتا ہے۔

مخالفوں کے پیش کردہ منتروں کا ترجمہ جن سے وہ بخیال خود ماس بھکشن سدھ کرنا چاہتے ہیں

अपूपवान्मांसवांश्चरुरेह सीदतु। लोककृतः पथिकृतो यजामहे ये देवानां हुतभागा इह स्थ॥ अथर्व का० १८ वर्ग ४ मं० २०

صفحہ ۳۴۸

यन्ते मन्थं यमोदनं यन्मांसं निपृणामि ते। ते ते सन्तु स्वधावन्तो मधुमन्तो घृतश्चुतः॥ अथर्व का० १८ वर्ग ४ मं० ४२

منتر ۲۰ کے مشکل شبدوں کے ارتھ (اوپ وان) تل آدی (ماس) مردار شریر (دیکھو ناری گوشش پاد ۳ سوتر ۴۴) (چرو) ہون کی سامگری (سیدوتو) یہ بنا ہے اوپ پک سد دھاتو سے جس کے معنے نشٹ کرنے کے ہیں۔ (دیکھو دھاتو پاٹھ صفحہ ۱۲ سطر ۲۴) یہ دونوں منتر ۲۰ و ۴۲۔ ایک ہی کنڈکا کے اور یہ تمام سولھویں سنسکار یعنے مرتک شریر کے جلانے کی بابت ہیں۔ اِس کنڈکا میں ۸۹ منتر ہیں۔

ہم ناظرین کو اِس تمام کنڈکا کے دیکھنے کی سفارش کرتے ہیں۔ اور چند منتروں کے ٹکڑے اپنے ارتھ کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ اِس ورگ کا پہلا منتر جیو کی طرف مخاطب ہو کر پڑھا جاتا ہے۔ جس جیو نے شریر چھوڑ دیا ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ پرمیشور جگت سرشٹی کے پیدا کرنے والے بھنڈار میں پرواز کر پتروں کے مارگ سے۔ دوسرے منتر میں دیویان اور سورگ لوک لفظ موجود ہیں۔ جس کا ارتھ یہ ہے۔ کہ تو اُن دو راستوں سے جا جن سے بھجن کرنے والے سورگ لوک کو جاتے ہیں۔ دو مارگ یعنے پتری یان اور

دویان برسد ھ ہیں (مفصل دیکھو ویدبھاشیہ بھوم کا صفحہ ۲۰۵) تیسرے منتر میں بھی سورگ یا ترا۔ آدیتا وغیرہ شبد موجود ہیں۔ دسویں منتر میں بھی ذکر ہے۔ کرے اگنی آپ ابر جیو کو سورگ لوک میں سینکڑوں سوکھشم شکتیوں سے رشمی والی کلی دوارا لیجاؤ۔ جہاں مُکت جیو آنند ہوگئے ہیں۔ ۱۱ قدیم رشی اور آجکل کے علّے فلاسفر سورج کی کرنوں دوارا جیو کی گتی مانتے ہیں (دیکھو ٹرجمہ گوشتے ڈی آف ٹرو کا پٹھ سیکل کرو)

منتر نمبر ۲ کا ترجمہ۔ تل اور ہون کی سامگری کے ساتھ مرتک شریر کو جلادو۔ ا اس میں مانس کھانے یا جیو کو مارنے کا ہرگز ذکر نہیں۔

منتر نمبر ۴۲ کا ترجمہ۔ جو گھی۔ چاول۔ مردہ شریر کا مانس تجھ میں ڈالتا ہوں۔ ا وے سب پرشست ان اد ھو ر یا اور حل کے جھرنے والے ہوں۔

چونکہ یہ ساری کنڈ کا مرتک سنسکار کے بارے میں ہے۔ اس واسطے اس سے مانس بھکشن سِدھ کرنا بڑی بھاری بھول ہے۔ یہہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کہ بھولے سے کسی نے پوچھا کہ چاند اور سورج کیا ہیں۔ جواب دیا کہ دو روٹیاں ایسے ہی جہاں لفظ مانس دیکھا نہ مضمون سے مطلب اور نہ منشا سے غرض گوشت خوری کا خیال آگیا۔

صفحہ ۳۶۰۔ एतद्वा उ स्वादीयो मदधिगवं क्षार वामांसं वा तदेव नाश्नीयात। अथर्व कां० ९ व० ६ कं० ३ मं० ३९॥

(مشکل الفاظ کے معنے) (سوادیہ) لذیذ۔ سواد لذت کو کہتے ہیں۔ (ادھی گوم) ادھی کے معنے اوپر کے ہیں۔ (دیکھو ویدانگ پرکاش ادیہ آرتھ صفحہ ۳) مثلاً ادہی راج راجاؤں کے اوپر وغیرہ۔ گوم بنا ہے گو+اج برتیہ سے گو کے معنے وشٹا یا گوبر کرنے کے ہیں۔ (دیکھو دھاتو پاٹھ صفحہ ۲ سطر ۱۸) (کھیشر) دودھ۔ مانس کے معنے گوشت (نہ اشنی یات) نہیں کھانا چاہئے۔ اشن دھاتو کھانے کے ارتھ میں ہے جیسے پھل اشی سبھا و ران پراشن سنسکار وغیرہ (لفظی ترجمہ) وہ دودھ جس میں گوبر یا موت اوپر سے ملگیا ہو۔ وہ اگر لذیذ بھی ہو۔ اور مانس ان کو کبھی نہیں کھانا چاہئے۔ بعضے ویدک محاورہ سے ناواقف یا کسی کے بہکائے ہوئے اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اس منتر میں اتتھی پور دم بینے اتتھی سے پہلے محذوف ہے کیونکہ یہہ الفاظ اوپر کے منتر میں آتے ہیں۔ مگر یہ اعتراض کئی وجوہ سے باطل ہے

وجہ اول۔ وید اشٹادھیائی کے سوتر نہیں ہیں۔ کہ وہ خود اپنا ارتھ نہیں دے سکتے جب تک کہ پہلے سوتروں کے الفاظ نہ جوڑ دئے جاویں اور نہ وید کے کسی منتر میں محذوف الفاظ بعضے

وجہ دوم وید میں انوورتی آنیکا سلسلہ نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں خبر اور مبتدا موجود رہتے ہیں

وجہ سوم۔ اس کنڈکا کا ہر ایک منتر بذات خود مکمل ہے مبتدا اور خبر اس میں موجود ہے۔

وجہ چہارم۔ وید میں پرسپر وروددھ نہیں ہے۔ حالانکہ اس سے پرسپر وروددھ آتا ہے۔ (دیکھو رگوید منڈل اشٹک ۱۶۲ منتر ۱۲ کا سوامی جی کا بھاشیہ) ٭۔

اب ہم بتلاتے ہیں کہ اس کنڈکا میں کیسا اتم ریت سے اوپدیش کا سلسلہ ہے۔ اس کنڈکا میں ۳۱ سے ۳۹ تک ۹ منتر ہیں۔ ۳۱ سے ۳۶ تک کے منتروں کے رکھنوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اتتھی یعنے مہمان سے پیشتر بہو جن نہیں کھانا چاہئے۔ ۳۷ میں مہمان کے صفات بتلاتے ہیں۔ کہ وہ شرد تری وید کے جاننے والا ہونا چاہئے۔ منتر ۱ سے ۳۶ تک لفظ پوروی اتتھی آتا ہے۔ اور ان سب میں موجود ہے۔ وید کے پڑھنے والے جانتے ہیں۔ کہ وید منتروں میں جب اخیر میں دوسرے منتروں میں ٹکڑے آنے لگتے ہیں تو ایک صفر لگا کے اس منتر کو لکھ دیتے ہیں۔ پہلا منتر پورا لکھتے ہیں۔ اور جب مضمون ختم ہوتا ہے۔

تو آخری منتر بھی پورا لکھتے ہیں۔ وہی بات یہاں پر موجود ہے۔ ناظرین اتھرو وید نکالکر ملاحظہ فرمالیں۔ منتر ۳۷ میں اتتھی کی تعریف ہے۔ وہاں وہ لفظ نہیں۔ اور ۳۸ میں مہمان کے لئے اُٹھنا اور بڑھنے والی آگیا ہے۔ اور ۳۹ میں دونوں کے لئے ہدایت ہے۔ اس لئے اس میں نہ اتتھی کا لفظ ہے۔ اور نہ مہمان کا۔ اور نہ وقت کی قید ہے۔ اس واسطے یہ سادھارن اور دامی ہدایت ہے۔ جو اصحاب اس ۳۹ منتر کا اور طرح ارتھ کریں۔ وہ اپنا ثبوت پیش کریں۔ یا کسی پرانے رشی کا بیان دیں۔ جس سے ہم فوراً سمجھ لیں۔ کہ یہاں انکے من گھڑت الفاظ محذوف ہیں۔

منتر (۴۲) सर्पिष्व विद्वान मांस मुपसिच्योपहरति। यावद्दाताहशाहेने स्तृ सृषमृद्धेनावरुन्धेतावदेवेनावरुन्धे॥ अथर्व कां० ९ व० ६ कंडका ४ मं० ४३ صفحہ ۳۰۶

ترجمہ۔ وہ ودوان جو اور کسی عمدہ چیز کو دھوکر بھوجن دیتا ہے۔ دو دوش آتی تیگیہ سے جتنا پھل ہوتا ہے۔ اتنا اُس کو پھل ہوتا ہے۔ جو ایسا کرتا ہے۔ واضح ہو کہ اس کے اوپر تین منتر اور ہیں۔ ایک میں گھی یا مکھن دینے کا ذکر ہے اور دوسرے میں دودھ دینے کا ذکر ہے۔ اور تیسرے میں شہد دینے کا۔ اور پانچویں میں پانی دینے کا ارشاد ہے۔ بعد ازاں یہہ ورگ سماپت ہوگیا۔ بے ترتیبی ویدک مضامین میں نہیں ہے۔ بنا برآں بوجوہات ذیل ثابت ہے کہ یہاں عموماً مانس لفظ کے معنے کسی مرغوب الطبع چیز کے ہیں۔ نہ کہ مانس یعنے گوشت کے۔

وجہ اول۔ نروکت میں جو ویدوں کا نہایت مستند کوش ہے۔ مانس شبد کے یہ معنے لکھے ہیں

मांसं माननं वा मानसं वा — मनोऽस्मिन्सीदतीति वा॥ निरुक्त पू० प० अ० ४ पा० १२ ख०

ترجمہ۔ مانس (مان) دھاتو سے بنتا ہے۔ اُس کا ارتھ مان ہے یا من کی سمبندھی یا جس میں من لگتا ہے۔ یہہ سب معنے مانس شبد کے ہوتے ہیں۔

وجہ دوم۔ اس ورگ میں گھی۔ دودھ۔ شہد۔ پانی سب بہنے والی چیزیں ہیں۔ بنا بریں یہہ بھی کوئی مرغوب چیز ہے۔ یعنے بہنے والی شریر کا مردار ٹکڑہ نہیں۔

وجہ سوم۔ اس میں پکانے۔ کاٹنے۔ یا خون سے جُدا کرنے کا ذکر نہیں۔ بنا برآں یہ گوشت نہیں کوئی اور چیز ہے۔

وجہ چہارم۔ اس میں یہ نہیں بتلایا کہ کس جانور کا گوشت۔ اگر یہہ گوشت ہوتا تو ضرور آپ آپکا مطلب سِدھ تھا۔ مگر وہ تو بالکل نہیں۔ آپ نہیں سِدھ کرسکتے ہیں۔ کہ کتے کا مانس آدمی کا مانس۔ یا اُلّو کا مانس۔ صرف مجمل لفظ کے وہی یوگک معنے ہیں جو نروکت کار یاسک منی نے کئے ہیں۔ نہ کہ کچھ اور حالانکہ اس کے اوپر پہلے ورگ میں ہی لکھا ہے کہ مانس ہرگز نہ کھاوے۔

وجہ پنجم۔ یہہ کوئی چیز دھوکر یا صاف کرکے پروسنے کی ہے۔ نہ کہ پکانے کے لائق چیز یا ایسی گھنونی چیز۔ جیسے کہ گوشت۔ مطلب اس کنڈکا کا یہہ ہے۔ کہ گھی۔ دودھ۔ شہد۔ اور دیگر کوئی عمدہ چیز جیسے عرق۔ سوم شربت۔ انبہ رس۔ جو حاضر الوقت ہوں دیویں۔ بعد ازاں پانی دیوے۔ پس کسی طرح اس ورگ میں مانس کھانے کا ذکر نہیں۔

ناظرین کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ سارے پانچوں منتر اگر سادھارن اتتھی یا مہمان کی بابت ہیں۔ تب تو ہم نے بتلادیا۔ کہ نروکت کے مطابق وہاں مانس شبد کے معنے کسی مرغوب الطبع اشیاء کے ہیں۔ اور اگر ہون کا وشے ہے۔ جیسا کہ بعض ودوان پنڈتوں کا خیال ہے۔ تو مانس لفظ کے معنے جٹا مانسی یعنی بال چھڑ کے ہیں۔ جو ہون کی سامگری میں سے ایک چیز ہے۔ (دیکھو ریچرڈسن صاحب کی سنسکرت و انگلش ڈکشنری) اور ایسا ہی شبد مہاندہی میں بھی لکھا ہے۔ (دیکھو دلیف م) اس کے سوا ہوں میں مانس نہ پڑنے کا ایک

اور بھی مضبوط ثبوت ہے۔ سوتر میں لکھا ہے -
होमेय च मा सर्वत्र ॥
आश्वलायन गृह्य सूत्र अ० १ खंड ९ सू० ९

ترجمہ: یعنی ہون کی سامگری کے پدارتھوں میں مانس ہرگز نہیں ہے۔ اور منو ۱۱/۹۵ میں بھی لکھا ہے۔ کہ شراب اور مانس پشاچوں اور راکھشسوں کی خوراک ہے۔ دویجوں کو نہ کھانا چاہئے۔ کیونکہ وہ دیوتوں اور منیوں کے ان پھل۔ پھول۔ کند۔ مول۔ کے کھانے والا ہے۔ جو ہون کے لائق ہیں۔

اور اتھرو وید کانڈ ۱۲۔ انوواک ۵ منتر ۱ میں پرمیشور نے کھان پان کی بابت صاف طور پر ارشاد فرمایا ہے۔

पयश्च रसश्चान्नं चान्नाद्यं च ऋतं च सत्यं चेष्टं च पूर्तं च प्रजा च पशवश्च ॥ अ० १२–५–१०

ترجمہ: جو دودھ اور چاول آدی۔ اور جو رس ارتھات شکر اور سنا بھی اور گھی آدی ہیں ان کو ملک شاستروں کی ریتی سے یتھاودت شودھ کر کے ہون جن آدی کرتے ہیں۔ ویدک شاستر کی ریتی سے چاول آدی غلہ (ان) کا یتھاودت سنسکار کر کے ہون کیا جائے (دیکھو صفحہ ۱۰۵ و ۱۰۶ وید بھاشیہ بھومکا)۔

پس سب وید کے ماننے والوں کو یوگ ہے کہ یتھارتھ ست شاستر کی ریتی انوسار مانس آدی دُشٹ چیزوں کا تیاگ کر کے ہمیشہ اس خوراک کا استعمال کریں۔ جو خون آلودہ نہ ہو جس کے واسطے ہمیں بے آزار جانوروں کے گلے پر چھری نہ چلانی پڑے یہی ایشور کی آگیا ہے ✤

مانس کھانا پاپ ہے

دوسرا حصہ

رامچندر کا سچا درشن یعنی بالمیکی رامائن کا سار

رامائن کے مطالعہ سے کسی قسم کا شک باقی نہیں رہتا۔ کہ رامچندر جی مہاراج کس قوم سے تھے۔ اور وہ کس خاندان سے کہلائے جاتے تھے۔ تمام وید شاستر کے ماننے والے متفق اللسان ہیں کہ وہ سورج بنسی خاندان کے مشہور راج رشی تھے۔ اُن کا جیون تمام ہی ہمیں اُپدیش دے رہا ہے۔ کہ وہ آریہ قوم کے سرتاج اور ویدک دھرم کے ماننے والے ست کے پیرو صداقت کے دلدادہ تھے۔ اُن کا دھرم ہمیں رامائن کے اس ایک ہی شلوک سے مفصل معلوم ہو جاتا ہے۔

रक्षिता स्वस्य धर्मस्य स्वजनस्य च रक्षिता । वेद वेदांग तत्त्वज्ञो धनुर्वेदे च निष्ठितः ॥ वा० बा० सर्ग १ श्लो० १४

ترجمہ: اپنے دھرم کی رکھشا کرنے اور رعیت کے پالنے والے وید اور ویدانگ کے ست کو جاننے والے خصوصاً وید کے پورے ماہر تھے۔

وہ ایشور کے بھگت وید کے پابند اپنی استری کے پیارے رعیت کے دکھ دور کرنے والے بھائیوں کو جان سے عزیز۔ ماں باپ کے فرمانبردار۔ آدرش پتی تھے۔ اقرار کے پکے۔ قول کے سچے۔ وعدہ کے وفا کرنے والے۔ استریوں۔ راکھشسوں۔ مانس آہاریوں کے دشمن اور رشیوں کے صدق دل سے خدمت گزار تھے چنانچہ (۱) ان الودھیا کانڈ سرگ ۱ شلوک ۳۰ میں اور کئی دیگر ستھانوں میں اس بات کو مصنف بالمیکی نے اچھی طرح ظاہر کیا ہے۔ علاوہ بریں بال کانڈ سرگ ۱ شلوک ۱۲ و ۱۳ و ۱۵ و ۱۶ میں لکھا ہے۔

धर्मज्ञः सत्यसन्धश्च प्रजानां च हिते रतः । यशस्वी ज्ञानसम्पन्नः शुचिर्वश्यः समाधिमान् ॥ प्रजापतिसमः श्रीमान्धाता रिपुनिषूदनः । रक्षिता जीवलोकस्य धर्मस्य परिरक्षिता ॥ सर्वशास्त्रार्थतत्त्वज्ञः स्मृतिमान्प्रतिभानवान् । सर्वलोकप्रियः साधुरदीनात्मा विचक्षणः ॥ सर्वदाभिगतः साधुः समुद्र इव सिन्धुभिः । आर्यः सर्वसमश्चैव सदैव प्रियदर्शनः ॥

ترجمہ: دھرم گیہ۔ ست پرتگیہ۔ پرجاؤں کے ہت میں لگے ہوئے۔ اقبال والے۔ گیان سے یکت۔ پوتر اور بھگتی میں تت پر ہیں۔ شرنا گت رکھشک ہیں۔ پرجاپتی کی طرح پرجا پالنے والے اور جلال والے۔ سب اچھی باتوں کے دھارن کرنے والے دشمنوں کے وناش کرنے والے۔ سب جیووں کی رکھشا کرنے ہارے۔ دھرم کے نہایت محافظ۔ سب شاسترارتھوں کے نسچے جاننے والے۔ حافظے کے نہایت مضبوط۔ مہا تیجسوی سب لوگوں کے پریہ۔ پرم سادھو۔ پرسن چت۔ مہان پنڈت۔ ملاذ العلماء۔ والفضلاء۔ والغربا۔ یعنے سجنوں کے جائے پناہ۔ ودوانوں کے قدردان۔ جیسے سمندر میں سب ندیوں کی پہنچ ہوتی ہے۔ ویسے ہی سجنوں کی وہاں۔ پرم سریشٹ ہمیشہ خندہ پیشانی۔ دکھ سکھ کو سہن کرنے والے۔ پریہ درشن سب گن یکت اور آریہ پرش تھے۔ یہی رامائن میں ایک جگہ لکھا ہے۔ کوشلیا کے آنند بڑھانے والے۔ سمندر کے سمان گمبھیر سوبھاؤ۔ ہمیہ دان (ہمالہ) کے سمان دھیریہ دان۔ (مستقل مزاج) پراکرم (ہمت) میں بگ کے سمان۔ چندرمان کی طرح پریہ درشن۔ کرودھ میں کال اگنی کے سمان۔ رکھشا کرنے میں پرتھوی کے سمان۔ دان دینے میں کویر کے سمان۔ ست بولنے میں گویا دوسرے دھرم رامچندر جی ایسے گنی اور پراکرمی تھے۔ پھر الودھیا کانڈ سرگ ۳۲۔ شلوک ۱۲ میں لکھا ہے۔

आनृशंस्यमनुक्रोशः श्रुतं शीलं दमः शमः । राघवं शोभयन्त्येते षड्गुणाः पुरुषर्षभम् ॥

ترجمہ: اہنسا۔ دیا۔ وید آدک سکل شاستروں میں ابھیاس۔ سب سُوبھاؤ۔ اندریوں کو دُشٹ سے قابو میں رکھنا۔ شانت چت رہنا۔ یہ چھ گن راگھو (رامچندر) کو زیب دیتے ہیں۔

رامچندر جی کی لائف ہم کو رامائن سے معلوم ہوتی ہے۔ اُس سے صاف ظاہر ہے کہ اُن کی زندگی گربھادھان سنسکار سے آخر تک ساری کی ساری ایک سریشٹ آریہ دھرم جیون ہے۔ چاروں ویدوں کے فاضل اُس گربھادھان سنسکار کے گئے میں بھی موجود ہے ✤

المختصر رامچندر جی چندرماں کی طرح روز بروز ودیا کی اُتم کلاؤں سے سمپورن ہوتے گئے۔ جب وہ عالم شباب کو پہنچے۔ ابھی برہمچریہ آشرم پورا نہیں کیا تھا۔ برہم شاستر اور شستر ودیا میں مصروف تھے۔ کہ اتفاقاً ایک دن وشوامتر رشی مہاراجہ دشرتھ کے حضور تشریف لائے۔ اور آن کر اپنی سرگذشت سنائی اور کہا کہ جب ہم یگیہ کیا کرتے ہیں۔ تو ہمیں دو کام چاری پرا کھشش دگھن (خلل) ڈالا کرتے ہیں۔ جب ہم بہت دنوں تک یگیہ کرتے رہتے ہیں۔ اور یگیہ سماپت ہونے پر پہنچتا ہے۔ تو وہ شیطنت پر آمادہ ہو کر۔ بڑے چتر۔ ماریچ اور سوباہو نامی دو راکھشس

آگر یعنی برہمنوں اور رودھیر (گوشت اور خون) کی ورشا کرنے لگتے ہیں جس سے ہمارے یگیہ کی رکھیا
ان کے ایسا کرنے سے بھرشٹ ہو جاتی ہے چنانچہ وہاں یہ شلوک موجود ہے بال کانڈ سرگ ۱۹ شلوک ۵

मारीच श्च सुवाहु श्च वीर्यवंतौ सुशिक्षितौ। तौ मांस रुधिरौघेण वेदिं तामभ्यवर्षताम ॥

معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک بام مارگ کا نام و نشان بھی دنیا میں موجود نہ تھا۔ اندریں یہ گوشت
مد اور مانس ہون کی سامگری میں شمار ہوتے تھے سوائے جنگلی وحشی دسیوں کے کوئی آریہ پُرش اس کا
استعمال کرتا تھا۔ بلکہ یہ تو رشیوں کے ہون یگیہ اور اُن کے مقدس کنڈ مد مانس کے ڈالنے سے
بھرشٹ ہو جاتے تھے۔ نہ کہ پوتر اور پاک +

مہاراج دشرتھ نے جب یہ حال سُنا تب فرمایا کہ منی جی مہاراج میں بوڑھا ہوں۔ راکششوں
کے مقابلہ کی تاب نہیں۔ شتر روگ گرست ہے۔ رامچندر نا تجربہ کار اور ودیارتھی
ہے بلکہ نو عمر ہیں۔ کبھی کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ تب وشوامتر نے
کہا کہ مہاراج ایسا نہیں ہے۔ رگھوبنس بیروں کا بنس ہے۔ اس کے چھوٹے
بچے بھی بہادر ہوتے ہیں۔ اور رامچندر تو اب پورن جوان ہیں۔ آپ کو بوجہ
محبت کے سبب نا تجربہ کار معلوم ہوتے ہیں۔ ورنہ ایسا نہیں۔ آخرکار دشرتھ
جی نے کہہ سُنکر مہاراج دشرتھ کے دو عزیز لخت جگر رام چندر و لچھمن رشی کے
ساتھ کر دیئے۔ وہاں سے کئی منزلوں دور وشوامتر جی کا آشرم تھا۔ اس تمام
سفر میں رام و لچھمن رشی کے برابر دونوں کال سندھیا اور اگنی ہوتر کرتے
رہے۔ اور پرمیشور کے بھجن میں تتپر رہے۔ اور کئی بیرکار کی ودیا بھی رشی سے
حاصل کی۔ منزل مقصود پر پہنچکر کچھ مدت وہاں قیام فرمایا اور رشی کا یگیہ سمپورن کیا
وشد اور ماسو اباری راکششوں کو مار کر اُن کا کام تمام کیا۔ اور بھی کچھ ودیا مہاتما
وشوامتر سے حاصل کی۔ انہیں ایام میں سیتا کے سوئمبر کا اشتہار بھی وہاں پہنچ گیا
اور رشی کے ہمراہ دونوں شہزادے وہاں تیار ہو گئے۔ چنانچہ وہاں بھی خوبی قسمت سے
تمام مہاراجگان کے جلسہ عظیم میں رامچندر جی نے ہی دھنش توڑا یعنی شرط سوئمبر کو
پورا کیا۔ اور سیتا نے بھی انہیں کے گلے جے مال ڈالی۔ مہاراجہ دشرتھ ایودھیا سے
برات شاہانہ لیکر رونق افروز ہوئے۔ اور ایک ہی دن چاروں بھائیوں کا چار کنیاؤں
سے ویواہ ہو گیا +

ایودھیا میں برات کے واپس آنے کے بعد کئی برس تک راحت سے جی ایودھیا میں رہے
جب پورن ۲۵ برس کی اوستھا میں انہیں ولی عہد کا ٹیکا ملنے لگا۔ تو اُن کی سوتیلی
ماں کیکئی دختر شاہ ایران ناراض ہوئی۔ اور اس نے مہاراج سے اپنے گذشتہ اقرار
کے پورا کرنے کی خواہش کی۔ مہاراج دشرتھ چونکہ وعدہ کے سچے تھے۔ پورا کرنے
پر تیار ہوئے۔ اُس نے سری رامچندر جی کے لئے چودہ برس کے بن باس کی بابت
مانگی۔ اور بھرت جی کے لئے یوراج بنانے کی صلاح دی۔ آخرکار مہاراج نے طوعاً
و کرہاً اجازت دیدی۔ رامچندر جی بسر و چشم قبول فرما کر بن جانے کو راضی ہوئے سیتا جی
نے ساتھ چلنے پر اصرار کیا۔ لچھمن جی ہمقدم چلنے پر کمربستہ ہوئے۔ آخرکار تینوں
خوشی خوشی شاہی لباس اُتار کر رشیوں کی طرح سادہ لباس پہنکر مہاراج کو نمسکار
کرنے کے واسطے حاضر ہوئے۔ اُس وقت کیکئی ناسکہ ماتا نے یہ ارشاد کیا۔ کہ تم ابھی
اس کی ٹھیک (अमिषक) کو چھوڑ چودہ برس تک ڈنڈکارنیہ میں پیارا کیا
کرو۔ وہاں جانا پڑیگا جو تپسوؤں کو پہننے چاہئے۔ وہاں کئے رہنا۔ (ایودھیا کانڈ سرگ
شلوک ۔۔) پھر رامچندر جی تب جب دولت وغیرہ سامنے جانے کو کہا۔ رامچندر
نے اتر دیا۔ کہ اے راجہ جب ہم سب لوگ اس طرح تپسوی ہوئے۔ بن سے

کند مول آدمی بھوجن کرتے جیو یںگے۔ تو ہمارے سنگ دھن دولت سسا آدمی کا کون
کام ہے۔ اب ہم کو فوج سنگ چلنے سے کیا ہے۔ ہمارے لئے آپ ایسی چیزوں کے بیننے
کے یوگیہ جو ہلکا آدمی چاہئے۔ سو مانگتے ہیں جس میں چودہ برس تک ہمیں بن میں
بسنا ہے۔ بیچ میں ٹوٹ پھوٹ نہ جائے۔ کند مول کھودنے کے لئے ایک کنتھا
(کندال) و ایک پٹاری چاہئے۔ سو کہئے کہ کیکئی کی داسیاں منگوا دویں۔ ہم بن کو
چلے جاویں" (ایودھیا کانڈ سرگ ۳۷۔ شلوک ۲ و ۴ و ۵) چنانچہ کیکئی نے یہ
سب چیزیں خود جلدی جا کر تیار کر دیں۔ یہی کند مول پھل پھول کھانے کا اقرار کر منیوں
کی طرح رہنے پر درڑھ ہو رامچندر جی گھر سے نکلے +

اسی طرح رامچندر جی جب ماتا کوشلیا سے ملنے گئے۔ تو وہاں بھی یہ اقرار کیا۔
ایودھیا کانڈ سرگ ۲ شلوک ۲۹ ۔

चतुर्दशहि वर्षाणि वत्स्यामि निर्जने वने। कंदमूल फलैर्जीवन हित्वा मुनिवदामिषम ॥

کہ اے ماتا میں چودہ سال تک بیابان جنگل میں منیوں کی طرح کند مول اور پھلوں سے
اپنا جیون گذارتا رہونگا۔ نہ کہ گوشت سے۔ (کیونکہ وہ راکھشسوں کی خوراک ہے)
اور ایسا ہی آخرکار اکتیسویں شلوک میں بھی لکھا ہے۔ "اس لئے بن کے کند
مول پھل۔ آدمی بھوجن کرتے ہوئے چودہ برس نرجن (الق و دق) جنگل میں
بسینگے۔" اس کے بعد جب کوشلیا نے رامچندر جی کے رخصت کے وقت
الوداع کہی ہے۔ وہ بھی سُننے کے لائق ہے۔ "ہمتی بھیس دھارن کئے جہاں
میں پھرتے ہوئے تم کو اے پُتر اسب دیوتا سکھدائی ہوں۔ راکشش۔ پشاچ۔
دیو آدمی۔ جتنے کرور کرم کرنے والے و مانس بھکشی ہیں۔ بن میں ان میں سے
کسی کا خوف اے پُتر تم کو نہ ہو۔ ان کو چھوڑ اور جو دشٹ جانور مانس
بھوجن کرنے والے بن میں رہتے ہیں۔ اُن سب کے واسطے بھی میں ایشور سے
پرارتھنا کرتی ہوں۔ کہ تم کو تن بلین نہ ماریں" (ایودھیا کانڈ سرگ ۲۵ شلوک ۱۳ و ۱۴)
پھر وہ مقام بھی دیکھنے کے لائق ہے۔ جہاں رامچندر جی بن کا حال سیتا کو سُناتے
اور وہاں کی تکالیف کا ذکر بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں "پھر برکش سے اپنے آپ
گرے ہوئے پھل بھوجن کرنے کو تھوڑے بہت ملتے ہیں۔ رات دن انہیں کے
بھروسہ سنتوش کر بیٹھنا پڑتا ہے" "پھر پھل پرتی دن نہیں ملتے۔ کبھی کبھی اپواس
بھی کرنا پڑتا ہے" "جس دن جتنا ملجائیگا۔ اُتنی ہی سے گذارہ کرنا ہوگا۔ بن واسیوں کو
من مانا بھوجن کبھی نہیں ملتا۔ اس سے بن دکھدائی ہے" (ایودھیا کانڈ سرگ ۲۸ شلوک ۱۲ و ۱۳)
پھر دوج اور رامچندر جی کی ملاقات میں لکھا ہے "پھر دھیرے دھیرے آگے کو
بڑھے دیکھا۔ تو مہاتما بھردواج جی اپنے ششوں کے سنگ بیٹھے ہوئے تپسیا
کرتے اور اگنی میں آہوتی دے رہے تھے۔ اُسی سمے میں رام لکشمن بہت جا کر
پرنام کرنے لگے۔ پر نام کے پیچھے اپنے کو بتلایا کہ ہے منی راج ہم دونوں مہاراجہ دشرتھ
جی کے پُتر ہیں۔ اور رام لکشمن ہمارے نام ہیں۔ یہ جنک کی کنیا ویدیہی ہماری
استری ہیں۔ جب ہم بن کو چلے تو یہ بھی پیچھے بن کو چلی آئیں۔ ہمارے پتا جی
نے بن واس تو ہمیں کو دیا تھا۔ پر یہ ہمارے بھائی لکشمن بھی پرم درڑھ برت
دھارن کو ہمارے سنیہ (محبت) کے ساتھ آئے۔ اب سب آدمیوں کو پتا ہی کی آگیا
سمجھئے۔ جو ہم تپو بن کو آئے ہیں۔ یہاں منیوں کے جہاں کند مول پھل ہی بھوجن کرتے
ہیں۔ مہاراج تمہارا شری رگھوراج کے ایسے بچن سُن۔ منی راج نے گئو پرس پوچھ
چیسان دھونے اور بیٹھنے کے لئے جل دیا۔ بعد ازاں نانا پرکار کے رس اور پھل

سول آدمی۔ تینوں آدمیوں کے بھوجن کے لئے منگائے "(ایودھیا کانڈ سرگ ۵۴ شلوک ۱۱ سے ۱۸) +

پھر بھرت جی نے جو سوگندیں مہارانی کوشلیا کے سامنے اس بات کے ثبوت کے واسطے کھائی ہیں۔ کہ میری تی سے رام جی کو بن باس نہیں ہوا۔ میں بالکل نردوش ہوں۔ وہاں بھی ان بُرے کاموں کو تذلی لکھا ہے "جس کی صلاح سے رام جی کو گئے ہوں اُس کو وہ دوش لگے جو مدیہ مدیہ۔ مانس۔ زہر۔ آدمی نشدہ دستوں کو بیچ بیچ درب اکتر کر اُسی سے گرہ والے وکٹیوں کے پالن پوش کرنے والوں کو ہوتا ہے" (ایودھیا کانڈ سرگ ۷۶ شلوک ۳۸) +

پھر جب بھرت جی رامچندر جی سے ملنے جتر کوٹ پر آئے۔ اُس وقت رامچندر جی نے اُن کو جو نصیحتیں کی ہیں اُن میں اتھرو وید کانڈ ۶ منترا۔ اور ستوادھیائے ۷ شلوک ۵ وغیرہ کے مطابق شکار کھیلنا۔ جوا کھیلنا۔ شراب پینا۔ زناکاری وغیرہ باتوں کی سخت ممانعت کی ہے۔ (ایودھیا کانڈ سرگ ۱۰۰ شلوک ۷۱) +

جب جاوال ناستک بن کر رامچندر جی کو بہکانے لگا تب رامچندر جی نے کہا ہے جاوال جی تم سے پہلے جتنے برہمن ہوئے سبھوں نے وید کے انوسار شبھ کرم کئے اسی سے یا ستنائے تمہارے اب بھی جو برہمن موجود ہیں۔ یہ لوک پرلوک سب چھوڑ کر کلیان کارک یگیہ کرتے۔ اور ستیہ بولتے ہیں۔ تمہاری طرح جھوٹھائی نہیں کرتے" اور دھرم سے یکت سجنوں کے ساتھ تجسوی دان دینے والے سب شبھ گنوں میں دھان جیو ہنسا رہت نرمل چت ایسے وششٹ آدمی منی لوک میں پوجیہ ہیں" (ایودھیا کانڈ سرگ ۱۰۹ شلوک ۳۶) +

جب ڈنڈکارنیہ میں رام جی نے پرویش کیا۔ تو وہاں راماین میں لکھا ہے۔ "دو نانا پرکار کے پھل مول کند آدمی منیوں کے بھوجن کے لئے اکتر ہیں۔ بن کے بڑے بڑے پُن وائیک برکش موجود ہیں۔ جن میں اتی سوادیشٹ پھل لگے ہیں" اور جب رامچندر جی وہاں کے رشیوں سے ملے تو انہوں نے انہیں کیا دیا۔ لکھا ہے "یا رشیو تے پرم آنندت ہو سوستی وا یین آدمی منگل وا ایک عمدہ سوڈر سے ٹپت جنے لگے بعد ازاں مول پھل لیتیپ آدمی دیا۔ پھیر سندر ستھان رہنے کیلئے بنایا" (آرنیہ کانڈ سرگ ۱ شلوک ۱۷) بکھاڈ کا راجہ گو جب عمدہ چیزیں لایا تھا۔ رامچندر جی نے لینے سے انکار کر دیا۔ ان سب کو ہم نے جانا گرہن نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم کشا چیر مرگ چرم دھارن کئے ہوئے ہیں دیکھتے ہو اور پھل مول آدمی ہی بھوجن کرتے ہیں "(ایودھیا کانڈ سرگ ۵۰ شلوک ۴۴) جب سوتیکشن رسی سے ملے۔ تو وہاں لکھا ہے "پھل مولادی بھوجن کر شری رام لکھشمن و جانکی جی سوتیکشن سے پوجا پائے۔ راتری بھر وہیں سوئے۔ بڑے پراتہ کال جاگے۔ اور شنچ سنان کر سندھیا اور اگنی ہوتر کیا۔" (ارنیہ کانڈ سرگ ۷ شلوک ۲۳ اور ۲۴) جس سمیہ رامچندر جی بن باس کو گئے۔ اور دھنش بان کاندھے پر دھارن کر رشیوں کی محافظت کا ارادہ کیا۔ اس کا باعث راماین میں یہ لکھا ہے "رامچندر جی نے جاوال سے کہا۔ کہ جو پُرش وید مرجاد ارہت ہیں۔ وے پاپ آچار یکت ہوتے ہیں۔ اسی سے وید سے باہر چلنے کے کارن سجنوں کی سماج میں اُن کا مان نہیں ہوتا۔ پھر آپ کے بھی وچن وید ورودھ ہی ٹھیرے۔ اس لئے سجن لوگ نرادر کرتے ہیں۔" کلین۔ اکلین۔ بیر وا ڈرپوک۔ پوتر اور اپوتر پُرش اپنے آچرن سے ہی جان پڑتا ہے جو وید کے انوسار کام کرتا وہ کلین جانا جاتا۔ جو وید ورودھ آپ کے (اپنے ناستکتا) وچن کے انوسار۔ چال چلن رکھتا وہ اکلین۔ اسی طرح بیر۔ ڈرپوک۔ پوتر اور اپوتر بھی جانو" (ایودھیا کانڈ سرگ ۱۰۹ شلوک ۳ و ۴) +

ایودھیا کے ورنن میں بالمیک نے سب چیزوں کا ورنن کیا ہے۔ جو اُس وقت موجود تھیں مگر قصاب کی دوکان کا کہیں بھی ذکر نہیں۔ اور نہ بکرے لٹکنے یا اُن کی گردن مارنے کا کہیں بیان ہے۔ فی الحقیقت اُسوقت ایودھیا سُورگ ہو رہی تھی۔ شعر

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

فساد۔ خون۔ قتل۔ بدمعاشی وغیرہ کا نام و نشان نہیں ملتا +

مخالفوں کے اعتراضوں کا جواب

ست دھرم کے مخالف اور مانس اہاری لوگ رامچندر جی کی زندگی پر کلنک لگانے کے واسطے مشہور کرتے ہیں۔ کہ انھوں نے مرگ مارے ہیں اور شکار کیا ہے علاوہ بر آں اُنھوں نے گوشت کھایا ہے۔ بنابراں ہم مخالفین کے تمام اعتراضوں کا کھنڈن کرتے ہیں۔

اعتراض اوّل۔ رامچندر جی نے بن باس کے وقت سومتر سے کہا۔ کہ ہم نہیں جانتے کہ اب پھر کب سریو کے کنارے پُرشپت بن میں شکار کھیلیں گے۔ و اپنی ماتا و پتا سے ملینگے۔ (ایودھیا کانڈ سرگ ۴۹ شلوک ۱۵) +

اُتر۔ شکار کھیلنا بالکل بُرا نہیں ہے۔ اور خصوصاً اُس وقت جبکہ دُشٹ پشوؤں شیر بھیڑیا۔ وغیرہ کا مارنا مقصود ہو۔ اور یہ شاستر انوکول ہے۔ مگر بے آزار جانوروں کا ایذا سخت گناہ ہے۔ جیسا کہ خود رامچندر جی نے بھی بھرت جی کو اس کی ممانعت کی ہے۔ اور ہمہ تن موذی جانوروں کے مارنے کے واسطے بھی مصروف رہنا۔ اور اُس کو ایک ضروری کام فرض کرنا بھی منع ہے۔ جیسا کہ خود رامچندر جی نے بھی اس سے اگلے شلوک میں فرمایا ہے۔ کہ کچھ شکار کھیلنا ہم کو بہت پریہ نہیں۔ پس اس سے کسی طرح مانس کھانا مقصود نہیں۔ کیونکہ وہ صرف دُشٹ جیووں کے ڈنڈ دینے کے واسطے شکار کھیلتے تھے۔ نہ کہ شکم پرستی کے واسطے۔ یا پیٹ کو حیوانوں کا گورستان بنانے کے واسطے (دیکھو اُسی سرگ کا شلوک ۱۶ و ۱۷) +

اور خود راماین میں بھی لکھا ہے۔ وہ وہاں جو دُشٹ مرگ بھکشی تھے۔ اُن کو ڈنڈ دیتے ہوئے شری رام ایک مہورت بھر میں بمقام پریاگ منی بھردواج کے پاس جا پہنچے" (ایودھیا کانڈ سرگ ۵۴ شلوک ۹) +

جنگل میں باس کرنے والے منی لوگ جانوروں کو پالا کرتے تھے۔ جیسا کہ بھکشن راماین کے اسی سرگ میں لکھا ہے "منی راج کے چاروں اور پالتو مرگ وا پکھشی اور منی لوگ بیٹھے تھے۔ سب کے ساتھ رامچندر جی کی پوجا کر بھردواج جی دھرم یکت وچن رامچندر سے بولے" (شلوک ۱۹ و ۲۰) +

اعتراض دوم۔ رامچندر جی مرگ مارنے کے واسطے گئے۔ اور پیچھے راون سیتا کو لے گیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ ہرن مار کر ضرور کھایا کرتے تھے +

اُتر۔ اس مقام پر یا کسی اور مقام پر مرگ کو کھانے کے واسطے مارنے کا مطلق ذکر نہیں۔ بلکہ سونے یعنی (طلاء) کے رنگ کا سنہری ہرن دیکھ کر سیتا کا من للچایا۔ وہ اُس کی شکل پر موہت ہو گئی۔ اور رامچندر کو اُس کے پکڑنے کے واسطے سفارش کی۔ اُس کے ضد کرنے پر اول رام پھر لچھمن دونوں گئے۔ اور جب پکڑا تو معلوم ہوا کہ وہ چھل تھا۔ اصل ہرن نہیں تھا۔ ماریچی نام ایک دیئت یا وحشی آدمی ہرن کا سوانگ دھار کر یا کھال اوڑھ کر پھر نے آیا تھا۔ تاکہ راون پیچھے بھگا لے جائے۔ چنانچہ راماین میں اس مقام پر لکھا ہے۔

इदहिर हो मृग संनिक शं प्रलोभ्य मो हर मनु मया तम् । हतंक थोच्चि महता ह मेरा सरा ह सोभूमृ यं

मा रा गृ व ॥ मन श्चमेदी नमिहा प्र हृ ष्ट च तु श्च
सा व्य क रु ते वि का रम् । असंशये लक्ष्मण नास्ति
सीता हृता मृता वा पथि वर्तते वा ॥ रामा॰ अरण्य
यका सर्ग ५७ श्लो॰ २२ — २३ ॥

ترجمہ - یہ مرگ روپ راکشس ہم کو للچا کے بہت دور چلا گیا تھا - وہاں بڑے سرم (کوشش) سے جو ہم نے اُس کو مارا تو وہ مرنے کے سمے پھر راکش ہو گیا میرا من دُکھی ہے - بائیں آنکھ پھڑکتی اور دِکار والی ہو رہی ہے - مجھے شنشے نہیں ہے اے لچھمن کہ اب سیتا وہاں نہیں ہے - کوئی ہر لے گیا - یا مر گئی یا کہیں بھاگ گئی اور اسی موقعہ پر رامچندر کو فاضل لوگوں نے مطعون کیا ہے - کہ وہ ایسے دانا ہو کر کس طرح طلائی ہرن کی بات پر اعتبار کر بیٹھے - چنانچہ بہت او پدیش کے مصنف وشنو سرما جی کہتے ہیں -

असं भवं हेममृगस्य जन्म तथापि रामो लुभे मृ
गाय । प्राय समापन्न विपत्तिकालेऽपि योपि
सामल्ति नोभवं ति ॥

ترجمہ - طلائی یعنے سونے کے ہرن کا ہونا محال ہے - مگر پھر بھی رامچندر جی لالچ میں آ گئے - اس میں کوئی شک نہیں کہ وپتی کال میں عقلمندوں کی آنکھوں پر بھی پردہ پڑ جاتا ہے -

اعتراض سوم - سیتا نے جمنا سے پار اُترتے وقت ماس اور گھڑی شراب کی ندی میں ڈالنے کے اقرار ندی سے پرارتھنا کی ہے - کہ اگر میرا پتی سکھ پورب گھر آوے تو میں ایسا کرونگی +

تردید - یہہ بات کئی وجوہات سے باطل ہے -

وجہ اوّل - یہہ ہے کہ جمنا یا گنگا دونوں ندیاں جڑھ ہیں - اُن کی پوجا ان پڑاتھوں سے ہرگز نہیں ہو سکتی ہے - اس کو وہ مانے جو نہیں جیتن یا اس بُت پرستی اور دریا پرستی کو جائز جانتا ہو -

وجہ دوم - جب سیتا واپس آئی - تو یہہ اقرار ہرگز پورا نہیں کیا گیا - اس واسطے بھی باطل ہے - کہ کسی ماس اور شراب کے عاشق یا م مارگی نے یہہ شلوک ڈال دئے ہیں - ورنہ ان کا مضمون سے کوئی تعلق نہیں اور نہ یہہ واقعہ ہوا -

وجہ سوم - اس شلوک میں ماس شبد نہیں ہے - اور نہ کسی جانور کے مارنے کا ذکر ہے - بلکہ شلوک میں تو کوہرن سراگٹ شیتن لکھا ہے - (ایودھیا کانڈ سرگ ۵۵ شلوک ۱۹ و ۲۰) +

پس ماس کا اس سے کوئی تعلق نہیں باقی رہی شراب اس کی تردید رام لچھمن کی زبانی خود موجود ہے - چنانچہ جب ایک دفعہ سگریو نے شراب پی - تو رام لچھمن نے وہاں اُسے بہت ہی بُرا کہا - بھرت جی نے سوگندوں میں بھی اس کا کھنڈن کیا ہے - پس یہ واقعہ ہرگز نہیں ہوا +

اعتراض چہارم - جب رامچندر جی چترکوٹ میں پہنچے - تو جھونپڑی بنا کر لچھمن کو حکم دیا - کہ ہرن مار کر لاوے - تا کہ یگیہ کیا جاوے - لچھمن جی اس ارشاد کے بموجب ہرن مار لائے - جو پکایا گیا - (از پانس رچار صفحہ ۵۶) +

اُتر - وہاں تو ایسا نہیں بلکہ اس کے خلاف لکھا ہے - دیکھو نمبر ۲۲ - ہے لکشمن ایک مرگ پکڑ لاؤ - اُس کو ہرن شالا (کٹیا) کے دوار پر باندھیں گے - تب واستو کی پوجا کرینگے - کیونکہ جو لوگ بہت دن جینا چاہتے ہوں - اُن کو چاہئے کہ بنا واستو کی پوجا کئے اُس میں نہ رہیں "

نمبر ۲۳ - ہے لکشمن اس سے اتی شگر مرگ لاؤ - سندھیا نہ ہونے پاوے - جیسا کچھ شاستر میں واستو پوجا لکھی داجسے کل کی ربنب ویسا پوجن کریں - "

نمبر ۲۴ - بھائی کے وچن سُن - لکشمن جی جلدی ایک مرگ لائے تب رامچندر جی پھر بولے -

نمبر ۲۵ - ہے لکشمن اس مرگ کے کھانے کے پوگیہ کچھ پھل لاؤ - انہیں اگنی میں سینک - اس کے بھوجن کے لئے دیوؤ - اور انہیں پھلوں سے ہم واستو کی شانتی کے لئے ہون بھی کریں - پرستیگھرتا کیجئے - کیونکہ دھرو مہورت ہے اسی میں دن رہے ہی رہے پوجا ہو جائے +

نمبر ۲۶ - رامچندر جی کے ایسے وچن سُن - وے جو کرشن مرگوں کے کھانے کے یوگیہ پھل لائے تھے - اگنی جلا لکشمن جی نے پکائے +

نمبر ۲۷ - جب بنائے پری پک (تیار) ہوئے - پھلوں کی سُرخی جاتی رہی تب لکشمن جی پُرشوں میں سنگھہ روپ رامچندر جی سے بولے

نمبر ۲۸ - ہے دیوتاؤں کے سمان روپ والے شری رام - کرشن مرگوں کے کھانے والے پھل ہم نے پکائے ہیں - آپ دیوتاؤں کی پوجا کیجئے - کہ آپ اس کرم میں کشل ہیں +

نمبر ۲۹ - یہہ سُن سنان کر جپ کرنے میں چیر ایک اور سے سب منتر پڑھ پڑھ کر آہوتی دینے لگے - یہاں تک کہ واستو پوجن سمپت ہوا +

نمبر ۳۰ - سب واستو دیوتاؤں نے آکر پرنکش میں ایا ابھاگ لیا - اُن کو دیکھہ پرسن چت ہو - رامچندر جی نے اس کٹیا میں پرویش کیا +

نمبر ۳۱ - اُس سمے انہیں ہوم کے بچے پڑے پھلوں سے بلی وسو دیو وار ود بلی سب کیا +

نمبر ۳۲ - تس کے پیچھے جب کر ندی میں بیٹھا وہی پھر سنان کر پاپ ناشن ارتہہ پھر پھلوں سے بلی پروان کیا +

نمبر ۳۳ - پھر اُس پتوں کی کٹیا میں ویدیاں بنائیں - دیوتاؤں کی سہائیا کی ان کے لئے الگ الگ چبوترے بنا دیئے - جس پرکار کا وہ ستھان تھا - اُس کے انوروپ چھوٹے چھوٹے ستھان دیوتوں کے بنائے - اور اُن دیوتوں کو ستھاپن کیا " (ایودھیا کانڈ سرگ ۵۶) +

پس دیکھئے اس میں مرگ مارنے اور پھر اُس کے کھانے کا کہاں ذکر ہے - بالکل نہیں - اگرچہ اس میں فرضی دیوتاؤں کی پوجا کے آثار پائے جاتے ہیں - جو کسی طرح بھی جائز نہیں مگر گوشت خوری تو اس میں ہرگز نہیں مفصل دیکھو رامائن مطبوعہ نولکشور ۱۸۸۵ء صفحہ ۳۵۱ و ۳۵۲ جس میں بالمیکی کا لفظی ترجمہ موجود ہے +

فارسی مہابھارت میں جو فیضی نے رامچندر کی لائف لکھی ہے وہاں لکھا ہے "تا آنکہ رامچندر را در چترکوٹ دیدند کہ بصورت سنیاسیان بر آمدہ لباس از حریم آمدہ ساختہ موہائے ژولیدہ بر سر دار و تیر و کمان بدست گرفتہ با لچھمن و سیتا در بیابان بسر میکردند - واوقات ببرگ درختان و گیاہ صحرا و میوہ جنگل میگذرانیدند" بعض رامائنوں میں اس جگہ پاٹھ بھید ہے - اور خصوصاً مطبوعہ بمبئی میں اور شاید اُس سے چھٹکا پر چارک یا ماس پرپورتک صاحبان کچھہ تاویل کر کے گوشت خوری سدھ کرنا چاہیں بنا بر آں ہم بوجوہات ذیل اُن کی تردید کرتے ہیں

وجہ اوّل۔ بفرض محال اگر اُنھوں نے ہرن ہون کے واسطے مارا اور پھر خدا نخواستہ کھایا۔ حالانکہ یہہ ثابت نہیں تو اُن کا فعل خود اُن کے زبردست اقراروں کے خلاف ہے جو وہ ماتا کوشلیا اور کیکئی اور دشرتھ اور بھردواج وغیرہ کے سامنے درستی ہوش و حواس میں کر چکے ہیں۔ اور رامائن میں یہہ بھی بیسیوں مقاموں پر لکھا ہے۔ کہ وہ سب برتگیہ تھے۔ (دیکھو اردھیا کانڈ سرگ ۱۰ اشلوک ۱۸ و ۱۹)

وجہ دوم۔ اُن کا ایسا کرنا دھرم سوتروں اور سوتر کاروں کے خلاف ہے۔ کاتیائن جی لکھتے ہیں۔

आहवनीय माँस प्रति षध: ॥

کہ ہون کی اگنی میں مانس ہرگز نہ ڈالنا چاہئے۔ اور اشولائن رشی فرماتے ہیں۔ کہ ہون کی سامگری مانس نہیں ہے۔

وجہ سوم۔ اِس سرگ میں صاف ذکر ہے۔ کہ اُس جگہ پھل مول کند بہت زیادہ تھے۔ دیکھو (شلوک ۶-۱۴ تک) پس اقرار توڑنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی +

وجہ چہارم۔ دیوتاؤں کی ستھاپنا یعنے بُت پرستی جو کو ستھوری سے بھی سخت گناہ ہے۔ وہ بھی اِس سرگ میں اُن کے ذمہ عاید کیا گیا ہے۔ حالانکہ اُس وقت اِن لوگوں کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اور سب سے بڑھ کر واستو یعنے گرہ او ہسٹ دیوتا کی پوجن خود وید کے خلاف ہے۔ پس کسی طرح یہہ بات جائز نہیں ہو سکتی۔ اور رامچندر جی کے سچے اور ست وادی ہونے کے کارن یہہ الزام سراسر باطل ہیں +

وجہ پنجم۔ اور بیسیوں جگہ رامچندر جی جھونپڑی بنا کر رہے۔ مگر اِس خرابی کا کہیں ذکر نہیں۔ یا تو اور سب جگہ پاپی رہتے اور یہاں دھرماتما۔ اور یا اور سب جگہ دھرماتما اور یہاں پاپی۔ مگر بات یہہ ہے کہ وہ درحقیقت دھرماتما تھے۔ کسی نام آری نے پاٹھ بھید کر دیا ہے۔ اور صحیح وہی ہے۔ جیسا کہ خود رامچندر نے سرگ ۱۰ اشلوک ۱۲ میں لکھا ہے کہ مانس کھانا راکھشسوں اور دشٹوں کا کام ہے۔ آریہ لوگوں کا نہیں علاوہ بریں مہابھارت میں جو ودھرم کے ماننے والوں اور ست کے سیوراجاؤں کی فہرست درج ہے۔ جنہوں نے تمام عمر نہ تو گوشت کھایا۔ اور نہ مدہ پان وغیرہ ذرا جال میں پھنسے۔ اُن میں بھی ہمارے راج رشی رامچندر جی کا نام مبارک موجود ہے۔

اعتراض پنجم۔ بھردواج نے جو بھوجن بھرت جی کی فوج کو دیا۔ اُس میں مانس و شراب موجود تھا +

اُتر۔ بے شک وہاں فوج کی مہمانی میں اِن دو باتوں کا ذکر ہے۔ مگر وہاں یہہ بھی ذکر ہے کہ اندر کی تمام ستریاں اور برہما کی تمام ستریاں اور وِشوکرماں۔ درلیتا۔ کوبیر یم راج سامدر وغیرہ سب کا آواہن کر کے بلایا گیا۔ تمام دُنیا کی ندیوں کو وہاں بلایا اور سب سے عجائب بات وہاں یہہ لکھی ہے۔ کہ وہ جنگل جو اُتر کورو دیش میں ہیں جن کے درختوں میں خوبصورت ستریاں ہی پھل لگتی ہیں۔ اُن کے بھی بنوں کو بلایا گیا غرضیکہ تمام بن۔ پربت۔ سمندر۔ ندیاں وہاں بلائی گئیں۔ ایک ایک آدمی کی خدمت کو ۱۵-۱۵ عورتیں مقرر کی گئیں۔ غرضیکہ ایسی ایسی اندھیر کی باتیں اِس سرگ میں لکھی ہیں جو ساری کی ساری کرامات ہوئیں۔ مفصل دیکھو (سرگ ۹۱۔ ایودھیا کانڈ شلوک ۱ سے ۳۸ تک) پس جو اِن تمام کرامات اور بیہودگیوں پر یقین کرے۔ جو اِن سب اسنبھو باتوں کو ماننے اور عقل کو فارغخطی دے۔ اُس کا اختیار ہے کہ کسی کو مانس آہاری کہے بنا براں یہہ سارا فسانہ بیہودہ ہونے سے قابل اعتبار نہیں۔ مگر باوجود اِس قدر کراماتی بیانات کے بھرت و رامچندر کے مانس کھانے کا یہاں بھی ذکر نہیں۔ پس ہم تو اِن مہاتماؤں کی رندگی بتلاتے ہیں۔ نہ کہ اور خدمتگاروں کی +

اعتراض ششم۔ رامچندر جی نے بنا اپرادھ ہرنوں اور راکھشسوں کو کیوں مارا۔

اُتر۔ ایسا ہرگز نہیں کسی کو بنا اپرادھ نہیں مارا۔ خود رامائن میں بھی اِس کی وجہ لکھی ہے کہ رشیوں نے رامچندر جی کو کہا کہ کچھ بات بناوٹ کی نہیں کہتے۔ آپ یہاں آئیے دیکھئے کہ مہاتماؤں کے ہاڈپڑے ہیں۔ جن کو راکھشسوں اور جنگلی لوگوں نے مار مار کر بھکشن کر لیا ہے۔ سوا اکثر جو مُنی لوگ پمپا ندی سے لیکر مندا کنی کے کنارے تک کے بنوں میں رہتے ہیں اور جو چترکوٹ پربت پر رہتے ہیں۔ انہیں لوگوں کا ناش یہہ راکھشس لوگ کرتے ہیں (دیکھو سرگ ۶ ارنیہ کانڈ شلوک ۱۶ و ۱۷) اِسی لئے رامچندر جی نے اِن دشٹوں کے مارنے کا ارادہ کیا۔

مرگ کے معنے تمام جنگل کے پشو ہیں۔ صرف ہرن نہیں۔ بلکہ شیر بھیڑیا چیتا وغیرہ سب اِس میں شامل ہیں۔ چنانچہ یہہ بات کسی سنسکرت دان سے پوشیدہ نہیں رامائن میں جہاں راکھشسوں کا ورنن لکھا ہے۔ وہاں صاف صاف بیان کیا ہے مانس آہاری لوگ تھے۔ تقریباً دو تین سو جگہ رامائن میں مانس آہاری کو راکھشس لکھا گیا ہے خود راون کی تعریف میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ اُس کے مرنے پر کئی پشوؤں کا بدلہ کیا گیا۔ (دیکھو لنکا کانڈ سرگ ۱۳ اشلوک ۱۱) پس درحقیقت مانس کھانا پشوؤں کو کھانے کے واسطے مارنا راکھشسوں کی ودھی ہے۔ راون کے کاموں اور راکھشسوں کے فعلوں سے ہمیں کچھ غرض نہیں۔ وے تو ہمیشہ شاستر ودھی کرم نہیں کرتے۔ بلکہ شاستر کے خلاف ہمارا مطلب تو رامچندر جی کی لائف بیان کرنے سے ہے۔ کہ اُس یوتر راج رشی نے کہیں بھی مانس نہیں کھایا۔ بلکہ وہ ایسے راکھشسوں کا بھوجن بنا ناہی۔ چنانچہ ہم آخری ایک واقعہ سنا کر ختم کرتے ہیں +

حاشیہ۔ [illegible] رامائن میں [illegible] ست ہے۔ اتر کانڈ تو نا واقف پچھے سے کسی نے تصنیف کر کے ملا دیا ہے۔ اُتّر یہہ کانڈ میں بھی بلا اتفاق دو سرگ پرکشپت ہیں جن کا کوئی اعتبار نہیں۔ ایک تو ایودھیا کانڈ دیکھو صفحہ [illegible] اور دوسرا ارنیہ کانڈ میں دیکھو صفحہ [illegible] مطبوعہ بمبئی [illegible] اور وقتی کا سرگ بھی [illegible] اُس وقت موجود نہیں تھا۔ کیونکہ خود رامائن [illegible] سے تسلی اس کی [illegible] ہوتی ہے [illegible] سرگ ۲۹-۳۰ تک [illegible] دو سرگ پرکشپت ہیں خود رامائن [illegible] ۱۲۸ سرگ ہیں۔ اور جو بمبئی میں طبع ہوئی ہے اُس میں ۱۳۰ ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ [illegible] میں بہت فرق ہے۔ [illegible] کئی جگہ بہت [illegible] ہے۔ جو کسی طرح قابل اعتبار نہیں۔ رامچندر جی [illegible] برس [illegible] لنکا کانڈ سرگ ۱۲۸ شلوک ۹۱ و ۱۷ [illegible] ایک جل [illegible] تپسیا کرتا رہا [illegible] سال [illegible] پاؤں پر کھڑا تپسیا کرتا رہا۔ [illegible] تپسیا کرتا رہا اور اپنے [illegible] آگ میں جلاتا رہا۔ اِس سے بدل حاصل کیا۔ (اُتر کانڈ سرگ ۱ اشلوک ۳۰-۱۲ تک) ایودھیا کانڈ سرگ ۵۲ شلوک ۹ و ۱۰ [illegible] رامچندر جی کی زبانی [illegible] بیان کیا ہے۔ اور بال کانڈ سرگ [illegible] میں [illegible] اور اِسی طرح بال کانڈ سرگ ۴۴ میں سمندر [illegible] کسی کا [illegible] دیکھنا چاہئے تو مہربانی کر کے بال کانڈ سرگ ۱ اشلوک ۴۳ کو ملاحظہ کریں۔ [illegible] کوئی [illegible] نام ہو جائیگا۔ کہ [illegible] بالکل [illegible] ہے۔ [illegible] دیکھو سرگ ۱ شلوک [illegible] سے ۱۳۰ تک اور [illegible] سرگ ۱ اشلوک ۲۳ و ۳۰ [illegible] ایودھیا کانڈ کے سرگ ۱۰ اسے شلوک ۱۴ وغیرہ [illegible] اور اسی طرح سرگ ۱۰ اشلوک ۹ [illegible] ہیں پس کس طرح ممکن ہے کہ رامچندر جی کی [illegible] کوشش کی ہے۔ [illegible] اقرار کر کے [illegible] پھل وغیرہ کھائیں اور سب [illegible] رامچندر جی [illegible] ناظرین ضرور غور کریں [illegible] +

کرسچن مت درپن

دیباچہ

انسان دنیا میں صرف اسی واسطے نہیں آیا کہ اور حیوانات کی طرح کھائے پئے سوئے اور چل بسے بلکہ اسکا سب سے اعلیٰ مقصد اپنی بہبودی کی تلاش کرنا ہے۔ جو جسمانی و روحانی دونوں قسم کی ہو اور اسکا مدار دھرم پر ہے جیسا کہ غور کیا جاتا ہے ست دھرم بھلائی کا باعث اور بہشت اور ادھرم خرابی کا سبب ہے دیکھو کون چاہتا ہے کہ اسے تکلیف ہو دکھ میں مبتلا رہے ہم و الم میں زندگی گذارے سب آدمی سکھ ہی چاہتے ہیں تمام تر راحت کے طالب ہیں نجات کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں باوجود سب کو خواہش ہونے کے حاصل کرنے والے بہت ہی تھوڑے ہیں منزل مقصود پر بخیر و عافیت پہنچنے کی سب تمنا رکھتے ہیں مگر ہزاروں لاکھوں راستہ میں غارت ہو جاتے ہیں ٹھگ بھی اس قسم کی تسلی دیتے ہیں پر یار غار بن جاتے ہیں۔ جانثاری کا بھی دم بھرتے ہیں لیکن وہ تسلی نہیں بلکہ چھپا ہوا دھوکا ہے جنکی غرض انکی مال مارنے سے ہے اور مسافر کو جہنم میں اتارنے سے دنیا میں بھٹکا جانا ممکن ہے انسان دھوکا کھا سکتا ہے۔ کروڑوں سے بڑھ کر اسکی مثالیں موجود ہیں پھر دل و دماغ رکھتے ہوئے عقل اور آنکھوں کی موجودگی میں ہم اندھا دھند کسی کی پیروی کیوں کریں؟ کیا ہم اپنے اعمال کے ذمہ وار نہیں؟

جب ہر ایک مذہب اور عقل بلکہ قانون قدرت کے رو سے بھی ہم اپنے اعمال کے ذمہ وار ہیں تو پھر کیوں سوچ بچار کر کام نہ کریں کیوں آنکھیں موند کر پاؤں رکھیں جس سے چاہ جہالت و ضلالت میں گرنا پڑے۔ اول اندیش وانگہے گفتار، پائے پیش آمد است و پس دیوار۔ دنیا میں بہت سے مذہب ہیں اور سبھی اپنی طرف دعوت کرتے ہیں انمیں سے ایک عیسائی مذہب ہے جس کی بابت ہم اس کتاب میں تحقیقات کرینگے۔

ہم اپنے مہربان عیسائی بھائیوں کی خدمت میں نہایت ادب سے دست بستہ گذارش کرتے ہیں کہ وہ ہماری عرضداشت کو تعصب کی نگاہ سے نہیں بلکہ انصاف و صداقت کی آنکھ سے دیکھیں معقولیت کو مدنظر رکھکر خط نوردیں اس کتاب کے پڑھتے وقت فلاسفی کو دل سے بھلا نہ دیں۔ سائنس اور طبعیات کو اپنے کانشنس (جو بالکل حق پسندی کا حامی ہے) سے کنارہ نہ کر دیں کیونکہ ہم اور آپ بھائی ہیں۔ آریہ سنتان ہیں مت کے بکھیڑے ہو گئے ہیں دھرم کا اختلافات جو درحقیقت بڑا سخت اپدرو ہے کیا اچھا ہو۔ اگر صداقت کے پابند ہو خود غرضی کو چھوڑ علم و عقل سے کام لے قوت فیصلہ کا استعمال کریں؟ ممبران آریہ سماج بصدق دل حاضر ہیں کہ اسست کو چھوڑ دیں مگر کیا آپ لوگ بھی کسی طرح مستعد ہو سکتے ہیں کیا گلیلیو وغیرہ فلاسفروں کے دکھ دیے جانے کا خیال آپ کے دل سے ابھی تک نہیں بھولا۔ جو مذہب جیسی معقول چیز کو نامعقول پیمانوں سے ناپتے ہو اور فلاسفی کو بالائے طاق رکھدیتے ہو۔ یہ بات انصاف سے بہت بعید ہے۔

ناظرین! اپنی برسوں کی تحقیقات آپ کی خدمت میں پیش کرنے سے مطلب راستی کا اظہار کرنا کرانا ہے کسی کا دل دکھانا نہیں بائیبل کے متعلق مدتوں کی محنت سے جو کچھ نتیجہ (فائدہ) ہوا وہ سب آپ کی نذر ہے۔ جگت پتا پرماتما اسکو ہر دلعزیز کرے تاکہ راستی کا پرکاش اور اسست کا ناس ہو۔

باب اول

مسیح خدا کا بیٹا نہیں بلکہ یوسف نجار کا بیٹا تھا

جس طرح ہم ماں باپ سے پیدا ہوتے۔ حمل میں رہتے ہیں۔ ہمارے ماں باپ شادی کرکے خلوت کرتے ہیں۔ مدت معہودہ کے بعد حمل سے باہر آتے ہیں۔ وہ دودھ پیتے کھیلتے کودتے ہیں جس طرح ہم بالک سے جوان۔ جوان سے بوڑھے ہوتے اور آخر کو مر جاتے ہیں۔ یا بعد جوانی ہم کسی جرم کے مرتکب ہوتے مصلوب یا پھانسی یا تلوار سے گلا کٹاتے ہیں۔ وہی حال مسیح کا ہے۔ مسیح آسمان سے نہیں گرا اور نہ زمین سے پھوٹ نکلا۔ بلکہ مسیح نطفہ یوسف سے اُس کی عورت مریم کے حمل میں ٹھیر کر مدت مقررہ کے بعد مقام مخصوص سے برآمد ہوکر دودھ پیتا رہا۔ اور صرف وہ ایک ہی اُس راستہ سے پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ اور بھی بھائی اُسکے اسی مریم کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ تمام زندگی میں انکا بیٹا کہلاتا رہا۔ مگر عیسائی باوجود ان سب باتوں کے اُسے خدا کا بیٹا مانتے اور مریم کو یوسف سے نہیں بلکہ باکرہ ہونے کی حالت میں روح القدس سے حاملہ مانتے ہیں۔

واضح ہو کہ عیسائی اگرچہ اُس کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ مگر مریم کو خدا کی بیوی اور یوسف کو خدا کا رقیب نہیں جانتے۔ بلکہ عموماً اصطلاح میں اُسے معقولیت کے برخلاف صرف ایمان کے طور پر خدا کا بیٹا جانتے ہیں اور درحقیقت اُن کا ایمان یہی ہے کہ باپ قادر مطلق۔ بیٹا قادر مطلق۔ روح القدس قادر مطلق اور ان سب کی بنیاد مسیح کا کنواری سے پیدا ہونا ہے کیونکہ اگر وہ کنواری سے پیدا نہیں ہوا تو خدا کا بیٹا بھی نہیں اور گناہ سے پاک بھی نہیں اور دنیا کا شفیع بھی نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ عیسائی عموماً پادری لوگ خصوصاً اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ مسیح کنواری سے پیدا ہوا اور یہی ماننا اُن کی نجات کا باعث ہے اور اسی کی ہر روز ہزاروں عیسائی بازاروں میں وعظ کرتے ہیں مگر افسوس کہ جہاں تک ہم بائیبل کو دیکھتے ہیں اس بات کا پتہ نہیں ملتا۔ اب عیسائیوں کے پاس سب سے بڑا ثبوت اور حقیقت عیسائی دین کی بنیاد یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہوا جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا پورا ہو کہ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اُس کا نام عمانوئیل رکھیں گے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا ہمارے ساتھ۔ (متی کی انجیل باب ۱۔ آیت ۲۲ و ۲۳)

اب پڑتال کرنی چاہئے کہ وہ پیشگوئی جس کا متی نے حوالہ دیا ہے کہاں درج ہے اور کس نبی کی ہے۔ پادریوں نے خود اس کا فیصلہ کیا ہے اور فرنس میں لکھا ہے وہ یہ ہے (یشعیاہ ۷۔ ۱۴) اب ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں کیا لکھا ہے۔ اصل عبرانی بائیبل میں یہ عبارت ہے:

(۱۴)۔ لاخین یتین ادونائی ہوالاخم اوث ہنہ ہعلماہ ہاراہ ویلدت بین وقارات شمو عمانوئیل۔

(۱۵)۔ حماہ ودیش یواکل لدعتو ما اوس بارع وباحور بطوب

(۱۶)۔ بطرم یدع ہنعر ما اوس بارع وباحور بطوب تعازیب ہاادماہ اشر اتا قاص مفنی شنی ملاخیہا۔ دیکھو یسعیاہ باب ۷۔ آیت ۱۴ و ۱۵ و ۱۶

ترجمہ (۱۴) باوجود اسکے کہ خداوند تم کو ایک نشان دیگا۔ دیکھو نوجوان حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی۔ اور اُس کا نام عمانوئیل رکھے گی۔

٭ اور پادری ایک جویل صاحب نے بھی اپنی کتاب اتاریکتا میں یسعیاہ ۷ باب ۱۴ ورس کو مسیح کے حق میں لگایا ہے۔ دیکھو ان کی کتاب صفحہ ۷۴ مطبوعہ ۱۸۸۲ء اور یہی شہادت پادری سمتھ ولسو پرشاد صاحب نے مت مت پریکشا میں دی ہے دیکھو صفحہ ۲۶۵ سنہ ۱۸۹۳ء۔

(۱۵) وہ دہی اور شہد کھائے گا۔ جسوقت کہ وہ بُرا ترک کرنے کا اور بھلا پسند کرنے کا امتیاز پاوے ❖

(۱۶)۔ پر اُس سے آگے کہ یہ لڑکا بد ترک کرنے اور بھلا پسند کرنیکا امتیاز پاوے یہ زمین، جسے تو برباد کرتا ہے اپنے دونو بادشاہوں سے چھوڑی جاویگی ❖

یہ پیشگوئی کئی وجوہ سے مسیح کے حق میں ثابت نہیں ہوسکتی ❖

وجہ اول۔ عبارت کے اول و آخر میں خیال کرنے سے صاف واضح ہے۔ کہ یہ کس کے حق میں ہے۔ اس باب ہفتم کے شروع سے آخر تک کا خلاصہ یہ ہے کہ احاز بادشاہ یہودیہ پر بمع فتح بادشاہ اسرائیل و رصین شاہ ارام نے فوج کشی کی پر فتحیاب نہ ہوئے۔ پھر شاہ یہودیہ کو خبر ہوئی کہ شاہ ارام افرائیم اور رملیا کے بیٹے کو ساتھ لیکے فوج بڑھاتا ہے یعنی دوبارہ فوج بڑھاکر پھر حملہ کریگا۔ اُس وقت شاہ یہودیہ اور اُس کے لوگوں کے دل کانپ گئے تب خدا نے اُس وقت کے نبی حضرت یسعیاہ سے فرمایا کہ تو یہودیہ کی تسلی کر! اور اُسے کہہ کہ بیقرار مت ہو اور تیرا دل۔ گھبراوے اور ان دھوئیں والی لکڑیوں سے مت ڈر کیونکہ جو تیرے خلاف مشورت کرتے ہیں اُن کے منصوبے کو پائیداری نہیں۔ بلکہ ایسا نہ ہوگا۔ پھر خداوند نے یسعیاہ نبی سے کہا کہ شاہ یہودیہ سے کہو کہ اپنے خدا سے کوئی نشان مانگ۔ اُسنے مانگنے سے انکار کیا۔ اور کہا کہ میں خداوند کو نہیں آزماتا۔ اُس پر یسعیاہ نبی نے کہا باوجود اسکے (یعنی نہ مانگنے کے) خداوند تم کو ایک نشان دیگا۔ دیکھو کہ ایک نوجوان عورت حاملہ ہوگی! اور بیٹا جنے گی اور اُس کا نام عمانوائل رکھے گی! اور وہ لڑکا دہی اور شہد کھایا کریگا۔ یعنی یہ اوسکی خوراک ہوگی اور اُسکے ہوشیار ہونے سے پہلے یہ دونو بادشاہ تیرے مخالف غارت ہوجاوینگے (باب ۷، آیت ۱ سے ۱۶ تک) ❖

وجہ دوم۔ یہ لڑکا جسکے پیدا ہونیکی یسعیاہ نبی نے خبر دی تھی انہیں دنوں میں پیدا بھی ہوگیا تھا اور اُس کا پیدا ہونا اُسی کتاب کے اگلے باب سے اُنہیں ایام میں ظاہر ہے (دیکھو یسعیاہ کی کتاب باب ۸۔ آیت ۳ و ۴۔ اور باب ۹ آیت ۶ و ۷)، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یسعیاہ نے اپنی عورت سے وہ لڑکا پیدا کیا۔ جیسا کہ لکھا ہے "باہلیہ نزدیکی کرد او حاملہ شدہ پسرے را زائید" (۸/۳)

ترجمہ میں بنیہ کے پاس گیا سو وہ پیٹ سے ہوئی اور ایک بیٹا جنی۔

اس پر خود پادریوں نے رفرنس میں یسعیاہ کی کتاب باب ۷۔ آیت ۱۶ الکھا ہوا ہے۔ جو بالکل اُسی گذشتہ لڑکے کے متعلق ہے (دیکھو بائیبل صفحہ ۴۳۶ سنہ ۱۸۸۳ع)۔ اور اُسی لڑکے کی بابت آگے چل کر بائیبل میں لکھا ہے "و ہمہ سلاح پہلوانان در ہنگامہ رزم و لباسہائے غلطیدہ بخون۔ سوختہ لقمہ آتش گردید۔ زیرا کہ برائے ما طفلے زائیدہ شد و فرزندے بما بخشیدہ شد۔ کہ حکمرانی بر دوش او خواہد بود۔ افزائش حکمرانی و سلامتی بے انتہاست بر تخت داؤد۔ و بر سلطنتش تا آنرا بانصاف و نیکوکاری از حال تا ابد الآباد مقرر و پائیدار نماید" (یسعیاہ باب ۹۔ آیت ۵ و ۶)

ترجمہ۔ جنگ میں کمر پے (سلاح) پہنے ہوئے لوگوں کے سب ہتھیار اور کپڑے جو لہو سے تر بتر ہوں۔ جلانے کے لئے آگ کا ایندھن ہونگے۔ کیونکہ ہمارے واسطے لڑکا پیدا ہوگیا ❖ جہانتک ہمکو ہوا ہے ترجمہ ہوں ان سب میں ایسا ہی ہے چنانچہ دیکھو بائیبل ماٹری مطبوعہ ۱۸۹۶ع خاص شہر لنڈن میں اس طرح لکھا ہے باب ۷، آیت ۱۶ کیونکہ اس لڑکے کے بدی کو تیاگنے سے اور بھلے کو لینے کے گیان سے آگے وہ بھومی جسکے دو راجاؤں کے کارن تو دہشت کھاتا ہے اُجاڑ ہو جائیگی اور باب ۹ آیت ۵ سے کیونکہ ہمارے لئے ایک بالک اُتپن ہوا اور ہمیں ایک پتر دیا گیا جسکے کاندھے پر راج ہوگا اور وہ اُس نام سے کہایا جاویگا۔ اسچرج منتری شکتی مان ایشور سناتن پتا کشل کا راجکمار۔ اور اسکی تصدیق تاریخ نبی ثمنوں سے ظاہر ہے کہ یہ خبر اُسی وقت اونہیں ایام میں پوری ہوچکی تھی کسی اور وقت سے اسکا کوئی تعلق نہیں

ہمکو ایک بیٹا بخشا گیا کہ حکمرانی اُسکے کاندھے پر ہوگی اُسکی سلطنت کے اقبال اور سلامتی کی کچھ انتہا نہ ہوگی وہ داؤد کے تخت پر اور اُسکی مملکت پر آج سے لیکے ابد تک بندوبست کریگا اور عدالت اور صداقت سے اُسے قیام بخشے گا"۔ اسی پر پادریوں نے رفرنس دیا ہے یسعیاہ (۷/۱۴) دیکھو صفحہ ۷۴۳ لودہیانہ سنہ ۱۸۸۳ع

وجہ سوم مسیح کے پیدا ہونے سے احاز بادشاہ کو کیا فائدہ تھا۔

اور اُس جنگ اور گھبراہٹ کے موقع کو مسیح کی بشارت سے کیا تعلق تھا۔

اور احاز بادشاہ اور مسیح کا باہمی کیا تعلق تھا۔

کیونکہ وہ بادشاہ مسیح سے ۷۴۰ برس پہلے ہوچکا ہے۔ جب کہ مسیح کے والدین بھی صفحہ ہستی پر وجود پذیر نہیں ہوئے تھے۔

اور یہ تو ہر طرح ظاہر ہی ہے کہ اُسی وقت کا حزقیاہ بادشاہ اس لڑکے کا مصداق ہے کیونکہ وہی حضرت داؤد کی چودھویں پشت میں تھا۔ اور اُسی کو عم تھا اور اُسی پر اُسکے واسطے بقول بائیبل کے انہیں دنوں میں الہام ہوا تھا؟

پادری ہنری بی ڈی جی اسکاٹ صاحب اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں (متی ۱/۲۲) یہ نبوت یسعیاہ نبی سے احاز بادشاہ کے وقت میں ۷۴۰ برس پیشتر مسیح سے لکھی گئی ❖

(دیکھو یسعیاہ ۷/۱۴) اور دونوں صور اور اسرائیل کے بادشاہ ملک یہودیہ پر لڑائی کے لئے چڑھنے والے تھے اور احاز اسوریہ کے بادشاہ سے مدد چاہتے ہی کو تھے کہ یسعیاہ نبی نے اُس سے کہا کہ خدا تعالیٰ سے ایک نشان مانگ جس سے معلوم ہو کہ وہ تجھے بچاویگا لیکن احاز نے نہ مانگا تب یسعیاہ نبی نے اُس سے کہا کہ خدا آپ ہی نشان دیگا یعنی ایک کنواری حمل سے ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام عمانوائل رکھے گی اب اس مقدمہ کی صداقت پر غور کیا جاوے کہ پہلے معنے اس نشان کے یہ ہیں کہ اُس وقت کے یہودی صور اور اسرائیل کے بادشاہوں سے بچینگے اور ہر چند پہلے معنے صریح ہیں۔ مگر دوسرے معنے یہ بھی نکلتے ہیں کہ یہ نشان یسوع مسیح سے مراد رکھتا ہے۔ جو کنواری سے پیدا ہوا اور عمانوائیل یعنے خدا ہمارے ساتھ ہے اور جو ہمیں اپنے دشمنوں سے بچاتا ہے لیکن جو کوئی سمجھے کہ یہ دوسری مراد اُس ثبوت سے نہیں نکلتی تو بھی اُس کی تشریح ہوسکتی ہے کہ جو خدا تعالیٰ نے اُس لڑکے کے حق میں نبی کی معرفت کہا تھا۔ وہ یسوع کے تولد ہونے سے سب مطابق ہے یعنی مطابقت کی رو سے پورا ہوا کہ ایک بات کا بیان ہوا اور دوسری بات اس کی ماسدر وقوع میں آئی (متی ۱/۲۳) یسعیاہ نبی کے بیان سے اُسکا ظاہر مطلب یہ پایا جاتا ہے کہ خدا اپنے لوگوں کا حافظ و ناصر ہوگا۔ لیکن اغلب ہے کہ اس مقام پر ایک اصلی معنے نکلتے ہوں کہ خدا مجسم ہوکر ہمارے درمیان موجود ہے۔ ہر چند یسوع کی الوہیت صرف اس نام سے ثابت ہو تو بھی اگر ہم غور کریں کہ متی کس قرینہ اور کس موقعہ پر اُسکا ذکر کرتا ہے تو ایک دلیل مستحکم اُسکی ثبوت الوہیت کی نکلتی ہے" (دیکھو تفسیر صاحب موصوف بر انجیل متی ندمس صفحہ ۵ مطبوعہ الہ آباد) اب ایک بات غور کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ یسعیاہ باب ۹ آیت ۶ میں ایک ٹکڑہ باقی ہے جس کا ترجمہ اردو بائیبل میں یہ کیا گیا ہے "عجیب مشیر خدائے قادر۔ ابدیت کا باپ۔ سلامتی کا شہزادہ"

واضح ہو کہ یہ ترجمہ غلط ہے کیونکہ جس لفظ کا ترجمہ خدائے قادر کیا گیا ہے وہ اصل عبرانی کی بائیبل میں ایل گبور ہے جسکے معنے ہیں سردار زور آور نہ کہ خدائے قادر (دیکھو ولیم ہوپر صاحب کی لغات عبرانی صفحہ ۵۹ اور اردو بائیبل مطبوعہ سنہ ۱۸۸۳ع مرزاپور کلاں صحیح ۱۱۔ اور حزقی ایل ۳۲ آیت ۲۱) اس میں اسی عبرانی گبور کا لفظ کا ترجمہ پہلوان کیا گیا ہے اور علاوہ بریں خود بائیبل میں بھی یہ لفظ بہت مرتبہ انسان کے واسطے آیا ہے۔ صور سے دیکھو بائیبل عبرانی کے مقامات ذیل کو"۔

پیدائش ۱۸/۱۲ میں سارہ نے ابراہیم کو کہا۔
خروج ۲۱/۶ میں خدا نے موسیٰ کو کہا۔
زبور ۸۲/۱ میں حاکموں کے لئے بولا گیا۔
جبرائیل اور گبرائیل لفظ بھی اسکے ہم معنی معلوم ہوتا ہے ابرانیوں اور عبرانیوں میں
گبر او عبری میں جبر ایک ہیں گبرائیل کے الٹانے سے ایل گبور بیجا تا ہے۔ پس اسکا
ترجمہ سردار زور آور ہے سب کے حوالے قادر

دوسرا لفظ جس کا ترجمہ ابدیت کا باپ کیا گیا ہے وہ عبرانی میں ابی عد ہے اسکے
معنے ابدیت کا باپ نہیں کیونکہ عد کے معنے وقت کے ہیں اور اسی کے قریب عربی کا عہد
ہے اور ابی کے معنے باپ کے ہیں جسکے قریب عربی اب ہے اور ابی ابو بھی اس معنے
میں آئے ہیں۔ مگر یہودی محاورہ میں باپ مربی کے واسطے آتا ہے۔ پس معنی
ہوئے وقت کا مربی ٭

اب جو ذرا غور سے دیکھا جاوے تو بائبل کا جاننے والا آدمی بخوبی سمجھ سکتا ہے
کہ یہ ساری صفات حزقیاہ بادشاہ میں موجود تھیں یعنے عجیب مشیر۔ سردار زور آور۔
وقت کا مربی۔ سلامتی کا شاہزادہ۔ کیونکہ اسکو عجیب فتحمندی ہوئی اس کے مقابلے میں
شاہ اسور کی ایک لاکھ پچاسی ہزار فوج بغیر لڑائی کے مرگئی اور شاہ اسور بھاگ گیا مفصل
دیکھو (سلاطین کی کتاب ۲ باب ۱۹ آیت ایک سے ۳۶ تک اور دیکھو سلاطین ۲ ۱۸/۵ سے ۱۶)

وجہ چہارم وہ لڑکا جسکے پیدا ہونیکی خبر تھی اور جسکی بابت آحاز کو خوشخبری دی گئی تھی
وہ انہیں دنوں میں پیدا ہو کر جوان ہو کر لڑ کر فتحیاب اور کامیاب ہو کر یہودیوں کو سلامتی
دیگر عظیم الشان فتح پانے کے بعد عرصہ تک راج کر کے مر بھی گیا (دیکھو سلاطین ۲ باب
۲۰ آیت ۲۱)؟

اب کنواری حاملہ ہوگی۔ اس لفظ کی تحقیقات ضروری ہے اور اسلئے عیسائیوں کے علما اور
علما ہے اسکو ذرا زیادہ غور سے دیکھو۔ اصل لفظ یسعیاہ کی کتاب میں علما ہے جس کا ترجمہ
پادریوں نے بپاس خاطر مسیح کنواری کیا ہے اور ہمارے ناواقف ہندو بھائی جنکی بدولت
جادہ راستی سے بھٹک کر مسیح داس اور عیسے چرن بن گئے۔ افسوس
واضح ہو کہ یہ ترجمہ غلط ہے علما کے معنی درحقیقت نوجوان بالغہ۔ نوکتخدا لڑکی کے ہیں
(دیکھو لغات عبرانی ولیم ہوپر صاحب کی صفحہ ۲۹۰)
کنواری کے واسطے عبرانی میں لفظ بہتولا ہے (دیکھو وہی لغات صفحہ ۵۹)
پروفیسر رابن سن صاحب کی بھی یہی رائے ہے کہ علما دلہن یا اس عورت کو کہتے ہیں جسکی
نئی شادی ہوئی ہو اور اس پروفیسر نے اپنے اس قول کے ثبوت میں یونانی زبان کے مشہور
و نامی شاعر ہومر کا ایک شعر بھی نقل کیا ہے اور پروفیسر مذکور کا خیال ہے کہ آیات مذکورہ میں
نئی کا لفظ علما سے نوجوان زوجہ کی طرف اشارہ ہے (دیکھو کیتھو سائکلو پیڈیا) رومن کیتھلک
اور ولیم گرنیس صاحب جنہوں نے زبان انگریزی میں لغت عبرانی کے بیان میں
کامل تحقیقات کے بعد ایک کتاب لکھی ہے فرماتے ہیں کہ علیم صیغہ مذکر ہے۔ اسکے معنے جوان
بالغ قابل شادی کے ہیں دیکھو (اُن کی کتاب مطبوعہ سنہ ۱۸۵۸ء)
سموئیل ۱ باب ۱۷/۵۶ میں یہی لفظ ہے وہاں یہی معنی لئے گئے ہیں علما اسکی تانیث ہے
اسکے معنی ہوئے لڑکی جوان۔ خاتون۔ عورت۔ قابل نکاح اور یہی معنی علما کے فرینشید کی تفسیری
یونانی اور ترجمہ اکویلا اور تھیوڈوشن سیمکس میں کئے گئے ہیں جو کہ ہمنے کئے۔
اس زمانہ کے پادریوں نے مسیح کو کنواری سے ثابت کرنے کے لئے تاکہ کہیں معجزہ رد
ہو جائے اور یوسف کا بیٹا نہ ٹھہر جائے) بائبل کے سب مقامات کو بپاس خاطر عیسائی

دین کے بدلکر سب جگہ ترجمہ کنواری کر دیا۔ جزاک اللہ
مگر ہم اُن کو ڈنکے کی چوٹ سے کہتے ہیں کہ اس لغت کا علما میں بکارت کی شرط داخل
نہیں ہے۔ باکرہ کے واسطے عبرانی میں لفظ بتولہ ہے (دیکھو غزل الغزلات باب ۴/۸) اور یہ
جسکی تحقیقات کرنے کو ہم نے قلم اٹھائی ہے عام عیسائیوں سے قطع نظر خاص مرا جو کہ
معلوم بھی ہے مگر وہ بھی (خدا جانے کس بات کا انتظار کر رہے ہیں) باوجود سمجھنے کے پہلو تہی
کرتے ہیں اور صداقت پر گرویدہ ہوسکتے اسلئے مستعد نہیں ہوتے چنانچہ ایک محقق
مزاج پادری یعنے مسٹر عبداللہ آتھم صاحب فرماتے ہیں کہ یہ تو ہم کو بھی معلوم ہے کہ لفظ
علما اور بتول میں یہ فرق ہے کہ علما میں بیاہی اور بن بیاہی کی شرط کچھ نہیں جبکہ بتول
بن بیاہی کو کہتے ہیں" (دیکھو اُن کی کتاب نمونہ آزادی صفحہ ۱۲ مطبوعہ امرتسر)
جناب بیشک ہمارا بھی تو یہی منشا ہے۔ کہ علما میں بیاہی اور بن بیاہی کی شرط خاص
نہیں ہے یعنے بیاہی اور بن بیاہی شادی شدہ نوکتخدا۔ یا بالغ۔ جوان قابل شادی کے
ہیں۔ بیاہی کو بھی علما کہتے ہیں اور جوان بالغ عورت کو بھی علما کہتے ہیں مگر ذرا فرمائیے
تو سہی کہ پھر عیسائیوں نے کیوں خواہ مخواہ بپاس دینداری خداوند مسیح کنواری حاملہ
ہوگی ترجمہ کیا۔ حالانکہ کنواری کے واسطے لفظ بتول ہے۔ پس ترجمہ یہ چاہئے تھا۔
اور ایسا ہی ہے کہ شادی شدہ عورت حاملہ ہوگی یا عورت بالغہ حاملہ ہوگی۔
کیونکہ مریم کسی حالت میں اور کسی طرح کنواری نہیں تھی۔ بلکہ بالغ۔ خاتون نوکتخدا
شادی شدہ تھی اور رومن کیتھلک فرقہ کی طرف سے جو انجیل اردو آگرہ کیتھلک
چرچ میں چھپی ہے اس میں بھی کنواری ترجمہ نہیں کیا گیا۔ بلکہ بیاہی ہوئی ترجمہ
کیا گیا ہے ٭

ہمارے مہربان پادری آتھم صاحب نے ایک دلیل دی ہے علما کا ترجمہ کنواری
کرلے۔ پر جس دلیل سے بڑھ کر کسی پادری کے پاس اور کوئی دلیل نہیں ہم اس پر
نہایت غور سے توجہ کرتے ہیں ٭
ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب اسی کتاب میں فرماتے ہیں "سپٹواجنٹ میں جو ترجمہ عہد
عتیق کا عبرانی سے یونانی میں ستر یہودی عالموں نے قریب تین سو برس پہلے
مسیح سے کیا تھا (اسمیں) ترجمہ لفظ علما کا کنواری ہی کیا گیا ہے"۔
تردید۔ جبکہ اسی سپٹواجنٹ والے ترجمہ میں علیم کا ترجمہ بالغ جوان ہوا ہے اور علما
اسکی تانیث ہے پس مذکر کے معنے جوان مرد اور تانیث کے معنے جوان عورت کے ہونے
چاہئیں جسمیں کنوارپن یا بن بیاہی حالت کسی طرح داخل نہیں پس سپٹواجنٹ میں کتاب
یسعیاہ کے علما لفظ کا ترجمہ غلط ہوا ہے۔ کیونکہ وہ یسعیاہ نبی کی عورت بیاہتا تھی جیسا
کہ وہ کہتا ہے کہ "با نبیہ نزدیکی کردم او حاملہ شدہ بسرے زائید" یعنے میں نبیہ کے پاس
گیا۔ سو وہ پیٹ سے ہوئی اور ایک بیٹا جنی (یسعیاہ باب ۸/۳ و ۴)
علمائے مسیح بھی اس بات (ظاہری اندھیرا) سے ناواقف نہیں ہیں کہ علما کے معنے
زن نوجوان یا نوکتخدا یا بالغ عورت کے ہیں مگر افسوس ہے تو یہ ہے کہ وہ عیسائی ہونیکی خاطر
میں متی پر بھی شک نہیں کر سکتے جیسا کہ ہمارے فاضل مہربان جناب عبداللہ آتھم صاحب
فرماتے ہیں "کہ تحقیق نگاری کا دعوے متی اور لوقا میں سے صرف لوقا کو ہی ہے نہ کہ متی
کو نہیں" (دیکھو نمونہ آزادی صفحہ ۰)
٭ متی کی غلطیوں کا اور پادریوں نے بھی اقبال کیا ہے اور یہی سبب ہے کہ پادریوں کا

٭ تاریخ یسوع مصنفہ جناب ڈاکٹر ڈیوڈ فریڈرک اسٹراس صاحب بہادر میں متی کی بہت سی غلطیاں
ظاہر کی گئی ہیں جس کا جواب آج تک کسی عیسائی سے نہ بن پڑا وہ لکھتے ہیں کہ متی نے تاریخ لکھنے میں
بہت سی غلطیاں کی ہیں اسواسطے اسکا کلام قابل اعتبار نہیں ٭

ترجمہ امت زمین

بشارت اور متی کی انجیل میں مطابقت کرتے ہوئے سخت مشکل پیش آرہی ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ مسیح چونکہ مریم باکرہ سے پیدا ہوئے تھے اسواسطے زن نوجوان سے بطریق اولےٰ پیدا ہوئے اور وہ بشارت جس میں اس کا بظاہر زن بالغہ نوجوان سے پیدا ہونا بیان ہوا ہے۔ اور بتاویلات بعیدہ باکرہ سے بھی مفہوم ہوتا ہے۔ نہایت کامل طور سے پوری ہوئی؛

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب رائیں اسی غلط خیال پر مبنی ہیں کہ مسیح درحقیقت مریم باکرہ سے (خدا کی قدرت سے) پیدا ہوئے تھے۔ مگر اسطرح استدلال کرنا اور مسیح کی ولادت کو خلاف فطرت پہلے فرض کر لینا۔ اسکے بعد حضرت یشعیاہ نبی کی بشارت سے مطابقت کرنے کے واسطے کھینچ تان کرنا کوشش بے فائدہ ہے جو دیانتداری اور تحقیقات حقہ کے بالکل خلاف ہے؛

کیونکہ یشعیاہ کی بشارت آحاز بادشاہ کے واسطے ہے جو مسیح سے سات سو سال پہلے ہوا اور اسی کے بچاؤ کے واسطے ایک لڑکے کے ہونے کی اسے خوشخبری دی گئی اور وہ لڑکا ہو بھی گیا۔ مخمدی بھی کر گیا۔ یہودیوں کو سلامتی بھی دے گیا۔ پس مسیح سے یشعیاہ کی کتاب کا کسی طرح اور ہرگز رائی برابر بھی تعلق نہیں؛

معزز اور لائق پادری رچارڈ واٹسن صاحب فرماتے ہیں "کہ یہ عام یقین تھا۔ کہ حضرت عیسیٰ یوسف کے بیٹے ہیں اور ان کا معجزہ کے طور پر پیدا ہونا (جیسا کہ آج کل عیسائی مانتے ہیں) بالکل مشہور نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ یوسف اور مریم کے دلوں میں مخفی تھا اگر یہ بات مشہور ہو جاتی تو لوگ اکثر حضرت مریم کو تنگ کیا کرتے۔ لوقا کے اس فقرہ سے کہ "وہ یوسف کا بیٹا خیال کیا جاتا تھا" یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعد عروج مسیح یہ امر معلوم ہوا اور بغیر کسی شبہ کے (صرف مذہبی اعتقاد اور یقین سے) بلا عذر و حیلہ بیان کیا گیا۔ اسی وقت سے یہ بات متی اور لوقا نے انجیل میں داخل کی ہے"؛

یہاں پر ہم یہ بھی بتلا دینا چاہتے ہیں کہ یشعیاہ کی پیشین گوئی کا مسیح سے کسی طرح تعلق ہو بھی نہیں سکتا دیکھو دلائل ذیل؟

(۱) مسیح کا نام عمانوئیل نہیں رکھا گیا۔ بلکہ یسوع رکھا گیا۔ جو دونوں نام۔ نام اور معنے کے لحاظ سے بھی باہمی مخالف ہیں۔ کیونکہ یسوع کے معنے ہیں لوگوں کو گناہوں سے بچانے والا (دیکھو متی $\frac{1}{21}$)

اور عمانوئیل کے معنی ہیں خدا ہمارے ساتھ (متی $\frac{1}{23}$)

مگر حزقیاہ بادشاہ کا دوسرا نام بھی یا اصل نام بھی عمانوئیل رکھا گیا (دیکھو یشعیاہ کی کتاب باب ۸ آیت ۸)

(۲) یہی وہ تھا جو کہا یا کریگا مسیح نے یہ خدا کی ساری عمر میں ایک مرتبہ بھی نہیں کھائی مگر حزقیاہ بادشاہ کھایا کرتے تھے بلکہ زمین کے دقت میں اسکی بہت ہی ارزانی تھی (دیکھو یشعیاہ باب $\frac{[illegible]}{23}$)

(۳) وہ دونوں بادشاہوں کے ڈرنے کا مسیح سے کوئی تعلق نہیں۔ مگر آحاز اور حزقیاہ سے (دیکھو یشعیاہ کی کتاب اور سلاطین کی کتاب)

(۴) تخت داؤد کے تحت پر بیٹھنا بھی حضرت مسیح کے نصیب نہیں ہوا اور نہ ہونا چاہئے تھا پادری صاحبان متی کا حوالہ دیتے ہیں جس کی معرفت یوں کہا ہے "اے بیت اللحم یہوداہ کی سرزمین تو یہوداہ کے سرداروں میں ہرگز کمترین نہیں ہے کیونکہ تجھ میں سے ایک سردار نکلے گا جو میری قوم اسرائیل کی رعایت کریگا"۔ (متی $\frac{6}{2}$)

اور یوحنا کی انجیل کا بھی حوالہ دیتے ہیں "کیا کتابوں میں یہ بات نہیں کہ مسیح داؤد کی نسل سے اور بیت اللحم کی بستی سے جہاں داؤد تھا آتا ہے"۔ (یوحنا ۷-۴۲)

اور لوقا کا حوالہ بھی دیتے ہیں "خداوند خدا اسکے باپ داؤد کا تخت اسے دیگا (لوقا $\frac{1}{32}$)

اور ان ہیرودس کے ریفرنس میں پادری صاحب میکاہ نبی $\frac{5}{2}$ کا حوالہ بھی دیا ہے۔ مگر وہاں مسیح کا کوئی نام بھی نہیں ہے؟

اب ہم ان سب حوالوں کا ربانی جمع خرچ سے نہیں بلکہ خود بائبل سے ہی رد کرتے ہیں جہاں پر لکھا ہے "اس لئے یہوداہ کے بادشاہ یہویقیم کی بابت خداوند یوں کہتا ہے۔ کہ اس کی نسل میں سے کوئی نہ رہے گا جو داؤد کے تخت پر بیٹھے" (یرمیاہ نبی کی کتاب $\frac{36}{30}$)

اب ذرا مہربانی کر کے متی $\frac{1}{11}$ کو دیکھئے جہاں لکھا ہے۔ کہ مسیح اسکی نسل سے ہے پس وہ کسی طرح تخت داؤد پر نہیں بیٹھ سکتا۔

سوائے متی اور لوقا کے مرقس اور یوحنا مسیح کی پیدائش کا ذکر تک بھی نہیں کرتے (ان کے یوسف کا بیٹا ہونیکے اقبال ہیں)

وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے (یوحنا $\frac{1}{45}$)

اور انہوں نے کہا کہ کیا یہ یسوع یوسف کا بیٹا نہیں جسکے باپ کو ہم جانتے ہیں (یوحنا $\frac{6}{42}$)

کیا یہ مریم کا بیٹا بڑھئی نہیں اور یعقوب اور یوسیس اور یہوداہ و شمعون کا بھائی نہیں اور کیا اسکی بہنیں ہمارے پاس یہاں نہیں ہیں"۔ (مرقس $\frac{6}{3}$)

ان کے سوا خود متی اور لوقا میں اس کو یوسف کا بیٹا لکھا ہے،

کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں اور اسکی ماں مریم نہیں کہلاتی (متی $\frac{13}{55}$)

اور جس وقت ماں باپ اس لڑکے یسوع کو اندر لاتے تھے تاکہ اسکے لئے شرع کے دستور پر عمل کریں (لوقا $\frac{2}{27}$)

وہ یوسف کا بیٹا تھا (لوقا $\frac{3}{23}$)

وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے (یوحنا $\frac{1}{45}$)

اس کے ماں باپ ہر برس عید فسح میں یروشلم جاتے تھے (لوقا $\frac{2}{41}$)

وہ لڑکا یسوع یروشلم میں رہ گیا۔ پر یوسف اور اسکی ماں نے نہ جانا (لوقا $\frac{2}{43}$)

اس کی ماں نے اس سے کہا اے بیٹے کس لئے تو نے ہم سے ایسا کیا ہے دیکھ تیرا باپ اور میں کڑھتے ہوئے تجھے ڈھونڈتے تھے (لوقا $\frac{2}{48}$)

ان مندرجہ بالا آٹھ حوالوں سے باحسن الوجوہ ثابت ہے کہ یسوع مریم کا اور یوسف کا بیٹا تھا کنواری سے یا معاذاللہ خدا کے نطفہ سے پیدا نہیں ہوا بلکہ اس جیسے اسکے اور بھی بھائی اور بہنیں تھیں البتہ ماں باپ کا جس طرح میں پہلوٹھا بیٹا ہوں وہ بھی پہلوٹھا بیٹا تھا؛

۹ پادری ٹھاکر داس صاحب فرماتے ہیں کہ بیشک انجیل سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اول سوائے مریم اور یوسف کے اوروں پر یہ امر پوشیدہ تھا اور ہم یہ بات بھی قبول کر لیتے ہیں کہ اگر مریم یا یوسف ایسا کو مشہور کرتے تو لوگ اکثر مریم کو تنگ کرتے کیونکہ عام خیال ایسی پیدائش کے خلاف تھا اور خلاف عادت پیدائش کی امید کیجاتی تھی۔

اور جب مریم اور یوسف کو یہ خوف تھا اور دوسری طرف لوگوں کے خیال اور طرح کے تھے تو ایسے خیالوں کے سبب وہ بیت اللحم کے دفتر میں یوسف کا بیٹا لکھا گیا جس خیال کا لوقا ذکر کرتا ہے جب اس نے دیکھا تا کہ مسیح کا نسب نامہ لکھے اور اپنی طرف سے بڑھایا کہ جیسا خیال کیا گیا تھا اور یہ اسی نسبت زیادہ کو پیش کرتا ہے (القصال ولادت مسیح ۱۸۸۲ء صفحہ ۲۹) یہ فرماتے ہیں کہ "آپ لوگوں کے خیال سے سمجھے ہیں کہ مسیح یوسف کے تخم سے تھا تو ہم لوگوں کے ایسے خیال یا گواہی کو اس لحاظ سے ردی سمجھتے ہیں کہ اس امر میں محض انسانی گواہی کچھ حیثیت نہیں رکھتی کیونکہ وہ اس حمل کے آنکھ دیکھے گواہ نہ تھے اور نہ ہو سکتے ہیں" (صفحہ ۲۹)

حاشیہ میں پادری ٹھاکر داس صاحب اسیر لکھتے ہیں کہ اس مقام پر جو ایوں مریم کا کلام بیان کیا ہے جس نے تیرا باپ کا لفظ استعمال کیا لیکن مریم جانتی تھی کہ حقیقت میں یوں نہیں ہے جیا کہ یہ اس کا بھی حواریوں نے بیان کیا تھا تو اس سے صاف یہی حاصل ہوتا ہے کہ مریم نے ظاہر طور پر بالنسبت یسوع کے ایسا کہا تھا اور اغلب ہے کہ کہا کرتی ہوگی" (القصال ولادت صفحہ ۲۹) اطریق امر مریم تو یوسف کو مسیح کا باپ بتلاتی ہے اور حضرت پادری صاحب انکار فرماتے ہیں مگر کیا ایسے موقعہ کی شہادت ماں سے بڑھکر کوئی ہو سکتی ہے"

نکتہ۔ اہا عیسائی بھی مسیح کو جسم کے لحاظ سے انسان مانتے ہیں پس ضرور ہے کہ وہ بلحاظ جسم کے نطفہ انسانی سے پیدا ہوا۔ ورنہ انسان نہ ہوگا

لطیفہ عیسائی کہتے ہیں کہ وہ کنواری سے پیدا ہوا ہم کہتے ہیں کہ سب تمام کنواریوں سے پیدا ہوئے اسکی کوئی خصوصیت نہیں کیونکہ سب عورتیں شروع میں کنواری ہوتی ہیں۔ بعضے لوگ اس بات پر گراہ ہو جاتے ہیں۔ کہ اگر مسیح خدا نہیں تھا یا خدا کا بیٹا نہیں تھا۔ تو شاگرد اسے ربی کیوں کہتے تھے یعنی خدا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ پادریوں کا دھوکا اور تمہاری نادانی ہے۔ ربی کے معنے خدا کے نہیں ہیں بلکہ استاد کے ہیں (دیکھو یوحنا $\frac{1}{۳۸}$)

لفظ ابن مریم نے بھی بہت شخصوں کو دھوکے میں ڈالا ہے لیکن اس کا باعث بہت کم لوگ جانتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ چھوٹی عمر میں اور قبل اسکے کہ مسیح کو شہرت ملے یوسف کا انتقال ہوگیا تھا کل خاندان پر بجز مریم کے کوئی سرپرست نہ رہا تھا (دیکھو سوانحعمری مسیح مصنفہ ارنسٹ رینن صاحب صفحہ ۷۹)

لیکن ابن مریم ذکر کرنے سے مسیح بے باپ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ موسیٰ کی پیدائش جو قرآن میں ہے۔ اُس میں صرف اُس کی والدہ کا ذکر ہے اُس کے باپ کا کچھ ذکر نہیں اور بائیبل ہی میں اسکے ماں باپ کا نام موجود ہے۔ بلکہ انجیل لکھا ہوا ہے۔ کہ لاوی کے گھرانے کے ایک شخص نے جا کر لاوی کی نسل میں ایک عورت سے بیاہ کیا وہ عورت حاملہ ہوئی اور بیٹا جنی اور اُس نے اُسے خوبصورت دیکھ کر تین مہینے تک چھپا رکھا جب آگے کو چھپا نہ سکی تو ٹوکری میں رکھ کے دریا میں ڈال دیا۔ تب فرعون کی بیٹی نے دریا سے اُسے نکلوا کر پالا پرورش کیا اور جب لڑکا بڑھا تب وہ فرعون کی بیٹی کا بیٹا ٹھہرا اور اُس نے اسکے نام موسیٰ رکھا۔ (دیکھو خروج باب ۲ آیت ۱ سے ۱۰ تک)

موسیٰ کے سوا اور بہت لوگوں کی کنیت والدہ سے مشہور ہے۔ ابن ہندہ و ابن الاعیہ یہ دونوں بڑے مشہور شاعر گذرے ہیں مگر دونوں اپنی والدہ کے نام سے مشہور ہیں (دیکھو دائرۃ المعارف جلد اول)

سوائے ان کے ابن مریم ایک شاعر بھی گذرا ہے (دیکھو ولادت مسیح صفحہ ۷۵)

ہندوؤں میں بھی باوجود باپ ہونے کے چند آدمی صرف ماؤں کے نام سے مشہور ہیں۔

کنتی پتر یعنی ارجن۔ کنتی کا بیٹا یدھشٹر (دیکھو مہابھارت)

ستوتی ستا ستوتی کا بیٹا بیاس (")

انجنی کا پوت۔ ہنومان (دیکھو رامائن)

گانگے بھیشم پتامہ جی کا نام یعنے گنگا کا بیٹا (مہابھارت)

بنتے بیٹے بنتا کا بیٹا گرڑ جی "

دروپدی نیر دروپدی "

کیا معاذ اللہ یہ سب خدا کے بیٹے تھے جس طرح یہ سب والدہ کی کنیت پر مشہور ہو جانے کے سبب بھی خدا کے بیٹے یا فرزند نہیں تھے اسیطرح مسیح بھی باوجود ابن مریم کہلانے کے یوسف کا بیٹا تھا نہ کہ خدا کا۔

بعض عیسائی جہالت سے یا اس محبت مسیح مریم کو تمام عمر باوجود ان لڑکوں کے پیدا ہونے کے بھی۔ کنواری رہنے کے قائل ہیں اور ایسے ہی مسلمان بھی۔ کیونکہ اُن کا تو سارا بحر یہ رباتی تقلید پر ہے کیونکہ حضرت خود امی تھے۔

مگر افسوس کہ وہ انجیل سے ناواقف ہیں۔ اگر یوسف مریم کا شوہر ہے اگر مریم تو

۱؎ سوائے بائیبل کے تمام کہیں بھی موسیٰ کے اصلی ماں باپ کا پتہ نہیں لگتا۔ ورنہ صرف تحریر ہے جو آپ نے دعوے اور اس نسب نامہ موجود میں اپنی نادانی دعوائے خدائی۔

کی جورو ہے اگر عیسیٰ مریم و یوسف کا بیٹا۔ تو یعیس یعقوب یہوداہ اور شمعون ضرور اس کے بھائی ہیں یعنے اُس مریم باکرہ کے کنواری کے شکم سے متولد۔ اور اسی طرح اُسکی بہنیں بھی تھیں یکم انجیل میں آیا ہے کیا یہ مریم کا بیٹا بڑھئی نہیں اور یعقوب اور یوسیس اور یہودا شمعون کا بھائی نہیں اور کیا اُسکی بہنیں ہمارے پاس یہاں نہیں ہیں (دیکھو مرقس $\frac{۳}{۶}$)

یسوع نے بھی اس کا انکار نہیں کیا بلکہ صرف یہ کہا کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں اور اپنے کنبہ اور گھر میں اور وہ کوئی معجزہ وہاں۔ دکھلا سکا (مرقس $\frac{۴}{۶}$)

اسی طرح دیکھو یوحنا $\frac{۳}{۲}$ متی $\frac{۱۳}{۵۵}$۔ مرقس $\frac{۳}{۳۱}$ لوقا $\frac{۸}{۱۹}$ یوحنا $\frac{۷}{۳}$ لوقا $\frac{۲}{۱۹}$)

ملک فرانس کے ایک لائق مؤرخ ارنسٹ رینن صاحب نے اس مشکل کو اسطرح حل کیا ہے کہ۔ جو آدمی جو انجیل متی $\frac{۱۳}{۵۵}$ مرقس $\frac{۶}{۳}$ میں بیان کئے گئے ہیں اور پیر دوسرے مقام میں مریم کے بیٹے شمار ہوتے ہیں یہ مشکل اس بات کے سمجھنے سے رفع ہوتی ہے کہ ان دو ہمنام مریم کے مینوتیں چار چار لڑکے ایک ہی نام کے تھے مسیح کے حقیقی بھائی جیسے آپس سے عداوت کرتے تھے جب انجیل کے لکھنے والوں نے کلیوفس کے لڑکوں کو ہر وقت مسیح کے ساتھ دیکھا اور انکا بھائی کہلاتے سنا۔ تو غلطی سے بعض مقامات میں حقیقی بھائیوں کی جگہ انکا نام لکھدیا۔ مسیح کے حقیقی بھائی۔ اپنی والدہ کی طرح ان کی وفات کے بعد مشہور ہوئے لیکن پہلے کبھی اُن کو اس قدر شہرت حاصل نہ ہوئی تھی۔ جیسا کہ اُن کے خانہ زاد بھائیوں کو ہوئی مسیح کی بہنیں ناصرہ میں بیاہی گئی تھیں۔ اور مسیح نے اپنی ابتدائے جوانی کے دن وہاں ہی بسر کئے۔ دیکھو سوانح عمری مسیح مطبوعہ لنڈن صفحہ ۴۹)

ایک اور محقق اور فاضل مورخ بھی اس کے تائید کر کے لکھتا ہے بذیل عنوان کہ انجیل سے بطور ثابت ہے کہ مسیح کے حقیقی بھائی بہنیں بطن مریم باکرہ سے تھیں۔ پھر وہی مصنف لکھتا ہے کہ اس بات کے ماننے میں بجز اُن لوگوں کے جو مریم کی بکارت دائمی کے قائل ہیں کسی کو کچھ مشکل معلوم نہیں ہوتی۔ اور اگر سب اعتراضوں کو شاید بھی کر لیا جاوے تو بھی انجیل متی $\frac{۱}{۲۵-۲۴}$ کا کیا جواب ہوگا جہاں لکھا ہے کہ یوسف اپنی جورو کو اپنے پاس لے آیا۔ اور اُس کو نہ جانا جب تک وہ اپنا پہلوٹھا بیٹا نہ جنی اسی طرح انجیل لوقا $\frac{۲}{۷}$ میں لکھا ہے کہ اُس کے جننے کے دن پورے ہوئے اور وہ اپنا پہلوٹھا بیٹا جنی۔ پس اگر حواریوں کو یہ یقین نہ ہوتا۔ کہ مسیح کے اور چھوٹے بھائی بہنیں بھی ہیں۔ تو وہ ہرگز اُس کو پہلوٹھا بیٹا نہ کہتے"۔ (دیکھو سائکلوپیڈیا برطانی جلد چہاردہم)

لائق اور ایماندار پادریوں نے جنہیں مسیح سے بہت زیادہ محبت تھی بہت کوشش کی ہے کہ مریم کو ہمیشہ کے لئے کنواری ثابت کریں۔ اس کثرت محبت نے اُن کے دل میں یہاں تک تاثیر کی کہ اُنہوں نے مسیح و مریم پر بہت زیادہ شک کرنیوالے فقرے انجیل کے قصداً نکال دئے۔ چنانچہ فاضل یورپین امن صاحب نے خاف صاحب کی کتاب انجیل پر دینداروں کی تعریف کرنیکی بات مفصل ذکر کیا ہے مثلاً متی $\frac{۱}{۱۹}$ میں یہ الفاظ قبل اسکے کہ وے ہم بستر ہوں اور متی $\frac{۱}{۲۵}$ میں لفظ اسکا پلوٹھا بعض پرانے نسخوں میں قصداً چھوڑے گئے ہیں۔ تاکہ حضرت مریم کی ہمیشہ کی دوشیزگی پر شبہ نہ پڑے" (دیکھو بلسام کی کتاب جلد ۲ باب ۱ مطبوعہ ۱۸۲۳ء اور تفسیر رومن مین ہنری ٹی ٹی اسکاٹ صاحب نے بھی متعصب پادریوں سے ڈرتے ڈرتے دبی زبان سے اُس کا اقبال کیا ہے (دیکھو تفسیر مذکور مطبوعہ الہ آباد صفحہ ۲ متی پریس)

متی کے اس فقرہ (جب اُسکی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوئی تو اُن کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی (متی $\frac{۱}{۱۸}$)

لے بھی بہت سے لوگوں کو وہم میں ڈالا ہے اور یہ اصل میں دو مشکل فقرہ ہیں اول منگنی دوم اکٹھے آنے سے پہلے۔

واضح ہووے کہ منگنی کا اُس وقت ایک طریقہ یہ بھی تھا۔ کہ شوہر اور زوجہ مباشرت کریں بیاہ بحر اہا نہ منگنی کے شرعاً جائز ہونے کے لئے ضرور تھا۔ کہ طریق ثلاثہ میں ایک برسم کیا جاوے۔

نمبر ۱۔ مال یا مالی چیز حق منگنی لڑکی یا اگر وہ نابالغ ہو تو اُسکے باپ کو دیا جاتا۔

نمبر ۲۔ خط یا معاہدہ تحریری لڑکی یا اُس کے باپ کو مرد دیتا۔

نمبر ۳۔ مباشرت جسکہ مرد و عورت دو گواہوں کے سامنے نسبت کا کلمہ کہکر خلوت میں چلا جاتا تھا۔ مگر یہ معیوب گنا جاتا تھا۔ اور مرد کو زجر و تنبیہ کی جاتی تھی۔

(دیکھو کیٹو صاحب کا سائیکلو پیڈیا تشریح لفظ میرج یعنے شادی)

اور ایسا ہی ڈاکٹر سمتھ صاحب کی بائیبل ڈکشنری میں بھی طالمود یہود سے یہ تینوں باتیں منسوب ہوئی ہیں یعنے زر۔ معاہدہ اور مباشرت اور اس کا پادری ٹھاکرداس صاحب نے بھی العفصال صفحہ ۳۶ پر اقبال کیا ہے۔

اس سے صاف ثابت ہے کہ بموجب شریعت یہود کے وقت منگنی یوسف و مریم دونوں اکٹھے ہوئے تھے اور مباشرت کی تھی۔ اور اُسی پہلی مباشرت میں حقیا کر برا کوہ مرتہ ہوتا ہے مریم حاملہ ہو گئی تھی پس ثابت ہی کہ منگنی والی عورت حرامکاری مباشرت ہوکر جیساکہ توریت کی شریعت مندرجہ حاشیہ سے ظاہر ہے کہ اُسنے اپنے ہمسائے کی جورو کو رسوا کیا۔ یہ کہ بکارت کو زائل کیا پس صاف ثابت ہے کہ مریم بوقت منگنی یوسف سے حاملہ ہو گئی اور ان دونوں کے بجائے یوسف اکٹھا ایک جگہ بسے سے پہلے ہی وہ حاملہ پائی گئی۔

اکٹھے آنے کے لئے یونانی میں دو لفظ ہیں ایک سو دوسرا التھاین سو کے معنے ہیں اکٹھا باہم اور التھاین کے معنے ہیں آنا جانا پس معنی ہوئے اکٹھا آنا یا جانا یعنے باپ کے گھر کے سوا اپنے علیحدہ گھر میں باپ کے گھر سے آنا یا شوہر کے گھر سے باپ کے گھر میں جانا یعنے مریم اُس وقت حاملہ ہو گئی کہ جب وہ باپ کے گھر میں پہلے موقع خلوت میں یوسف کے پاس گئی تھی اور اُسی وقت وہ یوسف کے گھر میں اکٹھے آنے سے پہلے حاملہ پائی گئی اور اس اکٹھا آنے کے معنے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں ویسے ہی انجیل میں بھی موجود ہیں (دیکھو متی ۱/۱۸)

پس صاف ثابت ہے کہ یہ حمل یوسف کا تھا۔ کہ معاذاللہ خدا کا۔

باقی رہا یہ امر کہ اگر یوسف کا اپنا حمل تھا تو وہ ڈرا کیوں۔

اس کا جواب باصواب یہ ہے کہ قواعد یہودی کے مطابق اگر اُسکی عورت پہلے مباشرت میں حاملہ ہو جاتی تھی۔ تو اُسے غالباً عورتیں زجر و تنبیہ کرتی یا صرف بزرگوں کی نگاہ میں تخمینہ سا جلد باز معلوم ہوتا۔ جو بسبب پہلا موقعہ ہونے کے موجب شرمندگی کا ہوتا ہے اس سے بقول متی کے یوسف تھوڑا سا ڈرا اور خیال کیا (جیسا کہ جلد باز جب تکلیف عیال سامنے آتی ہیں تو گھبراتا ہے) کہ چھوڑ دوں مگر بسبب غریبی یا حسن مریم یا حمل آ جانے کے جیب ہو گیا۔ سمجھ گیا کہ سب کے سر پر یہی معاملہ گزرا کرتا ہے۔ پس اس قسمت سے۔ چھوڑ سکا اور یہ بھی واضح ہو کہ یہ بات صرف متی کی خوش فہمی سے معلوم ہوتی ہے۔ اور اُس کو تحقیق نگاری کا دعوٰے بھی نہیں۔ بلکہ ایسا ٹھیک دعوٰے صرف لوقا کو ہے جیسا کہ عبداللہ آتھم کے بیان سے پیچھے ہم ثابت کر چکے ہیں اب دیکھئے کہ لوقا جیسا محقق مزاج کیا کہتا ہے وہ اُس وقت سے پہلے یوسف کا کوئی ذکر نہیں کرتا۔ حتٰی کہ نام لکھی کے واسطے یوسف مع مریم زوجہ خود کے بیت اللحم کو گیا۔ چنانچہ لکھتا ہے " اور یوسف بھی جلیل کے شہر ناصرت سے یہودیہ میں داؤد کے شہر کو جو بیت اللحم کہلاتا ہے گیا۔ اسلئے کہ وہ داؤد کے گھرانے اور اولاد سے تھا کہ اپنی منگیتر مریم کے ساتھ جو حاملہ تھی نام لکھا جاوے اور ایسا ہوا کہ جب وے وہاں تھے اُس کے جننے کے دن پورے ہوئے اور اپنا پہلوٹھا بیٹا جنی " (دیکھو لوقا ۲/ ۴ و ۵ و ۶)

پادری صاحبان منصف مزاج ذرا غور سے دیکھیں کہ متی ۱/۲۵ میں لکھی ہے کہ وہ اپنی جورو کو یہاں لے آیا۔ پر اُسکو نہ جانا جب تک کہ وہ اپنا پہلوٹھا بیٹا نہ جنی اور اُس کا نام یسوع رکھا۔

لوقا محقق لکھتا ہے کہ یوسف مریم حاملہ کیساتھ نام لکھانے گیا اُسے معلوم تھا۔ کہ اُسکے حمل ہے اور وہ میرا ہے کیونکہ اُسنے وہاں دراجی کسی طرح کا تعجب یا افسوس یا ماتم تک نہیں کیا اور پھر باقاعدہ طور خوشی خوشی اُس کا نام رکھا۔ ختنہ کرایا۔ اور خداوند کے آگے حاضر کرنے کو دونو جورو خاوند پہلوٹھے بیٹے کو یروشلم میں لائے اور پھر لکھا ہے کہ جس وقت ماں باپ اُس لڑکے یسوع کو اندر لاتے تھے تاکہ اُسکے لئے شرع کے دستور پر عمل کریں تب یوسف اُسکے باپ اور مریم اُسکی ماں نے ان باتوں سے تعجب کیا اور جب وے خداوند کی شریعت کے موافق سب کر چکے تو جلیل میں اپنے شہر ناصرت کو چلے گئے اُس کے ماں باپ ہر برس عید فسح میں یروشلم کو جاتے تھے " (لوقا دیکھو باب ۲ آیت ۲۷ سے ۴۱ تک)

افسوس کہ اتنے کام ہوتے رہے لڑکا ہوا۔ ختنہ ہوا۔ موسٰی کی شریعت کی تعمیل وغیرہ وغیرہ مگر مریم بیچاری ابھی تک منگیتر رہی منکوحہ نہیں لکھا اور نہ نکاح کا ذکر کسی انجیل میں ہے بغیر نکاح کے جماع رہا ہے۔ پس وہ منگیتر نہیں تھی۔ بلکہ بیاہتا تھی اور یوسف کے نطفہ سے ہی حاملہ تھی اور صرف یہی ایکدفعہ نہیں بلکہ ۵۔۶ مرتبہ حاملہ ہوئی بال بچے ہوئے۔ مگر افسوس کہ اتنے کنواری اور منگیتر رہی نہ کنوارپن ٹوٹا اور نہ نکاح ہوا لیکن یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ لوقا کی انجیل ہی میں لکھا ہے " اور آشیر کے گھرانے سے انا نام فانوئیل کی بیٹی ایک نبیہ تھی۔ جو بہت بوڑھی تھی اور اُس نے اپنے کنوارے پن سے سات برس ایک خصم کے ساتھ بیاہ کیا تھا۔ اور وہ بیوہ قریب چوراسی برس کے تھی " (لوقا ۲/۳۶)

اصل بات یہ ہے کہ لڑکی ماں باپ کے گھر میں ہمیشہ لڑکی ہی کہلاتی ہے خواہ چند لڑکے بالوں کی ماں بھی ہو اور سسرال کے گھر میں بیٹی بیاہی ہوئی بھی بہو (جورو) کہلاتی ہے اور بوڑھی ہونے تک بھی وہ بہو ہی کہلائیگی۔ خواہ اُس کے بیٹے کی بہو بھی آ جاوے لڑکی کے نام پر لڑکے کیوں مشہور ہوتے ہیں؟ وجوہات ذیل ہیں۔

نمبر ۱۔ ماں کسی امیر کی لڑکی اور باپ غریب ہو تو بھی عموماً ایسا ہی ہوتا ہے یا ماں مشہور خاندان سے اور باپ غیر مشہور سے

---

* یہودی شریعت مندرجہ توریت اگر کوئی مرد شوہر والی عورت سے زنا کرے پایا جائے تو وے دونوں مار ڈالے جائیں " اور جو لڑکی کسی کی منگیتر ہو اور کوئی اور شخص اُسے شہر میں پا کر ہم صحبت ہو تو اُن دونوں کو پتھراؤ کر کے مار ڈالو کہ وے مر جائیں اس لئے کہ اُس نے اپنے ہمسائے کی جورو کو رسوا کیا "۔

لیکن اگر کوئی مرد ایک لڑکی کو جو کسی کی منگیتر ہے میدان میں پاوے اور مرد جبر کر کے اُس سے مل بیٹھے تو صرف مرد مار ڈالا جائے "۔ اور اگر کوئی آدمی کنواری لڑکی کو پاوے جو کسی کی منگیتر نہ ہو اور اُسے پکڑ کے اُس سے ہم بستر ہو اور وے پکڑے جائیں تو مرد جو اُس کے ساتھ ہم بستر ہوا لڑکی کے باپ کو ۵۰ مثقال روپا دے اور وہ اُسکی جورو ہووے (دیکھو استثنا ۔ باب ۲۲ آیت ۲۲ و ۲۳ و ۲۵ و ۲۹)

ہم نے توریت کو خوب دیکھا کہیں بھی شادی کا طریقہ اس سے زیادہ مفصل بلکہ مجمل بھی نہ پایا گیا اگر ہے۔ تو کوئی عیسائی بتلاوے ہاں پادری ٹھاکرداس صاحب نے بھی الفصال صفحہ ۳۶ و ۳۷ پر اس کا اقبال کیا ہے اور آگے چلکر لکھا ہے کہ یہودیوں کی رسم منگنی میں مرد اور عورت کے شوہر اور زوجہ ہونے کے عہد و پیمان پختہ اور پورے ہو جاتے تھے۔ اور پھر دو ہرائے نہ جاتے تھے۔ اور اس لئے مرد عورت کو بلا طلاق نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اور لڑکی شریعت کی نگاہ میں اُس آئندہ خصم کی جورو سمجھی جاتی تھی (صفحہ ۳۸ الفصال بادت)

نوٹ: ناوشت و مسیح ہے (یسعیاہ کی کتاب ۹/۶)
مسیح کرنیوالے خدا کے فرزند (متی ۵/۹)
آدم خدا کا بیٹا ہے (لوقا ۳/۳۸)
سب خدا کے ہیں (یوحنا ۱۰/۳۵)
ہزاروں لاکھوں خدا کے بیٹے بلکہ سب جہاں کے لوگ خدا کے بیٹے ہیں (پیدائش ۶/۲)
ان کے سوا فرعون نمرود۔ شداد۔ ہرن کشیپ۔ بہلول۔ بنیوت بایزید۔ حلاج شاہ وغیرہ
تمام دنیا کے صوفی لوگ ویدانتی یا بابا وادی لوگ اپنے آپ کو خدا کہتے ہیں۔ جب یہ حال ہے تو مسیح کی کوئی خصوصیت نہ رہی۔ بلکہ عام انسانوں کی طرح وہ بھی ایک انسان ٹھہرا۔ کہ نعوذ باللہ خدا یا خدا کا بیٹا۔ اب ہم یہ دکھلاتے ہیں کہ خدا کا بیٹا کہنے کا خیال عیسائیوں کو کہاں سے سوجھا۔ اور مسیح کو کیوں لئے خدا کا بیٹا کہنا اور ماننا پڑا۔

واضح ہو کہ یونانیوں کے یہ معمولی محاورہ کی بات تھی کہ نہایت مقدس اور بزرگ اشخاص کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ جیسا کہ مشہور فاضل اور لائق لوگ خدا کا بیٹا کہلاتے تھے جیسا عرش یہ اسیولس ہرکیولس ان سب کو یونانی خدا کا بیٹا پکارتے تھے۔ سکندر بادشاہ بھی اپنے آپکو خدا کا بیٹا کہلاتا۔ اور سب کماسے آسمانی الہٰی پکارتے تھے جیسا کہ ان سب کے باپ موجود ہے۔

جب یونان کے فلسفہ کا بلحاظ اسکی بیانات فضیلت کے خیال تھا تو اسکو مد نظر رکھکر جب حواریوں کو انجیل کا یونانی زبان میں ترجمہ کر دینے دین کی اشاعت منظور ہوئی تو انہوں نے بموجب پولس کے اس قول کے کہ میں آدمیوں کے سبب خدا کی سچائی اسکے جلال کے لئے زیادہ ظاہر ہوئی۔ تو میں کیوں گنہگار کی طرح حکم ہوتا ہے اور ہم کیوں برائی نہ کریں تا کہ بھلائی نکلے (رومیوں کے خط ۳ باب) یہ مہلک اصول پیدا ہونا شروع کیا کیونکہ جب تک مسیح کو ایسے اعلیٰ القاب سے ملقب نہ کرتے تب تک توقف لوگ کبھی ان کی باتوں پر کان نہ دھرتے۔ اسی واسطے انکو ایسے بزرگ خطابات سے مسیح کو ملقب کرنا پڑا کیونکہ ایسے ہی خیال یونانیوں کے عین حسب حال تھے اور ضرور ایسا ہی کیا گیا +

مسٹر پادری ٹھاکر داس صاحب فرماتے ہیں "کہ یونانی اپنے بزرگوں کو ان خداؤں کو بیٹا کہتے تھے جو خود انسان تھے اور حقیقت میں ہرکولیس و جوپیٹر وغیرہ کے باپ تھے۔ مگر موت کے بعد خدا مانے گئے تھے۔ کیا یہودی جو ایک خدائے خالق کے ماننے والے اور اسکے ایمان میں غیرت مند تھے اُس سدی کے یونانیوں کو اپنے خیالات کا سانچہ سمجھتے اور اُسکی تقلید سے اپنے خیالات کو صورت دیتے ہرگز نہیں" (التفصیل ولادت صفحہ ۳۳)

افسوس کہ پادری صاحب نے جواب لکھنے سے پہلے یہ نہ سوچا کہ یہ وہ لوگ خدا وہی ہے جس نے زمین پر کر بنی اسرائیل کی رہنمائی کی آگ میں موسیٰ سے باتیں کیں اور منہ دکھایا اسکے عوض حیلہ ملائی کیا اور مخلوق خدا نہیں۔ دیکھیا ناد گیہ ہوتا ہے جس نے شیطان کے بہکانے سے معرفت میں ایوب کا گھر برباد کیا یہ ہی حکمت عملیاں تو یونان کے ساتھ رہنے دیکھئے ہم تو

آپ کو ہندوستان میں بھی وہ ساری کارروائی بتلاتے ہیں۔ دیکھئے عیسائیوں کا ایک بھجن ہے سہ عیسیٰ میرا رام رمیا عیسیٰ مرا کرشن کنہیا۔ مجھ سے عیسیٰ عیسیٰ بول۔ تیرا کیا لگے گا مول + حال ہی میں بکتی فوج (سالویشن آرمی) والوں نے ٹھاکر داس ایشر داس رام داس بھگوان داس وغیرہ نام اپنے رکھکر اور گیروے بستر پہنکر ہندوؤں کو سخت مغالطہ میں ڈالا ہے اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ یسوع مسیح پر جو دیانت والی گایتری بنائی ہے برہنہ پاؤں پھرتے اور چندن کا تلک وغیرہ لگاتے ہیں پس ان ساری باتوں پر غور کیجئے کہ ٹھاکر۔ ایشر۔ رام بھگوان کشن وغیرہ نام ہندوؤں کے بزرگوں کے ہیں جنہیں وہ خدا مانتے ہیں اور وہی یہاں عیسائیوں نے اس روشنی کے زمانہ میں بھی اختیار کر لئے تو کیا اُس تاریکی و جہالت کے زمانہ میں ان کے بزرگواروں نے ایسی کارروائی نہ کی ہوگی تا کہ لوگ کچھ تسلی ہوگی۔ ہرگز نہیں +

جب یہ حال ہو تو کسی طرح بھی مسیح کا خدا ہونا یا خدا کا بیٹا یا اکلوتا۔ یا پہلوٹھا ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ صرف ایک غلط اور دھوکا دینے والا بیان پیچھے سے پولوس وغیرہ نے شامل کر کے انجیل کو بڑھا دیا۔ جو محققین بلا تعصب کی تحقیقات سے پایہ ثبوت تک پہنچ سکا ہے اسی واسطے خارج اور رد ہونے کے لائق ہے پرماتما جنم مرن سے۔ دکھ روگ شوک سے منزہ ہے وہ سرب بیاپک سرب انترجامی ہے و غیر مجسم نراکار ہے اُسکی ذات میں کوئی کسی طرح کا عیب نہیں یہ سارے عیب انسان میں ہیں خدا میں نہیں +

اب ہم آخیر میں یہ بتلاتے ہیں کہ بائیبل کی رو سے بھی اکثر جگہ صرف خدا کے ایک ہونے کی تعلیم ملتی ہے تین کی نہیں اور تین اقنوم کا ذکر پایا جاتا ہے +

دیکھو یسعیاہ ۴۵/۵ و ۴۶/۹ و استثنا ۳۲/۳۵ و ۳۹ و ۶/۴ و خروج ۹/۳ و ۴ و خروج ۱۵/۱۱ و ۱۴ و خروج ۲۰/۲ تا ۳ و متی ۲۲/۳۵ و ۲۰/۲۲ و ۲۳ و ۹/۱۴ و ۱۶ و ۲۷/۴۶ و ۱/۲۴ و ۲/۲۳ و مرقس ۱۲/۲۹ و ۱۳/۳۲ و ۱۰/۲۶ و ۲۹ و یوحنا ۱۷/۱ و ۱۴/۱۷ و تیطاؤس ۲/۵ =

ایک دفعہ پشاور چھاؤنی میں راقم نگارندہ بابو سرجن مل سکرٹری آریہ سماج پشاور کے پادری جوکس صاحب منسٹری مشن اخوال سنان سے ملنے گیا۔ باہمی بات چیت میں پادری صاحب نے دعوے کیا۔ کہ بائیبل میں خدا کو باپ کہا ہے۔ ایسی عمدہ تعلیم اور کسی مذہبی کتاب میں نہیں ہے +

میں نے جواب دیا کہ نہیں اور مذہبی کتابوں جیسے وید شاستر میں اس سے بڑھکر موجود ہے دنیا کی کسی میں بھی نہیں۔ بلکہ انکو سوجھی ہی نہیں انکی اس لاف زنی پر میں نے کہا کہ آریہ رشی تو درکنار وہ تو فاضل ہی تھے۔ بابا نانک جی نے بھی بائیبل سے بڑھکر تعلیم دی ہے فرمایا کہ کہاں میں کہا دیکھو تم مات پتا ہم بالک تیرے۔ تم ری کرپا سکھ گھنیرے۔ دیکھئے بائیبل سے ہزار گنا بڑھ کر نانک جی کہا ہے کہ ایشور تو تم مات پتا مجھے زیادہ یا ماتا پتا کی طرح محبت کرو +

بتلائیے ایسی تعلیم بائیبل میں کہاں ہے اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ ماتا کی محبت پتا سے زیادہ ہوتی ہے اور غالباً اسی کثرت محبت کے سبب مسیح بھی ابن مریم کہلایا۔ کہ ابن یوسف۔ پادری صاحب لاجواب ہو گئے +

اجمیر میں پادری گرے صاحب سے ملاقات کرنے کا موقع ملا۔ پادری صاحب نے فرمایا کہ تم لوگ اپنی بائیبل سے چرا کر کہتے ہو کہ یہ تعلیم وید کی ہے۔ حالانکہ وید میں کوئی ایسی تعلیم خدا کی بات نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ اگر کوئی آریہ ایسا کرتا ہے۔ تو میں اُسے مکار سمجھتا ہوں آپ مہربانی کر کے کوئی ایسی تعلیم بائیبل کی بتاویں۔ جو وید میں نہ ہو۔ اور آریہ لوگ وید کی ٹھہراتے ہوں حالانکہ اصل بائیبل کی ہو۔ فرمایا کہ البشارة کو لیا۔ کہا یہ تعلیم صرف بائیبل کی ہے تم بھی پادریوں کی طرح دیکھیں خدا کو باپ کہتے ہو۔ بھلا بتاؤ تو سہی یہ ویدوں میں کہاں ہے +

لہ انجیل سے معلوم ہو کہ مسیح خدا کا ... نہیں کیونکہ وہ خود کہتا ہے کہ یہ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے کو آیا ہوں کیونکہ میں آیا ہوں کہ مرد کو اسکے باپ سے بیٹے کو اسکی ماں سے اور بہو کو اُس کی ساس سے جدا کروں اور آدمی کے دشمن اسکے گھر ہی کے لوگ ہونگے (متی ۱۰/۳۴) نیز یہ وہ مسیح ہی ہے جو آتش فشانی برساتے ہیں کہ میں زمین میں آگ لگانے آیا ہوں اور میں کیا ہی چاہتا ہوں کہ ابھی سلگ جاتی۔ کیا تم گمان کرتے ہو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا ہوں میں تمہیں کہتا ہوں نہ بلکہ جدائی کروانے (لوقا ۱۲/۵۱) مسلمانوں کی ایک حدیث ہے الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ ترجمہ خلقت عیال ہے تمام لوگ خدا کے کنبہ میں ہیں محبوب تر خلقت کا خدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو نیکی کرے خدا کے کنبہ کے ساتھ اسی حدیث پر مولوی رومی مثنوی میں لکھتے ہیں سہ ایں
همه من درتسیر جواه + گفت الخلق عیال للالہ +

یہ عرض کی تعلیم ویدکی ہے۔ انجیل کی نہیں۔ دیکھئے وید مقدس کی شرتی۔ स नो बन्धु

जनिता स विधाता धामानि वेद भुवनानि विश्वा। यत्र देवा

अमृत मान शास्त तीये धाम न्न ध्यैरयन्त॥ यजु॰ अ॰ ३२ म॰ १०॥

ترجمہ وہ پرماتما ہمارا سہو یتا۔ اتا۔ وہ سب کاموں کا پورن کرنے والا تمام لوک اور نام استھان جنموں کو جانتا ہے۔ اور جس میں آنند کو امرت لوگ پراپت ہو کے سوا اچھا کے وچرتے ہیں وہی ہمارا ہادی۔ راجا عدالت کرنے والا ہے اُسی کی بھگتی کرنا ضروری ہے۔ اور اسی طرح دیکھو رگ وید منڈل ۱۔ انواک ۷۔ سوکت ۸۲۔ منتر ۳۔ اس پر پادری صاحب لال پیلے ہو گئے۔ اور کچھ جواب نہ دے سکے۔

باب دوم

مسیح بیگناہ نہیں بلکہ گنہگار تھا

عیسائی پادری کہتے ہیں کہ مسیح بے گناہ تھا۔ اس واسطے ہمیں نجات دے سکتا یا دلا سکتا ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ ایسا نہیں بلکہ وہ گنہگار تھا۔ اور اسی واسطے عیسائیوں کی نجات سراپا محال ہے۔

افسوس کہ عیسائیوں نے اپنے اس بے بنیاد دعوے کے پورا کرنے کیواسطے مسیح کی سوانح عمری کہیں بھی رہنے دی اور نہ انجیل ہی کچھ بتلاتی ہے۔ کیونکہ ۳۳ سال کی اُس کی عمر تھی جنمیں سے ۳۰ سال کا کوئی صحیح حال کسی کو معلوم نہیں ۳ سال کی زندگی میں اُس نے وعظ شروع کی۔ اور دو سال ہی لیکچر دے کر صلیب پر لٹکائے گئے۔

ہم اس کا ثبوت کسی بیرونی شہادت سے نہیں بلکہ انجیل سے ہی کرتے ہیں دیکھو لکھا ہے "یسوع آپ برس تیس ایک کا ہو کے شروع کیا"۔ (لوقا ۳/۲۳)

تیس برس کی ابتدائی زندگی کا صحیح اور مفصل حال کسی عیسائی کو معلوم نہیں۔ اور اگر کسی کو معلوم ہے تو وہ بیاسخاطر مسیح ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔ تاکہ کہیں سارے کے سارے کلمک ظاہر نہ ہو جائیں۔ مقام غور ہے کہ مہذب قوم عیسائی دنیا بھر کے محقق عیسائی۔ کل جہان کے مورخ عیسائی اور محمد کے ہادی کی تاریخ پر یہ تاریک گھٹا چھائی ہو۔ افسوس۔ صد ہزار افسوس۔

جونکہ مسیح کی سوانحعمری ساری نہیں ملتی۔ صرف ۳ سال زندگی کے حالات تھوڑے تھوڑے باحیل سے دستیاب ہوتے ہیں۔ اس واسطے ہم مجبوراً اُسی پر اکتفا کرکے مسیح کے چال چلن کو دنیا پر ظاہر کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی ناواقفی سے دھوکا کھا لے اور دھن و ایمان کو کسی کی چاپلوسی میں آکر نقصان پہنچا لے۔

نمبر ۱۔ مسیح کی بے رحمی۔ "یہ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا۔ صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے کو آیا ہوں۔ کیونکہ میں آیا ہوں کہ مرد کو اُسکے باپ اور بیٹی کو اُس کی ماں اور بہو کو اُسکی ساس سے جدا کروں"۔ (متی ۱۰/۳۴ و ۳۵)

پھر وہ خود فرماتا ہے "میں زمین پر آگ لگانے آیا ہوں۔ اور میں کیا ہی چاہتا ہوں کہ جلی ہوتی۔ پر مجھے ایک بپتسمہ پانا ہے۔ اور میں کیسا تنگ ہوں جب تک کہ نہ ہو لے۔ کیا تم گمان کرتے ہو کہ میں زمین پر میل کروانے آیا ہوں نہیں میں تمہیں کہتا ہوں بلکہ جدائی"۔ (لوقا ۱۲/۴۹-۵۱)

پھر مسیح ہدایت دیتا ہے "اگر کوئی میرے پاس آوے اور اپنے ماں باپ اور جورو۔ لڑکے بھائی بہن بلکہ اپنی جان کی دشمنی نہ کرے میرا شاگرد ہو نہیں سکتا"۔ (لوقا ۱۴/۲۶)

یہود مدلل مسیح ورانہ ہے اور اُس وقت زمین کے سب گہر آنے تباہی مچائے۔ (متی ۲۴)

پھر مہربان مسیح کی بات لکھا ہے "اور اس سے کچھ دور بہت سوروں کا غول چرتا تھا سو دیووں نے اُسکی منت کرکے کہا کہ اگر تو ہمکو نکالتا ہے۔ تو ہمیں ان سوروں کے غول میں جانے دے۔ تب اُسنے اُنہیں کہا کہ جاؤ۔ اور وے نکل کے سوروں کے غول میں گئے اور دیکھو سوروں کا سارا غول کنارہ پر سے دریا میں کود کے دریا میں ڈوب مرا" (متی ۸/۳۲)

پادری کلرک صاحب نے اسپر تفسیر کی ہے کہ "وہ سور تعداد میں دو ہزار تھے" اس پر مولوی نور الدین صاحب نے کیا اچھا کہا ہے "کہ بودھ اور آریوں اور جینیوں کے اصول عیسائیوں کے اصول سے زیادہ رحم پر مبنی ہیں کہ کسی ایک ذیروح کو ستانا مذہباً جائز نہیں سمجھتے"۔

پھر مسیح نے تلواریں خریدنے کا سب شاگردوں کو حکم دیا۔ جیسا کہ لکھا ہے "اور جس پاس نہیں اپنے کپڑے بیچ کے تلوار خریدے"۔ (لوقا ۲۲/۳۶)

انجیل میں مسیح کے تلوار چلانے کا ذکر بھی موجود ہے "جب یہوداہ جو اُن بارہوں میں سے ایک تھا۔ آیا۔ اور اُسکے ساتھ ایک بڑی بھیڑ تلواریں اور لاٹھیاں لئے سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں کی طرف سے آ پہنچی۔ اُسکے پکڑوانے والے نے اُنہیں یہ کہکے پتہ دیا تھا کہ جسے میں چوموں وہی ہے اُسے پکڑ لینا۔ اُسنے وہیں یسوع پاس آکر کہا۔ اے ربی سلام اور چوم لیا۔ یسوع نے اُس سے کہا اے میاں تو کس لئے آیا۔ تب انہوں نے یسوع پاس آکر یسوع پر ہاتھ ڈالے اور اُسے پکڑ لیا۔ اور دیکھو یسوع کے ساتھیوں میں سے ایک نے ہاتھ بڑھا کر اپنی تلوار کھینچی۔ اور سردار کاہن کے نوکر پر چلا کر اُس کا کان اُڑا دیا" (متی ۲۶/۴۷-۵۱)

پھر لکھا ہے "جب انہوں نے جو اُسکے ارد گرد تھے وہ حال جو ہونے والا تھا دیکھا۔ اس سے کہا کہ اے خداوند کیا ہم تلوار چلاویں۔

اُن میں سے ایک نے سردار کاہن کے نوکر کو مارا اور اُس کا داہنا کان اُڑا دیا"۔

(لوقا ۲۲/۴۹ و ۵۰) (یوحنا ۱۸/۱۰) مرقس ۱۴/۴۶ و ۴۷)

۲۔ مسیح کا جھوٹ۔ لکھا ہے "تب اُسکے بھائیوں نے اُس سے کہا یہاں سے روانہ ہو اور یہودیہ میں جا تاکہ اُن کاموں کو جو تو کرتا ہے تیرے شاگرد بھی دیکھیں۔ کیونکہ ایسا کوئی نہیں جو کچھ کام چھپ کے کرتا ہو اور چاہے کہ آپ مشہور ہو اگر تو یہ کام کرتا ہے۔ تو اپنے تئیں جہان کو دکھلا۔ کیونکہ اُس کے بھائی بھی اُس پر ایمان نہ لائے۔ تب یسوع نے کہا کہ میرا وقت ہنوز نہیں آیا۔ پر تمہارا وقت ہر دم تیار ہے۔ دنیا تم سے عداوت نہیں رکھ سکتی پر مجھ سے عداوت رکھتی ہے۔ کیونکہ اُس پر گواہی دیتا ہوں کہ اُسکے کام برے ہیں (تم عید میں جاؤ میں ابھی عید میں نہیں جاتا۔ کہ میرا ہنوز وقت پورا نہیں ہوا۔ وہ یہ باتیں اُنہیں کہکے جلیل میں رہا۔ لیکن جب اُسکے بھائی روانہ ہوئے تھے تب وہ بھی عید میں گیا۔ ظاہر نہیں بلکہ چھپ کے) تب یہودی عید میں اُسے ڈھونڈنے لگے"۔ (یوحنا باب ۷ آیت ۵ سے ۱۱ تک)

۳۔ مسیح شرابی تھا۔ انجیل میں لکھا ہے "ابن آدم کھاتا پیتا آیا اور وے کہتے ہیں کہ دیکھو ایک کھاؤ۔ شرابی اور محصول لینے والوں اور بدمعاشوں کا یار ہے"۔ (متی ۱۱/۱۹)

پھر مسیح فرماتا ہے "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں انگور کا رس (انگوری شراب) جس دن تک خدا کی بادشاہت میں اُسے نیا نہ پیوں۔ پھر نہ پیوں گا"۔ (مرقس ۱۴/۲۵)

پھر جلیل میں ایک بیاہ ہوا۔ یسوع کی معہ شاگردوں کے دعوت تھی پیتے پیتے شراب گھٹ گئی۔ مسیح نے وہاں چھ مٹکے سرکے (بقول عیسائیوں کے معجزہ سے) پیدا کر دئے ہر ایک مٹکے میں دو یا تین من شراب کی سمائی تھی۔ پس ۳ × ۶ = ۱۸ من شراب بنا کر مسیح نے لوگوں پر فی سبیل اللہ بانٹی اور پلائی (مفصل دیکھو یوحنا کی انجیل باب ۲ آیت ۱ سے ۱۱ تک)۔

۴۔ ماں کی بیعزتی!۔ لکھا ہے "اُس کی ماں اور اُس کے بھائی باہر کھڑے ہوئے اُس سے بات کیا چاہتے ہیں۔ پر اُس نے جواب میں خبر دینے والے سے کہا کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی" (متی ۱۲/۴۸-۴۶ و لوقا ۸/۱۹ و مرقس ۳/۳۲) +
پھر لکھا ہے کہ جب شراب گھٹ گئی تو یسوع کی ماں نے اُس سے کہا کہ اُنکے پاس مے نہیں رہی یسوع نے اُس سے کہا کہ اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام (یوحنا ۲/۴)
۵۔ چوری سرقہ مویشی۔ مسیح نے ایک گدھی مع بچّے کے چُروائی اور فریب سکھلایا کہ اگر کوئی پوچھے تو کہنا کہ مالک نے مانگا ہے +
۶۔ فریب۔ چنانچہ انجیل میں لکھا ہے اور جب وے یروشلم کے نزدیک پہنچ کے بیت فگا میں زیتون کے پہاڑ پاس آئے تب یسوع نے دو شاگردوں سے یہ کہکر بھیجا کہ سامنے کی بستی میں جاؤ۔ اور وہاں ایک گدھی بندھی ہے اُسکے ساتھ ایک بچّہ پاؤ گے کھولکر میرے پاس لاؤ۔ اگر کوئی تم کو کچھ کہے تو کہیو کہ خداوند کو درکار ہے۔ وہ اُسی دم اُنہیں بھیج دیگا۔ شاگردوں نے جیسا یسوع نے فرمایا تھا بجا لائے اور اُس گدھی کو بچّہ سمیت لے آئے اور کپڑے اُن پر ڈالے اور اُسے اُن پر بٹھلایا" (متی ۲۱/۱-۷) +
انجیلوں کا اس میں باہم اختلاف ہے۔ چونکہ متی کی انجیل نمبر اول ہے بنابراں ہم بھی اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اتنا اختلاف کیوں ہؤا۔ متی جو سیدھا سادا آدمی تھا۔ اُس نے صحیح طور پر گدھی اور بچّہ دو لکھے اور سب جگہ صیغہ جمع کا استعمال کیا۔ مگر دوسرے حواریوں کو یہ بات سوجھ گئی۔ کہ یہ تو چوری ہے۔ اور مسیح گنہگار ٹھیر جاتا ہے۔ بنابراں گدھی کو دور کر صرف گدھی کا بچّہ رہنے دیا (دیکھو مرقس ۱۱/۲-۷ و لوقا ۱۹/۳۰ و یوحنا ۱۲/۱۴) جس سے جرم بہت خفیف ہو جائے اور مسیح مجرم نہ کہلائے + مگر اظہر من الشمس بات کب چھپ سکتی ہے +
دیکھئے ایک تو مسیح نے گدھی چُروائی یا چُرائی اور دوسرا گدھی کا بچّہ۔ یہ چوری کیا ہے اِس کا جواب تعزیرات ہند میں دیکھو۔ کہ بغیر اجازت مالک کے چیز لیا سو مسیح نے کیا۔ گدھی کی قیمت کم سے کم ۲۰ روپیہ اور بچہ کی قیمت ۱۰ روپیہ انکل دیکھے مال مسروقہ ہوتے ہیں (دیکھو تعزیرات ہند کی دفعہ ۳۷۹) +
فریب اِس واسطے ہے کہ شاگردوں کو کہا کہ اگر پوچھے تو کہنا کہ خداوند مانگتا ہے۔ خداوند کے لغوی معنے مالک ہیں۔ اور ایسا ہی عام طور پر مالک کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور مسیح کو شاگرد بھی خداوند کہتے تھے۔ مطلب یہ۔ کہ جب کوئی سامنے گدھی والا دیکھ کر پوچھے۔ تو خداوند کے معنے مالک سمجھ کر چلا جاویگا اور ان کا مطلب دو دھاری تلوار کی طرح مالک اور عیسے سے تھا جس سے صاف چوری بفریب ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے کوئی شخص کسی مکان کا مالک ہے۔ اور اس کا نام ابراہیم ہے اور ایک چور ہے اُس کا نام بھی ابراہیم ہے۔ مالک کی غیر حاضری میں ایک شخص اُس کے اندر جا کر اُس کا چھکڑا اُتارتا ہے اور لیجاتا ہے۔ جب کوئی نوکر معمولی واقف کار آدمی اُس سے پوچھے کہ کہاں لے جاتا ہے۔ تو وہ کہے کہ ابراہیم نے مانگا ہے۔ اور وہ وہاں بازار میں کھڑا ہے۔ تو ملتک اُس پر اعتبار کر کے جانے دیگا اور ایسی فریب آمیز چوری اکثر شہروں میں ہوتی ہے۔ بعینہٖ یہی حال اِس جگہ ہؤا۔ بنابراں یہ دو جرم ہیں ایک سرقہ مویشی۔ دوم دغا یا فریب (۴۱۵ تعزیرات ہند و ۳۷۹ تعزیرات ہند) اور مسیح ان دو نو دفعات کے جرم کا مجرم ہے۔ واضح ہو کہ یہ گدھی و گدھا دونو مسیح کی زندگی تک مالک کو واپس نہیں دئے گئے اور نہ اُن کی قیمت دی گئی۔ بس صاف چوری ہے۔ کوئی محقق مزاج شخص اِس سے اِنکار نہیں کر سکتا اور نہ اُس کے مرتکب کو بری کر سکتا ہے +
۷۔ مسیح کی بے علمی:۔ انجیل میں لکھا ہے کہ صبح کو وہ بیت عنیاہ سے باہر آتے۔ اُس کو بھوک لگی اور دور سے انجیر کا ایک درخت پتوں سے لدا ہؤا دیکھکے وہ (مسیح) گیا کہ شاید اُس میں کچھ پاوے۔ جب وہ اُس پاس آیا۔ تو پتوں کے سوا کچھ نہ پایا۔ کیونکہ انجیر کا موسم نہ تھا۔ یسوع نے اُس سے خطاب کر کے کہا کہ کوئی تجھ سے پھل کبھی نہ کھاوے۔ اور اُس کے شاگردوں نے سنا (مرقس ۱۱/۱۲-۱۴ و متی ۲۱/۱۸) +
ایک یورپین فاضل نے اِس پر کیا اچھا فرمایا ہے کہ "اگر عیسائی مذہب کے واہیات مسائل اور بوحہ ظلم و جہالت دیکھنا چاہو۔ تو متی و مرقس کی انجیل کھولکر انجیر کی کہانی پڑھو۔ اُس درخت کے بے موسم پھل پیدا کرنے کے واسطے بھوک کے وقت بد دعا دیکر سوکھا دیا تھا۔ اگر عیسے قادر مطلق خدا تھا۔ تو انجیر کے درخت کو اُس نے خود بنایا تھا۔ اُس کے بڑھنے کی حد خود مقرر کی تھی اور خود ہی اُس کے پھل دینے کے واسطے عرصہ ٹھیرا دیا تھا۔ اور اس طرح پر خود ہی اُس کو بے موسم پھل دینے سے روکا تھا۔ اور خود ہی اُس درخت سے پھل کی امید کی جس پر کہ پھل کا ہونا نا ممکن بنا دیا تھا۔ اور اپنی بے انتہا حماقت سے اِس قصور پر غصہ ہؤا کہ درخت نے وہ چیز کیوں نہیں دی۔ جو چیز کہ پیدا کرنے سے خود خدا نے اُس درخت کو منع کیا تھا اگر عیسے کی یہی محبت ہے۔ تو اُس کے پیرو بہشت (اگر کوئی ہے) میں جا چکے"۔
۸۔ غیر عورتوں سے بیوجہ محبّت:۔ پہلا واقعہ انجیل میں ہے "کہ وہ ایک بستی میں پہنچا اور مرتھا نامی ایک عورت نے اُسے اپنے گھر میں اُتارا اور مریم نامی اُس کی بہن تھی جو یسوع کے پاؤں پاس بیٹھ کے اُس کا کلام سُنتی تھی۔ پر مرتھا نے بہت خدمت سے گھبرائی ہوئی اُس کے پاس آکر کہا کہ اے خداوند کیا تجھے پروا نہیں۔ کہ میری بہن نے مجھے اکیلا خدمت میں چھوڑا ہے۔ اب اُسے کہہ کہ میری مدد کرے تب یسوع نے جواب میں اُسے کہا مرتھا تو بہت چیزوں کے واسطے فکر و گھبراہٹ میں ہے۔ سو مریم نے وہ اچھا حصہ چُنا ہے۔ جو اُس سے پھیرا نہ لیا جاویگا" (لوقا باب ۱۰۔ آیت ۳۸ سے ۴۲ تک) +
پھر لکھا ہے سو مریم جونہی سنا کہ یسوع آتا ہے اُس کا استقبال گیا پر مریم گھر میں بیٹھی رہی"۔ (یوحنا ۱۱/۲۰) +
پھر لکھا ہے۔ کہ مرتھا یہ کہکے چلی گئی اور چپکے اپنی بہن مریم کو بلا کے کہا کہ اُستاد آیا ہے اور تجھے بلاتا ہے۔ وہ بات سنتے ہی جلد اُٹھی۔ اور اُس کے پاس آئی (یوحنا ۱۱/۲۸) +
دوسری دفعہ شاگرد کھانے کو مول لینے شہر میں گئے سامریہ کی ایک عورت کنوئیں پر پانی بھرنے آئی۔ یسوع نے اُس سے کہا کہ مجھے پینے کو دے۔ سامریہ کی اس عورت نے اُس سے کہا کیونکر تو جو یہودی ہے مجھ سے جو سامریہ کی عورت ہوں پانی پینے کو مانگتا ہے۔ کیونکہ یہودی سامریوں سے محبت نہیں رکھتے ہیں۔ یسوع نے جواب میں اُس سے کہا۔ کہ اگر تو خدا کی بخشش کو اور اُس کو جو تجھ سے کہتا ہے کہ مجھے پینے کو دے۔ پہچانتی کہ وہ کون ہے تو تو اُس سے مانگتی اور وہ تجھے جیتا پانی دیتا ہے"۔ پھر لکھا ہے۔ یسوع نے اس سے کہا کہ جا کے اپنے شوہر کو بلا اور یہاں آ۔ عورت نے جواب دیا۔ کہ میں بے شوہر ہوں۔ یسوع نے کہا کہ تو نے درست کہا۔ کہ میں بے شوہر ہوں کیونکہ تو پانچ خصم کر چکی ہے۔ اور وہ جواب تو رکھتی ہے تیرا خصم نہیں تو نے یہ سچ کہا کہ اُتنے میں اس کے شاگرد آئے اور تعجب کیا کہ وہ عورت سے باتیں کرتا تھا۔ پر کسی نے نہ کہا کہ تو کیا چاہتا ہے۔ یا اُس سے کس

کرشچین مت دیں

لئے باتیں کرتا ہے" (یوحنا ۲۳/۱۰ و متی ۳۶/۷-۱۲) +

میرا دا فعہ یسوع نے ایک زانیہ عورت کو بوجہ حیلہ سازی سے بچا دیا حالانکہ اُس نے زنا کرایا اور پکڑی گئی تھی نہ معلوم اس پردہ ڈالنے سے کیا مطلب تھا دیکھو یوحنا باب ۸)

چوتھا واقعہ مقام بیت عنیا میں ایک عورت مریم نامی (زانیہ) وہی پہلے واقعہ والی سنگ مرمر کے عطردان میں قیمتی عطر اُس پاس لائی جب وہ کھانے بیٹھا تو اُس کے سر پر ڈالا شاگردوں نے چند مرتبہ اعتراض کیا۔ مگر مسیح نے اُس کو منع نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ جہاں انجیل کی منادی ہوگی یہ بھی اُس کی یادگاری کے لئے کہا جائیگا (دیکھو متی ۲۶/۶-۱۳ و یوحنا ۱۲/۴)

۹۔ سبت کے روز کام کیا۔ لکھا ہے اُس وقت یسوع سبت کے دن کھیتوں میں سے جاتا تھا اور اُس کے شاگرد بھوکے تھے اور وے بالیں توڑ توڑ کر کھانے لگے۔ تب فریسیوں نے دیکھ کے اُس سے کہا دیکھ تیرے شاگرد وہ کام کرتے ہیں جو سبت کے دن کرنا روا نہیں (متی ۱۲/۱ و ۲) اور خدا کا حکم تھا اور سبت کو کام کرنے والا مار ڈالا جائے (استثنا ۲۱/۲۳)

مسیح گالی نکالتا تھا۔ انجیل میں لکھا ہے مسیح کی زبانی اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس اے اندھے راہ دکھانے والو تم پر افسوس! اے نادانو اور اندھو! تم ظاہر میں راستباز دکھائی دیتے ہو پر باطن میں ریا اور شرارت سے بھرے ہو وغیرہ وغیرہ (دیکھو متی ۲۳ باب (لوقا ۱۲ و مرقس ۱۲) +

اس قدر جرائم ہم نے اُس چنے ہوئے اور مسیح کے خیرخواہ شاگردوں کے بنے ہوئے نسخہ انجیل سے نقل کئے ہیں جو درحقیقت قسم کھا کر بیٹھے تھے کہ مسیح کی برائی کو کتاب میں درج نہ کرینگے۔ مگر باوجود اس سخت احتیاط کے بھی مسیح مجرم ہیں

عورت کا بچہ نیک نہیں ہے

"انسان کون ہے کہ پاک ہو سکے۔ اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا کیا ہے کہ صادق ٹھہرے" (ایوب ۱۵/۱۴) +

"کون ہے جو ناپاک سے پاک نکالے کوئی نہیں" (ایوب ۱۴/۴) +

"کیا فانی انسان خدا کے حضور صادق ٹھہریگا" (ایوب ۴/۱۷) +

"انسان خدا کے آگے کیونکر صادق ٹھہرے گا" (ایوب ۹/۲) +

"پس خدا کے حضور انسان کیونکر صادق سمجھا جاوے اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے کیونکر پاک ٹھہرے" (ایوب ۲۵/۴) +

"کوئی انسان جیتی جان تیرے حضور راستباز نہیں ٹھہر سکتا" (زبور ۱۴۳/۲)

"اگر ہم کہیں کہ بے گناہ ہیں تو ہم جھوٹے ہیں اور آپ کو فریب دیتے ہیں" (یوحنا کا خط ۱/۸)

"کوئی راستباز نہیں ایک بھی نہیں۔ کوئی نیکوکار نہیں ایک بھی نہیں" (رومیوں کا خط ۳/۱۰ و ۱۲)

"کون کہہ سکتا ہے کہ میں نے اپنے دل کو صاف کیا ہے میں گناہ سے پاک ہوں" (امثال ۲۰/۹) +

"کوئی انسان زمین پر ایسا صادق نہیں کہ نیکی کرے اور خطا نہ کرے" (واعظ ۷/۲۰)

نتیجہ ۱

مسیح چونکہ عورت کا بچہ ہے۔ اس واسطے نیک نہیں مریم۔ حوا کے سلسلے سے ناپاک تھی اسواسطے اُس سے پاک نہیں نکل سکتا اور نہ کوئی نکال سکتا ہے پس مسیح نہ تو نیک ہے اور نہ پاک ہے۔ اور یہ ہم ہی نہیں کہتے۔ بلکہ خود مسیح کو بھی اقبال ہے "تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے۔ نیک کوئی نہیں۔ مگر ایک یعنی خدا۔" (مرقس ۱۰/۱۸) (متی ۱۹/۱۷) +

شریعت کا پابند لعنتی ہے

مسیح کہتا ہے "یہ مت خیال کرو۔ کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے کو آیا ہوں میں منسوخ کرنے کو نہیں بلکہ پورے کرنے کو آیا ہوں" (متی ۵/۱۷) +

مسیح نے اپنا ختنہ کرایا بپتسمہ پایا۔ یوحنا کا شاگرد ہوا۔ وغیرہ سب رسومات شریعت کو پورا کیا + اب حضرت پولوس کہتے ہیں "پس کوئی آدمی شریعت پر عمل کرنے سے راستباز نہ ٹھہریگا" (رومیوں کا خط ۳/۲۰) +

پھر لکھا ہے "جو شریعت پر تکیہ رکھتا ہے وہ لعنت کے تحت میں ہے" (گلتیوں ۳/۱۰)

پھر صاف لکھا ہے "مسیح نے ہمیں مول لے کے شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔ کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنتی ہوا" (گلتیوں ۳/۱۳) +

نتیجہ ۲

مسیح لعنتی ہے۔ کسی طرح پاک نہیں ہے۔ اس واسطے نہ خود اُسکی نجات ہوئی اور نہ کسی کو معاذ اللہ نجات دلا سکتا ہے اس واسطے اُس پر بھروسا رکھنا معرض خطرے سے زنہار از قرین بد زنہار +

مسیح لکڑی پر مصلوب ہوا اس واسطے ملعون ہے

چنانچہ موسیٰ پیغمبر فرماتے ہیں "کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے" (استثنا ۲۱/۲۳) +

پھر پولوس فرماتے ہیں "کیونکہ لکھا گیا جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا سو لعنتی ہے" (گلتیوں ۳/۱۳)

ججمنٹ (فیصلہ)

حضرت پولوس فرماتے ہیں "یہود۔ لالچی۔ شرابی۔ گالی بکنے والا۔ لٹیرے۔ خدا کی بادشاہت کے وارث نہ ہونگے" (قرنتیون ۱ ۶/۱۰) +

"ہر ایک جو خدا سے پیدا ہوا گناہ نہیں کرتا اور جو گناہ کرتا ہے وہ شیطان کا فرزند ہے" (یوحنا ۳/۸ و ۹) +

یعنی ہمیشہ کی آگ میں رہینگے چنانچہ لکھا ہے اے ملعونو میرے سامنے سے چلے جاؤ اُس ہمیشہ کی آگ میں جو ابلیس اور فرشتوں کے لئے تیار کی گئی ہے (متی ۲۵/۴۱)

عیسائی لوگ نہ تو ایمان دار ہیں اور نہ نجات پائیں گے

انجیل میں ایمانداروں کی یہ علامتیں لکھی ہیں "اور وے جو ایمان لائینگے اُن کے ساتھ یہ علامتیں ہونگی۔ کہ وے میرے نام سے دیوؤں کو نکالینگے اور نئی زبانیں بولینگے سانپوں کو اٹھا لینگے اور اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیز پئیںگے۔ انہیں کچھ نقصان نہ ہوگا وے بیماروں پر ہاتھ رکھینگے تو چنگے ہو جائینگے" (مرقس ۱۶/۱۷ و ۱۸) "کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تمہیں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوتا تو اگر تم اس پہاڑ سے کہتے کہ یہاں سے وہاں چلا جا تو چلا جاتا۔ اور کوئی بات

تمہاری نا ممکن ہوتی مگر اس طرح کہ جو بغیر دعا اور روزہ کے نہیں نکالے جاتے (متی ۱۷/۲۰ و ۲۱) +

چونکہ ایسا دنیا میں کوئی نہیں پس گذشتہ راصلوٰۃ کہکر ہم بطور دعوے کے کہتے ہیں کہ اس وقت کوئی ایماندار نہیں کیونکہ ایسی علامتیں بقول عیسے کے کسی کے ساتھ نہیں + بلکہ بقول یوحنا کے سب گنہگار ہیں اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ مسیح بھی گنہگار تھا اور یہ تو انجیل میں ہی لکھا ہے کہ جو گناہ کرتا ہے وہ شیطان کا فرزند ہے +

چنانچہ فاضل پادری صفدر علی صاحب فرماتے ہیں "اسی واسطے انجیل مقدس میں ارشاد ہوا ہے کہ جو لوگ کلام و احکام ربانی سے واقف نہیں ہیں اور گناہ کرتے ہیں کم سزا پاویںگے۔ مگر جو کلام اللہ پاکر اور جان بوجھ کر سرتابی کرتے اور مرتکب گناہ کے ہوتے ہیں وہ زیادہ سزا پاوینگے۔ پس یہ حکم بلاشبہ خدائے عادل کا ہے جس کے روبرو کسی کی طرفداری نہیں ہے" (نیاز نامہ صفحہ ۲ سنہ ۱۸۸۴ء لکھنؤ)

اِن سب حوالجات سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح نے نجات نہیں پائی اور نہ عیسائی نجات پاویںگے۔ اگر بائیبل سچی ہے تو بھی عیسائیوں کی نجات بائیبل کے رو سے ناممکن ہے

توریت کی رو سے نیوگ جائز ہے

حکم نیوگ:- اگر کئی بھائی ایک جا رہتے ہوں اور ایک اُن سے بے اولاد مر جائے تو اُس مرحوم کی جورو کا بیاہ کسی اجنبی سے نہ کیا جاوے بلکہ اُس کے شوہر کا بھائی اُس سے خلوت کرے اور اُسے اپنی جورو کرلے اور بھاوج کا حق اُسے ادا کرے اور یوں ہوگا کہ اُس کا پہلوٹھا جو اُس سے پیدا ہو۔ تو اُس کے مرحوم بھائی کے نام پر قایم ہوگا۔ تاکہ اُس کا نام اسرائیل میں سے مٹ نہ جائے" (توریت استثناء ۲۵/۵ و ۶)

نیوگ نہ کرنے پر سزا:- اور اگر وہ مرد اپنے بھائی کی جورو لینا نہ چاہے تو اُس مرحوم بھائی کی جورو دروازہ پر بزرگوں کے پاس جائے اور کہے میرے شوہر کے بھائی نے اسرائیل میں اپنے بھائی کا نام بحال رکھنے سے انکار کیا۔ اور بھاوج کا حق ادا کرنا قبول نہیں کیا تب اُس کے شوہر کے بزرگ اُس مرد کو طلب کریں اور اُس سے گفتگو کریں۔ سو اگر وہ اس بات پر قایم رہے اور کہے کہ میں نہیں چاہتا۔ کہ اسے لوں۔ تب اُس کے بھائی کی جورو بزرگوں کے سامنے اُس کے نزدیک آوے۔ اور اُس کے پاؤں سے جوتی نکال لے اور اُس کے منہ پر تھوک دے اور جواب دے کہ اُس شخص سے ساتھ جو اپنے بھائی کا گھر نہ بنا دے۔ یہی کیا جاویگا۔ اور اسرائیل میں اُس کا نام یہ رکھا جاویگا۔ کہ یہ اُس شخص کا گھر ہے۔ جس کا جوتا نکالا گیا" (توریت استثناء ۲۵/۷-۱۰) + اور پھر روت کی کتاب میں روت کا قصہ پڑھو اور راخل اور لیا دو دادر عورتوں کے حالات مشاہدہ کرو۔ اسی روت کے شکم سے بوعز کے تخم سے عوبید نام لڑکا پیدا ہوا جس کا پوتا داؤد نبی تھا۔ اور اسی کے خاندان سے بقول عیسائیوں کے مسیح پیدا ہوا" (دیکھو روت کی کتاب ۴/۱۰-۲۲)

پادری ڈی جی صاحب اسکاٹ فرماتے ہیں "ایک نسب نامہ لوقا کی انجیل میں بھی ہے۔ اس میں ہر کچھ اس کے حالات پایا جاتا ہے (لوقا ۳/۲۳-۳۸)۔ لیکن ان دونوں کی مطابقت مشکل نہیں۔ اکثر مفسروں کو یہ گمان ہے۔ کہ یوسف جو لیوع کا باپ کہلاتا ہے۔ یعقوب کا حقیقی بیٹا اور شرع کی رو سے ہیلی کا وارث اور بیٹا تھا۔ یعنی جب ہیلی بے اولاد مر گیا تو اُس کے بھائی یعقوب نے شرع کے حکم بموجب اپنے بھائی کی جورو لیکر اُس کے واسطے نسل جاری کی (لوقا ۲۰/۲۸، استثنا ۲۵/۵) چنانچہ یہ بات شجرہ سے ظاہر ہو سکتی ہے۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ سلیمان اور ناتان داؤد کے دو نو بیٹے تھے اور متھان سلیمان کی نسل سے ہوا۔ اور متھان ناتان سے جب متھان نے استھا کو جورو کیا۔ اور اُس سے یعقوب پیدا ہوا۔ اور متھات ناتان کی نسل سے تھا۔ جب متھات نے استھا کو جورو کیا۔ اور اُس سے ہیلی پیدا ہوا۔ پس یہ دونو یعنی یعقوب اور ہیلی ایک ہی ماں کے بیٹے تھے اور جب ہیلی جورو کرکے بے اولاد مر گیا۔ تب اُس کے بھائی یعقوب نے اُس کی بیوہ کو اپنی جورو کر لیا۔ جس سے یوسف پیدا ہوا۔ پس یوسف یعقوب کا حقیقی بیٹا اور ہیلی کا شرعی بیٹا تھا۔ اور اس سے دونو نسب ناموں کی صحت ظاہر ہے۔ (تفسیر متی مطبوعہ الہ آباد صفحہ ۲۱ و ۲۲) شجرہ یہ ہے +

داؤد

سلیمان — ناتان

متھان — استھا — متھات

یعقوب — ایک جورو — ہیلی

حقیقی بیٹا اور وارث — شرعی بیٹا نیوگ زادہ ہیلی کا

یوسف

تیسرا باب
مسیح کے معجزے

جاہل ہندوؤں کو پھنسانے اور دام میں پھنسانے کے واسطے عیسائی لوگ کرامات کا ذکر کیا کرتے ہیں کہ عیسائی مذہب کی سچائی کا یہ ثبوت ہے کہ مسیح نے معجزے دکھلائے - اس واسطے وہ خدا تھا۔ وغیرہ

واضح ہو کہ اگر کرامات دکھلانا معجزہ بتلانا ہی مذہب کے سچا ہونے کا ثبوت ہے۔ تو دنیا میں کوئی مذہب بھی جھوٹا نہیں ہے اور سبھی معجزہ دکھلانے والے خدا ہیں مثلاً یہودیوں میں نوح - ابراہیم - داؤد - موسیٰ - اسحٰق - یعقوب - یشوع وغیرہ نے بائبل کی رو سے معجزہ دکھلائے اور محمدیوں میں محمد - شیخ عبدالقادر جیلانی - شمس تبریز - معین الدین وغیرہ نے احادیث و کتب اسلامیہ کے رو سے کرامتیں اور معجزے بتلائے +

بدھوں اور جینیوں میں بودھ - آدناتھ - پارس ناتھ - مہابیر وغیرہ نے اشرح بائیں یعنی معجزے بودھ شاستر وغیرہ کی رو سے کئے +

پارسیوں میں زردشت نے بیشمار معجزے دکھلائے + (دیکھو ژندا وستا)

ہندوؤں میں گورکھ ناتھ - شنکر آچارج - نانک - کبیر - پورن - مہادیو - وشن - کرشن - رام - بادن - کالی - بھیرو وغیرہ نے صدہا معجزہ کئے۔ لیکن عیسائی ان سب مذاہب کو باطل اور معجزوں کو جھوٹا جانتے ہیں۔ تو پھر ہم انہیں باتوں سے مسیح کو اور بائبل کو کس طرح سچا مان سکتے ہیں +

اب جو آسمان ہی ثابت نہیں ہوتا تو تمام عیسائی اور بھی سخت شبہے میں ہیں ۔ دو بدھا میں دو رس گئے۔ مایا ملی نہ رام ۔

مشہور و معروف فاضل مسٹر ہیوم صاحب معجزات کی بابت فرماتے ہیں ۔" معجزہ قوانین قدرت کی شکستگی ہے ۔ اور چونکہ ان قوانین کو ایک مستقیم اور غیر متبدل تجربہ نے قائم کیا ہے ۔ پس اس حقیقت کی واقعی خاصیت ہی سے معجزہ کے خلاف ثبوت ایسا کامل ہے ۔ جیسا کہ بالامکان تجربہ سے کوئی دلیل متصور ہو سکتی ہے "

اب اخیر میں ہم انگلستان کے بے نظیر فاضل اور سائنس کے علامہ اجل پروفیسر ہکسلی صاحب کی رائے درج کرتے ہیں جو اُنہوں نے عموماً انجیلوں اور خاصکر معجزات انجیلی کی نسبت ظاہر کی ہے +

پروفیسر ہکسلی صاحب فرماتے ہیں ۔" دوسری (انجیل مرقس) میں ایک بیان پاتا ہوں جسکی شہادت ظاہری طور پر اُسی قدر ہے ۔ جسقدر کہ کسی اور واقعہ کی جو اُس تاریخ میں ہیں ۔ یہ مشہور دیووں یا بھوتوں کا قصہ ہے جو کہ ایک آدمی سے نکالے گئے تھے ۔ اور جن کو حکم یا اجازت دی گئی تھی ۔ کہ وے ایک سوروں کے گلے میں داخل ہو جاویں ۔ جس سے گڈریوں یعنے سوروں کے غریب اور بے قصور مالکوں کو بہت نقصان پہنچا ۔ اس میں کچھ شک نہیں ہو سکتا ۔ کہ راوی پڑھنے والوں پر یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے ۔ کہ اس کا بشواش ہے ۔ کہ یہ نکالنا اور داخل کرنا یسوع ناصری کی طرف سے ہوا ۔ کہ بات اور کام سے یسوع نے اس بشواش پر زور دیا ۔ اور کوئی قانونی یا اخلاقی اعتراض اُس کے دل میں پیدا نہ ہوئے +

برخلاف اِس کے جو کچھ میں فزیالوجی اور پیتھالوجی کی بابت جانتا ہوں اُس سے مجھے یقین کرنا پڑتا ہے ۔ کہ وہ واقعات جو دیووں کی پکڑ سے منسوب کئے جاتے ہیں وہ ایسے قدرتی ہیں جیسے کہ چیچک کے مرض اور جو کچھ کہ میں اِن تھراپالوجی یعنے نفس وِدّیا کی بابت جانتا ہوں وہ علم یہ یقین مجھ میں پیدا کرتا ہے ۔ کہ دیووں اور اُن کی پکڑ کا بشواس پورانے جہالت کے زمانہ کے توہمات باطلہ میں سے بقیہ جہالت ہے ۔ اور اس وقت میں اس کا رواج معمولی تعلیم عقل اور صائب رائے کے آدمیوں کے خیالات سے معکوس نسبت رکھتا ہے (یعنی جوں جوں علم و عقل و رائے لوگوں کی بڑھتی جاتی ہے یہ خیالات کمزور ہوتے جاتے ہیں) +

اور جو کچھ مجھے قانون اور انصاف کی بابت معلوم ہے ۔ مجھے یقین دلاتا ہے کہ اور شخصوں کی ملکیت کو بیوجہ ضائع کرنا ایک بڑے نمونہ کی بد معاشی ہے تواریخ اور خاصکر پندرھویں سولھویں اور سترھویں صدی کی تاریخ کا مطالعہ میرے دل میں کچھ بھی شک باقی نہیں رہنے دیتا ۔ کہ پکڑ اور بھوت وِدّیا کی سچائی میں بشواس جو رومن کیتھلک اور پروٹسٹنٹ لوگوں نے اس باب اور دیگر بیشمار فقروں پر جو نئے اور پرانے عہدناموں میں پائے جاتے ہیں ۔ ٹھیک طور پر مبنی کیا ۔ اس بشواس نے بہت سی خوفناک تکلیفیں اٹھائیں بے گناہ آدمیوں عورتوں بچوں کو عدالتی حکم سے قتل کرایا ۔ جو عیسائیوں اور پادریوں کے خاص رُعب و داب سے وقوع میں آئے اور جنکو میں خیال کرتا ہوں ۔ کہ ایسے موقع پر ایک سیدھے سادے بیان کی تحریر کہ بھوت وِدّیا اور پکڑ میں بشواس ایک نحول شرارت کی بات ہے ۔ مثل انجیر کے طول طویل درد کو تاممکن کر دیتی میں اس خیال کو البتہ بیان صرف عام غلطی کی پیروی کے لئے نہیں لکھا گیا ایک معزت کرنے والا سمجھ کر رد کرنے کو تیار ہوں +

" اے ناپاک روح تو آدمی میں سے نکل آ " یہ الفاظ ہیں جو یسوع سے منسوب کئے گئے ہیں (مرقس کی انجیل باب ۵ ۔ آیت ۸)

۔ اگر میں یہ کہوں جیسے کہ مجھ کو کہنے میں کوئی دریغ نہیں ہے کہ میں ناپاک روحوں کی ہستی اور بلحاظ اِس کے انسانوں سے اُن کے باہر نکلنے کی امکان پر بالکل اعتبار نہیں رکھتا ۔ میں خیال کرتا ہوں ۔ کہ ڈاکٹر واک مجھ کو یہ کہیگا ۔ کہ میں اپنے خداوند کی شہادت کو وزنی نہیں سمجھتا ۔ لیکن اگر یہ الفاظ فی الحقیقت استعمال کئے گئے تھے تو تلقین کرنے والوں میں سے بہت ہوشیار آدمی بھی اِس بات کے کہنے کے لئے مشکل سے دلیری کریگا کہ یہ الفاظ ان چیزوں میں بے اعتباری سے مطابقت رکھتے ہیں ۔ جیسا کہ عالم اور منصف مزاج اور ایماندار ڈاکٹر الگزنڈر بیلیکل سائیکلو پیڈیا میں ۔ ڈی ۔ موتی ایکس آرٹیکل پر اڈیٹوریل نوٹ میں کہتے ہیں ۔" کم سے کم ہمارا خداوند اور اُس کے حواریوں کو ایک راست باز آدمی ماننا چاہیئے ۔ اگرچہ سچی تقریر کی ضروریات میں سے یہ نہیں ہے کہ لفظوں کو ہمیشہ اور صرف اُن کے اپنے لغوی معنوں میں استعمال کرنا چاہیئے ۔ مگر یہ ضروری ہے کہ وہ اسطور پر استعمال کئے جاویں ۔ کہ جن سے وہ معنے نکلیں جن کو متکلم جھوٹا سمجھتا ہے ۔ اس لئے اگرچہ ہمارا خداوند اور اُس کے حواری پکڑ وغیرہ کے الفاظ کو چند ایک بیماریوں کی نسبت معمولی الفاظ کے طور پر استعمال کر سکتے تھے ۔ بغیر اُس بات پر یقین کرنے کے کہ اس قسم کے طریقہ اظہار کی جڑھ میں تھے ۔ مگر وے بھوتوں کا آدمیوں میں داخل ہونا یا اُن سے باہر نکالا جانا نہیں کہ سکتے ۔ جب تک کہ وے اس امر کو تسلیم نہ کریں ۔ کہ آدمی درحقیقت دیووں سے پکڑے جاتے ہیں ۔ اِس لئے اگر ان کا یہ یقین نہیں تھا ۔ تو وہ راست باز آدمیوں کی طرح نہیں بولے ۔" (دیکھو بیلیکل سائیکلو پیڈیا جلد ا صفحہ ۶۶۴ کا نوٹ) +

یہ قصہ جس پر ہم بحث کر رہے ہیں صرف دوسری انجیل کی شہادت پر ہی مبنی نہیں ہے تیسری انجیل دوسری کو تصدیق کرتی ہے خصوصاً ناپاک روحوں کو آدمی سے باہر نکلنے کے حکم کے معاملہ میں اور اگرچہ پہلی انجیل یا تو اُسی قصہ کو مختلف پیرایہ میں بیان کرتی ہے ۔ یا اُسی قسم کا اور قصہ بیان کرتی ہے مگر ضروری فقرہ اُس میں بھی درج ہے ۔" اگر تو ہم کو باہر نکالتا ہے تو سوروں کے گلے میں ہم کو بھیج دے ۔ اور اُس نے اُن کو کہا ۔ کہ جاؤ (متی $\frac{8}{32, 31}$) +

اگر تینوں انجیلوں کی شہادت ایک ایسے معاملہ میں تمام عقلی شک کے رفع کرنے کو فی الحقیقت کافی ہے کہ جو کہ عملی اور علمی طور پر بہت وزن رکھتا ہے ۔ اور جس میں یقین یا بے یقینی آدمیوں کی زندگی اور اُن کا دوسرے آدمیوں سے برتاؤ پر بڑی سنجیدگی سے اثر رکھتی ہے ۔ تب میں اِس بات کے یقین کرنے پر مجبور ہوں کہ یسوع نے ایم پلیسٹ طور پر بیان کیا ۔ کہ مجھ کو آن دیکھے دُنیا کا علم ہے ۔ جس نے بھوتوں اور پکڑوں میں یقین کی جو کہ اِس وقت اُس کے ہمعصروں میں موجود تھا ۔ پورے طور پر تصدیق کی ۔ اگر یہ قصہ سچ ہے تو ٹرل ایجز یعنی وسطی زمانہ کا قیاس ان دیکھی دُنیا کی بابت ممکن بلکہ اغلب ہے ۔ کہ بالکل سچ ہو اور سپرنجر سے لیکر ہاکنس اور میتھیو ہاپکنز جڑیلوں کی تلاش کرنے والے بہت بدنام کئے ہوئے شخص ہیں +

۔ برخلاف اِس کے انسانیت اس یقین کے بہت خطرناک نتیجہ دیکھ کر اور معمولی عقل اُن سب معاملات میں جن کی واجب اور پورے طور پر تحقیقات کی گئی ہے ۔ شہادت کی ناقابلیت مشاہدہ کر اور سائنس وِدّیا پکڑ کے معاملات کو پیتھالوجی یعنے

کو ٹھوس منت ورہی

تذہیب ہے۔ آج کل کی مدہوں کی ایسی کہانیوں میں اعتبار رکھتے ہیں جو کہ زیر بحث قصہ کی طرح احتمال سے بعید ہے۔ اس لئے جہاں تک کہ صفائی سے ہو سکتا ہے میں کہتا ہوں۔ کہ میرے پاس کوئی وجہ نہیں کہ جس سے یہ ثابت ہو سکے۔ کہ ان تبدیل ہونے والے دیووں کی ہستی نہیں دمیں انکار کر سکتا ہوں۔ کہ صرف تمام رومن کیتھلک چرچ ہی نہیں۔ بلکہ بہت متہورو سے نمیں کافر دیسے جن کو دیس صاحب کافر کہتے ہیں) اس بات میں ایمانداری اور مضبوطی سے اعتبار کرتے ہیں۔ کہ ایسے دیو بکی کام کرنے والی طاقت اس ۱۸۹۹ء میں بھی بڑے زور سے ہے مگر تاہم جیسا کہ بک بشپ بٹلر کہتا ہے کہ "پرانی ملتی زندگی کی عادی ہے اور مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اُن حالتوں میں سے ایک ہے کہ جہاں اعتبار اور ردّ عام شہادت کا وہ اصول جسکو میں نے بیان کیا پورا زور رکھتا ہے پس پورانی اور نئی کھوت وِدیا کی سچائی کے لئے بہت سارے (کسی سبب سے سارے نہیں) گواہوں کے لئے تعظیم کے ساتھ بھی میں خیال رکھتا ہوں کہ اُن کی اس خاص معاملہ میں شہادت اُن کے نتیجہ نکالنے کے اِس قدر تھوڑی ہے کہ ہنسی آتی ہے۔ جو کچھ کہ کہا جا چکا ہے۔ اِس کے پیچھے میں کوئی خیال نہیں کرتا۔ کہ کوئی لائق آدمی اگر وہ خفا ہو تو مجھ پر خداوند اور اُس کے حواریوں کے برخلاف کہنے کے سبب تہمت لگائیگا۔ اگر میں دوبارہ اِس بات کو کہوں کہ میں تمام گیڈریول کے قصہ میں اعتبار نہیں رکھتا۔ لیکن اگر وہ سارا قصہ اعتبار کے لائق نہیں ہے تو اور تمام بھوتوں کی پکڑ دھکڑ کے قصوں کی نسبت شک پڑ جاتا ہے۔ اور اگر بھوتوں کی پکڑا میں وشواس جو کہ ابتدائی عیسائی مذہب کی بنیاد ہے۔ مل جاوے۔ تو اُس حالت میں انجیلوں کے غیب (پیشگوئی) آیندہ دنیا کی بابت یا تصدیق شہادت کے واسطے کیا کہنا ہوگا" (رسالہ نائنٹینتھ سینچری انگریزی مطبوعہ لنڈن فروری ۱۸۹۹ء صفحہ ۱۷۱ سے ۱۷۸ تک) +

چوتھا باب

بائبل کا خدا نہ رحیم نہ عادل بلکہ ظالم ہے

ایک شخص پادری کھڑک سنگھ جی نے اپنے رسالہ نمبر ۲ و ۳ میں پرمیشور کے پریم و عدل کی بابت بموجب مذہب وید کے نکتہ چینی کی تھی جس کا جواب ہم نے صداقت اصول و تعلیم آریہ سماج نمبر ۲ میں دیدیا اور بائبل کے خدا کی بیرحمی و ظلم اور نا منصفی بھی بقدر ے ظاہر کر دی تھی مگر اب ہم اس رسالہ کرسچن مت درپن میں بائبل کی بابت اُسی مسئلہ پر کسی قدر لکھنا چاہتے ہیں +

پادری صاحبان! کیا آپ لوگوں نے کبھی سوچا بھی۔ کہ اس مسئلہ پر عیسائی مذہب کی کیا تعلیم ہے +

ذرا انصاف کی حقیقت ملاحظہ فرمائیے جسکے پورا کرنے کو بقول عیسائیوں کے خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو (جو اصل میں باپ تھا) یہ تھا کہ ابوالبشر آدم کو (بشرطیکہ علم نسل الانسان کی نظیروں میں (جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی پیدائش ایک سے نہیں بلکہ بہت سے مختلف اشخاص سے ہوئی۔ اور انسان حضرت آدم کے وجود سے کروڑوں سال پہلے موجود تھے ایسا کاروبار کرتے اور مرتے تھے) یہ خطاب ابوالبشر حضرت آدم کے لئے زیبا ہو) ایک ایسے درخت کے پھل کھانے سے (جو دیکھنے میں خوشنما کھانے کے لائق دانش بخش تھا) منع کر کے خود اور نیز بواسطہ شیطان نافرمانبرداری پر آمادہ کیا۔ کیونکہ لکھا ہے "خداوند خدا نے سانپ شیطان اور عورت حوا کی نسل کے درمیان دشمنی ڈالی" (پیدایش $\frac{۳}{۱۴ و ۱۵}$)۔

"اے خداوند تو نے ہی ساری چیزیں پیدا کیں اور وہ تیری ہی مرضی سے ہیں" (مکاشفات $\frac{۴}{۱۱}$)۔ "جب شیطان نے اپنی دغا بازی سے حوا کو ٹھگا (درمیان $\frac{۱۱}{۳}$) کیونکہ لکھا ہے فریب کھانے والا فریب دینے والا دونوں اُسی (خدا) کے ہیں (ایوب $\frac{۱۲}{۱۶}$) کیونکہ تو نے (خدا نے) اُن کے دلوں سے دانش کو چھپایا" (ایوب $\frac{۱۷}{۴}$)+ اور پھر اُس خدا قادر مطلق نے جس نے سب کچھ اپنے ہاتھ رکھا ہے حضرت آدم سے اِس نافرمانبرداری کا مواخذہ کیا اور نہ صرف حضرت آدم سے بلکہ ہم تم سب سے اب حضرت فرمائیے ہمارا کیا قصور؟ صرف یہ کہ بموجب تعلیم انجیل حضرت آدم کی اولاد گنے جاتے ہیں۔ واہ واہ کیا روشن انصاف ہے اور شان ایزدی کو بھی سنا یا ہے کہ خود ہی لوگوں کو بہکا دے جیسا کہ لکھا ہے "خدا نے ایک بجر روح اُن کے درمیان ڈالی ہے" (یسعیاہ $\frac{۱۹}{۱۴}$) پھر لکھا ہے "خدا نے ابی ملک اور سکم کے لوگوں کے درمیان روح فساد کو بھیجا" (قاضی $\frac{۹}{۲۳}$) "خدا نے اُس کو دانش سے محروم کیا" (ایوب $\frac{۳۹}{۱۷}$) "خدا نے تم پر سلانیوالی روح کو غالب کیا اور تمہاری آنکھیں موندیں (یسعیاہ $\frac{۲۹}{۱۰}$) "خدا کی سانس قوموں کے منہ میں لگام ہو کر انہیں گمراہ کرتے" (یسعیاہ $\frac{۳۰}{۲۸ و ۲۷}$)۔ "اُس نے اُن کی آنکھیں بند کی ہیں وے دیکھتی نہیں۔ اور اُن کے دل بھی سو وے سمجھتے نہیں"۔ (یسعیاہ $\frac{۴۴}{۱۸}$ مطبوعہ ۱۸۶۸ء)۔

چنانچہ لکھا ہے "کہ خداوند نے آج تک اُنہیں اونگھنے والی روح اور ایسی آنکھیں کہ نہ دیکھیں اور ایسے کان کہ نہ سنیں دی ہیں" (رومیوں کا $\frac{۱۱}{۷ و ۸}$)۔

اور پھر خود ہی بر سر حساب آوے اور تبھی عین محبت و عدل کہلاوے خدا کیلئے ذرا تو سوچئے کہ انسان ضعیف البنیان طاقت خداوندی کا کیونکر مقابلہ کر سکتا ہے اور جب وہ بُرا کام کرنے پر آمادہ کرے یا اجازت دے جیسا کہ (حزقیل $\frac{۲۰}{۲۵}$ نسخہ ۱۸۶۹ء) سے ظاہر ہے کہ خدا نے اہل اسرائیل کو بت پرستی کی ترغیب اور اجازت دی تو کون اس سے انحراف کرے اور جو حکم الٰہی یا مرضی الٰہی کی فرمانبرداری کرے اگر وہ اُلٹا مستوجب عقوبت ہو تو اُس سے کون بہتری کی امید رکھے اور ذرا اُس سے کسی کو امید بہبودی کی نہ رکھنی چاہئے۔ کیونکہ وہ بالکل خود مختارانہ طور پر اپنی مرضی اور اختیار کو نافذ کرتا ہے اور کسی کی خواہش یا اعمال یا اقوال پر مطلق توجہ نہیں کرتا۔ "پس وہ جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے سخت کرتا ہے" (رومیوں کا $\frac{۹}{۱۸}$) (خروج $\frac{۷}{۳ و ۴}$)۔

ہم نہیں سمجھتے کہ ایسے خود مختار اور مغرور خدا کو کون محبت اور عدل کیساتھ موصوف کر سکتا ہے۔ جیسا بائبل میں داؤد نبی نے کہا ہے "داؤد نے جب اُس فرشتہ کو جو لوگوں کو مارتا تھا تو خداوند سے کہا۔ گناہ تو میں نے کیا۔ اور بدی مجھ سے ہوئی پھر ان بھیڑوں کا کیا قصور ہے"! (سموائیل ۲ - $\frac{۲۴}{۱۷}$)*

کیا مندرجہ صدر حوالوں سے ذرا بھی محبت اور عدل کی بو آتی ہے ہرگز نہیں کسی نے کیا اور کسی کو پکڑ لیا اور کہنے لگے کہ واہ ہم نے تمہارے لئے اپنا گلا کٹایا اور گلا کٹا کر بھی ہر شخص کو نجات نہیں بخشی بلکہ صرف اُنہیں کو جو حسن عقیدت و اقرار

ئے پادری صاحب کے ۹ لیکچروں کے جواب میں نامہ نگار نے ۹ لیکچر جوابی شائع کئے ہیں جس کا نام صداقت اصول و تعلیم آریہ سماج و شکست پادریوں کی ناسمجھی کا علاج ہے +

الوہیت بیلسبالس۔ گویا اس کا خون پانی کے چھینٹے کی مدد کے بغیر کسی کے گناہ کا دفعیہ نہیں دے سکتا اور پھر حسن عقیدت بھی بموجب حوالجات صدر السان کے تھے نہیں وہ یا تو اُس کے ہاتھ میں یا کسی ایسے زبردست کے قبضہ میں جس کے مارے روح حسد اور مدی بھی پھسانی ہے۔ اور وہ کون حضرت شیطان مخرب دین وایمان جس کی طاقت کا اقرار خود خدا نے یوں کیا ہے۔ باوجودیکہ تو نے مجھے ابھارا ہے کہ بے سبب (شاید بمقتضائے انصاف یا محبت) اُسے یعنی ایوب کو ہلاک کروں" (ایوب ۲/۳) اور جسکی قوت کا اظہار حضرت مسیح اقنوم ثانیہ ذات باری پر اس طرح کمالیت سے ہوا۔ کہ حزاک اللہ چنانچہ خود محرران انجیل کو اقبال ہے کہ "شیطان یہوداہ میں سمایا اور اُس نے جا کے سردار کاہنوں اور سپاہیوں کے سرداروں سے صلاح کی کہ اُس بے بنے مسیح کو کس طرح اُن کے حوالہ کرے۔" (لوقا ۲۲/۳ و ۴) و یوحنا ۱۳/۲۲)۔

اور انجام کار برسردار پہنچا یا جس کے صدمہ سے مسیح (خدائے ثانی) یوں چلایا۔ ایلی ایلی لما شبقتنی اے خدا اے خدا تو نے مجھے کیوں بھلا دیا۔ مگر افسوس کہ کام کے وقت کتنا ہی گانی ہے۔ خدائے اول یا مسیح کا باپ اُس وقت بالکل مدد کو نہ پہنچا غالباً ڈر گیا۔ کہ ایسا نہ ہو کہ اس وقت شیطان علیہ الرحمۃ مجھے بھی صلیب پر چڑھا دے درحقیقت اچھی سوچی ورنہ خدانخواستہ مشکل پڑ جاتی +

شیطان کی طاقت کا متی ۱۳/۱۹ و مرقس ۴/۱۵ میں اس طرح اقبال کیا گیا ہے۔ "تب شیطان آکے اُس کلام کو اُن کے دل سے نکال لیجاتا ہے تاکہ ایسا نہو کہ ایمان لاکے نجات پاویں" اِس جہان کے خدا (شیطان) نے اُنکی عقلوں کو تاریک کر دیا تا نہ ہووے مسیح جو خدا کی صورت ہے اُسکی جلال والی انجیل کی روشنی اُنپر چمکے۔ (قرنتیان ۲ ۴/۴)۔ "اُس نے اُنکی آنکھیں اندھی کیں اور اُن کے دل سخت کئے ہیں تا نہووے کہ وے آنکھوں سے دیکھیں اور دل سے سمجھیں اور رجوع لاویں اور میں اُنہیں چنگا کروں۔" (یوحنا ۱۲/۴۰) +

اے خداوند تو نے کیوں ہمیں اپنی راہوں سے گمراہ کیا۔ کیوں تو نے ہمارے دل کو سخت کیا کہ تجھ سے نہ ڈریں۔" (یسعیاہ ۶۳/۱۷) +

اسی واسطے بائبل کا رحیم خدا فرماتا ہے "میں مہربانی نہ کرونگا اور نہ چھوڑونگا اور رحم نہ دکھاؤنگا بلکہ اُنہیں ہلاک کرونگا۔" (یرمیاہ ۱۳/۱۴)۔

"سو تو اب جا اور عمالیق کو مار اور سب کچھ کہ اُن کا ہے بالکل حرام کر اور اُنپر رحم مت کر بلکہ عورت و مرد و ننھے بچے اور شیر خوار سب کو قتل کر" (سموئیل ۱۔ ۱۵/۳) "اُنکا خالق اُنپر رحم نہ کرتا اور اُن کا بنانے والا اُن پر ترس نہ کھاتا ہے۔" (یسعیاہ ۲۷/۱۱) ذرا تو فرما دیجئے کہ اس حالت میں ہمارا حضرت مسیح پر ایمان نہ لانا قصور میں داخل ہے یا مجبوری میں۔ ہمیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا جو غلبہ غضب یا جوش انتقام میں اکثر بغیر سوچے سمجھے کے جو چاہتا سو کر بیٹھتا تھا۔ مثلاً جب اُس نے نوح کے زمانہ میں جلدی کر کے لوگوں کو ہلاک کیا اور نہ صرف لوگوں کو بلکہ اُن کے ساتھ ہی (بمقتضائے انصاف یا محبت) بیگناہ حیوانات اور نباتات کو بھی اور انجام کار پچھتایا اور دلگیر ہوا۔ کہ میں پھر ایسا کام نہ کرونگا +

---

(۱) مسیح ہی کیا آدم بھی خدا کی صورت تھا (پیدائش ۱/۱) اور (پیدائش ۲۲/۳) جو پیدا ہوتے ہی شیطان کی اُمت میں داخل ہوا خدا کے بھی جوش غضب میں آیا (۳/۱۴ و ۳/۲۲) اور جسکی اولاد ما العبور (حس) نقاضائے انصاف خدائے عیسائیاں کے باوجود سزا یاب ہو چلی باپ آدم کے اور مغلوب ہو جانے مسیح کی رُو گنہ انسان کے نزدیک سزیت میں گرفتار ہے +

یا جیسا بنی اسرائیل کو معہ داؤد (اس وجہ سے کہ داؤد نے باغوائے شیطان ملکہ بقول سلیمان باب ۲۱ مطبوعہ ۱۸۵۵ء الہ آباد راجہ کا من پر سور کے ہاتھ میں ندیوں کے جل کی مانند ہے وہ اُسے جدھر چاہتا ہے اُدھر پھیرتا ہے" یا باغوائے خود خدائے رحمٰن ہی اسرائیل کی مردم شماری کرائی جائے) جوش میں آیا دیتے بمقتضائے انصاف یا محبت اول مار ڈالا اور پھر اُداس ہوا" (تواریخ ۲۱/۱ سنہ ۱۸۵۵) +

یا جیسے خدا اپنے فتوے سزا سے جو اُس نے بندگان شہر نینوا پر بوقت یونس ظاہر کیا تھا پچھتایا اور "خدا ان کے کاموں کو دیکھا کہ وہ اپنی اپنی بُری راہ سے پھرے اور (ایشر) اس بُرائی سے پچھتایا جو اُن پر لانے کو اُس نے کہا تھا اور اُس نے اُن سے وہ بدی نہ کی" (یونہ ۳/۱۰) خداوند فرماتا ہے تو اے یروشلم پیچھے پھر گئے۔ اِس لئے میں تجھ پر اپنا ہاتھ بڑھاؤنگا۔ اور تجھے برباد کرونگا۔ پچھتاتے پچھتاتے میں تھک گیا" (یرمیاہ ۱۵/۶)۔

ایسا خدا انجام کار اپنے کرتوتوں سے یہاں تک شرمسار ہوا کہ اپنا گلا کٹا نے کے بغیر اُس کا چیت شانت نہوا۔ ورنہ کہاں کا کفارہ اور کیسی قربانی"

عادل گنہگار کو کبھی نہیں چھوڑتا اور نہ بیگناہ کو کسی کے گناہوں کی عوض سزا دیتا ہے۔ چہ جائیکہ خود اپنی ذات پاک کو جسے انجیل کے بموجب اختیار تھا کہ چاہے بغیر خونریزی حضرت مسیح کے سب کے گناہ یک قلم موقوف کر دیتا اور چونکہ اس حکم سے سب کو فائدہ پہنچتا مندرجہ انجیل (متی ۲۰/۱تا۱۵) کے اچھوں کو کڑکڑانے کا حق نہ تھا۔ اور اب تو بیچارے کی جان گئی اور اُن کے بھاوے ہی نہیں۔ بہت سے لوگ شکایت کا حق رکھتے ہیں مثلاً وہ لوگ جن کے کان تک ہنوز مسیح کی انجیل ہی نہیں پہنچی۔ دوئم وہ بچے جو پیدا ہوتے ہی مر گئے یا تھوڑے دن بعد فوت ہوگئے۔ سوئم وہ مادرزاد پاگل جو مدت العمر اسی مرض میں گرفتار رہے اور مجبوری نہ مسیح پر ایمان لا سکے اور نہ بپتسما پا سکے۔ اگر بخشے نہ جاوینگے۔ تو عدالت کی زنجیر ضرور کھڑکاوینگے اور اگر بخش دئے گئے تو عقل سے بہرہ ور ہیں اور بتقاضائے عقل و علم جادوگر۔ ساحر۔ شعبدہ باز۔ بھوت پشاچ اور جھوٹے معجزوں کے ماہروں پر ایمان نہ لائے یا جو بسبب مرضی رحمٰن یا حضرت شیطان ایمان نہ لا سکے۔ اپنی بے قصوری پر حجتیں کرینگے اور بارگاہ یا تو رحمٰن یا شیطان یا پادری صاحبان جنہوں نے خواہ مخواہ انجیل سُنا گنہگار بنایا) کا سر دھرینگے تب معلوم محبت غلبہ کرے یا انصاف۔ ہم کو تو انجیل سے مسیحی خدا کے مغلوب الغضب قہار اور خونخوار ہونیکے بیشمار ثبوت دستیاب ہوتے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ ان ثبوتوں کے مقابل کون اُنکو محبت کر سکتا ہے اور اگر کہے تو سوائے اس کے کہ عاقل یوں سمجھیں کہ بکتا ہے اور کیا سمجھا جا سکتا ہے +

(۱) دیکھو خدا نے آدم سے اُس کے اُس فعل کی جو بسبب مشیت ایزدی و ترغیب شیطان و جبر حالات خاص وقوع میں آیا تھا کیسا مواخذہ کیا اُسے تو اُسے اُسکی اولاد کو بھی نہ چھوڑا بلکہ اپنے گلے پر بھی چھُرا چلائے بغیر نہ رہا +

(۲) شیطان جیسا زبردست بلا وجہ ہمارے اغوا پر جس کا نتیجہ سزائے ابدی ہوگا مامور کیا۔ کیا وہ قادر مطلق رحمٰن و شیطان کے دو تو کام انجام دینے سے منزہ تھا۔ نہیں سلطنت ہے ہنوز دست بردار نہیں ہوا۔ جیسا مندرجہ صدر حوالوں سے ظاہر ہے تو بھی اُس نے اپنے لئے ایک نائب مقرر کیا جو زور و قوت میں اُس سے بھی بڑھ گیا۔ کیونکہ وہ اُسے دھوکا دینے لگا اور دقتوں میں اور تکلیفوں میں گرفتار کرنے لگا۔ جیسا کہ مسیح پر ظہور میں آیا کہ وہ ایلی ایلی لما سبقتانی۔ ترجمہ اے خداوند۔ تو نے

مجھے کیوں چھوڑ دیا" (متی ۲۷/۴۶) "اے باپ اے باپ! تجھ سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ یہ پیالہ مجھ سے ٹال دے" (مرقس ۱۴/۳۶) "اور دعا مانگی اگر تجھ سے ہو سکے تو یہ گھڑی مجھ سے ٹل جائے" (مرقس ۱۴/۳۵) پکارتا پکارتا فوت ہوا۔ نہ معلوم اس نے کس سے دعا مانگی اور پھر کیوں خالی گئی۔ وہ تو آپ ہی خدا تھا۔ سب کچھ کر سکتا تھا۔ خدا ہی نے بیٹا بن کر اوتار لیا تھا۔ یا یوں کہو کہ باپ خدا ہی بیٹا خدا بن گیا تھا۔ اگر وہ جانتا تھا کہ ایسا ضرور ہوتا ہے اور شیطان کے پیچ سے چھٹکارا غیر ممکن ہے۔ تو اپنی کمزوری ظاہر کرنے سے کیوں نہ شرمایا۔

نمبر ۳۔ طوفان نوح اُسی کے قہر کا نمونہ تھا۔ نمبر ۴۔ سدوم و عمورا پر (بکمال رحم سے) آگ اور گندھک برسائی۔ نمبر ۵۔ بنی اسرائیلیوں کی خاطر مصریوں کے پلوٹھے مار ڈالے اور انہیں رود نیل میں غرق کیا۔ نمبر ۶۔ وقتاً فوقتاً اسی اسرائیلیوں کو ابھارتا اور ان سے دیگر اقوام کو ہلاک کرواتا رہا اور ہر موقع پر مصر کی غلامی سے نکال لایا کا تنگ طرفوں کی طرح احسان دھرتا رہا۔ آر موجودہ زمانہ میں تھیوڈر پارکر کی سوانح عمری پڑھو۔ کس طرح اس نے غلامی کا ستیاناس کیا۔ مگر غلاموں کو کبھی نہیں جتلایا کہ میں نے تم کو یوں خلاص کیا ہے۔ بائبلی خدا سے تو تھیوڈر پارکر ہزار درجہ عالی حوصلہ رہا۔ احسان کرکے فراموش کر دینا نہایت بلند خیالی ہے۔ مگر افسوس کہ بائبلی خدا نے اُس کے برخلاف کیا۔ مفصلہ ذیل حوالہ خدا کے قہر و غضب کو ثابت کرتے ہیں نہ کہ محبت و الفت کو۔

نمبر ۱۔ میں افرائیم کے لئے شیر ببر کی مانند اور یہوداہ کے گھرانے کیلئے جوان شیر کی مانند ہو کر انہیں پھاڑونگا۔ (ہوسیع ۵/۱۴)

نمبر ۲۔ اس لئے میری مصیبت کو دیکھ کہ وہ زیادہ ہوتی ہے۔ تو شیر کی مانند مجھے شکار کرتا اور پھر عجیب صورتوں میں ہو کے اپنے تئیں مجھ پر ظاہر کرتا (ایوب ۱۰/۱۶)۔

نمبر ۳۔ اور میں مصریوں کو آپس میں مخالف کر دونگا اور ان میں سے ہر ایک اپنے بھائی سے لڑیگا۔ (یسعیاہ ۱۹/۲)

نمبر ۴۔ "اور میں نے انہیں وہ سنتیں دیں جو بھلی نہ تھیں۔ اور وہ قانون کہ جن سے وہ جیتے نہ رہیں" (حزقیل ۲۰/۲۵)

نمبر ۵۔ "پرمیشور تمہارے بزرگوں پر حد سے زیادہ خفا ہوا" (ذکریا ۱/۲)

نمبر ۶۔ "اور میرے ساتھی دوت نے مجھے کہا کہ یہ کہکے پکار کر رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ مجھے یروشلم کے لئے اور صیہون کے لئے غیرت آتی ہے بلکہ بڑی غیرت اور میں ان غیر قوموں سے جو آرام سے چین سے ہیں نہایت ناخوش ہوں کہ میں تھوڑا سا بیزار تھا اور انہوں نے اس آفت کو زیادہ کر دیا" (ذکریا ۱/۱۴-۱۵)

نمبر ۷۔ اے مکتیش کے رہنے والو تم ماتم کرو۔ کیونکہ سارے بیوپاری مارے گئے وے جو چاندی کو اٹھائے لئے جاتے تھے سو منقطع ہوئے اور اس وقت یوں ہوگا کہ میں چراغ لیکے یروشلم میں تلاش کرونگا اور جتنے اپنی تلچھٹ پر جم گئے ہیں اور اپنے دل میں کہتے ہیں کہ خداوند نہ بھلا کریگا نہ برا کریگا ان کو سزا دونگا تب ان کے مال و اسباب لوٹے جائینگے اور انکے گھر اجڑ جائینگے" (صفنیاہ باب ۱/۱۱-۱۳)

نمبر ۸۔ میں ملک کی سطح پر سے سب کے سب کو بالکل نیست کر دونگا" (صفنیاہ ۱/۲)

نمبر ۹۔ پرمیشور غضبناک اور انتقام لینے والا ایشور ہے اور بیریوں کے لئے غصہ رکھتا ہے۔ پرمیشور غصہ میں دھیما ہے پر نہایت قوی ہے وہ پاپیوں کو نش پاپی کبھی۔ چیرا دیگا۔ پھر کفارہ اور محبت کیسی۔

نمبر ۱۰۔ "اور میں اپنا منہ ان کے خلاف پھیرونگا۔ وے ایک آگ سے نکلینگے اور دوسری آگ انہیں کھا جاویگی اور جس وقت میں اپنا منہ تمہارے خلاف پھیروں تب تم جانوگے کہ میں پرمیشور ہوں (غضبناک سے سختی ڈرا کرتے ہیں) اور پرمیشور یوں کہتا ہے کہ انکے گناہ کی وجہ سے ملک کو اجاڑ ڈالونگا۔ (حزقیل باب ۱۵/۸) ضرور انصاف بھی یہی چاہتا ہے۔

نمبر ۱۱۔ "اور پرمیشور نے مجھے کہا کہ اگر موسیٰ یا سموئیل میرے سامنے کھڑا ہو تو بھی ان لوگوں پر رحم کرنے کو میرا من نہیں جھکتا۔ میرے آگے سے انہیں دور کر کہ وے چلے جائیں" (یرمیاہ ۱۵/۱)۔

نمبر ۱۲۔ "اس لئے تو ان لوگوں کے لئے دعا مت مانگ کیونکہ مصیبت کے وقت میں ان کی نہ سنونگا" (یرمیاہ ۱۱/۱۴)۔

نمبر ۱۳۔ "اور رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں انپر سزا نازل کرونگا۔ ان کے جوان تلوار سے مارے جاوینگے اور ان کے بیٹے بیٹیاں کال سے مرینگے" (یرمیاہ ۱۱/۲۲)

نمبر ۱۴۔ "اس لئے خداوند یہوداہ کہتا ہے کہ دیکھ میرا غضب اور میرا قہر اس مکان پر اور انسان پر اور حیوان پر اور میدان کے درختوں پر اور زمین کی پیداوار پر نازل ہوگا اور وہ بھڑکیگا اور بجھیگا نہیں۔" (یرمیاہ ۷/۲۰)

نمبر ۱۵۔ "اس لئے پرمیشور یوں کہتا ہے کہ دیکھ میں انپر مصیبت لاؤنگا جس سے وے اپنی کو نہ چھڑا سکینگے اور گو وہ مجھے دعا مانگیں تو بھی میں نہ سنونگا" (یرمیاہ ۱۱/۱۱)

نمبر ۱۶۔ مگر تمہاری برائیوں نے تمہارے اور تمہارے رب کی باہم علیحدگی کی اور تمہارے گناہوں نے اس کے منہ کو تم سے چھپایا ایسا کہ وہ نہیں سنتا" (یسعیاہ ۵۹/۲) معلوم ہوتا ہے کہ خدا گنہگاروں پر رحم نہیں کرتا بلکہ منہ چھپاتا ہے۔

نمبر ۱۷۔ "اور جب خداوند ایوب سے یہ باتیں کہہ چکا تو خداوند نے الیفز تیمنی سے کہا کہ میرا غضب تجھ پر اور تیرے دونوں دوستوں پر بھڑکا ہے کیونکہ تم نے میری بات میرے بندہ ایوب کی طرح نہیں کہی" (ایوب ۴۲/۷) پہلے خدا ایوب پر خفا ہو جاتا تھا۔ مگر جب سے مر گیا ٹھنڈا ہو گیا۔ دیکھو ان بیچاروں سے رشوت لیکر ان کا پیچھا چھوڑا اور رشوت بھی لی۔ مگر ایوب کی سفارش سے چنانچہ لکھا ہے "سو اب اپنے لئے سات بیل اور سات مینڈھے لیکے میرے بندے ایوب پاس جاؤ اور اپنے لئے سوختنی قربانی گذرانو۔ اور میرا بندہ ایوب تمہارے لئے دعا مانگیگا۔ کہ میں اسکی خاطر قبول کرونگا نہ ہو کہ میں تمہاری جہالت کے لائق تمہارے ساتھ سلوک کرونگا" (ایوب ۴۲/۸)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ پرانا عہد نامہ خدا کی محبت کل بنی نوع آدم کے لئے ہرگز ثابت نہیں کرتا۔ ہاں اسکی صفت قہر و غضب کے ہزاروں بھڑکتے ہوئے ثبوت اس سے جمع کر لیجئے۔ اب پرانا عہد نامہ ہم چھوڑ دیتے ہیں آخر مسیح دنیا میں محبت و امن کا بیج بونے نہیں آیا۔ اس نے خود یوں کہا ہے دیکھو نیا عہد نامہ "یہ مت سمجھو کہ میں زمین پر اتفاق کرانے آیا ہوں میں ملاپ کرانے نہیں۔ تلوار چلانے آیا ہوں کیونکہ میں بیٹے کو باپ سے بیٹی کو ماں سے اور بہو کو اسکی ساس سے پھوٹ کروانے آیا ہوں اور انسان کے دشمن اس کے گھر ہی کے لوگ ہونگے جو کوئی ماں باپ کو مجھ سے زیادہ پیار کرتا ہے وہ میرے لائق نہیں۔ اور جو کوئی بیٹا یا بیٹی کو مجھ سے زیادہ پیار کرتا ہے میرے لائق نہیں ہے" (متی ۱۰/۳۴-۳۸)

اب خدا مسیح کے انصاف کی بابت بھی غور کر لیجئے۔ گو بموجب بیان نمبر ۹ و ۱۶ کے پاپیوں کو سزا بغیر ہرگز نہ چھوڑیگا۔ تاہم وہ ان افعال کے لئے جن کے کرنے میں وہ حسب تحریر رسالہ مجبور مطلق ہیں۔ وہ چند سزا دینے میں بھی نہیں بچایا۔ ۔۔ وشم

اکثر مقامات انڈیا میں بھی لوگ عیسائی دین کو چھوڑتے جاتے ہیں۔ مدراس اور پنجاب کے حالات شاہد ہیں۔ ابھی ایک دو سال ہوئے کہ یورپ کے ایک مشہور پادری سر آئزک ٹیلر صاحب نے عیسائی دین کا روز بروز تنزل پانا نہایت عمدگی سے بیان کیا تھا۔ جس پر بہت سی کھلبلی مچی۔ مگر جتنا عیسائیوں کے پاس ترقی کرنے کا سامان ہے اتنا اگر آریوں کے پاس ہو تو وہ عیسائیوں سے صدہا درجہ زیادہ ترقی کر سکتے ہیں۔ وہ اس بے سروسامانی میں بھی تنخواہ دار پادریوں اور بشپوں کے مقابلہ میں بہت کچھ کر رہے ہیں۔ عیسائی مذہب کے سبب سے سلطنت میں امن نہیں بلکہ ہماری کوئین وکٹوریا کی خوش انتظامی اور پارلیمنٹ کی عمدہ کونسل کے سبب سے امن ہے۔ اگر عیسائی دین کے سبب سے امن ہے تو روس میں بدانتظامی کیوں ہے۔ کیا وہ عیسائی نہیں یا وہاں گرجے اور انجیل نہیں۔ پہلے یورپ کے بادشاہوں کے وقتوں میں بدانتظامی کیوں تھی۔ اگرچہ اس وقت انجیلیں۔ صلیبیں۔ گرجے سب کچھ تھے۔ مگر قریباً ایک ہزار برس تک یورپ میں پوپ کا راج (یعنی ۷ صدی سے ۱۶ صدی تک) رہا۔ اس میں اسقدر خرابیاں۔ ظلم۔ شرارتیں۔ نحوستیں۔ بے ایمانیاں۔ تباہیاں بداخلاقیاں۔ خود غرضیاں تھیں کہ جن کا شمار حد سے زیادہ ہے جو کہ تمام تر عیسائی۔ راہبوں۔ بشپوں۔ پوپوں کے ہاتھوں سے تمام یورپ کے حق میں صرف عیسائی دین کی برکت سے صادر ہوئیں سوائے ان ترقیوں کے اور کسی قسم کی بھی ترقی نہ ہوئی۔ مفصل دیکھو ڈریپر صاحب کی رکا نفلکٹ بٹاک دین اینجن ان سائنس باب ۱۰ صفحہ ۲۵۵ سے ۲۸۵ تک مطبوعہ بارہشتم لنڈن ۱۸۸۷ء)

بائبل کی پرتیج بھی امن و امان سے نہیں ہوئی اور نہ موقع ملنے پر عیسائیوں نے تلوار چلانے اور جبر کمانے سے پہلو تہی کیا بلکہ حسب موقع صدیوں تک تلوار چلائی۔ خود عیسائیوں میں بھی مذہبی جنگ نے عرصہ تک خون کی ندی بہائی ٭

رومن کیتھلکوں کا برتاؤ پروٹسٹنٹوں سے اور انکا دوسروں سے نہایت ہی عبرت انگیز تھا۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے رہے۔ پس خوش اخلاقی بھی کوئی عیسائی دین کی خوبی نہیں۔ چھاپا و ریل کی ایجاد بھی عیسائی دین سے نہیں۔ بلکہ مختلف ملکوں کے فضلا و علما کی کوشش کا نتیجہ ہے نہ کہ پادریوں کی ہمت یا عیسائیوں کی برکت۔ ان چیزوں کے موجد اکثر موحد اور کچھ دہریہ تھے پس بائبل سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

اب ہم چاہتے ہیں کہ عیسائیوں کا علم۔ اخلاق۔ علمی محبت۔ اور علمی کتابوں اور عالموں سے سلوک اور خود عیسائیوں کا باہمی برتاؤ ان امورات کو یورپین فضلا اور فلاسفروں کی واضح شہادتوں سے عرض کریں تاکہ ہمارے ناواقف بھائیوں کو معلوم ہو کہ ظاہری سفید رنگت کے عیسائی عارضی ٹیپ ٹاپ میں پوڈر اور صابون سے دھلے ہوئے عیسائی اندرونی صفائی سے کتنی منزلیں دور ہیں ٭

سنگین دل ست ہر کہ بظاہر ملایم است   پنہان درون پنبہ نگر پنبہ دانہ را

"درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے" متی ۱۵-۲۰ ۔ بعد تین سو برس مسیح کے مرنے کے بعد قسطنطین بادشاہ اس نئے دین کا بڑا رکن تھا۔ نسیا کی کونسل میں حاضر تھا جہاں سے عیسائی تثلیث کے تین خداؤں کے درجہ مقرر ہوئے۔ اس نے کفر کے بند کرنے کے لئے قانون پاس کئے اور ایمان والوں کے فائدوں کے لئے کافروں کی جائیداد کو ضبط کیا۔ اس نے دولت کے ذریعہ ہزاروں کو عیسائی دین کی طرف گرویدہ کیا۔ گرجے کی گود میں بہت دولت ڈالی۔ اور سرکاری خزانہ کو اسپر خرچ کیا اور اپنے حکم سے بشپوں کو روپیہ دیا۔ غرضیکہ جو کچھ ایک بادشاہ دین کیواسطے کر سکتا تھا وہ قسطنطین نے عیسائی دین کے واسطے کیا۔ اور جو عیسائی دین کا نتیجہ ہونا تھا وہ بھی اس بادشاہ میں ظاہر ہو گیا یعنے یہ کہ وہ اخیر دم تک بپتسما سے ٹال مٹول کرتا رہا۔ تاکہ وہ آزادی سے دلیر ہو کر گناہ کر سکے اس نے اپنے لڑکے کو مارا اپنی جورو کو قتل کیا۔ وہ ایک ظالم بادشاہ اور فضول خرچ تھا ٭

پہلی صدی کے عیسائیوں کا چال چلن

اگر پال پیٹر جیوڈ کی نوشتیں پہلی صدی میں لکھی گئی ہوں۔ تو اس وقت بھی عیسائیوں کا اخلاق سخت مشکوک تھا۔" (دیکھو پہلا فلپیون ۵-۱)

دوسری صدی

مشہور مؤرخ کہتا ہے "کہ جو شخص نیکی و بدی کا خیال نہیں رکھتا تو وہ اخلاق کا خراب رہبر ہے۔ اگر یہ بات سچ ہے تو یہ خطاب پہلے عیسائی واعظوں پر عاید ہو سکتا ہے۔ کہ جن لوگوں نے جعلسازی سے فرضی نوشتے بنائے اور دین پھیلانے کے لئے بہت سے دینی فریب کئے"

تیسری و چوتھی صدی

"تیسری صدی میں وہی مورخ موشیم عیسائیوں کے بشپوں کی عیاشی و نفس پرستی اور پادریوں کی اسی طرح بدیاں بیان کرتا ہے اور چوتھی صدی کے حال میں وہی مورخ افسوس سے بیان کرتا ہے۔ کہ بد چلنوں عیاشوں اور آوارہ گردوں کے گروہوں سے عیسائی دین کلنکت ہو رہا ہے۔ گنہگاروں اور عیاشوں کی کثرت کے سبب نیک آدمی بہت ہی قلیل رہ گئے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ عیسائی دین اول درجہ کی نیکی عام لوگوں میں پھیلانے میں ناکامیاب رہا ٭

پانچویں صدی

"مارسیلز کا پادری سیلوی ان پانچویں صدی کے اپنے ہم مذہب والوں کی بداعمالی کا خاکہ ان الفاظوں میں کھینچتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے کون ایسا شخص ہے جو زناکاری کی دلدل میں پھنسا ہوا نہ ہو ٭

اگر اس سے زیادہ پوچھنا چاہتے ہو تو میں آگے بیان کرتا ہوں۔ جو کچھ میں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ نہایت سنجیدہ مگر رنج سے پر ہے۔ خود خدا کا گرجا اور اس میں یہ خرابیاں۔ افسوس کہ اور کس طرح خدا کو غصہ دلا سکتے ہیں چند آدمیوں کے سوا جو برائی سے بھاگتے ہیں تقریباً ہر ایک عیسائیوں کا مجموعہ برائیوں کا بدبودار ہیچہ ہے کیونکہ تم مشکل سے ایسے شخص کو پاؤگے جو شرابی۔ شکم پرست زناکار۔ فارنی کیٹر۔ عیاش۔ چور۔ آدم کش نہ ہو اور سب سے خراب بات یہ ہے کہ یہ سارے قسم کے آدمی بے شمار ہیں۔ میں اب تمام عیسائی لوگوں کو ایمان سے پوچھتا ہوں کہ کیا تم ایک بھی آدمی پا سکتے ہو جو ان تمام برائیوں اور گناہوں میں جو میں نے بیان کئے ہیں مبتلا نہ ہو۔ بلکہ کون ایسا ہے جو سب کا مجرم نہ ہو۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسا عیسائی پانا زیادہ آسان ہے بہ نسبت اسکے ایسا عیسائی جو کسی کام کا مجرم نہ ہو۔ عنقریباً تمام ہی پادریوں کا مجموعہ اس قدر نا بدکاری میں ایسا ڈوبا ہوا ہے کہ تمام عیسائیوں میں اس کو ایک طرح پاک شمار کرتے ہیں جو اوروں سے کم بدکار ہو" (دیکھو میالز میمایرز آف ارلی کرسچیانٹی صفحہ ۳۶۶ و ۳۶۷)

جان ڈیوینپورٹ کہتے ہیں۔ درحقیقت پیشوایان دین مسیحی کی بدکرداری سے

عیسائیوں کے دل بھر گئے تھے جیسا کہ بروس صاحب اپنی کتاب ہسٹری بیٹراولس جلد ا صفحہ ۱۰۵ میں لکھتے ہیں۔ "پیشوایان دین عیسوی ایسے کاذب اور ہرزہ گو اور مکار تھے اور جھوٹی کرامتیں دکھلاتے تھے۔ اور ان سب امور سے بڑھکر یہ تھی کہ ان لوگوں نے امور مذہبی میں ایسی تساہل اور غفلت اختیار کی تھی کہ نصاری عرب کا نام بدنام ہو گیا تھا" (صفحہ ۷)۔ "اسی پانچویں صدی میں ایک فلاسفرہ عورت ہیپیشیا نام [illegible] تھی اُس کی اس جرم میں کہ فلاسفری سکھاتی تھی دوری سرل کے مریدوں کی فوج نے اُس کے خدا کے بائبلی حکم کے مطابق (خروج ۲۲/۱۸)، کہ وہ اپنے لکچر کیلئے ورم کو جاتی تھی۔ رستہ پر سے گھسیٹ کر اسکندریہ کے عظیم الشان گرجا میں لے گئے۔ اول ننگا کیا پھر گرا دیا۔ اور اُس کے بدن کو صدف کے ٹکڑوں سے کاٹا پھر جلا دیا"۔ دیکھو (ڈروٹ آف کرسچیانٹی صفحہ ۵ پیراگراف ۳) "شارل مین نے سکسن کے درمیان فوج بھیجکر بذریعہ آگ اور تلوار کے اس قوم کو عیسائی کیا۔ جن کو پادری اور راہب لوگ صرف اُپدیش سے کرسٹان نہ کر سکے کیونکہ انہوں نے اپنی کوشش جبر اور دھمکی کے بغیر کی"۔ دیکھو (موشیم کی اکلی زی کل ہسٹری یعنے دینی تواریخ صفحہ ۱۷)۔

پھر لکھا ہے "سکسن لوگوں نے جب ترقی کی تو ان میں سے چند عیسائی دین سے کافر ہو گئے۔ جن میں سے آخر ایک گاڈس کیلس راہب سنہ ۱۰۴۶ء میں بشپ کی کونسل میں یہاں تک کوڑوں سے مارا گیا کہ اُس نے اپنے نوشتے جلا دیئے" (اسی واسطے مارا گیا تھا) (دیکھو صفحہ ۵ فروٹ آف کرسچیانٹی)

"جو پھل عیسائی دین کا درخت مغرب میں لایا اُس سے مشرق میں بھی بار ور ہوا چنانچہ آرمینیا میں تھیوڈورا بادشاہ کے حکم سے پالی شین ان کافروں کے مذہب کے ایک لاکھ آدمی پکڑے گئے۔ اُن کا مال ضبط کیا گیا اور وہ خود شکنجوں کے عذاب میں پڑے گئے"۔ "ہم صاحب اپنی تواریخ مڈل ایجز میں لکھتے ہیں۔ کہ خود عیسائی دس لاکھ کروسیڈ کے جہاد میں مارے گئے"۔

دسویں صدی اس صدی میں نارمن۔ پولینڈ۔ روس۔ ڈنمارک۔ ناروے ان سب نے عیسائی دین اختیار کیا ۔

نارمن لوگوں نے ایک بہت سا بڑا قطعہ زمین کا مانگا تھا۔ جسکے عوض میں دین عیسوی اختیار کیا اور پولینڈ والوں نے اس سبب سے کہ کافروں کے خلاف بڑے سخت قانون بادشاہ نے بنائے۔ اس ڈر کے مارے پرانا دین چھوڑ کر جدید مذہب عیسوی اختیار کیا۔ ناروے اور ڈنمارک والوں نے ایک سخت شکست کے بعد عیسائی دین قبول کر کے جان بچائی۔ ورنہ تہ تیغ کئے جاتے"۔

سنہ ۱۰۹۹ء میں یروشلم فتح ہوا۔ ایک شہر میں ڈی ڈی ام کا بھجن گایا گیا اور پھر عیسے کے سپاہی گھٹنوں پر سے اٹھکر شہر کے کوچوں۔ گلیوں میں گئے اور بیرحمی سے آدمی۔ عورتیں لڑکوں کو قتل کیا ۔

اُس کے بعد دوسری صدی میں بی زانی رئیس شہر دوبہ البی جنس کا فتح ہوا۔ "نیدرلینڈ میں آلوا نے ۱۸ ہزار آدمی ۵/۱ سال کی حکومت میں قتل کئے"۔

"بکل کی ہسٹری میں لکھا ہے۔ کہ ایک سال میں آٹھ ہزار آدمی جلائے گئے اور جب سیوگناٹ لوگوں پر حملہ ہوا تو اُس میں چودہ سو آدمی قتل ہوئے۔ بادشاہ اپنے محل کی کھڑکی سے بھاگتے ہوئے لوگوں پر گولیاں مارتا تھا۔ گرجا گھر میں جشن قتل عام کا ہوا۔ اور قاتلوں کا نشان صلیب کا تمغہ تھا۔ تمغہ پوپ گریگری سیزدہم نے اسی جہاد کی یادگاری میں بنوایا تھا ۔

۲۴ اگست سنہ ۱۵۷۲ء میں سینٹ بیارتھالمی کا قتل بھی اسی برم میں ہوا۔

سنہ ۱۶۰۵ء میں پروٹسٹنٹ لوگوں پر رومن کیتھلکوں نے حملہ کیا جس میں کوئی بدی ایسی نہ رہی جو دین کے قبول کرانے میں انہوں نے نہ کی ہو۔ انہوں نے اپنے مخالفوں کو پابہ زنجیر اور شکنجہ میں رکھا۔ اور اُسی حالت میں ٹونٹی (نل) سے اُنکے حلق میں یہاں تک شراب ڈالی گئی کہ اُس کے بخار سے اُنکی عقل ماری گئی اور انہوں نے اُسی حالت میں رومن کاتھلک ہونے کا اقبال کیا۔ بعضوں کو بالکل ننگا کر دیا۔ اور ہزارہا طرح کی بیحرمتی کر کے اُنکے سر سے پاؤں تک پن (سوئیاں) چاروں طرف ٹھونک دیں اور چاقو سے اُنکو آہستہ آہستہ کاٹا اور گرم چمٹوں سے اُن کی ناکیں کھینچیں۔ اور اُن کو کمروں کے اندر گھسیٹتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے رومن کاتھلک دین منظور کیا۔ یا کہ بعضوں کو خوفناک چیخیں مارنے اور خدا کے واسطے ڈالنے سے مجبوراً چھوڑ دیا اور بعضوں کے ہاتھوں اور پاؤں کے ناخن جبراً نکلوا لئے۔ جس سے بیشک بڑا درد ہوا ہو گا۔ بعضوں کے پاؤں جلا دیئے۔ بعضوں کے جسموں کو دھکیلوں سے اس قدر دھونکا کہ وہ پھٹ جانے پر تیار ہو گئے۔ اگر اس طرح پر بھی وہ مذہب چھوڑنے پر راضی نہ ہوئے تو اُن کو تنگ و بدبودار جیلخانوں میں بند کیا گیا جہاں انپر خوب بیرحمیاں کی جاتی تھیں اور بعضی جگہ انہوں نے باپ اور خاوند کو چارپائی پر باندھا۔ اور انکی آنکھوں کے سامنے اُنکی جورو اور لڑکیوں کے ساتھ حرام کیا" (دیکھو بکل کی ہسٹری)

عورتوں پر خاصکر سخت ظلم کئے گئے وہ ایسے گندے ظلم ہیں جنکا گندہ ذہن کوئی گندہ مغز بھی خیال نہیں کر سکتا۔ مگر یہ سب صرف اسی واسطے کیا کہ وہ رومن کیتھلک ہو جاویں۔" ایک حکیم اسکیو لی نس چند مشاہدوں کے سبب سے سنہ ۱۳۲۷ء میں جلایا گیا"۔

جان ہس سنہ ۱۴۴۵ء میں جلایا گیا
جیروم مشہور و معروف مورخ سنہ ۱۴۱۶ء " "
سوانر اور ارولا راہب چند برائیاں دور کرنے کے سبب سنہ ۱۴۹۸ء " "
جی آر برونو نجومی روم میں سنہ ۱۶۰۰ء " "
ونی نی کی زبان نکلوائی گئی اور ٹولوس میں سنہ ۱۶۱۹ء میں "

پادری کاوین کے فتوے سے سروی ٹس تثلیث کے خلاف ہونے کے سبب اور گرو آنٹ تمام کرسچانٹی کے خلاف ہونے کے سبب سوئٹزرلینڈ میں جلائے گئے۔

جب پروٹسٹنٹ لوگ ایڈورڈ ہشتم کے عہد میں زور آور ہوئے تب آرچ بشپ کرینمر کو حکم ہوا کہ پراٹسٹنٹ کے خلاف لوگوں کی تحقیقات کرو۔ جس تحقیقات کے سبب جان بوچر اور وین پیرس انگلینڈ میں زندہ جلائے گئے ۔

ملکہ مریم کے وقت میں پھر رومن کیتھلک نے زور پایا کر پروٹسٹنٹ کے ۲۸۰ آدمی زندہ جلائے ۔

ملکہ الزبتھ کے وقت میں پروٹسٹنٹ لوگ غالب آئے تو انہوں نے سنہ ۱۵۹۲ء میں

حاشیہ۔ جان ڈو ڈورٹ لکھتے ہیں سنہ ۱۵۳۱ء میں جان گلیڈن اور جارڈ ٹامس سمتھ میں [illegible] کر جلا دیئے گئے اور سنہ ۱۵۴۶ء میں ملیبی تو سیم۔ گلاسٹر [illegible] برک اور کیس سو مقتول [illegible] جنہوں اور جان ہم بکرم [illegible] میں بالنگ روگ لے سال سے پائی اور اسکی لاش [illegible] کی گئی۔ اور باقی ملک سے نکال دیئے گئے۔ صفحہ ۱۴۰

پروٹسٹنٹ بنانے کے لئے شکنجہ۔ پھانسی۔ جلد اُتارنا۔ ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ اس طرح کے ظلم کام میں لاکر انگلینڈ والوں کو پروٹسٹنٹ بنایا +

شکنجہ میں لانے کا یہ رحمدلی کا نرم طریقہ تھا جس کے ذریعہ سے ان رحم دل پروٹسٹنٹ عیسائیوں نے رومن کیتھلکوں کو پروٹسٹنٹ کیا۔ یعنے بلوط کی لکڑی کا ایک بڑا چوکھٹا بناتے اور اُسے تین فٹ زمین سے اونچا لگاتے تھے اور قیدی اُس کے نیچے رکھا جاتا تھا۔ یعنے پیٹ کے بل زمین پر لٹایا جاتا تھا۔ اسکی کلائی اور ٹخنے رسی سے باندھ کر وہ رسیاں بیلنوں سے باندھی جاتی تھیں یعنے چوکھٹے کے آخر کے دو بیلنوں میں۔ ان بیلنوں کو دو ڈھیکلی یعنے ملیوں یا چرخیوں سے چلاتے تھے۔ جس سے وہ قیدی پیچھے سے اٹھنا شروع ہوتا تھا۔ تب اس سے سوال ہوتے تھے۔ اگر جواب ناموافق ہوتے تو ملزم کو اور زیادہ کھینچتے تھے یہاں تک کہ مظلوم کی ہڈیاں جوڑوں سے جُدا ہو جاتی ہیں۔ ایسی نرم اور ملائم طریقہ سے پروٹسٹنٹ لوگوں نے رومن کیتھلکوں کو اپنے دین میں ملایا۔ اور یہی انگلنڈ والا حال سکاٹلینڈ اور آئرلینڈ میں کیا۔" (مفصل دیکھو بکل ہسٹری جلد ۳ صفحہ ۱۴۴ سے ۱۴۶ تک) +

اور ایسے ہی ظلم امریکہ میں پروٹسٹنٹ لوگوں نے کویکر لوگوں پر کئے۔ "کرشچانٹی صرف بیرحمی ہی نہیں بلکہ روشنی کے مقابل تاریکی پسند کرتی ہے کیونکہ اسکی حکومت کی شرط جہالت ہے اُس نے علم کے خلاف جہاد کئے اور بہت صدیوں تک آدمیوں کو ترقی کرنے سے بند رکھا۔" پادری لوگ شروع سے ایسے جاہل رہے کہ ساتویں صدی تک بھی بہت کم پادری تھے جو لوگوں کے پڑھنے لائق کتابیں لکھ سکیں۔ دسویں صدی کے شروع میں علم آنے لگا اور نجوم کو تو اس قدر اُس نے غارت کیا کہ پندرہ سو سال تک عیسائی دین میں کوئی نجمی نہیں ہوا۔ اور جب کاپرنکس کتاب چھوڑ مرا تو عیسائی پادریوں نے اُس کے شاگردوں کا پیچھا کیا اور پکڑ پکڑ کر مارے اور کتاب کو جلوا دیا۔" (دیکھو ورڈش آف کرسچانٹی مصنفہ میڈم انی بی سنٹ صاحبہ) (مطبوعہ لنڈن) +

ہندوستان میں عیسائیوں کی حکمت عملیاں

ریورانڈ۔ ایچ پاور صاحب فرماتے ہیں کہ "۱۵۹۹ء میں جو مجلس ملابیلم میں منعقد ہوئی تھی اور جس کا پریسیڈنٹ آرک بشپ میں زس تھا۔ اسمیں مفصلہ ذیل فتویٰ دیا گیا "دستن ۹ فتوی ۲ نیچ ذات کے آدمیوں کے ساتھ عیسائیوں کو اُس وقت تک نہ چھونا چاہئے جبکہ وہ بڑی ذات والے ہندوؤں کے ساتھ ہوں۔ لیکن جب وہاں عیسائیوں کے سوا کوئی نہ ہو تو کچھ ہرج نہیں۔" (دیکھو پادری صاحب کا مضمون ہندوؤں کی ذات صفحہ ۵۳ مطبوعہ کرسچن ٹریکٹ اُن بک سوسائیٹی بپٹسٹ مشن پریس کلکتہ ۱۸۵۱ء)

رابرٹ دی نوبی لی لیس صاحب ۱۶۰۶ء میں ہندوستان میں آیا یہ حال اُسکے وقت میں تھا جو اُس نے اپنی آنکھ سے دیکھا۔ پادریوں نے شروع میں یہ بات مشہور کی تھی۔ کہ ہم یورپ کے برہمن ہیں اور جمبو دیپ کے مغربی حصہ میں ۵ ہزار فرسنگ کے فاصلہ سے آئے ہیں کہ اپنے بھائی ہندوستانی برہمنوں سے علم سیکھیں اور اپنا علم اُن کو سکھلا دیں۔ جب اُن پادریوں نے اپنے آپ کو برہمن مشہور کر دیا تب انہوں نے اس قوم کی تقلید بھی شروع کی۔ وے جنیئو اور دھوتی پہننے لگے۔ جیسا کہ ہندوستان کے مذہبی پیشوا اور فقیر پہنتے ہیں اور جل دینے لگے۔ جبکہ وہ عام آدمیوں کے سامنے جاتے تھے ماتھے پر چیدن بھی لگاتے تھے۔ جیساکہ برہمن لگاتے ہیں۔" (دیکھو خطوط اے بی ڈیبو بائس صفحہ ۵ و ۶) اور (پادری پاور صاحب کی کتاب صفحہ ۵۴)

(صرف یہاں تک ہی صبر نہ کیا) "بلکہ اس کام کے لئے (یعنے برہمنوں کو اپنے میں شامل کرنے کی غرض سے) انہوں کی انجیل کی سچائیوں اور غریب معتقد ملکی آبادی کو گڑبڑ کرنے وقت بھی ذرا نہ سوچا اپنے آپ کو بڑے درجہ کے برہمن مشہور کرکے جو کہ مغربی دنیا سے آئے ہیں اُن پادریوں نے ہندوؤں کے اصلی نام بھی اختیار کر لئے۔ اور اس ذات کی رسوم کی ہر ایک طرح سے تائید کی۔ برہمنوں کے بہت سے درجے ہیں اور اس فریب کو زیادہ موثر کرنے کی غرض سے نوبی لس نے اپنے آپ کو سب سے بڑے درجہ والا بنا کر جتلایا۔ اور اپنے مخالفین کی زبان بند کرنے کے واسطے اور خاصکر اُن شخصوں کو جو اس کو برہمن ہونے کو فریب جانتے تھے اُس نے ایک پُرانا میلا پارچ منٹ یعنے چمڑے کا کاغذ پیش کیا۔ جس میں کہ اُس نے پُرانے ہندوستانی لفظوں (یعنے سنسکرت) میں ایک کاغذ جعلی بناکر لکھا تھا۔ اس بات کے ظاہر کرنے کے لئے کہ روما کے برہمن ہندوستان کے برہمنوں سے بہت پُرانے زمانہ کے ہیں اور یہ کہ روما کے جیسوئٹ فرقہ کے پادری خاص برہما دیوتا کی نسل سے ہیں۔ پادری جووینسی ایک عالم جیسوئٹ اس فرقہ کی تاریخ میں اس سے زیادہ بتلاتا ہے جبکہ اس جعلی دستاویز کی صداقت کی نسبت چند ہندوستانی نامعتقد ہندوؤں نے شبہ کیا۔ تو نوبی لی لس نے مدورا کے برہمنوں کی پنچائت کے روبرو حلفاً بیان کیا۔ کہ میں برہما دیوتا کی نسل سے ہوں کیا یہ تعجب انگیز بات نہیں ہے۔ کہ ایک معزز پادری نے ایسا جھوٹ بولا اور کیا ایک کفر یا دھوکہ نہیں ہے۔ کہ اس نے اس حلف دروغی اور دھوکہ کو ایک پاک عقلمندی بیان کیا۔" (دیکھو تاریخ جیسوئٹ مصنفہ جان سی ایسا ٹک ری سر جس کی جلد ۱۴ صفحہ ۵۷) اور (ریورنڈ پاور کی کتاب صفحہ ۵۴ و ۵۵) +

پادری رابرٹ دی نوبی لی لس صاحب نے اپنا نام تتو بودہ سوامی رکھا اور پادری آرسی جی لس جی صاحب نے اپنا نام ویرام منی رکھا۔ ہندو لوگ اُن کو اور اُنکے بھائی کو ہمیشہ اُن کے ہندو ناموں سے جانتے تھے (دیکھو ریورنڈ پاور صاحب کی کتاب صفحہ ۵۴ کا نوٹ)۔ "غریب پیاروں کے واسطے صرف کیتھلک ہی علیحدہ نہ تھے۔ بلکہ ان کے واسطے گرجے بھی علیحدہ تھے۔ اگر وہ کبھی بڑی ذات والوں کے گرجے میں جانا چاہتے تھے تو وہاں سے باہر نکال دئے جاتے اور انکو کوڑوں سے پیٹتے تھے۔ بلکہ جب وہ مرجاتے تھے۔ تو عیسائی سنیاسی اُنکے گھر انے میں داخل ہونے سے انکار کرتے تھے۔ اور مرنے والا بدبخت آدمی جانکندنی کے وقت بستر سے گھسیٹ کر میدان میں لایا جاتا تھا۔ یا کسی دور کے گرجا میں لے جایا جاتا تھا تاکہ وہ سنیاسی جو اُس کے گھر میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ آخری مذہبی رسوم ادا کرے۔ لیکن تب بھی وہ اُس کو چھو نہیں سکتا تھا۔" (دیکھو کلکتہ ریویو نمبر ۳ صفحہ ۴۹) اور (ریورنڈ پاور کی کتاب صفحہ ۵۷)

ایک دن ایک فوجی افسر نے (جو شکوبار سے دلی کو سفر کر رہا تھا) ایک فرانسیسی پادری کو جو اس جنگل میں آیا۔ اپنے ساتھ کھانا کھانے کے لئے اخلاقاً بلایا اُس پادری نے جبکہ اُس کو یہ معلوم ہوا۔ کھانا ایک پریار نے پکایا ہے اُس کے کھانے سے انکار کیا اور اُس کو صرف میوے کھائے اور یہ عذر کیا کہ اس کھانا کھانے کی وجہ سے شودر لوگ عیسائی دین سے نفرت کریںگے۔" (دیکھو ریورنڈ پاور صاحب

کی کتاب صفحہ ۵۸) اور (ہندوستان میں تعلیم مصنفہ ٹریولین صفحہ ۲)۔

عیسائیوں کا علمی کتابوں سے سلوک:۔ ڈریپر صاحب فرماتے ہیں۔ عیسائی جہادیوں نے ٹریپولی کی لائبریری کو جس میں فرض کرتے ہیں کہ ۳۰ لاکھ کتابیں تھیں جلایا۔ جس وقت وہ پہلے کمرہ میں گئے۔ اُس میں صرف قرآن اور وہ کتابیں تھیں جو عربی امپاسٹر کی تصنیف خیال کی جاتی تھیں اسلئے وہ جلا دی گئیں +

اسپین والے سپاہیوں نے مکسکو میں امریکہ کی تصویری نوشتوں کے بڑے بڑے انبار جلا دیئے۔ جو ایسا نقصان ہے کہ پورا نہیں ہو سکتا اور کارڈنل زیمنیز نے گرینڈا کے چوکوں میں عربی نوشتوں کی ۸۰ ہزار کتابیں جن میں عمدہ مصنفوں کی بہت سے ترجمے تھے جلا دیئے۔" (دیکھو ہسٹری آف دی کانفلکٹ بٹوین سائنس اینڈ ریلیجن صفحہ ۱۰۳ و ۱۰۴ لنڈن ۱۸۸۶ء ۲۰ ویں بار)۔

ایڈورڈ گبن صاحب فرماتے ہیں:۔ "میں اُن زیادہ تر قیمتی لائبریریوں پر افسوس کرتا ہوں جو کہ (عیسائیوں کی) رومن امپائر میں تباہ ہو گئیں۔" (دیکھو جلد ۲ باب ۱۵ صفحہ ۹۶ ۵ تاریخ زوال دوم) +

اخبار پایونیر کا فاضل ایڈیٹر لکھتا ہے۔ "کروسیڈرز عیسائی مذہب کے جہادیوں نے طرابلس کا کتب خانہ جس میں تیس ملین یعنے تیس لاکھ کتابیں تھیں جلا دیا۔ اسپین کے لوگوں نے مکسیکو میں امریکہ والوں کی تصویری تحریرات انبار کے انبار جلا دیئے کارڈینل زیمیر نے گرینڈا یا غرناطہ میں ۸۰ ہزار عربی زبان کی قلمی کتابیں جلا دیں (دیکھو پایونیر اخبار الہ آباد مورخہ آٹھویں اکتوبر ۱۸۸۵ء)

پھر ایک مورخ فرماتا ہے۔ "جب وکلف کے ترجمہ جلانے کا حکم ہوا تو ۱۴۱۲ء میں ایک کتاب ٹیلر نے تصنیف کی اور ۱۴۲۷ء میں کونسل منعقد ہوئی جس کے حکم سے وکلف کی ہڈیاں قبر سے نکال کر جلائی گئیں +

۱۵۲۵ء میں کارڈنل ولسی اور بشپ لوگوں نے حکم دیا کہ ٹنڈیل کا ترجمہ نہ پڑھا جائے اور اس مضمون کے اشتہار اپنے علاقوں میں جاری کئے کہ لوتھر کے بعض پیروؤں نے ترجمہ غلط کیا ہے۔ اور خدا کی کلام کو جھوٹے ترجموں اور ایجادی حاشیوں سے خراب کیا ہے اس لئے وہ ترجمے جس جس کے پاس ہوں تیس دن کے عرصہ میں جنرل واٹیکر کے پاس حاضر کرے۔ ورنہ کلیسا سے نکالا جائیگا اور بدعتی کہلائیگا اور اسی سال ٹونسل بشپ لنڈن اور ٹامس مور نے تمام نسخے خرید کرکے پالیکر اس میں جلا دیئے۔ پھر ۱۵۲۹ء یہ نسخے چیپ سائڈ میں علانیہ جلا دیئے گئے +

جب ۱۵۳۰ء میں ٹنڈیل نے اس پر نظر ثانی کرکے دوبارہ چھپوایا۔ اور جان وغیرہ کی معرفت اس کی اشاعت کی تو لنڈن کے بشپ نے شایع کرنے والوں کی تشہیر کی اور ایک لاکھ اٹھاسی ہزار چار سو روپیہ ۸ پائی جرمانہ کیا +

پھر ۱۵۴۶ء میں ہنری ہشتم بادشاہ انگلستان کا حکم صادر ہوا کہ ٹنڈیل اور کورڈیل کے ترجمے اور نیز وہ کتابیں جن کی پارلیمنٹ نے اجازت نہیں دی اور نیز فرخت وکلف کی کتابیں نہ پڑھی جاویں۔ بلکہ ملکی اور کلیسائی افسروں کو دیجاویں کہ وہ جلا دی جاویں +

پھر ۱۵۴۸ء میں نماز کی کتاب معہ انجیل جلا دی گئی +

پھر ۱۵۵۵ء میں اشتہار جاری ہوا کہ بدعتی کتابیں کہیں نہ بھیجی جاویں اور نہ کوئی اپنے پاس رکھے" (دیکھو کتاب والٹن مطبوعہ ۱۸۷۷ء جلد سوم)۔

مسٹر جان ڈیون پورٹ صاحب فرماتے ہیں کہ نائسا کی کونسل میں یہ امر واقع ہوا تھا کہ شہنشاہ قسطنطین اوّل نے پادریوں کی جماعت کو وہ اختیار دیا تھا کہ جس سے نہایت ہیبت ناک نتیجے پیدا اور ضرر رسان ہوئے تھے۔ چنانچہ اُن سے چند ضرر رسانیاں ذیل میں مذکور ہوتی ہیں۔ خونریزی اور بربادی اُن احمقانہ صلیبی جہادوں کی جو عیسائیوں نے قریب دو سو برس کے عرصہ تک ترکوں پر کئے تھے۔ اور جنمیں کئی لاکھ آدمی ہلاک ہوئے۔ قتل کرنا اُن شخصوں کا یعنی (فرقہ پروٹسٹینٹ) کا جو اُس عقیدہ کو نہیں مانتے تھے کہ انسان کا دوبارہ اصطباغ ہونا چاہیئے لوتھر کے پیروں اور رومن کیتھلک مذہب والوں کا دریائے رائن سے لیکر انتہائے شمال تک قتل ہونا۔ وہ قتل جسکا حکم ہنری ہشتم اور اُس کی بیٹی ملکہ میری نے دیا تھا۔ فرانس میں سینٹ بارتھولومیو کا قتل ہونا چالیس برس تک اور بہت سی خونریزیوں کا ہونا۔ فرانسس اول کے عہد سے ہنری چہارم کے پیرس میں داخل ہونے تک اس قتل عام میں پانچسو رؤسا سے زیادہ اور دس ہزار آدمی عوام میں سے فقط پیرس دار السلطنت میں قتل کئے گئے عدالت مذہبی کے حکم سے قتل ہونا جو قابل نفرین ہے کیونکہ وہ عدالت پادریوں کی رائے سے ہوا تھا علاوہ اِس کے اور بے انتہا بدعتوں کا اور اُن بیس برس کی خرابیوں کا تو کچھ ذکر ہی نہیں ہے جبکہ پوپ پوپ کے مقابلہ اور پیشپ بشپ کے مقابلہ میں تھا۔ زہر خورانی اور قتل کی وارداتوں کا ہونا اور تیرہ چودہ پوپوں کی بیرحم لوٹ اور گستاخانہ دعوے جو ہر قسم کے گناہ اور عیب اور بدکاری میں جو ایک نیرو یا ایک کیلیگولا سے نہایت فوق لے گئے تھے۔ آخر کار اس خوفناک فہرست کا خاتمہ ہونے کے لئے ایک کروڑ بیس لاکھ نئی دنیا (امریکہ) کے باشندوں کا صلیب ہاتھ میں لئے قتل ہونا! یقیناً یہ بات تسلیم کرنی چاہیئے کہ ایک السا مکروہ اور قریباً ایک غیر منقطع سلسلہ مذہبی لڑائیوں کا چودہ برس تک سوائے عیسائیوں کی اور کہیں ہرگز جاری نہیں رہا۔ اور جن قوموں کی نسبت بت پرست ہونے کا طعن کیا جاتا ہے اُن میں سے کسی قوم نے ایک قطرہ خون کا بھی مذہبی دلایل کی بنا پر نہیں بہایا" (از اعجاز التنزیل صفحہ ۴۶۰ و ۴۶۱) اور اُن کی (کتاب اپالوجی لکھنؤ ۱۹۸-۱۹۹) +

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں عیسائیوں کی ایک مشہور مذہب عدالت کا حال یوں لکھا ہے " اس مذہبی عدالت کا نام انکویزیشن تھا۔ اور اِس کا یہ کام تھا کہ جو لوگ مذہب عیسوی کی نسبت ملحدانہ اعتقاد رکھتے ہوں یا اُس سے بالکل منحرف ہو گئے ہوں اُن کو تلاش کرکے پکڑے اور سزا دے یہ ہولناک محکمہ جو اس غرض سے قایم کیا گیا تھا کہ معاملات مذہبی میں آزادانہ تحقیقات نہ ہونے پاوے اور مذہب بالکل یکساں طور پر کاربند ہے۔ پہلے پہل تیرھویں صدی میں قایم ہوا تھا جبکہ پوپ السوسینٹ سوئم نے ایک کمیشن اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ ناریوں کے ملحدوں کو مجرم قرار دیکر اُنکو سزائیں دے۔ ۱۲۰۳ء میں پوپ نے دو راہبوں کو جو ایک خانقاہ سے متعلق تھے اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ البجنس لوگوں کی کفر الحاد کے برخلاف وعظ کریں اور چونکہ اُن کو اپنے کام میں خصوصاً صوبہ ٹولوس میں بہت کامیابی ہوئی۔ اِسلئے پوپ کو یہ جرأت ہوئی۔ کہ وہ کاتھلک چرچ میں انکویزیٹر (حکام محکمہ انکویزیشن) مقرر کرے۔ جن کو بشپ لوگوں سے کچھ تعلق نہ ہو اور جو بطور وکلائے محکمہ مقدسہ پوپ کے کام کریں اور اُن کو ملحدوں کی سزا دینے کا حق حاصل ہو۔ پوپ نے اپنا یہ مقصد پورا کرنے کی غرض سے فلیپ دوم بادشاہ فرانس اور اُمرا اور رؤسا کو بھی اِس کام میں مدد دینے

کے لئے لکھا اور بطور انعام اُنکی کوشش و سرگرمی کے اِنکو ہر قسم کے منذلات نفسانی کے پورا کرنے کی اجازت دی۔ ملک فرانس میں انکویزیشن ۱۲۰۸ء سے برخلاف البجنس اور اس کے محافظ ریمنڈ ششم کونٹ آف تولوس کے شروع ہوا۔ اور ہر طرح کی مخالفت ملد مغلوب کی جاکر چرچ کو بہت جلد ایسی مقدرت حاصل ہو گئی کہ وہ ایسے ملعونوں سے جو اس کے قابو میں آجائیں جس طرح چاہے سلوک کرے چنانچہ البیابڈنسیس کی تعداد ہزارہا تھا جو ۱۲۱۰ء کے بعد آگ میں جلا جلا کر مارے گئے کچھ آسان کام نہیں اور ممکن نہیں ہے کہ جو شخص اُس زمانہ کی تاریخ کو پڑھے۔ اُس کے دل میں نہایت سخت طور کا ہول اور رحمدلی کا خیال پیدا نہ ہو۔ کیونکہ اُن حالات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کس طور پر ہزارہا آدمی قسم قسم کی نہایت بیرحمانہ تکلیفوں کے ساتھ ایک ایسے مذہب کی تجدید کے لئے قتل کئے گئے۔ کہ جس میں اُس کے بانی نے فیاضی اور رحمدلی کی تلقین کی تھی۔ ۱۲۱۵ء میں پوپ انوسینٹ سوم نے دسویں دفعہ ایک جنرل کونسل قایم کر کے انواع و اقسام کی نئی نئی سزائیں ملحدوں کے لئے ایجاد کیں جنکی تفصیل نہایت طولانی ہے۔ پوپ انوسینٹ کے بعد پوپ ہونوریس سوم نے بھی جو اس کا جانشین تھا اِس طریقہ کو جاری رکھا۔ اور رفتہ رفتہ ایک ایسی جماعت واعظوں اور سزا دینے والوں کی قایم ہو گئی۔ جنہوں نے اپنا نام معاونین و مددگاران عدالت مقدسہ تحقیقات مذہبی رکھا +

۱۲۲۴ء میں انکویزیشن اٹلی میں بھی قایم ہو گیا۔ اور جب باوجود ان تمام تشددات کے البجنس لوگوں نے اپنے عقاید کو نہ چھوڑا۔ بلکہ اُن کو خاص شہر روم میں بھی پھیلا دیا تو پوپ نے برہم ہو کر پہلے سے بھی زیادہ سخت سخت سزائیں دئے جانے کا حکم دیا۔ مثلاً زندہ جلا دیا جانا۔ اگر بشپ لوگ ملحدین پر رحم کا اظہار کرنا چاہیں۔ تو بجائے اُس کے ان کی زبان کا کاٹ ڈالنا۔ تاکہ وہ آیندہ خدا کی نسبت کوئی کلمۂ کفر کا نہ کر سکیں +

فرانس اور اٹلی کے بعد انکویزیشن اسپین میں قایم ہوا۔ اور اس سرزمین میں یہ پودا خوب ہی پھولا پھلا اور بادشاہ فرڈیننڈ اور ملکہ اسابیلا کے زمانہ میں تو انکویزیشن نہایت ہی عام ہو گیا اور بڑے تردد کیساتھ مدت تک جاری رہ کر آخر کار ۱۸۰۸ء میں موقوف ہوا۔ اس ملک میں ایک عہدہ گرانڈ انکویزیٹر جنرل کا اور اسکے تحت ایک کونسل آف سپریم قایم کی گئی۔ جسکی شاخیں تمام اضلاع اسپین میں پھیلی ہوئی تھیں جن کا کام قوانین بنانا اور اس محکمہ کی استحکام اور اسکی کارروائی کی یکساں جاری رہنے کی نگرانی کرنا تھا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ یہ محکمہ ایذا رسانی اور تکلیف دہی کی ایک ایسی کل بن گیا کہ جسکا نمونہ تاریخ عالم میں اُس سے پہلے کہیں نظر نہیں آتا۔ ایک مجموعہ ہدایات بمقام سیویل چھاپا گیا اور مشتہر ہوا۔ جس کی اٹھائیس دفعات تھیں۔ جن کی تفصیل نہایت طولانی ہے۔ مثلاً چھٹی دفعہ میں درج تھا۔ کہ جو شخص اپنے گناہ سے توبہ کرے اور بخشا جائے پھر بھی اُس کو بطور بقیہ اُس سزا کے جو اُس کے لئے تجویز کی گئی۔ یہ سزا دی جائے۔ کہ وہ کسی قسم کے باعزت پیشے کے اختیار کرنے۔ اور سونا چاندی موتی ریشم کے اور عمدہ ململ کے استعمال سے محروم کیا جائے +

پھر بیسویں دفعہ میں لکھا تھا کہ اگر کسی شخص کے مرنیکے بعد اُس کی کتابوں یا زندگی کے اطوار سے یہ ثابت ہو کہ وہ ملحد تھا۔ تو اُس پر کفر والحاد کا فتویٰ لگایا جا کر اُس کی لاش قبر میں سے پھینک دی جائے اور اُس کا کل مال اسباب ضبط کیا جا کر اُسکے وارثوں کو کچھ نہ دیا جائے۔ پھر بائیسویں دفعہ میں یہ حکم تھا کہ جو شخص کفر کا فتویٰ پا کر سزایاب ہوا ہو اور اس کی اولاد کم عمر ہو تو اُس کے ضبط شدہ مال کا ایک تھوڑا سا حصہ خیرات کے نام سے ان کو دیا جائے۔ اور وہ تعلیم مذہب عیسوی کے لئے کسی مناسب شخص کے سپرد کئے جائیں +

جرائم جو بابت محکمہ مقدسہ انکویزیشن کے نزدیک قابل مواخذہ تھے وہ یہ ہیں +

(۱) ہر قسم کا کفر والحاد مذہب عیسوی میں (۲) یہودیت (۳) اسلام (۴) جرائم خلاف فطرت اور تعدد ازدواج +

الغرض عدالت مقدسہ ایسی غالب اور ایسی ہولناک بنگئی کہ ماں باپ اپنے بچوں اور خاوند اپنی جوروؤں اور مالک اپنے نوکروں کو بجز زبان ہلانے کے چپ چاپ اُسکے حوالہ کر دیتے تھے بلکہ اُسکی قوت زیادہ تر خوف ہی تھا۔ جو اس نے لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیا تھا۔ اور خلائق کے دلوں میں اُسکی ہیبت ایسی عام ہو گئی تھی کہ رعیتوں اور بادشاہوں تک اُسکے نام سے کانپتے تھے۔ جسقدر انسانوں کی جانیں اِس بے رحم عدالت مذہبی نے تلف کرائیں اُنکی تعداد ٹھیک ٹھیک بیان کرنی آسان نہیں ہے چنانچہ صرف اسپین ہی میں بقول سیر لارنیٹی تین لاکھ چالیس ہزار آدمی اِس محکمہ سے مستوجب سزا قرار دئے جا کر کسی نہ کسی طرح کی تکلیف سے برباد کئے گئے جن میں سے تقریباً ۳۲ ہزار آدمی تو زندہ آگ میں جلا کر مارے گئے۔ اور اگر اِس تعداد میں وہ تمام بدنصیب لوگ شامل کر لئے جائیں جو مدالنہاے مقامات میکسیکو۔ لیما۔ کارتھیجینا۔ سسلی۔ سارڈینیا۔ اوران۔ مالٹا۔ نیپلیس۔ میلان اور فلینڈرس سے جبکہ ان ملکوں میں اسپین کی حکومت تھی سزایاب ہوئے تھے۔ تو غالباً یہ ثابت ہوگا کہ نصف ملین سے زیادہ بدنصیب آدمی اس سنگدل مقدس محکمہ سے طرح طرح کی سزائیں پا کر دنیا سے گئے" (دیکھو انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۲) (اعجاز التنزیل صفحہ ۴۷۰ سے ۴۷۵ تک) یہ کیفیت تو رومن کیتھولک فرقہ کے عیسائیوں کی جور و ظلم کی تھی اب پروٹسٹنٹ فرقہ کا حال جبکہ انہوں نے فروغ پایا سنئے مورخ ہالم صاحب فرماتے ہیں "اِس قسم مہذب (فرقہ پروٹسٹنٹ) کے مختلف شعبوں اور فرقوں سے سب سے بڑا گناہ جو سرزد ہوا ہے وہ یہ ہے کہ بندگان خدا پر دین میں زور و زبردستی کرتے ہیں اور یہ گناہ ایسا ہے کہ ہر ایک ایماندار اشراف جتنی زیادہ کتابوں کی سیر کرتا جاتا ہے۔ اُتنی ہی اُس کو ان سے نفرت اور کدورت ہوتی جاتی ہے" دیکھو تاریخ آئین سلطنت انگلستان جلد اوّل باب دوم اور (اعجاز التنزیل صفحہ ۴۷۵) +

مورخ لیکی صاحب فرماتے ہیں "کہ جب کالون نے سرویٹس کو صرف اس وجہ سے زندہ جلا دیا کہ اُس کے اعتقادات تثلیث کے باب میں جمہور علماء کے برخلاف تھے۔ تو سب پروٹسٹنٹ فرقوں نے کالون کے اِس فعل کی بڑی تعریف کی اور ملانکتھن اور بلنجر اور فارل نے اِس گناہ کی تعریف میں نامے لکھے اور سیلے جو بڑا عالم تھا۔ اِس فعل کی تعریف میں ایک بڑا رسالہ تصنیف کیا" (تاریخ مذہب معقول پسند جلد دوم صفحہ ۴۹) +

پھر میاں ڈیون پورٹ صاحب فرماتے ہیں "اِس زمانہ میں مذہب عیسائی سے زیادہ کوئی چیز بالتصریح خراب نہ تھی۔ وہ دو نو شاخیں مذہب عیسائی کی جو ملک ایشیا و افریقہ میں پھیل گئی تھیں۔ انہوں نے طرح طرح کی بدعتیں اور بداعتقادیاں اختیار کر لی تھیں۔ اور ہمیشہ باہمی مباحثوں اور مناقشوں میں مصروف رہتی تھیں اور ایرین۔ نسطوری۔ سیبلین اور یوٹیکین مذہب والوں کے تکراروں سے نہایت دق تھیں اُنکی پادریوں کی عادات مثل شہرت پرستی اور عہدوں کے فروخت اور جہالت نے مذہب عیسائی کو بڑا دھبہ لگایا تھا اور سب عیسائی لوگوں کو نہایت بدرویہ کر دیا تھا +

عرب کے جنگلوں میں جاہل اور شوریدہ مغز راہب کثرت سے تھے جو بیہودہ تخیلات

میں دماغ سوزی کرکے اپنی اوقات خراب کیا کرتے تھے۔ اور اکثر ان کے غول کے غول شہر میں آکر اہل شہر کو اپنی توہمات تلوار کے زور سے سکھایا اور منوایا کرتے تھے" (دیکھو اُن کی کتاب)

(فار محمدا یالوجی اینڈ دی قرآن) مطبوعہ لنڈن ۱۸۸۲ء صفحہ ۲) اور اس کا ترجمہ اردو صفحہ ۷ +

پھر وہی صاحب فرماتے ہیں "اُنھوں نے اپنے خیال میں ایک نیا اولیمپس قائم کر لیا تھا۔ اور اُس میں اپنے مذہب کے دلیوں اور شہیدوں کو فرشتوں کو آباد خیال کرنے لگے جیسا کہ بُت پرست اپنے دیوتاؤں سے اولیمپس کو آباد سمجھتے تھے اِس زمانہ میں اپنے عیسائی بھی جو یوسف کی زوجہ مریم میں الوہیت کی شفاعت قائم کرنے لگے تھے" (دیکھو جان ڈیون پورٹ صاحب کی ایالوجی صفحہ ۴ ۱۸۸۲ء

پھر وہی فاضل فرماتا ہے۔ ان مناسک و تاریخ باد نا قابل تنفر گرجاؤں۔ اور اُنکی لعد یروں اور تہواروں اور نقریبوں کی رسوم سے جنکی بنا بقول مسٹر گاڈ فری ہگنس صاحب اُن خراب باتوں پر تھے جن کو بت پرستی کا فضلہ کہنا چاہیئے اور جس میں نہ صرف ایشیا و افریقہ بلکہ یونان و روم بلکہ تمام فرنگستان کے عیسائی مستغرق تھے اور جو بقول مسٹر ہیگنس بیتیوا یان مذہب بلکہ خود پوپ روم کی اغوا و تحریک سے عمل میں آتی تھیں" (دیکھو ایالوجی اور اعجاز صفحہ ۱۴۳) +

کلارک صاحب اپنی کتاب ایج ڈنٹیپا انگلز میں عیسائی مجاہدین کا حال لکھتے ہیں کہ سلف سے آب تک کسی قوم اور کسی ملک میں عیاشی اور بدفعلی کا اِس قدر غلبہ نہیں ہوا۔ جسقدر کہ مجاہدین سفاری میں ہوا تھا (دیکھو صفحہ ۳۲۹ و آپالوجی صفحہ ۱۳۱) +

چھٹا باب

تثلیث اور اس کا آغاز

عیسائی دین کے بموجب خدا کے تین اقنوم ہیں اور ہر ایک اُن تینوں میں سے خدا ہیں کیونکہ باپ اور بیٹا اور روح القدس یا پتا پتر و پوتر آتما خدا ہونے پر بھی ایک دوسرے سے ہر طرح جُدا ہیں عیسائی لوگ یوں تو ان تینوں کو خدا کہتے ہیں۔ مگر دنیا دی شرم کے مارے لوگوں کے سامنے تین خداؤں کے قایل نہیں۔ جب اس مسئلہ پر کبھی اُنسے گفتگو آتی ہے۔ تو جواب دیتے ہوئے اُنکی روح سخت طرح کے پیچ و تاب کھاتی ہے تثلیث فی التوحید۔ توحید فی التثلیث۔ ایک تین ہیں اور تین ایک ہیں عجب عقدہ ناقابل حل اُن کے سامنے آجاتا ہے جس کو وہ کسی طرح ظاہر نہیں کر سکتے۔ جب خود عیسائی پادری اور بشپ صاحبان اِس کے سمجھنے سے عاری ہیں تو ہم کیا کہیں ہمارے ہزاروں مہرباں پادری صاحبان یہ جانتے ہیں کہ تثلیث کا ماننا بائبل کا مسئلہ ہے انجیل سے نکلا ہے۔ مسیح اِس کا موجد ہے۔ اِسواسطے وہ اِس کو زینت ایمان جان طوعاً و کرہاً اسے مان رہے ہیں۔ اور ہر چند کہ عقلا کے سامنے اور معقولیت کے روبرو انہیں بارہا شرمسار ہونا پڑتا ہے۔ تو بھی اِس سے انکار نہیں کرتے +

اِس واسطے ہم نہایت عاجزی سے معزز پادری صاحبان کی خدمت میں دست بستہ عرض کرکے جتلانا چاہتے ہیں کہ یہ تثلیث کا مسئلہ آپکی مقدس بائبل میں کہاں سے آیا؟ اور کب اور کس کے وسیلے سے رائج ہوا۔ اُمید کہ ہماری عرضداشت کو توجہ سے مطالعہ فرما دیجئے +

بیان ڈیوینپورٹ صاحب لکھتے ہیں "بیوٹ صاحب اور گبن صاحب نے بڑی تحقیقات و کوشش سے ثابت کیا ہے کہ جن آیات انجیل سے مسئلہ تثلیث مستنبط کیا ہے یعنی یوحنا ۱ پ ۵ وہ آیات افترا عی ہیں اور کالمٹ صاحب بھی یہی کہتے ہیں۔ یہ آیت درباب تثلیث کسی قدیم نسخہ انجیل میں نہیں۔ مسیح نے تو ایک ہی خدا کے اعتقاد کا حکم فرمایا تھا۔ لیکن لوقس اور یوحنا نے جو پیرو ان افلاطون تھے سے تھا۔ مسیح کا مذہب خراب کر دیا۔ اور اس میں سے عقیدہ توحید باری تعالے نکالکر عقیدہ مہملہ تثلیث مخترعہ افلاطون داخل کیا (صفحہ ۹۳، ۹۴ +

ایک لایق اور مشہور مؤرخ فرماتا ہے۔ تین سو ساٹھ برس مسیح سے پہلے افلاطون نے اِس مشکل سے (کہ ایک رشتہ مقدس خدا سے کس طرح یہ سب طرح کی دُنیا پیدا ہوتی نکلنے کے لئے اُس نے فرض کیا۔ کہ پرمیشور کی ذات میں تین حصے ہیں ایک نسٹ کاز یعنی آدی کارن پرمیشور دوم عقل یا لوگاس سوم دُنیا کی روح یا نگوفلا طون کے فلسفہ میں تین دیوتا بیان کئے تھے اور یہ تینوں ایک عجیب طور پر آپس میں (حرفیتن اسے ملے ہوئے تھے۔ لوگاس کو حاصکر اُس باپ کا (جو دُنیا کا بیٹا ہے اور اگو ریلیجی حاکم ہے) بیٹا بیان کیا تھا۔ اِس کو فلاطون نے بہت ہوشیاری سے ادا کیا تھا اور یہی اُس کے مدرسہ کا راز تھا۔ جس کو تیس برس کی محنت میں طالبعلم سمجھتے تھے۔ دیکھو ایکڈورتھ کی انت لکچوال سسٹم صفحہ ۵۶۸) +

ایڈورڈ گبن فرماتے ہیں "یہ فلاطون کی فلاسفی سکندر کی موت کے سبب تین سو برس مسیح سے پہلے ایشیا اور مصر میں پھیل چکی تھی سکندریہ کے مدرسوں میں یہودی اسکی تعلیم پاتے تھے۔ لوگاس کا لفظ یہودیوں نے موسےٰ کی جہواسے منسوب کر دیا۔ اور خدا کے بیٹے کو ظاہری صورت پر دیا میں اُن کاموں کے لئے داخل کیا۔ جو خدا کی صفت اور عادت کے خلاف معلوم ہوتے تھے۔ کہنے میں کہ یہ دینی تعلیم فلاطون کی یونانی فلاسفی کی طرح (بے پرواہی) سے خیال کی جاتی۔ اگر اسکی آخری حواری یوحنا کے قلم سے تصدیق ہوتی جو ۹۷ء میں تصدیق ہوکر نروا بادشاہ کی حکومت میں پوری ہوئی۔ جس سے یہ عجیب بھید دُنیا پر ظاہر ہوا۔ کہ لوگاس نے جو خدا کے ساتھ شروع سے تھا۔ اور جو خدا تھا۔ جس نے تمام چیزیں بنائی تھیں اور جس کے لئے تمام چیزیں بنی تھیں۔ اُسی نے ناصرت کے عیسٰی یعنی مسیح ناصری کے جسم میں اُتار لیا۔ جو کنواری کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اور جو صلیب پر مارا گیا +

ابونیہ والے مسیح کو رسول تو مانتے تھے۔ لیکن یوحنا کی انجیل کے بموجب مسیح کی تعریفیں نہیں مانتے تھے کہ وہ خدا تھا یا خدا کے ساتھ تھا +

دوسرے ناسٹکس لوگ مسیح کو آدمی اور خدا دونو مانتے تھے کیونکہ وہ خدا کے جسمانی ہونے کے قایل تھے۔ ابھی مسیح کا خون کالوری کے پہاڑ پر سلگ رہا تھا یعنی اُس میں سے دھواں اُٹھ رہا تھا کہ ناسٹکس لوگوں نے ایک اور کفر اور بیہودگی کا خیال پیدا کیا۔ کہ بجائے کنواری کے پیٹ سے نکلنے کے مسیح پوری جوانی میں جارڈن ندی کے کنارہ پر اُترا تھا۔ اور اُس کے چیلوں اور مخالفوں کا دھوکا ہوا اور ایسا ہی پائلٹ کے وزیروں کو دھوکا ہوا۔ کیونکہ صلیب کے اوپر ایک ہوائی صورت مصلوب ہوئی تھی +

پس اسی رسول یوحنا کے لکھنے سے فلاطون کی فلاسفی عیسائیوں میں مسیح کی دوسری اور تیسری صدی میں رائج ہوئی۔ کیونکہ اِسی یوحنا نے پہلے ہی سے

الہامی کتب و روایتوں کا مکاشفات سے معلوم کر لیا تھا (یعنی یہ مکاشفات بھی اسی ویتا کی ایک حکمت تھی) افلاطون کے معزز نام کو عیسائی لوگ تو عزت سے یاد کرتے تھے اور لوگ اس کی شکایت کرتے اور اسے بدنام کرتے کہ اس نے سچائی اور غلطی والوں کی

تائید کی +

تثلیث کے مسئلہ اسکندریہ کے فیلسوفوں اور عیسائیوں میں بحث ہوتی تھی۔ اُستاد اور شاگردوں کی بہیری لفظوں کی بھرمار سے ہو جاتی تھی۔ لیکن سب سے بڑا عقلمند عیسائی اور علم دین کے جاننے والا اتھنی سی ایس خود صاف صاف صدق دل سے کہتا ہے کہ جب کبھی اس نے اپنی عقل لوگاس کی الوہیت سوچنے پر دوڑائی تو اسکی سب کوششیں ضائع ہوئیں کیونکہ اُس نے جتنا زیادہ سوچا اتنا ہی کم سمجھا۔ اور جتنا اُس نے زیادہ لکھا اتنا ہی وہ کم اپنے خیالوں کو ظاہر کر سکا +

اول تو یہ لوگاس کا راز فیلسوفوں میں رہا لیکن جب مسیحائی ایمان کی اُمید اور عبادت کا مدعا بن گیا۔ تو روم کی سلطنت کے ہر ایک صوبہ میں عوام الناس اِس کو کثرت سے اختیار کرنے لگے۔ مرد اور عورتیں جو کہ اِس کی بابت بالکل ناقابل ہیں۔ وہ بھی اس کی بابت جیب کرنے لگے +

ایسے وقت کی بابت گبن نہایت فخر سے کہتا ہے کہ "عیسائی کاریگر آسانی سے ایسے سوالوں کا جواب دے سکتا تھا۔ جس سے نہایت دانا یونانی گھبرا جاتے تھے +

جب ایسا ہو گیا۔ یعنی تثلیث عام میں پھیل گئی۔ اور دینی جوش بھی ساتھ ہوا۔ تو عیسائی لوگ اِس کو یونانیوں کے دیومالا یعنی متھیالوجی کی اصلاح میں بیان کرنے لگے اِس کے ۸۰ برس بعد بتھنیا کے پادری لوگوں نے پلنی کی کچہری میں اقرار کیا کہ وے اس کو یعنی مسیح کو مثل خدا کے یاد کرتے ہیں +

آخرکار جب اِس مسئلہ پر جھگڑے۔ مناظرے اور مباحثے ہونے لگے تو ایک مشہور و معروف فاضل عیسائی ایریس نے اِس سے انکار کیا اس کے نہایت سخت دشمن بھی اسکے علم اور صداقت کا اقرار کرتے تھے۔ اور وہ ایسا بےپرواہ تھا کہ اُس نے پادری کا تخت لینے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ ایریس کے مریدوں میں سے اُس وقت مفصلہ ذیل اشخاص مذہبی عہدوں پر ممتاز تھے۔ بشپ۔ پریس بیٹر۔ ڈیکن۔ کنواریاں۔ ایسا کے بہت سے پادری ہیں۔ یہ سب اُس کے ہم خیال تھے۔ ان کے سوا سب سے بڑے عالم پادری یوسی بی ایس نے اس کی امداد پر قلم اٹھائی۔ جب اس طرح زور و شور سے مباحثے ہونے لگے۔ تب بادشاہ اور لوگوں کی توجہ اس دینی بحث پر ہوئی۔ اور چھ سال تک خوب جھگڑے ہوتے رہے آخرکار اِس کے بعد ۳۱۸ سے ۳۲۵ کی نیس شہر کی عام کونسل کے آخری قطعی فیصلہ پر یہ معاملہ چھوڑ دیا گیا۔ اور یہ کونسل خصوصاً اِسی فیصلہ کیواسطے منعقد ہوئی۔ اِس وقت تثلیث کے متعلق امورات ذیل تنقیح طلب تھے۔ جن میں سب باہمی ایک دوسرے کو کفر کے فتوے دیتے تھے۔ کیونکہ غلطی اور کفر سے کوئی خالی نہ تھا

اول رائے یہ تھی جس کو ایریس اور اُس کے مرید مانتے تھے کہ لوگاس مطیع تو ہے مگر خود پیدا شدہ ہے۔ باپ کی مرضی عدم سے پیدا ہوئی ہے۔ اگرچہ بیٹے کے لئے تمام چیزیں بنائی گئیں اور تمام دُنیا کے وہ پہلے بھی پیدا ہوا۔ اور جس کی عمر کے مقابلہ میں بہت بڑے سے بڑا انجوم کا دور ایک فانی لمحے کے برابر بھی نہیں ہے۔ تو بھی اُسکا وقت بیحد نہیں ہے اور اُسکی خوبصورتی پیدایش کے پیشتر کچھ وقت گذر چکا ہے۔ یعنی اُس جنے ہوئے اکلوتے لڑکے پر قادر مطلق باپ نے اپنی بہت روح ڈالدی اور اپنی جلال کی چمک سے اُس کو منور کر دیا۔ وہ پوشیدہ کمالیت کی ظاہری صورت تھا اور اُس نے اپنے پاؤں کے نیچے بیحد فاصلے پر نہایت بڑے چمکیلے فرشتوں کے تخت دیکھے تو بھی وچکسی روشنی سے چمکتا تھا۔ اور مثل رومی بادشاہوں کے بیٹوں کی جو کہ آگسٹس یا سیزر کے خطاب سے پکارے جاتے تھے وہ باپ اور بادشاہ کی مرضی کے مطابق دُنیا کی حکومت کرتا ہے +

دوسری رائے یہ تھی کہ لوگاس ذاتی اور دوسروں میں نہ جانیوالی ویسی کمالیتیں رکھتا ہے جیسے کہ فلاسفی اور دین کی رو سے خدا میں ہیں۔ تین مختلف اور بیحد روحیں خدا کی ذات میں مساوی طور پر برابر اور بیحد ہیں اور انہیں سے کوئی مقدم و مؤخر نہیں ہے۔ اس رائے کے ماننے والے اور ہر جس رائے میں تین مختلف خدا معلوم ہوتے تھے منت کار کی وحدانیت قایم رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ جو دُنیا کے انتظام میں خوب واضح ہے +

تیسری رائے یہ تھی کہ تین خدا اپنی ہستی کی ضرورت سے کمالیت کے طور پر تمام خدائی صفات سے موصوف ہیں اور جنکا وقت بیحد ہے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کے وسیلے میں اور تمام دُنیا میں موجود ہیں۔ یہ تین آدمیوں کو ایک ہی معلوم ہوتے ہیں۔ جو دُنیا کے انتظام میں مختلف صورت میں ظاہر ہو سکتا ہے +

اس رائے کے موافق اصلی تثلیث تین ناموں اور تین صفات کی ہے جو سوچنے والے کے دل میں رہتی تھی۔ لوگاس کوئی خاص شخص نہیں بلکہ ایک صفت ہے اور لفظ بیٹے کا اُس پر بطور استعارہ کے لگاتے ہیں اور وہ عقل ہے جو خدا کے ساتھ ہے اور جس سے چیزیں بنائی گئی ہیں لوگاس کا اوتار صرف خدا کی عقل کا الہام ہے +

جس سے مسیح آدمی کی روح بھری تھی۔ اور اس کے کاموں کی ہدایت ہوتی تھی یہ تین رائیں مقدمہ کے طور پر پیش کرنے کے لائق تھیں +

ایریس کو کامل امید تھی کہ اگر نیس کی کونسل کے پادری اپنی ایمانداری اور بےطرفی سے غور کرتے تو اُن کی رائے قبول ہوتی مگر آخرکار کونسل کی رائے سے باپ اور بیٹا دونوں کی ایک ہی اصلیت قایم کی گئی۔ جس کو اب پراٹسٹنٹ گریک۔ لیٹن اور شیل عیسائی اپنے دین کا اصلی عقیدہ مانتے ہیں +

کونسل ہونے کے بعد جو باپ اور بیٹے کے متعلق کونسل نے لفظ ہوموشن لکھا اِس لفظ کی اشاعت کے مطابق واسطے قایم کرنے اپنے اپنے عقاید کے مختلف معنی کئے اسی لفظ کو اوروں نے ہوموآئی اوشن کر لیا تھا۔ غرضیکہ مختلف طرح کے پھیل رنگ بنا کر اِس کے جدا جدا معنے تراشے۔ مگر دو مشہور پادریوں نے جو اس وقت چرچ کے پیل پایے شمار ہوتے تھے کونسل کے معنی قبول کئے یعنی وہ ایک ہی ذات ہیں۔ انہیں متنازع کے دنوں میں اور ۹ افرقے کھڑے ہو گئے جو سب ایریس کے دشمن تھے۔ چنانچہ اُس وقت کی حالت کو سینٹ ایلسری صاحب جو اُسی چوتھی صدی میں فرقہ پیکریس کے بشپ میں ان الفاظوں میں بیان فرماتے ہیں "جہاں کہیں میں گیا میں نے بہت کم پادری پائے۔ جن کے درمیان سچے خدا کا علم تھا۔ یہ بات بہت افسوسناک اور خوفناک ہے۔ کہ آجکل آدمیوں کے درمیان اتنے مذہب میں جتنی کہ اُنکی رائیں ہیں۔ اور اتنے اُن کے عقیدے ہیں جتنی کہ اُنکی خواہشیں ہیں۔ اور اتنے ان میں کفر ہیں جتنے کہ اُن میں عیب ہیں۔ کیونکہ مذہبوں کو بغیر و اور بغیر صلاح کے لوگ طبعزاد بناتے ہیں۔ اور اسی طرح اُنکو بیان کر دیتے ہیں۔ ہوموشن کا لفظ کبھی رد کیا جاتا ہے اور کبھی اختیار کیا جاتا ہے۔ اور متواتر جلسوں میں اُس پر جھگڑے ہوتے ہیں۔ آج کل کے کمبخت لوگ زمانہ میں بحث کا یہ ایک مضمون ہے کہ باپ اور بیٹے میں جزوی مشابہت ہے یا کلی۔ ہر سال بلکہ ہر ایک ماہ ہم نئے دین ان بھیدوں کے بیان کرنے کے لئے بناتے ہیں۔ جو کچھ ہم نے کہا

ہم اس سے بچاتے ہیں۔ جو لوگ بچاتے ہیں۔ ہم کبھی انکی حمایت کرتے ہیں پھر ہم اُنہیں لوگوں پر کفر کا فتوے دیتے ہیں جن کو پہلے ہم نے بچایا تھا۔ کبھی ہم دوسروں کے عقیدوں کو اپنے درمیاں آسے وقت خراب کہتے ہیں۔ کبھی اپنے عقیدوں کو دوسروں کے درمیاں پاکر بُرا کہتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں۔ اور ایکدوسرے کی بربادی کا سبب ہو رہے ہیں" (دیکھو فلاسفر لاک صاحب کی کامن بلیس ٹیک فصل ۳۰ صفحہ ۴۷۰) اور تاریخ ڈکلاس اینڈ فال صفحہ ۵۱۱ اور ابالوجی صفحہ ۱۹۷ +

اِس جھگڑے کے بعد سلومیہ کی کونسل ہوئی۔ مگر اُس میں بھی کوئی خاطر خواہ فیصلہ نہیں ہوا +

اُس وقت عقاید عیسوی پر ایسا اندھیر پڑا ہوا تھا کہ پادری ہلاری خود ۳۰ برس کونسل کے بعد یہ نہیں جانتا تھا۔ کہ میرا عقیدہ کیا ہے +

جب یہ چرچا مغرب میں پھیلی تو ۳۲۶ء میں ایک اور کونسل رینی کی ہوئی۔ اسمیں نیس کی کونسل سے زیادہ پادری حاضر تھے۔ یعنی چار سو سے زیادہ اٹلی۔ افریقہ۔ اسپین۔ گال (فرانس) برٹن۔ الیریکم کے جمع ہوئے تھے۔ اِس کونسل میں ۸۰ آدمی ایرین کی رائے کے تھے۔ مگر ایریس کے نام سے نفرت کرتے تھے۔ اور اِس کونسل کے اُٹھنے سے پہلے ہی ایسے عقیدہ پر جو مشکوک تھا دستخط ہو گئے۔ مگر پیچھے سے اِس کونسل کی بھی غلطی معلوم ہو کر وہی نیس کی کونسل کے فیصلہ کو منظور کیا گیا۔ کیونکہ اِس میں ایریس کے کئی لفظ داخل ہو گئے تھے +

آخر جب یہ فساد بہت زیادہ بڑھ گیا تو قسطنطین بادشاہ نے الگزنڈر اور آیریس کو چٹھی لکھی جس میں اُس نے افسوس ظاہر کیا۔ کہ باوجود ایک خدا۔ ایک دین ماننے کے عیسائی لوگ ایسی چھوٹی سی بات پر ایکدوسرے کے خلاف جھگڑے کر رہے ہیں اور یونانی فیلسوف کی مثال دی۔ کہ تم بھی انہیں کی طرح رہا کرو۔ دلیل کے وقت دوستانہ طور پر بحث کرو۔ اگر اسوقت بادشاہ کوشش کرتا تو صلح ہو جاتی۔ مگر اُسکی رعیت (مورت) کی ہتک سے اُس کو خیالی خوف ہو گیا۔ جس نے باہمی صلح کی امید کو مٹا دیا کیونکہ اُس نے تین سو بشپ اپنے مکان میں جمع کئے +

جہاں بادشاہ ہونے کے سبب خوب زور شور سے بحث ہوئی اور خود بادشاہ بھی مباحثہ میں شامل ہوا۔ لیکن اوسی ایس جو کہ نیس کی کونسل کا پریذیڈنٹ تھا۔ اس کی ترغیب (یعنی اِس بات کے کہنے) سے (کہ یوسی بی ایس نے جس کے پاس ایریس کا فرتھا۔ اُس نے بادشاہ کے دشمن کو مدد دی تھی) بادشاہ نے نیس کی کونسل کے عقیدہ کو تسلیم کیا۔ اور حکم دیا کہ جو لوگ کونسل کے الٰہی فیصلہ کو رد کرینگے یا نہ مانینگے وہ جلاوطن کئے جاوینگے۔ اِس بادشاہ کی دھمکی پر اول جو ۷ مخالف تھے پھر دورہ کے آخر کار تین ماہ انتظاری کے بعد یوسی بی ایس جلاوطن کیا گیا اور کافرایس بھی الیریکم کے صوبہ کی طرف جلاوطن کیا۔ اور تمام ایرنیس فرقوں کی قانوناً ہتک کی گئی۔ اور ان کو پورفیرین کہا گیا اور انکی کتابیں جلائی گئیں اور اسکے قتل کا حکم تھا۔ جس کے پاس اُنکی کتابیں نکلیں" (مختصر دیکھو گبن ہسٹری جلد ا باب ۲۱ صفحہ ۵۷۱ سے ۵۸۷ مطبوعہ چینڈاس لنڈن)

جان ڈیونپورٹ صاحب لکھتے ہیں کہ ان فرقہ عیسائی کو ماریاتیڈس کہتے ہیں۔ اور اِس فرقہ کے لوگوں نے چاہا تھا کہ تثلیث بالکل عقاید سے باہر داخل کریں۔ یعنی بجو من روح القدس حضرت مریم کو اقانیم ثلاثہ میں داخل کریں" صفحہ ۸ ۱۸۲۸ء

اب ہم اس مسئلہ تثلیث پر چند مکرم و معظم پادری صاحبان کی رائے پیش کرتے ہیں۔ کی نقل عقلا کی خدمت میں پیش کرتے ہیں +

نمبر ۱۔ پادری ڈی ڈبلیو ٹامس صاحب تثلیث کے حل سے عاجز آکر لکھتے ہیں کہ سلطنت (زنجیر قانون الٰہی) کے استدلال اور عقلی دلایل اِس میں چل نہیں سکتے۔ اِس کا ثبوت بھر جب کلام الٰہی پر موقوف ہے" (تشریح التثلیث صفحہ ۲۲)

نمبر ۲۔ مشہور و معروف پادری فانڈر صاحب فرماتے ہیں (تشریح مسئلہ تثلیث) "وہ عقل انسانی محدود ہے۔ پس ذات الٰہی اور اُس کے اسرار کو مانند تثلیث مسیح درک نہیں کر سکتی" (مفتاح الاسرار صفحہ ۲۹ باب ا سطر ۱۰)

پھر فرماتے ہیں "تثلیث اُن بھیدوں اور اُن مسئلوں میں سے ہے۔ جس میں عقل کو راہ نہیں۔ اور دلیل سمعی یعنی کلام الٰہی پر اُس کی تسلیم واجب ہے" (مفتاح الاسرار صفحہ ۲۹ سطر ۲) +

پھر فرماتے ہیں کہ "ہم ان بھیدوں (تثلیث) کے ثابت کرنے کے لئے انسانی عقل اور اس جہان کے علوم سے نہیں بلکہ صرف یسوع مسیح کے کلام اور انجیل و توریت کی واضح آیتوں سے دلیل لائینگے۔ کس واسطے کہ انسان کی ناقص عقل میں ہرگز اتنی طاقت نہیں ہے" (صفحہ ۴۲ سطر ۱۰ و ۱۱ باب اول) +

پھر فرماتے ہیں کہ "اِن تعلیمات کا ساختہ دلایل عقلیہ سے بلکہ صرف کلام الٰہی کی آیتوں سے ہو سکتا ہے" (مفتاح الاسرار صفحہ ۵)

نمبر ۳۔ فاضل پادری صفدر علی صاحب فرماتے ہیں کہ "مسئلہ تثلیث جو اسرار ماہیت ذات معیب و مستتر خدائے ذوالجلال سے ہے دلایل عقلی سے اُس کا ثبوت و بطلان دونو ناممکن ہے" (نیاز نامہ صفحہ ۱۰ ۱۸۷۸ء)

پھر لکھتے ہیں "اور اگر کتاب مقدس خدا تعالیٰ کا برحق کلام ہوتا تو صرف مسئلہ تثلیث کیا بلکہ اسکی جملہ تعلیمات قابل اعتماد و اعتقاد نہ ہوتیں" (صفحہ ۹)

پھر فرماتے ہیں "اسی تثلیث کے بارہ میں اگر کوئی کہے کہ یہ بات مطلق میرے فہم میں نہیں آتی ہے۔ تو اِس بات پر اسقدر عرض کافی ہے کہ سچ ہے۔ مقام تعجب نہیں" (نیاز نامہ صفحہ ۸ ۱۸۷۸ء لکھنؤ)

نمبر ۴۔ مشہور و معروف پادری عماد الدین لاہز فرماتے ہیں "تثلیث مبارک پر دلیل عقلی کو طلب کرنا خلاف عقل ہے۔ جیسے توحید مجرد پر۔ یہود کے سوا جو اور لوگ ہیں۔ اُن کو تثلیث پر اس طرح قایل کر سکتے ہیں۔ کہ اولاً ضرورت الہام۔ اور ثانیاً کتب مقدسہ میں اُس کا انحصار دلایل عقلیہ سے اُن پر ثابت کرینگے۔ اور جب وہ اُس کے قایل ہونگے۔ تو الہام کی اطاعت سے اُن کو بھی تثلیث کا قایل ہونا پڑیگا (دیکھو اُن کی کتاب نغمہ طنبوری لاہور بار اول ۱۸۸۴ء صفحہ ۴۷)

نمبر ۵۔ ایک اور پادری صاحب فرماتے ہیں کہ "اگر کوئی اس تثلیث پر اعتراض کرے تو چاہئے کہ اِس سے باز رہے کیونکہ خدا کی کامل شناخت کے لئے ہماری عقل میں نقصان ہے۔ یہاں ہمارے ہوش بھی پریشان ہیں غرض شناخت اِس کی محال ہے۔ اور دریافت اِس کی وہم و خیال ہے ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ جو کچھ خدا نے فرمایا ہے۔ یعنی اپنی روح کی بابت سنایا ہے اُس پر اعتراض نہ کریں۔ کچھ عیب نہ دھریں۔ اُس کو سچ جانیں۔ اور یقین سے مانیں (فارقلیط صفحہ ۹۷)

لطیفہ

تین اشخاص بے اساس ایک عیسائی کے پاس جاکر نصرانی ہوئے اور عقاید (اصول) اُن کے طوطے کی طرح یاد کئے۔ حسن اتفاق سے ایک دن اُس عیسائی

کے ہاں ایک دوست ملاقات کے لئے آیا۔ بعد سلام و کلام پادری صاحب سے پوچھا کہ یہ تینوں صاحب کون ہیں۔ اور کہاں سے آئے ہیں۔ پادری صاحب نے کہا کہ یہ تینوں نئے نصرانی ہوئے ہیں۔ اور اب تعلیم عقاید میں بدل مشغول ہیں اس دوست نے اُن سے پوچھا کہ مسئلہ تثلیث کی کیا شکل ہے۔ اور تمہارا اعتقاد اس مسئلہ پر کیا ہے۔ ایک نے اُن میں سے جواب دیا کہ میرے اُستاد نے ایسا سکھایا ہے کہ تین خدا ہیں۔ ایک آسمان پر ہے جس کو ہم مسیح کا باپ مانتے ہیں اور دوسرا وہ جو بطن مریم سے پیدا ہؤا جس کا نام یسوع ہے۔ اور تیسرا وہ جو مثل کبوتر دوسرے خدا یعنی مسیح کے سر پر اُترا اس پر اُس کے اُستاد صاحب نے غضبناک ہوکر اُس کو دھکیل دیا۔ کہ۔ دیوانہ اور کم فہم ہے۔ اسکی سمجھ پر پتھر پڑیں۔ مدت سے کمبخت کو بتلاتا ہوں اور مغز کھپاتا ہوں۔ آجتک ایک مسئلہ تثلیث کا نہ سمجھا +

دوسرے کو پوچھا گیا تو فرمانے لگا کہ میرے اُستاد نے مجھے یوں سکھایا ہے کہ پہلے تین خدا تھے۔ مگر اب اُن سے دو زندہ ہیں۔ کیونکہ ایک بیچارہ سولی پر چڑھ کر مارا گیا۔ نفس پر تسدیس اُس پر بھی دو چند غضبناک ہوئے۔ آنکھیں لال پیلی کرکے کہا کہ تیرا ستیاناس ہو جائے۔ کتنی دیر سے تجھے سمجھاتا ہوں کھول کھولکر بتلاتا ہوں مگر یہ مثلث شکل تجھ سے حل ہونے سے رہی +

اب تیسرے صاحب باقیماندہ قلعی کھولنے لگے۔ فرمایا کہ مجھے تو یہی تعلیم ہوئی ہے۔ اور اس کو نقش کالحجر کر رکھا ہے اور اس عقیدے سے میرا دل بہت خوش ہے حقیقت یہ ہے کہ اگلے زمانہ میں تین خدا تھے اور تینوں ایک ہی تھے۔ اور آپس میں اتحاد کامل رکھتے تھے۔ سو ایک اِن سے مارا گیا۔ اب تینوں بسبب اتحاد کے فنا ہو گئے + (نعوذ باللہ من ہذ اللغوات)

اصل بات یہ ہے کہ یہ عقیدہ عیسائیوں کا ایسا برخلاف عقل و علم و فہم کے ہے کہ خدا کی پناہ۔ آجتک اور تو درکنار خود عیسائیوں کی ہی سمجھ میں نہیں آیا +

ایک فاضل عیسائی جب اِس کے سمجھنے سے نہایت لاچار ہوتا تو یہ شعر پڑھکر اپنے دل کو تسلی دیا کرتا تھا + ؎

ہے تثلیث الہٰی عقل انسانی کے گو باہر
خرد کو چھوڑ کر ایمان لائے جسکا جی چاہے

ساتواں باب

عیسائی فرقوں اور بائبل کی تحقیقات

چونکہ ناواقف لوگ نہیں جانتے۔ کہ عیسائی مذہب کی اندرونی حالت کیا ہے اور خود عیسائی قبل از عیسائی بن بیٹھے وہ کتابیں جو اُنکی اصلیت ظاہر کرنیکے واسطے عالی دماغ مصنفوں نے بنائی ہیں۔ نہیں دکھلائے۔ بلکہ ہمیشہ چھپاتے ہیں تاکہ کسی طرح نوگرفتار مُرغ دام سے نہ نکل جائے۔ اور یہ بھی دیکھا گیا۔ کہ جب کسی عیسائی نے انصاف سے عیسوی دین کی کتابوں کو دیکھا جھٹ عیسائی تعلیم سے کنارہ کر لیا۔ افریقہ کے مشہور بشپ کولنزو صاحب بہادر کا حال پادریوں سے مخفی نہیں۔ فرانس کے لوگ اور امریکہ کے فاضل بھی بہت کچھ عیسویت سے بیزار ہو رہے ہیں بائبلی خدا کی کرتوتوں سے یہاں تک تعلیم یافتہ لوگ تنگ آگئے ہیں۔ کہ وہ اُس کا نام کتابوں سے نکالا چاہتے ہیں +

واضح ہو کہ عیسائی مذہب کے بڑے بڑے فرقوں کا حال جو تحقیقات مزید سے معلوم ہؤا ہے۔ وہ اِس طرح پر ہے +

ایبونیہ۔ مارسیونی۔ مانی کیئیر۔ رومن کاتھلک۔ یونیٹیرین۔ یوٹکینن۔ ملیکانیہ۔ پروٹسٹنٹ +

نمبر اول فرقہ ایبونیہ تاریخ میں لکھا ہے کہ یہ فرقہ جو اول صدی میں ہوا تھا یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ حضرت عیسٰے صرف ایک آدمی تھے۔ اور حضرت مریم اور یوسف نجار سے مثل اور آدمیوں کے پیدا ہوئے اور اطاعت شریعت موسوی کی صرف یہودیوں پر ہی نہیں بلکہ اور لوگوں پر بھی واجب ہے۔ اور اس کے احکاموں پر عمل کرنا نجات کے لئے ضروری ہے۔ اور جو پولوس اُس پر عمل کرنیکو ضروری نہیں کہتا۔ بلکہ بڑے زور سے اُس کا مقابلہ کرتا ہے۔ سو اس کو بہت بُرا کہتے تھے۔ اور اُس کی تحریروں کی نسبت بڑی بے ادبی سے پیش آتے تھے" (دیکھو موشیم کی تاریخ جلد اول صفحہ ۶۰)

لارڈنر بہ تصدیق قول اوریجن کے اِس فرقہ کی بابت فرماتے ہیں "کہ اِس فرقہ کے دو نو گروہ پولوس کے نامجات کو رد کرنے اور پولوس کو دانا اور نیک آدمی شاید جانتے تھے"۔ (دیکھو اُنکی تفسیر جلد ۷ صفحہ ۲۹۳) +

یوسیبیس کہتا ہے "کہ یہ فرقہ پولوس کے نامجات کو رد کرتا اور اُس کو مرتد بتلاتا تھا" (دیکھو تفسیر لارڈنر صفحہ مذکور) +

بیل صاحب فرماتے ہیں "کہ یہ گروہ عہد عتیق کی ساری مقدس کتابوں میں صرف توریت کو ہی مانتا اور داؤد۔ سلیمان۔ حرمیا۔ حزقیل کے نام سے نفرت رکھتا تھا اور عہد جدید سے اُن کے پاس صرف انجیل متی تھی۔ اور اُس میں بھی بہت جا انہوں نے خرابی کی تھی۔ اور خاص کر دو باب اوّل کے خارج کر دئے تھے"۔ دیکھو (کتاب الاسناد جلد ۲ صفحہ ۳۸۳) +

نمبر دوم۔ فرقہ مارسیونی اِس فرقہ کی بابت بیل صاحب فرماتے ہیں "کہ انکا عقیدہ ہے کہ دو خدا ہیں۔ ایک خالق خیر کا دوسرا خالق شر کا۔ اور انکا اعتقاد ہے کہ توریت اور سب کتابیں عہد عتیق کی دوسرے خدا کی عطا ہوئی ہیں اور یہ سب مخالف عہد جدید کے ہیں اور عیسٰے بعد مرنے کے جہنم میں اُترا اور وہاں سے قابیل اور سدوم کے لوگوں کی روحوں کو نجات دی۔ کیونکہ وے عیسٰے کے سامنے حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے اپنی اپنی زندگی میں خدا خالق شر کی اطاعت نہ کی تھی۔ اور ہابیل اور نوح اور ابراہیم اور پہلے سارے پیغمبروں کی روحوں کو دوزخ میں رہنے دیا۔ کیونکہ گروہ اوّل کے خلاف کیا تھا۔ اور ان کا اعتقاد ہے کہ خالق جہان کا وہی خدا نہیں ہے جس نے حضرت عیسٰے کو بھیجا ہے۔ اور اسی لئے وہ عہد عتیق کو الہامی نہیں مانتا اور عہد جدید میں سے انجیل لوقا کو مانتا تھا۔ اور پولوس کے نامجات سے دس نامہ مانتا تھا۔ لیکن اُن میں بھی جو اُن کے خیال کے مخالف تھا اُن کو رد کر دیتا تھا +

لارڈنر صاحب فرماتے ہیں "کہ مارسیونی فرقے نے عہد عتیق کی کتابوں کو بالکل الگ کر دیا۔ یہ فرقہ کہتا تھا کہ یہ کتابیں اُسکی بھیجی ہوئی ہیں جو سارے گناہوں اور بُرائیوں کا خالق ہے اور یہ بھی کہتے تھے۔ کہ توریت اور انجیل ایک شخص کی بھیجی ہوئی نہیں اسلئے کہ بہت سی چیزیں اول میں دوسرے کے مخالف ہیں۔ اور کہتے تھے کہ اول میں بیان ہے کہ جہان کا خالق جاہل ہے۔ کیونکہ آدم کو پکارا کہ تو کہاں ہے اور اسی طرح متلون ہے کہ مختلف حکم دیتا ہے۔ اور جہان کے پیدا کرنے اور ساؤل کے بادشاہ کرنے سے پچھتاتا ہے" (دیکھو لارڈ صاحب کی کتاب جلد ۹ صفحہ ۴۸۷) +

پھر کہتا ہے کہ یہ فرقہ عہد عتیق سے اس قدر نفرت کرتا تھا۔ کہ جدید عہد کی اُن

کتابوں جسکو وہ مانتا تھا اُن سب میں سے اُنکو جنمیں ذکر توریت یا اور پیغمبروں کا تھا یا اُن میں اُن کتابوں سے حوالہ لیا گیا تھا جنمیں حضرت عیسیٰ کے آنیکی پیشگوئی تھی - یا اُن میں باپ کو دنیا کا خالق کہا تھا) نکالکر بہت سے فقرے اپنی طرف سے لگا دئیے - اور کہتے تھے کہ یہودیوں کا خدا اور ہے اور عیسٰے کا باپ اور - اور عیسے توریت کے احکام کے مٹانے کو آیا تھا - کیونکہ وہ باتیں انجیل کی مخالف تھی ،، دیکھو لارڈ صاحب کی کتاب جلد ۹ صفحہ ۸۷ سے)

پس اسی جلد میں لکھا ہے کہ مارسیونی عہد جدید سے کل گیارہ کتابیں مانتا تھا اور ان گیارہ کو بھی ناقص اور تبدیل کئے ہوئے اور اُن کو دو قسم کرتا تھا - ایک انجیل دوم نامجات - انجیل سے فقط انجیل لوقا مانتا تھا - اور نامؤں سے پولوس کے نامجات کو اور اُن میں سے بھی بہت کچھ نکال ڈالا تھا - اور بہت جا الحاق کیا تھا +

فرقہ مانی کنیز اس فرقہ کی بابت لارڈنر صاحب اپنی جلد نمبر ۳ میں بہ تصدیق قول اگسٹائن صاحب کے لکھتے ہیں - کہ یہ اعتقاد اس فرقہ کا تھا کہ خدا جسنے موسیٰ کو توریت دئی اور عبرانی پیغمبروں کے ساتھ بولا - سچا خدا نہیں بلکہ ایک شیطان ہے شیطانوں میں کا - اور عہد جدید کی مقدس کتابوں کو مانتا ہے لیکن الحاق کا ان میں قائل ہے اور جو اسکے پسند آتا ہے لے لیتا ہے - اور باقی کو ترک کرتا ہے اور بعض چھوٹی کتابوں کو اُنپر ترجیح دیکر کہتا ہے - کہ یہی کتابیں بالکل سچ ہیں اور سب مورخوں کا اتفاق ہے کہ تمام فرقہ مانی کنیز کا ہر وقت میں مقدس کتابوں عہد عتیق کو نہیں مانتا تھا اور اعمال از کلاس میں اُن کا عقیدہ لکھا ہُوا ہے کہ شیطان نے یہود کے پیغمبروں کو فریب دیا ہے اور شیطان ہی موسیٰ اور پیغمبروں کے یہودیوں سے بولا ہے جسکے واسطے یہ فرقہ یوحنا کی انجیل باب ۱۰ آیت ۸ کو سند پکڑتا ہے کہ مسیح نے ان سب کو چور اور ڈکیت کہا ہے" اور اعمال حواریین کو خارج کر دیا تھا - اور فاسٹس کہا کرتا تھا کہ اگر تم انجیل کو مانتے ہو تم کو چاہئیے کہ سب اِن چیزوں کو مانو جو اُسمیں لکھی ہیں یقین کرتے ہو - بلکہ اُن پیشگوئیوں کے جو اُس بادشاہ یہود کے حق میں تھیں جس کو تم مسیح کہتے ہو اور سوا بعض اخلاقی نصیحتوں کے تم اُسکی کچھ قدر زیادہ نہیں کرتے یہ نسبت پولوس کے جو اُسکو گنہ کی خیال کرتا ہے - پس تب میں کیوں عہد جدید کے ساتھ ایسا ہی نہ کروں کہ جو میری نجات کے لئے ممد اور درست ہے تم سے ہی مانوں اور اُن چیزوں سے انکار کروں جو فریب سے ہمارے باپ دادوں نے اُس میں الحاق کر دی ہیں اور اُسکی خوبصورتی اور بہتری کو بدشکل اور خراب کر دیا ہے - کیونکہ یہ تحقیق ہے کہ اس عہد جدید کو نہ حضرت عیسے نے لکھا ہے اور نہ اُس کے حواریوں نے بلکہ ایک مدت کے بعد کسی گمنام شخص نے لکھا ہے اور جو اُس نے اس لحاظ سے کہ مبادا اُسکو اُن حالات سے جو لکھتا ہے غیر واقف سمجھ کر اعتبار نہ کریں حواریوں اور حواریوں کے رفیق کے نام لگا دئیے ہیں اور اُسنے عیسٰے کے مریدوں کو بڑی تکلیف دی کہ اُن کے نام سے اُن کتابوں کو جنمیں بہت سے غلطیاں اور متضاد ہیں بنایا کیا یہ حضرت عیسے کے مریدوں کے ساتھ جو باہم متفق اور یکدل تھے برائی کرنی نہیں ہے -

اور ہم نے سیکھ کر بہ طور درست جان لیا ہے کہ ہر چیز کو قاعدہ عقل اور ادراک کے دریافت کرکے اُن چیزوں کو جو ایمان میں مفید اور مسیح اور اسکے باپ خدائے بزرگ کی عزت کے قابل ہیں قبول کریں اور اُن چیزوں کو جو مفید اور قابل نہیں رد کریں اور جب حضرت عیسٰے نے عہد عتیق میں بعض چیزوں کو سکھایا اور اوروں کو رد کیا - اُسی طرح سے روح القدس جسکی بابت عیسٰے نے انجیل میں وعدہ کیا تھا ہمیں سکھاتا ہے کہ کیا ہم مانیں اور کیا رد کریں اور کس لئے ہم روح القدس کے وسیلہ سے عہد جدید میں وہی نہ کریں جو تم نے مسیح کے وسیلے سے عہد عتیق میں کیا خصوصاً اُس حال میں جیسا کہ بیشتر کہا گیا - کہ اُسے نہ عیسٰے نے لکھا - حواریوں نے - بالجملہ جیسا تم عہد عتیق سے صرف پیشگوئیاں اور باتیں اخلاق کی لیتے ہو - اور حکم ختنہ اور قربانی اور یوم السبت وغیرہ کو رد کرتے ہو - تو پھر اسمیں کیا قباحت ہے - کہ ہم بھی عہد جدید سے صرف وہی چیزیں مانیں جو اِن کی عزت کے قابل ہیں اور اُن کو اُسنے یا اُسکے حواریوں نے کہا ہے اور خارج کریں - اُسکو جو حواریوں نے جہالت سے کہیں یا جھوٹ اور بیحیائی سے اُن کی طرف منسوب ہوئیں"-

فرقہ رومن کا تھلک یہ فرقہ اب بھی عیسائی مذہب کے سارے فرقوں سے حصے زیادہ ہے اور کئی سلطنتیں بھی اسکے قبضہ میں ہیں - اسی مجموعہ بائیبل میں یہ فرقہ نو دس کتابیں اور الہامی ٹھہرا کے داخل کرتا ہے اور عشائے ربانی میں عیسٰے کی ظہوری کا قائل - اور اُس کو سجدہ کرنا فرض سمجھتا ہے - اور بُت پرستی کے بھی کرتا ہے ۱

یونیٹیرین اس فرقہ کا قول ہے کہ خدا لاشریک ہے کسی کو اختیار اور منصب بچانے اور سزا دینے کا نہیں ہے نیک اعمال کا بدلہ بہشت اور بد اعمال کا بدلہ دوزخ ہے پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھلک وغیرہ سب فرقوں کو بُرا سمجھتے ہیں ۱

یوٹلکیس اس فرقہ کا بانی ایک شخص یونانی یوٹیچیس نام تھا - جو پانچویں صدی میں گذرا ہے اس نے یہ عقیدہ اپنے تابعین کو تعلیم کیا تھا کہ سرشت طبیعت اُس سنت کی دو نو فضات مسیح میں باہم ایسی متحد ہو گئی تھیں کہ اُن میں کوئی فرق و امتیاز وغیرہ اور صفت انسانیت مسیح صفت الوہیت میں اس طرح ایک قطرۂ آب دریا میں آمیختہ ہو جاتا ہے" آیا لوجی ترجمہ اردو صفحہ ۷ کا حاشیہ +

فرقہ ملکانیہ یہ لوگ مریم ؑ کو خدا کی وحدت میں شریک کرتے ہیں" دیکھو جان رچرڈسن صاحب کی عربی و فارسی و انگریزی ڈکشنری صفحہ ۹۸۸)

فرقہ پروٹسٹنٹ اس فرقہ کا بانی مبانی مارٹن لوتھر صاحب ہے اس نے انجیل میں بہت سی اصطلاح کی ہے اس کا قول ہے کہ ہم نہ سنینگے اور نہ دیکھینگے توریت کو کیونکہ وہ صرف یہودیوں کے لئے تھا اور ہم کو اس سے کچھ علاقہ نہیں - ہم نہ قبول کرینگے موسیٰ کو اور نہ اُنکی توریت کو کیونکہ وہ دشمن عیسٰے ہے - موسیٰ تو جلادوں کو سردار ہے دس حکموں کو عیسائیوں سے کچھ علاقہ نہیں ان دس حکموں کو خارج کرنا چاہیئے کہ تمام بدعت ابھی موقوف ہو جاویگی - کیونکہ یہ سب کام سب بدعت کے چشمہ ہیں (وارڈ صاحب کا اغلاط نامہ نمبر ۱۸۴۲ صفحہ ۳۷ ولوہر کی کتاب جلد ۳ صفحہ ۴۰۱۰ ۴) ۹

وارڈ صاحب اپنی کتاب اغلاط نامہ میں لکھے ہیں کہ پولوس شاگرد رتیہ لوتھر لکھتا ہے کہ یعقوب اپنے نامہ کو واہیات باتوں میں تمام کرتا ہے اور کتابوں کا حوالہ ایسا مخالف دیتا ہے کہ جسمیں روح القدس نہیں رہ سکتا - اسلئے وہ نامہ الہامی کتابوں میں نہ شمار کیا جاوے" (صفحہ ۳۷)

جان کالوین صاحب فرماتے ہیں کہ پطرس حواری نے کلیسیہ میں بدعت بڑھائی اور آزادگی عیسوی کو خوف میں ڈالا ہے اور توفیق عیسوی کو دور پھینکا (مباحثہ مطبوعہ ۱۲۷۰ ہجری صفحہ ۲۶)

لارڈنر صاحب فرماتے ہیں جب قسطنطنیہ میں مسالہ حاکم تھا پک انخلیس مصنفوں کی

جہالت کے سبب بحکم بادشاہ اناسٹیسوش بری ٹھیرائی گئیں۔ اور اُنکی بجبر تصحیح ہوئی۔" دیکھو (کتاب الاسنادو جلد ۵ صفحہ ۱۲۴) +

ریئن صاحب تذکرہ مسیح میں کہتے ہیں کہ اناجیل اربعہ میں سے ہر انجیل پر ایک شخص مشہور کا نام درج ہے جس کا حال تذکرہ حوارین اور تاریخ انجیل میں مرقوم ہے لیکن یہ صحیح نہیں کہ یہ چار شخص مصنف اناجیل اربعہ ہیں اس قول سے کہ یہ متی نے کہا ہے اور مرقس کہتے ہیں اور یہ لوقا کہتے ہیں اور یوحنا فرماتے ہیں یہ مراد نہیں کہ قدیم علمائے عیسوی کا یہ اعتقاد تھا کہ یہ آیات کل انہوں نے تصنیف کی ہیں بلکہ اس قول سے یہ مراد ہے کہ یہ آیات اُن سے مروی ہیں۔ اور اُنکی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ صفحہ ۸ - ایالوجی صفحہ ۱۱

ڈاکٹر کینی کاٹ لکھتے ہیں کہ "قریب تمام نسخ موجودہ عہد عتیق مابین سنہ ایکہزار اور چودہ سو سنہ کے لکھے گئے ہیں۔ اور اسی سے استدلال کر کے یہ بات کہتا ہے کہ تمام نسخے جو ساتویں یا آٹھویں صدی کے لکھے ہوئے تھے یہودیوں کی کونسل کے حکم سے بسبب اس کے کہ وہ نسخے اُن نسخوں سے جن کو وہ بہتر سمجھتے تھے۔ بہت مخالفت رکھتے تھے نیست ونابود کئے گئے" +

(دیکھو ریس کے سائیکلوپیڈیا کی جلد ۳ بیان بائیبل)

انجیل متی ریو صاحب اپنی تاریخ انجیل میں لکھتا ہے کہ یہ بات غلط ہے جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ متی نے انجیل یونانی میں لکھی تھی اسلئے کہ یوسی بیس اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ متی نے انجیل عبرانی میں لکھی ہے نہ یونانی میں اور جیروم کہتا ہے کہ پین ٹی ٹس نے ایک جلد عبری اس انجیل کی حبش میں پائی تھی۔ اور اُس نے اُسکو اسکندریہ میں لا کر سی سریا کے کتب خانہ میں رکھا تھا۔ کہ وہاں سے وہ جاتی رہی۔ مگر ترجمہ اسکا یونانی باقی رہا اور نام مترجم کا معلوم نہیں ہے" +

اور تفسیر ہنری اسکاٹ میں لکھا ہے کہ بسبب مفقود ہو جانے نسخہ عبری کا یہ ہوا کہ فرقہ ابیونیہ نے جو منکر الوہیت مسیح کا تھا۔ اُس نسخہ میں تعریف کی تھی اور بعد تباہی یروشلم کے نسخہ اصل عبری کا جاتا رہا اور بعضے کہتے ہیں کہ ناصریوں یا یہودیوں نے جو نئے عیسائی ہوئے تھے انجیل عبری کو منحرف کیا تھا اور فرقہ ابیونیہ نے بہت سے فقرے اُس کے نکال ڈالے تھے +

با الاتفاق لیکلارک۔ کوب۔ میکس۔ لینگ۔ بیمبر۔ اکھارن۔ پارس صاحبان جو عیسائی دین کے نامی گرامی محققین ہیں فرماتے ہیں کہ اصل میں ایک عبری نسخہ تھا۔ اور اُس کے کئی ترجمے بھی تھے۔ مگر وہ معہ ترجموں کے یقینی ثابت ہے کہ مفقود ہے" +

اور یوسی بیس بھی اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ "ارنیس لکھتا ہے کہ متی نے اپنی انجیل عبری میں لکھی ہے" +

ایک اور محقق کہتا ہے کہ سب سے پہلی کمیٹی جو الہامی کتابوں کے فیصلہ کیواسطے ہوئی وہ قسطنطین کے حکم سے سنہ ۳۲۵ء میں بمقام نائیس میں منعقد ہوئی اُسمیں ایک کتاب جو ڈتھ بھی کتب الہامیہ میں شامل کی گئی +

پھر سنہ ۳۶۴ء میں ایک اور کمیٹی لوڈیسیا نامی سے قایم ہوئی جس نے علاوہ جوڈتھ کے توریت و انجیل میں اور سات کتابیں حسب ذیل واجب التسلیم قرار دیں۔ کتاب آستر۔ نامہ یعقوب۔ نامہ پطرس۔ نامہ واؤ دیو حنا۔ نامہ یہودا اور نامہ پولوس عبرانیوں کو اور اس حکم کو جابجا مشتہر کرا دیا۔

پھر سنہ ۳۹۷ء میں ایک اور کمیٹی قایم ہوئی جسکو کارتھیج کہتے ہیں جس میں علاوہ اگسٹائن کے جو بڑا عالم تھا۔ ایک سو چھبیس اور بڑے بڑے عالم تھے۔ اُس کمیٹی نے پہلی کمیٹیوں کے حکم کو بحال رکھکر معہ مندرجہ ذیل سات کتابیں اور الہامی قرار دیں کتاب وزڈم۔ کتاب ٹوبیاس۔ کتاب باروق۔ کتاب ایکلزیاسٹیکس یہ کتاب مقابیس اول دوام مکاشفات یوحنا +

اس کے بعد اور تین کمیٹیاں مقرر ہوئیں جن کو کمیٹی ٹرلو اور کمیٹی فلورنس اور کمیٹی ٹرنٹ کہتے ہیں ان کمیٹیوں نے کمیٹی کارتھیج کے حکم کو بحال رکھا۔ پس یہ کتابیں بارہ سو برس تک عیسائیوں میں واجب التسلیم رہیں +

بعد ازاں سنہ ۱۵۲۰ء میں فرقہ پروٹسٹنٹ قایم ہوا اس نے کتاب باروق۔ کتاب ٹوبیاس۔ کتاب جوڈتھ۔ کتاب وزڈم۔ کتاب ایکلزیاسٹکس اور مقابیس کی دونو کتابوں کو رد کر دیا اور لغو سمجھا اور کتاب آستھر کے چند بابوں کو بھی الہامی بتایا اور اُس کے سولہ باب ہیں سے ۹ باب اور دسویں کے بعض آیات کو مانتے ہیں اور باقی سب کو جعل بتاتے ہیں۔" از توبدن اندق ذیل صفحہ ۱۷" +

مگر ان میں سے بعض اب تک فرقہ رومن کیتھولک کے نزدیک الہامی اور واجب التسلیم ہیں +

لارڈنر فرماتے ہیں کہ "پی پیس لکھتا ہے کہ متی نے انجیل عبری میں لکھی اور ہر کسی نے اپنی لیاقت کے موافق اس کا ترجمہ کیا" (کلیات لارڈنر جلد ۲ صفحہ ۱۱۹) +

پھر وہی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ "یوسی بیس لکھتا ہے کہ پین ٹی نس جب حبش میں آیا۔ اُس نے وہاں ایک نسخہ وہی انجیل متی کا پایا۔ جو وہاں کے لوگوں کو برتھولما حواری سے پہنچا تھا اور اسوقت سے اُنکے پاس محفوظ اور جیروم لکھتا ہے کہ پین ٹی نس اُس نسخہ کو وہاں سے اسکندریہ میں لایا۔ جو مفقود ہو گیا" دیکھو (جلد ۲ صفحہ ۲۱۲ و جلد ۴ صفحہ ۹۵) +

پھر وہی صاحب فرماتے ہیں کہ "متی نے اپنی انجیل عبری میں یروشلم میں لکھی تھی۔ دیکھو (جلد ۴ صفحہ ۵، ۱۶ و ۱۷ و ۴۶ و ۹۳ و ۴۴ و ۱۵۰ و ۵۳۸) +

پھر تو وہی صاحب فرماتے ہیں بحوالہ انسی ووڈ کہ کہ ان چاروں میں سے متی نے صرف عبرانی میں لکھی اور باقیوں نے تو یونانی میں" (دیکھو جلد ۵ صفحہ ۱۳۷) +

انجیل یوحنا۔ اسکی بابت محقق برٹشنیڈر اور اسٹاڈلن اور فرقہ الوجین (جو دوسری صدی میں تھا) متفق ہو کر کہتے ہیں کہ یوحنا حواری کی تصنیف نہیں ہے بلا ریب اور یقیناً کسی طالب العلم مدرسہ اسکندریہ نے لکھی ہے" (کاتھلک ہیرلڈ جلد ۷ سنہ ۱۸۴۴ صفحہ ۲۰۵) +

دوسری صدی میں جب لوگوں نے انکار کیا تو اُنکے جواب میں ارنیوس نے یہ نہیں کہا کہ پولی کارپ سے مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ انجیل یوحنا حواری کی تصنیف سے ہے۔ حالانکہ ارنیوس پولی کارپ کا شاگرد ہے اور پولی کارپ یوحنا حواری کا مرید ہے اگر ہوتی۔ تو اُسے ضرور معلوم ہوتا۔ اور وہ اُس کو بتلا دیتا +

رسالہ اعمال یہ بھی الہامی نہیں اور نہ اسکی بابت کوئی ثبوت عیسائیوں کے پاس ہے۔ کہتے ہیں کہ لوقا کی تصنیف ہے مگر لوقا مرقس غیرہ الہامی تھا۔ علاوہ مرقس اُس رسالہ کو پولوس و یوحنا کا دیکھنا بھی ثابت نہیں ناظرین ذرا غور فرماویں کہ یہ کتابیں اور رسالہ و خطوط کب الہامی ٹھیرائے گئے۔ بہت سے خطوط تو کونسل کے حکم سے (جبراً) الہامی اور حواریوں کی تصنیف ٹھیرائے گئے جیسا کہ نامہ عبرانیہ۔ نامہ یعقوب۔ نامہ یہودا۔ دوم نامہ پطرس و دوم و سوم نامہ یوحنا۔ و مشاہدات یوحنا۔ یہ کونسل کارتھیج سنہ ۳۹۷ء میں ہوئی تھی۔ مگر جب اس کونسل نے مشاہدات یوحنا کو الہامی ٹھیرا کے داخل قانون کیا تھا۔ تب اس نے کتب ذیل کو بھی تو الہامی ٹھیرایا تھا۔ کتاب جوڈتھ

کتاب توبیاس۔ کتاب وزڈم۔ کتاب ایکلیسیاسٹکس اور دو کتابیں مکابیس۔ مگر ان سب
کتابوں کو آجکل کے موجودہ علما فرقہ پروٹسٹنٹ جھوٹے اور غیر الہامی مانتے ہیں اور اسی
واسطے اب ان الہامی ناموں سے خارج ہیں اور نہ حواریوں کی تصنیف شمار ہوتی ہیں +
باقی رہے ۱۴ نامہ پولوس اور ایک نامہ پطرس اور ایک نامہ یوحنا سو انکے لکھنے
کے واسطے الہام کی حاجت نہیں ہے اور نہ وہ کبھی اسکا دعوے کرتے ہیں۔ پس یہ
سارا انکا سارا مجموعہ غیر الہامی و غیر معتبر ہے۔ "تاریخ پولوس مصنفہ پولینے صاحب جو زبان فرانسی
ہے اسکے باب دوم میں لکھا ہے۔ کہ کوئی ساسٹن نے اپنی تفسیر اعمال حوارین جو چوتھی صدی
میں لکھی ہیں یہ بیان لکھا ہے کہ بہت لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو یہ پولوس اور نہ اسکے بانی
مت کو مانتے ہیں اور فرقہ نصاریٰ یعنی جو کہ شروع ہی مذہب عیسوی میں عیسائی ہوا تھا
یہ پولوس کو نہ مانکر بسبب اسکی مکاری کے یہ کہتے تھے۔ کہ وہ اصل میں بت پرست تھا
یروشلم میں آیا اور وہاں پر اس امید سے ٹھیرا رہا کہ اپنا بڑے کاہن یہودی کی لڑکی
سے جس پر وہ عاشق تھا۔ شادی کرتا چنانچہ اسی سبب سے اس نے اپنا ختنہ کرایا
لیکن جب اپنی دلی مراد کو نہ پہنچا تو اس نے یہودیوں سے جھگڑا کیا۔ اور ختنہ
یوم بہت سے تعلیم شدہ اور مذہبی معاملات میں برخلاف یہود کے کہنا شروع
کیا (زبدۃ الاقاویل صفحہ ۱۴۱)

ناواقف عیسائی بھائیوں کو ہم ایک خاص اطلاع دیتے ہیں کہ انہیں انجیلوں کی
طرح مسیح کے اور حواریوں کی بھی انجیلیں تھیں جنکو جیوں جیوں عقل آتی گئی۔ غلط
سمجھنے لگے۔ معقولیت کے سامنے شرمسار ہوتے رہے چھوڑتے گئے۔ ان کی
کل فہرست یہ ہے +

برتولما کی انجیل۔ توما کی انجیل۔ پطرس کی انجیل۔ یوحنا کی اول انجیل۔ یوحنا کی
دوسری انجیل۔ اندریاس کی انجیل۔ متی کی انجیل۔ فلپ کی انجیل۔ لوقا کی انجیل۔ مسیح
کی طفولیت کی انجیل۔ یعقوب کی انجیل۔ مرقس کی انجیل۔ متیاس کی انجیل۔ برنباس کی
انجیل۔ کسی وقت یہ چودہ انجیل مانی جاتی تھیں۔ اور انہیں کے الہامی ہونیکا دعویٰ تھا
مگر جیوں جیوں انجیلوں کی اصلیت تعلیم یافتہ پارٹی پر ظاہر ہوتی گئی لوگ انجیلوں کو
ترک کرتے گئے۔ یہاں تک کہ صرف ۱۰۰ برس کے اندر ۱۰ انجیلیں ترک کی گئی ہیں۔ اب
صرف ۴ باقی ہیں مگر انکو بھی بعضے عیسائی اسواسطے کہ جب باپ۔ بیٹا۔ روح القدس
تین خدا ہیں۔ تو انجیلیں چار کیوں۔ تین ہونی چاہئیں۔ چنانچہ اب لوقا کی انجیل
عیسائیوں کے دل میں کھٹک رہی ہے۔ یہ مباحثہ کرتے کرتے کبھی ضرور
نکال دینگے۔ کیونکہ راستی موجب رضائے خدا است + کس ندیدم کہ گم شد از
رہ راست +

تھامس پین صاحب فرماتے ہیں۔ بیبل کی پہلی پانچ کتابوں کا مصنف موسےٰ
کو کہتے ہیں۔ دلیلوں سے ثابت کرتا ہوں کہ ان کا مصنف موسیٰ نہیں ہے بلکہ موسیٰ
کے عہد میں بھی رقم نہیں ہوئیں۔ اُسکے کئی سو برس گذرنے کے بعد کسی علیم نے انکو
موسیٰ کے زمانہ کا حال لکھا ہے۔ جیسا کہ اس رسالہ کے مورخ ہزار برس سال
گذشتہ کے تواریخ کو قیاس سے کہتے ہیں اگرچہ اسکی شہادت قدیم زمانہ کی مورخوں کی
کتابوں سے لکھوں۔ شاید بعض پادری قبول نہ کریں جیسا کہ میں اپنی تحریر کو
باور نہیں کرتے۔ پس بائیبل سے میں اپنے دعوے کو ثابت کرتا ہوں +

موسیٰ کی کتاب ۔ فاضل مورخ ہارن صاحب فرماتے ہیں کہ علماء ذیل یعنی الیمار حسن
شپنوزہ۔ ڈاکٹر۔ روزن ملر اور ڈاکٹر جیڈس اس بات کے قائل ہیں کہ موسےٰ
الہامی نہیں تھا۔ بلکہ اُس نے اپنی پانچوں کتابیں اسوقت کی مشہور روایتوں سے
جمع کیں" (دیکھو ہارن صاحب کی کتاب جلد ۲ صفحہ ۷۹۸ و ۸۱۸) +

آگے پھر ٹامس پین صاحب اپنی ایج آف ریزن میں لکھتے ہیں اول اچھی طرح
اس بات کا ذکر کرکے یہ موسےٰ کی تصنیف نہیں کہتے ہیں تفصیلات اس کتاب کو اس وجہ
سے بلکہ موسیٰ کی تصنیف مظنون ہے جیسے صاف معلوم ہوا کہ اسکی تصنیف نہیں
پس بیہودہ قصہ و کہانی ہے جیسے آدم کی زوجہ اور سانپ سے باتوں کا اور نوح
کی کشتی کا ذکر میری رائے میں الف لیلا کی حکایات توریت کی کہانیوں سے دلچسپ
ہیں آدمیوں کی عمر کہیں ۸ سو اور کہیں ۹ سو سال کی لکھی ہے جیسے بت پرستوں
نے اپنی دیوی اور دیوتاؤں کی لکھی ہے جب مضامین توریت و موسےٰ کے افعال
نفرت انگیز ہیں۔ تو ایسی کتاب کو بغیر سمجھنے سے بجز خونریزی و جبر و زیادتی موسےٰ
کے نیک افعال کا کچھ نشان نہیں ملتا ہے +

گنتی ۲۱/۱۲ میں رقم ہے جب یہودیوں کی فوج خونریزی و غارتگری کرکے واپس
آئی۔ تو موسیٰ نے حکم دیا کہ جتنی لڑکیاں ہیں سب کو قتل کرو اور جو عورتیں مرد سے
ہمبستر ہوئی ہے انکو بھی قتل کرو لیکن وہ لڑکیاں جو باکرہ ہیں انکو اپنے واسطے
زندہ رکھو اگر یہ حکم موسیٰ کا ہے تو موسیٰ سے زیادہ مغلوب شہوت و غضب و ظلم و جہل
اور کوئی نہیں خدا کے قانون سے کبھی ایسا روا نہیں ہوسکتا اور ایسے فعل کا
حکم دینے والا کبھی خدا کا مقرب ہو نہیں سکتا +

اشعیا کی کتاب ۔ مورخ و محقق اسٹاہلن جرمنی فرماتا ہے کہ اشعیا کے ۴۰ باب سے
۶۶ باب تک اشعیا کی تصنیف نہیں ہے" (دیکھو کارن صاحب کا رسالہ نمبر ۲)

سلیمان کی کتاب :۔ تعبیر ہنری اسکاٹ کی اخیر جلد میں لکھا ہے کہ "ضرور
نہیں کہ ہر لکھا پیغمبر کا الہامی یا قانونی ہووے۔ اگرچہ سلیمان نے بعض الہامی
کتابیں لکھیں مگر یہ ضرور نہیں کہ جو انہوں نے بطور تاریخ کے لکھا وہ بھی الہامی ہو
اور یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ پیغمبر اور حواری خاص مطلب اور موقع کے لئے الہام کئے
جاتے تھے +

ڈاکٹر کنی کاٹ فرماتے ہیں کہ قصداً تحریف ان لوگوں نے بھی کی ہے جو دیندار کہلاتے
تھے۔ اور بعد اس کے دینی تحریف ترجیح دی جاتی اور مقبول ٹھیرتی تھی" (جلد
۲ صفحہ ۳۲۱) +

ڈاکٹر کنی کاٹ فرماتے ہیں کہ محققین ہاتُل نے جو سامریوں کو تحریف کا الزام لگایا ہے
وہ الزام یہودیوں کو دیا جائے کیونکہ سامریوں کی عبارت اصل ہے اور ہارن صاحب
نے بھی اسکی تائید کی ہے" (دیکھو جلد ۲ صفحہ ۱۴)

"محقق کنی کاٹ کتاب سموئیل کی ۷ باب آیت ۱۲ سے ۱۴ تک ۲۰ آیتوں کو الحاق اور
قابل اخراج جانتا ہے اور یہی ورشپ ہارلی سی صاحب نے بھی کیا ہے" دیکھو
(جلد اول صفحہ ۳۰۲) +

بشپ ہارسلی مقامات ذیل کو بھی محرف مانتا ہے یعنی گنتی (باب ۲۶ آیت ۳ و ۴)
کتاب یوشع (باب ۱۳ آیت ۷ و ۸ و ۲۵) +
کتاب قضات (باب ۱۲ آیت ۴) اور سموئیل ۱ (باب ۳۰ آیت ۲۰) + اور سموئیل ۲
(باب ۴ آیت ۶) + اور مقامات ذیل کو الحاق مانتا ہے کتاب یوشع (باب ۲
آیت ۱۲) (اور باب ۱۰ آیت ۱۵) اور (باب ۱۳ آیت ۱۴) قضات (باب اول آیت ۱۰ سے
۱۲ تک) + ہارن صاحب فرماتے ہیں کہ ۵ باب ۷ یوحنا آیت ۵۳ سے باب ۸ آیت ۱۱
بمعہ اکثر علماء کو اعتراض ہے اور وہ اس کی سچائی پر گفتگو کرتے ہیں اور کرزاسٹم
اور تھیوفلکٹ اور نونس کی شرح میں نہ یہ درس نقل ہوئی اور نہ انکی شرح لکھی گئی

کرشن بھگت مدیپ

اور یہی درس کیپر ٹیوس اور برتو لیا نوس کے حوالوں میں بھی نہیں ہیں" (ہارن صاحب کی کتاب جلد ۴ صفحہ ۳۱ مطبوعہ لنڈن بارسیم ۱۸۲۲ء)

متی کی باب ۲۷ آیت ۳۵ کی بابت ہارن صاحب فرماتے ہیں کہ یہ عبارت "یونانی نسخوں میں اور ترجمہ سریانی اور کاپٹک اور سہاڈک ایتھوپیک اور روسی کے تمام خطی نسخوں میں نہیں پائی جاتی اور کریزاسٹم اور تیتوس بسٹرا اور یتھمس اور یتھیو فلکٹ اور ارتجن اور ہلریوس کے پرانے نسخوں کے پرانے مسرحم اور اگسٹائن اور جون کوس کے حوالوں میں بھی یہ عبارت نہیں ہے۔

گریس باخ نے جو اس کو بلاشبہ ساقطی سمجھ کر چھوڑا۔ خوب کیا" دیکھو ہارن صاحب کی جلد ۲ صفحہ ۳۳۰ و ۳۳۱)۔

نامہ اول قرنتوں کے باب ۱۰ آیت ۲۸ کی عبارت بھی کوڈکس الگسنڈریانوس اور واطی کانوس اور دیگر بارہ نسخوں میں اور کئی ترجموں اور اکثر حوالوں میں نہیں پائی جاتی اس کو بھی گریس باخ نے متن میں سے خارج کیا ہے۔

(ہارن صاحب کی جلد ۲ صفحہ ۳۲۷)۔

مورخ ہارن متی صاحب باب ۶ آیت ۱۳ کو بھی زائد سمجھا ہے مفصل دیکھو (ہارن صاحب کی کتاب جلد ۲ صفحہ ۳۲۷ و ۳۲۸ و ۳۳۲)۔

پھر ایک مورخ لکھتا ہے "کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ کتب مقدسہ کا سر معاملہ اور تمام گزارشات الہامی ہیں وے اپنے دعوے کو بآسانی نہیں ثابت کر سکینگے اور اگر ازراہِ تحقیق ہم سے استفسار کیا جاوے۔ کہ تم عہد جدید کے کونسے امر کو الہامی جانتے ہو۔ تو ہم جواب دینگے کہ مسائل اور احکام اور پیشین گوئیاں یہی چیز جو دین عیسوی کے اصل اصول ہیں۔ ان سے الہام کا خیال علیحدہ نہیں ہو سکتا گذارشات کے لئے حواریوں کی یادداشت کافی تھی" مفصل اور مشرح دیکھو (سائیکلوپیڈیا برٹینکا جلد ۱۱ صفحہ ۴)۔

اور پھر لکھا ہے کہ جیروم۔ گروٹیس۔ ارا سمس اور پروکوپیس اور بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ کتب مقدسہ کی سب کتابیں الہامی نہیں ہیں دیکھو (سائیکلوپیڈیا جلد ۱۱ صفحہ ۲۷۴) اور الشاس ہارن صاحب کی تفسیر جلد ۱ صفحہ ۴۴۰ میں لکھتا ہے۔

"مشاہدات یوحنا ۴ سو برس تک کلام الٰہی نہ مانا گیا و نوشتس مورخ بھی اس کو یوحنا کا مصنفہ نہیں جانتا۔ اور پروفیسر ایٹے والڈ نے بھی خوب تحقیق سے ثابت کیا کہ وہ یوحنا کی تصنیف نہیں ہے بلکہ بعضے قدمائے عیسائی تو اسے سرنتھس ملحد کی تصنیف بتلاتے ہیں (دیکھو مباحثہ صفحہ ۳۳ ۱۸۶۷ء) اور یوسی بیوس اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ بعض نے ہم سے پہلے تمام کتاب مشاہدات یوحنا کو الہام سے علیحدہ کر دیا اور اس کے رد میں کوشش کی اور لکھا ہے کہ یہ سب بے معنی اور بیعقلی سے پر اور بڑا بھاری جہالت کا حجاب ہے" (جلد ۷ باب ۲۵)۔

لوقا کی انجیل۔ جب لوقا نے انجیل کا لکھنا اختیار کیا وہ کہتا ہے کہ "اس نے ان چیزوں کا حال اُن لوگوں سے جو آنکھ سے دیکھنے والے تھے سنکر لکھا اور اس لئے کہ وہ سب چیزوں سے واقف تھا اس نے مناسب جانا۔ کہ وہ باتیں پچھلی پیروالی پیشتوں کو پہنچا دے" دیکھو (لوقا کی انجیل باب ۱ آیت ۱ سے ۴ تک) اور دیکھو انجیل لوقا مطبوعہ ۱۸۶۰ء مرزاپور صفحہ ۱۷) اور دیکھو ڈاکٹر واٹسن کی جلد ۴ رسالہ الہام)۔

مورخ ایجسوبن صاحب کہتا ہے کہ وہ سب چیزیں جو لوقا نے حواریوں سے سیکھی تھیں ہمیں پہنچائیں"۔

مورخ جیروم لکھتا ہے کہ "لوقا نے نہ صرف پولوس سے بلکہ اور بھی حواریوں سے انجیل کی تعلیم پائی ہے"۔

پھر وہی مورخ لکھتا ہے کہ پولوس نے بہت باتیں بغیر الہام کے کہیں جو موجود الہامی کتابوں میں درج ہیں چنانچہ مقامات ذیل کو غور سے دیکھو خط تمطاؤس باب ۵ آیت ۲۳ خط ۲ تمطاؤس باب ۴ آیت ۱۳ اور خط فلیمون آیت ۲۲ اور خط ۲ تمطاؤس باب ۴ آیت ۲۰ اور خط ۱ قرنتیوں باب ۷ آیت ۱ اور باب ۷ آیت ۱۲ و باب ۷ آیت ۲۵ و ۲۶ اور اعمال باب ۱۶ آیت ۶ و ۷ اور اعمال باب ۱۹ آیت ۲۱ و ۲۲ اور رومیوں کا خط باب ۱۵ آیت ۲۴ و ۲۸ اور خط ۱ قرنتیوں باب ۱۶ آیت ۵ و ۶ و ۸ و خط ۲ قرنتیوں باب ۱ آیت ۱ سے ۱۸ تک (دیکھو واٹسن صاحب کی جلد ۴ رسالہ الہام)۔

زیونگلیس کہتا ہے "کہ پولوس کے نامجات میں سب پاک کلام نہیں ہے اس نے چند چیزوں میں غلطی کی ہے"۔

مسٹر فلک صاحب کہتے ہیں کہ "پطرس حواری نے اکثر انجیل کے بارہ میں غلطی اور جہالت کی ہے"۔

ڈاکٹر کوڈ صاحب اپنی کتاب مباحثہ میں جو فادر گینین سے ہوا تھا کہتا ہے کہ "پطرس نے بعد نزول روح القدس کے ایمان میں غلطی کی ہے"۔

فاضل بریٹشنڈر صاحب فرماتے ہیں کہ "حواریوں کے سردار پطرس نے اور برناباس نے بھی بعد نزول روح القدس کے معہ کلیسیا یروشلم کی غلطی کھائی"۔

وائی ٹیکر صاحب کہتے ہیں کہ "بعد عروج مسیح کے آسمان پر اور نزول روح القدس کے سب کلیسیا نے غلطی کی۔ نہ صرف عوام نے بلکہ خاص نے بھی اور حواریوں نے بھی غیر اسرائیلیوں کو ملت مسیح کی طرف کی دعوت کی اور پطرس نے رسوم میں اور بھی غلطی کی ہے۔ اور یہ غلطی حواریوں سے بعد نزول روح القدس کے ہوئی ہے" محقق پاسوبیا اور لیباقان کہتے ہیں کہ بعضے ایسے معاملہ ہیں جن میں الہام کی حاجت بھی نہیں۔ مثلاً جب اُن کو گول نے بچشم خود دیکھا یا تقسیم گواہوں سے سن کر لکھا۔

آٹھواں باب

وقایع عیسوی

جس طرح ہم اور تاریخوں میں پیدائش وغیرہ کا صحیح حال نہ ملنے اور اس وقت کے کسی مورخ کی تحریر دستیاب نہ ہونے سے واقعات پر پورا اعتبار نہیں کر سکتے وہی حال مسیح اور انجیل کا ہے چاروں اناجیل میں باہمی اختلاف ہے۔ جن کا تھوڑا سا حال ہم اخیر میں ظاہر کرینگے۔

مسٹر طامس پین صاحب اپنے رسالہ ایج آف ریزن میں لکھتے ہیں کہ مریم نے کہا کہ وہ بغیر ہمبستر ہونے مرد کے حاملہ ہوئی اور یوسف اُس کے شوہر نے فرشتہ سے بطور گواہ کے کہا۔ ہم ایسے بعید القیاس قول یوسف و مریم کو کس دلیل سے باور کریں مریم نے یوسف نے کوئی کتاب نہیں لکھی اور نہ اُس زمانہ کے کسی مورخ نے ایسے عجیب واقعہ کو لکھا جن آدمیوں نے کہا ایک دوسرے سے سُن کے میں ایسا بیوقوف نہیں جو بے اصل قول پر ایمان لاؤں" (از رسالہ اجر سراہ یزدان صفحہ ۶۴۵)۔

دکھائی نہیں دیا (لائف آف محمد جلد دوم) +

مؤرخ ڈین ملمین صاحب فرماتے ہیں۔ "کہ حواریوں سے جو ضعیف اعتقاد اور غیر ثابت قدمی ظہور پذیر ہوئی وہ خود حضرت مسیح کے اختلاف اقوال کا ثمرہ ہے"۔

(دیکھو تاریخ کلیسیا جلد اول) +

آخر کار پیلاطوس نے پکڑ کر اُسے کوڑے مارے۔ سپاہیوں نے کانٹوں کا ٹوپ اُس کے سر پر رکھا اور اُسے طمانچے مارے۔ اور اُسی لباس میں اُسے باہر لائے۔ پٹ ما ہوا سر کر اُس کے پیسے کو دیا۔ اُس نے چکھ کر نہ چاہا کہ اُسے پیئے۔ آخر الامر اُسے صلیب پر کھینچ کر اُسکے کپڑوں کو بانٹ لیا۔ دو چور بھی اُس کے ساتھ پھانسی دئے گئے ایک دائیں۔ دوسرا بائیں۔ آنے جانے لوگ اُسے ملامت کرتے تھے۔ سب لوگ اُس سے ٹھٹھے کرتے تھے۔ کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو صلیب پر سے اُتر آ۔ اور یہ بھی کہتے تھے کہ یہ لوگوں کو بچانے آیا تھا۔ مگر اپنے آپ کو بھی بچا نہ سکا۔ اگر اسرائیل کا بادشاہ ہے تو اب صلیب پر سے اُتر آوے۔ تاکہ ہم اِس پر ایمان لاویں۔ اِسی طرح وہ چور بھی اُسے طعنہ مارتے تھے +

نویں گھنٹے کے قریب یسوع نے بڑے شور سے چلا کر کہا ایلی ایلی لما سبقتنی۔ ترجمہ اے خدا اے خدا تو نے مجھ کو کیوں بھلا دیا یہ کہتے ہوئے جان دی۔ لاش حسب قاعدہ قبر میں رکھی گئی اور تثلیث کا خاتمہ ہوا +

مگر عیسائی باوجود ان سب باتوں کے کہتے ہیں کہ وہ تیسرے دن مُردوں سے اُٹھ کھڑا ہوا اور شاگردوں کو نظر آیا اور آسمان پر جا کر خدا کے دائیں ہاتھ جا بیٹھا۔ مگر یہ بیان عیسائیوں کا کئی وجوہ سے باطل ہے +

وجہ اول یہ ہے کہ جتنے اِس امر کے گواہ ہیں اُن میں سے ایک بھی ایماندار نہیں یہودی قایل نہیں۔ بادشاہ قایل نہیں۔ شاگرد خود دُبدھے میں رہے +

وجہ دوم۔ یہ کہ اِس قسم کی باتیں معقولیت سے کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتی ہیں کیونکہ اِس وقت علوم سے اچھی طرح واضح ہو گیا ہے کہ آسمان کوئی چیز نہیں۔ اور نہ کوئی حق پسند مانتا ہے کہ خدا آسمان پر بیٹھا ہے۔ پھر مسیح کا اول مُردوں سے زندہ ہونا۔ دوم آسمان پر چڑھ جانا۔ سوم خدا کے دائیں ہاتھ بیٹھنا ہر طرح باطل ہے

جس طرح عوام نانک پنتھی اور کبیر پنتھی نانک جی اور کبیر جی کا مرنا نہیں مانتے بلکہ لاش کا غائب ہو جانا مانتے ہیں۔ لیکن تمام عیسائی اُسکو جھوٹ سمجھتے ہیں۔ وجہ یہ کہ مُردہ زندہ نہیں ہو سکتا۔ پس یہی جواب ہمارا مسیح کے حق میں کافی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جو دنیا میں آئے جنہوں نے جنم دھارا وہ سب اپنی مدت مقررہ کے بعد مر گئے اور مر جاوینگے۔ خاک میں مل گئے اور مل جاوینگے۔ خود بابا نانک جی نے کہا ہے۔ اِس سنسار میں استھر نہیں رہیں کوئی) رام گیا۔ راون گیا جا کے بہتو پروار۔ کہو نانک استھر کچھ ناہیں سپنی جوں سنسار۔

پس کوئی جسمانی چیز باقی نہیں رہ سکتی اِس واسطے مسیح کا جسم بھی ضرور فانی تھا اور یہاں ہی فانی ہوا۔ روح جاودانی تھا۔ وہ کرموں انوسار دوسری جگہ چلا گیا پس یہ ساری کرامات کے سبز باغ جاہلوں کے پھسلانے کو ہیں اصل بات یہی ہے کہ وہ مصلوب ہو کر مارا گیا۔ پھر اُتار کر زمین میں گاڑ اگیا جس طرح موسیٰ مر گیا۔ گاڑا گیا۔ مگر اُس کی قبر کسی کو معلوم نہیں کیونکہ لکھا ہے" اور اُس نے اُسے مواب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل گاڑا۔ پر آج کے دن تک کوئی اُس کی قبر کو نہیں جانتا (استثناء ۳۴/۶) اسی طرح مسیح ۳۵ سال کی عمر میں بھوگ کر صلیب پر چڑھا کر مارا گیا۔

ملہ متی ۲۷/۴۴-۴۹ ۔ لوقا ۲۳/۴۴ +

اور پھر گاڑا گیا مگر شاگردوں کی چالاکی کے سبب اُسکی قبر کوئی نہیں جانتا۔ اصل میں اونچی قبر نہیں بنائی گئی تھی۔ صرف یہودیوں میں کرامات جتلانے کے واسطے کہیں گمنام دفن کر گئے ثابت کر دیا ہو کہ پیراں نمے پرند مگر مریداں مے پرانند"۔

مذہبی ہتک تو ایک بہانہ ہو گئی تھی۔ ورنہ بادشاہ کے خلاف وہ سازش کرنا چاہتا تھا۔ اُس کا خود قول ہے۔ کہ میں دنیا میں تلوار چلانے آیا ہوں"۔ بادشاہی کا طالب تھا بلوہ کرنا چاہتا تھا۔ دنیا میں جنگ کی آگ لگانا چاہتا تھا شاگردوں کو کہتا تھا۔ کہ کپڑے فروخت کر کے بھی ہتھیار خرید لو۔ اِسی چال پر پولیس نے پکڑوا کر مصلوب کرا دیا۔ اور دو مجرم بھی اُس کے ساتھ لٹکائے۔ لکھا ہے کہ جو صلیب پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے جو لعنتی ہے وہ ابدی جہنم میں رہیگا" پیارے ناظرین پڑھو اور خدا کے واسطے سچا ر کرو کہ کیا ایسے آدمی کی زندگی تمہیں کوئی بھی عمدہ سبق دے سکتی ہے !!!

انجیلوں کے چند تاریخی اختلاف

نمبر۱۔ یوحنا بپتسمہ دینے والے نے مسیح کو پہچانا کہ یہ مسیح ہے یوحنا ۱/۲۹ یوحنا نے نہ پہچانا متی ۱۱/۲و۳ +

نمبر۲۔ یوحنا بپتسمہ دینے والا الیاس تھا متی ۱۱/۱۴ + یوحنا الیاس نہ تھا یوحنا ۱/۲۱

نمبر۳۔ سلح کا باپ ارفکسد تھا پیدائش ۱۱/۱۲ + سلح کا قینان اور وہ ارفکسد کا بیٹا تھا لوقا ۳/۳۵و۳۶ نمبر۴ مسیح کو جب وہ بچہ تھا مصر لے گئے متی + یسوع کو مصر میں نہیں لے گئے۔ لوقا ۲/۲۲-۳۹ + ۲/۱۵و۱۹و۲۲-۲۳ +

نمبر۵۔ بپتسمہ پانے کے بعد مسیح چالیس دن + بپتسمہ پانے سے تیسرے دن مسیح جلیل میں ایک بیاہ +

جنگل میں شیطان سے آزمایا گیا مرقس ۱/۹و۱۲و۱۳ + میں گیارہ شاگردوں کے یوحنا ۱/۴۳ و ۲/۱

نمبر۶۔ دو اندھوں نے دعا مانگی متی ۲۰/۳۰ + ایک اندھے نے دعا مانگی لوقا ۱۸/۳۵

نمبر۷۔ مسیح تیسرے گھنٹہ صلیب دیا گیا مرقس ۱۵/۲۵ + چھٹے گھنٹے کے قریب تک صلیب پر نہیں دیا یوحنا ۱۹/۱۴

نمبر۸۔ دو چوروں نے مسیح پر ملامت کی + ایک نے مسیح پر ملامت کی لوقا ۲۳/۳۹ + متی ۲۷/۴۴ مرقس ۱۵/۳۲ +

نمبر۹۔ یہودا نے ۳۰ روپیہ واپس لوٹا دئے + نہیں لوٹائے بلکہ اپنے پاس رکھے اعمال ۱/۱۸۔ متی ۲۷/۳ +

نمبر۱۰۔ یہودا نے اپنے آپ کو پھانسی دی + نہیں بلکہ وہ اوندھے منہ گرا اس کا پیٹ پھٹ گیا متی ۲۷/۵ + پھانسی سے نہیں مرا اعمال ۱/۱۸

نمبر۱۱۔ یہودا نے کمہار کا کھیت خرید اعمال ۱/۱۸ + سردار کاہنوں نے اُس کے مرنے کے بعد خریدا متی ۲۷/۶و۷ +

نمبر۱۲۔ صرف ایک عورت مسیح کی قبر پر آئی یوحنا ۲۰/۱ + دو عورتیں قبر پر آئیں متی ۲۸/۱ تین عورتیں قبر پر آئیں مرقس ۱۶/۱ + بہت عورتیں تھیں۔ لوقا ۲۴/۱۰ +

نمبر۱۳۔ دو فرشتے کھڑے ہوئے۔ قبر پر دیکھے لوقا ۲۴/۴ یوحنا ۲۰/۱۰-۱۱ صرف ایک فرشتہ دیکھا اور وہ بھی بیٹھا ہوا متی ۲۸/۲و۳ مرقس ۱۶/۵

نمبر۱۴۔ عورتوں نے اسکے شاگردوں کو خبر کی متی ۲۸/۸ لوقا ۲۴/۹ عورتوں نے ان کو خبر نہیں کی مرقس ۱۶/۸ +

نمبر ۱۵۔ فرشتوں کے آنے سے پہلے ہی پطرس اور یوحنا دیکھ گئے۔ یوحنا ۲۰/۳ و ۶ و ۱۰ و ۱۲ +

دو نہیں بلکہ صرف اکیلا گیا پطرس۔ مگر فرشتوں کے آنے سے پیچھے۔ لوقا ۲۴/۴ و ۸ و ۱۲ +

نمبر ۱۶۔ صرف مریم میگدلیا کو ہی مسیح نظر پڑا مرقس ۱۶/۹ یوحنا ۲۰/۱۴ +

دونو مریم کو نظر پڑا متی ۲۸/۹ دونو میں سے کسی کو نظر نہیں پڑا لوقا ۲۴/۱۰ و ۱۱

نمبر ۱۷۔ مسیح تین دن اور تین رات قبر میں رہا متی ۱۲/۴۰

صرف دو دن اور دو رات قبر میں رہا مرقس ۱۵/۴۲ و ۴۴ و ۱۶/۹

نمبر ۱۸۔ مسیح زیتون کے پہاڑ سے اُٹھایا گیا اعمال ۱/۹ و ۱۲

مسیح بیت عنیا سے اٹھایا گیا لوقا ۲۴/۵۰ و ۵۱

ان دونو جگہوں سے نہیں اٹھایا گیا مرقس ۱۶/۱۴ سے ۱۹ +

یہ اٹھارہ اختلاف اناجیل سے ہم نے اُس کے تاریخی واقعات کی بابت ہدیتاً پادری صاحبان کے پیش کش کئے ہیں +

گر قبول افتد زہے عز و شرف

دوسرا۔ مسیح کا عرب میں اوتار

اخبار کرسچن لکھتا ہے کہ "عرب میں ایک جھوٹا مسیح اور پیدا ہوا ہے بہت سے یہودی اُس کے ساتھ ہیں۔ یہ شخص بہت بڑا تعلیم یافتہ اور خوب مستقل مزاج ہے یہودی کہتے ہیں کہ ہمارا یہی حامی ہے۔ اور اسی کی ہم کو امید ہے۔ اُس کی محافظت کے لئے جوان عبرانیوں کا گارڈ قایم ہوا جو ہر وقت چوکی پہرہ رکھتے ہیں" (اخبار تحفہ ہند جلد ۲ نمبر ۱۵ و ۱۴ صفحہ ۴) +

تیسرا۔ مسیح کا امریکہ میں اوتار

یونائیٹڈ اسٹیٹس امریکہ میں شہر لبرٹی کے جنوب میں مقام سوانہ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر کچھ عجیب و غریب معاملات درپیش ہیں وہاں کے حبشی باشندوں نے اپنے گروہ چھوڑ دئے فصلیں اپنے مویشیوں کو چرا دیں۔ اپنے اپنے کھیتوں اور کاموں کو چھوڑ کر ایک مصنوعی مسیح کے گرد جمع ہو رہے ہیں۔ جو اُن کو روز مرہ اپدیش کرتا ہے ان نو مریدوں کے دلوں میں جوش مذہبی اسقدر زور پر ہے کہ وہاں کے اخلاقی اور سوشیل طبائع پر ایک عجیب اثر مرتب ہو رہا ہے۔ اِن حضرت کا حکم پاکر عورتیں اپنے خاوندوں کو چھوڑ کے لڑکے اپنے ماں باپ سے بھاگ اور اکثر جگہ خاندان کے خاندان اپنا گھر بار چھوڑ کر ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اِس کا حکم ہے کہ ۹۔ اگست کے جمعہ کے روز جانب شمال کنعان کو طیاری ہے۔ اِس عرصہ میں روزہ اور سمانے سے فارغ ہو کر تیار رہنا چاہئے۔ یہ گورہ رنگ کے ہیں۔ عمر ۳۵ و ۴۰ کے درمیان ہوگی۔ قد میانہ اور بناوٹ مضبوط اُن کے جسم کثیف کا نام کرشٹو مرار تھ ہے۔ اور لطیف جسم کا نام مسیح ہے۔ سر سے لمبے لمبے بال لٹک رہے ہیں جو بہت بڑے اور خوبصورت ہیں ۴۵۰ سے زاید مرد اور عورت اور بچے اُس کے منظور شدہ ہیں اور اُس کے ساتھ رہتے ہیں۔ اُس کے گروہ میں عورتیں زیادہ ہیں وہاں کے اصلی باشندے تو اُس پر پورا پورا ایمان لائے ہوئے ہیں۔ اور صرف یہ ۴۰ ہی آدمی نہیں جو اس کو مان رہے ہیں۔ اس کے ظہور سے دو ہفتہ تک حبشی عیسائی منادوں نے لوگوں کو بہت روکنے کی کوشش کی کہ اُس کی نہ سنیں۔ آخرش مجبور ہو کر کہ اُنکی کوئی نہیں مانتا تھا۔ انھوں نے اور گورے صاحب لوگوں کی مدد لینا چاہی۔ اور ان لوگوں نے بھی اِس معاملہ میں خاص توجہ ظاہر کی۔ کیونکہ مزدوری گراں ہو چلی تھی جس سے انکا ہی نقصان تھا۔ آخرش یہ اپیل میں فیصلہ ہوا۔ کہ اِن کو گرفتار کرنا چاہئے۔ اور اسٹایلس نامی ایک دیسی مناد کے خفیہ اظہار پر کہ وہ خانہ بدوش ہے کہ اس کی گرفتاری کے سمن جاری کر دئے گئے۔ اور کرنیل نارووڈ پیروی مقدمہ کے لئے مقرر کئے گئے +

مذہبی جوش پھیلنے کا ڈر تھا۔ مگر ارتھ یعنی مسیح نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کچھ فکر مت کرو میری پیشین گوئی ہے۔ کہ میں گرفتار کیا جاؤنگا۔ مگر مجھ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا +

اِن مسیح صاحب کے ذرا اشارے پر ممکن تھا کہ افسران گرفتاری کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔ مگر وہ رضامندی سے گرفتار ہو کر چلے گئے۔ اور اُس مقام تک جہاں کہ اُن کا مقدمہ ہوگا۔ بیچارہ کو ۱۲ میل پا پیادہ جون کی سورج کی دھوپ میں جانا پڑا ۲۰۰ کے قریب عورت اور مرد اُن کے ہمراہ تھے۔ اِن میں سے نصف بالکل مسلح تھے۔ بہت سی عورتوں کے پاس بھی بندوقیں وغیرہ تھیں جبکہ مسیح کو مجسٹریٹ کے روبرو کھڑا کیا انھوں نے چند سکہ ڈالر کے پیش کئے۔ اور خانہ بدوشی کا جرم یعنی اپنی پرورش آپ نہیں کر سکتا ہے ڈسمس ہو گیا۔ اُسی وقت دوسرا سمن جاری کیا گیا۔ کہ وہ مجنوں ہے۔ قانوناً دس روز کی تحقیقات ضروری تھی ایک روز وہ دو چند جماعت کے ساتھ تشریف لائے کرنیل نارڈ نے بڑے طول اور سخت اظہار اُن سے لئے۔ باہر اُن کے ساتھ کا گروہ یہ چلاتا رہا۔ کہ ہمارے کرایسٹ کو لے لیا ہے۔ مگر آدمی ہمارے عیسےٰ کو مارنا چاہتا ہے۔ مگر یہ غیر ممکن ہے۔ ارتھ نے بیان کیا کہ وہ اول پیرٹی ولی ادھیو میں رہتے تھے۔ اُس کی انجیل کی واقفیت نے عدالت جوری اور تماشائیوں کو ششدر کر دیا۔ نارڈ نے کہا کہ اگر تم مسیح ہو تو کوئی معجزہ دکھاؤ۔ اس کا جواب یہ ملا۔ کہ شیطان کو میرے پیچھے لگاتے ہو۔ میں تمہارے پھسلانے میں نہیں آؤنگا۔ تم کو جنون کا جرم لگایا گیا ہے۔ پس اگر جوری کی رائے میں اور کچھ ثابت ہوا تو تم پاگل خانہ بھیجے جاؤگے؟ وکیل نے کہا کہ اپنے ناخن دکھاؤ اور ثابت کر دو کہ تم وہی عیسےٰ ہو جن کو سولی دی گئی تھی۔ مسیح نے جواب دیا۔ کہ یہ قدرتی جسم ہے جو کہ دیکھتے ہو تبدیل جاتا ہے اور گل جاتا ہے۔ یہ وہ جسم نہیں ہے جو کہ اس سے باندھا گیا تھا۔ اگرچہ روح مجھ میں وہی ہے جو مار پاس پر لٹکائی گئی تھی۔ میری روح ہر ایک جسم میں ہے۔ سوال کیا وہ جارج واشنگٹن میں تھی۔ جواب ہاں اور ابراہیم لنکن میں بھی۔ سوال کیا وہ جفرسن ڈیوس میں بھی تھی۔ جواب وہ تھی۔ اِن مسیح صاحب کو بہت دم دیا جاتا ہے مگر معجزہ دکھانے کے دم میں نہیں آتے انھوں نے پانی کو شراب شاید اس بنا پر منظور نہیں کیا ہے۔ کہ نشہ دار چیز کے استعمال کی اجازت ہوتی ہے۔ ایک دفعہ میں نے یہ کہا تھا۔ مگر لوگوں نے میری منشا کو بالکل ضبط کر دیا ایک شخص نے کہا کہ میں تمباکو چباتا ہوں۔ اگر آپ میرے ہاتھ کو روک دیں تو میں اور جوری آپ کو عیسےٰ مان لیں۔ اُس نے کہا کہ مجھ کو کچھ مطلب نہیں۔ کہ تم تمباکو چباؤ یا نہ چباؤ۔ میں کچھ تم کو زندگی کے لئے نہیں روکنا چاہتا ہوں +

کمیشن نے حکم پاس کر دیا۔ کہ بیشک یہ مجنون ہے ایک سرکاری پاگل خانہ میں بھیج دیا جاوے۔ اس پاگل خانہ میں آجکل اسقدر کثرت تھی۔ کہ وہاں کے سپرنٹنڈنٹ نے لینے سے انکار کر دیا۔ لبرٹی کاونٹی میں جیل خانہ نہیں ہے اور اگر وہاں رکھا جاتا ہے تو ملک پر صرف زائد پڑیگا۔ پس وہ مجنون رہا کر دیا گیا۔ جبتک اُس شہر کے جج لوگ کوئی تجویز منظور کرلیں۔ اب پھر وہ اپدیش کرتا ہے اور اُس کے ساتھ ہو گئے

سے وہاں کے باشندوں کو اب پرانیتیں پاک قدرت کا ہوگیا - اور جوش مذہبی یاد دہ
شمت ہے کیسی ہاۓ آریہ ہر کا ریلی مقوم سے ڈنکا نام
امریکہ کے مشہور و معروف نامی پولیٹیکل سرکل جے ڈیوس صاحب
فرماتے ہیں -

انتے یتی بزرگ اور دھرتی کے   اے مالک بیدا ور آندھی کے
پھول تمیں میں کھلانے والے   تیزیوں کے بجھانے والے
اودھیا نے اور اجانے کے-   مالک گونگے اور کانے کے
دیا سے اپنی شانتی دیجئے   من کی چنچلتا ہر لیجئے
تیرے یتی برت دھرم سے ہرم   سب کے سب سنتشٹ رہے ہم
بھگتی میں تیری چت لگائیں   آپسمیں بھی پریم بڑھائیں
بھائی کو بھائی دل سے چاہے   مرتے دم تک پریت نبھائے
پورا تک سے یچسند ے توہیں   راگ ودیش کے دھند چھوٹیں
تیری مدد سے ہو کر سنتتر   سب ہوں بیج اُدیش پہ تت پر
ستد تیرے بہوں سب کے اپنے   ست دھرم پرستار تھ سو جھے

مجھے ایک آگ نظر آتی ہے جو عالمگیر ہے یعنی بے حد محبت کی آگ جو نفرت سوز ہے اور جو ہر چیز کو جلا کر صاف کر رہی ہے - امریکہ کے چٹیل میدانوں - افریقہ کے فراخ ملکوں ایشیا کے قدیم پہاڑوں اور یورپ کی وسیع سلطنتوں پر مجھے اس سوز اور ہمہ ساز کے آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے دکھائی دیتے ہیں - اسکا چرچا جملہ بسیط مقامات سے شروع ہوا ہے - اپنی آسائش اور ترقی کے لئے انسان نے خود روشن کیا ہے - روے زمین پر انسان ہی ایسا مخلوق ہے جو آگ کو جلا کر اُسے بقا دے سکتا ہے - چونکہ ارضی مخلوقات میں ناطق بھی یہی ہے لہذا اپنے مساکن میں دوری آگ بھڑکانے میں سب سے اول ہے پیونیتھس کی طرح جمیع مکانات کو محبت سے پاک اور عقل سے منور کرنے والی آسمانی آگ لانے کے لئے بھی یہی پیش قدم ہے ٭

اس غیر محدود آگ کو دیکھ کر جو بالیقین بادشاہتوں شاہنشاہوں اور دنیا بھر کی سیاستی بُرائیوں کو پگھلا ڈالیگی میں غایت درجے مسرور ہو کر ایک مشتعل جوش کی زندگی بسر کر رہا ہوں سب اونچے اونچے پہاڑ جل اٹھینگے گھاٹوں کے خوشنما شہر بھنچ جائینگے - پیارے گھر اور پُر محبت طبیعتیں ساتھ ساتھ پگھلیںگی نیک و بد مخلوط ہو کر یوں غایت ہونگے جیسے آفتاب کی سنہری شعاؤں میں شبنم

لا محدود ترقی کی تجلی سے انسانی طبیعت جل رہی ہے - آج اُسی کی فقط چنگاریاں جانب آسمان اُڑتی ہیں - نقاروں شاعروں اور مصنفوں کی ایجادوں میں ادھر اُدھر شعلے نظر آتے ہیں یہ آگ سناتن آریہ دھرم کو اصلی پاکیزہ حالت پر لانے کے لئے ایک انگیٹھی میں تھی جسے آریہ سماج کہتے ہیں - یہ ہدایت کی آگ انڈیا میں ایک بندۂ خدا یعنی دیانند سرسوتی کے سینہ میں روشن ہوکر ملک کی اور نورانی طبیعتوں میں منتقل ہوئی - ہندو اور مسلمان اس عالم سوز آگ کو بجھانے کے لئے چاروں طرف ایسی تیزی سے مشتعل تھی کہ اُس کے بانی دیانند کو گمان بھی نہ تھا دوڑ پڑے - مسیحیوں نے بھی جن کے معابد کی آگ اور جن کی متبرک شمعیں پہلے مشرق میں روشن ہوئیں تھیں ایشیا کی نئی روشنی گل کرنے کے لئے ہندو اور مسلمانوں کا ساتھ دیا مگر یہ مبارک آگ اور بھی بھڑک اٹھی اور پھیل گئی ٭

قوم کی خدمت میں اپیل

ہم خیال کرتے ہیں کہ اب وہ وقت آگیا ہے - کہ ایک مرتبہ ہندوستان میں اس سرے سے اُس سرے تک مذہبی جوش جگا دیا جاوے اور خالص اور پاک آریہ دھرم کے اصولوں کو جیسا کہ ہمارے ویدوں میں ہے - عام طور اس کا نقارہ بجا دیا جاوے - اور آریہ ایک ایک شہر بشہر موضع بموضع ویدک دھرم کے اُپدیش کریں - یہ اصول آریوں کے لئے مہرشدہ کتاب میں ہے ہوں اور اب وہ وقت آگیا ہے کہ وہ کس و ناکس کے دلوں میں پیوست کروئے جاویں - ہم کو اوّل ایسے واعظوں کی ضرورت ہے - جو اپنے بھائیوں کو اپنے دھرم پر برقرار رکھیں - کہ ایسے کہ غیروں کو اپنے دھرم میں ملادیں - ہمارا مقصود تو یہی ہے - کہ ہم دراصل عمدہ ہندو یعنی آریہ بنجاویں یہ سب کچھ درست ہے کہ ہندوستان بہت ترقی کر رہا ہے - مگر جو کچھ کر رہا ہے - وہ اصلی ترقی نہیں ہے - جیسا ہم بھی اچھی طرح جانتے ہیں - ملک میں نئی نئی تجویزیں روزمرہ نکالی جاتی ہیں - مگر نہیں ترقی پکڑتیں کیونکہ سچے مذہبی اصول پر نہیں چلتے - ہم نے ہمیشہ اس بات کو زور کے ساتھ کہا ہے - کہ ہر قسم کے سدھار کی جان مذہب ہے - بغیر اس کے کسی قسم کا سدھار سخت اور مستقل خیال نہیں کیا جاسکتا ہے - ہم اپنی قدیمی عظمت کو از سرنو زندہ کرنے کی خوشی میں بارہا یہ کہہ چکے ہیں کہ ہم اپنی منزل مقصود تک نہیں پہنچینگے - کیونکہ ہم نے مذہب کو بالکل بالائے طاق رکھ دیا ہم دیکھتے ہیں کہ پولیٹیکل ترقی کے لئے بھی کافی انتظام ہو رہا ہے اور سوشیل معاملات میں بھی لوگ کوشش کر رہے ہیں - اور اُس کے متعلق ترقیاں بھی جاری طرف اثر پذیر ہیں - مگر مذہبی سدھار ایک ایسا دستے ہو رہا ہے - کہ عام رائے کے سرغنا جو ہر قسم کے معاملات میں کوشش کر رہے ہیں - ان سب نے ایک دل ہوکر یہ ٹھیرائی ہے - کہ اُس کو امانتاً بکس میں رکھ چھوڑو - مگر ہماری رائے ہے کہ اب ایسے بھاری معاملہ میں تعامل نہیں چاہیے مذہبی سدھار کے لئے ٹھیک ٹھیک تیز بہدف کوشش ہونی چاہیئے ٭

کیونکہ یہ بات قریب قریب طے ہو چکی ہے - کہ بلا مدد سچے مذہب کے یہ ناممکن ہے - کہ عظیم الشان قوم کہلانے کے خیال کو بھی پورا کر سکیں - یہ بات بھی اچھی طرح ظاہر ہے کہ ہم میں سے بہت لوگ مذہبی خیالات سے بہت ہی پرہیز کرتے ہیں - کیونکہ وہ پولیٹیکل خیالات میں غرق ہو رہے ہیں اور ایک اسی خیال کی بدولت ہم اپنے دیگر نفعوں کو کھوتے ہوئے ہیں - اور یہ کبھی نہیں سوچتے - کہ قومی ترقی کا جو سب سے اوّل ذریعہ ہے اس کو ہم نے علیحدہ ڈال رکھا ہے - اس سے اتنی ضروری ہے - کہ ایک بڑا بھاری جوش مذہبی سدھار کے لئے پھیلایا جائے - اور وہ ایسا جوش ہو - کہ اب تک کبھی نہ ہوا ہو - عیسائی مسلمان - برہمو اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں ظاہر کرتے پھرتے ہیں - اور لوگوں کو اپنے جال میں پھانستے جاتے ہیں - مگر افسوس ہے - کہ ہم لوگ یعنی آریہ لوگ جن کی تعداد سب سے زیادہ ہے کوئی بھی باقاعدہ گروہ اپنے ہادیوں اپدیشکوں کا نہیں رکھتے - بلکہ وہ تہمت اور پوجاری لوگ جو خود

اندیشناک بنا رہے ہیں۔ اُن کے حالات ایسے محدود ہو رہے ہیں کہ وہ اُس روحانی تاریکی کو جو تمام ہندو سوسائٹی میں پھیل رہی ہے۔ ہرگز ہرگز رفع نہیں کر سکتے۔ ہندوؤں کے لئے اِس سے زیادہ اور کیا افسوس اور نا امیدی کی بات ہو سکتی ہے۔ جب کل ملک میں انہیں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ اور ان کو اپنے واعظ بھی میسّر نہیں۔ جو اپنے دھرم کا اُپدیش کر سکیں۔ اور اتنی جائنت اینا نہ من دھن ارپن کر کے ایک گروہ اُپدیشکوں کا قائم کر دیں۔ ذرا انگلستان کو اور وہاں کی محمدن ریفارمنگ سوسائٹیوں کو خیال کیجئے +

مثل اور جگہوں کے عیسائیوں نے وہاں بھی بڑا زور لگایا۔ مگر بدھ گوتم کے مت کا اب بھی وہاں زور شور رہے۔ وہاں کے گیروے بھگوے کپڑوں کے سنیاسی اپنے بھولے ہوئے بھائیوں کو پھر سنوار رہے ہیں اور واپس لیتے جاتے ہیں۔ اور ہزاروں لوگ آپ اِس قسم کے صبح و شام دیکھینگے۔ جو اپنا مت اپنے بھائیوں کو جتا رہے ہیں۔ مگر افسوس کہ یہاں کوئی بھی ہندوؤں کو ان کا دھرم نہیں بتاتا۔ ہندو گھر سے باہر جانے بھی نہیں۔ تو وہی مکتی فوج کا ڈھول یا اور ایسی قسم کی آواز کانوں میں جاتی ہے +

ہندوستان بڑا بھاری ملک ہے یہاں دولتمندوں۔ عقلمندوں۔ عالموں کی کمی نہیں ہے۔ مگر افسوس تو یہی آتا ہے۔ کہ باوجود ان اسباب موجودگیوں کے بھی کسی کو بھی اُس قدیمی دھرم کے از سر نو زندہ کرنے کا خیال نہیں ہے۔ جس میں وہ پیدا ہوتے ہیں +

غور کا مقام ہے۔ کہ اپنے آپ کو ایک قوم نہیں ظاہر کر سکتے ہیں۔ اگر اپنے پرانے وید مقدس کے مذہب کو جو سراپا معقول ہے۔ اختیار کریں۔ اور اُسی کی تعلیم کو زور دیں۔ اور اشاعت کریں۔ اور اسکی تائید میں چھوٹے چھوٹے رسالے اور پستکیں انہیں خیالات کے شائع کریں۔ اور اپنے بچوں کو شروع سے وہی پڑھا دیں۔ تا کہ وہ ایک سرشتۂ ہندو یعنی آریہ ہونے کا دم بھریں۔ جب تک ہم کو یہ سُدھار نصیب نہ ہوگا۔ ہم اپنے پولٹیکل حقوق کے لئے جس قدر چاہیں چلا دیں اور پکاریں۔ کبھی ممکن نہیں۔ کہ سیلف گورنمنٹ کی قابلیت ہم میں پیدا ہو +

(راقم اڈیٹر انڈین مرر کلکتہ)

آتھم صاحب کے ریویو پر جواب

ہمارے کرشچین مت درپن پر آتھم صاحب نے ریویو بھی لکھا ہے۔ مگر افسوس کہ ہم نے اُسے بہت کچھ دیکھا۔ مگر کچھ بھی نہ پایا +

دفعہ اوّل میں وہ ہمیں دہریہ بتلاتے ہیں اور یہی الزام ہمارے نادی سوامی جیو مہاراج پر لگاتے ہیں۔ پرمیشور انہیں راہ راست دکھائے اور اپنے باطل توہمات سے بچائے +

دفعہ ۲ میں انہوں نے پھر وہی پرانا گیت گایا ہے۔ جسے ہم باب اوّل میں اچھی طرح لکھ چکے ہیں +

دفعہ ۳ میں وہ تہذیب کے جامہ سے باہر ہو کر سخت کلامی پر اتر آئے ہیں آتھم صاحب ہم نے تو درخت کو پھل سے پہچان لیا آپ موجودہ انجیل

مسیح جو ادعوی و ناقص ہے۔ اُسے چھوڑ کر مسیح کے اصل لائف جو جرمن سے نکلی ہے۔ اور جواب فرنچ سے انگریزی میں ترجمہ ہو گئی ہے۔ اُسے مطالعہ کریں۔ تا کہ حق و باطل کا انکشاف ہو +

دفعہ ۴ میں بدروحوں کے ثبوت میں الف لیلہ کے الہ دین کے چراغ جیسی کہانی گھڑتے ہیں۔ اور سنل ہن منہ دیکھ کر سکہ کی عورت بن جانا بتلاتے ہیں۔ پادری صاحب کیا ایسے ہی عورتوں کے جادو ٹونے کی طرح یہ معجزات عیسوی براہین لایا ہے۔ اِس واسطے ایک فاضل لکھتا ہے۔ کہ قریب ہے وہ زمانہ کہ سوائے گرجا کے پادریوں اور بے علم کاشتکاروں اور نادان بوڑھیوں کے زمانوں کے اِس کا اثر کسی کے دل پر رہیگا +

دفعہ ۵ تورات اور وید کے مسئلہ یوگ میں جو فرق آپ نے سمجھا ہے وہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ کہ وید میں یوگ نہ کرنے پر سزا کا حکم نہیں۔ مگر توریت میں سزا ابھی موجود ہے۔ یعنی جو انکار کرے اُس کے منہ پر سب برادری کے سامنے تھوکا جاوے +

دفعہ ۶ کی تین سطریں اگر آپ نہ لکھتے تو اچھا ہوتا۔ آپ پوچھتے ہیں کہ اِس سے بہتر اور واقعی ہم کیا مانیں۔ جواب میں ہے۔ کہ ان تمام ظلم و اندھیر سے اگر بچنا چاہتے ہو۔ تو دھرم کر کے پرماتما پر ایمان لاؤ +

دفعہ ۷ میں آپ تمام معتبر تاریخوں سے انکار کرتے ہیں۔ اور جن سترہ یہودی عالموں کو دفعہ ۲ میں پہلے معتبر مان چکے ہیں۔ یہاں انکو اور تمام یہود کو یہ لکھ کر رد کرتے ہیں۔ بس یہود اور سرسید صاحب کے متعلق درست نہیں ہو سکتے۔ جناب من یہ تحکم دانائی سے بعید ہے +

ناظرین! ہم نے اِس دفعہ کرسچین مت درپن کو کوٹیشنوں اور دیگر حوالوں سے اور زیادہ مصفا اور جلا کر دیا ہے۔ یقین ہے۔ کہ آپ اِس میں عیسائی دین کا لُطف بمقابلہ طبع گذشتہ کے نہایت اچھی طرح سے ملاحظہ فرما کر خلق خدا کو اُن کے دام ریا سے بچانے کی کوشش کرینگے +

خادم ویدک دھرم

آریہ مسافر پنڈت لیکھرام

۲۔ نومبر ۱۸۹۶ء۔ از لاہور

صداقتِ الہام

قولہ کتابوں میں دھرا ہے کیا بہت لکھ لکھ کے دھو ڈالیں ہمارے دل پہ نقش کالحجر ہے تیر افرمانا
جواب اقول کتاب پاک بن تعلیم کب ہوتی ہے عالم میں۔ بغیر از علم ناممکن ہے ایجان جہل کا جانا
کتابیں گر نہ ہوتیں کسطرح تعلیم پاتے تم۔ کسی کا شکم مادر میں۔ عالم بن ہوا آنا۔
کتابوں میں دھری ہو تو یا انہیں دھونا جا ہے یہ اسی باعث غلط ہے سر بسر یہ تیرا فرمانا
اگر مانو نہ ہے خوبی نہ مانو تو شکایت کیا۔ ولیکن کوئی بن تعلیم عالم ہوگا بتلانا

آج کتاب نور وہلیشن بالعالی ہل کا اردو ترجمہ دلایل اغلاط الہام مطالعہ سے گزرا جس کے مصنف ایلن ہیوم صاحب اور شایع کرنے والی برہم سماج ہے۔ معترض نے افسوس کہ تہذیب سے چند مقام پر کنارہ کرکے + نہایت سخت الفاظ مستعمل کیئے ہیں +

شروع میں باعث اس تمام کشیدگی کا یہ ہے کہ "سوامی دیانند صاحب نے آریہ سماج کے بنیادی اصول کو کسی کتاب کی تقدیس کامل پر کیوں قرار دے رکھا ہے"۔ ایلن ہیوم صاحب اگر غصہ کو کام میں نہ لاویں تو عرض کرتا ہوں کہ جس قلیہ روح انسانی کو گیان کی ضرورت ہے جسقدر کامل ہدایت پانے کا محتاج ہے جتنی حقیقی شانتی روح کو چاہیئے عقل انسانی کو حس صراط المستقیم پر چلنا ہے۔ گوہر مقصود کے پانے میں جسقدر تکالیف عائد حال ہیں۔ جو جو چیزیں یا تکالیف اس کی مانع ہیں۔ ان جملہ امورات کو وید مقدس نہایت معقولیت سے ظاہر کرتا ہے۔ اخلاق محبت العالق کی عمارت کو ایسی پختہ بنیاد سے اُٹھانا سکھاتا ہے جسکا نتیجہ روز بروز ترقی و درستی ہے بیشک کوئی ورق الہام نہیں جسکی جز بندی الہامی ہے مگر وہ کامل گیان اور کامل تسلی جس پر ہر طرح غور کرنے سے کاملیت و عمدگیت کا ظہور ہو۔ الہامی ہوتا ہے اور فیض عام کے لئے وہی وید مقدس میں مرقوم ہے۔ جو جو صداقتیں آپ چاہیں یا کوئی اور آپ کا یار غار مانگے وہ وید مقدس نے بتلا یکو حاضر ہوں دینی ہوں یا دنیادی روحی ہوں یا جسمانی۔ پرماتما کی معرفت جس قدر وید مقدس میں موجود ہے اور وں میں اُس کا عشر عشیر بھی مفقود ہے ظلم و ستم کا ویدوں میں نشان نہیں اور نہ قتل و آتش زنی کا بیان ہے۔ جن عقاید باطلہ نے مظلوم نوع انسان کو لعنت کے تیروں کا نشانہ بنایا ہے اور جن منحوس خواہشوں نے انسان کو مرل راستی سے گرایا ہے وید مقدس نے نہایت حلاوتانہ طریقوں سے انکی تردید کرکے ان کے خطروں سے آگاہ فرمایا ہے۔ زمانہ فلسفہ میں جب وید مقدس کی تعلیم عام تھی۔ انسانی سیت کا مکروہ "بودا نام ونشان کو۔ تھا چنانچہ تواریخ بھی اسکی شاہد ہے "آریہ لوگ قدیم سے فلاسفی کے شوقین رہے ہیں اور فلسفہ و ہندسہ و طبیعیات وغیرہ کے اُستاد اول یہی ہیں ۶ مختلف وقتوں میں ۶ فلاسفی ان کے ہاں تصنیف ہوئی ہیں اور وہ یہ ہیں "۔ اول سانکہہ جس کا مصنف کپل ۔ دوم یوگ جس کا مصنف پاتنجل سوم نیاے جس کا مصنف گوتم ۔ چہارم ویشیشک جس کا مصنف کناد ۔ پنجم میمانسا جس کا مصنف جیمنی ۔ اور چھٹا ویدانت جس کا مصنف ویاس ہے "۔ از تواریخ ہند۔ ہاں اگر انسانی سیت سے مراد نیکی صداقت کا قبول کرنا ہے جیساکہ آریہ سماج کے اصول نمبر ۴ میں ارشاد ہے۔ تو ہم کو کیا بلکہ کل بنی نوع انسان کو ضروری اور لابدی ہے کہ وہ انسانی سیت جو کسی نفسانی یا حیوانی غرض سے پاک ہو ضرور کرے اور ہم کیا بلکہ سب عقلمند کرتے چلے آئے ہیں افلاطوں نے سقراط کی سیت کی اور آریہ سماج والے بھی اس سے زیادہ سیت نہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور نہ کسی کو ہدایت دیتے ہیں +

جب سے وید مقدس کی تعلیم کم ہوئی جس کا باعث ایک نہایت مشہور اور عظیم تواریخی واقعہ ہے مخلوقات توہمات پرستی میں مشغول ہوگئی اور اسی زمانہ کے بعد میں کئی فرضی کتابیں خدا کے نام سے تصنیف ہوگئیں جو نسبت حقیقی چاند کو ماہ نخشب سے ہے وہی نسبت وید مقدس کو اور الہاموں سے ہے۔ یہ ہم مانتے ہیں کہ آج تک معدنی و نباتی یا حیوانی قسم کے زہر سے ایسا نقصان نوع انسان کو نہیں پہنچا تھا کہ اس زبردھنی سے پہنچتا ہے جس کے سبب سے تمام مذہبی خونریزیاں تمام قتل ہائے عام تمام آتش زدگان تمام عذاب بربادی کبیر ہلاک کرنا تاراج خانماں وغیرہ ہوتے رہے اور جس سے پیا زمین دوزرح کا نمونہ بلکہ اُس سے صدگونہ بنایا گیا ہے مگر اے میرے مہربان وزود رنج بھائی کیا یہ شرط انصاف ہے اور اسی کا نام بُرہان قاطع ہے اور کاشش۔ کہ ہم نیک کو بھی بدوں کے ساتھ ترک کریں عادل کو بھی ظالموں کے گروہ میں شامل کریں۔ عاقل کو بھی جہالت کا خطاب دیں۔ اگر آپ سنسکرت جانتے ہوتے یا اسکے پڑھنے کی کوشش کرتے تو غالب گمان تھا کہ ایسے غلط نتایج نہ نکالتے۔ انسان خواہ کسی براعظم کے رہنے والے ہوں بغیر تعلیم و تدریس کے وحشی و جاہل مطلق اور حیوانوں سے بدتر ہیں اور دیکھے تجربات روزمرہ نے یہ بات ہر ایک فرد بشر پر بشرطیکہ حق پسند ہو ثابت کردی ہے۔ کہ کوئی بغیر تعلیم کے ترقی نہیں کرسکتا۔ یہ ثبوت تواریخی شہادتوں سے اور بھی مضبوط ہوگیا ہے کہ ابتدائے آفرینش میں آفریندہ مطلق کی طرف سے بصرام عالم اور انتظام دنیا کے واسطے الہام ہدایت کامل کا ہونا ضروری تھا ورنہ ایک اہم کارخانہ پیدا کرکے اُسکے انتظام کا بندوبست نہ کرنا۔ نا ہونے کے گیان کا نقص بتلاتا ہے اور یہ بات توفریقین کے مسلم ہے کہ وہ عالم کل اور مالک کل ہے نقص و سہو سے مبرا اور اس کا گیان کامل ہے اور ہم وید کو اس واسطے الہامی مانتے ہیں کہ اس میں جس قدر روح انسانی کو چاہیئے کامل گیان درج ہے اور یہ بات تو تواریخ سے بھی پایہ ثبات پہنچ چکی ہے کہ دنیا کے کتب خانہ میں ویدہائے مقدس سے پرانی کتاب نہیں ہے +

آپ کہتے ہیں کہ ویدوں کی یا اور کتب مقدسہ کی تقدیس کامل کے معنے کیا ہیں صرف اُس ہادی کی تقدیس کامل سے مراد ہے اور اُس کو آپ برہان آنی تواریخ سے اور ایچ حنات اسمیں آپ نے غلطی کی ہادی کی تقدیس یا صداقت جگت کا انکار کرنا اور بلا غرض نفسانی راستی کا اظہار کرتا ہے طمع سے پاک و سکدرستی ہوتا ہے۔ انہیں شرائط سے ہی جو اُپدیشک کیواسطے ضروری ہیں۔ کوئی نیک اُپدیشک اپنی طرف لوگوں کو نہیں جھکاتا بلکہ حقیقی زندگی سے پرماتما کے گیان کی طرف رجوع کراتا ہے۔ توہمات سے ہٹاتا اور بطلان سے بچاتا ہے اور ایسی حالت میں جو تکالیف عاید حال ہوں نہایت آنند و سعادت سے اُٹھاتا ہے اور جتلاتا ہے کہ ان دھن تمایر و شنتی پے سمہو تیام اوپاستے کہ جو کسی مخلوق چیز کی اُپاسنا یا پرستش کرتا ہے وہ مہان اندھکار میں پرویش کرتا ہے اور منزل راستی سے دور جاتا ہے۔ پس انہیں قدیم گروتم بشسٹ بیاس وغیرہ مہاتماؤں کی طرح پر ہمارے سوامی جی نے بھی جگت کا اُپکار کیا اور ہم گمراہاں کو جو نے ضلالت دنیا و رنان جہاز مراد کو ساحل مراد بتایا جیسے آفتاب کے نکلتے ہی اندھیرا دور ہوجاتا ہے اور سیاہی کا فور وہی نوبت آریہ ورت کی ہوئی جوں ہی اُس نیک مرد نے اپنے فیض علم سے ہمارے پر اُپکار کیا اور ہم کو نشیب و فراز بتلایا سب حکمت کی غفلت کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ نفسانی الہام اور زبانی احکام جو خود غرضی کی سیاہی سے تحریر ہوئے تھے ترک ہونے شروع ہوئے اگرچہ لوگوں نے لاکھ سایک بنائے جھوٹے الزام لگائے کالموں کے کالم اپنی ذاتی غرض کیواسطے سیاہ کیئے مگر آخیر کو وہی راستی کا بول بالا ہوا بڑے بڑے عالم فاضل پنڈت آریہ سماجوں کے ممبر ہوگئے اور باقی ہو رہے ہیں کسی نے کیا سچ کہا ہے ؎ این سعادت بزور بازو نیست ۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ بخوبی جانتے ہونگے کہ آریہ سماج والے کسی انسان کے مرید یا اُمت نہیں ہیں مگر نہیں معلوم کہ آپ کی قلم نے اس مقام پر لغزش کیوں نہ کھائی جبکہ آپ نے حقیقی دیکھی

بات کے بدلے ایک معمولی و ناکامل بات کو لکھ دیا گیا۔ یہ لکھتے ہوئے شرم آتی تھی کہ ویدوں کی تقدیس کامل سے اُن کے ہدایتوں کا ٹھیک و کامل و معقول شرط ہے و مقدس ہونا اور یہی آریہ سماج کا اصول سوم ہے کہ وید ست ودیاؤں کی پستکیں ہیں۔ ویدوں کا پڑھنا پڑھانا سب آریوں کا پرم دھرم ہے۔ اب اسی کو تواریخ سے بھی بطور برہان انی ثابت کرتا ہوں اور دلایل معقول بطرز برہان لمی کے ظاہر کرتا ہوں آریاؤں کے نزدیک وید کی کتابیں نہایت متبرک ہیں ویدوں کا مقدم مسئلہ یہ ہے کہ خدا واحد ہے + جو سب سے اعلیٰ اور برتر روح تمام عالموں کا مالک ہے۔ اور اسی نے سب عالم پیدا کئے ہیں از تاریخ ہندوستان۔ چنانچہ مورخ ایک منترکا ترجمہ بھی کرتا ہے "پرماتما کمال صدق اور عین مسرت ہے اُس کی ذات بے مثل اور غیر فانی ہے وہ واحد حقیقی ہے۔ نہ زبان کو اُس کے بیان کی طاقت ہے نہ عقل کو اُسکے ادراک کی قدرت وہ سب میں عیاں اور سب پر غالب ہے اپنے علم بے حد اور حکمت غیر متناہی سے مسرور ہے۔ زماں اور مکاں کی منزل ہے اُسکے پاؤں نہیں مگر بہت تیزی سے چلتا ہے۔ اُسکے ہاتھ نہیں لیکن کل عالم کو اُٹھائے ہوئے ہے۔ بے آنکھوں کے سب چیزوں کو دیکھتا ہے کان نہیں لیکن ہر آواز کو سنتا سب کو سمجھتا ہے۔ اور کسی سمجھانے والے کا محتاج نہیں ہے وہ سب پر حاکم ہے اور سب پر غالب ہے پیدا کرنے والا بچانیوالا اور کل اشیاء کی صورت پلٹنے والا وہی ہے" جب یہ تواریخ سے بھی بخوبی ثابت ہے کہ ویدوں کی ایسی ہدایتیں ہیں اور قدیم آریاؤں کی کتابیں وہی ہیں اور اُسی قسم کی ہدایت اُنہیں ویدوں سے سوامی جی نے ارشاد فرمائیں تو سوائے جہالت یا ہٹ دھرمی کے اور کیا باعث ہے۔ اگر ہم قبول نہ کریں۔ آریہ ورت کے بڑے بڑے پنڈت جن سے میری ملاقات ہوئی وہ اس بات پر متفق الرائے ہیں کہ سوامی دیانند جی ہم سے سنسکرت میں بہت بڑھ کر ہیں۔ اور وید دان ہونے میں لاثانی۔ ویاکرن میں کامل چھ شاستروں کے ماہر ہیں۔ ویدوں کا ترجمہ تو درست کرتے ہیں۔ مگر افسوس کہ پورانوں کو نہیں مانتے جس سے ناخواندہ برہمنوں کے جو نگے سدھ ہوتے تھے اُن کا رزق مارا۔ سوامی جی کو زیبا نہ تھا بڑے بڑے متعصب ہندو آریہ ہوگئے۔ سیکڑوں پنڈت صدق دل سے آریہ ہیں + مباحثہ چاندا پور۔ مباحثہ ہگلی مباحثہ بمبئی مباحثہ کاشی مباحثہ سودا مباحثہ اجمیر۔ غرض کیا کہوں اور کہاں تک لکھوں کہ کہیں بھی پورا تک مہاتما مقابلہ کو نہ آئے اور جہاں آئے وہاں عام منڈلی میں آریہ ہوگئے۔ آگرہ کا مباحثہ اور سوامی جی کا لیکچر اظہر من الشمس ہے جہاں کہ کئی پرتیک جماعتیں ڈالے گئے جتنی سنسکرت کی مستند کتابیں ہیں سبھی ویدوں کو شرک اور ملمعیوں سے پاک اور توہمات سے بری ایک پرماتما کی عبادت کرانے والی بتاتی ہیں۔ ہمارے لایق پنڈت علانیہ پکارتے ہیں کہ ویدوں میں تو یہ نہیں مگر پورانوں میں ضرور ہے اور پوران صدہا دلایل سے تواریخ اور کہانیاں اور غیر مستند ہیں اور انکے مصنف خود ہی ویدوں کو الہامی اور قدیم مانتے ہیں۔ پس اگر ایک آریہ کا جواب رسالہ پنڈیا کلکتہ جو ہمارے بزرگ بھائی لالہ سائیں داس جی پریزیڈنٹ آریہ سماج لاہور کی قلم سحر رقم سے نکلا ہے۔ آپ مشاہدہ کریں تو اس میری تحریر کا مشرح ثبوت کافی پائیں گے۔ جس کا جواب آج تک پنڈت صاحبان نہ دے سکے۔ اور دنیا نند جی کا گھر تو تھا ہی نہیں ہمارے ساجھر بیٹے کون پیدا تو کرے۔ جو کہ جہاں تک بلا تعصب غور کر تشخیص کی گئی ہے وید مقدس صداقت کا نمونہ پایا گیا پس اسی صداقت کی علت سے راستی کا مخزن معلول وید مقدس ہے آپ نے کوئی ثبات تواریخی یا ثبوت دلیلی یا وجود دعوے کے تحریر نہ کیا۔ نہیں معلوم کہ کسواسطے چھپا رکھا +

آپ فرماتے ہیں کہ کوئی کتاب مقدس خواہ کتنی ہی صحت اور صفائی سے کیوں نہ لکھی گئی ہو جس مقاموں پر اسمیں ایسے جملہ ضرور ہونگے جو کم سے کم دو معنوں میں لئے جاسکتے ہیں اور ہادی ہی سے اس بات کا فیصلہ ہوتا ہے کہ کونسے معنے قبول کئے جائیں پھر آپ کا قول ہے کہ سب کتب مقدسہ میں بہت سے حصص صفائی اور صحت لکھے ہونے کے برعکس ہے جناب من اگر آپ یکطرفہ رائے نہ دیتے تو شاید مجھے لکھنے کی ضرورت نہ پڑتی اور عموماً قابل تسلیم ہوتی قدرتاً بھی اگر آپ غور فرماویں گے تو ہر ایک کے کم سے کم دو معنے پاوینگے اور بہت سے ایسے فعل ہونگے جن کے حقیقی معنے صفائی اور صحت سے آپ نہ سمجھ سکینگے پس اُس کے دریافت کی کسی ماسٹر یا ریفارمر یا فلاسفر یا ڈاکٹر سے ضرورت پڑیگی اور اُس کا بلاعوض ارشاد لایق تسلیم ہوگا۔ بہت سے امورات علمی ہم کو پڑھنے تجربہ کرنے سماعت دیکھنے سیکھنے وغیرہ سے حاصل ہوتے ہیں اور اُسی سے ہماری اوہوری تمیز یا نامکمل عقل بڑھتی ہے جس سے ہم نئے نئے ایجاد پر توانا ہوتے ہیں ٹھیک مادہ علمی کا حاصل کرنا اور چیز ہے عامل بننا اور چیز ہے اور اُس سے ایجادات پر قادر رہنا اور چیز ہے جس طرح علمی باریک و دقایق ریفارمر یا ماسٹر وغیرہ یا ڈکشنری سے حل ہوتی ہے۔ ویسے سنسکرت کی مقدسہ کتب کے ذومعنی الفاظ کوش اور ویاکرن سے مبرہن ہوکر فاضل پنڈت کے ارشاد سے ذہن نشین ہوتے ہیں مگر اُس فاضل کا موحد میرے پہلے جواب کے خیرخواہ قوم اور بلاغرض ہونا شرط اولی ہے + پھر آپ کا ارشاد ہے کہ اُن کی زبانیں اب عموماً بولی یا سمجھی نہیں جاتیں اور اُن سے بہت سی تحریفات حاصل ہو گئی ہیں۔ ہر ایک حصہ میں اختلاف و اغلاط پیدا ہوگئی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ کونسے حصے صحیح اور مستند ہیں اور کونسے غیر مستند۔ افسوس یہ تحریر فرمانا آپ کی ناواقفی کا ایک بڑا بھاری ثبوت دے رہا ہے۔ کیا کوئی زبان یا کوئی علم بغیر پڑھائے کسی طرح آسکتا ہے جن لوگوں نے سنسکرت کی تحقیقاتیں کی ہیں اوہی کی شہادتوں سے ظاہر ہے کہ سنسکرت اُم اللسان ہے اور اُس کے محاورے اور گردانیں اور ضمیریں بھی نہایت سلیس اور کامل مکتفی ہیں واسطے ہر قسم کے اظہار کے الفاظ کے ہر حصہ کے معنے مثلاً نا علی الخصوص سنسکرت پر ختم ہے پس اس کے سب سے شائستہ و عمدہ و قدیم اور پاک ہونے میں کیا کلام رہا۔ وید پائے مقدس میں تحریفات بالکل نہیں ہوئی ہیں۔ قدیم سے قدیم اور جدید سے جدید نسخہ جات بالکل مطابق ہیں۔ ہاں سہو کاتب اور بات ہے جس کے واسطے ویاکرن موجود ہے پس انکی صحت میں سوائے کسی ضدی یا ناواقف کے اور کون شک لاسکتا ہے جیسے ہر مرض کا علاج ہے ویسے ہی ناواقفیت و جہل کا علم وارد ہے ملک اندر ابن جالب ہے پس جس طرح آپ اور چیزیں پڑھ کر حاصل کر سکتے ہیں اُسی طرح علم سنسکرت یا وید مقدس کو بھی تعلیم سے حاصل کر سکتے ہیں چونکہ وید مقدس کی کسی سکتا میں اختلاف و انحراف نہیں ہے۔ اسیواسطے وہی کامل معتبر و مستند ہے۔ مگر تحقیق و تدقیق شرط ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ "اگر یہ باور کر بھی لیا جاوے کہ فلاں کتاب مقدس کسی زمانہ میں مقدس کامل ہی بھی تو زمانہ آخری میں جیسے مقدس کامل پایا جاویگا۔ اُس کا اظہار کسی حامی علم یا ہادی یا سکول یا جماعت وغیرہ کی رایوں پر ہوگا" اے صاحب بہادر کیا اس سے سوائے تعصب اندرونی کے اور کوئی نتیجہ نکلسکتا ہے جو کتاب کسی زمانہ میں مقدس تھی اور اب تک صحیح و سالم پہنچی تو اُس کی تقدیس کا اب کیا نقصان ہوگیا کیا پورانی تحقیقاتیں اور قدیم شہادتیں صرف نفی سے ٹل سکتی ہیں۔ قدیمی رشیوں اور فلاسفروں نے جنہوں نے طب منطق ہیئت۔ سائنس اور گسٹری یوگ الٰہی اخلاق وغیرہ علومات میں کامل دسترس حاصل کی تھی اُن کو الہامی مانا اور اُن کے مقدس ہونے پر ہزاروں شہادتیں دی ہیں ہمارے پاس اُن کے صحیح ترجمہ موجود اگلی مذہبی تحقیقاتوں سے بڑھ کر کوئی ایسا دقیقہ نئی روشنی والے حاصل نہ کر سکے۔ تاریخ شاہد ہے کہ رشی اتمانے کی ذات اور صفات کے علم کے رو سے اُسی زمانہ میں ایسے اکو حاصل ہوگئے تھے جس میں ایتھنس کے اعلیٰ ترقی کے زمانہ میں وہاں کے نہایت بڑے

+ چنانچہ اکثر مصنفین یورپ میں قائل ہیں کہ حقیقت میں صرف ایک خدا واحد ہے ۱۰

ان سب الزامات سے اُس کی ذات پاک ہے اُس واسطے زاون - مرون - خوردن جفتن جوانی پیری وغیرہ سے بھی بے پاک ہے چونکہ سرب ویاپک اور عالم الغیب ہے پس انسان کی شاعتو سے بھی بے عیب ہے جسطرح وہ خود قدیم اور پاک ہے تو ویسے ہی اُس کی کلام بھی ہونی چاہئے اور وہ وید مُقدس ہے دوسرے کوئی نہیں واضح ہو وے کہ ایک پادری یورپین جسکا نام غالباً اسمتھ صاحب ہے سنہ ۱۸۶۵ء میں ایک کتاب دین حق کی تحقیق مطبوعہ امریکن مشن پریس لودہیانہ مشعر پر اعتراضات اہل اسلام و اہل ہنود کے چھپوائی ہے جو میرے پاس موجود ہے اُس کے صفحہ ۱۱۲ سے ۲۰۸ تک دین ہنود پر اعتراض کئے ہیں چونکہ وہ کتاب ہمہ وجوہ مغالطہ پر مبنی ہے اس واسطے ہم اپنے دہرم کے ناخواندہ لوگوں کو مُغالطہ سے بچانے اور خس پوش چاہ سے بچانے کی خاطر اُس کی حقیقت ظاہر کرتے ہیں تاکہ ناواقفی سے کہیں اندھا دُھند گمراہ ہو کر اس چاہ میں نہ گر پڑیں اور پشیمانی اُٹھاویں - اپنے پرماتما تیری کرپا سے اُمید ہے کہ اِس سے اہل ہنود کے اطفال جو مشن سکولوں میں پڑھتے ہیں فیضیاب ہونگے +

اعتراض صفحہ ۱۱۲ - ہندوؤں کے دین کی کتابیں حقیقت میں چار وید اور چار اُپ وید اور چھ ویدانگ اور چار اُپ انگ ہیں +

جواب آریہ - یہاں پر پادری صاحب نے یہ نہ سمجھا کہ ہندوؤں سے ہم مراد کس قوم کی لیتے ہیں کیا وے لوگ بنام آریہ جن کے مذہب کی حقیقی کتب مذکورہ بالا ہیں یا کہ وے بُت پرست بے علم جو نافہمی سے صرف پورانوں کے پیرو ہو گئے اور کتب مذکورہ بالا کو برائے نام کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب کی کتابیں ہیں - بصورت اول اُن کا نام آریہ ہیں تھا جو قدیم باشندے اس ملک آریہ ورت کے ہیں - اور ہندو نام تو مسلمان بادشاہو کے عہد سے بطور حقارت کے رکھا گیا ہے - حقیقی کتابوں کا نام لے کر اُن کی حقیقی معتقد قوم کا نام نہ لینا محض غلطی ہے - بصورت دوم بُت پرستوں اور اپنے مذہب سے گمراہوں کو جتانے کے واسطے پہلے یہ کہدینا چاہئے تھا کہ اس ملک کے اصلی باشندے آریہ ہیں - غلطی اور نافہمی نے تمہیں ہندو اور بُت پرست بنا دیا اور تمہاری رہنمائی کی یہ کتابیں ہیں اور تم اصل میں آریہ ہو - خیر اس سے درگذر کر عرض کرتا ہوں کہ آپ کے قول اول میں کئی غلطیاں ہیں آپ نے صرف نام اُن کا سُنا ہوگا ہم آپ کو اُن کے اصول سمجھاتے ہیں - ایک آیور وید ہے - اسمیں اول سے آخر تک سرجری - کمسٹری میڈیسن انوٹامی یعنی طبابت وغیرہ کے ادکار میں - دین کی بات ایک بھی نہیں ہے - دوم دہنر وید ہے جس میں تمام قواعد فوجی وجنگی کے جو اہتوں کو سکھائے جاتے ہیں اور تلوار بندوق توپ تیر چکر وغیرہ کے فن جو جنگ میں کام آتے ہیں مفصل طور پر درج ہیں - دہرم کا کچھ ذکر نہیں - تیسرا گاندہرب وید ہے یا اس میں علم موسیقی کا مفصل و مشرح حال لکھا ہے دین سے کچھ تعلق نہیں ہے - چہارم ارتھ وید ہے - اسمیں قواعد سیاست مدنی اور ہرقسم کی کاریگری مثلاً انجیری وغیرہ کا ذکر مندرج ہے اسکو بھی دہرم سے واسطہ نہیں افسوس کہ ان چار اُپ ویدوں کو تو دنیاوی کتابیں ہیں دینی حقیقی کی کتابوں میں نے شمار کیا - یہ تب ہو اگر ہم کل علوم کی کتابوں اور مصنوعی انجیلوں کو الہامی کتابیں مان کر آپ سے جواب مانگیں - دوسری بڑی بھاری غلطی یہ ہے کہ چار اُپ انگ میں حالانکہ وہ چھ ہیں اور ان میں بھی اشغالات علمی پر بحث ہے - اور وہ یہ ہیں میمانسا - سانکھیہ - یوگ - نیائی - ویشیشک ویدانت اور چھ انگ یہ ہیں شکشا - کلپ - جوتش - نروکت - یا نگھنٹو - ویاکرن - چھند - ان میں بھی متعلق وید ہائے مُقدس کی گرامر و ڈکشنری قواعد مرتب کئے گئے ہیں - پس ان کا بھی معاملات دہرم سے کچھ تعلق نہیں وید مقدس چار ہیں - رگ - یجر - سام - اتھروید پُستک ہمارے دہرم کے ہیں جن کو آریہ لوگ ابتدائی آفرینش سے آج تک الہامی مانتے آئے ہیں انہیں کتابوں سے پادری صاحب کو اعتراض کرنا واجب تھا نہ کہ بلا سوچے سمجھے اندہا دُھند کارروائی شروع کر دی +

صفحہ ۱۱۲ پادری - لیکن ان میں چار وید اور چھ شاستر اور اٹھارہ پُران مشہور ہیں - جو خاص کر دین اور نجات کی بات سے علاقہ رکھتے سوا اُن کتابوں کی باتیں اُوپر کے نسخوں سے رکھی جاتی ہیں پہلے یہ سمجھنا چاہئے کہ ان کتابوں کے رُو سے خدا دو طور پر جانا جاتا ہے ایک نرگن کہلاتا - دوسرا سرگن - نرگن کے یہ معنے کہ جس کو گُن یعنے صفت نہیں اور خدا نرگن حب رہتا ہے کہ خلقت نہیں رہتی اور اُسکی اُس حالت کا کچھ بیان ہی نہیں +

جواب آریہ پادری صاحب کا اول وہ فرمانا اور پھر اٹھاراں پُرانوں کا شامل کرنا کس قدر ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنا ہے جب سوچا کہ ویدوں اور شاستروں میں اعتراض کی گنجائش نہیں - اپنا اُسوں - ماٹوں یعنی پُرانوں کو بھی شامل کر لیا - افسوس امتحان کرنے والے کی لیاقت جو الفاظ کی مُراد سمجھنا تو درکنار معنے بھی نہیں سمجھتا پھر اُنکے گہرے خیالات کی ماہیت کس طرح جانے گا - ہمارا خدا کبھی بے صفت کبھی باصفت اِس طرح سمجھ لیا ہوگا کہ جیسے اپنے گھر میں خدا کو غیر محدود اور کبھی ایک لاشریک کبھی تین اور کبھی لطیف اور غیر محسوس کبھی کثیف اور کبھی دیمک اور کھُن اور فاختہ اور جرس کی شکل کبھی ہمہ دان اور کبھی آنکھ سے بھی اندھا کہ باغ عدن میں آدم کی تلاش کرتا رہا - اور بُلایا کہ تو کہاں ہے اور موسےٰ کو پوچھا کہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے - جناب من ہمارا معبود آپ کی طرح نہیں ہے اب نرگن اور سگن کے معنے جو ہماری کتابوں میں لکھے ہیں سُنئے پادری صاحب سرگن لفظ غلط ہے - اصل میں سگن ہے خدا ہر حالت میں ہمیشہ ایک صورت میں رہتا ہے متغیر نہیں ہوتا - اس میں بدی - ظلم - فریب - تعصب - رعایت - کینہ - بُغض - حسد - غضب - جہل وغیرہ مطلق نہیں اس لئے وہ نرگن ہے - یعنی ان صفتوں سے مُبرا اور منزہ ہے کیونکہ یہ صفات اُس کی خدائی کے لائق نہیں اور سگن اسواسطے ہے کہ اِس میں قدوسیت قدرت - عدل علم ہمہ دانی وغیرہ صفات ہیں یعنے اُن صفات سے موصوف ہے جو اُسکی خدائی کے لائق ہیں نرگن کے یہ معنے نہیں کہ کوئی صفت مطلق اس میں نہ رہے اور سگن سے یہ مُراد نہیں کہ دُنیا کی تمام صفات نیک و بد اُس میں آجاویں اپنی ذاتی صفات کے رُو سے سگن اور غیر صفات نہ ہونے سے نرگن ہے - چنانچہ اس کا عمدہ فیصلہ ستیارتھ پرکاش ستیہ دہرم وچار بریلی میں جو مابین سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج اور پادری اسکاٹ صاحب کے ہو چکا ہے اور یہی مراد و مطلب تمام شاستروں میں لکھا ہے +

صفحہ ۱۱۳ پادری وہ گویا نیند کی سی حالت ہے کہ اِس میں اُسے کچھ کہا نہیں جاتا کہ پاک ہے یا ناپاک - سچا ہے یا جھوٹا قادر ہے یا عاجز - دانا ہے یا نادان - کیونکہ وہ بالکل نرگن ہی ہے اور اسی واسطے وہ برہم کہلاتا ہے یعنے نہ پُرش لنگ اور نہ استری لنگ بلکہ نپسک ہے - اِن کتابوں کے رُو سے خدا سرگن کب ہوتا ہے جب اسکا پیدا کرنے کا ارادہ ہوتا اور مایا کی اس میں جنبش ہوتی اور برہم میں اہنکار سماتا تین گن یعنے ست رج - تم - اُٹھتے ہیں اور اُن سے دُنیا پیدا ہوتی اور وہ سب چیزوں میں ویاپک ہو جاتا ہے اور شیر و شکر کی طرح سب میں مل جاتا +

جواب آریہ - یہ تو کسی کتاب میں نہیں ہے کہ وہ نیند کی حالت میں ہوتا ہے نہ کہا جاتا ہے کہ پاک یا ناپاک نعوذ باللہ یہ تو ایسی باتیں جیسے ہم فرقہ مارونی کی شہادتیں دین عیسوی کے انجیلوں میں پیش کریں اور کہیں کہ سچ مچ موسیٰ اور عہد عتیق کے پیغمبروں کا معبود شیطان تھا علاوہ ازیں اُس کا نام برہم اِس غرض سے نہیں رکھا کہ نہ وہ مرد نہ عورت اس واسطے نپسک ہے بلکہ اِس لئے کہ وہ سب سے بڑا ہے اور برہم لفظ کے معنے بھی

یہی ہیں اگر اس غرض سے ہو تو اُس کے پُرش لنگ نام کیوں ہیں اور استر ملینگ نام کیوں ہیں۔ پرمیشور کے نام فقط اُس کی صفات بیان کرنے والے ہیں۔ ان سے یہ غرض نہیں کہ کیا میغہ ہے اور یہ کہنا کہ وہ دُنیا کے رہنے پر نرگن ہوگا۔ وغیرہ یہ صرف آپ کا دلی بناوٹی مسئلہ ہے کسی آریہ کامل و ماہر علم سے پوچھ کر لکھنا واجب تھا اور نہ اس میں وید مُقدس کا پرمان لکھا ہے پس دعویٰ بلا دلیل ہیچ و پوچ ہے +

صفحہ ۱۳ (پادری) چنانچہ وید میں لکھا ہے کہ سرشٹ ہونے کے وقت خدا کہتا ہے۔ एको हं बहुस्याम یعنے میں ایک ہوں بہت ہو جاؤنگا پھر وید میں لکھا ہے کہ وہی کسان ہو کر زمین کو جوتتا بوتا اور پانی بن کر اسے سینچتا ہے اور اناج ہو کر سب کا پیٹ بھرتا ست اور است اُسی سے ہے +

بیت ست است ہیں دونوں جس سے پھر اُن کے نرتے ہیں کس سے

جواب آریہ۔ واہ پادری صاحب خوب اعتراض کیا ہے۔ اگر ہم کہیں مسیح مصلُوب نہیں ہُوا یہ انجیلوں میں لکھا ہے تو عیسائی کب مانیں گے بلکہ کہیں گے دکھلاؤ کہاں لکھا ہے ہم بھی پُوچھتے ہیں کہ آپ وید میں لکھا کہیں۔ وید تو چار ہیں۔ رگ۔ یجر۔ سام۔ اتھرو۔ ان میں سے کس میں لکھا ہے۔ تب جواب دیا جائیگا۔ اے صاحب کسی نافہم ریکا کے لالچی نے آپ کو دھوکا دیا ہے۔ یہ مسئلہ وید مُقدس کے خلاف ہے اور کسی وید میں نہیں ہے پس اس کو وید کہنا سراسر انصاف سے برخلاف ہے +

(پادری) **صفحہ ۱۴ تا ۱۶** بہت کچھ اُپنشدوں اور بشسٹ اور ویدویاس وغیرہ کے شلوک لکھ کر خلاصہ لکھا ہے کہ ہندوؤں کی کتابوں میں خدا جو نرگن ہے اُس کا بیان ہی نہیں اور خلاصہ کا یہ شلوک ہے +

एकमेवाद्वितीयं ब्रह्म नेह नानास्ति किंचन

ترجمہ یعنے ایک ہی برہم ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ وید شاستروں پُران کا خلاصہ یہی ہے

جواب آریہ۔ آپ نے یہاں بالکل گڑبڑ مچادی۔ اول جو شلوک لکھے اُن کا مطلب اور ہے اور اس شلوک کا اور ہی مطلب ہے۔ آپنے معلوم کیونکر اُن سلوکوں کا یہ خلاصہ سمجھ لیا اور علاوہ بران اُس کا ترجمہ بھی غلط سمجھا۔ لیکن اس کے معنے یہ ہیں کہ خدا صرف ایک ہی ہے دوسرا نہیں ہے (آپ کی طرح تین خدا اس میں نہیں مانتے ہیں اس واسطے تین کی ہدایت۔ یا کر اعتراض کرنے کا موقع آپ کو ملا ہوگا) اس میں شرکت کو ہٹا کر وحدت کا اشارہ کیا ہے دوسری شے کی مطلق ہستی سے انکار نہیں کیا۔

افسوس آپ کی دانشمندی پر بلا سوچے سمجھے شاستر و پُران کا خلاصہ نکال لیا +

(پادری) **صفحہ ۱۹**۔ خدا جب برگن ہوا اور سرب ویاپک ہو کے سب باتوں کا کرتا ہے واعل ٹھہرا اُس کی پاکیزگی ثابت کرنی دشوار معلوم ہوتی ہے پھر اس بات کے دریافت کرتے ہیں کیا چاہئے کہ ان کتابوں کے رُو سے وہ سرگن ہونے کے پہلے وہ دیو بناپس آیا وہ کو دیو میں ہو کر قدوس ٹھہرتا ہے یا نہیں کیوں کہ اگر اُن میں جو سب دیوتوں کے سردار (برہما۔ وشن۔ مہیش) ہیں پاک نہ ٹھہرے گا۔ تو کہیں نہ ٹھہرے گا +

جواب آریہ۔ پادری صاحب کہتے ہیں کہ بعض کا اگر کوئی مذہب ہوتا تو ضرور وہ اپنے معبود کو ایسا تصور کرتے۔ جس کا ہر عضو دلربا اور شکل مرغوب قد و قامت میں درست مضبوط اور بہت عمدہ سرچراگاہوں میں چرنے والی ماتے یہ سچ ہے +

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست +

ہر ایک اپنے اعتقاد اور قیاس کے موجب کہتا ہے۔ دیکھئے بائیبل میں خدا نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا عدن میں آدم سے ہمکلام ہوا۔ پھر یعقوب سے کُشتی لڑ کر مغلوب ہوا اور پناہ مانگی موسےٰ کو رنا کے واسطے رعشت دلائی جیسا کہ موسےٰ کی کتابوں سے ہر دم ہیں

ظاہر ہے اس قسم کے بیہودہ خیالات نے مصنف تحقیق دین حق کو دھوکا میں ڈال دیا ہوگا۔ اور سمجھا ہوگا کہ جیسے مسیح ہمارے اعتقاد میں خدا مجسم ہے اُن کے مذہب میں بھی برہما بشن مہیش تین خدا مجسم ٹھہراؤں اور ان کا نام نشگن روپ رکھوں۔ اگر ہم آریہ اس کے قایل ہوتے تو ہم مسیح کو کیوں رد کرتے یا برہما بشن مہیش کے طور پر تثلیث کے گرداب میں کیوں نہ پھنستے مگر یہ خیال بیشک سیدھا دوزخ میں پہنچانے والا ہے اور چاہِ جہالت و ضلالت میں گرانے والا لہذا ہم ہرگز اُن کو مجسم خدا مسیح کی طرح نہیں مانتے البتہ نیک اشخاص جانتے ہیں جاہل لوگوں نے اُن پر الزام اور اتہام واسطے شکم پروری خود لگائے ہیں جیسے کہ متی نے بدزبانی کا نام بحث اپنی کتاب میں لکھا ہے اسی طرح خودغرض اہلِ فریب لوگوں نے برہما بشن مہیش مہاتماؤں پر الزام لگائے ہیں مگر دانا لوگ جو اُن کی تعلیم پڑھتے ہیں اور اُس سے روز روشن کی طرح سمجھتے ہیں کہ وہ ہر قسم کے گناہ سے پاک تھے +

(پادری) **صفحہ ۱۷ یا ۱۸**۔ بحوالہ جینڈی یا ٹھ میتہ۔ وشنو۔ لنگ۔ وایو وغیرہ پرانوں کے لکھا ہے کہ برہما ہمیشہ شراب پیا کرتا تھا۔ ایک روز متوالا ہو کے اپنی کنیا پر بُرا ارادہ کیا۔ وغیرہ

جواب آریہ۔ مثل مشہور ہے (چھاج تو بولے مگر چھاننی کیا بولے) جس کو بہتر سوراخ ہیں ہم پر کسی طرح الزام نہیں لگ سکتا کیونکہ اول تو چنڈی پاٹھ وغیرہ معتبر کتابیں نہیں۔ اور علاوہ براں آپ پُرانوں کی شہادت لاتے ہیں مگر اپنی الہامی کتاب پیدایش (بائیبل) کی طرف ذرہ غور سے نہیں دیکھتے۔ جہاں لکھا ہے کہ خدا کے عزیز نبی حضرت لوط نے اپنے دو بیٹیوں نے شراب پی کر زنا کیا [پیدایش ۱۹ باب ۳۰ تا ۳۶] خدا کے حکم اور موسےٰ کے ارشاد کے موجب بتیس ہزار باکرہ چھوکریوں سے زنا ہوا اس کو پڑھ کر شرم نہیں آتی کہ برہما پر بلا ثبوت کے اتہام لگاتے ہو اور انجیل کو زیر مطالعہ میں لاتے + **بیت**

تو بر اوجِ فلک چہ دانی چیست چوں ندانی کہ در سرائے تو کیست

(پادری) **صفحہ ۱۸**۔ بحوالہ پدم پُران کے وشنو جالندھر دیت یا دیو کی صورت بن کر اُس کی جورو سے ہمبستر ہُوا وغیرہ +

جواب آریہ۔ اپنی آنکھ میں شہتیر نہیں سُوجھتا۔ مگر دوسرے کی آنکھ کا تنکا بھاری معلوم ہوتا ہے پدم پُران جو کسی شہوت پرست کی تصنیف ہے اُسی کی شہادت پیش کی حالانکہ اُن کتابوں کی شہادت ہمارے مہاتما لوگوں کے بارہ میں صادق نہیں آتی ورنہ ناحق میں صاحب بہادر کی ایچ اوف ریزن بائیبل کے بارہ میں شاید یاسی پڑیگی جاہلوں کی بات کو سند پکڑنا واجب نہیں ہے وید شاستر سے شہادت چاہئے چونکہ یہ ناممکن ہے۔ پس ہم انجیل سے شہادت لاتے ہیں کہ داؤد نے اُوریا کی جورو سے زنا کیا اور اوریا کو عمداً قتل کیا جس کی اولاد سے حضرت مسیح خدا مجسم پیدا ہوا۔ ناک اپنا کٹا ہوا ہے نکٹا لوگوں کو بتاویں افسوس۔ دیکھو سموایل ۲ باب ۱۱ آیت ۲ سے ۵ !!

(پادری) **صفحہ ۱۸**۔ مہادیو اپنے بیاہ میں ننگا ہو کر بیل پر چڑھا۔

جواب آریہ۔ حضرت نوح نے بھی انگوری شراب پی کر اپنی برہنگی ظاہر کی تھی آپ کی الہامی کتاب کہتی ہے۔ دیکھو توریت پیدایش باب ۹ آیت ۲۱ ذرا اس طرف بھی بدعملی اور شہوت پرستی کی کتاب میں ہے یہ ہرگز قابل تسلیم نہیں۔ معترض نے بے سروپا باتیں بلا ثبوت وید شاستر کے لکھدی ہیں۔ کل اعتراض ان کتابوں پر ہیں جن میں ...... سو برس کے اندر لوگوں نے عجیب و غریب قصہ جات اپنی مطلب براری کے لئے درج کر دئے ہیں پس اس صورت میں جو کل اعتراض سچے دھرم پر غلطی سے کئے ہیں سب بے معنی ہیں ہم کس کا جواب دیں۔ اگر کوئی اعتراض

وید مقدس پر کرتا تو ہم بخوشی جواب دینے کو حاضر تھے مگر پادری صاحب بیچارے شاید اُنکے نام سے بھی بے خبر ہیں۔ پس اعتراض کہاں سے لاتے اور اپنی استعداد و تحریرات کہاں البتہ پُرانوں پر اعتراض کئے ہیں۔ اور اُنہیں کے ماننے والے برہمنوں نے کچھ ٹکے دے کر اعتراض لکھائے ہونگے۔ کیونکہ اُمید نہیں کہ پُرانوں کے پڑھنے کی بھی کچھ استعداد رکھتے ہوں۔ مگر ہم نے تو انجیل۔ فارسی اُردو۔ رومن و ناگری وغیرہ بھی پڑھی ہے اسلئے ہم نے جو اعتراض کئے ہیں خود بائیبل سے دکھلانے کو حاضر ہیں۔ بشرطیکہ کوئی منکر ہو چونکہ پادری صاحب نے پُرانوں پر اعتراض کر کے جاہل ہنود کو شکوک میں ڈالنے کیواسطے کتاب بنائی ہے۔ پس ہم اُس کی کیا تردید لکھیں جب کہ کل اعتراض ہی بے بُنیاد ہیں۔

(پادری) صفحہ ۱۲۰ - تیس دیوتاؤں کے بارہ میں کفایت ذکر کے رام چندر پر الزام لگائے ہیں، کہ اُس نے راون برہمن کو مارا اور اپنی عورت کو جو راون کے گھر میں داخل ہوئی تھی۔ پھر قبول کیا اور لوگوں نے اسکو اشد ناپاک ٹھہرایا +

جواب آریہ اول تو رام چندر انسان تھا اُس کی بہادری کی طرف دیکھ کر عیسائیوں کو چاہیئے کہ اس کو ہر لہ ایک پیچے نبی کے سمجھیں۔ آج دُنیا کے مہذب اور عالم قوم ایک میل کے دریا پر پُل بسانا بڑی مشکل سمجھتی ہے اور وہ بھی برس دو برس کے بعد گر پڑتا ہے اس مرد میدان نے ۲۵ کوس سمندر پر پُل باندھ کر لنکا میں بڑی بھاری لڑائی لڑ کر فتح پائی یہ فقط اپنے باپ کی قول برداری تھی اور یہ اُس کی عصمت تھی کہ اُس نے غیروں کے پاس رہنا قبول نہ کر کے خاوند کے ہمراہ ہوئی اگر اُس عالم تنہائی میں کسی نے فریب اُس کی عورت کو چُرا لیا۔ اور اُسوں نے تن تنہا با وجود مدد لینے اپنے باپ بادشاہ کے فتح حاصل کر کے اُسکو جو ایک پاک دامن مشہور ہے بقول فیضی **بیت**

تمش را پیرہن عریاں ندیدہ ۔ چو جاں اندر تن و تن جاں ندیدہ

گھر میں لایا تو اس میں اس کو کیا الزام آیا۔ نے تعصب تیرا خانہ خراب ہو تجھے انصاف سے عداوت ہے سیتاجی تو چور راون کے گھر میں چلی گئی۔ مگر مریم تو خوشی سے ذکریا کے گھر میں چلی گئی تھی اور وہاں سے حاملہ بھی ہو آئی تھی اور اُسکی پاکیزگی کی شہادت بھی یہودی خوب دیتے ہیں پھر یُوسف نے گھر میں رکھ لی تھی جسکا ذکر لوقا کی انجیل ۱/۳۹ میں ہے۔ اور یعقوب نبی کی پیاری دختر دینہ نام سکم کے گھر میں رہی اور اُس سے ہم بستر بھی ہوئی مگر یعقوب نے ایسے گھر میں کھ دیا جس کا ذکر ۳۴/۲ پیدائش میں ہے افسوس کہ خدام دین آنکھ کے اندھے نام مین سکھ دیئے گریباں میں مُنہ ڈال کر بائیبل کو نہیں دیکھتے +

(پادری) صفحہ ۱۲۱ اور ۱۲۲ پھر معترض کرشن جیو کی بابت لکھتا ہے کہ بھاگوت پُران کی رو گوپیوں کے ساتھ بد اعمالی کرنا اُس کا ظاہر ہوتا ہے اور یہ لکھا ہے کہ گوشلے گوپیوں کے مزے کا امرت پیا ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوں کے دین کے رُو سے خدا پاک نہیں +

جواب آریہ اول آپ اپنے گھر میں بائیبل کو غور سے وچار یں کیا وہ بھاگوت سے زیادہ خدا کی ذات پر الزام نہیں لگاتی ہے پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ خدا کے مقربین نے کیا کیا سین کیا۔ یہودہ نبی نے اپنی بیٹی تمر نام کی تمرنام سے زنا کیا جس کا ذکر پیدائش باب ۳۸ آیت میں ہے اور سلیمان نے ایک ہزار سے بڑھ کر عورتوں سے بد افعالی بلکہ بُت پرستی بھی کی سلاطین باب ۱۱/۳ آیت میں ذکر ہے لُوط نے ۲ اور ابراہیم نے شاید تین داؤد نے ۹۹ بلکہ ۱۰۰ الغرض کیا کہوں یشعیاہ کے تیں باب آیت ۱۷ میں خدا بھی عورتوں کی اندام نہانی اُگھاڑنے گا۔ اے پادری صاحب ذرا سوچ کر اعتراض کیا کرو کرشن جیو مہاراج تو نہایت عالم باعمل نیک بخت نیک سیرت جوانمرد انسان تھے اُن کو ملزم ٹھہرانے ہو اور سند بھاگوت کی لاتے ہو جو بالکل بے سند کتاب ہے صفحہ ۱۲۱ میں جو

معترض نے گیتا کا شلوک لکھا ہے۔ اُس سے صاف ثابت ہو گیا ہے کہ معترض سنسکرت سے ناواقف گیتا سے ناآشنا ہے افسوس کہ گیتا میں یہ شلوک بالکل نہیں ہے پس اُس کے کُل اعتراض بے ثبوت ٹھہرے۔ جس شخص نے بلا تعصب دل سے گیتا کا مطالعہ کیا ہے وہ کرشن جیو کی روحانی تاثیر کا قایل ہو سکتا ہے۔ اب آگے چلکر معترض خدا کے پاک۔ عادل رحیم۔ عالم الغیب۔ ہمہ دان۔ صادق وغیرہ صفات برہما۔ بشن۔ مہیش و رام کرشن میں تلاش کرتا ہے۔ افسوس کہ برہما۔ بشن۔ مہیش وغیرہ جو کسی زمانہ میں انسان تھے اُن کو ہمارا خدا مان کر اُن پر جھوٹے الزام پُرانوں سے لگا کر طعن زنی کرتے ہیں جو اُن کی تہذیب کا حقیقی نور ہے پس ہم انجیل میں بھی تلاش کرتے ہیں کہ بائیبل کے خدا میں یہ چند صفات مذکورہ بالا ہیں یا نہیں۔ البتہ لفظ **قدوس** انجیل میں ہے۔ مگر اس کی قدوسیت ظاہر نہیں ہوتی۔ کیا عورتوں کی اندام نہانی اُگھاڑنا قدوسیت ہے کیا **لُوط۔ داؤد۔ سلیمان۔ یہود۔ موسے** وغیرہ کو دوست رکھنا اور سزا نہ دینا قدوسیت ہے کیا ایک آدم کے گناہ کے بدلے کُل دنیا کو گنہگار ٹھہرانا عدل ہے۔ کیا ایک کے پھانسی دئے جانے سے اوروں کے گناہ بخشے جانے عدل ہے کیا ایک بے گناہ کو پھانسی دینا انصاف میں داخل ہے برخلاف صفت رحمت کے عیسائیوں کا خدا جلاد ہے۔ موسے نے کروڑوں آدمی مارے۔ ہزاروں کا خون بہایا اس کے مرید یشوع نے ہزاروں کا ستیاناس کیا۔ سموئیل ۲ باب ۱۹۔ آیت میں خدا نے پچاس ہزار ستر مار ڈالے خدا حکم دیتا ہے۔ اب تو جا اور عمالیق کو مار اور سب کچھ جو اُس کا ہے یک لخت برباد کر اور اُن پر رحم مت کر بلکہ مرد عورت ننھے بچے شیر خوار اور بیل بھیڑ بکری اونٹ گدھے تک سب قتل کر سموئیل ۱۵/۳ گنتی ۲۵/۹ چوبیس ہزار کو مار ڈالا گنتی ۱۱/۳۳ گوشت دانتوں ہی تلے تھا کہ سخت مار مارا ہو ستثنا ۲۸/۵۶ کی رو سے تیں بھیکی جاویگی وبیٹ والی عورتیں چیری جاویگی سموئیل ۱/۶ سدیوں کو بواسیر سے مارا پیدایش باب ۷ طوفان سے مارا حزقیل ۲۱/۴ سب پر تلوار چلاؤنگا پس رحیم کہاں رہا بلکہ رجیم ہو گیا عالم الغیب ہونے کی بھی انجیل تردید کرتی ہے عاموس باب ۹ میں خدا فرماتا ہے میں اُن کی اولاد کو تلوار سے مارونگا۔ اُن میں سے کوئی بھاگ نہ سکیگا۔ اور اگر نکل بھاگے رہائی نہ پاویگا۔ اگر وے پاتال میں سیندھ کی جاوے میرا ہاتھ وہاں سے کھینچ لاویگا۔ اگر آسمان پر چڑھ جاوے تو وہاں سے اُتاروں۔ اگر سمندر کی تہہ میں میری نظر سے چھپ جاوے تو وہاں سانپ کو حکم کرونگا کہ وہ اُن کو وہاں سے جا کر کاٹے کیا خوب عالم الغیب ہے جو زمین اور آسمان کے کلابے ملا رہا ہے اور یہ خیال نہیں کہ سانپ نافرمانبردار پہلے ہی لعنتی ہو چکا ہے خدا طوفان کو بھیج کر پچھتایا اور زمین کے باشندوں کو غرق کر کے دلگیر ہوا اور توبہ کی کہ آیندہ میں ایسا نہ کرونگا۔ پیدائش باب ۹ و ۶ عدن میں پکارا کہ اے آدم تو کہاں ہے تجھے کس نے جتایا کہ ننگا ہے۔ کیا اُس درخت کا ثمر کھایا جس کی بابت میں نے منع کیا تھا پیدائش ۹/۳ و ۱۱ خدا نے قاین سے کہا تیرا بھائی ہابیل کہاں ہے پیدائش ۱۸/۲۱ میں اب اُتر کے دیکھونگا کہ اُنہوں نے سراسر اُس چلانے کے مطابق جو مجھ تک پہنچا یا گیا ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو میں دریافت کرونگا پیدائش ۲/۱۶ خدا نے آدم سے کہا کہ نیک و بد کی پہچان کے درخت سے کچھ نہ کھانا کیونکہ جس دن تو کھائیگا ضرور مریگا۔ پیدائش ۵/۵ برخلاف اس کے انجیل کے رُو سے آدم کی عمر نو سو تیس ۹۳۰ برس کی ہوئی حضرت ہمہ دانی کی قلعی کھل رہی ہے اب خدا کی صداقت بھی معترض کو دکھاتا ہوں۔ خدا نے موسے کو کہا تو فرعون کو جا کر ہدایت دے اور میں فرعون کے دل کو سخت کرونگا۔ اور فرعون تمہاری نہ سنیگا خروج ۴/۲۱ وغیرہ پس صداقت اسی کا نام ہے اور قدوس کا یہی کلام و کام ہے۔ تو ہمارا بھی سلام ہے +

پادری پھر مہا بھارت میں کرشن کی بابت یوں لکھا ہے کہ جب اِن کی آنکھ رادہا سے لگی تو ایک دن سندر بن میں گھوش کی بہن نے ان دونوں کو ایک جگہ پایا۔ اس نے رادہا بہت ڈر گئی

اور کرشن سے کہنے لگی کہ وہ میرے خصم سے یہ باتیں کہہ دیگی اور وہ آکر مجھے مار ڈالیگا۔ اور کرشن نے ہنستے کہا کہ تم مت ڈرو اگر شاید وہ آویگا تو میں کان کاٹ جاؤں گا۔ اور تو میری پوجا کرنے لگیو۔ پس میدان حیث لیجئے افسوس ہزار افسوس بھلا ایسے شخص میں بھی کہیں سچائی پا سکتے ہیں *

جواب آریہ۔ نہیں معلوم کہ ان لوگوں نے جھوٹھ بولنے کا شیوہ کہاں سے سیکھ لیا ہے۔ اور کیوں خواہ مخواہ لوگوں کو دھوکہ دیکر بہکا کر گمراہ کیا کرتے ہیں ہم نے مہابھارت میں پڑتال کی کہیں اسکا نشان موجود نہ پایا بلکہ یہ ذکر تو بھاگوت میں بھی نہیں ہے اسواسطے ہمیں کہنا پڑا کہ مصنف دین حق کی تحقیق کی عقل پر اور اس کے جھوٹے اعتراضوں پر افسوس صد ہزار افسوس بھلا ایسے پادریوں میں بھی کہیں سچائی کا نشان پا سکتے ہیں۔

(پادری) صفحہ ۱۳۲ تا ۱۳۴ ہندوؤں میں پیدائش کی بابت بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ کوئی شیو۔ کوئی وشن۔ کوئی کالی کوئی دیوی کو پیدا کرنے والا مانتا ہے۔ پہلے مایا سے ست رج تم۔ پھر اہنکار پھر اکاش۔ پھر وایو آگ پانی پرتھوی۔ اس سے انسان پیدا ہوئے۔ اور حوالہ صرف کرم پران ولنگ پران اور برہم ویورت پران و مارکنڈے پران و بھاگوت پران وغیرہ کا دیا ہے۔

جواب آریہ۔ معترض سے ہم پوچھتے ہیں کہ بائیبل میں جو لکھا ہے کہ کہیں دنیا کا بنانیوالا گاڈ۔ خداوند کہیں۔ جہووا۔ کہیں لارڈ۔ کہیں فادر۔ کیا تمہارے بہت خدا ہیں یا یہ سب ایک ہی خدا کے نام ہیں اگر قول اول درست ہے تو اعتراض تمہارے پر عاید حال ہے۔ اگر حصہ دویم ہے تو شیو۔ وشن دیوی بھی ایک ہستی پرمیشور کے نام ہیں علاوہ پران اگر وید مقدس سے پیدائش کا حال پڑھتے جو پرمیشور نے خود ہم کو بتلایا ہے تو کوئی شک نہ رہتا اور علم و عمل کے مطابق تھا۔ جاہلوں کی تصنیفات میں دیکھ کر خود غرضوں کی زبانی سنکر اور ایسی دیسی کتابوں میں برخلاف عقل پیدائش کا حال پڑھ کر دل میں فیصلہ کر لیا (مثل اسپ من اسپ است و اسپ دیگران چون خر است) بائیبل کی پیدائش کیسی اوٹ پٹانگ ہے۔ دیکھئے سات دن میں دنیا کو پیدا کیا عدن میں باغ انگور لگایا۔ شام کو خدا اسمیں ٹہل رہا تھا۔ (کیسی بھول ہے) ابتدا میں خدا نے آسمان کو اور زمین کو پیدا کیا۔ اور بیڈول اور سنسان تھی اور گہراؤ کے اوپر اندھیرا تھا۔ اور خدا کی روح پانیوں پر جنبش کرتی تھی۔ اور خدا نے کہا اجالا ہو اجالا ہو گیا۔ اور پھر خدا نے اجالے کو دیکھا کہ اچھا ہے اور خدا نے اجالے کو اندھیرے سے جدا کیا اور خدا نے اجالے کو دن کہا اور اندھیرے کو رات کہا سو شام اور صبح پہلا دن ہوا۔ پیدائش باب ۱ ہم پوچھتے ہیں کہ خدا ازلی ہے یا نہیں۔ اگر کہو کہ ازلی ہے۔ تو ازل میں ابتدا نہیں ہوتی کیونکہ ازلی کے معنے ہیں جس کی ابتدا نہ ہو اور ابتدا کہتے ہیں شروع کو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسائیوں کا خدا ازل سے بیکار تھا اور دنیا پیدا کرنے کے علم سے بے خبر تھا۔ جو کہو کہ خدا ازلی نہیں۔ تو وہ خدا ہی نہیں ہو سکتا۔ آسمان سے کیا مراد ہے خدا کے رہنے کی جگہ یا خلا۔ اگر حصہ اول درست ہے تو جب تک آسمان نہیں بنا تھا تب تک خدا کس جگہ رہتا تھا۔ صاف طور یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ جا بے بلا دوست رہا ہوگا یا مکان بنانے کے فکر میں ہو مگر کوئی نقشہ سمجھ میں نہ آیا ہوگا۔ جو حصہ دوم جو اعتقاد ہے تو بائیبل بے بنیاد ہے کیونکہ اسمیں اس کا ذکر نہیں البتہ شرح کرنے والوں نے مراد آسمان از خلا رکھی ہے خیر باشد

تو اس کی پیدائش نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ اوپر نیچے ایک سا ہے جب پول میں تھا تو کیا تھا اور خدا کہاں رہتا تھا۔ خدا کا علم کامل تھا یا بیڈول۔ اگر سوال اول درست ہے تو اس سے زمین بیڈول کیوں پیدا ہوئی اور پھر بیڈول یعنے اونچے نیچے کو کیوں برابر کیا۔ جو حصہ دوم ٹھیک ہے تو وہ خدا ہی نہیں ہو سکتا۔ خدا محیط کل ہے یا محدود۔ حصہ اول میں خدا کے روح پانیوں پر جنبش کرتے تھے (جس کو بائیبل نے مرغابی کیسی سمجھ کر رکھا ہے) نہیں ہو سکتا۔ جب روح پانیوں پر جنبش کرتی مانو گے تو خدا کے جسم کو پانیوں میں ڈوبا ہوا یا کسی اور جگہ قبول کرنا پڑے گا۔ جو خدائی اوصاف کے عین برخلاف ہے۔ سوال دویم جو محدود ہے وہ خدا نہیں بلکہ انسان۔ یا حیوان یا کوئی اور نباتات وغیرہ ہیں۔ خدا نے اجالے کو دیکھ کر کہا کہ اچھا ہے۔ کیا پہلے نہیں جانتا تھا اور اجالا اُس کے علم میں نہ تھا۔ اگر ہوتا تو دیکھ کر اچھا نہ کہتا۔ اور خدا نے کہا کہ پانیوں کے بیچ آسمان ہو اور پانیوں کو پانیوں سے جدا کرے تب خدا نے آسمان کو بنایا وغیرہ وغیرہ سو شام اور صبح دوسرا دن ہوا۔ آیت غور کیجئے اگر پانیوں کے بیچ آسمان نہ ہوتا تو پانی کہاں رہتے ہیں کہ آسمان کو بھی آیت میں پہلے دن میں بنایا تھا اب دوسرے دن اسکا کیا بنا کہاں تک تحریر کیا جاوے مختصر یہ ہے کہ تیسرے دن خدا نے سمندر اور نباتات اور چوتھے دن چاند سورج غرض چھ دن میں سب کچھ پیدا کر کے آدم کو اپنی صورت پر بنا کر ساتویں دن آرام کیا۔ پیدائش باب پہلا۔ ہیں کہ ملا سورج چاند۔ پہلے دوسرے تیسرے چوتھے دن کی تمیز ہوئی۔ افسوس بائیبل نے لامحدود کو ہمہ جا کو تھک جانے کے خدا کی ٹھہرا دی۔ جس پر آدم بنا۔ سچ ہے تب ہی تو انسان کی طرح تھک کر ساتویں دن آرام کیا۔ خدا نے آدم پر بھاری نیند بھیجی وہ سو گیا۔ اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی نکالی اور اس کے بدلے گوشت بھر دیا۔ اور خداوند نے پسلی سے ایک عورت بنا کر آدم کے پاس لایا۔ پیدائش باب ۲ آیت ۲۱ تا ۲۲ سبحان اللہ اور یہ کام پرمیشور سرب ویاپک یعنے خدا محیط کل ہے۔ وہ کیونکر تمام عالم کی خبرداری چھوڑ کر ایک بیچارے آدم کے پیچھے پڑ گیا نیند بھی شاید بے خبر ہو گئی تب ہی تو لفظ بھاری تحریر ہوا ہے شاید نیند سے بائیبل کی مراد بیہوشی قائل ہو گی کیونکہ پسلی کاٹتے ہوئے آدم کو خبر نہ ہوئی۔ اسمگرجا تو کارد حجر کا تو درکار نہیں معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اپنے تیز ناخنوں سے جو شیر کے برابر ہیبت والے ہونگے پسلی کاٹی ہوگی۔ وہ گوشت کہاں سے آیا۔ جو پسلی کے عوض بھرا گیا کیونکہ اسوقت سوائے آدم کے اور کوئی پیدا نہ ہوا تھا خدا نے شاید اپنی ران کاٹ کر بھرا ہوگا۔ آدمی کی بناوٹ سے صاف ظاہر ہے کہ اسکی کوئی پسلی کم نہیں اور عورت مرد دونوں کے اعضا زندگی کی ساخت یکساں ہے۔ بھلا ایک پسلی سے تمام اعضا بدن کسطرح بنے مثلاً آنکھ۔ کان۔ سر۔ ناک۔ ہاتھ۔ پیر وغیرہ وغیرہ یورپین شرح صاحبان غور فرماویں شاید جواب میں پادری صاحبان دُر افشانی کریں گے۔ کہ خدا قادر مطلق ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں بقول آپ کے وہ قادر مطلق بغیر پسلی کے عورت نہیں بنا سکتا تھا۔ ثابت ہوا قادر مطلق کے یہ معنے نہیں کہ جو ناممکنات دل میں آیا کر دیا یاد رہے۔ وہ اپنے قوانین سے برخلاف کچھ نہیں کرتا (چنانچہ اسکا فیصلہ ستیارتھ پرکاش میں موجود ہے دیکھ لینا) ذرا گریبان

میں منہ ڈال کر دیکھئے یہ کیسی جہالت وضلالت سے پیدائش کا ذکر ہے پرانوں میں اگرچہ مختلف ناموں سے پیدائش کا ذکر ہے تاہم اس میں پیدا کنندہ کی یہ بزرگی دکھائی ہے کہ اُس نے جہان کو ایک آن میں پیدا کیا۔ برخلاف عیسائیوں کے خدا کے چھ روز میں پیدا کر کے ساتویں روز تھکان کے دور کرنے کے لئے آرام کیا (مفصل مباحثہ پیدائش کا ست دھرم وچار میں درج ہے)

پادری صفحہ ۱۴۵ ۔ ہندوؤں کی کتابوں میں شہد اور دودھ وغیرہ کے سمندر لکھے ہیں اور حوالہ بھاگوت و مارکنڈے پران کا دیتے ہیں ۔ ان کا بھی کہیں ٹھکانا نہیں لگتا صرف وہم کے سمندر میں ڈوبتا رہا ہے۔

جواب آریہ ۔ پادری صاحب کو خروج کے تین باب کی آٹھویں آیت کو دیکھ کر بچارنا چاہیئے ۔ خدا فرماتا ہے کہ "میں بنی اسرائیل کو مصریوں کے ہاتھ سے نجات بخشونگا ۔ اور اس زمین سے نکال کر اچھی وسیع زمین میں جہاں شہد اور دودھ موج مارتا ہے پہنچا دونگا۔" اور اسی طرح یشوع کے باب ۵/۶ میں درج ہے ۔ "خداوند نے اُن کے باپ دادوں سے قسم کر کے کہا کہ میں تم کو دونگا وہ زمین جسمیں شیر و شہد بہتا ہے"۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ کہاں خدا نے شہد اور دودھ کے سمندر بتلائے جس جگہ یہ سمندر ہوں گے بیچارے برہمنوں نے بھی انہیں کیطرف اشارہ کیا ہے کیا بھاگوت سے بائیبل زیادہ توقیر پا سکتی ہے ۔

پادری صفحہ ۱۴۵ ۔ ہندوؤں کے دین میں زمین ایک چٹیل میدان کنول کے پتے کی صورت ہے اور کچھوے کی پیٹھ پر ہے اور بعضے پرانوں میں لکھا ہے کہ شیش ناگ کے سر پر ہے سو ہندوؤں کے شاستروں کی یہ باتیں علم ہیئت وغیرہ کے رُو سے صاف غلط ٹھیرتی ہیں اُن کے مصنف بے خبر تھے اور زمین کو کھڑی سمجھتے تھے اور حساب فاصلہ سیاروں کا نہ سمجھتے تھے ۔

جواب آریہ ۔ ضرور نہ سمجھتے تھے کیونکہ گرہن وغیرہ کا حال جو بتلاتے تھے اسیواسطے سیارات کو نہ سمجھتے تھے اور پتری یعنے جنتری جو بناتے تھے شاید معترض اُنکو اوروں کی ایجاد سمجھتا ہوگا ۔ یقیناً اپنے ہی خدا کے مقرب یشوع کی جو علم ہیئت کا کامل تھا ۔ جس نے باب آیت ۱۰/۱۲ میں سورج کو کہا کہ اے آفتاب جبعون پر ٹھیرا رہ ۔ اور اے مہتاب تو بھی وادی ایلون کے درمیان ۔ تب آفتاب کھڑا رہا اور مہتاب ٹھیر گیا ۔ یہاں تک کہ اُن لوگوں نے اپنے دشمنوں سے انتقام لیا اور آفتاب آسمان کے بیچوں بیچ ٹھیرا رہا اور قریب دن بھر کے پچھم کیطرف کو مائل نہ ہوا"۔ جہان میں اسوقت شاید سورج اور چاند اکٹھا چلتے ہوں گے اسلئے چاند اور سورج دونو کو یشوع نے کھڑا کر لیا اب خدا نے اُن کو الگ الگ کر دیا ۔ افسوس اس کا کیا جواب ہے یشوع نے زمین کا کھڑا رہنا دل میں ضرور رکھا ہوگا ورنہ زمین کو بھی کھڑا رہ ہو کہتا ۔ مکاشفات یوحنا کے ۱۲/۱ ایک دم بڑا نشان آسمان پر نظر آیا ایک عورت سورج کو اوڑھے ہوئے تھی اور چاند اُس کے پاؤں تلے اور اُس کے سر پر بارہ ستاروں کا تاج وہ عورت حاملہ تھی اور درد سے چلاتی تھی جننے کو اینٹھی تھی اور ایک لال رنگ کا بڑا اژدہا آسمان پر دیکھ پڑا جس کے سات سر اور دس سینگ ہیں اور سروں پر سات شاہی تاج رکھے ہوئے ہیں اور اُس کی دُم نے ۱/۳ حصہ ستاروں کو کھینچکر زمین پر دے مارا"۔ چونکہ یہ مسئلہ بائیبل کا ہے برخلاف علم کے بھی معترض کو مُسلم ہے ۔ عورت کا وجود آسمان پر اور سورج جس کی چادر اُس نے اوڑھی ہوئی تھی اور آسمان پر حاملہ بھی ہوئی تھی یہاں پر بھی خدا یا روح القدس کی نظر عنایت ہوئی ہے ۔ اور اُس اژدہا کی دُم کتنی بڑی ہوگی جس نے ۱/۳ حصہ ستاروں کو زمین پر دے مارا علم ہیئت کے دعوے کرنے والو ذرا غور تو کرو کہ جتنے ستارے ہیں یہ سب بڑے بڑے کرۂ زمین سے ہیں اور ایک بھی اس زمین پر نہیں آ سکتا کیونکہ اُس سے ہر ایک کئی حصے بڑے ہیں وہ ۱/۳ حصہ ستارے کس زمین پر گرے شاید پادری صاحب کے گھر پر گرے ہونگے ۔ افسوس کہ یہ مسائل بیچ ملکہ اُن کا اعتقادیات اور وہ شخص جو تمام سیارات و کواکب سے واقف اور علم نجوم کے موحد اُن کے قول ہیئت کے خلاف واہ رے یہودا تیری ہیئت ذاتی و ستارہ شناسی ۔

(پادری) صفحہ نمبر ۱۴۶ ۔ پھر وید میں لکھا ہے کہ سورج آگ سے اور چاند سورج سے پیدا ہُوا اور مینہ چاند سے ہوتا ہے ۔ کہ بجلی دو بادل کے مل جانے سے پیدا ہوتی ہے اور بادل تین کوس سے اونچا نہیں ہوتا وغیرہ ۔

جواب آریہ ۔ آپ نے وید کا نام تو لیا مگر وید کا حوالہ کیوں نہ دیا پتہ لکھا تو درکنار یہ بھی نہ لکھا کہ کس وید میں ہے ہاں بائیبل پر وید کا دھوکہ ہُوا ہوگا ۔ جہاں لکھا ہے اُسی دن بڑے سمندر کے سب سوتے پھوٹ نکلے اور آسمان کی کھڑکیاں کھل گئیں ۔ ۷/۱۱ خدا کہتا ہے جب میں زمین کے اوپر بادل لاؤں ۔ تو میری کمان بادل میں دکھائی دیگی ۔ پیدائش ۹/۱۴ تب خداوند نے سدوم اور عمورہ پر گندھک اور آگ خداوند کی طرف سے آسمان پر سے برسائی ایضاً ۱۹/۲۴ واہ صاحب کیا آسمان میں کھڑکیاں لگی ہوئی ہیں کیا قوس قزح خدا کی کمان ہے ۔ لیکن علم سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سے سورج اور بارش ہے تب سے یہ پانی پر سورج کی روشنی پڑنے سے دیکھتی ہے خدا نے آسمان پر گندھک اور آگ کے انبار کر رکھے ہیں چونکہ یہ مسائل بائیبل کے ہیں ۔ اس لئے معترض کو علم سے پڑتال کرنے کی جرأت نہ ہوئی ۔ اور یہ ایک عام قاعدہ بھی ہے کہ اپنی آنکھ کا شہتیر اکثر متعصبان مذاہب کو نہیں دکھلائی دیتا ۔ جس طرح ہم نے ہر ایک اعتراض کو حوالہ سے تحریر کیا ہے ویسا ہی معترض کو بھی اگر اعتراض اُسکی صداقت کی لو رکھتے ہیں مع حوالہ کے تحریر کرنا چاہیئے ورنہ دعوے بلا دلیل سے سوائے ذلیل ہونے کے اور کسی طرح کی سرخروئی نہیں ۔

پادری صفحہ ۱۴۶ تا ۱۵۲ ۔ ہندوؤں کی کتابوں میں معبود کون ہے ۔ آیا برہما ۔ بشن ۔ مہیش یا تینوں مل کر اور حوالہ لنگ پران مارکنڈے پران بھاگوت پران و پدم پران ۔ بارہ پران و برہم ووئیورت پران کا دیتا ہے ۔ اور باہم اُن کا اختلاف ہے ۔

جواب آریہ ۔ یہاں پر معترض نے اپنی مرضی کے موافق مسئلہ بنا دیا تینوں ملکر ہندوؤں کے معبود ہوں اس جگہ تثلیث ثابت کرنے کا ارادہ ٹھیرا ہوگا ۔ پرانوں کے شلوک لکھ کر معترض کہتا ہے کہ وید شاستر میں اختلاف ہے ۔ ہم اگر انجیل برناس اور مصنوعی اناجیل سے اختلاف پیش کریں تو قابل تسلیم ہوگا یا نہیں معترض نے سخت غلطی کھائی اور بے فائدہ محنت اُٹھائی ۔

پادری ۔ صفحہ ۱۵۳ تا ۱۵۶ ۔ شاستروں میں ہی اختلاف دکھاتا ہے کہ چھ شاستروں میں ایسے ایسے بکھیڑے ہیں اور یوں تو اختلاف اور جھگڑوں سے بھرے پڑے ہیں ۔

جواب آریہ - اے صاحب اوّل تو اختلاف نہیں ہے - بالفرض اگر ہوں - تو ہمیں کچھ خوف نہیں - کیونکہ وے انسانوں کی تصنیف میں الہامی نہیں - لیکن آپ نے کسی شاستر کا کوئی حوالہ نہیں دیا اور پران کسی طرح پرمان کے قابل نہیں مگر آپ کی الہامی کتابوں میں جیسا اختلاف ہے اُس کا ہم پورہ اندازہ نہیں کر سکتے مولوی رحمت اللہ صاحب و ڈاکٹر وزیر خاں صاحب نے آپ کی کتابوں ہی سے ثابت کر دیا اور تم مقر ہوئے کہ چالیس ہزار اختلاف ہماری کتابوں میں ہیں اور ڈاکٹر گریسباخ نے ڈیڑھ لاکھ اور وٹیس تن صاحب نے دس لاکھ اختلاف انجیل مقدس سے نکالے ذرہ مُنہ گریبان میں ڈالکر غور کیجیے - کیونکہ آفتاب لب بام ہے - اے معترض چھ شاستر فلاسفی ہیں جن کے اصولوں پر حکما نے بحث کی ہے ان میں اختلاف صرف دلائل یا پرمانوں کا ہے - معنوی یا حقیقی اختلاف نہیں ہے مگر اُن کے سمجھنے کے واسطے سنسکرت کے اعلےٰ درجہ کی لیاقت درکار ہے اور وہ متعرض میں دشوار ہے - پس اسکے نہ سمجھنے سے اعتراض سراپا بیکار ہے ہم قطع نظر اور اختلافوں کے صرف روح کے بارہ میں اختلاف دکھلاتے ہیں - اور مصنف بھی آپ کو سناتے روح کے بارے میں انجیل محض دھوکھا دیتی ہے - خود اس کو سمجھتی ہے اور نہ بتلا سکتی ہے پیدائش ۹/۴ استثنا ۱۲/۲۳ احبار ۱۷/۱۱ زبور ۱۰۴/۲۹ پیدائش ۲/۷ استثنا ۱۲/۲۳ زبور ۴۹/۱۹ امثال ۱۲/۱۵ پیدائش ۲۵/۸ و ۳۷/۳۵ و گنتی ۱۶/۳۰،۳۳ اور رالوب ۳۸/۱۲ و ۲/۱۲ و ۱۰/۲۱ واعظ سلیمان واعظ ۱/۱ و ۳/۱۹ تا ۳۱ میں باہمی سخت مخالفت ہے - یہ نقص روح کے بارہ میں بطور نمونہ درج ہیں *

العاقل تکفیہ الاشارۃ اگر زیادہ اختلاف دیکھنے ہوں تو بائبل پر سیر دروزہ شروع سے اخیر تک ملاحظہ فرمایئے -

(پادری) صفحہ ۱۵۷ - وید میں چاند - سورج - اندر - رودر - ہوا آگ پانی - ورن اور برستے کی پوجا ہے اور پرانوں میں اکثر چیزوں کی پوجا ہے اور ہندوؤں کے پرستش اور پوجا کے وشئے میں بڑا اختلاف ہے -

جواب آریہ - اے صاحب وید مقدس میں چاند سورج ورن آگ وغیرہ مخلوقات کی پوجا نام کو نہیں ہے مگر صرف ایک پرماتما یا پرمیشر کی عبادت کا ارشاد ہے مفصل دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱ سے ۲۷ تک کسی سنسکرت دان سے پوچھکر تسلی کر لیجیے آپ کو صفحہ ہ کے حاشیہ کی عبارت بھول گئی ہے - جہاں آپ نے لکھا ہے کہ رگوید کے بھاش میں وششٹ منی لکھتا ہے کہ رگوید خدا کے حق میں یوں کہتا ہے کہ وہ قادر مطلق اور واحد اور سب سے اُولے اور ہمہ دان اور نکام - کرودھ - لوبھ - موہ - مدہ اور تین کال اور تین اوستھا سے پرے ہے اور صفحہ ۱۶۴ میں آپ لکھتے ہیں کہ آیا ہندوؤں میں خدا واحد ہے یا نہیں اور اس بات کے قائل بھی کہ ہود مانتے ہیں - ایک خدا کو اور اپنی طرف سے ایک سرتی ایکو برہم دتیو ناستی درج کری ہے اور یہ کہ بولتا وہی ہے یعنے سب میں خدا ہی بولتا اور مایا کے بس ہو گیا وغیرہ وغیرہ معترض کی اس سخت غلطی پر جی چاہتا ہے - کہ اُس کے ایک ایک حرف کا دندان شکن جواب دیا جاوے مگر خوف طوالت دامنگیر ہے - دیکھیئے اوّل شرتی ہی غلط لکھی - ایکو برہم دوتیہ ناست لکھا ہے دوئم اگر مایا کے بس میں کبھی ہوا ہی اُس خدا سے جو نو مہینے ماں کے شکم میں رہ کر خون حیض سے پرورش پاتا رہا - اور مرتے وقت نہایت سوگواری سے چلا دیا بدرجہا اشرف و افضل ہے - ہاں اگر یہاں برخلاف واحدانیت کی تثلیث کے دلائل پیش

کریں تو ایک میں تین یا تین میں ایک ہے کشتی درون دریا دریا درون کشتی کچھ گرداب ماں کا سامنا ہوتا ہے *

پادری - صفحہ ۱۵۷ تا صفحہ ۱۶۲ - کتنے پرانوں میں شراب کباب سے منع ہے - اور بھاگوت میں لکھا ہے کہ کرشن جی نے شراب پی اور گوشت کھایا - رام اور لچھمن نے بھی گوشت کھایا - رگوید میں لکھا ہے کہ گو کا بلیدان چاہیئے - وغیرہ وغیرہ -

جواب آریہ - خود غرضوں کی تصنیف پرانوں سے ہمارے مہاتماؤں پر الزام قائم کرنا دانشمندی سے بعید ہے - مگر ہاں دانشمندی کا کیا کام - جہاں تعصب اور خود غرضی نے آنکھیں بند کر دی ہوں اعتراض کرتے ہوئے اتنا سوچا کہ گیتا میں کرشن جی نے ہزار ہا جگہ گوشت کی ممانعت کی ہے بلکہ گوشت خور وغیرہ کو حیوان قرار دیا ہے اور کسی وجہ دی روح کو دُکھ نہ دینا یہی پرم دھرم کہا ہے بھلا جس شخص کے ایسے خیالات ہوں وہ شراب نوش اور گوشت خور ہو سکتا ہے مگر پادری صاحب کا بھی کچھ اختیار نہیں کیونکہ سنسکرت کے تو نام سے بھی واقف نہ ہوئے پڑھنا تو درکنار ہے جو کچھ واہی تباہی کسی سے سنا ناپ تاپ لکھ مارا گو میدھ کے یہ معنے نہیں کہ گو کو مار کر بلیدان دینا گو نام زمین کا اور غلہ کا ہے اور میدھ نام ہے صاف کرنیکا یعنے زمین کو اور غلہ کو صاف کر کے ایک کرنا تسلی کے لئے اشٹا دھیائی و یاکرن دیکھو جو ویدوں کی گرامر ہے - اب بائیبل سے دیکھنا چاہیئے کہ شراب کباب کی کیسی زیادتی ہے - نوح کی شراب نوشی پیدائش ۹/۲۱ خدا کا ابرہام کے گھر میں گوشت کھانا پیدائش ۱۸/۸ لوط کی شراب نوشی ایضاً ۱۹/۳۲ وغیرہ وغیرہ جہانتک دیکھو بائیبل شراب و گوشت سے پُر ہے اور اب بھی تجربہ سے ثابت ہے کہ تمام دنیا سے زیادہ شراب نوش اور گوشت خور عیسائی ہیں *

(پادری) صفحہ ۱۷۴ - پھر شاستر کے دوسرے مقام میں لکھا ہے دھرم بل تھر میں پربت کیوپل میں ڈار یو مار * یہ تو کام کرتار کے بوجھے بوجھنہار - اور بھرتری ہری شتک کا بھی حوالہ دیا ہے -

جواب آریہ - قابل غور ہے کہ معترض نے کس قدر بھول کی ہے کہاں شاستر کہاں دوہرے کہاں دھرم بھرتری ہری شتک -

(پادری) صفحہ ۱۷۶ - چنانچہ وید میں یہ بچن ہے -

मोक्षस्तुविशा प्रसादात्तेरेण न लभ्यते ॥

ترجمہ یعنے وشنو کی کرپا بنا موکش نہیں ہوتی *

جواب آریہ - رگ - یجر - سام - اتھروا ان ویدوں میں تو یہ بچن کہیں نہیں البتہ پرانوں میں ہوگا شاید اسیواسطے حوالہ نہیں دیا کہ کس وید میں کہاں ہے اور نہ اس بچن سے ہمارا نقصان ہے جس کے سہارے سے تمام عالم کے اشیاء ٹھہرے ہوئے اور جو سب اشیاء کو جانتا ہے وہ محیط ہے اس پرمیشور کا نام وشنو ہے اُسکی کرپا نا نجات نہیں ہوتی - اور اُس کی کرپا تب ہوتی ہے کہ جب پورے طور پر اُس کے حکم کی پابندی کیجاوے تو نجات کا مالک بندہ نہ دھرم میں - سمجھ کر اعتراض کا موقع نہ ہوگا -

(پادری) صفحہ ۱۸۱ - کسی گورو گنیش سے ادھرتا گایتری لکھوا کر ... (ترجمہ لکھتا ہے) یعنے اوم بھو آکاش سورگ ہم سورج کی بڑی روشنی پر دھیان

کرتے ہیں وہ ہمارے دل کی رہنمائی کرے۔

جواب آریہ۔ معترض نے ترجمہ بہت غلط اور اشدہ اور نافہمی سے لکھا ہے اصلی ترجمہ یہ ہے کہ پرماتما جو پرانوں سے پیارا سب طرح کے بندھن سے رہت سکھوں کے دینے والا حقیقی آنند کا چشمہ سب جگت کا روشن کرنیوالا کمتینت زہن کرے اور دھیان کرنے یوگ شدھ وگیان سروپ ہے اور سب کے آتماؤں کا پرکاش کرنے والا ہے۔

اس کو ہم اپنے آتماؤں میں دھارن کریں۔ وہی ہماری بل بدھی۔ گیان ورِدھ ہوے یہ سب خلاصتاً گایتری کا ارتھ لکھا ہے۔ مفصل پنچ مہایگ ودھی میں درج ہے۔ اہل دانش خود انصاف فرماویں۔ کہ معترض نے کسقدر غلطی کی اور آگے چلکر ستیارتھ پرکاش وکلارلو وتیام رشیں وغیرہ سے اعتراض لکھتا ہے جو بالکل ہیچ ولوچ ہیں اور قابل توجہ نہیں ہیں۔ معترض کی غلطیاں کہاں تک ظاہر کروں۔

یادری کی پیش گوئی وید شاستر میں لکھی ہے کہ ہندؤں دین اُٹھ جاویگا وید شاستر میں یہ بات کہیں نہیں لکھی آپ کا بیان سراپا دروغ ہے ضرور ثبوت دو۔

یادری۔ معجزے اور پیش گوئی ہندو مذہب میں نہیں ہے۔ بڑے بڑے اچنبے کی باتیں رام وکرشن کے حق میں لکھی ہیں مگر بہتیرے راکھشوں نے تپسیا کر کے بڑی بڑی کراماتیں دکھائی ہیں تردید وید دھرم کے رو سے کرامات اور معجزہ کوئی چیز نہیں اور نہ کسی مستند گرنتھ میں ایسے فضولیات کا بیان ہے بلکہ ایسے دور از عقل باتوں کا ان میں نام ونشان نہیں مگر بائیبل ایسی فضول باتوں سے بھرپور ہے اور اسی سے یہ بھی ثابت ہے کہ راکھش یعنے جھوٹے اور بدمعاش لوگ بھی ایسے معجزے دکھلا سکتے ہیں۔ دیکھو متی کی انجیل باب ۲۴۔ آیت ۲۳ سے ۲۸ تک۔

(یادری) صفحہ ۲۰۲ میں لکھتا ہے کہ سانکھ شاستر دنیادی شاستر میں گیتا کا ذکر ہے جس میں کل جگت کی باتیں لکھی ہیں۔

جواب آریہ۔ دعوے بلادلیل ہیچ ہے اپنے نیائے شاستر وسانکھ شاستر کا سوتر کیوں نہ لکھا یہی آپ کا فرضی دعوے آپ کی ناواقفی کا اعلےٰ ثبوت ہے۔

(یادری) صفحہ ۲۰۳۔ اندر نے کا ماتر ہو کے اپنے گورو گوتم کی استری اہلیا سے بھوگ کیا۔

جواب آریہ۔ اندر اہلیا کا قصہ بطور ناٹک کے ہمارے ست شاستر شتپتھ وغیرہ میں درج ہے۔ اور اس طرح ہے کہ اندر۔ سورج کا اہلیا رات کا اور گوتم چاند کا نام ہے۔ رات گویا چاند کی عورت ہے اور سورج اُسکا یار ہے سورج کے نکلنے سے رات کا سنگار بگڑ جاتا ہے۔ جیسے دوست کے بھوگ کرنے سے عورت کی سجاوٹ میں فرق آجاتا ہے اور وہ دوست کے پاس نہیں رہ سکتی ویسے ہی سورج کے نکلنے سے رات کی حالت ہوتی ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ ہم پر ہیچ لوچ لچر اعتراض کرتا ہے اور اپنے بائبل کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ کہ خدا کے عزیز نبی اسرائیل کا پیارا بیٹا روبن اپنے باپ کے حرم یعنے ماں کے ساتھ ہمبستر ہوا۔ پیدائش $\frac{35}{22}$ عرام نبی نے اپ کی ہمشیرہ سے۔ ۔۔۔ اسوں نبی تمر نام ہمشیرہ خود کے عشق میں مبتلا ۔۔۔ داؤد ۔۔۔ دیکھئے کوگراتب اسوں نے اپنے باپ یعنے داؤد

سے کہا کہ میری بہن تمر کو میرے پاس آنے دیجئے وہ میرے واسطے پھلکے پکا دے گی۔ اور میں کھاؤنگا۔ حاصل کلام جب اکیلی تمر اس مکان میں آئی تو امنوں صاحب نے اُس سے زنا بالجبر کیا + صموئیل ۲ $\frac{13}{14}$ تا $\frac{11}{14}$ باب واہ صاحب شرم چہ کتی است کہ پیش مرداں بیاید۔

یادری۔ صفحہ ۲۰۳۔ پھر جو کہتے ہیں کہ وید انادہے سو اسکا بھی ثبوت کہیں نہیں پہلے تو یہی نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کہاں سے اور کس سے ہے۔

جواب آریہ۔ درحقیقت سچ ہے کہ ایک شخص سنسکرت کی محض منی سنائی باتوں پر کارروائی کرنے والا۔ وید مقدس کی ماہیئت کیا جان سکتا ہے غور سے سُنئے خدا کی طرف سے وہی کتاب ہو سکتی ہے جسمیں یہ چند ثبوت پائے جاویں +

اول۔ یہ کہ وہ کسی خاص ملک کی زبان نہ ہو تا کہ سب کو اس کے پڑھنے میں یکساں محنت ہو۔

دوم۔ اس میں کسی خاص قوم کی طرفداری نہ ہو۔

سوم۔ دنیا پیدا ہونے کے ساتھ ہی ظاہر ہوئی ہو۔

چہارم۔ ایک حکم اسکا دوسرے حکم کو رد نہ کرے۔

پنجم۔ قانون قدرت جو اسی کا بنایا ہوا اسکے برخلاف نہ ہو۔

ششم۔ علم منطق وہیئت بھی اس کو جھوٹا نہ ثابت کریں۔

ہفتم۔ کسی خاص انسان پر ایمان لانیکی ترغیب دے بلکہ ایک خدا کی ہی اسمیں پرستش ہو۔

ہشتم۔ عقل انسانی کی ترقی دینے والی ہو۔

نہم۔ اسمیں قصہ جات نہ ہوں۔

دہم۔ تمام علوم کا منبع ہو۔ وغیرہ وغیرہ پڑتال کرنے سے معلوم ہو جاوے گا کہ ان صفات سے موصوف کوئی کتاب سوائے ویدوں کے کتب چار عالم میں نہیں ہے۔ جب قبول کیا کہ وید ایشور کا علم ہے۔ چونکہ خدا ازلی ہے اور اُسکا علم بھی انادی یعنے ازلی ہونا چاہئے۔ پس ویدوں کا انادی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ رہا یہ کہ وید کس طرح نازل ہوئے۔ دنیا کی ابتدا میں ایشور نے۔ اگنی۔ وایو۔ آدت۔ انگرا ان چار رشیوں کے دل میں اُپدیش کیا کیونکہ ان چاروں کے عمل سابقہ عالم کے ایسے ہی تھے کہ ان پر ہی وید نازل کئے جاتے ہیں۔ ان چاروں سے برہما نے پڑھے جس کا اعتراض کنندہ آگے قائل ہے۔ مفصل حال ویدوں کے ظاہر ہونے کا سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج کی مصنفہ کتاب رگوید آدی بھاش بھومکا میں مندرج ہے وہاں سے دیکھنا چاہئے۔ بائبل میں ان سے ایک بات کا بھی نشان نہیں۔ پس وہ کسی طرح الہامی نہیں ہو سکتی +

یادری صفحہ ۲۰۳۔ رگوید کے آٹھویں اشٹک میں ایک رچا ہے۔ جسے ایک راجہ نے اپنے دان پن کی تعریف میں لکھا۔

جواب آریہ۔ اے صاحب وہ رچا آپ نے کہاں پوشیدہ کرلی ہے اور کس لئے تحریر نہیں کی۔ تاکہ ماہیئت آپکے اعتراض کی ظاہر ہو جاتی کہ حادہ راستی سے کسقدر گرا ہوا ہے۔

یادری صفحہ ۲۰۲ تا ۲۰۵۔ وید میں اندر کی لڑائی اگنی اور سوم وغیرہ کا بیان ہے اور ایک منتر ہے جسے لسشٹ رشی نے اناج چراتے وقت ایک

کہتے ہیں کو بھوت بھنے سے یاد رکھنے کے لئے پڑھتا - اور پھر بل وان کھیتر - بکری گھوڑے بیل - گدھے کا لکھا ہے اور بارہ اوتار کا بھی ذکر ہے جیسے کہتے ہیں - کہ ست جگ میں ہوا -

جواب آریہ - افسوس کہ کوئی آیت وید مقدس کی درج نہیں کی اور جس کو آیات وید سمجھکر نقل کیا ہے وہ رگ - یجر - سام - اتھرو ان چاروں ویدوں میں تو بالکل نہیں ہیں - معترض کو کسی خود غرض عیسائی مُتلاشی نے دھوکا دیا ہے جو وید وں سے محض اُمی تھا - اور رام تاپنی اور گوپال تاپنی وغیرہ کتابوں کی عبارت لکھکر اس کو سام وید کی رچا کہا ہے اور کرشن جیو کی پیدائش ظاہر کی ہے وہ بھی دروغ بے فروغ ہے کیونکہ وید مقدس میں اُسکا بالکل سراغ نہیں ہے اور کوئی قصہ کہانی یا انسانی واقعات پاک ویدوں میں نہیں ہے - کسی خاص گروہ یا قوم یا انسان سے بھی اسی واسطے وید مخاطب نہیں - اور انسانی شفاعتوں کی اسی واسطے ضرورت بیان نہیں کرتا ہے +

پادری صاحب نے صفحہ ۲۱۰ سے لیکر ۲۲۳ تک جو آجکل کے برہمنوں کی خود غرضیاں ظاہر کی ہیں - وہ درحقیقت اسی قابل ہیں - کیونکہ یہ سب باتیں اپنی بڑائی کی پوتھیوں میں انہوں نے ڈال دی ہیں - تاکہ ہماری عزت رہے - مگر اصل میں وید مقدس و شاستر متبرک کے برخلاف ہیں - چنانچہ اس سے بڑا گیا زیادہ ممبران آریہ سماج اُن کی تردید کرتے رہتے ہیں - اور صفحہ ۲۳۰ سے ۲۴۲ تک جو تیرتھ تیشا - بت پرستی کی بابت لکھا ہے وہ بھی بے شک تھوڑے عرصہ سے یعنی ... سے ان مہاراجوں نے خود کاشتی طبعزاد شلوک بنا کر بطور جعلی انجیلوں کے جاری کر دیئے تھے جن کو بعد پڑتال کامل کے سوامی دیانند جیو مہاراج نے منسوخ کر دیا صفحہ ۲۴۳ سے ۲۴۶ تک بار بار جبر پر قدر سے لکھا ہے - مگر کوئی دلیل کامل نہیں ہوتی - کیونکہ جب یہ اصول معقولیت اور فلسفی دعوے سے بھرا ہوا ہے - مگر یہ ظاہر ہے کہ معترض عدل الٰہی سے بھی منکر ہے اس امر کا مفصل مباحثہ جو مابین سوامی دیانند سرستی جیو مہاراج و پادری سکاٹ صاحب بمقام بریلی ہوا تھا - دیکھنے کے لائق ہے (اور وہ ست است بیبیک کے نام سے چھپا ہوا علیحدہ فروخت ہوتا ہے) +

پادری - صفحہ ۲۴۹ - رامائن جس کا ذکر پوران میں لکھا ہے ... میں رچا تھا -

جواب آریہ - آپ نے یہ ایک غلطی پورانوں کی نکالی ممبران آریہ سماج ہزاروں لگاتار غلطیاں پورانوں کی خود نکالتے ہیں بس تمام پوران کسطرح قابل بیان نہیں ہیں -

پادری - اگر وید میں یہ رچا درج ہے -

समाने योग आभुवत स राये स पुरंध्यामगमत् वाजेभि रासन : ॥

ترجمہ - یعنے اے اندر ہمیں بڑے لوگوں میں ملا اور ویسی دستری اور گیان و بھوجن دینے کے واسطے مستعد ہو پھر اسی صفحہ کے حاشیہ پر بائیبل کی یہ آیت لکھی ہے - اے ہمارے باپ جو آسمان پر ہے ویسی زمین پر بھی ہو - ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے اور ہمارے گناہوں کو معاف کر جیسے ہم اپنے تقصیر داروں کو معاف کرتے ہیں -

جواب آریہ - دیکھیئے اس جگہ کیسی چالاکی ہے کہ رگ وید کے منتر کو رگ وید کا بتایا اور پہلا حصہ چھوڑ دیا - دوسرا لکھا پھر جتنا لکھا اُس کا بھی ترجمہ بالکل ہی غلط کیا - ذرا اعتراض کی حقیقت دیکھیئے ہمارا منتر دعا کا نہیں فقط خدا کی صفت ظاہر کرتا ہے وہاں ہی لکھا اور بائیبل میں سے جس کو اول درجہ کی دعا اپنے دلمیں سمجھتے تھے میں آیت ایک سا پر لکھیں اور مقابلہ کیا دا صلی ترجمہ منتر کا یہ ہے +

"پرمیشور یوگیوں کا اُدپاسک ہوا ہوا اور اُن کے دل کو روشن کرتا ہوا - دھن اور ایشوریہ سے پری پورن کرتا ہے - اور وہ یوگی کل شلپ ودیاؤں کر کے یکتا ہوتے ہیں مطلب یہ کہ اے خدا جو تیری عبادت کرتے ہیں اور تیرے میں دل کو لگاتے ہیں تو اُن کے دل و دماغ کو روشن کرتا ہے - دولت اور عزت دیتا ہے - اور وہ لوگ مختلف علوم سے ماہر ہوتے ہیں" - اب بائیبل کی دعا کیطرف دیکھیئے جس پر پادری صاحب کو بڑا فخر ہے یعنی "اے باپ جو آسمان پر ہے" مقام غور ہے کیا اس فقرہ سے خدا کو محدود نہیں کیا - کیا خدا آسمان پر ہی رہتا ہے - کیا حاضر اور ناظر نہیں - کیا محیط کل نہیں (تیرے نام کی تقدیس ہو) توبہ توبہ کیا اس کا نام غیر مقدس ہو سکتا ہے (تیری بادشاہت آوے) کیا زمین پر آگے شیطان کی بادشاہت ہے جو اب خدا کی آوے - افسوس بائیبل کے بنانے والے کو یہ عام بات بھی معلوم نہ تھی - کہ خدا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے - "تیری مرضی جیسی آسمان پر ہے ویسی زمین پر ہو" اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ آسمان ایک ملک ہے اور وہاں خدا بھی رہتا ہے اور وہاں رہنے والوں کی خواہش پورے طور سے پوری ہوتی ہیں - آفرین ہے اعلم ہیئت کے جاننے والو زمین پر خدا کی مرضی کے موافق نہیں ہوتا اور ہو کیونکر خدا کی صورت پر جو انسان بنایا گیا - زمین شاید کسی اور کم زور خدا کے ماتحت ہوگی ہے - یا شیطان خدا کی مرضی کو زمین پر آنے نہیں دیتا ہوگا اگر آنے دیتا تو اسکا اکلوتا بیٹا ایسی بیکسی سے پھانسی نہ دیا جاتا (ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے) کیا خدا نے ہاتھ - پیر - دل - دماغ وغیرہ اعضائے بدنی ہم کو روٹی کمانے کے واسطے نہیں دیئے نکما کرنے کو دیئے ہیں اس سے یہ مطلب نہیں نکلتا کہ اے خدا ہمارے اعضائے بدنی چھین لے اور روز کی روٹی ہم کو بغیر محنت کے دے دیا کر - کیا روشنی دل و دماغ سے روٹیوں کا مانگنا مقابلہ کر سکتا ہے ہرگز نہیں - ہمارے گناہوں کو معاف کر جیسے ہم اپنے تقصیر واروں کو معاف کرتے ہیں - کیا خدا عادل نہیں - جو گناہ معاف کر دیگا کیا جو تقصیر وار کو معاف کرے وہ انصاف کا مستحق ٹھیر سکتا ہے کہ خدا اُس کے گناہ معاف کرے کیا اس فقرہ سے گناہ کرنے کی ترغیب نہیں ملتی - افسوس بائیبل کی دعا ہے جس کو بڑے ناز سے پادری صاحب نے تحریر کیا ہے - ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

ناظرین خود انصاف فرماویں کہ کس کی تعلیم دل و دماغ کو روشن کرنے والی ہے اور کس کی بیکار - کون دولت عزت دینے والی اور کون چاہ جہالت و ذلت میں گرانیوالی ہے - کون خدا کے جملہ اوصاف کو صاف اور پورے طور سے بیان کرتی ہے اور کس کی ادھوری بلکہ خدا کو خدائی اوصاف سے معزول و معطل کرتی ہے افسوس صد ہزار افسوس +

پادری صفحہ ۲۵۵ تا ۲۵۸ - ہندوؤں کے دیوتا اور رشیوں کے چال چلن اچھے نہیں ٹھیرتے - اندر - رام - کرشن - سورج - چندرماں - برہسپتی پون - مدن - یم - بیاس - وغیرہ وغیرہ نے چوری کی اور زنا بھی کیا -

جواب آریہ - اے صاحب ہمارے مہاتماؤں پر الزام قائم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آپ نے کسی معتبر کتاب کی شہادت نہیں دی۔ اور بھاگوت وغیرہ پرانوں کو آپ ہی صفحہ ۲۲۹ میں تواریخ سے ثابت کرتے ہیں کہ ۱۲۰۰ء کے بنے ہوئے ہیں پھر ان کو معتبر سمجھکر اعتراض کرنا لاحاصل ہے۔ لو ہم بائیبل سے جس کو آپ خدا کی کلام مانتے ہو خدا کے عزیز نبیوں کا چال چلن دکھلاتے ہیں۔

اوّل - آدم اس نے خدا کی نافرمانی کی لعنتی ہو کر باغ عدن سے نکالا گیا اور اسی کے سبب سے زمین لعنتی ہوئی۔ پیدائش باب ۳

دوم - آدم کے بیٹے قائن نے اپنے بھائی ہابیل کو مار ڈالا اور خدا کے ساتھ جھوٹ بولا پیدائش باب ۴۔

سوم - نوح نے اپنے رشتہ داروں کو کشتی پر چڑھنے نہ دیا اور سب کو مروا دیا۔ اور انگوری شراب پی کر اپنی برہنگی ظاہر کی پیدائش باب ۱۱۔

چہارم - ابرام نے اپنی بہن سے شادی کی اور برابر جورو کو بہن کہتا رہا۔ اور دروغگو تھا وغیرہ ایضاً باب ۲۰۔ اسکی خدا سے خوب تمسخر آمیز باتیں ہوئیں ایضاً ۱۸ سے ۲۳

پنجم - لوط نبی نے شراب پی کر اپنی دونوں دختروں سے زنا کیا اور اپنی دختریں زنا کے واسطے دیتا تھا۔ ایضاً باب ۱۹۔

ششم - اضحاق اس نے بھی اپنی جورو کو بہن کہا پیدائش باب ۳۱۔ اس پر حرص بہت غالب تھی اپنے بڑے بیٹے کا حق چھوٹے کو دے دیا۔

ہفتم - یعقوب نے اپنے باپ کو دھوکھا و فریب دیکر پیغمبری حاصل کی اور اپنی لونڈیوں سے زنا کیا۔ خدا سے کشتی لڑتا رہا عورت کے عشق میں چار برس تک تباہی کرتا رہا۔ اسکی دختر دینہ نام نے سکم سے زنا کیا ایضاً باب ۳۴۔

ہشتم - روبن نے اپنے باپ کے حرم یعنے والدہ سے زنا کیا ایضاً باب ۳۵۔

نہم - یہودا نے اپنی بہو یعنے پسر کی جورو سے زنا کیا۔ جس کا نام تمر تھا۔ پیدائش باب ۳۸ ۲۴ -

دہم - یوسف نے اپنے بھائیوں کو فریب دیا۔ ایضاً باب ۴۴ -

یازدہم و دوازدہم - موسے و ہارون موسے نے اول ایک مصری بے گناہ کو مار ڈالا۔ اسکو بائیبل میں تمام دنیا سے حلیم کہتے ہیں اور یہ بڑی بڑی خونریزیاں کرتا رہا اس کے حکم سے ننھے ننھے بچے اور ستر ہزار عورتیں بھیڑ۔ بکری اونٹ گدھے قتل ہوئے اور اپنی فوج کو زنا کے واسطے رخصت دی۔ خروج گنتی ہارون نے ایک سونے کا بچھڑا معبود بنایا اور پھر انکاری ہو گیا۔ خروج گنتی۔

سیزدہم - داؤد نبی نے اوریا کی جورو پر عاشق ہو کر اوریا کو قتل کروایا اور اس سے زنا کیا۔ اس کو خدا نے کہا کہ اوریا کے جرم میں تیری جورو تیرے ہمسایہ کو دونگا اور وہ تیرے سامنے اس سے ہمبستر ہوگا۔ سموئیل باب ۱۱۔

چہاردہم - امنون نے اپنی ہمشیرہ سے زنا کیا بالجبر۔

پانزدہم - سلیمان اس نے خدا کی نافرمانی کی بت پرستی بھی کرتا رہا اور یہ بہت شہوتی تھا۔

شانزدہم - حضرت عیسےٰ اسکی ماں کی یوسف کے ساتھ منگنی ہوئی۔ اور اکٹھے ہونے سے پیشتر حاملہ پائی گئی یوسف نے چاہا کہ اسے تشہیر کرے۔ اور اس نے قتل عام کے فتوے دیئے اور کہا میں تلوار چلانے آیا ہوں ایک آدمی کا گدھا منگا دینے قیمت کے چرا لایا اخیر میں نہایت سوگواری سے پھانسی پائی

اور اسکے شاگرد بھی دروغگو اور بدچلن اور شرارتی تھے۔ چنانچہ یک صاحب نے تیس روپیہ کے لالچ سے حضرت کو پکڑا دیا۔ مشتے نمونہ از خروارے۔ بس کیا گیا پادری صاحب چلو پھر پانی میں غوطہ لگا کر متی کی انجیل ۲۶ سے ۱۳ تک جو اس عورت کی بابت درج ہے صداقت کی نگاہ سے دوبارہ مطالعہ میں لاویں تب آپ کو بہت کچھ دال میں کالا نظر آوے گا۔ کیونکہ اسکی یادگاری ہمیشہ مسیح کے ساتھ رہے گی۔

پادری صفحہ ۲۷۸ میں کہتا ہے کہ "وید میں مورتی پوجا نہیں ہے" اور پھر **معترض صفحہ ۲۸۲** - میں لکھتا ہے۔ کہ وید میں پرمیشور کی تعریف اس طرح پر کیگئی ہے کہ وہ بن ہاتھ پاؤں کے چلتا پکڑتا۔ اور بن آنکھ کے دیکھتا۔ اور بغیر کان کے سنتا۔ وہ سب کچھ جانتا پر اسے کوئی نہیں جانتا۔ مہا پرش اسی کو کہتے ہیں۔ باوجود اس عمدہ بیان کے پھر بھی معترض کہتا ہے کہ خداشناسی جو مذہب کی بیج و بنیاد ہے۔ اسکی بابت ہندوؤں میں تذبذب اور گڑبڑ ہے۔

نتیجہ اعتراضات تحقیق دین حق

پادری صاحب کے اعتراض عموماً پرانوں پر ہیں۔ وید مقدس پر بہت کم ہیں اور جو ہیں وہ بھی خود غرضوں کا دھوکا دیا ہوا ہے کیونکہ جو شلوک وغیرہ لکھے ہیں وہ وید مقدس میں بالکل نہیں پائے جاتے۔ برہما۔ وشن۔ مہیش۔ رام کرشن وغیرہ جو بزرگ انسان تھے ان کو ہمارا پرمیشور جان کر ان پر نکتہ چینی کی ہے جو بالکل بیجا ہے اور عبث ہے کیونکہ کوئی آریہ ان کو پرمیشور نہیں جانتا اور یہ وید مقدس اور شاستر متبرک اسکی شہادت دیتے ہیں اور پران قابل پرمان نہیں ہیں۔ پس نتیجہ یہی ہے کہ پادری صاحب کے کل اعتراض بے سود ہیں۔ اور ان سے حاصل ہونا مقصود کا مفقود ہے

خاتمہ

اے ناظرین کتاب دیکھیئے کہ کلام الٰہی کون ہے۔ آیا انجیل یا وید اور کس کی تعلیم میں عمدگی زیادہ ہے کون خدا عادل کا انصاف و بزرگی و سرب شکتی مانتا کو قائم کرتا ہے اور کون اسے دھبا لگاتا ہے۔ عقل انسانی کو کس کی تعلیم لطف دینے والی ہے اور کون چاہ جہالت میں گرانے والی۔ ودیا اور ست کی کان کون ہے جہل کذب کے طوفان کس میں ہیں۔

بیت

خوش بود گر محک تجربہ آید میاں ٭ تا سیہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد

اس بات کے ماننے سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ انسان کو بغیر ودیا کے نافہمی کی دلدل سے نکلنا محال ہے اور انسان کی ابتدائی حالت پر غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ بغیر الہام یا کلام الٰہی کے وہ کسی طرح ترقی کی سیڑھی تک نہیں پہنچ سکتا اور تو درکنار روزمرہ کی بول چال میں بھی بغیر تعلیم کے عاجز ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ آدمی خصوصاً مدد کا محتاج ہے۔ ہمارے اعضاء ابتدا ہی سے کام کرنے کے لئے بنائے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر سامان موجود نہ

قوانین کا پیدا کرنا بیکار محض تھا۔ آدمی چونکہ ابتدا میں نادانی کی حالت میں تھا اور ہوتا ہے۔ پس اسکی نادانی رفع کرنے کو اور اپنا گیان جتانے کو ایک عالم سے آگاہ کرنے کو الہام کا ابتداے سرشٹی سے ہونا واجب ہے۔ پرماتما میں نیاکاری انتریامی سرب گیان الویم نراکار سرب ادہار جیسے حافظ عالم و عالمیان وغیرہ اوصاف کا بھی ہمیشہ سے ہونا ضروری ہے ورنہ بعد کو درجہ معطلی پر پہنچ جاتی ہیں۔ پس ثابت ہے کہ کلام الٰہی یا الہام کا غلطیوں سے پاک اور ابتداے عالم سے ہونا ضروری ہے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ دنیا کی کل موجودہ کتابوں سے پرانی کون ہیں آیا انجیل شریف یا توریت شریف یا زبور شریف یا وید مقدس اس بات سے کہ انجیل متی اور لوقا سے اور زبور داؤد سے توریت موسےٰ سے پہلے نہیں تھی۔ کسی شخص کو انکار نہیں ہے پس ذرا غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کتابیں قدیم سے نہیں ہیں صد ہا دلائل سے ثابت ہے کہ دنیا کے کتب خانہ میں رگ وید یجر وید۔ سام وید۔ اتھروید سے پہلے کی کوئی کتاب نہیں ہے اور اکثر یورپین محققوں و غیر متعصبوں نے گواہی بھی دی ہے اب مختصراً وید مقدس کی تعلیم کا اظہار کرتا ہوں:۔

اوّل۔ رگوید اس میں پرماتما اور جیو اور سرشٹی و دیا اور گن کرم اور کل اشیائے عالم کا حال درج ہے۔

دویم۔ یجروید اس میں انسانی فرائض کا ذکر کرکے مختلف ودیاؤں کی ترقی کا طریقہ بتلایا ہے اور پرماتما کے گیان دھیان کی بھی ہدایت ہے جس سے انتشکرن شدھ ہوتا ہے۔

سوم۔ سام ویدک میں علوم روحانی اور یوگ وغیرہ۔

چہارم۔ اتھروید اسمیں سب ست ودیا اور گیان و عبادت پرماتما کی جو تینوں ویدوں میں ہے تشریح اور تفصیل ہے۔ یہ ہر چار وید مقدس سرشٹی کے آدمیں بذریعہ الہام سری اگنی۔ وایو۔ آدت۔ اور انگرا جیسے مہاتماؤں کو پرماتما نے دی تھے تاکہ وہ اُن کے مطالعہ اور اُپدیش سے واقف ہوکر کامل ہو دیں۔ ہر چار وید مقدس میں کوئی داستان کوئی کہانی کوئی قصہ کوئی واقعات کسی قوم کسی گروہ کی نہیں ہے۔ اب بائیبل شریف کو دیکھئے۔

اوّل۔ آدم کے گناہ کرنے سے اسکی اولاد کے گنہگار ہونے کا قصہ ابراہیم اور سرہ و حاجرہ کا قصہ نوح کے طوفان اور اسکی شراب نوشی کا قصہ یعقوب اور خدا کا کشتی یوسف اور اُس کے بھائیوں کا قصہ۔ موسےٰ اور اُسکے جلا دین و قتل عام کے فتوے لوط اور اس کے بیٹیوں کا قصہ داؤد اور اوریا کی جورو کا مارا جانا۔ سلیمان کا قصہ۔ متی کا قصہ۔ لوقا کا قصہ۔ مرقس کا قصہ۔ یوحنا کا قصہ۔ ذکریا اور اسکے گھر بی بی مریم کے جانے کا قصہ۔ کنواری مریم سے عیسےٰ مسیح کے پیدا ہونے کا قصہ۔ عیسےٰ مسیح کے بھاگ جانے کا قصہ اور اُس کے بھوت نربس نکالنے کا قصہ۔ اور اُس کے صلیب پر چڑھانے کا قصہ وغیرہ وغیرہ مختصراً عرض کیا گیا ہے۔ اس مقابلہ کے بعد ہر ایک منصف مزاج شخص رائے دے سکتا ہے کہ کون کتاب الہامی ہے اور کون منصفہ جامی و نظامی کہاں کہئے تعلیم والیشور کرت نسک اور کہاں لوط اور داؤد کی داستانیں۔

”چہ نسبت خاک را با عالم پاک“

انجیل خدا کے عدل اور انصاف کو بٹہ لگاتی ہے ہمارے مہربان بھائی مصنف مذہب و اصلاح فرماتے ہیں۔ کہ عدل کے معنے ترازو کے ہیں عادل پرماتما گنہگاروں کو اُسی قدر سزا دیگا جسقدر روا جب ہے اور نیکوکاروں کو اُس قدر سزا دیگا جس کے وہ مستحق ہیں۔ کم وزیادہ ہرگز نہ ہوگا مگر انجیل اس انصاف کے برخلاف ہے وہ کہتی ہے کہ جو کوئی عیسےٰ کو خدا کا بیٹا یا خدا مانے گا صرف اُس کی ہی نجات ہوگی باقی سب جہنم میں ڈالے جاوینگے۔

سراسر غلط ہے کہاں عدل خدائی کہاں یہ لایعنی کارروائی۔ جو کچھ میرے بھائی نے فرمایا ہے میں اُس سے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں جانتا مگر صرف ایک بات۔ چونکہ باپ نے کل اختیار بیٹے کو سونپ دیا ہے۔ شاید درست ہووے۔ وید مقدس میں حکم ہے۔

परी त्यभूतानि परात्यलोका न परी ससर्वां प्रदिशोदिश त्व: ॥

محبت جو اخلاق کا جزو اعظم ہے۔ اُس کی تاکید فرماکر پرماتما حکم دیتے ہیں۔ کہ بلا تمیز ذات ظاہری کے اے بنی نوع انسان اپنے رشتہ داروں و لواحقوں شہر والوں سے مختلف ملکوں میں جاکر محبت و پریتی کرو پھر وید میں حکم ہے۔

मातृदेवोभव पितृदेवो भव आचार्य देवो भव ऽतिथि देवोभव ॥

اے انسان تو مائی باپ بزرگوں اَبھیاگتوں عالموں کو دیوتا جان اور حتی الوسع ان کا ادب کر۔ پھر وید مقدس میں لکھا ہے۔

اے سرب جگت کے پرکاشک انتریامی سرب دیاپک تیرے گیان سے کچھ باہر نہیں ہے تیرے پیدا کردہ انترکھش تمام آفتاب وغیرہ گرہ گردش کرتے ہیں۔ تو سرب اِیشور۔ ست چت انند سروپ ستی پرکاش ہے تیرے ہی سے ست کو پرکاش ملتا ہے تو الویم ہے۔ تیرا گیان اور ودیا کبھی نہیں بدلے۔ تیرا ایشورج اور جلال سب سے بڑا اور توانا ہے اور سب کا آدھار ہے۔ سرب گیاتا ہے۔ تو آتما کا بھی آتما اور سب پیاروں سے پیارا ہے۔ ہم سری بھی بھگتی کریں اور رگوید سکت ۹۲ منتر (۱۰) پرماتما کی ایکتا اور سرب شکتی مانتا ویدوں میں اس خوبی سے موجود ہے کہ جس سے بڑھ کر یاں ہی محال ہے۔ اور سب کتابیں اس معاملہ میں ویدوں کی خوشہ چیں ہیں گایتری کا مقدس منتر ویدوں میں پرماتما کی توحید کا ایک اعلےٰ ثبوت ہے اس ایک ہی منتر میں نو نام رکھے ہیں نہایت واضح طور پر توحید کی طرف بتلا دینے والے موجود ہیں۔ انسانی کتابوں میں اس خوبی کا ہونا ایک ناپیدا امر ہے صفحہ دہر میں جس قدر کتابیں ہیں وید سب سے پرانی کتاب ہے اور انجیل وغیرہ سب اس کے بعد کے ہیں پس ان کا ویدک خوشہ چین ہونا کچھ تعجب انگیز نہیں ہے۔ بلکہ ہر طرح واجب التسلیم ہے اور یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ ویدوں نے ان باتوں میں کوئی ان سے لی ہو پس وید ہی الہامی کتاب ہے اور وید ہی صداقت کا چشمہ ہے۔ وید ہی سچا گیان ہے اور وید ہی دھیان کا ذریعہ ہے اس سے زیادہ کیا لکھوں کیونکہ وید کے معنے ہی گیان کے ہیں اور بائیبل کے معنے کتاب کے ہیں۔ سب صاحبوں کو جو راستی اور صداقت کے بلا تعصب طالب ہیں انکو واجب ہے کہ غلام مسیح۔ عبد المسیح عیسےٰ بخش مسیح داس ہونے سے چھوٹ کر ارجن۔ درپودھن۔ بیاس جنک۔ سکھدیو بننے کو تیار ہوں۔

کیونکہ۔

بیت

عیش و دنیا ؤدوں دمے چنداست ✦ آخرش کار با خداوند است

پادریوں کی سفید رنگت پر مت بھولئے

بیت

سنگیں دل است ہر کہ بظاہر ملایم است ✦ پنہاں درون پنبہ نگرینہ دانہ را

آریہ سماج کے مقدس اصول بھی انند کے دلانے والے راستے کیطرف لیجانے والے عقل و علم کے بڑھانیوالے ہیں۔ تعصب کو بالائے طاق رکھکر غور سے بچارنا چاہئے۔ پرماتماسب کو اندھکار سے بچاکر سناتن دھرم کی روشنی میں لائے۔

غزل اوّل

ذرا دیکھو بچار و دلمیں میری بات کو پیارے
کہ اک جگدیش ہے سبکا اُسی کے بندے ہیں سارے

خدا مالک ہے سبکا عادل و عالم بھی وہ خود ہے
وہ انتریامی جانتا ہے سبھی کے پاپ پن پیارے

سفارش وہاں نہیں چلتی نیاء کا کارخانہ ہے
سفارش اور رشوت کے سبھی حیلے ناکارے

جو مردے زندہ کرتا تھا میرا خود دکھ اٹھا کر کیوں
خدا پھانسی ملا حیرت کی جاہے سرم کے مارے

حیات دائمی چاہے کہ مردہ سے وہ مردہ ہے
شفا مشکل سے پاتے ہیں جہانیں ایسے دھکارے

طبیب حاذق و کامل نہیں کوئی وید دیدوں سا
جو مرض جہل کو کاٹے ہٹا دے روح کے دکھ سارے

وہ عن تقصیر خالد کے ملے گر زید کو پھانسی
صریحاً ظلم ہے دھوکا بھی ہے حیلہ اور چارے

جو عیر از نیک کرموں کے مینگا مکت کا طالب
بھٹکتا رہیگا ناداں نہیں پاویگا سکھ بارے

صداقت معقولیت اور قدامت اور وحدت بھی
مقدس وید رکھتے ہیں گواہ الہام کے چارے

نہیں ہے بائبل میں ایک بھی ان چار کا کامل
نکالیں پھر کہاں سے خادمان دین بیچارے

بس اے بھائیو مقدم ایزدی الہام ربانی
مقدس وید ہے اسکو پڑھو تب ہونگے نستارے

غزل دیگر

نقارہ دھرم کا بجتا ہے آئے جسکا جی چاہے
صداقت وید اقدس آزمائے جسکا جی چاہے

منادی جگت میں کر دو کہ اک جگدیش ہے سبکا
بغیر اُسکے بتوں کو سر جھکائے جسکا جی چاہے

نہیں ہے سالا اسکا ایشیا پوتا جگت کرتا کا
کلنک اس قسم کے جھوٹے لگائے جسکا جی چاہے

سفارش اولیا و انبیا کی وہ نہیں سنتا
عبث الزام رشوت کے لگائے جسکا جی چاہے

نہیں بیت المقدس میں نہ کعبہ ہے مکان اُسکا
محیط کل کو محدود ی ٹھہرائے جسکا جی چاہے

نہیں وہ کالبد پتھر آہن و سیم و زر و گوہر
ہزاروں تنکدہیں بت بنائے جسکا جی چاہے

جو ایلی ایلی کرتا تھا۔ حق سے کی مددگاری
تو پھر خاطر یہ اُسکے جان گنوائے جسکا جی چاہے

کوئی بن وید کے پستک نہیں ہے ماننے لائق
پرانے سب ہے اور سچے دکھلائے جسکا جی چاہے

دل و جان سے کرو سدھیا پڑھو وید مقدس کو
نکس سے پوپ کے دہن کو بچائے جسکا جی چاہے

نہیں ہے سزادہ مردوں کا لکھا وید مقدس میں
یہ ہنڈی جہل کی جھوٹی چلائے جسکا جی چاہے

صدق دل سے کرو بھگتی پربھو کی وید کے دوارے
وگرنہ شرمساری کو اوٹھائے جسکا جی چاہے

نجات کی اصلی تعریف

شرائط مباحثہ

(۱) فریقین تہذیب اور اخلاق سے ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ کرینگے۔
(۲) مباحثہ تحریری ہوگا۔ سوال و جواب کے لئے فریقین سات سات منٹ بولینگے۔
(۳) منتظم جلسہ ہذا سردار ٹھاکر سنگھ صاحب ہونگے۔
(۴) مباحثہ ۱۲ بجے دوپہر سے دو بجے شام تک ہوگا۔

مباحثہ

سید غلام قادر شاہ ۔ لفظ نجات کے معنے اور تعریف بیان ہو۔ اور اُس کی ضرورت بھی۔

پنڈت لیکھرام ۔ نجات چونکہ عربی زبان کا لفظ ہے اسواسطے اس کے وہ معنے ہمارے خیال میں آریہ دھرم کے انکول ٹھیک نہیں۔ آریہ دھرم میں اس کے لئے موکھش لفظ ہے جسکے معنے دُکھ سے چھوٹنا اور سکھ کی پراپتی ہے چونکہ ہر انسان دنیا میں اگر کچھ کرم کرتا ہے۔ اور وہ کرم یا بد یا نیک ہوتے ہیں اور نیک کرم بھی بعضے دنیاوی اور بعضے پرماتمک جو دنیوی ہوتے ہیں۔ اُنکا پھل سنساریک اور جو پرمارتھک ہیں۔ اُنکا پھل روحانی ہونا چاہیئے۔ اسواسطے ہر انسان کے دلمیں یہ قدرتی خواہش ہے کہ میں دُکھ سے چھوٹ کر سکھ کو پراپت ہوں اسواسطے سچے گیان ویدوں کے ذریعہ سے نجات کا راستہ بتلایا گیا ہے۔ جسطرح ہماری بھوک کے رفع کرنے کے لئے اَن اور آنکھوں کے نور کے لئے آفتاب ضروری ہے۔ اس طرح آتمک بھوکھ کی نورتی کے لئے موکھش آنند پیدا کیا ہے۔ اور وہ سنساریک اندریوں کا آنند نہیں۔ وہ ستری پُتر وغیرہ کے آنند سے اور ہے۔ کیونکہ وہ صرف روحانی آنند ہے۔ اور یہی اِسکی ضرورت ہے۔

سید غلام قادر شاہ ۔ پنڈت صاحب کے جواب میں یہ معلوم ہوا ہے کہ فعل نیک و بد ہر انسان کے اختیار میں ہے۔ تو کیا نجات بھی ہر ایک انسان کے اختیار میں ہے یا نہیں۔

پنڈت لیکھرام ۔ بے شک فعل بد یا نیک انسان کرتا ہے اور وہ اس کے اختیار میں ہے اور یہی سبب ہے۔ کہ وہ اُنکا جوابدہ ہے۔ ورنہ کرے زید اور مارا جائے عمر۔ یہ تمام قانون عدالت کے خلاف ہے۔ یا روٹی کھائے بکر اور بھوکھ خالد کی دور ہو۔ یہ بھی ناممکن ہے۔ اور اسی لئے ہر ایک انسان کو اپنے ہی کرموں کا جوابدہ ہونا پڑتا ہے۔ چونکہ نجات یا دُکھ ہمارے ہی کرموں کا نتیجہ ہے اور ہمیں ہی ملنا ہے۔ اور چونکہ خدا عادل ہے۔ اور عادل کے معنے

یہی ہیں کہ کرموں کے مطابق پھل دیوے۔ ان کے لئے نجات کا حصول کرنا ایشور کی آگیا کو مانتے ہوئے یعنے ایشور کے بنائے ہوئے حکموں کے جو تمام دنیا میں عالمگیر ہیں۔ اور جن پر شروع دنیا سے آج تک اور آج سے جہاں تک ہر ایک غیر متعصب کی روح (ضمیر) ساکھشی ہے۔ اس لئے نجات وہ پھل ہے۔ جو انسان کے شبھ کرموں کے بعد گیان کی پراپتی ہو کر ایشور اُسے عنایت کرتا ہے۔ وہ بغیر کرموں کے نہیں ہے اور اسکا بڑا ثبوت یہ ہے کہ آج تک کوئی ایسی نظیر نہیں کہ کسی انسان کو کوئی عمدہ لاالقدر کرموں کے ملا ہو۔ ہر انسان وہی کاٹتا ہے۔ جو بوتا ہے۔ جو نہیں بوتا وہ ہرگز نہیں کاٹیگا۔ سلوک ہر آیکھم مدی کاشت ... الخ تا سر کا واک ہے۔ سلوک کُرو تیو تیہ کرمانی ... الخ یعنے جب تک تم زندہ رہو۔ شبھ کرموں کو کرو۔ کیونکہ آدتیہ میو ... الخ ضرور ہے۔ ایسے کرموں کا پھل خواہ اچھے ہوں۔ خواہ بُرے بھوگنا پڑیگا۔ اور ممکن نہیں کہ ہمارے کرموں کا پھل نہ ملے۔

ہم روزمرہ دیکھتے ہیں۔ کہ ہمارے ہر ایک فعل ہمیں سُکھ یا دُکھ دینے والے ہوتے ہیں۔ عرب کا ایک مشہور ہدایت کنندہ کہتا ہے۔ سلوک الدنیا مزرعة ... الخ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ انجیل میں خداوند یسوع بھی فرماتا ہے تم دھوکوں میں نہ رہو۔ خدا ٹھٹھوں میں نہیں اُڑایا جاتا۔ جو ہر ایک بوئیگا وہ کاٹیگا۔ میں الفا و الیگا ہوں میں آؤنگا۔ تاکہ ہر ایک کو موافق اعمال پھل دوں۔ پھر اُن لوگوں کو جو کہ لفظی ایمان رکھتے ہیں۔ عمل نہیں کرتے۔ جن کے چال چلن احکام خدا کے مطابق اچھے نہیں۔ جنہوں نے اچھے کرم نہیں کئے اُن کے لئے خداوند یسوع فرماتا ہے۔ نہ ہر ایک جو مجھے خداوند خداوند کہتا ہے۔ خدا کی بادشاہت میں داخل ہوگا۔ بلکہ وہ جو خداوند کے حکموں کی تعمیل کرے۔

سید غلام قادر شاہ۔ پنڈت صاحب نے فرمایا کہ نجات انسان کے اختیار میں ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت صاحب نے اس بات کا خیال نہیں رکھا کہ فعل بد ایک ایسا فعل ہے کہ جسکا نتیجہ کوئی انسان اپنی قدرت سے زائل یا جدا نہیں کر سکتا ہے۔ اور اگر پنڈت صاحب کے خیال کے مطابق انسان میں یہ قدرت ہے۔ کہ اپنے بُرے فعل کا نتیجہ اپنے سے دور کر سکے تو کچھ ضرورت نہیں ہے کہ اُس ایسے ایک قادر مطلق کو مانا جاوے اور دوسری بات۔ پنڈت صاحب نے یہ فرمایا کہ نجات یا دُکھ کرموں کے پھل ہیں۔ تو جب نجات اور دُکھ کرموں کے پھل ہیں۔ تو کرم یا قدرت کرم یہ کاہے کا پھل ہے۔ کیونکہ آریہ دھرم کے مطابق یہ شریر یا یہ کرم روح کے ساتھ ہی نہ پیدا ہوئے ہیں۔ اور نہ مثل روح کے انادی ہیں تو جب کہ یہ انادی نہیں ہیں۔ یعنی یہ شریر یا کرم۔ تو پھر اُن کے کرنے کی قدرت روح کو کس کرم کے سبب سے پراپت ہوئی ہے۔

پنڈت لیکھرام۔ جس طرح فعل بد کرنے کے بعد کوئی انسان اُس کی سزا سے بچ نہیں سکتا۔ اور علیٰ ہذا القیاس۔ نیک یا پھر فعل بد کا کرنے والا سوائے انسان کے کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ روح چیتن ہے۔ اور چونکہ روح مدرک بالذات ہے اور متصرف بالآلات ہے تو کرم کا کرنا چیتن کا گن ہے جب تک چیتن ہے۔ وہ جسوقت چاہے کرم کر سکتا ہے۔ اور جب شریر روح نکلنے کے بعد کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ تو بالکل صحیح بات ہے کہ بد یا نیک انسان کے اپنے فعل ہیں۔ کسی اور طاقت کی ترغیب سے نہیں۔ اور اگر بد انسان کا فعل نہیں شیطان کا ہے

تو نیک بھی انسان کا فعل نہیں ہوگا۔ خدا کا ہوگا اس صورت انسان۔ نیک کرتا ہے نہ بد۔ دونوں سے چھٹکارا ہوا۔ اور سزا و جزا نہ کوئی چیز رہی۔ اور کوئی اسکا بھوگنے والا اور اگر بفرض محال کوئی بھوگنے والا ہے۔ تو بد کا بھوگنے والا شیطان اور نیک کا بھوگنے والا رحمان ہوا۔ اور چونکہ یہ دونوں مسئلے جہاں تک میری ذاتی واقفیت ہے۔ فریقین سے کوئی نہیں مانتا۔ اسلئے باطل ہیں۔ مجھ سے پوچھا گیا ہے۔ کہ نجات اور دُکھ اگر کرموں کے پھل ہیں۔ تو کرم یا قدرت کرم کاہے کا پھل ہے۔ اسکا جواب یہ ہے۔ کہ کرم پھل نہیں ہے۔ بلکہ کرم فعل ہے۔ اور فعل پھل نہیں ہوا کرتا۔ فعل کرنے کے بعد پھل ملا کرتا ہے جس طرح بیج بونے کے بعد پھل یا جھوٹ بولنے کے بعد آتما میں خرابی یا زنا کرنے کے بعد آتشک۔ آتشک کے بعد زنا نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ پہلے۔ تو اس صورت میں کرم جیو کا ایک فعل ہے اور قدرت کرم جیو کا ایک گُن ہے۔ جیو چونکہ کرم کرنے میں مختار یعنی آزاد ہے۔ اسواسطے جسوقت وہ چاہے۔ نیک یا بد کرم کر سکتا ہے۔ لیکن چونکہ روح خدا نہیں چونکہ روح اپنا آپ مالک نہیں۔ بلکہ تمام دنیا کا مالک پار برہم پرماتما ہے تو اس صورت میں اس حکمت پتی نے روح کو نجات کا راستہ بتلانے کے واسطے اپنے سچے گیان کا پرکاش کیا ہے۔ اور اُس سے ہم کو موکھش کا راستہ بتایا گیا ہے۔ روح انادی ہے اور کرم کرنا روح کی صفت ہے۔ شریر فانی ہے۔ اور سنسکرت کی اصطلاح میں اسکا نام جیون بھنگر ہے۔ تو اس صورت میں شریر انادی نہیں ہے۔ نہ شریر سے پیدا شدہ کرم بذاتہ انادی ہے۔ بلکہ روح میں کرم کرنیکا گن سروت سے اور شریر سے کرم کرنا یا شریر کو دھارن کرنا کرم الانسار ہے۔

سید غلام قادر شاہ۔ یہ جو پنڈت صاحب نے جواب میں لکھوایا۔ کہ جو برائی کرتا ہے۔ وہ برائی کا نتیجہ اٹھاتا ہے۔ تو فی الحقیقت یہ درست ہے۔ کیونکہ کوئی شریر اپنی برائی کے نتیجہ کو از خود دور نہیں کر سکتا۔ تو اسی واسطے اُس کے نتیجہ سے آرام یا موکھش پانے کے واسطے ایک غیر کی ضرورت ہے اور وہ غیر ایک ایسا ہونا چاہیئے کہ جو نشپاپ ہو۔ اور جسکو نشپاپ کہتے ہیں۔ وہ ہمارے اصول کے موافق یسوع ہے۔ جسکے معنے ہیں گناہوں یا اُس کے نتیجہ سے چھڑانے والا۔ اسیواسطے ہر ایک انسان کو موکھش کی جیسا کہ ضرورت ہے۔ ویسا ہی ایک موکھش داتا کی۔ اور پنڈت صاحب کے بیان میں یہ بھی دیکھا گیا کہ پرمیشور صرف جزا یا سزا دینے والا ہے۔ تو جبکہ جزا و سزا دینے والا ہے۔ تو ہر ایک گنہگار اپنے گناہ کے نتیجہ سے اگر کسی مکتی داتا کو نہ مانے تو کس طرح رہائی پاویگا۔ اور اگر پرمیشور میں صرف یہی گُن ہے کہ وہ نیائی ہو تو اسکی کرپالو یا رحیم ہونے کی صفت زائل ہو جاتی ہے۔ اور وہ کبھی ایک صفت کو چھوڑ کر دوسری صفت پوری نہیں کرتا۔ تو ایک ایسا دھرم ہونا چاہیئے۔ کہ اسکی کل صفات پوری ہوں تو دین مسیحی ہیں اسکے کل صفات پورے ہوتے ہیں۔ اور انسان کی نجات یا موکھش پوری ہوتی ہیں۔ خصوصاً اسوقت اسکے نیاؤکاری اور کرپالو یا کرپا پوری کرنے کی بابت ہم خداوند یسوع مسیح کے کفارے کو دیکھتے ہیں۔ جو اُس نے خود اپنی مرضی سے گنہگاروں کے واسطے کیا۔ پھر پنڈت صاحب نے یہ لکھوایا کہ روح چیتن ہے اور جبکہ آتما چیتن ہے اور انادی ہے۔ تو پرمیشر کے ساتھ اُسکی ذات کی نسبت کوئی تعلق ممکن ہے۔ اگر تعلق نہیں ہے تو اُس کے کرموں کے

تینوں میں بھی اُسکا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ اور پھر پنڈت صاحب نے لکھوایا کہ کرم جیو کا ایک گُن ہے۔ اگر یہ گُن روح کا ذاتی ہے۔ تو روح کو کچھ ضرورت نہیں ہے۔ کہ پرمیشور کی طرف مائل ہو اور جبکہ روح ہی صرف انادی ہے۔ اور سب کچھ کرموں کا ہی پھل پنڈت صاحب کے بیان کے مطابق معلوم ہوتا ہے تو جسکو ستریر کہتے ہیں۔ اور جو آتما کے لئے بھاری بخشش ہے تو یہ اسکے کس کرم کے سبب سے ملی ہے۔ اگر انادی ہے۔ کہ کسی کرم کے سبب ملی ہے۔ تو پنڈت صاحب یہ دکھائیں کہ آتما انسانی بغیر ستریر کے کوئی فعل کر سکتا ہے یا کر سکتی ہے۔

پنڈت لیکھرام - یہ ٹھیک ہے کہ روح بُرے فعل کرتا ہے۔ لیکن یہ غلط ہے کہ وہ اُس کے نتیجہ کو دور نہیں کر سکتا۔ کرم کرنا فعل ہے۔ اسکا پھل ایشور دیتا ہے۔ اور سزا بھگتنے کے بعد نتیجہ دور ہو جاتا ہے۔ لیکن کسی آدمی کے ہمارے اور ایشور کے درمیان درمیانی ہونیکی ضرورت نہیں۔ بوجوہات ذیل۔ دنیا کے شروع سے آج تک کوئی آدمی زندہ نہیں۔ جسکے چال چلن کو ہم پورے طور پر جان سکیں۔ اور بغیر پورے چال چلن جاننے کے کسی پر ایمان لانا دانائی سے بعید ہے۔ اور یہ کہنا کہ فلاں شخص نشپاپ ہے۔ یہ صرف خیال ہے جسکا آپنے بھی کوئی ثبوت نہیں دیا۔ لیکن میں بائبل سے ثبوت دیتا ہوں۔ کہ وہ نشپاپ نہیں تھا بلکہ گنہگار تھا۔ مسیح بے رحم تھا۔ دیکھو متی کی انجیل باب ۱۰ آیات ۳۴ و ۳۵ و لوقا ۱۲ - ۴۹ - ۵۱ - مسیح نے دو ہزار کے قریب سوروں کی جان برباد کی۔ متی ۸ - ۳۱ - ۳۲ - پادری کلارک صاحب اپنی تفسیر میں اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ مسیح نے شاگردوں کو تلواروں کے خریدنے کا حکم دیا۔ ایسے کپڑے بیچ کر تلواریں خریدو۔ لوقا ۲۲ ۳۶ اور جب مسیح پکڑا گیا۔ تب اُسی کے دشمن کے سامنے مقابلہ کیا گیا۔ لیکن جب مقابلہ میں دیکھا کہ حواریوں کی تلوار بغیر سپاہیوں کا کان اڑانے کے کچھ نہ کر سکی۔ متی ۲۶ - ۴۷۔ تو لاچار ہو کر مسیح خاموش رہے۔ یوحنا ۱۸ ۱۰ یوحنا کی انجیل باب ۷ میں مسیح کے جھوٹ بولنے کا بھی ذکر ہے۔ مسیح کے شرابی ہونے کا ذکر انجیل متی ۱۱ ۹ مرقس ۱۴ میں ہے۔ مسیح کا بیفائدہ بددعائیں دینا اور اُسکے پھل مرقس ۱۱ و ۱۲ اور متی ۲۱ و ۱۸ سے ثابت ہے۔ دیکھو انجیل کی کہانی اس پر ایک فاضل انگریز کی رائے ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر عیسائی مذہب کے واہیات مسائل اور بیوجہ ظلم وجہالت دیکھنا چاہو۔ تو متی اور مرقس کی انجیل کی کہانی پڑھو۔ کرسچن مت درپن صفحہ ۴۵ -

پس مسیح گنہگار تھا اور وہ نشپاپ نہیں۔ اور اُس پر ایمان لانے سے کوئی نجات نہیں پا سکتا۔

سید غلام قادر شاہ - اگر پنڈت صاحب کے خیال کے موافق انسان اپنے ہر فعل کے نتیجہ از خود رہائی پا سکتا ہے۔ تو اُسوقت پنڈت صاحب یہ بھی دکھا سکتے ہیں کہ ایک شخص اگر اپنی مرضی سے زہر کھا لیوے۔ اور اُسکی تاثیر خون میں سرایت کر جاوے تو وہ از خود اسکو نکال سکتا ہے۔ لیکن ایسا ہونا ناممکن ہے بلکہ وہ ضرور دوسرے کا محتاج ہوگا۔ اِسی طرح ہر ایک گنہگار دوسرے کا محتاج ہے۔ جسکا بیان اوپر کیا گیا ہے۔ متی ۱۰ ۳۴ و ۳۵ کا مطلب ۳۷ آیت میں لکھا ہوا ہے۔ جو پنڈت صاحب نے نہیں سمجھا۔ لوقا ۱۲ ۴۹ و ۵۱ کا مطلب فی الحقیقت سچ ہے کہ سچائی کی مخالفت ہوتی ہے۔ اور اسی مخالفت کو ہمارے خداوند نے بیان کیا ہے۔ نہ کہ مخالفت سکھائی ہے۔ متی ۹ ۳۱ و ۳۲ کا

حوالہ سراسر غلط ہے۔ لوقا ۲۲ ۳۶ و ۳۸ پنڈت صاحب نے فرمایا۔ کہ لوقا ۲۲ و ۳۶ پر حکم دیا۔ کہ تلوار خریدو اور جب دیکھا کہ اب کام نہیں چلتا تو خاموش رہا۔

پنڈت لیکھرام - مسیح نشپاپ نہیں ہے اور جو حوالے میں نے دیئے۔ وہ سارے کے سارے بعینہٖ اناجیل میں موجود ہیں بیشک انسان کو موکش دلانا کی ضرورت ہے۔ اور وہ موکش دانا پرمیشر ہے۔ وہ کونسی کمی ضرورت خواہش یا حاجت ہے۔ جسکو خدا پورا نہیں کر سکتا۔ تاکہ انسان کو خدا کا درمیانی ماننا پڑے اور اگر کوئی انسان درمیانی ماننا پڑے۔ تو بائبل صاف کہتی ہے۔ کہ کوئی انسان درمیانی نہیں ہو سکتا۔ ایوب ۱۵ ۱۴ - ۴ - ۱۸ - ۲۹ - ۲۵ - ۴ - زبور ۱۴۳ ۲ یوحنا ۱ ۸۔۱ رومیا ۳ ۱۱ و ۱۲ امثال ۲۰ ۹ واعظ ۷ ۲۰ ان سے صاف ثابت ہے کہ عورت سے پیدا ہو وہ صادق یا نیک یا بیگناہ نہیں ٹھیر سکتا۔ مسیح سے پوچھا گیا۔ اور مسیح نے کہا تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے۔ نیک تو کوئی نہیں۔ مگر ایک یعنی خدا مرقس ۱۰ ۱۸ پس مسیح نیک نہیں اور مکتی دینے والا نہیں ہو سکتا۔ صرف پرمیشور ہی تمام دنیا کو نجات دینے والا ہے۔ اور اُسی پر ایمان لانے سے ہر ایک کی نجات ہو سکتی ہے۔ پادری فانڈر صاحب کے مباحثہ سے جو مولوی ابو رحمت کے ساتھ ہوا۔ صاف ثابت ہے کہ مسیح مرنے کے بعد تین سے زیادہ دن دوزخ میں رہا۔ تو جب مسیح خود دوزخ میں تو کسکو نجات دے سکتا ہے۔ پرمیشور کے ساتھ روح کی نسبت ہے مالک اور مملوک کے کرموں کا نتیجہ ہی روح کو بھوگنا پڑتا ہے۔ ورنہ اگر یہ نہ ہو تو خدا کا ہمارے ساتھ تعلق کیا خدا ہمارا حج ہے۔ اور ہم اُس کے بندے شریر بیشک ہمیں پرماتما نے عطا کیا۔ لیکن کیوں ؟ ہمارے شبھ کرموں کے بدلے میں۔ اسکا رحم اور ہے۔ اور عدل اور۔ رحم اسکا وید بھیجنے۔ بارش کھینچنے آفتاب پیدا کرنے سے ہے۔ اور عدل اُسکا مجرموں کو سزا دینے سے آپ مجھے پوچھتے ہیں۔ کہ آتما بغیر شریر کے کوئی کرم کر سکتی ہے۔ یا نہ۔ اسکا جواب یہ ہے کہ کرم نہیں کر سکتی۔ لیکن پھل بھوگ سکتی ہے۔ علم یوگ جسکا آج کل بگڑا نام مسمیریزم ہے۔ اس کے رو سے روح بہت سے کرم بغیر شریر کر سکتا ہے۔ اور وہ ساری باتیں شاستر میں لکھی ہیں جسطرح زہر کے رفع کے لئے ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔ اُسی طرح مکتی کے لئے خدا کی ضرورت ہے۔ روح میں داخل شدہ زہر کوئی نہیں دور کر سکتا۔

سید غلام قادر شاہ - لقیہ یوحنا ۱۸ ۱۱ - پطرس کو فرمایا کہ اپنی تلوار میان کر اور دوسری جگہ لکھا ہے۔ کہ جو تلوار چلاتے ہیں۔ تلوار سے ہی مارے جاوینگے۔ یہ بطور آزمائش کہا گیا۔ کہ تلوار خریدو۔ اس کے سوائے جتنے حوالے پنڈت صاحب نے بیان کئے ہیں۔ اُن کا بیان مطلق نہیں سمجھا۔ اگر سمجھا چاہیں تو ہم سمجھا سکتے ہیں۔ اور میزان الحق کا حوالہ جو لکھوایا۔ کہ میں تین دن سے زیادہ دوزخ میں رہا یہ غلط ہے۔ اور قانون قدرت جس کے کہ قائل ہیں دیکھا جاتا ہے کہ کل کام وسیلوں سے سرانجام پاتے ہیں۔ اور خدا کی خواہش یہ ہے کہ انسان ہلاک نہ ہو۔ بلکہ ہمیشہ کی زندگی پاوے۔ تو خداوند فرماتے ہیں۔ متی ۱۱ ۲۸ کہ جتنے گنہگار ہیں۔ میرے پاس آکر آرام پاویں۔ اور جو کچھ ہمارے خداوند کی بات اُنہوں نے نادرست فرمایا۔ وہ فی الحقیقت بائبل میں نہیں ہے۔ جیسا کہ اپنے اوپر دشمنوں یہودیوں کے سامنے ہمارے خداوند نے فرمایا۔ کہ اگر تم میں سے کوئی کچھ گناہ ثابت کر سکتا ہے۔ تو کرے۔ پھر وے خاموش رہے اور اب پنڈت صاحب سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ نجات کسطرح شروع ہوتی ہے اور حاصل

شتو پیتھ کانڈ ۱۴ پرپاٹھک ۲ منتر ۳ - ۴ - ۵ - ۶ - ۷ - ۸ - ۹ - ۱۰ - وغیرہ کے مطالعہ کرنے کی سفارش کرتا ہوں - جہاں پر مفصل ارشاد ہے کہ سوائے ایک پرماتما کے کوئی اوپاسنا یوگ نہیں ہے - بلکہ یہاں تک حکم ہے کہ جو کسی مخلوق چیز کی اوپاسنا کرتے ہیں - وہ حیوان مطلق سے زیادہ جاہل ہیں *

اے ناظرین میکس مولر صاحب و دیانند سرستی صاحب تو متفرق دیوتاؤں کے متفرق نام ہی واحد وجود کے ٹھیراتے ہیں مگر معترض (چونکہ سنسکرت یاد جانتا ہے) کی تسلی نہیں ہوتی کیا پرماتما کے متفرق نام ہونے سے خدا بیتمار ہوسکتے ہیں - شاید یہاں بھی "ایک تین میں اور تین ایک میں" گردانے کی صلاح کی ہوگی - مصنفان ویدانت وینایہ کو معترض خواہ مخواہ بدنام کرتا ہے - پس اول تو معترض کو میں علانیہ اطلاع دیتا ہوں - کہ اگر اس کے پاس کوئی ویدانت کا یا نیایہ کا سوتر ہو - یعنی اسکے برخلاف تو پیش کرے - ورنہ بصد افسوس سوائے اس کے اور کیا کہونگا - کہ پادری صاحب اپنی مادہ تحقیقت کا علاج کریں نہ فسانہ عجائب جیسے الہاموں کا وید کو دعوے ہے - اور نہ منقولی باتوں اور قصہ جاتوں کا وید حزا - ہے - آپ کا طبعزاد منطق نیایہ شاستر میں کیا بلکہ کسی فلاسفر یا حکیم کی کتاب میں بھی پتہ ندارد ہے - لیس وید مقدس ایسی فلاسفی سے حو پرانے عہد نامہ و نئے عہد نامہ کے مکاشفات باب ۱۴ آیت ۳ میں بھری ہے - اس کا معقولیت و علمیت کے ساتھ اثبات ہونا یہاں تک ہے - کہ آج کل کے فلاسفر خصوصاً آپکے محقق میکس مولر صاحب اور بھی تائید کر رہے ہیں - دیکھو لکچر ڈاکٹر صاحب موصوف مطبوعہ آریہ پیتر لاہور - ہاں اسکا بیان کرنا بھی خالی از لطف نہیں ہے کہ بائیبل کا اصل الاصول ہمہ اوست ہے یا نہ اگرچہ بہت مقام سے ظاہر ہوتا ہے کہ بائیبل کے ملک میں کوئی ہندوستانی نوین ویدانتی جا پہنچا ہوگا جس سے تعلیم ہمہ اوست کی بہت کچھ پائی جاتی ہے - (۱) ابتدا میں کلام اور کلام خدا کے ساتھ تھا - کلام خدا تھا - یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا - سب چیزیں اُس سے موجود ہوئیں اور کوئی چیز موجود نہ تھی - جو بغیر اُس کے ہوتی - یوحنا باب آیت ۱ سے ۳ تک (۲) اُس روز تم جانوگے کہ میں باپ میں اور تم مجھ میں اور میں تم میں ہوں یوحنا باب ۱۴ - آیت ۲۰ (۳) یوحنا باب ۱۴ - آیت ۱۱ میں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں ہے (۴) یوحنا باب ۱۷ - آیت ۲۱ سے ۲۳ تک تاکہ وے سب ایک ہوویں جیسا کہ تو اے باپ مجھ میں اور میں تجھ میں کہ وے بھی ہم میں ایک ہوں جس طرح ہم ایک ہیں - میں اُن میں اور تو مجھ میں تاکہ وے ایک ہو کے کامل ہوویں - (۵) قرانسیول کا خط پہلا باب ۱۵ - آیت ۲۸ تاکہ خدا سب میں سب کچھ ہووے - (۶) پیدائش کی کتاب باب ۱ و ۲ - اسی روز آدمی کو بھی یہ کہکے بنایا کہ ہم انسان کو اپنی صورت و اپنی مانند بناویں اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا - خدا کی صورت پر اُس کو پیدا کیا - (۷) نیک و بد کی پہچان میں اب آدم ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا - کتاب پیدائش باب ۳ (۸) یسوع نے کہا کہ تم خدا ہو - یوحنا باب ۱۰ - آیت ۳۴ - زبور ۸۲ کی آیت ۶ -

تردید - (۱) اے پادری صاحب جب ابتدا میں سوائے خدا کے اور کوئی چیز نہیں تھی جس سے جگت کو بنایا تو کیا اُسی ایک واحد کی کثرت نہیں ہے اور ہمہ اوست میں کیا شک ہے - (۲) جب جیسے خدا ہے اور ہم جیسے ہیں اور جیسے ہم ہیں تو کیا ہمہ اوست نہ ہؤا - (۳) جیسے خدا میں اور خدا جیسا میں کیا بلکہ سب جہان باپ اور بیٹے میں جو مانتے ہیں ہم اُن سے ہمہ اوست کے معنے ضرور دریافت کرتے ہیں (۴) کیا مسیح صاحب نے اِن آیتوں میں صاف بیان نہیں فرمایا - ؎

دریا سے حباب نے کہی یہ صدا تو اور نہیں میں اور نہیں
سب کچھ تیرا ہی جلوہ نما ہے تو اور نہیں میں اور نہیں

(۵) خدا کا سب میں سب کچھ کیا ہمہ اوست کے سوا کچھ اور مطلب رکھتا ہے - (۶) پادری صاحب کیا خدا کی صورت خدا نہیں ہے اور اگر کسی شیطان کی صورت کہیں تو شیطان نہیں ہؤا (۷) کیا وہ جتنے خدا اُسوقت موجود تھے درجہ میں مساوی اور قادر مطلق تھے - اگر ہیں تو آدم جب اُن میں سے ایک کے مانند ہؤا تو جب ۹ = ۳ × ۳ × ۳ کئے تو کیا اور ایک جو مساوی ہے ان تین میں ایک کے اُن میں سے ہر ایک کے مساوی نہیں ہؤا - پادری صاحب مربع کے چار کونے برابر ہوتے ہیں پس صریحاً ثابت ہے - کہ بائیبل کا اصل الاصول تعلیم ہمہ اوست ہے - آگے ماننا نہ ماننا آپکے اختیار سے ہاں وید مقدس میں پرماتما کی سروگیہ (ہمہ دان) اور اننت اکاء (بیحد اور غیر مجسم) وغیرہ اوصاف کا بیان تو ہے - مگر ہمہ اوست کی محد یا حامی کوئی شرتی نہیں ہے - اگر ہے تو مخالف - یعنے پادری صاحب کو ہم چیلنج یعنے میدان میں بلاتے ہیں کہ وہ شرتی پیش کریں ورنہ اپنے غلط دعوے کو واپس لے لیں -

پادری دفعہ ۴ - (۱) ادھیاء ۸ انواک ۱ سکتا ۹ میں رودر کی لنگا کی اور انسان کش تیرے پناہ مانگی ہے -

(۲) پھر ادھیاء ۱ - انواک ۱۸ - سکتا ۶ میں راجہ سہودا دیا اسکی رانی لوماتا کی تعریف یہ ہے کہ انہوں نے ہزارہا قربانیوں کے واسطے سو گھوڑے اور سو بیل اور بہت سی گائیں -

(۳) پھر ادھیاء ۳ - انواک ۲۲ - سکتا ۵ میں مہیش دیوتا کی تعریف قربانی کے یار جیات کرنے میں ہے - اور راستی انواک کے سکتا ۶ میں گھوڑے کی قربانی کی بڑی دھوم دھام ہے - جو دیوتاؤں کی سواری کے لئے آگے بھیجا جاتا ہے - اور جس کے آگے آگے چیلی بکری بھی ممیاتی جاتی ہے -

(۴) پھر رگ کی جلد اپرب ۱۲۱ - شلوک ۲ میں بیان ہے کہ خدا نے اپنے آپ کو قربانی دے دیا جس کے سایہ اور موت سے حیات ابدی ملتی ہے - (ست پت برہم کے صفحہ ۳۶ میں لکھا ہے - کہ خدا انسانوں کے لئے قربانی ہؤا - ایسا ہی تیز یا ارنیکا کے صفحہ ۱۳۲ میں ہے - پھر اور گوشت کو بھی دیوتا کہا ہے - اور اسکے کھانے والے کو نہیں -

جواب آریہ دفعہ ۴ - معترض کی لیاقت علمی تو ان حوالجات سے ظاہر ہو رہی ہے جن سے مفصل ٹھیک پتہ نہیں ملتا - مگر پھر بھی ہزار جد و جہد سے جہاں تک معترض کے وسوسات کا نشان مل سکا مع صحیح ترجمہ کے نذر ناظرین کرتا ہوں - واضح ہووے کہ رگ کے آٹھ اشٹک ہیں اور ہر ایک اشٹک میں آٹھ آٹھ ادھیاء اور ہر ایک ادھیاء میں مختلف برگ و منتر ہیں معلوم نہیں ہوتا کہ جناب کا وشواس نمبر اکس اشٹک کے آٹھویں ادھیاء پر ہے -

صداقت رگوید

عندالپڑتال پایا گیا کہ رگوید کے اشٹک اول ادھیاء ۸ سوکت ۴ ۱۱ منترہ میں لفظ رودر کو موجود ہے جس سے انوواک و سکت کے نشان قابل اطمینان نہیں اور نہ ادھیاء ۸ میں انوواک اور سکت ۹ کہیں موجود پایا گیا۔ اصل منتر یہ ہے۔

मा नस्तोके तनये मा न आयौ मा गोषु मा नो अश्वेषु रीरिषः। वीरान्मा नो रुद्र भामितो वधीर्हविष्मन्तः सदमित्त्वा हवामहे ॥

تردید - ۴ ۱۱ سکت کے ۱۱ منتر ہیں اور یہ کُل امورات سلطنت کی بات ہیں اور نمبر ۶ سے لیکر ۹ تک خصوصاً اُن امورات کا ذکر ہے جنکا نہ کرنا سلاطین یا راجوں کا نہایت ضروری ہے۔ لفظ رودر کے معنے راجا یا سناپتی کے ہیں۔ جن کا اعلےٰ فرض یہ ہونا چاہئے۔ کہ اپنے یار عایا کے مالکوں۔ کماروں اور گئو گھوڑے وغیرہ پر اُپکاری یعنے مفید خلائق جانوروں کو کبھی قتل نہ کریں اور وہ سبب جن سے انکا نقصان ہو ہمیشہ اُن کو دور کرے۔ ایسے عادل ظلم سے رہت راجا کی رعایا کو اطاعت ضروری ہے۔

جناب من اس منتر میں کہاں انسان کُش تیر اور رودر کی لگاؤ کا ذکر ہے بلکہ گستاخی معاف سمجھ کا قصور ہے۔

وشواس نمبر ۲ - ادھیاء ۱- انوواک ۸ اسکت ۹ میں تمام رگوید میں میں نے پڑتال کیا۔ مگر آپ کے بتلائے ہوئے راجہ رانی کا وید مقدس میں نشان ندارد ہے اور نہ کہیں ان بیرحمی کی قربانیوں کا نام و نشان دکھائی دیا اور نہ کوئی اس قسم کا بیان پایا گیا پس اس کا جواب صرف یہی ہے کہ براہ مہربانی الطائف بتاء ہٰذا دعوے فیلسوفانہ سے باز آئیے۔

وشواس نمبر ۳ - حضرت رگوید کے تیسرے ادھیاء میں کہیں ۲۲- انوواک نہیں ہے اور نہ منڈل تیسرے میں کوئی ۲۲- انوواک درج ہے۔ میں حیران ہوں کہ آپ کو ایسے خوارق عادات و جھوٹے الزامات کہاں سے اور کیوں سوجھتے ہیں اور بیس دیوتا اور قربانی کا گھوڑا۔ یا دیوتاؤں کا واہن۔ اور چتلی بکری کہاں اور کس منتر میں ہیں۔ کہیں مسیح کے گدھے کا تو خیال نہیں آگیا جو اُنہوں نے کسی شخص کا چرا کر سواری کی تھی۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۱- آیت ۲ سے ۴ تک۔

وشواس نمبر ۴ - اے ناظرین رگوید میں پرب و شلوک نہیں ہیں بلکہ وہ مہابھارت میں ہیں۔ خیر بپاس صداقت اسکا جواب باصواب عرض کرتا ہوں اشٹک ۸ ادھیاء ۷- ۳۰- سوکت ۱۲۱- اور منڈل ۱۰ میں یہ منتر ہے۔

य आत्मदा बलदा यस्य विश्व उपासते प्रशिषं यस्य देवाः। यस्य च्छायामृतं यस्य मृत्युः कस्मै देवाय हविषा विधेम ॥

یہ اوپاسنا کے متعلق منتر ہے۔ جو جگدیشور (یہ آتم دا) پران اور آتم گیان کا داتا ہے (بل دا) جو قوت اور اتو اہ پراکرم کا دینے والا ہے (یسیہ وشوا یا) جس وشو دیو یعنے جگت کے مالک کی ودوان اُپاسنا کرتے ہیں (پرشکم یسیہ دیوا) گیانی لوگ جس کو سویکار کرتے ہیں۔ (یسیہ چھایا امرتم) جس کے آسترے اور کرپا سے موکش سکھ حاصل ہوتا ہے۔ (یسیہ مرتیو) اور جس کے نہ آسترے اور اوٹ سے جنم رودپ دُکھ کا بھوگنا ہے۔ (کسمئی دیوا ہویشا ودھیم) اس سکھ سروپ پرماتما کی عبادت خلوص نیت سے ہمیشہ کرنی یوگ ہے۔

معترض اگر لیاقت علمی رکھتا ہوتا تو کبھی کسی خود غرض کے پیچھے چلکر ایسا کٹ لفظ ملدان سے معترض نے اپنی دور اندیشی سے شاید مسیح کا مصلوب و کفارہ ہونا گمان و وشواس کیا ہوگا۔ جیسا کہ انڈرونے بائیبل میں لفظ کرشن سے کرسٹ کا نام استخراج کیا اور ناواقف ہندوؤں کو شکی کرنا چاہا۔ مگر یاد رکھیں کہ اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ [ف]

زمانہ بساط نو آئیں نہاد　　شد آں مرغ کو بیضہ زریں نہاد

برہمنوں کی غفلت اور بھولاپن کا زمانہ دور ہو گیا۔ اور آفتاب صداقت طلوع ہوکر آریہ ورت مطلع انوار ہو گیا۔ اور آئے دن آریہ ورت باشی خواب غفلت سے بیدار ہو رہے ہیں۔

وید مقدس کی تقلید گھر گھر میں ہو رہی ہے۔ عنقریب بائیبل کی سنہری جلدیں اور کتابوں کو لگنے والی ہیں۔ اے ناظرین [ف]

دیکھو عقدہ ثریا اُسے انگور کی سوجھی　　قربان ہوں اس سمجھ کے کیا دور کی سوجھی

جیسے کوئی شخص دستگیر کے لفظ سے قندی کے معنے نکالے اور خطا بخش کے لفظ سے خطائیں عنایت کرنے والا مان لے اور جو فروشی و گندم نمائی سے معجزات و خوارق عادات کی ہی تان گائے۔ تو کسطرح قابل لحاظ نہ ہوگا۔ ویسے ہی معترض کی دوڑ دھوپ ہے۔ یہ لوگ عموماً ایسے ہتھکنڈے چلایا کرتے ہیں تاکہ کسی طرح لوگوں سے بات کرنے کا موقع ملے۔ جیسا کہ تمام گرنتھ صاحب سے یہ شلوک نکالا ہے۔ پن رکھس کا کانا سیا۔ سری اسکیت جگت کے ایسا۔ تمام ناظرین جانتے ہیں کہ گورمکھی میں حرف ش نہیں ہے جس سے عموماً حرف ش کی جگہ س مستعمل ہوتا ہے۔ اصل لفظ ایش کا مخفف ہے۔ نہ معاذاللہ عیسےٰ کا ذکر ہے۔ پستھ سچھ داتیری کے پُستک جو سنسکرت کے ہیں۔ اُن میں آپ کی دعاوی کا پتہ ندارد ہے۔ بتراور گوشت خوری دیالتا اور وید کے مخالف ہے۔ ہاں مطبخ بائیبل میں اُن کی گرم بازاری ہے۔ وہاں سے خرید فرما لیجئے۔ ہمارے ہاں یہ جنس ندارد ہے۔ براہ مہربانی خواہ مخواہ دخل در معقولات عقلا سے بعید ہے۔

پادری دفعہ ۵ - (۱) ادھیاء ۴- انوواک ۲۳ میں اندر دیوتا کلاں اگست منی سے کہتا ہے کہ آج کل ٹھیک نہیں کہ ہم پر کیا بیتنے والا ہے۔

(۲) اور انوواک ۷ سکت ۲ میں مصنف رگ رگ کا کہتا ہے کہ عوام کی نسبت ہم بھی خطاؤں سے کچھ زیادہ محفوظ نہیں۔

یہ ہے تعریف لم یزلی۔ و الہام وید کی جو اُس سے خود بھی اسی کی ہے پیروا وید و پران کے جو چاہیں مانیں اور کہیں۔ مگر ویدوں کو نہ تو دعوے معجزات کا ہے نہ مقدس تعلیمات کا نہ فلاسفی کا اور پیچ وید ہیں۔ تو تاریخ پران و شاستر کیا کچھ ہونگے۔ سو ٹھیک معلوم۔ مگر جہل بھی ایک برکت ہے جو غیر زباں ہیں رہنے ویدے پیدا ہو رہا ہے۔ [ف]

بس قامت خوش کہ زیر چادر باشد　　چوں باز کنی مادر مادر باشد

جواب آریہ دفعہ ۵ - اے ناظرین میں افسوس کرتا ہوں کہ رگ وید کے ادھیاء ۴ میں انوواک ۲۳ کوئی نہیں اور نہ منڈل ۴ میں کوئی انوواک ۲۳ ہے ہاں منڈل ۴ میں سوکت ۲۳ ہے۔ مگر وہاں کیا تمام رگوید میں کسی رشی کی گفتگو درج نہیں۔ بالکل اگست وغیرہ کسی رشی کا نام و نشان نہیں ہے۔ اور نہ کوئی

[ف] چونکہ آپ کا منطق تمام دنیا سے نرالا ہے۔ اسواسطے آپ کو ایسے اختراعات میں خوب مہارت ہے مگر سوائے ویدک محاورات سے آگاہ ہونیکے وید مقدس کے مدعا کو سمجھنا آسان نہیں۔

تقاضا ہے (لا محال) ایسا کیا ہو خدا آگاہ ہے کہ وہ شور و ناقص گناہ کرے کیونکہ اسکے جو رکاوٹ و خوف تھا وہ بھی دور کر دیا اور کھلم کھلا آزادی دیدی - کہ سلہ نہ اسا خوف خدا بیچارہ رہ نہ عدل گستری ہے - مچا اندھیر ہے آہ مسیحا کی خدائی ہے - کیا گناہ جسمانی چیز ہے کیا کسی کا قتل کر دیا گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے - کیا خون کا داغ پاک ہستی کا نشان ہے کیا مسیح کا گنہگار کا کیا اپنا بھی کفارہ ہونے کے لائق ہو سکتا ہے - یہ سب وہی امور ہیں جنکے ممد و معاون کوئی برہان قاطع نہیں ہے اور نہ کوئی حق پسند معقول طبیعت انہیں قبول کرکے تسلی پا سکتی ہے -

پادری دفعہ ۸ - یہ ایک بڑی ہی عجیب بات ہے کہ اس دنیا میں جو تڑک بھڑک کھوٹ کو ہے کھرے کو نہیں لازم تو تھا کہ یگانگت اور غیرت محبت اور رفاقت کھرے کیطرف ہوتی - و بس - مگر بالعکس اس کے کھوٹ کیطرف ہے ہم حکم پر اکثر بیاں کلام کرتے ہیں - حکم کلی کا اور سبب اسکا یہی ہے کہ انسان کو خود پرستی مرغوب ہے نہ خدا پرستی -

آریہ جواب دفعہ ۸ - پادری صاحب کی بات درحقیقت عجیب کیا بلکہ غریب ہے خدا اُسکو کھرے کھوٹے کی پرکھ نصیب کرے - پس جہاں امتحان پر پرکھنا غرض ہے - جو خود غرضی سے مبرا عقل سلیم ہی سچا جوہری بننے کے لائق ہے مشہور ہے کہ سانچ کو آنچ نہیں اور کھرے کو ڈر نہیں - کھوٹ کی تڑک بھڑک جاہل کی آنکھ خیرہ کیا کرتی ہے مگر جوہری کے سامنے اگر ماند شبے دیگر نمے ماند - ہٹ دھرمی و تجاہل عارفانہ ہیچ ما دیگرے نیست کا کوئی علاج نہیں اور نفس پرستی کا حق پرستی کیطرف رجحان ہونا ایسا دشوار ہے - جیسا کہ ایک و ایک کا تین ہونا یا تین مختلف ناکامل عنصروں کا ایک جوہر ہونا بہر حال بائبل کے دعاوی کا ثبوت عقلی ہر طرح محال بلکہ ناممکن ہے -

پادری دفعہ ۹ - سچا دین خدا کا وہی ہے جو عدل الٰہی سے اطمینان بخش کر دے خواہ ایسا کرنا اسکا دلائل معقولہ سے یا گواہی معجزات از ممکنہ سے اور مبارک وہ شخص ہے جو خطرہ سے منہ کو چھپاتا نہیں بلکہ اُس کے مٹانے کی کوشش کرتا اور حال کو مآل کے مقابلہ میں نثار کرکے ندامت آخری سے بچتا - محبت و خوف الٰہی کا بدرقہ ہی صرف اُس کو منزل مقصود روحی تک پہنچا سکتا ہے اور صداقت ہی اُسکی پکی تیغ و سپر ہے کہ جسکا مقابلہ مخالف سے محال ہے -

آریہ جواب دفعہ ۹ - سچا دین خدا کا وہی ہے جو عدل الٰہی پر کیطرح دھبہ نہ آنے دے اور پرماتما کی ذات کو ہر طرح کے کلنک (الزامی) امورات سے مبرا ثابت کرے اور ایسا کرنا اُس دھرم کا دلائل معقول سے ہو - نہ کہ داستان ہائے فضول سے دھوکہ دہی معجزات دنیاوی طمع - معقد شی باتوں اور خوارق عادتوں و کراماتوں وغیرہ سے جنکا ثبوت اُس سے بھی ہزار گنا زیادہ دشوار ہے - صداقت کی پیروی میں خطرہ پر سے ڈرنا نادانوں کا کام ہے اور اسکے مٹانے میں دل و جان سے توجہ کرنا اور دنیاوی عزت اور سفید رنگت و سرد مہری پر بھولنا داناؤں و عقلمندوں پر اختتام ہے ہمارے بھولے بھالے سینکڑوں ہندو بھائی پادریوں کی چاپلوسی پر خوش ہو جامہ سے باہر ہو کر عقل و علم کو گرو ہی کر رہن نامہ لکھا چکے ہیں اور آخرت یعنے مآل کے مقابل میں مال یعنے حال کو بہ ہدایت دریا دلی سے شرط لگا دیا جس سمت سے جو تھا وہ سب کھو بیٹھے اور جب کچھ نہ رہا تو آگے اللہ اللہ خیر صلا - میم صاحب کی بگی ہانکنے کے لائق ہو گئے مبارک وہ لوگ ہیں جو طمع کے واسطے زندگی کو برباد نہیں کرتے اور دھوکہ کی تسلی سے بچکر حقیقی شانتی کی تلاش کرتے ہیں اور کسی اندھے حس پوش چاہ میں نہیں گرتے اور جنکا شاستر کے اس فرمان پر عمل ہے یعنی صداقت کی ہی فتح ہوتی ہے ضد و تکذیب کی نہیں +

مسئلہ نیوگ

واضح ہو کہ ریواڑی کے مشنری ٹی ولیمس صاحب نے (جیسا کہ ان لوگوں کا مدت سے قاعدہ ہے -) پبلک کو آریہ سماج اور ویدوں سے متنفر کرنے کی نیت سے ۱۷ ستمبر ۱۸۸۹ء کو ایک چٹھی آریہ پترکا لاہور میں شائع کرائی جسمیں انہوں نے ستیارتھ پرکاش اور سوامی دیانند جی بلکہ رگوید پر - اعتراض کیا کہ اُسمیں یم اور یمی کی کہانی ہے - اور سوامی جی سے نیوگ دھرم پر نہایت غیر مہذبانہ الفاظوں میں مخالفت کر برعم خود یہ ثابت کرنا چاہا - کہ پنڈت دیانند اپنے زمانہ میں ویدوں کے نہایت ہی خطرناک دشمن تھے -

اُسی مرتبہ فاضل پنڈت گورو دت ایم - اے کی طرف سے پادری صاحب کا جواب بھی شائع ہوا - پنڈت جی نے بسبب عدیم الفرصتی اور علالت طبع کے صرف اُن کے اصلی اعتراض کے جواب میں اُسی قسم کی باتیں اُن کی بائبل سے ثابت کیں - اور نیایور یک (یعنی دلائل منطقی) سے اُن کے اعتراضوں کا رد کیا - جس پر بعض مخالفیں کی یہ رائے ہے "مسٹر گورو دت نے پادری ولیمس کے اعتراضوں کو لیکر یہ دکھلانے کی کوشش کی ہے کہ بائبل کے رو سے آپکے خداوند یسوع مسیح کی نسبت بھی اس قسم کے الزام عائد ہوتے ہیں - مگر اس سے کیا؟"

پنڈت جی کا ارادہ کل سکت کے ترجمہ کرنے اور مفصل جواب دینے کا تھا مگر افسوس کہ وہ مہاشے ۱۹ - مارچ ۱۸۹۰ء کو سرگباش ہو گئے -

پادری صاحب نے وہی اپنا مضمون جدا رسالہ کی صورت ناگری میں شائع کیا ہے جسکا نام نیوگ کھنڈن پترکا رکھا -

آریہ سماج کے خود غرض دشمن بلکہ ضدی اور ناحق مخالف مسٹر شیو نرائن اگنی ہوتری لاہوری پیشر نے خواہ مخواہ پادری صاحب کے اعتراضوں کو انگریزی و ناگری سے اردو میں ترجمہ کر ایک ٹریکٹ کی صورت میں لکھ اور اُس کا نام پنڈت دیانند کا جھوٹھ اور اُن کی گناہ آلودہ تعلیم رکھ اپنے پریس میں شائع کیا -

پس ہم اپنے مرحوم بھائی کے ارادہ کو ایشر آشرت ہو کر پورا کرتے اور پادری صاحب اور مسٹر اگنی ہوتری کے اعتراضوں کی اصلیت بتلاتے ہیں - کیونکہ سلہ

کفر ست در طریقت ما کینہ داشتن　　آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

بام مارگ کے طمع اور پرانوں کے فتور کے سبب عرصہ سے لوگوں نے تمام قسم کے توہمات ویدوں کے ذمے مڑھنے شروع کئے - دیوتاؤں کی قربانیاں اور بتوں کی خوفناکیاں بھی لوگ ویدوں سے منسوب کرنے لگے - مہی دھر اور ساین آچاریہ جیسے بام مارگیوں نے صدہا قسم کے کلنک ویدوں کو لگائے اور

سلہ مذہبی نسبت پورا کرنے کے لئے سندر بن یا ساگر کے جزیروں میں بچوں کو مرنے کے لئے چھوڑ آنے کی رسم جاری - رسم تعزیرات ہند کی دفعہ ۳۱۷ کے ذریعہ ۱۸۵۹ء میں بند کیگئی ہے +

طلب یہ بات رہی کہ وِوسوتیہ کون ہے۔ جب کوش یعنی لغات میں دیکھتے ہیں تو وِوسوتیہ کا ارتھ سورج لکھا ہے۔ دیکھو (امرکوش کانڈ ۱ ورگ ۳ شلوک ۲۸)

اب ووسوتیہ کے لڑکے یم اور یمی کون ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ دن اور رات النکار شاستر کے جاننے والے لوگ اس طریقہ کو بخوبی جانتے ہیں۔ خود نروکت کے رشی کا یہی اعتقاد ہے۔

विवस्वत. सूर्यस्य पुत्री। रूपकमेतद्‌ राव्यानम्‌॥

کہ یم اور یمی کا سورج کی اولاد کہنے سے مراد النکار ہے۔ یمیا نام راتری کا ہے (دیکھو نگھنٹو ادھیا ایک کھنڈ ۷) اصل میں لفظ یمیا نہیں ہے۔ بلکہ یمی سے پرتے وبھکتی کو اپٹ کا اگم ہوتا ہے۔ اس سے یمیا پڑ لوگ پڑھا گیا۔ واستو میں یمی شبد ہے۔ اسکا پلنگ یعنی صیغہ مذکر یم ہے۔ پس یم اور یمی رات دن کے نام ہوئے۔

صبح کیوقت کی سُرخی (اوشا) کو بھی یمی کہتے ہیں۔ اور شاستر وکت النکاروں میں سورج اور دن اور صبح کی سُرخی یعنی اوشا کا بہت ذکر آتا ہے۔ جسکا مطلب صرف یہ ہے کہ قدرتی نظاروں سے اپدیش فرمانا اتھروید میں جو اس کے متعلق بہت منتر ہیں۔ وہاں یمی سے مراد اوشا معلوم ہوتی ہے۔ دیکھو اتھروید کانڈ ۱۸ انوواک ۱ منتر ۲۷ و ۲۸ بلکہ سورج کی کرن اور راتری کا بھی انکا ہے۔ دیکھو نگھنٹو (۵ ادھیا کھنڈ ۵) اور ایسا ہی آنندی کوش میں اور نگھنٹو میں یہ پد کا نام بھی ہے۔ ۵ اسی طرح دیا کرن کے رو سے تیم کرنیوالے استری پُرش کے واسطے عموماً استعمال ہوتا ہے۔ یم وایو کا نام بھی ہے۔ (نگھنٹو ۵ / ۳) اور یم یوگ شاستر کے رو سے ایک خاص عبادت اور من روکنے کا ذریعہ بھی ہے (دیکھو یوگ شاستر سوتر ۳۰) اور اُس کے دھارن کرنیوالے کو یمی کہتے ہیں۔ نیاءکاری ہونے سے یم پرمیشور کا بھی نام ہے (دیکھو رگوید منڈل ۱ سکت ۱۶۴ منتر ۴۶ – اور منوسمرتی ادھیاء ۸ شلوک ۹۲) یاد رہے۔ یوگ بھی ایک پرکار کا نیم یعنی اقرار ہے۔ پس یہ معنی یم اور یمی کے ویدک طریقہ سے ہوتے ہیں۔

باقی رہا پورانک محاورہ اُس کے رو سے موت کے دیوتا کا نام بھی یم ہے۔ یمنا ندی کا بھی نام یمی ہے۔ جو پوپ لوگوں نے یم راجا کی بہن بنائی اور کرشن سے بیاہی ہے مگر ہم کو ایسے معنے سویکار نہیں کیونکہ وید کے دھرم کے ماننے والے ہیں نہ کہ پورانوں کے۔

ان مندرجہ بالا ارتھوں کے سوائے لغات میں روکنا بند ہو جانا نتیجہ انسو۔ گوا۔ سنیچر کا ستارہ بھی یم یمی کے معنے میں آئے ہیں۔

رگوید کے اس دسویں منڈل کے دسویں سکت کے کل ۱۴ ارچا ہیں۔ جنمیں سے صرف ۴ میں یمی اور یم شبد ہے باقی دس میں بالکل نہیں۔ اس دسویں سکت کے اندر ۶ و ۷ و ۸ ورگ ہیں۔ منتر نمبر ۱ سے ۵ تک ورگ ۶ ہے جسمیں یم یا یمی کا لفظ بھی نہیں ہے۔ منتر ۶ سے ۱۰ تک ورگ ۷ ہے۔ جسمیں صرف منتر ۷-۹ میں یہ لفظ ہے۔ ورگ ۸ منتر ۱۱ سے ۱۴ تک ہے۔ جسکے ۱۲ و ۱۴ میں یم اور یمی لفظ آیا ہے۔ باقیوں میں نہیں۔ یہاں تک یہ سکت سماپت ہوا۔

ان تینوں ورگوں میں مندرجہ ذیل مضمون ہیں۔

ورگ ۶ منتر ۱ — ۵ تک سوئمبر بیاہ کی بابت ہدایت یا طریقہ
ورگ ۷ منتر ۶ — ۱۰ تک نیوگ یا پُترلواہ کی ہدایت
ورگ ۸ منتر ۱۱ — ۱۴ تک بہن بھائی کے بیاہ یا سگوت میں بیاہ کی تشدید و ممانعت۔

اب ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ پادری صاحب کے شکوک دور کرنے کے واسطے اس سکت کے تینوں ورگوں کا ترجمہ نذر ناظرین کریں۔

ورگ ۶ کا ترجمہ سوئمبر بیاہ کی بابت ہدائیت یا طریقہ

منتر ۱ – ہے ستری میں تیرا متر تیرے سامنے ورتماں اور سمدر کی مانند گمبھیرتا کو پراپت (گرہست آشرمی) ہو کر تیرے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہوں تاکہ اُس سے پرتھوی پر منتر پد کا شمان سنت کے پر کاشک پرماتما پرجاپتی کی کرپا سے سنتان اوتپتی ہو۔

منتر ۲ – (اگر ستری برہمچارنی رہنا چاہے تو یوں کہہ سکتی ہے) اگرچہ میں تل گن والی بھی ہوں۔ تو بھی آپ کے ساتھ سنجوگ سے ہونیوالی سنتا کو نہیں چاہتی۔ پس آپ کسی اور سے جو آپ کے یوگ ہو۔ ایسی خواہش کریں (آپ تشددوں سے ظاہر ہے کہ گارگی آدک صدہا فاضل تمام عمر تک برہمچارنی رہیں)۔

منتر ۳ – ہے ستری جو عالم اور فاضل لوگ ہیں۔ وے ہی ایسے ایم طریقہ کر جانتے ہیں (وِشو آدک نہیں کیونکہ اُنہیں کلیان کا مارگ نہیں) اس لئے اے اُتم شریر والی تیرا من میرے من میں مستقل ہو میں تیرا استان کرنے والا پتی ہوؤں۔ تیرے ساتھ میری شادی نسپھل نہ ہو۔ تو میرے شریر کو پراپت ہو۔

منتر ۴ – دھرماتما لوگ جو متھیا بیوہار (جھوٹھ وغیرہ) کبھی نہیں کرتے۔ وہ ہم بھی کبھی نہ کریں۔ تیج سروپ شکتی اور پران کو دھارن کرتا ہو اپُرش اور جل آدی کے کومل گنوں کو دھارن کرنیوالی ستری کو (یعنی دو نوں کو) پرمیشور نے پیدا کیا ہے اُسی سمبندھ کیلئے ہم دھرم سے گرہست کرم کریں۔

منتر ۵ – سب تشلیپ کرتا ہے بنے ہوئے جگت کے منتظم و صانع حقیقی پر پرک۔ و اُپین کرنیوالے پرماتما نے گربھادہان اُستان اُپتی کا مارگ پیدا کیا ہے اسلئے پرماتما کے ان نیموں کو کوئی بھی نہیں توڑ سکتا۔ پرتھوی انترکھش سورج آدی لوگ باوجود جڑ ہونے کے بھی اُسکے انتظام میں چل رہے ہیں۔

ورگ ۷ نیوگ یا پُترلواہ کی بابت ہدائیت اور وقت

منتر ۶ – انسان کے سابقہ کرم کو وہ پرمیشور جانتا ہے۔ اور سب گپت کرتب یعنی پوشیدہ خیالات کا بھی وہ محرم ہے۔ وہی سب کا ساکھشی بھوگیہ بھوگتری شکتیوں (متر۔ ورن) کا بڑا استھان ہے۔ یعنی دونوں کو اسی نے اُتپن کیا ہے۔ وہی اُن کے ستھان اور جنم کو جانتا ہے۔

یہ دونوں پرسپر نسبت رکھتے ہیں۔ کیونکہ ایک کی ہانی میں دوسرے کی ہانی ہے۔ (اس کے ساتھ دیکھو رگوید منڈل ۱ سکت ۱۰۴ منتر ۲ ۔ اور نروکت نیگم کانڈ ۳ منتر ۱۵ مطبوعہ ولایت صفحہ ۵۹ -

منتر ۷ - جس طرح وید وکت دوابت ستری اپنے پتی کے لئے سروسوارپن کرتی ہے۔ ویسے ہم بھی ایکسا دوسرے کے ارپن ہوں۔ تم پورہک کاریہ (نیوگ) کرنے میں ادیت پرش پتہ سنسکار نے ئیموں کو پالن کرنیوالی ستری کا طالب ہو۔ دونو سنیکت ہوکر گرہ آشرم کی رکھشا کو چلانیوالے ہوں۔

منتر ۸ - (جو بدہوا ستری برہم چارنی رہنا چاہئے وہ ایسا کہے) ہے ستری رہت پرش مادی سنسار کے گن وکاری یعنی تغیر و تبدل والے ہیں۔ ایک دم بھر بھی قائم نہیں۔ اسی طرح اس زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ پس میں پنر بواہ یا نیوگ نہیں کرنا چاہتی۔ تم بواہ کی خواہشمند کے ساتھ گرہست روپ چکر کے چلانیوالے ہو (اپنشد آدکوں سے ظاہر ہے۔ کہ کئی فاضلہ عورتیں پتی مرجانے کے بعد برہمچارنی رہ کر ستت اوپدیش کرتی رہیں۔ اور ایسے ہی مرد بھی)

منتر ۹ - ہے جو سورج اُدے ہونے سے ہوتا ہے۔ وہ نیم کرنیوالے پرش کے لئے ہو اور رات دن اُس نیم میں رہیں جیسے دیولوک اور بھولوک آپس میں آکرشن رکھتے ہیں۔ ویسے ہی سنیکت ستری پرش آپسمیں نیوگ سمبندھ کو دھارن کریں۔

منتر ۱۰ - ایسے یگ یا زمانہ جب پیش آویں۔ کہ کل بدھو کا ماتر وغیرہ خاص آپتیوں میں مبتلا ہو کر سچار کیطرف جھکنے لگیں۔ اور الوگ کرم میں مصروف ہوں اُن وقتوں میں یُگ ہے۔ کہ اُن کو کہا جاوے کہ ہے سوبھگے تو مجھ سے الگ یعنی دوسرے پتی کی اچھیا کر اور اُسکا پانی گرہن کر۔

(اِس منتر کا نروکت کار نے بھی یہی ارتھ کیا ہے۔

आगमिष्यन्ति तान्युत्तराणि युगानि यत्र जामयः करिष्यन्त्यजामि कर्माणि जाम्यतिरेकनाम बालिशस्य वा समानजातीयस्य वोपजन उपधेहि वृषभाय बाहुमन्यमिच्छस्व सुभगे पतिं मदिति व्याख्यातम् ॥ निरु॰ नैगमकाण्ड अ॰ ४ पा॰ ३ खं॰ ४

یامی اور جامی کل بدھو کیواسطے استعمال ہوتا ہے۔ اور عموماً انہیں معنوں میں آیا ہے دیکھو منوسمرتی ۸/۱۲۳ و ۳/۵۷ و ۴/۱۸۳ و ۴/۱۸۵ و ۸/۸۵ -

ورگ ۸ بہن بھائی کے بیاہ کی تردید کہ سگوت میں بیاہ نہیں ہوسکتا

منتر ۱ - جسکی موجودگی میں بہن اناتھ ہووے کیا وہ بھائی ہے۔ اور جو دکھ کو بھوگے کیا وہ کسی کی بہن ہے۔ ارتھات اُسکا کوئی بھائی نہیں تو یدی بھائی کو بہن کہے کہ میرا دکھ دور کرنے کے واسطے میرے شریر سے اپنا شریر سنیکت کر تو بھائی کیا کرے۔ (اسکا جواب اگلے منتر میں ہے) یہ صرف سوال ہے۔

منتر ۱۲ - ہے اکامنا یکت میں تیرے شریر سے شریر نہ ملاؤں گا۔ کیونکہ جو پُرس ہمیشرہ سے صحبت کرتا ہے۔ اُسے پاپی کہتے ہیں اس کارن میرے بغیر کسی اور گن کرم انوسار پُرش سے شانتریتی سے شادی کر۔ تیرا بھائی اس پاپ کو نہیں کرنا چاہتا

منتر ۱۳ - ہے ایمُوں کو پالن کرنے میں سمرتھ پرش تم بہت دربل ہو رہے ہو کیا میں تمہارے ہردے کے برتانت کو نہیں جانتی؟ تم کو اس ستری کے بجائے اور ستری پرایت ہو۔ جیسے لتا برکھش کو پرایت ہوتی ہے۔

ایسا ترجمہ اسکا نروکت کار نے بھی کیا ہے۔ دیکھو نروکت ۶ - ۵ - ۵ - اور مطبوعہ ولایت صفحہ ۱۰۲ -

बतो बलातीतोभाति दुर्बलो बतासि यमनैवते मनो हृदयं च विजानीमो ऽन्याकिल त्वां परिष्वङ्क्ष्यते कक्ष्येव युक्तं लिबुजेव वृक्षं लिबुजा व्रततिर्भवति लीयते विभजन्तीति व्रतति वरणाच्च शयनाच्च ततनाच्च वातायमुदक भवति वात एतदाप्यायति पुनानो वात्यं विश्वश्चन्द्र मित्यपि निगमो भवति ॥ नि॰ अ॰ ६ पा॰ ५ खं॰ ५

منتر ۱۴ - ہے ایمُوں کے پالن کرنیوالی ستری تو انیہ کسی پرش کو اسطرح پرایت ہو۔ جیسے لتا برکھش کو۔ تم پرش کے ساتھ سندر گیان کرنیوالی سمتی کرو۔ جس سے پرسپر سکھ کی بردھی اور دکھ کا ناش ہو۔ (اس منتر کا ایسا ہی اور اس کے قریب قریب ترجمہ نروکت کار نے کیا ہے۔ (دیکھو نروکت ادھیا ۱۱ پاد ۳ کھنڈ

अन्यमेव हि त्वं यम्यन्यस्त्वां परिष्वङ्क्ष्यते लिबुजेव वृक्षं तस्य वा त्वमन इच्छ स वा तवाधा नेनमेकुरुष्व संविदं सभद्रां कल्याणभद्रां यमी यमं चकमे तं प्रत्याचचक्षेत्याख्यानम् ॥ नि॰ अ॰ ११ पा॰ ३ खं॰ १३

جسکا ترجمہ یہ ہے۔ ہے ایمی تو دوسرے کو پرایت ہو اور تجھ سے دوسرا ہی سمبندھ کرے جیسے لتا برکھش کی ویسے تو اُس کے من کی اچھیا کر وہی تیری دھارنا سے تیرے گیان کو رکھے وہی تیرے کو سوبھدرا (کلیان والی) کرے۔

یمی یعنی اوشا - یم یعنی دن کو یہ کاشت کرتے ہوئے اُس اوشا کو وقت کے گزر جانے پر دن منع کرتا ہے۔

اب ہم پادری صاحب کے بقیہ اعتراضوں کا جواب دیتے ہیں

۱ - پادری - ہم جانتے ہیں کہ پنڈت دیانندجی کا نیوگ سے کیا مطلب ہے

یعنی جب کسی شوہر اور بیوی کے اولاد نہ ہوتی ہو۔ تو اُن دونوں میں سے جو زبل (ناقابل) نہیں ہے۔ سنتان پیدا کرنے کی نیت سے کسی پرش کے سنگ پرسنگ کرے۔

آریہ۔ سوامی جی کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ وہ لکھتے ہیں "بیاہ وا نیوگ سنتانوں کے ہی ارتھ کئے جاتے ہیں۔ پشووت کام کریڑا کے لئے نہیں (صفحہ ۱۱۹ سطر ۹)

اور جیتے جی نیوگ یا پنر لواہ جو کہا ہے۔ اُسکا یہ مطلب ہے "کہ ستری بھی جب روگ آدی دوشوں سے گرست ہو کر سنتان اُتپتی میں اسمرتھ ہو وے۔ تب اپنے پتی کو آگیا دیوے کہ ہے سوامی آپ سنتان اوتپتی کی اچھیا سے مجھ کو چھوڑ کر کسی دوسری دوہوا استری سے نیوگ کر کے سنتان اوتپتی کیجئے" (صفحہ ۱۱۹ سطر ۲۰) پس یہ جیتے جی نیوگ صرف سخت مریض ہو جانے یا مریض کے ساتھ غلطی سے بیاہ ہو جانے کے سبب سے ہے۔ ساری دنیا مسیح یا سوامی دیانند جی کیطرح حتی نہیں رہ سکتی۔ لاکھوں عورتیں اپنے مریض خاوندوں کی خدمت کرنے کو پرم دھرم سمجھتی ہیں اور ایسے ہی لاکھوں مرد بھی۔ پس یہ حکم وید مقدس کا اُنکے واسطے نہیں ہے۔ یہ تو صرف آپت کال کا دھرم ہے جب وہ خاوند کی شرم میں نہ رہ سکے یا خاوند ستری کی شرم میں نہ رہ سکے۔ یعنی جب پتی ستری برت دھرم اور جب ستری پتی برت دھرم کو نہ پالن کر سکے۔ تب ضرور ہے کہ سب اہل برادری کے سامنے بجائے شادی کے دوسرا بیاہ یا نیوگ کر لے۔

۴۔ پادری۔ میرا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ویدوں میں کوئی بے شرمی کی تعلیم موجود نہیں۔ بلکہ میں دکھلا سکتا ہوں کہ اُن میں اس قسم کی مثالیں موجود ہیں۔

آریہ۔ جناب من۔ یہ صرف آپ کی بائبلی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ ورنہ وید مقدس میں معاذاللہ ہرگز ہرگز کوئی بے شرمی کی تعلیم نہیں ہے۔ البتہ صدہا بے شرمی اور بد اخلاقی اور بد تہذیبی کی باتیں آپ کی ہولی بائبل میں موجود ہیں دیکھو مندرجہ ذیل نبیوں کے حالات مقامات ذیل ہیں

ابراہیم نبی کا اپنی ہمشیرہ سے شادی کرنا (پیدائش ۱۲/۱۹و۱۴ و ۲۰/۱۲)

داؤد نبی کی زناکاری (۲ سموائیل ۱۱/۱-۵)

داؤد نبی کے بیٹے کا اپنی بہن سے زنا مفصل دیکھو (۲ سموائیل ۱۳/۱۴)

داؤد نبی کے بیٹے ابی سلوم کا اپنے باپ کی عورت سے زنا (۲ سموائیل ۱۶/۲۲)

لوط نبی کا اپنی دونوں جوان بیٹیوں سے زنا اور شراب نوشی (پیدائش ۱۹/۳۲-۳۷)

یعقوب نبی کا فریب سے پیغمبری حاصل کرنا (پیدائش باب ۲۷ کل)

مسماۃ تمر کا اپنے سسر یہوداہ سے زنا کروانا (پیدائش ۳۸/۱۲-۳۰)

خدا کا موسےٰ کو فریب سکھلانا (خروج ۳/۱۸)

سلیمان نبی غزل الغزلات میں کہتا ہے "اے میرے بوا میری زوجہ تو نے میرا دل غارت کیا۔ اے میری بہن زوجہ تیرا عشق کیا خوب ہے۔ باب ۴/۹-۱۰" اس کے ساتھ ہی دیکھو (یشعیاہ ۳/۱۶و۱۷ و ۲۰/۴ و افرنتیوں ۵/۱ و ۶/۱۶)

اب اخیر میں بائبل کے خدا کا ایک اخلاقی حکم بھی درج کرتا ہوں اور اسکا آپ ہی کو منصف بناتا ہوں۔

کتاب استثنا میں موسےٰ کو خدا حکم دیتا ہے "اور جب تو لڑائی کے لئے اپنے دشمنوں پر خروج کرے۔ اور خداوند تیرا خدا اُنکو تیرے ہاتھوں میں گرفتار کرے۔ اور تو اُنہیں اسیر کر لائے۔ اور اُن اسیروں میں خوبصورت عورت دیکھے اور تیرا جی اُسے چاہے کہ تو اُسے اپنی جورو بنا وے۔ تو تو اُسے اپنے گھر میں لا۔ اُسکا سر منڈوا۔ اور ناخن کتروا۔ تو وہ اپنا اسیری کا لباس اتارے اور تیرے گھر میں رہے اور ایک مہینہ بھر اپنے باپ اور اپنی ماں کے سوگ میں بیٹھے۔ بعد اس کے تو اس کے ساتھ خلوت کر اور اُسکا خصم بن۔ اور وہ تیری جورو بنے۔ بعد اُسکے اگر تو اُسے خوش وقت نہ ہو تو جہاں وہ چاہے۔ اُسے جانے دے۔ (۲۱/۱۰-۱۴) افسوس صد ہزار افسوس ایسے برہم زن اخلاق اور زناکاری کے حکم خدا کے ذمہ لگائے گئے۔!!!

۴۔ پادری۔ یہ تعلیم ویدوں کے سر مڑھنے کا یکتا اور لاثانی فخر پنڈت دیانند جی بانی مبانی آریہ سماج نے ہی حاصل کیا ہے۔

آریہ۔ ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ سوامی جی کا تو اعتقاد یہی ہے۔ جیسا کہ انہوں نے خود وید بھاش کے ایک ایں لکھا ہے "یہ سب کو ودت ہو کہ جو باتیں ویدوں کی اور اُنکے انکول ہیں۔ اُن کو میں مانتا ہوں۔ ورودھ باتوں کو نہیں۔ اس سے جو جو میرے بنائے ستیارتھ پرکاش وا سنسکار ودھی آدی گرنتھوں میں گریہ سوتر و منو سمرتی آدی پستکوں کے وچن بہت سے لکھے ہیں۔ وے اُن اُن گرنتھوں کے متوں کو جتانے کے لئے لکھے ہیں۔ اُن میں سے وید ارتھ کے انکول کا ساکھشی دت پرمان اور ورودھ کا اپرمان مانتا ہوں۔ جو جو بات وید ارتھ سے نکلتی ہے۔ اُن سب کو پرمان کرتا ہوں کیونکہ وید ایشور واکیہ (کلام الہی) ہونے سے سرو تھا مجھکو مانیہ ہے" ایسا ہی (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۷۸۔ نمبر ۲)

جناب پادری صاحب ہم نے آپ کو صرف مسئلہ پنر لواہ یا نیوگ کا جیسا کہ ویدوں اور خاص کر اس سکت میں ہے۔ وہ بتلا دیا۔ اور جیسا سوامی جی مہاراج نے لکھا ہے اُسی طرح آریہ سماج کا بھی اصول ہے "وید ودیاؤں کا پستک ہے۔ وید کا پڑھنا پڑھانا اور سننا سنانا سب آریوں کا پرم دھرم ہے"۔ آریہ سماج سوامی جی کو رسول یا نبی یا اوتار یا ابن اللہ نہیں مانتا۔ بلکہ ست دھرم پرچارک اور بیجس ریفارمر مانتا ہے۔ ویدوں کے انکول انکی باتوں کو جو تمام معقول ہیں۔ ہم مانتے ہیں۔

۵۔ پادری۔ گویا اس جگہ وہ جان بوجھ کر جھوٹھ بولتے ہیں میں پورے دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ پنڈت دیانند کو معلوم تھا۔ کہ بات کرنے والا مجرم ہے۔ پس یہ جھوٹھ کسقدر خوفناک ہے۔ کہ جسکے وہ مجرم ٹھیرتے ہیں نہایت خوفناک ہے۔ اسلئے کہ وہ صاف طور پر ایک ایسی کتاب کے برخلاف جھوٹھ بولتے ہیں۔ کہ جسے وہ الہامی مانتے ہیں۔ اور جس کے الہامی ہونے کی وہ منادی کرتے ہیں۔

آریہ۔ سوامی جی نے جو کچھ لکھا۔ اُنہوں نے اپنے آتما میں رشیوں کی رائے اور علمیت کے مطابق راست سمجھ کر لکھا جیسا کہ اُنہوں نے ستیارتھ پرکاش کے دیباچہ میں بھی بیان کر دیا۔ اُن کی آزادی۔ دلیری۔ مستقل مزاجی اور صداقت پسندی کی شہادتیں ہزاروں موجود ہیں۔ مگر ہم اُنکو

بتاتے ہیں۔ کہ آپ کے خداوند مسیح صاحب پر یہ سارے الفاظ عائد ہوتے ہیں۔ نہ کہ سوامی جی پر۔

پہلا جھوٹھ۔ "یسوع نے اُس سے کہا کہ لومڑیوں کے لئے ماندیں اور ہوا کے پرندوں کے واسطے بسیرے ہیں۔ پر ابن آدم کے لئے جگہ نہیں" (متی ۲۰/۸) اسکا بطلان یوحنا ۲۷/۱۹ سے ہوتا ہے۔

دوسرا جھوٹھ۔ متی ۴۰/۱۲ تین رات تین دن رہنے کا اقرار ہے مرقس ۴۲/۱۵ بروز جمعہ شام کے وقت دفن ہوئے۔ متی ۱/۲۸ اتوار۔ علی الصبح قبر سے لاش غائب ہوئی۔ اِس حساب سے دو رات اور ایک دن قبر میں رہے۔

تیسرا جھوٹھ۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اُن میں سے جو یہاں کھڑے ہیں۔ بعضے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اپنی بادشاہت میں آتا دیکھ نہ لیں موت کا مزہ نہ چکھیں گے متی ۲۸/۱۶۔

چوتھا جھوٹھ۔ لوقا ۴۳/۲۳ میں اُسی روز بہشت میں جانیکا وعدہ ہے۔ مگر خط اول پطرس ۱۹/۳ کے حوالہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ بہشت میں نہیں گیا۔ بلکہ دوزخ میں گیا۔ جیسا کہ کتاب حل الاشکال ۱۸۶۴ء صفحہ ۱۰۹ سطر ۲۱ میں پادری فانڈر صاحب نے بھی اسکا اقبال کیا ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ مسیح اُسوقت سے تین رات اور تین روز دوزخ میں رہا۔ اور اعمال ۳/۱ سے ظاہر ہے کہ وہ چالیس روز تک زمین پر رہا۔ پس ۴۳ روز تک مسیح کو بہشت نصیب نہیں اور نہ اُس چور کو۔ یہ بائبل کے خدا کا ایک بڑا جھوٹھ ہے۔

مسیح کا پانچواں جھوٹھ بھی ہم لکھ دیتے۔ مگر چونکہ انجیلیں چار ہیں اسواسطے ہم بھی چار ہی پر قناعت کرتے ہیں۔ اگر آپ اور دیکھنا چاہیں تو ہمارے بنائے ہوئے کرسچین مت درپن صفحہ ۴۲ باب ۱ دیکھ لیں۔ سوامی جی نے اپنی الہامی کتاب کی نسبت کوئی جھوٹھ نہیں بولا۔ مگر مسیح رسول اور الہامی نے ضرور بولا۔ غور سے دیکھو متی ۱/۲۲ و ۱/۱۵ و ۲/۹ و ۲۶/۶۔

۱۲۔ پادری۔ پنڈت دیانند اپنے زمانہ میں ویدوں کے نہایت ہی خوفناک دشمن تھے۔

آریہ۔ جب آپ کے اعتراض باطل ہو گئے اور ہم اُن کی تردید کر چکے تو پنڈت دیانند جی اپنے زمانہ کے نہایت ہی خوفناک دشمن نہ رہے بلکہ سب سے زیادہ وید دھرم پرچارک اور وید ارتھ پرکاشک ست مت کے حامی ثابت ہو گئے۔ یہ صرف ہماری ہی رائے نہیں۔ بلکہ آپکے پادری الیف ایل نیلڈ صاحب نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

"سوامی دیانند سرسوتی کے پھرنے اور گفتگو کرنے سے یہ ہوا کہ انہوں نے دینی عابدوں کو جو کہ مکار ہیں اور گیان کو سچے دل سے تحقیق نہیں کرتے ہیں۔ شرمندہ کیا۔ اور ہزار ہا سال سے جو پراچین دھرم بطور معدوم کے ہو گیا تھا۔ اُسکو روشنی میں لا کر ہندوستان کے حوالہ کیا (دیکھو اُن کی سالانہ رپورٹ) اسی طرح ایک اور لارڈ بشپ صاحب فرماتے ہیں یا پانچ برس سے ایک شخص جسکی علمیت و فضیلت میں ذرا بھی کلام نہیں۔ اس دیش میں ظاہر ہوا ہے وہ شہر بہ شہر پھرتا اور ویدوں کے احکامات کا اپدیش کرتا ہے۔ جس میں ایک پرمیشور کی اوپاسنا کی ہدایت ہے۔ اور اوتاروں کی مخالفت اور صرف یہی نہیں بلکہ اُس نے ثابت کر دیا کہ رسم ستی اور بت پرستی و دیگر رسوم قبیحہ جو پرانوں میں درج اور خود غرض پجاریوں کی ایجاد۔

وید کے منشا کے بالکل خلاف ہیں" (اخبار پانیر الہ آباد ۲۰ دسمبر ۱۸۸۹ء) مفصل دیکھو نسخہ خبط احمدیہ صفحہ ۲۲۹ و ۲۳۰)

۸-۹ و ۱۱- پادری۔ تیرھویں منتر میں یم منادی ہے۔ وہاں لکھا ہے۔ اویم اور چودھویں میں یمی بھی منادی ہے یعنی اویمی۔ یہ ہر دو آخری منتر میں تشریح سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ سوائے منادی کے یہاں اور کچھ نہیں بن سکتا۔ پس یہ بات چیت کرنے والوں کے صاف نام ہیں اب اگر اسکے بعد کوئی بھی یم۔ اور یمی کے رشتہ دار ہونے کی نسبت شک کرے۔ اور جھگڑنے لگے تو اُس کے بیوقوف ہونے میں کیا شک ہے۔

آریہ۔ ہم نے نہایت واضح دلائل سے اور صحیح پرمانوں سے ثابت کر دیا ہے کہ یم نیم کرنے والے پرش کے اور یمی نیم کرنے والی استری کے معنے ہیں۔ اور دن اور رات یا دن اور آدتیا کا اِن تمام منتروں میں النکار یعنی استعارہ ہے کوئی قصہ کہانی نہیں یہاں پرماتما نے نظائر قدرت سے اپدیش دیا ہے۔ فارسی زبان روزانہ میں ایک محاورہ ہے۔ در ترا میگویم دیوار تو گوش کن۔ اور ایسے ہی ایک اور محاورہ ہے۔ فلک گفت احسن ملک گفت زہ۔ قضا گفت گیر و قدر گفت دہ۔ اور ایسا ہی بائبل میں بھی محاورہ ہے۔ آسمان خوشی کرے اور زمین شادیانہ بجاوے۔ قوموں کے درمیان کہو کہ خداوند سلطنت کرتا ہے سمندر اس سمیت جو اُس میں بھرا ہے شور مچاوے۔ میدان بھی اُن سب سمیت جو اُس میں ہیں باغ باغ ہو جاوے۔ تب بن کے سارے درخت خداوند کے حضور گائینگے ۱۔ تواریخ ۳۱-۳۳/۱۶ اور (زبور ۵/۱۹) اے پھاٹکو اپنے سر اونچے کرو۔ اور اے ابدی دروازو اونچے ہو۔ اسی طرح زبور ۷-۱۰/۲۴ و ۴/۹۸ و ۳-۸/۱۱۴ و ۲-۱۰/۱۳۶ اور یشعیاہ ۲۳/۴۴ و یرمیاہ ۱۲/۴ میں دیکھو بہت سی بیجان چیزیں منادی بنائی گئی ہیں جو سمجھانیکا ایک طریقہ ہے۔ جس سے مطلب صرف نصیحت یا اچھے کام کی ترغیب یا بدی سے نفرت کرانا ہے۔ یہی حال یم اور یمی کے مضمون یا دن اور رات کے مضمون سے ہے اور یہی مطلب دیو۔ اسر سنگرام۔ یا سورج اور بادل کے جنگ سے ہے۔ پس ہم کو بقول آپکے کہنا پڑا۔ کہ اگر اسکے بعد بھی کوئی اس استعارہ اور محاورہ کو نہ سمجھ کر یم اور یمی کو بھائی بہن یا حقیقی رشتہ دار سمجھے یا وید میں درحقیقت کہانی سمجھے اور آریوں سے جھگڑنے لگے تو اُس کے پرلے درجہ کے بیوقوف ہونے میں کیا شک ہے؟ ہرگز نہیں

لاہوری پیغمبر مسٹر شیو نرائن کی نقلی غلطیاں

اور اُن کی علمیت کا نمونہ

۱۰-۱۱- بارھویں منتر میں یم اُس سے ہم بستری کا تعلق پیدا کرنے سے انکار کرتا ہے۔ کیونکہ جو شخص ہمبستری کی نیت سے اپنی بہن (سواسرم) کے پاس جاتا ہے۔ اُسنے [illegible] پاپی کہتے ہیں۔ اور اس عہد کے اخیر میں وہ کہتا ہے۔ اے خوبصورت تیرا بھائی کام کے لائق نہیں۔ (ناتے بھراتا سبھایا و شئے تت

नातेभ्रातासभ्रा याढ्येतत्

آریہ - یا بالکل غلط ہے اور آپکی علمیت کی شہادت کیونکہ اس منتر میں نہ تو نیچہت شبد ہے - اور نہ نیچہت کا ارتھ یاپی ہے - اور نہ ایسی سنسکرت وید میں موجود ہے - اس منتر میں لفظ (پاپم) جدا موجود ہے جسکا ترجمہ پاپی ہے - ہم آپکی سنسکرت فہمی کی مہارت سمجھ گئے - اپنے (چونکہ خود نہیں پڑھ سکتے یا نہیں سمجھ سکتے) لفظ نکچہات नि गं का त کو نیچہت سمجھا - جسکا ترجمہ سنجوگ کرتا ہے - اور اپنے خیال سے اُسکا ارتھ پاپی بنالیا - باقی کا سنسکرت کا ٹکڑا بھی آپنے بالکل اشدھ لکھا - وہ اصل میں یوں ہے -

न ते भ्राता सभगो व हो नत

(نہ تے بھراتا سو بھگے وشٹ نے تت) اسکا ترجمہ بھی آپنے بالکل اشدھ کیا - کیا اسی لیاقت پر فاضل اجل سوامی دیانند جی سے ہم پلہ ہونیکا ارادہ کرتے ہیں - اور اسی لیاقت پر وید منتروں کا ارتھ کرنے لگے تھے -

صفحہ ۷ سطر ۱۲ میں آپ نے شت پتھ کو شت پت لکھا - کیوں نہ ہو آپ نام خدا سنسکرت کی لیاقت کیطرح الٹی ہوتری بھی ہیں - اصل بات یہ ہے کہ آپ حق و ناحق آریہ سماج کی مخالفت کے دوست اور آریہ سماج کے دوست کے ذاتی دشمن ہیں - پادری صاحب نے اپنے ٹریکٹ کا نام رکھا نیوگ کھنڈن اور آپنے وہ بالا یا زیادہ اپنی نقل کا نام پنڈت دیانند کا جھوٹ اور اُنکی گناہ آلودہ تعلیم رکھا - اور ترجمہ میں بھی جہاں مصالحہ کم تھا - وہاں اور نون مرچ اپنے مطبخ سے چھڑکدیا - سعدی نے سچ کہا ہے - ع

توانم آنکہ نیازارم اندرون کسے حسود را چہ کنم کو ز خود برنج درست

۱۰ --- آئندہ ایک جون کے رشتہ دار بھی آپسمیں وہ برتاؤ کیا کرینگے کہ جو اُنمیں اس قسم کی رشتہ داری کے شایاں نہیں ہے (بحوالہ منتر ۱)

آریہ - اس منتر میں ایسا ہرگز نہیں ہے - آپ کو سنسکرت نہ جاننے کے سبب اور پادری صاحب کو سائن آچارج کے ترجمہ سے دھوکہ ہوا - وہاں صاف یہ الفاظ پڑے ہوئے ہیں -

उपवर्हिहि हपभाये वा तु मन्य मिछ स मगाय

गाय ति मन

جدا ایسا ہی اسکا ترجمہ نروکت کار نے بھی کیا ہے - جو ہم نے منتروں کے ترجمہ میں درج کر دیا - پس اس منتر میں نیوگ یا غیر ذات والوں کا ذکر ہے جو نیت کمال کا وہم ہے آپ کے بیہودہ خیال کا اس سے کچھ تعلق نہیں -

اب ہم سائن آچاریہ کی ظاہر مشہور غلطیوں کو ظاہر کرتے ہیں

اگرچہ خود پوری فضا کا بھی خیال ہے - کہ سائن نے کہیں کہیں غلطی کی ہے - جیسا کہ تکذیب براہین احمدیہ صفحہ ۱۶۸ سے ۱۷۵ تک مشرح درج ہیں اگر اس سکت میں خاص خاص موٹی غلطیاں اُن سے واقع ہوئی ہیں -

منتر ۱ - اس کے آغاز میں - آسا چاریہ نے ایک طبعزاد کہانی یم اور یمی کی داخل کی جو اسکی جان بوجھ کر مغالطہ دہی ہے - اور پورانوں کے ردی قصوں کا نتیجہ ورد منتر یا سکت سے اُسکا کوئی سمبندھ نہیں -

منتر ۲ - میں اُس نے اپنی طبعزاد کہانی کے سدھ کرنے کے واسطے سکشا کا ارتھ بالکل غلط کیا ہے - یعنی (समा नयो नित्व व द रा) مگر اسکا یہ ارتھ نہیں ہے اُسکا ارتھ سمان لکھشن یا اچھے لکھشن والی کا ہے اور पृथु रूपा کا ارتھ بھگنی کیا ہے - حالانکہ اسکا ارتھ خوبصورت ہے -

منتر ۳ - میں جب سائن سے کچھ ارتھ نہیں بن سکا - تو کیول کلپت ایک جھوٹی کہانی برہما کا بیٹی اور بہن سے بیبھچار کی کتھا بلا ثبوت گھڑکر دھر دی جسکا وید منتر سے کوئی اور کسی طرح کا تعلق نہیں -

منتر ۴ - میں بھی سائن نے بلا سبب بلا وجہ اور بلا ثبوت پرجاپتی کی کہانی جوڑ دی - تاکہ وہ کسی طرح اپنا نامعقول ارتھ کر سکے - اور یم اور یمی کی کہانی کی بنیاد رکھی اور ایسی ہی فضول کوشش منتر ۵ میں بھی کی -

منتر ۶ - میں دیجیا दी त्वया ارتھ ترک کیا ہے جو بالکل غلط ہے اور کہیں بھی اُسکا پرمان نہیں ملتا - مگر اُسکو تو اپنا قصہ بتانے سے مطلب تھا نہ کہ وید ارتھ سے دیجیا کا ارتھ ترنگ ہے - دیکھو (امادی کوش ۴-۷۲) اور اسی طرح امرکوش (کانڈ ۱ ورگ ۱۰ اشلوک ۵)

ہم کو بڑا افسوس ہے کہ یاسک منی نے تو اپنے نروکت میں اس سکت کے تین منتر نمبر ۱۰ و ۱۳ و ۱۴ کی تفسیر کردی - جیسا کہ ہم ترجمہ میں درج بھی کر چکے - چونکہ وہ سائنا چاریہ کی بام مارگ والی طبیعت کے سخت مخالف تھے - اسواسطے اُن کو بالکل درج نہیں کیا - اور نہ اُن کا حوالہ دیا جس سے صاف ظاہر ہے - کہ وہ وید مقدس کا طبعزاد کیول کلپت ۱۸ پرانوں کی کہانیوں کے ماتحت ارتھ کرنا چاہتے تھے - ورنہ بمثل سوامی جی مہاراج کے ایسے ضروری موقعوں پر نروکت کا ضرور پرمان پیش کرتے - مگر اُنہوں نے نہیں کیا - پس اُنکی نیت اور اُنکا انصاف اور سچائی سب لوگ اچھی طرح جان سکتے ہیں -

پادری صاحب کی علمی غلطیاں

--- ۱ --- ۲ --- پادری - وہ یہ الوگ سکشا دیتا ہے کہ بس سنتان پرُش کی ستری اپنے پتی کے جیتے جی دوسرے دواہت پرش کے سنگ بھوگ کرے -

آریہ - یہ آپ کی بڑی بھاری غلطی ہے - سوامی جی نے ایسا نہیں لکھا - بلکہ وہ تو کہتے ہیں کہ جسکی ستری یا پرش مرجاتا ہے - اُنہیں کا نیوگ ہوتا ہے - کمار کماری کا نہیں" (صفحہ ۱۱۴) مطلب یہ نیوگ رانڈ ستری اور رنڈوے مرد کا ہو سکتا ہے - ستری والے پرُش اور پرُش والی ستری کا نہیں - اور وہ بیاہ کیطرح نیم پوربک ہوتا ہے نہ کہ بائبل کے حکموں کی طرح صرف خلوت -

--- ۳ --- پادری --- اپنی پیج यमज بھگنی یمی سے نس بھاشن کرتا ہے - مگر دیانند سمجھ بوجھ کر ستھیا بولتا اور باپ کا بھاگی بنتا ہے -

آریہ - یہ لفظ اپنے صفحہ ۲ میں تین مرتبہ اور کل میں ۴ مرتبہ لکھا ہے - پر تیج لفظ کے معنی بھگنی نہیں ہے - بلکہ بیٹی کے ہیں - آپ کی علمی لیاقت اسی سے ظاہر ہے - تیج کا ارتھ اس پر کار ہوتا ہے

यमा ज्ज जायत क्षे तिय म ज्ञ

اسی طرح ज्ञ ज्ञ ल ज्ञ یعنی حل سے اوپیں ہوئیوا الاکل ہے۔ اور وید کے منترو نہیں
۔ لفظ نہیں ہے۔ افسوس بایں لیاقت سوامی جی پر اعتراض۔ اب بتلایئے متھیا
ئلے کا پاپ کس کو ہے۔ اور اسکا بھاگی کون بنا۔ سوامی جی یا آپ۔

— ۴ — پادری۔ نروکت ۱۰-۱۲-۱۳ میں پد ۱۴ کا یہ ورنن کرتا ہے۔

यमा यमे च कमे ताम प्रत्याच च क्ष

ارتھات یمی نے یم کے سنگ بھوگ کرنا چاہا۔ اُسنے سویکار کیا۔ یہ تپاکتات
ہے اسمیں نرپل پتی کا کہاں ورنن ہے۔

آریہ۔ اس سے بھی آپ کی لیاقت ظاہر ہے۔ کیسی لالچی پوپ جی سے ایسا
ارتھ کرالیا ہوگا۔ مگر یہ ارتھ اسکا ہرگز نہیں ہے۔ سُنئے اسکا اصل ارتھ
یہ ہے۔ رات یا اوشا نے دن کی اچھیا کی۔ دن نے سمح کیا۔ مگر یہاں نرپل
تو نہیں وہ ٹل لفظ موجود ہے۔ دیکھو منتر ۱۳ لیکن ہاں۔ وہ مضمون منتر
۱۰ تک ختم ہوگیا۔ اُن منتروں میں دوسرا مضمون ہے۔ جس سے کوئی کسی
کا اعتراض عائد نہیں ہوسکتا۔ البتہ آپ کی لیاقت خوب ظاہر ہوری ہے۔

— ۵ — پادری — دوسرے پد میں یم یمی کو اپنی سلکھشنا کہتا ہے
ارتھات کنبنی۔

آریہ۔ ۱ سے ۵ تک یم یمی کا لفظ نہیں ہے۔ اور نہ سلکھشنا کا ارتھ
رشتہ دار یا بہن ہے۔ اپنے سائن کے بھاش کو بھی نہیں سمجھا۔ یہ آپ کی
علمی غلطی ہے۔

— ۵ — پادری۔ چوتھے پد میں یوں لکھا ہے۔ گندھرب اور اپتیر
اپتنی اُن سے ہم دونوں کی اُتپتی ہوئی ہے۔ اس کارن ہم یم عامی ارتھات
سگوتر ہیں۔

آریہ۔ اسکا ایسا ارتھ نہیں ہے۔ اصل ارتھ ہم نے لکھدیا ہے اور
اُس کے غلط ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے۔ کہ اگر یہ ارتھ ہو تو وہ دیوتوں
کی اولاد نہ رہے۔ بلکہ گندھرب کی ہوگئی۔ جو بالکل باطل ہے۔ حالانکہ یہ
ارتھ آپکے اور سائن دونوں کے مخالف ہی نہیں۔ بلکہ ناواقفی کا ثبوت
ہے۔ وید کے اس منتر میں ایسا شبد نہیں ہے۔

— ۶ — پادری۔ دسویں پد میں یم اُتر دیتا ہے۔ य न्न जा मय: یمی
ابھی سے سگوتر لوگ وہ کرم کرینگے جو گوتر دھرم کا اُلٹ ہے۔

آریہ۔ ناظرین ہم نے آج تک [illegible] ड य کا ارتھ ابھی سے کہیں سنا اور
نہ کسی پستک میں پڑھا۔ بلکہ اسکا ارتھ صاف ہے۔ جہاں جس جگہ
اور جب لیس ارتھ ہوا۔ کہ جب اور جہاں کل بدھو۔ بُرے کاموں کیطرف
جھکنے لگیں۔ تب نیوگ کرنا چاہئے۔ پس اس سے پادری صاحب کی
لیاقت صاف ظاہر ہوگئی۔ وہ خواہ مخواہ شہیدوں میں داخل ہونا یا مجنوں
سواروں میں شریک ہونے کے خواہشمند ہیں۔ ورنہ اصل بات یہ ہے
کہ اُن کے اعتراض یا یہ صداقت سے بالکل گرے ہوئے ہیں۔ وہ تعصب
کے سبب حق سے مخالفت کرتے ہیں۔ نہ کہ صداقت سے۔

— ۷ — پادری۔ دیانند کا یوگ ستس گورو دت ایسے سوامی جی کے
نوشتے میں کہتا ہے۔ کہ وہ اپنے سمے کا ایک ہی پنڈت ہے۔ ورنہ میں اسکو
کبھی ماننے پر تیار ہوں۔ ارتھات اس کارن سے کہ دیانند نے وید کا متھیا
انوواد کرکے اسیر ایسے اتینت انوچیت شکشا کا دوش لگایا ہے۔ وہی دیانند
اپنے سمے میں وید کا سب سے مہان ستر و ٹھہرا ہے۔

آریہ۔ ناظرین! مرحوم فاضل پنڈت گورودت ایم اے جکی سنسکرت کی
لیاقت اور وید دانی کے مخالف و موافق قائل ہیں۔ جکی ویدک میگزین اور
اُپنشد بھاشیں اُن کی تحقیقات حق و فضیلت کے شاہد ہیں۔ وہ تو سوامی جی
کو اپنے سمے کا ایک ہی ویدک پنڈت مانتے ہیں۔ اور اسی طرح مشہور و معروف
سنسکرت دان پنڈت ٹھاکر دت آچاریہ و پنڈت جوالا پرشاد جی شاستری
و پنڈت آریہ منی جی وغیرہ صدہا پنڈت اور نامی گرامی فاضل تو سوامی جی کو
ودی فاضل اور وید دھرم کا حامی مانتے ہیں۔ مگر پادری لی ٹی ولیمس صاحب
جن کو معمولی کتابیں پڑھنے کے سوائے سنسکرت کی ذرا بھی لیاقت نہیں
وہ سوامی جی کو ویدوں کا مہا ستر و ٹھہراتے ہیں۔ کیوں نہ ہو پادری صاحبان
کو اصل میں سوامی جی کے وجود سراپا جود سے بہت نقصان پہنچا۔ اُن کے
حیلے موندے کم ہوگئے۔ ہزاروں آدمی دین عیسوی سے ہاتھ دھو پرائشچت
کرا آریہ دھرم میں شامل ہوگئے۔ آریہ سماج کے چھوٹے چھوٹے ہونہار ودیارتھی
پادریوں کو ہنگام مباحثہ میلوں گرزگاہوں بازاروں میں سخت لاجواب
کر دیتے ہیں۔ اُن کو ہر طرح اور سب طرف مایوسی کے سوا اور کچھ نہیں
سوجھتا۔ اب لاچاری سے سراسیمہ ہوکر عوض اسکے کہ عیسوی دین کا ترت
دیں۔ یا عقدہ بالاجمل تثلیث کی گرہ کھولیں۔ یا بائبل کو الہامی ثابت
کریں۔ یا اسکی تعلیم کی خوبی جتلادیں۔ یا اُس کے بسیوں کی بدچلنی کا جواب
دیں۔ اُلٹے لوگوں کو مشتکی کرکے بھرمانا چاہتے ہیں کہ سوامی جی وید کے
دشمن تھے نہیں بلکہ مہا ستر و قربان ایسی سمجھ کے۔ سوامی جی وید کے
دشمن بلکہ مہا دشمن اور پادری صاحبان وید کے دوست اور حامی۔ جزاک اللہ
اگر سوامی جی دشمن ہیں۔ اگر دیانند ویدوں کے ستر و ہیں۔ تو ایسا ستر و
مہا ستر و مبارک ہزار بار یہ مبارک ہو۔ جس لئے ہم کو پادری صاحبان
کے جال سے چھوڑایا۔ جس نے پوپوں کے پھندے سے بچایا۔ جس نے
وام مارگ دھرم کے اندھکار کو مٹایا۔ جس نے بُت پرستی مخلوق پرستی تثلیث پرستی
اور قبور پرستی کی خرابی کو سمجھایا۔ اور گمراہانِ تلاطم جہالت کو راہ راست
دکھایا۔ اور صداقت اور حقانیت کے چشمہ پر پہنچایا۔ نہیں نہیں معرفت
الٰہی کا جام پلایا۔ اور آئندہ کے واسطے صراط المستقیم بتلایا۔ وہ ہمارا
ستر و اور پادری صاحبان دوست۔ بھائیو باڑ کھیتی کو کھاتی ہے۔ مگر گری
اور گدھے بچاتے ہیں۔ نازم بایں دانش۔

پادری صاحبان! ہم آپ کے حیلے حوالوں بلکہ سب چالوں سے من
وعن واقف ہوگئے۔ اب ہم آپکے جال میں نہیں پھنس سکتے ہیں۔ کیونکہ

شداں مرغ کو بیضہ زریں نہاد
رمانہ بساطِ نو آئیں نہاد

اب آپ اُس لومڑی کی طرح جو نارسائی سے انگوروں کو ترش کہہ کر
ہاتھ ملتی ہے۔ افسوس کرتے رہئے۔ بقول شخصے۔

کہ مرغ از قفس رفتہ نتواں گرفت

اب اخیر میں ہم بائبل کے رو سے بتلاتے ہیں۔ کہ نیوگ موسائیوں
اور عیسائیوں کے ہاں بھی جائز ہے۔

بھائی کے لئے نسل جاری کرنے کی شرع

حکم نیوگ - اگر کئی بھائی ایک جا رہتے ہوں - اور ایک اُن سے بے اولاد مرجائے - تو اُس مرحوم کی جورو کا بیاہ کسی اجنبی سے نہ کیا جائے - بلکہ اُس کے شوہر کا بھائی اُس سے خلوت کرے - اور اُسے اپنی جورو کرلے - اور بھاوج کا حق اُسے ادا کرے - اور یوں ہوگا کہ اُسکا پلوٹھا جو اُس سے پیدا ہو - تو اُس کے مرحوم بھائی کے نام پر قائم ہوگا - تاکہ اُسکا نام اسرائیل میں سے مٹ نہ جائے (توریت ۲۵/۵ استثناء)

نیوگ نہ کرنے پر سزا - اور اگر وہ اپنے بھائی کی جورو نہ لینا چاہے - تو اُس مرحوم بھائی کی جورو دروازہ (پولیس اسٹیشن) پر بزرگوں کے پاس جائے اور کہے کہ میرے شوہر کے بھائی نے اسرائیل میں اپنے بھائی کا نام بحال رکھنے سے انکار کیا - اور بھاوج کا حق ادا کرنا قبول نہیں کیا تب اُس کے شوہر کے بزرگ اُس مرد کو طلب کریں - اور اُس سے گفتگو کریں - سو اگر وہ اس بات پر قائم رہے اور کہے کہ میں نہیں چاہتا کہ اُسے لوں - تو اُس کے بھائی کی جورو بزرگوں کے سامنے اُس کے نزدیک آوے اور اُسکے پاؤں سے جوتی نکالے اور اُس کے منہ پر تھوک دے - اور جواب دے اور کہے کہ اُس شخص سے کہ ساتھ جو اپنے بھائی کا گھر نہ بنا دے - یہی کیا جاویگا - اور اسرائیل میں اُسکا نام یہ رکھا جاوے - کہ یہ اُس شخص کا گھر ہے - جس کا جوتا نکالا گیا - (استثناء ۲۵/۱-۱۰)

اور پھر روت کی کتاب میں مسمات روت کا قصہ پڑھو - اور ان دخل اندازیوں عورتوں کے حالات مطالعہ کرو - جنہوں نے بموجب حکم توریت کے نیوگ کیا - اِسی روت کے شکم سے بوعز کے تخم سے عوبید نام لڑکا پیدا ہوا - جسکا پوتا داؤد نبی تھا - اور اِسی کے خاندان سے بقول بائبل کے مسیح پیدا ہوا (دیکھو روت کی کتاب ۴/۱-۲۲)

پادری لی جی اسکاٹ صاحب نے اپنی تفسیر متی میں اناجیل کا باہم ملاتے ہوئے صاف اقبال کیا ہے کہ مسیح کے بہت سے بزرگ صرف شرعی بیٹے یعنی نیوگ زادہ تھے - ہم نے کرسچین مت درپن صفحہ ۵۳ حصہ اول پر مفصل درج کیا ہے - پادری صاحب غور سے پڑھیں -

صداقت اصول و تعلیم آریہ سماج

یعنی

متعصب پادریوں کی نافہمی کا قرار واقعی علاج

لکچر نمبر ۱ کا جواب

بُت کریں آرزو خدائی کی شان ہے تیری کبریائی کی

ہم پنڈت صاحب اور رسالہ کا نام ٹائیٹل پیج پر دیکھ کر سمجھے تھے کہ شاید پانڈتیہ کے ساتھ آریہ سماج کے اصول اور تعلیم پر بحث کیگئی ہوگی اور ہر موقعہ پر معقولیت مدنظر رہی ہوگی - مگر افسوس ؏ خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم -[1] پنڈت صاحب تو تمشیر دستیر ہی نکلے یا مدتیہ آپ کے مقابل کس طرح ٹھیرتا ہاں اشاعت آتی تو آپ کی طرف منہ پھیرتا - اگر آپ عیسائی اور سچے عیسائی ہیں - تو کیا پیارے پنڈت جی (نام کے) آپ کو ان مضامین اہم کی بابت قلم اُٹھانے سے پہلے انجیل کو ہاتھ میں لیکر یہ تو سوچنا چاہئے تھا کہ آپ کے خداوند یسوع مسیح نے یوں فرمایا ہے - "عیب نہ لگاؤ تاکہ تم پر عیب نہ لگایا جاوے - کیونکہ جسطرح تم عیب لگاتے ہو - اُسی طرح تم پر بھی عیب لگایا جاویگا - اور جس ماپ سے تم ماپتے ہو - اُسی ماپ سے تمہارے لئے ناپا جاویگا - اور اُس تنکے کو جو تیرے بھائی کی آنکھ میں ہے تو کیوں دیکھتا ہے - جب کہ اُس شہتیر کو جو تیری آنکھ میں ہے تو نہیں دیکھتا - اور پھر تو اپنے بھائی سے کیونکر کہہ سکتا ہے کہ رہ جا - اس تنکے کو جو تیری آنکھ میں ہے نکالوں - اور دیکھ تیری ہی آنکھ میں ایک شہتیر ہے - اے مکار پہلے اپنی ہی آنکھ سے اس شہتیر کو باہر کر تب اپنے بھائی کی آنکھ سے تنکا نکال سکیگا -" (دیکھو متی کی انجیل باب ۷، آیت ۱ سے ۵ تک) کیونکہ وہی اعتراض جو آپ ضبط تحریر میں لائے ہیں - آپ ہی کے عہد عتیق و جدید پر عائد ہوتے ہیں - اور جو نقص آپ ویدک مت میں دکھلانا چاہتے ہیں - وہی بلکہ اس سے کہیں بڑھکر تعلیم عیسوی میں نظر آتے ہیں - اور جب آپ بلا لحاظ احکام حضرت عیسےٰ محض تعصب کے جوش میں اُس کتاب پر جو درحقیقت اعتراضات سے پاک ہے - اور جسکے مضامین ادق آپ کی تحریرات کو دیکھکر (گستاخی معاف ہم آپ کی حسن لیاقت کا اندازہ کرکے کہہ سکتے ہیں کہ) آپ کی عقل و فہم کی رسائی سے باہر ہیں - خواہ مخواہ اعتراض جڑنے پر آمادہ ہوگئے - تو ہم آپ کو ؏ بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا خیال والے لوگوں کی زمرہ میں نہ سمجھیں - تو فرمائیے سچا مسیحی کیونکر سمجھ لیں ؏ قدر جوہر شہ بداند یا بداند جوہری - آپ اس لیاقت کے ساتھ و بلکہ علاس

[1] چونکہ اصول و تعلیم آریہ سماج نمبر ایک کے مولف اعتراضات میں معترض عیسائی کا نام پنڈت کھڑک سنگھ تحریر ہے لہذا یہ اسکی طرف اشارہ ہے ۱۲

پرمتمنہ کھولئے۔ ابھی تو آپ کو اس کوچہ کی ہوا بھی نہیں لگی معلوم ہوتی۔ وید کی تعلیم اور سماجوں کی تلقین پڑھنا آنا تو بڑی بات ہے۔ ابھی آپ یہ بھی نہیں جانتے ہیں کہ مضمون نگاری کیا شے ہے اور لکچر کس کا نام اور لکچرار کو اپنا مافی الضمیر کس طرح ظاہر کرنا چاہئے۔ جن دلائل سے آپ نتائج نکالتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ان پر لفظ دلیل ہرگز صادق نہیں آتا۔ ہاں۔ ع
برعکس نہند نام زنگی کافور۔ آپ انہیں دلائل نہیں دلائل واثق سمجھئے جہاں تک ہم نے اس پمفلٹ کے ورقوں کو الٹا پلٹا۔ وہاں تک یہی بات ظاہر ہوئی کہ ہمارے (نام کے) پنڈت جی نے محض خیالی باتوں سے اُن دلائل مستقیم کی تردید کی ہے۔ جنہیں وہ کیا بڑے بڑے لائق پنڈت بھی بے اعتباری کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتے اور جنکا وثوق ہمارے بیان کا ہرگز محتاج نہیں۔

مسٹر پنڈت جی! لو اول ہی ہم آپ کی تحریر کی غلطی آپ ہی کے بیان یا اُن کتب کے حوالوں سے ظاہر کرتے ہیں۔ جنہیں آپ یا آپ کے بھائی مستند خیال کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی دکھلا دیتے ہیں کہ آپ کے یہ الفاظ کہ "انہیں[1] سے بہت سے جو اپنے آپ کو آریہ نام سے موسوم کرتے ہیں اپنے اس مذہب سے جو انہوں نے اختیار کیا ہے بہت ہی ناواقف ہیں۔ جو کچھ دوسرے کہتے ہیں اُسی پر وہ یقین جما بیٹھے ہیں اور وہ دونوں اپنے لئے اس معاملہ میں تحقیقات نہیں کرتے یا کر ہی نہیں سکتے۔ ان کا ویدوں کی قدامت اور پاکیزگی کے بارہ میں اور دانائی اور فلسفہ کے اس ذخیرہ کی نسبت جو اسمیں شامل ہے ایک باطل خیال ہے"۔ یہ تبدیل الفاظ تبدیل طلب (مثلاً ویدوں کی بجائے لفظ بائیبل پڑھئے اور آریہ کے بجائے عیسائی قائم کیجئے۔ بالکل آپ پر صادق آتے ہیں۔

پہلے نمبر کے صفحہ ۵ کے آخری پیراگراف میں جو آخری سطر سے شروع ہو کر صفحہ ۶ کی پہلی تین سطروں میں ختم ہوا ہے۔ آپ یوں فرماتے ہیں "مگر پیشتر اس کے کہ ہم ویدوں کی قدامت کی بابت غور کریں ہم اُن کتابوں کی فہرست پیش کرینگے۔ جنکو پنڈت دیانند نے سچا مانا ہے اور جن پر انہوں نے (سوامی جی نے) آریہ مذہب کی بنیاد ڈالی ہے۔ اسلئے ہماری بحث کی بنیاد بھی انہیں کتابوں پر ہوگی۔ اور جہاں کہیں ضرورت ہوگی انہیں کتابوں سے حوالہ اقتباس کرینگے"۔

اس تحریر سے ہمیں یہ گیان ہوتا تھا کہ آپ ویدوں کے خلاف اپنے اس دعوے کے بموجب انہیں کتب سے جنکی فہرست آپنے ذیل پیراگراف مذکور میں درج کی ہے کچھ حوالہ لکھ کر نتیجہ نکالینگے۔ مگر افسوس جب ورق لوٹے تو صفحہ ۸ کی آخری سطر کے آخری جزو سے صفحہ ۹ کی پہلی دو سطروں میں یہ لفظ نظر پڑے "انکی (ثبوت قدامت وید بموجب قول آریہ) تردید میں ہم نامور اور مشہور پنڈتوں کا حوالہ دینگے۔ جو کہ دو ہزار برس سے زیادہ گذرے ہیں کہ زندہ تھے تاکہ آریہ لوگ یہ خیال نہ کریں کہ ہم نے ان دلائل کو خود بخود گھڑ لیا ہے"۔

واہ جناب پنڈت صاحب واہ! یا بہ ایں شور استوری یا بایں بے نمکی یا تو یہ لن ترانی تھی۔ کہ ہماری بحث کی بنیاد ہی انہیں (یعنی کتب مستندہ سری سوامی دیانند سرسوتی مہاراج) کتب پر ہوگی۔ اور جہاں کہیں ضرورت ہوگی۔ انہیں کتابوں سے حوالہ اقتباس کرینگے۔ یا ایسے گرے کہ انجام کار انہیں کے مشہور اور نامی پنڈتوں کے دامن میں منہ چھپانا پڑا۔ کیوں پنڈت صاحب ذرا خدا کے لئے سچ کہنا کہ جب آپ اپنے پہلے دعوے کے بموجب کتب مستندہ و مندرجہ فہرست صفحہ سے تردید کا مواد جمع نہ کر سکے تو آپ کا اور بیان ناظرین کی نگاہ میں کچھ وقعت پیدا کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ مگر آپ کیا کریں۔ مشہور ہے کہ "دروغ گو را حافظہ نباشد" جب آپ صفحہ ۸ پر پہنچے ہونگے تو صفحہ ۶ کا مضمون بھی یاد نہ رہا ہوگا۔ اچھا اب دیکھئے آپ کون سے پنڈتوں کی سند پیش کرتے ہیں۔ جو بقول آپ کے دو ہزار برس سے پہلے گزر چکے ہیں۔ صرف ایک یعنی بدھ کی۔

گو آپنے صفحہ ۱۱ کی سطر ۶ میں ایک برہمن مسمی بہ کرتک تیرتھ کا راجہ شیو پرشاد صاحب کے اتہاس ترناشک کے بھروسہ نام لکھدیا۔ لیکن یہ بیان کتاب محولہ بالا کے خلاف ہے۔ کیونکہ راجہ صاحب اسمیں یہ لفظ صاف صاف درج فرماتے ہیں۔ پھر ۵۶ پشت رامچندر سے سمتر تک اجودھیا کے تخت پر بیٹھے سمتر اجودھیا کا پچھلا راجہ تھا۔ اور ٹاڈ صاحب کے وندکرتک تیرتھ کے لکھنے کے بموجب بکرما دیتہ کے عہد میں موجود تھا (دیکھو اتہاس ترناشک حصہ سوم ناگری مطبوعہ میڈیکل ہال بنارس مورخہ یکم جنوری ۱۸۸۷ء کے صفحہ ۲۲ سطر ۲۲ و ۲۳ جسمیں کرتک تیرتھ بیچارہ کا مطلق ذکر نہیں اور نہ بیان ہے کہ ٹاڈ صاحب کی یہ رائے کن دلائل پر مبنی ہے۔ اور اگر ٹاڈ صاحب کی یہ رائے ہوئی تو تعجب ہی کیا ہے۔ کیونکہ یہ بیچارہ بھی تو اُسی عیسائی گروہ کا ممبر تھا جو مسیح سے صرف ۴ ہزار برس پہلے آدم کا وجود دنیا میں مانتے ہیں اور جن کے پنڈتوں میں سے ایک نے خواہ مخواہ راجہ جی کی کتاب کا نام لیکر (مگر احتیاطاً) اور صفحہ وغیرہ کا پتہ چھپا کر) نظاہر کرتک تیرتھ کا نام اس لئے لکھدینے کی جرات کی۔ کہ ذرا بیان موثر ہو جائے۔ اگر اور کوئی نہیں تو بعض ناواقف ہی (کیونکہ واقف تو اصلیت جانتے ہی ہیں۔ دھوکھا کھا کر اس بیان کو صحیح سمجھ لیں والله چال تو اچھی چلی شاید عیسائی پنڈتوں کا ایسا ہی شعار ہوتا ہے؟

[1] یہ عبارت اُن کے صفحہ ۵ سطر اخیر اور صفحہ ۶ سطر ۳ تک کی ہے۔

[2] اس جگہ بھی پنڈت جی نے غلطی کی اور وہ یہ ہے کہ انہیں دس اپنشدوں کے نام بھی نہیں آتے۔ کٹھ اور کٹھوتی وا اپنشدیں نہیں ہیں ایک ہی ہے اور متوتیا شر اُن دس اپنشدوں میں نہیں ہے۔ وہ دس اپنشدیں یہ ہیں۔ ایش۔ کین۔ کٹھ۔ پرشن۔ منڈک۔ مانڈوک۔ تیتری۔ ایتریہ۔ برہدارن۔ چھاندوگ۔ پس اس سے یہ تو صاف ظاہر ہے کہ پنڈت جی صرف نام کے پنڈت ہیں۔ ورنہ اُن کو یہ بھی خبر نہیں کہ کٹھ اپنشد کون ہے اور کٹھوتی اپنشد کون۔ تمام ناظرین جانتے ہیں کہ اپنشد کا نام کٹھ ہے اور کانڈ کی طرح اسمیں ولی نام مشتعل ہے جس کے معنے باب وغیرہ کے ہیں پس کثرت استعمال سے کٹھوتی ہو گیا۔ اصلمیں وہ دو تو نہیں بلکہ ایک ہی ہے لہذا یہ غلطی یا درتی صاحب کی واقعیت و علمیت دونوں کے متعلق ہے جیسے کوئی کہے کہ توریت کے کتاب میں بھی لکھا ہے۔ اور خروج بھی حالانکہ دونوں ایک ہی کا نام ہے
دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۹۶ سطر ۱۔ اور بھومکا صفحہ ۱۲۷۵۔

حاصل ہوتے ہیں۔ اسمیں بعد کی پشتوں کا زمانہ مندرجہ آئینہ تاریخ سماشتہ ۱۸۸۷ء
یعنی سمبت ۱۹۴۴ تک جوڑ لیجئے۔

(اول) راجہ بیسرداسے لغائت راجہ برتمال ۱۴ پشت ۵۰۰ برس
اوسط فی پشت ۳۵ و ۷۱

(دوم) راجہ بیر باہو سے لغائت راجہ ادہت ۱۶ پشت ۴۳۰ برس
اوسط فی پشت ۲۶ و ۸۷

(سوم) راجہ رندھیر سے لغائت راجہ راجپال ۹ پشت ۳۶۰ برس
اوسط فی پشت ۴۰ و ۱

(چہارم) راجہ وکرمادتیہ سے اب تک ۱۹۴۴ (میزان کل ۳۲۳۴)
از یدھشٹر تا کشیمک ۱۷۶۸ + ۳۲۳۴ = ۵۰۰۲ سال

پس تعداد ۵۰۰۲ برس قریب قریب ایام طوفان نوح کے مطابق حاصل ہو جاویگی۔ اور اسکی مدد (مطابقت) کسیقدر آئین اکبری کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے۔ کہ اب تک بنگال میں ہندو راجہ جس ذیل راج کر چکے ہیں۔؟

کہتری راجہ	۲۴	ایام سلطنت ۲۴۱۸	اوسط ایام سلطنت ۱۰۰ و ۷
کائست راجہ	۹	ایام سلطنت ۲۵۰	اوسط ایام سلطنت ۲۷ و ۷
کائست راجہ	۱۱	از خاندان ادیشر ایام سلطنت ۷۱۴	اوسط سلطنت ۶۴ و ۹
	۱۰	از خاندان راجہ بھوپال ایام سلطنت ۶۹۹	" ۶۸ و ۹
	۱	از خاندان راجپال	زمانہ درج نہیں

اور کیہر و بیدر راجاؤں نے ۹۶۳ء سے لغایت ۱۱۰۰ یعنی ۱۳۷ برس راج کیا۔ پس اکبر بادشاہ کے زمانہ تک بنگال میں ہندوؤں کے راج کو علاوہ زمانہ سلطنت خاندان پال کے ۴۲۰۰ برس گزر چکے تھے۔ اب اگر ہم یہ فرض کرلیں۔ کہ آئین اکبری اکبر کی تخت نشینی سے ۳۰ برس بعد لکھی گئی تو اسوقت سے اب تک ۳۰۷ سال منقضی ہوئے۔ کیونکہ سنہ ۱۵۵۰ء میں تخت نشین ہؤا تھا۔ پھر ۴۲۰۰ + ۳۰۷ سال میں خاندان پال کے راجاؤں کی سلطنت کا زمانہ درمیان ایام راجگان کائست اور بھوپال کے حساب اوسط ۴ و ۳۷۴ فرض کر کے ۳۷۴۔ اور اضافہ کر دیں۔ تو ۴۹۸۸ برس حاصل ہوتے ہیں۔

چونکہ آپ کی کتابوں کے بموجب طوفان نوح کے بعد دنیا میں حیوانی زندگی ازسرنو شروع ہوئی۔ اور اسوقت میں (بلکہ قبل از طوفان نوح۔ کیونکہ یہاں کوئی ایسا طوفان نہیں آیا۔ ہاں برج سے لوٹتے ہوئے میکھ بالا مغرب پر لوٹ پڑے ہوں تو کیا عجب ہے) شری کرشن دوئپاین جی مہاراج مخاطب بخطاب وید ویاس نے شاریرک سوتر ادھیاء اول نمبر ۳ میں وید کو ایشور وکت اور انادی مانا ہے۔ تو کیا آپ کو اگر حق پسند ہیں۔ تو۔ ملنا چاہیے خدا کے لئے ذرا تعصب کو چھوڑ کر سوچئے کہ جب بدھ اور کرتک تیرتھ سے بہت پہلے بڑے بڑے فاضل (جنکے مقابلہ میں یہ بیچارہ کسی شمار میں نہیں اور تمام دنیا کے سنسکرت دان جنکی فضیلت پر معترف ہیں) وید کو کے ایشور کرتک اور قدامت کا بلا دلائل واضح اقرار کر گئے ہیں۔ تو آپ کی اسناد کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ ناظرین اب ذرا اس بات پر بھی غور کر لیجئے۔ کہ پنڈت جی نے کس چالاکی سے ویاس اور پاتنجلی کو بدھ اور چندرگپت کے بعد ثابت کرنا چاہا ہے مگر جھوٹھ کے پاؤں نہیں ہوتے آپنے تو ناواقفوں کے دھوکہ دینے کے لئے لکھدیا تھا کہ ویدانت درشن کے دوسرے ادھیاء کے ۲ پاد کے ۳۳ سوتر سے ۳۸ تک میں ویاس جی نے بدھ مذہب کے اصولوں کا تذکرہ کیا ہے (دیکھو لکچر نمبر ۱ صفحہ ۱۵ سطر ۳ و ۴) لیکن ہم اب اصل سوتر لکھکر قلعی کھول دیتے ہیں؟؟

नैकस्मिन्नसम्भवात् ॥ ३३ ॥
एवं चात्माकार्त्स्न्यम् ॥ ३४ ॥
न च पर्यायादप्यविरोधो विकारादिभ्यः ॥ ३५ ॥
अन्त्यावस्थितेश्चोभयनित्यत्वादविशेषः ॥ ३६ ॥
पत्युरसामञ्जस्यात् ॥ ३७ ॥
सम्बन्धानुपपत्तेश्च ॥ ३८ ॥

جس کے معنے یہ ہیں نمبر ۳۳۔ ایک ہی پدارتھ میں دو دو دہرم ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ نمبر ۳۴۔ اگر آتما (روح) کو جسم کے برابر مانا جاوے

حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۲ ایک کے بعد دوسرا حکمران ہے خواہ بلحاظ پشت وہ پہلے کا بیٹا ہو یا پوتا یا کوئی اور رشتہ قریب و بعید بلکہ بعض مورخین نے تو پشتوں کے حساب دو چھوٹے چھوٹے راجہ شمار کر دیئے ہیں جنہوں نے تھوڑے دن یا برائے نام راج کیا۔

ن۵ ان اوسطوں پر دھیان دینے سے معلوم ہوگا کہ یدھشٹر سے کشیمک تک جو ۲۷ پشت کا اوسط ۶۵ سال قائم کیا وہ بعید القیاس نہیں اور نہ اپنے ثبوت کے لئے کسی دلیل کی شہادت کا محتاج ہے۔

نمبر ۱۔ در سر آغاز آئین کلہن راجہ یدھشٹر ہمگی جہاں رکشادہ نسراپئے تاریخ فرمایند فرمانروائی جوئیش از سر آغاز گردانید و دریں سال چہار ہزار و ہفت صد و نود و شش سال ازگزشتہ سہ ہزار چہل و چہار سال سالی داشت و پنج کما نخست اراد و رنگ شیعی جوئیش برگرفت۔ دکار سختی برمردم آسان ساخت۔ سمبت بسی پس سال فرمانروائی کرد و دریں سال ہزار و ششصد و پنجاہ دو سال سیری شد (۱۶۵۲ + ۲۹۲ = ۱۹۴۴ + ۳۰۴۴ = ۴۹۸۸) دیکھو آئین اکبری مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۶۷ء صفحہ ۲۶۹) +

نمبر ۲ سدانت شرومنی میں جو ایک مشہور نجوم کی پستک ہے۔ لکھا ہے کہ ستا کا تا لا ہب کے قائم ہوتے وقت یدھشٹر کا سمت ۳۱۷۹ تھا دیکھو شلوک مندرجہ ذیل اور اب شالاہن کا ساکا سمت ۱۸۰۹ ہے (۳۱۷۹ + ۱۸۰۹ = ۴۹۸۸) سال ہوئے

نمبر ۳ اور وراہ مہر سنگہتا میں بھی لکھا ہے کہ کلجگ سے ۶۵۳ برس پیچھے یدھشٹر کا سمت ۲۵۲۶ تھا۔ پس اس طرح بھی ۵۱۸ + ۱۹۴۴ + ۲۵۲۶ = ۴۹۸۸ برس کے ہوتے ہیں!

ن۵ اس سوتر کے بھاشیہ میں سوامی شنکر آچاریہ جی نے سپت بھنگی نیاء کے لحاظ سے روح میں سات قسم کی صفات متضادہ ماننے والوں کی تردید کی ہے ان سوتروں کو اگر شنکر آچاریہ جی اور دیگر بھاشیہ کاروں نے (اسلئے کہ وہ بودھ مت کے بعد ہوتے رہے) بودھ مت کھنڈن پر لگایا تو یہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا کہ ویاس جی نے بھی اُنہیں اسی غرض سے رچا تھا۔ ممکن ہے کہ کہ اس فاضل نے بے نظیر شدنی ممکن الوقوع اعتراض کا دفعیہ کیا ہو۔ جیسے کہ وحید العصر فضلا کی کلام میں ہوتا ہے۔ اور اتفاق سے شنکر آچاریہ جی نے اپنے زمانہ میں بودھوں کو ایسا ماننے ہوئے دیکھ کر ان سوتروں سے اُن کے مت کی تردید کی ہو۔ پس ان سوتروں سے ویاس کا بدھ کے بعد ہونا ہرگز ظاہر نہیں ہوتا۔

سرچ کی ہے - जित्पर्यायवचनस्यैव सज्ञाद्यर्थम् *
जिन्निर्देशः कर्तव्य ततो वक्तव्यम्। पर्यायवचनस्यैव ग्रहणं भवति। किं प्रयोजनम्। राज्ञाद्यर्थम्। सभा राजा मनुष्यपूर्वा। इनसभम्। ईश्वरसभम्। तस्यैव न भवति। राजसभा। तद्विशेषाणां च न भवति। पुष्पमित्रसभा।।

ترجمہ - جب سبھا لفظ کا معنی اور راجہ بدکو چھوڑ کرکے اور سبا کہ سماس ہو تو ایسی صورت ہوگی جیسی اِن سبھم اور ایسور سبھم - لیکن راجہ سبا کہ سمیدھ ہونے سے یہ صورت نہیں ہوگی - مثلاً راج سبھا اور جو لفظ ان کی صفت واقع ہوتے ہیں وہاں بھی سبھا کو سبھم نہیں ہوتا - مثلاً پشپ متر سبھا (دیکھو مہابھاشیہ مطبوعہ ۱۸۹۳ء بمبئی صفحہ ۷۷۱ سطر ۱۰) اب بتلائیے کہ چندر گپت کا نام کہاں ہے اور فرمائیے کہ اس جیسی سبھا سابکہ کہاں حکم ہے - اسموقعہ پر ہم آپکے غلط اعتراض کی وجہ بھی بتلائے بغیر نہیں رہ سکتے - کہ آپ کو یہ وہم باطل کہاں سے ہُوا - غور سے سنئے جو اسی مہابھاشیہ کے طبع کرانیوالے اور فنشل سنگوتر دکھن کالج کے پرنسپل مسٹر کے ایل ہارن صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ ”ایک میں چندر گپت سبھا یہ پاٹھ بھی ہے - لیکن اس لیکھ میں مہابھاشیہ کا مول جیسے ادھیائے کی آدھی تک ہے - اس لیکھ کے دو بھاگ ہیں - پہلا تقریباً ۱۲ برس کا پرانا ہے - اور دوسرا ۱۰۸ سے ۱۱۰ برس تک کا ہوگا - پہلا بھاگ ۱ ورق سے ۱۲۰ ورق تک کا ہے اور مول پہلی جلد کے ایاد کے ۳ - ۱ سے لیکر ۱۹۶ صفحہ تک کا ہے - دوسرا ۱۲۱ سے لیکر ۳۹۴ ورق تک کا اور مول پہلی جلد کا ۱۹۶ سطر ۲ تک کا یہ لیکھ سارا کا سارا ہی بے پرواہی سے لکھا ہُوا ہے - اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اکثر اسمیں حذف بھی ہیں - دوسرے حصہ میں صفحات ذیل خالی ہیں - ۲۲۶ - ا الف ۱ - ۱۰ سے لیکر ۲۲۱ - الف تک اڈیشن پہلا صفحہ ۴۶۲ سے لیکر صفحہ ۴۶۴ سطر ۲۶ تک ۲۴۶ - الف ۱ - ۲۲ سے لیکر ۲۴۷ - الف تک اڈیشن دوسرا صفحہ ۱۶ - ۱۲ سے لیکر صفحہ ۱۹ - ۱۰ تک علےٰ ہذالقیاس میں یقین کرتا ہوں کہ دونوں کاپیاں کسی اور کاپی سے نقل کیگئی ہیں - اور وہ اصل کاپی بے محفوظ حالتمیں ہے - جبکہ کاپی نمبر ک کی نقل ہو رہی تھی - بہت کچھ خراب اور معیوب ہوگئی - یہ کشمیر کی کاپی ہے - اس کاپی ک میں بعض اوقات صحوں کے صفحے چھوڑ دیئے ہیں - دلمیں یاد رکھکر کہ کاپی ک اکثر غلط ہے - پاٹھ کا اختلاف یا بالکل - ہونا کسی حالتمیں صرف حادثاً سمجھا جاسکتا ہے اور ہماری خواہش ہے - کہ انڈیا میں کوئی اور اصل زیادہ مستند مل سکے“

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۲ - (بہار) کے پاس مسیح سے ۳۰۰ برس پہلے موجود تھا - پس ۱۸۱۷ = ۲۸۸۷ برس کے ہوئے ہیں) دیکھو تواریخ کہ نور موجودہ عجائب خانہ لاہور۵ ایک اور محقق لکھتا ہے - ”شاکھوں کہ ہنگام نوشتن این نامہ ست وسال ہجری ہزار و پنجاہ و پنج رسیدہ از کلجگ چہار ہزار و ہفت صد و چہل و شش رفتہ ۴۷۴۴ + ۹۴۴ = ۹۲۳ - از دبستان مذاہب صفحہ ایک سو اکاون“
(یہ حاشیہ ۴ و ۵ متعلق صفحہ ۱ ہے)

(دیکھو دیباچہ صفحہ ۹ سے ۱۱ تک) پیر صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ ”میں اپنی کتاب کے ۱۷۷ صفحہ کی ۱۰ سطر میں صرف لیسپ متر سبھا کو چھاپتا ہوں اور چندر گپت سبھا کو جو لیسپ متر سبھا کے بعد دو کاپیوں میں درج ہے نہیں چھاپتا - میری دلیل صرف لیسپ متر سبھا کے چھاپنے کی یہ ہے - کہ دس معتبر کاپیاں جی - ڈی اور اسے میں صرف یہ پاٹھ اور سب کاپیوں پر اصل ہے صرف یہی لفظ لکھا ہوا ہے“ (دیکھو دوسری جلد کے دیباچہ کا صفحہ ۸) مہابھاشیہ کے صفحہ ۱۴ سے آگے مہابھاشیہ مطبوعہ بمبئی ۱۸۹۳ء اصل میں آپنے کہیں سے سنا سنایا لکھ دیا ہے - کہ یوگ درس میں ہے مگر آپکو مہابھاشیہ لکھنا چاہئے تھا - جو بھول گیا - یا معلوم نہ تھا - لیکن یہ بات مہابھاشیہ میں بھی نہیں جیسے کہ کے ایل ہارن صاحب کی تحقیقات سے ظاہر ہے - اور نہ کسی معتبر نسخہ میں موجود ہے - باقی رہا یہ کہ اُس مشتبہ کاپی میں کیوں موجود ہے - اسکا یہ جواب ہے کہ اول تو وہ نامکمل دوم مشتبہ سوم غلط ہے اگر لفظ چندر گپت سبھا پید ہاتھ کو مدی میں ہے - اور ایسے ہی کتاولی میں بھی - جو کہ مادھو و چندر گپت کے بعد ہی ہیں - پس اُس غلط کاپی میں بھی کسی کو مدی یا ہاتھی نے (اذا ہرل) مثال کثرت استعمال کے وقت نقل کرکے سوا لکھدی ہو تو عجب نہیں - مگر اصلمیں مدار یہ ہے - کیونکہ وہ پیتک صدہا برس چندر گپت سے پہلے ہی ہے - علاوہ ازاں بالعرض محال - ہم تو اُس میں - لکھا ہے کہ راجہ چندر گپت جیسی سبھا بادے اور - اس قسم کا کچھ تذکرہ کیا ہے - بھلا قواعد میں ایسے تذکرات کا موقعہ ہی کیا تھا کیونکہ گرامر میں تمام فرضی نام ہوا کرتے ہیں - پارسی - عربی میں - زید - بکر - عمر - خالد حامد - محمود و بہرام احمد وغیرہ سنسکرت میں دیودت - یگ دت - رام چندر گپت وغیرہ اور اسی طرح انگریزی میں بھی کیا آپ اگر کسی کتاب میں ان ناموں سے کوئی نام تمثیلاً بلا کسی تعلق کے مذکور دیکھتے ہونگے - اور اس نام والے کسی شخص کو بھی جانتے ہوں تو ضرور اُس کتاب کا زمانہ تصنیف اُس شخص کے بعد مان لیتے ہونگے - جیسے کہ ایک احد نام افغان جب قرآن کی یہ آیت قل ہو اللہ احد یعنی کہو اللہ احد ہے سنا کرتا تھا تو کہتا تھا کہ قرآن میں میرا نام آتا ہے - بلکہ اسکا مصنف میری خدائی کا اقرار کرتا ہے اور میری پرستش کی طرف لوگوں کو جھکاتا ہے - حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ قرآن شریف کا یہ مطلب نہیں ہے (دیکھو دبستان مذاہب صفحہ ۳۰۰ مطبوعہ نولکشور سال ۱۸۸۱) سچ ہے آپ ہمارے بیان کو تو سمجھ سکتے ہیں - مگر گھر کے معتبر جوتشی کے بیان کی تردید کس طرح ہو - مگر خدا کہیں تو غلط نویسی سے شرمائے ہوتے بھلا آپنے جو منوسمرتی کو نامعتبر قرار دینے کے لئے لکھ مارا کہ ”اسمیں ایک آدمی موسوم بہ راہو حسب اشارتاً ذکر ہے - اور منوجی اس آدمی کی بابت یوں بیان کرتے ہیں کہ وہ اسقدر اونچا تھا کہ اسکی کمر سورج کے برابر پہنچی تھی اور اسکا باقی جسم اسکے آگے سے نکل جاتا تھا - منوجی کی شہادت اسی قدر لغو ہے“ (دیکھو صفحہ ۹ سطر ۲۰ و صفحہ ۱۰ سطر ۱ و ۲ لیکچر نمبر ۱)

ہم نے تو تمام کتاب منوسمرتی کو دیکھ ڈالا - اس عجیب روائیت کا اس میں کہیں پتہ نہ لگا ہاں آپنے کہیں خواب میں دیکھ لیا ہوگا - یا روح القدس نے کوئی امر بتلا دیا ہوگا یا کسی پورانک کی زبان سے سن لیا ہوگا - کہ منوسمرتی میں بھی یہ روایت موجود ہے - طرفہ یہ کہ حوالہ اور سند خود رد و بدل دیتے جو

جانتے لکھا بارے۔ اسکی سنہ نہیں۔ اگر ادھیاء اور شلوک کا پتہ صاف صاف یاد نہیں تھا (اور ہوتا کہاں سے جبکہ کتاب بھر میں یہ روایت ہی درج نہیں) تو ضبط تحریر میں لانا کیا ضرور تھا۔ مگر آپ تو گویا قسم کھا کر بیٹھے تھے۔ کہ جو کچھ کہیں گے سب بے پتہ اور غلط یا جھوٹھ۔ اچھا اگر وہ نہیں تو یہ جو آپنے کہاہے کہ سمرتی میں لکھا ہے کہ "جب پہلے ست جگ کے ۱ ہزار برس ختم ہوگئے اور بھادوں کے پندرہ دن گزر گئے۔ تب سمرتی دھرم شاستر ختم کیا۔ اور یہ برہما کے حکم سے ہوا" (دیکھو صفحہ ۹ سطر ۱۱ سے ۱۳ تک) اسکا سراغ تو کہیں بتلا دیجئے کہ یہ کس پستک کے کون سے ادھیا کے کون سے شلوک میں لکھا ہے۔ اور وہ پستک کہاں ہے۔ آیا یہی منوسمرتی ہے (جسمیں اسکا نام و نشان نہیں۔ یا اور کوئی ہے۔ جو لنڈن کے سوائے اسجگہ نہیں ملسکتی برائے خدا ضرور بتلایئے تاکہ ہمیں آپ کی صداقت کا کسی طرح اعتبار ہو جائے۔ پنڈت صاحب کو یہ ایک بڑی حیرت ہے۔ کہ "جب منوسمرتا کو لکھے ہوئے بہت دراز عرصہ گذر چکا ہے تو اسمیں ان بادشاہ اور رشیوں کے نام کیونکر ملتے ہیں جنہیں بہت تھوڑا زمانہ گذر چکا ہے۔ کر رندہ تھے"۔ (دیکھو صفحہ ۹ سطر ۱۴ سے ۱۷ تک۔)

مگر ہم اسکا علاج سردست کیا کریں۔ پنڈت جی کی طبیعت پر بھوت پریت اور جادوگر شعبدہ بازوں کی روایات مندرجہ بائیبل نے وہ اثر جما رکھا ہے کہ عقل سلیم مطلقاً معطل ہوگئی۔ بس کوئی کیسے بتلائے۔ بھلا صرف ناموں کے ملجانے سے کیونکر ثابت ہوگیا۔ کہ یہ لوگ وہی ہیں۔ جو تھوڑے دن ہوئے کہ موجود تھے کیا یہ نتیجہ صحیح ہے کہ یعقوب جسکا بیٹا یوسف مصر میں غلامی سے سرداری پر پہنچا۔ وہی تھا جو مسیح کا شاگرد اور بھائی تھا یا یعقوب کا بیٹا یوسف ہی مسیح کا باپ تھا۔ لاحول ولا قوت کوئی بھی ایسا نتیجہ نکالتا ہے۔ یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ اُسوقت جو لوگ رام کرشن وغیرہ ناموں سے مشہور ہیں۔ وہی شری مہاراج رامچندر جی اور کرشن چندر جی ہیں۔ جنکے کارنامہ مندرجہ رامائن اور مہابھارت مدت العمر سے صفحہ روزگار پر یادگار ہیں اور رہینگے۔ پس ہم نہیں سمجھ سکتے۔ کہ جب ولدیت قومیت سکونت اور زمانہ (کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ چند باتیں بلکہ بعض اوقات سب ملجاویں۔ اور پھر بھی وہ لوگ ایک نہ ہوں) معلوم نہیں صرف ناموں کی ایکتا سے ذات بھی ایک کیونکر مانی گئی۔ اور سکندر وغیرہ بادشاہوں کے حالات و تذکرات کی عدم موجودگی تو ان کتابوں کی قدامت کے قیاس پر دال ہے۔ آپ اُن کو بھی عجائبات سے سمجھتے ہیں گویا یہ فرض کرتے ہیں۔ کہ ایک مدت دراز سے ہمارے مورخین و تارخین ایسے انتظام میں مصروف تھے کہ شری مہاراج پنڈت گھڑک سنگھ جی فلاں زمانہ میں پیدا ہوکر فلاں رسالہ تالیف کی کوشش کرینگے ایسا ہو کہ انہیں مواد کافی ملجائے۔

مگر ہم جب سنسکرت کی تقدم سے قدیم اور جدید سے جدید پستکوں کی طرف توجہ کرتے ہیں تو ہمیں ہر ایک دھرم سمبندھی پستک سے ویدوں کا قدیم اور ایشوری گیان ہونا ثابت ہوتا ہے۔

رگوید اور شت پتھ اور منوسمرتی اور ویدانت درشن۔ اور مہابھارت کے حوالجات تو خود پادری صاحب نے بھی قلمبند کر دیئے ہیں۔ جن سے ویدوں کا ایشورکرت اور قدیم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ دیکھو صفحہ ۷ سے ۸ تک۔

اب اُن کے علاوہ ہم حوالجات ذیل بھی نظر ناظرین کرتے ہیں کہ رامچندر جی سے پہلے موجود تھے۔ اور تمام فضلاء انہیں ایشر کا گیان مانتے تھے۔ اور اُنکی قدامت کے قائل تھے۔ رامائن بالمیک بال کانڈ پہلا سرگ شلوک ۱۴

रक्षिता जीवलोकस्य धर्मस्य परिरक्षिता। वेदवेदाङ्गविश्वैव धनुर्वेदे च निष्ठितः॥१४॥

یعنے رامچندر جی اپنے دھرم اور اپنے دوستوں کی رکشا کرنیوالے ہیں۔ رگوید یجروید۔ سام وید۔ اتھرووید کے تو گیہ اور ویاکرن وغیرہ کے جانے والے۔ اور دہنروید جو اپ وید ہے۔ اُس کے خصوصاً کامل تجربہ کار اور ماہر ہیں۔ پھر رامائن میں ہے۔

इष्टिं तेऽहं करिष्यामि पुत्रीया पुत्रीकारणात्।
अथर्वशिरसि प्रोक्तैर्मन्त्रैः सिद्धां विधानतः॥

یہ ایک یگ کے وقت کا ذکر ہے۔ کہ جسمیں اتھرووید کے الوسار منتروں سے ہون کیا گیا۔ آپنے صفحہ ۸ پر وید کی قدامت کے بارے میں منوسمرتا ادھیاء شلوک ۴۳ سے ۷۵ تک اور برہمنوں کا تیتر ورج تو کیا ہے مگر صفحہ ۹ و ۱۰ پر اُن کی تردید میں جو دلائل دیئے ہیں۔ اُنہیں سے منو کی نسبت تو تمام اعتراضات کی تردید ہو چکی ہے۔ اور جہاں تک ہم جانتے ہیں کافی وافی ہے۔

روزنامچہ کی نسبت آپ دلیل فرماتے ہیں کہ "برہمنوں کے روزنامچہ کا ثبوت بالکل ہی ہیچ ہے صرف اسلئے کہ یہ ایک مشہور اور مانی ہوئی بات ہے کہ اصلی روزنامچہ متعلق پیتر راجہ کھوج کے زمانہ سے چار سو برس پہلے گم ہوگیا تھا۔ یعنی ہندوستان میں بدھ مذہب کے عروج کے زمانہ میں وہ روزنامچہ جو اب برہمنوں کے پاس ہے۔ ذرا سے اعتبار کے لائق بھی نہیں ہے اسکی بڑی جز منوسگتا سے تالیف کیگئی ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ اسمیں آسمانی اور دیوی چیزوں قدیم زمانہ کے بادشاہوں اور بڑے بڑے آدمیوں کا اور اُن چیزوں کا جو صدہا سال گزرے کہ واقع ہوئیں بیان ہے۔ مگر بڑی حیرت کی بات ہے کہ سکندر اعظم کا تو کہیں ذکر تک بھی نہیں۔ (دیکھو صفحہ ۱ سطر ۷ سے ۱۲ تک)

افسوس کہ آپنے کہیں دلیل سے کام نہیں لیا۔ اور نہ کبھی ثبوت دیا۔ صاحب

لہ یہ بعید ایسی بات ہے جیسے کہ رامائن میں شلوک ذیل سے کوئی بکرم آدت کا ہونا استخراج کرے۔ بالمیک رامائن کسکندہا کانڈ سرگ ۱۸ اشلوک ۸

नयश्च विनयश्चोभौ यस्मिन्सत्यं च सुस्थितम्। विक्रमश्च यथा दृष्टः स राजा देशकालवित्॥

یہ تعریف راجہ بالی کے پاس رامچندر جی نے راجہ بھرت کی کی ہے۔ جو اُسوقت راج سنگھاسن پر براجمان تھے"۔
اسمیں بکرم لفظ موجود ہے لیکن معنے اُسکے اتساہ کے ہیں نہ کہ راجہ بکرماجیت کے۔
پس ہمارے پادری صاحب بھی اسی طرح تاویلات سے کام چلاتے ہیں۔

ہم نے تو آج تک سنی نہیں اور نہ کسی سنسکرت کی
وہ مانی ہوئی اور مشہور بات
مستند پستک میں مندرج ہے۔ اور نہ کسی آریہ پنڈت کی مسلم ہے۔ جس
طرح کوئی عادل حاکم جب تک کسی کی بھی غلطی ثابت نہ کرلے خصوصیت نہیں
کہہ سکتا۔ اسی طرح آپ بھی صرف بالکل پوچ کہہ دینے سے مدلل نہیں کہلاتے
اگر کوئی دلیل ہے تو لاؤ۔ ورنہ مانی بات کو من میں ہی رکھو ظاہر نہ کرنا۔ ورنہ
آسمانی من والے کا لقب ہوگا۔ کس آرش گرنتھ میں لکھا ہے کہ وہ راجہ
بھوج کے وقت سے چار سو برس پہلے گم ہوگیا تھا۔ (حالانکہ اب تک
موجود ہے) ہاں اگر صرف بدھ کے کہنے سے اعتبار کے لائق نہیں ہے
تو یہودیوں کے کہنے سے مسیح کا ہونا بھی ثابت نہیں ہے۔ اور نہ ہیرڈویس
بادشاہ کے روزنامچہ میں درج ہے۔ پس اسکا ماننا محض بے ثبوت اور
بالکل پوچ ہے مگر برہمنوں کا روزنامچہ تمام آریہ ورت میں نہایت حفاظت
وصحت سے آج تک موجود ہے۔ اور تمام فضلا اس بارہ میں متفق ہیں۔
یہ کیسا آپ کا کہ اسکی بڑی جز منوسمرتی سے تالیف کی گئی ہے۔ اسکا بھی
اگرچہ آپ نے کوئی ثبوت نہیں دیا۔ (حالانکہ ہم بلا ثبوت نہیں مانتے) مگر
ہم کہتے ہیں کہ اگر منوسمرتی سے تالیف ہے تو کچھ ہرج کیا ہے۔ حالانکہ
جوتش شاستر علیحدہ موجود ہے۔ اور اسی گنت ودیا پر اسکا تمام انحصار ہے
آپ کو اس کے ماننے سے تامل ہے ہم ۴۰۰۰ سال مسیح سے پہلے
کے روک ہو رہے ہیں ورنہ آجکل کے علم جیالوجی (جو درحقیقت ایک بہت
دانا علم ہے۔ جسے سنسکرت میں بھو گربھ ودیا کہتے ہیں۔ اور جس کی
بابت آریہ لوگ سب سے پہلے اعلیٰ تحقیقاتیں کر چکے ہیں) سے بھی طبقہ
زمین کا بہت پورا ناثابت ہو رہا ہے اور انکی تحقیقات درست ہیں ہے۔
سر ولیم میور صاحب بہادر ایجنٹ ہاروتی سے پنڈت ہرچندر
شاستری دہلوی کو مقام بوندی سے دو کوس پر بہت پرانے قصبہ سوز کتہ
یا ستور میں اُنکی تحریر اقتدار لانے کے واسطے حکم دیا وہاں بہت سے پتھر
ہزار ہا برس کے پرانے لکھے ہوئے اور زمین میں گڑے ہوئے موجود ہیں
ہرچندر جی کہتے ہیں کہ میں وہاں گیا اور بہت سے پتھروں کی تحریر اقتداری اور
مارکنڈے رسی کا بھی اسی مقام سے قریب تین کوس کے فاصلہ پر مکان
ہے۔ وہاں آدمی نہیں جا سکتا۔ شیر وغیرہ درندہ جانور کثرت سے ہیں۔
اور ایک پتھر پر لکھا ہوا راجہ یدھشٹر کے ساتھ کا ندی کے سیدھ جوں میں
بڑے بڑے گھیرے حرفوں کا ملا جسمیں فقط دو سطر سالم تحریر ہیں باقی حروف معیبا
تگڑے ہوئے ہیں۔ اُن سطروں کی تحریر سے (موجودہ) سن وساکھا معلوم ہوا
ہے" (دیکھو رسالہ دہلی سوسائٹی جلد ایک نمبر ۲ بابت سال ۱۸۶۲ء صفحہ ۲۸ و ۲۹)۔

جیالوجی وہ علم ہے جس سے طبقات زمین کے اسرار اور انکے اجرا کی حقیقت اور جو تغیرات
ابتدا سے اب تک اُس پر واقعہ ہوئے ہیں یا آئندہ واقعہ ہونگے انکی کیفیت معلوم ہو اور
اُس کے طبقات میں جو ذخیرے ودیعت کئے گئے ہیں اُن کے ٹھکانے دریافت کرنیکے طریق
بغیر امداد کسی اور علم کے منکشف ہو جائیں۔ الغرض یہ وہ علم ہے جس سے پہاڑوں اور
کانوں اور سنگلاخ زمینوں کا حال بغیر واسطہ کسی اور علم کے معلوم ہوتا ہے۔ آفرینش
زمین کے باب میں ایک مدت دراز سے جہاں میں ہوتی چلی آتی ہے اور سب سے پہلے اسات
میں ہندیوں اور کلدانیوں اور مصریوں اور عبرانیوں نے گفتگو کی ہے۔ اسکے بعد یونانیوں نے
اسکی بحث شروع کی (رسالہ ناعیان پنجاب بابت ماہ دسمبر ۱۸۸۶ء)۔

غرضیکہ جہاں تک تحقیقات زیادہ ہوتی ہے سچائی کیطرف لوگ متوجہ
ہوتے جاتے ہیں اور ایک دن آنیوالا ہے کہ تمام دنیا میں ستیہ سناتن
وید دھرم کا زیادہ پرچار ہوگا۔
آپ نے صفحہ ۱۶ کی سطر ۳ میں لکھا ہے کہ "مثلاً یجروید کے تیترا صفحہ
۶۵ سطر ۲۲ میں یہ لکھا ہے کہ میں اُن رشیوں کو دھنواد دیتا ہوں
جنہوں نے ویدوں کو سنایا"۔
ہم نے غور کی کہ یجروید کی تیتریاکوں ہے کیونکہ برہمن تو اسکا تت
پتھ ہی ہے تلاش کرتے کرتے تیتریہ اُپنشد کی سکھشا کے پرتھم ادھیا ۱۱
انوواک ۱۱ کیطرف آپ کا اشارہ معلوم ہوا جسکو تحقیق حق کیواسطے معنہ
نقل کرتا ہوں۔
تیتری اُپنشد شکشا کے ادھیا ۱ انوواک ۱۱۔

ये नत्र ब्राह्मणाः सम्मर्शिनः। युक्ता आयुक्ताः। अलूक्षा धर्मकामाः स्युः। यथा ते तत्र वर्तेरन्। तथा तत्र वर्तेथाः। अथाभ्याख्यातेषु। ये तत्र ब्राह्मणाः सम्मर्शिनः। युक्ता आयुक्ताः। अलूक्षा धर्मकामाः स्युः। यथा ते तेषु वर्तेरन्। तथा तेषु वर्तेथाः। एष आदेशः। एष उपदेशः। एषा वेदोपनिषत्। एतदनुशासनम्। एवमुपासितव्यम्। एवमुचैतदुपास्यम्।४॥ स्वाध्यायप्रवचनाभ्यां न प्रमदितव्यम्। तानित्वयोपास्यानि विचिकित्सा वा स्यात्। तेषु वर्तेरन्। सत्यं च॥ महइति ब्रह्म। ब्रह्मणा वाव सर्वे वेदा महीयन्ते।

ایضاً انوواک ۵

اُستمیں گورو (آچاریہ) ششش (شاگرد) کو اُپدیش کرتا،

ترجمہ۔ جو اُن میں سمدرشی۔ یکت یات (اہٹ دھرم) سے رہت۔ یوگی
یوگی۔ اور نرتیت (حلیم الطبع) اور دھرم کی کامنا (خواہش) کرنیوالے مہاتما
جن ہوں جیسے وہ دھرم مارگ میں ترتیں ویسی کارروائی کریں۔ ویسے تو بھی
برتاؤ یعنی عملدرآمد کیا کر۔ یہی ادیش۔ آگیا۔ یہی اُپدیش یہی وید کے انسد۔
اور یہی سکھشا (ہدایت) ہے۔ اسی پرکار برتنا اور ایسا چال چلن شدھ بارنا
جانیئے۔ وید کے پڑھنے اور برہم چرج کرنے میں آلس نہ کرنا چاہیئے
وہی سچے برتاؤ میں لانی چاہیئے۔ اور اُن میں زیادہ چاہئے کہ اچھیا کرنی چاہیئے
یہ بات (اُودیدیس) ہیں۔
اب ناظرین اس ترجمہ در اصل واک (اُودیش) کو غور سے دیکھیں
اور بچاریں ساتھ ہی پادری صاحب کے اعتراض کو بخوبی مطالعہ کرکے بعد مقابلہ
کے ست اور اسست کو نتارس کیا ہمیں کہیں بھی آپ کے دعوے کا نشان
وگمان ہے۔ پھر اس آپ کے دعوے کی تردید بھی اسی اُپنشد میں موجود ہے
چنانچہ ترجمہ یہ نام برہم کا ہے اور سب (چاروں) وید برہم سے ہی پرکاشت
ہوتے ہیں دیکھو تیتریہ صفحہ ۷۸ واک ۱۲۔
آپنے صفحہ ۱۴ پر لکھا ہے "کہ ویدوں میں سے قدیمی رگوید ہے اور
تین اُس سے پیچھے ہوئے ہیں)۔ اسلیئے اب ہم رگوید کی قدامت پر خیال کرتے

ہیں - اس وید کا پہلا منتر وشوامتر کی بیٹی مدھوشندا کی تصنیف ہے - اور آخری منتر ایک رشی سام اگ مرگن کا بنایا ہوا ہے - پھر آپ صفحہ ۱۵ کی سطر ۱۳ میں لکھتے ہیں - اب رگوید کے آخری حصہ میں پراشر کے منتر ہیں کیونکہ پہلے سے شروع کا منتر اور پچھلے اخیر کا منتر لکھا ہے درمیانی حصہ بہت سے مختلف رشیوں کی تصنیف ہے - ہم ضمیمہ میں اسکا نام اور ویدوں کے اُن منتروں کی فہرست دینگے - جو انہوں نے بنائی ہیں - تاکہ کسی کو اسمیں شک و شبہ نہ رہے" (صفحہ ۱۵ سطر ۸ سے ۱۴ تک -

تردید - اگرچہ اور بھی ثبوت بہت ہیں - مگر ہم اختصار پر نظر رکھکر صرف وسشٹ، اتر اور پراشر کی شہادتیں اس بارہ میں نقل کرتے ہیں جو وید اُن سے پہلے ہیں اور اپورشیہ یعنی کسی انسان کے بنائے نہیں اُنہوں نے پڑھے ہیں - دیکھو پراشر سمرتی ادھیائے اول شلوک ۳ و ۲۰ و ۹ و ۲۲ و ۲۶ و ادھیائے سوم شلوک ۵ و ۶ و ۲۳ میں - ادھیائے ۵ شلوک ۳ و ادھیائے ۶ شلوک ۹۹ و ۷ و ادھیائے شلوک ۸ و ۹ و ۳ و ادھیائے ۸ شلوک ۲ و ۱۱ و ۱۵ و ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۵ و ۲۶ و ۲۹ و ۳۰ و ۳۸ میں کیا عمدہ طور سے ویدوں کو ایشرکرت اور رشیوں کو اُن کا حال بتلایا ہے -

اسی طرح بالمیکی رامائن اُتر کانڈ سرگ ۱ شلوک ۸ و ۱۵ - رامائن اُتر کانڈ سرگ ۲ شلوک ۱۷ و ۱۳ -

رامائن اُتر کانڈ سرگ ۱۰۵ شلوک ۲ و ۳ - رامائن اور کانڈ سرگ ۴ شلوک ۷ میں بالمیک جی وشوامتر وسشٹ وغیرہ کی نسبت صاف درج کرتے ہیں کہ اُنھوں نے وید پڑھے - وہ ویدوں کے اصل ہیں - چاروں وید یا تینوں وید اُنکی بر زبان ہیں - وید انگوں یعنے (گرامر نگھنٹو جوتش نرکت وغیرہ) کے بھی عالم ہیں -

वसिष्ठः कश्यपोऽथात्रिर्विश्वामित्रः सगौतमः जमदग्निर्भरद्वाज इत्येते सप्त पण्डिताः ॥ वेदवेदाङ्गविदुषो नानाशास्त्रविशारदाः ह्यस्य ज्ञो वा च महात्मा गस्त्यो मुनिसत्तम ॥ ८॥ महर्षयो वेदविदः ॥१५॥ सा तु वेदश्रुतिं श्रुत्वा १७॥ यस्मात् विश्रुतो वेदः ॥ ९१॥ श्रीमन्नाग्निर्वेदस्य ७॥ इति वलस्य महर्षयो जन्माया रूपत्वाच्चुतवेद मुख्या च ॥ २॥

ترجمہ - نمبر ۸ وسشٹ - کشپ - اتری - وسوامتر - گوتم - جمدگنی - بھردواج یہ ساتوں رشی نمبر ۹ ویدوں اور وید انگوں کے فاضل دیگر شاستروں کے عالم اگست - سرتسٹ منی نے دروازہ میں شخص آدمی کو کہا - نمبر ۱۵ - مہرشی لوگ ویدوں کے ماہر نمبر ۱۷ وہ وید کی شرتیاں سنکر - نمبر ۱۳ جس سے اچھی طرح وید سنا گیا - نمبر ۷ میں وید کے منتر - نمبر ۳ میں مہرشی کا بیان کہ وہ چار ویدوں کا حافظ تھا - وغیرہ -

صفحہ ۱۷ سے ۲۲ تک آپنے فہرست لکھی ہے - مگر مول ویدوں میں اُنمیں سے کسی کا نام نہیں لکھا ہے - بلکہ کسی انسان کا بھی نام نہیں - یہ رشی نہ تو مصنف تھے اور نہ مولف - بلکہ صرف معنی گذرے ہیں اور حاشیہ پر اُن کا نام خاص کرنے کے وقت آریہ فاضل لکھدیا کرتے ہیں مگر مول ویدوں میں کسی کا نام و نشان نہیں ہے اور وہ خود مثل ہمارے ویدوں کے پیرو گزرے ہیں - پس معاذ اللہ مصنف - پس یہ تو ہم ملتے ہیں کہ یہ ویدوں کے محقق ہیں اور ستی

کے معنے بھی یہی ہیں اور کسی سنسکرت کے مستند گرنتھ میں بھی اس آپکے دعوے کا نام و نشان نہیں اور نہ آج تک سوائے آپ کے اعتراض کے کسی کو گمان بھی ہوا - بلکہ جنکو آپ بدنام کرتے ہیں - وہ تو خود ویدوں کو ایشر کا گیان مانتے ہیں - پس یہ اعتراض کسی طرح لائق توجہ نہیں اور سراسر بے بنیاد ہے -

پھر آپ فرماتے ہیں "پس ہم دیکھتے ہیں کہ یا تنجلی آپنے یوگ درشن میں راجہ چیدر گپت کا ذکر کر رہا ہے - اور پھر بیاس جی اس کتاب پر تفسیر لکھتے ہیں - اسلیئے اس سے بخوبی واضح ہوتا ہے - کہ بیاس جی بدھ جی اور راجہ چیدر گپت کے زمانے کے بعد ہوئے" (دیکھو صفحہ ۱۱ سطر ۱۰ سے ۱۲ تک -

ہم نے بیاس جی کا ترجمہ تمام یوگ درشن معہ بیاس کرت بھاشیہ کے مطالعہ کیا - کہیں بھی چیدر گپت کا نام درج نہ پایا گیا - پس سوائے اسکے خان کیہم کچھ نہیں کہہ سکتے - کہ آپنے راستی پر الزام لگانے کے واسطے (خیال باطل کر) صریح وید و تلون کی - پر مشورہ کرتے کہ آپ راستی کیطرف متوجہ ہوں نتیجہ کو حاصل کریں تاکہ انسانی ہستی کو ایسی باتوں سے کلنکت نہ کریں - مجھے غالب یقین ہے کہ جس طرح اسمٰعیل والاحد ا دنیا پر طوفان بھیجکر پچھتایا اور دلگیر ہوا اور اقرار کیا - کہ میں آئیندہ ایسا کام نہ کرونگا - (پیدائش باب ۸ آیت ۲۱ و ۲۲ و باب ۹ آیت ۱۱ سے ۱۷ تک)

زمین پر انسان پیدا کرنے سے پچھتایا اور نہایت دلگیر ہوا اور کہا کہ میں اُن کے بنانے سے پچھتاتا ہوں - (پیدائش باب ۶ آیت ۶ سے ۸ تک) اور اسی طرح آپ کو ان غلط اعتراضوں سے نہایت دلگیر ہونا پچھتانا یا پشیمان ہونا پڑیگا - اور اگر تعصب نہ غیرت نے تقاضا کیا تو اس دعاوی کے اخراج کے واسطے خود درخواست کرنی پڑیگی) کیونکہ راستی کا آپ کے پاس کچھ بھی ثبوت نہ نکلا -

تحقیقات - اب ہم اپنی تحقیقات کے مطابق فاضل مورخوں کی شہادت سے دنیا کا (۲۹ + ۱۸۸۷) ۵۸۹۱ سال سے پہلے انسانوں کی آبادی سے آباد ہونا ثابت کرتے ہیں - جو ویدک حکماء کی تحقیقات کے عین مطابق ہے -

۳۰۰۰ - ڈاکٹر ڈبلیو ہنٹر صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ تین ہزار سال سے زیادہ عرصہ گذرا کہ برہمنوں نے سال شمسی کا حساب کسی قدر صحیح پڑتالا اور اسکو تین سو ساٹھ دن میں تقسیم کیا - اور ہر پانچ سال کے عرصہ کے بعد ایک لوند کا مہینہ زیادہ کیا - تاکہ فی سال ½ ۵ پیٹکل دن کا حساب صحیح بیٹھ جاتے - برہمن چاند کی ہیئتوں اور ستاروں کی گردشوں اور منطقۃ البروج سے واقف تھے اور قبل یونانیوں کے ہند میں آنے کے یعنی عیسیٰ سے ۳۲۷ سال پیشتر علم ہیئت میں بہت ترقی کی تھی (دیکھو تاریخ ہند صفحہ ۵۰ سال ۹۴)

۴۰۰۰ - لٹ سی ایس کے سال کے مطابق مصری بارعویں خاندان کا خاتمہ ۴ برس گذرے کہ ہو گیا "

۹۷۶ ہم - دو ہزار اُناسی مسیح سے پہلے ست جگ یا دتا ہت سین کی تھی - حسکو یوسیبس مورخ کے ۱۳۱۲ مین اول اولمپیڈ سے پہلے قرار دیا ہے اور یہ امر یقینی ہے کہ سلطنت ہزار برس تک رہی (۱۹ - ۲ + ۱۸۸۷ + ۱۰ = ۲۹۷۶) دیکھو تاریخ یونان صفحہ ۱۸ و ۱۹ ۱۸۹۵ء

۴۰۰۰ ہم - در تواریخ ایشیائی نوشتہ کہ پیش از چہار ہزار سال اسار علمائے یک سائنس

ترے ایشاں بجامی آوردند۔ (تاریخ چین فارسی صفحہ ۸۶)

۴۵۲۳ء - در تواریخ چین مسطور ست کہ صنعت و عمل ابریشم دو ہزار ششصد و سی و شش سال قبل از تولد عیسی درچین متعارف بود (۲۶۳۶+۱۸۸۷=۴۵۲۳) (تاریخ چین فارسی مولفہ پادری ایکسوس صاحب کلکتہ سال ۱۸۶۴ صفحہ ۳۰۴)

۴۹۳۰ء - ذکر محمود و فتح سومنات۔ دراں اثنا چشم او بر بتخانہ چند افتاد کہ باعتقاد ہنود از تواریخ عمارت آنہا چہار ہزار سال گزشتہ بود (تاریخ فرشتہ صفحہ ۳۲) (۴۰۰۰+۹۳۰=۴۹۳۰)۔

۴۵۰۰ء - لنڈن میں مصری تیسرے خاندان کے بُت موجود ہیں جو ۴۳ سے زیادہ قدیم ہیں جس طوفان نوح کا سن ملتا ہے۔ جبکا سال مرحوم بیرن منس صاحب بہادر وغیرہ فصلا ۴۵۰۰ سال بتلاتے ہیں۔"

۵۳۱۳ - مصری چوتھے خاندان میں بھی منار قبریں اور بُت تیار تھے اور لیپ سی ایس کے بیان کے بموجب یہ خاندان مسیح سے ۳۴۲۶ سال پیشتر یا آج کی تاریخ سے ۳۴۲۶+۱۸۸۷=۵۳۱۳ سال گزرے۔ کہ شروع ہوا تھا۔

۵۰۰۰ - ایک فاضل اور مشہور مورخ فرماتا ہے کہ ہم کو قدیمی مصر کے بُت میں بے انتہا ثبوت ملسکتا ہے۔ جو کہ پانچویں خاندان کی ایک قبر سے نکالے گئے ہیں۔ بت ۵۰۰۰ برس کے پرانے ہیں اور زمانہ حال کے فیلاہ (کسانوں) کے بالکل مشابہ ہے۔ جس سے اُس بُت کی رنگت کو قائم رکھا ہے۔ جو ایسی تصویر جیسے خوبصورتی سے اپنے بننے سے پہلے اس فن کی ترقی کا زمانہ قائم کرتا ہے۔ یہ طوفان نوح کے زمانہ سے پہلے کا ہے اور ہمکو اُس زمانہ کا حال بتلاتا ہے۔ (دیکھو مسٹر ملیٹن صاحب کی آئی کنیو گرافی یعنی انگریزی ۱۱)

۶۰۰۰ - کالنس صاحب بہادر (نوح کے طوفان کی نسبت) اسطرح بیان کرتے ہیں کہ علم جیالوجی سے معلوم ہوتا ہے کہ چھ ہزار برس سے اب تک کل طوفان کا ہونا ناممکن ہے۔"

۱۱۵۹۱ - کرنل الکاٹ صاحب فرماتے ہیں "بائیبل کے لکھے جانے بیودیوں کی حاتی آئین ہونے میں کی بنیاد پڑنے مصر کے سمادھی ستھان اور مینار یعنی عالیشان مینار کے بننے بلکہ اُس سمت سے ۵۰ سال پہلے (جسکو عیسائی لوگ سرشٹی کا آغاز بتلاتے ہیں) آریہ قوم اعلےٰ ترقی و تہذیب پر تھی۔ اور ایسی بھاشا اور ویاکرن کو ایسا سدھارے ہوئے تھی۔ کہ اُنکی مانند آج تک ایسا کوئی نہیں ہے۔ اگر میری بات کا یہاں مانا جائے۔ تو میں یہ پرشن کر سکتا ہوں کہ دنیا کی تواریخ میں کون وقت مصر کا دیش بسے اور مینا کے راج کی بنیاد کا (جو کہ باتفاق تمام مورخین کے مصر کا بنیاد ڈالنے والا کہا جاتا ہے) مقرر ہو سکتا ہے۔ ہیرے گرنتھ کرتا ایک تھی جنہوں نے اول اس ودیا کا تصرح کیا ہے مینا سے لیکر پچھلے فرعون تک میتھوں کے راج ونش کا ٹھیک وقت بتاتے ہیں دو وید ہا کرتے ہیں۔ جو لوگ اس تواریخی معاملہ میں بہت زیادہ واقفکار ہیں وہ لکھتے ہیں کہ وہ راج ونش مصر میں مسیح سے ۵۰ ہزار برس پہلے راج کرتا ہے اس سے آگے پچھم والوں کی بدھی کام نہیں کرتی۔ مصر دیش تہذیب و ترقی میں اتنا بڑھا ہوا تھا کہ رنن مورخ لکھتا ہے کہ اُس کے (مصر کے)

زمانہ ترقی کی تلاش کرنے میں سر پھرا جاتا ہے"۔ اور برگس مورخ لکھتا ہے۔ کہ "وہ سرشٹی کے صت یک زنتیا آدمی نگوں کے وقتوں کا سا ہوا ہے"۔

جب یہ بات ہے تو ہمیں صاف طور پر تسلیم کرنا چاہئے کہ جو وقت مصر کے بسنے کا زمانہ حال کے مورخوں نے لکھا ہے۔ اصل میں وہ ٹھیک ہے۔ کیونکہ کسی کو اُس کے ٹھیک وقت کا اندازہ کرنے کی سامرتھ نہیں ہوتی۔ اسمیں کسی امر کا اعتراض نہیں۔ کہ مصر دیش کی تہذیب و تعلیم سب سے پراچین (پرانی) ہے اور ثبوت ملتے ہیں۔ کہ ۸ ہزار سال گذرے تب مصر دیش انتظام۔ دھرم۔ قانون۔ راج نیتی۔ ریتی۔ رسوم سوہار وغیرہ میں اچھی طرح ترقی کئے ہوئے تھا۔ اب یہ سوال ہو سکتا ہے کہ کیوں آریہ ورت مصر سے پراچین نہیں کہا جا سکتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ دراصل آریہ ورت مصر سے بہت قدیم ہے۔ میرا یہ کہنا اول جھوٹھ معلوم ہوگا۔ لیکن اسکا صرف سبب یہ ہے۔ کہ ۸۰۰۰ برس سے اس ین کھیمی (معدن زمین) کا کچھ اتہاس نہیں جانا گیا ہے۔ اس سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ پچھم دیش والوں کو نہیں جانا گیا۔ کیونکہ برہمنوں میں ہمیشہ سے علیحدہ کال نروپن ودیا چلی آئی ہے۔ کوئی آج تک لائق اعتبار یورپ والوں سے یہ ثبوت نہیں کر سکتا کہ اُنکی کال نروپن ودیا غلط ہے موجودہ وقت سے پہلے یورپ والوں کو بھارت ورش کی بات کچھ گیان۔ تھا۔ الزمان سے یہ نتیجے معلوم ہوتا ہے کہ ۸۰۰ ہزار برس سے زیادہ گزرے کہ آریہ ورت سے کچھ لوگوں کے جھنڈ (گروہ) اپنا ملک چھوڑ کر اُس ملک (مصر) میں جا کر بسے جسکو اب مصر کہتے ہیں۔

مورخ برگس صاحب جو مصر کے تاریخ نویسوں میں سے سب سے زیادہ معتبر ہے اور بہت پرانے حالات کا جاننے والا ہے وہ لکھتا ہے کہ "پراچین مصری لوگ یعنی قدیم مصریوں کی پہلی پیدائش (آدی اُتپتی) آریہ ورت دیش ہی ہے"۔ کاکیشن ونش کی یہ شاخ جسکو انڈو جرمنک ونش والوں سے مت تعلق ہے ایشیا کے مہادیپ سے آکر سویز کی ڈمرو مدھ کے پار اُتر کر نیل دریائے کے کنارے بسے یہ سفر اُسوقت ہوا جسکا کچھ پتہ مالستان سمار کی تواریخوں میں نہیں ہے۔ تب تک کوئی تواریخ لکھی ہی نہیں گئی تھی۔

مصریوں کی تواریخ سے ظاہر ہے کہ وے سینٹ نامی ایک (یہ ترکھومی پاک مقدس زمیں سے آئے جو کہ اب معلوم ہوا ہے کہ ہند کے مہاساگر کے کنارے کہیں ہے اُس دیش کو وہ اپنے دیوتاؤں کی پورانی جگہ بتلاتے ہیں آدی ستھان کو پراچین مصر والے یاں ٹرا (پوتر) کہتے تھے اب سدھ ہو گیا ہے کہ وہ سیما پرست کی پوتر بھومی نہیں ہے۔ دار لبجری ستھان میں رانی ہتاپ کی سمادھی کے پیر ول اور چند لکھت لیکھوں کے پڑھنے سے ظاہر ہے کہ وہ مقدس زمین بھارت ورش ہے۔

بہت عرصہ تک مصری لوگ اپنی پراچین بھومی سے بیوپار کرتے رہے اُن تحریروں میں بہت راجاؤں اور پھولوں پھلوں اور سوس اور بیش قیمت لکڑیوں کا نام لکھا ہے جو صرف آریہ ورت کے سوا اور کہیں نہیں ہوتی ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ مصر سے بہت (پراچین) قدیم آریہ ورت ہے اور آریہ ورت سے ہی سب گن ودیا مصر میں گئے۔ بہت جگہ سنگلدیپ کا نام آیا ہے جو پرانے زمانہ میں ہندوستان کا ہی ایک ٹکڑا تھا" (اخبار ہتہ تر کال نمبر ۸ ہنری

صفحہ ۲ سے ۸۱ تک مطبوعہ سال ۱۸۳۰ء مدراس)

۱۲۰۰۰۰۔ سر چارلس لائل صاحب بہادر کی رائے کے موافق ۱۲۰۰۰۰ ہزار سال کے اندر ولشا کے جنگلی منطقہ پر کوئی عادت گرطوفان واقعہ نہیں ہوا۔ (جیسا کہ بقول بائبل کے نوح کا) اور آدرلی کے کوہ آتش فشاں کی مخروطی ساختیں جنکی راکھ میں معدوم جانوروں کی استخواں ہیں جو کہ کوہ اسا جیسے کامل حد ظاہر کرتے ہیں اور بھی اس سے پہلے کی ہیں۔

۱۴۲۳۱۔ مصر کے لئے ایک ایسی قدامت کا بیان کہ زمانہ حال کا منشا ہیں ہیں بلکہ نامور مشہور یونان کا حکیم افلاطون جو مسیح سے ۴۲۷ سال پہلے گذرا ہے اپنے عہد میں باشندگان مصر کا حال اسطرح بیان کرتا ہے کہ مصر میں مصوری و سنگ تراشی عرصہ دس ہزار سال گزرے کہ عمدہ رونق پر تھی۔ (۱۰۰۰۰ + ۴۲۷ + ۱۸۹۷ = ۱۴۲۳۱)

۱۸۰۰۰۔ فوہی کے بعد بعض مورخوں کا بیان ہے کہ ۱۵ بادشاہ تخت نشین ہوئے اور رماسس کی ریاستوں کا قریب ۱۸ ہزار سال کے تھا۔ (تاریخ چین جلد دوم کلکتہ صفحہ ۱۱ ۱۸۵۲ء)

۲۲۰۰۰۔ اس مسئلہ کی تشریح (کہ حضرت آدم سے بہت مدت پہلے انسان کا کھوج لگایا جاسکتا ہے) کے واسطے ہم اسے ناظرین کو مرحوم سرن نس صاحب بہادر کی کرونالاجی کا حوالہ دیتے ہیں صاحب موصوف انسان کی ہستی دنیا میں قبل از مائش ہزار برس فرض کرنے کے بعد اور پیاوٹنگ کا امتحان کرنے کے بعد مفصلہ ذیل تاریخیں مقرر کرتا ہے۔

وہ زمانہ جبکہ مصر میں سلطنت جمہوری رہی مسیح سے پہلے دس ہزار برس ۱۰۰۰۰ سال بائی لس جو کہ پہلا پریسٹ کنگ تھا۔ اسکی تخت نشینی مسیح سے نو ہزار پچاسی برس ۹۰۸۵ سال منتخب کئے ہوئے بادشاہ مصر میں مسیح سے پہلے سات ہزار دو سو تیس سال ۷۲۳۰ سال مصر بالا اور پایاں میں نسلی بادشاہ مسیح سے پہلے پانچ ہزار ایک سو سنتالیس برس ۵۱۴۷ سال (دیکھو ناٹ اینڈ گلڈن صاحب بہادر کی اینڈ جس الیسٹر کا صفحہ ۵۸۷)

۲۷۵۱۷۔ مین تھان نامی مصر کے مقدس دفتروں کے محافظ اور یونانی علوم کے ماہر نے ٹولیمی فلیڈلفس کے عہد میں جو تواریخ لکھی ہے اسمیں درج ہے کہ اول تو دیوتاؤں (یعنی فاضلوں) بعد اسکے ولادروں نے بیس ہزار سال تک سلسلہ وار مصر میں حکومت کی ولاوروں کے بعد اور آدمی مصر کے حاکم ہوئے۔ جبکہ مین تھان مورخ نے تیس پشتیں بیان کی ہیں مرکیورئس کی تحریریں اور تمام قدیم تاریخیں جو مصر کے مندروں کے مقدس دفتروں میں موجود تھیں۔ انکی تاریخ کے ماخذ ہیں اگر ان تیس پشتوں کو مسلسل مانا جاوے تو ان سے لیکر سکندر اعظم کے عہد تک پانچ ہزار تین سو برس کا عرصہ ہوتا ہے علاوہ اسکے ارٹیوس تھیبس کی تاریخ میں جسکو ٹولیمی الرجیٹس نے سکندریہ میں بلایا تھا تھیبس کی ۳۸ بادشاہوں کی فہرست مسلسل پائی جاتی ہے۔ اور مینس بادشاہ کو تمام مورخ مصر کا پہلا بادشاہ قرار دیتے ہیں اور اسی نے دیوتوں کی پرستش کو رواج دیا۔ اور یگ کی رسمیں جاری کیں۔ (از تواریخ مصر مطبوعہ سال ۱۸۷۰ء صفحہ ۲ سے ۵ تک)

۳۱۰۰۰۔ سفر میں حضرت علی نے ایک مکان کو دیکھکر کہا کہ یہ مکان قبل از وجود آدم ۲۵ ہزار سال سے پہلے بنا ہے (۲۵۰۰۰ + ۶۰۰۰ = ۳۱۰۰۰) دیکھو تاریخ کشمیر صفحہ ۲ حصہ دوم)

۳۲۰۰۰۔ ایک فاضل ہیئت دان بہت فاضلانہ دلائل سے ... دنیا کی پیدائش ... سے

یعنی محمدی و عیسائی اور یہودیوں کی تردید میں اس علم کی بہت معتبر مستند کتابوں سے تحقیقات کرتے کرتے ... ہزار سال تک پہنچا کر بتاتا ہے کہ دنیا اس سے بہت ہی قدیم ہے جو لوگ ۶ ہزار سال سے مانتے ہیں وہ اگر میری دلائل کی تردید کردیں تب میں اور زیادہ دلائل اس سے بڑھکر ثبوت کیواسطے پیش کرونگا اس نے ایسے براہین قاطع سے ان جدید مذاہب کے ادعاء باطلہ کی تردید کی ہے کہ بس خاتمہ ہی کردیا۔ (دیکھو رسالہ تھیوسافسٹ ۱۵ اگست ۱۸۸۱ء صفحہ ۲۳۸ سے ۲۴۴ تک دسمبر ۱۸۸۱ء صفحہ ۶۲ سے ۶۴ تک واکتوبر ۱۸۸۱ء صفحہ ۲۲ سے ۲۴ تک نومبر ۱۸۸۱ء صفحہ ۳۴ و ۳۵ و دسمبر ۱۸۸۱ء صفحہ ۷۲ سے ۷۴ تک اور فروری ۱۸۸۱ء صفحہ ۱۲۵ سے ۱۲۷ تک)

۳۴۰۰۰۔ ماہران علم جیالوجی نے لکھا ہے کہ ہر صدی میں ایک تہ بالو پتھر کیچڑ چونہ کی جمتی ہے زمین کے کھودنے سے اس تہ کے تلے سے انسان کی ہڈی برآمد ہوئی ہے جسکا حساب ۳۰ ہزار سال سے بیشتر کا ہوتا ہے (دیکھو مدالمہر المعاش صفحہ ۲۲۶)

۴۰۰۰۰۔ درجہیں ایام خبر رسید۔ کہ مردم قراست ... دین کہ ادھالاک سرحد ہندوستان است قلادہ مسلمانی در گردن میندا ختہ اند و سرار جماعت ولقیات دشرع محمدی پچیدہ بت پرست اند۔ سلطان لشکر جمع آوردہ وازقسم رود گرد آہنگر و سنگ تراش جمعے کثیر ہمراہ گرفتہ رو بآں دیار نہاد تخت قصبہ خیرات کردہ مسجدات ساختہ۔ وظاہرا قرات جائے ست سر زمین ہندو ترکستان میوہ بسیار دارد۔ دچون حاکم آنجا اطاعت کردہ مع متعلماں آں دیار اسلام آوردہ و سلطان حاجب علی بن ارسلان جاذب را تسخیر باردیں فرستاد۔ آورفتہ آنجا را مفتوح گردانید۔ چنانچہ بروہ اموال بسیار بدست افتادہ وحوت بتخانہ بزرگ را کہ در آنجا بود شکستہ سنگے معمور منقش برآنجا بیرون آمد کہ باعتقاد ایشان از بنائے آن چہل ہزار سال بودہ بود۔ سلطان مدانجا رفتہ قلعہ ساخت (دیکھو تاریخ فرشتہ صفحہ ۳۱ نولکشور مطبوعہ ۱۸۶۵ء سطر ۱۲ سے ۱۷ تک ذکر سلطان محمود۔)

۳۶۰۰۰۔ امام بطلیموسی کی بابت کتاب مخزن العلوم میں لکھا ہے کہ "دوم فلک ثوابت کہ حیج کوا کب ثابتہ در تحت آن مرکوز اندو آن حرکت میکند از مغرب بمشرق دورہ او بقول بطلیموس دوست و شش ہزار سال تمام کند" (دیکھو صفحہ ۱۱۷ و ۲۹ مطبوعہ ۱۲۶۷ء آفتاب ہند)

۱۵۰۰۰۰۔ قدامت کی بات صرف ہندو ہی نہیں دم بھرتے۔ بلکہ قدیم قوموں میں سے تھیبس شہر کے باشندے بھی یہی کہتے تھے اور بابل والے قیدی ڈیڑھ لاکھ برس بیشتر تک اپنی تواریخی وارداتوں کا نشان دیتے تھے چین والے بھی اسی قدامت کا داعیہ کرتے ہیں۔ (دیکھو تاریخ ہند ۱۸۵۲ء کلکتہ صفحہ ۳)

۱۵۸۰۰۰۔ سویٹزرلینڈ زمین جو کھودیاں جھیر سوٹ گہری ہوئی ہیں۔ اور میلک ورکس کے جو کھودیاں ہوئی ہیں۔ اور لوریانہ کے حصص میں جو امتحانات ہوئے ہیں جہاں پر کہ ہوائر لیڈر کی نسبت پانی کا گہراؤ زیادہ ہے۔ کم از کم دس عدد سرد کے جنگل جو ایک دوسرے سے آبی پودوں سے منقسم ہیں۔ دریافت ہوئے ہیں جو ایک دوسرے کے اوپر سمت الراس پر واقعہ ہیں۔ ان سے اور دیگر شہادتوں سے جناب ڈاکٹر بے نٹ ڈولر صاحب بہادر نے اندازہ کیا ہے کہ اس ڈیلٹا کی عمر کم از کم ۱۵۸۰۰۰ ایک لاکھ اٹھاون ہزار کی ہے۔ اور مذکورہ بالا کھودائیوں میں انسانی ہڈیاں جنگل کی سطح سے نیچے پائی گئی ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسی سی پی دریا کے ڈیلٹا میں ۵۰۰۰۰ برس سے زیادہ عرصہ گزرا کہ یہاں

(دیکھو کتاب ٹائیس صفحہ ۳۰۶ سے ۳۶۹ تک)
نسل انسانی زندہ تھی

۱۸۵۰۰۰۔ یونان کے ایک نامی حکیم لوزاسیب کا بیان ہے کہ ایک لاکھ پچاسی ہزار برس
قبل از میعاد طوفان نوح ایجاد عالم ہوا (یعنی ایک لاکھ پچاسی ہزار سال سے
(تاریخ کشمیر صفحہ ۷ سنہ ۸۳۔)
دنیا میں انسان آباد ہیں۔
۱۸۴۹۰۳۔ اہل فارس گویند کہ دراں ہنگام ہمگی ستارہ دراول حمل بودند تا
اکنوں یک لکھ و ہشتاد و چار ہزار و نہ صد و سہ سال گزشتہ (غیاث اللغات

ردیف ف)
۷۰۰۰۰۰۔ تاریخ خواجگی میں حضرت امام جعفر صادق سے منقول ہے۔ کہ
حضرت آدم سے پہلے اکسو آدم پیدا ہو چکے ہیں۔ اُنکی اولاد و خادم مدتوں دنیا
میں رہے (تواریخ کشمیر سال سنہ ۸۳ حصہ دوم صفحہ ۸) (۱۰ + ۷ = ۷

لاکھ سال)
۲۴۰۰۰۰۔ علم حیالوجی کے ماہر پروفیسر ڈریپر صاحب کہتے ہیں کہ اسکاٹ لینڈ
کے پرانے زمانی ڈھیروں میں انسان کی ہڈی معہ ہاتھی کے مفاصل کے (اوزاں)
ملتی ہیں جنکی نسبت عمدہ سے عمدہ حساب سے اُنکی موجودگی کا زمانہ دو لاکھ چالیس
ہزار سال قائم ہوتا ہے۔ جو کہ سب سے کم زمانہ انسانی نسل کا ہم قائم کر سکتے ہیں
(رسالہ تھیوسافسٹ بابت سال ۷۹۔ ماہ اکتوبر صفحہ ۹ کالم ۲)
۳۰۰۰۰۰۰۔ جب ہم اس زمانہ کا حساب لگاتے ہیں۔ جسمیں زمین کے بڑے
بڑے طبقے بنتے ہیں۔ اور اسمیں جس جس حیوانات اور نباتات کے آثار پائے
جاتے ہیں۔ وہ آگے پیچھے پیدا ہو کر نیست و نابود ہوتے رہتے ہیں۔ اور پھر اُس
زمانہ میں اسے دورہ کا زمانہ بھی شامل کرتے ہیں تو ہم کو لامحالہ اقرار کرنا پڑتا ہے
کہ دنیا کو کم از کم تیس لاکھ برس کا عرصہ گزرا ہوگا (رسالہ اعیان پنجاب صفحہ ۳۲
جنوری سنہ ۸۷ء)
۴۰۰۰۰۰۰۔ بہت کم شخص ہیں جو کہ اسات کا دعوے کرتے ہیں کہ کل پیدائش
۶ برس گزرے کہ ہوئی تھی اگر یہ سچ ہو کہ خدا نے سب کو چھ دن میں بنایا اور
آدمی کو چھٹے دن تو دنیا آدم سے ۵ دن بڑی ہوئی۔ بیان کرنا کہ دنیا کو ۶ برس
ہوئے بنایا تھا۔ بالکل لغو ہے جبکہ یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ صرف انہی چٹانوں کے
بنانے کے لئے چالیس لاکھ ۴ برس کا عرصہ چاہئے“۔
۱۵۰۰۰۰۰۰۔ اور ایک کروڑ پچاس لاکھ برس ۱۵۰۰ دنیا کی قدامت
کے لئے بطور اوسط بیان کئے گئے ہیں۔ ہندوستان کے بڑے بڑے دریاؤں کے
ڈیلٹے انسان کی قدامت کے لئے بڑے عمدہ ثبوت ہیں۔ مصر میں دریائے نیل
کا ڈیلٹا جو کہ مادے کے اکٹھے ہونے سے ایک بڑی مقدار بن گیا ہے۔ جو کہ
اسطرح سے اب تک یہ بھی جاتا ہے اور جمع بھی ہوتا جاتا ہے۔ پچھلے تین ہزار
برس میں ذرا بھی بڑھا ہوا نہیں معلوم ہوتا۔
فرعون کے زمانہ میں اُس ڈیلٹے پر جیسا کہ اب موجود ہے بڑے بڑے
قدیمی شہر بڑی آبادی کے ساتھ آباد تھے جنکی تہذیب کے لئے اُس
تاریخ سے اسقدر زمانہ چاہئے۔ جو کہ حضرت نوح کے طوفان کو یا دنیا کی
پیدائش کو منسوب کیا گیا ہے“۔ (دیکھو ٹائیس آف مین کا اینڈ مولفہ مسٹر
گلڈن صاحب بہادر کا ۳۳۵ صفحہ)
۸۸۸۴۰۰۶۱۔ تاریخ خطائی سر آغاز از گھاں آفرینش بر سالہ ندہ
برعم اینان تا امسال ہشت ہزار و ہشت صد و ہشتاد و چہار دں وسصد

سال سپری شدہ و ہر دنی دہ ہزار سال پیدا رند پائندگی عالم صد ہزار دسا
بود (۸۸۸۴ + ۱۰ = ۰۰ ۸۸۴ + ۶ = ۰۰ ۸۸۸۴)
آئین اکبری صفحہ ۲۷۲ مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۶۷ء)
ڈاکٹر لے نٹ صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ جو انسانی ہڈیاں سٹار
کے پاس برازیل کے کنارہ پر اور جھیل لیگو اسٹا کے کنارہ پر کپتان ایلیٹ
صاحب بہادر اور ڈاکٹر لنڈ صاحب بہادر نے پائی ہیں وہ ایک سخت پتھر
کے ساتھ مخلوط ہیں۔ اور ہر ایک اُن میں سے پتھر بن گئی ہے۔ اُس سے
ثابت ہوتا ہے کہ امریکہ میں مسس پی کے الوپیا سے پہلے تھا اور
اُن انسانوں کو بھی تاریخ تھی کیونکہ بیشمار نسلیں حیوانی انسان کی امریکہ میں
پیدا ہونے سے پہلے معدوم ہو چکی ہیں (دیکھو ٹائیس صفحہ ۳۵۰ سے ۳۵۷
تک۔)
مشہور ڈاکٹر ناٹ صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ اتفاقیہ اختلاف یا خصوصیت
جو کہ پیدا ہو کر والدین سے بچوں کو لگ جاتی ہیں۔ اور جس سے کہ نئی نسلیں
بن جاتی ہیں۔ اس وہمی خیال کے بیان کرنے کے لئے بھی ہم کو تھوڑی دیر
تامل کرنا چاہئے۔ مثلاً افریقہ کے حبشی کسی اور نسل کی شاخ نہیں ہیں۔
جو کہ رفتہ رفتہ سیاہ ہو گئے اور آب ہوا کی تاثیر سے اخلاقی اور بدنی صورت
میں فرق آگیا۔ بلکہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ انقلاب زمانہ سے اصلی
چھوٹے حبشی یا ایسے بہت سے کاکیشن۔ منگولین یا اور پتلے جبڑے والے
والدین سے پیدا ہوئے تھے۔ اور پھر انقلاب ماکر کل جزیروں کی رنگت
بدل دی۔ اسی طرح امریکہ میں بیشمار اصلی باشندے جو جزیرے میں پائے
جاتے ہیں اور جنکی بابت ہم کو یقین ہے کہ ابراہیم کے وقت سے بیشتر
ٹیلے بناتے تھے۔ ایک ایسی نسل کی اولاد ہیں جو اتفاقی اختلاف سے تبدیل
ہو گئے۔ اسی طرح قدیمی چین اور ہندوستان اور اسٹریلیا اور پالینیشیا وغیرہ
والے تمام طبعی اور عقلی اتفاقی اختلاف کے سبب سے ہیں اور آدم و حوا سے
اترے ہیں“ کیا انسان کی رد والاعتقادی اس بیان تالا سے زیادہ اور بھی
پرے جا سکتی ہے یا انسان کی عقل اس سے زیادہ اور بھی بیہودہ دلیل پیدا
کر سکتی ہے“۔ (دیکھو کتاب انڈجینس ریسس آف دی ارتھ کا صفحہ
۴۹۴ سے ۵۰۲ تک)
ایک اور لائق انگریز محقق اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ ایک تو اس
بات کا جواب بائبل سے حاصل ہو سکتا ہے جو ظاہر کرتی ہے کہ آدم و حوا
پہلے مرد و عورت تھے جنکو خدا نے بنایا اور مسلمہ نسخہ بائبل میں اُن کے
بنانے کی تاریخ زمانہ حال سے ۶ ہزار برس سے کچھ کم یا زیادہ ہے۔
دوسری طرف سائنس نہایت واضح دلائل اور پر زور تحقیقاتوں سے ظاہر
کرتا ہے کہ انسان دنیا میں بہت بڑے زمانہ سے موجود ہے۔ اور تصدیق
کرتا ہے کہ جہاں تک آدمی کا ہم تاریخی طور پر کھوج لگا سکتے ہیں۔ اُن کو
جدا جدا گروہوں میں پاتے ہیں اور مختلف ملکوں میں۔ یہاں تک
کہ تاریخ سے پہلے زمانہ میں انکا پتہ نہیں لگتا۔ اور ساتھ ہی سائنس یہ بھی
بتلاتا ہے کہ مختلف موجودہ قومیں ایک جوڑے سے پیدا نہیں ہوئی ہیں“۔
اہل ہند کے نزدیک جو چار جگ ٹھہراتے ہیں اُنمیں میں موجودہ جگ کا
نام کلجگ ہے۔ اس جگ کو ہیا و کہتے ہیں کہ کئی ہزار سال سے چلا آتا ہے۔

اور چار لاکھ بتیس ہزار تک اور رہیگا۔ دواپر جسکے بعد کلجگ آیا۔ اُن کے حساب کے موافق آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار برس کا تھا اور ترتیا جو کہ دواپر سے پہلے تھا کلجگ اور دواپر دونوں کے برابر تھا۔ یعنی بارہ لاکھ چھیانوے ہزار برس کا اور ست جگ جو کہ سب سے اول تھا۔ اسکو کلجگ سے چوگنا بتاتے ہیں۔ یہ چاروں جگ مل کے ۴۳۲ برس کے برابر ہیں اور شاستروں سے یہ بات بھی دریافت ہوتی ہے کہ ایک کلپ میں ان چاروں جگوں کے کل برسوں کے برابر ایک ہزار زمانے (دور) ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سب رقوم ستاروں کی گردش حرکتوں سے علاقہ رکھتی ہیں۔ زمین پر واقعہ داتوں سے کچھ نسبت نہیں ہندو منجموں نے حساب کیا کہ جب یہ جگ پورے ہوتے ہیں۔ تو ستارے کسی خاص طور پر پھر ان ہوتے ہیں۔ اسواسطے انہوں نے ان جگوں کو دنیا کی تاریخ ٹھیرایا (دیکھو تواریخ ہند صفحہ ۳۱ و ۳۲ سنہ ۱۸۶۲ء کلکتہ)

پھر وہی مورخ لکھتا ہے کہ کل جگ کی جو صدیوں کی تعداد لکھی ہے وہ طوفان کے بعد جا اور تو بیں لسی ہیں۔ انکی صحیح تاریخوں کے قریب مطابق ہے۔ اس سبب سے ہم ہندوؤں کے کل جگ کے حساب کو صحیح مان سکتے ہیں۔ (تاریخ ہند ۱۸۶۲ء کلکتہ باب ا صفحہ ۸)

پھر وہی مورخ لکھتا ہے کہ ہندوؤں کی تواریخ کی ابتداء افسوس ہے جسکا قدامت کے سبب کچھ صحیح حال دریافت نہیں ہو سکتا ہے۔ اور انتہا جبکہ مسلمانوں نے سندھ دریائے پار ہو کر ہندوستان میں غلبہ پایا۔ اس سے آٹھ سو برس گذرے ہیں۔ (تواریخ ہند کلکتہ صفحہ ۱ باب ۱)

ایک اور محقق فرماتے ہیں کہ مصر کا وہ بت جو طوفان سے پہلے د سے بھی زیادہ کا ہے ہم کو اس زمانہ کا صاف حال بتایا ہے۔ حالانکہ اگر بائیبل سچی ہے تو آدم زندہ تھے۔ مگر تاہم اس سے بہت پہلے ہم بادشاہوں کو مصر میں طاقتور اور حکومت کرتے ہوئے پاتے ہیں (۵۰۰۰ + ۵۰۰۰ = ۱۰۰۰۰)

قاہرہ کی ایک غار میں مصر کے ہزاروں بادشاہوں کی لاشوں کے صندوق معہ اُنکے کرسی ناموں کے دستیاب ہوئے ہیں جو قبل از وجود آدم ہو چکے تھے (دیکھو تواریخ کشمیر حصہ دوم صفحہ ۸ سنہ ۸۳)

اب اسقدر شہادتوں کے بعد ہم اہل علم کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگرچہ ہماری علمی تواریخی کتابیں دست تطاول اسلام وغیرہ سے لاکھوں نذر النار ہو چکی ہیں۔ اور صدہا کتب خانے ہمارے خونریزیوں کے ظلم کی آگ اور ستم کی آندھی نے آریہ ورت کے مختلف شہروں میں جلائے اور برباد کئے۔ (دیکھو تاریخ ہند مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۱۸ صفحہ ۲۰۲ سال ۱۸۵۷ و تاریخ فرشتہ میں جفا کاروں کے حملے۔) مگر اب تک بھی بہت کچھ تلاش سے دستیاب ہو سکتا ہے پرماتما کی کرپا سے اور عرصہ ۱۲ و ۱۴ سال کے سریمان سوامی دیانند جی کے ست اپدیشوں سے آریہ لوگ ست پر دوبارہ قائم ہوئے اور سماجیں روز بروز ترقی پر ہیں۔ اور دل و جان سے پرانی کتابوں کی تلاش میں مصروف ہیں۔ یقین غالب ہے کہ مزید تلاش کرکے عمدہ اور صحیح اور کامل کتابوں سے ایک واضح شرح تواریخ بنا دیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ست ویدک دھرم کا روز بروز زیادہ پرکاش ہوتا جاتا ہے۔ اور جہاں تک تصنیفات زیادہ ہونگی راستی کا بڑھکر ظہور ہوگا۔

جواب۔ پادری صاحب ہم نے چند روزہ تحقیقات سے باوجود عدیم الفرصت ہونے کے تقریباً ۹ کروڑ سال تک غیر مذہبوں اور محققوں اور مورخوں اور فاضلوں کی شہادت درج کر دی ہے کہ دنیا اس سے بھی قدیم ہے اور یدھشٹر اور جنگ مہابھارت کی بابت اگر لقب و نام ولدیت و سال و ماہ کے راجاؤں کی فہرست دیکھنا چاہو تو ستیارتھ پرکاش مطبوعہ سال ۸۴ کے صفحہ ۹ سے ۹۴ تک موجود ہے۔ ملاحظہ کر لو۔

ہم اور بھی تحقیقات میں مصروف ہیں۔ بلکہ آپ کا بھی دھنیواد ادا کرتے ہیں جنہوں نے ایک اعتراضی رسالہ نکالکر ہمکو تحقیقات کے واسطے ہمت دلائی۔

اگرچہ ہم نے بہرطرح ثابت کر دیا ہے کہ یدھشٹر کو ہوئے ۵۰۰۰ سال سے کسی حالت میں کم عرصہ نہیں گذرا اور ساتھ ہی اسبات کی بھی تردید میں کوئی کسر نہیں رکھی کہ دنیا ۵۸۹۱ سال سے نہیں ہے۔ بلکہ ۹ کروڑ سال سے بھی پہلے کی ہے۔ ایک آدم و حوا سے ہم کسیطرح نہیں ہیں۔ بلکہ بہت سے زن و مرد ابتدا سے میں پرماتما نے پیدا کئے۔ اور یہی بات تمام فضلاء کی شہادت سے عیاں ہے۔ ہماری طرف سے زیادہ حاجت بیان نہیں۔ مسیحی گرجا کی بنیادی اینٹ ایک آدم و حوا اور ۵۸۹۱ سال سے اُن کی پیدائش اور گنہگاری ہے اور اسی پر تمام ملمع کاری اور صلیبی عمارت جاری ہے اگر بنیاد ہی قائم نہیں تو عمارت کا رہنا محال ہے۔ پس ہر ایک دانا آدمی کو خیال کرنا چاہئے کہ عیسائی دین کا کیا حال ہے اگر ہمیں چندے فرصت رہی تو اس سے زیادہ بلکہ ہزار درجہ بڑھکر انکی غلطیوں کا ہم اظہار کرینگے اور سلسلہ وار اُن کی اصلیت اور نالیت کو حتی الوسع ہم ملکی بھائیوں کی میز پر دھر دینگے۔ اے پرماتما راستی کا پرکاش کر۔

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم ۔ تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

(نوٹ)

اب ہم دوسرے لکچر کیطرف متوجہ ہوتے ہیں۔

(لیکھرام آریہ مسافر)

لکچر نمبر ۲ کا جواب

ناظرین یہ پادری صاحب کے لکچر نمبر ۲ کا جواب ہے جسمیں انہوں نے پرمیشور کے پریم (محبت) کی نسبت بخیال خود ویدوں سے تحقیقات کی ہے جسکو وہ بُرے اور دل دکھانیوالے الفاظ سے شروع کرتے ہیں مثلاً "آریہ سماج ہی بیہودہ دعوے کرتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ ان پر انکا ایمان ہے" (صفحہ ۲ سطر ۱۴) "صرف دعوے ہی اُن کے اعتقاد کا تکیہ ہے" (۲-۱۶) "آریہ اپنی کتب مقدسہ کی تعلیم کی کچھ پرواہ نہیں کرتے" (۲-۹) "کیا ایسے بے بنا د مذہب ایک ماندہ دل کو تسلی دے سکتا ہے" (۲-۱۶) وغیرہ وغیرہ۔

یہ پادری صاحب کے پریم بھرے الفاظ مسیحی تعلیم کے نمونہ ہیں جو بلا ثبوت آریوں کی نسبت بیان کئے گئے ہیں۔ بے شک اُن کے حقیقی منجی (مسیح)

کی ایسی ہی ہدائتیں ہونگی۔ کیونکہ وہ خود ہی اناجیل میں ایسا ہی فرماتا ہے۔ "اُس نے اُنہیں جواب دیکے کہا کہ اس زمانے کے بد اور حرامکار لوگ نشان ڈھونڈھتے ہیں" "اے ریاکارو تم آسمان کی صورت کو امتیاز کر سکتے ہو پر وقتوں کی نشانیاں نہیں دریافت کر سکتے اس زمانے کے بد اور حرامکار لوگ نشان ڈھونڈھتے ہیں" (متی کی انجیل باب ۱۲ و ۱۶) اگرچہ ان کے ایسے الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کس قسم کی محبت سے تلاش کرتے ہیں۔ اور راستی سے انہیں کسقدر روشنی ہے۔ مگر پھر بھی ہمیں بموجب اصول نمبر ۴ کے اُن اعتراضوں پر غور کرنا ضروری ہے۔

پادری - ۴ - ۴ خدا محبت ہے ہم اپنے ارد گرد ہر ایک طرف اس بڑی حقیقت کی شہادت پاتے ہیں۔ ہمارا اپنا دل ہم کو اس بات سے قائل کر رہا ہے کہ یہ محبت ہم پر اسلئے عنایت نہیں ہوئی۔ کہ ہم انسان اسکے لئے مستحق ہیں۔ بلکہ وہ ایک کریمانہ عطیہ ہے۔ اور نہ اسلئے کہ ہم اس کے حقدار ہیں بلکہ اسلئے خدا مہربان اور رحیم ہے۔"

آریہ - ایشور اور اُسکا پریم ایک ایسا مسئلہ ہے۔ جسکے ہر ایک پہلو کو ہمیں نہایت غور سے بچارنا چاہئے۔ پرماتما کی نسبت اکثر باتوں کے سمجھنے میں انسان غلطی کرتا ہے اور یہ غلطی اُسکی روحانی تاریکی کا باعث ہے پریم ایک علت ہے۔ اور وہ بغیر کسی لگاؤ کے نہیں ہوتی اس جگہ بالطبع سوال پیدا ہوتا ہے کہ پرمیشور نے ہم سے کیوں پریم کیا اور اُسکی کیا وجہ ہے کہ وہ امریکہ کے وحشیوں نیوزیلینڈ کے جنگلیوں افریقہ کے حبشیوں ہندوستان کے بھیل گونڈ سے ایسا پریم نہیں کرتا اور یہ بات تو ہر ایک دانا کی مسلم ہے کہ ہر ایک کام کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہے۔

پس عقل کل پرماتما کے پریم کی بھی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہونی چاہئے اگر کہیں کہ پریم اُسکا خاصہ ہے اور بلا کسی سبب کے ہے۔ تو یہ علم و تجربہ کے برخلاف ہونے سے غلط ہے ہم دیکھتے ہیں کہ بہ نسبت سکھیوں کے دُکھی زیادہ ہیں۔ بہ نسبت ڈاکٹروں کے بیمار زیادہ ہیں بہ نسبت عابدوں کے ریاکار زیادہ ہیں کیا کوئی سمجھ والا آدمی کہہ سکتا ہے کہ خدا نے اُن سے پریم کیا۔ محبت کی دنیا کی ہرگز نہیں۔ کیونکہ پریم ظلم نہیں۔ اور نہ پریم زحمت ہے اب دیکھنا چاہئے کہ اسکا کارن کیا ہے جس طرح اُسکا پریم مسلم ہے اُسی طرح اُسکا انصاف بھی تمام حق پرستوں کو مسلم ہے۔ پھر ایسے بیہودہ خیالوں کو دور کر کے ہمیں ایسا سوچنا چاہئے۔ کہ ایشور کی صفات میں کبھی متضاد نہ آئے اور ست دھرم کا پرکاش اور سچا پریم ظاہر ہو جائے اُسکے پریم کو بھی عام کرو اور انصاف کو بھی عام۔ ہمارے واسطے چاند۔ سورج۔ زمین۔ ہوا پانی۔ آگ۔ غلہ وغیرہ گوناگوں نعمتیں پیدا کیں۔ یہ اسکا پریم ہے ہمارے کرموں کے مطابق سزا و جزا دیتا ہے۔ ہماری جسمانی ساوٹ ہمارے اعمالوں کے مطابق بنائی۔ یہ اُسکا انصاف ہے۔ وہ ضرور ہمارے اعمالوں کے مطابق پھل دیتا ہے۔ کیونکہ منصف ہے۔ مجرم کو سزا نہ ملنے سے اُسکی شرارت زیادہ بڑھ جاتی ہے اور شرارت کا زیادہ بڑھنا راستی کا ستیاناس ہوتا ہے۔ کہ شرارت پسند راستی کا دشمن ہے۔ اسواسطے پریم اعمالوں کے متعلق نہیں مگر جسمانی بناوٹ دُکھ سکھ وغیرہ اعمالوں سے وابستہ ہے۔

چنانچہ بائیبل بھی اکثر جگہ اسکا اقرار کرتی ہے "اے خداوند تیرے کام کیا عظیم ہیں۔ تیرے منصوبے نہایت عمیق ہیں۔ ناداں آدمی نہیں جانتا اور نادان اسے نہیں سمجھتا جبکہ شریر گھاس کی مانند اُگتے ہیں۔ اور سارے بدکردار لہلہاتے ہیں تو یہ اسلئے ہیں کہ وے ابد تک فنا ہو جاویں" (زبور ۹۲ آیت ۴ سے ۷ تک) پھر لکھا ہے "ایسا کرنا تجھ سے بعید ہے کہ نیک کو بد کے ساتھ مار ڈالے۔ اور نیک بد کے برابر ہو جاوے۔ یہ تجھ سے بعید ہے۔ کیا تمام دنیا کا انصاف کرنے والا انصاف نہ کریگا" (پیدائش باب ۱۸ آیت ۲۵ و ۲۶) پھر لکھا ہے۔ "کیا خدا بے انصافی کرتا ہے۔ یا قادر مطلق رو عدالت سے بھٹکتا ہے" (ایوب باب ۸ آیت ۴) پھر لکھا ہے "صاحباں دانش تم سن رکھو خدا سے ہرگز نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ شرارت کرے۔ اور یہ کبھی نہیں کہ قادر مطلق بدکار بنے کیونکہ وہ ہر ایک آدمی کو اسکے عمل کے مطابق بدلا دیتا۔ اور ہر ایک انسان سے اُسکی چال کے موافق سلوک فرماتا یقیناً خدا ناحق نہیں کرتا۔ اور قادر مطلق عدالت میں خلل نہیں ڈالتا۔ (ایوب باب ۳۴ آیت ۱۰) پھر لکھا ہے "تب ہر ایک کو اُسکے اعمال کے موافق بدلا دیگا" متی $\frac{16}{27}$ پھر لکھا ہے "دیکھو میں جلد آتا ہوں اور میرا اجر میرے ساتھ ہے۔ تاکہ ہر ایک کو اُس کے کام کے موافق بدلا دوں۔ میں الفا اور امیگا۔ ابتدا اور انتہا اوّل و آخر ہوں۔ مبارک وے ہیں جو اس کے حکموں پر عمل کرتے ہیں" مکاشفات $\frac{22}{12-14}$)

پادری - ۲ - آریہ مت کی تعلیم سے واضح ہوتا ہے کہ خدا آدمی کو کوئی چیز مفت نہیں دیتا۔ جو کچھ اُسکو ملتا ہے۔ اُسکے کرموں کا پھل ملتا ہے۔

آریہ - بے شک یہی ہمارا اعتقاد ہے اور اسی اعتقاد پر ست دھرم کی بنیاد ہے مستحق کو خلعت و اعلیٰ سے سرفراز فرمانا۔ اور غیر مستحق کو محروم رکھنا۔ عین عدالت خداوندی ہے جسمیں کسیکی زبردستی نہیں۔ افسوس کہ عیاش لوگ جوری کرتے ہیں۔ ریاکاری کے عادی ہیں بدمعاشی ان کے دلمیں جاگزیں ہے۔ اور اُسپر مسیح وغیرہ کے کفارہ پر تکیہ رکھکر خلاصی کی امید رکھتے اور شرارت میں ڈوبے ہوتے ہیں بقول شخصے۔ ع

گناہ مرا اگر نبود بے شمار ... ترا نام کے بودے آمرزگار

مگر یہ عقیدہ پسندیدہ نہیں معقولی دلائل کے آگے اسکا پرزہ پرزہ اڑ جاتا ہے۔ جب عدالت کی میزان میں پاسنگ نہیں۔ اور انصاف کے آگے دوست دشمن میں جنگ نہیں۔ اسواسطے ایسے خود غرضوں اور امید و بیم پر کمربستہ لوگوں کا قافیہ سراپا تنگ ہے اور اس بات میں بائیبل بھی وید کی خوشہ چین بلکہ منجملہ تابعین ہے۔ دیکھو "ہر ایک جو مجھے خداوند خداوند کہتا ہے آسمانی بادشاہت میں داخل ہوگا۔ مگر وہی جو میرے باپ کی مرضی کے مطابق جو آسمان پر ہے عمل کرتا ہے۔ اُس دن بہتیرے مجھے کہیں گے کہ اے خداوند اے خداوند کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی۔ اور تیرے نام سے دیووں کو نہیں نکالا اور تیرے نام سے بہت سے کرامات ظاہر نہیں کیں۔ اور اُس وقت میں اُن سے صاف کہونگا کہ میں کبھی تم سے واقف نہ تھا۔ اور اے بدکارو میرے پاس سے دور ہو۔" (متی $\frac{7}{21}$ سے ۲۳ تک اور اسی طرح متی باب ۸ آیت ۲۴ سے ۲۶ تک اور لوقا باب ۱۰ آیت ۲۵ سے ۲۸ تک اور متی باب ۱۳ آیت ۱۲ جس سے صاف ثابت ہے کہ بڑی بڑی نبوتیں کرامتیں معجزے دکھلانیوالے اور جن بھوتوں کے نکالنے والے اور ماننے والے بھی جن کے اعمال نیک نہ ہونگے۔ بدکار تصور ہو کر دوزخ میں ڈالے جاوینگے۔ خواہ وہ عیسیٰ ہی کے ہوں

پہلے اس کا جواب باصواب خود بائبل سے دے چکے ہیں۔ کہ یہہ مبارک تعلیم انجیل کی ہے
یہ کہ وید کی جیسے مسیح کو بیگناہ بقول عیسائیوں کے پھانسی دلایا۔ اور اس کی گریہ و زاری
پر اس قہار کو ذرہ بھی رحم نہ آیا۔ دیکھو متی کی انجیل باب ۲۶ آیت ۳۶ سے ۴۵ تک
جس میں مسیح کا رونے اور غمگین ہونے کا مفصل بیان ہے کہ میرا دل نہایت غمگین ہے
میری موت کی سی حالت ہے۔ اس فقرہ سے گھبرانے اور حواس باختہ ہونے کا
اندازہ ہو سکتا ہے۔

اسی طرح یوحنا کی انجیل باب ۱۲ آیت ۲۷ "اب میری جان گھبراتی ہے۔ اور میں
کیا کہوں اے باپ مجھے اس گھڑی سے بچا"۔

پطرس اور یعقوب اور یوحنا کو اپنے ساتھ لیا اور گھبرانے اور بہت اداس ہونے
لگا اور ان سے کہا میری جان کا غم موت کا سا ہے۔ تم یہاں ٹھہرو اور جاگتے رہو
اور وہ تھوڑا آگے جاکر زمین پر گرا۔ اور دعا مانگی کہ اگر ہو سکے۔ تو یہہ گھڑی مجھ سے
ٹل جائے۔ اور کہا ہے۔ بات سب کچھ تجھ سے ہو سکتا ہے۔ اس پیالہ کو مجھ سے
ٹال دے "مرقس باب ۱۴۔ آیت ۳۳ سے ۳۶ تک۔ کرتے رید اور سرائیلی عمرو
نہ ماکرے خالد آتشک ہو ولید کو۔ چوری کرے ابراہیم اور کرائی یعقوب تیس سال
کی قید ہو محمود و عیسٰے۔ پس یہہ سراسر اندھیر اور ظلم بائیبل کے ذمہ عاید ہو سکتا ہے
نہ کہ معاذ اللہ وید مقدس پر۔ دیکھئے نیکی و بدی کی تمیز حاصل کی آدم نے اور حاصل
کرائی شیطان نے (اگرچہ خدا انجان کرتا رہا) مگر عام سی نوع انسان ناکردہ گناہ
مجرم ٹھہرائے گئے۔ کرے ایک بگڑ جائے سارا جہان۔ اس سے بڑھ کر بدی کبھی
صفحہ دنیا پر نہ ہوئی اور نہ ہوگی۔ پس یہہ تعلیم کہاں سے ملی ہے۔ اور اس بے انصافی
کا مخرج کون ہے۔ کس کتاب سے ایسے بے بنیاد الزام ذات باری پر لگتے ہیں۔ ان سب
کا جواب یہی ہے۔ کہ بائیبل۔ بائیبل۔ بائیبل۔ اسواسطے ضروری ہے کہ ہم اسکی تعلیم سے
اجتناب کریں۔ اور لوگوں کو اس مہلک مرض سے بچاویں۔

پادری ۸-۹۔ مگر ایک اور ان سے بڑھکر اعتراض ہے جو ابھی ہم پیش کریں گے
آریوں کی کتابوں میں یہہ لکھا ہے۔ کہ پرمیشور ہی خود ہر ایک چیز ہے۔ اس کے سوا
اور کچھ نہیں جو کچھ نظر آتا ہے وہ مایا ہے۔ ہر ایک جگہہ اور ہر ایک شے میں برہم
سرح رہا ہے اور صرف برہم ہی ہے۔ اگر وہ خود سب کچھ ہے۔ تو اس کی محنت اپنی
مخلوقات پر نامکن ہے ذیل کے فقرات سے روشن ہے۔ کہ اس مضمون پر ان
مقدس کتابوں کی کیا تعلیم ہے۔

نمبر ۱۔ شاریرک ادھیاے ۲ پاد ۳ سوتر ۴۳ و
نمبر ۲ " " " ۳ " ۴۴
نمبر ۳۔ بھاگوت گیتا ادھیاے ۱۳ و ۱۵
نمبر ۴۔ گووت برہمن۔

یہہ وہ مسئلہ ہے جو بیاس جی نے صاف صاف طور پر لکھدیا ہے۔ وہ ویدوں
اور گیتا کو اپنی سند گردانتے ہیں اور رگ یجر شام۔ اتھرو ویدوں کا یہ پرکاش سکت
ہم رگ وید کے پرش سکت سے اقتباس کرینگے۔

آریہ۔ افسوس کہ پادری صاحب خود ہی صفحہ ۹ کی سطر ۵ و ۶ میں اس کی تردید
کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں (ہر آریہ اس بات سے واقف ہیں۔ اسی سے بڑے
زور و شور سے اس بات کا (کہ خدا خود ہی ہر ایک چیز ہے) انکار کرتے ہیں۔ انکا
(آریوں کا) قول ہے کہ یہہ روح اور موجودات سب سے الگ الگ چیزیں ہیں" اگرچہ دانا و
کا قاعدہ ہے کہ مسلمات پر اعتراض کیا کرتے ہیں۔ مگر یہہ بھی بعضوں کے اعتراضوں کا

جواب دساصر دری ہے۔

آریہ دھرم اپدیشک۔ شری سوامی جی مہاراج نے نہایت زبردست ثبوتوں
سے ویدانت دھکوانت نوارن بینک (برہم کی یکتا کی تردید کی ہے۔ اور اس کی
مکروہ تعلیم سے ناواقف لوگوں کو بچایا۔ علاوہ بر آں ستیارتھ پرکاش کے صفحہ
۱۹۴ سے ۲۰۰ تک و صفحہ ۲۸۸ سے ۲۹۹ تک بھی مفصل اسکی تردید کی ہے باقی حوالوں
کی ہم مفصل تشریح کرتے ہیں۔

نمبر ۱۔ شاریرک سوتر کا اصلی ارتھ پہلے لکھا گیا ہے۔
نمبر ۲۔ کا ارتھ بھی پیچھے لکھ چکا ہوں
نمبر ۳۔ بھاگوت گیتا سوامی جی کے مستند گرنتھوں میں نہیں ہے۔ آپنے یہ گیتا کی
نالی کی ہے دیکھو لکچر نمبر ا صفحہ ۴۶۔
نمبر ۴۔ گوپتھ برہمن کا کوئی۔ سہ۔ حوالہ۔ واک۔ آپنے درج نہیں کیا جہاں تک
ہم نے پڑتال کی گوپتھ میں ایسا ذکر نہیں ہے۔

بیاس جی نے گیتا کو اپنی سند نہیں مانا۔ ہاں ویدوں کو مانا ہے مگر ویدوں میں جیو برہم کی ایکتا نہیں بلکہ تردید
ہی تمام سکت کا جو رگ وغیرہ ویدوں میں بیان ہے۔ پادری صاحب نے ارتھ و مطلب سمجھنے میں سہو کیا اور اسلئے غلط
سہ لکھا ہے کہ ان منتروں سے جیو برہم کی ایکتا ظاہر ہوتی ہے۔ خود پرش لفظ ہی جگت
اور برہم کو جدا ثابت کر رہا ہے۔ یعنے جو تمام جگت میں بیاپک ہے وہی پوران پرش
پرماتما ہے۔ اسی ست دیرش نے سورج چند وغیرہ کروں اور انسان حیوان وغیرہ
کو پیدا کیا۔ مگر روح اور پرکرتی اس کی اپارتنا میں ہمیشہ سے موجود تھیں
وہ پوران کرتا پرش ہے اور برہم جگت۔ بلکہ برہم جیو نہیں۔ اور جیو برہم نہیں بیول
جدا ہیں۔ اور دیاپ و بیاپک سیو سیوک سمبندھ رکھتے ہیں۔ مگر افسوس کہ جو اعتراض
پادری صاحب نے ہم پہ کیا۔ اس سے ہزار درجہ بڑھکر بائیبل میں موجود ہے مفصل
دیکھو صداقت رگوید) اور پرش سکت کا مفصل ترجمہ دیکھو صفحہ ۱۱۸ سے ۱۳۴ تک

پادری ۱۳ و ۱۴۔ ہم ویدوں سے بیان تو پیش کر چکے اب ہم دکھلاتے ہیں کے قدیم
زمانے کے بڑے بڑے پنڈت انہیں کن معنوں میں لیتے ہے۔

نمبر ۱۔ شاریرک ادھیاے ۲ پاد ۱ سوتر ۱۳ و ۱۴
نمبر ۲۔ شاریرک ادھیا ۱ پاد ۴ سوتر ۱۸ و ۲۴
نمبر ۳۔ شوتیا شتر ادھیاے ۴ شلوک ۲ و ۳
نمبر ۴۔ ستپتھ برہمن صفحہ ۸۳
نمبر ۵۔ چھاندوگ ادھیاے ۶
نمبر ۶۔ کتولا ادھیاے ۲ سر ۳
نمبر ۷۔ گیتا ادھیاے ۳ شلوک ۱۹
نمبر ۸۔ گیتا ادھیاے ۱۸ شلوک ۱۷
نمبر ۹۔ گیتا ادھیاے ۴ شلوک ۲۶
قدیم زمانہ کے بڑے بڑے رشی سب ملکہ چلے آئے ہیں۔ کہ خود برہم ہی سب کچھ ہے

آریہ۔ ہم بھی ویدوں سے تو آپکے دعوے کی تردید کر چکے اب ان حوالوں پر بھی
غور کرتے ہیں۔

भो क्ता पत्तेरवि भाग श्चेन्नस्याल्लोकवत् १३
तदनन्य त्वमारम्भण शब्दादिभ्यः
अध्या १ पा० ४ सू० १३—१४

نمبر ۱ - ترجمہ - (یہ سوتر اس سوال کا کرتا ہے بھوگتا ہے - جواب دیتا ہے - کہ بھوگتا جدا ہے - اور ہم کو اس کا پرمان جگت میں ملتا ہے +

ترجمہ پرکرتی کے کاریہ اور کارن ایک ہیں - ۱ ہیں شرتی کے سننے سے -

अन्यार्थं तु जैमिनिः प्रश्नव्याख्यानाभ्यामपि चैवमेके ॥ प्रकृतिश्च प्रतिज्ञादृष्टान्तानुपरोधात वेदां अ॰ १ पा ४ सू॰ १८ - २४

ترجمہ نمبر ۲ - جیمنی یہ کہتا ہے - کہ جو آدی کا درشن اپ نشد پرماتما کے جاننے کے لئے ہے - اس میں اوروں کی ستی بھی ہے - کہ اپ نشد کے سوال و جواب سے بھی یہی بات ظاہر ہوتی ہے +

اور پرکرتی کا درشن برہم کی تحقیقات کے واسطے ہے - کیونکہ ایسا ماننے سے اپ نشد کے دعوے اور مثال میں کچھ غلطی واقعہ نہیں ہوتی +

نمبر ۳ - یہ پتک گرنتھ مستند میں سے نہیں ہے - اس واسطے ہم اس پر غور نہیں کرتے (دیکھو لکچر نمبر ۱ جواب صفحہ ۳ کا آخری نوٹ)

نمبر ۴ - تیتری برہمن مستند گرنتھوں سے نہیں ہے (دیکھو اپنا لکچر نمبر ۱ صفحہ ۲۶)

نمبر ۵ - چھاندوگیہ اپ نشد میں ادھیائے ۹ کوئی نہیں بلکہ اس کی تقسیم تو پرپاٹھک اور کھنڈوں پر ہے - اس میں کل آٹھ پرپاٹھک ہیں - جس کے چھٹے پرپاٹھک کو میں نے پڑتالا - کوئی منتر جیو برہم کی ایکتا کا نہیں ملا -

نمبر ۶ - کٹھوپ نشد کے ادھیائے ۲ میں کوئی منتر نمبر ۱۹ نہیں ہے - ہاں ادھیائے اول میں نمبر ۱۹ پر ایک واکیہ ہے - جس کا ترجمہ یہ ہے +

جس وقت انسان کسی کو مارتا ہے - اس وقت جو نہی جیو کو مارنے والا سمجھتا ہے اور جس کو مارتا ہے جو اسے مر گیا سمجھتا ہے - وہ دونوں طرح سے لوگ نہیں جانتے ہیں کیونکہ اصل میں جو ایک غیر مادی اور غیر فانی انادی طاقت ہے وہ نہ مرتی اور نہ مارتی ہے بلکہ صرف شریر کا ویوگ ہوتا ہے اور اسی کا مفصل ذکر واک نمبر ۱۸ میں اس سے پہلے بھی موجود ہے +

نمبر ۷ سے ۹ تک حوالجات غیر مستند ہیں دیکھو لکچر نمبر ۱ کا صفحہ ۲ - اس واسطے ہم بالکل ہیچ حوالوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ہیں +

پس ہم ثابت کر چکے ہیں کہ قدیم زمانہ کے رشی نے ایسا نہیں مانا - اور اگر خدانخواستہ کسی نے مانا ہو تو خود رشیوں کے ہی قول کے مطابق وید کے خلاف رائے دھرم سے سنبندھ نہیں رکھ سکتی - کیونکہ وید ہی راستی اور معقولیت کی بنیاد ہے - مفصل دیکھو رگوید منڈل ۱۰ انوواک ۱۰ سکت ۱۱۹ منترا سے ۲ تک - اتھر وید منڈل ۱ - انوواک ۲۲ شکت ۱۲۴ منتر ۲ ایضاً یجروید ادھیائے ۴۰ منتر ۱ سے ۷ تک -

ویدوں میں پرمیشور کے پریم کا ہونا اصل میں تو خود پادری صاحب کو بھی اقبال ہے چنانچہ انہوں نے صفحہ ۵ و ۶ پر سات حوالے ویدوں اور شاستروں کے لکھے ہیں اور ہم نے بھی جابجا اس بات کو ثابت کیا ہے - کہ ویدوں میں ایشور پریم بھگتی اور جیو اور برہم کا سمبندھ کس خوبی سے ارشاد کیا گیا ہے -

اخیر میں پادری صاحب کہتے ہیں - الغرض ہم دیکھتے ہیں کہ آریہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ وید خدا کی محبت سے معمور ہیں - ہم کو بعض فقرات ایسے ملتے ہیں جن میں یہ بیان ہے ""

(دیکھو صفحہ ۱۴ و ۱۵) جس طرح پادری صاحب کو کچھ اقبال ہے پرمیشور کریگا - کہ ہماری اس دوسری گذارش کو پڑھکر کچھ کا کل ہو جاویگا - کیونکہ تمام دنیا میں صرف ویدہی ہیں جو خدا کے اوصاف کو تمام و کمال نہایت خوبی و عمدگی سے تبلانے اور معقولیت سے سمجھاتے ہیں - بوجوہات ذیل

اولاً - وید انسان کو فعل مختار بتلاتے ہیں - اور نیکی یا بدی کرنے پر مجبور بائیبل کی طرح نہیں ٹھیراتے +

ثانیاً - پرمیشور سب انسانوں کا مالک اور حاکم ہے - جتنے نیک و بد کام انسان کرتے ہیں اس کی سزا و جزا دیتا ہے - ہمارے فعلوں کا خود فاعل نہیں

ثالثاً - ویدوں کے مطابق پرماتما کی قدرت انادی ہے یعنی ازلی زمانہ سے انادی روحیں اور مادہ موجود ہے اور سرب شکتیمان ہونے سے وہ ہمیشہ ان کا نیتا و مالک بائیبل کی طرح ۵ - ۶ ہزار سال سے ہی خدا نہیں بن گیا - اور نہ دنیا خدا کا حصہ ہے +

رابعاً - وید معقولیت سے راستی کے قبول کرنے کی ہدایت دیتے ہیں - بائیبل کی طرح عقل کو سرج بائبل میں مقفل کرنے کی ترغیب نہیں دیتے +

ان مندرجہ بالا وجوہات سے وید مقدس میں پرمیشور کا پریم پرمیشور کا انصاف پرمیشور کا گیان بلکہ وہ سرب شکتیمان ثابت ہوتا ہے - تو بے شک ہر ایک بے تعصب آدمی کا دل ان کی سچائی کا قائل ہو سکتا ہے - مگر ہٹ دھرمی آدمی باوجود اس قدر صداقتوں کے بھی دنیاوی چند روزہ عیاشی کی خاطر ست کو قبول کرنے سے ملول ہوتا ہے - اس کے دل کی آنکھیں گناہوں کی تاریکی کے سبب راستی کو نہیں دیکھ سکتیں - حالانکہ وہ آفتاب سب سے زیادہ روشن ہے - اے پرماتما ودیا کا پرکاش کر اور اودیا کا ناش +

لکچر نمبر ۳ کا جواب

پادری صاحب نے اس لکچر نمبر ۳ میں بزعم خود یہ بات ثابت کی ہے - کہ وید کا پرمیشور نیاکاری نہیں - ہم نے ان کا لکچر آغاز سے انجام تک پڑھا - مگر ان کی کسی دلیل سے بھی تسلی نہ ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ ہم ان کی تردید کرتے ہیں - ورنہ راستی کے قبول کرنے سے ہمیں کوئی انکار نہیں - البتہ اتنا ہم بھی تسلیم کرتے ہیں - کہ پادری صاحب نے حق نمک اچھا ادا کیا - ہم اس جواب میں ان کے دلایل پر غور کر کے جتلاینگے کہ ان میں کس قدر کمزوریاں موجود ہیں +

پادری - ۳ - چاروں ویدوں کا کلی اتفاق ہے - کہ پرمیشور نے آدمیوں کو چار ذاتوں میں پیدا کیا ہے - یعنے منہ - بازو - ران - پاؤں سے - ہم ایسے پڑھنے والوں کو خاص کر مطلع کرتے ہیں - کہ ذات کا مسئلہ برہمنوں کی ساخت نہیں ہے جیسا کہ ہمارے آریہ بھائی ہمکو یقین دلانا چاہتے ہیں - یہ تو ویدوں کا مسئلہ ہے اور صریح اور صاف عبارت میں لکھا ہوا ہے - انسان کی پیدائش کا یہ بیان پرش سکتا میں جو رگ - سام - یجر - اتھرو چاروں ویدوں میں یکساں ہے مندرج ہے +

آریہ - اس بارے میں ہم صرف بہت کچھ پادری صاحب سے اتفاق کرتے ہیں - مگر جہاں تعصب کو کارفرما کر حق سے روگردانی ہے اس کے مخالف ہیں بے شک یہ مسئلہ کہ انسانی مدارج کی تقسیم بلحاظ لیاقت چار طرح سے جیسا یہ کی گئی آریہ سماج کو تسلیم ہے - لیکن اگر صرف ذات کے لحاظ سے کوئی اس تقسیم

کا دعویدار ہے۔ ہمیں اس کے رائے سے انکار ہے ہم خود اس تقسیم کو نیا ر دعدل کے مخالف جانتے ہیں۔ مگر دوسری طرح عین انصاف مانتے ہیں۔ اور جہاں تک دیکھا جاتا ہے دوسری طرح کی تقسیم تمام دنیا میں موجود ہے ✚ مسلمانوں میں۔ مولوی۔ شجاع سپاہی۔ تاجر۔ خدمتگار۔ عیسائیوں میں پادری۔ بلٹری مین۔ ٹریڈرز۔ سرونٹ۔ بودھوں میں۔ ستریٹی۔ بودھا۔ ویش۔ سودر۔ ایرانیوں میں۔ برہمان۔ ماتو برمن۔ چتر من۔ وچتری۔ باس سودی دسوا۔ آریوں میں برہمن۔ راجنیا۔ ویش۔ شودر۔ ظاہر ہے کہ ودیا کا اوپدیش منہ سے ہوتا ہے اور علم ودیا یا ودیا ہر ایک کام سے حکماؤں کے نزدیک مکھ یعنے اول ہے۔ علاوہ بریں علم کا حاصل کرنا انسان کے واسطے سب کاموں سے ضروری ہے۔ کیونکہ بغیر علم کے انسان میں کوئی شرافت نہیں اور خدمتگار۔ دولتمند۔ بہادر تینوں سے عالم کا درجہ مکھ یعنے فسٹ نمبر ہے۔ اس واسطے عالم یعنی برہمن کو اس سے نسبت دی گئی۔ اور رہے کیونکہ انسان کے جسم میں جس طرح مکھ کا کام اوپدیش ہے۔ ایسا ہی برہمنوں کا اوپدیش کرنا ہے۔ شجاعت جسے قوت بھی کہتے ہیں اس کا بازو سے تعلق ہے۔ اور با اصطلاح حکما خصوصاً بازو سے منسوب ہے۔ اور ویدک لغات میں لفظ باہو یا بازو کے معنے بل کے ہیں۔ پس جس میں قوت بازو زیادہ ہوگا۔ اسے بلوان یا راجنیہ کہیں گے۔ اور راجہ کستری کے بھی یہی ارتھ ہیں۔ بایں خیال ان کا ظہور بل یا باہو۔ یا بازو سے ظاہر کیا گیا ہے۔ بیوپار کے واسطے سفر۔ دور دراز یا قلبہ رانی وغیرہ کاموں کی ضرورت ہے۔ حرکت کا تمام انحصار رانوں پہ ہے اگر نہیں زور نہ مانیں تو بیوپار کا کام خام ہے۔ اسی واسطے ان کا ظہور رانوں سے تبلایا گیا ہے ✚

بیوقوفی یا خدمت گاری سب ہی قریب ہے۔ اور جاہل محض ہے سوائے خدمتگذاری کے اور کچھ نہیں ہوسکتا اس واسطے شودر بیٹے کو پاؤں سے نسبت دی گئی۔ یعنی انسانیت کے واسطے علم مکھ کام ہے۔ شجاعت دوسرے درجہ پر اور تجارت تیسرے درجہ اور خدمت سے سب سے نچلے درجہ پر ہے۔ جس طرح انسانی جسم میں بلحاظ قواعد اور خواص اور نیز بلحاظ منفعت کے منہ۔ بازو۔ ران۔ پاؤں ہیں۔ اسی طرح انسانوں میں برہمن۔ کشتری۔ ویش۔ شودر ہیں اگر کوئی حق بیناری کی نگاہ سے اس قدرتی تقسیم کو دیکھے۔ تب وہ اس کی اعلیٰ ہدایت اور فاضلانہ استعاروں سے آگاہی حاصل کرسکتا ہے۔ (مفصل دیکھو وید بھاش بھومکا صفحہ ۲۳۲)۔

پادری ۴۔ سوامی دیانندجی نے ان کے حق میں یہہ بات اچھی نہ کی کہ انہوں نے ویدوں کے علاوہ اور بہت سی کتابوں کی تعلیم کو بھی سچا مان لیا۔ اور انہیں کامل سند تسلیم کرلیا۔ اور انہوں نے آریہ سماج کی عمارت کا ایک جزو ان کتابوں کے ستونوں پر استادہ کیا۔ لیکن یہہ کتابیں ان کے دعووں کو مضبوط کرنا تو کجا بلکہ بیہودہ ٹھیراتی ہیں ✚

آریہ۔ پادری صاحب اخلاق اور معقولیت سے آپ کوسوں دور ہوسکے جاتے ہیں۔ بعوض کسی پر اعتراض کرنے کے بیہودہ گوئی دانائی سے بعید ہے داناؤں کا قول ہے۔

اول اندیش وانگہے گفتار ✚ پائے پیش آمدہ است پس دیوار

آریہ سماج کی عمارت کی بنیاد وید مقدس کی تعلیموں پر ہے۔ اور نہ کسی کتاب پر نہیں مگر پرانے آریہ مہاتماؤں کی تصانیف۔ اور فلاسفروں کی تالیف کردہ کتب بھی ہم نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی اسی فیض الٰہی کی برکات ہیں فانوس اور ہیں مگر نور وہی ہے۔ البتہ کسی کتب کی جو تعلیم وید کے مخالف ہو۔ وہ ہمیں کسی طرح تسلیم نہیں۔ اور سب مخالفوں سے پہلے ممبران سماج اس کی تردید کرنے پر موجود ہیں (دیکھو اصول نمبر۴)

پادری ۵۔ برہمن اور راجپوتوں کی ذاتوں کا بیان ذیل عبارت میں پایا جاتا ہے ✚

رگوید منڈل ۱ سکت ۱۰۸ منتر ۷

رگوید منڈل ۱ سکت ۱۶۴ منتر ۴۵

یہہ تعلیم ذات کی ہمیشہ نہیں معنوں میں سمجھی جاتی تھی۔ جیسا کہ آج کل ان معنوں میں جو آریہ بیان کرتے ہیں۔ (دیکھو شنکر آچاریہ اورساین آچاریہ کی تصانیف) ✚

آریہ۔ ہم افسوس کرتے ہیں کہ بلا سوچے سمجھے پادری صاحب کیوں غیر مقید حوالہ درج کردیتے ہیں۔ جن سے سوائے اُن کی ناواقفی کے اور کوئی بات ثابت نہیں ہوسکتی۔ رگوید کے منتر نمبر۷ میں جس لفظ کا ارتھ آپ راجپوت یا ہندؤں کی موجودہ ذات کرتے ہیں۔ وہ اصل سنسکرت میں ہے۔ جس کے معنے راجا کا گھر ہے۔ نہ کہ راجپوتوں کی قوم کیونکہ وہ چار ورنوں میں کشتری ہیں کوئی پانچواں ورن نہیں۔ جب یہہ حال ہے تو صاف ظاہر ہے کہ ذات کی تعلیم ہمیشہ سے انہیں معنوں میں لیجاتی ہے۔ جیسا کہ آریہ لوگ مانتے ہیں نہ کہ آپ کے باطل خیال کے مطابق شنکر یا ساین کا حوالہ آپ کو دینا مناسب نہ تھا کیونکہ لکچر نمبر۱ کے صفحہ ۶ پر اسکا اشارہ تک نہیں۔ مگر واضح ہو کہ شنکر آچاریہ جنم سے نہیں مانتا بلکہ مثل ممبران سماج کے کرم سے مانتا ہے (دیکھو سچر سوچی) اور اگر مفصل دیکھنا چاہو تو ورن بیوستھا مطبوعہ ودیا درپن میرٹھ ۱۸۸۷ء مطالعہ کرو ✚

پادری ۶۔ منوجی جس کو پنڈت دیانندجی اپنی بڑی سند مانتے ہیں۔ بیان کرتے ہیں۔ دیکھو منو ادھیائے ۱ شلوک ۳۱ و ادھیائے ۱۰ شلوک ۴۲ و ادھیائے ۱۱ شلوک ۶۵-۳۲۔ اور تیترہ برہمن ادھیائے ۱ واک ۲۶۔ اور منو ادھیائے ۹ سلوک ۲۲۔ اور شت پتھ برہمن ۱۴۔ ادھیائے ۴-۲-۲۳ وغیرہ ہم اور بہت سی مثالیں پیش کرسکتے ہیں۔ لیکن ہم خیال کرتے ہیں۔ کہ یہی کافی و وافی ہونگی۔ کیونکہ ان سے یہ بات ثبوت کو پہنچ گئی ہے۔ کہ ویدمت کے مطابق پرمیشور نیا کاری نہیں ✚

آریہ۔ تیترہی برہمن مستند گرنتھوں میں نہیں دیکھو اپنا لکچر نمبر صفحہ ۶ شت پتھ میں کہیں ایسا ذکر نہیں باقی رہے منو کے سلوک ان کی بابت یہ عرض ہے۔

نمبر ۱۔ بڑھی کے لیے برہمن کشتری۔ ویش۔ شودر مکھ باہو اور و پاد سے ظہور ہوئے۔ یعنے گنوں سے

نمبر ۲۔ ہاتھی غیر ملک ستودر آدمی یعنے بیوقوف اور بدچلن اور شودر یعنے جو کہ یہ تموگن والے ہیں ✚

یہہ اور باقی دونوں شلوک تمہارے کسی طرح مخالف نہیں بلکہ گن کرم سبھاؤ انوسار برتاؤ کرنیکا ذکر ہے

پادری ۸۔ یتی انسان کی پیدائش مختلف درجوں میں ہے۔ اگر کوئی اونچی

واب کا آدمی کتنے ہی بڑے گناہ کا مرتکب کیوں نہ ہو۔ اس کو چنداں خیال میں نہ لانا چاہئے۔ مگر ایک نیچ ذات کا آدمی سخت سزا کے قوانین کا پابند ہے۔

آریہ۔ حضرت گناہ سب کے واسطے گناہ ہے۔ مگر عیسائیوں کے واسطے نہیں۔ کیونکہ انہوں نے ایک بیہودہ خیال خود قربانی بدیلا اسی لئے انہیں گناہ کی پرواہ نہیں کرنا چاہئے ان کے خیال میں اب گناہ رہا ہی نہیں شیطان کا سر کچلا گیا۔ مسیح سب کے گناہوں کی عوض مصلوب ہو گیا دے

بے لیا تخت حق مسیحا نے + جو گناہ کیجئے صواب ہے آج

شراب پینا ان کے ہاں گناہ نہیں۔ گوشت کھانا ان کے ہاں گناہ نہیں۔ جوا کھیلنا ان کے ہاں گناہ نہیں۔ کورٹ شپ کرنا ان کے ہاں گناہ نہیں پھسلانا اور غلانا واقفوں کو گمراہ کرنا ان کے ہاں گناہ نہیں۔ تین خدا ماننا ان کے ہاں گناہ نہیں جو گناہ ہیں وہ غریب بنیوں کے واسطے ہیں تو وہ بمثل ظاہری رنگت کے گناہوں سے بھی سرخرو ہیں۔ مگر آریہ دھرم کے روسے اگر کوئی اعلےٰ آدمی گناہ کرے تو وہ بہ نسبت ناداں یا ادنےٰ کے زیادہ مجرم ہے۔ دیکھئے۔

गुरुं वा बाल वृद्धौ वा ब्राह्मणं वा बहु श्रुतम् ।
आततायिनमायान्तं हन्या देवाविचारयन्

یہ منوسمرتی ادھیائے ۸ کا شلوک ۳۵۰ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے گورو ہو یا بالک ہو یا بوڑھا ہو یا برہمن ہو اگر اتیاتائے یعنے دچار رہت سجن لوگوں کو پیڑا (تکلیف) دیوے یا قتل کرے تو راجا کو واجب ہے کہ ضرور مروا ڈالے پھر منو نے اسی ادھیائے ۸ کے شلوک ۳۸۰ میں ہے کہ برہمن وید کے جاننے والے کو قتل نہ کرے۔ بلکہ اپنی قلمرو سے خارج کر دے جیسے حبس دوام بعبور دریائے شور ساتھ ہی آپ اسی ادھیائے کے شلوک ۳۳۵ و ۳۳۴ بھی مطالعہ فرماویں اگر اس کو آپ رعایت جانتے ہیں تو قانون انگلشیہ مروجہ ہند میں جو رعایت یورپین کی ہے انکو کیا کہو گے۔ دیکھو تعزیرات ہند جیسے یہ انسانی قانون ہے۔ ویسے ہی منو بھی انسانی قانون ہے۔ مگر یہ بات مدنظر رکھنی چاہئے کہ وہ رعایت صرف براہمنوں یعنی فضلائے وید کے واسطے ہے اور یہ تمام یورپین کے واسطے جس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور روزمرہ کے تجربہ میں بھی آپ جانتے ہونگے کہ ہمیشہ ڈاکٹر لوگ گورا اور ہندوستانی کے مقدمہ میں تلی کا پھٹ جانا یا صاحب کا متی میں ہونا وغیرہ باتیں ڈاکٹ میں لکھتے ہیں جس پر گورہ بری ہو جاتا ہے۔ اس کی مثالیں ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں ہیں۔ کہ صدہا ہندوستانی گوروں کے ہاتھ سے مارے گئے مگر ایک بھی گورہ پھانسی نہ ملا۔ ساتھ ہی ہولی کی توریتا الہامی کو بھی نظر غور سے دیکھو پھر اعتراض کرو۔

پادری ۸۔ ویدوں میں لکھا ہے کہ سنیاس کے بغیر سچا گیان ہو ہی نہیں سکتا اور بغیر گیان کے مکتی کا حصول امکان سے باہر ہے۔ لیکن صرف برہمن ہی سنیاس لے سکتا ہے۔ اس لئے دوسروں کو چاہئے کہ نجات سے ہاتھ دھو بیٹھیں (دیکھو شوتیا شتر اپنشد)

آریہ۔ ویدوں کے رو سے نجات کا راستہ ہر ایک طالب حق کے لئے کھلا ہوا ہے کسی کے لئے بھی بند نہیں مگر تلاش شرط ہے کیونکہ جو صدق دل سے حق کی طرف رجوع کرے وہی کامیاب ہو سکتا ہے۔ سنیاس لینا اسی کے واسطے ضرور ہے۔ جو ست و دیا جانتا ہو اور جو ودیا جانتا ہو وہی برہمن ہے۔ پس ہر ایک باتمیز آدمی ہر علم سے آراستہ ہو کر نجات کی تلاش کر سکتا ہے۔ آپ نے اسی واسطے شوتیا شتر کا بھی کوئی حوالہ اور پتہ نہیں لکھا۔

پادری ۹۔ وہ کتابیں جن سے مکتی کو پراپت ہونے کا طریقہ ملتا ہے صرف وید ہی ہیں مگر ساتھ اس کے یہ بھی لکھا ہے کہ تمام قوم کو ان کتابوں کے پڑھنے کا اختیار نہیں دیکھو شاریرک ادھیا ۱ پاد ۳ سوتر ۸
اور ״ ״ ۱ ״ ۳ ״ ۳

آریہ۔ جناب آپکا خیال اور حوالہ دونوں آپکے مخالف ہیں وہ اصل سوتر یہ ہیں

भूम्वा सं प्रसादाद ध्युपदेशात ॥ वेदान्त० अ० १ पा० ३ सू० ८ नानुमान मतच्छब्दात । वेदान्त ॥ अ० १ पा० ३ सू० ३ ॥

ترجمہ نمبر ۱۔ بھوما پرمیشور کا نام ہے کیونکہ جیو آتما اسی میں پرشاد کالا کرتا ہے اور اسی کے اپدیش سے آنند ہوتا ہے۔
نمبر ۲۔ انومان سے سدھ پرکرتی سے یہاں مطلب نہیں ہے۔ کیونکہ لفظوں سے ضمیر اور طرف جاتی ہے۔ دیکھئے آپ کے اعتراض کا یہاں نشان بھی نہیں ہے

پادری ۱۰-۱۱۔ پھر منو ادھیا ۱ شلوک ۱۰۲ میں لکھا ہے کہ شودر کبھی وید پڑھنے کا ادھکاری نہیں ہو سکتا اسی کے پہلے ادھیا کے شلوک ۹۹ میں مندرج ہے کہ کوئی آدمی شودر کو وید نہ سنائے اور نہ سکھلائے۔

آریہ۔ ہم افسوس کرتے ہیں کہ یہاں بھی پادری صاحب کا منشا نظر نہیں آتا۔ بلکہ برایا اس کے برخلاف پایا جاتا ہے۔ وہ اصل شلوک یہ ہیں۔

ब्राह्मणो जायमानो हि पृथिव्यामधि जायते ईश्वरः सर्व भूतानां धर्म कोशस्य गुप्तये ॥ ९९ ॥
विदुषा ब्राह्मणेनेदमध्येतव्यं प्रयत्नतः शिष्येभ्यश्च प्रवक्तव्यं सम्यक नान्येन केन चित ॥ १०३ ॥

ترجمہ۔ جب برہمن کا ظہور دسنسکار دوار سے دنیا میں ہوتا ہے تب ہی وہ دھرم کا ندھی اور سب پراشیوں میں افضل (اتم) مانا جاتا ہے۔
ودوان برہمن کا ہی فرض ہے کہ کوشش سے وید پڑھے اور ششیوں کو پڑھاوے اور کوئی نہ پڑھاوے۔

پادری ۹۔ سوامی دیانند جی اس حقیقت کی تہ کو یہاں تک پہنچے کہ انہوں نے اس صاف صاف تعلیم کے اور نقشہ بنانے میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔

آریہ۔ ست کر تھتوں میں صدہا مثالیں اس قسم کی موجود ہیں۔ کہ برہمن کشتری برہمن علیٰ ہذا القیاس ویش شودر کرموں سے ترقی اور تنزل پاتے رہتے رہے۔ اور خود ویدک ہدایت کے مطابق آریہ لوگوں کا ہمیشہ اسی پر عملدرآمد رہا۔ پس سری مہاراج سوامی جی نے نہ تو کوئی اپنا نقشہ بنایا۔ اور نہ کسی نئی تعلیم کا خاکہ جمایا۔ ہاں ویدک ہدایت پھیلانے میں اور ودیا ورودھ بطالت کے مٹانے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا جن کی سچی کوشش سے نتیجہ نیک حاصل ہوا یعنی لاکھوں خواب غفلت کی آنکھیں کھل گئیں۔ کروڑوں آدمیوں کے کانوں تک ست دھرم کی منادی پہنچ گئی۔ روز افزوں آریہ دھرم کی ترقی ہو رہی ہے۔ حال میں ایک مشہور ریاست کے ایک لائق پنڈت نے جو سوامی جی کے جیتے جی سخت مخالف

رہے۔ اور اب بھی کسی آریہ سماج کے ممبر نہیں۔ صاف صاف اپنے اخبار میں چھپوا دیا کہ اس موقعہ پر ہم کو سوامی دیانند جی مرحوم کی وفات کا کمال افسوس آتا ہے۔ اگر وہ چند سال اور زندہ رہتے تو وید دھرم کی بہت ترقی ہو جاتی ✤

پادری ۔۱۱۔ ان کی کتابوں میں صاف صاف لکھا ہے کہ وید تمام دنیا کے آدمیوں کے لئے نہیں۔ بلکہ خاص حقدار جماعتوں کے لئے۔ مگر ہمارے آریہ بھائی کہتے ہیں۔ کہ وہ تمام کے لئے ہیں شودروں کے لئے بھی ✤

آریہ۔ جن کتابوں کو آریہ سماج۔ بلکہ آریہ ورت کے تمام فاضل پنڈت مستند دھرم پستک مانتے ہیں۔ ان میں کہیں بھی آپ کے دعوے کا ثبوت نہیں۔ جیسا کہ پرماتما نے اوپدیش وید ہائے مقدس میں جو کہ تمام جگت کی ہدایت کیواسطے ارشاد فرماتے ہیں۔ سوامی جی پڑھاتے رہے۔ ممبران آریہ سماج پڑھانے کو حاضر ہیں۔ اور نمونے کے طور پر قطع نظر گزشتہ زمانوں کے اس وقت بھی شودر ویش کشتری ورنوں میں (بقول عوام) اوتپن ہوئے آریہ بھائی برہمن پدوی سے ملقب کئے گئے ہیں۔ اور بڑے بڑے نامی پنڈت ان کی یہ پدوی سویکار کر چکے ہیں پس ہم آپ کی بیجا ضد اور ہٹ دھرمی پر سوائے اس کے اور کیا کہیں کہ آپکی بات میں راستی نام تک ندارد ہے ✤

پادری ۔۱۱۔ آج کل زمانہ کی روشنی اور ترقی کے باعث آریہ بیان کرتے ہیں۔ کہ تمام آدمی بھائی ہیں۔ اور ایک ہی والدین کی اولاد ہیں۔ وہ ہم کو بتلا دیں تو سہی کہ یہ تعلیم ان کے پاک ویدوں میں کہاں ہے ✤

آریہ۔ آجکل زمانہ کی روشنی سے نہیں۔ بلکہ وید وکت صداقت کے پھیلنے کے سبب ایک ہی پرماتما کی پیدائش جانکر ہم سب کو بھائی جانتے ہیں۔ مگر سب کو ایک ہی والدین آدم و حوا کی معاذ اللہ اولاد نہیں مانتے (دیکھو پادریوں کی نافہمی کا علاج نمبر ۱۔ اور ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۰۷ سے ۲۳۱ تک) پس جس بات کو ہم مانتے ہیں اس کو بپاس خاطر جناب پاک ویدوں سے ہی ثبوت کروا دیتے ہیں سمجھئے وہ پاک تعلیم ویدوں میں یہ ہے ✤

समानो मंत्रः समितिः समानी समानं मनः सह
चित्त मेषां। समानं मंत्र मभि मंत्रये वः समा-
नेन वो हविषा जुहोमि॥ समानीव आकूतिः स
माना हृदयानि वः। समान मस्तु वो मनो यथा व
स्सु हासति॥ ऋ० मं० १० अ० १२ सू० १४ मं० ३-४

نمبر ۳۔ ترجمہ۔ اے منش لوگو تمہارا راست اور راست کے وچار میں ورودھ نہ ہو اور ہر ایک کی بات سنکر ہٹ کو چھوڑکر دیش ہتیشی ہو۔ کہ جس سے سجل کو سکھ ہو اور جس سے سبھوں کے بل پراکرم بدھی وغیرہ گن بڑھیں۔ تمہارا من سب پرانیوں سے دروہ رہت پورشارتھی ہو ✤

نمبر ۴۔ ترجمہ۔ اے منشو تمہارا پورشارتھ سب جیووں کے سکھ کے لئے سدا ہو۔ جس سے میری آگیا یعنی وید دھرم کا نت پالن کرو۔ تمہارے سب بیوہار پریم سہت ہوں۔ کسی کو دکھی دیکھ کر سکھی مت ہو ہر طرح سے سوادھین ہو کر سب لوگ سدا سکھی رہیں ✤

پادری ۔۱۱۔ اگر ایسا ہے (یعنی ذات برادری کوئی چیز نہیں) تو وہ ایمان کو عمل میں لانے کا حوصلہ کیوں نہیں رکھتے۔ جواں مردوں کی طرح وہ میداں میں کیوں نہیں آتے اور سچائی کے حامی کیوں نہیں بنتے۔ اور کیوں نہیں مستعد ہوتے۔ کہ جو کچھ سر پر گزرے سہیں۔ وہ خدا اور ویدوں اور اس سچائی کی خاطر جس کے وہ ایسے مشتاق پرستار طلبگار ہیں۔ اپنی ذات کے لوگوں سے خارج کیا جانا کیوں نہیں منظور کرتے ✤

آریہ۔ ہم قوم کے ساتھ ساتھ ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ مگر خود گرنا بھی نہیں چاہتے۔ اپنے ایمان کو عمل میں لانے کے حوصلہ آریہ لوگ کامل طور پر بجا لاتے ہیں۔ جوان مردوں کی طرح تمام برادری کے مذہبی معاملہ میں پرواہ تک نہیں کرتے۔ اور صدق دل سے وید مقدس کے فرمان پر عمل کرتے ہیں ہماری تمام قوم بذاتہ ویدک الہام کو مانتی ہے اور ہم بھی مانتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ انہیں تعلیم نہیں۔ اور شاستروکت قاعدہ کی دھرم کسوٹی ان کے پاس ہے۔ [illegible] میں کوئی سماج نہیں تھی۔ مگر اب عرصہ ۱۴۔۱۵ سال میں پرماتما کی کرپا سے ۵۰۰ سے زیادہ سماجیں اور ہزاروں آریہ موجود ہیں۔ اور اکثروں میں سے بصدق دل دھرم کے کارن پر برادری کی لاج کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور صراط المستقیم وید مقدس پر قائم ہیں۔ امرت سر۔ لاہور۔ میرٹھ۔ ملتان۔ سہارنپور۔ فیروزپور۔ پشاور وغیرہ شہروں میں ایسے جواں مردوں دھرماتماوں کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ جگدیشور کی کرپا سے گانو گانو اب ست دھرم کے عامل ہوتے جاتے ہیں۔ اور تکلفات برادری کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ ایک آریہ مہاتما۔ سبھاسد آریہ سماج لاہور نے اپنے والد کی وفات پر جب برادری نے رسومات رائج کرنیکو کہا یہ الفاظ فرمائے تھے۔ ایک طرف برادری ہے اور دوسری طرف پرمیشور ہیں میں اس کی وید آگیا کو برادری کی خاطر کسی طرح نہیں چھوڑ سکتا خواہ میری گردن جدا ہو جائے ✤

پادری ۱۳۔ عقل انہیں کہتی ہے کہ اگر ایک بھائی چوہڑا ان کے کوئیں سے پانی بھر کر اپنی پیاس بجھائے تو کیا ڈر ہے۔ لیکن شاستر تو کہتے ہیں۔ کہ اسے کسی طرح اجازت نہیں گو وہ جان سے جائے۔ کہاں ہیں وہ بہادر آریہ جو عقل کی رہنمائی پر ذات کی کچھ پرواہ نہیں کرتے ✤

آریہ۔ آپ نے کسی شاستر کا حوالہ نہیں دیا۔ اور نہ شاستر کا یہ ارشاد ہے بلکہ تمامتر اسکی بنا صرف آپ کی ذاتی عناد ہے جسکی بدولت آپ خواہ مخواہ کے الزام آریوں کے ذمہ لگا رہے ہیں۔ حضرت آریہ لوگ نہایت رحمدل ہوتے ہیں اور اسی رحمدلی کی بدولت ہمیشہ مفت پانی کے واسطے سبیلیں لگواتے ہیں اور عام رہگذروں مسافروں کو پانی پلاتے ہیں۔ چوہڑے۔ چمار۔ گورے۔ انگریز۔ کرانی۔ پادری۔ محمدی۔ یہودی۔ تمام آتے ہیں اور سیراب جاتے ہیں۔ بلا رکاوٹ یا اجرت پانی پیتے ہیں۔ اور ان کی رحمت کے گو ظاہر نہیں مگر دل میں قایل ہوتے ہیں۔ اور اس کی نظیریں دور کیوں خاص آپ کے امرتسر میں موجود ہیں۔ ایک گرجا کے پاس دوسرے پادری صاحب کے بنگلہ کے راستہ میں۔ شاید ان سبیلوں کے سرد پانی سے آپکا جوش تعصب سرد ہو۔ چونکہ چوہڑے وچمار غلیظ ہوتے ہیں اور غلاظت اپنی نہیں دھوتے۔ اسواسطے وہ اپنا برتن اہل ہنود کے کنوئیں میں ڈال نہیں سکتے مگر مسلمان وغیرہ تو اکثر شہروں میں ہنود سے یکجا پانی بھرتے ہیں۔ اور اہل ہنود ان سے کسی طرح کا پرہیز نہیں کرتے۔ آریہ

دھرم و بلد دھرم کے رو سے یہ ہیز کرنا اتنا ہی ضرور ہے جتنا ویدک شاستر کو منظور ہے زیادہ فضول اور بے بنیاد ہے۔ اور اتنا ماننے سے تو آپ کو بھی شاید انکار نہ ہو۔ مجھے یاد ہے کہ جس وقت تشریف لائے لالہ روشن لال بیرسٹر ایٹ لا کے پادری نارمن صاحب بھی امرتسر میں لیکچر سے آئے تھے۔ جہاں بیراں کو پیاس لگی تو سماج مندر میں ہی انہیں پیتل کے گلاس میں پانی دیا گیا تھا۔ پس ایسے اعتراض سراپا بے فائدہ اور فضول ہیں۔

پادری ۱۴۔ جب کبھی ان کو (آریوں کو) احتمال ہوتا ہے۔ کہ یہ خیالات ہم کو گرداب رنج میں لا ڈالتے ہیں تو بڑی خوشی سے انہیں فوراً سلام کرتے ہیں بھلا ایسا بے ٹھکانہ ایمان جو اس شخص کا یا اہل ہند کا کب بیڑا پار کر سکتا ہے

آریہ۔ یہ بات آپ کی بالکل درست ہے۔ اور یہی آریہ دھرم کا فخر ہے۔ بلکہ یہی آریہ سماج کا مبارک اصول ہے۔ "ست کے گرہن کرنے اور اَست کے چھوڑنے میں ہمیشہ تیار رہنا چاہئے"

جب کوئی خیال فاسد آریہ سماجوں یا آریوں کو بہ حیثیت مجموعی یا فرداً فرداً خدانخواستہ گمراہ کرنے لگتا ہے۔ تو ہم ان کو بلا تعصب جھٹ پٹ دور کر دیتے ہیں آپ کی عیسائیوں کی طرح نہیں کہ خواہ کوئی مذہبی کتاب کتنی ہی غلط۔ بے بنیاد علم وعقل کے مخالف راستی اور ایمانداری کے دشمن ہو خواہ وہ کس قدر گرداب رنج میں لا دیں خواہ عاقلوں کے سامنے بات ہی نہ کر سکیں خواہ معقول علم اس کے پرزے پرزے کر ڈالے بے بنیاد ثابت کر دے تو بھی دنیاوی لالچ کے سبب اسے نہ چھوڑیں خیرباد کہیں۔ پس ایسا ایمان آپ کو مبارک ہو۔ ہمارا الٹو اور نامعقول باتوں کے لئے بھی سلام ہے۔ پادریوں اور دیگر کیش کسٹ لوگوں کی حالت از حد ناگفتہ بہ ہے۔ ہم مفصل کسی اور ٹریکٹ میں ظاہر کرینگے۔ تا بدیگراں چہ رسد کیا ایسے مذہبوں سے دنیا و دین کی بہبودی ہو سکتی ہے ہم اور کہاں تلاش کرینگے خود یوروپ ہی اس کا شاہد ہے۔ جہاں جیہ انجیل مقدس کی برکت سے لاکھوں کروڑوں لوگ دہریہ اتھیسٹ ناستک ہو رہے ہیں۔ خود لندن سے ہی ہر ہفتے اخبار عیسائی مذہب کی تردید میں نکلتی ہیں۔ باوجود ہونے صدہا گرجوں کے لوگ خدا کا نام بھی کتابوں سے نکالنا چاہتے ہیں۔ برخلاف اس کے بسبب وید مقدس صدہا ناستک جینی ہمہ اوستی بت پرست گمراہی سے نکلکر ویدک دھرم پر ایمان لائے اور روز بروز لاتے جاتے ہیں۔ آریہ دھرم کی اس روشنی کے زمانہ میں یہ ترقی ہے۔ اور عیسائی مذہب کا یہ تنزل۔ امریکن عیسائیوں کی حالت بھی ناگفتہ ہے۔ جہاں تک علم کی ترقی ہوگی عیسائی دین کا تنزل ہوگا۔ خدا کرے بموجب اصول آریہ سماج کے ودیا کا پرکاش اور اودیا کا بالکل ناش ہو جائے۔ پھر دیکھیں کہ عیسائی دین کہاں رہتا ہے۔ میں صدق دل سے کہتا ہوں کہ اگر اسوقت آپکے خداوند یسوع مسیح پیدا ہوتے تو ایک شخص بھی پڑھا لکھا ان پر ایمان نہ لاتا بلکہ مسٹر بریڈلا کے ایک سوال کا بھی جواب نہ دے سکتے کاش کہ وہ موجود ہوتے۔ ایس عیسائی دین اور آریہ دھرم کے حسب حال یہ شعر۔ سہ

چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا ۔۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

بائیبل کا سب نیکی اور بدی کی تمیز۔ اخلاق اور خدا کے فرمان اور اعمالوں کے سزا و جزا کے درخت کو جس پر تمام انسانیت کی بنیاد قائم ہے جڑھ سے اکھیڑ ڈالتا ہے جس سے عوض کسی اور کو نقصان پہنچانے کے ان کی نجات کبھی نہ ہوگا بخورد ہو جاتی ہے دنیا کا مالک اور عدالت؟ اس نہایت مشکل سوال کا بعوض حل کرنے کے بائیبل اُلٹا بیہودہ جواب دیتی ہے۔ جس سے آدمی کی معقولیت سے ضرور ذلیل ہونا پڑتا ہے ہمارے

مہربان پادری صاحبان ہندو لوگوں کو ایسی تعلیم دیتے ہیں جس سے ایک تو خدا اور اس کے فرمان کی بے قدری۔ اور دوسرے اعمال نیک کا ستیاناس۔ تیسرے گناہوں کی ترغیب جو کہ اخلاقی اور روحانی باتوں کا ملیامیٹ ہو جاتا ہے۔ ان کی تعلیم فلاسفی علم اخلاق تجربہ عقل کی قطعی مخالف ہے۔ وہ خدا کی باتوں کو معقولیت سے نہیں بلکہ بلا سوچے سمجھے پڑتال کرنا چاہتے ہیں جو سراپا محال ہے۔ جیسے ہمیں خواہ مخواہ حسب قول تیرے معزز مہرباں پادری صاحب کے کہ بڑا اچھا ایسا بے ٹھکانا ایمان جو اس شخص کا یا اہل ہند کا کب بیڑا پار کر سکتا ہے۔ کبھی نہیں ہرگز نہیں ایں اے ہندو بھائیو۔ اے مشن سکول کے طالبعلموں۔ اے یتیمو یا فتو غافل مت رہو غفلت سے بیدار ہو کر سوچو۔ سچا رو۔ راستی پر عمل کرو۔

لیکچر نمبر ۴ کا جواب

اس لیکچر نمبر ۴ میں پادری صاحب نے ویدوں میں ایشور گیان کو تلاش کیا ہے یا یوں سمجھئے کہ ویدوں کے ایشور کرت ہونے پر اعتراض کئے ہیں۔ آپ کی تحقیقات کے یہ دو اصول ہیں۔

۱۔ آیا وید الہامی اور انادی ہیں یا نہیں

۲۔ آیا وید پرمیشور کا گیان ہیں یا نہیں

ہم بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ اسی قاعدہ کے مطابق آپ کے اعتراضات کو سنیں اور جو صحیح ہوں اسے قبول کریں اور نامعقول کو فضول ثابت کر کے ردی میں پھینک دیں جس طرح ہم ویدوں کو الہامی مانتے ہیں اس کو ہم پادری صاحب کے الفاظ میں درج کرتے ہیں۔ آریہ لوگ ویدوں کا الہامی ہونا اس طرح پر نہیں مانتے جیسا کہ اور کتب مقدسہ الہامی مانے جاتے ہیں۔ وید بقول آریہ پرمیشور کا گیان ہیں یہیں سے صاف روشن ہے کہ وید فقط الہامی ہی نہیں۔ بلکہ انادی بھی ہیں کیا وجہ کہ پرمیشور انادی ہے۔ اور چونکہ کوئی ایسا وقت نہیں تھا کہ جس میں وہ گیان سے خالی تھا اس لئے اس سے تو یہی نتیجہ نکلیگا۔ کہ کوئی ایسا زمانہ نہ تھا جس میں وہ موجود نہ ہوں۔ یہ قول اور فرمانا آپ کا بالکل ٹھیک ہے اور ہم اسی طرح مانتے ہیں مگر ایک خاص بات یہاں جتلانی ضروری ہے یعنی وید کس کا نام ہے۔ واضح ہو کہ وید نام گیان کا ہے۔ کاغذ۔ سیاہی۔ حروف کا نہیں اور نہ جلد کا چونکہ گیان ان علامات سے غیر ہے۔ بنا بر آں وید بھی ان سے جدا ہے۔ اور وہ کیا ہے صرف گیان یعنے جو وید میں گیان ہے وہ انادی ہے اور کاغذ تحریر قلم دوات سیاہی وغیرہ سب سادی ہیں۔ پس اس گیان روپ وید کا جو انادی کال سے اس اکال کے ناش نہیں) اس سرشٹی کی آغاز میں بموجب انصاف قدیم کے بنا بر کاری پرماتما نے شری اگنی شری وایو شری آدت شری انگرہ جی چار رشیوں کے انتہ کرن میں بلحاظ سب سے پاک ہونے کے خود نہ کسی جبرئیل یا گبرئیل کی معرفت پرکاشت کیا۔ اور انہیں کے ذریعہ ودیا کا پرکاش جگت میں ہوا اور ست دھرم پھیلا۔

اس لیکچر کا دو حصوں میں جواب دیتے ہیں اول میں آپ کے اعراض جواب باصواب دوسرے میں ویدوں کے الہامی ہونے کے ثبوت۔

حصہ اوّل

پادری ۵۔ منوجی کی شہادت پر پہلے لکچر میں کافی طور پر بحث ہو چکی ہے اور یہ بات بایہ ثبوت تک پہنچ گئی ہے۔ کہ ان کی شہادت قابل اعتبار نہیں۔

آریہ۔ منو کی بابت آپ کے تمام اعتراض اچھی طرح جواب میں رد ہو چکے ہیں ثابت کیا گیا ہے۔ کہ آپ کی تحقیقات ناکام ہی نہیں بلکہ سراسر خام ہے اسواسطے منو کا دعویٰ اور شہادت ہر طرح قابل اعتبار ہے۔

پادری ۷۔ سے ۱۲۔ ویدوں میں بہت سے فقرات ایسے ہیں۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ رشیوں نے اپنے آپ کو ان منتروں کا مصنف قرار دیا ہے اور کہیں بھی انہوں نے کسی قسم کی تائید آسمانی یا الہامی کا اقرار نہیں کیا ہے۔ علاوہ ازیں رشیوں نے تین مختلف اور مترادف الفاظ منتر بنا یا منتر گھڑنا منتر پیدا کرنا۔ جن کا مادی سنسکرت زبان میں کر سے یعنے بنانا ۔ تکس گھڑنا ۔ اور جن پیدا کرنا ہے۔ سے ان منتروں کے مصنف ہونے کا دعویٰ ثابت کیا ہے وہ فقرات ذیل میں ہیں۔ (چنانچہ یہاں پر بہت سے تقریباً ۷۴ منتروں کے نمبر اس کے ثبوت میں پیش کئے ہیں)

آریہ۔ پادری صاحب نے ان تمام طول طویل حوالوں سے یہ جتلایا جاتا ہے۔ کہ در حقیقت ایسا ہی ہے کہ رشی وید کے مصنف ہیں۔ اور اسی واسطے انہوں نے ۴ صفحہ کو بلا ثبوت اصلی منتروں کے صرف نمبروں سے بھر دئے مگر یہ بات سراپا آپ کے منشا کے خلاف ہے ہم نے اس خیال سے کہ شاید کسی منتر میں خدانخواستہ پادری صاحب کے دعوے کا ثبوت نکل آوے اور پادری صاحب سچے ہو جاویں۔ تو ان کی محنت رائیگاں نہ جائے مگر ۔ خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم ۔ وہ ہمارا خیال سراسر باطل نکلا اور ساتھ ہی پادری صاحب کا دعویٰ بھی ناکارہ ہو گیا۔ اس جانچ پڑتال میں ہمارے ۱۰۔۱۲ روز خرچ ہوئے مگر بیفائدہ۔ کہیں سے بھی رشیوں کا وید منتروں کا کرتا ہونا ظاہر نہ ہوا۔ بلکہ کسی رشی کا نام بھی وید سے نہ نکلا۔ بلکہ کوئی اور رود رشی شبد وید میں نہیں۔ پس ہمیں کہنا پڑا کہ پادری صاحب نے صریحاً ان حوالجات میں غلطی کی۔ یا کسی خود غرض نے انہیں دھوکھا دیا۔

پادری ۱۳۔ سانکھ درشن سوتر ۴۵ میں لکھا ہے۔ ویدوں کے انادی ہونیکا اقرار نہیں ہو سکتا۔

آریہ۔ حضرت آپ اکثر غلط حوالے دیا کرتے ہیں۔ شاید مطلب یہ ہوتا ہوگا کہ کسی طرح تلاش کرنے میں آریوں کو تکلیف ہو۔ مگر آریہ بھی پار برہم کی کرپا سے آپ کے داؤ میں آنیکے نہیں وہ اس تکلیف کو عین راحت سمجھتے ہیں جناب من یہ سوترہ ۴۵ سانکھ درشن کے ادھیا ۵ کا ہے۔ مگر وہ سوال ہے اس کا جواب اسی ادھیا کے سوترہ ۵۱ میں موجود ہے۔ وید چونکہ پرماتما کی سوبھاوک شکتی سے پرکاش ہوئے ہیں۔ اور وہ سبھاوک شکتی پرماتما کی انادی ہے۔ اس واسطے وید انادی اور سوتہ پرمان ہیں کسی اور پرمان کے محتاج نہیں۔ آئندہ ذرا دیکھ بھال کر اعتراض کیا کرو۔ ع

شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

آپ ایسی بیہودہ امید آریہ رشیوں سے ہرگز ہرگز نہ رکھنا

پادری ۱۴۔ خود اپنی کتابوں سے بہت سی ایسی آیتیں ملتی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ وید بنا دئیے ہیں۔ ان آیتوں کا جنکا ابھی حوالہ دیا گیا ہے۔ ذیل کی آیت ایک نمونہ ہے۔

اس رپر جاپتی نے منتیا کی اس سے جب وہ اس طرح تپسیا کر چکا تین وید اتپن ہوئے (ستاپتا برہمنا ۲۰۔۲۔۸)

آریہ۔ جو حوالہ آپ نے دیا میں نہیں سمجھتا کہ کس طرح آپ کے مفید مطلب ہو سکتا ہے۔ پرجاپتی پرمیشور کا نام ہے۔ جس لفظ کا آپ غلطی سے تپسیا ارتھ کرتے ہیں اس کا ارتھ گیان شکتی کا پرکاش ہے یعنی ارتھ یہ ہوا پرمیشور نے جب آغاز دنیا میں اپنی گیان شکتی کا پرکاش کیا اس سے چاروں وید ظاہر ہوئے اگنی۔ وایو۔ آدیتیہ۔ انگرہ کے آتماؤں میں آپنے حوالہ صحیح نہیں دیا۔ یہ ۱۱ کانڈ کا برہمن ہے ۲۰ کانڈ کا نہیں۔ ملکہ ست پتھ میں کوئی ۲۰ کانڈ ہی نہیں۔ کیونکہ اس میں کل ۱۴ کانڈ ہیں کسی نے سچ کہا ہے لیاقت شما ازکاف قابل معلوم شد ۔

اس کے ساتھ ہی شت پتھ برہمن کا کانڈ ۱۴۔ الوواک ۵ بھی مطالعہ میں لائیے جو ثبوت آستا آریوں کو دھوکھا دینے کے واسطے یا عیسائیوں میں نام پیدا کرنے کے واسطے یا ترقی تنخواہ کے واسطے ست پتھ برہمن کا دیا ہے۔ اور جس کا ارتھ اپنے صفحہ ۱۲ پر نہایت بگاڑ کر لکھا ہے۔ یہ تو سری سوامی جی مہاراج نے وید بھاش بھومکا کے صفحہ ۱۶ پر ویدک الہام کے ثبوت میں دیا ہے گستاخی معاف آئندہ اس قسم کی کارستانی سے باز آئیے ۔

پادری۔ ویدوں کے انادی ہونے پر دوسرا اعتراض یہ ہے۔ کہ ان میں بہت سی مختلف تواریخی زمانہ کے آدمیوں کا ذکر ہے۔ اور چونکہ ویدوں میں ان آدمیوں کے نام مندرج ہیں۔ تو صاف روشن ہے کہ وید انادی کیونکر ہو سکتے ہیں بہت سے واقعات جو فی الحقیقت عین وقت پر تواریخی زمانہ کے آدمیوں کے ساتھ گذرے۔ روزمرہ کے عام معاملات کی طرح قلمبند ہیں۔ اگر وید انادی ہیں تو یہ تمام باتیں کیونکر ہو سکتی ہیں ۔

آریہ۔ وید میں نہ تو کسی تواریخی واقعہ کا بیان ہے۔ اور نہ کسی خاص راجہ کا نام و نشان نہ وید تواریخ ہے۔ اور نہ تاریخی زمانہ سے اس کا بلحاظ واقعات کے کچھ تعلق ہے۔ پادری صاحب کا دعویٰ خود ان کے بیان سے مردود ہے کہ انہوں نے بھی کوئی حوالہ نہیں دیا۔ ہر ایک آریہ ممبر کا دعویٰ ہے۔ کہ وید میں کسی آدمی کا خصوصاً نام نہیں ہے۔ اور نہ وید کا تاریخ سے کچھ تعلق ہے۔ اسی واسطے وید انادی ہیں اور بلحاظ پتک کے سب سے قدیم۔ اگر دنیا میں کوئی فرد بشر ایسا ہے تو اس کی تردید کرے۔ او ر ثابت کر دکھلائے ورنہ دست بسر سد انگور ترش ست کی کہاوت مخالفوں کے حق میں موزوں رہیگی ۔

پادری ۱۵۔ نیاۓ درشن میں گوتم جی اس مسئلہ پر یوں بحث کرتے ہیں نیائے سوترول رتی ۲۔ ۱۸ شبد انادی نہیں ہو سکتا کیونکہ اول تو اسکا آغاز یعنے مصدر ہے دوم وہ حس سے محسوس ہو سکتا ہے سوم وہ بناوٹی کہا گیا ہے۔ اگلے سوترول میں وہ ان دلائل کو توضیح بیان کرتے ہیں جن کو ان کے جاننے کا شوق ہے۔ وہ انہیں خود مطالعہ کر سکتا ہے۔ سوترا ۱۸ وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ شبد انادی نہیں۔ کیونکہ وہ اچارن سے پہلے محسوس نہیں ہو سکتا۔ اور اس لئے ہے کہ ہمکو کوئی تیر معلوم نہیں ہوتی جو اس کو روکتی ہے اگر شبد انادی ہے تو وہ اپنے اچارن سے پہلے بھی معلوم ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ بدلیعہ ہوا کانوں میں آتا ہے۔ ۱۹ سے ۲۴ تک سوترہ ذیل میں بدلائل عمدہ اس کی تردید ہے۔

وہ نتیجہ جو گوتم جی نے سوتر ۶۸ سے نکالتے ہیں۔ یہہ ہے کہ وید اناد ی ہیں۔ لیکن ان کا ماننا
ضروری وضع ہے۔ کیونکہ ایک دانا نے انہیں بنایا ہے۔

آریہ۔ پادری صاحب آپ کی عبارت ایسی خبط ہے کہ اس سے کوئی صحیح نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ جب سوتر ۱۸ میں وہ یہہ نتیجہ نکالتے ہیں تو وہ پہلی عبارت سکے سوتر کا ترجمہ کرتا ہے۔ سوتروں میں منتر کہاں سے آگئے معلوم ہوتا ہے کہ آپکو سوتر اور منتروں کی بھی تمیز نہیں بنا سوتر کا دوسرا ادھیا اور پہلا انگ سوتر ۶۸ پر ختم ہوگیا ہے یہہ کہاں سے لکھا ہے کہ سوتر ۱۸ میں وہ یہہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ شبد انادی نہیں کیونکہ اس میں ۱۸ کا کوئی سوتر ۶۸ بھی نہیں اب ہم اسی ادھیا کے سوتر ۶۷ کا ترجمہ کرتے ہیں۔ سانکھیہ درشن

سوتر ۶۷۔ ادھیا ۔ انگ ۱

मंत्रायुर्वेद प्रामाराय वच्च
त त्प्रा। माण्यमा स प्रामारा यात २०२-अ०१ सू ६७ ॥

ترجمہ۔ وید سرب جگت اپتیا دک ست سوروپ گیان سے کے گیان سے ہیں جیسے ان سے الحذکیا ہوا ایور وید مرض کو دور کرتا ہے اور ٹھیک ہے کسی کو اس کی صحت سے انکار نہیں۔ ویسے وید مقدس جو ایشوری سناتن اور ست گیان ہے۔ سکو مانی لوگ ہے۔ کیونکہ دانا سکل نے انہیں پرکاش کیا ہے

اب دیکھئے اسی طرح حضرت آپکے تمام حوالے بے بنیاد ہیں۔

پادری ۶۔ سی طرح سانکھیہ درشن ۵۷ - اور اگلے سوتر میں کپلا جی شبد انادی ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ شبد انادی نہیں۔ کیونکہ وہ صریح غادی معلوم ہوتا ہے۔ اور پھر نتیجہ نکالتے ہیں کہ ویدوں کے انادی ہونیکا دعوےٰ بالکل ناممکن ہے (سوتر ۵۸)

آریہ۔ یہاں بھی آپ کی منطق دانی کا نمونہ ہے۔ بھلا سوتر ۵۷ کا نتیجہ سوتر ۵۸ میں کس طرح نکل سکتا ہے۔ سبب نہ تحریر کرنے کسی حوالہ کے ہم کو سانکھیہ درشن سارا پڑتال کرنا پڑا۔ بعد تحقیقات بسیار معلوم ہوا کہ یہہ آپکی غلطی پانچویں ادھیا کے نہ سمجھنے سے ہے۔ پس ہم تمام متعلقہ سوتر یہاں درج کرتے ہیں +

नित्य त्वं वेदानां कार्यत्वश्रुते। अ०५सू० ४५
निजशक्त्यभिव्यक्तेः स्वतः प्रामाण्यम् अ०५सू०

ترجمہ۔ سانکھیہ درشن ادھیاہ سوتر ۴۵ سے ۵۱
نمبر ۴۵۔ ویدوں کو نتیا نہیں ہے۔ کارتیو ہونے سے (یہہ سوتر سوال ہے) اس سے شروع ہوکر سوتر ۵۰ تک رد و قدح کرتے ہوئے کپل جی مہاراج سوتر نمبر ۵۱ میں صاف واضح طور پر فرماتے ہیں۔

نمبر ۵۱۔ پرمیشور کی سوبھاوک گیان شکتی سے پرکاشک ہونے کے سبب وید سوتر پرمان اور ست یعنی انادی ہیں۔ کیونکہ پرمیشور کا گیان انادی ہے۔ اور وہ سرب کال سے سرب شکتی مان ہے۔

آگے چلکر ایک اور بحث شروع کرتے ہیں۔ سوتر ۵۷ سے ۵۹ تک

प्रतीत्य प्रतीतिभ्याम् न स्फोटकात्मकः शब्दः सू०
५६ ॥ पुर्वसिद्धसत्वस्याभिव्यक्तिर्दीपेनेव घटस्य
अ०५सू०५ ६ ॥

ترجمہ۔ نمبر ۵۷۔ یہہ سوتر پریشن ہے انکا جو سپھوٹک کو شبد مانتے ہیں شبد کا گیان ہونے اور نہ ہونے سے کہ وہ سپھوٹاتمک نہیں ہے +

اسی طرح رد و قدح کرکے سوتر ۵۹ میں اس کا جواب دیتے ہیں۔ نمبر ۵۹ شبد کا پیدا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا پرکاش ہوتا ہے۔ جیسے چراغ سے گھڑا ایسے چراغ گھڑے کی اوتپتی نہیں کرتا بلکہ پرکاش پس شبد نت ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ آپکے تمام اعتراض بے بنیاد ہیں +

پادری ۱۶۔ یہہ شبد بقول آریہ پرمیشور سے آیا ہے۔ لیکن اس کی بڑی سدھنوجی اس کو ناپاک ٹھیراتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کوئی آدمی رگوید یا یجروید نہ پڑھے جبکہ شام وید گایا اور اس کے کان میں پڑتی ہو۔ بعد ازاں کہ اس نے اس وید کا خاتمہ یا ایک آرنیا کا پڑھ لیا ہے۔ اس کا شبد ناپاک ہے منو ۴ - ۱۲۳

آریہ۔ اس بات کی ہم نہیں بلکہ خود منو سمرتی تردید کرتی ہے +

वेदोपकरणे चैव स्वाध्याये चैव नैत्यके। नानुरोधो
स्त्यध्याये होममंत्रेषु चैव हि म० अ० २ श्लो० १०५

ترجمہ۔ وید کے پڑھنے پڑھانے۔ سندھیا۔ آسن ادی۔ منع نہاکو کے کرنے اور ہوم منتروں میں اندھیائے وقت یعنی تعطیل انوردوہ اگرہ کبھی نہیں چاہئے۔

پس یہ شلوک پرکھیت ہے۔ ہم اس کو نہیں مانتے کیونکہ وید کے حرم کے بالکل خلاف ہے شاستر کیا دیتے ہیں۔

वेदानपित्य म घाय त्तास्।

یعنے ویدوں کو نت پڑھے کبھی تیاگن نہیں ہے۔ یہ ہم کسی کی بات نہیں سن سکتے علاوہ براں یہہ شلوک ۱۲۳ نہیں بلکہ ۱۲۴ ہیں +

پادری ۱۹۔ چاروں ویدوں میں پیشگوئی کا نام ونشان نہیں ملتا۔ بلکہ کوئی ایسا ذکر بھی نہیں ملتا جس کو استقبال سے کچھ مس ہو۔

آریہ۔ یہ قول آپ کا درست ہے۔ کسی آریہ کو اس لئے انکار نہیں ہے کہ وید کو پیشگوئی کا گمان ہے۔ اس میں راستی نام کو نہیں۔ بلکہ سراپا بہتان ہے اور نہ ان سے کوئی پوری ہوئی نہ ہوگی۔ اور نہ وقت پر لکھی گئی۔ ورنہ مسیح جیسے پیشگوئی کرنے والے آج کل ہزاروں رمال وغیرہ ہیں۔ اور رسالہ شرلعنیں ایسے لوگوں کا ایک محلہ آباد ہے۔ جتنی چاہے پیشگوئیاں کرالو۔ داناؤں نے سچ کہا ہے۔ ؎

چون غرض آید ہنر پوشیدہ شد

افسوس آپ لوگ ان باتوں کو جو صریح دھوکھہ دینے والی۔ بناوٹی۔ نادانوں کے بھلانے والی محض بے سروپا بے اعتبار ہیں۔ ان کو بھی الہامی بنیاد راستی کی وجہ جانتے ہو جو سراپا محال ہے

پادری ۲۰ و ۲۱۔ پرمیشور اس انادی گیان کی چند ایسی مثلیں ہیں جن کا خطاب گھی۔ گائے۔ اور رقابتین کی طرف ہے۔ اور جن میں ایک ہارے ہوئے قمار باز کی نا امیدی کا ذکر ہے۔ اور بے معنے ہزلیات ہیں جن کا نمونہ ذیل میں دیا جاتا ہے مجار دگوا کمل کی سرس (ڈھیلی جوتی) یعنے ہوئے دروازے پر کھڑا ہے اور آسیس دے رہا ہے جناب مہربانی کرکے تبلا دیجئے کرسئے چاند کے دن ملاقات سے کیا فائدہ ہے،، اس قربانی پر گائیں موجود ہیں کائیں کیکاش کے درمیان کیا کر رہی ہیں،، ہم حیران ہوکر پوچھتے ہیں کہ جملات مذکورۃ الصدر میں وہ کونسی بات ہے جس کو پرمیشور کے گیان کا ظہور سمجھنا چاہئے

آریہ۔ حضرت آپنے کوئی ثبوت یا حوالہ یا نمبر یا نشان کسی وید منتر کا نہیں دیا کہاں تلاش کریں۔ اور کس پادری صاحب سے پوچھیں۔ یا کس کے جاکر

کرے میں ان چیزوں کی جستجو کریں۔ ہمارا قیاس تو یہ کہتا ہے کہ اس جگہ آپنے
ایی بے علمی کا خود اقبال کیا۔ اور اعتراض کا موقعہ نہ دیکھ کر صرف بیہودہ گوئی
اور تراش خالی کا استعمال کیا۔ کہاں وید مقدس اور کہاں یہ بے معنے ہزلیات۔ وید
ان فضولیات سے مبرا ہے اور اگر تلاش کرنا چاہو تو بائبل کا مطبخ ان فعلوں
سے بھرا پڑا ہے۔ اگر یہ بات مانگو تو غزل الغزلیات یا ہزل الہزلیات کو مطالعہ
میں لاؤ اور خدا کے مقرب اور معظم اور مقدس داؤد نبی کی فحش حرکت (جس کا
ابن ہونے پر مسیح کو فخر ہے) جو اوریا کی جورو سماۃ بطبا کے ساتھ عمل میں
آئی دھیان لگاؤ (دیکھو سموئیل ۲۔ باب آیت) اگر در خانہ کس است ہمیں
اشارت بس است ✣

پہلا حصہ جس میں آپ کے اعتراضوں کا جواب ہے اختتام کو پہنچا۔ اب ہم ویدوں
کے الہامی ہونے کا ثبوت یعنے دوسرا حصہ شروع کرتے ہیں ✣

الہام یا الکہ۔ آنچہ در دل کسے انداز و خدا تعالے۔ از غیاث اللغات و
منتخب ✣

پادری کلارک صاحب فرماتے ہیں "کوئی زباندان صدیئیں گذر گئیں کہ اس
خیال کے پیدا کرنے کو نہیں نکلا۔ کہ عالمانہ اور عام روزمرہ کی بہت سی زبانوں
کو مقابلہ کرے۔ علم سنسکرت کی تعلیم اور اظہار کے بیشتر کچھ نہیں معلوم تھا۔
اور اس نے ان کتابوں کے لئے جو کہ تیس سال ہوئے جرمنی میں ظاہر ہوئے
ہیں بہت کچھ مصالحہ پیدا کیا۔ سات قسموں کے خیال کرنے میں ہم نہایت ہی
مشرفانہ ظاہر کرتے ہیں یعنے اس سنسکرت سے جس میں سب سے پورانے علم ہیں
یہ ایک ایسی زبان ہے۔ جس میں بڑی بڑی ضخیم اور عمدہ کتابیں نظم و نثر میں
ہیں۔ اور تھوڑے عرصہ سے یوروپ والوں کو معلوم ہوئی ہیں۔ سائینس آف
لنگویج کا مطالعہ جیسا کہ اب کیا جاتا ہے بیشک ہندوستان میں انگریزی
عملداری کے تسلط کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ سرکاری رزیڈنٹ سر ولیم جونس نے
بہت سا خزانہ اس پورانے علم کا جس کو کہ جرمن کی زبان والوں نے نہایت
ہی عمیق تحقیقات و استقلال سائینس اور تمام زبانوں کے حل کرنے میں مفید بنایا
تھا جمع کیا تھا" (دیکھو گرامی پادری صاحب موصوف صفحہ ۹۶ [illegible])

ایک اور فاضل محقق کہتا ہے۔ کہ جس طرح ایک علم نباتات کا جاننے والا درخت
کی عمر اس کی شاخوں کی تعداد اور اس کے تنے کے گھیرے سے بتلا سکتا ہے۔ اسی
طرح ایک زباندان کی زبان کی عمر اس زبان کی شاخوں سے اور اس ملک کے
رقبہ سے جس کو پہلے ہی بتلا سکتا ہے۔ چونکہ اور کوئی زبان ایسی بذاتہ کامل اور
شاخ در شاخ شاخوں میں مثل سنسکرت کے نہیں ہے۔ اس لئے تمام زبان دانوں
کی رائے میں یہ زبان سب زبانوں سے نہایت ہی پورانی عموماً مانی گئی ہے"
(دیکھو رسالہ تھیوسافسٹ صفحہ ۲۲۸ بابت ماہ اگست سنہ ۱۸۸۱ء)

الفرڈ پادری صاحب بہادر نے اپنی زبانوں کی ترتیب کے مضمون میں بعض قدیم
یونانی انسانوں کا مخرج سنسکرت سے نکالا۔ اور حسب ذیل ریمارک قابل
توجہ دیا ہے۔

آسمانی خدا کو یونانی لوگ زی اس پیٹر کہتے ہیں۔ اور اس بات کا خیال کرنا
چاہئے کہ زیڈ کی آواز د کے مشابہ ہے۔ اس لئے لفظ زی اس دراصل ڈی اس بنجاتا ہے
اہلینی اسی خدا کو اس پیٹر یا جو پیٹر کہتے ہیں۔ اب ویدوں میں آسمانی خدا کو دیش پتی
کہتے ہیں ✣

اب ہمارے خدا باپ کی اصلیت جھوٹی جو ہمہ تحقیق کا باپ ہے ظاہر ہوئی۔
یہ ریمارک میں اس لئے دیتا ہوں کہ عام قائم کردہ یہ رائے جنبش کھا جاوئے۔ کہ
عبرانی فقاتر خواہ ملہم ہوں یا نہ ہوں بہرنوع نہایت ہی قدیم ہیں اور سب سے پہلی زبان
میں لکھے گئے ہیں" نہ یہ امر سچ کہ عبرانی قصہ جات نہایت ہی قدیمی ہیں۔ اور نہ
یہ کہ عبرانی سب سے پہلی زبان ہے۔ بلکہ برعکس اس کے جیسا کہ گولڈ ذہی ہی صاحب نے
ثابت کر دیا ہے۔ کہ قصہ جات اخذ کئے گئے ہیں۔ اور زبان خواہ دوسرے خواہ
تیسرے درجہ کی حالت میں ہے۔ اب اس پیدائش کی کتاب کی کیا قدر ہے
جس کی آدم و حوا کے شرائط قائم کرنے کے لئے یہ سند ہے۔ کہ چند ہزار ہوئے
کہ وے روئے پر تمام زندہ مخلوقات کے ہمہ تن بانی مبانی ہیں۔

پادری وارڈ صاحب فرماتے ہیں کہ سنسکرت کی ویاکرن بے تعداد ہے اور
لکھنے والوں کی بدھی کی قابلیت اور تیزی کی مصداق ہے اور اصلی بات یہ ہے
کہ شبدودیا (گرامر) میں آریہ لوگ۔ رومن۔ یونانی۔ اور موجودہ زمانہ کی لسانی
قوموں سے سب سے بڑھ کر ہوئے ہیں۔ ان کی ڈکشنری نہایت عمدہ ہیں
جو ان کی لیاقت اور رسد معارف کے اعلے ثبوت ہیں" (دیکھو بھارت نز کال
درشا انگریزی مطبوعہ مدراس صفحہ ۵)

سو برس گذرے اہل یورپ کا ایسا اعتقاد تھا۔ کہ سب زبانوں کی اصل
عبرانی ہے۔ لیکن جس وقت سنسکرت میں مہارت حاصل کی۔ تب یہی رائے
ہوا۔ کہ فارسی یونانی لاطن۔ جرمن وغیرہ زبانیں سنسکرت سے نکلی ہیں" (سائنس
آف دی سٹڈی آف انگلش صفحہ ۱۷) ایک محقق انگریز نے نہایت تحقیق
سے ثابت کیا ہے۔ کہ سنسکرت اور یونانی میں بڑی مشابہت ہے۔ یونانیوں
نے اپنے نفروں اور دیوتوں کا حال بالکل سنسکرت سے لیا ہے اور کچھ الفاظ
اور طریقہ تذکیر اور تانیث بھی آریہ ورت سے اخذ کیا ہے" (سائینس آف دی
لنگویج صفحہ ۱۷۵)

سر ولیم جونس صاحب فرماتے ہیں "کہ سنسکرت کی وضع نہایت عجیب و غریب ہے
یونانی سے وہ زیادہ کامل ہے۔ اور لاطن سے بڑھ کر وسیع ہے اور دونوں کی نسبت
شستہ تر ہے" (سائینس آف دی لنگویج صفحہ ۱۸۴)

رومن کیتھولک فرقہ کے معزز پادری ڈبی صاحب فرماتے ہیں کہ اب یہ امر علوم
کی تحقیقات سے مثل روز روشن ظاہر ہو گیا ہے۔ کہ قدیم زمانہ کی کل اصطلاحات
مشرق سے ہی پھیلی ہیں۔ اور زمانہ حال کے سنسکرت دانوں کی کوشش سے
یہ امر بخوبی ثابت ہو گیا ہے کہ یورپ کی موجودہ زبانوں کا مادہ و مخرج
مشرق کی زبان (سنسکرت) ہے" (بائبل ان انڈیا مطبوعہ نیو یارک
سنہ ۱۸۸۲ء) ✣

لارڈ مانبرڈ صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ ہندوستان کے برہمنوں میں
ایک ایسی زبان جاری ہے جو ہومر یونانی شاعر کی عبارت سے ہر طور فصیح ہے
(سائینس آف دی لنگویج صفحہ ۱۸۵) ✣

مسٹر پل بڈ صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ سنسکرت کے الفاظ کی عربی
فارسی لاطن یونانی سے بہت مشابہت ہے اور مشابہت مصطلحات کے دینیات
نہیں ہے کہ جس سے یہ خیال کیا جاوے کہ جب ایک قوم نے دوسری قوم سے
علوم و فنون لئے تو اس کے ساتھ ہی وہ بھی اخذ کر لی۔ بلکہ مشابہت زبان
کی اصل لفظوں میں ہے۔ جیسا کہ اسمائے اعداد اور ان چیزوں کے نام جن کی

ضرورت ہر ایک قوم کو شائستگی ہونے پر ہوتی ہے۔" (انگلستانی گرامر کا دیباچہ اور سائنس آف دی لنگویج صفحہ ۲۳۳)

فریڈرک وان سگیل صاحب فرماتے ہیں کہ "اس میں شک نہیں۔ کہ سنسکرت یونانی۔ لاطین جرمنی سے تعلق نہیں رکھتی ہے۔ بلکہ آبا و اجداد سے ہے۔ کیونکہ یہی ان کا مصدر ہے جس کی نسبت یوں کہنا ہے کہ یہی ابتدائی زبان آریوں کی قدیمی ہے اور دیا کرن یانی رشی اور متقدمین کی نہایت کامل ہے۔ اس میں فلاسفی۔ سائنس ودیا۔ علم الوہیت لکھے ہوئے ہیں کہ جس کا یورپ میں شکور ہے۔" (ہسٹری آف دی ہیڈلیس صفحہ ۱۲ و ۲۲۳)

لیب نیر صاحب بہادر نے ثابت کر دیا ہے کہ میں از روئے تحقیقات فریقین کے بیان کرتا ہوں کہ سب زبانوں کی اصل زبان سنسکرت ہے اور بنی آدم مشرق سے مشرق سے مغرب کو آئے۔" (سائنس آف دی لنگویج صفحہ ۱۵۲)

اہل جرمن میں سے پہلے پوپ صاحب نے سنسکرت کی طرف توجہ کی اور اپنی زبان میں اس کی صرف و نحو لکھی۔ اس زبان ہی سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ جب کسی ملک اور کسی قوم میں علوم کا ظہور نہ تھا۔ تب ہندوستان میں علم کی بڑی ترقی تھی۔ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں سے چار وید ایک نہایت قدیم مجموعہ ہے۔ یہ وید ہندوؤں کے مذہب اور قانون اور علم کی بنیاد ہیں۔ ہندوؤں کی باقی کتابوں کی اصل یہی وید ہیں قانون کی کتابیں بھی وید کے احکام لکھتے ہیں۔ وید ہی کو فلسفی اپنے مسائل کی بنیاد ٹھہراتے ہیں۔ وید ہی کو صرف اپنے قواعد کا ماخذ بتاتے ہیں۔ غرض کل علوم کے عالم اسی مجموعہ کو اپنے علم کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں۔ (اتالیق پنجاب ۱۸۷۱ء)

واضح ہو کہ ہندوستان ملک قدیم اور خطہ مردم خیز ہے۔ اصل باشندے اس کے آریہ لوگ بالفعل شاید ہی ملقب بہ ہندو ہیں۔ اور جب کہ یہ ملک قدیم ہے۔ ویسا ہی اسکا دھرم بھی قدیم ہے۔ مگر افسوس یہ کہ اس ملک کی کوئی تاریخ ایسی نہیں کہ جس کے دیکھنے سے حال قدیم معلوم ہو سکے۔ ہاں کتب مذہبی میں وید البتہ قدیم اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اصل مذہب اور قدیم دھرم صرف اس سے دریافت ہو سکتا ہے۔ پس سب دھرم والوں کو لازم ہے کہ وید کی طرف توجہ فرماویں۔ اور اس سے اصل مذہب کی راہ جانیں اور سمجھ لیں۔ کہ جس طرح کسی دریا کے نکاس کی جگہ معلوم کرنے کے واسطے مہا تیرتھ کا ٹھہرنا دیکھنا ضروری ہے اسی طرح دھرم قدیم کی اصل دریافت کرنے کے واسطے وید کا مطالعہ لازم۔ لیکن بسبب نہ رہنے چرچا علم سنسکرت کے لوگ پڑھنے پڑھانے اور جاننے وید سے معذور اور اصل دھرم کا معلوم ہونا اور اختلاف مذہب کا مٹانا بدوں وید کے جاننے کے ممکن نہیں۔ اور اگرچہ تمام۔ اور اگرچہ تمام وید مجموعہ ہدایت ہے مگر اب نسخہ اس کے جا بجا بکھرے ہیں۔" (دیکھو برہم سماج سرینی واسکھنڈ کا ماہوار رسالہ بابت جولائی ۱۸۷۴ء جلد ا سلسلہ نمبر ۲ صفحہ ۴۱۔۴۲)

ایک اور لائق مورخ فرماتے ہیں "اہل یورپ۔ اہل فرانس۔ انگریز یونانی جرمن ایرانی وغیرہ لوگوں کے بزرگ آریہ تھے" پھر یہی مورخ فرماتا ہے "ہندسہ۔ طبعیات وغیرہ کے استاد اول یہی آریہ ہیں۔"

ان مندرجہ بالا شہادتوں سے ہر ایک سمجھدار آدمی جان سکتا ہے۔ کہ سنسکرت زبان سب زبانوں سے کامل و وسیع۔ فصیح اور سب سے زیادہ قدیم ہے۔ اسی بات کا گو ظاہر نہیں۔ مگر در پردہ آپ کو بھی اقبال ہے۔ چنانچہ آپ کہتے ہیں کہ "سنسکرت ایک اور زبان سے نکلی ہے جو اس کی نسبت قدیم تھی اور جس کا نام و نشان اب صفحہ ہستی سے معدوم ہو گیا۔" (صفحہ ۴ سطر ۲ و ۳)

پادری صاحب جس کا نام و نشان اب صفحہ ہستی سے معدوم ہو گیا اس کی بابت آیا کوئی دعویٰ کرتا یا اپنی مانعی کا اقبال کرتا نہیں ہے۔

سامنے ہی یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ سب مہذب قوموں کی اصل ایک ہی قوم سے ہے اور وہی ایک ہی آریہ قوم سب سے قدیم اور مہذب اور علم دوست اور عالم ہے۔ اور ان دنوں جنگلی اور سب ملک والے جاہل تھے۔ کسی ملک اور قوم میں الوہیت۔ علم۔ اخلاق۔ صنعت۔ حرفت۔ تہذیب۔ وغیرہ کا دور دستور تھا۔ کیونکہ آریوں کی ترقی کے زمانہ میں سب قومیں جاہل تھیں۔

اب مقام غور ہے۔ کہ جب آریہ ورت کی ترقی سب ملکوں سے قدیم ہے۔ اور آریہ قوم سب قوموں سے قدیم ہے اور سنسکرت سب زبانوں سے قدیم اور وسیع اور فصیح ہے اور سنسکرت میں وید سب سے زیادہ قدیم ہیں۔ اور ان کی کتابیں جنہوں نے سب قوموں سے پہلے ترقی کی۔ اور وہ ان کو الہامی مانتے ہیں۔ بنا بران وید ضرور الہامی ہیں۔ کیونکہ بقول تمام مورخوں کے پورانے آریہ لوگ نہایت سچے اور منصف مزاج اور رحمدل ہوا کرتے تھے۔

اسی کو آپ ایک اور طرح پر بھی سوچ سکتے ہیں کہ علم بغیر تعلیم کے نہیں آتا۔ اور بغیر تعلیم اور علم کی کتاب نہیں بن سکتی۔ اور جو جتنا فاضل ہوگا۔ اسکی کتاب اتنی ہی فضیلت سے مملو ہوگی۔ توریت جن کو آپ لوگ الہامی مانتے ہیں۔ وہ اصل میں دس حکم ہی جو استثنا کے باب ۵۔ آیت ۶ سے ۲۲ تک اور خروج باب ۲۰۔ آیت ایک سے ۱۷ تک مندرج ہیں جن کے آگے موسیٰ کہتا ہے "یہی باتیں خداوند نے پہاڑ پر آگ کے اور بدلی کے اور بڑے نہایت تاریکی کے درمیان سے تمہاری ساری جماعت کو بلند آواز سے کہیں اور اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا۔ اور اس نے انکو پتھر کی دو لوحوں پر لکھا۔ اور انہیں میرے سپرد کیا۔" مگر واضح ہو یہی دس حکم ویدوں میں نہایت عمدگی سے یانستا کے نامی حکم بہت کے موجود ہیں۔ حالانکہ وہ موسیٰ کو مسیح سے ۱۴۹۱ برس پہلے معلوم ہوئے۔ اور اسی طرح دس حکم منوسمرتی میں توریت سے نہایت عمدہ طور پر ہیں۔

نمبر ا۔ میرے حضور تیرا دوسرا خدا نہ ہووے۔
نمبر ۲۔ تو اپنے لئے تراشی ہوئی مورت نہ بنا۔ اور نہ اسے سجدہ کر

حاشیہ نمبر ا۔ ۵ یجروید ادھیا ۴۰ منتر ۸ و ۸۔ اور اتھرو وید کانڈ ۱۰ پرپاٹھک ۲۳ انوواک ۴ منتر ۲۷ و ۳۰۔ یجروید ادھیا ۴۰ منتر ۳۱۔ رگ وید اشٹک ۲ ادھیا ۲ ورگ ۵ منتر ۱۔ منوسمرتی ادھیا ۱۲ شلوک ۱۲۳ شت پتھ برہمن ۷ کانڈ ۱۰

۲۔ یجروید ادھیا ۳۲ منتر ۳۔ اور ادھیا ۴۰ منتر ۸۔ اور شت پتھ برہمن کانڈ ۱۴ منوسمرتی ادھیا ۲ شلوک ۷۔ کین اپنشد حاک نمبر ا و ۲ و نمبر ۳ و نمبر ۴ و نمبر ۵ و نمبر ۶ و نمبر ۷ و نمبر ۸ کھنڈ پہلا۔

حاشیہ نمبر ۲۔ مگر ان دس حکموں کی خود بائیبل میں تردید بھی موجود ہے
نمبر ا کی تردید۔ پیدائش باب پہلا آیت ۲۶۔ اور پیدائش باب ۳ آیت ۲۲ و پیدائش باب ۱۸۔ آیت ۱ سے ۳ تک اور متی ۲۸۔ آیت ۱۹
نمبر ۲۔ کی تردید۔ خروج باب ۲۵۔ آیت ۱۸ و ۱۹ و ۲۰
نمبر ۳۔ کی تردید۔ متی باب ۲۷۔ آیت ۴۶
نمبر ۴۔ کی تردید۔ متی کی انجیل باب ۱۲۔ آیت ۱ سے ۴ تک اور گلتیون باب ۴۔ آیت ۱۰ اشعیاہ کی کتاب باب ۱۔ آیت ۱۳۔
نمبر ۵۔ کی تردید۔ متی کی انجیل باب ۱۲۔ آیت ۴۶ سے ۵۰ تک
نمبر ۶۔ کی تردید۔ خروج باب ۳۲۔ آیت ۲۷ و ۲۸ و ۲۹۔ اور قاضیوں

باب ۱۰۔ آیت ۱۱ و ۲

نمبر ۷۔ کی تردید۔ استشنا باب ۲۱۔ آیت ۱ سے ۴ تک۔ گنتی باب ۳۱۔ آیت ۱۸۔ یوسع نبی کی کتاب باب ۱۱۔ آیت ۲ سے ۴ تک

نمبر ۸۔ کی تردید خروج باب ۳۔ آیت ۲۱ و ۲۲۔ اور خروج باب ۱۲ آیت ۳۵ و ۳۶۔

نمبر ۹۔ کی تردید۔ یرمیاہ کی کتاب باب ۴۔ آیت ۱۰۔ پولوس رسول کا دوسرا خط تسلنیقیوں کو باب ۲۔ آیت ۱۱۔ سلاطین کی پہلی کتاب ۲۲ آیت ۱۲ سے ۲۳ تک

نمبر ۱۰۔ کی تردید۔ استشنا باب ۱۲۔ آیت ۱ سے ۲ تک

حاشیہ نمبر ۱۔ ۳۔ ؎۱ تو خداوند کا نام بیفایدہ مت لے۔ ۴۔ سبت کے دن کام کاج نہ کر۔ ۵۔ ؎۲ اپنے باپ اور ماں کی عزت کر۔ ۶۔ ؎۳ تو خون مت کرے۔ ؎۴۔ تو زنا مت کر۔ ۸۔ تو چوری مت کر۔ نمبر ۹۔ تو اپنے ہمسایہ پر جھوٹی گواہی مت دے۔ نمبر ۱۰ تو اپنے ہمسایہ کی جورو یا مال کا لالچ نہ کر۔

؎۱۔ یجروید ادہیاء ۴۰ منترہ۔ سوسمرتی ادہیاہ شلوک ۱۰۹

؎۲۔ یجروید کی تیتری اپنشد انو واک ۱۱۔ او سوسمرتی ادہیاء ۴ شلوک ۲۴۳ و ۳۴۳ و ۴۷۳ یجروید ادہیا ۱۶۔ شتپتھ کانڈ ۳ پرپاٹھک ۵ ادہیاء ۷ برہمن ۴ کھنڈکا ۴

؎۳۔ یجروید ادہیاء ۴۰ منتر ۳۔ سوسمرتی ادہیاء ۱ شلوک ۳۴ اور یجروید ادہیا ۱ منترا

؎۴۔ یجروید ادہیار ۴۰ منترا۔ سوسمرتی ادہیاء ۳ شلوک ۵۵ و ۶ و ۶۱

؎۵۔ یجروید ادہیاء ۳ منتر ۴۔ سوسمرتی ادہیا ۔ ۶ شلوک ۹۲۔ اور ادہیا ۱۰ شلوک ۶۳

؎۶۔ یجروید ادہیا ۱ منترہ۔ سوسمرتی ادہیاء ۶ شلوک ۹۲۔

؎۷۔ سوسمرتی ادہیار ۔ شلوک ۹۲ یجروید ادہیا ۴ منترا

جب ویدوں شاستروں سوسمرتی وغیرہ میں اس سے بہت اعلےٰ درجہ کے اخلاقی ہدایتیں اور مذہبی ارشاد موجود ہیں۔ اور یہہ بھی موجود ہیں۔ تو پھر کوئی دانا کس طرح اس سے پہلی ہدایت چھوڑ کر مابعد کو الہامی مان سکتا ہے۔ حالانکہ یہہ ہر طرح ثابت ہے کہ منو تو بہت پورانا ہی ہے۔ مگر بھارت بھی توریت سے بہت قدیم ہے جیسا کہ ہم لکچر نمبرا۔ میں ثابت کر چکے ہیں۔

ایک لائق محقق پادری صاحب فرماتے ہیں "یہ ویدوں سے سبق حاصل کیا جس کے بشیار اوراق سے اُن کے ہزاروں سال کی تصنیف کا زمانہ شمار کیا جاسکتا ہے اور جس کے درس سے ہزاروں برس قبل اس کے کہ تہیر یا بیلوں کا نام دنیا میں رہا ہو ہر ایک نوجوان طالب علم (برہمچاری) زندگی کے اصول مستخرج کرتا تھا یعنی لے قدیم زمانہ کے شلوکوں کو جو از بیدایش حضرت موسےٰ وغیلے کے برہما سے مخاطب ہوکر پڑھے جاتے تھے۔ بنا بریں منوجی کی ان قوانین کے سمجھنے کی کوشش کی جس کا انتظام ہزاروں برس قبل اس زمانہ کے کہ عبرانیوں کے احکام خدا کے تختے بادل کے گرجنے اور بجلی کے چمکنے کے وقت۔ برہمنوں کے ذریعہ سے انجام پایا تھا۔ عرصہ کہ ہندوستان مجھے دوبارہ اپنی اصلی قدیمی حالت میں نظر آیا۔ یعنے اس ذریعہ سے تمام دنیا میں تہذیب و شستگی پھیلی ہوئی دیکھی۔ میں نے ہند کے قوانین۔ اخلاق و مذہب کا اثر مصر۔ فارس۔ یونان روم میں پایا۔ یعنے روح منی وید بجانس کو سقراط۔ افلاطون کے زمانہ کے قبل پایا"

(دیکھو دی بائبل ان انڈیا انگریزی مطبوعہ نیویارک امریکہ ۱۸۹۱ء صفحہ ۳۵)

وہ اپنے زمانہ میں سر ولیم جونس کہتے تھے۔ کہ سنسکرت کا الفاس نہایت قدیم ہے اور ہوسکتے زمانہ سے پہلے ہندوستان۔ مصر۔ یونان میں مذہب ہی تھے۔ جہانتک کہ ہندوستان مصر وغیرہ کی بابت کہا جاتا ہے جو تحقیقات سب اس۔ بی جس۔ و صمیولیس۔ لی مارسٹ۔ گلیڈس وغیرہ مای گرامی محققین نے کی ہے۔ اُس سے ایشیاٹک سوسایٹی کے لایق پریزیڈنٹ کا دعوےٰ ثابت ہوتا ہے" (دیکھو جیس ۲۲ کا صفحہ ۸۸ سے ۱۹۱ تک) ٭

"سوسمرتی کی بابت سر ولیم جونس صاحب بہادر سابق جج سپریم کورٹ فرماتے ہیں کہ یہہ سوسمرتی کسی وقت میں یونان اور روم دلیش تک بھی جلت۔ یعنی رایج تھی۔ اور اس ہی پر عملدرآمد ہوتا تھا" (دیکھو مالو دھرم سار مولفہ راجہ شیو پرشاد مطبوعہ گورنمنٹ پریس الہ آباد ۱۸۸۱ء صفحہ ۱)

جہانتک غور کی جاتی ہے۔ ویدوں کے حوالہ تمام کتب قدیم اور جنگ بھارت میں موجود ہیں۔ مثلاً

نمبر ا۔ بدھ جی اپنے بدھ شاستر میں ویدوں کو اپنے سے پہلے بتاتے ہیں۔ (بدھ شاستر ادہیاء ۴ سوترا)

نمبر ۲۔ پارسیوں کی کتاب میں وید کا ذکر موجود ہے (دیکھو دساتیر ابرار آباد و حشوران محشور آیت ۳۷

نمبر ۴۔ ویدانت درشن میں ویدوں کے الہامی وانادی ہونیکا اقبال ہے (ادہیا ۱ پاد ا سوتر ۳)

۵ یوگ درشن میں وید کا ذکر موجود ہے (دیکھو پاد ا سوتر ۲۶

۳ میمانسا میں وید کا ذکر موجود ہے دیکھو ادہیا ۱ پاد ا سوتر ۸

۶ نیاے درشن میں وید کا ذکر موجود ہے دیکھو (ادہیاء ۲۔ اہنک ا سوتر ۶۷

۷ سانکھیہ درشن میں ویدوں کا ذکر موجود ہے (ادہیا ۵ سوتر ۵۱)

۸ ویشیشک درشن میں ویدوں کا ذکر موجود ہے (دیکھو ادہیاء ۶۔ اہنک ا سوترا)

۹ رامائن میں وید کا ذکر موجود ہے۔ دیکھو بال کانڈ پہلا سرگ شلوک ۱۴

۱۰ سوریہ سدہانت میں وید کا ذکر موجود ہے

۱۱ سشرت میں وید کا ذکر موجود ہے

۱۲ چرک وید کا ذکر موجود ہے

۱۳ منو میں ویدوں کا ذکر موجود ہے۔ منو ادہیاء ۲۔

۱۴ چاروں برہمنوں میں وید کا ذکر موجود ہے۔ دیکھو شتپتھ کانڈ ۱۱

۱۵ اپنشدوں میں ویدوں کا ذکر موجود ہے۔ تیتری اپنشد ۷۸۔ واک ۱۲

۱۶ دیا کرن میں ویدوں کا ذکر موجود ہے۔

جب تمام آرش گرنتھ ویدوں کو الہامی اور انادی مانتے چلے آئے ہیں اور صرف یقینی نہیں بلکہ دلایل سے بھی اور سب میں ویدوں کا ذکر موجود ہے اور ویدوں میں کسی کا ذکر نہیں۔ اس لحاظ سے بھی وید قدیم اور الہامی ہیں۔ ہر ایک انسان کو اسکا اپنا دل شہادت دیتا ہے۔ کہ جس طرح اس وقت انسان بغیر تعلیم کے ناکارہ و نادان ہے۔ اسی طرح ابتدائی آفرینش میں بھی تھا۔ اس کے بعد یہہ سوال۔

کہ کیا موسیٰ کے وقت الہام کی ضرورت ہوئی پہلے نہیں تھی! -
یا داؤد کے وقت الہام کی ضرورت ہوئی پہلے نہیں تھی؟
یا عیسیٰ کے وقت الہام کی ضرورت ہوئی پہلے نہیں تھی؟

پرمیشور نے جب آنکھوں کے واسطے روشنی۔ کھانے کے واسطے انواع و اقسام کے غلے اور میوے۔ رہنے کے واسطے زمین زندگی بسر کرنے کے واسطے آب و ہوا گل گلزار امراض دور کرنے کے واسطے نباتات۔ معدنیات۔ وغیرہ پیدا کئے جو تمام جسمانی ہیں تو کیا روح کے واسطے ابتدا میں کچھ پیدا نہیں کیا
کیا جسمانی ساتھی سے روحانی ساتھی افضل نہیں؟
کیا جسمانی تہذیب سے روحانی تہذیب افضل نہیں؟
کیا ڈاکٹری سے یوگ افضل نہیں -؟
کیا پہلوانی سے عبادت افضل نہیں؟
کیا جسم سے روح افضل نہیں؟
کیا جب جسم کے واسطے خدا نے سب کچھ بنایا تو روح کے واسطے کچھ نہیں بنایا -؟
اور اگر بنایا تو کیا اور کہاں؟

ان سب سوالات پر غور کرنے کے بعد خودغرضوں لالچیوں کے واسطے یقین غالب ہے کہ کسی حق پسند کو انکار نہیں ہوگا۔ کہ روح کے واسطے بھی ابتدائے آفرینش سے ہی علم یا گیان یا ہدایت کی ضرورت تھی۔ ورنہ بعد کو محض بے فائدہ تھی۔ کیونکہ ابراہیم موسیٰ کے وقت لوگ پڑھے لکھے موجود تھے۔ داؤد بھی پڑھا لکھا آدمی اور شاعر تھا تعلیم عام تھی اور وہ خود بادشاہ تھا سلیمان خود شاعر اور داؤد کا فرزند تھا عیسیٰ کے وقت بھی تعلیم عام تھی دنیا میں تہذیب پھیلی ہوئی تھی۔ نامی گرامی حکما و فضلا ہند۔ مصر۔ یونان میں موجود تھے۔ ارسطو۔ افلاطون۔ سقراط زردشت۔ بالمیک۔ وششٹ۔ گوتم۔ ببیاس۔ جیسی کی تعلیم۔ ہدایت اگر ذرہ بھی غور سے تعصب سے کنارہ کر کے مقابلہ کرے۔ تو اسے کرمک شب تاب اور آفتاب جہانتاب کا فرق معلوم ہو۔ علاوہ براں تمام دنیا کے موجودہ مذاہب میں مختلف طور پر جس عمدہ عمدہ ہدایتیں یا اوپدیش ہیں۔ وہ سب ویدہائے مقدس و شاسترہائے متبرک میں موجود ہیں پھر ہم نہیں سمجھ سکتے۔ کہ باوجود موجودگی آفتاب کے ان کی کیا ضرورت ہے۔ حالانکہ ان میں امرت زہر سے ملا ہوا ہے۔ نیم حکیم خطرہ جان و نیم خدا خطرہ ایمان ہے۔ اور ان میں صرف امرت ہی ہے زہر کا نام و نشان نہیں +

خود توریت وغیرہ کو عیسائی صاحبان مسیح کی بشارتوں کے واسطے مانتے ہیں۔ ورنہ وہ نہیں مانتے۔ چنانچہ انجیل میں لکھا ہے "جو شریعت کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں۔ سو لعنت کے تحت ہیں" پھر کہتا ہے۔ "مسیح نے ہمیں مول لیکے شریعت کی لعنت سے چھڑایا ہے" گلتیوں باب ۳۔ آیت ۱۱ و ۱۳ پھر کہتا ہے۔ "شریعت مسیح کے سپانے کو ہمارا استاد ٹھہرا۔ پھر جب ایمان آچکا تو ہم پھر استاد کے تحت میں نہیں رہتے۔" گلتیوں باب ۳۔ آیت ۲۵ -

یہ تو آپ کے بھی مسلم ہے۔ کہ خدا کی ذات تغیر و تبدل سے بری ہے۔ تو پھر اس کی صفات یعنے علم یا گیان تبدیل ہو سکتا ہے؟ کیا قانون قدرت بدل سکتا ہے۔ اگر ان باتوں کا جواب نفی کے سوا کچھ نہیں۔ تو کیا اسکو الہام بدلنے کی ضرورت ہو سکتی ہے؟

ہمارا آریہ سماج۔ اور قدیم زمانہ کے رشی منی لوگ بھی یہی مانتے ہیں کہ وید گیان

میں قانون قدرت کا ہی بیان ہے۔ کسی ملک یا قوم یا شخص کی کوئی تواریخی داستان نہیں کہ جن میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ پس ایسا گیان کیوں اناد ی نہیں؟ اور کس واسطے وہ تغیر و تبدل سے پاک نہیں؟ اور اس سے تو کوئی مذہب والا بھی منکر نہیں ہو سکتا۔ کہ وید کا کوئی حکم آج تک نہیں بدلا۔ اور نہ آیندہ بدلیگا۔ کیونکہ ایشور قدرت کا مالک ہے۔ اور قدرت اس کی ملکیت ہے۔ اور کامل گیان سے قوانین قدرت کی موضوعیت ہے۔ اور وہی گیان ویدوں میں ہے۔ یا یوں کہو کہ وہ گیان وید ہے جیسے مصنف کے علم اور اسکی تصنیف یا تعلیم وید میں فرق نہیں ہوتا۔ ویسے ہی ایشور اور اس کے قانون قدرت اور اس کی تعلیم وید میں ذرا فرق نہیں ہوتا۔ اس واسطے آریوں کی طرف سے دعوےٰ اظہر من الشمس ہے کہ وید فقط الہامی ہی نہیں۔ بلکہ انادی بھی ہیں۔ کیا وجہ کہ پرمیشور انادی ہے۔ اور چونکہ کوئی ایسا وقت نہ تھا۔ اور نہ ہوگا۔ جس میں وہ گیان سے خالی تھا۔ جس سے صاف واضح طور پر نتیجہ ظاہر ہے کہ کوئی ایسا زمانہ نہ تھا۔ کہ جس میں وید (گیان) موجود نہ ہو۔ بنا بر آں ثابت ہوا کہ وید الہامی ہیں اور انادی بھی اور یہی ہمارا دعوےٰ تھا +

لکچر نمبر ۵ کا جواب

یہ پانچواں لکچر آپ کا خدا کی ذات کے متعلق ہے جس میں انہوں نے تحقیقات کی ہے کہ ویدوں میں ہمہ اوست کی تعلیم ہے یا اس کے برخلاف نہیں۔ بیشک ہر ایک طالب حق کو حتے المقدور یہہ مبارک تحقیقات کرنی چاہئے۔ اور جو کتاب ایشور کا گیان بتلادے۔ راہ راست دکھلادے دھوکھا سے بچادے وہی الہامی اور سچی ہے اور وہی ایشور کا فرمان ہے۔ اور ایسی ہی کتاب پر ایمان لانا شایاں ہے۔

اس خیال کو مدنظر رکھ کر ہم انصاف اور محبت سے پادری صاحب کے اعتراضوں کی پڑتال کرینگے اور بمثل سابقہ تحقیقات کے باطل پر حق کو نمایاں فوقیت دینگے

پادری ۳ و ۴ - آریہ لوگ مانتے ہیں۔ کہ ایک اعلےٰ ہستی ہے۔ وہ ایک ایسا خدا ہے جو اپنی مخلوقات کی خبرگیری کرتا ہے۔ ان کی حاجت بر لاتا ہے۔ اور ہمیشہ ان پر باراں رحمت برساتا ہے۔ صرف وہی معبود حقیقی ہے۔ دعائیں اسی کی شان کے شایاں ہیں۔ ہدایت اور دستگیری کے لئے آدمزاد کی آنکھ اسی پر لگنی چاہئے۔ اور اسی کو اپنے ایمان کی جائے قرار سمجھنی چاہئے۔ کیونکہ وہی سب (جگت) کا خالق اور سب (روحوں) کا مالک ہے آجکل کے آریوں کا یہی اعتقاد ہے۔ اور جہاں تک دیکھا جاتا ہے یہ عین درست و بجا ہے۔ اس میں کوئی حرف نہیں آسکتا۔ مگر ہمارا اعتراض یہہ ہے کہ ان کے ویدوں اور دوسری کتب مقدسہ میں تو اسکا سراغ نہیں ملتا۔

آریہ - ہم آپ کے بیان سے بجنسہٖ اتفاق کر کے صرف آخری فقرہ کا جواب دیتے ہیں کہ یہی ہمارا ایمان ہے۔ اور یہی ستیہ دیا کی شکوں کا فرمان۔ اگر پوچھو وہ منتر کون سے ہیں تو دیکھو

آریہ بھیو نے نامی پستک جس میں ایک سیکڑہ سے زیادہ منتر ارتھ کے مذکور ہیں۔ یہہ کتاب ہر ایک آریہ سماج سے نہایت ملسکتی ہے۔ ورنہ ویدک پستکالیہ اجمیر سے منگالیں +

پادری ۵ - خدا کی ہستی پر یقین کرنے کی تعلیم کے بجائے وہ ہمہ اوست کا بیہودہ مسئلہ بڑے زور و شور سے سکھلاتے ہیں - یعنی ان کی تعلیم یہ ہے کہ خود خدا ہی ہر ایک شے ہے - کوئی ایسی چیز نہیں جو اس کا ظہور نہیں - اس کے سوا اور کوئی چیز موجود نہیں - جو کچھ اور موجود نظر آتا ہے وہ صرف مایا ہی ہے +

آریہ - پادری صاحب یہ بیان آپ کا بالکل خلاف واقعہ ہے - نہ ہم ایسا سکھلاتے ہیں - اور نہ ہمارا ایسا اعتقاد ہے - ہم ایسے ایمان کو ملعون سمجھتے ہیں - نہیں معلوم کہ یہ سراپا بے بنیاد باتیں آپ کس سے سنکر کس کے ذمہ لگا رہے ہیں +

پادری ۵ - ویدوں میں ایسی آیات بھی ہیں جن میں خدا کی بابت ایک اعلےٰ خیال پایا جاتا ہے لیکن ہمہ اوست کا ناپاک مسئلہ جسکا ابھی ذکر ہو چکا ہے - اس کو آلودگی سے سرا نہیں ہونے دیتا - ویدوں اور دیگر کتب مقدسہ کی تعلیم اسی قسم کی ہے +

آریہ - ہم صداقت رگوید بجواب ماہت رگوید میں اور نیز اسی سلسلہ میں جتلا چکے ہیں کہ ہمہ اوست کا مسئلہ ویدوں کا نہیں - وید سراپا اس کے مخالف ہیں اور صرف وید ہی نہیں بلکہ تمام آرش گرنتھ اس کے مخالف اور رد کرنیوالے ہیں جب یہ حال تو خود آپ کے بیان سے ثابت ہے - کہ ویدوں میں خدا کی بابت نہایت اعلےٰ خیال پائے جاتے ہیں +

پادری ۵ سے ۷ - ہم ان کتابوں سے چند حوالجات اقتباس کریں گے تاکہ ہر ایک پر روشن ہو جائے - کہ فی الحقیقت ان میں کس قسم کی تعلیم ہے +

نمبر ۱ - شاریرک ادھیاء ۲ پاد ۲ سوتر ۱۱

نمبر ۲ - شاریرک ادھیاء ۲ پاد ۳ سوتر ۴۱

نمبر ۳ - شاریرک ادھیاء ۲ پاد ۳ سوتر ۴۳ و ادھیاء ۲ پاد ۱ سوتر ۱۳

نمبر ۴ - شاریرک ادھیاء ۱ پاد ۱ سوتر ۳

نمبر ۵ - تیتری برہمن منتر اول پتر ۲۶

نمبر ۶ - تیتری برہمن ایتہ ۸۷

نمبر ۷ - شوتیاشتر منتر ۳ -

دیگر اشارات کے لئے ہم اپنے پڑھنے والوں کو لکچر نمبر ۲ کا حوالہ دیتے ہیں - جہاں انکا مفصل طور پر بیان ہے +

آریہ - ہم مناسب سمجھتے ہیں - کہ اصل سوتر تحریر کر کے اس کا صحیح ترجمہ تحریر کریں

महद्दीर्घवद्वा ह्रस्व परिमंडलाभ्याम
अ० २ पा० सू० ११ ॥

نمبر ۱

ترجمہ - مہد اور دیرگھ جگت کو رسوا اور پرمیڈل پرمانوؤں سے ایشور بناتا ہے

परात्तु तच्छ्रुते अ० २ पा० ३ सू० ४१ ॥

نمبر ۲

ترجمہ پرکرتی سے اس جگت کی بنیاد دی جاتی ہے - یعنی جگت پرکرتی سے بنا ہے

अंशो नानाव्यपदेशादन्यथा चापि दाशकितवादित्वमधीयत एके अ० २ पा० ३
सू० ४३ ॥

نمبر ۳

نمبر ۳۴ - ترجمہ - یہ بھی ایک رشی کا مت ہے کہ جیو انش کے تل ہے جیو تن شکتی کے سبب سے - کیونکہ واش - کیتو وغیرہ لوگ برہم کو پراپت ہونگے یہ سوتر نمبر ۳۴ کا ترجمہ ہے جس کا اچھی طرح رد اسی ادھیائے کے اسی پاد کے سوتر ۴۹ میں موجود ہے - اور سوتر ۱۳ نمبر تو سراپا آپ کے مخالف ہے - کیونکہ اس میں یہ لکھا ہے کہ اگر جیو برہم ہو جاویگا - تو برہم کو بھوگتا کا الزام لگیگا - حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ یہ بات عام طور پر ظاہر ہے کہ برہم کرموں کے پھل بھوگنے سے جدا ہے اور جیو پھل بھوگتا ہے +

نمبر ۴ - یعنی سوتر ۱ - ادھیاء میں ظاہر کیا ہے کہ جسکو برہم پرماتما کی جگیاسا (دلی خواہش) ہو یعنی جو جی کا طالب ہو - وہ اس گرنتھ کا مطالعہ کرے - اور پھر اسی پاد کے سوتر ۲ و ۳ میں ظاہر کیا گیا ہے - کہ برہم کون ہے - جس کے جواب میں بیاس جی نے فرمایا ہے کہ تمام جگت کے مرن جنم وغیرہ جس کی آگیا سے ہوتے ہیں - جو سب جگت کو پیدا کرنیوالا ہے علاوہ ازاں رگ - یجر - سام - اور اتھروید ویدوں کا گیان دینا پرکاش کرتا سرب ودیا پرجو سچد انند سروپ ہے وہی برہم ہے - کیونکہ جگت کی اتپتی جو خود بخود ہو سکتی ہے - اور نہ بجز ویدوں کے کسی چیز کو گیان ہو سکتا ہے ابتداء میں چونکہ تمام انسان جاہل تھے - بنا براں ہمیشہ ہی نوع انسان کے گیان کے واسطے وید مقدس کا گیان اسی پرمیشور سے ہے - اور کسی سے نہیں - کیونکہ ایسے کامل سب ست ودیاؤں کی ایتک سوائے کسی کامل گیان (عقل کل) کے نہیں ہو سکتی پس وہ سرب گیان پرم دھرم ہے +

نمبر ۵ - اتیری برہمن کا کوئی حوالہ آپنے نہیں دیا - اور نہ تلاش کرنے سے کوئی پتہ ملا -

نمبر ۶ - تیتری برہمن اول تو غیر مستند ہے - دوم آپنے کوئی حوالہ نہیں دیا - پھر ہم کہاں تلاش کریں +

نمبر ۷ - سوتیاشتر غیر مستند ہے (دیکھو لکچر نمبر ۱ کا جواب صفحہ ۳ کا حاشیہ) اور اس کا بھی کوئی ٹھیک حوالہ نہیں دیا - ہم کبھی آگے لکچر نمبر ۲ کے جواب باصواب لیے لکچر نمبر ۲ میں تحریر کر چکے ہیں +

آپنے صفحہ ۸ سے آنک ہی عبارت درج کی ہے - جو لکچر نمبر ۲ کے صفحہ ۱۰ سے ۱۱ - اور لکچر نمبر ۳ کے صفحہ ۴۳ و ۴۴ پر لکھی ہے - بنا براں اس کا جواب فضول سمجھ کر ناظرین کو جواب لکچر نمبر ۲ کی طرف توجہ دلاتا ہوں - اور اگر زیادہ دیکھنا چاہو تو دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۵۸ سے ۲۹۹ تک مطبوعہ بار سوم +

پادری ۱۱ - ہم حسب معمول ویدوں اور ان کتابوں کے جن کو سوامی دیانند جی نے سچی تسلیم کر لیا ہے (دیکھو لکچر نمبر ۱) کے حوالجات کے احاطہ سے باہر نہیں نکلتے ہیں +

ہم اپنے پڑھنے والوں کو پھر یاد دلاتے ہیں - کہ جیسا ہم نے لکچر نمبر اول میں کہا ہے کہ سوامی دیانند جی گیارہ اپنشد اور چھ درشنوں کو ویدوں کے ہم پایہ مانتے ہیں +

آریہ - آپ بالکل اپنے اقرار سے باہر ہو گئے - آپنے پہلا لکچر لکھنے کے بعد پھر نہیں دیکھا وہاں دس اپنشد ہیں (دیکھو لکچر نمبر ۱ صفحہ ۲ سطر ۹ و ۱۰) علاوہ بریں ہم آپ کے بہت سے بیجا حوالہ رد کر چکے ہیں (دیکھو جواب نمبر ۱ سے ۴ تک)

پادری - ۱۱ - آریوں کا یہ بھی دعوےٰ ہے کہ یہ کتابیں (مراد چھ درشنوں سے ہے) ایک دوسرے سے بالکل متفق ہیں - فقط متفق ہی نہیں - بلکہ وہ ایک دوسرے کو منور و مشرح کرتی ہیں - مثلاً وتیشنک درشن میں اسبار کی بنیاد رشیں میں ان کی تفاوت - سانکھ میں اس کے اصل و رتیجلی میں ان کتب

صداقت اصول و تعلیم آریہ سماج

کی تعلیم سچھ کی بابت لکھا ہے جسمیں ایمان اور ایمانداروں کا ذکر ہے۔ اور ویدانت درشن میں نجات اور نجات حاصل کرنے کے لئے طریقہ کا بیان ہے۔ یہہ سوامی دیانند جی کا عقیدہ ہے۔ اگر یہی ہے اختلاف تو درکنار ایک کتاب کے نہ ہونے سے باقیوں کا سمجھنا دشوار ہوتا ہے۔ جیسا کہ قفل بغیر چابی کے کسی کام کا نہیں +

آریہ۔ یہاں بھی آپنے غلطی کی۔ سوامی جی کا عقیدہ ایسا نہیں۔ بلکہ ایسا ہے (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۷ ۔ سموللاس سوم سطر ۲ سے ۳۰ تک

سوال:۔ جیسا ستیاست اور دوسرے گرنتھوں کا پرسپر ورودھ ہے۔ ویسے ہی ان شاستروں میں ہے۔

جواب۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ ورودھ کس کہتے ہیں جگہ ہوتا ہے۔ کیا ایک وشے میں انیکوں بہن (جدا جدا) وشیوں میں۔

سوال۔ ایک وشے میں انیکوں کا پرسپر ورودھ کہتے ہیں اسکو ورودھ کہتے ہیں۔ یہاں بھی سرشٹی ایک ہی وشے ہے۔

جواب۔ کیا ودیا ایک ہے یا دو۔ اگر ایک ہے تو دیا کرن۔ ویدک۔ جوتش وغیرہ کا جدا جدا وشے کیوں ہے۔ جیسے ایک ودیا میں انیک ودیا کے ادیوں کے ایک دوسرے سے بہن (جدا) پرتپادن ہوتا ہے۔ ویسے ہی سرشٹی ودیا کے بہن بہن چھ ادیوں کا شاستروں میں پرتپادن کرنے سے ان میں کچھ بھی ورودھ نہیں۔ جیسے گھڑے کے بنانے میں۔ کرم۔ سمے۔ مٹی۔ وچار۔ سیوگ ویوگ آدمی کا پرشارتھ۔ پرکرتی کے گن۔ اور کمہار کارن ہے۔ ویسے ہی سرشٹی کا جو کرم کارن ہے۔ اس کی ویاکھیا۔ میمانسا سے کی ویاکھیا۔ ویشیشک میں اپادان کارن کی ویاکھیا نیائے میں پورشارتھ کی ویاکھیا یوگ میں۔ تتوں کے انوکرم پرگنن کی ویاکھیا سانکھیہ میں اور نمت کارن جو پرمیشور ہے اس کی ویاکھیا ویدانت شاستر میں ہے۔ اس سے کچھ بھی ورودھ نہیں "۔ سا یہان ہی سب ہے۔ کہ کوئی شخص کسی شاستر کو پڑھے بغیر نہیں سمجھتا۔ جو نیائے ہے وہ یوگ نہیں جانتا۔ اور جو صرف یوگی ہے وہ سانکھیہ نہیں جانتا جو سانکھیہ کا دیتا ہے وہ ویدانت نہیں جانتا اور صرف ویدانت کے جاننے والا یا صرف میمانسک اور شاستروں سے محروم ہے اگر اصول تمہارے ایسے نہیں ہیں۔ تو آپکا چاہئے سے لقیہ باقیوں کا عالم ہو جانا ممکن ہے۔ حالانکہ سراپا ناممکن ہے۔ صفحہ دیا یہہ کوئی نظیر نہیں۔ اس واسطے آپ کے الزام جامع و باکام نہیں +

پادری ۱۳۔ یہہ شاستر آپس میں سخت اختلاف رکھتے ہیں۔ شاریرک ادھیا ۱ پاد ۱ سوتر ۵۔ اور ادھیا ۲ پاد ۲ سوتر ۱ و ۲ و ۱۳ و ۱۷ میں سانکھیہ درشن کے اور ادھیا ۱ پاد ۲ سوتر ۱۲۔۱۷ میں۔ ویشیشک درشن کی اور ۱۷ و ۳۳ میں جار درشن کے ادھیا ۲ پاد کے اور سوتروں میں جیمنی کا خوب خاکہ اڑایا ہے۔

آریہ۔ ہم اسکے جواب میں یہی مناسب سمجھتے ہیں کہ اصل سوتر تحریر کرکے آپ کے اعتراض کی اصلیت ظاہر کر دیں

نمبرا

ईक्षते नाशब्दं अ०१ पा०१ सू०५ ॥

रचनानुपपत्तेश्च नानुमानम अ०२ पा०२ सू०१ ॥

उभयथापि न कर्मातस्तदभाव अ०२ पा०२ सू०१२ ।

अपरिग्रहाच्चात्यन्तमनपेक्षा अ०२ पा०२ सू० १७ ॥ नैकस्मिन्नसंभवात अ०२ पा०२ सू०३३ ॥

یہہ مندرجہ بالا تمام سوتر ہیں تبلاؤ ان میں سانکھیہ ویشیشک اور نیائے کا کہاں ذکر ہے +

پادری ۱۲۔ علاوہ اریں دیکھا جاتا ہے کہ ان کتابوں کے مصنف ایک دوسری کو خوب گالی گلوج دیتے ہیں مثلاً نیائے ویدانت درشن کو کفر کی کتاب کہتا ہے ویدانت اس کے جواب میں نیائے کو کتے کے نام سے پکارتا ہے۔ سانکھیہ ان دونوں کو ملعون بتلاتا ہے۔ اور تیجلی ان تینوں کو نفسانی اور بیہودہ کتابیں قرار دیتا ہے

آریہ۔ جناب یہہ سراسر بے معنی اور فضول آپکی طبعزاد گالیاں ہیں ع

خون حجت نماند جفا جوئے را + بپرخاش دربم کشد روئے را

تمام نیائے درشن میں ویدانت درشن کا ذکر یا نام و نشان نہیں کیونکہ وہ اس سے ہزاروں برس پہلے کا تصنیف ہے۔ اور سانکھیہ میں ان کا بیان نہیں جب ویاس تیجلی کے بعد ہوئے (دیکھو لکچر نمبرا صفحہ ۱۱) جس کا آپ کو خود ہی اقبال ہے۔ تو تیجلی ان کو کس طرح خدانخواستہ گالیاں دے سکتے ہیں۔ اور کیا آریہ رشیوں سے ایسا ہونا ممکن ہے چونکہ آپنے بھی کوئی ثبوت نہیں دیا۔ صرف بائیبل کے مکاشفات کی طرح لا یعنی گپ ہانک دی۔ پس ہم کسی طرح نہیں مان سکتے۔ بلکہ سراپا اپریل فول سمجھتے ہیں۔ اگر سچے ہو تو ہماری طرح ثبوت دو۔ ورنہ ایسی فضولیات سے آپ کے حق میں خاموشی بہتر ہے +

پادری ۱۳۔ سانکھیہ درشن کے ٹیکا کے وگیان بھکشو نے ذیل کی حکایت شیو جی یا رشی کی مرقوم ہے جس کا خلاصہ یہہ ہے کہ دس مختلف روپ کرکے انکو مختلف تو ہیں مختلف طرح سے جھکتا رہا) اس سے ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ کہ رشیوں کا ایک دوسرے کی تصنیف کی بابت کسطرح کا خیال ہوتا تھا +

آریہ۔ آپ پھر کہیں گے اور گپ ماریں گے۔ کہ ہم سوامی دیانند جی کی مستند کتب کے حوالہ سے باہر نہیں نکلے۔ دیکھو سوامی جی نے سانکھیہ درشن پر بھاگوگرت بھاش مانا ہے (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۷۲) اور وگیان بھکشو تو آجکل کا ایک نوین ویدانتی گذرا ہے۔ دوہزار کیا وہ تو دو سو برس سے بہت پیچھے ہے۔ اور وہ کوئی رشی منی نہیں۔ بلکہ ایک وام مارگی تھا۔ یہہ حکایت بیشک اسنے لکھی ہے۔ مگر سانکھیہ درشن کے سوتر کا ارتھ نہیں۔ بلکہ اسی ٹیکا بنانے نے پدم پوران کا (دیکھو صفحہ مطبوعہ کلکتہ) ایک قصہ سحری کے طور پر دنیا کے سب شاستروں پر اپنے دیباچہ میں لکھا ہے۔ جس کا نتیجہ یہی ہے۔ کہ بدمعاشوں نے نہیں بلکہ خود شیو جی بھولے مہادیو بھنگ یا چرس یا دھتورے کی ترنگ میں یہہ تمام سرارتیں کرتے رہے۔ جیسے آجکل کے بھنگی چرسی نشہ استعمال کرتے وقت شیو جی کو پکارا کرتے ہیں۔ وہی حال وگیان بھکشو کی اس حکایت سے ہے۔ کسی وید کسی شاستر کسی اب لستر یا برہمن کا وہ واک نہیں۔ اور نہ کسی میں وہ حکایت ہے۔ بلکہ پدم پوران میں وہ حکایت وہمی وابہیات ہے ہم اسکو بائیبل کی ہر لیاب کی طرح غیر مستند مانتے ہیں +

پادری ۱۵۔ دیکھا جاتا ہے کہ زمانہ حال کے آریہ لوگ تین چیز ونکو انادی اور غیر مخلوق مانتے ہیں۔ یعنی خدا۔ مادہ۔ آدمیوں کی روح

آریہ۔ یہہ بات آپکی بالکل راست ہے۔ اور ہم اسکے ہر فقرہ سے اتفاق کرتے ہیں ہم لوگ ایسا ہی مانتے ہیں۔ اور یہی ہمارا دھرم ہے۔

پادری ۱۵ سے ۳۲ صفحہ تک ایک طول طویل فضول عبارت اس مسئلہ پر لکھتے

کرمایا کو آریہ لوگ مانتے ہیں۔ حالانکہ یہہ بدھ مذہب کی تعلیم ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ ہمارے آریہ دوست ہمکو بتلائیں کہ مقدس ویدوں میں مایا کے مسئلہ کی تعلیم کہاں ملتی ہے ٭

آریہ۔ یہہ آپکا سراپا ناراست بیان اور فضول بہتان ہے۔ کوئی ممبر آریہ سماج مایا کو نہیں مانتا اور نہ ہی مقدس وید مایا کو مانتے ہیں۔ اور نہ سوامی جی نے اسکا کہیں اشارہ کیا ہے۔ آپنے عبث اتنا وقت ضایع کیا ٭

پادری۔۲۳۔ آریہ مت خدا کی نہایت ہی تحقیر کرتا ہے۔ آریہ خدا کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ اور ان کے بموجب روئے زمین کا تمام میلا بھی وہی ہے۔

آریہ۔ یہہ بیان آپکا آریہ دھرم سے کسی طرح مطابق نہیں۔ ہم مادہ دنیا کو قدیم مانتے ہیں۔ اور اسکو ہمیشہ انادی زمانہ سے جگت کے پیدا کرنیکا مصالحہ پرمیشور کے قبضۂ قدرت میں جانتے ہیں۔ پس ہم یا کوئی اور آریہ بھی ایسا کبھی نہیں مانتا۔ کہ خدا خود ہی ہر ایک چیز بنگیا اور دنیا کا میلہ بھی وہی ہے۔ ہم لعنت بھیجتے ہیں ایسے عقیدے پر اور ناستک سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کو۔ ہم روحوں کو خدا نہیں مانتے ہیں۔ اور خدا کا حصہ۔ اور نہ اسی طرح پرمانوؤں کو۔ بلکہ تینوں کو جدا جدا انادی زمانہ سے مانتے ہیں۔ پرمانو جڑھ ہیں۔ مگر خدا جڑھ نہیں۔ روح الپگیہ اور دکھ سکھ کے بندھن میں ہیں۔ مگر خدا ایسا نہیں۔ وہ سروگیہ اور سچدانند ہے۔ مگر آپکی بائبل ایسا ہی مانتی ہے ٭

نمبر۱ "سب چیزیں اس سے (خدا سے) موجود ہوئیں۔ اور کوئی چیز موجود نہ تھی جو بغیر اس کے ہوئی۔ زندگی اس میں تھی وہ زندگی انسان کا نور تھی" یوحنا انجیل باب ۱۔ آیت ۳ و ۴

نمبر۲۔ خداوند کی کلام سے آسمان بنے۔ اور ان کے سارے لشکر اس کے منہ کے دم سے۔ اس نے کہا اور وہ ہوگیا۔ اس نے فرمایا اور وہ برپا ہوا" زبور ۳۳۔ آیت ۶ و ۱۰ ٭

نمبر۳۔ اس نے حکم دیا اور وے موجود ہوگئے۔ اسنے اسکو ابدی پائداری بخشی" زبور ۱۴۸۔ آیت ۵"

نمبر۴ "ایمان ہی کے سبب ہم جان گئے کہ عالم خدا کی کلام سے بن گئے ایسا کہ وے چیزیں جو دیکھنے میں آئیں ان چیزوں سے نہیں بنیں جو دیکھی جاتیں" عبرانیوں کا خط باب ۱۱۔ آیت ۳۔

اس کے ساتھ ہی یوحنا کی انجیل کے پہلے باب کی پہلی آیت بھی زیر نظر رکھنی چاہئے کہ "ابتدا میں کلام تھا۔ کلام خدا کے ساتھ تھا۔ اور کلام خدا تھا"

اب ہم وہی الفاظ جو آپ نے صفحہ ۳۳ کی سطر ۱۴ سے ۱۹ تک ہماری نسبت غلطی سے تحریر کئے ہیں۔ بائبل کی نظر سے آپکے ارپن کرتے ہیں۔ یعنے ایسے جھوٹھے اور بےحرمت کرنیوالے مسئلوں کے معتقد راستی سے صدہا کوس دور بھٹکتے پھرتے ہیں۔ وہ تخریب دل اور ضمیر کے گنہگار ہیں۔ ریفارمر ورد سر لگا نادی ہوتا تو کیا۔ ابھی انہیں علم الہیات اور مذہب کے اصولوں کی الف بے سیکھنی ہے۔ وہ غیر فانی (ابناشی) پرماتما کے جلال کو مخلوقات سے بدل ڈالتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اسکی ذات پاک میں تمام گناہ تمام بدکاریاں۔ (جیسے دنیا آلودہ ہے) مخلوط کرنے سے اسے بےحرمت کرتے ہیں" اور ہمارے عقیدہ کی نسبت پادری صاحب نے صفحہ ۴ کی سطر ۱۲ میں فرمایا ہے۔ کہ ان کے عقیدہ پر ہمارا اعتراض نہیں۔ اور جہاں تک خیال کیا جاتا ہے۔ ہمارا ان کے ساتھ اتفاق ہے"

پس جو ہمارا عقیدہ تھا۔ وہ ہم عرض کر چکے اور پادری صاحب تسلیم کر چکے۔ اب ہم بتلاتے ہیں کہ بائبل خدا کی تحقیر کرتی ہے۔

نمبر۱۔ بائبل کا خدا جلاد ہے (دیکھو پہلی سموئیل باب ۱۵۔ آیت ۲ و ۳۔ اور باب ۶ آیت ۱۹۔ استثنا باب ۴۔ آیت ۲۴ یوشع باب ۱۔ آیت ۱۱۔ گنتی باب ۲۵۔ آیت ۴ دوسری سموئیل باب ۲۴۔ آیت ۱۔

نمبر۲۔ بائبل کا خدا بے علم ہے (پیدایش باب ۲۲۔ آیت ۱۔ ایوب کی کتاب باب ۲ آیت ۳۔ اور پیدایش باب ۳۔ آیت ۹ سے ۱۱ تک۔ پیدایش باب ۹ آیت ۳۔ پیدایش باب ۱۱۔ آیت ۶ و ۷)

نمبر۳۔ بائبل کا خدا عادل نہیں (پیدایش باب ۹۔ آیت ۲۵۔ خروج باب ۲۰ آیت ۵ رومیوں کا خط باب ۹۔ آیت ۱۱ سے ۱۳۔ متی باب ۱۳۔ آیت ۱۲۔ استثنا ۱۴/۲۱ سموئیل ۲ باب ۲۴/۱۲)

نمبر۴۔ بائبل کا خدا محدود۔ اور الپگیہ ہے۔ (پیدایش باب ۱۱۔ آیت ۵۔ اور پیدایش باب ۱۸۔ آیت ۲۰ سے ۳۳ تک۔ خروج باب ۳۲۔ آیت ۲۰ سے ۳۴ تک۔ اور پیدایش باب ۳۔ آیت ۸) ٭

نمبر۵۔ بائبل کا خدا بدمعاشی سکھلاتا ہے۔ (یرمیاہ باب ۱۸۔ آیت ۱۱۔ یسعیاہ باب ۴۵ آیت ۷۔ حزقی ایل باب ۲۰۔ آیت ۲۵۔ پیدایش باب ۱۹۔ آیت ۳۰ سے ۳۸ تک)

نمبر۶۔ بائبل کا خدا جھوٹھ بولتا اور جھوٹھ بلواتا ہے (یرمیاہ باب ۴۔ آیت ۱۰۔ اسلاطین کی کتاب باب ۹۔ آیت ۲۲۔ حزقی ایل کی کتاب ۱۴۔ آیت ۹۔)

نمبر۷۔ بائبل کا خدا شرارت کا پتلا ہے (پہلی سموئیل باب ۱۸۔ آیت ۱۰ خروج باب ۷۔ آیت ۱۴۔ اور خروج باب ۱۔ آیت ۱۔

نمبر۸۔ بائبل کا خدا اپنے فعلوں سے پچھتاتا ہے (پیدایش باب ۶۔ آیت ۶ و ۷۔ پیدایش ۸۔ آیت ۲۱ و ۲۲)

اب ہم یہاں پر انجیل کے الہام کا ایک اعلیٰ نمونہ عرض کرتے ہیں۔ ناظرین غور سے پڑھیں

"لیکن اگر کوئی یہ سمجھے۔ کہ میں اپنی کنیا سے ناشایستہ کام کرتا ہوں جو وہ سیانی ہو۔ اور ایسا ہونا ضرور ہے۔ تو جو وہ چاہتا ہے سو کرے اسے پاپ نہیں ہے"

(۱ قرنتیوں باب ۷۔ آیت ۳۶ انجیل ناگری مطبوعہ الہ آباد ۱۸۹۳ء صفحہ ۵۰۶) اور اس کا نتیجہ اور عملدرآمد دیکھو حضرت لوط پیغمبر کا قصہ توریت پیدایش ۱۹۔ آیت ۳۰ سے ۳۸ تک) ٭

جب بائبل خدا کو اس قدر الزام لگاتی ہے۔ اور انسان کے دلمیں اسکی بےقدری کر کے بدنام کراتی ہے۔ انسان کی شرارت کو بڑھاتی اور بدکاری اور بدمعاشی میں دلیر بناتی ہے۔ وہ ایک سچے ایشور سے ہٹاکر تیس کے پنجہ میں پھنساتی ہے۔ اسواسطے وہ کسی طرح خدا کا کلام نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہدایت کی کتاب کہلا سکتی ہے۔ مگر وید اس کے برخلاف پرماتما کی ذات کو جملہ عیوب سے پاک (شدھ) اور پاپ اور اگیان سے رہت سرب شکتی مان سرب آدھار نرویکار بتاتے اور معقولیت سے سمجھاتے ہیں۔ ویدوں کی تعلیم عقل کو بڑھانیوالی۔ روحانی شانتی کی لذت چکھانیوالی۔ توحید کی صداقت اور تثلیث کی بطالت کو دل نشین کرنیوالی ہے۔ سارا ویدک ایشور کا گیان ہے۔ وید ہی صداقت کی کان ہے ہر ایک انسان جسے راستی کی تلاش اور روح کی شانتی مطلوب ہو وہ اس چشمہ فیض اور گلزار معرفت سے سیراب و مستفید ہونے کے واسطے توجہ مبذول فرماوے ٭

اخیر میں ہماری گذارش ہمارے دیسی عیسائیوں کے دلمیں جاگزیں ہو کر اور انہیں آپکا دل گیان نظر رہنموں کرتا کہ وہ سچے داس عیسی مسیح۔ عیسی جیسے ہیں جیسے اور بزرگوں کے احکاموں پر عمل کر کے حقیقی تبلیغ آتمک ابتی سے سندرت ہوکر سچے بزرگوں کی سچی سنتان کہلاویں۔ فقط لکچر کا جواب ختم ہوا

ہدایت اصول و تعلیم آریہ سماج

لکچر نمبر ۶ کا جواب

ہمارے مہربان دوست پادری صاحب کا یہ چھٹا لکچر یگ کے بیان میں ہے جسے وہ قربانی سے تعبیر کر کے مسیح کے کفارہ کے نشان دیتے ہیں۔ لفظ قربانی سے ہی انکے لکچر کی ابتدا ہے اور یہی پیر طول طویل تاویلات کے بعد انتہا۔ جیسا کہ ہمارا شروع سے طریقہ رہا۔ وہی اس وقت بھی برتنا پڑا۔ دیکھئے تمام کتب محولہ پادری صاحب آنکھوں کے سامنے رکھ کر جواب تحریر کرنا۔)

اس لکچر میں انہوں نے اپنی تحریر کو موثر بنانے کے لئے ایک معزز ہندو کو بھی شریک کیا یعنے مت کچھ۔ اسکی کتاب سے سہارا لیا۔ بنا براں اس کے جواب میں ہمیں دو صاحبوں سے مقابلہ ہے۔ اور مقابلہ بھی کیا۔ بلکہ ہمارا اور انکا مجادلہ۔ یا حق و باطل کا موازنہ

اگر ہمارا اعتقاد حد الخواستہ جھوٹا باطل ہوا۔ تو ہمیں اسکے چھوڑنے میں ذرا بھی انکار نہیں کیونکہ ہمارے مقدس اصول بطلان کے ماننے کے لئے ہمیں مجبور یا ملول نہیں کرتے بلکہ کھلا کھلا اختیار دیتے ہیں۔ لیکن ڈر ہے تو اس بات کا کہ ہمارا دوسرا فریق راستی کی تحقیق میں ہمارا کس طرح رفیق ہوگا۔ بہر حال اس قول پر۔

निन्दन्तु नीति निपुणा यदि वा॥ स्तुवन्तु लक्ष्मीः स
माविशतु गच्छतु वा यथेष्टम् अद्यैव वा मरणा
मस्तु युगान्तरे वा न्याय्यात्पथः प्रविचलन्ति पदं न
धीराः ॥ भ० श०

ترجمہ۔ "دنیاوی لوگ نندا کریں یا ستتی روپیہ ملے یا سب نشٹ ہو جائے۔ بلا العود مرنا ہو یا ایک طول طویل زندگانی حاصل ہو۔ باوجود اس کے بھی مدعی بان دھرماتما لوگ صداقت اور راستی کو جو عین عدالت ہے ذرا بھی نیائے نہیں کرتے" عمل کر کے مصداق اس کے۔ ؎ دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی تراست ٭ راستی کے پرکاس سرکمر باندھتے ہیں۔ ؎

دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست

اس بات کے ماننے سے کسی آریہ پرش کو کبھی انکار نہیں بلکہ ہمیشہ اقرار ہے۔ اور تمام زندگی کے سنسکاروں کا یہی بہدار و مدار۔ ہر ایک آدمی جسے کچھ بھی تمیز ہے وہ جانتا ہے کہ یگ دنیا پر نہایت ضروری چیز ہے۔ یگیہ سے ہی ہندواں سکھ کو پراپت ہوتے ہیں یگیہ سے ہی دسٹ گنوں سے دوری ملتی ہے۔ یگیہ سے ہی دشمن دوست بن جاتے ہیں تمام سنسکار سکھ یگیہ میں شامل ہیں اس واسطے آریہ ورت والے یگیہ کو افضل چیز جانتے ہیں۔ اور اسی ایشور آگیا پالن کرنے سے دنیا کی بہبودی مانتے ہیں ٭

پادری ۵۔ موجودہ ہندو مذہب بدھ مذہب کی طرح۔ اور بسبب اسکی تاثیر کے بخلاف ساتن دھرم بالکل یگیہ کی تردید کرتا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر ہمیں بہت افسوس آتا ہے ٭

آریہ۔ یہ بیان آپ کا بالکل غلط ہے۔ ہندو مذہب یگیہ کی تردید نہیں کرتا۔ بلکہ سر و بھا تائید کرتا ہے۔ ہاں اگر یگیہ سے آپکی مراد قربانی ہے تو یہی غلط ہے کیونکہ ہندو مذہب بطور اپنی اور بہت سی جہالتوں کے قربانی کو جائز بتاتا ہے۔ دیکھو کلکتہ میں کالی کا مندر اور بنگال میں گرو دیبیا جوالا مکھی کا مندر۔ اور اسی طرح نیپال میں جہاں بکریں۔ بھینسے ذبح در مارے جاتے۔ اور ان لوگ بقبول خود ثواب پاتے ہیں۔ اور ابھی دور کیا ابھی چند ماہ کی بات ہے۔ کہ ہمارے ایک آریہ بھائی کو ضلع کوئٹہ میں چند فقیر بھیرو کی منت قربانی کے واسطے لے گئے۔ ذبح کرنے جاتے تھے کہ فورا امداد غیبی چند سوار سرکاری بھیج گئے اور لڑکے کو اٹھا لائے۔ فقیر بھاگ گئے (دیکھو آریہ گزٹ جلد ۳ نمبر)

پادری ۔ ۵ ۔ اور زیادہ تر افسوس کی بات یہ ہے۔ کہ آریہ سماج جسکی بنیاد آجکل صرف اس غرض پر مبنی ہوئی ہے کہ وہ مذہب وید کے اصلی عقیدے اور طریق کو بحال کرے۔ وید کے اس بڑے مسئلے کی تردید کرتی ہے ٭

آریہ۔ آپنے صرف یہی ایک بات دیکھی۔ آریہ سماج تو صدہا باتوں کی جنکے جہلا لوگ قائل ہیں، تردید کرتی ہے۔ اور ہر ایک ان میں سے بخیال آپکے ایسی ہی مضبوط ہیں جنکو تمام ہندو لوگ بصدق دل باطن میں ملتے ہیں۔ کہ وہ ویدک ہدایتیں ہیں۔ مثلی گؤ رو کھشال۔ بت پرستی ہے جسے صرف آریہ ورت ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کے لوگ مانتے ہیں۔ آریہ سماج کہتی ہے۔ کہ یہ بالکل وید کے خلاف ہے۔ اسی طرح تیرتھ یا دریا یا پہاڑ پرستی یا مردہ پرستی۔ دیوی دیوتا پرستی۔ برہما۔ بشن یا مہیش پرستی یا اوتار پرستی۔ جن بھوت پرستی۔ آفتاب و مہتاب پرستی۔ پیپل شجر پرستی۔ آتش و آب پرستی۔ غرضیکہ ۳۳ کروڑ دیوتا پرستی کو آریہ سماج نے ملیا میٹ کر دیا۔ آریہ فاضل پیری رشیکا چاریہ سوامی جی مہاراج نے ہندو پنڈتوں کو بنارس۔ بمبئی۔ بنگلی۔ امرتسر۔ میرٹھ۔ اجمیر۔ فرخ آباد۔ ہردوار۔ وغیرہ مشہور مقامات میں ایسی شکست فاش دی کہ شکست کھاتے ہی صدہا پنڈتوں یا ان کے شاگردوں نے مورتی پوجا سے بصدق دل توبہ کی بعد ازاں نے پرائیچت کئے۔ کہ ایسور کی مہان کرپا سے بچ اس بنی۔ اور دیا روپی ملاپ سے رستکاری ہوئی۔ صدہا لوگوں نے ٹھاکروں کی پرتیشٹھا۔ جس وگنگا کے ارپن کی ٭

مگر آپکو اور خود غرض مجہاں کش پروہتوں کو ابھی تک افسوس ہی رہا ہم کو بھی افسوس بلکہ ہزار افسوس ہے۔ کہ دھنتر وید کی موجودگی میں آپ لوگوں کو شفا نہ ملی ٭

پادری ۷۔ ڈاکٹر مسٹر صاحب کا قول ہے۔ کہ جب برہمنوں کا بدھ مت والوں سے معاملہ آن پڑا۔ تو انہوں نے بھی آہستہ اور بے معلوم جیو رکھشا کو اختیار کر لیا

آریہ۔ یہ صرف ان کا قول ہے۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ دھرم کا معاملہ مخول نہیں۔ ہم ہر ایک کا قول جو دھرم شاستر کے ورودھ ہو ماننے سے انکاری ہیں۔ وید ہمیں اجازت دیتے ہیں کہ ہر ایک قول کو سنیں۔ مگر ماننے کے واسطے ہمیں ایشور نے صرف ایک روح اور ایک ہی زبان دی ہے۔ ہم ہر ایک بات کو بموجب ہدایت یجروید ادھیاے ۴۰ منتر ۳ کے قبول نہیں کر سکتے کیونکہ ہمیں صرف معقول ماننے کی آگیا ہے۔ معقول کی نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بدھ مذہب سے ہزاروں برس پہلے کی کتابوں میں جیو رکھشا کی ہدایت ہے۔ اور صرف ہدایت ہی نہیں بلکہ باعث سعادت۔ پھر ہم کس طرح ایک فضول قول کو قبول کر سکتے ہیں ٭

پادری ۱۰۔ اس میں کچھ شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ کہ جیسا کہ آگے منکشف ہوجائیگا کہ پرش میدا قربانی انسانی بھی قدیم آریہ میں جائز و رواج تھا۔

آریہ۔ حضرت ایسا ہرگز نہیں۔ اور نہ ممکن ہے۔ کیونکہ قدیم آریہ مہذب علم دوست اور متمدن ہوا کرتے تھے "کبھی انسانی قربانی آریہ دھرم نے نہیں مانی اور نہ وید نے جائز گردانی ہے ٭

پادری ۱۳۔ کچھ شک نہیں۔ کہ قدیم آریہ میں قربانی انسان بھی رواج تھی اور اس کا رواج ویدوں کے قانون کے مطابق تھا۔ یجروید میں انسان کی قربانی

शा० कं० ११ प्र० १ अ० ८ ब्रा० १ कं० ५ ॥

ترجمہ داس آٹھوں برہمن کے سروع میں देवा श्च वा अ स रा श्च
یعنے دیوتا اور بیدچلن یا ودوان اور جہلا یا شریر لوگوں کی ابیاشا اور یگ کے قاعدے
تلائے ہیں اور ودوانوں کا ذکر کرتے ہیں، کہ مختلف دیوتا لوگ ہوں یگیہ کرتے ہوئے
پرمیشور کے دھیان میں دوجوں کو مگن کرتے ہیں۔ مگر اس حالت میں بھی یگیہ کو نہیں
چھوڑتے۔ کیونکہ یگیہ سے ہی علما کی زندگی ہے۔

प्रो पु कास य सं तो विभुन य

پرُوپکار سے زیادہ اور کوئی چیز نہیں یہی ہی پسدوں کی آرائش ہے۔ دیکھئے آپنے
کتنا بگاڑ کر لکھا ہے۔

نمبر ۱۔ یہ ٹکڑا अवध्य न पुरुषं प शु یجرویدکے ادھیا ۱۳ کا منترہ ۴۷ ہے
نمبر ۲۔ اور یہ ٹکڑا पुरुषं जात म ग्रतः اسی ادھیا کا منتر ۹ ہے۔
نمبر (۱) کا ارتھ یہ ہے۔ دیوا یعنی ودوان مہاتما لوگ اسی سرب بیاپک سرب رکشا
پرمیشور پرم پرش کو دھیان کرتے ہیں۔ اسکا نروکت یہ ہے۔

पशुः पश्यते ॥ नि० ३ — १ — ८ ॥

نمبر (۲) کا ارتھ یہ ہے پرش یعنی سرب ساپک پرمیشور سب جگت سے پہلے تھا
دوسرے کا ترجمہ یہ ہے۔ ان کے لئے پرمیشور نے ان رشیوں کو اتم گیان دیا تحقیق
یہی یگیہ تھا۔ (منوسمرتی دیکھو منتر ادھیا ۱۔ ۲۳)
آپنے حکمت عملی کر کے ہمیں پھسلانا چاہا مگر سراپا محال ہے۔

پادری ۵۲

آتمدا۔ یعنے آپکا دینے والا۔ بلدا۔ طاقت دینے والا۔
جسکی چھایا جسکی مرتبو امرتا حیات ابدی ہے۔
آریہ۔ ہم اس کا مفصل ارتھ صداقت رگوید میں جواب عبداللہ آتھم صاحب
دیکھ چکے ہیں۔ مگر چیرپاس خاطر جناب یہاں دوبارہ سارا منتر اور ترجمہ لکھتے ہیں

य आत्मदा बलदा यस्य विश्व उपासते प्रशिषं य
स्य देवाः यस्य च्छाया मृतं यस्य मृत्युः कस्मै
देवाय हविषा विधेम। ऋ० मं० १० सू० १२१

ترجمہ۔ جو جگدیشور۔ اپنی کرپا سے ہی اپنے آتما کا گیان دینے والا ہے۔ جو بل
بدھی اور پراکرم کا داتا ہے۔ جس وشو دیوتی سب وودوان اپاسنا کرتے ہیں۔
جس کی آگیا پالن سے مکتی اور جس کی آگیا نہ ماننے سے موت ملتی ہے۔ اسکی پرپتی
کے لئے ہم لوگ نت بھجن کریں +
آپ نے صفحہ ۴۹ پر ساندتا مہا برہمن کا حوالہ دیا ہے۔ مگر وہ ہمیں کسی طرح منظور
نہیں۔ کیونکہ غیر مستند ہے۔ اور شت پتھ برہمن کی بات آپ خود تحریر فرماتے ہیں۔
"ورشا پتا برہمن میں کئی ایک جگہ پرش میدا کا اشارہ ہے۔ اور ۱۰ ادھیا ۱ اول میں
اس قربانی کی ریتی کا شرح بیان ہے۔ یہ قربانی کو تمثیلی یا نقلی بتاتا ہے" "لکھا
ہے" "انسان ذبح نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ یہ ہوتا تھا کہ وہ ایک جنگل میں گوشہ گزین
ہو کر اپنی بقیہ عمر بھی ابنوع انسان سے الگ بسر کرے" (صفحہ ۴۴ سطر ۱۸) پھر آپ
صفحہ ۴۴ کی سطر ۱۸ میں فرماتے ہیں "یہ ایک بڑی عجیب اور قابل غور بات ہے۔
کہ وید کی تمام عبارت میں قربانی کے لئے ہمیشہ لفظ یگیہ آیا ہے۔ نہ کہ بلی"
جب یہ حال ہے تو صاف واضح ہے۔ کہ ویدوں میں کہیں بھی قربانی کا نام و

نشان نہیں مستند گرنتھوں کے جتنے حوالے آپنے انسانی قربانی کے وشے میں درج
کئے تھے ہم نے سلسلہ وار سب کی تردید کر کے اصلیت بیان کر دی +
(اب ہم یہ بتلاتے ہیں کہ حیوانی قربانی بھی ویدوں میں نہیں ہے

پادری ۱۱۔ فی الحقیقت قربانی کے وقت حیوان ذبح کئے جاتے تھے۔
جیمنی جی جو یگیہ کے بارے میں سب سے بھاری سند ہیں فرماتے ہیں :
میماسا درشن صفحہ ۳۷۳
آریہ۔ ایسا ہرگز نہیں۔ آپنے کمال غلطی کی اور یہی سبب ہے۔ کہ سوتر یا ادھیا
یا پاد کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ شاید آپ کو شو بام مارگی کی بنیاد ٹیکا سے بھرم ہوا ہوگا
جو مول میماسا کے سراپا برخلاف ہے۔ کیونکہ وہاں اس کا ذرا بھی نشان نہیں غرضیکہ
میماسا میں بھی قربانی کی نشانی نہیں +

پادری ۱۱۔ منوجی ادھیا ۵ شلوک ۲۳ میں فرماتے ہیں۔ قربانیوں میں حیوان
ضرور ذبح ہونے چاہیئے +
آریہ۔ وہ اصل شلوک یہ ہے۔

बभूवुर्हि पुरोडाशा भक्ष्याणां मृग पक्षिणाम्।
पुराणेष्वपि यज्ञेषु ब्रह्म क्षत्र सवेषु च॥
म० अ० ५ श्लो० २३ ॥

ترجمہ۔ پہلے رشیوں نے کُشٹ گرنی کے سبب سے ہوں میں نہ نے کی حالت میں بھی
درو میں (زرد) وغیرہ نہ ملنے کے کارن۔ مرگ پکھیوں کے کھانے یوگ پھل پھول کو
پوشیہ یعنے ہون کی سامگری سا کر ہوں کیا ہے۔

پادری ۲۷۔ منو ایک جگہ ایک برہمچاری کو اپنے گھر واپس آنے پر گائے
کے گوشت کے استعمال کی صاف صاف اجازت دیتے ہیں (منو ادھیا ۳
شلوک ۳)
آریہ۔ یہ آپکی غلطی ہے۔ وہ شلوک یہ ہے۔

तं प्रतीतं स्वधर्मेण ब्रह्मदाय हरं पितुः।
स्रग्विणं तल्प आसीनमर्हयेत्प्रथमं गवा॥
म० अ० ३ श्लो० ३ ॥

ترجمہ۔ جو سودھرم سے یکت۔ پتا سے ودیا کا گرہن کرنے والا۔ مالا پہنے ہوئے
اور پلنگ پر بیٹھا ہوا۔ ودیا رتھی ہے۔ اسکا گوداں سے پوجا یعنی ستکار کرے

پادری ۱۲۔ رگوید کے اس سوکت سے جو ماہ سم اشو ہوشوم ہے۔ جید
(منتر ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ اشٹک ۲۔ ادھیا ۳ شلوک ۱۶۲ اور چنانچہ ۱۵
منتروں کا ارتھ کیا ہے۔)
آریہ۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان ہی ۵ منتروں کا صحیح ترجمہ ہدیہ ناظرین
کریں تاکہ حق و باطل میں تمیز ہو جائے +
نمبر (۱) رتو رتو (موسم موسم) میں یگیہ کرنے والے۔ سنگرام میں جو یگیہ ان ودوانوں
یا دب گنوں سے پرگٹ ہوئے گھوڑوں کے پراکرم کو کہیں گے اس ہمارے پراکرم
کو متر سرشٹ تیا اوہش۔ گیانا۔ ایشور جوان۔ بدھی مان۔ اور رتو لوگ
چھوڑ کر مت کہیں اور ان کے انوکول اسکی پرشنسا کریں ؛
نمبر (۲) جو نیائے سے سنچت کئے ہوئے دھن سے یکھ دھرم سمبندھی کام
کرتے ہیں۔ وے پراوپکاری ہوتے ہیں۔ اور سکھ کو پراپت ہوتے ہیں۔
نمبر (۳) جب یہ ش نے دیگ دان گھوڑے کے ساتھ مہا اتم تشٹی کا میاکی جاگ

گرہن کرتے ہیں تمام منتر میں کوئی بھی ایسا فقرہ جس کا گائے یا اس کا گوشت ترجمہ ہوسکے نہیں کسی دانا نے سچ کہا ہے ؎

دیکھ عقد ثریا لے انگور کی سوجھی　　اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی

پادری ۱۶ یجروید ادھیائے ۲۴ منتر ۲- گائیں برہسپتی کے لئے قربان کی جائیں +

آریہ - جس منتر میں برہسپتی لفظ ہے وہ ۲۷ نہیں بلکہ ۲۸ ہے - اور اصل اس منتر کا وہ فقرہ جس پر آپ کو وہم ہوا ہے یہ ہے

बृहस्पतये गवयास्त्वष्ट्र उष्ट्रान्

اس کا ترجمہ صرف یہ ہے کہ مہاتماؤں کی رکھشا کے لئے گایوں کو پراپت ہو۔

اصل میں اس منتر میں جانوروں کے سبھاؤں کا ورنن ہے - اور اس سارے ادھیائے میں یہی مضمون یعنے جانوروں کے سبھاؤں کا انپر غور کرنے کی بابت ارشاد ہے - مارنیکا کہیں نام و نشان نہیں - پس دعویٰ باطل ہے -

پادری ۱۹ - تیتریہ برہمن ۳ - صفحہ ۶۵۸ کیمیا اسمیں ذاولی قربانیاں کے عنوان میں ہمکو قربانی کی یہ ہدایت ہوئی ہے -

آریہ - صفحہ ۶۵۸ پر تو ایک لفظ بھی نہیں اور تیتریہ برہمن کے مول میں کچھ ذکر ہے مول میں صرف یہی لکھا ہے -

आग्नेयोऽष्टाकपाल पशूनुपाकरोति अ० १ वा २ ॥

البتہ مسٹر سائن اپنی ٹیکا میں صرف صفحہ ۶۵۵، ۶۵۶ پر ایسا ذکر کرتا ہے - مگر معلوم نہیں کہ وہ کسکا ارتھ کرتا ہے - پس ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں +

پادری ۲۰ - اسی براہمنا میں ایک اور رسم کا ذکر ہے جس میں ایک بڑی تعداد گائیوں اور دوسرے مویشیوں کی قربانیاں ہوتی تھیں - یعنی سترہ پانچ سالہ بے کوہان کو نوٹے سانڈ - اتنی ہی بوڑی بچھیاں کم از سہ سالہ انتخاب کی جاتی تھیں -

आ ...समहश प्र जापते ॥

آریہ - تیتریہ برہمن میں صرف یہ عبارت ہے - جس کا ارتھ یہ ہے کہ پرجاپتی کا ہی نام سپت دش ہے - کیونکہ وید میں اس کے ۱۷ استوم ہیں - زیادہ کوئی ذکر نہیں - آپ اس سے خواہ مویشی نکالیں یا انسان آپکا اختیار ہے

پادری ۲۰ - اس گھوڑے کے ساتھ جو اشومیدھ میں قربان ہوتا تھا ایکسو تیس یا اسی حیوان ذبح ہوتے تھے جن میں گھوڑے - سانڈ - گائے - بکری وغیرہ ہوتے تھے - (تیتریہ برہمن صفحہ ۶۵۱)

آریہ - یہ نمبر غلط لکھا - تیتریہ برہمن ۳ - انوواک اپر پاٹھک ۹ صفحہ ۶۵ ہے - اصل عبارت وہاں کی یہ ہے -

प्रजापतिरश्वमेधमसृजत। सोऽस्मात्सृष्टो
ऽपाक्रामत। तम्। तमष्टादशिभिरनुप्रायु-
ङ्क्त तमाप्नोत्। तमाप्त्वाष्टादशिभिरवारुन्ध। यद-
ष्टादशिन आलभ्यन्ते यमेवते राप्त्वा य
जमानोऽवरुन्धे। संवत्सरस्य वा एष प्रतिमा।
यदष्टादशिनः द्वादश मासा पञ्चर्तवः ते।
ब्रा० ३ अ० १ प्र० ८ ॥ पुरुषो वाव स ब त्सरः मे.
पष्ठ० ५ वा० ३ ॥

ترجمہ - پرجاپتی نے اشومیدھ کو اتپن کیا - وہ اس سے اتپن ہوا ہٹ گیا اس کو اشٹا دشیوں سے پھر لوٹا یا - ان کو پراپت ہوا - ان کو پراپت ہوکر اشٹا دشیوں کے ہی دوارا روکا - جو یہ اشٹا دشیاں ملتے ہیں - ان کے دوارا یگ پراپت ہوکر جماں اور روندہ ہوتا ہے - یہی سموت سر کے پرماتما ہے - جو یہ اشٹا دشیاں ہیں ۱۲ مہینے اور ۵ رتو - ایشور نے پرجا پالن کا یگیہ بنایا ہے - وہ یگیہ ایشور سے رچت ہوکر جگت میں پر دشٹ ہو رہا ہے اس لئے اس یگیہ کو کرنا ۱۸ جزو والے سال (یعنے ۱۲ ماہ اور ۶ رتوؤں) میں منشیہ کا دھرم ہے کہ پریوگ کرے جو ایسا کرتا ہے - وہ اس یگیہ کو پراپت ہوتا اور سال بھر میں رکھشا کرتا ہے جو یہ وقت گزر رہا ہے - اسی وقت کے ذریعہ یگیہ کو پراپت ہوکر جہان یگیہ کی رکھشا کرتا ہے جو یہ اٹھارہ ہیں - وہی سال کا حساب یعنے بارہ مہینے اور ۶ رتو ہے " چونکہ اس تیسرے کانڈ کے ۹ پرپاٹھک کے ۱۰ - ۱ انوواک اسی وشے پر ہیں - بنا براں مسٹر سائن بلنے اپنے من گھڑت خیال سے فی انوواک ۱۸ ملا کے ۱۸ x ۱۰ = ۱۸۰ کی تعداد پوری کرکے بخیال خود ۱۸۰ حیوان اپنے راجا کے قصابخانہ کے واسطے مقرر کر لئے - مگر دیکھئے مول تیتریہ برہمن وغیرہ میں حالانکہ غیر مستند ہی ہے - ۱۸۰ کا نام و نشان نہیں

پادری ۲۵ - حیوان قربانی بطور خوراک مستعمل ہوتے تھے - گو تیتریہ برہمن سے اس بارہ میں کچھ معلوم نہیں ہوتا - کہ انہیں (یعنی بکروں کو) کیا کیا جاتا تھا لیکن اتھروید کے گوپتھ برہمن میں ہر ایک مفصل بیان ہے +

آریہ - گو آپنے کوئی حوالہ نہیں دیا - مگر ہم نے تلاش کرکے لیجئے نادانوں کو شک ڈالنے والے الفاظ صفحہ ۵۵ پر دیکھئے - بنا براں ہم گوپتھ برہمن کا ارتھ پر کاش کرتے ہیں +

از صفحہ ۵۵ - اب ہم تبلائیں گے - کہ جیسے پشو کے جس سے کہ دودھ سینچا جاتا ہے ۳۶ انگ ہوتے ہیں - ویسے ہی جس یگیہ سے سورگ روپ آنند کا سنچن کرتا ہے - اسکے کوٹنے ۳۶ انگ ہیں - یہاں پر مقابلہ گائے کے زبان وغیرہ تمام اعضاؤں کی پرستوتا - پرتی ہرتا - ادگاتا وغیرہ یگ کرتا لوگ اس سورگی یگیہ کے انگ قرار دیئے گئے ہیں - اور دلیل یہ ہے - کہ جیسے گائے کی زبان بولنے کے کام آتی ہے - ویسے ہی اس سورگی یگیہ میں پرستوتا زبان کا کام کرتا یا قائم مقام ہے جسکا صرف ہم ہی نہیں بلکہ خود فاضل رشی کے صفحہ ۵۶ پر صاف ذکر کیا ہے - کہ جیسے ۳۶ انگوں کی گئو ہوتی ہے ویسے ہی ۳۶ انگ یگیہ کے یہ ہیں - اور ۳۶ ہی اکھشروں کا برہتی چھند ہے جس میں اکثر وید کے منتر آتے ہیں جن مقدس منتروں پر عمل کرنے سے ودوان لوگ سورگ کا یگیہ سدھ کرتے ہیں +

یہاں تک تو ہم پادری صاحب کے لکچر نمبر ۲۶ کے حوالوں کی تردید کر چکے ہیں - اب ہم مسٹر مترکی اصل کتاب کیطرف متوجہ ہوتے ہیں - وہ اپنی کتاب کا یہ باب ولسن صاحب کے ترجمہ سے شروع کرتے ہیں - وہ اپنی کتاب میں ان گرنتھوں کا حوالہ دیتے ہیں (مسگیہ دوت) - اُدتر رام چرتر - مہا بیر چرتر - چرک سنگھتا - سشرت - باقی وہ حوالے جنکی ہم تردید کر چکے ہیں - کیونکہ وہ پادری صاحب نے اپنی طرف سے پیش کئے تھے -

نمبر ا سے ۳ تک تو ارش گرنتھ نہیں ہیں - اور نہ مستند ہیں - بلکہ وہ ہیں جو بام مارگی راجاؤں کے خوش کرنے کے واسطے بطور ناٹک تصنیف ہوئے ہیں - اور

وہ اسی زمانہ کے ہیں جب سب دھرم لوپ ہو چکا تھا۔ اندھکار پھیل گیا تھا۔ پس
ایسے والے کبھی دانا آدمی کیلئے سند پذیر نہیں ہو سکتے
باقی چرک اور سشرت کے حوالے ڈاکٹر متر صاحب انڈو آرین جلد اول صفحہ
۳۶۰ میں دیتے ہیں۔ ان کے شلوکوں کی ہم نے پڑتال کی۔ معلوم پڑتا ہے کہ انہوں
نے غلطی سے ان کتابوں کا نام لکھ دیا۔ کیونکہ وہ ہر دو شلوک دونوں گرنتھوں کے ان
ادھیائوں میں نہیں (دیکھو چرک و سشرت مطبوعہ کلکتہ سٹک سرتی
بتیرالا جو پنڈت جیوانند نے طبع کرائے ہیں) مہابھارت اور رامائن کی بابت متر
صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ان میں اشارہ تو ہے لیکن مفصل ذکر یا واضح بیان اس بات
کا نہیں۔ کہ گائے کا گوشت بطور خوراک استعمال ہوتا تھا۔ (صفحہ ۳۵۹ جلد
اول انڈو آرین)
اب ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ حق و باطل کی تمیز کے واسطے کچھ تھوڑا سا اور عرض
کریں +

سوال ہوتا ہے کہ اگر درحقیقت یہہ قربانیاں نہیں ہوتی تھیں تو ساین۔ مہیدھر
متر وغیرہ لوگوں کو یہہ باتیں کہاں سے سوجھیں۔ اور کیوں انہوں نے سبد وہو کر اپنے مذہب کے
برخلاف بات تجویز کی +

اس کا جواب صاف اور واضح یہہ ہے۔ کہ ہندو مذہب کی اندرونی حالت ناگفتہ
بہ ہے۔ وہ کونسی خرابی ہے جو اس مذہب میں نہیں۔ بام مارگ اس میں
موجود ہے۔ شیوجی اور جلہری کی پوجا اس میں موجود ہے۔ خود خدا بنے ہوئے
ہزاروں ویدانتی اس میں موجود ہیں۔ اگھوری لوگ اس میں موجود ہیں۔ رادھا
سوامی اس میں موجود ہیں۔ چولی مارگ اس میں موجود ہیں۔ مسلمانوں کی
قبروں شہیدوں حتے کہ مہتروں کے آگے سیتلا کے واسطے گدھا یہہ پوجتے ہیں
سیتلا کی یہہ مہاتراج تعریف کیا کرتے ہیں کہ گدھے پر سوار۔ برہنہ بدن۔ ہاتھ
میں جاروب۔ سر پر چھاج۔ ایسی سیتلا کو ہندوؤں کا نمسکار پہنچے۔ پس ایسے مذہب
والوں سے راستی کی امید موہوم ہے۔ جھوٹھی تاویلیں کرنے میں یہ لوگ لاثانی
ہیں۔ اور علاوہ براں خود غرضی میں اپریل فول کو مات کر دیا کرتے ہیں۔ انہیں
ہندو پنڈتوں میں سے ایک نامی گرامی برہمن رام کشن کے اوتاروں پر شردھا
کرنے والا مشن میں ملازم ہو کر ہندو مذہب کی تردید اور عیسائی مذہب کی تائید کے مضمون
بنایا کرتا تھا جس کا حال پنجاب کے اکثر پڑھے لکھے آدمی جانتے ہیں۔ اسی کے
بھائی سینکڑوں اور موجود ہیں۔ اور خصوصاً نامی گرامی پنڈتوں نے تو وید کو
اپنی بدچلنی کے واسطے آڑ بنا رکھا ہے۔ تاکہ لوگ بہ بہانہ وید ان پر معترض نہ
ہوں۔ انہیں دنوں میں مورتی پوجا کا سلسلہ وید سے نکالے حالانکہ اس کا ویدوں
میں سراغ تک نہیں۔ بلکہ صریح اور واضح طور پر تردید موجود ہے۔ لیکن ابھی تک
اور شاید چند سال آیندہ تک خود غرض لوگ یہی کہتے رہینگے۔ کہ ہم وید کے رو سے
مورتی پوجا کرتے ہیں۔ اور یہی ان کی اور دیوتاؤں کا حال ہے۔ ہم پہلے ہی ایک
کتاب میں ثابت کر چکے ہیں کہ ساینا چاریہ اور مہیدھر وغیرہ لوگوں نے خود بام مارگ
میں گمراہ ہو عالم کے گمراہ کرنے میں ذرہ کسر نہیں رکھی۔ اور جہاں تک بن سکا
تاویلات لا یعنی گھڑ کے اور قصہ جات بے معنے بھر کے بام مارگ دنیا میں چلا دیا۔ اور سنسکرت
میں ہونے کے سبب کے عام پنڈت تو اعتراض کرنے سے رہے۔ جہلا ان کے پیچھے
لگ پڑے۔ اور بڑے پنڈت باستثنائے چند فضلاء کی ربانی لذتوں اور
جسمانی عیاشیوں کے پنجہ میں پھنس گئے۔ جہاں وید میں گو لفظ دیکھا گو تیا کے
لیے لئے۔ جہاں اشو لفظ دیکھا گھوڑے کی قربانی مراد لیلی۔ جہاں پرش شبد ملا انسانی
قربانی کے واسطے اگھوری لوگوں کی عزت رکھ لی۔ جہاں شنو لفظ دیکھا سنیچر کی
پوجا۔ سورج لفظ سے آفتاب پرستی۔ چندر لفظ سے مہتاب پرستی۔ شیو لفظ سے شیو
جی کی پوجا۔ وشنو لفظ سے کہہ سمندر کے رہنے والے کی پوجا۔ غرضیکہ کسی لفظ کے آنے
سے بمنشا خود پوجا لگا لی۔ گنپتی لفظ سے گنیش پسر مہادیو کا سر کاٹ کر اور ہاتھی کا لگا کر
ایک دانت توڑ کر موش پر سوار کرا کر مندر کے دروازہ پر آ بٹھایا اور تھوڑا
سا سندور لیکر اس کی پیشانی کو سرخ بھی کر دیا۔ جسے نور علیٰ نور ہو گیا۔ پس ایسے
شخصوں کے قول قدر کے لائق نہیں۔ سوائے قدیم رشی کرت آرش گرنتھوں اور
وید مقدس کے کوئی گرنتھ راستی کے مملو نہیں۔ بلکہ جھوٹھ اور فریب سے جعلسازی کر کے
ست گرنتھوں مثلاً منو بھارت میں بھی کہیں کہیں است ملا دیا۔ جس کے سبب سے
طالبان حق کو قدرے تکلیف و انگیز ہوتی ہے۔ مگر منوجی نے اس حق و باطل کی تمیز
و تحقیق کا اچھا طریقہ لکھا ہے۔ یعنی جو پستک وید کے خلاف ہو خواہ کوئی ہو وہ دھرم
پستک ماننے کے لائق نہیں۔ دلیل۔ ترک اعتراض۔ معقولیت سے ہر ایک بات
کو سوچ بچار کر قبول کرو۔ اندھا دھند پیروی کرنے سے سوائے نقصان ایمان اور
کسی بہبودی کا گمان نہیں +

ہمیں ساین یا مہیدھر۔ یا متر سے کوئی غرض نہیں اور نہ ولسن سے کوئی خاص
مطلب ہے۔ پرمیشور نے ہمیں آنکھیں دی ہیں۔ اور سنسکرت ودیا جانتے ہیں
پستک موجود ہیں۔ ہم اندھا دھند کسی کی پیروی کیوں کریں۔ جس طرح مورتی پوجا
یا بام مارگ یا دیوتا پرستی کے بارے میں ہم بہتوں مرتبہ دیکھ چکے ہیں کہ ان تینوں
صاحبوں کی رائے غلط ہے۔ اور صرف غلط ہی نہیں۔ بلکہ باطل ہے۔ وہ
وید کو اپنے پیچھے چلایا چاہتے ہیں۔ اور اپنا طبعزاد مطلب ان مقدس کتابوں
سے جن میں ان سب بے بنیاد کہاوتوں۔ یا ورچیالوں کا ایک نقطہ تک نہیں ثابت کیا
چاہتے ہیں۔ مگر رشی کرت گرنتھوں سے انہیں کوئی غرض نہیں۔ اور شاں میں
کبھی بھولے بھٹکے نگاہ ڈالتے ہیں۔ وہ ویدوں سے اپنی غرض نفسانی پوری کرنی
چاہتے ہیں۔ وہ ویدوں سے صحیح تحقیق نہیں کرتے۔ بلکہ دریافت کرتے ہیں کہ
مسیح سے کتنے برس وید پہلے آدم حوا یا نوح کے طوفان سے کتنے برس پیچھے ہوئے
انہیں برج بابل کی لاگت کا تو اسٹیمیٹ بنانے کا خیال ہے۔ مگر ستیہ بندر اتیش کی طرف
جیالوجی کی تحقیقات کرنا ناگوار گزرتا ہے +

وہ نوح کی کشتی کا طول و عرض بسر و چشم قبول کرتے ہیں۔ مگر قدیم فاضل آریوں کا
علوم الٰہیہ سے ماہر ہونا۔ رنج وہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ ان فاضل لوگوں کی قدر نہیں
کرتے اور تشمدہ گہیوں سے کیا اٹھاتے ہیں۔ بلکہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں گرہ بیٹھ
یا اتھرو وید کہاں ہے۔ تاکہ ہمیں نوٹ لکھنے میں کام آوے۔ یوگ کا ایک فقرہ نہیں
جانتے ہیں۔ اور نہ سمادھی کے کسی آسن سے انس ہے۔ بلکہ ساری عمر میں کبھی سندھیا
یا پرانایام بھی نہیں کیا۔ اس ناواقفی میں بڑے زور و شور سے یوگ کا تماشہ چھیو
رہے ہیں۔ مگر یہہ اتنا کانہ اراں ہزار دھیان دے ہے۔ کہ اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ اب
لوگ صرف سنتے ہی نہیں بلکہ پڑھتے اور دیکھتے بھی ہیں۔ تو پھر کس طرح غلطی سے
کسی کی نامعقول اور راستی اور دھرم کے برخلاف رائے مان سکتے ہیں۔ متر صاحب
نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۶۰ پر شرتی سمرتی والے شلوک کا ارتھ بالکل غلط کیا۔ وہ
شروت کا ارتھ سوتر کرتے ہیں۔ حالانکہ سرتی سے مراد ہے۔ کیونکہ اس سلوک میں
یہہ جتلایا گیا ہے۔ کہ سمرتی۔ شرتی۔ اور پورانوں میں جہاں ورودھ ہو سمرتی پوران

ترجمہ۔ سایکا وشیان بھی پشو ہی ہیں۔ کیونکہ تریشٹپ کی اینکاوش انکشر ہیں۔

نمبر (۱۱) गोर्वाङ् नाम नि घंटु अ०१ खं०११ ॥

ترجمہ۔ گو نام کلام بانی کا ہے

نمبر (۱۲) गो पृथिवी नाम नि घंटु अ०१ खं०१ ॥

ترجمہ۔ گو نام زمین کا ہے

نمبر ۱۳ गो स्तोतृ नाम नि घंटु अ०३ खं०१६

ترجمہ۔ گو نام استوتر کا ہے

نمبر ۱۴۔ मध्या यज्ञनाम नि घंटु अ०३ खं०१७ ॥

ترجمہ۔ میدھ یگیہ کا نام ہے

نمبر ۱۵۔ अन्नं हि गौः श० कां०१३ प्र०२ अ०६ कं०३-

ترجمہ ان کا بھی نام گو ہے۔ اور اسی کے متعلق لفظ گندم کا سنسکرت گودہم بھی یگیہ کے لائق ہے۔

ان تمام حوالوں سے ہر ایک ندھی مان جان سکتا ہے۔ کہ راجا نیا (عدل) دھرم سے پرجا پالن کرتا ہے۔ اور ودیا کا پڑھنا پڑھانا اور اگنی میں گھی آدی کا ہوم کرنا بھی اشومیدھ ہے اور غلہ۔ اناج کو شدھ اور پرتھوی کا انتظام اور درستی اور پوتریا کی رکھنا بھی گومیدھ ہے۔ طاقت شوکت وغیرہ بڑھانے کے واسطے یگیہ کرنا اجا میدھ ہے۔ یہہ صرف بام مارگیوں کی مہربانی ہے۔ جس سے یہہ بدچلنی اور ظلم کی رسوم قوم ہنود میں پرچلت ہو گئیں +

پیاران آریہ سماج اندھا دھند پیروی کرنے کو نہایت برا سمجھتے ہیں۔ جب ہمارے وید و شاستر اس کے مخالف ہیں۔ جب ایشور کا نیایہ اسکے مخالف ہے جب قدرتی حکم اس کے مخالف ہے۔ جسکا ہمنے بہت کچھ ثبوت دیدیا ہے۔ پس ہم لوگ کسی طرح ان کو قبول نہیں کر سکتے۔

پادری صاحب اسی لکچر کے صفحہ ۵۰ پر اس اعتراض کو بھی ٹالنا چاہتے ہیں کہ مسیح کا کفارہ انسانی عقل سے بعید اور معقولیت سے دور ہے۔ آیندہ کیواسطے آریہ لوگ اسپر اعتراض نہ کریں۔ اور خود حکمت عملی کرتے ہیں کہ تیتری ارنیا کا صفحہ ۹۱۸ کا ایک واک لکھکر اس کا یہہ ترجمہ کرتے ہیں "بڑے ہوتے تیرے اٹھوں جال جو فانی آدمی کے لئے بیٹھا ہم ان سبکا یگیہ کی بعید الفہم طاقت سے ناش کرتے ہیں"

"آج کل جب آریوں سے کفارہ مسیح کی بابت گفتگو ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ کفارہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ مقام غور ہے کہ کیونکر آئے۔ جبکہ خود وید ہی جیران کا کلی دارومدار ہے قربانی کے راز کو بعید الفہم بتلاتے ہیں۔"

ہم پادری صاحب کی کوشش پر حیران ہیں۔ کہ انہوں نے ایک جھوٹھی بات کے صحیح ثابت کرنے کے واسطے کیوں اور دو جھوٹ بولے۔ دیکھئے اول تو اس واک میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کے معنے بعید الفہم ہوں۔ بلکہ اس کے معنے زبردست طاقت کے ہیں دوم آریہ لوگ تیتری ارنیا کو رگوید نہیں مانتے ہیں پس یہہ پھیلانا یا دھوکھا دینا نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

واضح ہو کہ وہ اعتراض آریوں کا اب بدستور رہا۔ کہ مسیح کا کفارہ اور تثلیث کا مسئلہ پادری پارہ عقل کے ترازو پر سراپا ناکارہ ہے

پادری صاحب نے اپنے اس لکچر نمبر ۶ کے خاتمہ پر دعوت کی ہے۔ کہ ہم مسیح پر ایمان لائیں۔ بنابراں ہم بھی اپنے ناظرین کو بتلانا چاہتے ہیں۔ اور پادری صاحب کو بھی:

کہ اول تو مسیح گنہگار تھا۔ دیکھو رومیوں کا خط باب ۸ آیت ۳۔ اور انجیل متی باب ۱۱ آیت ۱۹) دوم موت سے ڈرتا تھا۔ (دیکھو یوحنا کی انجیل باب ۱۲ آیت ۲۷ و ۲۸ اور متی باب ۲۶۔ آیت ۳۸ سے ۴۴ تک)

سوم یہودا اسکریوطی گنہگار ہے جسنے مسیح کو پکڑوا کر کفارہ کرایا (دیکھو یوحنا کی انجیل باب ۱۹۔ آیت ۱۱)

چہارم مسیح لعنتی اور نافرمان بردار ہے۔ اور نیک نہیں ہے۔ دیکھو گلتیوں کا خط باب ۳۔ آیت ۱۲ و ۱۳۔ ایوب کی کتاب باب ۱۵۔ آیت ۱۴ و ۱۶۔ اور باب ۱۴۔ آیت ۱۔ اور باب ۴۔ آیت ۱۸۔ اور ایوب ۹۔ آیت ۲۔ اور رومیوں کا خط باب ۳۔ آیت ۲۱۔ اور ایوب کی کتاب باب ۲۵۔ آیت ۴ سے ۶ تک۔ اور زبور ۱۴۳۔ آیت ۲ و ۳۔ اور خروج باب ۳۱۔ آیت ۱۵ اور استثنا باب ۲۱ آیت ۲۳)

حضرت عیسٰے دنیا پر امن یا نیکی پھیلانے نہیں آئے۔ بلکہ خرابی و گمراہی۔ چنانچہ وہ خود بیان کرتے ہیں:۔

"یہہ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں۔ میں صلح کرانے نہیں۔ بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں" (دیکھو متی کی انجیل باب ۱۰۔ آیت ۳۴) پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ "میں زمین پر آگ لگانے آیا ہوں۔ اور میں کیا ہی چاہتا ہوں کہ آگ لگ چکی ہوتی" (لوقا کی انجیل باب ۱۲۔ ۴۹)

پس ہم یا اور کوئی پڑھا لکھا آدمی کسطرح ایسے شخص پر ایمان لا سکتا ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ پرمیشور کی مہان کرپا سے صدہا لوگ عیسائی دین سے تائب اور برگشتہ ہو کر ست آریہ دھرم پر ایمان لا رہے ہیں اور وہ دن عنقریب آنیوالا ہے۔ کہ سب گمراہ بھائی صراط المستقیم پر آجائیں۔ اور نجات ابدی پائیں +

ہم اپنی عادل گورنمنٹ کی عملداری کے بہت کچھ شکر گذار ہیں کہ جسکی برکت سے ستی۔ دختر کشی۔ بلی۔ جگناتھ کی رتھ کی خون ریزیاں۔ کالی کے کہروش۔ اور بنگال کے ہری بول وغیرہ بری اور مکروہ رسومات اور قوم کو بدنام کرنیوالے امورات حکماً بند کئے گئے۔ جس سے آریہ سماج کے مبارک مشن کو بہت کچھ تقویت ملی اور ساتھ ہی ست دھرم کی اشاعت میں اعانت ہوئی۔ ورنہ عوض موجودہ نیک کاموں اور ویدک سنسکاروں کے ہمیں ان برائیوں کے دور کرنے پر مستعد ہونا پڑتا۔ اور شاید ایک صدی کے قریب اس گورکھ دھندے میں الجھ کر آریہ سماج کی ترقی دو صدی تک پیچھے ہٹ جاتی بھولے مہادیوجی کے چیلے جس طرح اس روشن عملداری میں اپنی آمدنی کم ہو جانے کے خوف سے کانشی کروٹ بند کئے بیٹھے ہیں۔ اور اس کو زنگ کھا رہا ہے۔ کیا یہہ ست اوپدیشوں سے اتنے جلد ماننے والے تھے۔ ہرگز نہیں + کلیں پھر آپ کے ہندو جھوٹے گھمنڈ اور بناوٹی آن بان کے بہانے کیا اپنی جلد دختر کشی سے باز آنیوالے تھے۔ ہرگز نہیں +

پس جتنے یہہ مبارک کام ہوئے ہیں۔ یہہ سب اس عادل گورنمنٹ کی نیک سلطنت کی برکت ہے۔ پرمیشور اسکو اسی طرح روز بروز ست کاموں کے پرچار کی ہدایت دیتا رہے۔ تاکہ دین اور دنیا دونوں کا سدھار ہو +

چھبیسوں لکچروں کے جوابی لکچر ختم ہو گئے +

حصہ سوم

تکذیب براہین احمدیہ جلد اول

विश्वानिदेव सवितर्दुरितानि परासुव ॥ यद्भद्रंतत-सुव ॥१॥ यजुर्वेद । अध्याये ३० मंत्र ३॥

جو ہے ست وگیان مے روپ سد آنند سروپ - اننت ساہرتھ یکت اننت دیائے لیان وودیا یکت پرمیشور - آپ تمام جگت اور سب وودیاؤں کے پرکاش کرنیوالے ہو اور سا شدھ تا رپ شکت ادیا یک ہو - ہمیں برے کاموں - بری خواہشوں سے دور کرکے سکھوں سے یکت بھدر - کلیان کو پراپت کیجئے - آپکی کرپا سے سب دگنوں کا ناش ہوتا ہے - ایسی سہائتا دیجئے - کہ ہم کامل اُدیوگ سے ست کے پرکاش میں مستعد ہوں"

پرماتما نے انسان کو اس سنسار ناپائدار میں فعل مختار بنا کر آزادی کا جوہر بخشا - مگر ساتھ ہی عقل دوربین بھی عطا کی - کہ آزادگی تمہارے احاطۂ بندگی میں محدود ہے - یعنی بندگی و عبادت تمہاری کلید در مقصود ہے - انسانیت سے باہر آزادی مبداء فساد ہے - اور اصل میں وہ آزادی نہیں - بلکہ آواگون کی بنیاد ہے -

پریم دیالتا اور مہان کرپالتا سے ہدایت عام اور شانتی تمام کیواسطے اپنے گیان ہدایت نشان کو بذریعہ الہام شری اگنی - شری وایو - شری آدت - شری انگرہ جی مہاتماؤں کے سرشٹی کی آد میں پرکاشت کیا - وہی گیان موسوم بہ چار وید آج تک رہنمائے عالم ہے علیم کل کی طرف سے یہ نہایت ضروری تھا کہ انسانی حوائج کیواسطے کامل گیان ہادی عرفان کا نمایاں فرماتا - پس اُس سرب انتریامی نے اپنی لامحدود دیا کے کوش سے ہمیں مستفیض بنایا - وید مقدس کا جلوہ دکھایا -

جان لے حق کی اگر پہچان ہے — وید ہر اک درد کا درمان ہے
وید اقدس رازدان غیب ہے — بے نشاں کا محرم لاریب ہے
راستی جز وید کے ناپید ہے — وید کیا ہے مہر کا پس دید ہے
جو شتی محروم ہووے وید سے — دور ہے وہ دولت جاوید سے

ان دنوں جبکہ آفتاب وید مقدس کا ہماری غفلت کے ابر میں آگیا تھا - اور جہاز ہند ساحل مراد سے دور ہو چلا تھا - ایک بار دادھ نے بجکر پرم دیالتا کا اظہار فرمایا یعنی شری سوامی دیانند سرسوتی جیو کو مستعد بنایا جنکے جگت پرشارتھ کی بدولت ہمیں خورشید وید کی شعاعوں سے نورانی ملی - اور تھوڑے ہی دنوں میں جہاز گم گشتہ کو ساحل مراد دکھائی دیا اور اہل جہاز کو اپنے گئے دن پھر آنے کی امید ہوئی -

باعث اس تمام انقلاب کا خلاصتاً یہی ہے - کہ عرصہ سے آریہ ورت روپی جہاز کے کپتان عیش و عشرت میں پڑ کر خدمت مفوضہ کو بھول گئے تھے - اور وہ تمام ہدایتیں اور آرڈر جو ماوشاہ حقیقی سے انکو ملے تھے - خود غرضی اور لاپرواہی سے انہوں نے طمع کے رومالوں میں باندھ کر چھپا رکھا تھا جونہی سوامی جیو نے صداقت کا جھنڈا اٹھایا - اور وید مقدس کا دیا گیان سنایا - جہالت کا پھریرا تھرتھرایا - گرداب نادانی کو چکر آیا - ع

چو تشویش در افواہ دنیا فتاد — تزلزل در اقوام جہلا فتاد
ہمہ بت پرستی گرانی - بوسانی تمام — فتادند ہر یک ز بنیاد خام
بنا در دکھتاں ازاں صدق نام — بسے سایۂ بگریزد از آفتاب
ببا پنڈت و مولوی پادری — بنا حق شمات شدہ مفتری

ولیکن بہ عمد ہر کہ تف افگند — ہمانا ہماں تف بروئش فتد
نہ تنزد صداقت ز افسوں گری — چو پاک ست حق را ز باطل کافری
کسانیکہ خود شپرہ طینت اند — ز خورشید محروم در ظلمت اند
بیا اے طلبگار صدق و صفا — غذا ز آبگلزار معنی درآ
بچشم خرد وید مقدس ببین — مخمور شو از نور دنیا و دین

سبب تالیف کتاب

چونکہ آجکل ہمارا ہنگامۂ مباحثہ گرم ہے - اور برخلاف زمانہ جہالت کے اسمیں وقعت رزم و آرزم ہے - اسواسطے اکثر کتب غیر مذاہب مطالعہ میں آتی رہتی ہیں - اندنوں ایک کتاب براہین الاحمدیہ (جسکے مصنف مرزا غلام احمد صاحب ساکن قادیان ضلع گورداسپور ہیں) مطالعہ سے گذری - علاوہ دیگر ہفوات کے اُس کا مصنف دس ہزار روپیہ انعام بھی کتاب کے حق میں دینے کا اقراری ہے - اور باوجود ناداری کے دل و دماغ میں دعوے دھوم دھام کے (چیف آف قادیان یعنی رئیسی و سرداری) ہے سائل رئیس ہیکڑ دور کے ڈھول سہاونے ہوتے ہیں - اور تمام ستھرے شاہ جی کہلاتے ہیں - وہی حال ہمارے رئیس اعظم صاحب کا ہے - تمام جائداد صرف خیالی پلاؤ اور تمام ملکیت نیٹ من کا لڈو ہے - جب نقد جائداد منقولہ اور غیر منقولہ بھی موجود نہیں ہے - تو واللہ اعلم خیر الماکرین - اس اشتہار سے حضرت کا کیا مقصود ہے - سچ ہے - **ان کید قادیان عظیم**

براہین الاحمدیہ کے مصنف نے روپیہ کمانیکا ایک نرالا ڈھنگ نکالا ہے - اور عرصہ انکو سال کو کسی طرح کے مکر و فریب اور حیلہ حوالہ میں ٹالا ہے - کتاب میں کہیں پر جو دھرم والوں سے گالی گلوچ ہو رہی ہے - کسی جگہ عیسائیوں کو کوس رہے ہیں - کسی جگہ مسیح کو ناحق ابن اللہ بنا رہے ہیں - اور کسی جگہ آریوں کو برا بھلا بتا رہے ہیں - مجھے اس جگہ کسی اور سے سروکار نہیں تھا ورنہ میں کسی غیر کا مختار - ہاں آریہ دھرم کا پیروکار ہوں - اور وید ودکت دھرم کا دلدادۂ جان نثار - پس اپنا فرض سمجھتا ہوں - کہ براہین احمدیہ کو میزان انصاف میں تولوں اور اُن کا امتحان کروں - ع

خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں — تا سیہ روی شود ہر کہ در و غش باشد

اشتہار کی حقیقت کا اظہار

جلد اول میں مرزا صاحب نے ظاہری نمود بے نود بلکہ روپیہ کمانے کے سودا پڑے حرفوں میں ایک اشتہار کامل ۱۲ صفحہ پر لکھا ہے - جس سے سوائے ظاہری شیخی کے کوئی کسی طرح کا نتیجہ نہیں نکل سکتا - اشتہار کا ایسا بلند نغمہ تصدیق کرتا ہے کہ طبل تہی رار دو بانگ دور - اہل انصاف جانتے ہیں کہ ظاہری نمودوں پر مرنا صداقت کا خون کرنا ہے - ایک دانا کا قول ہے مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید - مطلب انکا اس تمام لاف و گزاف سے صرف یہی ہے کہ کسی طرح روپیہ ہاتھ آئے اور دنیا بخیر ہوجائے - مگر مرزا صاحب کو یہ خیال نہیں ہے - ع

کلید در دوزخ است آں نماز — کہ بر روئے مردم گذاری دراز

ان چال بازیوں پر خواہ کوئی جاہل مائل ہو جائے - اور حق سے ہاتھ اٹھائے مگر عقلا ان ہتھکنڈوں سے سراسر بیزار ہیں - اور دانا آن دھوکوں سے آگاہ و واقف کار - جہالت کا وہ دورہ اب نہیں رہا - علم نے آنکھیں کھولدیں - محمدی اور عیسوی معجزات قدر کے لائق نہیں رہے شعبدہ بازی ہو رہی ہے - کیونکہ اسکے شائق نہیں رہے - ع

زمانہ بساط نو آئیں نہاد — مسند آں مرغ کو خایۂ زریں نہاد

اس طرح کی حیلہ بازیوں سے قومی حمایت بیکار ہے - اور بیجا بحر طویل سے فرقی حالت دشوار ہے - کیونکہ خود حدیث ساوی ہے - ستفترق امتی علیٰ ثلثہ و سبعین فرقہ کلہم فی النار الا واحدۃ یعنی جسقدر فرقہ مومنوں کے ہیں سب دوزخ کی آگ میں جابیٹھے اور دست تاسف بسبب نامرادی کے ملینگے لیکن ایک بہشتی کہلائیگا - اور نجات پائیگا - اس پر طرفہ

ترپیہ ہے۔ کہ اہل تسنن تشیعہ کے اور اہل تشیعہ تسنن کے باہمی خاک اڑاتے ہیں اور جوش مذہبی میں آکر خون بہا رہے ہیں۔ ہر ایک اپنی ذات کو ناجی اور دوسرے کو ناری جانتا ہے۔ اور اسی قرآن سے محو بطلان میں سرگرداں ہو کر مذہب خود کو حق جانتا ہے۔ حالانکہ واللہ اعلم بالصواب سبھی ناری ہیں۔ اور پابند جہالت و خواری۔ آتش نفاق نے جل بھنکر کباب ہو رہے ہیں۔ اور دور طرہ نادانی میں حیرات و قیاس سے تیغ ابروئے گمان سے مرغ سر بریدہ ہیں۔ اور بحر وہم حیران پر دل و جان سے گرویدہ کسی نے سچ کہا ہے۔

زاہد کو کون کہتا ہے یہ حق پرست ہے حوروں پہ مر رہا ہے یہ شہوت پرست ہے

مجھے انعام عن النعاس دعام در کار ہے نہ کہ زر بندر جوا شتہار۔ کیونکہ ایسے انعام بطور مکر انعام صرف دیدہ اور دکھلانے کے ہوتے ہیں۔ نہ کہ دینے اور دلانے کے۔ اگر جواب معقول ہو تو اہل انصاف مقبول فرما دیں۔ ورنہ اختیار باقی ہے۔

عیش دنیائے دون دمے چندست زجان عیش جہان خورسند انست

گر فریبی بمکر خود عالم گو بدت خلق کایں ہنر بندست

پیر گشتی دنیا بزا شغیر حرص دل العطبان و لعب بسوگندست

ہر زمان وصل تو ہمی خواہی تا فروغ خاص رزو لبندست

موسیہ کردی الامر بلیس آخرت کان تا خداوندست

لعنت اللہ جہاں کریں گو اشید کن خدنۂ گردلت بایں چندست

بر رسولان بلاغ باشد و لس قسم و اگر راست پیوندست

مجھے طول فضول سے کام نہیں۔ اور نہ شوعرے ایسی سے کلام کشن کرنے سے مطلب ہے اور ناحق سے نفرت۔ یعنی مرزا صاحب جتنے کے دلائل کا منصفہ بحر وارتبالا کرنگا۔ اور ابطال انکا بھی استدلال قاطع بم یہو سچا دونگا۔ تاکہ وہ بیکے ویں۔ اور پیارے کے دھرم کا مقابلہ کرکے میزان انصاف میں رکھ کے قوم کے لیے عینک دور بین بنا دونگا ہو حسرا وسا کرا کر محبت کو چاد کے روبرو لاکر بعقل علدق کپند نے دکن کی عمدگی کی داد چاہونگا۔

ست خوش خواہ گستے ہیں ندر سترز و کھلا دے فریاد و

सत्यमेव जयते नानृतं

و اویلا مچادیے مگر راستی کی آخر کار فتحمندی ہوگی۔ اور ناراستی کو نہ ہندی پر مار تما حق کا بر کاش کرا اور ناحق کا ناش۔

آغاز کتاب

یہ (آریہ) ایک نیا فرقہ ہے۔ جو ہندوؤں میں پیدا ہوا ہے جو اپنی مذہبی مجلس کو آریہ سماج سے موسوم کرتے ہیں۔ سانڈوں میں سرپرست بلکہ بانی مبانی اس فرقہ کے ایک پنڈت صاحب ہیں جن کا نام دیانند ہے۔ اور اس وجہ سے ہم اس فرقہ کو نیا فرقہ کہتے ہیں۔ کہ وہ عام العمول جنکا یہ فرقہ پابند ہے۔ اور وہ تمام خیالات اور تاویلات کہ وید کی نسبت اس فرقہ نے پیدا کئے ہیں سو وہ ہیئت مجموعی کسی قدیمی ہندو مذہب میں نہیں پائے جاتے۔ اور نہ کسی وید بھاشی اور نہ کسی شاستر میں یکجائی طور پر انکا پتہ ملتا ہے۔ بلکہ منجملہ ذخیرہ متفرق خیالات کے کچھ تو پنڈت دیانند صاحب کے اپنے دل کے مخارات ہیں۔ اور کچھ ایسے بیجا تصرفات ہیں کہ کسی جگہ سے سر اور کسی جگہ سے ٹانگ لی گئی ہے۔ غرض اس قسم کی کارسازیوں سے اس فرقہ کا قالب طیار کیا گیا ہے

پوشیدہ نہ رہے کہ اعتراض کرنے سے پہلے فریق ثانی کے کتب کا مطالعہ کرنا شرط اولیٰ ہے مگر وہ معترض نے نہیں کیا۔ اور ساتھ ہی تاریخ سے بھی محض ناواقف معلوم ہوتا ہے۔ حضرت آپکو کہاں سے دریافت ہوا۔ کہ آریہ ایک نیا فرقہ ہے۔ کیا عام جہلا کے طور پر آپکو بھی حق سے کنارہ کرنا ضروری تھا۔ کوئی پنڈت وید خواں آریہ مذہب کو ... فر

نہیں کہتا۔ بلکہ اہل جہان متفق البیان ہیں۔ کہ آریہ دھرم سب سے قدیم اور سرچشمہ یعنی اتم ہے اسکے تمام اصول قدیم رشیوں اور منیوں کے دلائل منقول و معقول سے حصول ہیں وید مقدس جو ام الکتاب ہے۔ آریہ دھرم انہی کا خلاصہ ہے۔ آریوں کے تمام اصولات وید سے مشہور ہیں اور بذریعہ عالمگیر ہدایتوں کے مشرح موجود۔

اب یہاں پر ثابت کرنا واجب ہے کہ آریہ دھرم در حقیقت نیا فرقہ ہے یا نہیں۔ اور بعد قدیم ہے یا جدید۔ اول خود وید مقدس کی بابت غور فرمائیے۔ کہ قرآن انجیل وزبور۔ توریت اور وید میں سے کون نئی پستک ہے۔ اور کون قدیم۔ کس میں گیان کی تعلیم اور تفہیم ہے۔ اور کس میں قصہ جات و فسانہ جات کی تقسیم و ترمیم۔ نوشیروان بادشاہ کے وقت عرب میں آپکے پیغمبر صاحب پیدا ہوئے۔ جنکا نام محمد ہے۔ اور جب دنیا کے تجربات کرتے اور تجارت کے سود و زیاں میں نفع و نقصان بھرتے انکی عمر ۴۰ سال کی ہوئی۔ تب قدیم بت پرستی سے دل گھبرایا۔ اور اسی گھبراہٹ میں قرآن کا دھیان آیا۔ جسکو آجکل عرصہ ۱۳۰۰ سال کا منقضی ہوتا ہے گویا ۱۳۰۰ سال سے دین محمدی اور قرآن جسکی صداقت پر آپکو ناز ہم و گمان ہے ۱۸۸۲ سال سے انجیل ہے جو مسیح کی ہدایت پر دلیل ہے گویا ۱۸۸۲ سال سے مذہب عیسوی کی بنیاد ہے۔ جو آپکے دین سے ۵۸۲ سال از دیاد ہے۔ داؤد نے پہلے زبور مفقود تھی۔ اور موسے سے آگے توریت معبود و نیز زردشت موسے سے پہلے خدا کا رسول تھا۔ اور بقول پارسیوں کے مقرب بارگاہ و مقبول جسکی نبوت کا اکثر علمائے محمدیہ بھی اقرار کرتے ہیں۔ اور اسکی صداقت و حقانیت و معجزات کا بشرح اظہار۔ فاضل شہرزوری۔ علامہ شیرازی و علامہ دوانی و میر جلال الدین وغیرہ اُن سے مشہور ہیں۔ اور انکی تصنیفات میں شہادتیں مذکور ہیں سو سال سے پہلے موسے کا نشان نہ تھا اور عرصہ ... سال سے زردشت کے تنہا دستہا کا ذکر دیا۔ راجہ یدھشٹر کا سال جلوس ۴۹۸۰ سال سے پرکاش مان ہے۔ اور غیاث اللغات کی ردیف (ف) سے سیاہ رنگ کی ہدایت کا نشان ہے۔ ہدا انکہ سپتر و ہندیا سمت راجہ یدھشٹر رواج داشت۔ راجہ مذکور نزد ایشاں در آغاز کلجگ حال بودہ و تمام جہاں رابر گشادہ تا ایں زماں از سنت ایالت (یعنی جلوس و تخت نشینی) او چہار ہزار و نہصد و ہشت سال گذشتہ آجتک جنتریوں میں بھی وہ منظور ہوتا ہے جس سے ہماری صداقت و قدامت کا ظہور ہوتا ہے۔ بلکہ طوفان نوح و جلوس یدھشٹر کا ایک ہی سال ہے جس سے اہل تعصب کا دل سراپا پر ملال ہے۔ اور اسی ردیف ف سے بھی ہمارے اس دعوے کا اثبات ہے۔ جو جانب مخالف کیواسطے چاروں طرف سے آفات ہے "تاریخ طوفان سر آغاز از حادثہ طوفان گیرند سال شمسی حقیقی و ماہ قمری ابتدائے سال از حمل گیرند۔ تا ایں سال چہار ہزار و نہصد و بست و ہشت سال گذشتہ"

صحیفہ آسمانی پارسیاں یعنی ژند و استا میں ہزروبست پیغمبر بتلاتا ہے کہ یہی حکم جو ہیں انکو بتلاتے ہیں۔ یزدان یعنی خدا نے سب سے پہلے وید میں نازل فرمائے ہیں اور اب آپکے واسطے مجھ کو پہونچائے ہیں تاکہ میں تم کو سناؤں۔ اور یاد داشت پر لاؤں اسی استاد ژند کے آخری دساتیر میں تحریر ہے کہ بیاس نام برہمن ہندوستان سے آیا اور زردشت سے مباحثہ کر کے چند باتوں کو دریافت فرمایا۔ بلکہ پیروان پارسیاں نے زرد کو بیاس جی کے جواب کا قائل نہ تھا مگر بیاس کی بابت ارشاد فرمایا۔ کہ برہمنے بیاس نام از ہند آید بس داناکہ بزمین ہند کس چنانست در دل دارد کہ گشت ار تو پرسد کہ یزداں چرا گیہ و کردہ گر نزد یک ہست و ہستی گرد گان یعنی آریہ موتعالیٰ کہ بر ہمہ چیز قادر است عقول را پیدا و نا بود وجودات گردانید و خود بتوسط دیگر از ہر چیز آفرید بگو اور اگر یزداں کنندہ و سازندہ ہمہ چیز بات بایں در درویدہ ہستی رفرشتہ سالار و سروشید و دیگر یا آفرار سے قدسیان ہست و دیگراں را افراز ہاست یعنی واسطہ ہست" غرضیکہ یہ بات ہر طرح۔ کیا ملحاظ تواریخ کیا

بیر کسی طرح جائز نہیں۔
لہذا ثابت ہوا کہ روحیں انادی ہیں۔ نیستی سے ہستی میں نہیں آئیں۔ اور یہی ثابت کرنا ہمارا کام تھا

۴۔ دعوےٰ۔ روحیں ابدی ہیں اس واسطے ازلی یا انادی بھی ہیں۔

دلیل یہ ہے۔ ابدی ہونا مسلم فریقین ہے۔ اسواسطے اسکی تشریح کی ضرورت نہیں۔ ابدی کے معنے وہ زمانہ جسکی انتہا نہ ہو۔ اب مقام غور ہے۔ کہ ابدی روحیں کیوں ابدی ہیں۔ وہ ظاہر ہیں کہ (۱) وہ مرکب نہیں تاکہ ترکیب پذیر ہوویں۔ (۲) وہ چیتن اور لطیف جوہر ہیں اسیواسطے وہ مردہ نہیں ہو سکتے۔ علی ہذا۔ اب ہیں وجوہات کو اگر منقلب کریں تو ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدا کا صرف پیدائش کی غرض سے ہے ورنہ جسکی پیدائش نہیں اسکی ابتدا نہیں۔ روحیں ترکیب پذیر اور منقسم ہونیوالی چیز ہیں۔ پھر انکی پیدائش کسطرح ہوئی کیونکہ ہر چیز ترکیب پذیر کا انحلال لازمی۔ وجود بعد العدم کا نام حادث ہے۔ مگر جبکہ روحوں پر عدم نہیں [illegible] لازم نہیں ہوتا کیونکہ بحکم علوم متعارفہ ۱۱ کے ناممکن ہے۔ جیسا کہ ایک کنارہ کا دریا ناممکن ہے۔ اور جسطرح آفتاب ناممکن ہیں اندھیرا ناممکن ہے ویسے ہی ابدی کا حادث ہونا ناممکن ہے۔ کیونکہ بحکم عدم [illegible] یہ اجتماع ضدین باطل ہے لہذا ثابت ہوا کہ روحیں انادی ہیں اور یہی مطلوب تھا

۵۔ دعویٰ۔ روحوں میں فنا یا موت نہیں اس واسطے روحیں خدا کے قبضہ قدرت میں ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہینگی۔

دلیل یہ ہے۔ کہ موت نام روح اور جسم کی جدائی کا ہے۔ ورنہ موت اور کوئی چیز نہیں اور روحوں کے واسطے بالذات موت نہیں۔ کیونکہ وہ باقی ہیں اور نہ روحوں میں کوئی ایسا مادہ ہے۔ جو کبھی شامل ہوا ہو یا کبھی اُس سے اخراج پذیر ہو اسواسطے کہ وہ جاندار نہیں۔ پس بحکم (۲) علوم متعارفہ کے اُس سے روحانیت بر آمد بھی نہیں ہو سکتی۔ علاوہ بریں خود چیتن کی ایکتا یعنے وحدت الوجودی ناممکن ہے اور یہ بموجب حکم ۲ علوم متعارفہ باطل ہے۔ لہذا روح کے بالذات چیتن اور مرگ سے مبرا ہونے اور فنا کے آزاد ہونیکے سبب سے اسکی انتہا نہیں۔ اسی واسطے ہمارا ثابت ہے کہ روح انادی ہے اور یہی ثابت کرنا ہمارا فرض تھا۔

اب مادہ یعنے [illegible] کے انادی ہونے پر چند دلائل بھی ارقام کرتا ہوں۔ گذارش ہے کہ مرزا صاحب انکو بھی غور سے مطالعہ میں لاویں اور حق و باطل میں تمیز فرماویں۔

(۱) چونکہ خدا غیر مادی ہے اسواسطے مادی دنیا کا اُس سے نکلنا نہیں ہو سکتا کیونکہ کسی چیز سے وہی چیز نکلتی ہے جو پہلے اُسکے اندر موجود ہو۔ اور جو موجود نہ ہو وہ کسی طرح نہیں نکل سکتی بحکم علوم متعارفہ (۲) اسواسطے مادہ انادی ہے۔

(۲) دنیا صرف قدرت سے نہ بن سکتی ہے۔ کیونکہ قدرت قادر کی ایک صفت ہے اور کوئی صفت اپنے موصوف سے علیحدہ نہیں ہو سکتی۔ بحکم ۵ علوم متعارفہ (حکم تغیر محکوم عمل پذیر ہو اور حاکم نازی ہے۔ اور حکم صرف مبتدء ہے۔ بلکہ کا شبہ ہے لہذا ناممکن ہے بلکہ مادہ سے پس مادہ انادی ہے۔

(۳) پدارتھ ودیا یعنے علم سائنس کا پہلا اصول ہے کہ کوئی چیز نیستی سے ہستی میں نہیں آتی
नासतो विद्यते भावो नाभावो विद्यते सतः
گر ہستی سے یعنے جو نہیں ہے اس کا کسی طرح بھاو یعنی پرکاش نہیں ہوتا۔ اور جو ہے اسی کا بھاو پرکاش ہوتا ہے۔ ہستی سے ہستی ہوتی ہے۔ اسکے برخلاف ہستی سے نیستی یا نیستی سے ہستی کبھی نہیں ہو سکتی اسیواسطے مادہ انادی ہے۔

(۴) جسوقت بیان کیا جاتا ہے کہ دنیا کے پیدا کرنیوالا خدا ہے۔ تو اول الصور سوال ہوتا ہے کہ کہاں سے اور کس چیز سے۔ محمدی لوگ اس کا جواب دیتے ہیں۔ کہ عدم سے مادہ قدرت خود سے بنایا۔ اس پر جب یہ سوال ہے کہ عدم محض سے عدم محض کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔ اور عدم یہ جو قدرت ہے۔ وہ خود عدم محض کا حکم رکھتی ہے۔ تو جواب یہ ملتا ہے کہ اپنے سے بنایا۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے۔ کہ اپنے سے بغیر اپنے کوئی چیز نہیں نکلتی۔ پس جو اپنے میں سے جو وہ اپنا حصہ ہے جس سے دنیا خدا کا ٹکڑا یا کوئی ٹکڑا معلوم ہوتی ہے۔ بطور شئے نمونہ از خروارے حسب دنیا خدا کا ٹکڑا ہے اور بیجان ہے۔ پس جو چیز جزو میں ہے وہی کل میں ہوگی بحکم ۴ علوم متعارفہ) چونکہ یہ مادی اور بیجان ثابت ہے لہٰذا بلحاظ اس خدا بھی جڑ تسلیم ہوتا ہے بجز روحانی۔ جلالی اور زندہ اور عالم کل۔ مگر یہ مسلم ہے کہ خدا زندہ اور جلال والا اور عالم کل ہے۔ پس دنیا اُس سے نہیں کٹی اور یہ اسکا ٹکڑا ہے۔ بلکہ مادہ سے بنی ہے۔ اور مادہ خدا کے قبضہ قدرت میں انادی زمانہ سے موجود ہے۔ قدرت اور علم اور ارادہ قدیم سے بموجب قاعدہ قدیم کے خدا اسکا بنانیوالا ہے۔ کیونکہ کوئی ذرہ (چیز) خود بخود نہ بن سکتی ہے اور نہ نا سکتی ہے۔ روح چیتن اور زندہ اور غیر مرکب ہے۔

नैनं छिंदंति शस्त्राणि नैनं दहति पावकः न चैनं क्लेदयंत्यापो न शोषयति मारुतः ॥

ترجمہ شستر یعنے اسلحہ اسکو کاٹ نہیں سکتے۔ آگ اسکو جلا نہیں سکتی۔ پانی اسکو بھگو نہیں سکتا اور ہوا اسکو خشک نہیں کر سکتی۔ کیونکہ وہ مفرد لطیف اور زندہ ہے جسے باصطلاح حکماء بسیط کہتے ہیں یہی انادی روحیں انادی زمانہ سے پرماتما کی مالکیت اور قبضہ قدرت اور محکومیت اور معبودیت میں موجود ہیں۔ انکے کرموں کے انوسار پرماتما نے اننت شکتی مان اور نیائکاری ہونے سے مختلف اجسام کو مادہ سے خلقت کر کے جزا و سزا دیتا ہے۔ ہاں روحیں اور مادہ سب چیزوں کے جاننے کا علم اُس عالم الکل کے گیان میں قدیم اور انادی زمانہ سے موجود ہے اور ایشور کے قبضہ و قدرت و محکومیت و معبودیت میں انادی زمانہ سے یہ روحیں اور مادہ ہے۔ کوئی وقت ایسا نہیں تھا اور نہ ہے اور نہ ہوگا۔ جو یہ اُسکے قبضہ اور قدرت اور معبودیت اور ملکیت سے باہر ہوں یا نہ ہوں۔ پس عدم سے وجود میں آنا ۵

خود غلط املا غلط انشا غلط
ہست ایں مضمون زسر تا پا غلط

اب ناظرین پر یہ امر ہویدا کرتا ہوں کہ قرآن نے روح کی بات کونسی نئی تعلیم فرمائی ہے سورۃ بنی اسرائیل یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی یعنی "اے محمد اگر تجھ سے روح کی بابت سوال کریں تو مجمل جواب کر خدا کا حکم یا حکمت" اس سے بھی ثابت ہے کہ روح انادی ہے مگر سمجھنا آسان نہیں تھا۔ اسواسطے خلقت کو حیرانی میں ڈالا صریحاً ثابت ہے کہ جب سے حاکم ہے تب سے حکم ہے۔ کیونکہ خدا کے قدیم کا حکم و علم و ارادہ قدیم ہے اور جب سے حکیم ہے تب سے حکمت ہے بلکہ باہم لازم و ملزوم ہیں۔ مگر اے مرزا صاحب آپ اس معاملے میں کیا [illegible] جرات کرتے ہیں۔ اور کس طرح سمجھ سکتے ہیں۔ جبکہ خود قرآن ہی اس معاملہ میں کم زانو ہے سورۃ بنی اسرائیل وما اوتیتم من العلم الا قلیلا یعنے نہیں علم دیا گیا تمکو مگر تھوڑا زیادہ اعتراض مت کرو اور مت پوچھو۔ یہ تو اسی کی مثال ہے ایک نہیں اور سو سکھ۔ یعنی ایک نفی و انکار اور صدہا آرام مفسر تفسیر حسینی کہتا ہے کہ "علم روح مخصوص است بخدا تعالیٰ و غیرہ سبحانہ تعالیٰ کے مدود نا نیست" در حقیقت یہ وہی امر تھا جسکا سوال اہل مکہ نے یہود کے سکھلانے سے حضرت محمد سے پوچھا تھا واسطے اُنکے آزمانے کے اور حضرت نے وعدہ کیا کہ کل بتاؤنگا۔ بعد اسکے اٹھارہ روز تک جبرئیل یا عارین چپکے سوچتے رہے۔ مگر کوئی جواب نہ بن سکا۔ آخر الامر لاچار ہو کر یہ ترکیب تراشی کہ تم کو علم نہیں دیا گیا زیادہ اعتراض مت کرو۔ اور مت پوچھو۔ دیکھو حاشیہ قرآن صفحہ ۲۹۸ ترجمہ عبد القادر صاحب دہلوی مولفہ ۱۲۰۵ ہجری۔

اے ناظرین کیا یہی جواب ہے کیا اسی دعوے کا خدا کی طرف سے خطاب ہے۔ مرزا صاحب جب قرآن واضح البیان ہے تو براہین احمدیہ کی کونسی حقیقت و شان ہے۔ جو اسکے قصوں

بانگی۔ قوات کے ہم کرایا اور کچھ مطابق محاورہ عرب کے قافیہ لاکر اپنے سفری خیالات کو بھی
ساتھ ملایا۔ گویا اسی طرح کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا۔ بھان متی نے کنبہ جوڑا۔ ذرا غور سے دیکھو
اور انصاف سے بیان کرو کہ اعتراض کس بیہودہ حال ہے۔ کس کا قالب کارسازیوں سے تیار کیا
گیا۔ اور کون کتاب الہام ذوالجلال ہے کون مذہب ذخیرہ متفرق خیالات کا ہے۔ اور کون
پر اتما کی بھلائیاں سکھایا ہے۔

اب ہر ایک دانا با انصاف بیدھان سکتا ہے کہ ان قصہ جات کے مجتمع کرنے کیواسطے
کون سے الہام کی ضرورت ہے۔ اور کس نئی بات کا اُن کتابوں سے بڑھکر قرآن میں اظہار
ہے۔ اگر کوئی بات ایسی ہے جو اُن کتابوں میں بے نشان ہے۔ اور قرآن اس بارہ میں
فصیح البیان بلکہ رطب اللسان ہے۔ تو جسطرح ہوسکے ضرور دکھلاویں۔ اور اپنے قرآن کی
شان کو بڑھا دیتا۔ ورنہ تواریخی طور پر بھی قرآن قابل اعتبار نہیں چہ جائیکہ الہامی قرار دیا جاوے۔

قولہٗ اور پہلا اصول اس فرقہ کا یہی ہے۔ جو پرمیشور روحوں اور اجسام کا خالق نہیں بلکہ
یہ سب چیزیں پرمیشور کیطرح قدیم اور اناادی اور اپنے وجود کے آپ ہی پرمیشور ہیں۔"

اقول۔ آریہ سماج کا پہلا اصول یہ نہیں ہے۔ بلکہ کوئی شخص جو آریہ سماج سے ذرہ
بھی واقفیت رکھتا ہے۔ آپکی ضرور تکذیب کریگا۔ اور آریہ سماج کے اصول دیکھنے سے آپکو
خود ہی شرمندہ ہونا پڑیگا کہ آپکے اعتراضوں کی خدا کے فضل سے بسم اللہ ہی غلط ہوئی۔ سچ ہے
دھوکہ دینا اسی کا نام ہے۔ اور فریب بازی آپ پر اختتام ہے۔ آریہ سماج کا اصول نمبر ا ہے۔
"سب ست ودیا اور ودیا سے جو پدارتھ جانے جاتے ہیں۔ اُن سب کا آدی مول پرمیشور ہے" اگر سہ

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن   آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

آریہ سماج کا ویدوکت ریت سے یہ نشچا ہے۔ کہ ایشر سدا سے سرشٹی رچتا۔ پالن کرتا۔ اور پرلے
کرتا ہے۔ اور اسی طرح کرتا رہیگا۔ کیونکہ اُسکے گن۔ کرم۔ سبھاو اناادی ہیں۔
رگوید میں حکم ہے
सूर्याचन्द्रमसौ धाता यथापूर्वमकल्पयत्
दिवञ्च पृथिवीञ्चान्तरिक्षमथो स्वः॥

"پرمیشور جیسے پورو کلپ میں سوریہ۔ چندر۔ دیوت۔ پرتھوی۔ انترکش آدی کو بناتا ہوا
ہی اب بنائے ہیں۔ اور آگے بھی ویسے ہی بناویگا۔ پرمیشور کے اناادی ہونے سے اناادی کال سے
تمام جگت کو بنانا بھی ضروری ہے۔ گن۔ کرم۔ سبھاو کے اناادی ہونے سے" یہ بھی معلوم ہوا
کا حکم ہے کہ پرماتما اناادی زمانہ سے جگت کا کرتا ہے۔ اور چھاندوگ اپنشد وغیرہ میں سرشٹی کی
پیدائش کے بارے میں ہیں۔ کہ پرمیشور ہمیشہ سے اُسے پیدا کرتا۔ دھارن کرتا اور ناش
یعنی پرلے کرتا چلا آیا ہے اور اسیطرح کرتا رہیگا۔ کیونکہ وہ ہمیشہ سے موصوف بصفات مذکورہ ہے
اور اسی کو آریہ لوگ مانتے ہیں۔ مگر محمدی لوگوں کی طرح اُسکو ۶ ہزار سال سے خالق۔ رازق۔
و مالک و رحیم و عادل و قادر مطلق نہیں مانتے۔ اور نہ اُن سالوں سے پہلے اسکو معزول و بیکار
جانتے ہیں۔ کیونکہ یہ عقیدہ سراسر بیہودہ ہے اور اُسکا ماننے والا امید حاجت کا مہی ہوتا ہے
اس جگہ ضروری معلوم ہوا کہ روح کے اناادی ہونے پر چند دلایل ارقام کی جاویں دھوکھلا

۱۔ جو چیز جہاں ہوتی ہے۔ وہیں وہاں سے برآمد ہوتی ہے۔
۲۔ جو چیز جہاں نہیں ہوتی۔ وہ وہاں سے برآمد بھی نہیں ہوتی۔
۳۔ جو کل میں ہوتا ہے وہی اُس کی جزو میں بھی ہوتا ہے۔
۴۔ جو کل میں نہیں ہوتا ہے وہ جزو میں بھی ناممکن ہے۔
۵۔ اگر کسی مقدار معین کے برابر چند کئے جاویں تو وہ سب آپس میں برابر ہونگے۔
۶۔ اگر کسی وزن یا پیمانہ مقررہ سے کئی چیزیں یکساں تولی جاویں تو وہ سب
وزن میں برابر ہونگی۔
۷۔ اجتماع ضدین باطل ہے۔
۸۔ قدیم چیز کی سب ذاتی صفات قدیم ہوتی ہیں۔
۹۔ صفت موصوف سے جدا نہیں ہوسکتی۔
۱۰۔ علم معلومات کے بغیر نہیں ہوسکتا۔
۱۱۔ جو پیدا نہیں ہوا ہے وہ نہیں مریگا۔ اور جو پیدا ہوا ہے وہی مریگا۔

۱۔ **دعوےٰ** پرمیشور قدیم ہے اور اس کی سب صفات اور علم اور ارادہ قدیم ہیں۔ اسواسطے
اگر روحیں اناادی نہ مانی جاویں۔ تو خدا کی صفات زائل ہوتی ہیں۔

اس پر **دلیل** یہ ہے چونکہ یہ امر مسلم فریقین ہے کہ پرمیشور اور اُسکی سب صفات
اور علم اور ارادہ قدیم ہیں۔ اسواسطے اس پر بحث کی ضرورت نہیں۔ اور اگر بتایم زمانا
حادث تو حادث ماننا پڑیگا پرمیشور جو مالکیت و رازقیت۔ عالمیت۔ و عادلیت و رحم
و کرم وغیرہ صفات سے موصوف ہے۔ کیا یہ سب صفات اُسکی جدید و حادث ہیں۔ کیونکہ
اگر روحیں قدیم نہیں تو سب صفات خدا تعالےٰ کی بھی قدیم نہ رہینگی جو بموجب (۸ و ۹
و ۱۰ علوم متعارفہ کے ناممکن ہے اسی واسطے **روحیں** قدیم اور اناادی ہیں۔ اور
اناادی پرماتما کی اناادی قدرت کے قبضہ میں موجود ہیں۔ حادث نہیں۔ بموجب (علوم متعارفہ ۱۱)

۲۔ **دعوےٰ۔** روحیں مجرد اور غیر مرکب چیتن ہیں۔ اسواسطے اُنکی پیدائش نہیں ہوسکتی۔

دلیل۔ پیدائش دو طرح ہوتی ہے۔ ایک اپنے آپ سے دوسری کسی غیر کے ملنے سے
آپ سے پیدائش بھی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک یقینی دوسری وہمی۔ یقینی جیسے کوئی اپنا جسم
کا ٹکڑا یا جدا کرکے بنائی جاوے۔ وہمی جیسے اندھیری رات تنہائی میں کھوپڑی بھوت
یا چڑیلیں کے غلط خیال ہوتے ہیں۔ اگر بالفرض یہ مانا جاوے کہ خدا نے روح کو پیدا کیا
تو پہلا سوال ہوتا ہے کیوں؟ اور کس چیز سے؟ اور کب؟ اگر یہ جواب دیا جاوے
کہ اپنی قدرت کے اظہار کرنے کے واسطے اپنے جسم سے کوئی ٹکڑا کاٹ کر جدا بنایا
یا جب سے خدا ہے تب سے بنایا۔ تو یہ اعتراض آتا ہے۔ کہ کیا خدا پر اس سے پہلے اسکی
قدرت پوشیدہ تھی یا ظاہر۔ صورت اوّل غلط۔ صورت ثانی فعل عبث ہے۔ اپنے جسم کا
ٹکڑا کاٹ کر روحیں بنانا ازانجا کہ ہر بار برآمد کا نقصہ ہوجاتا ہے اور بموجب (علوم متعارفہ
کے ہر ایک روح خدا ٹھہر جاتا ہے۔ جو خلاف عقل مذہب فریقین ہونے سے باطل ہے علاوہ ازیں
اس طرف کمی آجاتی ہے۔ اور آمدنی نہ ہونے سے خدا منقسم ہوجاتا ہے۔ اور یہ کہ جب
چاہا بنا لیا۔ یا جب سے خدا ہے تب سے بنایا۔ دونو شقوق باطل ہیں کیونکہ چاہنا بغیر
خواہش کے نہیں ہوتا۔ اور خواہش ارادت (غیر میسر) کی ہوتی ہے جس سے خدا کا محتاج
و کمزور ثابت ہوتا ہے جو بموجب مذہب فریقین کے باطل ہے۔ جب سے خدا ہے تب سے
بنایا۔ یہ اناادیت کو ثابت کرتا ہے مگر بنانا کی تردید۔ کیونکہ تقدم و تاخر صانع و مصنوع میں
ضروری ہے۔ اسواسطے بنانا ثابت نہیں ہوتا بموجب (علوم متعارفہ) کے کیونکہ علم و معلوم
و عالم لازم ملزوم ہیں۔ اور بموجب (علوم متعارفہ ۹) کے صفت موصوف سے جدا نہیں ہوسکتی
اور نہ بموجب (علوم متعارفہ ۱۰) کے معلومات کے بغیر علم ہوسکتا ہے۔ اسواسطے ثابت ہوا کہ
روحیں **اناادی** ہیں اور اُنکی پیدائش نہیں ہوسکتی ہے۔ اور یہی مطلوب تھا۔

۳۔ **دعوےٰ** نیستی سے ہستی نہیں ہوسکتی۔ اور نہ ہستی سے نیستی ہوسکتی ہے۔
اسواسطے روحیں "اناادی" ہیں

دلیل۔ نیستی کے معنی یہ ہیں کہ "جو کچھ نہیں" اور ہستی کے معنے یہ ہیں۔ کہ جو کچھ ہے
اگر ارواح نہیں تھیں۔ تو وہ ہرگز کہیں بھی نہ ہونگے۔ اور بموجب (علوم متعارفہ نمبر ۲) کے وہ
اس عدم خانہ سے برآمد بھی نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ بموجب حکم (علوم متعارفہ ۱) کے جو چیز
جہاں ہوتی ہے۔ وہیں وہاں سے برآمد ہوتی ہے۔ چونکہ روحیں اب موجود ہیں اسلئے
پھر بھی ثابت ہوتا ہے کہ روحیں پہلے بھی کہیں نہ کہیں تھیں۔ اور وہ یہ بھی نہ ہو نہیں۔ اور عدم اُن

ہے جب کفر کا کرنیوالا کافر ٹھہرا پھر کفر کا حکم دینے والا یا کفر کرانیوالا کافر و مشرک کیوں نہیں ؎

ببیں و انائی بانئی اسلام — عبث الزام شیطان بر خدا نیست
بقول غالب ادست شیطاں — خداوند گا انش را کند نیست

اے مومنو! یہ سخت حیرت کا مقام ہے اور قابل الزام کلام۔ کہ خداوند پاک کفر کا حکم دیوے اور جو اُسکے کفر کا حکم نہ مانے اُسے ملعون ٹھہراوے اور لعنتی گرداوے۔ چونکہ وہ پرمیشور ان الزامات و توہمات و شرکات سے منزہ ہے اسواسطے خرد خردہ میں فتوے دیتی ہے کہ یہ حکم اُس کا نہیں ہے۔ اور نہ شیطان کوئی فرشتہ یا مورکیطرف سے کہیں ہے چوری کرنیوالے کا نام چور ہے اور کشتی کھیلنے والیکا نام شہزور ہے۔ جو چوری سے تارک وہ نیکوکار ہے اور زانی کا نام بدکار ہے چنانچہ اسکی تائید ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں ؎

ہنسی آتی ہے مجھے بس حضرت انسان پر
فعل بد تو خود کرے لعنت کرے شیطان پر

کتاب وقائع نعمت خان عالی جسکا مصنف ایک عالی طبع مسلمان ہے وہ بھی ہماری تائید میں گوہر فشاں ہے۔

حکایت

شیخ در خواب دید شیطان را — رہزن دین و دزد ایماں را
از صفا بسکہ دل چو آئینہ ساخت — آں لعین را ہمیں کہ دید شناخت
بملامت عتاب پیش گرفت — بر سر ش زد یکی و ریش گرفت
کہ چرا میکنی تو اے مردود — شدہ از درگہ خدا مطرود
ایکہ گمراہ کردہ مردم را — طوق اضلال حلقہ دم را
ایں ہمہ طاعت و رکوع و سجود — بہر اغوائے خلق و مردم بود
ہم دیگر چو شیخ برد بکار — شد از اں ضرب و سب خود بیدار
چوں تر شیخ در خواب شیریں جست — دید ریش خودش بدست خود است
جنگ ما و بو نفس آمد باد — خندہ بر دور لیش خود سر داد
گر نہ کشف است چیست ایں حیر — ہر کہ شک آورد شود کافر

درحقیقت یہ بات درست ہے کہ "نفس و شیطان ہر دو یک تن بودہ اند" اگر اہل انصاف ہے اس مقام پر میری ایک گذارش ہے۔ کہ دو آدمی یار غمگسار ہیں۔ جن میں سے ایک مجرد اور ایک عیالدار ہو۔ بترغیب اپنے مجرد دوست کے اگر عیالدار بدچہ خود کو ہمبستر ہمبستری کا حکم دیوے۔ تو عورت (بشرطیکہ پاک دامن اور حیادار ہو) کو ان دو امروں سے کیا کرنا بہتر اور واجب ہے۔ اول کیا بموجب فرمانے اپنے بیجا خاوند کے اُسکے یار کے پاس چلی جاوے اور ہمبستر ہووے یا اُس سے کہے کہ اے کم عقل بیحیا پاگل ہی مت کر اور ایسا حکم ناجائز مت دے بلکہ ایسے حکم تعمیل کی اُمید مجھ سے مت رکھ۔ تیری بات سر بسر بُری ہے ورنہ میرا گلا اور چھری ہے کسی اہل حیا اور دانشمند سے امید نہیں ہے۔ کہ امر اول کی تاکید کرے بلکہ عوام الناس سے بھی دریافت کیا جاوے تو یہی جواب جواب لیگا۔ اگر اُسکو اس حکم کے نہ ماننے سے قتل کردیوے علیحدہ کردیوے چھوڑ دیوے تو بھی یہ امر قابل پذیرائی ہے۔ کسی طرح منظور نہ کرے یہ جا کر لعنت ملامت۔ بقول حضرت سعدی صاحب کے۔

سرکار بعشق حرم و دیر مکن — در کوچۂ فسق چو گمراہاں سیر مکن
گر صدق ثبوت رہبری شیطاں آمد — یک قطرہ گریں رسیدہ با غیر مکن

اب ایک صریح کفر کا اثبات کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تمام **محمدیوں** کا عقیدہ ہے کہ **خدا** اسے خیر اور **شیطان** سے سر آفریدہ ہے یعنی خیر کا خالق **رحمان** اور شر کا خالق **شیطان** ہے۔ دیکھئے **سورۃ مائدہ** میں لکھا ہے۔

انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ فھل انتم منتھون۔ سوائے اسکے نہیں ہے کہ چاہتا ہے شیطان حور میان تمہارے ڈالنے دشمنی اور ناخوشی بسبب شراب اور قمار بازی کے اور ہٹا رکھے تمکو خدا کی یاد اور نماز سے۔ پس تحقیق تم اُسوقت تم ہٹ جاؤ **سورہ یٰسین** میں ہے

الم اعھد الیکم یبنی آدم ان لا تعبدوا الشیطن انہ لکم عدو مبین ولقد اضل منکم جبلا کثیرا۔ افلم تکونوا تعقلون ۰ آیا میں نے نہ بھیجا تمہاری طرف اے اولاد آدم کی کہ مت پوجو شیطان کو۔ تحقیقاً وہ تمہارا دشمن ظاہری ہے اور تحقیقاً گمراہ کیا شیطان نے تمہاری طرف سے بہت مخلوق کو کیا تم نہیں جانتے تھے علی ہذا القیاس۔"

اسی طرح صدہا آیتیں قرآن میں موجود ہیں اور ہمارے مدعا کے ہو المقصود۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کارخانہ الہٰی میں اسقدر اندھیر ہو۔ اور دیدہ و دانستہ معاملہ چشم پوشی برتا جاوے نادان بیوقوف کے پوبارہ ۔ اور دانا حق پرست پشیمانی اُٹھاوے۔ درحقیقت شیطان کو اصم کی گوپی سمجھکر گناہوں سے پرہیز چھوڑ دیا اور دلیرانہ گناہ کرکے شیطان کے سر چڑھنے لگے اور اسی دھوکہ بازی سے شیطان ماننے والی قوموں میں گناہ بڑھنے لگے شیطان کا نام لیتے ہی (بمثل سارٹیفکیٹ) متقی دین متین سے جھٹ خلاصی اور رستگاری ہے اور الائش گناہ و حرام سے صرف توبہ پکارنے سے آزادی ہے۔

عیسائیوں کے نزدیک سوائے پیروان عیسے باقی کل موج شیطان کی ہے

محمدیوں کے نزدیک سوائے پیروان محمد کے باقی کل فوج شیطان کی ہے۔

آتش پرستوں کے نزدیک سوائے پیروان زردشت کے باقی کل فوج اہرمن یعنے شیطان کی ہے اور ہم آریہ لوگ تو اسکی ذات سے منکر ہیں۔ اسواسطے کسی کو لشکر شیطان نہیں مانتے۔ مگر جب دل میں خیال دوڑاتے ہیں تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی فوج سے شیطان کی فوج فراواں ہے۔ اور شاید یہی سبب ہے کہ قرآن میں خدائے محمدیاں اُس سے مقابلہ کرنے میں ترساں ہیں۔ پس یہاں دوبارہ ہمیں بقول مرزا غلام احمد کے کہنا پڑا کہ مسلمانوں کے نزدیک دو خدا ہیں۔ ایک خدائے خیر دوسرا خدائے شر۔ اور دونو ہر ایک جگہ حاضر و ناظر ہیں اور دونو مسلمانوں سے غائب وزود آور۔ عالم کل بھی دونو ہیں لیس کمثلہ شئی یعنے لاثانی بھی دونو ہیں۔ رب العالمین بھی دونو ہیں اور خیر الماکرین بھی دونو خالق بھی دونو ہیں اور رازق بھی دونو۔ اور نظر براں شیطان کی فوج کے ارواح و اجزا اجسام وغیرہ اپنے وجود اور بقا میں بالکل خدا سے بمراں سے نے تعلق ہیں یہانتک کہ اگر خدا کا مرنا بھی فرض کیا جاوے تو بھی مسلمانوں کا کچھ ہرج نہیں اور نہ نقصان ہے بلکہ لفضلہ قائم مقام اسکا موجود ہے جسکا نام شیطان ہے۔ **لطیفہ**

مرمیثے را گفت مردے کاے ملاں — ہیں مسلماں شو بیا تا از مومناں
گفت گر خواہد خدا مومن شوم — ور فزاید فضل ہم موقن شوم
گفت میخواہد خدا ایماں تو — تا رہد از دست دوزخ جان تو
لیک نفس زشت و شیطان لعیں — میکشندت جانب کفراں و کیں
گفت اے مصنف چو ایشاں غالب اند — یار او باشم کہ باشد زورمند
نفس و شیطان خواہش خود بُرد — واں عنایت تہ گشت و خرد مرد

براہین الاحمدیہ جلد اول صفحہ ۵۶ سے ۶۱ تک اشتہار میں ہے

ہم بطور تمثیل کے اسجگہ اسی قسم کی ایک دلیل دلائل مرکبہ مثبتہ حقیقت فرقان مجید سے

تحریر کرتے ہیں اور وہ یہ ہے جو تعلیم اصولی فرقان مجید کی دلائل حکمیہ پر مبنی اور مشتمل ہے یعنی فرقان مجید ہر ایک اصول اعتقادی کو مدار نجات کا ہے محققانہ طور سے ثابت کرتا ہے اور قوی اور مضبوط فلسفی دلیلوں سے پایہ صداقت پہنچاتا ہے جیسے وجود صانع عالم کا ثابت کرنا۔ توحید کو پایہ ثبوت پہنچانا۔ ضرورت الہام پر دلائل قاطع کا لکھنا اور کسی احقاق حق و ابطال باطل سے تامر نہ رہنا۔ پس یہ امر فرقان مجید کے منجانب اللہ ہونے پر بڑی بزرگ دلیل ہے جس سے حقیقت و فضیلت اس کی بوجہ کمال ثابت ہوتی ہے"

اور پھر **براہین احمدیہ** کی جلد ۴ کے صفحہ ۳۹۴ پر تحریر کرتے ہیں کہ "یہ نسبت مقابلہ و موازنہ وید و قرآن کے جو لطف آئیگا اُسے فی الفور دکھائی دکھایا کرو دینی عبارت میں ایسا کیا اور ناتمام ہے کہ پڑھنے والے کے دل میں طرح طرح کے تشاوک پیدا کرتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی نسبت انواع و اقسام کی بدگمانیوں میں ڈالتا ہے اور کسی جگہ اس دعویٰ کو طاقت بیانی سے واضح کرکے نہیں دکھایا اور نہ پایہ ثبوت تک پہنچایا ہے بلکہ خود معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اس کا دعویٰ کیا ہے اور اگر کچھ معلوم بھی ہوتا ہے تو بس یہی کہ وہ اگنی اور سورج اور اندر کی پرستش کرانا چاہتا ہے۔ اور پھر اس پر کوئی حجت اور دلیل پیش نہیں کرتا کہ کب سے اور کیونکر ان چیزوں کو خدائی کا رتبہ حاصل ہوگیا۔"

اے پیارے ناظرین! آریہ سماج کا جو تعلیم ہے کہ "سچ کے اختیار کرنے اور جھوٹ کے چھوڑنے میں سروتھا اوت یعنی ہمیشہ تیار رہنا چاہئیے" ہر ایک حق پسند جانتا ہے کہ یہ کسقدر اعلیٰ درجہ کا اصول ہے۔ اور اگر ذرہ عمیق نظر سے دیکھا جاوے تو بہت سے صداقتوں اور کمالوں پر محمول ہے۔ انسان کیواسطے صدہا روحانی برکتوں و نعمتوں کا رہنما ہے۔ اور بہت سے کشایش باطن و عقدہ جہالت کا **مشکلکشا ویدک دھرم** میں اندھا دھند کسی کی تقلید کرنا اور دانستہ اور غلط بات پر اعتراض کرنا سراسر واجب و بجا۔ جس بات کے سمجھنے سے عقل عاری ہے اسپر غور کرنا ہر طرح دانائی و ہوشیاری ہے۔ اپنی بات کی اس اصول میں تاکید ہے۔ اور یہی سبب ہے جس سے آریہ سماج میں ہر ایک مخالفت کی علانیہ تردید ہے جس مذہب میں اعتراض کرنا یا شک لانا کفر کا نشان ہے۔ اُس **ایمان بالجبر یا ایمان بالمال** کا خود اسی کی بنا سے ہی بدیہی البطلان ہے۔ اسی مبارک اور مقدس ارشاد کے مطابق ہمیں بہ ضرورت واجب ہے کہ راستی کو پاکر بھی سچ کی پریکشا کرتے رہیں یعنی صداقت کو سمجھ کر بھی خاموش نہ بیٹھیں بلکہ ناراستی سے دفعیہ پر مستعد رہیں۔ پس باوجود صحیح ماننے وید مقدس کے ہمیں ہر ایک مذہب کی بنیادی کتاب کو (جنہیں وہ الہامی و پاک سمجھتے ہیں) دیکھنا اور پڑھنا ضروری ہوا تا وقتیکہ جب تک سچائی کا مقابلہ نہ کیا جاوے اور جھوٹ کو اسکے سامنے لاکر دلائل قاطع سے شکست فاش نہ کھا دے تب تک راستی کے جوہر خاص و عام پر من وعن انکشاف نہیں پاتے اور نہ تسلی کامل پہنچاتے ہیں

ابیات

کسوٹی پر کھرے سونے سے کھوٹے کو پرکھتے ہیں
مقابل وید اقدس اس لئے قرآن کو رکھتے ہیں

بھلا ویدوں میں ہے ایشر گیان اے عزیزان دیکھو!
صداقت اور توحید الہیٰ کے نشان دیکھو!

پرانے قصوں کو مجموعہ ہے قرآن سرتاپا
ساطیر اولیں ہے یہ خود اسکا ہی بیاں دیکھو

الغرض محال اگر سوامی جی مہاراج بحالت زندگی غیر مذاہب والوں سے مباحثہ کرکے حاو دانی نہا در صداقت وید مقدس نہ دکھاتے تو سوفت آریہ سماجوں کے چمنستان میں یہ مبارک پودے کبھی دیکھنے میں نہ آتے اور اگر نوا عظیم غیر مذاہب کا سوامی جی وید و کتب کتیوں (دلائل) سے ہمارے سامنے کھنڈن نہ فرماتے تو ممبران آریہ سماج کی روز افزوں ترقی نہ دیکھہ پاتے۔ آجکل ان سماجوں اور آریہ دھرم کی برکات مختلف ممالک میں مختصر بیان ہیں۔ اور کفر و شرک کی ظلمت دن بدن روز بروز رو بہ تنزل و نقصان ویدوں کی تعلیم و تدریس کا خورد و کلاں کو خیال ہے اور ویدک صداقتوں و خوبیوں سے ہر ایک منصف مزاج مسرور و خوشحال۔ ہمارے مرزا صاحب کو اس بات پر بڑا فخر ہے کہ قرآن چہار دلائل مندرجہ بالا سے منجانب پروردگار ہے چونکہ اُن چہار دلائل کو انہوں نے ایک ہی دلیل گردانا ہے اور مرکب و بستہ کی تشریحات سے قرآن کے منجانب اللہ ہونے پر بڑا بھاری ثبوت مانا ہے۔ نظر بر آں ہمیں نہایت ضروری ہے کہ انصاف اور راستی سے حسب درخواست مرزا صاحب قرآن اور وید مقدس کا مقابلہ و موازنہ کریں اور اُس سے حق و باطل کا مشاہدہ و معائنہ۔ پس ہم انہیں چہار دلیلوں سے وید و قرآن کا مقابلہ کرتے ہیں اور انصاف اُس کا ناظرین کے دست و رست ہیں۔

مقابلہ و موازنہ قرآن و وید

قرآن سے ثبوت ہستی صانع عالم

(۱) **سورۃ طٰہٰ**

وهل اتاك حديث موسىٰ۔ اذ رأ نارا فقال لاهله امكثوا اني آنست نارا لعلي آتيكم منها بقبس او اجد على النار هدى۔ فلما اتاها نودي يا موسىٰ اني انا ربك فاخلع نعليك انك بالواد المقدس طوى۔ وانا اخترتك فاستمع لما يوحىٰ۔ انني انا الله لا اله الا انا فاعبدني واقم الصلوة لذكري۔ ان الساعة آتية اكاد اخفيها لتجزى كل نفس بما تسعىٰ۔ فلا يصدنك عنها من لا يؤمن بها واتبع هواه فتردىٰ۔ وما تلك بيمينك يا موسىٰ۔ قال هي عصاي اتوكؤ عليها واهش بها على غنمي ولي فيها مآرب اخرىٰ۔

ترجمہ

اور کیا تجھے پہنچی بات موسیٰ کی جب دیکھی اُس نے آگ پس کہا اپنے گھر والوں کو ٹھہرو کیونکہ میں نے آگ دیکھی ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ لاؤں

وید سے ثبوت ہستی صانع عالم

तद्विष्णोः परमं पदं सदा पश्यन्ति सूरयः दिवीव चक्षुराततम् ऋ. १।२२।७।५।

نجات یا مکتی کے واسطے اصلی مقصود پرم اکرشٹ پد یا اُسکے جاننے لوگ سرب ویاپک پرماتما ہے جسکو پورے پریتن سے اُسکے حصول یا پراپتی کے لئے کوشش اور یتن کرنا چاہئیے اُسکے گیان پرم آنند میں رہ سکتے ہیں یا ست رو ماسے ہی اُسکا گیان ہوتا ہے اور گیان سے ہی پرماتما کا تماشا ہی جس طرح آکاش میں نیتر اور سورج کی پیاپتی اور پرکاش اُس تانت بیاپت ہے ایسے ہی پرم پد سب جگہ پری پورن ایک رس بیاپک ہے اُسکی پراپتی سے جیو سکھوں سے تیرپت ہے اور کسی طرح نہیں

اس منتر میں پرماتما نے چار اُپدیش فرمائے ہیں

(۱) ایشور کے ہی گیان سے مکتی ہے اور اُس مکتی سے اعلیٰ سکھ یا حقیقی آنند یا نجات مانع ترقی انسان کے واسطے کوئی نہیں ہے

حاشیہ اس کتاب کے ضمیمہ میں ایک امریکن فاضل کی رائے تحریری ہے

قرآن	وید
ہے اگر خدا سے سیدھی راہ کے طلبگار ہو تو علم و عقل کو کیوں دخل نہیں دیتے اور معقولات کے پڑھنے سے کیوں گریز کرتے ہو۔ قرآن میں عقل سے سوچنا کفر مت جانو اور غلطی کو جہاں ہو صحیح بانو۔ کیا صرف مسلمانی کا ہی راست سیدھا ہے یا کوئی اور بھی۔ اگر کوئی اور بھی ہے تو مسلمان اُسکو قبول کرنے سے کیوں جھگڑتے ہیں ایمان نہیں لاتے۔ بھائیو! مقابلہ کر کے دیکھو اور سچ یعنی صراط المستقیم کو گرہن اختیار کرو (صراط الذین انعمت علیہم) انکا راستہ جن پر تو نے نعمت کی (غیر المغضوب علیہم) سوا اُنکے جو غصہ کیا گیا۔ اوپر اُنکے (ولا الضالین) اور نہ گمراہوں کی چونکہ مسلمان تناسخ کے قائل نہیں ہیں خدا کا کسی کو نعمت دینا اور کسی پر غضب کرنا اور کسی کو گمراہی میں ڈالنا یہ معنی دار اس سے نہ اُسکا انصاف قائم رہتا ہے نہ اُسکا رحم نہ اُسکا علم۔ انعمت علیہم مغضوب علیہم و ضال علیہم۔ سب کی جمیعت خدا کیطرف پھرتی ہیں پس اُن اعمال کا فاعل خدا ہو نہ کہ وہ لوگ نہ اسواسطے یہ پراتھنا (دعا) بہت نقصان رساں ہے۔ اور خدا پر بہتان لگنیوالی ہے۔ بیان نازنگان کی تائید تفسیر حسینی والا بھی کرتا ہے۔ نہ راہ آں کسانیکہ خشم گرفتہ بر ایشاں قبل الوجود بمعرض غضب دور آمد و ہماں سبب کفر و قدام نمودہ قبل الوجود جبکہ کسی سے کوئی عمل سرزد نہ ہوا بلا ظہور جرم کا خدا مغضوب الیہ سمجھنا خدا کو ظالم اظلم و جاہل اجہل ٹھہراتا ہے۔ (نعوذ باللہ منہا)	شکتی کا دھیان لاتے ہیں تو نہایت عمیق خیال سے اس تمام کا رجحان ایک خاص مرکز کیطرف معلوم ہوتا ہے۔ جو اس اپار سنسار کا دھارن کرنیوالا ہے۔ اور یہ عقدہ جبتک فضل الٰہی شامل حال نہ ہو تب تک حل نہیں ہو سکتا اس لئے پرماتما نے جہان یہ بات ارشاد فرمایا ہے کہ جسقدر جگت تم دیکھتے ہو یا وہ جو کہ تمہاری دِرشٹی گوچر نہیں ہے یعنی لوک لوکانتر وغیرہ۔ اُن سبکو سرب شکتی مان سرب آدھار۔ جگدیشور نے ہی دھارن کر رکھا ہے۔ اور وہ اُسکا کام بھی کسی سے سہایتا نہیں لیتا۔ فضیلت ہفتم۔ وہ لسوتیس یعنے سب ایشوریہ کا داتا ہے۔ ہر ایک اُس سے کرم انسار پھل پاتا ہے۔ اُسے چھوڑ کسی اور سے مانگنا قطعی نادانی ہے کیونکہ اس صفت سے موصوف ہونیکے لائق اور کوئی نہیں۔ تمام روحانی برکتوں کا اعلیٰ ہی مبارک ایدیش سے جاننا کیونکہ اعتبار قطعی لاتعلق ہونے کا اس میں ارشاد ہے وید مقدس ایک پرماتما کے سوا اُسکے اور کسی کو ایشوریہ یعنی نعمتوں کا داتا نہیں بتلاتے اور نہ قبروں شہیدوں اور فرشتوں کیطرف جھکاتے ہیں بلکہ تمام عالم کو اُس سچے دیا وان کیطرف جھکاتے ہیں لعباسوا اسے نہایت آزادانہ طور پر بتاتے ہیں۔ فضیلت ہشتم۔ ہر ایک کو نیک بننے کی تمنا ہے۔ اور جاہل سے جاہل بھی اپنے آپ کو اچھا سمجھتا ہے۔ سچ کی تحقیقات بہت تھوڑے دلوں میں اثر پذیر ہونے کے سبب اپنے چمکتے جوہر بنلا ہونے بھی جہلا کی آنکھوں میں نہیں

دیکھو پڑتی اور اسی سبب سے لوگ ست مارگ دست و حرم دست گرشتوں کے سمجھنے و مطالعہ میں لانے سے معذور رہتے ہیں۔ کسی محمدی کو اگر آپ ہزار کہیں کہ خدا اسلئے دنیا کے گمراہ کرنے کو شیطان مقرر نہیں کیا یہ تعلیم غلط ہے وہ قہر و جبر اور غضب دیگر سے پاک ہے (اسواسطے قہار و جبار نہیں) اور نہ مکار ہے مگر وہ کسی طرح سے ان نہیں سکتے کیونکہ قرآن کی تعلیم (جس میں شیخ او کھوری ہو) اُن کو ہر طرح تعلیم ہے۔ ویدک دھرم یا سچا دھرم ہدایت نہیں دیتا بلکہ برخلاف اعدوں کے نہایت خداوندانہ طور سے کمال عنایت سے بتلاتا

ہے کہ اگر نیک بننا چاہو۔ تو نیکی کا مخزن۔ سو بکار کرنے کے لائق ذاتی سرشٹ ورلیشٹم سرب اوتم ہے۔ دوسرا کوئی نہیں۔ اُسی کی اوپاسنا عنیہ حم کے واسطے آنندہ وایک ہے۔

فضیلت نہم۔ یہ ارشاد وید مقدس کی ایک اعلےٰ فضیلت و پوترتا اور پاکیزگی کا رہنما ہے۔ شدھتا یعنی برائیوں سے بچنا پوترتا جیو کو اُس کے دھیان میں لگا کر یوکت۔ یعنے اُپاسنا سے جوڑ کر پرارتھنا کرنا کہ اسے میرے سوامی آپ جلال والے ہیں۔ اس سرب اتم یعنے مقدس جلال کا تیری آتماہیں پرکاش کیجئے۔ آپ اندھکار سے اکھاوت نہیں ہیں

پس مجھے بھی اگیان سے نکلنے کی سامرتھا دیجئے۔ عید کی بکری و بھیڑیں تیری خوراک نہیں اور نہ تو اس قدر بے رحم و ظالم ہے کہ تیرے پیٹ کے واسطے عاجز جانور ذبح کئے جائیں۔ تو نہ خونخوار ہے اور نہ قتل کا طلبگار۔ تو بھیڑیوں کی طرح خون نہیں پیتا اور نہ بھوکا ہوتا ہے نہ خون تیرے حضور نہیں پہونچایا۔ بلکہ تیرے سے دور ہٹاتا ہے۔ پاکیزگی و پوترتائی کی تکمیل صرف تجھ میں ہے نہ کہ کسی اور میں۔

فضیلت دہم۔ اس مقدس ارشاد سے کامل نتیجہ اور یقین ہوتا ہے کہ حقیقی دعا اور شانتی دینے والی اوپاسنا وہی ہے۔ جس کے کرنے سے اُپاسک کے دل میں کسی طرح کا شک نہ رہے۔ جو اس کے حصول کے وسائل ہیں۔ اول اُن کا گیان نہایت لازمی ہے۔ اور یہ بتلانا اس مذہب کا ذمہ ہے جو کاملیت کا دعویدار ہو۔ محمدی بیچارے کیا کریں۔ اور کہاں سے لاویں جبکہ قرآن میں شیر۔ شہد۔ شراب۔ پانی کی نہروں اور حور و غلمان کے انار پستانوں اور مہ رخساروں کے سوائے روحانی سرور کا نشان ندارد ہے اور خدا انتقام پر دھیں وعدہ وعید کا تملق و تعشق آمیز بیانوں سے بار بار اظہار کیا گیا ہے۔ جن سے کسی حق پسند کی تسلی ہونی دور از قیاس ہے۔ حقیقی نجات یا کامل شانتی دینے والی اوپاسنا کے نتیجہ پوچھنے والے کے واسطے اُن کے ہاں ذوالفقار کی دلیل ہے۔ اور برہان عقلی کے بدلے ان نہروں کے پیاسوں کی تسلی کو شراب کی سبیل ایک عمدہ تخیل ہے۔ مگر اسے ناظرین جس طرح دریائے گنگ پر پہونچ کر پیاسی طبیعتیں سیراب ہوتی ہیں اُسی طرح اُس سب کے آتماؤں میں پرکاش کرنے والے پراپتی یوگیا گیان کے ساگر۔ پرماتما سے جو حقانیت۔ وحدانیت و معرفت و طریقت کی چار نہریں۔ رگ۔ یجر۔ سام۔ اتھروید پرکاشت ہیں اُنہیں برہم چریہ سے پراپت ہو کر ہر قسم کی شانتی ہر طور کی تسلی اُن سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اُن سے ثابت ہے کہ صاحب صفات کاملہ اور حساب برکات افضل و مبدا فیوض اعلےٰ و منبع سعادت عظمےٰ جہاں کی لوگ سب کا گیان داتا ایک پرماتما ہے دوسرا کوئی۔

فضیلت یازدہم۔ سنسار میں جتنے مذاہب ہیں عقل کو صندوق

قرآن	وید
وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمان اور زمین کو چھ روز میں۔ اور بعد ازاں قرار پکڑا اوپر عرش کے +	اے جیوو جو سرشٹی کے پورب یعنے پہلے سب سورج آدی تیج والے لوگوں کی اوتپتی کا استھان آدھار اور جو کچھ اوتپن ہے۔ ہوا تھا اور ہوگا۔ اس کا سوامی تھا اور ہے اور ہوگا۔ وہ پرتھوی سے سوریہ لوک پرینت سرشٹی کو بنا کر اپنی اننت شکتی سے دھارن کر رہا ہے اسی ایک پرمیشور کی بھگتی کرنی ضروری ہے اور کسی کی نہیں +

یہ بات بعینہ توریت کی منقول ہے قادر مطلق کا دنیا کو چھ روز میں بنانا۔ اور بعد تیار کرنے کے فراغت حاصل کر عرش پر چڑھ کر آرام کرنا کیا سرب شکتی مان کی تعلیم ہو سکتی ہے؟ حالانکہ خود قرآن ہی میں اسکے برعکس موجود ہے۔ دیکھو سورۂ انعام کی یہ آیت وھوالذی خلق السموات والارض بالحق ویقول یقول کن فیکون۔ اور وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو ساتھ حق کے۔ اور جب کہتا ہے۔ کہ ہو بس ہو جاتا ہے

اب اے محمدی فاضلو۔ ہم کس بات کو سچ مانیں اور کس کو دروغ۔ خدا کی کلام اور انسان دونوں میں یہ ہمیشہ قاعدہ ہے کہ ہر ایک آدمی موافق اپنی طاقت کے کام کرتا ہے۔ خدا جو سب چیزوں کا مالک ہے افسوس کہ اسکے بنانے میں اتنا حیران اور سرگردان ہووے۔ اور چھ دن رات میں ایک دم بھی نہ سووے۔ اور لگاتار کام کرتا رہے اور حدیث میں ذکر ہے کہ اس نے آدم کی مٹی کو بھی چالیس روز تک اپنے دونوں ہاتھوں سے خمیر کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑا محنتی آدمی ہے۔ جس کے چالیس روز ایک آدم کے قالب بنانے میں خرچ ہوئے۔ بھلا اس کی صنعت کا کیا ٹھکانا۔ وہ حدیث یہ ہے خمرت طینۃ آدم بیدی اربعین صباحاً۔ جس کا خدا دنیا کے بنانے میں اس قدر کمزور اور بیکس ہے۔ کیا ان کی کسی اور علمی معاملہ میں درستی ہو سکتی ہے یہاں پر بہت سے سوال پیدا ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ آدم کے قالب کیلئے مٹی کہاں سے لی اور کیوں صرف کن فیکون کہنے سے قالب تیار نہ کر لیا اس فانی جسم کیواسطے چالیس روز دونو ہاتھوں سے محنت کرنی تب کامیاب ہوا۔ اور اب اس باقی وسہاو دائمی روح کیواسطے پیدائش کا ذکر نہ کیا کہ کن کن مصالحوں سے اسکو کتنے سالوں میں خمیر کیا روح کی پیدائش بھی قرآن سے واضح نہیں ہوتی کہ کہاں سے آئی۔ اگر مادہ انادی نہیں ہے تو روح بھی قرآن کو نہایت ضروری تھا کہ اسباب کو شرح دلایل سے واضح کرتا مگر اسنے نہیں کیا۔ مگر وہ دنیا کے پیدا کرنے میں لاچار ہے چہ جائیکہ پیدائش کی گفتگو سے مطلع فرما دے۔ اور خدائی کا انتظام وہ سنبھال بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس جیسے بہت سے رب النوع اسکے ساتھ ہیں۔ اب مقام غور ہے کہ نہ مادہ اور نہ روح کی پیدائش کی تشریح یا تفصیل ملتی ہے۔ بلکہ صرف مجملاً دنیا کی پیدائش کا حوالہ ہے۔ پس ضرور ہی سے آدم کا جسم بنایا اور انادی مادہ سے زمین بنائی اور انادی روح کو اس میں پھونکا۔ ورنہ کسی طرح کا کامل جواب قرآن نہیں دیسکتا۔ اگر در خانہ کس ست ہمیں عبارت بس است

قرآن	وید
(۴) سورہ کہف قرآن قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم اللہ واحد۔ ترجمہ میں بھی ایک تمہارے جیسا آدمی ہوں وحی کیا گیا سوائے اس کے کہ اللہ تمہارا	नद्वितीयो न तृतीयश्चतुर्थो नाप्युच्यते न पञ्चमो नषष्ठः सप्तमीना प्युच्यतेना ष्टमोन नवमो दशमोना प्युच्यते त मिदं निगतं सहः स राष

قرآن	وید
اللہ ایک ہے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ اس میں کونسی عمدہ دلیل یا فلاسفی محمد صاحب نے ظاہر کی جہاں تک الشلیٹ کر دیکھا گیا فلسفہ کا پتہ نہ دارد ہے اور یہ کہاں سے ارکوزہ ہمسان تراود کہ در وست۔ عرب والے اللہ کو پہلے ہی مانتے تھے۔ اور صدق دل سے جانتے تھے کہ خدا ایک ہے چنانچہ محمد صاحب کے باپ کا نام عبد اللہ تھا اور حالانکہ وہ مکہ کے مندر کا پوجاری تھا پس اس میں سے کوئی نئی تعلیم ظاہر نہیں ہوتی سورہ فتح۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم ترجمہ جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھ سے وہ ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے۔ اللہ کا ہاتھ ہے اوپر ان کے ہاتھ کے + یہاں پر محمد صاحب کے ہاتھ کو قرآن خدا کا ہاتھ بتلاتا ہے اور اس سے ہاتھ ملانا خدا سے ہاتھ ملانا بتلاتا ہے۔ کیا یہی توحید کی تعلیم ہے اس القویم یعنے پیغمبر کے ہاتھ بلا کر صریح مشرکانہ تعلیم ہے۔ اگر محمد ہی کے ہاتھ خدا کے ہاتھ ہیں اور اس سے ہاتھ ملانا خدا سے ملانا ہے۔ تو ان کے دوسرے خدا ہونے میں کسے کلام ہے جو صریح بت پرستی ہے۔ غالب یقین ہوتا ہے کہ خدا کی طرف جھکانے کی بجائے آخری وقت میں حضرت کو خدا بننے کا بھی خیال آگیا تھا۔ اور بہت شخصوں کو اپنی عبادت کی طرف بھی رجوع کرانے لگے تھے اسکی تصدیق اس خطبہ سے ہوتی ہے جو بروقت وفات انکے حضرت عمر نے پڑھا تھا۔ (دیکھو محمد صاحب کی زندگی کے حالات) بہر حال خدا کے ہاتھ ٹھہرانے اور پھر اپنے ہاتھوں کو خدا ہی کے ہاتھ قرار دیتے ہیں یا تو ہمہ اوست کی تعلیم ہے یا خود پرستی و مشرکانہ ہدایت ہے جو صداقت و توحید الہی سے کوسوں دور ہے	राकरक वृदेक राव सर्वैश्च स्मिन दे या राक वृत्तो भव न्ति ॥ अ-क-१३ अ-४ मं १६ १७।१८।२०।२१ ان منتروں سے بخوبی طور پر نتیجہ ہوتا ہے کہ پرمیشور ایک ہے۔ اس سے بھن نہ کوئی دوسرا نہ تیسرا اور نہ کوئی چوتھا پرمیشور ہے۔ نہ پانچواں نہ چھٹا۔ اور نہ کوئی ساتواں ایشر ہے نہ آٹھواں نہ نواں اور نہ کوئی دسواں ایشور ہے۔ بلکہ وہ ہمیشہ ایک ہی ہے۔ اس سے بھن دوسرا ایشور کوئی کبھی نہیں۔ اسی پرماتما کے سامرتھ میں سب پرتھوی آدی لوک ٹھہر رہے ہیں۔ ان منتروں میں جو دو سے لیکر دس تک اور اس سے زیادہ ایشور ہونیکا نشیدھ کیا ہے۔ وہ اس مطلب سے ہے کہ تمام علم حساب کی بنیاد ان اعداد پر ہے۔ اور سب سنکھیا کا مول ایک انک ہی ہے۔ اسی کو دو۔ تین چار۔ پانچ۔ چھ۔ سات۔ آٹھ۔ اور نو بار گننے سے ۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸ ۹-انک بنتے ہیں۔ اور ایک پر شون یعنے صفر دینے سے دس کا انک ہوتا ہے۔ ان تینے ایک ایشور کا نشیدھ کرا کے وید نے ان میں دوسرے ایشور کے ہونے کا سرو تھا نشیدھ ہی لکھا ہے یعنے اس کے ایک ہونے میں کسی طرح کا بھید نہیں اور وہ شون یعنے صفر بھی نہیں۔ بلکہ جو چیز انادی الکھش بکت اکثریں بتاتا ہے وہی وید کت ریت جاننے لوگ ہے سب جگت میں پریپورن اور سب کر رہی کو کے اپنے سامرتھ سے دھارن کر رہا ہے یعنے وہ سرب شکتی مان ہے۔ علاوہ بریں عالم کل ہونے سے اس نے علم حساب کی بہت سی ضرورتوں کو اسمیں حل کر کے ایک

نہایت معقول پڑتال کا قاعدہ بھی پرکاش فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب ہم ہندسوں میں لکھ کر جمع کرتے ہیں تو حاصل جمع .....

۲	۳	۴
۵	۶	۷
۸	۹	۱۰
۱۵	۱۸	۲۱

اب ۱۵ و ۱۸ و ۲۱ کے ۵ و ۹ و ۳ سے اگر ۹ کم کرتے ہیں یا ۹ کم کر کے ۲ چالیں۔ تو باقی مذارد ہوگا۔ اور یہ صحت کی پڑتال کا قاعدہ نہایت معقول ہے۔ جمع۔ تفریق۔ ضرب

تقسیم کے کسی سوال کی غلطی و صحت کی پڑتال اس سے نہایت عمدہ طور سے ہوسکتی ہے۔
حاصل کلام یہہ کہ وہ حواس کثرت سے مبرا اور ستون یعنی لغی بھی نہیں وہ ایک ایشور ہے
اگر کوئی معترض یہ عذر کرے کہ ۳ اور ۵ جو کہ طاق ہیں اس کے سوائے ۵ و ۷ جو طاق ہیں انکے
کیوں منفی نہیں ہوتی۔ تو اس سوال کا یہ جواب ہے۔ کہ اول تو خود انتریامی جگدیشور نے نفی
والے ہندسوں کی گنتا ۹ مرتبہ کی ہے۔ اسواسطے و ہی سے کٹی ہونی چاہئے۔ اور وہی قاعدہ
معقول ہے دوسرا نہیں۔ دوسرا اس وہم کا جواب ہے کہ شرتی میں تین ہیں منز گسائی ہے
اس واسطے تین پر ہی کاٹ کرنا چاہئے۔ اور یہی ٹھیک ہے۔ اور نہ کسی اور غلط قاعدہ کے
طور یعنی ۵۔۷ سے صحت حساب ہوتی ہے۔ پس یہی دو قاعدے پڑتال کے عمدہ ہیں اسی
ترکیب کے قاعدہ سے اور یہہ بھی علم حساب کے قاعدے اور عقدے حل ہوتے ہیں
مگر اختصار منظور ہے اس لئے زیادہ تشریح نہیں کیگئی۔ جنکی آنکھیں صداقت کو دیکھ
سکتی ہیں۔ یا جن کے دلوں میں انصاف کی قابلیت موجود ہے وہ بخوبی غور کریں کہ اس
ویدک شرتی میں ہادی کامل نے کس زور شور سے توحید کو علمی طور پر ظاہر فرمایا ہے
اور کیا معقول قاعدہ سے شرک کی تردید کرکے ایکو برہم دُتیو ناستی جتلایا ہے ✽

قرآن	وید
(۷) سورۃ نجم افرءیتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی۔ ترجمہ تم دیکھتے ہو لات اور عزی اور منات بتوں کو یہ تینوں بت بڑے بزرگ ہیں اور ان کی شفاعت کی امید رکھنی چاہئے وقت نزول سورۃ نجم کے محمد صاحب کعبہ میں جن دنوں کعبہ میں بت تھے اور پرستش بھی ہوتی تھی بیٹھ کر سورۃ نجم سنا رہے تھے ✽ اس وقت وہاں پر کافر اور مسلمان ملے ہوئے طواف کرتے تھے۔ جب تمام سورۃ پڑھ چکے تو مسلمانوں اور کافروں نے اٹھا سجدہ کیا اور لوگ نہایت خوش ہوگئے کہ اب محمد انصاف پر آگیا اور جس طرح کہ ہم بتوں کو شفیع جانتے ہیں اسی طرح قرآن میں بھی یاد کیا۔ تفسیر معالم التنزیل میں ہے قال ابن عباس ومحمد بن کعب القرضی وغیرھما من المفسرین لما رای رسول اللہ تولی قومہ عنہ وشق علیہ ما رای من مباعدتھم عما جاءھم بہ من اللہ تمنی فی نفسہ ان یاتیہ من اللہ ما یقارب بینہ و بین قومہ لحرصہ علی ایمانھم فکان یوما فی مجلس لقریش فانزل اللہ	सनो बन्धुर्जनिता स विधा ता धामानि वेद भुवनानि विश्वा । यत्र देवा अमृतमा न । शाना स्तृतीये धामन्न ध्यैरयन्त । य अ ३२ । मं १० " " " پرماتما ہی ہمارا سہایک اور وہی پالن کرنے والا اور وہی تمام جگت کا دھارن کرنیوالا سب دھام اینک لوک لوکانتر کو ریچ کے انت سروگیتا سے تیہار تھ جانتا ہے۔ اسی کے آشرے سے دکھ رہت موکھش پد کو ہم پراپت ہوتے ہیں۔ کبھی اس کے سوا کوئی سہاتیا اور عبادت کے یوگ نہیں ہے۔ اس شرتی میں پاربرہم جگدیشور نے اگیا فرمائی ہے کہ تمام دھارمک لوگوں کو اس پر کامل نشچے آتمک ہونا چاہئے۔ کہ ہمارا سہایک بھی ایک پرمیشور ہے۔ اس کے سوا کوئی سہاتیا دینے والا یا پالن کرنیوالا نہیں ہے تمام لوک لوکانتر (سورج پرتھوی چاند ستارہ سیارہ وغیرہ) یعنی جملہ سنسار کا رچنے والا اور جگر دھارن کرنے والا اور جاننے والا وہی سرب شکتی مان اور سروگیہ ایشور ہے اور کوئی جاندار یا غیر جاندار شفاعت یا عبادت یا سجدہ کے لایق نہیں ہے۔ کرم پایا سنا اور گیان کا مدعا اصلی اس کی پراپتی ہے اور وہی نیاکاری ایسے بھگتوں کو موکھش کے

قرآن	وید
تعلق سورۃ والنجم فقراھا رسول اللہ حتی بلغ قولہ افرایتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری القی الشیطان علی لسانہ بما کان یحدث بہ نفسہ ویتمناہ تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی فلما سمعت	دینے والا ہے جو انسان سچی پریم بھگتی سے ویدک معقول طور پر اسکی شرناگت ہوتا ہے وہی سکھ کو پراپت ہوتا ہے جو نہ دوڑے تیری راہ میں ٹکڑے ہو جانو سر وہ کٹ جائے نہ ہو جسمیں کہ سودا تیرا

قریش ذالک فرحوا بہ۔ ترجمہ ابن عباس و محمد بن کعب القرضی اور
سوائے ان کے جماعۃ مفسرین نے کہا ہے کہ جب محمد صاحب نے دیکھا کہ ان کی قوم قرآن کو
تسلیم نہیں کرتی تو انہوں نے اپنے دل میں تمنا کی کہ خدا کی طرف سے کوئی ایسی آیت قرآن
میں نازل ہووے کہ جو مابین ان کے اور قوم کے دوستی پیدا کرے پس ایسا ہی ہوا کہ
ایکدن محمد صاحب مجلس قریش میں حاضر تھے کہ خدا نے سورۃ والنجم نازل کی پس رسول
اللہ نے اس کو پڑھا جبکہ محمد صاحب اس سورۃ کے اس قول افرایتم سے الاخری
تک پہنچے۔ شیطان نے ان کی زبان پر وہ بات ڈالدی جسکی وے تمنا کرتے تھے
یعنی یہ فقرہ تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی یعنے یہ بڑے
بزرگ ہیں اور تحقیق ان سے شفاعت کی امید رکھنی چاہئے۔ پس قریش یہ سنتے ہی خوش
ہوئے تفسیر زاد الاخرۃ جو منظوم ہے اس میں اس طرح مرقوم ہے۔

اسکا منشا ءکسی طرح آیا ۔۔۔ اہل تحقیق نے یہ فرمایا
کہ لگے پڑھنے ایک دن رسول ۔۔۔ سورہ نجم کو جو بعد نزول

یہہ خبر چاروں طرف سے مشہور ہوگئی کہ اب بت پرستوں کے ساتھ محمد صاحب نے صلح کرلی
تھوڑے عرصے کے بعد جب کسی سبب جو پیری مریدی کی تمنا سے مراد ہے پھر طبیعت آزردہ ہوئی
تو جھٹ وہ آیت منسوخ کردی کہ وہ خدا کا کلام نہیں ہے شیطان کا ہے شیطان نے میرے منہ
میں ڈالدیا تھا اور ایک آیت بھی سورۃ حج کی اوتارلی۔ کہ شیطان آگے بھی اور پیغمبروں
کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتا ہے۔ اس آیت کو منسوخ جانو بعض تفسیروں میں صاف ناسخ
کرکے بھی لکھا ہے۔ مگر تفسیر حسینی والا اسکو ظاہر کرنا واجب نہیں جانتا۔ جو مفصل حال
اس کا معالم وجلالین وبیضاوی ومعتمدی المستفدین ذکر ہے اسپر اعتراض یہہ ہیں کہ
اول تو بت پرستی اور بتوں کی تعریف خدا کی جانب سے قرآن میں موجود ہے۔ جس سے یقین
غالب ہے کہ قرآن حق کیطرف سے نہیں ہے۔ صرف محمد صاحب کا طبعزاد ہے۔ دوم
جب لاحول پڑھنے سے بقول محمدیاں کے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ تو کیا قرآن پڑھنے اور
حج کرنے اور مکہ میں پھرنے سے دور نہیں ہوتا۔ اور علاوہ براں کیا مکہ میں جا سکتا
ہے یا نہ۔ سوم معمولی عقل والا آدمی بھی قبول نہ کریگا کہ شیطان۔ محمد صاحب کی عبارت
میں اپنی آیت ملادے۔ اور وہ بالکل بیخبر رہیں۔ چہارم وہ دعوے بھی باطل ہوگیا کہ
فاتو بسورۃ یعنی شاعر قرآن جیسی کوئی سورۃ پس خود ہی بقول محمدیاں کے شیطان
نے رحمان جیسی آیت بنالی۔ اور اس کی فصاحت و بلاغت پر آج تک کسی نے اعتراض نہ
کیا۔ اور نہ خود مدعی صاحب نے فصاحت شیطان کی غلطیاں نکالیں بحر کوئی معقول
پسند مسلمان جیسے سید احمد خاں صاحب بہادر وغیرہ کبھی نہیں مان سکتا کہ شیطان کوئی
چیز ہے۔ پس یہ صرف الزام ہے اور سراسر اتہام۔ مگر یقین واثق اور امر محقق ہے کہ قرآن بت
پرستی کی تعلیم ضرورت کے وقت ضرور دیتا ہے۔ سہ

گر ضرورت بود روا باشد ۔۔۔ ہمہ ضرورت چنیں خطا باشد

جب یہ آیت زبان پر لائے   اک توقف کے ساتھ پیش کرے
دل میں ڈالا جو دیو نے وسواس   بولے از راہ سہو خیر الناس

افرایتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری تلک الغرانیق العلی
وان شفاعتھن لترتجی

سنکے مشرک ہوئے نہایت شاد   سمجھے حضرت نے وہ صفت کی یاد
الغرض جب اخیر سورہ پر   کرنے سجدہ لگے جو وے سرور
آئے سجدہ میں جملہ اہل یقین   اور ساتھ ان کے مشرکان لعین
پس کیا عرض حال سر تا سر   جبرئیل امین نے آ کر
سنکے حضرت ہوئے بسا محزون   تب تسلی کو بھیجی آیت یوں

ما ارسلنا من قبلک ... الخ

اور نہ بھیجا تھا ہم نے اے مقبول   تیرے آنے سے پہلے کوئی رسول
اور نہ کوئی نبی کیا ارسال   پھر لگا جبکہ باندھنے وہ خیال
ڈالتے یک بیک لگا ابلیس   اس کے باندھی خیال میں تلبیس
پھر مٹا دیوے خالق اس شے کو   وہ جو شیطاں نے دل میں ڈالی ہو
پھر کرے حکم استوار خدا   اپنی آیات اور نشانی کا
اور خداوند علم والا ہے   حکمت اس کی بیاں سے بالا ہے

منقول از تفسیر زادہ الآخرہ

اب اس مقابلہ سے حضرات انصاف پسند تعلیم حق و ثبوت توحید کا (جو بطور مشتے نمونہ از خروارے ضروری عرض کیا گیا ہے) اندازہ کر لیویں وید مقدس میں توحید وجود صانع عالم اس کثرت سے موجود ہے کہ جس کا عشر عشیر بھی اور کتابوں میں مفقود ہے۔ مہاتما وید خواں سوامی گوتما چاریہ جی نے وید مقدس میں اثبات وجود صانع عالم اس عمدگی سے ظاہر کیا کہ جس کے پیرو و خوشہ چین حکمائے یونان و فارس و مصر و چین ہیں لیے استادی ریمارکوں میں وہ تمام اس مہاتما کی باریک بینی کے مداح ہیں۔ اسی مقاصد پر اس وحید العصر نے نیاے درشن تصنیف فرمایا اور ایک عالم کو منطقی لاجی شی ان بنایا۔ ویدک توحید کے بارہ میں شہزادہ دارا شکوہ صاحب میر اکبر میں فرماتے ہیں یہ دعوے بنا۔

کہ اکثر کتب تصوف بخطور آوردہ بگر تشنگی طلب توحید کہ بحریست بے نہایت دمبدم زیادہ مے شد۔ و مسئلہ ہائے دقیق بخاطرے رسید کہ حل آں جز کلام الٰہی امکان نداشت۔ و چوں قرآن مجید و فرقان کریم اکثرے مرموز ہست و دانندگاں آں کمیاب۔ خواست کہ جمیع کتب سماوی منظر درآرد۔ چنانچہ نظر بر توریت و انجیل و زبور و دیگر صحف انداخت۔ اما بیان توحید در آں ہم مجمل و مرموز بود در پے آں شد کہ از چہ جہت در ہندوستان وحدت عیان گفتگوئے توحید بسیار است و علمائے ظاہری و باطنی۔ طائفہ قدیم ہند را بر وحدت انکارے و بر موحدان گفتارے نیست بلکہ پایۂ اعتبار است برخلاف جہلائے ایں وقت کہ خود را علمائے قرار دادہ اند۔ و در پے قتل و آزار و تکفیر و انکار خداشناسان و موحدان افتادہ راہزن راہ خدا اند چنانچہ بعد از تحقیق بسیار معلوم شد کہ در میان قوم ہنود چار کتاب آسمانی کہ رگ بید و ججر بید و شام بید و اتھرب بید باشد۔ بر انبیائے آں وقت بہ جمیع احکام نازل شدہ و ایں معنی از ہمیں کتاب ناظاہر است۔ و خلاصہ جمیع اسرار سلوک و توحید در آں درج ہست آنرا اپنکھت مے نامند۔ چوں نظر بر اصل وحدت ذات بود خواست کہ ایں اپنکھت را کہ گنج توحید بود بزبان فارسی در آوردہ و لفظ اپنکھت در سنسکرت بمعنے اسرار پوشیدنی ہست۔ لہٰذا ایں جماعۂ آنرا از اہل اسلام و کسان دیگر ادیان بلکہ از بعض اقوام ہنود پوشیدہ دارند و منتہائے مطلب جمیع اولیائے اللہ است در سنہ ۱۰۶۷ ہجری بے غرضانہ ترجمہ نمودہ و در ہر مشکل و ہر سخنے کہ ہیچ واست و نمے یافت۔ از ایں کتاب قدیم کہ بے شک و شبہ اولین کتب سماوی و سرچشمہ تحقیق و بحر توحید ہست و مطابق قرآن مجید بلکہ تفسیر آنست جریحا۔

۱۔ اہل اسلام سے یعیدنے کا یہ خلف تھا کہ وہ تعصب جہالت سے غیر مذہب کی کتب کو جلا دیا کرتے تھے ایسا ہو کہ اس ست دھرم کی کتابوں کو بھی جلا دیں سو یہ وید مقدس میں کوئی ایسی ہدایت درج نہیں ہے۔ بلکہ وید اقدس تمام دنیا کے واسطے ہیں نہ کہ کسی خاص ملک کے واسطے۔ اس کا ثبوت اسی کتاب میں علیحدہ مقاموں پر موجود ہے۔ اگر کوئی اسلامی انکار کرے کہ اہل اسلام علمی کتابوں کو نہیں جلاتے تھے تو ہم شہادت بتلاتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔

سکندریہ کے کتبخانہ کی تباہی

جب سکندریہ پر اہل اسلام کا تسلط ہو گیا اور عمر سپہ سالار اس جگہ کا ناظم ہوا تو اس سے فیلقوس اسکندریہ کے نامی حکیم اور واصل اجل سے ملاقات کی۔ چونکہ عمرو علم و دولت اور عالمانہ گفتگو کا از بس شائق تھا۔ اس حکیم کی صحبت اور قیل و قال سے ایسا محظوظ ہوا کہ دل سے اس کی عزت کرنے لگا ایک دن فیلقوس نے سپہ سالار کی خدمت میں عرض کی کہ آپ نے سکندریہ کے کل بیت المال ذخایر اور سرکاری گوداموں کا ملاحظہ فرما لیا ہے۔ اور ہر قسم کے اسباب پر مہر بھی لگا دی ہے۔ سو جو چیزیں آپ کے کار آمد ہیں ان کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن جو آپکے کام کی نہیں۔ اور ان میں سے بعض شاید میرے فائدے کی ہیں۔ اگر میری درخواست بیجا نہ ہو تو مجھ کو عنایت کی جاویں۔ عمرو نے پوچھا کہ آپ کونسی چیزیں مانگتے ہیں حکیم نے جواب دیا کہ زر نہیں جواہرات نہیں اور کوئی قیمتی اسباب نہیں صرف علمی کتابیں ہیں جو سرکاری کتب خانہ میں بیکار پڑی ہیں۔ عمرو نے جواب دیا کہ اس درخواست کی منظوری میرے اختیار سے باہر ہے۔ اور میں اس بارہ میں سوائے اجازت امیر المومنین حضرت عمر فاروق کے کوئی حکم نہیں دے سکتا اس منظوری منگوانے کے واسطے ایک مراسلہ خلیفہ وقت کے حضور میں بھیج دیا گیا وہاں سے جواب آیا کہ اگر ان کتابوں کے مضامین قرآن کے مطابق ہیں تو گویا ان کے مطالب قرآن میں آ چکے اور وہ اب ردی ہیں۔ اور اگر ان میں کوئی بات مخالف قرآن ہے تو ہم کو ان کے وجود سے نفرت ہے فی الفور جلا دی جاویں۔ عمر نے اس حکم کی تعمیل میں کل جلدیں سکندریہ کے حماموں میں بانٹ دیں اور حکم دیدیا کہ ان کو جلا کر حمام گرم کئے جاویں۔ کہتے ہیں کہ چھ مہینہ تک برابر تمام اہین کتابوں کی آگ سے گرم ہوتے رہے یا ایہا الناظرین ذرا اس واقعہ کو پڑھو اور غور سے دیکھو کہ اس کے پڑھنے سے دلوں پر کیا اثر ہوتا ہے غرض دنیا کے اس مشہور کتب خانہ کا خاتمہ بھی یہ تھا۔ اور جہالت اور وحشت کے تشریف لانیکے فیاضکا آغاز بھی وہی ہوا بعض اقوام ہنود سے مراد بدھ و جین ہیں جو بیجا عیب جوئی انانیت دھرم کی اپنا دھرم جانتے ہیں اور عموماً پرماتما کی ذات سے انکاری ہیں بلکہ اس جگدیشور سے تمسخر کرتے ہیں اسواسطے ان لوگوں کو کتابیں نہیں دیجاتی تھیں۔ علاوہ بریں ان کی بڑی بھاری عداوت بھی تھی کیونکہ سوامی شنکر اچارج نے ان سے صدہا مباحثہ کر کے شکست دی تھی جس کا مفصل حال شنکر دگ وجے میں موجود ہے۔ ورنہ کسی اور قوم کو دکھاؤ نہیں ہے۔

یا فتہ نمیتوں ظاہر مے شود کہ ایں آیہ بیہ درحق ایں کتاب قدیم ہست۔ سورۃ الواقعہ
انہ لقراٰن کریم فی کتاب مکنون لا یمسہ الا المطہرون تنزیل من
رب العالمین ﴿یعنے قرآن کریم در کتابیست کہ آں کتاب پنہانست۔ وادراک
ادراک نمیکند مگر دلیکہ مطہر باشد و ایں نازل شدہ ہست از پروردگار عالمیاں
واز لفظ مکنون صریح معلوم مے شود کہ ایں آیہ درحق توریت و انجیل و زبور
نیست چراکہ آں پوشیدہ نیستند۔ واز لفظ تنزیل چنیں ظاہر مے شود کہ درحق
لوح محفوظ ہم نیست چوں اینکہ کہ معنے سر پوشیدگی ست اصل ایں کتاب
ست و معنے آیۃ ہائے قرآن مجید بعینہ ازاں یافتہ مے شوند۔ پس بہ تحقیق
میرسد کہ کتاب مکنون ایں کتاب قدیم باشد" *

اے ناظرین! وید مقدس کے ادھیان کے ادھیا توحید سے بھرپور ہیں اور بہتان اور قصہ جات سے دور۔ یہاں پر مقابلہ کرنے کی ضرورت نہ رہی کیونکہ خود مسلمان موحد کے قول سے ثابت ہو چکا ہے۔ مگر اہل اسلام سے ایک ضروری گذارش ہے کہ آدم و حوا و شیطان و موسےٰ و نوح و ابراہیم و یوسف و لوط۔ و لقمان و سکندر و اصحاب کہف و یاجوج و ماجوج و عمران و ذکریا و عیسےٰ و مریم و محمد صاحب کے خانگی امورات و جنگ و جہاد و سامری و یونس و تمثیلے دوزخ و بہشت کی نہروں کا حال حور و قصور و غلماں و خیرات و زکوٰۃ و حج و احرام و سنگ اسود و نکاح و متاع و حلال و حرام و قربانی وغیرہ کے قصہ کہانی نکال کر باقی کو اے بھائیو اگر آپ انصاف سے مطالعہ فرماویں گے تو بخوبی جان جاوینگے کہ کسقدر الٰہی تعلیم باقی ہے *

ضرورت الہام پر دلایل قاطع کا لکھنا

بعد ملاحظہ کل قرآن شریف کے ہر چند غور و فکر سے

دیکھا گیا۔ کوئی ضرورت الہام قرآن کی سوا ئے گمان یہی۔ چہ جائیکہ ثبوت و اطمینان۔ سوائے قصہ جات مذکورہ بالا کے اگر کوئی عمدہ بات قرآن شریف سے ثابت کرے جو وید مقدس میں نہ تب پہلی بھی موقعہ کلام کا ہو۔ اور علاوہ براں وہی باتیں یا اس سے عمدہ باتیں قرآن سے پہلی کتابوں میں موجود ہیں۔ پس اس بات سے تو کسی کو انکار نہیں کہ ان پہلی کتابوں نے وہ باتیں قرآن سے نہیں چرائیں بلکہ فریق ثانی کے ذمہ یہی الزام ضرور ہے جس سے اس کی راستی و الہامیت میں پاکا فور ہے۔ اگر قرآن میں کوئی بات ایسی ہے جو نامعلوم یا معدوم ہو۔ تب الہام ہونے کی ضرورت کا مفہوم ہو ورنہ کسی طرح الہامی نہیں ہو سکتا۔ الاسلام تحت السیف دلیل کا آپکے ہاں کلام نہیں۔ کون انکار کر سکتا ہے کہ السیف ام الاسلام نہیں۔ قرآن کو دلیل قاطع سے قطعی اجتناب ہے اسی واسطے کمزوری کے وقت لکم دینکم ولی دین کا خطاب ہے۔ جو نسبت حقیقی چاند کو ماہ مخسف سے ہے۔ وہی نسبت وید مقدس کے ساتھ مصنوعی الہاموں کو جس طرح بار بار نئے آفتاب کے بنانے کی ضرورت نہیں جس طرح روز بروز نئی زمین گھڑنے کی حاجت نہیں اسی طرح ایک ہی دفعہ کامل گیان لا تبدیل لکلمات اللہ جو کبھی

---

* راجہ رام موہن رائے صاحب بانی برہمو سماج کی کتاب منقول از رسالہ تت بودھنی سبھا کلکتہ مطبوعہ ۱۸۴۲ء صفحہ ۲۰ سطر ۱۹ اللہ ۔۔۔ وہ میں یقین کرتا ہوں کہ ان باتوں کے مطالعہ سے آپ کو یقین ہو جاویگا کہ ویدوں میں نہ صرف علم ریاضی فلسفہ اسلحہ (توپ۔ بندوق۔ تلوار۔ تیر وغیرہ) ہی ہے بلکہ ان میں اخلاق سپرل فلاسفی اور تمام علوم و فنون کا بھی بیان ہے۔ چنانچہ تمام علوم حکما مختلف شاستروں میں بیان ہے صرف ویدوں سے اخذ کئے گئے ہیں "

تغیر و تبدل ہو نہیں آتا۔ یعنے وید مقدس پرماتما نے ہدایت عام کیواسطے نازل فرمادیا۔ اب باوجود ہونے آفتاب کے اگر کوئی آنکھیں بند کرلے تو آفتاب کا قصور نہیں۔ بلکہ اس متعصب کو بصارت کی ضرورت نہیں *

احقاق حق و ابطال باطل سے قاصر رہنا

احقاق حق میں جس قدر قرآن کریم

زبان ہے۔ اسی قدر ابطال باطل میں بھی وہ قاصر البیان ہے۔ سات آسمان اور سات زمینوں کا ہونا۔ زمین کے اوپر پہاڑوں کو بمنزلہ میخوں کے ٹھوکنا تاکہ زمین جنبش نہ کرے سورج کا چشمہ گرم گلی میں ڈوبنا چاہ بابل میں ہاروت و ماروت کا قید ہونا چشمہ ہائے دودھ و شہد و شراب کا بہنا۔ سلیمان کے وقت جانوروں کا بولنا وغیرہ حق کے ظاہر کرنے سے قطعی پرہیز ہو رہا ہے۔ ورنہ اہل عالم و ماہران تواریخ و ہیئت و جغرافیہ ان کی ہموار تردید کر رہے ہیں۔

اسی طرح ابطال باطل میں بھی چشم حق دور ہے۔ اور کہیں بھی روشنی نہیں بلکہ ہر طرف شب دیجور ہے *

بیت اللہ مکہ کی طرف سجدہ کرو۔ وہی خانہ خدا ہے۔ اس کی طرف سے پھر کر سجدہ کرنا مارو املکہ گناہ و خطا ہے۔ حج و طواف سے صواب بلکہ گناہ دور ہوتے ہیں چاہ زمزم کے منبع نہر ہائے جنت کے سوتے ہیں۔ آب مرم دل سے گناہوں کے سیاہ داغ دھوتا ہے۔ اور حجر الاسود کی تعظیم و چومنے سے گناہ معاف اور سینہ پاک ہوتا ہے۔ احرام کعبہ و زیارت مدینہ سے دل کی نورانی ہے عمرہ کے دو ڑلے و جانور کشی یعنے قربانی سے رضا جوئی ربانی ہے اسی طرح وصال حوران ابکار بستان و غلمان لالہ رخان کا علیحدہ طور سے۔ جن کے ہاتھوں سے اہل جنت کو جام ہائے "شرابا طہورا" کا دور ہے کیا ان کے بت حجر الاسود کی تعظیم کو نہ مٹایا یا سجدہ آدم کا صاف حکم فرمایا۔ برخلاف ابطال باطل کے بیچارہ تردید کرنے والے کو لعنتی ٹھہرایا۔ شق القمر کی سحر آمیز تعلیم۔ عرش کے برابر حالانکہ وجود بیان کرنا وغیرہ ابطال باطل کی بالکل کوشش نہیں کی گئی۔ اور صاف بت پرستی کی بنیادی دیواریں (تعلیمیں) موجود و مشہور ہیں۔ نہیں معلوم کہ باوجود اس قدر اندھیر کے مرزا صاحب کس طرح "رد العادۃ کالمعدوم" کا اشتہار دیکر کہتے ہیں کہ "براہین الاحمدیہ و نبوۃ المحمدیہ" کا ثبوت ہے۔ اور ہیچ در ہیچ عربی الفاظ میں طوالت عبارت سے کاغذ سیاہ کر قرآن کے الہامی ہونے کا ثبوت کو قرار کرنا چاہتے ہیں۔ جو سراپا محال بلکہ دور از خیال ہے۔ افسوس کہ مرزا صاحب اس کی توحید کو فلسفی مباحثوں سے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اور ثبوت سولئے گالی گلوچ کے کچھ بھی نہیں دکھلاتے۔ بیسے دونوں کتابوں کی توحید اوپر بیاں کردی اور ہر ایک کی تعلیم و تردید عیاں *

مرزا صاحب دشنام دہی سے قرآن کی فلاسفی ثابت کرتے ہیں اور مقابلہ و مجادلہ میں قدم دھرتے ہیں۔ مگر افسوس کہ حق کو ان باتوں سے نفرت ہے۔ اور راستی کو بدزبانی سے عداوت *

اب ناظرین خود ہی انصاف کریں کہ قرآن اور وید میں سے کون عبارت و معنی میں کچا اور ناتمام ہے۔ کون توحید کے پھیلانے اور شرک مٹانے میں کمزور اور خام ہے موسیٰ کو آگ کے سامنے کس نے سجود کرایا ہے۔ اور ابراہیم کا سورج کو کس نے خالق در رب ٹھہرایا ہے۔ آگ۔ چاند۔ سورج اور ستاروں کو نذارتی کون بتلاتا ہے اور فرشتوں کو رب النوع کون ٹھہراتا ہے مگر مرزا صاحب جب سنسکرت سے محض ناواقف ہیں تو ان کا ویدوں سے بدگمان ہونا حیالات کالستان ہے۔ افسوس کہ جب وہ خود تسلیم

کرتے ہیں کہ ہم معلوم نہیں کہ وید کا دعوے کیا ہے" جب انکو وید کا دعوے ہی معلوم نہیں تو پھر باوجود اس نادانی کے کیوں بیہودہ جہالت کی دھوم مچاتے اور ایک عالم میں اپنی نالایقی کی رسوائی کراتے ہیں + ؎

سخن باید بدانش درج کردن
چو زر سنجیدن آنگہ خرچ کردن

اعتراض مصنف براہین احمدیہ از صفحہ ۱۰۲ جلد (۲)

قولہ عیسائیوں میں ماسوائے ان لوگوں کے جن کو تہذیب اور تحقیق سے کچھ غرض نہیں۔ اس وقت ہزار ہا ایسے شریف النفس اور منصف مزاج پیدا ہوتے جاتے ہیں کہ جنہوں نے دلی انصاف سے عظمت شان اسلام کو قبول کر لیا ہے اور تثلیث کے مسئلہ کا غلط ہونا اور بہت سی بدعتوں کا عیسائی مذہب میں مخلوط ہو جانا اپنی تصنیفات میں بڑی شد و مد سے بیان کیا ہے۔ مگر افسوس کہ یہ انصاف ہماری ہموطن آریہ قوم سے مٹا جاتا ہے۔ اس قوم کو تعصب نے اس قدر گھیرا ہے کہ انبیا کا ادب سے نام لینا بھی ایک پاپ سمجھتے ہیں۔ اور تمام انبیاء کی کسر شان کر کے اور سب کو مفتری اور جعلساز ٹھہرا کر یہ دعوے بلا دلیل پیش کرتے ہیں کہ ایک وید ہی خدا کا کلام ہے۔ جو ہمارے بزرگوں پر نازل ہوئے تھے۔ اور باقی سب الہامی کتابیں جن سے دنیا کو ہزار ہا طور کا فایدہ توحید اور معرفت الٰہی کا پہنچا ہے وہ لوگوں نے آپ ہی بنا لی ہیں +

اقول جو کچھ مرزا صاحب نے عیسائیوں کی بابت لکھا ہے۔ اُس کا جواب کوئی پادری صاحب دینگے۔ ہمارا کام صرف انکے دعووں کی تکذیب کرنا ہے +

واللہ اعلم دنیا میں کیا طوفان آیا ہے کہ اپنی آنکھ کا شہتیر بعض متعصبین کو نہیں سوجھتا۔ مگر دوسروں کی آنکھ کا تنکا بھاری معلوم ہوتا ہے۔ اسلامی تعصب دنیا میں ضرب المثل ہے۔ اور اس سے ہر ایک دانا کی طبیعت منفعل۔ بیجا تعصب نا واجب طرفداری سے انسان کو بچنا ضرور ہے۔ مگر حق کا اظہار اور صداقت کا طرفدار ہونا بھی ہر ایک صدق پسند کو منظور ہے۔ جب آریہ سماج کا اصول ہفتم ہے کہ سب سے پریتی پورک دھرم انوسار یتھا یوگ برتنا چاہئے" پس اگر کوئی آریہ بالفرض محال خدانخواستہ بیجا طرفداری کرتا ہے تو یہ برخلاف دھرم کے اس کا ذاتی قصور ہے۔ مگر ہاں کسی بُرے کو نیک اور نیک کو بد کہنا۔ راستی سے دور ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ ممبران آریہ سماج ہمیشہ اخلاق و محبت کے ساتھ غیر مذہب والوں سے گفتگو کرتے ہیں مگر بیجا خوشامد و جھوٹے لیت و لعل اور حق کو چھپانے سے البتہ ڈرتے ہیں۔ اور یہ بھی اپنا دھرم سمجھتے ہیں کہ کسی پر جھوٹھا الزام نہ لگا دیں۔ اور جو بات کہیں کتب غیر مذہب سے بپایہ اثبات پہنچا دیں۔ چنانچہ اس کی تصدیق کے واسطے ایک واقعی مثال عرض کرتا ہوں۔ مرزا صاحب خود ہی انصاف کو کام میں لا دیں اور حق و باطل میں تمیز فرما دیں +

ایک دن خاص قصبہ قادیان میں مرزا صاحب کے مکان پر بیٹھے ہوئے ایک سال بھر وہاں ٹھہرنے کی شرائط طے ہو رہی تھیں۔ اثنا گفتگو میں لفظ خوارق عادات کی تشریح ہونے لگی۔ نامہ نگار کی طرف سے یہ دعوے تھا کہ خوارق عادات کہتے ہیں۔ عادت یا سبھاؤ کے توڑنے کو۔ چاقو میں چاک کرنے کی عادت ہے۔ اور آگ میں جلانے کی۔ درخت میں غیر متحرک رہنے کی۔ اور انسان میں چلنے کی وغیرہ۔ آپ اگر ان عادتوں کو خدا کی برکت سے توڑ دیویں۔ تب مسلمان ہو جاؤنگا۔ ورنہ آپ آریہ ہو جاویں۔ اور غلط دعووں سے باز آویں۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ قرآنی اصطلاح میں اس لفظ کے یہ معنی نہیں ہیں سنا مہ نگار نے کہا کہ یہ لفظ ہی قرآن میں نہیں ہے ورنہ بتلاؤ اگر کہیں ہے۔ مرزا صاحب نے اقرار کیا کہ قرآن میں ضرور ہے۔ نامہ نگار کے پاس قرآن تھا۔ اسی وقت پیش کیا کہ برائے خدا نکال دیجئے اور الہام کی فال ڈالئے چند منٹ تک مرزا صاحب ورق گردانی کرتے رہے مگر بالکل وہ لفظ قرآن سے نہ نکالا اور طوعاً و کرہاً فرمایا کہ "میں دعوے سے دست بردار ہوں۔ قرآن میں یہ لفظ نہیں ہے" اس وقت حکیم کشن سنگھ صاحب و لالہ نہال چند صاحب و حکیم دیارام صاحب و پنڈت جے کشن صاحب و لالہ لچھمی سہائی صاحب و مرزا کمال الدین صاحب و منشی مراد علی صاحب اور ایک بوڑھا مسافر بیٹھے ہوئے تھے۔ جس سے غالباً مرزا کو بھی انکار نہ ہوگا۔ **دوسرا ثبوت** سوال و جواب مباحثہ جالندھر ہے۔ جو مابین **مولوی احمد حسن صاحب** اور **شریمان سوامی دیانند سرستی جی** کے ہوا تھا۔ اس کے پڑھنے سے بھی صاف ظاہر ہے۔ کہ مباحثہ کے بعد مولوی صاحب کی طرف سے بد تہذیبی ہوئی۔ کہ آریوں کی طرف سے تعصب و ہٹ دھرمی مولوی صاحب کے لکھنے میں آئی نہ کہ سوامی جی سے چنانچہ یہ رسالہ بھی محمد مرزا موحد صاحب جالندھری کے قلم سے مرتب ہوا۔ اسکے صفحہ ۳۴ کی سطر ۵ سے ۱۲ تک عبارت ذیل موجود ہے

"بعد ختم گفتگو (مباحثہ) کے جو مولوی صاحب کی طرف سے خلاف عمل عالمانہ ایک فعل سرزد ہوا۔ بنظر انصاف اسکا بھی ظاہر کر دینا مناسب ہے اور وہ یہ ہے کہ بعد تمام ہونے گفتگو کے مولوی صاحب خانقاہ امام ناصر الدین کے دروازہ پر گئے اور کچھ تقریر و وعظ سنا کر مسلمانان حاضرین سے اپنے وجود کی شہرت کے طلبگار ہوئے۔ اگرچہ اہل علم اور وضعدار مسلمان تو اس شہرت کی خواہش کو جاہلوں کا کھیل سمجھ کر کنارہ کش ہو گئے۔ مگر جہلائے عوام جو مرغ اور لال اور بٹیر اور راگن وغیرہ کی لڑائی کے عادی اور ہار جیت کی شہرت کے شائق ہیں انہوں نے مولوی صاحب کو بازی یافتہ قرار دیا اور گھوڑے پر چڑھا کر شہر کے گلی کوچوں میں خوب پھرایا۔ اور جیت ہار کا غل مچایا۔ مگر خاص وضعدار اور مہذب آدمیوں نے اسے ناپسند کیا"

حالانکہ یہ پہلے ہی طے ہو چکا تھا کہ "جو اس گفتگو کے ختم ہونے پر ہار جیت تصور کریگا وہ متعصب اور جاہل متصور ہوگا" ناظرین خود ہی اب نتیجہ نکال لیں +

براہین الاحمدیہ از صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۶

سو اگرچہ یہ دعوے تو اس کتاب میں ایسا رد کیا گیا ہے کہ وید موجودہ کا قصہ ہی پاک ہو گیا۔ لیکن اس جگہ ہمکو یہ ظاہر کرنا منظور ہے کہ کس قدر ان لوگوں کے خیالات اصول حسن ظن اور تہذیب اور نیک دلی سے دور ہیں اور کیسے یہ لوگ تعصب قدیم کی شامت سے جو اُن کے رگ و ریشہ و تار پود میں اثر کر گیا ہے۔ اُن نیک ظنوں کی طاقتوں کو جو انسان کی شرافت اور نجابت اور سعادت کا معیار ہیں اور اس کی انسانیت کا زیب و زینت ہیں یکبارگی کھو بیٹھے ہیں +

جواب باصواب

پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل۔ سنسکرت کی حرف شناسی سے جاہل محض۔ اور وید کے رد کا ٹھیکہ۔ آنکھیں چمگادڑ کی اور آفتاب سے جنگ و جدل

چہ خوش گفت سعدی در زلیخا ؎ الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا

بترس از دروغ و فریب و ریا ٭ کہ ناگہ رسد بر تو قہر خدا

ہاں اگر ہم دعویٰ کریں تو شایاں ہے۔ کیونکہ فارسی و عربی جانتے ہیں۔ اور ہمارے پاس قرآن ہے۔ آپ جو ان صفات سے محروم مطلق ہیں آپ کو یہ دعوے بے دلیل سراپا ذلیل کریگا۔ ہاں بفضل جگدیشور اس کتاب کے طبع اور شایع ہونے سے قرآن موجودہ کا قصہ پاک ہوگا۔ اور عالم اس کی زہریلی تعلیم سے بیباک۔ اسلامی تعصب اور محمدی بغض جو مغلی قوم کی شامت سے آپ کے سینہ پر کینہ میں نسلاً بعد نسلاً جاگزیں ہے اسی سبب سے آپ کو اسلام کے برخلاف بات خواہ وہ کیسی ہی حسنات و کمالات و برکات و تجلیات سے بھری ہو خراب و غلط و پر کاوش و رنجش کا باعث نظر آتی ہے آپ کو نہ تو انسانیت سے غرض ہے اور نہ اخلاق سے۔ صلح علیہ السلام سے غرض ہے اور نہ رسلمہ اللہ کا فرض عیش و عشرت کا خیال ہے اور عطر و پھلیل لگانے میں کمال۔ خدائے ذوالجلال اگر آپ کو صد سال سلامت رکھے تو بھی رونق اسلام ہے اور یادگار خیر الانام۔ مگر افسوس کہ آپ جیسے زیادہ الہامی ہوتے جاتے ہیں۔ ویسے ہی اخلاقی خوبیوں کو کھوتے جاتے ہیں تحقیق سے آپ کو ذرہ بھی سروکار نہیں اور بیجا شیخیوں اور ناجایز دعووں سے کچھ بھی ننگ و عار نہیں +

براہین الاحمدیہ صفحہ ۱۰۶ سے ۱۰۷ تک

جو ان کے دلوں میں یہ خیال سمایا ہوا ہے جو صرف آریہ دیش کے اور جتنے ملکوں میں نبی اور رسول آئے جنہوں نے بہت سے لوگوں کو تاریکی شرک اور مخلوق پرستی سے باہر نکالا۔ اور اکثر ملکوں کو نور ایمان اور توحید سے منور کیا۔ وہ سب نعوذ باللہ جھوٹے اور مفتری تھے +

جواب باصواب

مرزا صاحب یہ آپکا بالکل غلط گمان ہے اور بیجا طوفان اور سراسر بہتان۔ خدا سے خوف کیجئے۔ اور کسی کو جھوٹے الزام نہ دیجئے۔ ممبران آریہ سماج ایسے خیالی دعوے نہیں جماتے اور گھر میں بیٹھے ہوئے آپ کی طرح الہامی حلوے نہیں پکاتے۔ نہ داؤ پیچ کھیلتے ہیں۔ اور نہ پھندا لگاتے ہیں۔ آپ جیسے نفسوں کو جو انا انزلنا قریبًا من القادیان کے دعویدار ہیں۔ صرف آریہ سماج والے ہی مکار نہیں جانتے بلکہ خود ایماندار مومن بھی جھوٹا مفتری مانتے ہیں اور کفر و الحاد کے فتوے لگاتے ہیں۔ اور لوگوں میں مشتہر فرماتے ہیں جنہوں نے تمام خانگی اموراٹ پر الہام کا جال بچھایا ہے ان کو آریہ سماج والوں نے نیکوں کے درجہ سے گرایا ہے جن کا راستی پر قرار و مدار اور فریب سے تنفر و انکار ہے۔ انہیں ممبران آریہ سماج نیکو کار و صادق جانتے ہیں۔ اور ان کے اپکار کو جگت کی بہتری کا باعث مانتے ہیں۔ جو اپنے گناہوں اور شامت اعمال کو خدا کا قصور ٹھہرا لیتے ہیں انکو اگر آریہ سماج والے مفتری اور حیلہ باز بتاتے ہیں۔ تو آپ اسپر کیا فتوے لگاتے ہیں غالبًا آپ کا اور ہمارا اتفاق ہوگا نہ کہ بغض و نفاق +

براہین الاحمدیہ صفحہ ۱۰۷

سچی رسالت اور پیغمبری صرف برہمنوں کی وراثت اور انہیں کے بزرگوں کی جاگیر خاص ہے۔ اور اس بارہ میں خدا نے ہمیشہ کے لئے انہیں کو ٹھیکہ دے رکھا ہے اور اپنے وسیع دریائے ہدایت اور رہنمائی کو انہیں کے چھوٹے سے ملک میں گھسیڑ دیا ہے۔ اور ہمیشہ اسکو انہیں کا دیش اور انہیں کی زبان اور انہیں میں سے پیغمبر پسند آ گئے ہیں +

جواب باصواب

مرزا صاحب یہ فرمانا آپکا متعصبانہ نہیں ہے تو کیا ہے۔ خفا نہ ہوجئے۔ ہمارے اور آپ کے بزرگ ایک ہی تھے۔ تواریخ بتلاتی ہے کہ رومی۔ اہل فرانس۔ اہل انگلش۔ اہل فارس وغیرہ سب کے بزرگ آریہ تھے۔ سنسکرت زبان میں جو ویدکی ہدایت لوگوں کو سنا دے۔ ویدکی وعظ و اپدیش کی تدریس بتلا دے وہ برہمن ہے چنانچہ سنسکرت زبان میں اس کی توضیح اس طرح پر ہے +

ब्रह्मजानाति ब्रह्मणः یعنے جو وید مقدس کو جانے اور وید مقدس کے ذریعہ توحید و گیان کا پرکاش کرے وہ برہمن ہے۔ برہمن کسی خاص قوم یا ذات کا نام نہیں ہے بلکہ اس ورن کا نام ہے جس کی تشریح اوپر کر چکا ہوں۔ پس برہمن ہونا وید و کت طور سے کسی کی وراثت نہیں ہے۔ یہ تو قدرتی طور پر ہی نوع انسان کی تقسیم ہے جو غیر قابل ترمیم ہے۔ اور داناؤں کو ہر طرح تسلیم۔ پس سچی رسالت اور پیغمبری کا منصب جن کو ملے اس کو سنسکرت زبان میں برہمن کہیں گے۔ اور مختلف زمانوں میں جدا جدا نام دھریں گے فاضلوں کو فضیلت کا ٹھیکہ دینا عیب نہیں بلکہ انصاف ہے۔ مردمک دیدہ کو دیکھنے کا ٹھیکہ دیا سو کیکر بتلائیے۔ کہ کس طرح حق کے خلاف ہے۔ لاف و گزاف کو چھوڑئیے اور ناراستی و بطالت سے منہ موڑئیے اور جواب دیجئے کہ نیکوں کو نیکی کا ٹھیکہ دینا کس طرح قابل اعتراض ہے جس کے ماننے سے آپ کو اس قدر عذر و اعتراض ہے۔ سچا ہادی اور نیک رہنما دریائے ہدایت کے جہاز کا ملاح ہے۔ اور اس کے فرمان پر عمل کرنا عین مقصود و فلاح۔ اس کی تصدیق خود وید مقدس سے سنانا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ سچائی کا عمدہ طور سے پرکاش ہو +

यधेमां वाचंकल्याणीमावदानि जनेभ्यः। ब्रह्मराजन्याभ्याꣳ शूद्राय चार्याय च स्वाय चारणाय। प्रियो देवानां दक्षिणायै दातुरिह भूयासमयं मे कामः समृध्यतामुप मादो नमतु।

यु॰ अ॰ २६ म॰ २॥

یجروید میں ایشور آگیا دیتے ہیں کہ جس طرح میں یہ وید کلیان کا سادھن بلا تعصب تم کو اپدیش کرتا ہوں۔ ویسے ہی تم انسانوں کو اس کا اپدیش کرو۔ بنی نوع انسان کے۔ اقسام ہیں برہمن۔ کھشتری۔ ویش۔ شودر۔ سو سب وید کے ادھکاری ہیں۔ کوئی انادھکاری یعنے غیر مستحق نہیں ہے۔ وید کے اپدیش میں کسی قسم کی طرفداری نہیں چاہئے۔ جو سچے دل سے وید کی آگیا کا پالن کرتا ہے وہ ہر طرح کے سکھوں سے مستفیض ہوتا ہے۔ یہ وید و دیا ہمیشہ سب کے کلیان کاری ہے۔ اسپر عملدرآمد کریں +

سنسکرت زبان کو تمام متعصب انگریز و مسلمان ام اللسنہ (یا مدر آف لنگویج) پکارتے ہیں۔ اور ہزاروں الفاظوں کو باہمی مقابلہ کر کے سنسکرت سے نکالتے ہیں۔ چنانچہ آب حیات میں مولوی محمد حسین صاحب آزاد فرماتے ہیں کہ ایران نام بھی آریہ۔ این سے بنا ہے یعنے آریوں کے متعلق اصل عبارت یہ ہے۔ اور اس قوم کا نام ایرین تھا۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہندوستان میں آکر راجہ مہاراجہ کا خطاب لیا۔ ایران میں تاج کیانی پہ درفش

کا ڈنکا بجایا۔ آپنے مذہب کا نادر طریقہ لیکر چین کو ننگا رکھنا بنایا۔ یونان کا طبقہ حکمت سے الگ جمایا۔ روما کی جالسگر سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اندلس (ہسپانیہ) پہنچکر چاندی نکالی*

مرزا صاحب آپکے دل میں باوجو الہامی ہونے کے تعصب کو کس بے گھسیڑ دیا ہے اس قدر حق سے۔ ذرا چشم کو افتخار جانتے ہو اور سچ کے قبول کرنے سے تحقیر معانی مانتے ہو خدا سے ترسایئے انصاف سے ہاتھ نہ اٹھائیے۔ اور براہ مہربانی ہسٹری آف لینگویجز یعنے زبانوں کی تاریخ مصنفہ میکس مولر صاحب مطالعہ فرمائیے تاکہ جہالت (اودیا) دور ہو اور صداقت کا ظہور ہو*

براہین الاحمدیہ صفحہ ۱۰۸

قولہ۔ اور وہ بھی صرف تین یا چار کہ جن سے مسئلہ الہام۔ اور رسالت کا قوانین عامہ قدرتیہ۔ اور عادت قدیم الہیہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور امر نبوت اور وحی کا باعث قلت تعداد الہام یافتہ لوگوں کے ضعیف اور غیر معتبر اور مشکوک اور مشتبہ ٹھہر جاتا ہے اور نیز کروڑہا بندگان خدا جو اس ملک سے بے خبر رہے۔ یا یہ ملک ان ملکوں سے بیخبر رہا۔ فضل اور رحمت اور ہدایت آلہی سے محروم اور نجات سے بے نصیب رہ جاتے ہیں اور یہ طرفہ یہ کہ بموجب جوش عقیدہ آریہ صاحبان کے وہ تین چار رکھی بھی خدا تعالےٰ کے ارادہ اور مصلحت خاص سے منصب نبوت پر مامور نہیں ہوئے۔ بلکہ خود کسی نامعلوم جنم کے نیک عملوں کے باعث سے اس عہدہ پانے کے مستحق ہو گئے اور خدا کو بہرحال انہیں پیغمبر بنانا ہی پڑا۔ اور باقی سب لوگوں کو ہمیشہ کے لئے اس مرتبہ عالیہ سے جواب مل گیا۔ اور کوئی کسی الزام سے اور کوئی کسی تقصیر سے اور کوئی آریہ قوم اور آریہ دیش سے باہر سکونت رکھنے کے جرم سے الہام پانے سے محروم رہا۔

جواب باصواب

اقول حق سے مخالفت کرنا عموماً مرزا صاحب کا اصول ہے۔ اور خواہ مخواہ طول و فضول عبارت بنا کر نصیحت کا دم بھرنا معقول جانتے ہیں۔ ورنہ اگر سچ مچ راستی سے کام ہے اور تحقیق مسئلہ الہام۔ تو ذرہ بیان کیجئے کہ چار آدمیوں پر ایشور کی طرف سے الہام ہونے میں قوانین عامہ قدرتیہ اور عادات قدیم الہیہ میں کونسا قضیہ واقع ہوا جس کا

دفعیہ آپ کے وہمیہ و طبعیہ منطق میں ہمارے ذمہ ضروری جانا گیا۔ برائے خدا بیان کیجئے اور جواب لیجئے۔ ایک کے مقابلہ میں شہادت اربعہ ہر طرح قابل اعتبار ہے اور کسی طرح محل عذر و انکار نہیں۔ ہاں قطع نظر اور باتوں کے آپ کی شہادت کمزور ہے۔ اور ہم صحیح مقابلہ میں آپکے زور ہے۔ کہاں خود غرضی کی صلاحیں اور شکایتیں اور کہاں صداقت کے احکام اور راستی کی ہدایتیں۔ مرزا صاحب ایک بہت بڑا فرق ہوتا ہے انصاف اور خود غرضی میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ رب العالمین منصف و عادل ہے نہ کہ خود غرض و غافل ؎

چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا

ببیں تفاوت راہ از کجا ست تا بکجا

مذہبی تواریخوں سے ثابت ہے کہ اول اول انسانوں کی پیدائش آریہ ورت میں ہوئی اور وہیں انتظام عالم کے واسطے الہام کی ضرورت ہوئی۔ ورنہ ایک اہم کارخانہ پیدا کرکے اس کے انتظام کے احکام نہ بتانا بنانے والے کے گیان کو الزام لگانا ہے پس وہاں ہی ویدوں کا الہام ہوا۔ کوئی سکول۔ کوئی مثلاً کوئی ماسٹر اس وقت موجودہ نہ تھا۔ جس سے وہ الہام غیر معتبر اور مشکوک اور مشتبہ ٹھہرتا۔ اور نہ کوئی کتاب موجود تھی۔ جس سے منقول تصور ہوتا۔ تمام مشکلات کا غور کرکے ہر ایک سلیم العقل کے دل سے فی الفور یہی جواب ملتا ہے۔ کہ ایسے وقت میں ایسے کامل گیان اور مکتفی ہدایت اور مشرح فرائض اور سچے اپدیش اور اعلیٰ علمی دقایق و حکمی و فلسفی حقایق کا پرکاشت ہونا انسانی طاقت و قوت بشری سے بعید بلکہ ناممکن ہے پس ہادی حقیقی اور مالک تحقیقی سچدانند سروشکتیمان پرمیشور کا نشک گیان ہے تب ہی تو پہلے سے ہی ان کا ظہور ہوا۔ غیر معتبر تب ہو۔ جبکہ کوئی پڑھا لکھا آدمی رازدار موجود ہو۔ ضعیف تب ہو جب کوئی خارجی ذریعہ موجود ہو۔ محیط و موجود کل کی رسالت کے واسطے وحی کا آنا اس کو ایک ولیتی یعنے محدود دکھانا ہے پس اس گیان سروپ نے انتریامتا سے ویدک انادی گیان ان کے منتکرن میں پرکاش کیا چونکہ غیر متغیر کا گیان لاتبدل ہوتا ہے۔ اسی واسطے وہ گیان آجتک تردید و تنسیخ سے مبرا ویدوں میں موجود ہے۔ توریت منسوخ ہو گئی اور اسی طرح انجیل میں اپنی تعلیم تم خود بھی غیر واجب جانتے ہو اور اسے ناکامل گردانتے ہو۔ قرآن کی بھی بہت سی آیات منسوخ ہو گئیں اور بہت سی تمہاری تلاوت سے نکالی گئی ہیں پس وہ گیان ہے اور غیر متغیر کے گیان نہیں ہیں۔ بلکہ انسانی اور نفسانی اور فانی داستانیں ہیں جن کے وجود اور نابود مساوی ہیں۔ سچی کتاب از آغاز عالم تا اختتام عالم رد و تبدل سے پاک رہیگی۔ کسی طرح کا نقص و سہو اس میں برآمد ہونا سہل نہیں بلکہ ناممکن ہے اور وہ ست ودیا کا پستک وید مقدس ہے ہم لوگ جو تناسخ کو مانتے ہیں کسی کا الہام پانے سے محروم رہنا اس کی شامت اعمال جانتے ہیں مگر خدا تعالےٰ کو متعصب و ظالم نہیں گردانتے۔ بلکہ یقیناً پہچانتے ہیں کہ وہ انصاف کے برخلاف کوئی کارروائی نہیں کرتا۔ آپ مسکر تناسخ ہیں آپ ہی اس کا پاسخ دیجئے کہ خدا کا اپنے ارادہ و مصلحت خاص سے کسی کو منصب نبوت پر مامور کرنا جسم انصاف کو معدوم کرنا نہیں ہے تو کیا ہے؟ حقدار کا حق غیر مستحق کو دینا خود غرضی و طرفداری ہے اور لائق و حقدار کو تو اس کے منصب پر پہنچانا معدلت و نصفت شعاری

* قطع نظر اسکے کیا ابتدائے آفرینش سے محمد صاحب تک حسب اعتقاد یہود و عیسائی و اہل اسلام کے سوائے بنی اسرائیل کے کسی اور قوم میں کوئی پیغمبر کتاب لیکر آیا ہے۔ جہانتک بائبل اور انجیل اور قرآن سے پتہ ملتا ہے کوئی نہیں آیا۔ بلکہ صاف لکھا ہے کہ آدم سے محمد صاحب تک تمام رشی ہی ستے سب ایک خاص قوم اور گھرانے سے ہوتے رہے۔ بلکہ سارے جہاں کو چھوڑ کر خدا نے تمام خدائی سے منہ موڑ نعمت نبوت کا رشتہ خاص اس قوم سے جوڑ دیا (دیکھو سورۃ مائدہ آیت ۲۳ اور سورۃ بقر کی آیت ۱۲۰) اور اسی طرح (سورۃ آل عمران کی آیت ۱۷۸) اب ہم بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ سچی رسالت اور پیغمبری صرف اسرائیلوں کی وراثت اور انہیں کے بزرگوں کی جاگیر خاص ہو گئی اور اس بارہ میں خدا نے ہمیشہ کے لئے انہیں کو ٹھیکہ دے رکھا ہے اور اپنے وسیع دریائے ہدایت رہنمائی کو انہیں کے دجلہ و فرات کے درمیانی دوآبہ میں گھیر دیا ہے۔ اور ہمیشہ ہندوکو۔ روم کا وریش پیدا کیا اور انہیں کی زبان خدا کا کلام ہوگئی۔ چین۔ جاپان۔ امریکہ۔ سنٹرل ایشیا وغیرہ میں کبھی کوئی پیغمبر نہ اترا۔ اور نہ ہندوستان میں کبھی کسی پیغمبر کی ڈال گلی۔ پس یہ سب الزام آپکے ذمہ ہیں کسی طرح ہمارے پر عاید نہیں ہو سکتے۔ اور خدا کے مہربانیاں کی نسبت یہ تمام شک وارد ہوتے ہیں۔ ذرہ ہمیں

فٹ نوٹ۔ دیکھو مضمون کتاب ہذا متعلق فضیلت سنسکرت بجواب اعتراض صفحہ ۱۰۷ سے تا ۱۳۱ فیہ الہلیۃ[illegible]

خدا کو صادق مانکر پھر وید کی گواہی کے واسطے درخواست کرنا بہرحال ایک ایسا امر ہے کہ جس کے قبول کرنے سے ممبران آریہ سماج کو خصوصاً اور تمام اہل دانش کو عموماً انکار ہے۔ افسوس کہ خود ہی محمد صاحب کو ختم المرسلین مانا۔ اور لوگوں کو ہمیشہ کے واسطے مرتبہ نبوت سے محروم الارث بنانا ایمان جانتے ہو۔ مگر اس اعتراض کے کرتے وقت اپنے گریبان میں منہ ڈالکر نہیں دیکھتے ورنہ یہ زہر نہ اگلتے۔ خدا کو خودغرض اور طرفدار بنانا آپ کے ہاں آسان ہے مگر حق کو قبول فرمانا نہایت گراں بلکہ نقصان ایمان ہے۔ تناسخ سے انکار بعینہ خدا کی ستمگری کا اقرار ہے۔ جس کو ہم اسی کتاب میں علیحدہ بیان کریں گے۔ اگر خدا کو ان مذموم لعائق سے نقصان پذیر نہیں مانتے۔ (جو بالکل ٹھیک ہے) تو کسی اور نبی اور کتاب کا نزول قبول کرنا پڑیگا۔ اور محمد صاحب اور قرآن کو درجہ نبوت و الہام سے معزول +

مرزا صاحب ایک کامل الہام کی موجودگی میں کسی اور کامل یا ناکامل الہام کا ارسال کرنا حالانکہ کوئی نئی تعلیم بھی نہ دیتا ہو فعل عبث کے سوا اور کیا حکم رکھتا ہے۔ کوئی کسی تعقیہ سادنی یا تابعی کے سبب تعلیم وید سے محروم نہ رہا مگر اپنے گناہوں کے باعث

ہر چہ ہست از قامت ناساز بے اندام ماست
ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نیست

براہین الاحمدیہ صفحہ ۱۰۸ و ۱۰۹

اب دیکھنا چاہئے کہ اس ناپاک اعتقاد میں ہنود کے مقبول پنڈتوں پر جنہوں نے آفتاب کی طرح ظہور کر کے اس اندھیرے کو دور کیا ہو اُن کے وقت میں دنیا پر چھایا ہوا تھا کس قدر ناحق و بے موجب بدظنی کی گئی ہے۔ اور پھر ایسے پرمیشور پر بھی یہ بدظنی جو اُس کو غافل یا مدہوش یا مختلط الحواس تصور کیا ہے۔ کہ جو اس قدر بے خبر ہے کہ گو بعد وید کے ہزارہا طور کی نئی نئی بدعتیں نکلیں اور لاکھوں طرح کے طوفان اور اندھیریاں چلیں اور رنگارنگ کے فساد برپا ہوئے اور اس کے راج میں ایک بری طرح کی گڑبڑ پڑ گئی اور دنیا کو اصلاح جدید کی سخت سخت حاجتیں پیش آئیں پر وہ کچھ ایسا سویا کہ پھر نہ جاگا اور کچھ ایسا کھویا گیا کہ پھر نہ آیا۔ گویا اُس کے پاس اتنا ہی الہام تھا جو وید میں خرچ کر بیٹھا اور وہی سرمایہ تھا جو پہلے بانٹ چکا۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے خالی ہاتھ رہ گیا اور منہ پر مہر لگ گئی۔ اور ساری صفتیں اب تک بنی رہیں مگر تکلم کی صفت صرف وید کے زمانہ تک رہی پھر باطل ہو گئی۔ اور ہمیشہ کے لئے کلام کرنے اور الہام بھیجنے سے عاجز ہو گیا +

جواب باصواب

مرزا صاحب کیا یہی الہامی تہذیب ہے۔ اور اسی کا نام محمدی تادیب۔ زبان سنبھالئے ایسے الفاظ منہ سے نہ نکالئے۔ سقراط۔ بابا نانک جیسے مہاتما لوگ جنہوں نے آفتاب کی طرح ظہور کر کے لوگوں کی اودیا کو دور کیا ہم ان کی صدق دل سے تعظیم کرتے ہیں۔ اور ہر ایک دانا کو کرنی چاہئے +

"ایک ایرانی سیاح امرتسر میں ایک روز ناشتہ گفتگو فرمانے لگے۔ کہ جب تک میں دنیا کے اور مذاہب سے مقابلہ کرتا ہوں۔ نبیوں کی نسبت یہ چار امر سنائی دیتے ہیں۔ اول کتاب۔ دوم امت۔ سوم معجزہ۔ چہارم اصحاب۔ مگر کسی نبی کی نسبت غیر قوم نے شہادت نہیں دی۔ لیکن جب غور کرتا ہوں تو بابا نانک جی کی نسبت یہ چاروں امر تصدیق ملکہ موجود ہیں۔ بابا نانک کتاب دارد۔ امت دارد۔ معجزہ دارد۔ اصحاب دارد و بزرگترین۔ ہمہ متقابل چہ مسلمان ہم بکرامت او قائل اند۔ بس بابا نانک بلا شک و شبہ نبی ہست۔ میں نے سوال کیا کہ محمد صاحب کی نسبت جو ختم المرسلین کا لوگ گمان کرتے ہیں؟ ہنسکر جواب دیا کہ در این بالکل غلط است بابا علی بدرستکہ آنجا حاج وغیرہ بھی اسی تعظیم کے لائق ہیں +

مگر جنہوں نے دنیا میں طوفان بے تمیزی پھیلائے۔ قتل عام کرائے۔ جہاد کے بیڑے اٹھائے آباد شہر بے چراغ بنائے کیا وہ بھی اسی تعظیم کے مستحق ہیں۔ اگر ہیں تو کیا وجہ؟ اور محمود غزنوی چنگیز خان۔ تیمور۔ ہلاکو۔ نادر شاہ۔ بابر۔ احمد شاہ وغیرہ کیوں مستثنیٰ رکھے جاویں۔ اور برادری سے خارج کہلادیں جیسے پرماتما آپ شدھ اور غیر متغیر ہے اسی طرح اس کا الہام بھی شدھ اور تغیر و تبدل سے مبرا ہونا چاہئے نہ کہ ناقص اور متغیر یعنی کامل اور شدھ چیز کے بدلنے کی ضرورت نہیں اور نہ کامل اور ناقص کا کامل اور سروگیہ سے ظہور ہونا ہی اسنمبھو یا غیر ممکن ہے۔ ترقی تنزل کا سلسلہ آواگون ہے۔ نئی نئی بدعتوں کے نکلنے اور نئے طوفان اور اندھیریوں کے چلنے سے وہ عالم کل غافل نہیں ہے اور نہ بدعتیں اور طوفان اور اندھیریاں کارخانہ قدرت کو درہم برہم کر سکتی ہیں۔ اور نہ اُس کے راج میں گڑبڑ ہو سکتی ہے جنگ روم و روس کے وقت اسے نئے الہام کی ضرورت نہیں۔ اور نہ نادر شاہ کے قتل عام کرنے پر حاجت تھی۔ جب لارڈ میو صاحب مارے گئے تب بھی وہی الہام تھا اور جب فرعون نے خدائی کا دعوےٰ کیا تب بھی وہی الہام۔ جب موسیٰ پیدا ہوئے تب بھی وہی الہام تھا اور جب لاکھوں کے قتل عام کا حکم دیا تھا۔ تب بھی وہی الہام۔ ابراہیم کے وقت میں بھی وہی الہام تھا۔ اور کیومرث کے وقت میں بھی وہی۔ مگر محمد صاحب کے وقت میں بھی وہی تھا۔ اور مسیح کے وقت میں بھی وہی۔ وہی الہام کرشن جی کے وقت تھا۔ اور وہی رامچندر جی کے وقت۔ وہی منو جی کے وقت تھا اور وہی اگنی اور انگرہ کے وقت +

آفتاب صداقت ہمیشہ موجود رہتا ہے مگر آنکھیں کھولنا اور بلا تعصب ہو کر دیکھنا اور غور کرنا اور فائدہ اٹھانا قابلیت کی شرط ہے۔ جو آواگون سے لازم و ملزوم ہے ایشور منہ کا محتاج نہیں۔ اور نہ کلام کا۔ وہ سب کا انتریامی ہے۔ ویدوں کو گیان دوارہ پرکاش کرتا ہے۔ مگر دیدہ بینا و گوش شنوا چاہئے +

تم قرآن کو کلام اللہ مانتے ہو پس کلام بغیر موصوف کے ظہور پذیر نہیں ہوتی محمد خاتم المرسلین ہیں۔ یہ اعتراض تمہارے پر عاید حال ہیں نہ کہ ہمارے پر۔ یعنی ہم کو کہنا پڑتا ہے کہ جو خدا کے پاس ہدایت کا سرمایہ تھا۔ وہ قرآن میں بانٹ چکا۔ اور پھر قیامت تک خالی ہاتھ رہ گیا۔ اور اس کے منہ پر مہر لگ گئی۔ محمد کے بعد کسی رسول بھیجنے کی اس کو طاقت نہ رہی۔ تکلم کی صفت ہونے کے زمانہ تک ہی۔ آگے سے کلیم ہوا اور نبوت اور رسالت کی ڈگری محمد تک اس کے پاس ہی گرگئے سے بے بضاعت ہو گیا اور ہمیشہ کے لئے رسول اور نبی بھیجنے سے اور کتاب دینے سے عاجز ہو گیا +

مرزا صاحب خدا کامل ہے۔ اس کی کتاب اس کا گیان اس کا اپدیش سب کچھ کامل ہونا چاہئے۔ نہ کہ مجمل و ادھورا و ناقص۔ بدلنے کی ضرورت غلطی میں ہوتی ہے اور بڑھانے کی ضرورت ناکامل میں۔ جہاں سہو ہو وہاں کاٹنا پڑتا ہے۔ اور جہاں بھول ہو وہاں سے ہوشیار رہنا۔ مگر ایشور میں مسلم فریقین ہے۔ کہ یہ عیب نہیں ہیں پھر الہام کا بار بار باہمی نقیض اور مختلف اور ناکامل بھیجنا کیا ضروری تھا کیا قانون پروردگار ہے یا انگریزی سرکار۔ لیکن مرزا صاحب الہام کے بار بار ہونے ہونے میں آپکے پو بارہ ہیں اگر آپ ویدوں پر ایمان لاویں۔ یا الہام کا ایک بار کامل نازل ہونا تسلیم فرماویں تو آپکا الہامی و مجدد و مسیح ثانی و مرشد۔ چھوٹا ہی کون ہے۔ اور چھٹا دسے

الہام ہوا۔ اور رب القادیان من النواحی جوہر داسعوہر نے کس وحی کے ذریعہ تار بھیجکر آپ کو آگاہ کیا۔ کیا وہ الہام انا اللہ حافظون کی گارد کے بغیر آیا تھا جو راستہ میں لوٹا گیا۔ گذشتہ را صلواۃ آیندہ را احتیاط شرط ہے۔ اس جگہ واجب جانتا ہوں کہ اسلامی الہاموں کی غلطیاں تمام اہل حق کو ان سے مطلع کراؤں۔ کیونکہ وہ اگرچہ کلام الہی مشہور ہیں۔ مگر صداقت سے دور ہیں ‡

فرماتے ہیں کہ ہندوستان کے قدیم باشندے ہندو ہیں۔ جن کے بزرگوں کا حال جو تاریخ میں دیکھا جاتا ہے اس سے اس گروہ کی کمال قابلیت و استعداد ظاہر ہوتی ہے۔ ہندوؤں کے قدیم طبقوں نے علوم حکمیہ میں بڑی بڑی ترقیاں کی ہیں۔ یہ بات بالاتفاق تسلیم کی گئی ہے کہ علم ہیئت میں جو ہندوؤں نے کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں نقصان اگرچہ نہایت درجہ کا ہے مگر اس کے ساتھ کمال بھی اعلے درجہ کا پایا جاتا ہے اور ہیئت کے سوا ریاضی کے فروع میں جو انہوں نے ترقی کی ہے وہ علم ہیئت سے بھی زیادہ جتلانے کے قابل ہے چنانچہ کتاب سوریہ سدھانت جو عام مورخوں کے نزدیک پانچویں یا چھٹی صدی عیسوی کی تصنیف مانی جاتی ہے اس میں علم مثلث کا بیان ایسا پایا جاتا ہے جس سے ان کو یونانیوں پر ترجیح نہیں دے سکتے بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں بعض سوالات ایسے ہیں جن کا علم عموماً اہل یورپ کو سولھویں صدی تک حاصل نہ ہوا تھا۔ علم ہندسہ کے بعض اصول کا علم ہندوستان ہی کے ساتھ خصوصیت رکھتا تھا۔ خصوصاً وہ نسبت جو نصف قطر کو محیط دایرہ کے ساتھ ہے اس کا علم زمانہ حال تک ہندوستان کے سوا کسی اور ملک کے لوگوں کو نہ تھا۔ علم حساب میں سب کے نزدیک کسور اعشاریہ کے موجد ہندو ہیں۔ اور ظاہراً اسی امتیاز کے سبب علم حساب میں ان کو یونانیوں پر فوقیت دی جاتی ہے۔ جبر و مقابلہ میں بھی برہمن اپنے ہمعصروں سے سبقت لے گئے تھے۔ چنانچہ اس علم کی بابت ان کی تحقیقات کا حال برہم گپت کی کتابوں سے جو کہ چھٹی صدی عیسوی میں ہوا ہے۔ اور بھاسکر اچاریہ کی کتاب سے جو کہ بارھویں صدی میں ہوا ہے دریافت ہوتا ہے اور ان دونوں نے آریہ بھٹ کی تصنیفات سے مضامین اخذ کئے ہیں۔ ظاہراً اس شخص کے زمانہ میں علم کمال درجے کو پہنچا ہوا تھا اور ہیاودر ڈائی فنٹس جس نے یونان میں جبر و مقابلہ سب سے پہلے لکھا ہے بعض مورخین کے نزدیک ایک زمانہ میں ہوئے ہیں۔ اور یہ بات مانی ہوئی ہے کہ یہ شخص ڈائی فنٹس سے اس علم کی ایسی تحقیقات میں سبقت لے گیا ہے جن کے حاصل کرنے اور سمجھنے پر متاخرین کو فخر ہے۔ اور جو کہ ہندوؤں کی ابتدائی ترقی کے زمانہ میں اور تمام قومیں جاہل تھیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ انہوں نے یہ علوم کسی غیر ماخذ سے نہیں لئے۔ اور جس زمانہ میں ان علموں کا غیر قوموں سے اخذ کرنا ممکن بھی ہو سکتا ہے اس وقت ان کی علمی تحقیقات کے طریقے ایسے اصول پر مبنی تھے جن سے کوئی اگلی قوم اصلا واقف نہ تھی۔ اور ان سے ایسی تحقیقات کا علم ظاہر ہوتا ہے جن کو اب سے ۲ سو برس پہلے تک اہل یورپ بھی نہ جانتے تھے۔ اسی طرح الٰہی و طبعی اور منطقی مسائل میں حکمائے ہند کی رائیں اور اختلافات اور مباحثات اس قدر ہیں جن سے ان میں اور حکمائے یونان میں ایک نسبت معتد بہ نکل سکتی ہے۔ سرسالہ تیرھویں صدی مطبوعہ مطبع آگرہ اخبار کی جلد سوم کے نمبر ۸ سے ظاہر ہوتا ہے ‡

۱۔ نوح کے طوفان کا تمام دنیا پر آنا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (توریت۔ پیدائش)
۲۔ خدا کا طوفان بھیجکر پچھتانا اور بدلی میں اپنی کمان (قوس قزح) لٹکانا۔ (توریت پیدائش ۸۔۹)
۳۔ نوح کشتی میں جانداروں و انسانوں کا مدہ ایک سال تک رہنا ۔ ۔ ۔ (ایضاً)
۴۔ بابل کے برج گرنے سے ایک آواز کا ہونا اور دنیا کی زبانوں کا بدلنا ۔ (ایضاً)
۵۔ دودھ اور شہد کی نہروں کا بہنا اور خدا کا روٹیوں کا مینہ برسانا (توریت)
۶۔ مسیح کا باکرہ عورت سے پیدا ہونا بغیر مجامعت شوہر کے (قرآن سورۃ مریم)

یہ ہے ہندوستان جس کے فیض علوم سے تمام جہان مستفیض ہوا۔ اور جس کے قدیم باشندے نے تمام علوم و فنون و صنعت و حرفت میں سے کوئی چیز باقی نہیں چھوڑی۔ اور اب بھی اس زمانہ کی اکثر تحقیق و صنعت کا پتہ پچھلی کتابوں سے لگ سکتا ہے۔ اس میں بھی غبارہ کا عروج ہو چکا۔ گو اب ہمکو ہندوؤں کی پرانی پوتھیاں اور کتابیں ایک افسانہ معلوم ہوتی ہیں مگر کوئی عقلمند اس بات کو نا در د کریگا۔ کہ اگلے زمانہ کی ایسی دانشمند قوم اپنی ملکی اور مذہبی کتابوں کو افسانہ بنا جاوے۔ ہاں یہ امر سچ ہے کہ اس میں امتداد مدت اور چالاکی برہمنوں سے کچھ تصرف ہو گیا ہو تو عجب نہیں ہے۔ اب اس تصرف سے اصل اور باطل کی تمیز ہزاروں برس کے بعد دشوار بلکہ محال ہو گئی۔ لیکن وہ قصہ اس شے کی اصلیت کا پتا بتا رہا ہے کہ اس وقت میں بھی اس چیز کا وجود تھا۔ اور طبایع انسانی پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جو بات اپنے ذہن سے باہر ہو وہ عجوبہ یا معجزہ معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً یہی ریل جس پر لاکھوں آدمی دھوئیں کے زور سے سفر کرتے ہیں اور یہی تار برقی جس آن واحد میں ہزاروں کوس خبر چلی جاتی ہے نہ ہوتا۔ اور سو پچاس برس پیشتر کی کتابوں میں لکھا ہوتا تو یہ بھی ایک افسانہ معلوم ہوتا۔ اور غالباً آیندہ کبھی ایسا ہی کہا جاویگا۔ لیکن اسکا وجود باقی رہیگا۔ پس اگلے صنایع و حالات کو بھی اس طور پر قیاس کر لینا چاہئے کہ گو وہ اب افسانہ معلوم ہوتے ہیں۔ مگر کبھی نہ کبھی انکا وجود ضرور ہوگا۔ اور کسی نہ کسی طرح پر ان کا استعمال ضرور کیا جاتا ہوگا۔ اور لوگوں نے حالات کو برہمنوں نے اگلے راجاؤں کی کرامات میں داخل کر کے ایک مذہبی خیال بتا دیا ہے۔ مگر در حقیقت وہ اس دانشمند ملک کی حکمت و فلسفیت کا نتیجہ ہیں چنانچہ ہندی پوتھیوں میں ہے کہ فلاں راجہ پاتال کے راجہ سے لڑنے گیا۔ گو اب سمجھ میں نہیں آتا کہ زمین توڑ کر کس طرح پاتال میں چلا گیا۔ حالانکہ ملک امریکہ جس کو نئی دنیا کہتے ہیں۔ بوجہ کرویت ارض اس جگہ سے پاتال میں واقع ہے۔ پس اگر اس وقت میں بھی یہاں کا راجہ وہاں گیا ہو تو عقلائے بالغ نظر کے خیال میں بعید نہیں معلوم ہو سکتا۔ اور ہر طرح ہندی کتابوں میں لکھا ہے کہ فلاں راجہ اس قدر کثیر فوج لیکر اپنے سو کوس چند ساعت میں چلا گیا۔ گو اس میں مبالغہ ہو مگر ریل پر نظر کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس وقت میں بھی اگر کوئی ایسا مرکب ہو تو کچھ عجب نہیں۔ اسی طرح اس غبارہ کی نسبت بھی ہندی کتابوں سے استنباط ہو سکتا ہے مثلاً ہندی کتابوں میں لکھا ہے کہ فلاں راجہ کے ہاں بمان (بیلون) تھا اور اس کے ذریعہ سے جایا کرتا تھا۔ گو اس کی صورت اس غبارہ (بیلون) سے دوسری طرح کی ہو۔ مگر اس سے اس کی اصلیت باطل نہیں ہو سکتی۔ اور اس صورت میں کوئی محقق اور صحیح الخیال شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ غبارہ نئی ایجاد ہے ‡

گیان پرداینی پترکا موسومہ جون ۱۸۸۸ء کے صفحہ ۳۷ میں بابو نوین چندر رائے ممبر برہم سماج لاہور بحوالہ مسٹر ای۔ بی وائننگ صاحب بہادر کے لکھتے ہیں کہ "امریکہ کے پرانے مذہب اور ریتی کے حال سے معلوم ہوتا ہے کہ

(٧) زمین کا مسطح اور ہموار ہونا اور یہ چلنا اور پہاڑوں کا بمنزلہ میخوں کے ٹھوکا جانا (قرآن سورۃ بقر و سورۃ نوح)

(٨) خدا کی باتوں کو سننے کے واسطے شیطانوں کا آسمان پر جانا اور فرشتوں کا آگ کے گولے مارنا جو شہاب ثاقب ہے (قرآن سورۃ حجر و طارق و ملک)

(٩) یاجوج و ماجوج کا جو دوان کے کان پاؤں تک لٹکے ہونا اور ہزار ہا سال تک زندہ رہنا (قرآن سورۃ کہف و تفسیر حسینی)

(١٠) اصحاب کہف کا صدہا سال تک کسی طرح خواب میں رہنا (سورۃ کہف)

(١١) سکندر ذوالقرنین کا کل دنیا تسخیر کرنا اور وہاں پہنچنا جہاں سورج کیچڑ کے چشمہ میں ڈوبتا ہے اور یاجوج ماجوج کی دیوار بنانا (قرآن سورۃ کہف)

(١٢) سات آسمان اور سات زمینوں کا ہونا اور خدا کا اوپر اس کے برج بنانا (قرآن)

(١٣) جنوں کا ہونا۔ اور محمد صاحب پر ان کا ایمان لانا (قرآن)

(١٤) کوہ قاف کا تمام زمین کے گرد اگرد ہونا اور سکندر سے اس کا باتیں کرنا (مثنوی رومی دفتر چہارم)

(١٥) مکہ کا زمین کی ناف ہونا (معارج النبوۃ باب دوم)

(١٦) حجر الاسود کے چومنے سے لوگوں کے گناہوں کا دور ہو جانا۔ اور پتھر کا رنگ بسبب گناہوں کے سیاہ ہو جانا (معارج النبوۃ۔ باب ہشتم)

(١٧) عوج بن عنق کا قد بست ہزار و سی و سہ گز طول میں ہونا بلکہ تمام دنیا کے پہاڑوں سے چہل گز بلند ہونا۔ اور تین ہزار چھ سو سال تک زندہ رہنا (معارج النبوۃ)

(١٨) چاہ بابل میں ہاروت و ماروت کا قید ہونا اور لوگوں کو جادو سکھلانا (قرآن سورۃ بقر)

رفت ذوالقرنین سوئے کوہ قاف ۔۔۔ دید کوہ را کز زمرد بود صاف
گرد عالم حلقہ گشتہ او محیط ۔۔۔ ماند حیران اندران خلق بسیط
گفت تو کوہی دگرہا چیستند ۔۔۔ کہ بہ پیش عظم تو بازیستند
گفت رگہائے من اند آن کوہہا ۔۔۔ مثل من نبود در حسن و بہا
من بہر شہرے رگے دارم نہان ۔۔۔ بر عروقم بستہ اطراف جہان
حق چو خواہد زلزلہ شہرے مرا ۔۔۔ امر فرماید کہ جنبان عرق را
پس بجنبانم من آن رگ را بقہر ۔۔۔ کہ بدان رگ متصل گشتست شہر
چون بگوید بس شود ساکن رگم ۔۔۔ ساکنم وز روئے فعل اندر تگم
ہمچو مرہم ساکن و بس کارکن ۔۔۔ چون خرد ساکن وزو جنبان سخن
نزد آنکس کہ نداند عقلش این ۔۔۔ زلزلہ ہست از بخارات زمین (مثنوی رومی دفتر چہارم)

رسمیں وغیرہ ہندوؤں سے ایسی ملتی ہیں جس سے نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ پرانے زمانہ میں ہندو لوگ امریکہ گئے تھے یا امریکہ والوں سے ہندوؤں کا کسی پرکار کا سمبندھ ہوا تھا۔ شادی بیاہ میں آگ کے گرد سات پھیرے لینا ان کا بالکل ہندوؤں کے مطابق ہے علیٰ ہذا القیاس۔ پانچویں صدی میں امریکہ میں ایک گروہ بودھ بھکشوؤں کا گیا تھا۔ ان میں ایک شخص ہاسیاسی جس کا نام ہوان شان تھا اکتالیس برس بعد چین واپس آیا اور اس نے امریکہ کے حالات کو جو اس نے دیکھا تھا لکھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ میکسیکو تک گیا تھا وہ بڑا شائق سیر کا تھا اس کے حالات سے ... وینگ صاحب نے اس کا ترجمہ انگریزی میں کیا ہے۔ "ان واقعات سے آریوں کا دور دراز ملکوں میں سیر کرنا اور ایڈیشن بنانا بخوبی واضح ہے۔" تھیاسوفسٹ کا ایک رسالہ مصنفہ کرنل الکاٹ صاحب میں لکھا ہے کہ قریب چھ ہزار برس کے عرصہ گزرا کہ ایک جماعت سیاحان آریہ ورت کی جانب مصر (جو ابھی تک آباد ہوا تھا) روانہ ہوئی۔ اس عہد میں اول بادشاہ جو ان کا مینا نام تھا اور جو آریہ تھا سب کو تعلیم کیا اور وید میں معنی پڑھایا۔ اور کام حرفت و صنعت سکھایا۔ یونان سے وہ علم یونان گیا۔ یونان سے روم عرب وغیرہ میں پھیل گیا۔ اور اب تک ہم وہ علم و فن نہیں جانتے جو آریہ ورت کے قدیم لوگ اور رشی جانتے تھے۔ انتہیٰ

(١٩) خدا کا شیطان کو دنیا کے گمراہ کرنے کے واسطے مقرر کرنا اور قیامت تک اس کو مہلت و اجازت دینا (قرآن)

(٢٠) شق القمر (قرآن)

غرضیکہ اسی طرح اور کئی خام خیالیاں اور وہم پرستیاں جن کا زیادہ ذکر کرنا ہی فضول ہے۔ اور جو اب مہذب و تعلیم یافتہ مسلمان لوگ چھوڑتے جاتے ہیں اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور علم و عقل کی روشنی ہونے سے دن بدن ...

× مولوی انریبل سید احمد خان صاحب (تہذیب الاخلاق جلد سوم نمبر چہارم) میں فرماتے ہیں یہ بات ظاہر ہے کہ قرون ثلاثہ میں علوم عقلی کا کچھ چرچا نہ تھا اور مسلمان فلسفہ یونان سے کوئی واقف نہ تھا۔ مگر بعد اس کے وہ زمانہ آیا جس میں مسائل فلسفہ کا جاری ہونا شروع ہوا۔ آخر اس کی یہاں تک ترقی ہوئی کہ وہ مسائل دین میں داخل ہو گئے اور مذہبی کتابوں میں اس پر بحثیں ہونے لگیں اور رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ ان سے تفسیریں بھر دی گئیں اور جس طرح تفسیر میں اقوال پیغمبر و صحابہ کی نقل کی جاتی تھی اسی طرح افلاطون اور ارسطو وغیرہ حکمائے یونان کے قول نقل ہونے لگے۔ اور جب یہ سلسلہ جاری ہوا تو ایک مفسر نے دوسرے مفسر سے اور دوسرے نے تیسرے سے اس کا نقل کرنا یا انتخاب کرنا شروع کیا اور ان قولوں کے قائلین کا نام بھی لکھنا چھوڑ دیا یہاں تک کہ آخر وہ اقوال تفسیروں میں ایسے مل گئے کہ لوگوں کو تمیز کرنا مشکل ہو گیا۔ کہ یہ قول ارسطو کا ہے یا صاحب شریعت کا یا کسی صحابی کا یا کسی امام کا اور اسی واسطے ان اقوال پر دین کا مدار رکھا گیا۔

تہذیب اخلاق کی جلد دوم صفحہ ١٠٧ میں لکھا ہے۔ کہ وجود سموات سبع کے ابطال پر جو دلائل ہیں ان کی ترکیب کس کتاب میں لکھی ہے اور اثبات حرکت دوری آفتاب پر جو دلیلیں ہیں ان کی تردید کس سے جا کر پوچھیں۔ عناصر اربعہ کا غلط ہونا بجواب ثابت ہو گیا اس کا کیا علاج کریں آیہ کریمہ ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما کی جو تفسیر عالموں نے لکھی ہے فن تشریح کے رو سے وہ غلط معلوم ہوتی ہے ہم اپنی آنکھوں سے پتلوں میں بھرے ہوئے نطفے سے لیکر بچے کے پیدا ہونے تک تغیرات کو دیکھتے ہیں جو مفسروں کی تفسیروں کی غلطی کو ثابت کرتے ہیں۔ پھر ہم کیونکر اس پر اعتماد رکھیں۔ خدا کی بات اور اس کا کام ایک ہونا چاہیے۔ یہ مسئلہ تمام دنیا نے تسلیم کر لیا ہے پھر اس کی تصدیق مذہب اسلام کی کس کتاب میں ڈھونڈیں اور کس ملا اور واعظ سے پوچھیں۔ جب کوئی بات بھی ان میں سے موجودہ کتب مذہبی میں نہیں۔ تو ان سے لا محالہ جو فلسفہ معتبرہ اور علوم محققہ جدیدہ سے ہوتی ہے کیونکر رفع ہو گی۔ یہ باتیں نہایت صاف اور روشن ہیں ان کو ظاہر میں نہ ماننا دوسری بات ہے۔ مگر کوئی شخص ایسا ہو گا جو اپنے دل میں ان باتوں کو سچ نہ جانتا ہو گا۔ پس ایسی حالت میں ان کتابوں کا نہ پڑھنا ان کے پڑھنے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

تہذیب اخلاق جلد اول نمبر سوم سے ظاہر ہے۔ ہیئت اور طبعیات وغیرہ صدہا علم اس قسم کے ہیں کہ جن کی تعلیم کے واسطے آج تک کوئی نبی مبعوث ہوا۔ نہ کوئی کتاب اس فن خاص میں خدا تعالیٰ نے اس وقت تک کسی نبی پر نازل کی قرآن

مگر مرزا صاحب اس میں آپ کا ذرہ قصور نہیں صرف ہمکو خود غرض اور سخن لوپ صاحبان کا فتور ہے۔ عقل کے پیچھے لاٹھی لیکر پھرنا ان کا کام ہے اور بیہودہ و دور از حق باتوں کے بتنگڑ بنانے پر اہتمام۔ راون کے دس سر انہوں نے بنائے۔ اور سوام کارتک کے سر پر چھ منہ لگائے۔ گنیش کے چہرہ پر ہاتھی کا سونڈ لگایا اور موش پر سوار کرایا۔ دیران ولنگ پران بناکر سفری کا سکہ جمایا اور شیو پران لکھیا ہم ان قضیوں کی نادانی اور راودیا کا گیا اور کہاں تک بیان کریں جو فروش اور گندم جینیوں کے بنائے پورانوں پر ان کا ایمان ہے اور وہی دور از قیاس فسانے ان کے حرز جان۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۴۲ سے ۲۷۴ تک۔ اب ہم اصل مطلب کی طرف رجوع لاتے ہیں اور دعوے معترض کی تکذیب جتلاتے۔ تاکہ ستیا پرکاش ہو اور استیا کا ناش۔ شت پتھ برہمن کانڈ ۱۱۔ ادھیائے ۵ برہمن ۴ صفحہ ۸۶۸ مطبوعہ لنڈن ؛

तेभ्यस्तप्तेभ्यस्त्रयो वेदा अजायन्ताग्नेर्ऋग्वेदो वायोर्यजुर्वेदः सूर्यात्सामवेदः अथर्वाङ्गिरस।
श० क० ११ अ० ५ ब्रा० ४ सं० ३।७।८

ترجمہ پرمیشور مالک کل نے ویدوں کا پرکاش اس طرح پر کیا کہ اگنی رکھی سے رگوید اور وایو رکھی سے یجروید اور آدت رکھی سے۔ سام وید اور انگرہ رکھی سے اتھروید پرکاشت ہوئے ؛

اور مہابھاش سے بھی صاف طور پر عیاں ہوتا ہے کہ " اندر نے برہسپتی سے ستھ ودیا پڑھی اور برہسپتی نے انگریز جاتی سے اور انگرہ پرجاپتی نے منو نے درستو نے وراٹ سے اور وراٹ نے برہما سے اور برہما نے اگنی آدک رشیوں سے اور انہوں نے بذریعہ الہام پرماتما سے حاصل کی "

اسی طرح گوپتھ برہمن کے پرتھم پرپاٹھک کے ۲۹ برہمن سے بھی عیاں ہے کہ " اگنی۔ وایو۔ آدت انگرہ رشیوں پر چاروں ویدوں کا ظہور ہوا جن کے شاعِ گیان سے کل جہان منور ہوا "

منو سمرتی کے شلوکوں سے بھی نہیں مہاتماؤں کی تائید ہے بلکہ حق پسندوں کے واسطے صداقت کا ثبوت مزید۔ برہما جی کا اگنی وغیرہ رشیوں سے وید حاصل کرنیکا مذکور ہے اور وہی شلوک اس کتاب کے صفحہ ۱۲۱ پر مسطور۔ علاوہ اور بہت سی شلوکوں میں بھی بلفظ انہیں مہاتماؤں کا اقرار ہے۔ اور کسی فاضل ولایق آدمی کو اس سے انکار نہیں ہیں ہر ایک بیان سکتا ہے کہ برہما جیسے وید پڑھے نہ کہ ان پر نازل ہوئے جس طرح میعوں کی تعلیم وضد سے کم ہو گئی تھی اسی طرح ویدوں کی معلومات کی نسبت بھی خیال بگڑ گئے۔ جیسا کہ یورپ کی طرف قرآن کو یونہی بتلاتے ہیں اور ہما ترجمہ سے شرماتے ہیں آپکو حق کی قبولیت کی طرف بلاتا ہوں اور ذہل من معارض کہہ کر سمجھاتا ہوں کہ یہ آپکا دعوے بے فروغ ہونے کے سوا معقولیت کے سامنے دروغ بے جا ہے اور نہ کسی رشی منی کی رت گرنتھ سے اس کا سراغ ملتا ہے چونکہ آپ ایسی سنائی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور تحقیق حق سے کسی طرح سروکار نہیں رکھتے اسی واسطے تحقیق سے دور رہے آپکے اعتراض لا بادوراد ہم تسلیم کرنے سے معذور ہیں ؛

براہین الاحمدیہ صفحہ ۷۰ " اور کسی کی یہ رائے ہے کہ الگ الگ رشیوں کے اپنے اپنے مجمع میں ان بیانات میں جہاں تک شک ہے کہ کچھ پتا نہیں ملتا کہ آیا ان شخص کا کچھ خارج میں وجود تھا یا محض فرضی نام ہیں اور وید پر نظر کرنے سے تیسری ہی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ اب بھی وید کے جدا جدا منتروں پر جدا جدا رشیوں کے نام لکھے ہوئے پائے جاتے ہیں۔

جواب باصواب

مرزا صاحب آپنے پبلک کو سخت دھوکہ دیا اور الہامی فریب کھیلا۔ جھوٹھ بولتے خدا کا خوف دل میں نہ لائے اور کس طرح ایک تکی ہانک دی کہ وید پر نظر ڈالتے سے " ونہ خدا کو حاضر ناظر جان کر بتلاؤ کہ ویدوں کا ایک حرف بھی جانتے ہو یا کہ جھوٹھی شیخی بگھارتے ہو گیا کبھی ویدوں کو تمام عمر میں دیکھا بھی ہے ؟ افسوس باین نادانی اس قدر فضول گوئی۔ ؎

باندازہ بود باید نمود خجالت نبرد آنکہ ہنمود بود

حضرت یہ رائے کسی پادری کی ہوگی یا کسی کرسچن ہندو کی یا کسی شیخ جی کی ورنہ اور کسی ہندو یا آریہ کی یہ رائے نہیں ہے اسواسطے آپ ہتشکی سے ہو جیئے اور مستقل ہو کر جواب سنئے۔ وید مقدس کسی انسان کے بنائے ہوئے نہیں ہیں۔ بلکہ پرماتما پار برہم گیان سے پرکاشت ہوئے ہیں بذریعہ ان چار رکھیوں کے جگت میں ان کا ادیش ہوا مگر وہ بھی وید کے روسے کسی کے سفارشی یا شفیع نہیں۔ آپکا کا ذاتی شک صرف متعصبانہ بک بک ہے اور سنسکرت سے ناواقفیت ہی کی تحریک ورنہ کسی آریہ فاضل کی یہ رائے نہیں ہے تمام مہاتما لوگ مانتے ہیں کہ جن جن نواں مہاپنچ آدی رشیوں کا اور بیاس اور بششٹ آدی مہتوں کا جنم بھی نہ ہوا تھا اس سے پہلے وید جگت میں موجود تھے اور سرشٹی کی آدمیں جاری ہوئے تھے کہ اب بھی صحیح وسالم موجود تھے۔ رشی منیوں کے الگ الگ جن جن پستک ہیں یا اب نفرو شناختر۔ دگر وید مقدس۔ پس یہ آپکا بیان سراپا وہم و گمان ہے جو دسواس باطلہ ہونے سے کسی طرح قابل پرمان نہیں سو وید مقدس پرماتما کے گیان ہیں نہ کہ مصنفہ کسی انسان لطیفہ جب عرب میں محمد صاحب قضا کی تو خلافت کی بابت فساد برپا ہوا۔ اور گدی نشینی کا جھگڑا مچا چند آدمی مجنوں سے ذکر کرنے لگے کہ تیری کیا صلاح ہے۔ محمد صاحب کی خلافت کس کو ملے مجنوں نے جواب دیا کہ " لیلی کو " وہی حال ہمارے مرزا صاحب کا ہے خود ہی رائے دیکر اور آپ ہی اپنی رائے دیکر اور آپ ہی اپنی رائے کی ترجیح بلا مرجح تحریر کرتے ہیں اور حجت اٹھاتے ہیں کہ " اب بھی وید کے جدا جدا منتروں پر جدا جدا رشیوں کے نام لکھے پائے جاتے ہیں " مرزا صاحب یہ آپکا صرف وہم اور وسوسہ ہے جس کو آپ انبیائے پڑھانا چاہتے ہیں۔ یہ رشی وید کے مصنف نہیں ہیں۔ بلکہ مختلف اوقات میں شارح گذرے ہیں چنانچہ اس امر کو مہاتما یاسک منی کی بنا ہی نروکت میں کمال توضیح سے پہلے حل کیا گیا ہے اور اصل عبارت وہاں کی یہ ہے۔

ऋषयो मन्त्रद्रष्टारः मन्त्रान्सम्प्रादुः یعنے شرح وید منتروں کی جس جس رشی کی زبانی کی گئی۔ اور سب سے پہلے جس نے عمدہ طور پر کسی منتر کی یا چند منتروں کی کری۔ اور اس کے ارتھ کو پرکاشت کیا یا پڑھایا اسی یادداشت کے کارن اس منتر کی شرح کے وقت اور شارحوں نے اس رشی کا نام بھی کنارہ پر لکھدیا۔ جو کوئی رشیوں کو منتروں کا کرتا یا مصنف بتلاتے وہ سراپا جہالت کے جھوٹھا ہے۔ وہ تو منتروں کے ارتھ پرکاشک ہیں یعنی شارحان وید۔ اصل جو چاروں ویدوں میں ان کے نام یاد کر نہیں ہیں اس واسطے یہ دعوے آپ کا بھی صرف

وہی بلحاظ التاریخ الوجود ہے۔ کسی طرح قابل قدر نہیں +

براہین الاحمدیہ صفحہ ۱۷۰ اور اتھروں وید کی نسبت تو اکثر محقق پنڈتوں کا اسی پر اتفاق ہے کہ وہ ایک جعلی وید یا برہمن پیعک ہے جو پیچھے سے ویدوں کے ساتھ ملا یا گیا ہے۔ اور یہ رائے سچی بھی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ رگ وید میں جو سب ویدوں کا اصل اصول اور سب سے زیادہ معتبر خیال کیا جاتا ہے۔ صرف رگ اور یجر اور شام وید کا ذکر ہے اور اتھروں وید کا نام تک درج نہیں۔ اگر وہ وید ہوتا تو اس کا بھی ضرور ذکر ہوتا۔ اور پھر یجر وید کے ۳۴-۶ ادھیار میں صاف لکھا ہے کہ وید صرف تین ہیں۔ اور ایسا ہی شام وید میں بھی ویدوں کا تین ہونا بیان کیا ہے +

جواب باصواب آجکل آریہ ورت میں چار قسم کے پنڈت ہیں (۱) وہ اُتی نام کے پنڈت جو سنیچر کے روز تیل جمع کر لوگوں سے دیا لے لگاتے ہیں اور خود مزہ اڑاتے ہیں۔ وہ جاہلوں کے آگے بے شک پنڈت ہیں مگر فاضلوں کے آگے شودروں سے بھی اتی شودر ہیں پس کسی طرح ان کی گفتار قابل اعتبار نہیں +

(۲) وہ برہمنوں کے بیٹے جن کے باپ دادا کسی وقت فاضل وعالم گذرے ہیں مگر خود قلیہ ساتی اور دوکانداری یا ملازمت سرکاری کرتے ہیں اور سنسکرت بالکل نہیں جانتے بدرانہ مشہوری کے سبب جاہل لوگ انہیں بھی پنڈت کہتے ہیں جو اسر بھولے وانگیان بسا ہیں لوگوں میں سے جب کبھی کوئی طمع نفسانی سے کسی کے دام تزویر میں پھنس گیا تو جھٹ اسے پنڈت کہکر اپنے دعوے کا گواہ بنا اثبات کرانا چاہا اور ایسے لوگ اگرچہ گذشتہ زمانہ میں بھی بہت گذرے ہیں مگر فی الحال بھی دنیا میں موجود ہیں اور ہم قطع نظر اور جگہوں کے خاص مرزا صاحب کے گواہوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو سنسکرت کے ایک حرف سے بھی جاہل محض اور مرزا صاحب انہیں پنڈت کے خطاب سے ملقب کرتے ہیں جنہیں مرزا صاحب ایمان محمدی اور الہام رب العالمیان جبرئیلی مقدمہ میں اپنی شہادت کا گواہ لمرواقعہ بلکہ کاتب الہام غلام احمدی قرار دیکر اپنی براہین الاحمدیہ میں مشتہر کر چکے ہیں۔ قادیان کا بچہ بچہ بلکہ تمام مسلمان بھی اس امر کے گواہ ہیں کہ حضرت نے لوگوں کو ایک دھوکہ عظیم میں پھنسانے کی واسطے ایک فریبانہ جال چلی +

(۳) وہ لوگ ہیں جو ودیا کی لیاقت تو رکھتے ہیں مگر شکمی کتے کی محبت سے خواجہ سگ پرست بنے ہوئے ہیں باوجود پنڈت ہونے کے مہا مورکھوں کے کام کرتے ہیں جیسے اکبر بادشاہ کے وقت میں چند لالچی پنڈتوں نے اشرفیاں اور روپے کے لالچ اکبر سہسر نام اور الواب نشد یا اُنپکت تصنیف کرکے بادشاہ کو اس کی پیغمبری کی مبارکباد دیتے ہیں اکو خدا کا خلیفہ ہے بتیراز کر ہمارے ویدوں میں آیا ہے۔ اندھا سے تھے جیسے وہاں ساقی بادشاہ اور بہو شامدی وزیر تھا غور و تفکر ان پنڈتوں کو مالا مال کرتے دین الٰہی اکبرشاہی جاری کرنا شروع کیا چنانچہ مفصل ذکر اس کا تحفۃ الہند و دبستان مذاہب میں درج ہے۔ کلمہ بنایا لا الٰہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ۔ بسلام علیکم کی جگہ اللہ اکبر و جل جلالہ بجائے ہوئی۔ (دیکھو تحفۃ الہند حصہ دوم)

(۴) وہ لوگ ہیں جو علم جمنت سے باکمال۔ راستی۔ اور حق بیانی میں بے مثال ہیں طمع ولالچ سے بیزار۔ بغض و دم کرتے برکنار عجب و گھمنڈ سے متنفر اور حقیقت کے مقر ہیں۔ ست شاستروں میں انہیں پنڈت بتلایا ہے اور انہیں کی رائے کو قابل یہاں اور معتبر ٹھہرایا ہے اور آریہ سماج بھی انہیں کو پنڈت تسلیم کرتا ہے نہ کسی اور کو جیسا کہ +

आत्मज्ञानं समारंभस्तितिक्षा धर्मनित्यता ।
यमर्था नापकर्षन्ति स वै पण्डित उच्यते

جسکو آتم گیان۔ آلس سے رہتا ہو۔ سوکھ۔ دوکھ۔ مان۔ اپمان۔ ہانی۔ لابھ۔ نندا۔ اوستتی میں ہرش اور شوک کبھی نہ کرے۔ دھرم میں ہی نت نشچت رہے جس کے من کو اوتم اوتم پدارتھ۔ ارتھات وشے سبندھی وستو آکرشن یعنے نہ کھینچ سکیں وہی پنڈت کہاتا ہے

श्रुतं प्रज्ञानुगं यस्य प्रज्ञा चैव श्रुतानुगा असंभि
न्नार्य मर्यादः पण्डिताख्यां लभेत सः

جس کی بدّیا سنی ہوئی ست ارتھ کے انکول۔ اور جس کا ترون بدھی کے انوسار ہو جو کبھی آریہ ارتھات سریشٹ۔ دھارمک پرشوں کی مریادا کا چھید ن نہ کرے وہی پنڈت سنگیا کو یعنے درجہ کو پراپت ہووے +

پس اے مرزا صاحب شاستروکت قاعدہ کے انوسار۔ ایمان یعنی دھرم کو پہچان کر خدا کو حاضر ناظر جان کر ذرہ بتلایئے تو سہی کہ وہ محقق پنڈت کون ہیں جن کا آپ نے لاطائل بیان ہے۔ مرزا صاحب! ؏ شیر قالیں دیگر و شیر نیستاں دیگر ست۔ وہ آپ کے خانگی پنڈت اور ہیں۔ اور محقق موصوف بصفات شاستر اور ہیں۔ اب اصل جواب سنئے +

وید بذاتہ واحد ہیں کیونکہ ایک پستک کے چار حصے ہیں۔ جیسے کہ توریت و زبور وصحیفہ انبیا کو تمام عیسائی اولڈ ٹسٹمنٹ یعنے پرانا عہد نامہ اور مسیح کی تمام انجیلوں کو نیا عہد نامہ یا صرف انجیل پکارتے ہیں حالانکہ وہ اناجیل اربعہ یعنے چار ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ بعضے عیسائی نئے عہد نامہ اور پرانے عہد نامہ کو ایک ہی بائبل کہکر نام دکرتے ہیں۔ اور مفصر نہیں جانتے ہیں۔ اسی طرح بعضے پنڈت چاروں کو ایک وید کر کے پکارتے ہیں مگر دیانت کے وقت چار حصے شمار کرتے ہیں۔ اسی باعث برہما کا نام مشہور اور اس کے چار منہ کا مذکور ہے۔ مگر چاروں پر اطلاق لفظ وید کا ہے ماسوا اسکے کسی عقلمند کو جائے اعتراض نہیں۔ اگر مجمل لفظ گیان کو لیا جاوے تو یکتا روا ہے اور ہر ایک منصف مزاج کے نزدیک بے خطا ہے۔

بعضے پنڈت چاروں کو دو کرکے جتلاتے ہیں۔ اور اسی سے ودیا۔ اور اودیا۔ یعنے کرم اور گیان مراد فرماتے ہیں +

بعضے ان چاروں کو تین کرکے اُچارتے ہیں اور اسی سے کرم۔ اوپاسنا۔ گیان کی تشریح پکارتے ہیں۔ مگر اس میں کسی طرح کا ہرج مطلق نہیں ہے۔ اور نہ ویدوں کے چار حصے ہونے میں جائے شک +

باقی تمام مہاتما ودوان لوگ ان چاروں کو چار ہی بتلاتے ہیں۔ اور کرم اُپاسنا گیان وگیان کی حقیقی تعلیم کے قائل و عامل کہلاتے ہیں اور یہی بات بالکل سچی اور سب سے زیادہ ٹھیک اور ویدک اصول کے مطابق ہے۔ مگر یہ تشریح بالا کسی ودوان کے نزدیک چاروں امور سے کوئی بھی منکر نہیں ہے اور یہیں تسلیم ہے +

اتھروں وید جعلی نہیں ہے مگر آپ جھوٹ بولکر جعلسازی کرنا چاہتے ہیں تاکہ کوئی جاہل ہندو کسی طرح متشکی ہو جاوے اور صداقت سے ہاتھ اٹھائے لیکن وہ زمانہ اب نہیں رہا گھبرایئے نہیں اور اس کے جواب میں فرقہ علویہ کے عقاید ملاحظہ

اب اے ناظرین خود ہی غور فرمائیے کہ منوجی برخلاف انکار کے صریحاً اقرار کرتے ہیں کہ رگ وید اگنی رکھی کے اور یجروید وایو رکھی کے اور سام وید آدت رکھی کے اور اتھروید انگرہ رکھی کے آتماؤں میں پرکاش ہوئے اور وہی ملہم گیان ربانی ہے نہ کہ کوئی اور انہیں سے برہما وغیرہ تک پہنچے۔ اب کیا ثبوت کرنا ہمارے ومہ باقی رہا اور منوسمرتی کے ۲۳ شلوک کا معترض نے حوالہ دیا ہے وہ بھی غلط ہے۔ دیکھو اصل شلوک یہ ہے

इ थुन्तु विन या द्रा ज्य प्रा स या भ नुरेव चक्षु रे स्व
धने स्व थें स्वा हा रा यन्वेव शाध्यिज मं० १ श्र० ७ श्रु० ४२

ترجمہ یرتھو اور منو نے وتے یعنے عاجزی سے راج کو پایا اور کوبیر نے دھن ایشوریہ کو اور گادھی بیٹے نے علمی فضیلت کو۔

اب اگر انسانیت اور غیرت کا مادہ کچھ بھی موجود ہے تو اس قدر صریح کذب بیانی سے عرق خجالت میں ڈوب جانا چاہئے لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا کیسے حق میں قرآنی فتویٰ ہے۔

اے ناظرین ایسے واضح طور پر اثبات کے تو بجز کسی کے انکار کی سوائے جہالت اور ضدیت اور تعصب کے کوئی اور وجہ منکشف نہیں ہوتی اصل میں ان لوگوں نے بلا سوچے سمجھے جاہلوں کی خوشہ چینی کو اپنا ایمان جانا ہوا ہے گویا کہ خدا نے تمیز کا مادہ ہی ان میں نہیں رکھا۔ اور لعنیل من یشاء ہر دم ان کے ورد زبان ہے۔ آنکھیں تو بہرہ پر دو موجود ہیں۔ مگر اندھے بن کر کارروائی کرنا اپنا اصول جانتے ہیں۔ اس بات کو ہر ایک دانا مان سکتا ہے کہ جس علم میں مہارت نہ ہو اس کی بابت رائے دینا سراسر ہے جب حضرت منوسمرتی جانتے ہی نہیں تو خواہ مخواہ اعتراض کرنے سے کیوں نہیں شرماتے پرمیشور ایسے آدمیوں کو تعصب شیطان کے پنجہ سے چھوڑا کر راہ راست کی ہدایت دیوے اور گرداب نادانی سے نکالے

براہین الاحمدیہ صفحہ ۸۰ جلد ۲ حاشیہ نمبر ۸ اور جوگ لسشٹ میں جو ہندوؤں کی بڑی معتبر کتاب مانی جاتی ہے اور ان تعلیمات کا مجموعہ ہے جو جناب راجہ رامچندر جی کو ان کے بزرگ استاد نے دی تھیں۔ چاروں وید کی نسبت ایسا صاف لکھا ہے کہ بس فیصلہ ہی کر دیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صرف اتھروید کے وید ہونے میں بحث نہیں بلکہ سارے ویدوں کا یہی حال ہے اور کوئی ان میں ایسا نہیں جو تغیر اور تبدیل اور کمی بیشی سے خالی رہا ہو۔

جواب باصواب یہ سچ ہے کہ تعصب و خود غرضی آدمی کی آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے اور ایسے باوجود روز روشن کے کچھ نہیں سوجھتا یہی حال مصنف براہین کا ہے جہاں حوالہ دیتے ہیں غلط اور دروغ ہوتا ہے۔ انہیں کتاب بنانے اور جھوٹی شہرت حاصل کر روپیہ کمانے سے غرض ہے نہ کہ اثبات حق سے مسلمانوں میں خوشامد ہی پانے کے واسطے جوگ لسشٹ کا نام لکھ مارا اور خیال کر لیا کہ بس اب ویدوں کی (معاذ اللہ) تردید ہو گئی۔ مگر معترض کو یاد رہے کہ دعوے بے دلیل اسکو خود ہی ذلیل کریگا۔ مگر پرکرن کا حوالہ نہ ادھیا کا پتہ نہ اصل عبارت کا سراغ لئے الہامی ہی الہام ہے کہ جوگ لسشٹ میں ہے حضرت جوگ لسشٹ میں نہیں ہے۔ آؤ! ہم پر کرل بکیت کامل جوگ لسشٹ ہمارے پاس موجود ہے آنکھیں کھول کر مطالعہ کرو۔ ورنہ کسی برہمن سے سن لو۔ پوچھیو تو سکا یا کے ثبوت کا کہیں بھی نشان نہیں ہے بلکہ اس کے برخلاف موجود ہے ادیکھو پرکرن دوسرا ادھیا گنش کے باب ہیں۔

اور جب تک تربیا اور سچا میں نہ پہنچے یعنے کامل گیانی اور حق الیقین کا درجہ حاصل نہ ہووے تب تک صحبت نیکوں اور خدمت استادوں اور بزرگوں سے کنارہ نکرے بلکہ نوا جی کرتا رہے اور بموجب شرتی وید اور سمرتی اور شاستروں کے برہم چریہ اور گرہست اور بان پرست اور سنناس کے آداب سب بجالاوے اور رسومات تہذیب اخلاق اور ترکیب منزلی اور سیاست مدنی ادا کرتا رہے اور حساس مرتبہ کو پاوے پیروہ اور فرشتوں سے اعلے مرتبہ رکھتا ہے۔"

جو تھے استھ پرکرن میں بھی لکھا ہے سرلے رامچندر جس کو کمب کی احتیاج ہو وہ ویدوں کو پڑھے اور بموجب علم وید کے عمل کرے۔" آزادی کے پانے اور مکت کے حاصل کرنے کو وید اور شاستر علم معقول ہیں"

اور چھٹے سرباں پرکرن میں ہے یہ اگر آدمی کے سر پر قیامت برپا ہو وے تو بھی خلاف وید و شاستر و نصیحت استاد و عقل کے عمل نہ کرے"

اگرچہ جوگ لسشٹ خود چاروں ویدوں کو الہامی اور قابل عملدرآمد جانتا ہے مگر مسئلہ وحدت وجودی یعنے ہمہ اوست میں جو ویدوں کے مخالف ہے ملوث ہے کشیک اور دھرم شاستر نہیں جانتے۔ علاوہ اس کے وجوہات ذیل ہیں جو اسکے غیر مستند ہونے پر دلیل ہیں۔

اول تو تمام فاضل پنڈتوں اور مہاتما سادھوؤں کی یہ رائے ہے کہ یہ پستک وششٹ جی کے نام سے کسی اور نے بنایا ہے نہ اسکا مصنف بالمیک ہے اور نہ لسشٹ بلکہ کسی اور کی تصنیف ہے۔ کیونکہ بالمیک کی نسبت یہ بہت مخالف ہے اور وششٹ کی ان رائیوں سے (جو اور شاستر گرنتھوں میں درج ہیں) بھی اس کا دروغ ہے پس اس کا مصنف کوئی اور ہے نہ کہ لسشٹ اور بالمیک۔ اس واسطے غیر معتبر ہے +

دوم۔ شنکر اچارج کے وقت تک صرف بالمیک کی مصنف رامائن ہی تسلیم ہوتی تھی۔ جوگ لسشٹ کا پتہ بھی نہیں تھا اس واسطے غیر معتبر ہے۔

سوم۔ اس میں اٹھارہ پورانوں کا حوالہ بھی موجود ہے جس سے عمدہ ثبوت ملتا ہے کہ پورانوں کے بعد کی تصنیف ہے جو آٹھ نو سو برس کا زمانہ ہے۔ اس لئے غیر معتبر ہے

چہارم اکثر فاضل پنڈتوں نے تسلیم کر لیا ہے کہ یہ شنکر اچارج کے بعد کی تصنیف ہے بلکہ اسکا مصنف اور پنچدشی کا مصنف ایک ہی ہیں کیونکہ طرز بیان دونوں کا بہت سا ملتا ہے اور وہ شنکر اچارج کے چیلوں میں سے ایک نو بن ویدانتی تھا اسواسطے غیر معتبر ہے۔

پنجم ۔ آریہ سماج عموماً و خصوصاً مسئلہ وحدت وجودی کی تردید کرتے ہیں ہمارے ہاں یہ کتاب کبھی بھی پرمان نہیں ہوئی اور نہ ہے۔ مگر نہیں معلوم کہ خواہ مخواہ اعتراض کر کے معترض نے کیا فائدہ حاصل کیا۔ اگر اس سے ویدوں کی نندا بھی ظاہر ہوتی تو بھی وہ مثل اور کتابوں کے غیر معتبر ہے۔ پس اس سے ہمیں کسی طرح کا ضرر نہیں اور نہ اسکی بطالت یا اثبات سے آریہ سماج پر کسی طرح کا اثر لہذا اعتراض بالکل فضول ہے اور کسی طالب حق کو قبول نہیں +

براہین الاحمدیہ صفحہ ۱۲ اب ان صاحبوں کو سوچنا چاہئے کہ توحید جو مدار نجات کا ہے کس کتاب کے ذریعہ سے سب سے زیادہ شائع ہوئی۔ بھلا کوئی بتلائے تو سہی کہ کس ملک میں وید کے ذریعہ سے وحدانیت الٰہی پھیلی ہوئی ہے یا وہ دنیا کس بستی ہے کہ جہاں

ورجر اور سام اور اتھروِن تے توحید الٰہی کا نقارہ بجا رکھا ہے۔ جو کچھ وید کے ذریعہ سے ہندوستان میں پھیلا نظر آتا ہے۔ وہ تو یہی آتش پرستی۔ شمس پرستی۔ بت پرستی وغیرہ انواع و اقسام کی مخلوق پرستیاں ہیں کہ جن کے لکھنے سے بھی کراہیت آتی ہے۔ ہندوستان کے اس سرے سے اس سرے تک نظر اٹھا کر دیکھو جتنے ہندو ہیں سب مخلوق پرستی میں ڈوبے ہوئے نظر آوینگے۔ کوئی مہادیوجی کا پوجاری۔ اور کوئی کرشن جی کا بھجن گانیوالا اور کوئی مورتیوں کے آگے ہاتھ جوڑنے والا۔

جواب باصواب وید مقدس نے تمام دنیا میں توحید پھیلائی اور تمام جہان کے فلاسفروں اور بزرگوں اور پیغمبروں نے یہاں سے توحید پائی۔ وحدانیت کی بنیاد نہ یہیں اور گیان کے ساگر بھی صداقت پہلے یہاں سے نکلی۔ ایشور اُپدیش کے معلم اول وید ہی ہیں نہ اور کوئی جیسا کہ ہم مقابلہ وید و قرآن میں دکھلا چکے ہیں۔

جتنے اعتراض معترض نے کئے ہیں وہ عدم تعلیم وید کا باعث ہے اور وید کے دوروہ چلنے کا سبب۔ مگر پھر بھی **مسلمانوں** سے ہنود و ترک پرستی میں کسی طرح زیادہ نہیں ہیں جہاں ہمیں **قرآن** سے تعلیم ملتی ہے۔ نتیجہ قرآن کی توحید کا نظر آتا ہے وہ صرف یہی ہے۔ کہ محمد پرستی کہیں علی پرستی کہیں غوث الاعظم پرستی وغیرہ انواع و اقسام کی پوجا و مخلوق پرستی پھیل گئی۔ کوئی پیر پرستی کو ایمان جانتا ہے اور کوئی قبور پرستی کو مادیٔ دو جہان۔ سخی سرور پرستی۔ معین الدین پرستی۔ کعبہ پرستی کربلا پرستی۔ نجف پرستی۔ سنگ اسود پرستی۔ زمزم پرستی۔ معین الدین پرستی۔ کتاب پرستی۔ تقلید پرستی۔ دستار پرستی۔ تعزیہ پرستی۔ بلکہ تابوت سکینہ پرستی۔ محراب پرستی۔ رہبرہ پرستی۔ چاند پرستی۔ موسیٰ کی آتش پرستی۔ بیت المقدس پرستی۔ آدم پرستی۔ خمر پرستی۔ ملائیکت پرستی۔ جن بھوت پرستی۔ غرضیکہ لاکھوں طرح کی جہالت اور بطالت دنیا میں کہاں سے پھیلی کوئی محمدی نشان دے سکتا ہے کہ اس کا مخرج سوائے قرآن سے پہلے ان جہالت و بطالت کا دنیا میں کہیں سراغ نہیں تھا۔ فی زمانہ یہی پچاسی مسلمان پاس ہماری پیر ہیں۔ مکہ سے لیکر ہندوستان کے اس سرے تک تمام مسلمان اسی پیر پرستی اور حسن پرستی اور حسین پرستی اور فاطمہ پرستی میں ڈوبے ہوئے ہیں اگرچہ عرصہ تک وید کی تعلیم کے نہ ہونے سے بہت خرابی پھیل گئی تھی مگر پھر بھی وہ قرآنی پیر پرستی اور مردہ پرستی سے کسی طرح بری نہیں ہے۔

مرزا صاحب! پہلے اپنی چارپائی کے نیچے لاٹھی پھیرو بعد ازاں کسی پر آہو گیری کرو۔ چھاج اگر بولے تو بولے مگر چھاننی تو کسی طرح بات کرنے کے لائق نہیں ہے۔ ع

یا سخن برجستہ گوائے مرد داناں یا خموش

اعتراض براہین الاحمدیہ کی جلد ۲ صفحہ ۱۱۲ سے ۱۱۶ تک

پتہ ایم اس جگہ ہمیں پنڈت دیانند صاحب پر بڑا افسوس ہے۔ جو وہ توریت و انجیل و قرآن شریف کی نسبت اپنے بعض رسالوں اور نیز وید بھاشیہ بھومکا میں سخت سخت الفاظ استعمال کر گئے ہیں اور معاذ اللہ وید کو کھرا سونا اور باقی خدا کی ساری کتابوں کو کھوٹا سونا قرار دیا ہے۔

اقول۔ اگر مسلمان ہو اور ایمان محمدی کا کچھ نشان بھی سینہ میں رکھتے ہو تو کہیں بھی وید بھاشیہ بھومکا میں سے دکھلائیے بگمان کا نشان دکھلائیے اور اثبات کرائیے۔ میں نے صحیح تمیز سے لیکر آخر تک تمام کتاب بغرض اعتراض کے خیال سے پڑتال کی مگر یہ ادعا جیسا آپ کا دعویٰ ان ندارد پایا چونکہ جھوٹھ کے پاؤں نہیں ہوتے اسی واسطے اپنے لفظ بعض رسالوں کا بھی مددگاری میں لکھ مارا۔ اور خواہ مخواہ الہام کو الزام لگایا۔ خوف خدا دل میں نہ آیا۔ اور بقول سعدی تقلید پر ایمان لایا۔ جیسا کہ وہ سراج مومنان اور برگزیدہ محمدیاں بوستاں میں فرماتا ہے۔

تقلید کافر شدم روز چند۔ برہمن شدم در مقالات ژند

توریت و انجیل کا آپ ٹھیکہ نہ لیجئے اور نہ زبور پر ایمان نہ لیجئے۔ ان کے محافظ پادری و انگریز ہیں جو محمدیوں سے عقل و دانش میں تیز ہیں۔ جہانتک معلوم ہوا ہے سوامی جی نے کبھی کسی عیسائی و محمدی پیر وہ اعتراض نہیں کیا جو قرآن و انجیل میں نہ ہو۔ بلکہ عموماً ان کے اعتراض اس قسم کے ہوتے تھے جنکو سنکر عیسائی و محمدی یا تو ادیان باطل سے ہاتھ دھوتے تھے۔ ورنہ اگر تعصب کے سبب حق کے قبول کرنے سے ناچار تھے تو منہ پر مہر خموشی کے ضرور داغدار تھے۔ بڑے بڑے عیسوی و محمدی مذہب کے دعویدار آئے مگر معقول تردید کے سبب تعصب کی بازی ہار آئے پنجاب کے ایک نامور رئیس نے مجھے امرتسر کے ریلوے سفر میں باتنائے گفتگو فرمایا کہ سوامی صاحب درحقیقت اعلےٰ درجہ کے پارساو نیکوکار تھے۔ مجھے سوامی جی کے اپدیش سے تین فوائد ہوئے۔

اوّل تو مجھے یقین کامل ہوگیا کہ عدالت خداوندی کے آگے شفاعت صرف دھوکہ بازی ہے نہ وہاں کوئی شفیع اور نہ وکیل مجازی ہے اب میں صدق دل سے مانتا ہوں کہ سوائے اعمال نیک کے اور کسی طرح نجات کا ملنا محال ہے اور شفاعت جیسی گناہ و معاصی کی دلیری دینے والی کوئی اشتعال نہیں۔

دوم۔ روح کا انادی ہونا بھی یقین کی کیا سے میرے ذہن نشین ہوا اور میرا کامل یقین ہوا کہ اگر روح کا انادی ہونا نہ مانا جاوے تو خدا پران کے پیدا کرنیکی احتیاج لازم آتی ہے جو اس کو ان کا محتاج بناتی ہے اور پیدا کرنے سے اس کی تمام صفات کی قدامت ہاتھ سے جاتی ہے اور نہ کوئی معقول وجہ پیدا کرنیکی ضرورت کو اثبات پہنچاتی ہے۔ میں صدہا مولویوں سے سوال کر چکا ہوں کہ خدا نے روح کو کس چیز سے کب اور کیوں پیدا کیا مگر آجتک کوئی جواب کسی نے عنایت نہیں فرمایا۔ اس واسطے میری تسلی ہوگئی کہ وہ بات بالکل حق ہے اور جھوٹھ کا اسمیں مطلق اثر نہیں۔

سوم۔ مسئلہ تناسخ بھی جس پر پہلے ناواقفی کے سبب میرا اعتبار نہ تھا۔ سوامی جی کے تسلی بخش ارشاد سے میرا کامل اعتقاد ہوگیا۔ بغیر تناسخ کے (صدہا قسم کے الزاموں سے جو عند العقل اٹھتے ہیں) کسی طرح پرمیشور کی ذات شدھ اور پوتر اور پاک نہیں ثابت ہوتی۔ اسی واسطے ان کے ست اپدیش سے اب میں بوجوہات کامل مانتا ہوں کہ تناسخ یعنے پنر جنم ٹھیک ہے اور اس کے نہ ماننے والا خدا کو ظالم قرار دیتا ہے۔ قطع النظر اس کے گوشت خوری وغیرہ سے بھی طبیعت ایک گونہ بیزار ہوگئی ہے۔

مرزا صاحب! جبکہ وید مقدس کیا بلحاظ تعلیم کیا بلحاظ توحید غرضیکہ ہر طرح لاثانی ہے تو اس کے کھرا سونا ہونے میں انکار کرنا نادانی ہے۔ ہمیں کسی خاص کتاب سے خصوصاً مخالفت نہیں ہے مگر جو کتابیں حق سے برکنار ہیں ان سے ہم بھی بیزار ہیں۔

قولہ۔ پنڈت صاحب نہ عربی جانتے ہیں نہ فارسی نہ بجز سنسکرت کے کوئی اور بولی بلکہ اردو خوانی سے بالکل بے بہرہ و بے نصیب ہیں۔

اقول۔ مرزا صاحب نہ سنسکرت جانتے ہیں اور نہ پراکرت نہ گورمکھی جانتے نہ گجراتی۔ غرضیکہ سوائے فارسی کے کوئی اور بولی بلکہ ناگری حرفوں سے بھی حضرت

محروم مطلق اور بے بہرہ اور بالکل بے نصیب ہیں مگر سوامی صاحب سنسکرت کے بہت بڑے عالم وفاضل و آچاریہ تھے اور وید مقدس کے ماہر کامل ہیں کسی طرح عربی فارسی نہ جاننے سے ان پر الزام نہیں آسکتا ۔

قولہٗ ۔ اور اسی وجہ سے وید کی وہ تاویلیں جو کبھی کسی کے خواب میں بھی نہیں آئی تھیں وہ کرتے جاتے ہیں ۔ اور پھر ان بے بنیاد خیالات کو چھپوا کر لوگوں سے اپنی رسوائی کراتے ہیں اور اگرچہ سارے ہندوستان کے پنڈت شور مچاتے ہیں جو ہمارے وید میں توحید کا نام ونشان نہیں اور ہمارے باپ دادا نے یہ سبق کبھی پڑھا نہیں ہے اور وید نے ہم کو کسی جگہ بھی مخلوق پرستی سے منع نہیں کیا ہے ۔

اقول ۔ سوامی جیو مہاراج کی جو وید مقدس کی تفسیریں ہیں انہوں نے تمام دنیا کی آنکھیں کھول دیں اور وید وکت توحید کا چہرہ چاشنے سر سے عالمگیر کر دیا ۔ وہ بالکل وید وکت لغات نگھنٹو و نروکت اور صرف نحو ۔ اور برہمنوں کے مطابق ہیں کسی طرح کا اختلاف نہیں ۔ بلکہ ہر ایک منصف مزاج بعد مطالعہ وغور کے حق و باطل کی اصلیت سے واقف ہو جاتا ہے مگر حسود را چہ کنم کو خود برنج درست ۔ ہندوستان کے پنڈت جنہوں نے لیکے یا آپکے ہمعصروں کے پاس شور مچایا ہے ۔ میموریل ارسال فرمایا ہے وہ کون ہیں ؟ کہاں کے رہنے والے ہیں ؟ کیوں منہ چھپاتے ہیں ؟ اور میدان میں نہیں آتے ۔ وہ پنڈت جو کہتے ہیں کہ وید میں توحید کا نام ونشان نہیں ہے وہ پنڈت نہیں ہیں ۔ قرآن کے اندھے حافظ ہیں ۔ یا کسی مشن یا محمڈن سرکار کے ملازم ہونگے ۔ اور حق گوئی سے جبراً انکاری یا دم وید ہائے مقدس کو آنکھوں سے بھی نہ دیکھا ہوگا ۔ یا صرف دیاکرنی پنڈت ہونگے ۔ یا محض ذات کے پنڈت اور ودیا سے محروم ہونگے ۔ ورنہ کوئی ودوان پنڈت وید وکت توحید اور گیان یہ ماتما سے منکر نہیں ہو سکتا ۔ جن کے باپ دادا نے ۱۰۰ + ۱۰۰ = ۲۰۰ سال سے توحید کا سبق نہیں پڑھا اسے پنڈت کون پکارتا ہے بلکہ بر خلاف اس کے شودر کے لقب سے ملقب ہونے کے لائق ہے ستوجی نے ایسے پنڈتوں کے بارہ میں فرمایا ہے ۔ منو سمرتی ادھیاء ۲ کے شلوک ۱۵۷ و ۱۵۸ کا ترجمہ ذیل میں کیا جاتا ہے

यथा काष्ठमयो हस्ती यथा चर्ममयो मृगः यश्च विप्रो नधीयानस्त्रयस्ते नाम बिभ्रति ॥ अ॰ २। १५७

جیسے کاٹھ کا ہاتھی چمڑے کا ہرن ویسے ہی بے پڑھا برہمن ہے ۔ پس یہ تینوں نام ہی دھر ہیں کام کچھ نہیں کر سکتے "

योऽनधीत्य द्विजो वेदमन्यत्र कुरुते श्रमम् । स जीवन्नेव शूद्रत्वमाशु गच्छति सान्वयः ।

मनु अ॰ २ श्लो॰ १६८

" جو دوج وید کا پڑھنا چھوڑ کر اور شاستروں کی طرف محنت یا کوشش رکھتا ہے وہ مع اولادوں کے جیتے جی شودر ہو جاتا ہے "

وہ بے بنیاد خیالات نہیں ہیں بلکہ بے بنیاد عمارات کے گرانے والے ہیں اور توہمات اور فاسد خیالات کے مٹانے والے جھوٹے نبیوں اور کاذب ولیوں کے وسوسات مضر اور کو جو لوگ الہام ایزدی قرار دیتے ہیں ہی دین و دنیا میں اپنی نزلیات کی رسوائی کراتے ہیں ۔ صادقوں کی رسوائی کبھی نہیں ہوتی ۔ بلکہ ان کی تکلیف اٹھانے سے قوم کی بھنا فی اور صداقت کی توقیر سوائی ہوتی ہے ۔ آپ بیہودہ شور مچاتے ہیں ۔ اور نافہمی سے دعادی کر کے اپنی رسوائی کراتے ۔ خدا لوگوں کو آپکے تمرد و فریب سے بچا وے ۔ اور آپ کو ست دھرم پر لاوے ۔

قولہٗ ۔ اور ان صدہا دیوتوں کو جو وید کے متفرق معبود ہیں صرف ایک خدا بنانا چاہتے ہیں کہ تا وید کے الہامی ہونے میں کچھ فرق نہ آجائے ۔

اقول ۔ مرزا صاحب آپ خواہ مخواہ دخل در معقولات دینا پسند کرتے ہیں اور خدا سے نہیں ڈرتے ۔ صدہا دیوتے وید کے متفرق معبود نہیں ہیں ۔ اور نہ ویدک دھرم والوں کا ان سے کچھ عابدانہ تعلق ومقصود ہے ۔ بلکہ وید کا معبود حقیقی صرف ایک نراکار پرمیشور ہے دوسرا کوئی نہیں ۔ ہاں دیوتا لفظ کے معنے جہلا لوگ غلط سمجھتے ہیں ۔ اور تحقیق سے گریز کرتے ہیں کہ راہ راست سے دور جا پڑتے ہیں ۔ دیوتا دو दिव داتو یا مصدر سے بنتا ہے اس کے پانچ ارتھ ہیں ۔ اول کریڑا ۔ دوسرا قبضہ کرنے کی خواہش تیسرا بیوپار اندرونی و بیرونی ۔ چوتھا فضیلت ۔ پانچواں عمدگی ۔ روشنی وغیرہ کے ہیں جن سے یہ کام ہوں یا جس میں یہ کار روائی ہو اس کو سنسکرت کی اصطلاح میں دیوتا پکارتے ہیں ۔ مگر کوئی دیوتا مصنوعی ہماری اپاسنا کے لائق نہیں ہے ۔ بس حلاصتاً دیوتا کے معنے ہوئے ودوان ۔ بزرگ ۔ فاضل ۔ روشن یا پرکاش مان شئے ۔ ان تمام معنوں پر اگر کوئی مدعی ہاں ذرا بھی غور فرما وے اور حق کی قبولیت کی خواہش کو دل میں لاوے ۔ تب اسے یقین کامل ہو جاوے کہ معترض کا سوال کس قدر حق سے دور ہے ویدک طور سے اپاسنا یا عبادت کیواسطے تمام دیوتاؤں کا مالک اور سب پرکاشک چیزوں کا پرکاشک ایک وشودیو یعنے عالم کل پرمیشور ہے دوسرا کوئی نہیں اور یہی وید مقدس کا اعلیٰ منشاء ہے ۔ یا ماتا پتا یعنی ماں باپ اور آچاریہ یعنے استاد وغیرہ بزرگوں کو بھی دیوتا کہتے ہیں چنانچہ اس میں اپنشد کا بیان ہے ۔

मातृदेवो भव पितृदेवो भव आचार्यदेवो भव अतिथिदेवो भव। तै॰ उप॰ ।

خدا آپ کو حق میں آنکھیں عطا کرے اور جہالت کی بیماری سے رجوع کرنے میں شفا بخشے مرزا صاحب یہ امر خود وید ہائے مقدس سے بخوبی عیاں ہے جسکے واسطے احتیاطاً یہاں ایک پرمان درج کرتا ہوں

यस्य त्रयस्त्रिंशद् देवा अङ्गे गात्रा विभेजिरे । तान्वै त्रयस्त्रिंशद् देवानेके ब्रह्मविदो विदुः ॥ अथ॰ १० - २३ - २७ ॥

جو تینتیس دیوتا ہیں وہ سب بیوپارک ہیں ۔ عبادت میں ان سے کچھ تعلق نہیں وہ برہم یعنی معبود یا مہابالی کے کسی کام کے نہیں ہیں ۔ جس کو ان کی مفصل کیفیت دیکھنی ہو وہ وید بھاشیہ بھومکا صفحہ ۷۶ سے لیکر ۷۷ تک مطالعہ کرے ۔ اور ان میں سے کوئی اپاسنا کے لائق ہے ۔ ان سب کا مالک جو برہم ہے وہی سبکے اپاسنا یوگ ہے دوسرا کوئی نہیں وہی تمہارا ایک مالک ہے "

کٹھ اوپنشد کے ۵ ۔ ادھیائے کے ۱۵ شلوکوں میں اسی وید منتر کی تشریح ہے کہ " سورج ۔ چندرمان ۔ تارے ۔ بجلی ۔ اگنی یہ سب پرمیشور میں پرکاش نہیں کر سکتے ۔ بلکہ ان سب کا پرکاش کرنے والا ایک وہی ہے ۔ کیونکہ تینتیس دیوتے جیسے مجموعی طور پر ہم کل جگت کہتے ہیں سب اسی کے پرکاش سے پرکاشمان ہو رہے ہیں ۔ پس جاننے کے لائق ہے کہ ایشور سے ہیں کوئی بڑا نہیں سوتنتر یعنے خود بخود پرکاش کرنے والا نہیں ہے ۔ اس واسطے ایک پرمیشور ہی سب کا معبود ہے ۔ دوسرا کوئی نہیں " بلکہ شت پتھ براہمن جو ویدوں کی بیانی تفسیر ہے اس میں اس کی بابت اور بھی مکرر اور مفصل تشریح موجود ہے تاکہ کسی جاہل کو بھی کسی قسم کا شک نہ رہے

اس شرک کی تعلیم کو ترک کرنے پر مستعد۔ مگر کوئی غیر مذہب والا اس معاملہ میں مقابلہ
نہیں کرتا مقابلہ تو درکنار حرف اقرار زبان پر نہیں دھرتا زبان میری مراد اس جگہ مقابلہ
کرنے والوں اور مستعد ہونے والوں سے سنسکرت کے فاضلوں سے ہے۔ نہ کہ
عربی کے ملانوں اور انگریزی کے بابوؤں سے، تو اس حالت میں ہم ایسے وسوسوں
کو جیسا کہ آپ کرتے ہیں سوائے زبانی بکواس کے اور کیا مانیں۔ اور کس طرح معتبر جانیں
ہم قرآن شریف سے شرک و بت پرستی و آتش پرستی بحوالہ آیت قرآنی و ترجمہ مسلمہ
کے عوض داسی کتاب ہیں، کر دیکھے۔ اول تو کوئی دنیا بھر کا مسلمان جواب ایسے ہیں
برہان ساطع چاہئے نہ کہ صمصام قاطع۔
بعد ازاں وید سے شرک بت پرستی نکال کر بتلا دیں۔ اور مقابلہ کرا دیں زبانی جمع
خرچ دولتمندی نہیں ہے بلکہ فاقہ مستی۔ گھر بیٹھے گالی گلوچ نکالنا جواب دینا نہیں
ہے بلکہ تنگ دستی۔

دہن خویش بدشنام میالا صائب
کیں زر قلب بہر کس کہ دہی باز دہد

قولہ۔ اگر ان مقدسوں کو کہ جنکی راستبازی پر ایک نہ دو بلکہ کروڑہا آدمی
گواہی دیتے چلے آتے ہیں۔ بغیر ثبوت اس کے کہ کسی کے سامنے انہوں نے مسودہ افترا
بنایا۔ اس منصوبے میں کسی دوسرے سے مشورہ لیا یا وہ راز کسی شخص کو اپنے نوکروں
یا دوستوں یا عورتوں سے بتلایا۔ یا کسی اور شخص نے مشورہ کرتے یا راز جتلاتے
پکڑا۔ آپ ہی موت کا سامنا دیکھ کر اپنے مفتری ہونے پر اقرار کر دیا۔ یوں ہی جھوٹی
تہمت لگانے پر تیار ہو جاتے ہیں ؎

اقول۔ مریدوں اور امت کی گواہی اگر اعتبار پذیر ہے تو مرزا صاحب
سب کے پو بارہ ہیں۔ چنانچہ مثل مشہور ہے۔ پیراں نمے پرند مریداں مے پرانند
اسی طرح ایک مرید تلقین کرتا ہے۔ پیر من خس ست و یقین من بس ست۔ اسی
طرح مسلمان بھی یقین کرتے ہیں اور خورد سالی سے یہی باتیں بچوں کو تلقین ہیں
اگر زیادہ مریدوں والے کا راست بیان ہے تو دنیا میں بودھ سے بڑھ کر کسی کا خاندان نہیں
اور عیسائی اور ہنودوں سے زیادہ کسی کا خاندان نہیں۔
ثبوت افترا پردازی و مسودہ بازی و مسودہ سازی آپکے بزرگوں کا اگرچہ بہت
کچھ ہے مگر تھوڑا سا مشتے نمونہ از خروارے ذیل میں عیاں کرتا ہوں۔ غور فرمائیے
اول۔ ملازمت خدیجہ ایک مالدار عورت کی محمد صاحب کے واسطے حصول
نبوت کا پہلا ذریعہ ہے جوں ہی دور دراز ملکوں میں سفر کے واسطے جانا ہوا۔ نئی نئی
ہوا لگی۔ نئی نئی باتیں سنیں طبیعت نے گرم سرد زمانہ دیکھ کر اور ہی رنگ جمایا
اور قدیمی بت پرستی میں چین نہ آیا (دیکھو قرآن ترجمہ عبد القادر
دہلوی صفحہ ۶۲۲)
دوم۔ جب خدیجہ پڑھی لکھی عورت نے محمد صاحب کو جوان اور کماؤ ملازم پایا
بیوہ تھی شادی کا دھیان آیا اور اس سے نکاح بندھوایا۔ اور سب مال اس
نے حوالہ کیا۔ (دیکھو قرآن صفحہ مذکور) (تالیف محمدی مطبوعہ ۱۸۲۳ء صفحہ ۱۱۱
۱۲۔ انگریزی مقام کلکتہ)
ث دونوں کی رازداری اور غمگساری سے طبیعت کو امنگ لگی۔ دن رات کی صحبت
سے تمام حالات گذشتہ انبیاؤں کے برزبان یاد کئے۔ اور دیکھ رہا تھا یہودیوں نے مختلف
مذہب والوں سے فائدہ پہنچایا اور پیغمبری کی ہوا سر میں سمائی۔ اور رندانہ دشت کے سوا
ے عالم بالا کی سیر دکھائی۔ وہی استاد ترند والا جبرئیل آ حاضر ہوا اور آسمانوں کی سیر کرائی

سوم۔ علی نامی پہلوان کو (جو حضرت کا چچا زاد بھائی تھا) زیادہ رازدار بنانے کی غرض
سے اپنی بیٹی فاطمہؓ سے نکاح کرا دامادی کے سلسلہ میں لایا۔ اور دو دامادوں کو ایک ام کلثوم
و رقیہ عثمان نامی فصیح اور بلیغ آدمی کے حوالہ کر کے بھی تیسرا رازدار بنایا۔ اور ذوالنورین
کا خطاب دیکر ڈبل دامادی کے زنجیر میں پھنسایا۔ جس نے بپاس محبت مرگ تک اسلام
کو عمدہ طور سے چلایا تا اور اسی طرح عمر اور ابوبکر سے یارانہ بنایا۔ اور کسی کو کسی طرح اور
کسی کو کسی داؤ سے ملایا۔ غرضیکہ پانچ پنچ مل نیچے کلاج۔ ہارے جیتے آئے نہ لاج۔
چہارم۔ مکہ سے باہر ایک غار حرا تھی اس کو مصلحت گاہ قرار دیکر ہر رات کو یا کبھی
وہاں تشریف لے جاتے اور مصلحت فرماتے۔ چنانچہ یہ سب حال (معارج النبوۃ و
مدارج النبوۃ مطبوعہ مطبع نولکشور ماہ نومبر ۱۸۸۳ء صفحہ ۹۹ سے ۷ تک
رکن دوم میں اور صفحہ ۹۸ سے ۱۰۰ تک اور اسی طرح رکن چہارم کے صفحہ ۳۵ سے ۴۲
تک اور صفحہ ۹۳ سے ۹۴ بخوبی واضح ہوتے ہیں۔ اور تواریخ حبیب اللہ صفحہ ۴۳۔ اور یہی
ذکر قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے اور مدارج النبوۃ جلد دوم نولکشور
صفحہ ۲۷۲ میں بھی مذکور ہے ؎
ان دنوں میں جس شخص نے کوئی اعتراض اٹھایا۔ حضرت علی نے تیغ
ذوالفقار سے اسکا سر اتار کر رکھا۔ وہ عاجز مرحوم شہید کہاں سے اگر افترا پردازی
کا ثبوت دلویں۔ اس وقت کسی شخص افترا پردازی کا ثبوت دینے کو تیار ہونے مگر
وہاں تو سنتا کون۔ ایک سے ایک متعصب اور لشا و صدقے کے پیرو۔ اور من ترا
حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو۔ کے اقرار نامہ پر صدق دل سے دستخط کر چکے تھے۔ کسی نے سمجھایا
و گواہان افترا پردازی کے واسطے احکام و انعام گرفتاری جاری کر کے کشتوں سے
کھیلا کشتوں نے پھر صلح ہوئی۔ مرزا صاحب ان دنوں پیغمبری کی نابالغی کا دور
تھا۔ اور ہر طرف دم دلاسے کا مسودہ اور طور تھا۔ غرضیکہ اسی مسودہ کا یہ عنوان
ہے جس کے حرف حرف و لفظ لفظ سے صداقت و حق پسندی کا خون ہے۔
قولہ۔ انبیا وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی ہی کامل راستبازی کو ایسی حجت
پیش کر کے دشمنوں کو بھی الزام دیا ؎
اقول۔ اپنے اگر ہم نہ رسد خر عقیق ست۔ انبیا اگر ہو سہی۔ اولیا ہی
سہی رسول نہ سہی الہامی ہی سہی۔ کچھ ہو ہمیں ثبوت تحقیق حق منظور ہے۔ آپ انبیا
سی راستبازی کا ثبوت دیجئے اور کسی طرح صرف نہ کہئے کہ انبیا تو آپ بھی ہیں
مگر آپ قادیانی پیغمبر ضرور ہیں۔ سب سے اول آپ اپنی بابت ثبوت دلائیے
اور نیک خیال چلن اور خوش معاملگی کی تصدیق کرائیے۔ اگر نہیں ہے تو آپ
مشتے نمونہ از خروارے سب انبیا کے مصداق ہیں اور حرکات نالایق میں
طاق ہم آپ کو ہی خاتم الانبیا جانیں گے۔ اور مہر نبوت آپ ہی کی پشت پر
مانیں گے۔

بیا مرزا اکنون شرمساری ز معافی در پیش آر آنچہ داری

براہین الاحمدیہ کی جلد نمبر ۴ کے دیباچے کے اعتراضوں
کا جواب

مرزا صاحب اس جلد کے آغاز میں مسلمانوں کی نازک حالت اور
انگریزی گورنمنٹ پر کچھ تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں
قولہ۔ فی الحقیقت یہ سچ ہے کہ جس قدر انکے ہمسایوں آریوں کی نظر میں ایک اوسے

حیوان گائے کی عزت اور توقیر ہے۔ اُن کے دلوں میں اپنی قوم اور اپنے بھائیوں اور اپنے دین کی مہمات کی بھی اس قدر عزت نہیں ÷

اقول۔ اس جگہ ہمیں شیخ سعدی کا قول یاد آیا جو اس نے گویا اسی موقعہ کے لئے بنایا ہے۔ ؎

گاوان خران باربردار — بہ از آدمیان مردم آزار

دینی مہمات سے مراد مرزا صاحب کی طرف براہین الاحمدیہ کی امداد ہے۔ نہ کچھ اَور چنانچہ اس کی اصلی کیفیت ناظرین کو اس اشتہار کے مطالعے (جو از جانب مرزا غلام الدین صاحب کے شایع ہوا تھا) معلوم ہو ویگی جو اسی کتاب کے آخیر میں مندرج ہے۔

قولہٗ۔ محقق پنڈتوں کو خوب معلوم ہے کہ کسی وید میں گائے کا حرام ہونا نہیں پایا جاتا بلکہ رگ وید کے پہلے حصہ سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ وید کے زمانہ میں گائے کا گوشت عام طور پر بازاروں میں بکتا تھا۔ اور آریہ لوگ بخوشی خاطر اس کو کھاتے تھے ÷

اقول مرزا صاحب ہمیشہ راستی سے کنارہ کرتے اور جھوٹے الزام فریق ثانی پر دھرتے ہیں۔ تعصب اندرونی اُن کے تار پود سے نمود ہے۔ بیجا ضد ہٹ اور درشت بانی ان کا اصلی مقصود۔ نہیں معلوم کہ خدا کو حاضر ناظر جان کر جھوٹھ بولنے سے کیوں نہیں شرماتے اور کس واسطے (یعنی کو) اس سے اپنی ہنسی کراتے ہیں۔ ایک شخص کا مقولہ ہے کہ "دروغگو را حافظہ نباشد" وہ مرزا کے حق میں زیبا ہے اور ہمارے علیم عاچنانچہ وہ خود آگے چل کر اسی جلد نمبر ۴ کے صفحہ ۲۳۸ میں تحریر کرتے ہیں۔ کیا "رحم اور عفو کی تاکید بت پرستوں کی نیکیوں میں کچھ کم ہے۔ بلکہ سچ پوچھو تو آریہ قوم کے بت پرستوں نے رحم کی تاکید کو اس کمال تک پہنچایا ہے۔ کہ بس حد ہی کر دی ان کے ایک شاستر کا اشلوک اس وقت ہمکو یاد آیا ہے۔ جسپر تقریباً سارے ہندوؤں کا عمل ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ اھنسا پرمو دھرما۔ یعنے اس سے بڑا دھرم اور کوئی نہیں کہ کسی جاندار کو تکلیف نہ دی جاوے اسی اشلوک کے رو سے ہندو لوگ کسی جاندار کو آزار دینا پسند نہیں کرتے"۔

چونکہ سچ چھپانے سے نہیں چھپتا۔ اور کسی نہ کسی پہلو میں ظاہر ہو جایا کرتا ہے۔ خود متعصب جفا کیش کی قلم سے بھی ٹھیک سچی بات تحریر ہو گئی۔ جس سے اس کی پہلی یاوہ گوئی کی خود ہی تردید ہے۔ بلکہ اس کے متعصب اور کاذب ہونے کا ثبوت مزید۔ سچ ہے اس بنت الحرامی کو حرام حلال کی تمیز نہیں اور اسکی مزاج طبیعت میں سوائے ہوسخواری کے حرام و حلال اور کوئی چیز نہیں ÷

گر تجھے شرم کچھ ہے اے مرزا — غرق ساری سے ڈوب کر مرجا
جھوٹھ کی دی خدا نے تجھکو سزا — خود تیرے قول سے کیا رسوا
خود لکھی اپنے جھوٹھ کی تردید — اس سے رسوائی اور کیا ہے مزید
اپنے فرضی خدا سے سیکھ لیا — آپ منسوخ اپنا قول کیا
یہ جو بیہودہ بک رہا ہے تو — سگ دیوانہ بن گیا ہے تو
جبکہ بدلا ہے جامۂ انساں — پھر حیا شرم و عقل و ہوش کہاں
جس تناسخ سے سخت منکر تھا — دیکھ اب مبتلا خود اس میں ہوا
[illegible] — تجھکو دی ہے خدا نے اتنی غرور

اب ہم خوک و خمر کی کیفیت سمجھاتے ہیں۔ اور ان کے حلال ہونے کی شہادت بتلاتے ہیں۔ خوک اگلے نبیوں کے دین میں حلال ہے۔ اور جو آریان عیسےٰ کا اسیر صدق دل سے اقبال انجیل کے رو سے نوش جان فرماتے ہیں۔ اور حلال و طیب ٹھہراتے (دیکھو انجیل اعمال باب ۱۱۔ آیت ۲ سے ۹ تک) انجیل فیلیس باب ۱۔ آیت ۱۵ (انجیل رومیاں باب ۱۴۔ آیت ۲ کی شرح مطبوعہ سال ۱۸۷۰ء)

شتر جو منزلہ سور ہے (دیکھو توریت احبار باب ۱۱ آیت ۴) اس کو تمام مومنین کھاتے ہیں۔ شراب کا پینا تمام گذشتہ نبیوں کے مذہب میں بے وسواس ہے۔ اور قرآن کے رو سے بھی منافع للناس۔ حضرت نوح و لوط و سلیمان و عیسے وغیرہ نبی شراب پیتے تھے۔ اور اسی کے سہارے جیتے تھے (دیکھو توریت پیدائش باب ۹۔ آیت ۲۱۔ اور باب ۱۹۔ آیت ۳۰ سے ۳۸ تک۔ اور یوحنا انجیل باب ۲۔ آیت ۱ سے ۱۱ تک۔ اور لوقا باب ۲۲ آیت ۲۔ اور قرآن سورۃ بقر و سورۃ نحل) آپ کے پیغمبر صاحب بھی جنت میں اس کے پیر مغان ہیں۔ اور ان کی بدولت تمام مومناں سرشار و سرگردان (دیکھو قرآن میں ذکر شراباً طہوراً)

اب اصل جواب تحریر کرتا ہوں کہ نہیں معلوم وہ محقق پنڈت کون ہیں جن کو وید مقدس میں گائے کے مارنے کی ممانعت نہیں دکھائی پڑتی۔ آئیں اور اس منتر کو آنکھیں کھولکر اور اگر کم دکھائی دیتا ہو عینک لگا کر مطالعہ کریں ÷

अस्मन् गोपतौ स्यात वह्वीय जमानस्य पशून्पाहि ॥ यजु॰ अ॰ १ मं॰ १।

یہ منتر یجر وید کے پہلے ادھیائے کا پہلا منتر ہے۔ پرماتما آگیا دیتا ہے "اے منشو پور شارتھ کی سدھی کے لئے سر وادیکار او ر دھن کے سیوں والے ہو کر گائے وغیرہ مفید جانوروں کی حفاظت کو مقدم جانو جس سے تمہاری بل اور بدھی بڑھتی رہے"۔

یجر وید کے شروع میں یہ مشرح ہدایت موجود ہے تو پھر معترض کا دعویٰ سراپا مردود ہے۔ علاوہ بریں رگ وید کے پہلے ادھیائے میں اس قسم کی کوئی ہدایت نہیں ہے۔ اور نہ گائے کی نسبت کوئی منتر کہیں ہے۔ البتہ رگوید کے اشٹک ۴۔ ادھیائے ۷ ورگ ۹ کا بارھواں منتر ہے۔

नेह भद्रं रक्षस्विने नाव यै नोपया उत। गवे च भद्रं धेनवे वीराय च श्रवस्यते ऽनेहसो व ऊतयः सुऊतयो व ऊतयः।

ترجمہ۔ اے سرب سوامی (رکھشک) الیشور آپ کلیان دایک ہیں۔ دُشٹ آتما اور ہنسک جن (خونخوار آدمی) آپ کے نیائے سے ہمیشہ سزا کو پاتے ہیں اور پوتر آتما اور دیاوان (رحمدل) لوگ ہی آنند اور شانتی یعنے راحت حقیقی کے مستحق ہیں ہمیں اپنی کرپا سے ہی ستم دم (ریاضت و عبادت) بکیت اندریوں (حواسوں) اور گؤوں اور شبہ سنتان یعنے نیک اولاد اور اتم دھن سے فیضیاب کر کے سدا دیا دسعم، آوی سرشٹ گنوں میں پیدرت کیجئے آپ کے سوا کوئی رکشک نہیں ہے ÷

اس کے مطالعہ سے مرزا صاحب وسوسات شیطانی کو دور فرمائیے اور اس قسم کی جلادانہ و ظالمانہ تحریر سے باز آکر جھوٹھ لکھنے سے شرمائیے۔ ورنہ ؎

سر انجام جاہل جہنم بود — کہ جاہل نکو عاقبت کم بود

قولہٗ۔ اور حال میں ایک بڑے محقق یعنے آنریبل مونٹ اسٹوارٹ الفنسٹن صاحب

[illegible] آن اصحاب کہف و چشتم سگ کہ خوف دقیانوس بادشاہ گریختہ در غارے پنہان شدہ بود حق تعالیٰ بر [illegible] بہ بہشت بشکل بلعم باعور رکہ بزمان موسیٰ بود کامل بود [illegible] رحمت لفسانی خود [illegible] بہشت خواہد رود و بلعم باعور سگ کور بود در دوزخ "مصلح الدین علی مشہور کہ [illegible] سعدی [illegible]